تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا

موضح الفرقان

تفسیر عثمانی

رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ

تفسیر: علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

تعارف و فہرست: مولینا محمد اشفاق احمد

عالمین پبلیکیشنز پریس ۰ لاہور

تفسیر عثمانی کا کثرت سے مطالعہ کیجیے جسے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ہماری دنیا اور آخرت کے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے۔

نوٹ:۔ تفسیر عثمانی (انگریزی) کے دس پارے بھی دستیاب ہیں۔ مع فہرست مضامین

56, JACOB LINE
KARACHI-3
PHONE : 70709

EHTISHAMUL HAQ THANVI

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ بزرگ مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی
کے خلیفہ مولانا محمد اشفاق احمد صاحب نے حضرت عثمانی اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہما اللہ
کے مرتب کردہ فوائد القرآن کو تفسیر عثمانی کی صورت میں چھاپ کر ایک بڑی علمی اور
تبلیغی خدمت انجام دی ہے بالخصوص اس دور میں جب کہ خارجی ذہن رکھنے والے اور
تجدید و احیاء دین کے دعویدار اہل باطل کی تفسیریں دیکھ کر نوجوان گمراہ ہو رہے ہیں یہ خدمت
وقت کی اہم پکار تھی۔ اس تفسیر میں مضامین کی تفصیلی فہرست کا اضافہ
اور حضرت شیخ الاسلام کی سیاسی خدمات کا تعارف بھی بہت زیادہ
اہمیت کا حامل ہے کیونکہ آج تحریک پاکستان کی عظیم تاریخی جدوجہد
اور اس کے بانیوں کو قوم کے ذہنوں سے محو کرنے کی ناپاک سازش
کی جا رہی ہے۔ حق تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا اشفاق احمد صاحب کی
اس پر خلوص عظیم خدمت کو قبول عام عطا فرماوے
ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بندہ احتشام الحق تھانوی
22.3.79.

شائع کردہ:۔ **مکتبہ مطلوب، العباس مارکیٹ نارتھ ناظم آباد بلاک اے۔ کراچی**

تعارف

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

مدرسہ دیوبند میرے پیرومرشد مولینا مطلوب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی تھے اور عمر میں دس سال بڑے تھے۔ ایک مجلس میں آپ نے بیان فرمایا کہ ہمارے والد مولوی فضل الرحمٰن صاحبؒ نے مولینا محمد قاسم صاحبؒ سے کہا کہ "جی چاہتا ہے کہ ایک مکتب کھول لیں"۔ مولینا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا "یہ بہت اچھی تجویز ہے"۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے مسلمانوں کی شوکت کو ختم کرنے کیلئے بڑے مظالم کئے۔ ہندو انگریز کا مدمقابل نہیں تھا بلکہ مسلمان انگریزوں کے حریف تھے چونکہ انگریز نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ چنانچہ انگریز نے کوشش کی کہ مسلمانوں کے اسلامی ورثے کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اُسی وقت انگریز ہندوستان میں کامیابی کے ساتھ حکومت کر سکتا تھا، چنانچہ انگریز نے مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے نام نہاد مسلمانوں کو ہی آلۂ کار بنایا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص بندوں پر اس حالت کو منکشف فرمایا۔ مولوی فضل الرحمٰن صاحبؒ نے جو خود انسپکٹر مدارس تھے اِنہی حالات کے پیشِ نظر مکتب کھولنے کی تجویز مولینا محمد قاسم صاحبؒ کے سامنے پیش کی، چنانچہ ایک مکتب قائم کیا گیا۔ مولینا محمد یعقوب صاحبؒ اس مکتب کے مہتمم مقرر ہوئے۔ مولینا محمد یعقوب صاحبؒ مولینا محمد قاسم صاحبؒ کے اُستادزادے تھے۔ مولوی محمد یعقوب صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ سرورِ کونین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ایک مقام پر عصاءِ مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے ہیں اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے فرما رہے ہیں (عصاءِ مبارک سے زمین پر نشان ڈالتے ہوئے) "مولوی یعقوب یہاں مدرسہ بنالو"۔ مولینا محمد یعقوب صاحبؒ صبح کو مولینا محمد قاسم صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے اور اپنا خواب بیان کیا۔ مولینا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا "تعبیر تو بعد میں پوچھنا پہلے اس مقام پر چلو"۔ چنانچہ جب وہاں پہنچے تو عصاءِ مبارک کا نشان موجود تھا، اسی نشان پر مدرسہ کی تعمیر شروع ہوئی۔

حضرت سید احمد شہیدؒ جب سہارنپور تشریف لے گئے تو راستہ میں دیوبند کی یہ زمین بھی آئی جس پر مدرسہ بنا ہے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ "اُس مقام سے علم کی بُو آرہی ہے"۔ یہ بات سید احمد شہیدؒ نے ۱۸۰۰ء میں فرمائی اور مدرسہ دیوبند ۶۵ سال بعد وجود میں آیا۔ سید احمد شہیدؒ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خاندان کے تربیت یافتہ تھے اور اُمیّت کے راستہ سے واصل ہوئے تھے۔ بڑے صاحبِ کشف اور صاحبِ وجدان تھے۔ علم کی یہی خوشبو اُن کو شاہ صاحبؒ کے خانوادے سے آئی تھی اور یہی خوشبو ان کو اس مقام پر محسوس ہوئی۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ مدرسہ دیوبند کے علوم وہی ہوں گے جو شاہ صاحبؒ کے خاندان کے تھے۔ قصّے تو اور بہت سے مشہور ہیں مگر سلیم قلب والوں کے لئے یہ تقریر ہی کافی ہے اور زنگ آلود دلوں کے لئے تو یہودیوں کا مشہور قول یاد آتا ہے کہ "ہمارے دل تو غلافوں میں ملفوف ہیں"۔ اس مختصر تقریر کا منشاء یہ ہے کہ مدرسہ دیوبند سرورِ کونین سرورِ انبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر قائم ہوا۔ اس لئے اس مدرسہ کا فیضان بہت ہی زیادہ ہونا چاہیئے تھا۔ چنانچہ بڑے بڑے لوگ اس مدرسہ سے پیدا ہوئے جنہوں نے ہندوستان اور دیگر ممالک کی زمینوں کو نورِ ہدایت سے منوّر کر دیا۔ اس مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم مولانا محمود حسنؒ (اسیر مالٹا) ہیں۔ مولینا محمد قاسم صاحبؒ اور مولینا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے علومِ ظاہری اور علومِ باطنی کے سب سے بڑے حامل مولینا محمود حسن صاحبؒ ہیں جو بعد میں شیخ الہند کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مولینا انور شاہ صاحب کشمیریؒ، مولینا اشرف علی صاحب تھانویؒ، مولینا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہم ایسے بڑے لوگ ہیں جو امّتِ مرحومہ کا سرمایہ ہیں اور امّتِ مسلمہ بجا طور پر ان پر فخر کر سکتی ہے۔

خاندانِ عثمانیؒ میرے پیرومرشدؒ بیان فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الہندؒ ہماری والدہ کو چچی کہتے تھے۔ اس طرح علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے نسبی بھائی بھی تھے۔ مولینا فضل الرحمٰن صاحبؒ مدرسہ دیوبند کے محرّک اصلی تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑے فضل سے نوازا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے چار صاحبزا[illegible] صاحبؒ (۳) شاہ رفیع الدین صاحبؒ (۴) شاہ عبدالغنی صاحبؒ جو اسمٰعیل شہیدؒ کے والد بزرگوار ہیں۔ شاہ صاحبؒ کے خاندان کے بعد مولوی فضل الرحمٰن صاحبؒ کی ایسی ہستی ملتی ہے کہ جن کے فرزندوں میں چار فرزند ایسے ہوئے ہیں کہ مسلمان قوم اُن کی اسلامی خدمات پر فخر کر سکتی ہے (۱) مولٰینا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ (۲) مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (۳) مولٰینا مطلوب الرحمٰن عثمانیؒ (۴) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ چار بھائی اور تھے (۱) عبدالرحمٰن صاحبؒ جو جوانی میں انتقال کر گئے تھے (۲) محبوب الرحمٰن صاحبؒ جو ملا جیون مجذوب (کراچی میں انتقال ہوا) کے والد تھے (۳) سعید الرحمٰن عثمانیؒ (۴) فضل حق عثمانیؒ۔ یہ سب حضرات بہت نیک اور صالح ہوئے۔ مولٰینا حبیب الرحمٰن صاحبؒ، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، حافظ عبدالرحمٰنؒ پہلی والدہ سے تھے اور محبوب الرحمٰن عثمانیؒ، مولٰینا مطلوب الرحمٰن عثمانیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، سعید الرحمٰن عثمانیؒ اور فضل حق عثمانیؒ دوسری والدہ سے تھے۔ پیر و مرشد بیان فرماتے تھے کہ ہم بھائیوں کو کبھی احساس بھی نہیں ہوا کہ ہم سوتیلے بھائی ہیں۔ ہماری والدہ کی تمام بھائی ایسی خدمت کرتے تھے جیسی حقیقی ماں کی خدمت کرتے ہیں۔ مولٰینا حبیب الرحمٰن صاحبؒ مدرسہ دیوبند کے مہتمم تھے۔ بڑے ذکی اور فہیم انسان تھے۔ بڑے بڑے عقلاء اُن سے بات کر کے فرماتے تھے کہ آپ کو تو کسی سلطنت کا وزیر ہونا چاہیئے تھا۔ صرف دو مرتبہ سال میں مدرسے سے نکلتے تھے۔ والدہ کے لئے گرمیوں میں اور سردیوں میں خود کپڑا خریدتے تھے اور خادم کے باوجود اپنے کندھے پر رکھ کر والدہ کے پاس کپڑا لے جاتے تھے۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ جوتے کا انتظام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جوتے میں کوئی خرابی دیکھی، چپکے سے جوتا اٹھایا اور دروازے میں پہنچ کر سر پر رکھ لیا، والدہ نے دیکھا کہ جوتا غائب ہے، معلوم ہوتا ہے مفتی جی لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد مفتی صاحب نیا جوتا لے آئے۔ کہنے لگیں، مفتی جی ابھی تو جوتا اچھا تھا، کیوں لے گئے۔ مفتی صاحب نے کہا "نہیں ماں جوتا پھٹ گیا تھا، قیامت میں کیا جوتے پڑواؤگی"۔ جب مفتی صاحب صبح کو بازار جاتے تو پڑوس کی بیوہ عورتوں کو آواز دیتے کہ بازار جا رہا ہوں کچھ منگوانا ہو تو منگوالو۔ چنانچہ کئی کئی گھروں کی سبزی ترکاری مفتی صاحب لا کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بیوہ کے مکان کی چھت پر خود مٹی ڈالی۔ اس عورت نے کہا بھی کہ "مفتی جی کیا دوزخ میں پہنچاؤگے"۔ آپ نے کہا کہ دوزخ میں پہنچانے کے سامان تو تو کر رہی ہے۔ جب بارش میں چھت ٹپکے گی اور یتیم بچے پریشان ہوں گے تو کس پر ادبار پڑے گا، ہم ہی تو پکڑے جائیں گے۔ والدہ حضرت علامہؒ کے گھر میں رہتی تھیں اور ہمارے مرشد مولٰینا مطلوب الرحمٰنؒ باہر ملازمت پر ہوتے تھے اور آپ والدہ کے لئے خرچہ بھیجتے تھے۔ دیگر بھائی بھی اپنی حیثیت کے مطابق خدمت کرتے تھے۔ جب مولوی فضل الرحمٰن صاحبؒ کا وقتِ انتقال قریب آیا تو آپ نے مفتی صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا "کب کام آؤگے"۔ چنانچہ مفتی صاحب وہاں سے اُٹھے اور شیخ الہندؒ کو ساتھ لے کر چھتہ کی مسجد تشریف لے گئے۔ اُس کے بعد والد مرحوم کی حالت عجیب انبساط کی ہوگئی۔ بار بار کہتے تھے کہ "دیکھو کتنا اچھا باغ ہے"۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ایسے خوش نصیب ماں باپ پر اور ایسے سعادت مند فرزندوں پر۔

ترجمۂ قرآن

حضرت مرشدی و مولائیؒ بیان فرماتے تھے کہ شیخ الہندؒ صرف دس پاروں کا ترجمہ کر پائے تھے کہ آپ نے سفر حجاز کا ارادہ فرمایا اور ۱۹۱۶ء میں ایک جماعت کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں انگریز نے شریف حسین آف مکہ کے ذریعہ حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کرایا اور مختلف تکلیف دہ مراحل سے گزار کر آپ کو مالٹا میں قید کر دیا۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو کام لئے۔ ایک تو قرآن کا ترجمہ آپ نے پورا کیا اور دوسرے پان اسلامک تحریک کو زندہ کیا۔ مختلف ممالکِ اسلامیہ کے بڑے بڑے لوگ انگریز نے وہاں قید کر رکھے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے سب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا اور اس طرح عالمگیر اسلامی تحریک نئی قوت کے ساتھ پھیلنا شروع ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے سورۃ بقرہ، سورۃ آلِ عمران اور سورۃ النساء کی تفسیر بھی لکھی تھی لیکن آلِ عمران کی تفسیر وارثین کے پاس سے گم ہوگئی۔ مجید حسن صاحب نے بڑی جانفشانی سے حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ شائع کیا۔ اس کے بعد مجید حسن صاحب نے کوشش کی کہ تفسیر کے ساتھ ترجمہ شائع ہو تو انہوں نے بڑے بڑے علماء کی طرف رجوع کیا مگر اُن حضرات کے تفسیری نمونے شیخ الہندؒ کی تفسیر سے "لگا" نہیں کھاتے تھے۔ بالآخر انہوں نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طرف رجوع کیا۔ ادھر ہمارے پیر و مرشد نے حضرت علامہؒ کو ایک خط لکھا جس میں اپنا ایک الہام بیان کیا جس میں اشارہ تھا کہ قرآن کی خدمت کی جائے۔ حضرت مرشدی و مولائی نے یہ بھی لکھا کہ مجید حسن صاحب سے اس سلسلہ میں مراسلت کی جائے۔ مجید حسن صاحب پہلے ہی خط لکھ چکے تھے۔ حضرت علامہؒ یہ خط لے کر انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے پاس پہنچے کہ بھائی صاحب کا یہ خط آیا ہے انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی شبیر! مولوی مطلوب الرحمٰن کبھی کچی بات نہیں لکھ سکتے، آپ تفسیر کا کام شروع کر دیں۔ اس وقت حضرت علامہؒ، انور شاہ صاحبؒ اور مفتی عزیز الرحمٰنؒ ڈابھیل میں تھے۔

انور شاہ صاحبؒ

حضرت مرشدی و مولائی بیان فرماتے تھے کہ مولوی شبیر احمد کہتے تھے کہ تفسیر لکھتے وقت جب کسی مقام پر الجھن ہوتی تھی تو میں انور شاہ صاحبؒ کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ شاہ صاحب! فلاں مضمون کس کتاب میں ملے گا تو شاہ صاحب فرماتے کہ "دیکھو مولوی شبیر یہ مضمون فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر ملے گا اور شاید فلاں سطر ہو"۔ مولوی شبیر احمد بیان فرماتے تھے کہ صفحہ تو صفحہ کبھی سطر بھی غلط نہ نکلتی تھی۔ اس طرح حضرت انور شاہ صاحبؒ بھی اس تفسیر کی خدمت میں شریک ہیں۔

ترجمہ کی خوبیاں

حضرت پیر و مرشدؒ بیان فرماتے تھے کہ ایک ... انور شاہ صاحبؒ کی محفل میں شیخ الہندؒ کے ترجمہ کی خوبیاں بیان ہو رہی تھیں، ہر شخص اپنے اپنے ذوق کے مطابق ترجمہ کی خوبیاں بیان کر رہا تھا۔ انور شاہ صاحبؒ میری طرف مخاطب ہوئے کہ "مولوی

مطلوب! تم خاموش ہو تم نے کوئی بات نہیں کہی۔" میں نے عرض کیا "شاہ صاحب میرے خیال میں ترجمہ میں دو باتیں خاص ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کثیر المعانی ہے اور شیخ الہندؒ نے یہ کوشش کی ہے کہ ترجمہ میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو کثیر المعانی ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نزولِ قرآن خاص ہے مگر اطلاق عام ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے حتی الوسع شانِ نزول سے گریز کیا ہے (تاکہ معانی محدود نہ ہوجائیں) حضرت انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا "مولوی مطلوب! جہاں تمہاری نظر پہنچی ہے وہاں کسی کی نظر نہیں پہنچی"۔

شیخ الہندؒ اور حضرتِ علامہؒ

مولوی مجید حسن صاحب نے تمام علماء کے تفسیری نمونوں کے مقابلہ میں صرف حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے تفسیری نمونے کو پسند فرمایا۔ ریشم میں ریشم کا پیوند ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے اصل اور حقیقی وارث ہیں۔ دیگر واقعات بھی اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ شیخ الہندؒ کے علوم کے سب سے بڑے حامل علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ہیں۔ خود حضرت شیخ الہندؒ فرماتے تھے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا جتنا فیض مجموعی طور پر ہم سب کو پہنچا ہے اس سے زیادہ تنہا مولوی شبیر احمد کو پہنچا ہے۔

حضرت پیر و مرشدؒ فرماتے تھے کہ مختلف اسلامی ملکوں کے مشاہیر علماء شیخ الہندؒ سے ملنے کے لئے آتے تھے تو شیخ الہندؒ تو اُن کے طعام و قیام کے انتظام کے لئے گھر تشریف لے جاتے تھے اور مولوی شبیر احمد سے کہہ جاتے تھے کہ مولوی شبیر ذرا ان مہمانوں سے بات کرلینا۔ وہ حضرات علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے گفتگو کرنے کے بعد فرماتے تھے کہ اگر مولوی شبیر احمد صاحب سے ہماری ملاقات نہ ہوتی تو ہم خیال کرتے کہ دیوبند علوم سے خالی ہوگیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

نبی نبی کو پہچانتا ہے اور ولی ولی کو پہچانتا ہے۔ حضرت پیر و مرشدؒ بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ دیوبند کی جامع مسجد میں جمعہ کے دن اعلان ہوا کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ جمعہ کی نماز کے بعد تقریر فرمائیں گے۔ (یہ وہ وقت تھا جب سیاسی اختلاف کی وجہ سے بعض نادان کانگریس کی حمایت کرنے والے طلباء نے حضرت علامہ کے گھر میں غلیظ پرچے ڈالے تھے) چنانچہ مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ نے تقریر فرمائی۔ مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ "میں عرصہ تک بلادِ عربیہ رہا ہوں مگر جو بات میں نے ہندوستان کے علماء میں دیکھی وہ کہیں نہیں دیکھی اور ہندوستان کے علماء میں جو بات میں نے دیوبند کے علماء میں دیکھی وہ کہیں نہیں دیکھی اور دیوبند کے علماء میں جو بات میں نے مولوی شبیر احمد کے اندر دیکھی وہ کہیں نہیں دیکھی اور میرا خیال ہے کہ جب امت میں کوئی خلل واقع ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو بھیج کر اُس کی اصلاح کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مولوی شبیر احمد اُنہی لوگوں میں سے ہیں۔ لہٰذا اگر آئندہ مجھ کو معلوم ہوا کہ کسی نے گستاخانہ کلمات لکھ کر ان کے مکان میں ڈالے تو میں رات کو اُٹھ اُٹھ کر اس کے لئے بد دعا کروں گا۔"

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد مرشدی و مولائیؒ نے فرمایا کہ مولانا مدنیؒ کی اس تقریر سے مراد ہے مجدد۔ راقم الحروف کو اس بات میں کچھ شبہ نہیں ہے چونکہ تفسیر عثمانی اس حقیقت کا کھلا ثبوت ہے۔ زندقہ، الحاد اور بدعت کے اس دور میں تفسیر عثمانی نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے عقائد اور خیالات درست کئے ہیں۔ دجالوں، کذابوں نے اس اُمت میں جتنے گمراہ افکار پھیلائے ہیں، تفسیر عثمانی میں ان سب کا ازالہ کیا گیا ہے اور ظاہر ہے اسی کو تجدید کہتے ہیں۔ یہ تفسیر تمام مقبول تفاسیر کا نچوڑ ہے۔

مفسرِ قرآن کون ہوسکتا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا ذکر فرمایا ہے۔ ابراہیمؑ نے یہ دعا کی تھی کہ اے ربّ میری اولاد میں ایسا رسول پیدا فرمایئے جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور اُن کا تزکیہ فرمائے۔ میرے پیر و مرشدؒ بیان کرتے تھے کہ ابراہیمؑ کی دُعا قبول ہوئی مگر اللہ نے ترتیب بدل دی۔ مثلاً سورۃ جمعہ میں ہے کہ اُسی نے اَن پڑھ لوگوں میں ایک رسول اُٹھایا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت فرماتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یعنی تزکیہ کو کتاب و حکمت پر اللہ تعالیٰ نے مقدم فرمادیا۔ پیر و مرشدؒ نے فرمایا کہ اس کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جنت میں داخلہ تو ایمان پر موقوف ہے اور جہنم سے بچاؤ تزکیہ پر موقوف ہے۔ جس کا یہاں تزکیہ ہوگیا وہ سیدھا سیدھا جنت میں جائیگا اور جس کا اس دنیا میں تزکیہ نہیں ہوا اس کو جہنم میں ڈالکر پاک کیا جائیگا اور اسکی تاریکیوں اور کثافتوں کو جلایا جائیگا اسکے بعد جنت میں بھیجا جائیگا (کافر کا تزکیہ جہنم میں بھی نہ ہوگا جیسا کہ قرآن میں تصریح ہے)۔

دوسری وجہ اس ترتیب کے بدلنے کی یہ ہے کہ ابراہیمؑ پر کوئی بڑی کتاب نازل نہ ہوئی تھی جس کے سمجھنے کے لئے بہت بڑے تزکیہ کی ضرورت ہوتی بلکہ صحائف نازل ہوئے تھے جن کو سمجھنے کے لئے کسی بڑے تزکیہ کی ضرورت نہ تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بحرِ بیکراں یعنی قرآنِ عظیم دیا جانے والا تھا جس کو سمجھنے کے لئے بہت بڑے تزکیہ کی ضرورت تھی، اسی لئے دُعا قبول کرتے ہوئے اللہ نے مقاصدِ بعثت کی ترتیب بدل دی اور تزکیہ کو تعلیمِ کتاب اور تعلیمِ حکمت پر مقدم فرمادیا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ فہمِ قرآنی تزکیہ پر موقوف ہے۔ حضرت مرشدی و مولائیؒ فرماتے تھے کہ مولوی شبیر احمد ایسے ہی مولوی شبیر احمد نہیں بن گئے تھے بلکہ سالہا سال تک بارہ تسبیح کا ذکر کیا ہے تب مولوی شبیر احمد مولوی شبیر احمد بنے۔ حضرت علامہؒ نے تزکیہ کے مراحل شیخ الہندؒ کی تربیت میں طے کئے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم ۔ تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد!

حضرت مجدد صاحبؒ نے آیت لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس کے دو معنی ہیں ایک ظاہری کہ بغیر وضو کے قرآن کو نہیں چھونا چاہیئے اور دوسرے باطنی کہ اس قرآن کے حقائق اور دقائق تک اُنہی لوگوں کی رسائی ہوسکتی ہے

مراد یہ ہے کہ مفسرِ قرآن وہی ہو سکتا ہے جو مزکّی ہو۔ غیر مزکّی لوگ اس مقام پر نہیں پہنچ سکتے اور یہ بھی ہے کہ جو شخص اُستاد کی شان میں گستاخ ہو وہ علوم سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے اور ناشکری موجب زوالِ نعمت ہے۔ اُدھر حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ اس عظیم نعمت قرآنِ کریم کے جامع حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔ پس جو شخص حضرت عثمانِ غنیؓ کی شان میں بدزبانی کرنے والا ہے وہ علوم قرآنی سے محروم ہے۔ بلکہ تمام صحابہ کرامؓ معلّمِ قرآن ہیں پس جو شخص صحابہؓ کی شان میں گستاخ ہے وہ نعمتِ قرآنی سے محروم ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کی شان میں گستاخی کرنے والا بھی مفسّرِ قرآن نہیں ہو سکتا۔ صاحب علم حضرات یہ بات جانتے ہیں کہ عقل، حکمت کا خلیفہ ہے۔ پس قرآنِ حکیم کا مفسّر وہی ہو سکتا ہے جو عقل میں کامل ہو۔ جو شخص عقل کا کمال نہ رکھتا ہو وہ مفسّرِ قرآن ہرگز نہیں ہو سکتا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم علوم کا سمندر ہے۔ پس مفسّرِ قرآن وہی ہو سکتا ہے جو جامع العلوم ہو۔ چند کتابیں پڑھ کر مفسّرِ قرآن نہیں ہو سکتا۔ تفسیرِ قرآنی اصل میں منشاء خداوندی کی تشریح کا نام ہے۔ پس جس شخص نے تزکیہ کے مراحل طے کر کے اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق قائم نہ کر لیا ہو اور قربِ خاص سے نوازا نہ گیا ہو اور مراتبِ معرفت میں قدم راسخ نہ رکھتا ہو وہ بھی مفسّرِ قرآن نہیں ہو سکتا۔ علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ متذکرہ تمام صفاتِ عالیہ سے موصوف تھے۔ اس لئے آپ حقیقی معنی میں مفسرِ قرآن ہیں، جس طرح مسلم شریف کی شرح کر کے حضرت علّامہؒ نے محدثین میں ایک عمدہ مقام حاصل کیا ہے، اسی طرح تفسیرِ قرآنی لکھ کر آپ نے مفسرین میں ایک ممتاز مقام پایا ہے۔ میں نے چچا فضل حق عثمانیؒ کے پاس وہ مسوّدہ بھی دیکھا ہے جس میں بخاری شریف کی تشریح ہے۔ عجیب و غریب مضامین اور علوم کا مجموعہ ہے۔ کسی صاحب نے بخاری شریف کی یہ تشریح آمیزش کے ساتھ شائع کی ہے جو میرے خیال میں معتبر نہیں ہے چونکہ اس میں علّامہؒ کی اصل تقریر کا پتہ نہیں چلتا۔

حضرت انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے تھے کہ تفسیرِ قرآنی کے لئے اتنے علوم (؟) کی ضرورت ہے اور میں ایک علم کے سوا تمام علوم میں مہارت رکھتا ہوں۔ اس ایک علم میں مہارت نہ ہونے کی وجہ سے تفسیرِ قرآنی کی ہمت نہیں ہوتی اور وہ علم علمِ فقہ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ بغیر فقہ میں مہارت کے قرآنِ پاک کی تفسیر صحیح نہیں ہو سکتی اور ان لوگوں کو کیا کہیے جو فقہ کی ابجد سے بھی واقف نہیں اور مفسّرِ قرآن بن بیٹھتے ہیں۔ غرض علّامہ عثمانیؒ کی ذاتِ گرامی میں وہ تمام علوم جمع ہیں جو تفسیرِ قرآنی کے لئے ضروری ہیں۔ علماء افغانستان نے اس تفسیر کو فارسی میں منتقل فرمایا اور فخر المدارس (ہرات) کے علماء نے قابلِ غور تقریظ اور تبصرہ شائع کیا۔ یوں تو عالمِ اسلام کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ نے اس تفسیر کی تعریف کی ہے مگر فخر المدارس کے علماء کرام نے اس کی افادیت اور فیض رسانی پر عمدہ کلام کیا ہے:۔

"یہ تفسیر ایک مبلّغ دینی، ایک مدرس علمی، ایک عالم فقہی، ایک فیلسوف اخلاقی کا درجہ رکھتی ہے۔ اُردو سے فارسی میں ترجمہ علماء افغانستان کی چند سالہ کوششوں کا نتیجہ ہے اور اس سلسلہ میں طبع کرنے والوں کی خدمات قابلِ قدر و ستائش ہیں۔ یہ تفسیر وحدتِ ملّی و قومی کے روابط کی شیرازہ بندی میں اور معارف و معلومات دینی و علمی کی توسیع میں ایک مبارک مقام رکھتی ہے۔ فخر المدارس کے مدرسین کی نظر میں اس تفسیر کی اشاعت اور مطالعہ ہمارے ملک افغانستان کے تعلیم یافتہ اور کم پڑھے لکھے افراد دونوں کے لئے مفید ہے۔ یہ تفسیر معاش اور معاد کے امور میں بہترین ہدایت ہے۔ جس قدر ہمارے لوگ اس تفسیر کا مطالعہ کریں گے اور اس میں عبور حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اسی قدر قوم میں عدالت کا قیام، مذہبی احکامات کا احترام اور خالق و مخلوق کے حقوق کی حفاظت کا خیال پیدا ہوگا۔ یہ تفسیر ملّت کے لئے صحیح اخلاقی اور دینی رہبری کا مقام رکھتی ہے اور عنقریب اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ قوم میں ظلم اور تعدّی کے رجحانات اور دوسروں کے حقوق میں مداخلت کے جذبات کی اصلاح ہوگی۔ دینی و شرعی دساتیر کے لئے یہ تفسیر مجرّب نسخے پیش کرتی ہے۔ چونکہ ہمارے مسلمان باشندے اُمّ الکتاب سے عام طور پر بے خبر ہیں اس لئے ملکی قوانین اور دستور کے لئے یہ تفسیر معاون ہے اور مریضوں کے لئے شفا کا سامان ہے۔"

ہمارے ملک کا بھی کم و بیش یہی حال ہے۔ خاص طور سے جوان طبقہ علوم قرآنی سے دور ہو گیا ہے۔ بعض گمراہ لوگوں نے گمراہ کن لٹریچر پھیلا کر جوان طبقہ کے ایک حصے کو گمراہ کر دیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس تفسیر کو پھیلایا جائے تاکہ اس طبقہ کی بھی اصلاح کا سامان پیدا ہو جو غلط لٹریچر سے بے دین طبقہ سے زیادہ بدتر ہو گیا ہے اور جو اسلام کی بہت غلط تعبیر کو اپنے ذہن میں پرورش کر رہا ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت علّامہ عثمانیؒ

سب سے پہلے قرآنِ کریم کا اردو ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ بامحاورہ ترجمہ کے بانی اور امام ہیں۔ جس شخص نے شاہ صاحبؒ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اُن کا ترجمہ لفظی ہے اور اس میں خامیاں ہیں وہ قرآن سے جاہل ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے "اگر قرآنِ پاک اردو میں نازل ہوتا تو یا تو ایسا ہی ہوتا (یعنی شاہ صاحبؒ کے ترجمے جیسا) یا قریب قریب ایسا ہی ہوتا"۔ سنا ہے یہ بھی فرماتے تھے کہ "شاہ صاحبؒ کے ترجمے کے ٹکڑے ٹکڑے نازل ہوتے"۔ اس سے زیادہ تعریف ممکن نہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے لکھا ہے کہ "میں نے کوئی نیا ترجمہ نہیں کیا بلکہ شاہ صاحبؒ کے ترجمے میں جو لفظ مرورِ زمانہ سے متروک یا غیر مستعمل ہو گئے تھے ان کی جگہ دوسرے الفاظ مروّجہ استعمال کئے ہیں اور جہاں عبارت اجمال میں تھی اس کو کھول دیا ہے تاکہ لوگ اس بیش قیمت ترجمے کے فیضان سے محروم نہ ہو جائیں"۔ جیسا ترجمہ ہے ویسی ہی تفسیر ہے۔ جن حضرات کو حقائق اور معانی سے لگاؤ ہے وہ شاہ صاحبؒ کے تفسیری جملوں پر جھوم اٹھتے ہیں۔ حضرت علّامہ عثمانیؒ نے اپنی تفسیر میں جگہ جگہ حضرت شاہ صاحبؒ کو کوٹ کیا ہے۔ پڑھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی تفسیر میں کیسے گہرے علوم پنہاں ہیں

تفسیر عثمانی کے مضامین کا مختصر خاکہ

(۱)	ختم نبوت	۵۵ — آل عمران ۰۰ ۵ — مومنون ۱۵۹ — نساء ۴۰ — احزاب

نوٹ :- ان آیات کی تفسیر میں قادیانیوں کے بنیادی عقائد کا ابطال ہے گو حضرت علامہؒ نے اس مرتد فرقے کا نام نہیں لیا۔

(۲)	دعوت و تبلیغ	۱۰۴ — آل عمران ، ۱۲۵ — نحل
(۳)	امت مسلمہ کی فضیلت کلی	۱۴۳ — بقرہ ، ۱۱۰ — آل عمران
(۴)	علم غیب	سورۃ لقمان کی آخری آیت ، ۵۹ — انعام ، ۱۸۸ — اعراف ، ۶۵ — نحل
(۵)	بدعت کی حقیقت	۲۰۸ — بقرہ ، ۲۷ — حدید
(۶)	مسئلہ بشریت	۶ — تغابن ، ۷، ۸ — انبیاء
(۷)	سود کیوں حرام ہوا	۲۷۵ — بقرہ ، ۱۳۰ — آل عمران ، ۲۷۶ — بقرہ
(۸)	نکاح کے چار شرائط اور متعہ کی حرمت	پانچویں پارے کی پہلی آیت
(۹)	منکوحہ اور باندی کے ماسوا قضا شہوت کے تمام طریقے حرام ہیں	۷ — مومنون
(۱۰)	مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہودی اور مشرکین ہیں	چھٹے پارے کی آخری آیت
(۱۱)	مملکتِ اسلامی کے لئے بین الاقوامی پالیسی کا اصول کلیہ	۸ ، ۹ — ممتحنہ
(۱۲)	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قرآن کی تفسیر ہیں	۱۹ — قیامت
(۱۳)	بیوی بچوں کو دین کی راہ پر لانا فرض ہے	۶ — تحریم
(۱۴)	مشائخ کی بیعت کا قرآن سے ثبوت	۱۲ — ممتحنہ

نوٹ :- آیت ہذا میں جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعتِ اسلام نہیں ہے چونکہ مومنات سے خطاب ہے اور بیعتِ جہاد بھی مراد نہیں چونکہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں۔ اس بیعت سے وہی بیعت مراد ہے جو مشائخ میں مروّج ہے اور مشائخ بیعت لیتے وقت اسی قسم کا عہد لیتے ہیں جو آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ بیعتِ رضوان البتہ بیعتِ جہاد ہے۔

(۱۵)	امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف تفسیر میں اشارہ	۳ — جمعہ
(۱۶)	تقلید مامور من اللہ ہے	۴۳ — نحل
(۱۷)	حق اور باطل کی جنگ ظاہر میں اور باطن میں	۱۷ — رعد

نوٹ :- کبھی جھاگ کی طرح باطل حق پر چھا جاتا ہے مگر آخر کار باطل کا جھاگ غائب ہو جاتا ہے اور حق قائم رہتا ہے۔

(۱۸)	تقدیر معلّق اور تقدیر مبرم کی تحقیق	۳۹ — رعد
(۱۹)	کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کے مختلف ثمرات	۲۴ سے ۲۷ تک — ابراہیم
(۲۰)	قرآن کا محافظ خود باری تعالیٰ ہے	۹ — حجر
(۲۱)	شیاطین پر شہابِ ثاقب کے پھینکنے کی حکمت	۱۸ — حجر
(۲۲)	قرآن کریم نعمتِ عظیم ہے، اس کے حاملین کو کفار کی دولت پر نظر نہیں کرنی چاہیئے۔	۸۷ ، ۸۸ — حجر
(۲۳)	قرآن کی تفسیر وہی معتبر ہے جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔	۴۳ ، ۴۴ — نحل
(۲۴)	اللہ تعالیٰ لوگوں کو ظلم اور ناانصافی پر فوراً کیوں نہیں پکڑتا	۶۱ — نحل
(۲۵)	جاہلوں سے کامل لوگ اللہ تعالیٰ کیسے پیدا کرتا ہے	۶۹ — نحل
(۲۶)	تہذیب نفس کے بنیادی کلیات	۹۰ — نحل
(۲۷)	بدقولی کا خیال تبھی پیدا ہوتا ہے جب ادبار آنا ہوتا ہے	۹۱ تا ۹۴ — نحل
(۲۸)	دنیا میں اچھی زندگی ایمان اور عمل صالح سے ملتی ہے	۹۷ — نحل

(۲۹) ناشکری کا نتیجہ بھوک اور خوف ہے ۔۔۔ ۱۱۲ ـــ نحل

(۳۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی حاصل ہوئی ۔۔۔ بنی اسرائیل کی شروع آیات

(۳۱) طالب دنیا کے لئے صرف دنیا ہے اور طالب آخرت کے لئے مقبولیت ہے ۔۔۔ ۱۹ ـــ بنی اسرائیل

(۳۲) حکیمانہ اصول حیات ۔۔۔ ۲۳ تا ۳۹ ـــ بنی اسرائیل

(۳۳) کائنات کی ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے ۔۔۔ ۴۴ ـــ بنی اسرائیل

(۳۴) توسل اور تعبّد میں فرق ۔۔۔ ۵۷ ـــ بنی اسرائیل

(۳۵) نماز کے اوقات کا قرآن سے ثبوت ۔۔۔ ۷۸ ـــ بنی اسرائیل

(۳۶) حقیقت روح ۔۔۔ ۸۵ ـــ بنی اسرائیل

(۳۷) رسول اور نبی کا فرق ۔۔۔ ۵۱ ـــ مریم

(۳۸) نماز سے مقصود اعظم اللہ کی یاد ہے ۔۔۔ ۱۴ ـــ طٰہٰ

(۳۹) جنّت میں مراتب تزکیہ پر موقوف ہیں ۔۔۔ ۷۶ ـــ طٰہٰ

(۴۰) سامریت حق اور باطل کا امتزاج ہے ۔۔۔ ۹۵، ۹۶ ـــ طٰہٰ

(۴۱) جو دین کے پیشواؤں پر طعن کرے وہ سامری اور خارجی ہے ۔۔۔ ۹۰ ـــ طٰہٰ

نوٹ:۔ اس دور میں بھی بہت سے سامری اور خارجی پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے حق اور باطل کو گڈمڈ کرکے ایک مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے۔

(۴۲) جو اللہ کی یاد سے جی چراتا ہے اس کے لئے ہے تنگی کی گزران ۔۔۔ ۱۲۴ ـــ طٰہٰ

(۴۳) انبیاء سابقین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرح بشر تھے، فرشتے نہ تھے ۔۔۔ ۷، ۸ ـــ انبیاء

(۴۴) کوئی عورت پیغمبر نہیں ہوئی ۔۔۔ ۷ انبیاء ـــ ۱۰۹ یوسف

(۴۵) صحابہ کرامؓ کی بصیرت منصوص ہے ۔۔۔ ۱۰۸ ـــ یوسف

نوٹ:۔ اس آیت کی تشریح سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کی شان میں گستاخی کرنے والا یا تنقید کرنے والا مردود ہے اور قرآن سے جھگڑا کرتا ہے۔

(۴۶) اقوام عالم میں صحابہؓ کا ایثار اور قربانی بے مثال ہے ۔۔۔ ۲۴ تا ۲۶ ـــ مائدہ

(۴۷) خلفائے راشدین کی تعریف ۔۔۔ ۵۵ ـــ نور

(۴۸) صحابہؓ کا ایمان معیار ایمان اور ہدایت ہے ۔۔۔ ۱۳۶ ـــ بقرہ

(۴۹) دنیاوی حکومت اپنے سفیر کے تقریر میں غلطی کر سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے تقرر میں غلطی نہیں کر سکتا۔ عصمت انبیاء قرآن سے ثابت ہے۔ علم اور عمل کا کمال صحبت پر موقوف ہے۔ ۔۔۔ ان مضامین کی تشریح سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۷۹ میں تلاش کریں۔

(۵۰) ولایت کی حقیقت ۔۔۔ ۶۲، ۶۳ ـــ یونس

(۵۱) شرک صرف یہی نہیں کہ غیر کی عبادت کرے، شرک حکم میں بھی ہے کہ غیر کو حاکم سمجھے۔ ۔۔۔ ۱۱۶ ـــ نسآء

(۵۲) اجماع اُمت کا مخالف جہنمی ہے ۔۔۔ ۱۱۵ ـــ نسآء

(۵۳) بدعقیدہ اور گنہگار کا فرق ۔۔۔ ۸۱ ـــ توبہ

(۵۴) دو چیزیں عذاب سے مانع ہیں ایک میرا وجود ایک استغفار (الحدیث) ۔۔۔ ۳۳ ـــ انفال

(۵۵) استغفار پر دین اور دنیا دونوں کا وعدہ ہے ۔۔۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲ ـــ نوح، ۵۲ ـــ ہود، ۳ ـــ ہود

(۵۶) تین گروہ کے اخلاقی زوال سے قوم خراب ہوتی ہے (مشائخ، علماء اور اُمراء) ۔۔۔ ۳۴ ـــ توبہ

(۵۷) ذکر اللہ کی فضیلت۔ ذکر سب سے بڑی چیز ہے ۔۔۔ ۴۵ ـــ عنکبوت

(۵۸) جو لوگ ذکر اللہ سے غافل ہیں اُن کا شمار عقل والوں میں نہیں ۔۔۔ ۱۹۰، ۱۹۱ ـــ آل عمران

(۵۹) ذکر اللہ فکر کائنات پر مقدّم ہے۔ (سائنسدانوں کو تنبیہہ) ۔۔۔ ۱۹۰، ۱۹۱ ـــ آل عمران

(۹۱) یاجوج ماجوج کی تحقیق ـــ ۹۴ ـــ کہف

(۹۲) قیامت میں سب سے زیادہ خسارے میں وہ لوگ ہوں گے جن کا قبلۂ مقصود دنیاوی ترقیات ہیں۔ ـــ ۱۰۴ ـــ کہف

(۹۳) تو کہہ اے نبیؐ کہ میں بھی ایک بشر ہوں جیسے تم ـــ ۱۱۰ ـــ کہف

(۹۴) شہرت اور مقبولیت میں فرق ـــ ۹۶ ـــ مریم

(۹۵) جنت میں جانے کا راستہ دوزخ پر کو گیا ہے جسے عام محاورات میں پُل صراط کہتے ہیں۔ ـــ ۷۲ ـــ مریم

(۹۶) کوئی ہے اس کی صفت کا ـــ ۶۵ ـــ مریم

(۹۷) عقل مند کو چاہیئے کہ آفرینش عالم کی غرض کو سمجھے ـــ ۱۶ تا ۱۸ ـــ انبیآء

(۹۸) توحید کی محکم دلیل ـــ ۲۲ ـــ انبیآء

(۹۹) آسمان ٹھوس ہیں ـــ ۳۲ ـــ انبیآء، ۱۹ ـــ نبا، ۵۲ ـــ فرقان

(۱۰۰) انبیاء علیہم السلام عوام کے چھوٹے چھوٹے معاملات کی طرف بھی توجہ فرماتے ہیں ـــ ۷۹ ـــ انبیآء

(۱۰۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہا نرم کر دیا تھا ـــ ۸۰ ـــ انبیآء، ۱۰، ۱۱ ـــ سبا

(۱۰۲) تخت سلیمانی یمن سے شام اور شام سے یمن ایک ماہ کی راہ چند گھنٹوں میں فضا میں طے کرتا تھا۔ ـــ ۸۱ ـــ انبیآء

(۱۰۳) تخت سلیمانی کو زمین سے عاصفہ اٹھاتی تھی اور فضا میں رُخاء لے جاتی تھی ـــ ۸۱ ـــ انبیآء، ۳۶ ـــ صٓ

(۱۰۴) عاصفہ اور رُخاء صرف ہوائی سواری کیلئے ہی استعمال ہو سکتے ہیں ـــ ۸۱ ـــ انبیآء، ۳۶ ـــ صٓ

(۱۰۵) سلیمانؑ کے لئے ہَوا اور جنوں کو مسخر کر دیا تھا ـــ ۸۱، ۸۲ ـــ انبیآء، ۱۲، ۱۳ ـــ سبا

نوٹ:۔ معلوم ہوا کہ ہَوا پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تصرف حاصل تھا۔ وہ شخص قرآن سے جاہل ہے جس نے یہ لکھا ہے کہ سلیمانؑ کے پاس ایک تجارتی بحری بیڑا تھا جس کو آنے اور جانے میں بادِ موافق ملتی تھی۔

(۱۰۶) جنوں کو علم غیب نہیں ہے ـــ ۱۴ ـــ سبا

(۱۰۷) حضرت یونس علیہ السلام سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی تھی۔ ـــ ۸۷ ـــ انبیآء

(۱۰۸) حضرت زکریاؑ کی دعا وارث باطنی کے لئے تھی ـــ ۶ ـــ مریم، ۹۰ ـــ انبیآء

(۱۰۹) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی تفسیر ـــ ۱۰۷ ـــ انبیآء

(۱۱۰) توحید اور بعث بعد الموت پر دلائل ـــ ۱ تا ۷ ـــ حج

(۱۱۱) توحید سے انسان کو اعلیٰ مقام ملتا ہے اور شرک ذلت اور پستی میں دھکیلتا ہے ـــ ۳۱ ـــ حج

(۱۱۲) مشعائر اللہ کی تعظیم آثار توحید میں سے ہے، شرک نہیں ـــ ۳۲ ـــ حج

(۱۱۳) قربانی کا فلسفہ ـــ ۳۷ ـــ حج

(۱۱۴) مسلمانوں کو جہاد کا حکم کب اور کیوں دیا گیا ـــ ۳۹، ۴۰ ـــ حج

(۱۱۵) صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور خلفائے راشدین کی حقانیت، مقبولیت اور منقبت کا اشارہ۔ ـــ ۴۱ ـــ حج

(۱۱۶) تمام انبیاء اصولِ دین میں متفق رہے ہیں ـــ ۶۷ تا ۶۹ ـــ حج

(۱۱۷) اگر ہمارا رب چلے لوگوں کی خوشی پر تو خراب ہو جائیں آسمان اور زمین ـــ ۷۱ ـــ مومنون

(۱۱۸) یہ دن بدلتے رہتے ہیں باری باری ہم لوگوں میں ورنہ اللہ ظالموں سے راضی نہیں۔ ـــ ۱۴۰ ـــ آل عمران

(۱۱۹) مسلمانوں کی عارضی پسپائی کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ انکے دشمنوں سے راضی ہے۔ ـــ ۱۴۰ ـــ آل عمران

(۱۲۰) جنگ احد میں مسلمانوں کی عارضی پسپائی کا راز ـــ ۱۳۹ تا ۱۴۳ ـــ آل عمران

(۱۲۱) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ چلائے تم کو پہلوں کی راہ ـــ ۲۶ ـــ نسآء

(۱۲۲) اگر تم کبائر سے بچتے رہو گے تو ہم صغائر معاف کر دیں گے۔ — نسآء ۳۱، نجم ۳۲

(۱۲۳) حسد مت کرو بلکہ اللہ کا فضل تلاش کرو — ۳۲ نسآء

(۱۲۴) تعصب اور دشمنی میں انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو — ۸ مائدہ

(۱۲۵) ہر ترقی پذیر شے ناقص ہوتی ہے مگر اسلام مکمل دین ہے۔ — ۳ مائدہ

(۱۲۶) جو لوگ اسلام اور کفر کے درمیان راہ نکالتے ہیں وہ کٹر کافر ہیں — ۱۵۰، ۱۵۱ نسآء

(۱۲۷) کافروں سے لڑنا دو وجہ سے فرض ہوا — ۷۵ نسآء

(۱۲۸) قرب قیامت میں اقوام عالم کا ارضی نقشہ — ۵۵ آل عمران

(۱۲۹) مسلمانوں کا اتفاق یہودیوں کی نظر میں خار ہے۔ — ۱۰۰ تا ۱۰۳ آل عمران

(۱۳۰) جنگ احد کے موقع پر کثرت رائے پر عمل کیا گیا — ۱۲۱ تا ۱۲۳ آل عمران

(۱۳۱) جب حکومت اور عوام میں اختلاف ہو تو کتاب اور سنت کی طرف رجوع کرو — ۵۹ نسآء

(۱۳۲) مسلمانوں کی مستقل حکومت اللہ کا فضل و احسان ہے۔ — ۹۴ نسآء

(۱۳۳) جھوٹوں اور دغابازوں کی وکالت مت کرو — ۱۰۷، ۱۰۸ نسآء

نوٹ: ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہ تھا۔

(۱۳۴) یہودیوں کو عہد شکنی، بہتان تراشی، جھوٹ اور قتل انبیاء پر سزا دی گئی — ۱۵۵، ۱۵۹ نسآء

(۱۳۵) قتل انبیاء کی وجہ سے یہودیوں پر ذلت اور محتاجی مسلط کی گئی۔ — ۶۱ بقرہ

(۱۳۶) اسرائیل کی موجودہ حکومت حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے سہارے قائم ہے۔ — ۱۱۲ آل عمران

(۱۳۷) اور تجھ پر الزام نہیں کہ ان کو مسلمان کیوں نہیں کیا۔ — ۱۱۹ بقرہ

(۱۳۸) اللہ تعالیٰ نے کلام پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اتارا ہے۔ — ۹۷ بقرہ، ۱۹۴ شعراء

(۱۳۹) سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ ان کے دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ — ۴۶ حج

(۱۴۰) صفاتِ الٰہی، احکامِ الٰہی کی اصل اور منشا ہیں — آیۃ الکرسی ۲۵۵ بقرہ

(۱۴۱) کفار کی بڑی طاقتوں سے کس طرح معاملات کرنا چاہیئے۔ — ۲۸ آل عمران

(۱۴۲) وَاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا، وَاجْعَلْنِيْ نُوْرًا (الحدیث) — ۳۵ نور

(۱۴۳) وعدۂ استخلاف چاروں خلفائے راشدین پر پورا ہوا۔ — ۵۵ نور

(۱۴۴) انبیاء سابقین بھی کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں آتے جاتے تھے۔ — ۲۰ فرقان

(۱۴۵) انبیاء علیہم السلام کے دشمن مجرمین میں سے ہوئے ہیں۔ — ۳۱ فرقان

نوٹ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے مخالف اولیاء اور علماء ہوں وہ مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔

(۱۴۶) مقبول بندوں کی صفات — ۶۳ تا ۷۷ فرقان

(۱۴۷) قیامت میں بے روگ، چنگا اور مزکّٰی دل کام آئے گا۔ — ۱۱۱ شعراء

(۱۴۸) امیر لوگ انبیاء علیہم السلام کے غریب ساتھیوں کو رذیل اور کمینہ کہتے تھے۔ — ۱۱۱ شعراء

(۱۴۹) شفقت میں رکھ ایمان والوں کو اپنے ہوں یا پرائے۔ — ۲۱۵ شعراء

(۱۵۰) شیطانی وحی کن لوگوں پر آتی ہے۔ — ۲۲۲ شعراء

(۱۵۱) فرعونیوں کو موسیٰؑ کی سچائی کا دل میں یقین تھا مگر پھر بھی تکذیب کرتے تھے۔ — ۱۴ نمل

(۱۵۲) جانوروں کا دائرہ معرفت محدود ہے۔ — ۲۶ نمل

(۱۵۳) بلقیس نے تحائف بھیج کر حضرت سلیمانؑ کی قیمت معلوم کرنا چاہی تھی۔ — ۳۵ نمل

نوٹ: یہاں سے بڑی اقوام کے سیاسی ہتھکنڈوں کا پتہ چلتا ہے جو قوموں اور افراد کی پرائس معلوم کر کے ان کا استحصال کرتے ہیں۔ انٹرنیشنل ریلیشنز کا آج کل یہ اہم مضمون ہے۔

(۱۵۴) اولیاء اللہ سے کرامت اور نبی سے معجزہ ظاہر ہوتا ہے۔ — ۴۰ نمل

(۱۵۵) آصف بن برخیا نے بغیر اسباب مادّی کے چشم زدن میں تخت بلقیس کو سبا سے شام منتقل کر دیا۔ — ۴۰ نمل

(۱۵۶) سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو جو عجائبات دکھلائے اس کا منشاء اپنی عقل کا کمال اور اسکی عقل کا عجز اور نقص ظاہر کرنا تھا تاکہ ہدایت پر آئے۔ — ۴۴ نمل

(۱۵۷) قرآن نے کسی جگہ کسی شخص پر "عَالِمُ الْغَيْبِ" یا فلاں "يَعْلَمُ الْغَيْبَ" کا اطلاق نہیں کیا۔ — ۶۵ نمل

(۱۵۸) نزولِ تورات کے بعد بجائے اہلاک سماوی کے جہاد کا طریقہ شروع کر دیا گیا۔ — ۴۳ قصص

(۱۵۹) جس جاہل سے توقع نہ ہو کہ سمجھانے سے مان لے گا اس سے کنارہ ہی بہتر ہے۔ — ۵۵ قصص

(۱۶۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کوشش کی کہ ابو طالب مرتے وقت کلمہ پڑھ لے اس نے قبول نہ کیا۔ — ۵۶ قصص

(۱۶۱) قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کے لئے خفیہ سازش اور بہتان تراشی کی۔ — ۷۶ قصص

(۱۶۲) مومنوں اور مخلصوں کو امتحان کی بھٹی میں ڈالا جاتا ہے۔ — ۳ عنکبوت

(۱۶۳) کچھ لوگ امتحان کو عذاب سمجھنے لگتے ہیں۔ — ۱۰ عنکبوت

(۱۶۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل نہ کتاب پڑھی نہ قلم پکڑا۔ — ۴۸ عنکبوت

(۱۶۵) قرآن شریف حفظ ہی سے باقی ہے لکھنا اس پر افزود ہے۔ — ۴۹ عنکبوت

(۱۶۶) رومیوں کے بارے میں قرآن کی حیرت انگیز پیشین گوئی — ۱ تا ۷ روم

(۱۶۷) مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ کی مختلف تجلّیات کا ورود ہوتا ہے۔ — ۱۷، ۱۸ روم

(۱۶۸) اقوامِ عالم میں رنگوں اور زبانوں کا اختلاف قدرتِ عظیمہ کا نشان ہے۔ — ۲۲ روم

(۱۶۹) اللہ کی صفت نہ آسمان والوں سے ملے نہ زمین والوں سے، وہ پاک ذات ہے۔ — ۲۷ روم

(۱۷۰) (الف) دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔
(ب) اگر دین کے کام دنیا کی خاطر کئے تو دین درست نہ ہوگا — ۳۰ تا ۳۴ روم

(۱۷۱) عالمی جنگوں اور مصائب کا سبب دینِ فطرت سے فرار ہے۔ — ۴۱ روم

(۱۷۲) اللہ کی رحمت سے مراد پاکر بندہ نڈر نہ ہو جائے اس کی قدرت رنگا رنگ ہے۔ — ۵۱ روم

(۱۷۳) رقص و سرود، گانا بجانا وغیرہ اسلامی ثقافت میں داخل نہیں ہیں — ۶ لقمان

(۱۷۴) پیغمبر و مرشد کا حق اللہ کی طرف ہے کہ اسی کے نائب ہیں — ۱۵ لقمان

(۱۷۵) ثنائے او نہ مقدورِ جہانست + کہ کنہش برتر از کون و مکاں است — ۲۷ لقمان

(۱۷۶) شیطان اللہ کا نام لے کر بھی دھوکہ دیتا ہے — ۳۳ لقمان ۶۵ فاطر ۱۴ حدید

(۱۷۷) دنیا کا عیش بھی انسان کو دھوکہ میں ڈالتا ہے۔ — ۳۳ لقمان ۶۵ فاطر ۱۴ حدید

(۱۷۸) جنت میں نعماءِ جسمانی کا انکار قرآن کا انکار ہے — ۴ سجدہ

(۱۷۹) کافر چاہتے اپنی طرف نرم کرنا، منافق چاہتے اپنی چال سکھانی اور پیغمبر کو اللہ پر بھروسہ ہے اس سے دانا کون ہے — ۱ تا ۳ احزاب

(۱۸۰) اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں، اگر نبی حکم دے تو فرض ہو جائے۔ — ۶ احزاب

(۱۸۱) "صَلٰوۃٌ عَلَی النَّبِیِّ" کی تشریح اور طریقہ — ۵۶ احزاب

(۱۸۲) امانت کی تشریح — ۷۲ احزاب

(۱۸۳) قوم سبا کو آرام میں مستی آئی، لگے مشقت مانگنے جیسے یہودیوں نے من و سلویٰ کے بدلے لہسن پیاز مانگا۔ — ۱۹ سبا

(۱۸۴) اگر یہ ڈھونگ میں نے خود کھڑا کیا ہے تو کے دن چلے گا۔ — ۵۰ سبا

(۱۸۵) ذکر اور نیک اعمال اوپر چڑھتے ہیں جب اپنی حد کو پہنچیں گے کفر مغلوب ہوگا اسلام کو عزت ہوگی۔ — ۱۰ ـــ فاطر

(۱۸۶) (الف) مسلمانوں کو میٹھے پانی (اسلام) اور کھارے پانی (کفر) دونوں سے فائدہ ملے گا — ۱۲ ـــ فاطر

(ب) تمام نعمتیں مومنوں کے لئے ہیں کافر بھی اس میں شریک ہوگئے، قیامت میں خالص انہی کے لئے ہیں۔ — ۳۲ ـــ اعراف

(۱۸۷) اور کوئی نہ بتلائے تجھ کو جیسا بتلائے خبر رکھنے والا یعنی اللہ — ۱۴ ـــ فاطر

(۱۸۸) مُردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے وھڑ وہ نہیں سنتا — ۲۲ ـــ فاطر

(۱۸۹) ہمارا گنہگار معاف ہے، میانہ سلامت ہے اور آگے بڑھے سو سب سے آگے بڑھے (الحدیث) — ۳۲ ـــ فاطر

(۱۹۰) جو طبیب ظاہر سے بغاوت کرے وہ ظاہر میں ہلاک ہوگا، جو طبیب باطن سے بغاوت کرے وہ باطن میں ہلاک ہوگا۔ — ۷ ـــ یٰسین

(۱۹۱) جن کو اللہ نے کھانے کو نہیں دیا ہم اُن کو کیوں کھلائیں؟ سرمایہ پرستوں کی بیہودہ منطق۔ — ۴۷ ـــ یٰسین

(۱۹۲) وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِىْ لَهٗ سے علم غیب کلّی کی نفی ہوتی ہے۔ — ۶۹ ـــ یٰسین

(۱۹۳) صٰفّٰت کی آخری تین آیتوں کی بعد نماز اور ختم مجلس پر پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ — ۱۸۰ تا ۱۸۲ ـــ صٰفّٰت

(۱۹۴) تمام انبیاء علیہم السلام پر اللہ کی طرف سے سلام آتا ہے جو اُن کی عظمت، عصمت، سالم اور منصور ہونے کی دلیل ہے۔ — ۱۸۰ تا ۱۸۲ ـــ صٰفّٰت

نوٹ:- جو شخص یہ کہتا ہے کہ انبیاء سے قصور بھی ہوتے تھے اور اُن کو سزا تک دی جاتی تھی وہ قرآن سے جاہل ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں "جس پر اللہ سلام بھیجے اس کے معنی یہ کہ اس کی پکڑ نہیں"

(۱۹۵) کیا انسان تسخیر کائنات میں کامیاب ہوگا — ۱۰، ۱۱ ـــ صٓ

(۱۹۶) سرمایہ پرست غریبوں کی معمولی پونجی بھی ہڑپ کرنا چاہتے ہیں — ۲۳ ـــ صٓ

(۱۹۷) سلیمان علیہ السلام کے تخت پر جسد یعنی دھڑ ڈلنے کے معنی — ۳۴ ـــ صٓ

(۱۹۸) سلیمانؑ کی دُعا "اور دے مجھ کو وہ بادشاہی کہ مناسب نہ ہو کسی کو میرے بعد" — ۳۵ ـــ صٓ

نوٹ:۔ مودودی کی تفہیم القرآن میں جو کچھ آیت نمبر ۳۴ اور آیت نمبر ۳۵ کی تفسیر میں لکھا ہے وہ خرافات کا مجموعہ ہے اس تفسیر میں نہایت بیہودہ انداز میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان روایت اور انبیاء علیہم السلام کی عظمت شان پر ضرب لگائی گئی ہے۔ عبارت میں ابتذال اور بے حیائی بھی ہے۔

(۱۹۹) ایک مقدمہ میں داؤدؑ نے ایک فیصلہ دیا اور سلیمانؑ نے دوسرا فیصلہ دیا۔ — ۷۹ ـــ انبیآء

نوٹ: اس آیت کی تفسیر سے ائمہ فقہہ کی بصیرت اور اختلاف پر روشنی پڑتی ہے۔ اُن کا اختلاف بھی صحیح اور اصح حق اور احق، راجح اور مرجوح کی نوعیت رکھتا ہے۔

(۲۰۰) اَلْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا — ۲۳ ـــ زمر

(۲۰۱) دنیا میں کوئی بات قرآن کی باتوں سے بہتر نہیں — ۲۳ ـــ زمر

(۲۰۲) یہ مثال ہے ان کی جو ہیں ایک رب کے بندے اور جو ہیں کئی رب کے بندے — ۲۹ ـــ زمر

(۲۰۳) کاملین کی اولاد اور متعلقین کو جنت میں انہی کے ساتھ ملا دیا جائے گا بشرطیکہ اُن کی راہ پر ہوں اور اگر اُن کی راہ پر نہ ہوں تو جیسے اور۔ — ۸ ـــ مومن، ۲۱ ـــ طور

(۲۰۴) روزی کا تعلق عقل سے نہیں ہے — ۵۲ ـــ زمر

(۲۰۵) اگر موسیٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں تو اللہ اُن سے خود نمٹ لے گا، اگر تم جھوٹے ہو تو ذلیل ہوگے۔ — ۲۸ ـــ مومن

(۲۰۷) نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے۔ — [illegible] — مومن

(۲۰۸) جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو پَر نکل آتے ہیں۔ — ۳۷ — مومن

(۲۰۹) اللہ تعالیٰ مجرمین سے اپنے اولیاء کا انتقام لئے بدون نہیں چھوڑتا — ۵۱ — مومن

(۲۱۰) باطل پرست چاہتے ہیں کہ اہل حق سے اوپر ہو کر رہیں مگر ایسا ممکن نہیں — ۵۶ — مومن

(۲۱۱) پیٹ سے قبر تک کتنے حال سے گزرے، ایک حال (قیامت) کا اور یقین کر لو — ۶۸ — مومن

(۲۱۲) عذاب دیکھنے کے بعد ایمان اور توبہ بے فائدہ ہے۔ — ۹۱ — یونس، ۱۸ — نساء، ۸۵ — مومن

(۲۱۳) جب نظام شمسی اُلٹ پلٹ ہو جائے گا تو ایمان اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا — ۱۵۹ — انعام

(۲۱۴) اللہ نے دو دن میں زمین بنائی، دو دن میں اس کے اندر قوتیں اور برکت رکھی اور دو دن میں آسمان بنائے۔ — ۹ تا ۱۲ — حٰمٓ سجدہ

(۲۱۵) مقبول بندوں کو موت سے پہلے بشارات دی جاتی ہیں — ۳۰ تا ۳۲ — حٰمٓ سجدہ

(۲۱۶) جو لوگ قرآن کی آیات میں الحاد کرتے ہیں اُن کو ڈھیل دی جاتی ہے مگر انجام آگ ہے۔ — ۴۰ — حٰمٓ سجدہ

(۲۱۷) (الف) خلافتِ راشدہ کی بنیاد شوریٰ پر قائم تھی (ب) مشورہ کی ضرورت ان کاموں میں ہے جو قرآن و سنت میں منصوص نہ ہوں (ج) مشورہ ایسے شخص سے کرنا چاہیئے جو عاقل اور عابد ہو۔ — ۳۸ — شوریٰ

(۲۱۸) اور وہ لوگ کہ جب ان پر ہو وے چڑھائی تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔ — ۳۹ — شوریٰ

(۲۱۹) انبیاء علیہم السلام نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف ہوتے ہیں۔ — ۵۲ — شوریٰ

(۲۲۰) کافر کو اللہ نے پیدا کیا کہیں تو آرام ملے۔ — ۳۵،۳۴ — زخرف

(۲۲۱) حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کا نشان ہے۔ — ۶۲،۶۱ — زخرف

(۲۲۲) ہم کو بنی اسرائیل کی کمزوریاں معلوم تھیں پھر بھی ان کو اس زمانہ کی اقوام پر فضیلت دی۔ — ۳۲ — دخان

(۲۲۳) دہریے زمانہ کو خدا جانتے ہیں پھر اللہ ہی کو کیوں نہ مانیں۔ — ۲۴ — جاثیہ

(۲۲۴) اگر تم کسی کے حکم میں نہیں ہو تو واپس لے آؤ مرنے والے کی رُوح کو۔ — ۸۵ تا ۸۷ — واقعہ

(۲۲۵) جنّات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے ایمان لائے۔ — ۲۹ تا ۳۲ — احقاف

(۲۲۶) پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو ملک میں خرابی ڈالو۔ — ۲۲ — محمدؐ

(۲۲۷) اور تم بودے نہ ہو جاؤ کہ پکارنے لگو صلح۔ — ۳۵ — محمدؐ

(۲۲۸) صلح حدیبیہ کو فتح مبین کیوں کہا گیا۔ — ۲،۱ — فتح

(۲۲۹) سورۂ فتح کی آیت نمبر ۲ میں ذنب سے مراد تقصیرات ہیں نافرمانی نہیں۔ — ۲،۱ — فتح، نصر ۳

(۲۳۰) بعض علماء کے نزدیک صحابہؓ سے جلنے والا کافر ہے۔ — ۲۹ — فتح

(۲۳۱) شعائر اللہ چار ہیں (۱) قرآن (۲) پیغمبر (۳) کعبہ (۴) نماز — ۱ تا ۳ — حجرات

(۲۳۲) پیغمبر کی شان میں ادنےٰ گستاخی کفر ہے۔ — ۱ تا ۳ — حجرات

(۲۳۳) ایمان اور اسلام کا فرق — ۱۴ — حجرات

(۲۳۴) قرآنِ کریم نصیحت کے لئے آسان ہے مگر غواصی کے لئے بحرِ بیکراں ہے۔ — ۱۷ — قمر

(۲۳۵) انسان اور جنّ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نہیں نکل سکتے — ۳۳ — رحمٰن

(۲۳۶) کچے لوگ پکے مومنین سے پل صراط پر روشنی طلب کریں گے۔ — ۱۳، ۱۴ — حدید

(۲۳۷) دنیا میں دو گروہ ہیں (الف) حزب اللہ (ب) حزب الشیطان — ۱۹ تا ۲۲ — مجادلہ

(۲۳۸) فئے اور غنیمت میں فرق — ۶ — حشر

(۲۳۹) جو شخص صحابہؓ کی بدگوئی کرے اس کیلئے مال فئے میں کچھ حصہ نہیں — ۱۰ — حشر

(۲۴۰) اگر قرآن پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔ — ۲۱ — حشر

(۲۴۱) کفار سے دوستانہ معاملت نہ کرو اور نہ اپنے راز ان کو دو۔ — ۱۱۸ — آلِ عمران، ۱۰، ۲ — ممتحنہ

(۲۴۲)	تمام انبیاءؑ نے عام طور پر اور حضرت عیسیٰؑ نے خاص طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے۔	۶ ــــ صف
(۲۴۳)	مقاصد بعثت چار ہیں: تلاوت آیات (۲) تزکیہ (۳) تعلیم کتاب (۴) تعلیم حکمت۔	۲ ــــ جمعہ، ۱۶۴ ــــ آل عمران
(۲۴۴)	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت تک کے لئے ہے۔	۳ ــــ جمعہ
(۲۴۵)	یہودی علماء تزکیہ سے دُوری کی وجہ سے گدھے ہو گئے تھے جن پر کتابیں لدی ہوں۔	۵ ــــ جمعہ
(۲۴۶)	اولیاء اللہ موت کی تمنا رکھتے ہیں۔	۶، ۷ ــــ جمعہ
(۲۴۷)	منافقوں کے دلوں میں ہمیشہ دھڑکا اور دغدغہ لگا رہتا ہے۔	۴ ــــ منٰفقون
(۲۴۸)	تمہاری بعض ازواج اور اولاد تمہاری دشمن ہیں سو اُن سے بچتے رہو	۱۴ ــــ تغابن
(۲۴۹)	مصائب سے چھٹکارے کا ذریعہ تقویٰ ہے۔	۳ ــــ طلاق
(۲۵۰)	خود کو اور بال بچوں کو جہنّم کی آگ سے بچاؤ۔	۶ ــــ تحریم
(۲۵۱)	اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔	۱۰ ــــ ملک
(۲۵۲)	جو غریبوں، فقیروں، محتاجوں کا حق کھا جاتے ہیں وہ عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں۔	۱۷ تا ۳۳ ــــ نٓ

نوٹ ضروری: ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ تفسیر عثمانی کا کثرت سے مطالعہ کریں اور گمراہ کُن تفاسیر سے بچیں۔ خصوصاً محمد علی لاہوری کی تفسیر سے اور تفہیم القرآن سے جو مودودی نے لکھی ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور سیاست

(۱) **جنگِ بلقان میں ترکوں کی حمایت** خلافتِ عثمانیہ کے بقاء کو علامہؒ بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس لئے ترکوں کی زبردست حمایت کی۔

(۲) **عالمِ اسلام کا ایک مرکز ہونا چاہیئے** حضرت علامہؒ کا شروع سے یہ خیال تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک مرکز پر جمع ہو جائیں، تاکہ کفار مسلمانوں کی عظمت اور شوکت کو پامال نہ کر سکیں۔ یہی جذبہ تھا جو آخر میں پاکستان کی حمایت میں تبدیل ہو گیا۔

(۳) **جناح صاحبؒ اور علامہؒ** حضرت مرشدی و مولائی بیان فرماتے تھے کہ "ایک روز مولوی شبیر احمد آئے اور کہنے لگے کہ سیاست میں حصّہ لینے کا خیال ہے"۔ میں نے کہا "مولوی شبیر استخارہ کر لو"۔ انہوں نے جواب دیا "سات دن مسلسل استخارہ کے بعد حاضر ہوا ہوں۔ ساتویں دن یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس وقت اُمت کے لئے کھڑے نہ ہوئے تو بازپرس کریں گے یعنی قیامت میں"۔ چنانچہ میرے کہنے پر انہوں نے پریس کانفرنس بلائی اور پاکستان کی حمایت میں بیان دیا۔ اس کے بعد بہادر یار جنگ اُن کو جناح صاحب کے پاس لے گئے۔ جناح صاحب مولوی شبیر احمد سے بہت متاثر ہوئے۔ تمام امورِ سیاست پر بات چیت ہوئی اور مولوی شبیر احمد کہتے تھے کہ "۹۰ سے ۹۰ فیصد مسائل میں مجھ سے اتفاق کیا۔ چلتے وقت مجھ سے وعدہ لیا کہ اگر میرا کسی مقام پر قیام ہو اور آپ وہاں سے گزریں تو بغیر مجھ سے ملے آگے نہ جائیں۔ مجھ کو نہیں معلوم تھا کہ علماء کے گروہ میں آپ جیسے لوگ بھی ہیں"۔ بعد میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ مرشدی و مولائی کہتے تھے کہ جناح صاحب نے دو وصیتیں چھوڑی تھیں ــــ (۱) ایک یہ کہ میری لاش کو علامہ شبیر احمد کے سپرد کیا جائے، وہی تجہیز و تکفین کریں گے (۲) میں تمام زعماء سلطنت کو حکم دیتا ہوں کہ ہر اہم معاملے میں علامہ سے مشورہ کیا کریں۔ چنانچہ لیاقت علی مرحوم نے یہ وصیت علامہؒ کو پیش کی اور آپ نے تمام امور کی تکمیل فرمائی اور ایک بلیغ تقریر فرمائی جس میں یہ بھی کہا کہ اورنگ زیبؒ کے بعد اتنا بڑا مسلمان پیدا نہیں ہوا جس نے مسلمانوں کی اتنی بڑی سیاسی خدمت کی ہو۔ بعض کانگریسی ذہنیت کے لوگ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ علامہؒ بعد میں پچھتاتے تھے کہ میں نے جناح کی کیوں حمایت کی سو یہ خیال اور پروپیگنڈا باطل ہے اور ابلیسانہ فریب ہے پاکستان کو ڈھانے کے لئے۔

(۴) **علامہؒ اور لیاقت علی خاں شہید** ۱۹۴۵ء میں تاریخ ساز الیکشن میں حضرت علامہؒ نے نہایت مدلّل سیاسی تقاریر فرمائیں میرٹھ، سہارنپور وغیرہ مقامات پر تقاریر فرمائیں اور نوابزادہ لیاقت علی خاں آپ کی تقاریر کی برکت سے کامیاب ہوئے، بلکہ سنٹر کے الیکشن میں سَو فیصدی کامیابی ہوئی۔ حضرت علامہؒ نے قرار داد مقاصد لیاقت علی خاں مرحوم کے ذریعہ اسمبلی میں پیش کرائی۔ یہ قرار داد پاس ہوئی جو پاکستان کے آئین کی اصل بنیاد ہے۔

(۲۵۷) اللہ تعالیٰ نے لوہے کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم کر دیا تھا۔ لوگ زرہ بناتے آگ سے، اور حضرت داؤد بناتے فقط ہاتھ سے۔ یہ اُن کا معجزہ تھا۔ — سبا ۱۰

نوٹ:۔ مودودی کا یہ خیال باطل ہے کہ حضرت داؤدؑ نے حتّی قوم کی دریافت کردہ لوہے کی صنعت کو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر جنگی اغراض کے لئے استعمال کیا۔ یہ تفہیم القرآن میں سورۃ انبیاء کی آیت نمبر ۸ کی تشریح میں درج ہے۔ اس عبارت سے معجزۂ داؤدی کی نفی ہوتی ہے۔ یہ خیال بھی باطل ہے کہ لوہے کا زمانہ ۱۰۰۰ اور ۱۲۰۰ ق م کے درمیان شروع ہوا، جو حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ ہے چونکہ قرآن کہتا ہے: وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (۱۳-قمر) یعنی ہم نے نوحؑ کو سوار کر دیا ایک تختوں اور کیلوں والی کشتی پر، جس سے معلوم ہوا کہ لوہے کی چیزیں حضرت نوحؑ کے دَور میں یا اس سے بھی پہلے سے موجود تھیں۔

(۲۵۸) مُزَّمِّلْ کی وجہ تسمیہ زَمِّلُوْنِیْ (مجھے چادر اُوڑھاؤ) ہے یہ ملاطفت اور محبت کا خطاب ہے۔

نوٹ:۔ یہ جو مودودی نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ "اے اُوڑھ لپیٹ کر سونے والے کہہ کر پکارنے میں ایک لطیف اندازِ خطاب ہے کہ اب وہ دَور گزر گیا جب آپ آرام سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے"۔ کفر اور زندقہ ہے چونکہ اس میں رکیک انداز ہے اور گستاخی ہے شانِ رسالت میں اور بے ادبی ہے جنابِ باری میں اور واقعہ کے بھی خلاف ہے۔ مُزَّمِّل کے معنی بھی مودودی نے غلط لکھے ہیں "سونے والے" کی اضافت کر کے جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ سونے والے سے خطاب کرنا بلاغت کے خلاف ہے۔

(۲۵۹) سورۃ فلق اور سورۃ الناس کو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اللہ کا کلام مانتے تھے۔ (تفسیر فلق والناس)

نوٹ:۔ مگر مودودی نے معوذتین کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو ان دو سورتوں کا منکر قرار دیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ کسی نے اتنی جرأت نہیں کی کہ یہ کہتے کہ وہ قرآن کی ان دو سورتوں کا انکار کر کے کافر ہو گئے تھے (معاذاللہ)

(اس جملے سے خباثت باطنی اور عناد باطنی صاف نمایاں ہے جو اہلِ معرفت سے پوشیدہ نہیں)

(۲۶۰) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے اضطراب میں دُعا کی تھی جذبۂ جاہلیت سے دعا نہ کی تھی، جیسا کہ مودودی نے لکھا ہے۔ اگر یہ دُعا جذبۂ جاہلیت سے کی گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تو عرصہ تک اپنے باپ کے لئے دعا کرتے رہے۔ — ہود ۴۵، ۴۶

نوٹ ضروری: ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ تفسیر عثمانی کا کثرت سے مطالعہ کریں اور گمراہ کن تفاسیر سے بچیں، خصوصاً محمد علی لاہوری کی تفسیر سے اور تفہیم القرآن سے جو مودودی نے لکھی ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور سیاست

(۱) **جنگِ بلقان میں ترکوں کی حمایت** — خلافتِ عثمانیہ کے بقاء کو علامہؒ بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس لئے ترکوں کی زبردست حمایت کی۔

(۲) **عالمِ اسلام کا ایک مرکز ہونا چاہیئے** — حضرت علامہؒ کا شروع سے یہ خیال تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک مرکز پر جمع ہو جائیں تاکہ کفار مسلمانوں کی عظمت اور شوکت کو پامال نہ کر سکیں۔ یہی جذبہ تھا جو آخر میں پاکستان کی حمایت میں تبدیل ہو گیا۔

(۳) **جناح صاحبؒ اور علامہؒ** حضرت مرشدی و مولائی بیان فرماتے تھے کہ "ایک روز مولوی شبیر احمد آئے اور کہنے لگے کہ سیاست میں حصہ لینے کا خیال ہے"۔ میں نے کہا "مولوی شبیر استخارہ کر لو"۔ انہوں نے جواب دیا "سات دن مسلسل استخارہ کے بعد حاضر ہوا ہوں۔ ساتویں دن یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس وقت اُمت کے لئے کھڑے نہ ہوئے تو بازپرس کریں گے یعنی قیامت میں"۔ چنانچہ میرے کہنے پر انہوں نے پریس کانفرنس بلائی اور پاکستان کی حمایت میں بیان دیا۔ اس کے بعد بہادر یار جنگ اُن کو جناح صاحب کے پاس لے گئے۔ جناح صاحب مولوی شبیر احمد سے بہت متاثر ہوئے۔ تمام امور سیاست پر بات چیت ہوئی اور مولوی شبیر احمد کہتے تھے کہ "۸۰ سے ۹۰ فیصد مسائل میں مجھ سے اتفاق کیا۔ چلتے وقت مجھ سے وعدہ لیا کہ اگر میرا کسی مقام پر قیام ہو اور آپ وہاں سے گزریں تو بغیر مجھ سے ملے آگے نہ جائیں۔ مجھ کو نہیں معلوم تھا کہ علماء کے گروہ میں آپ جیسے لوگ بھی ہیں"۔ بعد میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ مرشدی و مولائی کہتے تھے کہ جناح صاحب نے دو وصیتیں چھوڑی تھیں — (۱) ایک یہ کہ میری لاش کو علامہ شبیر احمد کے سپرد کیا جائے، وہی تجہیز و تکفین کریں گے (۲) میں تمام زعماء سلطنت کو حکم دیتا ہوں کہ ہر اہم معاملے میں علامہ سے مشورہ کیا کریں۔ چنانچہ لیاقت علی مرحوم نے یہ وصیت علامہؒ کو پیش کی اور آپ نے تمام امور کی تکمیل فرمائی، اور ایک بلیغ تقریر فرمائی جس میں یہ بھی کہا کہ اورنگ زیبؒ کے بعد اتنا بڑا مسلمان پیدا نہیں ہوا جس نے مسلمانوں کی اتنی بڑی سیاسی خدمت کی ہو۔ بعض کانگریسی ذہنیت کے لوگ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ علامہؒ بعد میں پچھتاتے تھے کہ میں نے جناح کی کیوں حمایت کی سو یہ خیال اور پروپیگنڈا باطل ہے اور ابلیسانہ فریب ہے پاکستان کو ڈھانے کے لئے۔

(۴) **علامہؒ اور لیاقت علی خاں شہید** ۱۹۴۶ء میں تاریخ ساز الیکشن میں حضرت علامہؒ نے نہایت مدلل سیاسی تقاریر فرمائیں میرٹھ، سہارنپور وغیرہ مقامات پر تقاریر فرمائیں اور نوابزادہ لیاقت علی خاں آپ کی تقاریر کی برکت سے کامیاب ہوئے، بلکہ سنٹر کے الیکشن میں سو فیصدی کامیابی ہوئی۔ حضرت علامہؒ نے قرارداد مقاصد لیاقت علی خاں مرحوم کے ذریعہ اسمبلی میں پیش کرائی۔ یہ قرارداد پاس ہوئی جو پاکستان کے آئین کی اصل بنیاد ہے۔

(۵) **علامہؒ اور جمعیۃ العلماء ہند** جمعیۃ العلماء ہند علامہؒ کی تقاریر سے پریشان ہو گئی۔ ایک بڑا وفد مولانا حسین احمد مدنیؒ کی رہبری میں علامہؒ سے ملنے آیا۔ انہوں نے کوشش کی کہ علامہؒ سیاست سے کنارہ کش ہو جائیں مگر علامہؒ نے پاکستان کی حمایت ترک کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ گفتگو مکالمۃ الصدرین میں ہے۔ اسی گفتگو میں آپ نے فرمایا تھا "جناح نہ جھک سکتا ہے نہ بک سکتا ہے"۔

(۶) **جمعیۃ العلماء اسلام کلکتہ** حضرت علامہؒ کا پیغام اس کے جلسہ میں سنایا گیا۔ حضرت علامہؒ اس جلسے میں صدارت نہ کر سکے تھے۔ اس جلسہ میں پاکستان کی حمایت کی گئی۔ جناح صاحب کو خراج تعریف بھی پیش کیا گیا۔

(۷) **سرحد کا ریفرنڈم** مرشدی و مولائیؒ نے حضرت علامہؒ کو سرحد جانے کی ترغیب دی۔ چنانچہ آپ دہلی پہنچے، وہاں جناح صاحب نے سرحد جانے کی اپیل کی۔ آپ سرحد گئے اور ۵۰۰ علماء کے ساتھ پشاور، مانسہرہ، ایبٹ آباد، قبائلی علاقوں کا دورہ کیا۔ اس طرح عبدالغفار خاں اور ڈاکٹر خان کو شکست ہوئی، واپسی پر دہلی میں جناح صاحب نے علامہؒ کا شاندار استقبال کیا اور بہت تعریف کی۔ حقیقت میں پاکستان حضرت علامہؒ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے جناح صاحب نے پاکستان کا جھنڈا حضرت علامہؒ سے بلند کرایا۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر انکے مرتبہ کے اعتبار سے رحمت فرمائے۔

(۸) **افسوسناک پروپیگنڈہ** بعض دینی مدارس میں یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کی حمایت کرنے پر افسوس کرتے تھے یعنی نعوذ باللہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ پاکستان غلط وجود میں آیا۔ مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ افسوسناک بات نہیں ہے کہ وہ اتنی بڑی خداداد مملکت پاکستان کو ریخت کرنے کے لئے ایسا گھناؤنا پروپیگنڈہ کریں۔ یہ بات حضرت علامہؒ پر بہتان ہے اور ایک مخصوص گروہ اس ناپاک اور جھوٹے پروپیگنڈے میں مصروف ہے۔ عوام کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کی باتوں میں آ کر گمراہ نہ ہوں۔ پاکستان عطیہ خداوندی ہے اور مسلمانوں پر اس عطیہ کی شکر گزاری فرض ہے۔ شکر یہ ہے کہ پہلے تسلیم کریں کہ واقع میں پاکستان اللہ تعالیٰ کا ایک عطیہ ہے اور جن حضرات نے پاکستان بنایا وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے نہ تھے بلکہ محسن تھے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ پاکستان کو خالص اسلامی اسٹیٹ بنانے کی جدوجہد کریں۔ اس جدوجہد میں حضرت علامہؒ کی تفسیر مشعل راہ ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ۔

احقر الناس —————— (مولانا) محمد اشفاق احمد

خلیفہ ارشد مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانیؒ
(برادر بزرگ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)
۲۴ ستمبر ۱۹۷۰ء

نبیرہ مولانا فیض الحسنؒ سہارنپوری
(ادیب الہند)
۲۰ شوال ۱۳۹۰ھ

نَحْمَدُهٗ اللهَ الْعَلِيَّ الْعَظِيْمَ　　　بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　　　وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

مُقدّمہ

خدادرانتظارِ حمد ما نیست　　محمد چشم بر راہِ ثنا نیست　　خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس　　محمد حامدِ حمدِ خدا بس

مُناجاتے اگر باید بیاں کرد　　بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد　　محمد از تو میخواہم خدا را　　خدایا از تو عشقِ مصطفےٰ را

دِگر لب وا مکُن مظہر فضولیست　　سخن از حاجت افزوں تر فضولیست

امّا بعد بندۂ آثم وعاجز محمود ابن مولوی ذوالفقار علی دیوبند ضلع سہارنپور کا رہنے والا غفراللہ تعالیٰ لہٗ ولوالدیہ عرض کرتا ہے کہ بعض احباب اور مکرمین نے بندہ سے درخواست کی کہ قرآن شریف کا ترجمہ سلیس مطلب خیز اُردو زبان میں مناسب حالِ اہلِ زمانہ کیا جائے جس سے دیکھنے والوں کو فائدہ پہنچے اور وہ نقصان اور خلل اور لفظی ومعنوی اغلاط جو بعض آزادی پسند صاحبوں کے ترجمہ سے لوگوں میں پھیل رہی ہیں اُن سے بچاؤ کی صورت نکل آئے اس عاجز نے اس درخواست کے جواب میں اپنی بے بضاعتی کے علاوہ یہ عرض کیا کہ اوّل تو مقدسین اکابر کے فارسی اُردو کے متعدد تراجم موجود ہیں اس کے علاوہ علمائے متدینین زمانۂ حال کے متعدد تراجم یکے بعد دیگرے بحمداللہ شائع ہو چکے ہیں جو لوگوں کو مذکورہ بالا خرابیوں سے بچانے کے لیے کافی ووافی وشافی ہیں۔ چنانچہ بندہ کے احباب میں بھی اوّل مولوی عاشق الٰہی صاحب سلمہٗ ساکن میرٹھ نے ترجمہ کیا اُس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب سلمہ اللہ نے ترجمہ کیا احقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا جو ان خرابیوں سے پاک صاف ہیں اور عمدہ ترجمے ہیں۔ پھر اب کسی جدید اُردو ترجمہ کی کیا حاجت ہے بجز اس کے کہ اسمائے مترجمین میں ایک نام اور زیادہ ہو جائے اور کوئی نفع نہیں معلوم ہوتا مگر مکرمین احباب نے اس پر بھی بس نہ کی اور اُسی اصرار پر قائم رہے تو مجبور ہو کر مجھ کو یہ عرض کرنا پڑا کہ اس وقت تک میرے خیال میں کوئی ایسا نفع نہیں آیا کہ جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی جرأت اور ہمت کروں اب آپ کے اصرار پر احقر تراجم قدیمہ اور جدیدہ کو بنامِ خدا غور سے دیکھتا ہے، اس کے بعد اگر کوئی نفع سمجھ میں آیا تو اُس کے موافق آپ صاحبوں کے فرمانے کی تعمیل کا ارادہ کرونگا ورنہ معذور رہوں۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر قدّس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے تراجم کو جو غور سے دیکھا تو یہ امر توبے تامّل معلوم ہو گیا کہ اگر یہ مقدسین اکابر قرآن شریف کی اس ضروری خدمت کو انجام نہ دے جاتے تو اس شدّتِ ضرورت کے وقت میں ترجمہ کرنا بہت دشوار ہوتا علماء کو صحیح اور معتبر ترجمہ کرنے کے لیے متعدد تفاسیر کا مطالعہ کرنا پڑتا اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا اور ان دقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کر سکتے جیسا اب کر سکتے ہیں۔ پھر بھی کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہوتا تو ہوتا کہ کمالِ علم وتدیّن کے ساتھ اس مشقت کو گوارا کر کے اس خدمت کو کما ینبغی انجام دینے کے لیے موفق ہوتا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیئے کہ اس بے نظیر علمی وعملی کمالات پر جو انہوں نے اپنے اوپر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے انعامات متعدد رسالوں میں بیان فرمائے ہیں اُن انعامات عظیمہ میں یہ ترجمہ مسمّٰی بہ فتح الرحمٰن بھی داخل ہے اور عاجز نے اپنے بعض مرحوم بزرگواروں سے سُنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جب موضح قرآن لکھ چکے تو فارسی کا ایک شعر تھوڑا سا تصرف کر کے اس طرح پڑھتے تھے۔ شعر۔ روزِ قیامت ہر کسے با خویش دارد نامۂ ؛ من نیز حاضر میشوم تفسیرِ قرآں در بغل۔ اس سے اُن حضرات مرحومین کا کمالِ علم وتدین تو معلوم ہوتا ہی ہے اُسی کے ساتھ قرآن شریف کے صحیح تراجم کی عظمت اور ضرورت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

بالجملہ اگر اکابر مرحومین ہماری ضرورت اور منفعت کو احساس فرما کر پہلے ہی سے اُس کا انتظام نہ کر جاتے تو آج اس کثرت اور سہولت کے ساتھ ہم کو تراجم کلام الٰہی اچھے سے اچھے ہرگز میسر نہ ہوتے اور کچھ عجب نہ تھا کہ جیسے خود ہندوستان میں بہت سی زبانیں اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کی بڑی بڑی قومیں اس نعمت اور عزت سے خالی یا شاذ خالی کے ہیں ہم بھی اُسی نکبت میں مبتلا ہوتے۔ فجزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین احسن الجزاء وافضل الجزاء والحمد للہ۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی دلنشین ہو گئی کہ ہرچند ترجمہ تحت لفظی میں بعض خاص فائدے ہیں، مگر ترجمہ سے جو اصلی فائدہ اور بڑی غرض یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو قرآن شریف کا سمجھنا آسان ہو جائے یہ غرض جس قدر بامحاورہ ترجمہ سے حاصل ہو سکتی ہے تحت لفظی ترجمہ سے کسی طرح ممکن نہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ جو بامحاورہ ترجمہ کے بانی اور امام ہیں انہوں نے بامحاورہ ترجمہ کو اختیار فرمانے کی یہی وجہ بیان کی ہے۔ اور یہی وجہ ہے جو اسلاف ممدوحین کے بعد اس زمانہ میں جس نے اس میدان میں قدم رکھا اُس نے جناب شاہ صاحب ممدوح کا اتباع کیا اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کو اختیار کیا جس پر کسی کا شعر یاد آتا ہے۔ شعر۔ ہر مرغ کہ پر زد بہ تمنائے اسیری ؛ اوّل بشگوں کرد طوافِ قفسِ ما۔ اور یہ امر بھی خوب معلوم ہو گیا کہ جیسے حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کا یہ کمال ہے کہ تحت لفظی ترجمہ کا التزام کر کے ایک ضروری حد تک سہولت اور مطلب خیزی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ایسے ہی حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ بامحاورہ ترجمہ کا پورا پابند ہو کر پھر نظم وترتیبِ کلماتِ قرآنی اور معانی لغویہ کو اُس حد تک نباہا ہے کہ زیادہ کہتے ہوئے تو ڈرتا ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں۔ اگر ہم انکی

کلام کی خوبیوں کو اور اُن اغراض اور اشارات کو جو اُن کے سیدھے سیدھے مختصر الفاظ میں ہیں سمجھ جائیں تو ہم جیسوں کے فخر کے لیے یہ امر بھی کافی ہے۔

اِس کے بعد اب ہم کو ضرور ہُوا کہ خاص طور پر حضرت شاہ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ کے ترجمہ بامحاورہ مسمّٰی بہ موضح قرآن کو دیکھ کر اوّل یہ سمجھیں کہ جناب شاہ صاحب ممدوح کا ترجمہ جس کا اپنی نوعیت میں اوّل و افضل ہونا جملہ اہل علم و فہم اور ارباب انصاف و دیانت کو مسلّم ہے اُس میں ایسے امور کیا ہیں جن کی وجہ سے ہم کو دوسرے کسی ترجمہ کی ضرورت ہو پھر یہ دیکھیں کہ جو تراجم جدیدہ اِس زمانہ میں شائع ہو چکے ہیں اُن سے ہماری وہ ضرورت پوری ہوگئی یا اب تک کچھ باقی ہے کہ جس کے پورا کرنے کے لیئے اور ترجمہ کی ابھی تک حاجت چلی جاتی ہے۔ امر اوّل کی بابت جہاں تک ہم نے ملاحظہ کیا اور دیگر حضرات نے بھی اُس کی تصدیق فرمائی کُل دو باتیں ایسی پائیں جن کی وجہ سے عام طور پر لوگ ترجمہ موصوف سے نفع اُٹھانے میں قاصر ہیں۔ اوّل بعض کلمات و محاورات کا اس زمانہ میں متروک یا قریب بمتروک ہو جانا۔ دوسرے چونکہ حضرت شاہ صاحب مرحوم کلمات قرآنی کی موافقت اور مطابقت کا خیال زیادہ فرماتے ہیں اور شرائط ترجمہ کی پابندی بہت کرتے ہیں۔ اس لیئے بعض مواقع میں بوجہ اختصار عبارت آج کل کی سہولت پسند طبائع کو مطلب سمجھنے میں بہت دقت معلوم ہوتی ہے۔ باقی رہا امر ثانی تو یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں اُردو بامحاورہ طرز پر بکثرت تراجم یکے بعد دیگرے شائع ہو چکے ہیں۔ سو اُن میں بالیقین بعض ایسے تراجم بھی ہیں جو علمائے معتبر اہل علم و دیانت کی لوجہ اللہ سعی کا نتیجہ ہے اور بعض بعض کو ہم نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تراجم بیشک ہماری اُس حاجت کے پورا کرنے کے لیئے کافی ہیں۔ جو اس زمانہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بے نظیر ترجمہ میں اہل زمانہ کو پیش آ رہی تھی۔ جزاہم اللہ سبحانہ عنا وعن جمیع مسلمی الہند خیراً۔ اور اُن اغلاط و مفاسد کو بچانے کے لیئے بھی مفید ہیں جو بعض آزاد خیال صاحبوں کے تراجم میں موجود ہیں۔ اس لیئے امر ثانی کی بابت اس عاجز کی یہ رائے ہے کہ وہ نزاکت و لطافت اور وہ ہر امر کی رعایت جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ترجمہ کے امتیازات اور خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں اُن کا تو ذکر نہیں، باقی وہ امر جو ترجمہ سے مقصود اصلی اور غرض ضروری ہے یعنی کلام الٰہی جل جلالہ کا صحیح مطلب سلف صالحین کے ارشادات کے موافق سہولت کے ساتھ مسلمانان ہند کی سمجھ میں آ سکے اس امر کے لیئے تراجم جدیدہ جو اہل علم و دیانت کی توجہ سے شائع ہو چکے ہیں وہ بالکل کافی اور وافی ہیں۔ ہم کو کسی جدید ترجمہ کی اس وقت حاجت نہیں رہی شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم۔ ہم فخر و مسرت کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے معتبر علماء کی حُسن سعی سے تراجم مفیدہ قدیمہ و جدیدہ اتنے شائع ہو چکے ہیں کہ ایسے اور اتنے تراجم ہم کو کسی عجمی زبان میں نظر نہیں آتے۔ ذٰلک من فضل اللہ علینا۔

اب اس کے بعد یہ بات تو بحمد اللہ ہم کو خوب محقق اور منقح ہوگئی کہ تراجم موجودہ صحیحہ معتبرہ کے ہوتے ہمارا جدید ترجمہ کرنا ہُو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتبر پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو۔ بلکہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا جدید ترجمہ کرنا گویا زبانِ حال سے یہ کہنا ہے کہ تراجم موجودہ میں کوئی خلل ہے جس کا تدارک کیا جاتا ہے یا ہمارے ترجمہ میں کوئی خوبی اور منفعت زائد ہے جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی حاجت ہوئی تو تو ہم کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکروہ تک نظر آتا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

خیر یہ بات تو خوب دلنشین ہوگئی، اور ظاہر ہے کہ اُس کا مقتضےٰ یہ تھا کہ ترجمہ کلام الٰہی کے متعلق اب ہم کچھ ارادہ نہ کرتے مگر اس چھان بین اور دیکھ بھال میں تقدیر الٰہی سے یہ بات دل میں جم گئی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا افضل و مقبول و مفید ترجمہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ نہ ہو جائے۔ یہ کس قدر ناقدر دانی اور بدقسمتی بلکہ کفران نعمت ہے اور وہ بھی سرسری عذر کی وجہ سے اور عذر بھی وہ جس میں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں۔ اگر قصور ہے تو لوگوں کی طلب کا قصور ہے۔ اگر دیکھنے والے غور سے دیکھیں اور جو غور کے بعد بھی سمجھ میں نہ آئے اُس کو جاننے والوں سے دریافت کریں تو پھر سب کام سہل ہو جائے چنانچہ حضرت ممدوح نے خود شروع میں لکھ دیا ہے کہ قرآن شریف کے معنی بغیر سند کے معتبر نہیں اور بغیر اُستاد کے معلوم نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں عوام کو یہ دشواری تو سب ترجموں میں پیش آتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ میں کچھ زیادہ سہی۔

اس لیئے اس ننگِ خلائق کو یہ خیال ہُوا کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح کے مُبارک مفید ترجمہ میں لوگوں کو جو کل دو خلجان ہیں یعنی ایک بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہو جانا۔ دوسرے بعض بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا۔ جو اصل میں تو ترجمہ کی خوبی تھی مگر ابنائے زمانہ کی سہولت پسندی اور مذاقِ طبیعت کی بدولت اب یہاں تک نوبت آگئی کہ جس سے ایسے مفید و قابل قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو اگر غور و احتیاط کے ساتھ اُن الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لیئے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کچھ کھول دیا جائے، تو پھر انشاء اللہ حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے اور مسلمانانِ ہند بھی اُس کے فوائد مخصوصہ سے خالی نہ رہ جائینگے۔ اس مضمون کو سوچ سمجھ کر جو اپنے مکرمین مخلصین کی خدمت میں پیش کیا تو اُن حضرات نے بھی اس عاجز کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہی بات دل نشین ہوگئی کہ مستقل ترجمہ سے یہ امر زیادہ مناسب اور مفید ہے کہ موضح قرآن میں جو شکایت پیدا ہوگئی ہے اُس کے رفع کرنے میں کوشش کی جائے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ چکی تو یہ عاجز بنام خدا اس خدمت کے انجام دینے کے لیئے تیار ہو بیٹھا گویا دو شالہ میں کمبل سے جگہ جگہ رفو کرنے کا ارادہ کر دیا۔ جب ایک ثلث قرآن کا ترجمہ کر چکا تو بوجہ بعض عوارض ایسا طول طویل حرج پیش آیا کہ ترجمہ کی تکمیل کی توقع بھی دشوار ہوگئی۔ مگر بتوفیق الٰہی عین ایّام حرج میں اتنا اطمینان نصیب ہوگیا کہ ترجمہ موصوف باطمینان ۱۳۳۶ھ میں پورا کر لیا۔ انّ ربی لطیفٌ لِّمایشاء، والحمد للہ۔

اب حق تعالیٰ کو منظور ہے تو اُنہی احباب مکرمین کی خدمت میں اس ترجمہ کو پیش کر کے تفصیلی نظر کی درخواست کرینگے۔ اگر ہماری یہ پیوند کاری اُن حضرات کے نزدیک مفید و مناسب سمجھی گئی تو انشاء اللہ شائع بھی ہو جائیگا، ورنہ مجبوراً جہاں ہے وہیں رہیگا بشعر: گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

اب اس کے بعد مناسب ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے اصل ترجمہ کی بابت اور نیز اپنی ترمیم کے متعلق چند ضروری مفید باتیں عرض کردی جائیں جن سے دیکھنے والوں کو بالاجمال دونوں ترجموں کی حالت اور کیفیت بھی معلوم ہو جائے اور بعض شبہات جن کے پیش آنے کا کھٹکا ہوتا ہے وہ بھی دفع ہو جائیں۔ سو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شروع میں اپنے ترجمہ کی نسبت اتنا مضمون تو خود فرما دیا ہے کہ ہندی اور عربی زبان کا محاورہ ہرگز موافق نہیں۔ اس لیئے اگر قرآن شریف کی ترتیب کے موافق ہر ہر لفظ کا جُدا جُدا ترجمہ کیا جائے یعنی تحت لفظی، تو ہندیوں کی سمجھ میں آنا دشوار ہو۔ اس لیئے ہم نے مجموعۂ آیت کی پابندی کی ہے، ہر ہر لفظ کی پابندی نہیں کی یعنی ہندی محاورہ کے موافق ترجمہ کیا ہے، تحت لفظی نہیں کیا۔ یہ حضرت ممدوح کے ارشاد کا خلاصہ ہے۔ مگر اس میں اجمال بہت ہے۔ اس ارشاد سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ حضرت ممدوح اپنے ترجمہ میں ہر ہر لفظ کی پابندی نہ کرینگے ہاں آیت کی پابندی ضروری ہے مگر یہ معلوم نہیں ہُوا کہ اس عدم پابندی کی کیا حد ہے اور کہاں تک اس عدم پابندی کو حضرت ممدوح نے اپنے ترجمہ میں اختیار اور استعمال فرمایا ہے اور کتنی تقدیم و تاخیر کو جائز رکھا ہے۔ یعنی بقدر ضرورت و حاجت کسی لفظ کو آگے یا پیچھے کر لیا ہو یا صرف آیت کے احاطہ میں رہ کر پھر کسی تقدیم و تاخیر کی پروا نہیں کی تھوڑی ہو یا زیادہ ضروری ہو یا غیر ضروری ایک تغیر ہو یا متعدد۔ اس کے سوا حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ امر اجمالاً بھی نہیں بیان کیا کہ ہم نے اپنے ترجمہ میں کس کس امر کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا کیا خوبیاں، اور فوائد ہیں۔ سو احقر ان دونوں باتوں کو مفید سمجھ کر اُن کی نسبت کچھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

سو یہ بات تو سب پر ظاہر ہے کہ احقر اس کے متعلق جو کچھ بھی عرض کریگا وہ موضح قرآن ہی کی عبارت سے مستنبط ہوگا۔ اس کے سوا ہمارے لیئے اور کیا امر ذریعہ علم ہو سکتا ہے۔ بعینہٖ جیسا کہ حضرات علمائے کرام نے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی خود کتاب صحیح بخاری سے استنباط کر کے اُن کی شروط و قیود و اغراض کو بیان فرما دیا ہے۔

سو امر اوّل کی نسبت یہ عرض ہے کہ حضرت شاہ صاحب ترتیب قرآنی کا بہت خیال رکھتے ہیں اور اصل اور ترجمہ کی مطابقت میں بہت زیادہ سعی فرماتے ہیں، مگر چونکہ ترجمہ بامحاورہ کا التزام کیا ہے اس لیئے بضرورت توضیح و تسہیل بعض مواقع میں تقدیم و تاخیر لازم ہے۔ مگر جیسا کہ آٹے میں نمک یہ نہیں کہ آخر کا ترجمہ اوّل اور اوّل کا آخر ہو جائے۔ الغرض فصلِ بعید سے احتراز رکھتے ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ کسی خاص ضرورت کے وقت میں دو تین کلموں کا فصل ہو جائے اور وہ بھی النادر کالمعدوم۔ دیکھیے عربی زبان میں مضاف کو مقدم ذکر کرتے ہیں۔ اور اُردو کا محاورہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کو مقدم کرتے ہیں۔ وہ "غلامُ زیدٍ" کہتے ہیں۔ تو ان کے محاورہ میں "زید کا غلام" کہینگے۔ سو ترتیب تو بدل گئی مگر دونوں کلمے متصل ہی رہے فاصلہ اور فرق کچھ نہیں ہُوا۔ اس لیئے حاجت کے وقت یہ تغیر کچھ تغیر نہیں سمجھا جاتا۔ اس قسم کی مثالیں شاہ صاحب کے ترجمہ میں کثرت سے ملینگی۔ مثلاً "عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ" کا ترجمہ بامحاورہ کرینگے تو "اُن کے دل پر اور اُن کے کان پر اور اُن کی آنکھوں پر" کیا جائیگا۔ اور ترجمہ تحت لفظی میں "اوپر دلوں اُن کے کے اور اوپر کانوں اُن کے کے اور اوپر آنکھوں اُن کی کے" کہنا پڑیگا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے اختلاف جتنے بھی ہوں اُن میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ضروری ہیں۔ بامحاورہ ترجمہ کرنیوالے کو اس سے مفر نہیں لیکن حضرت شاہ صاحب کی احتیاط قابل تحسین اور لائق قدر ہے کہ اس پر بھی ہر جگہ مضاف الیہ کو مقدم نہیں کرتے، بلکہ جہاں ترجمہ میں ذرا گنجائش ملجاتی ہے وہاں اتنے قلیل تغیر کو بھی پسند نہیں کرتے۔ ترتیب قرآنی ہی کو اختیار فرماتے ہیں۔ دیکھو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" میں چونکہ "رب العلمین" مضاف مضاف الیہ مل کر صفت واقع ہوئے ہیں۔ اُس کے ترجمہ میں یہ گنجائش نکل آئی کہ ترجمہ محاورہ کے خلاف بھی نہ ہو اور کلام الٰہی کی ترتیب بھی باقی رہے۔ اس لیئے "رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کا ترجمہ اصلی ترتیب پر رکھا اور "مالك يوم الدين" بھی صفت واقع ہوا ہے مگر اُس میں دو اضافتیں مجتمع ہیں اوّل اضافت میں اصلی ترتیب باقی رکھنے کی گنجائش ہے۔ دوسری اضافت میں نہیں۔ اس لیئے ترجمہ میں "مالك" کا ترجمہ اصل کے موافق مقدم رکھا۔ اور "يوم" کے ترجمہ کو محاورۂ اردو کے موافق "دين" سے موخر کر دیا۔ چنانچہ سب پر ظاہر ہے اس میں کسی کو تردد نہیں صرف توضیح اور تسہیل کی غرض سے ہم نے عرض کر دیا لیکن بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ وہاں محاورۂ اُردو کے ساتھ ترتیب قرآنی کا لحاظ رکھنا دشوار ہے حضرت شاہ صاحب اُن مقامات میں بھی اپنی غائر اور باریک بین نظر سے ایسا اسلوب اختیار فرماتے ہیں کہ محاورہ کی پابندی کے ساتھ ترتیب بھی باقی رہے، یا فرق آئے تو خفیف و لطیف۔

بعینہٖ یہی حال ہے فعل اور فاعل اور مفعول اور جمیع متعلقات فعل کا۔ اور صفت موصوف، حال تمیز وغیرہ کا کہ اکثر مواقع میں ترتیب کی موافقت فرماتے ہیں اور بہت سے مواقع میں اُسی تغیرِ لطیف مذکورۂ بالا سے کام لیتے ہیں۔

اور سُنیئے حروف روابط جن کو حروف جر بھی کہتے ہیں۔ جیسے ل، ب، علیٰ، الیٰ، مِن، عن، فی بہت کثرت سے مستعمل ہیں۔ مگر کلامِ عرب میں یہ حروف ہمیشہ اپنے معمول پر مقدم ہوتے ہیں۔ اور ہمارے محاورہ میں علی العموم موخر بولے جاتے ہیں، مگر شاذ و نادر لیکن ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ اُن کا مؤخر ہونا ضروری ہے۔ ہماری زبان میں اُن کو مقدم لانے کی کوئی صورت ہی نہیں جیسے مِن اور عن۔ سب کو معلوم ہے کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ کے ترجمہ میں اُردو زبان کے اندر ممکن نہیں کہ من کا ترجمہ مقدم ہو سکے اور ترتیب قرآنی کی موافقت کی جا سکے۔ ایسے ہی لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ کے ترجمہ میں کوئی صورت نہیں کہ عن کا ترجمہ نفس کے ترجمہ سے مقدم ہو سکے اسی وجہ سے تحت لفظی ترجمہ میں بھی یہ تغیر گوارا کرنا ہوتا ہے اور اس میں کسی کو تامّل نہیں ہو سکتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اُن کو مقدم کرنا تو درست ہے مگر محاورہ کے خلاف ہے۔ سو تحت لفظی ترجمہ میں اُن کو نظم قرآنی کے موافق مقدم لا سکتے ہیں مگر بامحاورہ ترجمہ کے لیئے اُن کو بھی مؤخر کرنا ضرور ہوگا۔ جیسے علیٰ، اِلیٰ وغیرہ حروف مذکورہ۔ دیکھیئے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کے تحت لفظی ترجمہ میں "مہر کر دی اللہ نے اوپر دلوں اُن کے کے" کہنا مناسب ہوگا اور بامحاورہ ترجمہ میں "مہر کر دی اللہ نے اُن کے دلوں پر" کہنا ٹھیک سمجھا جائیگا۔ پہلی صورت میں لفظ علیٰ اپنی اصلی ترتیب پر رہا۔ دوسری صورت میں تھوڑا

سا بقدر ضرورت اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اسی پر دیگر حروف کو قیاس فرمالیجیے۔ سو اوّل تو یہ حروف فی نفسہ غیر مستقل اور دوسروں کے تابع ہیں اُن کا تقدم تاخر چنداں قابلِ اعتبار نہیں۔ دوسرے بے وجہ نہیں بلکہ ضرورت اور حاجت اور نفع کی وجہ سے کرنا ہوا تیسرے اتنا لطیف۔ وخفیف کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی بعض مواقع میں قابلِ قبول اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اِن سب کے بعد پھر وہی بات ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں یعنی جہاں کچھ گنجائش نکل آتی ہے وہاں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ اس خفیف قابلِ قبول تغیر کو بھی چھوڑ کر اصلی ترتیب کو قائم رکھتے ہیں۔ اور ایسا ترجمہ کرتے ہیں جو ترتیب قرآنی کی پابندی کے ساتھ محاورہ کے بھی مخالف نہ ہونے پائے اس کی مثالیں حروف مذکورہ کے متعلق جگہ جگہ موجود ہیں مثلاً "الّا علی الخاشعین" کا ترجمہ یہ فرمایا ہے "مگر اُنہی پر جن کے دل پگھلے ہیں" یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔ دیکھ لیجیے لفظ علیٰ کے ترجمہ کو مقدم رکھا خاشعین پر اور محاورہ کے مخالف بھی نہیں ہُوا۔

الحاصل حضرت شاہ صاحب جگہ جگہ ترتیب میں تصرّف کرتے ہیں مگر چونکہ بقدر ضرورت اور عند الحاجت نہایت غور اور احتیاط کے ساتھ جس کی وجہ سے حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جیسے استعمال محاورات میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ویسا ہی باوجود پابندی محاورہ قلتِ تغیّر اور خفت تبدّل میں بھی بے مثل ہے۔ فللّٰہ دَرہٗ ثم للّٰہ درہ۔ اس کے سوا بعض بعض تصرّفات خفیفہ مفیدہ اور بھی کر جاتے ہیں۔ مثلاً ترجمہ میں کوئی لفظ مختصر بڑھا دیتے ہیں جس سے مطلب واضح ہو جائے یا مرادِ خداوندی معیّن ہو جائے سو یہ امر ایسا ہے کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی اس کی نظائر موجود ہیں ایسا ہی ترجمہ میں بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں۔ مثلاً بعض مواقع میں اِنَّ کا ترجمہ نہیں کرتے۔ یٰاَبَتِ کے ترجمہ میں "اے میرے باپ" نہیں کہتے صرف "اے باپ" پر قناعت کر جاتے ہیں یٰبُنَیَّ کا ترجمہ "اے میرے چھوٹے بیٹے" کی جگہ فقط "اے بیٹے" فرمایا ہے۔ ایسا ہی یٰاَربِّ کا ترجمہ "اے رب" متعدد مواقع میں اختیار فرمایا ہے۔ سو اس قسم کے تصرفات میں کچھ حرج نہیں ترجمہ لفظی تک میں اِن کی گنجائش ہے۔

اب باقی رہی دوسری بات کہ حضرت شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ میں کن کن امور کا خیال رکھا ہے اور اُس میں کیا کیا فائدے ہیں۔ سو یہ بات تو ظاہر نظر آتی ہے کہ حضرت ممدوح عامۃً چند باتوں کا بہت لحاظ رکھتے ہیں۔ ترجمہ میں اختصار و سہولت اور الفاظ قرآنی کی لفظی اور معنوی موافقت اور صرف لغوی معنی پر بس نہیں بلکہ معنیٔ مرادی اور غرض اصلی کا ہر موقع میں بہت لحاظ رکھتے ہیں اور ترجمہ میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اجمال اور اشکال ہو تو زائل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں دوسری جگہ کچھ اور حالانکہ معنی لغوی اُس لفظ کے ایک ہی ہیں مگر ہر مقام کے مناسب جُدے جُدے عنوان سے بیان فرماتے ہیں جس سے قرآن کی غرض اور مُراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولت اور وضاحت کی رعایت سے کبھی مضمونِ ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا کرتے ہیں اور اکثر مواقع میں نفی اور استثنا کا جُدا جُدا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ حصر جو اُس سے مقصود ہے اُس کو مختصر ہلکے لفظوں میں محاورہ کے موافق بیان کر جاتے ہیں۔ حال تمیز بدل وغیرہ حتیٰ کہ مفعول مطلق کے عنوانات کی رعایت رکھتے ہیں اور خوبی یہ ہے کہ اُردو کے محاورہ کے موافق بالجملہ الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق بوجوہِ متعدّدہ بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے اور مطالب و مقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے غوض اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے ہم نے بغرض تنبیہ یہ چند باتیں مختصر طور سے عرض کر دی ہیں۔ اہل فہم توجہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ اُن کو ہماری عرض کی صداقت جگہ جگہ برابر ملیگی ہم کو کسی طول کی حاجت نہیں اور حاشا و کلّا ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فوائد مذکورہ کا اور کسی نے خیال نہیں فرمایا۔ فضلائے معتبرین مشہورین وغیرہ علماء کے تراجم میں ہر ایک نے اس قسم کے فوائد کا اپنی اپنی فہم اور رائے اور مصلحت اور گنجائش کے موافق ضرور خیال فرمایا ہے مگر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے چونکہ ہر موقع پر ان چھوٹے بڑے فوائد متعددہ کی طرف پوری توجہ فرمائی ہے۔ اور ترجمہ میں ہر موقع پر اُن کا اہتمام رکھا ہے۔ اس لیے کمّاً اور کیفاً دونوں طرح یہ امور موضع قرآن میں زائد ہیں جن کی وجہ سے ترجمۂ موصوف جملہ تراجم میں ممتاز اور مفید تر نظر آتا ہے اور بنظر فہم و انصاف اس کا مستحق ہے کہ سہل ممتنع کے ساتھ ملقب ہو یہ حضرت ممدوح کا کمال ہے کہ ہر موقع پر جملہ امور پیش نظر رہتے ہیں۔ اور ترجمہ میں حسب حاجت اُن کی رعایت کرتے ہیں اور اُسی کے مطابق الفاظ بھی اُن کو بسہولت ملجاتے ہیں۔ گویا محاورات و لغات اُردو بھی سب سامنے رہتے ہیں جس کو مناسب سمجھا بے تکلف لے لیا۔ اور اس پر ترجمہ اپنے محدود احاطہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ فبارک اللہ فی حسناتہ وافاض علینا من برکاتہ۔ یہ بات کس قدر قابل قدر اور مفید ہے کہ حضرات مفسرین اور شراحِ حدیث کے مبسوط ارشادات کا خلاصہ بسہولت ہر درجہ کے مسلمانوں کو ایک لفظ سے سمجھ میں آسکے بلکہ بعض مواقع میں تو حضرت شاہ صاحب کا ایک دو لفظ وہ کام دیتا ہے کہ مبسوط ارشادات سے احق بالقبول معلوم ہوتا ہے۔ اِنَّ فی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلعٰلِمِین۔ اس موقع پر ارشاد خداوندی "ففھمنٰھا سلیمٰن وکلاً اٰتینا حکمًا وَّ علمًا" کا نقشہ اور نمونہ ناخواستہ سامنے آگیا۔ دیکھیے حضرت سلیمان علیہ السلام لڑکے تھے مگر حق سبحانہٗ نے اپنی رحمت سے اُن کو وہ بات سمجھا دی کہ حضرت داؤد علیہ السّلام نے بھی تسلیم فرمایا اور اپنے حکم کو واپس کر لیا۔ اور اس سے کسی کے علم و فہم میں کوئی نقصان اور اعتراض بھی نہ ہُوا۔ شعر: ایں سعادت بزور بازو نیست ؏ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔ حق تعالیٰ کے غیر متناہی خزانے ہیں جس کو جس میں سے چاہتے ہیں حصّہ معیّن عنایت فرما دیتے ہیں۔ "وان من شیٔ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بِقَدَرٍ معلوم" اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ چند فوائد عرض کیے ہیں ایسے ہی چند مثالیں بھی کسی موقع سے عرض کر دی جائیں جن سے ہمارے معروضات کی تصدیق ہو جائے اور ناظرین کے لیے تسکین اور اطمینان کا باعث ہو سو اوّل ہی سے لیجیے۔ دیکھیے "بِسْمِ اللّٰہ" کا ترجمہ محاورہ کے موافق کیا جس میں توضیح اور اختصار دونوں کی بقدر مناسب رعایت ہے۔ اس سے بہتر اور خوبصورت ترجمہ اُردو میں سمجھ میں نہیں آتا۔ اور رحمٰن اور رحیم جو مبالغہ کے صیغے ہیں اُنکے مبالغہ کو بھی ظاہر فرمادیا اور لطیف اشارہ دونوں کے فرق مراتب کی طرف بھی کر گئے۔ جتنے تراجم سابقہ ہیں اُن میں مبالغہ سے تعرض نہیں فرمایا۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ میں بھی رحمٰن اور رحیم کا ترجمہ ایسا ہی کیا گیا۔ یوم الدین کا ترجمہ جملہ حضرات نے "روز جزا" یا "دن جزا کا" فرمایا ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے صاف لکھ دیا ہے کہ مرنے

فرمائے ہیں۔ اِن وجوہ سے غالباً حضرت ممدوح نے جزا کے بدلے "انصاف" کا لفظ اختیار فرمایا کہ عوام میں بھی شائع ہے اور اس ایک لفظ میں جزا اور حساب دونوں آگئے۔ "اھدنا الصراط المستقیم" جملہ حضرات "ہدایت" کا ترجمہ کبھی تو لفظ "ہدایت" ہی سے کرجاتے ہیں۔ اس لیئے کہ لفظ "ہدایت" فارسی اُردو میں برابر مستعمل ہے۔ اور کبھی اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو "ہدایت" کا ترجمہ "رستہ دکھلانے" اور "راہ نمائی" کے ساتھ کرتے ہیں۔ مگر حضرت ممدوح علی العموم "ہدایت" کا ترجمہ اپنی ہی زبان میں فرماتے ہیں۔ اِلّا ماشاءاللہ لیکن ہر موقع پر اس کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ "ہدایت" کے کونسے معنی اس موقع کے مناسب ہیں کیونکہ "ہدایت" کے لغت عرب میں دو معنی ہیں ایک صرف "راستہ دکھلا دینا" دوسرے "مقصود تک پہنچا دینا" اوّل کو "ارائت" دوسرے کو "ایصال" کہتے ہیں۔ اس لیئے اوروں نے "اھدنا" کا ترجمہ "دکھا ہم کو" فرمایا ہے۔ اور شاہ صاحب "چلا ہم کو" فرماتے ہیں جس سے "ایصال" کی طرف اشارہ کرنا مفہوم ہوتا ہے۔ اسی طرح پر "ھدی للمتقین" میں اور حضرات نے "ھُدًی" کے ترجمہ میں "رہنما" یا "راہ دکھاتی ہے" فرمایا ہے۔ اور حضرت ممدوح نے "راہ بتلاتی ہے" فرمایا ہے۔ چونکہ اِھدِنَا میں "ہدایت" حق تعالیٰ کی صفت ہے تو وہاں "چلانے" کا لفظ لائے ہیں۔ اور اس موقع میں "ہدایت" قرآن کی صفت ہے تو اس لیئے "راہ بتانے" کا لفظ بیان فرمایا ورنہ دونوں جگہ مقصود ایصال کی طرف اشارہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔ فرحمہ اللہ ما اَدَقَّ نظرہٗ واَرَق الفاظہٗ۔ مُتّقین میں تقویٰ کا ترجمہ سب حضرات مرحومین نے "پرہیزگاری" فرمایا ہے جو تفاسیر کثیرہ کے موافق ہے پھر حضرات مفسرین نے اس پر شبہ کیا کہ ہدایت کے محتاج گمراہ ہیں نہ متقی۔ اس لیئے "ھدی للضالین" فرمانا چاہیئے تھا۔ بعض حضرات نے متقین کے معنی صائرین الی التقویٰ کے لے کر جواب دیا۔ بعض نے دیگر جوابات دے کر شبہ کا قلع قمع کیا۔ حضرت شاہ صاحب کی طبع لطیف اور باریک بین نظر اِس طرف گئی کہ تقویٰ کا ترجمہ "ڈر" اور "خوف" کے ساتھ کرنا پسند کیا۔ جو "تقویٰ" کے اصلی اور لغوی معنی ہیں اور "متقین" سے وہ لوگ مُراد لیئے جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ اس لیئے ھدی للمتقین کا ظاہر اور معروف ترجمہ یعنی "راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں کو" اس کو چھوڑ کر "راہ بتلاتی ہے ڈر والوں کو" اختیار فرمایا جس سے شبہ مذکورہ کے خطور کا موقع ہی نہ رہا جو کسی جواب کی حاجت ہو اور اگر "ہدایت" سے ایصال مراد لیں جیسا کہ ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے۔ تو پھر تو شبہ کیا کسی وہمی کے توہّم کی بھی گنجائش نہیں۔ آگے دیکھیئے "یؤمنون بالغیب" کے ترجمہ میں اگر "ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے" یا "غیب پر" کہا جائے تو بہت صحیح اور ظاہر کے موافق ترجمہ ہے اور لفظ "ایمان" اور "غیب" دونوں ایسے مشہور ہیں کہ دوسرے لفظوں کے ان کے ترجمے کرنے کی ضرورت نہیں لیکن لفظ ایمان اصطلاح شرع میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ایک نفس تصدیق اور یقین قلبی جو ضروریات دین کے ساتھ متعلق ہو جس کو حقیقت ایمانی سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اور معنی لغوی کے بالکل مطابق ہے۔ دوسرے تصدیق اور اعمال ایمانی کا مجموعہ جس کو ایمان کامل بھی کہتے ہیں سو اوّل تو حضرت شاہ صاحب کی عام عادت ہے کہ حتی الوسع ترجمہ میں اُردو کے لفظ کو اختیار فرماتے ہیں۔ دوسرے لفظ ایمان جب دو معنوں میں مستعمل ہے تو حضرت ممدوح کے اصول کے موافق ضرور ہوا کہ ترجمہ میں ایسا لفظ لائیں کہ ایمان کے جو معنی اس جگہ مُراد ہیں اُنکی تعیین ہوجائے اور دوسرا احتمال نہ رہے۔ علیٰ ہذا لفظ "غیب" میں اجمال ہے معلوم نہیں کس چیز سے غائب ہونا مراد ہے۔ ان وجوہ سے وہ صحیح اور ظاہر ترجمہ جس کا پہلے ذکر ہوچکا اُس کو چھوڑ کر یہ ترجمہ اختیار فرمایا "یقین کرتے ہیں بن دیکھے"۔ جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ آیت میں ایمان کے اوّل معنی مراد ہیں نہ دوسرے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ غیب کے یہ معنی ہیں کہ جن چیزوں کو اُنہوں نے نہیں دیکھا اور اُن کے علم و ادراک سے غائب ہیں۔ جیسے دوزخ، بہشت، پل صراط، وزن اعمال، عذاب قبر، فرشتے، جنات۔ سو وہ لوگ اُن سب چیزوں کا اللہ اور رسول کے فرمانے سے یقین کرتے ہیں معہذا حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے جو "بالغیب" میں چند احتمال ذکر فرمائے ہیں اُن میں سے ایک معنی جو ظاہر اور راجح ہیں اس ترجمہ سے وہ بھی متعین ہوگئے جیسا کہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔

تنبیہ۔ ایمان کا ذکر قرآن شریف میں ماضی، مضارع، امر، اسم فاعل مختلف صیغوں کے ضمن میں بہت کثرت سے موجود ہے۔ سو حضرات مترجمین تو اکثر مواقع میں اُس کا حسب ظاہر ترجمہ "ایمان" یا "اسلام" سے فرماجاتے ہیں اور حضرت ممدوح "ایمان، اسلام، یقین، ماننا" جو لفظ جس موقع کے مناسب اور مفید سمجھتے ہیں اُس کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اُسکی وجہ سے ترجمہ کے متعلق کارآمد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ یؤمنون بالغیب کے ترجمہ میں ابھی عرض کرچکا ہوں۔ اور انہی چھوٹے چھوٹے فرقوں اور ہلکی ہلکی رعایتوں کی وجہ سے بعض مواقع میں بڑے بڑے شبہے بسہولت دفع ہوجاتے ہیں۔ اور تحقیقی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔ دیکھیئے احادیث میں وارد ہے کہ جب آیۂ کریمہ الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک الخ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بہت ہی شاق گزرا۔ آخر آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ "ایُّنا لم یظلم نفسہ" یعنی یا رسول اللہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم یعنی گناہ نہ کیا ہو۔ تو پھر اب تو سب عذاب الٰہی سے غیر مامون اور ہدایت سے محروم ہوگئے۔ آپ نے فرمایا۔ "لیس ذٰلك انما ھو الشرك الم تسمعوا قول لقمان لابنہ "یَا بُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ" یعنی لم یلبسوا ایمانھم بظلم میں ظلم سے مُراد شرک ہے بمطلق گناہ نہیں۔ جو یہ دشواری پیش آئے۔ حضرات مفسرین اور شراح حدیث کے اقوال اس جواب کی تقریر میں مختلف ہوگئے۔ جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے۔ سو ایک خلجان تو لم یلبسوا ایمانھم بظلم میں تھا جو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو پیش آیا تھا۔ دوسرا اختلاف خلجان مذکور کے جواب میں مفسرین وغیرہ علمائے کرام کو پیش آگیا کہ جواب کا مقصد اور اُس کا ماخذ کیا ہے۔ سو خلجان معروضہ اصحاب کرام تو آپ کے ارشاد سے جاتا رہا مگر آپ کے ارشاد کے مقصد و ماخذ میں علماء کو جو اختلاف پیش آگیا وہ موجود ہے اس پر حضرات مترجمین نے تو ان لمبی لمبی بحثوں کو دیکھا کہ ترجمہ اُن کو متحمل نہیں ہوسکتا اور نہ اُس کے مناسب اس لیئے ترجمہ میں اُس سے قطع نظر کرکے ظاہر کے موافق صحیح ترجمہ فرمادیا اور لمبی بحثوں کے لئے دوسرا موقع ہے اور حضرت شاہ صاحب کی دقیق نظر نے دیکھا کہ جب ہم کو ترجمہ میں کوئی زیادتی اور طول کرنا نہیں پڑتا صرف ایک لفظ کی جگہ دوسرا ویسا ہی لفظ بول دینے سے سب امور طے ہوئے جاتے ہیں تو پھر اُس میں کیوں کوتاہی کیجائے اور کام کی بات سے کیوں محروم رکھا جائے تو اُنہوں نے اپنی عادت کے موافق یہ کیا کہ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ" کے ترجمہ میں یہ الفاظ فرمائے۔ "جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر" جس سے معلوم ہوگیا کہ ایمان سے حقیقت ایمانی یعنی تصدیق قلبی مُراد ہے۔ جسب معروضہ سابق جس کو "ایمان بالمعنی الاوّل" کہتے ہیں۔ اہل فہم و انصاف کو تو بس یہی کافی ہے مگر اس پر اتنا اور کیا کہ "ظلم" کے ترجمہ میں لفظ "تقصیر" بیان فرمایا۔ جس سے اور بھی وضاحت اور تکمیل ہوگئی اب اس میں غور کرنے سے نہ آیت میں کوئی

خلجان ہوتا ہے نہ آپ کے ارشاد میں اختلاف باقی رہتا ہے دو لفظوں میں ایسی تحقیق فرمادی کہ لمبی لمبی بحثوں کی ضرورت نہ رہی اور طرفہ یہ کہ تحقیق دو لفظی سب سے احق بالقبول معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلجان کا منشا کیا تھا اور ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشا کیا ہے۔ اور ترجمہ میں جو لفظ کچھ داخل فرمایا ہے جو اور ترجموں میں نہیں۔ وہ یہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اقوالِ علماء کو پیش نظر رکھ کر جو بات محقق اور راجح ہے اُس کو بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ یہاں تمثیلات کے ذیل میں یہ ذکر استطراداً آگیا اس سے زائد بسط کا موقع نہیں اور حضرات اہل علم خود بھی جانتے ہیں۔ البتہ سورۂ انعام میں اس آیت کے متعلق حاشیہ پر کچھ بسط سے عرض کردیا جائیگا۔ انشاء اللہ۔

اِس کے بعد مما رزقنٰھم کے ترجمہ میں من تبعیضیہ کا ترجمہ لفظ کچھ سے بیان فرماکر ممانعت اسراف کی طرف اشارہ کردیا جیساکہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے یخادعون اللہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں "دغابازی کرتے ہیں اللہ سے" جو نہایت صاف اور مناسب ترجمہ ہے۔ اور کوئی خلجان اور وہم اس میں نہیں ہوسکتا۔ عذاب الیم کے ترجمہ میں "دُکھ کی مار" فرماکر اشارہ کردیا کہ فعیل بمعنی مفعول ہے جو استعمال مفرد اور راجح ہے اور محاورہ کے موافق۔ بما کانوا یکذبون میں یکذبون کا ترجمہ ظاہر کے خلاف "جھوٹ کہتے تھے" فرماتے ہیں "جھوٹ بولتے تھے" نہیں فرمایا۔ جو سہل اور ظاہر کے موافق تھا۔ سو اس کی وجہ انشاء اللہ یہی ہے کہ جھوٹ بولتے تھے۔ بظاہر اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان لوگوں کا کاذب ہونا بیان کرنا مقصود ہے۔ اور اس کی وجہ سے اُن پر عذاب الیم ہوگا۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر جھوٹ کہا کرتے تھے یعنی منافق تھے۔ اور عذاب الیم اس نفاق کے بدلے میں ہوگا۔ فللّٰہ درہ ما الطف طبعہ واسلم ذوقہ واحدّ نظرہ۔ اور سُنیئے مایشعرون اور لایشعرون جو ان آیات میں مذکور ہیں دونوں جگہ یشعرون ایک لفظ ہے کوئی فرق نہیں۔ اس لیئے حضرات مترجمین دونوں کے ترجمہ میں کچھ فرق نہیں فرماتے مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اوّل کا ترجمہ "نہیں بوجھتے" اور دوسرے کا "نہیں سمجھتے" فرماتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں تامل اور فکر کی حاجت ہوتی ہے اُس کے سمجھنے کو "بوجھنا" کہتے ہیں حضرت ممدوح کے اس فرق فرمانے سے اِدھر اشارہ ہوگیا کہ امر اوّل یعنی منافقوں کا اپنے نفسوں کو دھوکا دینا اس کے سمجھنے میں کچھ تامل کی حاجت ہے۔ اور امر ثانی یعنی منافقوں کا مفسد ہونا بالکل ایک امر ظاہر ہے۔ ادنیٰ تامل کی بھی حاجت نہیں۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اس موقع میں لایشعرون اور لایعلمون کا فرق بیان کیا ہے۔ شاہ صاحب نے یہ کیا کہ ایک لفظ یشعرون کو دو موقعوں میں لانے سے بوجہ اختلافِ محل جو باریک فرق نکلتا تھا اُس کی طرف اشارہ فرماگئے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے یہ چند نظائر چھوٹی بڑی جو شروع قرآن مجید کے صفحہ ڈیڑھ صفحہ کے متعلق ہیں موضح القرآن سے بطور نمونہ اور تنبیہ عرض کردیئے ہیں اُس کو دیکھ کر ترجمہ موصوف کی خوبی اور کیفیت بالاجمال معلوم ہوسکتی ہے۔ اور ہمارے معروضات سابقہ کی تصدیق کے لیئے انشاء اللہ کافی ہیں۔ اور ترجمہ مذکور کا اوّل سے آخر تک یہی رنگ ہے۔ چنانچہ اہل علم پر واضح ہے مگر ہم اس امر سے معذور ہیں کہ جیسا ہم نے بطور نمونہ اس مقام کے متعلق چند نظائر عرض کی ہیں اسی طرح پر تمام ترجمہ کے نظائر اور فوائد کو بیان کریں اور نہ اس کی حاجت۔ البتہ جو بات قابل تنبیہ ہوگی اُس کو اپنے اپنے موقع پر بالاجمال یا بالتفصیل حاشیہ پر فوائد کے ذیل میں انشاء اللہ عرض کردینگے۔ اور اہل فہم کو ایک دو جزو غور سے سمجھ لینے کے بعد ان امور کے سمجھنے میں خود سہولت ہوجائیگی۔

یہ امر بھی عرض کردینے کے قابل ہے کہ حضرت حجۃ اللہ علی العالمین شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جب اوّل قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا تو حاشیہ پر ضروری فوائد بھی کچھ تحریر فرمائے۔ مگر نہایت مختصر اور مجمل اور بہت کم موقعوں پر جو عام مسلمانوں کو کسی مرتبہ میں بھی کافی نہیں ہوسکتے۔ اُس کے بعد جب حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے ترجمہ فرمایا تو حضرت ممدوح نے فوائد کو بھی ایک مقدار کافی ضروری تک بڑھادیا۔ جو نہایت مفید اور کارآمد ہیں۔ مگر مختصر عبارت اور سادہ الفاظ میں کہ بعض مواقع میں ہر کوئی سہولت سے نہیں سمجھ سکتا۔

اب اصل ترجمہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اپنی ترمیم کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ ترمیم صرف دو امر کے متعلق ہے۔ لفظ متروک کو بدل دینا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اجمال کو کھول دینا۔ اسکے بعد اتنا اور عرض ہے کہ جس موقع پر ہم کو لفظ بدلنے کی نوبت آئی ہے وہاں ہم نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو مناسب سمجھا بڑھادیا نہیں بلکہ حضرات اکابر کے تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے۔ خود موضح القرآن میں دوسری جگہ کوئی لفظ مل گیا یا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی اُردو تفسیر میں یا حضرت مولانا رفیع الدین کے ترجمہ میں یا "فتح الرحمٰن" میں۔ حتی الوسع ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے۔ البتہ کچھ مواقع ایسے بھی نکلینگے جہاں کسی وجہ سے ہم نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ داخل کردیا ہے۔ اور جہاں ہم نے کوئی لفظ بدلا ہے وہاں دونوں باتوں کا خیال رکھا یعنی لفظ ہلکا، سہل، محاورہ کے موافق بھی اور مطابق غرض اور موافق مقام بھی پورا ہو اور جس جگہ ایسا لفظ ہم کو نہیں ملا وہاں جانب معنی کو ترجیح دی ہے یعنی لفظ موافق مراد اور مناسب مقام کو اختیار کیا ہے۔ گو اُس میں کسی قدر طول ہوا یا لفظ بہت مشہور نہ ہو۔ اور ہم نے جس جگہ کسی مصلحت سے ترتیب کو بدلا ہے یا اور کوئی تغیر کیا ہے تو یہ ضرور لحاظ رکھا ہے کہ اُس کی نظیر حضرات اکابر کے تراجم میں موجود ہونی چاہیئے۔ ایسا تغیر جس کی نظیر مقدس حضرات کے تراجم میں نہ ہو ہم نے کل ترجمہ میں جائز نہیں رکھا۔ اتفاق سے اگر کوئی موقع اس عرض کے خلاف ہو تو وہ یقیناً ہمارا سہو ہے یا خطا۔ بالقصد جان بوجھ کر ہم نے ایسا کہیں نہیں کیا۔

حضرات علماء میں بعض کلمات قرآنی کے ترجمہ میں باہم کچھ خلاف ہوا ہے۔ اور بعض آیات کے مطلب میں بھی کچھ نزاع ہے سو ایسے مواقع میں ہم نے حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ ہی کا اتباع کیا ہے۔ الا ماشاء اللہ کہ کسی موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی متابعت اختیار کی ہے۔

فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ موضح القرآن کے جملہ فوائد کے لینے کا التزام کیا گیا ہے۔ مگر شاذ و نادر کہ کسی وجہ سے اُس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی اور فوائد میں

اور حضرت شاہ صاحب کی تقلید کی وجہ سے ترجمہ میں اگر کسی جگہ قدرے تنگی رہ گئی تو اُس کے بدلے میں مکافات سے بھی زائد فوائد میں اُس کو واضح کر دیا گیا ہے۔ اور بغرض تشریح و تسہیل تکمیل فوائد کی تکثیر کو ہم نے اختیار کیا۔ فوائد میں طول ہوجانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو کوئی مترجم فوائد لکھتا ہے وہ صرف کلام مجید کے متعلق لکھتا ہے اور احقر کو اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کے متعلق بھی بعض مواقع میں کچھ کچھ عرض کرنے کی نوبت آتی ہے۔ کیونکہ ہماری تمام سعی کا لُبِ لُباب دراصل ترجمہ موصوف کی خدمتگزاری ہے وبس۔ چونکہ بعض بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہوگیا۔ اس لیئے اس کا کوئی نام مستقل مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا مگر صرف دفع التباس اور رفع اشتباہ کی مصلحت سے مناسب معلوم ہُوا کہ اگر اصل ترجمہ کے نام کے علاوہ اس کا بھی کچھ نام رکھ دیا جائے تو التباس واشتباہ سے پورا بچاؤ رہیگا۔ اُس کا نام "موضح قرآن" ہے اس کا نام "موضح فرقان" بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک کے ہیں ایک، اور ہیں دو کے دو۔ کہنے کو دو اور حقیقت میں ہیں ایک۔ مگر موضح قرآن میں یہ خوبی ہے کہ تاریخی بھی ہے۔ موضح فرقان تاریخی نہیں، ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلف کے بعد تاریخی بھی ہوسکتا ہے۔ قطعہ

یادگارِ شہ عبدالقادرؒ ترجمہ موضح قرآن مجید
وہ کہ آن معدنِ صد خوبی را کرد ترمیم اقل العبید
بے شش و پنج بگفتہ محمود سال او موضح فرقانِ حمید

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے رب کو پہچانیں اور اُس کی صفات اور اُس کے احکام کو معلوم کریں اور تحقیق کریں کہ حق تعالیٰ کونسی باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کونسی باتوں سے غصہ ہوتا ہے اور اُسکی خوشی کے کاموں کو کرنا اور اُس کی ناخوشی کے کاموں سے بچنا، اسی کا نام بندگی ہے۔ اور جو بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں۔ اور سب کو معلوم ہے کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے سب چیزوں سے ناواقف اور محض انجان ہوتا ہے پھر سکھلانے سے سب کچھ سیکھ لیتا ہے اور بتلانے سے ہر چیز جان لیتا ہے اسی طرح حق کا پہچاننا اور اُس کی صفات اور احکام کا جاننا بھی بتلانے اور سکھلانے سے آتا ہے۔ لیکن جیسا حق تعالیٰ نے ان باتوں کو قرآن شریف میں خود بتلایا ہے ویسا کوئی نہیں بتلا سکتا اور جو اثر اور برکت اور ہدایت خدائے تعالیٰ کے کلام پاک میں ہے وہ کسی کے کلام میں نہیں۔ اس لیئے عام خاص جملہ اہل اسلام کو لازم ہے کہ اپنے اپنے درجہ کے موافق کلام اللہ کے سمجھنے میں غفلت اور کوتاہی نہ کریں۔ سو قرآن شریف کے اوپر کے درجہ کے مطالب اور خوبیاں تو عالموں کے سمجھنے کی بات ہے مگر جو لوگ کہ علم عربی سے ناواقف ہیں اُن کو بھی کم سے کم اتنا ضرور کرنا چاہیئے کہ علمائے دین نے جو سلیس ترجمے اُن کی زبان میں عوام کی واقفیت اور ہدایت کے لیئے کر دیئے ہیں ان کے ذریعہ سے اپنے معبودِ حقیقی کے کلام کے سمجھنے میں ہرگز کاہلی نہ کریں اور اس نعمت لازوال سے بالکل محروم نہ رہیں کہ بہت بڑی بدبختی اور کم قسمتی ہے مگر اس میں اتنا اندیشہ ضرور ہے کہ صرف فارسی خواں یا اُردو داں جو محاورات عرب سے ناواقف ہے محض سلیس ترجمہ کو دیکھ کر کچھ کا کچھ سمجھ جائیگا کیونکہ پچھلی بات کا پہلی بات سے ملنا یا جُدا ہوجانا اکثر مواقع میں بدون بتلائے ناواقف کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور کسی مضمون مجمل اور مبہم میں کچھ کا کچھ سمجھ جانا عوام سے کچھ بعید نہیں۔ یہاں تک کہ بعض آیتوں میں ضمیر کے مرجع میں غلطی کھا کر خرابی میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ نیز یہ امر بھی ضروری ہے کہ کلام الٰہی کے معنی بلا سند معتبر نہیں اور سلفِ صالحین کے مخالف کسی آیت کے معنی لینے جہل اور گمراہی ہے بالخصوص موضح القرآن کے اُن فوائد کو سمجھنا جو کہ جگہ جگہ حضرت شاہ صاحب نے اشارۃً ارشاد فرمائے ہیں بدون بتلائے عالم واقف کے ناممکن جیسا کہ ابھی معروض کر آیا ہوں۔ سو ان وجوہ سے لازم ہے کہ اُستاد سے سیکھنے میں مسلمان کاہلی اور کوتاہی نہ کریں اور محض اپنی رائے پر اعتماد کر کے ثواب کے بدلے اللہ کا غصہ نہ کمائیں۔ واللہ الموفق وھو یھدی السبیل۔

یہ مضمون حضرت شاہ صاحب کا ہے جو تھوڑی سی تفصیل اور تغیر کے ساتھ ہم نے مفید سمجھ کر عرض کر دیا ہے۔ اگر کاش مسلمانانِ ہند اس مفید قابل اہتمام مضمون کی پابندی کرتے تو آج ترجمہ موضح القرآن کے سمجھ میں نہ آنے کی شکایت نہ کرتے اور جو حضرات ترجمہ موصوف کے سمجھنے میں آج سُست اور کاہل نظر آتے ہیں وہ دوسروں کے سمجھانے میں چست اور مستعد نظر آتے۔ حضرات علماء عام اہل اسلام کی بہبودی اور نفع رسانی کی غرض سے سہل سے سہل نئے نئے ترجمے شائع کرتے رہتے ہیں مگر انصاف سے اس وقت تک نفع مذکور باوجود کثرت تراجم عام اور شائع طور پر اہل اسلام میں نہیں پھیلا۔ جب تک خود اہل اسلام ترجمۂ قرآن شریف کو ضروری اور مفید سمجھ کر اپنے شوق اور توجہ سے سیکھنا اور سمجھنا نہ چاہینگے۔ اُس وقت تک تکثیر تراجم سے عوام کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے قطعہ

فہم سخن تا نکند مستمع ؛ قوت طبع از متکلم مجوے ؛ فسحت میدانِ ارادت بیار ؛ تا بزند مرد سخنگوی گوے

حضرات علماء نے عوام کی بہبودی کی غرض سے جیسے سہل اور آسان متعدد ترجمے شائع فرما دیئے ہیں ایسے ہی اس کی بھی حاجت ہے کہ علی العموم مسلمانوں کو اُن ترجموں کے سیکھنے اور اُنکے سمجھنے کی طرف رغبت بھی دلائی جائے علمائے کرام اہل اسلام کو خاص طور سے ترجموں کے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت اور اُس کی منفعت دل نشین کرنے میں کوتاہی نہ فرمائیں۔ بلکہ ترجمہ کی تعلیم کے لیئے ایسے سلسلے بھی قائم فرما دیں کہ جو چاہے بسہولت اپنی حالت کے مناسب اور فرصت کے موافق حاصل کر سکے۔ واللہ الموفق والمعین۔

التماسِ اخیر

حضرت شاہ صاحب کے اصل ترجمہ کا احسن التراجم اور انفع التراجم ہونا تو انشاء اللہ ایسا نہیں کہ اہل علم و دیانت میں کوئی اُس کا منکر ہو ہاں احقر نے جو اُسکی خدمت اور ترمیم کی ہے اُس کی نسبت ضرور ہم کو خلجان ہے۔ اس لیئے اہل علم و انصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر یہ ترجمہ شائع ہو کر کسی وقت آپ حضرات تک پہنچے تو اس کی حاجت ہے کہ ایک نظر اس کو ملاحظہ فرما کر جو امور قابل اصلاح معلوم ہوں اُن سے ہم کو مطلع فرمانے میں تامل نہ فرمائیں۔ اور اگر کوئی صاحب بالاستقلال ترمیم فرمانا زیادہ پسند کریں تو وہ بالاستقلال اس خدمت کو انجام دینے میں سعی فرمائیں۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ یہ عمدہ اور مفید ترجمہ جو اہل علم اور عوام دونوں کو مفید ہے ایک تھوڑے سے بہانہ سے نظروں سے نہ گر جائے۔ اور ہم اُس کے فیض سے محروم نہ رہ جائیں۔ اور ایک صدقۂ جاریہ میں خلل اور نقصان نہ آجائے جس طرح ہو اور جو کوئی اس کی تلافی اور تدارک بہتر سے بہتر کر سکے وہ اس میں کوتاہی نہ کرے۔ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیئے۔

فہرست سُوَر

نمبر	سورت		صفحہ	نمبر	سورت		صفحہ	نمبر	سورت		صفحہ	نمبر	سورت		صفحہ
۱	الفاتحة	مكية	۲	۳۰	الروم	مكية	۵۲۳	۵۹	الحشر	مدنية	۷۰۷	۸۸	الغاشية	مكية	۷۷۲
۲	البقرة	مدنية	۳	۳۱	لقمان	مكية	۵۳۳	۶۰	الممتحنه	مدنية	۷۱۱	۸۹	الفجر	مكية	۷۷۳
۳	آل عمران	مدنية	۶۳	۳۲	السجدة	مكية	۵۳۸	۶۱	الصّف	مدنية	۷۱۵	۹۰	البلد	مكية	۷۷۵
۴	النساء	مدنية	۹۸	۳۳	الاحزاب	مدنية	۵۴۱	۶۲	الجمعة	مدنية	۷۱۷	۹۱	الشمس	مكية	۷۷۶
۵	المائدة	مدنية	۱۳۶	۳۴	سبا	مكية	۵۵۳	۶۳	المنافقون	مدنية	۷۱۹	۹۲	الليل	مكية	۷۷۷
۶	الانعام	مكية	۱۶۵	۳۵	فاطر	مكية	۵۶۳	۶۴	التغابن	مدنية	۷۲۱	۹۳	الضحٰى	مكية	۷۷۸
۷	الاعراف	مكية	۱۹۴	۳۶	يٰس	مكية	۵۷۱	۶۵	الطلاق	مدنية	۷۲۳	۹۴	الانشراح	مكية	۷۷۹
۸	الانفال	مدنية	۲۲۸	۳۷	الصّٰفّٰت	مكية	۵۷۸	۶۶	التحريم	مدنية	۷۲۶	۹۵	التين	مكية	〃
۹	التوبة	مدنية	۲۴۱	۳۸	صٓ	مكية	۵۸۷	۶۷	الملك	مكية	۷۲۹	۹۶	العلق	مكية	۷۸۰
۱۰	يونس	مكية	۲۶۸	۳۹	الزمر	مكية	۵۹۴	۶۸	القلم	مكية	۷۳۲	۹۷	القدر	مكية	۷۸۱
۱۱	هود	مكية	۲۸۹	۴۰	المؤمن	مكية	۶۰۵	۶۹	الحاقه	مكية	۷۳۵	۹۸	البيّنه	مدنية	۷۸۲
۱۲	يوسف	مكية	۳۰۵	۴۱	فصّلت (حٰمٓ السجدة)	مكية	۶۱۸	۷۰	المعارج	مكية	۷۳۸	۹۹	الزلزال	مدنيه	۷۸۳
۱۳	الرعد	مدنية	۳۲۱	۴۲	الشورٰى	مكية	۶۲۶	۷۱	نوح	مكية	۷۴۰	۱۰۰	العٰديٰت	مكية	۷۸۴
۱۴	ابراهيم	مكية	۳۳۰	۴۳	الزخرف	مكية	۶۳۳	۷۲	الجن	مكية	۷۴۲	۱۰۱	القارعة	مكية	〃
۱۵	الحِجْر	مكية	۳۳۸	۴۴	الدخان	مكية	۶۴۳	۷۳	المزمّل	مكية	۷۴۵	۱۰۲	التكاثر	مكية	۷۸۵
۱۶	النحل	مكية	۳۴۵	۴۵	الجاثيه	مكية	۶۴۶	۷۴	المدثّر	مكية	۷۴۷	۱۰۳	العصر	مكية	۷۸۶
۱۷	بنی اسرائيل	مكية	۳۶۵	۴۶	الاحقاف	مكية	۶۵۱	۷۵	القيٰمة	مكية	۷۴۹	۱۰۴	الهمزة	مكية	〃
۱۸	الكهف	مكية	۳۸۰	۴۷	محمدٌ	مدنية	۶۵۷	۷۶	الدهر	مدنية	۷۵۱	۱۰۵	الفيل	مكية	۷۸۷
۱۹	مريم	مكية	۳۹۵	۴۸	الفتح	مدنية	۶۶۲	۷۷	المرسلٰت	مكية	۷۵۳	۱۰۶	قريش	مكية	〃
۲۰	طٰهٰ	مكية	۴۰۴	۴۹	الحُجُرٰت	مدنية	۶۶۸	۷۸	النباء	مكية	۷۵۷	۱۰۷	الماعون	مكية	۷۸۸
۲۱	الانبياء	مكية	۴۱۷	۵۰	قٓ	مكية	۶۷۲	۷۹	النّٰزعٰت	مكية	۷۵۹	۱۰۸	الكوثر	مكية	〃
۲۲	الحج	مدنية	۴۲۹	۵۱	الذّٰريٰت	مكية	۶۷۵	۸۰	عبس	مكية	۷۶۱	۱۰۹	الكٰفرون	مكية	۷۸۹
۲۳	المؤمنون	مكية	۴۴۳	۵۲	الطور	مكية	۶۷۹	۸۱	التكوير	مكية	۷۶۳	۱۱۰	النصر	مدنية	〃
۲۴	النور	مدنية	۴۵۳	۵۳	النجم	مكية	۶۸۲	۸۲	الانفطار	مكية	۷۶۴	۱۱۱	اللهب	مكية	۷۹
۲۵	الفرقان	مكية	۴۶۶	۵۴	القمر	مكية	۶۸۵	۸۳	التطفيف	مكية	۷۶۵	۱۱۲	الاخلاص	مكية	〃
۲۶	الشعراء	مكية	۴۷۵	۵۵	الرّحمٰن	مدنية	۶۸۹	۸۴	الانشقاق	مكية	۷۶۷	۱۱۳	الفلق	مكية	۷۹۱
۲۷	النمل	مكية	۴۸۸	۵۶	الواقعة	مكية	۶۹۳	۸۵	البروج	مكية	۷۶۹	۱۱۴	الناس	مكية	〃
۲۸	القصص	مكية	۴۹۹	۵۷	الحديد	مدنية	۶۹۷	۸۶	الطارق	مكية	۷۷۰				
۲۹	العنكبوت	مكية	۵۱۳	۵۸	المجادله	مدنية	۷۰۳	۸۷	الاعلٰى	مكية	۷۷۱				

اَلسُّوَرُ الْمَكِّيَّة ۸۶

اَلسُّوَرُ الْمَدَنِيَّة ۲۸

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا
صدق الله العظیم

موضح الفرقان

(یعنی)

تفسیرِ عثمانی رحمہ اللہ

ترجمہ: شیخ الہند مولینا محمود حسن رحمہ اللہ (اسیرِ مالٹا)

تفسیر: علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (شیخ الاسلام پاکستان)

تعارف و فہرست مضامین

مولینا محمد اشفاق احمد - کراچی

شائع کردہ: مکتبہ مطلوب ۳۵، العباس مارکیٹ بلاک اے نارتھ ناظم آباد کراچی

مطبوعہ: عالمین پبلیکیشنز پریس ۲۲، ریگن روڈ۔ ہجویری پارک ○ لاہور

۱۳۹۸ھ — ۱۹۷۸ء

الحمد ۱ — سورة الفاتحة مكية وهي سبع آيات — المنزل ۱

بسم الله الرحمن الرحيم

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ف۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں ف۲ جو پالنے والا سارے جہان کا ف۳ بیحد مہربان

الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳ اِيَّاكَ نَعْبُدُ

نہایت رحم والا مالک روزِ جزا کا ف۴ تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ف۵ بتلا ہم کو راہ

الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

سیدھی راہ اُن لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا ف۶

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے ف۷

ع ۱

ف۱ رحمٰن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رحمٰن میں رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے ترجمہ میں ان سب باتوں کا لحاظ ہے ف۲ یعنی سب تعریفیں عمدہ سے عمدہ اول سے آخر تک جو ہوئی ہیں اور جو ہونگی خدا ہی کو لائق ہیں۔ کیونکہ ہر نعمت اور ہر چیز کا پیدا کرنیوالا اور عطا کرنے والا وہی ہے خواہ بلاواسطہ عطا فرمائے یا بواسطہ جیسے دھوپ کی وجہ سے اگر کسی کو حرارت یا نور پہنچے تو حقیقت میں آفتاب کا فیض ہے۔ شعر حمد را با تو نسبتے ست درست ٭ بر در ہر کہ رفت بر در تست۔ تو اب اس کا یہ ترجمہ کرنا کہ (ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے) بڑی کوتاہی کی بات ہے جس کو اہل فہم خوب سمجھتے ہیں ف۳ مجموعۂ مخلوقات کو عالم کہتے ہیں اور اسی لئے اس کی جمع نہیں لاتے۔ مگر آیت میں عالم سے مراد ہر ہر جنس (مثلاً عالم جن، عالم ملائکہ، عالم انس وغیرہ وغیرہ) ہیں۔ اس لئے جمع لائے تاکہ جملہ افراد عالم کا مخلوق جناب باری ہونا خوب ظاہر ہو جائے ف۴ اسکے خاص کرنے کی اول وجہ تو یہی ہے کہ اس دن بڑے بڑے امور پیش آئینگے ایسا خوفناک روز نہ پہلے ہوا نہ آگے کو ہو دوسرے اس روز بجز ذات پاک حق تعالیٰ کے کسی کو ملک و حکومت ظاہری بھی تو نصیب نہ ہوگی لمن الملك اليوم لله الواحد القهار ف۵ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطۂ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

ف۶ جن پر انعام کیا گیا وہ چار فرقے ہیں نبیین و صدیقین و شہداء و صالحین کلام اللہ میں دوسرے موقع پر اس کی تصریح ہے اور المغضوب علیهم سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد ہیں۔ دیگر آیات و روایات اس پر شاہد ہیں اور صراط مستقیم سے محرومی کل دو طرح پر ہوتی ہے۔ عدم علم یا جان بوجھ کر کوئی فرقہ گمراہ اگلا پچھلا ان دو سے خارج نہیں ہو سکتا سو نصاریٰ تو وجہ اول میں اور یہود دوسری میں ممتاز ہیں ف۷ یہ سورت خدا تعالیٰ نے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ جب ہمارے دربار میں حاضر ہو تو ہم سے یوں سوال کیا کرو اس لئے اس سورت کا ایک نام تعلیم مسئلہ بھی ہے۔ اس سورت کے ختم پر لفظ آمین کہنا مسنون ہے۔ اور یہ لفظ قرآن شریف سے خارج ہے۔ معنی اس لفظ کے یہ ہیں کہ الٰہی ایسا ہی ہو یعنی مقبول بندوں کی پیروی اور نافرمانوں سے علیحدگی میسر ہو اس سورت کے اول نصف میں اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفت اور دوسرے حصہ میں بندہ کے لئے دعا ہے فائدہ غیر المغضوب الخ الذین کا بدل ہے یا اس کی صفت ہے اس لئے اس کے مناسب ترجمہ کیا گیا۔ بعض تراجم دہلویہ میں جو اس کا ترجمہ کیا ہے خلاف ترکیب و خلاف مقصود ہے۔

الجزء الأول

سورة البقرة مدنية وهي مائتان وست وثمانون آية وأربعون ركوعا

المنزل الأول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۟ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى

ف۱ اس کتاب میں کچھ شک نہیں ف۲ راہ بتلاتی ہے ف۳

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۟ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

ڈرنے والوں کو ف۴ جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا ف۵ اور

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

قائم رکھتے ہیں نماز کو ف۶ اور جو ہم نے روزی دی ہے اُن کو اس میں سے

يُنْفِقُوْنَ ۟ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا

خرچ کرتے ہیں ف۷ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اُس پر کہ جو کچھ

اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

نازل ہوا تیری طرف اور اُس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے

ف۱ ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں ان کے اصلی معنی تک اوروں کی رسائی نہیں۔ بلکہ یہ بھید ہے اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمایا۔ اور بعض اکابر سے جو ان کے معنی منقول ہیں اُس سے صرف تمثیل و تنبیہ و تسہیل مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ مراد حق تعالیٰ یہی ہے۔ تو اب اس کو رائے شخصی کہہ کر تغلیط کرنا محض شخصی رائے ہے جو تحقیق علماء کے بالکل خلاف ہے ف۲ یعنی اس کے کلام الٰہی ہونے اور اس کے جملہ مضامین کے واقعی ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ جاننا چاہیے کہ کسی کلام میں اشتباہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو خود اُس کلام میں کوئی غلطی اور خرابی ہو یا سننے والے کے فہم میں خلل ہو۔ اوّل صورت میں محل ریب یہ کلام ہے اور دوسری صورت میں محل ریب حقیقت میں سمجھنے والے کا فہم ہے۔ کلام بالکل حق ہے گو اُس کو اپنی نافہمی سے وہ کلام محل ریب معلوم ہو۔ سو اس آیت میں ریب کی صورت اوّل کی نفی فرمائی ہے تو اب یہ شبہ کہ کلام اللہ کے کلام الٰہی اور حق ہونے میں تو سب کفار کو ریب و انکار تھا پھر اس نفی کے کیا معنی۔ بالکل جاتا رہا باقی رہی صورت ثانی اس کو آگے چل کر فرما دیا گیا وان کنتم فی ریب الخ ف۳ یہاں سے اخیر قرآن تک جواب ہے اھدنا الصراط المستقیم کا جو سوال بندوں کی طرف سے ہوا تھا۔ ف۴ یعنی جو بندے اپنے خدا سے ڈرتے ہیں اُن کو یہ کتاب راستہ بتلاتی ہے کیونکہ جو اپنے خدا سے خائف ہوگا اُس کو امور مرضیہ اور غیر مرضیہ یعنی طاعت و معصیت کی ضرور تلاش ہوگی اور جس نافرمان کے دل میں خوف ہی نہیں اُس کو طاعت کی کیا فکر اور معصیت سے کیا اندیشہ ف۵ یعنی جو چیزیں ان کے عقل و حواس سے مخفی ہیں (جیسے دوزخ جنت۔ ملائکہ وغیرہ) اُن سب کو اللہ اور رسول کے ارشاد کی وجہ سے حق اور یقینی سمجھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان امور غائبہ کا منکر ہدایت سے محروم ہے۔ ف۶ اقامت صلوٰۃ کا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ رعایت حقوق کے ساتھ وقت پر ادا کرتے ہیں ف۷ سب طاعتوں کی اصل تین ہیں۔ اوّل جو باتیں دل سے تعلق رکھتی ہیں، دوسری بدن کی، تیسری مال کی سو اس آیت میں ہر سہ اصول کو ترتیب وار لے لیا۔

مع

ف۱ اس سے پہلی آیت میں اُن لوگوں کا بیان تھا جن مشرکین نے ایمان قبول کیا یعنی اہل مکہ اور اس آیت میں اُن کا بیان ہے جو اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) مشرف باسلام ہوئے ف۲ یعنی اہل ایمان کے دونوں گروہ مذکورہ بالا دنیا میں اُن کو ہدایت نصیب ہوئی اور آخرت میں اُن کو ہر طرح کی مراد ملیگی جس سے معلوم ہو گیا کہ جو نعمتِ ایمان اور اعمال حسنہ سے محروم رہے اُن کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہیں اب اُن دونوں فریق مومنین سے فارغ ہو کر اس کے آگے کفار کی حالت بیان کیجاتی ہے ف۳ ان کفار سے خاص وہ لوگ مراد ہیں جن کے لئے کفر مقرر ہو چکا اور دولت ایمان سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیئے گئے جیسے ابو جہل ابو لہب وغیرہا ورنہ ظاہر ہے کہ بہت کافر لوگ جو کافر تھے مشرف باسلام ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں ف۴ اُنکے دلوں پر مہر کر دی (یعنی حق بات کو نہیں سمجھتے) اور کانوں پر مہر کر دی (یعنی حق بات کو متوجہ ہو کر نہیں سنتے) اور آنکھوں پر پردہ ہے (یعنی راہ حق کو نہیں دیکھتے) کفار کا بیان ختم ہو گیا اب منافقوں کا حال اس کے بعد تیرہ آیتوں میں ذکر کیا جاتا ہے۔ ف۵ یعنی دل سے ایمان نہیں لائے جو حقیقت میں ایمان ہے صرف زبان کو فریب دینے کے لئے اظہار ایمان کرتے ہیں ف۶ یعنی اُن کی فریب بازی نہ خدائے تعالیٰ کے اوپر چل سکتی ہے کہ وہ عالم الغیب ہے اور نہ مومنین پر کہ حق تعالیٰ مومنین کو بواسطہ پیغمبر اور دیگر دلائل و قرائن کے منافقین کے فریب سے آگاہ فرما دیتا ہے بلکہ اُن کی فریب بازی کا وبال اور اس کی خرابی حقیقت میں اُن ہی کو پہنچتی ہے مگر وہ اُس کو اپنی غفلت اور جہالت اور شرارت سے نہیں سوچتے اور نہیں سمجھتے اگر غور کریں تو سمجھ لیں کہ اس فریب بازی سے مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اس کا نتیجہ خراب ہم کو پہنچ رہا ہے حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ (شاہ عبدالقادر صاحبؒ) کے فہم کی نزاکت ہے کہ یہاں یشعرون کا ظاہر ترجمہ چھوڑ کر اُس کا ترجمہ بوجھنا یعنی سوچنا فرمایا ف۷ یعنی اُن کے دلوں میں نفاق اور دین اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حسد اور عناد یہ مرض پہلے سے موجود تھے اب نزول قرآن اور ظہور شوکت اسلام اور ترقی و نصرت اہل اسلام کو دیکھ دیکھ کر اُنکی وہ بیماری اور بڑھ گئی ف۸ اس جھوٹ کہنے سے وہی اسلام کا جھوٹا دعویٰ اٰمنا باللہ وبالیوم الاخر مراد ہے جو اوپر گذر چکا یعنی عذاب الیم حقیقت میں اُن کے نفاق کی سزا ہے نہ مطلق جھوٹ بولنے کی حضرت شاہ صاحبؒ کو اسی باریک فرق پر متنبہ فرمانا منظور ہے جو یکذبون کا ترجمہ جھوٹ بولنے کی جگہ "جھوٹ کہنا" فرماتے ہیں فجزاہ اللہ ما ادق نظرہ ف۹ خلاصہ یہ ہے کہ منافقین بچند وجوہ فساد پھیلاتے تھے، اوّل تو خواہشات نفسانیہ میں منہمک تھے اور انقیاد احکام شرعیہ سے کاہل اور متنفر تھے دوسرے مسلمانوں اور کافروں دونوں کے پاس آتے جاتے تھے اور اپنی قدر و منزلت بڑھانے کو ہر ایک کی باتیں دوسروں تک پہنچاتے رہتے تھے تیسرے کفار سے بنہایت مدارات و مخالطت سے پیش آتے تھے اور امور دین کی مخالفت پر کفار پر اصلا مزاحمت نہ کرتے تھے اور کفار کے اعتراضات و شبہات کو جو دین کی باتوں پر ہوتے تھے مسلمانوں کے روبرو نقل کرتے تھے تاکہ ضعیف الاعتقاد اور ضعیف الفہم احکام شرعیہ میں متردد ہو جائیں اور جب کوئی ان فسادات سے انکو منع کرتا تو جواب دیتے تھے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام قوم اور ملک مثل زمانہ سابق شیر و شکر ہو کر رہیں اور دین جدید کی وجہ سے جو مخالفت بڑھ گئی ہے بالکل جاتی رہے چنانچہ ہر زمانہ میں دنیا طلب ہوا پرست ایسا ہی کہا کرتے ہیں ف۱۰ یعنی اصلاح تو حقیقت میں یہ ہے کہ دین حق جملہ ادیان پر غالب ہو اور جملہ اغراض و منافع دنیوی سے احکام شرعیہ کی رعایت زیادہ کیجائے اور در بارۂ دین کسی کی موافقت و مخالفت کی پرواہ نہ ہو "خاک بر دلداری اغیار باش" منافقین بحیلۂ مصالحت و مصلحت اندیشی جو کچھ کرتے ہیں وہ حقیقت میں فساد محض ہے مگر اُنکو اس کا شعور نہیں ف۱۱ یعنی اپنے دلوں میں یہ کہتے تھے یا آپس میں یا اُن ضعفائے مسلمین سے جو کسی وجہ سے اُنکے رازدار بن رہے تھے ف۱۲ سفہا کہا سچے مسلمانوں کو کہ احکام خداوندی پر دل سے ایسے فدا تھے کہ لوگوں کی مخالفت اور اسکے نتائج بد اور انقلاب زمانہ کی مضرات گوناگوں سے اپنا بچاؤ نہ کرتے تھے بخلاف منافقین کے کہ مسلمان و کفار سب سے ظاہر بنا رکھا تھا اور اغراض نفسانی کے سبب آخرت کا کچھ فکر نہ تھا مصلحت بینی اس درجہ غالب تھی کہ ایمان و پابندی احکام شرع کی ضرورت نہ سمجھتے تھے فقط دعوئ زبانی اور ضروری اعمال بمجبوری ادا کر لینے پر قناعت تھی۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰۗىِٕكَ عَلٰي هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۤ وَ

اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں ف۱ وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ

وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے ف۲ بیشک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے اُن کو

ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ

تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لاویں گے ف۳ مہر کر دی اللہ نے اُن کے دلوں پر

وَعَلٰي سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓي اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷

اور اُنکے کانوں پر اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے ف۴ اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ

اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر اور وہ ہرگز

بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ

مومن نہیں ف۵ دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور دراصل کسی کو دغا نہیں دیتے مگر

اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَھُمُ اللّٰهُ

اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے ف۶ اُن کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دی اللہ نے اُنکی

مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ڏ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا

بیماری ف۷ اور اُنکے لئے عذاب دردناک ہے اس بات پر کہ جھوٹ کہتے تھے ف۸ اور جب

قِيْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱

کہا جاتا ہے اُن کو فساد نہ ڈالو ملک میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ف۹

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا قِيْلَ

جان لو وہی ہیں خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے ف۱۰ اور جب کہا جاتا ہے

لَھُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ

اُن کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے سب لوگ تو کہتے ہیں ف۱۱ کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف ف۱۲

ع ۱

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ
جان لو وہی ہیں بیوقوف لیکن نہیں جانتے ف۱ اور جب ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں

اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ
سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس ف۲ تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ
ہم تو ہنسی کرتے ہیں ف۳ (یعنی مسلمانوں سے) اللہ ہنسی کرتا ہے اُن سے ف۵ اور ترقی دیتا ہے اُن کو اُن کی

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى
سرکشی میں (اور حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں) ف۶ یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى
سو نافع نہ ہوئی اُن کی سوداگری ف۷ اور نہ ہوئے راہ پانے والے ف۸ اُنکی مثال اُس شخص کی سی ہے جسنے

اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ
آگ جلائی پھر جب روشن کر دیا آگ نے اُسکے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے اُن کی روشنی اور

تَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾
چھوڑا اُن کو اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے ف۹ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹینگے ف۱۰

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ
یا اُنکی مثال ایسی ہے جیسے زور کا مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے اُس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی دیتے ہیں

اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۗ وَاللّٰهُ
اُنگلیاں اپنے کانوں میں مارے کڑک کے موت کے ڈر سے اور اللہ

مُحِيْطٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۗ كُلَّمَآ
احاطہ کرنیوالا ہے کافروں کا ف۱۱ قریب ہے کہ بجلی اُچک لے اُن کی آنکھیں جب

اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
چمکتی ہے اُن پر تو چلنے لگتے ہیں اُسکی روشنی میں اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر چاہے اللہ

ف۱ یعنی بیوقوف حقیقت میں منافقین ہی ہیں کہ مصالح و اغراض دنیوی یا در ہوا کی وجہ سے آخرت کا خیال نہ کیا فانی کو لینا اور باقی کو چھوڑنا کس قدر حماقت ہے اور مخلوقات سے ڈرنا کہ جن سے بزور طرح اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں اور علام الغیوب سے نہ ڈرنا کہ جہاں کسی طرح کوئی امر پیش ہی نہ جا سکے کتنی جہالت ہے اور صلح کل کیسے کہ جس میں احکم الحاکمین اور اُس کے مقبول بندوں سے مخالفت کی جاتی ہے مگر منافقین اس درجہ بیوقوف ہیں کہ ایسی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے ف۲ شیاطین (یعنی شریر لوگ) مراد ان سے یا تو وہ کفار ہیں جو اپنے کفر کو سب پر ظاہر کرتے تھے یا وہ منافقین مراد ہیں جو اُن میں رئیس سمجھے جاتے تھے ف۳ یعنی کفر و اعتقاد دین کے معاملہ میں ہم بالکل تمہارے ساتھ ہیں تم سے کسی حالت میں جدا نہیں ہو سکتے ف۴ یعنی ظاہری موافقت جو ہم مسلمانوں سے کرتے ہیں اُس سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم واقع میں اُن کے موافق ہیں. ہم تو اُن سے تمسخر کرتے ہیں اور اُنکی بیوقوفی سب پر ظاہر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے افعال ہمارے اقوال کے مخالف ہیں مگر وہ اپنی بیوقوفی سے صرف ہماری زبانی باتوں پر ہم کو مسلمان سمجھ کر ہمارے مال اور اولاد پر ہاتھ نہیں ڈالتے اور مال غنیمت میں ہم کو شریک کر لیتے ہیں اور اپنی اولاد سے ہمارا نکاح کر دیتے ہیں اور ہم اُن کے راز کی باتیں اُڑا لاتے ہیں اور وہ اس پر بھی ہمارے فریب کو نہیں سمجھتے ف۵ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فرما دیا کہ منافقین کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرو اُن کے جان و مال سے ہرگز تعرض نہ کرو اس سے منافقین اپنی حماقت سے یہ سمجھ گئے کہ ایمان لانے سے جو فائدہ مسلمانوں کو ہوا وہ سب فوائد ہم کو بھی صرف زبانی اظہار اسلام سے حاصل ہو گئے اس وجہ سے بالکل مطمئن ہو گئے حالانکہ انجام کار یہ مہر منافقین کو سخت بلا میں پھنسانے والا ہے اس کا انجام نہایت خراب ہے تو اب انصاف کیجئے کہ حقیقت میں تمسخر مسلمانوں کا ہوا یا منافقین کا اور یا تمسخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تمسخر کا بدلہ اور سزا اُن کو دیگا ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ڈھیل دی گئی حتی کہ اُنہوں نے سرکشی میں خوب ترقی کی اور ایسے بہکے کہ اس کا انجام کچھ نہ سوچا اور خوش ہوئے کہ ہم مسلمانوں سے ہنسی کرتے ہیں حالانکہ معاملہ بالعکس تھا جاننا چاہیے کہ آیت میں فی طغیانھم فعل یمدھم کے متعلق ہے۔ مگر تراجم دہلویہ جدیدہ میں اس کو یعمھون کے متعلق کر دیا جس کے معنی بگڑ کر معتزلہ کے موافق اور اہل سنت کے خلاف اور استعمال اہل عرب کے مخالف ہو گئے، جو غلط ہے اور جاننے والے اس کو خوب جانتے ہیں. ف۷ تجارت سے مراد وہی گمراہی کا ہدایت کے بدلے مول لینا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے۔ ف۸ یعنی منافقین نے بظاہر ایمان قبول کیا اور دل میں کفر کو رکھا جس کی وجہ سے آخرت میں خراب اور دنیا میں خوار ہوئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اُن کے احوال پر سب کو مطلع فرما دیا ایمان لاتے تو دارین میں سُرخرو ہوتے. تو اب اُن کی تجارت نے کوئی نفع اُن کو نہ پہنچایا نہ دنیا کا اور نہ آخرت کا۔ اور وہ کچھ نہ سمجھے کہ مجرد ایمان زبانی کو کافی اور نافع سمجھ کر اس خرابی اور رسوائی میں گرفتار ہوئے. اب اُن منافقین کے مناسب حال دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ ف۹ یعنی منافقوں کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اندھیری گھنگھور رات میں آگ روشن کرے جنگل میں راستہ دیکھنے کو اور جب آگ روشن ہو گئی اور راستہ نظر آنے کو ہوا تو خدا تعالیٰ نے اُس کو بجھا دیا اور اندھیری رات میں جنگل میں کھڑا رہ گیا کہ کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے ہی منافقین نے مسلمانوں کے خوف سے کلمۂ شہادت کی روشنی سے کام لینا چاہا مگر سر دست کچھ فائدہ حقیر (مثل حفظ جان و مال) اٹھانے پائے تھے کہ نور کلمۂ شہادت اور منافع سب نیست و نابود ہو گئے اور مرتے ہی عذاب الیم میں مبتلا ہو گئے ف۱۰ یعنی بہرے ہیں جو سچی بات نہیں سنتے گونگے ہیں جو سچی بات نہیں کہتے اندھے ہیں جو اپنے نفع و نقصان کو نہیں دیکھتے سو جو شخص بہرا بھی ہو اور گونگا بھی ہو وہ کس طرح راہ پر آئے صرف اندھا ہو تو کسی کو پکارے یا کسی کی بات سُنے تو اب اُن سے ہرگز توقع نہیں کہ گمراہی سے حق کی طرف لوٹیں ف۱۱ دوسری مثل اُن منافقین کی اُن لوگوں کی سی ہے کہ اُن پر آسمان سے مینہ شدت کے ساتھ پڑ رہا ہو اور کئی طرح کی تاریکی اُس میں ہو۔ مثلاً بادل بھی تو بر تو بہت غلیظ و کثیف ہے اور قطرات ابر کی بھی بہت کثرت اور ہجوم ہے اور رات بھی اندھیری ہے اور تاریکی شدید کے ساتھ بجلی کی کڑک اور چمک بھی ایسی ہولناک ہے کہ وہ لوگ موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں کہ آواز کی شدت سے دم نہ نکل جائے۔ اسی طرح پر منافقین تکالیف و تہدیدات شرعیہ کو سن کر اور اپنی خواری و رسوائی کو دیکھ کر اور اغراض و مصالح دنیوی کو خیال کر کر عجب کشمکش اور خوف و پریشانی میں مبتلا ہیں اور اپنی بیہودہ تدبیروں سے اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں. مگر حق تعالیٰ کی قدرت سب طرف سے کفار کا احاطہ کئے ہوئے ہے اُس کی گرفت و عذاب سے وہ کسی طرح بچ نہیں سکتے۔

لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾

تو لیجائے اُن کے کان اور آنکھیں بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۱

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ

تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ☆ جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو

بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ

چھت اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اُس سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا

سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو ف۲ اور اگر تم شک میں ہو اس کلام

نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی ف۳ اور بلاؤ اُس کو جو تمہارا مددگار ہو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا

اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو ف۴ پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾

تو پھر بچو اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے ف۵

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ

اور خوشخبری دے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ اُنکے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں اُن

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ

کے نیچے نہریں جب ملیگا اُن کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّ

ملا تھا ہم کو اِس سے پہلے اور دیئے جائیں گے اُنکو پھل ایک صورت کے ف۶ اور اُنکے لئے وہاں عورتیں ہونگی پاکیزہ اور

ع ۱۳ / ۲

ف۱ حاصل یہ ہے کہ منافقین اپنی ضلالات اور ظلماتی خیال میں مبتلا ہیں لیکن جب غلبۂ نور اسلام اور ظہور معجزات کو یہ دیکھتے ہیں اور تاکید و تہدید شرعی سُنتے ہیں تو متنبہ ہو کر ظاہر میں صراط مستقیم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب کوئی اذیت و مشقت دنیوی نظر آتی ہے تو کفر پر اڑ جاتے ہیں جیسے شدت باراں اور تاریکی میں بجلی چمکی تو قدم رکھ لیا پھر کھڑے ہو گئے مگر چونکہ اس کو سب کا علم ہے اور اُس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں تو ان کے حیلوں اور تدبیروں سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ فائدہ سورت کے اوّل سے یہاں تک تین طرح کے لوگوں کا ذکر فرمایا۔ اوّل مومنوں کا پھر کافروں کا (جن کے دلوں پر مُہر ہے کہ ہرگز ایمان نہ لائینگے) تیسرے منافقوں کا (جو دیکھنے میں مسلمان ہیں مگر دل اُن کا ایک طرف نہیں) ف۲ اب سب بندوں کو مومن ہوں یا کافر یا منافق خطاب فرما کر توحید جناب باری سمجھائی جاتی ہے جو ایمان کے لئے اصل الاصول ہے۔ خلاصہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو پیدا کیا اور تمہاری ضروریات اور کل منافع کو بنایا۔ پھر اُس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بنانا جو تم کو نہ نفع پہنچا سکے نہ مضرت (جیسے بت) کس قدر حماقت اور جہالت ہے حالانکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ اُس جیسا کوئی نہیں ف۳ یہ بات گذر چکی ہے کہ اس کلام پاک میں شبہ کی وجہ یا یہ ہو سکتی تھی کہ اس کلام میں کوئی بات کھٹکے کی ہو سو اُس کے دفعیہ کے لئے لاریب فیہ فرما چکے ہیں اور یا یہ صورت ہو سکتی ہے کہ کسی کے دل میں اپنی کوتاہی فہم یا زیادت عناد سے شبہ پیدا ہو تو یہ صورت چونکہ ممکن بلکہ موجود تھی تو اس کے رفع کرنے کی عمدہ اور سہل صورت بیان فرمادی کہ اگر تم کو اس کلام کے کلام بشری ہونے کا خیال ہے تو تم بھی تو ایک سورت ایسی فصیح و بلیغ تین آیت کی مقدار بنا دیکھو اور جب تم باوجود کمال فصاحت و بلاغت چھوٹی سی سورت کے مقابلہ سے بھی عاجز ہو جاؤ تو پھر سمجھ لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے کسی بندہ کا نہیں اس آیت میں آپ کی نبوت کو مدلل فرما دیا ف۴ یعنی اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ یہ بندہ کا کلام ہے تو جس قدر قابل اور شاعر اور فصحاء و بلغاء موجود ہیں خدائے تعالیٰ کے سوا سب سے مدد لے کر ہی ایک چھوٹی سی سورت ایسی بنا لاؤ یا یہ مطلب ہے کہ خداوند کریم کے سوا تمہارے جتنے معبود ہیں سب سے تضرع اور گریہ و زاری کے ساتھ دعا مانگو کہ اس مشکل بات میں تمہاری کچھ مدد کریں ف۵ پھر اس پر بھی اگر تم ایسی ایک سورت نہ بنا سکو اور یہ بات یقینی ہے کہ ہرگز نہ بنا سکو گے تو پھر ڈرو اور بچو نار دوزخ سے جو سب آگوں سے تیز ہے اُس کا ایندھن کافر اور پتھر ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو اور بچنے کی صورت یہی ہے کہ کلام الٰہی پر ایمان لاؤ اور وہ آگ کافروں کے واسطے تیار کی ہوئی ہے جو کہ قرآن شریف اور نبی کریم کو جھوٹا بتلاتے ہیں ف۶ جنت کے میوے دنیا کے میووں سے شکل و صورت میں ملتے جلتے ہونگے مگر لذت میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ یا جنت کے میوے باہم ایک شکل و صورت کے ہونگے اور مزا جدا جدا تو جب کسی میوے کو دیکھیں گے تو کہیں گے وہی قسم ہے جو پہلے دنیا میں یا جنت میں کھا چکے ہیں اور چکھیں گے تو مزہ اور ہی پائیں گے۔

اور دنیا سے کا دوسرے معاش (از دنیا تھا ہیں اور وہاں رہیں) تیسرے معاد (یہ ہمارا انجام ہیاہے) ف اس آیت میں اس معارضہ کا جواب دیا گیا ہے جو کفار کی طرف سے پہلی آیت پر ہوا۔ حلا
صل اس کا یہ ہے کہ جب چھوٹی سی سورت بھی اس کلام جیسی اُن سے نہ ہو سکی جس سے اُس کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہو چکا تو کفار نے کہا ہر چند ہم اس کلام کے مقابلہ سے عاجز ہیں مگر ہم دوسری دلیل سے اس کا کلام الٰہی نہ ہونا اور کلام بشری ہونا ثابت کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ بڑے بزرگ عظیم الشان اپنے کلام میں ذلیل و حقیر چیزوں کے ذکر سے اجتناب کیا کرتے ہیں حق تعالیٰ جو سب بزرگوں سے برتر اور اعظم ہے اُس نے کیسے اپنے کلام میں مکھی اور مکڑی کا ذکر فرمایا۔ اس معارضہ کا جواب دیا گیا کہ اس میں کوئی شرم اور عار کی بات نہیں کہ حق تعالیٰ مچھر یا اُس سے بڑی چیز مثل مکھی اور مکڑی کی مثال بیان فرمائے کیونکہ مثال سے تو توضیح و تفصیل ممثل لہٗ کی مطلوب ہوتی ہے۔ حقارت اور عظمت سے کیا بحث اور یہ مطلوب جبھی حاصل ہوگا کہ مثال اور ممثل لہٗ میں پوری مطابقت ہو ممثل لہٗ حقیر ہوگا تو اُسکی مثال بھی حقیر ہونی چاہیے ورنہ تمثیل ہی بیہودہ سمجھی جائیگی ہاں اگر تمثیل میں یہ ہوتا کہ مثال اور مثال دینے والے میں موافقت ضروری ہوتی تو بیوقوفوں کا یہ اعتراض چل سکتا۔ مگر اس کا تو کوئی بیوقوف بھی قائل نہ ہوگا اور تورات و انجیل و کلام حکماء و سلاطین میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں اس کے خلاف کہنا کفار کی حماقت اور عناد کی بات ہے اور ما فوقھا کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مچھر سے حقارت اور چھوٹائی میں زیادہ ہو جیسے مچھر کے بازو کہ بعض احادیث میں اُس کو دنیا کی تمثیل میں ذکر فرمایا ہے ف۳ یعنی ایمان والے تو ان مثالوں کو حق اور مفید سمجھتے ہیں اور کفار بطور تحقیر کہتے ہیں کہ ایسی حقیر مثالوں سے خدا کی مراد اور غرض کیا ہوگی جواب دیا گیا کہ اس کلام سراپا ہدایت سے بہتیروں کو گمراہی میں ڈالنا اور بہتیروں کو راہ راست دکھلانا منظور ہے یعنی اہل حق اور اہل باطل میں تمیز تام منظور ہے جو نہایت مفید اور ضروری ہے ف۴ جیسے قطع رحم کرنا، انبیاء اور علماء اور واعظین اور مومنین اور نماز اور دیگر جملہ امور خیر سے اعراض کرنا ف۵ فساد سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ایمان سے نفرت دلاتے تھے اور مخالفان اسلام کو ورغلا کر مسلمانوں سے مقابلہ کراتے تھے اور حضرات صحابہ اور صلحائے اُمت کے عیوب نکال کر تشہیر کرتے تھے تا کہ آپ کی اور دین اسلام کی بے وقعتی لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے اور مسلمانوں کا راز مخالفوں تک پہنچاتے تھے اور طرح طرح کی رسوم و بدعات خلاف طریقۂ اسلام پھیلانے میں سعی کرتے تھے ف۶ مطلب یہ ہے کہ ان حرکات ناشائستہ سے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں، توہین اسلام اور تحقیر صلحائے اُمت کچھ بھی نہ ہو سکیگی۔ ف۷ یعنی اجسام بیجان کہ حس و حرکت کچھ نہ تھی۔ اوّل عناصر تھے اُس کے بعد والدین کی غذا بنے، پھر نطفہ پھر خون بستہ پھر گوشت ف۸ یعنی حالات سابقہ کے بعد نفخ روح کیا گیا جس سے رحم مادر اور اسکے بعد دنیا میں زندہ رہے ف۹ یعنی جب دنیا میں وقت مرنیکا آئیگا۔ ف۱۰ یعنی قیامت کو زندہ کئے جاؤ گے حساب لینے کیواسطے۔ ف۱۱ یعنی قبروں سے نکلکر اللہ تعالیٰ کے روبرو حساب و کتاب کیواسطے کھڑے کئے جاؤ گے۔ سو اب انصاف کرو کہ جب تم اوّل سے آخر تک اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مرہون ہو اور ہر حالت اور حاجت میں اُس کے محتاج اور اُس کے متوقع ہو۔ پھر اس پر بھی کفر کرنا اور اُس کی نافرمانی کرنا کس قدر تعجب خیز امر ہے ف۱۲ اس آیت میں دوسری نعمت بیان فرمائی یعنی اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہاری بقا اور انتفاع کے لئے زمین میں ہر طرح کی چیزیں بکثرت پیدا فرمائیں مطعومات اور مشروبات اور ملبوسات اور ہر چیز کیلئے آلات و سامان، اُسکے بعد متعدد آسمان بنائے گئے جس میں تمہارے لئے طرح طرح کے منافع ہیں ف۱۳ اب ایک بڑی نعمت کا ذکر کیا جاتا ہے جو جملہ بنی آدم پر کیگئی اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش کا قصہ ہے جو تفصیل سے بیان کیا گیا اور ذکر خلیفۃ اللہ بنایا گیا پہلی آیۃ میں جو خلق لکم ما فی الارض جمیعا فرمایا تھا اُس میں کسیکو انکار پیش آئے تو قصہ حضرت آدم

هُوْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً

وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے ف۱ بیشک اللہ شرماتا نہیں اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال مچھر کی

فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا

یا اُس چیز کی جو اُس سے بڑھکر ہے ف۲ سو جو لوگ مومن ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی ہے اُنکے رب کی طرف سے اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ

جو کافر ہیں سو کہتے ہیں کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے

كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ

بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتیروں کو ف۳ اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر بدکاروں کو ☆ جو

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ

توڑتے ہیں خدا کے معاہدہ کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اُس چیز کو جس کو اللہ نے

بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

فرمایا ملانے کو ف۴ اور فساد کرتے ہیں ملک میں ف۵ وہی ہیں ٹوٹے والے ف۶

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ

کس طرح کافر ہوتے ہو خدا تعالیٰ سے حالانکہ تم بیجان تھے ف۷ پھر جلایا تم کو ف۸ پھر مارے گا تم کو ف۹ پھر

يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ

جلائے گا تم کو ف۱۰ پھر اُسی کی طرف لوٹ کے جاؤ گے ف۱۱ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے

جَمِيْعًا ۤ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَھُوَ

سب پھر قصد کیا آسمان کی طرف سو ٹھیک کر دیا اُنکو سات آسمان اور خدا تعالیٰ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِي

ہر چیز سے خبردار ہے ف۱۲ اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانیوالا ہوں

الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ

زمین میں ایک نائب ف۱۳ کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اُسکو جو فساد کرے اُس میں اور خون

الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا

بہائے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو ف۱ فرمایا بیشک مجھ کو معلوم ہے جو

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ

تم نہیں جانتے ف۲ اور سکھلا دیئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا اُن سب چیزوں کو فرشتوں کے

فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو ☆ بولے پاک ہے تو

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ

ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا ف۳ فرمایا

يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ

اے آدم بتادے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام پھر جب بتادیئے اُس نے ان کے نام فرمایا

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا

کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جو

تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو ف۴ اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ڭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

آدم کو تو سب سجدہ میں گر پڑے مگر شیطان ف۵ اس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور تھا وہ کافروں میں کا ف۶

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ

اور ہم نے کہا اے آدم رہا کر تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اُس میں جو چاہو جہاں کہیں سے

شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا

چاہو اور پاس مت جانا اِس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے ظالم ف۷ پھر ہلا دیا اُن کو

الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ

شیطان نے اُس جگہ سے پھر نکالا اُن کو اس عزت و راحت سے کہ جس میں تھے ف۸ اور ہم نے کہا تم سب اُترو تم ایک

ف۱ ملائکہ کو جب یہ خیال ہوا کہ ایسی مخلوق کہ جس میں مفسد اور خونریز تک ہونگے ہم ایسے مطیع اور فرمانبردار کے ہوتے اُن کو خلیفہ بنانا اس کی وجہ کیا ہوگی؟ تو بطریق استفادہ یہ سوال کیا۔ اعتراض ہرگز نہ تھا۔ رہا یہ امر کہ ملائکہ کو بنی آدم کا حال کیونکر معلوم ہوا اس میں بہت سے احتمال ہیں۔ جنات پر قیاس کیا یا حق تعالیٰ نے پہلے بتادیا تھا یا لوح محفوظ پر لکھا دیکھا۔ یا سمجھ گئے کہ حاکم و خلیفہ کی ضرورت جبھی ہوگی جب ظلم و فساد ہوگا یا حضرت آدم کے قالب کو دیکھ کر بطور قیافہ سمجھ گئے ہوں (جیسا ابلیس نے حضرت آدم کو دیکھ کر کہا تھا کہ بے کوُل ہونگے) اور ایسا ہی ہوا۔ ف۲ فرشتوں کو سر دست بالا بالا یہ جواب دیا گیا کہ ہم خوب جانتے ہیں اس کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں ہیں۔ تم کو ابھی تک وہ حکمتیں معلوم نہیں ورنہ اس کی خلافت اور افضلیت میں شبہ نہ کرتے۔ ف۳ خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہر ایک چیز کا نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت کے اور نفع اور نقصان کے تعلیم فرمایا اور یہ علم اُن کے دل میں بلا واسطہ کلام القا کردیا کیونکہ بدون اس کمال علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے اُس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مطلع کرنے کی وجہ سے ملائکہ کو امور مذکورہ کا سوال کیا گیا کہ اگر تم اپنی اس بات میں کہ تم کار خلافت انجام دے سکتے ہو سچے ہو تو ان چیزوں کے نام و احوال بتاؤ لیکن اُنہوں نے اپنے عجز و قصور کا اقرار کیا اور خوب سمجھ گئے کہ بدون اس علم عام کے کوئی کار خلافت زمین میں نہیں کر سکتا اور اس علم عام سے قدر قلیل ہم کو اگر حاصل ہوا بھی تو اتنی بات سے ہم قابل خلافت نہیں ہو سکتے۔ یہ سمجھ کر کہہ اُٹھے کہ تیرے علم و حکمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا ف۴ اس کے بعد حضرت آدم سے جو تمام اشیائے عالم کی نسبت سوال ہوا تو فر فر سب امور ملائکہ کو بتادیئے کہ وہ بھی سب دنگ رہ گئے اور حضرت آدم کے احاطہ علمی پر عش عش کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ کہو ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی امور آسمان و زمین کے جاننے والے ہیں اور تمہارے دل میں جو باتیں مکنون ہیں وہ بھی سب ہم کو معلوم ہیں فائدہ اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔ دیکھئے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ معصوم ہیں مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہیں اس لئے مرتبہ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا اور ملائکہ نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے کیونکہ عبادت تو خاصہ مخلوقات ہے خدا کی صفت نہیں البتہ علم خدائے تعالیٰ کی صفت اعلیٰ ہے اس لئے قابل خلافت یہی ہوئے۔ کیونکہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ کا کمال ہونا ضروری ہے۔ ف۵ جب حضرت آدم کا خلیفہ ہونا مسلم ہو چکا تو فرشتوں کو اور اُن کے ساتھ جنات کو حکم ہوا کہ حضرت آدم کی طرف سجدہ کریں اور اُن کو قبلہ سجود بنائیں جیسا سلاطین اپنا اوّل ولیعہد مقرر کرتے ہیں پھر ارکان دولت کو نذریں پیش کرنے کا حکم کرتے ہیں تاکہ کسی کو سرتابی کی گنجایش نہ رہے چنانچہ سب نے سجدہ مذکور ادا کیا سوائے ابلیس کے کہ اصل سے جنات میں تھا اور ملائکہ کے ساتھ کمال اختلاط رکھتا تھا اور سبب اس سرکشی کا یہ ہوا کہ جنات چند ہزار سال سے زمین میں متصرف تھے اور آسمان پر بھی جاتے تھے جب اُن کا فساد اور خونریزی بڑھی تو ملائکہ نے بحکم الٰہی بعض کو قتل کیا اور بعض کو جنگل پہاڑ اور جزائر میں منتشر کر دیا۔ ابلیس اُن میں بڑا عالم و عابد تھا اُس نے جنات کے فساد کو اپنی بے لوثی ظاہر کی، فرشتوں کی سفارش سے یہ بچ گیا اور اُن ہی میں رہنے لگا اور اس طمع میں کہ تمام جنات کی جگہ اب صرف میں زمین میں متصرف بنایا جاؤں عبادت میں بہت کوشش کرتا رہا اور خلافت ارض کا خیال پکاتا رہا جب حکم الٰہی حضرت آدم کی نسبت خلافت کا ظاہر ہوا تو ابلیس مایوس ہوا اور عبادت ربانی کے رائگاں جانے پر جوش حسد میں سب کچھ کیا اور ملعون ہوا۔ ف۶ یعنی علم الٰہی میں پہلے ہی کافر تھا اوروں کو گو اب ظاہر ہوا یا یوں کہو کہ اب کافر ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ حکم الٰہی کا بوجہ تکبر انکار کیا اور حکم الٰہی کو خلاف حکمت و مصلحت اور موجب عار سمجھا نہیں کہ فقط سجدہ ہی نہیں کیا ف۷ مشہور ہے کہ وہ درخت گیہوں کا تھا یا بقول بعض انگور یا انجیر یا ترنج وغیرہ کا واللہ اعلم ف۸ کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور حوا بہشت میں رہنے لگے اور شیطان کو اُنکی عزت کی جگہ سے نکال دیا شیطان کو اور حسد بڑھا بالآخر مور اور سانپ سے مل کر بہشت میں گیا اور بی بی حوا کو طرح طرح سے ایسا پھسلایا اور بہکایا کہ اُنہوں نے وہ درخت کھا لیا اور حضرت آدم کو بھی کھلایا اور اُنکو یقین دلا دیا تھا کہ اسکو کھانے کے اللہ کے ہمیشہ کو مقرب ہو جاؤ گے اور حق تعالیٰ نے جو ممانعت فرمائی تھی اُسکی توجیہ گھڑ دی۔ آیندہ یہ قصہ مفصل آئیگا۔

ف۲ اس خطائی سزا میں حضرت آدم اور حوا اور جو اولاد پیدا ہونیوالی تھی سب کی سب ... بھیجے گئے بلکہ ایک وقت معین تک وہاں رہو گے اور بہشت دار العصیان اور دار العداوۃ نہیں۔ ان امور کے مناسب ... وہاں کی چیزوں سے بہرہ مند ہوگے اور پھر ہمارے ہی روبرو آؤ گے اور وہ وقت معین ہر ہر شخص کی نسبت تو اس کی موت کا وقت ہے اور تمام عالم کے حق میں قیامت کا ف۳ جب حضرت آدم نے حق تعالیٰ کا حکم عتاب آمیز سنا اور جنت سے باہر آگئے تو بحالت ندامت و انفعال گریہ و زاری میں مصروف تھے اس حالت میں حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چند کلمات اُن کو القا اور الہام کے طور پر بتلائے جن سے اُن کی توبہ قبول ہوئی۔ وہ کلمات یہ ہیں ربنا ظلمنا انفسنا آخر آیت تک ف۴ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ تو قبول فرمائی مگر فی الفور جنت میں جانے کا حکم نہ فرمایا بلکہ دنیا میں رہنے کا جو حکم ہوا تھا اُسی کو قائم رکھا کیونکہ مقتضائے حکمت و مصلحت یہی تھا: ظاہر ہے کہ زمین کے لئے خلیفہ بنائے گئے تھے نہ کہ جنت کے لئے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جو ہمارے مطیع ہونگے اُن کو دنیا میں رہنا مضر نہ ہوگا بلکہ مفید، ہاں جو نافرمان ہیں اُن کے لئے جہنم ہے اور اس تفریق و امتحان کے لئے بھی دنیا ہی مناسب ہے۔ ف۵ جو صدمہ اور اندیشہ کسی مصیبت پر اُس کے ہونے سے پہلے ہوتا ہے اُس کو "خوف" کہتے ہیں اور اُس کے واقع ہو چکنے کے بعد جو غم ہوتا ہے اُس کو "حزن" کہتے ہیں۔ مثلاً کسی مریض کے مرجانیکے خیال پر جو صدمہ ہے وہ خوف ہے اور مرجانیکے بعد جو صدمہ ہے وہ حزن ہے۔ اس آیت میں جو خوف و حزن کی نفی فرمائی، اس سے اگر خوف و حزن دنیوی مراد لیا جائے تو یہ معنی ہونگے کہ جو لوگ ہماری ہدایت کے موافق چلینگے اس میں ان اندیشہ کی گنجائش نہیں کہ شاید یہ ہدایت حقہ نہ ہو شیطان کی طرف کے دھوکے اور مغالطہ ہو اور نہ وہ اس وجہ سے کہ اُن کے باپ سے بالفعل بہشت چھوٹ گئی محزون ہونگے کیونکہ ہدایت والوں کو عنقریب جنت ملنے والی ہے اور اگر خوف و حزن آخرت مراد ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ قیامت کو اہل ہدایت کو نہ خوف ہوگا نہ حزن مگر حزن کا نہ ہونا تو بیشک مسلم لیکن خوف کی نفی فرمانے پر ضرور یہ خلجان ہوتا ہے کہ اُس روز خوف تو حضرات انبیاء علیہم السلام تک کو ہوگا کوئی بھی خوف سے خالی نہ ہوگا۔ تو بات یہ ہے کہ خوف دو طرح ہوتا ہے کبھی تو خوف کا باعث اور مرجع خائف یعنی ڈرنیوالے میں پایا جاتا ہے جیسے مجرم بادشاہی جو بادشاہ سے ڈرتا ہے تو موجب خوف جرم ہے جو مجرم کی طرف رجوع ہوتا ہے اور کبھی مرجع خوف مخوف منہ یعنی جس سے ڈرتے ہیں اُس میں کوئی امر ہوتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کسی بادشاہ صاحب جاہ و جلال کے روبرو یا شیر کے روبرو ہو تو اُس کے خائف ہونے کی یہ وجہ نہیں کہ اُس نے بادشاہ یا شیر کا جرم کیا ہے بلکہ قہر و جلال سلطانی اور ہیبت اور غضب درندگی شیر موجب خوف ہے جس کا مرجع ذات سلطانی اور خود شیر ہے آیت سے پہلی قسم کی نفی ہوئی نہ دوسری قسم کی، شبہہ تو جب ہو سکتا تھا کہ لا خوف علیہم کی جگہ لا خوف فیہم یا لا یخافون فرماتے ف۶ اول یا ایہا الناس اعبدوا خطاب عام تھا اور اُن نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا جو تمام بنی آدم پر عام تھیں مثلاً زمین و آسمان و جملہ اشیاء کا پیدا کرنا، پھر حضرت آدم کو پیدا کرکے اُن کو خلیفہ بنانا اور بہشت میں داخل کرنا وغیرہ۔ اب اُن میں سے خاص بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا اور خاص نعمتیں جو وقتاً فوقتاً پشت در پشت اُن پر ہوتی چلی آئیں اور اُنہوں نے جو کفران نعمت کیا اُن سب باتوں کو مفصل ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ بنی اسرائیل تمام فرقوں سے بنی آدم میں ممتاز اور اہل علم و کتاب و نبوت اور انبیاء کو پہچاننے والے سمجھے جاتے تھے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار نبی ان میں آچکے تھے تمام عرب کی نظریں اُنکی طرف تھیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں، اسلئے ان انعامات اور خرابیوں کو بسط کے ساتھ ذکر فرمایا کہ شرما کر ایمان لائیں ورنہ اور لوگ اُنکی حرکات سے واقف ہو کر اُنکی بات کا اعتبار نہ کریں اور اسرائیل نام ہے حضرت یعقوبؑ کا اس کے معنی ہیں عبد اللہ ف۷ ہزاروں انبیاء اُن میں بھیجے گئے۔ توریت وغیرہ کتابیں نازل فرمائیں فرعون سے نجات دیکر ملک شام میں تسلط دیا، من و سلویٰ نازل ہوا، ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے جو نعمتیں اور خوارق عادات کسی فرقہ کو نصیب نہیں ہوئیں ف۸ توریت میں یہ قرار کیا تھا کہ تم توریت کے حکم پر قائم رہوگے۔ اور جس پیغمبر کو بھیجوں اُس پر ایمان لاؤ اُس کے رفیق رہوگے تو ملک شام تمہارے قبضہ میں رہیگا، بنی اسرائیل نے اس کو قبول کیا تھا، مگر پھر قرار پر قائم نہ رہے بدنیتی کی رشوت لے کر مسئلے غلط بتائے حق کو چھپایا اپنی ریاست جمائی پیغمبر کی اطاعت نہ کی بلکہ بعض پیغمبروں کو قتل کیا، توریت میں جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تھی اُس کو بدل ڈالا اس لئے گمراہ ہوئے ف۹ یعنی منافع دنیوی کے فوت ہونے کو مت ڈرو۔ ف۱۰ توریت میں بتا دیا گیا تھا کہ جو نبی آئے اگر توریت کی تصدیق کرے تو اسکو جانو سچا ہے نہیں تو جھوٹا ہے جاننا چاہیئے کہ احکام قرآنی در بارۂ اعتقادات اور اخبار انبیاء و احوال آخرت و اوامر و نواہی توریت وغیرہ کتب سابقہ کے موافق ہیں ہاں بعض اوامر و نواہی میں نسخ بھی کیا گیا ہے مگر وہ تصدیق کے مخالف نہیں تصدیق کے مخالف تکذیب ہے اور تکذیب کسی کتاب الٰہی کی ہو بالکل کفر ہے منسوخ تو بعض آیات قرآنی بھی ہیں مگر اس کو نعوذ باللہ کون تکذیب کہہ سکتا ہے ف۱۱ یعنی قرآن کی دیدہ و دانستہ تکذیب کرنیوالوں میں اول مت ہو کہ قیامت تک کے منکرین کا وبال تمہاری گردن پر ہو اور مشرکین مکہ نے جو انکار کیا ہے وہ جہل اور بیخبری کے سبب کیا ہے دیدہ و دانستہ ہرگز نہ تھا اس میں تو اول تم ہی ہوگے اور یہ کفر پہلے کفر سے سخت تر ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

دوسرے کے دشمن ہوگے ف۲ اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک ف

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ

پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں پھر متوجہ ہوگیا اللہ اُس پر بیشک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى

مہربان ف۳ ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب ف۴ پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت

فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ

تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا اُن پر اور نہ وہ غمگین ہونگے ف۵ اور جو لوگ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

منکر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں جانیوالے وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے ☆

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ

اے بنی اسرائیل ف۶ یاد کرو میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کئے ف۷ اور تم پورا کرو میرا اقرار

اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا

تو میں پورا کروں تمہارا اقرار ف۸ اور مجھ ہی سے ڈرو ف۹ اور مان لو اُس کتاب کو جو میں نے اُتاری ہے سچ بتانیوالی ہے

لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا

اُس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے ف۱۰ اور مت ہو سب میں اول منکر اُس کے ف۱۱ اور نہ لو میری آیتوں پر مول

قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا

تھوڑا اور مجھ ہی سے بچتے رہو ☆ اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور مت چھپاؤ

الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا

سچ کو جان بوجھ کر ☆ اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو نماز

مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

میں جھکنے والوں کے ساتھ ف۱۲ کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو

ع ۴/۱۰

بقیہ فوائد صفحہ ۹ ف۱۲ یعنی باجماعت نماز پڑھا کرو پہلے کسی دین میں باجماعت نماز نہیں تھی اور یہود کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ صرف امور مذکورہ بالا نجات کے لئے تم کو کافی نہیں بلکہ تمام اصول میں نبی آخر الزماں کی پیروی کرو۔ نماز بھی اُن کے طور پر پڑھو جس میں جماعت بھی ہو اور رکوع بھی۔

فوائد صفحہ ہذا} ف۱ بعض علمائے یہود یہ کمال کرتے تھے کہ اپنے لوگوں سے کہتے تھے کہ یہ دین اسلام اچھا ہے اور خود مسلمان نہ ہوتے تھے۔ اور نیز علمائے یہود بلکہ اکثر ظاہر بینوں کو اس موقع پر یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ جب ہم تعلیم احکام شریعت میں قصور نہیں کرتے اور حق پوشی بھی نہیں کرتے تو اس کی ضرورت نہیں کہ ہم خود بھی احکام پر عمل کریں جب ہماری ہدایت کے موافق بہت سے آدمی اعمال شریعت بجا لاتے ہیں تو بحکم قاعدہ الدال علی الخیر کفاعلہ وہ ہمارے ہی اعمال ہیں تو اس آیت میں دونوں کا بطلان فرما دیا گیا اور آیت سے مقصود یہ ہے کہ واعظ کو اپنے وعظ پر ضرور عمل کرنا چاہیئے یہ غرض نہیں کہ فاسق کسی کو نصیحت نہ کرے ف۲ علمائے اہل کتاب جو بعد وضوح حق بھی آپ پر ایمان نہ لاتے تھے اُس کی بڑی وجہ حُبِّ جاہ اور حبِّ مال تھی اللہ تعالیٰ نے دونوں کا علاج بتا دیا صبر سے مال کی طلب اور محبت جاتی رہیگی اور نماز سے عبودیت و تذلل آئیگا اور حُبِّ جاہ کم ہوگی۔ ف۳ یعنی صبر اور نماز حضور دل سے بہت بھاری ہے مگر اُن پر آسان ہے جو عاجزی کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں جن کا خیال اور دھیان یہ ہے کہ ہم کو خدا کے روبرو ہونا اور اُس کی طرف پھر جانا ہے (یعنی نماز میں خدا کا قرب اور گویا اُس سے ملاقات ہے) یا قیامت میں حساب و کتاب کے لئے روبرو جانا ہے ف۴ چونکہ تقویٰ اور کمال ایمان کا حاصل کرنا، صبر و حضور و استغراق عبادات کے ذریعہ سے دشوار تھا۔ اس لئے اُس کا سہل طریقہ تعلیم فرماتے ہیں اور وہ شکر ہے۔ اس وجہ سے حق تعالیٰ اپنے احسانات و انعامات جو اُن پر وقتاً فوقتاً ہوئے تھے اُن کو یاد دلاتا ہے اور اُن کی بدکرداریاں بھی ظاہر فرماتا ہے۔ انسان بلکہ حیوانات تک میں یہ مضمون موجود ہے کہ اپنے منعم کی محبت اور اُس کی اطاعت دل نشین ہو جاتی ہے اور چند رکوع میں اس مضمون کو شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ فائدہ اہل عالم پر فضیلت کا یہ مطلب ہے کہ جس وقت سے بنی اسرائیل کا وجود ہوا تھا اُس وقت سے لے کر اس خطاب کے نزول تک تمام فرقوں سے افضل رہے کوئی اُن کا ہم پلہ نہ تھا جب اُنہوں نے نبی آخر الزماں اور قرآن کا مقابلہ کیا تو وہ فضیلت بالکل جاتی رہی اور مغضوب علیہم اور ضلال کا لقب عنایت ہوا۔ اور حضور کے متبعین کو کنتم خیر امۃ کا خلعت ملا۔ ف۵ جب کوئی کسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اُس کے رفیق اکثر یہی کیا کرتے ہیں کہ اوّل تو اُس کے ادائے حق لازم میں کوشش کرتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا تو سعی و سفارش سے بچانے کی تدبیر کرتے ہیں یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر تاوان و فدیہ دے کر چھڑاتے ہیں اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو بالآخر اپنے مددگاروں کو جمع کر کے بزور پرخاش اُس کی نجات کی فکر کرتے ہیں حق تعالیٰ نے اسی ترتیب کے موافق ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص گو کیسا ہی مقرب خداوندی ہو مگر کسی نافرمان عدو اللہ کافر کو نجملہ چاروں صورتوں کے کسی صورت سے نفع نہیں پہنچا سکتا۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ ہم کیسے ہی گناہ کریں ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ ہمارے باپ دادا جو پیغمبر ہیں ہمیں بخشوا لیں گے سو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے اس سے اُس شفاعت کا انکار نہیں نکلتا جس کے اہل سنت قائل ہیں اور جو دیگر آیات میں مذکور ہے

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ

اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے ہو ف۲ اور مدد چاہو صبر سے

وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ

اور نماز سے ف۳ اور البتہ وہ بھاری ہے مگر اُنہی عاجزوں پر ٭ جن کو

يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِىْٓ

خیال ہے کہ وہ روبرو ہونیوالے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ انکو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ف۳ اے بنی

اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ

اسرائیل یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کئے اور اسکو کہ میں نے تم کو بڑائی دی

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا

تمام عالم پر ف۴ اور ڈرو اُس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی شخص کسی کے کچھ بھی

وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور قبول نہ ہو اُسکی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے اُسکی طرف سے بدلا اور نہ اُن کو مدد پہنچے ف۵

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ

اور یاد کرو اُس وقت کو جبکہ رہائی دی ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے جو کرتے تھے تم پر بڑا عذاب ذبح کرتے تھے

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾

تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو ف۶ اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی ف۷

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ

اور جب پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچا دیا ہم نے تم کو اور ڈبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم

تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

دیکھ رہے تھے ف۸ اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم نے بنا لیا

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

بچھڑا موسیٰ کے بعد اور تم ظالم تھے ف۹ پھر معاف کیا ہم نے تم کو اس پر

الربع

ف۶ فرعون نے خواب دیکھا تھا نجومیوں نے اُسکی تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تیرے دین اور سلطنت کو غارت کردیگا فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بیٹا پیدا ہو اُس کو مار ڈالو اور جو بیٹی ہو اُس کو خدمت کے لئے زندہ رہنے دو خدائے تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور زندہ رکھا ف۷ بلاء کے چند معنی آتے ہیں اگر ذلکم کا اشارہ ذبح کی طرف لیا جائے تو اُس کے معنی مصیبت کے ہونگے اور اگر نجات کی طرف اشارہ ہے تو بلاء کے معنی نعمت کے ہونگے اور مجموعہ کی طرف ہو تو امتحان کے معنی لئے جائیں گے۔ ف۸ یعنی یاد کرو اے بنی اسرائیل اس نعمت عظیم کو کہ جب تمہارے باپ دادا فرعون کے ڈر سے بھاگے اور آگے دریا اور پیچھے فرعون کا لشکر تھا اور ہم نے تم کو بچا لیا اور فرعون اور اُس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ یہ قصہ آئندہ مفصل آئیگا ف۹ اور یہ قصہ اور احسان بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ ہم نے توریت عطا فرمانے کا وعدہ موسیٰ سے چالیس دن رات کا کیا اور اُن کے طور پر تشریف لیجانے کے بعد بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی اور تم بڑے بے انصاف ہو کہ بچھڑے کو خدا بنا لیا۔ مفصل یہ قصہ آئندہ آئیگا۔

ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ

بھی تاکہ تم احسان مانو ف۱ اور جب ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور حق کو ناحق سے جدا

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ

کرنیوالے احکام تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ ف۲ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے ف۳ اے قوم تم نے

ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا

نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا بنا کر سو اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنیوالے کی طرف اور مار ڈالو

اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ

اپنی اپنی جان ف۴ یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک پھر متوجہ ہوا تم پر ف۵ بیشک

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى

وہی ہے معاف کرنیوالا نہایت مہربان ☆ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز یقین نہ کرینگے تیرا جبتک کہ

نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ

نہ دیکھ لیں اللہ کو سامنے پھر آلیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے ☆ پھر

بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ

اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تاکہ تم احسان مانو ف۶ اور سایہ کیا ہم نے تم پر

الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ

ابر کا اور اتارا تم پر من اور سلویٰ ف۷ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دیں ف۸

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا

اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے ف۹ اور جب ہم نے کہا داخل ہو

هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ

اس شہر میں ف۱۰ اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے اور داخل ہو دروازے میں

سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

سجدہ کرتے ہوئے ف۱۱ اور کہتے جاؤ بخشدے تو معاف کر دینگے ہم تمہارے قصور اور زیادہ بھی دینگے نیکی والوں کو ف۱۲

وو اس مطلب یہ کہ باوجود اس شرک جلی کے ہم نے تم سے درگذر فرمائی اور تمہاری توبہ منظور کی اور تم کو فی الفور ہلاک نہ کیا جیسے آل فرعون کو اس سے کم قصور پر ہلاک کر دیا تھا کہ تم ہمارا شکر ادا کرو اور احسان مانو ف۲ کتاب تو توریت ہے اور فرقان فرمایا اُن احکام شرعیہ کو جن سے جائز ناجائز معلوم ہو یا فرقان کہا حضرت موسیٰ کے معجزوں کو جن سے جھوٹے سچے اور کافر ومومن کی تمیز ہو یا توریت ہی کو کہا کہ وہ کتاب بھی ہے اور اُس سے حق اور ناحق بھی جدا ہوتا ہے ف۳ قوم سے مراد خاص وہ لوگ ہیں جنہوں نے بچھڑے کو سجدہ کیا ف۴ یعنی جنہوں نے بچھڑے کو سجدہ نہ کیا تھا وہ سجدہ کرنیوالوں کو قتل کریں اور بعض کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں تین گروہ تھے ایک وہ جنہوں نے گوسالہ پرستی نہ کی اور دوسروں کو بھی روکا۔ دوسرے وہ جنہوں نے گوسالہ کو سجدہ کیا۔ تیسرے وہ جنہوں نے خود تو سجدہ نہ کیا مگر دوسروں کو منع بھی نہ کیا۔ فریق دویم کو حکم ہوا کہ مقتول ہو جاؤ تیسرے فریق کو حکم ہوا کہ اُن کو قتل کرو تاکہ اُن کے سکوت کرنے کی توبہ ہو جائے۔ اور فریق اوّل اس توبہ میں شریک نہیں ہوئے۔ کیونکہ ان کو توبہ کی حاجت نہ تھی ف۵ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مقتول ہو جانا ہی توبہ تھی یا توبہ کا تتمہ تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں قاتل عمد کی توبہ کے مقبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے آپ کو وارثان مقتول کے حوالہ کردے اُن کو اختیار ہے بدلہ لیں یا معاف کریں ف۶ اُس وقت کو بھی ضرور یاد کرو کہ باوجود اس قدر احسانات کے جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کرینگے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جب تک آنکھوں سے صریحًا خدائے تعالیٰ کو نہ دیکھ لیں۔ اس پر بجلی نے تم کو ہلاک کیا اُسکے بعد موسیٰ کی دعا سے ہم نے تم کو زندہ کیا اور یہ اُس وقت کا حال ہے کہ حضرت موسیٰ ستر آدمیوں کو منتخب فرما کر کوہِ طور پر کلامِ الٰہی سننے کی غرض سے لے گئے تھے۔ پھر جب اُنہوں نے کلام الٰہی کو سنا تو انہی ستر نے کہا اے موسیٰ پردے میں سُننے کا ہم اعتبار نہیں کرتے آنکھوں سے خدا کو دکھاؤ۔ اس پر اُن ستر آدمیوں کو بجلی نے ہلاک کر دیا تھا ف۷ جب فرعون غرق ہو چکا اور بنی اسرائیل بحکم الٰہی مصر سے شام کو چلے جنگل میں اُن کے خیمے پھٹ گئے اور گرمی آفتاب کی ہوئی تو تمام دن ابر رہتا اور اناج نہ رہا تو من وسلویٰ کھانے کے لئے اُترا من ایک چیز تھی شیریں دھنیے کے سے دانے ترنجبین کے مشابہ رات کو اوس میں برستے تُشکر کے گرد ڈھیر لگ جاتے صبح کو ہر ایک اپنی حاجت کے موافق اُٹھا لیتا اور سلویٰ ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں۔ شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جمع ہو جاتے۔ اندھیرا ہوئے بعد پکڑ لاتے کباب کر کے کھاتے مدتوں تک یہی کھایا کئے ف۸ یعنی اس لطیف و لذیذ غذا کو کھاؤ اور اُس پر اکتفا کرو نہ آگے کے لئے ذخیرہ جمع کر کے رکھو اور نہ دوسری غذا سے مبادلہ کی خواہش کرو ف۹ اول ظلم یہ کیا کہ ذخیرہ کر کے رکھا تو گوشت سڑنا شروع ہو گیا دوسرے مبادلہ چاہا کہ مسور، گیہوں، لکڑی، پیاز وغیرہ ملے۔ جس سے طرح طرح کی تکلیف و مشقت میں مبتلا ہوئے ف۱۰ جب جنگل مذکورہ بالا میں پھرتے پھرتے تنگ آگئے اور من وسلویٰ کھاتے کھاتے اُکتا گئے تو بنی اسرائیل کو ایک شہر میں داخل ہونے کا حکم ہوا اُس کا نام اریحا تھا اُس میں قوم عمالقہ جو قوم عاد سے تھی مقیم تھی اور بعض نے بیت المقدس فرمایا ہے۔ ف۱۱ اس شہر کے دروازہ میں سے سجدۂ شکر کرتے ہوئے جاؤ (اور یہ شکر بدنی ہوا) اور بعض فرماتے ہیں کہ براہ تواضع کمر کو جھکا کر جاؤ۔ ف۱۲ اور زبان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جاؤ (یہ شکر زبانی ہوا) جو یہ دونوں باتیں کریگا اُسکی خطائیں ہم معاف کر دینگے اور نیک بندوں کے لئے ثواب بڑھا دیں گے۔

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا

پھر بدل ڈالا ظالموں نے بات کو خلاف اُس کے جو کہدی گئی تھی اُن سے پھر اُتارا ہم نے

عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾

ظالموں پر عذاب آسمان سے اُن کی عدول حکمی پر ف۱

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ

اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو پتھر پر

فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ

سو بہہ نکلے اُس سے بارہ چشمے ف۲ پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ

كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾

کھاؤ اور پیو اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے ف۳

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ

اور جب کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر سو دعا مانگ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے

يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَ

کہ نکال دے ہمارے واسطے جو اُگتا ہے زمین سے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور

عَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي

مسور اور پیاز ف۴ کہا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے اُس کے بدلے میں جو

هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

بہتر ہے ف۵ اُترو کسی شہر میں تو تم کو ملے جو مانگتے ہو ف۶ اور ڈالی گئی اُن پر

الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

ذلت اور محتاجی اور پھرے اللہ کا غصہ لے کر ف۷ یہ اس لئے ہوا کہ

كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

نہیں مانتے تھے احکام خداوندی کو اور خون کرتے تھے پیغمبروں کا ناحق

ف۱ تبدیلی یہ کی کہ بجائے حطۃ براہ تمسخر حنطۃ کہنے لگے (یعنی گیہوں) اور سجدہ کی جگہ اپنے سرینوں پر گھسنا شروع کیا جب شہر میں پہنچے تو اُن پر طاعون پڑا، دوپہر میں ستر ہزار یہود مر گئے ف۲ یہ قصہ بھی اُسی جنگل کا ہے پانی نہ ملا تو ایک پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے نکلے اور بنی اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے کسی قوم میں آدمی زیادہ کسی میں کم ہر قوم کے موافق ایک چشمہ تھا اور وجہ شناخت بھی یہی موافقت تھی۔ یا یہ مقرر کر رکھا تھا کہ پتھر کی فلاں جہت فلاں جانب سے جو چشمہ نکلیگا وہ فلاں قوم کا ہوگا اور جو کوتاہ نظر ان معجزات کا انکار کرتے ہیں ع نیستند آدم غلاف آدم اند دیکھو مقناطیس تو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اُس پتھر نے پانی کھینچ لیا تو انکار کی کیا وجہ ف۳ یعنی پھر فرمایا حق تعالیٰ نے کھاؤ من وسلویٰ اور پیو ان چشموں کا پانی اور عالم میں فساد مت پھیلاؤ ف۴ یہ قصہ بھی اُسی جنگل کا ہے بنی اسرائیل طعام آسمانی من وسلویٰ کھاتے کھاتے اُکتا گئے تو کہنے لگے ہم سے ایک طرح کے کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا۔ ہم کو تو زمین کا اناج، ترکاری، ساگ، سبزی چاہئے۔ ف۵ یعنی من وسلویٰ جو ہر طرح بہتر ہے لہسن اور پیاز وغیرہ سے بدلتے ہو ف۶ اگر یہی جی چاہتا ہے تو کسی شہر میں جاؤ تمہاری مطلوب چیزیں تم کو سب ملیں گی۔ پھر ایسا ہی ہوا ف۷ ذلت یہ کہ ہمیشہ مسلمان اور نصاریٰ کے محکوم اور رعیت رہتے ہیں کسی کے پاس مال ہوا تو کیا۔ حکومت سے بالکل محروم ہوگئے جو موجب عزت تھی اور محتاجی یہ کہ اول تو یہود میں مال کی قلت اور جن کے پاس مال ہو بھی تو حکام وغیرہ کے خوف سے اپنے آپ کو مفلس اور حاجتمند ہی ظاہر کرتے ہیں شدت حرص اور بخل کے باعث محتاجوں سے بدتر نظر آتے ہیں اور یہ بھی درست کہ "تونگری بدل است نہ بمال" اس لئے مالدار ہو کر بھی محتاج ہی رہے اور عظمت اور عزت جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اُس سے رجوع کر کے اُس کے غضب وقہر میں آ گئے۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ ع اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

اس لئے کہ نافرمان تھے اور حد پر نہ رہتے تھے ف۱ بیشک جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ

هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو ایمان لایا اُن میں سے اللہ پر اور روز قیامت پر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور کام کئے نیک تو اُنکے لئے ہے اُن کا ثواب اُنکے رب کے پاس اور نہیں اُن پر کچھ خوف

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ

اور نہ وہ غمگین ہونگے ف۲ اور جب لیا ہم نے تم سے قرار اور بلند کیا تمہارے اوپر

الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

کوہ طور کو کہ پکڑو جو کتاب ہم نے تم کو دی زور سے اور یاد رکھو جو کچھ اُس میں ہے تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

ڈرو ف۳ پھر تم پھر گئے اس کے بعد سو اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر

وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ

اور اسکی مہربانی تو ضرور تم تباہ ہوتے ف۴ اور تم خوب جان چکے ہو جنہوں نے کہ

اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿٦٥﴾

تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن میں تو ہم نے کہا اُن سے ہوجاؤ بندر ذلیل ف۵

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو عبرت اُن لوگوں کے لئے جو وہاں تھے اور جو پیچھے آنیوالے تھے اور نصیحت ڈرنیوالوں کو واسطے ف۶

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اللہ فرماتا ہے تم کو ذبح کرو ایک گائے ف۷

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾

وہ بولے کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے ف۸ کہا پناہ خدا کی کہ ہوں میں جاہلوں میں ف۹

ع ٢

ف۱ یعنی اس ذلت اور مسکنت و غضب الٰہی کا باعث اُن کا کفر اور انبیاء علیہم السلام کا قتل کرنا تھا اور اس کفر و قتل کا باعث احکام کی نافرمانی اور حدود شرع سے خروج تھا ف۲ یعنی کسی فرقۂ خاص پر موقوف نہیں یقین لانا شرط ہے اور عمل نیک سو جس کو یہ نصیب ہوا ثواب پایا۔ یہ اس واسطے فرمایا کہ بنی اسرائیل اس بات پر مغرور تھے کہ "ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں ہم ہر طرح اللہ کے نزدیک بہتر ہیں" فائدہ یہود کہتے ہیں حضرت موسیٰ کی اُمت کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی اُمت کو۔ صابئین ایک فرقہ ہے جس نے ہر ایک دین میں سے اچھا سمجھ کر کچھ اختیار کر لیا ہے اور حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں اور فرشتوں کی بھی پرستش کرتے ہیں اور زبور پڑھتے ہیں اور کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔

ف۳ کہتے ہیں کہ توریت نازل ہوئی تو بنی اسرائیل شرارت کر کہنے لگے کہ "توریت کے حکم تو مشکل اور بھاری ہیں ہم سے نہیں ہو سکتے" تب خدائے تعالیٰ نے ایک پہاڑ کو حکم کیا جو اُن سب کے سروں پر آن کر اُترنے لگا اور سامنے آگ پیدا ہوئی گنجایش سرتابی اصلاً نہ رہی مجبوراً احکام توریت کو قبول کیا۔ باقی یہ شبہ کہ پہاڑ سروں پر معلق کر کے تسلیم کرانا توریت کا یہ تو صریح اجبار واکراہ ہے جو آیۂ لا اکراہ فی الدین اور نیز قاعدۂ تکلیف کے بالکل خلاف ہے کیونکہ بنائے تکلیف تو اختیار پر ہے اور اکراہ مناقض اختیار ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکراہ دربارۂ قبول دین ہرگز نہیں۔ "دین تو بنی اسرائیل پہلے سے قبول کئے ہوئے تھے" اور بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقاضا کرتے تھے کہ "کوئی کتاب متضمن احکام ہم کو لا کر دو کہ اُس پر عمل کریں"۔ اور اُس پر معاہدہ کر چکے تھے جب توریت اُن کو دی گئی تو عہد شکنی پر کمر بستہ ہوئے تو اب پہاڑ کا معلق کرنا نقض عہد سے روکنے کے لئے تھا نہ کہ قبول دین کے لئے ف۴ یعنی عہد و میثاق کر کے پھر پھر گئے سو اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو بالکل تباہ ہو جاتے یعنی اُسی وقت ہلاک کر دیے جاتے یا یہ کہ توبہ و استغفار بھی کرتے اور نبی آخر الزمان کی متابعت بھی کرتے تو بھی تمہاری تقصیرات معاف نہ کی جاتیں ف۵ بنی اسرائیل کو توریت میں حکم ہوا تھا کہ "شنبہ کا دن خالص عبادت کے لئے مقرر ہے اُس دن مچھلی کا شکار مت کرو" وہ لوگ فریب اور حیلہ سے ہفتہ کے دن شکار کرنے لگے تو اللہ نے اُن کو مسخ کر کے اُن کی صورت بندر کی سی کر دی۔ فہم و شعور انسانی موجود تھا۔ ایک دوسرے کو دیکھتا تھا اور روتا تھا۔ مگر کلام نہیں کر سکتا تھا تین دن کے بعد سب مر گئے اور یہ واقعہ حضرت داؤد کے عہد میں ہوا مفصل سورۂ اعراف میں آئیگا ف۶ یعنی اس واقعہ اور اس عقوبت کو ہم نے باعث خوف و عبرت بنا دیا اگلے اور پچھلے لوگوں کے واسطے (یعنی جنہوں نے اس عذاب کا مشاہدہ کیا اور جو آیندہ پیدا ہونگے" یا جو بستیاں شہر کے آگے اور اُس کے پیچھے آباد تھیں ف۷ یعنی یاد کرو اُس وقت کو کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عامیل نامی مارا گیا تھا۔ اور اُس کا قاتل معلوم نہ ہوتا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ کا یہ حکم ہے کہ ایک گائے ذبح کر کے اُس کا ایک ٹکڑا مردے پر مارو تو وہ جی اُٹھے اور آپ اپنے قاتل کو بتا دے" اللہ تعالیٰ نے اس طرح اُس مُردے کو جلایا اور اُس نے قاتل کو بتا دیا کہ اُس کے وارثوں نے ہی بطمع مال قتل کیا تھا ف۸ کیونکہ یہ تو دیکھا نہ سُنا کہ گائے کے ٹکڑا مارنے سے مردہ زندہ ہو جائے۔ ف۹ یعنی ٹھٹھا کرنا احمق جاہل کا کام ہے اور وہ بھی احکام شرعیہ میں پیغمبر سے یہ ہرگز ممکن نہیں۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ

بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتلادے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہے ف۱ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے

لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾

نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی درمیان میں ہے بڑھاپے اور جوانی کے اب کر ڈالو جو تم کو حکم ملا ہے ف۲

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ

بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتلادے ہم کو کیسا ہے اس کا رنگ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے

صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا

زرد خوب گہری ہے اسکی زردی خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو ☆ بولے دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو

مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾

کس قسم میں ہے وہ ف۳ کیونکہ اس گائے میں شبہ پڑا ہے ہم کو اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور راہ پالیں گے ☆

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ

کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے محنت کرنیوالی نہیں کہ جوتتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیتی کو

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا

بے عیب ہے کوئی داغ اس میں نہیں ف۴ بولے اب لایا تو ٹھیک بات پھر اسکو ذبح کیا اور وہ لگتے نہ تھے

يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ

کہ ایسا کرینگے ف۵ اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم

تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَ

چھپاتے تھے ف۶ پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ پر اس گائے کا ایک ٹکڑا ف۷ اسی طرح زندہ کریگا اللہ مُردوں کو اور

يُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ

دکھاتا ہے تمکو اپنی قدرت کے نمونے تاکہ تم غور کرو ف۸ پھر تمہارے دل سخت ہوگئے اس سب کے بعد ف۹ سو وہ ہوگئے

كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ

جیسے پتھر یا اُن سے بھی سخت اور پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں نہریں

ف۱ یعنی اُسکی عمر کتنی ہے اور اسکے حالات کیا ہیں نو عمر ہے یا بوڑھی ف۲ یعنی اُس گائے کو ذبح کر ڈالو. ف۳ یعنی واضح کرکے بتادے کہ وہ گائے کس قسم اور کس کام کی ہے. ف۴ یعنی اسکے اعضا میں کوئی نقصان نہیں اور اس کے رنگ میں دوسرے رنگ کا داغ و نشان نہیں بلکہ ساری زرد ہے ف۵ وہ گائے ایک شخص کی تھی جو اپنی ماں کی خدمت بہت کرتا تھا اور نیک بخت تھا. اُس شخص سے وہ گائے مول لی اتنے مال کو جتنا اُس گائے کی کھال میں سونا بھر سکیں پھر اُس کو ذبح کیا. اور ایسے لگتے نہ تھے کہ اتنی بڑی قیمت کو لے کر ذبح کرینگے. ف۶ یعنی تمہارے اگلے بزرگوں نے عامیل کو مار ڈالا تھا. پھر ایک دوسرے پر دھرنے لگا اور تم جس چیز کو چھپاتے تھے یعنی اپنے ضعف ایمانی یا قاتل کے حال کو، اللہ تعالیٰ اُس کو ظاہر فرمانا چاہتا ہے ف۷ یعنی جب ایک ٹکڑا اُس گائے کا اُس کے مارا تو وہ بحکم الٰہی زندہ ہوگیا اور لہو زخم سے بہنے لگا اور اپنے قاتل کا نام بتادیا جو اسی مقتول کے بھتیجے تھے بطمع مال چچا کو جنگل میں لیجا کر مار ڈالا تھا پھر وہ اُن کا نام بتا کر گر پڑا اور مر گیا ف۸ یعنی اسی طرح زندہ کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مُردوں کو اپنی قدرت کاملہ سے اور اپنی قدرت کی نشانیاں تم کو دکھلاتا ہے کہ شاید تم غور کرو اور سمجھ لو کہ خدائے تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرسکتا ہے. ف۹ یعنی عامیل کے جی اُٹھنے کے بعد مطلب یہ کہ ایسی نشانی قدرت دیکھ کر بھی تمہارے دل نرم نہ ہوئے.

ع ١٠

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ

اور اُن میں ایسی بھی ہیں جو پھٹ جاتی ہیں اور نکلتا ہے اُن سے پانی اور اُن میں ایسی بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ

خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا

کے ڈر سے اور اللہ بےخبر نہیں تمہارے کاموں سے ف۱ اب کیا تم اے مسلمانو توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں

لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ

تمہاری بات اور اُن میں ایک فرقہ تھا کہ سُنتا تھا اللہ کا کلام پھر بدل ڈالتے تھے اُسکو جان

مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَ

بوجھ کر اور وہ جانتے تھے ف۲ اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے اور

اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

جب تنہا ہوتے ہیں ایک دوسرے کے پاس تو کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو اُنسے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر

لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

تاکہ جھٹلائیں تم کو اُس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم نہیں سمجھتے ف۳ کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ

جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ف۴ اور بعض اُن میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی سوائے جھوٹی

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ

آرزوؤں کے اور اُنکے پاس کچھ نہیں مگر خیالات ف۵ سو خرابی ہے اُن کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر

يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ

کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ لیویں اُس پر تھوڑا سا مول سو خرابی ہے اُنکو اپنے ہاتھوں

اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا

کے لکھے سے اور خرابی ہے اُن کو اپنی اس کمائی سے ف۶ اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر چند روز

مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ

گنے چنے ف۷ کہہ دو کیا تم لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار کہ اب ہرگز خلاف نہ کریگا اللہ اپنے قرار کے یا جوڑتے ہو

ف۱ یعنی بعض پتھروں سے بڑا نفع پہنچتا ہے کہ انہار اور پانی بکثرت اُن سے جاری ہوتا ہے اور بعض پتھروں سے پانی کم نکلتا ہے اور اول قسم کی نسبت نفع کم ہوتا ہے اور بعض پتھروں سے گو کسی کو نفع نہ پہنچے مگر خود اُن میں ایک اثر او تاثر تو موجود ہے مگر اُن کے قلوب اِن تینوں قسموں کے پتھر سے سخت تر ہیں نہ اُن سے کسی کو نفع اور نہ اُن میں کوئی مضمون خیر موجود۔ اور اللہ اے یہود تمہارے اعمال سے بےخبر ہرگز نہیں ف۲ فریق سے مُراد وہ لوگ ہیں "جو کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام الٰہی سُننے کے لئے گئے تھے" انہوں نے وہاں سے آکر یہ تحریف کی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ تمام کلام کے آخر میں ہم نے یہ بھی سُنا کہ (اگر سکو تو ان احکام کو کر لینا ورنہ ان کے ترک کا بھی تم کو اختیار ہے) اور بعض نے فرمایا کہ کلام الٰہی سے مراد توریت ہے اور تحریف سے مراد یہ ہے کہ (اُس کی آیات میں تحریف لفظی و معنوی کرتے تھے) کبھی آپ کی نعت کو بدلا، کبھی آیت رجم کو اُڑا دیا وغیرہ ف۳ یہود میں جو لوگ منافق تھے وہ بطور خوشامد اپنی کتاب میں سے پیغمبر آخر الزماں کی باتیں مسلمانوں سے بیان کرتے دوسرے لوگ اُن میں سے اُن کو اس بات پر ملامت کرتے کہ اپنی کتاب کی سند اُن کے ہاتھ میں کیوں دیتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمان تمہارے پروردگار کے آگے تمہاری خبر دی ہوئی باتوں سے تم پر الزام قائم کریں گے کہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ جان کر بھی ایمان نہ لائے اور تم کو لاجواب ہونا پڑیگا۔ ف۴ یعنی اللہ کو تو اُن کے سب امور ظاہر ہوں یا مخفی بالکل معلوم ہیں اُن کی کتاب کی سب حجتوں کی خبر مسلمانوں کو دے سکتا ہے اور جا بجا مطلع فرما بھی دیا۔ آیت رجم کو انہوں نے چھپایا مگر اللہ نے ظاہر فرما کر اُن کو فضیحت کیا۔ یہ تو اُن کے علماء کا حال ہوا جو عقلمندی اور کتاب دانی کے مدعی تھے ف۵ اور جو جاہل ہیں اُن کو تو کچھ بھی خبر نہیں کہ توریت میں کیا لکھا ہے مگر چند آرزوئیں جو اپنے عالموں سے جھوٹی باتیں سن رکھی ہیں (مثلاً بہشت میں یہود کے سوا کوئی نہ جائیگا اور ہمارے باپ دادا ہم کو ضرور بخشوا لینگے) اور یہ اُن کے خیالات بے اصل ہیں جن کی کوئی دلیل اُن کے پاس نہیں ف۶ یہ وہ لوگ ہیں جو اُن عوام جاہلوں کے موافق باتیں اپنی طرف سے بنا کر لکھ دیتے تھے اور خدا کی طرف اُن باتوں کو منسوب کرتے۔ مثلاً توریت میں لکھا تھا کہ پیغمبر آخر الزماں خوبصورت، گھونگھر والے بال، سیاہ آنکھیں، میانہ قد، گندم رنگ پیدا ہونگے۔ انہوں نے پھیر کر یوں لکھا "دراز قد، نیلی آنکھیں، سیدھے بال" تاکہ عوام آپ کی تصدیق نہ کرلیں اور ہمارے منافع دنیوی میں خلل نہ آجائے ف۷ بعض نے کہا سات دن اور بعض نے چالیس دن (جتنے روز بچھڑے کی پوجا کی تھی) اور بعض نے چالیس سال (جتنی مدت تیہ میں سرگرداں رہے تھے) اور بعض نے کہا ہر ایک جتنی مدت دنیا میں زندہ رہا۔

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٠﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ

اللہ پر جو تم نہیں جانتے کیوں نہیں ف۱ جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُس کو اُسکے گناہ نے ف۲

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

سو وہی ہیں دوزخ کے رہنے والے وہ اُسی میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ

وہی ہیں جنت کے رہنے والے وہ اُسی میں ہمیشہ رہیں گے اور جب ہم نے لیا قرار بنی

اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى

اسرائیل سے کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک کرنا اور کنبہ والوں سے

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

اور یتیموں اور محتاجوں سے اور کہیو سب لوگوں سے نیک بات اور قائم رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ

پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے سے تم میں اور تم ہو ہی پھرنے والے ف۳ اور جب لیا ہم نے وعدہ تمہارا

لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ

کہ نہ کرو گے خون آپس میں اور نہ نکال دو گے اپنوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے اقرار کر لیا

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا

اور تم مانتے ہو ف۴ پھر تم وہ لوگ ہو کہ ویسے ہی خون کرتے ہو آپس میں اور نکال دیتے ہو اپنے ایک

مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ

فرقہ کو اُن کے وطن سے چڑھائی کرتے ہو اُن پر گناہ اور ظلم سے ف۵ اور اگر وہی آویں تمہارے پاس

اُسٰرٰى تُفٰدُوْھُمْ وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ

کسی کی قیدی ہو کر تو اُنکا بدلہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ حرام ہے تم پر اُنکا نکال دینا بھی تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو

وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي

اور نہیں مانتے بعض کو ف۶ سو کوئی سزا نہیں اسکی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی

ف۱ یعنی یہ بات غلط ہے کہ یہودی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہ رہیں گے کیونکہ خلودفی النار اور خلودفی الجنۃ کا جو قاعدہ کلیہ آگے بیان فرمایا ہے اُسی کے مطابق سب سے معاملہ ہوگا یہود اُس سے نکل نہیں سکتے ف۲ گناہ کسی کا احاطہ کرلیں۔ اُس کا مطلب ہے کہ گناہ اُس پر ایسا غلبہ کرلیں کہ کوئی جانب ایسی نہ ہو کہ گناہ کا غلبہ نہ ہو حتیٰ کہ دل میں ایمان وتصدیق باقی ہوگی تو بھی احاطہ مذکور محقق نہ ہوگا۔ تو اب کافر ہی پر یہ صورت صادق آسکتی ہے ف۳ یعنی احکام الٰہی سے اعراض کرنا تو تمہاری عادت بلکہ طبیعت ہوگئی ہے ف۴ یعنی نہ اپنی قوم کو قتل کرو اور نہ اُن کو جلا وطن کرو ف۵ مدینہ میں دو فریق یہودیوں کے تھے ایک بنی قریظہ دوسرے بنی نضیر یہ دونوں آپس میں لڑا کرتے تھے اور مشرکوں کے بھی مدینہ میں دو فرقے تھے ایک "اوس" دوسرے "خزرج" یہ دونوں بھی آپس میں دشمن تھے۔ بنی قریظہ تو اوس کے موافق ہوئے اور بنی نضیر نے خزرج سے دوستی کی تھی۔ لڑائی میں ہر کوئی اپنے موافقوں اور دوستوں کی حمایت کرتا۔ جب ایک کو دوسرے پر غلبہ ہوتا تو کمزوروں کو جلا وطن کرتے۔ اُن کے گھر ڈھاتے اور اگر کوئی قید ہو کر پکڑا آتا تو سب رل مل کر مال جمع کرکے اُس کا بدلہ دے کر قید سے اُس کو چھڑاتے جیسا کہ آئندہ آیت میں آتا ہے ف۶ یعنی اپنی قوم غیر کے ہاتھ میں پھنستی تو چھڑانے کو مستعد اور خود اُن کے ستانے اور گلا کاٹنے تک کو موجود۔ اگر خدا کے حکم پر چلتے ہو تو دونوں جگہ چلو۔

ع ۹ ۱۱ ۹

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ

دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ

بیخبر نہیں تمہارے کاموں سے ف۱ یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

سو نہ ہلکا ہوگا اُن پر عذاب اور نہ اُن کو مدد پہنچے گی ف۲ اور بیشک دی ہمنے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

کتاب اور پے درپے بھیجے اُسکے پیچھے رسول اور دیئے ہمنے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى

اور قوت دی اُسکو روح پاک سے ف۳ پھر بھلا کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا

اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوْا

تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو جھٹلایا ف۴ اور ایک جماعت کو تم نے قتل کردیا ف۵ اور کہتے ہیں

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا

ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے انکے کفر کے سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں ف۶ اور جب

جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ

پہنچی اُنکے پاس کتاب اللہ کی طرف سے جو سچا بتاتی ہے اُس کتاب کو جو اُنکے پاس ہے اور پہلے سے

يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ

فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہنچا اُن کو جسکو پہچان رکھا تھا تو اُس سے منکر ہوگئے

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا

سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر ف۷ بُری چیز ہے وہ جسکے بدلے بیچا اُنہوں نے اپنے آپ کو کہ منکر ہوئے

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

اُس چیز کے جو اُتاری اللہ نے اس ضد پر کہ اُتارے اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے ف۸

ف۱ ایسا کرے "یعنی بعض احکام کو ماننے اور بعض کا انکار کرے" اس لئے کہ ایمان کا تجزیہ تو ممکن نہیں تو اب بعض احکام کا انکار کرنیوالا بھی کافر مطلق ہوگا۔ صرف بعض احکام پر ایمان لانے سے کچھ بھی ایمان نصیب نہ ہوگا اس آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی شخص بعض احکام شرعیہ کی تو متابعت کرے اور جو حکم کہ اُس کی طبیعت یا عادت یا غرض کے خلاف ہو اُس کے قبول میں قصور کرے تو بعض احکام کی متابعت اُس کو کچھ نفع نہیں دے سکتی ف۲ یعنی مفاد دنیوی کو آخرت کے مقابلہ میں قبول کیا اس لئے کہ جن لوگوں سے عہد کیا تھا اُس کو دنیا کے خیال سے نبھایا اور اللہ کے جو احکام تھے اُن کی پرواہ نہ کی تو پھر اللہ کے ہاں ایسوں کی کون سفارش یا حمایت کرسکتا ہے۔ ف۳ مُردوں کا زندہ کرنا۔ اکمہ و ابرص وغیرہ مریضوں کا صحتیاب ہونا۔ غیب کی خبریں بتانا یہ حضرت عیسیٰؑ کے کھلے معجزے ہیں اور روح القدس کہتے ہیں حضرت جبرئیل کو جو ہر وقت اُن کے ساتھ رہتے تھے یا اسم اعظم کہ جس کی برکت سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے ف۴ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہا۔ ف۵ جیسا کہ حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کو قتل کیا ف۶ یہود اپنی تعریف میں کہتے تھے کہ "ہمارے دل غلاف کے اندر محفوظ ہیں بجز اپنے دین کے کسی کی بات ہم کو اثر نہیں کرتی۔ ہم کسی کی چاپلوسی، سحر بیانی یا کرشمے اور دھوکے کی وجہ سے ہرگز اُس کی متابعت نہیں کرسکتے"۔ حق تعالیٰ نے فرمایا "وہ بالکل جھوٹے ہیں بلکہ اُن کے کفر کے باعث اللہ نے اُن کو ملعون اور اپنی رحمت سے دور کردیا ہے۔ اس لئے کسی طرح دین حق کو نہیں مانتے اور بہت کم دولت ایمان سے مشرف ہوتے ہیں" ف۷ اُن کے پاس جو کتاب آئی وہ قرآن ہے اور جو کتاب اُن کے پاس پہلے سے تھی وہ توریت ہوئی قرآن کے اُترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی اُن کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ جب حضور پیدا ہوئے اور سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہوگئے اور ملعون ہوئے۔ ف۸ یعنی جس چیز کے بدلے اُنہوں نے اپنے آپ کو بیچا وہ کفر اور انکار ہے قرآن کا اور انکار بھی محض ضد اور حسد کے سبب۔

ع ۱۰/۲

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

سو کما لائے غصہ پر غصہ ف۱ اور کافروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا ف۲ اور جب کہا جاتا ہے اُن سے

اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ

مانو اُس کو جو اللہ نے بھیجا ہے تو کہتے ہیں ہم مانتے ہیں جو اُترا ہے ہم پر اور نہیں مانتے اُسکو جو سوا اُسکے ہے

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ

حالانکہ وہ کتاب سچی ہے تصدیق کرتی ہے اُس کتاب کی جو اُنکے پاس ہے ف۳ کہدے پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے سے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

اگر تم ایمان رکھتے تھے ف۴ اور آچکا تمہارے پاس موسیٰ صریح معجزے لیکر پھر بنا لیا تم نے

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا

بچھڑا اُس کے گئے پیچھے اور تم ظالم ہو ف۵ اور جب ہم نے لیا قرار تمہارا اور بلند کیا

فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ

تمہارے اوپر کوہ طور کو پکڑو جو ہمنے تم کو دیا زور سے اور سنو بولے سُنا ہم نے اور

عَصَيْنَا وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ

نہ مانا اور پلائی گئی اُنکے دلوں میں محبت اُسی بچھڑے کی بسبب اُنکے کفر کے ف۶ کہدے کہ بُری باتیں سکھاتا ہے تم کو

اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ

ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو ☆ کہدے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر

عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾

اللہ کے ہاں تنہا سوا اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو ف۷

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾ وَ

اور ہرگز آرزو نہ کرینگے موت کی کبھی بسبب اُن گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں اُنکے ہاتھ اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو ☆ اور

لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۛۚ يَوَدُّ

تو دیکھیگا اُن کو سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر اور زیادہ حریص مشرکوں سے بھی چاہتا ہے

ف۱ ایک غضب تو یہ کہ قرآن بلکہ اُس کے ساتھ اپنی کتاب کے بھی منکر ہو کر کافر ہوئے دوسرے محض حسد اور ضد سے پیغمبر وقت سے انحراف اور خلاف کیا ف۲ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عذاب ذلت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کو جو اُن کے معاصی پر عذاب ہوگا گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ہوگا نہ بغرض تذلیل البتہ کافروں کو بغرض تذلیل عذاب دیا جائیگا۔ ف۳ جو اللہ نے بھیجا یعنی انجیل و قرآن اور جو اُترا ہم پر یعنی توریت مطلب یہ ہُوا کہ "بجز توریت اور کتابوں کا صاف انکار کرتے ہیں اور انجیل و قرآن کو نہیں مانتے" حالانکہ وہ کتابیں بھی سچی اور توریت کی تصدیق کرنیوالی ہیں ف۴ اُن سے کہدو کہ "اگر تم توریت پر ایمان رکھتے ہو تو پھر تم نے انبیاء کو کیوں قتل کیا" کیونکہ توریت میں یہ حکم ہے کہ "جو نبی توریت کو سچا کہنے والا آئے اُس کی نصرت کرنا اور اُس پر ضرور ایمان لانا" اور قتل بھی اُن انبیاء کو کیا جو پہلے گذر چکے ہیں (جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ) جو احکام توریت پر عمل کرتے تھے اور اُسی کی ترویج کے لئے مبعوث ہوئے تھے اُن کے مصدق توریت ہونے میں تو بیوقوف کو بھی تامل نہیں ہو سکتا (یہ بات لفظ قبلُ سے مفہوم ہوئی) ف۵ یعنی حضرت موسیٰ کہ جن کی شریعت پر قائم ہو اور اُن کی شریعت کی وجہ سے اور شرائع حقہ کا انکار کرتے ہو خود اُنہوں نے کھلے کھلے معجزے تم کو دکھائے (جیسے عصا ید بیضا اور دریا کا پھاڑنا وغیرہ) مگر جب چند دن کے لئے کوہ طور پر گئے تو اتنے ہی میں بچھڑے کو تم نے خدا بنا لیا۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اپنے درجۂ نبوت پر قائم زندہ موجود تھے تو اُس وقت تمہارا حضرت موسیٰ اور اُن کی شریعت پر ایمان کہاں جاتا رہا تھا اور رسول آخر الزماں کے بغض و حسد میں آج شریعت موسوی کو ایسا پکڑ رکھا ہے کہ خدا کا حکم بھی نہیں سُنتے۔ بیشک تم ظالم، تمہارے باپ دادا ظالم۔ یہ حال تو بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا۔ آگے توریت کی نسبت جو اُن کے ایمان کی حالت تھی اُس کو بتاتے ہیں۔ ف۶ یعنی احکام توریت کی جو تکلیف دی گئی اُس کو پوری ہمت و استقلال سے مضبوط پکڑو چونکہ پہاڑ سر پر معلق تھا جان کے اندیشہ سے زبان سے (یا اُس وقت) تو کہہ لیا سمعنا یعنی احکام توریت ہم نے سُن لئے اور دل سے (یا بعد میں) کہا عصینا یعنی ہم نے قبول نہیں کیا احکام کو اور وجہ اُس کی یہ تھی کہ صورت پرستی اُن کے دل میں راسخ ہو چکی تھی اُن کے کفر کے باعث وہ زنگ بالکل اُن کے دل سے زائل نہیں ہوا بلکہ رفتہ رفتہ بڑھتا گیا ف۷ یہود کہتے تھے کہ "جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائیگا اور ہم کو عذاب نہوگا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اگر یقینی بہشتی ہو تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو۔"

أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ

ایک ایک اُن میں کا کہ عمر پاوے ہزار برس اور نہیں اُس کو بچانے والا عذاب سے

أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ

اس قدر جینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ف۱ تو کہدے جو کوئی ہووے دشمن جبریل کا سو اُس نے تو

ع ۱۰

نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّ

اُتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے کہ سچا بتانے والا ہے اُس کلام کو جو اُس کے پہلے ہے اور راہ دکھاتا ہے اور

بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو ☆ جو کوئی ہووے دشمن اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کے پیغمبروں کا اور جبریل

وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ

اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے اُن کافروں کا ف۲ اور ہم نے اُتاریں تیری طرف آیتیں

بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ إِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ أَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ

روشن اور انکار نہ کریں گے اُن کا مگر وہی جو نافرمان ہیں ☆ کیا جب کبھی باندھیں گے کوئی قرار تو پھینک دیگی

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ

اُس کو ایک جماعت اُنہیں کی بلکہ اُن میں اکثر یقین نہیں کرتے ف۳ اور جب پہنچا اُن کے پاس رسول اللہ

عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ

کی طرف سے تصدیق کرنے والا اُس کتاب کی جو اُن کے پاس ہے تو پھینک دیا ایک جماعت نے اہل کتاب سے

كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا

کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ف۴ اور پیچھے ہو لئے اُس علم کے جو پڑھتے تھے

الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ

شیطان سلیمان کی بادشاہت کے وقت ف۵ اور کفر نہیں کیا سلیمان نے لیکن شیطانوں نے

كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

کفر کیا کہ سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو اور اس علم کو بھی جو اُترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں

ف۱ یعنی یہودیوں نے ایسے بُرے کام کئے ہیں کہ موت سے نہایت بچتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ مرتے ہی خیر نظر نہیں آتی حتی کہ مشرکین سے بھی زیادہ جینے پر حریص ہیں اس سے اُن کے دعووں کی تغلیط خوب ہو گئی ف۲ یہود کہتے تھے کہ جبریل فرشتہ اس نبی کے پاس وحی لاتا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے ہمارے اگلے بڑوں کو اس سے بہت تکلیفیں پہنچیں اگر جبریل کے بدلے اور فرشتہ وحی لائے تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے جو اُن کا دشمن ہے اللہ بیشک ان کا دشمن ہے ف۳ یعنی اُن کی عادت قدیم ہے کہ جب اللہ یا رسول یا کسی شخص سے کوئی عہد مقرر کرتے ہیں تو اُنہی میں کی ایک جماعت اُس عہد کو پس پشت ڈال دیتی ہے بلکہ بہت یہودی ایسے ہیں جو توریت پر ایمان ہی نہیں رکھتے ایسوں کو عہد شکنی میں کیا باک ہو سکتا ہے ف۴ رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ما معھم سے توریت اور کتاب اللہ سے بھی توریت مراد ہے یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حالانکہ وہ توریت وغیرہ کتب کے مصدق تھے تو یہود کی ایک جماعت نے خود توریت کو پس پشت ایسا ڈال دیا کہ گویا جانتی ہی نہیں کہ کیا کتاب ہے اور اس میں کیا کیا حکم ہیں سو اُن کو جب اپنی ہی کتاب پر ایمان نہیں تو اُن سے آگے کو کیا اُمید کیجائے۔ ف۵ یعنی اُن احمقوں نے کتاب الٰہی تو پس پشت ڈالی اور شیطانوں سے جادو سیکھا اور اُس کی متابعت کرنے لگے۔

هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ

جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو جبتک یہ نہ کہدیتے کہ ہم تو

فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ

آزمایش کیلئے ہیں سو تو کافر مت ہو پھر اُنسے سیکھتے وہ جادو جس سے جُدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اُسکی عورت میں

وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ

اور وہ اُس سے نقصان نہیں کرسکتے کسی کا بغیر حکم اللہ کے اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان کرے

وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ

اُنکا اور فائدہ نہ کرے اور وہ خوب جان چکے ہیں کہ جس نے اختیار کیا جادو کو نہیں اسکے لئے آخرت میں کچھ حصہ

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝١٠٢ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا

اور بہت ہی بُری چیز ہے جسکے بدلے بیچا اُنہوں نے اپنے آپکو اگر اُن کو سمجھ ہوتی ☆ اور اگر وہ ایمان لاتے

وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝١٠٣ يٰٓاَيُّهَا

اور تقویٰ کرتے تو بدلا پاتے اللہ کے ہاں سے بہتر اگر اُن کو سمجھ ہوتی ف۱ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور کافروں کو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١٠٤ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ

عذاب ہے دردناک ف۲ دل نہیں چاہتا اُن لوگوں کا جو کافر ہیں اہل کتاب میں اور نہ مشرکوں میں اس بات کو

اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

کہ اُترے تم پر کوئی نیک بات تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص کرلیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جسکو چاہے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝١٠٥ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ

اور اللہ بڑے فضل والا ہے ف۳ جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیجدیتے ہیں اُس سے

مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١٠٦ اَلَمْ تَعْلَمْ

بہتر یا اُسکے برابر کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۴ کیا تجھ کو معلوم نہیں

ف۱ خلاصہ یہ کہ یہود اپنے دین اور کتاب کا علم چھوڑ کر علم سحر کے تابع ہو گئے اور سحر لوگوں میں دو طرف سے پھیلا۔ ایک حضرت سلیمان کے عہد میں۔ چونکہ جنات اور آدمی ملے جلے رہتے تھے تو آدمیوں نے شیطانوں سے سحر سیکھا اور نسبت کردیا حضرت سلیمان کی طرف (کہ ہم کو اُنہی سے پہنچا ہے اور اُن کو حکم جن اور انس پر اسی کے زور سے تھا) سو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ "یہ کام کفر کا ہے سلیمان کا نہیں"۔ دوسرے پھیلا ہاروت ماروت کی طرف سے وہ دو فرشتے تھے شہر بابل میں بصورت آدمی رہتے تھے اُن کو علم سحر معلوم تھا۔ جو کوئی طالب اس کا جاتا اول اُس کو روک دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہیگا اس پر بھی باز نہ آتا تو اُس کو سکھا دیتے۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کے ذریعے سے بندوں کی آزمایش منظور تھی سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے علموں سے آخرت کا کچھ نفع نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے اور دنیا میں بھی ضرر ہے اور بغیر حکم خدا کے کچھ نہیں کرسکتے اور علم دین اور علم کتاب سیکھتے تو اللہ کے ہاں ثواب پاتے ف۲ یہودی آکر آپ کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کی باتیں سنتے۔ بعضی بات جو اچھی طرح نہ سنتے اس کو مکرر تحقیق کرنا چاہتے تو کہتے راعنا (یعنی ہماری طرف متوجہ ہو اور ہماری رعایت کرو) یہ کلمہ اُن سے سن کر کبھی مسلمان بھی کہہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہو تو اُنظرنا کہو (اس کے معنی بھی یہی ہیں) اور ابتدا ہی سے متوجہ ہو کر سنتے رہو تو مکرر پوچھنا ہی نہ پڑے۔ یہود اس لفظ کو بدنیتی اور فریب سے کہتے تھے اس لفظ کو زبان دبا کر کہتے تو راعینا ہو جاتا (یعنی ہمارا چرواہا) اور یہود کی زبان میں راعنا احمق کو بھی کہتے ہیں ف۳ یعنی کفار (یہود ہوں یا مشرکین مکہ) قرآن کے نزول کو تم پر ہرگز پسند نہیں کرتے بلکہ یہود تمنا کرتے ہیں کہ نبی آخرالزماں بنی اسرائیل میں پیدا ہو اور مشرکین مکہ چاہتے ہیں کہ ہماری قوم میں سے ہو مگر یہ تو اللہ کے فضل کی بات ہے کہ اُمّی لوگوں میں نبی آخرالزماں کو پیدا فرمایا۔ ف۴ یہ بھی یہود کا طعن تھا کہ تمہاری کتاب میں بعض آیات منسوخ ہوتی ہیں اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوتی تو جس عیب کی وجہ سے اب منسوخ ہوئی اُس عیب کی خبر کیا خدا کو پہلے سے نہ تھی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "عیب نہ پہلی بات میں تھا نہ پچھلی میں لیکن حاکم مناسب وقت دیکھ کر جو چاہے حکم کرے اُس وقت وہی مناسب تھا اور اب دوسرا حکم مناسب ہے"۔

ع ۱۲/۷/۱۲

اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کہ اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور نہیں تمہارے واسطے اللہ کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۱۰۷ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔـلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا

کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف۱ کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال کرو اپنے رسول سے جیسے

سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ

سوال ہوچکے ہیں موسیٰ سے اس سے پہلے اور جو کوئی کفر لیوے بدلے ایمان کے تو وہ بہکا

سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۱۰۸ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

سیدھی راہ سے ف۲ دل چاہتا ہے بہت سے اہل کتاب کا کہ کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان

اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ښ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

ہوئے پیچھے کافر بنادیں بسبب اپنے دلی حسد کے بعد اس کے کہ ظاہر ہوچکا اُن پر

الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ

حق ف۳ سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم ف۴ بیشک اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۱۰۹ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا

قادر ہے ف۵ اور قایم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ آگے بھیجدوگے

لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اپنے واسطے بھلائی پاؤگے اُس کو اللہ کے پاس بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو

بَصِيْرٌ ۱۱۰ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى

سب دیکھتا ہے ف۶ اور کہتے ہیں کہ ہرگز نہ جاویںگے جنت میں مگر جو ہونگے یہودی یا نصرانی ف۷

تِلْكَ اَمَانِيُّھُمْ ۭ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۱۱۱ بَلٰي ۤ

یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے کہدے لے آؤ سند اپنی اگر تم سچے ہو ☆ کیوں نہیں

مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ

جس نے تابع کردیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیک کام کرنیوالا ہے تو اسی کیلئے ہے ثواب اسکا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے

ف۱ یعنی ادھر تو اللہ کی قدرت وملکیت سب پر شامل اُدھر اُس کی اپنے بندوں پر اعلیٰ درجہ کی عنایت ثواب مصالح اور منافع بندوں کی اطلاع۔ اور اُن پر قدرت کس کو ہوسکتی ہے اور اُس کے برابر بندوں کی خیر خواہی کون کرسکتا ہے ف۲ یعنی یہودیوں کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا جس کسی کو یہودیوں کے شبہ ڈالنے سے شبہ پڑ گیا وہ کافر ہوا۔ اس کی احتیاط رکھو اور یہود کے کہنے سے تم اپنے نبی کے پاس شبہے نہ لاؤ جیسے وہ اپنے نبی کے پاس لاتے تھے ف۳ یعنی بہت سے یہودیوں کو آرزو ہے کہ کسی طرح تم کو اے مسلمانوں پھیر کر پھر کافر بنادیں حالانکہ انکو واضح ہوچکا ہے کہ مسلمانوں کا دین اور ان کی کتاب اُن کا نبی سب سچے ہیں ف۴ یعنی جب تک ہمارا حکم کوئی نہ آئے اُس وقت تک یہود کی باتوں پر صبر کرو۔ سو آخر کو حکم آگیا کہ یہود کو مدینہ کے گرد سے نکال دو ف۵ یعنی اپنے ضعف سے تردد مت کرو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے تم کو عزیز اور یہود کو ذلیل کریگا یا یہ کہ تاخیر عجز کی وجہ سے نہیں کیجاتی ف۶ یعنی اُن کی ایذا پر صبر کرو اور عبادات میں مشغول رہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے غافل ہرگز نہیں۔ تمہاری کوئی نیک بات ضائع نہیں ہوسکتی ف۷ یعنی یہودی تو کہتے ہیں کہ بجز ہمارے کوئی جنت میں نہ جائیگا اور نصاریٰ کہتے تھے کہ بجز ہمارے کوئی بہشت میں نہ جائیگا۔

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١١٢﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ

اُن پر اور نہ وہ غمگین ہونگے ف۱ اور یہود تو کہتے ہیں کہ نصاریٰ نہیں کسی راہ پر

وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ

اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود نہیں کسی راہ پر باوجودیکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب ف۲ اسی طرح

قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

کہا اُن لوگوں نے جو جاہل ہیں اُن ہی کی سی بات اب اللہ حکم کریگا اُن میں قیامت کے دن

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ

جس بات میں جھگڑتے تھے ف۳ اور اُس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جاوے

فِيهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِي خَرَابِهَا ۭ أُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوهَآ

وہاں نام اُسکا اور کوشش کی اُنکے اُجاڑنے میں ف۴ ایسوں کو لائق نہیں کہ داخل ہوں اُن میں

إِلَّا خَآئِفِينَ ۬ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

مگر ڈرتے ہوئے ف۵ اُنکے لئے دنیا میں ذلت ہے ف۶ اور اُنکے لئے آخرت میں بڑا

عَظِيمٌ ﴿١١٤﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ

عذاب ہے ☆ اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ ف۷

إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿١١٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ

بیشک اللہ بے انتہا بخشش کرنیوالا سب کچھ جاننے والا ہے ف۸ اور کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اُسی کا ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُونَ ﴿١١٦﴾ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ

جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں سب اُسی کے تابعدار ہیں ☆ نیا پیدا کرنیوالا ہے آسمان

وَالْاَرْضِ ۭ وَإِذَا قَضٰٓى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ ﴿١١٧﴾

اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اُس کو کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے ف۹

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ أَوْ تَأْتِينَآ اٰيَةٌ ۭ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی آیت ف۱۰

ع ۹ ۱۳ ۱۴

ف۱ یعنی جس نے خدا کے احکام کو مانا اور اُس کا اتباع کیا وہ احکام خواہ کسی نبی کے ذریعہ سے معلوم ہوں اور اپنی قومیت اور آئین پر تعصب نہ کیا جیسا کہ یہود کرتے ہیں تو اُن کے لئے اجر نیک ہے اور نہ کوئی امر اُن میں ایسا ہے جس کی وجہ سے خوف ہو اور نہ وہ غمگین ہونگے ف۲ یہودیوں نے توریت پڑھ کر سمجھ لیا کہ جب نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا تو بیشک وہ کافر ہوگئے اور نصرانیوں نے انجیل میں صاف دیکھ لیا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرکے کافر ہوگئے۔ ف۳ ان جاہلوں سے مشرکین عرب اور بت پرست مراد ہیں یعنی جیسے یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو گمراہ جانتے ہیں اسی طرح بت پرست بھی اپنے سوا سب فرقوں کو گمراہ اور بے دین بتلاتے ہیں سو دنیا میں کہے جائیں قیامت کو فیصلہ ہو جائیگا فائدہ یہاں یہ شبہہ ہوتا ہے کہ جب کذٰلک فرما دیا تو پھر مثل قولھم فرمانے کی کیا حاجت۔ بعض مفسرین نے جواب دیا کہ مثل قولھم توضیح اور تاکید ہے کذٰلک کے لئے اور بعض کہتے ہیں کہ یہاں دو تشبیہ جدا جدا ہیں اس لئے دو لفظ لائے ایک تشبیہ سے تو یہ غرض ہے کہ انکا اور اُن کا مقولہ باہم مشابہ ہیں (یعنی جیسے وہ دوسروں کو گمراہ کہتے ہیں ایسا ہی یہ بھی) اور ایک تشبیہ سے یہ غرض ہے کہ جیسا اہل کتاب یہ دعویٰ بے دلیل اپنی ہوائے نفس اور عداوت سے کرتے تھے ایسے ہی بت پرست بھی بے دلیل محض خواہش نفسانی سے ایسا دعوےٰ کرتے ہیں ف۴ اس کے شان نزول نصاریٰ ہیں کہ اُنہوں نے یہود سے مقاتلہ کرکے توریت کو جلایا اور بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ کہ اُنہوں نے مسلمانوں کو محض تعصب و عناد سے حدیبیہ میں مسجد حرام (بیت اللہ) میں جانے سے روکا۔ باقی جو شخص کسی مسجد کو ویران یا خراب کرے وہ اسی حکم میں داخل ہے ف۵ یعنی اُن کفار کو لائق یہی تھا کہ مساجد اللہ میں خوف و تواضع اور ادب و تعظیم کے ساتھ داخل ہوتے کفار نے جو وہاں کی بے حرمتی کی یہ صریح ظلم ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُس ملک میں حکومت اور عزت کے ساتھ رہنے کے لائق نہیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ملک شام اور مکہ اللہ نے مسلمانوں کو دلوا دیا۔ ف۶ یعنی دنیا میں مغلوب ہوئے قید میں پڑے اور مسلمانوں کے باجگذار ہوئے ف۷ یہ بھی یہود و نصاریٰ کا جھگڑا تھا کہ ہر کوئی اپنے قبلہ کو بہتر بتاتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اللہ مخصوص کسی طرف نہیں بلکہ تمام مکان اور جہت سے منزہ۔ البتہ اُس کے حکم سے جس طرف منہ کروگے وہ متوجہ ہے تمہاری عبادت قبول کریگا" بعض نے کہا سفر میں سواری پر نوافل پڑھنے کی بابت یہ آیت اُتری۔ یا سفر میں قبلہ مشتبہ ہوگیا تھا جب اُتری ف۸ یعنی اُس کی رحمت سب جگہ عام ہے ایک مکان کے ساتھ مخصوص نہیں اور بندوں کے مصالح اور اُن کی نیتوں کو اور اُن کے اعمال کو سب کو خوب جانتا ہے کہ بندوں کے حق میں کون سی شے مفید ہے اور کون سی مضر اُسی کے موافق حکم دیتا ہے اور جو اُس کی موافقت کریگا اُس کو جزا اور مخالف کو سزا دیگا۔ ف۹ یہود حضرت عزیر کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُسکی ذات سب باتوں سے پاک ہے بلکہ سب کے سب اُسکے مملوک اور مطیع اور مخلوق ہیں ف۱۰ یعنی اہل کتاب و بت پرستوں میں جو جاہل ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے بلا واسطہ بات کیوں نہیں کرتا یا کوئی نشانی کیوں نہیں بھیجتا کہ رسالت کی تصدیق کریں۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ

اسی طرح کہہ چکے ہیں وہ لوگ جو اُن سے پہلے تھے انہی کی سی بات ایک سے ہیں دل ان کے

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ

بیشک ہمنے بیان کردیں نشانیاں اُن لوگوں کے واسطے جو یقین لاتے ہیں ف۱ بیشک ہمنے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دیکر خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا

وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى

اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ میں رہنے والوں کی ف۲ اور ہرگز راضی نہ ہونگے تجھ سے یہود اور نہ نصاریٰ

حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

جبتک تو تابع نہ ہو اُن کے دین کا ف۳ تو کہدے جو راہ اللہ بتلاوے وہی راہ سیدھی ہے ف۴ اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے

اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ

اُنکی خواہشوں کی بعد اُس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنیوالا

وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ

اور نہ مددگار ف۵ وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب وہ اُسکو پڑھتے ہیں جو حق ہے اُسکے پڑھنے کا وہی

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اُس پر یقین لاتے ہیں اور جو کوئی منکر ہوگا اس سے تو وہی لوگ نقصان پانیوالے ہیں ف۶ اے بنی اسرائیل

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

یاد کرو احسان ہمارے جو ہم نے تم پر کئے اور اس کو کہ ہمنے تم کو بڑائی دی اہل عالم پر ☆

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ

اور ڈرو اُس دن سے کہ نہ کام آوے کوئی شخص کسی کی طرف سے ذرا بھی اور نہ قبول کیا جاویگا اُسکی طرف سے بدلا اور

لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ

نہ کام آوے اُسکو سفارش اور نہ اُن کو مدد پہنچے ف۷ اور جب آزمایا ابراہیم کو اُس کے رب نے

بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ

کئی باتوں میں ف۸ پھر اُسنے وہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھ کو کرونگا سب لوگوں کا پیشوا ف۹ بولا اور میری

ف۱ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی جہالت کی بات کہی تھی یہ نئی بات نہیں اور جو یقین لانے والے ہیں اُن کے لئے ہم نے نبی کے برحق ہونے کی نشانیاں بیان کردی ہیں. اور جو ضد اور عداوت پر اڑ رہے ہیں وہ انکار کریں تو یہ محض عناد ہے اُن کا ف۲ یعنی تجھ پر الزام نہیں کہ اُن کو مسلمان کیوں نہیں کیا ف۳ یعنی یہود اور نصاریٰ کو امر حق سے سروکار نہیں. اپنی ضد پر اڑ رہے ہیں وہ کبھی تمہارا دین قبول نہ کرینگے. بالفرض اگر تم ہی اُن کے تابع ہوجاؤ تو خوش ہوجاوینگے اور یہ ممکن نہیں تو اب اُن سے موافقت کی اُمید نہ رکھنی چاہئے ف۴ یعنی ہر زمانہ میں معتبر وہی ہدایت ہے جو اُس زمانہ کا نبی لائے سو اب وہ طریقہ اسلام ہے نہ طریقہ یہود و نصاریٰ ف۵ یہ بات بطریق فرض ہے یعنی بالفرض اگر آپ ایسا کریں تو قہر الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکتا. یا منظور تنبیہ ہے اُمت کو کہ اگر کوئی مسلمان ہو کر قرآن کو سمجھ کر دین سے پھریگا تو اُس کو عذاب سے کوئی نہ چھڑا سکیگا ف۶ یہود میں تھوڑے آدمی منصف بھی تھے کہ اپنی کتاب کو پڑھتے تھے سمجھ کر وہ قرآن پر ایمان لائے (جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی) یہ آیت اُنہی لوگوں کے بارہ میں ہے. یعنی اُنہوں نے توریت کو غور سے پڑھا اُنہی کو ایمان نصیب ہوا اور جس نے انکار کیا کتاب کا یعنی اُس میں تحریف کی وہ خائب و خاسر ہوئے. ف۷ بنی اسرائیل کو جو باتیں شروع میں یاد دلائی گئیں تھیں اب اُن کے سب حالات ذکر کرنے کے بعد پھر وہی امور بغرض تاکید و تنبیہ یاد دلائے گئے کہ خوب دل نشین ہوجائیں اور ہدایت قبول کرلیں اور معلوم ہوجائے کہ اصل مقصود اس قصہ سے یہ ہے ف۸ جیسے حج کے افعال اور ختنہ اور حجامت اور مسواک وغیرہ سو حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن احکام کو اللہ کے ارشاد کے موافق اخلاص کے ساتھ بجا لائے اور سب کو پوری طرح سے ادا کیا جس پر لوگوں کے پیشوا بنائے گئے ف۹ یعنی تمام انبیاء تیری متابعت پر چلیں گے.

وقف منزل

ع ۱۴ ۹ ۱۴

ذُرِّيَّتِيْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً

اولاد میں سے بھی فرمایا نہیں پہنچیگا میرا قرار ظالموں کو ف۱ اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ

لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى

لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی ف۲ اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ ف۳ اور حکم کیا ہم نے

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَ

ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک کر رکھو میرے گھر کو ف۴ واسطے طواف کرنیوالوں کے اور اعتکاف کرنیوالوں کے اور

الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا

رکوع اور سجدہ کرنیوالوں کے ☆ اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب بنا اس کو شہر امن کا ف۵

وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ

اور روزی دے اسکے رہنے والوں کو میوے جو کوئی ان میں سے ایمان لاوے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ف۶

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَ

فرمایا اور جو کفر کریں اسکو بھی نفع پہنچاؤنگا تھوڑے دنوں پھر اسکو جبراً بلاؤنگا دوزخ کے عذاب میں اور

بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ

وہ بری جگہ ہے رہنے کی ف۷ اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا

اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے بیشک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا ف۸ اے پروردگار ہمارے اور کر ہم کو

مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا

حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ

قاعدے حج کرنے کے اور ہم کو معاف کر بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان ☆ اے پروردگار ہمارے اور

ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھلاوے ان کو کتاب

ف۱ بنی اسرائیل اس پر بہت مغرور تھے کہ ہم اولاد ابراہیمؑ میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا ہے کہ نبوت و بزرگی تیری اولاد میں رہیگی اور ہم حضرت ابراہیم کے دین پر ہیں۔ اور ان کے دین کو سب مانتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ تھا وہ ان سے تھا جو نیک راہ پر چلیں اور حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے ایک مدت تک حضرت اسحٰق کی اولاد میں پیغمبری اور بزرگی رہی اب حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں پہنچی اور انہوں نے دونوں بیٹوں کے حق میں دعا کی تھی۔ اور فرماتا ہے کہ دین اسلام ہمیشہ ایک ہے سب پیغمبر اور سب امتیں اس پر گذریں وہ یہ کہ جو حکم اللہ بھیجے پیغمبر کے ہاتھ اس کو قبول کرنا اب یہ طریقہ مسلمانوں کا ہے اور تم اس سے پھرے ہوئے ہو پہلی آیات میں اپنے انعامات بتلائے تھے اب ان کے اس شبہ کو دفع کیا کہ بنی اسرائیل اپنے آپ کو سارے عالم کا امام اور متبوع اور سب سے افضل سمجھ کر کسی کا اتباع نہ کرتے تھے فائدہ بنی اسرائیل کے واقعات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اور ان کی منقبت مذکور ہوئی۔ اب ان کے ذکر کے ذیل میں خانۂ کعبہ کی حالت اور فضیلت ان آیات میں ذکر فرمائی اور ان کے ضمن میں یہود و نصاریٰ پر الزامات بھی ہیں جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا ف۲ یعنی ہر سال بغرض حج وہاں لوگ مجتمع ہوتے ہیں اور جو وہاں جا کر ارکان حج بجا لاتے ہیں وہ عذاب دوزخ سے مامون ہو جاتے ہیں یا وہاں کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا ف۳ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر خانۂ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان ہے اور اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حج کی دعوت دی تھی اور وہ جنت سے لایا گیا تھا جیسے حجر اسود۔ اب اس پتھر کے پاس نماز پڑھنے کا حکم ہے اور یہ حکم استحبابی ہے ف۴ یعنی وہاں برا کام نہ کرے اور ناپاک اس کا طواف نہ کرے اور تمام آلودگیوں سے صاف رکھا جاوے ف۵ حضرت ابراہیم نے بوقت بنائے کعبہ یہ دعا کی کہ یہ میدان ایک شہر آباد اور با امن ہو سو ایسا ہی ہوا ف۶ یعنی اس کے رہنے والے جو اہل ایمان ہوں ان کو روزی دے میووں کی اور کفار کے لئے دعا نہ کی تاکہ وہ مقام لوث کفر سے پاک رہے ف۷ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں کفار کو بھی رزق دیا جائیگا اور رزق کا حال امامت جیسا نہیں کہ اہل ایمان کے سوا کسی کو مل ہی نہ سکے ف۸ قبول کر ہم سے اس کام کو (کہ تعمیر خانۂ کعبہ ہے)، تو سب کی دعا سنتا ہے اور نیت کو جانتا ہے۔

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾ وَمَن يَرْغَبُ عَن

اور تہ کی باتیں اور پاک کرے اُن کو بیشک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا ف۱ اور کون ہے جو پھرے ابراہیم

مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ

کے مذہب سے مگر وہی کہ جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو اور بیشک ہم نے اُن کو منتخب کیا دنیا میں

وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۳۰﴾ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ

اور وہ آخرت میں نیکوں میں ہیں ☆ یاد کرو جب اُس کو کہا اُس کے رب نے کہ حکمبرداری کر تو بولا کہ

أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ

میں حکمبردار ہوں تمام عالم کے پروردگار کا ☆ اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی

يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿۱۳۲﴾

کہ اے بیٹو بیشک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان ف۲

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ

کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت جب کہا اپنے بیٹوں کو تم کس کی عبادت کرو گے

مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ

میرے بعد بولے ہم بندگی کریں گے تیرے رب کی اور تیرے باپ دادوں کے رب کی جو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل

وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ

اور اسحٰق ہیں وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اُسی کے فرمانبردار ہیں ف۳ وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾

اُنکو واسطے ہے جو اُنہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے پوچھ نہیں اُن کے کاموں کی ف۴

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ

اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تو تم پا لوگے راہ راست ف۵ کہدے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ

اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں ف۶ تم کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اُترا ہم پر اور جو اُترا

ف۱ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور اُن کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام دونوں نے مانگی کہ ہماری ذرّیت میں ایک جماعت فرمانبردار الٰہی پیدا کر اور ایک رسول اُن میں بھیج جو اُن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے سو ایسا نبی جو ان دونوں کی اولاد میں ہو بجز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نہیں آیا اس کی وجہ کہ یہود کے گذشتہ خیال کا پورا رد ہو گیا۔ علم کتاب سے مُراد معانی و مطالب ضروریہ ہیں جو عبارت سے واضح ہوتے ہیں اور حکمت سے مُراد اسرارِ مخفیہ اور رموزِ لطیفہ ہیں ف۲ جس ملت و مذہب کا شرف مذکور ہو چکا اُسی ملت کی وصیت حضرت ابراہیمؑ و حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو فرمائی تو جو اُس کو نہ مانے گا وہ ان کا بھی مخالف ہوا۔ اور یہود کہتے تھے کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو یہودیت کی وصیت فرمائی سو وہ جھوٹے ہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے۔ ف۳ یعنی تم حضرت یعقوب کی وصیت کے وقت تو موجود بھی نہ تھے۔ اُنہوں نے تو ملت انبیائے موصوفین کا ارشاد فرمایا تھا تم نے یہ کیا کہ یہود اپنے سوا سب کو اور نصاریٰ اپنے سوا سب کو بے دین بتلانے لگے اور مذہب حق یعنی اسلام کے دونوں مخالف ہو گئے، یہ تمہارا افترا ہے ف۴ یہودیوں کو اور نصرانیوں کو یقین تھا کہ ماں باپ کے گناہوں میں اولاد گرفتار ہوگی اور اُن کے ثواب میں بھی اولاد شریک ہوگی سو یہ غلط ہے اپنا کیا اپنے آگے آئیگا بھلا یا بُرا۔ ف۵ مطلب یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ اور نصرانی کہتے ہیں کہ نصرانی ہو جاؤ تو تم کو ہدایت نصیب ہو۔ ف۶ یعنی کہہ دے اے محمدؐ کہ تمہارا کہنا ہرگز منظور نہیں بلکہ ہم موافق ہیں ملت ابراہیم علیہ السّلام کے جو سب بُرے مذہبوں سے علیحدہ ہے۔ نہیں تھا وہ شرک کرنیوالوں میں اشارہ ہے کہ تم دونوں فریق شرک میں مبتلا ہو۔ بلکہ مشرکین عرب بھی مذہب ابراہیمی کے مدعی تھے مگر وہ بھی مشرک تھے تو اس میں اُن پر بھی رد ہو گیا۔ اب ان فرقوں میں بروئے انصاف کوئی بھی ملت ابراہیمی پر نہ رہا صرف اہل اسلام ملت ابراہیمی میں رہے۔ فائدہ ہر شریعت میں تین باتیں ہوتی ہیں، اول عقائد (جیسے توحید و نبوت وغیرہ) سو اس میں تو سب دین والے شریک اور موافق ہیں اختلاف ممکن ہی نہیں دوسرے قواعد کلیہ شریعت کہ جن سے جزئیات و فروع مسائل حاصل ہوتے ہیں اور تمام جزئیات میں وہ کلیات ملحوظ رہتے ہیں۔ اور ملت فی الحقیقت انہی اصول اور کلیات کا نام ہے اور ملت محمدی اور ملت ابراہیمی کا توافق و اتحاد انہی کلیات میں ہے۔ تیسرے مجموعۂ کلیات و جزئیات و جمیع اصول و فروع (جس کو شریعت کہتے ہیں) جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ملت ایک ہی اور شریعۃ جُدا جُدا۔

ع ۱۵ ۸ ۱۵

إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوتِىَ

ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُس کی اولاد پر اور جو ملا

مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَآ أُوتِىَ ٱلنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ

موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو اُنکے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے اُن سب میں سے

مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٦﴾ فَإِنْ ءَامَنُوا۟ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ

ایک میں بھی اور ہم اُسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں ف۱ سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے ہدایت

ٱهْتَدَوا۟ ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّمَا هُمْ فِى شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ ٱللَّهُ ۚ

پائی اُنہوں نے بھی اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی ہیں ضد پر سو اب کافی ہے تیری طرف سے اُن کو اللہ

وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾ صِبْغَةَ ٱللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ صِبْغَةً ۖ

اور وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۲ ہم نے قبول کر لیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے

وَنَحْنُ لَهُۥ عَٰبِدُونَ ﴿١٣٨﴾ قُلْ أَتُحَآجُّونَنَا فِى ٱللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ

اور ہم اُسی کی بندگی کرتے ہیں ف۳ کہدے کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے اللہ کی نسبت حالانکہ وہی ہے رب ہمارا اور رب تمہارا

وَلَنَآ أَعْمَٰلُنَا وَلَكُمْ أَعْمَٰلُكُمْ وَنَحْنُ لَهُۥ مُخْلِصُونَ ﴿١٣٩﴾ أَمْ تَقُولُونَ

اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور ہم تو خالص اُسی کے ہیں ف۴ کیا تم کہتے ہو

إِنَّ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطَ كَانُوا۟ هُودًا

کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُس کی اولاد تو یہودی تھے

أَوْ نَصَٰرَىٰ ۗ قُلْ ءَأَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ ٱللَّهُ ۗ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَٰدَةً عِندَهُۥ

یا نصرانی کہدے کہ تم کو زیادہ خبر ہے یا اللہ کو اور اُس سے بڑا ظالم کون جس نے چھپائی وہ گواہی جو ثابت ہو چکی

مِنَ ٱللَّهِ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٠﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا

اُس کو اللہ کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے ف۵ وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی اُنکے واسطے ہے جو

كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٤١﴾

اُنہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں اُن کے کاموں کی ف۶

ف۱ یعنی ہم سب رسولوں اور سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور سب کو حق سمجھتے ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں سب واجب الاتباع ہیں اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں جس وقت جو نبی ہوگا اُس کے ذریعہ سے جو احکام خداوندی پہنچیں گے اُس کا اتباع ضروری ہے بخلاف اہل کتاب کے کہ اپنے دین کو سوا سب کی تکذیب کرتے ہیں چاہے اُن کا دین منسوخ ہی ہو چکا ہو اور انبیاء کے احکام کو جھٹلاتے ہیں جو خدا کے احکام ہیں۔ ف۲ یعنی اُن کی دشمنی اور ضد سے خوف مت کرو اللہ اُن کے شر اور مضرت سے تمہارا حافظ ہے۔ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ خدا سب کی باتوں کو سنتا اور سب کے حال اور نیت کو جانتا ہے ف۳ یہودی اِن آیتوں سے پھر گئے اور اسلام قبول نہ کیا اور نصرانیوں نے بھی انکار کر دیا اور شیخی میں آکر کہنے لگے کہ ہمارے یہاں ایک رنگ ہے جو مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ نصرانیوں نے ایک زرد رنگ بنا رکھا تھا اور دستور تھا کہ جب اُنکے بچہ پیدا ہوتا یا کوئی اُن کے دین میں آتا تو اُس کو اُس رنگ میں غوطہ دیکر کہتے کہ خاصہ پاکیزہ نصرانی ہو گیا سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو کہو ہم نے خدا کا رنگ (یعنی دین حق) قبول کیا کہ اُس دین میں آکر سب طرح کی ناپاکی سے پاک ہوتا ہے ف۴ یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبت تمہارا نزاع کرنا اور تمہارا یہ سمجھنا کہ اُس کی عنایت و رحمت کا ہمارے سوا کوئی مستحق نہیں لغو بات ہے۔ وہ جیسا تمہارا رب ہے ہمارا بھی رب ہے اور ہم جو کچھ اعمال کرتے ہیں خالص اُسی کے لئے کرتے ہیں تمہاری طرح زعم آبا و اجداد اور تعصب و نفسانیت سے نہیں کرتے پھر کیا وجہ کہ ہمارے اعمال وہ مقبول نہ فرمائے اور تمہارے اعمال مقبول ہوں ف۵ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی بابت یہود اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے دروغ صریح ہے علاوہ ازیں حق تعالیٰ تو فرماتا ہے "مَا كَانَ إِبْرَٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا" تو اب بتلاؤ تم کو علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو ف۶ یہی آیت عنقریب گذر چکی ہے مگر چونکہ اہل کتاب کے دل میں اپنی بزرگ زادگی کی وجہ سے خوب جم رہا تھا کہ ہمارے اعمال کیسے ہی بُرے ہوں بالآخر ہمارے باپ دادا ہم کو ضرور بخشوائیں گے۔ اس لئے اس بیہودہ خیال کے رد کرنے کے لئے تاکیداً اس آیت کو مکرر بیان فرمایا یا یوں کہو کہ پہلی آیت میں اہل کتاب کو خطاب تھا اور اس آیت میں آپ کی اُمت کو ہے کہ اس بیہودہ خیال میں اُن کا اتباع نہ کریں کیونکہ ایسی توقع اپنے بزرگوں کی ہر کسی کے دل میں آہی جاتی ہے جو سراسر بیوقوفی ہے۔ اب اسکے بعد یہود وغیرہ کی دوسری بیوقوفی کی اطلاع دی جاتی ہے جو بہ نسبت تحویل قبلہ عنقریب ظاہر ہونے والی ہے۔

۱۶ ع ۱۲ ۱۶

ف۱ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو سولہ سترہ مہینے بیت المقدس ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے اُس کے بعد کعبہ کی طرف مُنہ کرنے کا حکم آگیا تو یہود اور مشرکین اور منافقین اور بعضے کچے مسلمان اُنکے بہکانے سے شبہے ڈالنے لگے کہ یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے جو قبلہ تھا پہلے انبیا کا اب انہیں کیا ہوا جو اُس کو چھوڑ کر کعبہ کو منہ کرنے لگ کسی نے کہا کہ یہود کی عداوت و حسد سے ایسا کیا کسی نے کہا کہ یہ اپنے دین میں متردد اور متحیر ہیں جن سے ان کا نبی اللہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ مخالفوں کے اس اعتراض اور اُس کے جواب کی جو آگے ہے اللہ نے اطلاع فرما دی کہ کسی کو اُس وقت کوئی تردد نہ ہو اور جواب میں تامل نہ ہو۔ ف۲ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہدو کہ نہ ہمنے یہود کے حسد سے اور نہ کسی نفسانی تعصب اور اپنی رائے کے اتباع سے قبلہ کو بدلا بلکہ محض اتباع فرمانِ خداوندی سے جو کہ ہمارا اصل دین ہے ہمنے ایسا کیا پہلے بیت المقدس کو مُنہ کرنے کا حکم تھا اُس کو ہمنے تسلیم کیا اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آیا اُسکو دل سے قبول کیا ہم سے اسکی وجہ پوچھنا اور ہم پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے۔ غلام تابعدار پر یہ اعتراض کرنا کہ تو پہلے وہ کام کرتا تھا اب یہ کام کیوں کرنے لگا عاقل کا کام نہیں اور اگر ان احکام مختلفہ کے اسرار دریافت کرتے ہو تو اُس کے تمام اسرار کون سمجھے اور تم بیوقوفوں کو کون سمجھائے البتہ اتنی بات ہر کوئی سمجھ سکتا ہے اور ہر ایک کو سمجھا سکتا ہے کہ قبلہ کا معین فرمانا تو طریقہ عبادت کو بتلانے کی غرض سے ہے اصل عبادت ہرگز نہیں اور اس بارہ میں حق تعالیٰ کا معاملہ جُدا جُدا ہے کسی کو اپنی حکمت و رحمت کے مطابق ایک خاص رستہ بتلایا جاتا ہے کسی کو دوسرا تمام مواقع اور جملہ جہات کا وہ مالک ہے جس کو جسوقت چاہتا ہے اُس کو ایسا رستہ بتلا دیتا ہے جو نہایت سیدھا اور سب رستوں سے مختصر اور قریب تر ہو چنانچہ تم کو اس وقت اُس قبلہ کی ہدایت فرمائی جو سب قبلوں میں افضل اور بہتر ہے ف۳ یعنی جیسا تمہارا قبلہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیم کا قبلہ اور تمام قبلوں سے افضل ہے ایسا ہی ہمنے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام اُمتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیے جاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری عدالت و صداقت کی گواہی دیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی اُمتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کرینگے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی اُس وقت آپ کی اُمت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دیگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں اُنکی صداقت و عدالت پر گواہ ہونگے اُس وقت وہ اُمتیں کہیں گی کہ انہوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا نہ ہم کو دیکھا پھر گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے اُس وقت آپکی اُمت جواب دیگی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اُس کے رسول کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا اُسکی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں فائدہ وسط یعنی معتدل کا یہ مطلب ہے کہ یہ اُمت ٹھیک سیدھی راہ پر ہے جس میں کچھ بھی کجی کا شائبہ نہیں اور افراط و تفریط سے بالکل بری ہے ف۴ یعنی اصلی قبلہ تمہارا تو کعبہ ہی تھا جو حضرت ابراہیم کے وقت سے چلا آتا ہے اور چند روز کے لئے جو بیت المقدس مقرر کر دیا تھا وہ تو صرف امتحان کے لئے تھا کہ کون تابعداری پر قائم رہتا ہے اور کون دین سے پھر جاتا ہے سو اس میں جو لوگ ایمان پر قائم رہے اُن کا بڑا درجہ ہے فائدہ اس آیہ میں لنعلم جو صیغہ استقبال ہے اور دیگر آیات میں جو حتی نعلم اور فلیعلمن اور لما یعلم اللہ اور لنبلونکم اور الا لنعلم وغیرہ کلمات موجود ہیں ان سب کو بظاہر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ ان اشیاء کا علم بعد کو ہوا ان چیزوں کے وجود سے پہلے علم نہ تھا حالانکہ اُس کا علم ہر چیز کے ساتھ قدیم ہے کان اللہ بکل شیئ علیما علماء نے کئی طرح سے اس کا جواب دیا ہے بعض نے علم سے تمیز اور جُدا جُدا کر دینا مراد لیا ہے بعض نے امتحان کے معنی لئے کسی نے علم کو بمعنی رویۃ لیا کسی نے مستقبل کو بمعنی ماضی فرمایا بعض نے حدوث علم کو نبی اور مؤمنین کی طرف رجوع کیا یا مخاطبین کی طرف لوٹایا بعض اکابر محققین نے علم حالی جو بعد وجود معلوم متحقق ہوتا ہے جس پر جزا و سزا مدح و ذم مترتب ہوتی ہے مراد لیا اور اُسی کو پسند فرمایا بعض راسخین محققین نے اسکے متعلق دو باتیں نہایت دقیق و انیق بیان فرمائیں اول کا خلاصہ یہ ہے کہ حسب ارشاد ان اللہ قد احاط بکل شیئ علما تمام چیزیں اول سے آخر تک حقیر و عظیم قلیل و کثیر خدا کے سامنے ہیں اور سب کا علم اُس کو ایک ساتھ ہے اُس کے علم میں تقدم و تاخر ہرگز نہیں مگر آپس میں ایک دوسرے کی نسبت بیشک مقدم اور مؤخر گنی جاتی ہیں سو علم خداوندی کے حساب سے تو سب کی سب بمنزلہ شئے واحد موجود ہیں اس لئے وہاں ماضی حال استقبال نکالنا بالکل غلط ہوگا البتہ تقدم و تاخر باہمی کی وجہ سے یہ تینوں زمانے بالبداہت جُدا جُدا نکلیں گے سو جناب باری کبھی تو حسب موقع حکمت اپنے معلوم ہونیکے لحاظ سے کلام فرماتا ہے اور کبھی اُن وقایع کے تقدم و تاخر کا لحاظ ہوتا ہے پہلی صورت میں تو ہمیشہ بلحاظ ایک فرق دقیق کے ہمیشہ ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے استقبال کا صیغہ مستعمل نہیں ہو سکتا اور دوسری صورت میں ماضی کے موقع میں ماضی اور حال کے موقع میں حال اور استقبال کی جگہ استقبال لایا جاتا ہے سو جہاں کہیں وقایع آیندہ کو ماضی کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے جیسا و نادیٰ اصحاب الجنۃ وغیرہ تو وہاں اس کا لحاظ ہے کہ حق تعالیٰ کو سب مستحضر اور پیش نظر ہے اور جہاں امور گذشتہ کو صیغہ استقبال سے بیان فرمایا ہے جیسا اسی آیۃ میں الا لنعلم ہے یا اور اسکے سوا تو وہاں یہ مد نظر ہے کہ یہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہے علم الٰہی کے لحاظ سے استقبال نہیں جو اُس کے علم میں حدوث کا وہم ہو دوسری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو علم اشیاء دو طرق سے حاصل ہوتا ہے ایک تو بلا واسطہ دوسرا بواسطہ مثلاً آگ کو کبھی تو آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور کبھی آگ تو ہم سے کسی آڑ میں ہوتی ہے گر دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہو جاتا ہے اور (بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ
اب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو اُن کے قبلہ سے

الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
جس پر وہ تھے ف۱ تو کہہ اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب چلائے جس کو چاہے

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٤٢﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا
سیدھی راہ ف۲ اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمت معتدل تاکہ ہو تم

شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا
گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا ف۳ اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے

الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ
وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہیگا رسول کا اور کون پھر جائے گا

عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ
اُلٹے پاؤں ف۴ اور بیشک یہ بات بھاری ہوئی مگر اُن پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے ف۵

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٤٣﴾
اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا ایمان بیشک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے ف۶

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ
بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اُٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف سو البتہ پھیرینگے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے ف۷

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ
اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے ف۸ اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ

شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ
اُسکی طرف ف۹ اور جن کو ملی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے اُن کے رب کی طرف سے

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٤﴾ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
اور اللہ بے خبر نہیں اُن کاموں سے جو وہ کرتے ہیں ف۱۰ اور اگر تو لائے اہل کتاب کے پاس

بقیہ فوائد صفحہ ۲۷ بسا اوقات یہ دونوں علم ایک جگہ ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں شلاً آگ کو پاس سے دیکھئے تو دھواں بھی اُسکے ساتھ نظر آئیگا. سو اس صورت میں آگ کا علم دونوں طرح حاصل ہوگا ایک تو بلا واسطہ کیونکہ آنکھ سے آگ کو دیکھ رہے ہیں دوسرا بواسطہ یعنی آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے اور یہ دونوں علم ہرچند ایک ساتھ ہیں آگے پیچھے پیدا نہیں ہوئے مگر علم بواسطہ علم بلا واسطہ میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اُس کا دھیان بھی نہیں گذرتا علیٰ ہذا القیاس کبھی دو چیزوں کا علم بلا واسطہ بھی ایک ساتھ حاصل ہوتا ہے شلاً آگ اور دھوئیں کو ایک ساتھ دیکھئے اسی طرح کبھی ایک شے کا علم بلا واسطہ اور دوسری شے کا علم پہلی شے کے واسطہ سے ایک ساتھ حاصل ہوتے ہیں شلاً دھوئیں کا علم بلا واسطہ اور آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے یا آگ کا علم بلا واسطہ اور دھوئیں کا علم آگ کے واسطہ سے دونوں ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں اگر قلم کو ہاتھ میں لے کر لکھیں تو ہرچند ہاتھ اور قلم ساتھ ہی ہلتے ہیں لیکن پھر یوں کہتے ہیں کہ ہاتھ پہلے ہلا تو قلم ہلا اسی طرح پر عقل سلیم باوجود ایک ساتھ ہونے کے ایک شے کے علم بلا واسطہ کو دوسری شے کے علم بالواسطہ سے جو بواسطہ پہلی شے کے حاصل ہوا ہے ایک طرح پر ضرور مقدم سمجھتی ہے جب یہ باتیں معلوم ہو چکیں تو اب سنئے کہ خداوند علیم کو بھی تمام اشیاء کا علم دونوں طرح پر ہے بلا واسطہ اور بواسطہ یک دیگر یعنی لوازم کا ملزومات سے اور ملزومات کا لوازم سے اور دونوں علم ازل سے برابر ساتھ ہیں گو علم بواسطہ کسی چیز کا اُس کے علم بلا واسطہ میں محو اور مضمحل ہو اور ایسا ہی ایک چیز کا علم بلا واسطہ اور دوسری چیز کا علم بالواسطہ برابر ساتھ ہے اور دونوں قدیم ہیں گو علم بلا واسطہ کو بطریق مذکور مقدم اور علم بالواسطہ کو مؤخر کہیں سو جہاں کہیں علم خداوندی کے ذکر میں صیغہ استقبال کا یا معنی استقبال کے پائے جاتے ہیں

بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ

ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو اور نہ تو مانے اُن کا قبلہ اور نہ اُن میں ایک

بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۗ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ

مانتا ہے دوسرے کا قبلہ ف۱ اور اگر تو چلا اُنکی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو

مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ

تجھ کو پہنچا تو بیشک تو بھی ہوا بے انصافوں میں ف۲ جن کو ہمنے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اُسکو

كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بیشک ایک فرقہ اُن میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر ☆

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ

حق وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والا ف۳ اور ہر کسی کے واسطے ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ

مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ڜ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ

وہ منہ کرتا ہے اُس طرف سو تم سبقت کرو نیکیوں میں جہاں کہیں تم ہوگے کر لائیگا تم کو اللہ اکٹھا

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ف۴ اور جس جگہ سے تو نکلے سو منہ کر اپنا

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

مسجد الحرام کی طرف اور بیشک یہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ بیخبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

تمہارے کاموں سے ☆ اور جہاں سے تو نکلے منہ کر اپنا مسجد الحرام

الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ

کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو منہ کرو اُسی کی طرف ف۵ تاکہ نہ رہے

لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ڎ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۤ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

لوگوں کو تم سے جھگڑنے کا موقع مگر جو اُن میں بے انصاف ہیں سو اُنسے (یعنی اُنکے اعتراضوں سے) مت ڈرو

وہ علم بالواسطہ کے لحاظ سے ہے زمانہ کے اعتبار سے کچھ تفاوت نہیں اور جہاں کہیں ماضی یا حال مستعمل ہے وہاں علم بلا واسطہ مراد ہے اور علم بالواسطہ کے اعتبار سے کلام فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ کلام الٰہی کے مخاطب آدمی ہیں اور اُنکو اکثر اشیاء کا علم بالواسطہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں جناب باری نے اپنے علم میں صیغہ استقبال استعمال فرمایا ہے وہ وہی امور ہیں جو بنی آدم کو بلا واسطہ معلوم نہیں ہو سکتے اگر ایسی مواقع میں بنی آدم سے باعتبار علم بلا واسطہ کلام کیا جاتا تو اُن پر پورا الزام نہ ہوتا اور جہاں یہ مصلحت نہیں وہاں باعتبار علم بلا واسطہ صیغہ ماضی یا حال کا استعمال کیا جاتا ہے مگر بنی آدم کو چونکہ اُن اشیاء کا علم بلا واسطہ ہو ہی نہیں سکتا اور اُن واسطوں کا علم قبل اُن کے وجود کے بنی آدم کو ممکن نہیں اور اس وجہ سے اُنکے تمام علوم برابر حاصل نہیں ہوتے تو وہ خدا کو اپنے اوپر قیاس کر کے صیغہ استقبال سے حدوث سمجھ جاتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ علم الٰہی میں تو حدوث ثابت ہو گیا مگر فہمیدہ اشخاص جو نکتہ مذکورہ سے واقف ہیں سب کو مطابق یکدگر سمجھتے ہیں، والحمد للہ

ف۱ اوّل سے آپکے لئے خانہ کعبہ قبلہ مقرر ہوا تھا بیچ میں چند عرصہ کے لئے امتحاناً بیت المقدس کو قبلہ مقرر فرمایا اور سب جانتے ہیں کہ امتحان اُسی چیز میں ہوتا ہے جو نفس پر دشوار ہو سو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک بجائے کعبہ بیت المقدس کو قبلہ بنانا لوگوں کو بھاری معلوم ہوا عوام مسلمین کو تو اس وجہ سے کہ وہ عموماً عرب اور قریش تھے اور کعبہ کی افضلیت کے معتقد تھے اُنکو اپنے خیال اور رسم و عادت کے خلاف کرنا پڑا اور خواص کے گھبرانے کی یہ وجہ تھی کہ ملت ابراہیمی کے خلاف تھا جس کی موافقت کے مامور تھے اور اخص الخواص جنکو ذوق سلیم اور تمیز مراتب کی لیاقت عطا ہوئی تھی وہ کعبہ کے بعد بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کو ترقی معکوس خیال کرتے تھے مگر جن حضرات کو حکمت و اسرار تک رسائی تھی اور حقیقت کعبہ اور حقیقت بیت المقدس کو بنور فراست جدا جدا مع فرق مراتب سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے کمالات کے جامع اور آپکی رسالت جمیع عالم اور تمام امتوں کو لے شامل ہے اس لئے ضرور ہے کہ استقبال بیت المقدس کی بھی نوبت آئے یہی وجہ ہے کہ شب معراج میں تمام انبیاء سابقین سے ملاقات بھی ہوئی اور اس کے بعد استقبال بیت المقدس کا بھی حکم ہوا واللہ اعلم ف۲ یہود نے کہا کہ کعبہ قبلہ اصلی ہے تو اتنی مدت کی نماز جو بیت المقدس کی طرف پڑھی تھی ضائع ہوئی بعض مسلمانوں کو شبہہ ہوا کہ بیت المقدس جب قبلہ اصلی نہ تھا تو جو مسلمان اُسی حالت پر مر گئے اُن کے ثواب میں نقصان رہا باقی زندہ رہنے والے تو آئندہ کو مکافات اور اُس کا تدارک کر لیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جب تم نے بیت المقدس کی طرف نماز محض مقتضائے ایمانی اور اطاعت حکم خداوندی کے سبب پڑھی تو تمہارے اجر و ثواب میں کسی طرح کا نقصان نہ ڈالا جائیگا۔ ف چونکہ آپکا اصلی قبلہ اور آپ کے کمالات کے مناسب خانہ کعبہ تھا اور سب قبلوں سے افضل اور حضرت ابراہیمؑ کا بھی قبلہ وہی تھا ادھر یہود طعن کرتے تھے کہ یہ نبی شریعت میں ہمارے مخالف اور ملت ابراہیمی کے موافق ہو کر ہمارا قبلہ کیوں اختیار کرتے ہیں ان وجوہ سے جس زمانہ میں آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو دل ہی چاہتا تھا کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آجائے اور اس شوق میں آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر ہر طرف کو دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ حکم لاتا ہو اس پر یہ آیت اُتری اور استقبال کعبہ کا حکم آگیا۔ ف یعنی کعبہ کی طرف مسجد الحرام اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں لڑنا اور شکار کرنا جانوروں کا اور درخت اور گھاس کا کاٹنا وغیرہ امور حرام ہیں اور کسی مسجد کی اتنی حرمت و عزت نہیں جسقدر مسجد الحرام کی حرمت ہے جب تحویل قبلہ کا یہ حکم نازل ہوا تو آپ باجماعت مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے دو رکعت بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے نماز ہی میں آپ نے اور سب مقتدیوں نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں پوری کیں اُس مسجد کا نام مسجد القبلتین اور ذو قبلتین ہو گیا یعنی دو قبلہ والی ف۹ یعنی حضر میں یا سفر میں مدینہ میں یا دوسرے شہر میں جنگل میں یا دریا میں یا خود بیت المقدس میں جہاں کہیں ہو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو ف۱ یعنی اہل کتاب جو تحویل قبلہ کی نسبت اعتراض کریں اُنکی ہرگز پرواہ نہ کرنا کیونکہ اُنکو اپنی کتاب سے معلوم ہے کہ پیغمبر

فوائد صفحہ ۲۸ ف۱ یعنی جب یہ بات ہے کہ اہل کتاب استقبال قبلہ کو حق جان کر بوجہ حسد و عناد حق پوشی کرتے ہیں تو اُنسے اپنے قبلہ کی موافقت کی ہرگز توقع مت رکھو وہ تو ایسے متعصب ہیں کہ اگر اُنکو تمام نشانیاں جو ممکن الوقوع ہیں دکھلا دوگے جب بھی تمہارے قبلہ کو نہ مانینگے وہ تو اس ہوس میں ہیں کہ کسی طرح تم کو اپنا تابع بنالیویں اسی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے قبلہ پر قائم رہتے تو ہم سمجھتے کہ تم نبی موعود ہو کہ شاید پھر ہمارے قبلہ کی طرف رجوع کرلیں سو یہ اُنکا خیال باطل اور طمع خام ہے تم کسی وقت میں بھی اُن کے قبلہ کا اتباع نہیں کرسکتے اب استقبال کعبہ کا حکم قیامت تک منسوخ نہیں ہوسکتا اور دوسرے کو تابع بنانیکا ارادہ تو بعد میں کریں پہلے اہل کتاب تو آپس میں در بارۂ امر قبلہ موافق ہوجائیں یہود کا قبلہ صخرۂ بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس کی شرقی جانب ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نفخ روح ہوا تھا جب وہ ہی باہم موافق نہیں ہوسکتے تو پھر مسلمانوں سے اس متابعت نقیضین کی توقع کرنی محض حماقت ہے ف۲ یعنی ان دلائل سے قطع نظر کر کے تھوڑی دیر کے لئے اگر مان بھی لیا جائے کہ آپ نعوذ باللہ اہل کتاب کے قبلہ کی متابعت نزول وحی اور علم یقینی کے خلاف کر بھی لیویں تو اس تقدیر محال پر بیشک آپ بھی بے انصافوں میں شمار ہوں اور نبی کو یہ امر شنیع کسی طرح ممکن نہیں تو معلوم ہوگیا کہ قبلۂ اہل کتاب کی متابعت آپ سے ہرگز ممکن نہیں کہ سراسر علم کے خلاف یعنی جہل اور گمراہی ہے۔ ف۳ یعنی اگر تم کو یہ خیال ہو کہ کاش کعبہ کا مسلمانوں کے لئے قبلہ ہونا اہل کتاب بھی کسی طرح تسلیم کرلیں اور دوسرے لوگوں کو شبہ میں ڈالتے نہ پھریں تو سیدے نبی موعود ہونے میں خلجان باقی نہ رہے تو جان لو کہ اہل کتاب کو تمہارا بہت پورا علم ہے آپکا نسب و قبیلہ و مولد و مسکن و صورت و شکل و اوصاف و احوال سب کو جانتے ہیں جسکی وجہ سے اُنکو آپکا علم اور آپکی نبی موعود ہونے کا ایسا یقین ہے جیسا بہت سے لڑکوں میں اپنے بیٹوں کو بلا تامل و تردد پہچانتے ہیں مگر اس امر کو بعض تو ظاہر کرتے ہیں اور بعض دیدہ و دانستہ امر حق کو چھپاتے ہیں لیکن اُنکے چھپانے سے کیا ہوتا ہے حق بات تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہو اہل کتاب مانیں یا نہ مانیں اُنکی مخالفت سے کسی قسم کا تردد مت کرو ف۴ یعنی اللہ نے ہر ایک اُمت کے لئے ایک ایک قبلہ کا حکم فرمایا جسکی طرف بوقت عبادت اپنا منہ کیا کریں یا ہر ایک قوم مسلمان کعبہ سے جدا جدا سمت میں واقع ہے کوئی مشرق میں کوئی مغرب میں سو اس میں جھگڑنا فضول اور اپنے قبلہ یا اپنی سمت پر ضد کرنا عبث ہے جو نیکیاں مقصود و مطلوب ہیں اُنکی طرف البتہ پیش قدمی کرو اور اس بحث کو چھوڑو جس جگہ اور جس قبلہ اور جس سمت کعبہ کی طرف تم ہوگے لائیگا تم سب کو اللہ میدان حشر میں اور تمہاری نمازیں ایسی سمجھی جائینگی گویا ایک ہی جہت کی طرف ہوئی ہیں پھر ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو ف۵ تحویل قبلہ کا حکم مکرر سکرر دیا تو اس واسطے بیان فرمایا کہ اُسکی علل متعدد تھیں تو ہر علت کو بتلانے کے لئے اس حکم کا اعادہ فرمایا قد نریٰ تقلب وجھك الخ سے معلوم ہوا کہ اپنے رسول کی رضا جوئی اور اظہار تکریم کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا اور لکل وجهة هو موليها سے معلوم ہوا کہ عادت اللہ یہی ہے کہ ہر ملت اور ہر ایک رسول صاحب شریعت مستقل کے لئے اُسکے مناسب ایک قبلہ مقرر ہونا چاہئے اور لئلا يكون للناس عليكم حجة سے معلوم ہوا کہ حکم مذکور کی علت یہ ہے کہ مخالف کا الزام عائد نہ ہوسکے یا اس تکرار کی یہ وجہ ہے کہ اول تو قبلہ قابل اہتمام دوسرے احکام الٰہیہ میں نسخ ہونا بیوقوفوں کی سمجھ سے باہر پھر تحویل قبلہ اول نسخ ہے جو شریعت محمدی میں ظاہر ہوا اسلئے اسکی تاکید در تاکید عین حکمت و بلاغت ہے یا یہ وجہ ہے کہ اول آیۃ میں تعمیم احوال اور دوسری آیہ میں تعمیم امکنہ اور تیسری میں تعمیم ازمنہ مراد ہے۔

وَاخۡشَوۡنِىۡ وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِىۡ عَلَيۡكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۰﴾ كَمَآ

اور مجھ سے ڈرو ف۱ اور اس واسطے کہ کامل کروں تمپر فضل اپنا اور تاکہ تم پاؤ راہ سیدھی ف۲ جیسا کہ

اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَ

بھیجا ہمنے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری اور پاک کرتا ہے تم کو اور

يُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۵۱﴾

سکھلاتا ہے تم کو کتاب اور اُس کے اسرار اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے ف۳

فَاذۡكُرُوۡنِىۡٓ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِىۡ وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ ﴿۱۵۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ

سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تمکو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو ف۴ اے

اٰمَنُوا اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۵۳﴾

مسلمانوں مدد لو ساتھ صبر اور نماز سے بیشک اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے ف۵

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّ

اور نہ کہو اُن کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مُردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں

لٰكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ

لیکن تم کو خبر نہیں ف۶ اور البتہ ہم آزمائینگے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان کر

مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيۡنَ

مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے ف۷ اور خوشخبری دے اُن صبر کرنیوالوں کو ☆ کہ

اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ؕ

جب پہنچے اُن کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں ☆

اُولٰٓـئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ

ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں

الۡمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَةَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنۡ

سیدھی راہ پر ف۸ بیشک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی ف۹ سو جو کوئی

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی کعبہ کو منہ کرنے کا حکم اس واسطے ہوا کہ توریت میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم کا قبلہ خانہ کعبہ ہے اور نبی آخر الزماں کو بھی اسی کی طرف منہ پھیرنے کا حکم ہوجائیگا تو آپکو تحویل الی الکعبہ کا حکم نہ ہوتا تو یہود ضرور الزام لگاتے ادھر مشرکین مکہ کہتے کہ حضرت ابراہیم کا قبلہ تو کعبہ تھا یہ نبی ملت ابراہیمی کا دعویٰ کر کے پھر قبلہ میں خلاف کیوں کرتے ہیں تو اب دونوں کو حجت کرنیکا حق نہ رہا مگر بے انصاف اب بھی کچھ نہ کچھ الزام لگائے ہی جائینگے مثلاً قریش کہیں گے کہ اُن کو ہمارے قبلہ کا حق ہونا اب معلوم ہوا تو اُسکو اختیار کیا اسی طرح ہمارے اور احکام بھی رفتہ رفتہ منظور کرلینگے اور یہود کہینگے کہ ہمارے قبلہ کی حقیت ظاہر ہونے اور تسلیم کرلینے کے بعد محض حسد اور نفسانیت کے باعث اپنی رائے سے اُس کو چھوڑ دیا تو ایسے بے انصافوں کے اعتراض کی کچھ پروا مت کرو اور ہمارے حکم کے تابع رہو ف۲ یعنی یہ قبلہ ہمنے تمہارے لئے اس واسطے مقرر فرمایا کہ دشمنوں کے طعن سے بچو اور اُسکے سبب ہمارے انعام و اکرام و برکات و انوار اور ہدایت کے پورے مستحق ہو ف۳ یعنی یہ اتمام نعمت اور تکمیل ہدایت تمپر ایسی ہوئی جیسی ابتداء میں تمپر یہ اتمام نعمت و ہدایت ہو چکی ہے کہ تم میں ہی سے ایک رسول ایسا بھیجا جو تم کو احکام خداوندی سمجھاوے اور تم کو بُری باتوں سے پاک کرے یعنی علماً اور عملاً تم کو کامل بنادے ف۴ جب ہماری طرف سے تمپر اتمام نعمت کر دیا ہو چکا تو اب تم کو لازم ہے کہ تم کو زبان سے دل سے ذکر سے فکر سے ہر طرح سے یاد کرو اور اطاعت کرو ہم تم کو یاد کرینگے یعنی نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں تمپر ہوتی رہینگی اور ہماری نعمتوں کا شکر خوب ادا کرتے رہو اور ہماری ناشکری اور معصیت سے بچتے رہو ف۵ چونکہ ذکر اور شکر اور ترک کفران جو پہلے مذکور ہوئے اور تمام طاعات اور منہیات شرعیہ کو محیط ہیں جن کا انجام دینا دشوار امر ہے اسکی سہولت کے لئے یہ طریقہ بتلایا گیا کہ صبر اور صلوٰۃ سے مدد لو کہ انکی مداومت سے تمام امور تمپر سہل کر دیے جائینگے اور اس آیہ میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جہاد میں محنت اُٹھاؤ جس کا ذکر آگے آتا ہے کہ اُس میں صبر اعلیٰ درجہ کا ہے۔ ف۶ یعنی جس نے اللہ کیلئے جان دی وہ اُس جہان میں جیتے ہیں مگر تم کو اُنکی زندگی کی خبر اور اُسکی کیفیت معلوم نہیں اور یہ سب صبر کا نتیجہ ہے ف۷ پہلے تو اُنکا ذکر تھا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا یعنی شہدا اب فرماتے ہیں کہ تمہارا علی العموم تھوڑی تھوڑی تکلیف و مصیبت میں وقتاً فوقتاً امتحان لیا جائیگا اور تمہارے صبر کو دیکھا جائیگا صابرین میں داخل ہونا کچھ سہل نہیں اسی واسطے پہلے سے متنبہ فرمادیا ف۸ یعنی جن لوگوں نے اِن مصائب پر صبر کیا اور کفران نعمت نہ کیا بلکہ اِن مصائب کو وسیلہ ذکر و شکر بنایا تو اُنکو اپنے پیغمبر ہماری طرف سے بشارت سنادو ف۹ پہلے ذکر تھا تحویل الی الکعبہ کا اور کعبہ کے سب قبلوں سے افضل ہونے کا اب اُسکی محل ادائے حج و عمرہ ہونے کو بیان فرماتے ہیں تاکہ ولاتم نعمتی علیکم کی

حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ
حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ تو کچھ گناہ نہیں اُس کو کہ طواف کرے ان دونوں میں اور جو کوئی

تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ
اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ف۱ بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ

اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ
ہمنے اُتارے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم اُنکو کھول چکے لوگوں کیواسطے کتاب میں ف۲

اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ
اُن پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں اُنپر لعنت کرنیوالے ف۳ مگر جنہوں نے توبہ کی اور

اَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾
درست کیا اپنے کام کو اور بیان کردیا حق بات کو تو اُن کو معاف کرتا ہوں ف۴ اور میں ہوں بڑا معاف کرنیوالا نہایت مہربان ☆

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ
بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی اُنہی پر لعنت ہے اللہ کی

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ف۵ ہمیشہ رہینگے اُسی لعنت میں نہ ہلکا ہوگا اُن پر سے

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
عذاب اور نہ اُنکو مہلت ملیگی ف۶ اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے کوئی معبود نہیں اُسکے سوا

الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ
بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا ف۷ بیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ
کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ لیکر چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں اور

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
پانی میں جس کو کہ اُتارا اللہ نے آسمان سے پھر جلایا اُس سے زمین کو اُسکے مرگئے پیچھے

ف۱ صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں مکہ میں اہل عرب حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے ہمیشہ حج کرتے رہے اور حج کرتے تو ان دو پہاڑیوں کا بھی طواف کرتے کفر کے زمانہ میں ان دو پہاڑیوں پر کفار نے دو بت رکھے تھے اُن کی تعظیم کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ طواف ان دو بتوں کی تعظیم کے لئے ہے جب لوگ مسلمان ہوئے اور بت پرستی سے تائب ہوئے تو خیال ہوا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو ان بتوں کی تعظیم کے لئے تھا جب بتوں کی تعظیم حرام ہوئی تو صفا اور مروہ کا طواف بھی ممنوع ہونا چاہئے یہ اُنکو معلوم نہ تھا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو اصل میں حج کے لئے تھا کفار نے اپنی جہالت سے بت رکھ چھوڑے تھے وہ دور ہوگئے اور انصار مدینہ چونکہ کفر کے زمانہ میں بھی صفا اور مروہ کے طواف کو بُرا جانتے تھے تو اسلام کے بعد بھی اُن کو اس طواف میں خلجان ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ ہم پہلے سے اس کو مذموم جانتے ہیں اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی اور فریق اول اور ثانی دونوں کو بتلا دیا گیا کہ صفا اور مروہ کے طواف میں کوئی گناہ اور خرابی نہیں یہ تو اصل سے اللہ کی نشانیاں ہیں اُنکا طواف کرنا چاہئے ف۲ اس سے مراد ہیں یہود کہ توریت میں جو آپ کی تصدیق تھی اُس کو اور تحویل قبلہ وغیرہ اُمور کو چھپاتے تھے اور جس نے غرض دنیا کے واسطے اللہ کے حکم کو چھپایا وہ سب اس میں داخل ہیں ف۳ لعنت کرنیوالے یعنی جن و انس و ملائکہ بلکہ اور سب حیوانات کیونکہ اُنکی حق پوشی کے وبال میں جب عالم کے اندر قحط و وبا طرح طرح کی بلائیں پھیلتی ہیں تو حیوانات بلکہ جمادات تک کو تکلیف ہوتی ہے اور سب اُن پر لعنت کرتے ہیں ف۴ یعنی اگرچہ اُنکی حق پوشی کے باعث بعض آدمی گمراہی میں پڑ گئے لیکن جب اُنہوں نے حق پوشی سے توبہ کرکے اظہار حق پوری طرح کر دیا تو اب بجائے لعنت ہم اُن پر رحمت نازل فرماتے ہیں کیونکہ ہم تواب و رحیم ہیں ف۵ یعنی جس نے خود حق پوشی کی یا کسی دوسرے کی حق پوشی کے باعث گمراہ ہوا اور اخیر تک کافر ہی رہا اور توبہ نصیب نہوئی تو وہ ہمیشہ کو ملعون اور جہنمی ہوا مرنے کے بعد توبہ مقبول نہیں، بخلاف اول فریق مذکور سابق کے کہ توبہ نے اُن کی لعنت کو منقطع کر دیا کہ زندگی ہی میں تائب ہوگئے ف۶ یعنی اُنپر عذاب یکساں اور متصل رہیگا یہ نہو گا کہ عذاب میں کسی قسم کی کمی ہو جائے یا کسی وقت اُنکو عذاب سے مہلت ملجائے ف۷ یعنی معبود حقیقی تم سب کا ایک ہی ہے اس میں تعدد کا احتمال بھی نہیں سو اب جس نے اُس کی نافرمانی کی بالکل مردود اور غارت ہوا دوسرا معبود ہوتا تو ممکن تھا کہ اُس سے نفع کی توقع باندھی جاتی یہ آقائی اور بادشاہی یا اُستادی اور پیری نہیں کہ ایک جگہ موافقت نہ آئی تو دوسری جگہ چلے گئے یہ تو معبودی اور خدائی ہے نہ اسکے سوا کسی کو معبود بنا سکتے ہو اور نہ کسی سے اُسکے علاوہ خیر کی توقع کر سکتے ہو جب آیہ والٰھکم الٰہ واحد نازل ہوئی تو کفار مکہ نے تعجب کیا کہ تمام عالم کا معبود اور سب کا کام بنانیوالا ایک کیسے ہوسکتا ہے اور اسکی دلیل کیا ہے اس پر آیہ ان فی خلق السمٰوٰت الخ نازل ہوئی اور اُس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائیں۔

ع ۱۹ (۱۱) ۳

ف۱ یعنی آسمان کے اِس قدر وسیع اور اونچا اور بے ستون پیدا کرنے میں اور زمین کے اتنی وسیع اور مضبوط پیدا کرنے اور اُس کے پانی پر پھیلانے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے اور اُنکے گھٹانے اور بڑھانے میں اور کشتیوں کے دریا میں چلنے میں اور آسمان سے پانی برسانے اور اُس سے زمین کو سرسبز و تر و تازہ کرنے میں اور جملہ حیوانات میں اُس سے توالد و تناسل نشو و نما ہونے میں اور جہات مختلفہ سے ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں کو آسمان اور زمین میں معلق کرنے میں دلائل عظیمہ اور کثیرہ ہیں حق تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کی قدرت اور حکمت اور رحمت پر اُنکے لئے جو صاحب عقل اور فکر ہیں فائدہ لا الٰہ الا ھو میں توحید ذات کا اور الرحمٰن الرحیم میں توحید صفات کا ثبوت تھا اور اِنّ فی خلق الخ میں توحید افعال کا ثبوت ہوا جس سے مشرکین کے شبہات بالکلیہ مندفع ہوگئے۔

وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ

اور پھیلائے اس میں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو کہ تابعدار ہے اُسکے

بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٦٤﴾ وَمِنَ النَّاسِ

حکم کا درمیان آسمان و زمین کے بیشک اِن سب چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمند لوگوں کیلئے ف۱ اور بعضے لوگ وہ ہیں

مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جو بناتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو ف۲ اُنکی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی ف۳ اور ایمان والوں کو

أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ

اُس سے زیادہ تر ہے محبت اللہ کی ف۴ اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم اس وقت کو جبکہ دیکھینگے عذاب کہ قوت ساری

لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا

اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب سخت ہے ف۵ جبکہ بیزار ہوجاوینگے وہ کہ جن کی پیروی کی تھی اُن سے

مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾

کہ جو اُنکے پیرو ہوئے تھے اور دیکھینگے عذاب اور منقطع ہوجائیں گے اُن کے سب علاقے ف۶

وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ

اور کہیں گے پیرو کیا اچھا ہوتا جو ہم کو دنیا کی طرف لوٹ جانا ملجاتا تو پھر ہم بھی بیزار ہوجاتے اُن سے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوگئے ف۷

كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ

اسی طرح پر دکھلاویگا اللہ اُن کو اُن کے کام حسرت دلانے کو اور وہ ہرگز نکلنے والے نہیں

مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا

نار سے ف۸ اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا

اور پیروی نہ کرو شیطان کی ف۹ بیشک وہ تمہارا دشمن ہے صریح ☆ وہ تو یہی

يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾

حکم کریگا تم کو کہ بُرے کام اور بیحیائی کرو اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جنکو تم نہیں جانتے ف۱۰

ف۲ یعنی آدمیوں میں جو کہ شعور و عقل میں جمیع مخلوقات سے افضل ہیں بعضے ایسے بھی ہیں کہ باوجود دلائل ظاہرہ سابقہ کے پھر غیر اللہ کو حق تعالیٰ کا شریک اور اُسکے برابر بناتے ہیں ف۳ یعنی صرف اقوال و اعمال جزئیہ ہی میں انکو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے بلکہ محبت قلبی جو کہ صدور اعمال کی اصل ہے اُس تک شرک اور مساوات کی نوبت پہنچا رکھی ہے جو شرک کا اعلیٰ درجہ ہے اور شرک فی الاعمال اُس کا خادم اور تابع ہے۔

ف۴ یعنی مشرکین کو جو اپنے معبودوں سے محبت ہے مومنین کو اپنے اللہ سے اُس سے بھی بہت زیادہ اور مستحکم محبت ہے کیونکہ مصائب دنیا میں مشرکین کی محبت بسا اوقات زائل ہوجاتی ہے اور عذاب آخرت دیکھ کر تو بالکل تبرّی اور بیزاری ظاہر کرینگے جیسا اگلی آیہ میں آتا ہے بخلاف مومنین کے کہ اُن کی محبت اپنے اللہ کے ساتھ ہر ایک رنج و راحت مرض و صحت دنیا و آخرت میں برابر باقی اور پائدار رہنے والی ہے اور نیز اہل ایمان کو جو اللہ سے محبت ہے وہ اُس محبت سے بھی بہت زیادہ ہے جو محبت کہ اہل ایمان ماسوی اللہ یعنی انبیاء و اولیاء و ملائکہ و عبّاد و علماء یا اپنے آباء و اجداد اور اولاد و مال وغیرہ سے رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو اس کی عظمت شان کے موافق بالاصالۃ اور بالاستقلال محبت رکھتے ہیں اور اوروں سے بالواسطہ اور حق تعالیٰ کے حکم کے موافق ہر ایک کے اندازہ کے مطابق محبت رکھتے ہیں "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" خدا اور غیر خدا کو محبت میں برابر کردینا خواہ وہ کوئی ہو یہ مشرکین کا کام ہے۔

ف۵ یعنی جن ظالموں نے خدا کے لئے شریک بنائے اگر وہ اُس آنے والے وقت کو دیکھ لیں کہ جس وقت اُن کو عذاب الٰہی کا مشاہدہ ہوگا کہ زور سارا اللہ ہی کے لئے ہے عذاب خداوندی سے کوئی نہیں بچا سکتا اور اللہ کا عذاب سخت ہے تو ہرگز اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہوں اور نہ اُن سے اُمید منفعت رکھیں۔

ف۶ یعنی وہ وقت ایسا ہوگا کہ بیزار ہوجائینگے متبوع اپنے تابعداروں سے اور بت پرست اور بتوں میں کوئی علاقہ باقی نہ رہیگا ایک دوسرے کا دشمن ہوجائیگا عذاب الٰہی دیکھ کر۔

ع ۲۰ ۴

ف۷ اور مشرکین اُس وقت کہیں گے کہ اگر کسی طرح ہم کو پھر دنیا میں لوٹ جانا نصیب ہو تو ہم بھی ان سے اپنا انتقام لیں اور جیسا یہ آج ہم سے جدا ہوگئے ہم بھی ان کو جواب دیکر جدا ہوجائیں لیکن اس آرزو محال سے بجز افسوس کچھ نفع نہ ہوگا۔

ف۸ یعنی جیسے مشرکین کو عذاب الٰہی اور اپنے معبودوں کی بیزاری دیکھ کر سخت حسرت ہوگی اسی طرح پر اُن کے جملہ اعمال کو حق تعالیٰ اُن کے لئے موجب حسرت بنا دیگا کیونکہ حج و عمرہ اور صدقات و خیرات جو اچھی باتیں کی ہونگی وہ سب تو بسبب شرک مردود ہوجائینگی اور شرک و گناہ جس قدر کئے ہونگے انکا بدلہ عذاب ملیگا تو اب اُن کے بھلے اور بُرے اعمال سب کے سب موجب حسرت ہونگے کسی عمل سے کچھ نفع نہ ہوگا اور ہمیشہ دوزخ میں رہینگے بخلاف موحدین اور اہل ایمان کے کہ اگر بسبب معاصی دوزخ میں جائیں گے تو انجام کار نجات پائیں گے ف۹ اہل عرب بت پرستی کرتے تھے اور بتوں کے نام پر سانڈ بھی چھوڑتے تھے اور اُن جانوروں سے نفع اُٹھانا حرام سمجھتے تھے اور یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے کیونکہ تحلیل و تحریم کا منصب اللہ کے سوا کسی کو نہیں اس بارہ میں کسی کی بات ماننی گویا اُس کو اللہ کا شریک بنانا ہے اس لئے پہلی آیات میں شرک کی خرابی بیان فرما کر اب تحریم حلال سے ممانعت کی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا ہے اُس میں سے کھاؤ بشرطیکہ وہ شرعاً حلال و طیب ہو نہ تو فی نفسہ حرام ہو جیسے مُردار اور خنزیر اور ما اُھل بہ لغیر اللہ (جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے اور اسکی قربت مقصود ہو اُن جانوروں کے ذبح سے) ہو اور نہ کسی امر عارضی سے اُس میں حرمت آگئی ہو جیسے غصب چوری رشوت سود کا مال کہ ان سب سے اجتناب ضروری ہے اور شیطان کی پیروی ہرگز نہ کرو کہ جس کو چاہا حرام کرلیا جیسے بتوں کے نام کے سانڈ وغیرہ اور جس کو چاہا حلال کرلیا جیسے ما اُھل بہ لغیر اللہ وغیرہ ف۱۰ یعنی مسئلے اور احکام شرعیہ اپنی طرف سے بنا لو جیسا کہ بہت سے مواقع میں دیکھا جاتا ہے کہ مسائل جزئیہ سے گذر کر امور اعتقادیہ تک نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر اپنی طرف سے احکام تراشے جاتے ہیں اور نصوص قطعیہ اور اقوال سلف کی تحریف اور تغلیط کرتے ہیں۔

ف۱ یعنی حق تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا کا اتباع کرتے ہیں اور یہ بھی شرک ہے چنانچہ بعض جُہال مسلمان بھی ترک نکاح بیوگاں وغیرہ رسوم باطلہ میں ایسی بات کہہ گذرتے ہیں اور بعض زبان سے گو نہ کہیں مگر عمل در آمد سے اُن کے ایسا ہی مترشح ہوتا ہے سو یہ بات اسلام کے خلاف ہے ف۲ یعنی ان کافروں کو راہ ہدایت کی طرف بُلانا ایسا ہے جیسا کوئی جنگل کے جانوروں کو بُلائے کہ وہ سوائے آواز کے کچھ نہیں سمجھتے یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو خود علم نہ رکھیں اور نہ علم والوں کی بات قبول کریں ف۳ یعنی یہ کفار گویا بہرے ہیں جو حق بات بالکل نہیں سنتے گونگے ہیں جو حق بات نہیں کہتے اندھے ہیں جو راہ مستقیم نہیں دیکھتے سو وہ کچھ نہیں سمجھتے کیونکہ جب اُن کے ہر سہ قویٰ مذکورہ فاسد ہوگئے تو تحصیل علم و فہم کی اب کیا صورت ہو سکتی ہے ف۴ اکل طیبات کا حکم اوپر گذر چکا تھا لیکن مشرکین چونکہ شیطان کی پیروی سے باز نہیں آتے اور احکام اپنی طرف سے بنا کر اللہ کے اوپر لگاتے ہیں اور اپنے رسوم باطلہ آبائی کو نہیں چھوڑتے اور حق بات سمجھنے کی اُن میں گنجائش ہی نہیں تو اب اُن سے اعراض فرما کر خاص مسلمانوں کو اکل طیبات کا حکم فرمایا گیا اور اپنا انعام ظاہر کر کے ادائے شکر کا امر کیا گیا اس میں اہل ایمان کے مقبول اور مطیع ہونے کی جانب اور مشرکین کے مردود و معتوب و نافرمان ہونے کی طرف اشارہ ہوگیا ف۵ مردار وہ ہے کہ خود بخود مر جائے اور ذبح کی نوبت نہ آئے یا خلاف طریقۂ شرعیہ اُس کو ذبح یا شکار کیا جائے مثلاً گلا گھونٹا جائے یا زندہ جانور کا کوئی عضو

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا

اور جب کوئی اُن سے کہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو تابعداری کرینگے اُسکی جس پر دیکھا

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

ہمنے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگرچہ اُن کے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ ف۱

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً

اور مثال اُن کافروں کی ایسی ہے جیسے پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سُنے سوا پکارنے

وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور چلانے کے ف۲ بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے ف۳ اے ایمان والو

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہمنے تم کو اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اُسی کے

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ

بندے ہو ف۴ اُسنے تو تم پر یہی حرام کیا ہے مُردہ جانور ف۵ اور لہو ف۶ اور گوشت سور کا ف۷

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ

اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا ف۸ پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اُس پر کچھ

عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ

گناہ نہیں ف۹ بیشک اللہ ہے بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ف۱۰ بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی

اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ

اللہ نے کتاب ف۱۱ اور لیتے ہیں اُس پر تھوڑا سا مول ف۱۲ وہ نہیں بھرتے

فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ

اپنے پیٹ میں مگر آگ ف۱۳ اور نہ بات کریگا اُن سے اللہ قیامت کے دن ف۱۴ اور نہ پاک کریگا اُنکو ف۱۵

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی

اور اُنکے لئے ہے عذاب دردناک ف۱۶ یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو بدلے ہدایت کے

کاٹ لیا جائے یا لکڑی اور پتھر اور غلیل و بندوق سے مارا جائے یا اوپر سے گر کر یا کسی جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے یا درندہ پھاڑ ڈالے یا ذبح کے وقت قصداً تکبیر کو ترک کیا جائے کہ یہ سب مردار اور حرام ہیں البتہ دو جانور مردار بحکم حدیث شریف اس حکم سے مستثنیٰ اور ہم کو حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی ف۶ اور خون سے مراد وہ خون ہے جو رگوں سے بہتا ہے اور ذبح کے وقت نکلتا ہے اور جو خون کہ گوشت پر لگا رہتا ہے وہ حلال اور پاک ہے اگر گوشت کو بغیر دھوئے ہوئے پکا لیا جائے تو اُس کا کھانا درست ہے البتہ نظافت کے خلاف ہے اور کلیجی اور تلی کہ خون منجمد ہیں بحکم حدیث شریف حلال ہیں ف۷ اور خنزیر زندہ ہو یا مردہ یا قاعدہ شریعت کے موافق ذبح کر لیا جائے ہر حال میں حرام ہے اور اسکے تمام اجزاء گوشت پوست چربی ناخن بال ہڈی پٹھا ناپاک اور اُن سے نفع اُٹھانا اور کسی کام میں لانا حرام ہے اس موقع پر چونکہ کھانے کی چیزوں کا ذکر ہے اسلئے فقط گوشت کا حکم بتلایا گیا مگر اس پر سب کا اجماع ہے کہ خنزیر جو کہ بے غیرتی اور بیحیائی اور حرص اور رغبت الی النجاسات میں سب جانوروں میں بڑھا ہوا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسکی نسبت فانہ رجس فرمایا بلاشک نجس العین ہے نہ اُس کا کوئی جزو پاک اور نہ کسی قسم کا انتفاع اُس سے جائز جو لوگ کثرت سے اُس کو کھاتے ہیں اور اُسکے اجزاء سے نفع اُٹھاتے ہیں اُن تک میں اوصاف مذکورہ واضح طور پر مشاہدہ ہوتے ہیں ف۸ ما اھل بہ لغیر اللہ کا یہ مطلب ہے کہ اُن جانوروں پر اللہ کے سوا بت وغیرہ کا نام پکارا جائے یعنی اللہ کے سوا کسی بت یا جن یا کسی روح خبیث یا پیر یا پیغمبر کے نامزد کر کے اور اُس جانور کی جان اُن کی نذر کر کے اُنکے تقرب یا رضا جوئی کی نیت سے ذبح کیا جائے اور محض اُنکی خوشنودی کی غرض سے اُسکی جان نکالنی مقصود ہو کہ ان سب جانوروں کا کھانا حرام ہے گو بوقت ذبح تکبیر پڑھی ہو اور اللہ کا نام لیا ہو کیونکہ جان کو جان آفریں کے سوا کسی دوسرے کے لئے نذر و نیاز کرنا ہرگز درست نہیں اس لئے جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر کیجائے تو اُسکی خباثت مردار کی خباثت سے بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ مردار میں تو یہی خرابی تھی کہ اُسکی جان اللہ کے نام پر نہیں نکلی اور اُس کی جان تو غیر اللہ کے نامزد کر دی گئی جو عین شرک ہے سو جیسے خنزیر اور کتے پر بوقت ذبح تکبیر کہنے سے حلت نہیں ہو سکتی اور مردار پر اللہ کے نام لینے سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا ایسے ہی جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر اور اُنکے نامزد کر دی ہو اُس پر ذبح کے وقت نام الٰہی لینے سے ہرگز ہرگز کوئی نفع اور حلت اُس میں نہیں آ سکتی البتہ اگر غیر اللہ کے نامزد کرنے کے بعد اپنی نیت سے ہی توبہ اور رجوع کر کے ذبح کریگا تو اُسکے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں علماء نے تصریح فرما دی ہے کہ اگر کسی بادشاہ کے آنے پر اُسکی تعظیم کی نیت سے جانور ذبح کیا جائے یا کسی جن کی اذیت سے بچنے کے لئے اُسکے نام کا جانور ذبح کیا جائے یا توپ کے چلنے اور اینٹوں کے پزاوہ کے پکنے کے لئے بطور بھینٹ جانور ذبح کیا جائے تو وہ جانور بالکل مردار اور حرام اور کرنیوالا مشرک ہے اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی جو غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کی نیت سے جانور کو ذبح کرے اُس پر اللہ کی لعنت ہے ذبح کے وقت اللہ کا نام پاک لے یا نہ لے البتہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے فقرا کو کھلائے اور اُس کا ثواب کسی قریب یا پیر اور بزرگ کو پہنچا دے یا کسی مُردہ کی طرف سے قربانی کر کے اُس کا ثواب اُس کو دینا چاہے کیونکہ یہ ذبح غیر اللہ کے لئے ہرگز نہیں بعضے اپنی کجروی سے یہ حیلہ ایسے مواقع میں بیان کرتے ہیں کہ پیروں کی نیاز وغیرہ میں ہم کو تو یہی مقصود ہوتا ہے کہ کھانا پکا کر مُردہ کے نام سے صدقہ کر دیا جائے تو اول تو خوب سمجھ لیں کہ اللہ کے ساتھ جھوٹے حیلوں سے بجز مضرت کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا دوسرے اُن سے یہ پوچھا جائے کہ جس جانور کی تم نے غیر خدا کے لئے نذر مانی ہے اگر اُسی قدر گوشت اُس جانور کے عوض خرید کر اور پکا کر فقیروں کو کھلا دو تو تمہارے نزدیک بے کھٹکے وہ نذر ادا ہو جاتی ہے یا نہیں اگر بلا تامل تم اس کو کر سکتے ہو اور اپنی نذر میں کسی قسم کا خلل تمہارے دل میں نہیں رہتا تو تم سچے ورنہ تم جھوٹے اور تمہارا یہ فعل شرک اور وہ جانور مردار اور حرام فائدہ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آیت میں حکم حرمت کو اشیاء مذکورہ میں منحصر کر کے بیان فرمایا ہے جس کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ اشیائے مذکورہ کے سوا کوئی جانور حرام نہیں حالانکہ جملہ درندے اور (بقیہ صفحہ ۳۳ پر)

وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ

اور عذاب بدلے بخشش کے ف۱ سو کس قدر صبر کرنیوالے ہیں وہ دوزخ پر ف۲ یہ اس واسطے کہ اللہ نے

نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ

نازل فرمائی کتاب سچی اور جنہوں نے اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بیشک ضد میں

بَعِيْدٍ ﴿١٧٦﴾ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

دور جا پڑے ف۳ نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی ف۴

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ

لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر

وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

اور پیغمبروں پر اور دے مال اسکی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور

الْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ

محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے

الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ

نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنیوالے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور

الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ ۗ أُولٰٓئِكَ

صبر کرنیوالے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت ف۵ یہی لوگ ہیں

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سچے اور یہی ہیں پرہیزگار ف۶ اے ایمان والو

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۖ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ

فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں ف۷ آزاد کے بدلے آزاد ف۸ اور غلام کے بدلے غلام ف۹

وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ أَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ

اور عورت کے بدلے عورت ف۱۰ پھر جس کو معاف کیا جائے اُسکے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی چاہئے

بقیہ فوائد صفحہ ۴۲۔ گدھا اور کتا وغیرہ سب کا کھانا حرام ہے اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ اس حصر سے حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ میں منحصر کرنا ہرگز مراد نہیں کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش ہو بلکہ حکم حرمت کو صحت و صداقت کے ساتھ مخصوص فرما کر اس حکم کی جانب مخالف کا بطلان منظور ہے یعنی بس بات یہی ہے کہ یہ چیزیں اللہ پاک نے تم پر حرام فرما دیں اس میں دوسرا احتمال ہی نہیں یعنی انکا حلال سمجھنا بالکل باطل اور غلط ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ ہی میں منحصر مانا جائے مگر اس حصر کو اضافی یعنی خاص انہی چیزوں کے لحاظ سے تسلیم کیا جائے جن کو مشرکین نے اپنی طرف سے حرام کر لیا تھا جیسے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جنکا ذکر آئندہ آئیگا۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمنے تو تم پر فقط میتت اور خنزیر وغیرہ کو حرام کیا تھا تم جو سانڈ وغیرہ کی تحریم اور تعظیم کے قائل ہو یہ محض تمہارا افترا ہے باقی رہے درندے اور خبیث جانور انکے حرام ہونے میں مشرکین بھی نزاع نہ کرتے تھے۔ سو یہ حصر انہی جانوروں کے لحاظ سے ہے جن کو مشرکین نے خلاف حکم الٰہی اپنی طرف سے حرام ٹھہرا لیا تھا تمام جہان کے جانوروں سے اس کو کیا تعلق جو اعتراض مذکور کی نوبت آئے ف۹ یعنی اشیائے مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو اسکو لاچاری کی حالت میں کھا لینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے نافرمانی یہ کہ مثلاً نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور زیادتی یہ کہ قدر ضرورت سے زائد خوب پیٹ بھر کر کھالے بس اتنا ہی کھائے جس سے مرے نہیں ف۱۰ یعنی اللہ پاک تو بڑا بخشنے والا ہے بندوں کے ہر قسم کے گناہوں کو بخش دیتا ہے پھر ایسے لاچار اور مضطر کی بخشش کیسے نہ فرمائیگا اور اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے کہ مجبوری کی حالت میں صاف اجازت دیدی کہ جس طرح بن پڑے اپنی جان بچالو اصلی حکم ممانعت کا لاچاری کی حالت میں تم پر سے اُٹھا لیا گیا ورنہ اُس مالک الملک کا حق تھا کہ فرما دیتا تمہاری جان جائے یا رہے مگر ہمارے حکم کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔ ایک خلجان یہاں یہ بھی ہوتا تھا کہ بھوک سے مرتے ہوئے مضطر سے جو اس کو یہ اندازہ کرنا کہ اتنے لقموں سے سد رمق ہو جائیگا اور اُس سے زائد ایک لقمہ نہ کھائے محال نہیں تو دشوار تو بہت ہے اس لئے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فرما کر اُس میں سہولت کر دی۔ ف۱۱ یعنی اللہ نے جو کتاب آسمانی میں حلال و حرام کا حکم بھیجا یہود نے اُس کو چھپایا اور اپنی طرف سے بڑھایا گھٹایا جیسا کہ پہلی آیۃ میں مذکور ہو چکا ایسے ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو اس میں لکھی تھیں اُنکو بھی چھپاتے اور بدلتے تھے اور یہ دونوں سخت گناہ ہیں کیونکہ انکا مطلب اور نتیجہ یہ ہے کہ ہدایت اور طریقہ حق کسی کو نصیب نہ ہو سب گمراہ رہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے تو کتاب و رسول کو ہدایت خلق کیلئے بھیجا تھا سو انہوں نے خدا کا بھی خلاف کیا اور خلق اللہ کو بھی جاہل و گمراہ بنانا چاہا ف۱۲ یعنی اللہ کی نافرمانی اور خلق اللہ کی گمراہی پر بس نہیں کی بلکہ اُس حق پوشی کے عوض میں جن کو گمراہ کرتے تھے اُن سے رشوت میں مال بھی لیتے تھے جسکا نام ہدیہ اور نذرانہ اور شکرانہ رکھ چھوڑا تھا حالانکہ یہ حرام خوری مردار اور خنزیر کے کھانے سے بھی بدتر ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی حرکات شنیعہ کی سزا بھی سخت ہوگی جسکو آگے بتلایا جاتا ہے ف۱۳ یعنی گو ظاہر نظر میں اُنکو وہ مال لذیذ اور نفیس معلوم ہو رہا ہے مگر حقیقت میں وہ آگ ہے جس کو خوش ہو کر اپنے پیٹ میں بھر رہے ہیں جیسا طعام لذیذ میں زہر قاتل ملا ہوا ہو کہ کھاتے وقت لذت معلوم ہوتی ہے اور پیٹ میں جا کر آگ لگا دی۔ ف۱۴ اس میں یہ شبہہ کسی کو ہو سکتا ہے کہ دیگر آیات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب باری قیامت کو اُنسے خطاب فرمائیگا سو کلام نہ کرنیکا مطلب یہ ہے کہ لطف و رحمت کے ساتھ اُن سے کلام نہ کیا جائیگا اور بطور تخویف و تذلیل و تہدید و وعید جناب باری اُن سے کلام کریگا جس سے اُنکو سخت صدمہ و رنج ہوگا یا یوں کہیئے کہ بلا واسطہ اُن سے کلام نہ کیا جائیگا اور کلام کرنے کا جو ذکر ہے وہ ملائکہ عذاب کی وساطت سے ہوگا فائدہ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ کی دھمکی سے یہ امر صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس کسی کے دل میں محبت الٰہی خوب راسخ ہے اگر سردست محسوس نہ ہو تو اُس کو بھی اخگر زیر خاکستر سمجھنا چاہیے قیامت کو جب کل موانع دور ہو جائینگے اسکا ظہور کامل ہوگا کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر کفار کو یہ دھمکی ایسی ہوگی کہ کوئی اپنے دشمن کو ناخوشی اور اعراض سے ڈرانے لگے جو بالکل بے سود ہے محبان جاں نثار اعراض محبوب کو درد جانگداز سمجھتے ہیں۔ نعم اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کو ہر سینہ اللہ کی محبت سے ایسا لبریز ہوگا کہ یہ اتفاقی عذاب دوزخ سے بھی بدرجہا زیادہ اُنکو جانگاہ معلوم ہوگی ف۱۵ یعنی اہل ایمان گو کتنے ہی گنہگار ہوں مگر دوزخ میں زمانہ معین تک رہکر اور گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں داخل کر دیئے جائینگے بخلاف کفار کے کہ وہ ہمیشہ نار میں رہینگے اور کبھی پاک ہو کر جنت میں جانیکے قابل نہونگے اور شرک نے انکو بمنزلہ نجس العین کے بنا دیا ہے کہ نجاست انکی کسی طرح دور نہیں ہو سکتی اور مسلمان عاصی کا حال ایسا سمجھیئے کہ پاک چیز پر نجاست واقع ہوگئی نجاست زائل ہو کر پھر پاک ہو گیا ف۱۶ واقعی اس سے زیادہ اور کیا عذاب الیم ہوگا کہ ظاہر بدن سے بڑھ کر انکی باطن میں بھی آگ ہوگی اور محبوب حقیقی اُنسے ناخوش ہوگا پھر اس مصیبت جانکاہ سے کبھی نجات نہ ملیگی نعوذ باللہ۔

الربع ۵

فوائد صفحہ ۴۳ ف۱ یعنی وہ لوگ بیشک اسی قابل ہیں کیونکہ اُنہوں نے خود سامان نجات کو غارت کیا اور گمراہی کو ہدایت کے مقابلہ میں پسند اور اختیار کیا اور اسباب مغفرت کو چھوڑ کر اسباب عذاب کو منظور کیا۔ ف۲ یعنی اپنی خوشی سے موجبات دخول نار کو اختیار کرتے ہیں گویا آگ اُنکو نہایت مرغوب اور محبوب ہے کہ اپنی جان و مال کے بدلے اسکو خریدتے ہیں ورنہ سب جانتے ہیں کہ عذاب نار پر صبر کرنا کیسا ہے ف۳ یعنی ضلالت کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو مغفرت کے بدلے خریدنے کی دلیل یا اُن پر عذابات مذکورہ سابقہ کے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے جو کتاب سچی نازل فرمائی اُنہوں نے اُسکے خلاف کیا اور طرح طرح کے اختلاف اُس میں ڈالے اور خلاف اور دشمنی میں دور جا پڑے یعنی بڑا خلاف کیا یا طریقہ حق سے دور ہو گئے ایک صورت یہ بھی ہے کہ اُن کا صابر علی النار ہونا چونکہ (بقیہ صفحہ ۴۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۳ سے یعنی البطلان نظر آتا تھا اسلئے لفظ ذلک سے اخیر تک اسکو جواب کی طرف اشارہ فرما دیا فافہم ف۴ جب آیات سابقہ یعنی برائی میں سُنیں تو یہود و نصاریٰ کہنے لگے کہ ہم میں تو بہت کچھ اسباب آثار
ہدایت و مغفرت موجود ہیں ایک کھلی بات یہی ہے کہ ہم جس قبلہ کی طرف منہ کرنیکا مامور ہیں اُسکی طرف متوجہ ہو کر نماز جو افضل عبادات ہے اُس کو اللہ کے حکم کے موافق ادا کرتے ہیں پھر ان خرابیوں اور عذاب کے ہم
کیسے مستحق ہو سکتے ہیں اس خیال کی تردید میں فرمایا جاتا ہے کہ بڑی نیکی جو مغفرت و ہدایت کیلئے کافی ہو یہ نہیں کہ تم صرف اپنا منہ نماز میں مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا کرو اور عقائد و اعمال ضروریہ کی پروا بھی نہ کرو
ف۵ یعنی نیکی اور بھلائی جو اثر ہدایت اور سبب مغفرت ہو یہ ہے کہ اللہ اور روز قیامت اور جملہ ملائکہ اور کتب آسمانی اور انبیاء پر دل سے ایمان لائے اور ان پر یقین کرے اور باوجود محبت اور رغبت کے اپنے مال
کو علاوہ زکوٰۃ کے قریبوں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں اور سائلوں کو جو کہ محتاج ہوں دے اور گردنیں چھڑانے میں یعنی مسلمان جس کو کفار نے ظلماً قید کر لیا ہو اُسکی رہائی میں یا مقروض کو
قرضخواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یا غلام مکاتب کو خلاصی دلانے میں مال دیوے اور نماز کو خوب درستی کے ساتھ پڑھے اور چاندی اور سونے اور جملہ اموال تجارت میں سے زکوٰۃ دے
اور اپنے عہد و قرار کو پورا کرے اور فقر و فاقہ اور بیماری اور تکلیف اور خوف کی حالت میں صبر و استقلال کرے اور یہود و نصاریٰ چونکہ ان عقائد و اعمال و اخلاق میں قاصر اور ناقص تھے اور طرح

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہئے اُس کو خوبی کے ساتھ ف۱۱ یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے

وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ
اور مہربانی ف۱۲ پھر جو زیادتی کرے اس فیصلے کے بعد تو اس کے لئے ہے عذاب دردناک ف۱۳ اور تمہارے واسطے

فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ
قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو ف۱۴ تاکہ تم بچتے رہو ف۱۵ فرض کر دیا گیا

عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَۨا ښ الْوَصِيَّةُ
تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال وصیت کرنا

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَي الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾
ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے پرہیزگاروں پر ف۱

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَمَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَي الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ
پھر جو کوئی بدل ڈالے وصیت کو بعد اس کے جو سُن چکا تو اس کا گناہ انہی پر ہے جنہوں نے اس کو بدلا

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ۭ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا
بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف۲ پھر جو کوئی خوف کرے وصیت کرنیوالے سے طرفداری کا یا گناہ کا

فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ يٰٓاَيُّهَا
پھر اُن میں باہم صلح کرا دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ف۳ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ف۴ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيْنَ
ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ
اگلوں پر ف۵ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ ف۶ چند روز ہیں گنتی کے ف۷ پھر جو کوئی

مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَي الَّذِيْنَ
تم میں کو بیمار ہو یا مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں سے ف۸ اور جن کو

طرح سے اُن میں خلل اندازی کرتے تھے جیسا کہ آیات قرآنی میں اُس
کا ذکر ہے تو اب یہود یا نصاریٰ کا صرف اپنے استقبال قبلہ پر ناز کرنا
اور اپنے آپ کو طریق ہدایت پر مستقیم سمجھنا اور مستحق مغفرت کہنا بیہودہ
خیال ہے تاوقتیکہ اُن اعتقادات اور اخلاق و اعمال پر قائم نہ ہوں گے
جو اس آیہ کریمہ میں بالتفصیل مذکور ہیں صرف استقبال قبلہ سے
نہ ہدایت نصیب ہو سکتی ہے نہ عذاب الٰہی سے نجات مل سکتی ہے ف۶
یعنی جو لوگ اعتقادات و اخلاق و اعمال مذکورہ کے ساتھ متصف
ہیں وہی لوگ سچے ہیں اعتقادات اور ایمان اور دین میں یا اپنے
قول و قرار میں اور وہی لوگ پرہیزگار و متقی ہیں اپنے اخلاق اور
اعمال میں یا بچنے والے ہیں گناہ اور بُری باتوں سے یا عذاب الٰہی
سے اہل کتاب کہ جن کو ان خوبیوں میں سے ایک بھی میسر نہیں
اُنکا اپنی نسبت ایسا خیال کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے ف۷ زمانہ
جاہلیت میں یہود اور اہل عرب نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ شریف
النسب لوگوں کے غلام کے بدلے رذیل لوگوں کے آزاد کو
اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک آزاد کے بدلے دو کو قصاص
میں قتل کرتے تھے حق تعالیٰ نے اس آیہ میں حکم دیا کہ اے ایمان
والو ہم نے تم پر مقتولین میں برابری اور مساوات کو فرض کر دیا
قصاص کے معنی لغت میں برابری اور مساوات کے ہیں تم
نے جو یہ دستور نکالا ہے کہ شریف اور رذیل میں امتیاز کرتے ہو
یہ لغو ہے جانیں سب کی برابر ہیں غریب ہو یا امیر شریف ہو یا
رذیل عالم و فاضل ہو یا جاہل جوان ہو یا بوڑھا اور بچہ تندرست
ہو یا بیمار قریب المرگ صحیح الاعضا ہو یا اندھا لنگڑا فائدہ پہلی آیہ
میں نیکی اور بر کے اصول مذکور تھے جن پر مدار ہدایت و مغفرت تھا
اور اس طرف بھی اشارہ تھا کہ اہل کتاب ان خوبیوں سے بے بہرہ ہیں
اور بالتصریح فرما دیا تھا کہ دین میں سچا اور متقی بدون ان خوبیوں
کے کوئی نہیں ہو سکتا تو اب اہل اسلام کے سوا نہ اہل کتاب اسکے
مصداق بن سکتے ہیں نہ جہال عرب پہلے اب سب سے اعراض فرما
کر خاص اہل ایمان کو مخاطب بنایا جاتا ہے اور نیکی اور بر کے مختلف
فروع عبادات جانی و مالی اور معاملات مختلفہ اُنکو بتلاتے ہیں کہ
ان فروع کو وہی کر سکتا ہے جو اصول مذکورہ سابقہ پر پختہ ہو گویا اور
لوگ اس خطاب کے قابل بھی نہ سمجھے گئے جو اُنکو سخت عار کا باعث
ہونا چاہیے اب جو احکام فروعی بالتفصیل بیان کیے جاتے ہیں۔
درحقیقت تو اُنسے اہل ایمان کی ہدایت اور تعلیم مقصود ہے مگر ضمناً کہیں
صاف کہیں تعریضاً دوسروں کی خرابی پر بھی تنبیہ کیا جاتا ہے مثلاً
کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ میں اسکی طرف اشارہ ہے کہ یہود
وغیرہ نے جو قصاص میں دستور کر رکھا ہے یہ اُنکا ایجاد بے بنیاد خلاف
حکم الٰہی ہے جس سے ظاہر ہو گیا کہ اصول فرمودہ سابقہ میں سے نہ ان
کو ایمان بالکتاب صحیح طور سے حاصل ہے نہ ایمان بالانبیاء نہ عہد خداوندی

ع ۲۲ / ۶

کو انہوں نے وفا کیا اور نہ تنگی اور مصیبت کی حالت میں اُنہوں نے صبر سے کام لیا ورنہ اپنے کسی عزیز و قریب کے مقتول ہو جانے پر اس قدر بے صبری اور نفسانیت نہ کرتے کہ فرمان خداوندی اور ارشاد
انبیاء اور حکم کتاب سب کو چھوڑ کر بے گناہوں کو قتل کرنیکا حکم دیتے ف۸ یہ توضیح ہے اُس برابری کی جس کا حکم ہوا مطلب یہ ہے کہ ہر مرد آزاد کے قصاص میں صرف وہی ایک آزاد مرد قتل کیا جا سکتا ہے جو اُس کا قاتل
ہے یہ نہیں کہ ایک کے عوض قاتل کے قبیلہ سے کیف ما اتفق دو کو یا زیادہ کو قتل کرنے لگو ف۹ یعنی ہر غلام کے بدلے میں وہی غلام قتل کیا جائیگا جو قاتل ہے یہ نہ ہو گا کہ کسی شریف کے غلام کو قصاص میں قاتل کو جو کہ غلام
ہے اسکو چھوڑ کر اُن رذیل لوگوں میں سے کہ جنکے غلام نے قتل کیا ہے کسی آزاد کو قتل کیا جاوے ف۱۰ یعنی ہر ایک عورت کے قصاص میں صرف وہی عورت قتل کیجا سکتی ہے جس نے اُسکو قتل کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ شریف النسب
عورت کے قصاص میں رذیل عورت کو چھوڑ کر جو کہ قاتل ہے کسی مرد کو ان میں سے قتل کرنے لگیں خلاصہ یہ ہوا کہ ہر آزاد دوسرے آزاد کے اور ہر غلام دوسرے غلام کے برابر ہے سو حکم قصاص میں مساوات چاہئے اور
تعدی جو اہل کتاب اور جہال عرب کرتے تھے ممنوع ہے فائدہ اب باقی رہا یہ امر کہ آزاد کسی غلام کو یا مرد کسی عورت کو قتل کردے تو قصاص لیا جائیگا یا نہیں سو یہ آیہ کریمہ اس سے ساکت ہے اور ائمہ کا اسمیں
اختلاف ہے امام ابو حنیفہ آیہ ان النفس بالنفس اور حدیث المسلمون تتکافؤ دماءھم کے قائل ہیں کہ ہر دو صورت مذکورہ میں قصاص ہوگا اور جسم قوی اور ضعیف صحیح اور مریض معذور اور
معذور وغیرہ حکم قصاص میں برابر ہیں ایسے ہی آزاد اور غلام مرد اور عورت کو امام ابو حنیفہ قصاص میں برابر فرماتے ہیں بشرطیکہ غلام مقتول قاتل کا غلام نہ ہو کہ وہ حکم قصاص سے اُنکے نزدیک مستثنیٰ ہے اور اگر

فوائد صفحہ ۳۴ ف۱ یعنی مقتول کے وارثوں میں سے اگر بعض بھی خون کو معاف کردیں تو اب قاتل کو قصاص میں قتل تو نہیں کرسکتے بلکہ دیکھیں گے کہ اُن وارثوں نے معاف کس طرح پر کیا ہے بلا معاوضہ مالی محض ثواب کی غرض سے معاف کیا ہے یا دیت شرعی اور بطور مصالحت کسی مقدار مال پر راضی ہو کر صرف قصاص سے دست برداری کی ہے اول صورت میں قاتل اُن وارثوں کے مطالبہ سے بالکل سبکدوش ہو جائیگا اور دوسری صورت میں قاتل کو چاہیے کہ وہ معاوضہ اچھی طرح ممنونیت اور خوشدلی کے ساتھ ادا کرے ف۲ یہ اجازت کہ قتل عمد میں چاہو قصاص لو چاہو دیت لو چاہو معاف کردو اللہ کی طرف سے سہولت اور مہربانی ہے قاتل اور وارثان مقتول دونوں پر جو پہلے لوگوں پر نہ ہوئی تھی کہ یہود پر خاص قصاص اور نصاریٰ پر دیت یا عفو مقرر تھا ف۳ یعنی اس تخفیف اور رحمت کے بعد بھی اگر کوئی خلاف ورزی کریگا اور دستور جاہلیت پر چلیگا یا معافی اور دیت قبول کرلینے کے بعد قاتل کو قتل کریگا تو اسکے لئے سخت عذاب ہے آخرت میں یا ابھی اُسکو قتل کیا جائیگا ف۴ یعنی حکم قصاص بظاہر تو اگرچہ بھاری معلوم ہو لیکن عقلمند سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حکم بڑی زندگانی کا سبب ہے کیونکہ قصاص کے خوف سے ہر کوئی کسی کو قتل کرنے سے رُکیگا تو دونوں کی جان محفوظ رہیگی اور قصاص کے سبب قاتل اور مقتول دونوں کی جماعتیں بھی قتل سے محفوظ اور مطمئن رہینگی عرب میں ایسا ہوتا تھا کہ قاتل اور غیر قاتل کا لحاظ نہیں کرتے تھے جو ہاتھ آجاتا مقتول کے وارث اُس کو قتل کرڈالتے تھے اور فریقین میں اسکے باعث ایک خون کی وجہ سے ہزاروں جانیں ضائع ہونے کی نوبت آتی تھی جب خاص قاتل ہی سے قصاص لیا گیا تو یہ تمام جانیں بچ گئیں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ قصاص قاتل کے حق میں باعث حیات اُخروی ہے ف۵ یعنی بچتے رہو قصاص کے خوف سے کسی کو قتل کرنے سے یا بچو قصاص کے سبب عذاب آخرت سے یا اسلئے کہ تم کو حکم قصاص کی حکمت معلوم ہوگئی ہے تو اُسکی مخالفت یعنی ترک قصاص سے بچتے رہو ف۶ پہلا حکم قصاص یعنی مردہ کی جان کے متعلق تھا یہ دوسرا حکم اسکے مال کے متعلق ہے اور کلیات مذکورہ سابقہ میں جو واٰتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ ارشاد ہوا تھا اُسکی تشریح ہے لوگوں میں دستور تھا کہ مردہ کا تمام مال اُسکی بیوی اور اولاد بلکہ خاص بیٹوں کو ملتا تھا ماں باپ اور سب اقارب محروم رہتے تھے اس آیہ میں ارشاد ہوا کہ ماں باپ اور جملہ اقارب کو انصاف کے ساتھ دینا چاہیے مرنیوالے پر اسی کے موافق وصیت فرض ہوئی اور یہ وصیت اُس وقت فرض تھی جس وقت تک آیہ میراث نہیں اُتری تھی جب سورۂ نساء میں احکام میراث نازل ہوئے سب کا حصہ خدا تعالیٰ نے آپ معین فرما دیا اب ترکہ میت میں وصیت فرض نہ رہی اُسکی حاجت ہی جاتی رہی البتہ مستحب ہے مگر وارث کے لئے وصیت جائز نہیں اور تہائی ترکہ سے زائد نہ ہو ہاں اگر کسی شخص کے متعلق دیون اور ودائع وغیرہ داد وستد کا جھگڑا ہو اس پر وصیت اب بھی فرض ہے ف۷ یعنی مردہ تو وصیت انصاف کے ساتھ کر مرا تھا اگر دینے والوں نے اُسکی تعمیل نہ کی تو مردہ پر کوئی گناہ نہیں وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوا وہی لوگ گنہگار ہونگے بیشک حق تعالیٰ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کی نیتوں کو جانتا ہے ف۸ یعنی اگر کسی کو مردہ کی طرف سے یہ اندیشہ یا علم ہوا کہ اُس نے کسی وجہ سے غلطی کھائی اور کسی کی بیجا رعایت کی یا دیدہ و دانستہ خلاف حکم الٰہی دے گیا پس اُس شخص نے اہل وصیت اور وارثوں میں حکم شریعت کے موافق صلح کرادی تو اُس کو کچھ گناہ نہ ہوگا وصیت میں یہ تغیر اور تبدل جائز اور بہتر ہے ف۹ یعنی حق تعالیٰ تو گنہگاروں کی بھی مغفرت فرماتا ہے تو جس نے اصلاح کی غرض سے ایک بُرائی کو سب کو ہٹایا اُسکی مغفرت تو ضرور فرمائیگا یا یوں کہو کہ بخشنے والا ہے وصیت کرنیوالے کو جس نے وصیت ناجائز کی تھی مگر پھر سمجھ کر اُس وصیت سے اپنی زندگی ہی میں پھر گیا ف۱۰ یہ حکم روزہ کے متعلق ہے جو ارکان اسلام میں داخل ہے اور نفس کے بندوں ہوا پرستوں کو نہایت ہی شاق ہوتا ہے اس لئے تاکید اور اہتمام کے الفاظ سے بیان کیا گیا اور یہ حکم حضرت آدم کے زمانہ سے اب تک برابر جاری رہا ہے گو تعیین ایام میں اختلاف ہوا اور اصول مذکورہ سابقہ میں جو صبر کا حکم تھا روزہ اُس کا ایک بڑا رکن ہے حدیث میں روزہ کو نصف صبر فرمایا ہے ف۱۱ یعنی روزہ سے نفس کو اُسکی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑیگی تو پھر اس کو اُن مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکوگے اور روزہ سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آئیگا تو اب تم متقی ہو جاؤ گے بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں اُنکا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ، جاننا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق اُن میں اپنی رائے سے تغیر و تبدل کیا تو لعلکم تتقون میں اُن پر تعریض ہے معنی یہ ہونگے کہ اے مسلمانوں تم نافرمانی سے بچو یعنی خلل یہود اور نصاریٰ کے اس حکم میں خلل نہ ڈالو ف۱۲ یعنی چند روز گنتی کے جو زیادہ نہیں روزہ رکھو اور اس سے رمضان کا مہینہ مراد ہے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے ف۱۳ پھر اس مدت قلیل میں بھی اتنی سہولت اور فرما دی گئی کہ جو بیمار ایسا ہو کہ روزہ رکھنا دشوار ہو یا مسافر ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ روزے نہ رکھے اور جتنے روزے کھائے اُتنے ہی رمضان کے سوا اور دنوں میں روزے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق کرکے۔

يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ

طاقت ہو روزہ کی اُنکے ذمہ بدلا ہے ایک فقیر کا کھانا ف۱ پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی تو

خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٤﴾ شَهْرُ

اچھا ہے اسکے واسطے اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سمجھ رکھتے ہو ف۲ مہینہ

رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ

رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن

مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَ

راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی ف۳ سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اسکے ف۴ اور

مَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ

جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اسکو گنتی پوری کرنی چاہیے اور دنوں سے ف۵ اللہ چاہتا ہے

بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا

تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو

اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٨٥﴾ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي

اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو ف۶ اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے

عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي

مجھ کو سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیے کہ وہ حکم مانیں میرا

وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ

اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں ف۷ حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں

الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ

بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے ف۸ وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو اُن کی ف۹ اللہ

اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ

کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے ف۱۱ سو معاف کیا تم کو اور درگزر کی تم سے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی تو طاقت رکھتے ہیں مگر ابتدا میں چونکہ روزہ کی بالکل عادت نہ تھی اس لئے ایک ماہ کامل پے در پے روزے رکھنا اُنکو نہایت شاق تھا تو اُنکے لئے یہ سہولت فرما دی گئی تھی کہ اگرچہ تم کو کوئی عذر مثل مرض یا سفر کے پیش نہ ہو مگر صرف عادت نہ ہونے کے سبب روزہ تم کو دشوار ہو تو اب تم کو اختیار ہے چاہو روزہ رکھو چاہو روزہ کا بدلا دو ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ کیونکہ جب اُس نے ایک دن کا کھانا دوسرے کو دیدیا تو گویا اپنے نفس کو ایک روز کے کھانے سے روک لیا اور فی الجملہ روزہ کی مشابہت ہوگئی پھر جب وہ لوگ روزہ کے عادی ہوگئے تو یہ اجازت باقی نہ رہی جس کا بیان اس سے اگلی آیہ میں آتا ہے اور بعض اکابر نے طعام مسکین سے صدقۃ الفطر بھی مراد لیا ہے معنی یہ ہونگے کہ جو لوگ فدیہ دینے کی طاقت (بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۵ رکھتے ہیں وہ ایک مسکین کے کھانے کی مقدار اُس کو دیدیں جسکی مقدار شرع میں گیہوں کا آدھا صاع اور جو کا پورا صاع ہے تو اب یہ آیت منسوخ نہوگی اور جو لوگ اب بھی یہ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے روزہ رمضان میں رکھلے اور جس کا جی چاہے فدیہ پر قناعت کرے خاص روزہ ہی ضرور رکھے یہ حکم نہیں وہ جاہل ہیں یا بے دین ف یعنی اگر ایک دن کے کھانے سے زیادہ ایک مسکین کو دے یا کئی مسکینوں کا پیٹ بھرے تو سبحان اللہ بہت ہی بہتر ہے ف۳ یعنی اگر تم کو روزہ کی فضیلت اور حکمت اور منافع معلوم ہوں تو جان لو کہ روزہ رکھنا فدیہ مذکورہ کے دینے سے بہتر ہے اور روزہ رکھنے میں کوتاہی نہ کرو ف۴ حدیث میں آیا ہے کہ صحف ابراہیمی اور توریت اور انجیل سب کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے اور قرآن شریف بھی رمضان کی چوبیسویں رات میں لوح محفوظ سے اول آسمان پر سب ایک ساتھ بھیجا گیا پھر تھوڑا تھوڑا کرکے مناسب احوال آپ پر نازل ہوتا رہا اور ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن نازل شدہ آپ کو مکرر سناجاتے تھے ان سب حالات سے مہینہ رمضان کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اُسکی مناسبت اور خصوصیت خوب ظاہر ہوگئی اس لئے اس مہینہ میں تراویح مقرر ہوئی پس قرآن کی خدمت اسی مہینے میں خوب اہتمام کرنی چاہئے کہ اسی واسطے مقرر اور معین ہوا ہے ف۵ یعنی جب اس ماہ مبارک کے فضائل مخصوصہ عظیمہ تم کو معلوم ہوچکے تو اب جس کسی کو یہ مہینہ ملے اُسکو روزہ ضرور رکھنا چاہئے اور بغرض سہولت ابتداء میں جو فدیہ کی اجازت برائے چندے دیگئی تھی وہ موقوف ہوگئی ف۶ اس حکم عام سے یہ سمجھ میں آتا تھا کہ شاید مریض اور مسافر کو بھی افطار و قضا کی اجازت باقی نہیں رہی اور جیسے روزہ کی طاقت رکھنے والوں کو اب افطار کی ممانعت کردی گئی ایسے ہی مسافر اور مریض کو بھی ممانعت ہوگئی ہو اس لئے مریض و مسافر کی نسبت پھر صاف فرمادیا کہ اُنکو رمضان میں افطار کرنے اور اور دنوں میں اُسکے قضا کردینے کی اجازت اُسی طرح باقی ہے جیسے تھی ف۷ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اول رمضان میں روزہ کا حکم فرمایا اور بوجہ عذر پھر مریض اور مسافر کو افطار کرنے کی اجازت دی اور دیگر اوقات میں اُن دنوں کی شمار کے برابر روزوں کا قضا کرنا تم پر پھر واجب فرمایا ایک ساتھ ہونے یا متفرق ہونیکی ضرورت نہیں تو اس میں اسکا لحاظ ہے کہ تم پر سہولت رہے دشواری نہ ہو اور یہ بھی منظور ہے کہ تم اپنے روزوں کی شمار پوری کرلیا کرو ثواب میں کمی نہ آجائے اور یہ بھی مدنظر ہے کہ تم اس طریقہ سراسر خیر کی ہدایت پر اللہ کی بڑائی بیان کرو اور اُس کو بزرگی سے یاد کرو اور یہ بھی مطلوب ہے کہ ان نعمتوں پر تم شکر کرو اور شکر کرنیوالوں کی جماعت میں داخل ہوجاؤ سبحان اللہ روزہ جیسی مفید عبادت ہم پر واجب فرمائی اور مشقت اور تکلیف کی حالت میں سہولت بھی فرمادی اور فراغت کے وقت میں اس نقصان کے جبر کا طریقہ بھی بتلادیا ف۸ شروع میں یہ حکم تھا کہ رمضان میں اول شب میں کھانے پینے اور عورتوں کے پاس جانے کی اجازت تھی مگر سو رہنے کے بعد ان چیزوں کی ممانعت تھی بعض لوگوں نے اس کے خلاف کیا اور سونے کے بعد عورتوں سے قربت کی پھر آپ سے آکر عرض کیا اور اپنے قصور کا اقرار اور ندامت کا اظہار کیا اور توبہ کی نسبت آپ سے سوال کیا تو اُس پر یہ آیت اُتری کہ تمہاری توبہ قبول کی گئی اور احکام خداوندی کی اطاعت کی تاکید فرمادی گئی اور حکم سابق منسوخ فرماکر آیندہ کو اجازت دیدی گئی کہ تمام شب رمضان میں صبح صادق سے پہلے کھانا وغیرہ سب کو حلال ہے جس کا ذکر اسکے بعد کی آیت میں آتا ہے اور آیت سابقہ میں جو بندوں پر سہولت اور عنایت کا ذکر تھا اس قرب و اجابت واباحت سے اسکی بھی خوب تاکید ہوگئی۔ اور ایک تعلق کی وجہ یہ بھی ہے کہ پہلی آیت میں تکبیر اور اللہ کی بڑائی بیان کرنے کا حکم تھا آپ سے بعض نے پوچھا کہ ہمارا رب دور ہے تو ہم اُس کو پکاریں یا نزدیک ہے تو آہستہ بات کریں اس پر یہ آیت اُتری یعنی وہ قریب ہے ہر ایک بات سنتا ہے آہستہ ہو یا پکار کر اور جن موقعوں میں پکار کر تکبیر کہنے کا حکم ہے وہ دوسری وجہ سے ہے یہ نہیں کہ وہ آہستہ بات کو نہیں سنتا ف۹ رمضان کی رات میں جو نیند کے بعد کھانا پینا عورت کے پاس جانا حرام تھا اُس میں بھی سہولت کردی گئی اب تمام رات میں جب چاہو عورتوں کے ساتھ اختلاط کرو ف۱۰ لباس اور پوشاک سے غرض غایت اتصال واختلاط ہے یعنی جس طرح بدن سے کپڑے لگے اور ملے ہوتے ہیں اسی طرح مرد اور عورت آپس میں ملتے ہیں ف۱۱ اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سونے کے بعد عورتوں کے پاس جاکر بوجہ مخالفت حکم الٰہی تم اپنے آپ کو گنہگار بناتے ہو جس سے تمہارے نفس مستحق عقاب ہوتے ہیں اور اُنکے ثواب میں نقصان پڑتا ہے سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو معاف فرمایا اور آیندہ کو اجازت فرمادی۔

فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا

پھر لو اپنی عورتوں سے اور طلب کرو اُسکو جو لکھدیا ہے اللہ نے تمہارے لئے ف۱ اور کھاؤ اور پیو

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جُدا دھاری سیاہ سے ف۲

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ

پھر پورا کرو روزہ کو رات تک ف۳ اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں ف۴

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ

یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو انکے نزدیک نہ جاؤ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿١٨٧﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

لوگوں کیواسطے تاکہ وہ بچتے رہیں ف۵ اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق ف۶

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ

اور نہ پہنچاؤ اُنکو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کرکے (ناحق)

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٨﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ

اور تم کو معلوم ہے ف۷ تجھ کو پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا ف۸ کہدے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے

وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

اور حج کیواسطے ف۹ اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ اُنکی پشت کی طرف سے اور لیکن نیکی یہ ہے کہ

مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٨٩﴾

جو کوئی ڈرے اللہ سے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ف۱۰

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے ف۱۱ اور کسی پر زیادتی مت کرو ف۱۲ بیشک اللہ تعالیٰ

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ

ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنیوالوں کو ☆ اور مار ڈالو اُن کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو اُن کو

ع ۲۳ / ۶

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی لوح محفوظ میں جو اولاد تمہارے لئے اللہ نے مقدر فرمادی ہے عورتوں کی مباشرت سے وہ مطلوب ہونی چاہئے محض شہوت رانی مقصود نہ ہو اور اس میں عزل کی کراہت اور لواطت کی ممانعت کی طرف بھی اشارہ ہے ف۲ یعنی جیسے رات بھر میں مجامعت کی اجازت دیگئی اُسی طرح رمضان کی رات میں تم کو کھانے اور پینے کی بھی اجازت ہے صبح صادق تک ف۳ یعنی طلوع صبح صادق سے رات تک روزہ کو پورا کرو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کئی روزے متصل رکھنے اس طرح پر کہ رات کو بھی افطار کی نوبت نہ آئے مکروہ ہے ف۴ یعنی روزہ میں تو رات کو مباشرت کی اجازت ہے مگر اعتکاف میں رات دن کسی وقت عورت کے پاس نہ جائے ف۵ روزہ اور اعتکاف کے متعلق جو حکم دربارہ حلت و حرمت مذکور ہوئے یہ قاعدے اللہ کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں اُنسے ہرگز باہر نہ ہونا بلکہ اُن کے قریب بھی نہ جانا یا یہ مطلب ہے کہ اپنی رائے یا کسی غرض سے ان میں سرمو تفاوت نہ کرنا ف۶ روزہ سے طہارت نفس مقصود تھی اب تطہیر اموال کا ارشاد ہے اور معلوم ہوگیا کہ مال حلال تو صرف روزہ میں اُس کا کھانا منع ہے اور مال حرام سے روزہ مدت العمر کے لئے ہے اس کے لئے کوئی حد نہیں جیسے چوری یا خیانت یا دغابازی یا رشوت یا زبردستی یا قمار یا بیع ناجائزہ یا سود وغیرہ ان ذریعوں سے مال کمانا بالکل حرام اور ناجائز ہے

بقیہ فوائد صفحہ ۳۶ سے ف نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو ظالم حاکموں کو یا اپنا مال بطریق رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھالو یا جھوٹی گواہی دیکر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعویٰ کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ اور تم کو اپنے ناحق پر ہونیکا علم بھی ہو ف آفتاب ہمیشہ ایک صورت ایک حالت پر رہتا ہے اور چاند کی صورت بدلتی اور اُسکی مقدار بڑھتی گھٹتی رہتی ہے اس لئے لوگوں نے چاند کے کم زیادہ ہونے کی وجہ آپ سے پوچھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی پہلی آیات میں شہر رمضان اور روزہ کا ذکر تھا اس آیت میں ہلال کا ذکر ہے اور روزہ اور رویت ہلال میں تعلق ظاہر ہے کہ ایک دوسرے پر موقوف ہے اور آگے چل کر حج اور اُسکے احکام کا ذکر ہے ذکر ہلال اس کے بھی مناسب ہے ف۹ یعنی اُنسے کہدو کہ چاند کا اس طرح پر نکلنا اس سے لوگوں کے معاملات اور عبادات مثل قرض اجارہ عدت مدت حمل و رضاعت روزہ زکوٰۃ وغیرہ کے اوقات ہر ایک کو بے تکلف معلوم ہو جاتے ہیں بالخصوص حج کہ روزہ وغیرہ کی قضا تو اُن کے غیر ایام میں ہوتی ہے حج کی تو قضا بھی ایام مقررہ حج کے سوا دوسرے ایام میں نہیں کر سکتے اور حج کے خاص بیان فرمانے کی یہی وجہ ہے کہ ذیقعدہ ذی الحج محرم رجب یہ چار مہینے اشہر حرام تھے ان میں لڑائی کرنا کسی کو قتل کرنا حرام تھا اہل عرب کو اگر ان مہینوں میں لڑائی پیش آتی تو مہینوں کو مقدم مؤخر کر کے لڑائی کرتے مثلاً ذی الحج یا محرم میں لڑائی پیش آئی تو اس کو تو صفر بنا لیتے اور جب صفر آتا تو اُس کو ذی الحج یا محرم ٹھہرا لیتے اُنکے اس خیال کے ابطال کی غرض سے یہاں حج کی تصریح فرمائی کہ جو ایام حج کے لئے اللہ نے مقرر فرمائے اُن میں تقدم تاخر ہرگز جائز نہیں اب یہاں سے حج کے متعلقات اور اُس کے احکام دور تک ذکر ہونگے۔

مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ

جہاں سے اُنہوں نے تم کو نکالا ف۲ اور دین کی بچلانا مار ڈالنے کی بھی زیادہ سخت ہے ف۳ اور نہ لڑو اُن سے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ

مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ پھر اگر وہ خود ہی لڑیں تم سے تو ان کو مارو

كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾

یہی ہے سزا کافروں کی ف۴ پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ف۵

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا

اور لڑو اُن سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے خدا تعالیٰ ہی کا پھر اگر وہ باز آئیں

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ

تو کسی پر زیادتی نہیں مگر ظالموں پر ف۶ حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینے کا

وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ

اور ادب رکھنے میں بدلا ہے پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اُس پر زیادتی کرو

بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ

جیسی اُس نے زیادتی کی تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى

پرہیزگاروں کے ف۷ اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو

التَّهْلُكَةِ ۚۖۛ وَاَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ وَاَتِمُّوا

ہلاکت میں ف۸ اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنیوالوں کو ☆ اور پورا کرو

الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

حج اور عمرہ اللہ کے واسطے ف پھر اگر تم روک دیے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ کہ میسر ہو قربانی سے

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

اور حجامت نہ کرو اپنے سروں کی جب تک پہنچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر ف۹ پھر جو کوئی تم میں سے

ف۱ زمانۂ جاہلیت کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب گھر سے نکل کر حج کا احرام باندھتے پھر کوئی ضرورت گھر میں جانے کی پیش آتی تو دروازہ سے نہ جاتے چھت پر چڑھ کر گھر کے اندر اُترتے یا گھر کی پشت کی جانب نقب دیکر گھستے اور اسکو نیکی کی بات سمجھتے اللہ نے اسکو غلط فرما دیا فائدہ پہلے جملہ میں حج کا ذکر تھا اور یہ حکم بھی حج کے متعلق تھا اس مناسبت سے اس حکم کو یہاں بیان فرمایا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں اہلّہ سے مراد اشہر حج یعنی شوال اور ذیقعدہ اور دس راتیں ذی الحجہ کی ہیں کہ احرام حج ان میں ہونا چاہئے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حج کے یہی ایام ہیں یا اور ایام میں بھی حج ہو سکتا ہے اللہ نے جواب دیا کہ حج کے لئے اشہر حج مقرر اور معین ہیں اور اسی کی مناسبت سے حرام کے اندر گھر میں جانے کی کیفیت ذکر فرما دی اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اپنی طرف سے کسی جائز اور مباح امر کو نیکی بنا لینا اور دین میں داخل کر لینا مذموم اور ممنوع ہے جس سے بہت سی باتوں کا بدعت اور مذموم ہونا معلوم ہو گیا ف۱۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مکہ دارالامن تھا، کوئی اپنے دشمن کو بھی مکہ میں پاتا تو کچھ نہ کہتا اور اشہر حرام یعنی ذی القعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب یہ چاروں مہینے بھی امن کے تھے ان میں تمام ملک عرب میں لڑائی موقوف ہو جاتی اور کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا ذی القعدہ ۶ ہجری میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے قصد سے مکہ کی زیارت کو تشریف لائے جب آپ مکہ کے نزدیک پہنچے تو مشرکین جمع ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے اور مسلمانوں کو روک دیا آخر کو اس پر صلح ہوئی کہ اب تو بدون زیارت واپس ہو جائیں اور اگلے برس آن کر عمرہ کریں اور تین روز اطمینان سے مکہ میں رہیں جب دوسرے برس ذی القعدہ ۷ ہجری میں آپ نے مکہ کا قصد فرمایا تو آپ کے اصحاب کو یہ اندیشہ تھا کہ اہل مکہ اگر اب بھی وعدہ خلافی کر کے لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گئے تو پھر ہم کیا کرینگے لڑیں تو شہر حرام اور حرم مکہ میں کیونکر لڑیں اور نہ لڑیں تو عمرہ کیسے کریں اس پر حکم الٰہی آیا کہ اگر وہ اس مہینہ حرام میں خلاف عہد تم سے لڑیں تو تم بھی بے تامل ان سے لڑو ہاں تمہاری طرف سے ابتدا اور زیادتی نہ ہونی چاہئے۔ حج کے ذیل میں عمرۂ حدیبیہ کی مناسبت سے قتال کفار کا ذکر آیا اسلئے جہاد کے بعض احکام و آداب مناسب مقام مذکور فرمائے جاتے ہیں اسکے بعد پھر حج کے احکام بیان ہونگے ف۱۲ زیادتی مت کرو اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارے جائیں اور حرم کے اندر اپنی طرف سے لڑائی شروع نہ کیجائے۔

ع ۱

فوائد صفحہ ہذا ف۱ جس جگہ پاؤ یعنی حرم میں ہوں خواہ غیر حرم میں جہاں سے تم کو نکالا یعنی مکہ سے ف۲ یعنی دین سے پھر جانا یا دوسرے کو پھرانا مہینہ حرام کے اندر مار ڈالنے سے بہت بڑا گناہ ہے مطلب یہ کہ حرم میں کفار کا شرک کرنا اور کرانا زیادہ قبیح ہے حرم میں مقابلہ کرنے سے تو اے مسلمانوں تم کچھ اندیشہ نہ کرو اور جواب ترکی بہ ترکی دو ف۳ یعنی مکہ ضرور جائے امن ہے لیکن جب اُنہوں نے ابتدا کی اور تم پر ظلم کیا اور ایمان لانے پر دشمنی کرنے لگے یہ بات مار ڈالنے سے بھی سخت ہے تو اب اُنکو امان نہ رہی جہاں پاؤ مارو آخر جب مکہ فتح ہوا تو آپ نے یہی فرما دیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اُسی کو مار دو اور باقی سب کو امن دیا ف۴ یعنی باوجود ان سب باتوں کے اگر اب بھی مسلمان ہوں اور شرک سے باز آئیں تو توبہ قبول ہے ف۵ یعنی کافروں سے لڑائی اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور کسی کو دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور خاص اللہ ہی کا حکم جاری رہے سو وہ جب شرک سے باز آجائیں تو زیادتی سوائے ظالموں کے اور کسی پر نہیں یعنی جو بدی سے باز آگئے وہ اب ظالم نہ رہے تو اب اُن پر زیادتی بھی مت کرو ہاں جو فتنہ سے باز نہ رہیں انکو شوق سے قتل کرو ف۶ حرمت کا مہینہ یعنی ذیقعدہ کہ جس میں عمرہ کی قضا کرنے جارہے ہو بدلا ہے اُس حرمت کے مہینے یعنی ذیقعدہ کا کہ سال گذشتہ میں اُسی مہینہ کے اندر کفار مکہ نے تم کو عمرہ سے روک دیا تھا اور مکہ میں جانے نہ دیا تھا یعنی اب تم شوق سے اُن سے بدلا لو کیونکہ ادب اور حرمت رکھنے میں تو برابری ہے یعنی اگر کوئی کافر ماہ حرام کی حرمت کرے اور اس مہینہ میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی ایسا ہی کرو مکہ والوں جو سال گذشتہ میں تم پر ظلم کر کے اور نہ ماہ حرام کی حرمت کی نہ حرم مکہ کی نہ تمہارے احرام کا لحاظ کیا اور تم نے اس پر بھی صبر کیا اگر اس دفعہ بھی سب حرمتوں سے قطع نظر کر کے آمادۂ جنگ ہوں تو تم بھی کسی حرمت کا خیال مت کرو بلکہ اگلی پچھلی سب کسر نکالو مگر جو کرو خدا سے ڈر کر کرو اُسکی خلاف اجازت ہرگز نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا بیشک ناصر و مددگار ہے ف۷ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں یعنی جہاد وغیرہ میں اپنی (بقیہ صفحہ ۳۸ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۷ - مال کو صرف کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ بیٹھو یا اپنے مال کو جہاد میں صرف نہ کرو کہ اس سے تم ضعیف اور دشمن قوی ہوگا ف۸ حج کے ضمن میں جہاد کا ذکر جو مناسب تھا اُس کو بیان فرما کر اب احکام حج وعمرہ بتلائے جاتے ہیں ف۹ مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے حج یا عمرہ شروع کیا یعنی اُس کا احرام باندھا تو اُس کا پورا کرنا لازم ہو گیا بیچ میں چھوڑ بیٹھے اور احرام سے نکل جائے یہ نہیں ہو سکتا لیکن اگر کوئی دشمن یا مرض کی وجہ سے بیچ ہی میں رُک گیا اور حج وعمرہ نہیں کر سکتا تو اس کے ذمہ پر ہے قربانی جو اُس کو میسر آئے جس کا ادنیٰ مرتبہ ایک بکری ہے اُس قربانی کو کسی کے ہاتھ مکہ کو بھیجے اور یہ مقرر کرے کہ فلاں روز اُس کو حرم مکہ میں پہنچ کر ذبح کر دینا اور جب اطمینان ہو جائے کہ اب اپنے ٹھکانے یعنی حرم میں پہنچ کر اُس کی قربانی ہو چکی ہوگی اُس وقت سر کی حجامت کرا دے اس سے پہلے ہرگز نہ کرائے اس کو دم احصار کہتے ہیں کہ حج یا عمرہ سے رُکنے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے

مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ

بیمار ہو یا اُس کو تکلیف ہو سر کی تو بدلا دیوے روزے یا خیرات

أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَآ أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِٱلْعُمْرَةِ إِلَى ٱلْحَجِّ فَمَا

یا قربانی ف۱ پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ اُٹھائے عمرہ کو ملا کر حج کے ساتھ تو اُس پر ہے جو

ٱسْتَيْسَرَ مِنَ ٱلْهَدْىِ ۚ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ

کچھ میسر ہو قربانی سے ف۲ پھر جس کو قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین حج کے

فِى ٱلْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ

دنوں میں اور سات روزے جب لوٹو یہ دس روزے ہوئے پورے ف۳ یہ حکم

لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُۥ حَاضِرِى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَ

اسکے لئے ہے جسکے گھر والے نہ رہتے ہوں مسجد الحرام کے پاس ف۴ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور

ٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾ ٱلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَٰتٌ ۚ

جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ☆ حج کے چند مہینے ہیں معلوم ف۵

فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ

پھر جس نے لازم کر لیا اُن میں حج تو بےحجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا

فِى ٱلْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ ٱللَّهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا۟ فَإِنَّ

حج کے زمانہ میں اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اُسکو جانتا ہے ف۷ اور زادراہ لیا کرو کہ بیشک

خَيْرَ ٱلزَّادِ ٱلتَّقْوَىٰ ۚ وَٱتَّقُونِ يَٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿١٩٧﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

بہتر فائدہ زادراہ کا بچنا ہے سوال سے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو ف۸ کچھ گناہ نہیں

جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا۟ فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ

تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا ف۹ پھر جب طواف کے لئے لوٹو عرفات سے

فَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ ۖ وَٱذْكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمْ وَإِن

تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے ف۹ اور اُس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھلایا اور بیشک

ع ۲۴ / ۸

فوائد صفحہ ہذا

ف۱ یعنی اگر حالت احرام میں کوئی بیمار ہو یا اُس کے سر میں درد یا سر میں زخم ہو تو اُس کو بضرورت حالت احرام میں حجامت کرنا سر کا جائز ہے مگر بدلا دینا پڑیگا تین روزے یا چھ محتاجوں کو کھانا کھلانا یا ایک دنبہ یا بکرے کی قربانی کرنا۔ یہ دم جنایت ہے کہ حالت احرام میں بضرورت مرض لاچار ہو کر امور مخالف احرام کرنے پڑے ف۲ یعنی جو محرم کہ دشمن کی طرف سے اور مرض کر مطمئن ہو خواہ اُس کو کسی قسم کا اندیشہ پیش ہی نہ آیا یا دشمن کا خوف یا بیماری کا کھٹکا پیش تو آیا مگر جلد زائل ہو گیا احرام حج و عمرہ میں اُس سے خلل نہ آنے پایا تو اُس کو دیکھنا چاہئے کہ اُس نے حج اور عمرہ دونوں ادا کئے یعنی قران یا تمتع کیا افراد نہیں کیا تو اُس پر قربانی ایک بکرا یا ساتواں حصہ اونٹ یا گائے کا لازم ہے اس کو دم قران اور دم تمتع کہتے ہیں امام ابوحنیفہ اس کو دم شکر کہتے ہیں اور اُس کو اس میں سے کھانے کی اجازت دیتے ہیں اور امام شافعی اس کو دم جبر کہتے ہیں اور قربانی کرنے والے کو اُس میں سے کھانے کی اجازت بھی نہیں دیتے ف۳ یعنی جس نے قران یا تمتع کیا اور اُس کو قربانی میسر نہ ہوئی تو اُس کو چاہئے کہ تین روزے رکھے حج کے دنوں میں جو کہ یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ پر ختم ہوتے ہیں اور سات روزے جب رکھے کہ حج سے بالکل فارغ ہو جائے دونوں کا مجموعہ دس روزے ہو گیا۔ ف۴ یعنی قران و تمتع اُسی کے لئے ہے جو مسجد حرام یعنی حرم مکہ کے اندر یا اُسکے قریب نہ رہتا ہو بلکہ حِل یعنی خارج از میقات کا رہنے والا ہو اور جو حرم مکہ کے رہنے والے ہیں وہ صرف افراد کریں ف۵ شوال کے غرہ سے لے کر بقرعید کی صبح یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات تک ان کا نام اشہر حج ہے اس لئے کہ احرام حج ان کے اندر ہوتا ہے اگر اس سے پہلے کوئی احرام حج کا باندھے گا تو وہ ناجائز یا مکروہ ہوگا یعنی حج کے لئے چند مہینے مقرر ہیں اور سب کو معلوم ہیں مشرکین عرب جو اپنی ضرورت میں اُن میں تغیر تبدل کرتے تھے جس کو دوسری آیت میں انما النسیء زیادۃ فی الکفر فرمایا گیا ہے یہ بالکل بے اصل اور باطل ہے ف۶ حج لازم کیا یعنی احرام حج کا باندھا اس طرح پر کہ دل سے نیت کی اور زبان سے تلبیہ پڑھا ف۷ ایک غلط دستور کفر میں یہ بھی تھا کہ بغیر زادراہ خالی ہاتھ حج کو جانا ثواب سمجھتے اور اس کو توکل کہتے اور وہاں جا کر ہر ایک سے مانگتے پھرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن کو مقدور ہو وہ خرچ ہمراہ لے کر جائیں تاکہ خود تو سوال سے بچیں اور لوگوں کو حیران نہ کریں ف۸ حج کے سفر میں اگر سوداگری بھی کرو تو گناہ نہیں بلکہ مباح ہے لوگوں کو اس میں شبہ ہوا تھا کہ شاید تجارت کرنے سے حج میں نقصان آئے اب جس کو مقصود اصلی حج ہو اور اس کے ذیل میں تجارت بھی کر لے تو اُس کے ثواب میں نقصان نہ آئے گا ف۹ مشعر الحرام ایک پہاڑ کا نام ہے جو مزدلفہ میں واقع ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے اُس پہاڑ پر قیام کرنا افضل ہے اور تمام مزدلفہ میں جہاں قیام کرے جائز ہے سوا وادی محسر کے۔

كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ

تم تھے اس سے پہلے ناواقف ف۱ پھر طواف کے لئے پھرو جہاں سے سب لوگ

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ

پھریں اور مغفرت چاہو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان ف۲ پھر جب پورے کر چکو

مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ

اپنے حج کے کام کو تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اُس سے بھی زیادہ یاد کرو ف۳

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ

پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور اُس کے لئے آخرت میں

مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً

کچھ حصہ نہیں ☆ اور کوئی اُن میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی

وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ

اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ☆ انہی لوگوں کے واسطے حصہ ہے

مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِىْٓ اَيَّامٍ

اپنی کمائی سے ف۴ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ف۵ اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے

مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِىْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ

چند دنوں میں ف۶ پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو اس پر گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

تو اُس پر بھی کچھ گناہ نہیں جو کہ ڈرتا ہے ف۷ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بیشک تم سب اُسکے پاس جمع ہو گے ف۸

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى

اور بعضا آدمی وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اُسکی بات دنیا کی زندگانی کے کاموں میں اور گواہ کرتا ہے اللہ کو اپنے

مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ

دل کی بات پر اور وہ سخت جھگڑالو ہے ☆ اور جب پھرے تیرے پاس سے تو دوڑتا پھرے ملک میں

ف۱ یعنی کفار بھی اللہ کا ذکر تو کرتے تھے مگر شرک کے ساتھ وہ ذکر نہ چاہئے بلکہ توحید کے ساتھ جس کی تم کو ہدایت فرمائی ف۲ زمانۂ کفر کی ایک غلطی یہ بھی تھی کہ مکہ کے لوگ عرفات تک نہ جاتے کہ عرفات حرم سے باہر ہے بلکہ حرم کی حد یعنی مزدلفہ میں ٹھہر جاتے اور قریش مکہ کے سوا اور سب عرفات تک پہنچتے اور پھر وہاں سے طواف کے لئے مکہ کو واپس آتے سو اس لئے فرمادیا کہ جہاں سے سب لوگ طواف کو آئیں تم بھی وہیں سے جا کر لو یعنی عرفات سے اور اگلی تقصیر پر نادم ہو ف۳ یعنی دسویں ذی الحجہ کو جب افعال حج رمی جمرہ اور ذبح قربانی اور سر منڈانے اور طواف کعبہ اور سعی صفا مروہ سے فراغت پا چکو تو زمانۂ قیام منیٰ میں اللہ کا ذکر کرو جیسے کفر کے زمانہ میں اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اُس سے بھی زیادہ ذکر کرنا چاہئے۔ اُن کا قدیم دستور تھا کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں تین روز قیام کرتے اور بازار لگاتے اور اپنے باپ دادا کی بڑائی اور فضائل بیان کیا کرتے سو اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا اور فرمادیا کہ ان دنوں میں خدا تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو ف۴ پہلے یہ فرمایا تھا کہ اللہ کا ذکر کرو اور دعا مانگو اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے اور اس سے دعا مانگنے والے بھی دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جن کا مطلوب صرف دنیا ہے انکی دعا یہی ہے کہ ہم کو جو کچھ دولت عزت وغیرہ دی جائے دنیا ہی میں دیدی جائے سو یہ لوگ تو آخرت کی نعمتوں سے بے بہرہ ہیں دوسرے وہ کہ طالب آخرت ہیں جو دنیا کی خوبی یعنی توفیق بندگی وغیرہ اور آخرت کی خوبی یعنی ثواب اور رحمت و جنت دونوں کو طلب کرتے ہیں سو ایسوں کو آخرت میں اُن کے حج اور دعا جملہ حسنات سے پورا حصہ ملیگا۔ ف۵ یعنی قیامت کو سب سے ایک دم میں حساب لیگا یا یوں کہو کہ قیامت کو دور نہ سمجھو بلکہ جلد آنے والی ہے اُس سے کسی طرح بچاؤ ممکن نہیں اُس کی فکر سے غافل مت ہو ف۶ ایام معدودات سے مراد ذی الحجہ کی گیارہویں بارہویں تیرہویں تاریخیں ہیں جن میں حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں قیام کا حکم ہے ان دنوں میں رمی جمار یعنی کنکریوں کے مارنے کے وقت اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہنے کا حکم ہے اور دیگر اوقات میں بھی ان دنوں میں چاہئے کہ تکبیر اور ذکر الٰہی کثرت سے کرے ف۷ یعنی گناہ تو یہ ہے کہ ممنوعات شرعیہ سے پرہیز نہ کرے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے اور زمانۂ حج میں پرہیزگاری کرے تو پھر اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ منیٰ میں دو دن قیام کیا یا تین دن کہ اللہ نے دونوں باتیں جائز رکھیں گو افضل یہی ہے کہ تین روز قیام کرے ف۸ یعنی حج کی خصوصیت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہر کام میں اور ہر وقت ڈرتے رہو کہ تم سب کو قبروں سے اٹھ کر اس کے پاس جمع ہونا ہے حساب دینے کو اب حج کا ذکر تو تمام ہو چکا مگر حج کے ذیل میں جو لوگوں کی دو قسموں کا ذکر آ گیا تھا فمن الناس من یقول اور ومنھم من یقول یعنی کافر اور مومن کا تو اب اُن کی مناسبت سے تیسری قسم یعنی منافق کا حال بھی بیان کیا جاتا ہے۔

النصف

لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

تاکہ اُس میں خرابی ڈالے اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ ناپسند کرتا ہے فساد کو ☆

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ ۚ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۚ

اور جب اُس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اسکو غرور گناہ پر سو کافی ہے اُس کو دوزخ

وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ

اور وہ بیشک بُرا ٹھکانا ہے ف۱ اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضاجوئی

اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي

میں ف۲ اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر ف۳ اے ایمان والو داخل ہو جاؤ

السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

اسلام میں پورے ف۴ اور مت چلو قدموں پر شیطان کے بیشک وہ تمہارا صریح

مُبِينٌ ﴿۲۰۸﴾ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ

دشمن ہے ف۵ پھر اگر تم بچلنے لگو بعد اس کے کہ پہنچ چکے تم کو صاف حکم تو جان رکھو کہ بیشک

اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي ظُلَلٍ

اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۶ کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے اُن پر اللہ ابر کے

مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۲۱۰﴾

سائبانوں میں اور فرشتے اور طے ہو جاوے قصہ اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام ف۷

سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَنْ يُبَدِّلْ

پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے انکو نشانیاں کھلی ہوئیں ف۸ اور جو کوئی بدل ڈالے

نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

اللہ کی نعمت بعد اس کے کہ پہنچ چکی ہو وہ نعمت اُسکو تو اللہ کا عذاب سخت ہے ف۹

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا ۘ

فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں ایمان والوں کو ف۱

ع ۲۵ ۱۴ ۹

ف۱ یہ حال ہے منافق کا کہ ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ کرے کہ میں سچا ہوں اور میرے دل میں اسلام کی محبت ہے اور جھگڑے کے وقت کمی نہ کرے اور قابو پاوے تو لوٹ مار مچادے اور منع کرنے سے اُس کو زیادہ ضد چڑھے اور گناہ میں ترقی کرے کہتے ہیں ایک شخص اخنس ابن شریق تھا منافق فصیح و بلیغ جب آپ کی خدمت میں آتا تو نہایت اخلاص اور محبت اسلام ظاہر کرتا اور جب چلا جاتا تو کسی کی کھیتی جلادیتا کسی کے جانوروں کے پیر کاٹ ڈالتا اس پر منافقین کی بُرائی میں یہ آیت نازل ہوئی ف۲ پہلی آیت میں اُس منافق کا ذکر تھا جو دین کے بدلے دنیا لیتا تھا اُسکے مقابل میں اب اس آیت میں اُس مخلص کامل الایمان کا ذکر ہے جو دنیا اور جان و مال کو طلب دین میں صرف کرتا ہے۔ کہتے ہیں حضرت صہیب رومی بارادۂ ہجرت آپ کی خدمت میں آتے تھے رستہ میں مشرکین نے اُن کو گھیر لیا صہیب نے کہا کہ میں اپنا گھر اور تمام مال تم کو اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھ کو مدینہ جانے دو اور ہجرت سے نہ روکو اس پر وہ راضی ہو گئے اور صہیب آپ کی خدمت میں چلے گئے اُس پر یہ آیت مخلصین کی تعریف میں نازل ہوئی ف۳ اُس کی کیسی بڑی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کو توفیق دی جو اُس کی خوشی میں اپنی جان اور مال حاضر کردیتے ہیں اور نیز ہر ایک کی جان و مال تو اللہ کی ملک ہے پھر جنت کے بدلے اُس کو خریدنا یہ محض اُس کا احسان ہے ف۴ پہلی آیت میں مومن مخلص کی مدح فرمائی تھی جس سے نفاق کا ابطال منظور تھا اب فرماتے ہیں کہ اسلام کو پورا پورا قبول کرو یعنی ظاہر اور باطن اور عقیدہ اور عمل میں صرف احکام اسلام کا اتباع کرو یہ نہ ہو کہ اپنی عقل یا کسی دوسرے کے کہنے سے کوئی حکم تسلیم کرلو یا کوئی عمل کرنے لگو سو اس سے بدعت کا قلع قمع مقصود ہے کیونکہ بدعت کی حقیقت یہی ہے کہ کسی عقیدہ یا کسی عمل کو کسی وجہ سے مستحسن سمجھ کر اپنی طرف سے دین میں شمار کرلیا جائے مثلاً نماز اور روزہ جو کہ افضل عبادات ہیں اگر بدون حکم شریعت کوئی اپنی طرف سے مقرر کرنے لگے جیسے عید کے دن عیدگاہ میں نوافل کا پڑھنا یا ہزارہ روزہ رکھنا یہ بدعت ہو گا خلاصہ ان آیات کا یہ ہوا کہ اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ اور بدعات سے بچتے رہو چند حضرات یہود کہ مشرف باسلام ہوئے مگر احکام اسلام کے ساتھ احکام تورات کی بھی رعایت کرنی چاہتے تھے مثلاً ہفتہ کے دن کو معظم سمجھنا اور اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حرام ماننا اور تورات کی تلاوت کرنا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے بدعت کا انسداد کامل فرمایا گیا۔ ف۵ کہ اپنے وسوسہ سے بے اصل چیزوں کو تمہارے دلنشین کردیتا ہے اور دین میں بدعات کو شامل کراکر تمہارے دین کو خراب کرتا ہے اور تم اُس کو پسند کرتے ہو ف۶ یعنی شریعت محمدی کے صاف صاف احکام معلوم ہونے کے بعد بھی اگر کوئی اُس پر قائم نہ ہو بلکہ دوسری طرف بھی نظر رکھے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ سب پر غالب ہے جس کو چاہے سزا دے کوئی اُس کے عذاب کو روک نہیں سکتا بڑا حکمت والا ہے جو کرتا ہے حق اور مصلحت کے موافق کرتا ہے خواہ عذاب دے یا کچھ ڈھیل دے یعنی نہ جلد باز ہے نہ بھولنے والا نہ خلاف انصاف اور غیر مناسب امر کو کرنے والا ف۷ یعنی جو لوگ حق تعالیٰ کے صاف صاف احکام کے بعد بھی اپنی کجروی سے باز نہیں آتے تو اُن کو رسول اور قرآن پر تو یقین اور اعتماد نہ ہوا اب صرف اس کی کسر ہے کہ خدائے پاک خود اور اس کے فرشتے اُن پر آئیں اور جزا اور سزا کا قصہ جو قیامت کو ہونے والا ہے آج ہی فیصل کیا جائے سو آخرکار سب امور حساب اور عذاب وغیرہ کا مرجع اللہ ہی کی طرف ہے تمام حکم اُسی کے حضور سے صادر ہونگے اُس میں کوئی تردد کی بات نہیں گھبراتے کیوں ہو ف۸ اس سے پہلے فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ کے صاف حکم کے بعد اُسکی مخالفت کرنا موجب عذاب ہے اب اُسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ خود بنی اسرائیل ہی سے پوچھو کہ ہم نے اُن پر کتنی آیات واضحات اور صریح احکام بھیجے جب اُن سے انحراف کیا تو مبتلائے عذاب ہوئے یہ نہیں کہ ہم نے اول ہی اُن کو عذاب دیا ہو ف۹ یعنی یہ قاعدہ البتہ محقق ہے کہ جو کوئی اللہ کے احکام سراپا ہدایت کو بدلے اور اس کے انعامات اور احسانات کا کفران کرے تو پھر اُس کا عذاب سخت ہے آیات کے بدلنے والے پر کہ دنیا میں مارا جائے اور لوٹا جائے یا جزیہ دے اور ذلیل ہو۔ اور قیامت کو دوزخ میں جائے ہمیشہ کیلئے فائدہ نعمت کے پہنچ چکنے کا یہ مطلب کہ اُس کا علم حاصل ہو جائے یا بے تکلف حاصل ہو سکے ف۱ یعنی کافر جو اللہ کے صاف احکام اور اُس کے پیغمبروں کی مخالفت کرتے ہیں جو اوپر مذکور ہو چکا اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی نظروں میں دنیا کی خوبی اور اُس کی محبت ایسی سما گئی ہے کہ اُس کے مقابلہ میں آخرت کے رنج اور راحت کو خیال ہی میں نہیں لاتے بلکہ مسلمان جو نکہ آخرت میں مصروف اور اللہ کے احکام کی تعمیل میں مشغول ہیں اُلٹا اُن کو ہنستے ہیں اور ذلیل سمجھتے ہیں سو ایسے احمق نفس کے بندوں سے تعمیل احکام الٰہی ہو تو کیونکر ہو۔ رؤسائے مشرکین حضرت بلال اور عمار اور صہیب اور فقرائے مہاجرین کو دیکھ کر تمسخر کرتے کہ ان نادانوں نے آخرت کے خیال پر دنیا کی تکالیف اور مصائب کو اپنے سر لیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دیکھو کہ ان فقیروں محتاجوں کی امداد سے عرب کے سرداروں پر غالب آنا اور دنیا بھر کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ

اور جو پرہیزگار ہیں وہ ان کافروں سے بالاتر ہونگے قیامت کے دن اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے بے

حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ

شمار ف۱ تھے سب لوگ ایک دین پر پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر

مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ

خوشخبری سنانیوالے اور ڈرانے والے اور اتاری انکے ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے

بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ

لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں مگر انہی لوگوں نے

اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ

جنکو کتاب ملی تھی اسکے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم آپس کی ضد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ

ایمان والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے

مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ

جس کو چاہے سیدھا رستہ ف۲ کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے

وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ

حالانکہ تم پر نہیں گذرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی

وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

اور تکلیف اور جھڑجھڑائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا

کب آویگی اللہ کی مدد سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے ف۳ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز

يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

خرچ کریں ف۴ کہہ دو کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لئے اور قرابت والوں کے

ف اللہ تعالیٰ اُن کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے کہ یہ اُن کی جہالت اور خام خیالی ہے کہ دنیا پر ایسے غش ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہی غربا اور فقرا قیامت کو اُن سے اعلیٰ اور برتر ہونگے اور اللہ دنیا و آخرت میں جس کو چاہے بے شمار روزی عطا فرمائے چنانچہ انہی غریبوں کو جن پر کافر ہنستے تھے اموال بنی قریظہ اور نضیر اور سلطنت فارس اور روم وغیرہ پر اللہ نے مسلط کر دیا۔ ف۱ حضرت آدم کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا ایک مدت تک اُس کے بعد دین میں لوگوں نے اختلاف ڈالا تو خدا تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا جو اہل ایمان و طاعت کو ثواب کی بشارت دیتے تھے اور اہل کفر و معصیت کو عذاب سے ڈراتے تھے اور اُن کے ساتھ سچی کتاب بھی بھیجی تاکہ لوگوں کا اختلاف اور نزاع دور ہو اور دین حق اُن کے اختلافات سے محفوظ اور قایم رہے اور احکام الٰہی میں اُنہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جن کو وہ کتاب ملی تھی جیسے یہود و نصاریٰ توریت و انجیل میں اختلاف و تحریف کرتے تھے اور یہ نزاع بے سمجھی سے نہیں کرتے تھے بلکہ خوب سمجھ کر محض حب دنیا اور ضد اور حسد سے ایسا کرتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اہل ایمان کو طریقہ حق کی ہدایت فرمائی اور گمراہوں کے اختلافات سے بچا لیا جیسے آپ کی اُمت کو ہر عقیدہ اور ہر عمل میں امر حق کی تعلیم فرمائی اور یہود و نصاریٰ کے اختلاف اور افراط و تفریط سے اُن کو محفوظ رکھا فائدہ اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ اللہ نے جو کتابیں اور نبی متعدد بھیجے تو اس واسطے نہیں کہ ہر فرقہ کو جدا طریقہ بتلایا ہو بلکہ سب کے لئے اللہ نے اصل میں ایک ہی رستہ مقرر کیا جس ۔ اُس راہ کو بچلے تو اللہ نے نبی کو بھیجا اور کتاب اُتاری کہ اُس کے موافق چلیں اُس کے بعد پھر بہکے تو دوسرا نبی اور کتاب اللہ پاک نے اسی ایک راہ کے قایم کرنے کو بھیجا اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ تندرستی ایک ہے اور بیماریاں بے شمار جب ایک مرض پیدا ہوا تو اُس کے موافق دوا اور پرہیز فرمایا جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اُس کے موافق فرمایا اب آخر میں ایسا طریقہ اور قاعدہ فرما دیا جو سب بیماریوں سے بچائے اور سب کے بدلے کفایت کرے اور وہ طریقہ اسلام ہے جس کے لئے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف بھیجے گئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہو گئی کہ سنت اللہ یہی جاری ہے کہ بُرے لوگ ہر نبی مبعوث کے خلاف اور ہر کتاب الٰہی میں اختلاف کو پسند کرتے رہے اور اس میں ساعی رہے تو اب اہل ایمان کو کفار کی بدسلوکی اور فساد سے تنگدل ہونا نہ چاہئے۔ ف۲ پہلے مذکور ہوا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے انبیاء اور اُن کی اُمتوں کو ہمیشہ ایذائیں ہوئیں تو اب اہل اسلام کو ارشاد ہے کہ کیا تم کو اس بات کی طمع ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ حالانکہ اگلی اُمتوں کو جو ایذائیں پیش آئیں وہ تم کو پیش نہیں آئیں کہ اُن کو فقر و فاقہ اور مرض اور خوف کفار اس درجہ کو پیش آئے کہ مجبور اور عاجز ہو کر نبی اور اُن کی اُمت بول اٹھی کہ دیکھئے اللہ نے جس مدد و اعانت کا وعدہ فرمایا تھا وہ کب آئیگی یعنی بمقتضائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسانہ کلمات سرزد ہونے لگے۔ انبیاء اور مومنین کا یہ کہنا کچھ شک کی وجہ سے نہ تھا حضرت مولانا اسی کی بابت مثنوی میں فرماتے ہیں ؎ در گماں افتاد جان انبیاء ؛ زاتفاق منکری اشقیاء ۔ بلکہ بحالت اضطرار بمقتضائے بشریت ایسی نوبت آئی جس میں کوئی اُن پر الزام نہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو رحمت الٰہی متوجہ ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ اللہ کی مدد آگئی گھبراؤ نہیں سو اے مسلمانو تکالیف دنیوی سے اور دشمنوں کے غلبہ سے گھبراؤ نہیں تحمل کرو اور ثابت قدم رہو۔

ف۳ آیات سابقہ میں کلیۃً یہ مضمون بہت تاکید سے بیان ہوا کہ کفر و نفاق کو چھوڑو اور اسلام میں پوری طرح داخل ہو حکم الٰہی کے مقابل کسی کی مت سنو اللہ کی خوشی میں جان و مال خرچ کرو اور ہر طرح کی شدت اور تکلیف پر تحمل کرو اب یہاں سے اسی کلیہ کے متعلق جزئیات کی تفصیل بیان ہوتی ہے جو کہ مال و جان اور دیگر معاملات مثل نکاح و طلاق وغیرہ کے متعلق ہیں تاکہ اس کلیہ کی تحقیق و تاکید خوب ذہن نشین ہو جائے۔

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ

اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے اور جو کچھ کروگے تم بھلائی

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ

سو وہ بیشک اللہ کو خوب معلوم ہے ف۱ فرض ہوئی تم پر لڑائی ف۲ اور وہ بری لگتی ہے تم کو ف۳ اور

عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا

شاید کہ تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید تم کو بھلی لگے

شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۴

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۗ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۗ

تجھ سے پوچھتے ہیں مہینہ حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا ف۵ کہدے لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے ف۶

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۙ وَاِخْرَاجُ

اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا

اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ

اس کے لوگوں کو وہاں سے اس سے بھی زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک ف۷ اور لوگوں کو دین سے بچلانا قتل سے بھی بڑھ کر ہے ف۸

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ

اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہینگے یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے

اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۗ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ

اگر قابو پاویں ف۹ اور جو کوئی پھرے تم میں سے اپنے دین سے پھر مر جاوے

هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

حالت کفر ہی میں تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل دنیا اور آخرت میں

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ف۱۰ بیشک جو لوگ ایمان لائے

ع ۲۶ ۶ ۱۰

ف۱ بعض اصحاب جو مالدار تھے اُنہوں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ مال میں سے کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں اُس پر یہ حکم ہوا کہ قلیل خواہ کثیر جو کچھ خدا کے لئے خرچ کرو وہ والدین اور اقارب اور یتیم اور محتاج اور مسافروں کے لئے ہے یعنی حصول ثواب کے لئے خرچ کرنا چاہو تو جتنا چاہو کرو اُس کی کوئی تعیین و تحدید نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ جو مواقع ہم نے تبلائے اُن میں صرف کرو ف۲ یعنی دین کے دشمنوں سے لڑنا فرض ہوا فائدہ جب تک آپ مکہ میں رہے آپ کو مقاتلہ کی اجازت نہ ہوئی جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تو مقاتلہ کی اجازت ہوئی مگر صرف اُن کفار سے کہ جو خود اہل اسلام سے مقاتلہ کریں اس کے بعد علی العموم کفار سے مقاتلہ کی اجازت ہوگئی اور جہاد فرض ہوا اگر دشمنان دین مسلمانوں پر چڑھائی کریں تو مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ بشرطیکہ جملہ شرائط جہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہیں پائی جائیں البتہ جن لوگوں سے مسلمان مصالحت اور معاہدہ کرلیں یا اُن کی امن اور حفاظت میں آجائیں تو اُن سے لڑائی کرنا یا اُن کے مقابلہ میں اُنکے کسی مخالف کو مدد دینا ہرگز مسلمانوں کو جائز نہیں ف۳ بُرے لگنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو دشوار اور گراں معلوم ہوتا ہے یہ نہیں کہ قابل رد و انکار نظر آئے اور مخالف حکمت و مصلحت سمجھا جائے اور موجب ناخوشی اور تنفر ہو سو اتنی بات میں کوئی الزام نہیں جب انسان کو بالطبع زندگی سے زیادہ کوئی چیز مرغوب نہیں تو ضرور مقاتلہ سے زیادہ دشوار کوئی شے نہ ہونی چاہیے ف۴ یعنی یہ بات ضروری نہیں کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں نافع یا مضر سمجھو وہ واقع میں بھی تمہارے حق میں ویسی ہی ہوا کرے بلکہ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو اپنے لئے مضر سمجھو اور وہ مفید ہو اور کسی چیز کو مفید خیال کرلو اور وہ مضر ہو تم نے تو سمجھ لیا کہ جہاد میں جان و مال سب کا نقصان ہے اور ترک جہاد میں دونوں کی حفاظت اور یہ نہ جانا کہ جہاد میں دنیا و آخرت کے کیا کیا منافع ہیں اور اُس کے ترک میں کیا کیا نقصان ہیں تمہارے نفع نقصان کو خدا ہی خوب جانتا ہے تم اُسے نہیں جانتے اس لئے وہ جو حکم دے اُس کو حق سمجھو اور اپنے اس خیال کو چھوڑ دو ف۵ حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک جماعت کافروں کے مقابلہ کو بھیجی اُنہوں نے کافروں کو مارا اور مال لوٹ لائے مسلمان تو جانتے تھے کہ وہ اخیر دن جمادی الثانی کا ہے اور وہ رجب کا غرہ تھا جو کہ اشہر حرم میں داخل ہے کافروں نے اس پر بہت طعن کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام مہینہ کو بھی حلال کردیا اور اپنے لوگوں کو حرام مہینہ میں لوٹ مار کی اجازت دیدی مسلمانوں نے حاضر ہو کر آپ سے پوچھا کہ ہم سے شبہ میں یہ کام ہوا اس کا کیا حکم ہے تب یہ آیت اُتری ف۶ یعنی شہر حرام میں قتال کرنا بیشک گناہ کی بات ہے لیکن حضرات صحابہ نے تو اپنے علم کے موافق جمادی الثانی میں جہاد کیا تھا شہر حرام یعنی رجب میں نہیں کیا اس لئے مستحق عفو ہیں اُن پر الزام لگانا بے انصافی ہے ف۷ یعنی لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا اور خود دین اسلام کو تسلیم نہ کرنا اور زیارت بیت اللہ سے لوگوں کو روکنا اور مکہ کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا یہ باتیں شہر حرام میں مقاتلہ کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہیں اور کفار برابر یہ حرکات کرتے تھے خلاصہ یہ کہ شہر حرام میں بلا وجہ اور ناحق لڑنا بیشک اشد گناہ ہے مگر جو لوگ کہ حرم میں بھی کفر پھیلائیں اور بڑے بڑے فساد کریں اور اشہر حرم میں بھی مسلمانوں کے ستانے میں قصور نہ کریں اُن سے لڑنا منع نہیں علاوہ ازیں جب مشرکین ایسے امور شنیعہ میں سرگرم ہیں تو ایک تھوڑے قصور پر مسلمانوں کی نسبت طعن کرنا جو اُن سے بوجہ لاعلمی صادر ہوا بڑی شرم کی بات ہے ف۸ یعنی دین میں فتنہ اور فساد ڈالنا تاکہ لوگ دین حق کو قبول نہ کریں اس قتل سے بدرجہا مذموم ہے جو مسلمانوں سے شہر حرام میں واقع ہوا مشرکین کی عادت تھی کہ دین اسلام کی باتوں میں طرح طرح سے خدشات کیا کرتے تھے تاکہ لوگ شبہ میں پڑجائیں اور اسلام کو قبول نہ کریں چنانچہ اسی قصہ میں کہ مسلمانوں سے شہر حرام میں بوجہ لاعلمی قتل واقع ہوا اس پر مشرکین نے جو زبان درازی کی تو اس سے مقصود یہی تھا کہ لوگ قبول اسلام سے متنفر ہوجائیں تو خلاصہ یہ ہوا کہ مسلمانوں سے جو قتل صادر ہوا اُس پر مشرکین کا طعن کرنا اس وجہ سے کہ لوگ دین حق سے بچل جائیں قتل مذکور سے بدرجہا مذموم و شنیع ہے ف۹ یعنی جب تک تم دین حق پر قائم رہو گے یہ مشرکین کسی حالت اور کسی موقع پر بھی تمہارے مقاتلہ اور مخالفت میں کمی نہیں کرینگے حرم مکہ اور شہر حرام ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ عمرہ حدیبیہ میں پیش آیا نہ حرم مکہ کی حرمت کی اور نہ شہر حرام کی بلا وجہ محض عناد سے مارنے مرنے کو مستعد ہوگئے اور مسلمانوں کے مکہ میں جانے اور عمرہ کرنیکو روادار نہ ہوئے پھر ایسے معاندین کے طعن و تشنیع کی کیا پروا کیجائے اور اُن سے مقاتلہ کرنے میں شہر حرام کی وجہ سے کیوں رکا جائے ف۱۰ یعنی دین اسلام سے پھر جانا اور اسی حالت پر اخیر تک قائم رہنا ایسی سخت بلا ہے کہ عمر بھر کے نیک کام اُس سے ضائع ہوجاتے ہیں کہ کسی بھلائی کے مستحق نہیں رہتے دنیا میں نہ اُنکی جان و مال محفوظ رہے نہ نکاح قائم رہے نہ اُنکو میراث ملے نہ آخرت میں ثواب ملے اور نہ کبھی جہنم سے نجات نصیب ہو ہاں اگر پھر اسلام قبول کرلیا تو صرف اس اسلام کے بعد کے اعمال حسنہ کی جزا پوری

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ

اور جنہوں نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ اُمیدوار ہیں

رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ

اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱ تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا

وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ

اور جوئے کا ف۲ کہدے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور اُن کا گناہ

اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

بہت بڑا ہے اُن کے فائدہ سے ف۳ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہدے جو بچے اپنے خرچ سے ف۴

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا

اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم فکر کرو ☆ دنیا و آخرت

وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ

کی باتوں میں ف۵ اور تجھ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم ف۶ کہدے سنوارنا اُن کے کام کا بہتر ہے

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ

اور اگر اُن کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنیوالے اور سنوارنیوالے کو ف۷ اور اگر

شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ

اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا ف۸ بیشک اللہ زبردست ہے تدبیر والا ف۹ اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے

حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ

جب تک ایمان نہ لائیں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے مشرک بی بی سے اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

اور نکاح نہ کردو مشرکین سے جب تک وہ ایمان نہ لاویں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے

وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ

اگرچہ وہ تم کو بھلا لگے ف۱۰ وہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف ف۱۱ اور اللہ بلاتا ہے جنت کی

ف آیۂ سابقہ سے جماعت اصحاب مذکورہ بالا کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہمارے اوپر اس بارہ میں کوئی مواخذہ نہیں مگر یہ تردد اُن کو تھا کہ دیکھئے اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں اُس پر یہ آیت اُتری کہ جو لوگ
ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے واسطے اُس کے دشمنوں سے لڑے اپنی کوئی غرض اُس لڑائی میں نہ تھی وہ بیشک اللہ کی رحمت کے اُمیدوار اور اس کے مستحق ہیں اور اللہ اپنے بندوں کی
خطائیں بخشنے والا اور ان پر انعام فرمانے والا ہے وہ ایسے تابعداروں کو محروم نہ کریگا ف۱ شراب اور جوئے کے حق میں کئی آیتیں اُتریں ہر ایک میں اُن کی بُرائی ظاہر کی گئی آخر سورۂ مائدہ کی آیۃ
میں صاف ممانعت کردی گئی اب جو چیز پی کر نشہ لاویں وہ سب حرام ہیں اور جو شرط بدی جائے کسی چیز پر جس میں ہار اور جیت ہو وہ محض حرام ہے اور ایک طرف کی شرط حرام نہیں ف۲ شراب پینے سے
عقل جاتی رہتی ہے جو تمام امور شنیعہ سے بچاتی ہے اور لڑائی اور قتل وغیرہ طرح طرح کی خرابیوں کی نوبت آتی ہے اور مختلف قسم کے امراض روحانی اور جسمانی پیدا ہوتے ہیں جو بسا اوقات باعث
ہلاکت ہوتے ہیں اور جوا کھیلنے میں حرام مال کا کھانا اور سرقہ اور تضییع مال اور عیال باہم دشمنی وغیرہ طرح طرح کے مفاسد ظاہری و باطنی پیش آتے ہیں ہاں ان میں سرسری نفع بھی ہے کہ مثلاً شراب
پی کر لذت و سرور ہو گیا اور جوا کھیل کر بلا مشقت مال ہاتھ آگیا ف۳ لوگوں نے پوچھا تھا کہ مال اللہ کے واسطے کس قدر خرچ کریں حکم ہوا کہ جو اپنے اخراجات ضروری سے افزود و زائد ہو کیونکہ
جیسا آخرت کا فکر ضرور ہے دنیا کا فکر بھی ضرور ہے اگر سارا مال
اُٹھا ڈالو تو اپنی ضروریات کیونکر پوری کرو اور جو حقوق تم پر
لازم ہیں اُن کو کیونکر ادا کرو معلوم نہیں کس کس خرابی دینی اور
دنیوی میں پھنسو ف۵ یعنی دنیا فانی مگر محل حوائج ہے اور آخرت
باقی اور دار ثواب ہے اس لئے سوچ سمجھ کر ہر ایک امر میں اُسکے
مناسب حال خرچ کرنا چاہئے اور مصلحت دنیا اور آخرت دونوں
کو پیش نظر رکھنا مناسب ہے اور احکام کو واضح طور پر بیان
فرمانے سے یہی مطلوب ہے کہ تم کو فکر کرنے کا موقع ملے ف۶ بعض
لوگ یتیم کے مال میں احتیاط نہ کرتے تھے تو اُس پر حکم ہوا تھا،
ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن اور ان الذین
یاکلون اموال الیتمی ظلماً الخ اس پر جو لوگ یتیموں کی پرورش
کرتے تھے وہ ڈر گئے اور یتیموں کے کھانے اور خرچ کو بالکل
جُدا کر دیا کیونکہ شرکت کی حالت میں یتیم کا مال کھانا پڑتا تھا اس
میں یہ دشواری ہوئی کہ ایک چیز یتیم کے واسطے تیار کی اب
جو کچھ بچتی وہ خراب جاتی اور پھینکنی پڑتی اس احتیاط میں
یتیموں کا نقصان ہونے لگا تو آپ سے عرض کیا تو اس پر
اب یہ آیت نازل ہوئی ف۷ یعنی مقصود تو صرف یہ بات ہے
کہ یتیم کے مال کی درستی اور اصلاح ہو سو جس موقع میں علحدگی
میں یتیم کا نفع ہو تو اُس کو اختیار کرنا چاہئے اور جہاں شرکت
میں بہتری نظر آئے تو اُن کا خرچ شامل کر لو تو کچھ مضایقہ
نہیں کہ ایک وقت اُنکی چیز کھالی تو دوسرے وقت اپنی چیز
اُن کو کھلا دی کیونکہ وہ یتیم بچے تمہارے دینی یا نسبی بھائی ہیں
اور بھائیوں میں شرکت اور کھانا اور کھلانا بیجا نہیں ہاں یہ ضرور
ہے کہ یتیموں کی اصلاح کی رعایت پوری رہے اور اللہ خوب
جانتا ہے کہ اس شرکت سے کس کو خیانت اور افساد مال یتیم مقصود
ہے اور کس کو یتیموں کی اصلاح اور اُنکی نفع رسانی منظور ہے
ف۸ مشقت ڈالتا یعنی کھانے پینے میں یتیموں کی شرکت
علیٰ وجہ الاصلاح بھی مباح نہ فرماتا یا یہ کہ بلا علم و بلا قصد مجبوراً
بھی اگر کچھ کمی یا بیشی ہو جاتی تو اُس پر بھی مواخذہ کرتا ف۹ یعنی
بھاری سے بھاری حکم دے سکتا ہے اس لئے کہ وہ زبردست ہے لیکن
ایسا نہ کیا بلکہ سہولت کا حکم دیا اس لئے کہ وہ حکمت اور مصلحت کے
موافق کرنیوالا ہے ف۱۰ پہلے مسلمان مرد اور کافر عورت اور اسکے
برعکس دونوں صورتوں میں نکاح کی اجازت تھی اس آیت
سے اُس کو منسوخ کر دیا گیا اگر مرد یا عورت مشرک ہو تو اُس
کا نکاح مسلمان سے درست نہیں یا نکاح کے بعد ایک مشرک
ہو گیا تو نکاح سابق ٹوٹ جائیگا اور شرک یہ کہ علم یا قدرت یا
کسی اور صفت خداوندی میں کسی کو خدا کا مماثل سمجھے یا خدا کے
مثل کسی کی تعظیم کرنے لگے مثلاً کسی کو سجدہ کرے یا کسی کو مختار
سمجھ کر اُس سے اپنی حاجت مانگے. باقی اتنی بات دیگر آیات سے
معلوم ہوئی کہ یہود اور نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح درست ہے وہ ان مشرکین میں داخل نہیں بشرطیکہ وہ اپنے دین پر قایم ہوں دہریہ اور ملحد نہ ہوں جیسے اکثر نصاریٰ آج
کل کے نظر آتے ہیں خلاصہ تمام آیت کا یہ ہے کہ مسلمان مرد کو مشرک عورت سے نکاح کرنا درست نہیں تاوقتیکہ مسلمان نہ ہو جائے بیشک لونڈی مسلمان کافر عورت سے بہتر ہے گو وہ آزاد
بی بی ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مشرک بی بی بسبب مال اور جمال اور شرافت کے تم کو پسند آئے اور ایسے ہی مسلمان عورت کا نکاح مشرک مرد سے نہ کرو مسلمان غلام بھی مشرک سے بہت بہتر
ہے گو وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مشرک مرد بسبب صورت اور دولت کے تم کو پسند ہوں یعنی مسلمان ادنیٰ سے ادنیٰ بھی مشرک سے بہت افضل ہے گو وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہی کیوں
ف۱۱ یعنی مشرکین اور مشرکات جن کا ذکر ہوا اُن کے اقوال اُن کے افعال اُن کی محبت اُن کے ساتھ اختلاط کرنا شرک کی نفرت اور اُس کی بُرائی کو دل سے کم کرتا ہے اور شرک کی
رغبت کا باعث ہوتا ہے جس کا انجام دوزخ ہے اس لئے ایسوں کے ساتھ نکاح کرنے سے اجتناب کلی لازم ہے .

وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور بتلاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں ☆

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي

اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا کہدے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض

الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ

کے وقت ف۱ اور نزدیک نہ ہو اُن کے جب تک پاک نہ ہوویں ف۲ پھر جب خوب پاک ہوجاویں تو جاؤ انکے پاس

مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے ف۳ بیشک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنیوالے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے ف۴

نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو ف۵ اور آگے کی تدبیر کرو

لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

اپنے واسطے ف۶ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو اُس سے ملنا ہے اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو ☆

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَ

اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ اپنی قسمیں کھانے کے لئے کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور

تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ

لوگوں میں صلح کرانے سے بچ جاؤ ف۷ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۸ نہیں پکڑتا تم کو اللہ

بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ

بیہودہ قسموں پر تمہاری ف۹ لیکن پکڑتا ہے تم کو اُن قسموں پر کہ جن کا قصد کیا تمہارے دلوں نے ف۱۰

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ

اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنیوالا ہے ف۱۱ جو لوگ قسم کھالیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی اُنکے لئے مہلت ہے

اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ

چار مہینے کی پھر اگر باہم مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ☆ اور اگر

ف۱ حیض کہتے ہیں اُس خون کو جو عورتوں کی عادت ہے اس حالت میں مجامعت کرنا نماز روزہ سب حرام ہیں اور خلاف عادت جو خون آئے وہ بیماری ہے اُس میں مجامعت نماز روزہ سب درست ہیں اُس کا حال ایسا ہے جیسا زخم یا فصد سے خون نکلنے کا یہود اور مجوس حالت حیض میں عورت کے ساتھ کھانے اور ایک گھر میں رہنے کو بھی جائز نہ سمجھتے تھے اور نصاریٰ مجامعت سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے آپ سے پوچھا گیا تو اس پر یہ آیت اُتری آپ نے اس پر صاف فرمادیا کہ مجامعت اس حالت میں حرام ہے اور اُن کے ساتھ کھانا پینا رہنا سہنا سب درست ہیں یہود کا افراط اور نصاریٰ کی تفریط دونوں مردود ہوگئیں ف۲ پاک ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر حیض اپنی پوری مدت یعنی دس دن پر موقوف ہوا تو اُسی وقت سے مجامعت درست ہے اور اگر دس دن سے پہلے ختم ہوگیا مثلاً چھ روز کے بعد اور عورت کی عادت بھی چھ روز کی تھی تو مجامعت خون کے موقوف ہوتے ہی درست نہیں بلکہ جب عورت غسل کرلے یا نماز کا وقت ختم ہوجائے اُسکے بعد مجامعت درست ہوگی اور اگر عورت کی عادت سات یا آٹھ دن کی تھی تو اُن دنوں کے پورا کرنے کے بعد مجامعت درست ہوگی۔

ف۳ جس موقع سے مجامعت کی اجازت دی ہے یعنی آگے کی راہ سے کہ جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے دوسرا موقع یعنی لواطت حرام ہے ف۴ یعنی جو توبہ کرتے ہیں گناہ سے جو اُن سے اتفاقیہ صادر ہوا مثلاً حالت حیض میں وطی کا مرتکب ہوا اور ناپاکی یعنی گناہوں اور وطی حالت حیض اور وطی موقع نجس سے احتراز کرتے ہیں ف۵ یہود عورت کی پشت کی طرف ہوکر وطی کرنے کو ممنوع کہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس سے بچہ احول پیدا ہوتا ہے آپ سے پوچھا گیا تو اُس پر یہ آیت اُتری یعنی تمہاری عورتیں تمہارے لئے بمنزلہ کھیتی کے ہیں جس میں نطفہ بجائے تخم اور اولاد بمنزلہ پیداوار کے ہے یعنی اس سے مقصود اصلی صرف نسل کا باقی رکھنا اور اولاد کا پیدا ہونا ہے سو تم کو اختیار ہے آگے سے یا کروٹ سے یا پس پشت سے پڑ کر یا بیٹھ کر جس طرح چاہو مجامعت کرو مگر یہ ضرور ہے کہ تخم ریزی اُسی خاص موقع میں ہو جہاں پیداواری کی اُمید ہو یعنی مجامعت خاص فرج ہی میں ہو لواطت ہرگز ہرگز نہ ہو یہود کا خیال غلط ہے کہ اس سے بچہ احول پیدا ہوتا ہے۔ ف۶ یعنی اعمال صالحہ اپنے لئے کرتے رہو یا یہ کہ وطی سے اولاد صالحہ مطلوب ہونی چاہیے محض حظ نفس مقصود نہ ہو ف۷ یعنی کسی اچھے کام نہ کرنے پر خدا کی قسم کھا بیٹھے مثلاً ماں باپ سے نہ بولونگا یا فقیر کو کچھ نہ دونگا یا باہم کسی میں مصالحت نہ کراؤنگا ایسی قسموں میں خدا کے نام کو نیک کاموں کے لئے ذریعہ بنانا ہوا سو ایسا ہرگز مت کرو اور اگر کسی نے ایسی قسم کھائی تو اُس کا توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے ف۸ یعنی اگر کوئی قسم کھاتا ہے تو اللہ اُس کو سنتا ہے اور اگر کوئی عظمت و جلال خداوندی کی وجہ سے قسم کھانے سے رکتا ہے تو اللہ اس کی نیت کو خوب جانتا ہے تمہاری کوئی بات ظاہری اور باطنی اُس سے مخفی نہیں اس لئے نیت قلبی اور قول لسانی دونوں میں احتیاط لازم ہے ف۹ لغو اور بیہودہ قسم وہ ہے کہ منہ سے عادت اور عرف کے موافق بیساختہ اور ناخواستہ نکل جائے اور دل کو خبر تک نہ ہو ایسی قسم کا نہ کفارہ ہے نہ اُس میں گناہ ہے البتہ اگر کوئی بالقصد الفاظ قسم مثل واللہ اور باللہ کہے اور اس سے محض تاکید مقصود ہو قسم کا قصد نہ ہو تو اُس پر ضرور کفارہ لازم ہوگا اور کفارہ کا بیان آگے آجائیگا ف۱۰ یعنی جو قسم جان بوجھ کر کھائے کہ جس میں دل بھی زبان کے موافق ہو اُس قسم کے توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا ف۱۱ غفور ہے کہ لغو اور بیہودہ قسموں پر مؤاخذہ نہ فرمایا حلیم ہے کہ مواخذہ میں جلدی نہیں فرماتا شاید بندہ توبہ کرلے

عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ

ٹھہرا لیا چھوڑ دینے کو تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف۱ اور طلاق والی عورتیں

يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوٓءٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ

انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک اور اُن کو حلال نہیں

أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ

کہ چھپا رکھیں جو پیدا کیا اللہ نے اُن کے پیٹ میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِى ذٰلِكَ

اللہ پر اور پچھلے دن پر ف۲ اور اُن کے خاوند حق رکھتے ہیں اُنکے لوٹا لینے کا اس مدت میں

إِنْ أَرَادُوٓا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِى عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

اگر چاہیں سلوک سے رہنا ف۳ اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا اُن پر حق ہے دستور کے موافق

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۲۸﴾ الطَّلَاقُ

اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے ف۴ اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا ☆ طلاق رجعی ہے

مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌۢ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ

دو بار تک اسکے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا بھلی طرح سے ف۵ اور تم کو روا

لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوهُنَّ شَيْـًٔا إِلَّآ أَنْ يَخَافَآ

نہیں کہ لے لو کچھ اپنا دیا ہوا عورتوں سے مگر جبکہ خاوند عورت دونوں ڈریں

أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ

اس بات سے کہ قائم نہ رکھ سکینگے حکم اللہ کا ف۶ پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکینگے اللہ کا حکم

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِۦ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ

تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دیکر چھوٹ جاوے ف۷ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں

فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ

سو اُن سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے سو وہی لوگ ہیں

ع ۲۸ / ۱۲

ف۱ یعنی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں اپنی عورت کے پاس نہ جاؤنگا تو اگر چار مہینے کے اندر عورت کے پاس گیا تو قسم کا کفارہ دیگا اور عورت اُس کے نکاح میں رہیگی اور اگر چار مہینے گذر گئے اور اُس کے پاس نہ گیا تو عورت پر طلاق بائن ہو جائیگی فائدہ ایلاء شرع میں اُس کو کہتے ہیں کہ عورت کے پاس جانے سے چار مہینے یا زائد کے لئے یا بلا قید مدت قسم کھالے اور چار مہینے سے کم ایلاء نہ ہوگا، ایلاء کی تینوں صورتوں میں چار مہینے کے اندر عورت کے پاس جائیگا تو کفارہ قسم کا دینا پڑیگا ورنہ چار ماہ کے ختم پر بلا طلاق دیے عورت مطلقہ بائنہ ہو جائیگی اور اگر چار مہینے سے کم پر قسم کھائے مثلاً قسم کھائی کہ تین مہینے عورت کے پاس نہ جاؤنگا تو یہ ایلاء شرعی نہیں اُس کا یہ حکم ہے کہ اگر قسم کو توڑا مثلاً صورت مذکورہ میں تین مہینے کے اندر عورت کے پاس گیا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم کو پورا کیا یعنی تین مہینے تک مثلاً اُس کے پاس نہ گیا تو نہ عورت پر طلاق پڑیگی نہ کفارہ لازم ہوگا ف۲ جب مرد نے عورت کو طلاق دی تو ابھی اس عورت کو کسی دوسرے سے نکاح روا نہیں جب تک تین حیض پورے نہ ہو جائیں تاکہ حمل ہو تو معلوم ہو جائے اور کسی کی اولاد کسی کو نہ ملجائے اس لئے عورت پر فرض ہے کہ جو اُن کے پیٹ میں ہو اُس کو ظاہر کر دیں خواہ حمل ہو یا حیض آتا ہو اور اس مدت کو عدت کہتے ہیں فائدہ معلوم کرنا چاہئے کہ یہاں مطلقات سے خاص وہ عورتیں مراد ہیں کہ اُن سے نکاح کے بعد صحبت یا خلوت شرعیہ کی نوبت خاوند کو آچکی ہو اور اُن عورتوں کو حیض بھی آتا ہو اور آزاد بھی ہوں کسی کی لونڈی نہ ہوں کیونکہ جس عورت سے صحبت یا خلوت کی نوبت نہ آئے اُس کے اوپر طلاق کے بعد عدت بالکل نہیں اور جس عورت کو حیض نہ آئے مثلاً صغیر سن ہے یا بہت بوڑھی ہوگئی یا اُس کو حمل ہے تو پہلی دونوں صورتوں میں اُسکی عدت تین مہینے ہیں اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور جو عورت آزاد نہ ہو بلکہ کسی کی شرعی قاعدہ کے موافق لونڈی ہو اگر اُس کو حیض آتا ہو تو اُسکی عدت دو حیض اور حیض نہ آئے تو اگر وہ صغیرہ یا بڑھیا ہے تو اُسکی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے اور حاملہ ہے تو وہی وضع حمل ہے دوسری آیتوں اور حدیثوں سے یہ تفصیل ثابت ہے ف۳ یعنی عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر رکھ لے اگرچہ عورت کی خوشی نہ ہو مگر اس لوٹانے سے مقصود سلوک اور اصلاح ہو عورت کو ستانا یا اس دباؤ میں اُس سے مہر کا معاف کرانا منظور نہ ہو یہ ظلم ہے اگر ایسا کریگا گنہگار ہوگا گو رجعت بھی صحیح ہو جائیگی۔ ف۴ یعنی یہ امر تو حق ہے کہ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں ایسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں جن کا قاعدہ کے موافق ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے تو اب مرد کو عورت کے ساتھ بدسلوکی اور اُس کی ہر قسم کی حق تلفی ممنوع ہوگی مگر یہ بھی ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور فوقیت ہے تو اس لئے رجعت میں اختیار مرد کو ہی دیا گیا ف۵ اسلام سے پہلے دستور تھا کہ دس بیس جتنی بار چاہتے زوجہ کو طلاق دیتے مگر عدت کے ختم ہونے سے پہلے رجعت کر لیتے پھر جب چاہتے طلاق دیتے اور رجعت کر لیتے اور اس صورت سے بعض شخص عورتوں کو اسی طرح بہت ستاتے اس واسطے یہ آیت اُتری کہ طلاق جس میں رجعت ہو سکے کل دو بار ہے ایک یا دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے یا بھلی طرح سے چھوڑ دے پھر بعد عدت کے رجعت باقی نہیں رہتی ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دیگا تو پھر اُن میں نکاح بھی درست نہیں ہوگا جب تک دوسرا خاوند اُس سے نکاح کر کے صحبت نہ کر لیوے فائدہ امساك بمعروف اور تسريح باحسان سے غرض یہ ہے کہ رجعت کرے تو موافقت اور حسن معاشرت کے ساتھ رہے عورت کو قید میں رکھنا اور ستانا مقصود نہ ہو جیسا کہ اُن میں دستور تھا ورنہ سہولت اور عمدگی کے ساتھ اُس کو رخصت کرے ف۶ یعنی مردوں کو یہ روا نہیں کہ عورتوں کو جو مہر دیا ہے اُس کو طلاق کے بدلہ میں واپس لینے لگیں البتہ یہ جب روا ہے کہ ناچاری ہو اور کسی طرح دونوں میں موافقت نہ آئے اور اُن کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ بوجہ شدت مخالفت ہم احکام خداوندی کی پابندی معاشرت باہمی میں نہ کر سکیں گے اور مرد کی طرف سے ادائے حقوق زوجہ میں قصور بھی نہ ہو ورنہ مال لینا زوج کو حرام ہے ف۷ یعنی اے مسلمانوں اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ خاوند اور بیوی میں ایسی بیزاری ہے کہ اُن کی گذران موافقت سے نہ ہوگی تو پھر اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت مال دے کر اپنے آپ کو نکاح سے چھڑالے اور مرد وہ مال لیلے اس کو خلع کہتے ہیں اور جب اس ضرورت کی حالت میں زوجین کو خلع کرنا درست ہوا تو سب مسلمانوں کو اس میں سعی کرنی ضرور درست ہوگی فائدہ ایک عورت آپکی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ میں اپنے خاوند سے ناخوش ہوں اُس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی آپ نے تحقیق کیا تو عورت نے کہا کہ وہ میرے حقوق میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ اُس کے اخلاق و تدین پر مجھ کو اعتراض ہے لیکن مجھ کو اُس سے منافرت طبعی ہے آپ نے عورت سے مہر واپس کرا دیا اور زوج سے طلاق دلوادی اس پر یہ آیت اُتری۔

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ

ظالم ف پھر اگر اُس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب حلال نہیں اسکو وہ عورت اُسکے بعد جبتک نکاح نہ

زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ

کرے کسی خاوند سے اُسکے سوا پھر اگر طلاق دیدے دوسرا خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر باہم مل جاویں

اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا

اگر خیال کریں کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی بیان فرماتا ہے

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

واسطے جاننے والوں کے ف۳ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پہنچیں اپنی عدت تک ف۴

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

تو رکھ لو اُن کو موافق دستور کے یا چھوڑ دو اُن کو بھلی طرح سے اور

وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ

نہ روکے رکھو اُن کو ستانے کے لئے تاکہ اُن پر زیادتی کرو ف۵ اور جو ایسا کرے گا وہ بیشک

ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ

اپنا ہی نقصان کریگا اور مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو ہنسی اور یاد کرو اللہ کا

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ

احسان جو تم پر ہے اور اُس کو کہ جو اُتاری تم پر کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے

بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾

اُس کے ساتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے ف۶

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو اُن کو اس سے

اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

کہ نکاح کرلیں اپنے اُنہی خاوندوں سے جبکہ راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور کے

ف۱ یہ سب احکام مذکورہ یعنی طلاق اور رجعت اور خلع وغیرہ حدود اور قواعد مقرر فرمودہ حق تعالیٰ ہیں اُن کی پوری پابندی لازم ہے کسی قسم کا خلاف اور تغیر اور کوتاہی ان میں نہ کرنی چاہئے ف۲ یعنی اگر زوج اپنی عورت کو تیسری بار طلاق دیگا تو پھر وہ عورت اُس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اور دوسرا خاوند اُس سے صحبت کرکے اپنی خوشی سے طلاق نہ دیوے اُسکی عدت پوری کرکے پھر زوج اول سے نکاح جدید ہوسکتا ہے اُس کو حلالہ کہتے ہیں اور حلالہ کے بعد زوج اول کے ساتھ نکاح ہونا جب ہی ہے کہ اُن کو حکم خداوندی کے قائم رکھنے یعنی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا خیال اور اُس پر اعتماد ہو ورنہ ضرور نزاع باہمی اور اتلاف حقوق کی نوبت آئیگی اور گناہ میں مبتلا ہونگے ف۳ یعنی عدت ختم ہونے کو آئی ف۴ یعنی عدت کے ختم ہونے تک خاوند کو اختیار ہے کہ اُس عورت کو موافقت اور اتحاد کے ساتھ پھر ملالے یا خوبی اور رضامندی کے ساتھ بالکل چھوڑ دے یہ ہرگز جائز نہیں کہ قید میں رکھ کر اُس کو ستانے کے قصد سے رجعت کرے جیسا کہ بعض اشخاص کیا کرتے تھے فائدہ آیۃ سابقہ یعنی الطلاق مرّتان الخ میں یہ بتلایا تھا کہ دو طلاق تک زوج کو اختیار ہے کہ عورت کو عمدگی سے پھر ملالے یا بالکل چھوڑ دے اب اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ یہ اختیار صرف عدت تک ہے عدت کے بعد زوج کو اختیار مذکور حاصل نہ ہوگا اس لئے کوئی تکرار کا شبہ نہ کرے ف۵ نکاح طلاق ایلا خلع رجعت حلالہ وغیرہ میں بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اُن میں حیلے کرنے اور بیہودہ اغراض کو دخل دینا مثلاً کوئی رجعت کرلے اور اُس سے مقصود عورت کو تنگ کرنا ہے تو گویا اللہ کے احکام کے ساتھ ٹھٹھے بازی ٹھہری نعوذ باللہ من ذٰلک اللہ کو سب کچھ روشن ہے ایسے حیلوں سے بجز مضرت اور کیا حاصل ہوسکتا ہے ف۶ ایک عورت کو اُس کے خاوند نے ایک یا دو طلاق دی اور پھر عدت میں رجعت بھی نہ کی جب عدت ختم ہوچکی تو دوسرے لوگوں کے ساتھ زوج اول نے بھی نکاح کا پیام دیا عورت بھی اس پر راضی تھی مگر عورت کے بھائی کو غصہ آیا اور نکاح کو روک دیا اُس پر یہ حکم اُترا کہ عورت کی خوشنودی اور بہبودی کو ملحوظ رکھو اسی کے موافق نکاح ہونا چاہئے اپنے کسی خیال اور ناخوشی کو دخل مت دو اور یہ خطاب عام ہے نکاح سے روکنے والوں کو سب کو خواہ زوج اول جس نے کہ طلاق دی ہے وہ دوسری جگہ عورت کو نکاح کرنے سے روکے یا عورت کے ولی اور وارث عورت کو پہلے خاوند سے یا کسی دوسری جگہ نکاح کرنے سے مانع ہوں سب کو روکنے کی ممانعت آگئی ہاں اگر خلاف قاعدہ کوئی بات ہو مثلاً غیر کفو میں عورت نکاح کرنے لگی یا پہلے خاوند کی عدت کے اندر کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہے تو بیشک ایسے نکاح سے روکنے کا حق ہے بالمعروف فرمانے کا یہی مطلب ہے۔

الثلثۃ ۲۹ ۳ ۱۲

ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

یہ نصیحت اُس کو کیجاتی ہے جو کہ تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ف۱

ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اس میں تمہارے واسطے بڑی ستھرائی ہے اور بہت پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۲

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ

اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے

اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

کہ پوری کرے دودھ کی مدت ف۳ اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا اُن عورتوں کا

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ

موافق دستور کے تکلیف نہیں دیجاتی کسی کو مگر اُسکی گنجائش کے موافق نہ نقصان دیا جائے ماں کو

بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ

اُسکے بچہ کی وجہ سے اور نہ اُس کو کہ جس کا وہ بچہ ہے یعنی باپ کو اُسکے بچہ کی وجہ سے ف۴ اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے ف۵

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ

پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑالیں یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور مشورہ سے تو اُن پر کچھ گناہ

عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ

نہیں ف۶ اور اگر تم لوگ چاہو کہ دودھ پلواؤ کسی دایہ سے اپنی اولاد کو تو بھی تم پر کچھ گناہ

عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

نہیں جبکہ حوالہ کردو جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے ف۷ اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے ☆ اور جو لوگ مرجاویں تم میں سے

وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ

اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہیے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور

ف۱ یعنی حکم جو مذکور ہوئے اُن سے اہل ایمان کو نصیحت دیجاتی ہے کیونکہ اس نصیحت سے وہی منتفع ہوتے ہیں اور یوں تو نصیحت سبھی کے لئے ہے کسی کی خصوصیت نہیں اور مومنین کے خاص کرنے سے دوسروں پر تہدید اور اُن کی تحقیر بھی مفہوم ہوتی ہے یعنی جو لوگ ان حکموں پر عمل نہیں کرتے گویا اُن کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہی نہیں ف۲ یعنی عورت کو نکاح سے نہ روکنے اور اُس کے نکاح ہو جانے میں وہ پاکیزگی ہے جو نکاح سے روکنے میں ہرگز نہیں اور عورت جبکہ پہلے خاوند کی طرف راغب ہو تو اُسی کے ساتھ نکاح ہو جانے میں وہ پاکیزگی ہے کہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے میں ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں کی باتوں کو اور نفع نقصان آیندہ کو خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۳ یعنی ماں کو حکم ہے کہ اپنے بچہ کو دو برس تک دودھ پلائے اور یہ مدت اُس کے لئے ہے جو ماں باپ بچہ کے دودھ پینے کی مدت کو پورا کرنا چاہیں ورنہ اس میں کمی بھی جائز ہے جیسا آیت کے آخیر میں آتا ہے اور اس حکم میں وہ مائیں بھی داخل ہیں جن کا نکاح باقی ہے اور وہ بھی جن کو طلاق مل چکی ہو یا اُنکی عدت بھی گذر چکی ہو ہاں اتنا فرق ہوگا کہ کھانا کپڑا منکوحہ اور معتدہ کو تو دینا زوج کو ہر حال میں لازم ہے دودھ پلائے یا نہ پلائے اور عدت ختم ہو چکے گی تو پھر صرف دودھ پلانے کی وجہ سے دینا ہوگا اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دودھ کی مدت کو جس ماں سے پورا کرانا چاہیں یا جس صورت میں باپ سے دودھ پلانے کی اجرت ماں کو دلوانا چاہیں تو اُس کی انتہا دو برس کامل ہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ علی العموم دودھ پلانے کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں ف۴ یعنی باپ کو بچہ کی ماں کو کھانا کپڑا ہر حال میں دینا پڑیگا۔ اوّل صورت میں تو اس لئے کہ وہ اُس کے نکاح میں ہے دوسری صورت میں عدت میں ہے اور تیسری صورت میں دودھ پلانے کی اجرت دینی ہوگی اور بچہ کے ماں باپ بچہ کی وجہ سے ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں مثلاً ماں بلاوجہ دودھ پلانے سے انکار کرے یا باپ بلاسبب ماں سے بچہ کو جدا کر کے کسی اور سے دودھ پلوائے یا کھانے کپڑے میں تنگی کرے ف۵ یعنی اگر باپ مرجاوے تو بچہ کے وارثوں پر بھی یہی لازم ہے کہ دودھ پلانے کی مدت میں اُس کی ماں کے کھانے کپڑے کا خرچ اُٹھائیں اور تکلیف نہ پہنچائیں اور وارث سے مراد وہ وارث ہے جو محرم بھی ہو ف۶ یعنی اگر ماں باپ کسی مصلحت کی وجہ سے دو سال کے اندر ہی بچہ کی مصلحت کا لحاظ کر کے باہمی مشورہ اور رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں تو اُس میں گناہ نہیں مثلاً ماں کا دودھ اچھا نہ ہو ف۷ یعنی اے مردو اگر تم کسی ضرورت و مصلحت سے ماں کے سوا کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہو تو اُس میں بھی گناہ نہیں مگر اسکی وجہ سے ماں کا کچھ حق نہ کاٹ رکھے بلکہ دستور کے موافق جو ماں کو دینا ٹھہرایا تھا وہ دیدے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دودھ پلانے والی کا حق نہ کاٹے۔

عَشْرًا ۚ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ

دس دن ف۱ پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ کریں وہ

فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٣٤﴾

اپنے حق میں قاعدہ کے موافق ف۲ اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے ☆

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ

اور کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ اشارہ میں کہو پیغام نکاح ان عورتوں کا یا

أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن

پوشیدہ رکھو اپنے دل میں اللہ کو معلوم ہے کہ تم البتہ اُن عورتوں کا ذکر کرو گے لیکن

لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا

اُن سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو چھپ کر مگر یہی کہ کہدو کوئی بات رواج شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو

عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

نکاح کا یہاں تک کہ پہنچ جاوے عدت مقررہ اپنی انتہا کو ف۳ اور جان رکھو کہ اللہ کو

يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

معلوم ہے جو کچھ تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور

حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾ لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ

تحمل کرنے والا ہے ف۴ کچھ گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو اُس وقت کہ اُن کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہو

أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ

اور نہ مقرر کیا ہو اُن کے لئے کچھ مہر اور اُنکو کچھ خرچ دو مقدور والے پر

قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا

اُسکے موافق ہے اور تنگی والے پر اُس کے موافق جو خرچ کہ قاعدہ کے موافق ہے لازم ہے

عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾ وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن

نیکی کرنے والوں پر ف۵ اور اگر طلاق دو اُن کو ہاتھ لگانے

ف۱ پہلے گذر چکا ہے کہ طلاق کی عدت میں تین حیض انتظار کرے اب فرمایا کہ موت کی عدت میں چار مہینے دس دن انتظار کرے سو اس مدت میں اگر معلوم ہو گیا کہ عورت کو حمل نہیں تو عورت کو نکاح کی اجازت ہوگی ورنہ وضع حمل کے بعد اجازت ہوگی اس کی تشریح سورۂ طلاق میں آئیگی حقیقت میں تین حیض یا چار مہینے دس دن حمل کے انتظار اور اس کے دریافت کرنے کے لئے مقرر فرمائے ف۲ جب بیوہ عورتیں اپنی عدت پوری کر لیں یعنی غیر حاملہ چار ماہ دس روز اور حاملہ مدت حمل تو اُن کو دستور شریعت کے موافق نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہیں اور زینت اور خوشبو سب حلال ہیں ف۳ خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ عورت خاوند کے نکاح سے جدا ہو لی تو جب تک عدت میں ہے تو کسی دوسرے کو جائز نہیں کہ اُس سے نکاح کر لے یا صاف وعدہ کرالے یا صاف پیام بھیجے لیکن اگر دل میں نیت رکھے کہ بعد عدت اس سے نکاح کرونگا یا اشارۃً اپنے مطلب کو اُسے سُنا دے تاکہ کوئی دوسرا اس سے پہلے پیام نہ دے بیٹھے مثلاً عورت کو سُنا دے کہ تجھ کو ہر کوئی عزیز رکھیگا یا کہے کہ میرا ارادہ کہیں نکاح کرنے کا ہے تو کچھ گناہ نہیں مگر صاف پیام ہرگز نہ دے ف۴ یعنی حق تعالیٰ تمہارے جی کی باتیں جانتا ہے سو ناجائز ارادہ سے بچتے رہو اور ناجائز ارادہ ہو گیا تو اس سے توبہ کرو اللہ بخشنے والا ہے اور گنہگار پر عذاب نہ ہوا تو اس سے مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ وہ حلیم ہے عقوبت میں جلدی نہیں فرماتا ف۵ اگر نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ آیا اور بلا مہر ہی نکاح کر لیا تو بھی نکاح درست ہے مہر بعد میں مقرر ہو رہیگا لیکن اس صورت میں اگر ہاتھ لگانے سے پہلے یعنی مجامعت اور خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق دیدی تو مہر کچھ لازم نہ ہوگا لیکن زوج کو لازم ہے کہ اپنے پاس سے عورت کو کچھ دیدے کم سے کم یہی کہ تین کپڑے کرتہ، سر بند، چادر اپنی حالت کے موافق اور خوشی سے دیدے

ع ۴

تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ

سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم اُن کے لئے مہر تو لازم ہُوا آدھا اُس کا

مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ

کہ تم مقرر کر چکے تھے مگر یہ کہ درگذر کریں عورتیں یا درگذر کرے وہ شخص کہ اُسکے اختیار میں ہے گرہ نکاح کی

النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ

یعنی خاوند اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے اور نہ بھلا دو احسان کرنا

بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ

آپس میں بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے ف۱ خبردار رہو سب نمازوں سے

وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ

اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے ف۲ پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا

فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ

تو پیادہ پڑھ لو یا سوار پھر جس وقت تم امن پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جس طرح کہ تم کو سکھایا ہے

مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ

جس کو تم نہ جانتے تھے ف۳ اور جو لوگ تم میں سے مر جاویں اور چھوڑ جاویں

اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ

اپنی عورتیں تو وہ وصیت کر دیں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک بغیر نکالنے کے گھر سے ف۴

فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِىْ مَا فَعَلْنَ فِىْٓ اَنْفُسِهِنَّ

پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں

مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ

بھلی بات اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۵ اور طلاق دی ہوئی عورتوں کیواسطے خرچ دینا ہے

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

قاعدہ کے موافق لازم ہے پرہیزگاروں پر ف۶ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے واسطے

ف۱ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی تو آدھا مہر دینا لازم ہے مگر عورت یا مرد کہ جس کے اختیار میں ہے نکاح کا قایم رکھنا اور توڑنا اپنے حق سے درگذر کریں تو بہتر ہے عورت کی تو درگذر یہ کہ آدھا بھی معاف کر دے اور مرد کی درگذر یہ کہ جو مہر مقرر ہوا تھا پورا حوالہ کر دے یا تمام مہر ادا کر چکا تھا تو آدھا نہ لوٹا دے بلکہ سب مہر چھوڑ دے پھر فرمایا کہ مرد درگذر کرے تو تقویٰ کے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اللہ نے اُس کو بڑائی دی اور مختار کیا نکاح باقی رکھنے کا اور طلاق دینے کا اور نفس نکاح سے تمام مہر لازم ہو جاتا ہے اب بدون ہاتھ لگائے طلاق دے کر زوج نصف مہر کو اپنے ذمہ سے ٹلاتا ہے یہ تقویٰ کے مناسب نہیں اور زوجہ کی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی جو کچھ کیا زوج نے کیا ان وجوہ سے زوج کو زیادہ مناسب ہے کہ درگذر کرے فائدہ طلاق کی مہر اور وطی کے لحاظ سے چار صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ نہ مہر ہو نہ وطی۔ دوسری یہ کہ مہر تو مقرر ہو مگر وطی کی نوبت نہ آئے ان دونوں صورتوں کا حکم دونوں آیتوں میں معلوم ہو چکا۔ تیسری یہ کہ مہر مقرر ہو اور وطی کی نوبت آ دے اس میں جو مہر مقرر کیا ہے پورا دینا ہوگا۔ یہ صورت کلام اللہ میں دوسرے موقع پر مذکور ہے۔ چوتھی یہ کہ مہر نہ ٹھہرایا تھا اور ہاتھ لگانے کے بعد طلاق دی اس میں مہر مثل پورا دینا پڑیگا یعنی جو اُس عورت کی قوم میں رواج ہے اور یہی چاروں صورتیں موت زوج میں نکلیں گی مگر موت کا حکم طلاق کے حکم سے جدا ہے اگر مہر مقرر نہ کیا تھا اور ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا کہ زوج مر گیا یا ہاتھ لگانے کے بعد مرا ان دونوں صورتوں میں مہر مثل پورا لازم ہوگا اور اگر مہر مقرر کیا اور ہاتھ لگایا یا ہاتھ نہ لگایا تو ان دونوں صورتوں میں جو مہر مقرر ہوا تھا وہ پورا دینا ہوگا۔ ف۲ بیچ والی نماز سے مُراد عصر کی نماز ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے اس کی تاکید زیادہ فرمائی کہ اُس وقت دنیا کا مشغلہ زیادہ ہوتا ہے اور فرمایا کھڑے رہو ادب سے یعنی نماز میں ایسی حرکت نہ کرو کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ نماز نہیں پڑھتا ایسی باتوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جیسے کھانا یا پینا یا کسی سے بات کرنا یا ہنسنا فائدہ طلاق کے حکموں میں نماز کے حکم کو بیان فرمانے کی یا یہ وجہ ہے کہ دنیا کے معاملات اور باہمی نزاعات میں پڑ کر کہیں خدا کی عبادت کو نہ بھلا دو اور یا یہ وجہ ہے کہ ہوا و ہوس کے بندوں کو بوجہ غلبۂ حرص و بخل عدل کو پورا کرنا اور انصاف سے کام لینا اور وہ بھی رنج اور طلاق کی حالت میں بہت دشوار ہے پھر وان تعفوا اور لا تنسوا الفضل پر اور اس حالت میں اُن سے عمل کرنے کی توقع بیشک مستبعد نظر آتی تھی سو اُس کا علاج فرما دیا گیا کہ نماز کی محافظت اور اُس کی پابندی اور اُس کے حقوق کی رعایت عمدہ علاج ہے کہ نماز کو ازالۂ رذائل اور تحصیل فواضل میں بڑا اثر ہے ف۳ یعنی لڑائی اور دشمن سے خوف کا وقت ہو تو ناچاری کو سواری پر اور پیادہ بھی اشارہ سے نماز درست ہے گو قبلہ کی طرف بھی منہ نہ ہو۔ ف۴ یہ حکم اوّل تھا اس کے بعد جب آیت میراث نازل ہوئی اور عورتوں کا حصہ بھی مقرر ہو چکا ادھر عورت کی عدت چار مہینے دس دن کی ٹھہرا دی گئی تب سے اس آیت کا حکم موقوف ہوا۔ ف۵ یعنی اگر وہ عورتیں اپنی خوشی سے سال کے ختم ہونے سے پہلے گھر سے نکلیں تو کچھ گناہ نہیں تم پر اے وارثو اُس کام میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں شریعت کے موافق یعنی چاہیں خاوند کریں یا اچھی پوشاک اور خوشبو کا استعمال کریں کچھ حرج نہیں۔ ف۶ پہلے خرچ یعنی جوڑا دینے کا حکم اُس طلاق پر آ چکا ہے کہ نہ مہر ٹھہرا ہو نہ زوج نے ہاتھ لگایا ہو اب اس آیت میں وہ حکم سب کے لئے آ گیا مگر اتنا فرق ہے کہ سب طلاق والیوں کو جوڑا دینا مستحب ہے ضروری نہیں اور پہلی صورت میں ضروری ہے۔

ع ۳۱ ۱۵

اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

اپنے حکم تاکہ تم سمجھو لو ف۱ کیا نہ دیکھا تونے اُن لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے

وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۟ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ

اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر فرمایا اُن کو اللہ نے کہ مرجاؤ پھر اُن کو زندہ کر دیا

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

بیشک اللہ فضل کرنیوالا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

شکر نہیں کرتے ف۲ اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ بیشک

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

خوب سُنتا جانتا ہے ☆ کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَ

پھر دُوگنا کر دے اللہ اُس کو کئی گنا اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے اور وہی کشایش کرتا ہے اور

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ف۳ کیا نہ دیکھا تونے ایک جماعت بنی اسرائیل کو

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ

موسیٰ کے بعد ف۴ جب اُنہوں نے کہا اپنے نبی سے مقرر کر دو ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم لڑیں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

اللہ کی راہ میں پیغمبر نے کہا کیا تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا

اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ

تو تم اُس وقت نہ لڑو وہ بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم

اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

تو نکال دیئے گئے اپنے گھروں سے اور بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا اُن کو لڑائی کا

وقف لازم

ف۱ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں نکاح طلاق عدت کے احکام بیان فرمائے ایسے ہی اپنے احکام و آیات کو واضح فرماتا ہے کہ تم سمجھ لو اور عمل کر سکو۔ یہاں نکاح و طلاق کے احکام ختم ہو چکے ف۲ پہلی اُمت کا قصّہ ہے کہ کئی ہزار شخص گھر بار کو ساتھ لے کر وطن سے بھاگے اُن کو ڈر ہُوا تھا غنیم کا اور لڑنے سے جی چھپایا یا ڈر ہوا تھا وبا کا اور تقدیر پر توکل اور یقین نہ کیا پھر ایک منزل پر پہنچ کر بحکم الٰہی سب مر گئے پھر سات دن کے بعد پیغمبر کی دعا سے زندہ ہوئے کہ آگے کو توبہ کریں اس حال کو یہاں اس واسطے ذکر فرمایا کہ کافروں سے لڑنے یا فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے میں جان اور مال کی محبت کے باعث دریغ نہ کریں اور جان لیویں کہ اللہ موت بھیجے تو چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں اور زندگی چاہے تو مردہ کو دم کے دم میں زندہ کر دے زندہ کو موت سے بچا لینا تو کوئی چیز ہی نہیں پھر اُسکی تعمیل حکم میں موت سے ڈر کر جہاد سے بچنا یا افلاس سے بچ کر صدقہ اور دوسروں پر احسان یا عفو اور تفضل سے رُکنا بد دینی کے ساتھ حماقت بھی پوری ہے ف۳ یعنی جب معلوم ہو چکا کہ اللہ کے حکم میں تمہاری جان اور مال ہے تو اب تم کو چاہیئے کہ لڑو کافروں سے اللہ کے واسطے دین کے لئے اور جان لو کہ خدا تعالیٰ سُنتا ہے بہانہ کرنیوالوں کی باتیں اور جانتا ہے اُن کے منصوبوں کو اور چاہیئے کہ خرچ کرو اللہ کے رستہ میں مال اور تنگی سے مت ڈرو کہ کشایش اور تنگی سب اُس کے اختیار میں ہے اور اُسی کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔ قرض حسنہ اُسے کہتے ہیں جو قرض دیکر تقاضا نہ کرے اور اپنا احسان نہ رکھے اور بدلہ نہ چاہے اور اُسے حقیر نہ سمجھے۔ اور خدا کو دینے سے جہاد میں خرچ کرنا مُراد ہے یا محتاجوں کو دینا۔ ف۴ اس قصہ سے حق تعالیٰ کا بسط و قبض جو ابھی مذکور ہُوا خوب ثابت ہوتا ہے یعنی فقیر کو بادشاہ بنانا اور بادشاہ کی بادشاہت چھین لینا اور ضعیف کو قوی اور قوی کو ضعیف کر دینا۔

تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ لَهُمْ

تو وہ سب پھر گئے مگر تھوڑے سے اُن میں کے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو ف۱ اور فرمایا اُن سے

نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ

اُن کے نبی نے بیشک اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ کہنے لگے کیونکر

يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ

ہو سکتی ہے اُس کو حکومت ہم پر اور ہم زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے اُس سے اور اُس کو نہیں ملی

سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ

کشایش مال میں پیغمبر نے کہا بیشک اللہ نے پسند فرمایا اُس کو تم پر اور زیادہ

بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ

فراخی دی اُسکو علم اور جسم میں اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا جس کو چاہے

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ

اور اللہ ہے فضل کرنیوالا سب کچھ جاننے والا ف۲ اور کہا بنی اسرائیل سے اُنکے نبی نے کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے

أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ

کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں

مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي

ہیں اُنمیں سے جو چھوڑ گئی تھی موسیٰ اور ہارون کی اولاد اُٹھا لاویں گے اُس صندوق کو فرشتے بیشک

ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ

اُس میں پوری نشانی ہے تمہارے واسطے اگر تم یقین رکھتے ہو ف۳ پھر جب باہر نکلا طالوت

بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ

فوجیں لے کر کہا بیشک اللہ تمہاری آزمایش کرتا ہے ایک نہر سے سو جس نے پانی پیا اُس نہر کا

فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ

تو وہ میرا نہیں اور جس نے اُس کو نہ چکھا تو وہ بیشک میرا ہے مگر جو کوئی بھرے

ف۱ حضرت موسیٰ کے بعد کچھ عرصہ تک بنی اسرائیل کا کام درست رہا پھر جب اُن کی نیت بگڑی تب اُن پر ایک غنیم کافر بادشاہ جالوت نام مسلط ہوا اُن کو شہر سے نکال دیا اور لوٹا اور اُن کو پکڑ کر بندہ بنایا بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے اُس وقت حضرت اشمویل علیہ السلام پیغمبر تھے اُن سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کر دو کہ اُس کے ساتھ ہو کر ہم جہاد کریں فی سبیل اللہ ف۲ طالوت کی قوم میں آگے سے سلطنت نہ تھی غریب محنتی آدمی تھے اُن کی (بنی اسرائیل) نظر میں سلطنت کے قابل نظر نہ آئے اور بوجہ مال و دولت اپنے آپ کو سلطنت کے لائق خیال کیا نبی نے فرمایا کہ سلطنت کسی کا حق نہیں اور سلطنت کی بڑی لیاقت ہے عقل اور بدن میں زیادتی اور وسعت ہونی جس میں طالوت تم سے افضل ہے فائدہ بنی اسرائیل نے جب یہ سُنا تو پھر کہا پیغمبر سے کہ اس کے سوا کوئی اور دلیل بھی اُن کی بادشاہت پر دکھلا دو تاکہ ہمارے دل میں کوئی اشتباہ نہ رہے نبی نے دعا کی جناب الٰہی میں اور طالوت کی سلطنت کی دوسری نشانی بیان فرما دی گئی ف۳ بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا اُس میں تبرکات تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء کے بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے اللہ اس کی برکت سے فتح دیتا جب جالوت غالب آیا اُن پر تو یہ صندوق بھی وہ لے گیا تھا جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا کہ وہ کافر جہاں صندوق کو رکھتے وہیں وبا اور بلا آتی پانچ شہر ویران ہو گئے ناچار ہو کر دو بیلوں پر اُس کو لاد کر ہانک دیا فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لائے اور طالوت نے جالوت پر فوج کشی کی اور موسم نہایت گرم تھا۔

ع ۳۲ ۱۶

غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا

ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی لیا سب نے اسکا پانی مگر تھوڑوں نے اُن میں کہ پھر جب

جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا

پار ہوا طالوت اور ایمان والے ساتھ اُس کے تو کہنے لگے طاقت نہیں ہم کو

الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم

آج جالوت اور اُس کے لشکروں سے لڑنے کی کہنے لگے وہ لوگ جن کو خیال تھا کہ اُن کو

مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ

اللہ سے ملنا ہے بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑی جماعت پر اللہ کے

اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا

حکم سے اور اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے ف اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اُسکی فوجوں کے تو بولے

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا

اے رب ہمارے ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری

عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ

اس کافر قوم پر ☆ پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا

دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا

داؤد نے جالوت کو اور دی داؤد کو اللہ نے سلطنت اور حکمت اور سکھایا اُن کو جو

يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ

چاہا اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے تو خراب ہو جاتا

الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ

ملک لیکن اللہ بہت مہربان ہے جہان کے لوگوں پر ف یہ

آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥٢﴾

آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں ٹھیک ٹھیک اور تو بیشک ہمارے رسولوں میں ہے ف

ف ہوس سے طالوت کے ساتھ چلنے کو سب تیار ہو گئے طالوت نے کہہ دیا کہ جو کوئی جوان زور آور اور بے فکر ہو وہ چلے ایسے بھی اسی ہزار نکلے پھر طالوت نے اُن کو آزمانا چاہا ایک منزل میں پانی نہ ملا دوسری منزل میں ایک نہر ملی طالوت نے حکم کر دیا کہ جو ایک چلو سے زیادہ پانی پیوے وہ میرے ساتھ نہ چلے صرف تین سو تیرہ اُن کے ساتھ رہ گئے اور سب جُدا ہو گئے جنہوں نے ایک چلو سے زیادہ نہ پیا اُن کی پیاس بجھی اور جنہوں نے زیادہ پیا اُن کو اور پیاس زیادہ لگی اور آگے نہ چل سکے۔

ف جب سامنے ہوئے جالوت کے یعنی وہی تین سو تیرہ آدمی اور اُنہی تین سو تیرہ میں حضرت داؤد کے والد اور اُن کے چھ بھائی اور خود حضرت داؤد بھی تھے حضرت داؤد کو راہ میں تین پتھر ملے اور بولے کہ اُٹھا لے ہم کو ہم جالوت کو قتل کرینگے جب مقابلہ ہوا جالوت خود باہر نکلا اور کہا میں اکیلا تم سب کو کافی ہوں میرے سامنے آتے جاؤ حضرت اشمویل نے حضرت داؤد کے باپ کو بلایا کہ اپنے بیٹے مجھ کو دکھلا اس نے چھ بیٹے دکھائے جو قد آور تھے حضرت داؤد کو نہیں دکھایا اُن کا قد چھوٹا تھا اور بکریاں چراتے تھے پیغمبر نے اُن کو بلوایا اور پوچھا کہ تو جالوت کو ماریگا اُنہوں نے کہا ماروں گا پھر جالوت کے سامنے گئے اور اُنہی تینوں پتھروں کو فلاخن میں رکھ کر مارا جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور تمام بدن لوہے میں غرق تھا تینوں پتھر اُس کے ماتھے پر لگے اور پیچھے کو نکل گئے۔ جالوت کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی پھر طالوت نے حضرت داؤد کو اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور طالوت کے بعد یہ بادشاہ ہوئے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ حکم جہاد ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور اس میں اللہ کی بڑی رحمت اور احسان ہے نادان کہتے ہیں کہ لڑائی نبیوں کا کام نہیں

ف یہ قصہ جو بنی اسرائیل کا گذرا یعنی ہزاروں کا نکلنا اور اُن کا دفعۃً مرنا اور جینا اور طالوت کا بادشاہ ہونا یہ سب اللہ کی آیتیں ہیں جو تجھ کو سنائی جاتی ہیں اور تم بیشک اللہ کے رسولوں میں ہو یعنی جیسے پہلے پیغمبر ہو چکے ہیں۔ ویسے ہی تم بھی یقیناً رسول ہو کہ ان قصص قرون ماضیہ کو ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہو حالانکہ نہ کسی کتاب میں آپ نے دیکھا اور نہ کسی آدمی سے سُنا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ

سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے

مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

کہ کلام فرمایا اُس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے اور دیئے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ

معجزے صریح اور قوت دی اُسکو روح القدس یعنی جبرئیل سے ف۱ اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ جو

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ

ہوئے اُن پیغمبروں کے پیچھے بعد اس کے کہ پہنچ چکے اُنکے پاس صاف حکم لیکن اُن میں اختلاف پڑ گیا پھر کوئی تو

مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اُن میں ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا اور اگر چاہتا اللہ تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ

يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝۲۵۳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ

کرتا ہے جو چاہے ف۲ اے ایمان والو خرچ کرو اُس میں سے کہ جو ہم نے تم کو روزی دی

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَ

پہلے اُس دن کے آنے سے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش ف۳ اور

الْكٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۵۴ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ

جو کافر ہیں وہی ہیں ظالم ف۴ ☆ اللہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا

لَا تَاْخُذُهٗ سِـنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

نہیں پکڑ سکتی اُس کو اُونگھ اور نہ نیند اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

ایسا کون ہے جو سفارش کرے اُسکے پاس مگر اجازت سے جانتا ہے جو کچھ خلقت کے روبرو ہے

وَمَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ

اور جو کچھ اُنکے پیچھے ہے اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اُسکی معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے گنجائش ہے

ف۱ یہ پیغمبر جن کا ذکر ہوا اُن میں فضیلت دی ہم نے بعض کو بعض پر بعضے اُن میں ایسے ہیں کہ اُن سے بات کی خدا تعالیٰ نے جیسے آدم اور موسیٰ علیہما السلام اور بلند کیا بعضوں کا درجہ جیسے کوئی ایک قوم کا نبی کوئی ایک گاؤں کا کوئی ایک شہر کا کوئی تمام جہان کا جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عنایت ہوئے حضرت عیسیٰ کو کھلے معجزے جیسے احیائے موتیٰ اور ابرار اکمہ و ابرص وغیرہ اور قوت دی اُن کو روح پاک یعنی حضرت جبرئیل کو اُنکی مدد کو بھیج کر ف۲ جو لوگ ان انبیاء پر ایمان لے آئے اور صاف حکم اور روشن نشانیاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی دیکھ سن چکے اگر خدا چاہتا تو یہ باہم نہ لڑتے اور مخالفت نہ کرتے اور کوئی اُن میں مومن اور کوئی کافر نہ ہوتا لیکن حق تعالیٰ مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی فعل اُس کا حکمت سے خالی نہیں ف۳ اس سورت میں عبادات و معاملات کے متعلق احکام کثیرہ بیان فرمائے جن سب کی تعمیل نفس کو ناگوار اور بھاری ہے اور تمام اعمال میں زیادہ دشوار انسان کو جان اور مال کا خرچ کرنا ہوتا ہے اور احکام الٰہی اکثر جو دیکھے جاتے ہیں یا جان کے متعلق ہیں یا مال کے اور گناہ میں بندہ کو جان یا مال کی محبت اور رعایت ہی اکثر مبتلا کرتی ہے گویا ان دونوں کی محبت گناہوں کی جڑ اور اُس سے نجات جملہ طاعات کی سہولت کا منشا ہے اس لئے ان احکامات کو بیان فرما کر قتال اور انفاق کو بیان فرمانا مناسب ہوا و قاتلوا فی سبیل اللہ الخ اول کا بیان تھا تو من ذا الذی یقرض اللہ دوسرے کا ذکر ہے اُس کے بعد قصہ طالوت سے اول کی تاکید ہوئی تو اب انفقوا مما رزقنکم الخ سے دوسرے کی تاکید منظور ہے اور چونکہ انفاق مال پر بہت سے امور عبادات و معاملات کے موقوف ہیں تو اس کے بیان میں زیادہ تفصیل اور تاکید سے کام لیا چنانچہ اب جو رکوع آتے ہیں اُن میں اکثروں میں امر ثانی یعنی انفاق مال کا ذکر ہے۔ خلاصہ معنی یہ ہوا کہ عمل کا وقت ابھی ہے آخرت میں تو نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے ف۴ یعنی کفار نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا جسکی شامت سے ایسے ہو گئے کہ آخرت میں نہ کسی کی دوستی سے اُنکو نفع ہو سکے اور نہ سفارش سے ف۵ پہلی آیت سے حق سبحانہ کی عظمت شان بھی مفہوم ہوتی ہے اب اس کے بعد اس آیت کو جس میں توحید ذات اور اُس کا تقدس و جلال غایت عظمت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے نازل فرمائی اور اسی کا لقب آیۃ الکرسی ہے اسی کو حدیث میں اعظم آیات کتاب اللہ فرمایا ہے اور بہت فضیلت اور ثواب منقول ہے اور اصل بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں رلا ملا کر تین قسم کے مضمون کو جگہ جگہ بیان فرمایا ہے علم توحید و صفات، علم احکام، علم قصص و حکایات سے بھی توحید و صفات کی تقریر و تائید مقصود ہوتی ہے یا علم احکام کی تاکید و ضرورت اور علم توحید و صفات اور علم احکام بھی باہم ایسے مربوط ہیں کہ ایک دوسرے کے لئے علت اور علامت ہے صفات حق تعالیٰ احکام شرعیہ کے حق میں منشا اور اصل ہیں تو احکام شرعیہ صفات کے لئے بمنزلہ ثمرات اور فروع ہیں تو اب ظاہر ہے کہ علم قصص اور علم احکام سے علم توحید کو ضرور اعانت اور تقویت پہنچے گی اور علم قصص اور علم توحید و صفات سے ضرور علم احکام کی تاکید اور اُسکی ضرورت بلکہ حقیقت اور اصلیت ثابت ہوگی اور یہ طریقہ جو تین طریقوں سے مرکب ہے بغایت احسن اور اسہل اور قابل قبول ہے اول تو اس وجہ سے کہ ایک طریقہ کی پابندی موجب ملال ہوتی ہے اور ایک علم سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جانا ایسا ہو جاتا ہے جیسا ایک باغ کی سیر کر کے دوسرے باغ کی سیر کرنے لگے دوسرے تینوں طریقوں سے مگر حقیقت منشا و ثمرہ و نتیجہ سب ہی معلوم ہو جائیگا اور اس میں تعمیل احکام نہایت شوق و مستعدی اور رغبت و بصیرت کے ساتھ ہوگی اس لئے طریقۂ مذکورہ بغایت عمدہ اور مفید اور قرآن مجید میں کثیر الاستعمال ہے اسی جگہ دیکھ لیجئے کہ اول احکام کو کس کثرت و تفصیل سے بیان فرمایا اُس کے بعد بقدر مصلحت قصص کو بیان کر کے تمام احکامات مذکورہ کے فوائد و نتائج گویا ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیئے ان سب کے بعد آیۃ الکرسی جو کہ در بارہ توحید و صفات ممتاز آیت ہے اُس کو بیان فرما کر جملہ احکامات کی جڑ کو دلوں میں ایسا مستحکم فرما دیا کہ اکھاڑے نہ اکھڑے

كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ

اُسکی کرسی میں تمام آسمانوں اور زمین کو اور گراں نہیں اُس کو تھامنا اُن کا اور وہی ہے

الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۟ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ

سب سے برتر عظمت والا ف۱ زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت

مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

گمراہی سے ف۲ اب جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنیوالوں کو اور یقین لاوے اللہ پر تو اُس نے پکڑ لیا

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ

حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۳ اللہ مددگار ہے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

ایمان والوں کا نکالتا ہے اُن کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو لوگ کافر ہوئے

اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

اُن کے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں اُن کو روشنی سے اندھیروں کی طرف یہی لوگ ہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰھٖمَ

دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ☆ کیا نہ دیکھا تونے اُس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے

فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُـحْيٖ

اُسکے رب کی بابت اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اسکو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے

وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ

اور مارتا ہے وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں کہا ابراہیم نے کہ بیشک اللہ تو لاتا ہے

بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ

سورج کو مشرق سے اب تو لے آ اُس کو مغرب کی طرف سے تب حیران رہ گیا وہ کافر

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰي قَرْيَةٍ وَّ

اور اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو ف۴ یا نہ دیکھا تونے اُس شخص کو کہ گذرا وہ ایک شہر پر اور

ع ۳۴ / ۴

ف۱ اس آیت میں توحید ذات اور عظمت صفات حق تعالیٰ کو بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ موجود ہے ہمیشہ سے اور کوئی اُس کا شریک نہیں تمام مخلوقات کا موجد وہی ہے تمام نقصان اور ہر طرح کے تبدل اور فتور سے منزہ ہے سب چیزوں کا مالک ہے تمام چیزوں کا کامل علم اور سب پر پوری قدرت اور اعلیٰ درجہ کی عظمت اُس کو حاصل ہے کسی کو نہ اتنا استحقاق نہ اتنی مجال کہ بغیر اُس کے حکم کے کسی کی سفارش بھی اُس سے کر سکے کوئی امر ایسا نہیں جس کے کرنے میں اُس کو دشواری اور گرانی ہو سکے. تمام چیزوں اور سب کی عقلوں سے برتر ہے اُس کے مقابلہ میں سب حقیر ہیں۔ اس سے دو مضمون اور خوب ذہن نشین ہوگئے ایک تو حق تعالیٰ کی ربوبیت اور حکومت اور اپنی محکومیت اور عبدیت جس سے حق تعالیٰ کے تمام احکامات مذکورہ اور غیر مذکورہ کا بلاچون وچرا واجب التصدیق اور واجب التعمیل ہونا اور اُس کے احکام میں کسی قسم کے شک وشبہ کا معتبر نہ ہونا معلوم ہوگیا دوسرے عبادات ومعاملات کثیرہ مذکورہ سابقہ کو اور اُن کے ساتھ تنعیم وتعذیب کو دیکھ کر کسی کو خلجان ہو سکتا تھا کہ ہر ہر فرد کے اس قدر معاملات وعبادات کثیرہ ہیں کہ جن کا مجموعہ اتنا ہوا جاتا ہے کہ اُن کا ضبط اور حساب کتاب محال معلوم ہوتا ہے پھر اس کے مقابلہ میں ثواب وعقاب یہ بھی عقل سے باہر غیر ممکن معلوم ہوتا ہے سو اس آیت میں حق سبحانہ نے چند صفات مقدسہ اپنی ایسی ذکر فرمائیں کہ وہ تمام خیالات بسہولت دور ہوگئے یعنی اُس کا علم وقدرت ایسا کامل ہے کہ ایک چیز بھی ایسی نہیں جو اس سے باہر ہو جس کا علم اور قدرت ایسا غیر متناہی اور ہمیشہ یکساں رہنے والا ہو اُس کو تمام جزئیات عالم کے ضبط رکھنے اور اُن کا عوض عطا فرمانے میں کیا دقت ہو سکتی ہے ف۲ جب دلائل توحید بخوبی بیان فرما دی گئیں جس سے کافر کا کوئی عذر باقی نہ رہا تو اب زور سے کسی کو مسلمان کرنے کی کیا حاجت ہو سکتی ہے عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہئے اور نہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین خود نص موجود ہے اور جو جزیہ کو قبول کریگا اُس کا جان ومال محفوظ ہو جائیگا ف۳ یعنی جب ہدایت وگمراہی میں تمیز ہو گئی تو اب جو کوئی گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کو منظور کریگا تو اُس نے ایسی مضبوط چیز کو پکڑ لیا جس میں ٹوٹنے چھوٹنے کا ڈر نہیں اور حق تعالیٰ اقوال ظاہرہ کو خوب سنتا ہے اور نیت وحالت قلبی کو خوب جانتا ہے اُس سے کسی کی خیانت اور فساد نیت چھپا نہیں رہ سکتا ف۴ پہلی آیت میں اہل ایمان واہل کفر اور اُن کے نور ہدایت اور ظلمت کفر کا ذکر تھا اب اُس کی تائید میں چند نظائر بیان فرماتے ہیں نظیر اول میں نمرود بادشاہ کا ذکر ہے وہ اپنے آپ کو سلطنت کے غرور سے سجدہ کرواتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا نمرود نے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا اُس نے کہا رب تو میں ہوں، اُنہوں نے جواب دیا کہ میں حاکم کو رب نہیں کہتا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے نمرود نے دو قیدی منگا کر بے قصور کو مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا اور کہا کہ دیکھا میں جس کو چاہوں مارتا ہوں جسے چاہوں نہیں مارتا اس پر حضرت ابراہیم نے آفتاب کی دلیل پیش فرما کر اُس مغرور احمق کو لاجواب کیا اور اُس کو ہدایت نہ ہوئی یعنی لاجواب ہو کر بھی ارشاد ابراہیم علیہ السلام پر ایمان نہ لایا. یا یوں کہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بات کا کچھ جواب نہ دے سکا حالانکہ جیسا جواب پہلے ارشاد کا دیا تھا ویسا جواب یہاں بھی گنجائش تھی۔

هِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ج

وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کیونکر زندہ کریگا اس کو اللہ مرگئے پیچھے

فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا

پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اسکو ف۲ کہا تو کتنی دیر یہاں رہا بولا میں رہا ایک دن

أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ

یا ایک دن سے کچھ کم ف۳ کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا

وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً

اور پینا سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا

لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ط

لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت ف۴

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَإِذْ

پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۵ اور یاد کر جب

قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ط

کہا ابراہیم نے اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کیونکر زندہ کریگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا

قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ

کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہوجاوے میرے دل کو ف۶ فرمایا تو پکڑ لے چار جانور اڑنے والے

فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ

پھر ان کو ہلا لے اپنے ساتھ پھر رکھدے ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو بلا

يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِينَ

چلے آویں تیرے پاس دوڑتے ف۷ اور جان لے کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۸ مثال ان لوگوں کی جو

يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ

خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات

ف۱ وہ شخص حضرت عزیر پیغمبر تھے اور تمام توریت اُن کو یاد تھی بخت نصر کافر بادشاہ نے جب بیت المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل سے بہت لوگوں کو قید کرکے لے گیا اُن میں حضرت عزیر بھی تھے جب قید سے چھوٹ آئے تب حضرت عزیر نے راہ میں ایک شہر دیکھا ویران اُس کی عمارت گری ہوئی دیکھ کر اپنے جی میں کہا کہ یہاں کے ساکن سب مرگئے کیونکر حق تعالیٰ اُن کو جلاوے اور یہ شہر پھر آباد ہو۔ اسی جگہ اُن کی روح قبض ہوئی اور اُن کی سواری کا گدھا بھی مرگیا سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے نہ اُن کو وہاں آکر دیکھا نہ اُن کی خبر ہوئی اس مدت میں بخت نصر بھی مرگیا اور کسی بادشاہ نے اس مدت میں بیت المقدس کو آباد کیا اور اُس شہر کو بھی خوب آباد کیا پھر سو برس کے بعد حضرت عزیر زندہ کیے گئے اُن کا کھانا اور پینا اُسی طرح پاس دھرا ہوا تھا اُنکا گدھا جو مرچکا تھا اور اسکی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت پر دھری تھیں وہ اُنکے روبرو زندہ کیا گیا اور اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہو کر شہر میں آباد بھی ہوچکے تھے حضرت عزیر نے زندہ ہو کر آبادی دیکھا ف۲ جب حضرت عزیر مرے تھے اُس وقت کچھ دن چڑھا تھا اور جب زندہ ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی تو یہ سمجھے کہ اگر میں یہاں کل آیا تھا تو ایک دن ہوا اور اگر آج ہی آیا تھا تو دن سے بھی کم رہا ف۳ حضرت عزیر علیہ السلام کے سامنے وہ سب ہڈیاں موافق ترکیب بدن کے جمع کی گئیں پھر اُن پر گوشت پھیلایا گیا اور چمڑا درست ہوا پھر خدا کی قدرت سے ایکبارگی اُس میں جان آئی اور اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بولی بولا ف۴ حضرت عزیر نے اس تمام کیفیت کو ملاحظہ کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھ کو خوب یقین ہوا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی میں جو جانتا تھا کہ مردہ کو جلانا خدا تعالیٰ کو آسان ہے سو اب اپنی آنکھ سے دیکھ لیا یہ مطلب نہیں کہ پہلے یقین میں کچھ کمی تھی ہاں مشاہدہ نہ ہوا تھا پھر حضرت عزیر یہاں سے اُٹھ کر بیت المقدس میں پہنچے کسی نے اُنکو نہ پہچانا کیونکہ یہ تو جوان رہے اور اُنکے آگے کے بچے بوڑھے ہوگئے جب اُنہوں نے توریت حفظ سنائی تب لوگوں کو اُن کا یقین آیا بخت نصر بنی اسرائیل کی تمام کتابیں جلا گیا تھا جن میں توریت بھی تھی ف۵ خلاصہ یہ ہوا کہ یقین پورا تھا صرف عین الیقین کے خواستگار تھے جو مشاہدہ پر موقوف ہے ف۶ حضرت ابراہیم حسب ارشاد الٰہی چار جانور لائے ایک مور ایک مرغ ایک کوا ایک کبوتر اور چاروں کو اپنے ساتھ ہلایا تاکہ پہچان رہے اور بلانے سے آنے لگیں پھر چاروں کو ذبح کیا پھر ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھے ایک پر پر رکھے ایک پر سب کے دھڑ رکھے ایک پر پاؤں رکھے پھر بیچ میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا اُس کا سر اُٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا پھر دھڑ ملا پھر پر لگے پھر پاؤں وہ دوڑتا چلا آیا پھر اسی طرح چاروں آگئے ف۷ یہاں دو خلجان گذرنے کا قوی احتمال ہے اول تو جسم بے جان متفرق الاجزاء کا زندہ ہونا قابل انکار دوسرے ان خصوصیات کو کہ وہ پرندے ہوں اور چار بھی ہوں اور چار بھی فلاں فلاں ہوں اور اس طرح اُنکے اجزاء کو متفرق کرکے بلایا جائے تو زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے چلے آئینگے اسکا کوئی دخل اور ان قیود کا کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا اس لئے اول خلجان کے جواب میں عزیز اور دوسرے کے جواب میں حکیم فرما کر دونوں شبہوں کا قلع قمع فرمادیا یعنی اس کو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست قدرت والا ہے جو چاہے کرسکتا ہے اور اُس کے ہر حکم میں اس قدر حکمتیں ہوتی ہیں کہ جن کا ادراک اور احاطہ اگر ہم کو نہ ہو تو یہ ہمارے نقصان علم کی بات ہے اُسکی حکمت کا انکار ایسے امور سے ہرگز ممکن نہیں واللہ اعلم آیۃ الکرسی میں علم و قدرت وغیرہ صفات الٰہی کو ذکر فرمایا اُس کے بعد یہ تین قصے بیان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کرسکتا ہے اور جس کو چاہے گمراہ کرسکتا ہے اور مارنا جلانا سب اُس کے اختیار میں ہے اب جہاد اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور اُس کے متعلق قیود و شرائط بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر کسی قدر گذر بھی چکا ہے کیونکہ جہاد و انفاق المال میں جو موانع نظر آتے ہیں حق تعالیٰ کے علم و قدرت کے یقین کرلینے کے بعد اور اُس کی عجائب قدرت کے حالات معلوم ہونے کے بعد اُن کا ازالہ ہوگا ورنہ نقصان تو اُن میں ضرور آنا چاہیئے۔

۳۵ ع ۳ ۲

سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ

بالیں ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جسکے واسطے چاہے

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ ثُمَّ

اور اللہ بنہایت بخشش کرنیوالا ہے سب کچھ جانتا ہے ف۱ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر

لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ

خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں اُنہی کیلئے ہے ثواب اُنکا اپنے رب کے یہاں اور

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ

نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ غمگین ہونگے ف۲ جواب دینا نرم اور درگذر کرنا

خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا

بہتر ہے اُس خیرات سے جسکے پیچھے ہو ستانا اور اللہ بے پرواہ ہے نہایت تحمل والا ف۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ

ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اُس شخص کی طرح جو

يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ فَمَثَلُهٗ

خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ف۴ سو اُسکی مثال

كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۗ

ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اُس پر پڑی ہے کچھ مٹی پھر برسا اُس پر زور کا مینہ تو کر چھوڑا اُسکو بالکل صاف

لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اُس چیز کا جو اُنہوں نے کمایا اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ

الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ

کافروں کو ف۵ اور مثال اُن کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے

اللَّهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ

کو اور اپنے دلوں کو ثابت کر کر ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر اُس پر پڑا زور کا مینہ

ف۱ یعنی اللہ کی راہ میں تھوڑے مال کا بھی ثواب بہت ہے جیسا ایک دانہ سے سات سو دانے پیدا ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھاوے جس کے واسطے چاہے اور سات سو سے سات ہزار اور اس سے بھی زیادہ کر دے اور اللہ بہت بخشش کرنیوالا اور ہر ایک خرچ کرنے والے کی نیت اور اُس کے خرچ کی مقدار اور مال کی کیفیت کو خوب جانتا ہے یعنی ہر ایک سے اُس کے مناسب معاملہ فرماتا ہے۔

ف۲ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کئے پر نہ زبان سے احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں طعن سے اور نہ خدمت لینے سے اور نہ تحقیر کرنے سے اُنہی کے لئے ہے ثواب کامل اور نہ ڈر ہے اُن کو ثواب کم ہونے کا اور نہ غمگین ہونگے ثواب کے نقصان سے ف۳ یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اُس کے اصرار اور بدخوئی پر درگذر کرنا بہتر ہے اُس خیرات سے کہ بار بار اُس کو شرمائے یا احسان رکھے یا طعنہ دے اور اللہ غنی ہے کسی کے مال کی اُس کو حاجت نہیں جو صدقہ اُس کی راہ میں کرتا ہے اپنے واسطے کرتا ہے اور حلیم ہے کہ ستانے پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا ف۴ یعنی صدقہ دے کر محتاج کو ستانے اور اُس پر احسان رکھنے سے صدقہ کا ثواب جاتا رہتا ہے یا اوروں کو دکھا کر اس لئے صدقہ دیتا ہے کہ لوگ سخی جانیں اس طرح کی بھی خیرات کا ثواب کچھ نہیں ہوتا باقی یہ فرمانا کہ وہ یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ ابطال صدقہ کے لئے قید و شرط نہیں ہیں کیونکہ صدقہ تو صرف ریا سے ہی باطل ہو سکتا ہے اگرچہ خرچ کرنیوالا مومن ہی کیوں نہ ہو مگر اس قید کو صرف اس نفع کی غرض سے بڑھایا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ریاکاری مومن کی شان سے بعید ہے بلکہ یہ امر منافقین کے مناسب حال ہے ف۵ اوپر مثال بیان فرمائی تھی خیرات کی کہ ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا اور اُس سے سات سو دانے پیدا ہو گئے۔ اب فرماتے ہیں کہ نیت شرط ہے اگر کسی نے ریا اور دکھاوے کی نیت سے صدقہ کیا تو اُس کی مثال ایسی سمجھو کہ کسی نے دانہ بویا ایسے پتھر پر کہ جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی جب مینہ برسا تو بالکل صاف رہ گیا اب اس پر دانہ کیا اُگیگا ایسے ہی صدقات میں ریاکاروں کو کیا ثواب ملیگا۔

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

تولایا وہ باغ اپنا پھل دو چند اور اگر نہ پڑا اُس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ

کاموں کو خوب دیکھتا ہے ف۱ کیا پسند آتا ہے تم میں سے کسی کو یہ کہ ہووے اُس کا ایک باغ کھجور

وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِۙ

اور انگور کا بہتی ہوں نیچے اُس کے نہریں اُس کو اُس باغ میں اور بھی سب طرح کا میوہ حاصل ہو

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ

اور آگیا اُس پر بڑھاپا اور اُس کی اولاد ہیں ضعیف تب آپڑا اُس باغ پر ایک بگولا جس میں

نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾

آگ تھی جس سے وہ باغ جل گیا یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں تاکہ تم غور کرو ف٢

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا

اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اُس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا

لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ

کیا تمہارے واسطے زمین سے اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اُس میں سے کہ اُس کو خرچ کرو حالانکہ تم اُس

بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾

کو کبھی نہ لو گے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا ف٣

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ

شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگدستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو

مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾ ۖۙ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ

اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے ف۴ عنایت کرتا ہے سمجھ

مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَ

جس کو چاہے اور جس کو سمجھ ملی اُس کو بڑی خوبی ملی اور

ف۱ زور کے مینہ سے مراد بہت مال خرچ کرنا اور پھوار سے مراد تھوڑا مال خرچ کرنا اور دلوں کو ثابت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ثابت کریں دلوں کو ثواب پانے میں یعنی اُن کو یقین ہے کہ خیرات کا ثواب ضرور ملیگا سو اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کرنے میں بہت ثواب ملیگا اور تھوڑی خیرات میں بھی فائدہ ہوگا جیسے خالص زمین پر باغ ہے تو جتنا مینہ برسیگا اتنا ہی باغ کو فائدہ پہنچیگا اور نیت درست نہیں تو جس قدر زیادہ خرچ کرے اُتنا ہی مال ضایع ہوگا اور نقصان پہنچیگا کیونکہ زیادہ مال دینے میں ریا اور دکھاوا بھی زیادہ ہوگا جیسا پتھر پر دانہ اُگیگا تو جتنا زور کا مینہ برسیگا اتنا ہی ضرر زیادہ ہوگا ف٢ یہ مثال اُن کی ہے جو لوگوں کو دکھانے کو صدقہ خیرات کرتے ہیں یا خیرات کرکے احسان رکھتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں یعنی جیسے کسی شخص نے جوانی اور قوت کے وقت باغ تیار کیا تاکہ ضعیفی اور بڑھاپے میں اُس سے میوہ کھائے اور ضرورت کے وقت کام آئے پھر جب بڑھاپا آیا اور میوے کی پوری حاجت ہوئی تب وہ باغ عین حالت احتیاج میں جل گیا یعنی صدقہ مثل باغ میوہ دار کے ہے کہ اُس کا میوہ آخرت میں کام آئے جب کسی کی نیت بُری ہے تو وہ باغ جل گیا پھر اُس کا میوہ جو ثواب ہے کیونکر نصیب ہو حق سبحانہ اسی طرح کھول کر سمجھاتا ہے تم کو آیتیں تاکہ غور کرو اور سمجھو ف٣ یعنی عند اللہ صدقہ کے مقبول ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ مال حلال کمائی کا ہو، حرام کا مال اور شبہ کا مال نہ ہو اور اچھی سے اچھی چیز اللہ کی راہ میں دے بُری چیز خیرات میں نہ لگائے کہ اگر کوئی ایسی ویسی چیز دے تو جی نہ چاہے لینے کو مگر شرما شرمائی پر خوشی سے ہرگز نہ لے اور جان لو کہ اللہ بے پرواہ ہے تمہارا محتاج نہیں اور خوبیوں والا ہے اگر بہتر سے بہتر چیز دل کے شوق اور محبت سے دے تو پسند فرماتا ہے ف۴ جب کسی کے دل میں خیال آئے کہ اگر خیرات کرونگا تو مفلس رہجاؤنگا اور حق تعالیٰ کی تاکید سُن کر بھی یہی ہمت ہو اور دل چاہے کہ اپنا مال خرچ نہ کرے اور وعدۂ الٰہی سے اعراض کرکے وعدہ شیطانی پر طبیعت کو میلان اور اعتماد ہو تو اُس کو یقین کر لینا چاہئے کہ یہ مضمون شیطان کی طرف سے ہے یہ نہ کہے کہ شیطان کی تو ہم نے کبھی صورت بھی نہیں دیکھی حکم کرنا تو درکنار رہا اور اگر یہ خیال آوے کہ صدقہ خیرات سے گناہ بخشے جائینگے اور مال میں بھی ترقی اور برکت ہوگی تو جان لیوے کہ یہ مضمون اللہ کی طرف سے آیا ہے اور خدا کا شکر کرے اور اللہ کے خزانہ میں کمی نہیں سب کے ظاہر و باطن نیت عمل کو خوب جانتا ہے۔

ع ٣٦ / ٦ / ۴

مَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم

نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں ف۱ اور جو خرچ کروگے تم خیرات یا قبول کروگے

مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ إِن

کوئی منت تو بیشک اللہ کو سب معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ف۲ اگر

تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَآءَ

ظاہر کرکے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور دور کرے گا کچھ گناہ تمہارے اور اللہ تمہارے کاموں سے

خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾ لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ ۗ

خوب خبردار ہے ف۳ تیرا ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو چاہے

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَآءَ

اور جو کچھ خرچ کروگے تم مال سو اپنے ہی واسطے جب تک کہ خرچ کروگے اللہ ہی کی

وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٢﴾

رضا جوئی میں اور جو کچھ خرچ کروگے خیرات سو پوری ملیگی تم کو اور تمہارا حق نہ رہیگا ف۴

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا

خیرات ان فقیروں کے لئے ہے جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر نہیں سکتے

فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم

ملک میں سمجھے ان کو ناواقف مالدار ان کے سوال نہ کرنے سے تو پہچانتا ہے ان کو

بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْـَٔلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ

ان کے چہرہ سے نہیں سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر ف۵ اور جو کچھ خرچ کروگے کام کی چیز

فَإِنَّ اللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ

وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے ف۶ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات کو اور دن کو

ف۱ یعنی جس کو چاہتا ہے دین کی باتوں میں دانائی اور خیرات کرنے میں سمجھ عنایت کرتا ہے کہ کس نیت سے اور کس مال سے اور کس کو اور کس طرح محتاج کو دینا چاہئے اور جس کو سمجھ عنایت ہوئی اس کو بڑی نعمت اور بڑی خوبی ملی ف۲ یعنی جو کچھ خیرات کیجائے تھوڑی یا بہت بھلی نیت سے یا بری نیت سے چھپا کر یا لوگوں کو دکھا کر یا منت مانی جائے کسی طرح کی تو بیشک خدا تعالیٰ کو پورا علم ہے سب کا اور جو لوگ انفاق مال اور نذر میں حکم الٰہی کے خلاف کرتے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ جو چاہے ان پر عذاب کرے منت قبول کرنے سے واجب ہو جاتی ہے اب اگر ادا نہ کی تو گنہگار ہوگا اور نذر اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں مگر یہ کہے کہ اللہ کے واسطے فلانے شخص کو دونگا یا اس نذر کا ثواب فلاں کو پہنچے تو کچھ مضائقہ نہیں ف۳ اگر لوگوں کے دکھانے کی نیت نہ ہو تو خیرات کرنا لوگوں کے روبرو بھی بہتر ہے تاکہ اوروں کو بھی شوق اور رغبت ہو اور چھپا کر خیرات کرنا بھی بہتر ہے تاکہ لینے والا نہ شرمائے خلاصہ یہ کہ اظہار و اخفا دونوں بہتر ہیں مگر ہر موقع اور مصلحت کا لحاظ ضروری بات ہے۔ ف۴ جب آپ نے صحابہ کو مسلمانوں کے سوا اوروں پر صدقہ کرنے سے روکا اور اس میں یہ مصلحت تھی کہ مال ہی کی غرض سے دین حق کی طرف راغب ہوں آگے یہ فرما دیا کہ یہ ثواب جب ہی تک ملیگا کہ اللہ کی خوشی مطلوب ہوگی تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں عام حکم آگیا کہ اللہ کی راہ میں جس کو مال دوگے تم کو اس کا ثواب دیا جائیگا مسلم غیر مسلم کسی کی تخصیص نہیں یعنی جس پر صدقہ کرو اس میں مسلم کی تخصیص نہیں البتہ صدقہ میں یہ ضرور ہے کہ محض لوجہ اللہ ہو ف۵ یعنی ایسوں کا دینا بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رک رہے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے حضرت کے اصحاب تھے اہل صفہ نے گھر بار چھوڑ کر حضرت کی صحبت اختیار کی تھی علم دین سیکھنے کو اور مفسدین فتنہ پردازوں پر جہاد کرنے کو اسی طرح اب بھی جو کوئی قرآن کو حفظ کرے یا علم دین میں مشغول ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ انکی مدد کریں اور چہرہ سے انکو پہچاننا اس کا مطلب یہ ہے کہ انکے چہرے زرد اور بدن دبلے ہو رہے ہیں اور آثار جد و جہد انکی صورت سے نمودار ہیں ف۶ علی العموم اور خاصکر ایسے لوگوں پر جن کا ذکر ہوا۔

الربع

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

چھپا کر اور ظاہر میں تو انکے لئے ہے ثواب اُنکا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے اُن پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا

اور نہ وہ غمگین ہونگے ف۱ جو لوگ کھاتے ہیں سود نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح

يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیے ہوں جن نے لپٹ کر یہ حالت اُنکی اس واسطے ہوگی کہ

قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ

اُنہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو ف۲

فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى

پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اسکے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا اور معاملہ اسکا اللہ

اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ

کے حوالہ ہے اور جو کوئی پھر سود لیوے تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے ف۳ مٹاتا ہے

اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾

اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو ف۴ اور اللہ خوش نہیں کسی ناشکر گنہگار سے ف۵

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ

جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قایم رکھا نماز کو اور

اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

دیتے رہے زکوٰۃ انکے لئے ہے ثواب اُنکا اپنے رب کے پاس اور نہ اُن کو خوف ہے اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ

غمگین ہونگے ف۶ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے

مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا

سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کاف پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ

ف۱ یہاں تک خیرات کا بیان اور اُسکی فضیلت اور اُسکی قیود و شرائط کا مذکور تھا اور چونکہ خیرات کرنے سے ادھر تو معاملات میں سہولت و تسہیل کی عادت ہوتی ہے اور بے مروتی و سخت گیری کی بُرائی دلنشین ہوتی ہے اور اُدھر یہ ہوتا ہے کہ معاملات و اعمال میں ہر گناہ ہو جاتا ہے خیرات سے اُس کا کفارہ کر دیا جاتا ہے اور نیز خیرات کرنے سے اخلاق و مروت و خیر اندیشی و نفع رسانی خلق اللہ میں ترقی ہوتی ہے تو ان وجوہ سے ان آیات متعددہ میں اُس کا ذکر فرمایا گیا تھا اب سود لینا چونکہ خیرات کی ضد ہے وہاں مروت و نفع رسانی تھی تو سود میں محض بے مروتی اور ضرر رسانی اور ظلم ہے۔ اس لئے خیرات کی فضیلت کے بعد سود کی مذمت اور اُسکی ممانعت کا ذکر بہت مناسب ہے اور جس قدر خیرات میں بھلائی ہے اُتنی ہی سود میں بُرائی ہونی ضروری بات ہے ف۲ یعنی ربٰو کھانے والے قیامت کو قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے آسیب زدہ اور مجنون اور یہ حالت اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے حلال و حرام کو یکساں کر دیا اور صرف اس وجہ سے کہ دونوں میں نفع مقصود ہوتا ہے دونوں کو حلال کہا حالانکہ بیع اور ربٰو میں بڑا فرق ہے کہ بیع کو حق تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام فائدہ بیع میں جو نفع ہوتا ہے وہ مال کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسا کسی نے ایک درہم کی قیمت کا کپڑا دو درہم کو فروخت کیا اور سود وہ ہوتا ہے جس میں نفع بلا عوض ہو جیسے ایک درہم سے دو درہم خرید لیوے اوّل صورت میں چونکہ کپڑا اور درہم دو جدی جدی قسم کی چیزیں ہیں اور نفع اور غرض ہر ایک کی دوسرے سے علٰحدہ ہے اس لئے اُن میں فی نفسہ موازنہ اور مساوات غیر ممکن ہے بضرورت خرید و فروخت موازنہ کرنے کی کوئی صورت اپنی اپنی ضرورت اور حاجت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی اور ضرورت اور رغبت ہر ایک کی از حد مختلف ہوتی ہے کسی کو ایک درہم کی اتنی حاجت ہوتی ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے کی بھی اُس قدر نہیں ہوتی اور کسی کو ایک کپڑے کی جو کہ بازار میں ایک درہم کا شمار ہوتا ہے اتنی حاجت ہو سکتی ہے کہ دس درہم کی بھی اتنی احتیاج اور رغبت نہیں ہوتی تو اب ایک کپڑے کو ایک درہم میں کوئی خریدیگا تو اُس میں سود یعنی نفع خالی عن العوض نہیں اور اگر بالفرض اُسی کپڑے کو ایک ہزار درہم کو خریدیگا تو سود نہیں ہو سکتا کیونکہ فی حد ذاتہ تو اُن میں موازنہ اور مساوات ہو ہی نہیں سکتی اُس کے لئے اگر پیمانہ ہے تو اپنی اپنی رغبت اور ضرورت اور اُس میں اتنا تفاوت ہے کہ خدا کی پناہ، تو سود متعین ہو تو کیونکر ہو اور ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت کریگا تو یہاں فی نفسہ مساوات ہو سکتی ہے جس کے باعث ایک درہم ایک درہم کے مقابلہ میں معین ہوگا اور دوسرا درہم خالی عن العوض ہو کر سود ہوگا اور شرعاً یہ معاملہ حرام ہوگا ف۳ یعنی سود کی حرمت سے پہلے جو تم نے سود لیا دنیا میں اُس کو مالک کی طرف واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا یعنی تم کو اُس سے مطالبہ کا حق نہیں اور آخرت میں حق تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے اپنی رحمت سے اُس کو بخشدے لیکن حرمت کے بعد بھی اگر کوئی باز نہ آیا بلکہ برابر سود لئے گیا تو وہ دوزخی ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنی عقلی دلیلوں کو پیش کرنے کی سزا وہی سزا ہے جو فرمائی ف۴ اللہ سود کے مال کو مٹاتا ہے یعنی اس میں برکت نہیں ہوتی بلکہ اصل مال بھی ضائع ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے انجام اُس کا افلاس ہے اور خیرات کے مال کو بڑھانے سے یہ مطلب ہے کہ اُس مال میں زیادتی ہوتی ہے اور اللہ برکت دیتا ہے اور اُس کا ثواب بڑھایا جاتا ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے ف۵ مطلب یہ کہ سود لینے والے نے مالدار ہو کر اتنا بھی نہ کیا کہ محتاج کو قرض ہی بلا سود دے دیتا چاہیے تو یہ تھا کہ بطریق خیرات حاجتمند کو دیتا تو اب اس سے زیادہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کیا ہوگی ف۶ اس آیت میں سود لینے والے کے مقابلہ میں اہل ایمان کے اوصاف اور اُن کا انعام ذکر کر دیا جو سود خوار کے اوصاف و حالات اور اُس کے حکم کے خلاف اور ضد ہیں جس سے سود خوار کی پوری تہدید و تشنیع بھی ظاہر ہوگئی ف۷ یعنی ممانعت سے پہلے جو سود لے چکے سو لے چکے لیکن ممانعت کے بعد جو چڑھا اُس کو ہرگز نہ مانگو۔

بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ

لڑنے کو اللہ سے اور اُسکے رسول کی اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہی اصل مال تمہارا

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى

نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ف۱ اور اگر ہے تنگدست تو مہلت دینی چاہئے

مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا

کشایش ہونے تک اور بخش دو تو بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو ف۲ اور ڈرتے رہو

يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۼ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

اُس دن سے کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائیگا ہر شخص کو جو کچھ اُس نے کمایا اور اُن

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ

پر ظلم نہ ہوگا ف۳ اے ایمان والو جب تم آپس میں معاملہ کرو اُدھار کا کسی وقت

مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ

مقرر تک تو اُس کو لکھ لیا کرو اور چاہئے کہ لکھدے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے اور انکار نہ کرے

كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ

لکھنے والا اُس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اُس کو اللہ نے سو اُسکو چاہئے کہ لکھدے اور بتلاتا جاوے وہ شخص کہ جس پر

الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَـيْـــًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ

قرض ہے اور ڈرے اللہ سے جو اُسکا رب ہے اور کم نہ کرے اُس میں سے کچھ ف۴ پھر اگر وہ شخص کہ جس

عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ

پر قرض ہے بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ

تو بتلاوے کارگذار اُس کا انصاف سے ف۵ اور گواہ کرو دو شاہد اپنے مردوں میں سے

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں اُن لوگوں میں سے کہ جنکو تم پسند کرتے ہو

ف۱ یعنی پہلے سود جو تم لے چکے ہو اُس کو اگر تمہارے اصل مال میں محسوب کریں اور اُس میں سے کاٹ لیویں تو تم پر ظلم ہے اور ممانعت کے بعد کا سود چڑھا ہوا اگر تم مانگو تو یہ تمہارا ظلم ہے ف۲ یعنی جب سود کی ممانعت آ گئی اور اُس کا لینا دینا موقوف ہو گیا تو اب تم مدیون مفلس سے تقاضا کرنے لگو یہ ہرگز نہ چاہئے بلکہ مفلس کو مہلت دو اور توفیق ہو تو بخشدو۔ ف۳ یعنی قیامت کو تمام اعمال کی جزاء اور سزا ملیگی تو اب ہر کوئی اپنا فکر کر لے اچھے کام کرے یا بُرے سُود لے یا خیرات کرے ف۴ پہلے صدقہ خیرات کی فضیلت اور اُس کے احکام بیان فرمائے اُس کے بعد ربو اور اس کی حرمت اور بُرائی مذکور ہوئی اب اُس معاملہ کا ذکر ہے جس میں قرض ہو اور آیندہ کسی مدت کا وعدہ ہو اسکی نسبت یہ معلوم ہوا کہ ایسا معاملہ جائز ہے مگر چونکہ یہ معاملہ آیندہ مدت کے لئے ہوا ہے بھول چوک خلاف نزاع کا احتمال ہے اس لئے یہ ضرور ہے کہ اُس کا تعین اور اہتمام ایسا کیا جائے کہ آیندہ کوئی قضیہ اور خلاف نہ ہو۔ اُس کی صورت یہی ہے کہ ایک کاغذ لکھو جس میں مدت کا تقرر ہو اور دونوں معاملہ والوں کا نام اور معاملہ کی تفصیل سب باتیں صاف صاف کھول کر لکھی جاویں کاتب کو چاہئے بلا انکار جس طرح شرع کا حکم ہے اُس کے موافق انصاف میں کوتاہی نہ کرے اور چاہئے کہ مدیون اپنے ہاتھ سے لکھے یا کاتب کو اپنی زبان سے بتلائے اور دوسرے کے حق میں ذرا نقصان نہ ڈالے ف۵ یعنی جو دیندار اور مدیون ہے وہ اگر بے عقل بھولا یا سُست اور ضعیف ہے مثلاً بچہ ہے یا بہت بوڑھا ہے کہ معاملہ کے سمجھنے کی سمجھ ہی نہیں ہے یا معاملہ کو کاتب کو بتلا نہیں سکتا تو ایسی صورتوں میں مدیون کے مختار اور وارث اور کارگذار کو چاہئے کہ معاملہ کو انصاف سے بلا کم و کاست لکھوا دے۔

ع ۳۸ / ۸

الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَ

گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک اُن میں کی تو یاد دلادے اُس کو وہ دوسری ف۱ اور

لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَ لَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا

انکار نہ کریں گواہ جس وقت بلائے جاویں اور کاہلی نہ کرو اُس کے لکھنے سے چھوٹا ہو

اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ

معاملہ یا بڑا اُس کی میعاد تک اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو اور

اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا

نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو ف۲ مگر یہ کہ سودا ہو ہاتھوں ہاتھ لیتے دیتے ہو اُس کو

بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَ اَشْهِدُوْۤا اِذَا

آپس میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اُس کو نہ لکھو اور گواہ کرلیا کرو جب

تَبَايَعْتُمْ ۪ وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ

تم سودا کرو اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ ف۳ اور اگر ایسا کرو تو یہ

فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ تم کو سکھلاتا ہے اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ

اور اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو گرو ہاتھ میں رکھنی چاہئے

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ

پھر اگر اعتبار کرے ایک دوسرے کا تو چاہئے کہ پورا ادا کرے وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا اپنی امانت کو

وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ

اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اُسکا اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص اُسکو چھپاوے تو بیشک

اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ

گنہگار ہے دل اُس کا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے ف۴ اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور

ف۱ اور تم کو چاہئے کہ اُس معاملہ پر کم سے کم دو گواہ مردوں میں سے یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں اور گواہ قابل پسند یعنی لائق اعتبار اور اعتماد ہوں ف۲ یعنی گواہ کو جس وقت گواہ بنانے کے لئے یا ادائے شہادت کے لئے بلائیں تو اس کو کنارہ یا انکار نہ چاہئے اور کاہلی اور سستی نہ کرو اُس کے لکھنے لکھانے میں معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا کہ انصاف پورا اس میں ہے اور گواہی پر بھی کامل اعتماد اسی لکھ لینے میں ہے اور بھول چوک اور کسی کے حق ضائع ہونے سے اطمینان بھی اس میں ہے۔

ف۳ یعنی اگر سوداگری کا معاملہ دست بدست ہو جنس کے بدلے جنس یا نقد کی طرح معاملہ ہو مگر اُدھار کا قصہ نہ ہو تو اب نہ لکھنے میں گناہ نہیں مگر گواہ بنالینا اُس وقت بھی چاہئے کہ اُس معاملہ کے متعلق کوئی نزاع آئندہ پیش آئے تو کام آئے اور لکھنے والا اور گواہ نقصان نہ کرے یعنی مدعی اور مدعا علیہ میں سے کسی کا بھی نقصان نہ کرے بلکہ جو حق واجبی ہو وہ ہی ادا کریں ف۴ یعنی اگر سفر میں قرض اور اُدھار کا معاملہ کرو اور دستاویز کے لئے کوئی کاتب نہ ملے تو قرض کے عوض کوئی چیز مدیون کو رہن رکھ دینی چاہئے فائدہ سفر میں رہن کی حاجت بہ نسبت حضر زیادہ ہوگی کیونکہ حضر میں کتابت و شہادت سے بھی بسہولت صاحبِ دَین کا اطمینان ممکن ہے اس لئے سفر میں رہن کا حکم ہوا ورنہ حضر میں اور کاتب کی موجودگی میں بھی رہن درست ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے اور اگر صاحبِ دَین کو مدیون پر اعتماد اور اُس کا اعتبار ہو اور اس لئے رہن کا طالب نہ ہو تو مدیون کو لازم ہے کہ صاحبِ دَین کا حق تمام و کامل ادا کردے اور خدا سے ڈرتا رہے صاحبِ حق کے حق میں امانت سے معاملہ کرے۔

۳۹
ع ۲

ف اس سورت میں اصول و فروع عبادات و معاملات جانی و مالی ہر قسم کے احکامات بہت کثرت سے مذکور فرمائے اور شاید اس سورت کے سنام القرآن فرمانے کی یہی وجہ ہو اس لئے مناسب ہوا کہ بندوں کو پوری تاکید و تہدید بھی ہر طرح سے فرمادی جائے تاکہ تعمیل احکام مذکورہ میں کوتاہی سے اجتناب کریں سو اسی غرض کے لئے آخر سورت میں احکام کو بیان فرما کر اس آیت کو بطور تہدید و تنبیہ ارشاد فرما کر تمام احکام مذکورہ سابقہ کی پابندی پر سب کو مجبور کر دیا اور طلاق و نکاح قصاص و زکوٰۃ بیع و ربٰو وغیرہ میں جو اکثر صاحب حیلوں اور اپنی ایجاد کردہ تدبیروں سے کام لیتے ہیں اور ناجائز امور کو جائز بنانے میں خود رائی اور سینہ زوری سے کام لیتے ہیں انکو بھی اس میں پوری تنبیہ ہوگئی دیکھئے جس کو ہم پر استحقاق عبادت حاصل ہوگا اُس کا مالک ہونا چاہئے اور جو ہماری ظاہری اور مخفی تمام اشیاء کا محاسبہ کرسکے اُس کو تمام امور کا علم ہونا ضروری ہے اور جو ہماری تمام چیزوں کا حساب لے سکے اور ہر ایک کے مقابلہ میں جزا و سزا دے سکے اُس کو تمام چیزوں پر قدرت ہونی ضروری ہے سو انہی تین کمالات یعنی ملک اور علم اور قدرت کو یہاں بیان فرمایا اور انہی کا آیۃ الکرسی میں ارشاد ہوچکا ہے مطلب یہی ہے کہ ذات پاک سبحانہ تمام چیزوں کی مالک اور خالق اُس کا علم سب کو محیط اُس کی قدرت سب پر شامل ہے تو پھر اُس کی نافرمانی کسی امر ظاہر یا مخفی میں کرکے بندہ کیونکر نجات پاسکتا ہے۔ ف۲ پہلی آیت سے جب یہ معلوم ہوا کہ دل کے خیالات پر بھی حساب اور گرفت ہے تو اس پر حضرات صحابہ گھبرائے اور ڈرے اور اُن کو اتنا صدمہ ہوا کہ کسی آیۃ پر نہ ہوا تھا آپ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا قولوا سمعنا و اطعنا یعنی اشکال نظر آئے یا دقت مگر حق تعالیٰ کے ارشاد کی تسلیم میں ادنیٰ توقف بھی مت کرو اور سینہ ٹھوک کر سمعنا واطعنا عرض کردو آپ کے ارشاد کی تعمیل کی تو انشراح کے ساتھ یہ کلمات زبان پر بےساختہ جاری ہوگئے مطلب اُن کا یہ ہے کہ ہم ایمان لائے اور اللہ کے حکم کی اطاعت کی یعنی اپنی دقت اور خلجان سب کو چھوڑ کر ارشاد کی تعمیل میں مستعدی اور آمادگی ظاہر کی حق تعالیٰ کو یہ بات پسند ہوئی تب یہ دونوں آیتیں اُتریں اول یعنی اٰمن الرسول الخ اس میں رسول کریم اور اُن کے بعد صحابہ کہ جن کو اشکال مذکور پیش آیا تھا اُن کے ایمان کی حق سبحانہ نے تفصیل کے ساتھ مدح فرمائی جس سے اُن کے دلوں میں اطمینان ترقی پاوے اور خلجان سابق زائل ہو اسکے بعد دوسری آیۃ لا یکلف اللہ نفسا الخ میں فرما دیا کہ مقدور سے باہر کسی کو تکلیف نہیں دیجاتی اب اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال اور خطرہ پائے اور اُس پر عمل نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں اور بھول چوک بھی معاف ہے غرض صاف فرما دیا کہ جن باتوں سے بچنا طاقت سے باہر ہے جیسے بُرے کام کا خیال و خطرہ یا بھول چوک اُن پر مواخذہ نہیں ہاں جو باتیں بندہ کے ارادے اور اختیار میں ہیں اُن پر مواخذہ ہوگا اب آیت سابقہ کو سن کر جو صدمہ ہوا تھا اُس کے معنی بھی اسی پچھلے قاعدہ کے موافق لینے چاہئیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خلجان مذکور کا اب ایسا قلع قمع ہوگیا کہ سبحان اللہ. فائدہ جدا نہیں کرتے کسی کو اُس کے پیغمبروں میں سے یعنی یہود اور نصاریٰ کی طرح نہیں کہ کسی پیغمبر کو مانا اور کسی پیغمبر کو نہ مانا. ف۳ اول آیۃ پر حضرات صحابہ کو بڑی پریشانی ہوئی تھی اُن کی تسلی کے لئے یہ دو آیتیں اٰمن الرسول الخ اور لا یکلف اللہ نفسا الخ نازل ہوئیں اب اس کے بعد ربنا لا تؤاخذنا آخر سورت تک نازل فرما کر ایسا اطمینان دیا گیا کہ کسی صعوبت اور دشواری کا اندیشہ بھی باقی نہ چھوڑا کیونکہ جن دعاؤں کا ہم کو حکم ہوا ہے اُن کا مقصود یہ ہے کہ بیشک ہر طرح کا حق حکومت اور استحقاق عبادت تجھ کو ہم پر ثابت ہے مگر اے ہمارے رب اپنی رحمت و کرم سے ہمارے لئے ایسے حکم بھیجے جائیں جن کے بجا لانے میں ہم پر صعوبت اور بھاری مشقت نہ ہو نہ بھول چوک میں ہم پکڑے جائیں نہ مثل پہلی اُمتوں کے ہم پر شدید حکم اُتارے جائیں نہ ہماری طاقت سے باہر کوئی حکم ہم پر مقرر ہو اس سہولت پر بھی ہم سے جو قصور ہو جائے اُس سے درگذر اور معافی اور ہم پر رحم فرمایا جائے۔ حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں مقبول ہوئیں، اور جب اُس دشواری کے بعد جو حضرات صحابہ کو پیش آچکی تھی اللہ کی رحمت سے اب ہر ایک دشواری سے ہم کو امن مل گیا تو اب اتنا اور بھی ہونا چاہئے کہ کفار پر ہم کو غلبہ عنایت ہو ورنہ اُن کی طرف سے مختلف دقتیں دینی اور دنیوی ہر طرح کی مزاحمتیں پیش آکر جس صعوبت سے اللہ اللہ کرکے اللہ کے فضل سے جان بچی تھی کفار کے غلبہ کی حالت میں پھر وہی کھٹکا موجب بے اطمینانی ہوگا۔

مَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ

زمین میں ہے اور اگر ظاہر کروگے اپنے جی کی بات یا چھپاؤگے اسکو حساب لیگا اُسکا

بِهِ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ

تم سے اللہ پھر بخشیگا جس کو چاہے اور عذاب کریگا جس کو چاہے اور اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٨٤﴾ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ

چیز پر قادر ہے ف۱ مان لیا رسول نے جو کچھ اُترا اُس پر اُس کے رب کی طرف کر

وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ

اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اور اسکے فرشتوں کو اور اسکی کتابوں کو اور اسکے رسولوں کو

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ

کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اُس کے پیغمبروں میں سے اور کہہ اُٹھے کہ ہم نے سُنا اور قبول کیا

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا

تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے ف۲ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر

وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا

جسقدر اسکی گنجایش ہے اُسی کو ملتا ہے جو اُس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اُس نے کیا اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو

إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا

اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا

حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ

رکھا تھا ہم سے اگلے لوگوں پر اے رب ہمارے اور نہ اُٹھوا ہم سے وہ بوجھ کہ جس کی ہم کو

لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنْتَ مَوْلَانَا

طاقت نہیں اور درگذر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا رب ہے

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٨٦﴾

مدد کر ہماری کافروں پر ف۳

ع ٤٠

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَا اٰيَةٍ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ آل عمران مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو آیتیں ہیں اور بیس رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۟ۙ ① اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ؕ ② نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

اللہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا ف ۱ اُتاری تجھ پر کتاب

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ③ ۙ

سچی ف ۲ تصدیق کرتی ہے اگلی کتابوں کی اور اُتارا توریت اور انجیل کو

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے ف ۳ اور اُتارے فیصلے ف ۴ بیشک جو منکر ہوئے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ④ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ کی آیتوں سے اُنکے واسطے سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست ہے بدلا لینے والا ف ۵ اللہ

لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ؕ ⑤ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ

پر چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں ف ۶ وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے

فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑥ هُوَ الَّذِيْٓ

ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے کسی کی بندگی نہیں اُسکے سوا زبردست ہے حکمت والا ف وہی ہے جس نے

اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ

اُتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی اُنکے معنی واضح ہیں وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں

مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشٰبَهَ

متشابہ یعنی جنکے معنی معلوم یا معین نہیں سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات

مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ

کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور اُن کا مطلب کوئی نہیں جانتا

ف ۱ نجران کے ساٹھ عیسائیوں کا ایک موقر معزز وفد نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں تین شخص "عبدالمسیح عاقب" بحیثیت امارت و سیادت کے، "ایہم السید" بلحاظ رائے و تدبیر کے، اور "ابو حارثہ بن علقمہ" باعتبار سب سے بڑے مذہبی عالم اور لاٹ پادری ہونے کے عام شہرت اور امتیاز رکھتے تھے۔ یہ تیسرا شخص اصل میں عرب کے مشہور قبیلہ "بنی بکر بن وائل" سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر پکا نصرانی بن گیا۔ سلاطین روم نے اس کی مذہبی صلابت اور مجد و شرف کو دیکھتے ہوئے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ علاوہ بیش قرار مالی امداد کے اس کے لئے گرجے تعمیر کئے اور امور مذہبی کے اعلیٰ منصب پر مامور کیا۔ یہ وفد بارگاہ رسالت میں بڑی آن بان سے حاضر ہوا اور متنازع فیہ مسائل میں حضور سے گفتگو کی جس کی پوری تفصیل محمد بن اسحاق کی سیرۃ میں منقول ہے۔ سورۂ "آل عمران" کا ابتدائی حصہ تقریباً اسّی نوّے آیات تک اسی واقعہ میں نازل ہوا۔ عیسائیوں کا پہلا اور بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعینہٖ خدا یا خدا کے بیٹے یا تین خداؤں میں کے ایک ہیں۔ سورۂ ہٰذا کی پہلی آیت میں توحید خالص کا دعوےٰ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی جو صفات "حیّ قیوم" بیان کی گئیں، وہ عیسائیوں کے اس دعوے کو صاف طور پر باطل ٹھہراتی ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے دوران مناظرہ میں اُن سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ "حیّ" (زندہ) ہے جس پر کبھی موت طاری نہیں ہو سکتی۔ اُسی نے تمام مخلوقات کو وجود عطا کیا اور سامان بقاء پیدا کر کے اُن کو اپنی قدرت کاملہ سے تھام رکھا ہے۔ برخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام پر یقیناً موت و فنا آکر رہیگی۔ اور ظاہر ہے جو شخص خود اپنی ہستی کو برقرار نہ رکھ سکے دوسری مخلوقات کی ہستی کیا برقرار رکھ سکتا ہے۔ "نصاریٰ" نے سُن کر اقرار کیا (کہ بیشک صحیح ہے)، شاید انہوں نے غنیمت سمجھا ہوگا کہ آپ اپنے اعتقاد کے موافق "عیسےٰ یاتی علیہ الفناء" کا سوال کر رہے ہیں یعنی عیسیٰ پر فنا ضرور آئے گی، اگر جواب نفی میں دیا تو آپ ہمارے عقیدہ کے موافق کہ حضرت عیسیٰ کو عرصہ ہوا موت آچکی ہے۔ ہم کو اور زیادہ صریح طور پر ملزم اور مفحم کر سکیں گے۔ اس لئے لفظی مناقشہ میں پڑنا مصلحت نہ سمجھا۔ اور ممکن ہے یہ لوگ اُن فرقوں میں سے ہوں جو عقیدۂ اسلام کے موافق مسیح علیہ السلام کے قتل و صلب کا قطعاً انکار کرتے تھے اور رفع جسمانی کے قائل تھے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے "الجواب الصحیح" میں اور "الفارق بین المخلوق والخالق" کے مصنف نے تصریح کی ہے کہ شام و مصر کے نصاریٰ عموماً اسی عقیدہ پر تھے۔ مدّت کے بعد پولوس نے عقیدہ صلب کی اشاعت کی۔ پھر یہ خیال یورپ سے مصر و شام وغیرہ پہنچا۔ بہرحال نبی کریم صلعم کا "اِنَّ عیسیٰ اَتٰی علیہ الفناء" کے بجائے "یاتی علیہ الفناء" فرمانا، درآں حالیکہ پہلے الفاظ تردید الوہیت مسیح کے موقع پر زیادہ صاف اور مسکت ہوتے۔ ظاہر کرتا ہے کہ موقع الزام میں بھی مسیح علیہ السلام پر موت سے پہلے لفظ موت کا اطلاق آپ نے پسند نہیں کیا۔ ف ۲ یعنی قرآن کریم جو عین حکمت کے موافق نہایت بروقت سچائی اور انصاف کو اپنی آغوش میں لیکر اُترا۔ ف ۳ یعنی قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اگلی کتابیں (تورات و انجیل وغیرہ) پہلے سے قرآن اور اُس کے لانے والے کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر رہی تھیں اور اپنے اپنے وقت میں مناسب احکام و ہدایات دیتی تھیں۔ گویا تبلا دیا کہ "الوہیت" یا "ابنیت مسیح" کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہ تھا۔ کیونکہ اصول دین کے اعتبار سے تمام کتب سماویہ متفق و متحد ہیں۔ مشرکانہ عقائد کی تعلیم کبھی نہیں دی گئی۔ ف ۴ یعنی ہر زمانہ کے مناسب ایسی چیزیں اُتاریں جو حق و باطل، حلال و حرام اور جھوٹ سچ کے درمیان فیصلہ کرنیوالی ہوں۔ اس میں قرآن کریم، کتب سماویہ، معجزات انبیاء، سب داخل ہو گئے اور ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جن مسائل میں یہود و نصاریٰ جھگڑتے چلے آرہے ہیں اُن اختلافات کا فیصلہ بھی قرآن کے ذریعہ سے کر دیا گیا۔ ف ۵ یعنی ایسے مجرموں کو سزا دیے بغیر چھوڑیگا نہ وہ اُس کے زبردست اقتدار سے چھوٹ کر بھاگ سکیں گے۔ اس میں بھی الوہیت مسیح کے ابطال کی طرف لطیف اشارہ ہو گیا۔ کیونکہ جو اختیار و اقتدار کلی خدا کے لئے ثابت کیا گیا، ظاہر ہے وہ مسیح میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح کسی کو سزا تو کیا دے سکتے خود اپنے کو باوجود سخت تضرع والحاح کے ظالموں کے پنجہ سے نہ چھڑا سکے۔ پھر خدا یا خدا کا بیٹا کیسے بن سکتے ہیں؟ بیٹا وہ ہی کہلاتا ہے جو باپ کی نوع سے ہو۔ لہٰذا خدا کا بیٹا خدا ہی ہونا چاہئے۔ ایک عاجز مخلوق کو حقیقۃً قادر مطلق کا بیٹا کہنا، باپ اور بیٹے دونوں پر سخت عیب لگانا ہے۔ العیاذ باللہ۔ ف ۶ یعنی جس طرح اُس کا اقتدار و اختیار کامل ہے، علم بھی محیط ہے، عالم کی کوئی چھوٹی بڑی چیز ایک سکنڈ کے لئے اُس سے غائب نہیں۔ سب مجرم و بری، اور تمام جرموں کی نوعیت و مقدار اُس کے علم میں ہے۔ مجرم بھاگ کر روپوش ہونا چاہے تو کہاں ہو سکتا ہے؟ یہیں سے تنبیہ کر دی گئی کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایسا علم محیط اُن کو حاصل نہ تھا۔ وہ اُسی قدر جانتے تھے جتنا حق تعالیٰ اُن کو تبلا دیتا تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کے جواب میں خود نصاریٰ نجران نے اقرار کیا اور آج بھی اناجیل مروجہ سے ثابت ہے۔ ف ۷ یعنی اپنے علم و حکمت کے مطابق کمال قدرت کر جیسا اور جس طرح چاہا ماں کے پیٹ میں تمہارا نقشہ بنایا، مذکر، مؤنث، خوبصورت، بدصورت، جیسا پیدا کرنا تھا کر دیا۔ ایک پانی کے قطرہ کو کتنی پلٹیاں دیکر آدمی کی صورت عطا فرمائی جس کی قدرت و صنعت کا یہ حال ہے کیا اُس کے علم میں کمی ہو سکتی ہے۔ یا کوئی انسان جو خود بھی بطن مادر کی تاریکیوں میں رہکر آیا ہو اور عام بچوں کی طرح کھاتا، پیتا، پیشاب پاخانہ کرتا ہو، اُس خداوند قدوس کا بیٹا ہو یا کہلایا جا سکتا ہے؟ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔ عیسائیوں کا سوال تھا کہ جب مسیح کا ظاہری باپ کوئی نہیں تو بجز خدا کے کس کو باپ کہیں "یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء" میں اس کا جواب بھی ہو گیا۔ یعنی خدا کو قدرت ہے رحم میں جس طرح چاہے آدمی کا نقشہ تیار کرے۔ خواہ ماں باپ دونوں کے ملنے سے یا صرف ماں کی قوت منفعلہ سے (بقیہ صفحہ ۶۴ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۶۳۔ اسی لئے آگے فرمایا "هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" یعنی زبردست ہے جس کی قدرت کو کوئی محدود نہیں کر سکتا۔ "اور حکیم" ہے جہاں جیسا مناسب جانتا ہے کرتا ہے۔ "حوّا" کو بدون ماں کے، "مسیح" کو بدون باپ کے، "آدم" کو بدون ماں باپ دونوں کے پیدا کر دیا۔ اسکی حکمتوں کا احاطہ کون کر سکے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ نصاریٰ نجران نے تمام دلائل سے عاجز ہو کر بطور معارضہ کہا تھا کہ آخر آپ حضرت مسیح کو "کلمۃ اللہ" اور "روح اللہ" مانتے ہیں۔ بس ہمارے اثبات مدعا کے لئے یہ الفاظ کافی ہیں۔ یہاں تحقیقی جواب ایک عام اصول اور ضابطہ کی صورت میں دیا جس کے سمجھ لینے کے بعد ہزاروں نزاعات و مناقشات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس کو یوں سمجھو کہ قرآن کریم بلکہ تمام کتب الٰہیہ میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں ایک وہ جن کی مراد معلوم و متعین ہو، خواہ اس لئے کہ لغت و ترکیب وغیرہ کے لحاظ سے الفاظ میں کوئی ابہام و اجمال نہیں، عبارت کئی معنی کا احتمال رکھتی ہی نہیں، جو مدلول سمجھا گیا وہ عام قواعد مسلّمہ کے مخالف ہو۔ اور یا اس لئے کہ عبارت والفاظ میں گو لغۃً کئی معنی کا احتمال ہو سکتا تھا، لیکن شارع کی نصوص مستفیضہ یا اجماع معصوم یا مذہب کے عام اصول مسلّمہ سے قطعاً متعین ہو چکا کہ متکلم کی مراد وہ معنی نہیں یہ ہے۔ ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل اصول یہی آیات ہوتی ہیں۔ دوسری قسم آیات کی "متشابہات" کہلاتی ہے۔ یعنی جن کی مراد معلوم و متعین کرنے میں کچھ اشتباہ والتباس واقع ہو جائے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس دوسری قسم کی آیات کو پہلی قسم کی طرف راجع کر کے دیکھنا چاہیے۔ جو معنی اس کے خلاف پڑیں اُن کی قطعاً نفی کی جائے اور متکلم کی مراد وہ سمجھی جائے جو آیات "محکمات" کے مخالف نہ ہو۔ اگر باوجود اجتہاد وسعی بلیغ کے متکلم کی مراد کی پوری پوری تعیین نہ کر سکیں تو دعوائے ہمہ دانی کر کے ہم کو حد سے گذرنا نہیں چاہیے۔ جہاں قلت علم اور قصور استعداد کی وجہ سے بہت سی حقائق پر ہم دسترس نہیں پا سکتے اِس کو بھی اسی فہرست میں شامل کریں۔ مگر زنہار ایسی تاویلات اور ہیر پھیر نہ کریں جو مذہب کے اصول مسلّمہ اور آیات محکمہ کے خلاف ہوں مثلاً قرآن حکیم نے مسیح علیہ السلام کی نسبت تصریح کر دی "اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ" یا "اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ الخ" یا "ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ" اور جابجا اُن کی الوہیت و ابنیت کا رد کیا۔ اب ایک شخص ان سب محکمات سے آنکھیں بند کر کے "كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ" وغیرہ متشابہات کو لے دوڑے اور اُس کے وہ معنی چھوڑ کر جو محکمات کے موافق ہوں، ایسے سطحی معنی لینے لگے جو کتاب کی عام تصریحات اور متواتر بیانات کے منافی ہوں، یہ کجروی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہوگی۔ بعض قاسی القلب تو چاہتے ہیں کہ اس طرح مغالطہ دیکر لوگوں کو گمراہی میں پھنسا دیں اور بعض کمزور عقیدہ والے ڈھلمل یقین ایسے متشابہات سے اپنی رائے و ہوا کے مطابق کھینچ تان کر مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا صحیح مطلب صرف اللہ ہی کو معلوم ہے وہ ہی اپنے کرم سے جس کو جس قدر حصہ پر آگاہ کرنا چاہے کر دیتا ہے۔ جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں وہ محکمات و متشابہات سب کو حق جانتے ہیں۔ اُنہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیات ایک ہی سرچشمہ سے آئی ہیں جن میں تناقض و تہافت کا امکان نہیں۔ اِسی لئے وہ متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا کر مطلب سمجھتے ہیں۔ اور جو حصہ اُن کے دائرہ فہم سے باہر ہوتا ہے اسے اللہ پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے (تنبیہ) بندہ کے نزدیک اِس آیت کا مضمون "سورۂ حج" کی آیت "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى الیٰ آخرہٖ" کے مضمون سے بیحد مشابہ ہے جسے ان شاء اللہ اُس کے موقع پر بیان کیا جائیگا۔

إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ
سوا اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اُس پر یقین لائے سب ہمارے رب کی طرف

رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ
کی اُتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے ف۲ اے رب نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب

إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾
تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت تو ہی ہے سب کچھ دینے والا ف۳

رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ
اے رب تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کچھ شبہ نہیں بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا

الْمِيعَادَ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَ
اپنا وعدہ ف۴ بیشک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے اُن کو اُن کے مال اور

لَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ
نہ اُن کی اولاد اللہ کے سامنے کچھ اور وہی ہیں ایندھن دوزخ کے ف۵ جیسے دستور

آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ
فرعون والوں کا اور جو اُن سے پہلے تھے جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو پھر پکڑا اُن کو

اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا
اللہ نے اُن کے گناہوں پر اور اللہ کا عذاب سخت ہے ف۵ کہہ دے کافروں کو کہ

سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾ قَدْ كَانَ
اب تم مغلوب ہو گے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور کیا بُرا ٹھکانا ہے ف۶ ابھی گذر چکا ہے

لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ
تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور

أُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ
دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ اُن کو اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے

ف۲ یعنی راسخین فی العلم اپنے کمال علمی اور قوت ایمانی پر مغرور و مطمئن نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت اور مزید فضل و عنایت کے طلبگار رہتے ہیں تا کمائی ہوئی پونجی ضائع نہ ہو جائے اور خدا نکردہ دل سیدھے ہونے کے بعد کج نہ کر دیئے جائیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم (اُمت کو سنانے کے لئے) اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے "یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ" ف۳ وہ دن ضرور آ کر رہیگا اور "زائغین" (کجرو) جن مسائل میں جھگڑتے تھے سب کا دو ٹوک فیصلہ ہو جائیگا۔ پھر ہر ایک مجرم کو اپنی کجروی اور ہٹ دھرمی کی سزا بھگتنی پڑیگی۔ اِسی خوف سے ہم ٹیڑھے راستہ سے بیزار اور آپ کی رحمت و استقامت کے طالب ہوتے ہیں۔ ہمارا زائغین کے خلاف راستہ اختیار کرنا کسی بدنیتی اور نفسانیت کی بناء پر نہیں محض اُخروی فلاح مقصود ہے۔ ف۴ قیامت کے ذکر کے ساتھ کافروں کا انجام بھی بتلا دیا کہ اُن کو کوئی چیز دنیا و آخرت میں خدائی سزا سے نہیں بچا سکتی جیسا کہ میں ابتداء سورۃ میں لکھ چکا ہوں۔ ان آیات میں اصلی خطاب "وفد نجران" کو تھا جسے عیسائی مذہب و قوم کی سب سے بڑی نمائندہ جماعت کہنا چاہیے۔ امام فخر الدین رازی نے محمد بن اسحٰق کی سیرت سے نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ وفد "نجران" سے بقصد مدینہ روانہ ہوا تو ان کا بڑا پادری ابوحارثہ بن علقمہ خچر پر سوار تھا۔ خچر نے ٹھوکر کھائی تو اُس کے بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے نکلا "تَعِسَ الْاَبْعَدُ" "الابعد" سے مراد محمد صلعم تھے۔ العیاذ باللہ۔ ابوحارثہ نے کہا "تَعِسَتْ اُمُّكَ" کرز نے حیران ہو کر اس کلمہ کا سبب پوچھا۔ ابوحارثہ نے کہا واللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ (محمد صلعم) وہ ہی نبی منتظر ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی تھی۔ کرز نے کہا پھر مانتے کیوں نہیں؟ بولا "لِاَنَّ هٰؤُلَاءِ الْمُلُوْكَ اَعْطَوْنَا اَمْوَالًا كَثِيْرَةً وَاَكْرَمُوْنَا فَلَوْ اٰمَنَّا بِمُحَمَّدٍ صلعم لَاَخَذُوْا مِنَّا كُلَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ" اگر محمد صلعم پر ایمان لے آئے تو یہ بادشاہ جو بیشمار دولت ہم کو دے رہے ہیں اور اعزاز و اکرام کر رہے ہیں سب واپس کر لیں گے، کرز نے اس کلمہ کو اپنے دل میں رکھا اور آخر کار یہی کلمہ

بقیہ فوائد صفحہ ۶۴۔ اُن کے اسلام کا سبب ہوا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ میرے نزدیک ان آیات میں ابو حارثہ کے اُن ہی کلمات کا جواب ہے۔ گویا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اُنکے فاسد عقیدہ کا رد کر کے متنبہ فرمایا کہ وضوح حق کے بعد جو لوگ محض دنیوی متاع (اموال و اولاد وغیرہ) کی خاطر ایمان نہیں لاتے وہ خوب سمجھ لیں کہ مال و دولت اور جتھے نہ اُن کو دنیا میں خدائی سزا سے بچا سکتے ہیں نہ آخرت میں عذاب عظیم سے۔ چنانچہ اس کی تازہ مثال ابھی "بدر" کے موقع پر مسلمان اور مشرکین کی لڑائی میں دیکھ چکے ہو۔ دنیا کی بہار محض چند روزہ ہے۔ مستقبل کی کامیابی اُن ہی کیلئے ہے جو خدا سے ڈرتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ دور تک یہ مضمون چلا گیا ہے اور عموم الفاظ کے اعتبار سے یہود و مشرکین وغیرہ دوسرے کفار کو بھی خطاب میں لپیٹ لیا گیا۔ گو اصلی مخاطب نصاریٰ نجران تھے۔ واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا اور جس طرح وہ پکڑے گئے تم بھی خدائی پکڑ میں آنیوالے ہو۔ ف۶ یعنی وقت آگیا ہے کہ تم سب، کیا یہود، کیا نصاریٰ، اور کیا مشرکین عنقریب خدائی لشکر کے سامنے مغلوب ہو کر ہتھیار ڈالو گے، یہ تو دنیا کی ذلت ہوئی اور آخرت میں جو گرم مکان تیار ہے وہ الگ رہا بعض روایات میں ہے کہ "بدر" سے فاتحانہ واپسی کے بعد حضور نے یہود کو فرمایا کہ تم حق کو قبول کر لو، ورنہ جو حال قریش کا ہوا، تمہارا ہوگا۔ کہنے لگے۔ اے محمد! (صلعم) اس دھوکہ میں نہ رہیے کہ تم نے قریش کے چند ناتجربہ کاروں پر فتح حاصل کر لی۔ ہم سے مقابلہ ہوا تو پتہ لگ جائیگا کہ ہم (جنگ آزمودہ سپاہی اور بہادر) آدمی ہیں اُس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "بدر" کی فتح دیکھ کر "یہود" کچھ تصدیق کی طرف مائل ہونے لگے تھے۔ پھر کہا کہ جلدی مت کرو، دیکھو آیندہ کیا ہوتا ہے۔ دوسرے سال "احد" کی عارضی پسپائی دیکھ کر اُن کے دل سخت ہوگئے اور حوصلے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے لڑائی کا سامان کیا۔ کعب بن اشرف ساٹھ سواروں کے ساتھ مکہ معظمہ جا کر ابو سفیان وغیرہ سرداران قریش سے ملا اور کہا ہم تم ایک ہیں۔ متحدہ محاذ قائم کر کے محمد کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں واللہ اعلم۔ بہر حال تھوڑے ہی دنوں بعد خدا نے دکھلا دیا کہ جزیرۃ العرب میں مشرک کا نام نہ رہا۔ "قریظہ" کے بدعہد یہود تلوار کے گھاٹ اُتار دیے گئے۔ "بنی نضیر" جلاوطن ہوئے۔ نجران کے عیسائیوں نے ذلیل ہو کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا۔ اور تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا کی بڑی بڑی مغرور و متکبر قومیں مسلمانوں کی بلندی و برتری کا اعتراف کرتی رہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ جنگ بدر میں کفار تقریباً ایک ہزار تھے۔ جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ اوپر تھے جن کے پاس کل ستر اونٹ، دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اور تماشہ یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان اپنے سے دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور کامل توکل و استقلال سے خدا کے وعدہ "اِنْ یکن مِنکم مِائۃٌ صَابرۃ یغلبوا مِائتین" پر اعتماد کر کے فتح و نصرت کی اُمید رکھتے تھے۔ اگر اُنکی پوری تعداد جو تگنی تھی منکشف ہوتی تو ممکن تھا خوف طاری ہو جاتا۔ اور یہ فریقین کا دوگنی تعداد دیکھنا بعض احوال میں تھا۔ ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی۔ جیسا کہ سورۂ "انفال" میں آئیگا۔ بہر حال ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کو ایسی مضبوط جمعیت کے مقابلہ میں اُن پیشین گوئیوں کے موافق جو مکہ میں کی گئی تھیں، اس طرح مظفر و منصور کرنا، آنکھیں رکھنے والوں کے لئے بہت بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔ ف۲ یعنی جب اُن میں پھنس کر آدمی خدا سے غافل ہو جائے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا۔ مَا ترکتُ بعدی فتنۃ اَضرّ علَی الرِّجالِ مِن النساء (میرے بعد مردوں کے لئے کوئی ضرر رساں فتنہ عورتوں سے بڑھ کر نہیں) ہاں اگر عورت سے مقصود اعفاف اور کثرت اولاد ہو، تو وہ مذموم نہیں بلکہ مطلوب و مندوب ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے کہ اگر اُس کی طرف دیکھے تو خوش ہو، حکم دے تو فرمانبردار پائے، کہیں غائب ہو تو پیٹھ پیچھے شوہر کے مال اور اپنی عصمت کے معاملہ میں اُسکی حفاظت کرے۔ اسی طرح جتنی چیزیں آگے متاع دنیا کے سلسلہ میں بیان ہوئیں سب کا محمود و مذموم ہونا نیت اور طریق کار کے تفاوت سے متفاوت ہوتا رہیگا۔ مگر چونکہ دنیا میں کثرت ایسے افراد کی ہے جو عیش و عشرت کے سامانوں میں پھنس کر خدا تعالیٰ کو اور اپنے انجام کو بھول جاتے ہیں، اس لئے زُیِّنَ للنّاس میں سطح کلام کی عام رکھی گئی ہے۔ ف۳ یعنی جن پر نمبر یا نشان لگائے جاتے ہیں پانچ کلیان گھوڑے جن کے ہاتھ پاؤں اور پیشانی پر قدرتی نشان ہوتے ہیں یا جو گھوڑے چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑے گئے ہوں ف۴ یعنی ابدی فلاح ان چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی محض دنیا میں چند روز فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے کامیاب مستقبل اور اچھا ٹھکانا چاہتے ہو تو خدا کے پاس ملیگا۔ اُسکی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کی فکر کرو۔ اگلی آیت میں تبلاتے ہیں کہ وہ اچھا ٹھکانا کیا ہے اور کن لوگوں کو ملتا ہے۔ ف۵ یعنی ہر قسم کی صوری و معنوی گندگی سے پاک صاف ہونگی ف۶ کہ اُس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے بلکہ جنت بھی فی الحقیقت اِس لئے مطلوب ہے کہ وہ محل رضا ہے ف۷ بندوں کے تمام اعمال و احوال اُسکے سامنے ہیں جو جس جزاء و سزا کا مستحق ہوگا بلا کم و کاست دیجائیگی۔ دنیا کی بہار پر مرنے والے اور اُسکے فانی مزوں کو پرہیز کرنے والے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیے جائینگے۔ یا یہ مطلب کیا جائے کہ پرہیزگار بندوں پر خدا کی نگاہ لطف و کرم ہے جو دنیا کی پُر فریب سحر کاریوں سے اُنکو محفوظ رکھتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جب خدا کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اُسی طرح دنیا سے اُس کا پرہیز کراتا ہے جیسے تم اپنے مریض کو پانی وغیرہ

بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

اپنی مدد کا جس کو چاہے اسی میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو ف۱

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ

فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں ف۲ اور بیٹے اور خزانے

الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ

جمع کیے ہوئے سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے ف۳ اور مویشی

وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

اور کھیتی یہ فائدہ اُٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا ف۴

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ

کہہ دے کیا بتاؤں میں تم کو اس سے بہتر پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ

جن کے نیچے جاری ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے اُن میں اور عورتیں ہیں ستھری ف۵ اور

رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

رضا مندی اللہ کی ف۶ اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے ف۷ وہ جو کہتے ہیں

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ

اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ف۸ وہ صبر کرنیوالے ہیں

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

اور سچے اور حکم بجا لانیوالے اور خرچ کرنیوالے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں ف۹

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا

اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اُسکے سوا ف۱۰ اور فرشتوں نے ف۱۱ اور علم والوں نے بھی ف۱۲ وہی حاکم

بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ

انصاف کا ہے کسی کی بندگی نہیں سوا اُسکے زبردست ہے حکمت والا ف۱۳ بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں

بقیہ فوائد صفحہ ۶۵ ف۸ معلوم ہوا کہ گناہ معاف ہونے کے لئے ایمان لانا شرط ہے۔ ف۹ یعنی اللہ کے راستہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھا کر بھی اُسکی فرمانبرداری پر جمے رہتے اور معصیت سے رُکے رہتے ہیں۔ زبان کے دل کے، نیت کے، معاملہ کے سچے ہیں، پوری تسلیم و انقیاد کے ساتھ خدا کے احکام بجالاتے ہیں۔ خدا کی دی ہوئی دولت کو اُس کے بتلائے ہوئے مواقع میں خرچ کرتے ہیں۔ اور پچھلی رات میں اُٹھ کر جو طمانیت واجابت کا وقت ہوتا ہے لیکن اُٹھنا اُس وقت سہل نہیں ہوتا) اپنے رب سے گناہ اور تقصیرات معاف کراتے ہیں "کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون (ذاریات رکوع ۱) یعنی اکثر رات عبادت میں گذارتے اور سحر کے وقت استغفار کرتے کہ خداوندا! عبادت میں جو تقصیر رہ گئی اپنے فضل سے معاف فرما۔ ف۱۰ ابتداء میں نصاریٰ نجران" سے خطاب تھا اور نہایت لطیف انداز سے الوہیت مسیح کے عقیدہ کا ابطال اور توحید خالص کا اعلان کر کے ایمان لانے کی ترغیب دی گئی تھی۔ درمیان میں اُن موانع کا ذکر فرمایا جو انسان کو وضوح حق کے باوجود شرف ایمان سے محروم رکھتے ہیں یعنی مال واولاد اور سامان عیش وعشرت۔ ان آیات میں مومنین کی صفات بیان کرنے کے بعد پھر اصل مضمون توحید وغیرہ کی طرف عود کیا گیا ہے یعنی توحید خالص کے ماننے میں کیا تردد ہو سکتا ہے جبکہ خود حق تعالیٰ اپنی تمام کتابوں میں برابر اس مضمون کی گواہی دیتا رہا ہے۔ اور اس کی فعلی کتاب (صحیفۂ کائنات) کا ایک ایک ورق بلکہ ایک ایک نقطہ شہادت دیتا ہے کہ بندگی کے لائق ربّ العالمین کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ وفی کل شیءٍ لہ اٰیۃ ٭ تدلُّ علی انہ واحدٌ ٭ سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اَوَلم یکف بربک انہ علی کل شیءٍ شھید (حم سجدہ رکوع ۶) ف۱۱ ظاہر ہے فرشتوں کی گواہی خدا کی گواہی کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے۔ فرشتہ تو نام ہی اُس مخلوق کا ہے جو صدق وحق کے راستہ سے سرتابی نہ کر سکے۔ چنانچہ فرشتوں کی تسبیح وتحمید تمامتر توحید وتفرید باری پر مشتمل ہے ف۱۲ علم والے ہر زمانہ میں توحید کی شہادت دیتے رہے ہیں اور آج تو عام طور پر توحید کے خلاف ایک لفظ کہنا جہل محض کا مرادف سمجھا جاتا ہے مشرکین بھی دل میں مانتے ہیں کہ علمی اصول کبھی مشرکانہ عقائد کی تائید نہیں کر سکتے۔ ف۱۳ انصاف کرنے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، زبردست ہو کہ اُس کے فیصلہ سے کوئی سرتابی نہ کر سکے اور حکیم ہو کہ حکمت و دانائی سے پوری طرح جانچ تول کر ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے کوئی حکم بے موقع نہ دے۔ چونکہ حق تعالیٰ عزیز وحکیم ہے لہٰذا اُس کے منصف علی الاطلاق ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے غالباً اس لفظ "قائما بالقسط" میں عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ کا بھی رد ہو گیا۔ بھلا یہ کہاں کا انصاف ہو گا کہ ساری دنیا کے جرائم ایک شخص پر لاد دیے جائیں اور وہ تنہا سزا پا کر سب مجرموں کو ہمیشہ کے لئے بری اور پاک کر دے۔ خدائے عادل وحکیم کی بارگاہ ایسی گستاخیوں سے کہیں بالا و برتر ہے۔

الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا
سو یہی مسلمانی حکمبرداری ف۱ اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب اُن کو

جَاۗءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَھُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ
معلوم ہو چکا آپس کی ضد اور حسد سے ف۲ اور جو کوئی انکار کرے اللہ کے حکموں کا تو اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ فَاِنْ حَاۗجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ
جلدی حساب لینے والا ہے ف۳ پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور اُنہوں نے

اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ
بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں ف۴ اور کہہ دے کتاب والوں کو اور اَن پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر

اَسْلَمُوْا فَقَدِ اھْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ
وہ تابع ہوئے تو اُنہوں نے راہ پائی سیدھی اور اگر منہ پھیریں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ کی

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ
نگاہ میں ہیں بندے ف۵ جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں

النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ
پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں اُن کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا

النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ
لوگوں میں سے سو خوشخبری سُنا دے اُنکو عذاب دردناک کی ٭ یہی ہیں جن کی محنت

اَعْمَالُھُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ اَلَمْ تَرَ
ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں اُن کا مددگار ف۶ کیا نہ دیکھا تو نے

اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ
اُن لوگوں کو جن کو ملا کچھ ایک حصہ کتاب کا ف۷ اُن کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف

لِيَحْكُمَ بَيْنَھُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْھُمْ وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ذٰلِكَ
تاکہ وہ کتاب اُنہیں حکم کرے پھر منہ پھیرتے ہیں بعضے اُن میں سے تغافل کر کے ف۸

فوائد صفحہ ہٰذا} ف۱ "اسلام" کے اصلی معنی سونپ دینے کے ہیں۔ "مذہب اسلام" کو بھی اسی لحاظ سے اسلام کہا جاتا ہے کہ ایک مسلم اپنے کو ہمہ تن خدائے واحد کے سپرد کر دینے اور اُس کے احکام کے سامنے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے گویا "اسلام" انقیاد وتسلیم کا اور "مسلمانی" حکم برداری کا دوسرا نام ہوا یوں تو شروع سے اخیر تک تمام پیغمبر یہی مذہب اسلام لے کر آئے اور اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوم کو مناسب وقت احکام پہنچا کر طاعت و فرمانبرداری اور خالص خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتے رہے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم نے تمام دنیا کو جو اکمل، جامع ترین، عالمگیر اور ناقابل نسخ ہدایات دیں وہ تمام شرائع سابقہ حقہ پر مع شے زائد مشتمل ہونے کی وجہ سے خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم وملقب ہوئیں۔ بہرحال اس آیت میں نصاریٰ نجران کے سامنے خصوصاً اور تمام اقوام وملل کے سامنے عموماً اعلان کیا گیا ہے کہ دین ومذہب صرف ایک ہی چیز کا نام ہو سکتا ہے وہ یہ کہ بندہ دل وجان سے اپنے کو خداوند قدوس کے سپرد کر دے اور جس وقت جو حکم اُس کی طرف سے پائے بے چون وچرا گردن تسلیم جھکا دے۔ اب جو لوگ خدا کے لئے بیٹے پوتے تجویز کریں، مسیح ومریم کی تصویروں اور صلیب کی لکڑی کو پوجیں، خنزیر کھائیں، آدمی کو خدا یا خدا کو آدمی بنا دیں۔ انبیاء واولیاء کو قتل کر ڈالنا معمولی بات سمجھیں، دین حق کو مٹانے کی ناپاک کوششوں میں لگے رہیں، موسیٰ ومسیح کی بشارات کے موافق جو پیغمبران دونوں سے بڑھ کر شان ونشان دکھلاتا ہوا آیا، جان بوجھ کر اُس کی تکذیب اور اُس کے لائے ہوئے کلام واحکام سے ٹھٹھا کریں، یا بے وقوف پتھروں، درختوں ستاروں اور چاند سورج کے آگے سجدہ کریں اور حلال وحرام کا معیار محض ہوائے نفس کو ٹھہرا لیں، کیا ان میں کوئی جماعت اس لائق ہے کہ اپنے کو مسلم اور ملت ابراہیمی کا پیرو کہہ سکے۔ العیاذ باللہ۔ وفی روایۃ محمد بن اسحاق فقال رسول اللہ صلعم اسلموا. فقالوا قد اسلمنا. فقال صلعم کذبتم کیف یصح اسلامکم وانتم تثبتون للہ ولدًا وتعبدون الصلیب وتاکلون الخنزیر" (تفسیر کبیر)

ف۲ یعنی اسلام ایک واضح اور روشن چیز ہے جس قسم کے دلائل سے موسیٰ ومسیح کی رسالت یا تورات وانجیل کا کتاب سماوی ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے، اُس سے بہتر مضبوط اور زندہ دلائل محمد صلعم کی رسالت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے موجود ہیں۔ بلکہ خود وہ کتابیں آپ کی حقانیت کی شہادت دے رہی ہیں۔ توحید خالص ایک صاف مضمون ہے جس کے خلاف باپ بیٹے کا نظریہ محض ایک بے معنی چیستاں ہو کر رہ جاتی ہے جس کی کوئی علمی اصول تائید نہیں کرتا، اب جو اہل کتاب مخالف اسلام ہو کر ان روشن حقائق کو جھٹلائیں اور حق تعالیٰ کی حکمبرداری سے سرتابی کریں بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ محض ضد، حسد، عناد اور جاہ ومال کی حرص میں ایسا کر رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ان الذین کفروا لن تغنی عنھم اموالھم الخ کے فوائد میں خود ابو حارثہ بن علقمہ رئیس وفد نجران کا اقرار

بقیہ فوائد صفحہ ۶۶۔ واعتراف نقل کیا جاچکا ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی قدیم عادت ہے یہود و نصاریٰ کے باہم جو اختلافات ہوئے یا ہر ایک مذہب میں جو بہت سے فرقے بنے۔ پھر مخالفت باہمی خوفناک محاربات اور خونریزیوں پر منتہی ہوئی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ اس کا منشاء عموماً غلط فہمی یا جہل نہ تھا، بلکہ اکثر حالات میں محض سیم و زر کی محبت اور جاہ پرستی سے یہ فرقہ وار اختلافات پیدا ہوئے۔ ف۳ دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو ضرور ہے۔ ف۴ جیسا کہ دو فوائد پہلے نقل کیا جاچکا۔ وہ جھگڑتے تھے کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ یہاں اُن کو تلایا گیا کہ ایسا (فرضی) اسلام کس کام کا۔ آؤ دیکھو۔ اسلام اسے کہتے ہیں جو محمد صلعم اور اُن کے جان نثار ساتھیوں کے پاس ہے۔ ابھی بیان ہوچکا کہ اسلام نام ہے تسلیم و انقیاد کا یعنی بندہ ہمہ تن اپنے کو خدا کے ہاتھ میں دیدے سو محمد صلعم اور مہاجرین و انصار کو دیکھو کہ کس طرح اُنہوں نے شرک، بت پرستی، بداخلاقی، فسق و فجور، اور ظلم و عدوان کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان، مال، وطن، کنبہ، بیوی بچے، غرض تمام مرغوب و محبوب چیزیں حق تعالیٰ کی خوشنودی پر نثار کردیں اور کس طرح اُن کا چہرہ اور آنکھیں ہر وقت حکم الٰہی کی طرف لگی رہتی ہیں۔ کہ اُدھر سے حکم آئے اور ہم تعمیل کریں۔ اس کے بالمقابل تم اپنا حال دیکھو کہ خود اپنی خلوتوں میں اقرار کرتے ہو کہ محمد صلعم حق پر ہیں، مگر اُن پر ایمان لائیں تو دنیا کا مال و جاہ چھنتا ہے۔ بہرحال اگر باوجود وضوح حق کے اسلام کی طرف نہیں آتے، تم جانو، ہم تو اپنے کو ایک خدا کے سپرد کرچکے ہیں۔ ف۵ یعنی سوچ لو، کیا تم بھی ہماری طرح خدا کے تابعدار بندے بنے ہو یا اب بنتے ہو۔ ایسا ہو تو سمجھ لو سیدھے رستہ پر لگ گئے اور ہمارے بھائی بن گئے ورنہ ہمارا کام سمجھا دینا اور نشیب و فراز تبلا دینا تھا، وہ کرچکے۔ آگے سب بندے اور اُن کے اعمال ظاہری و باطنی خدا کی نظر میں ہیں، وہ ہر ایک کا بھگتان کردیگا۔ (تنبیہ) اَن پڑھ کہتے تھے عرب کے مشرکوں کو کہ اُن کے پاس کتب سماویہ کا علم نہ تھا۔ ف۶ حدیث میں ہے کہ "بنی اسرائیل" نے ایک دن میں تینتالیس نبی اور ایک سو ستر یا ایک سو بارہ صالحین کو شہید کیا یہاں نصاریٰ نجران اور دوسرے کفار کو سنایا جارہا ہے کہ احکام الٰہی سے منکر ہو کر انبیاء اور انصاف پسند ناصحین سے مقابلہ کرنا اور پرلے درجہ کی شقاوت و سنگدلی سے اُن کے خون میں ہاتھ رنگنا معمولی چیز نہیں۔ ایسے لوگ سخت دردناک عذاب کے مستحق اور دونوں جہان کی کامیابی سے محروم ہیں۔ اُنکی محنت برباد اور اُن کی کوششیں اکارت ہونگی اور دنیا و آخرۃ میں جب سزا ملیگی تو کوئی بچانے والا اور مدد کرنیوالا نہ ملیگا۔ ف۷ یعنی تھوڑا بہت حصہ تورات و انجیل وغیرہ کا جو اُن کی تحریفات لفظی و معنوی سے بچ بچا کر رہ گیا ہے۔ یا جو تھوڑا بہت حصہ فہم کتاب کا ملا۔ ف۸ یعنی جب اُنہیں دعوت دیجاتی ہے کہ قرآن کریم کی طرف آؤ جو خود تمہاری تسلیم کردہ کتابوں کی بشارات کے موافق آیا اور تمہارے اختلافات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنیوالا ہے۔ تو اُن کے علماء کا ایک فریق تغافل برت کر منہ پھیر لیتا ہے۔ حالانکہ قرآن کی طرف دعوت فی الحقیقت تورات و انجیل کی طرف دعوت دینا ہے۔ بلکہ کچھ بعید نہیں کہ اس جگہ کتاب اللہ سے مراد تورات و انجیل ہی ہو۔ یعنی لو ہم تمہارے نزاعات کا فیصلہ تمہاری ہی کتاب پر چھوڑتے ہیں مگر غضب تو یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات اور پست اغراض کے سامنے خود اپنی کتاب کی ہدایات سے بھی منہ پھیر لیتے ہیں۔ نہ اُنکی بشارات سنتے ہیں نہ احکام پر کان دھرتے ہیں۔ چنانچہ رجم زانی کے مسئلہ میں تورات کے حکم منصوص سے صریح روگردانی کی۔ جیسا کہ آگے سورۂ مائدہ میں آئیگا۔

بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَّغَرَّهُمْ

اس واسطے کہ کہتے ہیں وہ ہم کو ہرگز نہ لگیگی آگ دوزخ کی مگر چند دن گنتی کے اور بہکے ہیں

فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ

اپنے دین میں اپنی بنائی باتوں پر ف۱ پھر کیا ہوگا حال جب ہم اُنکو جمع کرینگے ایک دن

لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہ اسکے آنے میں کچھ شبہ نہیں اور پورا پاویگا ہر کوئی اپنا کیا ف۲ اور اُنکی حق تلفی نہ ہوگی ف۳

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ

تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے

مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ

جس سے چاہے اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی

اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ

بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے ف۴ تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرے دن کو

فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْـحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ

رات میں ف۵ اور تو نکالے زندہ مردہ سے اور نکالے مردہ زندہ سے ف۶ اور تو رزق

مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ

دے جس کو چاہے بے شمار ف۷ نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ

مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اُسکو اللہ سے کوئی تعلق

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ

مگر اس حالت میں کہ کرنا چاہو تم اُن سے بچاؤ ف۸ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے اور اللہ ہی کیطرف

الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ

لوٹ کر جانا ہے ف۹ تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے جی کی بات یا اُسے ظاہر کرو گے جانتا ہے اُس کو

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اُن کے تمرد و طغیان اور گناہوں پر جری ہونے کا سبب یہ ہے کہ سزا کی طرف سے بیخوف ہیں اُن کے بڑے جھوٹ بنا کر کہہ گئے کہ ہم میں اگر کوئی سخت گنہگار بھی ہوگا تو گنتی کے چند روز سے زیادہ عذاب نہ پائیگا جیسا کہ سورۂ "بقرہ" میں گذر چکا۔ اور اسی طرح کی بہت سی باتیں گھڑ رکھی ہیں۔ مثلاً کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے چہیتے بیٹے ہیں۔ یا انبیاء کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام سے وعدہ کرچکا ہے کہ اُنکی اولاد کو سزا نہ دیگا مگر یوں ہی برائے نام قسم کھانے کو۔ اور نصاریٰ نے تو کفارہ کا مسئلہ نکال کر گناہ و معصیت کا سارا حساب ہی بیباق کردیا۔ اللھم اعذنا من شرور انفسنا ف۲ یعنی اُس وقت پتہ چلیگا کہ کس اندھیرے میں پڑے ہوئے تھے۔ جب محشر میں تمام اولین و آخرین اور خود اپنے بزرگوں کے سامنے رسوا ہونگے اور ہر عمل کا پورا پورا بدلہ ملیگا۔ نہ کفارہ کا مسئلہ یاد آئیگا نہ نسبی تعلقات اور من گھڑت عقیدے کام دینگے ف۳ یعنی فرضی جرائم پر سزا نہ ہوگی، اُن کاموں پر ہوگی جن کا جرم ہونا خود تسلیم کریں گے اور جس قدر سزا کا استحقاق ہوگا، اُس سے زیادہ نہ دیجائے گی نہ کسی کی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی ضائع ہوسکیگی ف۴ جیسا کہ پہلے نقل کیا جاچکا ہے وفد نجران کے رئیس ابوحارثہ بن علقمہ نے کہا تھا کہ ہم محمد (صلعم) پر ایمان لائیں تو روم کے بادشاہ جو ہماری عزت اور مالی خدمت کرتے ہیں سب بند کرلیں گے شاید یہاں دعاء و مناجات کے رنگ میں اُس کا جواب دیا کہ جن بادشاہوں کی سلطنت اور اُن کی دی ہوئی عزتوں پر تم مفتون ہو رہے ہو، تو خوب سمجھ لو کہ کل سلطنت و عزت کا اصلی مالک خداوند قدوس ہے اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو چاہے دے اور جس سے چاہے سلب کرلے۔ کیا یہ امکان نہیں کہ روم و فارس کی سلطنتیں اور عزتیں چھین کر مسلمانوں کو دیدی جائیں۔ بلکہ وعدہ ہے کہ ضرور دیجائیں گی آج مسلمانوں کی موجودہ بے سرو سامانی اور دشمنوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے بیشک یہ چیز تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسی لئے یہود و منافقین مذاق اڑاتے تھے کہ قریش کے حملہ سے ڈر کر مدینہ کے گرد خندق کھودنے والے مسلمان قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت پر قبضہ پانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ نے چند ہی سال میں دکھلا دیا کہ روم و فارس کے جن خزانوں کی کنجیاں اُس نے اپنے پیغمبر کے ہاتھ میں دی تھیں فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں وہ کس طرح مجاہدین اسلام کے درمیان تقسیم ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ یہ مادی سلطنت و عزت کیا چیز ہے جب خداوند قادر و حکیم نے روحانی (بقیہ فوائد صفحہ ۶۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۶۷ ۔سلطنت وعزت کا آخری مقام (یعنی منصب نبوت و رسالت) بنی اسرائیل سے منتقل کرکے بنی اسمٰعیل میں پہنچادیا۔ تو روم وعجم کی ظاہری سلطنت کا عرب کے خانہ بدوشوں کی طرف منتقل کردینا کیا مستبعد ہے۔ گویا یہ دعا ایک طرح کی پیشین گوئی تھی کہ عنقریب دنیا کی کایا پلٹ ہونیوالی ہے۔ جو قوم دنیا سے الگ تھلگ پڑی تھی عزتوں اور سلطنتوں کی مالک ہوگی، اور جو بادشاہت کررہے تھے اپنی بداعمالیوں کی بدولت پستی و ذلت کے غار میں گرایا جائیگا۔ (تنبیہ) بیدک الخیر بیشک خدا کے ہاتھ میں ہر قسم کی خیر و خوبی ہے۔ اور شر کا پیدا کرنا بھی اُس کے اعتبار سے خیر ہی ہے۔ کیونکہ مجموعۂ عالم کے اعتبار سے اُس میں ہزارہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ فی الحدیث الصحیح الخیر کلہ فی یدیك والشر لیس الیك **ف** یعنی کبھی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھا دیتا ہے۔ کبھی اس کا عکس کرتا ہے۔ شلاً ایک موسم میں ۱۴ گھنٹہ کی رات اور دس گھنٹہ کا دن ہے۔ چند ماہ بعد رات کے چار گھنٹہ کاٹ کر دن میں داخل کردیے۔ اب رات دس گھنٹہ کی رہ گئی اور دن ۱۴ گھنٹہ کا ہوگیا۔ یہ سب اُلٹ پھیر تیرے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ شمس و قمر وغیرہ تمام سیارات بدون تیرے ارادہ کے ذرا حرکت نہیں کرسکتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی رات۔ **ف** یعنی بیضہ کو مرغی سے۔ مرغی کو بیضہ سے، آدمی کو نطفہ سے، نطفہ کو آدمی سے، جاہل کو عالم سے، عالم کو جاہل سے، کامل کو ناقص سے، ناقص کو کامل سے نکالنا تیری ہی قدرت کا کام ہے۔ **ف** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہود جانتے تھے کہ پہلے جو بزرگی ہم میں تھی وہ ہی ہمیشہ رہیگی۔ اللہ کی قدرت سے غافل ہیں، جس کو چاہے عزیز کرے اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے اور ذلیل کردے۔ اور جاہلوں میں کامل پیدا کرے (جیسے عرب کے اُمیوں میں سے کئے) اور کاملوں میں سے جاہل (جیسے بنی اسرائیل میں ہوا) اور جس کو چاہے (حسّی و معنوی) رزق بے حساب دیوے"

اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

اللہ **ف۱** اور اُس کو معلوم ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛ

پر قادر ہے **ف۲** جس دن موجود پائیگا ہر شخص جو کچھ کی ہے اُس نے نیکی اپنے سامنے

وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ

اور جو کچھ کی ہے اُس نے بُرائی آرزو کریگا کہ مجھ میں اور اُس میں فرق پڑجاوے دور کا **ف۳**

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ

اور اللہ ڈراتا ہے تم کو اپنے سے اور اللہ بہت مہربان ہے بندوں پر **ف۴** تو کہہ اگر تم

تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

بخشنے والا مہربان ہے **ف۵** تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو

لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ

محبت نہیں ہے کافروں سے **ف۶** بیشک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو

وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

اور عمران کے گھر کو **ف۷** سارے جہان سے ☆ جو اولاد تھے ایک دوسرے کی **ف۸** اور اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ

جاننے والا ہے **ف۹** جب کہا عمران کی عورت نے کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے جو کچھ میرے

بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾

پیٹ میں ہے سب سے آزاد رکھ کر سو تو مجھ سے قبول کر بیشک تو ہی ہے اصل سننے والا جاننے والا **ف۱۰**

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

پھر جب اُس کو جنا بولی اے رب میں نے تو اُس کو لڑکی جنی **ف۱۱** اور اللہ کو خوب معلوم ہے

ع ۱۰/۱۱ نصف الحزب

ف یعنی جب حکومت و سلطنت، جاہ و عزت، اور ہر قسم کے تغلبات و تصرفات کی زمام اکیلے خداوند قدوس کے ہاتھ میں ہوئی۔ تو مسلمانوں کو جو صحیح معنی میں اس پر یقین رکھتے ہیں، شایاں نہیں کہ اپنے اسلامی بھائیوں کی اخوۃ و دوستی پر اکتفا نہ کرکے خواہ مخواہ دشمنان خدا کی موالاۃ و مدارات کی طرف قدم بڑھائیں خدا و رسول کے دشمن اُن کے دوست کبھی نہیں بن سکتے۔ جو اس خبط میں پڑیگا سمجھ لو کہ خدا کی محبت و موالات سے اُسے کچھ سروکار نہیں۔ ایک مسلمان کی سب اُمیدیں اور خوف صرف خداوند رب العزت سے وابستہ ہونے چاہئیں۔ اور اُس کے اعتماد و وثوق اور محبت و مناصرت کے مستحق وہ ہی لوگ ہیں جو حق تعالیٰ سے اسی قسم کا تعلق رکھتے ہوں۔ ہاں تدبیر و انتظام کے درجہ میں کفار کے ضرر عظیم سے اپنے ضروری بچاؤ کے پہلو اور حفاظت کی صورتیں معقول و مشروع طریقہ پر اختیار کرنا، ترک موالات کے حکم سے اُسی طرح مستثنیٰ ہیں جیسے سورۂ انفال میں وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ سے مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ جس طرح وہاں تحرف و تحیز کی حالت میں حقیقۃً فرار من الزحف نہیں ہوتا، محض صورۃً ہوتا ہے، یہاں بھی "اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً" کو حقیقت موالات نہیں، فقط صورت موالات سمجھنا چاہئے۔ جس کو ہم مدارات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل سورۂ مائدہ کی آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ الخ کے فوائد میں ملاحظہ کرلیجائے۔ اور بندہ کا مستقل رسالہ بھی اس موضوع پر چھپا ہوا ہے جو حضرۃ الاستاذ (مترجم محقق) قدس اللہ روحہ کے ایما پر لکھا گیا تھا۔ فلیراجع۔ **ف۹** یعنی مومن کے دل میں اصلی ڈر خدا کا ہونا چاہئے۔ کوئی ایسی بات نہ کرے جو اُس کی ناراضی کا سبب ہو مثلاً جماعت اسلام سے تجاوز کرکے بے ضرورت کفار کے ساتھ ظاہری یا باطنی موالات کرے یا ضرورت کے وقت صورت موالات اختیار کرنے میں حدود شرع سے گذر جائے۔ یا محض موہوم و حقیر خطرات کو یقینی اور اہم خطرات ثابت کرنے لگے۔ اور اسی قسم کی مستثنیات یا شرعی رخصتوں کو ہوائے نفس کی پیروی کا حیلہ بنالے۔ اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ سب کو خداوند قدوس کی عدالت عالیہ میں حاضر ہونا ہے وہاں جھوٹے حیلے حوالے کچھ پیش نہ جائینگے۔ مومن قوی کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ رخصت سے گذر کر عزیمت پر عمل پیرا ہو۔ اور مخلوق سے زیادہ خالق سے خوف کھائے۔

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی ممکن ہے آدمی اپنی نیت اور دل کی بات آدمیوں سے چھپالے لیکن وہ اس طرح خدا کو فریب نہیں دے سکتا۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔ **ف۲** جب علم اس قدر محیط اور قدرت ایسی عام و تام ہے تو مجرم کے لئے اخفاء جرم یا سزا سے بچ کر بھاگ جانے کی کوئی صورت نہیں۔ **ف۳** یعنی قیامت کے دن ہر نیکی بدی، آدمی کے سامنے حاضر ہوگی۔ عمر بھر کا اعمالنامہ ہاتھ میں پکڑا دیا جائیگا۔ اُس وقت مجرمین آرزو کریں گے کہ کاش یہ دن ہم سے دور ہی رہتا۔ یا ہم میں اور ان بُرے اعمال میں بڑی دور کا فاصلہ ہوتا کہ ان کے قریب بھی نہ جاتے۔ **ف۴** یہی اُس کی مہربانی ہے کہ تم کو اُس خوفناک دن کے آنے سے پہلے ڈراتا اور آگاہ کرتا ہے۔ تاکہ بُرائی کے طریقے خصوصاً موالات کفار ترک کرکے اور بھلائی کے راستہ پر چل کر اپنے کو خداوند قہار کے غصہ سے بچالینے کا قبل از وقت انتظام کررکھو۔ قرآن کریم کا یہ خاص طرز ہے کہ عموماً خوف کے ساتھ رجاء اور رجاء کے ساتھ خوف کا مضمون سُناتا ہے۔ یہاں بھی مضامین ترہیب کو معتدل بنانے کے لئے اخیر میں وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔ فرمادیا۔ یعنی خدا سے ڈر کر اگر بُرائی چھوڑ دوگے تو اُس کی مہربانی پھر تمہارا استقبال کرنے کو تیار ہے نا اُمید ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ آؤ! ہم تم کو ایسا دروازہ بتائیں جس سے داخل ہوکر مغفرت و رحمت کے پورے مستحق بلکہ خدا تعالیٰ کے محبوب بن سکتے ہو۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ **ف۵** دشمنان خدا کی موالات و محبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار بتلاتے ہیں یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اُس کو اتباع محمدی صلعم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہوجائیگا۔ جو شخص جس قدر حبیب خدا محمد رسول اللہ صلعم کی راہ چلتا اور آپ کی لائی ہوئی

بقیہ فوائد صفحہ ۶۸ . روشنی کو شعل راہ بناتا ہے، اُسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے۔ اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا، اُتنا ہی حضور کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائیگا جس کا پھل یہ ملیگا کہ حق تعالیٰ اُس سے محبت کرنے لگیگا۔ اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آیندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہونگی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزماں کی اطاعت کی دعوت دی گئی۔ ف۶ یہود و نصاریٰ کہتے تھے نحن ابناء اللہ واحباؤہ (ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں) یہاں بتلا دیا گیا کہ کافر کبھی خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اُس کے احکام کی تعمیل کرو، پیغمبر کا کہا مانو۔ اور خدا کے سب سے بڑے محبوب کے نقش قدم پر چلے آؤ۔ وفد نجران نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مسیح کی تعظیم و عبادت اللہ کی محبت و تعظیم کے لئے کرتے ہیں، اُس کا بھی جواب ہو گیا۔ آگے خدا تعالیٰ کے چند محب و محبوب بندوں کا حال سُنایا گیا اور وفد نجران کی رعایت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے، جو تمہید ہے خاتم الانبیاء صلعم کے ذکر مبارک کی۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ ف۷ عمران دو ہیں ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد، دوسرے حضرت مریم کے والد۔ اکثر سلف و خلف نے یہاں عمران ثانی مراد لیا ہے کیونکہ آگے اذ قالت امرأۃ عمران الخ سے اسی دوسرے عمران کے گھرانے کا قصہ بیان ہوا ہے۔ اور غالبًا سورۃ کا نام "آل عمران" اسی بناء پر ہوا کہ اس میں عمران ثانی کے گھرانے (یعنی حضرت مریم و مسیح علیہ السلام) کا واقعہ بہت بسط و تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ ف۸ خدا کی مخلوقات میں زمین، آسمان، چاند، سورج ستارے، فرشتے، جن، شجر حجر سب ہی شامل تھے۔ مگر اُس نے اپنے علم محیط اور حکمت بالغہ کو ملکات روحانیہ اور کمالات جسمانیہ کا جو مجموعہ ابو البشر آدم علیہ السلام میں ودیعت کیا وہ مخلوقات میں سے کسی کو نہ دیا۔ بلکہ آدم کو مسجود ملائکہ بنا کر ظاہر فرما دیا کہ آدم کا اعزاز و اکرام اس کی بارگاہ میں ہر مخلوق سے زیادہ ہے۔ آدم کا یہ انتخابی اور اصطفائی فضل و شرف جسے ہم "نبوت" سے تعبیر کرتے ہیں کچھ اُن کی شخصیت پر محدود و منحصر نہ تھا، بلکہ منتقل ہو کر اُن کی اولاد میں نوح علیہ السلام کو ملا پھر منتقل ہوتا ہوا نوح کی اولاد حضرت ابراہیم تک پہنچا۔ یہاں سے ایک نئی صورت پیدا ہوگئی۔ آدم و نوح کے بعد جتنے انسان دنیا میں آباد رہے تھے وہ سب اِن دونوں کی نسل سے تھے۔ کوئی خاندان دونوں کی ذریت سے باہر نہ تھا۔ برخلاف اس کے ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی نسل کے علاوہ دنیا میں دوسرے بہت خاندان موجود رہے۔ لیکن جس خدا نے اپنی بیشمار مخلوقات میں منصب نبوت کے لئے آدم کا انتخاب کیا تھا اُسی کے علم محیط اور اختیار کامل نے آیندہ کے لئے ہزاروں گھرانوں میں سے اس منصب جلیل کے واسطے ابراہیم کے گھرانے کو مخصوص فرما دیا۔ جس قدر انبیاء و رسل ابراہیم کے بعد آئے اُن ہی کے دو صاحبزادوں اسحاق و اسمٰعیل کی نسل سے آئے۔ چونکہ عمومًا نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے چلتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لحاظ سے وہم ہو سکتا تھا کہ اُن کو نسل ابراہیمی سے مستثنیٰ کرنا پڑیگا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے "آل عمران" اور "ذریۃ بعضہا من بعض" فرما کر متنبہ کر دیا کہ حضرت مسیح جب صرف ماں سے پیدا ہوئے تو اُن کا سلسلہ نسب بھی ماں ہی کی طرف سے لیا جائیگا۔ نہ کہ معاذ اللہ خدا کی طرف سے۔ اور ظاہر ہے کہ اُنکی والدہ مریم صدیقہ کے باپ عمران کا سلسلہ آخر حضرت ابراہیم پر منتہی ہوتا ہے تو آل عمران، آل ابراہیم کی ایک شاخ ہوئی اور کوئی پیغمبر خاندان ابراہیمی سے باہر نہ ہوا۔ ف۹ سب کی دعاؤں اور باتوں کو سُنتا اور سب کے ظاہری و باطنی احوال و استعداد کو جانتا ہے۔ لہٰذا یہ وہم نہ کرنا چاہئے کہ یوں ہی کیف ما اتفق انتخاب کر لیا ہوگا۔ وہاں کا ہر کام پورے علم و حکمت پر مبنی ہے ف۱۰ عمران کی عورت کا نام ہے "حنہ بنت فاقوذا" اُس نے اپنے زمانہ کے رواج کے موافق منت مانی تھی کہ خداوندا! جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں اُسے "محرر" (تیرے نام پر آزاد) کرتی ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تمام دنیوی مشاغل اور قید نکاح وغیرہ سے آزاد رہکر ہمیشہ خدا کی عبادت اور کلیسا کی خدمت میں لگا رہیگا۔ اے اللہ تو اپنی مہربانی سے میری نذر قبول فرما۔ تو میری عرض کو سنتا اور میری نیت و اخلاص کو جانتا ہے۔ گویا لطیف طرز میں استدعا ہوئی کہ لڑکا پیدا ہو کیونکہ لڑکیاں اس خدمت کے لئے قبول نہیں کیجاتی تھیں۔ ف۱۱ یہ حسرت و افسوس سے کہا، کیونکہ خلاف توقع پیش آیا۔ اور لڑکی قبول کرنے کا دستور نہ تھا۔

بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ

جو کچھ اُس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی ف۱ اور میں نے اسکا نام رکھا مریم

وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُھَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾

اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اُس کو اور اُس کی اولاد کو شیطان مردود سے ف۲

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَـنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا

پھر قبول کیا اُس کو اُسکے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اُسکو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی

زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَھَا

زکریا کو ف۳ جس وقت آتے اُس کے پاس زکریا حجرے میں پاتے اُس کے پاس

رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ ھٰذَا ۭ قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ

کچھ کھانا ف۴ کہا اے مریم کہاں سے آیا تیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ ھُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا

اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے قیاس ف۵ وہیں دعا کی زکریا نے

رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ ھَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ

اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ بیشک تو

سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي

سننے والا ہے دعا کا ف۶ پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں

الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی ف۷ جو گواہی دیگا اللہ کے ایک حکم کی ف۸

وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائیگا ف۹ اور نبی ہوگا صالحین سے ف۱۰ کہا اے رب کہاں سے

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ

ہوگا میرے لڑکا اور پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہے فرمایا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یہ درمیان میں بطور جملہ معترضہ حق تعالیٰ کا کلام ہے یعنی اُسے معلوم نہیں کیا چیز جنی۔ اس لڑکی کی قدر و قیمت کو خدا ہی جانتا ہے۔ جس طرح کے بیٹے کی اُسے خواہش تھی وہ اس بیٹی کو کہاں پہنچ سکتا تھا۔ یہ بیٹی بذات خود مبارک و مسعود ہے اور اس کے وجود میں ایک عظیم الشان مبارک و مسعود بیٹے کا وجود منطوی ہے۔ ف۲ حق تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ حدیث میں ہے کہ آدمی کے بچہ کو ولادت کے وقت جب ماں سے جُدا ہو کر زمین پر آ رہتا ہے، شیطان مس کرتا ہے۔ مگر عیسیٰ اور مریم مستثنیٰ ہیں۔ اس کا مطلب دوسری احادیث کے ملانے سے یہ ہوا کہ بچہ اصل فطرت صحیحہ پر پیدا کیا جاتا ہے جس کا ظہور بڑے ہو کر عقل و تمیز آنے کے بعد ہوگا لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی اثرات کے سامنے بسا اوقات اصل فطرۃ دب جاتی ہے جس کو حدیث میں فَاَبَوَاہُ یُہَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ سے تعبیر کیا ہے۔ پھر جس طرح ایمان و طاعت کا بیج اُس کے جوہر فطرت میں غیر مرئی طور پر رکھ دیا گیا۔ حالانکہ اُس وقت اُس کو ایمان تو کیا، موٹی موٹی محسوسات کا ادراک و شعور بھی نہیں تھا۔ اسی طرح خارجی اثر اندازی کی ابتداء بھی ولادت کے بعد ایک قسم کے مس شیطانی سے غیر محسوس طور پر ہوگئی۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص اس مس شیطانی کا اثر قبول کرے یا قبول کرلے تو آیندہ چل کر وہ برابر باقی رہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی (بقیہ بر صفحہ ۷۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۶۹ عصمت کا تکفل چونکہ حق تعالیٰ نے کیا ہے اس لئے اگر فرض کرو ابتدائے ولادت میں یہ صورت انکو پیش آئی ہو اور مریم و عیسیٰ کی طرح اس ضابطہ سے مستثنیٰ نہ ہوں تو اس میں پھر بھی کوئی شبہ نہیں کہ اُن مقدس و معصوم بندوں پر شیطان کی اس حرکت کا کوئی مضر اثر قطعاً نہیں پڑ سکتا۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ مریم و عیسیٰ علیہ السلام کو کسی مصلحت سے یہ صورت سرے سے پیش ہی نہ آئی ہو اوروں کو پیش آئی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس قسم کے جزئی امتیازات فضیلت کلی ثابت کرنے کا موجب نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں ہے کہ دو بچیاں کچھ اشعار گا رہی تھیں حضورؐ نے اُدھر سے منہ پھیر لیا۔ ابوبکرؓ آئے مگر لڑکیاں بدستور مشغول رہیں اُسکے بعد حضرت عمرؓ آئے۔ لڑکیاں اُٹھ کر بھاگ گئیں، حضورؐ نے فرمایا کہ عمرؓ جس راستہ پر چلتا ہے شیطان وہ رستہ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ کیا اس سے کوئی خوش فہم یہ مطلب لے سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم حضرت عمرؓ کو اپنے سے افضل ثابت کرتے ہیں۔ ہاں ابوہریرہؓ کا مس شیطان کی حدیث کو آیت ہٰذا کی تفسیر بنانا بظاہر چسپاں نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ آیت "وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ" الخ میں واو عطف کو ترتیب کیلئے نہ سمجھا جائے۔ یا حدیث میں استثناء سے صرف مسیح کے مریم سے پیدا ہونے کا واقعہ مراد ہو۔ مریم و مسیح الگ الگ مراد نہ ہوں۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں صرف حضرت عیسیٰ کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف یعنی گو لڑکی تھی مگر حق تعالیٰ نے لڑکے سے بڑھ کر اسے قبول فرمایا بیت المقدس کے مجاورین کے دلوں میں ڈال دیا کہ عام دستور کے خلاف لڑکی کو قبول کریں۔ اور ویسے بھی مریم کو قبول صورت بنایا اور اپنے مقبول بندہ زکریا کی کفالت میں دیا اور اپنی بارگاہ میں حسن قبول سے سرفراز کیا جسمانی روحانی، علمی، اخلاقی ہر حیثیت سے غیر معمولی طور پر بڑھایا۔ جب مجاورین میں اسکی پرورش کے متعلق اختلاف ہوا تو قرعہ انتخاب حضرت زکریا کے نام نکال دیا۔ تا لڑکی اپنی خالہ کی آغوش شفقت میں تربیت پائے اور زکریا کے علم و دیانت سے مستفید ہو۔ زکریا نے پوری مراعاۃ اور جدوجہد کی۔ جب مریم سیانی ہوئیں تو مسجد کے پاس اُن کیلئے ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔ مریم دن بھر وہاں عبادت وغیرہ میں مشغول رہتی اور رات اپنی خالہ کے گھر گذارتی۔ ف۴ اکثر سلف کے نزدیک "رزق" سے مراد ظاہری کھانا ہے۔ کہتے ہیں مریم کے پاس بے موسم میوے آتے گرمی کے پھل سردی میں، سردی کے گرمی میں۔ اور مجاہد سے ایک روایت ہے کہ "رزق" سے مراد علمی صحیفے ہیں جن کو روحانی غذا کہنا چاہئے۔ بہرحال اب کھلم کھلا مریم کی برکات و کرامات اور غیر معمولی نشانات ظاہر ہونے شروع ہوئے، جن کا بار بار مشاہدہ ہونے پر زکریا سے نہ رہا گیا اور ازراہ تعجب پوچھنے لگے کہ مریم! یہ چیزیں تم کو کہاں سے پہنچتی ہیں؟ ف۵ یعنی خدا کی قدرت ایسی طرح مجھ کو یہ چیزیں پہنچاتی ہے جو قیاس و گمان سے باہر ہے۔ ف۶ حضرت زکریا بالکل بوڑھے ہو چکے تھے، اُنکی بیوی بانجھ تھی، اولاد کی کوئی ظاہری اُمید نہ تھی۔ مریم کی نیکی و برکت اور یہ غیر معمولی خوارق دیکھ کر دفعۃً قلب میں ایک جوش اُٹھا اور فوری تحریک ہوئی کہ میں بھی اولاد کی دعا کروں۔ اُمید ہے مجھے بھی بے موسم میوہ مل جائے۔ یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو۔ ف۷ دعا قبول ہوئی۔ بشارت ملی کہ لڑکا ہوگا جس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ ف۸ ایک حکم سے یہاں حضرت مسیح علیہ السلام مراد ہیں جو خدا کے حکم سے بدون باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت یحییٰ لوگوں کو پہلے سے خبر دیتے تھے کہ مسیح پیدا ہونے والے ہیں۔ ف۹ یعنی لذات و شہوات سے بہت زیادہ رکنے والا ہوگا، اللہ کی عبادت میں اس قدر مشغول رہیگا کہ عورت کی طرف التفات کرنے کی نوبت نہ آئیگی۔ یہ حضرت یحییٰ کا مخصوص حال تھا جس سے اُمت محمدیہ کے لئے کوئی ضابطہ نہیں بن سکتا۔ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعلیٰ امتیاز یہ ہے کہ کمال معاشرت کے ساتھ کمال عبادت کو جمع فرمایا۔ ف۱۰ یعنی صلاح و رشد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگا جسے نبوت کہتے ہیں یا صالح کے معنی "شائستہ" کے لئے جائیں یعنی نہایت شائستہ ہوگا۔

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ

اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے ف۱ کہا اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی ف۲ فرمایا

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

نشانی تیرے لئے یہ کہ نہ بات کریگا تو لوگوں سے تین دن مگر اشارہ سے ف۳ اور یاد کر اپنے رب کو

كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ

بہت اور تسبیح کر شام اور صبح ف۴ اور جب فرشتے بولے اے مریم

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰي نِسَاۗءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں پر ف۵

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر ف۶ اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالوں کے ف۷

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ

یہ خبریں غیب کی ہیں جو ہم بھیجتے ہیں تجھ کو ف۸ اور تو نہ تھا اُن کے پاس جب

يُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَيُّھُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ

ڈالنے لگے اپنے قلم کہ کون پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا اُن کے پاس

اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ

جب وہ جھگڑتے تھے ف۹ جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا

ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا مرتبہ والا دنیا میں

وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ

اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں ف۱۰ اور باتیں کریگا لوگوں سے جبکہ ماں کی گود میں ہوگا اور

كَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ

جبکہ پوری عمر کا ہوگا اور نیکبختوں میں ہے ف۱۱ بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اسکی قدرت و مشیت سلسلۂ اسباب کی پابند نہیں۔ گو اس عالم میں اسکی عادت یہی ہے کہ اسباب عادیہ پر مسببات کو پیدا کرے لیکن کبھی کبھی اسباب عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کا پیدا کر دینا بھی اسکی خاص عادت ہے۔ اصل یہ ہے کہ مریم صدیقہ کے پاس خارق عادت طریقہ سے رزق کا پہنچنا اور بہت سے غیر معمولی اتفاقات کا ظہور پذیر ہونا، یہ دیکھ کر مریم کے حجرہ میں بیساختہ حضرت زکریا کا دعا مانگنا۔ پھر انکو اور انکی بانجھ عورت کو بڑھاپے میں غیر معتاد طور پر اولاد ملنا، ان سب نشانات کو قدرت کی طرف سے اس عظیم الشان آیت الٰہیہ کی تمہید سمجھنا چاہئے جو مریم کے وجود سے بدون قربان زوج مستقبل قریب میں ظاہر ہونیوالی تھی۔ گویا حضرت یحییٰ کی غیر معتاد ولادت پر کذٰلک اللہ یفعل ما یشاء فرمانا تمہید تھی کذٰلک اللہ یخلق ما یشاء کی جو آگے حضرت مسیح کی غیر معتاد ولادت کے سلسلہ میں آیا چاہتا ہے۔ ف۲ جس سے معلوم ہو جائے کہ اب حمل قرار پا گیا ہے تاکہ قرب ولادت کے آثار دیکھ کر مسرت تازہ حاصل ہو اور شکر نعمت میں بیش از بیش مشغول رہوں۔ ف۳ یعنی جب تجھ کو یہ حالت پیش آئے کہ تین دن رات لوگوں سے بجز اشارہ کے کوئی کلام نہ کر سکے اور تیری زبان خالص ذکر الٰہی کیلئے وقف ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اب استقرار حمل ہو گیا۔ سبحان اللہ نشانی بھی ایسی مقرر کی کہ نشانی کی نشانی ہوا اور اطلاع پانے سے جو غرض تھی (شکر نعمت) وہ علیٰ وجہ الکمال حاصل ہو جائے۔ گویا خدا کے ذکر و شکر کے سوا چاہیں بھی تو زبان سے دوسری بات نہ کر سکیں۔ ف۴ یعنی اُس وقت خدا کو بہت کثرت سے یاد کرنا اور صبح و شام تسبیح و تہلیل میں لگے رہنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آدمیوں سے کلام نہ کر سکنا گو اضطراری تھا تاکہ اُن دنوں میں محض ذکر و شکر کے لئے فارغ کر دیئے جائیں لیکن خود ذکر و فکر میں مشغول رہنا اضطراری نہ تھا۔ اسی لئے اس کا امر فرمایا گیا۔ ف۵ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کا قصہ جو ضمنی مناسبات سے درمیان میں آ گیا تھا اور جس میں اصطفاء آل عمران کی تاکید اور حضرت مسیح علیہ السلام کے قصہ کی تمہید تھی یہاں ختم کر کے پھر مریم و مسیح کے واقعات کی طرف کلام منتقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح سے پہلے اُنکی والدہ کا فضل و شرف ذکر فرماتے ہیں یعنی فرشتوں نے مریم سے کہا

وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ إِذَا قَضَىٰ
اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے ف فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے

أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٤٧﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
کسی کام کا تو یہی کہتا ہے اُس کو کہ ہوجا سو وہ ہوجاتا ہے ف اور سکھاویگا اُسکو کتاب اور تہ کی باتیں

وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي
اور توریت اور انجیل ف اور کریگا اُسکو پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف بیشک میں

قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ
آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لیکر تمہارے رب کی طرف سے ف کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے

كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ
پرندہ کی شکل پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو ہوجاتا ہے وہ اُڑتا جانور اللہ کے حکم سے ف اور اچھا کرتا ہوں

الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُمْ
مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مُردے اللہ کے حکم سے ف اور بتا دیتا ہوں تم کو

بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً
جو کھا کر آؤ اور جو رکھ آؤ اپنے گھر میں ف اس میں نشانی پوری ہے

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٤٩﴾ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ
تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو ☆ اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب کو جو

التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُمْ
توریت ہے اور اس واسطے کہ حلال کردوں تم کو بعضی وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر ف اور آیا ہوں تمہارے پاس

بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٥٠﴾ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ
نشانی لیکر تمہارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو ف بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا

فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ
سو اُسکی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے ف١ پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے

بقیہ فوائد صفحہ ٧٠۔ کہ اللہ نے تجھے پہلے دن سے چھانٹ لیا کہ باوجود لڑکی ہونے کے اپنی نیاز میں قبول کیا۔ طرح طرح کے احوال رفیعہ اور کرامات سنیہ عنایت فرمائیں۔ ستھرے اخلاق، پاک طبیعت اور ظاہری و باطنی نزاہت عطا فرما کر اپنی مسجد کی خدمت کے لائق بنایا۔ اور جہان کی عورتوں پر تجھ کو بعض وجوہ سے فضیلت بخشی مثلاً ایسی استعداد رکھی کہ بدون مس بشر تنہا اُس کے وجود سے حضرت مسیح جیسے اولو العزم پیغمبر پیدا ہوں۔ یہ امتیاز دنیا میں کسی عورت کو حاصل نہیں ہؤا۔ ف٦ یعنی خدا نے جب ایسی عزت اور بلند مرتبہ تجھ کو عطا فرمایا تو چاہئے کہ ہمیشہ اخلاص و تذلل کے ساتھ اپنے پروردگار کے آگے جھکی رہے اور وظائف عبودیت کے انجام دینے میں بیش از بیش سرگرمی دکھلائے تاحق تعالیٰ نے تجھ سے جس امر عظیم کے بروئے کار لانے کا ذریعہ تجویز کیا ہے وہ ظہور پذیر ہو۔ ف جیسے راکعین خدا کے آگے رکوع کرتے ہیں، تو بھی اُسی طرح رکوع کرتی رہ۔ یا یہ مطلب ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر۔ اور چونکہ کم از کم رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونیوالا اُس رکعت کو پانیوالا سمجھا جاتا ہے، شاید اسی لئے نماز کو بعنوان رکوع تعبیر کیا گیا۔ کما یفہم من کلام ابن تیمیہ فی فتاواہ واللہ اعلم۔ اس تقدیر پر اگر "اقنتی" میں "قنوت" سے قیام مُراد لیں تو قیام رکوع، سجود تینوں ہیئات صلوٰۃ کا ذکر آیت میں ہوجائیگا۔ (تنبیہ) ممکن ہؤ اُس وقت عورتوں کو عام طور پر جماعت میں شریک ہونا جائز ہو یا خاص فتنہ سے مامون ہونیکی صورت میں اجازت ہو یا مریم کی خصوصیت ہو یا مریم اپنے حجرہ میں رہکر تنہا یا دوسری عورتوں کے ہمراہ امام کی اقتدا کرتی ہوں۔ سب احتمالات ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف٨ یعنی ظاہری حیثیت سے آپ کچھ پڑھے لکھے نہیں، پہلے سے اہل کتاب کی کوئی معتد بہ صحبت نہیں رہی جن سے واقعات ماضیہ کی ایسی تحقیقی معلومات ہوسکیں۔ اور صحبت رہتی بھی تو کیا تھا، وہ لوگ خود ہی اوہام و خرافات کی اندھیریوں میں پڑے بھٹک رہے تھے۔ کسی نے عداوت میں اور کسی نے حد سے زیادہ محبت میں آکر صحیح واقعات کو مسخ کر رکھا تھا پھر اندھے کی آنکھ سے روشنی حاصل ہونے کی کیا توقع ہوسکتی تھی۔ اندریں حالات "مدنی" اور "مکی" دونوں قسم کی سورتوں میں ان واقعات کو ایسی صحت اور بسط و تفصیل سے سُنانا جو بڑے بڑے مدعیان علم کتاب کی آنکھوں میں چکاچوند کردیں اور کسی کو مجال انکار باقی نہ رہے اسکی کھلی دلیل ہو کہ بذریعہ وحی آپکو یہ علم دیا گیا تھا۔ کیونکہ آپ نے بچشم خود اُن حالات کا معائنہ کیا، اور نہ علم حاصل کرنے کا کوئی خارجی ذریعہ آپکے پاس موجود تھا۔ ف٩ جب حضرت مریم نذر میں قبول کرلی گئیں، تو مسجد کے مجاورین میں جھگڑا ہؤا کہ انہیں کس کی پرورش میں رکھا جائے آخر قرعہ اندازی کی نوبت آئی۔ سب نے اپنے اپنے قلم جن سے تورات لکھتے تھے چلتے پانی میں چھوڑ دیئے کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ پر نہ بہے بلکہ اُلٹا پھر جائے اُسی کو حقدار سمجھیں۔ اس میں بھی قرعہ حضرت زکریا کے نام نکلا اور حق حقدار کو پہنچ گیا۔ ف١٠ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہاں اور قرآن و حدیث میں کئی جگہ "کلمۃ اللہ" فرمایا ہے۔ اِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ (نساء رکوع ٢٣) یوں تو اللہ کے کلمات بیشمار ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (کہف رکوع ١٢) لیکن بالتخصیص حضرت مسیح کو "کلمۃ اللہ" (اللہ کا حکم) کہنا اس حیثیت سے ہے کہ اُن کی پیدائش باپ کے توسط کے بدون عام سلسلۂ اسباب کے خلاف محض خدا کے حکم سے ہوئی۔ اور جو فعل عام اسباب عادیہ کے سلسلہ سے خارج ہو، عموماً اُسکی نسبت براہ راست حق تعالیٰ کی طرف کردی جاتی ہے جیسے فرمایا "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ" (انفال رکوع ٢)۔ تنبیہ "مسیح" اصل عبرانی میں "ماشیح" یا "مشیحا" تھا جس کے معنی مبارک کے ہیں۔ معرب ہوکر "مسیح" بن گیا۔ باقی دجّال کو جو "مسیح" کہا جاتا ہے وہ بالاجماع عربی لفظ ہے۔ جس کی وجہ تسمیہ اپنے موقع پر کئی طرح بیان کی گئی ہے۔ "مسیح" کا دوسرا نام یا لقب "عیسیٰ" ہے۔ یہ اصل عبرانی میں "ایشوع" تھا۔ معرب ہوکر "عیسیٰ" بنا۔ جسکے معنی سید کے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے یہاں "ابن مریم" کو حضرت مسیح کیلئے بطور جزو علم کے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ خود مریم کو بشارت سناتے وقت یہ کہنا کہ تجھے "کلمۃ اللہ" کی خوشخبری دیجاتی ہے جس کا نام "مسیح عیسیٰ ابن مریم" ہوگا۔ عیسیٰ کا پتہ بتلانے کے لئے نہ تھا۔ بلکہ اس پر متنبہ کرنا تھا کہ باپ نہ ہونے کی وجہ سے اُسکی نسبت صرف ماں ہی کی طرف ہؤا کریگی جتی کہ لوگوں کو خدا کی یہ آیت عجیبہ ہمیشہ یاد دلانے اور مریم کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے گویا نام کا جزو بنا دی گئی۔ ممکن تھا کہ حضرت مریم کو بمقتضائے بشریت یہ بشارت سُن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح باور کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہوجائے۔ ناچار مجھ پر تہمت رکھیں گے۔ اور بچہ کو ہمیشہ بُرے لقب سے مشہور کرکے ایذا پہنچائیں گے میں کس طرح برأت کرونگی، اس لئے آگے وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کہہ کر اطمینان کردیا کہ خدا اُس کو نہ صرف آخرۃ میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت و وجاہت عطا کریگا، اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کردیگا۔ "وجیہ" کا لفظ یہاں ایسا سمجھو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا (احزاب رکوع ٩) گویا جو لوگ "وجیہ" کہلاتے ہیں اُنکو حق تعالیٰ خصوصی طور پر جھوٹے طعن و تشنیع یا الزامات سے بری کرتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب پر جو خبیث باطن طعن کرینگے یا خدا کو یا کسی انسان کو جھوٹ موٹ اُن کا باپ بتلائیں گے یا خلاف واقع اُنکو مصلوب و مقتول یا بحالت زندگی مردہ کہیں گے یا اُلوہیت و ابنیت وغیرہ کے باطل عقائد کی مشرکانہ تعلیم اُنکی طرف منسوب کریں گے۔ اس طرح کے تمام الزامات سے حق تعالیٰ دنیا اور آخرت میں علانیہ بری ظاہر کرکے اُنکی وجاہت و نزاہت کا علیٰ رؤس الاشہاد اظہار فرمائیگا۔ جو وجاہت اُن کو ولادت و بعثت کے بعد دنیا میں حاصل ہوئی اُسکی پوری پوری تکمیل نزول کے بعد ہوگی۔ جیسا کہ اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے۔ پھر آخرت میں خصوصیت کے ساتھ اُن سے أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي الخ کا سوال کرکے اور انعامات خصوصی یاد دلا کر تمام اولین و آخرین کے روبرو وجاہت و کرامت کا اظہار ہوگا۔ جیسا کہ سورۂ "مائدہ" میں مذکور ہے اور نہ صرف یہ کہ دنیا و آخرت میں باوجاہت ہونگے بلکہ خدا تعالیٰ کے اخص خواص مقربین میں اُنکا شمار ہوگا۔ ف١١ یعنی نہایت شائستہ اور اعلیٰ درجہ کے نیک ہونگے اور اول ان کی (بقیہ برصفحہ)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۰ ۔ گود میں، پھر بڑے ہو کر عجیب غریب باتیں کرینگے۔ ان الفاظ سے فی الحقیقت مریم کی پوری تسکین کر دی گئی۔ گذشتہ بشارات سے ممکن تھا یہ خیال کرتیں کہ وجاہت تو جب کبھی حاصل ہوگی، مگر یہاں تو ولادت کے بعد ہی طعن وتشنیع کا ہدف بننا پڑیگا۔ اُس وقت برأت کی کیا صورت ہوگی۔ اس کا جواب دیدیا کہ گھبراؤ نہیں، تم کو زبان ہلانے کی ضرورت نہ پڑیگی، بلکہ تم کہدینا کہ میں نے آج روزہ رکھ چھوڑا ہے کلام نہیں کرسکتی۔ بچہ خود جواب وہی کریگا۔ جیسا کہ سورۂ "مریم" میں پوری تفصیل آئیگی۔ بعض محرفین نے کہا ہے کہ "ویکلم الناس فی المھد وکھلا" الخ سے صرف مریم کی تسلی کرنی تھی کہ لڑکا گونگا نہ ہوگا۔ تمام لڑکوں کی طرح بچپن اور کہولت میں کلام کریگا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ محشر میں بھی لوگ حضرت عیسیٰ کو یوں خطاب کرینگے یاعیسیٰ أنت رسولُ اللّٰہ وکلمتُہٗ القاھا الی مریم وروحٌ منہ وکلمتَ الناسَ فی المھد صبیًا اور خود حق تعالیٰ بھی قیامت کے دن فرمائیں گے "اُذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا" کیا وہاں بھی اس خاص نشان کا بیان فرمانا اسی لئے ہے کہ مریم کو اطمینان ہو جائے کہ لڑکا گونگا نہیں، عام لڑکوں کی طرح بولنے والا ہے۔ اعاذنا اللّٰہ من الغوایۃ والضلالۃ

فوائد صفحہ ۷۱ ف۱ معلوم ہوا کہ وہ بشارت سے یہی سمجھیں کہ لڑکا بحالت موجودہ ہونیوالا ہے۔ ورنہ تعجب کا کیا موقع تھا۔ ف۲ یعنی اسی طرح بدون مس بشر کے ہو جائیگا۔ خلاف عادت ہونے کی وجہ سے تعجب نہ کر حق تعالیٰ جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کرے اسکی قدرت کی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ ایک کام کا ارادہ کیا اور ہو گیا۔ نہ وہ مادہ کا محتاج نہ اسباب کا پابند۔ ف۳ یعنی لکھنا سکھائیگا، یا عام کتب ہدایت کا عمومًا اور تورات وانجیل کا خصوصًا علم عطا فرمائیگا۔ اور بڑی گہری حکمت کی باتیں تلقین کریگا۔ اور بندہ کے خیال میں ممکن ہے کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہو کیونکہ حضرت مسیح نزول کے بعد قرآن وسنت رسول اللہ صلعم کے موافق حکم کرینگے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ان چیزوں کا علم دیا جائے۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی پیغمبر ہو کر اپنی قوم بنی اسرائیل کو یہ فرمائینگے ف۵ محض شکل وصورت بنانے کو "خلق" سے تعبیر کرنا صرف ظاہری حیثیت سے ہے۔ جیسے حدیث صحیح میں معمولی تصویر بنانے کو "خلق" سے تعبیر فرمایا اَحیوا ما خلقتم" یا خدا کو "اَحسَنُ الخالقین" فرما کر تبلا دیا کہ محض ظاہری صورت کے لحاظ سے غیر اللہ پر بھی یہ لفظ بولا جاسکتا ہے۔ اگرچہ حقیقت تخلیق کے لحاظ سے حق تعالیٰ کے سوا کوئی "خالق" نہیں کہلا سکتا۔ شاید اسی لئے یہاں یوں نہ فرمایا اَنی اخلق لکم من الطین طیرًا (میں مٹی سے پرندہ بنا دیتا ہوں) یوں کہا کہ میں مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں، پھر وہ پرندہ اللہ کے حکم سے بن جاتا ہے۔ بہر حال یہ معجزہ آپ نے دکھلایا اور کہتے ہیں بچپن میں ہی بطور "ارہاص" آپ سے یہ خرق عادت ظاہر ہوا۔ تاکہ تہمت لگانے والوں کو ایک چھوٹا سا نمونہ قدرت خداوندی کا دکھلا دیں کہ جب میرے نفخ (پھونکنے) پر خدا تعالیٰ مٹی کی بیجان صورت کو جاندار بنا دیتا ہے، اسی طرح اگر اس نے بدون مس بشر محض روح القدس کے نفخ سے ایک برگزیدہ عورت کے پانی پر روح عیسوی فائض کر دی تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ حضرت مسیح چونکہ نفخ جبرئیلیہ سے پیدا ہوئے ہیں، اس مسیحائی نفخ کو اسی نوعیت ولادت کا ایک اثر سمجھنا چاہئے۔ سورۂ "مائدہ" کے آخر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ان معجزات وخوارق پر دوسرے رنگ میں کلام کیا جائیگا وہاں ملاحظہ کیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت مسیح پر کمالات ملکیہ وروحیہ کا غلبہ تھا۔ اُسی کے مناسب آثار ظاہر ہوتے تھے لیکن اگر بشر کو ملک پر فضیلت حاصل ہے اور اگر ابو البشر کو مسجود ملائکہ بنایا گیا ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ جس میں تمام کمالات بشریہ (جو عبارت ہے مجموعہ کمالات روحانیہ وجسمانیہ سے) اعلیٰ درجہ پر ہونگے اُس کو حضرت مسیح سے افضل ماننا پڑیگا۔ اور وہ ذات قدسی صفات محمد رسول اللہ صلعم کی ہے۔ ف۶ اُس زمانہ میں اطباء وحکماء کا زور تھا حضرت مسیح کو ایسے معجزات مرحمت ہوئے جو لوگوں پر اُن کے سب سے زیادہ مایۂ ناز فن میں حضرت مسیح کا نمایاں تفوق ثابت کریں بلاشبہ مردہ کو زندہ کرنا حق تعالیٰ کی صفت ہے جیسا کہ "باذن اللہ" کی قید سے صاف ظاہر ہے۔ مگر مسیح اُس کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے توسعًا اپنی طرف نسبت کر رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ حق تعالیٰ قرآن کریم میں یا نبی کریم صلعم احادیث میں اعلان کر چکے ہیں کہ ازل سے ابد تک کسی مردہ کو دنیا میں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائیگا۔ بڑا دعویٰ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر اُس نے قرآن میں فَیُمسِکُ الّتی قضیٰ علیھا الموتَ فرما کر یہ تبلایا کہ مرنے والے کی روح خدا تعالیٰ روک لیتا ہے اور سونے والے کی اس طرح نہیں روکتا۔ تو یہ کب کہا ہے کہ اس روک لینے کے بعد دوبارہ اُسے چھوڑ دینے کا اختیار نہیں رہتا۔ یاد رکھو! معجزہ وہی ہے جو حق تعالیٰ کی عام عادت کے خلاف مدعی نبوت کی تصدیق کے لئے ظاہر کیا جائے۔ پس ایسی نصوص کو لے کر جو کسی چیز کی نسبت خدا کی عام عادت بیان کرتی ہوں یہ استدلال کرنا کہ اُن سے معجزات کی نفی ہوتی ہے سرے سے معجزہ کے وجود کا انکار اور اپنی حماقت وغباوت کا اظہار ہے۔ معجزہ اگر عام قانون عادت کے موافق آیا کرے تو اُسے معجزہ کیوں کہیں گے حضرت مسیح علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا یا ابراء اکمہ وابرص اور احیاء موتیٰ وغیرہ معجزات دکھلانا، اہل اسلام میں تمام سلف وخلف کے نزدیک مسلم رہا ہے صحابہ وتابعین میں ایک قول بھی اس کے انکار میں دکھلایا نہیں جاسکتا آج جو ملحد یہ دعویٰ کرے کہ ان خوارق کا ماننا محکمات قرآنی کے خلاف ہے۔ گویا وہ ایسی چیزوں کو "محکمات" بتلاتا ہے جن کا صحیح مطلب سمجھنے سے تمام اُمت عاجز رہی؟ یا سب کے سب محکمات کو چھوڑ کر اور "متشابہات" کے پیچھے پڑ کر فِی قلوبِھِم زیغٌ کے مصداق بن گئے! آج کل کے ملحدین کے سوا "متشابہات" کو "محکمات" کی طرف لوٹانے کی کسی کو توفیق نہ ہوئی! العیاذ باللہ۔ حق یہ ہے کہ وہ آیات جن کے ظاہری معنی کو ساری اُمت مانتی چلی آئی ہے "محکمات" ہیں۔ اور اُن کو توڑ مروڑ کر محض استعارات وتمثیلات پر حمل کرنا اور معجزات کی نفی پر عموم عادت سے دلیل لانا یہ

مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِيْٓ إِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ

بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں ف۲ کہا حواریوں نے ہم ہیں

أَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ آمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ آمَنَّا بِمَآ

مدد کرنیوالے اللہ کی ف۳ ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا ف۴ اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو

أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ

تو نے اُتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں ف۵ اور مکر کیا اُن کافروں نے اور

اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ

مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ف۶ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسٰی میں لے لونگا تجھ کو

وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ

اور اُٹھا لونگا اپنی طرف اور پاک کر دونگا تجھ کو کافروں سے اور رکھونگا اُن کو جو

اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

تیرے تابع ہیں غالب اُن لوگوں کہ جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا

فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَأَمَّا الَّذِيْنَ

پھر فیصلہ کر دونگا تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے ☆ سو وہ لوگ جو

كَفَرُوْا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ

کافر ہوئے اُن کو عذاب کرونگا سخت عذاب دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

اُن کا مددگار ☆ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام نیک کئے سو اُن کو پورا دیگا

أُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ

اُن کا حق اور اللہ کو خوش نہیں آتے بے انصاف ف۷ یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو

الْآيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ إِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ

آیتیں اور بیان تحقیقی ☆ بیشک عیسٰی کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال

الثلثۃ ۱۳

بقیہ فوائد صفحہ ۱۷۔ "زائغین" کا کام ہے۔ جن سے حذر کرنے کی حضور نے ہدایت فرمائی ہے۔ ف آئندہ کے لئے یعنی بعض مغیبات ماضیہ و مستقبلہ پر تم کو مطلع کر دیتا ہوں۔ عملی معجزات کے بعد یہ ایک علمی معجزہ ذکر کر دیا ف۸ یعنی تورات کی تصدیق کرتا ہوں کہ خدا کی کتاب ہے اور اس کے عام اصول و احکام کو بحال قائم رکھتے ہوئے زمانہ کے مناسب حق تعالیٰ کے حکم سے چند جزئی و فرعی تغیرات کروں گا۔ مثلاً بعض احکام میں پہلے جو سختی تھی وہ اب اُٹھا دی جائیگی۔ اس کا نام خواہ نسخ رکھ لو یا تکمیل اختیار ہے۔ ف۹ یعنی میری صداقت کے نشان جب دیکھ چکے تو اب خدا سے ڈر کر میری باتیں ماننی چاہئیں۔ ف۱۰ یعنی سب باتوں کی ایک بات اور ساری جڑوں کی اصل جڑ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو میرا اور اپنا دونوں کا یکساں رب سمجھو (باپ بیٹے کے رشتے قائم نہ کرو) اور اُسی کی بندگی کرو۔ سیدھا راستہ رضائے الٰہی تک پہنچنے کا یہی توحید، تقویٰ اور اطاعت رسول ہے۔

فوائد صفحہ ۷۲ } ف۱ یعنی یہ میرا دین قبول نہ کرینگے بلکہ دشمنی اور ایذا رسانی کے درپے رہیں گے۔ ف۲ یعنی میرا ساتھ دے اور دین الٰہی کو رواج دینے میں میری مدد کرے۔ ف۳ اللہ کی مدد کرنا یہی ہے کہ اُس کے دین و آئین اور پیغمبروں کی مدد کیجائے جس طرح انصار مدینہ نے اپنے پیغمبر علیہ السّلام اور دین حق کی مدد کر کے دکھلائی۔ ف۴ "حواری" کون لوگ تھے اور یہ لقب اُن کا کس وجہ سے ہوا۔ اس میں علماء کے بہت اقوال ہیں مشہور یہ ہے کہ پہلے دو شخص جو حضرت عیسیٰ کے تابع ہوئے دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے حضرت عیسیٰ نے اُن کو کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو آؤ میں تم کو دل دھونے سکھا دوں۔ وہ ساتھ ہو لئے۔ پھر ایسے سب ساتھیوں کا یہی لقب پڑ گیا۔ ف۵ پیغمبر کے سامنے اقرار کرنے کے بعد پروردگار کے سامنے یہ اقرار کیا کہ ہم انجیل پر ایمان لا کر تیرے رسول کا اتباع کرتے ہیں۔ آپ اپنے فضل و توفیق سے ہمارا نام ماننے والوں کی فہرست میں ثبت فرما دیں۔ گویا ایمان کی رجسٹری ہو جائے کہ پھر لوٹنے کا احتمال نہ رہے۔ ف۶ "مکر" کہتے ہیں لطیف و خفیہ تدبیر کو۔ اگر وہ اچھے مقصد کے لئے ہو، اچھا ہے۔ اور بُرائی کے لئے ہو تو بُرا ہے اسی لئے وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ میں مکر کے ساتھ "سیّئ" کی قید لگائی۔ اور یہاں خدا کو "خیر الماکرین" کہا مطلب یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ بادشاہ کے کان بھر دیئے کہ یہ شخص (معاذ اللہ) ملحد ہے۔ تورات کو بدلنا چاہتا ہے سب کو بددین بنا کر چھوڑیگا۔ اُس نے مسیح علیہ السّلام کی گرفتاری کا حکم دیدیا۔ اُدھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر حق تعالیٰ کی لطیف و خفیہ تدبیر اُن کے توڑ میں اپنا کام کر رہی تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے بیشک خدا کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے۔ جسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ ف۷ بادشاہ نے لوگوں کو مامور کیا کہ مسیح علیہ السّلام کو پکڑیں صلیب (سُولی) پر چڑھائیں اور ایسی عبرتناک سزائیں دیں جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اُس کا اتباع کرنے سے رُک جائیں۔ فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِ مَنْ يَأْخُذُهُ وَيَصْلِبُهُ وَيُنَكِّلُ بِهِ (ابن کثیر) خداوند قدوس نے اس کے جواب میں مسیح علیہ السّلام کو مطمئن فرما دیا کہ میں ان اشقیاء کے ارادوں اور منصوبوں کو خاک میں ملا دونگا۔ یہ چاہتے ہیں کہ تجھے پکڑ کر قتل کر دیں اور پیدایش و بعثت سے جو مقصد ہے پورا نہ ہونے دیں اور اس طرح خدا کی نعمت عظمیٰ کی بے قدری کریں۔ لیکن میں ان سے اپنی یہ نعمت لے لونگا تیری عمر مقدر اور جو مقصد عظیم اُس سے متعلق ہے پورا کر کے رہونگا۔ اور تجھ کو پورے کا پورا صحیح و سالم لیجاؤنگا کہ ذرا بھی تیرا بال بیکا نہ کر سکیں۔ بجائے اسکے کہ وہ لیجائیں، خدا تجھ کو اپنی پناہ میں لیجائیگا۔ وہ صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں خدا تجھ کو آسمان پر چڑھائیگا۔ اُن کا ارادہ ہے کہ رسوا کن اور عبرتناک سزائیں دیکر لوگوں کو تیرے اتباع سے روکدیں۔ لیکن خدا اُنکے ناپاک ہاتھ تیرے تک نہ پہنچنے دیگا بلکہ اس گندے اور نجس مجمع کے درمیان سے تجھ کو بالکل پاک صاف اُٹھا لیگا۔ اور اس کے بجائے کہ تیری بے عزتی ہو اور لوگ ڈر کر تیرے اتباع سے رُک جائیں، تیرا اتباع کرنیوالوں اور نام لینے والوں کو قرب قیامت تک منکروں پر غالب و قاہر رکھیگا جب تک تیرا انکار کرنیوالے یہود اور اقرار کرنیوالے مسلمان یا نصاریٰ دنیا میں رہیں گے ہمیشہ اقرار کرنیوالے منکرین پر فائق و غالب رہیں گے۔ بعدہٗ ایک وقت آئیگا

ع ۹ / ۱۴

آدَمَ ۚ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾

آدم کی بنایا اُس کو مٹی سے پھر کہا اُس کو کہ ہو جا وہ ہو گیا ف

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ

حق وہ ہے جو تیرا رب کہے پھر تو مت رہ شک لانے والوں سے ف۲ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے

فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا

اس قصہ میں بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے آؤ بلاویں ہم بیٹے اپنے

وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ

اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر التجا کریں ہم سب

فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ

اور لعنت کریں اللہ کی اُن پر کہ جو جھوٹے ہیں ف۳ بیشک یہی ہے

الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

بیان سچا اور کسی کی بندگی نہیں ہے سوا اللہ کے ف۴ اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست

الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ قُلْ

حکمت والا ف۵ پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہیں فساد کرنے والے ف۶ تو کہہ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں

أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا

کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اُسکا کسی کو اور نہ بناوے کوئی

بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا

کسی کو رب سوا اللہ کے ف۷ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو

بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي

کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں ف۸ اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم

جب تجھ کو اور تیرے موافق و مخالف سب لوگوں کو میرے حکم کی طرف لوٹنا ہے۔ اُس وقت میں تمہارے سب جھگڑوں کا دو ٹوک فیصلہ کر دونگا اور سب اختلافات ختم کر دئیے جائیں گے۔ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اُسکی جو تفصیل فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا الخ سے بیان کی گئی ہے وہ بتلاتی ہے کہ آخرت سے پیشتر دنیا ہی میں اس کا نمونہ شروع کر دیا جائیگا یعنی اُس وقت تمام کافر عذاب شدید کے نیچے ہونگے۔ کوئی طاقت اُنکی مدد اور فریاد کو نہ پہنچ سکیگی۔ اسکے بالمقابل جو ایمان والے رہیں گے اُنکو دنیا و آخرت میں پورا پورا اجر دیا جائیگا۔ اور بے انصاف ظالموں کی جڑ کاٹ دی جائیگی۔ اُمت مرحومہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جب یہود نے اپنی ناپاک تدبیریں پختہ کرلیں تو حق تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھا لیا۔ نبی کریم صلعم کی متواتر احادیث کے موافق قیامت کے قریب جب دُنیا کفر و ضلالات اور دجل و شیطنت سے بھر جائیگی۔ خدا تعالیٰ خاتم انبیاء بنی اسرائیل (حضرت مسیح علیہ السلام) کو خاتم الانبیاء علی الاطلاق حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ایک نہایت وفادار جرنل کی حیثیت میں نازل کر کے دنیا کو دکھلا دیگا کہ انبیائے سابقین کو بارگاہ خاتم النبیین کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کرینگے اور اُس کے اتباع یہود کو چن چن کر ماریں گے۔ کوئی یہودی جان نہ بچا سکیگا۔ شجر و حجر تک پکارینگے کہ ہمارے پیچھے یہ یہودی کھڑا ہے قتل کرو! حضرت مسیح صلیب کو توڑ دیں گے۔ نصاریٰ کے باطل عقائد و خیالات کی اصلاح کر کے تمام دنیا کو ایمان کے راستہ پر ڈال دیں گے۔ اُس وقت تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو کر اور مذہبی اختلافات مٹا کر ایک خدا کا سچا دین (اسلام) رہ جائیگا۔ اسی وقت کی نسبت فرمایا وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (نساء رکوع ۲۲) جسکی پوری تقریر اور رفع مسیح کی کیفیت سورۂ "نساء" میں آئیگی۔ بہرحال میرے نزدیک (بقیہ برصفحہ ۷۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۲ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ الخ صرف آخرت سے متعلق نہیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ آگے تفصیل کے موقع پر فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کا لفظ صاف شہادت دے رہا ہے۔ اور یہ اس کا قرینہ ہے کہ الیٰ یوم القیامۃ کے معنی قرب قیامت کے ہیں چنانچہ احادیث صحیحہ میں مصرح ہے کہ قیامت سے پہلے ایک مبارک وقت ضرور آنیوالا ہے جب سب اختلافات مٹ مٹا کر ایک دین باقی رہجائیگا وللہ الحمد اولاً وآخراً۔ چند امور اس آیت کے متعلق یاد رکھنے چاہئیں۔ لفظ "توفی" کے متعلق کلیات ابو البقاء میں ہے "التوفی الاماتۃ وقبض الروح وعلیہ استعمال العامۃ او الاستیفاء واخذ الحق وعلیہ استعمال البلغاء" ("توفی" کا لفظ عوام کے یہاں موت دینے اور جان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بلغاء کے نزدیک اس کے معنی ہیں پورا وصول کرنا اور ٹھیک لینا) گویا اُن کے نزدیک موت پر بھی "توفی" کا اطلاق اسی حیثیت سے ہوا کہ موت میں کوئی عضو خاص نہیں بلکہ خدا کی طرف سے پوری جان وصول کرلیجاتی ہے۔ اب اگر فرض کرو خدا تعالیٰ نے کسی کی جان بدن سمیت لیلی تو اسے بطریق اولیٰ "توفی" کہا جائیگا جن اہل لغت نے "توفی" کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں، اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ قبض روح مع البدن کو "توفی" نہیں کہتے۔ نہ کوئی ایسا ضابطہ بتلایا ہے کہ جب "توفی" کا فاعل اللہ اور مفعول ذی رُوح ہو تو بجز موت کے کوئی معنی نہ ہوسکیں۔ ہاں چونکہ عموماً قبض روح کا وقوع بدن سے جدا کرکے ہوتا ہے، اس لئے کثرت و عادت کے لحاظ سے اکثر موت کا لفظ اسکے ساتھ لکھ دیتے ہیں ورنہ لفظ کا لغوی مدلول قبض روح مع البدن کو شامل ہے۔ دیکھئے "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا (زمر رکوع ۵) میں "توفی نفس" (قبض روح) کی دو صورتیں بتلائیں۔ موت اور نیند، اس تقسیم سے نیز "توفی" کو "النفس" پر وارد کرکے اور "حین موتہا" کی قید لگا کر بتلا دیا کہ "توفی" اور "موت" دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ قبض روح کی مختلف مدارج ہیں۔ ایک درجہ وہ ہے جو موت کی صورت میں پایا جائے۔ دوسرا وہ جو نیند کی صورت میں ہو۔ قرآن کریم نے بتلا دیا کہ وہ دونوں پر "توفی" کا لفظ اطلاق کرتا ہے۔ کچھ موت کی تخصیص نہیں۔ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّہَارِ (انعام رکوع ۷) اب جس طرح اُس نے دو آیتوں میں نوم پر "توفی" کا اطلاق جائز رکھا حالانکہ نوم میں قبض روح بھی پورا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر "آل عمران" اور "مائدہ" کی دو آیتوں میں "توفی" کا لفظ قبض روح مع البدن پر اطلاق کر دیا گیا تو کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ بالخصوص جب یہ دیکھا جائے کہ موت اور نوم میں لفظ "توفی" کا استعمال قرآن کریم ہی نے شروع کیا ہے۔ جاہلیت والے تو عموماً اس حقیقت سے ہی ناآشنا تھے کہ موت یا نوم میں خدا تعالیٰ کوئی چیز آدمی سے وصول کرلیتا ہے۔ اسی لئے لفظ "توفی" کا استعمال موت اور نوم پر اُن کے یہاں شائع نہ تھا۔ قرآن کریم نے موت وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے اول اس لفظ کا استعمال شروع کیا۔ تو اسی کو حق ہے کہ موت و نوم کی طرح اخذ روح مع البدن کے نادر مواقع میں بھی اُسے استعمال کرلے۔ بہرحال آیت حاضرہ میں جمہور کے نزدیک "توفی" سے موت مراد نہیں۔ اور ابن عباس سے بھی صحیح ترین روایت یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ کما فی روح المعانی وغیرہ۔ زندہ اُٹھائے جانے یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار سلف میں کسی سے منقول نہیں۔ بلکہ "تلخیص الحبیر" میں حافظ ابن حجر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے احادیث نزول کو متواتر کہا ہے اور "اکمال اکمال المعلم" میں امام مالکؒ سے اسکی تصریح نقل کی ہے۔ پھر جو معجزات حضرت مسیح علیہ السلام نے دکھلائے اُن میں علاوہ دوسری حکمتوں کے ایک خاص مناسبت آپ کے رفع الی السماء کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ آپ نے شروع ہی سے متنبہ کر دیا کہ جب ایک مٹی کا پتلا میرے پھونک مارنے سے باذن اللہ پرند بن کر اور پر اُڑا چلا جاتا ہے کیا وہ بشر جس پر خدا نے روح اللہ کا لفظ اطلاق کیا اور "روح القدس" کے نفخہ سے پیدا ہوا، یہ ممکن نہیں کہ خدا کے حکم سے اُڑ کر آسمان تک چلا جائے جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی اچھے اور مردے زندہ ہوجائیں، اگر وہ اس موطن کون و فساد سے الگ ہو کر ہزاروں برس فرشتوں کی طرح آسمان پر زندہ اور تندرست رہے تو کیا استبعاد ہے۔ قال قتادہ فطار مع الملائکۃ فہو معہم حول العرش وصار انسیا ملکیا سماویا ارضیا (بغوی) اس موضوع پر مستقل رسالے اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر میں اہل علم کو توجہ دلاتا ہوں کہ ہمارے مخدوم علامہ فقید النظیر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اطال اللہ بقائہ نے رسالہ "عقیدۃ الاسلام" میں جو علمی لعل و جواہر ودیعت کئے ہیں اُن سے متمتع ہونے کی ہمت کریں میری نظر میں ایسی جامع کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔

إِبْرٰهِيمَ وَمَآ أُنزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِنۢ بَعْدِهِۦٓ

کی بابت اور توریت اور انجیل تو اتریں اس کے بعد

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾ هٰٓأَنتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حٰجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِۦ

کیا تم کو عقل نہیں ☆ سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تم کو کچھ

عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ

خبر تھی اب کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں اور اللہ

يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ إِبْرٰهِيمُ يَهُودِيًّا

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۱ نہ تھا ابراہیم یہودی

وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ

اور نہ تھا نصرانی لیکن تھا حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار اور حکم بردار اور نہ تھا

الْمُشْرِكِينَ ﴿٦٧﴾ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ

شرک ف۲ لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے اُن کو تھی جو ساتھ اُس کے تھے

وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾

اور اس نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر ف۳ اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا ف۴

وَدَّت طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا

آرزو ہے بعضے اہل کتاب کو کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو اور

يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ

گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے ف۵ اے اہل کتاب

لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايٰتِ اللَّهِ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ

کیوں انکار کرتے ہو اللہ کے کلام کا اور تم قائل ہو ف۶ اے اہل کتاب

لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبٰطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ

کیوں ملاتے ہو سچ میں جھوٹ اور چھپاتے ہو سچی بات

فوائد صفحہ ۷۳ ف۱ نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ بندہ نہیں۔ اللہ کا بیٹا ہے۔ آخر کہنے لگے کہ وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو تم بتاؤ کس کا بیٹا ہے؟ اُس کے جواب میں یہ آیت اُتری کہ آدم کے تو نہ باپ تھا نہ ماں۔ عیسیٰ کے باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے (موضح القرآن) اس حساب سے تو آدم کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہیئے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ ف۲ یعنی مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ ہی حق ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بات تھی بلا کم و کاست سمجھا دی گئی۔ ف۳ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو انکے ساتھ "مباہلہ" کرو جس کی زیادہ موثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اُس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ یہ مباہلہ کی صورت پہلے ہی قدم پر اس بات کا اظہار کر دیگی کہ کون فریق کس حد تک خود اپنے دل میں اپنی صداقت و حقانیت پر وثوق و یقین رکھتا ہے چنانچہ دعوت "مباہلہ" سُن کر وفد نجران نے مہلت لی کہ ہم آپس میں مشورہ کرکے جواب دینگے۔ آخر مجلس مشاورت میں اُنکے ہوشمند تجربہ کار ذمہ داروں نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ: تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمد نبی مرسل ہیں اور حضرت مسیح کے متعلق اُنہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں تم کو معلوم ہے

بقیہ فوائد صفحہ ۷۳ ۔ کہ اللہ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا کچھ بعید نہیں۔ یہ وہی نبی ہوں پس ایک نبی سے مباہلہ وملاعنہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ اُنکا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت یا عذاب الٰہی سے نہ بچے۔ اور پیغمبر کی لعنت کا اثر نسلوں تک پہنچ کر رہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی طاقت ہم میں نہیں" یہی تجویز پاس کر کے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ حضرت حسن حسین، فاطمہ، علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیے باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی صورتیں دیکھ کر اُنکے لاٹ پادری نے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے سرکا سکتی ہے ان کو مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو۔ ورنہ ایک نصرانی زمین پر باقی نہ رہیگا۔ آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔ حدیث میں ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر مباہلہ کرتے تو وادی آگ بن کر اُن پر برستی۔ اور خدا تعالیٰ نجران کا بالکل استیصال کر دیتا۔ ایک سال کے اندر اندر تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ (تنبیہ) قرآن نے نہیں بتلایا کہ مباہلہ کی صورت نبی کریم صلعم کے بعد بھی اختیار کیجا سکتی ہے اور یہ کہ مباہلہ کا اثر کیا ہمیشہ وہی ظاہر ہونا چاہئے جو آپ کے مباہلہ میں ظاہر ہونیوالا تھا۔ بعض سلف کے طریق عمل اور بعض فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے مگر اُن چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ مباہلہ میں بچوں عورتوں کو بھی شریک کیا جائے۔ نہ مباہلین پر اُس قسم کا عذاب آنا ضروری ہے جو پیغمبر صلعم کے مباہلہ پر آتا۔ بلکہ ایک طرح کا اتمام حجت کر کے بحث و جدال سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور میرے خیال میں مباہلہ ہر ایک کاذب کے ساتھ نہیں۔ صرف کاذب معاند کے ساتھ ہونا چاہئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں ثم قال تعالیٰ اٰمرًا رسوله صلعم ان یباھل من عاند الحق فی امر عیسیٰ بعد ظهور البیان واللہ اعلم۔ ف۴ دعوت مباہلہ کے ساتھ بتلا دیا کہ مباہلہ اس پر کیا جاتا تھا کہ جو کچھ حضرت مسیح کے متعلق قرآن میں بیان ہوا وہ ہی سچا بیان ہے اور خدا کی بارگاہ ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے وغیرہ کے تعلقات سے پاک ہے۔ ف۵ اپنی زبردست قدرت و حکمت سے جھوٹے اور سچے کے ساتھ وہ ہی معاملہ کریگا جو اُس کے حسب حال ہو ف۶ اگر نہ دلائل سے مانیں نہ مباہلہ پر آمادہ ہوں تو سمجھ لو کہ احقاق حق مقصود نہیں نہ دل میں اپنے عقائد کی صداقت پر وثوق ہے محض فتنہ و فساد پھیلانا ہی پیش نظر ہے تو خوب سمجھ لیں کہ سب مفسدین اللہ کی نظر میں ہیں۔ ف۷ پہلے نقل کیا جا چکا کہ حضورؐ نے جب وفد نجران کو کہا اَسْلِمُوْا (مسلم بن جاؤ) تو کہنے لگے اَسْلَمْنَا (ہم مسلم ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طرح اُن کو بھی مسلم ہونے کا دعویٰ تھا۔ اسی طرح جب یہود و نصاریٰ کے سامنے توحید پیش کیجاتی تو کہتے کہ ہم بھی خدا کو ایک کہتے ہیں۔ بلکہ ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اوپر جا کر اقرار کرتا ہے کہ بڑا خدا ایک ہی ہے۔ یہاں اسی طرف توجہ دلائی گئی کہ بنیادی عقیدہ (خدا کا ایک ہونا اور اپنے کو مسلم ماننا) جس پر ہم دونوں متفق ہیں۔ ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کر سکتا ہے بشرطیکہ آگے چل کر اپنے تصرف اور تحریف سے اُسکی حقیقت بدل نہ ڈالیں۔ ضرورت اسکی ہے کہ جس طرح زبان سے مسلم و موحد کہتے ہو، حقیقۃً و عملاً بھی اپنے کو تنہا خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سپرد کر دو۔ نہ اُس کے سوا کسی کی بندگی کرو نہ اُس کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک ٹھہراؤ۔ نہ کسی اور عالم، فقیر، پیر، پیغمبر کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو صرف رب قدیر کے ساتھ کیا جانا چاہئے مثلاً کسی کو اس کا بیٹا پوتا بنانا، یا نصوص شریعت سے قطع نظر کر کے محض کسی کے حلال و حرام کر دینے پر اشیاء کی حلت و حرمت کا مدار رکھنا جیسا کہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سب امور دعوئے اسلام و توحید کے منافی ہیں۔ ف۸ یعنی تم دعوئے اسلام و توحید کر کے پھر گئے، ہم بحمد اللہ اُس پر قائم ہیں کہ اپنے کو محض خدائے واحد کے سپرد کر دیا ہے اور اُسی کے تابع فرمان ہیں۔

تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ

جان کر ف۱ اور کہا بعضے اہل کتاب نے مان لو جو کچھ

اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ

اُترا مسلمانوں پر دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ

یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ قُلْ اِنَّ

پھر جاویں ف۲ اور نہ مانیو مگر اُسی کی جو چلے تمہارے دین پر ف۳ کہدے کہ بیشک

الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ یُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِیْتُمْ اَوْ

ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے ف۴ اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا

یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ

وہ غالب کیوں آگئے تم پر تمہارے رب کے آگے ف۵ تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے

مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ

جس کو چاہے اور اللہ بہت گنجایش والا ہے خبردار ☆ خاص کرتا ہے اپنی مہربانی

مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

جس پر چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ف۶ اور بعضے اہل کتاب میں

مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖٓ اِلَیْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ

وہ ہیں کہ اگر تو اُن کے پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تو ادا کر دیں تجھ کو اور بعضے اُن میں وہ ہیں کہ اگر تو اُن کے پاس امانت

بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖٓ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآئِمًا

رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اُس کے سر پر کھڑا ف۷

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ

یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر اُمّی لوگوں کے حق لینے میں کچھ گناہ ف۸

وَیَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى

اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ جانتے ہیں ف۹ کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے

فوائد صفحہ ۷۴ ف۱ جیسے دعوئے اسلام و توحید سب میں مشترک تھا اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی تعظیم و تکریم میں بھی سب شریک تھے اور یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک فرقہ دعویٰ کرتا تھا کہ ابراہیمؑ ہمارے دین پر تھے۔ یعنی معاذ اللہ یہودی تھے یا نصرانی اُس کا جواب دیا کہ تورات و انجیل جن کے پیرو یہودی یا نصرانی کہلاتے ابراہیمؑ سے سیکڑوں برس بعد اُتری۔ پھر ابراہیمؑ کو نصرانی یا یہودی کیسے کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ جس طرح کے تم یہودی یا نصرانی ہو اس معنی سے تو خود موسیٰ یا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہودی یا نصرانی نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت ہمارے مذہب سے زیادہ قریب تھی تو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا علم تم کو کہاں سے ہوا؟ تمہاری کتابوں میں مذکور نہیں۔ نہ خدا نے خبر دی۔ نہ تم کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو۔ پھر ایسی بات میں جھگڑنا جس کا کچھ علم آدمی کو نہ ہو حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جن چیزوں کی تمہیں کچھ تھوڑی بہت خبر تھی گو محض ناتمام اور سرسری تھی، مثلاً مسیح علیہ السلام کے واقعات یا نبی آخر الزماں کی بشارات وغیرہ۔ اُن میں تم جھگڑ چکے، لیکن جس چیز سے تمہیں بالکل مس نہیں نہ اُس کی کبھی ہوا لگی، اُسے تو خدا کے سپرد کرو۔ وہ ہی جانتا ہے کہ ابراہیمؑ کیا تھے اور آج دنیا میں کونسی جماعت کا مسلک اُس سے قریب تر ہے۔ ف۲ یعنی ابراہیمؑ نے اپنے تئیں حنیف یا مسلم کہا ہے حنیف کے معنی؟ "جو کوئی ایک راہ حق پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے" اور مسلم کے معنی حکمبردار اب خود اندازہ کر لو کہ آج کس نے سب ٹوٹ کر خدا کی راہ پکڑی اور اپنے کو خالص اُسی کے سپرد کر دیا ہے۔ وہ ہی ابراہیمؑ سے زیادہ اقرب و اشبہ ہوگا۔ (تنبیہ) یہاں مُسْلِمًا میں اسلام سے خاص شریعت محمدیہ مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تسلیم و تفویض اور فرمانبرداری کے معنی ہیں۔ جو تمام انبیاء کا دین رہا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے خصوصیت سے اس نام و لقب کو بہت زیادہ روشن کیا۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (بقرہ رکوع ۱۶) حضرت ابراہیم کی سوانح حیات کا ایک ایک حرف بتلاتا ہے کہ وہ ہمہ تن اسلام اور تسلیم و رضا کے پیکر مجسم تھے۔ ذبح اسمٰعیل کے واقعہ میں فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ کا لفظ اُن کی شان اسلام کو بہت وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم۔ ف۳ اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ زیادہ مناسبت ابراہیم سے اُس وقت کی اُمت کو تھی یا پچھلی اُمتوں میں اس نبی کی اُمت کو ہے۔ تو یہ اُمت نام میں بھی اور راہ میں بھی ابراہیم سے مناسبت زیادہ رکھتی ہے اور اس اُمت کا پیغمبر خَلْقًا وَخُلُقًا صورۃً وسیرۃً (بقیہ بر صفحہ ۷۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۴ - حضرت ابراہیمؑ سے اشبہ ہے اور اُن کی دعا کی موافق آیا ہے جیسا کہ سورۂ "بقرہ" میں گذرا - رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ الخ اسی لئے حبشہ کا نصرانی بادشاہ نجاشی مسلمان مہاجرین کو "حزب ابراہیم" کہتا تھا - شاید اسی قسم کی مناسبات کی وجہ سے درود شریف میں كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ فرمایا یعنی اُس نوعیت اور نمونہ کی صلوٰۃ نازل فرمائے جو ابراہیم وآل ابراہیم پر کی تھی۔ جامع ترمذی میں حدیث ہے اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وُلَاةً مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ وَلِيِّيَ اَبِيْ وَخَلِيْلُ رَبِّيْ اس مضمون کی تفصیل آیندہ کسی سورت میں آئیگی ان شاء اللہ ف یعنی اپنی راہ کے حق ہونے پر محض کسی کی موافقت ومشابہت سے دلیل جب پکڑے کہ اپنے اوپر وحی نہ آتی ہو۔ سو اللہ والی ہے مسلمانوں کا کہ (یہ براہ راست) اُسکے حکم پر چلتے ہیں (موضح القرآن) ف۵ پہلے کہا تھا " وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ" یہاں بتلایا کہ جب مومنین کا ولی اللہ ہے تو تمہارا داؤ اُن پر کیا چل سکتا ہے۔ بیشک بعض اہل کتاب چاہتے ہیں کہ جس طرح خود گمراہ ہیں مسلمانوں کو بھی راہ حق سے ہٹادیں۔ لیکن مسلمان تو اُن کے جال میں پھنسنے والے نہیں۔ البتہ یہ لوگ اپنی گمراہی کے وبال میں مزید اضافہ کررہے ہیں۔ اُنکی مغویانہ کوششوں کا ضرر خود اُن ہی کو پہنچیگا۔ جسے وہ فی الحال نہیں سمجھتے۔ ف۶ یعنی تم تورات وغیرہ کے قائل ہو جس میں پیغمبر عربی صلعم اور قرآن کریم کے متعلق بشارات موجود ہیں جن کو تمہارے دل سمجھتے ہیں اور اپنی خلوتوں میں ان چیزوں کا اقرار بھی کرتے ہو۔ پھر کھلم کھلا قرآن پر ایمان لانے اور خاتم الانبیاء کی صداقت کا اقرار کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ خوب سمجھ لو قرآن کا انکار کرنا تمام پچھلی کتب سماویہ کا انکار کرنا ہے۔

بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اپنا قرار اور وہ پرہیزگار رہا تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے ف۱ جو لوگ

يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ

مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول ف۲ اُن کا

لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ

کچھ حصہ نہیں آخرت میں اور نہ بات کریگا اُن سے اللہ اور نہ نگاہ کریگا

اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٧﴾

اُنکی طرف قیامت کے دن اور نہ پاک کریگا اُن کو اور اُنکے واسطے عذاب ہے دردناک ف۳

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ

اور اُن میں ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ

مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ

کتاب میں ہے اور وہ نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ اللہ

عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ کا کہا ف۴ اور اللہ پر جھوٹ بولتے

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٨﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ

ہیں جان کر ☆ کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اُس کو دیوے

الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا

کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے

لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ

ہوجاؤ اللہ کو چھوڑ کر ف۵ لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہوجاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے

الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا

کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اُسے ف۶ اور نہ یہ کہے تم کو کہ ٹھہرا لو

فوائد صفحہ ۷۵ ف۱ تورات کے بعض احکام تو اغراض دنیوی کی خاطر سرے سے موقوف ہی کر ڈالے تھے۔ بعض آیات میں تحریف لفظی کی تھی، بعض کے معنی بدل دیئے تھے اور بعض چیزیں چھپا رکھی تھیں۔ ہر کسی کو خبر نہ کرتے تھے۔ جیسے بشارات پیغمبر آخر الزمان صلعم کی۔ ف۲ ان آیتوں میں اہل کتاب کی چالاکیاں اور خیانتیں ذکر کیجارہی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ تھی کہ اپنے کچھ آدمی صبح کے وقت بظاہر مسلمان بن جائیں اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور شام کو یہ کہہ کر کہ ہم کو اپنے بڑے بڑے علماء سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی بشارت دی گئی تھی اور تجربہ سے ان کے حالات بھی اہل حق کی طرح کے ثابت نہ ہوئے اسلام سے پھر جایا کریں نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سے ضعیف الایمان ہماری یہ حرکت دیکھ کر اسلام سے پھر جائیں گے۔ اور سمجھ لیں گے کہ مذہب اسلام میں ضرور کوئی عیب ونقص دیکھا ہوگا جو یہ لوگ داخل ہونے کے بعد اُس سے نکلے۔ نیز عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم وفضل کا چرچا تھا۔ اس بنا پر یہ خیال پیدا ہوجائیگا کہ یہ جدید مذہب اگر سچا ہوتا تو ایسے اہل علم اُسے رد نہ کرتے بلکہ سب سے آگے بڑھ کر قبول کرتے۔ ف۳ یعنی جو یہود مسلمانوں کے سامنے جاکر نفاق سے اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، انہیں یہ برابر ملحوظ رہے کہ وہ سچ مچ مسلمان نہیں بن گئے بلکہ بدستور یہودی ہیں۔ اور سچے دل سے اُنہی کی بات مان سکتے ہیں جو اُن کے دین پر چلتا ہو اور شریعت موسوی کے اتباع کا دعویٰ رکھتا ہو۔ بعض نے وَلَا تُؤْمِنُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ کے یہ معنی کیے ہیں کہ ظاہری طور پر جو ایمان لاؤ اور اپنے کو مسلمان بتاؤ، وہ محض ان لوگوں کی وجہ سے جو تمہارے دین پر چلنے والے ہیں یعنی اس تدبیر سے اپنے ہم مذہبوں کی حفاظت مقصود ہونی چاہیے کہ وہ مسلمان نہ بن جائیں یا جو بن چکے ہیں اس تدبیر سے واپس آجائیں۔ ف۴ یعنی ہدایت تو اللہ کے دیئے سے ملتی ہے جس کے دل میں خدا نے ہدایت کا نور ڈال دیا، تمہاری اِن پُرفریب چالبازیوں سے وہ گمراہ ہونے والا نہیں ف۵ یعنی یہ مکاریاں اور تدبیریں محض از راہ حسد اس جلن میں کیجاتی ہیں کہ دوسروں کو اس طرح کی شریعت اور نبوت ورسالت کیوں دیجارہی ہے جیسی پہلے تم کو دی گئی تھی۔ یا مذہبی ودینی جدوجہد میں دوسرے لوگ تم پر غالب آکر کیوں آگے نکلے جارہے ہیں اور خدا کے آگے تمہیں ملزم گردان رہے ہیں۔ یہود ہمیشہ اس خیال کی اشاعت کرتے رہے تھے کہ دنیا میں تنہا ہماری ہی قوم علم شرعیات کی اجارہ دار ہے۔ تورات ہم پر اُتری۔ موسیٰ جیسے اولو العزم پیغمبر ہم میں آئے۔ پھر عرب کے اُمیوں کو اس فضل وکمال سے کیا واسطہ؟ لیکن تورات سفر استثناء کی عظیم الشان پیشین گوئی غلط نہیں ہوسکتی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے ایک موسیٰ جیسا (صاحب شریعت مستقلہ) نبی اُٹھائیگا۔ اپنا کلام (قرآن کریم) اُس کے مُنہ میں ڈالیگا۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل رکوع ۱) چنانچہ بنی اسمٰعیل کو یہ دولت ملی اور وہ علم وفضل حجت وبرہان اور مذہبی جدوجہد کے میدان مقابلہ میں نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کی تمام اقوام سے گوئے سبقت لیگئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ (تنبیہ) اس آیت کی تقریر کئی طرح سے کی گئی ہے لیکن ہم نے وہ ہی تقریر اختیار کی جس کی طرف مترجم محقق قدس اللہ روحہ کے الفاظ اشارہ کررہے ہیں۔ ف۶ یعنی اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں اور اُسی کو خبر ہے کہ کس کو کیا بڑائی ملنی چاہیئے۔ نبوت، شریعت، ایمان واسلام اور ہر قسم کی مادی وروحانی فضائل وکمالات کا تقسیم کرنا اُسی کے ہاتھ میں ہے جس وقت جسے مناسب جانے عطا کرتا ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام رکوع ۱۵) ف۷ اہل کتاب کی دینی خیانت ونفاق کے سلسلہ میں دنیوی خیانت کا ذکر آگیا جس سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ جو لوگ چار پیسہ پر نیت خراب کرلیں اور امانداری نہ برت سکیں اُن سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ دینی معاملات میں امین ثابت ہونگے۔ چنانچہ ان میں بہت سے وہ ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا، ایک اشرفی بھی امانت رکھی جائے تو تھوڑی دیر بعد مکر جائیں۔ اور جب تک کوئی تقاضہ کیلئے ہر وقت اُن کے سر پر کھڑا نہ رہے اور پیچھا کرنیوالا نہ ہو، امانت ادا نہ کریں۔ بیشک ان میں سب کا حال ایسا نہیں بعض ایسے بھی ہیں جن کے پاس اگر سونے کا ڈھیر رکھ دیا جائے تو ایک رتی خیانت نہ کریں۔ لیکن یہ ہی خوش معاملہ امین

بقیہ فوائد صفحہ ۷۵ ۔ لوگ ہیں جو یہودیت سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جارہے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہ۔ **ف۸** یعنی پرایا حق کھانے کو یہ مسئلہ بنالیا کہ عرب کے اُمّی جو ہمارے مذہب پر نہیں، اُن کا مال جس طرح ملے روا ہے۔ غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کیجائے تو کچھ گناہ نہیں۔ خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں۔ خدا نے ان کا مال ہمارے لئے حلال کر دیا ہے۔ **ف۹** یعنی جان بوجھ کر خدا کی طرف جھوٹی بات منسوب کر رہے ہیں۔ امانت میں خیانت کرنے کی خدا نے ہرگز اجازت نہیں دی۔ آج بھی اسلامی فقہ کا مسئلہ یہی ہے کہ مسلم ہو یا کافر کسی کی امانت میں خیانت جائز نہیں۔

فوائد صفحہ ۷۶ } **ف۱** یعنی خیانت و بدعہدی میں گناہ کیوں نہیں۔ جبکہ خدا تعالیٰ کا عام قانون یہ ہے کہ جو کوئی خدا کے اور بندوں کے جائز عہد پورے کرے اور خدا سے ڈر کر تقویٰ کی راہ چلے یعنی فاسد خیالات مذموم اعمال اور پست اخلاق سے پرہیز کرے، اُسی سے خدا محبت کرتا ہے۔ اسی میں امانت داری کی خصلت بھی آگئی۔ **ف۲** یعنی جو لوگ دنیا کی متاع قلیل لیکر خدا کے عہد اور آپس کی قسموں کو توڑ ڈالتے ہیں، نہ باہمی معاملات درست رکھتے ہیں نہ خدا سے جو قول و قرار کیا تھا اُس پر قائم رہتے ہیں۔ بلکہ مال و جاہ کی حرص میں احکام شرعیہ کو بدلتے اور کتب سماویہ میں تحریف کرتے رہتے ہیں، اُن کا انجام آگے مذکور ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ یہود میں صفت تھی کہ اللہ نے اُن کو اقرار لیا تھا اور قسمیں دی تھیں کہ ہر نبی کے مددگار رہیو۔ پھر غرض دنیا کے واسطے پھر گئے اور جو کوئی جھوٹی قسم کھائے دنیا لینے کے واسطے اس کا یہی حال ہے"۔ **ف۳** اس قسم کی آیت سورۂ "بقرہ" کے اکیسویں رکوع میں گذر چکی، وہاں کے فوائد میں الفاظ کی تشریح دیکھ لیجائے۔ **ف۴** یہ اہل کتاب کی تحریف کا حال بیان فرمایا یعنی آسمانی کتاب میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے بڑھا گھٹا کر ایسے انداز اور لہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ناواقف سننے والا دھوکہ میں آجائے۔ اور یہ سمجھے کہ یہ بھی آسمانی کتاب کی عبارت ہے یہی نہیں بلکہ زبان سے دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے۔ حالانکہ نہ وہ مضمون کتاب میں موجود ہے اور نہ خدا کے پاس سے آیا ہو بلکہ خود اس تحریف شدہ کتاب کو بھی بحیثیت مجموعی خدا کی کتاب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اُس میں طرح طرح کے تصرفات اور جعلسازیاں کی گئی ہیں آج بائبل کے جو نسخے دنیا میں موجود ہیں اُن میں باہم شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض ایسے مضامین درج ہیں جو قطعاً خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔ اسکی کچھ تفصیل "روح المعانی" میں موجود ہے اور اثبات تحریف پر ہمارے علماء نے مبسوط بحثیں کی ہیں جزاہم اللہ احسن الجزاء **ف۵** وفد نجران کی موجودگی میں بعض یہود و نصاریٰ نے کہا تھا کہ اے محمد! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہاری اُسی طرح پرستش کرنے لگیں، جیسے نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کو پوجتے ہیں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ کہ ہم غیر اللہ کی بندگی کریں۔ یا دوسروں کو اسکی دعوت دیں! حق تعالیٰ نے ہم کو اس کام کے لئے نہیں بھیجا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی جس بشر کو حق تعالیٰ کتاب و حکمت اور قوت فیصلہ دیتا، اور پیغمبری کے منصب جلیل پر فائز کرتا ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک پیغام الٰہی پہنچا کر لوگوں کو اُس کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرے، اُس کا یہ کام کبھی نہیں ہو سکتا کہ اُن کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر خود اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اس کے تو یہ معنی ہونگے کہ خداوند قدوس نے جس کو جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا، فی الواقع وہ اُس کا اہل نہ تھا۔ دنیا کی کوئی گورنمنٹ بھی اگر کسی شخص کو ایک ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتی ہے تو پہلے دو باتیں سوچ لیتی ہے (۱) یہ شخص گورنمنٹ کی پالیسی کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں (۲) گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنے اور رعایا کو جادۂ وفاداری پر قائم رکھنے کی کہاں تک اُس سے توقع کیجا سکتی ہے؟ کوئی بادشاہ یا پارلیمنٹ ایسے آدمی کو نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کر سکتی جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے یا اُسکی پالیسی اور احکام سے انحراف کرنے کا ادنیٰ شبہ ہو بیشک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کی قابلیت یا جذبۂ وفاداری کا اندازہ حکومت صحیح طور پر نہ کر سکی ہو لیکن خداوند قدوس کے یہاں یہ بھی احتمال نہیں۔ اگر کسی فرد کی نسبت اُس کو علم ہے کہ یہ میری وفاداری اور اطاعت شعاری سے بال برابر تجاوز نہ کریگا تو محال ہے کہ وہ آگے چل کر اُس کے خلاف ثابت ہو سکے۔ ورنہ علم الٰہی کا غلط ہونا لازم آتا ہے۔ العیاذ باللہ یہیں سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ سمجھ میں آجاتا ہے (کما نبہ علیہ ابو حیان فی البحر وفصلہ مولانا قاسم العلوم والخیرات فی تصانیفہ) پھر جب انبیاء علیہم السلام ادنیٰ عصیان سے پاک ہیں تو شرک اور خدا کے مقابلہ میں بغاوت کرنے کا امکان کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ اس میں نصاریٰ کے اُس دعویٰ کا بھی رد ہو گیا جو کہتے تھے کہ ابنیت والوہیت مسیح کا عقیدہ ہم کو خود مسیح علیہ السلام نے تعلیم فرمایا ہے۔ اور اُن مسلمانوں کو بھی نصیحت کر دی گئی جنہوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا تھا کہ ہم سلام کی بجائے آپ کو سجدہ کیا کریں تو کیا حرج ہے۔ اور اہل کتاب پر بھی تعریض ہو گئی جنہوں نے اپنے احبار و رہبان کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا (العیاذ باللہ) تنبیہ: مَا كَانَ لِبَشَرٍ الخ میں ابو حیان کے نزدیک اُسی طرح کی نفی ہے جیسے "مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا" میں، یا وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ میں۔ واللہ اعلم بالصواب عندی۔ **ف۶** موضح القرآن میں ہے "جس کو اللہ نبی بنائے اور وہ لوگوں کو کفر و شرک سے نکال کر مسلمانی میں لائے، پھر کیونکر اُن کو کفر سکھلائیگا۔ ہاں تم کو اے اہل کتاب!) یہ کہتا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی۔ کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں رہی۔ اب میری صحبت میں پھر وہی کمال حاصل کرو"۔ اور عالم، حکیم، فقیہ، عارف، مدبر، متقی اور سچے خدا پرست بنجاؤ۔ اور یہ بات اب قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے سے حاصل ہو سکتی ہے

الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ

فرشتوں کو اور نبیوں کو رب ف۱ کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۸۰ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ

تم مسلمان ہو چکے ہو ف۲ اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا

مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى

تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر

ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ

میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ

مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۸۱ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

گواہ ہوں ف۳ پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں

الْفٰسِقُوْنَ ۝۸۲ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى

نافرمان ف۴ اب کوئی اور دین ڈھونڈھتے ہیں سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۸۳ قُلْ

آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے ف۵ اور اسی کی طرف سب پھر جاوینگے ف۶ تو کہہ

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ

ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم پر اور

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَ

اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور

عِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ

عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو اُنکے پروردگار کی طرف سے ہم جدا نہیں کرتے اُن میں کسی کو اور ہم اسی کے

ع ۹ / ۱۶

فوائد صفحہ ہذا } **ف۱** جیسے نصاریٰ نے مسیح و روح القدس کو بعض یہود نے عزیر کو، اور بعض مشرکین نے فرشتوں کو ٹھہرالیا تھا۔ جب فرشتے اور پیغمبر خدائی میں شریک نہیں ہو سکتے تو پتھر کے بت اور صلیب کی لکڑی تو کس شمار میں ہے۔ **ف۲** یعنی پہلے تو "ربانی" (اللہ والا) اور مسلم موحد بنانے میں کوشش کی، جب لوگوں نے قبول کرلیا تو کیا پھر انہیں شرک و کفر کی طرف لیجا کر اپنی ساری محنت اور کمائی اپنے ہاتھ سے برباد کردیگا! یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی۔ **ف۳** یعنی کوئی نبی اپنی بندگی کی تعلیم نہیں دیسکتا۔ بندگی صرف ایک خدا کی سکھائی جاتی ہے۔ البتہ انبیاء کا حق یہ ہے کہ لوگ اُن پر ایمان لائیں (بقیہ برصفحہ ۸۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۷ - اُن کا کہا مانیں، اور ہر قسم کی مدد کریں، عام لوگوں کا تو کیا ذکر ہے حق تعالیٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اور انکی کتابوں کی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئیگا) تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے اور اُس کی مدد کرے۔ اگر اُس کا زمانہ پائے تو بذات خود بھی اور نہ پائے تو اپنی اُمت کو پوری طرح ہدایت و تاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اُس کی اعانت و نصرت کرنا۔ کہ یہ وصیت کر جانا بھی اُس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔ اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے اور اُن کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیائے سابقین سے لیا گیا ہوگا اور اُنہوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہ ہی قول و قرار لئے ہونگے۔ کیونکہ ایک آپ ہی کی مخزن الکمالات ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی، اور جس کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہ تھا، اور آپ ہی کا وجود باجود تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مُہر تصدیق ثبت کرنیوالا تھا۔ چنانچہ حضرت علی اور ابن عباس وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا۔ اور خود آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج موسیٰ زندہ ہوتے تو اُن کو میری اتباع کے بدون چارہ نہ ہوتا۔ اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہونگے تو کتاب اللہ (قرآن کریم) اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے محشر میں شفاعت کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا، حضور کی اِسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔ ف۴ یہ الفاظ محض عہد کی تاکید و اہتمام کے لئے فرمائے۔ کیونکہ جس عہد نامہ پر خدا تعالیٰ اور پیغمبروں کی گواہی ہو اُس سے زیادہ پکی دستاویز کہاں ہوسکتی ہے۔ ف۵ جس چیز کا عہد خدا نے تمام انبیاء سے لیا اور انبیاء نے اپنی اپنی اُمتوں سے۔ اب اگر دنیا میں کوئی شخص اُس سے روگردانی کرے تو بلاشبہ پرلے درجہ کا بدعہد اور نافرمان ہوگا۔ بائبل، اعمال رسل، باب ۳ آیت ۲۱ میں ہے "ضرور ہے کہ آسمان اُسے لئے رہے اُس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا، اپنی حالت پر آویں، کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اُٹھائیگا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اُس کی سب سنو۔" ف۶ یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے جس کے معنی ہیں حکمبرداری مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ کا جو حکم کسی راستباز اور صادق القول پیغمبر کے توسط سے پہنچے اُس کے سامنے گردن جھکا دو۔ پس آج جو احکام و ہدایات سید المرسلین خاتم الانبیاء لے کر آئے وہ ہی خدا کا دین ہے۔ کیا اُسے چھوڑ کر نجات و فلاح کا کوئی اور راستہ ڈھونڈھتے ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی اور شوق و رغبت سے اُس خدا کی حکمبرداری اختیار نہ کرے جس کے حکم تکوینی کے نیچے تمام آسمان و زمین کی چیزیں ہیں۔ خواہ وہ حکم تکوینی اُن کے ارادہ اور خوشی کے توسط سے ہو جیسے فرشتے اور فرمانبردار بندوں کی اطاعت میں، یا مجبوری اور لاچاری سے، جیسے عالم کا ذرہ ذرہ، اُن آثار و حوادث میں جن کا وقوع و ظہور بدون مخلوق کی مشیت و ارادہ کے ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کا تابع ہے۔ ف۷ سب کو آخر کار جب وہیں لوٹ کر جانا ہے تو عقلمند کو چاہیے کہ پہلے سے تیاری کر رکھے۔ یہاں نافرمانیاں کیں تو وہاں کیا منہ دکھلائیگا

مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ
فرمانبردار ہیں ف۱ اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اُس سے ہرگز قبول

مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا
نہ ہوگا ف۲ اور وہ آخرت میں خراب ہے ف۳ کیونکر راہ دیگا اللہ ایسے لوگوں

كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ
کو کہ کافر ہوگئے ایمان لا کر اور گواہی دے کر کہ بیشک رسول سچا ہے اور آئیں انکے پاس

الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٦﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ
نشانیاں روشن اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف۴ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے

أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خَالِدِينَ
کہ اُن پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ف۵ ہمیشہ رہیں گے

فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا الَّذِينَ
اس میں ف۶ نہ ہلکا ہوگا اُن سے عذاب اور نہ اُن کو فرصت ملے ف۷ مگر جنہوں نے

تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٨٩﴾ إِنَّ
توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کیے تو بیشک اللہ غفور رحیم ہے ف۸

الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ
جو لوگ منکر ہوئے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی

تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا
اُن کی توبہ اور وہی ہیں گمراہ ف۹ جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے

وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَ
کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا کسی ایسے سے زمین بھر کر سونا ف۱۰ اور

لَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾
اگرچہ بدلا دیوے اسقدر سونا اُن کو عذاب دردناک ہے اور کوئی نہیں اُن کا مددگار ف۱۱

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جو کچھ جس زمانہ میں خدا کی طرف سے اُترا یا کسی پیغمبر کو دیا گیا، ہم بلا تفریق سب کو حق مانتے ہیں۔ ایک مسلم فرمانبردار کا یہ وتیرہ نہیں کہ خدا کے بعض پیغمبروں کو مانے بعض کو نہ مانے، گویا اخیر میں وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ کہہ کر اسلام کی حقیقت بتلا دی اور آگاہ کر دیا کہ اسلام کسی نبی برحق اور کسی آسمانی کتاب کی تکذیب کا روادار نہیں۔ اُس کے نزدیک جس طرح قرآن کریم اور پیغمبر عربی صلعم کا نہ ماننا کفر ہے ایسے ہی کسی ایک نبی یا کتاب سماوی کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہوجاتا ہے۔ بیشک پیغمبر آخر الزماں کی یہ ہی شان ہونی چاہیے کہ وہ تمام پہلی کتابوں اور نبوتوں کا مصدق ہو، اور اس طرح کی تمام اقوام کو جن کے پاس مقامی "نذیر" و "ہادی" آتے رہے تھے، جامعیت کبریٰ کے سب سے بڑے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کا راستہ بتلائے (تنبیہ) اسی قسم کی آیت پارہ الٓم کے آخر میں آچکی ہے اُسکے فوائد ملاحظہ کرلئے جائیں۔ ف۲ یعنی جب خدا کا دین (اسلام) اپنی مکمل صورت میں آپہنچا تو کوئی جھوٹا یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جاسکتا۔ طلوع آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا یا گیس، بجلی اور ستاروں کی روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے۔ مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گزر چکا۔ اب سب سے بڑی آخری اور عالمگیر نبوت و ہدایت سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہیئے کہ یہ ہی تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں ضم ہوچکی ہیں ؎ فانک شمس والملوک کواکب ۔ اذا طلعت لم یبد منھن کوکب۔ ف۳ یعنی ثواب و کامیابی سے قطعاً محروم ہے۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ راس المال ہی کھو بیٹھا حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا اُسے سوء اختیار اور غلط کاری سے بھی تباہ کر ڈالا۔ ف۴ جن لوگوں نے وضوح حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا یعنی دل میں یقین رکھتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ رسول سچا ہے۔ اُسکی حقانیت و صداقت کے روشن دلائل، کھلے نشانات اور صاف بشارات اُنکو پہنچ چکی ہیں اس پر بھی کبر و حسد اور حب جاہ و مال، اسلام قبول کرنے اور کفر و عدوان کے چھوڑنے سے مانع ہے جیسا کہ عموماً یہود و نصاریٰ کا حال تھا۔ ایسے ہٹ دھرم، ضدی معاندین کی نسبت کیونکر توقع کیجاسکتی ہے کہ باوجود اس طرح کا رویہ قائم رکھنے کے خدا تعالیٰ اُن کو نجات و فلاح اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر لیجائیگا یا جنت تک پہنچنے کی راہ دیگا۔ اُسکی عادت نہیں کہ ایسے بے انصاف متعصب ظالموں کو حقیقی کامیابی کی راہ دے۔ اسی پر اُن بدبختوں کو قیاس کرلو جو قلبی معرفت و یقین کے درجہ سے بڑھ کر ایک مرتبہ مسلمان بھی

بقیہ فوائد صفحہ ۷۸۔ ہو چکے تھے۔ پھر دنیوی اغراض اور شیطانی اغواء سے مرتد ہو گئے۔ یہ اُن پہلوں سے بھی زیادہ کجرو اور بے حیا واقع ہوئے ہیں، اس لئے اُن سے بڑھ کر لعنت و عقوبت کے مستحق ہونگے۔ ف۵ یعنی خدا فرشتے، اور مسلمان لوگ سب اُن پر لعنت بھیجتے ہیں، بلکہ ہر انسان حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں۔ جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ گو اُس وقت سمجھتے نہیں کہ یہ لعنت خود ان ہی پر واقع ہو رہی ہے۔ ف۶ یعنی اس لعنت کا اثر ہمیشہ رہیگا۔ دنیا میں پھٹکار اور آخرت میں خدائی مار۔ ف۷ یعنی نہیں: کسی وقت عذاب کی شدت میں کمی محسوس ہوگی اور نہ ذرا سی دیر کے لئے عذاب ملتوی کر کے آرام دیا جائیگا ف۸ ایسے سخت بیحیا مجرموں اور شدید ترین باغیوں کو کون بادشاہ معافی دیسکتا ہے؛ لیکن یہ اُس غفور رحیم ہی کی بارگاہ ہے کہ اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادم ہو کر سچے دل سے توبہ اور نیک چال چلن اختیار کر لے تو سب گناہ یک قلم معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ف۹ یعنی جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بوجھ کر منکر ہوئے پھر اخیر تک انکار میں ترقی کرتے رہے، نہ کبھی کفر سے ہٹنے کا نام لیا، نہ حق اور اہل حق کی عداوت ترک کی، بلکہ حق پرستوں کے ساتھ بحث و مناظرہ اور جنگ جدل کرتے رہے جب مرنے کا وقت آیا اور فرشتے جان نکالنے لگے تو توبہ کی سوجھی۔ یا کبھی کسی مصلحت سے ظاہر طور پر رسمی الفاظ توبہ کے کہہ لئے یا کفر پر برابر قائم رہتے ہوئے بعض دوسرے اعمال سے توبہ کر لی جنہیں اپنے زعم میں گناہ سمجھ رہے تھے۔ یہ توبہ کسی کام کی نہیں۔ بارگاہ رب العزت میں اُس کے قبول کی کوئی اُمید نہ رکھیں۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ اور جو چیز خرچ

مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝۹۲ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے ف۱ سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو

اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ

مگر وہ جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنے اوپر توریت نازل ہونے سے پہلے ف۲

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۹۳ فَمَنِ

تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر سچے ہو ف۳ پھر جو کوئی

افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹۴

جوڑے اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی ہیں بڑے بے انصاف ف۴

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ

تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور نہ تھا

مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝۹۵ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ

شرک کرنے والا ف۵ بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے ف۶

مُبٰرَكًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝۹۶ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬

برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو ☆ اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ

اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص

اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝۹۷

قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی ف۷

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰی

تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے

ایسے لوگوں کو سچی توبہ نصیب ہی نہ ہوگی جو قبول ہو۔ اُنکا کام ہمیشہ گمراہی کی وادیوں میں پڑے بھٹکتے رہنا ہے۔ ف۱۰ یعنی دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہ چلے گی، وہاں تو صرف دولت ایمان کام دیسکتی ہے۔ فرض کرو ایک کافر کے پاس اگر اتنا ڈھیر سونے کا ہو جس سے ساری زمین بھر جائے اور وہ سب کا سب پُن خیرات کر دے تو خدا کے یہاں اُسکی ذرہ برابر وقعت نہیں نہ آخرت میں یہ عمل کچھ کام دیگا۔ کیونکہ عمل کی رُوح ایمان ہے جو عمل رُوح ایمان سے خالی ہو مُردہ عمل ہوگا۔ جو آخرت کی ابدی زندگی میں کام نہیں دیسکتا۔ ف۱۱ یعنی اگر فرض کرو کافر کے پاس وہاں اتنا مال ہو اور خود اپنی طرف سے درخواست کر کے بطور فدیہ پیش کرے کہ یہ لیکر مجھے چھوڑ دو تب بھی قبول نہیں کیا جا سکتا اور بدون پیش کئے تو پوچھتا ہی کون ہے۔ دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْھُمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (مائدہ۔ رکوع ۶)

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ کیسی چیز خرچ کی، کہاں خرچ کی اور کس کیلئے خرچ کی جتنی محبوب اور پیاری چیز جس طرح کے مصرف میں جس قدر اخلاص و حسن نیت سے خرچ کرو گے اُسی کے موافق خدا تعالیٰ کے یہاں سے بدلہ ملنے کی اُمید رکھو اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب و عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ خدا کے راستہ میں نکالو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اُسکے خرچ کرنیکا بڑا درجہ ہے، یوں ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود (و نصاریٰ) کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے نازل فرمائی کہ اُنکو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جسکے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے۔ تو جب تک وہ ہی اللہ کے راستہ میں نہ چھوڑیں درجہ ایمان نہ پائیں گے"۔ پہلی آیت سے یہ مناسبت ہوئی کہ وہاں کافر کا مال خرچ کرنا بیکار بتلایا تھا، اب اُس کے بالمقابل بتلا دیا کہ مومن جو خرچ کرے اُس سے نیکی میں کمال حاصل ہوتا ہے ف۲ یہود آنحضرت صلعم اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم اپنے کو دین ابراہیمؑ پر کیسے بتلاتے ہو جبکہ وہ چیزیں کھاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے گھرانے پر حرام کی تھیں جیسے اونٹ کا گوشت اور دودھ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں سب ابراہیمؑ کے وقت میں حلال تھیں جب تک تورات نازل ہوئی۔ بیشک تورات میں خاص بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام ہوئی ہیں۔ مگر ایک اونٹ تورات سے پہلے حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام نے اُسکے کھانے سے قسم کھائی تھی، اُنکی پیروی میں اُنکی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا اور اس قسم کا سبب یہ تھا کہ یعقوب علیہ السلام کو "عرق النسا" کا درد تھا اُس وقت نذر کی کہ اگر صحت پاؤں تو جو چیز میری رغبت کی ہے اُسے چھوڑ دونگا۔ انکو یہی (اونٹ کا گوشت اور دودھ) بہت مرغوب تھا سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔ اس قسم کی نذر جو تحریم حلال پر مشتمل ہو ہماری شریعت میں روا نہیں کما قال تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (تحریم۔ رکوع ۱) اگر کر لی تو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔ (تنبیہ) پہلی آیت میں محبوب چیز کے خرچ کرنے کا ذکر تھا۔ اس آیت میں یعقوب کا ایک محبوب چیز کو چھوڑ دینا مذکور ہے۔ اس طرح دونوں آیتوں میں لطیف مناسبت ہوگئی۔ نیز ان آیات میں متنبہ کیا گیا ہے کہ پہلی شرائع میں نسخ واقع ہوا ہے جو چیز ایک زمانہ میں حلال تھی بعد میں حرام ہوگئی۔ اگر اسی طرح اب شریعت محمدیہ اور شرائع سابقہ میں حلال و حرام کے اعتبار سے تفاوت ہو تو انکار و استبعاد کی کوئی وجہ نہیں۔ ف۳ یعنی اگر تم سچے ہو کہ یہ چیزیں ابراہیمؑ کے زمانہ سے حرام تھیں تو لاؤ یہ مضمون خود اپنی مسلم کتاب تورات میں دکھلا دو۔ اگر اُس میں بھی نہ نکلا تو تمہارے کاذب و مفتری ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ روایات میں ہے کہ یہود نے یہ چیلنج منظور نہ کیا۔ اور اس طرح نبی اُمّی صلعم کی صداقت پر ایک اور دلیل قائم ہوگئی ف۴ یعنی بڑی بے انصافی ہوگی اگر اس کے بعد بھی وہی مرغے کی ایک ٹانگ گاتے رہو کہ نہیں، یہ چیزیں ابراہیمؑ کے زمانہ سے حرام ہیں اور دین ابراہیمؑ کے اصلی پیرو ہم ہیں۔ ف۵ یعنی خدا تعالیٰ نے حلال و حرام کے متعلق نیز اسلام اور محمد صلعم کے باب میں سچی سچی اور کھری کھری باتیں تم کو سُنا دیں جن کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ اب چاہیے کہ تم بھی مسلمانوں کی طرح اصلی دین ابراہیمؑ کی پیروی اور اُسکے اصول کا اتباع کرنے لگو جن میں سب سے بڑی چیز توحید خالص تھی۔ چاہیے کہ تم بھی عزیز و مسیح اور احبار و رہبان کی پرستش چھوڑ کر پکے موحد مسلم بن جاؤ۔ ف۶ مسلمانوں کے اس دعوے پر کہ ہم سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے اشبہ و اقرب ہیں، یہود کو یہ بھی اعتراض تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وطن اصلی عراق چھوڑ کر شام کو ہجرت کی۔ وہیں رہے وہیں وفات پائی، بعدہٗ اُنکی اولاد شام (بقیہ برصفحہ ۸۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۹۔ ہیں رہی، کتنے انبیاء اسی مقدس سرزمین میں مبعوث ہوئے سب کا قبلہ بیت المقدس رہا گیا، پھر تم حجاز کے رہنے والے جنہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنالیا ہے، اور سرزمین شام سے دور ایک طرف پڑے ہو کس منہ سے دعویٰ کر سکتے ہو کہ ابراہیم و ملت ابراہیم سے تم کو زیادہ قرب و مناسبت حاصل ہے۔ اس آیت میں معترضین کو بتلایا گیا کہ بیت المقدس وغیرہ مقامات مقدسہ تو بعد میں تعمیر ہوئے ہیں دنیا میں سب سے پہلا متبرک گھر جو لوگوں کی توجہ الی اللہ کیلئے مقرر کیا گیا اور بطور ایک عبادتگاہ اور نشان ہدایت کے بنایا گیا، وہ یہی کعبہ شریف ہے جو اس مبارک شہر کے منظر میں واقع ہوا ہے۔ ف حق تعالیٰ نے شروع سے اس گھر کو ظاہری و باطنی حسی و معنوی برکات سے معمور کیا اور سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔ روئے زمین پر جس کسی مکان میں برکت و ہدایت پائی جاتی ہے اسی بیت مقدس کا ایک عکس اور پرتو سمجھنا چاہئے۔ یہیں سے رسول ثقلین کو اٹھایا، مناسک حج ادا کرنے کیلئے سارے جہان کو اسی کی طرف دعوت دی، عالمگیر مذہب اسلام کے پیرووں کو مشرق و مغرب میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اسکے طواف کرنیوالوں پر عجیب و غریب برکات و انوار کا افاضہ فرمایا۔ انبیائے سابقین بھی حج ادا کرنے کے لئے نہایت شوق و ذوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اسی شمع کے پروانے بنے اور طرح طرح کی ظاہرو باہر نشانیاں قدرت نے بیت اللہ کی برکت سے اس سرزمین میں رکھ دیں۔ اسی لئے ہر زمانہ میں مختلف مذاہب والے اسکی غیر معمولی تعظیم و احترام کرتے رہے اور ہمیشہ وہاں داخل ہونیوالے کو مامون سمجھا گیا اسکے پاس مقام ابراہیم کی موجودگی پتہ دے رہی ہے کہ یہاں ابراہیم کے قدم تلے ہیں۔ اور اسکی تاریخ جو تمام عرب کے نزدیک بلا نکیر مسلم چلی آرہی ہے بتلاتی ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا اور خدا کی قدرت سے اس پتھر میں ابراہیم کے قدم کا نشان پڑ گیا تھا جو آج تک محفوظ چلا آتا ہے۔ گویا علاوہ تاریخی روایات کے اس مقدس پتھر کا وجود ایک ٹھوس دلیل اس کی ہے کہ یہ گھر طوفان نوح کی تباہی کے بعد حضرت ابراہیم کے پاک ہاتھوں سے تعمیر ہوا جن کی مدد کے لئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شریک کار ہے جیسا کہ پارہ الم کے آخر میں گذر چکا۔ ف اس پاک گھر میں جمال خداوندی کی کوئی خاص تجلی ہے جس کی وجہ سے ادائے حج کے لئے اُسے مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ حج ایک ایسی عبادت ہے جسکی ہر ادا اس جمیل مطلق اور محبوب برحق کے عشق و محبت کے جذبہ کا اظہار کرتی ہے پس ضروری ہے کہ جسے اُسکی محبت کا دعویٰ ہو اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو، کم از کم عمر میں ایک مرتبہ دیار محبوب میں حاضری دے اور دیوانہ وار وہاں کا چکر لگائے (اس مضمون کو حضرت مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہ نے "قبلہ نما" میں بڑے شرح و بسط سے لکھا ہے) جو مدعی محبت اتنی تکلیف اُٹھانے سے بھی انکار کرے سمجھ لو کہ جھوٹا عاشق ہے۔ اختیار ہے جہاں چاہے دھکے کھاتا پھرے خود محروم و مہجور رہیگا۔ اُس محبوب حقیقی کو کسی کی کیا پرواہ ہے کوئی یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر، اُس کا کیا بگڑتا ہے۔ (احکام حج کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھنی چاہئے)

ع ۱۰

مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ

جو تم کرتے ہو ف۱ تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ

اللَّهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

سے ایمان لانیوالوں کو کہ ڈھونڈتے ہو اُس میں عیب اور تم خود جانتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ

تمہارے کام سے ف۲ اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے بعضے

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ

اہل کتاب کا تو پھر کر دینگے وہ تم کو ایمان لائے پیچھے کافر ف۳ اور تم کس طرح

تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَ

کافر ہوتے ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اُس کا رسول ہے اور

مَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾

جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو تو اُس کو ہدایت ہوئی سیدھے رستہ کی ف۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہئے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر

مُسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَ

مسلمان ف۵ اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو ف۶ اور

اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر اُلفت دی تمہارے دلوں میں

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ

اب ہو گئے اُس کے فضل سے بھائی ف۷ اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے

فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾

پھر تم کو اُس سے نجات دی ف۸ اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں تاکہ تم راہ پاؤ ف۹

سورة ۳ آیة ۹۸ — سورة ۳ آیة ۱۰۳ — منزل ۱

فوائد صفحہ ہذا ف۱ پہلے سے خطاب یہود و نصاریٰ کو کیا جا رہا تھا، درمیان میں اُن کے بعض شبہات کا جواب دیا گیا۔ یہاں سے پھر اُن کو تنبیہ و توبیخ کی گئی یعنی حق و صداقت کے واضح دلائل اور قرآن کریم کی ایسی سچی اور پکی باتیں سُننے کے بعد بھی تمہیں کیا ہوا کہ باوجود اہل کتاب کہلانے کے برابر کلام اللہ اور اُس کے لانے والے کے انکار پر تلے ہوئے ہو۔ یاد رکھو تمہاری سب کارروائیاں خدا کے سامنے ہیں تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو وہ خوب جانتا ہے، جس وقت پکڑیگا رتی رتی کا حساب لیکر چھوڑیگا۔ ف۲ یعنی نہ صرف یہ کہ خود ایمانی سعادت حاصل کرنے سے محروم ہو، دوسروں کو بھی چاہتے ہو کہ اللہ کے راستہ سے روکدو اور جو سعید روحیں مشرف بایمان ہو چکی ہیں اُنکو اسلام کے فرضی عیب بتلا کر دین اسلام سے واپس لے آؤ۔ پھر یہ حرکتیں محض جہل و بیخبری سے نہیں کر رہے بلکہ سمجھ بوجھ کر سیدھی باتوں کو ٹیڑھا ثابت کرنے کی فکر میں رہتے ہو، تمہارے اس ہیر پھیر سے خدا بیخبر نہیں۔ مناسب وقت پر اُنکی سزا دیگا۔ ف۳ پہلے اہل کتاب کو ڈانٹا گیا تھا کہ جان بوجھ کر کیوں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہو۔ یہاں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ تم اِن مفسدین کے بھرے میں نہ آنا۔ اگر ان کے اشاروں پر چلوگے تو اندیشہ ہے کہ آہستہ آہستہ نور ایمان سے نکل کر کفر کے تاریک گڑھے میں دوبارہ نہ جا گرو۔ ف۴ یعنی بہت بعید ہے کہ وہ قوم ایمان لائے پیچھے کافر بنجائے یا کافروں جیسے کام کرنے لگے، جنکے درمیان خدا کا عظیم الشان پیغمبر جلوہ افروز ہو، جو شب و روز اُن کو اللہ کا روح پرور کلام اور اس کی تازہ بتازہ آیتیں پڑھ کر سُناتا رہتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس نے ہر طرف سے قطع نظر کر کے ایک خدا کو مضبوط پکڑ لیا اور اُسی پر دل سے اعتماد و توکل کیا اُسے کوئی طاقت کامیابی کے سیدھے رستہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹا سکتی۔ (تنبیہ) انصار مدینہ کے دو خاندانوں اوس و خزرج کے باہم اسلام سے قبل سخت عداوت اور دشمنی تھی، ذرا ذرا بات پر لڑائی اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا جو برسوں تک سرد نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ "بُعاث" کی مشہور جنگ ایک سو بیس سال تک رہی آخر پیغمبر عربی صلعم کی ہجرت پر ان کی قسمت کا ستارہ چمکا اور اسلام کی تعلیم اور نبی کریم صلعم کے فیض صحبت نے دونوں قبیلوں کو جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے ملا کر شیر و شکر کر دیا اور نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم کر دیے۔ یہود مدینہ کو ان دونوں حریف خاندانوں کا اس طرح مل بیٹھنا اور متفقہ طاقت سے اسلام کی خدمت و حمایت کرنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ ایک اندھے یہودی شماس بن قیس نے کسی فتنہ پرداز شخص کو بھیجا کہ جس مجلس میں دونوں خاندان جمع ہوں وہاں کسی ترکیب سے بُعاث کی لڑائی کا ذکر چھیڑ دے۔ چنانچہ اُس نے مناسب موقع پا کر بُعاث کی یاد تازہ کرنیوالے اشعار سُنانے شروع کر دئے۔ اشعار کا سُننا تھا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی چنگاریاں پھر سُلگ اُٹھیں۔ زبانی جنگ سے گذر کر ہتھیاروں کی لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ نبی کریم صلعم جماعت مہاجرین کو ہمراہ لئے ہوئے موقع پر پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا اے گروہ مسلمین! اللہ سے ڈرو، میں تم میں موجود ہوں۔ پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ خدا نے تم کو ہدایت دی، اسلام سے مشرف کیا، جاہلیت کے تار کون

بقیہ فوائد صفحہ ۸۰ کو محو فرما دیا۔ کیا اُن ہی کفریات کی طرف پھر اُلٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو جن سے نکل کر آئے تھے۔ اِس پیغمبرانہ آواز کا سُننا تھا کہ شیطانی جال کے سب حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ اوس و خزرج نے ہتھیار پھینک دیے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگا۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ سب اُن کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی جس سے آئندہ ہمیشہ ہشیار رہنا چاہئے۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ کئی آیتیں نازل ہوئیں۔ ف۵ یعنی ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خدا کا ہونا چاہیے کہ اپنے مقدور بھر پرہیزگاری و تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اُس سے استقامت کا طالب رہے۔ شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارا قدم اسلام کے راستہ سے ڈگمگا دیں۔ تم کو چاہیے کہ اُنہیں مایوس کر دو۔ اور مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہیے۔ ف۶ یعنی سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو جو خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہوگے، کوئی شیطان شر انگیزی میں کامیاب نہ ہوسکیگا اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل اختلال ہو جائیگی۔ قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے۔ لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنی آراء و اہواء کا تختۂ مشق بنا لیا جائے۔ بلکہ قرآن کریم کا مطلب وہ ہی معتبر ہوگا جو احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو۔ ف۷ یعنی صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر خدا نے نبی کریم صلعم کی برکت سے تم کو بھائی بھائی بنا دیا جس کہ تمہارا دین اور دنیا دونوں درست ہوئے۔ اور ایسی ساکھ قائم ہوگئی جسے دیکھ کر تمہارے دشمن مرعوب ہوتے ہیں۔ یہ برادرانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کر کے بھی میسر نہ آسکتی تھی۔ ف۸ یعنی کفر و عصیان کی بدولت دوزخ کے بالکل کنارے پر کھڑے تھے کہ موت آئی اور اس میں گرے۔ خدا نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اس سے بچایا اور نبی کریم صلعم کے ذریعہ سے ایمان و ایقان کی روشنی سینوں میں ڈالی۔ حق تعالیٰ کے اِن عظیم الشان دینی و دنیوی احسانات کو یاد رکھوگے تو کبھی گمراہی کی طرف واپس نہ جاؤگے۔ ف۹ یعنی یہ باتیں اس قدر کھول کھول کر سنانے سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ٹھیک راستہ پر چلتے رہو۔ ایسی مہلک و خطرناک غلطی کا پھر اعادہ نہ کرو اور کسی شیطان کے اغوا سے استقامت کی راہ نہ چھوڑو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اور منع کریں بُرائی سے اور وہی پہنچے اپنی مُراد کو ف۱ اور مت ہو اُن کی طرح جو

تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

متفرق ہوگئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے اُن کو حکم صاف اور اُن کو

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا

بڑا عذاب ہے ف۲ جس دن کہ سفید ہونگے بعضے منہ اور سیاہ ہونگے بعضے منہ ف۳ سو وہ

الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

لوگ کہ سیاہ ہوئے منہ اُن کے اُن سے کہا جائیگا کیا تم کافر ہوگئے ایمان لا کر ف۴ اب چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ

بدلا اُس کفر کرنے کا ☆ اور وہ لوگ کہ سفید ہوئے منہ اُن کے سو رحمت میں ہیں

اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ

اللہ کی وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے ف۵ یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سُناتے ہیں تجھ کو ٹھیک ٹھیک

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا خلقت پر ف۶ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ ہے

الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ

زمین میں اور اللہ کی طرف رجوع ہے ہر کام کا ف۷ تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو بھیجی گئی

لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ

عالم میں ف۸ حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے ف۹ اور ایمان لاتے ہو

بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

اللہ پر ف۱۰ اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو اُن کے لئے بہتر تھا کچھ تو اُن میں سے ہیں ایمان پر

ع ۱۱ / ۲

سورۃ ۳ آیۃ ۱۰۴ منزل ۱ سورۃ ۳ آیۃ ۱۱۰

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی تقویٰ، اعتصام بحبل اللہ، اتحاد و اتفاق قومی زندگی، اسلامی مواخات، یہ سب چیزیں اُس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت و ارشاد کے لئے قائم رہے۔ اُس کا وظیفہ یہی ہو کہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سُنت کی طرف بُلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سُست یا بُرائیوں میں مبتلا دیکھے، اُس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور بُرائی سے روکنے میں اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام وہ ہی حضرات کر سکتے ہیں جو معروف و منکر کا علم رکھتے اور قرآن و سنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں، ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی معروف کو منکر یا منکر کو معروف خیال کر کے بجائے اصلاح کے سارا نظام ہی مختل کر دے یا ایک منکر کی اصلاح کا ایسا طریقہ اختیار کرے جو اُس سے بھی زیادہ منکرات کے حدوث کا موجب ہو جائے۔ یا نرمی کی جگہ سختی اور سختی کے موقع میں نرمی برتنے لگے۔ شاید اسی لئے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مامور کیا گیا جو ہر طرح دعوت الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہل ہو۔ حدیث میں ہے کہ جب لوگ منکرات میں پھنس جائیں اور کوئی روکنے والا نہ ہو تو عام عذاب آنے کا اندیشہ ہے۔ باقی یہ کہ کن احوال و اوقات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ترک میں آدمی معذور سمجھا جا سکتا ہے اور کن مواقع میں واجب یا مستحب ہے اُسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ابوبکر رازی نے "احکام القرآن" میں اس پر نہایت مبسوط کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔ ف۲ یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح مت بنو جو خدا تعالیٰ کے صاف احکام پہنچنے کے بعد محض اوہام و اہواء کی پیروی کر کے اصول شرع میں متفرق اور فروع میں مختلف ہو گئے۔ آخر فرقہ بندیوں نے ان کے مذہب و قومیت کو تباہ کر ڈالا۔ اور سب کے سب عذاب الٰہی کے نیچے آگئے (تنبیہ) اس آیت سے اُن اختلافات اور فرقہ بندیوں کا مذموم و مہلک ہونا معلوم ہوا جو شریعت کے صاف احکام پر مطلع ہونے کے بعد پیدا کیے جائیں۔ افسوس ہے کہ آج مسلمان کہلانے والوں میں بھی سینکڑوں فرقے شریعت اسلامیہ کے صاف صریح اور مسلم و محکم اصول سے الگ ہو کر اور ان میں اختلاف ڈالکر اس عذاب کے نیچے آئے ہوئے ہیں تاہم اسی طوفان بے تمیزی میں اللہ و رسول کے وعدہ کے موافق ایک عظیم الشان جماعت بحمد اللہ خدا کی رسی کو مضبوط تھامے ہوئے مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کے مسلک پر قائم ہے اور تا قیام قیامت قائم رہیگی۔ باقی فروعی اختلافات جو صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین میں ہوئے ہیں، انکو آیت حاضرہ سے کوئی تعلق نہیں اس فروعی اختلاف کے اسباب پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں کافی و شافی بحث کی ہے۔ ف۳ یعنی بعضوں کے چہرہ پر ایمان و تقویٰ کا نور چمکتا ہوگا اور عزت و وقار کے ساتھ شاداں و فرحاں نظر آئینگے۔ انکے برخلاف بعضوں کے منہ کفر و نفاق یا فسق و فجور کی سیاہی سے کالے ہونگے، صورت سے ذلت و رسوائی ٹپک رہی ہوگی۔ گویا ہر ایک کا ظاہر باطن کا آئینہ بن جائیگا۔ ف۴ یہ الفاظ مرتدین، منافقین، اہل کتاب، عام کفار یا مبتدعین و فساق فجار سب کو کہے جا سکتے ہیں۔ "مرتد" تو اسی کو کہتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ "منافق" زبان سے اقرار کرنے کے بعد دل سے کافر رہتا ہے۔ "اہل کتاب" اپنے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانے کے مدعی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ انکی سب بشارتوں کو جو نبی کریم کے متعلق دی گئی تھیں تسلیم کریں اور انکی ہدایات کے موافق حضور پر ایمان لائیں مگر وہ انکار میں سب سے آگے رہتے ہیں گویا نبی اور کتاب پر ایمان لانے کے بعد کافر بن رہے ہیں۔ مبتدعین کا دعویٰ زبان سے یہ ہوتا ہے کہ ہم قرآن و سنت کے متبع ہیں اور نبی کریم پر ایمان لا چکے ہیں مگر اس کے بعد بہت سی بے اصل اور باطل چیزیں (بقیہ برصفحہ ۸۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۸۱ دین میں شامل کرکے یا بعض ضروریات دین کا انکار کرکے اصلی دین سے نکل جاتے ہیں۔ اس طرح وہ بھی ایک درجہ میں أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ کے مخاطب ہوئے۔ رہے فساق جن کا عقیدہ صحیح ہو۔ اگر اُن سے یہ خطاب ہوا تو یہ مطلب ہو گا کہ ایمان لانے کے بعد کافروں جیسے عمل کیوں کئے۔ گویا کفر سے عملی کفر مراد ہو گا۔ اور اگر عام کفار کے حق میں یہ خطاب مانا جائے تو یہ حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو دین فطرت پر پیدا کیا اس فطرت ایمانی کو ضائع کرکے کافر کیوں بنے۔ باقی سیاق آیات سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفر سے کفر فعلی یعنی اختلاف و تفریق مذموم مراد ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی جنت میں۔ کیونکہ جنت محض عمل سے نہیں ملتی۔ عمل کے بعد خدا کی رحمت سے ملتی ہے۔ اور وہ ہی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی رحمت کے سامان کئے ہیں۔ ؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔ ف۶ حقیقی معنی میں ظلم تو وہاں ممکن ہی نہیں لیکن ظاہری طور پر جسے تم ظلم کہہ سکتے ہو۔ اُس کا صدور بھی خدا تعالیٰ سے نہیں ہوتا۔ مثلاً ایسے سخت احکام بندوں کو بھیجے جن سے غرض محض ستانا اور دق کرنا ہو۔ یا مستحق رحمت پر عذاب کرنے لگے یا تھوڑی سزا کی جگہ زائد سزا جاری کردے۔ یا کسی کی ادنیٰ ترین نیکی کا صلہ نہ دے وغیرہ ذلک۔ خوب سمجھ لو، اُس کا جو حکم ہے خالص بندوں کی تربیت کے لئے اور جو معاملہ کسی کے ساتھ ہے عین حکمت و مصلحت کے موافق ہے ف۷ جب ہر چیز اللہ کی مملوک و مخلوق اور ہر کام کا انجام اُسی کے ہاتھ میں ہے تو ظلم کیونکر اور کس لئے کیا جائیگا۔ ف۸ گذشتہ رکوع کے شروع میں فرمایا تھا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ۔ درمیان میں اُسی کے مناسب کچھ اوامر و نواہی اور وعد و وعید آگئی، یہاں سے پھر اُسی اول مضمون کی تکمیل کیجاتی ہے۔ یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ نے تم کو تمام اُمتوں میں بہترین اُمت قرار دیا ہے۔ اُس کے علم ازلی میں پہلے سے یہی مقدر ہو چکا تھا جس کی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دیدی گئی تھی کہ جس طرح نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلعم تمام نبیوں سے افضل ہونگے آپکی اُمت بھی جملہ اُمم و اقوام پر گوئے سبقت لیجائیگی کیونکہ اس کو سب سے اشرف و اکرم پیغمبر نصیب ہو گا۔ اَدوَم و اکمل شریعت ملیگی۔ علوم و معارف کے دروازے اُس پر کھول دیئے جائینگے۔ ایمان و عمل و تقویٰ کی تمام شاخیں اُسکی محنت اور قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہونگی وہ کسی خاص قوم و نسب یا مخصوص ملک و اقلیم میں محصور نہ ہوگی بلکہ اُس کا دائرۂ عمل سارے عالم کو اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہو گا۔ گویا اُس کا وجود ہی اس لئے ہو گا کہ دوسروں کی خیرخواہی کرے۔ اور جہاں تک ممکن ہو انہیں جنت کے دروازوں پر لاکر کھڑا کردے۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (تنبیہ) اس سورت کے نویں رکوع میں وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ سے نبی کریم کی امامت و جامعیت کبریٰ کا بیان ہوا تھا۔ دسویں رکوع میں اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ الخ سے اس اُمت کے قبلہ کی برتری دکھلائی گئی۔ گیارھویں رکوع میں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا الخ سے اس اُمت کی کتاب و شریعت کی مضبوطی کا اظہار فرمایا۔ اب یہاں بارھویں رکوع کے آغاز سے خود اُمت مرحومہ کی فضیلت و عظمت کا اعلان کیا جا رہا ہے ف۹ "منکر" (بُرے کاموں) میں کفر، شرک، بدعات، رسوم قبیحہ، فسق و فجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں۔ اِن سے روکنا بھی کئی طرح ہو گا۔ کبھی زبان سے، کبھی ہاتھ سے، کبھی قلم سے، کبھی تلوار سے، غرض ہر قسم کا جہاد اس میں داخل ہو گیا۔ یہ صفت جس قدر عموم و اہتمام سے اُمت محمدیہ میں پائی گئی، پہلی اُمتوں میں اُسکی نظیر نہیں ملتی۔ ف۱۰ اللہ پر ایمان لانے میں، اُس کی توحید پر، اُس کے رسولوں پر اور کتابوں پر ایمان لانا بھی داخل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ توحید خالص و کامل کا اتنا شیوع و اہتمام کبھی کسی اُمت میں نہیں رہا جو بحمد اللہ اس اُمت میں رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص تم میں سے چاہتا ہے کہ اس اُمت (خیر الامم) میں شامل ہو چاہئے کہ اللہ کی شرط پوری کرے یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ۔ جس کا حاصل ہے خود درست ہو کر دوسروں کو درست کرنا۔ جو شان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھی

وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ

اور اکثر اُن میں نافرمان ہیں ف۱ وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر ستانا زبان سے اور اگر تم سے لڑیں گے

يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ

تو پیٹھ دیں گے پھر اُن کی مدد نہ ہوگی ف۲ ماری گئی اُن پر ذلت

اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ

جہاں دیکھے جائیں سوائے دستاویز اللہ کے اور دستاویز لوگوں کے ف۳ اور کمایا اُنہوں

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا

نے غصہ اللہ کا اور لازم کردی گئی اُن کے اوپر حاجتمندی یہ اس واسطے کہ وہ انکار

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ

کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو ناحق یہ

بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے ف۴ وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں

اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ

منع کرتے ہیں بُرے کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور وہی لوگ

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ

نیک بخت ہیں ف۵ اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام اُس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی ف۶ اور اللہ کو

عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ

خبر ہے پرہیزگاروں کی ف۷ وہ لوگ جو کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے اُن کو اُن کے مال

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اہل کتاب اگر ایمان لے آتے تو وہ بھی اس خیر الامم میں شامل ہو سکتے تھے جس کو دنیا میں عزت بڑھتی اور آخرت میں دوہرا اجر ملتا۔ مگر افسوس ہے اُن میں سے چند افراد کے سوا (مثلاً عبداللہ بن سلام یا نجاشی وغیرہ) کسی نے حق کو قبول نہ کیا۔ باوجود وضوح حق کے نافرمانی ہی پر اڑے رہے۔ ف۲ یعنی اگر اکثر نافرمان ہیں تو ہونے دو۔ تم کو اُنکی اکثریت یا مادی ساز و سامان سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں (اے خیر الامم!) خدا کا وعدہ ہے کہ یہ شیطانی لشکر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ (بشرطیکہ تم اپنے کو خیر الامم ثابت کرو) بس یہ انتہائی کرسکتے ہیں کہ زبان سے گالی دیں اور نامردوں کی طرح تم کو بُرا بھلا کہتے پھریں۔ یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچائیں، باقی تم پر غالب و مُسلط ہو جائیں، یا کوئی بڑا قومی نقصان پہنچا سکیں یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر لڑائی میں تمہارے مقابلہ پر آئے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے اور کسی طرف سے اُن کو مدد نہ پہنچے گی جو اُنکی ہزیمت کو روک سکے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اہل کتاب کا یہی حشر ہوا۔ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے اُنہوں نے ایڑی چوٹی کا زور خرچ کردیا مگر بال بیکا نہ کرسکے۔ جہاں مقابلہ ہوا حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَۃ کی طرح بھاگے۔ ہر موقع پر خدا کی نصرت و امداد خیر الامم کے شامل حال رہی اور دشمن بدحواسی اور بیکسی کی حالت میں مقہور و مخذول ہو کر بھاگے یا قید ہوئے یا رعیت بن کر رہے یا جہنم میں پہنچ گئے۔ فللّٰہ الحمد والمنہ۔ ف۳ یہ آیتیں اہل کتاب میں سے خاص یہود کے متعلق معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ سیاق کلام اور قرآن کی دوسری آیات سے ظاہر ہے۔ یعنی یہود پر ہمیشہ کے لئے ذلت کی مہر کردی گئی۔ یہ بدبخت جہاں کہیں پائے جائیں، ذلت کا نقش اُن سے محو نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے کروڑ پتی یہود بھی آزادی و خود مختاری سے اپنے جان و مال کی حفاظت نہیں کرسکتے۔ کیونکہ اُن کی آزاد حکومت کسی جگہ نہیں۔ "سوائے دستاویز اللہ کے" یعنی بعض بچی کھچی رسمیں تورات کی عمل میں لاتے ہیں اُس کے طفیل سے بچے ہیں اور "سوائے دستاویز لوگوں کے" یعنی

وَلَآ أَوْلَادُهُم مِّنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلنَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا

اور نہ اولاد اللہ کے آگے کچھ اور وہی لوگ رہنے والے ہیں آگ میں دوزخ کی وہ اس آگ

خَـٰلِدُونَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِى هَـٰذِهِ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَثَلِ

میں ہمیشہ رہینگے ☆ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں اس کی مثال جیسے

رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ

ایک ہوا کہ اس میں ہو پالا جا لگی کھیتی کو اس قوم کی کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اس کو نابود کرگئی ف۱

وَمَا ظَلَمَهُمُ ٱللَّهُ وَلَـٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟

اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ف۲ اے ایمان والو

لَا تَتَّخِذُوا۟ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا۟ مَا عَنِتُّمْ

نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں ان کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف

قَدْ بَدَتِ ٱلْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَٰهِهِمْ وَمَا تُخْفِى صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ

میں رہو نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ ٱلْـَٔايَـٰتِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾ هَـٰٓأَنتُمْ أُو۟لَآءِ

ہم نے بتا دیے تم کو پتے اگر تم کو عقل ہے ف۳ سن لو تم لوگ

تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِٱلْكِتَـٰبِ كُلِّهِۦ وَإِذَا لَقُوكُمْ

ان کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو ف۴ اور جب تم سے ملتے ہیں

قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا۟ عَضُّوا۟ عَلَيْكُمُ ٱلْأَنَامِلَ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۚ قُلْ

کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ف۵ اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصہ سے ف۶ تو کہہ

مُوتُوا۟ بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿١١٩﴾ إِن تَمْسَسْكُمْ

مرو تم اپنے غصہ میں ف۷ اللہ کو خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں ف۸ اگر تم کو ملے

حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا۟ بِهَا ۖ وَإِن

کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی تو خوش ہوں اس سے ف۹ اور اگر

بقیہ فوائد صفحہ ۸۲ کسی کی رعیت ہیں اُسکی پناہ میں پڑے ہیں۔ (کذا فی الموضح) بعض مفسرین نے "حبل من اللہ" و "حبل من الناس" سے اللہ کا ذمہ اور مسلمانوں کا عہد مراد لیا ہے۔ یعنی بجز اس کے کہ مسلمانوں سے عہد کرکے خدا کے ذمہ میں آجائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "بحبل من اللہ" سے اسلام مراد ہے یعنی اسلام لاکر اس ذلت سے نکل سکتے ہیں یا معاہد بن کر، کیونکہ معاہدہ بھی جان و مال کی طرف سے مامون کر دیتا ہے۔ واللہ اعلم **ف۴** یعنی نافرمانی کرتے کرتے حد سے نکل گئے، جس کا انتہائی اثر یہ تھا کہ اللہ کی صریح آیتوں کے انکار اور معصوم پیغمبروں کے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ اسی مضمون کی آیت بقرہ پارہ "الم" میں گذر چکی ہے۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔ **ف۵** یعنی سب اہل کتاب کا حال یکساں نہیں۔ لتنے بُروں میں کچھ اچھے بھی ہیں۔ ان ہی ممسوخ اشقیاء کے درمیان چند سعید روحیں ہیں جن کو حق تعالیٰ نے قبول حق کی توفیق دی اور اسلام کی آغوش میں آگئے اور جادۂ حق پر ایسے مستقیم ہوگئے کہ کوئی طاقت ہلا نہیں سکتی۔ وہ رات کی تاریکی میں میٹھی نیند اور نرم بستر سے چھوڑ کر خدا کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنے مالک کے سامنے خضوع و تذلل اختیار کرتے ہیں جبین نیاز زمین پر رکھتے ہیں، نمازیں اُس کا کلام پڑھتے ہیں۔ اللہ پر اور یوم آخر پر ٹھیک ٹھیک ایمان لاتے ہیں خالص توحید کے قائل ہیں، قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں اور جب کسی نیک کام کی طرف پکارا جائے دوڑ کر دوسروں سے آگے نکلنا چاہتے ہیں، پھر نہ صرف یہ کہ خود راہ راست پر ہیں، دوسروں کو بھی سیدھے راستے پر لانا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ اُن یہود میں سے یہ لوگ ہیں جن کو خدا نے نیک بختی اور صلاح و رشد کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے یہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کا ذکر ہوا۔ **ف۶** بلکہ دگنا اجر ملیگا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ اولٰئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا (قصص رکوع ۶) اور حدیث صحیح میں نبی کریم صلعم نے اُس کی تشریح فرما دی۔ **ف۷** اسی لئے جب یہود کی برائیوں کا ذکر آتا ہے حق تعالیٰ ان پرہیزگاروں کو مستثنیٰ کر دیتا ہے اور پرہیزگاری کے موافق دنیا و آخرت میں اُنکے ساتھ معاملہ بھی بالکل ممتاز کیا جائیگا۔

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** صالحین و متقین کے بالمقابل یہاں کافروں کا حال و انجام ذکر فرماتے ہیں پہلے فرمایا تھا وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ یعنی مومنین کی ادنیٰ ترین نیکی بھی کام آئیگی۔ اُنکے کسی بھلے کام کی بے قدری نہیں کیجائیگی۔ اسکے برخلاف کافر جو کچھ مال و قوت دنیا میں خرچ کرے، خواہ اپنے نزدیک بڑا ثواب اور خیرات کا کام سمجھ کر کرتا ہو، آخرت میں اُسکی کوئی قدر و قیمت اور پرسش نہیں۔ کیونکہ ایمان و معرفت صحیحہ کی روح نہ ہونے سے اُسکا ہر ایک عمل بیجان اور مردہ ہے۔ اُنکی جزا بھی ایسی ہی فانی و زائل اس دار فانی میں مل رہیگی عمل کی ابدی حفاظت کرنیوالی چیز ایمان و ایقان ہے اُسکے بدون عمل کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی شریر ظالم نے کھیتی یا باغ لگایا اور اُس کو برف پالے سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا چند روز اُسکی سرسبزی و شادابی کو دیکھ کر خوش ہوتا اور بہت کچھ اُمیدیں باندھتا رہا۔ یکایک اُس کی شرارت و بدبختی سے سرد ہوا چلی برف پالا اس قدر گرا کہ ایکدم میں ساری لہلہاتی کھیتی جلا کر رکھ دی آخر اپنی کلی تباہی و بربادی پر کف افسوس ملتا رہ گیا، نہ اُمیدیں پوری ہوئیں نہ احتیاج کے وقت اُس کی پیداوار سے منتفع ہوا۔ اور چونکہ یہ تباہی ظلم و شرارت کی سزا تھی، اِس لئے اس مصیبت پر کوئی اجر اُخروی بھی نہ ملا، جیسا کہ مومنین کو ملتا ہے بعینہ یہ مثال اُن کفار کی ہے جو کفر و شرک پر قائم رہتے ہوئے اپنے خیال میں بہت پُن خیرات کرتے ہیں، باقی وہ بدبخت جن کا زور و قوت اور پیسہ حق اور اہل حق کی دشمنی یا فسق و فجور میں خرچ ہوتا ہو اُن کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ وہ نہ صرف بے کار خرچ کر رہے ہیں، بلکہ روپیہ خرچ کرکے اپنے لئے اور زیادہ وبال خرید رہے ہیں ان سب کو یاد رکھنا چاہیے کہ مال ہو یا اولاد کوئی چیز عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیگی۔ اور نہ متقین کے مقابلہ پر وہ اپنی توقعات میں کامیاب ہونگے۔ (تنبیہ) "ریح" کا لفظ مفرد قرآن میں عموماً عذاب کے موقع پر استعمال ہوا ہے۔ "رِیْحٌ فِیْھَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ" "وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا" "اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا" اور رحمت کے موقع پر جمع کا لفظ "ریاح" لاتے ہیں "یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرَاتٍ" "وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ" "یُرْسِلُ الرِّیَاحَ بُشْرًا" کذا ذکرہ ابو حیان۔ **ف۲** یہ نہ سمجھا جائے کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں کیجاتی تو اُس پر معاذ اللہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا۔ نہیں یہ ظلم تو انہوں نے اپنی جانوں پر خود اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔ نہ کفر اختیار کرتے نہ یہ روز بد دیکھنا پڑتا۔ **ف۳** یہ آیتیں بعض کہتے ہیں یہود کے متعلق نازل ہوئیں۔ کیونکہ بعض مسلمان جوار (ہمسائگی) حلف (دوستانہ معاہدہ) وغیرہ کی بنا پر جو تعلقات قبل از اسلام اُن سے رکھتے چلے آرہے تھے، بعد از اسلام بھی بدستور ان پر قائم رہے اور دوستی پر اعتماد کرکے اُن سے مسلمانوں کے بعض رازدارانہ مشوروں کے اخفاء کا بھی اہتمام نہ کیا" اور بعض کے نزدیک یہ آیتیں منافقین کے حق میں نازل ہوئیں۔ کیونکہ عام طور پر لوگ ظاہر میں مسلمان سمجھ کر اُن سے پوری احتیاط نہ کرتے تھے جس سے سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا حق تعالیٰ نے یہاں صاف صاف آگاہ کر دیا کہ مسلمان اپنے اسلامی بھائیوں کے سوا کسی کو بھیدی اور رازدار نہ بنائیں۔ کیونکہ یہود ہوں یا نصاریٰ، منافقین ہوں یا مشرکین، ان میں کوئی جماعت تمہاری حقیقی خیر خواہ نہیں۔ بلکہ ہمیشہ یہ لوگ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ تمہیں پاگل بنا کر نقصان پہنچائیں اور دینی و دنیوی خرابیوں میں مبتلا کریں۔ اُنکی خواہش یہی ہے کہ تم تکلیف میں رہو اور کسی نہ کسی تدبیر پر تم کو دینی یا دنیوی ضرر پہنچ جائے جو دشمنی اور بغض اُنکے دلوں میں ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے لیکن بسا اوقات عداوت و غیظ کے جذبات سے مغلوب ہو کر کھلم کھلا ایسی باتیں کر گذرتے ہیں جو اُنکی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہیں۔ مارے دشمنی اور حسد کے اُنکی زبان قابو میں نہیں رہتی پس عقلمند آدمی کا کام نہیں کہ ایسے خبیث باطن دشمنوں کو اپنا رازدار بنائے۔ خدا تعالیٰ نے دوست دشمن کے پتے اور موالات وغیرہ کے احکام کھولکر بتلا دیے ہیں جس میں عقل ہوگی اُن سے کام لیگا۔ موالات کفار کے متعلق کچھ تفصیل پہلی اسی سورت میں گذر چکی اور کچھ "مائدہ" وغیرہ میں آئیگی۔ **ف۴** یعنی کیسی بے موقع بات ہے کہ تم اُنکی دوستی کا دم بھرتے ہو، اور وہ تمہارے دوست نہیں بلکہ جڑ کاٹنے والے دشمن ہیں اور طرفہ یہ کہ تم تمام آسمانی کتابوں کو مانتے ہو (بقیہ برصفحہ ۸۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۸۳ ۔ خواہ وہ کسی قوم کی ہوں اور کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوئی ہوں (جن کے خدا نے نام تلادیے اُن پر علی التعیین اور جن کے نام نہیں تلائے اُن پر بالاجمال ایمان رکھتے ہو) اس کے برخلاف یہ لوگ تمہاری کتاب اور پیغمبر کو نہیں مانتے، بلکہ خود اپنی کتابوں پر بھی ان کا ایمان صحیح نہیں۔ اس لحاظ سے چاہیے تھا کہ وہ تم سے قدرے محبت کرتے اور تم اُن سے سخت نفور و بیزار رہتے مگر یہاں معاملہ برعکس ہو رہا ہے۔ ف۵ منافقین تو کہتے ہی تھے، عام یہود و نصاری بھی بحث و گفتگو میں "آمنا" (ہم مسلمان ہیں) کہہ کر یہ مطلب لے لیتے تھے کہ ہم اپنی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو تسلیم کرتے ہیں ف۶ یعنی اسلام کا عروج اور مسلمانوں کی باہمی الفت و محبت دیکھ کر یہ لوگ جلے مرتے ہیں۔ اور چونکہ اس کے خلاف کچھ بس نہیں چلتا۔ اس لئے فرط غیظ و غضب سے دانت پیس کر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ ف۷ یعنی خدا تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو اور زیادہ ترقیات و فتوحات عنایت فرمائیگا۔ تم غیظ کھا کھا کر مرتے رہو۔ اگر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گے تب بھی تمہاری آرزوئیں پوری نہ ہونگی، خدا اسلام کو غالب اور سربلند کر کے رہیگا۔ ف۸ اسی لئے مسلمانوں کو ان شریروں کے باطنی حالات اور قلبی جذبات پر مطلع کر دیا اور سزا بھی ان کو ایسی دیگا جو اندرونی شرارتوں اور خفیہ عداوتوں کے مناسب ہو۔ ف۹ اگر تمہاری ذرا سی بھلائی دیکھتے ہیں، مثلاً مسلمانوں کا اتحاد و یک جہتی یا دشمنوں پر غلبہ، تو حسد کی آگ میں بھننے لگتے ہیں۔ اور جہاں تم پر کوئی مصیبت نظر آئی، خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے۔ بھلا ایسی کمینہ قوم سے ہمدردی اور خیر خواہی کی کیا توقع ہو سکتی ہے، جو دوستی کا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا جائے۔

تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ

تم صبر کرو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑیگا تمہارا اُن کے فریب سے بیشک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب

مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾ وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ

اللہ کے بس میں ہے ف۱ اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے

لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ

ٹھکانوں پر اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ☆ جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے

أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾

کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا انکا اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسہ کریں مسلمان ☆

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم

تَشْكُرُونَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ

احسان مانو ف۲ جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے

رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ بَلَىٰ ۚ إِنْ

رب تمہارا تین ہزار فرشتے آسمان کر اترنے والے ف۳ البتہ اگر

تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ

تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمہارا رب

بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ

پانچ ہزار فرشتے نشاندار گھوڑوں پر ف۴ اور یہ تو اللہ نے تمہارے

إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ

دل کی خوشی کی اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو اس سے اور مدد ہے صرف اللہ ہی کی

اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ

طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا ف۵ تاکہ ہلاک کرے بعضے کافروں کو یا اُن کو ذلیل کرے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ ممکن تھا کسی کو یہ خیال گذرے کہ جب ہم اُن سے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں گے تو وہ زیادہ غیظ و غضب میں آ کر ہمارے خلاف تدبیریں کریں گے اور بیش از بیش نقصان پہنچانا چاہیں گے۔ اس کا جواب دیا کہ تم صبر و استقلال اور تقوی و طہارت پر ٹھیک ٹھیک قائم رہوگے تو اُن کا کوئی داؤ فریب تم پر کارگر نہ ہوگا۔ جو کارروائیاں وہ کرتے ہیں سب خدا کے علم میں ہیں اور اس کو ہر وقت قدرت حاصل ہے کہ اُنکا تار پود بکھیر کر رکھ دے تم اپنا معاملہ خدا سے صاف رکھو، پھر تمہارے راستہ سے سب کانٹے صاف کر دیئے جائیں گے۔ آگے غزوۂ اُحد کا واقعہ یاد دلاتے ہیں کہ اس میں بعض مسلمان منافقین کی مغویانہ حرکات سے کچھ اثر پذیر ہو گئے تھے اور قریب تھا کہ مسلمانوں کے دو قبیلے صبر و تقوی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھیں جس سے منافقین کو خوش ہونے کا موقع ہاتھ آئے۔ مگر خدا نے دستگیری فرمائی اور اُن قبیلوں کو سخت مہلک ٹھوکر سے بچا لیا۔ ف۲ اس آیت میں جنگ اُحد کا واقعہ یاد دلایا ہے۔ صورت یہ ہوئی تھی کہ رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے مقام پر قریشی فوج اور مسلمان مجاہدین میں مڈبھیڑ ہو گئی جس میں کفار مکہ کے ستر نامور اشخاص مارے گئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ اس تباہ کن اور ذلت آمیز شکست سے قریش کا شعلۂ انتقام بھڑک اٹھا۔ جو سردار مارے گئے تھے اُن کے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی اور اہل مکہ سے اپیل کی کہ تجارتی قافلہ جو مال شام سے لایا ہے (کہ وہی باعث جنگ بدر کا ہوا تھا) سب اسی مہم کی نذر کر دیں تاکہ ہم محمد (صلعم) اور اُن کے ساتھیوں سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے سکیں سب نے منظور کیا اور ۳ ہجری میں قریش کے ساتھ بہت سے دوسرے قبائل بھی مدینہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے نکل پڑے حتی کہ عورتیں بھی ساتھ آئیں تاکہ موقع پیش آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر پسپائی سے روک سکیں جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح آراستہ ہو کر مدینہ سے تین چار میل جبل احد کے قریب خیمہ زن ہوا۔ تو نبی کریم صلعم نے مسلمانوں سے مشورہ لیا آپ کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ بہت آسانی اور کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے اسی کی تائید آپ کے ایک خواب سے ہوئی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی سے بھی رائے لی گئی جو حضور کی رائے سے موافق تھی مگر بعض پر جوش مسلمان جنہیں بدر کی شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور شوق شہادت بیچین کر رہا تھا مُصر ہوئے کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے تا دشمن ہماری نسبت بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے۔ کثرت رائے اسی طرف ہو گئی۔ اسی حیص بیص میں آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر آئے اُس وقت بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ہم نے آپ کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر لڑائی کرنے پر مجبور کیا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کا منشاء نہ ہو تو یہیں تشریف رکھئے۔ فرمایا ایک پیغمبر کو سزاوار نہیں کہ جب وہ زرہ پہن لے اور ہتھیار لگالے پھر بدون قتال کئے بدن سے اُتارے جب آپ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تقریباً ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ مگر عبداللہ بن اُبی تقریباً تین سو آدمیوں کو جن میں بعض مسلمان بھی تھے) ساتھ لے کر راستہ سے یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ جب میرا مشورہ نہ مانا اور دوسروں کی رائے پر عمل کیا تو ہم کو لڑنے کی ضرورت نہیں، کیوں خواہ مخواہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں بعض بزرگوں نے سمجھایا بھی مگر کچھ اثر نہیں ہوا آخر آپ کل سات سو سپاہیوں کی جمعیت لیکر میدان جنگ میں پہنچ گئے اپنے نفس نفیس فوجی قاعدہ سے صفیں ترتیب دیں۔ ہر ایک دستہ کو اُسکے مناسب ٹھکانہ پر بٹھلایا۔ اور فرمایا جب تک میں حکم نہ دوں کوئی قتال نہ کرے۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن اُبی کی علیحدگی سے دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے دلوں میں کچھ کمزوری پیدا ہوئی۔ مسلمانوں کی قلیل جمعیت پر نظر کر کے دل چھوڑنے لگے اور خیال کیا کہ میدان سے سرک جائیں مگر حق تعالیٰ نے اُنکی مدد اور دستگیری فرمائی دلوں کو مضبوط کر دیا اور سمجھا دیا کہ مسلمانوں کا بھروسہ تنہا خدائے واحد کی اعانت و نصرت پر ہونا چاہیے۔ تعداد اور سامان وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ جب وہ مظفر و منصور کرنا چاہے [illegible] جیسے معرکہ بدر میں ہوا پس مسلمانوں کو صرف اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ تاکہ اس کی طرف سے مزید انعام و احسان ہو اور مزید [illegible]

بقیہ فوائد صفحہ ۸۴ ـ شکرگذاری کا موقع ملے۔ (غزوہ بدر کی پوری ... [illegible] ... فرشتوں سے مراد وہی بنو سلمہ و بنو حارثہ ہیں۔ گو اس آیت میں اُن پر چشمک کی گئی، لیکن ان میں کے بعض بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کا نازل نہ ہونا ہم کو پسند نہ تھا کیونکہ "وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا" کی بشارت عتاب سے بڑھ کر ہے۔ ف۳ یعنی جو آسمان سے خاص اسی کام کے لئے اُتارے گئے ہوں۔ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے جب کفار کی جمعیت اور تیاری دیکھ کر مسلمانوں کو تشویش ہوئی تو آپ نے تسلی کے لئے ایسا فرمایا چنانچہ فرشتوں کی کمک آسمان سے پہنچی۔ سورۂ انفال میں اس کا مفصل بیان آئیگا۔ وہیں نزول ملائکہ کی حکمت اور عدد ملائکہ کے ظاہری تعارض پر کلام کیا جائیگا۔ ف۴ یعنی تین ہزار بیشک کافی ہیں تاہم اگر تم نے صبر استقلال کا ثبوت دیا اور تقویٰ اختیار کر کے نافرمانی سے بچتے رہے اور کفار کی فوج ایکدم تم پر ٹوٹ پڑی تو تین ہزار کے بجائے پانچ ہزار فرشتے بھیجدئے جائیں گے جن کی خاص علامتیں ہونگی اور ان کے گھوڑوں پر بھی خاص نشان ہونگے۔ چونکہ بدر میں کفار کی تعداد ایک ہزار تھی اولاً اس کے متناسب ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا جیسا کہ سورۂ انفال میں آئیگا۔ پھر مسلمانوں کی گھبراہٹ دور فرمانے کے لئے تعداد تگنی کر دی گئی کیونکہ کفار کی تعداد مسلمانوں سے تگنی تھی۔ اُس کے بعد شعبی کی روایت کے موافق جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ کرز بن جابر بڑی کمک لے کر مشرکین کی مدد کے لئے آرہا ہے تو ایک جدید اضطراب پیدا ہوگیا، اُس وقت مزید تسکین و تقویت کے لئے وعدہ فرمایا کہ اگر تم صبر و تقویٰ سے کام لوگے تو ہم پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیجدینگے۔ اگر مشرکین کی کمک بالکل ناگہانی طور پر آپہنچے تب بھی فکر مت کرو۔ خدا تعالیٰ بر وقت تمہاری مدد کریگا۔ شاید پانچ ہزار کا عدد اس لئے رکھا ہو کہ لشکر کے پانچ حصے ہوتے تھے۔ ہر ایک حصہ کو ایک ایک ہزار کی کمک پہنچا دی جائیگی۔ چونکہ کرز بن جابر کی مدد مشرکین کو نہ پہنچی اس لئے بعض کہتے ہیں کہ پانچ ہزار کا وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وہ وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا پر معلق تھا اور بعض کا قول ہے کہ پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ واللہ اعلم۔ اس کا مزید بیان "انفال" میں دیکھو۔ ف۵ یعنی یہ سب غیبی سامان غیر معمولی طور پر ظاہری اسباب کی صورت میں محض اس لئے مہیا کئے گئے کہ تمہارے دلوں سے اضطراب و ہراس دور ہو کر سکون و اطمینان نصیب ہو۔ ورنہ خدا کی مدد کچھ ان چیزوں پر محدود و مقصور نہیں نہ اسباب کی پابند ہے وہ چاہے تو محض اپنی زبردست قدرت سے بدون فرشتوں کے تمہارا کام بنا دے۔ یا بدون تمہارے توسط کے کفار کو خائب و خاسر کر دے۔ یا ایک فرشتہ سے وہ کام لے لے جو پانچ ہزار سے لیا جاتا ہے۔ فرشتے بھی جو امداد پہنچاتے ہیں وہ اُسی خداوند قدیر کی قدرت و مشیت سے پہنچا سکتے ہیں۔ مستقل طاقت و اختیار کسی میں نہیں۔ آگے یہ اُس کی حکمت ہے کہ کس موقع پر کس قسم کے اسباب و وسائط سے کام لینا مناسب ہے تکوینیات کے رازوں کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ؎ حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو ۔ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا۔

ع ۱۳ / ۹ / ۴

فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ

تو پھر جاویں محروم ہو کر ف۱ تیرا اختیار کچھ نہیں یا اُنکو توبہ دیوے

عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

خدائے تعالیٰ یا اُنکو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں ف۲ اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور

مَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

جو کچھ کہ زمین میں ہے بخش دے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا

بخشنے والا مہربان ہے ف۳ اے ایمان والو مت کھاؤ سود ف۴ دونے پر

مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ

دونا ف۵ اور ڈرو اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۶ اور بچو اُس آگ سے جو

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

تیار ہوئی کافروں کے واسطے ف۷ اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر رحم ہو ف۸

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ

اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف ف۹ جس کا عرض ہے آسمان اور

الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ

زمین ف۱۰ تیار ہوئی ہے واسطے پرہیزگاروں کے ✩ جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں

وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ

اور تکلیف میں ف۱۱ اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا

چاہتا ہے نیکی کرنیوالوں کو ف۱۲ اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا بُرا کام کریں

اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ

اپنے حق میں ف۱۳ تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے گناہ

فوائد صفحہ ہذا

ف۱ یعنی فرشتے بھیجنے سے مقصود تمہاری مدد کرنا تھا کہ تمہارے دل مضبوط ہوں اور خدا کی طرف سے بشارت و طمانیت پا کر پوری دلجمعی اور پامردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو جس سے یہ غرض تھی کہ کافروں کا زور ٹوٹے اُنکا بازو کٹ جائے۔ پرانے نامور مشرک کچھ مارے جائیں کچھ ذلیل و خوار ہوں اور بقیۃ السیف بہزار رسوائی و ناکامی واپس ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ ستر سردار جن میں اس اُمت کا فرعون ابوجہل بھی تھا، مارے گئے ستر قید ہوئے۔ اور نہایت ذلیل و نامراد ہو کر مکہ واپس جانا پڑا۔ ف۲ "اُحد" میں ستر صحابہ شہید ہوئے تھے جن میں حضور کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مشرکین نے نہایت وحشیانہ طور پر شہداء کا مثلہ کیا (ناک کان وغیرہ کاٹے) پیٹ چاک کئے حتی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر ہندہ نے چبایا۔ مفصل واقعہ آگے آئیگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلعم کو بھی اس لڑائی میں چشم زخم پہنچا۔ سامنے کے چار دانتوں میں سے نیچے کا داہنا دانت شہید ہوا خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گئیں پیشانی زخمی ہوئی اور بدن مبارک لہولہان تھا۔ اسی حالت میں آپ کا پاؤں لڑکھڑایا اور زمین پر گر کر بیہوش ہوگئے۔ کفار نے مشہور کر دیا "اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ" (محمد صلعم مارے گئے) اس سے مجمع بدحواس ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا۔ اُس وقت زبان مبارک سے نکلا کہ "وہ قوم کیونکر فلاح پائیگی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کیا جو اُن کو خدا کی طرف بلاتا تھا" مشرکین کے وحشیانہ شدائد و مظالم کو دیکھ کر آپ سے نہ رہا گیا اور ان میں سے چند نامور اشخاص کے حق میں آپ نے بددعا کا ارادہ کیا یا شروع کر دی جس میں ظاہر ہے آپ ہر طرح حق بجانب تھے مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ اپنے منصب جلیل کے موافق اس سے بھی بلند مقام پر کھڑے ہوں۔ وہ ظلم کرتے جائیں آپ خاموش رہیں۔ جتنی بات کا آپ کو حکم ہے (مثلاً دعوت و تبلیغ اور جہاد وغیرہ) اُسے انجام دیتے رہیں۔ باقی اُن کا انجام خدا کے حوالے کریں۔ اُس کی جو حکمت ہوگی کریگا آپ کی بددعا سے وہ ہلاک کر دیئے جائیں، کیا اس کی جگہ یہ بہتر نہیں کہ ان ہی دشمنوں کو اسلام کا محافظ اور آپ کا جاں نثار عاشق بنا دیا جائے؟ چنانچہ جن لوگوں کے حق میں آپ بددعا کرتے تھے، چند روز کے بعد سب کو خدا تعالیٰ نے آپ کے قدموں پر لا ڈالا اور اسلام کا جانباز سپاہی بنا دیا۔ غرض لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ میں آنحضرت صلعم کو متنبہ فرمایا کہ بندہ کو اختیار نہیں نہ اُس کا علم محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے۔ اگرچہ کافر تمہارے دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن چاہے وہ ان کو ہدایت دے چاہے عذاب کرے تم اپنی طرف سے بددعا نہ کرو۔ بعض روایات سے ان آیات کی شان نزول کچھ اور معلوم ہوتی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں فتح الباری میں کئی جگہ اُس پر شافی کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔ ف۳ یعنی تمام زمین آسمان میں خدائے واحد کا اختیار چلتا ہے سب اُسی کی مملوک و مخلوق ہے۔ وہ جس کو مناسب جانے ایمان کی توفیق دے کر بخش دے اور جسے چاہے کفر کی سزا میں (بقیہ بر صفحہ ۸۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۸۵ بڑائے شاید اخیر میں "وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" فرما کر اشارہ کر دیا کہ ان لوگوں کو جن کے حق میں آپ بددعا کرنا چاہتے تھے، ایمان دے کر مغفرت و رحمت کا مورد بنایا جائیگا۔ ف۴ جنگ اُحد کے تذکرہ میں سود کی ممانعت کا ذکر بظاہر بے تعلق معلوم ہوتا ہے مگر شاید یہ مناسبت ہو کہ اوپر اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا میں جہاد کے موقع پر نامردی دکھلانے کا ذکر ہوا تھا۔ اور سود کھانے سے نامردی پیدا ہوتی ہے دو سبب سے ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیق طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے، دوسرے یہ کہ سود لینا انتہائی بخل پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سود خوار چاہتا ہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لیلے اور بیچ میں کسی کا کام نکلا، یہ بھی مفت نہ چھوڑے۔ اس کا علیحدہ معاوضہ وصول کرے۔ تو جس کو مال میں اتنا بخل ہو کہ خدا کیلئے کسی کی ذرہ بھر ہمدردی نہ کرسکے۔ وہ خدا کی راہ میں جان کب دیسکیگا ابوحیان نے لکھا ہے کہ اس وقت یہود وغیرہ سے مسلمانوں کے سودی معاملات اکثر ہوتے رہتے تھے۔ اسی لئے اُن سے تعلقات قطع کرنا مشکل تھا۔ چونکہ پہلے لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً کا حکم ہو چکا ہے اور اُحد کے قصہ میں بھی منافقین یہود کی حرکات کو بہت دخل تھا۔ لئے متنبہ فرمایا کہ سودی لین دین ترک کرو۔ ورنہ اسکی وجہ سے خواہی نخواہی ان ملعونوں کے ساتھ تعلقات قائم رہیں گے جو آئندہ نقصان اُٹھانے کا موجب ہونگے ف۵ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تھوڑا سود لے لیا کرو دونے پر دونا مت لو۔ بات یہ ہے کہ جاہلیت میں سود اسی طرح لیا جاتا تھا جیسے ہمارے یہاں کے بنیے لیتے ہیں۔ سو روپیہ دیے اور سود در سود بڑھاتے چلے گئے یہاں تک کہ سو روپے میں ہزاروں روپیہ کی جائدادوں کے مالک بن بیٹھے۔ اسی صورت کو یہاں اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً سے تعبیر فرمایا یعنی اول تو سود مطلقاً حرام و قبیح اور یہ صورت تو بہت ہی زیادہ شنیع و قبیح ہے جیسے کوئی کہے میاں مسجد میں گالیاں مت بکو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسجد سے باہر بکنے کی اجازت ہے بلکہ مزید تقبیح و تشنیع کے موقع پر ایسے الفاظ بولتے ہیں۔ ف۶ یعنی سود کھانے میں بھلا نہیں۔ بلکہ تمہارا بھلا اس میں ہے کہ خدا سے ڈر کر سود کھانا چھوڑ دو۔ ف۷ یعنی سود کھانے والا دوزخ میں جاتا ہے جو اصل میں کافروں کے واسطے بنائی گئی تھی۔ ف۸ رسول کا حکم ماننا بھی فی الحقیقت خدا ہی کا حکم ماننا ہے کیونکہ اُس نے حکم دیا ہے کہ ہم پیغمبر کا حکم مانیں اور انکی پوری اطاعت کریں۔ جن احمقوں کو اطاعت اور عبادت میں فرق نظر نہ آیا وہ اطاعت رسول کو شرک کہنے لگے۔ چونکہ جنگ اُحد میں رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی تھی (جیسا کہ آگے آتا ہے) اس لئے آئندہ کے لئے ہشیار کیا جاتا ہے کہ خدا کی رحمت اور فلاح و کامیابی کی اُمید اُسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ و رسول کے کہنے پر چلو۔ ف۹ یعنی اُن اعمال و اخلاق کی طرف جھپٹو جو حسب وعدۂ خداوندی اُس کی بخشش اور جنت کا مستحق بناتے ہیں ف۱۰ چونکہ آدمی کے دماغ میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آسکتی تھی، اس لئے سمجھانے کے لئے جنت کے عرض کو اُسی سے تشبیہ دی گئی۔ گویا بتلا دیا کہ جنت کا عرض زیادہ سے زیادہ سمجھو پھر جب عرض اتنا ہے تو طول کا حال خدا جانے کیا کچھ ہوگا۔ ف۱۱ یعنی نہ عیش و خوشی میں خدا کو بھولتے ہیں نہ تنگی و تکلیف کے وقت خرچ کرنے سے جان چراتے ہیں۔ ہر موقع پر اور ہر حال میں حسب مقدرت خرچ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں سود خواروں کی طرح بخیل اور پیسہ کے پجاری نہیں۔ گویا جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرتے ہیں۔ ف۱۲ غصہ کو پی جانا ہی بڑا کمال ہے اُس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتی یا غلطیوں کو بالکل معاف کر دیتے ہیں اور نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ غالباً پہلے جن لوگوں کی نسبت بددعا کرنے سے روکا تھا یہاں اُن کے متعلق غصہ دبانے اور عفو و درگذر سے کام لینے کی ترغیب دی گئی ہے نیز جن بعض صحابہ نے جنگ اُحد میں عدول حکمی کی تھی، یا فرار اختیار کیا تھا، اُنکی تقصیر معاف کرنے اور شان عفو و احسان اختیار کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ ف۱۳ یعنی کھلم کھلا کوئی بےحیائی کا کام کر گذریں جس کا اثر دوسروں تک متعدی ہو یا کسی اور بُری حرکت کے مرتکب ہو جائیں جس کا ضرر اُن ہی کی ذات تک محدود رہے۔

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۟ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

بخشنے والا سوا اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر اور وہ جانتے ہیں ٭

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

انہی کی جزا ہے بخشش اُن کے رب کی اور باغ جن کے نیچے بہتی ہیں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ

نہریں ہمیشہ رہینگے وہ لوگ اُن باغوں میں اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنیوالوں کی ف۱ ہو چکے ہیں تم

قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

جھٹلانے والوں کا ف۲ یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو ف۳

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو ف۴

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ

اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے اُن کو بھی زخم ایسا ہی اور یہ

الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دن باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم اُنکو لوگوں میں ف۵ اور اس لئے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے ف۶

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ

اور کرے تم میں سے شہید اور اللہ کو محبت نہیں ظلم کرنیوالوں سے ف۷ اور اس واسطے کہ پاک

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

صاف کرے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دیوے کافروں کو ف۸ کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنیوالے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی خدا کی عظمت و جلال، اُسکے عذاب و ثواب، اُس کے حقوق و احکام، اُسکی عدالت کی پیشی اور وعدہ وعید کو دل سے یاد کر کے زبان سے بھی اُس کی یاد شروع کر دی۔ خوف زدہ اور مضطرب ہو کر اُسے پکارا۔ اُس کے سامنے سربسجود ہوئے (جیسا کہ "صلوٰۃ التوبہ" کی حدیث میں آیا ہے) پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرانے کا ہے اُسکے موافق معافی اور بخشش طلب کی۔ مثلاً اہل حقوق کے حقوق ادا کئے یا اُن سے معاف کرالئے اور خدا کے سامنے توبہ و استغفار کیا کیونکہ اصل بخشنے والا تو وہی ہے۔ جو گناہ بمقتضائے بشریت ہو گیا تھا اُس پر اڑے نہیں۔ بلکہ یہ جان کر کہ حق تعالیٰ بندوں کی سچی توبہ قبول کرتا ہے، ندامت و اقلاع کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے اُسکے حضور میں حاضر ہوگئے۔ یہ لوگ بھی دوسرے درجہ کے متقین میں ہیں جن کے لئے جنت تیار کی گئی ہے۔ حق تعالیٰ ان تائبین کے گناہ معاف کر کے اپنی جنت میں جگہ دیگا۔ اور جو توبہ یا اور عمل نیک کئے ہونگے اُن کا بہترین معاوضہ دیگا۔ ف۲ یعنی تم سے پہلے بہت قومیں اور ملتیں گذر چکیں۔ بڑے بڑے واقعات پیش آچکے۔ خدا تعالیٰ کی عادت بھی بار بار معلوم کرادی گئی کہ اُن میں سے جنہوں نے انبیاء علیہم السّلام کی عداوت اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی اور خدا و رسول کی تصدیق و اطاعت سے منہ پھیر کر حرامخوری اور ظلم و عصیان پر اصرار کرتے رہے، اُن کا کیسا بُرا انجام ہوا۔ یقین نہ ہو تو زمین میں چل پھر کر اُن کی تباہی کے آثار دیکھ لو جو آج بھی تمہارے ملک کے قریب موجود ہیں۔ اِن واقعات میں غور کرنے سے معرکہ "اُحد" کے دونوں حریفوں کو سبق لینا چاہئے۔ یعنی مشرکین جو پیغمبر خدا کی عداوت میں حق کو کچلنے کیلئے نکلے، اپنی تھوڑی سی عارضی کامیابی پر مغرور نہ ہوں کہ اُن کا آخری انجام بجز ہلاکت و بربادی کے کچھ نہیں۔ اور مسلمان کفار کی سختیوں اور وحشیانہ دراز دستیوں یا اپنی ہنگامی پسپائی

بقیہ فوائد صفحہ ٨٦ سے ملول و مایوس نہ ہوں کہ آخر حق غالب و منصور ہو کر رہیگا۔ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ ف یعنی عام لوگوں کے کان کھولنے کے لئے قرآن میں یہ مضامین بیان کئے جارہے ہیں جن کو سُن کر خدا سے ڈرنیوالے ہدایت و نصیحت حاصل کرتے ہیں باقی جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو اصحابہ تنبیہات سے کیا منتفع ہو سکتا ہے۔ ف یہ آیات جنگ اُحد کے بارہ میں نازل ہوئیں جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے اُن کے بڑے بڑے بہادروں کی لاشیں آنکھوں کے سامنے شکل کی ہوئی پڑی تھیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشقیاء نے مجروح کر دیا تھا اور بظاہر کامل ہزیمت کے سامان نظر آرہے تھے۔ اُس ہجوم شدائد و یاس میں خداوند قدوس کی آواز سنائی دی۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (دیکھنا! سختیوں سے گھبرا کر دشمنان خدا کے مقابلہ میں نامردی اور سستی پاس نہ آنے پائے، پیش آمدہ حوادث و مصائب پر غمگین ہو کر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں۔ یاد رکھو آج بھی تم ہی معزز و سربلند ہو کہ حق کی حمایت میں تکلیفیں اُٹھا رہے اور جانیں دے رہے ہو اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے انجام کار تم ہی غالب ہو کر رہو گے۔ بشرطیکہ ایمان و ایقان کے راستہ پر مستقیم رہو۔ اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ اِس خدائی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور پژمردہ جسموں میں حیات تازہ پھونک دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بظاہر غالب آچکے تھے۔ زخم خوردہ مجاہدین کے جوابی حملہ کی تاب نہ لا سکے اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگ گئے۔ ف مسلمانوں کو جنگ میں جو شدید نقصان اُٹھانا پڑا تھا اُس سے سخت شکستہ خاطر تھے۔ مزید براں منافقین اور دشمنوں کے طعنے سُن کر اور زیادہ اذیت پہنچتی تھی۔ کیونکہ منافقین کہتے تھے کہ محمد صلعم سچے پیغمبر ہوتے تو یہ نقصانات کیوں پہنچتے۔ یا تھوڑی دیر کے لئے بھی عارضی ہزیمت کیوں پیش آتی۔ حق تعالیٰ نے اِن آیات میں مسلمانوں کو تسلی دی کہ اگر اس لڑائی میں تم کو زخم پہنچا یا تکلیف اُٹھانی پڑی تو اس طرح کے حوادث فریق مقابل کو پیش آچکے ہیں۔ اُحد میں تمہارے ستر آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے، تو ایک سال پہلے بدر میں اُنکے ستر جہنم رسید اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں۔ اور خود اس لڑائی میں بھی ابتداءً اُن کے بہت آدمی مقتول و مجروح ہوئے جیسا کہ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر بدر میں اُن کے ستر آدمی ذلت کے ساتھ قید ہوئے۔ تمہارا ایک فرد نے بھی یہ ذلت قبول نہ کی۔ بہرحال اپنے نقصان کا اُن کے نقصان سے مقابلہ کرو تو غم و افسوس کا کوئی موقع نہیں۔ نہ اُنکے لئے کبر و غرور سے سر اُٹھانے کی جگہ ہے۔ باقی ہماری عادت ہمیشہ یہ رہی ہے کہ سختی نرمی دُکھ سُکھ تکلیف و راحت کے دنوں کو لوگوں میں ادل بدل کرتے رہتے ہیں جس میں بہت سی حکمتیں مضمر ہیں۔ پھر جب وہ دُکھ اُٹھا کر باطل کی حمایت میں ہمت نہیں ہارے۔ تو تم حق کی حمایت میں کیونکر ہمت ہار سکتے ہو۔ ف یعنی سچے ایمان والوں کو منافقوں سے الگ کر دے۔ دونوں کا رنگ صاف صاف اور جُدا جُدا نظر آنے لگے ف "ظالمین" سے مُراد اگر مشرکین ہیں جو اُحد میں فریق مقابل تھے۔ تو یہ مطلب ہوگا کہ اُن کی عارضی کامیابی کا سبب یہ نہیں کہ خدا اُن سے محبت کرتا ہے۔ بلکہ دوسرے اسباب ہیں۔ اور منافقین مراد ہوں جو عین موقع پر مسلمانوں سے الگ ہو گئے تھے، تو یہ بتلا دیا کہ خدا کے نزدیک مبغوض تھے، اس لئے ایمان و شہادت کے مقام سے اُنہیں دور پھینک دیا گیا۔ ف یعنی فتح اور شکست بدلتی چیز ہے اور مسلمانوں کو شہادت کا مقام بلند عطا فرمانا تھا۔ مومن و منافق کا پرکھنا مسلمانوں کو سدھانا، یا ذنوب سے پاک کرنا، اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا منظور تھا، کہ جب وہ اپنے عارضی غلبہ و وقتی کامیابی پر مسرور و مغرور ہو کر کفر و طغیان میں پیش از پیش غلو کریں گے۔ خدا کے قہر و غضب کے اور زیادہ مستحق ہونگے اس واسطے یہ عارضی ہزیمت مسلمانوں کو ہوئی۔ نہیں تو اللہ کافروں سے راضی نہیں ہے۔

الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ

ثابت رہنے والوں کو ف اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی اُس کی ملاقات سے

تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ ع وَمَا مُحَمَّدٌ

پہلے سو اب دیکھ لیا تم نے اُس کو آنکھوں کے سامنے ف اور محمد تو

اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ

ایک رسول ہے ہو چکے اُس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا

قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ

مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا اُلٹے پاؤں تو ہرگز نہ

يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ

بگاڑے گا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دیگا شکر گذاروں کو ف اور کوئی مر

اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا

نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا ایک وقت مقرر ف اور جو کوئی چاہیگا بدلہ دنیا کا

نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى

دیویں گے ہم اُسکو دنیا ہی سے ف اور جو کوئی چاہیگا بدلہ آخرت کا اُس میں سے دیویں گے ہم اُسکو ف اور ہم ثواب دینگے

الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ

احسان ماننے والوں کو ف اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب

فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَ

پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں اور

مَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٦﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ

نہ دب گئے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں کو ف اور کچھ نہیں بولے

اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْٓ اَمْرِنَا وَ

مگر یہی کہا کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور

فوائد صفحہ ہذا ف یعنی جنت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر خدا تم کو پہنچانا چاہتا ہے۔ کیا تم سمجھے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں جا پہنچیں گے اور خدا تمہارا امتحان لیکر یہ نہ دیکھیگا کہ تم میں کتنے خدا کی راہ میں لڑنے والے اور کتنے لڑائی کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ ایسا خیال نہ کرنا۔ مقامات عالیہ پر وہی لوگ فائز کئے جاتے ہیں جو خدا کے راستہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار رہوں ۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ۞ ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ف جو صحابہ بدر کی شرکت سے محروم رہ گئے تھے، شہداء بدر کے فضائل سُن سُن کر تمنا کیا کرتے تھے کہ خدا پھر کوئی موقع لائے جو ہم بھی خدا کی راہ میں مارے جائیں اور شہادت کے مراتب حاصل کریں۔ انہی حضرات نے اُحد میں یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے۔ اُن کو فرمایا کہ جس چیز کی پہلے تمنا رکھتے تھے وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آچکی اب آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنا کیسا! حدیث میں ہے کہ لقاء عدو کی تمنا مت کرو اور جب ایسا موقع پیش آجائے تو ثابت قدم رہو۔ ف واقعہ یہ ہے کہ اُحد میں نبی کریم صلعم نے بنفس نفیس نقشہ جنگ قائم کیا۔ تمام صفوف درست کرنے کے بعد پہاڑ کا ایک درہ باقی رہ گیا۔ جہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن لشکر اسلام کے عقب پر حملہ آور ہو جائے۔ اُس پر آپ نے پچاس تیر اندازوں کو جن کے سردار حضرت عبداللہ بن جُبیر رضی اللہ عنہ تھے، مامور فرما کر تاکید کر دی کہ ہم خواہ کسی حالت میں ہوں تم یہاں سے مت ٹلنا مسلمان غالب ہوں یا مغلوب، حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے اُن کا گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ مت چھوڑنا۔ وَاِنَّا لَنْ نَّزَالَ غَالِبِيْنَ مَا ثَبَتُّمْ مَكَانَكُمْ (بغوی) ہم برابر اُس وقت تک غالب رہیں گے جب تک تم اپنی جگہ قائم رہو گے۔ الغرض فوج کو پوری ہدایت دینے کے بعد جنگ شروع کی گئی۔ میدان کارزار گرم تھا، غازیان اسلام بڑھ بڑھ کر جوہر شجاعت دکھا رہے تھے۔ ابو دجانہ، علی مرتضیٰ اور دوسرے مجاہدین کی بسالت و بے جگری کے سامنے مشرکین قریش کی کمریں ٹوٹ چکی تھیں۔ اُن کو راہ فرار کے سوا اب کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا کہ حق تعالیٰ (بقیہ بر صفحہ ٨٨)

بقیہ فوائد صفحہ ۸۷۔ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ وہ بد حواس ہو کر بھاگے۔ اُنکی عورتیں جو غیرت دلانے کو آئی تھیں پائنچے چڑھا کر اِدھر اُدھر بھاگتی نظر آئیں۔ مجاہدین نے مال غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ منظر جب تیراندازوں نے دیکھا تو سمجھے کہ اب فتح کامل ہو چکی دشمن بھاگ رہا ہے۔ یہاں بیکار ٹھہرنا کیا ضروری ہے چل کر دشمن کا تعاقب کریں اور غنیمت میں حصہ لیں۔ عبداللہ بن جبیر نے رسول اللہ صلعم کا ارشاد اُنکو یاد دلایا وہ سمجھے کہ آپکے ارشاد کا اصلی منشا ہم پورا کر چکے ہیں۔ یہاں ٹھہرنے کی حاجت نہیں۔ یہ خیال کر کے سب غنیمت پر جا پڑے۔ صرف عبداللہ بن جبیر اور اُنکے گیارہ ساتھی درّہ کی حفاظت پر باقی رہ گئے۔ مشرکین کے سواروں کا رسالہ خالد بن الولید کے زیر کمان تھا (جو اُس وقت تک حضرت "خالد" رضی اللہ عنہ" نہیں بنے تھے) اُنہوں نے پلٹ کر درّہ کی طرف سے حملہ کر دیا۔ دس بارہ تیرانداز ڈھائی سو سواروں کی یلغار کو کہاں روک سکتے تھے۔ تاہم عبداللہ بن جبیر اور اُن کے رُفقاء نے مدافعت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اور اسی میں جان دیدی۔ مسلمان مجاہدین اپنے عقب سے مطمئن تھے کہ ناگہاں مشرکین کا رسالہ اُن کے سروں پر جا پہنچا اور سامنے سے مشرکین کی فوج جو بھاگی جا رہی تھی، پیچھے پلٹ پڑی۔ مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور بہت زور کا رن پڑا۔ کتنے ہی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ اسی افراتفری میں ابن قمیئہ نے ایک بھاری پتھر نبی کریم صلعم پر پھینکا جس سے دندان مبارک شہید اور چہرۂ انور زخمی ہوا۔ ابن قمیئہ نے چاہا کہ آپ کو قتل کرے، مگر مصعب بن عمیر نے (جن کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھا) مدافعت کی۔ نبی کریم صلعم زخم کی شدت سے زمین پر گرے۔ کسی شیطان نے آواز لگا دی کہ آپ قتل کر دیئے گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کے ہوش خطا ہو گئے اور پاؤں اکھڑ گئے بعض مسلمان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ بعض ضعفا کو خیال ہوا کہ مشرکین کے سردار ابوسفیان سے اُمن حاصل کریں۔ بعض منافقین کہنے لگے کہ جب محمد قتل کر دیے گئے تو اسلام چھوڑ کر اپنے قدیم مذہب میں واپس چلا جانا چاہیے۔ اُس وقت انس بن مالک کے چچا انس ابن النضر نے کہا کہ اگر محمد مقتول ہو گئے تو ربّ محمد تو مقتول نہیں ہوا حضور کے بعد تمہارا زندہ رہنا کس کام کا ہے جس چیز پر آپ قتل ہوئے تم بھی اُسی پر کٹ مرو اور جس چیز پر آپ نے جان دی ہے۔ اُسی پر تم بھی جان دیدو۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے، حملہ کیا، لڑے اور مارے گئے رضی اللہ عنہ۔ اسی اثنا میں حضور نے آواز دی اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ کے بندو اِدھر آؤ! میں خدا کا پیغمبر ہوں) کعب بن مالک آپ کو پہچان کر چلّائے "یا معشر المسلمین" مسلمانو! بشارت حاصل کرو!! رسول اللہ یہاں موجود ہیں" آواز کا سننا تھا کہ مسلمان اُدھر ہی سمٹنا شروع ہو گئے۔ تیس صحابہ نے آپ کے قریب ہو کر مدافعت کی اور مشرکین کی فوج کو منتشر کر دیا۔ اس موقع پر سعد بن ابی وقاص طلحہ، ابوطلحہ اور قتادہ بن النعمان وغیرہ نے بڑی جانبازیاں دکھلائیں آخر مشرکین میدان چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور ہوئے اور یہ آیات نازل ہوئیں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ یعنی محمد (صلعم) بھی آخر خدا تو نہیں۔ ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے کتنے رسول گزر چکے جن کے بعد اُن کے متبعین نے دین کو سنبھالا اور جان و مال فدا کر کے قائم رکھا۔ آپ کا اس دنیا سے گذرنا بھی کچھ اچنبھا نہیں۔ اس وقت نہیں، اگر کسی وقت آپ کی وفات ہو گئی یا شہید کر دیئے گئے، تو کیا تم دین کی خدمت و حفاظت کے راستہ سے اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دو گے (جیسے اس وقت محض خبر قتل سُن کر بہت سے لوگ حوصلہ چھوڑ کر بیٹھنے لگے تھے) یا منافقین کے مشورہ کے موافق العیاذ باللہ سرے سے دین کو خیر باد کہدو گے۔ تم سے ایسی اُمید ہرگز نہیں۔ اور کسی نے ایسا کیا تو اپنا ہی نقصان کریگا۔ خدا کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ وہ تمہاری مدد کا محتاج نہیں بلکہ تم شکر کرو اگر اُس نے اپنے دین کی خدمت میں لگا لیا ؎ منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنم ؛ منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت اور شکر یہی ہے کہ ہم بیش از بیش خدمت دین میں مضبوط و ثابت قدم ہوں۔ اس میں اشارہ نکلتا ہے کہ حضرت کی وفات پر بعضے لوگ دین سے پھر جائیں گے اور جو قائم رہیں گے اُن کو بڑا ثواب ہے اسی طرح ہوا کہ بہت لوگ حضرت کے بعد مرتد ہوئے۔ صدیق اکبر نے اُنکو پھر مسلمان کیا اور بعض مارے گئے۔ (تنبیہ) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ میں "خلت" "خلو" سے مشتق ہے جس کے معنی" ہو چکنے" گذرنے اور چھوڑ کر چلے جانے کے ہیں۔ اس کے لئے موت لازم نہیں جیسے فرمایا وَاِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ یعنی جب تمہیں چھوڑ کر علیحدہ ہوتے ہیں۔ نیز "الرسل" میں لام استغراق نہیں، لام جنس ہے۔ کیونکہ اثبات مدعا میں استغراق کو کوئی دخل نہیں بعینہ اسی قسم کا جملہ حضرت مسیح کی نسبت فرمایا مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ کیا لام استغراق لیکر اس کے یہ معنی ہونگے کہ تمام پیغمبر مسیح سے پہلے گذر چکے کوئی اُن کے بعد آنے والا نہ رہا۔ لامحالہ لام جنس لینا ہوگا۔ وہی یہاں لیا جائے، اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے مصحف اور ابن عباس کی قرأت میں "الرسل" نہیں "رسل" نکرہ ہے باقی "خلو" کی تفصیل میں صرف موت یا قتل کا ذکر اس لئے کیا کہ موت طبعی بہرحال آنیوالی تھی اور قتل کی خبر اُس وقت مشہور کی گئی تھی۔ اور چونکہ صورت موت کا وقوع میں آنا مقدر تھا اس لئے اُس کو قتل پر مقدم کیا گیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور کی وفات کے بعد جب صحابہ کے مجمع میں یہ پوری آیت "الشاکرین" تک بلکہ آیت اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ بھی پڑھی تو لوگ "قد خلت" اور "افائن مات" اور "انک میت" سے "خلو" اور "موت" کے جواز و عدم استبعاد پر متنبہ ہو گئے جو صدیق اکبر کی غرض تھی۔ موت کے واقع ہو چکنے پر نہ صدیق اکبر نے اس سے استدلال کیا نہ کسی اور نے سمجھا۔ اگر یہ الفاظ موت واقع ہو چکنے کی خبر دیتے تو چاہیے تھا کہ نزول آیت کے وقت یعنی وفات کے سات برس پہلے ہی سمجھ لیا جاتا کہ آپکی وفات ہو چکی ہے۔ اس تقریر سے بعض محرفین کی سب تحریفات ہباءً منثورا ہو جاتی ہیں بخوف تطویل ہم زیادہ بسط نہیں کر سکتے۔ اہل علم کے لئے اشارے کر دیئے ہیں۔ ف۴ جب کوئی شخص بدون حکم الٰہی کے نہیں مر سکتا خواہ کتنے ہی اسباب موت کے جمع

ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

ثابت رکھ قدم ہمارے اور مدد دے ہم کو قوم کفار پر ف۱ پھر دیا اللہ نے اُن کو

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

ثواب دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ محبت رکھتا ہے نیک کام کرنیوالوں سے ف۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى

اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو پھیر دیں گے

اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

اُلٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان میں ف۳ بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اُس کی مدد

النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ

سب سے بہتر ہے ف۴ اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں ہیبت

بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ

اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جس کی اُس نے کوئی سند نہیں اُتاری اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ

اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ظالموں کا ف۵ اور اللہ تو سچا کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب

تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ

تم قتل کرنے لگے اُنکو اُسکے حکم سے ف۶ یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور

عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ

نافرمانی کی ف۷ بعد اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں سے چاہتا تھا

الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ

دنیا اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت ف۸ پھر تم کو اُلٹ دیا اُن پر سے تاکہ تم کو آزمادے ف۹

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ

اور وہ تو تم کو معاف کر چکا ف۱۰ اور اللہ کا فضل ہے ایمان والوں پر ف۱۱ جب

بقیہ فوائد صفحہ ۸۷۔ ہوں اور ہر ایک کی موت وقت مقدر پر آنی ضرور ہے تو خدا پر توکل کر کے اس کے حکم کی تعمیل کرو اور کسی سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ اور نہ کسی بڑے یا چھوٹے کی موت کو سن کر مایوس و بد دل ہو کر بیٹھ رہنا چاہیے۔ ف یعنی اگر چاہیں۔ کما قال عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ (بنی اسرائیل رکوع ۲) ف یعنی اس کو آخرت میں یقیناً بدلہ ملیگا۔ اس آیت کے پہلے جزو میں ان لوگوں پر تعریض ہے جنہوں نے مال غنیمت کی طمع میں عدول حکمی کی اور دوسرے میں ان کا ذکر ہے جو برابر فرمانبرداری پر ثابت قدم رہے۔ ف یعنی جو لوگ اس دین پر ثابت قدم رہیں گے ان کو دین بھی ملیگا اور دنیا بھی لیکن جو کوئی اس نعمت کی قدر جانے (کذا فی الموضح) ف یعنی تم سے پہلے بہت اللہ والوں نے نبیوں کے ساتھ ہو کر کفار سے جنگ کی ہے۔ جس میں بہت تکلیفیں اور سختیاں اٹھائیں لیکن ان شدائد و مصائب سے نہ ان کے ارادوں میں سستی ہوئی نہ ہمت ہارے نہ کمزوری دکھائی۔ نہ دشمن کے سامنے دبے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ثابت قدم رہنے والوں سے خاص محبت کرتا ہے۔ یہ ان مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی اور غیرت دلائی جنہوں نے احد میں کمزوری دکھلائی تھی۔ حتیٰ کہ بعض نے یہ کہہ دیا تھا کہ کسی کو بیچ میں ڈال کر ابوسفیان سے امن حاصل کر لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جب پہلی امتوں کے حق پرستوں نے مصائب و شدائد میں اس قدر صبر و استقلال کا ثبوت دیا تو اس امت کو (جو خیر الامم ہے) ان سے بڑھ کر صبر و استقامت کا ثبوت دینا چاہیے۔

تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰٓ أَحَدٍ وَّالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِىٓ أُخْرَٰىكُمْ

تم چڑھے چلے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر دیکھتے نہ تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے ف

فَأَثَٰبَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا۟ عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ أَصَٰبَكُمْ ۗ

پھر پہنچا تم کو غم عوض میں غم کے تاکہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر کہ جو کچھ پیش آجائے ف

وَٱللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنۢ بَعْدِ ٱلْغَمِّ

اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی ف پھر تم پر اتارا تنگی کے بعد

أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَآئِفَةً مِّنكُمْ ۖ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ

امن کو جو اونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس اونگھ نے بعضوں کو تم میں سے ف اور بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا

أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ ظَنَّ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ

اپنی جان کا ف خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں جیسے ف کہتے تھے

هَل لَّنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ مِن شَىْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ ٱلْأَمْرَ كُلَّهُۥ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ

کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ میں ف تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ ف وہ اپنے

فِىٓ أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ

جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر کچھ کام ہوتا ہمارے

شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَٰهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِى بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ ٱلَّذِينَ

ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ ف تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے جن

كُتِبَ عَلَيْهِمُ ٱلْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِىَ ٱللَّهُ مَا فِى

پر لکھ دیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر ف اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ

صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِى قُلُوبِكُمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ

تمہارے جی میں ہے اور صاف کرنا تھا اس کا جو تمہارے دل میں ہے اور اللہ جانتا ہے دلوں

ٱلصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَلَّوْا۟ مِنكُمْ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ إِنَّمَا

کے بھید ف جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے جس دن لڑیں دو فوجیں سو

فوائد صفحہ ۸۸ ف یعنی مصائب شدائد کے ہجوم میں گھبراہٹ کی کوئی بات کہی نہ مقابلہ سے ہٹ جانے اور دشمن کی اطاعت قبول کرنے کا ایک لفظ زبان سے نکالا۔ بولے تو یہ ہی بولے کہ خداوندا! تو ہم سب کی تقصیرات اور زیادتیوں کو معاف فرما دے ہمارے دلوں کو مضبوط و مستقل رکھ۔ تا ہمارا قدم جادہ حق سے نہ لڑکھڑائے اور ہم کو کافروں کے مقابلہ میں مدد پہنچا وہ سمجھے کہ بسا اوقات مصیبت کے آنے میں لوگوں کے گناہوں اور کوتاہیوں کو دخل ہوتا ہے۔ اور ہم میں کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس سے کبھی کوئی تقصیر نہ ہوئی ہوگی۔ بہرحال بجائے اس کے کہ مصیبت سے گھبرا کر مخلوق کی طرف جھکتے اپنے خالق و مالک کی طرف جھکے۔ ف۲ یعنی دنیا میں ان کی فتح و ظفر کا سکہ بٹھا دیا وجاہت و قبول عطا کیا اور آخرت کا جو بہترین ثواب ملا اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے دیکھو جو لوگ خدا تعالیٰ سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھیں اور نیک کام کریں ان سے خدا ایسی محبت کرتا ہے اور ایسا پھل دیتا ہے۔ ف۳ یعنی جنگ احد میں مسلمانوں کے دل ٹوٹے تو کافروں اور منافقوں نے موقع پایا بعض الزام اور طعنے دینے لگے بعض خیر خواہی کے پردہ میں سمجھانے لگے تا آئندہ لڑائی پر دلیری نہ کریں حق تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ دشمن کا فریب مت کھاؤ اگر خدانخواستہ ان کے چکموں میں آ گئے تو جس ظلمت سے خدا نے نکالا ہے پھر الٹے پاؤں اسی میں جا گرو گے اور رفتہ رفتہ دین حق کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائیگا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت کے خسارہ کے سوا کچھ نہیں پہلے اللہ والوں کی راہ پر چلنے کی ترغیب دی تھی یہاں بدباطن شریروں کا کہا ماننے سے منع کیا تا مسلمان ہوشیار رہیں اور اپنا نفع نقصان سمجھ سکیں۔ ف۴ لہٰذا اسی کا کہنا ماننا چاہیے اور اسی کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیے جس کی مدد پر خدا ہو اس کو کیا حاجت ہے کہ دشمنان خدا کی مدد کا منتظر رہے یا ان کے سامنے گردن اطاعت خم کرے۔ حدیث میں ہے کہ احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے "ہبل" کی جے پکاری اور کہا "لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم" آپ نے فرمایا جواب دو "اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم"۔ ف۵ یعنی یہ تو تمہارا امتحان تھا اب ہم کافروں کے دلوں میں ایسی ہیبت اور رعب ڈال دیں گے کہ وہ باوجود تمہارے زخمی اور کمزور ہونے اور نقصان اٹھانے کے تم پر پلٹ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔ ابوسفیان اپنی فوج لیکر بے نیل مرام میدان سے بھاگا۔ راستہ میں ایک مرتبہ خیال بھی آیا کہ ایک تھکی ماندی زخم خوردہ فوج کو ہم یوں ہی آزاد چھوڑ کر چلے آئے۔ چلو پھر واپس ہو کر ان کا کام تمام کر دیں۔ مگر ہیبت حق اور رعب اسلام کے اثر سے ہمت نہ ہوئی کہ اس خیال کو عمل میں لا سکے۔ برخلاف اس کے مسلمان مجاہدین نے "حمراء الاسد" تک ان کا تعاقب کیا۔ اور اس کے بعد کبھی موقع نہ دیا کہ احد کے واقعات کا اعادہ ہو سکے۔ (تنبیہ) مشرک خواہ کتنا ہی زور دکھلائے اس کا دل کمزور رہتا ہے کیونکہ وہ کمزور مخلوق کی عبادت کرتا ہے۔ جس جیسا معبود ویسے عابد ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ (حج رکوع ۱۰) اور ویسے بھی اصلی زور و قوت تو نبی الحقیقت خدا کی تائید و امداد سے ہے جس سے کفار مشرکین یقیناً محروم ہیں۔ اسی لئے جب تک مسلمان مسلمان رہے، ہمیشہ کفار ان سے خائف و مرعوب رہے۔ بلکہ ہم آج تک مشاہدہ کرتے ہیں کہ باوجود مسلمانوں کے سخت انتشار و تشتت اور ضعف و تنزل کے دنیا کی تمام کافر طاقتیں اس سوئے ہوئے زخمی شیر سے ڈرتی رہتی ہیں۔ اور ہمیشہ فکر رکھتی ہیں کہ یہ قوم بیدار ہونے نہ پائے۔ علمی اور مذہبی مناظروں میں بھی اسلام کا یہ ہی رعب مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ میرا رعب ایک مہینہ کی مسافت سے دشمنوں کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے بیشک اسی کا اثر ہے جو امت مسلمہ کو ملا فللہ الحمد علیٰ ذٰلک ولہ المنۃ۔ ف۶ نبی کریم صلعم نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اگر صبر و استقلال سے کام لو گے حق تعالیٰ تم کو غالب کریگا۔ چنانچہ خدا نے اپنا وعدہ ابتدائے جنگ میں سچا کر دکھایا۔ انہوں نے خدا کے حکم سے کفار کو مار مار کر ڈھیر کر دیا۔ سات یا نو آدمی جن کے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا یکے بعد دیگرے دیا گیا تھا سب وہیں کھیت ہوئے آخر بدحواس ہو کر بھاگے مسلمان فتح و کامرانی کا چہرہ صاف دیکھ رہے تھے اور اموال غنیمت ان کے سامنے پڑے تھے کہ تیر اندازوں کی غلطی سے خالد بن الولید نے فائدہ اٹھایا اور یک بیک لڑائی کا نقشہ بدل دیا جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ ف یعنی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو حکم تیر اندازوں کو دیا تھا اس کا خلاف کیا اور آپس میں جھگڑنے لگے کوئی کہتا تھا کہ ہم کو یہیں جمے رہنا چاہیے۔ اکثر نے کہا اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ چل کر غنیمت حاصل کرنی چاہیے۔ آخر اکثر تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے۔ مشرکین نے اسی راستہ سے دفعۃً حملہ کر دیا۔ دوسری طرف حضور کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی۔ ان چیزوں (بقیہ بر صفحہ ۹۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۸۸۔ نے قلوب میں کمزوری پیدا کر دی جس کا نتیجہ فشل وجبن کی صورت میں ظاہر ہوا۔ گویا فشل کا سبب تنازع اور تنازع کا سبب عصیان تھا **ف۸** یعنی بعضے لوگ دنیوی متاع (مال غنیمت) کی خوشی میں اُچھل پڑے۔ جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہ کیا تھا کہ ہم میں کوئی آدمی دنیا کا طالب بھی ہے **ف۹** یعنی یا تو وہ تمہارے سامنے سے بھاگ رہے تھے، اب تم اُن کے آگے سے بھاگنے لگے۔ تمہاری غلطی اور کوتاہی سے معاملہ اُلٹا اور اُس میں بھی تمہاری آزمائش تھی۔ تا پکے اور کچے صاف ظاہر ہو جائیں۔ **ف۱۰** یعنی جو غلطی ہوئی تھی خدا تعالیٰ اُسے بالکل معاف کر چکا۔ اب کسی کو جائز نہیں کہ اُن پر اس حرکت کی وجہ سے طعن وتشنیع کرے۔ **ف۱۱** کہ اُن کی کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے اور عتاب میں بھی لطف وشفقت کا پہلو ملحوظ رکھتا ہے۔

فوائد صفحہ ۸۹ **ف۱** یعنی تم بھاگ کر پہاڑوں اور جنگلوں کو چڑھے چلے جا رہے تھے اور گھبراہٹ میں پیچھے مڑ کر بھی کسی کو نہ دیکھتے تھے۔ اُس وقت خدا کا پیغمبر بدستور اپنی جگہ کھڑا ہوا تم کو اس قبیح حرکت سے روکتا تھا اور اپنی طرف بُلا رہا تھا۔ مگر تم تشویش واضطراب میں آواز کہاں سننے والے تھے، آخر جب کعب بن مالک چلائے تب لوگوں نے سُنا اور واپس آ کر اپنے نبی کے گرد جمع ہو گئے۔

ف۲ یعنی تم نے رسول کا دل تنگ کیا اُس کے بدلے تم پر تنگی آئی تم کا بدلہ غم ملا۔ تا آگے کو یاد رکھو کہ ہر حالت میں رسول کے حکم پر چلنا چاہئے خواہ کوئی نفع کی چیز مثلاً غنیمت وغیرہ ہاتھ سے جائے، یا کچھ بلا سامنے آئے۔ (تنبیہ) اکثر مفسرین نے فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ کے معنی یوں کئے ہیں کہ خدا نے تم کو غم پر غم دیا۔ یعنی ایک غم تو ابتدائی فتح وکامیابی کے فوت ہونے کا تھا، دوسرا اپنے آدمیوں کے مارے جانے اور زخمی ہونے اور نبی کریم صلعم کی خبر شہادت مشہور ہونے سے پہنچا بعض نے یہ مطلب لیا ہے کہ فتح وکامرانی کے فوت ہونے، غنیمت کے ہاتھ سے نکلجانے، اور نقصان جانی وبدنی اُٹھانے کا جو غم تھا، اُس کے عوض میں ایک ایسا بڑا غم دیدیا گیا جس نے پہلے سب غموں کو بُھلا دیا یعنی نبی کریم صلعم کے مقتول ہونے کی افواہ، اسی غم کی شدت میں آگے پیچھے کا کچھ ہوش نہ رہا حتیٰ کہ حضورؐ کی آواز بھی نہ سُنی جیسا کہ ایک طرف ہمہ تن ملتفت ہونے کے وقت دوسری طرف سے ذہول وغفلت پیش آجاتی ہے **ف۳** یعنی تمہارے احوال ونیتوں کو جانتا ہے اور اُسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ **ف۴** یعنی اُس جنگ میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے، اور جن کو ہٹنا تھا ہٹ گئے اور جو میدان میں باقی رہے اُن میں سے مخلص مسلمانوں پر حق تعالیٰ نے ایکدم غنودگی طاری کر دی لوگ کھڑے کھڑے اونگھنے لگے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کئی مرتبہ تلوار چھوٹ کر زمین پر گری۔ یہ ایک حسّی اثر اُس باطنی سکون واطمینان کا تھا جو ایسے ہنگامہ رستخیز میں مومنین کے قلوب پر محض خدا کے فضل ورحمت سے وارد ہوا اُس کے بعد دشمن کا خوف وہراس سب کافور ہو گیا۔ یہ کیفیت عین اُس وقت پیش آئی جب لشکر مجاہدین میں نظم وضبط قائم نہ رہا تھا۔ بیسیوں لاشیں خاک وخون میں تڑپ رہی تھیں سپاہی زخموں سے چور ہو رہے تھے، حضور کے قتل کی افواہ نے رہے سہے ہوش وحواس کھو دیئے تھے، گویا یہ سونا بیدار ہونے کا پیام تھا۔ غنودگی طاری کر کے اُن کی ساری تھکن دور کر دی گئی اور متنبہ فرما دیا کہ خوف وہراس اور تشویش واضطراب کا وقت جا چکا۔ اب مامون ومطمئن ہو کر اپنا فرض انجام دو۔ فوراً صحابہ نے حضور کے گرد جمع ہو کر لڑائی کا محاذ قائم کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد مطلع صاف تھا۔ دشمن سامنے سے بھاگتا نظر آیا۔ (تنبیہ) ابن مسعود فرماتے ہیں کہ عین لڑائی کے موقع پر نعاس (اُونگھ) کا طاری ہونا اللہ کی طرف سے (فتح وظفر کی علامت ہے) حضرت علی رضؓ کی فوج کو "صفین" میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا **ف۵** یہ بزدل اور ڈرپوک منافقین ہیں جن کو نہ اسلام کی فکر تھی، نہ نبی کریم صلعم کی۔ محض اپنی جان بچانے کی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کہ کہیں ابو سفیان کی فوج نے دوبارہ حملہ کر دیا تو ہمارا کیا حشر ہو گا۔ اس خوف وفکر میں اونگھ یا نیند کہاں؟ **ف۶** یعنی وہ اللہ کے وعدے کہاں گئے، معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا قصہ ختم ہوا۔ اب پیغمبر اور مسلمان اپنے گھر واپس جانے والے نہیں، سب یہیں کام آئیں گے جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا (فتح رکوع ۲) **ف۷** یعنی کچھ بھی ہمارا کام بنا رہیگا یا بالکل بگڑ چکا۔ یا یہ کہ ہم محمد (صلعم) کا ساتھ دینے والوں کے ہاتھ میں کچھ بھی فتح وظفر آئی۔ یا یہ معنی کہ اللہ نے جو چاہا سو کیا۔ ہمارا یا کسی کا کیا اختیار؟ یہ تو الفاظ کے ظاہری معنی تھے۔ لیکن جو دل میں نیت تھی وہ آگے آتی ہے۔ **ف۸** یعنی منافقین کا یہ قول هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ كَلِمَةُ حَقٍّ اُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِلُ ہے۔ بیشک یہ صحیح ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہے بنائے یا بگاڑے۔ غالب کرے یا مغلوب، آفت بھیجے یا راحت، کامیاب کرے یا ناکام۔ ایک ہی واقعہ کو ایک قوم کے حق میں رحمت اور دوسری کے لئے نقمت بنا دے۔ سب اُس کے قبضہ میں ہے۔ مگر تم اس قول سے اپنے دل میں جو معنی لے رہے ہو خدا تمہارے دل کے چور سے واقف ہے جسے آگے بیان کیا جائیگا۔

ف۹ اصل چور دل کا یہ تھا هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ کہہ کر دل میں یہ مطلب لیتے تھے اور پچھے مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر آپس میں بھی کہتے ہونگے کہ میاں شروع میں ہماری رائے نہ مانی۔ چند جوشیلے ناتجربہ کاروں کے کہنے پر مدینہ سے باہر لڑنے چلے گئے۔ آخر منہ کی کھائی۔ اگر کچھ کام ہمارے اختیار میں ہوتا اور ہمارے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو اس قدر نقصان کیوں اُٹھانا پڑتا، ہماری برادری کے اتنے آدمی مارے گئے یہ کیوں مارے جاتے (اکثر منافقین نسباً انصار مدینہ کی برادری میں شامل تھے۔ اس لئے مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا میں اُنکے مارے جانے کو اپنا مارا جانا کہا) یا یہ مطلب ہے کہ اگر محمد صلعم کے کہنے کے موافق فتح وظفر اور غلبہ مسلمانوں

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ

اُن کو بہکا دیا شیطان نے اُن کے گناہ کی شامت سے اور اُن کو بخش چکا اللہ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا

اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنے والا ف۱ اے ایمان والو تم نہ ہو

كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِى الْاَرْضِ

اُن کی طرح جو کافر ہوئے ف۲ اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو ف۳ جب وہ سفر کو نکلیں ملک میں

اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ

یا ہوں جہاد میں اگر رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ

اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ

ڈالے اس گمان سے افسوس اُن کے دلوں میں ف۴ اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے ف۵ اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ

تمہارے سب کام دیکھتا ہے ف۶ اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا

مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ

مر گئے ف۷ تو بخشش اللہ کی اور مہربانی اُسکی بہتر ہے اُس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں ☆ اور اگر

مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

تم مر گئے یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے اکٹھے ہو گے تم سب ف۸ سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے

لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

جو تو نرم دل مل گیا اُنکو اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ

سو تو اُن کو معاف کر اور اُنکے واسطے بخشش مانگ اور اُن سے مشورہ لے کام میں پھر جب قصد کر چکا تو اُس

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ

کام کا تو پھر بھروسہ کر اللہ پر اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے ف۹ اگر اللہ تمہاری مدد کریگا

ع ۱۶ / ۷

بقیہ فوائد صفحہ ۸۹ کیلئے ہوتا تو قتل وجرح کی مصیبت ہم پر کیوں ٹوٹتی (تنبیہ) بظاہر یہ باتیں منافقین نے مدینہ میں کہیں۔ کیونکہ عبداللہ بن اُبی جنگ شروع ہونے سے پیشتر اپنی جمعیت کو ساتھ لیکر واپس ہو گیا تھا۔ اِس صورت میں "ہٰہُنا" کا اشارہ قرب کی وجہ سے اُحد کی طرف ہوگا۔ لیکن بعض روایات سے ایک منافق مُعتّب بن قشیر کا میدان جنگ میں یہ کلمات کہنا ثابت ہوتا ہے۔ تو شاید بعض منافقین عبداللہ بن اُبی کے ہمراہ کسی مصلحت سے واپس نہ ہوئے ہونگے واللہ اعلم۔ ف۱۰ یعنی اِس طعن وتشنیع یا حسرت وافسوس سے کچھ حاصل نہیں اللہ تعالٰی نے ہر ایک کی جو اجل، موت کی جگہ، سبب اور وقت لکھ دیا ہے کبھی ٹل نہیں سکتا۔ اگر تم گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے اور فرض کرو تمہاری ہی رائے سنی جاتی تب بھی جن کی قسمت میں اُحد کے قریب جس جس پڑاؤ پر مارا جانا لکھا جاچکا تھا وہ کسی نہ کسی سبب سے ضرور اُدھر نکلتے اور وہیں مارے جاتے۔ یہ خدا کا انعام ہے کہ جہاں مارا جانا مقدر تھا مارے گئے، مگر اللہ کے راستہ میں خوشی کے ساتھ بہادروں کی موت شہید ہوئے۔ پھر اس پر پچھتانے اور افسوس کرنیکا کیا موقع ہے مردانِ خدا کو اپنے پر قیاس مت کرو۔ ف۱۱ یعنی اللہ تعالٰی تو دلوں کے پوشیدہ بھید جانتا ہے، اُس سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں مقصود یہ تھا کہ تم سب کو ایک آزمایش میں ڈالا جائے۔ تا جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ باہر نکل پڑے، امتحان کی بھٹی میں کھرا کھوٹا الگ ہوجائے۔ مخلصین کامیابی کا صلہ پائیں اور اُنکے قلوب آئندہ کے لئے وساوس اور کمزوریوں سے پاک وصاف ہوں۔ منافقین کا اندرونی نفاق کھلجائے۔ اور لوگ صاف طور پر اُنکے خبث باطن کو سمجھنے لگیں۔

فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم
تو کوئی تم پر غالب نہ ہوسکیگا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون ہے جو مدد کرسکے تمہاری

مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ
اُس کے بعد اور اللہ ہی پر بھروسا چاہیئے مسلمانوں کو ف اور نبی کا

لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ ۚ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ
کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے اور جو کوئی چھپاویگا وہ لائیگا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے پھر

تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ
پورا پاویگا ہر کوئی جو اُس نے کمایا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ف کیا ایک شخص جو تابع ہے

رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَن بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَ
اللہ کی مرضی کا برابر ہوسکتا ہے اُسکے جس نے کمایا غصہ اللہ کا اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور

بِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ
کیا ہی بُری جگہ پہنچا ف۳ لوگوں کے مختلف درجے ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے

بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ
جو کچھ کرتے ہیں ف اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا

فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
اُن میں رسول اُنہی میں کا ف پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اُسکی اور پاک کرتا ہے اُنکو یعنی شرک

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي
وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے اُنکو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح

ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾ أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم
گمراہی میں تھے ف کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو

مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ
اُس سے دوچند تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی ف تو کہدے یہ تکلیف تم کو پہنچی تمہاری ہی طرف سے ف بیشک

فوائد صفحہ ۹۰ ف۱ مخلصین سے بھی بعض اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہوجاتا ہے اور جس طرح ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق بڑھتی ہے، ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے۔ جنگ اُحد میں بھی جو مخلص مسلمان ہٹ گئے تھے، کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے بہکا کر اُن کا قدم ڈگمگا دیا۔ چنانچہ ایک گناہ تو یہی تھا کہ تیراندازوں کی بڑی تعداد نے نبی کریم صلعم کے حکم کی پابندی نہ کی مگر خدا کا فضل دیکھو کہ اسکی سزا میں کوئی تباہ کن شکست نہیں دی، بلکہ ان حضرات پر اب کوئی گناہ بھی نہیں رہا حق تعالٰی کلیۃً اُنکی تقصیر معاف فرما چکا ہے، کسی کو طعن وملامت کا حق نہیں۔ ف۲ یعنی تم اِن کافر منافقوں کی طرح ایسے لغو خیالات کو زنہار دل میں جگہ نہ دینا کہ گھر میں بیٹھے رہتے تو نہ موت آتی نہ مارے جاتے ف۳ چونکہ منافقین ظاہر میں مسلمان بنے ہوئے تھے اس لئے مسلمانوں کو اپنا بھائی کہا، یا اس لئے کہ نسبی طور پر وہ اور انصار مدینہ برادری کے بھائی بندتھے۔ اور چونکہ یہ بات خیرخواہی وہمدردی کے پیرایہ میں کہتے تھے اس لئے لفظ اخوان سے تعبیر کیا گیا۔ ف۴ یعنی خواہ مخواہ باہر نکل کر مرے، ہمارے پاس اپنے گھر پڑے رہتے تو کیوں مرتے یا کیوں مارے جاتے، یہ کہنا اِس غرض سے تھا کہ سننے والے مسلمانوں کے دل میں حسرت وافسوس پیدا ہو کہ واقعی بے سوچے سمجھے نکل کھڑے ہونے اور لڑائی کی آگ میں کود پڑنے کا یہ نتیجہ ہوا۔ گھر رہتے تو یہ مصیبت کیوں دیکھنی پڑتی۔ مگر مسلمان ایسے کچے نہ تھے جو ان چکموں میں آجاتے، ان باتوں سے اُلٹا منافقین کا بھرم کھل گیا۔ بعض مفسرین نے لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ میں "لام عاقبت" لیکر یوں معنی کئے ہیں کہ منافقین کے زبان ودل پر یہ باتیں اس لئے جاری کی گئیں کہ خدا اُن کو ہمیشہ اسی حسرت وافسوس کی آگ میں جلتا چھوڑدے اور دوسری حسرت اُن کو یہ رہے کہ مسلمان ہماری طرح نہ ہوئے اور ہماری باتوں پر کسی نے کان نہ دھرا۔ گویا اس طرح لِيَجْعَلَ کا تعلق لَا تَكُونُوا سے بھی ہوسکتا ہے۔ ف۵ یعنی مارنا جلانا اللہ کا کام ہے۔ بہتیرے آدمی عمر بھر سفر کرتے اور لڑائیوں میں جاتے ہیں، مگر موت گھر میں بستر پر آتی ہے اور کتنے ہی آدمی گھر کے کونے میں پڑے رہنے کے خوگر ہیں، لیکن اخیر میں خدا کوئی سبب کھڑا کر دیتا ہے کہ وہ باہر نکلیں اور وہیں مریں یا مارے جائیں۔ بندہ کی روک تھام سے یہ چیز ٹلنے اور بدلنے والی نہیں۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر ایک بالشت جگہ تلوار یا نیزہ کے زخم سے خالی نہیں، مگر آج میں ایک اونٹ کی طرح (گھر میں) مر رہا ہوں فَلَا نَامَتْ أَعْيُنُ الْجُبَنَاءِ (خدا کرے یہ دیکھ کر نامردوں کی آنکھیں کھلیں) ف۶ کہ منافقین وکفار کس راستہ پر جارہے ہیں اور مسلمان کہاں تک اُن کے تشبہ اور پیروی سے علیحدہ رہتے ہیں۔ ہر ایک کو اسکی حالت کے مناسب بدلہ دیگا۔ ف۷ یعنی اسی کی راہ میں۔ ف۸ یعنی فرض کرو تم سفر یا جہاد میں نہ نکلے اور فی الحال موت سے بچ گئے مگر ضروری ہے کہ کبھی نہ کبھی مرو گے یا مارے جاؤگے، پھر بہرحال خدا کے سامنے سب کو جمع ہونا ہے۔ اُس وقت پتہ چل جائیگا کہ جو خوش قسمت اللہ کی راہ میں نیک کام کرتے ہوئے مرے یا مارے گئے تھے اُنکو خدا تعالٰی کی بخشش ومہربانی سے کیسا وافر حصہ ملا جسکے سامنے تمہاری دنیا کی کمائی اور جمع کی ہوئی دولت وثروت سب ہیچ ہے۔ الحاصل اگر منافقین ہی کا قول تسلیم کرلیا جائے کہ گھر سے نہ نکلتے تو نہ مارے جاتے، تب بھی سراسر خسارہ تھا۔ کیونکہ اِس صورت میں اُس موت سے محروم رہجاتے جس پر ایسی ایسی لاکھوں زندگیاں قربان کیجاسکتی ہیں۔ بلکہ جو حقیقت میں موت نہیں حیات ابدی ہے۔ فنافی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے۔ جو جینا ہے تو مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ ف۹ مسلمانوں کو اُنکی کوتاہیوں پر متنبہ فرمانے اور معافی کا اعلان سُنانے کے بعد نصیحت کی تھی کہ آئندہ اس مار آستین جماعت کی باتوں سے فریب مت کھانا اس آیت میں اُنکے عفو تقصیر کی تکمیل کی گئی ہے چونکہ جنگ اُحد میں سخت خوفناک غلطی اور زبردست کوتاہی مسلمانوں سے ہوئی تھی، شاید آپکا دل خفا ہوا ہوگا اور خیال ہوگا کہ آئندہ اِن سے مشورہ لیکر کام نہ کیا جائے۔ اس لئے حق تعالٰی نے نہایت عجیب وغریب پیرایہ میں اُنکی سفارش کی اول اپنی طرف سے معافی کا اعلان کردیا کیونکہ خدا کو معلوم تھا کہ آپ کا غصہ ورنج خالص اپنے پروردگار کیلئے ہوتا ہے۔ پھر فرمایا فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ یعنی اللہ کی کتنی بڑی رحمت آپ پر اور اِن پر ہے کہ آپ کو اِس قدر خوش اخلاق اور نرم خو بنادیا۔ کوئی اور ہوتا تو خدا جانے، ایسے سخت معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرتا۔ یہ کچھ اللہ ہی کی مہربانی ہے کہ تجھ جیسا شفیق (دبقیہ برصفحہ ۹۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۹۰۔ نرم دل پیغمبر ان کو مل گیا۔ فرض کیجئے اگر خدا نہ کردہ آپ کا دل سخت ہوتا اور مزاج میں شدت ہوتی تو یہ قوم آپ کے گرد کہاں جمع رہ سکتی تھی۔ ان سے کوئی غلطی ہوتی اور آپ سخت گرفتے تو شرم و دہشت کے مارے پاس بھی نہ آسکتے۔ اس طرح یہ لوگ بڑی خیر و سعادت سے محروم رہ جاتے اور جمعیت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا۔ لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو نرم دل اور نرم خو بنایا آپ اصلاح کے ساتھ اُن کی کوتاہیوں سے اغماض کرتے رہتے ہیں۔ سو یہ کوتاہی بھی جہاں تک آپ کے حقوق کا تعلق ہے معاف کر دیجئے اور گو خدا اپنا حق معاف کر چکا ہے تاہم ان کی مزید دلجوئی اور تطییب خاطر کے لئے ہم سے بھی ان کیلئے معافی طلب کریں، تاکہ شکستہ دل آپ کی خوشنودی اور انبساط محسوس کر کے بالکل مطمئن و منشرح ہو جائیں۔ اور صرف معاف کر دینا ہی نہیں، آیندہ بدستور ان سے معاملات میں مشورہ لیا کریں۔ مشاورت کے بعد جب ایک بات طے ہو جائے اور پختہ ارادہ کر لیا جائے۔ پھر خدا پر توکل کر کے اُس کو بلا پس و پیش کر گذرے۔ خدا تعالیٰ متوکلین کو پسند کرتا اور ان کے کام بنا دیتا ہے۔ (تنبیہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم سے سوال کیا گیا: "عزم" کیا ہے؟ فرمایا "مشاورۃ اہل الرأی ثم اتباعہم" (ابن کثیر) اور مجمع الزوائد میں حضرت علی کی حدیث ہے یا رسول اللہ جو بات ہم کتاب و سنت میں نہ پائیں اُس میں کیا طریقہ استعمال کریں؟ فرمایا فقہاء عابدین (سمجھ دار خدا پرستوں) سے مشورہ کرو "ولا تمضوا فیہ رأی خاصۃ" (اور کسی اکیلے دُکے کی رائے مت جاری کرو)

اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَ مَاۤ اَصَابَکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے ☆ اور جو کچھ تم کو پیش آیا اُس دن کہ ملیں دو فوجیں

فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ لِیَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ لِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ

سو اللہ کے حکم سے اور اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو ☆ اور تاکہ معلوم کرے اُن کو جو

نَافَقُوۡا ۚۖ وَ قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَوِ ادۡفَعُوۡا ؕ

منافق تھے ف اور کہا گیا اُن کو کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن کو ف

قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعۡنٰکُمۡ ؕ ہُمۡ لِلۡکُفۡرِ یَوۡمَئِذٍ

بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں ف وہ لوگ اُس دن کفر کے

اَقۡرَبُ مِنۡہُمۡ لِلۡاِیۡمَانِ ۚ یَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاہِہِمۡ مَّا لَیۡسَ

قریب ہیں بہ نسبت ایمان کے ف کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں

فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ ؕ وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا یَکۡتُمُوۡنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡا

اُن کے دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں ف وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں

لِاِخۡوَانِہِمۡ وَ قَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا ؕ قُلۡ فَادۡرَءُوۡا

اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے ف تو کہہ دے اب ہٹا دیجو

عَنۡ اَنۡفُسِکُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۶۸﴾ وَ لَا تَحۡسَبَنَّ

اپنے اوپر سے موت کو اگر تم سچے ہو ف اور تو نہ سمجھ

الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ

ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مُردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے

رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ

رب کے پاس کھاتے پیتے ☆ خوشی کرتے ہیں اُس پر جو دیا اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے

وَ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ ۙ

اور خوش وقت ہوتے ہیں اُنکی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے اُنکے پاس اُن کے پیچھے سے

فوائد صفحہ ۹۱ ف۱ پہلے آپکو فرمایا تھا "بھروسہ کرا اللہ پر" یہاں بتلایا کہ بھروسہ کے لائق ایسی ہی ذات ہوسکتی ہے جو سب سے زبردست اور غالب ہو۔ سب مسلمانوں کو اسکی امداد پر توکل کرنا چاہئے۔ گویا مسلمانوں کی تقصیر خود معاف کرنے اور اپنے پیغمبر سے معاف کرا دینے کے بعد اُنکو نصیحت کیجاتی ہے کہ کسی کے کہنے سننے میں نہ آئیں۔ خالص خدا پر بھروسہ رکھیں۔ اُس کی مدد ہوگی تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی۔ جیسے بدر میں دیکھ چکے اور کسی مصلحت سے وہ مدد نہ کرے تو پھر کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ اُحد میں تجربہ ہوگیا۔ ف۲ اس سے غرض یا تو مسلمانوں کی پوری طرح خاطر جمع کرنا ہے تا یہ وسوسہ نہ لائیں کہ شاید حضرت نے ہم کو بظاہر معاف کر دیا اور دل میں خفا ہیں پھر کبھی خفگی نکالیں گے، یہ کام نبیوں کا نہیں کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ۔ یا مسلمانوں کو سمجھانا ہے کہ حضرت کی عظمت و عصمت و امانت کو پوری طرح مستحضر رکھیں۔ آپ کی نسبت کبھی کوئی نعوذ بیہودہ خیال نہ لائیں مثلاً یہ گمان نہ کریں کہ غنیمت کا کچھ مال چھپا رکھیں گے (العیاذ باللہ) شاید یہ اس واسطے فرمایا کہ وہ تیر انداز غنیمت کے لئے مورچہ چھوڑ کر دوڑے تھے۔ کیا حضرت اُن کو حصہ نہ دیتے؟ یا بعض چیزیں چھپا رکھتے؟ اور بعض روایات میں ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک چیز (چادر یا تلوار) غنیمت میں سے گم ہوگئی تھی۔ کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہوگی۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بہرحال مسلمانوں کو سمجھانا ہے کہ اگر حضور اپنی نرم خوئی اور خوش خلقی سے تمہاری غلطیوں کو معاف کرتے ہیں تو تم کو حضور کی عظمت شان اور عصمت و نزاہت کا بہت زیادہ پاس رکھنا چاہئے کسی قسم کا کمزور اور رکیک خیال مومنین کے پاس نہ آنے پائے۔ دوسری طرف چونکہ آپ کی شفقت و نرم دلی یاد دلا کر جنگ اُحد کے متعلق مسلمانوں کی کوتاہی کو معاف کرایا جا رہا تھا، اسی ذیل میں ایک دوسری کوتاہی بھی یاد دلا دی جو بدر سے متعلق تھی کہ آپ اپنی نرم خوئی سے اُس پر بھی کچھ دھیان نہ کریں۔ (تنبیہ) "غلول" کے اصل معنی غنیمت میں خیانت کرنے کے ہیں لیکن کبھی مطلق خیانت کے معنی میں آتا ہے بلکہ بعض اوقات محض ایک چیز کے چھپا لینے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے ابن مسعودؓ نے فرمایا "غلوا مصاحفکم"۔ ف۳ یعنی پیغمبر جو ہر حال میں خدا کی مرضی کا تابع بلکہ دوسروں کو بھی اُس کی مرضی کا تابع بنانا چاہتا ہے، کیا اُن لوگوں کے ایسے کام کرسکتا ہے جو خدا کے غضب کے نیچے اور دوزخ کے مستحق ہیں؟ ممکن نہیں۔ ف۴ یعنی نبی اور سب خلقت برابر نہیں، طمع وغیرہ کے پست اور ذلیل کام نبیوں سے نہیں ہوسکتے۔ حق تعالیٰ سب کو جانتا ہے کہ کون کس درجہ کا ہے اور سب کے کام دیکھتا ہے کیا وہ ایسی پست طبیعت والوں کو منصب نبوت پر سرفراز فرمائیگا! العیاذ باللہ ف۵ یعنی اُنہی کی جنس اور قوم میں کا ایک آدمی رسول بنا کر بھیجا جسکے پاس بیٹھنا بات چیت کرنا، زبان سمجھنا اور ہر قسم کے انوار و برکات کا استفادہ کرنا آسان ہے، اس کے احوال، اخلاق، سوانح زندگی، امانت و دیانت، خدا ترسی اور پاکبازی سے وہ خوب طرح واقف ہیں۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے آدمی سے جب معجزات ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں تو یقین لانے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ فرض کرو کوئی جن یا فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو معجزات دیکھ کر یہ خیال کرلینا ممکن تھا کہ چونکہ جنس بشر سے جداگانہ مخلوق ہے شاید یہ خوارق اس کی خاص صورت نوعیہ اور طبیعت ملکیہ و جنیہ کا نتیجہ ہوں، ہمارا اُس سے عاجز رہنا دلیل نبوت نہیں بن سکتا بہرحال مومنین کو خدا کا احسان ماننا چاہئے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا جس سے بے تکلف فیض حاصل کرسکتے ہیں اور وہ باوجود معزز ترین اور بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے اُن ہی کے مجمع میں نہایت نرم خوئی اور ملاطفت کے ساتھ گھلا ملا رہتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم ف۶ اس مضمون کی آیت سورۂ بقرہ میں دو جگہ گذر چکی ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضور کی چار شانیں بیان کی گئیں (۱) "تلاوت آیات"۔ (اللہ کی آیات پڑھ کر سُنانا) جن کے ظاہری معنی وہ لوگ اہل زبان ہونے کی وجہ سے سمجھ لیتے تھے اور اُس پر عمل کرتے تھے۔ (۲) "تزکیۂ نفوس"۔ (نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت سے اُن کو پاک کرنا اور دلوں کو مانجھ کر صیقل بنانا) یہ چیز آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے، حضور کی صحبت، اور قلبی توجہ و تصرف سے باذن اللہ حاصل ہوتی تھی (۳) "تعلیم کتاب" (کتاب اللہ کی مراد بتلانا) اس کی ضرورت خاص خاص مواقع میں پیش آتی تھی۔ مثلاً ایک

بقیہ فوائد صفحہ ۹۱ لفظ کے کچھ معنی عام تبادر اور محاورہ کے لحاظ سے سمجھ کر صحابہ کو کوئی اشکال پیش آیا، اُس وقت آپ کتاب اللہ کی اصلی مُراد جو قرائن مقام سے متعین ہوتی تھی بیان فرما کر شبہات کا ازالہ فرما دیتے تھے۔ جیسے اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اور دوسرے مقامات میں ہوا (۴) "تعلیم حکمت" (حکمت کی گہری باتیں سکھلانا) اور قرآن کریم کے غامض اسرار و لطائف اور شریعت کی دقیق و عمیق علل پر مطلع کرنا، خواہ تصریحاً یا اشارۃً۔ آپ نے خدا کی توفیق و اعانت سے علم و عمل کے اِن اعلیٰ مراتب پر اس درماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے انتہائی جہل و حیرت اور صریح گمراہی میں غرق تھی۔ آپ کی چند روزہ تعلیم و صحبت سے وہ ساری دنیا کے لئے ہادی و معلم بن گئی، لہٰذا انہیں چاہئے کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانیں۔ اور کبھی بھولے سے ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ کا دل متالم ہو ف پہلے سے اُحد کا قصہ چلا آتا تھا، درمیان میں جو کوتاہی ہوئی تھی اُس کے عفو کا ذکر ہوا اور اُسی کی مناسبت سے نبی کریم صلعم کے اخلاق و حقوق یاد دلائے گئے۔ اب پھر اُحد کے قصہ کی طرف عود کیا جاتا ہے۔ یعنی جنگ اُحد میں جو تکلیف اور نقصان اُٹھانا پڑا کیا اُس پر تم تعجب سے کہتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں آ گئی، ہم تو مسلمان مجاہد تھے جو خدا کے راستہ میں اُس کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے نکلے تھے خدا تعالیٰ پیغمبر کی زبانی نصرت و امداد کا وعدہ فرما چکا تھا پھر یہ مصیبت ہم پر کیونکر اور کدھر سے نازل ہوئی ایسا کہتے وقت سوچنا چاہئے کہ جس قدر تکلیف تم کو پہنچی اُس سے دوچند تکلیف اُن کو تم سے پہنچ چکی ہے؟ اُحد میں تمہارے تقریباً ستر آدمی شہید ہوئے بدر میں اُنکے ستر مارے جا چکے اور ستر تمہارے ہاتھ قید ہوئے جن پر تم کو پورا قابو حاصل تھا چاہتے تو قتل کر ڈالتے پھر اُحد میں بھی ابتداءً اُن کے بیس سے زائد قتل ہو چکے ہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے تم کو ہزیمت ہوئی تو بدر میں اُن کو تباہ کن ہزیمت مل چکی اور اُحد میں بھی جب تم جم کر لڑے وہ منہزم ہوئے۔ پھر آخر میں میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ ایسی صورت میں انصافاً تم کو اپنی تکلیف کا شکوہ کرنے اور زیادہ بددل ہونے کا موقع نہیں ف اگر غور کرو تو تم خود ہی اس مصیبت کا سبب بنے ہو تم نے جوش میں آ کر پیغمبر کی اور بہت سے تجربہ کاروں کی رائے قبول نہ کی اپنی پسند اور اختیار سے مدینہ کے باہر محاذ جنگ قائم کیا، پھر باوجود نہی شدید کے تیر اندازوں نے اہم مورچہ چھوڑ کر مرکز خالی کر دیا اور ایک سال پہلے جب اُساری بدر کے متعلق تم کو اختیار دیا گیا تھا کہ یا انہیں قتل کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو اس شرط پر کہ آئندہ اتنے ہی آدمی تم سے لئے جائیں گے تو تم نے فدیہ کی صورت اختیار کی اور شرط کو قبول کر لیا، اب وہ ہی شرط پوری کرائی گئی تو تعجب و انکار کا کیا موقع ہے۔ یہ چیز تو خود اپنی طرف سے تم قبول کر چکے تھے (اُساریٰ بدر کا پورا قصہ سورۂ انفال میں آئیگا)

أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ

اس واسطے کہ نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ اُن کو غم ☆ خوش وقت ہوتے ہیں اللہ

مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾

کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی ف

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ

جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے کہ پہنچ چکے تھے اُن کو زخم

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾ الَّذِينَ قَالَ

جو اُن میں نیک ہیں اور پرہیزگار اُن کو ثواب بڑا ہے ☆ جن کو کہا

لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

لوگوں نے کہ مکہ والے آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کو سو تم اُن سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا اُن کا

إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَانقَلَبُوا

ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے ف پھر چلے آئے مسلمان

بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ

اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ کچھ نہ پہنچی اُن کو بُرائی اور تابع ہوئے اللہ کی

اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ

مرضی کے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ف۲ یہ جو ہے سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے

أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾

اپنے دوستوں سے سو تم اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ف

وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا

اور غم میں نہ ڈالیں تجھ کو وہ لوگ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف وہ نہ بگاڑیں گے

اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ

اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ اُن کو فائدہ نہ دے آخرت میں اور اُن کیلئے

فوائد صفحہ ۹۲ ف۱ جس کو جب چاہے غالب اور جب چاہے مغلوب کر دے مغلوب کرنا اسلئے نہیں کہ وہ اس وقت غالب کرنے پر قادر نہ تھا، بلکہ اسلئے ہے کہ تمہارے کسب و اختیار سے صورت حال ایسی پیدا ہو گئی کہ کلی غلبہ عطا کرنے میں مصلحت نہ تھی بہرحال جو کچھ ہوا اُسکے حکم و مشیت سے ہوا جس کا سبب تم تھے اور حکمت یہ تھی کہ ایک طرف ہر مومن مخلص کے ایمان و اخلاص کا اور دوسری جانب ہر منافق کے نفاق کا درجہ ظاہر ہو جائے، کھرے کھوٹے اور کچے پکے میں کسی کو کچھ التباس نہ رہے ف۲ جنگ شروع ہونے سے پہلے جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی تین سو آدمیوں کو ساتھ لیکر واپس جانے لگا اُس وقت کہا گیا تھا کہ عین موقع پر کہاں بھاگتے ہو۔ آؤ اگر دعوے اسلام میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں لڑو۔ ورنہ کم از کم دشمن کو دفع کرنے میں حصہ لو یعنی مجمع میں شریک رہو تا کثرت تعداد کا اثر دشمن پر پڑے، یا یہ کہ خدا کی راہ میں دین کی خاطر نہیں لڑتے تو حمیت وطنی و قومی یا اپنے اموال و اولاد کی حفاظت کے لئے دشمن کی مدافعت کرو، کیونکہ دشمن اگر کامیاب ہوا تو انتقام لینے میں مومنین و منافقین کی تمیز نہ کریگا عام مسلمانوں کی طرح تم بھی نقصان اُٹھاؤ گے۔ غرض اُن پر ہر طرح اُنکے مذاق کے موافق اتمام حجت کیا گیا۔ تا جو کچھ دلوں میں ہے علانیہ ظاہر ہو جائے۔ ف۳ یعنی لڑائی ہوتی نظر نہیں آتی۔ خواہ مخواہ کا ڈھونگ ہے اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ واقعی لڑائی ہونیوالی ہے تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ جب لڑائی دیکھیں گے شامل ہو جائیں گے یا مطلب تھا کہ کوئی ڈھنگ کا مقابلہ ہوتا تو ہم ساتھ رہتے بھلا یہ کوئی مقابلہ ہے کہ ایک طرف تین ہزار کا لشکر اور دوسری طرف صرف ایک ہزار بے سروسامان آدمی، یہ لڑائی کیا ہے محض اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ یا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا سے یہ ظاہر کرتے تھے کہ صاحب! ہم فنون جنگ اور لڑائی کے قاعدوں سے واقف ہوتے تو آپ کے ساتھ رہتے۔ گویا دل میں طعن دیا کہ ہمارے مشورہ پر چلے نہیں اوروں کی رائے پر عمل کیا۔ تو ہم کو لڑائی کے قاعدوں سے ناواقف سمجھے اور آپ واقف ہے۔ پھر ہمیں ساتھ کیوں لیتے ہو۔ بہرحال جھوٹے حیلے حوالے کر کے چلے گئے۔ ف۴ منافقین دل سے کافر اور زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے اور اسی زبانی اسلام کی بنا پر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے۔ اُس روز عین موقع پر پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے جانے اور جھوٹے حیلے تراشنے سے اچھی طرح نفاق کی قلعی کھل گئی۔ اب ظاہر میں بھی بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب ہو گئے اور اپنے فعل سے مسلمانوں کو نقصان اور کافروں کو تقویت پہنچائی۔ ف۵ یعنی زبان سے لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ کہتے ہیں اور جو دل میں ہے صاف نہیں کہتے۔ دل میں یہ تھا کہ اچھا ہے مسلمان مغلوب و ذلیل ہوں اور ہم خوشی سے بغلیں بجائیں۔ ف۶ یعنی خود نامرد بنکر بیٹھ رہے اور اپنی برادری کے بھائیوں (انصار مدینہ) کو کہتے ہیں کہ ہماری بات مان کر گھر میں بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے۔ ف۷ یعنی اگر گھر میں بیٹھ رہنے سے جان بچ سکتی ہے تو دیکھیں موت کو گھر میں کس طرح نہ آنے دینگے۔ اگر یہاں رہ کر بھی موت سے پیچھا نہیں چھوٹتی تو پھر بہادروں کی طرح میدان میں عزت کی موت کیوں نہ مریں۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی گھر میں بیٹھے رہنے سے موت ٹل نہیں سکتی، ہاں آدمی اُس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کے بجائے حیات جاودانی کہنا چاہئے۔ شہیدوں کو مرنے کے بعد (بقیہ بر صفحہ ۹۴)

عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن

عذاب ہے بڑا ف۱ جنہوں نے مول لیا کفر کو ایمان کے بدلے وہ نہ

يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ

بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور اُنکے لئے عذاب ہے دردناک ف۲ اور یہ نہ سمجھیں

الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ

کافر کہ ہم جو مہلت دیتے ہیں اُن کو کچھ بھلا ہے اُنکے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں اُن کو

لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۷۸﴾ مَّا كَانَ اللَّهُ

تاکہ ترقی کریں وہ گناہ میں اور اُن کے لئے عذاب ہے خوار کرنے والا ف۳ اللہ وہ نہیں

لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ

کہ چھوڑ دے مسلمانوں کو اُس حالت پر جس پر تم ہو جب تک کہ جدا نہ کر دے ناپاک کو

الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي

پاک سے اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر دے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے

مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا

اپنے رسولوں میں جس کو چاہے ف۴ سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو

وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ

اور پرہیزگاری پر تو تم کو بڑا ثواب ہے ف۵ اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں

بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ

اس چیز پر جو اللہ نے اُنکو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے اُنکے حق میں بلکہ یہ بہت برا ہے اُنکے حق میں

سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ

طوق بنا کر ڈالا جائیگا اُنکے گلوں میں وہ مال جسمیں بخل کیا تھا قیامت کے دن ف۶ اور اللہ وارث ہے آسمان

وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَّقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ

اور زمین کا ف۷ اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے ف۸ بیشک اللہ نے سُنی اُن کی بات

ع ۹ ۱۸ ۹

بقیہ فوائد صفحہ ۹۳۔ ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اور مُردوں کو نہیں ملتی۔ اُن کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔ بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے جس طرح ہم اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر ذرا سی دیر میں جہاں چاہیں اُڑے چلے جاتے ہیں۔ شہداء کی ارواح "حواصل طیور خضر" میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں۔ اُن "طیور خضر" کی کیفیت و کلانی کو اللہ ہی جانے، وہاں کی چیزیں ہمارے احاطۂ خیال میں کہاں آسکتی ہیں۔ اس وقت شہداء بیحد مسرور و مبتہج ہوتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے دولت شہادت عنایت فرمائی، اپنی عظیم نعمتوں سے نوازا اور اپنے فضل سے ہر آن مزید انعامات کا سلسلہ قائم کر دیا۔ جو وعدے شہیدوں کے لئے پیغمبر علیہ السلام کی زبانی کئے گئے تھے اُنہیں آنکھوں سے مشاہدہ کر کے بے انتہا خوش ہوتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ خیال و گمان سے بڑھ کر بدلہ دیتا ہے۔ پھر نہ صرف یہ کہ اپنی حالت پر شاداں و فرحاں ہوتے ہیں بلکہ اپنے اُن مسلمان بھائیوں کا تصور کر کے بھی اُنہیں ایک خاص خوشی حاصل ہوتی ہے جن کو اپنے پیچھے جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے اُمور خیر میں مشغول چھوڑ آئے ہیں کہ وہ بھی اگر ہماری طرح اللہ کی راہ میں مارے گئے یا کم از کم ایمان پر مرے تو اپنی اپنی حیثیت کے موافق ایسی ہی پُر لطف اور بے خوف زندگی کے مزے لوٹیں گے۔ نہ اُن کو اپنے آگے کا ڈر ہوگا نہ پیچھے کا غم، مامون و مطمئن سیدھے خدا کی رحمت میں داخل ہو جائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ شہدائے اُحد یا شہدائے بیر معونہ نے خدا کے ہاں پہنچ کر تمنا کی تھی کہ کاش ہمارے اس عیش و تنعم کی خبر کوئی ہمارے بھائیوں کو پہنچا دے۔ تا وہ بھی اس زندگی کی طرف جھپٹیں اور جہاد سے جان نہ چرائیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں پہنچاتا ہوں۔ اُس پر یہ آیات نازل کیں اور اُنکو مطلع کر دیا گیا کہ ہمنے تمہاری تمنا کے موافق خبر پہنچا دی، اس پر وہ اور زیادہ خوش ہوئے۔ ف۲ ابو سفیان جب اُحد سے مکہ کو واپس گیا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہمنے بڑی غلطی کی، ہزیمت یافتہ اور زخم خوردہ مسلمانوں کو یونہی چھوڑ کر چلے آئے، مشورے ہونے لگے کہ پھر مدینہ واپس چل کر انکا قصہ تمام کر دیں۔ آپ کو خبر ہوئی تو اعلان فرما دیا کہ جو لوگ کل ہمارے ساتھ لڑائی میں حاضر تھے آج دشمن کا تعاقب کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ مسلمان مجاہدین باوجودیکہ تازہ زخم کھائے ہوئے تھے اللہ اور رسول کی پکار پر نکل پڑے۔ آپ ان مجاہدین کی جمعیت لیکر مقام حمراء الاسد تک (جو مدینہ سے آٹھ میل ہے) پہنچے ابو سفیان کے دل میں یہ سن کر کہ مسلمان اُسکے تعاقب میں چلے آرہے ہیں سخت رعب و دہشت طاری ہوگئی، دوبارہ حملہ کا ارادہ فسخ کر کے مکہ کی طرف بھاگا۔ عبد القیس کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ آرہا تھا ابو سفیان نے اُن لوگوں کو کچھ دیکر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں شائع کریں جن کو سن کر مسلمان ہماری طرف سے مرعوب و خوف زدہ ہو جائیں، اُنہوں نے مدینہ پہنچکر کہنا شروع کیا کہ مکہ والوں نے بڑا بھاری لشکر اور سامان مسلمانوں کے استیصال کی غرض سے تیار کیا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دلوں میں خوف کی جگہ جوش ایمان بڑھ گیا اور کفار کی جمعیت کا حال سن کر کہنے لگے "حسبنا اللہ و نعم الوکیل" ساری دنیا کے مقابلہ میں اکیلا خدا ہم کو کافی ہے، اسی پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ اُحد تمام ہونے پر ابو سفیان نے اعلان کیا تھا کہ اگلے سال بدر پر پھر لڑائی ہے حضرت نے قبول کر لیا۔ جب اگلا سال آیا حضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ جہاد کیلئے چلو۔ اگر کوئی نہ جائیگا تب بھی اللہ کا رسول تنہا جائیگا اُدھر سے ابو سفیان فوج لیکر مکہ سے نکلا۔ تھوڑی دور چل کر ہمت ٹوٹ گئی رعب چھا گیا۔ قحط سالی کا عذر کر کے چاہا کہ واپس جائے مگر صورت ایسی ہو کہ الزام مسلمانوں پر رہے۔ ایک شخص مدینہ جاتا تھا اُسکو کچھ دینا کیا کہ وہاں پہنچ کر اس طرف کی ایسی خبریں مشہور کرنا جن کو سنکر مسلمان خوف کھائیں اور جنگ کو نہ نکلیں وہ مدینہ پہنچ کر کہنے لگا کہ مکہ والوں نے بڑی بھاری جمعیت اکھٹی کی ہے، تم کو لڑنا بہتر نہیں مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے استقلال دیا، اُنہوں نے یہی کہا کہ ہم کو اللہ کافی ہے آخر مسلمان حسب وعدہ بدر پہنچے۔ وہاں بڑا بازار لگتا تھا تین روز رہ کر تجارت کر کے خوب نفع کما کر مدینہ واپس آئے۔ اس غزوہ کو "بدر صغریٰ" کہتے ہیں۔ اُس وقت جن لوگوں نے رفاقت کی اور تیار ہوئے اُنکو یہ بشارت ہے کہ اُحد میں زخم کھا کر اور نقصان اٹھا کر پھر ایسی جرأت کی۔ مسلمانوں کی اس جرأت و مستعدی کی خبر سن کر مشرکین راستہ سے لوٹ گئے۔ چنانچہ مکہ والوں نے اس مہم کا نام "جیش السویق" رکھ دیا یعنی وہ لشکر جو محض ستو پینے گیا تھا پی کر واپس گیا (تنبیہ) یہ جو فرمایا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا محض اُنکی مدح سرائی اور تنویہ شان کے لئے ہے ورنہ وہ سب کے سب ایسے ہی تھے۔ ف۳ یعنی اللہ کا فضل دیکھو، نہ کچھ لڑائی کرنی پڑی نہ کانٹا چبھا مفت میں ثواب کمایا تجارت میں نفع حاصل کر کے اور دشمنوں پر دھاک بٹھلا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی لیے ہوئے صحیح سلامت گھر واپس آگئے۔ (تنبیہ) "بدر صغریٰ" کی طرح "غزوۂ حمراء الاسد" میں بھی ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ سامان کی خرید و فروخت ہوئی تھی اور مسلمانوں نے بھاری نفع کمایا تھا۔ غالبًا وَفَضْلٍ سے یہی مالی نفع مراد ہے۔ ف۴ یعنی جو اُدھر سے آکر مرعوب کن خبریں پھیلاتا ہے وہ شیطان ہے یا شیطان کے اغواء سے ایسا کر رہا ہے جس کی غرض یہ ہے کہ اپنے چیلے چانٹوں اور بھائی بندوں کا رعب تم پر بٹھلا کر خوفزدہ کر دے، سو تم اگر ایمان رکھتے ہو (اور ضرور رکھتے ہو جس کا ثبوت عملًا دے چکے) تو ان شیطانوں سے اصلا مت ڈرو صرف مجھ سے ڈرتے رہو کہ ؎ ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ٭ ترسد ازوے جن و انس و ہر کہ دید

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی شیطان کی دھمکیوں سے مومن نہیں ڈرتے، ہاں منافق اُس کی باتیں سن کر کفر کی طرف دوڑتے ہیں آپ ان ملعون منافقوں کی حرکات سے کچھ غمگین اور فکرمند نہ ہوں۔ یہ اللہ کے دین اور اُس کے پیغمبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ ان کا حد سے زیادہ نفاق و شقاق پتہ دے رہا ہے کہ حق تعالیٰ انہیں انجام کار حقیقی کامیابی اور فوائد

بقیہ فوائد صفحہ ۹۴ ۔ سے محروم رکھیگا اور بہت سخت سزا دیگا۔ جو لوگ ایسے معاند اور شریر تمرد ہوں اللہ کی عادت انکے ساتھ یہی ہے۔ ایسوں کے غم میں اپنے کو زیادہ گھلانے کی ضرورت نہیں۔ ف۲ یعنی جنہوں نے ایمانی فطرت کو بدل کر کفر اختیار کیا خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین، یا منافقین، یا کوئی اور، وہ سب مل کر بھی اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاں اپنے پاؤں پر خود اپنے ہاتھ سے کلہاڑی مار رہے ہیں جس کا نتیجہ دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا پڑیگا۔ ف۳ یعنی ممکن ہے کافروں کو اپنی لمبی عمریں، خوشحالی اور دولت و ثروت وغیرہ کی فراوانی دیکھ کر خیال گزرے کہ ایسے مغضوب و مطرود ہوتے تو ہم کو اتنی فراخی اور مہلت کیوں دیجاتی اور ایسی بھلی حالت میں کیوں رکھے جاتے؟ سو واضح رہے کہ یہ مہلت دینا انکے حق میں کچھ بھلی بات نہیں۔ مہلت دینے کا نتیجہ تو یہی ہوگا کہ جن کو گناہ سمیٹ کر کفر پر مرنا ہے وہ اپنے اختیار اور آزادی سے خوب جی بھر کر ارمان نکال لیں اور گناہوں کا ذخیرہ فراہم کرلیں۔ وہ سمجھتے رہیں کہ ہم بڑی عزت سے ہیں حالانکہ ذلیل و خوار کرنیوالا عذاب اُن کے لئے تیار ہے اب سوچ لیں کہ مہلت دینا اُن جیسوں کے حق میں بھلا ہوا یا برا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ ف۴ یعنی جس طرح خوشحالی اور مہلت دینا کفار کے حق میں مقبولیت کی دلیل نہیں، اسی طرح اگر مخلص مسلمانوں کو مصائب اور ناخوشگوار حوادث پیش آئیں (جیسے جنگ اُحد میں آئے)، یہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کے نزدیک مغضوب ہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گول مول حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر اب تک رہے ہیں۔ یعنی بہت سے کافر از راہ نفاق کلمہ پڑھ کر دھوکہ دینے کے لئے اُن میں ملے جلے رہتے تھے جن کے ظاہر حال پر منافق کا لفظ کہنا مشکل تھا۔ لہٰذا ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے واقعات و حالات بروئے کار لائے جو کھرے کو کھوٹے سے اور پاک کو ناپاک سے کھلے طور پر جدا کردیں۔ بیشک خدا کو آسان تھا کہ تمام مسلمانوں کو بدون امتحان میں ڈالے منافقوں کے ناموں اور کاموں سے مطلع کردیتا لیکن اسکی حکمت و مصلحت مقتضی نہیں کہ سب لوگوں کو اس قسم کے غیوب سے آگاہ کردیا کرے۔ ہاں وہ اپنے رسولوں کا انتخاب کرکے جس قدر غیوب کی یقینی اطلاع دینا چاہے دیدیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دیجاتی انبیاء علیہم السلام کو دیجاتی ہے۔ مگر جس قدر خدا چاہے۔ ف۵ یعنی خدا کا جو خاص معاملہ پیغمبروں سے ہے، اور پاک ناپاک کو جدا کرنے کی نسبت جو عام عادت حق تعالیٰ کی رہی ہے اُس میں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں، تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ و رسول کی باتوں پر یقین رکھو اور تقویٰ و پرہیزگاری پر قائم رہو یہ کرلیا تو سب کچھ کمالیا۔ ف۶ ابتدائے سورت کا بڑا حصہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے متعلق تھا درمیان میں خاص مناسبات و وجوہ کی بناء پر غزوۂ اُحد کی تفصیلات آگئیں۔ انہیں بقدر کفایت تمام کرکے یہاں سے پھر اہل کتاب کی شنائع بیان کی جاتی ہیں، چونکہ ان میں سے یہود کا معاملہ بہت مضرت رساں اور تکلیف دہ تھا، منافقین بھی اکثر ان ہی میں کے تھے، اور اوپر کی آیت میں آگاہ کیا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ اب خبیث کو طیب سے جدا کرکے رہیگا سو یہ جدائی جس طرح جانی و بدنی جہاد کے وقت ظاہر ہوئی تھی اسی طرح مالی جہاد کے وقت بھی کھرا کھوٹا اور کچا پکا صاف طور پر الگ ہوجاتا تھا۔ اس لئے بتلا دیا کہ یہود و منافقین جیسے جہاد کے موقع سے بھاگتے ہیں، مال خرچ کرنے سے بھی جی چُراتے ہیں، لیکن جس طرح جہاد سے بچ کر دنیا میں چند روز کی مہلت حاصل کرلینا اُن کے حق میں کچھ بہتر نہیں، ایسے ہی بخل کرکے بہت مال اکٹھا کرلینا بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اگر دنیا میں فرض کرو کوئی مصیبت پیش نہ بھی آئی تو قیامت کے دن یقیناً یہ جمع کیا ہوا مال عذاب کی صورت میں انکے گلے کا ہار بن کر رہیگا۔ اس میں مسلمانوں کو بھی کھٹکھٹا دیا کہ زکوٰۃ دینے اور ضروری مصارف میں خرچ کرنے سے کبھی جی نہ چرائیں، ورنہ جو شخص بخل و حرص وغیرہ رذیل خصلتوں میں یہود و منافقین کی روش اختیار کریگا، اُسے بھی اپنے درجہ کے موافق اسی طرح کی سزا کا منتظر رہنا چاہئے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مانعین زکوٰۃ کا مال سخت زہریلے اژدہے کی صورت میں متمثل کرکے اُن کے گلے میں ڈالا جائیگا نعوذ باللہ منہ ف۷ یعنی آخر تم مرجاؤ گے اور سب مال اسی کا ہو رہیگا جس کا حقیقت میں پہلے سے تھا انسان اپنے اختیار سے دے تو ثواب پائے۔ ف۸ یعنی بخل یا سخاوت جو کچھ کروگے اور جیسی نیت سے کروگے خدا تعالیٰ سب کی خبر رکھتا ہے اُسی کے موافق بدلہ دیگا۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ

الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا

جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ف۱ اب لکھ رکھیں گے ہم اُنکی بات

وَقَتْلَھُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾

اور جو خون کئے ہیں انہوں نے انبیاء کے ناحق اور کہیں گے چکھو عذاب جلتی آگ کا ف۲

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾

یہ بدلا اُس کا ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر ف۳

اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں کسی رسول کا جب تک

یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَکُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ

نہ لاوے ہمارے پاس قربانی کہ کھاجائے اُس کو آگ ف۴ تو کہہ تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے

بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾

نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم کہتے ہو پھر ان کو کیوں قتل کیا تم نے اگر تم سچے ہو ف۵

فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ

پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلاویں تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول جو لائے نشانیاں اور

وَالزُّبُرِ وَالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۱۸۴﴾ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ

صحیفے اور کتاب روشن ف۶ ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو پورے

اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ

بدلے ملیں گے قیامت کے دن ف۷ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں

فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ

اُس کا کام تو بن گیا اور نہیں زندگانی دنیا کی مگر پونجی دھوکے کی ف۸ البتہ تمہاری آزمائش

فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ

ہوگی مالوں میں اور جانوں میں اور البتہ سنوگے تم اگلی کتاب والوں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی محض اتنا ہی نہیں کہ یہود انتہائی بخل کی وجہ سے پیسہ خرچ کرنا نہیں جانتے۔ بلکہ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم سنتے ہیں تو مذاق اُڑاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخانہ کلمات بکنے سے بھی نہیں شرماتے چنانچہ جب آیت مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا نازل ہوئی۔ کہنے لگے اللہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ تو اللہ فقیر محتاج ہے اور ہم غنی مالدار ہیں حالانکہ ایک غبی اور کوڑ مغز بھی سمجھ سکتا ہے کہ انفاق فی وجوہ الخیر کو قرض سے تعبیر فرمانے میں انتہائی رحمت و شفقت کا اظہار تھا۔ ظاہر ہے کہ خدا اپنا دیا ہوا مال ہم سے ہماری مصالح میں ہمارے ہی دنیوی و اخروی فائدہ کے لئے خرچ کراتا ہے، اُس کو ہمارے خرچ سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا اور بفرض محال پہنچے بھی تو مال اور ہر چیز اُسی کی مملوک ہے۔ پھر حقیقی معنی میں اُس کو قرض کیسے کہہ سکتے ہیں۔ یہ اُس کا کمال کرم و احسان ہے کہ اس خرچ کا بہترین معاوضہ دینا بھی اپنے ذمہ لازم کرلیا اور اُس کو لفظ قرض سے ادا کرکے اُس لزوم کو بیحد موکد و مسجل کردیا۔ مگر یہود اپنی کورچشمی اور خبث باطن سے احسان ماننے کے بجائے اِن لفظوں کی ہنسی اُڑانے لگے اور اللہ تعالیٰ کی جناب رفیع میں تمسخر کرنے سے باز نہ رہے، اُس کو فرمایا کہ اللہ نے تمہاری یہ باتیں سُن لیں۔ اس پر جو کارروائی ہوگی اُس کے منتظر رہو۔ ف۲ یعنی عام ضابطہ کے موافق یہ ملعون اور ناپاک اقوال تمہارے دفتر سیئات میں درج کرائے دیتے ہیں جہاں تمہاری قوم کے دوسرے ملعون اور ناپاک افعال درج ہیں۔ مثلاً (بقیہ بر صفحہ ۹۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۹۵ معصوم نبیوں کا ناحق خون بہانا کیونکہ جس طرح یہ نالائق جملہ ایک نمونہ ہے تمہاری خداشناسی کا، وہ نالائق کام نمونہ ہے تمہاری تعظیم انبیاء کا۔ جب یہ پوری مسل پیش ہوگی اُس وقت کہا جائیگا کہ لو اپنی شرارتوں کا مزہ چکھو۔ اور جس طرح تم نے طعن وتمسخر سے اولیاء اللہ کے دل جلائے تھے، اب عذاب الٰہی کی بھٹی میں جلتے رہو۔ ف۳ یعنی جو کمایا تھا سامنے آیا۔ خدا کے یہاں ذرہ برابر ظلم نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (نساء رکوع ۶) اگر بفرض محال ظلم کرنا خدا کی صفت ہوتی تو اُس کی دوسری صفات کی طرح وہ بھی کامل ہی ہوتی۔ اِس لئے اگر معاذ اللہ خدا کو ظالم فرض کیا جائے تو پھر ظالم کیا ظلام ہی کہنا پڑیگا۔ اُس کا ایک رتی ظلم بھی پہاڑوں سے کم نہیں ہوسکتا گویا ظلام کا صیغہ لاکر متنبہ کردیا کہ اُس کی بارگاہ میں ادنیٰ سے ادنیٰ ظلم تجویز کرنا، انتہائی ظالم قرار دینے کا مرادف ہے (تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا) ف۴ بعضے رسولوں سے یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ قربانی یا کوئی چیز اللہ نام کی نیاز کی، تو آسمان سے آگ آکر اس کو کھا گئی، یہ علامت تھی اُس کے قبول ہونے کی چنانچہ موجودہ "بائبل" میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ایسا واقعہ مذکور ہے۔ اب یہود بہانہ پکڑتے تھے کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ جس سے یہ معجزہ نہ دیکھیں اُس پر یقین نہ لادیں اور یہ محض جھوٹے بہانے تھے۔ اس قسم کا کوئی حکم اُن کی کتابوں میں موجود نہ تھا نہ آج موجود ہے۔ اور نہ ہر ایک نبی کی نسبت یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اُس کو یہ معجزہ ملا تھا۔ ہر پیغمبر کو حق تعالیٰ نے اوقات واحوال کے مناسب معجزات دیئے ہیں، لازم نہیں کہ ہر نبی ایک ہی معجزہ دکھلائے تو سچا ثابت ہو۔ ف۵ یعنی اگر واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو اور اسی خاص معجزہ کے دکھلانے پر ایمان لانا موقوف ہے تو پہلے ایسے نبیوں کو تم نے کیوں قتل کیا جو اپنی صداقت کی کھلی نشانیوں کے ساتھ خاص یہ معجزہ بھی لیکر آئے تھے تمہارے اسلاف کا یہ فعل جس پر تم بھی آج تک راضی ہو، کیا اسکی دلیل نہیں کہ یہ سب تمہاری حیلہ سازی اور ہٹ دھرمی ہے کہ کوئی پیغمبر جب تک خاص یہی معجزہ نہ دکھلائیگا ہم نہ مانیں گے ف۶ آپ کو تسلی دیجاتی ہے کہ ان ملعونوں کی کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے ملول ودلگیر نہ ہوں اور نہ دوسرے مکذبین کی پرواہ کریں۔ آپ سے پہلے کتنے رسول جھٹلائے جاچکے ہیں جو صاف نشانیاں (معجزات) چھوٹے صحیفے اور بڑی روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔ انبیائے صادقین کی تکذیب، معاندین کی قدیم عادت رہی ہے آپ کو کچھ انوکھی بات پیش نہیں آئی ف۷ یعنی موت کا مزہ سب کو چکھنا ہے، اُس کے بعد قیامت کے دن ہر جھوٹے سچے اور مصدق ومکذب کو اپنے اپنے کئے کا پورا بدلہ مل رہیگا "پورے" کا یہ مطلب کہ کچھ تھوڑا سا ممکن ہے قیامت سے پہلے ہی مل جائے مثلاً دنیا میں یا قبر میں ف۸ یعنی دنیا کی عارضی بہار اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت دھوکہ میں ڈالنے والی چیز ہے جس پر مفتون ہو کر اکثر بے وقوف آخرت سے غافل ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ انسان کی اصلی کامیابی یہ ہے کہ یہاں رہ کر انجام کو سوچے اور وہ کام کرے جو عذاب الٰہی سے بچانے والا اور جنت تک پہنچانے والا ہو۔ (تنبیہ) آیت میں اُن بعض متصوفین کا بھی رد ہوگیا جو دعوے کیا کرتے ہیں کہ ہمیں نہ جنت کی طلب، نہ دوزخ کا ڈر۔ معلوم ہوا کہ دوزخ سے دور رہنا اور جنت میں داخل ہوجانا ہی اصل کامیابی ہے۔ کوئی اعلیٰ ترین کامیابی جنت سے باہر رہ کر نصیب نہیں ہوسکتی۔ وفی الحدیث وَحَوْلَهَا نُدَنْدِنُ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے ہم کو بھی کامیابی عنایت فرمائے

مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا

سے اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر تم صبر کرو

وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ

اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں ف۱ اور جب اللہ نے عہد لیا

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ

کتاب والوں سے کہ اُس کو بیان کروگے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے

فَنَبَذُوْهُ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۭ

پھر پھینک دیا اُنہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اُس کے بدلے تھوڑا سا مول

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا

سو کیا برا ہے جو خریدتے ہیں ف۲ تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر

وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ

اور تعریف چاہتے ہیں بن کئے پر سو مت سمجھ اُن کو کہ چھوٹ گئے

مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

عذاب سے اور اُن کے لئے عذاب ہے دردناک ف۳ اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور

الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۴ بیشک آسمان اور

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو ف۵

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَ

وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ف۶ اور

يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا

فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں کہتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ

ع ۱۹/۹ ۱۰

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یہ خطاب مسلمانوں کو ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑینگی قتل کیا جانا، زخمی ہونا، قید وبند کی تکلیف اُٹھانا، بیمار پڑنا، اموال کا تلف ہونا، اقارب کا چھوٹنا، اس طرح کی سختیاں پیش آئیں گی۔ نیز اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت جگر خراش اور دل آزار باتیں سُننا پڑینگی۔ اُن سب کا علاج صبر وتقویٰ ہے۔ اگر صبر واستقلال اور پرہیزگاری سے اِن سختیوں کا مقابلہ کروگے تو یہ بڑی ہمت اور اولوا العزمی کا کام ہوگا جس کی تاکید حق تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ (تنبیہ) بخاری کی ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت بدر سے پہلے نازل ہوئی، قتال کا حکم اس کے بعد ہوا، تاہم صبر وتقویٰ کا حکم مشروعیت قتال کے باوجود بھی فی الجملہ باقی ہے جس پر اخیر تک عمل ہوتا رہا ہے۔ ہاں صبر وعفو اور تغلیظ وتشدید کے مواقع کا پہچاننا ضروری ہے۔ جو نصوص شرعیہ سے معلوم ہوسکتے ہیں اس آیت کو یہاں رکھنے سے شاید یہ غرض ہو کہ تم اِن کفار ومنافقین کی گستاخیوں اور شرارتوں پر حد سے زیادہ طیش مت کھاؤ۔ ابھی بہت کچھ سُننا پڑیگا اور تکلیفیں اُٹھانی پڑیں گی۔ صبر واستقلال سے اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہو۔ نیز دنیا کی زندگانی میں پڑکر جو محض دھوکہ کی ٹٹی ہے، اس بات سے غافل نہ ہونا کہ خدا تعالیٰ جان اور مال دونوں میں تمہاری آزمائش کرنیوالا ہے ف۲ یعنی علمائے اہل کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام وبشارات کتاب اللہ میں ہیں اُنہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کرینگے اور کوئی بات نہیں چھپائیں گے نہ ہیر پھیر کرکے اُن کے معنی بدلیں گے، مگر اُنہوں نے ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور دنیا کے تھوڑے سے نفع کی خاطر سب عہد وپیمان توڑ کر احکام شریعت بدل ڈالے، آیات اللہ میں لفظی ومعنوی تحریفات کیں جس چیز کا ظاہر کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا یعنی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت، اُسی کو سب سے زیادہ چھپایا۔ جس قدر مال خرچ کرنے میں بخل کرتے اُس سے بڑھ کر علم خرچ کرنے میں کنجوسی دکھائی۔ اور اس کنجوسی کا منشا بھی مال وجاہ اور متاع دنیا کی محبت کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہمارے ضمناً مسلمانوں کو علم کو متنبہ فرمادیا کہ تم دنیا کی محبت میں پھنسکر ایسا نہ کرنا۔ ف۳ یہود مسئلے غلط بتلاتے، رشوتیں کھاتے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات

بقیہ فوائد صفحہ ۹۶۔ کا حال بھی اُن کے مشابہ تھا جب جہاد کا موقع آتا گھر میں چھپ کر بیٹھ رہتے اور اپنی اس حرکت پر خوش ہوتے کہ دیکھو کیسے جان بچائی۔ جب حضورؐ جہاد سے واپس تشریف لاتے تو غیر حاضری کے جھوٹے عذر بہین کرکے چاہتے کہ آپ سے اپنی تعریف کرائیں۔ ان سب کو بتلا دیا گیا کہ یہ باتیں دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتیں۔ اول تو ایسے لوگ دنیا ہی میں فضیحت ہوتے ہیں اور کسی وجہ سے یہاں بچ گئے تو وہاں کسی تدبیر سے نہیں چھوٹ سکتے۔ (تنبیہ) آیت میں گو تذکرہ یہود یا منافقین کا ہے لیکن مسلمانوں کو بھی سُنانا ہے کہ بُرا کام کرکے خوش نہ ہوں، بھلا کرکے اِترائیں نہیں اور جو اچھا کام کیا نہیں اُس پر تعریف کے اُمیدوار نہ رہیں۔ بلکہ کرنے کے بعد بھی مدح سرائی کی ہوس نہ رکھیں۔ **ف۴** جب آسمان و زمین میں اسی کی سلطنت ہے تو مجرم بھاگ کر پناہ کہاں لے سکتا ہے اور جو ہر چیز پر قادر ہے اُس کے نفوذ و اختیار سے کون باہر ہو سکتا ہے۔ **ف۵** یعنی عقلمند آدمی جب آسمان و زمین کی پیدائش اور اُن کے عجیب و غریب احوال و روابط اور دن رات کے مضبوط و محکم نظام میں غور کرتا ہے تو اُس کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا مرتب و منظم سلسلہ ضرور کسی ایک مختار کل اور قادر مطلق فرمانروا کے ہاتھ میں ہے جس نے اپنی عظیم قدرت و اختیار سے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی حد بندی کر رکھی ہے۔ کسی چیز کی مجال نہیں کہ اپنے محدود وجود اور دائرۂ عمل سے باہر قدم نکال سکے۔ اگر اس عظیم الشان مشین کا ایک پرزہ یا اس کارخانہ کا ایک مزدور بھی مالک علی الاطلاق کی قدرت و اختیار سے باہر ہوتا تو مجموعۂ عالم کا یہ مکمل و محکم نظام ہرگز قائم نہ رہ سکتا۔ **ف۶** یعنی کسی حال خدا سے غافل نہیں ہوتے۔ اُس کی یاد ہمہ وقت ان کے دل میں اور زبان پر جاری رہتی ہے جیسے حدیث میں رسول اللہ صلعم کی نسبت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کان یذکر اللہ علی کل احیانہ نماز بھی خدا کی بہت بڑی یاد ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ جو کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے بیٹھ کر اور جو بیٹھ نہ سکے لیٹ کر پڑھ لے بعض روایات میں ہے کہ جس رات میں یہ آیات نازل ہوئیں نبی کریم صلعم کھڑے، بیٹھے، لیٹے، ہر حالت میں اللہ کو یاد کرکے روتے رہے۔

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی ذکر و فکر کے بعد کہتے ہیں کہ خداوندا! عظیم الشان کارخانہ آپ نے بیکار پیدا نہیں کیا جس کا کوئی مقصد نہ ہو۔ یقیناً ان عجیب و غریب حکیمانہ انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم و جلیل نتیجہ پر منتہی ہونا چاہئے۔ گویا یہاں سے اُن کا ذہن تصور آخرت کی طرف منتقل ہو گیا جو فی الحقیقت دنیا کی موجودہ زندگی کا آخری نتیجہ ہے اسی لئے آگے دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا کی، اور درمیان میں خدا تعالیٰ کی تسبیح و تنزیہہ بیان کرکے اشارہ کر دیا کہ جو احمق قدرت کے ایسے صاف و صریح نشان دیکھتے ہوئے تجھ کو نہ پہچانیں یا تیری شان کو گھٹائیں یا کارخانۂ عالم کو محض عبث و لعب سمجھیں، تیری بارگاہ ان سب کی ہزلیات و خرافات سے پاک ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمان و زمین اور دیگر مصنوعات الٰہیہ میں غور و فکر کرنا وہی محمود ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ خدا کی یاد اور آخرت کی طرف توجہ ہو، باقی جو مادہ پرست ان مصنوعات کے تاروں میں اُلجھ کر رہ جائیں اور صانع کی صحیح معرفت تک نہ پہنچ سکیں، خواہ دنیا انہیں بڑا محقق اور سائنس داں کہا کرے۔ مگر قرآن کی زبان میں وہ اولوا الالباب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ پرلے درجہ کے جاہل و احمق ہیں۔ **ف۲** جو شخص جتنی دیر دوزخ میں رہیگا اُسی قدر رسوائی سمجھو۔ اس قاعدہ سے دائمی رسوائی صرف کفار کیلئے ہے۔ جن آیات میں عامۂ مومنین سے خزی (رسوائی) کی نفی کی گئی ہے وہاں یہی معنی سمجھنے چاہئیں **ف۳** یعنی جس کو خدا دوزخ میں ڈالنا چاہے، کوئی حمایت کرکے بچا نہیں سکتا۔ ہاں جن کو ابتدا میں یا آخر میں چھوڑنا اور معاف کر دینا ہی منظور ہوگا (جیسے عصاۃ مومنین) اُن کے لئے شفعاء کو اجازت دیجائیگی کہ سفارش کرکے بخشوائیں۔ وہ اس کے مخالف نہیں، بلکہ آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ **ف۴** یعنی نبی کریم صلعم جنہوں نے بڑی اونچی آواز سے دنیا کو پکارا۔ یا قرآن کریم جس کی آواز گھر گھر میں پہنچ گئی۔ **ف۵** پہلے ایمان عقلی کا ذکر تھا یہ ایمان سمعی ہوا جس میں ایمان بالرسول اور ایمان بالقرآن بھی درج ہو گیا۔

بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ

عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے **ف۱** اے رب ہمارے جس کو تو نے دوزخ میں

النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا

ڈالا سو اُس کو رسوا کر دیا **ف۲** اور نہیں کوئی گنہگاروں کا مددگار **ف۳** اے رب ہمارے

سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ

ہم نے سُنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر **ف۴** سو ہم ایمان لے آئے **ف۵**

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

اے رب ہمارے اب بخش دے گناہ ہمارے اور دور کر دے ہم سے برائیاں ہماری اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ **ف۶**

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

اے رب ہمارے اور دے ہم کو جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطہ سے اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن **ف۷**

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ

بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا **ف۸** پھر قبول کی اُن کی دعا اُن کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا

عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ

محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو **ف۹** پھر وہ لوگ کہ

ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا

ہجرت کی اُنہوں نے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے

وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَيِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اور مارے گئے البتہ دور کروں گا میں اُن سے برائیاں اُن کی اور داخل کروں گا اُن کو باغوں میں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ

نیچے بہتی ہیں نہریں **ف۱۰** یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے اچھا

الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ

بدلا **ف۱۱** تجھ کو دھوکا نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا شہروں میں یہ فائدہ ہے تھوڑا سا

ف۶ یعنی ہمارے بڑے گناہ بخش دے اور چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈالدے اور جب اُٹھانا ہو نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کرکے دنیا سے اُٹھالے۔ **ف۷** یعنی پیغمبروں کی زبانی، اُن کی تصدیق کرنے پر جو وعدے آپ نے کئے ہیں (مثلاً دنیا میں آخر کار اعداء اللہ پر غالب و منصور کرنا اور آخرت میں جنت و رضوان سے سرفراز فرمانا) اُن سے ہم کو اس طرح بہرہ اندوز کیجئے کہ قیامت کے دن ہماری کسی قسم کی ادنیٰ سے ادنیٰ رسوائی بھی نہ ہو۔ **ف۸** یعنی آپ کے ہاں تو وعدہ خلافی کا احتمال نہیں، ہم میں احتمال ہے کہ مبادا ایسی غلطی نہ کر بیٹھیں جو آپ کے وعدوں سے مستفید نہ ہو سکیں۔ اس لئے درخواست ہے کہ ہم کو ان اعمال پر مستقیم رہنے کی توفیق دیجئے جس کی آپ کے وعدوں سے متمتع ہونے کے لئے ضرورت ہے۔ **ف۹** یعنی مرد ہو یا عورت ہمارے ہاں کسی کی محنت ضائع نہیں جاتی۔ جو کام کریگا اُس کا پھل پائیگا یہاں عمل شرط ہے۔ نیک عمل کرکے ایک عورت بھی اپنی استعداد کے موافق آخرت کے وہ درجات حاصل کر سکتی ہے جو مرد حاصل کر سکتے ہیں۔ جب تم مرد و عورت ایک نوع انسانی کے افراد ہو، ایک آدم سے پیدا ہوئے ہو۔ ایک رشتۂ اسلامی میں منسلک ہو، ایک اجتماعی زندگی اور امور معاشرت میں شریک رہتے ہو تو اعمال اور ان کے ثمرات میں بھی اپنے کو ایک ہی سمجھو۔ روایات میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ قرآن میں کہیں ہم عورتوں کی ہجرت وغیرہ اعمال حسنہ کا بالتخصیص ذکر نہیں آتا۔ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا۔ **ف۱۰** یعنی جب کسی عمل کرنیوالے کا چھوٹا موٹا عمل بھی ضائع نہیں ہوتا، پھر ان مردان خدا کا تو پوچھنا ہی کیا ہے جنہوں نے کفر و عصیاں چھوڑنے کے ساتھ دار الکفر بھی چھوڑ دیا وطن، خویش و اقارب، اہل و عیال اور مال و منال (بقیہ فوائد صفحہ ۹۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۹۷۔ سب کو خیرباد کہہ کر دارالاسلام کی طرف نکل کھڑے ہوئے کفار نے اُن پر وہ ظلم و ستم توڑے کہ گھروں میں ٹھہرنا محال ہو گیا۔ وطن چھوڑنے اور گھربار ترک کرنے پر بھی دشمنوں نے چین نہ لینے دیا۔ طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے رہے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ وہ میرا نام لیتے تھے اور میرا کلمہ پڑھتے تھے یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّکُمْ (الممتحنہ رکوع ۱) وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (بروج رکوع ۱) آخر وہ میرے راستہ میں لڑے اور (لڑ کر) جان دیدی۔ یہ بندے ہیں جن کی تمام تقصیرات معاف کر دی گئیں اور جنت اُنکا انتظار کر رہی ہے۔

ف۱ یعنی اچھا بدلہ تو خدا ہی کے پاس ہے اور کہیں سے نہیں مل سکتا یا یہ مطلب ہو کہ اس بدلے سے بھی اچھا بدلہ خدا کے پاس ہے۔ یعنی اُس کا دیدار مبارک۔ رزقنا اللہ وسائر المؤمنین۔

فوائد صفحہ ہذا: ف یعنی کفار جو اِدھر اُدھر تجارت وغیرہ کرکے دولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں، مسلمان کو چاہئے کہ اُن سے دھوکہ نہ کھائے۔ یہ محض چند روز کی بہار ہے۔ اگر ایک شخص کو چار دن پلاؤ قورمے کھلانے کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا دیجائے تو وہ کیا خوش عیش ہوا۔ خوش عیش وہ ہے جو تھوڑی سی محنت اور تکلیف اُٹھا کر ہمیشہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی راحت و آسائش کا سامان مہیا کر لے۔ ف۲ اب اس عیش و کامیابی کا اُس چند روزہ بہار سے مقابلہ کرو کہ یہ بہتر ہے یا وہ؟ ف۳ مہمان اس لئے کہا کہ مہمان کو اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر کرنی نہیں پڑتی عزت اور آرام سے بیٹھے بٹھلائے ہر چیز تیار ملتی ہے ف۴ اوپر عام متقین کا حال بیان ہوا تھا۔ اب اہل کتاب میں جو متقی ہوں انکا خصوصیت سے ذکر فرماتے ہیں یعنی جو اہل کتاب اللہ پر ٹھیک ٹھیک ایمان لائے، قرآن کو مانا اور چونکہ خود قرآن تورات و انجیل کی تصدیق کرتا ہے اُن کو بھی مانا۔ مگر اس طرح نہیں جیسے دنیا پرست احبار مانتے تھے کہ تھوڑے سے دنیوی فائدہ کی خاطر آیات اللہ کو چھپالیا یا بدل ڈالا، بلکہ خدا کے آگے عاجزی اور اخلاص سے گرے اور جس طرح اُس نے کتابیں اُتاری تھیں ٹھیک ٹھیک اُسی اصلی رنگ میں اُن کو تسلیم کیا۔ نہ بشارات کو چھپایا نہ احکام کو بدلا۔ ایسے پاکباز حق پرست اہل کتاب کے لئے اللہ کے ہاں مخصوص اجر ہے چنانچہ قرآن و حدیث کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ایسے اہل کتاب کو دوہرا اجر ملیگا ف۵ یعنی حساب کا دن کچھ دور نہیں، جلد آنیوالا ہے اور جب حساب شروع ہوگا تمام دنیا کا پائی پائی حساب بہت جلد بیباق کر دیا جائیگا ف۶ خاتمہ پر مسلمانوں کو ایک نہایت جامع و مانع نصیحت فرمادی جو گویا ساری سورت کا ماحصل ہے۔ یعنی اگر کامیاب ہونا اور دنیا و آخرت میں مراد کو پہنچنا چاہتے ہو تو سختیاں اُٹھا کر بھی طاعت پر جمے رہو، معصیت سے رُکو، دشمن کے مقابلہ میں مضبوطی اور ثابت قدمی دکھلاؤ، اسلام اور حدود اسلام کی حفاظت میں لگے رہو جہاں سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہو وہاں آہنی دیوار کی طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ جاؤ۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّکُمْ (انفال، رکوع ۸) اور ہر وقت ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہو۔ یہ کر لیا تو سمجھو مُراد کو پہنچ گئے۔ اللّٰھم اجعلنا مفلحین فائزین بفضلك ورحمتك فی الدنیا والآخرة آمین۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم تہجد کے لئے اُٹھتے تو آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر یہ دس آیتیں اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ختم سورۃ تک تلاوت کرتے تھے۔

تم سورۃ آل عمران بمنہ وحسن توفیقہ۔ فلہ الحمد والمنہ وعلیٰ رسولہ الف الف سلام وتحیہ

ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

پھر اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے ف لیکن جو لوگ ڈرتے رہے

رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا

اپنے رب سے اُنکے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے اُن میں ف۲ مہمانی

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ

ہے اللہ کے ہاں سے ف۳ اور جو اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے نیکبختوں کیواسطے ☆ اور کتاب والوں میں

الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

بعضے وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو اُترا تمہاری طرف اور جو اُترا اُن کی طرف

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جنکے لئے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

مزدوری ہے انکے رب کے ہاں ف۴ بیشک اللہ جلد لیتا ہے حساب ف۵ اے ایمان

اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم اپنی مُراد کو پہنچو ف۶

سُوْرَةُ النِّسَاۤءِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسِتٌّ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ نساء مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو ستر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ

اور اُسی سے پیدا کیا اُس کا جوڑا اور پھیلائے اُن دونوں سے بہت مرد اور عورتیں ف۱

ف۱ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے اول تو حضرت حوا کو انکی بائیں پسلی سے نکالا، پھر ان دونوں سے تمام مرد اور عورتوں کو پیدا کیا اور دنیا میں پھیلایا تو حقیقت میں تمام آدمی ایک جان اور ایک شخص سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے مطلب یہ ہے کہ جب تم سب کو عدم سے وجود میں لانیوالا اور پھر تم کو باقی و قائم رکھنے والا وہی ہے تو اُس سے ڈرنا اور اُس کی فرمانبرداری ضروری بات ہے۔ اس سے اشارہ ہو گیا دو مضمونوں کی طرف، اول یہ کہ اللہ تعالیٰ تم سب کا خالق اور موجد ہے دوسرے یہ کہ تمام آدمیوں کے لئے سبب وجود کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے سب کو پیدا فرمایا ایک ہی جان یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام ہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارا اصلی تعلق تو اللہ سے ہے کیونکہ علت تامہ اور اس کے معلول میں جس قدر تعلق اور قرب اور علاقۂ احتیاج ہوتا ہے وہ کسی میں ممکن نہیں، اس کے بعد وہ تعلق اور قرب ہے جو افراد انسانی میں باہم پایا جاتا ہے کیونکہ اُن کا سبب وجود اور مخلوق منہ بالکل شے واحد ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ اول تو ہمارے ذمہ پر خدا تعالیٰ کی اطاعت لازم ہونی چاہئے کہ وہ ہمارا خالق ہے اُس کے بعد تمام مخلوقات میں خاص اپنے بنی نوع کی رعایت اور اُن کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہم پر ضروری ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کے لئے مخلوق منہ اور سبب وجود ایک چیز کو مقرر فرمایا تو جو قرب اور جو اتحاد افراد انسانی میں باہم موجود ہے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ حاصل نہیں اسی وجہ سے شرعاً اور عقلاً آدمیوں میں باہم حسن سلوک ایسا ضروری اور بدسلوکی اس قدر مذموم ہے جو اوروں کے ساتھ نہیں جسکی تفصیل نصوص اور احکام شرعیہ میں برابر موجود ہے شیخ علیہ الرحمہ نے اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ قطعہ بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ☆ چو بعضے ز بعضے اگر کترانند ☆ چو عضوے بدرد آورد روزگار ☆ دگر عضوہا را نماند قرار۔ تو اس موقع میں حق تعالیٰ نے اپنی خالقیت ظاہر فرما کر اپنی اطاعت کا حکم دیا اور بنی آدم کے اتحاد اصلی کو جتلا کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ باہم ایک ہو کر رہو چنانچہ آیت کے آئندہ حصہ میں اس اشارہ

ف خالق اور رب یعنی موجد اور مُبقی ہونے کے علاوہ اللہ سے ڈرنے اور اُسکی اطاعت کے وجوب کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ تم اُس کا واسطہ دے کر آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حقوق اور فوائد طلب کرتے ہو اور آپس میں اُسکی قسمیں دیتے ہو اور اُس پر اطمینان حاصل کرتے کراتے ہو یعنی اپنے باہمی معاملات اور حاجات عارضہ میں بھی اُسی کا ذریعہ پکڑتے ہو مطلب یہ ہوا کہ وجود اور بقا ہی میں احتیاج منحصر نہیں بلکہ تمام حاجتوں اور کاموں میں بھی اُسکے محتاج ہو اس لئے اُسکی اطاعت کا ضروری ہونا اور بھی محقق ہوگیا اسکے بعد تم کو یہ حکم ہے کہ قرابت کو بھی ڈرو یعنی اہل قرابت کے حقوق ادا کرتے رہو اور قطع رحم اور بدسلوکی سے بچو بنی نوع یعنی تمام افراد انسانی کے ساتھ علی العموم سلوک کرنا تو آیت کے پہلے حصہ میں آچکا تھا اہل قرابت کے ساتھ چونکہ قرب و اتحاد مخصوص اور بڑھا ہوا ہے اس لئے ان کی بدسلوکی کو اب خاص طور پر ڈرایا گیا کیونکہ اُنکے حقوق دیگر افراد انسانی سے بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ حدیث قدسی قال اللہ تبارک وتعالیٰ انا اللہ وانا الرحمٰن خلقتُ الرحمَ وشققت لھا من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا قطعتہ اور حدیث خلق اللہ الخلق فلما فرغ منہ قامت الرحم فاخذت بحقوی الرحمٰن فقال مَہ قالت ھذا مقام العائذ بک من القطیعۃ قال الا ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک قالت بلیٰ یارب قال فذاک اور حدیث الرحم شجنۃ من الرحمٰن فقال اللہ من وصلک وصلتہ ومن قطعک قطعتہ اور حدیث الرحم معلقۃ بالعرش تقول من وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ اس پر شاہد ہیں اور رحم کے اختصاص مذکور اور تعلق کی طرف مشیر ہیں تو اب نتیجہ یہ نکلا کہ معدن وجود اور نشارکت وجود کے اتحاد کے باعث تو تمام بنی آدم میں رعایت حقوق اور حسن سلوک ضروری ہے اس کے بعد اگر کسی موقع میں کسی خصوصیت کی وجہ سے اتحاد میں زیادتی ہوجائیگی جیسے اقارب میں یا کسی موقع میں شدت احتیاج پائی جائیگی جیسے یتامیٰ اور مساکین وغیرہ تو وہاں رعایت حقوق میں بھی ترقی ہوجائیگی ان کے علاوہ جب حکم خداوندی بھی صاف آگیا کہ ارحام کے حقوق کی رعایت اور حفاظت رکھو تو اب تو اُسکی تاکید انتہا کو پہنچ گئی چنانچہ اس سورت میں اکثر احکام اسی تعلق عام اور دیگر تعلقات خاصہ کے متعلق مذکور ہیں گویا وہ احکام اس امر کلی کی جو کہ یہاں مذکور ہوا تفصیل ہیں ف۲ یعنی تمہارے تمام احوال واعمال سے واقف ہے اُسکے حکم کی متابعت کروگے تو ثواب پاؤ گے ورنہ مستحق عذاب ہوگے اور تمہارے تعلقات ارحام اور اُن کے مراتب اور ہر ایک کے مناسب اُنکے حقوق کو بھی خوب جانتا ہے اسلئے اسکے متعلق جو تم کو حکم دے اس کو حق سمجھو اور اس پر عمل کرو ف۳ یعنی یتیم بچے جن کا کہ باپ مرگیا ہو اُنکے متعلق اُنکے ولی اور سرپرست کو یہ حکم ہے کہ جب وہ بالغ ہوجائیں تو اُن کا مال اُنکے سپرد کردے اور زمانہ تولیت میں یتیموں کی کسی اچھی چیز کو لے کر اُسکے معاوضہ میں بری اور گھٹیا چیز ان کے مال میں شامل نہ کردے اور اُنکے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاوے مثلاً ولی کو اجازت ہے کہ اپنا اور یتیم کا کھانا مشترک اور شامل رکھے مگر یہ ضروری ہے کہ یتیم کا نقصان نہ ہونے پائے یہ نہ ہو کہ اس شرکت کے بہانے سے یتیم کا مال کھا جاوے اور اپنا نفع کرلے کیونکہ یتیم کا مال کھانا سخت گناہ ہے. احکام متعلقہ ارحام میں یتیموں کے حکم کو شاید اس لئے مقدم بیان فرمایا کہ یتیم اپنی بے سروسامانی اور مجبوری اور بیچارگی اور بے کسی کے باعث رعایت وحفاظت اور شفقت کا نہایت محتاج ہے اور اسی اہتمام کی وجہ سے تبدیل اور شرکت کے نقصان کی بھی کھول کر ممانعت فرمادی اور آئندہ متعدد آیات میں بھی یتیموں کے متعلق چند احکام ارشاد ہوئے جن سے اہتمام مذکور ظاہر و باہر معلوم ہوتا ہے اور یہ تمام احکام اور تاکیدات جملہ یتیموں کے حق میں ہیں البتہ وہ یتیم جو قرابت دار ہیں اُن کے بارہ میں تاکید میں زیادہ شدت ہوگی اور وہی شان نزول اور سبب ربط بین الآیات ہیں اور عادت وعرف کے بھی موافق ہیں کیونکہ یتیم بچے کا ولی اکثر اُس کا کوئی قریب ہی ہوتا ہے. ف۴ احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ یتیم لڑکیاں جو اپنے ولی کی تربیت میں ہوتی تھیں اور وہ لڑکی اُس ولی کے مال اور باغ میں بوجہ قرابت باہمی شریک ہوتی تو اب دو صورتیں پیش آتیں کبھی تو یہ ہوتا کہ ولی کو اُس کا جمال اور مال دونوں مرغوب ہوتے تو وہ ولی اُس سے تھوڑے سے مہر پر نکاح کرلیتا کیونکہ دوسرا شخص اُس لڑکی کا حق مانگنے والا تو کوئی ہے ہی نہیں اور کبھی یہ ہوتا کہ یتیم لڑکی کی صورت تو مرغوب نہ ہوتی مگر ولی یہ خیال کرتا کہ دوسرے سے نکاح کردونگا تو لڑکی کا مال میرے قبضہ سے نکل جائیگا اور میرے مال میں دوسرا شریک ہوجاویگا. اس مصلحت سے نکاح تو جوں توں کرلیتا مگر منکوحہ سے کچھ رغبت نہ رکھتا. اس پر یہ آیت اُتری اور ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے کہ تم یتیم لڑکیوں کی بابت انصاف نہ کرسکو گے اور اُن کے مہر اور اُن کے ساتھ حسن معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو تم اُن سے نکاح مت کرو بلکہ اور عورتیں جو تم کو مرغوب ہوں اُن سے ایک چھوڑ چار تک کی تم کو اجازت ہے قاعدہ شریعت کے موافق اُن سے نکاح کرلو تاکہ یتیم لڑکیوں کو بھی نقصان نہ پہنچے کیونکہ تم اُن کے حقوق کے حامی رہوگے اور تم بھی کسی خرابی اور گناہ میں نہ پڑو جاننا چاہیے کہ مسلمان آزاد کے لئے زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک اور غلام کے لئے دو تک کی اجازت ہے اور حدیثوں میں بھی اسی کی تصریح ہے اور ائمہ دین کا بھی اسی پر اجماع ہے اور تمام اُمت کے لئے یہی حکم ہے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور آپ کا امتیاز ہے کہ اس سے زائد کی اجازت ہے فائدہ یتیم لڑکیوں کے نکاح کی تیسری صورت یہی حدیث میں ہے کہ جس یتیم لڑکی کی طرف صورت اور مال دونوں وجہ سے بے رغبتی ہوتی تھی اس کا نکاح ولی دوسری جگہ کردیتا تھا مگر ظاہر ہے کہ اس آیت کو اس صورت سے تعلق نہیں ف۵ یعنی اگر تم کو اس کا ڈر ہے کہ کئی عورتوں میں انصاف اور مساوات کے مطابق معاملہ نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو یا صرف لونڈیوں پر ایک ہو یا زیادہ بس کرو یا چاہو تو ایک منکوحہ کے ساتھ ایک یا (بقیہ صفحہ ۱۰۰ پر)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطے سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے بیشک اللہ تم پر

رَقِيْبًا ① وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ

نگہبان ہے ف۱ اور دے ڈالو یتیموں کو اُن کا مال اور بدل نہ لو بُرے مال کو اچھے مال سے

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ②

اور نہ کھاؤ اُن کے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہے بڑا وبال ف۲

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ

اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرسکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کرلو جو اور عورتیں تم کو خوش

النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

آویں دو دو تین تین چار چار ف۳ پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③ وَاٰتُوا النِّسَآءَ

یا لونڈی جو اپنا مال ہے ف۴ اس میں اُمید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے ف اور دے ڈالو عورتوں کو

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا

مہر اُن کے خوشی سے ف پھر اگر وہ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو اپنی خوشی سے

فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ④ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ

تو اُسکو کھاؤ رچتا پچتا ف اور مت پکڑا دو بے عقلوں کو اپنے وہ مال جن کو بنایا ہے

اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا

اللہ نے تمہارے گذران کا سبب اور اُن کو اس میں سے کھلاتے اور پہناتے رہو اور کہو اُن سے بات

مَّعْرُوْفًا ⑤ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ

معقول ف۹ اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو

مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا

اُن میں ہوشیاری تو حوالہ کردو اُن کے مال اُن کا ف۱۰ اور کھا نہ جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ

بقیہ فوائد صفحہ ۹۹ - چند لونڈیوں کو جمع کرلو ف۶ یعنی صرف ایک عورت سے نکاح کرنے میں یا فقط اپنی لونڈی یا اپنی لونڈیوں پر قناعت کرنے میں یا ایک نکاح کے ساتھ ایک لونڈی یا چند لونڈیاں کو جمع کرنے میں اس بات کی توقع ہے کہ تم بے انصافی اور خلاف عدل سے محفوظ رہو کیونکہ زوجات کے جو حقوق ہیں وہ اپنی مملوکہ لونڈی کے نہیں کہ اُن میں عدل نہ ہونے سے تم پر مواخذہ ہو نہ اُنکے لئے مہر ہے نہ معاشرت کے لئے کوئی حد مقرر ہے فائدہ جس کے کئی عورتیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ کھانے پینے اور لینے دینے میں ان کو برابر رکھے اور رات کو اُن کے پاس رہنے میں باری برابر باندھے اگر برابری نہ کریگا تو قیامت کو وہ مفلوج ہوگا ایک کروٹ گھسٹتی چلیگی اور کسی کے نکاح میں ایک حُرّہ اور ایک لونڈی ہو تو لونڈی کو حُرّہ سے نصف باری ملیگی اور جو لونڈی اپنی ملک میں ہو اُس کا باری میں کوئی حق مقرر نہیں مالک کی خوشی پر ہے ف۷ یعنی جن عورتوں سے نکاح کرو ان کے مہر خوشدلی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کردو اُنکا کوئی حامی اور تم سے تقاضا کرکے وصول کرنیوالا ہو یا نہ ہو۔ ایسا کرو تو پھر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج ہی نہیں حرج تو جب ہے کہ مہر دینے میں یا اُن کے کسی حق کے ادا کرنے میں گرانی ہو ف۸ یعنی اگر عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کوئی مقدار زوج کو معاف کردے یا لیکر پھر زوج کو ہبہ کردے تو اس میں کچھ حرج نہیں زوج اُس کو خوشی سے کھالے جو کھانا لذیذ ہو اور طبیعت اس کو رغبت کے ساتھ قبول کرلے اس کو ہنی کہتے ہیں اور جو کھانا ہضم ہو کر بخوبی جزو بدن اور موجب صحت و قوت ہو وہ مری ہے۔

وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَ

اور حاجت کے پہلے کہ وہ بڑے نہ ہو جائیں ف۱ اور جس کو حاجت نہ ہو تو مال یتیم سے بچتا رہے اور

مَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ

جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے ف۲ پھر جب اُن کو حوالہ کرو

أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ⑥

اُن کے مال تو گواہ کرلو اُس پر اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو ف۳

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ

مردوں کا بھی حصہ ہے اُس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی

نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ

حصہ ہے اُس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا بہت ہو

نَصِيبًا مَفْرُوضًا ⑦ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

حصہ مقرر کیا ہوا ف۴ اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم

وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ⑧

اور محتاج تو اُن کو کچھ کھلا دو اُس میں سے اور کہہ دو اُن کو بات معقول ف۵

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا

اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف تو اُن پر اندیشہ کریں یعنی

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ⑨ إِنَّ الَّذِينَ

بارے یتیم ایسا ہی حال اُنکا ہوگا تو چاہیے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی ف۶ جو لوگ کہ

يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ

کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر

نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ⑩ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ

رہے ہیں اور عنقریب داخل ہونگے آگ میں ف۷ حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا

ف۹ یعنی بے سمجھ لڑکوں کے ہاتھ میں اُن کا وہ مال مت دیدو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے لئے سامان معیشت بنایا ہے بلکہ اسکی پوری حفاظت رکھو اور اندیشۂ ہلاکت سے بچاؤ اور جب تک انکو نفع نقصان کا ہوش نہ آئے اُس وقت تک اُنکو اُس میں سے کھلاؤ پہناؤ اور تسلی کرتے رہو کہ یہ سب مال تمہارا ہی ہے ہم تو تمہاری خیرخواہی کرتے ہیں جب سمجھدار ہو جاؤ گے تم کو ہی دینگے ف۱۰ یعنی یتیموں کو سدھاتے اور آزماتے رہو بلوغ کے وقت تک پھر بلوغ کے بعد اگر اُن میں اپنے نفع نقصان کی سمجھ اور حفاظت و انتظام مال کا سلیقہ پاؤ تو اُن کا مال اُن کے حوالہ کردو یتیموں کے سدھانے اور آزمانے کی عمدہ صورت یہی ہے کہ کم قیمت معمولی چیزوں کی اُن سے خرید و فروخت کرائی جائے اور اُس کا طریقہ انکو بتایا جائے اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کی بیع و شرا ولی کی اجازت سے جو ہوگی وہ درست ہوگی امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ اور اگر بالغ ہو کر بھی اُس میں ہوشیاری نہ آئے تو امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ پچیس برس کی عمر تک انتظار کرو اس درمیان میں جب اُس کو سمجھ آجائے مال اُس کے حوالہ کردو ورنہ پچیس سال پر بہرحال میں اُس کا مال اس کو دیدو پوری سمجھ آئے یا نہ آئے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی یتیم کے مال کو ضرورت سے زیادہ صرف کرنا منع ہے مثلاً ایک پیسہ کی جگہ دو پیسے صرف کردو اور یہ بھی منع ہے کہ اس بات سے گھبرا کر کہ یتیم بڑے ہو کر اپنا مال ہم سے لے لینگے خرچ کرنے میں جلدی کرنے لگو خلاصہ یہ ہوا کہ یتیم کے مال کو بقدر ضرورت اور بروقت ضرورت صرف کرنا چاہیے ف۲ یعنی یتیم کا مال ولی اپنے خرچ میں نہ لائے اور اگر یتیم کی پرورش کرنے والا محتاج ہو تو البتہ اپنی خدمت کرنے کے موافق یتیم کے مال میں سے درماہہ لے لیوے مگر غنی کو کچھ لینا ہرگز جائز نہیں ف۳ جب کسی بچہ کا باپ مرجائے تو چاہیے کہ چند مسلمانوں کے روبرو یتیم کا مال لکھ کر امانتدار کو سونپ دیں جب یتیم بالغ ہوشیار ہو جائے تو اُس تحریر کے موافق اس کا مال اُسکے حوالہ کردیں اور جو کچھ خرچ ہوا ہو وہ اُسکو سمجھا دیں اور جو کچھ یتیم کے حوالہ کیا جائے شاہدوں کو دکھلا کر حوالہ کریں شاید کسی وقت اختلاف ہو تو سہولت سے طے ہو سکے اور اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز کی حفاظت کرنیوالا اور حساب سمجھنے والا کافی ہے اُس کو کسی حساب یا شہادت کی حاجت نہیں یہ سب باتیں تمہاری سہولت اور صفائی کی وجہ سے مقرر فرمائیں۔ جاننا چاہیے کہ یتیم کا مال لینے اور دینے کے وقت گواہ کرنا اور اُس کو لکھ لینا مستحب ہے ف۴ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے یہ رسم تھی کہ بیٹیوں کو چھوٹی ہوں یا بڑی میراث نہیں دیتے تھے اور بیٹے جو نابالغ ہوتے تھے اُنکو بھی میراث نہیں ملتی تھی صرف مردوں کو جو بڑے اور دشمنوں سے مقاتلہ کے کام کے ہوتے تھے وہ وارث سمجھے جاتے تھے جسکی وجہ سے یتیم بچوں کو میراث سے کچھ بھی نہ ملتا تھا اُنکے بارہ میں یہ آیت اُتری جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماں باپ اور دیگر قرابت والوں کے مال متروکہ میں سے مردوں یعنی بیٹوں کو خواہ وہ بچے ہوں یا جوان اُن کا حصہ ملیگا اور عورتوں یعنی بیٹیوں کو بھی بالغ ہوں یا نابالغ ماں باپ وغیرہ اقارب کے ترکہ میں سے اُن کا حصہ دیا جائیگا اور یہ حصے مقرر کئے ہوئے ہیں جن کا دینا ضروری ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت اس سے اہل جاہلیت کی رسم مذموم کا ابطال ہو گیا اور یتیموں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت فرما کر اُن کی حق تلفی کو روک دیا فائدہ اس آیت میں حق والوں کا حق اور اُس کا تقرر اور تعین بالاجمال بتلایا گیا آیندہ رکوع میں وارثوں کے حصہ کی تفصیل آتی ہے ف۵ یعنی تقسیم میراث کے وقت برادری اور کنبہ کے لوگ جمع ہوں تو جو رشتہ دار ایسے ہوں جن کو میراث میں حصہ نہیں پہنچتا یا جو یتیم اور محتاج ہوں اُن کو کچھ کھلا کر رخصت کردیا کوئی چیز ترکہ میں سے حسب موقع انکو بھی دیدو کہ یہ سلوک کرنا مستحب ہے اور اگر مال میراث میں سے کھلانے یا کچھ دینے کا موقع نہ ہو مثلاً وہ یتیموں کا مال ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی تو ان لوگوں سے معقول بات کہہ کر رخصت کردو یعنی نرمی سے عذر کردو کہ یہ مال یتیموں کا ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی اس لئے ہم مجبور ہیں۔ ابتدائے سورت میں بیان ہو چکا ہے کہ تمام قرابت والے درجہ بدرجہ سلوک اور مراعات کے مستحق ہیں اور یتامیٰ اور مساکین بھی اور جو قریب یتیم یا مسکین بھی ہو تو اُسکی رعایت اور بھی زیادہ ہونی چاہیے۔ اس لئے تقسیم میراث کے وقت اُن کو حتی الوسع کچھ نہ کچھ دینا چاہیے اگر کسی وجہ سے وارث نہ ہو تو

بقیہ فوائد صفحہ ۱۰۰} ف یہ ارشاد اصل میں تو یتیم کے ولی اور وصی کے لئے ہے درجہ بدرجہ اوروں کو بھی اس کا خیال رہے مطلب یہ ہے کہ اپنے مرنے کے بعد جیسا ہر کوئی اس بات سے ڈرتا ہے کہ میری اولاد کے ساتھ سختی اور بُرائی سے معاملہ کیا جائے ایسا ہی تم کو بھی چاہئے کہ یتیم کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو اپنے بعد اپنی اولاد کے ساتھ پسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو اور یتیموں سے سیدھی اور اچھی بات کہو یعنی جس سے اُن کا دل نہ ٹوٹے اور اُنکا نقصان نہ ہو بلکہ اُن کی اصلاح ہو۔ ف آیات متعددہ سابقہ میں یتیموں کے مال کے متعلق مختلف طرح سے احتیاط کرنے کا حکم تھا اور اُن کے مال میں خیانت کو بڑا گناہ بتایا گیا ہے اب اخیر میں مال یتیم میں خیانت کرنے پر وعید شدید بیان فرما کر اُس حکم کو خوب مؤکد کر دیا کہ جو کوئی یتیم کا مال بلا استحقاق کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے یہی اس کھانے کا یہ انجام ہوگا۔ اور جملہ اخیر میں اس کو ظاہر کر دیا گیا۔

فوائد صفحہ ہذا} ف اوپر اقارب میت کے وارث ہونے کا ذکر ہوا تھا اور اُن کے حصوں کے تقرر اور تعین کی طرف اجمالی اشارہ فرمادیا تھا اب اقارب اور اُنکے حصوں کی تفصیل بتلائی جاتی ہے اور اُس سے پہلے سے یتیموں کے حق میں تشدد اور تاکیدات کا ذکر چلا آرہا تھا جس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اقارب میت میں اگر کوئی یتیم ہو تو اُس کا حصہ دینے میں بہت ہی احتیاط اور اہتمام چاہئے اہل عرب کی قدیم رسم کے موافق اُن کو میراث سے محروم کر دینا سخت ظلم اور بڑا گناہ ہے اب اقارب میں سب سے پہلے اولاد کے حصہ کو بیان فرمایا کہ اگر کسی میت کی اولاد بیٹا بیٹی دونوں ہوں تو اُن کی میراث دینے کا یہ قاعدہ ہے کہ ایک بیٹا دو بیٹیوں کے برابر حصہ پائیگا مثلاً اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو نصف مال بیٹے کا اور نصف دونوں بیٹیوں کا ہوگا اور اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی تو دو ثلث بیٹے کا اور ایک ثلث بیٹی کا ہوگا ف۲ یعنی اور اگر کسی میت نے اولاد میں صرف عورتیں یعنی بیٹیاں ہی چھوڑیں بیٹا نہیں چھوڑا تو وہ اگر دو سے زیادہ ہوں تب بھی اُن کو دو تہائی ملیگا اور اگر صرف ایک ہی بیٹی چھوڑی تو اُس کو میت کے ترکہ کا نصف ملیگا۔ جاننا چاہئے کہ للذکر مثل حظ الانثیین کے ذیل میں معلوم ہو چکا ہے کہ ایک بیٹی کو ایک بیٹے کے ساتھ ایک ثلث ملیگا تو اُس سے معلوم ہو گیا کہ ایک بیٹی کو دوسری بیٹی کے ساتھ بطریق اولیٰ ایک ثلث ملیگا کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹی سے زاید ہے تو جب بیٹے کی وجہ سے اس کا حصہ ایک ثلث سے کم نہیں ہوا تو دوسری بیٹی کی وجہ سے کیسے گھٹ سکتا ہے۔ سو دو بیٹیوں کا حکم چونکہ پہلی آیت سے معلوم ہو چکا تھا اس لئے اس آیت میں دو بیٹیوں سے زائد کا حکم بتلا دیا تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ دو بیٹیوں کا حق جب ایک سے زاید ہے تو شاید تین یا چار بیٹیوں کا حق دو بیٹیوں سے زاید ہوگا سو یہ بات ہرگز نہیں بلکہ بیٹیاں جب ایک سے زائد ہونگی دو ہوں یا دس اُن کو دو ثلث ملیگا فائدہ اولاد کے وارث ہونے کی دو صورتیں آیت میں مذکور ہیں اول یہ کہ لڑکا اور لڑکی دونوں طرح کی اولاد ہو دوسری یہ کہ صرف دختری اولاد ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک لڑکی ہو یا ایک سے زاید تو اب صرف ایک صورت باقی رہ گئی وہ یہ کہ صرف پسری اولاد ہو سو اس کا حکم یہ ہے کہ تمام میراث اُس کو ملجائیگی خواہ ایک بیٹا ہو یا زاید ف۳ اب ماں باپ کی میراث کی تین صورتیں بیان فرماتے ہیں صورت اول کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد ہو بیٹا یا بیٹی تو میت کے ماں باپ کو ترکہ میت میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا ف۴ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد کچھ نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو اُس کی ماں کو ایک ثلث ملیگا یعنی باقی دو ثلث اُسکے باپ کو ملیں گے۔ ف۵ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں خواہ حقیقی ہوں یا صرف باپ یا صرف ماں میں شریک ہوں اور اولاد کچھ بھی نہیں تو اب اُس کی ماں کو چھٹا حصہ ملیگا یعنی باقی سب اسکے باپ کو ملیگا بھائی بہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر صرف ایک بھائی یا ایک بہن ہوگی تو ماں کو ایک ثلث اور باپ کو دو ثلث ملیں گے جیسا کہ دوسری صورت مذکورہ بالا میں تھا۔ ف۶ یعنی جس قدر وارثوں کے حصے گذر چکے یہ سب میت کی وصیت اور اُس کے قرض کو جُدا کر لینے کے بعد وارثوں کو دیے جائیں گے اور وارثوں کا مال وہی ہوگا جو مقدار وصیت و قرض کے نکال لینے کے بعد باقی رہیگا اور نصف اور ثلث وغیرہ اسی کا مراد ہے نہ تمام مال کا۔ فائدہ میت کا مال اول اُس کے کفن اور دفن کو لگایا جائے جو اُس سے بچے وہ اُس کے قرض میں دیا جائے پھر جو باقی رہے اُس کو میت کی وصیت میں ایک تہائی تک صرف کیا جائے اُس کے بعد جو رہے وارثوں پر تقسیم کیا جائے ف۷ اس آیت میں دو میراث بیان فرمائیں اولاد کی اور ماں باپ کی اب فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ بات تم کو معلوم نہیں کہ کس سے تم کو نفع پہنچیگا اور کتنا نفع پہنچیگا اس لئے تم کو اس میں دخل نہ دینا چاہئے جو کچھ کسی کا حصہ حق تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے اُس کی پابندی کرو کہ اُس کو تمام چیزوں کی خبر بھی ہے اور بڑا حکمت والا ہے۔ ف۸ اب زوجین کی میراث کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ مرد کو اُس کی عورت کے مال میں سے آدھا مال ملیگا اگر عورت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر عورت کے اولاد ہے خواہ ایک ہی بیٹا یا بیٹی ہو اور اسی مرد سے ہو یا دوسرے مرد سے تو مرد کو عورت کے مال میں سے ایک چوتھائی مال ملیگا قرض اور وصیت کے بعد۔

مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ

حصہ ہے برابر دو عورتوں کے ف۱ پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ تو اُنکے لئے ہے

ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ

دو تہائی اُس مال سے جو چھوڑ مرا اور اگر ایک ہی ہو تو اُس کے لئے آدھا ہے ف۲ اور میت کے ماں باپ کو

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ

ہر ایک کے لئے دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے اُس مال سے جو کہ چھوڑ مرا اگر میت کے اولاد ہے ف۳

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ

اور اگر اُس کے اولاد نہیں اور وارث ہیں اُسکے ماں باپ تو اُسکی ماں کا ہے تہائی ف۴ پھر اگر

كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ

میت کے کئی بھائی ہیں تو اُسکی ماں کا ہے چھٹا حصہ ف۵ بعد وصیت کے جو کر مرا

اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ

یا بعد ادائے قرض کے ف۶ تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں کون نفع پہنچائے تم کو زیادہ

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ

حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے بیشک اللہ خبردار ہے حکمت والا ف۷ اور تمہارا ہے آدھا مال

مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ

جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر نہ ہو اُن کے اولاد اور اگر اُن کے اولاد

وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ

ہے تو تمہارے واسطے چوتھائی ہے اُس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد وصیت کے جو کر گئیں

بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ

یا بعد قرض کے ف۸ اور عورتوں کے لئے چوتھائی مال ہے اُس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہارے

وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

اولاد اور اگر تمہارے اولاد ہے تو اُن کے لئے آٹھواں حصہ ہے اُس میں سے کہ جو کچھ تم نے چھوڑا

ف۱ اور اسی طرح عورت کو اُسکے خاوند کے مال میں سے چوتھائی حصہ ملیگا اگر مرد کی اولاد کچھ نہ ہو اور اگر مرد کے اولاد ہو خواہ اسی عورت سے یا دوسری عورت سے تو عورت کو آٹھواں حصہ ملیگا خاوند کے اُس مال میں سے جو وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد بچیگا مال کی ہر قسم میں سے نقد ہو یا جنس، سلاح ہو یا زیور حویلی ہو یا باغ، باقی رہا عورت کا مہر وہ میراث سے جدا ہے وہ قرض میں داخل ہے۔ یہ کل دو صورتیں ہوئیں جیسا کہ مرد کی میراث میں یہی دو صورتیں تھیں ف۲ یہاں سے اخیافی بھائی بہن کی میراث کا ذکر ہے جو کہ صرف ماں میں شریک ہوں سو جاننا چاہیے کہ باپ اور بیٹے کے ہوتے تو بھائی اور بہن کو کچھ نہیں پہنچتا ہاں اگر باپ اور بیٹا نہ ہوگا تو بھائی اور بہن کو میراث ملیگی۔ بھائی اور بہن تین طرح کے ہیں سگے جو ماں باپ دونوں میں شریک ہوں جن کو عینی کہتے ہیں یا وہ سوتیلے جو صرف باپ میں شریک ہوں جن کو علاتی کہتے ہیں یا وہ سوتیلے جو صرف ماں میں شریک ہوں جن کو اخیافی کہتے ہیں اس آیت میں قسم اخیر کا ذکر ہے چنانچہ متعدد صحابہ کی قرأۃ میں ولہ اخ او اخت کے بعد من الامّ کا لفظ صریح موجود ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس میت کے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ماں باپ بیٹا بیٹی کچھ نہ ہو اور اُس کے ایک بھائی یا ایک بہن اخیافی ہو تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور مرد اور عورت یعنی اخیافی بھائی اور بہن کا برابر حصہ ہے کمی زیادتی نہیں باقی رہے دو قسم کے بھائی بہن یعنی عینی اور علاتی سو ان دونوں قسموں کا حکم مثل اولاد کے ہے بشرطیکہ میت کے باپ بیٹا کچھ نہ ہو۔ مقدم عینی ہے وہ نہ ہو تو پھر علاتی، اسی سورت کے اخیر میں ان دونوں کی میراث کا ذکر آئیگا فائدہ جاننا چاہیے کہ کلالہ کی تفسیر جو یہ کی گئی کہ اُس کے باپ بیٹا نہ ہو یہ سب کو مسلّم ہے مگر امام ابوحنیفہ دادی اور پوتی کی بھی نفی کرتے ہیں اور جو حکم باپ بیٹے کا ہے وہی دادی پوتی کا فرماتے ہیں اور حضرات صحابہ کے وقت سے یہ اختلاف علماء میں چلا آتا ہے ف۳ یعنی اگر اخیافی بھائی یا بہن ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کو ایک تہائی مال میراث میں ملیگا اور پہلی صورت میں سدس اور دوسری صورت میں ثلث جو دیا جائیگا تو وصیت اور دین کے بعد جو باقی رہیگا اُس کا سدس اور ثلث دیا جائیگا اور وصیت میراث پر مقدم جب ہوگی جب اوروں کو نقصان نہ پہنچایا ہو اور نقصان کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت ہو دوسری یہ کہ جس وارث کو میراث میں سے حصہ ملیگا اُس کے لئے کچھ وصیت بھی کر جائے یہ دونوں صورتیں درست نہیں البتہ اگر سب وارث اس کو قبول کرلیں تو خیر ورنہ یہ وصیتیں مردود ہیں۔ فائدہ وارثوں سے چونکہ اندیشہ تھا کہ ترکہ میت میں سے میت کا دین اور وصیت ادا نہ کریں بلکہ تمام مال آپ ہی رکھ لیں اس لئے میراث کے ساتھ بار بار دین اور وصیت کا حکم تاکیداً بیان کیا گیا اور وصیت چونکہ تبرع اور احسان ہے اور بسا اوقات کوئی شخص معین اُس کا مستحق نہیں ہوتا اور اس وجہ سے اس کے ضائع ہونے کا احتمال قوی تھا تو اس لئے بغرض اہتمام و احتیاط وصیت کو ہر جگہ دین سے پہلے ذکر فرمایا حالانکہ وصیت کا درجہ دین کے بعد ہے جیسا پہلے گذرا نیز وصیت حق مورث ہے جیسے تجہیز و تکفین بخلاف وراثت اور دین کے کہ وہ دوسروں کا حق ہے تو اس حیثیت سے وصیت دین سے مقدم ہوگی گو دوسری وجہ سے دین وصیت پر مقدم ہے اور یہاں جو غیر مضار کی قید لگائی یہی قید مقامات سابقہ میں بھی معتبر ہوگی ف۴ شروع رکوع سے یہاں تک جو میراثیں بیان فرمائیں وہ پانچ ہیں بیٹا بیٹی اور ماں باپ اور زوج اور زوجہ اور اخیافی بھائی بہن ان پانچوں کو ذوی الفروض اور حصہ دار کہتے ہیں ان پانچوں میراث کو بیان فرما کر بطور تاکید فرما دیا کہ یہ حکم ہے اللہ کا اُسکی تعمیل ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے کس نے اطاعت کی اور کس نے نافرمانی کی کس نے میراث و وصیت و دین میں حق اور انصاف کے موافق کیا کس نے بے انصافی کی اور ضرر پہنچایا باقی ظلم و بے انصافی کی سزا میں تاخیر ہونے سے کوئی دھوکا نہ کھائے کیونکہ حق تعالیٰ کا حلم بھی بہت کامل ہے۔ فائدہ جاننا چاہیے کہ ذوی الفروض کے سوا کہ جن کا بیان اس رکوع میں گذرا ایک دوسری قسم کے وارث ہیں جن کو عصبہ کہتے ہیں اُن کے لئے کوئی حصہ مثل نصف ثلث وغیرہ کے مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض سے جو فاضل ہوگا وہ اُنکو ملیگا مثلاً اگر کسی کے عصبہ ہو اور ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو تو اُس کا مال تمام عصبہ کو ملیگا اور جو دونوں ہوں تو ذوی الفروض کو دے کر جو مال بچیگا وہ عصبہ کو دیا جائیگا اور اگر کچھ نہ بچا تو عصبہ کو کچھ نہ ملیگا اور عصبہ اصل میں تو وہ ہے جو مرد ہو عورت نہ ہو اور اُس میں اور میت میں عورت کا واسطہ بھی نہ ہو اور اُسکے چار درجے ہیں اول درجہ میں بیٹا اور پوتا ہے دوسرے درجہ میں باپ اور دادا تیسرے درجہ میں بھائی اور بھتیجا چوتھے درجہ میں چچا اور چچا کا بیٹا یا اُس کا پوتا اگر کئی شخص ہوں تو جو میت سے قریب ہے وہ مقدم ہوگا جیسے پوتے سے بیٹا بھتیجے سے بھائی مقدم ہے پھر سوتیلے سے سگا مقدم ہے اور ان چاروں کے سوا اولاد میں اور بھائیوں میں مرد کے ساتھ عورت بھی عصبہ ہوتی ہے یعنی بیٹے کے ساتھ بیٹی اور بھائی کے ساتھ بہن بھی عصبہ ہوگی یہ عصبہ اصلی نہیں بلکہ غیر اصلی ہیں اور اولاد اور بھائیوں کے سوا عورت عصبہ نہ ہوگی مثلاً چچا کا بیٹا عصبہ ہے مگر اُس کے ساتھ ہو کر چچا زاد بہن عصبہ نہیں ہو سکتی فائدہ ان دونوں قسم مذکورہ بالا یعنی ذوی الفروض اور عصبہ کے سوا امام ابوحنیفہ کے نزدیک وارث کی تیسری قسم ذوی الارحام ہیں یعنی ایسے قرابت والے کہ اُن میں اور میت میں عورت کا واسطہ ہو اور ذوی الفروض میں نہ ہو اور عصبہ بھی نہ ہو جیسے نواسا اور نانا اور بھانجا اور ماموں اور خالہ اور پھوپی اور اُن کی اولاد جب کسی میت کے ذوی الفروض اور عصبہ کوئی بھی نہ ہوگا تو اسکی میراث ذوی الارحام کو ملیگی تفصیل کتب فرائض میں مذکور ہے۔ بقیہ صفحہ ۱۰۳

مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ

بعد وصیت کے جو تم کر مرو یا قرض کے ف۱ اور اگر وہ مرد کہ جس کی

يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا عورت ہو ایسی ہی اور اُس میت کے ایک بھائی ہے یا بہن ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کا

السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ

چھٹا حصہ ہے ف۲ اور اگر زیادہ ہوں اس سے تو سب شریک ہیں ایک تہائی میں

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً

بعد وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو ف۳ یہ حکم ہے

مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ

اللہ کا اور اللہ ہے سب کچھ جاننے والا تحمل کرنیوالا ف۴ یہ حدیں باندھی ہوئی اللہ کی ہیں اور جو کوئی

يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اُسکو داخل کریگا جنتوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ

ہمیشہ رہیں گے اُن میں اور یہی ہے بڑی مراد ملنی ☆ اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی

وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ

اور اسکے رسول کی اور نکل جاوے اُس کی حدوں سے ڈالیگا اُس کو آگ میں ہمیشہ رہیگا اُس میں اور اسکے لئے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ وَالّٰتِىْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ

ذلت کا عذاب ہے ف۵ اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے

فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ

تو گواہ لاؤ اُن پر چار مرد اپنوں میں سے پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو اُن عورتوں کو

فِى الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾

گھروں میں یہاں تک کہ اُٹھا لیوے اُن کو موت یا مقرر کر دے اللہ اُن کے لئے کوئی راہ ف۶

ع ۲ / ۱۲

بقیہ فوائد صفحہ ۱۰۲ ف۵ یعنی تمام احکام مذکورہ سابقہ متعلق حقوق یتامیٰ اور وصیت اور میراث اللہ نے مقرر فرمودہ ضابطے اور قاعدے ہیں اور جو کوئی اطاعت کریگا احکام الٰہی کی جن میں حکم وصیت و میراث بھی داخل ہے اُس کے لئے ہمیشہ کو جنت ہے اور جو کوئی نافرمانی کریگا اور حدود خداوندی سے بالکل خارج ہو جائیگا وہ ہمیشہ کو ذلت کے ساتھ عذاب جہنم میں گرفتار رہیگا ف یتامیٰ اور مواریث کو بیان فرما کر اب دیگر احکام متعلقہ اقارب کو بتلایا جاتا ہے پہلے عورتوں کے متعلق چند باتیں ارشاد ہوتی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کی تادیب اور سیاست ضروری امر ہے اور اُن پر کسی قسم کی تعدی اور ظلم بھی نہ کیا جائے اہل جاہلیت کے یہاں عورتوں کی بابت دونوں باتوں میں بہت بے اعتدالیاں ہوتی تھیں اور اس آیت میں تادیب کے متعلق حکم ہے کہ اگر کسی کی زوجہ کا مرتکب زنا ہونا معلوم ہو تو اُس کے لئے چار گواہ مسلمانوں میں سے عاقل بالغ آزاد قائم ہونے چاہئیں اگر چار آدمی گواہی دیں تو اُس عورت کو گھر میں مقید رکھنا چاہئے گھر سے باہر جانا اور کسی سے ملنا انتظاماً بالکل روک دیا جائے یہاں تک کہ وہ عورت مر جائے یا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کوئی حکم اور سزا مقرر فرمائے اس وقت تک زانیہ کے لئے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ اُس کا وعدہ کیا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد سورۂ نور میں اُنکی حد نازل فرمادی کہ باکرہ کے لئے سو کوڑے اور ثیبہ کے واسطے سنگسار کرنا ہے فوائد صفحہ ہذا. ف یعنی دو شخص خواہ ایک مرد اور ایک عورت ہو خواہ دونوں مرد ہوں اگر فعل بد کریں تو اُن کی سزا مجملاً ایذا دینا ارشاد فرمایا زبان سے یا ہاتھ سے بقدر

وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا

اور جو دو مرد کریں تم میں سے وہی بدکاری تو اُن کو ایذا دو ف پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو

عَنْهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿١٦﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ

اُنکا خیال چھوڑ دو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ف۲ توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور تو

لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

اُنکی ہے جو کرتے ہیں برا کام جہالت سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ

تو اُن کو اللہ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ف۳ اور ایسوں کی

التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

توبہ نہیں جو کیے جاتے ہیں برے کام یہاں تک کہ جب سامنے آجائے اُن میں سے کسی کے موت

قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۗ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا

تو کہنے لگا میں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی توبہ جو کہ مرتے ہیں حالت کفر میں اُن کے لئے تو ہم نے تیار

لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا

کیا ہے عذاب دردناک ف۴ اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو

النِّسَاۗءَ كَرْهًا ۗ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

عورتوں کو زبردستی اور نہ روکے رکھو اُن کو اس واسطے کہ لے لو اُن سے کچھ اپنا دیا ہوا

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

مگر کہ وہ کریں بےحیائی صریح ف۵ اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا

پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اُس میں بہت

كَثِيْرًا ﴿١٩﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّ

خوبی ف اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو اور

مناسب اُنکو تنبیہ و تادیب کرنیکا حکم ہوا. اس سے معلوم ہوا کہ اُس وقت تک زنا اور لواطت دونوں کا یہی حکم تھا کہ حاکم اور قاضی کے نزدیک زجر و عبرت کے لئے جتنی سزا اور شتم و ضرب مناسب ہو اتنی سزا دی جائے اسکے بعد حسب وعدہ حد زنا جب نازل ہوئی تو لواطت کے لئے کوئی جدا حد بیان نہ فرمائی اُس میں علماء کا اختلاف رہا کہ لواطت کی بھی وہی حد ہے جو زنا کے لئے بیان ہوئی یا لواطت کی وہی سزا باقی رہی جو پہلے تھی یا اُسکی سزا تلوار سے قتل کرنا یا کسی دوسرے طریقہ سے مار ڈالنا ہے. فائدہ اس آیت کو بہت سے علماء نے زنا پر حمل کیا ہے اور بعض نے لواطت پر اور بعض نے دونوں کو شامل رکھا ہے. ف۲ یعنی اس کے بعد اگر وہ بدکاری سے توبہ کریں اور آئندہ کو اپنے اعمال کی درستی کرلیں تو اب اُن کے پیچھے مت پڑو اور زجر و ملامت سے ستانا چھوڑ دو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنیوالا اور اُن پر مہربانی فرمانیوالا ہے تم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے ف۳ یعنی توبہ تو بیشک ایسی چیز ہے کہ زنا اور لواطت جیسے سنگین جرم بھی اُس سے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے جیسا کہ آیت سابقہ سے مفہوم ہوا لیکن اس کا بھی ضرور لحاظ رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے فضل سے قبول توبہ کا ذمہ لے لیا ہے وہ اصل میں اُن لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو ناواقفیت اور نادانی سے کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کر لیتے ہیں مگر جب اپنی خرابی پر متنبہ اور مطلع ہوتے ہیں تو جبھی نادم ہوتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں سو ایسوں کی خطائیں اللہ ضرور معاف فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اُس کو معلوم ہے کس نے نادانی سے گناہ کیا اور کس نے اخلاص سے توبہ کی اور حکمت والا ہے جس توبہ کا قبول کرنا موافق حکمت ہوتا ہے اُس کو قبول فرما لیتا ہے. فائدہ قید جہالت اور قید قریب سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص گناہ تو کرے نادانی سے اور تنبیہ کے بعد توبہ کرلے جلدی سے تو بقاعدۂ عدل و حکمت اُسکی توبہ مقبول ہونی ضرور ہے اور جس نے جان بوجھ کر دیدہ و دانستہ اللہ کی نافرمانی پر جرأت کی یا اطلاع کے بعد اُس نے توبہ میں تاخیر کی اور پہلی ہی حالت پر قائم رہا تو بقاعدۂ عدل و انصاف اُسکی خطا اصل میں معافی کے قابل نہیں اس کا قبول کرلینا اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ ان دونوں توبہ کو بھی قبول کر لیتا ہے یہ اُس کا احسان ہے مگر ذمہ داری صرف اول صورت میں ہے باقی میں نہیں ف۴ یعنی اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کئے جاتے ہیں اور باز نہیں آتے یہاں تک کہ جب موت ہی نظر آگئی تو اُس وقت کہنے لگا کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُنکی توبہ قبول ہوگی جو کفر پر مر گئے اور اُس کے بعد عذاب اُخروی کو دیکھ کر توبہ کریں ایسے لوگوں کے واسطے عذاب شدید تیار ہے. جاننا چاہئے کہ یہ دونوں آیتیں جو دربارۂ قبول توبہ اور عدم قبول توبہ یہاں مذکور ہیں ہم نے جو اُن کا مطلب بیان کیا بعض اکابر محققین کی تحقیق کے موافق ہے اور اس میں یہ خوبی ہے کہ قید جہالت اور لفظ قریب دونوں اپنے ظاہری معنی پر قائم رہے اور علی اللہ کے معنی بھی سہولت سے بن گئے اور اس موقع پر قبول اور عدم قبول توبہ کے ذکر فرمانے سے جو مقصد ہے یعنی توبہ کیف ما اتفق مقبول نہیں اور توبہ کی چند صورتیں ہیں اور اُنکی مقبولیت میں باہم فرق ہے تاکہ کوئی توبہ کے اعتماد پر معاصی پر جری نہ ہو جائے یہ مقصد بھی اس صورت میں خوب حاصل ہو جاتا ہے مگر مفسرین حضرات نے علی العموم جو ان آیتوں کا مطلب ارشاد فرمایا ہے تو قید جہالت کو احترازی اور شرطی نہیں لیتے بلکہ قید واقعی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گناہ ہمیشہ جہل اور حماقت ہی سے ہوتا ہے اور قریب کے معنی یہ لیتے ہیں کہ حضور موت سے پہلے جس قدر وقت ہے وہ قریب ہی ہے کیونکہ دنیا کی زندگی قلیل ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کا توبہ قبول فرمانے کا وعدہ ان سے ہے کہ سفاہت اور عدم انجام بینی سے گناہ کر لیتے ہیں اور پھر موت کے آنے سے پہلے تائب ہو جاتے ہیں اور جو لوگ کہ موت کو مشاہدہ کر چکے اور نزع کی حالت کو پہنچ چکے یا جو لوگ کہ کفر پر مر چکے اُنکی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی. اس تقریر کے موافق توبہ کرنے والوں کی وہ دو صورتیں جو تقریر اول میں مذکور ہوئیں شق اول یعنی قبول توبہ کے اندر شمار ہونگی فائدہ جب موت کا یقین ہو چکے اور دوسرا عالم نظر آنے لگے تو اُس وقت کی توبہ قبول نہیں اور عالم آخرت کے دیکھنے سے پہلے کی توبہ البتہ قبول ہوتی ہے. اتنا فرق ہے کہ حسب تقریر اول صورت اول میں تو قبول توبہ قاعدہ عدل و انصاف کے موافق ہے اور دوسری صورتوں میں قبول توبہ اُس کا محض فضل ہے کما مر ف۵ حسب بیان سابق عورتوں کی بد افعالی کی بابت تادیب و سیاست کا حکم دے کر اب اہل جاہلیت کی اس (بقیہ صفحہ ۱۰۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۰۳ ظلم و تعدی کو روکا جاتا ہے جو تعدی عورتوں پر وہ طرح طرح سے کیا کرتے تھے سو منجملہ اُن صورتوں کے ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ جب کوئی مرجاتا تو اُسکی عورت کو میت کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا اور کوئی وارث لے لیتا پھر چاہتا تو اُس سے نکاح کرلیتا یا بغیر نکاح ہی اپنے گھر میں رکھتا یا کسی دوسرے سے نکاح کرکے اُس کا مہرکل یا بعض لے لیتا یا ساری عمر اُس کو اپنی قید میں رکھتا اور اُس کے مال کا وارث ہوتا اُسکی بابت یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی مرجائے تو اُس کی عورت اپنے نکاح کی مختار ہے میت کے بھائی اور اُس کے کسی وارث کو یہ اختیار نہیں کہ زبردستی اپنے نکاح میں لیلے نہ وہ عورت کو نکاح سے روک سکتے ہیں کہ وہ مجبور ہو کر خاوند کے ورثہ سے جو اُس کو ملا تھا کچھ پھیر دے ہاں اگر صریح بدچلنی کریں تو اُن کو روکنا چاہیے **ف ۶** یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک کا معاملہ رکھو جاہلیت میں جیسا ذلت اور سختی کا برتاؤ عورتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا اُس کو چھوڑ دو پھر اگر تم کو کسی عورت کی کوئی خو اور عادت خوش نہ آئے تو صبر کرو شاید اس میں کوئی خوبی بھی ہو اور ممکن ہے کہ تم کو ناپسندیدہ ہو کوئی چیز اور اللہ تعالیٰ اُس میں تمہارے لیے کوئی بڑی منفعت دینی یا دنیوی رکھ دے سو تم کو تحمل کرنا چاہیے اور بدخو کے ساتھ بدخوئی نہ چاہیے

فوائد صفحہ ہذا **ف ۱** اسلام سے پہلے یہ بھی ہوتا تھا کہ جب کوئی چاہتا کہ پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرے تو پہلی عورت پر تہمت لگاتا اور مختلف طرح سے اُس پر زیادتی اور سختی کرتا کہ مجبور ہو کر مہر واپس کردے اور نکاح جدید میں کام آئے یہ آیت اُسکی ممانعت میں نازل ہوئی کہ جب پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری کرو اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اب اُس میں سے کچھ بھی واپس مت لو کیا تم بہتان باندھ کر اور صریح ظلم کرکے زوجۂ اولیٰ سے وہ مال لینا چاہتے ہو یہ ہرگز جائز نہیں **ف ۲** یعنی جب مرد اور عورت نکاح کے بعد مل چکے اور صحبت کی نوبت آچکی تو اُس کے معاوضہ میں تمام مہر دینا مرد پر واجب ہو چکا تو اب کس وجہ سے مرد اُس مہر کو واپس لے سکتا ہے اور درصورت مہر ادا نہ کرنے کے کیسے اسکے مہر کو دبا سکتا ہے. اب تو بجز اسکے کہ عورت ہی اپنی خوشی سے معاف کر بیٹھے کوئی صورت رستگاری کی نہیں ہو سکتی اور وہ عورتیں تو بہت مضبوط اور گاڑھا اقرار تم سے لے چکیں جسکی وجہ سے وہ تمہارے قبضہ اور تصرف میں آچکیں اور تم اُن سے پورے منتفع ہو چکے نہیں تو تم کو اُن پر تصرف کا کیا اختیار تھا. اب اس قدر تکمیل اور قبضہ کامل اور تصرف تام کے بعد عورتوں کے مہر کو واپس لینا یا اُن کا مہر نہ دینا کیسے ہو سکتا ہے **فائدہ** جاننا چاہیے کہ جیسا مجامعت کے بعد تمام مہر زوج کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے ایسا ہی اگر مجامعت کی تو نوبت نہ آئے مگر خلوت صحیحہ ہو گئی تو بھی پورا مہر واجب الادا ہو گا ہاں اگر خلوت صحیحہ کی بھی نوبت نہ آئی اور زوج نے طلاق دیدی تو پھر نصف مہر ادا کرنا ہو گا. **ف ۳** جاہلیت والے اپنی سوتیلی ماں اور بعض دیگر محرمات سے بھی نکاح کرلیتے تھے جس کا تذکرہ ابھی گذرا اُسکی ممانعت کیجاتی ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو اُن سے نکاح مت کرو یہ بےحیائی اور اللہ کے غضب اور نفرت کرنے کی بات ہے اور بہت بُرا طریقہ ہے زمانہ جاہلیت میں بھی سمجھدار لوگ اس کو مذموم سمجھتے تھے اور اس نکاح کو نکاح مقت اور اس نکاح سے جو اولاد ہوتی اُس کو مقتی کہتے تھے سو ایسے نکاح جو ہو چکے ہو چکے آئندہ کو ہرگز ایسا نہ ہو. **فائدہ** باپ کی منکوحہ کا جو حکم ہے اُسی حکم میں دادے اور نانے کی منکوحہ بھی داخل ہے کتنا ہی اوپر کا دادا اور نانا کیوں نہ ہو **ف ۴** سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرما کر اب جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں اُن سب کو بیان فرماتے ہیں وہ عورتیں چند قسم ہیں اول اُنکو بیان کیا جاتا ہے جو علاقہ نسب کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ سات ہیں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی ان میں سے کسی کے ساتھ کسی کو نکاح کرنا جائز نہیں **فائدہ** ماں کے حکم میں دادی نانی اوپر تک کی سب داخل ہیں ایسے ہی بیٹی میں پوتی اور نواسی نیچے تک کی سب داخل ہیں اور بہن میں عینی اور علاتی اور اخیافی سب داخل ہیں اور پھوپھی میں باپ دادا اور اوپر تک کی پشتوں کی بہن سگی ہو یا سوتیلی سب آگئیں اور خالہ میں ماں اور نانی اور نانی کی نانی سب کی بہن تینوں قسم کی داخل ہیں اور بھتیجی میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد اور اولاد الاولاد سب داخل ہیں اور بھانجی میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد اور اولاد الاولاد داخل ہیں **ف ۵** محرمات نسبی کے بعد اب محرمات رضاعی کو بیان کیا جاتا ہے اور وہ دو ہیں ماں اور بہن اور اس میں اشارہ ہے کہ ساتوں رشتے جو نسب میں بیان ہوئے رضاعت میں بھی حرام ہیں یعنی رضاعی بیٹی اور پھوپی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہیں چنانچہ حدیثوں میں یہ حکم موجود ہے **ف ۶** اب محرمات مصاہرۃ کا ذکر ہے یعنی علاقہ نکاح کی وجہ سے جن سے نکاح حرام ہوتا ہے اور اُسکی دو قسمیں ہیں اوّل وہ کہ اُن سے ہمیشہ کے لئے نکاح ناجائز ہے اور وہ زوجہ کی ماں اور اس زوجہ کی بیٹی ہے جس زوجہ سے کہ تم نے صحبت کی ہو لیکن اگر صحبت کی سے پہلے کسی عورت کو طلاق دیدو تو اُس کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں ہیں اور اُس میں نیچے تک کے پوتوں اور نواسوں کی عورتیں داخل ہیں کہ اُن سے کبھی تمہارا نکاح درست نہیں ہو سکتا. دوسری قسم وہ ہے کہ اُن سے ہمیشہ کے لئے نکاح کی ممانعت نہ ہو بلکہ جب تک کوئی عورت تمہارے نکاح میں رہے اُس وقت تک اُس عورت کی اُن قرابت والی عورتوں سے نکاح کی ممانعت رہی جب اُس عورت کو طلاق دیدی یا وہ مرگئی تو اُن سے نکاح درست ہو جائیگا اور وہ زوجہ کی بہن ہے کہ زوجہ کی موجودگی میں تو اُس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور بعد میں درست ہے اور یہی حکم ہے زوجہ کی پھوپی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی کا **فائدہ** یہ جو فرمایا کہ عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو کہ تمہاری پشت سے ہیں اس کا

آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ

دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو اُس میں سے کچھ کیا لیا چاہتے ہو اُس کو

بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٢٠﴾ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ

ناحق اور صریح گناہ سے ف۱ اور کیونکر اُس کو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے

بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنكِحُوا

تم میں کا ایک دوسرے تک اور لے چکیں وہ عورتیں تم سے عہد پختہ ف۲ اور نکاح میں نہ لاؤ

مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ

جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ مگر جو پہلے ہو چکا یہ

فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَ

بےحیائی ہے اور کام ہے غضب کا اور بُرا چلن ہے ف۳ حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور

بَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ

بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپیاں اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور

الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ

بہن کی ف۴ اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں ف۵

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ

اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور اُن کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جنکو جنا ہے تمہاری اُن عورتوں

اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

نے جن سے تم نے صحبت کی اور اگر تم نے اُن سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں

وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ

اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ اکٹھا کرو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾

دو بہنوں کو مگر جو پہلے ہو چکا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۶

بقیہ فوائد صفحہ ۱۰۴ ۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے بیٹے یا پوتے نسبی ہوں متبنیٰ نہیں ... اور الا ما قد سلف کا یہ مطلب ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس حکم سے پہلے جو دو بہنوں کو جمع کر لیتے تھے وہ معاف ہے اور فی حجورکم فرمانے سے یہ مطلب ہے کہ جن کو تم اپنی گود میں پالتے ہو اور اُن کی پرورش کرتے ہو یعنی اولاد جیسا اُن سے معاملہ کرتے ہو اور گویا اولاد ہی سمجھتے ہو اس سے اُنکے نکاح کی حرمت اور ظاہر ہو گئی یہ مطلب نہیں کہ اُنکی حرمت کے لیے گود میں رکھنا ضروری ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف محرمات کو ذکر فرما کر اخیر میں اب اُن عورتوں کی حرمت بیان فرمائی جو کسی کے نکاح میں ہوں یعنی جو عورت کسی کے نکاح میں ہے اُس کا نکاح اور کسی سے نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ بذریعہ طلاق یا وفات زوج نکاح سے جُدا نہ ہو جائے اور عدت طلاق یا عدت وفات پوری نہ کر لے اُس وقت تک کوئی اُس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کوئی عورت خاوند والی تمہاری ملک میں آجائے تو وہ اس حکم حرمت سے مستثنیٰ ہے اور وہ تم پر حلال ہے گو اُس کا خاوند زندہ ہے اور اُس نے طلاق بھی اُس کو نہیں دی اور اُسکی صورت یہ ہے کہ کافر مرد اور کافر عورت میں باہم نکاح ہو اور مسلمان دارالحرب پر چڑھائی کر کے اُس عورت کو قید کر کے دارالاسلام میں لے آئیں تو وہ عورت جس مسلمان کو ملیگی اُس کو حلال ہے گو اُس کا زوج دارالحرب میں زندہ موجود ہے اور اُس نے طلاق بھی نہیں دی اب سب محرمات کو بیان فرما کر اخیر میں تاکید فرما دی

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ

اور خاوند والی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ حکم ہوا اللہ کا

عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

تم پر ف اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا بشرطیکہ طلب کرو اُنکو اپنے مال کے بدلے

مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ

قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو ف۲ پھر جس کو کام میں لائے تم اُن عورتوں میں سے تو اُن کو دو

اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ

اُن کے حق جو مقرر ہوئے ف۳ اور گناہ نہیں تم کو اس بات میں کہ ٹھہرا لو تم دونوں آپس کی رضا سے مقرر

الْفَرِيْضَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ

کیے پیچھے بیشک اللہ ہے خبردار حکمت والا ف۴ اور جو کوئی نہ رکھے تم میں مقدور

طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان تو نکاح کرلے اُن سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں

مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ

جو کہ تمہارے آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان ف۵ اور اللہ کو خوب معلوم ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں

بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

ایک ہو ف۶ سو اُن سے نکاح کرو اُن کے مالکوں کی اجازت سے اور دو اُن کے مہر موافق دستور کے

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ

قید میں آنے والیاں ہوں نہ مستی نکالنے والیاں اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں ف۷ پھر جب وہ قید نکاح میں آچکیں

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ

تو اگر کریں بے حیائی کا کام تو اُن پر آدھی سزا ہے بیبیوں کی سزا

الْعَذَابِ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ

سے ف۸ یہ اُسکے واسطے ہے جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے اور صبر کرو تو بہتر ہے

کہ یہ اللہ کا حکم ہے اُنکی پابندی تم پر لازم ہے فائدہ جو عورت کافرہ دارالحرب سے پکڑی ہوئی آئے اُسکے حلال ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک حیض گذر جائے اور وہ عورت مشرک بت پرست نہ ہو بلکہ اہل کتاب میں سے ہو۔ ف۲ یعنی جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی اُن کے سوا سب حلال ہیں چار شرطوں کے ساتھ اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول دونوں طرف سے ہو جائے۔ دوسری یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو تیسری یہ کہ ان عورتوں کو قید میں لانا اور اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود ہو صرف مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے یعنی ہمیشہ کے لئے وہ اُسکی زوجہ ہو جائے چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوٹے مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو اس سے متعہ کا حرام ہونا معلوم ہو گیا جس پر اہل حق کا اجماع ہے چوتھی شرط جو دوسری آیتوں میں مذکور ہے یہ ہے کہ مخفی طور پر دوستی نہ ہو یعنی کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت اس معاملہ کی گواہ ہوں اگر بدون دو گواہوں کے ایجاب و قبول ہوگا تو وہ نکاح درست نہ ہوگا زنا سمجھا جائیگا ف۳ یعنی جس عورت سے نکاح کیا اور اس کے بعد زوج نے اُس سے کسی مدت معین قلیل یا طویل تک نفع بھی حاصل کر لیا کم سے کم یہ کہ ایک ہی دفعہ وطی یا خلوت صحیحہ کی نوبت آ گئی تو اب اُس عورت کا پورا مہر دینا لازم ہے بدون عورت کے بخشے کسی طرح چھوٹ نہیں سکتا البتہ جب تک عورت بالکل کام میں نہ آوے اور زوج طلاق دیدے تو مہر مقررہ کا آدھا دینا ہوگا اور اگر عورت نے انتفاع سے پہلے کوئی ایسی بات کی کہ نکاح ٹوٹ گیا تو زوج کے ذمہ سے سب مہر اتر جائیگا کچھ دینا نہ پڑیگا۔ ف۴ یعنی اگر زوجین مہر مقرر کر لینے کے بعد کسی بات پر راضی ہو جائیں۔ مثلاً عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کچھ کم کر دے یا مرد اپنی رضا سے مہر مقرر سے کچھ زیادہ دے تو وہ مختار ہیں اس میں کچھ گناہ نہیں یہ نہیں کہ مہر مقررہ سے زوج کچھ کم دے یا عورت اُس سے کچھ زیادہ لے تو ناجائز ہے ہاں رضائے باہمی ضرور ہونی چاہیے، اخیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں اور ہر طرح کے نفع و نقصان کو خوب جانتا ہے اور جو حکم فرماتا ہے وہ سراسر حکمت آمیز ہوتا ہے اُسکی متابعت میں تمہارے لئے دارین کی خوبی اور بہبودی ہے اور مخالفت میں سراسر نقصان اور خرابی ہے ف۵ یعنی جس کو اس بات کا مقدور نہ ہو کہ آزاد عورت سے نکاح کر سکے اور اُس کے مہر اور نفقہ کا تحمل کر سکے تو بہتر ہے کہ ایسا شخص آپس میں کسی کی مسلمان لونڈی سے نکاح کرلے کہ اُس کا مہر کم ہوتا ہے اور نفقہ میں بھی یہ سہولت ہے کہ اگر مالک نے اُس کو اپنے یہاں رکھا جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو زوج اُسکے نفقہ سے فارغ البال رہیگا اور اگر زوج کے حوالہ کر دیا تو بھی بہ نسبت نفقہ حرہ تخفیف ضرور رہیگی۔ فائدہ جس کو آزاد عورت سے نکاح کرنے کی مقدرت ہو اُس کو لونڈی سے نکاح کرنا امام شافعی وغیرہ کے نزدیک حرام ہے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب میں مکروہ تنزیہی ہے ایسے ہی صحت نکاح کے لئے لونڈی کا مسلمان ہونا اکثر علماء کے نزدیک ضروری ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک افضل ہے اگر لونڈی کتابیہ سے نکاح کریگا تو وہ بھی امام کے نزدیک جائز ہوگا ہاں اگر کسی کے نکاح میں آزاد عورت ہو تو اُس کو لونڈی سے نکاح کرنا سب کے نزدیک حرام ہے ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ کو تم سب کے ایمان کی اصلی کیفیت معلوم ہے تم کو تو ظاہر پر اکتفا کرنا چاہیے بعضی لونڈی کا ایمان اللہ کے نزدیک بعضی آزاد عورت کے ایمان سے بہتر اور افضل ہو سکتا ہے تو اب حیثیت ایمانی سے لونڈی کے ساتھ نکاح کر لینے میں قباحت اور انکار نہ ہونا چاہیے اور آپس میں تم سب ایک ہو ایک اصل سے پیدا ہوئے ہو ایک دین میں شریک ہو پھر لونڈیوں سے نکاح کرنے کو کیوں معیوب اور ننگ و عار سمجھتے ہو اس کلام سے لونڈیوں کے نکاح کی طرف توجہ دلانا اور اُن سے نفرت کو دور کرنا مطلوب ہے ف۷ یعنی تو اب مناسب ہے کہ حسب بیان بالا ان لونڈیوں سے نکاح کر لیا کرو ان کے مالکوں سے اجازت لے کر اور قاعدہ اور دستور کے موافق اُن کا مہر دیدیا کرو جبکہ وہ خوشی سے قید نکاح میں آئیں مستی نکالنے والیاں اور چھپی اور مخفی یاری کرنے والیاں ہرگز نہ ہوں یعنی زنا نہ ہو کہ اُس میں مہر ہرگز لازم نہ ہو سکیگا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ زنا میں مہر لازم نہیں ہوتا اور نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے ف۸ یعنی جو آزاد مرد یا عورت نکاح سے فائدہ اُٹھا چکے یعنی مجامعت کی نوبت آچکی ہو اور پھر وہ زنا کرے تو وہ سنگسار کیا جائیگا اور اگر نکاح نہیں ہوا بلکہ نکاح سے پہلے ہی زنا کیا تو اُس کے لئے سو کوڑوں کا حکم ہے اور لونڈی اور غلام کے لئے قبل نکاح اور بعد نکاح ہر حالت میں صرف پچاس کوڑے ہیں زیادہ نہیں۔

ف یعنی لونڈیوں سے نکاح کرنے کا ارشاد اور استحسان اسی کے حق میں ہے جو کوئی شخص تم میں ڈرتا ہو مشقت یعنی زنا میں مبتلا ہونے سے اور اگر تم صبر کرو اور باندیوں سے نکاح نہ کرو تو بہت اچھا ہے تمہارے حق میں کیونکہ اولاد آزاد ہوگی ہاں جس کو صبر و تحمل میں کھٹکا ہو تو اس کو بہتر ہے کہ ایسی حالت میں کسی کی لونڈی سے نکاح کرلے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے صبر کرنے والوں پر ف۲ یعنی اللہ تعالیٰ کو ان احکام کے ارشاد سے مطلوب یہی ہے کہ تم کو حلال اور حرام کا حال معلوم ہو جائے اور تم کو پہلے انبیاء کا رستہ نصیب ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ اور مغفرت کرے تمہاری اور اللہ کو تمہارے مصالح اور تمام حالات کا پورا علم ہے اور اس کے ہر حکم اور ہر تدبیر میں حکمت ہے تو اب اگر اس کے حکم کی اطاعت نہ کروگے تو ہدایت سے محروم اور پہلوں کے بھی مخالف اور اللہ کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہوگے **فائدہ** پہلے سے زنا اور لواطت کی حرمت اور ان سے توبہ کرنا اور عورتوں کے متعلق بعضے احکام اور جن عورتوں سے نکاح حرام ہے انکا ذکر اور نکاح کے متعلق مہر وغیرہ قیود و شرائط کا تذکرہ اور بدکاری کی ممانعت اور اس پر سزا کا ذکر تھا اور بچند وجوہ لوگوں کو ان حکموں کی اطاعت دشوار تھی۔ اس لئے اس آیت میں اور آئندہ کی دو آیتوں میں ان احکام کی پابندی کو خوب مؤکد اور مستحکم کرکے مخالفت کو روک دیا واللہ اعلم ف۳ یعنی یہ مختلف قیدیں جو پہلے گذریں اس سے مطلوب تم پر رحمت فرمانا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان قیدوں کی نسبت حکم فرمایا اور جو لوگ اپنی شہوتوں پر فریفتہ ہیں وہ البتہ یہی چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے دور جا پڑو یعنی انہی کی طرح تم بھی اپنی شہوات کا اتباع کرو اور گمراہ ہو جاؤ تو اب جو کچھ کرو سمجھ کر کرو۔ ف یعنی انسان کو اللہ نے ضعیف بنایا ہے اس کو خوب معلوم ہے کہ اپنی شہوات و مرغوبات سے کہاں تک صبر کرسکتا ہے تو اسلیے ہر حکم میں تخفیف کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے یہ نہیں ہوا کہ انسان کے حق میں جو مفید دیکھا وہ اس کے ذمہ لگا دیا سہل ہو یا دشوار مثلاً عورتوں اور شہوت سے صبر کرنا آدمی کو بہت دشوار تھا اسلیے اسکی خواہش پورا کرنے کے لیے طریقے جائز اللہ نے بتلا دیے کہ اس سے اپنا مطلب حاصل کر سکے یہ نہیں کہ تقاضائے شہوت کو بالکل روک دیا گیا ہو حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے شریعت میں تنگی نہیں فرمائی کہ کوئی حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف دوڑے۔ خلاصہ ان آیتوں کا یہ نکلا کہ نفس کو شہوات سے بچانا اور ان تمام قیدوں کا پابند ہونا جو عورتوں کے بارے میں مذکور ہوئیں ہرگز دشوار امر نہیں اور انکی پابندی نہایت ضروری اور سراسر مفید ہے ف۵ مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی کا مال ناحق کھا لینا مثلاً جھوٹ بول کر یا دغابازی سے یا چوری سے ہرگز درست نہیں ہاں اگر سوداگری یعنی بیع و شرا کرو تم باہمی رضامندی سے تو اس میں کچھ حرج نہیں اس مال کو کھالو جس کا خلاصہ یہی نکلا کہ جائز طریقے سے لینے کی ممانعت نہیں جو مال کو ترک کرنا تم پر دشوار ہو۔ ف۶ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے کہ بلا وجہ کسی کے مال یا جان میں تصرف کرنے کو منع فرما دیا اور تم پر ایسے احکام بھیجے جن میں سراسر تمہارے لئے بہبودی اور خیریت ہے ف۷ یعنی اور جو کوئی ظلم اور زیادتی سے باز نہ آئے بلکہ ناحق اوروں کا مال کھائے یا ظلماً کسی کو قتل کر ڈالے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کو آگ میں ڈال دینا خدا تعالیٰ کو دشوار نہیں بالکل سہل اور آسان ہے تو اب کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم تو مسلمان ہیں دوزخ میں کیسے جا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ مالک و مختار ہے اس کو عدل و انصاف سے کون چیز روک سکتی ہے ف۸ پہلی آیت میں مذکور تھا کہ جو کوئی ظلماً کسی کے مال یا جان کو نقصان پہنچائیگا تو اس کی سزا جہنم ہے جس سے معلوم ہو گیا تھا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی بندہ کے لئے موجب عذاب ہے اب اس آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے اجتناب کرنے پر وعدہ مغفرت اور جنت کی توقع اور طمع دلائی جاتی ہے تاکہ اس کو معلوم کرکے ہر ایک آدمی گناہوں سے احتراز کرنے میں کوشش کرے اور معلوم ہو جائے کہ جو کبیرہ گناہ مثلاً کسی کا مال غصب یا سرقہ کرنے یا کسی کو ظلماً قتل کرنے سے بچ گیا جن کا ذکر ابھی گزرا تو اس کے وہ تمام صغیرہ گناہ بخشے جائینگے جن کا مرتکب بغرض تحصیل و تکمیل سرقہ اور قتل ہوا تھا۔ اس آیت میں چند باتیں بحث طلب ہیں مگر اصل سب کی یہی ہے کہ آیت کا اصلی اور عمدہ مطلب معلوم ہو جائے جس سے تمام امور کا جان لینا سہل ہو جائے۔ سو معتزلہ اور انکے موافقین نے سرسری طور پر اس آیت کا یہ مضمون سمجھ لیا کہ اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہوگے یعنی کبیرہ گناہ ایک بھی نہ کروگے تو پھر محض صغیرہ گو کتنے ہی ہوں ضرور معاف کر دیئے جائینگے اور اگر صغائر کے ساتھ کبیرہ کیف ما اتفق ایک یا دو بھی شامل ہو گیا تو اب معافی ممکن نہیں بلکہ سب کی سزا ضروری ہو گئی اور اہل سنت فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کو معافی اور مؤاخذہ کا اختیار بدستور محقق ہے اول صورت میں معافی کا لازم ہونا اور دوسری صورت میں مؤاخذہ کو واجب سمجھنا معتزلہ کی بدفہمی اور کم فہمی ہے۔ اور اس آیت کے ظاہری الفاظ اور سرسری مضمون سے جو معتزلہ کا مذہب راجح نظر آتا ہے اس کا جواب کسی نے تو یہ دیا کہ انتفاء شرط سے انتفاء مشروط کوئی ضروری امر ہرگز نہیں کسی نے یہ کہا کہ لفظ کبائر سے جو آیت میں مذکور ہے اکبر الکبائر یعنی خاص شرک مراد لے لیا اور لفظ کبائر کی جمع لانے کی وجہ تعدد انواع شرک کو قرار دیا اور اسی کے ذیل میں چند اور باتیں بھی زیر بحث آگئیں مگر ہم ان سب امور کو نظر انداز کرکے صرف اس آیت کے محقق اور عمدہ معنی ایسے بیان کئے دیتے ہیں جو نصوص اور عقل کے مطابق اور قواعد اور ارشاد محققین کے موافق ہوں اور بشرط فہم و انصاف معنی مذکور کے بعد تمام ضمنی باتیں خود بخود حل ہو جائیں اور خلاف معتزلہ خود بخود مضمحل ہو کر معتزلہ کے عدم تدبر اور کم فہمی پر حجت قوی بن جائے اور اہل حق کو ان کے ابطال و تردید کی طرف توجہ فرمانے کی حاجت ہی نہ رہے سو غور سے سنیے

لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٢٥ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ

تمہارے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف اللہ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلاوے تم کو

سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٢٦

پہلوں کی راہ اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ف۳

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ

اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہووے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو لگے ہوئے ہیں اپنے مزوں کے پیچھے

اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝٢٧ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ

کہ تم پھر جاؤ راہ سے بہت دور ف اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان

الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝٢٨ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ

بنا ہے کمزور ف اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے

بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَ

کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے ف۵ اور

لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝٢٩ وَمَنْ يَّفْعَلْ

نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ تم پر مہربان ہے ف۶ اور جو کوئی یہ کام

ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي

کرے تعدی سے اور ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے آگ میں اور یہ اللہ

اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝٣٠ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ

پر آسان ہے ف۷ اگر تم بچتے رہوگے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دینگے تم سے

سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝٣١ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ

چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کرینگے تم کو عزت کے مقام میں ف۸ اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی

اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَ

دی اللہ نے ایک کو ایک پر ف۹ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور

کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ارشاد اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ جو کہ یہاں مذکور ہے اور ارشاد اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ جو سورۂ نجم میں موجود ہے ان ہر دو ارشاد کا مدعیٰ ایک ہے صرف لفظوں میں تھوڑا سا فرق ہے تو اب جو مطلب ایک آیت کا ہوگا وہی دوسری آیت کا لیا جائیگا سو سورۂ نجم کی آیت کی نسبت حضرت عبداللہ بن عباس کا ارشاد بخاری وغیرہ کتب حدیث میں صاف موجود ہے عن ابن عباس قَالَ مَارَأَيْتُ شَيْئًا اَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ حَظَّهٗ مِنَ الزِّنٰى اَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَزِنَى الْعَيْنِ النَّظْرُ وَزِنَى اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِيْ وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ وَيُكَذِّبُهٗ انتہیٰ ۔ بشرط فہم اس حدیث کے ہر دو آیاتِ سابقہ کے واقعی اور تحقیقی مطلب کا پورا سُراغ لگ گیا اور حضرت ابن عباس حبرُ الامّۃ اور لسان القرآن کے فرمانے سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ لمم اور علیٰ ہٰذا القیاس سیّاٰت کے معنی اس سے بہتر نہیں ملے تو اب اس مطلب کے مقابلہ میں کوئی دوسری تقریر مضمون آیت کے متعلق کیونکر قابل ترجیح اور لایق پسند ہو سکتی ہے بالخصوص معتزلہ کی ہرزہ گوئی کیسے قابل التفات اور لایق جواب سمجھی جا سکتی ہے اور واقعی حدیث مذکور کا مطلب اور حضرت ابن عباس نے جو اُس سے بات نکالی ایسی عجیب اور قابل قبول تحقیق ہے کہ جس سے مضمون ہر دو آیت خوب محقق ہوگیا اور معتزلہ کے خرافات کی گنجایش اور اہل حق کو اُس کی تردید کی ضرورت بھی نہ رہی اور ذیلی اور ضمنی اقوال و اختلافات بھی بہت خوبی سے طے ہوگئے چنانچہ اہل فہم ادنیٰ تأمل سے سمجھ سکتے ہیں بغرض توضیح ہم بھی حدیث مذکور کا خلاصہ عرض کیے دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ آیت سورۂ نجم میں جو لفظ لَمَمْ فرمایا گیا ہے جس کی کہ معانی کا وعدہ کیا ہے اُس کی تعیین اور تحقیق کے متعلق حدیث ابی ہریرہ سے بہتر ہم کو کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے ذمہ پر جو زنا کا حصہ مقرر فرما دیا ہے وہ ضرور اس کو عمل کر رہیگا سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اُس سے وہ باتیں کیجائیں جو فعل زنا کے لئے مقدمات اور اسباب ہوں اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اُس کی خواہش کرے لیکن فعل زنا کا تحقق اور اُس کا بطلان دراصل فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف ہے یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہوگیا تو آنکھ زبان دل سب کا زانی ہونا محقق ہوگیا اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب و ذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہ ہوا بلکہ زنا سے توبہ اور اجتناب نصیب ہوگیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی تبعیت کے باعث گناہ قرار دیے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہوگئے یعنی اُن کا زنا ہونا باطل ہوگیا اور گویا اُن کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا عبادت بن گئی کیونکہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے صرف اس وجہ سے کہ وہ زنا کے لئے وسیلہ بنتے تھے معصیت میں داخل ہوگئے تھے جب زنا کے لئے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب اُن وسائل کا زنا کے ذیل میں شمار ہونا اور اُن کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح مخالف ہے مثلاً ایک شخص مسجد میں پہنچا چوری کے خیال سے مگر وہاں جا کر عین موقع پر تنبّہ پیش آیا اور چوری سے توبہ کی اور رات بھر اللہ کے واسطے نماز پڑھتا رہا تو ظاہر ہے کہ جو رفتار سرقہ کا ذریعہ نظر آتا تھا وہ اب توبہ اور نماز کا ذریعہ ہوگیا تو اس حدیث ابوہریرہ کو سُن کر عبداللہ بن عباس سمجھ گئے کہ لَمَمْ وہ باتیں ہیں جو دراصل گناہ نہیں مگر گناہ کا سبب ہو کر گناہ بنجاتی ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ بڑے گناہ اور کھلے گناہ سے تو بچتے ہیں ہاں صدور لَمَمْ کی نوبت آجاتی ہے مگر بڑے اور اصلی گناہ کے صدور سے پہلے ہی وہ اپنے قصور سے تائب اور مجتنب ہوجاتے ہیں تو اب ابن عباس نے جیسے حدیث ابوہریرہ سے آیت سورۂ نجم کا مطلب سمجھ لیا ہم کو چاہیے کہ وہی معنی حسب ارشاد ابن عباس ہم آیت سورۂ نساء کے بے تکلف سمجھ لیں جس کے بعد بحمداللہ نہ ہم کو اس کی ضرورت ہوگی کہ اس آیت کی توضیح میں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی مختلف تفسیریں نقل کریں اور نہ معتزلہ کے استدلال کے جواب کا فکر ہوگا اور تکفیر سیّاٰت کی وجہ اور دخول جنت کا سبب بھی بسہولت مطابق قواعد معلوم ہو جائیگا اور اجتناب کے معنی بھی ظاہر ہو جائینگے اور چھوٹی چھوٹی باتیں انشاء اللہ بشرط تدبر طے ہو جائینگی خلاصہ ہر دو آیت مذکور کا حسب ارشاد حدیث و بیان ابن عباس یہ ہوا کہ جو لوگ اُن گناہوں سے رُکینگے اور اُن کے ارتکاب سے اپنے نفس کو ہٹاتے رہیں گے جو گناہ کہ گناہوں کے سلسلہ میں مقصود اور بڑے سمجھے جاتے ہیں تو اس اجتناب اور رُک جانے کی وجہ سے اُن کے وہ بُرے کام جو اُنہوں نے کسی بڑے گناہ کے حصول کی طمع میں کئے ہیں معاف کر دیے جائیں گے اور حسب ارشاد وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى وہ لوگ جنت میں داخل ہونگے۔ یہ مطلب نہیں کہ سلسلۂ زنا کے صغائر کسی دوسرے سلسلہ کے بڑے گناہ مثلاً شراب خواری نہ کرنے سے فروگذاشت ہو جائیں گے یا شراب خواری کی وجہ سے اُن کا مواخذہ لازم اور واجب ہو جائیگا واللہ اعلم۔

ف۹ یعنی حق تعالیٰ جو کسی کو کسی پر کسی امر میں شرافت و فضیلت اور اختصاص و امتیاز عنایت فرمائے تو تم اُس کی ہوس اور حرص مت کرو کیونکہ یہ بھی گویا ایسا ہی ہے کہ کسی کے خاص مال اور جان میں بلا وجہ دست اندازی کیجائے جس کی حرمت ابھی گذر چکی اور نیز اس سے باہم تحاسد و تباغض پیدا ہوتا ہے اور حکمت الٰہی کی مخالفت بھی لازم آتی ہے۔ بعض عورتوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا سبب ہے کہ ہر جگہ حق تعالیٰ مردوں کو خطاب فرماتا ہے اور اُن کو حکم کرتا ہے عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا اور میراث میں مرد کو دُہرا حصہ دیا جاتا ہے عورت نے اس آیت میں اُن سب کا جواب ہوگیا۔

لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِن فَضْلِهِ ۚ إِنَّ
عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اُس کا فضل بیشک

اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٣٢﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ
اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ف۱ اور ہرکسی کے لئے ہم نے مقرر کردیئے ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ
مریں ماں باپ اور قرابت والے اور جن سے معاہدہ ہؤا تمہارا اُن کو دیدو

نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ
اُن کا حصہ بیشک اللہ کے روبرو ہے ہر چیز ف۲ مرد حاکم ہیں

(ع ٥/٨ ٢)

عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ
عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہوں نے

أَمْوَالِهِمْ ۚ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۚ
اپنے مال ف۳ پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے ف۴

وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ
اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو اُن کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں

وَاضْرِبُوهُنَّ ۖ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللّٰهَ
اور مارو ف۵ پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو اُن پر راہ الزام کی بیشک اللہ ہے

كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴿٣٤﴾ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا
سب سے اوپر بڑا ف۶ اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف

مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ
مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے ف۷ اگر یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرادیں تو اللہ موافقت کردیگا

بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا
اُن دونوں میں بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے ف۸ اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو

ف۱ یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے حصہ مقرر ہے جیسا کچھ وہ کام کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہؤا کہ ہر ایک کو اُسکے عمل کا بدلا پورا ملتا ہے اس میں ہرگز کمی نہیں کیجاتی جو کسی کو شکایت کا موقع ملے ہاں یہ بات دوسری ہے کہ وہ اپنی حکمت اور رحمت کے مطابق کسی کو خاص بڑائی اور فضیلت عنایت کرے اسکی حرص اور شکایت کرنی بیجا ہوس ہے البتہ اپنے عمل کے معاوضہ سے اور زیادہ ثواب و انعام مانگو تو بہتر اور مناسب ہے اس میں کچھ خرابی نہیں تو اب جو فضل کا طالب ہو اُس کو لازم ہے کہ عمل کے ذریعہ سے طلب کرے حسد اور تمنی سے فضل کا طالب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کو ہر ایک چیز کا پورا علم ہے ہر ایک کے درجے اور اُسکے استحقاق کو خوب جانتا ہے اور ہر ایک کے مناسب شان اُس سے معاملہ کرتا ہے تو اب جس کو فضیلت عطا کرتا ہے سراسر علم اور حکمت کے مطابق ہے کوئی اپنی لاعلمی کی وجہ سے کیوں اُس میں خلجان کرے ف۲ یعنی مرد ہو یا عورت ہر ایک کے لیے تم میں سے اے مسلمانوں ہم نے وارث مقرر کردیے اُس مال کے جس کو چھوڑ مریں والدین اور قرابت والے کسی کو اس سے محروم نہیں رکھا اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہو اہے اُنکو اُن کا حصہ ضرور پہنچادو اللہ تعالیٰ کو تمام امور کا علم ہے کہ وارثوں کا کیا حصہ ہونا چاہیئے اور جن سے معاہدہ ہوا ہے اُن کو کیا ملنا چاہیئے اور ہمارے ان احکام کو کون بجالاتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے فائدہ اکثر لوگ حضرت کے ساتھ اکیلے اکیلے مسلمان ہوگئے تھے اور اُنکا سب کنبہ اور تمام اقربا کافر چلے آتے تھے تو اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی کردیا تھا وہی دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے جب ان کے اقربا بھی مسلمان ہوگئے تب یہ آیت اُتری کہ میراث تو اقربا اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے اب رہگئے وہ منہ بولے بھائی تو ان کے لئے میراث نہیں ان زندگی میں اُنکے ساتھ سلوک ہے اور مرتے وقت کچھ وصیت کردے تو مناسب ہے مگر میراث میں کوئی حصہ نہیں۔ ف۳ پہلی آیتوں میں مذکور تھا کہ مرد اور عورتوں کے حقوق کی پوری رعایت فرمائی گئی اگر رعایت حقوق میں فرق ہوتا تو عورتوں کو شکایت کا موقع ہوتا۔ اب اس آیت میں مرد اور عورت کے درجہ کو بتلاتے ہیں کہ مرد کا درجہ بڑھا ہوا ہے عورت کے درجہ سے اس لیے فرق مدارج کے باعث جو احکام میں فرق ہوگا وہ سراسر حکمت اور قابل رعایت ہوگا۔ اُس میں عورت اور مرد بقاعدہ حکمت ہرگز برابر نہیں ہوسکتے عورتوں کو اُسکی خواہش کرنی بالکل بیجا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے حاکم اور نگران حال بنایا دو وجہ سے اول بڑی اور وہبی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم و عمل میں کہ جن دونوں پر تمام کمالات کا مدار ہے فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی جس کی تشریح احادیث میں موجود ہے دوسری وجہ جو کسبی ہے یہ ہے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور مہر اور خوراک اور پوشاک جملہ ضروریات کا تکفل کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کی حکم برداری چاہیے فائدہ ایک صحابیہ نے اپنے خاوند کی نافرمانی کی آخر کو مرد نے ایک طمانچہ مارا عورت نے اپنے باپ سے فریاد کی عورت کے باپ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر احوال ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ خاوند سے بدلہ لیوے اتنے میں یہ آیت اُتری اس پر آپ نے فرمایا کہ ہم نے کچھ چاہا اور اللہ تعالیٰ نے کچھ اور چاہا اور جو کچھ اللہ نے چاہا وہی خیر ہے ف۴ یعنی جو عورتیں نیک ہیں وہ مردوں کی تابعداری کرتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق خاوند کے پیٹھ پیچھے اُس کی رضا کے موافق اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اپنے نفس اور مال زوج میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں ف۵ یعنی اگر کوئی عورت خاوند کی بدخوئی کرے تو پہلا درجہ تو یہ ہے کہ مرد اُس کو زبانی فہمایش کرے اور سمجھاوے اگر نہ مانے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ جدا سووے لیکن اُسی گھر میں اس پر بھی نہ مانے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اُس کو مارے بھی پر نہ ایسا کہ جس کا نشان باقی رہے یا ہڈی ٹوٹے ہر تقصیر کا ایک درجہ ہے اُسی کے موافق تادیب اور تنبیہ کی اجازت ہے جس کے تین درجے ترتیب وار آیت میں مذکور ہیں اور مارنا پیٹنا آخر کا درجہ ہے سرسری قصور پر نہ مارے ہاں قصور زیادہ ہو پھر مارنے میں حرج نہیں جس قدر مناسب ہو مارے پیٹے مگر اس کا لحاظ رہے کہ ہڈی نہ ٹوٹے اور نہ ایسا زخم پہنچائے جس کا نشان باقی رہجائے ف۶ یعنی وہ عورتیں تمہاری نصیحت یا علیحدگی یا ضرب و تادیب کے بعد اگر بدخوئی اور نافرمانی سے باز آجائیں اور بظاہر مطیع ہوجائیں تو تم بھی بس کرجاؤ اور اُن کے قصوروں کی ہو کرید مت کرو اور خواہ مخواہ اُن کے ملزم بنانے میں خدا سے ڈرو بیشک اللہ تم سب سے غالب اور سب پر حاکم ہے نہ عورتوں کے معاملہ میں خواہ مخواہ کی بدگمانی سے کام لو اور نہ تھوڑے قصور پر زیادہ سزا دو بلکہ ہر قصور کی ایک حد ہے اور مارنا اخیر کا درجہ ہے ف۷ یعنی اے مسلمانو اگر تم کو اندیشہ ہو کہ خاوند اور عورت میں مخالفت اور ضد ہے وہ اپنے باہمی نزاع کو خود نہ سلجھا سکیں گے تو تم کو چاہیئے کہ ایک منصف مرد کے اقارب میں سے اور ایک منصف عورت کے اقارب میں سے مقرر کرکے بغرض فیصلہ زوجین کے پاس بھیجو کیونکہ اقارب کو اُن کے حالات بھی زیادہ معلوم ہونگے اور اُن سے خیر خواہی کی بھی زیادہ اُمید ہے یہ دونوں منصف احوال کی تحقیق کرینگے اور جس کا جتنا قصور دیکھیں گے اُس کو سمجھا کر باہم موافقت کرادینگے ف۸ یعنی اگر دونوں منصف اصلاح بین الزوجین کا قصد کرینگے تو اللہ تعالیٰ اُن کے حسن نیت اور حسن سعی سے زوجین میں موافقت کرادیگا بیشک اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں کا علم اور اطلاع ہے۔ رفع نزاع اور حصول اتفاق کے اسباب اور کیفیات اُس کو خوب معلوم ہیں اس لئے نزاع زوجین کے رفع ہونے میں کوئی دشواری نہ ہوگی انشاء اللہ

بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ

اُس کا کسی کو ف۱ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور

الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے

وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ

اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کیساتھ بیشک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے

مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۟ۙ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ

والا بڑائی کرنے والا ف۲ جو کہ بخل کرتے ہیں اور سکھلاتے ہیں لوگوں کو بخل

وَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا

اور چھپاتے ہیں جو اُن کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لئے عذاب

مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

ذلت کا ف۳ اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کے دکھانے کو اور ایمان نہیں لاتے

بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ

اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ بہت برا

قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَ مَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا

ساتھی ہے ف۴ اور کیا نقصان تھا اُن کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور خرچ کرتے اللہ

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ

کے دیے ہوئے میں سے اور اللہ کو اُن کی خوب خبر ہے ف۵ بیشک اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک

ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا

ذرہ برابر اور اگر نیکی ہو تو اُس کو دونا کر دیتا ہے اور دیتا ہے اپنے پاس سے بڑا

عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ

ثواب ف۶ پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر اُمت میں سے احوال کہنے والا اور بلاویں گے تجھ کو

ف۱ یعنی عبادت اور نیک عمل خدا پر یقین کر کے اور ثواب آخرت کی توقع سے کرو فخر اور ریا سے مال دینا یہ بھی شرک ہے گو کم درجہ کا ہے۔ ف۲ یتامیٰ اور نساء اور ورثہ اور زوجین کے حقوق اور اُن کے ساتھ حسن معاملہ کو بیان فرما کر اب یہ ارشاد ہے کہ ہر ایک کا حق درجہ بدرجہ تعلق کے موافق اور حاجتمندی کے مناسب ادا کرو سب سے مقدم اللہ تعالیٰ کا حق ہے پھر ماں باپ کا پھر درجہ بدرجہ سب واسطہ داروں اور حاجتمندوں کا اور ہمسایہ قریب اور غیر قریب سے مُراد قرب و بُعد نسبی ہے یا قرب و بُعد مکانی صورت اولیٰ میں یہ مطلب ہوگا کہ ہمسایۂ قرابتی کا حق ہمسایۂ اجنبی سے زیادہ ہے اور صورت ثانیہ کا مدعا یہ ہوگا کہ پاس کے ہمسایہ کا حق ہمسایۂ بعید یعنی جو کہ فاصلہ سے رہتا ہے اُس سے زیادہ ہے اور پاس بیٹھنے والے میں رفیق سفر اور پیشہ کے اور کام کے شریک اور ایک آقا کے دو نوکر اور ایک اُستاد کے دو شاگرد اور دوست اور شاگرد اور مرید وغیرہ سب داخل ہیں اور مسافر میں مہمان غیر مہمان دونوں آگئے اور مال مملوک غلام اور لونڈی کے علاوہ دیگر حیوانات کو بھی شامل ہے آخر میں فرما دیا کہ جس کے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہوتی ہے کہ کسی کو اپنی برابر نہ سمجھے اپنے مال پر مغرور اور عیش میں مشغول ہو وہ ان حقوق کو ادا نہیں کرتا سو اس سے احتراز رکھو اور جُدا رہو ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا خود پسند اور تکبر کرنیوالوں کو جو کہ بخل کرتے ہیں اور اپنے مال اور علم خداداد کو لوگوں سے چھپاتے ہیں کسی کو نفع نہیں پہنچاتے اور قولاً و عملاً دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دلاتے ہیں اور ان کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے فائدہ یہ آیت یہودیوں کے بارہ میں نازل ہوئی جو فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں خود بھی بخل کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی روکنا چاہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو توریت میں مذکور تھے اور حقانیت اسلام کی آیات جو موجود تھیں اُن کو چھپاتے تھے۔ سو مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے۔ ف۴ اور وہ خود پسند متکبر وہ لوگ ہیں کہ اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتے ہیں یعنی اللہ کے لئے خرچ کرنے میں تو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں لیکن لوگوں کے دکھلانے کو اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں اور اُن کو نہ اللہ پر ایمان ہے نہ قیامت کے دن پر کہ حصول رضائے حق تعالیٰ اور تحصیل ثواب اُخروی اُن کو مقصود ہو۔ اور اللہ کے یہاں مقبول اور پسندیدہ یہ ہے کہ اُن حقداروں کو دیا جائے جن کا اول ذکر ہو چکا اور دینے میں اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی توقع ہو اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں جیسا بخل کرنا بُرا ہے ویسا ہی لوگوں کے دکھلانے کو خرچ کرنا بُرا ہے اور ایسا کام وہی کرتے ہیں جن کا رفیق شیطان ہے جو اُن کو ایسے کام پر آمادہ کرتا ہے ف۵ یعنی ان کافروں کا کچھ نقصان نہ تھا اگر وہ بجائے کفر اللہ اور دن قیامت پر ایمان لاتے اور بجائے بخل و ریا اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتے بلکہ اُن کا سراسر نفع تھا ضرر تو اس میں ہے جس کو وہ اختیار کر رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا اور کس نیت سے کر رہے ہیں اسی کا عوض اُنکو ملیگا پہلی آیت میں ینفقون اموالھم فرمایا تھا مال کو اُنکی طرف منسوب کیا تھا۔ اب وانفقوا مما رزقھم اللہ فرمایا اس میں لطیف اشارہ ہے کہ وہ لوگ اپنا مال سمجھ کر جس طرح جی چاہتا ہے خرچ کرتے ہیں اُنکو چاہئے تھا کہ اللہ کا مال سمجھ کر اُسکے حکم کے موافق خرچ کرتے ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا حق ایک ذرہ کی برابر بھی ضائع نہیں فرماتا سو ان کافروں پر جو عذاب ہوگا وہ عین انصاف اور اُنکی بداعمالی کا بدلہ ہے اور اگر ذرہ برابر بھی کسی کی نیکی ہوگی تو اضعاف مضاعف اُسکا اجر دیگا اور اپنی طرف سے ثواب عظیم بطور انعام اس

بقیہ فوائد صفحہ ۱۰۹

جب تم کو کفر اور ریا کی خرابی معلوم ہو چکی اور اُن کے اضداد کی خوبی واضح ہو چکی تو اس سے نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھنے کی خرابی کو بھی خوب سمجھ لو کہ اُن کا منشا بھی وہی ہے جو کفر و ریا کا منشا تھا اس لئے نشہ میں نماز کے نزدیک نہ جانا چاہئے تاوقتیکہ تم کو اس قدر ہوش نہ آجائے کہ جو منہ سے کہو اُس کو سمجھ بھی سکو اور نہ حالت جنابت میں نماز کے نزدیک جانا چاہیے تاوقتیکہ غسل نہ کر لو مگر حالت سفر میں اُس کا حکم آگے مذکور ہے **فائدہ** یہ حکم اُس وقت تھا کہ نشہ اُس وقت تک حرام نہ ہوا تھا لیکن نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی تھی روایات میں منقول ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی دعوت میں جمع تھی چونکہ شراب اُس وقت تک حرام نہ ہوئی تھی اس لئے اُنہوں نے شراب پی تھی مغرب کا وقت آگیا تو سب اُسی حالت میں نماز کو کھڑے ہو گئے امام نے سورۂ قل یا ایہا الکافرون میں لا اعبد ما تعبدون کی جگہ اعبد ما تعبدون بیہوشی میں پڑھ دیا جس سے معنی بالکل خلاف اور غلط ہو گئے اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اب اگر نیند کے غلبہ یا بیماری کی وجہ سے کسی کا ایسا حال ہو جائے کہ اُس کی خبر نہ رہے کہ میں نے کیا کہا تو ایسی حالت کی نماز بھی درست نہ ہوگی جب ہوش آئے تو اُس کی قضا ضرور کر لے **ف۴** یعنی حالت جنابت میں نماز کا نہ پڑھنا تاوقتیکہ غسل نہ کرلے یہ حکم جب ہے کہ کوئی عذر نہ ہو اور اگر کوئی ایسا عذر پیش آئے کہ پانی کے استعمال سے معذوری ہو اور طہارت کا حاصل کرنا ضروری ہو تو ایسے وقت میں زمین سے تیمم کر لینا کافی ہے۔ اب پانی کے استعمال سے معذوری کی تین صورتیں بتلائیں ایک بیماری کہ اُس میں پانی ضرر کرتا ہے دوسری یہ کہ سفر در پیش ہے اور پانی اتنا موجود ہے کہ وضو کرلے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے دور تک پانی نہ ملیگا تیسری یہ کہ پانی بالکل موجود ہی نہیں اس پانی موجود نہ ہونے کی صورت کے ساتھ دو صورتیں طہارت کے ضروری ہونے کی بیان فرمائیں ایک یہ کہ کوئی جائے ضرور سے فارغ ہو کر آیا اُس کو وضو کی حاجت ہے دوسری یہ کہ عورت سے صحبت کی ہو تو اُس کو غسل کی ضرورت ہے **فائدہ** تیمم کی صورت یہ ہے کہ پاک زمین پر دونوں ہاتھ مارے پھر سارے منہ پر اچھی طرح مل لیوے پھر دونوں ہاتھ زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک مل لے مٹی طاہر ہے اور بعض چیزوں کے لئے مثل پانی کے مطہّر بھی ہے مثلاً خُف، تلوار، آئینہ وغیرہ اور جو نجاست زمین پر گر کر خاک ہو جاتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور نیز ہاتھ اور چہرہ پر مٹی ملنے میں تذلّل اور عجز بھی پورا ہے جو گناہوں سے معافی مانگنے کی اعلیٰ صورت ہے سو جب مٹی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست کو زائل کرتی ہے تو اس لئے بوقت معذوری پانی کی قائم مُقام کی گئی اس کے سوا مقتضائے آسانی و سہولت جس پر حکم تیمم مبنی ہے یہ ہے کہ پانی کی قایم مقام ایسی چیز کیجائے جو پانی سے زیادہ سہل الوصول ہو سو زمین کا ایسا ہونا ظاہر ہے کیونکہ وہ سب جگہ موجود ہے نیز خاک انسان کی اصل ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے میں گناہوں اور خرابیوں سے بچاؤ ہے۔ کافر بھی آرزو کرینگے کہ کسی طرح زمین میں ملجائیں جیسا پہلی آیت میں مذکور ہوا **ف۵** یعنی اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے وقت تیمم کی اجازت دیدی اور مٹی کو پانی کے قایم مقام کر دیا اس لئے کہ وہ سہولت اور معافی دینے والا ہے اور بندوں کی خطائیں بخشنے والا ہے اپنے بندوں کے نفع اور آسایش کو پسند فرماتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں نشہ کی حالت میں جو کچھ کا کچھ پڑھا گیا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا جس سے یہ خلجان نہ رہا کہ آیندہ کو تو ایسی حالت میں نماز نہ پڑھیں گے مگر جو پہلے غلطی ہو گئی شاید اُس کی نسبت مواخذہ ہو **ف۶** ان آیات میں یہود کے بعض قبائح اور اُن کے مکر و فریب کا بیان ہے اور اُن کی ضلالت اور کفر پر خود اُن کو اور نیز دوسروں کو مطلع کرنا ہے تاکہ اُن سے علیحدہ رہیں چنانچہ ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا سے لے کر یاایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ تک یہود کے قبائح مذکور ہو چکے ہیں۔ بیچ میں ایک خاص مناسبت سے نشہ اور جنابت میں نماز سے ممانعت فرما کر پھر یہود کے قبائح کا بیان ہے۔ یہود کو کتاب سے کچھ حصہ ملا یعنی لفظ پڑھنے کو ملے اور عمل کرنا جو اصل مقصود تھا نہیں ملا اور گمراہی خرید کرتے ہیں یعنی پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اوصاف کو دنیا کی عزت اور رشوت کے واسطے چھپاتے ہیں اور جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی دین سے پھر کر گمراہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اے مسلمانو تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے تم ایسا ہرگز نہیں جانتے سو اللہ کے فرمانے پر اطمینان کرو اور اُن سے بچو اور اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے لئے کافی ہے اس لئے دشمنوں کے اس قسم کا اندیشہ مت کرو اور دین پر قایم رہو **ف۷** یعنی یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو توریت میں نازل فرمایا اُس کو اپنے ٹھکانے سے پھیرتے اور بدلتے ہیں یعنی تحریف لفظی اور معنوی کرتے ہیں **ف۸** یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو کوئی حکم سُناتے تو یہود جواب میں کہتے ہم نے سن لیا مطلب یہ ہوا کہ قبول کر لیا لیکن آہستہ سے کہتے تھے کہ نہ مانا یعنی ہم نے فقط کان سے سُنا دل سے نہیں مانا **ف۹** یعنی اور جب یہود حضرت سے خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سُن نہ سنایا جائیو تو یعنی ایسے کلام بولتے ہیں جس کے دو معنی ہوں ایک معنی کے اعتبار سے دعا یا تعظیم ہو تو دوسرے معنی کی رو سے بد دعا اور تحقیر ہو سکے چنانچہ یہ کلام بظاہر دعائے خیر ہے۔ مطلب یہ کہ تو ہمیشہ غالب اور معزز رہے کوئی تجھ کو بُری اور خلاف بات نہ سُنا سکے اور دل میں نیت یہ رکھے کہ تو بہرا ہو جائیو۔

ف۱ یعنی ان کافروں کا کیا بُرا حال ہوگا جس وقت کہ بلائینگے ہم ہر اُمت اور ہر قوم میں سے گواہ اُن کے حالات بیان کرنیوالا اور اُن کے واقعی معاملات ظاہر کرنیوالا اس سے مراد ہر اُمت کا نبی اور ہر عہد کے صالح اور معتبر لوگ ہیں کہ وہ قیامت کو نافرمانوں کی نافرمانی اور فرمانبرداروں کی فرمانبرداری بیان کرینگے اور سب کے حالات کی گواہی دینگے۔ اور تم کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پر یعنی تمہاری اُمت پر مثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے احوال بتانے والا اور گواہ بنا کر لادینگے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ھٰؤلاء کا اشارہ انبیائے سابقین یا کفار مذکورہ بالا کی طرف ہو اول صورت میں انبیاء مراد ہوں تو مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے سابقین کی صداقت پر گواہی دینگے جبکہ اُن کی اُمتیں اُن کی تکذیب کرینگی اور دوسرے احتمال سے کفار مراد ہوں تو مطلب یہ ہے کہ انبیائے سابقین جیسا اپنی اپنی اُمت کے کفار فساق کے کفر وفسق کی گواہی دینگے تم بھی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی بداعمالی پر گواہ ہوگے جس سے اُنکی خرابی اور بُرائی خوب محقق ہوگی ف۲ یعنی جس دن ہر اُمت میں سے اُن کے حالات بیان کرنیوالا بلایا جائیگا اُس دن کافر اور نافرمان لوگ اس بات کی تمنا کرینگے کہ کاش ہم زمین میں ملا دیے جاتے اور مٹی میں مل کر نیست و نابود ہوجاتے آج پیدا نہ ہوتے اور ہم سے حساب وکتاب نہ ہوتا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفاء نہ کرسکیں گے اور ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔ شروع سورت سے مسلمانوں کو اقارب اور زوجین وغیرہ کے ادائے

عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ

ان لوگوں پر احوال بتانے والا ف۱ اس دن آرزو کرینگے وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی

لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

کہ برابر ہو جاویں زمین کے اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات ف۲ اے ایمان

اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

والو نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى

اور نہ اسوقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کرلو ف۳ اور اگر تم مریض ہو

اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ

یا سفر میں یا آیا ہے کوئی شخص تم میں جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ

پھر نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو زمین پاک کا پھر ملو اپنے منہ کو اور

اَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٤٣﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

ہاتھوں کو ف۴ بیشک اللہ ہے معاف کرنیوالا بخشنے والا ف۵ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو

اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ

ملا ہے کچھ حصہ کتاب سے خرید کرتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ

تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاۗىِٕكُمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ڭ

تم بھی بہک جاؤ راہ سے ☆ اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے حمایتی اور

وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ

اللہ کافی ہے مددگار ف۶ بعضے لوگ یہودی پھیرتے ہیں بات کو اس کے

مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ

ٹھکانے سے ف۷ اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا ف۸ اور کہتے ہیں کہ سن نہ سنایا جائیو ف۹ اور

حقوق کی تاکید اور کسی کی حق تلفی کرنے اور جانی مالی نقصان پہنچانے کی ممانعت اور معاصی کی خرابی پر مطلع کرکے اُس کے بعد واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا فرما کر اقارب اور یتامیٰ اور مساکین اور ہمسایوں وغیرہ کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کا ارشاد کرکے اُسی کے ذیل میں تکبر اور خود پسندی اور بخل و ریا سے ڈرایا تھا جو ایسے عیب ہیں کہ دوسروں کے حق ادا کرنے اور کسی کے ساتھ سلوک کرنے سے روکتے بھی ہیں اور روپیہ پیسہ دینے والوں اور لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے والوں کی طبیعت میں خواہ مخواہ آنے بھی لگتے ہیں۔ اب ان تمام حکموں کے آخر میں پھر مسلمانوں کو صریح خطاب فرما کر خاص نماز کی بابت جو سب عبادتوں میں اعلیٰ اور افضل ہے اور شریعت میں جس قدر اُس کا اہتمام کیا ہے اور اُس کے ارکان و شرائط و آداب وغیرہ کو مفصل بتلایا ہے کسی عبادت کا اس قدر اہتمام نہیں کیا دو باتوں کی تاکید فرمائی جو امور متعلقہ صلوٰۃ میں سب سے اہم اور نفس پر شاق ہیں اور ارکان صلوٰۃ کی صحت اور خوبی کے لیے جسم اور جان ہیں۔ اول یہ کہ نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ تاوقتیکہ جو منہ سے نکلے اُس کو سمجھ بھی لو اور جنابت میں بھی نماز سے دور رہو یہاں تک کہ غسل کرکے تمام بدن کو خوب پاک کرلو کیونکہ نماز میں دو امر مہتم بالشان ہیں ایک حضور اور خشوع دوسرے طہارت اور نظافت اور جملہ امور متعلقہ صلوٰۃ میں یہی دو امر نفس پر شاق بھی ہیں اور نشہ خشوع اور حضور کے مخالف ہے تو جنابت طہارت و نظافت کے منافی ہے بلکہ نشہ چونکہ مثل نوم اور غشی ناقض وضو ہے تو اس لئے طہارت کے بھی مخالف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نماز کو پورے اہتمام سے پڑھو اور جملہ امور ظاہری اور باطنی کا لحاظ رکھو گو نفس پر شاق ہو باقی اس خاص موقع پر اس تاکید اور تقیید کے ارشاد فرمانے سے دو نفع معلوم ہوتے ہیں اول یہ کہ احکام کثیرہ مذکورہ بالا جن میں حقوق اور معاملات باہمی اور عبادات جانی و مالی کا ذکر تھا اُن سب کو بجالانے کے ساتھ بخل اور ریا اور خود پسندی اور بڑائی سے بھی مجتنب رہنا چونکہ نفس پر شاق ہے اور سننے والوں کو خلجان کا موقع ہے تو اُس دشواری اور خلجان کا علاج بتانا منظور ہے یعنی نماز کو اُس کی شرائط و آداب ظاہری و باطنی کے ساتھ ادا کروگے تو جملہ اوامر و نواہی مذکورہ بالا کی تعمیل تم پر سہل ہوجائیگی کیونکہ نماز کی وجہ سے جملہ اوامر و عبادات میں سہولت اور رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ دیگر آیات و احادیث میں مذکور ہے اور علمائے محققین نے تصریح فرمائی ہے۔ دوسرے یہ کہ احکام کثیرہ سابقہ کو سن کر بعید نہیں جو کاہل کم ہمت اپنے آپ کو مجبور خیال کرکے ہمت ہار دیں اور اُس کاہلی کا اثر نماز میں بھی ظاہر ہونے لگے جس کے شرائط و آداب بہت کچھ ہیں اور جو ہر وقت موجود ہے اس لئے نماز کا اہتمام مناسب ہوا۔ الحاصل جو کوئی اقامت صلوٰۃ کا اہتمام اور التزام رکھیگا اُس کو دیگر احکام جانی و مالی میں بھی آسانی اور سہولت ہوگی اور جو کوئی دیگر احکام میں کاہلی اور بے پروائی کرتا ہے اُس سے اقامت صلوٰۃ میں بھی کوتاہی کرنا بعید نہیں، واللہ اعلم ف۳ پہلی آیات میں مسلمانوں کو خطاب تھا واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا الی آخر الآیات، اور اُسی کے ذیل میں کفار کی مذمت بیان فرمائی تھی جو کہ امور مذکورہ سابقہ کی مخالفت کرتے تھے اب اُس کے بعد پھر مسلمانوں کو دربارہ صلوٰۃ بعض خاص ہدایتیں کیجاتی ہیں اور ان ہدایات کو ماقبل کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ اس سے پہلے کفار اور اہل کتاب کی دو خرابیوں کا خاص طور پر ذکر تھا ایک اللہ پر ایمان نہ لانا دوسرے اپنا مال اللہ کے لئے خرچ نہ کرنا بلکہ لوگوں کو دکھانے کو اور اپنی عزت بڑھانے کو مال خرچ کرنا اور ظاہر ہے کہ پہلی خرابی کا منشا تو علم کا نقصان اور جہل کا غلبہ ہے اور دوسری خرابی کی وجہ ہوائے نفس اور اپنی خواہش ہے جس سے معلوم ہوگیا کہ گمراہی کے بڑے سبب دو ہیں اول جہل جس میں حق و باطل کی تمیز ہی نہیں ہوتی دوسرے خواہش و شہوت جس سے باوجود تمیز حق و باطل حق کے موافق عمل نہیں کرسکتا کیونکہ شہوات سے قوت ملکی ضعیف اور قوت بہیمیہ قوی ہوجاتی ہے جس کا نتیجہ ملائکہ سے بُعد اور شیاطین سے قرب ہے جو بہت سی خرابیوں کی جڑ ہے تو اب اس مناسبت سے حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کو نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے اول منع فرمایا کہ یہ جہل کی حالت ہے اس کے بعد جنابت میں نماز پڑھنے سے روکا کہ یہ حالت ملائکہ سے بُعد اور شیاطین سے قرب کی حالت ہے حدیث میں وارد ہے کہ جہاں جنبی ہوتا ہے وہاں ملائکہ نہیں آتے واللہ اعلم اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو

رَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا

کہتے ہیں راعنا موڑ کر اپنی زبان کو اور عیب لگانے کو دین میں ف۳ اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا

وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَھُمُ

اور مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر ہوتا ان کے حق میں اور درست لیکن لعنت کی اُن پر

اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۴۶ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اللہ نے اُنکے کفر کے سبب سو وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم ف۳ اے کتاب والو

اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ

ایمان لاؤ اُس پر جو ہم نے نازل کیا تصدیق کرتا ہے اُس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے پہلے اس سے کہ ہم مٹا ڈالیں

وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓي اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَھُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ

بہت سے چہروں کو پھر اُلٹ دیں اُنکو پیٹھ کی طرف یا لعنت کریں اُن پر جیسے ہم نے لعنت کی ہفتہ کے دن

السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۴۷ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ

والوں پر اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے ف۴ بیشک اللہ نہیں بخشتا اُس کو جو اُس کا

بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ

شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اُس نے

افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝۴۸ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ ۭ

بڑا طوفان باندھا ف۵ کیا تو نے نہ دیکھا اُن کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں

بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۴۹ اُنْظُرْ كَيْفَ

بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے جس کو چاہے اور اُن پر ظلم نہ ہوگا تاگے برابر ف۶ دیکھ کیسا

يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۵۰ۧ اَلَمْ تَرَ

باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے یہی گناہ صریح ف۷ کیا تو نے نہ دیکھا

اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ

ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا جو مانتے ہیں بتوں کو اور شیطان کو

ع ۸ ۴

ف۱ یعنی حضرت کی خدمت میں آتے تو یہود راعنا کہتے اس کے بھی دو معنی ہیں ایک اچھے ایک بُرے جن کا بیان سورۂ بقرہ میں گذر چکا اچھے معنی تو یہ کہ ہماری رعایت کرو اور شفقت کی نظر کرو کہ تمہارا مطلب سمجھ لیں اور جو پوچھنا ہو پوچھ سکیں اور بُرے معنی یہ کہ یہود کی زبان میں یہ کلمہ تحقیر کا ہے یا زبان کو دبا کر راعینا کہتے جس کے معنی تو ہمارا چرواہا ہے اور یہ اُن کی محض شرارت تھی کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ ف۲ یعنی یہود ان کلمات کو اپنے کلام میں رلا ملا کر ایسے انداز سے کہتے کہ سننے والے اچھے ہی معنوں پر محمول کرتے اور بُرے معنوں کی طرف دھیان بھی نہ جاتا اور دل میں بُرے معنی مراد لیتے اور پھر دین میں یہ عیب لگاتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب ضرور معلوم کر لیتا سو اللہ تعالیٰ نے اُن کے فریب کو خوب کھول دیا ف۳ حق تعالیٰ اللہ یہود کے تین قول مذموم بیان فرما کر اب بطور ملامت و ہدایت ارشاد کرتے ہیں کہ اگر یہود عصینا کی جگہ اطعنا کہتے اور بجائے اسمع غیر مسمع کے صرف اسمع کہتے اور راعنا کے عوض انظرنا کہتے تو اُن کے حق میں بہتر ہوتا اور یہ بات درست اور سیدھی ہوتی اور اُس بیہودگی اور شرارت کی گنجائش نہ ہوتی جو کلمات سابقہ سے یہود بُرے معنی اپنے دل میں مُراد لیا کرتے تھے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو اُنکے کفر کے باعث اپنی رحمت اور ہدایت سے دور کر دیا اس لئے وہ مفید اور سیدھی باتوں کو نہیں سمجھتے اور ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے سے آدمی کہ وہ ان خباثتوں اور شرارتوں سے مجتنب ہیں اور اس وجہ سے اللہ کی لعنت سے محفوظ رہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی۔ ف۴ آیات سابقہ میں یہود کی ضلالت اور مختلف قبائح کا ذکر فرما کر اب اُن کو بطور خطاب ایمان اور تصدیق قرآن کا حکم کیا جاتا ہے اور اُس کی مخالفت سے ڈرایا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اے اہل کتاب ایمان لاؤ قرآن پر جس کے احکام مصدق اور موافق ہیں توریت کے ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ مٹا ڈالیں ہم تمہارے چہروں کے نشانات یعنی آنکھ ناک وغیرہ مطلب یہ کہ تمہاری صورتیں بدل دی جائیں پھر اُلٹ دیں تمہارے چہروں کو پیٹھ کی طرف یعنی چہرہ کو مطموس اور ہموار کر کے پیچھے کی طرف اور گدی کو آگے کی طرف کر دیں یا ہفتہ کے دن والوں کی طرح تم کو مسخ کر کے جانور بنا دیں اصحاب سبت کا قصہ سورۂ اعراف میں مذکور ہے ف۵ یعنی مشرک کبھی نہیں بخشا جاتا بلکہ اُس کی سزا دائمی ہے البتہ شرک سے نیچے جو گناہ ہیں صغیرہ ہوں یا کبیرہ وہ سب قابل مغفرت ہیں اللہ تعالیٰ جس کی مغفرت چاہے اُسکے صغیرہ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے کچھ عذاب دے کر یا بلا عذاب دیئے اشارہ اس کی طرف ہے کہ یہود چونکہ کفر اور شرک میں مبتلا ہیں وہ مغفرت کی توقع نہ رکھیں ف۶ یعنی یہود باوجود اس قدر خرابیوں کے پھر بھی اپنے آپ کو پاک صاف اور مقدس کہتے ہیں حتی کہ اپنے آپ کو ابناء اللہ اور احباء اللہ بتلاتے ہیں جو بالکل لغویات ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس کو پاکیزہ اور مقدس کرتا ہے یہود کے کہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا اور ان جھوٹی شیخی کرنیوالوں پر ادنیٰ سا ظلم بھی نہ ہوگا یعنی یہ لوگ اپنے عذاب بے نہایت میں گرفتار ہونگے اُن پر ناحق عذاب ہرگز نہ ہوگا۔

فائدہ یہودی جو گوسالہ کو پوجتے تھے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے انہوں نے جب آیت سابقہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ کو سنا تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہیں بلکہ ہم تو خاص بندے اور پیغمبر زادے ہیں اور پیغمبری ہماری میراث ہے خدا تعالیٰ کو اُنکی یہ شیخی پسند نہ آئی اُس پر یہ آیت نازل فرمائی ف۷ یعنی کیسی تعجب کی بات ہے کہ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور باوجود ارتکاب کفر اور شرک کے اپنے آپ کو اللہ کا دوست کہتے ہیں اور اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کے مدعی ہیں اور ایسی سخت تہمت صریح گنہگار ہونے کے لئے بالکل کافی ہے۔

وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا
اور کہتے ہیں کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں مسلمانوں

سَبِيلًا ﴿٥١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن
سے ف۱ یہ وہی ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ نے اور جس پر لعنت کرے اللہ تو نہ

تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ
پاویگا تو اُس کا کوئی مددگار ف۲ کیا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں پھر تو یہ نہ دیں گے

النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن
لوگوں کو ایک تل برابر ف۳ یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا اُس پر جو دیا اُن کو اللہ نے اپنے

فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم
فضل سے سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان میں کتاب اور علم اور اُنکو دی ہم نے

مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ
بڑی سلطنت ف۴ پھر اُن میں سے کسی نے اُس کو مانا اور کوئی اُس سے ہٹا رہا

وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ
اور کافی ہے دوزخ کی بھڑکتی آگ ف۵ بیشک جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے اُن کو ہم ڈالیں گے

نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا
آگ میں ف۶ جس وقت جل جائیگی کھال اُن کی تو ہم بدل دینگے اُن کو اور کھال تاکہ چکھتے رہیں

الْعَذَابَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ
عذاب ف۷ بیشک اللہ ہے زبردست حکمت والا ف۸ اور جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
کام کیے نیک البتہ اُنکو ہم داخل کرینگے باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَّهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَنُدْخِلُهُمْ
رہا کریں اُن میں ہمیشہ اُنکے لئے وہاں عورتیں ہیں ستھری اور اُنکو ہم داخل کرینگے

ف۱ اس آیت میں بھی یہود کی شرارت اور خباثت کا اظہار ہے قصہ یہ ہے کہ یہودیوں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت بڑھی تو مشرکین مکہ سے ملے اور اُن سے متفق ہوئے اور اُنکی خاطرداری کی ضرورت سے بتوں کی تعظیم کی اور کہا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے اور اس کی وجہ صرف حسد تھا اس پر کہ نبوت اور دین کی ریاست ہمارے سوا دوسروں کو کیوں مل گئی اس پر اللہ تعالیٰ اُن کو الزام دیتا ہے۔ ان آیات میں اسی کا مذکور ہے ف۲ یعنی یہ لوگ جنہوں نے اہل کتاب ہو کر اغراض نفسانی کی وجہ سے بتوں کی تعظیم کی اور طریقۂ کفر کو طریقۂ اسلام سے افضل بتلایا ان پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر لعنت کرے اللہ اُس کا دنیا اور آخرت میں کوئی حامی اور مددگار نہیں ہو سکتا۔ سو اب اُنہوں نے اپنی اعانت کی طمع میں جو مشرکین مکہ سے موافقت کی بالکل لغو ہے۔ چنانچہ دنیا میں یہود نے ازحد ذلتیں اُٹھائیں اور آخرت میں بھی عذاب میں مبتلا ہونگے۔ ف۳ یہود اپنے خیال میں جانتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے اور ہمیں کو لائق ہے اسلئے عرب کے پیغمبر کی متابعت سے عار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آخر کو حکومت اور بادشاہت ہمیں کو پہنچ رہیگی برائے چندے اوروں کو بھی مل جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی مطلب آیت کا یہ ہے کہ کیا یہود کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں یعنی ہرگز نہیں اگر یہ حاکم ہو جائیں تو لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں یعنی ایسے بخیل ہیں کہ بادشاہت میں فقیر کو تل برابر بھی نہ دیں ف۴ یعنی کیا یہود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب پر اللہ کے فضل و انعام کو دیکھ کر حسد میں مرے جاتے ہیں سو یہ تو بالکل اُن کی بیہودگی ہے کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عنایت کی ہے پھر یہود آپ کی نبوت اور عزت پر کیسے حسد اور انکار کرتے ہیں اب بھی تو ابراہیم ہی کے گھر میں ہے ف۵ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں خدائے تعالیٰ نے ہمیشہ سے بزرگی دی ہے اور اب بھی اُسی کے گھرانے میں ہے سو جو کوئی بلاوجہ محض حسد سے اُس کو نہ مانے اُس کے جلانے کے لئے دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے

الربع ف۶ پہلی آیت میں مومن و کافر کا ذکر تھا اب مطلق مومن اور کافر کی جزا و سزا بطور قاعدہ کلیہ کے ذکر فرماتے ہیں تاکہ ایمان کی طرف پوری ترغیب اور کفر سے پوری ترہیب ہو جائے۔ ف۷ یعنی کافروں کے عذاب میں نقصان اور کمی نہ آنے کی غرض سے اُنکی کھال کے جل جانے کے وقت دوسری کھال بدل دی جائیگی مطلب یہ ہوا کہ کافر ہمیشہ عذاب میں یکساں مبتلا رہینگے ف۸ یعنی اللہ تعالیٰ بےشک زبردست اور غالب ہے کافروں کو ایسی سزا دینے میں کوئی دقت اور دشواری نہیں اور حکمت والا ہے کافروں کو یہ سزا دینی عین حکمت کے موافق ہے

ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى

گھنی چھاؤں میں ف۱ بیشک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت

اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ

والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے ف۲

اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بیشک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا ف۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور

الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ

حاکموں کا جو تم میں سے ہوں ف۴ پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اُس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور

الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ

رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ف۵ یہ بات

خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ

اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اُس کا انجام ف۶ کیا تونے نہ دیکھا اُن کو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ

اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ

ایمان لائے ہیں اُس پر جو اُترا تیری طرف اور جو اُترا تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ

يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَ

قضیہ لیجائیں شیطان کی طرف اور حکم ہو چکا ہے اُن کو کہ اُس کو نہ مانیں اور

يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ

چاہتا ہے شیطان کہ اُن کو بہکا کر دور جا ڈالے ف۷ اور جب اُن کو

لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ

کہے کہ آؤ اللہ کے حکم کی طرف جو اُس نے اُتارا اور رسول کی طرف تو دیکھے تو منافقوں کو

ع ۹ / ۵

ف۱ یعنی مومن ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور اُن کو عورتیں ایسی ملیں گی جو حیض اور دیگر آلائشوں سے پاک ہوں گی اور اُن کو گہری اور گنجان چھاؤں میں داخل کرینگے جو آفتاب کی دھوپ سے بالکل محفوظ ہوگی ف۲ یہود میں عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فصل خصومات میں رشوت وغیرہ کی وجہ سے کسی کی خاطر اور رعایت کر کے خلاف حق حکم دیتے اس لئے مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے اس آیت میں روکا گیا۔ منقول ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا تو عثمان بن طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ نے کنجی دینے سے انکار کیا تو حضرت علی نے اُس سے چھین کر دروازہ کھول دیا۔ آپ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباس نے آپ سے درخواست کی کہ یہ کنجی مجھ کو ملجائے اُس پر آیت نازل ہوئی اور کنجی عثمان بن طلحہ ہی کے حوالہ کی گئی۔ ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ جو تم کو ادائے امانت اور عدل کے موافق حکم دینے کا حکم فرماتا ہے تمہارے لئے سراسر مفید ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری کھلی اور چھپی اور موجودہ اور آیندہ باتوں کو خوب جانتا ہے تو اب اگر تم کو کہیں ادائے امانت یا عدل مفید معلوم نہ ہو تو حکم الٰہی کے مقابلہ میں اُس کا اعتبار نہ ہوگا ف۴ پہلی آیت میں حکام کو عدل کا حکم فرما کر اب اوروں کو حکام کی متابعت کا حکم دیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکام کی اطاعت جبھی واجب ہوگی جب وہ حق کی اطاعت کریں گے **فائدہ** حاکم اسلام بادشاہ یا اُس کا صوبہ دار یا قاضی یا سردار لشکر اور جو کوئی کسی کام پر مقرر ہو اُنکے حکم کا ماننا ضروری ہے جب تک کہ وہ خدا اور رسول کے خلاف حکم نہ دیں اگر خدا اور رسول کے حکم کے صریح خلاف کرے تو اُس حکم کو ہرگز نہ مانے ف۵ یعنی اور اگر تم میں اور اولوالامر میں باہم اختلاف ہوجائے کہ حاکم کا یہ حکم اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف تو اُس کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کر کے طے کرلیا کرو کہ وہ حکم فی الحقیقت اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف اور جو بات محقق ہوجائے اسی کو بالاتفاق مسلم اور معمول بہ سمجھنا چاہئے اور اختلاف کو دور کر دینا چاہئے اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے کیونکہ جس کو اللہ اور قیامت پر ایمان ہوگا وہ ضرور اختلاف کی صورت میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کریگا اور اُن کے حکم کی مخالفت سے بچید ڈریگا جس سے معلوم ہوگیا کہ جو اللہ اور رسول کے حکم سے بھاگیگا وہ مسلمان نہیں اس لئے اگر دو مسلمان آپس میں جھگڑیں ایک نے کہا چلو شرع کی طرف رجوع کریں۔ دوسرے نے کہا میں شرع کو نہیں سمجھتا یا مجھ کو شرع سے کام نہیں تو اُس کو بیشک کافر کہیں گے ف۶ یعنی اپنے تنازعات اور اختلافات کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنا اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرنی مفید ہے آپس میں جھگڑنے یا اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے سے اس رجوع کا انجام بہتر ہے۔ ف۷ یہود فصل خصومات میں رعایت و رشوت کے عادی تھے اس لئے جو لوگ جھوٹے اور منافق اور خاین ہوتے وہ اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس لیجانا پسند کرتے کہ وہ خاطر کرینگے اور آپ کے پاس ایسے لوگ اپنا معاملہ لانا پسند نہ کرتے کہ آپ حق کی رعایت کرینگے اور کسی کی اصلا رعایت نہ کرینگے سو مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق کہ ظاہر میں مسلمان تھا کسی امر میں دونوں جھگڑ پڑے یہودی جو سچا تھا اُس نے کہا کہ چل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور منافق جو جھوٹا تھا اُس نے کہا کہ چل کعب بن اشرف کے پاس جو یہودیوں میں عالم اور سردار تھا آخر وہ دونوں آپ کی خدمت میں جھگڑا لیکر آئے تو آپ نے یہودی کا حق ثابت فرمایا منافق جو باہر نکلا تو کہنے لگا کہ اچھا حضرت عمر کے پاس چلو جو وہ فیصلہ کردیں وہی منظور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا غالباً یہ سمجھا ہوگا کہ میں مدعی اسلام ہوں اسلئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کرینگے اور حضرت عمر آپ کے حکم سے مدینہ میں جھگڑے فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ وہ دونوں حضرت عمر کے پاس آئے جب حضرت عمر نے یہ جھگڑا سنا اور یہودی کے بیان سے انکو بھی معلوم ہوگیا کہ یہ قضیہ آپ کی خدمت میں جاچکا ہے اور آپ اس معاملہ میں یہودی کو سچا اور غالب کرچکے ہیں تو حضرت عمر نے اس منافق کو قتل کردیا اور فرمایا کہ جو کوئی ایسے قاضی کے فیصلہ کو نہ مانے اُسکا فیصلہ یہی ہے اُسکے وارث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضرت عمر پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمر کے پاس تو صرف اس وجہ کر گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرادیں یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار تھا اُس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر فرمادی گئی اور حضرت عمر کا لقب فاروق فرمایا۔

يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ

رکتے ہیں تجھ سے رک کر ف۱ پھر کیا ہو کہ جب اُن کو پہنچے مصیبت

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ

اپنے ہاتھوں کے کئے ہوئے سے پھر آویں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ ہم کو غرض نہ تھی

اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ

مگر بھلائی اور ملاپ ف۲ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو اُن

قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا

کے دل میں ہے سو تو اُن سے تغافل کر اور اُنکو نصیحت کر اور اُن سے کہہ اُن کے حق میں بات

بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَ

کام کی ف۳ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اُس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے اور

لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ

اگر وہ لوگ جس وقت اُنہوں نے اپنا بُرا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور

اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَ

رسول بھی اُن کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنیوالا مہربان ف۴ سو قسم ہے

رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا

تیرے رب کی وہ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اُس جھگڑے میں جو اُن میں اٹھے پھر نہ پاویں

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾ وَلَوْ اَنَّا

اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے ف۵ اور اگر ہم

كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ

اُن پر حکم کرتے کہ ہلاک کرو اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر

مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ

تو ایسا نہ کرتے مگر تھوڑے اُن میں سے اور اگر یہ لوگ کریں وہ جو اُن کو نصیحت کیجاتی ہے

ف۱ یعنی جب کسی جھگڑے میں منافقوں سے کہا جائے کہ اللہ نے جو حکم نازل فرمایا ہے اُس کی طرف آؤ اور اس کے رسول کے روبرو اپنے جھگڑے کو لاؤ تو ظاہر میں چونکہ مدعی اسلام ہیں اس لئے صاف طور پر تو انکار کر نہیں سکتے مگر آپ کے پاس آنے سے اور حکم الٰہی پر چلنے سے بچتے ہیں اور رکتے ہیں کہ کسی ترکیب سے جان بچ جائے اور رسول کو چھوڑ کر جہاں ہمارا جی چاہے اپنا جھگڑا لیجائیں ف۲ یعنی یہ تو سب کچھ ہوا مگر یہ منافق لوگ اُس وقت کیا کریں گے جس وقت پہنچنے لگے اُن کو عذاب اُن کے کرتوت کا یعنی فیصل خصومات میں آپ کے پاس آنے سے جو رکتے اور بچتے ہیں جب اُس کا عذاب اُن پر آنے لگے تو پھر یہ منافق اُس وقت کیا کر سکتے ہیں اس کے سوا کہ آئیں رسول کی خدمت میں قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہم تو حضرت عمر کی خدمت میں صرف اس وجہ کو گئے تھے کہ شاید وہ باہم صلح اور ملاپ کرادیں رسول کے ارشاد کو اعراض کرنا اور جان بچانا ہرگز ہم کو منظور نہ تھا۔ ف۳ اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان کی قسم اور ان کی معذرت سابقہ کی تکذیب فرمائی کہ منافقین جو کچھ زبانی باتیں بنائیں بنانے دو اللہ تعالیٰ کو اُن کے دل کی باتیں خوب معلوم ہیں یعنی اُن کے نفاق اور اُن کے جھوٹ کو خوب جانتا ہے سو آپ بھی علم خداوندی پر بس کرکے منافقوں کی بات سے تغافل کیجئے اور اُن کی بات کی پروا نہ کیجئے مگر اُن کو نصیحت کرنے اور کام کی باتیں بتانے میں ہرگز کوتاہی نہ فرمائیں اور اُن کی ہدایت سے مایوس نہ ہوجیے ف۴ یعنی اللہ تعالیٰ جس رسول کو اپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے سو اسی غرض کے لئے بھیجتا ہے کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے اُن کے کہنے کو مانیں تو اب ضرور تھا کہ یہ لوگ رسول کے ارشاد کو بلا تامل پہلے ہی سے دل و جان سے تسلیم کرتے اور اگر گناہ اور بُرا کرنے کے بعد بھی متنبہ ہو جاتے اور اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی اُن کی معافی کی دعا کرتا تو پھر بھی حق تعالیٰ اُن کی توبہ قبول فرمالیتا مگر انہوں نے تو یہ غضب کیا کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جو بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا ہٹے اور بچے پھر جب اس کا وبال اُن پر پڑا تو اب بھی متنبہ اور تائب نہ ہوئے بلکہ لگے جھوٹی قسمیں کھانے اور تاویلیں گھڑنے پھر ایسوں کی مغفرت ہو تو کیونکر ہو ف۵ یعنی منافق لوگ کس بیہودہ خیال میں ہیں اور کیسے بیہودہ حیلوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں اُن کو خوب سمجھ لینا چاہیے ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلہ اور حکم سے اُن کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں گے اُس وقت تک ہرگز اُن کو ایمان نصیب نہیں ہوسکتا اب جو کرنا ہو سوچ سمجھ کر کریں۔

ف یعنی سب کی جانوں کا مالک چونکہ خداتعالیٰ ہے اس لئے اس کے حکم میں تو کسی کو جان سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیے سو اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو کہیں اپنی جانوں کے ہلاک کر ڈالنے اور جلاوطن ہو جانے کا حکم فرما دیتا جیسے کہ بنی اسرائیل پر حکم کر دیا تھا تو بجا نہ لاتے اس حکم کو مگر گنے چنے صرف سچے اور پکے ایمان والے یہ منافق ایسے حکم پر کیسے عمل کر سکتے تھے اب اُن کو سمجھنا چاہیے کہ اُن کو ہم نے جو حکم دے رکھے ہیں وہ محض اُن کی نصیحت اور خیر خواہی کے ہیں نہ جان کی ہلاکت کا حکم دیا گیا نہ جلاوطن ہونے کا اگر اپنی آسان اور سہل حکموں پر چلیں تو نفاق بالکل جاتا رہے اور خالص مسلمان ہو جائیں مگر افسوس سمجھتے نہیں اور حالت موجودہ کو غنیمت نہیں سمجھتے کہ ذرا سی بات میں دین و دنیا دونوں درست ہوئے جاتے ہیں

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾ وَإِذًا لَّآتَيْنَاهُم مِّن

تو البتہ اُن کے حق میں بہتر ہو اور زیادہ ثابت رکھنے والا ہو دین میں ☆ اور اس وقت البتہ دیں ہم اُن کو اپنے

لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾ وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾ وَ

پاس سے بڑا ثواب ☆ اور چلاویں اُن کو سیدھی راہ ف اور

مَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ

جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اسکے رسول کا سو وہ اُن کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام

عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

اور اچھی ہے اُن کی رفاقت ف۲ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے

عَلِيمًا ﴿٧٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ

جاننے والا ف۳ اے ایمان والو لے لو اپنے ہتھیار پھر نکلو جُدی جُدی فوج ہو کر

أَوِ انفِرُوا جَمِيعًا ﴿٧١﴾ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُم

یا سب اکٹھے ف۴ اور تم میں بعضا ایسا ہے کہ البتہ دیر لگا دیگا ف۵ پھر اگر تم کو کوئی مصیبت

مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٧٢﴾

پہنچے تو کہے اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں نہ ہوا اُن کے ساتھ ف۶

وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ

اور اگر تم کو پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگیگا کہ گویا نہ تھی تم میں

وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾

اور اس میں کچھ دوستی اے کاشکے میں ہوتا اُنکے ساتھ تو پاتا بڑی مراد ف

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

سو چاہیے لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی

ف۲ نبی وہ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے وحی آئے یعنی فرشتہ ظاہر میں آکر پیغام کہہ جائے اور صدیق وہ کہ جو پیغام اور احکام خداتعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو آئے ان کا جی آپ ہی اُس پر گواہی دے اور بلا دلیل اُس کی تصدیق کرے اور شہید وہ کہ پیغمبروں کے حکم پر جان دینے کو حاضر ہیں اور صالح اور نیکبخت وہ کہ جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے اور بُری باتوں کو اپنے نفس اور بدن کی اصلاح اور صفائی کر چکے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ چار قسمیں مذکورہ جو اُمت کے باقی افراد سے افضل ہیں ان کے ماسوا جو مسلمان ہیں اور درجہ میں اُنکے برابر نہیں لیکن اللہ اور رسول کی فرمانبرداری میں مشغول ہیں وہ لوگ بھی انہی کی شمار اور ذیل میں لئے جائیں گے اور ان حضرات کی رفاقت بہت ہی خوبی اور فضیلت کی بات ہے اس کو کوئی حقیر نہ سمجھے فائدہ اس آیت میں اشارہ ہو گیا کہ منافقین جن کا ذکر پہلے سے ہو رہا ہے وہ اس رفاقت اور معیت سے محروم ہیں ف۳ یعنی اللہ اور رسول کے حکم ماننے والوں کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت میسر آنی اللہ کا بڑا انعام اور اُس کا محض فضل ہے اُن کی اطاعت کا معاوضہ نہیں جس سے منافقین بالکل محروم ہیں اور اللہ کافی ہے جاننے والا اور خبر رکھنے والا وہ ہر ایک مخلص اور منافق اور ہر مطیع کی طاعت اور اُس کے استحقاق اصلی اور مقدار فضل کو بالتفصیل جانتا ہے تو اب کسی کو ان امور کی تفاصیل کی وجہ سے وعدۂ الٰہی کے پورا ہونے میں خلجان پیدا نہ ہو ف۴ یہاں سے جہاد کا ذکر ہے اس سے پہلی آیت میں یہ ذکر تھا کہ جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریگا اُس کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت انعام میں ملیگی اور احکام خداوندی میں حکم جہاد چونکہ شاق اور دشوار ہے خصوصاً منافقین پر جن کا ذکر اوپر سے آرہا ہے اس لئے جہاد کا حکم فرمایا کہ ہر کوئی حضرات انبیاء صدیقین وغیرہم کی رفاقت اور معیت کی امید نہ کرنے لگے منقول ہے کہ شروع اسلام میں بہت سے ضعیف الاسلام بھی دعوت اسلامی کو قبول کر چکے تھے پھر جب جہاد فرض ہو گیا تو بعض متزلزل ہو گئے اور بعض کفار کے ہمزبان ہو کر آپ کی مخالفت کرنے لگے اُس پر یہ آیت نازل ہوئی مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو منافقوں کی کیفیت تو تم کو پہلے سے معلوم ہو چکی اب خیر اسی میں ہے کہ تم اپنا ہر طرح سے بچاؤ اور اپنی خبرداری اور احتیاط کر لو ہتھیاروں کی ہو یا تدبیر سے عقل سے ہو یا سامان سے اور دشمنوں کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے گھر سے باہر نکلو متفرق طور پر یا سب اکٹھے ہو کر جیسا موقع ہو ف۵ یعنی اے مسلمانو تمہاری جماعت میں بعضے ایسے بھی گھسے ہوئے ہیں کہ جہاد کو جانے میں دیر لگاتے ہیں اور رُکتے ہیں اور حکم خداوندی کی تعمیل نہیں کرتے بلکہ نفع دنیوی کو تکتے رہتے ہیں اور اس سے مراد منافق ہیں جیسے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی کہ یہ لوگ گو ظاہر میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر ان کو سب باتوں سے مقصود صرف دنیا کا نفع تھا حق تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کوئی غرض اُن کو نہ تھی ف۶ پہلے گذر چکا کہ منافق لوگ نکلنے میں دیر لگاتے ہیں اور جہاد میں جانیوالوں کی حالت کو تکتے رہتے ہیں کہ کیا گذری اب فرماتے ہیں کہ جانیکے بعد اگر مسلمانوں کو جہاد میں کوئی صدمہ پہنچ گیا مثلاً مقتول ہو گئے یا شکست پیش آگئی تو منافق بہت خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ ہم لڑائی میں اُن کے ساتھ نہ تھے ورنہ ہماری بھی خیر نہ تھی الحمدللہ خوب بچے ف یعنی اور اگر مسلمانوں پر اللہ کا فضل ہو گیا مثلاً فتح ہو گئی یا مال غنیمت بہت سا ہاتھ آگیا تو منافق سخت پچھتاتے ہیں اور دشمنوں کی طرح غلبۂ حسد سے کہتے ہیں ہائے افسوس میں جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی نصیب ہوتی یعنی لوٹ کا مال ہاتھ آتا یعنی منافقوں کو فقط اپنی محرومی پر افسوس [illegible]

بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

آخرت کے بدلے اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جاوے یا غالب ہووے تو

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۷۴ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ہم دیویں گے اسکو بڑا ثواب ف۱ اور تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ

اور اُن کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جو

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَ

کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور

اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ڌ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝۷۵

کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار ف۲

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ

جو لوگ ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں سو لڑتے ہیں

فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ

شیطان کی راہ میں سو لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے بیشک فریب شیطان کا

كَانَ ضَعِيْفًا ۝۷۶ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ

سست ہے ف۳ کیا تو نے نہ دیکھا اُن لوگوں کو جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو اور

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا

قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ ف۴ پھر جب حکم ہوا اُن پر لڑائی کا اُسی وقت

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ

اُن میں ایک جماعت ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا اس سے بھی زیادہ ڈر

وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ

اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی ہم پر لڑائی کیوں نہ چھوڑے رکھا ہم کو تھوڑی مدت

ف۱ یعنی اگر منافق لوگ جہاد سے رکیں تو رکیں اور اپنے نشیب و فراز دنیوی کو تکتے رہیں تو تکتے رہیں مگر جو لوگ کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا پر لات مار چکے ہیں اُن کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں بے تامل لڑیں اور دنیا کی زندگی اور اس کے مال و دولت پر نظر نہ رکھیں اور سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حکم برداری میں ہر طرح نفع ہے غالب ہوں یا مغلوب مال ملے یا نہ ملے ف۲ یعنی دو وجہ سے تم کو کافروں سے لڑنا ضروری ہے ایک تو اللہ کے دین کو بلند اور غالب کرنے کی غرض سے دوسرے جو لوگ مظلوم مسلمان کافروں کے ہاتھ میں بے بس پڑے ہیں اُن کو چھڑانے اور خلاصی دینے کی وجہ سے مکہ میں بہت لوگ تھے کہ حضرت کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور اُن کے اقربا اُن کو ستانے لگے کہ پھر کافر ہو جاویں سو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم کو دو وجہ سے کافروں سے لڑنا ضرور ہے تاکہ اللہ کا دین بلند ہو اور مسلمان جو کہ مظلوم اور کمزور ہیں کفار مکہ کے ظلم سے نجات پائیں ف۳ یعنی جب یہ بات ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر لوگ شیطان کی راہ میں سو پھر تو مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ لڑنا بلا تامل ضروری ہوا اللہ تعالیٰ اُن کا مددگار ہے۔ کسی قسم کا تردد نہ چاہئے اور سمجھ لو کہ شیطان کا حیلہ اور فریب کمزور ہے مسلمانوں پر نہ چل سکیگا۔ اس سے مقصود مسلمانوں کو جہاد پر ترغیب دلانا اور ہمت بندھانا ہے جس کا ذکر آیات آیندہ میں بالتصریح آتا ہے ف۴ مکہ میں ہجرت کرنے سے پہلے کافر مسلمانوں کو بہت ستاتے تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کرتے اور رخصت مانگتے کہ ہم کفار سے مقاتلہ کریں اور اُن سے ظلم کا بدلہ لیں آپ مسلمانوں کو لڑائی سے روکتے کہ مجھ کو مقاتلہ کا حکم نہیں ہوا بلکہ صبر اور درگذر کرنے کا حکم ہے اور فرماتے کہ نماز اور زکوٰۃ کا جو حکم تم کو ہو چکا ہے اس کو برابر کئے جاؤ کیونکہ جب تک آدمی اطاعت خداوندی میں اپنے نفس پر جہاد کرنے کا اور تکالیف جسمانی کا خوگر نہ ہو اور اپنے مال خرچ کرنے کا عادی نہ ہو تو اس کو جہاد کرنا اور اپنی جان کا دینا بہت دشوار ہے اس بات کو مسلمانوں نے قبول کر لیا تھا۔

ع ۱۰/۶

قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ

تک ف کہدے کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگار کو

وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ

اور تمہارا حق نہ رہیگا ایک تاگے برابر ف جہاں کہیں تم ہوگے موت تم کو آ پکڑیگی اگرچہ تم ہو

فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ

مضبوط قلعوں میں ف اور اگر پہنچے لوگوں کو کچھ بھلائی تو کہیں یہ اللہ کی طرف

اللَّهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ

سے ہے اور اگر ان کو پہنچے کچھ برائی تو کہیں یہ تیری طرف سے ہے ف کہدے کہ سب

مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾

اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا ہرگز نہیں لگتے کہ سمجھیں کوئی بات ف

مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن

جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھ کو برائی پہنچے سو تیرے

نَّفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٧٩﴾ مَّن يُطِعِ

نفس کی طرف سے ہے ف اور ہمنے تجھ کو بھیجا پیغام پہنچانیوالا لوگوں کو اور اللہ کافی ہے سامنے دیکھنے والا ف جس نے حکم مانا

الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴿٨٠﴾

رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہمنے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر نگہبان ف

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ

اور کہتے ہیں کہ قبول ہے پھر جب باہر گئے تیرے پاس سے تو مشورہ کرتے ہیں بعضے بعضے ان میں سے رات کو

غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ

اس کے خلاف جو تجھ کو کہہ چکے تھے اور اللہ لکھتا ہے جو وہ مشورہ کرتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور

تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ

بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ کافی ہے کارساز ف کیا غور نہیں کرتے قرآن میں

ف۱ یعنی ہجرت کرنے کے بعد جب مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کا حکم ہوا تو اُن کو تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ ہماری درخواست قبول ہوئی اور مراد ملی مگر بعضے کچے مسلمان کافروں کے مقابلہ سے ایسے ڈرنے لگے جیسا کہ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے یا اُس سے بھی زیادہ اور آرزو کرنے لگے کہ تھوڑی مدت اور بھی قتال کا حکم نہ آتا اور ہم زندہ رہتے تو خوب ہوتا ف۲ یعنی چونکہ حیات اور منافع دنیوی کی رغبت کے باعث اُن لوگوں کو حکم جہاد بھاری معلوم ہوا تو اس لئے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ دنیا کے تمام منافع حقیر اور سریع الزوال ہیں اور ثواب آخرت کا بہتر ہے اُن کے لئے جو اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے ہیں سو تم کو چاہیے کہ منافع دنیا کا لحاظ نہ کرو اور حق تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوتاہی نہ کرو اور جہاد کرنے سے نہ ڈرو اور اطمینان رکھو کہ تمہاری محنت اور جانفشانی کا ثواب ادنیٰ سا بھی ضائع نہ ہوگا سو تم کو ہمت اور شوق کے ساتھ جہاد میں مصروف ہونا چاہیے ف۳ یعنی کیسے ہی مضبوط اور محفوظ اور مامون مکان میں رہو مگر موت تم کو کسی طرح نہ چھوڑیگی کیونکہ موت ہر ایک کے واسطے مقدر اور مقرر ہو چکی ہے اپنے وقت پر ضرور آئیگی کہیں ہو سو اگر جہاد میں نہ جاؤ گے تو بھی موت سے ہرگز نہیں بچ سکتے تو اب جہاد سے گھبرانا اور موت سے ڈرنا اور کافروں کے مقابلہ سے خوف کرنا بالکل نادانی اور اسلام میں کچے ہونے کی بات ہے ف۴ یعنی اُن منافقین کا اور عجیب حال سنو اگر تدبیر لڑائی کی درست آئی اور فتح ہوئی اور غنیمت کا مال ہاتھ آ گیا تو کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے یعنی اتفاقی بات ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے اور اگر تدبیر بگڑ جاتی اور ہزیمت و نقصان پیش آ جاتا تو الزام رکھتے آپ کی تدبیر پر ف۵ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیدو کہ بھلائی اور برائی سب اللہ کی طرف سے ہے سب باتوں کا موجد اور خالق اللہ تعالیٰ ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اللہ ہی کا الہام ہے۔ تمہارا الزام رکھنا نبی پر غلط اور سراسر کم فہمی ہے اور بگڑی کو بگڑا نہ سمجھو یہ اللہ کی حکمت ہے وہ تم کو سدھاتا ہے اور آزماتا ہے تمہارے قصوروں پر یہ جواب اجمالی ہوا منافقین کے الزام کا اگلی آیت میں اس کی تفصیل آتی ہے ف۶ یعنی اصل بات یہ ہے کہ جملہ بھلائی اور برائی کا موجد ہرچند اللہ ہے مگر بندہ کو چاہیے کہ نیکی اور بھلائی کو حق تعالیٰ کا فضل اور احسان سمجھے اور سختی اور برائی کو اپنے اعمال کی شامت جانے اُس کا الزام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ رکھے پیغمبر ان امور کیلئے نہ موجد ہے نہ سبب بلکہ موجد یعنی ان باتوں کا پیدا کرنیوالا تو اللہ ہے اور سبب تمہارے عمل ف۷ حق تعالیٰ رسول سے منافقوں کے الزام کو دور فرما کر ارشاد کرتا ہے کہ ہمنے تم کو تمام لوگوں کیلئے رسول کر کے بھیجا اور ہم کو سب کچھ معلوم ہے ہم سب کے اعمال کا بدلہ دے لینگے تم کسی کے بیہودہ انکار و الزام کی پرواہ نہ کرو اپنا کار رسالت کئے جاؤ ف۸ آپ کی رسالت کو محقق فرما کر اب خدا تعالیٰ آپ کے متعلق یہ حکم سناتا ہے کہ جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کریگا وہ بیشک ہمارا تابعدار ہے اور جو اس سے روگردانی کریگا تو ہم نے تجھ کو اے رسول ان لوگوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ اُن کو گناہ نہ کرنے دے ہم اُنکو دیکھ لیں گے تیرا کام صرف پیغام پہنچانا ہے آگے ثواب یا عقاب یہ ہمارا کام ہے۔ ف۹ ان منافقین کی اور مکاری سنو آپکے روبرو آ کر تو کہہ جاتے ہیں ہمنے قبول کیا حکم تیرا اور باہر جا کر مشورہ کرتے ہیں اُسکے خلاف یعنی تیری نافرمانی اور مخالفت کا مشورہ کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں انکے سب مشورے لکھے جاتے ہیں اُن کو سزا دینے کیلئے سو انسے تُو اُن سے مُنہ پھیرلے اور کسی بات کی پرواہ مت کر اور اپنے سب کام اللہ کے حوالے کر دے وہ تیرے لئے کافی ہے۔

ف۱ پہلی آیات کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اللہ ہونا اور انکی اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت ہونی اور انکے نافرمانوں پر حق تعالیٰ کا عذاب ہونا تو خوب ظاہر ہو گیا مگر منافق اور آپ کے مخالف یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی گواہی اور اُس کے ارشادات کی تسلیم و تصدیق ہم تو ہم کو تامل ہرگز نہیں مگر یہ کیونکر معلوم ہو کہ یہ خدا کا کلام ہے بشر کا بنایا ہوا نہیں تو حق تعالیٰ اُس کا جواب دیتا ہے کہ یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے جس سے صاف معلوم ہو جائے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے دیکھو اگر قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو تو ضرور قرآن میں بہت سے مواقع میں طرح طرح کے اختلافات ملتے دیکھو آدمی ہر حالت میں اُسی حالت کے موافق کلام کرتا ہے جو حالت پیش ہوتی ہے دوسری حالت کا دھیان نہیں ہوتا غصہ میں مہربانی والوں کا دھیان نہیں رہتا اور مہربانی میں غصہ والوں کا، دنیا کے بیان میں آخرت کا لحاظ نہ رہے اور آخرت کے بیان میں دنیا کا بے پروائی میں عنایت کا ذکر نہیں اور عنایت میں بے پروائی کا بالجملہ ایک حال کا کلام دوسرے حال کے کلام سے مختلف نظر آئیگا لیکن قرآن شریف چونکہ خالق کا کلام ہے یہاں ہر چیز کے بیان میں دوسری جانب بھی نظر رہتی ہے غور و فہم سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہر مقام میں ایک انداز پر ہے دیکھئے یہاں منافقوں کا مذکور تھا جو سخت عتاب کے مستحق ہیں سو یہاں بھی انکی باتوں پر اُسی قدر الزام ہے جتنا چاہئے اور جو الزام انکی ایک خاص جماعت پر تھا وہ خاص اُنہی پر لگایا گیا اور فرما دیا کہ بعضے اُن میں کے ایسا کرتے ہیں یہ نہیں کہ غصہ وغیرہ کی حالت میں کلام اپنی حد سے نکل جائے اور دوسری حالت کے کلام سے مختلف

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ وَ
اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں بہت تفاوت ف۱ اور
اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ
جب اُن کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اُس کو مشہور کر دیتے ہیں ف۲ اور اگر اسکو پہنچا دیتے
اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ
رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اسکو جو اُن میں تحقیق کرنیوالے
مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا
ہیں اُسکی ف۳ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اُسکی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر
قَلِيْلًا ﴿٨٣﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ
تھوڑے ف۴ سو تو لڑ اللہ کی راہ میں تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر
الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ
مسلمانوں کو قریب ہے کہ اللہ بند کر دے لڑائی کافروں کی ف۵ اور اللہ بہت سخت ہے
بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ
لڑائی میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں ف۶ جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اُس کو بھی ملیگا
نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ
اُس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بُری بات میں اُس پر بھی ہے ایک بوجھ اُسمیں سے ف۷
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا
اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ف۸ اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو
بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾
اُس سے بہتر یا وہی کہو اُلٹ کر بیشک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنیوالا ف۹
اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ
اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں بیشک تم کو جمع کریگا قیامت کے دن اس میں کچھ شبہ نہیں

نصف

نظر آئے اور نیز یہ مطلب بھی ہے کہ ہم برابر دیکھتے ہیں کہ جب آدمی کوئی کلام طویل کرتا ہے تو وہ یکساں نہیں ہوتا بلکہ کوئی جملہ فصیح کوئی غیر فصیح کوئی صحیح کوئی غلط کوئی سچا کوئی کاذب کوئی موافق کوئی باہم متناقض ضرور معلوم ہوتا ہے اور قرآن اتنی بڑی کتاب ان جملہ اختلافات سے پاک ہے جو طاقت بشر سے باہر ہے فائدہ اس میں اسکی طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ جو تدبر اور فہم سے کام نہ لے وہ قرآن میں شبہات اور اختلافات کا وہم چلا سکتا ہے مگر فہیم ایسا نہیں کر سکتا دیکھو جو اسی مقام میں تدبر نہ کرے وہ کہہ سکتا ہے کہ اول تو فرما دیا قل کل من عند اللہ پھر فرما دیا وما اصابك من سيئة فمن نفسك سو یہ تو تناقض اور اختلاف ہو گیا واللہ اعلم ف۲ یعنی ان منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کی ایک خرابی یہ ہے کہ جب کوئی بات امن کی پیش آتی ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ کا کسی سے صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کی فتح کی خبر سُننا یا کوئی خبر خوفناک سُن لیتے ہیں جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہونا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا تو اُن کو بلا تحقیق کئے مشہور کرنے لگتے ہیں اور اُس میں اکثر فساد و نقصان مسلمانوں کو پیش آ جاتا ہے۔ منافق ضرر رسانی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ کر ایسا کرتے تھے ف۳ یعنی کہیں سے کچھ خبر آئے تو چاہئے کہ اول پہنچائیں سردار تک اور اُس کے نائبوں تک جب وہ اُس خبر کو تحقیق اور تسلیم کر لیویں تو اُن کے کہنے کے موافق اُس کو کہیں نقل کریں اور اُس پر عمل کریں فائدہ حضرت نے ایک شخص کو ایک قوم کے یہاں زکوٰۃ لینے کو بھیجا وہ قوم اُس کے استقبال کو باہر نکلی اُس نے خیال کیا کہ میرے مارنے کو آئے ہیں لوٹ کر مدینہ میں آ گیا اور مشہور کر دیا کہ فلاں قوم مرتد ہو گئی تمام شہر میں شہرت ہو گئی آخر کو غلط نکلی ف۴ یعنی اگر اللہ اپنے فضل سے تمہاری اصلاح اور تربیت کے لئے احکام نہ بھیجتا اور تم کو وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ہدایت اور تنبیہ نہ فرماتا رہتا جیسا کہ اس موقع پر رسول اور سرداروں کی طرف رجوع کرنے کو فرمایا تو تم گمراہ ہو جاتے گو چند خواص جو کامل العقل اور کامل الایمان ہیں ان تنبیہات کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھو اور شکر کرو اور پوری تعمیل کرو۔ ف۵ یعنی اگر کافروں کی لڑائی سے یہ منافق اور کچے مسلمان جن کا ذکر اوپر گذرا ڈرتے ہیں تو اے رسول تو تنہا اپنی ذات سے جہاد کرنے میں توقف مت کر اللہ تعالیٰ تیرا مددگار ہے اور مسلمانوں کو جہاد کی تاکید کر دے جو ساتھ نہ دے اُسکی پروا مت کر، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی کو روک دیگا فائدہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ضرور جہاد کے لئے جاتا ہوں اگرچہ ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کل ستر ہمراہیوں کے ساتھ بدر صغریٰ کو بغرض جہاد تشریف لے گئے جس کا وعدہ ابوسفیان سے غزوہ احد کے بعد ہوا تھا جس کا ذکر پہلی سورت میں گذر چکا ہے حق تعالیٰ نے ابوسفیان اور کفار قریش کے دل میں رعب اور خوف ڈال دیا کوئی مقابلہ

میں نہ آیا اور وعدے سے جھوٹے ہوئے اور حق سبحانہ نے اپنے ارشاد کے موافق کافروں کی لڑائی کو بند کر دیا اور آپ ہمراہیوں سمیت خیر اور سلامتی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ کی لڑائی اور اُس کا عذاب کافروں کے ساتھ لڑنے سے بہت سخت ہے سو جو لوگ کافروں کے ساتھ لڑنے اور ان کو مارنے اور اُن کے ہاتھ سے مارے جانے سے ڈرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور اُس کے عذاب کا کیونکر تحمل کر سکتے ہیں ف۷ یعنی اگر کوئی نیک کام میں سعی سفارش کرے جیسا نبی علیہ السلام کا مسلمانوں کو جہاد کی تاکید فرمانا یا کوئی بُری بات میں ساعی ہو جیسا منافق اور سست مسلمانوں کا جہاد سے ڈر کر دوسروں کو بھی ڈرانا تو اول صورت میں ثواب کا اور دوسری صورت میں گناہ کا حصہ ملیگا ایسے ہی اگر کوئی محتاج کی سفارش کر کے دولتمند سے کچھ دلوا دے تو یہ بھی خیرات کے ثواب میں شریک ہوگا اور جو کوئی کافر مفسد یا سارق کو سفارش کر کے چھڑا دے پھر وہ فساد اور چوری کرے تو یہ بھی شریک ہوگا فساد اور چوری میں ف۸ یعنی خدا تعالیٰ تمام چیزوں پر قادر اور ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا ہے تو نیکی اور بدی کے حصہ دینے میں اُس کو کوئی دشواری نہیں ف۹ یعنی کسی مسلمان کو سلام کرنا یا دعا دینا در حقیقت اللہ سے اُس کی شفاعت کرنا ہے تو حق تعالیٰ شفاعت حسنہ کی ایک خاص صورت کو جو مسلمانوں میں شائع ذائع ہے صراحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ جب کوئی اے مسلمانو تم کو دعا دے یا سلام کرے تو تم کو بھی اُس کا جواب دینا ضرور چاہئے یا تو وہی کلمہ تم بھی اُس کو کہو یا اُس سے بہتر مثلاً اگر کسی نے کہا السلام علیکم تو واجب ہے تم پر کہ اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہو اور زیادہ ثواب چاہو تو ورحمۃ اللہ بھی بڑھا دو اور اگر اُس نے لفظ بڑھایا ہو تو تم وبرکاتہ زیادہ کر دو اللہ کے یہاں ہر ہر چیز کا حساب ہوگا (بقیہ بر صفحہ ۱۱۰)

ع ۱۱

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ

اور اللہ سے سچی کس کی بات ف ۱ پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں

فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ

دو فریق ہو رہے ہو اور اللہ نے اُن کو اُلٹ دیا بسبب اُن کے اعمال کے کیا تم چاہتے ہو کہ

تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ ہرگز نہ پاوے گا تو اُس کے لیے

سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً

کوئی راہ ف ۲ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب برابر ہو جاؤ

فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰي يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

سو تم اُن میں سے کسی کو دوست مت بناؤ یہاں تک کہ وطن چھوڑ آویں اللہ کی راہ میں

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠

پھر اگر اسکو قبول نہ کریں تو اُن کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ

وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ

اور نہ بناؤ اُن میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار ف ۳ مگر وہ لوگ جو ملاپ رکھتے ہیں

اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَاۗءُوْكُمْ حَصِرَتْ

ایک قوم سے کہ تم میں اور اُن میں عہد ہے یا آئے ہیں تمہارے پاس کہ تنگ ہو گئے ہیں

صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ

دل اُن کے تمہاری لڑائی سے اور اپنی قوم کی لڑائی سے بھی اور اگر

شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ

اللہ چاہتا تو اُن کو تم پر زور دے دیتا تو ضرور لڑتے تم سے سو اگر یکسو رہیں وہ تم سے

فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں تم پر صلح تو اللہ نے نہیں دی تم کو

بقیہ صفحہ ۱۱۷

اور اُسکی جزا ملیگی سلام اور اُس کا جواب بھی اس میں آگیا۔ **فائدہ** اس سے شفاعت حسنہ کی پوری ترغیب ہوگئی اور شفاعت سیئہ کی خرابی اور مضرت معلوم ہوگئی کیونکہ جو شفاعت حسنہ کریگا اُس کو اللہ تعالیٰ ثواب دیگا اور جس کی شفاعت کی ہے اُس پر اُس کے ساتھ حسن سلوک اور مکافات کا حکم فرما دیا بخلاف شفاعت سیئہ کے کہ بجز معصیت اور محرومی کے کچھ نہ ملیگا۔

فوائد صفحہ ہذا ف ۱ یعنی قیامت کا آنا اور ثواب و عقاب کے سب وعدوں کا پورا ہونا سب سچ ہے اس میں تخلف نہیں ہوگا ان باتوں کو سرسری خیال نہ کرو ف ۲ ان منافقوں میں وہ لوگ داخل ہیں جو ظاہر میں بھی ایمان نہ لائے تھے بلکہ ظاہر و باطن کفر پر قایم تھے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ ظاہری میل جول اور محبت کا معاملہ رکھتے تھے اور غرض اُنکی یہی کہ مسلمانوں کی فوج ہماری قوم پر چڑھائی کرے تو ہمارے جان و مال اس حیلہ سے محفوظ رہیں جب مسلمانوں کو معلوم ہوگیا کہ اُن کا آنا جانا اس غرض سے ہے دل کی محبت سے نہیں تو بعض مسلمانوں نے کہا کہ ان شریروں سے ملنا ترک کر دینا چاہیے تاکہ ہم سے جدا ہو جائیں اور بعضوں نے کہا اُن سے ملے جایئے شائد ایمان لے آئیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہدایت و گمراہی اللہ کے قبضہ میں ہے تم اُس کا ہرگز فکر مت کرو اور اُن لوگوں سے بالاتفاق وہ معاملہ کرنا چاہیے جو آیندہ مذکور ہے دو فریق مت بنو ف ۳ یعنی یہ منافق لوگ تو کفر پر ایسے جمے ہوئے ہیں کہ خود تو اسلام کیا قبول کرینگے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی اُنکی مثل کافر ہو کر اُن کے برابر ہو جاؤ سو اب تم کو چاہیے کہ وہ جب تک ایمان قبول کر کے اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس نہ چلے آئیں اُس وقت تک اُن کو دوست نہ بناؤ نہ اپنے کسی کام میں اُن کو دخل دو اور نہ اُن کی حمایت اور اعانت کرو اور اگر وہ لوگ ایمان اور ہجرت کو قبول نہ کریں تو اُن کو قید کرو اور قتل کرو جہاں قابو پاؤ اور اجتناب کلی رکھو اور اُن سے کوئی تعلق نہ رکھو۔

عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَ

اُن پر راہ ف۱ اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور

يَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِن

اپنی قوم سے بھی جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں وہ فساد کی طرف تو اُسکی طرف لوٹ جاتے ہیں پھر اگر

لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ

وہ تم سے یکسو نہ رہیں اور نہ پیش کریں تم پر صلح اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو اُن کو پکڑو

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا

اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور اُن پر ہم نے تم کو دی ہے کھلی

مُّبِينًا ﴿٩١﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَن

سند ف۲ اور مسلمان کا کام نہیں کہ قتل کرے مسلمان کو مگر غلطی سے ف۳ اور جو

قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ

قتل کرے مسلمان کو غلطی سے تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی اور خونبہا پہنچائے

إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَن يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ

اُسکے گھر والوں کو مگر یہ کہ وہ معاف کردیں پھر اگر مقتول تھا ایسی قوم میں سے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ

اور خود وہ مسلمان تھا تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی اور اگر وہ تھا ایسی قوم میں کہ

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ

کہ تم میں اور اُن میں عہد ہے تو خون بہا پہنچائے اُسکے گھر والوں کو اور آزاد کرے

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

گردن ایک مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھے دو مہینے کے برابر

تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾ وَمَن يَقْتُلْ

گناہ بخشوانے کو اللہ سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ف۴ اور جو کوئی قتل کرے

ع ١٢ / ٩

ف۱ یعنی اس ظاہری ملنے جلنے سے اُن کو قید اور قتل سے مت بچاؤ مگر کل دو طرح سے ایک تو یہ کہ جن لوگوں سے تمہاری صلح ہے اُن کر اُن کا بھی معاہدہ اور مصالحت ہو تو وہ بھی صلح میں داخل ہوگئے دوسری طرح یہ کہ جو لوگ لڑائی سے عاجز ہو کر تم سے صلح کریں اور اس بات کا عہد کریں کہ نہ اپنی قوم کے طرفدار ہو کر تم سے لڑینگے اور نہ تمہار ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑینگے اور اس عہد پر قائم بھی رہیں تو ایسے لوگوں سے بھی مت لڑو اور اُن کی مصالحت کو منظور کر لو اور اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو کہ تمہاری لڑائی سے باز آئے اللہ چاہتا تو اُن کو تم پر جری اور غالب تر کر دیتا ف۲ یعنی بعضے لوگ ایسے بھی ہیں کہ تم سے عہد کر جاتے ہیں کہ نہ تم سے لڑینگے نہ اپنی قوم سے تاکہ تم سے اور اپنی قوم دونوں سے امن میں رہیں لیکن اس عہد پر قائم نہیں رہتے بلکہ جب اپنی قوم کا غلبہ دیکھتے ہیں تو اُن کے مددگار ہو جاتے ہیں تو ایسے لوگوں سے تم بھی درگذر مت کرو تمہارے ہاتھ تو صریح حجت آگئی کہ انہوں نے اپنا عہد خود توڑ ڈالا ف۳ اس موقع پر قتل خطا کے احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور یہ کہ کلمہ اسلام کہنے والے کو قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ ہاں اگر غلطی سے مارا گیا تو مجبوری کی بات ہے اور اُس کے احکام یہ ہیں اور اسی کے ذیل میں مجاہدین کی فضیلت اور دار کفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنے کی ضرورت اور سفر اور خوف کی نماز کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے فائدہ قتل خطا یعنی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دینے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً غلطی سے مسلمان کو شکار سمجھ کر مار ڈالا یا تیر اور گولی شکار پر چلائی چوک کر کسی مسلمان کے جا لگے ایک صورت قتل خطا کی یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان کافروں میں ہو اور اُس کو کوئی مسلمان کافر سمجھ کر بوجہ لاعلمی قتل کر ڈالے اور یہاں اسی صورت کا بیان فرمانا مقصود ہے مجاہدین کو یہ بات اکثر پیش آجاتی ہے اور آیات سابقہ کے یہی مناسب ہے گو قتل خطا کی اور صورتوں کا بھی حکم یہی ہے وہ صورتیں بھی اس میں آگئیں ف۴ اس آیت میں قتل خطا کے دو حکم بتلائے گئے ایک تو آزاد کرنا بردہ مسلمان کا اور اس کا مقدور نہ ہو تو دو مہینہ کے متصل روزے رکھنا یہ کفارہ ہے خدا تعالیٰ کی جناب میں اپنی خطا کا دوسرے اُس مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا یہ اُن کا حق ہے اُن کے معاف کرنے سے معاف بھی ہو سکتا ہے اور کفارہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا اس کے متعلق تین صورتیں ہو سکتی ہیں کیونکہ جس مسلمان کو غلطی سے قتل کیا اس کے وارث مسلمان ہونگے یا کافر اگر کافر ہیں تو اُن سے مصالحت ہے یا دشمنی اوّل دونوں صورتوں میں مقتول کے وارثوں کو خونبہا دینا پڑیگا تیسری صورت میں خون بہا لازم نہ ہوگا اور کفارہ سب صورتوں میں ادا کرنا ہوگا فائدہ خونبہا مذہب حنفی میں تخمیناً دو ہزار سات سو چالیس روپے ہوتے ہیں یہ روپیہ قاتل کی برادری کو تین برس میں متفرق طور پر دینا ہوگا مقتول کے وارثوں کو۔

مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ
مسلمان کو جان کر تو اُس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہیگا اُسی میں اور اللہ کا اُس پر

عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
غضب ہوا اور اُس کو لعنت کی اور اُس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب ف۱ اے ایمان

اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا
والو جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو

لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ
اُس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں تم چاہتے ہو اسباب

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ
دنیا کی زندگی کا سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں ف۲ تم بھی تو ایسے ہی تھے

مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا
اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا سو اب تحقیق کر لو ف۳ بیشک اللہ تمہارے

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
کاموں سے خبردار ہے ف۴ برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان

غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ
جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے

وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى
اور جان سے اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے بیٹھ

الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ
رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے

الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ
لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں ☆ جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف سے اور

ف۱ یعنی اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے نہیں بلکہ قصداً اور مسلمان معلوم کرنے کے بعد قتل کریگا تو اُس کے لئے آخرت میں جہنم اور لعنت اور عذاب عظیم ہے کفارہ سے اُس کی رہائی نہیں ہوگی باقی رہی دنیوی سزا وہ سورۂ بقر میں گذر چکی فائدہ جمہور علماء کے نزدیک خلود اُس کے لئے ہے جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے کیونکہ اُس کے کفر میں شک نہیں یا خلود سے مراد یہ ہے کہ مدت دراز تک جہنم میں رہیگا یا وہ شخص مستحق تو اسی سزا کا ہے آگے اللہ مالک ہے جو چاہے کرے واللہ اعلم ف۲ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج کو ایک قوم پر جہاد کے لئے بھیجا اُس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال و اسباب اور مواشی اُن میں سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہوگیا تھا اُس نے مسلمانوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہا مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے اپنی جان اور مال بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اس لئے اُس کو مار ڈالا اور اُس کے مواشی اور اسباب سب لے لیا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تنبیہ اور تاکید فرمائی گئی کہ جب تم جہاد کے لئے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو بے سوچے سمجھے کام مت کرو جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اُس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو اللہ کے پاس بہت کچھ غنیمتیں ہیں ایسے حقیر سامان پر نظر نہ کرنی چاہیئے ف۳ تم ایسے ہی تھے اس سے پہلے یعنی اسلام سے پہلے دنیا کی غرض سے ناحق خون کیا کرتے تھے لیکن اب مسلمان ہو کر ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیئے بلکہ جس پر مسلمان ہونے کا احتمال بھی ہو تو اُس کے قتل سے بچو یا یہ مطلب ہے کہ اس سے پہلے شروع زمانۂ اسلام میں تم بھی کافروں کے شہر میں رہتے تھے تمہاری مستقل حکومت اور مستقل بود و باش نہ تھی تو جیسا اُس حالت میں تمہارا اسلام معتبر سمجھا گیا اور تمہارے جان و مال کی حفاظت و رعایت کی گئی ایسا ہی اب تم کو بھی اس طرح کے مسلمانوں کی رعایت و حفاظت لازم ہے بلا تحقیق اُن کو قتل مت کرو احتیاط اور غور سے کام کرنا چاہیئے ف۴ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر اعمال اور دلی اغراض سب پر مطلع ہے تو اب جس کو قتل کرو محض اللہ کے حکم کے موافق قتل کرو اپنی کسی غرض کا اصلا دخل نہ ہو اور یہ بھی مقصد ہے کہ اگر کوئی کافر فقط اپنے جان و مال کے خوف سے تمہارے روبرو اسلام ظاہر کرے اور دھوکا دیکر اپنی جان بچالے تو اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اُس کے عذاب سے نہیں بچ سکتا مگر تم اُس کو کچھ مت کہو یہ تمہارے کرنے کی بات نہیں ہم دیکھ لیں گے۔

مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
بخشش ہے اور مہربانی ہوف۲ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۳ وہ لوگ کہ جن کی

تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا
جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ بُرا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں

كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ
ہم تھے بے بس اُس ملک میں کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی زمین اللہ کی

وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِيْھَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَ
کشادہ جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور

سَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ
وہ بہت بُری جگہ پہنچے ☆ مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں

وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾
اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ ☆

فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْھُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾
سو ایسوں کو اُمید ہے کہ اللہ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنیوالا بخشنے والا ف۳

وَمَنْ يُّھَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا
اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں پاویگا اُس کے مقابلہ میں جگہ بہت

وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُھَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اور کشایش اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور رسول کی طرف

ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
پھر آ پکڑے اُس کو موت تو مقرر ہو چکا اُس کا ثواب اللہ کے ہاں اور ہے اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
بخشنے والا مہربان ف۴ اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ

ف۱ اس سے پہلے مسلمان کو نادانستگی اور چوک سے قتل کر دینے پر عتاب اور تنبیہ فرمائی تھی اس لئے یہ احتمال تھا کہ کوئی جہاد کرنے سے رُک جائے کیونکہ مجاہدین کو ایسی صورت پیش آ ہی جاتی ہے اس لئے مجاہدین کی فضیلت بیان فرما کر جہاد کی رغبت دلائی گئی خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ لنگڑے لولے اندھے بیمار معذور لوگوں کو تو جہاد کرنے کا حکم نہیں، باقی سب مسلمانوں میں جہاد کرنیوالوں کے بڑے درجے ہیں جو جہاد نہ کرنے والوں کے نہیں اگرچہ جنتی وہ بھی ہیں جو جہاد نہیں کرتے اس سے معلوم ہو گیا کہ جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں یعنی اگر مسلمانوں کی کافی مقدار اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنیوالوں پر کوئی گناہ نہیں ورنہ سب گنہگار ہونگے ف۲ یعنی حق تعالیٰ غفور رحیم ہے جہاد کرنیوالوں کے بارہ میں اجر و مغفرت و رحمت کے جو وعدے فرمائے ہیں وہ ضرور پورے فرمائیگا یا یہ کہ مجاہد کے ہاتھ سے نادانستگی میں اگر کوئی مسلمان قتل ہو گیا تو حق تعالیٰ معاف فرما دیگا اس اندیشہ سے جہاد سے مت رُکو ف۳ بعضے مسلمان ایسے بھی ہیں کہ دل سے تو سچے مسلمان ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور اُن سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے اسلامی باتوں کو کھل کر نہیں کر سکتے نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے ہیں سو اُن پر فرض ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں اس رکوع میں اسی کا ذکر ہے آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں یعنی کافروں کے ساتھ مل رہے ہیں اور ہجرت نہیں کرتے تو فرشتے اُن سے مرنے کے وقت پوچھتے ہیں کہ تم کس دین پر تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے مگر بوجہ ضعف و کمزوری کے دین کی باتیں نہ کر سکتے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین تو بہت وسیع تھی تم یہ تو کر سکتے تھے کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے سو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے البتہ جو لوگ ضعیف ہیں اور عورتیں اور بچے کہ نہ وہ ہجرت کی تدبیر کر سکتے ہیں نہ انکو کوئی ہجرت کا رستہ معلوم ہے وہ قابل معافی ہیں فائدہ اس سے معلوم ہو گیا کہ مسلمان جس ملک میں کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے اور سوائے اُن لوگوں کے جو بالکل معذور اور بے بس ہوں اور کسی کو وہاں پڑے رہنے کی اجازت نہیں ف۴ اس آیت میں ہجرت کی ترغیب ہے اور مہاجرین کو تسلی دیجاتی ہے یعنی جو شخص اللہ کے واسطے ہجرت کریگا اور اپنا وطن چھوڑیگا تو اُس کو رہنے کے لئے بہت جگہ ملیگی اور اُس کی روزی اور معیشت میں فراخی ہوگی تو ہجرت کرنے میں اس سے مت ڈرو کہ کہاں رہینگے اور کیا کھائینگے اور یہ بھی خطرہ نہ کرو کہ شاید رستہ میں موت آ جائے تو ادھر کے ہوں نہ اُدھر کے کیونکہ اس صورت میں بھی ہجرت کا پورا ثواب ملیگا اور موت تو اپنے وقت ہی پر آتی ہے وقت مقرر سے پہلے نہیں آ سکتی

جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ

نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے اگر تم کو ڈر ہو کہ ستاویں گے تم کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَاِذَا

کافر البتہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں ف۱ اور جب

كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ

تو ان میں موجود ہو پھر نماز میں کھڑا کرے تو چاہیئے ایک جماعت ان کی کھڑی ہو

مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ

تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کریں تو ہٹ جاویں تیرے

وَّرَاۗىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَاۗىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ

پاس سے اور آوے دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ

وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ

اور ساتھ لیویں اپنا بچاؤ اور ہتھیار کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو

عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ

اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تاکہ تم پر حملہ کریں یکبارگی ف۲

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى

اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو

اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ ف۳ بیشک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کیواسطے

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا

عذاب ذلت کا ف۴ پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے

وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ

اور بیٹھے اور لیٹے ف۵ پھر جب خوف جاتا رہے تو درست کرو نماز کو

ف۱ یعنی جب تم جہاد وغیرہ کے لئے سفر کرو اور کافروں سے جو کہ تمہارے صریح دشمن ہیں اس کا خوف ہو کہ وہ موقع پا کر ستائیں گے تو نماز کو مختصر رکھو یعنی جو نماز حضر میں چار رکعت کی ہو اسکی دو رکعت پڑھو فائدہ ہمارے یہاں سفر تین منزل کا ہونا ضروری ہے اس سے کم ہوگا تو قصر جائز نہ ہوگا اور کافروں کے ستانے کا ڈر اس وقت موجود تھا جب یہ حکم نازل ہوا جب یہ ڈر جاتا رہا تو اس کے بعد بھی آپ سفر میں دو رکعت ہی پڑھتے رہے اور صحابہ کو بھی اسی کی تاکید فرمائی اب ہمیشہ سفر میں قصر کرنے کا حکم ہے خوف مذکور ہو یا نہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے شکریہ کے ساتھ قبول کرنا لازم ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے ف۲ پہلے نماز سفر کا بیان تھا یہ نماز خوف کا بیان ہے یعنی کافروں کی فوج مقابلہ میں ہو تو مسلمانوں کی فوج دو حصے ہو جائے ایک حصہ امام کے ساتھ آدھی نماز پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں جا کر کھڑا ہو جائے دوسرا حصہ آ کر امام کے ساتھ نصف باقی پڑھ لے امام کے سلام کے بعد دونوں جماعتیں اپنی آدھی نماز رہی ہوئی جدی جدی پڑھ لیں اگر مغرب کی نماز ہو تو اول جماعت دو رکعت اور دوسری جماعت ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے اور اس حالت میں نماز کے اندر آمد و رفت معاف ہے اور تلوار زرہ سپر وغیرہ کے اپنے ساتھ رکھنے کا بھی ارشاد فرمایا تاکہ کفار موقع پا کر یکبارگی حملہ نہ کر دیں۔ ف۳ یعنی اگر بارش یا بیماری اور ضعف کی وجہ سے ہتھیار کا اٹھانا مشکل ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار اتار کر رکھ دینے کی اجازت ہے لیکن اپنا بچاؤ کر لینا چاہیئے مثلاً زرہ سپر خود ساتھ لے لو فائدہ اگر دشمنوں کے خوف سے اتنی مہلت بھی نہ ملے کہ نماز خوف بصورت مذکورہ ادا کر سکیں تو جماعت موقوف کر کے تنہا تنہا نماز پڑھ لیں پیادہ ہو کر اور سواری سے اترنے کا بھی موقع نہ ملے تو سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ لیں۔ اگر اس کی بھی مہلت نہ ملے تو پھر نماز کو قضا کر دیں۔

ف۴ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق تدبیر اور احتیاط اور اہتمام کے ساتھ کام کرو اور اللہ کے فضل سے امید رکھو وہ کافروں کو تمہارے ہاتھ سے ذلیل و خوار کرا دیگا کافروں سے خوف مت کرو ف۵ یعنی خوف کے وقت بوجہ تنگی اور بے اطمینانی اگر نماز میں کسی طرح کی کوتاہی ہوگئی تو نماز خوف سے فراغت کے بعد ہر وقت اور ہر حالت میں کھڑے ہو یا بیٹھے یا لیٹے اللہ کو یاد کرو حتیٰ کہ عین ہجوم اور مقابلہ کے وقت بھی کیونکہ وقت کی تعیین اور دیگر قیود کی پابندی تو جائے نماز تھی جن کی وجہ سے تنگی اور بے اطمینانی پیش آنے کا موقع ہو اس کے سوا ہر حالت میں بلا دقت اللہ کو یاد کر سکتے ہو کسی حالت میں اسکی یاد سے غافل نہ رہو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ صرف وہ شخص کہ جس کے عقل و حواس کسی وجہ سے مغلوب ہو جائیں البتہ معذور ہے ورنہ کوئی شخص اللہ کی یاد نہ کرنے میں معذور نہیں۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا

بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں ف اور ہمت نہ ہارو

فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا

ان کا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جسطرح

تَاْلَمُوْنَۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَؕ وَكَانَ اللّٰهُ

تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے اُمید ہے جو اُن کو نہیں اور اللہ سب کچھ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ

جاننے والا حکمت والا ہے ف بیشک ہم نے اُتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے

بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾

لوگوں میں جو کچھ سمجھادے تجھ کو اللہ اور تو مت ہو دغابازوں کی طرف سے جھگڑنے والا ف

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ

اور بخشش مانگ اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف اور مت جھگڑ

عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ

اُنکی طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں اللہ کو پسند نہیں جو کوئی ہو

خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ

دغاباز گنہگار ☆ شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں شرماتے

مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِؕ

اللہ سے اور وہ اُنکے ساتھ ہے جبکہ مشورہ کرتے ہیں رات کو اُس بات کا جس سے اللہ راضی نہیں

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ

اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے ف سنتے ہو تم لوگ جھگڑا کرتے ہو

عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اُنکی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون جھگڑا کریگا اُن کے بدلے اللہ سے قیامت کے دن

ف یعنی جب خوف مذکور جاتا رہے اور خاطر جمع ہو جائے تو پھر جو نماز پڑھو اطمینان اور تعدیل ارکان اور رعایت شروط اور محافظت آداب کے ساتھ پڑھو جیسا کہ امن کی حالت میں پڑھنی چاہیے اور جن حرکات زائدہ کی اجازت دی گئی وہ حالت خوف کے ساتھ مخصوص ہیں بیشک نماز فرض ہے وقت معین میں سفر حضر اطمینان خوف ہر حالت میں اُسی وقت میں ادا کرنا ضرور ہے یہ نہیں کہ جب چاہو پڑھ لو یا یہ مطلب ہے کہ نماز کے متعلق حق تعالیٰ نے پورا ضبط اور تعیّن فرما دیا ہے کہ حضر میں کیا ہونا چاہیے اور سفر میں کیا اطمینان میں کیا کرنا چاہیے اور خوف میں کیا سو ہر حالت میں اس کی پابندی چاہیے ف۲ یعنی کفار کی جستجو اور اُن کے تعاقب میں ہمت سے کام لو اور کوتاہی نہ کرو اگر تم کو اُن کی لڑائی سے زخم اور درد پہنچا ہے تو اس تکلیف میں تو وہ بھی شریک ہیں اور آئندہ تم کو حق تعالیٰ سے وہ اُمیدیں ہیں جو اُن کو نہیں یعنی دنیا میں کفار پر غلبہ اور آخرت میں ثواب عظیم اور اللہ تعالیٰ تمہارے مصالح اور تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے اُس کا جو حکم ہے اُس میں تمہارے لئے بڑے منافع اور حکمتیں ہیں دین اور دنیا دونوں کے لئے سو اُس کے امتثال کو غنیمت اور بڑی نعمت سمجھو ف۳ منافق اور ضعیف الاسلام لوگوں میں جب کوئی کسی گناہ اور خرابی کا مرتکب ہوتا تو سزا اور بدنامی سے بچنے کے لئے حیلہ گھڑتے اور آپ کی خدمت میں ایسے انداز سے اُس کا اظہار کرتے کہ آپ اُن کو بَری سمجھ جائیں بلکہ کسی بری الذمہ کے ذمہ تہمت لگا کر اُس کے مجرم بنانے میں سعی کرتے اور مل کر باہم مشورہ کرتے چنانچہ ایک دفعہ یہ ہوا کہ ایک ایسے ہی مسلمان نے دوسرے مسلمان کے گھر میں نقب دیا ایک تھیلا آٹے کا اور اُس کے ساتھ کچھ ہتھیار چُرا کر لے گیا۔ اُس تھیلے میں اتفاقاً سوراخ تھا چور کے گھر تک رستہ میں آٹا گرتا گیا چور نے یہ تدبیر کی کہ مال اپنے گھر میں نہ رکھا بلکہ رات ہی میں وہ مال لیجا کر ایک یہودی کے پاس امانت رکھ آیا جو اُس کا واقف تھا۔ صبح کو مالک نے آٹے کے سُراغ پر چور کو جا پکڑا مگر تلاشی پر اُس کے گھر میں کچھ نہ نکلا ادھر چور نے قسم کھائی کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں آٹے کا سُراغ آگے کو چلتا نظر آیا تو مالک نے اُسی سُراغ پر یہودی کو جا پکڑا اُس نے مال کا اقرار کر لیا کہ میرے گھر میں موجود ہے مگر میرے پاس تو رات فلاں شخص امانت رکھ گیا ہے میں چور نہیں ہوں مالک نے یہ قضیہ حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا چور کی قوم اور اُس کی جماعت نے اتفاق کیا کہ جس طرح ہو سکے اُس پر چوری ثابت نہ ہونے دو یہودی کو چور بناؤ چنانچہ یہودی سے جھگڑے اور آپ کی خدمت میں چور کی براءت پر قسمیں کھائیں گواہی دی قریب تھا کہ یہودی چور سمجھا جائے اور مجرم قرار دیا جائے اُس پر حق سبحانہ نے متعدد آیتیں نازل فرمائیں اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سب کو متنبہ فرمادیا کہ چور یہی مسلمان ہے یہودی اس میں سچا اور بے قصور ہے اور ہمیشہ کے لئے ایسے لوگوں کی قلعی کھول کر سب کو متنبہ کر دیا آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول ہم نے اپنی سچی کتاب تجھ پر اس لئے اُتاری کہ ہمارے سمجھانے اور بتلانے کے موافق تمام لوگوں میں نیک ہوں یا بد مومن ہو یا کافر حکم اور انصاف کیا جائے اور جو دغاباز ہیں اُن کی بات کا اعتبار اور اُنکی طرفداری ہرگز مت کرو اور اُنکی قسم اور اُنکی گواہی پر کسی بے قصور کو مجرم مت بناؤ یعنی ان دغابازوں کی طرف ہو کر یہودی کی سمت جھگڑ و ف۴ یعنی قبل تحقیق صرف ظاہر حال کو دیکھ کر چور کو بَری اور یہودی مذکور کو چور خیال کر لینا تمہاری عصمت اور عظمت شان کے مناسب نہیں اس سے استغفار چاہئے اس میں کامل تنبیہ ہو گئی اُن مخلصین صحابہ کو جو بوجہ تعلق اسلامی یا قومی وغیرہ چور پر حسن ظن کر کے یہودی کے چور بنانے میں ساعی ہوئے ف۵ پہلی آیت میں جب اُن لوگوں کی دغا اور بُرائی صاف بتلادی گئی تو شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ غلبہ شفقت جو آپ کو تمام خلق بالخصوص اپنی اُمت پر تھا حق تعالیٰ سے اُن خطاداروں کی معافی چاہی اُس پر ارشاد ہوا کہ ان دغابازوں کی طرف ہو کر اللہ سے کیوں جھگڑتے ہو ایسے لوگ اللہ کو خوش نہیں آتے یہ تو لوگوں کو چھپ چھپ کر راتوں کو ناجائز مشورہ کرتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے جو ہر وقت اُنکے ساتھ ہے اور اُنکے تمام اُمور پر حاوی ہے اور اگر آپ نے اُنکی معافی نہ بھی مانگی ہو تو آپکی معافی مانگنے کا احتمال تو یقیناً موجود تھا دیکھیو دوسری جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت یجادلنا فی قوم لوط ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب ارشاد صریح موجود ہے سو اسکی پیش بندی کیلئے حق تعالیٰ نے یہ ارشاد فرما کر ان لوگوں کی سفارش سے آپکو روک دیا۔ واللہ اعلم

أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ
یا کون ہوگا اُن کا کارساز ف۱ اور جو کوئی کرے گناہ یا

يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١١٠﴾
اپنا بُرا کرے پھر اللہ سے بخشوا دے تو پاوے اللہ کو بخشنے والا مہربان ف۲

وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ
اور جو کوئی کرے گناہ سو کرتا ہے اپنے ہی حق میں اور اللہ سب کچھ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ
جاننے والا حکمت والا ہے ف۳ اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر تہمت لگا دے

بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ﴿١١٢﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ
کسی بے گناہ پر تو اُس نے اپنے سر دھرا طوفان اور گناہ صریح ف۴ اور اگر نہ ہوتا تجھ پر

اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ
اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت تو قصد کر ہی چکی تھی اُن میں ایک جماعت کہ تجھ کو بہکا دیں

وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ ۖ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَأَنْزَلَ
اور بہکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے

اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ
اُتاری تجھ پر کتاب اور حکمت اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا

وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ
اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے ف۵ کچھ اچھے نہیں اُن کے اکثر

نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ
مشورے مگر جو کوئی کہ کہے صدقہ کرنے کو یا نیک کام کو یا صلح کرانے کو

بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ
لوگوں میں اور جو کوئی یہ کام کرے اللہ کی خوشی کے لئے تو

ع ۱۶ / ۸ / ۱۴

ف۱ اس میں خطاب ہے چور کی قوم اور اُن لوگوں کو جو چور کے طرفدار ہوئے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اس بیجا حمایت سے چور کو قیامت میں کوئی نفع نہیں ہو سکتا ف۲ سوء اور ظلم سے بڑے اور چھوٹے گناہ مراد ہیں یا سوء سے وہ گناہ مراد ہے جس سے دوسرے کو درد پہنچے جیسے کسی پر تہمت لگائی اور ظلم وہ ہے کہ اُس کی خرابی اپنے ہی نفس تک رہے یعنی گناہ کیسا ہی ہو اُس کا علاج استغفار اور توبہ ہے توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ البتہ معاف فرما دیتا ہے اگر آدمیوں نے جان بوجھ کر فریب سے کسی مجرم کی برات ثابت کر دی یا غلطی سے مجرم کو بے قصور سمجھ گئے تو اس سے اُس کے جرم میں تخفیف بھی نہیں ہو سکتی البتہ توبہ سے بالکل معاف ہو سکتا ہے اس میں اس چور کو اور اُس کے سب طرفداروں کو جو دیدہ و دانستہ طرفدار بنے ہوں یا غلطی سے سبھی کو توبہ اور استغفار کا ارشاد ہو گیا اور اشارہ لطیف اس طرف بھی ہو گیا کہ اب بھی اگر کوئی اپنی بات پر جما رہیگا اور توبہ نہ کریگا تو اللہ کی بخشش اور اُس کی رحمت سے محروم ہوگا ف۳ یعنی جو اپنے قصد سے گناہ کریگا اُس کا وبال تو اُسی پر پڑیگا اور اُس کی سزا خاص اُسی کو دیجائیگی کسی دوسرے کو سزا نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسا تو وہ کر سکتا ہے جس کو واقعی بات کی خبر نہ ہو یا حکمت سے بے بہرہ ہو مگر حق سبحانہ تعالیٰ تو بلا مبالغہ بصیغہ مبالغہ علیم و حکیم ہے وہاں اس کی گنجائش کہاں تو اب خود چوری کرکے یہودی کے سر لگانے سے کیا نفع ہو سکتا ہے۔ ف۴ یعنی جس نے چھوٹا یا بڑا گناہ کرکے کسی بے گناہ کے ذمہ لگایا تو اُس پر تو دو گناہ لازم ہو گئے ایک جھوٹی تہمت دوسرا وہ اصلی گناہ تو ظاہر ہو گیا کہ خود چوری کرکے یہودی پر تہمت دھرنے سے اور وبال بڑھ گیا نفع خاک بھی نہ ہوا اور معلوم ہو گیا کہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا توبہ خالص کے سوا اُس کا کوئی علاج نہیں ف۵ اس میں خطاب ہے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف اور اظہار ہے اُن خائنوں کے فریب کا اور بیان ہے آپ کی عظمت شان اور عصمت کا اور اس کا کہ آپ کمال علمی میں جو کہ تمام کمالات سے افضل اور اوّل ہے سب سے فائق ہیں اور اللہ کا فضل آپ پر بے نہایت ہے جو ہمارے بیان اور ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا اور اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ آپ کو جو چور کی برات کا خیال ہوا تھا وہ ظاہر حال کو دیکھ کر اور اقوال و شہادات کو سُن کر اور اُس کو سچ سمجھ کر ہو گیا تھا۔ میلان عن الحق یا مداہنت فی الحق ہرگز ہرگز اُس کا باعث نہ تھا اور اتنی بات میں کچھ بُرائی نہ تھی بلکہ یہی ہونا ضروری تھا جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقیقۃ الامر ظاہر ہو گئی کوئی خلجان باقی نہ رہا اور ان سب باتوں سے مقصود یہ ہے کہ آئندہ کو وہ فریب باز تو آپ کے بہکانے اور دھوکہ دینے کو رُک جائیں اور مایوس ہو جائیں اور آپ اپنی عظمت اور تقدس کے موافق غور اور احتیاط سے کام لیں واللہ اعلم۔

ف منافق اور جہلا گر آ کر آپ سے کان میں باتیں کرتے تاکہ لوگوں میں اپنا اعتبار بڑھائیں اور مجلس میں بیٹھ کر آپس میں بیہودہ سرگوشی کیا کرتے کسی کی عیب جوئی کسی کی غیبت کسی کی شکایت کرتے اس پر ارشاد ہوا کہ جو لوگ باہم کانوں میں مشورت کرتے ہیں اکثر مشورے خیر سے خالی ہوتے ہیں صاف اور سچی بات کو چھپانے کی حاجت نہیں اس میں کوئی فریب ہوتا ہے البتہ چھپا دے تو صدقہ اور خیرات کی بات کو چھپائے تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو یا کسی ناواقف کو غلطی سے بچائے اور اس کو اچھی بات اور صحیح مسئلہ بتلائے تو چھپا کر بتائے تاکہ اس کو ندامت نہ ہو یا دو میں لڑائی ہو اور غصہ والا جوش میں صلح نہیں کرتا تو اول کوئی تدبیر بنا کر پھر اس کو سمجھائے حتیٰ کہ توریہ کی بھی اجازت ہے۔ آخر میں فرما دیا کہ جو کوئی امور مذکورہ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کریگا اس کو بڑا عظیم الشان ثواب عنایت ہوگا یعنی ریاکاری یا کسی اور غرض دنیاوی کے لئے نہ ہونا چاہیئے۔ ف۲ یعنی جب کسی کو حق بات واضح ہو چکے پھر اس کے بعد بھی رسول کے حکم کی مخالفت کرے اور سب مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جدی راہ اختیار کرے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے جیسا کہ اس چور نے کیا جس کا ذکر ہو چکا بجائے اس کے کہ قصور کا اعتراف کر کے توبہ کرتا یہ کیا کہ ہاتھ کٹنے کے ڈر سے بھاگ گیا اور مشرکین میں مل گیا۔ **فائدہ** اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے یعنی اجماع امت کو ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدی راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا

نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا

ہم اسکو دینگے بڑا ثواب ف۱ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ

تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ

کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کرینگے اسکو وہی طرف جو

وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن

اسنے اختیار کی اور ڈالینگے ہم اسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا ف۲ بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو

يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ

اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے ف۳ اور جس نے شریک ٹھہرایا

بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ

اللہ کا وہ بہک کر دور جا پڑا ف۴ اللہ کے سوا نہیں پکارتے

إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَ

مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو ☆ جس پر لعنت کی اللہ نے ف۵

قَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ

اور کہا شیطان نے کہ میں البتہ لونگا تیرے بندوں سے حصہ مقررہ ف۶ اور ان کو بہکاؤنگا

وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ

اور انکو امیدیں دلاؤنگا اور انکو سکھلاؤنگا کہ چیریں جانوروں کے کان اور انکو سکھلاؤنگا

فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ

کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی اللہ کی ف۷ اور جو کوئی بنا دے شیطان کو دوست اللہ کو چھوڑ

اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَ

کر تو وہ پڑا صریح نقصان میں ☆ انکو وعدہ دیتا ہے اور انکو امیدیں دلاتا ہے اور

مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ

جو کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو سب فریب ہے ☆ ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ

ف۳ یعنی شرک سے نیچے کے گناہ جس کے چاہیگا اللہ بخشدیگا مگر شرک کو ہرگز نہیں بخشیگا شرک کے لئے عذاب ہی مقرر فرما چکا تو چوری کرنا اور تہمت جھوٹی لگانا اگرچہ کبیرہ گناہ تھے مگر یہ بھی احتمال تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس چور کو بخش دیتا لیکن جب وہ چور رسول کے حکم سے بھاگا اور مشرکوں میں جا ملا تو اب اس کی مغفرت کا احتمال بھی نہ رہا **فائدہ** اس سے یہ معلوم ہوا کہ شرک یہی نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کرے بلکہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو پسند کرنا یہ بھی شرک ہے۔ ف۴ دور جا پڑا اس لئے کہ وہ شخص تو اللہ ہی سے صریح منحرف ہو گیا اور اللہ کے مقابلہ میں دوسرا معبود بنا کر شیطان کا پورا مطیع ہو چکا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی رحمت سب سے مستغنی ہو بیٹھا اور جو اتنی دور جا پڑا تو اللہ کی رحمت اور اس کی مغفرت کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے بلکہ ایسے شخص کی مغفرت تو خلاف حکمت ہونی چاہیئے یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کو مغفرت سے صاف مایوس فرما دیا گیا اور مسلمان کتنا ہی سخت گنہگار ہو چونکہ اس کی خرابی صرف اعمال تک ہے اس کا عقیدہ اور تعلق اور توقع سب جوں کی توں موجود ہیں اس کی مغفرت ضرور ہوگی جلدی یا دیر کے بعد اللہ جب چاہیگا بخش دیگا۔ ف۵ یعنی ان مشرکوں نے اللہ کے سوا جو اپنا معبود بنایا تو ان بتوں کو جن کو عورتوں کے نام سے نامزد کر رکھا ہے جیسے عزّیٰ اور مناۃ اور نائلہ وغیرہ اور حقیقۃ الامر دیکھیے تو یہ مشرکین شیطان سرکش ملعون ہی کی عبادت کرتے ہیں اسی نے تو بہکا کر ایسا کرایا اور بت پرستی کرنے میں اس کی اطاعت اور اس کی عین خوشی ہے۔ اس سے مشرکین کی پرلے سرے کی ضلالت اور جہالت ظاہر فرمانی مقصود ہے دیکھیے اول تو اللہ کے سوا کسی کو معبود بنانا اس سے بڑھ کر ضلالت کیا ہو سکتی ہے پھر بنایا تو کس کو پتھروں کو جن میں کسی قسم کی حس و حرکت بھی نہیں اور عورتوں کے نام سے موسوم ہیں اور کس کے بتلانے سے شیطان مردود ملعون خداوندی کے بہکانے سے کیا اس ضلالت و جہالت کی نظیر مل سکتی ہے اور کوئی احمق سے احمق بھی اس کو قبول کر سکتا ہے ف۶ یعنی جب شیطان سجدہ نہ کرنے پر ملعون اور مردود کیا گیا تو اس نے تو اسی وقت کہا تھا کہ میں تو غارت ہو ہی چکا مگر میں بھی تیرے بندوں اور اولاد آدم میں سے اپنے لئے ایک مقدار معلوم اور بڑا حصہ لونگا یعنی ان کو گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لیجاؤنگا جیسا کہ سورہ حجر اور بنی اسرائیل وغیرہ میں مذکور ہے مطلب یہ ہوا کہ متمرد اور ملعون ہونے کے علاوہ شیطان تو جملہ بنی آدم کا اول روز سے سخت دشمن اور بدخواہ ہے اور اس دشمنی کو صاف ظاہر کر چکا ہے تو اب یہ احتمال بھی نہ رہا کہ گو شیطان ہر طرح سے خبیث و گمراہ ہے مگر شاید کسی کو خیر خواہانہ کوئی نفع کی بات بتلا دے بلکہ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دشمن ازلی تو بنی آدم کو جو کچھ بتلائیگا ان کی گمراہی اور بربادی ہی کی بات بتلائیگا پھر ایسے گمراہ اور بدخواہ کی اطاعت کرنی کس قدر جہالت اور نادانی ہے حصہ مقررہ لینے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ تیرے بندے اپنے مال میں میرا حصہ ٹھہرائیں گے جیسا کہ لوگ بت یا جن وغیرہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ ف۷ یعنی جو لوگ میرے حصہ میں آئینگے ان کو طریق حق سے گمراہ کرونگا اور انکو حیات دنیوی اور خواہشات دنیوی کے حصول کی توقعات اور حساب و کتاب امور اخروی کے نہ ہونے کی آرزو دلاؤنگا اور اس بات کی تعلیم دونگا کہ جانوروں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر ان کو چھوڑینگے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورتوں کو اور اس کی مقرر کی ہوئی باتوں کو بدل ڈالیں گے **فائدہ** کافروں کا دستور تھا کہ گائے بکری اونٹ کا بچہ بت کے نام کا کر دیتے اور اس کا کان چیر کر یا اس کے کان میں نشانی ڈال کر چھوڑ دیتے اور صورت بدلنا جیسے خوجہ کرنا یا بدن کو سوئی سے گود کر تل بنانا یا نیلا داغ دینا یا بچوں کے سر پر چوٹیاں رکھنی کسی کے نام کی مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنا ضرور ہے داڑھی منڈانا بھی اسی تغیر میں داخل ہے۔ اور اللہ کے جتنے احکام ہیں کسی میں تغیر کرنا بہت سخت بات ہے جو چیز اس نے حلال کر دی اس کو حرام کرنا یا حرام کو حلال کرنا اسلام سے نکال دیتا ہے۔ تو جو کوئی ان باتوں میں مبتلا ہو اس کو یقین کر لینا چاہیئے کہ میں شیطان کے مقررہ حصہ میں داخل ہوں جس کا ذکر گذرا۔

وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
اور نہ پاویں گے وہاں سے کہیں بھاگنے کو جگہ ف۱ اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے

سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
انکو ہم داخل کریں گے باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں اُن میں ہی

أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ
ہمیشہ وعدہ ہے اللہ کا سچا اور اللہ سے سچا کون (ہے) ف۲ نہ

بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ ۗ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَ
تمہاری اُمیدوں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی اُمیدوں پر جو کوئی بُرا کام کریگا اُسکی سزا پاویگا اور

لَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ
نہ پاویگا اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار ☆ اور جو کوئی کام کرے

الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ
اچھے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ داخل ہونگے جنت میں

وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ
اور اُن کا حق ضائع نہ ہوگا تل بھر ف۳ اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے پیشانی رکھی اللہ کے حکم پر

وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ
اور نیک کاموں میں لگا ہوا ہے اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے بنالیا ابراہیم کو

خَلِيلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ
خالص دوست ف۴ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور سب چیزیں اللہ کے

شَيْءٍ مُحِيطًا ﴿۱۲۶﴾ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ
قابو میں ہیں ف۵ اور تجھ سے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کے نکاح کی کہدے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے

فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي
اُن کی اور وہ جو تم کو سنایا جاتا ہے قرآن میں سو حکم ہے اُن یتیم عورتوں کا جن کو

ف۱ یعنی جب شیطان کی خباثت وشرارت اور اُسکی عداوت کی کیفیت خوب معلوم ہوچکی تو اب اس میں کچھ شک نہ رہا کہ اپنے سچے معبود سے منحرف ہوکر جو کوئی اُس کی موافقت کریگا سخت نقصان میں پڑیگا اُس کے تمام وعدے اور اُمیدیں محض فریب ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ اُن سب کا ٹھکانا دوزخ ہے اس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی ف۲ یعنی اور وہ لوگ جو شیطان کی خرابی سے محفوظ ہیں اور ارشاد خداوندی کے موافق ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وہ ہمیشہ کے لئے باغ وبہار میں رہینگے اور یہ اللہ کا وعدہ ہے جس سے سچی کسی کی بات نہیں ہوسکتی پھر ایسے سچے وعدہ کو چھوڑ کر شیطان کی جھوٹی باتوں میں آنا کس قدر گمراہی اور کتنی بڑی مضرت کو سر پر لینا ہے۔ ف۳ کتاب والوں یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کو خیال تھا کہ ہم خاص بندے ہیں جن گناہوں پر خلقت پکڑی جائیگی ہم نہ پکڑے جائیں گے ہمارے پیغمبر حمایت کرکے ہم کو بچالیں گے اور نادان اہل اسلام بھی اپنے حق میں یہی خیال کرلیا کرتے ہیں سو فرمادیا کہ نجات اور ثواب کسی کی اُمید اور خیال پر موقوف اور منحصر نہیں جو بُرا کریگا پکڑا جائیگا کوئی ہو اللہ کے عذاب کے وقت کسی کی حمایت کام نہیں آسکتی اللہ جس کو پکڑے وہی چھوڑے تو چھوٹے دنیا کی مصیبت اور بیماری کو دھیان کرلو اور جو کوئی عمل نیک کریگا بشرطیکہ ایمان بھی رکھتا ہو سو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور اپنی نیکیوں کا پورا ثواب پائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ ثواب وعقاب کا تعلق اعمال سے ہے کسی کی اُمید اور آرزو سے کچھ نہیں ہوتا سو ان اُمیدوں پر لات مارو اور نیک کاموں میں ہمت کرو ف۴ پہلے معلوم ہوچکا کہ اللہ کے نزدیک اعمال کا اعتبار ہے بیہودہ آرزو کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اہل کتاب وغیرہ سب کے لئے یہی قاعدہ مقرر ہے جس میں اشارہ تھا اہل اسلام یعنی حضرات صحابہ کی تعریف اور فضیلت کی طرف اور اہل کتاب کی مذمت اور بُرائی کی طرف اب کھول کر فرماتے ہیں کہ دینداری میں ایسے شخص کا مقابلہ کون کرسکتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم پر سر رکھے ہوئے ہو اور نیک کاموں میں دل سے لگا ہوا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی سچی پیروی کرتا ہو جو سب کو چھوڑ کر اللہ کا ہوگیا تھا اور اُس کو اللہ نے اپنا دوست بنالیا ظاہر ہے کہ یہ تینوں خوبی حضرات صحابہ میں علیٰ وجہ الکمال موجود تھیں نہ اہل کتاب میں اب اس سے اہل کتاب کی وہ آرزو جو پہلے گذری لغو محض اور باطل ہوگئی ف۵ یعنی زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے سب اُسکے بندے اور اُسکی مخلوق اور مملوک ہیں اور اُس کے قبضہ میں ہیں اپنی رحمت اور حکمت سے جس کے ساتھ جیسا چاہے معاملہ کرے اُسکو کسی کی حاجت نہیں خلیل بنانے سے کوئی دھوکا نہ کھائے اور اہل عالم کے جزا اعمال خیر وشر کی جزا اور سزا میں تردّد نہ کرے

ع ۱۸ / ۱۱ / ۱۵

ف اس سورت کے اوّل میں تاکید فرمائی تھی یتیموں کے حق ادا کرنے کی ... اُس کا حق پورا ادا نہ کر سکو گا تو خود اُس لڑکی سے نکاح نہ کرے بلکہ کسی اور سے اُس کا نکاح کردے اور آپ اُس کا حمایتی بنا رہے اس پر مسلمانوں نے ایسی عورتوں سے نکاح کرنا موقوف کر دیا تھا مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعضی جگہ لڑکی کے حق میں یہی بہتر ہے کہ اُس کا ولی ہی اپنے نکاح میں لائے جیسی رعایت وہ کریگا غیر نہ کریگا تب مسلمانوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی اجازت مانگی اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رخصت مل گئی اور فرمایا کہ وہ جو پہلی ممانعت سُنائی گئی تھی وہ خاص اُس صورت میں تھی کہ اُنکا حق پورا ادا نہ کرو اور یتیموں کے حق ادا کرنے کی تاکید کی گئی تھی اور جو یتیموں کے ساتھ سلوک اور بھلائی کرنے کے ارادہ سے ایسا نکاح کیا جائے تو اجازت ہے فائدہ عرب والے عورتوں بچوں یتیموں کو بعض حقوق میں محروم رکھتے تھے میراث نہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میراث اُس کا حق ہے جو دشمنوں سے لڑائی کرے یتیم لڑکیوں سے اُن کے اولیاء نکاح کرکے نفقہ اور مہر میں کمی اور اُنکے مال میں بیجا تصرف کرتے تھے چنانچہ اس سورت کے اوّل میں ان باتوں کی تاکیدات گذر چکیں اب اس موقع پر چند رکوع پہلے سے جو ارشاد چلا آرہا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ واجب الاتباع حکم الٰہی ہے کسی کی عقل کسی کا دستور کسی کا حکم کسی کی آرزو اور قیاس قابل اعتبار نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی کی بات سننی اور اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اُس پر عمل کرنا صریح کفر اور گمراہی ہے اور اس مضمون کو طرح طرح سے تاکیدات بلیغہ کے ساتھ ظاہر کرکے دکھلایا ہے اب اسکے بعد آیات سابقہ کا حوالہ دے کر بعضے اور مسائل عورتوں اور یتیم لڑکیوں کے نکاح کے متعلق تبلائے جاتے ہیں تاکہ ان تاکیدات کے بعد کسی کو عورتوں کے حقوق دینے میں کوئی بات باقی نہ رہے روایت ہے کہ جب عورتوں کے متعلق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم میراث ظاہر فرمایا تو بعض عرب کے سردار آپ کی خدمت میں آئے اور تعجب سے کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ بہن اور بیٹی کو میراث دلواتے ہیں حالانکہ میراث تو اُن کا حق ہے جو دشمنوں سے لڑیں اور غنیمت کا مال لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک حق تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ اُن کو میراث دیجائے۔ نیز اشارہ ہے اس طرف کہ ارشاد ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله کے مصداق حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں کہ نکاح مہر نفقہ معاملات میں اپنے زیردستوں کی ادنیٰ حق تلفی روا نہیں رکھتے اور حکم خداوندی کے مقابلہ میں اپنے منافع اور اغراض ذاتی اور اپنی قوم کے رسم ورواج کی اصلا پرواہ نہیں کرتے یہی حکم الٰہی کی مخالفت کے احتمال سے بھی پرہیز کرتے ہیں جو کرتے ہیں صاف اجازت لینے کے بعد کرتے ہیں۔ واللہ اعلم ف۲ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذرہ ذرہ بھلائی معلوم ہے سو یتیموں اور عورتوں کے حق میں جو بھلائی کروگے اُس کا ثواب ضرور پاؤگے ف۳ یعنی اگر کوئی عورت خاوند کا دل اپنے سے پھرا دیکھے اور اُس کو خوش اور متوجہ کرنے کو اپنے مہر یا نفقہ وغیرہ میں سے کچھ چھوڑ کر اُس کو راضی کرلے تو اس مصالحت میں کسی کے ذمہ کچھ گناہ نہیں زوجین میں مصالحت اور موافقت بہت ہی اچھی بات ہے البتہ بے وجہ عورت کو تنگ کرنا اور بلا رضا اُس کے مال میں تصرف کرنا گناہ ہے ف۴ یعنی اپنے نفع اور مال کی حرص اور بخیلی ہر ایک کے جی میں گھسی ہوئی ہے سو نظر بر مصلحت اگر عورت مرد کو کچھ نفع پہنچائیگی تو مرد خوش ہو جائیگا ف۵ یعنی اگر عورتوں کے ساتھ سلوک نیک کروگے اور بدسلوکی اور لڑائی سے پرہیز رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تو تمہاری سب باتوں سے خبردار ہے اس نیکی کا ثواب ضرور عنایت کریگا ظاہر ہے کہ اس صورت میں نہ اعراض اور ناخوشی کی نوبت آئیگی اور نہ راضی کرنے اور اپنے کسی حق کو چھوڑنے کی ضرورت ہوگی۔ ف۶ یعنی اگر کئی عورتیں نکاح میں ہوں تو یہ تو تم سے نہ ہو سکیگا کہ محبت قلبی اور ہر ہر امر میں بالکل مساوات اور برابری رکھو مگر ایسا ظلم بھی نہ کرو کہ ایک کی طرف تو بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو درمیان میں لٹکتی رکھو نہ خود ہی آرام سے رکھو نہ بالکل علیحدہ ہی کرو جو دوسرے سے نکاح کرسکے ف۷ یعنی اگر اصلاح اور مصالحت کا معاملہ کروگے اور تعدی اور حق تلفی سے تابمقدور بچتے رہوگے تو اُس کے بعد اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے ف۸ یعنی اگر زوجین جدائی ہی کو پسند کریں اور طلاق کی نوبت آئے تو کچھ حرج نہیں اللہ تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے اور سب کی حاجات کا پورا کرنیوالا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ زوجہ کو راحت سے رکھے اور ایذا نہ دے اور اس پر قادر نہ ہو تو پھر طلاق دیدینا مناسب ہے واللہ اعلم۔

لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

تم نہیں دیتے جو انکے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو کہ اُن کو نکاح میں لے آؤ اور حکم ہے ناتوان

مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ

لڑکوں کا اور یہ کہ قایم رہو یتیموں کے حق میں انصاف پر ف اور جو کروگے بھلائی

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا

سو وہ اللہ کو معلوم ہے ف۲ اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے

اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ

یا جی پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ کرلیں آپس میں کسی طرح صلح اور صلح

خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

خوب چیز ہے ف۳ اور دلوں کے سامنے موجود ہے حرص ف۴ اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا

اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ف۵ اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکوگے

بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا

عورتوں کو اگرچہ اس کی حرص کرو سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت

كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

کو جیسے ادھر میں لٹکتی ف۶ اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ

مہربان ہے ف۷ اور اگر دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو بے پروا کردیگا اپنی کشایش سے اور

اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَ

اللہ کشایش والا تدبیر جاننے والا ہے ف۸ اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور

لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا

ہم نے حکم دیا ہے پہلے کتاب والوں کو اور تم کو کہ ڈرتے رہو

اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ

اللہ سے اور اگر نہ مانوگے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں اور

كَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ

اللہ ہے بے پروا سب خوبیوں والا ☆ اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ

اور اللہ کافی ہے کارساز ف۱ اگر چاہے تو تم کو دور کردے اے لوگو اور لے آئے

بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ

اور لوگوں کو اور اللہ کو یہ قدرت ہے ف۲ جو کوئی چاہتا ہو

ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

ثواب دنیا کا سو اللہ کے یہاں ہے ثواب دنیا کا اور آخرت کا ف۳ اور اللہ

سَمِیْعًا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ

سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ف۴ اے ایمان والو قایم رہو انصاف پر

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ

گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا ف۵ اگر

یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ

کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیرخواہ تم سے زیادہ ہے سو تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف

تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

کرنے میں ف۶ اور اگر تم زبان ملوگے یا بچا جاؤگے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے

خَبِیْرًا ﴿۱۳۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ

واقف ہے ف۷ اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو

نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ

نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی یقین نہ رکھے

ع ۱۹ / ۸ / ۱۶

ف۱ اوپر سے ترغیب و ترہیب کا ذکر چلا آتا تھا یعنی حکم خداوندی کی اطاعت کرنا اور اس کی مخالفت سے بچنا سب کو ضرور ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی کی بات کی طرف کان رکھنا ہرگز جائز نہیں بیچ میں چند حکم یتیموں اور عورتوں کے متعلق جن میں لوگ مبتلا تھے بیان فرما کر پھر اسی ترغیب و ترہیب کا بیان ہے۔ ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو یہ حکم سنا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی نہ کرو تو اب اگر کوئی اس کے حکم کو نہ مانے تو وہ سب چیزوں کا مالک ہے اس کو کسی کی پرواہ نہیں یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑیگا اس کا کچھ نقصان نہیں اور فرمانبرداری کروگے تو سمجھ لو کہ وہ تمام چیزوں کا مالک ہے تمہارے سب کام بنا سکتا ہے تین دفعہ فرمایا کہ اللہ کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اول سے کشایش اور وسعت مقصود ہے کہ اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں دوسری سے بے نیازی اور بے پروائی کا بیان مقصود ہے کہ اس کو کسی کی پروا نہیں اگر تم منکر ہو۔ تیسری دفعہ میں رحمت اور کارسازی کا اظہار ہے بشرطیکہ تقویٰ کرو۔ ف۲ یعنی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تم سب کو فنا کردے اور دنیا سے اٹھالے اور دوسرے لوگ مطیع و فرمانبردار پیدا کردے اس سے بھی حق تعالیٰ کا استغنا اور بے نیازی خوب ظاہر ہوگئی اور نافرمانوں کو پوری تہدید اور تخویف بھی ہوگئی ف۳ یعنی اگر اس کی تابعداری کروتو تم کو دنیا بھی دے اور آخرت بھی پھر صرف دنیا کے پیچھے پڑنا اور اس کی نافرمانی کرکے آخرت سے محروم رہنا بڑی نادانی ہے ف۴ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھتا ہے اور سب باتیں سنتا ہے جس کے طالب ہوگے وہی ملے گا۔ ف۵ یعنی گواہی سچی اور اللہ کے حکم کے موافق دینی چاہئے اگرچہ اس میں تمہارا یا تمہارے کسی عزیز قریب کا نقصان ہوتا ہو جو حق ہو اس کو صاف ظاہر کردینا چاہئے دنیوی نفع کے لئے آخرت کا نقصان نہ لو۔ ف۶ یعنی سچی گواہی دینے میں اپنی کسی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ مالدار کی رعایت کرکے یا محتاج پر ترس کھا کر سچ کو چھوڑ بیٹھو جو حق ہو سو کہو اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیرخواہ اور ان کے مصالح سے واقف ہے اور اس کے یہاں کس چیز کی کمی ہے ف۷ زبان ملنا یہ کہ سچی بات تو کہی مگر زبان داب کر اور پیچ سے کہ سننے والے کو شبہ پڑجائے یعنی صاف صاف سچ نہ بولا اور بچا جانا یہ کہ پوری بات نہ کہی بلکہ کچھ بات کام کی رکھ لی سو ان دونوں صورتوں میں گو جھوٹ تو نہیں بولا مگر بوجہ عدم اظہار حق گنہگار ہوگا۔ گواہی سچی اور صاف اور پوری دینی چاہئے۔

بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ

اللہ پر اور اُسکے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر

ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا

دور جا پڑا ف۱ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾

پھر بڑھتے رہے کفر میں تو اللہ اُن کو ہرگز بخشنے والا نہیں اور نہ دکھلاوے اُنکو راہ ف۲

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ

خوشخبری سنادے منافقوں کو کہ اُنکے واسطے ہے عذاب دردناک ☆ وہ جو بناتے ہیں کافروں کو

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ

اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ڈھونڈتے ہیں اُن کے پاس عزت سو

الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ

عزت تو اللہ ہی کے واسطے ہے ساری ف۳ اور حکم اُتار چکا تم پر قرآن میں کہ جب سنو

اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا

اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے تو نہ بیٹھو اُن کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں

فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ

کسی دوسری بات میں نہیں تو تم بھی اُنہی جیسے ہوگئے اللہ اکٹھا کرے گا منافقوں کو اور

الْكٰفِرِيْنَ فِىْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ

کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ ف۴ وہ منافق جو تمہاری تاک میں ہیں پھر اگر

لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ

تم کو فتح ملے اللہ کی طرف سے تو کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ اور اگر نصیب ہو

نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ

کافروں کو تو کہیں کیا ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو اور بچا دیا تم کو مسلمانوں سے ف۵ سو اللہ

ف۱ یعنی جو اسلام قبول کرے اُس کو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر دل سے یقین لائے اُس کے ارشادات میں سے اگر کسی ایک ارشاد پر بھی یقین نہ لائیگا تو وہ مسلمان نہیں صرف ظاہری اور زبانی بات کا اعتبار نہیں ہے ف۲ یعنی ظاہر میں تو مسلمان ہوئے اور دل میں مذبذب رہے اور آخر کو بے یقین لائے ہی مرگئے اُن کو نجات کا رستہ نہیں ملیگا وہ کافر ہیں۔ ظاہر کی مسلمانی کچھ کام نہ آئیگی۔ اس سے مراد منافقین ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہودیوں کی شان میں ہے کہ اول ایمان لائے پھر گوسالہ کی عبادت کر کے کافر ہوگئے پھر توبہ کر کے مومن ہوئے پھر عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر کافر ہوئے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں ترقی کر گئے ف۳ یعنی منافق لوگ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے اور اُن کا یہ خیال کہ کافروں کے پاس بیٹھ کر ہم کو دنیا میں عزت ملیگی بالکل غلط ہے سب عزت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو اُس کی اطاعت کریگا اُس کو عزت ملیگی خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل وخوار رہیں گے ف۴ یعنی اے مسلمانوں خدا تعالیٰ پہلے قرآن شریف میں تم پر حکم بھیج چکا ہے کہ جس مجلس میں احکام خداوندی کا انکار اور تمسخر کیا جاتا ہو وہاں ہرگز نہ بیٹھو ورنہ تم بھی ویسے ہی سمجھے جاؤ گے البتہ جس وقت دوسری باتوں میں مشغول ہوں تو اُس وقت اُن کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت نہیں۔ منافقوں کی مجالس میں آیات واحکام الٰہی پر انکار واستہزاء ہوتا تھا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ حکم اُتار چکا تم پر یہ اشارہ ہے آیت واذا رایت الذین یخوضون فی اٰیاتنا فاعرض عنہم الیٰ آخرہ کی طرف جو پہلے نازل ہوچکی تھی۔ فائدہ اس سے معلوم ہوگیا کہ جو شخص مجلس میں اپنے دین پر طعنہ اور عیب سُنے اور پھر اُنہی میں بیٹھا رہا کرے اگرچہ آپ کچھ نہ کہے وہ منافق ہے۔ ف۵ یعنی یہ منافق وہ ہیں جو برابر تمہاری تاک اور انتظار میں لگے رہتے ہیں پھر اگر تمہاری فتح ہو تو تم سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں مال غنیمت میں ہم کو بھی شریک کرو اور اگر کافروں کو لڑائی میں کچھ حصہ مل گیا یعنی وہ غالب ہوئے تو اُن سے کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تم کو گھیر نہ لیا تھا اور تمہاری حفاظت نہیں کی اور ہم نے کیا تم کو مسلمانوں کے ضرر سے نہیں بچایا۔ لوٹ میں ہم کو بھی حصہ دو فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ دین حق پر ہو کر گمراہوں سے بھی بنائے رکھنا یہ بھی نفاق کی بات ہے۔

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
فیصلہ کریگا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز نہ دیگا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر

سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ ع اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا
غلبہ کی راہ ف۱ البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی اُن کو دغا دیگا ف۲ اور جب

قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ
کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں ہارے جی سے لوگوں کے دکھانے کو اور یاد نہ کریں اللہ کو

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ
مگر تھوڑا سا ف۳ اُدھر میں لٹکتے ہیں دونوں کے بیچ نہ اِن کی طرف اور نہ اُن کی طرف

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اور جس کو گمراہ کرے اللہ تو ہرگز نہ پاویگا تو اُسکے واسطے کہیں راہ ف۴ اے ایمان والو

لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ
نہ بناؤ کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا لیا چاہتے ہو

تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ
اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح ☆ بیشک منافق ہیں سب سے نیچے درجہ میں

مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا
دوزخ کے اور ہرگز نہ پاویگا تو اُنکے واسطے کوئی مددگار ف۵ مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی

وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ
اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور خالص حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ

وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ
اور جلد دیگا اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب ف۶ کیا کریگا اللہ

بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾
تم کو عذاب کرکے اگر تم حق کو مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ف۷

ف۱ یعنی اللہ تعالیٰ تم میں اور اُن میں حکم فیصل فرمادیگا کہ تم کو جنت دیگا اور اُن کو جہنم میں ڈالیگا دنیا میں جو کچھ اُن سے ہوسکے کر دیکھیں مگر اہل ایمان کی بیخ کنی ہرگز نہ کرسکیں گے جو اُنکی دلی تمنا ہے ف۲ یعنی دل سے کافر ہیں اور ظاہر میں مسلمان تاکہ دونوں طرف کی مضرت اور ایذا سے محفوظ رہیں اور دونوں سے فائدہ اُٹھاتے رہیں حق تعالیٰ نے اُن کی اس دغا بازی کی یہ سزا دی کہ اُن کی تمام شرارتوں اور مخفی خباثتوں کو اپنے نبی پر ظاہر فرما کر ایسا ذلیل کیا کہ کسی قابل نہ رہے اور سب دغابازی مسلمانوں پر کھل گئی اور آخرت میں جو اِس کی سزا ملیگی وہ بھی ظاہر فرمادی چنانچہ آیات آئندہ میں ذکر آتا ہے خلاصہ یہ کہ اُن کی دھوکہ بازی سے تو کچھ نہ ہوا اور اللہ نے اُنکو ایسا دھوکہ میں ڈالا کہ دنیا و آخرت دونوں غارت ہوئیں ف۳ یعنی نماز جو نہایت ضروری اور خالص عبادت ہے اور اُسکے ادا کرنے میں جانی مالی کسی مضرت کا بھی اندیشہ نہیں منافق لوگ اُس سے بھی جان چراتے ہیں بمجبوری لوگوں کے دکھانے کو اور دھوکہ دینے کو پڑھ لیتے ہیں کہ اُن کے کفر کی کسی کو اطلاع نہ ہو اور مسلمان سمجھے جاویں پھر ایسوں سے اور کسی بات کی کیا توقع ہوسکتی ہے اور وہ کیسے مسلمان ہوسکتے ہیں ف۴ یعنی منافقین تو بالکل تردد اور حیرت میں گرفتار ہیں نہ اُن کو اسلام پر اطمینان ہے نہ کفر پر سخت پریشانی میں مبتلا ہیں کبھی ایک طرف جھکتے ہیں کبھی دوسری طرف اور اللہ جس کو بھٹکانا اور گمراہ کرنا چاہے اُس کو نجات کا راستہ کہاں مل سکتا ہے ف۵ یعنی مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرنا دلیل ہے نفاق کی جیسا کہ منافقین کرتے ہیں سو تم اے مسلمانوں ایسا ہرگز مت کرنا ورنہ خداوند تعالیٰ کا صریح الزام اور پوری حجت تم پر قائم ہوجائیگی کہ تم بھی منافق ہو اور منافقوں کے لیے دوزخ کا سب سے نیچا طبقہ مقرر ہے اور کوئی اُن کا مددگار بھی نہیں ہوسکتا کہ اُس طبقہ سے اُن کو نکالے یا عذاب میں کچھ تخفیف کرادے مسلمانوں کو ایسی بات سے دور رہنا چاہیے۔ ف۶ یعنی جو منافق اپنے نفاق سے توبہ کرے اور اپنے اعمال کی درستی کرے اور اللہ کے پسندیدہ دین کو خوب مضبوط پکڑے اور اللہ پر توکل کرے اور ریا وغیرہ خرابیوں سے دین کو پاک و صاف رکھے تو وہ خالص مسلمان ہے دین و دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ ہوگا اور ایمان والوں کو بڑا ثواب ملنے والا ہے اُنکے ساتھ اُن کو بھی ملیگا جنہوں نے نفاق سے سچی توبہ کی ف۷ یعنی اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا قدردان ہے اور بندوں کی سب باتوں کو خوب جانتا ہے سو جو شخص اُسکے حکم کو ممنونیت اور شکرگذاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ عادل رحیم کو اس شخص پر عذاب کرنے سے کوئی تعلق نہیں یعنی ایسے شخص کو ہرگز عذاب نہ دیگا وہ تو سرکش اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ
اللہ کو پسند نہیں کسی کی بُری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو
وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا
اور اللہ ہے سُننے والا جاننے والا ف۱ اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی یا اُسکو چھپاؤ یا معاف کرو
عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ
برائی کو تو اللہ بھی معاف کرنیوالا بڑی قدرت والا ہے ف۲ جو لوگ منکر ہیں
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ
اللہ سے اور اُسکے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اُسکے رسولوں میں
وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ
اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ
يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١٥٠﴾ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ
نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ☆ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر
وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٥١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
اور ہمنے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب ف۳ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور
رُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ
اُسکے رسولوں پر اور جُدا نہ کیا اُن میں سے کسی کو اُن کو جلد دیگا
اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾ ۧ يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ
اُنکے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۴ تجھ کو درخواست کرتے ہیں اہل کتاب
اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ
کہ تو اُن پر اُتار لاوے لکھی ہوئی کتاب آسمان سے سو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے اس سے
مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ
بھی بڑی چیز اور کہا ہم کو دکھلا دے اللہ کو بالکل سامنے سو آپڑی اُن پر بجلی اُنکے گناہ کے باعث

ف۱ یعنی اگر کسی میں دین یا دنیا کا عیب معلوم ہو تو اُس کو مشہور نہ کرنا چاہیے خدا تعالیٰ سب کی بات سُنتا ہے اور سب کے کام کو جانتا ہے ہر ایک کو اُس کے موافق جزا دیگا اسی کو غیبت کہتے ہیں البتہ مظلوم کو رخصت ہے کہ ظالم کا ظلم لوگوں سے بیان کرے ایسے ہی بعضی اور صورتوں میں بھی غیبت روا ہے اور یہ حکم یہاں شاید اس لئے فرمایا کہ مسلمان کو چاہیے کہ کسی منافق کا نام مشہور نہ کرے اور علی الاعلان اُس کو بدنام نہ کرے اس میں وہ بگڑ کر شاید بیباک ہو جائے بلکہ مبہم نصیحت کرے منافق آپ سمجھ لیگا یا تنہائی میں نصیحت کرے اس طرح شاید ہدایت قبول کرلے چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے کسی کا نام لیکر مشہور نہیں فرماتے تھے ف۲ اس آیت میں مظلوم کو معافی کی رغبت دلانی منظور ہے کہ حق تعالیٰ زبردست اور قدرت والا ہو کر خطا والوں کی خطا بخشتا ہے بندہ زیردست عاجز کو تو بطریق اولیٰ دوسروں کا قصور معاف کر دینا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مظلوم کو ظالم سے بدلا لینا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ صبر کرے اور بخش دے۔ آیت میں اشارہ ہے اس طرف کہ منافقوں کی اصلاح چاہتے ہو تو اُن کی ایذا اور شرارت پر صبر کرو اور نرمی اور پردہ سے اُن کو سمجھاؤ ظاہر کی طعن اور لعن سے بچو اور کھُلا مخالف مت بناؤ۔

ف۳ یہاں سے ذکر ہے یہود کا چونکہ یہود میں نفاق کا مضمون بہت تھا اور آپ کے زمانہ میں جو منافق تھے وہ یہود تھے یا یہودیوں سے ربط اور محبت رکھنے والے اور اُن کے مشورہ پر چلنے والے تھے اس لئے قرآن شریف میں اکثر ان دونوں فریق کا ذکر اکٹھا فرمایا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ سے اور اُس کے رسولوں سے منکر ہیں اور اللہ اور اُس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں یعنی اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور رسولوں پر ایمان نہیں لاتے اور بعض رسولوں کو تو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اسلام اور کفر کے بیچ میں ایک نیا مذہب اپنے لئے نکالیں ایسے ہی لوگ اصل اور ٹھیٹ کافر ہیں اُن کے لئے خواری اور ذلت کا عذاب تیار ہے۔ فائدہ اللہ کا ماننا جبھی معتبر ہے کہ اپنے زمانہ کے پیغمبر کی تصدیق کرے اور اُس کا حکم مانے بدون تصدیق نبی کے اللہ کا ماننا غلط ہے اُس کا اعتبار نہیں بلکہ ایک نبی کی تکذیب اللہ کی اور تمام رسولوں کی تکذیب سمجھی جاتی ہے۔ یہود نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو حق تعالیٰ کی اور تمام انبیاء کی تکذیب کرنیوالے قرار دیے گئے اور کٹے کافر سمجھے گئے ف۴ یعنی اور جن لوگوں نے کسی نبی کو جدا نہیں کیا بلکہ ایمان لائے اللہ پر اور اُس کے سب رسولوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُن کو بڑے ثواب عطا فرمائیگا اس سے مراد مسلمان ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب پر ایمان لائے۔

ع ۲۱ ۱۱ ۱

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ

پھر بنالیا بچھڑے کو بہت کچھ نشانیاں پہنچ چکنے کے بعد پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا

وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ

اور دیا ہم نے موسیٰ کو غلبہ صریح ف۲ اور ہم نے اٹھایا اُن پر پہاڑ

بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا

قرار لینے کے واسطے ف۳ اور ہم نے کہا داخل ہو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے ف۴ اور ہم نے کہا کہ زیادتی مت کرو

فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ

ہفتہ کے دن میں اور ہم نے اُن سے لیا قول مضبوط ف۵ اُن کو جو سزا ملی سو اُنکی عہد شکنی پر

وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا

اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر

غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾

غلاف ہیں سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کردی اُنکے دل پر کفر کے سبب سو ایمان نہیں لاتے مگر کم ف۶

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا

اور اُن کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان باندھنے پر ☆ اور اُنکے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا

الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ

مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا ف۷ اور اُنہوں نے نہ اسکو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ

ولیکن وہی صورت بن گئی اُنکے آگے اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾

کچھ نہیں اُن کو اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اُس کو قتل نہیں کیا بیشک ☆

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ

بلکہ اُسکو اُٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا ف۸ اور جتنے فرقے ہیں

ف۱ یہودیوں کے چند سردار آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر تم سچے پیغمبر ہو تو ایک کتاب لکھی لکھائی یکبارگی آسمان سے لا دو جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لائے تھے اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس تمام رکوع میں الزامات کو اُن کے جواب میں ذکر فرمایا ہے۔ اُس کے بعد تحقیقی جواب دیا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہودی جو تم سے عناداً ایسی کتاب طلب کرتے ہیں اُن کی یہ بیباکی اور سرکشی تعجب کی بات نہیں اُن کے بزرگوں نے تو اس سے بھی بڑی اور سخت بات اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے طلب کی تھی کہ خداوند تعالیٰ کو آشکارا ہم کو دکھا دو ورنہ ہم تمہارا یقین نہ کریں گے جیسا کہ سورۂ بقر میں گذرا اُس پر یہ ہوا کہ اُن کہنے والوں پر بجلی آپڑی اور سب مر گئے پھر حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اُن کو زندہ کر دیا۔ ایسی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر پھر یہ کیا کہ بچھڑے کو پوجنے لگے بالآخر حق تعالیٰ نے اُس سے بھی درگذر فرمائی سورۂ بقر میں کسی قدر تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے۔ ف۲ غلبہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس بچھڑے کو تو ذبح کر کے آگ میں جلا دیا اور اس کی راکھ ہوا میں دریا پر اڑا دی اور ستر ہزار آدمی بچھڑے کو سجدہ کرنے والے قتل کیے گئے۔ ف۳ یعنی جب یہود نے کہا تھا کہ توریت کے حکم سخت ہیں ہم نہیں مانتے تو اُس وقت کوہ طور کو زمین سے اُٹھا کر اُن کے سروں پر معلق قائم کر دیا تھا کہ ان حکموں کو قبول کرو اور مضبوطی سے پکڑو ورنہ پہاڑ ڈالا جاتا ہے ف۴ یہود کو حکم ہوا تھا کہ شہر میں داخل ہو سجدہ کر کے اور سر جھکائے ہوئے اُنہوں نے سجدہ کے بدلے سُرین پر سرکنا اور پھسلنا شروع کیا۔ جب شہر میں پہنچے تو اُن پر طاعون پڑا دو پہر میں قریب ستر ہزار کے مر گئے ف۵ یہودیوں کو حکم تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں اور سب دنوں سے زیادہ ہفتہ ہی کے دن مچھلیاں دریا میں بکثرت نظر آتیں یہودیوں نے یہ حیلہ کیا کہ دریا کے پاس حوض بنائے ہفتہ کے دن جب مچھلیاں دریا سے حوضوں میں آتیں تو اُن کو بند کر رکھتے پھر دوسرے دن حوضوں میں سے شکار کرتے اس فریب اور عہد شکنی پر اللہ تعالیٰ نے اُن کو بندر کر دیا جو جانوروں میں بہت خسیس اور مکار ہے۔ ف۶ یعنی یہود نے اُس عہد کو توڑ دیا تو حق تعالیٰ نے اُنکی اس عہد شکنی پر اور آیات الٰہی سے منکر ہونے پر اور انبیاء علیہم السلام کے ناحق قتل کرنے پر اور اُن کے اس کہنے پر کہ ہمارے دل تو غلاف میں ہیں اُن پر سخت سخت عذاب مسلط فرمائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو ہدایت کی تو کہنے لگے ہمارے دل پردہ میں ہیں تمہاری بات وہاں تک پہنچ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بات نہیں بلکہ کفر کے سبب اُن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے جس کے باعث اُنکو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا مگر تھوڑے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی ف۷ یعنی اور نیز اس وجہ سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر دوسرا کفر کمایا اور حضرت مریم پر طوفان عظیم باندھا اور اُن کے اس قول پر کہ فخر سے کہتے تھے ہم نے مار ڈالا عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول اللہ تھا ان تمام وجوہ سے یہود پر عذاب و مصیبتیں نازل ہوئیں ف۸ اللہ تعالیٰ اُن کے قول کی تکذیب فرماتا ہے کہ یہودیوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا یہود جو مختلف باتیں اس بارہ میں کہتے ہیں اپنی اپنی اٹکل سے کہتے ہیں اللہ نے اُن کو شبہ میں ڈال دیا۔ خبر کسی کو بھی نہیں واقعی بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت ہے قصہ یہ ہوا کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی اُن کے گھر میں داخل ہوا حق تعالیٰ نے اُن کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اُس شخص کی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت کے مشابہ کر دی جب باقی لوگ گھر میں گھسے تو اُس کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح کے چہرہ کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے کسی نے کہا کہ یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے اب صرف اٹکل سے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا علم کسی کو بھی نہیں حق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہرگز مقتول نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر اللہ نے اٹھا لیا اور یہود کو شبہ میں ڈال دیا۔

اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اہل کتاب کے سو عیسیٰ پر یقین لاوینگے اُس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن

يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

ہوگا اُن پر گواہ ف۱ سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے حرام کیں اُن پر

طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ

بہت سی پاک چیزیں جو اُن پر حلال تھیں اور اس وجہ کہ روکتے تھے اللہ کی راہ سے بہت ☆ اور اس وجہ سے

الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَ

کہ سود لیتے تھے اور انکو اسکی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق اور

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي

تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے واسطے جو اُن میں ہیں عذاب دردناک ف۳ لیکن جو پختہ ہیں علم

الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

میں اُن میں اور ایمان والے سو مانتے ہیں اُسکو جو نازل ہوا تجھ پر اور جو نازل ہوا

مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

تجھ سے پہلے اور آفرین ہے نماز پر قائم رہنے والوں کو اور جو دینے والے ہیں زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ

اللہ پر اور قیامت کے دن پر سو ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب ف۴ ہم نے وحی بھیجی

اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ

تیری طرف ف۴ جیسے وحی بھیجی نوح پر اور اُن نبیوں پر جو اُس کے بعد ہوئے ف۵ اور وحی بھیجی

اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى

ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اُس کی اولاد پر اور عیسیٰ پر

وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَ

اور ایوب پر اور یونس پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی داؤد کو زبور ☆ اور

ف۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں آسمان پر جب دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں تشریف لا کر اسے قتل کریں گے اور یہود اور نصاریٰ اُن پر ایمان لاوینگے کہ بیشک عیسیٰ زندہ ہیں مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن کے حالات اور اعمال کو ظاہر کرینگے کہ یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا کا بیٹا کہا ف۲ یہود کی اگلی پچھلی سخت سخت شرارتیں ذکر فرما کر جس سے ان کی سرکشی اور اُن کا گناہوں پر دلیر ہونا ظاہر ہو گیا اب فرماتے ہیں کہ اسی واسطے ہم نے اُن پر شریعت بھی سخت رکھی کہ اُن کی سرکشی ٹوٹے تو اب یہ شبہ نہ رہا کہ تحریم طیبات تو اُن پر توریت میں کی گئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنا اور حضرت مریم پر تہمت لگانا نزول توریت کے بہت بعد میں ہوا تو سزا جرم سے مقدم کیسے ہو گئی۔ اس تمام رکوع کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اہل کتاب برابر ایک سے ایک نادر شرارت اور نافرمانی اور عہد شکنی اور حضرات انبیاء کو ایذا رسانی کرتے چلے آئے ہیں اب اگر اے محمد رسول اللہ تم سے عناداً توریت جیسی کتاب دفعۃً واحدۃً طلب کریں اور قرآن شریف جو سب کتابوں سے افضل ہے اُس پر کفایت نہ کریں تو ان متعصب نالائقوں سے کیا مستبعد ہے اِن کی اِس قسم کی ناشایستہ حرکات سے تعجب مت کرو اور متحیر نہ ہو ان کی تمام حرکات چھوٹی بڑی اگلی پچھلی ہم کو خوب معلوم ہیں ہم نے بھی شریعت سخت اُن کے لئے دنیا میں رکھی اور آخرت میں عذاب شدید ان کے واسطے تیار کر رکھا ہے ف۳ یعنی بنی اسرائیل میں جن کا علم مضبوط ہے جیسے عبداللہ بن سلامؓ اور اُن کے ساتھی اور جو لوگ کہ صاحب ایمان ہیں وہ مانتے ہیں قرآن اور توریت و انجیل سب کو اور نماز کو قائم رکھنے والوں کا تو کیا کہنا ہے اور دینے والے زکوٰۃ کے اور ایمان رکھنے والے اللہ پر اور قیامت پر ایسے لوگوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب بخلاف اول فریق کے کہ اُن کے لئے عذاب سخت موجود ہے ف۴ اہل کتاب اور مشرکین کہ جملہ کفار قرآن مجید کی حقانیت اور صداقت میں طرح طرح سے بیہودہ شبہ پیدا کرتے دیکھیے اس موقع میں یہی کہدیا کہ جیسے توریت سب کی سب ایک دفعہ اُتری تھی ایسے ہی تم بھی ایک کتاب آسمان سے لادو تو ہم تم کو سچا جانیں بقول شخصے خوئے بد را بہانہ بسیار سو حق تعالیٰ نے اس جگہ چند آیتیں نازل فرما کر اس کی حقیقت واضح کردی اور وحی کی عظمت اور کفار کے سب خیالات اور شبہات بیہودہ کو رد کر دیا اور وحی الٰہی کی متابعت کو عامۃً اور قرآن مجید کی اطاعت کو تخصیص کے ساتھ بیان فرما کر تبلا دیا کہ حکم الٰہی کا ماننا سب پر فرض ہے کسی کا کوئی عذر اس میں نہیں چل سکتا جو اُس کے تسلیم کرنے میں تردد یا تامل یا انکار کرے وہ گمراہ اور بے دین ہے اب یہاں سے تحقیقی جواب دیا جاتا ہے ف۵ اس سے معلوم ہو گیا کہ وحی خاص اللہ کا حکم اور اُس کا پیام ہے جو پیغمبروں پر بھیجا جاتا ہے اور انبیائے سابقین پر جیسے وحی الٰہی نازل ہوئی ویسے ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی بھیجی تو جس نے انکو مانا اس کو بھی ضرور ماننا چاہیے اور جس نے اُس کا انکار کیا گویا اُن سب کا منکر ہو گیا اور حضرت نوحؑ اور اُن سے پچھلوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ شاید یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کے وقت سے جو وحی شروع ہوئی تو اُس وقت بالکل ابتدائی حالت تھی حضرت نوح علیہ السلام پر اُس کی تکمیل ہو گئی گویا اول حالت محض تعلیمی حالت تھی حضرت نوحؑ کے زمانہ میں وہ حالت پوری ہو کر اس قابل ہو گئی کہ اُن کا امتحان لیا جائے اور فرمانبرداروں کو انعام اور نافرمانوں کو سزا دیجائے چنانچہ انبیائے اولوالعزم کا سلسلہ بھی حضرت نوح علیہ السلام سے ہی شروع ہوا اور وحی الٰہی سے سرتابی کرنیوالوں پر بھی اول عذاب حضرت نوحؑ کے وقت سے شروع ہوا۔ خلاصہ یہ کہ پہلے حکم الٰہی اور انبیاء کی مخالفت پر عذاب نازل نہیں ہوتا تھا بلکہ اُن کو معذور سمجھ کر اُن کو ڈھیل دیجاتی تھی اور سمجھانے ہی میں کوشش کیجاتی تھی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب مذہبی تعلیم خوب ظاہر ہو چکی اور لوگوں کو حکم خداوندی کی سالبیت کرنے میں کوئی خفا باقی نہ رہا تو اب نافرمانوں پر عذاب نازل ہوا اوّل حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا اُس کے بعد حضرت ہود حضرت صالح حضرت شعیب علیہم السلام وغیرہ کے زمانہ میں کافروں پر قسم قسم کے عذاب آئے تو آپ کی وحی کو حضرت نوحؑ اور اُن سے پچھلوں کی وحی کے ساتھ تشبیہ دینے میں اہل کتاب اور مشرکین مکہ کو پوری تنبیہ کردی گئی کہ جو آپ کی وحی یعنی قرآن کو نہ مانے گا وہ عذاب عظیم کا مستحق ہوگا۔

ع ۱۰ / ۲۲

رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
بھیجے ایسے رسول کہ جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو اس سے پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا

عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ
تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر ف۱ بھیجے پیغمبر خوشخبری اور

مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ
ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ
اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۲ لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا

اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾
کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنیوالا ف۳

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا
جو لوگ کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے وہ بہک کر دور

بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ
جا پڑے ☆ جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو اور

لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ
نہ دکھلاویگا ان کو سیدھی راہ ☆ مگر راہ دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ اور

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ
یہ اللہ پر آسان ہے ف۴ اے لوگو تمہارے پاس رسول آیا ٹھیک بات لیکر

مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
تمہارے رب کی سو مان لو تاکہ بھلا ہو تمہارا اور اگر نہ مانوگے تو اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ
زمین میں اور ہے اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ف۵ اے کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے

ف۱ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو انبیاء ہوئے اُن سب کو بالاجمال ذکر فرما کر جو اُن میں اولوالعزم ہیں اور جو مشہور اور جلیل القدر ہیں اُن کو تخصیص اور تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا جس سے خوب معلوم ہو گیا کہ آپ کے اوپر جو وحی نازل ہوئی اُس کا حق ہونا اور اُس کا ماننا ایسا ہی ضروری ہے جیسا تمام اولوالعزم اور مشاہیر انبیاء کی وحی کو اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انبیاء پر جو وحی آتی ہے کبھی فرشتہ پیغام لیکر آتا ہے کبھی کتاب لکھی ہوئی ملجاتی ہے کبھی بغیر پیغام اور بدون واسطے کے خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بات کرتا ہے مگر ان سب صورتوں میں چونکہ وہ اللہ کا ہی حکم ہے کسی دوسرے کا حکم نہیں تو بندوں پر اُس کی اطاعت یکساں فرض ہے بندوں تک پہنچنے کا طریقہ تحریر ہو خواہ تقریر ہو خواہ پیغام ہو تو اب یہود کا یہ کہنا کہ توریت کی طرح پوری کتاب ایک دفعہ میں آسمان سے لاؤ گے تو ہم تم کو سچا جانینگے ورنہ نہیں کتنی بے ایمانی اور حماقت ہے جب وحی حکم الٰہی ہے اور اُس کے نازل ہونے کی صورتیں البتہ متعدد ہیں تو پھر کسی صورت میں آوے اُس کے ماننے میں تردد اور انکار کرنا یا یہ کہنا کہ فلاں خاص طریقہ سے آئیگی تو مانونگا ورنہ نہیں صریح کفر ہے اور کھلی حماقت ف۲ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو برابر بھیجا کہ مومنوں کو خوشخبری سنائیں اور کافروں کو ڈرائیں تاکہ لوگوں کو قیامت کے دن اس عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تیری مرضی اور غیر مرضی معلوم نہ تھی معلوم ہوتی تو ضرور اُس پر چلتے سو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو معجزے دیکر بھیجا اور پیغمبروں نے راہ حق بتلائی تو اب دین حق کے قبول نہ کرنے میں کسی کا کوئی عذر نہیں سنا جا سکتا۔ وحی الٰہی ایسی قطعی حجت ہے کہ اُس کے روبرو کوئی حجت نہیں چل سکتی بلکہ سب حجتیں قطع ہو جاتی ہیں اور اللہ کی حکمت اور تدبیر ہے اور زبردستی کرے تو کون روک سکتا ہے مگر اسکو پسند نہیں ف۳ یعنی وحی ہر پیغمبر کو آتی رہی یہ کچھ نئی بات نہیں سب کو معلوم ہے لیکن اس قرآن میں اللہ نے اپنا خاص علم اُتارا اور اللہ اس حق کو ظاہر کردیگا چنانچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ جو علوم اور حقائق قرآن مجید میں سے حاصل ہوئے اور برابر حاصل ہوتے ہیں کہ وہ کسی کتاب سے نہیں ہوئے اور جس قدر ہدایت لوگوں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور کسی سے نہیں ہوئی ف۴ قرآن مجید اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور توثیق کے بعد فرماتے ہیں کہ اب جو لوگ آپ سے منکر ہوئے اور توریت میں جو آپ کے اوصاف اور حالات موجود تھے اُن کو چھپا لیا اور لوگوں پر کچھ کا کچھ ظاہر کر کے اُن کو بھی دین حق سے باز رکھا سو ایسوں کو نہ مغفرت نصیب ہو نہ ہدایت جس سے خوب واضح ہو گیا کہ ہدایت آپ کی متابعت میں منحصر ہے اور گمراہی آپ کی مخالفت کا نام ہے جس سے یہود کو پوری سرزنش ہو گئی اور اُن کے خیالات کی تغلیط واضح ہو گئی ف۵ آپ کی اور آپ کی کتاب کی تصدیق اور آپ کے مخالفین یعنی اہل کتاب کی تغلیط اور تفصیل بیان فرما کر اب عام سب لوگوں کو منادی کیجاتی ہے کہ اے لوگو ہمارا رسول سچی کتاب اور سچا دین لیکر تمہارے پاس پہنچ چکا اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اُس کی بات مانو اور نہ مانوگے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور تمہارے تمام احوال اور افعال سے خبردار ہے تمہارے اعمال کا پورا حساب و کتاب ہو کر اُس کا بدلہ ملیگا۔
فائدہ اس ارشاد سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ وحی جو پیغمبر پر نازل ہو اُس کا ماننا فرض اور اُس کا انکار کفر ہے۔

دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

دین کی بات میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر پکی بات بیشک مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا

رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا

وہ رسول ہے اللہ کا اور اُس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اُس کے ہاں کی سو مانو

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ

اللہ کو اور اُسکے رسولوں کو اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا تمہارے واسطے بیشک اللہ معبود ہے

وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى

اکیلا اُس کے لائق نہیں ہے کہ اُس کے اولاد ہو ف۲ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ

زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز ف۲ مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ

عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ

بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہیں ف۳ اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے

وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اور تکبر کرے سو وہ جمع کریگا اُن سب کو اپنے پاس اکٹھا ☆ پھر جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ

عمل کئے اُنہوں نے اچھے تو اُنکو پورا دیگا اُن کا ثواب اور زیادہ دے گا اپنے فضل سے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷۳﴾

اور جنہوں نے عار کی اور تکبر کیا سو اُنکو عذاب دیگا عذاب دردناک ☆

وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۴﴾ يٰۤاَيُّهَا

اور نہ پاویں گے اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف۴ اے

النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا

لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند اور اُتاری ہم نے تم پر روشنی

ف اہل کتاب اپنے انبیاء کی تعریف میں غلو سے کام لیتے اور حد سے نکل جاتے خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگتے سو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین کی بات میں مبالغہ مت کرو اور جس سے اعتقاد ہو اُس کی تعریف میں حد سے نہ بڑھنا چاہئے جتنی بات تحقیق ہو اُس سے زیادہ نہ کہے اور حق تعالیٰ کی شان مقدس میں بھی وہی بات کہو جو سچی اور محقق ہو اپنی طرف سے کچھ مت کہو۔ تم نے یہ کیا غضب کیا کہ حضرت عیسیٰ کو جو کہ رسول اللہ ہیں اور اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے تھے اُن کو وحی کے خلاف خدا کا بیٹا کہنے لگے اور تین خدا کے معتقد ہو گئے ایک خدا دوسرے حضرت عیسیٰ تیسرے حضرت مریم ان باتوں سے باز آؤ اللہ تعالیٰ واحد اور یکتا ہے کوئی اُس کا شریک نہیں اور نہ کوئی اُس کا بیٹا ہو سکے اُس کی ذات پاک اس سے منزہ اور مقدس ہے یہ تمام خرابی اس کی ہے کہ تم نے وحی کی اطاعت اور پابندی نہ کی وحی کی متابعت کرتے تو خدا کے لئے بیٹا نہ مانتے اور تین خدا کے قائل ہو کر صریح مشرک نہ ہوتے اور محمد رسول اللہ سید الرسل اور قرآن مجید افضل الکتب کی تکذیب کر کے آج ذلیل کافر نہ بنتے فائدہ اہل کتاب کے ایک فرق نے تو حضرت عیسیٰ کو رسول بھی نہ مانا اور قتل کرنا پسند کیا جن کا ذکر پہلے گذرا دوسرے فرق نے اُن کو خدا کا بیٹا کہا دونوں کافر ہوگئے۔ دونوں فرق کی گمراہی کا سبب یہی ہوا کہ وحی کا خلاف کیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ نجات وحی کی متابعت میں منحصر ہے

ف۲ یعنی آسمانوں اور زمین میں نیچے سے اوپر تک جو کچھ ہے سب اُس کی مخلوق اور اُسکی مملوک اور اُسکے بندے ہیں۔ پھر کیسے اس کا شریک یا اُس کا بیٹا کون اور کیونکر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کام بنانے والا ہے اور سب کی کارسازی کے لئے وہی کافی اور بس ہے کسی دوسرے کی حاجت نہیں پھر بتلائیے اس کو شریک یا بیٹے کی حاجت کیسے ہو سکتی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ نہ کسی مخلوق میں اُس کے شریک بننے کی قابلیت اور لیاقت اور نہ اُس کی ذات پاک میں اس کی گنجایش اور نہ اُس کو اسکی حاجت جس سے معلوم ہوگیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک یا بیٹا کہنا اُس کا کام ہے جو ایمان اور عقل دونوں سے محروم ہو۔ فائدہ مضمون بالا سے یہ سمجھ میں آگیا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے لئے بیٹا یا کسی کو اُس کا شریک مانتا ہے وہ حقیقت میں جمیع موجودات کو مخلوق باری اور باریتعالیٰ کو خالق جملہ موجودات نہیں مانتا اور نیز اللہ تعالیٰ کو سب کی حاجت براری اور کارسازی کے لئے کافی نہیں جانتا گویا خدا کو خدائی سے نکال کر مخلوقات اور ممکنات میں داخل کر دیا تو اب ارشاد سبحانہ ان یکون لہ ولد میں جس ناپاکی کی طرف اشارہ خفی تھا اُس کا پتہ چل گیا اور فرزند حقیقی اور فرزند مجازی اور ظاہری دونوں میں وہ ناپاکی چونکہ برابر موجود ہے تو خوب سمجھ میں آگیا کہ اُس کی ذات مقدس جیسے اس سے پاک ہے کہ اُس کے بیٹا پیدا ہو ایسا ہی اس سے بھی پاک اور برتر ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بیٹا بنائے۔

ف۳ یعنی اللہ کا بندہ ہونا اور اُسکی عبادت کرنا اور اُس کے حکموں کو بجالانا تو اعلیٰ درجہ کی شرافت اور عزت ہے حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ مقربین سے اس نعمت کی قدر اور ضرورت پوچھیے اُن کو اس سے کیسے ننگ اور عار آسکتا ہے البتہ ذلت اور غیرت تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی بندگی میں ہے جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح کو ابن اللہ اور معبود مان لیا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر اُنکی اور بتوں کی عبادت کرنے لگے سو ان کیلئے ہمیشہ کو عذاب اور ذلت ہے

ف۴ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے ناک چڑھاویگا اور سرکشی کریگا تو وہ یونہی نہ چھوڑ دیا جائیگا بلکہ ایک روز سب کو اللہ کے سامنے جمع ہونا ہے اور حساب دینا ہے سو جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے یعنی اللہ کی بندگی پوری بجالائے اُن کو اُن کے کاموں کا پورا ثواب ملیگا بلکہ اللہ کے فضل سے بڑی بڑی نعمتیں اُن کے ثواب سے زیادہ بھی اُن کو عنایت ہونگی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی سے ناک چڑھائی اور سرکشی کی وہ عذاب عظیم میں گرفتار ہونگے اور کوئی اُن کا خیر خواہ اور مددگار نہ ہوگا جن کو اللہ کی بندگی میں شریک کر کے عذاب میں پڑے وہ بھی کام نہ آئیں گے سو اب نصاریٰ خوب سمجھ لیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے اُن کے مناسب حال کیسا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے موافق شان کیا ہے۔

ع ۲۳ / ۵

ف پہلے سے وحی الٰہی اور بالخصوص قرآن مجید کی عظمت اور اُس کی حقانیت کا بیان اور اُسکی متابعت اور اتباع کی تاکیدات کا ذکر تھا اُسی کے ذیل میں حضرت مسیح علیہ السّلام کی الوہیت اور اُن کے ابن اللہ ہونے کا ذکر کیا تھا جس کے قائل نصاریٰ تھے اُسکی تردید اور ابطال کے بعد اب اخیر میں پھر اُسی اصلی اور ضروری بات کی سب کو تاکید فرمائی جاتی ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس رب العلمین کی طرف سے حجۃ کامل اور نور روشن پہنچ چکا جو ہدایت کے لئے کافی اور وافی ہے یعنی قرآن مجید، اب کسی تامل اور تردد کی گنجائش نہیں سو جو کوئی اللہ پر ایمان لائیگا اور اس مقدس کتاب کو مضبوط پکڑیگا وہ اللہ کی رحمت اور فضل میں داخل ہوگا اور براہ راست اُس تک پہنچیگا اور جو اُس کے خلاف کریگا اُس کی گمراہی اور خرابی اسی سے سمجھ لیجیے ف۲ شروع سورت میں آیت میراث میں کلالہ کی میراث کا ذکر گذر چکا ہے اُس کے بعد جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُس کے متعلق زیادہ تفصیل پوچھنی چاہی تو اُس پر یہ آیت نازل ہوئی. کلالہ کے معنی کمزور اور ضعیف. یہاں وہ شخص مراد ہے جس کے وارثوں میں باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا کیونکہ اصلی وارث والد اور ولد ہی ہیں جس کے یہ نہیں تو اُس کے حقیقی بھائی بہن کو بیٹا بیٹی کا حکم ہے اور اگر حقیقی نہ ہوں تو یہی حکم سوتیلوں کا ہے جو کہ باپ میں شریک ہوں ایک بہن ہو تو آدھا اور دو بہن ہوں تو دو تہائی اور اگر بھائی اور بہن دونوں ہیں تو مرد کو دوہرا حصہ اور عورت کو اکہرا ملیگا اور اگر فقط بھائی ہوں بہن کوئی نہ ہو تو وہ بہن کے مال کے وارث ہونگے یعنی اُن کا کوئی حصہ معین نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہیں جیسا کہ آیت میں آگے یہ سب صورتیں مذکور ہیں اب باقی رہ گئے وہ بھائی بہن جو صرف ماں میں شریک ہوں جن کو اخیافی کہتے ہیں سو اُن کا حکم شروع سورت میں فرما دیا گیا اُن کا حصہ معین ہے. ف۳ یعنی اگر کوئی مرد مر گیا اور اُس نے ایک بہن چھوڑی نہ بیٹا چھوڑا نہ باپ تو اُس کو میراث میں نصف مال ملیگا ف۴ یعنی اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی کوئی عورت لاولد مر گئی اور اُس نے بھائی اعیانی یا علاتی چھوڑا تو وہ بہن کے مال کا وارث ہوگا کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر اُس نے لڑکا چھوڑا تو بھائی کو کچھ نہ ملیگا اور لڑکی چھوڑی تو لڑکی سے جو بچیگا وہ اُس بھائی کو ملیگا اور بھائی یا بہن اخیافی چھوڑیگی تو اُس کے لئے چھٹا حصہ معین ہے جیسا کہ ابتداء سورت میں ارشاد ہوا. ف۵ اور اگر دو سے زیادہ بہنیں چھوڑے تو اُنکو بھی دو تہائی دیا جائیگا ف۶ کچھ مرد اور کچھ عورتیں یعنی کچھ بھائی اور کچھ بہنیں چھوڑیں تو بھائی کا دوہرا اور بہن کا اکہرا حصہ ہے جیسا کہ اولاد کا حکم ہے ف۷ یعنی اللہ رحیم و کریم محض اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اور اُن کو گمراہی سے بچانے کی غرض سے اپنے احکام حقہ صادقہ بیان فرماتا ہے جیسا یہاں میراث کلالہ کو بیان فرما دیا. اُس کی اس میں کوئی غرض نہیں وہ سب سے غنی اور بے نیاز ہے تو اب جو اس مہربانی کی قدر نہ کرے بلکہ اُس کے حکم سے انحراف کرے اُسکی شقاوت کا کیا ٹھکانا اس سے معلوم ہو گیا کہ بندہ کو جملہ احکام کی تابعداری لازم ہے اگر ایک معمولی اور جزوی امر میں بھی خلاف کریگا تو گمراہی ہے. پھر جو لوگ اُس کی ذات پاک اور اُس کی صفات کمال میں اُس کے حکم کا خلاف کرتے ہیں اور اپنی عقل اور اپنی خواہش کو اُس کے مقابلہ میں اپنا مقتدا بناتے ہیں اُن کی ضلالت اور خباثت کو اسی سے سمجھ لیجیے کہ کس درجہ کی ہوگی ف۸ اس سے پہلے معلوم ہوا تھا کہ حق سبحانہ اپنے بندوں کی ہدایت کو پسند فرماتا ہے اب فرمایا کہ اُس کو سب چیزیں معلوم ہیں تو مطلب یہ نکلا کہ مسائل دینیہ میں جو ضرورت پیش آئے اُس کو پوچھ لو سو اس ارشاد میں صحابہ نے جو کلالہ کے مسئلہ میں استفسار فرمایا تھا اُس کی تحسین کی طرف اور آئندہ کو ایسے سوالات کرنے کی ترغیب کی طرف اشارہ سمجھ میں آتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے یعنی تم نہیں جانتے تم تو یہ بھی نہیں بتلا سکتے کہ کلالہ اور اُس کے سوا دیگر صورتوں میں جو حصہ مقرر فرمایا گیا اُس کی وجہ حقیقت میں کیا ہے پھر آدمی کی عقل اس قابل کب ہو سکتی ہے کہ اُس کے بھروسے حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں وحی کے خلاف پر جرأت کرے جو اپنے تعلقات اور اپنے اقارب کے فرق اور امتیاز سے عاجز ہو وہ ذات بیچون و بیچگون اور اُس کی صفات کو بدون اُس کے بتلائے کیا سمجھ سکتا ہے فائدہ اس جگہ کلالہ کے حکم اور اُس کے سبب نزول کو بیان فرمانے سے چند باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ جیسا پہلے وان تکفروا فان اللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض فرما کر اُس کے بعد بطریق تمثیل اہل کتاب کا حال ذکر فرمایا تھا ایسے ہی ارشاد فاما الذین اٰمنوا باللہ واعتصموا بہ الی آخر الآیۃ کے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کو بطریق تمثیل ذکر فرمایا تاکہ وحی سے انحراف کرنے والوں کی گمراہی اور بُرائی اور وحی کا اتباع کرنیوالوں کی حقانیت اور بھلائی خوب سمجھ میں آجائے اسی کے ذیل میں دوسری بات یہ بھی ظاہر ہو گئی کہ اہل کتاب نے تو یہ غضب کیا کہ ذات اقدس سبحانہ و تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد جیسے شنیع امر کو اپنا ایمان بنا لیا اور وحی الٰہی کا خم ٹھونک کر خلاف کیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے کہ اصول ایمان اور عبادات تو درکنار معاملات جزئیہ اور معمولی مسائل متعلقہ میراث نکاح وغیرہ میں بھی وحی کے متجسس اور منتظر رہتے ہیں اور ہر امر میں رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے منہ کو تکتے ہیں اپنی عقل اور خواہش کو حاکم نہیں سمجھتے اگر ایک دفعہ میں تشفی نہ ہوئی تو مکرر حاضر خدمت ہو کر دریافت کرتے ہیں مصرعہ: ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا. اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت سید المرسلین بھی بلا حکم وحی اپنی طرف سے حکم نہ فرماتے تھے اگر کسی امر میں حکم وحی موجود نہ ہوتا تو حکم فرمانے میں نزول وحی کا انتظار فرماتے جب وحی آتی تب حکم فرماتے. اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ ذات پاک وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی حاکم نہیں چنانچہ آیات متعددہ میں ان الحکم الا للہ وغیرہ صاف مذکور ہے باقی جو ہیں وہ سب واسطے ہیں اُن کے ذریعہ سے اوروں کو حکم الٰہی

مُّبِيْنًا ﴿۱۷۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ
واضح ☆ سو جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اُس کو مضبوط پکڑا تو اُن کو داخل کریگا
فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۶﴾
اپنی رحمت میں اور فضل میں اور پہنچاویگا اُن کو اپنی طرف سیدھے راستہ پر ف
يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ
حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہدے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا ف۲ اگر کوئی مرد مر گیا
لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ
اور اُس کے بیٹا نہیں اور اُسکی ایک بہن ہے تو اُسکو پہنچے آدھا اُس کا جو چھوڑ مرا ف۳ اور وہ بھائی وارث ہے
اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ
اُس بہن کا اگر نہ ہو اُس کے بیٹا ف۴ پھر اگر بہنیں دو ہوں تو اُنکو پہنچے دو تہائی
مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ
اس مال کا جو چھوڑ مرا ف۵ اور اگر کئی شخص ہوں اسی رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں تو ایک مرد کا حصہ ہے برابر
الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾
دو عورتوں کے ف۶ بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے تاکہ تم گمراہ نہ ہو ف۷ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے ف۸

ع ۲۴ / ۶

سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا
سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ڛ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ
اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو ف۹ حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے مویشی ف۱۰
اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ
سوائے اُنکے جو تم کو آگے سنائے جاویںگے ف۱۱ مگر حلال نہ جانو شکار کو احرام کی حالت میں ف۱۲ اللہ حکم کرتا ہے

بقیہ فوائد صفحہ ۱۳۶

پہنچایا جاتا ہے البتہ اتنا فرق ہے کوئی واسطہ قریب ہے کوئی بعید جیسا حکم سلطانی پہنچانے کے لیے وزیر اعظم اور دیگر مقربین شاہی اور حکام اعلیٰ و ادنیٰ درجہ بدرجہ سب واسطہ ہوتے ہیں پھر اس سے زیادہ گمراہی کیا ہوگی کہ کسی امر میں وحی الٰہی کے مقابلہ میں کوئی گمراہ کسی کی بات سنے اور اُس پر عمل کرے
شعر آنانکہ ز روئے تو بجائے نگر آنند ؞ کوتہ نظر آنند چہ کوتہ نظر آنند۔ نیز اشارہ ہے اس طرف کہ ایک دفعہ تمام کتاب کے نازل ہونے میں جیسا کہ اہل کتاب درخواست کرتے ہیں وہ خوبی نہیں جو حسب حاجت اور حسب موقع متفرق نازل ہونے میں ہے کیونکہ ہر کوئی اپنی ضرورت کے موافق اس صورت میں سوال کر سکتا ہے اور بذریعہ وحی متلو اس کو جواب مل سکتا ہے جیسا کہ اس موقع میں اور قرآن مجید کے بہت سے مواقع میں موجود ہے اور یہ صورت مفید تر ہونے کے علاوہ بوجہ شرافت ذکر خداوندی وعزت خطاب حق عزوجل ایسے فخر عظیم پر مشتمل ہے جو کسی اُمت کو نصیب نہیں ہوا۔ واللّٰہ ذو الفضل العظیم جس صحابیؓ کی بھلائی میں یا اُسکے سوال کے جواب میں کوئی آیت نازل ہوئی وہ اُسکے مناقب میں شمار ہوتی ہے اور اختلاف کے موقع میں جس کی رائے یا جسکے قول کے موافق وحی متلو اُتری قیامت تک اُنکی خوبی اور نام نیک باقی رہیگا۔ سو کلالہ کے متعلق سوال وجواب کا ذکر فرما کر اس طرح کے بالعموم سوالات اور جوابات کی طرف اشارہ فرما دیا اور شاید اسی اشارہ کی غرض سے سوال کو مطلق رکھا مسئول عنہ کو سوال کے ساتھ ذکر نہ فرمایا بلکہ جواب میں اُسکی تصریح فرمائی جسکی دوسری نظیر قرآن شریف میں نہیں اور نیز جواب کو بالتصریح حق تعالیٰ کی طرف منسوب فرمایا واللّٰہ اعلم واللّٰہ الہادی الحاصل جملہ احکام کے لیے وحی الٰہی منشا اور اصل ہے اور ہدایت اُسی کی متابعت پر موقوف ہے اور کفر وضلالت اُسی کی مخالفت میں منحصر ہے اور چونکہ آپ کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ اور جملہ مشرکین اور جملہ اہل ضلالت کی گمراہی کی جڑ یہی مخالفت تھی اسلیے حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بہت جگہ وحی کی متابعت کی خوبی اور اُسکی مخالفت کی خرابی پر تنبیہ فرمایا بالخصوص اس موقع میں تو دو رکوع اس مہتم بالشان مضمون کے لیے نازل فرمائے اور تفصیل اور تمثیل کے ساتھ بیان فرمایا شاید اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللّٰہ نے اپنی کتاب میں باب "کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" منعقد فرما کر آیۃ انا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہٖ کو ترجمۃ الباب میں داخل کیا اور ان دونوں رکوع کی طرف اشارہ کر گئے گویا مطلب یہ ہے وقولہ تعالیٰ انا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ الی اٰخر مضمون الوحی واللّٰہ اعلم۔

ف ۹ ایمان شرعی دو چیزوں کا نام ہے صحیح معرفت اور تسلیم وانقیاد۔ یعنی خدا اور رسولؐ کے جملہ ارشادات کو صحیح وصادق سمجھ کر تسلیم وقبول کے لیے اخلاص سے گردن جھکا دینا۔ اس تسلیمی جزء کے لحاظ سے ایمان فی الحقیقۃ تمام قوانین واحکام الٰہیہ کے ماننے اور جملہ حقوق ادا کرنے کا ایک مضبوط عہد واقرار ہے گویا حق تعالیٰ کی ربوبیۃ کاملہ کا وہ اقرار جو عہد الست کے سلسلہ میں لیا گیا تھا جس کا نمایاں اثر انسان کی فطرت اور سرشت میں آج تک موجود ہے اُسی کی تجدید وتشریح ایمان شرعی سے ہوتی ہے۔ پھر ایمان شرعی میں جو کچھ اجمالی عہد وپیمان تھا اُسی کی تفصیل پورے قرآن وسنت میں دکھلائی گئی ہے اس صورت میں دعوی ایمان کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ تمام احکام الٰہیہ میں خواہ اُن کا تعلق براہ راست خدا سے ہو یا بندوں سے، جسمانی تربیت سے ہو یا روحانی اصلاح سے، دنیوی مفاد سے ہو یا اُخروی فلاح سے، شخصی زندگی سے ہو یا حیات اجتماعی سے، صلح سے ہو یا جنگ سے، اس کا عہد کرتا ہے کہ ہر نہج سے اپنے مالک کا وفادار رہیگا۔ نبی کریم صلعم جو عہد وپیمان اسلام، جہاد، سمع وطاعت، یا دوسرے عمدہ خصال اور امور خیر کے متعلق صحابہؓ سے بشکل بیعت لیتے تھے، وہ اسی عہد ایمانی کی ایک محسوس صورت تھی۔ اور چونکہ ایمان کے ضمن میں بندہ کو حق تعالیٰ کے جلال وجبروت کی صحیح معرفت اور اُسکی شان انصاف وانتقام اور وعدوں کی سچائی کا پورا پورا یقین بھی حاصل ہو چکا ہے، اس کا مقتضایہ ہے کہ وہ بدعہدی اور غداری کے مہلک عواقب سے ڈر کر اپنے تمام عہدوں کو جو خدا سے یا بندوں سے یا خود اپنے نفس سے کیے ہوں، اس طرح پورا کرے کہ مالک حقیقی کی وفاداری میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ اس تقریر کے موافق عقود (عہدوں) کی تفسیر میں جو مختلف چیزیں سلف سے منقول ہیں اُن سب میں تطبیق ہو جاتی ہے اور آیت میں "ایمان والو" کے لفظ سے خطاب فرمانے کا لطف مزید حاصل ہوتا ہے۔ **ف ۱۰** "سورہ نساء" میں گذر چکا کہ یہود کو ظلم وبدعہدی کی سزا میں بعض حلال وطیب چیزوں سے محروم کر دیا گیا تھا۔ فبظلم من الذین هادوا حرمنا علیهم طیبات (نساء، رکوع ۲۲) جن کی تفصیل "سورۂ انعام" میں ہے اس اُمۃ مرحومہ کو ایفائے عہد کی ہدایت کے ساتھ اُن چیزوں سے بھی منتفع ہونے کی اجازت دیدی گئی یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، اور اسی جنس کے تمام اہلی اور وحشی (پالتو اور جنگلی) چوپائے مثلاً ہرن، نیل گائے، وغیرہ تمہارے لیے ہر حالت میں حلال کیے گیے، بجز اُن حیوانات یا حالات کے جن کے متعلق حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں یا نبی کریم صلعم کی زبانی تمہارے جسمانی یا روحانی یا اخلاقی مصلحت کے لیے ممانعت فرما دی ہے۔ **ف ۱۱** غالباً اس سے مُراد وہ چیزیں ہیں جو اسی رکوع کی تیسری آیت میں بیان کی گئی ہیں یعنی "حرمت علیکم المیتۃ" سے "ذٰلکم فسق" تک۔ **ف ۱۲** مُحرِم کو صرف خشکی کے جانور کا شکار جائز نہیں۔ دریائی شکار کی اجازت ہے۔ اور جب حالت احرام کی رعایت اس قدر ہے کہ اُس میں شکار کرنا ممنوع ٹھہرا تو خود حرم شریف کی حرمت کا لحاظ اس سے کہیں زیادہ ہونا چاہیے۔ یعنی حرم کے جانور کا شکار محرم وغیر محرم سب کے لیے حرام ہوگا۔ جیسا کہ لا تحلوا شعائر اللّٰہ کے عموم سے مترشح ہوتا ہے۔

ف جس خدانے تمام مخلوقات کو پیدا کیا پھر کمال حکمت سے اُن میں باہم فرق مراتب رکھا ہر نوع میں اُسکی استعداد کے موافق جُدا جُدا فطری خواص وقویٰ ودیعت کیے، زندگی اور موت کی مختلف صورتیں تجویز کیں بلاشبہ اُسی خدا کو ہی مخلوقات میں یہ حق حاصل ہے کہ اپنے اختیار کامل، علم محیط، اور حکمت بالغہ کے اقتضاء سے جس چیز کو جس کسی کے لئے جن حالات میں چاہے، حلال یا حرام کردے لا یسئل عما یفعل وھم یسألون ف۲ یعنی جو چیزیں حق تعالیٰ کی عظمت ومعبودیت کے لئے علامات اور نشانات خاص قرار دی گئی ہیں اُن کی بے حرمتی مت کرو۔ ان میں حرم محترم، بیت اللہ شریف، جمرات، صفا مروہ، ہدی، احرام، مساجد کتب سماویہ وغیرہ تمام حدود وفرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں۔ آگے ان نشانوں میں سے بعض مخصوص چیزوں کا جو مناسک سے متعلق ہیں ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں بھی محرم کے بعض احکام ذکر کیے گئے تھے۔ ف۳ ادب والے مہینے چار ہیں مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (توبہ رکوع ۵) ذوالقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب۔ ان کی تعظیم واحترام یہ ہے کہ دوسرے مہینوں سے بڑھ کر ان میں نیکی اور تقویٰ کو لازم پکڑے اور شرو فساد سے بچنے کا اہتمام کیا جائے خصوصاً حجاج کو ستا کر اور دق کر کے حج بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔ گو یہ امور سال کے بارہ مہینوں میں واجب العمل ہیں لیکن ان محترم مہینوں میں بالخصوص بہت زیادہ مؤکد قرار دیے گئے۔ باقی دشمنان اسلام کے مقابلہ میں جارحانہ اقدام، تو جمہور کا مذہب یہی ہے بلکہ ابن جریر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اُس کی اِن مہینوں میں ممانعت نہیں رہی اس کا بیان سورۂ توبہ میں آئیگا ان شاء اللہ۔

مَا يُرِيدُ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ

جو چاہے ف۱ اے ایمان والو حلال نہ سمجھو اللہ کی نشانیوں کو ف۲ اور نہ ادب والے

الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ

مہینہ کو ف۳ اور نہ اُس جانور کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور نہ جنکے گلے میں پٹا ڈالکر لیجاویں کعبہ کو ف۴ اور نہ آنیوالوں کو حرمت والے گھر کی طرف

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ

جو ڈھونڈتے ہیں فضل اپنے رب کا اور اُسکی خوشی ف۵ اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر لو ف۶

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور باعث نہ ہو تم کو اُس قوم کی دشمنی جو کہ تم کو روکتی تھی حرمت والی مسجد سے

أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى

اس پر کہ زیادتی کرنے لگو ف۷ اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو

الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ②

گناہ پر اور ظلم پر ف۸ اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ف۹

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ

حرام ہوا تم پر مُردہ جانور ف۱۰ اور لہو ف۱۱ اور گوشت سؤر کا اور جس جانور پر نام پکارا

لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ

جائے اللہ کے سوا کسی اور کا اور جو مر گیا ہو گلا گھونٹنے سے یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے

وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن

اور جس کو کھایا ہو درندہ نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور حرام ہے جو ذبح ہوا کسی تھان پر ف۱۲ اور یہ کہ

تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا

تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے ف۱۳ یہ گناہ کا کام ہے آج ناامید ہو گئے کافر

مِن دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ

تمہارے دین سے سو اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو ف۱۴ آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے

ف۴ قلائد۔ قلادہ کی جمع ہے جس سے مُراد وہ ہار پٹا ہے جو ہدی کے جانور کے گلے میں نشان کے طور پر ڈالتے تھے تاکہ ہدی کا جانور سمجھ کر اُس سے تعرض نہ کیا جائے اور دیکھنے والوں کو اُسی جیسا عمل کرنے کی ترغیب بھی ہو قرآن کریم نے اِن چیزوں کی تعظیم وحرمت کو باقی رکھا۔ اور ہدی یا اُسکی علامات سے تعرض کرنے کو ممنوع قرار دیا۔ ف۵ بظاہر یہ شان صرف مسلمانوں کی ہے یعنی جو مخلص مسلمان حج وعمرہ کے لئے جائیں اُن کی تعظیم واحترام کرو۔ اور اُن کی راہ میں روڑے مت اٹکاؤ۔ اور جو مشرکین حج بیت اللہ کے لیے آتے تھے، اگر وہ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہوں کیونکہ وہ بھی اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق خدا کے فضل وقرب اور خوشنودی کے طالب ہوتے تھے، تو کہنا پڑیگا کہ یہ حکم اُس وقت سے پہلے کا ہے جبکہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا کی منادی کرائی گئی۔ ف۶ یعنی حالت احرام میں شکار کی جو ممانعت کی گئی تھی، وہ احرام کھول دینے کے بعد باقی نہیں رہی ف۷ پچھلی آیت میں جن شعائر کو حق تعالیٰ نے معظم ومحترم قرار دیا تھا ۶ ہجری میں مشرکین مکہ نے اُن سب کی اہانت کی نبی کریم صلعم اور تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ ماہ ذیقعدہ میں محض عمرہ ادا کرنے کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر مشرکین نے اس مذہبی وظیفہ کی بجا آوری سے روک دیا۔ نہ حالت احرام کا خیال کیا، نہ کعبہ کی حرمت کا نہ محترم مہینہ کا، نہ ہدی وقلائد کا، مسلمان شعائر اللہ کی اس توہین اور مذہبی فرائض سے روکدیئے جانے پر ایسی ظالم اور وحشی قوم کے مقابلہ میں جس قدر بھی غیظ وغضب اور بغض وعداوت کا اظہار کرتے وہ حق بجانب تھے اور جوش انتقام سے برافروختہ ہو کر جو کارروائی بھی کر بیٹھتے وہ ممکن تھی لیکن اسلام کی محبت وعداوت دونوں جچی تلی ہیں۔ قرآن کریم نے ایسے جابر وظالم دشمن کے مقابلہ پر بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا۔ عموماً آدمی زیادہ محبت یا زیادہ عداوت کے جوش میں حد سے گذر جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ سخت سے سخت دشمنی تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو کہ تم زیادتی کر بیٹھو اور عدل وانصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو۔ ف۸ اگر کوئی شخص بالفرض جوش انتقام میں زیادتی کر بیٹھے تو اُسکے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ جماعت اسلام اُس کے ظلم وعدوان کی اعانت نہ کرے۔ بلکہ سب مل کر نیکی اور پرہیزگاری کا مظاہرہ کریں۔ اور اشخاص کی زیادتیوں اور بے اعتدالیوں کو روکیں۔ ف۹ یعنی حق پرستی، انصاف پسندی اور تمام عمدہ اخلاق کی جڑ خدا کا خوف ہے۔ اور اگر خدا سے ڈر کر نیکی سے تعاون اور بدی سے ترک تعاون نہ کیا گیا تو عام عذاب کا اندیشہ ہے۔ ف۱۰ اس آیت سے جن چیزوں کا کھانا حرام ہوا اُن میں اوّل میتہ (مردار جانور) ہے جو واجب الذبح جانور ذبح کیے بدون خود اپنی موت سے مرجائے اُس کا خون اور حرارت غریزیہ گوشت ہی میں محتقن اور جذب ہو کر رہجاتی ہے۔ جس کی سمیت اور گندگی سے کئی قسم کے بدنی اور دینی مضار لاحق ہوتے ہیں (ابن کثیر) شاید اسی تعلیل پر متنبہ فرمانے کے لئے میتہ (مردہ جانور) کے بعد دم (خون) کی حرمت مذکور ہوئی۔ اُس کے بعد حیوانات کی ایک خاص نوع (خنزیر) کی تحریم کا ذکر کیا۔ جس کی بے انتہا نجاست خوری اور بے حیائی مشہور عام ہے۔ شاید اسی لیے شریعت حقہ نے دم (خون) کی طرح اُس کو نجس العین قرار دیا۔ اِن تین چیزوں کے ذکر کے بعد جن کی دولت میں مادّی گندگی اور خباثت پائی جاتی تھی، محرمات کی ایک اور قسم کا ذکر فرمایا یعنی وہ جانور جو اپنی ذات کے اعتبار سے حلال وطیب ہے مگر مالک حقیقی کے سوا کسی اور کی نیاز کے طور پر نامزد کر دیا گیا ہو اُس کا کھانا بھی نیت کی خباثت اور عقیدہ کی گندگی کی بنا پر حرام ہے۔ کسی جاندار کی جان صرف اُسی مالک وخالق کے حکم اور نام پر لیجا سکتی ہے جس کے حکم اور ارادہ سے اُس پر موت وحیات طاری ہوتی ہے۔ باقی "منخنقہ" وغیرہ غیر مذبوح جانور سب میتہ کے حکم میں داخل ہیں جیسا کہ و ما ذبح علی النصب "ما اھل لغیر اللہ" کے ساتھ ملحق ہے۔ جاہلیت میں ان سب چیزوں کے کھانے کی عادت تھی اسی لئے اس قدر تفصیل سے ان کا بیان فرمایا۔ ف۱۱ یعنی بہتا ہوا خون او دما مسفوحا (انعام رکوع ۱۸) ف۱۲ تھوڑا سا پہلے ہدی کے ادب واحترام کا ذکر فرمایا تھا یعنی وہ جانور جو تقرب الی اللہ کی غرض سے خدائے واحد کی سب سے پہلی عبادت گاہ کی نیاز کے طور پر ذبح کیا جاتا ہے اس کے بالمقابل اُس جانور کا بیان فرمایا جسے خدا کے سوا کسی دوسرے کے نام پر یا خانۂ خدا کے سوا کسی دوسرے مکان کی تعظیم کے لیے ذبح کیا جائے (موضح القرآن) (بقیہ ص۳۰ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۳۷ اس دوسری صورت میں بھی فی الحقیقۃ نیت نذر غیر اللہ ہی کی ہوتی ہے گو ذبح کے وقت زبان سے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہا جائے۔ اس تقریر کے موافق مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ "اور" مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ" کا فرق واضح ہو گیا (ابن کثیر) **ف۱۳** بعض مفسرین نے ازلام سے تقسیم کے تیر مراد لئے ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں گوشت وغیرہ کے بانٹنے میں استعمال ہوتے تھے اور وہ ایک صورت قمار (جوئے) کی تھی جیسے آج کل چٹھی ڈالنے کی رسم ہے لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیر وغیرہ محققین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن سے مشرکین کسی اشکال اور تردد کے وقت اپنے ارادوں اور کاموں کا فیصلہ کرتے تھے یہ تیر خانۂ کعبہ میں قریش کے سب سے بڑے بت "ہُبل" کے پاس رکھے تھے۔ ان میں سے کسی پر "امرنی ربی" لکھا تھا (میرے پروردگار نے حکم دیا) کسی پر "نہانی ربی" تحریر تھا (میرے رب نے مجھ کو منع کر دیا) اسی طرح بہر تیروں پر اٹکل پچو باتیں لکھ چھوڑی تھیں جب کسی کام میں تذبذب ہوا تو تیر نکال کر دیکھ لئے۔ اگر "امرنی ربی" والا تیر نکل آیا تو کام شروع کر دیا اور اس کے خلاف نکلا تو رک گئے وعلیٰ ہذا القیاس گویا بتوں سے یہ ایک قسم کا مشورہ اور استعانت تھی۔ چونکہ اس رسم کا مبنیٰ خالص جہل، شرک، اوہام پرستی اور افترا علی اللہ پر تھا اس لئے قرآن کریم نے متعدد مواقع میں نہایت تغلیظ و تشدید کے ساتھ اس کی حرمت کو ظاہر فرمایا ہے اس تقریر کے موافق "ازلام" کا ذکر "نصب" کی مناسبت سے ہوا اور مردار، خون، خنزیر وغیرہ نہایت ہی خبیث اور گندی چیزوں کی تحریم کے سلسلہ میں منسلک کر کے بتلا دیا کہ اسکی معنوی اور اعتقادی نجاست و خباثت ان چیزوں سے کم نہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں "رجس" کے اطلاق سے ظاہر ہوتا ہے **ف۱۴** یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ زندگی کے ہر شعبہ اور علوم ہدایت کے ہر باب کے متعلق اصول و قواعد اسی طرح ممہد ہو چکے تھے اور فروع و جزئیات کا بیان بھی اتنی کافی تفصیل اور جامعیت کر کیا جا چکا تھا کہ پیروان اسلام کے لئے قیامت تک قانون الٰہی کے سوا کوئی دوسرا قانون قابل التفات نہیں رہا تھا۔ نبی کریم صلعم کی تربیت سے ہزاروں سے متجاوز خدا پرست، جانباز اور سر فروش ہادیوں اور معلموں کی ایسی عظیم الشان جماعت تیار ہو چکی تھی جس کو قرآنی تعلیم کا مجسم نمونہ کہا جا سکتا تھا۔ کہ معظمہ فتح ہو چکا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کامل وفاداری کے ساتھ خدا سے عہد و پیمان پورے کر رہے تھے، نہایت گندی غذائیں اور مردار کھانے والی قوم مادی اور روحانی طیبات کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو رہی تھی۔ شعائر اللہ کا ادب و احترام قلوب میں راسخ ہو چکا تھا، ظنون و اوہام اور انصاب و ازلام کا تار و پود بکھر چکا تھا۔ شیطان جزیرۃ العرب کی طرف سے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا تھا کہ دوبارہ وہاں اسکی پرستش ہو سکے۔ ان حالات میں ارشاد ہوا اليوم يئس الذين كفروا من دينكم فلا تخشوهم واخشون۔ یعنی آج کفار اس بات سے مایوس ہو گئے ہیں کہ تم کو تمہارے دین قیم سے ہٹا کر پھر "انصاب" و "ازلام" وغیرہ کی طرف لیجائیں یا دین اسلام کو مغلوب کر لینے کی توقعات باندھیں، یا احکام دینیہ میں کسی تحریف و تبدیل کی امید قائم کر سکیں آج تم کو کامل و مکمل مذہب مل چکا جس میں کسی ترمیم کا آئندہ امکان نہیں۔ خدا کا انعام تم پر پورا ہو چکا جس کے بعد تمہاری جانب سے اس کے ضائع کر دینے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ خدا نے ابدی طور پر اسی دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا اس لئے اب کسی ناسخ کے آنے کا بھی احتمال نہیں ایسے حالات میں تم کو کفار سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ البتہ اس محسن جلیل اور منعم حقیقی کی ناراضی سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کے ہاتھ میں تمہاری ساری نجاح و فلاح اور کل سود و زیاں ہے۔ گویا "فلا تخشوهم واخشون" میں اس پر متنبہ فرما دیا کہ آئندہ مسلم قوم کو کفار سے اس وقت تک کوئی اندیشہ نہیں جب تک ان میں خشیۃ الٰہی اور تقویٰ کی شان موجود رہے۔

دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

دین تمہارا **ف۱** اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا **ف۲** اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین **ف۳**

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

پھر جو کوئی لاچار ہو جاوے بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ③ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَ

مہربان ہے **ف۴** تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لئے حلال ہے کہدے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں **ف۵** اور

مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ؗ

جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے کہ جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے

فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا

سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اس پر **ف۶** اور ڈرتے رہو

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ

اللہ سے بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب **ف۷** آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں **ف۸** اور

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۪ وَالْمُحْصَنٰتُ

اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے **ف۹** اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے **ف۱۰** اور حلال ہیں تم کو

مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

پاکدامن عورتیں مسلمان **ف۱۱** اور پاکدامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب **ف۱۲** تم سے پہلے

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ

جب دو ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو **ف۱۳** نہ مستی نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی

اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

کرنے کو **ف۱۴** اور جو منکر ہوا ایمان سے تو ضائع ہوئی محنت اسکی اور آخرت میں وہ

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ⑤ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ

ٹوٹے والوں میں ہے **ف۱۵** اے ایمان والو **ف۱۶** جب تم اٹھو نماز کو

فوائد صفحہ ہذا ع ۵/۵ **ف۱** یعنی اس کے اخبار و قصص میں پوری سچائی، بیان میں پوری تاثیر، اور قوانین و احکام میں پورا توسط و اعتدال موجود ہے جو حقائق کتب سابقہ اور دوسرے ادیان سماویہ میں محدود و ناتمام تھیں ان کی تکمیل و تتمیم اس دین قیم سے کر دی گئی۔ قرآن و سنت نے "حلت" و "حرمت" وغیرہ کے متعلق تفصیلاً یا تعلیلاً جو احکام دیئے ان کا اظہار و ایضاح تو ہمیشہ ہوتا رہیگا لیکن اضافہ یا ترمیم کی مطلق گنجائش نہیں چھوڑی۔ **ف۲** سب سے بڑا احسان تو یہی ہے کہ اسلام جیسا مکمل اور ابدی قانون اور خاتم الانبیاء جیسا نبی تم کو مرحمت فرمایا مزید براں اطاعت و استقامت کی توفیق بخشی۔ روحانی غذاؤں اور دنیوی نعمتوں کا دسترخوان تمہارے لئے بچھا دیا، حفاظت قرآن، غلبۂ اسلام اور اصلاح عالم کے سامان مہیا فرما دیئے۔ **ف۳** یعنی اس عالمگیر اور مکمل دین کے بعد اب کسی اور دین کا انتظار کرنا سفاہت ہے "اسلام" جو تفویض و تسلیم کا مرادف ہے، اس کے سوا مقبولیت اور نجات کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں (تنبیہ) اس آیت "اليوم اكملت لكم دينكم" کا نازل فرمانا بھی منجملہ نعمائے عظیمہ کے ایک نعمت ہے۔ اسی لئے بعض یہود نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ امیر المومنین! اگر یہ آیت ہم پر نازل کی جاتی تو ہم اس کے یوم نزول کو عید منایا کرتے حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ جس روز یہ ہم پر نازل کی گئی مسلمانوں کی دو عیدیں جمع ہو گئی تھیں۔ یہ آیت سنہ ۱۰ ہجری میں "حجۃ الوداع" کے موقع پر "عرفہ" کے روز جمعہ کے دن "عصر" کے وقت نازل ہوئی جبکہ میدان عرفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے گرد چالیس ہزار سے زائد اتقیاء و ابرار رضی اللہ عنہم کا مجمع کثیر تھا اس کے بعد صرف اکیاسی روز حضور اس دنیا میں جلوہ افروز رہے **ف۴** یعنی حلال و حرام کا قانون تو مکمل ہو چکا، اس میں اب کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا البتہ مضطر جو بھوک پیاس کی شدت کر بیتاب اور لاچار ہو وہ اگر حرام چیز کھا کر جان بچالے بشرطیکہ مقدار ضرورت سے تجاوز نہ کرے اور لذت مقصود نہ ہو (غیر باغ و لا عاد) تو حق تعالیٰ اس تناول محرم کو اپنی بخشش اور مہربانی سے معاف فرما دیگا۔

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۸

گویا وہ چیز تو حرام ہی رہی مگر اُسے کھانے والا جان بچانے والا خدا کے نزدیک مجرم نہ رہا۔ یہ بھی اتمام نعمت کا ایک شعبہ ہے۔ **ف۵** پچھلی آیات میں بہت سی حرام چیزوں کی فہرست دی گئی تو قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حلال چیزیں کیا کیا ہیں؟ اس کا جواب دیدیا کہ حلال کا دائرہ تو بہت وسیع ہے چند چیزوں کو چھوڑ کر جن میں کوئی دینی یا بدنی نقصان تھا، دنیا کی تمام ستھری اور پاکیزہ چیزیں حلال ہی ہیں۔ اور چونکہ شکاری جانور سے شکار کرنے کے متعلق بعض لوگوں نے خصوصیت سے سوال کیا تھا اس لیئے آیت کے اگلے حصہ میں اُس کو تفصیلاً بتلادیا گیا۔ **ف۶** شکاری کتے یا باز وغیرہ کا شکار کیا ہوا جانور ان شرطوں سے حلال ہے (۱) شکاری جانور سدھا ہوا ہو (۲) شکار پر چھوڑا جائے (۳) اُسے اُس طریقہ سے تعلیم دی گئی ہو جس کو شریعت نے معتبر رکھا ہے یعنی کتے کو سکھلایا جائے کہ شکار کو پکڑ کر کھائے نہیں۔ اور باز کو یہ تعلیم دیجائے کہ جب اُس کو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جارہا ہو فوراً چلا آئے اگر کتا شکار کو خود کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آئے تو سمجھا جائیگا کہ جب اُس کے کہنے میں نہیں تو شکار بھی اُس کے لیے نہیں پکڑا بلکہ اپنے لیے پکڑا ہے۔ اسی کو حضرت شاہ صاحب ؒ لکھتے ہیں کہ "جب اُس نے آدمی کی خو سیکھی تو گویا آدمی نے ذبح کیا" (۴) چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑ دو۔ ان چار شرطوں کی تصریح تو نص قرآنی میں ہوگئی۔ پانچویں شرط جو امام ابو حنیفہ کے نزدیک معتبر ہے کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کردے کہ خون بہنے لگے، اس کی طرف لفظ "جوارح" اپنے مادہ "جرح" کے اعتبار سے مشعر ہے۔ اِن میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو شکاری جانور کا مارا ہوا شکار حرام ہے۔ ہاں اگر مرا نہ ہو اور ذبح کرلیا جائے تو وما اکل السبع الا ما ذکیتم کے قاعدہ سے حلال ہوگا۔ **ف۷** یعنی ہر حالت میں خدا سے ڈرتے رہو کہیں "طیبات" کے استعمال اور شکار وغیرہ کر منتفع ہونے میں حدود و قیود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو جائے۔ عموماً آدمی دنیوی لذتوں میں منہمک ہو کر اور شکار وغیرہ مشاغل میں پڑ کر خدا اور آخرت سے غافل ہو جاتا ہے اس لئے تنبیہ کی ضرورت تھی کہ خدا کو مت بھولو اور یاد رکھو کہ حساب کا دن کچھ دور نہیں۔ خدا کے انعامات اور تمہاری شکرگذاری کا موازنہ اور عمر عزیز کے ایک ایک لمحہ کا حساب ہونیوالا ہے۔ **ف۸** یعنی جیسے آج دین کامل تم کو دیا گیا، دنیا کی تمام پاکیزہ نعمتیں بھی تمہارے لیئے دائمی طور پر حلال کر دی گئیں جو کبھی منسوخ نہ ہونگی۔ **ف۹** یہاں طعام (کھانے) سے مراد "ذبیحہ" ہے یعنی کوئی یہودی یا نصرانی (بشرطیکہ اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی نہ بنا ہو) اگر حلال جانور ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے تو اُس کا کھانا مسلمان کو حلال ہے۔ مرتد کے احکام جُداگانہ ہیں۔ **ف۱۰** اس مقام پر اس کا ذکر بطور مجازات و مکافات کے استطراداً فرمادیا یعنی بعض احادیث میں جو آیا ہے "لا یاکل طعامک الا تقی" (تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار) اُس کا مطلب یہ نہیں کہ غیر پرہیزگاروں کیلئے تمہارا کھانا حرام ہے جب مسلمان کیلئے کافر کتابی کے ذبیحہ کی اجازت ہوگئی تو ایک مؤحد مسلم کا ذبیحہ اور کھانا دوسروں کیلئے کیوں حرام ہوگا۔ **ف۱۱** "پاکدامن" کی قید شاید ترغیب کیلئے ہو یعنی ایک مسلمان کو چاہئے کہ نکاح کرتے وقت پہلی نظر عورت کی عفت اور پاکدامنی پر ڈالے۔ یہ مطلب نہیں کہ پاکدامن کے سوا کسی اور سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ **ف۱۲** اہل کتاب کے ایک مخصوص حکم کیساتھ دوسرا مخصوص حکم بھی بیان فرمادیا یعنی یہ کہ کتابی عورت سے نکاح کرنا شریعت میں جائز ہے مشرکہ سے اجازت نہیں ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن (بقرہ رکوع ۲۷) مگر یہ یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے "نصاریٰ" عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے، اُن پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اُن کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔ نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اُس میں فی حد ذاتہ کوئی وجہ تحریم کی نہیں۔ لیکن اگر خارجی اثرات و حالات ایسے ہوں کہ اُس حلال سے منتفع ہونے میں بہت سے حرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دیجائیگی۔ موجودہ زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بے ضرورت اختلاط کرنا، اُن کی عورتوں کے جال میں پھنسنا، یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں وہ مخفی نہیں۔ لہٰذا بدی اور بد دینی کے اسباب و ذرائع سے اجتناب ہی کرنا چاہئے۔ **ف۱۳** یعنی قید نکاح میں لانے کو۔ گویا اس طرف اشارہ ہوگیا کہ نکاح بظاہر قید ہے لیکن یہ قید اُن آزادیوں اور ہوس رانیوں سے بہتر ہے جن کی طلب میں انسان نما بہائم سلسلۂ ازدواج ہی کو معدوم کر دینا چاہتے ہیں **ف۱۴** جس طرح پہلے عورت کی پاکدامنی کا ذکر کیا تھا، یہاں مرد کو پاکباز اور عفیف رہنے کی ہدایت فرمادی الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات (نور رکوع ۳) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی نظر میں نکاح کی غرض گوہر عصمت کو محفوظ اور مقصد تزویج کو پورا کرنا ہے شہوت رانی اور ہوا پرستی مقصود نہیں **ف۱۵** جن کتابی عورتوں سے نکاح کی اجازت ہوئی، اُس کا فائدہ یہ ہونا چاہیے کہ مومن قانت کی حقانیت عورت کے دل میں گھر کر جائے۔ نہ یہ کہ کتابیات پر مفتون ہو کر الٹا اپنی متاع ایمانی ہی کو گنوا بیٹھے اور "خسر الدنیا والآخرۃ" کا مصداق ہو کر رہ جائے۔ چونکہ کافر عورت سے نکاح کرنے میں اس فتنہ کا قوی احتمال ہوسکتا ہے، اس لیئے "ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہٗ" کی تہدید نہایت ہی برمحل ہے۔ یہ میرا خیال ہے۔ باقی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "اہل کتاب کو کفار سے دو حکم میں مخصوص کیا یہ فقط دنیا میں ہے اور آخرت میں ہر کافر خراب ہے اگر عمل نیک بھی کرے تو قبول نہیں"۔ **ف۱۶** اُمت محمدیہ پر جو عظیم الشان احسانات کیئے گئے، اُن کا بیان سن کر ایک شریف اور حق شناس مومن کا دل شکرگذاری اور اظہار وفاداری کے جذبات سے لبریز ہو جائیگا اور فطری طور پر اُس کی یہ خواہش ہوگی کہ اُس منعم حقیقی کی بارگاہ رفیع میں دست بستہ حاضر ہو کر جبین نیاز خم کرے اور اپنی غلامانہ منت پذیری اور انتہائی عبودیت کا عملی ثبوت دے۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ جب ہمارے دربار میں حاضری کا ارادہ کرو یعنی نماز کے لیئے اُٹھو تو پاک و صاف ہو کر آؤ۔ جن لذائذ دنیوی اور مرغوبات طبیعی سے متمتع ہونے کی آیت وضوء سے پہلی آیت میں اجازت دی گئی ہے (یعنی طیبات اور محصنات) وہ ایک حد تک انسان کو ملکوتی صفات سے دور اور بہیمیت سے نزدیک کرنے والی چیزیں ہیں اور کل احداث (موجبات وضوء و غسل) اُن ہی کے استعمال سے لازمی نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا مرغوبات نفسانی سے یکسو ہو کر جب ہماری طرف آنے کا قصد کرو تو پہلے بہیمیت کے اثرات اور "اکل و شرب" وغیرہ کے پیدا کیئے ہوئے تکدرات سے پاک ہو جاؤ یہ پاکی "وضوء" اور "غسل" سے حاصل ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وضو کرنے سے مومن کا بدن پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ بلکہ جب وضوء باقاعدہ کیا جائے تو پانی کے قطرات کے ساتھ گناہ بھی جھڑتے جاتے ہیں۔ **ف۱۷** یعنی سو کر اُٹھو یا دنیا کے مشاغل چھوڑ کر نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہو، تو پہلے وضوء کرلو۔ لیکن وضو کرنا ضروری اُس وقت ہے جبکہ پیشتر سے باوضوء نہ ہو۔ آیت کے آخر میں ان احکام کی جو غرض و غایت "ولکن یرید لیطہرکم" سے بیان فرمائی ہے، اُس سے معلوم ہوگیا کہ ہاتھ، منہ وغیرہ دھونے کا وجوب اسی لیے ہے کہ حق تعالیٰ تم کو پاک کرکے اپنے دربار میں جگہ دے۔ اگر یہ پاکی پہلے سے حاصل ہے اور کوئی ناقض وضوء پیش نہیں آیا تو پاک کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اُس کو ضروری قرار دینے سے "اُمت" حرج میں پڑتی ہے جس کی نفی "مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج" میں کی گئی۔ ہاں مزید نظافت، نورانیت اور نشاط حاصل کرنے کے لئے اگر تازہ وضو کرلیا جائے تو مستحب ہوگا۔ شاید اسی لیئے "اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم" الآیۃ میں سطح کلام کی ایسی رکھی ہے جس سے ہر مرتبہ نماز کی طرف جانے کے وقت تازہ وضوء کی ترغیب ہوتی ہے۔

فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ

تو دھولو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو ف١

وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ

اور پاؤں ٹخنوں تک ف٢ اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو ف٣ اور اگر تم

مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ

بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم میں آیا ہے جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو

النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ

وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ

اور ہاتھ اُس سے ف٤ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے ف٥ لیکن

يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا

چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے ف٦ اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو ف٧ اور یاد کرو

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ

احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اُس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور

اَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ يٰٓاَيُّهَا

مانا ف٨ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات ف٩ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی ف١٠ اور کسی قوم کی دشمنی

شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَ

کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو ف١١ عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے ف١٢ اور

اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو ف١٣ وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں کو

ف١ یعنی تر ہاتھ سر پر پھیر لو۔ نبی کریم صلعم سے مدۃ العمر میں مقدار ناصیہ سے کم کا مسح ثابت نہیں ہوتا۔ مقدار ناصیہ "چوتھائی سر" کے قریب ہے۔ حنفیہ اس قدر مسح کو فرض کہتے ہیں۔ باقی اختلافات اور دلائل کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ف٢ مترجم محقق نے پاؤں کے بعد لفظ "کو" نہ لکھ کر نہایت لطیف اشارہ فرما دیا کہ "ارجلکم" کا عطف مغسولات پر ہے یعنی جس طرح منہ، ہاتھ دھونے کا حکم ہے، پاؤں بھی ٹخنوں تک دھونے چاہئیں سر کی طرح مسح کافی نہیں۔ چنانچہ اہل السنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے اور احادیث کثیرہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر پاؤں میں موزے نہ ہوں تو دھونا فرض ہے۔ ان "موزوں" پر ان شرائط کے موافق جو کتب فقہ میں مذکور ہیں مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن تک مسح کر سکتا ہے۔ ف٣ یعنی جنابت سے پاک ہونے میں صرف اعضائے اربعہ کا دھونا اور مسح کرنا کافی نہیں۔ سطح بدن کے جس حصہ تک پانی بدون تضرر کے پہنچ سکتا ہو وہاں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اسی لئے حنفیہ غسل میں "مضمضہ" اور "استنشاق" (کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا) کو بھی ضروری کہتے ہیں۔ وضو میں ضروری نہیں سنت ہے۔ ف٤ یعنی مرض کی وجہ سے پانی کا استعمال مضر ہو یا سفر میں پانی بقدر کفایت نہ ملے یا مثلاً کوئی قضائے حاجت کر کے آیا اور وضو کی ضرورت ہے یا جنابت کی وجہ سے غسل ناگزیر ہے مگر پانی کے حاصل کرنے یا استعمال کرنے پر کسی وجہ سے قادر نہیں تو ان صورتوں میں وضو یا غسل کی جگہ تیمم کرلے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ تیمم کی مشروعیت سے جو غرض ہے وہ بہر صورت یکساں طور پر حاصل ہوتی ہے۔ "تیمم" کے اسرار و مسائل اور اس آیت کے فوائد "سورۂ نساء" کے ساتویں رکوع میں مفصل گزر چکے۔ (تنبیہ) مترجم محقق قدس سرہ نے "لٰمستم النساء" کا جو ترجمہ کیا ہے (یا پاس گئے ہو عورتوں کے) وہ محاورہ کے اعتبار سے حالت جنابۃ ہی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ترجمہ ابن عباس اور ابو موسیٰ اشعریؓ کی تفسیر کے موافق ہے جسے ابن مسعود نے بھی سکوتاً تسلیم کیا ہے۔ (کما فی البخاری) نیز مترجم علام نے "فتیمموا" کے ترجمہ میں "قصد کرو" کہہ کر اشارہ فرما دیا کہ اصل لغت کے اعتبار سے "تیمم" کے معنی میں "قصد" معتبر ہے۔ اور اس لغوی معنی کی مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے "تیمم شرعی" میں بھی قصد یعنی نیت کو علماء نے ضروری قرار دیا ہے۔ ف٥ اسی لئے جو احداث کثیر الوقوع تھے اُن میں سارے جسم کا دھونا ضروری نہ رکھا۔ صرف وہ اعضاء (منہ، ہاتھ، پاؤں، سر) جن کو اکثر بلاد متمدنہ کے رہنے والے عموماً کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے اُن کا دھونا اور مسح کرنا ضروری تبلایا تاکہ کوئی تنگی اور دقت نہ ہو۔ ہاں "حدث اکبر" یعنی "جنابت" جو احیاناً پیش آتی ہے اور اُس حالت میں نفس کو ملکوتی خصال کی طرف اُبھارنے کے لئے کسی غیر معمولی تنبیہ کی ضرورت ہے، اُس کے ازالہ کے لئے تمام بدن کا دھونا فرض کیا۔ پھر "مرض" اور "سفر" وغیرہ حالات میں کس قدر آسانی فرما دی۔ اوّل تو پانی کی جگہ "مٹی" کو مطہر بنا دیا۔ پھر اعضائے وضو میں سے نصف کی تخفیف اس طرح کر دی کہ جہاں پہلے ہی سے تخفیف تھی یعنی سر کا مسح اسے بالکل اُڑا دیا اور پاؤں کو شاید اس لئے ساقط کر دیا کہ وہ عموماً مٹی میں یا مٹی کے قریب رہتے ہیں اور تمام اعضائے بدن کی نسبت سے گرد و غبار میں اُن کا تلوث شدید تر ہے۔ لہٰذا اُن پر مٹی کا ہاتھ پھیرنا بیکار سا تھا۔ بس دو عضو رہ گئے "منہ" اور "ہاتھ" اُن ہی کو ملنے سے وضو اور غسل دونوں کا تیمم ہو جاتا ہے۔ ف٦ کیونکہ وہ خود پاک ہے تو پاکی ہی پسند کرتا ہے۔ ف٧ پچھلے رکوع میں جو نعمائے عظیمہ بیان ہوئی تھیں اُن کو سن کر بندہ کے دل میں جوش اُٹھا کہ اُس منعم حقیقی کی بندگی کے لئے فوراً کھڑا ہو جائے۔ اُسے تبلا دیا کہ ہماری طرف آؤ تو کس طریقہ سے پاک ہو کر آؤ۔ یہ تبلانا خود ایک نعمت ہوئی اور بدن کی سطح ظاہر پر پانی ڈالنے یا مٹی لگانے سے اندرونی پاکی عطا فرما دینا یہ دوسری نعمت ہوئی۔ بندہ ابھی پچھلی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکا تھا قصد ہی کر رہا تھا کہ یہ جدید انعامات فائض ہو گئے۔ اسلئے ارشاد ہوا لعلکم تشکرون یعنی ان پہلی نعمتوں کو یاد کرنے سے پہلے ان جدید نعمتوں کا جو احکام وضو وغیرہ کے ضمن میں مبذول ہوئیں شکر ادا کرنا چاہئے۔ شاید اسی لعلکم تشکرون سے حضرت بلالؓ نے تحیۃ الوضو کا سُراغ لگایا ہو۔ اس درمیانی نعمت کے شکریہ پر متوجہ کرنے کے بعد اگلی آیت میں اُن سابق نعمتوں اور احسانات عظیمہ کو پھر اجمالاً یاد دلاتے ہیں جن کی شکر گزاری کے لئے بندہ اپنے مولا کے حضور میں کھڑا ہونا چاہتا تھا، چنانچہ فرماتے ہیں واذکروا نعمۃ اللہ علیکم الخ ف٨ غالباً یہ عہد وہ ہی ہے جو "بقرہ" کے آخر میں مومنین کی زبان سے نقل فرمایا تھا۔ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر (بقرہ رکوع ٤٠) جب صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر بیعت کرتے تھے، اُس وقت بھی یہ اقرار کرتے تھے کہ ہم اپنی استطاعت کے موافق آپ کی ہر بات کو سُنیں گے اور مانیں گے خواہ ہمارے منشاء اور طبیعت کے موافق ہو یا خلاف۔ یہ تو عام عہد تھا اس کے بعد بعض ارکان اسلام یا مناسب حال اہم چیزوں کے متعلق خصوصیت سے بھی عہد لیا جاتا تھا۔ گویا اس صورت کے شروع میں جو "اوفوا بالعقود" فرمایا تھا، درمیان میں بہت سے احسانات کا ذکر کر کے جن کو سُن کر ایفائے عہد کی مزید ترغیب ہوتی ہے پھر وہ ہی اصلی سبق یاد دلایا گیا۔ ف٩ ایک شریف اور حیادار آدمی کی گردن اپنے محسن اعظم کے سامنے جھک جانی چاہئے۔ مروت و شرافت اور آیندہ مزید احسانات کی توقع اسی کو مقتضی ہے کہ بندہ اُس منعم حقیقی کا بالکل تابع فرمان بن جائے۔ خصوصاً جبکہ زبان سے اطاعت و وفاداری کا پختہ عہد و اقرار بھی کر چکا ہو۔ ممکن ہے حق تعالیٰ کی بے انتہا مہربانیاں دیکھ کر بندہ مغرور ہو جائے، اُس کی نعمتوں کی قدر اور اپنے قول و قرار کی کوئی پروا نہ کرے اس لئے فرمایا "واتقوا اللہ" یعنی خدا سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ وہ ایک لمحہ میں تم سے سب نعمتیں چھین سکتا ہے اور ناشکری اور بدعہدی کی سزا میں بہت سخت پکڑ سکتا ہے۔ بہر حال مروت، شرافت، اُمید اور خوف ہر چیز کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اُس کی مخلصانہ اطاعت اور وفاداری میں پوری مستعدی دکھلائیں۔ آگے وہ "علیم بذات الصدور" ہے۔ ہم جو کچھ کریں گے وہ ہمارے اخلاص یا نفاق، ریاکاری یا قلبی نیازمندی کو خوب جانتا ہے۔ فقط زبان سے "سمعنا واطعنا" کہنے یا شکر گزاری کی رسمی اور ظاہری نمائش سے ہم اس کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ ف١٠ اس سے پہلی آیت میں مومنین کو حق تعالیٰ کے احسانات اور اپنا عہد و پیمان (بقیہ صفحہ ١٤١ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۳۹ یاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہاں تبلا دیا کہ صرف زبان سے یاد کرنا نہیں۔ بلکہ عملی رنگ میں اُن کے اس کا ثبوت مطلوب ہے۔ اس آیت میں اسی پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم نے خدا کے بیشمار احسانات اور اپنے عہد و اقرار کو بھلا نہیں دیا تو لازم ہے کہ اُس محسن حقیقی کے حقوق ادا کرنے اور اپنے عہد کو سچا کر دکھانے کے لئے ہر وقت کمربستہ رہو اور جب کوئی حکم اپنے آقائے ولی نعمت کی طرف سے ملے فوراً تعمیل حکم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور خدا کے خلق کے ساتھ مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں بھی پوری جد و جہد اور اہتمام کرو۔ چنانچہ "قوامین للّٰہ" میں حقوق اللہ کی اور "شہداء بالقسط" میں "حقوق العباد" کی طرف اشارہ ہے۔ اسی قسم کی ایک آیت سورۂ المحصنات کے آخر میں گذر چکی ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ وہاں "بالقسط" کو "للّٰہ" پر مقدم کر دیا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہاں دور سے حقوق العباد کا ذکر چلا آ رہا تھا اور یہاں پہلے سے حقوق اللہ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے وہاں "بالقسط" کی اور یہاں "للّٰہ" کی تقدیم مناسب ہوئی۔ نیز یہاں لحاظ میں مبغوض دشمن سے معاملہ کرنے کا ذکر ہے جس کے ساتھ "قسط" کو یاد دلانے کی ضرورت ہے اور سورۂ نساء کے لحاظ میں محبوب چیزوں کا ذکر ہے اس لئے وہاں سب سے بڑے محبوب (اللہ) کو یاد دلایا گیا۔ **ف۱۱** "عدل" کا مطلب ہے کسی شخص کے ساتھ بدون افراط و تفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہئے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اُس کے دونوں پلّوں میں سے کسی پلّہ کو جھکا نہ سکے **ف۱۲** جو چیزیں شرعاً مہلک یا کسی درجہ میں مضر ہیں اُن سے بچاؤ کرتے رہنے سے جو ایک خاص نورانی کیفیت آدمی کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اُس کا نام "تقویٰ" ہے۔ تحصیل تقویٰ کے اسباب قریبہ و بعیدہ بہت سے ہیں۔ تمام اعمال حسنہ اور خصائل خیر کو اُس کے اسباب و معدات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ "عدل و قسط" یعنی دوست و دشمن کے ساتھ یکساں انصاف کرنا اور حق کے معاملہ میں جذبات محبت و عداوت سے قطعاً مغلوب نہ ہونا، یہ خصلت حصول تقویٰ کے مؤثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے۔ اسی لئے "ھواقرب للتقوٰی" فرمایا۔ یعنی یہ عدل جس کا حکم دیا گیا تقویٰ سے نزدیک تر ہے کہ اُس کی مزاولت کے بعد تقویٰ کی کیفیت بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے۔ **ف۱۳** یعنی ایسا عدل و انصاف جس کو کوئی دوستی یا دشمنی نہ روک سکے اور جس کے اختیار کرنے سے آدمی کو متقی بننا سہل ہو جاتا ہے۔ اس کے حصول کا واحد ذریعہ خدا کا ڈر اور اُس کی شان انتقام کا خوف ہے۔ اور یہ خوف "ان اللّٰہ خبیر بما تعملون" کے مضمون کا بار بار مراقبہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی مومن کے دل میں یہ یقین مستحضر ہو گا کہ ہماری کوئی چھپی یا کھلی حرکت حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ تو اُس کا قلب خشیۂ الٰہی سے لرزنے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ تمام معاملات میں عدل و انصاف کا راستہ اختیار کریگا۔ اور احکام الٰہیہ کے امتثال کے لئے غلامانہ تیار رہیگا۔ پھر اس نتیجہ پر ثمرہ وہ ملیگا جسے اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے۔ وعداللّٰہ الذین امنوا الخ

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اور جو نیک عمل کرتے ہیں کہ اُنکے واسطے بخشش اور بڑا ثواب ہے ف۱ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلائیں

بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا

ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے ف۲ اے ایمان والو یاد رکھو

نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ

احسان اللہ کا اپنے اوپر جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلاویں پھر روک دیے

اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

تم سے اُن کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ ہی پر چاہئے بھروسہ ایمان والوں کو ف۳

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور لے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل سے ف۴ اور مقرر کئے ہم نے اُن میں

عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ

بارہ سردار ف۵ اور کہا اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں ف۶ اگر تم قائم رکھو گے نماز اور

اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ

دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر اور مدد کرو گے اُنکی ف۷ اور قرض دو گے اللہ کو ف۸

قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ

اچھی طرح کا قرض ف۹ تو البتہ دور کرونگا میں تم سے گناہ تمہارے اور داخل کرونگا تم کو باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ

کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ف۱۰ پھر جو کوئی کافر ہوا تم میں سے اس کے بعد تو وہ بیشک

ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝۱۲ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا

گمراہ ہوا سیدھے راستہ سے ف۱۱ سو اُن کے عہد توڑنے پر ہم نے اُن پر لعنت کی ف۱۲ اور کر دیا ہم نے

قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا

اُنکے دلوں کو سخت پھیرتے ہیں کلام کو اُس کے ٹھکانے سے ف۱۳ اور بھول گئے

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی نہ صرف یہ کہ اُن کوتاہیوں کو معاف کر دینگے جو بمقتضائے بشریت رہ جاتی ہیں بلکہ عظیم الشان اجر و ثواب بھی عطا فرمائیں گے۔ **ف۲** یہ پہلے فریق کے بالمقابل اُس جماعت کی سزا ذکر کی گئی جس نے قرآن کریم کی ان صاف و صریح حقائق کو جھٹلایا یا اُن نشانات کی تکذیب کی جو سچائی کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے خدا کی طرف سے دکھلائے جاتے ہیں۔ **ف۳** عمومی احسانات یاد دلانے کے بعد بعض خصوصی احسان یاد دلاتے ہیں۔ یعنی قریش مکہ اور اُنکے پٹھوؤں نے حضور پُرنور صلعم کو صدمہ پہنچانے اور اسلام کو مٹانے کے لئے کس قدر ہاتھ پاؤں مارے مگر حق تعالیٰ کے فضل و رحمت نے اُن کا کوئی داؤ چلنے نہ دیا۔ اس احسان عظیم کا اثر یہ ہونا چاہئے کہ مسلمان غلبہ اور قابو حاصل کر لینے کے باوجود اپنے دشمنوں کو ہر قسم کے ظلم اور زیادتی سے محفوظ رکھیں اور جوش انتقام میں عدل و انصاف کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑیں جیسا کہ پچھلی آیات میں اسکی تاکید کی گئی ہے۔ ممکن ہے کسی کو یہ شبہ گذرے کہ ایسے معاند دشمنوں کے حق میں اس قدر رواداری کی تعلیم کہیں اصول سیاست کے خلاف تو نہ ہو گی کیونکہ ایسا نرم برتاؤ دیکھ کر مسلمانوں کے خلاف شریروں اور بدباطنوں کی جرأت بڑھ جانے کا قوی احتمال ہے اس کا ازالہ "واتقوا اللّٰہ وعلی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون" سے فرما دیا یعنی مومن کی سب سے بڑی سیاست "تقویٰ" اور "توکل علی اللّٰہ" (خدا سے ڈرنا اور اُسی پر بھروسہ کرنا) ہے۔ خدا سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں اُس سے اپنا معاملہ صاف رکھو اور جو عہد و اقرار کئے ہیں اُن میں پوری وفاداری دکھلاتے رہو۔ پھر بحمد اللہ کسی سے کوئی خطرہ نہیں۔ اگلی آیت میں ہماری عبرت کے لئے ایک ایسی قوم کا ذکر فرمایا جس نے خدا سے نڈر ہو کر بد عہدی اور غداری کی تھی، وہ کس طرح ذلیل و خوار ہوئی۔ **ف۴** یعنی کچھ اُمت محمدیہ ہی کی خصوصیت نہیں پہلی اُمتوں سے بھی عہد لئے جا چکے ہیں۔ **ف۵** بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں سے بارہ سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چن لئے تھے جن کے نام بھی مفسرین نے تورات سے نقل کئے ہیں، اُن کا فرض یہ تھا کہ وہ اپنی قوم پر عہد پورا کرنے کی تاکید اور اُن کے احوال کی نگرانی رکھیں عجب اتفاق یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے جب "انصار" نے "لیلۃ العقبہ" میں نبی کریم صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی تو اُن میں سے بھی بارہ ہی "نقیب" نامزد ہوئے۔ ان ہی بارہ آدمیوں نے اپنی قوم کی طرف سے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ جابر بن سمرہ کی ایک حدیث میں نبی کریم صلعم نے اس اُمت کے متعلق جو بارہ خلفاء کی پیشین گوئی فرمائی اُن کا عدد بھی "نقبائے بنی اسرائیل" کے عدد کے موافق ہے اور مفسرین نے تورات سے نقل کیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ "میں تیری ذریت میں سے بارہ سردار پیدا کرونگا" غالباً یہ وہی "بارہ" ہیں جن کا ذکر جابر بن سمرہ کی حدیث میں ہے۔ **ف۶** یا تو یہ خطاب بارہ سرداروں کو ہے یعنی تم اپنا فرض ادا کرو، میری حمایت اور امداد تمہارے ساتھ ہے۔ یا سب بنی اسرائیل کو، کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یعنی کسی (بقیہ بر صفحہ ۱۴۱)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۰ ۔ وقت تم مجھے اپنے سے دُور مت سمجھو۔ جو کچھ معاملہ تم سرًا یا علانیۃً کروگے وہ ہر جگہ اور ہر وقت میں دیکھ رہا اور سُن رہا ہوں۔ اس لئے جو کچھ کرو خبردار ہو کر کرو۔ **ف** یعنی جو رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آتے رہیں گے اُن سب کی تصدیق کروگے اور دلی تعظیم سے پیش آؤ گے اور دشمنانِ حق کے مقابلہ پر اُن کا پورا ساتھ دوگے جان سے بھی اور مال سے بھی۔ **ف** خدا کو قرض دینے سے مراد اُس کے دین اور اُسکے پیغمبروں کی حمایت میں مال خرچ کرنا ہے جس طرح روپیہ قرض دینے والا امیدوار رہتا ہے کہ اُس کا روپیہ واپس ملجائیگا۔ اور قرض لینے والا اُس کے ادا کرنے کو اپنے ذمہ پر لازم کر لیتا ہے۔ اسی طرح خدا ہی کی دی ہوئی جو چیز یہاں اُسی کے راستہ میں خرچ کیجائیگی وہ ہرگز گم یا کم نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ نے کسی مجبوری سے نہیں محض اپنے فضل و رحمت سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے کہ وہ چیز تم کو عظیم الشان نفع کی صورت میں واپس کردے۔ **ف۹** اچھی طرح سے مراد یہ ہے کہ اخلاص سے دو اور اپنے محبوب و مرغوب اور پاک و صاف مال میں سے دو۔ **ف۱۰** یعنی نیکیاں جب کثرت سے ہوں تو وہ برائیوں کو دبا لیتی ہیں۔ جب آدمی خدا کے عہد کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہے تو حق تعالیٰ اُسکی کمزوریوں کو دور کر کے اپنی خوشنودی اور قرب کے مکان میں جگہ دیتا ہے۔ **ف۱۱** یعنی ایسے صاف اور پختہ عہد و پیمان کے بعد بھی جو شخص خدا کا وفادار ثابت نہ ہوا اور غدر و خیانت پر کمربستہ ہوگیا تو سمجھو کہ اُس نے کامیابی اور نجات کا سیدھا راستہ گم کردیا۔ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ہلاکت کے کس گڑھے میں جا کر گریگا۔ بنی اسرائیل سے جن باتوں کے عہد لینے کا یہاں ذکر ہے وہ یہ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، پیغمبروں پر ایمان لانا، اُنکی جان و مال سے مدد کرنا۔ ان میں سے پہلی عبادت بدنی ہے، دوسری مالی، تیسری قلبی مع لسانی۔ چوتھی فی الحقیقت تیسری کی اخلاقی تکمیل ہے۔ گویا ان چیزوں کو ذکر کر کے اشارہ فرمادیا کہ جان و مال اور قلب و قالب ہر چیز سے خدا کی اطاعت اور وفاشعاری کا اظہار کرو لیکن بنی اسرائیل نے چُن چُن کر ایک ایک عہد کی خلاف ورزی کی۔ کسی قول و قرار پر قائم نہ رہے۔ ان عہد شکنیوں کا جو نتیجہ ہوا اُسے اگلی آیت میں بیان فرماتے ہیں۔ **ف۱۲** "لعن" کے معنی طرد و ابعاد کے ہیں یعنی عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے ہم نے اپنی رحمت سے اُنہیں دور پھینکدیا۔ اور اُنکے دلوں کو سخت کردیا۔ "فبما نقضھم میثاقھم" کے لفظ سے ظاہر فرمادیا کہ اُنکے ملعون اور سنگدل ہونے کا سبب عہد شکنی اور بیوفائی ہے جو خود اُنہی کا فعل ہے۔ اسباب پر مسبب کا مرتب کرنا چونکہ خدا ہی کا کام تھا اس لحاظ سے جعلنا قلوبھم قاسیۃ کی نسبت اسی کی طرف کی گئی۔ **ف۱۳** یعنی خدا کے کلام میں تحریف کرتے ہیں کبھی اسکے الفاظ میں کبھی معنی میں، کبھی تلاوت میں۔ تحریف کی یہ سب اقسام قرآن کریم اور کتب حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔ جس کا قدرے اعتراف آج کل بعض یورپین عیسائیوں کو بھی کرنا پڑا ہے۔

حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا

نفع اُٹھانا اُس نصیحت سے جو اُنکو کی گئی تھی **ف** اور ہمیشہ تو مطلع ہوتا رہتا ہے اُن کی کسی دغا پر **ف۲** مگر

قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

تھوڑے لوگ اُن میں سے **ف۳** سو معاف کر اور درگذر کر اُن سے اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنیوالوں کو **ف۴**

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا

اور وہ جو کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ **ف۵** اُن سے بھی لیا تھا ہم نے عہد اُن کا پھر بھول گئے نفع اٹھانا اُس

ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ

نصیحت سے جو اُنکو کی گئی تھی **ف۶** پھر ہم نے لگادی آپس میں اُنکے دشمنی اور کینہ **ف۷** قیامت کے دن تک **ف۸**

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ

اور آخر جتادیگا اُن کو اللہ جو کچھ کرتے تھے **ف۹** اے کتاب والو تحقیق

جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ

آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے

وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے **ف۱۰** بیشک تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنیوالی ☆

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ

جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے اُس کو جو تابع ہوا اُسکی رضا کا سلامتی کی راہیں اور اُن کو نکالتا ہے

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور اُنکو چلاتا ہے سیدھی راہ **ف۱۱**

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ

بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا **ف۱۲** تو کہہ دے

فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ

پھر کس کا بس چل سکتا ہے اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ اُن قیمتی نصیحتوں سے فائدہ اُٹھاتے جو مثلاً نبی آخر الزماں کی آمد اور دوسرے مہمات دینیہ کے متعلق اُنکی کتابوں میں موجود تھیں۔ مگر اپنی غلطیوں اور شرارتوں میں پھنس کر یہ سب بھول گئے بلکہ نصیحتوں کا وہ ضروری حصہ ہی گم کردیا اور اب بھی جو نصیحتیں اور مفید باتیں خاتم النبیین صلعم کی زبان سے اُنکو یاد دلائی جاتی ہیں اُن کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔ حافظ ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے کہ "نقض عہد" کے سبب سے اُن میں دو باتیں آئیں "ملعونیت" اور "قسوۃ قلب" ان دونوں کا نتیجہ یہ دو چیزیں ہوئیں "تحریف کلام اللہ" اور "عدم انتفاع بالذکر" یعنی لعنت کے اثر سے اُن کا دماغ ممسوخ ہوگیا حتی کہ نہایت بیباکی اور بدعقلی سے کتب سماویہ کی تحریف پر آمادہ ہوگئے۔ دوسری طرف جب عہد شکنی کی نحوست سے دل سخت ہوگئے تو قبولِ حق اور نصیحت سے متاثر ہونے کا مادہ نہ رہا۔ اس طرح علمی اور عملی دونوں قسم کی قوتیں ضائع کر بیٹھے۔ **ف۲** یعنی اُنکی دغابازی اور خیانت کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے۔ اور آئندہ بھی چلتا رہیگا اسی لئے ہمیشہ اُنکی کسی نہ کسی دغابازی اور مکر و فریب پر آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں۔ **ف۳** یعنی عبداللہ بن سلام وغیرہ جو اسلام میں داخل ہوچکے **ف۴** یعنی جب اُنکی عادت قدیمہ ہی یہ ہے تو ایسے لوگوں کی ہر جزئی پر اُلجھنے اور اُنکی ہر خیانت کا پردہ فاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو چھوڑو اور درگذر کیجیے اور اُن کی برائی کا بدلہ عفو و احسان سے دیجیے شاید اسی سے کچھ متاثر ہوں۔ قتادہ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر سے مگر اسکی کچھ حاجت نہیں۔ قتال کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی وقت اور کسی موقع پر بھی ایسی قوم کے مقابلہ میں عفو و درگذر اور تالیف قلب سے کام نہ لیا جاسکے۔ **ف۵** "نصاریٰ" کا ماخذ یا تو "نصر" ہے جسکے معنی مدد کرنے کے ہیں اور یا "ناصرہ" کی طرف نسبت ہے جو ملک شام میں اُس بستی کا نام ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام رہے تھے۔ اسی لئے اُن کو "مسیح ناصری" کہتے ہیں۔ جو لوگ اپنے کو "نصاریٰ" کہتے تھے وہ گویا اس بات کے مدعی تھے کہ ہم خدا کے سچے دین اور پیغمبروں کے حامی و ناصر اور حضرت "مسیح ناصری" کے متبع ہیں۔ اس زبانی دعوٰی اور لقبی تفاخر کے باوجود دین کے معاملہ میں جو رویہ تھا وہ آگے ذکر کیا گیا ہے۔ **ف۶** یہود کی طرح اِن سے بھی عہد لیا گیا لیکن یہ بھی عہد شکنی اور بیوفائی میں اپنے پیشروؤں سے کچھ کم نہیں رہے اُنہوں نے بھی اُن بیش بہا نصائح سے جن پر نجات و فلاح ابدی کا مدار تھا، کوئی فائدہ نہ اُٹھایا بلکہ "بائبل" میں نصیحتوں کا وہ حصہ باقی ہی نہ چھوڑا جو حقیقۃً مذہب کا مغز تھا۔ **ف۷** یعنی باہم نصاریٰ میں یا "یہود" اور "نصاریٰ" دونوں میں عداوتیں اور جھگڑے ہمیشہ کے لئے قائم ہوگئے۔ آسمانی سبق کو ضائع کرنے اور بھلا دینے کا جو نتیجہ ہونا چاہیے تھا وہ ہوا یعنی جب وحی الٰہی کی اصلی روشنی اُن کے پاس نہ رہی تو اوہام و اہواء کی اندھیریوں میں ایک دوسرے سے اُلجھنے لگا۔ مذہب تو نہ رہا پر مذہب کے جھگڑے رہ گئے۔ بیسیوں فرقے پیدا ہو کر اندھیرے میں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہی فرقہ وار تصادم آخر کار آپس کی شدید ترین عداوت و بغض پر منتہی ہوا۔ کوئی شبہ نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی بیحد تفرق و تشتت اور مذہبی تصادم موجود ہے لیکن چونکہ ہمارے پاس وحی الٰہی (بقیہ صفحہ ۱۴۲ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۱ ۔ اور قانون سماوی بحمداللہ بلا کم و کاست محفوظ ہی اس لئے اختلافات کی موجودگی میں بھی مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت برابر برحق و صداقت پر قائم رہی اور رہیگی ۔ مگر برخلاف یہود "و نصاریٰ" کے اختلافات یا شلاً "پروٹسٹنٹ" اور "رومن کیتھولک" وغیرہ فرقوں کی باہمی مخالفت میں کوئی ایک فریق بھی نہ آج شاہراہ حق و صداقت پر قائم ہے اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہی کیونکہ وہ وحی الٰہی کی روشنی کو جس کے بدون کوئی انسان خداتعالیٰ اور اُسکے قوانین کی صحیح معرفت حاصل نہیں کر سکتا ۔ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے ضائع کر چکے ہیں ۔ اب جب تک وہ اس محرف "بائبل" کے دامن سے وابستہ رہیں گے محال ہی کہ قیامت تک اِن کو راہ اور محض بے اصول اختلافات اور فرقہ وار بغض و عناد کی ظلمت سے نکل کر حق کا راستہ دیکھ سکیں اور نجات ابدی کی شاہراہ پر چل سکیں ۔ باقی جو لوگ آج نفس مذہب خصوصیت (عیسائیت کا مذاق اُڑاتے ہیں اور جنہوں نے لفظ "مسیحیت" یا موجودہ "بائبل" کو محض چند سیاسی ضرورتوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے ۔ اس آیت میں اُن "نصاریٰ" کا ذکر نہیں اور اگر مان لیا جائے کہ وہ بھی آیت کے تحت میں داخل ہیں تو اُن کی باہمی عداوتیں اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیاں اور علانیہ محاربات بھی باخبر اصحاب پر پوشیدہ نہیں ہیں ۔ **ف** یعنی جب تک وہ رہیں گے یہ اختلاف اور بغض و عناد بھی ہمیشہ رہیگا ۔ یہاں "قیامت تک" کا لفظ ایسا ہی جیسے ہمارے محاورات میں کہدیتے ہیں کہ فلاں شخص تو قیامت تک بھی فلاں حرکت سے باز نہ آئیگا اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ شخص قیامت تک زندہ رہیگا اور یہ حرکت کرتا رہیگا ۔ مراد یہ ہی کہ اگر قیامت تک بھی زندہ رہی تو اس بات کو نہ چھوڑیگا ۔ اسی طرح آیت میں "الیٰ یوم القیامہ" کا لفظ آنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ "یہود" و "نصاریٰ" کا وجود قیامت تک رہی جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بعض مبطلین نے اپنی تفسیر میں لکھ دیا ہے ۔

مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ
بیٹے کو اور اُسکی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو **ف۱** اور اللہ ہی کیواسطے ہی سلطنت آسمانوں

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
اور زمین کی اور جو کچھ درمیان اِن دونوں کے ہی پیدا کرتا ہی جو چاہے **ف۲** اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ﴿١٧﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَ
قادر ہے **ف۳** اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور

أَحِبَّاؤُهُ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ
اُسکے پیارے **ف۴** تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہی تم کو تمہارے گناہوں پر **ف۵** کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو

مِمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَلِلَّهِ
اُس کی مخلوق میں **ف٦** بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے **ف۷** اور اللہ ہی کیلئے ہی

مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾
سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہی اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہی **ف۸**

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ
اے کتاب والو آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا کھولتا ہے تم پر **ف۹** رسولوں کے

مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۖ
انقطاع کے بعد کبھی تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا

فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾
سو آچکا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا **ف۱۰** اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے **ف۱۱**

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر **ف۱۲**

إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ
جب پیدا کیے تم میں نبی **ف۱۳** اور کر دیا تم کو بادشاہ **ف۱۴** اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا

ف۹ یعنی آخرت میں پوری طرح اور دنیا میں بھی بعض واقعات کے ذریعہ سے اُنکو اپنی کرتوت کا نتیجہ معلوم ہو جائیگا ۔ **ف۱۰** یہ سب "یہود" و "نصاریٰ" کو خطاب ہی کہ وہ نبی آخرالزمان صلعم جنکی آمد کی بشارات تمہاری کتابوں میں اس قدر تحریف ہونے پر بھی کسی نہ کسی عنوان سے موجود ہیں ۔ تشریف لے آئے جن کے منہ میں خدا نے اپنا کلام ڈالا ہی اور جنہوں نے اُن حقائق کی تکمیل کی جو حضرت مسیح ناتمام چھوڑ گئے تھے "توراۃ" و "انجیل" کی جن باتوں کو تم چھپاتے تھے اور ردبدل کر کے بیان کرتے تھے اُن میں کی سب ضروری باتیں اس نبی آخرالزماں نے ظاہر فرما دیں اور جن باتوں کی اب چنداں ضرورت نہ تھی اُن سے درگزر کیا ۔ **ف۱۱** شاید "نور" سے خود نبی کریم صلعم اور "کتاب مبین" سے قرآن کریم مراد ہی یعنی یہود و نصاریٰ جو وحی الٰہی کی روشنی کو ضائع کر کے اہواء و آراء کی تاریکیوں اور باہمی خلاف و شقاق کے گڑھوں میں پڑے دھکے کھا رہی ہیں ۔ جس سے نکلنے کا بحالت موجودہ قیامت تک امکان نہیں اُن سے کہدو کہ خدا کی سب سے بڑی روشنی آگئی اگر نجات ابدی کے صحیح راستہ پر چلنا چاہتی ہو تو اس روشنی میں حق تعالیٰ کی رضا کے پیچھے چل پڑو ۔ سلامتی کی راہیں کھلی پاؤ گے اور اندھیرے سے نکل کر اُجالے میں بے کھٹکے چل سکو گے ۔ اور جس کی رضا کے تابع ہو کر چل رہی ہو اُسی کی دستگیری سے صراط مستقیم کو بے تکلف طے کر لوگے **ف۱۲** یعنی مسیح کے علاوہ خدا کوئی اور چیز نہیں کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ نصاریٰ میں سے "فرقہ یعقوبیہ" کا ہی جن کے نزدیک مسیح کے قالب میں خدا حلول کئے ہوئے ہی (معاذ اللہ) یا یوں کہا جائے کہ جب "نصاریٰ" حضرت مسیح کی نسبت "الوہیت" کے قائل ہیں اور ساتھ ہی توحید کا بھی زبان سے اقرار کرتے جاتے ہیں یعنی خدا ایک ہی ہی تو ان دونوں دعووں کا لازمی نتیجہ یہ ہی کہ اُن کے نزدیک مسیح کے سوا کوئی خدا نہ ہو ۔ بہرحال کوئی صورت لیجائے اس عقیدہ کے کفر صریح ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہی ۔

ع ۸ / ۳

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی اگر فرض کرو خدائے قادر و قہار یہ چاہی کہ حضرت مسیح اور مریم اور اگلے پچھلے کل زمین پر بسنے والوں کو اکٹھا کر کے ایک دم میں ہلاک کر دے ، تو تم ہی بتلاؤ کہ اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہی یعنی ازل و ابد کے سارے انسان بھی اگر فرض کرو مجتمع کر دیے جائیں اور خدا ایک آن میں سب کو ہلاک کرنا چاہی تو سب کی اجتماعی قوت بھی خدا کے ارادہ کو تھوڑی دیر کے لئے ملتوی نہیں کر سکتی ۔ کیونکہ مخلوقات کی قدرت جو عطائی اور محدود ہی ، خدا کی ذاتی اور لامحدود قدرت کے مقابلہ میں عاجز محض ہی جس کا اعتراف خود وہ لوگ بھی کرتے ہیں جن کے رد میں یہ خطاب کیا جا رہا ہی بلکہ خود مسیح بن مریم بھی جن کو یہ لوگ خدا بنا رہے ہیں ، اس کے معترف ہیں چنانچہ مرقس کی انجیل میں حضرت مسیح کا یہ مقولہ موجود ہی "اے باپ ہر چیز تیری قدرت کے تحت میں ہی تو مجھ سے یہ (موت) کا پیالہ ٹلا دے اس طرح نہیں جو میں چاہتا ہوں بلکہ اُس طرح جیسے تیرا ارادہ ہی" پس جب حضرت مسیح علیہ السلام جن کو تم خدا کہتے ہو اور اُنکی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ جو تمہارے زعم میں خدا کی ماں ہوئیں ، وہ دونوں بھی تمام من فی الارض کے ساتھ مل کر خدا کی مشیت و ارادہ کے سامنے عاجز ٹھہرے تو خود سوچ لو کہ اُنکی یا اُنکی والدہ یا کسی اور مخلوق کی نسبت خدائی کا دعویٰ کرنا کس قدر گستاخی اور شوخ چشمی ہوگی ۔ آیۃ کی اس تقریر میں ہمنے "ہلاک" کو "موت" کے معنی میں لیا ہی ۔ مگر "جمیعًا" کے لفظ کی تھوڑی سی وضاحت کر دی ۔ جو مدلول لفظ "جمیعًا" کا ہمنے بیان کیا وہ ائمہ عربیۃ کی تصریحات کے عین موافق ہی ۔ اسکے سوا یہ بھی ممکن ہی کہ آیۃ میں "ہلاک" کے معنی موت کے نہ لئے جائیں جیسا کہ راغب نے لکھا ہی کبھی "ہلاک" کے معنی ہوتے ہیں "کسی چیز کا مطلقًا فنا اور نیست و نابود ہو جانا" مثلاً کل شیء ہالک الا وجہہ یعنی خدا کی ذات کے سوا ہر چیز نابود ہونے والی ہے ۔ اس معنی پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدائے قدیر حضرت مسیح اور اُنکی والدہ اور تمام من فی الارض کو قطعاً نیست و نابود اور بالکلیہ فنا کر ڈالنے کا ارادہ کر لے تو کون ہی جو اُسکے ارادہ کو روک دیگا ۔ **ف۲** اوست سلطان ہر چہ خواہد آں کند ÷ عالمے را در دمے ویراں کند ۔ حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تا اُنکی اُمت بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھا دے ۔ ورنہ نبی اس لائق کاہے کو ہیں کہ اُن کے مرتبۂ عالی اور وجاہت عنداللہ کا خیال کرتے ہوئے ایسا خطاب کیا جاتا **ف۲** جو چاہی اور جس طرح چاہی ۔ مثلاً حضرت "مسیح" کو بدون باپ کے حضرت "حوا" کو

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۲۔ بدون ماں کے اور حضرت آدم علیہ السلام کو بدون ماں اور باپ کے پیدا کر دیا۔ ف ۳ کسی کا زور اُس کے سامنے نہیں چل سکتا سب اخیار و ابرار بھی وہاں مجبور ہیں ف ۴ شاید اپنے کو "بیٹے" یعنی اولاد اس لئے کہتے ہوں کہ انکی "بائبل" میں خدا نے اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کو اپنا پہلوٹا بیٹا اور اپنے کو اُس کا باپ کہا ہے۔ اُدھر نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" مانتے ہیں تو اسرائیل کی اولاد اور حضرت مسیح کی اُمت ہونے کی وجہ سے غالباً "ابناء اللہ" کا لفظ اپنی نسبت استعمال کیا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ "بیٹا" کہنے سے مراد یہ ہو کہ ہم خدا کے خواص اور محبوب ہونے کی وجہ سے گویا اولاد جیسے ہیں۔ اس صورت میں "ابناء" کا حاصل وہی ہو جائیگا جو لفظ "احباء" کا ہے۔ ف ۵ چونکہ کسی مخلوق کا حقیقۃً "ابن اللہ" ہونا بالکل محال اور بدیہی البطلان ہے اور خدا کا محبوب بن جانا ممکن تھا "یحبھم ویحبونہ" (مائدہ رکوع ۸) اس لئے اس جملہ میں اول "محبوبیت" اور "پیارے" ہونے کے دعوے کا رد کیا گیا یعنی جو قوم علانیہ بغاوتوں اور شدید ترین گناہوں کی بدولت یہاں بھی کئی طرح کی رسوائیوں اور عذاب میں گرفتار ہو چکی اور آخرت میں بھی حبس دوام کی سزا کا عقلاً و نقلاً استحقاق رکھتی ہے کیا ایسی باغی و عاصی قوم کی نسبت ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی ذی شعور یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ خدا کی محبوب اور پیاری ہوگی؟ خدا سے کسی کا نسبی رشتہ نہیں۔ اُس کا پیار اور اُس کی محبت صرف اطاعت اور حسن عمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسے کٹر مجرموں کو جو سخت سے سخت سزا کے مستحق اور مورد بن چکے ہوں، شرمانا چاہیے کہ وہ "نحن ابناء اللہ واحباؤہ" کا دعویٰ کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو باوجودیکہ اُن کا صلبی بیٹا تھا خدا نے فرمایا "انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح" (ہود، رکوع ۴) ف ۶ "بَشَر" اصل لغت میں کھال کی اوپر والی سطح کو کہتے ہیں۔ تھوڑی سی مناسبت سے آدمی کو "بشر" کہنے لگے۔ شاید اس لفظ کے یہاں اختیار کرنے میں یہ نکتہ ہو کہ تم کو خدا کا بیٹا اور پیارا تو درکنار، شریف اور ممتاز انسان بھی نہیں کہا جا سکتا۔ صرف بشرہ اور شکل و صورت کے لحاظ سے خدا کے پیدا کئے ہوئے ایک معمولی آدمی کہلائے جا سکتے ہو جن کی پیدائش بھی اُسی معتاد طریقہ سے ہوئی ہے جس طرح عام انسانوں کی ہوتی ہے۔ پھر بھلا "ابنیت" کا وہم کدھر سے راہ پا سکتا ہے۔ ف ۷ کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کون بخشنے کے لائق ہے اور کسے سزا دیجائے۔ ف ۸ تو جسے وہ اپنی رحمت اور حکمت سے معاف کرنا چاہے یا عدل و انصاف سے سزا دینا چاہے اُس میں کون مزاحم ہو سکتا ہے۔ نہ کسی مجرم کے لئے یہ گنجایش ہے کہ اُس کے قلمرو آسمان و زمین سے باہر نکل جائے اور نہ یہ کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کہیں اور بھاگ جائے۔ ف ۹ یعنی ہمارے احکام و شرائع نہایت توضیح کے ساتھ کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اس رکوع کے شروع سے "بنی اسرائیل" (یہود و نصاریٰ) کی مختلف قسم کی شرارتوں اور حماقتوں کو بیان فرما کر یہ تبلایا تھا کہ اب ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا جو تمہاری غلط کاریوں کو واضح کرتا ہے اور تم کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لیجانا چاہتا ہے۔ اُس کے بعد اس پر متنبہ فرمایا کہ اب نور ہدایت کی طرف جانا دو چیزوں پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرو اور مخلوق و خالق کے تعلق کے متعلق غلط عقیدے مت جماؤ۔ "لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم" سے یہاں تک اسی جزء کا بیان تھا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ نبی الانبیاء صلعم پر ایمان لاؤ جو تمام انبیائے سابقین کے کمالات کے جامع اور شرائع الٰہیہ کے سب سے بڑے اور آخری شارح ہیں۔ اس جزء کا بیان اس آیت "یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علٰی فترۃ" الخ میں کیا گیا ہے۔ ف ۱۰ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو برس سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ ساری دنیا الا ماشاء اللہ جہل و غفلت اور اوہام و اہواء کی تاریکیوں میں پڑی تھی۔ ہدایت کے چراغ گل ہو چکے تھے۔ ظلم و عدوان فساد و الحاد کی گھٹا تمام آفاق پر چھا رہی تھی اُس وقت سارے جہان کی اصلاح کے لئے خدا نے سب سے بڑا "ہادی" اور "نذیر" و "بشیر" بھیجا، جو جاہلوں کو فلاح دارین کے راستے تبلائے۔ غافلوں کو اپنے انذار و تخویف سے بیدار کرے اور پست ہمتوں کو بشارتیں سنا کر ابھارے۔ اس طرح ساری مخلوق پر خدا کی حجت تمام ہو گئی۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔ ف ۱۱ یعنی تم اگر اس پیغمبر کی بات نہ مانو گے تو خدا کو قدرت ہے کہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے جو اُسکے پیغام کو پوری طرح قبول کریگی اور پیغمبر کا ساتھ دیگی خدا کا کام کچھ تم پر موقوف نہیں۔ ف ۱۲ موضح القرآن میں ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے باپ کا وطن چھوڑ نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آکر ٹھہرے اور مدت تک اُنکے اولاد نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے بشارت دی کہ تیری اولاد بہت پھیلاؤنگا اور زمین شام اُنکو دونگا اور نبوت، دین، کتاب اور سلطنت اُن میں رکھونگا۔ پھر حضرت موسیٰ کے وقت وہ وعدہ پورا کیا بنی اسرائیل کو فرعون کی بیگار سے خلاص کیا۔ اور اُس کو غرق کیا اور اُن کو فرمایا کہ جہاد کرو عمالقہ سے، ملک شام فتح کرلو۔ پھر ہمیشہ وہ ملک شام تمہارا ہے حضرت موسیٰ نے بارہ شخص بارہ قبائل بنی اسرائیل پر سردار کیے تھے۔ اُن کو بھیجا کہ اُس ملک کی خبر لاویں وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں جو عمالقہ مسلط تھے اُن کا زور و قوت بیان کیا حضرت موسیٰ نے اُن کو کہا کہ تم قوم کے سامنے ملک کی خوبی بیان کرو اور دشمن کی قوت کا ذکر مت کرو۔ اُن میں سے دو شخص اس حکم پر رہے اور دس نے خلاف کیا۔ قوم نے نامردی کرنے لگی اور چاہا کہ پھر اُلٹے مصر چلے جائیں۔ اس تقصیر کی وجہ سے چالیس برس فتح میں دیر لگی۔ اس قدر مدت جنگلوں میں بھٹکتے پھرتے رہے جب اُس قرن کے لوگ مر چکے گروہ دو شخص کہ وہی حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ ہوئے اُن کے ہاتھ سے فتح ہوئی۔ ف ۱۳ یعنی تمہارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم سے لیکر آج تک کتنے نبی تم میں پیدا کیے۔ مثلاً حضرت اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، یوسف اور خود موسیٰ و ہارون علیہم الصلوٰۃ والسلام پھر اُن کے بعد بھی یہی سلسلہ مدت دراز تک ان میں قائم رکھا۔ ف ۱۴ یعنی فرعونیوں کی ذلیل ترین غلامی سے آزادی دلا کر اُنکے اموال و املاک پر قابض کیا اور اس سے پہلے تم ہی میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزائن اور سلطنت پر کیسا تسلط عطا فرمایا پھر مستقبل میں بھی حضرت سلیمان وغیرہ نبی اور بادشاہ پیدا کیے گویا دین اور دنیا دونوں کی اعلیٰ نعمتوں سے تم کو سرفراز کیا۔ کیونکہ دینی مناصب میں سب سے بڑا منصب نبوت اور دنیوی اقبال کی آخری حد آزادی اور بادشاہت ہے۔ یہ دونوں چیزیں مرحمت کی گئیں۔ (فوائد صفحہ ہذا صفحہ ۱۴۴ پر)

أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ

کسی کو جہان میں ف ۱ اے قوم داخل ہو زمین پاک میں

الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾

جو مقرر کر دی ہے اللہ نے تمہارے واسطے ف ۲ اور نہ لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف پھر جا پڑو گے نقصان میں ف ۳

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى إِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَإِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى

بولے اے موسیٰ وہاں ایک قوم ہے زبردست ف ۴ اور ہم ہرگز وہاں نہ جاوینگے یہاں تک کہ

يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَإِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَإِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ

وہ نکل جاویں اس میں سے پھر اگر وہ نکلینگے اس میں سے تو ہم ضرور داخل ہونگے ف ۵ کہا دو مردوں نے

مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ

اللہ سے ڈرنے والوں میں سے کہ خدا کی نوازش تھی ان دو پر ف ۶ گھس جاؤ اُن پر حملہ کرکے دروازہ میں

فَإِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَإِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۥ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا إِنْ

پھر جب تم اُس میں گھس جاؤ گے تو تم ہی غالب ہوگے ف ۷ اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى إِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ أَبَدًا مَّا

یقین رکھتے ہو ف ۸ بولے اے موسیٰ ہم ہرگز نہ جاویں گے ساری عمر جب تک

دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ إِنَّا هٰهُنَا

وہ رہینگے اُس میں سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں

قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّيْ لَآ أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِيْ وَأَخِيْ فَافْرُقْ

بیٹھے ہیں ف ۹ بولا اے رب میرے میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی ف ۱۰ سو جدائی

بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ

کر دے تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں ☆ فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے اُن پر

أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۛ يَتِيْهُوْنَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ

چالیس برس سر مارتے پھرینگے ملک میں سو تو افسوس نہ کر نافرمان

فوائد صفحہ ۱۴۳ ف یعنی اُس وقت جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ خطاب فرما رہے تھے، بنی اسرائیل پر تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ خدا کی نوازشیں ہوئیں۔ اور اگر احدًا من العالمین کو عموم پر حمل کیا جائے تو یہ اس لئے صحیح نہیں کہ اُمت محمدیہ کی نسبت خود قرآن میں تصریح ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (آل عمران رکوع ۱۲) اور وکذالک جعلناکم اُمۃ وسطًا لتکونوا شہداء علی الناس (بقرہ رکوع ۱۶)۔ ف۲ یعنی خدا نے پیشتر حضرت ابراہیم سے وعدہ فرمایا تھا کہ تیری اولاد کو یہ ملک دونگا وہ وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ خوش قسمت ہونگے وہ لوگ جن کے ہاتھوں پر پورا ہو۔ ف۳ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں بزدلی اور پست ہمتی دکھا کر غلامی کی زندگی کی طرف مت بھاگو۔ ف۴ یعنی بہت قوی ہیکل، تنومند اور پُر رعب۔ ف۵ یعنی مقابلہ کی ہمت ہم میں نہیں۔ ہاں بدون ہاتھ پاؤں ہلائے پکی پکائی کھا لیں گے۔ آپ معجزہ کے زور سے انہیں نکال دیں۔ ف۶ وہ دو شخص حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا تھے جو خدا سے ڈرتے تھے۔ اسی لئے عمالقہ وغیرہ کا کچھ ڈر انکو نہ رہا۔ ہر کہ ترسید از حق وتقوی گزید ☆ ترسد ازوے جن وانس وہر کہ دید۔ ف۷ یعنی ہمت کر کے شہر کے پھاٹک تک تو چلو، پھر خدا تم کو غالب کریگا۔ خدا اُسی کی مدد کرتا ہے جو خود بھی اپنی مدد کرے۔ ف۸ معلوم ہوا کہ اسباب مشروعہ کو ترک کرنا توکل نہیں۔ "توکل" یہ ہے کہ کسی نیک مقصد کے لئے انتہائی کوشش اور جہاد کرے۔ پھر اُس کے مثمر ومنتج ہونے کے لئے خدا پر بھروسہ رکھے۔ اپنی کوشش پر نازاں اور مغرور نہ ہو۔ باقی اسباب مشروعہ کو چھوڑ کر خالی اُمیدیں باندھتے رہنا توکل نہیں تعطل ہے۔ ف۹ یہ اُس قوم کا مقولہ ہے جو "نحن ابناء اللہ واحباءہ" کا دعویٰ رکھتی تھی۔ مگر یہ گستاخانہ کلمات اُنکے مستمر تمرد وطغیان سے کچھ بھی مستبعد نہیں۔ ف۱۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سخت دلگیر ہو کر یہ دعا فرمائی۔ چونکہ تمام قوم کی عدول حکمی اور بزدلانہ عصیان کو مشاہدہ فرما رہے تھے۔ اس لئے دعا میں بھی اپنے اور ہارون علیہ السلام کے سوا کہ وہ بھی نبی معصوم تھے اور کسی کا ذکر نہیں کیا۔ یوشع اور کالب بھی دونوں کے ساتھ تبعًا آ گئے۔

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا

لوگوں پر ف اور سنا اُن کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا ف۲ جب نیاز کی دونوں

قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ

نے کچھ نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی ف۳ کہا

لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَىِٕنْ بَسَطْتَّ

میں تجھ کو مار ڈالونگا ف وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیزگاروں سے ف۵ اگر تو ہاتھ

اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ

چلاویگا مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو ف۶ میں

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْۗاَ بِاِثْمِيْ وَ

ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے سب جہان کا ف میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور

اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

اپنا گناہ ف پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں اور یہی ہے سزا ظالموں کی ف

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

پھر اُس کو راضی کیا اُسکے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے ف۱ پھر اُسکو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اُٹھانیوالوں میں ف۱۱

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ

پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کریدتا تھا زمین کو تاکہ اسکو دکھلاوے کس طرح چھپاتا ہے

سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا

لاش اپنے بھائی کی بولا اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں برابر اس

الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

کوے کی کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی ف۱۲ پھر لگا پچھتانے ف۱۳

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ڔ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ

اسی سبب سے لکھا ہم نے ف۱۴ بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جدائی کی دعا حسی اور ظاہری طور پر تو قبول نہ ہوئی۔ ہاں معنی جدائی ہو گئی کہ وہ سب تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر حیران وسرگرداں پھرتے تھے اور حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام پیغمبرانہ اطمینان اور پورے قلبی سکون کے ساتھ اپنے منصب ارشاد واصلاح پر قائم رہے جیسے کسی بستی میں عام وبا پھیل پڑے اور ہزاروں بیماروں کے مجمع میں دو چار تندرست اور قوی القلب ہوں جو اُنکے معالجہ، چارہ سازی اور تفقد احوال میں مشغول رہیں۔ اگر فافرق بیننا کا ترجمہ "جدائی کرے" کی جگہ "فیصلہ کرے" ہوتا تو یہ مطلب زیادہ واضح ہو جاتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ سب قصہ اہل کتاب کو سنایا اس پر کہ تم پیغمبر آخر الزمان کی رفاقت نہ کرو گے جیسے تمہارے اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت چھوڑ دی تھی اور جہاد سے جان چرا بیٹھے تھے۔ تو یہ نعمت اوروں کو نصیب ہو گی چنانچہ نصیب ہوئی۔ ایک لمحہ کے لئے اس سارے رکوع کو سامنے رکھ کر اُمت محمدیہ کے احوال پر غور کیجئے اُن پر خدا کے وہ انعامات ہوئے جو نہ پہلے کسی اُمت پر ہوئے نہ آیندہ ہونگے۔ اُن کے لئے خاتم الانبیا سید الرسل صلعم کو ابدی شریعت دے کر بھیجا۔ اُن میں وہ علماء اور ائمہ پیدا کئے جو باوجود غیر نبی ہونے کے انبیاء کے وظائف کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ ایسے ایسے خلفاء نبی علیہ السلام کے بعد اُمت کے قائد بنے جنہوں نے سارے جہان کو اخلاق اور اصول سیاست وغیرہ کی ہدایت کی۔ اس اُمت کو بھی جہاد کا حکم ہوا۔ عمالقہ کے مقابلہ میں نہیں روئے زمین کے تمام جبارین کے مقابلہ میں۔ محض سرزمین "شام" فتح کرنے کے لئے نہیں بلکہ شرق وغرب میں "کلمۃ اللہ" بلند کرنے اور فتنہ کی جڑ کاٹنے کے لئے۔ بنی اسرائیل سے خدا نے ارض مقدسہ کا وعدہ کیا تھا لیکن اس اُمت سے یہ فرمایا وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا (نور رکوع ۷)۔ اگر بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام نے جہاد میں پیٹھ پھیرنے سے منع کیا تھا تو اس اُمت کو بھی خدا نے اس طرح خطاب کیا۔ یا ایہا الذین اٰمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوہم الادبار (انفال رکوع ۲)۔ انجام یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفقاء تو عمالقہ سے ڈر کر یہاں تک کہہ گذرے کہ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑ لو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ لیکن اصحاب محمد صلعم نے یہ کہا کہ خدا کی قسم اگر آپ سمندر کی موجوں میں گھس جانے کا حکم دینگے تو ہم اسی میں کود پڑینگے اور ایک شخص بھی ہم میں سے علیحدہ نہیں رہیگا۔ اُمید ہے کہ خدا آپ کو ہماری طرف سے وہ چیز دکھلائے گا جس سے آپکی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ ہم اپنے پیغمبر کے ساتھ ہو کر اس کے داہنے اور بائیں، آگے اور پیچھے ہر طرف جہاد کرینگے۔ خدا کے فضل سے ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا "اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون"۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جتنی مدت بنی اسرائیل فتوحات سے محروم ہو کر "وادی تیہ" میں بھٹکتے رہے اُس سے کم مدت میں محمد رسول اللہ صلعم کے اصحاب نے مشرق ومغرب میں ہدایت وارشاد کا جھنڈا گاڑ دیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذٰلک لمن خشی ربہ۔ ف۲ یعنی آدم کے دو صلبی بیٹوں قابیل وہابیل کا قصہ ان کو سناؤ کیونکہ اس قصہ میں ایک بھائی کے دوسرے بھائی کی مقبولیت اور تقویٰ پر حسد کرنے اور اسی غیظ میں اُس کو ناحق قتل کر ڈالنے کا ذکر ہے اور ناحق خون کرنے کے عواقب بیان کئے ہیں۔ پچھلے رکوع میں یہ بتلایا تھا کہ بنی اسرائیل کو جب یہ حکم دیا گیا کہ ظالموں اور جابروں سے قتال کرو تو خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ اب ہابیل وقابیل کا قصہ سنانا اس کی تمہید ہے کہ متقی اور مقبول بندوں کا قتل جو شدید ترین جرائم میں سے ہے اور جس سے ان لوگوں کو بے انتہا تہدید وتشدید کے ساتھ منع کیا گیا تھا، اُس کے لئے یہ ملعون ہمیشہ کیسے مستعد اور تیار نظر آتے ہیں۔ پہلے بھی کتنے نبیوں کو قتل کیا اور آج بھی خدا کے سب سے بڑے پیغمبر کے خلاف ازراہ بغض وحسد کیسے کیسے منصوبے گانٹھتے رہتے ہیں۔ گویا ظالموں اور شریروں کے مقابلہ سے جان چرانا اور بے گناہ معصوم بندوں کے خلاف قتل واسر کی سازشیں کرنا، یہ اس قوم کا شیوہ رہا ہے اور اس پر نحن ابناء اللہ واحباءہ کا دعویٰ بھی رکھتے ہیں۔ اس تقریر کے موافق قابیل وہابیل کا قصہ، پھر اُس پر من اجل ذٰلک کتبنا علی بنی اسرائیل الآیۃ کی تفریع، یہ سب تمہید ہو گی اُس مضمون کی جو اس قصہ اور تفریع کے ختم پر

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۴۔ فرمایا " ولقد جاءتھم رسلنا بالبینات ثم ان کثیرا منھم بعد ذلک فی الارض لمسرفون انما جزآؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ الخ ف۳ یعنی آدم علیہ السلام دستور کے موافق جو لڑکی ہابیل کے نکاح میں دینا چاہتے تھے قابیل اُس کا طلبگار ہوا۔ آخر حضرت آدم کے اشارہ سے دونوں نے خدا کے لئے کچھ نیاز کی کہ جسکی نیاز مقبول ہو جائے لڑکی اُسی کو دیدی جائے۔ آدم علیہ السلام کو غالباً یقین تھا کہ ہابیل ہی کی نیاز مقبول ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آتش آسمانی ظاہر ہوئی اور ہابیل کی نیاز کو کھا گئی۔ یہ ہی علامت اُس وقت قبول عنداللہ کی تھی۔ ف۴ قابیل یہ دیکھ کر آتش حسد میں جلنے لگا اور بجائے اس کے کہ مقبولیت کے وسائل اختیار کرتا غیظ و غضب میں اپنے حقیقی بھائی کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا۔ ف۵ یعنی ہابیل نے کہا کہ میرا اس میں کیا قصور ہے خدا کے یہاں کسی کی زبردستی نہیں چلتی تقویٰ چلتا ہے گویا میری نیاز جو قبول کر لی گئی اُس کا سبب تقویٰ ہے۔ تو بھی اگر تقویٰ اختیار کرے تو خدا کو تجھ سے کوئی ضد نہیں۔ ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی ناحق کسی کو مارنے لگے اُس کو رخصت ہے کہ ظالم کو مارے اور اگر صبر کرے تو شہادت کا درجہ ہے"۔ اور یہ حکم اپنے مسلمان بھائی کے مقابلہ میں ہے۔ ورنہ جہاں انتقام و مدافعت میں شرعی مصلحت و ضرورت ہو وہاں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا جائز نہیں مثلاً کافروں یا باغیوں سے قتال کرنا۔ والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون (شوریٰ رکوع ۴) ف۷ یعنی میں تجھ سے ڈر کر نہیں بلکہ خدا سے ڈر کر یہ چاہتا ہوں کہ جہاں تک شرعاً گنجایش ہے بھائی کے خون میں اپنے ہاتھ رنگین نہ کروں ایوب سختیانی فرماتے تھے کہ اُمت محمدیہ میں یہ پہلا شخص جس نے اس آیۃ پر عمل کر کے دکھلایا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہے۔ (ابن کثیر) جنہوں نے اپنا گلا کٹوا دیا لیکن اپنی رضا سے کسی مسلمان کی انگلی نہ کٹنے دی۔ ف۸ یعنی میرے قتل کا گناہ بھی اپنے دوسرے گناہوں کے ساتھ حاصل کر لے۔ ابن جریر نے مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے کہ "باثمی" کے معنی یہی ہیں۔ باقی جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ قیامت میں مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈالے جائینگے وہ مضمون بھی ایک حیثیت سے صحیح ہے مگر محققین کے نزدیک وہ اس آیت کی تفسیر نہیں۔ اب ہابیل کے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ اگر تو نے یہ ہی ٹھان لی ہے کہ میرے قتل کا وبال اپنے سر رکھے تو میں نے بھی ارادہ کر لیا ہے کہ کوئی مدافعت اپنی جانب سے نہ کروں حتیٰ کہ ترک عزیمت کا حرف بھی مجھ پر نہ آنے پائے ف۹ یعنی تیرے عمر بھر کے گناہ تجھ پر ثابت رہیں اور میرے خون کا گناہ چڑھے اور مظلومیت کی وجہ سے میرے گناہ اُتریں (موضح القرآن) ف۱۰ شاید ابتداء میں کچھ جھجک ہوگی۔ شدہ شدہ نفس امارہ نے خیال پختہ کر دیا اور یہ ہی کیفیت عموماً معاصی کی ابتداء میں ہوتی ہے۔ ف۱۱ دنیوی خسران تو یہ کہ ایسا نیک بھائی جو قوت بازو بنتا ہاتھ سے کھویا اور خود پاگل ہو کر مرا۔ حدیث میں ہے کہ "ظلم" اور "قطع رحم" دو گناہ ایسے ہیں جن کی سزا آخرت سے پہلے یہاں بھی ملتی ہے۔ اور اُخروی خسران یہ کہ ظلم، قطع رحم، قتل عمد اور بدامنی کا دروازہ دنیا میں کھول دینے سے اُن سب گناہوں کی سزا کا مستوجب ہوا اور آیندہ بھی جتنے اس نوعیت کے گناہ دنیا میں کیے جائیں گے سب میں بانی ہونے کی وجہ سے اُس کی شرکت رہی جیسا کہ حدیث میں مصرح ہے۔ ف۱۲ چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا اس لئے قتل کے بعد اُس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے۔ آخر ایک کوّے کو دیکھا کہ زمین کرید رہا ہے یا دوسرے مردہ کوّے کو مٹی ہٹا کر زمین میں چھپا رہا ہے۔ اُسے دیکھ کر کچھ عقل آئی کہ میں بھی اپنے بھائی کی لاش کو دفن کر دوں اور افسوس بھی ہوا کہ میں عقل و فہم اور بھائی کی ہمدردی میں اس جانور سے بھی گیا گذرا ہوا شاید اسی لئے حق تعالیٰ نے ایک ادنیٰ جانور کے ذریعہ سے تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی وحشت اور حماقت پر کچھ شرمائے۔ جانوروں میں کوّے کی یہ خصوصیت ہے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کھلا چھوڑ دینے پر بہت شور مچاتا ہے۔ ف۱۳ پچھتانا وہ نافع ہے جس کے ساتھ گناہ سے معذرت وانکسار اور فکر و تدارک بھی ہو۔ اس موقع پر اس کا پچھتانا حق تعالیٰ کے عصیان پر نہیں بلکہ اپنی بدحالی پر تھا جو قتل کے بعد اسے لاحق ہوئی۔ ف۱۴ یعنی ناحق قتل میں جو دنیوی اور اُخروی خسران ہے اور جو بدنتائج اُس پر مرتب ہوتے ہیں حتیٰ کہ خود قاتل بھی اس حرکت کے بعد بسا اوقات پچھتاتا اور کف افسوس ملتا ہے۔ اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ ہدایت کی کہ الخ

نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ

ایک جان کو بلاعوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں ف تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب

جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ

لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو ف۲ اور لا چکے ہیں انکے پاس

رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ

رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم ف۳ پھر بہت لوگ اُن میں سے اس پر بھی ملک میں

لَمُسْرِفُوْنَ ۝ اِنَّمَا جَزٰۗؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ

دست درازی کرتے ہیں ف۴ یہی سزا ہے اُن کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اسکے رسول سے اور

يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ

دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو ف۵ کہ انکو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں

اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ

اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے ف۶ یا دور کر دیے جاویں اُس جگہ سے ف۷

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

یہ اُن کی رُسوائی ہے دنیا میں اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ف۸

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے تو جان لو کہ

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا

اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۹ اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو

اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اُس تک وسیلہ ف۱۰ اور جہاد کرو اُس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۱۱

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ

جو لوگ کافر ہیں اگر اُن کے پاس ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا اور اُسکے ساتھ

ع ٥ ٨ ٩

فوائد صفحہ ہذا ف۱ ملک میں فساد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ مثلاً اہل حق کو دین حق سے روکے یا پیغمبروں کی اہانت کرے یا "العیاذ باللہ" مرتد ہو کر اپنے وجود سے دوسروں کو مرتد ہونے کی ترغیب دے۔ وقس علی ذلک۔ ف۲ یعنی اول روئے زمین پر بڑا گناہ یہ ہی ہوا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ اُس کے بعد رسم پڑ گئی اسی سبب سے تورات میں اس طرح فرمایا کہ "ایک کو مارا جیسے سب کو مارا" یعنی ایک کے ناحق خون کرنے سے دوسرے بھی اس جرم پر دلیر ہوتے ہیں۔ تو اس حیثیت سے جو شخص ایک کو قتل کر کے بدامنی کی جڑ قائم کرتا ہے گویا وہ سب انسانوں کے قتل اور عام بدامنی کا دروازہ کھول رہا ہے اور جو کسی ایک کو زندہ کرتا یعنی کسی ظالم قاتل کے ہاتھ سے بچاتا ہے گویا وہ اپنے عمل سے سارے انسانوں کے بچانے اور مامون کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ ف۳ مترجم رحمۃ اللہ نے "بینات" سے کھلے ہوئے حکم مراد لیے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بینات سے وہ کھلے کھلے نشان مراد لیے جائیں جن سے کسی پیغمبر کے من عنداللہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہو۔ ف۴ یعنی بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ ایسے کھلے نشان دیکھ کر اور ایسے کھلے احکام سُن کر بھی اپنے ظلم و طغیان اور دست درازیوں سے باز نہ آئے انبیائے معصومین کو قتل اور آپس میں ناحق خون کرنا ان کا ہمیشہ سے وتیرہ رہا ہے اور آج بھی خاتم الانبیاء صلعم کے (معاذ اللہ) قتل یا ایذا رسانی اور مسلمانوں کی تذلیل کیلیے ہر قسم کی ناپاک سازشیں کرتے رہتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حکم تورات کے موافق کیف ما اتفق کسی ایک آدمی کا ناحق مار ڈالنا اتنا بڑا جرم ہے کہ گویا اُس کا قاتل تمام دنیا کے انسانوں کا قاتل ہے تو دنیا کے سب سے زیادہ کامل و اکمل انسان اور سب سے زیادہ مقبول و مقدس جماعت کے قتل و ایذا رسانی کے درپے ہونا اور اُن سے لڑائی اور مقابلہ کے لئے کمر باندھنا خدا کے نزدیک کتنا بھاری جرم ہوگا۔ خدا کے سُفراء سے لڑائی تو درحقیقت خدا ہی سے لڑائی کرنا ہے شاید اسی لئے اگلی آیت میں اُن لوگوں کی دنیوی اور اُخروی سزا کا ذکر کیا گیا ہے جو خدا اور پیغمبر سے لڑائی کرتے ہیں یا دنیا میں طرح طرح کے فساد پھیلا کر "مسرفون فی الارض" کے مصداق بنتے ہیں ف۵ یعنی بدامنی کرنے کو اکثر مفسرین (بقیہ صفحہ ۱۴۶ پر)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۵ ۔ نے اس جگہ رہزنی اور ڈکیتی مراد لی ہے مگر الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ آیۃ کی جو شان نزول احادیث صحیحہ میں بیان ہوئی وہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ الفاظ کو اُنکے عموم پر رکھا جائے۔ "اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرنا" "یا زمین میں فساد اور بدامنی پھیلانا" یہ دو لفظ ایسے ہیں جن میں کفار کے حملے، ارتداد کا فتنہ، رہزنی، ڈکیتی، ناحق قتل و نہب، مجرمانہ سازشیں اور مغویانہ پروپیگنڈا سب داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنے والا ان چار سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستحق ٹھہرتا ہے۔ **ف۶** یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں۔ **ف۷** کہیں اور لیجا کر انہیں قید کر دیں کما ھو مذہب الامام ابی حنیفہ رحمہ اللہ **ف۸** ڈاکوؤں کے احوال چار ہو سکتے تھے۔ (۱) قتل کیا ہو مگر مال لینے کی نوبت نہ آئی (۲) قتل بھی کیا اور مال بھی لیا (۳) مال چھین لیا مگر قتل نہیں کیا (۴) نہ مال چھین سکے نہ قتل کر سکے قصد اور تیاری کرنے کے بعد ہی گرفتار ہو گئے۔ چاروں حالتوں میں بالترتیب یہی چار سزائیں ہیں جو بیان ہوئیں۔ **ف۹** یعنی مذکورہ بالا سزائیں جو حدود اور حق اللہ کے طور پر تھیں وہ گرفتاری سے قبل توبہ کر لینے سے معاف ہو جاتی ہیں۔ حقوق العباد معاف نہیں ہونگے۔ مثلاً اگر کسی کا مال لیا تھا تو ضمان دینا ہوگا، قتل کیا تھا تو قصاص لیا جائیگا۔ ہاں ان چیزوں کے معاف کرنیکا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہے۔ (تنبیہ) اس حد کے سوا باقی حدود مثلاً حد زنا، حد شرب خمر، حد سرقہ، حد قذف توبہ سے مطلقاً ساقط نہیں ہوتیں۔ **ف۱۰** وسیلہ کی تفسیر ابن عباس، مجاہد، ابو وائل، حسن وغیرہم اکابر سلف نے قربت سے کی ہے۔ تو وسیلہ ڈھونڈھنے کے معنی یہ ہونگے کہ اُس کا قرب و وصول تلاش کرو۔ قتادہ نے کہا "ای تقربوا الیہ بطاعتہ والعمل بما یرضیہ" خدا کی نزدیکی حاصل کرو اُسکی فرمانبرداری اور پسندیدہ عمل کے ذریعہ سے ایک شاعر کہتا ہے ؎ اذا غفل الواشون عدنا لوصلنا ۔ وعاد التصافی بیننا والوسائل ۔ اس میں بھی یہی معنی قرب و اتصال کے مراد ہیں۔ اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ "وسیلہ" جنت میں ایک نہایت ہی اعلیٰ منزل ہے جو دنیا میں سے کسی ایک بندہ کو ملیگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اذان کے بعد میرے لئے خدا سے وہی مقام طلب کیا کرو۔ تو اُس مقام کا نام بھی "وسیلہ" اسی لئے رکھا گیا کہ جنت کی تمام منزلوں میں وہ سب سے زیادہ عرش رحمٰن کے قریب ہے اور حق تعالیٰ کے مقامات قرب میں سب سے بلند واقع ہوا ہے۔ بہرحال پہلے فرمایا کہ ڈرتے رہو اللہ سے لیکن یہ ڈر ایسا نہیں جیسے آدمی سانپ بچھو یا شیر بھیڑیے سے ڈر کر دور بھاگتا ہے۔ بلکہ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں اُس کی خوشنودی اور رحمت سے دور نہ جا پڑو۔ اسی لئے "اتقوا اللہ" کے بعد "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" فرمایا یعنی اُسکی ناخوشی اور بُعد و ہجر سے ڈر کر قرب و وصول حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اور ظاہر ہے کہ کسی چیز سے قریب ہم اُسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ درمیانی راستہ قطع کر لیں جس پر چل کر اُس کے پاس پہنچ سکتے ہوں۔ اُسی کو فرمایا "وجاھدوا فی سبیلہ" جہاد کرو اُسکی راہ میں یعنی اُس پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرو "لعلکم تفلحون" تاکہ تم اُسکی نزدیکی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکو۔ **ف۱۱** پچھلے رکوع کے آخر میں اُن لوگوں کی دنیوی و اُخروی سزا بیان فرمائی تھی جو خدا اور رسول سے جنگ کرتے اور ملک میں بدامنی اور فساد پھیلاتے ہیں۔ اس رکوع میں مسلمانوں کو اُن سزاؤں سے ڈرا کر بتلایا گیا کہ جب شقی اور بدبخت لوگ خدا اور رسول سے جنگ کریں تو تم خدا اور رسول کی طرف ہو کر جہاد کرو۔ وہ اگر زمین پر فساد پھیلاتے ہیں تو تم اپنی کوشش اور حسن عمل سے امن و سکون قائم کرنے کی فکر کرو۔

مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ

اُتنا ہی اور ہو تاکہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت کے عذاب سے تو اُن سے قبول نہ ہوگا

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ

اور اُنکے واسطے عذاب دردناک ہے **ف** چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے اور

مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ

وہ اُس سے نکلنے والے نہیں اور اُنکے لیے عذاب دائمی ہے **ف۲** اور چوری کرنیوالا مرد

وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ

اور چوری کرنیوالی عورت کاٹ ڈالو اُنکے ہاتھ **ف۳** سزا میں اُن کی کمائی کی تنبیہ ہے اللہ کی

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ

طرف سے **ف۴** اور اللہ غالب ہے حکمت والا **ف۵** پھر جس نے توبہ کی اپنے ظلم کے پیچھے اور اصلاح کی

فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ

تو اللہ قبول کرتا ہے اس کی توبہ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے **ف۶** تجھ کو معلوم نہیں

اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ

کہ اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے اور

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ

بخشے جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے **ف** اے رسول

لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا

غم نہ کر اُن کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں **ف** وہ لوگ جو کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ

ہم مسلمان ہیں اپنے مُنہ سے اور اُن کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں **ف۹**

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ

جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لیے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو تجھ تک نہیں آئے **ف۱** بدل ڈالتے ہیں

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** پچھلی آیت میں بتلایا تھا کہ انسان خدا سے ڈرنے اُس کا قرب حاصل کرنے اور اُسکی راہ میں جہاد کرنے ہی سے فلاح و کامیابی کی اُمید کر سکتا ہے۔ اس آیت میں متنبہ فرما دیا کہ جن لوگوں نے خدا سے روگردانی کی وہ آخرت میں اگر روئے زمین کے سارے خزانے، بلکہ اس سے بھی زائد خرچ کر ڈالیں گے اور فدیہ دیکر عذاب الٰہی سے چھوٹنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔ غرض وہاں کی کامیابی "تقویٰ" "ابتغاء وسیلہ" اور "جہاد فی سبیل اللہ" سے حاصل ہوتی ہے رشوت اور فدیہ سے نہیں ہو سکتی۔ **ف۲** احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ بہت سے گنہگار مومنین ایک مدت تک دوزخ میں رہ کر پھر نکلے جائیں گے اور حق تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل کریگا۔ یہ آیت اُن احادیث کے مخالف نہیں کیونکہ یہاں شروع آیت سے صرف کفار کا حال بیان کیا گیا ہے۔ مومنین کے متعلق اس آیت میں کوئی حرف نہیں۔ **ف۳** یعنی پہلی مرتبہ چوری کرے تو داہنا ہاتھ گٹے پر سے کاٹ دو۔ باقی تفاصیل کتب فقہ میں ملیں گی۔ پچھلے رکوع میں ڈکیتی وغیرہ کی سزا ذکر کی گئی تھی۔ درمیان میں بعض مناسبات کی وجہ سے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں، مومنین کو چند ضروری نصائح کی گئیں۔ اب پھر اسی پچھلے مضمون کی تکمیل کی جاتی ہے یعنی وہاں ڈکیتی کی سزا مذکور ہوئی تھی، اس آیت میں چوری کی سزا بتلا دی۔ **ف۴** یعنی جو سزا چور کو دی جا رہی ہے وہ مال مسروق کا بدلہ نہیں، بلکہ اُس کے فعل "سرقہ" کی سزا ہے تاکہ اُسے اور دوسرے چوروں کو تنبیہ ہو جائے۔ بلاشبہ جہاں کہیں یہ حدود جاری ہوتی ہیں وہ چار ہی کی سزا پانے کے بعد چوری کا دروازہ قطعاً بند ہو جاتا ہے۔ آج کل مدعیان تہذیب اس قسم کی حدود کو وحشیانہ سزا سے موسوم کرتے ہیں لیکن چوری کرنا اگر ان صاحبوں کے نزدیک کوئی مہذب فعل نہیں ہے تو یقیناً آپ کی مہذب سزا! اس غیر مہذب دستبرد کے استیصال میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اگر تھوڑی سی وحشت کا تحمل کرنے سے بہت سے چور مہذب بنائے جا سکتے ہوں تو حامیین تہذیب کو خوش ہونا چاہیئے کہ اُنکی "تہذیبی مشن" میں اُس وحشت سے مدد ملی ہے۔ بعض نام نہاد مفسر بھی اس کوشش میں ہیں کہ "قطع ید" (ہاتھ کاٹنے) کی سزا کو چوری کی انتہائی سزا قرار دیکر اس سے ہلکی سزا دہی کا اختیار شریعت حقہ سے حاصل کر لیں مگر مشکل یہ ہے کہ نہ تو چوری کی اس سے ہلکی سزا قرآن کریم میں کہیں موجود ہے اور نہ عہد نبوت یا عہد صحابہ میں اُسکی کوئی نظیر پائی گئی۔ کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اتنے طویل عرصہ میں جتنے چور پکڑے گئے اُن میں ایک بھی ابتدائی چور نہ تھا جس پر کم از کم بیان جواز ہی کے طور پر "قطع ید" سے ہلکی کوئی ابتدائی سزا جاری کی جاتی۔ کسی ملحد نے پرانے زمانہ میں اس "حد سرقہ" پر یہ بھی شبہ کیا تھا کہ جب شریعت نے ایک ہاتھ کی دیت

الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هٰذَا

بات کو اُس کا ٹھکانا چھوڑ کر ف۱ کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے

فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ

تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا ف۲ اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا

فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۚ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ

سو تو اُس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں ف۳ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا

أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

کہ دل پاک کرے اُن کے ف۴ اُن کو دنیا میں ذلت ہے اور اُن کو آخرت میں

عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ۚ فَإِنْ

بڑا عذاب ہے ٭ جاسوسی کرنیوالے جھوٹ بولنے کے لیے اور بڑے حرام کھانے والے سو اگر

جَآءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کر دے اُن میں یا مُنہ پھیر لے اُن سے ف۵ اور اگر تو مُنہ پھیر لیگا اُن سے

فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ

تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر اُن میں انصاف سے

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ

بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنیوالوں کو ف۶ اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور اُنکے پاس تو

التَّوْرٰىةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَ

توریت ہے جس میں حکم ہے اللہ کا پھر اُس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور

مَآ أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٣﴾ إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى

وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں ف۷ ہم نے نازل کی توریت کہ اُس میں ہدایت

وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا

اور روشنی ہے ف۸ اُس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو

ع ۹ ۱۰

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۶۔ پانسو دینار رکھی ہے تو اتنا قیمتی ہاتھ جسکے کٹنے پر پانسو دینار واجب ہوں، دس پانچ روپیہ کی چوری میں کس طرح کاٹا جا سکتا ہے۔ ایک عالم نے اس کے جواب میں کیا خوب فرمایا "انہا لما کانت امینۃ کانت ثمینۃ فلما خانت ھانت" یعنی جو ہاتھ امین تھا وہ قیمتی تھا جب (چوری کرکے) خائن ہوا تو ذلیل ہوا۔ ف۹ چونکہ غالب ہے اس لیے اُسے حق ہے کہ جو چاہے قانون نافذ کرے کوئی چون وچرا نہیں کر سکتا لیکن چونکہ حکمت والا بھی ہے اس لیے یہ احتمال نہیں کہ محض اپنے اختیار کامل سے کام لے کر کوئی قانون بے موقع نافذ کرے۔ نیز وہ اپنے ناتواں بندوں کے اموال کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کر سکے، یہ اُس کی عزت اور غلبہ کے منافی ہے اور چوروں ڈاکوؤں کو یونہی آزاد چھوڑ دے یہ اُسکی حکمت کے خلاف ہے۔ ف۱۰ یعنی توبہ اگر ٹھیک ٹھیک ہو جسکے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ چوری کا مال مالک کو واپس کرے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو ضمان دے اور ضمان نہ دے سکے تو معاف کرائے، اور اپنے فعل پر نادم ہو اور آیندہ کے لیے اُس سے مجتنب رہنے کا عزم رکھے۔ تو اس طرح کی توبہ سے اُمید ہے کہ حق تعالیٰ اُخروی عقوبت جسکے مقابلہ میں دنیوی سزا کی کچھ حقیقت نہیں، اُس پر سے اُٹھا لے ف۱ جب حقیقی سلطنت وحکومت اُسی کی ہے تو بلاشبہ اُسی کو یہ اختیار ہوگا کہ جسے مناسب جانے معاف کر دے اور جسے اپنے حکمت وعدل کے موافق سزا دینا چاہے سزا دے اور نہ صرف یہ کہ اُسے معاف کرنے اور سزا دینے کے کلی اختیارات حاصل ہیں بلکہ اُن اختیارات کے استعمال سے کوئی روکنے والا بھی نہیں۔ کیونکہ ہر چیز پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے۔ ف۲ پچھلی آیات میں ڈکیتی اور چوری وغیرہ کی حُدود بیان کی گئی تھیں۔ اب بعض اُن اقوام کا حال سُناتے ہیں جنہوں نے "حدود اللہ" میں تحریف کرکے اپنے کو عذاب عظیم کا مستحق ٹھہرایا۔ ان کا مفصل واقعہ بغوی نے یہ لکھا ہے کہ خیبر کے ایک یہودی مرد اور عورت نے جو کنوارے نہ تھے زنا کیا۔ باوجودیکہ توراۃ میں اس جرم کی سزا "رجم" (سنگسار کرنا) تھی، مگر ان دونوں کی بڑائی مانع تھی، کہ یہ سزا جاری کیجائے۔ آپس میں یہ مشورہ ہوا کہ یہ شخص جو "یثرب" میں ہے (یعنی محمد صلعم) ان کی کتاب میں "زانی" کے لیے "رجم" کا حکم نہیں، کوڑے مارنے کا ہے تو بنی قریظہ کے یہود میں سے کچھ آدمی اُنکے پاس بھیجو، کیونکہ وہ اُنکے ہمسایہ ہیں اور اُن سے صلح کا معاہدہ بھی کر چکے ہیں۔ وہ اُنکا خیال معلوم کر لیں گے۔ چنانچہ ایک جماعت اس کام کے لیے روانہ کی گئی کہ نبی کریم صلعم کا عندیہ معلوم کرے کہ "زانی محصن" کی کیا سزا تجویز کرتے ہیں۔ اگر وہ کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اُن پر رکھ کر قبول کر لو۔ اور "رجم" کا حکم دیں تو مت مانو۔ اُنکے دریافت کرنے پر حضور نے فرمایا کہ تم میرے فیصلہ پر رضامند ہو گے؟ انہوں نے اقرار کر لیا۔ خدا کی طرف سے جبرئیل "رجم" کا حکم لے آئے مگر وہ لوگ اپنے اقرار سے پھر گئے۔ آخر حضور نے فرمایا کہ فدک کا رہنے والا ابن صوریا تم میں کیسا شخص ہے؟ سب نے کہا کہ آج روئے زمین پر "شرائع موسویہ" کا اُس سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں آپ نے اُس کو بلوایا اور نہایت ہی شدید حلف دے کر پوچھا کہ "توراۃ" میں اس گناہ کی سزا کیا ہے؟ باوجودیکہ دوسرے یہود اس حکم کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے جس کا پردہ حضرت عبداللہ بن سلام کے ذریعہ سے فاش ہو چکا تھا۔ تاہم ابن صوریا نے جو انکا مسلم معتمد تھا کسی نہ کسی وجہ سے اس کا اقرار کر لیا کہ بیشک توراۃ میں اس جرم کی سزا رجم ہی ہے۔ بعدہ اُس نے سب حقیقت ظاہر کی کہ کس طرح یہود نے رجم کو اُٹھا کر زنا کی سزا یہ رکھ دی کہ زانی کو کوڑے لگائے جائیں اور کالا منہ کرکے اور گدھے پر اُلٹا سوار کرا کر گشت کرایا جائے۔ الحاصل حضور پرنور صلعم نے اُن دونوں مرد وعورت پر رجم کی سزا جاری کی۔ اور فرمایا کہ اے اللہ آج میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو دنیا میں زندہ کیا اسکے بعد کہ وہ اُسے مردہ کر چکے تھے۔ یہ واقعہ ہے ف۹ یعنی منافقین اور یہود بنی قریظہ ف۱۰ "سماعون" کے معنی ہیں بہت زیادہ سُننے والے اور کان دھرنے والے، پھر "بہت زیادہ سُننا" کبھی تو جاسوسی پر اطلاق کیا جاتا ہے اور کبھی اُس کے معنی ہوتے ہیں "بہت زیادہ قبول کرنیوالا" جیسے "سمع اللہ لمن حمدہ" میں سُننے کے معنی قبول کرنے کے ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے یہاں پہلے معنی مراد لیے ہیں۔ لیکن ابن جریر وغیرہ محققین نے دوسرے معنی پر حمل کیا ہے "سماعون للکذب" یعنی جھوٹ اور باطل کو بہت زیادہ ماننے اور قبول کرنیوالے "سماعون لقوم اٰخرین" یعنی دوسری جماعت جس نے ان کو بھیجا اور خود تمہارے پاس نہیں آئی اُن کی بات بہت زیادہ ماننے والے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی خدا کے احکام میں تحریف کرتے ہیں یا کہیں کی بات کہیں لگا دیتے ہیں۔ ف۲ یعنی اگر کوڑے لگانے کا حکم دے تو قبول کرو ورنہ نہیں۔ گویا خدا کی شریعت کو اپنی ہوا کے تابع رکھنا چاہتے تھے۔ ف۳ ہدایت وضلالت، خیر وشر کوئی چیز بھی بدون ارادۂ خداوندی کے عالم وجود میں نہیں آ سکتی۔ یہ ایک ایسا اصول ہے کہ جس کا انکار کرنا اُس کے تسلیم کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص چوری کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن خدا کا ارادہ یہ ہے کہ چوری نہ کرے اب وہ شخص اگر اپنے ارادہ میں کامیاب رہا تو لازم آتا ہے کہ خدا اس کے مقابلہ میں معاذ اللہ عاجز ہو۔ اور اگر خدا ہی کا ارادہ بندہ کے ارادہ پر غالب رہتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دنیا میں کہیں چوری وغیرہ کسی شر کا وجود نہ رہے اور اگر خدا تعالیٰ خیر وشر میں سے کسی کا بھی ارادہ نہیں کرتا تو اس سے معاذ اللہ اُس کا تعطل یا غفلت وسفاہت لازم آتی ہے۔ تعالیٰ اللہ عن کل الشرور ونقدس۔ ان تمام شقوق پر غور کرنے کے بعد ناچار وہی ماننا پڑیگا کہ کوئی چیز بھی اُسکے ارادۂ تخلیق کے بدون موجود نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ نہایت مہم اور طویل الذیل ہے۔ ہمارا قصد ہے کہ اس قسم کے مسائل کے متعلق مستقل مضمون لکھ کر فوائد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔ واللہ الموفق۔ ف۴ اوّل منافقین اور یہود کا طرز عمل بیان فرمایا جس میں یہ چند اعمال بالخصوص ذکر کیے گئے۔ ہمیشہ جھوٹ اور باطل کی طرف جھکنا۔ اہل حق کے خلاف جاسوسی کرنا۔ بدباطن اور شریر جماعتوں کو مدد پہنچانا۔ ہدایت کی باتوں کو تحریف کرکے بدل ڈالنا۔ اپنی خواہش اور مرضی کے خلاف کسی حق بات کو قبول نہ کرنا۔ جس قوم میں یہ خصال پائی جائیں اُسکی مثال ایسے مریض کی سمجھو جو نہ دوا استعمال کرے نہ مہلک اور مضر چیزوں سے پرہیز قائم رکھ سکے، اطباء اور ڈاکٹروں کا مذاق اُڑائے، فہمائش کرنے والوں کو گالیاں دے، نسخہ پھاڑ کر پھینک دے یا اپنی رائے سے اُسکے اجزاء بدل ڈالے اور یہ عہد بھی کرے کہ جو دوا میری خواہش اور مذاق کے خلاف ہوگی کبھی استعمال نہ کرونگا۔ ان حالات کی موجودگی میں کوئی ڈاکٹر یا طبیب خواہ اُس کا باپ ہی (بقیہ بر صفحہ ۱۴۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۷۔ کیوں نہ ہو۔ اگر معالجہ سے دست بردار ہو کر یہی ارادہ کرلے کہ اس مریض کو اب اُسکی بے اعتدالیوں، غلط کاریوں، ضد اور ہٹ کا خمیازہ بھگتنے دو تو کیا یہ طبیب کی بے رحمی یا بے اعتنائی کا ثبوت ہو گا یا خود مریض کی خودکشی بھی جائیگی۔ اب اگر مریض اس بیماری کی ہلاک ہو گیا تو طبیب کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے کہ اُس نے علاج نہ کیا اور تندرست کرنا نہ چاہا۔ بلکہ بیمار خود ملزم ہے کہ اُس نے اپنے ہاتھوں کو اپنے کو تباہ کیا اور طبیب کو موقع نہ دیا کہ وہ اُسکی صحت واپس لانے کی کوشش کرتا۔ ٹھیک اسی طرح یہاں یہود کی شرارت، ہوا پرستی، ضد اور ہٹ دھرمی کو بیان فرما کر جو یہ لفظ فرمائے ومن یرد اللہ فتنتہ الخ جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا، اور اولٓئک الذین لم یرد اللہ ان یطھر قلوبھم (یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ اُن کے دلوں کو پاک کرے) اس کا یہی مطلب ہے کہ خدا نے اُنکی سوء استعداد اور بدکاریوں کی وجہ سے اپنی نظر لطف و عنایت اُن پر سے اُٹھالی جس کے بعد اُن کے راہ پر آنے اور پاکی قبول کرنے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ آپ ان کے غم میں اپنے کو نہ گھلائیں لقولہ تعالیٰ لایحزنک الذین الخ باقی یہ شبہ کہ خدا تو اس پر بھی قادر تھا کہ اُن کی سب شرارتوں اور غلط کاریوں کو جبراً روک دیتا اور مجبور کر دیتا کہ وہ کوئی ضد اور ہٹ کر ہی نہ سکیں۔ تو بیشک میں تسلیم کرتا ہوں کہ خدا کی قدرت کے سامنے یہ چیز کچھ مشکل نہ تھی ولو شاء ربک لاٰمن من فی الارض کلھم جمیعًا (یونس، رکوع ۱۰) لیکن اس دنیا کا سارا نظام ہی ایسا رکھا گیا ہے کہ بندوں کو خیر و شر کے اکتساب میں مجبور محض نہ بنایا جائے۔ اگر صرف خیر کے اختیار پر سب کو مجبور کر دیا جاتا تو تخلیق عالم کی حکمت و مصلحت پوری نہ ہوتی اور حق تعالیٰ کی بہت سی صفات ایسی رہ جاتیں کہ اُن کے ظہور کے لیے کوئی محل نہ ملتا۔ مثلاً غفور، عفو، حلیم، منتقم، ذو البطش الشدید، قائم بالقسط، مالک یوم الدین وغیرہ۔ حالانکہ عالم کے پیدا کرنے کی غرض ہی یہ ہے کہ اُسکی تمام صفات کمالیہ کا مظاہرہ ہو۔ کوئی مذہب یا کوئی انسان جو خدا کو فاعل مختار مانتا ہے، انجام کار اسکے سوا کوئی دوسری غرض نہیں بتلا سکتا۔ لیبلوکم ایکم احسن عملًا (سورہ ملک رکوع ۱) اس سے زائد تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں بلکہ اسقدر بھی ہمارے موضوع سے زائد ہے۔ ف۵ ابن عباس، مجاہد اور عکرمہ وغیرہ اکابر سلف سے منقول ہے کہ حضور کو یہ اختیار ابتداء میں تھا۔ آخر میں جب اسلام کا تسلط اور نفوذ کامل ہو گیا تو ارشاد ہوا وان احکم بینھم بما انزل اللہ یعنی اُنکے نزاعات کا فیصلہ قانون شریعت کے موافق کر دیا کرو۔ مطلب یہ کہ اعراض اور کنارہ کشی کی ضرورت نہیں۔ ف۶ قرآن کریم نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی شریر ظالم اور بدمعاش کیوں نہ ہو مگر اُس کے حق میں بھی تمہارا دامن عدالت ناانصافی کے چھینٹوں سے داغدار نہ ہونے پائے۔ یہی وہ خصلت ہے جسکے سہارے زمین و آسمان کا نظام قائم رہ سکتا ہے۔ ف۷ یعنی تعجب کی بات ہے کہ آپ کو حَکم ٹھہراتے ہیں اور جس توراۃ کو کتاب آسمانی مانتے ہیں اُس کے فیصلہ پر بھی راضی نہیں۔ تو حقیقت میں اُن کا ایمان کسی پر بھی نہیں۔ نہ قرآن پر نہ تورات پر۔ اگلے رکوع میں تورات و انجیل کی مدح فرما کر متنبہ کیا ہے کہ کیسی عمدہ کتاب اور کیسے علوم ہدایت تھے جن کی ان نالائقوں نے بے قدری کی اور اُنہیں ایسا ضائع کیا کہ آج اصل چیز کا پتہ لگانا بھی مشکل ہو گیا۔ آخر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے بالکل آخر میں وہ کتاب بھیجی جو اُن سب پہلی کتابوں کے مطالب اصلیہ کی محافظ اور مصدق ہے۔ اور جسکی ابدی حفاظت کا انتظام نازل کرنیوالے نے خود اپنے ذمہ لیا ہے۔ فللہ الحمد والمنہ۔ ف۸ یعنی وصول الی اللہ کے طالبین کے لئے ہدایت کا اور شبہات و مشکلات کی ظلمت میں پھنس جانے والوں کے لئے روشنی کا کام دیتی ہے۔

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم ف۱ اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اُس کی

عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا

خبر گیری پر مقرر تھے ف۲ سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو

بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ

میری آیتوں پر مول تھوڑا ف۳ اور جو کوئی حکم نہ کرے اُسکے موافق جو کہ اللہ نے اُتارا سو وہی لوگ

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ

ہیں کافر ف۴ اور لکھ دیا ہم نے اُن پر اُس کتاب میں کہ جی کے بدلے جی

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ

اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور

السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ

دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلا اُن کے برابر ف۵ پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ

كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

گناہ سے پاک ہو گیا ف۶ اور جو کوئی حکم نہ کرے اُسکے موافق جو کہ اللہ نے اُتارا سو وہی لوگ ہیں

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا

ظالم ف۷ اور پیچھے بھیجا ہم نے اُنہی کے قدموں پر عیسیٰ مریم کے بیٹے کو ف۸ تصدیق کرنیوالا

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ

توریت کی جو آگے سے تھی اور اُس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور

نُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ

روشنی تھی اور تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب توریت کی اور راہ بتلانیوالی اور

مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

نصیحت تھی ڈرنے والوں کو ف۹ اور چاہئے کہ حکم کریں انجیل والے موافق اُسکے جو کہ اُتارا اللہ نے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی توراۃ میں ایسا عظیم الشان دستور العمل اور آئین ہدایت تھا کہ کثیر التعداد پیغمبر اور اہل اللہ اور علماء برابر اُسی کے موافق حکم دیتے اور نزاعات کے فیصلے کرتے رہے۔ ف۲ یعنی توراۃ کی حفاظت کا اُن کو ذمہ دار بنایا گیا تھا۔ قرآن کریم کی طرح "انا لہ لحافظون" کا وعدہ نہیں ہوا۔ تو جب تک علماء و احبار نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا، "تورات" محفوظ و معمول رہی۔ آخر دنیا پرست علمائے سوء کے ہاتھوں سے تحریف ہو کر ضائع ہو گئی۔ ف۳ یعنی لوگوں کے خوف یا دنیوی طمع کی وجہ سے آسمانی کتاب میں تبدیل و تحریف مت کرو۔ اُس کے احکام و اخبار کو مت چھپاؤ اور خدا کی تعذیب و انتقام سے ڈرتے رہو۔ تورات کی عظمت شان اور مقبولیت جتلانے کے بعد یہ خطاب یا تو اُن رؤسا و علماء یہود کو کیا گیا ہے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے کیونکہ اُنہوں نے حکم "رجم" سے انکار کر دیا تھا اور نبی کریم صلعم کے متعلق پیشین گوئیوں کو چھپاتے اور اُنکے معنی میں عجیب طرح کے ہیر پھیر کرتے تھے۔ اور یا درمیان میں اُمت مسلمہ کو نصیحت ہے کہ تم دوسری قوموں کی طرح کسی سے ڈر کر یا حب مال و جاہ میں پھنس کر اپنی آسمانی کتاب کو ضائع مت کرنا چنانچہ اس اُمت نے بحمداللہ ایک حرف بھی اپنی کتاب کا گم نہیں کیا اور آج تک اُس کو مبطلین کی تغییر و تحریف سے محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے اور ہمیشہ رہیں گے۔ ف۴ "بما انزل اللہ" کے موافق حکم نہ کرنے سے غالباً یہ مراد ہے کہ منصوص حکم کے وجود ہی سے انکار کرے اور اُس کی جگہ دوسرے احکام اپنی رائے اور خواہش سے تصنیف کرے۔ جیسا کہ یہود نے حکم "رجم" کے متعلق کیا تھا۔ تو ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر مراد یہ ہو کہ "ما انزل اللہ" کو عقیدۃً ثابت مان کر پھر فیصلہ عملاً اس کے خلاف کرے تو کافر سے مراد عملی کافر ہو گا یعنی اُسکی عملی حالت کافروں جیسی ہے۔ ف۵ قصاص کا یہ حکم شریعت موسوی میں تھا۔ اور بہت سے علمائے اصول نے تصریح کی ہے کہ جو پچھلی شرائع قرآن کریم یا ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نقل فرمائیں بشرطیکہ اُنکی نسبت کسی جگہ حضور نے کوئی انکار یا ترمیم نہ فرمائی ہو تو وہ اس اُمت کے حق میں بھی تسلیم کیجائینگی۔ گویا بدون ردّ و انکار کے اُن کو نقل کرنا تلقی بالقبول کی دلیل ہے۔ ف۶ یعنی جروح کے قصاص کو معاف کر دینا مجروح کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح آئی ہے۔ اور بعض مفسرین نے اس آیت کو جارح کے حق میں رکھا ہے یعنی اگر مجروح نے جارح کو معافی دیدی تو اسکا گناہ معاف ہو جائیگا والراجح ہو الاول ف۷ یہود نے حکم قصاص کے خلاف بھی تعامل قائم کر لیا تھا۔ اُن میں "بنی نضیر" جو زیادہ معزز اور قوی سمجھے جاتے تھے "بنو قریظہ" سے پوری دیت وصول کرتے اور جب اُن کو دینی پڑتی

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۸۔ نوبت آتی تو نصف دیت ادا کرتے۔ "بنی قریظہ" نے اپنی کمزوری کی وجہ سے اُن سے اس طرح کا معاہدہ کر رکھا تھا اتفاقاً بنی قریظہ کے ہاتھ سے "بنی نضیر" کا آدمی مارا گیا۔ اُنہوں نے دستور سابق کے موافق اُن سے پوری دیت طلب کی۔ بنی قریظہ نے جواب دیا کہ جاؤ وہ زمانہ گیا جب ہم نے تمہاری قوت سے مجبور ہو کر یہ ظلم منظور کر لیا تھا۔ اب محمد صلعم مدینہ میں آچکے ہیں اُنکا دور دورہ ہے یہ ممکن نہیں کہ ہم جو دیت تم سے لیتے ہیں اُس سے دگنی ادا کریں۔ اس سے غرض یہ تھی کہ جناب محمد رسول اللہ صلعم کی موجودگی میں محال ہے کہ کوئی قوی ضعیف کو کچل سکے یا دبا سکے۔ کیونکہ سب کو یقین تھا کہ آپ ہر ضعیف و قوی کے ساتھ یکساں انصاف کرتے ہیں۔ اور اقویاء کے مظالم کے مقابلہ میں ضعفاء کی دستگیری فرماتے ہیں۔ انجام کار یہ معاملہ حضور کی عدالت میں پیش ہوا اور بنی قریظہ نے جو خیال اُس پیکر عدل و انصاف کی نسبت ظاہر کیا تھا بلا کم و کاست صحیح نکلا حکم قصاص کے بعد ومن لم یحکم بما انزل اللہ الخ فرمانے سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور چونکہ "رجم" کی طرح قصاص کے حکم شرعی ہونے سے صریحاً انکار نہیں کیا تھا بلکہ آپس کی مفاہمت سے خلاف حکم شرعی ایک دستور قائم کر لیا تھا تو قانون عدل کی یہ اعتقادی نہیں صرف عملی مخالفت ہوئی۔ اسی لئے یہاں کافرون کی جگہ ظالمون فرمایا۔ یعنی یہ ظلم صریح ہے کہ قوی سے کم اور ضعیف سے زیادہ دیت لیجائے۔ ف۸ یعنی اُن کے نقش قدم پر بھی چلتے تھے۔ ف۹ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنی زبان سے تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور جو کتاب (انجیل) اُن کو دی گئی تھی وہ بھی تورات کی تصدیق کرتی تھی اور انجیل کی نوعیت بھی نور و ہدایت ہونے میں تورات کی طرح تھی۔ احکام و شرائع کے اعتبار سے دونوں میں بہت ہی قلیل فرق تھا۔ جیسا کہ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہ فرق تورات کی تصدیق کے منافی نہیں جیسے آج ہم قرآن کو مانکر اور صرف اُسی کے احکام کو تسلیم کرنے کے باوجود بحمد اللہ تمام کتب سماویہ کے من عند اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤٧﴾

اُس میں ہیں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اُسکے جو کہ اُتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں نافرمان ف

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

اور تجھ پر اُتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں

الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ ۖ وَ

کی اور اُنکے مضامین پر نگہبان ف۲ سو تو حکم کر اُن میں موافق اُسکے جو کہ اُتارا اللہ نے ف۳ اور

لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ

اُن کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا ف۴ ہر ایک کو تم میں سے دیا ہم نے

شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَ

ایک دستور اور راہ ف۵ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کر دیتا

لَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ

لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیے ہوئے حکموں میں ف۶ سو تم دوڑ کر لو خوبیاں ف۷ اللہ کے پاس

مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾

تم سب کو پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا ف۸

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَ

اور یہ فرمایا کہ حکم کر اُن میں موافق اُسکے جو کہ اُتارا اللہ نے اور مت چل اُن کی خوشی پر اور

احْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ

بچتا رہ اُن سے کہ تجھ کو بہکا دیں کسی ایسے حکم سے جو اللہ نے اُتارا تجھ پر ف۹

فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ

پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچائے اُن کو کچھ سزا اُنکے گناہوں کی ف۱۰

وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ

اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان ف۱۱ اب کیا حکم چاہتے ہیں کفر کے وقت کا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یا تو عیسائی جو نزول انجیل کے وقت موجود تھے اُن کو حکم دیا گیا تھا اُسی کو یہاں نقل فرما رہے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت جو عیسائی مخاطب تھے اُن سے کہا گیا ہو کہ جو کچھ انجیل میں اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے اُس کے موافق ٹھیک ٹھیک حکم کریں یعنی اُن پیشین گوئیوں کو چھپانے یا لغو اور مہمل تاویلات سے بدلنے کی کوشش نہ کریں جو انجیل میں پیغمبر آخر الزماں اور مقدس "فارقلیط" کی نسبت حضرت مسیح کی زبانی کی گئی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی سخت نافرمانی ہوگی کہ جس ہادی جلیل اور مصلح عظیم کے متعلق حضرت مسیح یہ فرمائیں کہ "جب وہ روح حق آئیگی تو تمہیں سچائی کی ساری راہیں بتائیگی"۔ اُسی کی تکذیب پر کمربستہ ہو کر اپنے لئے ابدی خسران قبول کرو۔ کیا مقدس مسیح اور اُس کے پروردگار کی فرمانبرداری کے یہی معنی ہیں۔ ف۲ "مہیمن" کے کئی معنی بیان کیے گئے ہیں۔ امین، غالب، حاکم، محافظ و نگہبان، اور ہر معنی کے اعتبار سے قرآن کریم کا کتب سابقہ کے لئے "مہیمن" ہونا صحیح ہے۔ خدا کی جو امانت تورات و انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں ودیعت کی گئی تھی وہ مع شے زائد قرآن میں محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی۔ اور جو بعض فروعی چیزیں اُن کتابوں میں اُس زمانہ یا اُن مخصوص مخاطبین کے حسب حال تھیں اُن کو قرآن نے منسوخ کر دیا اور جو حقائق ناتمام تھیں اُنکی پوری تکمیل فرما دی ہے اور جو حصہ اس وقت کے اعتبار سے غیر مہم تھا اُسے بالکل نظرانداز کر دیا ہے۔ ف۳ یہود میں باہم کچھ نزاع ہو گئی تھی۔ ایک فریق جس میں اُن کے بڑے بڑے مشہور علماء اور مقتدا شامل تھے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور فیصل نزاع کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عموماً قوم یہود ہمارے اختیار و اقتدار میں ہے۔ اگر آپ فیصلہ ہمارے موافق کر دیجئے تو ہم مسلمان ہو جائینگے اور ہمارے اسلام لانے سے جمہور یہود اسلام قبول کر لیں گے۔ نبی کریم صلعم نے اس رشوتی اسلام کو منظور نہ کیا اور اُن کی خواہشات کی پیروی سے صاف انکار فرما دیا۔ اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (ابن کثیر) ف۴ گذشتہ فائدہ میں اِن آیات کی جو شان نزول ہم لکھ چکے ہیں اُس سے صاف عیاں ہے کہ آیت کا نزول بعد اس کے ہوا کہ آپ اُن کی خوشی اور خواہش پر چلنے سے انکار فرما چکے تھے۔ تو یہ آیات آپکی استقامت کی تصویب اور آئندہ بھی ایسی ہی شان عصمت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کے لئے نازل ہوئیں۔ جو لوگ اِس قسم کی آیات کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان عصمت کے خلاف تصور کرتے ہیں وہ نہایت ہی قاصر الفہم ہیں۔ اول تو کسی چیز سے منع کرنا اسکی دلیل نہیں کہ جس کو منع کیا جا رہا ہے وہ اس ممنوع چیز کا ارتکاب کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی "معصومیت" کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی معصیت اُن سے صادر نہیں ہو سکتی یعنی کسی کام کو یہ سمجھتے ہوئے کہ خدا کو ناپسند ہے ہرگز اختیار نہیں کر سکتے۔ اور اگر اتفاقاً کسی وقت بھول چوک یا خطائے اجتہادی کی غلطی سے راجح و افضل کی جگہ مرجوح و مفضول کو اختیار کر لیں یا غیر مرضی کو مرضی سمجھ کر عمل کر گذریں جس کو اصطلاح میں "زلّۃ" کہتے ہیں۔ تو اس طرح کے واقعات مسئلہ عصمت کے منافی نہیں۔ جیسا کہ حضرت آدم اور بعض دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات شاہد ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد "ولا تتبع اھواءھم عما جاءک من الحق" اور "واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک" اور اسی طرح کی دوسری آیات کا مطلب سمجھنے میں کوئی خلجان نہیں رہتا کیونکہ ان میں صرف اس بات پر متنبہ کیا گیا ہے کہ آپ اِن ملعونوں کی تلبیس اور سخن سازی سے قطعاً متاثر نہ ہوں اور کوئی ایسی رائے قائم نہ فرمالیں جس میں بلاقصد اُن کی خواہشات کے اتباع کی صورت پیدا ہو جائے۔ مثلاً اسی قصہ میں جو اِن آیات کی شان نزول ہے، یہود نے کیسی عیارانہ اور پُرفریب صورت حضور کے سامنے پیش کی تھی کہ اگر آپ اُن کے حسب منشاء فیصلہ کر دیں تو سب یہود مسلمان ہو جائینگے۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز آپ کے نزدیک محبوب اور عزیز نہیں۔ ایسے موقع پر امکان تھا کہ بڑے سے بڑا مستقیم انسان بھی یہ رائے قائم کر لے کہ اُنکی ایک چھوٹی سی خواہش کے قبول کر لینے میں جبکہ اتنی عظیم الشان دینی منفعت کی توقع ہو کیا مضائقہ ہے۔ اس طرح کے خطرناک اور مزلۃ الاقدام موقع پر قرآن کریم پیغمبر علیہ السلام کو متنبہ کرتا ہے کہ دیکھو بھول کر بھی کوئی ایسی رائے قائم نہ کر لیجیے جو آپکی شان رفیع کے مناسب نہ ہو۔ حضور کا کمال تقویٰ اور انتہائی فہم و تدبر تو نزول آیت سے پہلے ہی اُن ملاعین کے کرد و فریب کو رد کر چکا تھا لیکن فرض کیجئے اگر ایسا نہ ہو چکا ہوتا تب بھی آیت کا مضمون جیسا کہ ہم تقریر کر چکے ہیں حضور کی

(بقیہ بر صفحہ ۱۵۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۴۹ شان عصمت کے اصلا مخالف نہیں۔ ف۸ یعنی خدا نے ہر اُمت کا آئین اور طریق کار اُس کے احوال و استعداد کے مناسب جُداگانہ رکھا ہے اور باوجودیکہ تمام انبیاء اور ملل سماویہ اصول دین اور مقاصد کلیہ میں جن پر نجات ابدی کا مدار ہے، باہم متحد اور ایک دوسرے کے مصدق رہے ہیں۔ پھر بھی جزئیات و فروع کے لحاظ سے ہر اُمت کو اُن کے احوال اور مخصوص استعداد کے موافق خاص خاص احکام و ہدایات دی گئیں۔ اس آیت میں اسی فرعی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں جو سب انبیاء علیہم السّلام کو آپس میں علاتی بھائی فرمایا ہے جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ہوں، اُس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اصول سب کے ایک ہیں اور فروع میں اختلاف ہے۔ اور چونکہ بچہ کی تولید میں باپ فاعل و مفیض اور ماں قابل اور محل افاضہ بنتی ہے، اس کو نہایت لطیف اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ شرائع سماویہ کا اختلاف مخاطبین کی قابلیت و استعداد پر مبنی ہے، ورنہ مبدأ فیاض میں کوئی اختلاف و تعدد نہیں۔ سب شرائع و ادیان سماویہ کا سرچشمہ ایک ہی ذات اور اُس کا علم ازلی ہے۔ ف۹ یعنی کون تم میں سے خدا کی مالکیت مطلقہ، علم محیط اور حکمت بالغہ پر یقین کر کے ہر حکم کو حق و صواب سمجھ کر بطوع و رغبت قبول کرتا ہے اور ایک وفادار غلام کی طرح ہر جدید حکم کے سامنے گردن جھکا دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ ف۱۰ یعنی شرائع کے اختلاف کو دیکھ کر خواہ مخواہ کی قیل و قال اور کج بحثیوں میں پڑ کر وقت نہ گنواؤ۔ وصول الی اللہ کا ارادہ کرنیوالوں کو عملی زندگی میں اپنی دوڑ دھوپ رکھنی چاہئے اور جو عقائد، اخلاق اور اعمال کی خوبیاں شریعت سماویہ پیش کر رہی ہے اُن کے لینے میں چستی دکھلانی چاہئے۔ ف۱۱ تو انجام کا خیال کر کے حسنات و خیرات کی تحصیل میں مستعدی دکھلاؤ۔ اختلافات کی سب حقیقت وہاں جا کر کھل جائیگی۔ ف۹ یعنی جب کہ اختلافات میں خواہ دنیا کیسی ہی دست و گریباں ہو آپکو یہی حکم ہے کہ ما انزل اللہ کے موافق حکم دیتے رہیں۔ اور کسی کے کہنے سننے کی کوئی پروا نہ کریں۔ ف۱ پوری سزا تو قیامت میں ملیگی لیکن کچھ تھوڑی سی سزا دے کر یہاں بھی مجرم کو یا دوسرے دیکھنے والوں کو ایک گونہ تنبیہ کر دیجاتی ہے۔ ف۱۱ یعنی آپ ان لوگوں کے اعراض و انحراف سے زیادہ ملول نہ ہوں۔ دنیا میں فرمانبردار بندے ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین (یوسف رکوع ۱۱)

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
اور اللہ سے بہتر کون ہے حکم کرنے والا یقین کرنیوالوں کے واسطے ف۱ اے ایمان

آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست ف۲ وہ آپس میں دوست ہیں ایک

بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
دوسرے کے ف۳ اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے اُن سے تو وہ اُنہی میں ہے ف۴ اللہ ہدایت نہیں کرتا

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ
ظالم لوگوں کو ف۵ اب تو دیکھے گا اُن کو جن کے دل میں بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں

فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَن
اُن میں کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجائے ہم پر گردش زمانہ کی ف۶ سو قریب ہے کہ اللہ جلد

يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي
ظاہر فرمادے فتح یا کوئی حکم اپنے پاس سے تو لگیں اپنے جی کی چھپی

أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ
بات پر پچھتانے ف۷ اور کہتے ہیں مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو

أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں برباد گئے اُن کے عمل

فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن
پھر رہ گئے نقصان میں ☆ اے ایمان والو جو کوئی تم میں پھریگا اپنے

دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى
دین سے تو اللہ عنقریب لاویگا ایسی قوم کو کہ اللہ انکو چاہتا ہے اور وہ اُسکو چاہتے ہیں نرم دل ہیں

الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جو لوگ خدا کی شہنشاہیت، رحمت کاملہ اور علم محیط پر یقین کامل رکھتے ہیں، اُنکے نزدیک دنیا میں کسی کا حکم خدا کے حکم کے سامنے لائق التفات نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا یہ لوگ احکام الٰہیہ کی روشنی آ جانے کے بعد ظنون و اہواء اور کفر و جاہلیت کے اندھیرے ہی کی طرف جانا پسند کرتے ہیں۔ ف۲ "اولیاء" ولی کی جمع ہے۔ "ولی" دوست کو بھی کہتے ہیں، قریب کو بھی، ناصر اور مددگار کو بھی، غرض یہ ہے کہ "یہود و نصاریٰ" بلکہ تمام کفار سے، جیسا کہ سورۂ نساء میں تصریح کی گئی ہے مسلمان دوستانہ تعلقات قائم نہ کریں۔ اس موقع پر یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ موالات، مُروت و حسن سلوک، مصالحت، رواداری اور عدل و انصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں۔ اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور عہد و پیمان مشروع طریقہ پر کر سکتے ہیں۔ وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله (انفال رکوع ۸) عدل و انصاف کا حکم جیسا کہ گذشتہ آیات سے معلوم ہو چکا، مسلم و کافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے۔ "مروۃ" اور "حسن سلوک" یا "رواداری" کا برتاؤ اُن کفار کے ساتھ ہو سکتا ہے جو جماعت اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں۔ جیسا کہ سورۂ "ممتحنہ" میں تصریح ہے۔ باقی موالاۃ یعنی دوستانہ اعتماد اور برادرانہ مناصرۃ و معاونت، تو کسی مسلمان کو حق نہیں کہ یہ تعلق کسی غیر مسلم سے قائم کرے۔ البتہ صوری موالات جو "الا ان تتقوا منهم تقاة" کے تحت میں داخل ہو، اور عام تعاون جس کا اسلام اور مسلمانوں کی پوزیشن پر کوئی بُرا اثر نہ پڑے اُس کی اجازت ہے۔ بعض خلفائے راشدین سے اس بارہ میں جو غیر معمولی تشدید و تضییق منقول ہے اُس کو محض سد ذرائع اور مزید احتیاط پر مبنی سمجھنا چاہئے۔ ف۳ یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض و عداوت کے باوجود وہ باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں یہودی یہودی کا، نصرانی نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعت اسلام کے مقابلہ میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور معاون بن جاتے ہیں الکفر ملۃ واحدۃ۔ ف۴ یعنی اُن ہی کے زمرہ میں شامل ہے۔ یہ آیتیں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے باب میں نازل ہوئی تھیں۔ یہود سے اُس کا بہت دوستانہ تھا۔ اُس کا گمان یہ تھا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑی اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت مغلوب ہو گئی تو یہود سے ہماری یہ دوستی کام آئیگی۔ اسی واقعہ کی طرف اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ تو فی الحقیقت یہود کے ساتھ منافقین کی موالات کا اصلی منشاء یہ تھا کہ یہود جماعت اسلام کے مقابل اور مذہب اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص یہود و نصاریٰ یا کسی جماعت کفار کے ساتھ اس نیت اور حیثیت سے موالات کرے کہ وہ دشمن اسلام ہے۔ اُس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ منافقین میں کچھ لوگ اور بھی تھے جنہوں نے جنگ اُحد میں لڑائی کا پانسہ بدلا ہوا دیکھ کر کہنا شروع کیا تھا کہ ہم تو اب فلاں یہودی یا فلاں نصرانی سے دوستانہ گانٹھیں گے اور ضرورت پیش آنے پر اُن ہی کا مذہب اختیار کر لیں گے۔ اس قماش کے لوگوں کی نسبت بھی "ومن يتولهم منكم فإنه منهم" کا ظاہری مدلول علانیہ صادق ہے۔ رہے وہ مسلمان جو اس قسم کی نیت اور منشاء سے خالی ہو کر یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں، چونکہ اُن کی نسبت بھی قوی خطرہ رہتا ہے کہ وہ کفار کی حد سے زیادہ ہم نشینی اور اختلاط سے متاثر ہو کر رفتہ رفتہ اُن ہی کا مذہب اختیار کر لیں۔ یا کم از کم شعائر کفر اور رسوم شرکیہ سے کارہ اور نفور نہ رہیں۔ اس اعتبار سے "فإنه منهم" کا اطلاق اُن کے حق میں بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث المرء مع من احب نے اس مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ف۵ یعنی جو لوگ کہ دشمنان اسلام سے موالات کر کے خود اپنی جان پر اور مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور جماعت اسلام کے مغلوب و مقہور ہونے کا انتظار کر رہے ہیں، ایسی بدبخت، معاند اور دغاباز قوم کی نسبت یہ اُمید نہیں کیجا سکتی کہ وہ کبھی راہ ہدایت پر آئے گی۔ ف۶ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے جن کو خدا کے وعدوں پر اعتماد اور مسلمانوں کی حقانیت پر یقین نہیں، اسی لئے دوڑ دوڑ کر کافروں کے آغوش میں پناہ لینا چاہتے ہیں، تاکہ

بقیہ فوائد صفحہ ۱۵۰۔ موہوم غلبہ کے وقت ثمرات فتح سے متمتع ہو سکیں۔ اور اُن کے زعم میں جو گردشیں اور آفات جماعت اسلام پر آنے والی تھیں، اُن سے محفوظ رہیں۔ نخشیٰ ان تصیبنا دائرۃ کے یہی معنی اُن کے دلوں میں مکنون تھے۔ لیکن یہی الفاظ نخشیٰ ان تصیبنا دائرۃ، جب پیغمبر علیہ السلام اور مخلص مسلمانوں کے سامنے یہود سے دوستانہ رکھنے کی معذرت میں کہتے تھے تو گردش زمانہ کا یہ مطلب ظاہر کرتے کہ یہود ہمارے ساہوکار ہیں ہم اُن سے قرض وام لے لیتے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت قحط وغیرہ کی پڑی تو وہ ہمارے دوستانہ تعلقات کی وجہ سے آڑے وقت میں کام آجائیں گے۔ ان ہی خیالات کا جواب آگے دیا گیا ہے۔ ف یعنی وہ وقت نزدیک ہے کہ حق تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فیصلہ کن فتوحات اور غلبہ عطا فرمائے اور مکہ معظمہ میں بھی جو تمام عرب کا مسلمہ مرکز تھا حضور کو فاتحانہ داخل کرے یا اس کے ماسوا اپنی قدرت اور حکم سے کچھ اور امور برروئے کار لائے جنہیں دیکھ کر ان منافقین کی ساری باطل توقعات کا خاتمہ ہو اور انہیں منکشف ہو جائے کہ دشمنان اسلام کی موالات کا نتیجہ دنیوی ذلت و رسوائی اور اُخروی عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں۔ جب فضیحت و خسران کے یہ نتائج سامنے آجائیں گے اُس وقت بجز پچھتانے اور کف افسوس ملنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ الآن قد ندمت وما ینفع الندم۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسلام کے عام غلبہ اور فتح مکہ وغیرہ کو دیکھ کر تمام اعدائے اسلام کے حوصلے پست ہو گئے۔ بہت سے یہود مارے گئے، بہت سے جلا وطن ہوئے۔ منافقین کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ مسلمانوں کے سامنے صریح طور پر جھوٹے ثابت ہوئے۔ موالات یہود میں جو کوششیں کی تھیں وہ اکارت گئیں اور خسران دنیوی اور ہلاکت ابدی کا طوق گلے میں پڑا۔ اگلی آیت میں اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ

اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے ف۲ یہ فضل ہے اللہ کا دیگا جس کو چاہے

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ

اور اللہ کشایش والا ہے خبردار ف۳ تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اُس کا رسول اور جو

آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾

ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنیوالے ہیں ف۴

وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ

اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اُسکے رسول کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی جماعت وہی

الْغَالِبُونَ ﴿٥٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا

سب پر غالب ہے ف۴ اے ایمان والو مت بناؤ اُن لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں

دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَ

تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل وہ لوگ جو کتاب دیئے گئے تم سے پہلے اور

الْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ

نہ کافروں کو ف۵ اپنا دوست اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے ف۶ اور جب تم پکارتے ہو

إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ

نماز کے لیے تو وہ ٹھہراتے ہیں اُس کو ہنسی اور کھیل یہ اس واسطے کہ وہ لوگ

لَّا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنقِمُونَ مِنَّا

بے عقل ہیں ف۷ تو کہہ اے کتاب والو کیا ضد ہے تم کو ہم سے

إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلُ

مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا پہلے

وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ

اور یہی کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں ف۸ تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں کس کی

ع ۸ / ۱۲

فوائد صفحہ ہذا ف۱ اس آیت میں اسلام کی ابدی بقا اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیشین گوئی کی گئی ہے۔ پچھلی آیات میں کفار کی موالات سے منع کیا گیا تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی شخص یا قوم موالاۃ کفار کی بدولت صریحاً اسلام سے پھر جائے، جیسا کہ ومن یتولھم منکم فانہ منھم میں تنبیہ کی گئی ہے۔ قرآن کریم نے نہایت قوت اور صفائی سے آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگ اسلام سے پھر کر خود اپنا ہی نقصان کرینگے۔ اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں یا اُنکے مقابلہ پر ایسی قوم لے آئیگا جن کو خدا کا عشق ہو اور خدا اُن سے محبت کرے، وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں غالب اور زبردست ہونگے۔ یہ پیشین گوئی بحول اللہ وقوتہ ہر قرن میں پوری ہوتی رہی۔ ارتداد کا سب سے بڑا فتنہ نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد صدیق اکبرؓ کے عہد میں پھیلا۔ کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ مگر صدیق اکبرؓ کی ایمانی جرأت اور اُنکی تدبر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدمات اسلام نے اس آگ کو بجھایا اور سارے عرب کو متحد کر کے ازسرنو اخلاص و ایمان کے راستہ پر گامزن کر دیا۔ آج بھی ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ جب کبھی چند جاہل اور طامع افراد اسلام کے حلقہ سے نکلنے لگتے ہیں تو اُن سے زیادہ اور اُن سے بہتر تعلیم یافتہ اور محقق غیر مسلموں کو اسلام فطری کشش سے اپنی طرف جذب کر لیتا ہے اور مرتدین کی سرکوبی کے لیے خدا ایسے وفادار اور جان نثار مسلمانوں کو کھڑا کر دیتا ہے جنہیں خدا کے راستہ میں کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع کی پروا نہیں ہوتی ف۲ انسان کی بڑی سعادت اور اُس پر خدا کا بڑا فضل یہ ہے کہ وہ فتنہ کے وقت خود جادۂ حق پر ثابت قدم رہ کر دوسروں کو ہلاکت سے بچانے کی فکر کرے۔ خدا جن بندوں کو چاہے اس سعادت کبریٰ اور فضل عظیم سے حصہ وافر عطا فرماتا ہے۔ اُس کا فضل غیر محدود ہے اور وہ ہی خوب جانتا ہے کہ کونسا بندہ اس کا اہل اور مستحق ہے۔ ف۳ پچھلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کی موالات اور رفاقت سے مسلمانوں کو منع کیا گیا تھا جس کو سننے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات محبت و وداد اور معاملات رفاقت کن سے ہونے چاہئیں۔ اس آیت میں تبلا دیا گیا کہ اُن کا رفیق اصلی خدا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مخلص مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ ف۴ کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت عدد کو دیکھتے ہوئے ممکن تھا کہ کوئی ضعیف القلب اور ظاہر بین مسلمان اس تردد میں پڑ جاتا کہ تمام دنیا سے موالات منقطع کرنے اور چند مسلمانوں کی رفاقت پر اکتفا کر لینے کے بعد غالب ہونا تو درکنار، کفار کے حملوں سے اپنی زندگی اور بقا کی حفاظت بھی دشوار ہے۔ ایسے لوگوں کی تسلی کے لئے فرما دیا کہ مسلمانوں کی قلت اور ظاہری بے سروسامانی پر نظر مت کرو جس طرف خدا اور اُس کا رسول اور سچے وفادار مسلمان ہونگے، وہی پلہ بھاری رہیگا۔ یہ آیتیں خصوصیت سے حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی منقبت میں نازل ہوئی ہیں۔ یہود بنی قینقاع سے اُن کے بہت زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر خدا اور رسول کی موالات اور مومنین کی رفاقت کے سامنے اُنہوں نے اپنے سب تعلقات منقطع کر دیے۔ ف۵ کفار سے مراد یہاں مشرکین ہیں۔ جیسا کہ عطف سے ظاہر ہے۔ ف۶ گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو موالات کفار سے منع فرمایا تھا۔ اس آیت میں ایک خاص مؤثر عنوان سے اُسی ممانعت کی تاکید کی گئی اور موالات سے نفرت دلائی گئی ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اپنے مذہب سے زیادہ معظم و محترم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اُسے بتایا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب پر طعن و استہزاء کرتے ہیں اور شعائر اللہ (اذان وغیرہ) کا مذاق اڑاتے ہیں اور جو اُن میں خاموش ہیں وہ بھی ان افعال شنیعہ کو دیکھ کر اظہار نفرت نہیں کرتے۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ کفار کی ان احمقانہ اور کمینہ حرکات پر مطلع ہو کر کوئی فرد مسلم جس کے دل میں خشیۂ الٰہی اور غیرت ایمانی کا ذرا سا شائبہ ہو، کیا ایسی قوم سے موالات اور دوستانہ راہ و رسم پیدا کرنے یا قائم رکھنے کو ایک منٹ کے لیے گوارا کریگا۔ اگر اُن کے کفر و عناد اور عداوت اسلام سے بھی قطع نظر کر لیجائے تو دین قیم کے ساتھ اُن کا یہ تمسخر و استہزاء ہی علاوہ دوسرے اسباب کے ایک مستقل سبب ترک موالات کا ہے۔ ف۷ یعنی جب اذان کہتے ہو تو اُس کو جلتے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں، جو اُن کی کمال حماقت اور بے عقلی کی دلیل ہے۔ کلمات اذان میں خداوند قدوس کی عظمت و کبریائی کا اظہار، توحید کا اعلان، نبی کریم صلعم جو تمام انبیاء سابقین اور کتب سماویہ کے مُصدِّق ہیں، اُنکی رسالت کا اقرار، نماز جو تمام اوضاع عبودیت کو جامع اور غایت درجہ کی بندگی پر دال ہے، اُسکی طرف (بقیہ صفحہ ۱۵۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۵۱۔ دعوت، فلاح دارین اور اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لیے بلاوا۔ ان چیزوں کے سوا اور کیا ہوتا ہے۔ پھر ان میں کونسی چیز ہے جو ہنسی اڑانے کے قابل ہو۔ ایسی نیکی اور حق وصداقت کی آواز پر مسخراپن کرنا صرف اسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جس کا دماغ عقل سے یکسر خالی ہو اور جسے نیک و بد کی قطعاً تمیز باقی نہ رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ مدینہ میں ایک نصرانی جب اذان میں اشہد ان محمدا رسول اللہ سنتا تو کہتا "قد حرق الکاذب" (جھوٹا جل گیا یا جل جائے) اسکی نیت تو ان الفاظ سے جو کچھ ہو، مگر یہ بات بالکل اسکے حسب حال تھی۔ کیونکہ وہ خبیث جھوٹا تھا اور اسلام کا عروج وشیوع دیکھ کر آتش حسد میں جلا جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک شب میں کوئی چھوکری آگ لیکر اسکے گھر میں آئی۔ وہ اور اسکے اہل وعیال سو رہے تھے۔ ذرا سی چنگاری نادانستہ اس کے ہاتھ سے گر گئی جس سے سارا گھر مع سونے والوں کے جل گیا۔ اور اس طرح خدا نے دکھلا دیا کہ جھوٹے لوگ دوزخ کی آگ سے پہلے ہی دنیا کی آگ میں کس طرح جل جاتے ہیں۔ اذان کے ساتھ استہزاء کرنے کا ایک اور واقعہ صحیح روایات میں منقول ہے وہ یہ کہ فتح مکہ کے بعد آپ حنین سے واپس ہو رہے تھے۔ راستہ میں حضرت بلالؓ نے اذان کہی، چند نوعمر لڑکے جن میں ابو محذورہ بھی تھے، اذان کی ہنسی اور نقل کرنے لگے۔ آپ نے سب کو پکڑ بلوایا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ابو محذورہ کے دل میں خدا نے اسلام ڈال دیا اور حضورؐ نے ان کو مکہ کا مؤذن مقرر فرما دیا۔ اس طرح خدا کی قدرت نقل کی اصل بن گئی۔ ف کسی کام پر طعن کرنا یا ہنسی اڑانا دو وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یا تو وہ کام ہی قابل استہزاء ہو یا کام کرنے والے کی حالت تمسخر کے لائق ہو۔ پچھلی آیت میں بتلا دیا گیا کہ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جس پر بجز پرلے درجہ کے احمق اور خفیف العقل کے کوئی شخص طعن یا استہزاء کر سکے۔ اس آیت میں اذان دینے والوں کے مقدس حالات پر بعنوان سوال متنبہ کیا گیا ہے۔ یعنی استہزاء کرنیوالے جو خیر سے اہل کتاب اور عالم شرائع ہونے کا بھی دعویٰ رکھتے ہیں وہ ذرا سوچ کر انصاف سے بتائیں کہ مسلمانوں سے ان کو اتنی ضد کیوں ہے اور کیا ایسی برائی وہ ہماری طرف دیکھتے ہیں جو ان کے زعم میں لائق استہزاء ہو۔ بجز اس کے کہ ہم اس خدائے وحدہ لاشریک لہ پر اور اسکی اتاری ہوئی تمام کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے تمام پیغمبروں پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل استہزاء کرنیوالوں کا حال یہ ہے کہ نہ خدا کی سچی اور صحیح توحید پر قائم ہیں نہ تمام انبیاء ورسل کی تصدیق وتکریم کرتے ہیں۔ اب تم ہی انصاف سے کہو کہ انتہا درجہ کے نافرمان کو خدا کے فرمانبردار بندوں پر آوازہ کسنے اور طعن وتشنیع کرنے کا کہاں تک حق حاصل ہے۔

مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ

بُری جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا اور ان میں

مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ

سے بعضوں کو بندر کر دیا اور بعضوں کو سؤر اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی وہی لوگ بدتر ہیں

مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ۝٦٠ وَاِذَا جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے ف۱ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے

وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا

اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی چلے گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپائے

يَكْتُمُوْنَ ۝٦١ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَ

ہوئے تھے ف۲ اور تو دیکھیگا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں گناہ پر اور

الْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٦٢

ظلم اور حرام کھانے پر بہت برے کام ہیں جو کر رہے ہیں ف۳

لَوْلَا يَنْھٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ

کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور

اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝٦٣ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ

حرام کھانے سے بہت ہی برے عمل ہیں جو کر رہے ہیں ف۴ اور یہود کہتے ہیں

يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ

اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ف۵ انہی کے ہاتھ بند ہو جاویں ف۶ اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو

مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ

دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں ف۷ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے ف۸ اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ

تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور انکار ف۹ اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اگر ایمان باللہ پر مستقیم ہونا اور ہر اس چیز کی جو خدا کی طرف سے کسی زمانہ میں نازل ہو چکی دل سے تصدیق کرنا ہی تمہارے زعم میں مسلمانوں کا سب سے بڑا جرم اور سب سے بڑی برائی ہے اور اسی وجہ سے تم ان کو مورد طعن و ملام بناتے ہو۔ تو آؤ کہ میں تم کو ایک ایسی قوم کا پتہ بتلاؤں جو اپنی شرارت اور گندگی کی وجہ سے بدترین خلائق ہے۔ جن پر خدا کی لعنت اور غضب کا اثر آج بھی نمایاں طور پر آشکارا ہے جس کے بہت سے افراد اپنی مکاری اور بیحیائی اور حرص دنیا کی سزا میں بندر اور سؤر بنائے جا چکے ہیں اور جس نے خدا کی بندگی سے نکل کر شیطان کی غلامی اختیار کر لی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ بدترین خلائق اور گم کردہ راہ قوم ہی اصلی معنی میں تمہارے طعن واستہزاء کی مستحق ہو سکتی ہے۔ اور وہ خود تم ہی ہو۔ ف۲ یہاں ان ہی استہزاء کرنیوالوں کے بعض مخصوص افراد کا بیان ہے جو غائبانہ تو مذہب اسلام پر طعن وتشنیع کرتے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ لیکن جب نبی کریم صلعم یا مخلص مسلمانوں سے ملتے تو از راہ نفاق اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے۔ حالانکہ شروع سے آخر تک ایک منٹ کے لئے بھی انہیں اسلام سے تعلق نہیں ہوا۔ نہ پیغمبر علیہ السلام کے ربانی وعظ وتذکیر کا کوئی اثر انہوں نے قبول کیا۔ کیا محض لفظ ایمان و اسلام زبان سے بول کر وہ خدا کو معاذ اللہ دھوکہ دے سکتے ہیں۔ اگر اس "عالم الغیب والشہادۃ" کی نسبت جو ہر قسم کے ضمائر و سرائر پر مطلع ہے، انکا گمان یہ ہو کہ محض لفظی ایمان سے اسے خوش کر لیں گے تو اس سے بڑھ کر کونسی حرکت قابل استہزاء وتمسخر ہو سکتی ہے گویا اس آیت سے یہود ونصاریٰ کے ان مضحکہ انگیز افعال وحرکات کا بیان شروع ہوا۔ جن پر متنبہ کیے جانے کے بعد مسلمانوں کا استہزاء کرنے کے بجائے انہیں خود اپنا استہزاء کرنا چاہیے۔ اگلی آیات میں بھی اسی مضمون کی تتمیم وتکمیل ہے۔ ف۳ غالباً "اثم" سے لازمی اور "عدوان" سے متعدی گناہ مراد ہیں۔ یعنی ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ بہت شوق اور رغبت سے ہر قسم کے گناہ کی طرف جھپٹتے ہیں خواہ ان کا اثر اپنی ذات تک محدود ہو یا دوسروں تک پہنچے۔ جن کی اخلاقی حالت ایسی زبون ہو اور حرام خوری ان کا شیوہ ٹھہر گیا ہو، انکی برائی میں کسے شبہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو انکے عوام کا حال تھا۔ آگے خواص کا بیان کیا گیا ہے۔ ف۴ جب خدا کسی قوم کو تباہ کرتا ہے تو اسکے عوام گناہوں اور نافرمانیوں میں غرق ہو جاتے ہیں اور اس کے خواص یعنی درویش اور علماء گونگے شیطان بن جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا حال یہی ہوا کہ لوگ عموماً دنیوی لذات وشہوات میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کے قوانین واحکام کو بھلا بیٹھے۔ اور جو مشائخ اور علماء کہلاتے تھے انہوں نے "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کا فریضہ ترک کر دیا۔ کیونکہ دنیا کی حرص اور اتباع شہوات میں وہ اپنے عوام سے بھی آگے تھے۔ مخلوق کا خوف یا دنیا کا لالچ حق کی آواز بلند کرنے سے مانع ہوتا تھا۔ اسی سکوت اور مداہنت سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں۔ اسی لیے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو قرآن وحدیث کی بیشمار نصوص میں بہت ہی سخت تاکید وتہدید کی گئی ہے کہ کسی وقت اور کسی شخص کے مقابلہ میں اس "فرض امر بالمعروف" کے ادا کرنے سے تغافل نہ برتیں۔ ف۵ نبی کریم صلعم کی بعثت کے وقت اہل کتاب کے قلوب انکی شرارت، کفر وطغیان، بدکاری، حرامخوری وغیرہ کی ممارست سے اس قدر مسخ ہو گئے تھے کہ بارگاہ ربوبیت میں گستاخی کرنے سے بھی ان کو کچھ باک نہ ہوتا تھا، خداوند قدوس کا رتبہ انکے یہاں ایک معمولی انسان کی حیثیت سے زیادہ نہ رہا تھا حق تعالیٰ کی جناب میں بے تکلف ایسے واہی تباہی کلمات بک دیتے تھے جنہیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ کبھی کہتے ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء کبھی یہ الفاظ منہ سے نکالتے ید اللہ مغلولۃ (خدا کا ہاتھ بند ہو گیا) اس سے مراد یا تو وہی ہوگی جو ان اللہ فقیر سے تھی کہ خدا معاذ اللہ تنگ دست ہو گیا

بقیہ فوائد صفحہ ۱۵۲۔ اُسکے خزانہ میں کچھ رہا نہیں اور یا بخل یہ سمایا ہی اسباب دُنیوی کو ضیق آگیا۔ کہ آخر کل ایسا ہو یا نہ ہو بہر حال کوئی معنی لو۔ اس کلمہ کفر کا منشا یہ تھا کہ جب تمرد و طغیان کی پاداش میں حق تعالیٰ نے اِن ملاعین پر ذلت و نکبت، ضیق عیش، بد حالی، اور تنگ میدانی مسلط فرما دی تو بجائے اس کے کہ اپنی سیہ کاریوں اور شرارتوں پر متنبہ اور نادم ہوتے، اُلٹے حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگے۔ شاید یہ خیال ہوا ہوگا کہ ہم تو پیغمبروں کی اولاد بلکہ خدا کے بیٹے اور اُسکے پیارے تھے۔ پھر یہ کیا معاملہ ہونے لگا کہ آج بنی اسمٰعیل تو دنیا میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ زمینی فتوحات اور آسمانی برکات اُن پر کشادہ کر دی گئی ہیں اور ہم بنی اسرائیل کہ خدا صرف ہمارا اور ہم اُسکے تھے۔ اس طرح ذلیل و مغلوب اور تنگ حال ہو کر در بدر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ہم تو وہی اسرائیل کی اولاد اور ابناء اللہ واحباءہ آج بھی ہیں جو پہلے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ جس خدا کے ہم اولاد اور محبوب تھے (معاذ اللہ) اُس کے خزانہ میں کمی آگئی یا آج کل بخل و امساک نے اُس کا ہاتھ بند کر دیا ہے۔ احمق اتنا نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کے خزائن تو لامحدود اور اُسکے کمالات غیر متبدل اور غیر متناہی ہیں۔ اگر معاذ اللہ اُسکے خزانہ میں کچھ نہ رہتا یا مخلوق کی تربیت و اعانت سے وہ ہاتھ کھینچ لیتا تو دنیا کا نظام کس طرح قائم رہ سکتا تھا اور جو روز افزوں عروج و فروغ پیغمبر علیہ السلام اور اُن کے رفقا کا تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، یہ کس خزانہ اور دست کرم کا رہین منت ہوتا۔ لہٰذا تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ اُس کا ہاتھ بند نہیں ہوا۔ البتہ گستاخیوں اور شرارتوں کی نحوست سے خدا کی جو لعنت اور پھٹکار تم پر پڑی ہے اُس نے تمہارے حق میں خدا کی زمین باوجود وسعت کے تنگ کر دی ہے اور آئندہ اور زیادہ تنگ ہونے والی ہے۔ اپنی تنگ حالی کو خدا کی تنگدستی سے منسوب کرنا تمہاری انتہائی سفاہت ہے۔ **ف ۶** یہ دُعا کے رنگ میں پیشین گوئی یا اُن کی حالت واقعی کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ واقع میں بخل و جبن نے اُنکے ہاتھ بالکل بند کر دیے ہیں۔ **ف ۷** حق تعالیٰ کے لیے جہاں ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ نُعوت ذکر کی گئی ہیں۔ اِن سے بھول کر بھی یہ وہم نہ ہونا چاہئے کہ وہ معاذ اللہ مخلوق کی طرح جسم اور اعضائے جسمانی رکھتا ہے۔ بس جس طرح خدا کی ذات اور وجود، حیات، علم، وغیرہ تمام صفات کی کوئی نظیر اور مثال اور کیفیت اُس کے سوا بیان نہیں ہو سکتی ؎ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ÷ وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم، منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر ÷ ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

اسی طرح اِن نُعوت و صفات کو خیال کرو۔ خلاصہ یہ کہ جیسے خدا کی ذات بے چون و بیچگون ہے، اس کے سمع، بصر، ید وغیرہ نعوت و صفات کے معانی بھی اُس کی ذات اور شان اقدس کے لائق اور ہمارے کیف و کم اور تعبیر و بیان کے احاطہ سے بالکل وراء الوراء ہیں۔ لیس کمثلہ شیٔ و ہو السمیع البصیر (شوریٰ۔ رکوع ۲) حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ان آیات پر جو فائدہ لکھا ہے اُس میں دو ہاتھوں سے مراد "مہر" کا اور "قہر" کا ہاتھ لیا ہے۔ یعنی آج کل خدا کی مہر کا ہاتھ اُمۃ محمدیہ پر اور قہر کا بنی اسرائیل پر کھلا ہوا ہے جیسا کہ اگلی آیتوں میں اشارہ فرمایا۔ **ف ۸** یعنی اس کو وہی خوب جانتا ہے کہ کس وقت، کس پر، کس قدر خرچ کیا جائے۔ کبھی ایک وفادار کو امتحان یا اصلاح حال کی غرض سے تنگی اور عسرت میں مبتلا کر دیتا ہے اور کبھی اُسکی وفاداری کے صلہ میں نعمائے آخرت سے پہلے دنیوی برکات کے دروازے بھی کھول دیتا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک مجرم متمرد پر کبھی آخرت کی سزا سے پہلے تنگ حالی ضیق عیش اور مصائب و آفات دنیوی کی سزا بھیجتا ہے۔ اور کسی وقت دنیوی ساز و سامان کو فراخ کر کے مزید مہلت دیتا ہے کہ یا خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر اپنے فسق و فجور پر کچھ شرمائے اور یا اپنی شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کر کے انتہائی سزا کا مستحق ہو۔ اِن مختلف احوال و اغراض اور متنوع حکمتوں کی موجودگی میں کسی شخص کے مقبول و مردود ہونے کا فیصلہ خدا کی اطلاع یا قرائن و احوال خارجیہ کی بناء پر کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح ایک چور کا ہاتھ کاٹا جائے، یا ڈاکٹر کسی مریض کا ہاتھ کاٹے، دونوں کی نسبت ہم احوال خارجیہ اور قرائن سے سمجھ لیتے ہیں کہ ایک بطور سزا اور دوسرا از راہ شفقت و علاج کاٹا گیا ہے۔ **ف ۹** اُنکی گستاخی کا جواب دیا جا چکا ہے۔ لیکن قرآن کے ایسے حکیمانہ جوابات سے ان معاندین اور سفہا کو تسکین نہیں ہوگی۔ بلکہ کلام الٰہی سُن کر شرارت اور انکار میں اور زیادہ ترقی کرینگے۔ اگر غذائے صالح ایک بیمار کے معدہ میں پہنچ کر اُسکے مرض کو زیادہ کر دیتی ہے تو اس میں غذا کا قصور نہیں۔ مریض کے مزاج کی خرابی ہے۔

وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ

اور بیر | قیامت کے دن تک **ف** | جب کبھی آگ سلگاتے ہیں | لڑائی کے لئے

اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

اللہ اُس کو بجھا دیتا ہے | اور دوڑتے ہیں | ملک میں | فساد کرتے ہوئے | اور اللہ | پسند نہیں کرتا

الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا

فساد کرنیوالوں کو **ف** | اور اگر | اہل کتاب | ایمان لاتے اور ڈرتے | تو ہم دور کر دیتے

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ

اُن سے | اُن کی بُرائیاں اور اُن کو داخل کرتے | نعمت کے باغوں میں **ف** | اور اگر وہ

اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ

قائم رکھتے | توریت | اور انجیل کو | اور اُس کو جو کہ نازل ہوا | اُن پر | اُنکے رب کی طرف سے **ف**

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ

تو کھاتے | اپنے اوپر سے | اور اپنے پاؤں کے نیچے سے **ف** | کچھ لوگ اُن میں ہیں سیدھی راہ پر **ف**

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ

اور بہت سے اُن میں | بُرے کام کر رہے ہیں | ☆ | اے | رسول | پہنچا دے جو

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ

تجھ پر اُترا | تیرے رب کی طرف سے | اور اگر | ایسا نہ کیا | تو تو نے کچھ نہ پہنچایا | اُس کا پیغام

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور اللہ | تجھ کو بچالے گا | لوگوں سے | بیشک اللہ | راستہ نہیں دکھلاتا | قوم

الْكٰفِرِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰي شَيْءٍ حَتّٰى

کفار کو **ف** | کہہ دے اے کتاب والو | تم کسی راہ پر نہیں | جب تک نہ

تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ

قائم کرو | توریت | اور | انجیل کو | اور جو | تم پر | اُترا تمہارے رب کی طرف سے **ف**

فوائد صفحہ ھٰذا **ف ۱** اگرچہ قریب میں خاص یہود کا مقولہ نقل کیا تھا لیکن "القینا بینھم" سے مراد غالباً وہ اور اُن کے بھائی بند سب ہیں یعنی یہود و نصاریٰ سب اہل کتاب کا حال بیان فرمایا ہے جیسا کہ پہلے اسی سورۃ میں گذر چکا اور اگلی آیت میں بھی سب اہل کتاب کو خطاب فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جوں جوں اُنکی شرارت اور انکار کو ترقی ہوگی اُسی قدر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور منصوبے گانٹھیں گے اور لڑائی کی آگ سلگانے کے لیے تیار ہونگے لیکن اُنکے آپس میں پھوٹ پڑ چکی ہے جو مٹ نہیں سکتی۔ اس سبب سے اسلامی برادری کے خلاف اُنکی جنگی تیاریاں کامیاب نہیں ہوئیں۔ **ف ۲** اس سے معلوم ہوا کہ اہل اسلام میں جب تک باہمی محبت اور اُخوت مستحکم رہیگی اور رُشد و صلاح کے طریق پر گامزن ہو کر فتنہ اور فساد سے مجتنب رہنے کا اہتمام رہیگا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا، اس وقت تک اہل کتاب کی سب کوششیں اُنکے مقابلہ میں بیکار ثابت ہونگی۔ **ف ۳** یعنی باوجود ایسے شدید جرائم اور سخت شرارتوں کے اگر اب بھی اہل کتاب اپنے رویہ سے تائب ہو کر نبی کریم صلعم اور قرآن پر ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو دروازہ توبہ کا بند نہیں ہوا حق تعالیٰ کمال فضل و رحمت سے اُن کو اُخروی و دنیوی نعمتوں سے سرفراز فرما دیتا۔ اُسکی رحمت بڑے سے بڑے مجرم کو بھی جب وہ شرمسار اور معترف ہو کر آئے مایوس نہیں کرتی۔ **ف ۴** یعنی قرآن کریم جو توراۃ و انجیل کے بعد اُن کی تنبیہ اور ہدایت کے لئے نازل ہوا۔ اُس کو قائم کرتے کیونکہ اُس کی تسلیم کے بدون تورات و انجیل کی بھی صحیح معنی میں اقامۃ نہیں ہو سکتی بلکہ تورات و انجیل اور جملہ کتب سماویہ کی اقامت کا مطلب ہی اب یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم اور پیغمبر آخر الزمان صلعم جو کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق بھیجے گئے ہیں، اُن کو قبول کیا جائے گویا اقامت تورات و انجیل کا حوالہ دیکر آگاہ فرما دیا کہ اگر قرآن کو انہوں نے قبول نہ کیا (بقیہ بر صفحہ ۱۵۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۵۳ تو اس کے معنی یہی ہیں کہ اپنی کتابوں کے قبول کرنے سے بھی منکر ہو گئے۔ **ف۵** یعنی تمام ارضی و سماوی برکات سے اُن کو متمتع کیا جاتا۔ اور ذلت بدحالی اور ضیق معیش کی جو سزا اُن کے عصیان و تمرد پر دی گئی تھی وہ اُٹھالی جاتی۔ **ف۶** یہ وہ معدود افراد ہیں جنہوں نے فطری سعادت سے توسط و اعتدال کی راہ اختیار کی اور حق کی آواز پر لبیک کہا۔ مثلاً عبداللہ بن سلام اور بک جبشہ نجاشی وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ **ف۷** پچھلی آیات میں اہل کتاب کی شرارت، کفر اور سیہ کاریوں کا ذکر کر کے تورات، انجیل، قرآن اور کل کتب سماویہ کی اقامت کی ترغیب دی گئی تھی۔ آیندہ قل یا اھل الکتٰب لستم علیٰ شیء سے اہل کتاب کے مجمع میں اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اس "اقامت" کے بدون تمہاری مذہبی زندگی بالکل صفر اور لاشے محض ہے۔ "یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" میں اسی دو ٹوک اعلان کے لئے حضور کو تیار کیا گیا ہے۔ یعنی آپ پر جو کچھ پروردگار کی طرف سے اُتارا جائے خصوصاً اس طرح کے فیصلہ کن اعلانات، آپ بے خوف و خطر اور بلا تامل پہنچاتے رہیے۔ اگر بفرض محال کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی آپ سے کوتاہی ہوئی تو بحیثیت رسول (خدا کے پیغامبر) ہونے کے رسالت و پیغام رسانی کا جو منصب جلیل آپ کو تفویض ہوا ہے، سمجھا جائیگا کہ آپ نے اُس کا حق کچھ بھی ادا نہ کیا۔ بلاشبہ نبی کریم صلعم کے حق میں فریضۂ تبلیغ کی انجام دہی پر پیش از بیش ثابت قدم رکھنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مؤثر عنوان نہ ہو سکتا تھا۔ آپ نے جس بائیس سال تک جس بے نظیر اولوالعزمی، جانفشانی، مسلسل جدوکد اور صبر و استقلال سے فرض رسالت و تبلیغ کو ادا کیا، وہ اس کی واضح دلیل تھی کہ آپ کو دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر اپنے فرض منصبی (رسالت و بلاغ) کی اہمیت کا احساس ہے۔ حضور کے اس احساس قوی اور تبلیغی جہاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفۂ تبلیغ میں مزید استحکام و تثبت کی تاکید کے موقع پر مؤثر ترین عنوان یہی ہو سکتا تھا کہ حضور کو یاایھا الرسول سے خطاب کر کے صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ اگر بفرض محال تبلیغ میں ادنیٰ سی کوتاہی ہوئی تو سمجھو کہ آپ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کی تمامتر کوششوں اور قربانیوں کا مقصد وحید یہی یہ تھا کہ آپ خدا کے سامنے فرض رسالت کی انجام دہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائیں لہٰذا یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ کسی ایک پیغام کے پہنچانے میں بھی ذرا سی کوتاہی کریں۔ عموماً یہ تجربہ ہوا ہے کہ فریضۂ تبلیغ ادا کرنے میں انسان چند وجوہ سے مقصر رہتا ہے۔ یا تو اُسے اپنے فرض کی اہمیت کا کافی احساس اور شغف نہ ہو۔ یا لوگوں کی عام مخالفت سے نقصان شدید پہنچنے یا کم از کم بعض فوائد کے فوت ہونے کا خوف ہو اور یا مخاطبین کے عام تمرد و طغیان کو دیکھتے ہوئے جیسا کہ پچھلی اور اگلی آیات میں اہل کتاب کی نسبت بتلایا گیا ہے تبلیغ کے مثمر اور منتج ہونے سے مایوسی ہو، پہلی وجہ کا جواب یاایھا الرسول سے فما بلغت رسالتہ تک، دوسری کا واللہ یعصمک من الناس میں، اور تیسری کا ان اللہ لا یھدی القوم الکٰفرین میں دیدیا گیا یعنی تم اپنا فرض ادا کئے جاؤ خدا تعالیٰ آپ کی جان اور عزت و آبرو کی حفاظت فرمانے والا ہے وہ تمام روئے زمین کے دشمنوں کو بھی آپ کے مقابلہ پر کامیابی کی راہ نہ دکھلائیگا، باقی ہدایت و ضلالت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایسی قوم جس نے کفر و انکار ہی پر کمر باندھ لی ہے اگر راہ راست پر نہ آئی تو تم غم نہ کرو اور نہ مایوس ہو کر اپنے فرض کو چھوڑ دو۔ نبی کریمؐ نے اس ہدایت ربانی اور آئین آسمانی کے موافق اُمت کو ہر چھوٹی بڑی چیز کی تبلیغ کی۔ نوع انسانی کے عوام و خواص میں سے جو بات جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی، آپ نے بلاکم و کاست اور بے خوف و خطر پہنچا کر خدا کی حجت بندوں پر تمام کر دی، اور وفات سے ڈھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں چالیس ہزار سے زائد خادمان اسلام اور عاشقان تبلیغ کا اجتماع تھا، آپ نے علیٰ رؤس الاشہاد اعلان فرما دیا کہ "اے خدا تو گواہ رہ میں (تیری امانت) پہنچا چکا"۔ **ف۸** یعنی کل کتب سماویہ جن کا خاتم اور مہیمن قرآن کریم ہے۔ پچھلے رکوع میں اس آیت کی تفسیر گذر چکی

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا
اور اُن میں بہتوں کو بڑھیگی اُس کلام سے جو تجھ پر اُترا تیرے رب کی طرف سے شرارت

وَكُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا
اور کفر، سو تو افسوس نہ کر اس قوم کفار پر **ف** بیشک جو مسلمان ہیں

وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ
اور جو یہودی ہیں اور فرقۂ صابی اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
اور روز قیامت پر اور عمل کرے نیک نہ اُن پر ڈر ہے نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا
غمگین ہونگے **ف۲** ہم نے لیا تھا پختہ قول بنی اسرائیل سے **ف۳** اور بھیجے

إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ
اُن کی طرف رسول جب لایا اُن کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا اُن کے جی کو

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ
تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے **ف۴** اور خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ

فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا
ہوگی سو اندھے ہوگئے اور بہرے پھر توبہ قبول کی اللہ نے اُن کی پھر اندھے اور

وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ
بہرے ہوئے اُن میں سے بہت **ف۵** اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں **ف۶** بیشک کافر ہوئے

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ
جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ
کہ اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی اس غم اور افسوس میں پڑ کر تنگدل نہ ہوں اپنا فرض امن و اطمینان سے ادا فرماتے رہیں **ف۲** یعنی جو قوم مسلمان کہلاتی ہے، یا یہود یا نصاریٰ یا صابی (یا اور کچھ بتمثیلاً چند مشہور مذاہب کا ذکر کیا گیا) کوئی شخص اِن ناموں کی بدولت یا نسل، رنگ، پیشہ، وطن وغیرہ احوال خصائص کے لحاظ سے حقیقی فلاح اور دائمی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ کامیاب اور مامون و مصئون ہونے کا ایک اور صرف ایک معیار ہے، یعنی ایمان و عمل صالح۔ جس قوم کو اپنے مقرب الٰہی یا کامیاب ہونے کا دعویٰ ہو وہ اسی کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لے۔ اگر اس میں کھری اُترے تو بے خوف و خطر مفلح اور کامیاب ہے ورنہ ہر وقت اپنے کو خدا کے غضب و قہر کے نیچے سمجھے۔ پچھلی آیات میں خاص اہل کتاب کو تبلیغ تھی اس آیت میں تمام اقوام و ملل کے سامنے بلا رو رعایت ایسا عجیب و غریب، معقول اور منصفانہ قانون پیش کیا گیا ہے جس کے بعد کسی سلیم الفطرت انسان کو اسلام کی صداقت اور ہمہ گیری میں شبہ نہیں رہ سکتا۔ ایک شخص جب تک خدا (یعنی اُسکے وجود، وحدانیت، صفات کمالیہ، نشانہائے قدرت، تمام احکام و قوانین، کل انبیاء و سفراء) پر اور روز جزا پر ایمان نہ لائے اور نیکی اختیار نہ کرے، کیا عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ وہ نعیم دائم رضائے حق اور سرور ابدی سے ہمکنار ہو سکیگا۔ "ایمان باللہ" کے تحت میں یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ فرض کرو ایک شخص روشن دلائل نبوت کی موجودگی میں کسی پیغمبر کی توہین کرتا ہے اور اُس کو دعوئے نبوت میں جھوٹا کہتا ہے (یہی اُسکی توہین ہے) تو کیا کسی حکومت کے سفیر کی توہین اور اُس کے صاف و صریح اسناد سفارت کی تکذیب اُس حکومت کی توہین و تکذیب نہیں؟ اسی طرح سمجھ لو کہ جو شخص کسی ایک سچے پیغمبر کی تکذیب کرتا ہے اور اُس کو قبول نہیں کرتا وہ فی الحقیقت خدا کے اُن صاف و صریح نشانات و دلائل کو جھٹلا رہا ہے جو اُس نے تصدیق نبوت کے لئے قائم کئے تھے۔ فانھم لا یکذبونک ولکن الظٰلمین بایٰت اللہ یجحدون (انعام رکوع ۴) کیا اللہ کی آیات اور صریح و علانیہ نشانات کو جھٹلانے کے بعد بھی "ایمان باللہ" کا دعویٰ رہ سکیگا۔ قرآن کریم نے جن تفصیلات کی طرف "ایمان باللہ و عمل صالح" کے اجمالی عنوان سے یہاں اشارہ فرمایا ہے۔ دوسرے

بقیہ فوائد صفحہ ۱۵۴- اور فلاسفۂ طبیعیین کے اصول سے ماخوذ تھی۔ یہ لوگ روحانیات کے متعلق نہایت غلو رکھتے بلکہ انکی پرستش کرتے تھے۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ ارواح مجردہ اور مدبرات فلکیہ وغیرہ کی استعانت واستمداد کر ہی ہم رب الارباب (یعنی بڑے معبود) تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا ریاضات شاقہ اور کسرِ شہوات سے روح میں تجرد اور صفائی پیدا کرکے "عالم روحانیات" کے ساتھ ہم کو اپنا رشتہ پیدا کرنا چاہئے۔ پھر انکی خوشنودی اور دستگیری سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ اتباع انبیاء کی ضرورت نہیں۔ کواکب کی ارواح مدبرہ اور اسی طرح دوسری روحانیات کو اپنے سے خوش رکھنے کے لئے ہیاکل بناتے تھے اور انہی ارواح کے لیے نماز، روزہ اور قربانی وغیرہ کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ حُنفار کے مقابلہ میں صابئین کی جماعت تھی۔ جن کا سب سے بڑا حملہ نبوت اور اُسکے لوازم وخواص پر ہوتا تھا حضرت ابراہیم حنیف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت نمرود کی قوم صابی العقیدہ تھی جس کے ردّ وابطال میں خدا کے خلیلؑ نے جانبازی دکھلائی ف۳ گذشتہ آیت میں جو معیار قبول عند اللہ کا بیان ہوا تھا یعنی ایمان اور عمل صالح۔ یہاں یہ دکھلاتا ہے کہ یہود اس معیار پر کہاں تک پورے اُترتے ہیں ف۴ غلام کی وفاداری کا امتحان اس میں ہے کہ جس بات کو دل نہ چاہے آقا کے حکم سے گزرے، اور اپنی رائے یا خواہش کو آقا کی مرضی کے تابع بنادے۔ ورنہ صرف اُن چیزوں کا مان لینا جو مرضی اور خواہش کے موافق ہوں، یہ کونسا کمال ہے۔ ف۵ یعنی پختہ عہد وپیمان توڑ کر خدا سے غداری کی۔ اُسکے سفراء میں سے کسی کو جھٹلایا، کسی کو قتل کیا۔ یہ تو اُنکے "ایمان باللہ اور عمل صالح" کا حال تھا۔ "ایمان بالیوم الآخر" کا اندازہ اس سے کرلو کہ اس قدر شدید مظالم اور باغیانہ جرائم کا ارتکاب کرکے بالکل بے فکر ہو بیٹھے۔ گویا اِن حرکات کا کوئی خمیازہ بھگتنا نہیں پڑیگا۔ اور ظلم وبغاوت کے خراب نتائج کبھی سامنے نہ آئیں گے۔ یہ خیال کرکے خدائی نشانات اور خدائی کلام کی طرف سے بالکل ہی اندھے اور بہرے ہوگئے اور جو ناکردنی کام تھے وہ کیئے حتیٰ کہ بعض انبیاء کو قتل اور بعض کو قید کیا۔ آخر خدا تعالیٰ نے اُن پر بُختِ نصر کو مسلط فرمایا۔ پھر ایک مدّت دراز کے بعد بعض ملوک فارس نے بخت نصر کی قید ذلت ورسوائی سے چھڑا کر بابل سے بیت المقدس کو واپس کیا۔ اُس وقت اِن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح حال کی طرف متوجہ ہوئے، خدا نے توبہ قبول کی لیکن کچھ زمانہ کے بعد پھر وہ ہی شرارتیں سُوجھیں اور بالکل اندھے بہرے ہوکر حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے قتل کی جرأت کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر تیار ہوگئے۔ ف۶ یعنی وہ اگرچہ خدا کے غضب وقہر کی طرف سے اندھے ہوگئے ہیں لیکن خدا اُنکی تمام حرکات کو برابر دیکھتا رہا ہے۔ چنانچہ اُن حرکات کی سزا اب امت محمدیہ کے ہاتھوں سے دلوا رہا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یہاں سے نصاریٰ کے ایمان باللہ کی کیفیت دکھلائی گئی ہے کہ وہ کہاں تک حقانیت کے اِس معیار پر پورے اُترے۔ اُن کے ایمان باللہ کا حال یہ ہے کہ عقل کے خلاف فطرتِ سلیمہ کے خلاف اور خود حضرت مسیح کی تصریحات کے خلاف مسیح ابن مریم کو خدا بنا دیا۔ "ایک تین اور تین ایک" کی بھول بھلیاں تو محض برائے نام ہے حقیقۃً سارا زور وقوت صرف حضرت مسیح کی الوہیت ثابت کرنے پر صرف کیا جاتا ہے حالانکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے رب ہونے اور دوسرے آدمیوں کی طرح اپنے مربوب ہونے کا علانیہ اعتراف فرما رہے ہیں۔ اور جس شرک میں اُن کی اُمت مبتلا ہونے والی تھی اُس کی بُرائی کس زور وشور سے بیان کر رہے ہیں۔ پھر بھی ان اندھوں کو عبرت نہیں ہوتی ف۲ یعنی حضرت مسیح، روح القدس اور اللہ۔ یا مسیح، مریم اور اللہ تینوں خدا ہیں (العیاذ باللہ) اُن میں کا ایک حصہ دار اللہ ہوا۔ پھر وہ تینوں ایک اور وہ ایک تین ہیں۔ عیسائیوں کا عام عقیدہ یہ ہی ہے اور اس خلاف عقل وبداہت عقیدہ کو عجیب گول مول اور پیچدار عبارتوں سے ادا کرتے ہیں اور جب کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تو اُس کو ایک ماوراء العقل حقیقت قرار دیتے ہیں۔ سچ ہے لن یصلح العطار ما افسدہ الدھر ف۳ یہ اُسی غفور رحیم کی شان ہے کہ ایسے باغی اور گستاخ مجرم بھی جب شرمندہ ہوکر اصلاح کا عزم کرکے حاضر ہوں تو ایک منٹ میں عمر بھر کے جرائم معاف فرما دیتا ہے۔ ف۴ یعنی اُسی مقدس ومعصوم جماعت کے یہ بھی ایک فرد ہیں، انہیں خدا بنا لینا تمہاری سفاہت ہے ف۵ جمہور اُمت کی تحقیق یہ ہی ہے کہ خواتین میں نبوت نہیں آئی۔ یہ منصب رجال ہی کے لئے مخصوص رہا ہے

بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا

اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اُس پر جنت اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی نہیں

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ

گنہگاروں کی مدد کرنے والا ف۱ بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا

ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا

ایک ف۲ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے اور اگر نہ باز آویں گے اس بات سے کہ

يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ

کہتے ہیں تو بیشک پہنچیگا اُن میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک ☆ کیوں نہیں توبہ کرتے

اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيْحُ

اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اُس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۳ نہیں ہے مسیح

ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ

مریم کا بیٹا مگر رسول گذر چکے اُس سے پہلے بہت رسول ف۴ اور اُسکی ماں

صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ

ولی ہے ف۵ دونوں کھاتے تھے کھانا دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں اُن کو دلیلیں

ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٧٥﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

پھر دیکھ وہ کہاں اُلٹے جارہے ہیں ف۶ تو کہدے کیا تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ

جو مالک نہیں تمہارے بُرے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے سُننے والا جاننے والا ف۷ تو کہہ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ

اے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں ناحق کا ف۸ اور مت چلو خیالات پر

قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ

اُن لوگوں کے جو گمراہ ہوچکے پہلے اور گمراہ کرگئے بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحي اليهم من اهل القرىٰ (یوسف۔ رکوع ۱۲) حضرت مریم تو ولی بی بی تھیں۔ نبی نہیں۔ ف۶ غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جو شخص کھانے پینے کا محتاج ہے وہ تقریباً دنیا کی ہر چیز کا محتاج ہے۔ زمین، ہوا، پانی، سورج، حیوانات حتیٰ کہ بیلے اور کھاد سے بھی اُسے استغنا نہیں ہوسکتا۔ غلہ کے پیٹ میں پہنچنے اور ہضم ہونے تک خیال کرو بالواسطہ یا بلا واسطہ کتنی چیزوں کی ضرورت ہے۔ پھر کھانے سے جو اثرات ونتائج پیدا ہونگے اُنکا سلسلہ کہاں تک جاتا ہے۔ احتیاج وافتقار کے اِس طویل الذیل سلسلہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم الوہیت مسیح ومریم کے ابطال کو بشکل استدلال یوں بیان کرسکتے ہیں کہ مسیح ومریم اکل وشرب کی ضروریات سے مستغنی نہ تھے جو مشاہدہ اور تواتر سے ثابت ہے اور جو اکل وشرب سے مستغنی نہ ہو وہ دنیا کی کسی چیز سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ پھر تم ہی کہو کہ جو ذات تمام انسانوں کی طرح اپنی بقا میں عالم اسباب سے مستغنی نہ ہو وہ خدا کیونکر بن سکتی ہے۔ یہ ایسی قوی اور واضح دلیل ہے جسے عالم وجاہل یکساں طور پر سمجھ سکتے ہیں یعنی کھانا پینا اُلوہیت کے منافی ہے۔ اگرچہ نہ کھانا اُلوہیت کی دلیل نہیں ورنہ سارے فرشتے خدا بن جائیں معاذ اللہ۔ ف۷ یعنی جب مسیح کو خدا کہا تو لازم ہے کہ معبود بھی کہو۔ مگر معبود بننا صرف اُسی ذات کے ساتھ مختص ہے جو ہر قسم کے نفع وضرر کا مالک اور پورا بااختیار ہو۔ کیونکہ عبادت انتہائی تذلل کا نام ہے اور انتہائی تذلل اُسی کے سامنے اختیار کرسکتے ہیں جو انتہائی عزت اور غلبہ رکھنے والا، ہر آن سب کی سُننے والا اور سب کے احوال کا پوری طرح جاننے والا ہو۔ اس میں تثلیث کے عقیدہ شرکیہ کے ساتھ تمام مشرکین کا رد ہوگیا ف۸ عقیدہ کا مبالغہ یہ ہے کہ ایک مولود بشری کو خدا بنا دیا۔ اور عمل میں غلو وہ ہے جسے رہبانیت کہتے ہیں ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم (الحدید۔ رکوع ۴) یہود کی جو قبائح بیان کی جاچکیں اُن کو ظاہر (بقیہ برصفحہ ۱۵۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۵۵ ۔ہوتا ہے کہ دنیا پرستی میں غرق ہونے کی وجہ سے دین اور دینداروں کی اُن کے یہاں کوئی عظمت و وقعت نہ تھی حتیٰ کہ انبیاء علیہم السّلام کی اہانت و قتل وغیرہ اُنکا خاص شعار تھا۔ برخلاف اسکے نصاریٰ نے تعظیم انبیاء میں اسقدر غلو کیا کہ ان میں سے بعض کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اور ترک دنیا کرکے رہبانیت اختیار کرلی۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اصل انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں اس عقیدہ شرکیہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ بعد میں یونانی بت پرستوں کی تقلید میں پولوس نے ایجاد کیا اسی پر سب چل پڑے اور اسی پر جمے رہے۔ ایسی اندھی تقلید سے نجات کی توقع رکھنا کسی عاقل کو زیبا نہیں۔ ف۲ یوں تو تمام کتب سماویہ میں کافروں پر لعنت کی گئی ہے لیکن بنی اسرائیل کے کافروں پر جب وہ عصیان و تمرد میں حد سے گذر گئے کہ نہ مجرم کسی طرح ارتکاب جرائم سے باز آتا تھا اور نہ غیر مجرم مجرم کو روکتا تھا بلکہ سب شیر و شکر ہو کر بے تکلف ایک دوسرے کے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنے ہوئے تھے۔ منکرات و فواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض، تکدر اور ترشروئی کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا۔ تب خدا نے حضرت داؤد علیہ السّلام اور حضرت مسیح علیہ السّلام کی زبان سے اُن پر لعنت کی جیسے گناہوں پر اُن کی جسارت حد سے گذر چکی تھی۔ یہ لعنت بھی جو ایسے جلیل القدر انبیاء کے توسط سے کی گئی، غیر معمولی طور پر تباہ کن ثابت ہوئی۔ غالباً اسی لعنت کے نتیجہ میں اُن میں کے بہت سے افراد ظاہراً و باطناً بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیئے گئے اور باطنی مسخ کا دائرہ تو اس قدر وسیع ہوا کہ ان کے بہت سے لوگ آج بھی اُن مسلمانوں کو چھوڑ کر جو خدا کی تمام کتب سماویہ تمام انبیاء کی تصدیق و تعظیم کرتے ہیں مشرکین مکہ سے جو خالص بت پرست اور نبوات وغیرہ سے جاہل محض ہیں، مسلمانوں کے خلاف دوستی گانٹھتے ہیں۔ اگر ان اہل کتاب کو خدا پر، نبی پر اور وحی الٰہی پر واقعی اعتقاد ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اُس قوم کی ضد میں جو ان تمام چیزوں کو مکمل طور پر مانتے ہیں بُت پرستوں سے ساز باز کرتے۔ یہ بے حسی، بد مذاقی اور خدا پرستوں سے بھاگ کر بُت پرستوں سے دوستی کرنا، اُسی لعنت اور پھٹکار کا اثر ہے جس نے اُنہیں خدا کی رحمت عظیمہ سے کوسوں دور پھینک دیا ہے۔ پچھلی آیات میں اُنکی گذشتہ کفریات اور جرائم کو بیان کرکے غلو فی الدین اور گمراہوں کی کورانہ تقلید سے منع فرمایا تھا تاکہ اب بھی اپنی ملعون حرکات سے تائب ہو کر حق و صداقت کے راستہ پر چلنے کی کوشش کریں۔ اس رکوع میں اُن کی موجودہ حالت پر متنبہ کرتے ہوئے بتلایا کہ جو لعنت داؤد اور مسیح علیہما السّلام کی زبانی ہوئی تھی اُس کے آثار آج تک موجود ہیں۔ اہل اللہ اور عارفین سے نفرت و عداوت اور جاہل مشرکوں سے محبت، یہ کھلی دلیل اس کی ہے کہ اُن کے قلوب خدائی لعنت کے اثر سے بالکل ممسوخ ہو چکے ہیں۔ اگر اب بھی اُنہوں نے اپنی حالت کو نہ سنبھالا اور حق کی طرف رجوع نہ کیا تو ایسی شدید لعنت کے مورد بنیں گے جو خدا تعالیٰ سید الانبیاء خاتم الرسل صلعم کی زبان سے اُن پر بھیجیگا۔ ف۳ لا یتناھون کے دو معنی ہو سکتے ہیں، (۱) "نہیں رُکتے تھے" کما فی روح المعانی (۲) "نہیں روکتے تھے ایک دوسرے کو" کما ہو المشہور۔ جب بدی کسی قوم میں پھیلے اور کوئی روکنے ٹوکنے والا بھی نہ ہو تو عذاب عام کا اندیشہ ہے۔ ف۴ کافروں سے مراد مشرکین ہیں اور ان آیات کا مصداق یہود مدینہ تھے۔ جنہوں نے مشرکین مکہ کے ساتھ سازش کرکے مسلمانوں سے لڑائی کی ٹھانی تھی۔ ف۵ یعنی جو ذخیرہ اعمال کا مرنے سے پہلے آخرت کے لئے بھیج رہے ہیں وہ ایسا ہے جو اُن کو غضب الٰہی اور عذاب ابدی کا مستحق بناتا ہے۔ ف۶ "النبی" سے بعض مفسرین نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اور بعض نے رسول کریم صلعم کو مراد لیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر ان یہود کو واقعی یقین حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی صداقت اور تعلیمات پر ہوتا تو نبی آخر الزماں کے مقابلہ میں جن کی بشارت خود موسیٰ علیہ السّلام دے چکے ہیں، مشرکین سے دوستی نہ کرتے یا یہ کہ اگر نبی کریم صلعم پر مخلصانہ ایمان لے آتے تو ایسی حرکت ان سے سرزد نہ ہوتی کہ دشمنان اسلام سے ساز باز کریں۔ اس دوسری تقدیر پر آیت منافقین یہود کے حق میں ہوگی۔ ف۷ خدا کی اور خود اپنے تسلیم کردہ پیغمبر کی نافرمانی کرتے کرتے یہ حالت ہو گئی کہ اب موحدین پر مشرکین کو ترجیح دیتے ہیں۔ افسوس کہ آج ہم بہت سے نام نہاد مسلمانوں کی حالت بھی یہی پاتے ہیں کہ مسلمان اور کفار کے مقابلہ کے وقت کافروں کو دوست بناتے اور اُنہی کی حمایت و وکالت کرتے ہیں۔ اللّٰھم احفظنا من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔

السَّبِيلِ ﴿٧٧﴾ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ

راہ سے ف۱ ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے

لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا

داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کے یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے

يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ

گذر گئے تھے ف۲ آپس میں منع نہ کرتے بُرے کام سے جو وہ کر رہے تھے ف۳ کیا ہی بُرا کام ہے

مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧٩﴾ تَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ

جو کرتے تھے ☆ تو دیکھتا ہے اُن میں کہ بہت سے لوگ دوستی کرتے ہیں کافروں سے ف۴

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ

کیا ہی بُرا سامان بھیجا اُنہوں نے اپنے واسطے وہ یہ کہ اللہ کا غضب ہوا اُن پر اور وہ ہمیشہ عذاب

هُمْ خَالِدُونَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ

میں رہنے والے ہیں ف۵ اور اگر وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو نبی

إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨١﴾

پر اُترا تو کافروں کو دوست نہ بناتے ف۶ لیکن اُن میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں ف۷

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ

تو پاویگا سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا یہودیوں کو

وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ

اور مشرکوں کو اور تو پاویگا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں

آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ

کے اُن لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ نصاریٰ میں

قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾

عالم ہیں اور درویش ہیں اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے ☆

ع ۱۱ / ۱۴

فوائد صفحہ ۱۵۷ ف۱ ان آیات میں تلایا گیا کہ یہود کا مشرکین سے دوستی کرنا محض اسلام اور مسلمانوں کی عداوت و بغض کی وجہ سے ہے۔ نبی کریم صلعم کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا اُن میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین علی الترتیب اسلام و مسلمین کی شدید ترین دشمن تھیں۔ مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں تو اظہر من الشمس ہیں لیکن ملعون یہود نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اُٹھا کر نہیں رکھی۔ حضور کو بخبری میں پتھر کی چٹان گرا کر شہید کرنا چاہا، کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی، سحر اور ٹونکے کرائے، غرض غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔ اس کے بالمقابل نصاریٰ باوجودیکہ وہ بھی کفر میں مبتلا تھے، اسلام سے جلتے تھے، مسلمانوں کا عروج اُن کو ایک نظر نہ بھاتا تھا، تاہم اُن میں قبول حق کی استعداد ان دونوں گروہوں سے زیادہ تھی، اُن کے دل اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنے کی طرف نسبۃً جلد مائل ہو جاتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اُس وقت تک "عیسائیوں" میں علم دین کا چرچا دوسری قوموں سے زائد تھا، اپنے طریقہ کے موافق ترکِ دنیا اور زاہدانہ زندگی اختیار کرنے والے اُن میں بکثرت پائے جاتے تھے۔ نرم دلی اور تواضع اُن کی خاص صفت تھی جس قوم میں یہ خصال کثرت سے پائی جائیں اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ اُس

یں قبول حق اور سلامت روی کا مادہ دوسری اقوام سے زیادہ ہو کیونکہ قبول حق سے عموماً تین چیزیں مانع ہوتی ہیں جہل، حُبّ دنیا، یا حسد و تکبر وغیرہ۔ نصاریٰ میں قسیسین کا وجود جہل کو، رہبان کی کثرت حُبّ دنیا کو، نرمی دل اور تواضع کی صفت کبر و نخوت وغیرہ کو کم کرتی تھی۔ چنانچہ قیصر روم، مقوقس مصر اور نجاشی ملک حبشہ نے جو کچھ برتاؤ نبی کریم صلعم کے پیغام رسالت کے ساتھ کیا وہ اس کا شاہد ہے کہ اُس وقت نصاریٰ میں قبول حق اور مودۃ مسلمین کی صلاحیت نسبتاً دوسری قوموں سے زائد تھی۔ مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر جب ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے "حبشہ" کو ہجرت کی اور مشرکین نے وہاں بھی ملک حبشہ کے دربار تک اپنا پروپیگنڈا نہ چھوڑا تو بادشاہ نے ایک روز مسلمانوں کو بلا کر کچھ سوالات کیے اور حضرت مسیح علیہ السّلام کی نسبت بھی اُن کا عقیدہ دریافت کیا۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی آیات پڑھیں اور اپنا عقیدہ صاف صاف بیان فرمایا۔ بادشاہ بے انتہا متاثر ہوا اور اقرار کیا کہ جو کچھ قرآن نے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت عقیدہ ظاہر کیا ہے، وہ بلا کم و کاست صحیح ہے۔ اُس نے کتب سابقہ کی بشارات کے موافق حضور پُرنور صلعم کو نبی آخر الزماں تسلیم کیا۔ قصہ طویل ہے۔ انجام کار ہجرت کے کئی سال بعد ایک وفد جو ستر نو مسلم عیسائیوں پر مشتمل تھا نبی کریم صلعم کی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے اور قرآن کریم کے سماع سے لذت اندوز ہوئے تو کلام الٰہی سُن کر وقف گریہ و بکا ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو اور زبان پر "ربنا آمنا" الخ یہ کلمات جاری تھے۔ ان آیات میں اُسی جماعت کا حال بیان فرمایا ہے۔ قیامت تک کے لئے کوئی خبر نہیں دی گئی کہ ہمیشہ عیسائیوں اور یہود و مشرکین وغیرہ کے تعلقات کی نوعیت اسلام و مسلمین کے ساتھ یہی رہیگی۔ آج جو لوگ عیسائی کہلاتے ہیں اُن میں کتنے قسیس و رہبان اور متواضع و منکسر المزاج ہیں اور کتنے ہیں جن کی آنکھوں سے کلام الٰہی سُن کر آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ جب اقربهم مودة کی علت ہی جو ذٰلك بان منهم قسيسين سے بیان کی گئی، موجود نہیں تو معلول یعنی "قرب مودّت" کیوں موجود ہوگا۔ بہرحال جو اوصاف عہد نبوی کے عیسائیوں اور یہود و مشرکین کے بیان ہوئے، وہ جب کبھی اور جہاں کہیں جس مقدار میں موجود ہوں گے، اُسی نسبت سے اسلام و مسلمین کی محبت و عداوت کو خیال کر لیا جائے۔ ف۲ آغاز سورت میں "ایفائے عہود" کی تاکید کے بعد حلال و حرام کا بیان شروع ہوا تھا۔ اُسی ضمن میں خاص خاص مناسبات سے جن کا ذکر موقع بہ موقع ہم کر چکے ہیں، دوسرے مفید مضامین کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ "الشئ بالشئ یذکر" بات میں سے بات نکلتی رہی۔ تمام استطرادی مضامین کو تمام کر کے اس پارہ کے پہلے رکوع سے پھر اصل موضوع بحث کی طرف عود کیا گیا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس رکوع سے متصل پہلا رکوع میں جو مضمون گذرا اُس سے بھی رکوع حاضر کا مضمون پوری طرح مربوط ہے۔ کیونکہ پچھلے رکوع میں یہود و نصاریٰ کی جو فضائح بیان کی گئیں سمجھنے والوں کے نزدیک اُن کا خلاصہ دو چیزیں تھیں۔ یعنی یہود کا لذات و شہوات دنیا اور حرام خوری میں انہماک جو "تفریط فی الدین" کا سبب ہوا۔ اور نصاریٰ کا دین میں غلو اور افراط جو آخرکار رہبانیت وغیرہ پر منتہی ہوا۔ بلاشبہ رہبانیت جسے دینداری یا روحانیت کا ہیضہ کہنا چاہیے، نیت اور منشائے اصلی کے اعتبار سے فی الجملہ محمود ہو سکتی تھی۔ اسی لئے "ذٰلك بان منهم قسيسين ورهبانا" کو من وجہٍ معرض مدح میں پیش کیا گیا۔ لیکن چونکہ اس طرح کا تجرد و ترک دنیا اُس مقصد عظیم اور قانون قدرت کے راستہ میں حائل تھا جو فاطر عالم نے عالم کی تخلیق میں مرعی رکھا ہے۔ اس لئے وہ عالمگیر مذہب جو ابدی طور پر تمام بنی نوع انسان کی فلاح دارین اور اصلاح معاش و معاد کا متکفل ہو کر آیا ہے، ضروری تھا کہ اس طرح کے مُبتدعانہ طریق عبادت پر سختی سے نکتہ چینی کرے۔ کوئی آسمانی کتاب آج تک ایسی جامع، معتدل، فطری تعلیم انسانی ترقیات کے ہر شعبہ کے متعلق پیش نہیں کر سکتی، جو قرآن کریم نے ان دو آیتوں میں پیش کی ہے۔ ان آیتوں میں حق تعالےٰ نے مسلمانوں کو صاف طور پر اس سے روک دیا کہ وہ کسی لذیذ حلال و طیب چیز کو اپنے اوپر عقیدۃً یا عملاً حرام ٹھہرا لیں۔ نہ صرف یہی بلکہ اُن کو خدا کی پیدا کی ہوئی حلال و طیب نعمتوں سے متمتع ہونے کی ترغیب دی گئی سلبی اور ایجابی دو شرطوں کے ساتھ (۱) اعتدا نہ کریں (حد سے نہ بڑھیں) (۲) اور تقویٰ اختیار کریں (خدا سے ڈرتے رہیں) اعتداء کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ حلال چیزوں کے ساتھ حرام کا سا معاملہ کرنے لگیں اور نصاریٰ کی طرح رہبانیت میں مبتلا ہو جائیں۔ یا لذائذ و طیبات سے تمتع کرنے میں حد اعتدال سے گذر جائیں حتیٰ کہ لذات و شہوات میں منہمک ہو کر یہود کی طرح حیات دنیا ہی کو اپنا مطمح نظر بنا لیں۔ الغرض غلو و جفا اور افراط و تفریط کے درمیان متوسط و معتدل راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ نہ تو لذائذ دنیوی میں غرق ہونے کی اجازت ہے اور نہ ازراہ رہبانیت مباحات و طیبات کو چھوڑنے کی۔ "ازراہ رہبانیت" کی قید ہم نے اس لئے لگائی کہ بعض اوقات بدنی یا نفسی علاج کی غرض سے کسی مُباح سے عارضی طور پر پرہیز کرنا ممانعت میں داخل نہیں۔ نیز مسلمان تقویٰ کے مامور ہیں جس کے معنی ہیں خدا سے ڈر کر ممنوعات سے اجتناب کرنا، اور تجربہ سے معلوم ہے کہ بعض مباحات کا استعمال بعض اوقات کسی حرام یا ممنوع کے ارتکاب کی طرف مفضی ہو جاتا ہے۔ ایسے مباحات کو عہد و قسم یا تقرب کے طور پر نہیں بلکہ بطریق احتیاط اگر کوئی شخص کسی وقت باوجود اعتقادِ اباحت ترک کرے تو یہ رہبانیت نہیں بلکہ ورع و تقویٰ میں شامل ہے۔ حدیث میں ہے لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لا بأس به حذرا لما به بأس (ترمذی) الحاصل ترک اعتداء اور اختیار تقویٰ کی قید کو ملحوظ رکھ کر ہر قسم کی طیبات سے مومن مستفید ہو سکتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں ترقیات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ف۳ یعنی اُن پر دنیا میں کفارہ نہیں۔ جیسا کہ "یمین منعقدہ" میں واجب ہے۔ لغو و بیہودہ قسم کی تفسیر پارۂ سیقول کے اواخر میں گذر چکی۔ چونکہ اوپر تحریم طیبات کا ذکر تھا اور تحریم کی ایک قسم "یمین" بھی ہے اس لئے "یمین" کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ

اور جب سُنتے ہیں اُس کو جو اُترا رسول پر تو دیکھے تو اُن کی آنکھوں کو

تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا

کہ اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ اُنہوں نے پہچان لیا حق بات کو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا

سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ ☆ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور اُس چیز پر جو پہنچی ہم کو

مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾

حق سے اور توقع رکھیں اسکی کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے ☆

فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

پھر اُنکو بدلے میں دیے اللہ نے اس کہنے پر ایسے باغ کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں

فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

اُن میں ہی اور یہ ہے بدلا نیکی کرنے والوں کا ☆ اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے

بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٨٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا

ہماری آیتوں کو وہ ہیں دوزخ کے رہنے والے ف۲ اے ایمان والو مت حرام ٹھہراؤ

طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

وہ لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کردیں اور حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا

الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا

حد سے بڑھنے والوں کو ☆ اور کھاؤ اللہ کے دیے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو اور ڈرتے رہو

اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ

اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو ف۲ نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری

فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ

بیہودہ قسموں پر ف۳ لیکن پکڑتا ہے اُس پر جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا

ربع

ع ۱۱/۹

فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ

سو اُس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو

اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

اپنے گھر والوں کو ف۱ یا کپڑا پہنا دینا دس محتاجوں کو ف۲ یا ایک گردن آزاد کرنی ف۳ پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھنے ہیں

ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْۤا

تین دن کے ف۴ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور حفاظت رکھو

اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

اپنی قسموں کی ف۵ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنے حکم تاکہ تم احسان مانو ف۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے ف۷

رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ ف۸

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر

فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ

بذریعہ شراب اور جوئے کے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

سو اب بھی تم باز آؤ گے ف۹ اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا

وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

اور بچتے رہو پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے

الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ

کھول کر ف۱۰ جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے اُن پر گناہ نہیں

ف۱ یعنی قسم توڑنے کے بعد یہ کفارہ دیا جائیگا. کھانا دینے میں اختیار ہے خواہ دس مساکین کو گھر بٹھلا کر کھانا کھلادے یا صدقۂ فطر کی برابر ہر مسکین کو غلہ یا اُس کی قیمت ادا کردے۔ ف۲ اس قدر جس کہ بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے۔ مثلاً کرتہ اور پاجامہ یا لنگی اور چادر ف۳ یعنی ایک بردہ آزاد کرنا۔ اس میں مومن ہونا شرط نہیں۔ ف۴ یعنی متواتر روزے تین دن کے رکھے اور میسر نہ ہونے سے مُراد یہ ہے کہ صاحب نصاب نہ ہو کمافی روح المعانی ف۵ قسموں کی حفاظت یہ ہے کہ بے ضرورت بات بات پر قسمیں نہ کھائے۔ یہ عادت بھلی نہیں۔ اور اگر قسم کھائی تو تا مقدور پوری کرے۔ اور اگر کسی وجہ سے توڑے تو کفارہ ادا کرے۔ یہ سب چیزیں حفاظت یمین میں داخل ہیں۔ ف۶ کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم نے طیبات سے گریز کیا تو اس گریز سے منع فرمایا۔ اور اگر کسی نے غلطی سے طیبات کو اپنے اوپر حرام ہی کرلیا تو اُس کو حفاظت یمین کے ساتھ اُس کے حلال ہونے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔ ف۷ "انصاب" و "ازلام" کی تفسیر اسی سورت کی ابتداء میں "وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام" کے تحت میں گذر چکی۔ ف۸ اس آیت سے پہلے بھی بعض آیات خمر (شراب) کے بارہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اول یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما (بقرہ رکوع ۲۷) گو اس سے نہایت واضح اشارہ تحریم خمر کی طرف کیا جارہا تھا مگر چونکہ صاف طور پر اُس کے چھوڑنے کا حکم نہ تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سُن کر کہا اللھم بین لنا بیانًا شافیًا اس کے بعد دوسری آیت آئی یاایها الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری الی آخر الآیۃ (نساء رکوع ۶) اس میں بھی تحریم خمر کی تصریح نہ تھی۔ گو نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوئی اور یہ قرینہ اسی کا تھا کہ غالبًا یہ چیز عنقریب کلیۃً حرام ہونے والی ہے۔ مگر چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اُس کا دفعۃً چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا اس لیے نہایت حکیمانہ تدریج سے اولاً قلوب میں اُس کی نفرت بٹھلائی گئی اور آہستہ آہستہ حکم تحریم سے مانوس کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس دوسری آیت کو سُن کر پھر وہی لفظ کہے "اللھم بین لنا بیانًا شافیًا" آخرکار "مائدہ" کی یہ آیتیں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں "یاایها الذین امنوا" سے "فهل انتم منتهون" تک نازل کی گئیں جس میں صاف صاف بت پرستی کی طرح اس گندی چیز سے بھی اجتناب کرنے کی ہدایت تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ "فهل انتم منتهون" سنتے ہی چلا اُٹھے "انتهینا انتهینا" لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے، خم خانے برباد کردیئے۔ مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی۔ سارا عرب اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفت ربانی اور محبت واطاعت نبوی کی شراب طہور سے مخمور ہوگیا اور اُم الخبائث کے مقابلہ پر حضور کا یہ جہاد ایسا کامیاب ہوا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جس چیز کو قرآن کریم نے اتنا پہلے اتنی شدت سے رد کیا تھا آج سب سے بڑے شراب خوار ملک امریکہ وغیرہ اُس کی خرابیوں اور نقصانات کو محسوس کرکے اُس کے مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ فللہ الحمد والمنۃ ف۹ شراب پی کر جب عقل جاتی رہتی ہے تو بعض اوقات شرابی پاگل ہو کر آپس میں لڑ پڑتے ہیں حتیٰ کہ نشہ اُترنے کے بعد بھی بعض دفعہ لڑائی کا اثر باقی رہتا ہے اور باہمی عداوتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ یہی حال بلکہ کچھ بڑھ کر جوئے کا ہے۔ اُس میں ہار جیت پر سخت جھگڑے اور فساد برپا ہوتے ہیں جس سے شیطان کو اودھم مچانے کا خوب موقع ملتا ہے۔ یہ تو ظاہری خرابی ہوئی اور باطنی نقصان یہ ہے کہ ان چیزوں میں مشغول ہو کر انسان خدا کی یاد اور عبادت الٰہی سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے شطرنج کھیلنے والوں ہی کو دیکھ لو۔ نماز تو کیا، کھانے پینے اور گھر بار کی بھی خبر نہیں رہتی۔ جب یہ چیز اس قدر ظاہری و باطنی نقصانات پر مشتمل ہے تو کیا ایک مسلمان اتنا سُن کر بھی باز نہ آئیگا۔ ف۱۰ اگر کسی چیز کے منافع و مضار کا احاطہ نہ کرسکو تب بھی خدا و رسول کے احکام کا امتثال کرو اور قانون کی خلاف ورزی سے بچتے رہو۔ اگر نہ بچو گے تو ہمارے پیغمبر تم کو قانون و احکام الٰہی کھول کر پہنچا چکے۔ نتیجہ خلاف ورزی کا خود سوچ لو کیا ہوگا؟

فِيمَا طَعِمُوٓا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّ
اُس میں جو کچھ پہلے کھا چکے جب کہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کیے پھر ڈرتے رہے اور

ءَامَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٣﴾ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ
یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ف اے ایمان

ءَامَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُۥٓ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ
والو البتہ تم کو آزماوے گا اللہ ایک بات سے اُس شکار میں کہ جس پر پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تمہارے ف۲

لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُۥ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ
تاکہ معلوم کرے اللہ کون اُس سے ڈرتا ہے بن دیکھے ف۳ پھر جس نے زیادتی کی اس کے بعد تو اُس کے لیے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٤﴾ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ
عذاب دردناک ہے ☆ اے ایمان والو نہ مارو شکار جس وقت تم ہو

حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُۥ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ
احرام میں ف۴ اور جو کوئی تم میں اُس کو مارے جان کر ف۵ تو اُس پر بدلا ہے اُس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے

يَحْكُمُ بِهِۦ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًۢا بَٰلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّٰرَةٌ طَعَامُ
جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں کا اس طرح کہ وہ جانور بدلا کا بطور نیاز پہنچایا جاوے کعبہ تک یا اُس پر کفارہ ہے چند

مَسَٰكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِۦ ۗ عَفَا
محتاجوں کو کھلانا یا اُس کے برابر روزے تاکہ چکھے سزا اپنے کام کی ف۶ اللہ نے

اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ
معاف کیا جو کچھ ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اُس سے بدلا لے گا اللہ اور اللہ زبردست ہے

ذُو انتِقَامٍ ﴿٩٥﴾ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُۥ مَتَٰعًا لَّكُمْ وَ
بدلا لینے والا ف حلال ہوا تمہارے لیے دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدہ کے واسطے اور

لِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا
سب مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو

ف۱ نہایت صحیح اور قوی احادیث میں ہے کہ جب تحریم خمر کی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ اُن مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے حکم تحریم آنے سے پہلے شراب پی اور اُسی حالت میں انتقال کر گئے۔ مثلاً بعض صحابہ جو جنگ اُحد میں شراب پی کر شریک ہوئے اور اُسی حالت میں شہید ہو گئے کہ پیٹ میں شراب موجود تھی۔ اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ عموم الفاظ اور دوسری روایات کو دیکھتے ہوئے ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ زندہ ہوں یا مُردہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہیں اُن کے لئے کسی مباح چیز کے بوقت اباحت کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں خصوصاً جب کہ وہ لوگ عام احوال میں تقویٰ اور ایمان کی خصال سے متصف ہوں۔ پھر ان خصال میں برابر ترقی کرتے رہے ہوں حتیٰ کہ مدارج تقویٰ و ایمان میں ترقی کرتے کرتے مرتبۂ احسان تک جا پہنچے ہوں جو ایک مومن کے لئے روحانی ترقیات کا انتہائی مقام ہو سکتا ہے جہاں پہنچ کر حق تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ خصوصی محبت کرتا ہے (دفی حدیث جبریل الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ) بس جو اکابر صحابہ ایمان و تقویٰ میں عمر گذار کر اور نسبت احسان حاصل کرکے خدا کی راہ میں شہید ہو چکے اُن کی نسبت اس طرح کے خلجان اور توہمات پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں جو اُس وقت حرام نہیں تھی مگر بعد کو حرام ہوئی۔ محققین نے لکھا ہے کہ تقویٰ (یعنی مضار دینی سے مجتنب ہونے) کے کئی درجے ہیں۔ اور ایمان و یقین کے مراتب بھی بلحاظ قوت و ضعف متفاوت ہیں تجربہ اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جس قدر آدمی ذکر و فکر، عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ میں ترقی کرتا ہے اُسی قدر خدا کے خوف اور اُس کی عظمت و جلال کے تصور سے قلب معمور اور ایمان و یقین مضبوط و مستحکم ہوتا رہتا ہے۔ مراتب سیر الی اللہ کی اسی ترقی و عروج کی طرف اس آیت میں تقویٰ اور ایمان کی تکرار سے اشارہ فرمایا اور سلوک کے آخری مقام "احسان" اور اُس کے ثمرہ پر بھی تنبیہ فرما دی۔ اور جن حضرات صحابہ کے متعلق سوال کیا گیا تھا اُس کا جواب ایک عام و تام ضابطہ بیان فرما کر ایسے عنوان سے دیا گیا جس میں اُن مرحومین کی تفضیل و منقبت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہو گیا۔ ذخیرۂ احادیث صحیحہ میں دو موقع ایسے ہیں جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس قسم کا سوال کیا ہے۔ ایک موقع تو یہی "تحریم خمر" کے متعلق ہے اور دوسرا تحویل قبلہ کے وقت سوال کیا گیا تھا کہ یا رسول اللہ جو لوگ حکم تحویل سے پہلے وفات پا گئے اور ایک نماز بھی کعبہ کی طرف نہیں پڑھی اُن کی نمازوں کا کیا حال ہوگا۔ اس پر آیت وماکان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرؤف رحیم نازل ہوئی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی دو مسئلے ایسے تھے جن میں صاف صاف دو ٹوک حکم نازل ہونے سے پہلے نہایت ہی واضح آثار و قرائن ایسے موجود تھے جن کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم ہر آن نزول حکم صریح کا انتظار کر رہے تھے۔ خمر کے متعلق تو ابھی چند فوائد پہلے ہم ایسی روایات نقل کر چکے ہیں جن سے ہمارے اس دعوے کا کافی سے زائد ثبوت ملتا ہے۔ اور "تحویل قبلہ" کے باب میں قرآن کریم کی آیات قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰھا جو سیقول کے شروع میں گذریں خبر دے رہی ہیں کہ نبی کریم صلعم ہر وقت منتظر تھے کہ کب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے واضح حالات صحابہ پر مخفی نہیں رہ سکتے تھے۔ اس لئے تحویل قبلہ کا حکم جب ایک آدمی نے کسی محلہ کی مسجد میں جا کر سنایا تو سارے نمازی محض خبر واحد کو سن کر بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھر گئے۔ حالانکہ بیت المقدس کا استقبال قطعی طور پر اُنہیں معلوم تھا اور خبر واحد ظنی قطعی کے لیے ناسخ نہ ہو سکتی تھی۔ بعض علمائے اصول نے تصریح کی ہے کہ یہ خبر واحد محفوف بالقرائن ہونے کی وجہ سے قطعی سمجھی گئی بس جو قرائن و آثار حتمی طور پر خبر دے رہے تھے کہ "تحریم خمر" یا "تحویل قبلہ" کا حکم امروز و فردا میں پہنچنے والا ہے۔ گویا وہ ایک طرح سے صحابہ کو نزول حکم سے پہلے مرضی الٰہی پر فی الجملہ مطلع کر رہے تھے اسی لیے اِن دو مسئلوں میں نزول حکم سے قبل کی حالت کے متعلق سوال کرنا محل استبعاد نہیں ہو سکتا خصوصاً خمر کی نسبت جس کی ممانعت کے نہایت واضح اشارات واثمھما اکبر من نفعھما وغیرہ میں موجود تھے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ ف۲ پچھلے رکوع میں "تحریم طیبات" اور اعتداء سے منع فرما کر بعض چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا تھا جو دائمی طور پر حرام ہیں، اس رکوع میں بعض ایسی اشیاء کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہے جن کی حرمت دائمی نہیں۔ بلکہ بعض احوال و اوضاع سے مخصوص ہے یعنی بحالت احرام شکار کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے مطیع و فرمانبردار بندوں کا یہ امتحان ہے کہ وہ حالت احرام میں جبکہ شکار اُن کے سامنے ہو اور بسہولت اُس کے مارنے یا پکڑنے پر بھی قادر ہوں، کون ہے جو بن دیکھے خدا سے ڈر کر اُس کے حکم کا امتثال کرتا اور اعتداء (احکام خداوندی سے تجاوز کرنے) کی خدائی سزا سے خوف کھاتا ہے۔ "اصحاب سبت" کا قصہ سورۂ بقرہ میں گذر چکا، کہ اُن کو حق تعالیٰ نے خاص شنبہ کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت فرمائی تھی۔ مگر اُنہوں نے مکاری اور حیلہ بازی سے اُس حکم کی مخالفت کی اور حد سے تجاوز کر گئے۔ خدا نے اُن پر نہایت رسوا کن عذاب نازل فرمایا۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کا تھوڑا سا امتحان اس مسئلہ میں لیا کہ حالت احرام میں شکار نہ کریں۔ حدیبیہ کے موقع پر جب یہ حکم بھیجا گیا تو شکار اس قدر کثیر اور قریب تھا کہ ہاتھوں اور نیزوں سے مار سکتے تھے۔ مگر اصحاب رسول اللہ صلعم نے ثابت کر دکھایا کہ خدا کے امتحان میں اُنکے برابر دنیا کی کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکی۔ ف۳ لیعلم اللہ کے لفظ سے جو حدوث علم باری کا وہم گذرتا ہے اُس کے ازالہ کے لئے پارہ سیقول کے شروع میں الا لنعلم من یتبع الرسول کا فائدہ ملاحظہ کرو۔ ف۴ اس کے متعلق بعض احکام سورۂ مائدہ کے شروع میں گذر چکے۔ ف۵ جان کر مارنے کا یہ مطلب ہے کہ اپنا محرم ہونا یاد ہو اور یہ بھی مستحضر ہو کہ حالت احرام میں شکار جائز نہیں۔ یہاں صرف "متعمد" کا حکم بیان فرمایا کہ اُسکے فعل کی جزاء یہ ہے اور خدا جو انتقام لیگا وہ الگ رہا۔ جیسا کہ ومن عاد فینتقم اللہ منہ سے تنبیہ فرمائی۔ اور اگر بھول کر شکار کیا تو جزاء تو یہی رہیگی یعنی "ہدی" یا "طعام" یا "صیام" البتہ خدا اُس سے انتقامی سزا اُٹھا لیگا۔ ف۶ حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر احرام میں شکار پکڑا تو فرض ہے کہ چھوڑ دے۔ اگر مار دیا تو دو صاحب بصیرت اور تجربہ کار معتبر آدمیوں سے اُس جانور کی قیمت لگوائے۔ اسی قدر قیمت کا مواشی (بقیہ صفحہ ۱۶۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۵۹ میں سے ایک جانور لے کر (مثلاً بکری، گائے، اونٹ وغیرہ) کعبہ کے نزدیک یعنی حدود حرم میں پہنچا کر ذبح کرے، اور خود اُس میں سے نہ کھائے، یا اُسی قیمت کا غلہ لیکر محتاجوں کو فی محتاج صدقۃ الفطر کی مقدار تقسیم کر دے یا جس قدر محتاجوں کو پہنچتا، اُتنے ہی دنوں کے روزے رکھ لے **ف** یعنی نزول حکم سے پہلے یا اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کسی نے یہ حرکت کی تھی تو اُس سے اب خدا تعرض نہیں کرتا۔ حالانکہ اسلام سے پہلے بھی عرب حالت احرام میں شکار کو نہایت بُرا جانتے تھے اس لئے اس پر مواخذہ ہونا بیجا نہ تھا کہ جو چیز تمہارے زعم کے موافق جرائم میں داخل تھی اُس کا ارتکاب کیوں کیا گیا۔ **ف۵** یعنی نہ کوئی مجرم اُس کے قبضۂ قدرت سے نکل کر بھاگ سکتا ہے۔ اور یہ بمقتضائے عدل و حکمت جو جرائم سزا دینے کے قابل ہیں نہ خدا اُن سے درگذر کرنے والا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "احرام میں دریا کا شکار یعنی مچھلی حلال ہوا اور دریا کا کھانا یعنی جو مچھلی پانی سے جُدا ہو کر مرگئی اُس نے نہیں پکڑی وہ بھی حلال ہے۔ فرمایا یہ تمہارے فائدہ کو رخصت دی پھر کوئی نہ سمجھے کہ حج کے طفیل سے حلال ہے فرمایا کہ اور سب مسافروں کے فائدہ کو مچھلی اگرچہ تالاب میں ہو وہ بھی شکار دریا ہے۔ یہ حکم شکار کا معلوم ہوا احرام کے اندر، اور احرام میں قصد ہو مکہ کا اُس شہر مکہ اور گرد و پیش میں ہمیشہ شکار مارنا حرام ہے بلکہ شکار کو ڈرانا اور بھگانا بھی۔ **ف۲** کعبہ شریف دینی اور دنیوی دونوں حیثیت سے لوگوں کے قیام کا باعث ہے۔ حج و عمرہ تو وہ عبادات ہیں جن کا ادا کرنا براہ راست کعبہ ہی سے متعلق ہے لیکن نماز کے لئے بھی استقبال قبلہ شرط ہے، اس طرح کعبہ لوگوں کی دینی عبادات کے قیام کا سبب ہو گیا۔ پھر حج وغیرہ کے موقع پر تمام بلاد اسلامیہ سے لاکھوں مسلمان جب وہاں جمع ہوتے ہیں تو بے شمار تجارتی سیاسی، اخلاقی، مذہبی اور روحانی فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے اُس جگہ کو "حرم امن" بنایا۔ اس لئے انسانوں بلکہ بہت جانوروں تک کو وہاں رہ کر امن نصیب ہوتا ہے۔ عہد جاہلیت میں جبکہ ظلم و خونریزی اور فتنہ و فساد محض معمولی بات تھی ایک آدمی اپنے باپ کے قاتل سے بھی حرم شریف میں تعرض نہ کر سکتا تھا۔ مادی حیثیت سے انسان یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہجاتا ہے کہ اس "وادی غیر ذی زرع" میں اتنی افراط سے سامان خورد و نوش اور نفیس قسم کے پھل اور میوے کہاں سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ سب حیثیات "قیاما للناس" میں معتبر ہو سکتی ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علم الٰہی میں پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا کہ نوع انسان کے لئے اسی جگہ سے عالمگیر اور ابدی ہدایت کا چشمہ پھوٹیگا، اور مصلح اعظم سید کائنات محمد رسول اللہ صلعم کے مولد و مسکن مبارک بننے کا شرف بھی سارے جہان میں سے اسی خاک پاک کو حاصل ہوگا۔ ان سب وجوہ سے کعبہ کو "قیاما للناس" کہہ سکتے ہیں کیونکہ کعبہ تمام روئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاح اخلاق تکمیل روحانیت، اور علوم ہدایت کا مرکزی نقطہ ہے اور کسی چیز کا قیام اپنے مرکز کے بدون نہیں ہو سکتا۔ اسکے علاوہ محققین کے نزدیک "قیاما للناس" کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ شریف کا مبارک وجود کل عالم کے قیام اور بقا کا باعث ہے۔ دنیا کی آبادی اُسی وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اُس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے جس وقت خدا کا ارادہ یہ ہوگا کہ کارخانۂ عالم کو ختم کیا جائے تو سب کاموں سے پہلے اسی مبارک مکان کو جسے "بیت اللہ شریف" کہتے ہیں اُٹھا لیا جائیگا۔ جیسا کہ بنانے کے وقت بھی زمین پر سب سے پہلا مکان یہی بنایا گیا تھا ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ الخ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ایک سیاہ فام حبشی (جسے ذوالسویقتین کے لقب سے ذکر فرمایا ہے) عمارت کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھیڑ کر ڈالدیگا جب تک خدا کو اس دنیا کا نظام قائم رکھنا منظور ہے کوئی طاقتور سے طاقتور قوم جس کا مقصد کعبہ کو ہدم کرنا ہو، اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اصحاب فیل کا قصہ تو ہر شخص نے سُنا ہے۔ لیکن اُن کے بعد بھی ہر زمانہ میں کتنی قوموں اور شخصوں نے ایسے منصوبے باندھے ہیں اور باندھتے رہتے ہیں۔ یہ محض خدائی حفاظت اور اسلام کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے کہ باوجود سامان و اسباب ظاہرہ کے فقدان کے آج تک کوئی شخص اس ابلیسانہ مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور نہ ہو سکیگا اور جب عمارت کعبہ کے گرا دینے میں قدرت کی طرف سے مزاحمت نہ رہیگی تو سمجھ لو کہ عالم کی ویرانی کا حکم آن پہنچا۔ دنیا کی حکومتیں اپنے دار السلطنت اور قصر شاہی کی حفاظت کے لئے لاکھوں سپاہی کٹوا دیتی ہیں۔ لیکن اگر کبھی خود ہی

اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ
اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہوگے **ف۱** اللہ نے کر دیا کعبہ کو جو کہ گھر ہے

الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ
بزرگی والا قیام کا باعث لوگوں کے لئے اور بزرگی والے مہینوں کو اور قربانی کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لیجاویں کعبہ کو **ف۲** یہ

لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ
اس لئے کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کہ ہے آسمان اور زمین میں اور

اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے **ف۳** جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَ
اور بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے **ف۴** رسول کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا اور

اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي
اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر میں کرتے ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو **ف۵** تو کہہ دے کہ برابر نہیں

الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
ناپاک اور پاک اگرچہ تجھ کو بھلی لگے ناپاک کی کثرت سو ڈرتے رہو اللہ سے

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اے عقلمندو تاکہ تمہاری نجات ہو **ف۶** اے ایمان والو

لَا تَسْـَٔـلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔـلُوْا عَنْهَا
مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھول دی جاویں تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے یہ باتیں

حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جاوینگی **ف۷** اللہ نے ان سے درگذر کی ہے **ف۸** اور اللہ بخشنے والا

حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾
تحمل والا ہے ☆ ایسی باتیں پوچھ چکی ہے ایک جماعت تم سے پہلے پھر ہو گئے ان باتوں سے منکر **ف۹**

قصر شاہی کو کسی مصلحت سے تبدیل یا ترمیم کرنا چاہیں تو معمولی مزدوروں سے اُس کے گرا دینے کا کام لے لیا جاتا ہے۔ شاید اسی لئے امام بخاریؒ نے "باب جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس الایۃ" میں "ذوالسویقتین" کی حدیث درج کر کے "قیاما للناس" کے اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ (نبہ علیہ شیخنا المترجم قدس اللہ روحہ فی دروس البخاری) بہرحال آیت زیر بحث میں "احکام محرم" بیان فرمانے کے بعد کعبہ شریف کی عظمت و حرمت بیان کرنا مقصود ہے پھر کعبہ اور "احرام" کی مناسبت سے "شہر حرام" اور "ہدی" و "قلائد" کا بھی ذکر فرما دیا۔ جیسا کہ اسی سورت کے شروع میں غیر محل الصید وانتم حرم کے ساتھ لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام ولا الہدی ولا القلائد کو ملحق فرمایا تھا واللہ اعلم **ف۳** یعنی کعبہ وغیرہ کے قیاما للناس بنانے میں جن مصالح دینی و دنیوی کی رعایت فرمائی اور بظاہر بالکل خلاف قیاس جو عظیم الشان پیشین گوئی کی گئی وہ اس کی دلیل ہے کہ آسمان زمین کی کوئی چیز حق تعالیٰ کے غیر محدود علم کے احاطہ سے باہر نہیں ہو سکتی۔ **ف۴** یعنی جو احکام حالت احرام یا احترام کعبہ وغیرہ کے متعلق دیئے گئے اگر اُن کی عمداً خلاف ورزی کرو گے تو سمجھ لو کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔ اور بھول چوک سے کچھ تقصیر ہو جائے پھر کفارہ وغیرہ سے اُس کی تلافی کر لو تو بیشک وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔ **ف۵** پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام نے خدا کا قانون اور پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور خدا کی حجت بندوں پر تمام ہو چکی اب ظاہر و باطن میں جیسا عمل کرو گے وہ سب خدا کے سامنے ہے۔ حساب و جزا کے وقت ذرہ ذرہ تمہارے سامنے رکھ دیا جائیگا۔ **ف۶** اس رکوع سے پہلے رکوع میں فرمایا تھا کہ طیبات کو حرام مت ٹھہراؤ بلکہ اُن سے اعتدال کے ساتھ تمتع کرو۔ اس مضمون کی تکمیل کے بعد خمر وغیرہ چند ناپاک اور خبیث چیزوں کی حرمت بیان فرمائی۔ اسی

بقیہ فوائد صفحہ ۱۶۰ سلسلے میں محرم کے شکار کو حرام کیا یعنی جس طرح ... ضمنی چیزوں کا بیان فرمانے کے بعد اب متنبہ فرماتے ہیں کہ طیب اور خبیث یکساں نہیں ہو سکتے تھوڑی چیز اگر طیب و حلال ہو وہ بہت سی خبیث و حرام چیز سے بہتر ہے عقلمند کو چاہیے کہ ہمیشہ طیب و حلال کو اختیار کرے گندی اور خراب چیزوں کی طرف خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی زیادہ ہوں اور بھلی لگیں نظر نہ اٹھائے **ف** پچھلے دو رکوع کا حاصل احکام دینیہ میں غلو اور تساہل سے روکنا تھا یعنی جو طیبات خدا نے حلال کی ہیں انکو اپنے اوپر حرام مت ٹھہراؤ۔ اور جو چیزیں خبیث و حرام ہیں خواہ دائمی طور پر یا خاص احوال و اوقات میں اُن سے پوری طرح اجتناب کرو۔ ان آیات میں تنبیہ فرمادی کہ جو چیزیں شارع نے تصریحاً بیان نہیں فرمائیں اُنکے متعلق فضول اور دور از کار سوالات مت کیا کرو جس طرح تحلیل و تحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت و بصیرت ہے۔ اُس کا سکوت بھی ذریعۂ رحمت و سہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو کمال حکمت و عدل سے حلال یا حرام کر دیا وہ حلال یا حرام ہوگئی اور جس سے سکوت کیا اُس میں گنجایش اور توسع رہی مجتہدین کو اجتہاد کا موقع اور عامل کرنیوالے کو اُسکے فعل و ترک میں آزاد رہے۔ اب اگر ایسی چیزوں کی نسبت خواہ مخواہ کھود کرید اور بحث و سوال کا دروازہ کھولا جائیگا۔ بحالیکہ قرآن شریف نازل ہو رہا ہے اور تشریع کا باب مفتوح ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جواب میں بعض ایسے احکام نازل ہو جائیں جن کے بعد تمہاری یہ آزادی اور گنجایش اجتہاد باقی نہ رہے۔ پھر یہ سخت شرم کی بات ہوگی کہ جو چیز خود مانگ کر لی ہے اُس کو نبھا نہ سکیں سنۃ اللہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کسی معاملہ میں بکثرت سوال اور کھود کرید کیجائے اور خواہ مخواہ شقوق و احتمالات نکالے جائیں تو اُدھر سے تشدید (سختی) بڑھتی جاتی ہے۔ کیونکہ اس طرح کے سوالات ظاہر کرتے ہیں کہ گویا سائلین کو اپنے نفس پر بھروسہ ہے اور جو حکم ملے گا اُسکے اُٹھانے کیلئے وہ بہمہ وجوہ تیار ہیں۔ اس قسم کا دعویٰ جو بندہ کے ضعف و افتقار کے مناسب نہیں مستحق بنا دیتا ہے کہ اُدھر سے حکم میں کچھ سختی ہو اور جنابہ اپنے کو قابل ظاہر کرتا ہے اُسی کے موافق امتحان بھی سخت ہو چنانچہ بنی اسرائیل کے "ذبح بقرہ" والے قصہ میں ایسا ہی ہوا حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے ایک شخص بول اُٹھا کیا ہر سال یا رسول اللہ؟ فرمایا اگر میں (ہاں) کہدیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا پھر تم ادا نہ کر سکتے۔ جس چیز میں میں تم کو "آزاد" چھوڑ دوں تم بھی مجھ کو چھوڑ دو ایک حدیث میں فرمایا کہ مسلمانوں میں وہ شخص بڑا مجرم ہے جسکے سوالات کی بدولت ایسی چیز حرام کی گئی جو حرام نہ تھی۔ بہرحال یہ آیت احکام شرعیہ کے باب میں اس طرح کے دور از کار اور بے ضرورت سوالات کا دروازہ بند کرتی ہے۔ باقی بعض احادیث میں جو یہ مذکور ہے کہ کچھ لوگ نبی کریم صلعم سے جزئی واقعات کے متعلق لغو سوال کرتے تھے انکو روکا گیا" وہ ہماری تقریر کے مخالف نہیں۔ ہم "لاتسئلوا عن اشیاء" میں "اشیاء" کو عام رکھتے ہیں جو واقعات و احکام دونوں کو شامل ہے اور "تسؤکم" میں بھی جو بُرا لگنے کے معنی پر مشتمل ہے تعمیم رکھی جائے۔ حاصل یہ ہوگا کہ نہ احکام کے باب میں فضول سوالات کیا کرو اور نہ واقعات کے سلسلہ میں کیونکہ ممکن ہے جو جواب آئے وہ تم کو ناگوار ہو شلاً کوئی سخت حکم آیا، یا کوئی قید بڑھ گئی، یا ایسے واقعہ کا اظہار ہوا جس سے تمہاری فضیحت ہو، یا بیہودہ سوالات پر ڈانٹ بتلائی گئی، یہ سب احتمالات تسؤکم کے تحت میں داخل ہیں۔ باقی ضروری بات پوچھنے یا شبہ ناشی عن دلیل کے رفع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں **ف** یا تو مراد یہ ہے کہ اُن اشیاء سے درگذر کی یعنی جب خدا نے اُنکے متعلق کوئی حکم نہ دیا تو انسان اُنکے بارہ میں آزاد ہے خدا ایسی چیزوں پر گرفت نہ کریگا۔ چنانچہ اسی سے بعض علمائے اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اور یا یہ کہ اُن فضول سوالات سے جو پہلے کر چکے ہو اللہ نے درگذر کی آیندہ احتیاط رکھو۔ **ف۹** حدیث صحیح میں ہے کہ پہلی قومیں کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کرنے کی بدولت ہلاک ہوئیں۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ

نہیں مقرر کیا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی

وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ

ولیکن کافر باندھتے ہیں اللہ پر بہتان اور اُن میں اکثروں کو

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى

عقل نہیں **ف** اور جب کہا جاتا ہے اُن کو آؤ اُسکی طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا اور رسول

الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ

کی طرف تو کہتے ہیں ہم کو کافی ہے وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگر

اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اُنکے باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کرینگے **ف۲** اے

اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ

ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا جبکہ تم ہوئے راہ پر **ف۳**

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰٓاَيُّهَا

اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے تم سب کو پھر وہ جتلا دیگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے **ف۴** اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ

ایمان والو گواہ درمیان تمہارے جبکہ پہنچے کسی کو تم میں موت وصیت

الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ

کے وقت دو شخص معتبر ہونے چاہئیں **ف۵** تم میں سے **ف۶** یا دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا **ف۷** اگر تم نے

ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا

سفر کیا ہو ملک میں پھر پہنچے تم کو مصیبت موت کی تو کھڑا کرو اُن دونوں کو

مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ

بعد نماز کے **ف۸** وہ دونوں قسم کھاویں اللہ کی اگر تم کو شبہ پڑے کہیں کہ ہم نہیں لیتے قسم کے بدلے

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی یہ سب زمانۂ جاہلیت کے رسوم و شعائر سے متعلق ہیں مفسرین نے انکی تفسیر میں بہت اختلاف کیا ہے ممکن ہے ان میں سے ہر ایک لفظ کا اطلاق مختلف صورتوں پر ہوتا ہو، ہم صرف سعید بن المسیب کی تفسیر صحیح بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ "بحیرہ" جس جانور کا دودھ بتوں کے نام کر دیتے تھے کوئی اپنے کام میں نہ لاتا تھا۔ "سائبہ" جو جانور بتوں کے نام پر ہمارے زمانہ کے سانڈھ کی طرح چھوڑ دیا جاتا تھا۔ "وصیلہ" جو اونٹنی مسلسل مادہ بچے جنے درمیان میں نر بچہ پیدا ہوا سے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ "حامی" نر اونٹ جو ایک خاص عدد سے جفتی کر چکا ہوا سے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ علاوہ اس کے کہ یہ چیزیں شعائر شرک میں سے تھیں، جس جانور کے گوشت یا دودھ یا سواری وغیرہ سے منتفع ہونے کو حق تعالیٰ نے جائز رکھا اُسکی حلت و حرمت پر اپنی طرف سے قیود لگانا، گویا اپنے لئے منصب تشریع تجویز کرنا تھا اور بڑی ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنی ان مشرکانہ رسوم کو حق تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کا ذریعہ تصور کرتے تھے اُس کا جواب دیا گیا کہ اللہ نے ہرگز یہ رسوم مقرر نہیں کیں ان کے بڑوں نے خدا پر یہ بہتان باندھا اور اکثر بے عقل عوام نے اُسے قبول کر لیا۔ الغرض یہاں تنبیہ کی گئی کہ جس طرح فضول و بیکار سوالات کر کے احکام شرعیہ میں تنگی اور سختی کرانا جرم ہے اس سے کہیں بڑھ کر یہ جرم ہے کہ بدون حکم شارع کے محض اپنی آراء و اہواء سے حلال و حرام تجویز کر لئے جائیں **ف۲** جاہلوں کی سب سے بڑی حجت یہی ہوتی ہے کہ جو کام باپ، دادا سے ہوتا آیا ہے اُس کا خلاف کیسے کریں۔ اُن کو تبلایا گیا کہ اگر تمہارے اسلاف بے عقلی یا بے راہی سے قعر ہلاکت میں جاگرے ہوں، تو کیا پھر بھی تم اُن ہی کی راہ چلو گے؟ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں" باپ کا حال معلوم ہو کہ حق کا تابع اور صاحب علم تھا تو اُس کی راہ پکڑے نہیں تو عبث ہے" یعنی کیف ما اتفق ہر کسی کی کورانہ تقلید جائز نہیں۔ **ف۳** یعنی اگر کفار رسوم شرکیہ اور آباء و اجداد کی اندھی تقلید سے باوجود اس قدر نصیحت و فہمائش کے باز نہیں آتے تو تم زیادہ اس غم میں مت پڑو کسی کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔ سیدھی راہ یہ ہی ہے کہ آدمی ایمان و تقویٰ اختیار کرے، خود بُرائی سے رُکے اور دوسروں کو روکنے کی امکانی کوشش کرے۔ پھر بھی اگر (بقیہ بر صفحہ ۱۶۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۶۱۔ لوگ بُرائی سے نہ رکیں تو اُس کا کوئی نقصان نہیں۔ اس آیت سے یہ سمجھ لینا کہ جب ایک شخص اپنا نماز روزہ ٹھیک کرلے تو "امر بالمعروف" چھوڑ دینے سے اُسے کوئی مضرت نہیں ہوتی سخت غلطی ہے لفظ "اہتدا" امر بالمعروف وغیرہ تمام وظائف ہدایت کو شامل ہے۔ اس آیت میں گو روئے سخن بظاہر مسلمانوں کی طرف ہے لیکن اُن کفار کو بھی متنبہ کرنا ہے جو باپ دادا کی کورانہ تقلید پر اڑے ہوئے تھے یعنی اگر تمہارے باپ دادا راہ حق سے بھٹک گئے تو اُن کی تقلید میں اپنے کو جان بوجھ کر کیوں ہلاک کرتے ہو۔ انہیں چھوڑ کر تم اپنی عاقبت کی فکر کرو۔ اور نفع و نقصان کو سمجھو۔ باپ دادا اگر گمراہ ہوں اور اولاد اُن کے خلاف راہ حق پر چلنے لگے تو آبا و اجداد کی یہ مخالفت اولاد کو قطعاً مضر نہیں۔ یہ خیالات محض جہالت کے ہیں کہ کسی حال بھی آدمی باپ دادا کے طریقہ سے قدم باہر نہ رکھے۔ رکھیگا تو ناک کٹ جائیگی عقلمند کو چاہیئے کہ انجام کا خیال کرے۔ سب اگلے پچھلے جب خدا کے سامنے اکٹھے پیش ہونگے تب ہر ایک کو اپنا عمل اور انجام نظر آجائیگا۔ ف۴ یعنی جو گمراہ رہا اور جس نے راہ پائی سب کے نیک و بد اعمال اور اُن کے نتائج سامنے کر دیے جائیں گے۔ ف۵ یعنی بہتر یہ ہے۔ باقی اگر دو نہ ہوں یا معتبر نہ ہوں تب بھی "وصی" بنا سکتا ہے اور گواہ سے مراد یہاں وصی ہے کہ اُس کے اقرار و اظہار کو گواہی سے تعبیر فرما دیا۔ ف۶ یعنی مسلمانوں میں سے ف۷ یعنی غیر مسلم۔ ف۸ یعنی نماز عصر کے بعد کہ وہ وقت اجتماع اور قبول کا ہے شاید ڈر کر جھوٹی قسم نہ کھائیں۔ یا کسی نماز کے بعد یا وصی جس مذہب کے ہوں اُن کی نماز کے بعد۔

ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

مال اگرچہ کسی کو ہم سے قرابت بھی ہو اور ہم نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی نہیں تو ہم بیشک

الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ

گنہگار ہیں ف۱ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ دونوں حق بات دبا گئے تو دو گواہ اور کھڑے ہوں

مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

اُن کی جگہ ف۲ اُن میں سے کہ جن کا حق دبا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہوں میت کو پھر قسم کھاویں اللہ کی

لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ڮ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

کہ ہماری گواہی تحقیقی ہے پہلوں کی گواہی سے اور ہم نے زیادتی نہیں کی نہیں تو ہم بیشک

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ

ظالم ہیں ف۳ اس میں اُمید ہے کہ ادا کریں شہادت کو ٹھیک طرح پر اور

يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ

ڈریں کہ اُلٹی پڑے گی قسم ہماری اُن کی قسم کے بعد ف۴ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سُن رکھو اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ

نہیں چلاتا سیدھی راہ پر نافرمانوں کو ف۵ جس دن اللہ جمع کریگا سب پیغمبروں کو پھر کہیگا تم کو کیا

اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ

جواب ملا تھا ف۶ وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں ف۷ تو ہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا ☆ جب کہیگا اللہ ف۸

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ

اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر اور تیری ماں پر ف۹ جب مدد کی میں نے تیری

بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ

روح پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ

کتاب اور تہہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا تھا گارے سے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جب خدا کے پاس سب کو جانا ہے تو جانے سے پہلے سب کام ٹھیک کرلو۔ اُسی میں سے ایک اہم کام ضروری اُمور کی وصیت اور اُس کے متعلقات ہیں۔ اِن آیات میں وصیت کا بہترین طریقہ تلقین فرمایا ہے یعنی مسلمان اگر مرتے وقت کسی کو اپنا مال وغیرہ حوالہ کرے تو بہتر ہے کہ دو معتبر مسلمانوں کو گواہ کرے۔ مسلمان اگر نہ ملیں جیسے سفر وغیرہ میں اتفاق ہو جاتا ہے، تو دو کافروں کو وصی بنالے۔ پھر اگر وارثوں کو شبہ پڑ جائے کہ اِن شخصوں نے کچھ مال چھپا لیا اور وارث دعویٰ کردیں اور دعوے کے ساتھ شاہد موجود نہ ہوں تو وہ دونوں شخص قسم کھائیں کہ ہم نے نہیں چھپایا اور ہم کسی طمع یا قرابت کی وجہ سے جھوٹ نہیں کہہ سکتے اگر کہیں تو گنہگار ہیں۔ ف۲ ایک ہو تب بھی مضائقہ نہیں ف۳ یعنی اگر قرائن و آثار سے اوصیاء کی قسم کا جھوٹ ہونا معلوم ہو اور وہ بذریعہ شہادت شرعی اپنی سچائی ثابت نہ کرسکیں تو میت کے وارثوں کو قسم دیجائے گی کہ اُن کو اوصیاء کے دعوے کی واقفیت کا کوئی علم نہیں اور یہ کہ اُنکی گواہی اوصیاء کی گواہی سے زیادہ احق بالقبول ہے۔ ان آیات کی شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص "بدیل" نامی جو مسلمان تھا دو شخصوں "تمیم و عدی" کے ساتھ جو اُس وقت نصرانی تھے۔ بغرض تجارت ملک شام کی طرف گیا شام پہنچ کر بدیل بیمار پڑ گیا۔ اُس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اسباب میں رکھ دی اور اپنے دونوں رفیقوں کو اطلاع نہ کی۔ مرض جب زیادہ بڑھا تو اُس نے دونوں نصرانی رفقا کو وصیت کی کہ کل سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ اُنہوں نے سب سامان لاکر وارثوں کے حوالہ کر دیا، مگر چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کا ملمع یا نقش و نگار تھے اُس میں سے نکال لیا۔ وارثوں کو فہرست اسباب میں سے دستیاب ہوئی۔ اُنہوں نے اوصیاء سے پوچھا کہ میت نے کچھ مال فروخت کیا تھا یا کچھ زیادہ بیمار رہ کر معالجہ وغیرہ میں کچھ خرچ ہوا ہو۔ اُن دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ آخر معاملہ نبی کریم صلعم کی عدالت میں پیش ہوا۔ چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے، تو اُن دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی نہ کوئی چیز اُس کی چھپائی۔ آخر قسم پر فیصلہ اُن کے حق میں کر دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے کہ میں کسی سُنار کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ جب سوال ہوا تو کہنے لگے کہ ہم نے میت سے خرید لیا تھا۔ چونکہ خریداری کے گواہ موجود نہ تھے اس لئے ہم نے پہلے اُس کا ذکر نہیں کیا۔ مبادا ہماری تکذیب کر دی جائے۔ میت کے وارثوں نے پھر نبی کریم صلعم کی خدمت میں مرافعہ کیا اب پہلی صورت کے برعکس اوصیاء خریداری کے مدعی اور وارث منکر تھے شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے وارثوں میں سے دو شخصوں نے جو میت سے قریب تر تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کی ملک تھا اور یہ دونوں نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں چنانچہ جس قیمت پر اُنھوں نے فروخت کیا تھا (ایک ہزار درہم) وہ وارثوں کو دلائی گئی۔ ف۴ یعنی وارثوں کو شبہ پڑے تو قسم دینے کا حکم رکھا اس لئے کہ قسم سے ڈر کر اول ہی جھوٹ نہ ظاہر کریں پھر کہ اُن کی بات جھوٹ نکلے تو وارث قسم کھائیں۔ یہ بھی اسی واسطے کہ قسم میں دغا نہ کریں۔ جانیں کہ آخر ہماری قسم اُلٹی پڑیگی کذا فی موضح القرآن۔ ف۵ خدا کی نافرمانی کرنیوالا انجام کار رسوا اور ذلیل ہی ہوتا ہے حقیقی کامیابی کا چہرہ نہیں دیکھتا۔ ف۶ یہ سوال محشر میں اُمتوں کے روبرو پیغمبروں سے کیا جائیگا کہ دنیا میں جب تم اُن کے پاس پیغام حق لے کر گئے تو اُنہوں نے کیا جواب دیا اور کہاں تک دعوت الٰہی کی اجابت کی۔ گذشتہ رکوع میں تبلایا تھا کہ خدا کے یہاں جانے کے پہلے بذریعہ وصیت وغیرہ یہاں کا انتظام ٹھیک کرلو۔ اب متنبہ فرماتے ہیں کہ وہاں کی جوابدہی کے لئے تیار رہو۔ ف۷ محشر کے ہولناک دن میں جب خدائے قہار کی شان جلالی کا انتہائی ظہور ہوگا، اکابر و اعاظم کے بھی ہوش بجا نہ رہیں گے، اولو العزم انبیاء کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا۔ اُس وقت انتہائی خوف و خشیت سے حق تعالیٰ کے سوال کا جواب "لا علم لنا" (ہمیں کچھ خبر نہیں) کے سوا نہ دے سکیں گے۔ پھر حضور نبی کریم صلعم کے طفیل میں سب کی طرف خدا کی نظر لطف و رحمت ہوگی تب کچھ عرض کرنے کی جرأت کرینگے۔ حسن و مجاہد وغیرہ سے ایسا ہی منقول ہے۔ لیکن ابن عباس کے نزدیک "لا علم لنا" کا مطلب یہ ہے کہ خداوندا! تیرے علم کامل و محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں۔ گویا یہ الفاظ "تادب مع اللہ" کے طور پر ہے۔ ابن جریج کے نزدیک لا علم لنا سے یہ مراد ہے کہ ہم کو معلوم نہیں کہ ہمارے پیچھے اُنہوں نے کیا کچھ کیا۔ ہم صرف اُن ہی افعال و احوال پر مطلع ہو سکتے ہیں جو ہمارے سامنے ظاہری طور پر پیش آئے تھے۔ بواطن و سرائر کا علم علام الغیوب ہی کو ہے۔ آئندہ رکوع میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی جو جواب نقل فرمایا ہے

كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ

جانور کی صورت میرے حکم سے پھر پھونک مارتا تھا اُس میں تو ہو جاتا اُڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا

الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ

مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا مُردوں کو میرے حکم سے ف۱ اور جب

كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ

روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لیکر آیا اُن کے پاس نشانیاں تو کہنے لگے جو

كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى

کافر تھے اُن میں اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح ف۲ اور جب میں نے دل میں ڈال دیا

الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا

حواریوں کے کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم

مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ

فرمانبردار ہیں ✩ جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تیرا

يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَاۗىِٕدَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ قَالَ

رب کر سکتا ہے ف۳ کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے ف۴ بولا

اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا

ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے ف۵ بولے کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اُس میں سے

وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا

اور مطمئن ہو جاویں ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے سچ کہا اور رہیں ہم اُس پر

مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ

گواہ ف۶ کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے اللہ رب ہمارے اُتار

عَلَيْنَا مَاۗىِٕدَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً

ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہماری پہلوں اور پچھلوں کو اور نشانی ف۷

بقیہ فوائد صفحہ ۱۶۲ "وکنت علیھم شھیدا الخ" اُس کے آخری معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ جب حوض پر بعض لوگوں کی نسبت حضور فرمائیں گے ھٰؤلاء اصحابی تو جواب ملیگا لا علم لنا لا ندری ما احدثوا بعدک یعنی آپ کو خبر نہیں کہ آپ کے پیچھے اُنہوں نے کیا حرکات کیں۔ ف۸ غالباً یہ پورا رکوع آنے والے رکوع کی تمہید ہے۔ احسانات یاد دلا کر وہ سوال ہوگا جو آیندہ رکوع میں مذکور ہے۔ ف۹ اول تو اولاد پر احسان کرنا من وجہ ماں پر احسان ہے۔ دوسرے ظالم لوگ جو تہمت مریم صدیقہ پر لگاتے تھے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کی برات و نزاہت کے لئے بُرہان مبین بنا دیا اور تولد مسیح سے پہلے اور بعد عجیب و غریب نشانات حضرت مریم کو دکھلائے جو اُن کی تقویت و تسکین کا باعث ہوئے۔ یہ احسانات بلا واسطہ اُن پر تھے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ گود میں جو کلام کیا اُس کا ذکر "سورۂ مریم" میں آئیگا۔ "انی عبداللّٰہ اٰتانی الکتاب الی آخرہ" تعجب ہے کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کے "تکلم فی المھد" کا کچھ ذکر نہیں کیا البتہ یہ لکھا ہے کہ بارہ برس کی عمر میں یہود کے سامنے اُنہوں نے ایسی حکیمانہ دلائل و براہین بیان فرمائیں کہ تمام علماء عاجز و مبہوت رہ گئے اور سامعین عش عش کرنے لگے۔ یوں تو "روح القدس" سے حسب مراتب سب انبیاء علیہم السلام بلکہ بعض مومنین کی بھی تائید ہوتی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن کا وجود ہی "نفخۂ جبرئیلیہ" سے ہوا، کوئی خاص قسم کی فطری مناسبت اور تائید حاصل ہے جسے تفضیل انبیاء کے صدد میں بیان فرمایا گیا۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض منھم من کلم اللّٰہ ورفع بعضھم درجات واٰتینا عیسی ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس (بقرہ رکوع ۳۲) "روح القدس" کی مثال "عالم ارواح" میں ایسی سمجھو جیسے عالم مادیات میں قوت کہربائیہ (بجلی) کا خزانہ، جس وقت اس خزانہ کا مُدیر معین اصول کے موافق کرنٹ چھوڑتا اور جن اشیاء میں بجلی کا اثر پہنچاتا ہے، اُنکا کنکشن درست کر دیتا ہے تو فوراً خاموش اور ساکن مشینیں بڑے زور سے گھومنے لگتی ہیں۔ اگر کسی مریض پر بجلی کا عمل کیا گیا تو مشلول اعضاء اور بے حس ہو جانے والے اعصاب میں بجلی کے پہنچنے سے حس و حرکت پیدا ہو جاتی ہے بعض اوقات ایسے بیمار کے حلقوم میں جسکی زبان بالکل بند ہو گئی ہو قوت کہربائیہ کے پہنچانے سے قوت گویائی واپس کی گئی ہے حتیٰ کہ بعض غالی ڈاکٹروں نے تو یہ دعویٰ کر دیا کہ ہر قسم کی بیماری کا علاج قوت کہربائیہ سے کیا جا سکتا ہے (دائرۃ المعارف فرید وجدی) جب اس معمولی مادی کہربائیہ کا حال یہ ہے تو اندازہ کر لو کہ "عالم ارواح کی کہربائیہ" میں جس کا خزانہ روح القدس ہے کیا کچھ طاقت ہوگی۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کا تعلق روح القدس سے کسی ایسی خاص نوعیت اور اصول کے ماتحت رکھا ہے جس کا اثر کھلے ہوئے غلبۂ روحیت، تجرد اور مخصوص آثار حیات کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اُنکا "روح اللّٰہ" سے ملقب ہونا، بچپن، جوانی اور کہولت میں یکساں کلام کرنا، خدا کے حکم سے افاضۂ حیات کے قابل کالبد خاکی تیار کر لینا، اُس میں باذن اللّٰہ روح حیات پھونکنا مایوس العلاج مریضوں کی حیات کو باذن اللّٰہ بدون توسط اسباب عادیہ کے کارآمد اور بے عیب بنا دینا حتیٰ کہ مردہ لاشہ میں باذن اللّٰہ دوبارہ روح حیات کو واپس لے آنا، بنی اسرائیل کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر آپ کا آسمان پر اُٹھا لیا جانا، اور اب تک حیات رہنے پر اس قدر طول عمر کا کوئی اثر نہ ہونا، وغیرہ وغیرہ یہ سب آثار اُسی تعلق خصوصی سے پیدا ہوئے ہیں جو رب العزت نے کسی مخصوص نوعیت و اصول سے آپ کے اور روح القدس کے مابین قائم فرمایا ہے۔ ہر پیغمبر کے ساتھ کچھ امتیازی معاملات خدا تعالیٰ کے ہوتے ہیں، اُنکی عِلَل و اسرار کا احاطہ اُسی علام الغیوب کو ہے۔ ان ہی امتیازات کو علماء کی اصطلاح میں "فضائل جزئیہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایسی چیزوں سے کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ "الوہیت" ثابت ہو۔ "واذ تخلق من الطین" میں خلق کا لفظ محض صوری اور حسّی لحاظ سے استعمال کیا گیا ہے ورنہ خالق حقیقی "احسن الخالقین" کے سوا کوئی نہیں۔ اِسی لئے "باذنی" کا بار بار اعادہ کیا گیا اور "آل عمران" میں حضرت مسیح کی زبان سے باذن اللّٰہ کی تکرار کرائی گئی بہر حال جو خوارق ان آیات میں اور ان سے پہلے آل عمران میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب ہوئے ہیں، ان کا انکار یا تحریف صرف اُسی ملحد کا کام ہو سکتا ہے جو "آیات اللّٰہ" کو اپنی عقل شخصی کے تابع کرنا چاہے۔ باقی جو لوگ قانون قدرت کا نام لیکر "معجزات و خوارق" کا انکار کرنا چاہتے ہیں، اُن کا جواب ہم نے ایک مستقل مضمون میں دیا ہے اسکے مطالعہ سے انشاء اللّٰہ تمام شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکیگا۔ ف۲ معجزات اور فوق العادت تصرفات کو جادو کہنے لگے اور انجام کار حضرت مسیح کے قتل کے درپے ہوئے حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے حضرت مسیح کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ اس طرح یہود کو اُن کے ناپاک مقصد میں کامیاب ہونے سے روک دیا گیا۔ ف۳ "کر سکتا ہے" اس لئے کہا کہ آپ کی رعایت اور دُعا سے ہمارے لئے بطور خرق عادت نہ معلوم ایسا کرے یا نہ کرے۔ ف۴ یعنی آسمان کی طرف سے بے محنت روزی پہنچ جایا کرے۔ یہ ضرور نہیں کہ وہ خوان جنت ہی کا ہو۔ ف۵ یعنی ایماندار بندہ کو لائق نہیں کہ ایسی غیر معمولی فرمائشیں کر کے خدا کو آزمائے خواہ اُس کی طرف سے کتنی ہی مہربانی کا اظہار ہو، روزی اُن ہی ذرائع سے طلب کرنا چاہیے جو قدرت نے اُس کی تحصیل کے لئے مقرر فرما دیے ہیں۔ بندہ جب خدا سے ڈر کر تقویٰ اختیار کرے اور اُسی پر ایمان و اعتماد رکھے تو حق تعالیٰ ایسی جگہ سے اُس کو رزق پہنچائیگا جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الخ (طلاق۔ رکوع ۱) ف۶ یعنی آزمانے کو نہیں مانگتے، بلکہ برکت کی اُمید پر مانگتے ہیں کہ غیب سے بے محنت روزی ملتی رہے تا اطمینان قلب اور دلجمعی سے عبادت میں لگے رہیں۔ اور آپ نے جو غیبی خبریں نعمائے جنت وغیرہ کے متعلق دی ہیں، ایک چھوٹا سا نمونہ دیکھ کر اُن کا بھی یقین کامل ہو جائے۔ اور ایک عینی شاہد کے طور پر ہم اُس کی گواہی دیں جس سے یہ معجزہ ہمیشہ مشہور رہے۔ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام (بقیہ بر ص ۱۶۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۶۳ نے وعدہ فرمایا تھا کہ تم خدا کے لیے تیس دن کے روزے رکھ کر جو کچھ طلب کروگے وہ دیا جائیگا۔ حواریین نے روزے رکھ لیے اور مائدہ طلب کیا، ونعلم ان قد صدقتنا سے یہی مراد ہو واللہ اعلم۔ **ف** یعنی وہ دن جس میں مائدہ آسمانی نازل ہو، ہمارے اگلے پچھلے لوگوں کے حق میں عید ہوجائے کہ ہمیشہ ہماری قوم اُس دن کو بطور یادگار تہوار منایا کرے۔ اس تقریر کے موافق تکون لنا عیدًا کا اطلاق ایسا ہوا جیسا کہ آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم کے متعلق بخاری میں یہود کا یہ مقولہ نقل کیا ہے انکم تقرؤن اٰیة لو نزلت فینا لاتخذ ناھا عیدًا جس طرح آیۃ کو عید بنانے کا مطلب اُس کے یوم نزول کو عید بنانا ہے (کما ھو مصرح فی الروایات الاٰخر) اسی پر مائدہ کے عید ہونے کو بھی قیاس کرلو کہتے ہیں کہ وہ خوان اُترا اتوار کو جو نصاریٰ کے یہاں ہفتہ کی عید ہے جیسے مسلمانوں کے یہاں جمعہ۔

فوائد صفحہ ہذا **ف** یعنی تیری قدرت کی اور میری نبوت وصداقت کی نشانی ہو۔ **ف۲** یعنی بدون تعب وکسب کے روزی عطا فرمائے۔ آپ کے یہاں کیا کمی ہے اور کیا مشکل ہے۔ **ف۳** جب نعمت غیر معمولی اور نرالی ہوگی تو اُس کی شکرگذاری کی تاکید بھی معمول سے بہت بڑھ کر ہونی چاہیئے۔ اور ناشکری پر عذاب بھی غیرمعمولی اور نرالا آئیگا۔ موضح القرآن میں ہے "بعضے کہتے ہیں وہ خوان اُترا چالیس روز تک پھر بعضوں نے ناشکری کی۔ یعنی حکم ہوا تھا کہ فقیر اور مریض کھاویں۔ محظوظ اور چنگے بھی لگے کھانے۔ پھر قریب اسّی آدمی کے سور اور بندر ہوگئے۔ یہ عذاب پہلے یہود میں ہوا تھا پیچھے کسی کو نہیں ہوا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں اُترا۔ یہ تہدید سن کر مانگنے والے ڈر گئے، نہ مانگا، لیکن پیغمبر کی دعا عبث نہیں، اور اس کلام میں نقل کرنا بے حکمت نہیں۔ شاید اس دعا کا اثر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی اُمت میں آسودگی مال ہمیشہ رہی۔ اور جو کوئی اُن میں ناشکری کرے یعنی دل کے اطمینان سے عبادت میں نہ لگے بلکہ گناہ میں خرچ کرے تو شاید آخرت میں سب سے زیادہ عذاب پاوے۔ اس میں مسلمان کو عبرت ہے کہ اپنا دعا "خرق عادت" کی راہ سے نہ چاہے کہ پھر اُس کی شکرگذاری بہت مشکل ہے۔ اسباب ظاہری پر قناعت کرے تو بہتر ہے۔ اس قصہ میں بھی ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کے آگے حمایت پیش نہیں جاتی۔ **ف۴** پچھلا رکوع حقیقت میں اس رکوع کی تمہید تھی۔ پچھلے رکوع کی ابتدا میں یوم یجمع اللہ الرسل الخ فرما کر آگاہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تمام مرسلین سے اُنکی اُمتوں کے مواجہ میں علیٰ رؤس الاشہاد سوال وجواب ہونگے۔ پھر ان میں سے خاص حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر فرمایا جن کو کروڑوں آدمیوں نے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے کہ اُن سے بالخصوص اس عقیدۂ باطلہ کی نسبت دریافت کیا جائیگا لیکن اول وہ عظیم الشان احسانات اور ممتاز انعامات یاد دلائیں گے جو اُن پر اور اُنکی والدۂ ماجدہ پر فائض ہوئے۔ بعدہٗ ارشاد ہوگا۔ أانت قلت للناس اتخذونی الخ (کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی خدا کے سوا معبود مانو) حضرت مسیح علیہ السلام اس سوال پر کانپ اُٹھیں گے اور وہ عرض کرینگے جو آگے آتا ہے۔ آخر میں ارشاد ہوگا ھٰذا یوم ینفع الصادقین صدقھم "ہٰذا" کا اشارہ اُسی یوم کی طرف ہے جو یوم یجمع اللہ الرسل میں مذکور تھا۔ بہرحال یہ سب واقعہ روز قیامت کا ہے جسے متیقّن الوقوع ہونے کی وجہ سے قرآن وحدیث میں بصیغہ ماضی (قال) تعبیر فرمایا ہے۔ **ف۵** یعنی میں ایسی گندی بات کیسے کہہ سکتا تھا۔ آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اُلوہیت وغیرہ میں کسی کو اُس کا شریک کیا جائے۔ اور جس کو آپ پیغمبری کا منصب جلیل عطا فرمائیں، اُس کی یہ شان نہیں کہ کوئی ناحق بات مُنہ سے نکالے۔ پس آپ کی سبّوحیت اور میری عصمت دونوں کا اقتضاء یہ ہے کہ میں ایسی ناپاک بات کبھی نہیں کہہ سکتا۔ اور سب دلائل کو چھوڑ کر آخری بات یہ ہے کہ آپ کے "علم محیط" سے کوئی چیز باہر نہیں ہوسکتی۔ اگر فی الواقع میں ایسا کہتا تو آپ کے علم میں ضرور موجود ہوتا۔ آپ خود جانتے ہیں کہ میں نے خفیہ یا علانیہ کوئی ایسا حرف مُنہ سے نہیں نکالا۔ بلکہ میرے دل میں اس طرح کے گندے خیال کا خطرہ بھی نہیں ہوا۔ آپ سے میرے یا کسی کے دل کے چھپے ہوئے ہواجس وخواطر بھی پوشیدہ نہیں **ف۶** میں نے آپ کے حکم سے سرمو تجاوز نہیں کیا۔ اپنی اُلوہیت کی تعلیم تو کیسے دیسکتا تھا۔ اس کے بالمقابل میں نے اُن کو صرف تیری بندگی کی طرف بلایا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ میرا اور تمہارا سب کا رب (پروردگار) وہ ہی ایک خدا ہے جو تنہا عبادت کے لائق ہے۔ چنانچہ آج بھی بائبل میں صریح نصوص اس مضمون کی بکثرت موجود ہیں۔ **ف** نہ صرف یہ کہ میں نے مخلوق کو تیری توحید اور عبودیت کی طرف دعوت دی، بلکہ جب تک اُن کے اندر قیام پذیر رہا، برابر اُنکے احوال کی نگرانی اور خبرگیری کرتا رہا کہ کوئی غلط عقیدہ یا بے موقع خیال قائم نہ کرلیں البتہ اُن میں قیام کرنے کی جو مدت آپ کے علم میں مقدر تھی، جب وہ پوری کرکے آپ نے مجھ کو اُن میں سے اُٹھا لیا (کما یظہر من مادۃ التوفی ومقابلۃ مادمت فیھم) تو پھر صرف آپ ہی اُن کے احوال کے نگراں اور خبردار ہوسکتے تھے، میں اُس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ (تنبیہ) حضرت مسیح علیہ السلام کی موت یا رفع الی السماء وغیرہ کی بحث آل عمران میں زیر فائدہ "انی متوفیک ورافعک الیّ" ملاحظہ کیجیے۔ مترجم محقق قدس سرہٗ نے یہاں "فلما توفیتنی" کا جو ترجمہ "تو نے مجھ کو اُٹھا لیا" سے کیا یہ باعتبار محاورات "موت" اور "رفع الی السماء" دونوں پر صادق آسکتا ہے۔ گویا متنبہ کردیا کہ نہ لفظ "توفّی" کے لیے موت لازم ہے اور نہ خاص توفی بصورت موت کو مضمون زیربحث میں کسی قسم کا مدخل ہے۔ حدیث میں نبی کریم صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی نسبت میں قیامت کے دن اُسی طرح کہونگا جس طرح بندہ صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا وکنت علیھم شھیدًا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم اس قسم کی تشبیہات سے یہ نکالنا کہ حضور کی اور حضرت مسیح کی "توفی" بھی بہمہ وجوہ [illegible]

مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللّٰهُ إِنِّيْ

جو تیری طرف سے ف اور روزی دے ہم کو اور تو ہی ہے سب سے بہتر روزی دینے والا ف کہا اللہ نے میں بیشک

مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّيْٓ أُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

اُتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کریگا اس کے بعد تو میں اُس کو وہ عذاب دونگا

لَّآ أُعَذِّبُهٗٓ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١١٥﴾ وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ

جو کسی کو نہ دونگا جہان میں ف اور جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم

مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ

کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوا

اللّٰهِ ۖ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ أَنْ أَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۖ إِنْ

اللہ کے ف کہا تو پاک ہے مجھ کو لایق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں اگر

كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۖ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ

میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ أَنِ

بیشک تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا ف میں نے کچھ نہیں کہا اُنکو مگر جو تو نے حکم کیا کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ

بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا ف اور میں اُن سے خبردار تھا جب تک اُن میں رہا

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

پھر جب تو نے مجھ کو اُٹھا لیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا اُن کی اور تو ہر چیز سے

شَهِيْدٌ ﴿١١٧﴾ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

خبردار ہے ف اگر تو انکو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو انکو معاف کرے تو تو ہی

أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ

ہے زبردست حکمت والا ف فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ کام آویگا سچوں کے

بقیہ فوائد صفحہ ۱۶۴۔ کر دیجئے جیسے ان کے یہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا [illegible] قوم نے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے بھی ایسا معبود تجویز کر دو جیسا ان بت پرستوں کا ہے! کیا کوئی مسلمان اس تشبیہ کو سُن کر یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ نے معاذ اللہ بت پرستی کی درخواست کی تھی! اس طرح کی تشبیہات سے نصوص محکمہ اور اجماع اُمت کے مخالف عقائد پر تمسک کرنا صرف اُسی جماعت کا حصہ ہو سکتا ہے جن کی نسبت یہ ارشاد ہوا فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ ف۸ یعنی آپ اپنے بندوں پر ظلم اور بے جا سختی نہیں کر سکتے اس لیے اگر ان کو سزا دینگے تو عین عدل و حکمت پر مبنی ہوگی اور فرض کیجئے معاف کر دیں تو یہ معافی بھی ازراہ عجز و سفہ نہ ہوگی۔ چونکہ آپ "عزیز" (زبردست اور غالب) ہیں، اس لیے کوئی مجرم آپ کے قبضۂ قدرت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتا کہ آپ اُس پر قابو نہ پا سکیں۔ اور چونکہ "حکیم" (حکمت والے) ہیں۔ اس لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی مجرم کو یوں ہی بے موقع چھوڑ دیں۔ بہر حال جو فیصلہ آپ ان مجرمین کے حق میں کرینگے وہ بالکل حکیمانہ اور قادرانہ ہوگا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ کلام چونکہ محشر میں ہوگا جہاں کفار کے حق میں کوئی شفاعت اور استدعا رحم وغیرہ نہیں ہو سکتی، اسی لیے حضرت مسیح نے عزیز حکیم کی جگہ غفور رحیم وغیرہ صفات کو اختیار نہیں فرمایا۔ برخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں اپنے پروردگار سے عرض کیا تھا۔ رب انھن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانك غفور رحیم (اے پروردگار ان بتوں نے بہت کر آدمیوں کو گمراہ کر دیا تو جو ان میں سے میرے تابع ہوا وہ میرا آدمی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو پھر تو غفور رحیم ہے) یعنی ابھی موقع ہے کہ تو اپنی رحمت سے آیندہ اُن کو توبہ اور رجوع الی الحق کی توفیق دے کر پچھلے گناہوں کو معاف فرما دے۔

صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ

اُن کا سچ ف۱ اُنکے لئے ہیں باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں گے اُنہی میں ہمیشہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ

اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی ہے بڑی کامیابی ف۲ اللہ ہی کے لئے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ف۳

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَخَمْسٌ اَوْ سِتٌّ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۃ انعام ف۴ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ آیتیں ہیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین اور بنایا اندھیرا اور

النُّوْرَ ڛ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

اُجالا ☆ پھر بھی یہ کافر اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کئے دیتے ہیں ف۵ وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو

مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾

مٹی سے پھر مقرر کر دیا ایک وقت اور ایک مدت مقرر ہے اللہ کے نزدیک پھر بھی تم شک کرتے ہو ف۶

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَ

اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں اور زمین میں ف۷ جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور

يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا

جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ف۸ اور نہیں آتی اُنکے پاس کوئی نشانی اُن کے رب کی نشانیوں میں سے مگر

كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ

کرتے ہیں اُس سے تغافل ف۹ سو بیشک جھٹلایا اُنہوں نے حق کو جب اُن تک پہنچا سو اب

ع ۱۶ / ۵

فوائد صفحہ ہذا ف۱ جو لوگ اعتقاداً اور قولاً و عملاً سچے رہے ہیں (جیسے حضرت مسیح علیہ السلام) اُنکی سچائی کا پھل آج ملیگا۔ ف۲ بڑی کامیابی حق تعالیٰ کی رضا ہے اور جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ محل رضائے الٰہی ہے۔ ف۳ یعنی ہر وفادار اور مجرم کے ساتھ وہ ہی معاملہ ہوگا جو ایک شہنشاہ مطلق کی عظمت و جلال کے مناسب ہے۔ ف۴ یہ سورت مکی ہے صرف چند آیات کو بعض علماء نے مستثنیٰ کیا ہے۔ روایات میں ہے کہ پوری سورت بیک وقت بے شمار فرشتوں کے جلو میں نازل ہوئی۔ مگر ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں ان روایات کی صحت سے انکار کیا ہے جو پوری سورت کے دفعۃً نزول پر دال ہیں۔ واللہ اعلم۔ ابو اسحٰق اسفرائنی کہتے ہیں کہ توحید کے تمام اصول و قواعد پر یہ سورت مشتمل ہے۔ ف۵ "مجوس" دنیا کے لئے دو خالق مانتے ہیں "یزداں" جو خالق خیر ہے اور "اہرمن" جو خالق شر ہے۔ اور دونوں کو نور و ظلمت سے ملقب کرتے ہیں۔ ہندوستان کے مشرک تینتیس کروڑ دیوتاؤں کے قائل ہیں۔ آریہ سماج باوجود ادعائے توحید "مادہ" اور "روح" کو خدا کی طرح غیر مخلوق اور انادی کہتے اور خدا کو اپنی صفت تکوین و تخلیق وغیرہ میں ان دونوں کا محتاج بتلاتے ہیں۔ عیسائیوں کو باپ بیٹے کا توازن و تناسب قائم رکھنے کے لئے آخر تین ایک اور ایک تین کا مشہور عقیدہ اختیار کرنا پڑا ہے۔ یہودیوں نے خدا تعالیٰ کے لئے وہ صفات تجویز کیں کہ ایک معمولی انسان بھی نہ صرف اُس کا ہمسر بلکہ اُس سے برتر ہو سکتا ہے عرب کے مشرکین نے تو خدائی کی تقسیم میں یہاں تک سخاوت دکھلائی کہ شاید اُن کے نزدیک پہاڑ کا ہر پتھر، نوع انسانی کا معبود بننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ غرض آگ، پانی، سورج، ستارے درخت، پتھر، حیوان، کوئی چیز لوگوں نے نہ چھوڑی جس کو خدائی کا کچھ حصہ نہ دیا اور عبادت و استعانت وغیرہ کے وقت اُسے خدا کی برابر نہ بٹھایا ہو، حالانکہ وہ ذات پاک جو تمام صفات کمال کی جامع اور ہر قسم کی خوبیوں کا منبع ہونے کی وجہ سے سب تعریفوں اور ہر طرح کی حمد و ثنا کی بلا شرکت غیرے مستحق ہے جس نے آسمان و زمین یعنی کل علویات و سفلیات کو پیدا کیا اور رات دن، اندھیرا، اُجالا علم و جہل، ہدایت و ضلالت، موت و حیات، غرض متقابل کیفیات اور متضاد احوال ظاہر فرمائے اُسے اپنے افعال میں کسی حصہ دار یا مددگار کی ضرورت ہو سکتی ہے نہ بیوی اور اولاد کی، نہ اُسکی معبودیت اور اُلوہیت میں کوئی شریک ہو سکتا ہے نہ ربوبیت میں نہ اُسکے ارادہ پر کوئی غالب آ سکتا ہے اور نہ اُس پر کسی کا دباؤ اور زور چل سکتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ ان حقائق کو سمجھنے کے بعد بھی کس طرح لوگ کسی چیز کو خدائی کا مرتبہ دیدیتے ہیں۔ ف۶ اوپر عالم کبیر کی پیدائش کا ذکر تھا یہاں "عالم صغیر" (انسان) کی خلقت کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو شروع میں بیجان مٹی سے آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کر کے کس طرح حیات اور کمالات انسانی فائض کئے اور آج بھی مٹی سے غذائیں نکلتی ہیں، غذاؤں سے نطفہ اور نطفہ سے انسان بنتے رہتے ہیں۔ غرض اس طرح تم کو عدم سے وجود میں لائے پھر ہر شخص کی موت کا ایک وقت مقرر کر دیا جبکہ آدمی دوبارہ اُسی مٹی میں جا ملتا ہے جس سے پیدا کیا گیا تھا۔ اسی پر قیاس کر سکتے ہو کہ "عالم کبیر" کی فنا کا بھی ایک وقت مقرر ہے جسے "قیامت کبریٰ" کہتے ہیں۔ "قیامت صغریٰ" یعنی شخصی موتیں چونکہ ہمیں پیش آتی رہتی ہیں اُنکا علم بھی لوگوں کو ہوتا رہتا ہے لیکن "قیامت کبریٰ" کی ٹھیک مدت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے تعجب ہے کہ "عالم صغیر" یعنی انسانوں میں زندگی اور فنا کا سلسلہ دیکھتے ہوئے بھی "عالم کبیر" کی فنا میں کوئی آدمی تردد کرتا ہے۔ ف۷ یعنی تمام آسمانوں اور زمینوں میں تنہا وہ ہی معبود، مالک بادشاہ، متصرف اور مدبر ہے اور یہ نام مبارک (اللہ) بھی صرف اُسی کی ذات متعالی الصفات کے لیے مخصوص رہا ہے۔ پھر اوروں کے لیے استحقاق معبودیت کہاں سے آیا۔ ف۸ جب تمام زمین و آسمان میں اُسی کی حکومت ہے اور وہ بلا واسطہ ہر کھلی چھپی چیز اور انسان کے ظاہر و باطن اور چھوٹے بڑے عمل پر مطلع ہے تو عابد کو اپنی عبادت و استعانت وغیرہ میں کسی غیر اللہ کو شریک ٹھہرانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مشرکین جو ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی کہا کرتے تھے۔ یہ اُنکا اور اُنکے ہمنواؤں کا جواب ہوا۔ اور یہ واجل مسمی عندہ سے جو قیامت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یہاں (بقیہ بر صفحہ ۱۶۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۶۵ سلسلۂ مجازات پر تنبیہ فرمادیا کہ زمین و آسمان میں حکومت ہماری ہے اور تمہارے سب کھلے چھپے نیک و بد اعمال بھی ہمارے علم میں موجود ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم یوں ہی مہمل چھوڑ دیئے جاؤ۔ ف۹ "آیات" میں احتمال ہے کہ تکوینی آیات مراد ہوں یا تنزیلی۔

فوائد صفحہ ہذا} ف۱ حق سے مراد غالباً قرآن کریم ہے جو نشانہائے قدرت سے تغافل برتنے والوں کی بدانجامی اور دنیوی و اخروی سزا کو بیان کرتا ہے۔ اُسے سُن کر منکرین تکذیب و استہزاء کرتے تھے۔ انہیں جتلادیا کہ جس بات پر تم ہنستے اور آوازے کستے ہو وہ حقیقت ثابتہ بن کر عنقریب تمہارے سامنے آجائیگی۔ آگے اُن اقوام کا حوالہ دیا ہے جو آیات اللہ کی تکذیب و استہزاء اور بدعمالیوں کی بدولت ہلاک کی گئیں۔ ف۲ یعنی عاد و ثمود وغیرہ جن کو تم سے بڑھ کر طاقت اور سازو سامان دیا گیا تھا۔ بارشوں اور نہروں کی وجہ سے اُن کے باغ اور کھیت شاداب تھے عیش و خوشحالی کا دور دورہ تھا جب اُنہوں نے بغاوت و تکذیب پر کمر باندھی اور نشانہائے قدرت کی ہنسی اُڑانے لگے، تو ہم نے اُن کے جُرموں کی پاداش میں ایسا پکڑا کہ نام و نشان بھی باقی نہ چھوڑا۔ پھر اُن کے بعد دوسری اُمتیں پیدا کیں اور منکرین و مکذبین کے ساتھ یہی سلسلہ جاری رہا کیا۔ مجرمین تباہ ہوتے رہے اور دنیا کی آبادی میں کچھ خلل نہیں پڑا۔ ف۳ بعض مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ اگر آپ آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب لے آئیں اور اُس کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو ہمارے سامنے ہو کر گواہی دیں کہ بیشک یہ کتاب خدا کی بھیجی ہوئی ہے تو ہم ایمان لے آئیں گے اُسکا جواب دیا کہ جو لوگ بحالت موجودہ قرآن کو جادو اور اُس کے لانیوالے کو جادوگر بتلاتے ہیں اگر واقعی ہم اِن پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب بھی آسمان سے اُتار دیں جسے یہ ہاتھوں سے چھو کر معلوم کرلیں کہ کوئی تخییل یا نظربندی نہیں ہے۔ تب بھی یہ ہی کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے جس بدبخت کے حصہ میں ہدایت نہیں ہوتی اُس کا شبہ کبھی نہیں مٹتا ف۴ یعنی جو ہمارے روبرو ہو کر ان کے صدق کی گواہی دیتا۔ ف۵ اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آئے تو یہ لوگ ایک منٹ کے لئے بھی اُس کا تحمل نہ کرسکیں اُس کے رعب و ہیبت سے دم نکلجائے۔ یہ صرف انبیاء علیہم السّلام ہی کا ظرف ہوتا ہے جو اصلی صورت میں فرشتہ کی رویت کا تحمل کرسکتے ہیں۔ نبی کریم صلعم نے عمر بھر میں دو مرتبہ حضرت جبرئیلؑ کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ اور کسی نبی کی نسبت ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں۔ دوسرے اگر ان لوگوں کی ایسی عظیم الشان خارق عادت فرمایش پوری کردی جائے اور اُس پر بھی نہ مانے جیسا کہ اُن کے معاندانہ احوال و اطوار سے ظاہر ہے تو سنۃ اللہ کے موافق پھر قطعاً مہلت نہ دیجائیگی اور ایسا عذاب آئیگا جو فرمائش کرنے والوں کو بالکل نیست و نابود کردیگا۔ اس لحاظ سے اس طرح کی فرمائشوں کا پورا نہ کرنا بھی عین رحمت سمجھنا چاہیئے۔ ف۶ چونکہ فرشتہ کو اصلی صورت میں بھیجنے کی نفی تو پہلی آیت میں ہوچکی اب دوسرے احتمال کا جواب دیتے ہیں وہ یہ کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں بھیجا جائے۔ کیونکہ اسی صورت میں مجانست صُوری کی بناء پر لوگ اُس کے نمونہ اور تعلیم سے منتفع ہوسکتے ہیں لیکن اس تقدیر پر منکرین کے شبہات کا ازالہ نہیں ہوسکتا جو شکوک و شبہات رسول کے بشر ہونے پر کرتے تھے وہ مَلک کے بصورت بشر آنے پر بھی بدستور کرتے رہیں گے ف۷ معاندین کی فرمائشوں کا جواب دینے کے بعد حضور کی تسلی کیجاتی ہے کہ آپ انکے استہزاء اور تمسخر سے دلگیر نہ ہوں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ انبیائے سابقین کو بھی ان ہی حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ پھر جو اُنکے مکذبین اور دشمنوں کا حشر ہوا سب کے سامنے ہے۔ ان کو بھی خدا اُسی طرح سزا دے سکتا ہے جو اگلے مجرموں کو دیگئی۔ ف۸ یعنی ملک کی سیر و سیاحت اور تباہ شدہ اقوام کے آثار کا ملاحظہ کرنے کے بعد اگر نظر عبرت سے واقعات ماضیہ کو دیکھو گے تو انبیاء کی تکذیب کرنے والی قوموں کا جو انجام دنیا میں ہوا وہ صاف نظر آجائیگا اُسی سے قیاس کرلو کہ جب تکذیب کرنیوالوں کا یہ حشر ہوا تو استہزاء کرنیوالوں کا کیا حشر ہوگا۔

يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا

آ جاتی ہے انکے آگے حقیقت اُس بات کی جس پر ہنستے تھے ف۱ کیا دیکھتے نہیں کہ کتنی ہلاک کردیں ہمنے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وَ

اُن سے پہلے اُمتیں جن کو جمادیا تھا ہمنے ملک میں اتنا کہ جتنا تم کو نہیں جمایا اور

أَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ

چھوڑ دیا ہم نے اُن پر آسمان کو لگاتار برستا ہوا اور بنادیں ہم نے نہریں بہتی ہوئی اُن

تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٦﴾

کے نیچے پھر ہلاک کیا ہم نے اُن کو اُنکے گناہوں پر اور پیدا کیا ہم نے اُن کے بعد اور اُمتوں کو ف۲

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ

اور اگر اُتاریں ہم تجھ پر لکھا ہوا کاغذ میں پھر چھو لیویں وہ اُسکو اپنے ہاتھوں سے البتہ کہیں گے

الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٧﴾ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ

کافر یہ نہیں ہے مگر صریح جادو ف۳ اور کہتے ہیں کیوں نہیں اُترا

عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ﴿٨﴾

اُس پر کوئی فرشتہ ف۴ اور اگر ہم اُتاریں فرشتہ تو طے ہو جاوے قصہ پھر اُن کو مہلت بھی نہ ملے ف۵

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ ﴿٩﴾

اور اگر ہم رسول بناکر بھیجتے کسی فرشتہ کو تو وہ بھی آدمی ہی کی صورت میں ہوتا اور اُنکو اُسی شبہ میں ڈالتے جس میں اب پڑ رہے ہیں ف۶

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ

اور بلاشبہ ہنسی کرتے رہے ہیں رسولوں کی تجھ سے پہلے پھر گھیر لیا اُن سے ہنسی کرنے والوں کو

مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا

اس چیز نے کہ جس پر ہنسا کرتے تھے ف۷ تو کہدے کہ سیر کرو ملک میں پھر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١١﴾ قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ

کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا ف۸ پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور

ع ١٠

ف جب تمام آسمان و زمین میں اُسی خدا کی حکومت ہے جیسا کہ مشرکین کو بھی اقرار تھا تو مکذبین و مستہزئین کو فوری سزا سے کہاں پناہ مل سکتی ہے! یہ صرف اُس کی رحمت عامہ ہے کہ جرائم کو دیکھ کر فوراً سزا جاری نہیں کرتا اور قیامت کے دن بھی جو بلاشبہ آنے والا ہے محض اُن ہی بدبختوں کو بے ایمانی کی سزا دیگا جو باختیار خود جان بوجھ کر اپنے کو نقصان و ہلاکت کے گڑھے میں ڈال چکے ہیں

الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ

زمین میں کہدے اللہ کا ہے اُس نے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو اکھٹا کر دیگا قیامت کے

الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

دن تک کہ اُس میں کچھ شک نہیں جو لوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے ف

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِى الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آرام پکڑتا ہے رات میں اور دن میں اور وہی ہے سب کچھ سننے والا جاننے والا ☆ تو کہہ دے کیا اور کسی

اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ

کو بناؤں اپنا مددگار اللہ کے سوا جو بنانے والا ہے آسمانوں اور زمین کا ف۲ اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اُسکو کوئی نہیں کھلاتا

قُلْ اِنِّىْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

ف۳ کہدے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم مانوں ف۴ اور تو ہرگز نہ ہو

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّىْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ

شرک والا ☆ تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن

عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

کے عذاب سے ف۵ جس پر سے ٹل گیا وہ عذاب اُس دن تو اُس پر رحم کر دیا اللہ نے اور یہی ہے بڑی کامیابی ف۶

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ

اور اگر پہنچاوے تجھ کو اللہ کچھ سختی تو کوئی اُسکو دور کرنیوالا نہیں سوا اُسکے اور اگر تجھ کو پہنچاوے

بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ

بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے ☆ اور اُسی کا زور ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے

الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَىُّ شَىْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۟ شَهِيْدٌۢ

بڑی حکمت والا سب کی خبر رکھنے والا ف۷ تو پوچھ سب سے بڑا گواہ کون ہے کہدے اللہ گواہ ہے

بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۟ وَاُوْحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ

میرے اور تمہارے درمیان ف۸ اور اُترا ہے مجھ پر یہ قرآن تاکہ تم کو اُس سے خبردار کر دوں اور جس کو یہ پہنچے

ف۲ قل لمن ما فی السموات والارض میں مکان کی تعمیم تھی لہ ما سکن فی اللیل والنہار میں زمانہ کے اعتبار سے تعمیم ہے یعنی ہر جگہ اور ہر وقت اُسی کی حکومت اور قبضہ و اقتدار ہے۔ ہر وہ چیز جو رات میں یا دن میں آرام سے زندگی بسر کرتی اور کتنے معلوم و نامعلوم دشمنوں سے مامون و محفوظ رہتی ہے یہ اسی کی رحمت کاملہ کے آثار میں سے ہے۔ قل من یکلؤکم باللیل والنہار من الرحمن (انبیاء) وہ ہی ہے جو دن کے شور و غل اور رات کے اندھیرے اور سناٹے میں ہر ایک کی پکار سنتا اور سب کی حوائج و ضروریات کو بخوبی جانتا ہے۔ پھر تم ہی بتاؤ کہ ایسے پروردگار کو چھوڑ کر کسی اور سے مدد طلب کرنا کہاں تک موزوں ہوگا۔ ف۳ کھلانا اشارہ ہے سامان بقاء کی طرف۔ یعنی ایجاد و ابقاء دونوں میں اُسی کے سب محتاج ہیں اُس کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں بھی ہماری احتیاج نہیں پھر اُس سے علیحدہ ہو کر کسی کو مددگار بنانا انتہائی حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ ف۴ ایسے پروردگار کے احکام کے سامنے جسکی صفات اوپر مذکور ہوئیں ضروری ہے کہ سب بندے بلا شرکت غیرے گردن ڈال دیں اور سب سے پہلے اُس اکمل ترین بندہ کو انتہائی انقیاد و تسلیم کا حکم ہے جو تمام دنیا کے لئے نمونہ طاعت و عبودیت بنا کر بھیجا گیا تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔ ف۵ یہ آپ پر رکھ کر اوروں کو سنایا گیا ہے یعنی بفرض محال اگر خدا کے معصوم و برگزیدہ ترین بندے سے بھی کسی طرح کا عصیان سرزد ہو تو عذاب الٰہی کا اندیشہ ہوتا ہے پھر کسی دوسرے کو کب لائق ہے کہ باوجود شرک و کفر اور تکذیب انبیاء وغیرہ ہزاروں طرح کے جرائم میں مبتلا ہونے کے عذاب الٰہی سے بے فکر اور مامون ہو کر بیٹھ رہیں ف۶ جنت اور رضائے الٰہی کے اعلیٰ مدارج کا حاصل کرنا تو بہت اونچا مقام ہے۔ اگر آدمی سے قیامت کے دن کا عذاب ٹل جائے تو یہ ہی بہت بڑی کامیابی سمجھو۔ کما قال عمر رضی اللہ عنہ کفافاً لا لی ولا علیّ۔ ف دنیا یا آخرت میں جو تکلیف یا راحت خدا کسی کو پہنچانا چاہے، نہ کوئی مقابلہ کر کے روک سکتا ہے اور نہ اُس کے غلبہ و اقتدار کے نیچے سے نکل کر بھاگ سکتا ہے۔ وہ ہی پوری طرح خبردار ہے کہ کس بندے کے کیا حالات ہیں اور اُن حالات کے مناسب کس قسم کی کارروائی قرین حکمت ہوگی۔ ف۸ جب یہ فرمایا کہ خدا ہی سب نفع و ضرر کا مالک، تمام بندوں پر غالب و قاہر اور رتی رتی سے خبردار ہے تو اُس کی شہادت سے زبردست اور بے لوث شہادت کس کی ہو سکتی ہے۔ پس میں بھی اپنے تمہارے درمیان اُسی کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ کیونکہ میں نے دعویٰ رسالت کر کے جو کچھ اُس کے پیغامات تم کو پہنچائے اور جو کچھ تم نے اُس کے جواب میں میرے ساتھ اور خود پیغام ربانی کے ساتھ برتاؤ کیا وہ سب اُس کی آنکھ کے سامنے ہے وہ خود اپنے علم محیط کے موافق میرا اور تمہارا فیصلہ کر دے گا ❊

ف یعنی اگر سمجھو تو میرے صدق پر خدا کی یقینی اور کھلی ہوئی شہادت یہ قرآن موجود ہے جو اپنے کلام الٰہی ہونے پر خود ہی اپنی دلیل ہے ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ میرا کام یہ ہے کہ تم کو اور ہر اُس شخص کو جسے یہ کلام پہنچے خدائی پیغام سے خبردار کردوں جس میں توحید و معاد وغیرہ تمام اصول دین کی ہدایت کی گئی ہے کیا اس قدر اتمام حجت ہو چکنے اور ایسا قطعی اور صریح پیغام توحید سُننے کے بعد بھی تم یہی کہتے رہوگے کہ خدا کے سوا اور بھی معبود ہیں۔ تم کو اختیار ہے جو چاہو کہو میں تو کبھی ایسا حرف زبان پر نہیں لاسکتا بلکہ صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ لائق عبادت صرف وہی ایک خدا ہے۔ باقی جو کچھ تم شرک کرتے ہو میں اُس سے قطعاً بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتا ہوں۔ (تنبیہ) "ومن بلغ" نے تبلا دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام جن و انس اور مشرق و مغرب کے لئے ہے۔ ف۲ یعنی اس کے علاوہ کہ میری

أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا
کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں تو کہدے میں تو گواہی نہ دونگا کہدے وہی

هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ
ہے معبود ایک اور میں بیزار ہوں تمہارے شرک سے ف۱ جن کو ہم نے دی ہے کتاب

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ
وہ پہچانتے ہیں اُسکو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جو لوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ
ایمان نہیں لاتے ف۲ اور اُس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر یا جھٹلادے

بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢١﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ
اُسکی آیتوں کو بلاشک بھلائی نصیب نہیں ہوتی ظالموں کو ف۳ اور جس دن ہم جمع کرینگے اُن سب کو پھر کہیں گے

لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ
اُن لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا تھا کہاں ہیں شریک تمہارے جن کا تم کو دعویٰ تھا ف۴ پھر

لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انْظُرْ
نہ رہیگا اُنکے پاس کوئی فریب مگر یہی کہ کہیں گے قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم نہ تھے شرک کرنیوالے ف۵ دیکھو تو

كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَ
کیسا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں اُن سے وہ باتیں جو بنایا کرتے تھے ف۶ اور

مِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ
بعضے اُن میں کان لگائے رہتے ہیں تیری طرف اور ہم نے اُن کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں پردے تاکہ اُس کو نہ سمجھیں

وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّىٰ إِذَا
اور رکھدیا اُنکے کانوں میں بوجھ اور اگر دیکھ لیں تمام نشانیاں تو بھی ایمان نہ لاویں اُن پر ف۷ یہاں تک کہ جب

جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ
آتے ہیں تیرے پاس تجھ سے جھگڑنے کو تو کہتے ہیں وہ کافر نہیں ہے یہ مگر کہانیاں

رکوع ٩ ع ١٠ ٨

صداقت کا خدا گواہ ہے اور قرآن کریم اسکی ناطق اور ناقابل تردید شہادت دے رہا ہے، وہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) بھی جن کی طرف کتب سماویہ کا عالم سمجھ کر تم میرے معاملہ میں رجوع کرتے ہو اپنے دلوں میں پورا یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ میں وہی "نبی آخرالزماں" ہوں جس کی بشارت انبیائے سابقین دیتے چلے آئے ہیں۔ اُن کو جس طرح بہت سے بچوں میں سے اپنی اولاد کے شناخت کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی، ایسے ہی نبی کریم صلعم اور قرآن کریم کی صداقت کے معلوم کرنے میں بھی کوئی شبہ اور دھوکہ نہیں ہے۔ البتہ حسد، کبر، تقلید آبا اور حُبِّ جاہ و مال وغیرہ اجازت نہیں دیتے کہ شرف بایمان ہو کر اپنی جانوں کو نقصان دائمی اور ہلاکت ابدی سے بچائیں۔ ف۳ یعنی نبی نہ ہو اور خدا پر افترا کر کے دعوئ نبوت کر بیٹھے یا سچے نبی سے جس کی صداقت کے دلائل واضحہ موجود ہوں، خدائی پیام سُن کر تکذیب پر کمربستہ ہو جائے، ان دونوں سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور سنۃ اللہ یہ ہے کہ ظالم کو انجام کار کامیابی اور بھلائی نصیب نہیں ہوتی۔ پس اگر فرض کرو معاذ اللہ میں مفتری ہوں تو ہرگز کامیاب نہ ہونگا اور تم مکذب ہو جیسا کہ دلائل سے ظاہر ہے تو تمہاری خیریت نہیں۔ لہٰذا حالات میں غور کر کے اور انجام سوچ کر عاقبت کی فکر کرو۔ اور اُس دن سے ڈرو جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے آیت کے یہی معنی لئے ہیں اور بعض مفسرین نے "افترا علی اللہ" سے مشرکین کا شرک مراد لیا جیسا کہ آگے "وضل عنهم ما كانوا يفترون" میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی جن کی نسبت تم کو دعویٰ تھا کہ وہ خدائی کے حصہ دار اور شدائد میں تمہارے شفیع و مددگار ہیں، آج ایسی سختی اور مصیبت کے وقت کہاں چلے گئے کہ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آتے۔ ف۵ یعنی بجز انکار واقعات کے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑیگی۔ باطل معبودین کی جس عقیدت و محبت میں مفتوں ہو رہے تھے، اُس کی حقیقت صرف اتنی رہجائیگی کہ ساری عمر کے عقیدے اور تعلق سے بھی انکار کر بیٹھیں گے۔ ف۶ یعنی اس صریح جھوٹ سے مشرکین کی انتہائی بدحواسی اور سرکار کی غایت بیچارگی اور درماندگی کا اظہار ہوگا۔ کاش مشرکین اس رسواکن انجام کو دنیا ہی میں سمجھ لیں۔ ف۷ یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو بغرض اعتراض وعیب جوئی قرآن کریم اور حضور کی باتوں کی طرف کان لگاتے تھے۔ ہدایت سے منتفع ہونا اور حق کو قبول کرنا مقصود نہ تھا نصیحت و ہدایت کر مستمد اعراض اور کانشنس کی مسلسل تعطیل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ قبول حق کے وسائل و قویٰ انجام کار ماؤف ہو کر رہ گئے حق کے سمجھنے سے اُن کے دل محروم کر دیے گئے۔ پیغام ہدایت کا سُننا کانوں کو بھاری معلوم ہونے لگا آنکھیں نظر عبرت سے ایسی خالی ہو گئیں کہ ہر قسم کے نشانات دیکھ کر بھی ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوتی اور لطف یہ ہے کہ اس حالت موت پر قانع و مسرور بھی ہیں۔ بلکہ فخر کے لہجہ میں اس کا اعلان کرتے ہیں۔ سورہ حٰمٓ السجدہ میں ہے "فاعرض اكثرهم فهم لا يسمعون وقالوا قلوبنا في اكنة مما تدعونا اليه وفي آذاننا وقر ومن بيننا وبينك حجاب فاعمل اننا عاملون" اس آیت کے معلوم ہوا کہ سماع آیات سے منتفع نہ ہونا اور دلوں پر پردہ پڑجانا خود اُن کے اعراض کا نتیجہ تھا اور یہ اعراض ہی اس کیفیت کے حدوث کا سبب ہوا "واذا تتلى عليه اياتنا ولى مستكبرا كان لم يسمعها كان في اذنيه وقرا" (لقمان) اسباب پر مسببات کا مرتب کرنا چونکہ خالق جل و علا کے سوا کسی کا کام نہیں ہو سکتا اسی لئے آیت حاضرہ "وجعلنا على قلوبهم اكنة" میں پردے وغیرہ ڈالنے کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کر دی گئی۔

الاولین ﴿۲۵﴾ وھم ینھون عنہ وینئون عنہ وان یھلکون

پہلے لوگوں کی ☆ اور یہ لوگ روکتے ہیں اس سے اور بھاگتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے

الا انفسھم ومایشعرون ﴿۲۶﴾ ولوتری اذ وقفوا علی النار فقالوا

مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے ف۱ اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ کھڑے کیے جاوینگے وہ دوزخ پر پس کہیں گے

یلیتنا نرد ولا نکذب بایت ربنا ونکون من المؤمنین ﴿۲۷﴾ بل

اے کاش ہم پھر بھیجدیے جاویں اور ہم نہ جھٹلاویں اپنے رب کی آیتوں کو اور ہوجاویں ہم ایمان والوں میں ف۲ کوئی

بدا لھم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ

نہیں بلکہ ظاہر ہوگیا جو چھپاتے تھے پہلے ف۳ اور اگر پھر بھیجے جاویں تو پھر بھی وہی کام کریں جس سے منع کیے

وانھم لکذبون ﴿۲۸﴾ وقالوا ان ھی الا حیاتنا الدنیا وما نحن

گئے تھے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں ف۴ اور کہتے ہیں ہمارے لیے زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور ہم کو پھر نہیں

بمبعوثین ﴿۲۹﴾ ولوتری اذ وقفوا علی ربھم قال الیس ھذا

زندہ ہونا ف۵ اور کاش کہ تو دیکھے جس وقت وہ کھڑے کیے جاوینگے اپنے رب کے سامنے فرمائیگا کیا یہ سچ

بالحق قالوا بلی وربنا قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون ﴿۳۰﴾

نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے اپنے رب کی فرمائیگا تو چکھو عذاب بدلے میں اپنے کفر کے ف۶

قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ حتی اذا جاءتھم الساعۃ

تباہ ہوئے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا یہاں تک کہ جب آپہنچے گی ان پر قیامت

بغتۃ قالوا یحسرتنا علی ما فرطنا فیھا وھم یحملون اوزارھم

اچانک تو کہیں گے اے افسوس کیسی کوتاہی ہم نے اس میں کی اور وہ اٹھادیں گے اپنے بوجھ

علی ظھورھم الا ساء ما یزرون ﴿۳۱﴾ وما الحیوۃ الدنیا الا لعب

اپنی پیٹھوں پر خبردار ہوجاؤ کہ برا بوجھ ہے جسکو وہ اٹھاوینگے ف۷ اور نہیں ہے زندگانی دنیا کی مگر کھیل

ولھو وللدار الاخرۃ خیر للذین یتقون افلا تعقلون ﴿۳۲﴾

اور جی بہلانا اور آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے کیا تم نہیں سمجھتے ف۸

ع ۳ ۱۰ ۹

ف۱ یعنی ان میں دہ فہم رہا ہے نہ انصاف۔ ایمان لانا اور ہدایت ربانی سے منتفع ہونا تو کجا، ان کی غرض تو حضور کی خدمت میں آنے سے صرف مجادلہ (جھگڑنا) اور پھبتیاں اڑانا ہے۔ چنانچہ قرآنی حقایق و بیانات کو معاذ اللہ اساطیر الاولین کہتے ہیں۔ پھر اس تکذیب اور جدل و تمسخر پر اکتفا نہیں کوشش یہ ہے کہ دوسروں کی طرف بھی اپنی بیماری کا تعدیہ کریں۔ چنانچہ لوگوں کو حق سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر دوسرے قبول حق سے نفور و بیزار ہوجائیں مگران تمام ناپاک کوششوں سے نہ بحمد اللہ دین حق کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے وہ تو غالب ہو کر رہیگا اور نہ رسول اللہ صلعم کو، کہ ان کی عصمت و رفعت کا تکفل حق تعالیٰ فرماچکا ہے۔ ہاں یہ احمق خود اپنے لیے ہلاکت ابدی کا سامان فراہم کررہے ہیں۔ اور سمجھتے بھی نہیں کہ ہم اپنے ہاتھ سے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماررہے ہیں۔ ف۲ یعنی آیات اللہ کی تکذیب و استہزاء وغیرہ ساری فوں فاں اس وقت تک ہے جب تک خدائی سزا کا ہولناک و ہوشربا منظر سامنے نہیں۔ جس وقت دوزخ کی ذرا سی ہوا بھی لگ جائے گی تو ساری شیخی کرکری ہوجائیگی اور بہزار تمنا یہ درخواست کرینگے کہ ہم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تاکہ آیندہ کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور پکے ایماندار بن کر رہیں۔ "الآن قد ندمت وما ینفع الندم" ف۳ یعنی اب بھی دنیا میں واپس جانے کی تمنا عزم صحیح اور ایمانی رغبت و شوق سے نہیں بلکہ جب مجازاۃ و مکافات عمل کا وہ منظر سامنے آگیا جسکو باوجود وضوح ادلہ انکار کے پردہ میں چھپایا کرتے تھے، عذاب الٰہی کو آنکھوں سے دیکھ لیا، تمام اعمال شنیعہ کا جو چھپ چھپ کر کیے جاتے تھے راز فاش ہوگیا، ابھی ابھی جو واللہ ربنا ما کنا مشرکین کہہ چکے تھے اس جھوٹ کی بھی قلعی کھل گئی، غرضیکہ بدی کے جو اثرات مخفی اور غیرمرئی طور پر اندر ہی اندر ان نالائقوں کے دلوں میں پرورش پارہے تھے وہ دردناک عذاب کی صورت میں متمثل ہوکر سامنے آگئے، تو محض جان بچانے کے لئے دوبارہ دنیا میں واپس کیے جانے کی تمنا کرنے لگے ف۴ یعنی اب بھی جھوٹ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں واپس ہوکر پکے ایماندار بنجائینگے اور ہرگز آیات اللہ کی تکذیب نہ کرینگے۔ اشقیاء اگر دنیا میں واپس کردیے جائیں تو بدی اور شرارت کی جو قوتیں ان میں رکھی ہیں پھر انہی کو کام میں لائینگے اور جس مصیبت سے گھبرا کر واپس جانے کی تمنا کررہے ہیں اسے خواب و خیال کی طرح فراموش کردینگے جیسا کہ بسا اوقات دنیوی مصائب و مہالک میں پھنسکر آدمی انابت و توبہ اختیار کرلیتا ہے پھر جہاں چند روز گذرے کچھ بھی یاد نہیں رکھتا کہ اس وقت کیا عہد و پیمان کیے تھے۔ کان لم یدعنا الی ضر مسہ۔ ف۵ یعنی خوب مزے اڑالو۔ دنیوی عیش کو خواہ مخواہ فکر آخرت سے منغص مت کرو۔ یہی حال آج کل یورپ کے مادہ پرستوں کا ہے۔ ف۶ یعنی جب حقیقت آنکھوں کے سامنے آجائے گی اور "بعث بعد الموت" وغیرہ کے اقرار سے چارہ نہ رہیگا، تب کہا جائیگا کہ انکار حقیقت اور "کفر بالمعاد" کا مزہ چکھو۔ ف۷ انسان کی بڑی شقاوت اور بدبختی یہ ہے کہ "لقاء اللہ" سے انکار کرے اور زندگی کے اس بلند ترین مقصد کو جھوٹ سمجھے۔ یہاں تک کہ جب موت یا قیامت سر پر آکھڑی ہو تب بے فائدہ کف افسوس ملتا رہجائے کہ ہائے میں نے اپنی دنیوی زندگی میں یا یوم قیامت کے لئے تیاری کرنے میں کیسی ناقابل تلافی کوتاہی کی اس وقت اس افسوس و حسرت سے کچھ نہ ہوگا۔ جرموں اور شرارتوں کے بارگراں کو جس سے اس کی پشت خمیدہ ہوگی، یہ ناوقت کا تاسف و تحسر ذرا بھی ہلکا نہ کرسکیگا ف۸ کفار تو یہ کہتے تھے کہ دنیوی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی اور مکدر زندگانی حیات اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ یہاں کی زندگی کے صرف ان ہی لمحات کو زندگی کہا جاسکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کیے جائیں بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو و لعب سے زائد وقعت نہیں رکھتے۔ پرہیزگار اور سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ ان کا اصلی گھر آخرت کا گھر اور ان کی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

ف۱ خلائق کے حال پر شفقت وہمدردی سارے جہان سے زیادہ نبی کریم صلعم کے دل میں ڈالی گئی تھی۔ آپ ان بدبختوں کی تکذیب واعراض مستقبل کی تباہی اور مشرکانہ واحمقانہ کلمات پر سخت رنج اور صدمہ محسوس فرماتے تھے۔ ان آیات میں آپ کو تسلی اور اُن اشقیاء کو دھمکی دی گئی ہے کہ آپ انکے اعراض وتکذیب سے اس قدر دلگیر اور بے چین نہ ہوں، یہ لوگ جو تکذیب کر رہے ہیں فی الحقیقت آپ کو نہیں جھٹلاتے کیونکہ آپ کو تو پہلے سے بالاتفاق صادق وامین سمجھتے تھے، بلکہ خدا کی آیات ونشانات کا جو پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق وتبلیغ کے لئے بھیجی گئی ہیں، جان بوجھ کر ازراہ ظلم وعناد انکار کر رہے ہیں۔ تو آپ بھی ان ظالموں کا معاملہ خدا کے سپرد کر کے مطمئن ہو جائیے۔ وہ خود اُن کے ظلم اور آپ کے صبر کا پھل دینے والا ہے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی جن کے کچھ حالات آپ کو سنائے جا چکے ہیں اُن کی قوموں نے تکذیب وایذا رسانی کا برتاؤ کیا، جس پر خدا کے معصوم پیغمبر نہایت اولو العزمی سے صبر کرتے رہے حتیٰ کہ حسب وعدہ خدا کی مدد پہنچی اور بڑے زبردست متکبرین کے مقابلہ میں اُن کو مظفر ومنصور کیا گیا۔ آپ سے جو نصر وظفر کے وعدے کیے گئے ہیں ایک ایک کر کے پورے ہو نگے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں مگر خدا کا وعدہ نہیں ٹل سکتا۔ کس کی طاقت ہے جو خدا کی باتوں کو بدل ڈالے یعنی جو اُس نے کہا ہے اُسے واقع نہ ہونے دے۔ مکذبین کو یاد رکھنا چاہیے کہ اُن کی جنگ حقیقۃً محمد صلعم کی ذات سے نہیں بلکہ ربِ محمدؐ سے ہے جس نے اُن کو اپنا سفیر اعظم اور معتمد بنا کر کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے محمد صلعم کی تکذیب اُن خدائی نشانات کی تکذیب ہے۔ ف۲ کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ یہ نبی ہیں تو ان کے ساتھ ہمیشہ ایسا نشان رہنا چاہیے جسے ہر کوئی دیکھ کر یقین کرنے اور ایمان لانے پر مجبور ہو جایا کرے۔ آنحضرت صلعم چونکہ تمام دنیا کی ہدایت پر حریص تھے شاید آپ کے دل نے چاہا ہو گا کہ ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے یہ تربیت فرمائی کہ تکوینیات میں مشیت الٰہی کے تابع رہو۔ تکوینی مصالح اس کو مقتضی نہیں کہ ساری دنیا کو ایمان لانے پر مجبور کر دیا جائے ورنہ خدا تو اس پر بھی قادر تھا کہ بدون توسط پیغمبروں اور نشانوں کے شروع ہی سے سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دیتا۔ جب خدا کی حکمت ایسے مجبور کن معجزات اور فرمائشی نشانات دکھلانے کو مقتضی نہیں تو مشیت الٰہی کے خلاف کسی کو یہ طاقت کہاں ہے کہ وہ زمین یا آسمان میں سے سرنگ یا سیڑھی لگا کر ایسا فرمائشی اور مجبور کن معجزہ نکال کر دکھلائے۔ خدا کے قوانین حکمت وتدبیر کے خلاف کسی چیز کے وقوع کی اُمید رکھنا نادانوں کا کام ہے۔ ف۳ یعنی سب سے توقع نہ رکھو کہ مانیں گے جن کے دل کے کان بہرے ہو گئے وہ سنتے ہی نہیں، پھر مانیں کس طرح؟ ہاں یہ کافر جو قلبی وروحانی حیثیت سے مُردوں کی طرح ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے اور اُن چیزوں کو مانیں گے جن کا انکار کرتے تھے۔ ف۴ یعنی اُن نشانوں میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اُتری، جن کی وہ فرمایش کرتے تھے کما فی قولہ تعالیٰ وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا او تكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الانهار خلالها تفجيرا او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا او تاتى بالله والملائكة قبيلا او يكون لك بيت من زخرف او ترقى فى السماء ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه قل سبحان ربى هل كنت الا بشرا رسولا (بنی اسرائیل رکوع ۱۰) ورنہ دیکھو تو آپ پر بیشمار علمی وعملی معجزات ونشانات بارش کی طرح اُترتے رہتے تھے۔ ف۵ یعنی خدا فرمائشی معجزات دکھلانے سے عاجز نہیں، لیکن جن قوانین حکمت ورحمت پر نظام تکوین کی بنیاد ہے، تم میں کے اکثر اُن کے سمجھنے سے قاصر ہیں اُن قوانین کا اقتضاء یہی ہے کہ تمام فرمائشی معجزات نہ دکھلائے جائیں۔

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ

ہم کو معلوم ہے کہ تجھ کو غم میں ڈالتی ہیں اُن کی باتیں سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن

الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ

یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ٭ اور جھٹلائے گئے ہیں بہت سے رسول تجھ سے پہلے

فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ

پس صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر یہاں تک کہ پہنچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی نہیں بدل سکتا

لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾ وَإِن كَانَ

اللہ کی باتیں اور تجھ کو پہنچ چکے ہیں کچھ حالات رسولوں کے ف۱ اور اگر تجھ

كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ

پر گراں ہے اُن کا منہ پھیرنا تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ ڈھونڈھ نکالے کوئی سرنگ زمین میں

أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى

یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لاوے اُن کے پاس ایک معجزہ اور اگر اللہ چاہتا تو جمع کر دیتا سب کو سیدھی

الْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ

راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں ف۲ ماننے وہی ہیں جو سنتے ہیں

وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ

اور مُردوں کو زندہ کریگا اللہ پھر اُسکی طرف لائے جاوینگے ف۳ اور کہتے ہیں کیوں نہیں اُتری اس پر

آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

کوئی نشانی اسکے رب کی طرف سے کہدے کہ اللہ کو قدرت ہے اس بات پر کہ اُتارے نشانی لیکن اُن میں اکثر

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ

نہیں جانتے ف۵ اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اُڑتا ہے اپنے دو بازوؤں سے

إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

مگر ہر ایک اُمت ہے تمہاری طرح ہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں کوئی چیز پھر سب اپنے رب کے سامنے

يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ

جمع ہونگے ف۱ اور جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں ف۲ جس کو

يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٩﴾ قُلْ

چاہے اللہ گمراہ کرے ف۳ اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر ☆ تو کہہ

اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ

دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٠﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ

بتاؤ اگر تم سچے ہو ☆ بلکہ اسی کو پکارتے ہو پھر دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لئے اسکو پکارتے ہو

اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

اگر چاہتا ہے اور تم بھول جاتے ہو جن کو شریک کرتے تھے ف۴ اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت سی امتوں پر تجھ سے پہلے

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَاۤ اِذْ

پھر ان کو پکڑا ہم نے سختی میں اور تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑا دیں ☆ پھر کیوں نہ گڑگڑائے جب

جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

آیا اُن پر عذاب ہمارا لیکن سخت ہو گئے دل اُن کے اور بھلے کر دکھلائے اُنکو شیطان نے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ

جو کام وہ کر رہے تھے ☆ پھر جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو اُنکو کی گئی تھی کھول دیے ہم نے اُن پر دروازے ہر

شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿٤٤﴾

چیز کے یہاں تک کہ جب وہ خوش ہوئے اُن چیزوں پر جو اُنکو دی گئیں پکڑ لیا ہم نے اُنکو اچانک پس اُس وقت وہ رہ گئے ناامید ف۵

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٥﴾ قُلْ

پھر کٹ گئی جڑ اُن ظالموں کی اور سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہان کا ف۶ تو کہہ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ

دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمہارے کان اور آنکھیں اور مہر کر دے تمہارے دلوں پر ف۷ تو کون

ع ۱۱

ف۱ ان آیات میں بعض حکمتوں پر متنبہ کیا گیا ہے جو فرمائشی نشانات نہ دکھلائے جانے میں مرعی ہیں یعنی تمام حیوانات خواہ زمین پر رینگتے ہوں یا ہوا میں اُڑتے ہوں، وہ بھی انسانوں کی طرح ایک اُمّتیں ہیں، اُن میں کی ہر نوع کو حق تعالیٰ نے ایک خاص وضع اور فطرت پر پیدا کیا جو اُن کے معین خواص و افعال کے دائرہ میں کام کرتی ہے کوئی جانور اپنے افعال و حرکات کے محدود حلقہ سے جو قدرت نے باعتبار اُس کی فطرت و استعداد کے مشخص کر دیے ہیں، ایک قدم باہر نہیں نکال سکتا۔ چنانچہ ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی حیوان نے اپنی نوع کے محدود دائرہ عمل میں کسی طرح کی ترقی نہیں کی۔ اسی طرح ہر چیز کی استعداد و فطرت کو خیال کیجیے حق تعالیٰ کے علم قدیم اور لوح محفوظ میں تمام انواع و اجناس کی تدبیر و تربیت کے اصول و فروع منضبط ہیں۔ کوئی چیز نہ اس زندگی میں اور نہ مرنے کے بعد اس مکمل انضباط و انتظام سے باہر جا سکتی ہے۔ انسان جنس حیوان میں "بااختیار اور ترقی کن حیوان" ہے اسی کسب اختیار اور ترقی کن عقل و تمیز کی موجودگی نے اُس کے "نظام تکوینی اور قانون حیات" کو دوسرے تمام حیوانات سے ایسا اعلیٰ اور ممتاز بنا دیا ہے کہ اب اُسے حیوان کہتے بھی شرم آتی ہے۔ وہ برخلاف باقی حیوانات کے دیکھنے سننے اور پوچھنے سے نئی نئی معلومات حاصل کرتا اور قوت فکریہ سے اُن کو ترتیب دے کر حیات جدید کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے وہ نیک و بد میں تمیز کرنے، نافع و ضار کے پہچاننے، آغاز و انجام سمجھنے پر قادر، اور کسی عمل کے کرنے یا چھوڑنے میں فی الجملہ آزاد ہے۔ اسی لئے اُس کو خدا کی جانب سے ایسے نشانات دکھلائے جاتے ہیں جن میں غور و فکر کرنے کا موقع مل سکے اور فکر و کسب کی فطری آزادی کو سلب کرنے والے نہ ہوں۔ اور اگر وہ خدا کے دیئے ہوئے قوائے عقلیہ سے ٹھیک طور پر اُن میں غور کرے تو اُسے حق و باطل اور نیک و بد کی تمیز کرنے میں کچھ دقت نہ ہو پس ایسے فرمائشی نشانات و معجزات کی درخواست کرنا جو بہمہ وجوہ ایمان لانے پر مجبور کر دیں، انسان کی فطری آزادی اور اُس کے نظام ترکیبی کو تباہ کرنے، بلکہ انسان کو عام حیوانات کی صف میں اُتار لانے کا مرادف ہے۔ اور اگر فرمائشی نشان بہمہ وجوہ مجبور کن نہ ہوں تو اُن کا دکھلانا بیکار ہے کیونکہ اُن میں بھی وہی غیر ناشی عن دلیل شکوک و شبہات پیدا کر لیے جائینگے جو ہزاروں غیر فرمائشی نشانات میں کیے جا چکے۔ ف۲ نہ کہنے والے کی سنتے ہیں نہ خود دوسرے سے پوچھتے ہیں اور نہ اندھیرے میں کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ جب سب قویٰ اپنی بد اعمالیوں سے بیکار کر لیے تو حق کی تصدیق و قبول کا کیا ذریعہ ہو؟ ف۳ گمراہ کرنا اُسی کو چاہتا ہے جو خود ذرائع ہدایت کو اپنے اوپر مسدود کر لیتے ہیں ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ (اعراف رکوع ۲۲) ف۴ جب اندھے بہرے گونگے ہو کر آیات اللہ کو جھٹلایا اور گمراہی کے عمیق غار میں جا پڑے۔ اِس پر اگر دنیا میں یا قیامت میں خدا کا سخت عذاب نازل ہو تو سچ بتلاؤ کہ خدا کے سوا اس وقت کسے پکارو گے۔ دنیا کی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں میں بھی جب گھر جاتے ہو تو مجبور ہو کر اُسی خدائے واحد کو پکارتے ہو اور سب شرکاء کو بھول جاتے ہو فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین جس پر اگر خدا چاہتا ہے تو اُس مصیبت کو دور بھی کر دیتا ہے۔ اسی سے اندازہ کر لو کہ نزول عذاب یا ہول قیامت سے بچانے والا بجز خدا کے اور کون ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کس قدر حماقت اور اندھا پن ہے کہ ایسے خدا کی عظمت و جلال کو فراموش کر کے اُس کی نازل کی ہوئی آیات کی تکذیب اور فرمائشی آیات کا مطالبہ کرتے ہو۔ ف۵ گذشتہ آیت میں عذاب آنے کا احتمال بیان ہوا تھا۔ اب واقعات کا حوالہ دیتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں اس طرح کے عذاب آچکے ہیں نیز متنبہ فرما دیا کہ جب مجرم کو ابتداءً ہلکی تنبیہ کیجائے تو اُس کو فوراً خدا کی طرف رجوع ہونا چاہیے سخت دلی اور اغوائے شیطانی سے اُسے ہلکا نہ سمجھے موضح القرآن میں ہے کہ گنہگار کو اللہ تعالیٰ تھوڑا سا پکڑتا ہے، اگر وہ گڑگڑایا اور توبہ کی تو بچ گیا اور اگر اتنی پکڑ نہ مانی تو پھر بھلاوا دیا اور وسعت عیش کے دروازے کھولے جب نعمتوں کی شکر گذاری اور انعام و احسان سے متاثر ہونے کے بجائے خوب گناہ میں غرق ہوا تو دفعۃً بے خبر پکڑا گیا یہ ارشاد ہے کہ آدمی کو گناہ پر تنبیہ پہنچے تو شتاب توبہ کرے۔ یہ راہ نہ دیکھے کہ اس سے زیادہ پہنچے تو یقین کروں ف۶ ظالموں کا استیصال بھی اُسکی ربوبیت عامہ کا اثر اور مجموعۂ عالم کے لئے رحمت عظیم ہے اسی لئے یہاں حمد و شکر کا اظہار فرمایا۔ ف۷ کہ نہ تم سن سکو نہ دیکھ سکو، نہ دل سے سمجھ سکو۔

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

ایسا رب ہے اللہ کے سوا جو تم کو یہ چیزیں لا دیوے ف۱ دیکھ ہم کیونکر طرح طرح سے بیان کرتے ہیں باتیں پھر بھی وہ کنارہ کرتے ہیں ☆

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا اچانک ف۲ یا ظاہر ہو کر تو کون ہلاک ہوگا

الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

ظالم لوگوں کے سوا ف۳ اور ہم رسول نہیں بھیجتے مگر خوشی اور ڈر سنانے کو

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

پھر جو کوئی ایمان لایا اور سنور گیا تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں ☆ اور جنہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ

ہماری آیتوں کو ان کو پہنچیگا عذاب اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ف۴ تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے

عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ

کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں ف۵

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ

میں تو اسی پر چلتا ہوں جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے تو کہہ دے کب برابر ہو سکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا

اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى

سو کیا تم غور نہیں کرتے ف۶ اور خبردار کر دے اس قرآن سے ان لوگوں کو جنکو ڈر ہے اس کا کہ وہ جمع ہونگے اپنے

رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾

رب کے سامنے اس طرح پر کہ اللہ کے سوا نہ کوئی انکا حمایتی ہوگا اور نہ سفارش کرنیوالا ف۷ تاکہ وہ بچتے رہیں ف۸

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں

وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ

اسی کی رضا ف۹ تجھ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے

ف۱ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "یعنی توبہ میں دیر نہ کرے۔ جو کان اور آنکھ اور دل اس وقت ہیں شاید پھر نہ ملے" اور اس لئے توبہ و استغفار کی توفیق نہ ہو سکے ف۲ "اچانک" یعنی وہ عذاب جسکی کچھ علامات پہلے سے ظاہر نہ ہوں۔ وبہذا "جہرۃ" سے مراد وہ عذاب ہوگا جس کے آنے سے قبل علامات ظاہر ہونے لگیں ف۳ یعنی توبہ میں دیر نہ کرنا چاہئے شاید اس دیر میں عذاب پہنچ جائے جس کا خمیازہ صرف ظالموں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اگر پہلے ہی ظلم و عدوان سے توبہ کر چکا ہوگا تو اس عذاب سے بچ رہیگا۔ ف۴ یعنی تم جو عذاب الٰہی سے نڈر اور بے فکر ہو کر بیہودہ فرمائشیں اور دور از کار سوالات کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دق کرتے اور ان کی تصدیق کے لئے خود ساختہ معیار تراشتے ہو، خوب سمجھ لو کہ پیغمبر دنیا میں اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ تمہاری ایسی واہی تباہی فرمائشیں پوری کرتے رہا کریں۔ انکی بعثت کی غرض صرف "تبشیر و انذار" اور "تبلیغ و ارشاد" ہے۔ وہ خدا کی طرف سے اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ فرمانبرداروں کو بشارات سنائیں اور نافرمانوں کو ان کے انجام بد پر متنبہ کر دیں آگے ہر شخص کی کمائی اسکے ساتھ ہے۔ جس نے انبیاء علیہم السّلام کی باتوں پر یقین کیا اور اعتقاداً و عملاً اپنی حالت درست کرلی، حقیقی امن اور چین اس کو نصیب ہوا۔ اور جس نے خدا کی آیات کو جھٹلا کر ہدایت الٰہی سے روگردانی کی وہ نافرمانی اور عناد کی وجہ سے سخت تباہی اور عذاب عظیم کے نیچے آگیا۔ العیاذ باللہ ف۵ اس آیت میں منصب رسالت کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے یعنی کوئی شخص جو مدعی نبوت ہو، اس کا دعویٰ یہ نہیں ہوتا کہ تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کیجائے وہ ضرور ہی کر دکھلائے یا تمام معلومات غیبیہ و شہادیہ پر خواہ انکا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو، اس کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ جو کچھ تم پوچھو، وہ فوراً بتلا دیا کرے۔ یا نوع بشر کے علاوہ وہ کوئی اور نوع ہے جو لوازم و خواص بشریہ سے اپنی براءت و نزاہت کا ثبوت پیش کرے۔ جب ان باتوں میں سے وہ کسی چیز کا مدعی نہیں تو فرمائشی معجزات اس سے طلب کرنا یا ازراہ تعنت و عناد اس قسم کا سوال کرنا کہ قیامت کب آئے گی؟ یا یہ کہنا کہ "یہ رسول کیسے ہیں جو کھانا کھاتے اور بازاروں میں خرید و فروخت کے لئے جاتے ہیں" اور ان ہی امور کو معیار تصدیق و تکذیب ٹھہرانا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ ف۶ یعنی اگرچہ پیغمبر نوع بشر سے علیحدہ کوئی دوسری نوع نہیں لیکن اس کے اور باقی انسانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انسانی قوتیں دو قسم کی ہیں علمی و عملی۔ قوت علمیہ کے اعتبار سے نبی اور غیر نبی میں اعمیٰ و بصیر (اندھے اور سوانکھے) کا تفاوت سمجھنا چاہئے۔ نبی کے دل کی آنکھیں ہر وقت مرضیات الٰہی اور تجلیات ربانی کے دیکھنے کے لئے کھلی رہتی ہیں، جس کے بلاواسطہ مشاہدہ سے دوسرے انسان محروم ہیں۔ اور قوت عملیہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اپنے قول و فعل اور ہر ایک حرکت و سکون میں رضائے الٰہی اور حکم خداوندی کے تابع و منقاد ہوتے ہیں وحی سماوی اور احکام الٰہیہ کے خلاف نہ کبھی ان کا قدم اٹھ سکتا ہے نہ زبان حرکت کر سکتی ہے۔ انکی مقدس ہستی اخلاق و اعمال اور کل واقعات زندگی میں تعلیمات ربانی اور مرضیات الٰہی کی روشن تصویر ہوتی ہے جسے دیکھ کر غور و فکر کرنیوالوں کو انکی صداقت اور مامور من اللہ ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔ ف۷ یعنی جو لوگ فرمائشی معجزات دکھلائے جانے پر اپنے ایمان کو موقوف رکھتے اور ازراہ تعنت و عناد آیات اللہ کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں، ان سے قطع نظر کیجئے۔ کیونکہ تبلیغ کا فرض ادا ہو چکا اور ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہیں اب وحی الٰہی (قرآن) کے ذریعہ سے ان لوگوں کو متنبہ کرنے کا مزید اہتمام فرمائیے جن کے دلوں میں محشر کا خوف اور عاقبت کی فکر ہے۔ کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہو سکتی ہے کہ نصیحت سے متاثر اور ہدایت قرآنی سے منتفع ہوں۔ ف۸ یعنی یہ سن کر گناہ سے بچتے رہیں۔ ف۹ یعنی رات دن اسکی عبادت میں حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔

عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ

اُن پر ہے کچھ کہ تو اُن کو دور کرنے لگے پس ہو جاویگا تو بے انصافوں میں ف۱ اور اسی طرح

فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ

ہمنے آزمایا ہے بعضے لوگوں کو بعضوں سے تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب میں

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا شکر کرنیوالوں کو ف۲ اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتوں کے

بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ

ماننے والے تو کہدے تو سلام ہے تم پر لکھ لیا ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو کہ جو کوئی

عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ

کرے تم میں سے بُرائی ناواقفیت سے پھر اُس کے بعد توبہ کرلے اور نیک ہو جاوے تو بات یہ ہے کہ وہ ہے

رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾

بخشنے والا مہربان ☆ اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو اور تاکہ کھل جاوے طریقہ گنہگاروں کا ف۳

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ

تو کہدے مجھ کو روکا گیا ہے اس سے کہ بندگی کروں اُنکی جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا تو کہہ

لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر بیشک اب تو میں بہک جاؤنگا اور نہ رہونگا ہدایت پانے والوں میں ف۴

قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ

تو کہدے کہ مجھ کو شہادت پہنچی میرے رب کی اور تم نے اُسکو جھٹلایا ف۵ میرے پاس نہیں جس چیز کی تم جلدی

بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ

کر رہے ہو ف۶ حکم کسی کا نہیں سوا اللہ کے بیان کرتا ہے حق بات اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ☆ تو کہہ

لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اگر ہوتی میرے پاس وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو طے ہو چکا ہوتا جھگڑا درمیان میرے اور درمیان تمہارے ف۷ اور اللہ

ف۱ یعنی جب اُن کا ظاہر حال یہ بتلا رہا ہے کہ شب و روز خدا کی عبادت اور رضا جوئی میں مشغول رہتے ہیں تو اسی کے مناسب اُن سے معاملہ کیجئے۔ اُن کا باطنی حال کیا ہے، یا آخری انجام کیا ہوگا، اس کی تفتیش و محاسبہ پر معاملات موقوف نہیں ہو سکتے۔ یہ حساب نہ آپ کا اُن کے ذمہ ہے نہ اُن کا آپ کے۔ لہٰذا اگر بالفرض آپ دولتمندوں کی ہدایت کی طمع میں ان غریب مخلصین کو اپنے پاس سے ہٹانے لگیں تو یہ بات بے انصافی کی ہوگی۔ "موضح القرآن" میں ہے "کافروں میں بعض سرداروں نے حضرت سے کہا کہ تمہاری بات سُننے کو ہمارا دل چاہتا ہے لیکن تمہارے پاس بیٹھتے ہیں رذیل لوگ ہم اُن کے برابر نہیں بیٹھ سکتے۔ اس پر یہ آیت اُتری یعنی خدا کے طالب اگرچہ غریب ہیں۔ اُن ہی کی خاطر مقدم ہے"۔ ف۲ "یعنی دولتمندوں کو غریبوں سے آزمایا ہے کہ اُن کو ذلیل دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ کیا لائق ہیں اللہ کے فضل کے۔ اور اللہ اُنکے دل دیکھتا ہے کہ اللہ کا حق مانتے ہیں"۔ ف۳ پہلے فرمایا تھا کہ پیغمبر مبشر و انذار کے لئے آتے ہیں، چنانچہ اس رکوع کے شروع میں "وانذر به الذين يخافون الخ" سے شان انذار کا استعمال تھا۔ اب مومنین کے حق میں شان تبشیر کا اظہار ہے یعنی مومنین کو کامل سلامتی اور رحمت و مغفرت کی بشارت سُنا دیجئے تاکہ ان غریبوں کا دل بڑھے اور دولتمند متکبرین کے طعن و تشنیع اور تحقیر آمیز برتاؤ سے شکستہ خاطر نہ رہیں۔ اسی لئے ہم احکام و آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ نیز اس لئے کہ مومنین کے مقابلہ میں مجرمین کا طریقہ بھی واضح ہو جائے (تنبیہ) یہ جو فرمایا کہ "جو کوئی کرے تم میں سے بُرائی ناواقفیت سے" اس سے شاید یہ غرض ہو کہ مومن جو بُرائی یا معصیت کرتا ہے خواہ نادانستہ ہو یا جان بوجھ کر، وہ فی الحقیقت اُس بُرائی اور گناہ کے انجام بد سے ایک حد تک ناواقف اور بے خبر ہی ہو کر کرتا ہے۔ اگر گناہ کے تباہ کن نتائج کا پوری طرح اندازہ اور استحضار ہو تو کون شخص ہے جو اس اقدام کی جرأت کریگا۔ ف۴ گذشتہ آیت میں وہ چیزیں بیان ہوئیں جو مومنین سے کہنے کے لائق ہیں۔ اس رکوع میں اُن امور کا تذکرہ ہے جو مجرمین اور مکذبین کے حق میں قابل خطاب ہیں یعنی آپ فرما دیجئے کہ میرا ضمیر، میری فطرت، میری عقل، میرا نور شہود اور وحی الٰہی جو مجھ پر اُترتی ہے، یہ سب مجھ کو اس سے روکتے ہیں کہ میں توحید کامل کے جادہ سے ذرا بھی قدم ہٹاؤں۔ خواہ تم کتنے ہی حیلے اور تدبیریں کرو میں کبھی تمہاری خوشی اور خواہش کی پیروی نہیں کر سکتا۔ بفرض محال اگر پیغمبر کسی معاملہ میں وحی الٰہی کو چھوڑ کر عوام کی خواہشات کا اتباع کرنے لگیں تو خدا نے جنہیں ہادی بنا کر بھیجا تھا معاذ اللہ وہ ہی خود بہک گئے، پھر ہدایت کا نیچ دنیا میں کہاں رہ سکتا ہے۔ ف۵ یعنی میرے پاس خدا کی صاف و صریح شہادت اور واضح دلائل پہنچ چکیں، جن کے قبول سے سرمو انحراف نہیں کر سکتا۔ تم اُس کو جھٹلاتے ہو تو اس کا انجام سوچ لو۔ ف۶ یعنی عذاب الٰہی۔ چنانچہ کفار کہتے تھے "اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب اليم" (اگر یہ حق ہے جس کی ہم تکذیب کر رہے ہیں تو آپ آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش کر دیجئے یا ہم پر اور کوئی سخت عذاب بھیجدیجئے)۔ ف۷ یعنی جس پر چاہے، جب چاہے اور جس قسم کا چاہے عذاب بھیجے یا نہ بھیجے ویسے ہی توبہ کی توفیق مرحمت فرما دے یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے کسی کا حکم اور زور اُس کے سوا نہیں چلتا۔ وہ دلائل و براہین کے ساتھ حق کو بیان کر دیتا ہے۔ پھر جو نہ مانیں اُنکے متعلق بہترین فیصلہ کرنے والا بھی وہ ہی ہے۔ اگر اُن کا فیصلہ کرنا یا سزا دینا میرے قبضۂ اختیار میں ہوتا اور یہ نزول عذاب میں جلدی چاہنے والے مجھ سے عذاب کا مطالبہ کرتے تو اب تک کبھی کا جھگڑا ختم ہو چکا ہوتا۔ یہ تو خدا ہی کے علم محیط، حلم عظیم، حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا پرتو ہے کہ بیشمار مصالح و حکم کی رعایت کرتے ہوئے باوجود پوری طرح جاننے اور قدرت رکھنے کے ظالموں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔ آئندہ آیات میں اُس کے علم محیط اور قدرت کاملہ کا ذکر ہے تاکہ ثابت ہو کہ تاخیر عذاب جہل یا عجز کی بنا پر نہیں۔

اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَ
خوب جانتا ہے ظالموں کو ☆ اور اُسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی کہ اُنکو کوئی نہیں جانتا اُسکے سوا اور

يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ
وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے اور نہیں جھڑتا کوئی پتا مگر وہ جانتا ہے اُسکو اور نہیں گرتا

فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾
کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی چیز مگر وہ سب کتاب مبین میں ہے ف۱

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ
اور وہی ہے کہ قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں ف۲ اور جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے ہو دن میں ف۳ پھر

يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ
تم کو اُٹھا دیتا ہے اُس میں تاکہ پورا ہو وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے ف۴ پھر اُسی کی طرف تم کو لوٹ جانا ہے پھر خبر دیگا تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ
اُسکی جو کچھ تم کرتے ہو ف۵ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر

حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ
نگہبان ف۶ یہاں تک کہ جب آپہنچے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اُسکو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ف۷

لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ
اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ف۸ پھر پہنچائے جاوینگے اللہ کی طرف جو مالک ہے اُنکا سچا سن رکھو حکم اُسی کا ہے

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ
اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ف۹ تو کہہ کون تم کو بچا لاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے

وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ
اور دریا کے اندھیروں سے اُس وقت میں کہ پکارتے ہو تم اُسکو گڑگڑا کر اور چپکے سے کہ اگر ہم کو بچا لیوے اس بلا سے

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ
تو البتہ ہم ضرور احسان مانیں گے ☆ تو کہہ دے اللہ تم کو بچاتا ہے اس سے اور ہر

ع ۵ / ۱۴

ف۱ یعنی لوح محفوظ میں ہے۔ اور لوح محفوظ میں جو چیز ہوگی وہ علم الٰہی میں پہلے ہوگی۔ اس اعتبار سے مضمون آیت کا حاصل یہ ہوا کہ عالم غیب و شہادت کی کوئی خشک تر اور چھوٹی بڑی چیز حق تعالیٰ کے علم ازلی محیط سے خارج نہیں ہو سکتی۔ بنا علیہ ان ظالموں کے ظاہری و باطنی احوال اور ان کی سزا دہی کے مناسب وقت و محل کا پورا پورا علم اُسی کو ہے۔ تنبیہ: "مفاتح" کو جن علماء نے مَفتح بفتح المیم کی جمع قرار دیا ہے اُنہوں نے "مفاتح الغیب" کا ترجمہ "غیب کے خزانوں" سے کیا اور جن کے نزدیک مِفتح بکسر المیم کی جمع ہے وہ "مفاتح الغیب" کا ترجمہ مترجم رحمہ اللہ کے موافق کرتے ہیں یعنی "غیب کی کنجیاں" مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی اُن میں سے جس خزانہ کو جس وقت اور جس قدر چاہے کسی پر کھول سکتا ہے کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس و عقل وغیرہ آلات ادراک کے ذریعہ سے علوم غیبیہ تک رسائی پا سکے یا جتنے غیوب اُس پر منکشف کر دیے گئے ہیں اُن میں از خود اضافہ کر لے کیونکہ علوم غیبیہ کی کنجیاں اُسکے ہاتھ میں نہیں دی گئیں خواہ لاکھوں کروڑوں جزئیات و واقعات غیبیہ پر کسی بندے کو مطلع کر دیا گیا ہو تاہم غیب کے اصول و کلیات کا علم جن کو "مفاتح غیب" کہنا چاہیے، حق تعالیٰ نے اپنے ہی لیے مخصوص رکھا ہے۔ ف۲ یعنی شب میں سوتے وقت ظاہری احساس و شعور باقی نہیں رہتا۔ اور آدمی اپنے گرد و پیش بلکہ اپنے جسم کے احوال تک سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے۔ گویا اُس وقت یہ قوتیں اُس سے لے لی گئیں۔ ف۳ یعنی دن میں جو کچھ چلنا پھرنا، نقل و حرکت و کسب واکتساب واقع ہوتا ہے وہ سب کامل تفصیل کے ساتھ خدا کے علم میں موجود ہے۔ ف۴ یعنی اگر وہ چاہتا تو تم سوتے کے سوتے رہ جاتے لیکن موت کا وعدہ پورا ہونے تک ہر نیند کے بعد تم کو بیدار کرتا رہتا ہے ف۵ دن میں کاروبار کر کے رات کو سونا، پھر سو کر اُٹھنا یہ روزمرہ کا سلسلہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے دنیا کی زندگی پھر موت پھر دوبارہ زندہ کیے جانے کا۔ اسی لیے نیند اور بیداری کے تذکرہ کے ساتھ "مسئلہ معاد" پر متنبہ کر دیا گیا۔ ف۶ یعنی وہ فرشتے جو تمہاری اور تمہارے اعمال کی نگہداشت کرتے ہیں۔ ف۷ یعنی جو فرشتے روح قبض کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ ف۸ یعنی جس وقت اور جس طرح جان نکالنے کا حکم ہوتا ہے اُس میں وہ کسی طرح کی رعایت یا کوتاہی نہیں کرتے ف۹ یعنی ایک لحظہ میں آدمی کی عمر بھر کی بھلائی بُرائی واضح کر دے۔

كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ

سختی سے پھر بھی تم شرک کرتے ہو ف۱ تو کہہ اُسی کو قدرت ہے اس پر کہ بھیجے تم پر

عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَ

عذاب ف۲ اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف فرقے کرکے اور

يُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ

چکھادے ایک کو لڑائی ایک کی ف۳ دیکھ کس کس طرح ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو تاکہ وہ

يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ

سمجھ جاویں ف۴ اور اُس کو جھوٹ بتلایا تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے تو کہہ دے کہ میں نہیں تم پر

بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَإٍ مُسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ

داروغہ ✡ ہر ایک خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور قریب ہے کہ اُس کو جان لوگے ف۵ اور جب تو دیکھے

الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ

اُن لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو اُن سے کنارہ کر یہاں تک کہ مشغول ہو جاویں کسی اور بات

غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ

میں اور اگر بھلادے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آجانے کے بعد ظالموں

الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَ

کے ساتھ ف۶ اور پرہیزگاروں پر نہیں ہے جھگڑنے والوں کے حساب میں سے کوئی چیز لیکن

لَٰكِنْ ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا

اُنکو ذمہ نصیحت کرنی ہے تاکہ وہ ڈریں ف۷ اور چھوڑ دے اُنکو جنہوں نے بنا رکھا ہے اپنے دین کو کھیل

وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا

اور تماشا اور دھوکا دیا اُن کو دنیا کی زندگی نے ف۸ اور نصیحت کر اُنکو قرآن سے تاکہ گرفتار نہ ہو جاوے کوئی اپنے

كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِنْ تَعْدِلْ

کیے میں کہ نہ ہو اُس کے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنیوالا اور اگر بدلے میں دے

ف۱ یعنی حق تعالیٰ باوجود علم محیط اور قدرت کاملہ کے جس کا بیان اوپر ہوا، تمہاری بداعمالیوں اور شرارتوں کی سزا فوراً نہیں دیتا۔ بلکہ جب مصائب و شدائد کی اندھیریوں میں پھنس کر تم اُس کو عاجزی سے پکارتے ہو اور پختہ وعدے کرتے ہو کہ اس مصیبت سے نکلنے کے بعد کبھی شرارت نہ کرینگے اور ہمیشہ احسان کو یاد رکھیں گے، تو بسا اوقات وہ تمہاری دستگیری کرکے اِن مہالک اور ہر قسم کی سختیوں سے نجات دیدیتا ہے لیکن تم پھر بھی اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتے اور مصیبت سے آزاد ہوتے ہی بغاوت شروع کر دیتے ہو۔ ف۲ یعنی خدا کے امہال و درگذر کو دیکھ کر مامون اور بےفکر نہ ہونا چاہیے۔ جس طرح وہ شدائد و مصائب سے نجات دے سکتا ہے اُسے یہ بھی قدرت ہے کہ کسی قسم کا عذاب تم پر مسلط کر دے۔ ف۳ اس میں عذاب کی تین قسمیں بیان فرمائیں (۱) جو اوپر سے آئے، جیسے پتھر برسنا یا طوفانی ہوا اور بارش (۲) جو پاؤں کے نیچے سے آئے جیسے زلزلہ یا سیلاب وغیرہ۔ یہ دونوں خارجی اور بیرونی عذاب ہیں جو اگلی قوموں پر مسلط کیے گئے۔ حضور صلعم کی دعا سے اس اُمت کو اس قسم کے عام عذاب سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یعنی اس قسم کا عام عذاب جو گذشتہ اقوام کی طرح اس اُمت کا استیصال کر دے، نازل نہ ہوگا۔ جزئی اور خصوصی واقعات اگر پیش آئیں تو اُس کی نفی نہیں۔ ہاں تیسری قسم عذاب کی جسے اندرونی اور داخلی عذاب کہنا چاہیے۔ اس اُمت کے حق میں باقی رہی ہے اور وہ پارٹی بندی، باہمی جنگ و جدل اور آپس کی خونریزی کا عذاب ہے۔ موضح القرآن میں ہے کہ قرآن شریف میں اکثر کافروں کو عذاب کا وعدہ دیا۔ یہاں کھول دیا کہ عذاب وہ بھی ہے جو اگلی اُمتوں پر آیا، آسمان سے یا زمین سے اور یہ بھی ہے کہ آدمیوں کو آپس میں لڑا دے اور اُن کو قتل یا قید یا ذلیل کرے۔ حضرت نے سمجھ لیا کہ اس اُمت پر یہی ہوگا، اکثر "عذاب الیم" اور "عذاب مُبین" اور "عذاب شدید" اور "عذاب عظیم" ان ہی باتوں کو فرمایا ہے۔ اور آخرت کا عذاب بھی ہے اُن پر جو کافر ہی مرے۔ ف۴ یعنی قرآن کو یا عذاب کے آنے کو کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب جھوٹی دھمکیاں ہیں، عذاب وغیرہ کچھ نہیں آتا۔ ف۵ یعنی میرا یہ منصب نہیں کہ تمہاری تکذیب پر خود عذاب نازل کر دوں یا اُس کے وقت اور نوعیت وغیرہ کی تفصیل بتلاؤں میرا کام صرف باخبر اور متنبہ کر دینا ہے۔ آگے ہر چیز کے وقوع کا علم الٰہی میں ایک وقت مقرر ہے جب وقت آجائیگا تم خود جان لوگے کہ میں جس چیز سے ڈراتا تھا وہ کہاں تک سچ ہے ف۶ یعنی جو لوگ آیات اللہ پر طعن و استہزاء اور ناحق کی نکتہ چینی میں مشغول ہو کر اپنے کو مستحق عذاب بنا رہے ہیں تم اُن سے خلط ملط نہ رکھو کہیں تم بھی اُن کے زمرہ میں داخل ہو کر مورد عذاب نہ بن جاؤ۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے "انکم اذاً مثلھم" ایک مومن کی غیرت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ ایسی مجلس سے بیزار ہو کر کنارہ کرے اور کبھی بھول کر شریک ہو گیا تو یاد آنے کے بعد فوراً وہاں سے اٹھ جائے۔ اسی میں اپنی عاقبت کی درستی، دین کی سلامتی اور طعن و استہزاء کرنے والوں کے لیے عملی نصیحت اور تنبیہ ہے ف۷ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں یعنی اگر پرہیزگار لوگ جھگڑنے اور طعن کرنیوالوں کی مجلس سے اُٹھ کر چلے آئے تو طاعنین کے گمراہی میں پڑے رہنے کا کوئی مواخذہ اور ضرر ان متقین پر عائد نہیں ہو سکتا۔ ہاں ان کے ذمہ بقدر استطاعت اور حسب موقع نصیحت کرتے رہنا ہے۔ شاید وہ بدبخت نصیحت سُن کر اپنے انجام سے ڈر جائیں، یا یہ مطلب ہے کہ پرہیزگار اور محتاط لوگوں کو اگر کسی واقعی معتد بہ دینی یا دنیوی ضرورت سے ایسی مجلس میں جانے کا اتفاق ہو جائے تو اُن کے حق میں طاعنین کے گناہ اور بازپرس کا کوئی اثر نہیں پہنچتا۔ ہاں ان کے ذمہ بشرط قدرت نصیحت کر دینا ہے ممکن ہے کسی وقت اُن پر بھی نصیحت کا اثر پڑ جائے ف۸ یعنی اپنے اُس دین کو جس کا قبول کرنا اُن کے ذمہ فرض تھا، اور وہ مذہب اسلام ہے۔ ف۹ دنیا کی لذتوں میں مست ہو کر عاقبت کو بھلا بیٹھے۔

كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ

سارے بدلے تو قبول نہ ہوں اُس سے ف۱ وہی لوگ ہیں جو گرفتار ہوئے اپنے کیے میں

لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾ قُلْ

اُن کو پینا ہے گرم پانی اور عذاب ہے دردناک بدلے میں کفر کے ف۲ تو کہہ دے

أَنَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰٓ أَعْقَابِنَا

کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا اُن کو جو نہ نفع پہنچا سکیں ہم کو اور نہ نقصان اور کیا پھر جاویں ہم اُلٹے پاؤں

بَعْدَ إِذْ هَدَىٰنَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ

اسکے بعد کہ اللہ سیدھی راہ دکھا چکا ہم کو مثل اُس شخص کے کہ رستہ بھلا دیا ہو اُس کو جنوں نے جنگل میں جبکہ

حَيْرَانَ لَهُۥٓ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُۥٓ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى

وہ حیران ہے اُس کے رفیق بلاتے ہیں اُس کو رستہ کی طرف کہ چلا آ ہمارے پاس ف۳ تو کہہ دے کہ اللہ نے جو

اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا

راہ بتلائی وہی سیدھی راہ ہے ف۴ اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں پروردگار عالم کے ☆ اور یہ کہ قائم رکھو

الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِيٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ

نماز کو اور ڈرتے رہو اللہ سے اور وہی ہے جس کے سامنے تم سب اکٹھے ہو گے ☆ اور وہی ہے جس نے پیدا کیا

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ

آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر اور جس دن کہیگا کہ ہو جا ف۵ تو وہ ہو جائیگا ف۶ اُسی کی بات سچی ہے

وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ

اور اُسی کی سلطنت ہے جس دن پھونکا جائیگا صور ف۶ جاننے والا چھپی اور کھلی باتوں کا اور وہی ہے حکمت والا

الْخَبِيرُ ﴿٧٣﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّيٓ

جاننے والا ف۷ اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے ف۸ اپنے باپ آزر کو ف۹ تو کیا مانتا ہے بتوں کو خدا میں

أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ

دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم صریح گمراہ ہیں ف۱۰ اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو عجائبات

ف۱ یعنی ایسے لوگوں کو جو تکذیب استہزاء کی کرتوت میں پکڑے گئے ہوں نہ کوئی حمایتی ملیگا جو مدد کر کے زبردستی عذاب الٰہی سے چھڑالے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جو سعی و سفارش کر کے کام نکال دے۔ اور نہ کسی قسم کا فدیہ اور معاوضہ قبول کیا جائیگا اگر بالفرض ایک مجرم دنیا بھر کے معاوضے دیکر چھوٹنا چاہے تو نہ چھوٹ سکیگا۔ ف۲ گذشتہ آیت میں خاص اُس مجلس سے کنارہ کشی کا حکم تھا جہاں آیات اللہ کے متعلق طعن و استہزاء اور ناحق کے جھگڑے کیے جاری ہوں اس آیت میں ایسے لوگوں کی عام مجالست و صحبت ترک کر دینے کا ارشاد ہے۔ مگر ساتھ ہی حکم ہے کہ اُن کو نصیحت کر دیا کرو۔ تاکہ وہ اپنے کیے کے انجام سے آگاہ ہو جائیں۔ ف۳ یعنی مسلمان کی شان یہ ہے کہ گمراہوں کو نصیحت کر کے سیدھی راہ پر لائے اور جو خدا سے بھاگ کر غیراللہ کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہیں اُن کو خدائے واحد کے سامنے سربسجود کرنے کی فکر کرے۔ اُس سے یہ توقع رکھنا فضول ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی ایسی ہستی کے آگے سر جھکائیگا جس کے قبضہ میں نہ نفع ہے نہ نقصان۔ یا اہل باطل کی صحبت میں رہ کر توحید و ایمان کی صاف سڑک چھوڑ دیگا اور شرک کی بھول بھلیاں کی طرح اُلٹے پاؤں پھرےگا۔ اگر معاذ اللہ ایسا ہو تو اُس کی مثال اُس مسافر کی سی ہوگی جو اپنے راہ جاننے والے رفقاء کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہا تھا کہ ناگاہ غول بیابانی (خبیث جنات) نے اُسے بہکا کر راستہ سے الگ کر دیا۔ وہ چاروں طرف بھٹکتا پھرتا ہے اور اُس کے رفقاء ازراہ خیرخواہی اُسے آوازیں دے رہے ہیں کہ ادھر آؤ راستہ اس طرف ہے۔ مگر وہ حیران و مخبوط الحواس ہو کر نہ کچھ سمجھتا ہے نہ اُدھر آتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ مسافر آخرت کے لیے سیدھی راہ اسلام و توحید کی ہے اور جن کی رفاقت و معیت میں یہ سفر طے ہوتا ہے وہ پیغمبر اور اُنکے متبعین ہیں جب یہ بدبخت شیاطین و مضلین کے پنجہ میں پھنس کر صحرائے ضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے اس کے ہادی اور رفقاء ازراہ ہمدردی جادۂ حق کی طرف بلا رہے ہیں مگر یہ نہ کچھ سُنتا ہے نہ سمجھتا ہے تو اے گروہ اشرار کیا تمہاری یہ غرض ہے کہ ہم اپنی ایسی مثال بنا لیں یہ آیت اُن مشرکین کے جواب میں اُتری ہے جنہوں نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست کی تھی۔ ف۴ ہم سے یہ اُمید مت رکھو کہ اُسے چھوڑ کر ہم شیطان کی بتلائی ہوئی راہوں پر چلیں گے ف۵ یعنی حشر ہو جا ف۶ یعنی اُس روز ظاہری اور مجازی طور پر بھی خدا کے سوا کسی کی سلطنت نہ رہیگی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ ف۷ جو خدا یہ صفات رکھتا ہے جن کا ذکر ان دو تین آیات میں ہوا، وہی اس لائق ہے کہ ہم اُس کے تابع فرمان ہوں اُسکے سامنے انتہائی عبودیت اختیار کریں اور ہر آن اُس سے ڈرتے رہیں۔ اسی کا ہم کو حکم ہوا ہے جس سے ہم کسی حال منہ نہیں موڑ سکتے۔ ف۸ گذشتہ آیات میں جو توحید کا اثبات، شرک کی نفی اور مسلمانوں کے ارتداد سے مایوس کیا گیا تھا۔ یہاں موحّد اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ سے اُسی کی تائید مقصود ہے اور ضمناً مسلمانوں کو یہ بھی سمجھانا ہے کہ مکذبین و معاندین کو کس طرح نصیحت و فہمائش کی جائے، کس طرح اُن سے علیحدگی اور بیزاری کا اظہار ہونا چاہیے اور کس طرح ایک مومن قانت کو خدائے واحد پر صرف اکیلے خدا پر بھروسہ رکھنا، اُسی سے ڈرنا اور اسی کا تابع فرمان ہونا چاہیے ف۹ علمائے انساب نے حضرت ابراہیم کے باپ کا نام "تارخ" لکھا ہے ممکن ہے "تارخ" نام اور "آزر" لقب ہو۔ ابن کثیر نے مجاہد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ "آزر" بت کا نام تھا، شاید اُس بت کی خدمت میں زیادہ رہنے سے خود اُن کا لقب آزر پڑ گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۱۰ اس سے زیادہ صریح و صاف گمراہی کیا ہوگی کہ "اکرم المخلوقات" "انسان" اپنے ہاتھ سے تراشے پتھروں کو خدائی کا درجہ دے کر اُنکے سامنے سربسجود ہو جائے اور اُنہی سے مُرادیں مانگنے لگے۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ

آسمانوں اور زمینوں کے اور تاکہ اُس کو یقین آجاوے ف پھر جب اندھیرا کر لیا اُس پر

الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾

رات نے دیکھا اُس نے ایک ستارہ بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہو گیا تو بولا میں پسند نہیں کرتا غائب ہو جانے والوں کو ☆

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ

ف۲ پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اگر نہ ہدایت کریگا مجھ کو رب میرا

لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا

تو بیشک میں رہونگا گمراہ لوگوں میں ف۳ پھر جب دیکھا سورج جھلکتا ہوا بولا یہ ہے

رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

رب میرا یہ سب سے بڑا ہے ف۴ پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اے میری قوم میں بیزار ہوں اُن سے جنکو تم شریک کرتے ہو ف۵

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا

میں نے متوجہ کر لیا اپنے منہ کو اُسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں ہوں

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ

شرک کرنے والا ف۶ اور اُس سے جھگڑا کیا اُسکی قوم نے بولا کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو اللہ کے ایک ہونے میں اور

هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ

وہ مجھ کو سمجھا چکا ف۷ اور میں ڈرتا نہیں ہوں اُن سے جنکو تم شریک کرتے ہو اسکا مگر یہ کہ میرا رب ہی کوئی تکلیف پہنچانی چاہے احاطہ

رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَ

کر لیا ہے میرے رب کے علم نے سب چیزوں کا کیا تم نہیں سوچتے ف۸ اور میں کیوں کر ڈروں تمہارے شریکوں سے اور

لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ

تم نہیں ڈرتے اس بات سے کہ شریک کرتے ہو اللہ کا اُن کو جسکی نہیں اُتاری اُس نے تم پر کوئی دلیل ف۹ اب

الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دونوں فرقوں میں کون مستحق ہے دل جمعی کا بولو اگر تم سمجھ رکھتے ہو ☆ جو لوگ یقین لے آئے اور

ف۱ یعنی جس طرح بت پرستی کی شناعت و قبح ہم نے ابراہیم پر ظاہر کر کے اُسکی قوم کو قائل کیا اسی طرح علویات و سفلیات کے نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام ترکیبی کی گہرائیوں پر بھی اُس کو مطلع کر دیا تاکہ وہ کواکب پرستی و ہیاکل سازی کو علیٰ وجہ البصیرت رد کر سکے۔ اور اپنی قوم کے عقیدہ کواکب پرستی و ہیاکل سازی کو علیٰ وجہ البصیرت رد کر سکے۔ اور اُسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے وجود و وحدانیت وغیرہ پر، اور تمام مخلوقات سماوی و ارضی کے محکومانہ عجز و بیچارگی پر استدلال کر کے خود بھی حق الیقین کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو۔ بلاشبہ عالم کا یہ اکمل و احکم اور بہترین نظم و نسق ہی ایسی چیز ہے جسکو دیکھ کر بالبداہت اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس عظیم الشان مشین کا بنانے اور چلانے والا اس کے پرزوں کو نہایت مضبوط ترتیب و سلیقہ سے جوڑنے والا اور ہزاروں لاکھوں برس سے ایک ہی انداز پر اس کی حفاظت کرنیوالا، بڑا زبردست حکیم و قدیر صانع ہے جس کے حکیمانہ تصرف اور نفوذ و اقتدار سے مشین کا کوئی چھوٹا بڑا پرزہ باہر نہیں جا سکتا۔ یہ کام یوں ہی بخت و اتفاق یا بے شعور طبیعت یا اندھے بہرے مادہ سے نہیں ہو سکتا۔ یورپ کا مشہور و معروف حکیم نیوٹن کہتا ہے کہ "کواکب کی حرکات حالیہ ممکن نہیں کہ محض عام قوت جاذبہ کے عمل کا نتیجہ ہوں۔ یہ قوت جاذبہ تو کواکب کو شمس کی طرف ڈھکیلتی ہے، اس لئے کواکب کو سورج کے گرد حرکت دینے والا ضروری ہے کوئی خدائی ہاتھ ہو۔ جو باوجود قوت جاذبہ کی عام کشش کے ان کو اپنے مدارات پر قائم رکھ سکے۔ کوئی سبب طبیعی ایسا نہیں بتلایا جا سکتا جس نے تمام کواکب کو کھلی فضا میں جکڑ بند کر دیا ہے کہ وہ سب سورج کے گرد چکر لگاتے وقت ہمیشہ معین مدارات پر اور ایک خاص جہت ہی میں حرکت کریں جس میں کبھی تخلف نہ ہو۔ پھر کواکب کی حرکات اور درجات سُرعت میں اُن کی اور سورج کی درمیانی مسافت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو دقیق تناسب اور عمیق توازن قائم رکھا گیا ہے۔ کوئی سبب طبیعی نہیں جس سے ہم اُن منظم و محفوظ نوامیس کو وابستہ کر سکیں ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا نظام کسی ایسے زبردست حکیم و علیم کے ماتحت ہے جو ان تمام اجرام سماویہ کے مواد اور اُن کی کمیات سے پورا پورا واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس مادہ کی کس قدر مقدار سے کتنی قوت جاذبہ صادر ہوگی۔ اُسی نے اپنے زبردست اندازہ سے کواکب اور شمس کے درمیان مختلف مسافتیں اور حرکت کے مختلف مدارج مقرر کئے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے تصادم و تزاحم نہ ہو۔ اور عالم ٹکرا کر تباہ نہ ہو جائے۔ ہر چھوٹا بڑا سیارہ نہایت مضبوط نظام کے ماتحت معین وقت پر طلوع و غروب ہوتا ہے۔ جب کوئی ستارہ غروب ہو کر دنیا کو اپنے اُس فیض و تاثیر سے محروم کر دے جو طلوع کے وقت حاصل تھا۔ تو نہ اُس ستارہ کی اور نہ کسی مخلوق کی قدرت میں ہے کہ ایک منٹ کے لئے اُسے واپس لے آئے یا غروب سے روک دے۔ یہ رب العالمین ہی کی شان ہے کہ کسی وقت بھی کسی قسم کے افاضہ سے عاجز نہیں۔ والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم والقمر قدرناہ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون (یٰس رکوع ۳)۔ یہ علویات کا حال ہے، تو سفلیات کا اسی سے اندازہ کر لو۔ یہ ہی تکوینی عجائب اور ملکوت السموات والارض ہیں جن کے دیکھنے سے ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر "لا احب الآفلین" اور "انی وجہت وجہی للذی فطر الخ" بے ساختہ جاری ہو گیا جو اگلی آیات میں مذکور ہے کما دل علیہ الفاء فی قولہ تعالیٰ فلما جن الخ۔ ف۲ کہ انہیں اپنا رب بنا لوں۔ کیا ایک مجبور قیدی اور بیگاری کو شہنشاہی کے تخت پر بٹھلانا کوئی پسند کر سکتا ہے۔ باقی ابراہیم علیہ السلام کا ہٰذا ربی کہنا یا تو استفہام انکاری کے لہجہ میں ہے یعنی کیا یہ ہے رب میرا؟ اور یا بطریق تہکم و تبکیت ہے یعنی یہ ہے رب میرا تمہارے عقیدہ اور گمان کے موافق جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "وانظر الی الٰہک الذی ظلت علیہ عاکفا" ای فی زعمک۔ اس کے سوا مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں یہ ہی راجح ہے۔ واللہ اعلم ف۳ چاند چونکہ بہت حسین اور چمکدار سیارہ ہے۔ اگر خدا دستگیری نہ فرمائے تو بیشک انسان اسی کی چمک دمک پر مفتوں ہو کر رہ جائے۔ ف۴ یعنی نظام فلکی میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ فیض رساں سیارہ ہے۔ شاید عالم مادی کی کوئی چیز اسکے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض تاثیر سے مستغنی ہو؟ ف۵ یہ تو سب خدا کے مزدور ہیں جو وقت معین پر آتے اور چلے جاتے ہیں۔ ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر پر قادر نہیں پھر ان کو خدائی کے حقوق میں شریک کرنا کس قدر گستاخی اور قابل نفرت فعل ہے ف۶ یعنی ساری مخلوق سے یکسو ہو کر صرف خالق جل و علا کا دروازہ پکڑ لیا ہے جسکے قبضۂ اقتدار میں سب علویات و سفلیات ہیں۔ ف۷ یعنی جس کو خدا سمجھا چکا اور ملکوت السموات والارض کی علیٰ وجہ البصیرت سیر کرا چکا کیا اُس سے یہ اُمید رکھتے ہو کہ وہ تمہارے جھگڑنے اور بیہودہ جدل و بحث کرنے سے بہک جائیگا۔ کبھی نہیں۔ ف۸ حضرت ابراہیم کی قوم کہتی تھی کہ تم جو ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہو۔ ڈرتے رہو کہیں اس کے وبال میں تم معاذ اللہ مجنون اور پاگل نہ بن جاؤ۔ یا اور کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔ اُس کا جواب دیا کہ میں ان سے کیا ڈرونگا جن کے ہاتھ میں نفع و نقصان اور تکلیف و راحت کچھ بھی نہیں۔ ہاں میرا پروردگار مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس سے دنیا میں کون مستثنیٰ ہے۔ وہی اپنے علم محیط سے جانتا ہے کہ کس شخص کو کن حالات میں رکھنا مناسب ہوگا۔ ف۹ یعنی میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں حالانکہ نہ اُن کے قبضہ میں نفع و ضرر ہے اور نہ توحید کو اختیار کرنا کوئی جرم ہے جس سے اندیشہ ہو۔ ہاں تم خدا کے باغی اور مجرم بھی ہو اور خدا مالک نفع و ضرر بھی ہے لہٰذا تم کو اپنے جرائم کی سزا سے ڈرنا چاہیئے۔

ف احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ نبی کریم صلعم نے یہاں ظلم کی تفسیر شرک سے فرمائی جیسا کہ سورۂ لقمان میں ہے ان الشرک لظلم عظیم گویا ظلم کی تنوین تعظیم کے لئے ہوئی۔ تو حاصل مضمون یہ ہو گا کہ مامون و مہتدی صرف وہ ہی لوگ ہو سکتے ہیں جو یقین لائے اس طرح کہ اس میں شرک کی ملاوٹ بالکل نہ ہو۔ اگر خدا پر یقین رکھنے کے باوجود شرک کو نہ چھوڑا تو وہ نہ ایمان شرعی ہے نہ اس کے ذریعہ سے امن و ہدایت نصیب ہو سکتی ہے۔ وہو کما قال "وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون"

لَمْ يَلْبِسُوٓا إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾

نہیں ملا دیا انہوں نے اپنے یقین میں کوئی نقصان انہی کے واسطے ہے دل جمعی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر ف ۱

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ ءَاتَيْنَٰهَآ إِبْرَٰهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَٰتٍ مَّن نَّشَآءُ ۗ

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی تھی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ

تیرا رب حکمت والا ہے جاننے والا ف ۲ اور بخشا ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب سب کو ہم نے ہدایت دی ف ۳

نُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَٰنَ وَأَيُّوبَ وَ

اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سب سے پہلے ف ۴ اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور

يُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ

یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو ف ۵ اور ہم اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں نیک کام والوں کو اور زکریا اور یحییٰ

وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَٰعِيلَ وَٱلْيَسَعَ وَيُونُسَ

اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں ☆ اور اسمٰعیل اور الیسع کو اور یونس کو

وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ ءَابَآئِهِمْ وَذُرِّيَّٰتِهِمْ وَ

اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر ف ۶ اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد

إِخْوَٰنِهِمْ ۖ وَٱجْتَبَيْنَٰهُمْ وَهَدَيْنَٰهُمْ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾ ذَٰلِكَ هُدَى

میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا اور سیدھی راہ چلایا ☆ یہ اللہ کی ہدایت

ٱللَّهِ يَهْدِى بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم

ہے اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے ف ۷ اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع

مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ۚ

ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا ف ۸ یہی لوگ تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت

فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا۟ بِهَا بِكَٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾

پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں مکہ والے تو ہم نے ان باتوں کے لئے مقرر کر دیے ہیں ایسے لوگ جو ان سے منکر نہیں ف ۹

(یوسف رکوع ۱۲) چونکہ ایمان و شرک کا جمع ہونا بظاہر مستبعد تھا اس لئے مترجم محقق قدس سرہٗ نے بغرض تسہیل و تفہیم ایمان کا ترجمہ یقین سے اور ظلم کا نقصان سے کیا جو لغت عرب کے عین مطابق ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ "لم تظلم منہ شیئا" اور اس نقصان سے مراد شرک ہی لیا جائیگا جیسا کہ احادیث میں تصریح ہو چکی اور خود نظم کلام میں لفظ لبس اس کا قرینہ ہے۔ اس کی مفصل تحقیق خود مترجم رحمہ اللہ مقدمہ میں فرما چکے ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔ ف ۲ یعنی ابراہیم علیہ السلام کو ایسی دلائل قاہرہ دے کر ان کی قوم پر غالب فرمانا اور دنیا و آخرت میں سربلند کرنا اسی علیم و حکیم کا کام ہو سکتا ہے جو ہر شخص کی استعداد و قابلیت کو جانتا ہے اور اپنی حکمت سے ہر چیز کو اس کے مناسب موقع و مقام پر رکھتا ہے۔ ف ۳ یعنی نہ صرف یہ کہ ہم نے ابراہیم کو ذاتی علم و فضل سے سرفراز کیا بلکہ بڑھاپے میں اسحٰق جیسا بیٹا اور یعقوب جیسا پوتا عطا فرمایا۔ یعقوب وہ ہی اسرائیل ہیں جن کی طرف دنیا کی ایک عظیم الشان قوم بنی اسرائیل منسوب ہے جن میں سے ہزاروں نبی اٹھائے گئے جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے۔ ابراہیمؑ کے بعد حق تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے ان ہی کی نسل میں نبوت اور پیغمبری رکھ دی ف ۴ پہلے ابراہیم علیہ السلام کے بعض فروع کا ذکر تھا اب بعض اصول کو ذکر فرمایا۔ کیونکہ نوح علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ کے اجداد میں سے ہیں اور جس طرح ابراہیمؑ کے بعد نبوت و کتاب کا انحصار صرف ان کی ذریت میں کر دیا گیا تھا اسی طرح نوحؑ کے بعد نوع انسانی کا انحصار نوحؑ کی نسل میں ہو گیا۔ گویا طوفان کے بعد وہ دنیا کے لئے آدم ثانی ہوئے۔ وجعلنا ذریتہ ھم الباقین ف ۵ ظاہری ملک و سلطنت کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام میں داؤدؑ و سلیمانؑ ہم رنگ ہیں اور مصائب و شدائد پر صبر کرنے کے لحاظ سے ایوبؑ و یوسفؑ میں خاص مشابہت ہے۔ باقی موسیٰؑ اور ہارونؑ کے قریبی تعلقات کی نسبت تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ خود حضرت موسیٰؑ نے ہارونؑ کو بطور اپنے وزیر کے حق تعالیٰ سے طلب کیا تھا۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے ان میں سے ہر دو ناموں کے بعد لفظ "کو" لا کر شاید اسی قسم کے لطائف پر متنبہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف ۶ یعنی اپنے اپنے زمانہ کے جہان والوں پر۔ ف ۷ یعنی خالص توحید اور معرفت و اطاعت خداوندی کا راستہ ہی وہ ہے جس پر حق تعالیٰ اپنے فضل و توفیق سے مقبول بندوں کو چلاتا ہے پھر اس کے صلہ میں حسب استعداد درجات بلند کرتا ہے۔ ف ۸ یہ ہم کو سنایا گیا کہ شرک انسان کے تمام اعمال کو حبط کر دیتا ہے۔ اور کسی کی تو حقیقت کیا ہے اگر بفرض محال انبیاء و مقربین سے معاذ اللہ ایسی حرکت سرزد ہو تو سارا کیا دھرا اکارت ہو جائے۔ ف ۹ اگر مکہ کے کافر یا دوسرے منکرین ان باتوں (کتاب، شریعت اور نبوت) سے انکار کریں تو خدا کا دین ان پر موقوف نہیں۔ ہم نے دوسری قوم یعنی مہاجرین و انصار اور ان کے اتباع کو ان چیزوں کی تسلیم و قبول اور حفاظت و ترویج کے لئے مسلط فرما دیا ہے جو ہماری کسی بات سے بھی منہ موڑنے والے نہیں۔

ف تمام انبیاء علیہم السلام عقائد، اصول دین، اور مقاصد کلیہ میں متحد ہیں، سب کا دستور اساسی ایک ہی ہے، ہر نبی کو اسی پر چلنے کا حکم ہے۔ آپ بھی اسی طریق مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں۔ گویا اس آیت میں متنبہ کر دیا کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیائے سابقین کے راستے سے جدا نہیں۔ رہا فروع کا اختلاف وہ ہر زمانہ کی مناسبت واستعداد کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے اور اب بھی واقع ہو تو مضائقہ نہیں۔ (فائدہ) علمائے اصول نے اس آیت کے عموم سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر نبی کریم صلعم کسی معاملہ میں شرائع سابقہ کا ذکر فرمائیں تو وہ اس امت کے حق میں بھی سند ہے بشرطیکہ شارع نے اس پر کلی یا جزئی طور پر انکار نہ فرمایا ہو۔ ف۲ یعنی اگر تم نہیں مانتے تو میرا کوئی نفع فوت نہیں ہوتا کیونکہ میں تم سے کسی طرح کے اجر کا طالب نہیں۔ میرا اجر تو خدا کے یہاں ثابت ہے۔ ہاں تم نصیحت سے انحراف کر کے خود اپنا نقصان کرو گے۔ سارے جہان میں سے ایک نہیں تو دوسرا نصیحت کو قبول کریگا جو انکار کریگا اسے اپنی محرومی اور بدبختی کا ماتم کرنا چاہیے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ

یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے سو تو چل ان کے طریقہ پر ف۱ تو کہہ دے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا

یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو ف۲ اور نہیں پہچانا انہوں نے اللہ کو پورا پہچاننا جب کہنے لگے

مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ ۗ قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ

کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز ف۳ پوچھ تو کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ

بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ ۖ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ

لے کر آیا تھا روشن تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے جس کو تم نے ورق ورق کر کے لوگوں کو دکھلایا اور بہت سی

كَثِيرًا ۖ وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ ثُمَّ ذَرْهُمْ

باتوں کو تم نے چھپا رکھا اور تم کو سکھلا دیں جن کو نہ جانتے تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادے ف۴ تو کہہ دے کہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ دے

فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩١﴾ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي

انکو اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں ف۵ اور یہ قرآن کتاب ہے جو کہ ہم نے اتاری برکت والی تصدیق کرنے والی ان کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

اس سے پہلی ہیں ف۶ اور تاکہ تو ڈر سنائے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ف۷ اور جن کو یقین ہے

بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩٢﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ

آخرت کا وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار ف۸ اور اس سے زیادہ ظالم

مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ

کون جو باندھے اللہ پر بہتان یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر وحی نہیں اتری کچھ بھی

وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي

اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں مثل اس کی جو اللہ نے اتارا ف۹ اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم ہوں

غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ

موت کی سختیوں میں ف۱۰ اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں ف۱۱

ع ۱۰/۱۶

ف۳ پچھلے رکوع میں منصب نبوت اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کا نام بنام تذکرہ تھا اور یہ کہ نبی عربی صلعم بھی توحید و معرفت کی اسی صراط مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں جس پر انبیائے سابقین کو چلایا گیا تھا۔ پیغمبروں کا ہدایت خلق اللہ کے لئے بھیجنا حق تعالیٰ کی قدیم عادت رہی ہے۔ آیات حاضرہ میں ان جاہلوں اور معاندوں کا رد کیا گیا ہے جو بدفہمی، جہل و غباوت یا نبی کریم صلعم کی عداوت کے جوش اور غصہ میں بے قابو ہو کر حق تعالیٰ کی اس صفت ہی کا انکار کرنے لگے کہ وہ کسی انسان کو اپنی وحی و مکالمۂ خاص سے مشرف فرمائے۔ گویا انزال کتب و ارسال رسل کے سلسلہ ہی کی سرے سے نفی کر دی گئی۔ ف۴ یعنی اگر واقعی خدا نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری، تو "تورات مقدس" جیسی عظیم الشان کتاب جو احکام و مرضیات الٰہیہ پر بندوں کو مطلع کرتی اور رشد و ہدایت کی عجیب و غریب روشنی اپنے اندر رکھتی اور ان چیزوں کا علم تم کو عطا کرتی تھی جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا بلکہ کل بنی آدم بھی بدون اعلام الٰہی محض اپنی عقل و حواس سے دریافت نہیں کر سکتے تھے، وہ کہاں سے آ گئی اور کس نے موسیٰ علیہ السلام پر اتاری۔ مانا کہ آج تم اسے ورق ورق اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوگوں کو اپنی خواہش کے موافق دکھلاتے اور اس کے بہت سے اخبار و احکام کو چھپائے بیٹھے ہو۔ اور اس طرح اس کی اصل روشنی تم نے باقی نہیں چھوڑی۔ تاہم جو حصہ آج باقی رہ گیا ہے وہ ہی پتہ دے رہا ہے کہ جس محل کے کھنڈرات یہ ہیں وہ اپنے زمانۂ عروج میں کیسا عظیم الشان ہوگا۔ ف۵ یعنی ایسا نور و ہدایت بجز خدا کے اور کس خزانہ سے آ سکتا ہے؟ اگر ایسی صاف اور بدیہی چیز کو بھی یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ تبلیغ و تنبیہ کر کے سبکدوش ہو جائیے۔ اور ان کو چھوڑ دیجیے کہ یہ اپنی خرافات اور لہو و لعب میں مشغول رہیں جب وقت آئیگا خدا خود ان کو بتلا دیگا۔ ف۶ یعنی اگر خدا نے کوئی چیز نہیں اتاری تو یہ مبارک کتاب کہاں سے آئی جس کا نام قرآن ہے اور جو تمام پچھلی کتابوں کے مضامین کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اگر یہ آسمانی کتاب نہیں تو بتلاؤ کس کی تصنیف ہے جس کا مثل لانے پر جن و انس قادر نہوں کیا اسے ایک امی کی تصنیف کہہ سکتے ہیں۔ ف۷ "ام القریٰ" بستیوں کی اصل اور جڑ کو کہتے ہیں۔ مکہ معظمہ تمام عرب کا دینی و دنیوی مرجع تھا اور جغرافیائی حیثیت سے بھی قدیم دنیا کے وسط میں مرکز کی طرح واقع ہے اور جدید دنیا (امریکہ) اس کے نیچے ہے اور روایات حدیثیہ کے موافق پانی سے زمین بنائی گئی تو اول یہ ہی جگہ کھلی تھی۔ ان وجوہ سے مکہ کو "ام القریٰ" فرمایا۔ اور آس پاس سے مراد یا عرب ہے کیونکہ دنیا میں قرآن کے اول مخاطب وہ ہی تھے اُن کے ذریعہ سے باقی دنیا کو خطاب ہوا اور یا سارا جہان مراد ہو جیسے فرمایا لیکون للعالمین نذیرا۔ ف۸ جسے آخرت کی زندگی پر یقین اور بعد الموت کا خیال ہوگا، اسی کو ہدایت اور طریق نجات کی تلاش ہوگی وہ ہی پیغام الٰہی کو قبول اور نماز وغیرہ عبادات کی حفاظت کریگا۔ ف۹ خدا پر بہتان باندھنے سے شاید یہ مراد ہے کہ خدا کی طرف ان باتوں کی نسبت کرے جو اس کی شان رفیع کے لائق نہیں۔ مثلاً کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے یا بیوی بچے تجویز کرے یا یوں کہے ما انزل اللہ علی بشر من شئ یعنی اس نے بندوں کی ہدایت کا کوئی سامان نہیں کیا۔ ایسا کہنے والا سخت ظالم ہے اسی طرح جو شخص نبوت و پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرے۔ یا یہ ڈینگ مارے کہ خدا کے جیسا کلام تو میں لا سکتا ہوں جیسے بعض مشرکین کہتے تھے لو نشاء لقلنا مثل ھذا یہ سب باتیں انتہائی ظلم اور دیدہ دلیری کی ہیں جن کی سزا کا تھوڑا سا حال آگے مذکور ہے۔ ف۱۰ یعنی موت کی باطنی اور روحانی سختیوں میں۔ ف۱۱ یعنی روح قبض کرنے اور سزا دینے کو ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مزید تشدید و اظہار غیظ کے لئے کہتے جاتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں (جنہیں بہت دنوں سے بانواع حیل بچاتے پھرتے تھے)

الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

آج تم کو بدلے میں ملیگا ذلت کا عذاب ف۱ اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹی باتیں

وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۴﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادٰى كَمَا

اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے ف۲ اور البتہ تم ہمارے پاس آگئے ایک ایک ہو کر جیسے

خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى

ہم نے پیدا کیا تھا تم کو پہلی بار اور چھوڑ آئے تم جو کچھ اسباب ہم نے تم کو دیا تھا اپنی پیٹھ کے پیچھے ف۳ اور ہم نہیں دیکھتے

مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۚ لَقَدْ تَّقَطَّعَ

تمہارے ساتھ سفارش والوں کو جن کو تم بتلایا کرتے تھے کہ ان کا تم میں ساجھا ہے البتہ منقطع ہو گیا

بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ

تمہارا علاقہ اور جاتے رہے جو دعوے کہ تم کیا کرتے تھے ف۴ اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور

النَّوٰى ۚ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

گٹھلی نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور نکالنے والا ہے زندہ سے مردہ یہ ہے اللہ

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۶﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ

پھر تم کدھر بہکے جاتے ہو ف۵ پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی کا ف۶ اور اس نے رات بنائی آرام کو اور سورج

وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

اور چاند حساب کے لئے یہ اندازہ رکھا ہوا ہے زور آور خبردار کا ف۷ اور اسی نے

جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا

بنا دیے تمہارے واسطے ستارے کہ ان کے وسیلہ سے راستے معلوم کرو اندھیروں میں جنگل اور دریا کے ف۸ البتہ ہم نے کھول

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

کر بیان کر دیے ہیں نشانیاں ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں ☆ اور وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ایک شخص سے ف۹

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۹﴾

پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھی جانے کی جگہ ف۱۰ البتہ ہم نے کھول کر سنا دیے پتے اس قوم کو جو سوچتے ہیں ☆

ع ۴ (۱۱، ۱۷)

ف۱ یعنی سخت تکلیف کے ساتھ ذلت و رسوائی بھی ہوگی ف۲ یعنی از راہ تکبر آیات اللہ کو جھٹلاتے تھے ف۳ یعنی نہ سر پہ ٹوپی نہ پاؤں میں جوتی تہیدست چلے آرہے ہو اور جس ساز و سامان پر فخر و ناز تھا اُسے ہمراہ نہیں لائے کہیں پیچھے چھوڑ آئے ہو ف۴ یعنی جن کو تم سمجھتے تھے کہ اڑے وقت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے اور مصیبت میں ساتھ ہونگے، وہ کہاں چلے گئے آج ہم اُن کو تمہاری سفارش اور حمایت پر نہیں دیکھتے۔ حمایت و نصرت کے وہ علاقے آج ٹوٹ گئے اور جو لمبے چوڑے دعوے تم کیا کرتے تھے سب رفو چکر ہوئے ف۵ یعنی زمین میں دبائے جانے کے بعد گٹھلی اور دانہ کو پھاڑ کر سبز بودہ اُگانا، یا جاندار کو بیجان سے اور بیجان کو جاندار سے نکالنا (مثلاً آدمی کو نطفہ سے، نطفہ کو آدمی سے پیدا کرنا) اُسی خدا کا کام ہے۔ پھر اُسے چھوڑ کر تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟ کیا اور کوئی ہستی تمہیں ایسی مل سکتی ہے جو اِن کاموں کو انجام دے سکے؟ ف۶ یعنی رات کی تاریکی میں سے جو پَو پھٹ کر صبح صادق نمودار ہوتی ہے، اُس کا نکالنے والا بھی وہی ہے۔ ف۷ رات دن اور چاند سورج کا جو حکیمانہ نظام اور اُن کی رفتار کا جو حساب مقرر فرما دیا اُس میں ذرا بھی تخلف یا کم و بیش نہیں ہوتا۔ ف۸ یعنی بلا واسطہ اُن سے رستہ معلوم کر دیا یا بواسطہ مثلاً قطب نما کے ذریعہ سے۔ ف۹ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے ف۱۰ "مستقر" ٹھہرنے کی جگہ جسے ٹھکانا کہا۔ اور "مستودع" سپرد کیے جانے اور امانت رکھے جانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ تو لغوی معنی ہوئے۔ آگے دونوں کے مصداق کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے موضح القرآن میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہم کو پسند ہے یعنی "اول سپرد ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں کہ آہستہ آہستہ دنیا کے اثر پیدا کرے پھر آ کر ٹھہرتا ہے دنیا میں۔ پھر سپرد ہوگا قبر میں کہ آہستہ آہستہ اثر آخرت کے پیدا کرے پھر جا ٹھہرے گا جنت میں یا دوزخ میں"۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا

اور اُسی نے اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اُس سے اُگنے والی ہر چیز ف پھر نکالی

مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

اُس میں سے سبز کھیتی جس سے ہم نکالتے ہیں دانے ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے

دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَ

جھکے ہوئے ف۲ اور باغ انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور

غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ

جُدا جُدا بھی ف۳ دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اسکے پکنے کو ف۴ ان چیزوں میں

لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۰﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَ

نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے ف۵ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے شریک جنوں کو حالانکہ اُسی نے انکو پیدا کیا ہے ف۶

خَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۰۱﴾

اور تراشتے ہیں اسکے واسطے بیٹے اور بیٹیاں جہالت سے ف۷ وہ پاک ہے اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں ف۸

بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ

نئی طرح پر بنانے والا آسمان اور زمین کا ف۹ کیونکر ہو سکتا ہے اسکے بیٹا حالانکہ اُس کے کوئی

صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۰۲﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ

عورت نہیں اور اُس نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے ف۱۰ یہی اللہ

رَبُّكُمْ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ

تمہارا رب ہے نہیں ہے کوئی معبود سوا اسکے پیدا کرنے والا ہر چیز کا سو تم اُسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز

شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۱۰۳﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَ

پر کارساز ہے ف۱۱ نہیں پا سکتیں اُس کو آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو اور

هُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ

وہ نہایت لطیف اور خبردار ہے ف۱۲ تمہارے پاس آچکیں نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے پھر جس نے دیکھ لیا

ع ۱۲ / ۶ / ۱۸

ف۱ یعنی آسمان کی طرف سے بادل برسایا جو سبب ہے نباتات کے اُگانے کا ف۲ یعنی بسبب بوجھل ہونے کے نیچے کو جھکے ہوئے ف۳ یعنی صورت شکل، مقدار، رنگ، بو، اور مزہ کے اعتبار سے بعضے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، بعضے نہیں۔ ف۴ یعنی ابتداءً جب پھل آتا ہے تو کچا، بدمزہ اور ناقابل انتفاع ہوتا ہے۔ پھر پکنے کے بعد کیسا لذیذ، خوش ذائقہ اور کار آمد بن جاتا ہے۔ یہ سب خدا کی قدرت کا ظہور ہے۔ ف۵ اس رکوع میں حق تعالیٰ کے جن افعال وصفات اور مظاہر قدرت کا بیان ہوا، اُن سے خدا کے وجود، وحدانیت اور کامل الصفات ہونے پر استدلال تو واضح ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو وحی و نبوت کا مسئلہ بھی بڑی حد تک حل ہو جاتا ہے کیونکہ جب حق تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ہماری دنیوی زندگی اور مادی حوائج کے انتظام و انصرام کے لئے اس قدر اسباب ارضی و سماوی مہیا فرمائے ہیں، تو یہ کہنا کس قدر لغو اور غلط ہوگا کہ ہماری حیات اُخروی اور روحانی ضروریات کے انجام پانے کا اُس نے کوئی سامان نہیں کیا۔ یقیناً جس ربِّ کریم نے ہماری جسمانی غذاؤں کے نشوونما کے لیے آسمان سے پانی اُتارا ہے۔ ہمارے روحانی تغذیہ کے لیے بھی اُسی نے سحاب نبوت سے وحی و الہام کی بارش نازل فرمائی، جب وہ بر و بحر کی اندھیریوں میں ستاروں کے ذریعہ سے ظاہری رہنمائی کرتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ باطنی رہنمائی کے لئے اُس نے ایک ستارہ بھی آسمان روحانیت پر روشن نہ کیا ہو۔ رات کی تاریکی کے بعد اُس نے صبح صادق کا اُجالا کیا اور مخلوق کو موقع دیا کہ وہ اپنے دنیوی کاروبار میں چاند اور سورج کی روشنی سے ایک معین حساب کے ماتحت متمتع و مستفید ہوتی رہی۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ کفر و شرک، ظلم و عدوان اور فسق و فجور کی شب دیجور میں اُس کی طرف سے کوئی چاند نہ چمکا، نہ صبح صادق کا نور پھیلا، نہ رات ختم ہو کر کوئی آفتاب طلوع ہوا؛ خدا کی ساری مخلوق ابدالآباد کے لیے جہل و ضلالت کی گھٹا ٹوپ اندھیری میں پڑی چھوڑ دی گئی۔ کیا گیہوں کے دانہ اور کھجور کی گٹھلی کو پھاڑ کر خدائے کریم سرسبز درخت اُگاتا ہے۔ پر انسان کے قلب میں معرفت ربانی کی استعداد کا جو بیج فطرۃً بکھیر اگیا تھا وہ یوں ہی بیکار ضائع کر دیا گیا کہ نہ اُبھرا نہ پھلا نہ پکا نہ تیار ہوا جب جسمانی حیثیت سے دنیا میں حیّ و میت کا سلسلہ قائم ہے خدا زندہ سے مُردہ کو اور مُردہ سے زندہ کو نکالتا رہتا ہے تو روحانی نظام میں خدا کی اس عادت کا کیوں انکار کیا جائے بے شک روحانی طور پر بھی وہ بہت دفعہ ایک زندہ قوم سے مُردہ اور مُردہ قوم سے زندہ افراد پیدا کرتا ہے۔ اور جس طرح اُس نے ہماری دنیوی زندگی کے مستقر و مستودع کا حکیمانہ بندوبست کیا ہے حیات اُخروی کے مستقر و مستودع کے سامان اُس سے کہیں بڑھ کر مہیا فرمائے۔ فلله الحمد والمنة وبه الثقة والعصمة۔ یہیں سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح ہم خدا تعالیٰ کو اُسکے کاموں سے پہچانتے ہیں یعنی جو کام وہ اپنی قدرت کاملہ سے کرتا ہے کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ ویسا کام کر سکے۔ ٹھیک اسی طرح اُس کے کلام کو بھی ہم اسی معیار پر جانچ سکتے ہیں کہ خدا کا کلام وہ ہی ہو سکتا ہے کہ اُس جیسا کلام ساری مخلوق مل کر بھی نہ بنا سکے۔ پھر "سانزل مثل ما انزل الله" کا ادعاء کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ گویا اس رکوع میں حق تعالیٰ کی صفات و افعال بیان کر کے اُن تمام مسائل کی حقیقت پر متنبہ کر دیا گیا جن کی تغلیط گذشتہ رکوع میں کی گئی تھی۔ ف۶ یا تو "جن" سے مُراد یہاں "شیاطین" ہیں چونکہ کفر و شرک کا ارتکاب شیطان کے اغواء سے ہوتا ہے اس لئے اُسکے اغواء و اضلال سے غیر اللہ کی عبادت کرنا گویا اُسی کی عبادت ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام نے بُت پرستی کا رد کرتے ہوئے فرمایا "یابت لا تعبد الشیطان" دوسری جگہ ارشاد ہے "الم اعهد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان" ملائکہ قیامت میں فرمائیں گے "سبحانك انت ولینا من دونهم بل کانوا یعبدون الجن اکثرهم بهم مومنون" اور یا "جن" سے مُراد قوم جن لیجائے جن کے بعض سرداروں سے اہل جاہلیت استعانت و تعوذ کیا کرتے تھے۔ وانه کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوهم رهقا (جن رکوع ۱) بہر حال وہ خود ہماری طرح خدا کی عاجز مخلوق ہے۔ پھر مخلوق ہو کر خالق کا شریک کیسے ہو سکتا ہے ف۷ نصاریٰ حضرت مسیح کو بعض یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا اور مشرکین ملائکۃ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ ف۸ یعنی پاک ہے شرکت سے اور اُس کی شان بہت بلند ہے ترکیب و تحلیل سے پھر باپ بیٹے کا تصور وہاں کیسے ہو سکتا ہے ف۹ جس نے تنہا تمام آسمان و زمین بدون کسی نمونہ اور توسط آلات وغیرہ کے ایسے انوکھے طرز پر پیدا کر دیے آج اُس کو شرکاء کی امداد اور بیٹے پوتے کا سہارا ڈھونڈھنے کی کیا ضرورت ہے ف۱۰ تعجب ہے کہ جب کسی مخلوق کو تم حقیقۃً خدا کی اولاد قرار دیتے ہو تو ان بچوں کی ماں کسے تجویز کرو گے اور اُس ماں کا تعلق خدا کے ساتھ کس قسم کا مانو گے۔ عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں لیکن یہ جسارت وہ بھی نہیں کر سکے کہ مریم صدیقہ کو (العیاذ باللہ) خدا کی بیوی قرار دیکر تعلقات زناشوی کے قائل ہو جائیں۔ جب ایسا نہیں تو مریمؑ کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ خدا کا بیٹا کیونکر بن گیا۔ دنیا کے دوسرے بچوں کو بھی خدا تعالیٰ اُن کی ماؤں کے پیٹ سے پیدا کرتا ہے اور وہ معاذ اللہ خدا کی نسلی اولاد نہیں کہلاتے۔ یہ فرق کہ کوئی بچہ محض نفخۂ جبریلیہ سے بدون توسط اسباب عادیہ کے پیدا کر دیا جائے اور دوسروں کو عام اسباب کے سلسلہ میں پیدا فرمائیں، اُبوّت و بنوّت کے مسئلہ پر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اسباب و مسببات ہوں یا خوارق عادات، سب کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت کس طرح پیدا کرنا مصلحت و حکمت ہے۔ ف۱۱ اُس کی عبادت اس لئے کرنی چاہیئے کہ مذکورہ بالا صفات کی وجہ سے وہ ذاتی طور پر استحقاق معبود بننے کا رکھتا ہے اور اس لیے بھی کہ تمام مخلوق کی کارسازی اُسی کے ہاتھ میں ہے (بقیہ بر صفحہ ۱۸۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۸۱ ۔ ف۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ آنکھیں یہ قوت نہیں کہ اُس کو دیکھ لے۔ ہاں وہ خود از راہ لطف و کرم اپنے کو دکھانا چاہے تو آنکھوں میں ویسی قوت بھی پیدا فرما دیگا۔ مثلاً آخرت میں مومنین کو حسب مراتب رُویت ہو گی جیسا کہ نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے یا بعض روایات کے موافق نبی کریم صلعم کو "لیلۃ الاسراء" میں رویت ہوئی علیٰ خلاف الاقوال ۔ باقی مواضع میں چونکہ کوئی نص موجود نہیں لہٰذا عام قاعدہ کی بنا پر نفی رویت ہی کا اعتقاد رکھا جائیگا۔ مفسرین سلف میں سے بعض نے ادراک کو احاطہ کے معنی میں لیا ہے یعنی نگاہیں کبھی اُس کا احاطہ نہیں کر سکتیں آخرت میں بھی رویت ہو گی احاطہ نہ ہو گا۔ ہاں اُسکی شان یہ ہے کہ وہ تمام ابصار و مبصرات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس وقت "لطیف" کا تعلق "لاتدرکہ" سے اور "خبیر" کا "وھو یدرک" سے ہو گا۔

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ﴿۱۰۵﴾ وَكَذٰلِكَ

سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے نقصان کو اور میں نہیں تم پر نگہبان ف۱ اور یوں طرح طرح سے

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

سمجھاتے ہیں ہم آیتیں اور تاکہ وہ کہیں کہ تو نے کسی سے پڑھا ہے اور تاکہ واضح کر دیں ہم اسکو واسطے سمجھ والوں کے ف۲

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ

تو چل اُس پر جو حکم تجھ کو آوے تیرے رب کا کوئی معبود نہیں سوا اُسکے اور منہ پھیر لے

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ

مشرکوں سے ف۳ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ شرک نہ کرتے ف۴ اور ہم نے نہیں کیا تجھ کو اُن پر

حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

نگہبان اور نہیں ہے تو اُن پر داروغہ ف۵ اور تم لوگ بُرا نہ کہو اُنکو جنکی یہ پرستش کرتے ہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ

اللہ کے سوا پس وہ بُرا کہنے لگینگے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے ف۶ اسی طرح ہم نے مزین کر دیا ہر ایک

اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا

فرقہ کی نظر میں اُنکے اعمال کو پھر اُن سب کو اپنے رب کے پاس پہنچنا ہے تب وہ جتلا دیگا اُن کو جو کچھ وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ

کرتے تھے ف۷ اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر آوے اُنکے پاس کوئی نشانی

لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۗ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ

تو ضرور اُس پر ایمان لاوینگے ف۸ تو کہدے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم کو اے مسلمانوں کیا خبر ہے کہ وہ

اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا

نشانیاں آوینگی تو یہ لوگ ایمان لے ہی آوینگے ف۹ اور ہم اُلٹ دینگے اُن کے دل اور اُن کی آنکھیں جیسے کہ

لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ایمان نہیں لائے نشانیوں پر پہلی بار اور ہم چھوڑے رکھیں گے اُنکو اُن کی سرکشی میں بہکتے ہوئے ف۱۰

ع ۱۳ / ۱۰ / ۱۹

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اگرچہ خدا ہمیں دکھائی نہیں دیتا مگر اُسکے بصیرت افروز نشانات و دلائل ہمارے سامنے ہیں۔ جو آنکھ کھول کر دیکھے گا خدا کو پالیگا اور جو اندھا بن گیا اُس نے اپنا نقصان کیا میرے ذمہ یہ نہیں کہ کسی کو دیکھنے پر مجبور کر دوں۔ ف۲ یعنی اپنی آیتوں کو مختلف پہلوؤں اور عجیب و غریب انداز سے اس لیے سمجھاتے ہیں کہ آپ سب لوگوں کو پہنچا دیں اور اُن میں استعداد و احوال کے اختلاف سے دو فریق ہو جائیں۔ ضدی اور بدفہم تو یہ کہیں کہ ایسے علوم و معارف اور مؤثر مضامین ایک اُمی سے کیسے بن پڑتے ضرور مختلف اوقات میں کسی سے سیکھتے رہے ہونگے۔ پھر پڑھ پڑھا کر ہمارے سامنے پیش کر دیے۔ لیکن سمجھدار اور انصاف پسند لوگوں پر حق واضح ہو جائیگا اور شیطانی شکوک و شبہات زائل ہو جائیں گے۔ ف۳ آپ خدائے واحد پر بھروسہ کر کے اُس کے حکم پر چلتے رہیں اور مشرکین کے جہل و عناد کی طرف خیال نہ فرمائیں کہ ایسے روشن دلائل و بیانات سننے کے بعد بھی راہ راست پر نہ آئے۔ ف۴ یعنی حق تعالیٰ کی تکوینی حکمت اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ وہ ساری دنیا کو زبردستی مومن بنا دے۔ بیشک وہ چاہتا تو روئے زمین پر ایک مشرک کو باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن شروع سے انسانی فطرت کا نظام ہی اُس نے ایسا رکھا ہے کہ آدمی کوشش کرے تو یقیناً ہدایت قبول کر سکے۔ تاہم قبول کرنے میں بالکل مجبور و مضطر نہ ہو۔ پہلے اس مسئلہ کی تقریر گذر چکی۔ ف۵ آپ کا فرض تبلیغ اور احکام الٰہی کا اتباع ہے۔ ان کے اعمال کے ذمہ دار اور جوابدہ آپ نہیں ہیں۔ ف۶ یعنی تم تبلیغ و نصیحت کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے۔ اب جو کفر و شرک یہ لوگ کریں اسکے خود ذمہ دار ہیں تم پر اُس کی کچھ ذمہ داری نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ تم اپنی جانب سے بلا ضرورت اُن کے مزید کفر و تعنت کا سبب نہ بنو۔ مثلاً فرض کیجیے اُن کے مذہب کی تردید یا بحث و مناظرہ کے سلسلہ میں تم غصہ ہو کر اُن کے معبودوں اور مقتداؤں کو سب و شتم کرنے لگو جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ جواب میں تمہارے معبود برحق اور محترم بزرگوں کی بے ادبی کرینگے۔ اور جہالت سے اُنہیں گالیاں دینگے۔ اس صورت میں اپنے واجب التعظیم معبود اور قابل احترام بزرگوں کی اہانت کا سبب تم بنے لہٰذا اس سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہیے۔ کسی مذہب کے اصول و فروع کی معقول طریقہ سے غلطیاں ظاہر کرنا یا اُسکی کمزوری اور رکاکت پر تحقیقی و الزامی طریقوں سے متنبہ کرنا جدا گانہ چیز ہے۔ لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودوں کی نسبت بغرض تحقیر و توہین دلخراش الفاظ نکالنا قرآن نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا۔ ف۷ یعنی دنیا چونکہ دار امتحان ہے۔ اُس کا نظام ہم نے ایسا رکھا ہے اور ایسے اسباب جمع کر دیے ہیں کہ یہاں ہر قوم اپنے اعمال و طور طریق پر نازاں رہتی ہے انسانی دماغ کی ساخت ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف سچائی کے قبول اور پسند کرنے پر مجبور ہو غلطی کی طرف جانے کی گنجایش ہی نہ رکھے۔ ہاں خدا کے یہاں جا کر جب تمام حقائق سامنے ہونگے، پتہ چل جائیگا کہ جو کام دنیا میں کرتے تھے وہ کیسے تھے۔ ف۸ یعنی بعض فرمایشی نشانیاں مثلاً کوہ صفا خالص سونے کا بنجائے۔ ف۹ بعض مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ اچھا ہو اگر اُن کی یہ حجت بھی پوری کر دی جائے۔ اُس پر فرمایا کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ یہ سرکش ضدی لوگ فرمائشی نشان دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائینگے۔ پھر سنت اللہ کے موافق اس کے مستحق ہونگے کہ فوراً تباہ کر دیے جائیں جیسا کہ اسی سورت کے شروع میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔ ف۱۰ یعنی جب کفر و سرکشی میں تمادی ہو گی تو نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم اُن کے دل اور آنکھیں اُلٹ دینگے پھر حق کے سمجھنے اور دیکھنے کی توفیق نہ ملیگی۔ موضح القرآن میں ہے کہ "اللہ جن کو ہدایت دیتا ہے اول ہی حق سُن کر انصاف سے قبول کرتے ہیں اور جس نے پہلی ہی ضد کی اگر نشانیاں بھی دیکھے تو کچھ حیلہ بنا لے۔"

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَآ إِلَيْهِمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ ٱلْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا

اور اگر ہم اُتاریں اُن پر فرشتے اور باتیں کریں اُن سے مُردے اور زندہ کردیں ہم

عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا۟ لِيُؤْمِنُوٓا۟ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ وَلَٰكِنَّ

ہر چیز کو اُن کے سامنے تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانیوالے نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ لیکن

أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿١١١﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيَٰطِينَ

اُن میں اکثر جاہل ہیں ف۱ اور اسی طرح کردیا ہم نے ف۲ ہر نبی کے لئے دشمن شریر

ٱلْإِنسِ وَٱلْجِنِّ يُوحِى بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ ٱلْقَوْلِ غُرُورًا

آدمیوں کو اور جنوں کو جو کہ سکھلاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی باتیں فریب دینے کے لئے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١١٢﴾ وَلِتَصْغَىٰٓ

اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور اُنکا جھوٹ ف۳ اور اسلئے کہ مائل ہوں

إِلَيْهِ أَفْـِٔدَةُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَ

اُن ملمع کی باتوں کی طرف اُن لوگوں کے دل جن کو یقین نہیں آخرت کا اور وہ اُس کو پسند بھی کرلیں اور

لِيَقْتَرِفُوا۟ مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ ﴿١١٣﴾ أَفَغَيْرَ ٱللَّهِ أَبْتَغِى حَكَمًا وَهُوَ

کئے جاویں جو کچھ بُرے کام کر رہے ہیں ف۴ سو کیا اب اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں حالانکہ

ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ إِلَيْكُمُ ٱلْكِتَٰبَ مُفَصَّلًا ۚ وَٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ

اُسی نے اُتاری تم پر کتاب واضح اور جن لوگوں کو ہمنے کتاب دی ہے

يَعْلَمُونَ أَنَّهُۥ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِٱلْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾

وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے ٹھیک سو تو مت ہو شک کرنیوالوں میں ف۵

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ ۚ وَ

اور تیرے رب کی بات پوری سچی ہے اور انصاف کی کوئی بدلنے والا نہیں اُس کی بات کو اور

هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾ وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِى ٱلْأَرْضِ

وہی ہے سُننے والا جاننے والا ف۶ اور اگر تو کہنا مانیگا اکثر اُن لوگوں کا جو دنیا میں ہیں

ف۱ یعنی اگر ان کی فرمائش کے موافق بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر فرض کیجیے آسمان سے فرشتے اُتر کر آپ کی تصدیق کریں اور مُردے قبروں سے اُٹھ کر ان سے باتیں کرنے لگیں اور تمام اُمتیں جو گذر چکی ہیں دوبارہ زندہ کر کے اِن کے سامنے لا کھڑی کیجائیں تب بھی سوء استعداد اور تعنت و عناد کی وجہ سے یہ لوگ حق کو ماننے والے نہیں۔ بیشک اگر خدا چاہے تو زبردستی منوا سکتا ہے لیکن ایسا چاہنا اُس کی حکمت اور تکوینی نظام کے خلاف ہے جس کو ان میں کے اکثر لوگ اپنے جہل کی وجہ سے نہیں سمجھتے۔ اس کی تشریح پچھلے فوائد میں گذر چکی۔ ف۲ یعنی پیدا کردیا ہم نے ف۳ چونکہ خدا کی حکمت بالغہ تکوینًا اسی کو مقتضی ہے کہ نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر و شر کی قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست و نابود نہ ہو۔ اس لئے نیکی بدی اور ہدایت و ضلالت کی حریفانہ جنگ ہمیشہ سے قائم رہی ہے۔ جس طرح آج یہ مشرکین و معاندین آپ کو بیہودہ فرمائشوں سے دق کرتے اور بانواع حیل لوگوں کو جادۂ حق سے ڈگمگانا چاہتے ہیں اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں کہ پیغمبروں کو اُن کے پاک مقصد (ہدایت خلق اللہ) میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اسی غرض فاسد کے لئے شیاطین الجن اور شیاطین الانس باہم تعاون کرتے اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھلاتے ہیں اور ان کی یہ عارضی آزادی اُسی عام حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو تخلیق عالم میں حق تعالیٰ نے مرعی رکھی ہے۔ اس لئے آپ اعداء اللہ کی فتنہ پردازی اور مغویانہ فریب دہی سے زیادہ فکر و غم میں نہ پڑیں۔ اِن سے اور ان کے کذب و افتراء سے قطع نظر کر کے معاملہ خدا کے سپرد کیجیے۔ ف۴ یعنی شیاطین ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی فریب کی باتیں اس لئے سکھلاتے ہیں کہ انہیں سن کر جو لوگ دنیا کی زندگی میں غرق ہیں اور دوسری زندگی کا یقین نہیں رکھتے ان ابلہ فریب باتوں کی طرف مائل ہو جائیں اور اُن کو دل سے پسند کرنے لگیں اور پھر کبھی بُرے کاموں اور کفر و فسق کی دلدل سے نکلنے نہ پائیں۔ ف۵ یعنی شیاطین الانس والجن کی تلبیس و تلمیع پر بدعقیدہ اور جاہل ہی کان دھر سکتے ہیں ایک پیغمبر یا اُس کے متبعین جو ہر مسئلہ اور ہر معاملہ میں خدائے واحد ہی کو اپنا منصف اور حَکَم مان چکے ہیں کیا اُن سے یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی چکنی چپڑی باتوں کی طرف کان لگائیں۔ یا معاذ اللہ غیر اللہ کے فیصلے کے آگے گردن جھکا دیں۔ حالانکہ اُن کے پاس خدا کی طرف سے ایسی معجز اور کامل کتاب آچکی جس میں تمام اصولی چیزوں کی ضروری توضیح و تفصیل موجود ہے جس کی نسبت علمائے اہل کتاب بھی کتب سابقہ کی بشارات کی بناء پر خوب جانتے ہیں کہ یقینًا یہ آسمانی کتاب ہے جس کی تمام خبریں سچی اور تمام احکام معتدل اور منصفانہ ہیں جن میں کسی کی طاقت نہیں کہ تبدیل و تحریف کر سکے ایسی کتاب اور محفوظ و مکمل قانون کی موجودگی میں کیسے کوئی مسلمان وساوس و اوہام یا محض عقلی قیاسات اور مغویانہ مغالطات کا شکار ہو سکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو ہم نے اپنا حَکَم اور جس کی کتاب مبین کو دستور العمل تسلیم کیا ہے وہ ہماری ہر بات کو سُننے والا اور ہر قسم کے مواقع و احوال اور اُنکے مناسب احکام و نتائج کی موزونیت کو پوری طرح جاننے والا ہے۔

يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ

تو تجھ کو بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے وہ سب تو چلتے ہیں اپنے خیال پر اور سب

إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ

اٹکل ہی دوڑاتے ہیں ف۱ تیرا رب خوب جاننے والا ہے اُس کو جو بہکتا ہے اُس کی راہ سے

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٨﴾ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ

اور وہی خوب جانتا ہے ان کو جو اُس کی راہ پر ہیں ☆ سو تم کھاؤ اُس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا اگر

كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٩﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ

تم کو اُس کے حکموں پر ایمان ہے ف۲ اور کیا سبب کہ تم نہیں کھاتے اُس جانور میں سے کہ جس پر

اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ

نام لیا گیا ہے اللہ کا اور وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ کہ اُس نے تم پر حرام کیا ہے مگر جب کہ مجبور ہو جاؤ اُس کے

إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ

کھانے پر ف۳ اور بہت لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق تیرا رب ہی

هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١٢٠﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ

خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو ف۴ اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢١﴾

جو لوگ گناہ کرتے ہیں عنقریب سزا پاوینگے اپنے کئے کی ف۵

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ

اور اُس میں سے نہ کھاؤ جس پر نام نہیں لیا گیا اللہ کا ف۶ اور یہ کھانا گناہ ہے اور

الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ

شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے انکا کہا مانا

إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢٢﴾ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ

تو تم بھی مشرک ہوئے ف۷ بھلا ایک شخص جو کہ مُردہ تھا پھر ہم نے اُس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اُس کو دی

ف۱ مشاہدہ اور تاریخ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ فہیم محقق اور با اصول آدمی تھوڑے رہے ہیں۔ اکثریت اُن ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں۔ اگر تم اسی اکثریت کا کہنا ماننے لگو اور بے اصولی باتوں پر چلنا شروع کردو تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤ گے۔ یہ آپ پر رکھ کر دوسروں کو سُنایا۔ جاہل عوام کی ان ہی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں میں سے ایک وہ بھی جو انہوں نے ذبیحہ کے مسئلہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو جانور طبعی موت سے مرجائے (یعنی میتہ) اُسے مسلمان حرام کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کا مارا ہوا ہے اور جو خود ان کے ہاتھ کا مارا ہوا ہو اُسے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ اس کا جواب اگلی آیتوں میں فکلوا مما ذکر اسم اللہ سے دیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ "یہ کئی آیتیں اس پر اتریں کہ کافر کہنے لگے مسلمان اپنا مارا کھاتے ہیں اور اللہ کا مارا نہیں کھاتے۔ فرمایا کہ ایسی طمع فریب کی باتیں انسانوں کو شبہ میں ڈالنے کے لئے شیطان سکھاتے ہیں۔ خوب سمجھ لو حلال و حرام وغیرہ میں حکم اللہ کا چلتا ہے محض عقلی ڈھکوسلوں کا اعتبار نہیں۔ آگے کھول کر سمجھا دیا کہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اُس کے نام کو برکت ہے جو اُس کے نام پر ذبح ہوا سو حلال ہے جو بغیر اس کے مرگیا سو مُردار" تغیر یسیر

ف۲ جب دلائل صحیحہ کی بنا پر تم نے رسول اللہ صلعم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم کرلیا اور کلی طور پر اُس کے احکام پر ایمان لاچکے تو اب فروع و جزئیات کی صحت کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ اگر ہر اصل و فرع اور کلی جزئی کا قبول کرنا ہمارے عقلی قیاسات پر موقوف ہو تو وحی و نبوت کی ضرورت ہی نہ رہے۔

ف۳ یعنی اضطرار اور مجبوری کی حالت کو مستثنیٰ کرکے جو چیزیں حرام ہیں اُن کی تفصیل کی جاچکی۔ اُن میں وہ حلال جانور داخل نہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ پھر اُس کے نہ کھانے کی کیا وجہ؟

ف۴ مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کو بالواسطہ یا بلا واسطہ خدا ہی پیدا کرتا اور خدا ہی مارتا ہے۔ پھر جس طرح اُسکی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بعض کا کھانا ہم کو مرغوب اور مفید ہے جیسے سیب انگور وغیرہ اور بعض چیزوں سے ہم نفرت کرتے ہیں یا مضر سمجھتے ہیں جیسے ناپاک گندی چیزیں اور سنکھیا وغیرہ۔ اسی طرح اُس کی ماری ہوئی چیزیں بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جن سے فطرت سلیمہ نفرت کرے یا اُن کا کھانا ہماری بدنی یا روحی صحت کیلئے خدا کے نزدیک مضر ہو۔ مثلاً وہ حیوان دموی جو اپنی طبعی موت سے مرے اور اُس کا خون وغیرہ گوشت میں جذب ہو کر رہجائے۔ دوسرے وہ حلال و طیب جانور جو باقاعدہ خدا کے نام پر ذبح ہو یہ بھی خدا ہی کا مارا ہوا ہے جس پر مسلمان کی چھری کے توسط سے اُس نے موت طاری کی مگر عمل ذبح اور خدا کے نام کی برکت سے اُس کا گوشت پاک و صاف ہوگیا پس جو شخص دونوں قسموں کو ایک کرنا چاہے وہ معتدی (حد سے بڑھنے والا) ہوگا

ع ۱۱ ۱۴ ۱

ف۵ یعنی کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو۔ کذا فی موضح القرآن

ف۶ یعنی نہ حقیقۃً نہ حکماً حنفیہ متروک التسمیہ عمداً کے مسئلہ میں ذکر حکمی کا دعویٰ کرتے ہیں

ف۷ یعنی شرک فقط یہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے۔ بلکہ شرک حکم میں بھی ہے کہ کسی چیز کی تحلیل و تحریم میں مستند شرعی کو چھوڑ کر محض آراء و اہواء کا تابع ہو جائے۔ جیسا کہ اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله کی تفسیر میں مرفوعاً منقول ہے کہ اہل کتاب نے وحی الٰہی کو چھوڑ کر صرف احبار و رہبان ہی پر تحلیل و تحریم کا مدار رکھ چھوڑا تھا۔

نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ

روشنی کرلی کہ پھرتا ہی اُس کو لوگوں میں برابر ہوسکتا ہے اُسکے کہ جس کا حال یہ ہو کہ پڑا ہی اندھیروں میں وہاں سے نکل

مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ

نہیں سکتا اسی طرح مزین کردیے کافروں کی نگاہ میں اُن کے کام ف اور اسی طرح

جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ

کیے ہیں ہمنے ہر بستی میں گنہگاروں کے سردار کہ حیلے کیا کریں وہاں اور جو حیلہ کرتے ہیں

اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ

سو اپنی ہی جان پر اور نہیں سوچتے ف۲ اور جب آتی ہو اُنکے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز

نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ

نہ مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جاوے ہم کو جیسا کچھ کہ دیا گیا ہے اللہ کے رسولوں کو اللہ خوب جانتا ہو اُس موقع

يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ

کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام عنقریب پہنچے گی گنہگاروں کو ذلت اللہ کے ہاں

وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ

اور عذاب سخت اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے ف۳ سو جس کو اللہ چاہتا ہے کہ

يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ

ہدایت کرے تو کھول دیتا ہی اُسکے سینہ کو واسطے قبول کرنے اسلام کے اور جس کو چاہتا ہو کہ گمراہ کرے

يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ

کر دیتا ہے اُس کے سینہ کو تنگ بے نہایت تنگ گویا وہ زور سے چڑھتا ہی آسمان پر ف۴ اسی طرح

يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ

ڈالے گا اللہ عذاب کو ایمان نہ لانے والوں پر ☆ اور یہ ہے رستہ

رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ

تیرے رب کا سیدھا ہمنے واضح کردیا نشانیوں کو غور کرنے والوں کے واسطے ف۵ اُنہی کے لئے ہے

ف پہلے فرمایا کہ شیاطین اپنے رفقاء کے دل میں ڈالتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے جھگڑا کریں یعنی بحث وجدل تلبیس و تلبیع اور وسوسہ اندازی کرکے اُن کو طریق حق سے ہٹا دیں لیکن اُن کو یہ ہوس خام اپنے دلوں سے نکال دینا چاہیے۔ وہ گروہ یا وہ شخص جو جہل وضلال کی موت سے مرچکا تھا پھر اُس کو حق تعالیٰ نے ایمان وعرفان کی روح سے زندہ کیا اور قرآن کی روشنی عطا فرمائی جسے لیکر وہ لوگوں کے ہجوم میں بے تکلف راہ راست پر چل رہا ہے کیا اُس کا حال اغواء شیطانی کے قبول کرنے میں اُن "اولیاء الشیطان" جیسا ہوسکتا ہے جو جہالت و ضلالت کی اندھیریوں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے۔ کیونکہ اُسی ظلمت کو نور اور بُرائی کو بھلائی سمجھتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ ف۲ یعنی کچھ آج رؤسائے مکہ ہی نہیں، ہمیشہ کافروں کے سردار حیلے نکالتے رہے ہیں تاکہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہوجائیں۔ جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا چاہتا ہے۔ لیکن اُن کے یہ حیلے اور داؤ پیچ بحمد اللہ پکے ایمانداروں پر نہیں چلتے حیلہ کرنے والے اپنی عاقبت خراب کرکے خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جس کا احساس اُنہیں اس وقت نہیں ہوتا۔ ف۳ اُنکی مکاری اور متکبرانہ حیلہ جوئی کی ایک مثال یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق کا جب کوئی نشان دیکھتے تو کہتے کہ ہم اِن دلائل ونشانات کو نہیں جانتے۔ ہم تو اُس وقت یقین کرسکتے ہیں جب ہمارے اوپر فرشتے نازل ہوں اور پیغمبروں کی طرح ہم کو بھی خدا کا پیغام سنائیں یا خود حق تعالیٰ ہی ہمارے سامنے آجائیں: وقال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملئکۃ او نری ربنا لقد استکبروا فی انفسھم وعتو عتوا کبیرا (فرقان رکوع ۳) خیر یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اسکا اہل ہے کہ منصب پیغامبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانت الٰہیہ کا حامل بن سکے۔ یہ نہ کوئی کسی چیز ہے کہ دعا یا ریاضت یا دنیوی جاہ و دولت وغیرہ سے حاصل ہوسکے اور نہ ہر کس وناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جاسکتا ہے۔ ہاں ایسے گستاخ متکبر حیلہ جو مکاروں کو آگاہ رہنا چاہیئے کہ عنقریب اس معزز منصب کی طلب کا جواب اُن کو سخت ذلت اور عذاب شدید کی صورت میں دیا جائیگا۔ ف۴ یعنی زور سے آسمان پر چڑھنا چاہتا ہے مگر چڑھ نہیں سکتا اس لیے سخت تنگ دل ہوتا ہے۔ ف۵ جو لوگ ایمان لانے کا ارادہ نہیں رکھتے اُن پر اسی طرح عذاب اور تباہی ڈالی جاتی ہے کہ رفتہ رفتہ اُن کا سینہ اس قدر تنگ کردیا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی۔ پھر یہی ضیق صدر عذاب ہے جو قیامت میں بشکل محسوس سامنے آجائیگا۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "رجس" کا ترجمہ جو عذاب سے کیا ہے اُس کے موافق یہ تقریر ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے "رجس" کے معنی عذاب ہی کے لیے ہیں مگر ابن عباس نے یہاں "رجس" سے مراد شیطان لیا ہے۔ شاید اس لیے کہ رجس ناپاک کو کہتے ہیں اور شیطان سے بڑھ کر کون ناپاک ہوگا۔ بہرحال اس تفسیر پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح خدا تعالیٰ ایمان سے گھبرانے والوں کا سینہ تنگ کردیتا ہے اسی طرح اُن پر بے ایمانی کی وجہ سے شیطان مسلط کردیا جاتا ہے کہ کبھی رجوع الی الحق کی توفیق نہیں ہوتی حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "اول فرمایا تھا کہ کافر قسمیں کھاتے ہیں کہ آیت دیکھیں تو البتہ یقین لادیں اور اب فرمایا کہ ہم نہ دینگے ایمان تو کیونکر لادینگے۔ بیچ میں مردہ حلال کرنے کے حیلے نقل کیے، اب اُس بات کا جواب فرمایا کہ جس کی عقل اس طرف چلی کہ اپنی بات نہ چھوڑے جو دلیل دیکھے کچھ حیلہ بنالے، وہ نشان ہے گمراہی کا اور جسکی عقل چلے انصاف پر اور حکم برداری پر، وہ نشان ہدایت ہے۔ ان لوگوں میں نشان ہیں گمراہی کے اِن پر کوئی آیت اثر نہ کریگی" باقی اللہ تعالیٰ کی طرف ارادۂ ہدایت واضلال کی نسبت کرنا۔ اسکے متعلق متعدد مواضع میں ہم کلام کرچکے ہیں اور آیندہ بھی حسب موقع لکھا جائیگا۔ مگر یہ مسئلہ طویل الذیل اور معرکۃ الآراء ہے اس لئے ہمارا ارادہ ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھ کر فوائد کے ساتھ ملحق کردیا جائے وباللہ التوفیق۔

دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾
سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں اور وہ اُنکا مددگار ہے بسبب اُن کے اعمال کے ف۱

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ
اور جس دن جمع کریگا اُن سب کو فرمائیگا اے جماعت جنات کی تم نے بہت کچھ تابع کر لیے اپنے آدمیوں

الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا
میں سے ف۲ اور کہیں گے اُن کے دوستدار آدمیوں میں سے اے رب ہمارے کام نکالا ہم میں ایک نے

بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ
دوسرے کا اور ہم پہنچے اپنے اُس وعدہ کو جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا ف۳ فرمادیگا آگ ہے گھر تمہارا

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢٨﴾
رہا کرو گے اُسی میں مگر جب چاہے اللہ ف۴ البتہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہے ف۵

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٢٩﴾
اور اسی طرح ہم ساتھ ملادینگے گنہگاروں کو ایک کو دوسرے سے اُن کے اعمال کے سبب ف۶

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ
اے جماعت جنوں کی اور انسانوں کی کیا نہیں پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تمہی میں کے کہ سُناتے تھے

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا
تم کو میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کے پیش آنے سے ف۷ کہیں گے کہ ہم نے اقرار کر لیا

عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ
اپنے گناہ کا اور اُن کو دھوکا دیا دنیا کی زندگی نے ف۸ اور قائل ہوگئے اپنے اوپر

اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰي
اس بات کے کہ وہ کافر تھے ف۹ یہ اس واسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنے والا نہیں بستیوں کو

بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ
اُنکے ظلم پر اور وہاں کے لوگ بیخبر ہوں ☆ اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں اُنکے عمل کے اور تیرا رب

ف۱ یعنی جو اسلام و فرمانبرداری کے سیدھے راستہ پر چلیگا وہ ہی سلامتی کے گھر پہنچیگا اور خدا اُس کا ولی و مددگار رہیگا یہ حال تو اُن کا ہوا جن کا ولی خدا ہے (یعنی اولیاء الرحمٰن) آگے اولیاء الشیطان کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ ف۲ یعنی اے شیاطین الجن تم نے بہت سے بدبخت انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اپنی راہ پر لگا لیا ف۳ دنیا میں جو انسان بت وغیرہ پوجتے ہیں وہ فی الحقیقت خبیث جن (شیاطین) کی پوجا ہے۔ اس خیال پر کہ وہ ہمارے کام نکالیں گے۔ اُن کو نیازیں چڑھاتے ہیں۔ اور ویسے بھی بہت سے اہل جاہلیت تشویش و اضطراب کے وقت جنوں سے استعانت کرتے تھے جیسا کہ سورۂ جن میں اشارہ کیا گیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔ جب آخرت میں وہ شیاطین الجن اور انسان برابر پکڑے جائیں گے اور حقائق کا انکشاف ہوگا تب مشرک لوگ یوں عذر کرینگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے پوجا نہیں کی لیکن آپس میں وقتی کارروائی کر لی تھی اور موت کا وعدہ آنے سے پہلے پہلے دنیوی کاروبار میں ہم ایک دوسرے سے کام نکالنے کی کچھ ترکیب کر لیا کرتے تھے اُنکی عبادت مقصود نہ تھی۔ ف۴ یہ جو فرمایا "مگر جب چاہے اللہ" اس واسطے کہ دوزخ کا عذاب دائم ہے تو اُسی کے چاہنے سے ہے وہ جب چاہے موقوف کرنے پر قادر ہے لیکن ایک چیز چاہ چکا اور اس کی خبر پیغمبروں کی زبانی دیچکا وہ اب ٹل نہیں سکتی۔ ف۵ یعنی مجرموں کے جرائم سے پوری طرح خبردار ہے اور حکمت بالغہ سے ہر جرم کی برمحل اور مناسب سزا دیتا ہے ف۶ جیسے تم نے "شیاطین الجن" اور اُن کے اولیاء انسی کا حال سُنا۔ اسی طرح تمام ظالموں اور گنہگاروں کو اُن کے ظلم اور سیہ کاریوں کے تناسب سے دوزخ میں ہم ایک دوسرے کے قریب کر دینگے۔ اور جو جس درجہ کا ظالم گنہگار رہیگا اس کو اسی کے طبقہ عصاۃ میں ملا دیں گے ف۷ اوپر جن و انس کی شرارت اور سزا کا بیان تھا اور "اولیاء الجن" کی زبانی فی الجملہ معذرت بھی نقل کی گئی تھی اب بتلایا جاتا ہے کہ اُنکا کوئی عذر معقول اور قابل سماعت نہیں۔ دنیا میں خدا کی حجت تمام ہو چکی تھی جس کا خود اُنہیں بھی اقرار کرنا پڑیگا۔ یہ خطاب "یا معشر الجن والانس" کا قیامت کے دن ہوگا اور مخاطب جن و انس کا یعنی کل مکلفین کا مجموعہ ہے۔ ہر جماعت الگ الگ مخاطب نہیں جو یہ اعتراض ہو کہ رسول تو ہمیشہ انسانوں میں سے آئے قوم جن میں سے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ پھر "رسل منکم" (رسول تم ہی میں کے) کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ مجموعہ مخاطبین میں سے اگر کسی نوع میں بھی اتیان رسل متحقق ہو جائے جس کی غرض تمام مخاطبین کو بلاتخصیص فائدہ پہنچانا ہو تو مجموعہ کو خطاب کرنے میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔ مثلاً کوئی یہ کہے "اے عرب و عجم کے باشندو اور پورب پچھم کے رہنے والو کیا تم ہی میں سے خدا نے محمد صلعم جیسے کامل انسان کو پیدا نہیں کیا"۔ اس عبارت کا مطلب کسی کے نزدیک یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک محمد صلعم تو عرب میں پیدا کیے گئے اور دوسرے عجم میں ہونے چاہئیں اسی طرح پورب کے علیحدہ اور پچھم کے علیحدہ محمد ہوں۔ تب یہ عبارت صحیح ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس یہاں سمجھ لیجئے کہ "یا معشر الجن والانس الم یأتکم" کا مدلول صرف اس قدر ہے کہ جن و انس کے مجموعہ میں سے پیغمبر بھیجے گئے باقی یہ تحقیق کہ ہر نوع میں سے الگ الگ آئے یا ہر ایک پیغمبر کل افراد جن و انس کی طرف مبعوث ہوا۔ یہ آیت اس کے بیان سے ساکت ہے۔ دوسری نصوص سے جمہور علماء نے یہ ہی قرار دیا ہے کہ نہ ہر ایک پیغمبر کی بعثت عام ہے اور نہ کسی جن کو اللہ نے مستقل رسول بنا کر بھیجا۔ اکثر معاشی و معادی معاملات میں اُن کو حق تعالیٰ نے انسانوں کے تابع بنا کر رکھا ہے جیسا کہ سورۂ جن کی آیات اور نصوص حدیثیہ وغیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ کوئی ضابطہ نہیں کہ مخلوق کی ہر نوع کے لئے اُسی نوع کا کوئی شخص رسول ہوا کرے باقی انسانوں کی طرف فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنے سے جو قرآن کے متعدد مواضع میں انکار کیا گیا ہے۔ اُس کا اصلی منشاء یہ ہے کہ عام انسان ہیئت الاصلیہ اُس کی رؤیت کا تحمل نہیں کر سکتے اور بے اندازہ خوف و ہیبت کی وجہ سے مستفید نہیں ہو سکتے اور بصورت انسان آئیں تو بے ضرورت التباس رہتا ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ اگر قوم جن میں منصب نبوت کی اہلیت ہوتی تو وہ بھی انسانوں کے لئے مبعوث نہیں کئے جا سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں بھی یہی اشکال تھا۔ ہاں رسول انسی کا جن کی طرف مبعوث ہونا اس لئے مشکل نہیں کہ جنوں کے حق میں انسان کی رؤیت نہ تو ناقابل تحمل ہے اور نہ انسان کا صوری خوف و رعب استفادہ سے مانع ہو سکتا ہے۔ اُدھر پیغمبر کو حق تعالیٰ وہ قوت قلبی عطا فرما دیتا ہے کہ اُس پر جن جیسی ہیبتناک مخلوق کا کوئی رعب نہیں پڑتا ف۸ یعنی دنیا کی لذات و شہوات نے اُنہیں آخرت سے غافل بنا دیا کبھی خیال بھی نہ آیا کہ اُس احکم الحاکمین کے سامنے جانا ہے جو ذرہ ذرہ کا حساب لیگا۔ ف۹ اس سورت میں اوپر مذکور ہوا کہ اول کافر اپنے کفر کا انکار کرینگے۔ پھر حق تعالیٰ تدبیر سے اُنکو قائل کریگا۔

ف۱ یعنی خدا کی یہ عادت نہیں کہ بدون آگاہ اور خبردار کئے کسی کو اُس کے ظلم و عصیان پر دنیا یا آخرت میں پکڑ کر ہلاک کرے اِسی لئے رسول اور نذیر بھیجے کہ وہ خوب کھول کر تمام جن و انس کو اُن کے بھلے بُرے اور آغاز و انجام سے خبردار کر دیں۔ پھر جس درجہ کا کسی کا عمل ہوگا حق تعالیٰ اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریگا۔ ف۲ خدا نے رسول بھیج کر اپنی حجت تمام کر دی۔ اب اگر تم نہ مانو اور سیدھے راستہ پر نہ چلو گے تو وہ غنی ہے اُسے تمہاری کچھ پروا نہیں۔ وہ چاہے تو تم کو ایک دم میں لیجائے اور اپنی رحمت سے دوسری قوم کو تمہاری جگہ کھڑا کر دے جو خدا کی مطیع و وفادار ہو اور تم کو لیجا کر دوسری قوم کا لے آنا خدا کے لئے کیا مشکل ہے۔ آج تم اپنے جن آباء و اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہو، آخر اُنکو اُٹھا کر تم کو دنیا میں اُسی خدا نے جگہ دی ہے۔ بہرحال خدا کا کام رُک نہیں سکتا۔ تم نہ کروگے دوسرے کھڑے کئے جائیں گے ہاں یہ سوچ رکھو کہ یہی بغاوت و شرارت رہی تو خدا کا عذاب اٹل ہے تم اگر سمجھو کہ بھاگ کر یا کسی کی پناہ لیکر سزا سے بچ جاؤگے تو یہ محض حماقت ہے۔ خدا کو ساری مخلوق مل کر بھی اُس کی مشیت کے نفاذ سے عاجز نہیں کر سکتی۔ ف۳ یعنی ہم سب نیک و بد اور نفع و ضرر سے آگاہ کر چکے۔ اس پر بھی اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتے تو تم جانو۔ تم اپنا کام کئے جاؤ میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں۔ عنقریب کھل جائیگا کہ اس دنیا کا آخری انجام کس کے ہاتھ رہتا ہے۔ بلاشبہ ظالموں کا انجام بھلا نہیں ہو سکتا۔ آگے اُن کے چند اعتقادی اور عملی ظلم بیان کئے جاتے ہیں جو اُن میں رائج تھے اور سب سے بڑا ظلم تو یہی ہے جیسے فرمایا۔ ان الشرك لظلم عظیم۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔ پھر بعضا جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا۔ مگر بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے، اُس سے زیادہ ڈرتے"۔ اسی طرح غلہ وغیرہ میں سے اگر بتوں کے نام کا اتفاقاً اللہ کے حصہ میں مل گیا تو پھر جدا کر کے بتوں کی طرف لوٹا دیتے اور اللہ نام کا بتوں کے حصہ میں جا پڑا تو اُسے نہ لوٹاتے۔ بہانہ یہ کرتے تھے کہ اللہ تو غنی ہے اُس کا کم ہو جائے تو کیا پروا ہے بخلاف بتوں کے کہ وہ ایسے نہیں تماشہ یہ ہے کہ یہ کہہ کر بھی شرماتے نہ تھے کہ جو ایسے محتاج ہوں اُن کو معبود و مستعان ٹھہرانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ بہرحال ان آیات میں ساء ما یحکمون سے مشرکین کی اس تقسیم کا رد کیا گیا ہے یعنی خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی وغیرہ میں سے اول تو اس کے مقابل غیر اللہ کا حصہ لگانا، پھر بُری اور ناقص چیز خدا کی طرف رکھنا کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے۔ ف۵ یہاں شرکاء کی تفسیر مجاہد نے "شیاطین" سے کی ہے۔ مشرکین کی انتہائی جہالت اور سنگدلی کا ایک نمونہ یہ تھا کہ بعض اپنی بیٹیوں کو خسر بننے کے خوف سے اور بعض اس اندیشہ پر کہ کہاں سے کھلائینگے حقیقی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور بعض اوقات منت مانتے تھے کہ اگر اتنے بیٹے ہو جائیں گے یا فلاں مُراد پوری ہوگی تو ایک بیٹا فلاں بت کے نام پر ذبح کرینگے۔ پھر اس ظلم و بے رحمی کو بڑی عبادت اور قربت سمجھتے تھے۔ شاید یہ رسم شیطان نے سنت خلیل اللہی کے جواب میں سجھائی ہوگی۔ یہود میں بھی مدت تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت و قربت کے جاری رہی ہے جس کا انبیائے بنی اسرائیل نے بڑی شدومد سے رد کیا۔ بہرحال اس آیت میں قتل اولاد کی اُن تمام صورتوں کی شناعت بیان فرمائی ہے جو جاہلیت میں رائج تھیں یعنی شیاطین قتل اولاد کی تلقین و تزئین اس لئے کرتے ہیں کہ اس طرح لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ تباہ و برباد کر کے چھوڑیں اور اُنکے دین میں گڑبڑی ڈالدیں کہ جو کام ملت ابراہیمی و اسماعیلی کے بالکل متضاد و منافی ہے، اُسے ایک دینی کام اور قربت و عبادت باور کرائیں۔ والعیاذ باللہ کجا سنت ابراہیمی اور کجا یہ حماقت و جہالت! ف۶ اسی طرح کی آیت "ولو اننا" کے شروع میں گذر چکی۔ وہاں جو کچھ ہم نے لکھا ہے نیز اسی مضمون کی دوسری آیات کے تحت میں لکھا گیا۔ اسکو ملاحظہ کر لیا جائے۔

بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٢﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ

بے خبر نہیں اُن کے کام سے ف۱ اور تیرا رب بے پرواہ ہے رحمت والا اگر چاہے تو تم کو لیجاوے

وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ

اور تمہارے پیچھے قائم کر دے جس کو چاہے جیسا تم کو پیدا کیا اوروں کی اولاد

آخَرِينَ ﴿١٣٣﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ

سے ★ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنیوالی ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے ف۲ تو کہدے

يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن

اے لوگو تم کام کرتے رہو اپنی جگہ پر میں بھی کام کرتا ہوں سو عنقریب جان لوگے کہ کس

تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿١٣٥﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ

کو ملتا ہے عاقبت کا گھر بالیقین بھلا نہ ہوگا ظالموں کا ف۳ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کا

مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ

اُس کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا اپنے خیال میں

وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ

اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے سو جو حصہ اُن کے شریکوں کا ہے وہ تو نہیں پہنچتا اللہ کی طرف

وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿١٣٦﴾

اور جو اللہ کا ہے وہ پہنچ جاتا ہے اُن کے شریکوں کی طرف کیا ہی بُرا انصاف کرتے ہیں ف۴

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ

اور اسی طرح مزین کر دیا ہے بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں اُن کی اولاد کے قتل کو اُنکے شریکوں نے

لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ

تاکہ اُنکو ہلاک کریں اور رلا ملا دیں اُن پر اُنکے دین کو ف۵ اور اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ

سو چھوڑ دے وہ جانیں اور اُنکا جھوٹ ف۶ اور کہتے ہیں کہ یہ مواشی اور کھیتی ممنوع ہے

لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا

اُس کو کوئی نہ کھاوے مگر جس کو ہم چاہیں اُنکے خیال کے موافق اور بعضے مواشی کی پیٹھ پر چڑھنا حرام کیا

وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم

اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت نام نہیں لیتے اللہ کا اللہ پر بہتان باندھ کر عنقریب وہ سزا دیگا اُنکو

بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ

اس جھوٹ کی ف۱ اور کہتے ہیں جو کچھ ان مویشی کے پیٹ میں ہے

خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِن يَكُن مَّيْتَةً

اُس کو تو خاص ہمارے مرد ہی کھاویں اور وہ حرام ہے ہماری عورتوں پر اور جو بچہ مُردہ ہو

فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ

تو اُسکے کھانے میں سب برابر ہیں وہ سزا دیگا اُن کو ان تقریروں کی وہ حکمت والا جاننے والا ہے ف۲ بیشک

خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ

خراب ہوئے جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو نادانی سے بغیر سمجھے اور حرام ٹھہرالیا اُس رزق کو جو اللہ

اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٤٠﴾ وَهُوَ

نے اُنکو دیا بہتان باندھ کر اللہ پر بیشک وہ گمراہ ہوئے اور نہ آئے سیدھی راہ پر ف۳ اور اُسی

الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ

نے پیدا کئے باغ جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے ف۴ اور کھجور کے درخت اور کھیتی

مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوا

کہ مختلف ہیں اُنکے پھل اور پیدا کیا زیتون کو اور انار کو ایک دوسرے کے مشابہ اور جدا جدا بھی ف۵ کھاؤ

مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ

اُنکے پھل میں سے جس وقت پھل لاویں اور ادا کرو اُنکا حق جس دن اُن کو کاٹو اور بیجا خرچ نہ کرو اُس کو

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۚ كُلُوا

خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنیوالے ف۶ اور پیدا کئے مواشی میں بوجھ اُٹھانیوالے اور زمین سے لگے ہوئے ف۷ کھاؤ

ف۱ مثلاً مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں یا صرف جنت کھاسکیں جو بتخانوں کے مجاور رہتے۔ یہ قیود اپنے خیال میں بعض مواشی اور کھیتوں کے متعلق عائد کر رکھی تھیں جو بتوں کے نام پر وقف کئے جاتے تھے۔ اسی طرح بعض جانوروں کی پیٹھ پر سواری اور باربرداری کو حرام سمجھتے تھے بعض جانوروں کی نسبت یہ قرار دیا تھا کہ ذبح کرنے یا سواری لینے یا دودھ نکالنے کے وقت اُن پر خدا کا نام نہ لیا جائے کہیں بتوں کی چیزیں خدا کی شرکت نہ ہو جائے۔ پھر غضب یہ تھا کہ ان خرافات اور جہالتوں کو خدا کی طرف نسبت کرتے تھے گویا اُس نے معاذ اللہ یہ احکام دیئے ہیں اور ان ہی طریقوں سے اُسکی خوشنودی حاصل کیجا سکتی ہے۔ ایسی عقیدتوں کے ساتھ یہ افترا و بہتان۔ عنقریب ان گستاخیوں کی سزا سے اُنکو دوچار ہونا پڑیگا۔ ف۲ ایک مسئلہ یہ بنا رکھا تھا کہ بحیرہ اور سائبہ کو اگر ذبح کیا اور اُسکے پیٹ میں سے زندہ بچہ نکلا تو اُسے مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور مُردہ نکلے تو سب کھاسکتے ہیں۔ اس طرح کے بے سند مسئلے گھڑنے والوں کے جرائم سے خدا بے خبر نہیں۔ ہاں وہ اپنی حکمت کے موافق مناسب وقت میں اُن کو مناسب سزا دیگا۔ ف۳ اس سے بڑی خرابی۔ گمراہی اور نقصان و خسران کیا ہوگا کہ بیٹھے بٹھائے بلاوجہ دنیا میں اپنی اولاد و اموال سے محروم اور بد اخلاقی و جہل میں مشہور ہوئے اور آخرت کا دردناک عذاب سر پر رکھا۔ نہ عقل سے کام لیا نہ شرع کو پہچانا، پھر سیدھی راہ پر آتے تو کیسے آتے۔

الربع ۱۶ ۱۱ ۳

ف۴ جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں۔ مثلاً انگور وغیرہ اور جو نہیں مثلاً کھجور، آم وغیرہ تنہ دار درخت یا خربوزہ تربوز وغیرہ جن کی بیل بدون کسی سہارے کے زمین پر پھیلتی ہے۔ ف۵ یعنی صورت شکل میں ملتے جلتے۔ مزہ میں جدا جدا۔ ف۶ یعنی جو غلے اور پھل حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں اُن کے کھانے سے بدون سند کے مت رکو۔ ہاں دو باتوں کا خیال رکھو۔ ایک یہ کہ کاٹنے اور اُتارنے کے ساتھ ہی جو اللہ کا حق اُس میں ہے وہ ادا کر دو۔ دوسرے فضول اور بے موقع خرچ مت کرو۔ اللہ کے حق سے یہاں کیا مراد ہے، اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن کثیر کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتداءً مکہ معظمہ میں کھیتی اور باغ کی پیداوار میں سے کچھ حصہ نکالنا واجب تھا جو مساکین و فقراء پر صرف کیا جائے۔ مدینہ طیبہ پہنچکر سنہ ۲ ہجری میں اُس کی مقدار وغیرہ کی تعیین و تفصیل کر دی گئی یعنی بارانی زمین کی پیداوار میں (بشرطیکہ خراجی نہ ہو) دسواں حصہ اور جس میں پانی دیا جائے بیسواں حصہ واجب ہے۔ ف۷ بوجھ اُٹھانیوالے جیسے اونٹ وغیرہ اور زمین سے لگے ہوئے چھوٹے قد و قامت کے جانور جیسے بھیڑ بکری۔

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
اللہ کے رزق میں سے اور مت چلو شیطان کے قدموں پر وہ تمہارا دشمن ہے

مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ
صریح ف۱ پیدا کئے آٹھ نر و مادہ بھیڑ میں سے دو ف۲ اور بکری میں سے دو

قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
پوچھ تو کہ دونوں نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ اُس پر مشتمل ہیں بچہ دان

الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ
دونوں مادہ کے بتلاؤ مجھ کو سند اگر تم سچے ہو ف۳ اور پیدا کئے اونٹ میں

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ
کہ دو اور گائے میں سے دو پوچھ تو دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ
یا وہ بچہ کہ اُس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے کیا تم حاضر تھے جس وقت

وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
تم کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا پھر اُس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا

لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾
تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے بلا تحقیق بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو ف۴

ع ۱۰/۴

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ
تو کہہ دے کہ میں نہیں پاتا اُس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اُس کو کھائے

اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ
مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا گوشت سور کا کہ وہ

رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ
ناپاک ہے یا ناجائز ذبیحہ جس پر نام پکارا جاوے اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بھوک کے بے اختیار ہو جاوے نہ نافرمانی کرے

ف۱ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے منتفع ہونا چاہئے، شیطان کے قدموں پر چلنا یہ ہے کہ اُن کو خواہی نخواہی بدون حجت شرعی کے حرام کر لیا جائے یا شرک و بت پرستی کا ذریعہ بنا لیا جائے، شیطان کی اس سے زیادہ کھلی ہوئی دشمنی کیا ہوگی کہ اُن نعمتوں سے تم کو دنیا میں محروم رکھا اور آخرت کا عذاب رہا سو الگ۔ ف۲ یعنی ایک نر ایک مادہ اس طرح ہر نوع میں دو دو زوج ہوئے اور مجموعہ آٹھ ہو گیا۔ ف۳ یعنی کسی چیز کو حلال و حرام کہنا صرف اللہ کے حکم سے ہو سکتا ہے۔ پھر ان میں سے نر کو یا مادہ کو یا بچہ کو جو مادہ کے پیٹ میں ہے اگر تم سب آدمیوں کے یا بعض کے حق میں حرام کہتے ہو جیسا کہ پچھلی آیات میں گذرا، اس کی سند تمہارے پاس کیا ہے جب خدائی حکم ہونے کی کوئی سند نہیں رکھتے تو محض آزادانہ ہوا سے خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو حلال یا حرام کہنا اس کا مرادف ہے کہ خدائی کا منصب معاذ اللہ تم اپنے لئے تجویز کرتے ہو یا خدا پر جان بوجھ کر افترا کرتے ہو۔ دونوں صورتیں تباہ کن اور مہلک ہیں۔ ف۴ اشیاء کی تحلیل و تحریم محض خدا کے حکم سے ہو سکتی ہے، اور خدا کا حکم یا بواسطہ انبیاء پہنچے گا یا بلا واسطہ حق تعالیٰ کسی کو مخاطب فرمائے تو اُسے معلوم ہو۔ یہاں دونوں صورتیں منتفی ہیں۔ پہلی شق کے انتفاء پر نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ میں اور دوسری کی نفی پر اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمْ میں متنبہ فرمایا ہے۔ پھر مشرکین کے دعاوی میں افتراء و اضلال کے سوا اور کیا چیز باقی رہ گئی۔ بلاشبہ اُس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو خدا پر بہتان باندھے اور علم و تحقیق سے تہیدست ہونے کے باوجود لوگوں کو باطل اور غلط مسائل بیان کر کے گمراہ کرتا پھرے۔ جس شخص نے اس قدر ڈھٹائی اختیار کر لی اور ایسے ظلم عظیم پر کمر باندھ لی، اُس کے ہدایت پانے کی توقع رکھنا فضول ہے۔

ف حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "یعنی جن جانوروں کا کھانا دستور ہے اُن میں سے یہی حرام ہے"۔ اس آیت میں کفار کو یہ بتلایا ہے کہ جو چیزیں اوپر مذکور ہوئیں حلال تھیں جن کو تم نے حرام بنالیا اب وہ چیزیں بتلائی جاتی ہیں جو واقعی حرام ہیں اور تم اُن کو حلال سمجھتے ہو۔ باقی مضمون آیت کی تفسیر و توضیح سورہ مائدہ کے شروع میں حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الخ کے نیچے گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلی جائے۔ ف۲ یعنی اصلی حرمت تو اُن چیزوں میں ہے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ البتہ وقتی مصلحت سے بعض چیزیں عارضی طور پر بعض اقوام پر پہلے حرام کیجا چکی ہیں۔ مثلاً یہود پر اُن کی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن رکھنے والا جانور جس کی انگلیاں پھٹی نہ ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ حرام کیا گیا تھا۔ گائے بکری کی جو چربی پشت یا انتڑیوں پر لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ ملی ہو، اُن پر حرام کر دی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی۔ بنی اسرائیل کا دعویٰ غلط ہے کہ یہ چیزیں ابراہیم و نوح علیہما السلام کے زمانہ ہی سے مستمر طور پر حرام چلی آتی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز عہد ابراہیمی میں حرام نہ تھی۔ یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی وجہ سے یہ سب چیزیں حرام ہوئیں۔ جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرے جھوٹا ہے۔ جیسے پارہ "لن تنالوا" کے شروع میں قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین سے ان دعویٰ کرنیوالوں کو چیلنج دیا گیا ہے۔ ف۳ یعنی رحمت کی سمائی ہے تم اب تک بچے ہو، نہ جانو کہ عذاب ٹل گیا کذا فی موضح القرآن۔ ف۴ گذشتہ رکوع میں

وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا

اور نہ زیادتی تو تیرا رب بڑا معاف کرنیوالا نہایت مہربان ہے ف اور یہود پر

حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

ہم نے حرام کیا تھا ہر ایک ناخن والا جانور اور گائے اور بکری میں سے حرام کی تھی

شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ

اُن کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر یا انتڑیوں پر یا جو چربی کہ ملی ہو ہڈی کے ساتھ

ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾ فَإِن كَذَّبُوكَ

یہ ہم نے اُن کو سزا دی تھی اُنکی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہیں ف۲ پھر اگر تجھ کو جھٹلاویں

فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ

تو کہدے کہ تمہارے رب کی رحمت میں بڑی وسعت ہے اور نہیں ٹلیگا اُس کا عذاب گنہگار

الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا

لوگوں سے ف۳ اب کہیں گے مشرک اگر اللہ چاہتا تو شرک نہ کرتے ہم

وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ

اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ ہم حرام کر لیتے کوئی چیز اسی طرح جھٹلاتے رہے ہیں ان

مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ

سے اگلے یہاں تک کہ انہوں نے چکھا ہمارا عذاب تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس

فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا

کہ اس کو ہمارے آگے ظاہر کرو تم تو نری اٹکل پر چلتے ہو اور صرف تخمینے ہی

تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ

کرتے ہو ☆ تو کہدے بس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت کر دیتا

أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ

تم سب کو ف۴ تو کہہ کہ لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں اس بات کی کہ اللہ نے

مشرکین سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ جن حلال طیب چیزوں کو تم نے حرام ٹھہرالیا ہے اور اس تحریم کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہو، اس کی سند اور دلیل لاؤ۔ یہاں اُن کی دلیل بیان کی گئی ہے جو وہ پیش کرنیوالے تھے یعنی اگر اللہ چاہتا تو اُس کو قدرت تھی کہ ہم کو اور ہمارے اسلاف کو اس تحریم سے بلکہ تمام مشرکانہ افعال و اقوال سے روک دیتا جب نہ روکا اور یوں ہی ہوتا چلا آیا تو ثابت ہوا کہ اُس کے نزدیک ہماری کارروائیاں پسندیدہ ہیں ناپسند ہوتیں تو ان کے کرنے میں ہم کو اب تک کیوں آزاد چھوڑتا سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ایک نیک نام اور مدبر گورنمنٹ کسی باغیانہ تحریک میں حصہ لینے والے کو باوجود یقینی اطلاع اور کافی قدرت کے پہلے ہی دن پکڑ کر پھانسی نہیں دیدیتی۔ وہ اُس کی حرکات کی نگرانی رکھتی ہے کبھی رویہ درست رکھنے کی ہدایت کرتی ہے اور موقع دیتی ہے کہ آدمی ایسی حرکات کا انجام سوچ کر خود سنبھل جائے۔ کبھی اصلاح سے مایوس ہو کر ڈھیل چھوڑتی ہے کہ اسکی بغاوت کا ایسا باضابطہ اور مکمل مواد فراہم ہو جائے جس کے بعد اُسکی انتہائی مجرمانہ غداری قانونی حیثیت سے علی رؤس الاشہاد ثابت کیجا سکے۔ ان تمام صورتوں میں مجرم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینے اور فوراً سزا نہ دینے سے کیا یہ ثابت ہوگا کہ گورنمنٹ کی نظر میں وہ کارروائی جرم و بغاوت نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں اُن افعال کا جرم ہونا اول تو اُس کے شائع کئے ہوئے قانون سے ظاہر ہے۔ دوسرے جب یہ مجرم مہلت پوری ہونے پر عدالت کے کٹہرے میں لایا جائیگا۔ اور باضابطہ اثبات و اظہار جرم کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا بھگتے گا، تب برای العین مشاہدہ ہو جائیگا کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ کتنا بڑا جرم تھا۔

بہرحال گورنمنٹ کا کسی جرم پر باوجود علم و قدرت رکھنے کے کسی مصلحت سے فوری سزا جاری نہ کرنا اسکی دلیل نہیں کہ وہ جرم کو جرم نہیں سمجھتی۔ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ وہ احکم الحاکمین ابتدائے آفرینش سے آجتک بتوسط اپنے صادق القول اور پاکباز نائبین کے ہر قسم کے قوانین و احکام سے بندوں کو مطلع فرماتا رہا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ کونسی بات اُس کے یہاں پسندیدہ اور کونسی ناپسند ہے کبھی پے بہ پے اور کبھی تھوڑی تھوڑی وقفہ کے بعد ان احکام و ہدایات کی یاددہانی بھی ہوتی رہی۔ اس دوران میں خلاف ورزی کرنیوالوں سے مسامحت کی حد تک سامحت کی گئی۔ معمولی تنبیہات کی ضرورت ہوئی تو وقتاً فوقتاً انہیں بھی کام میں لایا گیا۔ اور جن کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہونیوالا تھا اُنہیں ڈھیل دی گئی کہ وہ صاف اور علانیہ طور پر اپنے کو خدا کی انتہائی سزا کا مستحق ٹھہرا کر کیفر کردار کو پہنچیں۔ چنانچہ بہت سی قومیں اپنے جرائم کی پاداش کا دنیا میں تھوڑا تھوڑا مزہ چکھ چکی ہیں پھر ان حالات کی موجودگی میں کسی قوم کے چند روز جرائم میں مبتلا رہنے اور فوراً نہ پکڑے جانے سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ وہ جرائم (معاذ اللہ) خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ ورنہ خدا اُنہیں ایک گھنٹہ کی بھی مہلت نہ دیتا۔ رہا یہ سوال کہ خدا نے انسان کی ساخت ہی ابتداء سے ایسی کیوں نہ بنادی کہ وہ بُرائی کی طرف قطعاً نہ جاسکتا اور اس طرح فطرۃً اُسے مجبور کردیا جاتا کہ نیکی اور بھلائی کے سوا کوئی چیز اختیار نہ کرسکے۔ اگر غور کیا جائے تو اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ایسا کیوں نہ پیدا کردیا گیا کہ وہ انسان ہی نہ رہتا۔ یا تو اینٹ پتھر بنا جاتا اور شعور و کسب اختیار سے یکسر خالی ہو۔ یا گدھے گھوڑے وغیرہ جانوروں کی طرح جزئی احساس و ارادہ رکھنے والا حیوان ہوتا جو ازل سے ابد تک اپنے مخصوص و متشابہ افعال و احوال کے محدود دائرہ میں چکر لگاتا رہے۔ اور یا بہت عزت دیجاتی تو فرشتوں کی صفوں میں شمولا دیا جاتا جو محض طاعت و عبادت کے اختیار کرنے پر مجبول و منفطر ہیں۔ الحاصل یہ کلی ادراکات اور عظیم الشان کسبی تصرفات رکھنے والی ترقی کن نوع ہی صفحۂ ہستی پر نہ لائی جاتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی انسان اپنے شرف و کرامت کا بلند بانگ دعویٰ رکھتے ہوئے ایسی جرأت نہ کریگا کہ سرے سے اپنی نوع کے وجود ہی کا مخالف ہوجائے۔ پھر اگر نوع انسانی کا مع اس کی عقلی و عملی قوتوں اور کسب و اختیار کی موجودہ آزادی کے پیدا کرنا نظام عالم کی تکمیل کے لئے ضروری تھا تو اس نظام تکوینی کے آثار و نتائج کا قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مادی اور معاشی زندگی کے شعبوں میں تو انسانوں کی عقلی و کسبی آزادی کی بدولت بیشمار انواع و

بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۰۔ اقسام کے مختلف مظاہر سامنے آئیں۔ لیکن مبادی و روحانی پیدائش میں وہی دل و دماغ اور کسب و اختیار کی قوتیں رکھنے والے انسان سب کے سب ایک ہی پگڈنڈی پر چلنے کے لئے مجبور ہو جائیں اور کوئی ایک قدم اِدھر اُدھر ہٹانے کی قدرت نہ رکھے۔ پس اگر نوع انسان کا بحقیقتہ الموجودہ مجموعۂ عالم میں پایا جانا ضروری ہے تو نیک و بد کا اختلاف بھی لابدی ہوگا اور یہی اختلاف کا وجود بڑی دلیل اس کی ہے کہ ہر وہ فعل جو وقوع میں آئے ضروری نہیں کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہو، ورنہ مختلف و متضاد افعال کی موجودگی میں ماننا پڑیگا کہ مثلاً خوش اخلاقی بھی خدا کو پسند ہوا و بداخلاقی بھی، ایمان لانا بھی پسند ہوا اور نہ لانا بھی، جو صریحاً باطل ہے۔ بیشک خدا اگر چاہتا تو انسان کی ساخت ایسی بنا سکتا تھا کہ سب ایک ہی راستہ پر چلنے کیلئے مجبور ہو جاتے۔ لیکن جب ایسا واقع نہیں ہوا تو یہی حجۃ بالغہ اور پورا الزام اُن لوگوں پر ہے جو لو شاء اللہ ما اشرکنا کہہ کر مشیت و رضائے الٰہی میں تلازم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس قدر شدید اختلافات کی موجودگی میں ان کے اصول کے موافق کہنا پڑیگا کہ مثلاً توحید خالص بھی اللہ کے نزدیک صحیح اور مرضی ہو اور اُسکی نقیض شرک جلی بھی۔ وقس علی ہذا ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مشرکین کا یہ استدلال لو شاء اللہ ما اشرکنا الخ محض لغو اور پادر ہوا ہے۔ کوئی علمی اصول اُن کے پاس نہیں جسے عقلمندوں کے سامنے پیش کر سکیں محض اٹکل کے تیر اور تخمینی باتیں ہیں جن کو خدائی حجۃ بالغہ بکلی رد کرتی ہے جسکی طرف فلو شاء اللہ لھدٰکم اجمعین میں اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی انسان کی فطرت ایسی نہیں بنائی گئی کہ سب کے سب راہ ہدایت پر چل پڑیں۔ اُس کو کسب و اختیار کی وہ آزادی حق جل و علا نے عطا فرمائی ہے جس کا عطا کیا جانا کسی مخلوق کے لئے ممکن تھا۔ سو لازم ہے کہ اس آزادی کے استعمال کے وقت راہیں مختلف ہو جائیں، کوئی نیکی کو اختیار کرلے کوئی بدی کو کوئی حق تعالیٰ کی رضاء و رحمت کا مظہر بن جائے کوئی غضب کا۔ اس طرح وہ آخری مقصد جو خالق کائنات نے آفرینش عالم سے ارادہ کیا ہے یعنی اپنی صفات جمال و جلال کا اظہار علی الوجہ الاتم پورا ہو۔ لیبلوکم ایکم احسن عملا ورنہ اگر تمام عالم ایک ہی حال پر فرض کر لیا جائے تو بعض صفات الٰہیہ کا ظہور ممکن ہوگا۔ اور دوسری بعض کے ظہور کے لئے کوئی محل نہ ملیگا۔

یہاں تک جو کچھ ہم نے کہا وہ اس تقدیر پر تھا کہ مشرکین کے قول لو شاء اللہ ما اشرکنا سے یہ غرض ہو کہ وہ اپنے خرافات و کفریات کا استحسان ثابت کرنا چاہتے تھے جیسا کہ اُن کے احوال سے ظاہر ہے اور اگر کلام مذکور سے اُن کی غرض صرف معذرت ہو کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہ ہم سے کراتا ہے۔ اچھا ہو یا برا بہرحال اُسکی مشیت سے ہے۔ پھر مشیت الٰہی کے مقابلہ میں انبیاء و رسل ہم سے کیوں مزاحمت کرتے ہیں اور عذاب الٰہی کا ڈراوا کیوں سناتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس خدا کی مشیت سے تم ان افعال شنیعہ کا کسب کرتے ہو۔ اُسی کی مشیت سے انبیاء و رسل تمہاری مزاحمت کرتے ہیں اور وہ ہی مشیت تمہارے کسب پر مناسب عذاب بھیجتی ہے۔ جس طرح قدرت نے سانپ کو پیدا کیا اور وہ ہی مار گزیدہ کے حق میں ہلاکت کا اثر مرتب کرتی ہے خواہ سانپ کے کاٹنے میں مار گزیدہ کے فعل و اختیار کو کچھ دخل ہو یا نہ ہو اسی طرح تمہارے شرک و کفر میں ہلاکت دائمی کی، اور ایمان و عمل صالح میں نجات ابدی کی تاثیرات رکھ دینا بھی اُسی قدرت و مشیت ایزدی کا کام ہے جس سے تمام سلسلۂ اسباب و مسببات کی تخلیق ہوئی ہے۔ پس اگر تم اپنے مشرکانہ اطوار سے باز نہ آنے میں مشیت کے عموم سے احتجاج کر سکتے ہو تو ارسال رسل اور انزال عذاب وغیرہ امور کو بھی اُسی مشیت کی کارفرمائی کا نتیجہ سمجھ کر خدا کی حجۃ بالغہ کو تام سمجھو۔ بیشک خدا چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا لیکن اس نے تمہاری سوء استعداد کی وجہ سے ایسا نہیں چاہا۔ آخر تمہارے سوء اختیار سے جو افعال صادر ہوئے اُن کا طبعی اثر عذاب کی صورت میں مرتب ہو کر رہا۔ والعیاذ باللہ

فوائد صفحہ ہذا ف ۱ یعنی دلیل عقلی کا حال تو اوپر معلوم ہو چکا اب اگر اس من گھڑت تحریم پر کوئی نقلی دلیل رکھتے ہو تو وہ لاؤ کیا تمہارے پاس ایسے گواہ موجود ہیں جو بیان کریں کہ ہاں اُن کے روبرو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا؛ ظاہر ہے کہ ایسے واقعی گواہ کہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر دو چار گستاخ جھوٹے بچارے ہی گواہی دینے کو کھڑے ہو جائیں تو ایسوں کی بات پر تم کان نہ دھرو اور نہ ان کی خواہشات کی پرواہ کرو۔ یہاں تک اُن چیزوں کا بیان تھا جنہیں مشرکین نے محض اپنی رائے و ہوا سے حرام ٹھہرا رکھا تھا، پھر اُس تحریم کے لئے حیلے اور باطل عذر پیش کرتے تھے آگے وہ چیزیں بیان کیجاتی ہیں۔ جنہیں خدا نے حرام کیا اور ہمیشہ سے حرام رہی ہیں لیکن یہ مشرکین ان میں مبتلا ہیں ف ۲ عرب مفلسی کی وجہ سے بعض اوقات اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ خود ہی کھانے کو نہیں اولاد کو کہاں سے کھلائیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رزق دینے والا تو خدا ہے تم کو بھی اور تمہاری اولاد کو بھی۔ دوسری جگہ بجائے من املاق "خشیۃ املاق" فرمایا ہے یعنی مفلسی کے ڈر سے قتل کر ڈالتے تھے۔ یہ اُن کا ذکر ہوگا جو فی الحال مفلس نہیں مگر ڈرتے ہیں کہ جب عیال زیادہ ہونگے تو کہاں سے کھلائیں گے چونکہ پہلے طبقہ کو عیال سے پہلے اپنی روٹی کی فکر ستا رہی تھی اور دوسرے کو زیادہ عیال کی فکر نے پریشان کر رکھا تھا۔ شاید اسی لئے یہاں من املاق کے ساتھ نرزقکم و ایاھم اور اُس آیۃ میں خشیۃ املاق کے ساتھ نرزقھم و ایاکم ارشاد فرمایا۔ واللہ اعلم۔ ف ۳ "پاس نہ جاؤ" سے شاید یہ مراد ہو کہ ایسے کاموں کے مبادی و وسائل سے بھی بچنا چاہیے۔ مثلاً زنا کی طرح نظر بد سے بھی اجتناب لازم ہے ف ۴ اِلَّا بالحق کا استثناء ضروری تھا جس میں قاتل عمد، زانی محصن اور مرتد عن الاسلام کا قتل داخل ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح (بقیہ بر صفحہ ۱۹۲)

حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ

حرام کیا ہے ان چیزوں کو پھر اگر وہ ایسی گواہی دیں بھی تو تو نہ اعتبار کر اُن کا اور نہ چل

أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

انکی خوشی پر جنہوں نے جھٹلایا ہمارے حکموں کو اور جو یقین نہیں کرتے آخرت کا

وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿١٥٠﴾ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ

اور وہ اپنے رب کے برابر کرتے ہیں اوروں کو ف ۱ تو کہہ تم آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے

عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ وَ

رب نے کہ شریک نہ کرو اسکے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور

لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ

مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور اُن کو ف ۲

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا

اور پاس نہ جاؤ بےحیائی کے کام کے جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو ف ۳ اور مار نہ ڈالو

النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

اُس جان کو جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر ف ۴ تم کو یہ حکم کیا ہے تاکہ تم

تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

سمجھو ف ۵ اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو

حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ

یہاں تک کہ پہنچ جاوے اپنی جوانی کو ف ۶ اور پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف سے

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ

ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جسکی اسکو طاقت ہو ف ۷ اور جب بات کہو تو حق کی کہو اگرچہ وہ اپنا

ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

قریب ہی ہو ف ۸ اور اللہ کا عہد پورا کرو ف ۹ تم کو یہ حکم کر دیا ہے تاکہ تم

بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۱ وارد ہو چکی اور ائمہ مجتہدین اُس پر اجماع کر چکے ہیں ف۹ اس آیت سے ان چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہوا ۱ شرک باللہ ۲ والدین کے ساتھ بدسلوکی ۳ قتل اولاد ۴ سب بے حیائی کے کام مثلاً زنا وغیرہ ۵ کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔ ف۶ یتیم کے مال میں بیجا تصرف کرنا حرام ہے ہاں بہتر و مشروع طریقہ سے احتیاط کے ساتھ اُس میں ولی یتیم تصرف کر سکتا ہے۔ جب یتیم جوان ہو جائے اور اپنے فوائد کو سنبھال سکے تو اس کے حوالہ کر دیا جائے ف۷ یعنی اپنی طاقت کے موافق ان احکام کی بجا آوری میں کوشش کرو اسی کے تم مکلف ہو۔ خدا کسی کو اس کی مقدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ف۸ یعنی حق و انصاف کی بات کہنے میں کسی کی قرابت و محبت مانع نہ ہونی چاہیئے ف۹ اس کے اوامر و نواہی پر پابندی سے عمل کرو خدا کے لئے جو نذر مانو یا قسم کھاؤ بشرطیکہ غیر مشروع بات کی نہ ہو اُسے پورا کرنا چاہیئے۔

تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ

نصیحت پکڑو ☆ اور حکم کیا کہ یہ راہ ہے میری سیدھی سو اس پر چلو

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ

اور مت چلو اور رستوں پر کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے اللہ کے راستہ سے ف۱ یہ

وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ

حکم کر دیا ہے تم کو تاکہ تم بچتے رہو ☆ پھر دی ہم نے موسیٰ کو کتاب

تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى

واسطے پورا کرنے نعمت کے نیک کام والوں پر اور واسطے تفصیل ہر شے کے اور ہدایت

وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٤﴾ وَهَٰذَا كِتَابٌ

اور رحمت کے لئے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے کا یقین کریں ف۲ اور ایک یہ کتاب ہے

أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾

کہ ہم نے اتاری برکت والی سو اس پر چلو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو ف۳

أَن تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا

اس واسطے کہ کبھی تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتری تھی سو ان ہی دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے

وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ﴿١٥٦﴾ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنزِلَ

اور ہم کو تو ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہ تھی ف۴ یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر

عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن

اتری کتاب تو ہم تو راہ پر چلتے ان سے بہتر سو آچکی تمہارے پاس حجت تمہارے رب

رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ

کی طرف کی اور ہدایت اور رحمت ف۵ اب اس کو زیادہ ظالم کون جو جھٹلادے اللہ کی آیتوں کو

وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ

اور ان سے کترادے ہم سزا دیں گے ان کو جو ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں برا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی احکام مذکورہ بالا کی پابندی اور خدا کے عہد کو اعتقاداً اور عملاً پورا کرنا یہی صراط مستقیم (سیدھی راہ) ہے جس کی طلب سورۂ فاتحہ میں تلقین کی گئی تھی۔ یہ راہ تم کو دکھلادی گئی اب چلنا تمہارا کام ہے۔ جو کوئی اس کے سوا دوسرے راستہ پر چلا وہ خدا کے راستہ سے بھٹکا ف۲ معلوم ہوتا ہے کہ جو احکام اوپر قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے پڑھ کر سنائے گئے یہ ہمیشہ سے جاری تھے۔ تمام انبیاء اور شرائع کا ان پر اتفاق رہا کیا۔ بعدہٗ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری جس میں احکام شرع کی مزید تفصیل درج تھی۔ تورات عطا فرما کر اس زمانہ کے نیک کام کرنے والوں پر خدا نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ ہر ضروری چیز کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا اور ہدایت و رحمت کے ابواب مفتوح کر دیئے تاکہ اسے سمجھ کر لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا کامل یقین حاصل کریں۔ ف۳ یعنی تورات تو تھی ہی جیسی کچھ تھی، لیکن ایک یہ کتاب ہے (قرآن کریم) جو اپنے درخشان اور ظاہر و باہر حسن و جمال کے ساتھ تمہارے سامنے ہے۔ اس کی خوبصورتی اور کمال کا کیا کہنا۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اس کی ظاہری و باطنی برکات اور صوری و معنوی کمالات کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ میدارد

برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنی را

اب دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر خدا کی رحمت سے حظِ وافر لینا چاہتے ہو تو اس آخری اور مکمل کتاب پر چل پڑو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ اس کتاب کے کسی حصہ کی خلاف ورزی ہونے نہ پائے ف۴ یعنی اس مُبارک کتاب (قرآن کریم) کے نزول کے بعد عرب کے اُمیّین کے لئے یہ کہنے کا بھی موقع نہیں چھوڑا گیا کہ پیشتر جو آسمانی کتابیں شرائع الٰہیہ کو لیکر اُتریں وہ تو ہمارے علم کے موافق انہی دو فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر اتریں بیشک وہ لوگ آپس میں اُسے پڑھتے پڑھاتے تھے اور بعضے اس کا ترجمہ بھی عربی میں کرتے تھے مثلاً ورقہ بن نوفل وغیرہ اور بہت سے مدت تک اس دھن میں لگے رہے کہ عرب کو یہودی یا نصرانی بنالیں لیکن ہمیں اُن کی تعلیم و تدریس سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ اس سے بحث نہیں کہ یہود و نصاریٰ جو کچھ پڑھتے پڑھاتے تھے وہ چیز کہاں تک اپنی اصلی سماوی صورت میں محفوظ تھی مطلب صرف اس قدر ہے کہ ان شرائع و کتب کی اصلی مخاطب فقط قوم بنی اسرائیل تھی۔ خواہ اس تعلیم کے بعض اجزاء مثلاً توحید اور اصول دینیہ کی دعوت کو وسعت دیکر بنی اسرائیل کے سوا دوسری اقوام کے حق میں بھی عام کر دیا گیا ہو تاہم جو شریعت اور کتاب سماوی ہیئیات مجموعی کسی خاص قوم پر اُسی کے مخصوص فائدہ کے لئے اتری ہو اُس کے درس و تدریس سے اگر دوسری اقوام خصوصاً عرب جیسی غیور اور خوددار قوم کو دلچسپی اور لگاؤ نہ ہو تو کچھ مستبعد نہیں بنا بریں وہ کہہ سکتے تھے کہ کوئی آسمانی کتاب و شریعت ہماری طرف نہیں آئی اور جو کسی مخصوص قوم کے لئے آئی اس سے ہمنے چنداں واسطہ نہیں رکھا پھر ہم ترک شرائع پر کیوں ماخوذ ہونگے۔ مگر آج انکے لئے اس طرح کے حیلے حوالوں کا موقع نہیں رہا۔ خدا کی حجت، اس کی روشن کتاب اور ہدایت و رحمتِ عامّہ کی بارش خاص انکے گھروں میں اتاری گئی۔ تاکہ وہ اولاً اس سے مستفید ہوں۔ پھر اس امانت الٰہیہ کو تمام احمر و اسود اور مشرق و مغرب کے باشندوں تک حفاظت و احتیاط کے ساتھ پہنچا دیں۔ کیونکہ یہ کتاب کسی خاص قوم و ملک کیلئے نہیں اتاری گئی اس کا مخاطب تو سارا جہاں ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل و توفیق سے عرب کے ذریعہ سے خدا کا یہ عام اور آخری پیغام آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔ ف۵ یعنی

ف اب ایسی بے مثال روشن کتاب آنے کے بعد اگر اُس کی آیتوں کو کوئی جھٹلائے یا اُن کو قبول کرنے سے روکے تو اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا (تنبیہ) صدف عنہا کے دونوں معنی سلف سے منقول ہیں "روکنا" اور "اعراض کرنا" مترجم علامؒ نے دوسرے معنی لیکر "کترائے" ترجمہ کیا ہے۔ ف یعنی اللہ کی طرف سے ہدایت کی جو حد تھی وہ پوری ہو چکی۔ انبیاء تشریف لائے۔ شریعتیں اُتریں کتابیں آئیں حتیٰ کہ اللہ کی آخری کتاب بھی آ چکی، تب بھی نہیں مانتے تو شاید اب اس کے منتظر ہیں کہ اللہ آپ آئے یا فرشتے آئیں یا قدرت کا کوئی بڑا نشان (مثلاً قیامت کی کوئی بڑی علامت) ظاہر ہو۔ تو یاد رہے کہ قیامت کے نشانوں میں سے ایک نشان وہ بھی ہے جس کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا نہ عاصی کی توبہ۔ صحیحین کی احادیث بتلاتی ہیں کہ یہ نشان آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا ہے۔ یعنی جب خدا کا ارادہ ہوگا کہ دنیا کو ختم کرے اور عالم کا موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے تو موجودہ قوانین طبعیہ کے خلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئیں گے اُن ہی میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ غالباً اس حرکت مقلوبی اور رجعت قہقری سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ جو قوانین قدرت اور نوامیس طبعیہ دنیا کے موجودہ نظم و نسق میں کار فرما تھے، اُن کی میعاد ختم ہونے اور نظام شمسی کے اُلٹ پلٹ ہو جانے کا وقت آ پہنچا ہے۔ گویا اُس وقت سے عالم کبیر کے نزع اور جانکنی کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جانکنی کے وقت کا ایمان اور توبہ مقبول نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں اختیاری نہیں ہوتا، اسی طرح طلوع الشمس من المغرب کے بعد مجموعہ عالم کے حق میں یہی حکم ہوگا کہ کسی کا ایمان و توبہ معتبر نہ ہو۔ بعض روایات میں طلوع الشمس من مغربہا کے ساتھ چند دوسرے نشانات بھی بیان ہوئے ہیں مثلاً خروج دجال، خروج دابہ وغیرہ۔ اُن روایات کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب اِن سب نشانات کا مجموعہ متحقق ہوگا اور وہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ طلوع الشمس من المغرب بھی متحقق ہو، تو دروازہ توبہ کا بند کر دیا جائیگا ایک الگ ہر نشان پر یہ حکم متفرع نہیں۔ ہمارے زمانہ کے بعض ملحدین جو ہر غیر معمولی واقعہ کو استعارہ کا رنگ دینے کے خوگر ہیں وہ طلوع الشمس من المغرب کو بھی استعارہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ غالباً اُن کے نزدیک قیامت کا آنا بھی ایک طرح کا استعارہ ہی ہوگا۔ (تنبیہ) یہ جو کہا کہ "آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب" اِس کی تفسیر "سیقول" کے نصف پر آیت ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام کے تحت میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے اور جملہ او کسبت فی ایمانھا خیرًا کا عطف اٰمنت من قبل پر ہے۔ اور تقدیر عبارت کی ابن المنیر وغیرہ محققین کے نزدیک یوں ہے۔ لا ینفع نفسًا ایمانھا او کسبھا خیرًا لم تکن اٰمنت من قبل او لم تکن کسبت فی ایمانھا خیرًا یعنی جو پہلے سے ایمان نہیں لایا اُس وقت اُس کا ایمان نافع نہ ہوگا اور جس نے پہلے سے کسب خیر نہ کیا اُس کا کسب خیر نافع نہ ہوگا۔ (یعنی توبہ قبول نہ ہوگی) ف۲ پچھلے رکوع میں قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الخ سے بہت سے احکام بیان فرما کر ارشاد ہوا تھا وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ یعنی صراط مستقیم (دین کی سیدھی راہ) ہمیشہ سے ایک رہی ہے۔ اُس سے ہٹ کر گمراہی کے راستے بہت ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین اصولی حیثیت سے اُسی ایک راہ پر چلے اور لوگوں کو بلاتے رہے۔ شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (شوریٰ رکوع ۲) اصول دین میں اُن کے باہم کوئی تفریق نہیں۔ زمان و مکان اور خارجی احوال کے اختلاف سے فروع شرعیہ میں جو تفاوت ہوا وہ تفرق نہیں۔ بلکہ ہر وقت کے مناسب رنگ میں ایک ہی مشترک مقصد کے ذرائع حصول کا تنوع ہے۔ جو دین انبیائے سابقین لے کر آئے۔ موسیٰ علیہ السّلام کی کتاب بھی اُس کی مخالفت کے لئے نہیں بلکہ اُس کی تکمیل و تفصیل کی غرض سے اُتاری گئی سب کے آخر میں قرآن آیا جو تمام کتب سابقہ کی تتمیم و تصدیق اور اُن کے علوم و معارف کی حفاظت کرنیوالا ہے۔ درمیان میں ان کتب

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿١٥٧﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ

عذاب بدلے میں اس کترانے کے ف۱ کاہے کی راہ دیکھتے ہیں لوگ مگر یہی کہ اُن پر آئیں

الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ

فرشتے یا آئے تیرا رب یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی جس دن

يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُن

آئیگی ایک نشانی تیرے رب کی کام نہ آئیگا کسی کے اُس کا ایمان لانا جو کہ

آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انتَظِرُوا

پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی تو کہدے تم راہ دیکھو

إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا

ہم بھی راہ دیکھتے ہیں ف۲ جنہوں نے راہیں نکالیں اپنے دین میں اور ہو گئے بہت سے فرقے

لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا

تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں اُن کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہی جتلا دیگا اُنکو جو کچھ وہ

يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ

کرتے تھے ف۳ جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اُسکے لئے اُس کا دس گنا ہے اور جو کوئی لاتا ہے

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ

ایک بُرائی سو سزا پائیگا اُسی کے برابر اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ف۴ تو کہدے

إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ

مجھ کو سمجھائی میرے رب نے راہ سیدھی ✡ دین صحیح ملت

إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ قُلْ إِنَّ

ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا ف۵ اور نہ تھا شرک والوں میں ف۶ تو کہہ کہ

صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾

میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے ✡

شرائع سے اعراض کرنیوالوں کا حال بیان کر کے اِن الذین فرقوا دینھم سے پھر اصل مطلب کی طرف عود کیا گیا یعنی دین الٰہی کا راستہ (صراط مستقیم) ایک ہے جو لوگ اصل دین میں پھوٹ ڈال کر جدا جدا راہیں نکالنے اور فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ یا وہ مدعیان اسلام جو مستقبل میں عقائد دینیہ کی چادر کو پھاڑ کر پارہ پارہ کرنیوالے تھے۔ ان لوگوں سے آپ کو کچھ واسطہ اور سروکار نہیں۔ یہ سب فتفرق بکم عن سبیلہ میں داخل ہیں۔ آپ اِن سے بیزاری اور براءت کا اظہار کر کے خدا کے اُسی ایک راستہ (صراط مستقیم) پر جمے رہئے اور ان کا انجام اللہ کے حوالہ کیجئے۔ وہ ان کو دنیا یا آخرت میں جتلا دیگا جو کچھ دین میں گڑبڑ کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرقوا دینھم کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو باتیں یقین لانے کی ہیں (اصول دین) ان میں فرق نہ چاہئے اور جو کرنے کی ہیں (فروع دین) ان کے طریقے کئی ہوں تو بُرا نہیں۔ ف۳ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون میں اُن کے افعال شنیعہ کی مجازات پر متنبہ کیا گیا تھا، ساتھ ہی ہر نیک و بد کی مجازات کا عام قانون بتلا دیا کہ بھلائی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے اور بُرائی کا زیادہ سے زیادہ اُس کی برابر یعنی جس نے ایک نیکی کمائی تو کم از کم ویسی دس نیکیوں کا ثواب ملیگا زائد کی حد نہیں واللہ یضاعف لمن یشاء اور جو ایک بدی کا مرتکب ہوا تو ویسی ایک بدی کی جس قدر سزا مقرر ہے۔ اُس سے تکے نہ بڑھیں گے تخفیف کر دیں یا بالکل معاف فرما دیں، یہ اختیار ہے۔ پھر جہاں وفور رحمت کی یہ کیفیت ہو وہاں ظلم کا کہاں امکان ہے ف۵ یعنی ایک خدا ہی کا ہو رہا تھا۔ ف۶ یعنی تم دین میں جتنی چاہو راہیں نکالو اور جس قدر معبود چاہو ٹھہرالو مجھ کو تو میرا پروردگار صراط مستقیم بتلا چکا اور وہ ہی (بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۴۔ خالص توحید اور کامل تفویض و توکل کا راستہ ہے۔ جس پر موحد اعظم ابو الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ بڑے زور شور سے چلے جن کا نام آج بھی تمام عرب اور کل ادیان سماویہ غایت عظمت و احترام سے لیتے ہیں۔

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ

کوئی نہیں اس کا شریک ف۱ اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں ف۲ تو کہہ

اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

کیا اب میں اللہ کے سوا تلاش کروں کوئی رب اور وہی ہے رب ہر چیز کا ف۳ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو وہ اس

اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ

کے ذمہ پر ہے اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا پھر تمہارے رب کے پاس ہی تم سب کو لوٹ کر جانا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ

سو وہ جتلائے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے ف۴ اور اسی نے تم کو نائب

خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ

کیا ہے زمین میں ف۵ اور بلند کر دیئے تم میں درجے ایک کے ایک پر ف۶ تاکہ آزمائے تم کو

فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۡ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

اپنے دیئے ہوئے حکموں میں تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے ف۷

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَسِتُّ اٰيَاتٍ وَّاَرْبَعَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ اعراف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ

☆ یہ کتاب اتری ہے تجھ پر سو چاہئے کہ تیرا جی تنگ نہ ہو اس کے پہنچانے سے ف۸

لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ

تاکہ تو ڈرائے اس سے اور نصیحت ہو ایمان والوں کو ف۹ چلو اسی پر جو اترا تم پر تمہارے

رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

رب کی طرف سے اور نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے تم بہت کم دھیان کرتے ہو ف۱۰

فوائد صفحہ ہذا ف۱ اس آیت میں توحید و تفویض کے سب سے اونچے مقام کا پتہ دیا گیا ہے جس پر ہمارے سید و آقا محمد رسول اللہ صلعم فائز ہوئے۔ نماز اور قربانی کا خصوصیت سے ذکر کرنے میں مشرکین پر چوٹ تھی جو بدنی عبادات اور قربانی غیر اللہ کے لئے کرتے تھے۔ تفسیر عثمانی ختم ہوگیا۔ ف۲ عموماً مفسرین "وانا اول المسلمین" کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس امت محمدیہ کے اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں۔ لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ یہاں اولیت زمانی مراد نہ ہو بلکہ تقدم رتبی مراد ہو یعنی میں سارے جہان کے فرمانبرداروں کی صف میں نمبر اول اور سب سے آگے ہوں۔ شاید مترجم محقق قدس سرہٗ نے ترجمہ میں "سب سے پہلا فرمانبردار ہوں" کی جگہ "سب سے پہلے فرمانبردار ہوں" کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہو۔ کیونکہ محاورات کے اعتبار سے یہ تعبیر اولیت رتبی کے ادا کرنے میں زیادہ واضح ہے واللہ اعلم۔ ف۳ پہلے توحید فی الالوہیۃ کا ذکر تھا اب توحید فی الربوبیت کی تصریح فرمائی یعنی جس طرح معبود اس کے سوا کوئی نہیں، مستعان بھی کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ استعانت ربوبیت عامہ پر متفرع ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ ف۴ کفار مسلمانوں سے توحید وغیرہ میں جھگڑتے اور کہتے تھے کہ تم توحید کی راہ چھوڑ کر ہمارے راستہ پر آ جاؤ۔ اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہمارے سر و قال الذین کفروا للذین آمنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم (العنکبوت رکوع ۱) یہاں اس کا جواب دیدیا کہ ہر ایک کا گناہ اسی کے سر ہے کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ باقی تمہارے جھگڑے اور اختلافات خدا کے یہاں جا کر سب طے ہو جائیں گے یہ دنیا فیصلہ کی جگہ نہیں، امتحان و آزمائش کا گھر ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آگاہ فرمایا۔ ف۵ یعنی خدا نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا کہ تم اس کے دیئے ہوئے اختیارات سے کام لے کر کیسے حاکمانہ تصرفات کرتے ہو، یا تم کو باہم ایک دوسرے کا نائب بنایا کہ ایک قوم جاتی ہے تو دوسری قوم اس کی جانشین ہوتی ہے ف۶ یعنی تمہارے آپس میں بیحد فرق مدارج رکھا چنانچہ شکل و صورت، رنگت، لہجہ، اخلاق و ملکات، محاسن و مساوی، رزق، دولت، عزت و جاہ وغیرہ میں افراد انسانی کے بیشمار درجات ہیں۔ ف۷ یعنی ظاہر ہو جائے کہ ان حالات میں کون شخص کہاں تک خدا کا حکم مانتا ہے۔ ابن کثیر نے فیما آتاکم سے وہ مختلف احوال و درجات مراد لئے ہیں جن میں حسب استعداد و لیاقت ان کو رکھا گیا ہے۔ اس تقدیر پر آزمائش کا حاصل یہ ہوگا کہ مثلاً غنی حالت غنا میں رہ کر کہاں تک شکر کرتا ہے اور فقیر حالت فقر میں کس حد تک صبر کا ثبوت دیتا ہے وقس علی ہذا۔ بہر حال اس آزمائش میں جو بالکل نالائق ثابت ہوا۔ حق تعالیٰ اس کے حق میں سریع العقاب اور جس سے قدرے کوتاہی رہ گئی اس کے حق میں غفور اور جو پورا اترا اس کے لئے رحیم ہے۔

(تمت سورۃ الانعام بعون اللہ الملک العلام)

ف۸ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے "حرج" کی تفسیر شک سے کی ہے گویا فلا یکن فی صدرک حرج۔ فلا تکونن من الممترین کے ہم معنی ہوگا یعنی پیغمبر جس پر خدا نے اپنی کتاب نازل فرمائی اس کی شان یہ نہیں کہ ذرا سا بھی کھٹکا یا شک و شبہ کتاب کے احکام و اخبار کے متعلق اس کے دل میں راہ پائے۔ دوسرے مفسرین نے الفاظ کو ان کے ظاہر پر رکھا۔ جیسا کہ مترجم محقق رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا ہے۔ یعنی تمام خلائق میں سے چن کر جس پر خدا نے اپنی کتاب اتاری اسے لائق نہیں کہ احمقوں اور معاندین کے طعن و تشنیع یا بیہودہ سوالات سے متاثر ہو کر اس کتاب کے کسی حصہ کی تبلیغ سے منقبض اور تنگ دل ہو فلعلک تارک بعض ما یوحی الیک و ضائق بہ صدرک ان یقولوا لولا انزل الیہ کنز او جاء معہ ملک (ہود رکوع ۲) اگر بفرض محال خود پیغمبر کے دل میں کتاب اور اس کے مستقبل کی طرف سے نہایت کامل وثوق و انشراح حاصل نہ ہو، تو وہ اپنے فرض انذار و تذکیر کو کس طرح قوت و جرأت کے ساتھ ادا کر سکیگا۔ ف۹ یعنی کتاب کے اتارنے سے غرض یہ ہے کہ تم ساری دنیا کو اس کے مستقبل سے آگاہ کر دو اور بدی کے انجام سے ڈراؤ اور ایمان لانے والوں کے حق میں خاص طور پر یہ ایک موثر پیام نصیحت ثابت ہو۔ ف۱۰ آدمی اگر حق تعالیٰ کی تربیت عظیم، اپنے آغاز و انجام اور طاعت و معصیت کے نتائج پر پوری طرح دھیان کرے تو اس کو کبھی جرأت نہ ہو کہ اپنے رب کریم کی اتاری ہوئی ہدایات کو چھوڑ کر شیاطین الانس والجن کی رفاقت میں انہی کے پیچھے چلنا شروع کر دے۔ گذشتہ اقوام میں سے جنہوں نے خدا کی کتابوں اور پیغمبروں کے مقابلہ پر ایسا رویہ اختیار کیا، ان کو جو دنیوی سزا ملی، وہ آگے مذکور ہے۔

ف۱ یعنی جب اُن کے ظلم وعدوان اور کفر وعصیان کی حد ہو چکی، تو دنیاوی لذات وشہوات میں منہمک اور عذاب الٰہی سے بالکل بے فکر ہو کر خواب استراحت کے مزے لینے لگے کہ یکایک ہمارے عذاب نے آدبوچا پھر ہلاکت آفرینیوں کے اس دہشتناک منظر اور ہنگامۂ دار وگیر میں ساری طمطراق بھول گئے چاروں طرف سے اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ کی چیخ پکار کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا گویا اُس وقت انہیں واضح ہوا اور اقرار کرنا پڑا کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا، ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ تنبیہ، فَجَآءَهَا بَاْسُنَا کی "فاء" میں مفسرین کے کئی قول ہیں، غالباً مترجم محقق قدس سرہٗ نے اس کو اَهْلَكْنٰهَا کی تفسیر وتفصیل قرار دیا ہے جیسے کہا جائے "تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ" (فلاں شخص نے وضو کیا تو دھویا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ) اس مثال میں منہ ہاتھ دھونا وضو کرنے ہی کی تفصیل وتفسیر ہے اسی طرح یہاں ہلاک کرنے کی تفسیر وتفصیل کیفیت عذاب کے بیان سے ہو گئی۔ واللہ اعلم۔ ف۲ جن اُمتوں کی طرف پیغمبر مبعوث ہوئے، اُن سے سوال ہوگا مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ (تم نے ہمارے پیغمبروں کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا تھا؟) اور خود پیغمبروں سے پوچھیں گے مَاذَآ اُجِبْتُمْ (تم کو امت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟) ف۳ یعنی تمہارا کوئی جلیل وحقیر اور قلیل وکثیر عمل یا ظاہری وباطنی حال ہمارے علم سے غائب نہیں۔ ہم بلا توسط غیرے ذرہ ذرہ سے خبردار ہیں اپنے اس علم ازلی محیط کے موافق سب اگلے پچھلے احوال تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیں گے۔ ملائکۃ اللہ کے لکھے ہوئے اعمالنامے بھی علم الٰہی کے سرمو خلاف نہیں ہو سکتے اُن کے ذریعہ سے اطلاع دینا محض ضابطہ کی مراعات اور نظام حکومت کا مظاہرہ ہے، ورنہ خدا اپنے علم میں ان ذرائع کا معاذ اللہ محتاج نہیں ہو سکتا۔ ف۴ قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائیگا۔ جن کے اعمال قلبیہ واعمال جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ ایک ہی کام ہے، اگر اخلاص ومحبت سے حکم شرعی کے موافق کیا۔ اور برمحل کیا، تو اس کا وزن بڑھ گیا، اور دکھاوے کو یا رِیس کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔ آخرت میں وہ کاغذ تلیں گے۔ جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگذر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا"۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اعمال جو اس وقت اعراض ہیں، وہاں اعیان کی صورت میں مجسد کر دیئے جائیں گے اور خود ان ہی اعمال کو تولا جائیگا۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال تو غیر قارّ بالذات اعراض ہیں جن کا ہر جزو وقوع میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے۔ پھر اُن کا جمع ہونا اور تلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گراموفون میں آج کل لمبی چوڑی تقریریں بند کیجاتی ہیں۔ کیا وہ تقریریں اعراض میں کہ نہیں؟ جن کا ایک حرف ہماری زبان سے اس وقت ادا ہو سکتا ہے جب اُس سے پہلا حرف نکل کر فنا ہو جائے۔ پھر یہ تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہو گیا؟ اسی سے سمجھ لو کہ جو خدا گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اُس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کے مکمل ریکارڈ تیار رکھے جس میں سے ایک شوشہ اور ذرہ بھی غائب نہ ہو۔ رہا اُن کا وزن کیا جانا تو نصوص سے ہم کو اس قدر معلوم ہو چکا ہے کہ وزن ایسی میزان (ترازو) کے ذریعہ سے ہوگا جس میں کفتین اور لسان وغیرہ موجود ہیں۔ لیکن وہ میزان اور اس کے دونوں پلے کس نوعیت وکیفیت کے ہونگے اور اُس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقول وافہام کی رسائی سے باہر ہے۔ اسی لئے اُن کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک میزان کیا اُس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ اُن کے نام ہم سُن لیں اور اُن کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن وسنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں، اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری حد پرواز سے خارج ہے۔ کیونکہ جن نوامیس وقوانین کے ماتحت اُس عالم کا وجود ونظم ونسق ہوگا۔ اُن پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پا سکتے اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لو کتنی قسم کی ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی یا موتی تلتے ہیں۔ ایک میزان سے غلہ وریختہ وزن کیا جاتا ہے۔ ایک میزان عام ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں۔ ان کے سوا "مقیاس الہوا" یا "مقیاس الحرارت" وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں جن سے ہوا اور حرارت وغیرہ کے درجات معلوم ہوتے ہیں۔ تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو جو اعراض میں سے ہے تول کر بتلاتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنے ڈگری حرارت پائی جاتی ہے۔ جب دنیا میں بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان واعراض کے اوزان ودرجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اُس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسّی میزان قائم کر دے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان ودرجات کا تفاوت صورۃً وحسّاً ظاہر ہوتا ہو۔ ف۵ اور آیات کا انکار کرنا ہی اُن کی حق تلفی ہے جسے یظلمون سے ادا فرمایا ہے۔ ف۶ یہاں سے بعض آیات آفاقیہ وانفسیہ کا بیان شروع کیا ہے جس سے ایک طرف حق تعالیٰ کے وجود پر کارخانۂ عالم کے حکیمانہ نظم ونسق سے استدلال اور احسانات وانعامات الٰہیہ کا تذکرہ فرما کر اُس کی شکر گذاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور دوسری طرف نبوت کی ضرورت، انبیاء علیہم السلام کی آمد، اُن کی سیرت۔ اُنکے متبعین ومخالفین کا انجام جو اس سورت کا اصلی موضوع معلوم ہوتا ہے اُس کے بیان کے لئے یہ آیات بطور توطیہ وتمہید کے مقدم کی گئی ہیں۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ④

اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ پہنچا اُن پر ہمارا عذاب راتوں رات یا دوپہر کو سوتے ہوئے ☆

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑤

پھر یہی تھی اُن کی پکار جس وقت کہ پہنچا اُن پر ہمارا عذاب کہ کہنے لگے بیشک ہم ہی تھے گنہگار ف۱

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ⑥

سو ہم کو ضرور پوچھنا ہے اُن سے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے اور ہم کو ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے ف۲

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ⑦

پھر ہم اُن کو احوال سُنا دیں گے اپنے علم سے اور ہم کہیں غائب نہ تھے ف۳

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑧

اور تول اُس دن ٹھیک ہوگی پھر جس کی تولیں بھاری ہوئیں سو وہی ہیں نجات پانے والے ☆

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ⑨

اور جس کی تولیں ہلکی ہوئیں سو وہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا ف۴ اس واسطے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ف۵

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑩

اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور مقرر کر دیں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو ف۶

ع ١٠

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ڰ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ⑪

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر صورتیں بنائیں تمہاری پھر حکم کیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نہ تھا سجدہ والوں میں ☆

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ

کہا تجھ کو کیا مانع تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے حکم دیا بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور

ف یعنی تمہاری تخلیق سے پہلے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا سامان کیا۔ پھر تمہارا مادہ پیدا فرمایا۔ پھر اُس مادہ کو ایسا دلکش نقشہ اور حسین و جمیل صورت عطا کی جو کسی دوسری مخلوق کو عطا نہ کی گئی تھی۔ پھر اس تصویر خاکی کو وہ روح اور حقیقت مرحمت ہوئی جس کی بدولت تمہارے باپ آدم علیہ السّلام جن کا وجود تمام افراد انسانی کے وجود پر اجمالاً مشتمل تھا "خلیفۃ اللہ" و "مسجود ملائکہ" بنے۔ پھر جس نے اُس وقت سجود تعظیمی سے سرتابی کی وہ مردود ازلی ٹھہرا کیونکہ وہ سجود خلافت الہیہ کے نشان کے طور پر تھا۔ "ملائکۃ اللہ" جو بحث و تمحیص اور صریح امتحان کے بعد آدم کی علمی فضیلت اور روحانی کمالات پر مطلع ہو چکے تھے حکم الٰہی سنتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور اس طرح خلیفۃ اللہ کے روبرو اپنے پروردگار حقیقی کی کامل وفاشعاری اور اطاعت پذیری کا ثبوت دیا۔ اور ابلیس لعین جو ناری الاصل جن تھا مگر کثرت عبادت وغیرہ کی وجہ سے زمرۂ ملائکہ میں شامل ہو گیا تھا، آخرکار اپنی اصل کی طرف لوٹا۔ اُس کی نظر آدم کی مادی ساخت سے نفخت فیہ من روحی کے راز تک تجاوز نہ کر سکی۔ اسی لئے صریح حکم الٰہی کے مقابلہ میں انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین کا دعویٰ کرنے لگا۔ آخر اسی اباء و استکبار اور نص صریح قاطع کو محض رائے و ہوئی سے رد کر دینے اور خدا سے بحث و مناظرہ ٹھان لینے کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے مرتبہ قرب سے نیچے گرا دیا اور رحمت الہیہ سے بہت دور پھینک دیا گیا۔ فی الحقیقت جس چیز پر اسے بڑا فخر تھا کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے، وہی اُس کی ہلاکت ابدی کا سبب ہوئی۔ آگ کا خاصہ خفت و حدت، سرعت و طیش اور علو و افساد ہے بخلاف مٹی کے کہ اُس میں مستقل مزاجی، متانت اور تواضع، حلم و تثبت پایا جاتا ہے۔ ابلیس جو ناری الاصل تھا سجدہ کا حکم سن کر آگ بگولا ہو گیا اور رائے قائم کرنے میں تیزی اور جلد بازی دکھلائی آخر تکبر و تعلّی کی راہ سے آتش حسد میں گر کر دوزخ کی آگ میں جا پڑا۔ برخلاف اُس کے آدم علیہ السّلام سے جب غلطی ہوئی تو عنصر خاکی نے خدا کے آگے فروتنی، خاکساری اور انقیاد و استکانت کی راہ دکھلائی۔ چنانچہ اُن کی استقامت و انابت نے ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى کا نتیجہ پیدا کیا۔ اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ ابلیس لعین نے مادی و عنصری لحاظ سے بھی اپنی تفضیل کے دعوے میں ٹھوکر کھائی۔ چنانچہ حافظ شمس الدین ابن القیم نے بدائع الفوائد میں پندرہ وجوہ سے مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے۔ من شاء فلیراجعہ۔ ف۲ یعنی جنت میں یا آسمانوں پر خدا کی وہ مخلوق رہ سکتی ہے جو خدا کی پوری مطیع و فرمانبردار ہو نافرمان متکبروں کے لئے وہاں گنجائش نہیں۔ بہرحال ابلیس لعین عزت کے اُس مقام سے جس پر کثرت عبادت وغیرہ کی وجہ سے اب تک فائز تھا، بڑا بول بولنے کی بدولت نیچے دھکیل دیا گیا (تنبیہ) ابلیس کے مدت دراز تک زمرۂ ملائکہ میں شامل رکھنے سے متنبہ کر دیا ہے کہ حق تعالیٰ نے مکلفین میں کسی کی فطرت حتیٰ کہ شیطان کی بھی ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف بدی کی طرف جانے کے لئے مجبور و مضطر ہو جائے بلکہ خبیث سے خبیث ہستی بھی اصل فطرت کے اعتبار سے اسکی صلاحیت رکھتی ہے کہ اپنے کسب و اختیار سے نیکی اور پرہیزگاری میں انتہائی ترقی کر کے زمرۂ ملائکہ میں جا ملے۔ ف۳ یعنی جب تو نے یہ درخواست کی تو سمجھ لے کہ یہ پہلے سے علم الٰہی میں طے شدہ ہے کہ تجھ کو مہلت دی جائے۔ جب حکمت الہیہ مقتضی ہوئی کہ حق تعالیٰ اپنی صفات کمالیہ و شہنشاہانہ عظمت و جبروت کا مظاہرہ کرے تو اس نے عالم کو پیدا فرمایا۔ اللہ الذی خلق سبع سمٰوات و من الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن لتعلموا ان اللہ علی کل شیٔ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیٔ علما (الطلاق رکوع ۲) یعنی زمین و آسمان کی تخلیق اور اُن کے کل نظم و نسق سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ اور علم محیط وغیرہ صفات کی معرفت لوگوں کو حاصل ہو۔ اسی معرفت الہیہ کو آیت وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں بعض سلف کی تفسیر کے موافق عبادت سے تعبیر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ تخلیق عالم سے یہ غرض بوجہ اتم جب ہی پوری ہو سکتی ہے کہ مخلوقات میں اُس کی ہر قسم کی صفات و کمالات کا اظہار ہو۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ عالم میں مطیع و وفادار اور باغی و مجرم ہر قسم کی مخلوق موجود ہو۔ نیز اعداء اللہ کو پوری زور آزمائی اور اُن کے پیدائشی اختیار و قوت کے تمام وسائل استعمال کرنے کی آخری حد تک مہلت و آزادی دیجائے۔ پھر انجام کار حکومت الہیہ کا لشکر غالب ہو، دشمن اپنے کیفر کردار کو پہنچیں اور بعد امتحان آخری کامیابی دوستوں کے ہاتھ رہے۔ اس کے بدون کل صفات کمالیہ کے ظاہر ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ پس خیر و شر اور منبع خیر و شر کا پیدا کرنا اسی حکمت سے ہے کہ جو غرض تخلیق عالم کی ہے یعنی "صفات کمالیہ کا مظاہرہ" وہ بغیر اس کے پوری نہ ہو سکتی تھی ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم (ہود رکوع ۱۰)۔ اسی لئے ضروری ہوا کہ عدو اکبر ابلیس لعین کو جو منبع شر ہے پوری مہلت دیجائے کہ وہ تا قیام قیامت اپنے قوی و وسائل کو جی کھول کر استعمال کر لے۔ لیکن یہ چیز ظاہر ہے کہ براہ راست اُس محیط کل اور قادر مطلق کے مقابلہ پر ممکن نہ تھی۔ اس لئے ضروری ہوا کہ خدا کی طرف سے بطور نیابت و خلافت ایک ایسی مخلوق مقابلہ پر لائی جائے جس سے ابلیس لعین کو آزادی کے ساتھ جنگ آزمائی کا موقع مل سکے۔ واجلب علیھم بخیلک ورجلک وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم وما یعدھم الشیطان الا غرورا (بنی اسرائیل رکوع ۷) اور پھر جب تک وہ مخلوق حق نیابت اور وظیفہ خلافت ادا کرتی رہے، خاص شاہی فوج (ملائکہ) سے اُس کو کمک پہنچائی جائے اور باوجود ضعف و قلت کے اپنے فضل و رحمت سے انجام کار دشمنوں کے مقابلہ میں مظفر و منصور کیا جائے۔ پس خوب سمجھ لو کہ یہ زمین ابلیس اور آدم کا میدان جنگ ہے اور چونکہ پوری طرح جان توڑ مقابلہ اسی وقت ہو سکتا تھا کہ دونوں حریف ایک دوسرے سے

خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ

اُس کو بنایا مٹی سے ☆ کہا تو اُتر یہاں سے تو اس لائق نہیں کہ تکبر کرے

فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ

یہاں پس باہر نکل تو ذلیل ہے ف۱ بولا کہ مجھے مہلت دے اُس دن تک

يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ

کہ لوگ قبروں سے اُٹھائے جاویں فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی ف۲ بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ

میں بھی ضرور بیٹھوں گا اُنکی تاک میں تیری سیدھی راہ پر ف۳ پھر اُن پر آؤں گا اُن کے

اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَ

آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے ف۴ اور

لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا

نہ پائیگا تو اکثروں کو اُن میں شکر گذار ف۵ کہا نکل یہاں سے بُرے حال سے

مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾

مردود ہو کر جو کوئی اُن میں سے تیری راہ پر چلیگا تو میں ضرور بھر دونگا دوزخ کو تم سب سے ف۶

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا

اور اے آدم رہ تو اور تیری عورت جنت میں پھر کھاؤ جہاں سے چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ

اور پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے گنہگار ف۷ پھر بہکایا

لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ

اُن کو شیطان نے تاکہ کھولدے اُن پر وہ چیز کہ اُنکی نظر سے پوشیدہ تھی اُنکی شرمگاہوں سے اور

قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ

وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اسی لئے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے

بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۶۔ خار کھائے ہوں اس لئے انکو یہ دو صورتیں ایسی پیش آگئیں جن سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی دشمنی جاگزیں ہو جائے۔ ابلیس آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر نیچے گرایا گیا اور آدم علیہ السّلام کو ابلیس کی وسوسہ اندازی کی بدولت جنت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ ان واقعات نے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی عداوت کی جڑ قائم ہو کر سرگرم کارزار گرم ہو گیا۔ والحرب سجال انا العبرۃ للخواتیم **ف** یعنی رہزنوں کی طرح ان کے ایمانوں پر ڈاکہ مارونگا جن کے سبب مجھے یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ **ف** یعنی ہر طرف سے اُن پر حملہ آور ہونگا۔ جہات اربعہ کا ذکر تعمیم جہات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے **ف** یہ ابلیس لعین کا تخمینہ تھا جو صحیح نکلا۔ ولقد صدّق علیھم ابلیس ظنّہ فاتبعوہ الا فریقا من المؤمنین (السبا۔ رکوع ۲) **ف** یعنی اکثر آدمی ناشکرے ہونگے، تو ہمارا کیا بگاڑیں گے۔ انجام کار ان ہی تھوڑے وفاداروں کے لئے کامیابی اور فلاح ہوئی اور ناشکروں کی کثرت دوزخ کی نذر ہو جائیگی گویا اس طرح واضح کر دیا جائے گا کہ جنود الشیطان کی اس قدر کثرت بھی "خلیفۃ اللہ" کے قلیل التعداد شکر کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکی۔ **ف** آدم و حوا کو اجازت تھی کہ بلا روک ٹوک جو چاہیں کھائیں پئیں۔ بجز ایک معین درخت کے جس کا کھانا اُنکی بہشتی زندگی اور استعداد کے مناسب نہ تھا۔ اُس کو فرمایا کہ اسکے پاس نہ جاؤ ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔ میرے نزدیک یہاں فتکونا من الظالمین کا ترجمہ اگر یوں کیا جاتا تو زیادہ موزوں ہوتا "پھر ہو جاؤ گے تم نقصان اُٹھانے والوں میں سے" ظلم کے معنی نقصان اور کمی وکوتاہی کے آتے ہیں جیساکہ ولم تظلم منہ شیئا (کہف) میں۔

اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے ☆ اور اُنکے آگے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہارا دوست ہوں ☆

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ

پھر مائل کر لیا اُنکو فریب سے **ف** پھر جب چکھا اُن دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں اُن پر شرمگاہیں اُن کی **ف** اور

طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ

لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے **ف** اور پکارا اُنکو اُنکے رب نے

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا

کیا میں نے منع نہ کیا تھا تم کو اس درخت سے اور نہ کہدیا تھا تم کو کہ شیطان تمہارا

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ

کھلا دشمن ہے ☆ بولے وہ دونوں اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنی جان پر اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور

تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور ہو جاویں گے تباہ ☆ فرمایا تم اترو تم ایک دوسرے کے

عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ

دشمن ہو **ف** اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک ☆ فرمایا

فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ

اُسی میں تم زندہ رہوگے **ف** اور اُسی میں تم مروگے اور اُسی سے تم نکالے جاؤ گے ☆ اے اولاد آدم کی

قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ

ہم نے اُتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اُتارے آرائش کے کپڑے **ف** اور لباس

التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے **ف** یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں **ف**

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ

اے اولاد آدم کی نہ بہکائے تم کو شیطان جیسا کہ اُس نے نکالدیا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے

ع ۲ ۱۵ ۹

فوائد صفحہ ہذا **ف** آدم و حوا شیطان کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لیکر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ شاید وہ سمجھے کہ واقعی اس کے کھانے سے ہم فرشتے بن جائیں گے یا پھر کبھی فنا نہ ہونگے۔ اور حق تعالیٰ نے جو نہی فرمائی تھی۔ اُس کی تعلیل یا تاویل کر لی ہوگی لیکن غالباً فتکونا من الظالمین اور ان ھذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی وغیرہ سے نسیان ہوا، اور یہ بھی خیال نہ رہا کہ جب وہ مسجود ملائکہ بنائے جا چکے، پھر ملک بننے کی کیا ضرورت رہی۔ فنسی ولم نجد لہ عزما (طہٰ رکوع ۶) واضح ہو کہ امر و نہی کبھی تو تشریعاً ہوتے ہیں اور کبھی شفقۃً۔ اس کو یوں سمجھو کہ مثلاً ایک تو ریل میں بدون ٹکٹ سفر کرنے کی ممانعت ہے، یہ تو قانونی حیثیت رکھتی ہے جس کا اثر کمپنی کے حقوق پر پڑتا ہے اور ایک جو گاڑیوں میں لکھا ہوتا ہے کہ "مت تھوکو کہ اس سے بیماری پھیلتی ہے" یہ نہی شفقۃً ہے جیساکہ بیماری پھیلنے کی تعلیل سے ظاہر ہے۔ اسی طرح خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنیوالا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے اور جن کا ارتکاب کرنا اُن حقوق کے منافی ہے جن کی حفاظت کرنا تشریع کا منشا تھا۔ دوسرے وہ اوامر و نواہی ہیں جن کا منشا تشریع نہیں محض شفقت ہے جیساکہ طب نبوی وغیرہ کی بہت سی احادیث میں علماء نے تصریح کی ہے۔ شاید آدم علیہ السّلام نے اکل شجرہ کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا۔ اسی لئے شیطان کی وسوسہ اندازی کے بعد اُس کی خلاف ورزی کرنے کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا مگر چونکہ انبیاء علیہم السّلام کی چھوٹی سی لغزش بھی اُن کے مرتبہ قرب کے لحاظ سے عظیم و ثقیل سمجھی جاتی ہے اس لئے اپنی غلطی کا ظاہری نقصان اُٹھانے کے علاوہ مدت دراز تک توبہ و استغفار میں مشغول گریہ و بکا رہے۔ آخرکار ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ کے نتیجہ پر پہنچ گئے ۔

بود آدم دیدۂ نور قدیم ؛ موئے در دیدہ بود کوہ عظیم

ف یعنی عدول حکمی کرا کر لباس بہشتی اُن پر سے اُتروا دیا۔ کیونکہ جنتی لباس حقیقت میں لباس تقویٰ کی ایک محسوس صورت ہوتی ہے کسی ممنوع کے ارتکاب سے جس قدر لباس تقویٰ میں رخنہ پڑیگا اُسی قدر جنتی لباس سے محرومی ہوگی۔ غرض شیطان نے کوشش کی کہ عصیان کرا کر آدمؑ کے بدن سے بطریق مجازات جنت کا خلعت فاخرہ اُتروا دے۔ یہ میرا خیال ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے نزع لباس کو اکل شجرہ کے ایک طبعی اثر کے طور پر لیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "حاجت استنجا اور حاجت شہوت جنت میں نہ تھی اُن کے بدن پر کپڑے تھے جو کبھی اُترتے نہ تھے کیونکہ حاجت اُتارنے کی نہ ہوتی تھی آدم و حوا اپنے اعضاء سے واقف نہ تھے جب یہ گناہ ہوا تو لوازم بشری پیدا ہوئے اپنی حاجت سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضاء دیکھے" گویا اس درخت کے کھانے سے جو پردہ انسانی کمزوریوں پر پڑا تھا وہ اُٹھ گیا "سوأۃ" کے لغوی معنی میں بہت وسعت ہے قابیل ہابیل کے قصہ میں "سوأۃ اخیہ" فرمایا اور حدیث میں ہے "اقضی سوأتک یا مقداد" اب تک آدم کی نظر میں صرف اپنی سادگی اور معصومیت تھی اور ابلیس کی نظر میں صرف اُنکی خلقی کمزوریاں تھیں لیکن اکل شجرہ کے بعد آدم کو اپنی کمزوریاں پیش نظر ہو گئیں اور جب اس غلطی کے بعد انہوں نے توبہ و انابت اختیار کی تو ابلیس لعین کو اُن کے اعلیٰ کمال اور انتہائی نجابت و شرافت کا مشاہدہ ہو گیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ مخلوق لغزش کھا کر بھی میری مار کھانے والی نہیں۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ شاید اسی لحاظ سے تورات میں ابن قتیبہ صاحب معارف کی نقل کے موافق اس درخت کو "شجرۃ علم الخیر والشر" سے موسوم کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ **ف** یعنی برہنہ ہو کر شرمائے اور پتوں سے بدن ڈھانپنے لگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آدمی پیدائش کے وقت ننگا ہوتا ہے۔ مگر فطری حیا مانع ہے کہ ننگا رہے **ف** مفسرین کے نزدیک یہ خطاب آدم و حوا اور ابلیس لعین سب کو ہے کیونکہ اصل عداوت آدم اور ابلیس کی ہے اور اس عداوت کا دنگل ہماری زمین بنائی گئی جس کی خلافت آدم کو سپرد ہوئی تھی **ف** یعنی عموماً تمہارا مسکن اصلی و معتاد یہی زمین ہے۔ اگر خرق عادت کے طور پر کوئی شخص کسی وقت ایک معین مدت کے لئے اُس سے اوپر اُٹھا لیا جائے مثلاً حضرت مسیح (بقیہ بر صفحہ ۱۹۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۷۔ علیہ السّلام، تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیا جو شخص چند روز یا چند گھنٹے کے لئے زمین سے جُدا ہو کر ہوائی جہاز میں مقیم ہو یا فرض کیجئے وہیں مرجائے وہ فیہا تحیون و فیہا تموتون کے خلاف ہوگا؟ کیونکہ وہ اُس وقت زمین پر نہیں ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے منہا خلقنٰکم و فیہا نعیدکم و منہا نخرجکم جو اموات زمین میں مدفون نہ ہوں اُن کو فیہا نعیدکم میں کیسے داخل کیا جائیگا۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کے قضایا کلیہ کے رنگ میں استعمال نہیں ہوئے۔ ف۶ اُتارنے سے مراد اُس کا مادہ وغیرہ پیدا کرنا اور اُسکے تیار کرنے کی تدبیر بتلانا ہے۔ گو اُتارنے کا لفظ اکثر اُس موقع پر بولتے ہیں جہاں ایک چیز کو اوپر سے نیچے لایا جائے۔ مگر بعض دفعہ اس سے مکانی فوق و تحت مُراد نہیں ہوتا بلکہ جو مرتبہ کے اعتبار سے اونچا ہو، اسکی طرف سے کوئی چیز نیچے والوں کو عطا کئے جانے پر بھی یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج یا وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ف۷ یعنی اس ظاہری لباس کے علاوہ جس سے صرف بدن کا تستر یا تزین ہوتا ہے۔ ایک معنوی پوشاک بھی ہے جس سے انسان کی باطنی کمزوریاں جن کے ظاہر کرنے کی اُس میں استعداد پائی جاتی تھی پردۂ خفا میں رہتی ہیں، بلکہ ظہور و فعلیت پر نہیں آنے پاتیں اور یہی معنوی پوشاک جسے قرآن نے لباس التقویٰ فرمایا، باطن کی زینت و آرایش کا ذریعہ بنتی ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو ظاہری بدنی لباس بھی اسی باطنی لباس کو زیب تن کرنے کے لئے شرعاً مطلوب ہوا ہے حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ دشمن نے جنت کے کپڑے تم سے اُتروائے پھر ہم نے تم کو دنیا میں تدبیر لباس کی سکھا دی اب وہی لباس پہنو جس میں پرہیزگاری ہو یعنی مرد لباس ریشمی نہ پہنے اور دامن دراز نہ رکھے اور جو منع ہوا ہے سو نہ کرے اور عورت بہت باریک نہ پہنے کہ لوگوں کو بدن نظر آوے اور اپنی زینت نہ دکھاوے۔ ف۸ یعنی ان نشانات میں غور کر کے حق تعالیٰ کے قادرانہ انعام و اکرام کے معترف اور شکر گذار ہوں۔

يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ

اُترواے اُن سے اُن کے کپڑے ف تاکہ دکھلائے اُنکو شرمگاہیں اُنکی وہ دیکھتا ہے تم کو اور

قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ

اُسکی قوم جہاں سے تم اُنکو نہیں دیکھتے ف۲ ہم نے کردیا شیطانوں کو رفیق

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا

اُن لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے ف۳ اور جب کرتے ہیں کوئی بُرا کام تو کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا

عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ

اسی طرح کرتے اپنے باپ دادوں کو اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم کیا ہے تو کہدے کہ اللہ حکم نہیں کرتا بُرے کام کا

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ

کیوں لگاتے ہو اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ف۴ تو کہدے میرے رب نے حکم کردیا ہے انصاف کا ف۵

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

اور سیدھے کرو اپنے منہ ہر نماز کے وقت اور پکارو اُس کو خالص اُس کے فرمانبردار

الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ

ہو کر ف۶ جیسا تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہوگے ف۷ ایک فرقہ کو ہدایت کی اور ایک فرقہ پر مقرر

عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ

ہو چکی گمراہی اُنہوں نے بنایا شیطانوں کو رفیق اللہ کو چھوڑ کر

اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ

کر اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں ف۸ اے اولاد آدم کی لے لو اپنی آرایش ہر

كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور بیجا خرچ نہ کرو اُسکو خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنے والے ف۹

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ

تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اُس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ اخراج و نزاع کی اضافت اُسکے سبب کی طرف کی گئی یعنی آدم و حوّا کو جنت سے علیحدہ کرنے اور کپڑے اُتارے جانے کا سبب وہ ہوا۔ اب تم اُس کے فریب میں مت آؤ اور اُسکی مکاریوں سے ہشیار رہو۔ ف۲ یعنی جو دشمن ہم کو اس طرح دیکھ رہا ہو کہ ہماری نظر اُس پر نہ پڑے اُس کا حملہ سخت خطرناک اور مدافعت سخت دشوار ہوتی ہے۔ اس لئے تم کو بہت مستعد و بیدار رہنا چاہئے۔ ایسے دشمن کا علاج یہی ہے کہ ہم کسی ایسی ہستی کی پناہ میں آجائیں جو اُسے دیکھتی ہے پر وہ اُسے نہیں دیکھتا۔ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ (تنبیہ) انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لاترونھم قضیہ مطلقہ ہے دائمہ نہیں یعنی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہم کو دیکھتے ہیں اور ہم اُن کو نہیں دیکھتے۔ اس کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی وقت بھی کوئی شخص کسی صورت میں اُن کو نہ دیکھ سکے۔ پس آیت سے رؤیت جن کی بالکلیہ نفی پر استدلال کرنا کوتاہ نظری ہے۔ ف۳ یعنی جب اُنہوں نے اپنی بے ایمانی سے خود شیاطین کی رفاقت کو اپنے لئے پسند کرلیا جیسا کہ چند آیات کے بعد آرہا ہے۔ انھم اتخذوا الشیٰطین اولیاء من دون اللہ ویحسبون انھم مھتدون تو ہم نے بھی اس انتخاب میں مزاحمت نہیں کی جس کو اُنہوں نے اپنا رفیق بنانا چاہا اُسی کو رفیق بنا دیا گیا۔ ف۴ یعنی بُرے اور بیحیائی کے کام مثلاً مرد و عورت کا برہنہ طواف کرنا۔ جو ان آیات کی شان نزول ہے۔ جن سے عقل سلیم اور فطرت صحیحہ نفرت کرتی ہے۔ خدائے قدوس کی شان نہیں کہ اُنکی تعلیم دے۔ وہ تو پاکی اور حیا کا سرچشمہ ہے۔ گندے اور بیحیائی کے کاموں کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔ اصل میں بیحیائی اور بُرائی کی تعلیم دینے والے وہ شیاطین ہیں جن کو اُنہوں نے اپنا رفیق بنا رکھا ہے۔ دیکھو تمہارے سب سے پہلے ماں باپ کو شیطان نے فریب دیکر برہنہ کرایا۔ مگر وہ شرم و حیا کے مارے درختوں کے پتے بدن پر لپیٹنے لگے معلوم ہوا کہ برہنگی شیطان کی جانب سے اور تستر کی کوشش تمہارے باپ کی طرف سے ہوئی۔ پھر برہنہ طواف کرنے پر باپ دادوں کی سند لانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ نیز بقول حضرت شاہ صاحبؒ سُن چکے کہ پہلے باپ نے شیطان کا فریب کھایا پھر باپ کی کیوں سند لاتے ہو یہ کس قدر بیحیائی کی بات ہے کہ جو کام شیطان کے حکم سے ہو رہا ہے اُسے کہا جائے کہ ہم کو خدا نے یہ حکم دیا ہے۔ العیاذ باللہ ف۵ روح المعانی میں ہے "القسط علی ما قال غیر واحد العدل وھو الوسط من کل شیٔ المتجافی عن طرفی الافراط والتفریط" آیت کا حاصل یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے ہر کام میں توسط و اعتدال پر رہنے اور افراط و تفریط سے بچنے کی ہدایت کی ہے پھر بھلا فواحش کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ ف۶ مترجم محقق نے "مسجد" کو غالباً مصدر میمی بمعنی سجود لیکر تجوزاً نماز کا ترجمہ کیا ہے اور "وجوہ" کو اپنے ظاہر پر رکھا ہے یعنی نماز ادا کرنے کے وقت اپنا منہ سیدھا کعبہ کی طرف رکھو۔ مگر دوسرے بعض مفسرین اقیموا وجوھکم سے یہ مراد لیتے ہیں کہ خدا کی عبادت کی طرف ہمیشہ استقامت کے ساتھ دل سے متوجہ رہو۔ ابن کثیر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبادات میں سیدھے رہو جو راستہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ہے اُس سے ٹیڑھے ترچھے نہ چلو۔ عبادت کی مقبولیت دو ہی چیزوں پر موقوف تھی۔ خالص خدا کے لئے ہو جس کو آگے فرمایا وادعوہ مخلصین لہ الدین اور اُس مشروع طریق کے موافق ہو جو انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسّلام نے تجویز فرمایا ہے۔ اس کو واقیموا وجوھکم میں ادا کیا گیا۔ بہرحال اس آیت میں اوامر شرعیہ کی تمام انواع کی طرف اشارہ کردیا ہے جو بندوں کے معاملات سے متعلق ہیں وہ سب "قسط" میں آگئے اور جن کا تعلق خدا سے ہے اگر قالبی ہیں تو "واقیموا وجوھکم" میں اور قلبی ہیں تو وادعوہ مخلصین لہ الدین میں مندرج ہوگئے۔ (بقیہ بر صفحہ ۱۹۹)

مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

کھانے کی تو کہہ یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں خالص انہی کیواسطے ہیں

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ

قیامت کے دن اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم آیتیں انکے لئے جو سمجھتے ہیں ف تو کہدے

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ

میرے رب نے حرام کیا ہے صرف بیحیائی کی باتوں کو جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو ف۲

وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ

اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا ایسی چیز کو کہ جس کی اس نے سند

سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ

نہیں اتاری اور اس بات کو کہ لگاؤ اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ف۳ اور ہر

اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ

فرقے کیواسطے ایک وعدہ ہے پھر جب آپہنچیگا ان کا وعدہ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور

لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

نہ آگے سرک سکیں گے ف۴ اے اولاد آدم کی اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں کے

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

کہ سنائیں تم کو آیتیں میری تو جو کوئی ڈرے اور نیکی پکڑے تو نہ خوف ہوگا ان پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا

اور نہ وہ غمگین ہونگے ✩ اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا

عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ

ان سے وہی ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ف۵ پھر اس سے زیادہ ظالم کون

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ

جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا جھٹلائے اسکے حکموں کو ف۶ وہ لوگ ہیں کہ پہنچیگا ان کو

بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۸ ف یعنی انسان کو اعتدال، استقامت اور اخلاص کی راہوں پر چلنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی ملنے والی ہے جس میں موجودہ زندگی کے نتائج سامنے آئیں گے اسکی فکر ابھی سے ہونی چاہئے۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ف یعنی جن پر گمراہی مقرر ہو چکی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست اور رفیق ٹھہرا لیا ہے۔ اور تماشا یہ ہے کہ اس صریح گمراہی کے باوجود سمجھتے یہیں کہ ہم خوب ٹھیک چال پر ہیں اور مذہبی حیثیت سے جو روش اور طرز عمل ہم نے اختیار کر لیا ہے وہی درست ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ الذین ضل سعیهم فی الحیٰوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا (کہف رکوع ۱۲) (تنبیہ) آیت کے عموم سے ظاہر ہوا کہ کافر معاند کی طرح کافر مخطی بھی جو واقعی اپنی غلط فہمی سے باطل کو حق سمجھ رہا ہو فریقاً حق علیہم الضلالۃ میں داخل ہے، خواہ یہ غلط فہمی پوری طرح غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے ہو، یا اس لئے کہ گو اس نے بظاہر پوری قوت غور و فکر میں صرف کر دی۔ لیکن ایسے صریح اور واضح حقائق تک نہ پہنچنا خود بتلاتا ہے کہ فی الحقیقت اس نے قوت فکر و استدلال کے استعمال میں کوتاہی ہوئی ہے گویا جن چیزوں پر ایمان لانا مدار نجات ہے وہ اس قدر روشن اور واضح ہیں کہ ان کے انکار کی بجز عناد یا قصور فکر و تامل کے اور کوئی صورت نہیں۔ بہرحال کفر شرعی ایک ایسا سنکھیا زہر ہے جو جان بوجھ کر یا غلط فہمی سے کسی طرح بھی کھایا جائے انسان کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔ "اہل السنت والجماعت" کا مذہب یہی ہے اور "روح المعانی" میں جو بعض کا اختلاف اس مسئلہ میں نقل کیا ہے، اس بعض سے مراد جاحظ و عنبری ہیں جو اہل السنت والجماعت میں داخل نہیں بلکہ باوجود "معتزلی" کہلائے جانے کے خود معتزلہ کو بھی ان کے اسلام میں کلام ہے۔ اسی لئے صاحب روح المعانی نے انکا مذہب نقل کرنے کے بعد لکھ دیا "وللہ تعالیٰ الحجۃ البالغۃ والتزام ان کل کافر معاند بعد البعثت و ظهور امر الحق کعار علی علماء" ف۹ یہ آیات ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئیں جو کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے اور اسے بڑی قربت اور پرہیزگاری سمجھتے تھے۔ اور بعض اہل جاہلیت ایام حج میں ضرورت سے زائد کھانا اور گھی یا چکنائی وغیرہ کا استعمال چھوڑ دیتے تھے بعضوں نے بکری کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کر رکھا تھا۔ ان سب کو بتلا دیا کہ یہ کوئی نیکی اور تقویٰ کی باتیں نہیں۔ خدا کی دی ہوئی پوشاک جس سے تمہارے بدن کا ستر اور آرائش ہے اسکی عبادت کے وقت دوسرے اوقات سے بڑھ کر قابل استعمال ہے تاکہ بندہ اپنے پروردگار کے دربار میں اسکی نعمتوں کا اثر لیکر حاضر ہو، خدا نے جو کچھ پہننے اور کھانے پینے کو دیا ہے اس سے تمتع کرو۔ بس شرط یہ ہے کہ اسراف نہ ہونے پائے "اسراف" کے معنی ہیں "حد سے تجاوز کرنا" جسکی کئی صورتیں ہیں مثلاً حلال کو حرام کر لے، یا حلال سے گذر کر حرام سے بھی متمتع ہونے لگے۔ یا اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے، یا بدون اشتہا کے کھانے لگے، یا ناوقت کھائے یا اس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوت عمل کے باقی رکھنے کیلئے کافی نہ ہو، یا مضر صحت چیزیں استعمال کرے وغیرہ ذلک لفظ "اسراف" ان سب امور کو شامل ہو سکتا ہے۔ بیجا خرچ کرنا بھی اسکی ایک فرد ہے۔ اسی تعمیم کے لحاظ سے بعض سلف نے فرمایا کہ "جمع اللہ الطب کلہ فی نصف آیۃ" "خدا نے ساری طب آدھی آیت میں اکھٹی کر دی"

فوائد صفحہ ہذا ف۱ عالم کی تمام چیزیں اسی لئے پیدا کی گئی ہیں کہ آدمی ان سے مناسب طریقہ سے منتفع ہو کر خالق جل و علا کی عبادت، وفاداری، اور شکر گذاری میں مشغول ہو۔ اس اعتبار سے دنیا کی تمام نعمتیں اصل میں مومنین مطیعین ہی کیلئے پیدا ہوئی ہیں۔ البتہ کافروں کو بھی ان چیزوں سے روکا نہیں گیا وہ بھی اپنے اعمال و تدابیر سے دنیوی مفاد حاصل کرتے ہیں بلکہ جب اہل ایمان قوت ایمان و تقویٰ میں کمزور ہوں، تو یہ غاصبین اپنی عملی تگ و دو میں بظاہر زیادہ کامیاب معلوم ہوتے ہیں جسے کچھ تو کفار کے اعمال فانیہ کا ثمرہ سمجھنا چاہئے اور کچھ مومنین کے حق میں تنبیہ و توبیخ من کان یرید الحیٰوة الدنیا و زینتها نوف الیهم اعمالهم فیها وهم فیها لا یبخسون اولئک الذین لیس لهم فی الاخرة الا النار وحبط ما صنعوا فیها وباطل ما کانوا یعملون (ہود رکوع ۲) ہاں آخرت کی نعماء و خالص اہل ایمان کا حصہ ہے۔ بعض علماء نے خالصۃ یوم القیامۃ کے معنی یہ لئے ہیں کہ دنیوی نعمتیں خالص نہیں کیونکہ ان کے ساتھ بہت سے غم فکر اور کلفتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ آخرت کی نعمتیں ہر قسم کی کدورات سے خالی ہونگی۔ اور ابن عباس سے "درمنثور" میں آیت کے معنی یہ نقل کئے ہیں کہ دنیوی نعمتیں اس شان سے کہ آخرت میں وبال نہ بنیں صرف مومنین کے لئے ہیں کفار کے حق میں یہاں کا نعم ان کے کفر و حق ناشناسی کی وجہ سے عذاب و وبال بن جائیگا۔ ف۲ "اثم" سے عام گناہ مراد ہیں اور بعض مخصوص گناہوں کو مناسبت مقام یا اہمیت کی وجہ سے بیان فرمایا اور بعض کے نزدیک "اثم" وہ گناہ ہے جس کا تعلق گناہ کرنے والے کے سوا دوسرے لوگوں سے نہ ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۳ جیسا کہ مختار کے متعلق کہتے تھے واللہ امرنا بها ف۴ بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ جب وعدہ کا وقت آپہنچا تو تاخیر کا امکان عقلی تھا اس لئے اسکی نفی ضروری ہوئی مگر تقدیم تو عقلاً ممکن ہی نہیں۔ اس کی نفی سے کیا فائدہ ہے۔ اسی شبہ کی وجہ سے بعض مفسرین نے لا یستقدمون کا عطف شرطیہ اذا جاء اجلهم الخ پر مانا ہے اور بعض نے جاء اجلهم سے قرب وقوع مراد لیا ہے۔ میرے نزدیک ان تکلفات کی حاجت نہیں۔ محاورات میں کسی ایسی چیز کو جس کے مقابل دو طرفیں ہوں، زور اور تاکید سے ثابت کرنے کیلئے بسا اوقات ایک طرف کی جو محتمل الثبوت ہو، نفی مقصود ہوتی ہے اور دوسری طرف کی جو پہلے سے غیر محتمل ہے۔ نفی کو محض مبالغہ تاکید اور (بقیہ بر صفحہ ۲۰۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۱۹۹۔ تحسین کلام کے طور پر استطراداً ذکر کردیتے ہیں۔ ایک خریدار دوکاندار سے کسی چیز کی قیمت معلوم کرکے کہتا ہے کہ "کچھ کم وبیش" دوکاندار بھی کہہ دیتا ہے کہ "کم وبیش نہیں ہوسکتا" دونوں جگہ "کم" کا ذکر مقصود ہے اور "بیش" کا لفظ محض تعیین قیمت کی تاکید ومبالغہ کے لئے استطراداً ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں بھی غرض اصلی کلام سے یہ ہے کہ خدا کا وعدہ جب آ پہنچے تو پھر ٹل نہیں سکتا، ایک منٹ کی تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی۔ بمقصود تاخیر کی نفی کرنا ہے تقدیم جو پہلے سے ظاہر الانتفاء تھی اس کی نفی کرنا محض وعدہ کے اٹل ہونے پر زور ڈالنے کا ایک پیرایہ ہے۔ یعنی خدا پر افترا کرنیوالے اور اُسکی طرف نسبت کرکے حرام کو حلال بنانے والے خدا کی ڈھیل پر مغرور و بےفکر نہ ہوں۔ ہرامت اور ہر فرد کی خدا کے یہاں ایک معین مدت ہے، جب سزا کی گھڑی آجائیگی پھر ٹل نہ سکیگی۔ ف ابن جریر نے ابو یسار سلمی سے نقل کیا ہے کہ یہ خطاب یٰبنی آدم اما یاتینکم الخ کل اولاد آدم کو عالم ارواح میں ہوا تھا۔ جیساکہ سورۂ بقرہ کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ قلنا اھبطوا منھا جمیعاً فاما یاتینکم منی ھدًی الخ اور بعض محققین کے نزدیک جو خطاب ہر زمانہ میں ہر قوم کو ہوتا رہا، یہ اُس کی حکایت ہے۔ میرے نزدیک دو رکوع پہلے سے جو مضمون چلا آرہا ہے اُس کی ترتیب وتنسیق خود ظاہر کرتی ہے کہ جب آدم وحوا اپنے اصلی مسکن (جنت) سے جہاں اُنکو آزادی وفراخی کے ساتھ بلا روک ٹوک زندگی بسر کرنے کا حکم دیا جاچکا تھا۔ عارضی طور پر محروم کردیے گئے تو اُن کی مخلصانہ توبہ وانابت پر نظر کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ اس حرمان کی تلافی اور تمام اولاد آدم کو اپنی آبائی میراث واپس دلانے کے لئے کچھ ہدایات کیجائیں۔ چنانچہ ہبوط آدم کا قصہ ختم کرنے کے بعد ہی یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا الخ سے خطاب شروع فرماکر تین چار رکوع تک ان ہی ہدایات کا مسلسل بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں کل اولاد آدم کو گویا بیک وقت موجود تسلیم کرکے عام خطاب کیا گیا ہے کہ جنت سے نکلنے کے بعد ہم نے بہشتی لباس وطعام کی جگہ تمہارے لئے زمینی لباس وطعام کی تدبیر فرمادی گو جنت کی خوشحالی اور بےفکری یہاں میسر نہیں تاہم ہر قسم کی راحت وآسائش کے سامان سے متمتع ہونے کا تم کو موقع دیا تاکہ تم یہاں رہ کر اطمینان سے اپنا مسکن اصلی اور آبائی ترکہ واپس لینے کی تدبیر کرسکو۔ چاہئے کہ شیطان لعین کے مکروفریب سے ہشیار رہو، کہیں ہمیشہ کے لئے تم کو اُس میراث سے محروم نہ کردے۔ بےحیائی اور اثم وعدوان سے بچو۔ اخلاص عبودیت کا راستہ اختیار کرو۔ خدا کی نعمتوں سے تمتع کرو مگر جو حدود وقیود مالک حقیقی نے عائد کردی ہیں اُن سے تجاوز نہ کرو۔ پھر دیکھو ہر قوم اپنی اپنی مدت موعودہ پوری کرکے کس طرح اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جاتی ہے اس اثنا میں اگر خدا کسی وقت تم ہی میں سے اپنے پیغمبر مبعوث فرمائے جو خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں جن سے تم کو اپنے باپ کی اصلی میراث (جنت) حاصل کرنے کی ترغیب وتذکیر ہو اور مالک حقیقی کی خوشنودی کی راہیں معلوم ہوں، اُن کی پیروی اور مدد کرو۔ خدا سے ڈر کر بُرے کاموں کو چھوڑو اور اعمال صالحہ اختیار کرو تو پھر تمہارا مستقبل بالکل بےخوف وخطر ہے۔ تم ایسے مقام پر پہنچ جاؤ گے جہاں سکھ اور امن واطمینان کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہاں اگر ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور تکبر کرکے اُن پر عمل کرنے سے کترائے تو مسکن اصلی اور آبائی میراث سے دائمی محرومی اور ابدی عذاب وہلاکت کے سوا کچھ نہ ملیگا۔ بہرحال جو لوگ اس آیت سے ختم نبوت کی نصوص قطعیہ کے خلاف قیامت تک کے لئے انبیاء ورسل کی آمد کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں اُن کے لئے اس جگہ کوئی موقع اپنی مطلب براری کا نہیں۔ ف یعنی ان سچے پیغمبروں کی تصدیق کرنا ضروری ہے جو واقعی خدا کی آیات سناتے ہیں۔ باقی جو شخص پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرکے اور جھوٹی آیات بناکر خدا پر افترا کرے یا کسی سچے پیغمبر کو اور اس کی لائی ہوئی آیات کو جھٹلائے اِن دونوں سے زیادہ ظالم کوئی نہیں۔

نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ

جو اُن کا حصہ لکھا ہوا کتاب میں ف۱ یہاں تک کہ جب پہنچیں اُنکے پاس ہمارے بھیجے ہوئے اُنکی جان لینے کو

قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا

تو کہیں کیا ہوئے وہ جن کو تم پکارا کرتے تھے سوا اللہ کے بولیں گے وہ ہم سے کھوئے گئے

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا

اور اقرار کرلیں گے اپنے اوپر کہ بیشک وہ کافر تھے ف۲ فرمائیگا داخل ہوجاؤ

فِىْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِى النَّارِ ؕ

ہمراہ اور اُمتوں کے جو تم سے پہلے ہوچکی ہیں جن اور آدمیوں میں سے دوزخ کے اندر ف۳

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا

جب داخل ہوگی ایک اُمت تو لعنت کریگی دوسری اُمت کو ف۴ یہاں تک کہ جب گر چکیں گے اُس میں

جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا

سارے تو کہیں گے اُنکے پچھلے پہلوں کو اے رب ہمارے ہم کو انہی نے گمراہ کیا

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ

سو تو اُنکو دے دونا عذاب آگ کا ☆ فرمائیگا کہ دونوں کو دوگنا ہے لیکن

لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا

تم نہیں جانتے ف۵ اور کہیں گے اُن کے پہلے پچھلوں کو پس کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر

مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۴ اِنَّ الَّذِيْنَ

بڑائی اب چکھو عذاب بسبب اپنی کمائی کے ف۶ بیشک جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ

جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور اُن کے مقابلہ میں تکبر کیا نہ کھولے جائیں گے اُنکے لئے دروازے آسمان کے ف۷

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ

اور نہ داخل ہونگے جنت میں یہاں تک کہ گھس جائے اونٹ سوئی کے ناکے میں ف۸ اور ہم یوں

سورۃ ۷، آیۃ ۳۷ — منزل ۲ — سورۃ ۷، آیۃ ۴۰

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی دنیا میں عمر ورزق وغیرہ جتنا مقدر کیا یا یہاں کی ذلت ورسوائی جو ان کے لئے لکھی ہے وہ پہنچیگی۔ پھر مرتے وقت اور مرنے کے بعد جو گت بنیگی اس کا ذکر آگے آتا ہے اور اگر نصیبھم من الکتاب سے دنیا کا نہیں عذاب اُخروی کا حصہ مراد لیا جائے تو حتیٰ اذا جاء تھم الخ سے اس پر تنبیہ ہوگی کہ اُس عذاب کے مبادی کا سلسلہ اسی دنیوی زندگی کے آخری لمحات میں شروع ہوجاتا ہے۔ ف۲ یعنی جب فرشتے نہایت سختی سے ان کی روح قبض کرکے بُرے حال سے لیجاتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارا کرتے تھے وہ کہاں گئے، جواب تمہارے کام نہیں آتے، انہیں بلاؤ تاکہ اس مصیبت سے تمہیں چھڑائیں۔ اُس وقت کفار کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہم سخت غلطی میں پڑے تھے کہ ایسی چیزوں کو معبود ومستعان بنایا جو اس کے مستحق نہ تھے۔ آج ہماری اس مصیبت میں ان کا کہیں پتہ نہیں لیکن یہ ناوقت کا اقرار وندامت کیا نفع دے سکتا ہے۔ حکم ہوگا ادخلوا فی امم الخ باقی بعض مواضع میں جو وارد ہوا کہ وہ اپنے کفر وشرک سے انکار کرینگے، اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ قیامت میں مواقف اور احوال مختلف ہونگے اور جماعتیں بھی بیشمار ہونگی کہیں ایک موقف یا ایک جماعت کا ذکر ہے کہیں دوسری کا۔ ف۳ یعنی آگے پیچھے سب کفار کو دوزخ ہی میں داخل ہونا ہے۔ ف۴ یعنی اُس مصیبت میں باہم ہمدردی تو کیا ہوتی، دوزخی ایک دوسرے پر لعن طعن کرینگے۔ شاید اتباع اپنے سرداروں سے کہیں کہ تم پر خدا کی لعنت ہو تم اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبے اور سردار اتباع سے کہیں کہ ملعونو! اگر ہم گڑھے میں گر پڑے تھے تو تم کیوں اندھے بن گئے۔ وغیر ذلک۔ ف۵ یعنی ایک حساب سے پہلوں کا گناہ دگنا کہ خود گمراہ ہوئے اور دوسرے آنیوالوں کے لئے راہ ڈالی۔ اور ایک طرح پچھلوں کا دگنا کہ خود بہکے اور پہلوں کا حال دیکھ سُن کر عبرت حاصل نہ کی۔ یا چونکہ ہر دوزخی کا عذاب اپنے اپنے درجہ کے

بقیہ فوائد صفحہ ۲۰۰۔ موافق وقتاً فوقتاً بڑھتا رہیگا۔ اس لئے فرمایا کہ ہر ایک کا عذاب دُگنا ہوتا چلا جائیگا۔ ابھی آغاز تعذیب میں تمہیں انجام کی خبر نہیں یعنی پہلوں کا عذاب دُگنا کر دینے سے تم پچھلوں کو کوئی شفا، اور راحت نصیب نہیں ہوگی یہ تقریر اُس صورت میں ہے کہ لِکُلٍّ ضِعْفٌ سے دونوں فریق مُراد لئے جائیں۔ لیکن ابن کثیر کے نزدیک اِس آیت میں پچھلوں کو مطلع کیا گیا ہے کہ بیشک ہم نے پہلوں میں سے ہر ایک کے لئے اُس کے درجہ کے موافق دُگنا ہی عذاب رکھا ہے جیسا کہ دوسری جگہ خبر دی ہے اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ (نحل۔ رکوع ۱۲) وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (عنکبوت۔ رکوع ۱) وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ (نحل۔ رکوع ۳)۔ ف یعنی ہماری سزا میں اضافہ کی درخواست کر کے تمہیں کیا مل گیا؟ کیا تمہارے عذاب میں کچھ تخفیف ہوگئی؟ نہیں، تم کو بھی اپنی کرتوت کا مزہ چکھنا ہے۔ ف یعنی نہ زندگی میں اُن کے اعمال کے لئے آسمانی قبول و رفعت حاصل ہے۔ نہ موت کے بعد اُن کی ارواح کو آسمان پر چڑھنے کی اجازت ہے حدیث صحیح میں ہے کہ بعد موت کافر کی رُوح کو آسمان کی جانب سے سجین کی طرف دھکے دئے جاتے ہیں اور مومن کی رُوح ساتویں آسمان تک صعود کرتی ہے "مفصل احوال کتب احادیث میں ملاحظہ کرو۔ ف یہ تعلیق بالمحال کے طور پر فرمایا۔ ہر زبان کے محاورات میں ایسی امثال موجود ہیں جن میں کسی چیز کے محال ہونے کو دوسری محال چیز پر معلق کر کے ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح یہ ناممکن ہے کہ اونٹ اپنی اسی کلانی اور جسامت پر رہے اور سوئی کا ناکہ ایسا ہی تنگ اور چھوٹا ہو۔ اس کے باوجود اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ اسی طرح اِن مکذبین و مستکبرین کا جنت میں داخل ہونا محال ہے کیونکہ حق تعالیٰ جہنم میں اُن کے خلود کی خبر دے چکا ہے اور علم الٰہی میں یہ ہی سزا اُن کے لئے ٹھہر چکی ہے۔ پھر خدا کے علم اور اخبار کے خلاف کیسے وقوع میں آسکتا ہے؟

یُجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ

بدلا دیتے ہیں گنہگاروں کو ☆ اُنکے واسطے دوزخ کا بچھونا ہے اور اوپر سے اوڑھنا ف

وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں ظالموں کو ☆ اور جو ایمان لائے اور کیں نیکیاں

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا

ہم بوجھ نہیں رکھتے کسی پر مگر اُسکی طاقت کے موافق وہی ہیں جنت میں رہنے والے وہ اُسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ

ہمیشہ رہیں گے ف اور نکال لینگے ہم جو کچھ اُن کے دلوں میں خفگی تھی ف بہتی ہونگی اُن

تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا

کے نیچے نہریں اور وہ کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور ہم نہ تھے

لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

راہ پانیوالے اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ بیشک لائے تھے رسول ہمارے رب کی سچی بات ف

وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور آواز آئیگی کہ یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اس کے بدلے میں اپنے اعمال کے ف

وَنَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا

اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو کہ ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا

رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ

ہمارے رب نے سچا سو تم نے بھی پایا اپنے رب کے وعدہ کو سچا وہ کہیں گے کہ ہاں

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِیْنَ

پھر پکاریگا ایک پکارنیوالا اُنکے بیچ میں کہ لعنت ہے اللہ کی اُن ظالموں پر ☆ جو

یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے تھے اُس میں کجی اور وہ آخرت سے

فوائد صفحہ ہذا ف یعنی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی، کسی کروٹ چین نہ لیگا ف لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا جملہ معترضہ ہے جس سے درمیان میں متنبہ فرما دیا کہ ایمان و عمل صالح جس پر اتنا عظیم الشان صلہ مرحمت ہوتا ہے کوئی ایسی مشکل چیز نہیں جو انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہر آدمی سے عمل صالح اُسی قدر مطلوب ہے جتنا اُس کی مقدرت اور طاقت میں ہو، اس سے زائد کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ ف وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ سے مُراد یا تو یہ ہے کہ باہم جنتیوں میں نعمائے جنت کے متعلق کسی طرح کا رشک وحسد نہ ہوگا ہر ایک اپنے کو اور دوسرے بھائی کو جس مقام میں ہے دیکھ کر خوش ہوگا۔ بخلاف دوزخیوں کے کہ وہ مصیبت کے وقت ایک دوسرے کو لعن وطعن کریں گے جیسا کہ پہلے گذرا۔ اور یا یہ مُراد ہے کہ صالحین کے درمیان جو دنیا میں کسی بات پر خفگی ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی طرف سے انقباض پیش آتا ہے وہ سب جنت میں داخل ہونے سے پیشتر دلوں سے نکال دیا جائیگا وہاں سب ایک دوسرے سے سلیم الصدر رہوں گے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا "مجھے اُمید ہے کہ میں اور عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم انہی لوگوں میں سے ہوں گے" مترجم محقق قدس اللہ روحہٗ نے اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے ترجمہ کیا ہے۔ ف یعنی خدا کی توفیق و دستگیری اور رسولوں کی سچی رہنمائی سے اس اعلیٰ مقام پر پہنچنا نصیب ہوا ورنہ ہم کہاں اور یہ مرتبہ کہاں۔ ف یہ آواز دینے والا خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ ہوگا۔ یعنی آج ساری جدوجہد ٹھکانے لگ گئی اور تم نے کوشش کر کے خدا کے فضل سے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لئے حاصل کر لی۔ حدیث میں ہے کہ "کسی شخص کا عمل ہرگز اُس کو جنت میں داخل نہیں کریگا" اُس کا مطلب یہ ہے کہ عمل دخول جنت کا حقیقی سبب نہیں "فقط ظاہری سبب ہے۔ دخول جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمت کا ملہ ہے جیسا کہ اُسی حدیث میں اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہاں بندہ پر رحمت الٰہیہ کا نزول اُسی قدر ہوتا ہے جس قدر عمل کی رُوح اُس میں موجود ہو۔ مترجم رحمہ اللہ زبانی فرمایا کرتے تھے کہ گاڑی تو رحمت الٰہیہ کے زور سے چلتی ہے۔ عمل وہ جھنڈی ہے جس کے اشارہ پر چلاتے اور روکتے ہیں۔

كٰفِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ

منکر تھے ف۱ اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار ف۲ اور اعراف کے اوپر مرد ہونگے کہ پہچان لیں گے

كُلًّا ۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا

ہرایک کو اُسکی نشانی سے اور وہ پکارینگے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر وہ ابھی جنت میں داخل

وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَاۗءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ

نہیں ہوئے اور وہ اُمیدوار ہیں ف۳ اور جب پھریگی اُن کی نگاہ دوزخ والوں کی طرف

قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ

توکہیں گے اے رب ہمارے مت کر ہم کو گنہگار لوگوں کے ساتھ ف۴ اور پکاریں گے اعراف والے

رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ

اُن لوگوں کو کہ اُنکو پہچانتے ہیں اُنکی نشانی سے ف۵ کہیں گے نہ کام آئی تمہارے جماعت تمہاری اور جو تم

تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ اَهٰۤؤُلَاۤءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ

تکبر کیا کرتے تھے ف۶ اب یہ وہی ہیں کہ تم قسم کھایا کرتے تھے کہ نہ پہنچیگی اُن کو اللہ کی رحمت

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَنَادٰۤى

چلے جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تم پر اور نہ تم غمگین ہوگے ف۷ اور پکارینگے

اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاۗءِ اَوْ

دوزخ والے جنت والوں کو کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی یا

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾

کچھ اُس میں سے جو روزی تم کو دی اللہ نے کہیں گے اللہ نے اِن دونوں کو روک دیا ہے کافروں سے ☆

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ

جنہوں نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا اور کھیل اور دھوکے میں ڈالا اُنکو دُنیا کی زندگی نے

فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۗءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

سو آج ہم اُنکو بھلادینگے جیسا اُنہوں نے بھلادیا اس دِن کے ملنے کو اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے

ف۱ اِن آیات میں اُن مخاطبات و مکالمات کا ذکر ہے جو جنتیوں اور دوزخیوں یا ان دونوں اور اصحاب اعراف میں ہونگے پہلی اور آخری گفتگو جو "اصحاب الجنۃ" اور "اصحاب النار" میں ادھر سے یا اُدھر سے ہوگی. صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ مخاطبات جنت یا دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کے ہیں. اس لیے نظم کلام کا مقتضٰی یہ ہے کہ اصحاب اعراف کی درمیانی گفتگو کو بھی اس کے بعد ہی مانا جائے. بہرحال جنتی جنت میں پہنچ کر اپنے حال پر اظہار مسرت اور دوزخیوں کی تقریع و نکایت کے لئے کہیں گے کہ جو کچھ وعدے حق تعالیٰ نے پیغمبروں کی زبانی ہم سے فرمائے تھے کہ ایمان لانیوالوں کو نعیم دائم ملے گی. ہم تو انہیں سچا پا رہے ہیں اے اہل جہنم! تم بولو کہ تمہارے کفر و عصیان پر جو دھمکیاں دی گئی تھیں تم نے بھی اُن کو سچا پایا؟ ظاہر ہے جواب میں بجز "نعم" کے اور کیا کہہ سکتے ہیں. اُس وقت خدا کا ایک منادی دونوں کے درمیان کھڑے ہو کر پکاریگا کہ (یوں تو گنہگار بہت سے ہیں مگر) خدا کی بڑی پھٹکار اُن ظالموں پر ہے جو خود گمراہ ہوئے اور آخرت کے انجام سے بالکل بے فکر ہو کر دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے رہے اور اپنی کج بحثیوں سے رات دن اسی فکر میں تھے کہ صاف اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں. ف۲ حجاب کے معنی پردہ اور آڑ کے ہیں. یہاں پردہ کی دیوار مراد ہے. جس کی تصریح سورہ حدید میں کی گئی ہے فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ یہ دیوار جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہوگی اُسکی تفصیلی کیفیت کا ہم کو علم نہیں. ف۳ اسی درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اُس کو "اعراف" کہتے ہیں. اصحاب اعراف کون لوگ ہیں؟ قرطبی نے اس میں بارہ قول نقل کئے ہیں. ہمارے نزدیک اُن میں راجح وہی قول ہے جو حضرت حذیفہ، ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکثر سلف و خلف سے منقول ہے یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات بھاری ہونگے وہ جنتی ہیں اور جن کے سیئات غالب ہوئے وہ دوزخی. اور جن کے حسنات و سیئات بالکل مساوی ہونگے وہ اصحاب اعراف ہیں. روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار اصحاب اعراف جنت میں چلے جائینگے اور ویسے بھی ظاہر ہے کہ جب عصاۃ مومنین جن کے سیئات غالب تھے جہنم سے نکل کر آخرکار جنت میں داخل ہونگے. تو اصحاب اعراف جن کے حسنات اور سیئات برابر ہیں وہ اُن سے پہلے داخل ہونے چاہئیں. گویا اصحاب اعراف کو اصحاب الیمین کی ایک کمزور قسم سمجھنا چاہیے جس طرح "سابقین مقربین" فی الحقیقت اصحاب یمین کی ایک ایسی قسم ہے جو اپنی اولوالعزمیوں کی بدولت عام "اصحاب یمین" سے آگے نکل گئے ہیں. اُس کے بالمقابل "اصحاب اعراف" گری ہوئی قسم ہے جو اپنے اعمال کی کثافت کی وجہ سے عام اصحاب یمین سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں یہ لوگ "اہل جہنم" اور "اہل جنت" کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقے کے لوگوں کو اُن کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہونگے جنتیوں کو اُن کے سفید اور نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو اُن کی رُوسیاہی اور بدرونقی سے بہرحال جنت والوں کو دیکھ کر سلام کریں گے جو بطور مبارکباد ہوگا اور چونکہ خود ابھی جنت میں داخل نہیں ہونگے اُس کی طمع اور آرزو کرینگے جو آخرکار پوری کردیجائیگی. ف۴ جنت و دوزخ کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے اِن لوگوں کی حالت خوف و رجاء کے بیچ میں ہوگی اُدھر دیکھیں گے تو اُمید کرینگے اور ادھر نظر پڑیگی تو خدا سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ ہم کو اِن دوزخیوں کے زمرہ میں شامل نہ کیجئے. ف۵ یعنی علاوہ دوزخ میں معذب ہونیکے اُن کے چہروں سے دوزخی ہونے کی علامات ہویدا ہونگی. یا یہ مطلب ہے کہ وہ ایسے لوگ ہونگے جن کو اصحاب اعراف نے دنیا میں دیکھا ہوگا. اس لئے وہاں صورت دیکھ کر پہچان لیں گے. ف۶ یعنی اس مصیبت کے وقت تمہاری وہ جماعتیں اور جتھے کہاں گئے اور دنیا میں جو بڑھ بڑھ کر شیخیاں مارتے تھے، وہ اب کیا ہوئیں. ف۷ یہ "اہل جنت" کی طرف اشارہ کرکے دوزخیوں سے کہیں گے کہ وہ ٹوٹے پھوٹے مساکین اور ضعیف الحال جن کو تم حقیر سمجھ کر کہا کرتے تھے کہ کیا خدا کی مہربانی سب کو چھوڑ کر اِن جیسوں پر ہو سکتی ہے اَهٰۤؤُلَاۤءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا. اُنکو تو آج کہہ دیا گیا کہ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ الخ (چلے جاؤ جنت میں بے خوف و خطر) حالانکہ تم اس عذاب میں مبتلا ہو.

ف دوزخی بدحواس اور مضطرب ہو کر اہل جنت کے سامنے دستِ سوال دراز کریں گے کہ ہم جلے جاتے ہیں، تھوڑا سا پانی ہم پر بہا دو یا جو نعمتیں تم کو خدا نے دے رکھی ہیں کچھ اُن سے ہمیں بھی فائدہ پہنچاؤ۔ جواب ملیگا کہ کافروں کے لئے اِن چیزوں کی بندش ہے۔ یہ کافر وہی تو ہیں جو دین کو کھیل تماشہ بناتے تھے اور دنیا کے نشہ پر پھولے ہوئے تھے سو جیسا ان کو دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی آخرت کا خیال نہیں آیا آج ہم بھی انکا کچھ خیال نہ کرینگے اور جس طرح اُنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا آج ہم بھی انکی درخواست منظور کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ف۲ قرآن جیسی کتاب کی موجودگی میں جس میں تمام ضروریات کی عالمانہ تفصیل موجود ہے اور ہر بات کو پوری آگاہی سے کھول کر بیان کر دیا گیا ہے چنانچہ ایمان والے اُس سے خوب منتفع ہو رہے ہیں، غضب ہے کہ ان منکر معاندوں نے کچھ بھی اپنے انجام پر غور نہ کیا۔ پھر اب پچھتانے سے کیا حاصل۔ ف۳ کتاب اللہ میں جو دھمکیاں عذاب کی دی گئی ہیں کیا یہ اس کے منتظر ہیں کہ جب اُن دھمکیوں کا مضمون (مصداق) سامنے آجائے تب حق کو قبول کریں۔ حالانکہ وہ مضمون جب سامنے آجائیگا یعنی عذاب الٰہی میں گرفتار ہونگے تو اُس وقت کا قبول کرنا کچھ کام نہ دیگا۔ اُس وقت تو سفارشیوں کی تلاش ہوگی جو خدا کی سزا سفارش کر کے معاف کرا دیں اور چونکہ ایسا سفارشی کافروں کو کوئی نہ ملے گا تو یہ تمنا کریں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج کر امتحان کر لیا جائے کہ اِس مرتبہ اپنے جرائم کے خلاف ہم کیسی نیکی اور پرہیزگاری کے کام کرتے ہیں۔ لیکن اب اِس تمنا سے کیا حاصل جبکہ پہلے خود اپنے ہاتھوں اپنے کو برباد کر چکے اور جو جھوٹے خیالات پکا رکھے تھے وہ سب رفو چکر ہو گئے۔

يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى

منکر تھے ف۱ اور ہم نے اُن لوگوں کے پاس پہنچا دی ہے کتاب جس کو مفصل بیان کیا ہم نے خبرداری سے راہ دکھانے

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ

والی اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے ف۲ کیا اب اِسی کے منتظر ہیں کہ اُسکا مضمون ظاہر ہو جائے جس

يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ

دن ظاہر ہو جائیگا اُسکا مضمون کہنے لگیں گے وہ لوگ جو اُس کو بھول رہے تھے پہلے سے بیشک لائے تھے

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ

ہمارے رب کے رسول سچی بات سو اب کوئی ہماری سفارش والے ہیں تو ہماری سفارش کریں یا ہم لوٹا دیے

فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

جائیں تو ہم عمل کریں خلاف اُس کے جو ہم کر رہے تھے بیشک تباہ کیا اُنہوں نے اپنے آپ کو اور گم ہو جائیگا اُن سے

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

جو وہ افترا کیا کرتے تھے ف۳ بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور

الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ

زمین ف۴ چھ دن میں ف۵ پھر قرار پکڑا عرش پر ف۶ اُڑھاتا ہے رات پر

النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ

دن کہ وہ اُسکے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا اور پیدا کئے سورج اور چاند اور تارے ف۷ تابعدار

بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

اپنے حکم کے ف۸ سُن لو اُسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا بڑی برکت والا ہے اللہ جو رب ہے سارے جہان کا ف۹

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَ

پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے ف۱۰ اُس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے ف۱۱ اور

لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ

مت خرابی ڈالو زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اُس کو ڈر اور

ف۴ گذشتہ آیت میں معاد کا ذکر تھا، اِس رکوع میں مبدأ کی معرفت کرائی گئی ہے۔ وہاں قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ سے بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ دنیا میں انبیاء و رسل سے منحرف رہتے تھے اُنکو بھی قیامت کے دن پیغمبروں کی سچائی کی ناچار تصدیق کرنی پڑیگی۔ یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں خدا کی حکومت یاد دلانے اور انبیاء و رسل کی ضرورت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد بعض مشہور پیغمبروں کے احوال و واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ اُنکی تصدیق یا تکذیب کرنیوالوں کا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں کیا انجام ہوا۔ گویا یہ رکوع آنیوالے کئی رکوعات کی تمہید ہے۔ ف۵ یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا پیدا کیا کیونکہ یہ متعارف دن اور رات تو آفتاب کے طلوع و غروب سے وابستہ ہیں، جب اُس وقت آفتاب ہی پیدا نہ ہوا تھا تو دن رات کہاں سے ہوتا۔ یا یہ کہا جائے کہ عالم شہادت کے دن رات مراد نہیں، عالم غیب کے دن رات مراد ہیں۔ جیسے کسی عارف نے فرمایا ہے۔ ؎ غیب را ابرے و آبے دیگر است ، آسمان و آفتابے دیگر است۔ پہلی صورت میں پھر علماء کا اختلاف ہے کہ یہاں چھ دن سے ہمارے چھ دن کی مقدار مراد ہے۔ یا ہزار برس کا ایک ایک دن جیسے فرمایا ہے وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ میرے نزدیک یہ آخری قول راجح ہے۔ بہرحال مقصود یہ ہوا کہ آسمان و زمین دفعۃً بنا کر نہیں کھڑے کئے گئے۔ شاید اول ان کا مادہ پیدا فرمایا ہو۔ پھر اُسکی استعداد کے موافق بتدریج مختلف اشکال و صور میں منتقل کرتے رہے ہوں۔ حتیٰ کہ چھ دن (چھ ہزار سال) میں وہ بجمیع متعلقاتہا موجودہ مرتب شکل میں موجود ہوئے۔ جیسا کہ آج بھی انسان اور کل حیوانات و نباتات وغیرہ کی تولید و تخلیق کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے اور یہ اُس کی شان "کُن فیکون" کے منافی نہیں کیونکہ "کن فیکون" کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ خدا جس چیز کو وجود کے جس درجہ میں لانا چاہے اُس کا ارادہ ہوتے ہی وہ اُس درجہ میں آجاتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ خدا کسی چیز کو وجود کے مختلف مدارج سے گذارنے کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ ہر شے کو بدون توسط اسباب و علل کے دفعۃً موجود کرتا ہے۔ ف۶ خدا تعالیٰ کی صفات و افعال کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ نصوص قرآن و حدیث میں جو الفاظ حق تعالیٰ کی صفات کو بیان کرنے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اُن میں اکثر وہ ہیں جن کا مخلوق کی صفات پر بھی استعمال ہوا ہے مثلاً خدا کو "حی" "سمیع" "بصیر" "متکلم" کہا گیا اور انسان پر بھی یہ الفاظ اطلاق کئے گئے، تو اِن دونوں مواقع میں استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔ کسی مخلوق کو سمیع و بصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اُس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سُننے والے کان موجود ہیں اب اس میں دو چیزیں ہوئیں۔ ایک وہ آلہ جسے "آنکھ" کہتے ہیں اور جو دیکھنے کا مبدأ اور ذریعہ بنتا ہے۔ دوسرا اُس کا نتیجہ اور غرض و غایت (دیکھنا) یعنی وہ خاص علم جو رویت بصری سے حاصل ہوا۔ مخلوق کو جب "بصیر" کہا تو یہ مبدأ اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوئیں۔ اور دونوں کی کیفیات ہم نے معلوم کر لیں لیکن یہی لفظ جب خدا کی نسبت استعمال کیا گیا تو یقیناً وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں ہو سکتیں جو مخلوق کے خواص ہیں کہ ہیں اور جن سے خداوند قدوس قطعاً منزہ ہے البتہ یہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبدأ اُسکی ذات اقدس میں موجود ہے اور اُس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویت بصری سے حاصل ہو سکتا ہے، اُس کو بدرجۂ کمال حاصل ہے۔ آگے یہ کہ وہ مبدأ کیسا ہے اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہے تو بجز اس بات کے کہ اُسکا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ نہ صرف سمع و بصر بلکہ اُسکی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدأ و غایت کے ثابت ہے مگر اُس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی اور نہ شرائع سماویہ نے اس کا مکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کی ماوراء عقل حقائق میں خوض کر کے پریشان ہو۔ اس کا کچھ خلاصہ ہم سورۂ مائدہ میں زیر فائدہ وقالت الیہود ید اللہ مغلولۃ بیان کر چکے ہیں۔ "استوا علی العرش" کو بھی اسی قاعدہ سے سمجھ لو۔ "عرش" کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں۔ "استواء" کا ترجمہ اکثر محققین نے "استقرار و تمکن" سے کیا ہے (جسے مترجم رحمہ اللہ نے قرار پکڑنے سے تعبیر فرمایا) گویا یہ لفظ (بقیہ بر صفحہ ۲۰۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۰۳ ۔ تخت حکومت پر اسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اُس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطہ نفوذ و اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے ۔ سب کام اور انتظام برابر ہو ۔ اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدأ اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض و غایت یعنی ملک پر پورا تسلط و اقتدار اور نفوذ و تصرف کی قدرت حاصل ہونا ۔ حق تعالٰی کے "استواء علی العرش" میں حقیقت اور غرض و غایت بدرجۂ کمال موجود ہے ۔ یعنی آسمان و زمین (کل علویات و سفلیات) کو پیدا کرنے کے بعد ان پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اُسی کو حاصل ہے جیسا کہ دوسری جگہ "ثم استوٰی علی العرش" کے بعد "یدبر الامر" وغیرہ الفاظ اور یہاں "یغشی اللیل النھار" الخ سے اسی مضمون پر متنبہ فرمایا ہے ۔ رہا "استواء علی العرش" کا مبدأ اور ظاہری صورت ۔ اُس کے متعلق وہی عقیدہ رکھنا چاہیئے جو ہم "سمع و بصر" وغیرہ صفات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ اُس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس میں صفات مخلوقین اور سمات حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو ۔ پھر کیسی ہے؟ اس کا جواب وہی ہے کہ ؎ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ؂ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم ۔ منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر ؂ ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم ۔ لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر **ف** یعنی رات کے اندھیرے کو دن کے اُجالے سے یا دن کے اُجالے کو رات کے اندھیرے سے ڈھانپتا ہے اس طرح کہ ایک دوسرے کا تعاقب کرتا ہوا تیزی سے چلا آتا ہے ۔ ادھر رات ختم ہوئی اُدھر دن آموجود ہوا ، یا دن تمام ہوا تو فوراً رات آگئی ۔ درمیان میں ایک منٹ کا وقفہ بھی نہیں ہوتا شاید اس پر بھی تنبیہ فرمادی کہ اسی طرح کفر و ضلالت اور ظلم و عدوان کی شب دیجور جب عالم پر محیط ہو جاتی ہے اُس وقت خدا تعالٰی ایمان و عرفان کے آفتاب سے ہر چہار طرف روشنی پھیلا دیتا ہے ۔ اور جب تک آفتاب عالمتاب کی روشنی نمودار نہ ہو تو نبوت کے چاند تارے رات کی تاریکی میں اُجالا اور رہنمائی کرتے ہیں ۔ **ف۸** کوئی سیارہ اُس کے حکم کے بدون حرکت نہیں کر سکتا ۔ **ف۹** پیدا کرنا "خلق" ہے اور پیدا کرنے کے بعد تکوینی یا تشریعی احکام دینا یہ "امر" ہے ۔ اور دونوں اُسی کے قبضہ و اختیار میں ہیں ۔ اس طرح وہ ہی ساری خوبیوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہوا ۔ **ف۱۰** جب "عالم خلق و امر" کا مالک اور تمام برکات کا منبع وہ ہی ذات ہے تو اپنی دُنیوی و اُخروی حوائج میں اُسی کو پکارنا چاہیئے ۔ الحاح و اخلاص اور خشوع کے ساتھ بدون ریاکاری کے آہستہ آہستہ اس سے معلوم ہوا کہ دعاء میں اصل اخفاء ہے اور یہی سلف کا معمول تھا بعض مواضع میں جہر و اعلان کسی عارض کی وجہ سے ہوگا جسکی تفصیل روح المعانی وغیرہ میں ہے ۔ **ف۱۱** یعنی دعاء میں حد ادب سے نہ بڑھے ۔ مثلاً جو چیزیں عادتاً یا شرعاً محال ہیں وہ مانگنے لگے یا معاصی اور لغو چیزوں کی طلب کرے ، یا ایسا سوال کرے جو اسکی شان و حیثیت کے مناسب نہیں ، یہ سب "اعتداء فی الدعاء" میں داخل ہے ۔

طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ

توقع سے ف۱ بیشک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنیوالوں سے ☆ اور وہی ہے کہ

يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَاۤ اَقَلَّتۡ

چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانیوالی مینہ سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اُٹھا لاتی ہیں

سَحَابًا ثِقَالًا سُقۡنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ فَاَخۡرَجۡنَا

بھاری بادلوں کو تو ہانک دیتے ہیں ہم اُس بادل کو ایک شہر مردہ کی طرف پھر ہم اُتارتے ہیں اُس بادل سے پانی پھر اُس سے نکالتے

بِهٖ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۵۷﴾

ہیں سب طرح کے پھل اسی طرح ہم نکالیں گے مُردوں کو تاکہ تم غور کرو ☆

وَالۡبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخۡرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِىۡ خَبُثَ

اور جو شہر پاکیزہ ہے اُس کا سبزہ نکلتا ہے اُسکے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اُس میں

لَا يَخۡرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّشۡكُرُوۡنَ ﴿۵۸﴾

نہیں نکلتا مگر ناقص یوں پھیر پھیر کر بتلاتے ہیں ہم آیتیں حق ماننے والے لوگوں کو ف۲

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ

بیشک بھیجا ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف پس اُس نے کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں

مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الۡمَلَاُ

تمہارا معبود اُسکے سوا میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے بولے سردار

مِنۡ قَوۡمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰٮكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوۡمِ لَيۡسَ بِىۡ

اُس کی قوم کے ہم دیکھتے ہیں تجھ کو صریح بہکا ہوا ف۳ بولا اے میری قوم میں ہرگز

ضَلٰلَةٌ وَّلٰـكِنِّىۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمۡ رِسٰلٰتِ

بہکا نہیں ولیکن میں بھیجا ہوا ہوں جہان کے پروردگار کا ☆ پہنچاتا ہوں تم کو پیغام

رَبِّىۡ وَاَنۡصَحُ لَـكُمۡ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبۡتُمۡ

اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تمکو اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے ف۴ کیا تم کو تعجب ہوا

ع ۵ ۱۴

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** پچھلی آیتوں میں ہر حاجت کے لئے خدا کو پکارنے کا طریقہ بتلایا تھا ۔ اس آیت میں مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق کی رعایت سکھلائی ۔ یعنی جب دنیا میں معاملات کی سطح درست ہو تو تم اُس میں گڑبڑی نہ ڈالو ۔ اور خوف و رجا کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول رہو ۔ نہ اُسکی رحمت سے مایوس ہو اور نہ اُس کے عذاب سے مامون اور بے فکر ہو کر گناہوں پر دلیر ہو ۔ میرے نزدیک یہی راجح ہے کہ یہاں "وَادۡعُوۡهُ" الخ میں دعاء سے عبادت مراد لیجائے ۔ جیسا کہ صلوٰۃ تہجد کے بارہ میں فرمایا ۔ تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا ۔ **ف۲** پچھلی آیات میں "استواء علی العرش" کے ساتھ فلکیات (چاند سورج وغیرہ) میں جو خدائی تصرفات ہیں اُن کا بیان تھا ، درمیان میں بندوں کو کچھ مناسب ہدایات کی گئیں ۔ اب سفلیات اور "کائنات الجو" کے متعلق اپنے بعض تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ لوگ معلوم کرلیں کہ آسمان زمین اور ان دونوں کے درمیانی حصہ کی کل حکومت صرف اُسی رب العالمین کے قبضۂ قدرت میں ہے ۔ ہوائیں چلانا ۔ مینہ برسانا ۔ قسم قسم کے پھول ۔ پھل پیدا کرنا ۔ ہر زمین کی استعداد کے موافق کھیتی اور سبزہ اُگانا ، یہ سب اُسی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے نشان ہیں ۔ اِسی ذیل میں مُردوں کا موت کے بعد جی اُٹھنا اور قبروں سے نکلنا بھی سمجھا دیا ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "ایک تو مُردوں کا نکلنا قیامت میں ہے اور ایک دنیا میں یعنی جاہل ادنیٰ لوگوں میں (جو جہالت و ذلت کی موت سے مر چکے تھے) عظیم الشان نبی بھیجا اور اُنہیں علم دیا اور دنیا کا سردار کیا ، پھر ستھری استعداد والے کمال کو پہنچے اور جنکی استعداد خراب تھی اُنکو بھی فائدہ پہنچ رہا ناقص سا" گویا اس پورے رکوع میں بتلا دیا گیا کہ جب خدا اپنی رحمت و شفقت سے رات کی تاریکی میں ستارے ، چاند ، سورج سے روشنی کرتا ہے اور خشکی کے وقت زمین کو سرسبز و شاداب کرنے اور انسان و حیوانات کی زندگی کا سامان مہیا فرمانے کے لئے اوپر سے بارش بھیجتا ہے ، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسا مہربان خدا اپنی مخلوق کو جہل و ظلم کی اندھیریوں سے نکالنے کے لئے کوئی چاند اور سورج پیدا نہ کرے اور بنی آدم کی روحانی غذا تیار کرنے اور قلوب کی کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لئے باران رحمت نازل نہ فرمائے ۔ بلاشبہ اُس نے ہر زمانہ کی ضرورت اور اپنی حکمت کے موافق پیغمبروں کو بھیجا جن کے منور سینوں سے دنیا میں روحانی روشنی پھیلی اور وحی الٰہی کی لگاتار بارشیں ہوئیں ۔ چنانچہ آئندہ کئی رکوع میں ان ہی پیغمبروں کے بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے اور جیسا کہ بارش اور زمین کی مثال میں اشارہ کیا گیا کہ مختلف زمینیں اپنی اپنی استعداد کے موافق بارش کا اثر قبول کرتی ہیں ، اسی طرح سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام جو خیر و برکت لے کر آتے ہیں ، اُس سے منتفع ہونا بھی حسن استعداد پر موقوف ہے ۔ جو لوگ اُن سے انتفاع نہیں کرتے یا پورا انتفاع

بقیہ فوائد صفحہ ۲۰۴. نہیں کرئے، انہیں اپنی سوء استعداد پر رونا چاہیئے ؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ؛ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس. ف۳ آدم علیہ السّلام کا قصہ ابتدائے سورت میں گذر چکا، اُن کے بعد نوح علیہ السّلام پہلے اولوالعزم اور مشہور رسول ہیں جو زمین والوں کی طرف مشرکین کے مقابلہ میں بھیجے گئے. گو باعتبار اپنی خاص شریعت کے اُنکی بعثت خاص اپنی قوم کی طرف مانی جائے. تاہم اُن اساسی اصول کے اعتبار سے جو تمام انبیاء علیہم السّلام کی تعلیم میں مشترک ہیں کہا جا سکتا ہے کہ تمام انسان ہر نبی کے مخاطب ہوئے ہیں. مثلاً توحید و اقرار معاد کی تعلیم پر سارے پیغمبر متفق اللسان ہیں، تو ایسی چیزوں کی تکذیب کرنا فی الحقیقت تمام انبیاء کی تکذیب کرنا ہے بہرحال نوح علیہ السّلام نے توحید وغیرہ کی عام دعوت دی کہتے ہیں کہ آدم علیہ السّلام کے بعد دس قرن ایسے گذرے کہ ساری اولاد آدم کلمۂ توحید پر قائم تھی. بت پرستی کی ابتدا ابن عباس کے بیان کے موافق یوں ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق، نسر تھے، جو سورۂ نوح میں مذکور ہیں. لوگوں نے اُن کی تصویریں بنالیں تاکہ اُن کے احوال و عبادات وغیرہ کی یاد تازہ رہے. کچھ مدت کے بعد اُن صورتوں کے موافق مجسمے تیار کر لئے. حتیٰ کہ کچھ دنوں کے بعد اُنکی عبادت ہونے لگی. اور یہ بت اُنہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے. جب بت پرستی کی وبا پھیل گئی تو حق تعالیٰ نے حضرت نوح کو بھیجا. اُنہوں نے طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نوسو برس تک توحید و تقویٰ کی طرف بلایا اور دنیا و آخرۃ کے عذاب سے ڈرایا. مگر لوگوں نے اُن کی تضلیل و تجہیل کی اور کوئی بات نہ سُنی. آخر طوفان کے عذاب نے سب کو گھیر لیا. اور جیسا کہ نوح نے دعا کی تھی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا روئے زمین پر کوئی کافر عذاب الٰہی سے نہ بچا. بستانی نے "دائرۃ المعارف" میں یورپین محققین کے اقوال طوفان اور عموم طوفان کے متعلق نقل کئے ہیں. ف۱ یعنی میں تو ذرا بھی نہیں بہکا. ہاں تم بہک رہے ہو کہ خدا کے پیغامبر کو نہیں پہچانتے جو نہایت فصاحت سے خدائی پیغام تم کو پہنچا رہا ہے اور تمہاری بھلائی چاہتا ہے تم کو عمدہ نصیحتیں کرتا ہے اور خدا کے پاس سے وہ علوم و ہدایت لے کر آیا ہے جن سے تم جاہل ہو.

اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا

کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ وہ تمکو ڈرائے اور تاکہ تم بچو

وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي

اور تاکہ تم پر رحم ہو ف۱ پھر اُنہوں نے اسکو جھٹلایا پھر ہم نے بچا لیا اسکو اور اُنکو کہ جو اس کے ساتھ تھے

الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

کشتی میں اور غرق کر دیا اُنکو جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بیشک وہ لوگ تھے اندھے ف۲

ع ۱۵

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور قوم عاد کی طرف بھیجا اُنکے بھائی ہود کو ف۳ بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود

غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا

اُسکے سوا سو کیا تم ڈرتے نہیں ف۴ بولے سردار جو کافر تھے اُس کی قوم میں ہم تو

لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ

دیکھتے ہیں تجھ کو عقل نہیں اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں ف۵ بولا اے میری قوم میں

بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ

کچھ بے عقل نہیں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور

اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى

میں تمہارا خیر خواہ ہوں اطمینان کے لائق ف۶ کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے

رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ

ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تمکو ڈرائے اور یاد کرو جبکہ تم کو سردار کر دیا پیچھے قوم

نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

نوح کے ف۷ اور زیادہ کر دیا تمہارے بدن کا پھیلاؤ ف۸ سو یاد کرو اللہ کے احسان تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۹

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ

بولے کیا تو اس واسطے ہمارے پاس آیا کہ ہم بندگی کریں اللہ اکیلے کی اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے

فوائد صفحہ ہذا} ف۱ یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ تم ہی میں سے خدا کسی ایک فرد کو اپنی پیغام رسانی کے لئے چن لے. آخر اُس نے ساری مخلوق میں سے منصب خلافت کے لئے آدم علیہ السّلام کو کسی مخصوص استعداد کی بنا پر چن لیا. تو کیوں نہیں ہو سکتا کہ اولاد آدم میں سے بعض کامل الاستعداد لوگوں کو منصب نبوۃ و رسالت کے لئے انتخاب کر لیا جائے. تاکہ وہ لوگ براہ راست خدا سے فیض پا کر دوسروں کو اُن کے انجام سے آگاہ کریں اور یہ اس پر آگاہ ہو کر بدی سے بچ جائیں. اور اس طرح خدا کے رحم و کرم کے مورد بنیں. ف۲ یعنی حق و باطل اور نفع نقصان کچھ نہ سوجھا. اندھے ہو کر برابر سرکشی اور تکذیب و بغاوت پر قائم رہے اور بت پرستی وغیرہ حرکات سے باز نہ آئے، تو ہم نے معدودے چند مومنین کو بچا کر جو نوح علیہ السّلام کے ہمراہ کشتی پر سوار ہوئے تھے، باقی سب مکذبین کا بیڑہ غرق کر دیا. اب جس قدر انسان دنیا میں موجود ہیں وہ ان ہی اہل سفینہ بلکہ صرف حضرت نوح علیہ السّلام کی ذریت ہیں. ف۳ "عاد" حضرت نوح علیہ السّلام کے پوتے ارم کی اولاد میں ہیں. یہ قوم اُسی کی طرف منسوب ہے. اُن کی سکونت "احقاف" (یمن) میں تھی حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم سے ہیں. اس لحاظ سے وہ اُن کے قومی اور وطنی بھائی ہوئے. ف۴ اِن لوگوں میں بت پرستی پھیل گئی تھی. روزی دینے، مینہ برسانے، تندرست کرنے، اور مختلف مطالب و حاجات کے لئے الگ الگ دیوتا بنا رکھے تھے جن کی پرستش ہوتی تھی. ہود علیہ السّلام نے اُس سے روکا اور اس جرم عظیم کی سزا سے اُن کو ڈرایا. ف۵ یعنی معاذ اللہ تم بے عقل ہو کہ باپ دادا کی روش چھوڑ کر ساری برادری سے الگ ہوتے ہو اور جھوٹے بھی ہو کہ اپنے اقوال کو خدا کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ عذاب کا ڈراوا دیتے ہو. ف۶ یعنی میری کوئی بات بے عقلی کی نہیں. ہاں جو منصب رسالت مجھ کو خدا کی طرف سے تفویض ہوا ہے اُس کا حق ادا کرتا ہوں. یہ تمہاری بے عقلی ہے کہ اپنے حقیقی خیر خواہوں کو جن کی امانت و دیانت پہلے سے لائق اطمینان ہے، بے عقل کہہ کر خود اپنا نقصان کرتے ہو. ف۷ یعنی قوم نوح کے بعد دنیا میں تمہاری حکومتیں قائم کیں اور اُس کی جگہ تم کو آباد کیا، شاید یہ احسان یاد دلا کر اس پر بھی متنبہ کرنا ہے کہ بت پرستی اور تکذیب رسول کی بدولت جو حشر اُن کا ہوا وہ کہیں تمہارا نہ ہو. ف۸ جسمانی قوت اور ڈیل ڈول کے اعتبار سے یہ قوم مشہور تھی. ف۹ جو احسانات مذکور ہوئے وہ اور ان کے علاوہ خدا کے دوسرے بیشمار احسانات یاد کر کے اُس کے شکر گذار اور فرمانبردار بننا چاہیئے، نہ یہ کہ منعم حقیقی سے بغاوت کرنے لگو.

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم

پس تو لے آ ہمارے پاس جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے ف کہا تم پر واقع ہو چکا ہے

مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا

تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ ف۲ کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے اُن ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں

أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ فَانتَظِرُوا إِنِّي

تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اُتاری اللہ نے اُن کی کوئی سند سو منتظر رہو میں بھی

مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿٧١﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

تمہارے ساتھ منتظر ہوں ف۳ پھر بچا لیا ہم نے اُس کو اور جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے

وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٧٢﴾

اور جڑ کاٹی اُن کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو اور نہیں مانتے تھے ف۴

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ

اور ثمود کی طرف بھیجا اُن کے بھائی صالح کو بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا

إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً

معبود اُس کے سوا تم کو پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے ف۵ یہ اونٹنی اللہ کی ہے تمہارے لئے نشانی

فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ

سو اس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین میں اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بُری طرح پھر تم کو پکڑے گا عذاب

أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي

دردناک ف۶ اور یاد کرو جبکہ تم کو سردار کر دیا عاد کے پیچھے اور ٹھکانا دیا تم کو

الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ

زمین میں کہ بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں

بُيُوتًا فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾

کے گھر سو یاد کرو احسان اللہ کے اور مت مچاتے پھرو زمین میں فساد ف۷

ع ۹ / ۱۶ وقف لازم

ف۱ یعنی جس عذاب کی ہم کو دھمکی دیتے ہیں، اگر آپ سچے ہیں تو وہ لے آئیے۔ ف۲ یعنی جب تمہاری سرکشی اور گستاخانہ بے حیائی اس حد تک پہنچ چکی تو سمجھو کہ خدا کا عذاب اور غضب تم پر نازل ہی ہو چکا اُس کے آنے میں اب کچھ دیر نہیں۔ ف۳ بتوں کو جو کہتے تھے کہ فلاں رزق دینے والا ہے اور فلاں مینہ برسانے والا اور فلاں بیٹا عطا کرنے والا وعلیٰ ہذا القیاس۔ محض نام ہی نام ہیں۔ جن کے نیچے کوئی حقیقت اور واقعیت نہیں۔ خدائی صفات پتھروں میں کہاں سے آئیں۔ پھر ان نام کے معبودوں کے پیچھے جن کی معبودیت کی کوئی عقلی یا نقلی سند نہیں، بلکہ کل عقلی و نقلی دلائل جسے مردود ٹھہراتے ہیں، تم دعویٰ توحید میں مجھ سے جھگڑے اور بحثیں کرتے ہو، جب تمہارا جہل اور شقاوت و عناد کا پیمانہ اس قدر لبریز ہو چکا ہے، تو انتظار کرو کہ خدا ہمارے تمہارے ان جھگڑوں کا فیصلہ کر دے میں بھی اسی فیصلہ کا منتظر ہوں۔ ف۴ یعنی آٹھ رات اور آٹھ دن تک مسلسل آندھی کا طوفان آیا جس سے تمام کفار ٹکرا ٹکرا کر اور پٹک پٹک کر ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ تو "عاد اولیٰ" کا انجام ہوا۔ اور اسی قوم کی دوسری شاخ (ثمود) جسے عاد ثانیہ کہتے ہیں، اُس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ف۵ یعنی جو دلیل تم مانگ رہے تھے وہ پہنچ گئی۔ صالح علیہ السلام کی قوم نے اُن سے عہد و اقرار کیا تھا کہ آپ پتھر کی ایک ٹھوس چٹان میں سے حاملہ اونٹنی کا لا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے خدا نے حضرت صالح کی دعا سے ویسا ہی کر دیا۔ اُن کو کہا جا رہا ہے کہ تمہارا فرمائشی معجزہ تو خدا نے دکھلا دیا۔ اب ایمان لانے میں کیا تأمل ہے ف۶ یعنی یہ اونٹنی خدا کی قدرت اور میری صداقت کی نشانی ہے، جو میری دعا پر غیر معتاد طریقہ سے خدا نے پیدا کی، اس کے حقوق کی رعایت کرو مثلاً خدا کی زمین میں مباح گھاس کھانے اور اس کی باری میں پانی پینے سے نہ روکو۔ غرض خدا کے اس نشان کے ساتھ جو تم نے خود مانگ کر حاصل کیا ہے برائی سے پیش مت آؤ۔ ورنہ تمہاری بھی خیر نہیں ف۷ یعنی احسان فراموشی اور شرک و کفر کر کے زمین میں خرابی مت پھیلاؤ۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
کہنے لگے سردار جو متکبر تھے اُس کی قوم میں غریب لوگوں کو

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا
کہ جو اُن میں ایمان لاچکے تھے کیا تم کو یقین ہے کہ صالح کو بھیجا ہے اُس کے رب نے بولے

اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا
ہم کو تو جو وہ لے کر آیا اُس پر یقین ہے ☆ کہنے لگے وہ لوگ جو متکبر تھے جس

بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ
پر تم کو یقین ہے ہم اُس کو نہیں مانتے ف۱ پھر اُنہوں نے کاٹ ڈالا اونٹنی کو اور پھر گئے اپنے

رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾
رب کے حکم سے ف۲ اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا اگر تو رسول ہے ف۳

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى
پس آپکڑا اُن کو زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے ف۴ پھر صالح اُلٹا پھرا

عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ
اُن سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمہاری

وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ
لیکن تم کو محبت نہیں خیر خواہوں سے ف۵ اور بھیجا لوط کو جب کہا اُس نے اپنی قوم کو کیا تم کرتے ہو

الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ
ایسی بےحیائی کہ تم سے پہلے نہیں کیا اُس کو کسی نے جہان میں ف۶ تم تو

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
دوڑتے ہو مردوں پر شہوت کے مارے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ ہو

مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ
حد سے گذرنے والے ف۷ اور کچھ جواب نہ دیا اُس کی قوم نے مگر یہی کہا کہ نکالو اِن کو

ف۱ قوم میں جو بڑے بڑے متکبر سردار اور معاندین تھے، وہ غریب اور کمزور مسلمانوں سے استہزاءً کہتے تھے کہ کیا بڑے آدمی تو آج تک نہ سمجھے، مگر تمہیں معلوم ہو گیا کہ صالح خدا کا بھیجا ہوا ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا کہ (معلوم ہونا کیا معنی! معلوم تو تم کو بھی ہے) ہاں ہم دل سے قبول کر کے اُس پر ایمان بھی لا چکے ہیں۔ متکبرین اُس حکیمانہ جواب سے کھسیانے ہو کر بولے کہ جس چیز کو تم نے مان لیا ہے ہم ابھی تک اُسے نہیں مانتے۔ پھر بھلا تمہارے جیسے چند خستہ حال آدمیوں کا ایمان لے آنا کونسی بڑی کامیابی ہے۔ ف۲ کہتے ہیں کہ وہ اونٹنی اس قدر عظیم الجثہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی دوسرے مواشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے دن جس کنوئیں سے پانی پیتی کنواں خالی کر دیتی۔ گویا جیسے اُس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی، لوازم و آثار حیات بھی غیر معمولی تھے۔ آخر لوگوں نے غیظ میں آکر اُس کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ اور بدبخت قدار نے اُس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ بعدہٗ خود حضرت صالح علیہ السّلام کے قتل پر بھی تیار ہونے لگے اور اس طرح خدا کے احکام کو جو "صالح" اور "ناقہ" کے متعلق تھے پس پشت ڈال دیا ف۳ ایسے کلمات انسان کی زبان سے اُس وقت نکلتے ہیں جب خدا کے قہر و غضب سے بالکل بے خوف ہو جاتا ہے۔ "عاد اولیٰ" کی طرح "ثمود" بھی اِس مرتبہ پر پہنچ کر عذاب الٰہی کے مورد بنے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ف۴ دوسری آیت میں اِن کا "صیحہ" (چیخ) سے ہلاک ہونا بیان فرمایا ہے۔ شاید نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے ہولناک آواز آئی ہوگی۔ ف۵ کہتے ہیں کہ حضرت صالحؑ قوم کی ہلاکت کے بعد مکہ معظمہ یا ملک شام کی طرف چلے گئے اور جاتے ہوئے اُن کی لاشوں کے انبار دیکھ کر یہ خطاب فرمایا۔ یا تو اُسی طرح جیسے آنحضرت صلعم نے مقتولین بدر کو فرمایا تھا اور یا محض بطور تحسّر فرضی خطاب تھا۔ جیسے شعراء دیار و اطلال (کھنڈرات) وغیرہ کو خطاب کرتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب ہلاکت سے پہلے تھا۔ اس صورت میں بیان میں ترتیب واقعات مرعی نہ ہوگی۔ بہرحال اِس خطاب میں دوسروں کو سُنایا تھا کہ اپنے معتبر خیر خواہوں کی بات ماننی چاہیئے۔ جب کوئی شخص خیر خواہوں کی قدر نہیں کرتا تو ایسا نتیجہ دیکھنا پڑتا ہے۔ ف۶ لوط علیہ السّلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے ہیں جو اُن کے ساتھ عراق سے ہجرت کر کے ملک شام میں تشریف لائے اور خدا کی طرف سے سدوم اور اُس کے گرد و نواح کی بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے تاکہ اُن کی اصلاح فرمائیں اور اِن گندے، خلاف فطرت اور بے حیائی کے کاموں سے باز رکھیں جن میں وہاں کے لوگ مبتلا تھے۔ نہ صرف مبتلا بلکہ اس بیحیائی کے موجد تھے۔ اُن سے پیشتر عالم میں اس بیماری سے کوئی واقف نہ تھا۔ اولاً یہ ملعون حرکت شیطان نے سدوم والوں کو سجھائی اور وہیں سے دوسرے مقامات میں پھیلی حضرت لوط علیہ السّلام نے اس ملعون و شنیع حرکت کے عواقب پر متنبہ کیا اور گندگی کو دنیا سے مٹانا چاہا۔ موجودہ بائبل کے جمع کرنیوالوں کی شرمناک جسارت پر ماتم کرنا پڑتا ہے کہ ایسے پاکباز اور معصوم پیغمبر کی نسبت جو دنیا کو بے حیائی اور گندگی سے پاک کرنے کے لئے آیا تھا ایسی سخت ناپاک حرکات منسوب کیں جن کے سننے سے حیادار آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۔ ف۷ یعنی صرف یہی نہیں کہ ایک گناہ کے تم مرتکب ہو رہے ہو بلکہ اِس خلاف فطرت فعل کا ارتکاب اس کی دلیل ہے کہ تم انسانیت کی حدود سے بھی باہر نکل چکے ہو۔

مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ

اپنے شہر سے یہ لوگ بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں ٭ پھر بچا دیا ہم نے اُس کو اور اُسکے گھر والوں کو

اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ

مگر اُس کی عورت کہ رہ گئی وہاں کے رہنے والوں میں ف۱ اور برسایا ہم نے اُنکے اوپر مینہ یعنی پتھروں کا ف۲

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ

پھر دیکھ کیا ہوا انجام گنہگاروں کا ف۳ اور مدین کی طرف بھیجا اُن کے بھائی

شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ

شعیب کو ف۴ بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اُسکے سوا تمہارے

جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا

پاس پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے ف۵ سو پوری کرو ماپ اور تول اور مت گھٹا کر دو

النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ ذٰلِكُمْ

لوگوں کو اُن کی چیزیں اور مت خرابی ڈالو زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ

بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو ف۶ اور مت بیٹھو راستوں پر کہ ڈراؤ

وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ

اور روکو اللہ کے راستے سے اُس کو جو کہ ایمان لائے اُس پر اور ڈھونڈو اُس میں عیب ف۷ اور

اذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

یاد کرو جبکہ تھے تم بہت تھوڑے پھر تم کو بڑھا دیا اور دیکھو کیا ہوا انجام

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ

فساد کرنیوالوں کا ف۸ اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ایمان لایا اُس پر جو میرے ہاتھ بھیجا گیا اور

طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

ایک فرقہ ایمان نہیں لایا تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے درمیان ہمارے اور وہ ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ف۹

ع ۱۰/۱۲

ف۱ یعنی آخری بات اُنہوں نے یہی کہ جب ہم سب کو یہ گندہ سمجھتے ہیں اور آپ پاک بننا چاہتے ہیں تو گندوں میں پاکوں کا کیا کام۔ لہٰذا انہیں اپنی بستی ہی سے نکال دینا چاہئے کہ یہ روز روز کی رکاوٹ ختم ہو۔ اِجبروہ ملعون تو کیا نکالتے۔ اِن حق تعالیٰ نے لوط علیہ السّلام اور اُن کے متعلقین کو عزت و عافیت کے ساتھ صحیح و سالم ان بستیوں سے نکال لیا اور اُن بستیوں پر عذاب مسلط کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ لوط علیہ السّلام کے متعلقین میں سے صرف اُن کی بیوی آپ سے علٰحدہ رہی اور معذبین کے ساتھ ہلاک ہوئی کیونکہ اُس کا ساز باز اُن معذبین سے تھا لوط علیہ السّلام کے یہاں جو مہمان وغیرہ آتے اُن کی اطلاع یہی کیا کرتی اور اُن کو بدکاری کی ترغیب دیتی تھی۔ یا جیسا کہ بعض نے لکھا ہے مردوں کی طرح عورتوں میں بھی "مساحقہ" کا رواج ہو گیا تھا، یہ عورت اُس میں مبتلا تھی۔ بہرحال عذاب اُن سب پر آیا جو اس مہلک مرض میں مبتلا تھے اور نہایت ڈھٹائی کے ساتھ نبی کا مقابلہ اور تکذیب کرتے تھے، یا جو کفر و فحش کے سسٹم میں اُن کے معین و مددگار تھے۔ ف۲ دوسری جگہ مذکور ہے کہ بستیاں اُلٹ دی گئیں اور پتھروں کا مینہ برسایا گیا۔ بعض ائمہ کے نزدیک آج بھی لوطی کی سزا یہ ہے کہ کسی پہاڑ وغیرہ بلند مقام سے نیچے گرایا جائے اور اوپر سے پتھر مارے جائیں اور سخت بدبودار گندی جگہ میں مقید کیا جائے۔ ف۳ یعنی گناہ کرتے وقت اُس کا بد انجام سامنے نہیں آتا۔ عاجل شہوت و لذت کے غلبہ میں وہ بات کر گذرتا ہے جو عقل و انسانیت کے خلاف ہے لیکن عقلمند کو چاہئے کہ دوسروں کے واقعات سُن کر عبرت حاصل کرے اور بدی کے انجام کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ ف۴ قرآن میں دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السّلام کا "اصحاب ایکہ" کی طرف مبعوث ہونا مذکور ہے اگر اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قوم ہے فبہا ونعمت۔ اور دو جُداگانہ قومیں ہیں تو دونوں کی طرف مبعوث ہوئے ہونگے اور دونوں میں کم تولنے ناپنے کا مرض مشترک ہوگا۔ بہرحال حضرت شعیب علیہ السّلام نے علاوہ توحید وغیرہ کی عام دعوت کے خاص معاشری معاملات کی اصلاح اور حقوق العباد کی حفاظت کی طرف بڑے زور سے توجہ دلائی جیسا کہ آئندہ آیات میں مذکور ہے۔ حضرت شعیب علیہ السّلام کو کمال فصاحت کی وجہ سے "خطیب الانبیاء" کہا جاتا ہے۔ ف۵ یعنی میری صداقت کی دلیل ظاہر ہو چکی۔ اب جو نصیحت کی بات تم سے کہوں اُسے قبول کرو اور جن خطرناک عواقب پر متنبہ کروں اُن سے ہشیار ہو جاؤ۔ ف۶ بندوں کے حقوق کی رعایت اور معاملات باہمی کی درستی جس کی طرف ہمارے زمانہ کے پرہیزگاروں کو بھی بہت کم توجہ ہوتی ہے، خدا کے نزدیک اس قدر اہم چیز ہے کہ اُسے ایک جلیل القدر پیغمبر کا مخصوص وظیفہ قرار دیا گیا، جس کی مخالفت پر ایک قوم تباہ کی جا چکی۔ اِن آیات میں حضرت شعیب کی زبانی آگاہ فرما دیا کہ لوگوں کو ادنیٰ ترین مالی نقصان پہنچانا اور ملک میں اصلاحی حالت قائم ہو چکنے کے بعد خرابی اور فساد پھیلانا خواہ کفر و شرک کر کے یا ناحق قتل و نہب وغیرہ سے۔ یہ کسی ایماندار کا کام نہیں ہو سکتا۔ ف۷ راستوں پر بیٹھنا دو وجہ سے تھا۔ راہگیروں کو ڈرا دھمکا کر ظلماً مال وصول کریں اور مومنین کو شعیب علیہ السّلام کے پاس جانے اور خدا کا دین اختیار کرنے سے روکیں اور خدائی مذہب کے متعلق نکتہ چینی اور عیب جوئی کی فکر میں رہیں۔ ف۸ یعنی تعداد اور دولت دونوں میں کم تھے۔ خدا نے دونوں طرف تم کو بڑھایا مردم شماری بھی بڑھ گئی اور دولتمند بھی ہو گئے۔ خدا کے اِن احسانات کا شکر ادا کرو۔ اور وہ جب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ خدا کے اور بندوں کے حقوق پہچان کر عملی درستی اور اصلاح میں مشغول رہو اور اِن نعمتوں پر مغرور نہ ہو بلکہ خرابی اور فساد مچانے والوں کا جو انجام پہلے ہو چکا ہے اُسے پیش نظر رکھ کر خدائی گرفت سے ڈرتے رہو۔ ف۹ یعنی جو چیز میں لیکر آیا ہوں اگر تم متفقہ طور پر قبول نہیں کرتے بلکہ اختلاف ہی کی ٹھان رکھی ہے تو تھوڑا صبر کرو۔ یہاں تک کہ آسمان ہی سے میرے تمہارے اختلافات کا فیصلہ ہو جائے۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ

بولے سردار جو متکبر تھے اُس کی قوم میں ہم ضرور نکال دیں گے

يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي

اے شعیب تجھ کو اور اُن کو جو کہ ایمان لائے تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے

مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ﴿٨٨﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

دین میں ف۱ بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی ف۲ بیشک ہم نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا

إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا

اگر لوٹ آئیں تمہارے دین میں ف۳ بعد اس کے کہ نجات دے چکا ہم کو اللہ اُس سے ف۴ اور ہمارا کام نہیں

أَن نَّعُودَ فِيهَا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ

کہ لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ رب ہمارا گھیرے ہوئے ہے ہمارا پروردگار سب چیزوں کو اپنے علم میں

عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ

اللہ ہی پر ہم نے بھروسا کیا اے ہمارے رب فیصلہ کر ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ اور تو

خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ

سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ف۵ اور بولے سردار جو کافر تھے اُس کی قوم میں اگر

اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿٩٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

پیروی کرو گے تم شعیب کی تو تم بیشک خراب ہو گے ف۶ پھر آ پکڑا اُن کو زلزلہ نے

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن

پس صبح کو رہ گئے اپنے گھروں کے اندر اوندھے پڑے ف۷ جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو گویا

لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۛ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾

کبھی بسے ہی نہ تھے وہاں جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی ہوئے خراب ف۸

فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ

پھر اُلٹا پھرا اُن لوگوں سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کر چکا

ف۱ "عود" کے معنی کسی چیز سے نکل کر دوبارہ اُس کی طرف جانے کے ہیں۔ حضرت شعیب کے ساتھیوں کی نسبت تو یہ لفظ حقیقۃً صادق ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ باقی خود حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت یہ تصور نہیں ہوسکتا کہ وہ پہلے (معاذ اللہ) ملت کفار میں داخل تھے، پھر مسلمان ہوئے۔ لامحالہ یا تو اُن کے اعتبار سے یہ خطاب تغلیباً ہوگا یعنی عام مومنین کے حق میں جو الفاظ استعمال ہوئے اکثریۃ غالبہ کو مرجح سمجھ کر حضرت شعیب کے لئے علیحدہ الفاظ اختیار نہیں کئے۔ اور یا یہ لفظ اُن کے حق میں کفار کے زعم کے موافق کہا گیا کیونکہ بعثت سے پہلے جب تک حضرت شعیبؑ نے دعوت و تبلیغ شروع نہ کی تھی اہل مدین کی کفریات کے متعلق اُنکی خاموشی دیکھ کر شاید وہ یہی گمان کرتے ہوں کہ یہ بھی ہمارے شامل حال اور ہمارے طور و طریق پر راضی ہیں۔ اور یا عود کو مجازاً بمعنی مطلق صیرورت کے لیا جائے۔ کما قالہ بعض المفسرین۔ ف۲ یعنی دلائل و براہین کی روشنی میں تمہاری اِن مہلک کفریات سے خواہ ہم کتنے ہی بیزار اور کارِہ ہوں کیا تم پھر بھی یہ زہر کا پیالہ ہمیں زبردستی پلانا چاہتے ہو۔ ف۳ باطل اور جھوٹے مذہب کو سچا کہنا ہی خدا پر افترا کرنا اور بہتان باندھنا ہے۔ پھر بھلا ایک جلیل القدر پیغمبر اور اُس کے مخلص متبعین سے یہ کب ممکن ہے کہ وہ معاذ اللہ سچائی سے نکل کر جھوٹ کی طرف واپس جائیں اور جو سچے دعوے اپنی حقانیت یا مامور من اللہ ہونے کے کر رہے تھے، اُن سب کا بھی جھوٹ اور افترا ہونا تسلیم کریں۔ ف۴ کسی کو تو ابتداءً نجات دے چکا کہ اُس میں داخل ہی نہ ہونے دیا جیسے حضرت شعیب علیہ السلام اور بعضوں کو داخل ہونے کے بعد اُس سے نکالا جیسے عام مومنین۔ ف۵ یعنی اپنے اختیار یا تمہارے اکراہ و اجبار سے ممکن نہیں کہ ہم معاذ اللہ کفر کی طرف جائیں۔ ہاں اگر فرض کرو خدا ہی کی مشیت ہم میں سے کسی کی نسبت ایسی ہو جائے تو اُس کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ اگر اُس کی حکمت اسی کو مقتضی ہو تو وہاں کوئی نہیں بول سکتا۔ کیونکہ اُسی کا علم تمام مصالح اور حکمتوں پر محیط ہے۔ بہرحال تمہاری دھمکیوں سے ہم کو کوئی خوف نہیں کیونکہ ہمارا بالکلیہ اعتماد اور بھروسہ اپنے خدائے واحد پر ہے۔ کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جو ہوگا اُسی کی مشیت اور علم محیط کے تحت میں ہوگا۔ اسی لئے ہم اپنے اور تمہارے فیصلہ کے لئے بھی اُسی سے دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے قادر اور علیم و حکیم سے بہتر کسی کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت شعیب کے اِن الفاظ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انبیاء کے قلوب حق تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عبودیت و افتقار کے کس قدر عظیم و عمیق احساس سے معمور ہوتے ہیں اور کس طرح ہر آن اور ہر حال میں اُن کا توکل و اعتماد تمام وسائط سے منقطع ہو کر اُسی وحدہٗ لاشریک لہٗ پر پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور غیر متزلزل ہوتا ہے۔ ف۶ یعنی باپ دادا کا مذہب چھوڑا، یہ تو دین کی خرابی ہوئی اور تجارت میں ناپ تول ٹھیک رکھی، یہ دنیا کا نقصان ہوا۔ ف۷ متعدد آیات کے جمع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر ظلہ، صیحہ، رجفہ تین طرح کے عذاب آئے یعنی اول بادل نے سایہ کیا جس میں آگ کے شعلے اور چنگاریاں تھیں۔ پھر آسمان سے سخت ہولناک اور جگر پاش آواز ہوئی اور نیچے سے زلزلہ آیا (ابن کثیر) ف۸ اُنہوں نے شعیب اور ان کے ہمراہیوں کو بستی سے نکالنے کی دھمکی دی تھی، سو وہی نہ رہے نہ اُن کی بستیاں رہیں۔ اور وہ جو کہتے تھے کہ شعیب علیہ السلام کے اتباع کرنے والے خراب ہوں گے، سو خود ہی خراب اور خائب خاسر ہو کر رہے۔

لَكُمْ ؕ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝۹۳ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ
تمہاری اب کیا افسوس کروں کافروں پر ف۱ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی

نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝۹۴
نبی کہ نہ پکڑا ہو ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑائیں ☆

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ
پھر بدل دی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ پہنچتی رہی ہے

اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹۵ وَلَوْ
ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی پھر پکڑا ہم نے انکو ناگہاں اور ان کو خبر نہ تھی ف۲ اور اگر

اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ
بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر نعمتیں آسمان اور

وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۹۶ اَفَاَمِنَ
زمین سے لیکن جھٹلایا انہوں نے پس پکڑا ہم نے انکو ان کے اعمال کے بدلے ف۳ اب کیا بے ڈر

اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝۹۷ اَوَاَمِنَ
ہیں بستیوں والے اس سے کہ آ پہنچے ان پر آفت ہماری راتوں رات جب سوتے ہوں ☆ یا بے ڈر ہیں

اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۹۸ اَفَاَمِنُوْا
بستیوں والے اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر عذاب ہمارا دن چڑھے جب کھیلتے ہوں ف۴ کیا بے ڈر ہوگئے

مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹۹ اَوَلَمْ يَهْدِ
اللہ کے داؤ سے سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے ف۵ کیا نہیں ظاہر

لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ
ہوا ان لوگوں پر جو وارث ہوئے زمین کے وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو پکڑ لیں

بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰ تِلْكَ الْقُرٰى
انکے گناہوں پر ف۶ اور ہم نے مہر کر دی ہے انکے دلوں پر سو وہ نہیں سنتے ☆ یہ بستیاں ہیں

ف۱ یعنی اب ہلاک ہوئے پیچھے ایسی قوم پر افسوس کرنے سے کیا حاصل جس کو ہر طرح سمجھایا جاچکا۔ موثر نصیحتیں کی گئیں آنے والے عواقب ونتائج سے ڈرایا گیا۔ مگر انہوں نے کسی کی ایک نہ سنی بلکہ مخلص خیرخواہوں سے دست وگریبان ہی رہے۔ ف۲ پیغمبروں کی بعثت کے وقت جب عموماً لوگ تکذیب ومقابلہ سے پیش آتے ہیں، تو خدا کی طرف سے ابتدائی تنبیہ کے طور پر بیماری، قحط اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں تاکہ مکذبین تازیانے کھا کر شرارتوں سے باز آجائیں اور بارگاہ الٰہی کی طرف جھکیں۔ جب ان تنبیہات کا اثر قبول نہیں کرتے تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر فراخی اور عیش وخوشحالی وغیرہ بھیجی جاتی ہے۔ کہ یا احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور حضرت ربوبیت کی طرف متوجہ ہوں یا عیش وثروت کے نشہ میں چور ہو کر بالکل ہی غافل بدمست بن جائیں۔ گویا جہاں تک صحت، اولاد اور دولت وحکومت بڑھتی جائے اسی کے ساتھ ان کی نخوت وغفلت میں بھی ترقی ہوتی کہ پچھلی سختیوں کو یہ کہہ کر فراموش کر دیں کہ تکلیف وراحت کا سلسلہ تو پہلے ہی سے چلا آتا ہے ہمارے کفر وتکذیب کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ ورنہ اب خوشحالی کیوں حاصل ہوتی۔ یہ سب زمانہ کے اتفاقات ہیں جو ہمارے اسلاف کو بھی اسی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ اس حد پر پہنچ کر ناگہاں خدا کا عذاب آدباتا ہے۔ جس کی اپنے عیش وآرام میں انہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے کیا خوب لکھا ہے کہ "بندہ کو دنیا میں گناہ کی سزا پہنچتی رہے تو امید ہے کہ توبہ کرے اور جب گناہ راست آگیا تو یہ اللہ کا بھلاوا ہے۔ پھر ڈر ہے ہلاکت کا جیسے کسی نے زہر کھایا اُگل دے تو امید ہے اور اگر پچ گیا تو کام آخر ہوا۔" ف۳ یعنی ہم کو بندوں سے کوئی ضد نہیں جو لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں یہ انہی کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ لوگ ہمارے پیغمبروں کو مانتے اور حق کے سامنے گردن جھکاتے اور کفر وتکذیب وغیرہ سے بچ کر تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو ہم ان کو آسمانی وزمینی برکات سے مالا مال کر دیتے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ برکت کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کبھی تو خیر باقی ودائم کو برکت سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی کثرت آثار فاضلہ پر یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ لہٰذا آیت کی مراد یہ ہوگی کہ ایمان وتقویٰ اختیار کرنے پر ان آسمانی وزمینی نعمتوں کے دروازے کھول دیے جاتے جو دائمی اور غیر منقطع ہوں یا جن کے آثار فاضلہ بہت کثرت سے ہوں۔ ایسی خوشحالی نہیں جو مکذبین کو چند روز کے لئے بطور امہال واستدراج حاصل ہوتی ہے۔ اور انجام کار دنیا میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی وبال جان بنتی ہے۔ ف۴ یعنی جب عیش وآرام میں غافل پڑے سو رہے ہوں یا دنیا کے کاروبار اور لہو ولعب میں مشغول ہوں اُس وقت خدا کا عذاب ان کو دفعۃً آگھیرے۔ اس بات سے یہ لوگ کیوں نڈر اور بے فکر ہو رہے ہیں۔ حالانکہ جن اسباب کی بنا پر گذشتہ اقوام پر عذاب آئے ہیں، وہ ان میں بھی موجود ہیں۔ یعنی کفر وتکذیب اور سید الانبیاء صلعم کے ساتھ مقابلہ ومحاربہ۔ ف۵ دنیوی خوشحالی اور عیش کے بعد جو خدا کی ناگہانی پکڑ ہے، اسی کو مکر اللہ (خدا کا داؤ) فرمایا عیش وتنعم میں پڑ کر وہی لوگ خدا کی ناگہانی گرفت سے بے فکر ہوتے ہیں جن کی شامت اعمال نے انہیں دھکا دیا ہو۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کسی حال میں خدا کو نہ بھولے۔ ع ظفر اُس کو آدمی نہ جانئے گا، گو ہو کیسا ہی صاحب فہم وذکا، جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا۔ ف۶ جیسے پہلوں کو پکڑ لیا انہیں بھی پکڑ سکتے ہیں۔

ف۱ یعنی جس چیز کا ایک دفعہ انکار کر بیٹھے، پھر کتنے ہی نشان دیکھیں دُنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے ممکن نہیں کہ اُس کا اقرار کرلیں۔ جب حق تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی قوم کی ضد اور ہٹ اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تب عادتاً اصلاحِ حال و قبولِ حق کا امکان باقی نہیں رہتا۔ یہی صورت دلوں پر مہر لگ جانے کی ہوتی ہے۔ یہاں واضح فرما دیا کہ اللہ کی طرف سے دلوں پر مہر لگا دینے کا کیا مطلب ہے (تنبیہ) وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ سے معلوم ہو گیا کہ جو انبیاء علیہم السّلام قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط، اہل مدین کی بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے وہ سب بیّنات (واضح نشان) دے کر بھیجے گئے پس ہود علیہ السّلام کی قوم کا یہ کہنا یَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ محض تعنت و عناد کی راہ سے تھا ف۲ "عہد" سے ممکن ہے عام عہود مراد ہوں یا خاص "عہد الست" کا ارادہ کیا گیا ہو۔ یا وہ عہد جو مصائب اور سختیوں کے وقت کرتے تھے کہ فلاں سختی اُٹھا لیجائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے جیسے فرعونیوں نے کہا تھا لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ۔ ف۳ یعنی جن انبیاء کا پہلے ذکر ہوا (نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السّلام) موسیٰ علیہ السّلام اِن سب کے بعد تشریف لائے۔ اُن پیغمبروں کا ذکر فرمانے کے بعد درمیان میں "سُنّۃ اللہ" بیان فرمائی تھی جو مکذبین کے متعلق جاری رہی ہے جس کے ضمن میں موجودہ جماعت کفار کو متنبہ فرما دیا گیا۔ اس درمیانی مضمون سے فارغ ہو کر پھر سلسلۂ بعثتِ رسل کی ایک عظیم الشان کڑی کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ ف۴ اُس سے زیادہ مفسد کون ہوگا جو خدا کے سفراء کو جھٹلائے، آیات اللہ کی تکذیب اور حق تلفی کرے، مخلوقِ خدا سے اپنی پرستش کرائے۔ آگے ضروری واقعات ذکر فرما کر اس انجام کی تفصیل کی گئی ہے ف۵ اکثر مفسرین نے "حقیق" کے معنی جدیر (لایق) کے لئے ہیں۔ اسی لئے "علیٰ" کو بمعنی "با" لینا پڑا ہے یعنی میری شان کے یہی لایق ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی ناحق اور غلط بات نہ کہوں۔ بعض نے "حقیق" کو بمعنی "حریص" لیا ہے۔ لیکن مترجم محقق رحمہ اللہ نے "حقیق" کو "قائم و ثابت" کے معنی میں لیا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں بدون ادنیٰ تزلزل اور تذبذب کے پوری مضبوطی اور استقلال کے ساتھ اس پر قائم ہوں کہ سچ کے سوا کوئی چیز زبان سے نہ نکالوں خدا کا پیام بلا کم و کاست تم کو پہنچا دوں۔ اور تمہاری تکذیب و تخویف کی وجہ سے ذرا بھی نہ ڈگمگاؤں۔ ف۶ یوں تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون کو کئی طرح کی نصیحتیں کیں جیسا کہ دوسری آیات میں مذکور ہیں فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ مگر ایک بڑی اہم چیز یہ تھی کہ بنی اسرائیل کو جو انبیائے کرام کی اولاد میں سے تھے اور جنہیں فرعونیوں نے ذلیل جانوروں کی طرح غلام بنا رکھا تھا، مظالم و شدائد سے نجات دلائیں۔ اِس موقع پر فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے اسی چیز کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کو اپنی قید و بیگار سے نجات دے تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں اور میرے ساتھ اپنے وطن مالوف (ملک شام) میں چلے جائیں کیونکہ اُن کے جدّ اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عراق سے ہجرت کر کے شام ہی میں قیام فرمایا تھا۔ بعدہٗ حضرت یوسف علیہ السّلام کی وجہ سے بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ اب چونکہ یہاں کی قوم قبطیوں نے اُن پر

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

کر سناتے ہیں ہم تجھ کو اُنکے کچھ حالات اور بیشک اُنکے پاس پہنچ چکے اُنکے رسول نشانیاں لے کر

فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ

پھر ہرگز نہ ہوا کہ ایمان لائیں اُس بات پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے یوں مہر کر دیتا ہے اللہ

قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ ۖ وَإِن وَجَدْنَا

کافروں کے دل پر ف۱ اور نہ پایا اُنکے اکثر لوگوں میں ہمنے عہد کا نباہ اور اکثر ان

أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ

میں پائے نافرمان ف۲ پھر بھیجا ہم نے اُن کے پیچھے ف۳ موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر

فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٠٣﴾

فرعون اور اسکے سرداروں کو پاس پس کفر کیا اُنہوں نے اُنکے مقابلہ میں سو دیکھ کیا انجام ہوا مفسدوں کا ف۴

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا فِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيقٌ

اور کہا موسیٰ نے اے فرعون میں رسول ہوں پروردگار عالم کا ☆ قائم ہوں

عَلَىٰ أَن لَّا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ قَدْ جِئْتُكُم بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ

اس بات پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سوا مگر جو سچ ہے لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی ف۵

فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ إِن كُنتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا

سو بھیجدے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ف۶ بولا اگر تو آیا ہے کوئی نشانی لیکر تو لا اُس کو

إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٠٦﴾ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

اگر تو سچا ہے ☆ تب ڈال دیا اُس نے اپنا عصا تو اُسی وقت ہوگیا اژدہا

مُّبِينٌ ﴿١٠٧﴾ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٠٨﴾ قَالَ الْمَلَأُ

صریح ف۷ اور نکالا اپنا ہاتھ تو اُسی وقت وہ سفید نظر آنے لگا دیکھنے والوں کو ف۸ بولے سردار

مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٩﴾ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم

فرعون کی قوم کے یہ تو کوئی بڑا واقف جادوگر ہے ف۹ نکالنا چاہتا ہے تم کو

طرح طرح کے مظالم کر رکھے ہیں، ضرورت ہے کہ اِن کو قبطیوں کی ذلیل غلامی سے آزادی دلا کر آبائی وطن کی طرف واپس کیا جائے ف۷ جس کے اژدہا ہونے میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ اژدہا منہ کھول کر فرعون کی طرف لپکا۔ آخر فرعون نے بدحواس ہو کر موسیٰ علیہ السّلام سے اُس کے پکڑنے کی درخواست کی۔ موسیٰ علیہ السّلام کا ہاتھ لگانا تھا کہ پھر عصا بن گیا۔ ف۸ یعنی ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل میں دبا کر نکالا تو لوگوں نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ غیر معمولی طور پر سفید اور چمکدار تھا۔ یہ روشنی اور چمک کسی مرض برص وغیرہ کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلب منور کی روشنی بطریق اعجاز ہاتھ میں سرایت کر جاتی تھی۔ ف۹ معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السّلام کے معجزات سے ہیبت زدہ ہو کر پبلک کو جمع کیا اور پہلے اُس نے بذات خود (کما فی الشعراء) پھر اُسکی طرف سے بڑے بڑے لیڈروں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ موسیٰ علیہ السّلام (معاذ اللہ) کوئی بڑے ماہر جادوگر معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جو خوارق موسیٰ علیہ السّلام سے ظاہر ہوئے اُنکی حیثیات کے موافق جادو سے بہتر اُن کی کوئی توجیہ نہ ہو سکتی تھی۔

مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ
تمہارے ملک سے اب تمہاری کیا صلاح ہے ف۱ بولے ڈھیل دے اسکو اور اسکے بھائی کو اور بھیج

فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ
پرگنوں میں جمع کرنے والوں کو ☆ کہ جمع کر لائیں تیرے پاس جو ہو کامل جادوگر ف۲ اور آئے جادوگر

فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ
فرعون کے پاس بولے ہمارے لئے کچھ مزدوری ہے اگر ہم غالب ہوئے ف۳ بولا

نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَ
ہاں اور بیشک تم مقرب ہو جاؤ گے ف۴ بولے اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور

اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا
یا ہم ڈالتے ہیں ف۵ کہا ڈالو ف۶ پھر جب انہوں نے ڈالا باندھ دیا

اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَیْنَآ
لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرا دیا اور لائے بڑا جادو ف۷ اور ہم نے حکم بھیجا

اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
موسیٰ کو کہ ڈال دے اپنا عصا سو وہ جبھی لگا نگلنے جو سانگ انہوں نے بنایا تھا ☆

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا
پس ظاہر ہو گیا حق اور غلط ہو گیا جو کچھ انہوں نے کیا تھا ☆ پس ہار گئے اس جگہ اور لوٹ گئے

صٰغِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ
ذلیل ہو کر ☆ اور گر پڑے جادوگر سجدہ میں ف۸ بولے ہم ایمان لائے پروردگار

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
عالم پر ☆ جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا ف۹ بولا فرعون کیا تم ایمان لائے

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ
اس پر میری اجازت سے پہلے یہ تو مکر ہے جو بنایا تم سب نے اس شہر میں

ف۱ یعنی عجیب و غریب ساحرانہ کرشمے دکھلا کر مخلوق کو اپنی طرف مائل کرلے اور انجام کار ملک میں اثر و اقتدار پیدا کر کے اور بنی اسرائیل کی حمایت و آزادی کا نام لے کر قبطیوں کو جو یہاں کے اصلی باشندے ہیں، اُن کے ملک و وطن (مصر) سے بے دخل کر دے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر مشورہ دو کہ کیا ہونا چاہئے۔ ف۲ مشاورت باہمی کے بعد یہ پاس ہوا کہ فرعون سے درخواست کی جائے کہ وہ ان دونوں (موسیٰ و ہارون) کے معاملہ میں جلدی نہ کرے۔ ان کا بہترین توڑ اور موثر جواب یوں ہو سکتا ہے کہ چپراسی بھیج کر تمام قلمرو میں سے فن سحر کے جاننے والے جو ان سے بھی بڑھ کر اس فن کے ماہر (ستار) ہوں جمع کر لئے جائیں، اُن سے ان کا مقابلہ کرایا جائے۔ چنانچہ یوں ہی کیا گیا۔ ف۳ ساحرین فرعون نے اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا کہہ کر پہلے ہی قدم پر جتلا دیا کہ انبیاء علیہم السلام جن کا پہلا لفظ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ہوتا ہے، کوئی پیشہ ور لوگ نہیں ہوتے۔ ف۴ یعنی مزدوری کیا چیز ہے وہ تو ملے گی، اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم ہمارے مقربین بارگاہ اور مصاحبین خاص میں داخل کر لئے جاؤ گے۔ ف۵ یہ شاید اس بناء پر کہا کہ پیشتر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے روبرو عصا ڈال کر باذن اللہ اژدہا بنا چکے تھے۔ ف۶ یعنی جب تم کو یہ مقابلہ ہی منظور ہے اور اسی پر آخری فیصلہ کا انحصار کرتے ہو تو پہلے تم ہی ڈال کر پوری قوت آزمائی کر لو۔ کیونکہ باطل کی پوری نمائش اور زور آزمائی کے بعد جو حق کا غلبہ مشاہد ہوگا، وہ امید ہے کہ زیادہ مؤثر اور واقع فی النفوس ہو۔ تو فی الحقیقت یہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سحر کے ساتھ معجزہ کا مقابلہ کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ دو صورتوں میں سے ایک ایسی صورت کا انتخاب تھا جو باطل کے محو اور حق کے غلبہ و وضوح کی مؤثر ترین صورت ہو سکتی تھی۔ ف۷ یعنی جادو کے زور سے نظربندی کر کے مجمع پر چھا گئے اور لوگوں کو مرعوب کر لیا۔ دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک دیں جس سے زمین پر سانپ ہی سانپ دوڑتے معلوم ہونے لگے (یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی)۔ ان آیات سے ظاہر ہوا کہ ساحرین فرعون نے اس وقت جو شعبدہ دکھلایا تھا اس میں فی الواقع قلب ماہیت نہیں ہوا۔ بلکہ وہ محض تخییل اور نظربندی تھی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام اقسام سحر اسی میں منحصر ہوں، شاید انہوں نے یہ گمان کیا ہو کہ ہم اپنی ہی کارروائی سے موسیٰ علیہ السلام کو دبالیں گے۔ اور کچھ گنجائش ملتی تو ممکن تھا کہ اس سحر عظیم سے بھی بڑا کوئی سحر اعظم دکھلاتے، مگر اعجاز موسوی نے سحر کو پہلے ہی مورچہ پر مایوس کن شکست دیدی، آگے موقع ہی نہ رہا کہ مزید مقابلہ جاری رکھا جاتا۔ ف۸ یعنی عصائے موسیٰ سانپ بن کر ان کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا، اور سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا جس سے ساحرین کو تنبہ ہوا کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے۔ آخر فرعون کے لوگ بھرے مجمع میں شکست کھا کر اور ذلیل ہو کر میدان مقابلہ سے لوٹے اور ساحرین خدائی نشان دیکھ کر بے اختیار سجدہ میں گر پڑے کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ و ہارون نے ظہور حق پر سجدہ شکر ادا کیا۔ اسی وقت ساحرین بھی سربسجود ہو گئے اُلْقِیَ السَّحَرَةُ کا لفظ بتلاتا ہے کہ کوئی ایسا قوی حال اُن پر طاری ہوا جس کے بعد بجز خضوع و استسلام کوئی چارہ نہیں رہا۔ رحمت الٰہیہ کا کیا کہنا کہ جو لوگ ابھی ابھی پیغمبر خدا سے نبرد آزمائی کر رہے تھے سجدہ سے سر اُٹھاتے ہی اولیاء اللہ اور عارف کامل بن گئے ف۹ چونکہ فرعون بھی اپنی نسبت اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کہتا تھا، شاید اس لئے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کے ساتھ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ کہنے کی ضرورت ہوئی اس میں یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ بیشک جہان کا پروردگار وہی ہو سکتا ہے جس نے موسیٰ و ہارون کو اپنی خاص ربوبیت سے بدون توسط اسباب ظاہرہ دنیا کے متکبروں پر علیٰ رؤس الاشہاد اس طرح غالب کر کے دکھلا دیا۔

ف یعنی یہ تم سب جادوگروں کی ملی بھگت ہے، غالباً موسیٰ تمہارا بڑا استاد ہوگا۔ اُس کو آگے بھیجا پھر سب نے اپنی مغلوبیت کا اظہار کر دیا۔ تاکہ عام لوگ متاثر ہو جائیں۔ اس گہری سازش سے تمہارا مقصود یہ ہے کہ اس ملک کے اصلی باشندوں کو نکال باہر کرو اور خود مصر کی سلطنت پر قبضہ کر لو۔ یہ تقریر فرعون نے اپنی کھلی شکست پر پردہ ڈالنے اور لوگوں کو اُلّو بنانے کی غرض سے کی تھی (فاستخف قومہٗ فاطاعوہٗ) مگر جس چیز سے فرعون اور فرعونی ڈر رہے تھے، آخر تقدیر الٰہی سے وہ ہی پیش آئی (ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون) (القصص۔ رکوع ۱) ف۲ ساحرین توحید اور تماشائے لقاء اللہ کی شراب سے مخمور ہو چکے تھے، جنت و دوزخ گویا آنکھوں کے سامنے تھیں۔ بھلا وہ اِن دھمکیوں کی کیا پرواہ کر سکتے تھے انہوں نے صاف کہہ دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں، جو کرنا ہو کر گذر۔ پھر ہم کو اپنے خدا کے پاس جانا ہے تیرے سر ہو کر رہی۔ وہاں کے عذاب سے یہاں کی تکلیف آسان ہے اور اُسکی رحمت و خوشنودی کے راستہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی تکالیف و مصائب کا برداشت کر لینا بھی عاشقوں کے لئے سہل ہے۔ ھنیئًا لِاَرباب النعیم نعیمھم ۔ وَلِلعاشقِ المسکین مَا یتجرَّعُ۔ ف۳ یعنی جس رب کی نشانیوں کو مان لینے سے ہم تیری نگاہ میں مجرم ٹھہرے ہیں، اُسی رب سے ہماری دعا ہے کہ وہ تیری زیادتیوں اور سختیوں پر ہم کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور مرتے دم تک اسلام پر مستقیم رکھے ایسا نہ ہو کہ گھبرا کر کوئی بات تسلیم و رضا کے خلاف کر گذریں۔ ف۴ جب حق کے نشان دیکھ کر ساحرین سجدہ میں گر پڑے اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا شروع کر دیا بلکہ بعض قبطیوں کا میلان بھی اُن کی طرف ہونے لگا تو فرعونی لیڈر گھبرائے اور فرعون کو یہ کہہ کر تشدد پر آمادہ کرنے لگے کہ موسیٰ اور اُس کی قوم بنی اسرائیل کو یہ موقع نہ دینا چاہیئے کہ وہ آزاد رہ کر ملک میں اُودھم مچاتے پھریں اور عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں اور آئندہ تیری اور تیرے تجویز کئے ہوئے معبودوں کی پرستش ملک سے موقوف کرا دیں۔ ف۵ فرعون اپنے کو "ربِ اعلیٰ" بڑا پروردگار کہتا تھا۔ غالباً اسی "اعلیٰ" کو نباہنے کے لئے کچھ ادنیٰ پروردگار بھی تجویز کئے ہونگے۔ اُن کو یہاں "آلہتک" کہا۔ بعض نے کہا کہ وہ گائے وغیرہ کی مجسم تصویریں تھیں۔ بعض نے سورج اور ستاروں کا ارادہ کیا ہے بعض کے نزدیک خود فرعون نے اپنی تصویر کے مجسمے پرستش کے لئے تقسیم کر دیئے تھے۔ کچھ ہی ہو بہرحال بڑا معبود اپنے ہی کو کہلواتا تھا۔ اور مَا عَلِمتُ لَکُم مِن اِلٰہٍ غیری کہہ کر خدا کے وجود کی نفی کرتا تھا۔ العیاذ باللہ۔ ف۶ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم کر رکھا تھا کہ لڑکوں کو قتل کر دیتا۔ اس خوف سے کہ کہیں یہ وہ ہی اسرائیلی نہ ہو جس کے ہاتھ پر اُسکی سلطنت کے زوال کی خبر منجمین نے دی تھی۔ اور لڑکیوں کو خدمت وغیرہ کے لئے زندہ رہنے دیتا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کا اثر دیکھ کر اندیشہ ہوا کہ کہیں اُنکی تربیت و اعانت سے بنی اسرائیل زور نہ پکڑ جائیں۔ اس لئے اُنہیں خوف زدہ اور عاجز کرنے کے لئے اپنے زور و قوت کے نشہ میں پھر اسی پُرانی اسکیم پر عمل کرنے کی ٹھہرائی۔ بنی اسرائیل اِس سفاکانہ تجویز کو سن کر طبعی طور پر پریشان اور دہشت زدہ ہوئے ہونگے۔ اُس کا علاج موسیٰ علیہ السلام نے آئندہ آیت میں بتلایا۔ ف۷ یعنی گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ کے سامنے کسی کا زور نہیں چلتا۔ ملک اُسی کا ہے جس کو مناسب جانے عطا فرمائے۔ لہٰذا ظالم کے مقابلہ میں اُسی سے مدد مانگو۔ اسی پر نظر رکھو، اُسی سے ڈرو، صبر و تقویٰ کی راہ اختیار کرو، اور یقین رکھو کہ آخری کامیابی صرف متقین کے لئے ہے۔ ف۸ یعنی ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے۔ تمہاری تشریف آوری سے قبل ہم سے ذلیل بیگار لیجاتی تھی اور ہمارے لڑکے قتل کئے جاتے تھے۔ تمہارے آنے کے بعد طرح طرح کی سختیاں کیجا رہی ہیں۔ اور قتل ابناء کے مشورے ہو رہے ہیں۔ دیکھئے کب ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔ ف۹ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی کہ زیادہ مت گھبراؤ۔ خدا کی مدد قریب آ گئی ہے۔ تم دیکھ لوگے کہ تمہارا دشمن ہلاک کر دیا جائیگا اور تم کو اُن کے اموال و املاک کا مالک بنا دیا جائیگا۔ تاکہ جس طرح آج سختی و غلامی میں تمہارا امتحان ہو رہا ہے، اُس وقت خوشحالی اور آزادی دیکر آزمایا جائے کہ کہاں تک اُس کی نعمتوں کی قدر اور احسانات کی شکر گذاری کرتے ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کے سُنانے کو نقل فرمایا، یہ سورت مکی ہے، اس وقت مسلمان بھی ایسے ہی مظلوم تھے "خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران" کے رنگ میں یہ بشارت اُن کو پہنچائی۔

لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَ

تاکہ نکال دو اس شہر کے رہنے والوں کو سو اب تم کو معلوم ہو جائے گا ف میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور

أَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوا إِنَّا

دوسری طرف کے پاؤں پھر سولی پر چڑھاؤں گا تم سب کو ☆ وہ بولے ہم کو تو

إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا

اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے ف۲ اور تجھ کو ہم سے یہی دشمنی ہے کہ مان لیا ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو

لَمَّا جَاءَتْنَا ۚ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿١٢٦﴾

جب وہ ہم تک پہنچیں اے ہمارے رب دہانے کھول دے ہم پر صبر کے اور ہم کو مار مسلمان ف۳

وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا

اور بولے سردار قوم فرعون کے کیوں چھوڑتا ہے تو موسیٰ کو اور اسکی قوم کو کہ دھوم مچائیں

فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَ

ملک میں ف۴ اور موقوف کرے تجھ کو اور تیرے بتوں کو ف۵ بولا اب ہم مار ڈالیں گے انکے بیٹوں کو اور

نَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿١٢٧﴾ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ

زندہ رکھیں گے انکی عورتوں کو اور ہم ان پر زور آور ہیں ف۶ موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے

اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ

مدد مانگو اللہ سے اور صبر کرو بیشک زمین ہے اللہ کی اُس کا وارث کر دے جس کو چاہے

مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٨﴾ قَالُوا أُوذِينَا مِن قَبْلِ

اپنے بندوں میں اور آخر میں بھلائی ہے ڈر والوں کیلئے ف۷ وہ بولے ہم پر تکلیفیں رہیں تیرے آنے

أَن تَأْتِيَنَا وَمِن بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ

سے پہلے اور تیرے آنے کے بعد ف۸ کہا نزدیک ہے کہ رب تمہارا ہلاک کر دے

عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٢٩﴾

تمہارے دشمن کو اور خلیفہ کر دے تم کو ملک میں پھر دیکھے تم کیسے کام کرتے ہو ف۹

ع ۱۴/۱۸/۴ — ع ۱۵/۱۵

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ
اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو قحطوں میں اور میووں کے نقصان میں

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ
تاکہ وہ نصیحت مانیں ☆ پھر جب پہنچی اُن کو بھلائی کہنے لگے یہ ہے ہمارے لائق

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا
اور اگر پہنچی برائی تو نحوست بتلاتے موسیٰ کی اور اُس کے ساتھ والوں کی سن لو اُن کی

طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا
شومی تو اللہ کے پاس ہے پر اکثر لوگ نہیں جانتے ف۱ اور کہنے لگے جو کچھ

تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾
تو لائیگا ہمارے پاس نشانی کہ ہم پر اُسکی وجہ سے جادو کرے سو ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے ف۲

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ
پھر ہم نے بھیجا اُن پر طوفان ف۳ اور ٹڈی اور چچڑی ف۴ اور مینڈک

وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾
اور خون بہت سی نشانیاں جدی جدی پھر بھی تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہگار ف۵

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ
اور جب پڑتا اُن پر کوئی عذاب تو کہتے اے موسیٰ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے جیسا کہ اُس نے بتلا رکھا

عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ
ہے تجھ کو ف۶ اگر تو نے دور کر دیا ہم سے یہ عذاب تو بیشک ہم ایمان لے آئیں گے تجھ پر اور جانے دیں گے

مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ
تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ☆ پھر جب ہم نے اُٹھا لیا اُن سے عذاب ایک مدت تک

هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي
کہ اُن کو اُس مدت تک پہنچنا تھا اُسی وقت عہد توڑ ڈالتے ف۷ پھر ہم نے بدلہ لیا اُن سے سو ڈبو دیا ہم نے اُن کو

ف۱ گذشتہ آیت میں فرمایا تھا "قریب ہے کہ خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کردے"۔ یہاں سے اُسی اہلاک موعود کے بعض مبادی کی تفصیل شروع کی گئی ہے۔ یعنی اُس سُنۃ اللہ کے موافق جس کا بیان اسی پارہ کے شروع میں آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ الخ کے تحت میں گذر چکا۔ خدا تعالیٰ نے فرعونیوں کو ابتدائی تنبیہ کے طور پر قحط، خشک سالی وغیرہ معمولی تکالیف اور سختیوں میں مبتلا کیا۔ تاکہ وہ خواب غفلت سے چونکیں اور موسیٰ علیہ السّلام کی پیغمبرانہ نصیحتوں کو قبول کریں۔ مگر وہ ایسے کاہے کو تھے، اُنہوں نے ان تنبیہات کی کچھ پرواہ نہ کی۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ڈھیٹ اور گستاخ ہو گئے چنانچہ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ کے قاعدہ سے جب قحط وغیرہ دور ہو کر ارزانی اور خوشحالی حاصل ہوتی تو کہنے لگتے کہ دیکھو ہماری خوش طالعی اور اقبالمندی کے لائق تو یہ حالات ہیں پھر اگر درمیان میں کبھی کسی ناخوشگوار اور بری حالت سے دوچار ہونا پڑ جاتا تو کہتے کہ یہ سب (معاذ اللہ) موسیٰ اور اُس کے رفقاء کی شومی تقدیر اور نحوست ہے۔ حق تعالیٰ نے اسی کا جواب دیا اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ الخ یعنی اپنی بدبختی اور نحوست کو مقبول بندوں کی طرف کیوں نسبت کرتے ہو۔ تمہاری اس نحوست کا واقعی سبب تو خدا کے علم میں ہے۔ اور وہ تمہارا ظلم و عُدوان اور بغاوت و شرارت ہے۔ اسی سبب کی بنا پر خدا کے یہاں سے کچھ حصہ نحوست کا وقتی سزا اور تنبیہ کے طور پر تم کو پہنچ رہا ہے۔ باقی تمہارے ظلم و کفر کی اصلی شومی و نحوست یعنی پوری پوری سزا تو وہ ابھی اللہ کے پاس محفوظ ہے جو دنیا میں یا آخرت میں اپنے وقت پر تم کو پہنچ کر رہیگی جسکی ابھی اکثر لوگوں کو خبر نہیں۔ ف۲ یہ موسیٰ علیہ السّلام کے معجزات و نشانات دیکھ کر کہتے تھے کہ خواہ کیسا ہی جادو آپ ہم پر چلائیں اور اپنے خیال کے موافق کتنے ہی نشان دکھلائیں، ہم کسی طرح تمہاری بات ماننے والے نہیں جب اُنہوں نے یہ آخری فیصلہ سُنا دیا اور قبول حق کے سب دروازے اپنے اوپر بند کر لئے، تب خدا نے اُن پر چند قسم کی عظیم الشان بلائیں یکے بعد دیگرے مسلط کر دیں جن کی تفصیل اگلی آیت میں آتی ہے ف۳ یعنی بارش اور سیلاب کا طوفان یا طاعون کی وجہ سے موت کا طوفان علیٰ اختلاف الاقوال۔ ف۴ "قُمّل" سے مراد چچڑیاں ہیں، جیسا کہ مترجم رحمہ اللہ نے اختیار کیا۔ یا جوئیں۔ یا گیہوں وغیرہ غلہ میں جو کیڑا لگ جاتا ہے جس سے غلہ خراب ہو جاتا ہے یعنی بدن اور کپڑوں میں چچڑیاں اور جوئیں پڑ گئیں۔ غلہ میں گھن لگ گیا۔ ف۵ یعنی تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ یہ سب آیات دکھلائی گئیں، مگر وہ کچھ ایسے متکبر، جرائم پیشہ اور پرانے گنہگار تھے کہ کسی طرح مان کر نہ دیا۔ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ جب فرعون نے موسیٰ علیہ السّلام کے مطالبہ (بنی اسرائیل کی آزادی) کو تسلیم نہ کیا تو حق تعالیٰ نے بارش کا طوفان بھیجا جس سے کھیتوں وغیرہ کی تباہی کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ آخر گھبرا کر حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ تم اپنے خدا سے کہہ کر یہ بلاء طوفان دور کرا دو تو ہم بنی اسرائیل کو آزادی دے کر تمہارے ساتھ روانہ کر دینگے۔ موسیٰ علیہ السّلام کی دعاء سے بارش بند ہو گئی اور بجائے نقصان کے پیداوار بہت کثرت سے ہوئی۔ فرعونی عذاب سے بے فکر ہو کر اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے تیار کھیتوں پر ٹڈی دل بھیج دیا جسے دیکھ کر پھر گھبرائے کہ یہ نئی آفت کہاں سے آ گئی۔ پھر موسیٰ علیہ السّلام سے دعاء کی درخواست کی اور پختہ وعدے کئے کہ اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم ضرور بنی اسرائیل کو آزاد کر دینگے۔ جب یہ عذاب بھی اٹھا لیا گیا تو پھر مطمئن ہو گئے اور سب وعدے فراموش کر دیئے۔ آخر جس وقت غلہ اُٹھا کر مکانوں میں بھر لیا تو خدا کے حکم سے غلہ میں گھن لگ گیا۔ پھر موسیٰ سے دُعاء کرائی اور بڑے پکے عہد و پیمان کئے، لیکن جہاں وہ حالت ختم ہوئی بدستور سابق سرکشی اور بدعہدی کرنے لگے تو خدا نے اُن کا کھانا اور پینا بے لطف کر دیا۔ مینڈک اس قدر کثرت سے پیدا کر دیئے گئے کہ ہر کھانے اور برتن میں مینڈک نظر آتا تھا جب بولنے یا کھانے کے لئے منہ کھولتے۔ مینڈک جست کر کے مُنہ میں پہنچتا تھا اور ویسے بھی اس جانور کی کثرت نے رہنا سہنا مشکل کر دیا۔ ادھر پینے کے لئے جو پانی لینا چاہتے تھے وہ ہی خدا کے حکم سے برتنوں میں یا منہ میں پہنچکر خون بنجاتا۔ غرض کھانے پینے تک سے عاجز ہو رہے تھے۔ اس پر بھی شیخی اور اکڑ فوں وہ ہی تھی۔ ف۶ یعنی اُس نے دُعاء کا جو مؤثر طریقہ تجھ کو بتلا رکھا ہے، اُسی طرح دعاء کر دیجئے۔ یا بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ کا یہ مطلب ہے کہ "نبی اللہ" ہونے کی حیثیت سے دعا فرما دیجئے۔ گویا "عہد" کا اطلاق نبوت پر ہوا۔ کیونکہ خدا اور نبی کے درمیان ایک طرح کا معاہدہ ہوتا ہے کہ خدا نبی کو خلعت اکرام و اعانت سے سرفراز فرمائے گا اور نبی اُس کی پیغام رسانی میں کوئی کوتاہی نہ کریگا۔ اور ممکن ہے بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ سے وہ عہد مُراد ہو جو بتوسط انبیاء علیہم السلام، اقوام سے کیا جاتا ہے کہ اگر تم کفر و تکذیب سے باز آجاؤ گے تو عذاب الٰہی اُٹھا لیا جائیگا واللہ اعلم۔ ف۷ اِس مُدت سے یا تو موت اور غرق ہونے تک کی مدت مراد ہے یا ممکن ہے ایک بلا کے بعد دوسری بلا کے آنے تک کا وقت مراد ہو۔

الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ

دریا میں اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان سے تغافل کرتے تھے ف۱ اور وارث کر دیا ہم نے ان

الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا

لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے ف۲ اس زمین کے مشرق اور مغرب کا

الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۬ۙ

کہ جس میں برکت رکھی ہے ہم نے ف۳ اور پورا ہو گیا نیکی کا وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر

بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا

بسبب ان کے صبر کرنے کے اور خراب کر دیا ہم نے جو کچھ بنایا تھا فرعون اور اس کی قوم نے اور جو

كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى

اونچا کر کے چھایا تھا ف۴ اور پار اتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے تو پہنچے ایک

قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا

قوم پر جو پوجنے میں لگ رہے تھے اپنے بتوں کے ف۵ کہنے لگے اے موسیٰ بنا دے ہماری عبادت کیلئے بھی ایک

كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

بت جیسے ان کے بت ہیں کہا تم لوگ تو جہل کرتے ہو ف۶ یہ لوگ

مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ

تباہ ہونے والی ہے وہ چیز جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور غلط ہے جو وہ کر رہے ہیں ف۷ کہا کیا اللہ

اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ

کے سوا ڈھونڈوں تمہارے واسطے کوئی اور معبود حالانکہ اس نے تم کو بڑائی دی تمام جہان پر ف۸ اور وہ وقت یاد کرو جب

مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ

نجات دی ہم نے تم کو فرعون والوں سے کہ دیتے تھے تم کو برا عذاب کہ مار ڈالتے تمہارے بیٹوں کو

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶

اور جیتا رکھتے تمہاری عورتوں کو اور اس میں احسان ہے تمہارے رب کا بڑا ف۹

ف "رجز" سے بعض مفسرین کے نزدیک طاعون مراد ہے جیسا کہ بعض احادیث میں یہ لفظ طاعون پر اطلاق کیا گیا ہے لیکن اکثر مفسرین ان آیات کو پچھلی آیات ہی کا بیان قرار دیتے ہیں موضح القرآن میں ہے کہ "یہ سب بلائیں ان پر آئیں ایک ایک ہفتہ کے فرق سے۔ اول حضرت موسیٰ فرعون کو کہہ آتے کہ اللہ تم پر یہ بلا بھیجے گا، وہ ہی بلا آتی۔ پھر مضطر ہوتے حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے۔ ان کی دعا سے دفع ہوتی، پھر منکر ہو جاتے۔ آخر کو وبا پڑی نصف شب کو سارے شہر میں ہر شخص کا پہلا بیٹا مر گیا، وہ لگے مُردوں کے غم میں، حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لیکر شہر سے نکل گئے۔ پھر کئی روز کے بعد فرعون پیچھے لگا۔ دریائے قلزم پر جا پکڑا۔ وہاں یہ قوم سلامت گذر گئی اور فرعون ساری فوج سمیت غرق ہوا۔ ف۲ یعنی بنی اسرائیل کو۔ ف۳ اکثر مفسرین کے نزدیک اس زمین سے مراد ملک شام ہے جس میں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات ودیعت کی ہیں۔ ظاہری تو یہی کہ نہایت سرسبز و شاداب، سیر حاصل، خوش منظر اور زرخیز ملک ہے۔ اور باطنی اس لئے کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن بنایا گیا ہے۔ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر ایک عرصہ تک صحرائے تیہ میں سرگرداں پھرتے رہے جیسا کہ پہلے گذر چکا، بعدہٗ حضرت یوشع کے ساتھ ہو کر "عمالقہ" سے جہاد کیا اور اپنے آبائی وطن ملک شام کے وارث بنے۔ بعض مفسرین نے اس زمین سے مصر مراد لیا ہے یعنی فرعونیوں کو غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل کو مصر کی دولت کا وارث بنا دیا کہ آزادی کے ساتھ اس سے متمتع ہوں۔ کما قال تعالیٰ کم ترکوا من جنٰت و عیون و زروع و مقام کریم و نعمۃ کانوا فیہا فاکھین کذلک واورثناھا قوما اٰخرین (دخان رکوع ۱) و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین و نمکن لھم فی الارض و نری فرعون و ھامان و جنودھما منھم ما کانوا یحذرون (القصص رکوع ۱) اس تقدیر پر مصر کی ظاہری برکات تو ظاہر ہیں باطنی اس حیثیت سے ہونگی کہ حضرت یوسف علیہ السلام وہیں مدفون ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن سے لیکر بڑی عمر تک طویل مدت اسی ملک میں گذاری۔ امام بغوی نے مفسرین کے دونوں قول جمع کر کے اس جگہ مصر و شام دونوں کا ارادہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی بنی اسرائیل نے جب فرعونیوں کے سخت تباہ کن شدائد پر صبر کیا، موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے موافق خدا سے استعانت کی اور پیغمبر خدا کا ساتھ دیا تو خدا نے جو نیک وعدہ ان سے کیا تھا (عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم اور نرید ان نمن علی الذین استضعفوا الخ) وہ پورا کر دکھایا۔ فرعون اور اسکی قوم نے اپنے کبر و نخوت کے اظہار کے لئے جو ڈھونگ بنا رکھا تھا وہ سب تباہ و برباد ہو گیا۔ اور انکی اونچی اونچی عمارتیں تہ و بالا کر دی گئیں سچ ہے "ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ" ف۵ بعض نے کہا کہ یہ قبیلہ لخم کے لوگ تھے اور بعض نے کنعانی عمالقہ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کے بت گائے کی شکل پر تھے واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت شان اور تنزیہ و تقدیس سے تم بالکل جاہل معلوم ہوتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ مدت دراز تک مصری بت پرستوں کے زیر سایہ رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کا میلان بار بار اس طرح کے افعال و رسوم شرکیہ کی طرف ہوتا تھا۔ یہ بیہودہ جاہلانہ درخواست بھی مصر کی آب و ہوا اور وہاں کے بت پرستوں کی صحبت کے تاثرات کو ظاہر کرتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جاہل آدمی نرے بے صورت معبود کی عبادت سے تسکین نہیں پاتا جب تک سامنے ایک صورت نہ ہو۔ وہ قوم دیکھی کہ گائے کی صورت پوجتی تھی انکو بھی یہ ہوس آئی آخر سونے کا بچھڑا بنایا اور پوجا" ف۷ یعنی ان کا بت پرستی کا مذہب میرے اور اہل حق کے ہاتھوں سے آیندہ تباہ ہونے والا ہے۔ اور جو کچھ سوانگ یہ اب تک بناتے رہے ہیں وہ محض باطل، غلط، بیکار اور بے حقیقت ہے۔ ف۸ یعنی خدا کے انعامات عظیمہ کی شکر گذاری اور حق شناسی کیا یہی ہو سکتی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش کر کے اللہ سے بغاوت کیجائے۔ پھر بڑی شرم کا مقام ہے کہ جس مخلوق کو خدا نے سارے جہان پر فضیلت دی وہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے سربسجود ہو جائے؟ کیا مفضول افضل کا معبود بن سکتا ہے؟! ف۹ اسکی تفسیر پارۂ الٓم کے ربع کے بعد ملاحظہ کیجائے۔ یہ مضمون وہاں گذر چکا ہے۔ یعنی جس خدا نے ابھی ابھی تم پر ایسا عظیم الشان احسان فرمایا کیا اُسے چھوڑ کر لکڑیوں اور پتھروں کے سامنے جھکتے ہو؟

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ

اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا انکو اور دس سے پس پوری ہوگئی مدت تیرے رب کی

اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ

چالیس راتیں ف۱ اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا خلیفہ رہ میری

قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى

قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کی راہ ف۲ اور جب پہنچا موسیٰ

لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ

ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اس سے اسکے رب نے بولا اے میرے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں ف۳ فرمایا تو مجھ کو

تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ

ہرگز نہ دیکھیگا ف۴ لیکن تو دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو مجھ کو

تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ

دیکھ لیگا ف۵ پھر جب تجلی کی اسکے رب نے پہاڑ کی طرف کر دیا اس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑا موسیٰ بیہوش ہو کر ف۶

فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

پھر جب ہوش میں آیا بولا تیری ذات پاک ہے میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا ف۷

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ڮ

فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھ کو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا

فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ

سو لے جو میں نے تجھ کو دیا اور شاکر رہ ف۸ اور لکھ دی ہم نے اس کو تختیوں پر

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

ہر قسم کی نصیحت اور تفصیل ہر چیز کی ف۹ سو پکڑ لے انکو زور سے

وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اور حکم کر اپنی قوم کو کہ پکڑے رہیں اس کی بہتر باتیں عنقریب میں تم کو دکھلاؤں گا گھر نافرمانوں کا ف۱۰

ف۱ جب بنی اسرائیل کو طرح طرح کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لئے کوئی آسمانی شریعت لایئے جس پر ہم دلجمعی کے ساتھ عمل کر کے دکھلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُن کا معروضہ بارگاہ الٰہی میں پیش کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے اُن سے کم از کم تیس دن اور زائد از زائد چالیس دن کا وعدہ فرمایا کہ جب اتنی مدت تم پے بہ پے روزے رکھو گے اور کوہ طور پر معتکف رہو گے، تو تم کو تورات شریف عنایت کی جائیگی دو مدتیں (کم اور زیادہ) ٹھہرانے کا شاید یہ مطلب تھا کہ اگر اثنائے ریاضت میں وظائف عبودیت اور آداب تقرب ادا کرنے کے اعتبار سے کسی قسم کی کوتاہی اور تقصیر ظاہر نہ کی تو اقل مدت تیس دن کافی ہونگے ورنہ اکثر الاجلین چالیس روز پورے کرنے پڑینگے۔ یا شروع سے تیس دن ضروری لازمی میعاد کے طور پر ہوں اور چالیس دن پورے کرنا اختیاری و استحبابی حیثیت سے اصل میعاد کی تکمیل و تتمیم کے طور پر رکھے گئے ہوں۔ جیسے شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بیٹی دیتے وقت فرمایا تھا عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ (القصص رکوع ۳) اور ہمارے زمانہ کے بعض مصنفین نے یہ کہا ہے کہ اصلی میعاد چالیس ہی دن کی تھی جیسا کہ سورۂ بقر میں مذکور ہے اور یہاں بھی فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ اُس چالیس دن کے بیان کا ایک پیرایہ ہے کہ ہم نے تیس دن کا وعدہ کیا تھا جن کا تتمہ دس دن اور رکھے۔ تاکہ اشارہ ہو جائے کہ ایک مہینہ سالم (ذیقعدہ) پورا کر کے دوسرے مہینہ (ذی الحج) میں سے دس دن اور بڑھائے گئے۔ اس طرح یکم ذی القعدہ سے شروع ہو کر ۱۰۔ ذی الحجہ کو چلہ پورا ہوا جیسا کہ اکثر سلف سے منقول ہے واللہ اعلم۔ موضح القرآن میں ہے کہ "حق تعالیٰ نے وعدہ دیا حضرت موسیٰ کو کہ پہاڑ پر تیس رات خلوت کرو کہ تمہاری قوم کو "تورات" دوں۔ اس مدت میں اُنہوں نے ایک دن مسواک کی۔ فرشتوں کو اُن کے منہ کی بُو سے خوشی تھی، وہ جاتی رہی، اُسکے بدلے دس رات اور بڑھا کر مدت پوری کی"۔ ف۲ یعنی میری غیبت میں میرے حصہ کا کام بھی تم ہی کرو۔ گویا حکومت و ریاست کے جو اختیارات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھے، وہ ہارون علیہ السلام کو تفویض کر دیئے گئے اور چونکہ بنی اسرائیل کی تلون مزاجی اور سست اعتقادی کا پورا تجربہ رکھتے تھے، اس لئے بڑی تصریح و تاکید سے ہارون علیہ السلام کو متنبہ کر دیا کہ اگر میرے پیچھے یہ لوگ کچھ گڑبڑ مچائیں تو تم اصلاح کرنا اور میرے طریق کار پر کاربند رہنا، مفسدہ پردازوں کی راہ پر مت چلنا۔ خدا کی مشیت کہ موسیٰ علیہ السلام یہ وصیت کر کے اُدھر گئے۔ اِدھر بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی مگر حضرت ہارون نے موجودہ بائبل نویسوں کے علی الرغم یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِیْ کہہ کر اُنکی گمراہی اور اپنی بیزاری کا صاف صاف اعلان کر دیا اور وصیت موسوی کے موافق اصلاح حال کی امکانی کوشش کی۔ ف۳ چالیس دن کی میعاد پوری ہو چکنے پر حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کسی مخصوص و ممتاز رنگ میں شرف مکالمہ بخشا۔ اُس وقت حضرت موسیٰ کو بلا واسطہ کلام الٰہی سُننے کی لذت بے پایاں حاصل ہوئی تو کمال اشتیاق سے متکلم کے دیدار کی آرزو کرنے لگے۔ اور بے ساختہ درخواست کر دی رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ اے پروردگار! میرے اور اپنے درمیان سے حجاب اور موانع اُٹھا دیجئے اور وجہ انور بے حجاب سامنے کر دیجئے کہ ایک نظر دیکھ سکوں۔ ف۴ یعنی دنیا میں کسی مخلوق کا یہ فانی وجود اور فانی قوی اُس ذوالجلال والاکرام لم یزل ولا یزال کے دیدار کا تحمل نہیں کر سکتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کو موت سے پہلے دیدار خداوندی کا شرف حاصل ہونا شرعاً ممتنع ہے۔ گو عقلاً ممکن ہو۔ کیونکہ اگر امکان عقلی بھی نہ مانا جائے، تو موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایک محال عقلی کی درخواست کرتے۔ اہل السنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ رویت باری دنیا میں عقلاً ممکن، شرعاً ممتنع الوقوع ہے اور آخرۃ میں اُس کا وقوع نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ رہی رسول اللہ صلعم کی رویت شب معراج میں، وہ اختلافی مسئلہ ہے جس کا ذکر انشاء اللہ سورۂ "نجم" میں آئیگا۔ ف۵ یعنی تم پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، ہم اپنے جمال مبارک کی ایک ذرا سی جھلک اُس پر ڈالتے ہیں۔ اگر پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز اُس کو برداشت کر سکی تو ممکن ہے تم کو بھی اُس کا تحمل کرا دیا جائے۔ ورنہ سمجھ لیجئے کہ جس چیز کا تحمل پہاڑ سے نہ ہو سکے، کسی انسان کی مادی ترکیب اور جسمانی آنکھیں اُسے کیسے برداشت کر سکتی ہیں۔ اگرچہ قلبی اور روحانی طاقت کے اعتبار سے زمین، آسمان، پہاڑ، سب چیزوں سے انسان فائق ہو۔ اور اسی لئے موسیٰ علیہ السلام جس وحی الٰہی کے حامل تھے، بلکہ دوسرے انسان بھی جس امانت عظیمہ کے حامل ہیں، پہاڑ وغیرہ اُس کے اُٹھانے پر قادر نہیں۔ فَاَبَیْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (احزاب رکوع ۹) لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر رکوع ۳) تاہم جس چیز کا تعلق ظاہری آنکھوں یا بدن کی مادی قوت سے ہو، اُس میں انسان دوسری عظیم الخلقت چیزوں سے بہت کمزور واقع ہوا ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (المومن رکوع ۶) وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (نساء رکوع ۵) اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کو انسانی وجود کی اسی کمزوری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ف۶ حق تعالیٰ کی تجلیات بہت طرح کی ہیں اور یہ خدا کا ارادی فعل ہے کہ جس چیز پر جس طرح چاہے تجلی فرمائے۔ پہاڑ پر جو تجلی ہوئی اُس نے مثا پہاڑ کے خاص حصہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالا، اور موسیٰ علیہ السلام جو کہ محل

بقیہ فوائد صفحہ ۲۱۶ تجلی سے قریب تھے، اُن پر اس قرب محل اور پہاڑ کے ہیبتناک منظر دیکھنے کا یہ اثر ہوا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھ لیجئے کہ بجلی جس چیز پر گرتی ہے اُسے جلا کر ایک آن میں کس طرح خاک سیاہ کر دیتی ہے اور جو لوگ اُس مقام کے قریب ہوتے ہیں، بسا اوقات اُنہیں بھی کم و بیش صدمہ پہنچ جاتا ہے۔ ف یعنی پاک ہے اس سے کہ کسی مخلوق کے مشابہ ہو اور یہ فانی آنکھیں اُسکے دیدار کا تحمل کر سکیں۔ تیری پاکی اور برتری کا اقتضاء یہ ہے کہ کسی چیز کی طلب تیری اجازت کے بدون نہ کیجائے۔ میں توبہ کرتا ہوں کہ فرط اشتیاق میں بدون اجازت کے ایک نازیبا درخواست کر گذرا۔ میں اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے پہلے تیری عظمت و جلال کا یقین رکھتا ہوں اور پہلا وہ شخص ہوں جسے ذوقی و عیانی طریق پر منکشف ہوا کہ خداوند قدوس کی رویت دنیا میں ان ظاہری آنکھوں سے واقع نہیں ہو سکتی۔ ف یعنی دیدار نہ ہو سکا نہ سہی، یہ شرف و امتیاز کیا تھوڑا ہے کہ ہم نے تجھ کو پیغمبر بنایا اور تورات عطا کی اور بلا واسطہ کلام فرمایا سو جس قدر بخشش ہماری طرف سے ہوئی، اُسے پلے باندھو اور اُن بندوں میں شامل رہو جنہیں خدا نے "شاکرین" کے امتیازی لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ ف۹ بعض کہتے ہیں کہ توراۃ شریف ان تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ تختیاں تورات کے علاوہ تھیں جو نزول تورات سے پہلے مرحمت ہوئیں۔ بہرحال دیدار نہ ہو سکنے سے جو شکستگی موسیٰ علیہ السلام کو ہوئی اُس کی تلافی اور جبر مافات کے طور پر الواح عطا کی گئیں جن میں ہر قسم کی نصیحتیں اور تمام ضروری احکام کی تفصیل تھی (ابن کثیر)۔ ف یعنی خود بھی ان الواح کو مضبوطی اور احتیاط سے پکڑے رہو کہیں ہاتھ سے چھوٹ نہ جائیں اور اپنی قوم کو سمجھاؤ کہ وہ ان الواح کی بہترین ہدایات پر پختگی سے عمل کرتے رہیں اور ایسی اچھی چیز کو ہاتھ سے نہ دیں۔ (تنبیہ) لفظ "اَحْسَنِهَا" سے یا تو اس پر متنبہ فرمانا ہے کہ اُن میں "احسن" کے سوا اور کچھ نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو احکام دیئے گئے تھے یوں تو سب فی حد ذاتہ "حسن" ہیں۔ مگر بعض بعض سے احسن ہوتے ہیں۔ مثلاً ظالم سے بدلہ لینا جائز اور حسن ہے۔ لیکن صبر کرنا اور معاف کر دینا عزیمت اور احسن ہے۔ گویا بنی اسرائیل کو اس پر آمادہ کرنا تھا کہ عزائم و مندوبات کے اکتساب میں سعی کریں اور خدا کے کامل فرمانبردار بنیں۔ اگر نافرمانی کریں گے تو اُنہیں نافرمانوں کا گھر دکھلا دیا جائیگا یعنی آخرت میں دوزخ اور دنیا میں تباہی و رسوائی۔ اعاذنا اللہ منہما (ابن کثیر و بغوی) اور بعض نے نافرمانوں کے گھر سے شام یا مصر مراد لیا ہے۔ جو نافرمان عمالقہ یا فرعونیوں کا ملک تھا۔ اس صورت میں یہ آیت بنی اسرائیل کے لئے بشارت ہوگی کہ اگر پوری طرح فرمانبرداری کروگے تو نافرمانوں کے ملک تم کو دیدئے جائیں گے والراجح ہو الاول کما رجحہ ابن کثیر۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَ
میں پھیر دونگا اپنی آیتوں سے اُن کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق اور

اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ
اگر دیکھ لیں ساری نشانیاں ایمان نہ لائیں اُن پر اور اگر دیکھیں رستہ ہدایت کا تو نہ ٹھہرائیں اسکو

سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
راہ اور اگر دیکھیں رستہ گمراہی کا تو اس کو ٹھہرالیں راہ یہ اس لئے کہ اُنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور رہے اُن سے بے خبر ف۱ اور جنہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو

وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا
اور آخرت کی ملاقات کو برباد ہوئیں اُن کی محنتیں وہی بدلا پائیں گے جو کچھ عمل کرتے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا
تھے ف۲ اور بنا لیا موسیٰ کی قوم نے اُس کے پیچھے اپنے زیور سے بچھڑا ف۳

جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ
ایک بدن کہ اُسمیں گائے کی آواز تھی کیا اُنہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ اُن سے بات بھی نہیں کرتا اور نہیں بتلاتا رستہ

اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا
معبود بنا لیا اُسکو اور وہ تھے ظالم ف۴ اور جب پچھتائے اور سمجھے

اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ
کہ ہم بیشک گمراہ ہوگئے تو کہنے لگے اگر نہ رحم کرے ہم پر ہمارا رب اور نہ بخشے ہم کو تو بیشک ہم

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ
تباہ ہونگے ف۵ اور جب لوٹ آیا موسیٰ اپنی قوم میں غصہ میں بھرا ہوا افسوسناک ف۶

قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ
بولا کیا بری نیابت کی تم نے میری میرے بعد ف۷ کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم کو ف۸ اور

ع ۶/۷ وقف لازم

فوائد صفحہ ہذا ف۱ جو لوگ خدا اور پیغمبروں کے مقابلہ میں ناحق کا تکبر کرتے ہیں اور نخوت و غرور اجازت نہیں دیتا کہ احکام الٰہی کو قبول کریں، ہم بھی اُن کے دل اپنی آیات کی طرف سے پھیر دینگے کہ آیندہ اُن سے منتفع ہونے کی توفیق نہ ہوگی۔ ایسے لوگوں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ خواہ کتنے ہی نشان دیکھیں اور کتنی ہی آیتیں سنیں ٹس سے مس نہ ہوں ہدایت کی سڑک کیسی ہی صاف اور کشادہ ہو، اُس پر نہ چلیں ہاں گمراہی کے راستہ پر نفسانی خواہشات کی پیروی میں دوڑے چلے جائیں۔ تکذیب کی عادت اور غفلت کی تمادی سے جب دل مسخ ہو جاتا ہے، اُس وقت آدمی اس حالت کو پہنچتا ہے۔ ف۲ یعنی احکام الٰہیہ پر چلنے کی توفیق نہ ہوگی۔ اور جو کچھ کام اپنی عقل سے کرینگے وہ خدا کے یہاں قبول نہ ہوگا جیسا کرینگے ویسا بھگتیں گے۔ باقی اُن کی بچان اور مُردہ نیکیوں کا جو بدلہ ملنا ہوگا دنیا میں مل رہیگا ف۳ یہ زیور جسے گلا کر اور ڈھال کر بچھڑا بنایا اصل میں فرعون کی قوم قبطیوں کا تھا۔ اُن کے پاس کو بنی اسرائیل کے قبضہ میں آیا جیسا کہ سورہ "طٰہٰ" میں ہے حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ ف۴ سورہ "طٰہٰ" میں اس بچھڑے کا مفصل قصہ آئیگا۔ یہاں اُنکی حماقت و سفاہت پر متنبہ فرمایا ہے کہ ایک خود ساختہ ڈھانچہ میں سے گائے کی آواز سُن لینے پر مفتوں ہوگئے اور بچھڑے کو خدا سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ اُس کی بے معنی آواز میں نہ کوئی کلام و خطاب تھا نہ دینی یا دنیوی رہنمائی اُس سے ہوتی تھی۔ اس طرح کی صوتِ محض تو کسی چیز کو انسانیت کے درجہ تک بھی نہیں پہنچا سکتی، چہ جائیکہ خالق جل و علا کے مرتبہ پر پہنچا دے۔ یہ کتنا بڑا ظلم اور بے موقع کام ہے کہ ایک معمولی جانور کی صورت کو خدا کہہ دیا جائے بات یہ ہے کہ اس قوم کو پہلے ہی سے ایسی بے موقع باتیں کرنے کی عادت تھی۔ چنانچہ پیشتر اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ کی درخواست موسیٰ علیہ السلام سے کر چکے تھے۔ ف۵ اپنی بد عقلی اور کجروی سے اُنہوں نے ایسا بے ڈھنگا اور بھونڈا کام کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی تنبیہ کے بعد جب باطل کا جوش ٹھنڈا ہوا اور عقل و ہوش کچھ ٹھکانے ہوئے تو خود بھی اپنی حرکت پر بہت شرمائے گویا مارے ندامت کے ہاتھ کاٹنے لگے اور خوف و ہراس کی وجہ سے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، گھبرا کر کہنے لگے اب کیسے بنیگی اگر خدا نے ہم پر رحم فرما کر توبہ اور مغفرت کی کوئی صورت نہ نکالی تو یقیناً ہم ابدی خسران اور دائمی ہلاکت میں جا پڑینگے۔ ف۶ کیونکہ حق تعالیٰ نے طور ہی پر اطلاع دیدی تھی کہ سامری نے تیری قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ یہ سُن کر موسیٰ علیہ السلام سخت متاسف اور غضبناک تھے۔ ف۷ یہ خطاب عباد عجل (گوسالہ پرستوں) کو تھا یعنی میرے پیچھے تم نے خوب میری قائم مقامی کی جس بات پر میں سب سے زیادہ زور دیتا تھا خدا کی توحید و تفرید، اس کی جگہ تم نے بچھڑے کی پوجا پہ کمر کس لی کہ هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى (فی الحقیقت یہی تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے) اور ممکن ہے خطاب ہارون علیہ السلام کو بھی ہو کہ تم نے میری (بقیہ بر صفحہ ۲۱۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۱۷۔ نیابت کا حق جو اُخْلُفْنِی فِی قَوْمِی کہہ کر سپرد کر گئے تھے، اچھی طرح ادا نہ کیا کہ اُن کو روکتے اور مضبوطی سے اِس فتنہ کا مقابلہ کرتے۔ جیسا کہ سورۂ "طٰہٰ" میں مفصل آئیگا۔ ف یعنی پروردگار سے تمہارے لئے احکام ہی لینے تو گیا تھا اور چالیس روز کی میعاد بھی خدا نے مقرر کر دی تھی تم نے خدا کی مقرر کی ہوئی مدت پوری ہونے اور اُس کے احکام لے آنے کا بھی انتظار نہ کیا۔ کچھ بہت زمانہ تو نہیں گذر گیا تھا جو تم نے گھبرا کر اس قدر جلد خدا کے قہر و غضب کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی۔ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ (طٰہٰ، رکوع ۴)

اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ

ڈالدیں وہ تختیاں اور پکڑا سر اپنے بھائی کا لگا کھینچنے اُسکو اپنی طرف ف۱ وہ بولا کہ اے میری ماں کے جنے

اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِیْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ

لوگوں نے مجھ کو کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھ کو مار ڈالیں سو مت ہنسا مجھ پر

الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۰ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ

دشمنوں کو اور نہ ملا مجھ کو گنہگار لوگوں میں ف۲ بولا اے میرے رب معاف کر مجھ کو

وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۵۱ اِنَّ

اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ف۳ البتہ

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ

جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اُن کو پہنچیگا غضب اُن کے رب کا اور ذلت

فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِيْنَ ۝۱۵۲ وَالَّذِيْنَ

دنیا کی زندگی میں اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو ف۴ اور جنہوں نے

عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ

کئے بُرے کام پھر توبہ کی اُس کے بعد اور ایمان لائے تو بیشک تیرا رب توبہ

بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۵۳ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ

کے پیچھے البتہ بخشنے والا مہربان ہے ف۵ اور جب تھم گیا موسیٰ کا غصہ تو

اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ

اُس نے اُٹھا لیا تختیوں کو اور جو اُن میں لکھا ہوا تھا اُسمیں ہدایت اور رحمت تھی اُنکے واسطے جو اپنے رب سے

يَرْهَبُوْنَ ۝۱۵۴ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ

ڈرتے ہیں ☆ اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے وقت پر لانے کو

فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ

پھر جب اُن کو زلزلہ نے پکڑا تو بولا اے رب میرے اگر تو چاہتا تو پہلے ہی ہلاک کر دیتا اُن کو

فوائد صفحہ ہذا ف۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام اِس مشرکانہ ڈھونگ کو دیکھ کر اور ہارون علیہ السلام کی نرمی و تساہل کا گمان کر کے اس قدر افروختہ اور دینی حمیت و غیرت کے جوش سے اس قدر بے قابو ہو رہے تھے کہ ہارون علیہ السلام کی طرف لپکے اور حرارت ایمانی کے بے اندازہ جوش میں اُنکی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے۔ معاذ اللہ ہارون کی اہانت کی نیت سے نہیں کیونکہ ہارون خود مستقل نبی اور عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے پھر ایک اولوالعزم پیغمبر سے یہ کیسے ممکن تھا کہ دوسرے نبی کی جو اُس کا بڑا بھائی بھی ہو ذرہ برابر توہین کا ارادہ کرے۔ نہیں موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ معاملہ اُس وقت ہوا جبکہ وہ قوم کی سخت بدعنوانی کی بناء پر محض فی اللہ اور غصہ سے بے اختیار ہو رہے تھے حضرت ہارون کی نسبت یہ خیال گذر رہا تھا کہ شاید انہوں نے اصلاح حال کی پوری کوشش نہیں کی۔ حالانکہ اُن کو اصلاح کی بھی تاکید کر گئے تھے۔ بیشک ہارون، نبی اور عمر میں بڑے تھے۔ مگر رتبہ میں موسیٰ علیہ السلام اُن سے بڑے تھے اور سیاسی و انتظامی حیثیت سے ہارون کو اُن کا وزیر اور تابع بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی شان سیادت و حکومت کا ظہور ہوا۔ گویا اُن کی طرف سے یہ دارو گیر اور سخت بازپرس حضرت ہارون کی تقصیر مظنون پر ایک قسم کی فعلی ملامت تھی جس سے قوم کو بھی پوری طرح متنبہ کر دیا گیا کہ پیغمبر کا قلب تشنۂ توحید سے کس قدر سرشار اور دسیسۂ شرک و کفر سے کس قدر نفور و بیزار ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں ادنیٰ ترین تساہل یا خاموشی کو بھی برداشت نہیں کر سکتے حتیٰ کہ ایک نبی کی نسبت اگر ایسا وہم ہو جائے کہ اُس نے شرک کے مقابلہ پر آواز بلند کرنے میں ذرا سی کوتاہی کی ہے تو اُس کی بزرگی اور وجاہت عند اللہ بھی ایسی سخت بازپرس سے اُن کو نہیں روک سکتی۔ بہرحال موسیٰ علیہ السلام اُس حالت میں شرعاً معذور تھے۔ اِسی فرط غضب اور ہنگامۂ دارو گیر میں الواح (وہ تختیاں جو خدا کی طرف سے مرحمت ہوئی تھیں) اُن کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں جسے عدم تحفظ کی وجہ سے تغلیظاً "القاء" سے تعبیر فرمایا، کیونکہ بظاہر خُذْهَا بِقُوَّةٍ کا امتثال نہ کر سکے۔ یا جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے ہارون کی طرف بڑھتے وقت ہاتھ خالی کرنے کے لئے بہت تیزی اور عجلت کے ساتھ تختیاں ایک طرف رکھ دیں۔ مگر چونکہ اِن دونوں معاملات کی سطح جو ہارون یا الواح کے متعلق ظہور میں آئے صورۃً پسندیدہ نہ تھی، گو موسیٰ علیہ السلام نیۃً معذور تھے اس لئے آئندہ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ الخ کہہ کر حق تعالیٰ سے عفو کی درخواست کی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ ف۲ گو ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے عینی بھائی ہیں۔ مگر ماں کی طرف نسبت کرنے سے اُن کو نرمی اور شفقت پر آمادہ کرنا تھا۔ اس آیت میں ہارون کی معذرت کا بیان ہے۔ حاصل یہ ہے کہ میں اپنے مقدور کے موافق اِن کو سمجھا چکا لیکن اُنہوں نے میری کچھ حقیقت نہ سمجھی۔ اُلٹے مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہونے لگے۔ اب آپ ایسا معاملہ کر کے اِن کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور عتاب و غصہ کا اظہار کرتے وقت مجھ کو ظالموں کے ذیل میں شامل نہ کیجئے۔ ف۳ یعنی شدت غضب میں جو بے اعتدالی یا اجتہادی غلطی مجھ سے ہوئی خواہ میں اُس میں کتنا ہی نیک نیت ہوں، آپ معاف فرما دیجئے اور میرے بھائی ہارون سے اگر اُن کے درجہ اور شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی طرح کی کوتاہی قوم کی اصلاح میں ہوئی، اُس سے بھی درگذر فرمائیے۔ ف۴ یہ غضب وہی ہے جس کا ذکر سورہ بقرہ میں ربع پارہ الٓمٓ کے بعد گذر چکا یعنی "گوسالہ پرستوں" کو وہ لوگ قتل کریں جنہوں نے یہ حرکت نہیں کی اور دوسروں کو روکنے میں حصہ بھی نہ لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا دنیا میں قتل ہے۔ ف۵ یعنی بڑا کام حتیٰ کہ شرک و کفر کر کے پھر توبہ کر لے اور ایمان لے آئے تو "غفور رحیم" کے یہاں رحمت اور معافی کی کچھ کمی نہیں معافی وغیرہ آخرت سے متعلق ہے۔ گویا اشارہ فرما دیا کہ گوسالہ پرستوں کو جو سزائے قتل دی گئی وہ اُنکے حق میں شرطاً قبول توبہ تھی جیسی تھی تو بُوا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ (بقرہ) اب اُن پر اُخروی مواخذہ باقی نہیں رہا۔ دنیوی سزا کے بعد اُخروی حالت کا بیان اس جگہ ایسا ہی ہے جیسے دوسری جگہ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا الخ کے بعد فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فرما دیا گیا۔

ف۱ راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ میقات اُس میقات کے علاوہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو "تورات" عطا فرمانے کے لئے مقرر ہوا تھا۔ نیز آیات حاضرہ کی ترتیب سے بظاہر مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ گوسالہ پرستی اور سزا یابی کے بعد پیش آیا لیکن سورہ نساء کی آیت فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ الخ زیادہ صفائی سے بتلاتی ہے کہ گوسالہ پرستی اس واقعہ کے بعد ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس واقعہ کا خلاصہ سورہ بقرہ میں ربع پارہ "الٓمٓ" کے بعد گذر چکا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تمہاری باتیں اُس وقت تسلیم کر سکتے ہیں جب خدا تعالیٰ سے خود سُن لیں حضرت موسیٰ اُن میں سے ستر آدمیوں کو جو سردار تھے منتخب کر کے طور پر لے گئے۔ آخر انہوں نے حق تعالیٰ کا کلام سُن لیا کہنے لگے کہ جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے بےحجاب دیکھ نہ لیں، ہم کو یقین نہیں آ سکتا۔ اِس گستاخی پر نیچے سے سخت بھونچال آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک ہوئی، آخر کانپ کر مر گئے، یا مُردوں کی سی حالت کو پہنچ گئے۔ موسیٰ نے اپنے آپ کو اُن کے ساتھ شامل کر کے نہایت مؤثر انداز میں دعا کی جس کا حاصل یہ تھا کہ خداوندا! اگر تو ہلاک کرنا ہی چاہتا تو اِن سب کو بلکہ اُن کے ساتھ مجھ کو بھی کہیں پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔ کس کی مجال تھی کہ آپ کی مشیت کو روک سکتا؟ جب آپ نے ایسا نہیں چاہا، بلکہ مجھے یہیں لانے کی اور اِن کو کلام الٰہی سننے کے لئے یہاں آنے کی اجازت دی، تو یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ اپنے یہاں بلا کر محض بعض بیوقوفوں کی حماقت کی سزا میں ہم سب کو ہلاک کر دینا چاہیں یقیناً یہ (رجفہ وصاعقہ کا) منظر سب آپ کی طرف سے ہماری آزمائش وامتحان ہے اور ایسے سخت امتحانات میں ثابت قدم رکھنا یا نہ رکھنا بھی آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اِس قسم کے خطرناک اور مزلّت الاقدام مواقع میں آپ ہی ہمارے تھامنے اور دستگیری کرنے والے ہیں اور صرف آپ ہی کی ذات منبع الخیرات ہے یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ ہم سب کی گذشتہ تقصیرات اور بے اعتدالیوں سے درگذر فرمائیں۔ اور آئندہ اپنی رحمت سے ایسی خطاؤں اور غلطیوں کا شکار نہ ہونے دیں۔ حضرت موسیٰ کی اس دعا پر وہ لوگ بخشے گئے اور خدا نے اُن کو ازسرنو زندگی مرحمت فرمائی کما قال ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "شاید حضرت موسیٰ نے اپنی اُمت کے حق میں دنیا اور آخرت کی بھلائی جو مانگی مراد یہ تھی کہ سب اُمتوں پر مقدم اور فائق رہیں دنیا اور آخرت میں، جواباً خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب اور رحمت کسی فرقہ پر مخصوص نہیں، سو عذاب تو اُسی پر ہے جس کو اللہ چاہے اور رحمت عامہ سب مخلوق کو شامل ہے، لیکن وہ رحمت خاص جو تم طلب کر رہے ہو، لکھی ہے اُن کے نصیب میں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں اور اموال میں زکوٰۃ ادا کرتے یا نفس کا تزکیہ کرتے ہیں اور خدا کی ساری باتوں پر یقین کامل رکھتے ہیں یعنی آخری اُمت کہ سب کتابوں پر ایمان لاویگی، سو حضرت موسیٰ کی اُمت میں سے جو کوئی آخری کتاب پر یقین لائے وہ پہنچے اس نعمت کو اور حضرت موسیٰ کی دعا اُن کو لگی"۔

ف۳ "اُمّی" یا تو "اُمّ" (بمعنی والدہ) کی طرف منسوب ہے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور کسی کا شاگرد نہیں ہوتا، نبی کریم صلعم نے ساری عمر کسی مخلوق کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ اس پر کمال یہ ہے کہ جن علوم ومعارف اور حقائق و اسرار کا آپ نے افاضہ فرمایا کسی مخلوق کا حوصلہ نہیں کہ اُس کا عُشرِ عَشیر پیش کر سکے پس "نبی امی" کا لقب اس حیثیت سے آپ کے لئے مایۂ صد افتخار ہے، اور یا "اُمّی"

وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ

اور مجھ کو کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا ہماری قوم کے احمقوں نے یہ سب تیری آزمائش ہے

تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا

بچلائے اس میں جس کو تو چاہے اور سیدھا رکھے جس کو چاہے تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا سو بخش دے ہم کو

وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿١٥٥﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا

اور رحمت کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ف۱ اور لکھ دے ہمارے لئے اس دنیا میں

حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ

بھلائی اور آخرت میں ہم نے رجوع کیا تیری طرف فرمایا میرا عذاب ڈالتا ہوں میں اس کو

مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ

جس پر چاہوں اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو سو اس کو لکھ دونگا ان کے لئے جو ڈر رکھتے ہیں

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ

اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں ف۲ وہ لوگ جو

يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا

پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے ف۳ کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا

عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ

اپنے پاس توریت اور انجیل میں ف۴ وہ حکم کرتا ہے ان کو نیک کام کا اور

يَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ

منع کرتا ہے برے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ

اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں ف۵ سو جو لوگ

آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ

اس پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کی مدد کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اترا ہے ف۶

کی نسبت "اُمّ القریٰ" کی طرف ہو جو "مکہ معظمہ" کا لقب ہے جو آپ کا مولد شریف تھا۔ ف۴ یعنی آپ کی تشریف آوری کی بشارات اور نعوت وصفات کتب سماویہ سابقہ میں مذکور ہیں۔ حتیٰ کہ اُس وقت سے لے کر آج تک ساڑھے تیرہ سو برس کی کاٹ چھانٹ کے بعد بھی موجودہ بائبل میں بہت سی بشارات واشارات پائے جاتے ہیں جن کو ہر زمانہ کے علماء بحوالۂ کتب دکھلاتے چلے آئے ہیں۔ وللہ الحمد علیٰ ذلک ف۵ یعنی یہود پر جو سخت احکام تھے اور کھانے کی چیزوں میں اُن کی شرارتوں کی وجہ سے تنگی تھی۔ فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ (نساء، رکوع ۲۲) اِس دین میں وہ سب چیزیں آسان ہوئیں۔ اور جو ناپاک چیزیں مثلاً لحم خنزیر، یا گندی باتیں مثلاً سود خوری وغیرہ، انہوں نے حلال کر رکھی تھیں، اُن کی حرمت اس پیغمبر نے ظاہر فرمائی۔ غرض ان سے بہت سے بوجھ ہلکے کر دیئے اور بہت سی قیدیں اٹھا دی گئیں۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا۔ بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ ف۶ "نور" سے مراد وحی ہے متلو ہو یا غیر متلو یعنی قرآن وسنت۔

ع ۱۹ ۶

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ

وہی لوگ پہنچے اپنی مراد کو ☆ تو کہہ اے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا تم سب

جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَ

کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہی جلاتا اور

يُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

مارتا ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر

وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ

اور اسکے سب کلاموں پر اور اسکی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ ف۱ اور موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ہے

يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٥٩﴾ وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ

جو راہ بتلاتے ہیں حق کی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں ف۲ اور جدا جدا کر دیئے ہم نے انکو بارہ دادوں

أَسْبَاطًا أُمَمًا ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ

کی اولاد بڑی بڑی جماعتیں ف۳ اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو جب پانی مانگا اس سے اسکی قوم نے

أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

کہ مار اپنی لاٹھی اس پتھر پر تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ

عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ ۚ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ

چشمے پہچان لیا ہر قبیلے نے اپنا گھاٹ اور سایہ کیا ہم نے ان پر ابر کا

وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۚ

اور اتارا ہم نے ان پر من اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزیں جو ہم نے روزی دی تم کو

وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١٦٠﴾ وَإِذْ قِيلَ

اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے رہے ☆ اور جب حکم ہوا

لَهُمُ اسْكُنُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا

ان کو کہ بسو اس شہر میں ف۴ اور کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو اور کہو

ف۱ یعنی آپ کی بعثت تمام دنیا کے لوگوں کو عام ہے۔ عرب کے امیین یا یہود و نصاریٰ تک محدود نہیں جس طرح خداوند تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے۔ آپ اس کے رسول مطلق ہیں۔ اب ہدایت و کامیابی کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس جامع ترین عالمگیر صداقت کی پیروی کیجائے جو آپ لے کر آئے ہیں۔ یہی پیغمبر ہیں جن پر ایمان لانا تمام انبیاء و مرسلین اور تمام کتب سماویہ پر ایمان لانے کا مرادف ہے

ف۲ گو اکثر یہود سرکشی اور ناانصافی کی راہ اختیار کرتے ہیں تاہم کچھ ایسی سعید روحیں بھی ہیں۔ جو دوسروں کو حق کی طرف دعوت دیتی ہیں اور بذات خود حق و انصاف کے راستوں پر گامزن ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن سلام وغیرہ

ف۳ یعنی اصلاح و انتظام کے لئے اُن کی بارہ جماعتیں جو بارہ دادوں کی اولاد تھی الگ الگ کر دی گئی تھیں۔ پھر ہر ایک جماعت کا ایک نقیب مقرر فرما دیا جو اس کی نگرانی اور اصلاح کا خیال رکھے۔ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا.

ف۴ اس شہر سے مراد اکثر نے "اریحا" لیا ہے۔

حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـئٰتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ

بخشدے اور داخل ہو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے تو بخشدینگے ہم تمہاری خطائیں البتہ زیادہ دینگے ہم

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ

نیکی کرنیوالوں کو ف۱ سو بدل ڈالا ظالموں نے ان میں سے دوسرا لفظ اسکے سوا جو ان کو کہہ دیا

لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

گیا تھا پھر بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمان سے بسبب ان کی شرارت کے ف۲

وَسْــَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ

اور پوچھ ان سے حال اس بستی کا جو تھی دریا کے کنارے ف۳ جب حد سے بڑھنے لگے

فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ

ہفتہ کے حکم میں جب آنے لگیں انکے پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر اور جس دن

لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

ہفتہ نہ ہو تو نہ آتی تھیں اس طرح ہمنے ان کو آزمایا اس لئے کہ وہ نافرمان تھے ف۴

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ

اور جب بولا ان میں سے ایک فرقہ کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنکو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا

مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ

ان کو عذاب دے سخت ف۵ وہ بولے الزام اتارنے کی غرض سے تمہارے رب کے آگے اور اسلئے کہ

يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

شاید وہ ڈریں ف۶ پھر جب وہ بھول گئے اسکو جو انکو سمجھایا تھا تو نجات دی ہمنے ان کو جو منع کرتے تھے

عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا

برے کام سے اور پکڑا گنہگاروں کو برے عذاب میں بسبب ان کی

يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً

نافرمانی کے ف۷ پھر جب بڑھنے لگے اس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہمنے حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر

ع ۲۰ / ۵ / ۱۰ — منزل ۲ — مع ۶

ف۱ یعنی ابھی ایک شہر فتح ہوا آگے سارا ملک ملیگا۔ کذا فی الموضح۔ یا یہ مطلب ہے کہ خطا معاف کرکے نیکوکاروں کے اجر و ثواب بڑھائیں گے کذا فی عامۃ الکتب۔ ف۲ یہ واقعات "وادی تیہ" کے ہیں۔ جن کا بیان سورۂ "بقرہ" ربع پارۂ الم کے بعد گزر چکا وہاں کے فوائد میں تفصیل ملاحظہ کیجائے۔ ف۳ یعنی اپنے زمانہ کے یہود سے بطور تنبیہ و توبیخ اُس بستی میں رہنے والے یہود کا قصہ دریافت کیجئے جو داؤد علیہ السلام کے عہد میں پیش آیا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی کو "شہر ایلہ" مراد ہے جو بحر قلزم کے کنارے مدین اور طور کے درمیان واقع تھا۔ وہاں کے لوگ دریا کے قرب کی وجہ سے مچھلی کے شکار کی عادت رکھتے تھے۔ ف۴ حق تعالیٰ نے یہود پر ہفتہ کے دن شکار کرنا حرام کیا تھا۔ باشندگان ایلہ کو عدول حکمی اور نافرمانی کی عادت تھی۔ خدا کی طرف سے سخت آزمائش ہونے لگی کہ ہفتہ کے دن دریا میں مچھلیوں کی بیحد کثرت ہوتی۔ جو سطح دریا کے اوپر تیرتی تھیں۔ باقی دنوں میں غائب رہتیں۔ ان لوگوں سے صبر نہ ہو سکا۔ صریح حکم الٰہی کے خلاف حیلے کرنے لگے۔ دریا کا پانی کاٹ لائے، جب ہفتہ کے دن مچھلیاں اُن کے بنائے ہوئے حوض میں آجاتیں تو نکلنے کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے دن اتوار کو جا کر پکڑ لاتے۔ تاکہ ہفتہ کے دن شکار کرنا صادق نہ آئے۔ گویا اس حرکت سے معاذ اللہ خدا کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ آخر دنیا ہی میں اُس کی سزا بھگتی کہ مسخ کرکے ذلیل بندر بنا دئے گئے اِس سے ظاہر ہوا کہ حیلہ سازی اور مکاری خدا کے آگے پیش نہیں جاتی۔ ف۵ معلوم ہوتا ہے کہ جب اُنہوں نے حکم الٰہی کے خلاف حیلہ بازی شروع کی تو شہر کے باشندے کئی قسموں پر منقسم ہو گئے۔ جیسا کہ عموماً ایسے حالات میں ہوا کرتا ہے۔ ایک وہ لوگ جنہوں نے اس حیلہ کی آڑ لے کر صریح حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی۔ دوسرے نصیحت کرنیوالے جو اخیر تک فہمائش اور امر بالمعروف میں مشغول رہے۔ تیسرے جنہوں نے ایک آدھ مرتبہ نصیحت کی پھر مایوس ہو کر اور اُن کی سرکشی سے تھک کر چھوڑ دی۔ چوتھے وہ ہونگے جو نہ اس عمل شنیع میں شریک ہوئے اور نہ منع کرنے کے لئے زبان کھولی بالکل علیحدہ اور خاموش رہے۔ موخر الذکر دو جماعتوں نے انتھک نصیحت کرنے والوں سے کہا ہوگا کہ ان متمردین کے ساتھ کیوں مغز زنی کرکے دماغ کھپاتے ہو جن سے کوئی توقع قبول حق کی نہیں۔ ان کی نسبت تو معلوم ہوتا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور پیش آنے والی ہے۔ یا خدا انکو بالکل تباہ و ہلاک کردے اور یا کسی سخت ترین عذاب میں مبتلا کرے۔ کیونکہ یہ لوگ اب کسی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں۔ ف۶ یعنی شاید سمجھاتے رہنے سے کچھ ڈر جائیں اور اپنی حرکات شنیعہ سے باز آجائیں۔ ورنہ کم از کم ہم پروردگار کے سامنے عذر تو کر سکتے ہیں کہ خدایا ہم نے آخر دم تک نصیحت و فہمائش میں کوتاہی نہیں کی۔ یہ نہ مانے تو ہم پر اب کیا الزام ہے؟ گویا یہ ناصحین اول تو بالکلیہ مایوس نہ تھے دوسرے "عزیمت" پر عمل کر رہے تھے کہ مایوسی کے باوجود بھی اُن کا تعاقب نہیں چھوڑتے تھے۔ ف۷ یعنی جب اُن نالائقوں نے تمام نصیحتوں کو بالکل ایسا بھلا دیا گویا سنا ہی نہیں، تو ہم نے ناصحین کو بچا کر ظالمین کو سخت عذاب میں گرفتار کر دیا۔ اَلَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ کا عموم الفاظ دلالت کرتا ہے کہ جو نصیحت سے تھک کر لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا کہنے لگے اور جنہوں نے اخیر تک سلسلہ وعظ و نصیحت کا جاری رکھا اُن دونوں کو نجات ملی۔ صرف ظالم پکڑے گئے۔ یہی عکرمہ سے منقول ہے۔ اور ابن عباس نے اُن کے فہم کی داد دی ہے۔ باقی جو لوگ اول سے آخر تک بالکل ساکت رہے، خدا نے بھی اُن کے ذکر سے سکوت فرمایا۔ ابن کثیر نے خوب لکھا ہے "فَنَصَّ عَلٰى نَجَاةِ النَّاهِيْنَ وَهَلَاكِ الظَّالِمِيْنَ وَسَكَتَ عَنِ السَّاكِتِيْنَ لِاَنَّ الْجَزَاءَ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ فَهُمْ لَا يَسْتَحِقُّوْنَ مَدْحًا فَيُمْدَحُوْا وَلَا ارْتَكَبُوْا عَظِيْمًا فَيُذَمُّوْا (ابن کثیر ۲۶۲) ورجح بعد ذلک قول عکرمۃ واللہ اعلم۔

ف شاید پہلے کچھ اور عذاب آیا ہوگا، جب بالکل حد سے گذر گئے تب ذلیل بندر بنائے گئے۔ یا فلما عتوا الخ کو گذشتہ آیت فلما نسوا ما ذکروا بہ الخ کی تفسیر قرار دیا جائے یعنی وہ "عذاب بئیس" یہی بندر بنا دینا تھا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "منع کرنیوالوں نے شکار والوں سے ملنا چھوڑ دیا اور بیچ میں دیوار اٹھائی۔ ایک دن صبح کو اٹھے تو دوسروں کی آواز نہ سنی، دیوار پر سے دیکھا، ہر گھر میں بندر رہتے۔ وہ آدمیوں کو پہچان کر اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر رکھنے لگے اور رونے لگے۔ آخر بُرے حال سے تین دن میں مر گئے۔
ف۲ یعنی خدا کی طرف سے پختہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ یہود اگر احکام تورات پر عمل کرنا چھوڑ دینگے تو حق تعالیٰ قرب قیامت تک وقتاً فوقتاً ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہیگا جو ان کو بُرے عذاب میں مبتلا رکھیں۔ بڑا عذاب یہاں محکومانہ زندگی کو فرمایا چنانچہ قوم یہود کبھی یونانی اور کلدانی بادشاہوں کے زیر حکومت رہی کبھی "بخت نصر" وغیرہ کے شدائد کا تختہ مشق بنی۔ آخر میں نبی کریم صلعم کے عہد مبارک تک مجوسیوں کی باجگذار رہی۔ پھر مسلمان حکمرانوں کو اُن پر مسلط فرما دیا۔ غرض اُس وقت سے آج تک اُنکو من حیث القوم عزت و آزادی کی زندگی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ جہاں کہیں رہے اکثر ملوک و حکام کی طرف سے سخت ذلت اور خطرناک تکلیفیں اُٹھاتے رہے۔ اُنکا مال و دولت وغیرہ کوئی چیز اس غلامی و محکومیت کی لعنت سے نجات نہ دے سکی اور نہ قیامت تک دے سکے گی۔ آخر میں جب یہ لوگ دجال کے مددگار ہو کر نکلیں گے تو حضرت مسیح علیہ السّلام کے مسلمان رفقاء کے ہاتھوں سے تہ تیغ کئے جائیں گے۔ کما ورد فی الحدیث۔
ف۳ یعنی جو شرارت سے باز نہ آئے بعض اوقات اُس پر جلدی دنیا ہی میں عذاب بھیجنا شروع کر دیتا ہے اور کیسا ہی کٹر مجرم توبہ کرے اور نادم ہو کر خدا کی طرف رجوع ہو تو اُس کی بخشش و رحمت بھی بے پایاں ہے معاف کرتے ہوئے بھی دیر نہیں لگتی۔ ف۴ یہود کی دولت برہم ہوئی تو آپس کی مخالفت سے ہر طرف نکل گئے، کوئی اجتماعی قوت و شوکت نہ رہی اور مذہب مختلف پیدا ہوئے۔ یہ احوال اس اُمت کو عبرت کے لئے سُنائے جا رہے ہیں۔ ف۵ یعنی کچھ افراد اُن میں نیک بھی تھے۔ مگر اکثریت کافروں اور فاسقوں کی تھی۔ اِن اکثروں کے لئے بھی ہم رجوع و انابت الی اللہ کے مواقع بہم پہنچاتے رہے کبھی اُنکو عیش و تنعم میں رکھا کبھی سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا کہ ممکن ہے احسان مان کر یا سختیوں سے ڈر کر توبہ کریں اور خدا کی طرف رجوع ہوں۔ ف۶ یعنی اگلوں میں تو کچھ صالحین بھی تھے۔ پچھلے ایسے ناخلف ہوئے کہ جس کتاب (تورات شریف) کے وارث و حامل بنے تھے، دنیا کا تھوڑا سا سامان لے کر اُس کی آیات میں تحریف و کتمان کرنے لگے اور رشوتیں لیکر احکام تورات کے خلاف فیصلے دینے لگے۔ پھر اس پر ستم ظریفی دیکھئے کہ ایسی نالائق اور پاجیانہ حرکات کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ عقیدہ اور دعویٰ رکھتے ہیں کہ ان باتوں سے ہم کو مضرت کا کچھ اندیشہ نہیں۔ ہم تو خدا کی اولاد اور اُس کے محبوب ہیں۔ کچھ بھی کریں وہ ہماری بے اعتدالیوں سے ضرور در گذر کریگا۔ اسی عقیدہ کی بنا پر تیار رہتے ہیں کہ آئندہ جب موقع ہو پھر رشوت لیکر اسی طرح کی بے ایمانی کا اعادہ کریں۔ گویا بجائے اس کے کہ گذشتہ حرکات پر نادم ہوتے اور آئندہ کے لئے عزم رکھتے کہ ایسی حرکات کا اعادہ نہ کریں گے مگر اللہ سے مامون ہو کر اُن ہی شرارتوں اور بے ایمانیوں کے اعادہ کا عزم رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ حماقت اور بیحیائی کیا ہوگی! ف یعنی تورات میں جو عہد لیا گیا تھا کہ "خدا کی طرف سچ کے سوا کسی چیز کی نسبت نہ کریں" کیا وہ اُنہیں معلوم نہیں جو اُسکی کتاب اور احکام میں قطع و برید کر کے اُس پر افترا کرنے لگے، حالانکہ کتاب اللہ "(تورات) کو یہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اُس کا مضمون انہیں معلوم نہیں یا یاد نہیں رہا حقیقت وہ ہی ہے کہ دنیا کی فانی متاع کے عوض اُنہوں نے دین و ایمان بیچ ڈالا اور آخرت کی تکلیف و راحت سے آنکھیں بند کر لیں۔ اتنا نہ سمجھے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں اُن کے لئے آخرت کا گھر اور وہاں کا عیش و تنعم دنیا کی خوشحالی سے کہیں بہتر اور فائق ہے۔ کاش کہ اب بھی اُنہیں عقل آجائے۔ ف۸ یعنی توبہ اور اصلاح حال کا دروازہ اب بھی کھلا ہے جو لوگ شریروں کی راہ چھوڑ کر تورات کی اصلی ہدایات کو تھامے رہیں اور اُسی کی ہدایت و پیشین گوئی کے موافق اس وقت قرآن کریم کا دامن مضبوط پکڑے رہیں اور خدا کی بندگی (نماز وغیرہ) کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کریں۔ غرض اپنی اور دوسروں کی اصلاح پر متوجہ ہوں۔ خدا اُن کی محنت ضائع نہ کریگا وہ بلاشبہ اپنی محنت کا میٹھا پھل چکھیں گے

خٰسِـٕیْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ
ذلیل ف۱ اور اُس وقت کو یاد کرو جب خبر کر دی تھی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہیگا یہود پر قیامت کے دن تک

مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ
ایسے شخص کو کہ دیا کرے اُن کو بُرا عذاب ف۲ بیشک تیرا رب جلد عذاب کرنیوالا ہے اور وہ

لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ
بخشنے والا مہربان ہے ف۳ اور متفرق کر دیا ہم نے اُنکو ملک میں فرقے فرقے ف۴ بعضے اُن میں نیک اور

مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ؗ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ
بعضے اور طرح کے اور ہم نے اُنکی آزمایش کی خوبیوں میں اور برائیوں میں تاکہ وہ

یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ
پھر آئیں ف۵ پھر اُن کے پیچھے آئے ناخلف جو وارث بنے کتاب کے

یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ یَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ
لے لیتے ہیں اسباب اس ادنیٰ زندگانی کا اور کہتے ہیں کہ ہم کو معاف ہو جاویگا اور اگر

یَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ یَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ
ایسا ہی اسباب اُنکے سامنے پھر آوے تو اسکو لے لیویں ف۶ کیا اُن سے کتاب میں عہد نہیں

الْكِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِیْهِ ؕ
لیا گیا کہ نہ بولیں اللہ پر سوا سچ کے اور اُنہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے

وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِیْنَ
اور آخرت کا گھر بہتر ہے ڈرنے والوں کے لئے کیا تم سمجھتے نہیں ف۷ اور جو لوگ

یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۷۰﴾
خوب پکڑ رہے ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں نماز کو بیشک ہم ضائع نہ کرینگے ثواب نیکی والوں کا ف۸

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ
اور جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ اُن کے اوپر مثل سائبان کے اور ڈرے کہ وہ اُن پر

ف یعنی جو "میثاق الکتاب" (عہد واقرار) اُنہیں یاد دلایا جا رہا ہے، وہ ایسے اہتمام سے لیا گیا تھا کہ پہاڑ اکھاڑ کر ان کے سروں پر لٹکا دیا گیا اور کہا گیا کہ جو کچھ تم کو دیا جا رہا ہے (تورات) اُسے پوری مضبوطی اور عزم سے تھامو اور جو نصیحتیں کی گئیں اُنہیں ہمیشہ یاد رکھو۔ ورنہ بصورت انکار سمجھ لو کہ خدا تم پر یہ پہاڑ گرا کر ہلاک کر سکتا ہے۔ اس قدر اہتمام اور تخویف و تاکید سے جو قول و قرار لیا گیا تھا، افسوس ہے وہ بالکل فراموش کر دیا گیا۔ یہ "رفع جبل" کا قصہ سورۂ بقرہ میں ربع پارہ الم کے بعد گذر چکا ہے ملاحظہ فرما لیا جائے ف۲ "میثاق خاص" کے بعد یہاں سے "میثاق عام" کا ذکر کرتے ہیں۔ تمام عقائد حقہ اور ادیان سماویہ کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی اور ربوبیت عامہ پر اعتقاد رکھے۔ مذہب کی ساری عمارت اسی سنگ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جب تک یہ اعتقاد نہ ہو، مذہبی میدان میں عقل و فکر کی رہنمائی اور انبیاء و مرسلین کی ہدایات کچھ نفع نہیں پہنچا سکتیں۔ اگر پورے غور و تامل سے دیکھا جائے تو آسمانی مذہب کے تمام اصول و فروع بالآخر خدا کی "ربوبیت عامہ" کے اسی عقیدہ پر منتہی ہوتے بلکہ اسی کی تہ میں لپٹے ہوئے ہیں۔ عقل سلیم اور وحی والہام اسی اجمال کی شرح کرتے ہیں۔ پس ضروری تھا کہ یہ تخم ہدایت جسے کل آسمانی تعلیمات کا مبداء و منتہیٰ اور تمام ہدایات ربانیہ کا وجود مجمل کہنا چاہئے عام فیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا جائے تاکہ ہر آدمی عقل و فہم اور وحی والہام کی آبیاری سے اس تخم کو شجر ایمان و توحید کے درجہ تک پہنچا سکے اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداءً یہ تخم ریزی نہ ہوتی اور اس سب سے زیادہ اساسی و جوہری عقدہ کا حل ناخن عقل و فکر کے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی بھول بھلیاں میں پھنس کر ایک نظری مسئلہ بن کر رہ جاتا جس پر سب تو کیا اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے جیسا کہ تجربہ بتلاتا ہے کہ فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف آراء پر منتج ہوتی ہیں۔ اس لئے قدرت نے جہاں غور و فکر کی قوت اور نور وحی و الہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں ودیعت فرمائی وہیں اس اساسی عقیدہ کی تعلیم سے اُن کو فطرۃً بہرہ ور کیا جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل منطوی و مندرج تھی۔ اور جس کے بدون مذہب کی عمارت کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ اُسی ازلی اور خدائی تعلیم کا اثر ہے کہ آدم کی اولاد ہر قرن اور ہر گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے عقیدہ پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے۔ اور جن معدود افراد نے کسی عقلی و روحی بیماری کی وجہ سے اس عام فطری احساس کے خلاف آواز بلند کی ہے وہ انجام کار دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظر میں بھی اُسی طرح جھوٹے ثابت ہوئے جیسے ایک بخار وغیرہ کا مریض، لذیذ اور خوشگوار غذاؤں کو تلخ و بدمزہ بتلانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر درجہ اور طبقہ کے انسانوں کا خدا کی ربوبیۃ کبریٰ پر عام اتفاق و اجماع اس کی زبردست دلیل ہے کہ یہ عقیدہ عقول و افکار کی دوا دوش سے پہلے ہی فاطر حقیقی کی طرف سے اولاد آدم کو بلاواسطہ تلقین فرما دیا گیا ورنہ فکر و استدلال کے راستہ سے ایسا اتفاق پیدا ہو جانا تقریباً ناممکن تھا۔ قرآن کریم کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اُس نے آیات حاضرہ میں عقیدہ کی اس فطری یکسانیت کے اصلی راز پر روشنی ڈالی۔ بلاشبہ ہم کو یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدہ کی تعلیم کب اور کہاں اور کس ماحول میں دی گئی۔ تاہم جس طرح ایک لکچرار اور انشا پرداز کو یقین ہے کہ ضرور اس کو ابتدائے عمر میں کسی نے الفاظ بولنے سکھلائے، جس سے ترقی کر کے آج اس رتبہ کو پہنچا۔ گو پہلا لفظ سکھلانیوالا اور سکھلانے کا وقت، مکان اور دیگر خصوصیات مقامی بلکہ نفس سکھلانا بھی یاد نہیں۔ تاہم اُس کے موجودہ آثار سے یقین ہے کہ ایسا واقع ضرور ہوا ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا علی اختلاف الاقوام والاجیال "عقیدہ ربوبیت الٰہی" پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز بہ فطرت میں کسی معلم کے ذریعہ سے اُن تک پہنچی ہے۔ باقی تعلیمی خصوصیات و احوال کا محفوظ نہ رہ سکنا اس کی تسلیم میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ اسی ازلی و فطری تعلیم نے جس کا نمایاں اثر آج تک انسانی سرشت میں موجود چلا آتا ہے، ہر انسان کو خدا کی حجت کے سامنے ملزم کر دیا ہے۔ جو شخص اپنے الحاد و شرک کو حق بجانب قرار دینے کے لئے غفلت بے خبری یا آباء و اجداد کی کورانہ تقلید کا عذر کرتا ہے، اُس کے مقابلہ پر خدا کی یہی حجۃ قاطعہ جس میں اصل فطرت انسانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، بطور فیصلہ کن جواب کے پیش کی جا سکتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے اُنکی اولاد اور ان سے اُن کی اولاد نکالی سب سے اقرار کروایا اپنی خدائی کا پھر پشت میں داخل کیا۔ اس سے مدعا یہ ہے کہ خدا کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا ہے۔ باپ کی تقلید نہ چاہئے اگر باپ شرک کرے بیٹے کو چاہئے ایمان لاوے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا پھر کیا حاصل؛ تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے سارا جہان قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے یا شرک کرتا ہے سو اپنی عقل ناقص کے دخل سے پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے" ف۳ موضح القرآن میں ہے کہ "یہ قصہ یہود کو سنایا کہ وہ بھی عہد سے پھرے ہیں جیسے مشرک پھرتے ہیں"

بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾

گرے گا پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو جو اس میں ہے تاکہ تم بچتے رہو

ع ۲۱ / ۹

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ

اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد کو اور

أَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ

اقرار کرایا اُن سے اُن کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب بولے ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں

أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ﴿١٧٢﴾ أَوْ تَقُولُوا

کبھی کہنے لگو قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی ★ یا کہنے لگو

إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ

کہ شرک تو نکالا تھا ہمارے باپ دادوں نے ہم سے پہلے اور ہم ہوئے اُن کی اولاد اُن کے پیچھے

أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَ

تو کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے اُس کام پر جو کیا گمراہوں نے ف۲ اور یوں ہم کھول کر بیان کرتے ہیں باتیں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٤﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا

تاکہ وہ پھر آئیں ف۳ اور سنا دے اُن کو حال اُس شخص کا جسکو ہم نے دی تھیں اپنی آیتیں

فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ

پھر وہ اُن کو چھوڑ نکلا پھر اس کے پیچھے لگا شیطان تو وہ ہو گیا گمراہوں میں ★ اور

شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ

ہم چاہتے تو بلند کرتے اُسکا رتبہ اُن آیتوں کی بدولت لیکن وہ تو ہو رہا زمین کا اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہش کے

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ

تو اُس کا حال ایسا جیسے کتا اُس پر تو بوجھ لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے

يَلْهَثْ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ

تو ہانپے یہ مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو سو بیان کر

ف اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیات بلعم بن باعوراء کے حق میں نازل ہوئیں جو ایک عالم اور صاحب تصرف درویش تھا بعدہ اللہ کی آیات و ہدایات کو چھوڑ کر عورت کے اغوار اور دولت کے لالچ سے حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں اپنے تصرفات چلانے اور ناپاک تدبیریں بتلانے کے لئے تیار ہو گیا۔ آخر موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا خود مردود ابدی بنا آیات اللہ کا جو علم بلعم کو دیا گیا تھا، اگر خدا چاہتا تو اُس کے ذریعہ سے بہت بلند مراتب پر اُس کو فائز کر دیتا! اور یہ جب ہی ہو سکتا تھا کہ اسے اپنے علم پر چلنے اور آیات اللہ کا اتباع کرنے کی توفیق ہوتی۔ لیکن ایسا نہ ہوا کیونکہ وہ خود آسمانی برکات و آیات سے مُنہ موڑ کر زمینی شہوات و لذات کی طرف جھک پڑا وہ نفسانی خواہشات کے پیچھے چل رہا تھا اور شیطان اُس کا پیچھا (تعاقب) کرتا جا رہا تھا حتیٰ کہ بچے کچھروؤں اور گمراہوں کی قطار میں جا داخل ہوا۔ اُس وقت اُس کا حال کتے کی طرح ہو گیا جس کی زبان باہر لٹکی ہو اور برابر ہانپ رہا ہو۔ اگر فرض کرو اُس پر بوجھ لادیں یا ڈانٹ بتلائیں یا کچھ نہ کہیں آزاد چھوڑ دیں، بہرصورت ہانپتا اور زبان لٹکائے رہتا ہے۔ کیونکہ طبعی طور پر دل کی کمزوری کی وجہ سے گرم ہوا کو باہر پھینکنے اور سرد و تازہ ہوا کے اندر کھینچنے پر بسہولت قادر نہیں ہے۔ اسی طرح سفلی خواہشات میں مُنہ مارنے والے کتے کا حال ہوا کہ اخلاقی کمزوری کی وجہ سے "آیات اللہ" کا دیا جانا اور نہ دیا جانا یا تنبیہ کرنا اور نہ کرنا دونوں حالتیں اُس کے حق میں برابر ہو گئیں۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ حرص دنیا سے اُس کی زبان باہر لٹک پڑی۔ اور ترک آیات کی نحوست سے بدحواسی اور پریشانی خاطر کا نقشہ "برابر ہانپتے رہنے" کی مثال میں ظاہر ہوا۔ ممکن ہے کہ "بلعم" کی باطنی و معنوی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے صرف ایک مثال کے طور پر یہ مضمون (اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ) ذکر کیا گیا ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ دنیا یا آخرت میں اُس کے لئے یہ سزا تجویز کی گئی ہو کہ ظاہری و حسی طور پر کتے کی طرح زبان باہر نکل پڑے اور ہمیشہ پریشان و بدحواس اور خوفزدہ آدمی کی طرح ہانپتا رہے۔ العیاذ باللہ۔ آیات کی شان نزول کچھ ہو، بہرحال یہاں ایسے ہوا پرستوں کا انجام بتلایا گیا ہے جو حق کے قبول کرنے یا پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی طمع اور سفلی خواہشات کی پیروی میں احکام الٰہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگیں اور خدا کے عہد و میثاق کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ گویا یہود کو بھی متنبہ فرما دیا کہ صرف کتاب کا علم کچھ نافع نہیں ہو سکتا جب تک صحیح معنی میں اُس کا اتباع نہ ہو مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (الجمعہ، رکوع ۱) علمائے سوء کے لئے ان آیات میں بڑا عبرتناک سبق ہے اگر دھیان کریں۔ ف ۲ مشرکین وغیرہم کے رد میں جا بجا قرآن نے (عنکبوت)، ذباب (مکڑی، مکھی)، وغیرہ کی مثالیں بیان فرمائی ہیں مگر ان لوگوں کی مثال ایسی بُری ہے کہ کوئی غیرتمند آدمی حتی المقدور اُس کو اپنے پر چسپاں نہیں ہونے دیگا۔ اور جو بے حیا غدار اپنے احوال پر چسپاں ہونے دیتا ہے وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ ف ۳ علم و فضل بھی انسان کو جب ہی کام دیتا ہے کہ خدا کی ہدایت و دستگیری سے علم صحیح کے موافق چلنے کی توفیق ہو جسے وہ سیدھے راستہ پر چلنے کے لئے مُوافق نہ کرے تو کتنی ہی بڑی علمی فضیلت و قابلیت رکھتا ہو، سمجھ لو کہ ٹوٹے اور خسارے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس لئے انسان اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہو، بلکہ دائماً خدا سے ہدایت و توفیق کا طلبگار رہے۔ ف ۴ یہ آیت بظاہر آیہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ کے معارض معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے بعض مفسرین نے وہاں "لِيَعْبُدُوْنَ" میں "لام غایت" اور یہاں "لِجَهَنَّمَ" میں "لام عاقبت" مُراد لیا ہے یعنی سب کے پیدا کرنے سے مطلوب اصلی تو عبادت ہے لیکن بہت سے جن و انس چونکہ اس مطلب کو پورا نہ کریں گے اور انجام کار دوزخ میں بھیجے جائیں گے۔ اس انجام کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ گویا وہ دوزخ ہی کے لئے پیدا ہوئے۔ کما فی قولہ تعالیٰ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا۔ باقی محققین کے نزدیک اِس تکلف کی حاجت نہیں۔ وہ دونوں جگہ "لام غایت" ہی کا ارادہ کرتے ہیں۔ مگر "لِيَعْبُدُوْنَ" میں "غایت تشریعی" اور یہاں "لِجَهَنَّمَ" میں "غایت تکوینی" بیان کی گئی ہے۔

الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلًا ِۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ

یہ احوال تاکہ وہ دھیان کریں ف ۱ بُری مثال ہے اُن لوگوں کی کہ

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

جھٹلایا اُنہوں نے ہماری آیتوں کو اور وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے ف ۲ جس کو اللہ رستہ دے

فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

وہی رستہ پاوے اور جس کو وہ بھٹکاوے سو وہی ہیں ٹوٹے میں ف ۳

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ

اور ہم نے پیدا کئے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی ف ۴ اُنکے دل ہیں

لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ

کہ اُن سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ اُن سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں

لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ

کہ اُن سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ اُن سے بھی زیادہ بے راہ وہی

هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا

لوگ ہیں غافل ف ۵ اور اللہ کے لئے ہیں سب نام اچھے سو اسکو پکارو وہی نام کہہ کر اور چھوڑ دو انکو

الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

جو کج راہ چلتے ہیں اُس کے ناموں میں وہ بدلا پا رہیں گے اپنے کئے کا ف ۶

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ

اور اُن لوگوں میں کہ جنکو ہم نے پیدا کیا ہے ایک جماعت ہے کہ راہ بتلاتی ہیں سچی اور اُسی کے موافق انصاف کرتے ہیں ف ۷ اور

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ ۚ

جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم اُنکو آہستہ آہستہ پکڑیں گے۔ ایسی جگہ سے جہاں کہ اُن کو خبر بھی نہ ہوگی ☆

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ

اور میں اُنکو ڈھیل دونگا بیشک میرا داؤ پکا ہے ف ۸ کیا اُنہوں نے دھیان نہیں کیا

ع ۱۰/۱۲ ۲۲

ف ۵ یعنی دل، کان، آنکھ سب کچھ موجود ہیں۔ لیکن نہ دل سے "آیات اللہ" میں غور کرتے ہیں۔ نہ قدرت کے نشانات کا بنظر تعمق و اعتبار مطالعہ کرتے ہیں۔ اور نہ خدائی باتوں کو بسمع قبول سنتے ہیں۔ جس طرح چوپائے جانوروں کے تمام ادراکات صرف کھانے پینے اور بہیمی جذبات کے دائرہ میں محدود ہوتے ہیں یہی حال اِن کا ہے کہ دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، کان آنکھ غرض خدا کی دی ہوئی سب قوتیں محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی تحصیل و تکمیل کے لئے وقف ہیں۔ انسانی کمالات اور ملکوتی خصال کے اکتساب سے کوئی سروکار نہیں بلکہ غور کیا جائے تو اِن کا حال ایک طرح چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ جانور مالک کے بلانے پر چلا آتا ہے اُس کے ڈانٹنے سے رُک جاتا ہے۔ یہ کبھی مالک حقیقی کی آواز پر کان نہیں دھرتے، پھر جانور اپنے فطری قویٰ سے وہی کام لیتے ہیں جو قدرت نے اُن کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ زیادہ کی اُن میں استعداد ہی نہیں۔ لیکن اِن لوگوں میں رُوحانی و عرفانی ترقیات کی جو فطری قوت و استعداد ودیعت کی گئی تھی، اُسے مہلک غفلت اور بے راہ روی سے خود اپنے ہاتھوں ضائع اور معطل کر دیا

بقیہ فوائد صفحہ ۲۲۴- ف۶ غافلین کا حال ذکر کرکے مومنین کو متنبہ فرمایا ہے کہ تم غفلت اختیار کرنا غفلت دور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے. سوم ہمیشہ اس کو اپنے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو. جو لوگ اس کے اسماء و صفات کے بارہ میں کج روش اختیار کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو وہ اپنا کیا ہوا پائیں گے. خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق کجروی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور جو حق تعالیٰ کی تعظیم و اجلال کے لائق نہیں. یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے، یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے، یا ان کو معصیت (مثلاً سحر وغیرہ) کے مواقع میں استعمال کرنے لگے. یہ سب کجروی ہے ف۷ یہ جماعت امت محمدیہ مرحومہ ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم جس نے ہر قسم کی افراط و تفریط اور کجروی سے علیحدہ ہو کر سچائی اور انصاف و اعتدال کا طریقہ اختیار کیا. اور اسی کی طرف دوسروں کو دعوت دیتی ہے. آگے اس امت کے مخالفین اور حق کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر ہے. ف۸ جھٹلانے والے مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی. بلکہ دنیوی عیش اور فراخی کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں. حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے فکر ہو کر ارتکاب جرائم پر اور زیادہ دلیر بن جاتے ہیں. اس طرح جو انتہائی سزا ان پر جاری کرنی ہے رفتہ رفتہ اپنے کو علانیہ اور کامل طور پر اس کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں. یہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے. وہ حماقت اور بیحیائی سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جا رہا ہے. خدا کا "کید" (داؤ) یا خفیہ تدبیر اسی کو کہا کہ ایسی کارروائی کیجائے جس کا ظاہر رحمت اور باطن قہر و عذاب ہو. بیشک خدا کی تدبیر بڑی مضبوط اور پختہ ہے جس کی کسی حیلہ اور تدبیر سے مدافعت نہیں ہو سکتی۔

مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾

ان کے رفیق کو کچھ بھی جنون نہیں ۔ وہ تو ڈرانے والا ہے صاف ☆

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ

کیا انہوں نے نظر نہیں کی سلطنت میں آسمان اور زمین کی اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے

مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ

ہر چیز سے اور اس میں کہ شاید قریب آ گیا ہو ان کا وعدہ ف۱ سو اس

حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ

کے پیچھے کس بات پر ایمان لائیں گے ف۲ جس کو اللہ بچلاوے اس کو کوئی نہیں راہ

لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ

دکھلانیوالا اور اللہ چھوڑ رکھتا ہے ان کو ان کی شرارت میں سرگرداں ف۳ تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت

السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا

کو کہ کب ہے اسکے قایم ہونیکا وقت تو کہہ اسکی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائیگا

لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا

اس کو اس کے وقت پر وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں جب تم پر آئیگی تو

بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ

بیخبر آئیگی ف۴ تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ گویا تو اسکی تلاش میں لگا ہوا ہے تو کہدے اسکی خبر ہے خاص اللہ

اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ

کے پاس لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ف۵ تو کہدے کہ میں مالک نہیں اپنی جان

نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

کے بھلے کا اور نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ

تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی ف۶ میں تو بس ڈر

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی آخر آیات اللہ کو جھٹلانے اور اس کے بدانجام سے غافل ہو جانے کا سبب کیا ہے. ان آیات کا لانے والا العیاذ باللہ کوئی بے عقل و مجنون نہیں. وہ ساری عمر تمہارے پاس رہا، اس کے ہر چھوٹے بڑے حال سے تم واقف ہو اس کی عقل و دانش اور امانت و دیانت پہلے سے مسلم و معروف ہے جس کے پاس سے لایا وہ تمام جہان کا مالک، شہنشاہ مطلق اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے نہایت ہی محکم و مضبوط نظام سلطنت بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز میں جو اس نے پیدا کی ہے غور کرو تو یہ "آیات تکوینیہ" "آیات تنزیلیہ" کی تصدیق کریگی. پھر آیات اللہ کی تسلیم میں کیا عذر باقی ہے. انہیں سمجھنا چاہیے کہ شاید ان کی موت و ہلاکت کا وقت قریب آ لگا ہو. لہٰذا بعد الموت کے لئے جو تیاری کرنی ہے جلد کرنا چاہیے ف۲ یعنی اگر آیات قرآنیہ پر ایمان نہ لائے تو دنیا میں اور کونسی بات اور کونسا کلام ہے جس پر ایمان لانے کی امید کیجا سکتی ہے. سمجھ لو کہ ان بدبختوں کے لئے دولت ایمان مقدر ہی نہیں. ف۳ ہدایت و ضلالت، ہر چیز خدا کے قبضہ میں ہے. وہ نہ چاہے تو سارے سامان ہدایت دھرے رکھے رہجائیں. آدمی کہیں سے بھی منتفع نہ ہو. ہاں عادۃً وہ جب ہی ہدایت کی توفیق دیتا ہے جب بندہ خود اپنے کسب و اختیار سے اس راستہ پر چلنا چاہے. باقی جو دیدہ و دانستہ بدی اور شرارت ہی کی ٹھان لے تو خدا بھی رستہ دکھلانے کے بعد اسی حال میں اسے چھوڑ دیتا ہے ف۴ پہلے عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ میں خاص اس قوم کی اجل (موت) کا ذکر تھا کہ انہیں کچھ معلوم نہیں کب آجائے. یہاں تمام دنیا کی اجل (قیامت) کے متعلق متنبہ فرمایا کہ جب کسی کو خاص اپنی موت کا علم نہیں کب آئے پھر کل دنیا کی موت کو کون بتلا سکتا ہے کہ فلاں تاریخ اور فلاں سنہ میں آئیگی. اس کی تعیین کا علم بجز خدائے علام الغیوب کسی کے پاس نہیں. وہ ہی وقت معین و مقدر پر اسے واقع کرکے ظاہر کر دیگا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت تھا. آسمان و زمین میں وہ بڑا بھاری واقعہ ہوگا اور اس کا علم بھی بہت بھاری ہے جو خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں گو اس واقعہ کی امارات (بہت سی نشانیاں) انبیاء علیہم السلام خصوصاً ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلعم نے بیان فرمائی ہیں تاہم ان سب علامات کے ظہور کے بعد بھی جب قیامت کا وقوع ہوگا تو بالکل بے خبری میں اچانک اور دفعۃً ہوگا جیسا کہ بخاری وغیرہ کی احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے ف۵ ان لوگوں کے طرز سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ آپ کی نسبت یوں سمجھتے ہیں کہ آپ بھی اسی مسئلہ کی تحقیق و تفتیش اور کھوج لگانے میں مشغول رہے ہیں اور تلاش کے بعد اس کے علم تک رسائی حاصل کر چکے ہیں. حالانکہ یہ علم حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ مخصوص ہے. انبیاء علیہم السلام اس چیز کے پیچھے نہیں پڑا کرتے جس سے خدا نے اپنی مصلحت کی بنا پر روک دیا ہو. نہ ان کے اختیار میں ہے کہ جو چاہیں کوشش کرکے ضروری معلوم کر لیا کریں. ان کا منصب یہ ہے کہ جن بیشمار علوم و کمالات کا خدا کی طرف سے افاضہ ہو، نہایت شکرگذاری اور قدر شناسی کے ساتھ قبول کرتے رہیں. مگر ان باتوں کو اکثر عوام کالانعام کیا سمجھیں ف۶ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ کوئی بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو. نہ اپنے اندر اختیار مستقل رکھتا ہے نہ "علم محیط" سید الانبیاء صلعم جو علوم اولین و آخرین کے حامل اور خزائن ارضی کی کنجیوں کے امین بنائے گئے تھے ان کو یہ اعلان کرنے کا حکم ہے کہ میں دوسروں کو کیا خود اپنی جان کو بھی کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا نہ کسی نقصان سے بچا سکتا ہوں. مگر جس قدر اللہ چاہے اتنے ہی پر میرا قابو ہے. اور اگر میں غیب کی ہر بات جان لیا کرتا تو بہت سی وہ بھلائیاں اور (بقیہ بر صفحہ ۲۲۶)

بقیہ صفحہ ۲۲۵۔ کامیابیاں بھی حاصل کر لیتا جو علم غیب نہ ہونے کی وجہ سے کسی وقت فوت ہو جاتی ہیں۔ نیز کبھی کوئی ناخوشگوار حالت مجھ کو پیش نہ آیا کرتی۔ مثلاً "افک" کے واقعہ میں کتنے دنوں تک حضورؐ کو وحی نہ آنے کی وجہ سے اضطراب و قلق رہا۔ حجۃ الوداع میں تو صاف ہی فرما دیا "لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمَا سُقْتُ الْهَدْیَ" (اگر میں پہلے سے اُس چیز کو جانتا جو بعد میں پیش آئی تو ہرگز ہدی کا جانور اپنے ساتھ نہ لاتا)۔ اسی قسم کے بیسیوں واقعات ہیں جن کی روک تھام "علم محیط" رکھنے کی صورت میں نہایت آسانی سے ممکن تھی۔ ان سب سے بڑھ کر عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ حدیث جبرئیلؑ کی بعض روایات میں آپ نے تصریح فرمائی کہ یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے جبرئیلؑ کو واپسی کے وقت تک نہیں پہچانا جب وہ اٹھ کر چلے گئے تب علم ہوا کہ جبرئیلؑ تھے۔ یہ واقعہ بتصریح محدثین بالکل آخر عمر کا ہے۔ اس میں قیامت کے سوال پر "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" ارشاد فرمایا ہے۔ گویا بتلا دیا گیا کہ "علم محیط" خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اور "علم غیب" تو درکنار محسوسات و مبصرات کا پورا علم بھی خدا ہی کے عطا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ کسی وقت نہ چاہے تو ہم محسوسات کا بھی ادراک نہیں کر سکتے۔ بہرحال اس آیت میں کھول کر بتلا دیا گیا کہ "اختیار مستقل" یا "علم محیط" نبوت کے لوازم میں سے نہیں جیسا کہ بعض جہلا سمجھتے تھے۔ ان شرعیات کا علم جو انبیاء علیہم السلام کے منصب سے تعلق ہے کامل ہونا چاہئے۔ اور تکوینیات کا علم خدا تعالیٰ جس کو جسقدر مناسب جانے عطا فرماتا ہے۔ اس نوع میں ہمارے حضورؐ تمام اولین و آخرین سے فائق ہیں۔ آپ کو اتنے بیشمار علوم و معارف حق تعالیٰ نے مرحمت فرمائے ہیں جن کا احصار کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں۔

ع ۲۳ ۱۴

وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایماندار لوگوں کو ☆ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان

وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا
سے اور اُسی سے بنایا اُس کا جوڑا تاکہ اُسکے پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو

حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا
ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل تو چلتی پھرتی رہی اُسکے ساتھ پھر جب بوجھل ہو گئی تو دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو

لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا
کہ اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں ☆ پھر جب اُن کو دیا

صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾
چنگا بھلا تو بنانے لگے اُسکے لئے شریک اُسکی بخشی ہوئی چیز میں سو اللہ برتر ہے اُنکے شریک بنانے سے ف۱

اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ
کیا شریک بناتے ہیں ایسوں کو جو پیدا نہ کریں ایک چیز بھی اور وہ پیدا ہوئے ہیں ف۲ اور نہیں کر سکتے ہیں

لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى
اُن کی مدد اور نہ اپنی مدد کریں ☆ اور اگر تم اُن کو پکارو رستہ کی طرف

لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾
تو نہ چلیں تمہاری پکار پر برابر ہے تم پر کہ اُن کو پکارو یا چپکے رہو ☆

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ
جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے بھلا پکارو تو اُن کو

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ
پس چاہئے کہ وہ قبول کریں تمہارے پکارنے کو اگر تم سچے ہو ☆ کیا اُنکے پاؤں ہیں جن سے چلتے

بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَا ۫
ہیں یا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں یا اُن کے آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ خدا نے سب انسانوں کو آدمؑ سے پیدا کیا۔ آدمؑ کے اُنس اور سکون و قرار حاصل کرنے کے لئے اُسی کے اندر سے اُس کا جوڑا (حوّا) بنایا پھر دونوں سے نسل چلی۔ جب مرد نے عورت سے فطری خواہش پوری کی تو عورت حاملہ ہوئی۔ حمل کی ابتدائی حالت میں کوئی گرانی نہ تھی۔ عورت حسب معمول چلتی پھرتی اور اٹھتی بیٹھتی رہی۔ جب پیٹ بڑھ گیا، اور یہ کون جان سکتا تھا کہ اُس کے اندر کیا چیز پوشیدہ ہے۔ تب مرد و عورت دونوں نے حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ اگر آپ اپنے فضل سے بھلا چنگا کارآمد بچہ عنایت فرمائیں گے تو ہم دونوں (بلکہ ہماری نسل بھی) تیرا شکر ادا کرتی رہیگی۔ خدا نے جب اُن کی یہ تمنا پوری کر دی تو ہماری دی ہوئی چیز میں اوروں کے حصے لگانے شروع کر دیئے مثلاً کسی نے عقیدہ جما لیا کہ یہ اولاد فلاں زندہ یا مردہ مخلوق نے ہم کو دی ہے، کسی نے اس عقیدہ سے نہیں تو عملاً اُسکی نذر و نیاز شروع کر دی یا بچہ کی پیشانی اُس کے سامنے ٹیک دی یا بچہ کا نام ایسا رکھا جس سے شرک کا اظہار ہوتا ہے مثلاً عبد العزّیٰ یا عبد الشمس وغیرہ۔ غرض جو حق منعم حقیقی کا تھا وہ اعتقاداً یا فعلاً یا قولاً دوسروں کو دیدیا گیا۔ خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ تمام انواع و مراتب شرک سے بالا و برتر ہے۔ ان آیات میں حسن بصری وغیرہ کی رائے کے موافق خاص آدمؑ و حوا کا نہیں بلکہ عام انسانوں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ بیشک ابتداءً "هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا" میں بطور تمہید آدم و حوا کا ذکر تھا، مگر اُس کے بعد مطلق مرد و عورت کے ذکر کی طرف منتقل ہو گئے اور ایسا بہت جگہ ہوتا ہے کہ شخص کے ذکر سے جنس کے ذکر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جیسے "وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ" میں جن ستاروں کو "مصابیح" فرمایا ہے وہ ٹوٹنے والے ستارے نہیں جن کو "رجم شیاطین" ہوتا ہے۔ مگر شخص "مصابیح" سے جنس "مصابیح" کی طرف کلام کو منتقل کر دیا گیا۔ اس تفسیر کے موافق "جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ" میں کچھ اشکال نہیں مگر اکثر سلف سے یہی منقول ہے کہ ان آیات میں صرف آدم و حوّا کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ ابلیس ایک نیک مخلوق کی صورت میں حوّا کے پاس آیا اور فریب دے کر اُن سے وعدہ لے لیا کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اُس کا نام عبد الحارث رکھیں۔ حوّا نے آدم کو بھی راضی کر لیا۔ اور جب بچہ پیدا ہوا تو دونوں نے عبد الحارث نام رکھا ("حارث" ابلیس کا نام تھا جس سے وہ گروہ ملائکہ میں پکارا جاتا تھا) ظاہر ہے کہ اسمائے اعلام میں لغوی معنی معتبر نہیں ہوتے اور ہوں بھی تو "عبد" کی اضافت "حارث" کی طرف اس کو مستلزم نہیں کہ "حارث" کو معاذ اللہ معبود سمجھ لیا جائے۔ ایک مہمان نواز آدمی کو عرب "عبد الضیف" کہہ دیتے ہیں۔ (یعنی مہمان کا غلام) اُس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ گویا میزبان مہمان کی پوجا کرتا ہے۔ پس اگر "عبد الحارث" نام رکھنے کا یہ واقعہ صحیح ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ آدم علیہ السلام نے معاذ اللہ حقیقۃً شرک کا ارتکاب کیا جو انبیاء کی شان عصمت کے منافی ہے۔ ہاں بچہ کا ایسا غیر موزوں نام رکھنا جس سے بظاہر شرک کی بو آتی ہو نبی معصوم کی شان رفیع اور جذبۂ توحید کے مناسب نہ تھا۔ قرآن کریم کی عادت ہے کہ انبیائے مقربین کی چھوٹی سی لغزش اور ادنیٰ ترین زلّت کو "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ" کے قاعدہ کے مطابق اکثر سخت عنوان سے تعبیر کرتا ہے۔ جیسے یونس علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا "فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ" یا فرمایا "حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا" علی توجیہ بعض المفسرین۔ اسی طرح یہاں بھی آدم علیہ السلام کے مرتبہ کے لحاظ سے اس موہم شرک تسمیہ کو تغلیظاً ان الفاظ میں ادا فرمایا "جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا" (خدا کی دی ہوئی چیز میں حصہ دار بنانے لگے) یعنی اُن کی شان کے لائق نہ تھا کہ ایسا نام رکھیں جس کی سطح سے شرک کا وہم ہوتا ہے۔ گو حقیقۃً شرک نہیں۔ شاید اسی لئے "فَقَدْ اَشْرَكَا" وغیرہ مختصر عبارت چھوڑ کر یہ طویل عنوان "جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا" اختیار فرمایا۔ واللہ اعلم (بقیہ بر صفحہ ۲۲۷)

أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ
یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں تو کہدے کہ پکارو اپنے شریکوں کو پھر برائی کرو میرے حق میں

فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ
اور مجھ کو ڈھیل نہ دو ف۱ میرا حمایتی تو اللہ ہے جس نے اتاری کتاب اور وہ

يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی ف۲ اور جن کو تم پکارتے ہو اُس کے سوا وہ نہیں کر سکتے

نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ
تمہاری مدد اور نہ اپنی جان بچا سکیں ☆ اور اگر تم اُن کو پکارو رستہ کی طرف

لَا يَسْمَعُوا ۖ وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾ خُذِ
تو کچھ نہ سنیں اور تو دیکھتا ہے انکو کہ تک رہے ہیں تیری طرف اور وہ کچھ نہیں دیکھتے ف۳ عادت کر

الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ
درگذر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے ☆ اور اگر اُبھارے تجھ کو

مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٠٠﴾ إِنَّ
شیطان کی چھیڑ تو پناہ مانگ اللہ سے وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۴

الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم
جن کے دل میں ڈر ہے جہاں پڑ گیا اُن پر شیطان کا گذر چونک گئے پھر اسی وقت اُن کو

مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾
سوجھ آجاتی ہے ☆ اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں وہ انکو کھینچتے چلے جاتے ہیں گمراہی میں پھر وہ کمی نہیں کرتے ف۵

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا
اور جب تو لیکر نہ جائے اُنکے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کیوں نہ چھانٹ لایا تو کچھ اپنی طرف سے تو کہدے میں تو چلتا ہوں اس پر جو

يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ
حکم آئے میری طرف میرے رب سے یہ سوجھ کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف کی اور ہدایت اور رحمت ہے

بقیہ فوائد صفحہ ۲۲۶۔ (تنبیہ) حافظ عماد الدین ابن کثیر نے بتلایا ہے کہ عبد الحارث نام رکھنے کی حدیث مرفوع جو ترمذی میں ہے، وہ تین وجہ سے معلول ہے۔ رہے آثار، وہ غالباً اہل کتاب کی روایات سے ماخوذ ہیں واللہ اعلم۔ ف۲ پہلے ایک طرح کے شرک کا ذکر تھا اُس کی مناسبت سے ان آیات میں بت پرستی کا رد فرماتے ہیں۔ یعنی جو کسی کو پیدا نہ کر سکے بلکہ خود تمہارا بنایا ہوا ہو وہ تمہارا خدا یا معبود کیسے بن سکتا ہے۔ فوائد صفحہ ہذا ف۱ جن بتوں کو تم نے معبود ٹھہرایا ہے اور خدائی کا حق دیا ہے، وہ تمہارے کام تو کیا آتے، خود اپنی حفاظت پر بھی قادر نہیں اور باوجود مخلوق ہونے کے اُن کمالات سے محروم ہیں جن سے کسی مخلوق کو دوسری پر تفوق و امتیاز حاصل ہو سکتا ہے۔ گو اُن کے ظاہری ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان سب کچھ تم بناتے ہو، لیکن ان اعضاء میں وہ قوتیں نہیں جن سے اُنہیں اعضاء کہا جا سکے۔ نہ تمہارے پکارنے سے مصنوعی پاؤں سے چل کر آ سکتے ہیں، نہ ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑ سکتے ہیں، نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، نہ کانوں سے کوئی بات سُنتے ہیں۔ اگر پکارتے پکارتے تمہارا گلا پھٹ جائیگا تب بھی وہ تمہاری آواز سننے والے اور تمہیں پر چلنے والے یا اُسکا جواب دینے والے نہیں۔ تم اُن کے سامنے چلاؤ یا خاموش رہو، دونوں حالتیں یکساں ہیں۔ نہ اس سے فائدہ نہ اُس سے نفع۔ تعجب ہے کہ جو چیزیں مملوک و مخلوق ہونے میں تم ہی جیسی عاجز و درماندہ بلکہ وجود و کمالات وجود میں تم سے بھی گئی گذری ہوں، اُنہیں خدا بنا لیا جائے اور جو اس کا رد کرے اُسے نقصان پہنچنے کی دھمکیاں دی جائیں۔ چنانچہ مشرکین مکہ نبی کریم صلعم کو کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کی بے ادبی کرنا چھوڑ دیں ورنہ نہ معلوم وہ کیا آفت تم پر نازل کر دیں۔ "وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ" (زمر، رکوع ۴) اسی کا جواب قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ الخ سے دیا یعنی تم اپنے سب شرکاء کو پکارو اور میرے خلاف اپنے سب منصوبے اور تدبیریں پوری کر لو، پھر مجھ کو ایک منٹ کی مہلت بھی نہ دو۔ دیکھوں تم میرا کیا بگاڑ سکو گے۔ ف۲ یعنی جس نے مجھ پر کتاب نازل کی اور منصب رسالت پر فائز کیا، وہ ہی ساری دنیا کے مقابلہ میں میری حمایت و حفاظت کریگا۔ کیونکہ اپنے نیک بندوں کی حفاظت و اعانت وہ ہی کرتا ہے۔ ف۳ یعنی بظاہر آنکھیں بنی ہوئی ہیں، پر اُن میں بینائی کہاں؟ ف۴ خُذِ الْعَفْوَ کے کئی معنی کئے گئے ہیں۔ اکثر کا حاصل یہ ہے کہ سخت گیری و تند خوئی سے پرہیز کیا جائے اسی کو مترجم محقق نے "درگذر کی عادت" سے تعبیر فرمایا ہے۔ گذشتہ آیات میں بت پرستوں کی جو تحمیق و تجہیل کی گئی تھی، بہت ممکن تھا کہ جاہل مشرکین اُس پر برہم ہو کر کوئی ناشائستہ حرکت کرتے یا بُرا لفظ زبان سے نکالتے، اس لئے ہدایت فرما دی کہ عفو و درگذر کی عادت رکھو، نصیحت کرنے سے مت رُکو معقول بات کہتے رہو اور جاہلوں سے کنارہ کرو یعنی اُن کی جہالت آمیز حرکتوں پر روز روز اُلجھنے کی ضرورت نہیں۔ جب وقت آئیگا ذرا سی دیر میں ان کا سب حساب بے باق ہو جائیگا۔ اور اگر کسی وقت بمقتضائے بشریت اُن کی کسی نالائق حرکت پر غصہ آ جائے اور شیطان لعین چاہے کہ دورسے چھیڑ چھاڑ کر کے آپ کو ایسے معاملہ پر آمادہ کر دے جو خلاف مصلحت ہو یا آپ کے "خلق عظیم" اور حلم و متانت کے شایاں نہ ہو، تو آپ فوراً اللہ سے پناہ طلب کیجئے، آپ کی عصمت و وجاہت کے سامنے اُس کا کوئی کید نہیں چل سکیگا۔ کیونکہ خداوند قدیر ہر مستعیذ کی بات سننے والا اور ہر حالت کا جاننے والا ہے، اُسی نے آپ کی صیانت کا تکفل فرمایا ہے۔ ف۵ پہلے تو تنہا حضورؐ کو خطاب تھا گو حکم استعاذہ میں سب شامل تھے، اب عام متقین (خدا ترس پرہیزگاروں) کا حال بیان فرماتے ہیں۔ یعنی عام متقین کے حق میں یہ محال نہیں کہ شیطان کا گذر ان کی طرف ہو اور کوئی چرکہ لگا جائے۔ البتہ متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغواء سے مدت غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدا کو یاد کر کے چونک پڑے، ٹھوکر لگی اور معاً سنبھل گئے سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں، غفلت کا پردہ اُٹھ گیا۔ نیکی، بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد تاڑ لیا کام سے رُک گئے۔ باقی غیر متقین (جن کے دل میں خدا کا ڈر نہ ہو اور جنہیں شیطان کی برادری کہنا چاہئے) اُن کا حال یہ ہے کہ شیاطین ہمیشہ اُنہیں گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں اور رگیدنے میں ذرا کمی نہیں کرتے۔ اِدھر یہ لوگ اُن کی اقتداء و پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے۔ اور اس طرح اُن شیاطین کے غرور و سرکشی کو اور زیادہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ بہرحال متقی کی شان یہ ہے کہ جب شیطان دق کرے، فوراً خدا سے پناہ مانگے دیر نہ کرے۔ ورنہ غفلت میں تمادی ہو کر رجوع الی اللہ کی توفیق بھی نہ رہیگی۔

ف جب کبھی وحی کے آنے میں تاخیر ہوتی، تو کفار ازراہ تمسخر کہتے تھے کہ اب کوئی آیت کیوں گھڑ کر نہیں لے آتے۔ آخر سارا قرآن تمنے بنایا ہی ہے (العیاذ باللہ) اسی طرح کبھی دق کرنے کے لئے بعض ایسے نشان (معجزات) طلب کرتے جن کے دکھلانے کو خدا کی حکمت مقتضی نہ تھی۔ جب آپ دکھلانے سے انکار کرتے تو کہتے "لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا" یعنی اپنے خدا سے کہہ کر ہمارا مانگا ہوا نشان کیوں چھانٹ کر نہ لے آئے۔ دونوں باتوں کے جواب میں فرمایا "قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ" یعنی ان سے کہدو کہ نبی کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے خدا پر افترا کرے۔ یا لوگوں کے کہنے سننے پر اقدام کرکے خدا سے وہ چیز مانگے جس کا دینا اس کی حکمت کے منافی ہے یا جس کے طلب کرنے کی اجازت نہیں ہے (اس کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ جو کچھ خدا وحی بھیجے۔ قبول کرے، اس پر عمل پیرا ہو اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی دعوت دے باقی آیات تنزیلیہ یا تکوینیہ جو مجھ سے طلب کرتے ہو، تو قرآن سے بڑھ کر کونسی آیات ہونگی۔ اور اس سے زیادہ عظیم الشان معجزہ کونسا ہوگا جو سارے جہان کے لئے بصیرت افروز حقائق و مواعظ کا خزانہ، اور ایمان لانے والوں کے لئے خاص قسم کی ہدایت و رحمت کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی کو تم کب ماننے کے لئے تیار ہوئے ہو، جو فرمائشی آیات کو تسلیم کروگے۔ ف۲ جب قرآن ایسی دولت بے بہا اور علم و ہدایت کی کان ہے تو اسکی قرات کا حق سامعین پر یہ ہے کہ پوری فکر و توجہ سے ادھر کان لگائیں، اسکی ہدایات کو سمع قبول سے سنیں اور ہر قسم کی بات چیت، شور و شغب اور ذکر و فکر چھوڑ کر ادب کے ساتھ خاموش رہیں تاکہ خدا کی رحمت اور مہربانی کے مستحق ہوں۔ اگر کافر اس طرح قرآن سنے تو کیا بعید ہے کہ خدا کی رحمت سے مشرف بایمان ہو جائے۔ اور پہلے سے مسلمان ہے تو ولی بن جائے۔ یا کم از کم اس عمل کے اجر و ثواب سے نوازا جائے۔ اس آیت سے بہت سے علماء نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ نماز میں جب امام قرأت کرے تو مقتدی کو سننا اور خاموش رہنا چاہئے جیساکہ ابو موسیٰ اور ابو ہریرہ کی حدیث میں حضورؐ نے فرمایا "وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا" (جب نماز میں امام قرأت کرے تو چپ رہو) یہاں اس مسئلہ کی تفصیل کا موقع نہیں۔ صحیح مسلم کی شرح میں ہمنے نہایت شرح و بسط سے اس کے ما لہٗ و ما علیہ پر بحث کی ہے۔ ف۳ بڑا ذکر تو قرآن کریم ہے۔ اس کا ادب بیان ہو چکا۔ اب عام "ذکر اللہ" کے کچھ آداب بیان فرماتے ہیں۔ یعنی "ذکر اللہ" کی اصلی روح یہ ہے کہ جو زبان سے کہے دل سے اس کی طرف دھیان رکھے تاکہ ذکر کا پورا نفع ظاہر ہو اور زبان و دل دونوں عضو خدا کی یاد میں مشغول ہوں۔ ذکر کرتے وقت دل میں رقت ہونی چاہئے یعنی رغبت و رہبت سے خدا کو پکارے۔ جیسے کوئی خوشامد کرنے والا ڈرا ہوا آدمی کسی کو پکارتا ہے۔ ذاکر کے لہجہ میں، آواز میں اور ہیئت میں تضرع و خوف کا رنگ محسوس ہونا چاہئے۔ ذکر و مذکور کی عظمت و جلال سے آواز کا پست ہونا قدرتی چیز ہے "وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا"۔ اسی لئے زیادہ چلانے کی ممانعت آئی ہے۔ دھیمی آواز سے بسرًا یا جہرًا خدا کا ذکر کرے تو خدا اس کا ذکر کریگا۔ پھر اس سے زیادہ عاشق کی خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔ ف۴ یعنی رات دن خصوصًا صبح و شام کے اوقات میں اس کی یاد سے غافل مت رہ۔ جب مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے عار نہیں، بلکہ ہر وقت اسی کی یاد میں لگے رہتے ہیں، اسی کو سجدہ کرتے ہیں، تو انسان کو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اسی کے ذکر اور عبادت و سجود سے غافل نہ رہے۔ چنانچہ اس آیت پر بھی سجدہ کرنا چاہئے۔

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ

ان لوگوں کو جو مومن ہیں ف۲ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگائے رہو اور

اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا

چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو ف۳ اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا

وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَ

اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو ف۴ صبح کے وقت اور شام کے وقت اور

لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

مت رہ بےخبر ٭ بیشک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ تکبر نہیں کرتے

عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

اسکی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اسکی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں ف۴

رکوع ۲۴ — ۱۴

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ انفال ف۵ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہدے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا سو ڈرو

اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ

اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

ایمان رکھتے ہو ٭ ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں

قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ

ان کے دل اور جب پڑھا جائے ان پر اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے انکا ایمان اور وہ اپنے رب پر

ف۵ یہ سورت مدنی ہے۔ جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ مکہ کی سیزدہ سالہ زندگی میں مشرکین نے جو دردناک اور ہوشربا مظالم مٹھی بھر مسلمانوں پر روا رکھے، اور مظلوم مسلمانوں نے جس صبر و استقلال اور معجز نما استقامت و للہیت سے مسلسل تیرہ برس تک ان ہولناک مصائب و نوائب کا تحمل کیا، وہ دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ قریش اور ان کے حامیوں نے کوئی صورت ظلم و ستم کی اٹھا کر نہ رکھی۔ تاہم مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے ان وحشی ظالموں کے مقابلہ میں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ صبر و تحمل کے امتحان کی آخری حد یہ تھی کہ مسلمان مقدس وطن، عزیز و اقارب، اہل و عیال مال و دولت سب چیزوں کو خیرباد کہہ کر خالص خدا اور رسول کی خوشنودی کا راستہ طے کرنے کے لئے گھروں سے نکل پڑے۔ جب مشرکین کا ظلم و تکبر اور مسلمانوں کی مظلومیت دیکھی حد سے گذر گئی۔ ادھر اہل ایمان کے قلوب وطن و قوم، زن و فرزند، مال و دولت، غرض ہر ایک "ماسوی اللہ" کے تعلق سے خالی اور پاک ہو کر محض خدا اور رسول کی محبت اور دولت توحید و اخلاص سے ایسے بھرپور ہو گئے کہ گویا غیر اللہ کی ان میں گنجائش ہی نہ رہی۔ تب ان مظلوموں کو جو تیرہ برس سے برابر کفار کے ہر قسم کے حملے سہہ رہے تھے اور وطن چھوڑنے پر بھی امن حاصل نہ کر سکے تھے، ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دی گئی۔ "اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ" (الحج رکوع ۶) مکہ کا اب مانع تھا کہ مسلمان ابتداءً وہاں چڑھ کر جائیں اس لئے ہجرت کے بعد تقریبًا ڈیڑھ سال تک لائحہ عمل یہ رہا کہ مشرکین کے تجارتی سلسلوں کو جو شام وغیرہ سے قائم تھے، شکست دیکر ظالموں کی اقتصادی حالت کمزور اور مسلمانوں کی مالی پوزیشن مضبوط کی جائے۔ ہجرت کے پہلے سال "ابواء" "بواط" "عشیرہ" وغیرہ چھوٹے چھوٹے غزوات و سرایا جن کی تفصیل کتب احادیث و سیر میں ہے، اسی سلسلہ میں وقوع پذیر ہوئے۔ سنہ ۲ ہجری میں آپ کو معلوم ہوا کہ ایک بھاری تجارتی مہم ابو سفیان کی سرکردگی میں شام کو روانہ ہوئی ہے

بقیہ فوائد صفحہ ۲۲۸ ۔ ابوسفیان کا یہ تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تقریباً ساٹھ قریشی، ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا مال تھا جب شام سے مکہ کو واپس ہوا تو نبی کریم صلعم کو خبر پہنچی صحیح مسلم کی ایک روایت کے موافق آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا کر آیا اس جماعت سے تعرض کیا جائے؟ طبری کے بیان کے موافق بہت سے لوگوں نے اس مہم میں جانے سے پہلو تہی کی کیونکہ انہیں کسی بڑی جنگ کا خطرہ نہ تھا جس کے لئے بڑا اجتماع و اہتمام کیا جائے۔ دوسرے انصار کی نسبت عموماً یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے نصرت و حمایت کا معاہدہ صرف اس صورت میں کیا ہے کہ کوئی قوم مدینہ پر چڑھائی کرے یا آپ پر حملہ آور ہو۔ ابتداءً اقدام کر کے جانا خواہ کسی صورت میں ہو، ان کے معاہدہ میں شامل نہ تھا۔ مجمع کا یہ رنگ دیکھ کر ابوبکر و عمر اور رئیس انصار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم نے حوصلہ افزا تقریریں کیں۔ آخر حضورؐ تین سو سے کچھ زائد آدمیوں کی جمعیت لیکر قافلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چونکہ کسی بڑے مسلح لشکر سے مڈبھیڑ ہونے کی توقع نہ تھی، اس لئے جمعیت اور سامان، اسلحہ وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا۔ فی الوقت جو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے سرسری سامان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اسی لئے بخاری کی روایت میں حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ "جو لوگ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے اُن پر کوئی عتاب نہیں ہوا، کیونکہ حضورؐ صرف تجارتی مہم کے ارادے سے نکلے تھے۔ اتفاقاً خدا نے باقاعدہ جنگ کی صورت پیدا فرما دی" ابوسفیان کو آپ کے ارادہ کا پتہ چل گیا۔ اُس نے فوراً مکہ آدمی بھیجا۔ وہاں سے تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے، پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضورؐ مقام صفراء میں تھے جب معلوم ہوا کہ ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے ائمۃ الکفر کی کمان میں مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آرہا ہے۔ اس غیر متوقع صورت کے پیش آجانے پر آپؐ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں۔ تجارتی قافلہ اور فوجی لشکر، خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط کریگا۔ تم بتلاؤ کہ کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لئے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے۔ مگر حضورؐ اس رائے سے خوش نہ تھے۔ حضرت ابوبکر و عمر اور مقداد بن الاسود نے ولولہ انگیز جوابات دیئے اور اخیر میں حضرت سعد بن معاذ کی تقریر کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ فوجی مہم کے مقابلہ پر جوہر شجاعت دکھلائے جائیں۔ چنانچہ مقام بدر میں دونوں فوجیں بھڑ گئیں۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عنایت فرمائی۔ کافروں کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ اس طرح کفر کا زور ٹوٹا۔ اس سورۃ میں عموماً اسی واقعہ کے اجزاء و متعلقات کا بیان ہوا ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس سفر میں حضورؐ شروع ہی سے فوجی لشکر کے مقابلہ میں نکلے تھے جو "مدینہ" پر از خود اقدام کرتا ہوا چلا آرہا تھا۔ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے کی نیت آپ نے اوّل سے آخر تک کسی وقت نہیں کی۔ وہ فی الحقیقت اپنے ایک خود ساختہ اصول پر تمام ذخیرۂ حدیث و سیر اور اشارات قرآنیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ کفار محاربین جن کی دستبرد سے مسلمانوں کی جان و مال کوئی چیز بچی اور نہ آئندہ بچنے کی توقع تھی، اُن کو جانی و بدنی نقصان پہنچانا تو جائز سمجھا جائے لیکن تجارتی اور مالی نقصان پہنچانا خلاف تہذیب و انسانیت ہو۔ یعنی اُن کی جانیں تو ظلم و شرارت اور کفر و طغیان کی بدولت محفوظ نہیں رہیں مگر اموال بدستور محفوظ ہیں۔ گویا زندگی کے حق سے محروم ہو جائیں تو ہو جائیں، پر سامان زندگی سے محروم نہ ہوں۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ باقی یہ دعویٰ کہ جو لوگ حملہ آور نہ ہوئے ہوں، اُن پر مسلمانوں کو از خود حملہ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ کے خلاف ہوگا۔ قطع نظر اس سے کہ یہ مسئلہ موجودہ واقعہ سے بے تعلق ہے۔ کیونکہ کفار مکہ پہلے ہر قسم کے مظالم اور حملے مسلمانوں پر کر چکے تھے اور آئندہ کے لئے باقاعدہ دھمکیاں دے رہے تھے۔ اُنکی سازشیں اور مراسلتیں جاری تھیں۔ فی نفسہٖ بھی صحیح نہیں۔ بلکہ اس بارہ میں کیونکہ یہ آیت ابتدائے ہجرت میں اُتری تھی جس کے بعد دوسری آیات جن میں مطلق قتال کا حکم ہے نازل ہوئیں۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ صرف اتنا کہنے سے کہ حملہ آوروں کی مدافعت کرو یہ لازم نہیں آتا کہ کسی حالت میں حملہ کرنیکی اجازت نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل میرے عزیز مولوی محمد یحییٰ سلمہ نے جو تحریر فوائد میں میرے معین ہیں۔ اپنے رسالہ "الجہاد الکبیر" میں لکھی ہے۔ اور احقر نے کچھ خلاصہ رسالہ "الشہاب" میں درج کیا ہے اور موقع بہ موقع فوائد میں بھی لکھا جائیگا۔ انشاء اللہ۔

يَتَوَكَّلُونَ ۝٢ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۝٣

بھروسا رکھتے ہیں ★ وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ

وہی ہیں سچے ایمان والے ان کے لئے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی

وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝٤ كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ

اور روزی عزت کی ★ جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور

إِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكٰرِهُونَ ۝٥ يُجٰدِلُونَكَ فِي الْحَقِّ

ایک جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی ★ وہ تجھ سے جھگڑتے تھے حق بات میں

بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۝٦

اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد گویا وہ ہانکے جاتے ہیں موت کی طرف آنکھوں دیکھتے ★

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ

اور جس وقت تم کو وعدہ دیتا تھا اللہ دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ

غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ

جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے سچ کو

بِكَلِمٰتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِينَ ۝٧ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ

اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی ★ تاکہ سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کر دے

الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝٨ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ

جھوٹ کو اور اگرچہ ناراض ہوں گنہگار ★ جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے

فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝٩

تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو کہ میں مدد کو بھیجوں گا تم کو ہزار فرشتے لگاتار آنے والے ★

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَ

اور یہ تو دی اللہ نے فقط خوشخبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور

فوائد صفحہ ہذا ف "بدر" میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا، اُسکے متعلق صحابہ میں نزاع تھی: نوجوان جو آگے بڑھ کر لڑے تھے، وہ کُل مال غنیمت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ پُرانے لوگ جو نوجوانوں کی پُشت پر تھے، اُن کا یہ کہنا تھا کہ ہمارے سہارا لگانے سے فتح ہوئی لہٰذا غنیمت ہم کو ملنی چاہئے۔ ایک جماعت جو نبی اکرم صلعم کی حفاظت کرتی رہی تھی، وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔ ان آیات میں بتلا دیا کہ فتح صرف اللہ کی مدد سے ہے۔ کسی کا سہارا اور زور پیش نہیں جاتا۔ سو مال کا مالک خدا ہے۔ پیغمبر اس کے نائب ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی معرفت حکم دے، اُسی کے موافق غنیمت تقسیم ہونی چاہئے۔ (اس حکم کی تفصیل آگے آئیگی) پکے مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ ہر معاملہ میں خدا سے ڈریں۔ (بقیہ بر صفحہ ۲۳۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۲۹ آپس میں صلح و آشتی سے رہیں، ذرا ذرا سی بات پر جھگڑے نہ ڈالیں۔ اپنی آراء و جذبات سے قطع نظر کر کے محض خدا و رسول کا حکم مانیں، جب خدا کا نام درمیان میں آجائے ہیبت و خوف سے کانپ اٹھیں، آیات و احکام الٰہی سن کر اُن کا ایمان و یقین زیادہ مضبوط ہوتا رہے۔ اس قدر مضبوط و قوی ہو جائے کہ ہر معاملہ میں اُن کا اصلی بھروسہ اور اعتماد بجز خدا کے کسی پر باقی نہ رہے۔ اُسی کے سامنے سر عبودیت جھکائیں، اُسی کے نام پر مال و دولت خرچ کریں۔ غرض عقیدہ، خلق، عمل اور مال ہر چیز سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں ایسے ہی لوگوں کو سچا اور پکا ایماندار کہا جا سکتا ہے۔ جو خدا کے یہاں اپنے اپنے درجہ کے موافق بڑے بڑے مقامات و مراتب قرب پر فائز ہونگے۔ جنہیں معمولی کوتاہیوں سے درگزر کر کے عزت کی روزی سے سرفراز کیا جائیگا۔ رزقنا اللہ منہ بفضلہ ومنہ۔ **ف۲** یعنی سوچو کہ اس جنگ (بدر) میں شروع سے آخر تک کس طرح حق تعالیٰ کی تحریک و تائید اور امداد و توفیق مسلمانوں کے حق میں کارفرما رہی۔ خدا ہی تھا جو نصرت دین اسلام کے حق (سچے) وعدے کر کے اپنے نبی کو ایک امر حق یعنی کفار کے ساتھ جہاد کرانے کے لئے مدینہ سے باہر بدر کے میدان میں اُس وقت لے آیا جبکہ ایک جماعت مسلمانوں کی لشکر قریش سے نبرد آزمائی کرنے پر راضی نہ تھی۔ یہ لوگ ایسی کھلی اور طے شدہ چیز میں پس و پیش کر رہے اور حجتیں نکال رہے تھے جس کی نسبت بذریعہ پیغمبر انہیں ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ یقیناً خدا کی فرمائی ہوئی اٹل بات ہے۔ (یعنی اسلام و پیروان اسلام کا بذریعہ جہاد غالب و منصور ہونا) ابوجہل کے لشکر سے مقابلہ کرنا اُن کو اس قدر شاق اور گراں تھا۔ جیسے کسی شخص کو آنکھوں دیکھے موت کے منہ میں جانا مشکل ہے تاہم خدا اپنی توفیق سے اُن کو میدان جنگ میں لے گیا اور اپنی امداد سے مظفر و منصور واپس لایا پس جیسے خدا ہی کی مدد سے از اول تا آخر یہ مہم سر ہوئی، مال غنیمت بھی اُسی کا سمجھنا چاہئے وہ اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے جہاں بتلائے وہاں خرچ کرو۔

(تنبیہ) کما اخرجك الخ کے کاف کو میں نے اپنی تقریر میں صرف تشبیہ کے لئے نہیں لیا۔ بلکہ ابوحیان کی تحقیق کے موافق معنی تعلیل پر مشتمل رکھا ہے جیسے وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ میں علماء نے تصریح کی ہے۔ اور اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ الیٰ آخر الآیات کے مضمون کو میں نے اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ ابوحیان کی طرح اَعَزَّكَ اللّٰهُ وغیرہ مقدر نہیں مانا۔ نیز تقریر آیت میں صاحب "روح المعانی" کی تصریح کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ "اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ" میں صرف آن خروج من البیت مراد نہیں۔ بلکہ خروج من البیت سے دخول فی الجہاد تک کا ممتد اور وسیع زمانہ مراد ہے۔ جس میں "وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ" وغیرہ سب احوال کا وقوع ہوا۔ ایک فریق کی کراہیت تو عین خروج من المدینہ ہی کے وقت ظاہر ہوگئی جیسے ہم صحیح مسلم اور طبری کے حوالہ سے سورۃ الانفال کے پہلے فائدہ میں بیان کر چکے ہیں اور مجادلہ کی صورت غالباً آگے چل کر لشکر کی اطلاع ملنے پر مقام صفراء میں پیش آئی۔ اس کے سمجھ لینے سے بعض مبطلین کے مغالطات کا استیصال ہو جائیگا۔ **ف۳** مسلمان چاہتے تھے کہ "تجارتی قافلہ" پر حملہ ہو۔ کہ کانٹا نہ چبھے اور بہت سامال ہاتھ آجائے لیکن خدا کی مرضی یہ تھی کہ اس چھوٹی سی بے سرو سامان جماعت کو کثیر التعداد اور مرتب و پرشوکت لشکر سے بھڑا کر اپنی باتوں سے سچ کو سچ کر دکھلائے اور کفار مکہ کی جڑ کاٹ ڈالے۔ تاکہ اس طرح اُسکے وعدوں کی سچائی حیرت انگیز طریقہ پر ظاہر ہو کر سچ کا سچ اور جھوٹ کا جھوٹ ہونا کفار کے علی الرغم صاف صاف آشکارا ہو جائے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے۔ جن میں ابوجہل بھی تھا۔ اور ستر ہی قید ہوئے۔ اس طرح کفر کی کمر ٹوٹ گئی اور مشرکین مکہ کی بنیادیں ہل گئیں۔ فللہ الحمد والمنہ۔

مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ⑩ اِذْ

اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے بیشک اللہ زور آور ہے حکمت والا ف۱ جس وقت

يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ

ڈالدی اُس نے تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کیواسطے اور اُتارا تم پر آسمان سے

مَاۗءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ

پانی کہ اُس سے تم کو پاک کر دے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور

لِيَرْبِطَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ⑪ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ

مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جمادے اُس سے تمہارے قدم ف۲ جب حکم بھیجا تیرے رب نے

اِلَى الْمَلٰۗىِٕكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ سَاُلْقِيْ فِيْ

فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمہارے سو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے میں ڈالدونگا

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ

دل میں کافروں کے دہشت سو مارو گردنوں پر

وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ⑫ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَ

اور کاٹو اُن کی پور پور ☆ یہ اس واسطے ہے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے اور

رَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

اُسکے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا اور اُسکے رسول کا تو بیشک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ⑬ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ⑭

سخت ہے ☆ یہ تو تم چکھ لو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے ہے عذاب دوزخ کا ف۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا

اے ایمان والو جب بھڑو تم کافروں سے میدان جنگ میں

فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ⑮ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗ

تو مت پھیرو اُن سے پیٹھ ف۴ اور جو کوئی اُن کو پھیرے پیٹھ اُس دن

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** اسی طرح کی آیت "آل عمران" پارہ "لن تنالوا" کے ربع پر گزر چکی۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔ البتہ اُس جگہ فرشتوں کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک بیان کی گئی تھی۔ اگر واقعہ ایک ہی تو کہا جائیگا کہ اول ایک ہزار کا دستہ آیا ہوگا۔ پھر اُس کے پیچھے دوسرے دستے آئے ہوں جن کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک پہنچی شاید لفظ "مردفین" میں اسی طرف اشارہ ہو۔ **ف۲** "بدر" کا معرکہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے بہت ہی سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان کا موقع تھا۔ وہ تعداد میں تھوڑے تھے، بے سروسامان تھے، فوجی مقابلہ کے لئے تیار ہو کر نہ نکلے تھے، مقابلہ پر اُن سے تگنی تعداد کا لشکر تھا جو پورے ساز و سامان سے کبر و غرور کے نشہ میں سرشار ہو کر نکلا تھا مسلمانوں اور کافروں کی پہلی ہی قابل ذکر ٹکر تھی، پھر صورت ایسی پیش آئی کہ کفار نے پہلے سے اچھی جگہ اور پانی وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان نشیب میں تھے، ریت بہت زیادہ تھی جس میں چلتے ہوئے پاؤں دھنستے تھے۔ گرد و غبار نے الگ پریشان کر رکھا تھا۔ پانی نہ ملنے سے ایک طرف غسل و وضو کی تکلیف، دوسری طرف تشنگی ستا رہی تھی۔ یہ چیزیں دیکھ کر مسلمان ڈرے کہ بظاہر آثار شکست کے ہیں شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ اگر واقعی تم خدا کے مقبول بندے ہوتے تو ضرور تائید ایزدی تمہاری طرف ہوتی اور ایسی پریشان کن اور یاس انگیز صورت حال پیش نہ آتی۔ اُس وقت حق تعالیٰ نے ذات کاملہ سے زور کا مینہ برسایا جس سے میدان کی ریت جم گئی، غسل و وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی کی افراط ہو گئی، گرد و غبار سے نجات ملی۔ کفار کا لشکر جس جگہ تھا وہاں کیچڑ اور پھسلن سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہوئیں تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک قسم کی غنودگی طاری کر دی۔ آنکھ کھلی تو دلوں سے سارا خوف و ہراس جاتا رہا بعض روایات میں ہے

إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ
مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں سو وہ پھرا اللہ کا

مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ
غضب لے کر اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے ف۱ سو تم نے ان کو نہیں مارا

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ
لیکن اللہ نے ان کو مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی لیکن اللہ نے

رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ
پھینکی اور تاکہ کرے ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان بیشک اللہ ہے

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾
سننے والا جاننے والا ف۲ یہ تو ہو چکا اور جان رکھو کہ اللہ سست کر دیگا تدبیر کافروں کی ف۳

إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِن تَنتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ
اگر تم چاہتے ہو فیصلہ تو پہنچ چکا تمہارے پاس فیصلہ اور اگر باز آؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے

وَإِن تَعُودُوا نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ
اور اگر پھر یہی کرو گے تو ہم بھی پھر یہی کرینگے اور کچھ کام نہ آئیگا تمہارے تمہارا جتھا اگرچہ

كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
بہت ہوں اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے ف۴ اے ایمان والو

أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾
حکم مانو اللہ کا اور اسکے رسول کا اور اس سے مت پھرو سن کر ف۵

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ
اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں ف۶ بیشک

شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾
سب جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے ف۷

ع ۹/۱۴

بقیہ فوائد صفحہ ۲۳۰. کہ حضورؐ اور ابوبکر صدیقؓ رات بھر "عریش" میں مشغول دعا رہے اخیر میں حضورؐ پر خفیف سی غنودگی طاری ہوئی جب اُس سے چونکے تو فرمایا خوش ہو جاؤ کہ جبریل تمہاری مدد کو آرہے ہیں. عریش سے باہر تشریف لائے تو سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ زبان مبارک پر جاری تھا. بہرحال اُس باران رحمت نے بدن کو احداث سے اور دلوں کو شیطان کے وساوس سے پاک کر دیا. اِدھر ریت کے جم جانے سے ظاہری طور پر قدم جم گئے اور اندر سے ذرائع کر دل مضبوط ہو گئے ف۳ جنگ بدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس معرکہ میں خود ابلیس لعین کنانہ کے سردار اعظم سراقہ بن مالک مدلجی کی صورت میں متشکل ہو کر ابوجہل کے پاس آیا اور مشرکین کے خوب دل بڑھائے کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے ابلیس کے جھنڈے تلے بڑا بھاری لشکر شیاطین کا تھا. یہ واقعہ آگے آئیگا. اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی کمک پر شاہی فوج کے دستے جبریل و میکائیل کی کمانڈ میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں. (اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں متشکل ہو کر کفار کے حوصلے بڑھا رہے ہیں اور اُن کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے قلوب کو وسوسے ڈال کر خوفزدہ کر رہے ہیں تو تم مظلوم و ضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو. اِدھر تم اُن کی ہمت بڑھاؤ تے اُدھر میں کفار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈالدونگا. تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو کیونکہ آج ان سب جنی و انسی کافروں نے مل کر خدا و رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے. سو انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے آخرت میں جو سزا ملیگی اصل تو وہی ہے لیکن دنیا میں بھی اُس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذاب الٰہی کا کچھ مزہ چکھ لیں. روایات میں ہے کہ بدر میں ملائکہ کو لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے اور اُنکے مارے ہوئے کفار کو آدمیوں کے قتل کئے ہوئے کفار سے الگ شناخت کرتے تھے. خدا تعالیٰ نے یہ ایک نمونہ دکھا دیا کہ اگر کبھی شیاطین الجن والانس ایسے غیر معمولی طور پر حق کے مقابل جمع ہو جائیں تو وہ اہل حق اور مقبول بندوں کو ایسے غیر معمولی طریقہ سے فرشتوں کی کمک پہنچا سکتا ہے باقی ویسے تو فتح و غلبہ بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام خدا ہی کی مشیت و قدرت سے انجام پاتا ہے اُسے نہ فرشتوں کی احتیاج ہے نہ آدمیوں کی اور اگر فرشتوں ہی سے کوئی کام لے تو اُن کو وہ طاقت بخشی ہے کہ تنہا ایک فرشتہ بڑی بڑی بستیوں کو اٹھا کر پٹک سکتا ہے یہاں تو عالم تکلیف و اسباب میں ذرا سی تنبیہ کے طور پر شیاطین کی غیر معمولی دوڑ دھوپ کا جواب دینا تھا اور بس. ف۴ "فرار من الزحف" (جہاد میں سے نکل کر بھاگنا اور لڑائی میں کفار کو پیٹھ دکھانا) بہت سخت گناہ اکبر الکبائر میں سے ہے اگر کافر تعداد میں مسلمانوں سے دُگنے ہوں اُس وقت تک فقہاء نے پیٹھ پھیرنے کی اجازت نہیں دی.

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اگر پسپائی کسی جنگی مصلحت سے ہو، مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہے یا ایک جماعت سپاہیوں کی مرکزی فوج سے جدا ہو گئی وہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکز سے ملنا چاہتی ہے، تو ایسی پسپائی جرم نہیں. گناہ اُس وقت ہے جبکہ پسپائی محض لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو. ف۲ جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضورؐ نے ایک مٹھی کنکریاں لشکر کفار کی طرف پھینکیں اور تین مرتبہ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ فرمایا. خدا کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے، وہ سب آنکھیں ملنے لگے. اِدھر سے مسلمانوں نے فوراً دھاوا بول دیا، آخر بہت سے کفار کھیت رہے. اُسی کو فرماتے ہیں کہ گو بظاہر کنکریاں تم نے اپنے ہاتھ سے پھینکی تھیں لیکن کسی بشر کا یہ فعل عادۃً ایسا نہیں ہو سکتا کہ مٹھی بھر کنکریاں ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ کر ایک مسلح لشکر کی ہزیمت کا سبب بنجائیں، یہ صرف خدائی ہاتھ تھا جس نے مٹھی بھر سنگریزوں سے فوجوں کے منہ پھیر دیے. ہم بے سرو سامان قلیل التعداد مسلمانوں میں اتنی قدرت کہاں تھی کہ محض تمہارے زور بازو سے کافروں کے ایسے ایسے منہ مارے جاتے. یہ تو خدا ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ اُس نے ایسے متکبر سرکشوں کو فنا کے گھاٹ اتارا، ہاں یہ ضرور ہے کہ بظاہر کام تمہارے ہاتھوں سے لیا گیا اور اُن میں وہ فوق العادۃ قوت پیدا کر دی جسے تم اپنے کسب و اختیار سے حاصل نہ کر سکتے تھے. یہ اس لئے کیا گیا کہ خدا کی قدرت ظاہر ہو اور مسلمانوں پر پوری مہربانی اور خوب طرح احسان کیا جائے. بیشک خدا مومنین کی دعا و فریاد کو سننا اور اُن کے افعال و احوال کو بخوبی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مقبول بندوں پر کس وقت کس عنوان سے احسان کرنا مناسب ہے. ف۳ یعنی اُس وقت بھی خدا نے کفار مکہ کے سب منصوبے خاک میں ملا دیے اور آیندہ بھی اُن کی تدبیروں کو سست کر دیا جائیگا. ف۴ یہ خطاب کفار مکہ کو ہے. وہ ہجرت سے پہلے حضورؐ سے کہا کرتے تھے مَتٰی ھٰذَا الْفَتْحُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ یعنی ہمارے تمہارے درمیان یہ فیصلہ کب ہوگا! سو پورا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا. مگر ایک طرح کا فیصلہ آج میدان بدر میں بھی تم نے دیکھ لیا کہ کیسے خارق عادت طریق سے تم کو کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا ملی. اب اگر نبی علیہ السلام کی مخالفت اور کفر و شرک سے باز آجاؤ تو تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بہتری ہے ورنہ اگر پھر اسی طرح لڑائی کرو گے تو ہم بھی پھر اسی طرح مسلمانوں کی مدد کرینگے اور انجام کار تم ذلیل و خوار ہو گے. جب خدا کی تائید مسلمانوں کے ساتھ ہے تو تمہارے جتھے اور جماعتیں خواہ کتنی ہی تعداد میں ہوں کچھ کام نہ آئیں گے بعض روایات میں ہے کہ ابوجہل وغیرہ نے مکہ سے روانگی کے وقت کعبہ کے پردے پکڑ کر دعا کی تھی کہ خداوندا! دونوں فریق میں جو اعلیٰ و اکرم ہو اُسے فتح دے اور فساد مچانے والے کو مغلوب کر فَقَدْ جَاءَکُمُ الْفَتْحُ میں اُس کا بھی (بقیہ بر صفحہ ۲۳۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۳۱۔ جواب ہو گیا کہ جو واقعی "اعلیٰ و افضل" تھے، اُن کو فتح مل گئی اور مفسد ذلیل و رسوا ہوئے۔ ف۵ پہلے فرمایا تھا کہ "اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے" اب ایمان والوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اُن کا معاملہ خدا و رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے؟ جس سے وہ خدا کی نصرت و حمایت کے مستحق ہوں۔ سو بتلا دیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن خدا و رسول کا فرمانبردار ہو۔ احوال و حوادث خواہ کتنا ہی اُس کا مُنہ پھیرنا چاہیں مگر خدا کی باتوں کو جب وہ سُن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا۔ تو قولاً و فعلاً کسی حال اُن سے منہ نہ پھیرے۔ ف۶ یعنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے سُن لیا حالانکہ وہ سُننا ہی کیا جو آدمی سیدھی سی بات کو سُن کر سمجھے نہیں یا سمجھ کر قبول نہ کرے۔ پہلے یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" (ہمنے سُن لیا مگر مانا نہیں) مشرکین مکہ کا قول آگے آتا ہے "قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا" یعنی جو قرآن آپ سُناتے ہیں بس ہمنے سُن لیا۔ اگر ہم چاہیں تو اسی جیسا کلام بنا کر لے آئیں۔ مدینہ کے منافقین کا تو شیوہ یہ تھا کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کے سامنے زبانی اقرار کر گئے اور دل سے اُسی طرح منکر رہے۔ بہرحال مومن صادق کی شان ان یہود اور مشرکین و منافقین کی طرح نہ ہونی چاہئے اُس کی شان یہ ہے کہ دل سے زبان سے عمل سے حاضر و غائب احکام الٰہیہ اور فرامین نبویہ پر نثار ہوتا ہے۔ ف۷ جنہیں خدا نے بولنے کو زبان سننے کو کان اور سمجھنے کو دل و دماغ دیئے تھے۔ پھر انہوں نے یہ سب قوتیں معطل کر دیں۔ نہ زبان سے حق بولنے اور حق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی نہ کانوں سے حق کی آواز سُنی نہ دل و دماغ سے حق کو سمجھنے کی کوشش کی۔ غرض خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اُس اصلی کام میں صرف نہ کیا جس کے لئے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا

اور اگر اللہ جانتا اُن میں کچھ بھلائی تو اُن کو سُنا دیتا اور اگر اُن کو اب سُنا دے تو ضرور بھاگیں

وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ

منہ پھیر کر ف۱ اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور

لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ

رسول کا جس وقت بلائے تم کو اُس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے ف۲ اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے

بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً

آدمی سے اُس کے دل کو اور یہ کہ اُسی کے پاس تم جمع ہو گے ف۳ اور بچتے رہو اُس فساد سے کہ

لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ

نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر اور جان لو کہ

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

اللہ کا عذاب سخت ہے ف۴ اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے

فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ

ملک میں ڈرتے تھے کہ اُچک لیں تم کو لوگ پھر اُس نے تم کو ٹھکانا دیا

اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو ف۵

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ

اے ایمان والو خیانت نہ کرو اللہ سے اور رسول سے اور خیانت نہ کرو آپس کی امانتوں

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ

میں جان کر ف۶ اور جان لو کہ بیشک تمہارے مال اور اولاد خرابی میں ڈالنے والے ہیں

وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا

اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ف۷ اے ایمان والو اگر تم ڈرتے رہو گے

ع ۹ / ۱۷

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں۔ کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اُس وقت ملتی ہے جب اُس کے دل میں طلب حق کی سچی تڑپ اور نور ہدایت قبول کرنے کی لیاقت ہو۔ جو قوم طلب حق کی روح سے یکسر خالی ہو چکی اور اس طرح خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکی ہو، رفتہ رفتہ اُس میں قبول حق کی لیاقت و استعداد بھی نہیں رہتی۔ اسی کو فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبول خیر و ہدایت کی لیاقت نہیں دیکھی، اگر اُن میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تو اپنی عادت کے موافق ضرور ان کو اپنی آیتیں سُنا کر سمجھا دیتا۔ باقی بحالت موجودہ اگر انہیں آیات سُنا اور سمجھا دی جائیں تو یہ ضدی اور معاند لوگ سمجھ کر بھی تسلیم اور قبول کرنے والے نہیں۔ ف۲ یعنی خدا و رسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں (مثلاً جہاد وغیرہ) اُس میں از سرتاپا تمہاری بھلائی ہے۔ اُن کا دعوتی پیغام تمہارے لئے دنیا میں عزت و اطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے۔ پس مومنین کی شان یہ ہے کہ خدا و رسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں۔ جس وقت اور جدھر وہ بلائیں سب اشغال چھوڑ کر ادھر ہی پہنچیں ف۳ یعنی حکم بجا لانے میں دیر نہ کرو۔ شاید تھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہے پھیر دے۔ بیشک وہ اپنی رحمت سے کسی کا دل ابتداءً نہیں روکتا نہ اُس پر مُہر کرتا ہے۔ ہاں جب بندہ امتثال احکام میں سستی اور کاہلی کرتا ہے تو اُس کی جزا میں روک دیتا ہے۔ یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عنا کو شیوہ بنائے تو مُہر کر دیتا ہے۔ کذا فی الموضح۔ بعض نے "يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ" کو بیان قرب کے لئے لیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ بندہ سے اس قدر قریب ہے کہ اُس کا دل بھی اتنا قریب نہیں۔ "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ" (ق رکوع ۲)، تو خدا کی حکم برداری سچے دل سے کرو۔ خدا تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال و سرائر پر مطلع ہے۔ خیانت اُس کے آگے نہیں چل سکیگی۔ اسی کے پاس سب کو جمع ہونا ہے وہاں سارے مکنونات و سرائر کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔ ف۴ یعنی فرض کیجئے ایک قوم کے اکثر افراد نے ظلم و عصیان کا وتیرہ اختیار کر لیا، کچھ لوگ جو اُس سے علیحدہ رہے اُنہوں نے مداہنت برتی، نہ نصیحت کی نہ اظہار نفرت کیا تو یہ فتنہ ہے جس کی لپیٹ میں وہ ظالم اور یہ خاموش مداہن سب آجائیں گے۔ جب عذاب آئیگا تو حسب مراتب سب اُس میں شامل ہونگے کوئی نہ بچیگا۔ اس تفسیر کے موافق آیت سے مقصود یہ ہوگا کہ خدا و رسول کی حکم برداری کے لئے خود تیار رہو اور نافرمانوں کو نصیحت و فہمایش کرو ورنہ تو بیزاری کا اظہار کرو۔ باقی حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے فساد (گناہ) سے بالخصوص بچنا چاہئے جس کا خراب اثر گناہ کرنے والے کی ذات سے متعدی ہو کر دوسروں تک پہنچے۔ پہلے فرمایا تھا کہ خدا و رسول کا حکم ماننے میں ادنیٰ تاخیر اور کاہلی نہ کرے۔ کہیں دیر کرنے کی وجہ سے دل نہ پٹ جائے۔ اب تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر نیک لوگ کاہلی کریں گے تو عام لوگ بالکل چھوڑ دیں گے تو رسم بد پھیلے گی۔ اُس کا وبال سب پر پڑیگا۔ جیسے جنگ میں دلیر سستی کریں تو نامرد بھاگ ہی جائیں۔ پھر شکست پڑے تو دلیر بھی نہ تھام سکیں۔ ف۵ یعنی اپنی قلت و ضعف کو خیال کرکے خدا کا حکم (جہاد) ماننے میں سستی مت دکھلاؤ۔ دیکھو ہجرت سے پہلے بلکہ اُس کے بعد بھی تمہاری تعداد تھوڑی تھی، سامان بھی نہ تھا۔ تمہاری کمزوری کو دیکھ کر لوگوں کو طمع ہوتی تھی کہ تم کو ہضم کر [illegible] انصار و مہاجرین میں عدیم النظیر رشتہ مواخات قائم کر دیا۔ پھر

بقیہ صفحہ ۲۳۶ . قتادہ کہتے ہیں کہ ملعون نے جھوٹ بولا۔ اُس کے دل میں خدا کا ڈر نہ تھا۔ ہاں وہ جانتا تھا کہ اب قریش کا لشکر ہلاکت میں گھر چکا ہے۔ کوئی قوت بچا نہیں سکتی۔ یہ اُس کی قدیم عادت ہو کہ اپنے متبعین کو دھوکہ دیکر اور ہلاکت میں پھنسا کر عین وقت پر کھسک جایا کرتا ہے۔ اُسی کے موافق یہاں بھی کیا یَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (نساء۔ رکوع ۱۸) كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (الحشر۔ رکوع ۲)، وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (ابراہیم۔ رکوع ۴)

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ
جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ لوگ مغرور ہیں

دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾
اپنے دین پر اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۱

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ
اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے مارتے ہیں

وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ
اُن کے منہ پر اور اُن کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا ف۲ یہ بدلا ہے

بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾ كَدَأْبِ
اُسی کا جو تم نے آگے بھیجا اپنے ہاتھوں اور اس واسطے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر ف۳ جیسے دستور

آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ
فرعون والوں کا اور جو اُن سے پہلے تھے کہ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے سو پکڑا اُن کو

اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ
اللہ نے اُنکے گناہوں پر بیشک اللہ زورآور ہے سخت عذاب کرنے والا ف۴ اس کا سبب یہ ہے کہ

اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا
اللہ ہرگز بدلنے والا نہیں اُس نعمت کو جو دی تھی اُس نے کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں

بِأَنفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ
اپنے جیوں کی بات اور یہ کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف۵ جیسے دستور فرعون والوں کا اور

الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ
جو اُن سے پہلے تھے کہ اُنہوں نے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی پھر ہلاک کر دیا ہم نے اُنکو اُنکے گناہوں پر

وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٥٤﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ
اور ڈبو دیا ہم نے فرعون والوں کو اور سارے ظالم تھے ف۶ بدتر سب جانداروں میں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ مسلمانوں کی تھوڑی جمعیت، بے سر و سامان اور اُس پر ایسی دلیری و شجاعت کو دیکھتے ہوئے منافقین اور ضعیف القلب کفار کہنے لگے تھے کہ یہ مسلمان اپنے دین اور حقانیت کے خیال پر مغرور ہیں جو اس طرح اپنے کو موت کے منہ میں ڈالدیتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اُس کا جواب دیا کہ یہ غرور نہیں، توکل ہے۔ جس کو خدا کی زبردست قدرت پر اعتماد ہو اور یقین رکھے کہ جو کچھ اُدھر سے ہوگا عین حکمت و صواب ہوگا، وہ حق کے معاملہ میں ایسا ہی بے جگر اور دلیر ہو جاتا ہے ف۲ یعنی مار کر کہتے ہیں کہ ابھی تو یہ لو، اور عذاب جہنم کا مزہ آئندہ چکھنا بہت سے مفسرین نے اس کو بھی بدر کے واقعہ میں داخل کیا ہے یعنی اُس وقت جو کافر مارے جاتے تھے اُن کے ساتھ فرشتوں کا یہ معاملہ تھا۔ مگر الفاظ آیت کے سب کافروں کو عام ہیں اس لئے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عالم برزخ کا ہو۔ اب بدر کے واقعات سے تعلق یہ ہوگا کہ دنیا میں اُن کافروں کی یہ گت بنی۔ برزخ میں یہ ہوگا اور آخرت کے عذاب کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ ف۳ یعنی یہ سب تمہاری کرتوت کی سزا ہے ورنہ خدا کے یہاں ظلم کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر معاذ اللہ اُدھر سے رتی برابر ظلم کا امکان ہو تو بوجہ اپنی عظمت شان کے لحاظ سے ظالم نہیں ظلام ہی ٹھہرے کیونکہ کامل کی ہر صفت کامل ہی ہونی چاہئے۔ ف۴ یعنی قدیم سے یہی دستور رہا ہے کہ جب لوگ آیات اللہ کی تکذیب و انکار یا انبیاء سے جنگ کرنے پر مصر ہوئے تو اللہ نے اُن کو کسی نہ کسی عذاب میں پکڑ لیا۔ ف۵ یعنی جب لوگ اپنی بے اعتدالی اور غلط کاری سے نیکی کے فطری قویٰ اور استعداد کو بدل ڈالتے ہیں اور خدا کی بخشی ہوئی داخلی یا خارجی نعمتوں کو اُس کے بتلائے ہوئے کام میں ٹھیک موقع پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اُلٹے اُس کی مخالفت میں صرف کرنے لگتے ہیں تو حق تعالیٰ اپنی نعمتیں اُن سے چھین لیتا ہے اور شان انعام کو انتقام سے بدل دیتا ہے۔ وہ بندوں کی تمام باتوں کو سنتا اور تمام احوال کو جانتا ہے کوئی چیز اُس سے پردہ میں نہیں۔ لہٰذا جس سے جو معاملہ کرے گا نہایت ٹھیک اور برمحل ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "نیت اور اعتقاد جب تک نہ بدلے تو اللہ کی بخشی ہوئی نعمت چھینی نہیں جاتی" گویا "مَا بِأَنفُسِهِمْ" سے خاص نیت اور اعتقاد مراد لیا ہے۔ جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۶ فرعونیوں اور اُن سے پہلی قوموں کو اُن کے جرائم کی پاداش میں ہلاک کیا۔ اور خصوصیت کے ساتھ فرعونیوں کا بیڑہ غرق کر دیا۔ یہ سب اُس وقت ہوا جب اُنہوں نے خدا سے بغاوت اور شرارت کرکے خود اپنی جانوں پر ظلم کئے۔ ورنہ خدا کو کسی مخلوق سے ذاتی عداوت نہیں۔

ف۱ جو لوگ ہمیشہ کے لئے کفر و بے ایمانی پر تل گئے اور انجام سے بالکل بے خوف ہو کر غداری اور بدعہدی کے خوگر ہو رہے ہیں، وہ خدا کے نزدیک بدترین جانور ہیں۔ فرعونیوں کا حال بدعہدی اور غداری میں یہ ہی تھا۔ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ (اعراف رکوع ۱۶) اور حضورؐ کے زمانہ میں یہود بنی قریظہ وغیرہ کی یہ ہی خصلت تھی۔ آپ سے عہد کر لیتے کہ ہم مشرکین کو مدد نہ دیں گے، پھر ان کی امداد کرتے اور کہہ دیتے کہ ہم کو عہد یاد نہ رہا تھا۔ بار بار ایسا ہی کرتے تھے۔ آگے بتلایا ہے کہ ایسے غداروں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔ ف۲ یعنی اگر یہ دغاباز غدار معاہدوں کو علانیہ پس پشت ڈال کر آپ کے مقابل میدان جنگ میں آجائیں تو ان کو ایسی سخت سزا دیجئے، جسے دیکھ کر ان کے پیچھے رہنے والے یا ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی عبرت حاصل کریں اور عہد شکنی کی کبھی جرأت نہ کر سکیں اور اگر ایک قوم نے علانیہ دغابازی نہیں کی، ہاں آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ عہد شکنی پر آمادہ ہے تو آپ کو اجازت ہے کہ مصلحت سمجھیں تو اُن کا عہد واپس کر دیں اور معاہدہ سے دست برداری کی اطلاع کر کے مناسب کارروائی کریں۔ تاکہ فریقین پچھلے معاہدات کی نسبت شک و اشتباہ میں نہ رہیں۔ دونوں ساویانہ طور پر آگاہ و بیدار ہو کر اپنی تیاری اور حفاظت میں مشغول ہوں۔ آپ کی جانب سے کوئی چوری اور خیانت نہ ہو، سب معاملہ صاف صاف ہو۔ حق تعالیٰ خیانت کی کارروائی کو خواہ کفار کے ساتھ ہو پسند نہیں کرتا۔ سُنن میں روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور روم میں میعادی معاہدہ تھا۔ میعاد کے اندر امیر معاویہؓ نے اپنی فوجوں کو روم کی سرحد کی طرف بڑھانا شروع کیا۔ مقصد یہ تھا کہ رومیوں کی سرحد سے اس قدر قریب اور پہلے سے تیار رہیں کہ میعاد معاہدہ گذرتے ہی فوراً دھاوا بول دیا جائے۔ جس وقت یہ کارروائی جاری تھی، ایک شیخ سواری پر یہ کہتے ہوئے آئے "اللہ اکبر اللہ اکبر وفاءٌ لا غدرًا" یعنی عہد پورا کرو عہد شکنی مت کرو۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جب کسی قوم سے معاہدہ ہو تو کوئی گرہ نہ کھولی جائے نہ باندھی جائے یہاں تک کہ معاہدہ کی مدت پوری ہو جائے۔ یا فریق ثانی کو مساویانہ حیثیت میں معاہدہ واپس کیا جائے۔ معاویہؓ کو جب یہ خبر پہنچی تو نُلٹے واپس آگئے۔ پھر جو دیکھا تو وہ شیخ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔

عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ

اللہ کے ہاں وہ ہیں جو منکر ہوئے پھر وہ نہیں ایمان لاتے ☆ جن سے تو نے معاہدہ کیا ہے

مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾

اُن میں سے پھر وہ توڑتے ہیں اپنا عہد ہر بار اور وہ ڈر نہیں رکھتے ف۱

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ

سو اگر کبھی تو پائے اُن کو لڑائی میں تو اُنکو ایسی سزا دے کہ دیکھ کر بھاگ جائیں اُنکے پچھلے تاکہ اُن کو

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ

عبرت ہو ☆ اور اگر تجھ کو ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے اُنکا عہد اُنکی طرف

عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

ایسی طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر بیشک اللہ کو خوش نہیں آتے دغاباز ف۲ اور یہ نہ سمجھیں کافر

كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ

لوگ کہ وہ بھاگ نکلے وہ ہرگز تھکا نہ سکیں گے ہم کو ف۳ اور تیار کرو اُنکی لڑائی کیواسطے جو کچھ جمع کر سکو

مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ

قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے ف۴ کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور

عَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ

تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر اُن کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ اُنکو جانتا ہے ف۵

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ

اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملیگا تم کو اور تمہارا حق

لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى

نہ رہجائے گا ف۶ اور اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو تو بھی جھک اُسی طرف اور بھروسہ کر اللہ

اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ

پر بیشک وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۷ اور اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں

ع ۱۰ / ۴

ف۳ نبذ عہد کا جو حکم اوپر مذکور ہوا، ممکن تھا کہ کفار اسکو مسلمانوں کی سادہ لوحی پر حمل کر کے خوش ہوتے کہ جب ان کے یہاں خیانت و غدر جائز نہیں تو ہم کو خبردار اور بیدار ہونے کے بعد پورا موقع اپنے بچاؤ اور مسلمانوں کے خلاف تیاری کرنے کا ملیگا۔ اُس کا جواب دیدیا کہ کتنی ہی تیاری اور انتظامات کر لو۔ جب مسلمانوں کے ہاتھوں خدا تم کو مغلوب و رسوا کرنا اور دنیا یا آخرت میں سزا دینا چاہیگا، تو تم کسی تدبیر سے اُس کو عاجز نہ کر سکو گے نہ اس کے احاطۂ قدرت و تسلط سے نکل کر بھاگ سکو گے۔ گویا مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ وہ خدا پر بھروسہ کر کے اُس کے احکام کا امتثال کریں تو سب پر غالب آئیں گے۔ ف۴ یعنی خدا پر بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کر دیا جائے، نہیں، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامانِ جہاد فراہم کریں۔ نبی کریم صلعم کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیراندازی وغیرہ کی مشق کرنا، سامان جہاد تھا۔ آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش کروزر، وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنون حربیہ کا سیکھنا، بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامان جہاد ہے۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ و آلات حرب و ضرب تیار ہوں۔ انشاء اللہ وہ سب آیت کے منشا میں داخل ہیں۔ باقی گھوڑے کی نسبت تو آپ خود ہی فرما چکے "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" کہ قیامت تک کے لئے خدا نے اس کی پیشانی میں خیر رکھدی ہے۔ اور احادیث میں ہے کہ "جو شخص گھوڑا جہاد کی نیت سے پالتا ہے، اُس کے کھانے پینے بلکہ ہر قدم اُٹھانے میں اجر ملتا ہے اور اُس کی خوراک وغیرہ تک قیامت کے دن ترازو میں وزن کیجائیگی۔ ف۵ یعنی یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھلانے کا ایک ظاہری سبب ہے۔ باقی فتح و ظفر کا اصلی سبب تو خدا کی مدد ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔ اور وہ لوگ جن کو بالتعیین تم نہیں جانتے منافقین ہیں جو مسلمانی کے پردہ میں تھے یا یہود بنی قریظہ" یا روم و فارس وغیرہ وہ سب قومیں جن سے آئندہ مقابلہ ہونے والا تھا۔ ف۶ یہ مالی جہاد کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جہاد کی تیاری میں جس قدر مال خرچ کرو گے، اُس کا پورا پورا بدلہ ملیگا یعنی ایک درہم کے سات سو درہم وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور بسا اوقات دنیا میں بھی اس سے کہیں زیادہ معاوضہ ملجاتا ہے۔ ف۷ مسلمانوں کی تیاری اور مجاہدانہ قربانیوں کو دیکھ کر بہت ممکن ہے کہ کفار مرعوب ہو کر صلح و آشتی کے خواستگار ہوں تو آپ کو ارشاد ہے کہ جب صوابدید آپ بھی صلح کا ہاتھ بڑھا دیں۔ کیونکہ جہاد سے خونریزی نہیں، اعلائے کلمۃ اللہ اور دفع فتنہ مقصود ہے۔ اگر بدون خونریزی کے یہ مقصد حاصل ہو سکے تو خواہی نخواہی خون بہانے کی کیا حاجت ہے۔ اگر یہ احتمال ہو کہ شاید کفار صلح کے پردہ میں ہم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو کچھ پروا نہ کیجئے اللہ پر بھروسہ رکھیے وہ ان کی نیتوں کو جانتا اور اُن کے اندرونی مشوروں کو سنتا ہے۔ اُس کی حمایت کے سامنے ان کی بدنیتی نہ چل سکیگی آپ اپنی نیت صاف رکھئے۔

ف۱ اگر صلح کر کے وہ لوگ دغابازی اور عہد شکنی کا ارادہ کرلیں تو فکر نہ کیجئے۔ خدا آپ کی مدد کے لئے کافی ہے اُن کے سب فریب و خداع بیکار کر دیگا۔ اُسی نے بدر میں آپ کی غیبی امداد فرمائی اور ظاہری طور پر جاں نثار و سرفروش مسلمانوں سے آپکی تائید کی ف۲ اسلام سے پہلے عرب میں جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا بازار گرم تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قبائل آپس میں ٹکراتے رہتے تھے دو جماعتوں میں جب لڑائی شروع ہو جاتی تو صدیوں تک اُسکی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تھی مدینہ کے دو زبردست قبیلوں "اوس" و "خزرج" کی حریفانہ نبرد آزمائی اور دیرینہ عداوت و بغض کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا۔ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا اور عزت و آبرو کا بھوکا تھا۔ ان حالات میں آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلعم توحید و معرفت اور اتحاد و اخوت کا عالمگیر پیغام لیکر مبعوث ہوئے۔ لوگوں نے انہیں بھی ایک فریق ٹھہرالیا اور سب نے مل کر خلاف و شقاق کا رُخ ادھر پھیر دیا۔ پُرانے کینے اور عداوتیں چھوڑ کر ہر قسم کی دشمنی کے لئے حضورؐ کی ذات قدسی صفات کو مطمح نظر بنالیا۔ وہ آپ کی پند و نصیحت سے گھبراتے تھے اور آپ کے سایہ سے بھاگتے تھے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہ تھی جو درندوں کی بھیڑ اور بہائم کے گلہ میں معرفت الٰہی اور حب نبوی کی رُوح پھونک کر اور شراب توحید کا متوالا بنا کر سب کو ایک دم اُخوت و اُلفت باہمی کی زنجیر میں جکڑ دیتی اور اُس مقدس ہستی کا درم ناخریدہ غلام اور عاشق جاں نثار بنا دیتی جس کو زیادہ چند روز پہلے اُن کے نزدیک کوئی مبغوض ہستی نہ تھی بلاشبہ روئے زمین کے خزانے خرچ کر کے بھی یہ مقصد حاصل نہ کیا جاسکتا تھا جو اللہ کی رحمت و اعانت سے ایسی سہولت کے ساتھ حاصل ہو گیا۔ خدا نے حقیقی بھائیوں سے زیادہ ایک کی الفت دوسرے کے دل میں ڈالدی۔ اور پھر سب کی الفتوں کا اجتماعی مرکز حضور انور صلعم کی ذات منبع البرکات کو بنادیا۔ قلوب کو دفعۃً ایسا پلٹ دینا خدا کے زور قدرت کا کرشمہ ہے اور ایسی شدید ضرورت کے وقت سب کو محبت و الفت کے ایک نقطہ پر جمع کر دینا اُس کے کمال حکمت کی دلیل ہے ف۳ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اکثر سلف کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ اے پیغمبر! خدا تجھ کو اور تیرے ساتھیوں کو کافی ہے یعنی قلت عدد اور بے سروسامانی وغیرہ سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور بعض علماء نے یہ معنی لئے ہیں کہ اے پیغمبر! تجھ کو فی الحقیقت اکیلا خدا کافی ہے اور ظاہر اسباب کے اعتبار سے مخلص مسلمانوں کی جماعت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو کافی ہے۔ پہلے جو فرمایا تھا اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ گویا یہ اُسی کا خلاصہ ہوا ف۴ یہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی کہ تھوڑے بھی ہوں تو جی نہ چھوڑیں۔ خدا کی رحمت سے دس گنے دشمنوں پر غالب آئیں گے سبب یہ ہے کہ مسلمان کی لڑائی محض خدا کے لئے ہے۔ وہ خدا کو اور اس کی مرضی کو پہچان کر اور یہ سمجھ کر میدان جنگ میں قدم رکھتا ہے کہ خدا کے راستہ میں مرنا اصلی زندگی ہے اُس کو یقین ہے کہ میری تمام قربانیوں کا ثمرہ آخرت میں ضرور ملنے والا ہے خواہ میں غالب ہوں یا مغلوب۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جو تکلیف میں اٹھاتا ہوں وہ فی الحقیقت مجھ کو دائمی خوشی اور ابدی مسرت سے ہمکنار کرنیوالی ہے۔ مسلمان جب یہ سمجھ کر جنگ کرتا ہے تو تائید ایزدی مددگار ہوتی ہے اور موت سے وحشت نہیں رہتی۔ اسی لئے پوری دلیری اور بے جگری سے لڑتا ہے۔ کافر چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے محض حقیر اور فانی اغراض کے لئے بہائم کی طرح لڑتا ہے اور قوت قلبی اور امداد غیبی سے محروم رہتا ہے بناءً علیہ خبر در بشارت کے رنگ میں حکم دیا گیا کہ مومنین کو اپنے سے دس گنے دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے لڑنا چاہئے۔ اگر مسلمان بیس ہوں تو دو سو کے مقابلہ سے نہ ہٹیں اور سو ہوں تو ہزار کو پیٹھ نہ دکھلائیں۔ (تنبیہ) بیس اور سو دو عدد شاید اس لئے بیان فرمائے کہ اُس وقت مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے "سریہ" میں کم از کم بیس اور "جیش" میں ایک سو سپاہی ہوتے ہونگے۔ اگلی آیت مدت کے بعد اُتری اُس وقت مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ اس لئے سریہ کم از کم ایک سو کا اور جیش ایک ہزار کا ہوگا۔ دونوں آیتوں میں بیان نسبت

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۲﴾

تو تجھ کو کافی ہے اللہ اُسی نے تجھ کو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا ف۱

وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ

اور الفت ڈالی اُنکے دلوں میں اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ زمین میں ہے سارا نہ الفت ڈال سکتا

بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۳﴾

اُن کے دلوں میں لیکن اللہ نے الفت ڈالی اُن میں بیشک وہ زور آور ہے حکمت والا ف۲

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۴﴾

اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ اور جتنے تیرے ساتھ ہیں مسلمان ف۳

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ

اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا اگر ہوں تم میں

عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ

بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سو شخص

یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ

تو غالب ہوں ہزار کافروں پر اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۴ اب بوجھ ہلکا کر دیا

اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ

اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے سو اگر ہوں تم میں سو شخص

صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفَیْنِ

ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر اور اگر ہوں تم میں ہزار تو غالب ہوں دو ہزار پر

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ

اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے ف۵ نبی کو نہیں چاہیئے کہ اپنے ہاں رکھے

اَسْرٰى حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ ؕ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۖۗ وَ اللّٰهُ

قیدیوں کو جب تک خوب خونریزی نہ کرلے ملک میں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ کے

کے وقت اعداد کا یہ تفاوت ظاہر کرتا ہے کہ اگلی آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کی مردم شماری بڑھ گئی تھی۔ ف۵ بخاری میں ابن عباس سے منقول ہے کہ گذشتہ آیت جس میں مسلمانوں کو دس گنا کافروں کے مقابلہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم تھا جب لوگوں کو بھاری معلوم ہوئی تو اُس کے بعد یہ آیت اُتری۔ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ الخ یعنی خدا نے تمہاری ایک قسم کی کمزوری اور سستی کو دیکھ کر پہلا حکم اُٹھالیا۔ اب صرف اپنے سے دوگنی تعداد کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ضروری اور بھاگنا حرام ہے یہ کمزوری یا سستی جس کی وجہ سے حکم میں تخفیف ہوئی کئی وجہ سے ہوسکتی ہے۔ ابتدائے ہجرت میں گنے چُنے مسلمان تھے جن کی قوت و جلادت معلوم تھی، کچھ مدت کے بعد اُن میں کے بہت سے افراد بوڑھے اور کمزور ہوگئے اور جو نئی پود آئی ان میں پُرانے مہاجرین و انصار جیسی بصیرت، استقامت اور تسلیم و تفویض نہ تھی، اور تعداد بڑھ جانے سے کسی درجہ میں اپنی کثرت پر نظر اور "توکل علی اللہ" میں قدرے کمی ہوئی ہوگی۔ اور ویسے بھی طبیعت انسانی کا خاصہ ہے کہ جو سخت کام تھوڑے آدمیوں پر پڑ جائے تو کرنے والوں میں جوش عمل زیادہ ہوتا ہے۔ اور ہر شخص اپنی بساط سے بڑھ کر ہمت کرتا ہے لیکن وہی کام جب بڑے مجمع پر ڈال دیا جائے تو ہر ایک دوسرے کا منتظر رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ آخر کچھ میں ہی تنہا تو اس کا ذمہ دار نہیں۔ اُسی قدر جوش، حرارت اور ہمت میں کمی ہو جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "اوّل کے مسلمان یقین میں کامل تھے، اُن پر حکم ہوا تھا کہ اپنے سے دس گنے کافروں پر جہاد کریں۔ پچھلے مسلمان ایک قدم کم تھے تب یہی حکم ہوا کہ دوگنوں پر جہاد کریں۔ یہی حکم اب بھی باقی ہے لیکن اگر دو سے (بقیہ برصفحہ ۲۴۰)

بقیہ صفحہ ۲۳۹ ... یاد رہ حملہ کریں تو بڑا اجر ہے حضرت کے وقت میں ہزار مسلمان اسّی ہزار سے لڑے ہیں۔ غزوۂ مُوتہ میں تین ہزار مسلمان دو لاکھ کفار کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اس طرح کے واقعات سے اسلام کی تاریخ بحمد اللہ بھری پڑی ہے۔

فوائد صفحہ ہذا} ف ۱ بدر کی لڑائی سے ستر کافر مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو کر آئے، حق تعالیٰ نے اُن کے متعلق دو صورتیں مسلمانوں کے سامنے پیش کیں۔ قتل کر دینا، یا فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس شرط پر کہ آئندہ سال اسی تعداد میں تمہارے آدمی قتل کئے جائیں گے۔ حقیقت میں خدا کی طرف سے ان دو صورتوں کا انتخاب کے لئے پیش کرنا، امتحان و آزمائش کے طریقہ پر تھا کہ ظاہر ہو جائے کہ مسلمان اپنی رائے اور طبیعت سے کس طرف جھکتے ہیں۔ جیسے ازواج مطہرات کو دو صورتوں میں تخییر دی گئی تھی۔ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ الیٰ آخر الآیہ (الاحزاب، رکوع ۴) یا معراج میں آپ کے سامنے خمر و لبن (دودھ اور شراب) کے دو برتن پیش کئے گئے تھے، آپ نے دودھ کو اختیار فرمایا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ اگر بالفرض آپ شراب کو اختیار فرماتے تو آپ کی امت بہک جاتی۔ بہرحال آپ نے صحابہ سے اس معاملہ میں رائے طلب کی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ سب قیدی اپنے خویش و اقارب اور بھائی بند ہیں۔

يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ
ہاں چاہیے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا ف ۱ اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے

لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا
تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب ف ۲ سو کھاؤ جو تم کو غنیمت میں ملا حلال

طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ
ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف ۳ اے نبی کہہ دے

لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا
اُن کو جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی

يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾
تو دیگا تم کو بہتر اُس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ☆

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ
اور اگر چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے اس سے پہلے پھر اس نے ان کو

مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا
پکڑوا دیا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف ۴ جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا

وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ
اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے

اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ
جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو

اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى
ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو اُن کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک

يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ
وہ گھر نہ چھوڑ آئیں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے اُن کی مدد کرنی

بہتر ہے کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے۔ اس نرم سلوک اور احسان کے بعد ممکن ہے کچھ لوگ مسلمان ہو کر وہ خود اور اُن کی اولاد و اتباع ہمارے دست و بازو بنیں اور جو مال بالفعل ہاتھ آئے اُس سے جہاد وغیرہ دینی کاموں میں سہارا لگے۔ باقی آئندہ سال ہمارے ستر آدمی شہید ہو جائیں تو مضائقہ نہیں درجۂ شہادت ملیگا۔ نبی کریم صلعم کا میلان بھی فطری رحمدلی اور شفقت و صلہ رحمی کی بناء پر اسی رائے کی طرف تھا۔ بلکہ صحابہ کی عام رائے اسی جانب تھی۔ بہت سے تو اُن ہی وجوہ کی بناء پر جو ابوبکر نے بیان فرمائیں اور بعض محض مالی فائدہ کو دیکھتے ہوئے اس رائے سے متفق تھے۔ (کما یظہر من قولہ تعالیٰ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا صرح بہ الحافظ ابن حجر و ابن القیم رحمہما اللہ) حضرت عمر اور سعد بن معاذ نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ قیدی کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں۔ (ان کو ختم کر دیا جائے تو کفر و شرک کا سر ٹوٹ جائیگا، تمام مشرکین پر ہیبت طاری ہو جائیگی آئندہ مسلمانوں کو ستانے اور خدا کے راستہ سے روکنے کا حوصلہ نہ رہیگا) اور خدا کے آگے مشرکین سے ہماری انتہائی نفرت و بغض اور کامل بیزاری کا اظہار ہو جائیگا کہ ہم نے خدا کے معاملہ میں اپنی قرابتوں اور مالی فوائد کی کچھ پروا نہیں کی اس لئے مناسب ہے کہ ان قیدیوں میں جو کوئی ہم میں سے کسی کا عزیز و قریب ہو، وہ اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ الغرض بحث و تمحیص کے بعد ابوبکر کے مشورہ پر عمل ہوا، کیونکہ کثرت رائے اُدھر تھی اور خود نبی کریم صلعم طبعی رأفت و رحمت کی بناء پر اُسی طرف مائل تھے اور ویسے بھی اخلاقی اور کلی حیثیت سے عام حالات میں وہ ہی رائے قرین صواب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اسلام اس وقت جن حالات میں سے گذر رہا تھا، اُن پر نظر کرتے ہوئے وقتی مصالح کا تقاضا یہ تھا کہ کفار کے مقابلہ میں سخت کمر شکن کارروائی کیجائے۔ تیرہ سال کے ستم کشوں کو طاغوت کے پرستاروں پر یہ ثابت کر دینے کا پہلا موقع ملا تھا کہ تمہارے تعلقات قرابت، اموال، جتھے اور طاقتیں، اب کوئی چیز تم کو خدا کی شمشیر انتقام سے پناہ نہیں دے سکتی۔ ابتداءً ایک مرتبہ ظالم مشرکین پر رعب و ہیبت بٹھلا دینے کے بعد نرم خوئی اور صلہ رحمی کے استعمال کے لئے آئندہ بہتیرے مواقع باقی رہتے تھے، اُدھر ستر مسلمانوں کے آئندہ قتل پر راضی ہو جانا معمولی بات نہ تھی اسی لئے اس رائے کو اختیار فرمانا وقتی مصالح اور ہنگامی حیثیت کو حق تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہ ہوا۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰي حَتّٰي يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ " میں اسی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ ایک سخت خطرناک اجتہادی غلطی قرار دی گئی۔ اور جن بعض لوگوں نے زیادہ تر مالی فوائد پر نظر کر کے اس سے اتفاق کیا تھا، اُن کو صاف طور پر تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا سے خطاب کیا گیا یعنی تم دنیا کے فانی اسباب پر نظر کر رہے ہو، حالانکہ مومن کی نظر انجام پر ہونی چاہئے خدا کی حکمت مقتضی ہو تو وہ تمہارا کام اپنے زور قدرت سے ظاہری سامان کے بدون بھی کر سکتا ہے۔ بہرحال فدیہ لیکر چھوڑ دینا اُس وقت کے حالات کے اعتبار سے بڑی بھاری غلطی قرار دی گئی اتنا یاد رکھنا چاہئے، روایات سے حضورؐ کی نسبت صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ محض صلہ رحمی اور رحمدلی کی بناء پر آپ کا رجحان اس رائے کی طرف تھا۔ البتہ صحابہ میں بعض صرف مالی فوائد کو پیش نظر رکھ کر اور اکثر حضرات دوسری مصالح دینیہ اور اخلاقی داعیہ کے ساتھ مالی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ رائے پیش کر رہے تھے۔ گویا صحابہ کے مشورہ میں کلاً یا جزاً مالی حیثیت ضرور زیر نظر تھی کسی درجہ میں مالی فوائد کے خیال سے "بغض فی اللہ" میں کوتاہی کرنا اور اصل مقصد "جہاد" سے غفلت برتنا اور ستر مسلمانوں کے قتل کئے جانے پر اپنے اختیار سے رضامند ہو جانا صحابہ جیسے مقربین کی شان عالی اور منصب جلیل کے منافی سمجھا گیا۔ اسی لئے ان آیات میں سخت عتاب آمیز لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ لڑائی میں ایک شخص کے سر پر زخم آیا، اُسے غسل کی حاجت ہوئی۔ پانی سر پر استعمال کرنا سخت مہلک تھا۔ ساتھیوں سے مسئلہ پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ پانی کی موجودگی میں ہم تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں پاتے۔ اُس نے غسل کر لیا اور فوت ہو گیا حضورؐ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی فرمایا "قتلوہ قتلھم اللہ" الحدیث۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اجتہادی غلطی اگر زیادہ واضح اور خطرناک ہو تو اُس پر عتاب ہو سکتا ہے۔ گویا یہ سمجھا جاتا ہے کہ مجتہد نے پوری

اللّٰہُ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا وَّیُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ
اللہ سے تو کردے گا تم میں فیصلہ ف اور دور کردیگا تم سے تمہارے گناہ اور تم کو بخش دے گا

وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا
اور اللہ کا فضل بڑا ہے ☆ اور جب فریب کرتے تھے کافر

لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ ؕ وَیَمۡکُرُوۡنَ وَیَمۡکُرُ اللّٰہُ ؕ
کہ تجھ کو قید کردیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا

وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا قَالُوۡا قَدۡ
اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ف۲ اور جب کوئی پڑھے اُن پر ہماری آیتیں تو کہیں ہم

سَمِعۡنَا لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ ہٰذَاۤ ۙ اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ
سن چکے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ لیں ایسا یہ تو کچھ بھی نہیں مگر احوال ہیں

الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذۡ قَالُوا اللّٰہُمَّ اِنۡ کَانَ ہٰذَا ہُوَ الۡحَقَّ مِنۡ
اگلوں کے ف۳ اور جب وہ کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیری

عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ
طرف سے تو ہم پر برسا دے پتھر آسمان سے یا لا ہم پر کوئی عذاب

اَلِیۡمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡہِمۡ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ
دردناک ف۴ اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا اُن پر جب تک تو رہتا اُن میں ف۵ اور اللہ ہرگز نہ عذاب

مُعَذِّبَہُمۡ وَہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَہُمۡ اَلَّا یُعَذِّبَہُمُ اللّٰہُ وَہُمۡ
کریگا اُن پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے ف۶ اور اُن میں کیا بات ہے کہ عذاب نہ کرے اُن پر اللہ اور وہ

یَصُدُّوۡنَ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَمَا کَانُوۡۤا اَوۡلِیَآءَہٗ ؕ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ
تو روکتے ہیں مسجد حرام سے اور وہ اُس کے اختیار والے نہیں اُسکے اختیار والے تو وہی ہیں

اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا کَانَ صَلَاتُہُمۡ
جو پرہیزگار ہیں لیکن اُن میں اکثروں کو اس کی خبر نہیں ف اور اُن کی نماز نہیں تھی

بقیہ فوائد صفحہ ۲۲۲ ۔ معرکہ بدر میں کیسی کھلی ہوئی غیبی امداد پہنچائی کفار کی جڑ کاٹ دی، تم کو فتح الگ دی، مال غنیمت اور فدیۂ اساریٰ الگ دیا۔ غرض حلال طیب ستھری چیزیں اور انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم اُس کے شکرگزار بندے بنے رہو۔ ف خدا و رسول کی خیانت یہ ہے کہ اُن کے احکام کی خلاف ورزی کیجائے۔ زبان سے اپنے کو مسلمان کہیں اور کام کفار کے کریں۔ یا جس کام پر خدا و رسول نے مامور کیا ہو اُس میں دغل فصل کیا جائے۔ یا مال غنیمت میں چوری کیجائے۔ و نحو ذلک۔ بہرحال اُن تمام امانتوں میں جو خدا و رسول یا بندوں کی طرف کر تمہارے سپرد کیجائیں، خیانت سے بچو۔ اس میں ہر قسم کے حقوق اللہ و حقوق العباد آگئے۔ روایات میں ہے کہ یہود "بنی قریظہ" نے جب حضورؐ سے صلح کی درخواست کی اور یہ کہ اُن کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو بنی النضیر کے ساتھ ہوا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا نہیں، میں تم کو اتنا حق دیتا ہوں کہ سعد بن معاذ کو حکم بنالو، جو فیصلہ وہ تمہاری نسبت کردیں وہ منظور ہونا چاہئے۔ انہوں نے حضرت ابو لبابہ کو حضورؐ سے اجازت لے کر اپنے یہاں بلایا اور دریافت کیا کہ تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ ہم سعد بن معاذ کی تحکیم منظور کریں یا نہ کریں۔ ابو لبابہ کے اموال اور اہل و عیال بنی قریظہ کے یہاں تھے، اس لئے وہ اُنکی خیرخواہی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے حلقوم کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا، یعنی اگر سعد بن معاذ کی تحکیم قبول کی تو ذبح ہو جاؤ گے۔ ابو لبابہ اشارہ تو کر گذرے مگر معًا تنبہ ہوا کہ میں نے خدا و رسول کی خیانت کی۔ واپس آکر اپنے کو ایک ستون سے باندھ دیا اور عہد کیا کہ نہ کچھ کھاؤنگا نہ پیونگا حتی کہ موت آجائے یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے سات آٹھ دن یوں ہی بندھے رہے۔ فاقہ سے غشی طاری ہوگئی۔ آخر بشارت پہنچی کہ حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کی کہا خدا کی قسم میں اپنے کو نہ کھولونگا جب تک خود نبی کریم صلعم اپنے دست مبارک سے میری رسی نہ کھولیں۔ آپ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے اپنے قیدی کو آزاد کیا۔ الیٰ آخر القصۃ (ابن عبدالبر کا دعویٰ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی بنا پر پیش آیا تھا واللہ اعلم) ف آدمی اکثر مال و اولاد کی خاطر خدا کی اور بندوں کی چوری کرتا ہے۔ اس لئے متنبہ فرمایا کہ امانداری کی جو قیمت خدا کے یہاں ہے، وہ یہاں کے مال و اولاد وغیرہ سب چیزوں سے بڑھ کر ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف یعنی اگر خدا سے ڈر کر راہ تقویٰ اختیار کروگے تو خدا تم میں اور تمہارے مخالفوں میں فیصلہ کردیگا۔ دنیا میں بھی کہ تم کو عزت دیگا اور اُن کو ذلیل یا ہلاک کریگا جیسے بدر میں کیا اور آخرت میں بھی کہ تم نعیم دائم میں رہوگے اور اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ وَامۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّہَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ (یس رکوع ۴) ہٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ (المرسلات رکوع ۱) دوسری بات یہ ہے کہ تقویٰ کی برکت سے حق تعالیٰ تمہارے دل میں ایک نور ڈالدے گا جس سے تم ذوقًا و وجدانًا حق و باطل اور نیک و بد کا فیصلہ کرسکوگے۔ اس کے علاوہ ایک بات حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھی ہے کہ "شاید فتح بدر میں مسلمانوں کے دل میں آیا ہو کہ یہ فتح اتفاقی ہے حضرتؐ سے مخفی کافروں پر احسان کریں کہ ہمارے گھربار اور اہل و عیال کو مکہ میں نہ ستادیں، سو پہلی آیت میں خیانت کو منع فرمایا اور دوسری آیت میں تسلی دی کہ آگے فیصلہ ہوجاویگا۔ تمہارے گھربار کافروں میں گرفتار نہ رہیں گے۔ ف۲ ہجرت سے پیشتر کفار مکہ نے دارالندوہ میں جمع ہوکر شورہ کیا کہ محمد (صلعم) کے متعلق کیا کیا جائے۔ انہوں نے ساری قوم کو پریشان کر رکھا ہے اور باہر کے کچھ لوگ ان کے دام میں پھنستے جاتے ہیں کہیں رفتہ رفتہ بڑی طاقت اکٹھی نہ کرلیں جس کا مقابلہ دشوار ہو۔ اُس وقت رائیں مختلف تھیں، کوئی کہتا تھا قید کیا جائے اور خوب زخمی کئے جائیں، کسی کی رائے تھی کہ انہیں وطن سے نکال دیا جائے تاکہ ہمیں ہر وقت کے خرخشہ سے نجات ملے۔ اخیر میں ابوجہل کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک ایک جوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر آن واحد میں ان پر تلوار کا ہاتھ چھوڑیں، تاکہ بنی ہاشم سارے عرب کر لڑائی نہ کرسکیں اور دیت دینی پڑے تو تمام قبائل پر تقسیم ہوجائے۔ یہاں تو وہ اشقیاء یہ تدبیریں گانٹھ رہے تھے، اُدھر اُن کے توڑ میں خدا کی بہترین اور لطیف تدبیر تھی حضورؐ کو فرشتہ نے اطلاع کی۔ آپ اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر اُسی مجمع کی آنکھوں میں جو آپ کے قتل کے لئے جمع ہوا تھا خاک جھونکتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کا اور حضرت علیؓ کا بال بینکا نہ ہوا اور دشمن خائب و خاسر رہے۔ پھر جنہوں نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا تھا بدر میں وہ ہی قتل کئے گئے اس سے بتلا دیا کہ جب خدا ساتھی ہو تو کوئی کچھ نہیں کرسکتا اور جس طرح اُس نے اپنے پیغمبر کو بچالیا، تمہارے گھربار اور اہل و عیال کی بھی جو مکہ میں ہیں حفاظت کرسکتا ہے۔ دشمن اگر قوی ہے تو نگہبان قوی تر است۔ ف۳ نضر بن الحارث کہا کرتا تھا کہ ہم چاہیں تو قرآن جیسا کلام بنالائیں۔ اس میں قصے کہانیوں کے سوا کیا رکھا ہے۔ مگر قرآن تو سب جھگڑوں کا فیصلہ اسی بات پر رکھتا تھا۔ پھر چاہا کیوں نہیں؟ کسی نے کہا تھا کہ میرا گھوڑا اگر چلے تو ایک دن میں لندن پہنچے، مگر چلتا نہیں۔ بہرحال پچھلی قوموں کے احوال سُن کر کہا کرتے تھے کہ سب قصے کہانیاں ہیں۔ اب بدر میں دیکھ لیا کہ محض افسانے نہ تھے، وعدۂ عذاب تم پر بھی کیا جیسے پہلوں پر آیا تھا۔ ف۴ اس آیت میں مشرکین مکہ کے انتہائی جہل اور شقاوت و عناد کا اظہار ہے یعنی وہ کہتے تھے کہ خداوندا اگر واقعی یہی دین حق ہے جس کی ہم اتنی دیر اور اس قدر شد و مد سے تکذیب کر رہے ہیں تو پھر دیر کیوں ہے؟ گزشتہ اقوام کی طرح ہم پر بھی پتھروں کا مینہ کیوں نہیں برسا دیا جاتا! یا اسی طرح کے کسی دوسرے عذاب میں مبتلا کرکے ہمارا (بقیہ برصفحہ ۲۲۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۳۳۔ استیصال کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ کہتے ہیں کہ یہ دعا ابوجہل نے مکہ سے نکلتے وقت کعبہ کے سامنے کی۔ آخر جو کچھ مانگا تھا اُس کا ایک نمونہ بدر میں دیکھ لیا وہ خود مع ۶۹ سرداروں کے کمزور اور بے سروسامان مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ ستر سردار اسیری کی ذلت میں گرفتار ہوئے۔ اس طرح خدا نے اُنکی جڑ کاٹ دی بیشک قوم لوط کی طرح اُن پر آسمان سے پتھر نہیں برسے لیکن ایک مٹھی سنگریزے جو خدا تعالیٰ نے محمد صلعم کے ہاتھ سے پھینکے تھے وہ آسمانی سنگباری کا چھوٹا سا نمونہ تھا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى **ف۵** سنۃ اللہ یہ ہے کہ جب کسی قوم پر تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب نازل کرتے ہیں تو اپنے پیغمبر کو اُن سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ خدا نے جب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو مکہ سے علیحدہ کر لیا تب مکہ والے بدر کے عذاب میں پکڑے گئے۔ **ف۶** نزول عذاب سے دو چیزیں مانع ہیں ایک اُن کے درمیان پیغمبر کا موجود رہنا۔ دوسرے استغفار یعنی مکہ میں حضرت کے قدم سے عذاب اٹکا رہا تھا۔ اب اُن پر عذاب آیا۔ اسی طرح جب تک گنہگار نادم رہے اور توبہ کرتا رہے تو پکڑا نہیں جاتا اگرچہ بڑے سے بڑا گناہ ہو حضرت نے فرمایا کہ گنہگاروں کی پناہ دو چیزیں ہیں۔ ایک میرا وجود، اور دوسرے استغفار۔ کذا فی الموضح۔ (تنبیہ) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ کے جو معنی مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے کئے، بعض مفسرین کے موافق ہیں، لیکن اکثر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین جس قسم کا خارق عادت عذاب طلب کر رہے تھے جو قوم کی قوم کا دفعۃً استیصال کر دے، اُن پر ایسا عذاب بھیجنے سے دو چیزیں مانع ہیں ایک حضورؐ کا وجود باجود کہ اُس کی برکت سے اس اُمت پر خواہ "اُمۃ دعوۃ" ہی کیوں نہ ہو ایسا خارق عادت مستأصل عذاب نہیں آتا۔ یوں کسی وقت افراد و آحاد پر آجائے وہ اس کے منافی نہیں۔ دوسرے استغفار کرنیوالوں کی موجودگی خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم جیسا کہ منقول ہے کہ مشرکین مکہ بھی تلبیہ و طواف وغیرہ میں "غفرانک، غفرانک" کہا کرتے تھے۔ باقی غیر خارق معمولی عذاب (مثلاً قحط یا وبا یا قتل کثیر وغیرہ) اُس کا نزول پیغمبر یا بعض مستغفرین کی موجودگی میں بھی ممکن ہے آخر جب وہ لوگ شرارتیں کریں گے تو خدا کی طرف سے تنبیہ کیوں نہ کی جائیگی۔ آگے اسی کو بیان فرمایا ہے **ف۷** یعنی عذاب کا نہ آنا اُن دو سبب سے ہے جو اوپر مذکور ہوئے، ورنہ تمہاری شرارتیں اور ظلم و شقاوت تو ایسی چیزیں ہیں کہ فوراً عذاب آجانا چاہئے۔ اس سے زیادہ ظلم کیا ہوگا کہ موحدین کو حرم شریف میں آنے یا عبادت کرنے سے طرح طرح کے حیلے تراش کر روکا جائے۔ بلکہ اُن کے وطن (مکہ معظمہ) سے نکال کر ہمیشہ کے لئے کوشش کیجائے کہ یہ خدا کے پاکباز اور عبادت گذار بندے یہاں نہ آنے پائیں۔ اور ستم ظریفی یہ کہ اس ظلم کے جواز کے لئے یہ سند پیش کیجاتی ہے کہ ہم حرم شریف کے متولی باختیار ہیں جس کو چاہیں آنے دیں، جسے چاہیں روکدیں۔ یہ ہمارا حق ہے۔ حالانکہ اول تو یہ حق متولی کو بھی نہیں کہ مسجد میں لوگوں کو نماز و عبادت سے روکے۔ دوسرے حق تولیت ان کو پہنچتا بھی نہیں۔ حرم شریف کے متولی صرف متقی اور پرہیزگار بندے ہو سکتے ہیں، مشرک اور بدمعاش اس کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ لیکن ان میں کے اکثر اپنی جہالت سے یوں سمجھ رہے ہیں کہ ہم اولاد ابراہیم ہیں اور فلاں قبیلہ سے ہیں۔ تولیت کعبہ ہمارا موروثی حق ہے جس کے لئے کوئی خاص شرط و قید نہیں۔ سو بتلا دیا کہ اولاد ابراہیمؑ میں جو پرہیزگار ہو اُسی کا حق ہے۔ ایسے بے انصافوں کا حق نہیں کہ جس سے وہ آپ ناخوش ہوئے نہ آنے دیا۔

عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
کعبہ کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں سو چکھو عذاب بدلا اپنے

تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا
کفر کا ف۱ بیشک جو لوگ کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ
اللہ کی راہ سے ف۲ سو ابھی اور خرچ کرینگے پھر آخر ہوگا وہ اُن پر افسوس اور آخر

يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ
مغلوب ہونگے اور جو کافر ہیں وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائینگے ف۳ تاکہ جدا کردے اللہ

الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ
ناپاک کو پاک سے اور رکھے ناپاک کو ایک کو ایک پر

فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾
پھر اُس کو ڈھیر کردے اکٹھا پھر ڈالدے اُس کو دوزخ میں ف۴ وہی لوگ ہیں نقصان میں ف۵

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ
تو کہدے کافروں کو کہ اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو اُن کو جو کچھ ہو چکا ف۶

وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوهُمْ
اور اگر پھر بھی وہی کرینگے تو پڑ چکی ہے راہ اگلوں کی ف۷ اور لڑتے رہو اُن سے

حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ
یہاں تک کہ نہ رہے فساد ف۸ اور ہو جائے حکم سب اللہ کا ف۹ پھر اگر

انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣٩﴾ وَإِنْ تَوَلَّوْا
وہ باز آجائیں تو اللہ اُن کے کام کو دیکھتا ہے ف۱۰ اور اگر وہ نہ مانیں

فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٤٠﴾
تو جان لو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے کیا خوب حمایتی ہے اور کیا خوب مددگار ف۱۱

ع ۹ / ۱۸

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی حقیقی نمازیوں کو مسجد سے روکتے ہیں اور خود اُن کی نماز کیا ہے؟ کعبہ کا برہنہ ہوکر طواف کرنا، اور ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا، جیسے آج بھی بہت سی قومیں گھنٹیاں اور ناقوس بجانے کو بڑی عبادت سمجھتی ہیں۔ غرض نہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ ان بے معنی اور لغو باتوں کو عبادت قرار دے رکھا ہے۔ بعض نے کہا کہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالنے کے لئے ہوتا تھا یا از راہ استہزاء و تمسخر ایسا کرتے تھے، واللہ اعلم۔ **ف۲** بدر میں بارہ سرداروں نے ایک ایک دن اپنے ذمہ لیا تھا کہ ہر روز ایک شخص لشکر کو کھانا کھلائے گا۔ چنانچہ دس اونٹ روزانہ کسی ایک کی طرف سے ذبح کئے جاتے تھے۔ پھر جب شکست ہوگئی تو ہزیمت خوردہ مجمع نے کہ پہنچ کر ابوسفیان وغیرہ سے کہا کہ جو مال تجارتی قافلہ لایا ہے، وہ سب محمد (صلعم) سے انتقام لینے میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ سب اس پر راضی ہوگئے۔ اسی طرح کے خرچ کرنے کا یہاں ذکر ہے۔ **ف۳** جب دنیا میں مغلوب و مقہور اور آخرت میں معذب ہونگے تب افسوس و حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے کہ مال بھی گیا اور کامیابی بھی نہ ہوئی۔ چنانچہ اول بدر میں پھر اُحد وغیرہ میں سب مالی اور جسمی طاقتیں خرچ کر دیکھیں۔ کچھ نہ کر سکے آخر ہلاک یا رسوا ہوئے یا نادم ہو کر کفر سے توبہ کی۔ **ف۴** موضح القرآن میں ہے کہ آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کریگا۔ اس درمیان میں کافر اپنا جان و مال کا زور خرچ کرینگے۔ تا نیک و بد جدا ہو جاوے یعنی جنکی قسمت میں اسلام لکھا ہے وہ سب مسلمان ہو چکیں اور جن کو کفر پر مرنا ہے وہی اکٹھے دوزخ میں جائیں **ف۵** یعنی دنیوی و اُخروی دونوں قسم کا نقصان اور خسارہ اُٹھایا۔ **ف۶** یعنی اگر اب بھی کفر و طغیان اور عداوت اسلام سے باز آجائیں اور پیغمبر علیہ السلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرلیں تو پہلے حالت کفر میں جو گناہ کرچکے، وہ سب معاف کر دیے جائیں گے اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ (حقوق العباد معاف نہ ہونگے۔ اُن کا مسئلہ علیحدہ ہے) **ف۷** یعنی جس طرح اگلے لوگ پیغمبروں کی تکذیب و عداوت سے تباہ ہوئے، ان پر بھی تباہی آئیگی۔ یا یہ مطلب ہے

بقیہ فوائد صفحہ ۲۳۴ ۔کہ جیسے بدر میں ان کے بھائی بندوں کو سزا دی گئی انہیں بھی سزا دی جائیگی۔ ف۸ یعنی کافروں کا زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں یا مذہب حق کو موت کی دھمکی دے سکیں جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کفار کو غلبہ ہوا مسلمانوں کا ایمان اور مذہب خطرہ میں پڑ گیا۔ اسپین کی مثال دنیا کے سامنے ہے کہ کس طرح قوت اور موقع ہاتھ آنے پر مسلمانوں کو تباہ کیا گیا یا مرتد بنایا گیا۔ بہرحال جہاد و قتال کا اولین مقصد یہ ہے کہ اہل اسلام مامون و مطمئن ہو کر خدا کی عبادت کر سکیں اور دولت ایمان و توحید کفار کے ہاتھوں سے محفوظ ہو۔ (چنانچہ فتنہ کی یہی تفسیر ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کتب حدیث میں منقول ہے) ف۹ یہ "جہاد" کا آخری مقصد ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے۔ حکم اکیلے خدا کا چلے۔ دین حق سب ادیان پر غالب آجائے (لیظہرہ علی الدین کلہ) خواہ دوسرے باطل ادیان کی موجودگی میں جیسے خلفائے راشدین وغیرہم کے عہد میں ہوا، یا سب باطل مذاہب کو ختم کر کے، جیسے نزول مسیح کے وقت ہوگا۔ بہر حال یہ آیت اس کی واضح دلیل ہے کہ جہاد و قتال خواہ ہجومی ہو یا دفاعی مسلمانوں کے حق میں اُس وقت تک برابر مشروع ہے جب تک یہ دونوں مقصد حاصل نہ ہو جائیں۔ اسی لئے حدیث میں آگیا۔ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ (جہاد کے احکام و شرائط وغیرہ کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجائے) ف۱۰ یعنی جو ظاہر میں اپنی شرارت اور کفر سے باز آجائیں، اُن سے قتال نہیں۔ اُن کے دلوں کا حال اور مستقبل کی کیفیات کو خدا کے سپرد کیا جائیگا۔ جیسا کام وہ کرینگے خدا کی آنکھ سے غائب ہو کر نہیں کر سکتے مسلمان طرف ظاہر حال کے موافق عمل کرنے کے مکلف ہیں۔ وفی الحدیث اُمرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ فاذا قالوہا عصموا منی دماءہم واموالہم الا بحقہا وحسابہم علی اللہ عز وجل ف۱۱ یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر بھروسہ کر کے جہاد کریں۔ کفار کی کثرت اور ساز و سامان سے مرعوب نہ ہوں۔ جیسے "جنگ بدر" میں دیکھ چکے کہ خدا نے مسلمانوں کی کیا خوب امداد و حمایت کی۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ
اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اُس میں سے پانچواں حصہ

لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ
اور رسول کے واسطے اور اُسکے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے ف۱

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ
اگر تم کو یقین ہے اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہم نے اُتاری اپنے بندے پر فیصلہ کے دن ف۲

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ
جس دن بھڑ گئیں دونوں فوجیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۳ جس وقت تم تھے ورلے

الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ
کنارہ پر اور وہ پرلے کنارہ پر ف۴ اور قافلہ نیچے اُتر گیا تھا تم سے ف۵

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ
اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدہ پر ایک ساتھ ف۶ لیکن اللہ کو کر ڈالنا تھا

اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ڏ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰي
ایک کام کو جو مقرر ہو چکا تھا ✡ تاکہ مرے جس کو مرنا ہے قیام حجت کے بعد اور جیوے

مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ يُرِيْكَهُمُ
جس کو جینا ہے قیام حجت کے بعد ف۷ اور بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف۸ جب اللہ نے وہ کافر

اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ
دکھلائے تجھ کو تیری خواب میں تھوڑے ف۹ اور اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا تو تم لوگ نامردی کرتے اور

لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا اُس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے

الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ
دلوں میں ف۱۰ اور جب تم کو دکھلائی وہ فوج مقابلہ کے وقت تمہاری آنکھوں میں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ آغاز سورت میں فرمایا تھا قل الانفال للہ والرسول یہاں اُس کی قدرے تفصیل بیان فرمائی ہے کہ جو مال غنیمت کافروں سے لڑ کر ہاتھ آئے اُس میں کا پانچواں حصہ خدا کی نیاز ہے، جسے خدا کی نیابت کے طور پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام وصول کر کے پانچ جگہ خرچ کر سکتے ہیں۔ اپنی ذات پر، اپنے اُن قرابت داروں (بنی ہاشم و بنی المطلب) پر جنہوں نے قدیم سے خدا کے کام میں آپکی نصرت و امداد کی اور اسلام کی خاطر یا محض قرابت کی وجہ سے آپ کا ساتھ دیا اور مد زکوٰۃ وغیرہ سے لینا اُن کے لئے حرام ہوا۔ یتیموں پر۔ حاجتمند مسلمانوں پر۔ مسافروں پر۔ پھر غنیمت میں جو چار حصے باقی رہے، وہ لشکر پر تقسیم کئے جائیں۔ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حضور صلعم کی وفات کے بعد خمس کے پانچ مصارف میں سے حنفیہ کے نزدیک صرف تین اخیر کے باقی رہ گئے۔ کیونکہ حضور کی رحلت کے بعد حضور کی ذات کا خرچ نہیں رہا اور نہ اہل قرابت کا وہ حصہ رہا جو اُنکو حضور کی نصرت قدیمہ کی بنا پر ملتا تھا البتہ مساکین اور حاجتمندوں کا جو حصہ ہے اُس میں حضور کے قرابت دار، مساکین اور اہل حاجت کو مقدم رکھا جانا چاہئے بعض علماء کے نزدیک حضور کے بعد امیر المومنین کو اپنے مصارف کیلئے خمس الخمس ملنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔ بعض روایات میں ہے کہ جب غنیمت میں سے خمس (اللہ کے نام کا پانچواں حصہ) نکالا جاتا تھا تو نبی کریم صلعم اول اُس میں کا کچھ حصہ بیت اللہ (کعبہ) کیلئے نکالتے تھے بعض فقہا نے لکھا ہے کہ جہاں سے کعبہ بعید ہے، وہاں مساجد کے لئے نکالنا چاہئے ف۲ "فیصلہ کے دن" سے مراد "یوم بدر" ہے جس میں حق و باطل کی کشمکش کا کھلا ہوا فیصلہ ہو گیا۔ اُس دن حق تعالیٰ نے اپنے کامل ترین بندے پر فتح و نصرت اُتاری۔ فرشتوں کی امدادی کمک بھیجی۔ اور سکون و اطمینان کی کیفیت نازل فرمائی۔ تو جو لوگ خدا پر اور اُس کی تائید غیبی پر ایمان رکھتے ہیں اُن کو غنیمت میں سے خدا کے نام کا پانچواں حصہ نکالنا بھاری نہیں ہو سکتا۔ ف۳ جیسے اُس دن تم کو مظفر و منصور کیا، وہ قادر ہے کہ آئندہ بھی تم کو غلبہ اور فتوحات عنایت فرمائے۔ ف۴ "ورلے کنارے" سے مراد میدان جنگ کی وہ جانب ہے جو مدینہ طیبہ سے قریب تھی۔ اسی طرح "پرلا کنارہ" وہ ہو گا جو مدینہ سے بعید تھا۔ ف۵ یعنی ابوسفیان کا تجارتی قافلہ نیچے کی طرف ہٹ کر سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا۔ قافلہ اور مسلمانوں کے درمیان قریش کی فوج حائل ہو چکی تھی۔ ف۶ یعنی اگر فریقین پہلے سے لڑائی کا کوئی وقت ٹھہرا کر جانا چاہتے تو ممکن تھا اُس میں اختلاف ہوتا، یا وعدہ کے وقت پہنچنے میں ایک فریق پس و پیش کرتا۔ کیونکہ اِدھر مسلمان کفار کی تعداد اور ظاہری ساز و سامان سے خائف تھے۔ اُدھر کفار مسلمانوں کی حقانیت، خدا پرستی اور بیجگری سے مرعوب رہتے تھے۔ دونوں کو جنگ کی ذمہ داری لینے یا شرکت کرنے میں تردد اور تقاعد ہو سکتا تھا۔ ف۷ یعنی قریش اپنے قافلہ کی مدد کو آئے تھے اور تم قافلہ پر حملہ کرنے کو، قافلہ بچ گیا اور دو فوجیں ایک میدان کے دو کناروں پر آ پڑیں ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ یہ تدبیر اللہ کی تھی۔ اگر تم قصداً جاتے تو ایسا بروقت نہ پہنچتے اور اس فتح کے بعد کافروں پر صدق پیغمبر کا کھل گیا۔ جو مرا وہ بھی یقین جان کر مرا اور جیتا رہا وہ بھی حق پہچان کر تا اللہ کا الزام پورا ہو۔ کذا فی الموضح۔ اور ممکن ہے مرنے اور جینے سے کفر و ایمان مراد ہوں۔ یعنی اب جو ایمان لائے اور جو کفر پر جا رہے دونوں کا ایمان یا کفر وضوح حق کے بعد ہو۔ ف۸ یعنی اللہ کمزور مظلوموں کی فریاد سننے والا ہے اور جانتا ہے کہ کس طریقہ سے اُنکی مدد کیجائے، دیکھو بدر میں مسلمانوں کی فریاد کیسی سنی اور کیسی مدد فرمائی۔ ف۹ یعنی مسلمانوں

بقیہ صفحہ ۲۳۵۔ ف۱ یعنی اُنہیں زیادہ سمجھ کر کوئی لڑنے کی ہمت کرتا کوئی نہ کرتا۔ اِس طرح اختلاف ہو کر کام میں کھنڈت پڑ جاتی۔ لیکن خدا نے پیغمبر علیہ السّلام کو خواب میں تھوڑی تعداد دکھلا کر اس بزدلی اور نزاع باہمی سے تم کو بچا لیا وہ خوب جانتا ہے کہ کس چیز سے دلوں میں ہمت و شجاعت پیدا ہوتی ہے اور کس بات سے جُبن و نامردی۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ پیغمبر کو خواب میں کافر تھوڑے نظر آئے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے وقت، تا جرأت سے لڑیں۔ پیغمبر کا خواب غلط نہیں، اُن میں کافر رہنے والے کم ہی تھے، اکثر وہ تھے جو پیچھے مسلمان ہوئے۔ اور خواب کی تعبیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تھوڑی تعداد سے مقصود اُنکی مغلوبیت کا اظہار ہو۔ باقی کفار کی نظر میں جو مسلمان تھوڑے دکھلائی دیئے تو وہ واقعی تھوڑے تھے۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب دونوں فوجیں اول آمنے سامنے ہوئیں۔ پھر جب مسلمانوں نے دلیرانہ حملے کئے اور فرشتوں کا لشکر مدد کو پہنچا اُس وقت کفار کو مسلمان دُگنے نظر آنے لگے کما فی "آل عمران" وَاُخْرٰی کَافِرَۃٌ یَّرَوْنَھُمْ مِّثْلَیْھِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ (آل عمران رکوع ۲) ف۲ اِس میں نماز، دعا، تکبیر، اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے۔ "ذکر اللہ" کی تاثیر یہ ہے کہ ذاکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے، جس کی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (رعد رکوع ۴) ف۳ یعنی ہوا خیزی ہو کر اقبال و رعب کم ہو جائیگا۔ بد رعبی کے بعد فتح و ظفر کیسے حاصل کرسکو گے۔ ف۴ جو سختیاں اور شدائد جہاد کے وقت پیش آئیں اُن کو صبر و استقامت سے برداشت کرو، ہمت نہ ہارو، مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو بتلا دیا گیا کہ کامیابی کی کنجی کیا ہے؛ معلوم ہوا کہ دولت، لشکر اور میگزین وغیرہ سے فتح و نصرت حاصل نہیں ہوتی۔ ثابت قدمی، صبر و استقلال، قوت و طمانیت قلب، یاد الٰہی، خدا و رسول اور اُن کے قائم مقام سرداروں کی اطاعت فرمانبرداری اور باہمی اتفاق و اتحاد سے حاصل ہوتی ہے۔ اس موقع پر بیساختہ جی چاہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ابن کثیر کے چند الفاظ نقل کردوں جو اخلاص و ایمان کی انتہائی گہرائی سے نکلے ہوئے ہیں وَقَدْ کَانَ لِلصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ فِیْ بَابِ الشَّجَاعَۃِ وَالْاِئْتِمَارِ بِمَا اَمَرَھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ بِہٖ وَامْتِثَالِ مَا اَرْشَدَھُمْ اِلَیْہِ مَا لَمْ یَکُنْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ وَالْقُرُوْنِ قَبْلَھُمْ وَلَا یَکُوْنُ لِاَحَدٍ مِّمَّنْ بَعْدَھُمْ فَاِنَّھُمْ بِبَرَکَۃِ الرَّسُوْلِ صلعم وَطَاعَتِہٖ فِیْمَا اَمَرَھُمْ فَتَحُوا الْقُلُوْبَ وَالْاَقَالِیْمَ شَرْقًا وَغَرْبًا فِی الْمُدَّۃِ الْیَسِیْرَۃِ مَعَ قِلَّۃِ عَدَدِھِمْ بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی جُیُوْشِ سَائِرِ الْاَقَالِیْمِ مِنَ الرُّوْمِ وَالْفُرْسِ وَالتُّرْکِ وَالصَّقَالِبَۃِ وَالْبَرْبَرِ وَالْحُبُوْشِ وَاَصْنَافِ السُّوْدَانِ وَالْقِبْطِ وَطَوَائِفِ بَنِیْ اٰدَمَ قَھَرُوا الْجَمِیْعَ حَتّٰی عَلَتْ کَلِمَۃُ اللّٰہِ وَظَھَرَ دِیْنُہٗ عَلٰی سَائِرِ الْاَدْیَانِ وَامْتَدَّتِ الْمَمَالِکُ الْاِسْلَامِیَّۃُ فِیْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِھَا فِیْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثِیْنَ سَنَۃً فَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَاَرْضَاھُمْ اَجْمَعِیْنَ وَحَشَرَنَا فِیْ زُمْرَتِھِمْ اِنَّہٗ کَرِیْمٌ تَوَّابٌ۔ ف۵ ابو جہل لشکر لے کر بڑی دھوم دھام اور باجے گاجے کے ساتھ نکلا تھا تاکہ مسلمان مرعوب ہوجائیں اور دوسرے قبائل عرب پر مشرکین کی دھاک بیٹھ جائے۔ راستہ میں اُس کو ابوسفیان کا پیام پہنچا کہ قافلہ سخت خطرہ سے بچ نکلا ہے۔ اب تم مکہ کو لوٹ جاؤ۔ ابو جہل نے نہایت غرور سے کہا کہ ہم اُس وقت واپس جاسکتے ہیں جبکہ بدر کے چشمہ پر پہنچ کر مجلس طرب و نشاط منعقد کرلیں۔ گانے والی عورتیں خوشی اور کامیابی کے گیت گائیں۔ شرابیں پئیں، مزے اُڑائیں اور تین روز تک اونٹ ذبح کرکے قبائل عرب کی ضیافت کا انتظام کریں، تاکہ یہ دن عرب میں ہمیشہ کے لئے ہماری یادگار رہے۔ اور آئندہ کے لئے ان مٹھی بھر مسلمانوں کے حوصلے پست ہوجائیں کہ پھر کبھی ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کریں۔ اُسے کیا خبر تھی کہ جو منصوبے باندھ رہے ہیں اور تجویزیں سوچ رہے ہیں وہ سب خدا کے قابو میں ہیں۔ چلنے دے یا نہ چلنے دے۔ بلکہ چاہے تو اُنہی پر اُلٹ دے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بدر کے پانی اور جام شراب کی جگہ اُنہیں موت کا پیالہ پینا پڑا محفل سرود و نشاط تو منعقد نہ کرسکے ان نوحہ و ماتم کی صفیں "بدر" سے "مکہ" تک بچھ گئیں۔ جو مال تفاخر و نمائش میں خرچ کرنا چاہتے تھے وہ مسلمانوں کے لئے لقمۂ غنیمت بنا۔ ایمان و توحید کے دائمی غلبہ کا بنیادی پتھر بدر کے میدان میں نصب ہوگیا۔ گویا ایک طرح اس چھوٹے سے قطعۂ زمین میں خدا تعالیٰ نے روئے زمین کی ملل و اقوام کی قسمتوں کا فیصلہ فرما دیا۔ بہرحال اس آیت میں مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ جہاد محض ہنگامۂ کشت و خون کا نام نہیں، بلکہ عظیم الشان عبادت ہے عبادت پر اترا وے یا دکھانے کو کرے تو قبول نہیں۔ لہٰذا تم فخر و غرور اور نمود و نمائش میں کفار کی چال مت چلو۔ ف۶ قریش اپنی قوت و جمعیت پر مغرور تھے، لیکن بنی کنانہ سے اُن کی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی خطرہ یہ ہوا کہ کہیں بنی کنانہ کامیابی کے راستہ میں آڑے نہ آجائیں۔ فوراً شیطان اُن کی پیٹھ ٹھونکنے اور ہمت بڑھانے کے لئے کنانہ کے سردار اعظم سُراقہ بن مالک کی صورت میں اپنی ذریت کی فوج لے کر نمودار ہوا اور ابو جہل وغیرہ کو اطمینان دلایا کہ ہم سب تمہاری مدد و حمایت پر ہیں۔ "کنانہ کی طرف سے بے فکر رہو میں تمہارے ساتھ ہوں جب بدر میں زور کا رَن پڑا اور شیطان کو جبرئیل وغیرہ فرشتے نظر آئے تو ابو جہل کے ہاتھ میں سے ہاتھ چھڑا کر اُلٹے پاؤں بھاگا۔ ابو جہل نے کہا، سُراقہ! عین وقت پر دغا دے کر کہاں جاتے ہو، کہنے لگا میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ مجھے وہ چیزیں دکھائی دے رہی ہیں جو تم کو نظر نہیں آتیں (یعنی فرشتے) خدا کے (یعنی اس خدائی فوج کے) ڈر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ اب ٹھہرنے کی ہمت نہیں کہیں کسی سخت عذاب اور آفت میں نہ پکڑا

قَلِيلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ
تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھلایا اُن کی آنکھوں میں تاکہ کر ڈالے اللہ ایک کام جو مقرر ہوچکا تھا

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
اور اللہ تک پہنچتا ہے ہر کام ف۱ اے ایمان والو جب

لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾
بھڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو ف۲ تاکہ تم مراد پاؤ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ
اور حکم مانو اللہ کا اور اُسکے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہیگی

رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا
تمہاری ہوا ف۳ اور صبر کرو بیشک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے ف۴ اور نہ ہو جاؤ

كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَ
ان جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کے دکھانے کو اور

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾
روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ف۵

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ
اور جس وقت خوشنما کردیا شیطان نے اُنکی نظروں میں انکے عملوں کو اور بولا کہ کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر

الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ
آج کے دن لوگوں میں سے اور میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب سامنے ہوئیں دونوں فوجیں

نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى
تو وہ اُلٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں دیکھتا ہوں

مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ اِذْ
جو تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے ف۶ جب

بقیہ فوائد صفحہ ۲۴۴۔ کرکے بہت سے مجرموں کو توبہ نصیب ہو جائے، چنانچہ حضور پُرنور صلعم کے زمانہ میں ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں سارا عرب صدق دل سے دین الٰہی کا حلقہ بگوش بن گیا ف یعنی ہر ایک کی حالت کو جان کر حکمت کا معاملہ کرتا ہے اور ہر زمانہ میں ناس کے مناسب احکام بھیجتا ہے۔ ف مشروعیت جہاد کی یہاں ایک اور حکمت بیان فرمائی یعنی ایمان اور بندگی کی زبانی دعوے کرنیوالے تو بہت ہیں لیکن امتحان کی کسوٹی پر جب تک کسا نہ جائے کھرا اور کھوٹا ظاہر نہیں ہوتا۔ جہاد کے ذریعہ سے خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اُس کی راہ میں جان و مال نثار کرنے کو تیار ہیں اور خدا و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا رازدار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے، خواہ وہ اُن کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ یہ معیار ہے جس پر مومنین کا ایمان پرکھا جاتا ہے۔ جب تک عملی جہاد نہ ہو، صرف زبانی جمع خرچ سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر عمل بھی جو کچھ کیا جائے اُس کی خبر خدا کو ہے کہ صدق و اخلاص سے کیا یا نمود و ریا سے۔ جیسا عمل ہوگا، ع ویسے اُسی کے موافق پھل ملیگا۔

فوائد صفحہ ہذا ف پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان بدون امتحان کے یونہی نہیں چھوٹ جا سکتے، بلکہ بڑے بڑے عزائم اعمال (مثلاً جہاد وغیرہ) میں اُنکی ثابت قدمی دیکھی جائیگی اور یہ کہ تمام دنیا کے تعلقات پر کس طرح خدا و رسول کی جانب کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس رکوع میں یہ بتلایا کہ خدا کی مساجد (عبادتگاہیں) حقیقۃً ایسے ہی اولوالعزم مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں۔ مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ اُن میں خدائے واحد کی عبادت اُس کی شان کے لائق ہو۔ "ذکر اللہ" کرنیوالے کثرت سے موجود ہوں جو بے روک ٹوک خدا کو یاد کریں۔ لغویات و خرافات سے اُن پاک مقامات کو محفوظ رکھا جائے۔ یہ مقصد کفار و مشرکین سے کب حاصل ہو سکتا ہے؟ دیکھیے مشرکین مکہ بڑے فخر سے اپنے کو "مسجد حرام" کا متولی اور خادم کہتے تھے۔ مگر اُنکی بڑی خدمتگذاری یہ تھی کہ پتھر کی سیکڑوں مورتیاں کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں اُن ہی کی نذر و نیاز کرتے اور منتیں مانتے تھے۔ بہت سے لوگ ننگے طواف کرتے تھے، ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور خدائے واحد کے سچے پرستاروں کو وہاں تک پہنچنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ لے دے کر اُنکی بڑی عبادت یہ تھی کہ حاجیوں کے لئے پانی کی سبیل لگا دی یا حرم شریف میں چراغ جلا دیا۔ یا کعبہ پر غلاف چڑھا دیا، یا کبھی ضرورت ہوئی تو شکست و ریخت کی مرمت کرا دی مگر یہ اعمال محض بے جان اور بے روح تھے۔ کیونکہ مشرک کو جب خدا کی صحیح معرفت حاصل نہیں تو کسی عمل میں اُس کا قبلۂ توجہ اور مرکز اخلاص خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات منبع الکمالات نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے کافر کا کوئی عمل خدا کے نزدیک زندہ اور معتدبہ عمل نہیں ہے (اسی کو حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ سے تعبیر فرمایا) الغرض کفار و مشرکین جو اپنے حال و قال سے اپنے کفر و شرک پر ہر وقت شہادت دیتے رہتے ہیں، اس لائق نہیں کہ اُن کو مساجد اللہ خصوصاً مسجد حرام کی حقیقی تعمیر (آبادی) ہو سکے یہ کام صرف اُن لوگوں کا ہے جو دل سے خدائے واحد اور آخری دن پر ایمان لا چکے ہیں، جوارح سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں، اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اسی لئے مساجد کی صیانت و تطہیر کی خاطر جہاد کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایسے مومنین جو دل، زبان ہاتھ پاؤں، مال و دولت، ہر چیز سے خدا کے مطیع و فرمانبردار ہیں اُنکا فرض منصبی ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور تعمیر مساجد کے جھوٹے دعوے رکھنے والے مشرکین کو خواہ اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں وہاں سے نکال باہر کریں کیونکہ اُن کے وجود سے مساجد اللہ کی آبادی نہیں بربادی ہے۔ ف مشرکین مکہ کو اس پر بڑا فخر و ناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے، اُنہیں پانی پلاتے، کھانا کپڑا دیتے اور مسجد حرام کی مرمت یا کسوۂ کعبہ یا تیل بتی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے جہاد و ہجرت وغیرہ پر نازاں ہیں تو ہمارے پاس عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔ ایک زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اسی طرح کی بحث کی تھی، بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ چند مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے، کوئی کہتا تھا کہ میرے نزدیک سلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے سے زیادہ کوئی عبادت نہیں۔ دوسرے نے کہا میرے خیال میں اسلام کے بعد بہترین عمل مسجد حرام کی خدمت ہے (مثلاً جھاڑو دینا یا روشنی وغیرہ کرنا) تیسرا بولا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام عبادات و اعمال سے افضل و اشرف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو ڈانٹا کہ تم جمعہ کے وقت منبر رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھ کر اس طرح بحثیں کر رہے ہو ذرا صبر کرو جب حضور جمعہ سے فارغ ہو جائیں گے آپ سے یہ چیز دریافت کر لی جائیگی۔ چنانچہ جمعہ کے بعد حضور سے سوال کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا ظاہری طور پر بسانا، ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سے کسی ایک کی برابری نہیں ہو سکتا (افضل ہونا تو کجا!) یہاں جہاد کے ساتھ ایمان باللہ کا ذکر یا تو اس لئے کیا کہ مشرکین کے فخر و غرور کا جواب بھی ہو جائے کہ تمام عبادات کی روح ایمان باللہ ہے۔ اس روح کے بدون پانی پلانا یا مسجد حرام کی خدمت کرنا محض مردہ عمل ہے۔ تو بیجان اور مردہ عمل ایک زندہ جاوید عمل کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ (فاطر رکوع ۳) اور اگر صرف مومنین کے اعمال کا باہمی موازنہ کرنا ہے تو ایمان باللہ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کی تمہید کے طور پر ہوگا۔ اصل مقصود جہاد وغیرہ عزائم اعمال کی افضلیت کو بیان فرمانا ہے۔ ایمان کے ذکر سے تنبیہ فرما دی کہ (بقیہ بر صفحہ ۲۴۶)

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ

یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا

اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰۤئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ

سوائے اللہ کے کسی سے سو امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہوویں ہدایت والوں میں ف کیا تم نے کر دیا

سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ

حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اُسکے جو یقین لایا اللہ پر اور

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

آخرت کے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا

اور اللہ رستہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف جو ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے

وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً

اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے اُن کے لئے بڑا درجہ ہے

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰۤئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ

اللہ کے ہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ✱ خوشخبری دیتا ہے اُنکو پروردگار اُنکا اپنی طرف کی

مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ

مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں اُن کو آرام ہے ہمیشہ کا ✱ رہا کریں

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اُن میں مدام بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ف اے ایمان والو

لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

مت پکڑو اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو

عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

ایمان سے اور جو تم میں اُنکی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہیں گنہگار ف

بقیہ فوائد صفحہ ۲۴۵ جہاد فی سبیل اللہ ہو یا کوئی عمل ایمان کے بغیر ہیچ اور لاشے محض ہے۔ ان عزائم اعمال (جہاد و ہجرت وغیرہ) کا تقوّم بھی ایمان باللہ سے ہوتا ہے۔ اور اس نکتہ کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو فہم سلیم رکھتے ہوں۔ ظالمین (بے موقع کام کرنے والوں) کی ان حقائق تک رسائی نہیں ہوتی۔ ف۳ یعنی اُسکے یہاں ثواب اور درجات کی کیا کمی ہے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے پہلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا۔ ایمان، جہاد، ہجرت۔ ان تین پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی۔ رحمت، رضوان، خلود فی الجنۃ۔ ابوحیان نے لکھا ہے کہ "رحمت" ایمان پر مرتب ہے۔ ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ اور "رضوان" (جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے) جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی حظوظ و تعلقات ترک کر کے خدا کے راستہ میں جان و مال نثار کرتا اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے۔ لہٰذا اُس کا صلہ بھی انتہائی ہونا چاہئے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضا ہے کا مقام ہے۔ باقی "ہجرت" وہ خدا کے لئے وطن مالوف اور گھر بار چھوڑنے کا نام ہے۔ اسلئے مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملیگا۔ جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسایش و راحت سے رہنا ہوگا جس سے ہجرت کرنے کی کبھی نوبت نہ آئے گی ف۴ پچھلی آیات میں بتلایا تھا کہ جہاد و ہجرت اعظم و افضل ترین اعمال ہیں۔ بسا اوقات ان دونوں اعمال میں خویش و اقارب، کنبہ اور برادری کے تعلقات خلل انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے فرمادیا کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے، ایک مومن اُنہیں کیسے عزیز رکھ سکتا ہے مسلمان کی شان نہیں کہ اُن سے رفاقت اور دوستی کا دم بھرے حتیٰ کہ یہ تعلقات اُس کو جہاد و ہجرت سے مانع ہو جائیں ایسا کرنیوالے گنہگار بن کر اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَ

تو کہدے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور

عَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا

برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جسکے بند ہونے کا تم ڈرتے ہو

وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ

اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور لڑنے سے

فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

اُس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ رستہ نہیں دیتا

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ

نافرمان لوگوں کو ف۱ مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری بہت میدانوں میں

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا

اور حُنین کے دن جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے

وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾

اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم پیٹھ دے کر ☆

ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ

پھر اُتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور اُتاریں

جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ

فوجیں کہ جن کو تم نے نہیں دیکھا اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے

الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ

منکروں کی ف۲ پھر توبہ نصیب کریگا اللہ اس کے بعد جس کو چاہے

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۳ اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اگر خدا و رسول کے احکام کا امتثال اور ہجرت یا جہاد کرنے سے یہ خیال مانع ہو کہ کنبہ برادری چھوٹ جائیگی اموال تلف ہونگے، تجارت مندی پڑ جائیگی یا بند ہو جائیگی۔ آرام کے مکانوں سے نکل کر بے آرام ہونا پڑیگا، تو پھر خدا کی طرف سے حکم سزا کا انتظار کرو، جو اس تن آسانی اور دنیا طلبی پر آنیوالا ہے۔ جو لوگ مشرکین کی موالات یا دنیوی خواہشات میں پھنس کر احکام الٰہیہ کی تعمیل نہ کریں انکو حقیقی کامیابی کا راستہ نہیں مل سکتا۔ حدیث میں ہے کہ جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور "جہاد" چھوڑ بیٹھو گے تو خدا تم پر ایسی ذلت مسلط کر دیگا جس سے کبھی نکل نہ سکو گے یہاں تک کہ پھر اپنے دین (جہاد فی سبیل اللہ) کی طرف واپس آؤ۔ ف۲ پچھلی آیت میں تنبیہ کی گئی تھی کہ جہاد فی سبیل اللہ کے وقت مومنین کو کنبہ، برادری، اموال و املاک وغیرہ کسی چیز پر نظر نہ ہونی چاہئے، یہاں آگاہ فرمایا ہے کہ مجاہدین کو خود اپنی فوجی جمعیت و کثرت پر گھمنڈ نہ کرنا چاہئے۔ نصرت و کامیابی اکیلے خدا کی مدد سے ہے۔ جس کا تجربہ پیشتر بھی بہت سے میدانوں میں تم کر چکے ہو۔ بدر، قریظہ و نضیر اور حدیبیہ وغیرہ میں جو کچھ نتائج رونما ہوئے، وہ محض امداد الٰہی و تائید غیبی کا کرشمہ تھا۔ اور اب اخیر میں غزوۂ حنین کا واقعہ تو ایسا صریح اور عجیب و غریب نشان آسمانی نصرت و امداد کا ہے جس کا اقرار سخت معاند دشمنوں تک کو کرنا پڑا ہے۔ فتح مکہ کے بعد فوراً آپ کو اطلاع ملی کہ ہوازن و ثقیف وغیرہ بہت سے قبائل عرب نے ایک لشکر جرار تیار کر کے بڑے ساز و سامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے دس ہزار مہاجرین و انصار کی فوج گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لئے مدینہ سے ہمراہ آئی تھی، طائف کی طرف کوچ کر دیا دو ہزار طلقاء بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے آپ کے ہمراہ تھے یہ پہلا موقع تھا کہ بارہ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان جہاد میں نکلے۔ یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ سے نہ رہا گیا اور بے ساختہ بول اُٹھے کہ جب ہم بہت تھوڑے تھے اُس وقت ہمیشہ غالب رہے تو آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں۔ یہ جملہ مردان توحید کی زبان سے نکلنا" بارگاہ احدیت" میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے۔ فریق مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی جو سر سے کفن باندھ کر اور سب عورتوں بچوں کو ساتھ لیکر ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اونٹ، گھوڑے، مواشی، اور گھروں کا کل اندوختہ کوڑی کوڑی کر کے اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ ہوازن کا قبیلہ تیر اندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اُسکے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادی حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ صحیحین میں براء بن عازب کی روایت ہے کہ پہلے معرکہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی، وہ بہت سا مال چھوڑ کر پسپا ہو گئے یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے۔ اُس وقت ہوازن کے تیر اندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا آن واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا۔ اول طلقاء میں بھاگڑ پڑی۔ آخر سب کے پاؤں اکھڑ گئے، زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی حضور پر نور صلعم مع چند رفقاء کے دشمنوں کے نرغہ میں تھے۔ ابوبکر، عمر، عباس، علی، عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم تقریباً سو یا اسی صحابہ بلکہ بعض اہل سیر کی تصریح کے موافق کل دس نفوس قدسیہ (عشرہ کاملہ) میدان جنگ میں باقی رہ گئے جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے۔ یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خچر پر سوار ہیں عباس ایک رکاب اور ابوسفیان بن الحارث دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے، ہر چہار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ ساتھی منتشر ہو چکے ہیں۔ مگر

بقیہ فوائد صفحہ ۲۴۶ - رفیق اعلیٰ آپ کے ساتھ ہے۔ ربانی تائید اور آسمانی سکینہ کی غیر مرئی بارش آپ پر اور آپ کے گنے چنے رفیقوں پر ہو رہی ہے جس کا اثر آخر کار بھاگنے والوں تک پہنچا جدھر سے ہوازن و ثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے آپ کی سواری کا منہ اُس وقت بھی اُسی طرف ہے۔ اور اُدھر ہی آگے بڑھنے کے لئے خچر کو مہمیز کر رہے ہیں۔ دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے اور زبان پر نہایت استغنا و اطمینان کے ساتھ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ جاری ہے یعنی بیشک میں سچا پیغمبر ہوں اور عبد المطلب کی اولاد ہوں۔ اسی حالت میں آپ نے صحابہ کو آواز دی إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ إِلَيَّ أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ خدا کے بندو! ادھر آؤ۔ یہاں آؤ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ پھر آپ کی ہدایت کے موافق حضرت عباسؓ نے (جو نہایت جہیر الصوت تھے) اصحاب سمرۃ کو پکارا جنہوں نے درخت کے نیچے حضور کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تھی۔ آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ بھاگنے والوں نے سواروں کا رُخ میدان جنگ کی طرف پھیر دیا جس کا اونٹ نے رُخ بدلنے میں دیر کی وہ گلے میں زرہ ڈال کر اونٹ سے کود پڑا اور سواری چھوڑ کر حضور کی طرف لوٹا۔ اسی اثناء میں حضور نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اُٹھا کر لشکر کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑی۔ اُدھر حق تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں جن کا نزول غیر مرئی طور پر مسلمانوں کی تقویت دہمت افزائی اور کفار کی مرعوبیت کا سبب ہوا پھر کیا تھا۔ کفار کنکریوں کے اثر سے آنکھیں ملتے رہے، جو مسلمان قریب تھے اُنہوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ آناً فاناً میں مطلع صاف ہو گیا۔ بہت کچھ بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ کر حضور کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا لڑائی ختم ہو چکی۔ ہزاروں قیدی آپ کے سامنے بندھے کھڑے ہیں اور مال غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں فَسُبْحَانَ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ اس طرح کافروں کو دنیا میں سزا دی گئی۔ ف۳ چنانچہ ہوازن وغیرہ کو اس کے بعد توبہ نصیب ہوئی اور اکثر مسلمان ہو گئے۔

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَإِنْ
پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے اس برس کے بعد ف۱ اور اگر

خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ إِنْ شَاءَ ۚ
تم ڈرتے ہو فقر سے تو آئندہ غنی کر دیگا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ
بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمت والا ہے ف۲ لڑو اُن لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور

لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ وَ
نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اسکے رسول نے اور

لَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا
نہ قبول کرتے ہیں دین سچا اُن لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ

الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صٰغِرُونَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ
جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر ف۳ اور یہود نے کہا کہ عزیر

ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ
اللہ کا بیٹا ہے ف۴ اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں کہتے ہیں

بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ
اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے کافروں کی بات کی ف۵ ہلاک کرے ان کو

اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا
اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ف۶ ٹھہرا لیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا

مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا
اللہ کو چھوڑ کر ف۷ اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی اور اُن کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں

إِلٰهًا وَاحِدًا ۖ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾
ایک معبود کی کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا وہ پاک ہے اُن کے شریک بتلانے سے ☆

ع ۵ / ۱۰

فوائد صفحہ ہذا ف۱ جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کا صدر مقام (مکہ معظمہ) فتح کرا دیا اور قبائل عرب جوق جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے تب ۹ سنہ ہجری میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک یا کافر مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اُس کے نزدیک یعنی حدود حرم میں بھی نہ آنے پائے۔ کیونکہ ان کے قلوب شرک و کفر کی نجاست سے اس قدر پلید اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید و ایمان میں داخل ہونے کے لائق نہیں اس کے بعد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کے نکال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضور کی آخری وصیت کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا۔ اب بطور استیلا یا توطن کفار کے وہاں رہنے پر مسلمانوں کو رضامند ہونا جائز نہیں۔ بلکہ تطہیر جزیرۃ العرب بقدر استطاعت اُنکا فریضہ ہے ہاں حنفیہ کے نزدیک کوئی کافر مسافرانہ عارضی طور پر امام کی اجازت سے وہاں جا سکتا ہے بشرطیکہ امام اُنکی اجازت دینا خلاف مصلحت نہ سمجھے۔ باقی حج و عمرہ کی غرض سے داخل ہونے کی کسی کافر کو اجازت نہیں کما ورد فی الحدیث اَلَا لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ۔ ف۲ حرم میں مشرکین کی آمد و رفت بند کر دینے سے مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ تجارت وغیرہ کو بڑا نقصان پہنچیگا اور جو سامان تجارت یہ لوگ لاتے تھے، وہ نہیں آئیگا۔ اس لئے تسلی کر دی کہ اس سے مت گھبراؤ، تم کو غنا عطا فرمانا محض اُسکی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ چاہے گا تو کچھ دیر نہ لگے گی چنانچہ یہی ہوا۔ خدا نے سارا ملک مسلمان کر دیا۔ مختلف بلاد و امصار سے تجارتی سامان آنے لگا بارشیں خوب ہوئیں جس سے پیداوار بڑھ گئی فتوحات وغنائم کے دروازے کھول دیے۔ اہل کتاب وغیرہ سے جزیہ کی رقوم وصول ہونے لگیں۔ غرض مختلف طرح سے حق تعالیٰ نے اسباب غنا جمع کر دیے۔ بیشک خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ ف۳ جب مشرکین کا قصہ پاک ہو گیا اور ملکی سطح ذرا ہموار ہوئی تو حکم ہوا کہ "اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی قوت و شوکت کو توڑ دو۔ مشرکین کے وجود سے تو بالکل عرب کو پاک کر دینا مقصود تھا لیکن یہود و نصاریٰ کے متعلق اُس وقت صرف اسی قدر مطمح نظر تھا کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں زور نہ پکڑیں اور اُس کی اشاعت و ترقی کے راستہ میں حائل نہ ہوں۔ اس لئے اجازت دی گئی کہ اگر یہ لوگ ماتحت رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں تو کچھ مضائقہ نہیں، قبول کر لو، پھر حکومت اسلامیہ ان کے جان و مال کی محافظ ہوگی، ورنہ اِن کا علاج بھی وہی ہے جو مشرکین کا تھا یعنی مجاہدانہ قتال، کیونکہ یہ بھی اللہ اور یوم آخرت پر جیسا چاہیے ایمان نہیں رکھتے نہ خدا اور رسول کے احکام کی کچھ پروا کرتے ہیں۔ رسول کریم صلعم کی تو کیا، اپنے تسلیم کردہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی سچی پیروی نہیں کرتے محض اہواء و آراء کا اتباع کرتے ہیں، جو سچا دین پہلے آیا یعنی حضرت مسیح وغیرہ کے زمانہ میں، اور جو اب نبی آخر الزماں صلعم لیکر آئے کسی کے قائل نہیں۔ بلکہ جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ اپنی پھونکوں سے گل کر دیں۔ ایسے بد باطن نالائقوں کو اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو ملک میں فتنہ و فساد اور کفر و تمرد کے شعلے برابر بھڑکتے رہینگے۔ ف۴ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت بعض یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں لیکن یہ عقیدہ عام یہود کا نہ تھا۔ اور زمانہ مابعد میں تو بعض علماء نے لکھا ہے کہ اب کوئی یہودی اس عقیدہ کا باقی نہیں رہا۔ اگر عہد نبوی صلعم میں یہود کا کوئی فرقہ اس کا قائل نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اُس وقت یہود قرآن کی حکایت کی تغلیط کرتے جیسا کہ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کو سن کر عدی بن حاتم نے اعتراض کیا تھا کہ احبار و رہبان کو رب تو کوئی نہیں مانتا (بقیہ بر صفحہ ۲۴۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۴۷۔ اُس کا جواب نبی کریم صلعم نے دیا جو آگے آتا ہے پس ابنیت عزیر کے عقیدہ کو اُن کی طرف نسبت کرنا، اور اُن کا اعتراض و انکار کہیں منقول نہ ہونا اسکی دلیل ہے کہ ضرور اُس وقت اس خیال کے لوگ موجود تھے۔ ہاں جیسے مرورِ دہور سے بہت سے مذاہب اور فرقے مٹ مٹا گئے، وہ بھی نابود ہو گیا ہو تو کچھ مستبعد نہیں۔ باقی ہم سے ایک نہایت ثقہ بزرگ (حاجی امیر شاہ خاں مرحوم) نے بیان کیا کہ سیاحت فلسطین وغیرہ کے دوران میں مجھے بعض یہود اس خیال کے ملے جن کو اسی عقیدہ کی نسبت سے عزیری کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی "ابنیت" یا "الوہیت" مسیح وغیرہ کا عقیدہ پرانے مشرکین کے عقیدہ کے مشابہ ہے۔ بلکہ اُن ہی کی تقلید میں یہ اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ کے فوائد میں ہم نقل کر چکے ہیں۔ ف۶ یعنی خدا ان کو غارت کرے توحید کی صاف اور تیز روشنی پہنچنے کے بعد کدھر اندھیرے میں چلے جا رہے ہیں۔ ف اُن کے علماء و مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیتے اسی کو سند سمجھتے کہ بس خدا کے ہاں ہم کو چھٹکارا ہو گیا۔ کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا محض احبار و رُہبان کے احکام پر چلتے تھے۔ اور اُن کا یہ حال تھا کہ تھوڑا سا مال یا جاہی فائدہ دیکھا اور حکم شریعت کو بدل ڈالا جیسا کہ دو تین آیتوں کے بعد مذکور ہے۔ پس جو منصب خدا کا تھا (یعنی حلال و حرام کی تشریع) وہ علماء و مشائخ کو دیدیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے فرمایا کہ انہوں نے عالموں اور درویشوں کو خدا ٹھہرا لیا۔ نبی کریم صلعم نے عدی بن حاتم کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اسی طرح کی تشریح فرمائی ہے اور حضرت حذیفہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "عالم کا قول عوام کو سند ہے جب تک وہ شرع سے سمجھ کر کہے۔ جب معلوم ہو کہ خود اپنی طرف سے کہا، یا طمع وغیرہ سے کہا، پھر سند نہیں"۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَيَأْبَى ٱللَّهُ إِلَّآ أَن

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ نہ رہے گا بدون

يُتِمَّ نُورَهُۥ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ

پورا کئے اپنی روشنی کے اور پڑے برا مانیں کافر ف۱ اسی نے بھیجا اپنے رسول کو

بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ

ہدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے برا مانیں

ٱلْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ

مشرک ف۲ اے ایمان والو بہت سے عالم

وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ

اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں

عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۗ وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَ

اللہ کی راہ سے ف۳ اور جو لوگ گاڑھ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور

لَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾

اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنا دے عذاب دردناک کی ف۴

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ

جس دن کہ آگ دہکائیں گے اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے اور کروٹیں

وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ

اور پیٹھیں (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑھ کر رکھا تھا اپنے واسطے اب مزہ چکھو اپنے

تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثْنَا عَشَرَ شَهْرًا

گاڑھنے کا ف۵ مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں

فِى كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ

اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین ان میں چار مہینے ہیں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی توحید خالص اور اسلام کا آفتاب جب چمک اٹھا، پھر یہ دوغلی باتیں اور مشرکانہ دعاوی کہاں فروغ پا سکتے ہیں۔ یہ کوشش کہ بے حقیقت اور بے مغز باتیں بنا کر اور فضول بحث و جدل کر کے نورِ حق کو مدھم کر دیں، ایسی ہے کہ کوئی بے وقوف منہ سے پھونکیں مار کر چاند یا سورج کی روشنی کو بجھانا اور ماند کرنا چاہے۔ یاد رکھو خواہ یہ کتنے ہی جلیں مگر خدا نورِ اسلام کو پوری طرح پھیلا کر رہیگا۔ ف۲ اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت و دلیل کے اعتبار سے، یہ تو ہر زمانہ میں بحمداللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔ باقی حکومت و سلطنت کے اعتبار سے وہ اُس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصولِ اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہونگے۔ اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کر کے بالکل صفحۂ ہستی سے محو کر دے، یہ نزولِ مسیح علیہ السّلام کے بعد قریب قیامت کے ہونیوالا ہے۔ ف۳ یعنی روپیہ لیکر احکامِ شرعیہ اور اخبارِ الٰہیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ اُدھر عوام الناس نے انہیں جیسے پہلے گذرا خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے۔ جو کچھ غلط سلط کہدیں وہ ہی اُن کے نزدیک حجت ہے۔ اس طرح یہ علماء و مشائخ نذرانے وصول کرنے، نیگ بٹورنے اور اپنی سیادت و ریاست قائم رکھنے کے لئے عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق سے روکتے رہتے ہیں۔ کیونکہ عوام اگر اُن کے جال سے نکل جائیں اور دین حق اختیار کرلیں تو ساری آمدنی بند ہو جائے۔ یہ حال مسلمانوں کو سنایا تاکہ متنبہ ہو جائیں کہ اُمتوں کی خرابی اور تباہی کا بڑا سبب تین جماعتوں کا خراب و بے راہ ہونا اور اپنے فرائض کو چھوڑ دینا ہے۔ علماء، مشائخ اور اغنیاء و رؤساء۔ ان میں سے دو کا ذکر تو ہو چکا تیسری جماعت (رؤساء) کا آگے آتا ہے۔ ابن المبارکؒ نے خوب فرمایا وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّيْنَ إِلَّا الْمُلُوْكُ وَ أَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا۔ ف۴ جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو مگر خدا کے راستہ میں خرچ نہ کریں (مثلاً زکوٰۃ نہ دیں اور حقوق واجبہ نہ نکالیں) اُن کی یہ سزا ہے تو اسی سے اُن احبار و رُہبان کا انجام معلوم کرلو جو حق کو چھپا کر یا بدل کر روپیہ بٹورتے ہیں۔ اور ریاست قائم رکھنے کی حرص میں عوام کو خدا کے راستہ سے روکتے پھرتے ہیں بہرحال دولت وہ اچھی ہے جو آخرت میں وبال نہ بنے۔ ف۵ بخیل دولتمند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اُس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں زیادہ کہو تو اعراض کر کے اُدھر سے پہلو بدل لیتا ہے۔ اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اس لئے سونا چاندی تپا کر ان ہی تین موقعوں (پیشانی، پہلو، پیٹھ) پر داغ دیئے جائیں گے تاکہ اُس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔

بقیہ فوائد صفحہ ۲۴۰۔ قوت اجتہاد صرف کرنے میں کوتاہی کی۔ [illegible] سامان کا خیال کرکے ایسا مشورہ دیا۔ مگر سزا دہی سے وہ چیز مانع ہے جو خدا پہلے سے لکھ چکا اور طے کرچکا ہے۔ اور وہ کئی باتیں ہو سکتی ہیں (۱) مجتہد کو اس قسم کی اجتہادی خطا پر عذاب نہیں ہوگا (۲) جب تک خدا امر اً و نہیاً کسی چیز کا صاف حکم بیان نہ فرمائے اس وقت تک اس کے مرتکب کو عذاب نہیں دیتا (۳) اہل بدر کی خطاؤں کو خدا معاف فرما چکا ہے (۴) غلطی سے جو روپیہ قبل از وقت اختیار کرلیا گیا یعنی فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دینا خدا کے علم میں کچھ دنوں بعد آئندہ اس کی اجازت ہو جائیگی۔ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً (۵) یہ بھی طے شدہ ہے کہ جب تک پیغمبر علیہ السلام ان میں موجود ہیں یا لوگ صدق دل سے استغفار کرتے ہیں، عذاب نہ آئیگا (۶) ان قیدیوں میں بہت کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا۔ الغرض اس قسم کے موانع اگر نہ ہوتے تو یہ غلطی اتنی عظیم و ثقیل تھی کہ تحت عذاب نازل ہو جانا چاہیے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس قولی تنبیہ کے بعد وہ عذاب جو اس طرح کی خوفناک غلطی پر آسکتا تھا آپ کے سامنے نہایت قریب کرکے پیش کیا گیا گویا یہ قولی تنبیہ کو زیادہ مؤثر بنانے کی ایک صورت تھی۔ آپ اس منظر کو دیکھ کر دفعۃً گریہ و بکا ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا ہے یعنی جس کا آنا ان پر ممکن تھا اگر موانع مذکورہ بالا نہ ہوتے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ آپ کے سامنے یہ پیش کرنا اسی قسم کا تھا جیسے صلوٰۃ کسوف ادا کرتے وقت آپ کے سامنے جنت و دوزخ دیوار قبلہ میں متمثل کردی گئی تھی یعنی اس متوقع عذاب کا نظارہ کرانا تھا اور بس۔ ف۳ پچھلے عتاب و تہدید سے مسلمان ڈر گئے کہ مال غنیمت کو جس میں فدیۂ اساری بھی شامل ہے۔ اب ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ اس آیت میں تسلی فرمادی کہ وہ اللہ کی عطا ہے خوشی سے کھاؤ۔ ہاں جہاد کے سلسلہ میں مال غنیمت وغیرہ کو مطمح نظر بنانا یا اس قدر اہمیت دینا نہیں چاہیے کہ مقاصد عالیہ اور مصالح کلیہ سے اغماض ہونے لگے بیشک وقتی حالات و مصالح کے اعتبار سے تم نے ایک غلط طریق کار اختیار کیا مگر نفس مال میں کوئی خبث نہیں خدا سے ڈرتے رہوگے تو وہ اپنی رحمت سے غلطیوں کو معاف فرما دیگا۔ ف۴ بعض قیدیوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا (مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ) ان سے کہا گیا کہ اللہ دیکھے گا کہ واقعی تمہارے دل میں ایمان و تصدیق موجود ہے تو جو کچھ زر فدیہ اس وقت تم سے وصول کیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ اور کہیں بہتر تم کو مرحمت فرمائیگا اور پچھلی خطاؤں سے درگذر کریگا۔ اور اگر اظہار اسلام سے صرف پیغمبر کو فریب دینا مقصود ہے یا دغابازی کرنے کا ارادہ ہے، تو پیشتر خدا سے جو دغابازی کر چکے ہیں یعنی فطری عہد الست کے خلاف کفر و شرک اختیار کیا یا بعض بنی ہاشم جو ابو طالب کی زندگی میں عہد کرکے آنحضرت صلعم کی حمایت پر متفق ہوئے تھے اب کافروں کے ساتھ ہو کر آئے اس کا انجام آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آج کس طرح مسلمانوں کی قید او رقابو میں ہیں۔ آئندہ بھی دغا بازی کی ایسی ہی سزا مل سکتی ہے خدا تعالیٰ سے اپنے دلوں اور نیتوں کو چھپا نہیں سکتے اور نہ اس کے حکیمانہ انتظامات کو روک سکتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ ان میں جو مسلمان ہوئے حق تعالیٰ نے بیشمار دولت بخشی۔ جو نہ ہوئے وہ خراب ہو کر تباہ ہو گئے"۔

الربع ۲

اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾

مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور تم میں عہد ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے ف

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم یوں نہ کروگے تو فتنہ پھیلے گا

فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ

ملک میں اور بڑی خرابی ہوگی ف۲ اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور

جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ هُمُ

لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں

الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ

سچے مسلمان ان کے لئے بخشش ہے اور روزی عزت کی ف۳ اور جو

اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ مِنْكُمْ ۭ

ایمان لائے اس کے بعد اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمہارے ساتھ ہو کر سو وہ لوگ بھی تمہی میں ہیں

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ

اور رشتہ دار آپس میں حقدار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں ف۴ تحقیق

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

اللہ ہر چیز سے خبردار ہے ف۵

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ توبہ مدینہ میں اتری اور اس کی ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱﴾

ف۶ صاف جواب ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی ان مشرکوں کو جن سے تمہارا عہد ہوا تھا

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ

سو پھر لو اس ملک میں چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو

فوائد صفحہ ہذا ف۱ قیدیوں میں بعض ایسے تھے جو دل سے مسلمان تھے۔ مگر حضرتؐ کے ساتھ مکہ سے ہجرت نہ کرسکے اور بادل ناخواستہ کفار کے ساتھ ہو کر بدر میں آئے۔ ان آیات میں یہ بتلانا ہے کہ ایسے مسلمانوں کا حکم کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضرت کے اصحاب دو فرقے تھے "مہاجرین اور انصار"۔ مہاجرین کنبہ اور گھر چھوڑنے والے اور انصار جگہ دینے والے اور مدد کرنیوالے۔ ان دونوں میں آنحضرت صلعم نے مؤاخاۃ (بھائی چارہ) قائم کردیا تھا آیت کا مضمون یہ ہوا کہ جتنے مسلمان حضرت کے ساتھ حاضر ہیں ان سب کی صلح و جنگ ایک ہے ایک کا موافق سب کا موافق۔ ایک کا مخالف سب کا مخالف بلکہ آغاز ہجرت میں رشتہ مواخاۃ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ترکہ کا وارث بھی ہوتا تھا۔ اور جو مسلمان اپنے ملک میں ہے جہاں کافروں کا زور اور تسلط ہو یعنی دارالحرب سے ہجرت کی ان کی صلح و جنگ میں "دارالاسلام" کے رہنے والے مسلمان (مہاجرین و انصار) شریک نہیں۔ اگر دارالحرب کے مسلمانوں نے صلح و معاہدہ کسی جماعت کفار سے کرلیا ہو تو دارالاسلام کے آزاد مسلمان اس معاہدہ کے پابند نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان سے حسب مصلحت جنگ کرسکتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دارالحرب کے مسلمان جس وقت دینی معاملہ میں آزاد مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو ان کو اپنے مقدور کے موافق مدد کرنا چاہیے۔ مگر جس جماعت سے ان آزاد مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا ہو اس کے مقابلہ میں تا بقائے عہد دارالحرب کے مسلمانوں کی امداد نہیں کیجا سکتی۔ نیز توریث باہمی کا سلسلہ جو مہاجرین و انصار میں قائم کیا گیا تھا، اس میں بھی دارالحرب کے مسلمان شامل نہیں تھے۔ ف۲ یعنی کافر و مسلم میں نہ حقیقی رفاقت ہے نہ ایک دوسرے کا وارث بن سکتا ہے ہاں کافر کافر کا رفیق و وارث ہے بلکہ سب کفار تم سے دشمنی کرنے کو آپس میں ایک ہیں۔ جہاں پائیں گے ضعیف مسلمانوں کو ستائیں گے اس کے بالمقابل اگر مسلمان ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار نہ ہونگے یا کمزور مسلمان اپنے کو آزاد مسلمانوں کی معیت و رفاقت میں لانے کی کوشش نہ کریں گے تو سخت خرابی اور فتنہ بپا ہو جائیگا یعنی ضعیف مسلمان مامون نہ رہ سکیں گے ان کا ایمان تک خطرہ میں ہوگا۔ ف۳ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سرور کے ساتھ والے مسلمان اعلیٰ ہیں گھر بیٹھنے والوں سے۔ آخرت میں ان کے لئے بڑی بھاری بخشش ہے اور دنیا میں عزت کی روزی یعنی غنیمت (بقیہ صفحہ ۲۴۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۴۱- اور دوسرے فائق حقوق. ف۲ یعنی مہاجرین میں جتنے بعد کو شامل ہوتے جائیں وہ سب باعتبار احکام "مہاجرین اولین" کی برادری میں منسلک ہیں ہجرت کے تقدم و تأخر کی وجہ سے صلح و جنگ یا توریث وغیرہ کے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا. ہاں اگر قدیم مہاجرین کا کوئی رشتہ دار پیچھے مسلمان ہوا یا بعد میں ہجرت کر کے آیا تو وہ اُس قدیم مہاجر کی میراث کا زیادہ حقدار ہے اگرچہ رفاقت قدیم اوروں سے ہے. ف۵ یہی جانتا ہے کہ کس کا کس قدر حق ہونا چاہئے لہٰذا اُس کے احکام سراسر علم و حکمت پر مبنی ہیں. ف سورۂ انفال اوائل ہجرت میں اور یہ سورہ براءۃ اواخر ہجرت میں نازل ہوئی ہے. آنحضرت صلعم کی عادت یہ تھی کہ جو آیات قرآنی نازل ہوتیں، فرما دیتے کہ ان کو فلاں سورت میں فلاں موقع پر رکھو. ان آیات کے متعلق (جنہیں اب سورۂ توبہ یا "براءۃ" کہا جاتا ہے) آپ نے کوئی تصریح نہیں فرمائی کہ کس سورت میں درج کی جائیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مستقل سورت ہے کسی دوسری سورت کا جزء نہیں لیکن عام قاعدہ یہ تھا کہ جب نئی سورت نازل ہوتی تو پہلی سورت سے جدا کرنے کے لئے "بسم اللہ" آتی تھی. سورۂ توبہ کے شروع میں "بسم اللہ" نہ آئی. جو مشعر ہے کہ یہ جداگانہ سورت نہیں. ان وجوہ پر نظر کر کے مصاحف عثمانیہ میں اس کے شروع میں "بسم اللہ" نہیں لکھی گئی لیکن کتابت میں اُس کے اور انفال کے درمیان فصل کر دیا گیا کہ نہ پوری طرح اس کا استقلال ظاہر ہو اور نہ دوسری سورت کا جزء ہونا. باقی انفال کے بعد متصل رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ انفال نزول میں مقدم ہے بلا خاص وجہ کے مؤخر کیوں کیجائی اور دونوں کے مضامین باہم اس قدر مرتبط و متسق واقع ہوئے ہیں کہ گویا براءۃ کو "انفال" کا تتمہ اور تکملہ کہا جا سکتا ہے. سورۂ انفال تمامتر غزوۂ بدر اور اُس کے متعلقات پر مشتمل ہے. یوم بدر کو قرآن نے "یوم الفرقان" کہا. کیونکہ اُس نے حق و باطل، اسلام و کفر اور موحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جُدا جُدا کر کے دکھلا دیا. بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کی تعمیر کا سنگ بنیاد اور حکومت الٰہی کی تاسیس کا دیباچہ تھا. وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ کے مقابلہ میں خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف "انفال" کے خاتمہ پر اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ کہہ کر توجہ دلائی ہے اس کا صریح اقتضاء ہے کہ اس عالمگیر برادری کا کوئی طاقتور اور زبردست مرکز حسی طور پر بھی دنیا میں قائم ہو، جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہو سکتا جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے. "انفال" کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں، دارالاسلام کے آزاد مسلمانوں پر اُن کی ولایت و رفاقت کی کوئی ذمہ داری نہیں. مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ہاں حسب استطاعت ان کیلئے دینی مدد پہنچانی چاہئے. اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مرکز اسلام میں موالاۃ و اخوۃ اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لئے دو باتوں میں سے ایک ہونی چاہئے. یا تمام عرب کے مسلمان ترک وطن کر کے "مدینہ" آجائیں اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں اور یا آزاد مسلمان مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کر دیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے. یعنی تقریباً سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بنجائے جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی برادری کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہو سکے. یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ و فساد کی بیخ کنی ہو سکتی تھی، اور مرکز اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے بالکل پاک و صاف اور آئے دن کی بدعہدیوں اور شرارتوں سے پورا مامون و مطمئن ہو کر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا. اسی اعلیٰ اور پاک مقصد کے لئے مسلمانوں نے ۲ ہجری میں پہلا قدم میدان بدر کی طرف اُٹھایا تھا جو آخرکار ۸ھ میں مکہ معظمہ کی فتح عظیم پر منتہی ہوا. جو فتنے اشاعت یا حفاظت اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے. فتح مکہ نے اُن کی جڑوں پر تیشہ لگایا. لیکن ضرورت تھی کہ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (انفال رکوع ۵) کے امتثال میں اسلامی برادری کے مرکز اور حکومت الٰہیہ کے مستقر (جزیرۃ العرب) کو فتنہ کے جراثیم سے بالکلیہ صاف کر دیا جائے. تاکہ وہاں سے تمام دنیا کو اسلامی دیانت اور حقیقی تہذیب کی دعوت دیتے وقت تقریباً سارا جزیرۃ العرب یکجان و یکزبان ہو اور کوئی اندرونی کمزوری یا خلفشار بیرونی مزاحمتوں کے ساتھ مل کر اس مقدس مشن کو نقصان نہ پہنچا سکے. پس جزیرۃ العرب کو ہر قسم کی کمزوریوں اور فتنوں سے پاک کرنے اور عالمگیر دعوت اسلامی کے بلند ترین مقام پر کھڑا کرنے کے لئے لازم ہوا کہ دعوت اسلام کا مرکز خالص اسلامیت کے رنگ میں رنگین ہو. اس کے قلب و جگر سے صدائے حق کے سوا کوئی دوسری آواز نکل کر دنیا کے کانوں میں نہ پہنچے. پورا جزیرہ سارے جہان کا معلم اور ہادی بنے اور ایمان و کفر کی کشمکش کا ہمیشہ کے لئے یہاں سے خاتمہ ہو جائے. سورۂ براءۃ کے مضامین کا یہی حاصل ہے. چنانچہ چند روز میں خدا کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکز اسلام ہر طرح کے دسائس کفر و شرک سے پاک ہو گیا اور سارا عرب متحد ہو کر شخص واحد کی طرح تمام عالم میں نور ہدایت اور عالمگیر اسلامی اخوت پھیلانے کا کفیل و ضامن بنا. فللّٰہ الحمد علٰی ذٰلک. الغرض سورۂ انفال میں جس چیز کی ابتداء تھی، سورۂ توبہ (براءۃ) میں اس کی انتہاء ہے. اسی لئے "اول و آخر" نسبتے وارد" کے موافق "براءۃ" کو "انفال" کے ساتھ بطور تکملہ ملحق کر دیا گیا. اور بھی مناسبات ہیں جن کو علماء نے تفاسیر میں بیان کیا ہے.

وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ② وَأَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ إِلَى

اور یہ کہ اللہ رسوا کرنیوالا ہے کافروں کو ف۱ اور سنا دینا ہے اللہ کی طرف سے اور اُسکے رسول کی

النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ

لوگوں کو دن بڑے حج کے ف۲ کہ اللہ الگ ہے مشرکوں سے ☆

وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا

اور اُس کا رسول سو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو

أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ③

کہ تم ہرگز نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور خوشخبری سنا دے کافروں کو عذاب دردناک کی ف۳

إِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا

مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے کچھ قصور نہ کیا تمہارے ساتھ

وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوْٓا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ

اور مدد نہ کی تمہارے مقابلہ میں کسی کی سو اُن سے پورا کردو اُن کا عہد اُن کے وعدہ تک

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ

بیشک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے ف۴ پھر جب گذر جائیں مہینے پناہ کے

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ

تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو

وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

اور بیٹھو ہر جگہ اُن کی تاک میں پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیا کریں

الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ وَإِنْ أَحَدٌ

زکوٰۃ تو چھوڑ دو اُن کا رستہ بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۵ اور اگر کوئی

مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ

مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اُس کو پناہ دیدے یہاں تک کہ وہ سُن لے کلام اللہ کا پھر

فوائد صفحہ ہٰذا ف۱ ۶ سنہ ہجری میں بمقام "حدیبیہ" جب نبی کریم صلعم اور قریش کے درمیان معاہدہ صلح ہو چکا، تو بنی خزاعہ مسلمانوں کے اور بنی بکر قریش کے حلیف بنے. بنی بکر نے معاہدہ کی پرواہ نہ کر کے خزاعہ پر

بقیہ فوائد صفحہ ۲۴۲ حملہ کردیا اور قریش نے اسلحہ وغیرہ سے ظالم حملہ آوروں کی مدد کی ... اسکے جواب میں ۸ھ ہجری میں نبی کریم صلعم نے اچانک حملہ کرکے مکہ معظمہ بڑی آسانی سے فتح کرلیا۔ ان قبائل کے سوا دوسرے قبائل عرب سے مسلمانوں کا میعادی یا غیر میعادی معاہدہ تھا جن میں سے بعض اپنے معاہدہ پر قائم رہے بہت سے قبائل وہ تھے جن کے کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اس سورۃ کی مختلف آیات مختلف قبائل کے متعلق نازل ہوئی ہیں شروع کی آیات میں غالباً اُن مشرکین کا ذکر ہے جن سے معاہدہ تھا مگر میعادی نہ تھا۔ انکو اطلاع کردی گئی کہ ہم آئندہ معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے چار ماہ کی مہلت تم کو دیجاتی ہے کہ اس مدت کے اندر اسلامی برادری میں شامل ہوجاؤ یا وطن چھوڑ کر مرکز ایمان و توحید کو اپنے وجود سے خالی کردو اور یا جنگی مقابلہ کے لئے تیار ہوجاؤ لیکن یہ خوب سمجھ لینا کہ تم خدا کی مشیت کو روک نہیں سکتے۔ اگر اسلام نہ لائے تو وہ تم کو دنیا و آخرت میں رسوا کرنے والا ہے۔ تم اپنی تدبیروں اور حیلہ بازیوں سے اُسے عاجز نہ کرسکو گے۔ باقی جن قبائل سے کوئی معاہدہ ہی نہ تھا ممکن ہے انہیں بھی چار ماہ کی مہلت دیگئی ہو۔ یہ اور اس کے بعد کی آیتوں کا اعلان عام ۹ھ ہجری میں حج کے موقع پر تمام قبائل عرب کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا۔ ف۲ حج کو اکبر اس لئے کہا کہ "عمرہ" حج اصغر ہے اور یوم الحج الاکبر سے دسویں تاریخ "عید الاضحیٰ" کا دن، یا نویں تاریخ "عرفہ" کا دن مراد ہے۔ ف۳ یہ اعلان غالباً اُن قبائل کے حق میں تھا جنہوں نے میعادی معاہدہ کیا پھر خود ہی عہد شکنی کی (مثلاً بنی بکر یا قریش وغیرہم) یعنی ایسے لوگوں سے کوئی معاہدہ اب باقی نہیں رہا۔ اگر یہ سب لوگ شرک و کفر سے توبہ کرلیں تو ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی نہیں تو خدا کا جو کچھ ارادہ ہے (تطہیر جزیرۃ العرب کا) وہ پورا ہو کر رہیگا کوئی طاقت اور تدبیر اُسے مغلوب نہیں کرسکتی اور کافروں کو کفر و بدعہدی کی سزا ملکر رہیگی (تنبیہ) ان قبائل کی عہد شکنی اگرچہ فتح مکہ ۸ھ ہجری سے پہلے ہوچکی تھی، بلکہ اُسی کے جواب میں مکہ فتح کیا گیا۔ تاہم ۹ھ ہجری کو حج کے موقع پر اس کا بھی اعلان عام کرایا گیا تاکہ واضح ہوجائے کہ اس قسم کے جتنے لوگ ہیں اُن سے کسی قسم کا معاہدہ باقی نہیں رہا۔ ف۴ یہ استثنا اُن قبائل کے لئے ہے جن کا معاہدہ میعادی تھا پھر وہ اُس پر برابر قائم رہے کچھ کوتاہی ایفائے عہد میں نہیں کی، نہ بذات خود کوئی کارروائی خلاف عہد کی اور نہ دوسرے بدعہدوں کو مدد پہنچائی (مثلاً بنی ضمرہ و بنی مدلج) ان کے متعلق اعلان کردیا گیا کہ میعاد معاہدہ منقضی ہونے تک مسلمان بھی برابر معاہدہ کا احترام کرینگے میعاد ختم ہونے کے بعد کوئی جدید معاہدہ نہیں۔ اُس وقت اُنکے لئے بھی وہی راستہ ہے جو اوروں کے لئے تھا۔ ف۵ استثناء سے فارغ ہوکر پھر مستثنیٰ منہ کا حکم بیان فرماتے ہیں یعنی ان عہد شکنی کرنیوالوں سے اگرچہ اب کوئی معاہدہ باقی نہ رہا اور اس لئے علی الفور جنگ کیجاسکتی ہے تاہم "اشہر حُرم" کی رعایت مانع ہے کہ فوراً اُن پر حملہ کیا جائے خواہ اسلئے کہ اُس وقت تک اشہر حُرم میں ابتداءً قتال کرنا ممنوع ہوگا یا مصلحۃً کہ تھوڑی سی بات کے لئے عام لوگوں میں کیوں تشویش پیدا کیجائے کیونکہ ان مہینوں میں قتال کی حرمت اُنکے یہاں معروف و مسلم چلی آتی تھی۔ بہرحال ماہ محرم کے ختم تک اُنکو مہلت دیگئی کہ جو چاہیں اپنا بندوبست کرلیں۔ اسکے بعد تطہیر جزیرۃ العرب کی خاطر جنگ سے چارہ نہیں۔ جو کچھ برتاؤ جنگ میں ہوتا ہے (مارنا، پکڑنا، گھیرنا، داؤ لگانا، گھات میں رہنا) وہ سب ہوگا۔ البتہ اگر بظاہر کفر سے توبہ کرکے اسلامی برادری میں داخل ہوجائیں جسکی بڑی علامت نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے تو پھر مسلمانوں کو اُن سے تعرض کرنے اور اُن کا راستہ روکنے کی اجازت نہیں۔ رہا باطن کا معاملہ وہ خدا کے سپرد ہے مسلمانوں کا معاملہ اُسکے ظاہر کو دیکھ کر ہوگا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کلمۂ اسلام پڑھ کر نماز ادا نہ کرے یا زکوٰۃ نہ دے تو مسلمان اُس کا راستہ روک سکتے ہیں۔ امام احمدؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے نزدیک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ تارک صلوٰۃ اگر توبہ نہ کرے تو اُسے قتل کردے۔ (امام احمدؒ کے نزدیک ردۃً اور مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک حداً و تعزیراً) امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اُسے خوب زدوکوب کرے اور قید میں رکھے حتی یموت او یتوب (حتی کہ مرجائے یا توبہ کرے)، بہرحال تخلیۂ سبیل کسی کے نزدیک نہیں۔ رہے مانعین زکوٰۃ اُن کے اموال میں سے حکومت جبراً زکوٰۃ وصول کرے اور اگر وہ لوگ مل کر حکومت سے

أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ۝٦ ع كَيْفَ يَكُونُ

پہنچا دے اسکو اسکی امن کی جگہ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے ف۱ کیونکر ہوئے

لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ

مشرکوں کے لئے عہد اللہ کے نزدیک اور اسکے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے تم نے عہد کیا تھا

عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ

مسجد حرام کے پاس سو جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں تم اُن سے سیدھے رہو بیشک

اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝٧ كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا

اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے ٭ کیونکر رہے صلح اور اگر وہ تم پر قابو پائیں تو نہ لحاظ کریں

فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ

تمہاری قرابت کا اور نہ عہد کا تم کو راضی کردیتے ہیں اپنے منہ کی بات سے اور اُنکے دل نہیں مانتے

وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ۝٨ اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا

اور اکثر اُن میں بدعہد ہیں ف۲ بیچ ڈالے انہوں نے اللہ کے حکم تھوڑی قیمت پر پھر روکا

عَن سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝٩ لَا يَرْقُبُونَ فِي

اُس کے رستہ سے بُرے کام ہیں جو وہ لوگ کررہے ہیں ف۳ نہیں لحاظ کرتے کسی

مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ۝١٠ فَإِن

مسلمان کے حق میں قرابت کا اور نہ عہد کا اور وہی ہیں زیادتی پر ف۴ سو اگر

تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ

توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں حکم شریعت میں ف۵

وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝١١ وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم

اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں حکموں کو جاننے والے لوگوں کیواسطے اور اگر وہ توڑدیں اپنی قسمیں

مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ

عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں

آمادہ پیکار ہوں تو راہ راست پر لانے کیلئے جنگ کیجائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ پر جو جہاد کیا تھا اُس کا واقعہ کتب حدیث و تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ پہلے فرمایا تھا کہ اگر اپنی کفریات سے توبہ کرکے اسلام میں داخل ہوجائیں تو مامون ہیں۔ ممکن تھا کہ کسی شخص کو اصول اسلام سے آگاہی نہ ہو، وہ تحقیق و رفع شکوک کی غرض سے مسلمانوں کے پاس آنا چاہے، اُسکی نسبت فرمادیا کہ اپنی پناہ اور حفاظت میں لے کر خدا کا کلام اور اسلام کے حقائق و دلائل سُناؤ۔ اگر قبول نہ کرے تو اُسکو قتل مت کرو، بلکہ کہیں ٹھکانے پر امن کی جگہ پہنچادو، جہاں پہنچ کر وہ مامون و مطمئن ہوجائے۔ اُس کے بعد وہ سب کافروں کے برابر ہے۔ یہ امن دینے کا حکم اسلئے ہے کہ اسلامی اصول و حقائق سے ان لوگوں کو آگاہی نہیں ہے۔ لہٰذا انکے سامنے حق خوب طرح واضح کردینا چاہئے۔ اگر اسکے بعد بھی عناد برتے تو "تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" کے بعد دین میں کوئی اکراہ نہیں۔ ف۲ پچھلی آیات میں جو براءۃ کا اعلان کیا گیا تھا یہاں اُسکی حکمت بیان فرماتے ہیں یعنی ان مشرکین عرب سے کیا عہد قائم رہ سکتا ہے اور آئندہ کیا صلح ہوسکتی ہے جن کا حال تم مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ اگر کسی وقت ذرا قابو تم پر حاصل کرلیں تو ستانے اور نقصان پہنچانے میں نہ قرابت کا مطلق لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا، چونکہ اتفاق سے تم پر غلبہ اور قابو حاصل نہیں ہے، اس لئے محض زبانی عہد و پیمان کرکے تم کو خوش رکھنا چاہتے ہیں اور نہ ان کے دل ایک منٹ کیلئے بھی اس عہد پر راضی نہیں۔ ہر وقت عہد شکنی کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان میں اکثر لوگ غدار اور بدعہد ہیں اگر کوئی اکا دکا وفائے عہد کا خیال بھی کرتا ہے تو کثرت کے مقابلہ میں اسکی (بقیہ بر صفحہ ۲۴۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۴۳۔ کچھ پیش نہیں جاتی۔ بہرحال ایسی دغاباز بدعہد قوم سے خدا اور رسول کا کیا عہد ہو سکتا ہے۔ البتہ جن قبائل سے تم بالخصوص مسجد حرام کے پاس معاہدہ کر چکے ہو، سو تم ابتداءً کرکے نہ توڑو جب تک وہ وفاداری کے راستہ پر سیدھے چلیں تم بھی اُن سے سیدھے رہو اور بڑی احتیاط رکھو کہ کوئی حقیر سے حقیر بات ایسی نہ ہونے پائے جس سے تمہارا دامن عہد شکنی کی گند گی سے داغدار ہو۔ خدا کو وہی لوگ محبوب ہیں جو پوری احتیاط کرتے ہیں۔ چنانچہ بنو کنانہ وغیرہ نے مسلمانوں سے بدعہدی نہ کی تھی مسلمانوں نے نہایت دیانتداری اور احتیاط کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا۔ اعلان براءۃ کے وقت اُنکے معاہدہ کی میعاد منقضی ہونے میں نو مہینے باقی تھے۔ اُن میں معاہدہ کی کامل پابندی کی گئی۔ ف۲ یعنی یہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی تھوڑی سی طمع اور اپنی اغراض و اہواء کی خاطر خدا کے احکام و آیات کو رد کر دیا۔ اس طرح خود بھی خدا کے رستہ پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی چلنے سے روکا۔ جو ایسے بدترین اور نالائق کاموں میں پھنسے ہوں اور خدا سے نہ ڈریں وہ عہد شکنی کے وبال سے کیا ڈریں گے اور اپنے قول و قرار پر کیا قائم رہیں گے۔ ف۳ یعنی کچھ تمہارے ہی ساتھ نہیں بلکہ مسلمان نام سے اُن کو بیر ہے۔ کوئی مسلمان ہو، موقع پائے تو اُس کو نقصان پہنچانے کے لئے سب تعلقات قرابت اور قول و قرار اُٹھا کر رکھدیتے ہیں۔ اس بارہ میں اُن کی ظلم و زیادتی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ ف۵ یعنی اب بھی اگر کفر سے توبہ کر کے احکام دینیہ (نماز، زکوٰۃ وغیرہا) پر عمل پیرا ہوں تو نہ صرف یہ کہ آئندہ کے لئے محفوظ و مامون ہو جائیں گے بلکہ اسلامی برادری میں شامل ہو کر اُن حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے دوسرے مسلمان مستحق ہیں۔ جو کچھ بدعہدیاں اور شرارتیں پہلے کر چکے ہیں سب معاف کر دی جائیں گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ جو فرمایا کہ بھائی ہیں حکم شریعت میں۔ اس سے سمجھ لیں کہ جو شخص قرائن سے معلوم ہو کہ ظاہر میں مسلمان ہے اور دل سے یقین نہیں رکھتا، اُس کو حکم ظاہری میں مسلمان گنیں، مگر معتمد اور دوست نہ بنائیں۔

الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ﴿١٢﴾ أَلَا تُقَاتِلُونَ

ہے بیشک اُنکی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ باز آئیں ف۱ کیا نہیں لڑتے

قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ

ایسے لوگوں سے جو توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیں اور انہوں نے پہلے

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ

چھیڑ کی تم سے کیا اُن کو ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہیے تم کو زیادہ اگر تم

مُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَ

ایمان رکھتے ہو ف۲ لڑو اُن سے تا عذاب دے اللہ اُن کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور

يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ

تم کو اُن پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل مسلمان لوگوں کے ☆ اور نکالے

غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

اُن کے دل کی جلن اور اللہ توبہ نصیب کریگا جس کو چاہے گا ف۳ اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيمٌ ﴿١٥﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا

حکمت والا ہے ف۴ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے اُن لوگوں

مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً

کو جنہوں نے جہاد کیا ہے اور نہیں پکڑا انہوں نے سوا اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی

وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا

اور اللہ کو خبر ہے جو تم کر رہے ہو ف۵ مشرکوں کا کام نہیں کہ آباد کریں

مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ

اللہ کی مسجدیں اور تسلیم کر رہے ہوں اپنے اوپر کفر کو وہ لوگ خراب گئے

أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ

اُن کے عمل اور آگ میں رہیں گے وہ ہمیشہ ☆ وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اگر عہد و پیمان توڑ ڈالا (جیسے بنی بکر نے خلاف عہد خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے حملہ آوروں کی مدد کی) اور کفر سے باز نہ آئے بلکہ دین حق کے متعلق طعنہ زنی اور گستاخانہ عیب جوئی کرتے رہے تو سمجھ لو کہ اس طرح کے لوگ "ائمۃ الکفر" (کفر کے سردار اور امام) ہیں۔ کیونکہ اُنکی حرکات دیکھ کر اور باتیں سُن کر بہت سے کمزور اور بیوقوف پیچھے ہو لیتے ہیں ایسے سرغنوں سے پورا مقابلہ کرو۔ کیونکہ اُن کا کوئی قول و قسم اور عہد و پیمان باقی نہیں رہا۔ ممکن ہے تمہارے ہاتھوں سے کچھ سزا پاکر اپنی شرارت و سرکشی سے باز آجائیں۔ ف۲ قریش نے قسمیں اور معاہدے توڑ دیئے تھے کیونکہ خلاف عہد خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی مدد کی اور ہجرت سے پہلے پیغمبر علیہ السلام کو وطن مقدس (مکہ معظمہ) سے نکالنے کی تجاویز سوچیں۔ اور وہ ہی نکلنے کا سبب بنے اِذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین الآیہ۔ مکہ میں بے قصور مسلمانوں پر بیٹھے بٹھائے مظالم کی ابتدا کی۔ جب ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بچ نکلا تو ازراہ نخوت و رعونت بدر کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کی چھیڑ کرنے کے لئے گئے اور "صلح حدیبیہ" کے بعد بھی اپنی جانب سے عہد شکنی کی ابتداء کی کہ مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابلہ پر بنو بکر کی پیٹھ ٹھونکتے رہے اور اسلحہ وغیرہ سے اُنکی امداد کرتے رہے۔ آخر کار مسلمان اُن سے لڑے اور مکہ معظمہ کو مشرکین کے قبضہ سے پاک کیا۔ اَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا الخ سے غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو کوئی قوم اس طرح کے احوال رکھتی ہو، اُس سے جنگ کرنے میں مسلمانوں کو کسی وقت کچھ تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر اُنکی طاقت و جمعیت اور ساز و سامان کا خوف ہو تو مومنین کو سب سے بڑھ کر خدا کا خوف ہونا چاہئے۔ خدا کا ڈر جب دل میں آجائے پھر سب ڈر نکل جاتے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے اور اُسکے قہر و غضب سے لرزاں و ترساں رہے۔ کیونکہ نفع و ضرر سب اُسی کے ہاتھ میں ہے کوئی مخلوق ادنیٰ سے ادنیٰ نفع و ضرر پہنچانے پر بدون اُسکی مشیت کے قادر نہیں۔ ف۳ اس آیۃ میں "مشروعیت جہاد" کی اصلی حکمت پر متنبہ فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اقوام ماضیہ کے جو قصے بیان فرمائے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم کفر و شرارت اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب و عداوت میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو قدرت کی طرف سے کوئی تباہ کن آسمانی عذاب اُن پر نازل کیا جاتا تھا جس سے اُن کے سارے مظالم اور کفریات کا دفعۃً خاتمہ ہو جاتا تھا۔ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (عنکبوت رکوع ۴) کوئی شبہ نہیں کہ عذاب کی یہ اقسام بہت سخت مہلک اور آئندہ نسلوں کیلئے عبرتناک تھیں۔ لیکن ان صورتوں میں معذبین کو دنیا میں رہ کر اپنی ذلت و رسوائی کا نظارہ نہیں کرنا پڑتا تھا اور نہ آئندہ کے لئے توبہ و رجوع کا کوئی امکان باقی رہتا تھا۔ مشروعیت جہاد کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ مکذبین و معاندین کو حق تعالیٰ بجائے بلاواسطہ عذاب دینے کے اپنے مخلص وفادار بندوں کے ہاتھ سے سزا دلوائے۔ سزا دہی کی اس صورت میں مجرمین کی رسوائی اور مخلصین کی قدر افزائی زیادہ ہے۔ وفادار بندوں کا نصرت و غلبہ علانیہ ظاہر ہوتا ہے۔ اُن کے دل یہ دیکھ کر ٹھنڈے ہوتے ہیں کہ جو لوگ کل تک انہیں حقیر و ناتواں سمجھ کر ظلم و ستم اور استہزاء و تمسخر کا تختہ مشق بنائے ہوئے تھے۔ آج خدا کی تائید و رحمت سے اُنہی کے رحم و کرم یا عدل و انصاف پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کفر و باطل کی شوکت و نمائش کو دیکھ کر جو اہل حق گھٹتے رہتے تھے یا جو ضعیف و مظلوم مسلمان کفار کے مظالم کا انتقام نہ لے سکنے کی وجہ سے دل ہی دل میں غیظ کھا کر چپ ہو رہتے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے اُن کے قلوب تسکین پاتے تھے اور آخری بات یہ ہے کہ خود مجرمین کے حق میں بھی سزا دہی کا یہ طریقہ نسبۃً زیادہ نافع ہے کیونکہ سزا پانے کے بعد بھی رجوع و توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حالات سے عبرت حاصل

ف میرے نزدیک اوپر سے سلسلۂ مضمون کا یوں ہے کہ گذشتہ رکوع میں مشرکین کے بعد اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ پھر رکوع حاضر کے شروع میں بتلایا کہ ان کے عقائد اور طور و طریق بھی مشرکین سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کا عزیر و مسیح کو خدا کا بیٹا کہنا ایسا ہی ہے جیسے مشرکین "ملائکۃ اللہ" کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ بلکہ نصاریٰ میں "ابنیت مسیح" کا عقیدہ مشرکین کی تقلید سے آیا ہے۔ وہ بتوں کو خدائی کا درجہ دیتے ہیں۔ انہوں نے مسیح و روح القدس کو خدا ٹھہرا لیا۔ باوجود دعوئے کتاب کے احبار و رہبان کے احکام کو شریعت الٰہیہ کا بدل تجویز کر لیا یعنی احبار و رہبان رشوتیں لیکر اور حرام مال کھا کر جس چیز کو حلال یا حرام کر دیتے۔ احکام سماوی کی جگہ ان ہی کو قبول کر لیا جاتا۔ ان کا یہ طریقہ ٹھیک مشرکین کے طریقہ سے مشابہ ہے۔ ان کے سرگروہ بھی جس چیز کو چاہتے حلال و حرام ٹھہرا کر خدا کی طرف نسبت کر دیتے تھے جس کا ذکر "انعام" میں مفصل گذر چکا۔ اور یہاں بھی اس کی ایک مثال بیان کیجاتی ہے عرب میں قدیم سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے "اشہر حرم" (خاص ادب و احترام کے مہینے) ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب۔ ان میں خونریزی اور جدال و قتال قطعاً بند کر دیا جاتا تھا۔ حج و عمرہ اور تجارتی کاروبار کے لئے امن و امان کے ساتھ آزادی سے سفر کر سکتے تھے۔ کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا۔ بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصل ملت ابراہیمی میں یہ چار ماہ "اشہر حرم" قرار دیئے گئے تھے۔ اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال و قتال میں بعض بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا۔ تو "نسی" کی رسم نکالی یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ ماہ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کر دیا کہ امسال ہم نے محرم کو اشہر حرم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا۔ پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسب دستور قدیم محرم حرام اور صفر حلال رہیگا۔ اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے۔ لیکن ان کی تعیین میں حسب خواہش ردوبدل کرتے رہتے تھے۔ ابن کثیر کی تحقیق کے موافق "نسی" (مہینہ آگے پیچھے کرنے) کی رسم صرف محرم و صفر میں ہوتی تھی۔ اور اسکی وہی صورت تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔ امام مغازی محمد ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پہلا شخص جس نے یہ رسم جاری کی "قلمس" کنانی تھا۔ پھر اسکی اولاد در اولاد یوں ہی ہوتا چلا آیا۔ آخر میں اسی کی نسل سے "ابو ثمامہ جنادہ بن عوف کنانی" کا معمول تھا کہ ہر سال موسم حج میں اعلان کیا کرتا کہ امسال محرم "اشہر حرم" میں داخل رہیگا یا صفر۔ اسی طرح محرم و صفر میں سے ہر مہینہ کبھی حلال اور کبھی حرام کیا جاتا تھا۔ اور عام طور پر لوگ اسی کو قبول کر لیتے تھے۔ گویا عہد جاہلیت میں کافروں کے کفر و گمراہی کو بڑھانے والی ایک چیز یہ بھی تھی کہ خدا کے حلال یا حرام کئے ہوئے مہینہ کو بدلنے کا حق کنانہ کے ایک سردار کو سونپ دیا گیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا حال تھا کہ اُنہوں نے تحلیل و تحریم کی باگ طامع اور غرض پرست احبار و رہبان کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ دونوں جماعتوں کی مشابہت ظاہر کرنے کیلئے "نسی" کی رسم کا بیان ذکر کیا گیا اور اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ الخ اسکے رد کی تمہید ہے یعنی آج سے نہیں جب سے آسمان و زمین پیدا کئے خدا کے نزدیک بہت سے احکام شرعیہ جاری کرنے کے لئے سال کے بارہ مہینے رکھے گئے ہیں جن میں سے چار اشہر حرم (ادب کے مہینے) ہیں۔ جن میں گناہ و ظلم سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ یہی سیدھا دین (ابراہیم علیہ السلام) کا ہے۔

ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت سے نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ روا ہے (چنانچہ "غزوہ تبوک" جس کا آگے ذکر آتا ہے ماہ رجب میں ہوا) اور آپس میں ظلم کرنا ہمیشہ گناہ ہے۔ ان مہینوں میں زیادہ۔ اکثر علماء کی رائے یہی ہے لیکن بہتر ہے کہ اگر کوئی کافر ان مہینوں کا ادب کرے تو ہم بھی اس سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔ ف۳ یعنی بُرے کام کو اچھا سمجھ رہے ہیں۔ جب سمجھ اُلٹ جائے تو بھلائی کا رستہ کہاں ملے۔ اس آیت میں جو رسم نسی کا ذکر فرمایا ہے۔ اسکی تفصیل گذشتہ آیت کے فوائد زیر آیت ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ گذر چکی (تنبیہ) بعض اقوام جو اپنے مہینوں کا حساب درست رکھنے کے لئے لوند کا مہینہ ہر تیسرے سال بڑھاتی ہیں وہ نسی میں داخل نہیں۔ اور بعض اکابر سلف سے جو نسی کے تحت میں منقول ہے کہ عرب جاہلیت میں سال کے مہینوں کا عدد بدل ڈالتے تھے، مثلاً بارہ کے چودہ مہینے بنا لئے یا حساب میں ایسی گڑبڑی کی کہ جو ذوالقعدہ تھا وہ ذوالحجہ بن گیا حتیٰ کہ ۹ھ ہجری میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حج بھی اُن کے حساب سے ذیقعدہ میں ہوا۔ اور حدیث اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ کی تقریر بھی اسی اصول کے موافق کی گئی۔ ان سب چیزوں پر حافظ ابن کثیر نے تعقب کیا ہے من شاء فلیراجعہ یہاں اس پر مفصل بحث کی گنجائش نہیں۔ اگر مستقل تفسیر قرآن لکھنے کی توفیق ہوئی جیسا کہ ارادہ ہے تو وہاں تفصیلی کلام کیا جائیگا۔ ف۴ یہاں سے غزوہ تبوک کے لئے مومنین کو ابھارا گیا ہے گذشتہ رکوع سے پہلے رکوع میں قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الخ سے اہل کتاب کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ درمیان میں جو ذیلی مضامین آئے ان کا ربط موقع بموقع ظاہر ہوتا رہا ہے گویا وہ سب رکوع حاضر کی تمہید تھی۔ اور رکوع حاضر غزوہ تبوک کے بیان کی تمہید ہے۔ فتح مکہ و غزوہ حنین کے بعد ۹ھ ہجری میں نبی کریم صلعم کو معلوم ہوا کہ شام کا نصرانی بادشاہ (ملک غسان) قیصر روم کی مدد سے مدینہ پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ حضورؐ نے مناسب سمجھا کہ ہم خود حدود شام پر اقدام کر کے اُس کا (بقیہ بر صفحہ ۲۵۰)

حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ
ادب کے یہی ہے سیدھا دین ف سو اُن میں ظلم مت کرو اپنے اوپر

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا
اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں اور جان لو

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ
کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے ف۲ یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے عہد میں

يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا
گمراہی میں پڑتے ہیں اُس سے کافر حلال کر لیتے ہیں اُس مہینہ کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں دوسرے برس

لِّيُوَاطِـــُٔـوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۭ زُيِّنَ
تاکہ پوری کر لیں گنتی اُن مہینوں کی جو اللہ نے ادب کیلئے رکھے ہیں پھر حلال کر لیتے ہیں جو مہینہ کہ اللہ نے حرام کیا بھلے

لَهُمْ سُوْۗءُ اَعْمَالِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ يٰٓاَيُّهَا
کر دیئے گئے اُنکی نظر میں اُنکے بُرے کام اور اللہ راستہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو ف۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں

اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ
تو گرے جاتے ہو زمین پر کیا خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر

فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا
سو کچھ نہیں نفع اُٹھانا دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا ف۴ اگر تم نہ نکلو گے

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ
تو دے گا تم کو عذاب دردناک ☆ اور بدلے میں لائیگا اور لوگ تمہارے سوا اور

لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـــًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ
کچھ نہ بگاڑ سکو گے تم اُس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ف۵ اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی

بقیہ فوائد صفحہ ۲۴۹۔ جواب دیں۔ اس کے لئے آپ نے عام طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لئے تیار ہو جائیں۔ گرمی سخت تھی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ کھجور کی فصل پک رہی تھی، سایہ خوشگوار تھا۔ پھر اس قدر بعید مسافت طے کر کے جانا، اور نہ صرف ملک غسان بلکہ قیصر روم کی باقاعدہ اور سر و سامان سے آراستہ افواج سے نبرد آزما ہونا، کوئی کھیل تماشا نہ تھا۔ ایسی مہم میں مومنین مخلصین کے سوا کس کا حوصلہ تھا کہ جانبازانہ قدم اٹھا سکتا۔ چنانچہ منافقین جھوٹے حیلے بہانے تراش کر کھسکنے لگے۔ بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل و صعب سفر سے کترا رہے تھے جن میں بہت سے تو آخر کار ساتھ ہو لئے اور گنے چنے آدمی رہ گئے جن کو کسل و تقاعد نے اس شرف عظیم کی شرکت سے محروم رکھا۔ نبی کریم صلعم تقریباً تیس ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکر جرار لے کر حدود شام کی طرف روانہ ہو گئے اور مقام تبوک میں ڈیرے ڈال دیے۔ ادھر قیصر روم کے نام نامۂ مبارک لکھا جس میں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ حضور کی صداقت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ مگر قوم نے موافقت نہ کی اس لئے قبول اسلام سے محروم رہا۔ شام والوں کو جب حضور کے ارادے کی اطلاع ہوئی قیصر روم سے ظاہر کیا۔ اس نے مدد نہ کی۔ ان لوگوں نے اطاعت کی مگر اسلام نہ لائے۔ تھوڑی مدت کے بعد حضور کی وفات ہوئی اور فاروق اعظم کے عہد خلافت میں تمام ملک شام فتح ہوا۔ جب حضور صلعم تبوک سے غالب و منصور واپس تشریف لائے اور خدا نے بڑی بڑی سلطنتوں پر اسلام کی دھاک بٹھلا دی تو منافقین مدینہ بہت فضیحت ہوئے نیز خبید سچے مسلمان جو محض سستی اور کسل کی بنا پر رہ گئے تھے بیحد نادم و متحسر تھے۔ اس رکوع کے شروع سے بہت دور تک اِن ہی واقعات کا ذکر ہے۔ گو زیادہ منافقین کی حرکات بیان ہوئی ہیں کہیں کہیں مسلمانوں کو خطاب اور ان کے احوال سے تعرض کیا گیا ہے۔ آیۂ حاضرہ میں مسلمانوں کو بڑی شدت سے جہاد کی طرف ابھارا اور بتلایا ہے کہ تھوڑے سے عیش و آرام میں پھنس کر جہاد کو چھوڑنا گویا بلندی سے پستی کی طرف گر جانے کا مرادف ہے۔ مومن صادق کی نظر میں دنیا کے عیش و آرام کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہ ہونی چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی وقعت پر پشہ کی برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ ف۵ یعنی خدا کا کام تم پر موقوف نہیں۔ تم اگر سستی کرو گے وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی دوسری قوم کو دین حق کی خدمت کے لئے کھڑا کر دیگا۔ تم اس سعادت سے محروم رہو گے جو تمہارے ہی نقصان کا موجب ہے۔ ۔ منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی ؛ منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشت۔

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ

تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا جب

هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ

وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بیشک اللہ

مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا

ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ

اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا

اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۱ نکلو ہلکے اور بوجھل ف۲ اور لڑو

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا

تم کو سمجھ ہے ف۳ اگر مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا

لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۗ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہوتے لیکن لمبی نظر آئی ان کو ساقت ف۴ اور اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی

لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور چلتے تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو اور اللہ جانتا ہے

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى

کہ وہ جھوٹے ہیں ف۵ اللہ بخشے تجھ کو کیوں رخصت دیدی تو نے انکو یہانتک کہ

يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

ظاہر ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو ف۶

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی بالفرض اگر تم نبی کریم صلعم کی مدد نہ کرو گے نہ سہی۔ ان کا منصور و کامیاب ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں۔ ایک وقت پہلے ایسا آ چکا ہے جب ایک یار غار کے سوا کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ معدودے چند مسلمان مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کر گئے تھے۔ آخر آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوا۔ مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا تھا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر بیک وقت آپ پر تلوار کی ضرب لگائیں تاکہ خونبہا دینا پڑے تو سب قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کی یہ ہمت نہ ہو کہ خون کے انتقام میں سارے عرب سے لڑائی مول لیں۔ جس شب میں اس ناپاک کارروائی کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی حضور نے اپنے بستر پر حضرت علی کو لٹایا تاکہ لوگوں کی امانتیں احتیاط سے آپ کے بعد مالکوں کے حوالہ کر دیں اور حضرت علی کی تسلی فرمائی کہ تمہارا بال بیکا نہ ہوگا پھر خود بنفس نفیس ظالموں کے ہجوم میں سے "شاہت الوجوہ" فرماتے ہوئے اور ان کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے صاف نکل آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لیا اور مکہ سے چند میل ہٹ کر غار ثور میں قیام فرمایا۔ یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوف چٹان ہے جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ تھا۔ وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا۔ صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا۔ اول حضرت ابوبکر نے اندر جا کر اسے صاف کیا۔ سب سوراخ کپڑے سے بند کئے کہ کوئی کیڑا کانٹا گزند نہ پہنچا سکے۔ ایک سوراخ باقی تھا اس میں اپنا پاؤں اڑا دیا۔ سب انتظام کر کے حضور سے اندر تشریف لانے کو کہا۔ آپ صدیق کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ سانپ نے ابوبکر کا پاؤں ڈس لیا۔ مگر صدیق پاؤں کو حرکت نہ دیتے تھے۔ مبادا حضور کی استراحت میں خلل پڑے جب آپ کی آنکھ کھلی اور قصہ معلوم ہوا تو آپ نے لعاب مبارک صدیق کے پاؤں کو لگا دیا جس سے فوراً شفا ہو گئی۔ ادھر کفار "قائف" کو ہمراہ لے کر جو نشان ہائے قدم کی شناخت میں ماہر تھا حضور کی تلاش میں نکلے۔ اس نے غار ثور تک نشان قدم کی شناخت کی۔ مگر خدا کی قدرت کہ غار کے دروازہ پر مکڑی نے جالا تن لیا اور جنگلی کبوتر نے انڈے دیدیے۔ یہ دیکھ کر سب نے قائف کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا تو محمد صلعم کی ولادت سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اندر کوئی داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح و سالم رہ سکتے تھے۔ ابوبکر صدیق کو اندر سے کفار کے پاؤں نظر پڑتے تھے۔ انہیں فکر تھی کہ جان سے زیادہ محبوب جس کے لئے سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کو نظر نہ پڑ جائیں۔ گھبرا کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر کی تو ہم کو دیکھ پائینگے۔ حضور نے فرمایا کہ ابوبکر تیرا کیا خیال ہے ان دو کی نسبت جن کا تیسرا اللہ ہے۔ یعنی جب اللہ ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی کیفیت سکون و طمانیت حضور کے قلب مبارک پر اور آپ کی برکت سے ابوبکر کے قلب مقدس پر نازل فرمائی اور فرشتوں کی فوج سے حفاظت دی۔ یہ اسی تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جسے "اوھن البیوت"

بقیہ فوائد صفحہ ۲۵۰ بتلایا ہی بڑے بڑے مضبوط و مستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بن گیا۔ اس طرح خدا نے کافروں کی بات نیچی کی اور اُنکی تدابیر خاک میں ملا دیں۔ آپ تین روز غار میں قیام فرما کر بعافیت تمام مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ بیشک انجام کار خدا ہی کا بول بالا رہتا ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ (تنبیہ) بعض نے وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا سے بدر و حنین وغیرہ میں جو نزول ملائکہ ہوا وہ مراد لیا ہے مگر ظاہر سیاق سے وہ ہی ہے۔ جو ہم نے بیان کیا۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی پیادہ اور سوار، فقیر اور غنی، جوان اور بوڑھے، جس حالت میں ہوں نکل کھڑے ہوں۔ نفیر عام کے وقت کوئی عذر پیش نہ لائیں۔ ف۳ یعنی دنیوی اور اُخروی ہر حیثیت سے ف۴ یہ منافقین کو فرمایا کہ اگر سفر ہلکا ہوتا اور بے محنت مال غنیمت ہاتھ آنے کی توقع ہوتی تو جلدی سے ساتھ ہو لیتے۔ لیکن ایسی کٹھن منزلوں کا طے کرنا ان سے کہاں ممکن ہے؟ ف۵ یا تو نکلنے سے پہلے قسمیں کھا کر طرح طرح کے حیلے حوالے کرینگے کہ آپ اُن کو مدینہ میں ٹھہرے رہنے کی اجازت دیدیں اور یا آپ کی واپسی کے بعد جھوٹی قسمیں کھا کر باتیں بنائیں گے تاکہ اپنے نفاق پر پردہ ڈالیں۔ حالانکہ خدا سے اُن کا جھوٹ اور نفاق پوشیدہ نہیں رہ سکتا یہ نفاق و فریب دہی اور جھوٹی قسمیں کھانا، انجام کار انہی کے حق میں وبال جان ہوگا۔ ف۶ منافقین جھوٹے عذر کرکے جب مدینہ میں ٹھہرے رہنے کی اجازت طلب کرتے تو آپ اُن کے کید و نفاق سے اغماض کرکے اور یہ سمجھ کر کہ ان کے ساتھ چلنے میں فساد کے سوا کوئی بہتری نہیں، اجازت دیتے تھے اُس کو فرمایا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا کیونکہ اس وقت ظاہر ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے نہ جانے کو کچھ آپ کی اجازت پر موقوف نہیں رکھا ہے۔ جانے کی توفیق تو انہیں کسی حال نہ ہوتی۔ البتہ آپ کے روبرو ان کا جھوٹ سچ کھل جاتا۔ پس اجازت دینا کوئی گناہ نہ تھا، البتہ نہ دینا مصالح حاضرہ کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہوتا۔ اس اعلیٰ و اکمل صورت کے ترک کی وجہ سے خطاب کو "عفا اللہ عنک" سے شروع فرمایا۔ عفو کا لفظ ضروری نہیں کہ گناہ ہی کے مقابلہ میں ہو۔ بعض محققین نے "عفا اللہ عنک" اس جملہ کو صدر کلام میں محض دعا و تعظیم کے طور پر لیا ہے جیسا کہ عرب کے محاورات میں شائع تھا مگر سلف سے وہ ہی منقول ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔ اور لفظ "لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ" اُس کی تائید کرتا ہے، واللہ اعلم۔

لَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اَنۡ

نہیں رخصت مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس سے کہ

يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۴﴾

لڑیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والوں کو ☆

اِنَّمَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ

رخصت وہی مانگتے ہیں تجھ سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر

وَارۡتَابَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ فَهُمۡ فِىۡ رَيۡبِهِمۡ يَتَرَدَّدُوۡنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوۡ

اور شک میں پڑے ہیں دل اُن کے سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں ف۱ اور اگر

اَرَادُوا الۡخُرُوۡجَ لَاَعَدُّوۡا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰـكِنۡ كَرِهَ اللّٰهُ

وہ چاہتے نکلنا تو ضرور تیار کرتے کچھ سامان اُس کا لیکن پسند نہ کیا اللہ نے

انۡۢبِعَاثَهُمۡ فَثَبَّطَهُمۡ وَقِيۡلَ اقۡعُدُوۡا مَعَ الۡقٰعِدِيۡنَ ﴿۴۶﴾

اُن کا اُٹھنا سو روک دیا اُن کو اور حکم ہوا کہ بیٹھے رہو ساتھ بیٹھنے والوں کے ف۲

لَوۡ خَرَجُوۡا فِيۡكُمۡ مَّا زَادُوۡكُمۡ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۟اَوۡضَعُوۡا خِلٰلَـكُمۡ

اگر نکلتے تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لئے مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر

يَبۡغُوۡنَكُمُ الۡفِتۡنَةَ ۚ وَفِيۡكُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۷﴾

بگاڑ کروانے کی تلاش میں ف۳ اور تم میں بعضے جاسوس ہیں اُنکے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ف۴

لَـقَدِ ابۡتَغَوُا الۡفِتۡنَةَ مِنۡ قَبۡلُ وَقَلَّبُوۡا لَكَ الۡاُمُوۡرَ حَتّٰى

وہ تلاش کرتے رہے ہیں بگاڑ کی پہلے سے اور اُلٹتے رہے ہیں تیرے کام یہاں تک کہ

جَآءَ الۡحَـقُّ وَظَهَرَ اَمۡرُ اللّٰهِ وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ

آ پہنچا سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے ف۵ اور بعضے اُن میں

يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّىۡ وَلَا تَفۡتِنِّىۡ ؕ اَلَا فِى الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوۡا ؕ وَ

کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جن کے دلوں میں ایمان و تقویٰ کا نور ہے، اُن کی یہ شان نہیں کہ جہاد کر الگ رہنے کی اس طرح بڑھ بڑھ کر اجازت حاصل کریں۔ اُن کا حال تو وہ ہے جو اس پارہ کے آخر میں بیان ہوا ہے "تَوَلَّوۡا وَّاَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوۡا مَا يُنۡفِقُوۡنَ" یعنی بے سر و سامانی وغیرہ کے عذر سے اگر "جہاد فی سبیل اللہ" کے شرف سے محروم رہ جائیں تو اس فضل کے فوت ہو جانے پر اُنکی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ بے حیا بن کر جہاد سے علیحدہ رہنے کی اجازت لینا اُنہی کا شیوہ ہے جن کو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں نہ آخرت کی زندگی کو سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کے غالب و منصور ہونے کی جو خبریں دی ہیں اُنکے متعلق ہمیشہ شک و شبہ میں گرفتار رہتے ہیں۔ ف۲ اُن کا ارادہ ہی گھر سے نکلنے کا نہیں۔ ورنہ اُس کا کچھ تو سامان کرتے، حکم جہاد سنتے ہی جھوٹے عذر نہ لڑا دیتے واقعہ یہ ہے کہ خدا نے اِنکی شرکت کو پسند ہی نہیں کیا۔ یہ جاتے تو وہاں فتنے اُٹھاتے۔ نہ جانے کی صورت میں اُنہیں پتہ لگ جائیگا کہ مومنین کو خدا کے فضل سے ایک تنکے کے برابر اُن کی پرواہ نہیں۔ اِسی لئے خدا نے صفوف مجاہدین میں شامل ہونے سے روک دیا اِس طرح رُکنے کا وبال اُنہی کے سر پر رہے۔ گویا انکو تکوینا کہہ دیا گیا کہ جاؤ، عورتوں بچوں اور اپاہج آدمیوں کے ساتھ گھر میں گھس کر بیٹھے رہو۔ اور پیغمبر علیہ السلام نے اُن کے اعذار کاذبہ کے جواب میں جو گھر بیٹھ رہنے کی اجازت دیدی، یہ بھی ایک طرح خدا ہی کا فرما دینا ہے۔ اِس لئے تکوینا کی قید بھی ضروری نہیں۔ ف۳ یعنی اگر تمہارے ساتھ نکلتے تو اپنے جبن و نامردی کی وجہ سے دوسروں کی ہمتیں بھی سست کر دیتے اور آپس میں لگا بجھا کر مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرتے اور جھوٹی افواہیں اُڑا کر اُن کو دشمنوں سے ہیبت زدہ کرنا چاہتے غرض اِن کے وجود سے بھلائی میں تو کوئی اضافہ نہ ہوتا ہاں بُرائی بڑھ جاتی اور فتنہ انگیزی کا زور ہوتا۔ ان ہی وجوہ سے خدا نے اِن کو جانے کی توفیق نہ بخشی۔ ف۴ یعنی اب بھی اُن کے جاسوس یا بعض ایسے سادہ لوح افراد تم میں موجود ہیں جو اُن کی بات سنتے اور تھوڑا بہت متاثر ہوتے ہیں (ابن کثیر) گو ویسا فتنہ و فساد برپا نہیں کر سکتے جو ان شریروں کے وجود سے ہو سکتا تھا۔ بلکہ ایک حیثیت سے ایسے جواسیس کا ہمراہ جانا مفید ہے کہ وہ بچشم خود مسلمانوں کی اولوالعزمی، جگری وغیرہ دیکھ کر ان سے نقل کریں گے تو ان کے دلوں پر بھی مسلمانوں کی ہیبت قائم ہوگی۔ ف۵ جس وقت حضور مدینہ تشریف لائے یہود اور منافقین مدینہ آپ کے خلاف طرح طرح کی فتنہ انگیزیاں کرتے رہے اور اسلام کی روز افزوں ترقیات کا تختہ اُلٹنے کے لئے بہت کچھ اُلٹ پھیر کی۔ گمر بدر میں جب کفر و شرک کے بڑے بڑے ستون گر گئے اور حیرت انگیز طریقہ پر اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا تو عبداللہ بن اُبی اور اُس کے ساتھیوں نے کہا اِنَّ هٰذَا اَمۡرٌ قَدۡ تَوَجَّهَ کہ یہ چیز تو اب رُکنے والی معلوم نہیں ہوتی چنانچہ بہت سے لوگ خوف کھا کر محض زبان سے کلمۂ اسلام پڑھنے لگے۔ مگر چونکہ دل میں کفر چھپا ہوا تھا۔ اس لئے جوں جوں اسلام و مسلمین کی کامیابی اور غلبہ دیکھتے، دل ہی دل میں جلتے اور غیظ کھاتے تھے۔ غرض اُنکی فتنہ پردازی اور مکاری کوئی نئی چیز نہیں۔ شروع سے ان کا یہ ہی وتیرہ رہا ہے۔ جنگ اُحد میں یہ لوگ اپنی جماعت کو لے کر راستہ سے لوٹ آئے تھے۔ مگر آخر دیکھ لیا کہ (بقیہ برصفحہ ۲۵۲)

بقیہ صفحہ ۲۵۱۔ حق کس طرح غالب ہو کر رہتا ہے اور باطل کیسے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔

إِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌۢ بِالْكٰفِرِينَ ﴿٤٩﴾ إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ

بیشک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو ف۱ اگر تجھ کو پہنچے کوئی خوبی تو

تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَّقُولُوا قَدْ أَخَذْنَآ

وہ بُری لگتی ہے اُنکو اور اگر پہنچے کوئی سختی تو کہتے ہیں ہم نے تو سنبھال لیا تھا

أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَآ

اپنا کام پہلے ہی اور پھر کر جائیں خوشیاں کرتے ف۲ تو کہدے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا

إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لئے وہی ہے کارساز ہمارا اور اللہ ہی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں

الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ

مسلمان ☆ تو کہدے تم کیا اُمید کرو گے ہمارے حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُّصِيبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ

اور ہم اُمیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ کوئی عذاب اپنے پاس سے

أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوٓا إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾ قُلْ

یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں ف۳ کہدے کہ

أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ

مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے بیشک تم

قَوْمًا فٰسِقِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ

نافرمان لوگ ہو ف۴ اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا اُن کے خرچ کا

إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهٖ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ

مگر اسی بات پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو

إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كٰرِهُونَ ﴿٥٤﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ

مگر ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے ف۵ سو تو تعجب نہ کر

فوائد صفحہ ہذا ف۱ ایک بڑے منافق جد بن قیس نے کہا کہ حضرت مجھے تو یہیں رہنے دیجئے۔ روم کی عورتیں بہت حسین ہوتی ہیں میں اُنہیں دیکھ کر دل قابو میں نہ رکھ سکونگا تو مجھے وہاں لیجا کر گمراہی میں نہ ڈالئے۔ فرمایا کہ یہ لفظ کہہ کر اور اپنے جبن و کفر پر جھوٹی پرہیزگاری کا پردہ ڈال کر وہ گمراہی کے غڑھے میں گرچکا۔ اور آگے چل کر کفر و نفاق کی بدولت دوزخ کے گڑھے میں گرنے والا ہے۔ بعض نے آیت کو عام منافقین کے حق میں رکھا ہے اور لَا تَفْتِنِّي کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم کو ساتھ لیجا کر اموال وغیرہ کے نقصان میں مبتلا نہ کیجئے اُس کا جواب اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا سے دیا ف۲ منافقین کی عادت تھی، جب مسلمانوں کو غلبہ و کامیابی نصیب ہوتی تو جلتے اور کڑھتے تھے۔ اور اگر کبھی کوئی سختی کی بات پیش آگئی مثلاً کچھ مسلمان شہید یا مجروح ہو گئے۔ تو فخریہ کہتے کہ ہم نے ازراہ دوراندیشی پہلے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کر لیا تھا۔ ہم سمجھتے تھے کہ یہی حشر ہونے والا ہے لہٰذا ان کے ساتھ گئے ہی نہیں۔ غرض ڈینگیں مارتے ہوئے اور خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے اپنی مجلسوں یا گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ ف۳ یعنی سختی یا نرمی جو جس وقت کے لئے مقدر ہے وہ تو ٹل نہیں سکتی، نہ دنیا میں اس سے چارہ ہے۔ مگر ہم چونکہ ظاہر و باطن سے خدا کو اپنا حقیقی مولا اور پروردگار سمجھتے ہیں، لہٰذا ہماری گردنیں اُس کے فیصلے اور حکم کے سامنے پست ہیں۔ کوئی سختی اُسکی فرمانبرداری سے باز نہیں رکھتی۔ اور اُسی پر ہم کو بھروسہ ہے کہ وہ عارضی سختی کو آخرت میں بالیقین اور بسا اوقات دنیا میں بھی راحت و خوشی سے تبدیل کر دیگا۔ اندریں صورت تم ہماری نسبت دو بھلائیوں میں سے کسی ایک کی ضرور اُمید کر سکتے ہو۔ اگر خدا کے راستہ میں مارے گئے تو شہادت و جنت اور واپس آئے تو اجر یا غنیمت ضرور مل کر رہیگی۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں حق تعالیٰ نے مجاہد کی نسبت ان چیزوں کا تکفل فرمایا ہے۔ برخلاف اس کے تمہاری نسبت ہم منتظر ہیں کہ دو بُرائیوں میں سے ایک بُرائی ضرور پہنچ کر رہیگی یا نفاق و شرارت کی بدولت بلاواسطہ قدرت کی طرف سے کوئی عذاب تم پر مسلط ہوگا، یا ہمارے ہاتھوں سے خدا تم کو سخت سزا دلوائے گا جو رسوا کر کے تمہارے نفاق کا پردہ فاش کر دیگی۔ بہرحال تم اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کا انجام دیکھنے کے لئے منتظر رہنا چاہئے! آخر معلوم ہو جائیگا کہ دونوں میں زیادہ انجام بین اور دوراندیش کون تھا ف۴ جد بن قیس نے رومی عورتوں کے فتنہ کا بہانہ کہہ کر یہ بھی کہا تھا کہ حضرت میں بذات خود نہیں جا سکتا لیکن مالی اعانت کر سکتا ہوں۔ اُس کا جواب دیا کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں خواہ خوشی سے خرچ کرے یا ناخوشی سے۔ یعنی خوشی سے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی اُن کو توفیق کہاں وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كٰرِهُونَ تاہم اگر بالفرض خوشی سے بھی خرچ کریں تو خدا قبول نہ کریگا۔ اس کا سبب اگلی آیت میں بتایا ہے۔ ف۵ عدم قبول کا اصلی سبب تو اُن کا کفر ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواقع میں اشارہ کر چکے کہ کافر کا ہر عمل مردہ اور بے جان ہوتا ہے باقی نماز میں ہارے جی سے آنا، یا بُرے دل سے خرچ کرنا، یہ سب کفر کے ظاہری آثار ہیں۔

أَمْوَالُهُمْ وَلَآ أَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي

اُن کے مال اور اولاد سے یہی چاہتا ہے اللہ کہ اُنکو عذاب میں رکھے اُن چیزوں کی وجہ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُونَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُونَ

کر دنیا کی زندگی میں اور نکلے اُن کی جان اور وہ اُس وقت تک کافر ہی رہیں ف۱ اور قسمیں کھاتے

بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۗ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ

ہیں اللہ کی کہ وہ بیشک تم میں ہیں اور وہ تم میں نہیں ولیکن وہ لوگ

يَفْرَقُونَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغٰرٰتٍ أَوْ مُدَّخَلًا

ڈرتے ہیں تم سے ☆ اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا سر گھسانے کو جگہ

لَوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ

تو اُلٹے بھاگیں اسی طرف رسیاں تڑاتے ف۲ اور بعضے اُن میں وہ ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں

فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا

خیرات بانٹنے میں سو اگر اُن کو ملے اُس میں کی تو راضی ہوں اور اگر نہ ملے

مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ

تو جبھی وہ ناخوش ہو جائیں ف۳ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اسی پر جو دیا اُنکو اللہ نے

وَرَسُولُهُ ۙ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ

اور اُسکے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ وہ دے گا ہم کو اپنے

فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ۙ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رٰغِبُونَ ﴿۵۹﴾ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ

فضل سے اور اُس کا رسول ہم کو تو اللہ ہی چاہئے ف۴ زکوٰۃ جو ہے سو وہ

لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِينِ وَالْعٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ

حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانیوالوں کا اور جن کا دل پرچانا

قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ

منظور ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے رستہ میں

ع ۱۴ / ۱۳

ف۱ شبہ گذر سکتا تھا کہ جب یہ ایسے مردود ہیں تو ان کو مال اولاد وغیرہ نعمتوں سے کیوں نوازا گیا ہے۔ اُس کا جواب دیا کہ یہ نعمتیں ان کے حق میں بڑا عذاب ہیں جس طرح ایک لذیذ اور خوشگوار غذا تندرست آدمی کی صحت و قوت کو بڑھاتی ہے اور فاسد الاخلاط مریض کو ہلاکت سے قریب تر کر دیتی ہے۔ یہی حال ان دنیوی نعمتوں (مال و اولاد وغیرہ) کا سمجھو۔ ایک کافر کے حق میں یہ چیزیں سوء مزاج کی وجہ سے زہر ہلاہل ہیں۔ چونکہ کفار دنیا کی حرص و محبت میں غریق ہوتے ہیں، اس لئے اول اُس کے جمع کرنے میں بڑی کوفت اُٹھاتے ہیں۔ پھر ذرا نقصان یا صدمہ پہنچ گیا تو جس قدر محبت ان چیزوں سے ہے، اُسی قدر غم سوار ہوتا ہے اور کوئی وقت اس کے فکر و اندیشہ اور ادھیڑ بن سے خالی نہیں جاتا پھر جب موت ان محبوب چیزوں سے جدا کرتی ہے اُس وقت کے صدمے اور حسرت کا تو اندازہ کرنا مشکل ہے۔ غرض دنیا کے عاشق اور حریص کو کسی وقت حقیقی چین اور اطمینان میسر نہیں۔ چنانچہ یورپ و امریکہ وغیرہ کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔ باقی مومنین جو دولت اور اولاد کو معبود اور زندگی کا اصلی نصب العین نہیں سمجھتے، چونکہ اُن کے دل میں حب دنیا کا مرض نہیں ہوتا اس لئے یہی چیزیں اُنکے حق میں نعمت اور دین کی اعانت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر کفار کثرت مال و اولاد پر مغرور ہو کر کفر و طغیان میں اور زیادہ شدید ہو جاتے ہیں جو اس کا سبب بنتا ہے کہ اخیر دم تک کافر ہی رہیں۔ نیز منافقین مدینہ جن کے حق میں یہ آیات نازل ہوئیں، اُن کا حال یہ تھا کہ با دل ناخواستہ جہاد وغیرہ کے مواقع پر ریا و نفاق سے مال خرچ کرتے تھے اور اُنکی اولاد میں بعض لوگ مخلص مسلمان ہو کر نبی کریم صلعم کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ یہ دونوں چیزیں منافقین کے منشائے قلبی کے بالکلیہ خلاف تھیں۔ اس طرح اموال و اولاد اُن کے لئے دنیا میں عذاب بن گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی یہ تعجب نہ کر کہ بے دین کو اللہ نے نعمت کیوں دی، بے دین کے حق میں اولاد اور مال وبال ہے کہ ان کے پیچھے دل پریشان رہے اور اُن کی فکر سے چھوٹنے نہ پائے مرتے دم تک، تا توبہ کرے یا نیکی اختیار کرے۔" ف۲ یعنی محض اس خوف سے کہ کفر ظاہر کریں تو کفار کا سا معاملہ اُنکے ساتھ بھی ہونے لگیگا، قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تمہاری ہی جماعت (مسلمین) میں شامل ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر آج ان کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا کسی غار میں چھپ کر زندگی بسر کر سکیں یا کم از کم ذرا سر گھسانے کی جگہ ہاتھ آجائے۔ غرض حکومت اسلامی کا خوف نہ رہے، تو سب دعوے چھوڑ کر بے تحاشا اسی طرف بھاگنے لگیں، چونکہ اسلامی حکومت کے مقابلہ کی طاقت ہے نہ کوئی پناہ کی جگہ ملتی ہے اس لئے قسمیں کھا کھا کر جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔ ف۳ بعض منافقین اور بعض اعراب (بدو) صدقات و غنائم کی تقسیم کے وقت دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے حضورؐ کی نسبت زبان طعن کھولتے تھے کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مگر یہ اعتراض اُسی وقت تک تھا جب تک اُنکی خواہش کے موافق صدقات وغیرہ میں سے حصہ نہ دیا جائے۔ اگر انہیں خوب جی بھر کر خواہش و حرص کے موافق دیدیا گیا تو خوش ہو جاتے اور کچھ اعتراض نہیں رہتا تھا۔ گویا ہر طرح مال و دولت کو قبلۂ مقصود ٹھہرا رکھا تھا۔ آگے بتلاتے ہیں کہ ایک مدعی ایمان کا مطمح نظر یہ نہیں ہونا چاہئے۔ ف۴ یعنی بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا پیغمبر کے ہاتھ سے دلوائے اُس پر آدمی راضی و قانع ہو اور صرف خدا پر توکل کرے اور سمجھے کہ وہ چاہے گا تو آیندہ اپنے فضل سے بہت کچھ مرحمت فرمائیگا۔ غرض دنیا کی متاع فانی کو نصب العین نہ بنائے۔ صرف خداوند رب العزت کے قرب و رضا کا طالب ہو اور جو ظاہری و باطنی دولت خدا و رسول کی سرکار سے ملے اُسی پر مسرور و مطمئن ہو۔

ف۱ چونکہ تقسیم صدقات کے معاملہ میں پیغمبر پر طعن کیا گیا تھا، اس لئے متنبہ فرماتے ہیں کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خدا کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اُس نے صدقات وغیرہ کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی کریم صلعم کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ آپ اُسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ "خدا نے صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم کو نبی یا غیر نبی کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ بذات خود اُس کے مصارف متعین کر دیئے ہیں۔ جو آٹھ ہیں۔ "فقراء" (جن کے پاس کچھ نہ ہو) "مساکین" (جن کو بقدر حاجت میسر نہ ہو) "عاملین" (جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات وغیرہ کے کاموں پر مامور ہوں) "مؤلفۃ القلوب" (جن کے اسلام لانے کی اُمید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں وغیر ذٰلک من الانواع۔ اکثر علماء کے نزدیک حضور کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی) "رقاب" (یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے۔ یا خرید کر آزاد کئے جائیں۔ یا اسیرں کا فدیہ دے کر رہا کرائے جائیں) "غارمین" (جن پر کوئی حادثہ پڑا اور مقروض ہو گئے یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے) "سبیل اللّٰہ" (جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے) "ابن السبیل" (مسافر جو حالت سفر میں مالک نصاب نہ ہو، گو مکان پر دولت رکھتا ہو) حنفیہ کے یہاں تملیک ہر صورت میں ضروری ہے اور فقر شرط ہے تفصیل فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾ وَ

اور راہ کے مسافر کو ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمت والا ہے ف۱ اور

مِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ

بعضے اُن میں بدگوئی کرتے ہیں نبی کی اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان ہے تو کہہ

أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ

کان ہے تمہارے بھلے کے واسطے یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مسلمانوں کی بات کا اور رحمت ہے

لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ

ایمان والوں کے حق میں تم میں سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں اللہ کے رسول کی اُن کے لئے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَ

عذاب ہے دردناک ف۲ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے آگے تاکہ تم کو راضی کریں اور اللہ کو اور

رَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا

اُسکے رسول کو بہت ضرور ہے راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہیں ف۳ کیا وہ جان نہیں چکے

أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا

کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ سے اور اُسکے رسول سے تو اُسکے واسطے ہے دوزخ کی آگ سدا رہے

فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ

اُس میں یہی ہے بڑی رسوائی ف۴ ڈرا کرتے ہیں منافق

أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ

اس بات کو کہ نازل ہو مسلمانوں پر ایسی سورت کہ جتادے اُن کو جو اُن کے دل میں ہے

قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾ وَ

تو کہہ دے ٹھٹھے کرتے رہو اللہ کھول کر رہیگا اُس چیز کو جس کا تم کو ڈر ہے ف۵ اور

لَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ

اگر تو اُن سے پوچھے تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی ف۶ تو کہہ

ف۲ منافقین آپس میں بیٹھ کر اسلام و پیغمبر اسلام کے متعلق بدگوئی کرتے۔ جب کوئی کہتا کہ ہماری یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام تک پہنچ جائیں گی تو کہتے، کیا پرواہ ہے۔ اُن کے سامنے ہم جھوٹی تاویلیں کر کے اپنی برأت کا یقین دلادیں گے کیونکہ وہ تو کان ہی کان ہیں جو سنتے ہیں فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ اُن کو باتوں میں لے آنا کچھ مشکل نہیں۔ بات یہ تھی کہ حضرت اپنے حیاء و وقار اور کرم النفسی سے جھوٹے کا جھوٹ پہچانتے تب بھی نہ پکڑتے۔ خلق عظیم کی بنا پر مسامحت اور تغافل برتتے وہ بے وقوف جانتے کہ آپ نے سمجھا ہی نہیں۔ حق تعالیٰ نے اُس کا جواب دیا کہ اگر وہ کان ہی ہیں تو تمہارے بھلے کیواسطے ہیں۔ نبی کی یہ خو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ نہیں تو اول تم پکڑے جاؤ گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور کی اس چشم پوشی اور خلق عظیم پر کسی وقت مطلع ہو کر تمہیں ہدایت ہو جائے۔ تمہاری جھوٹی باتوں پر نبی علیہ السلام کا سکوت اس لئے نہیں کہ انہیں واقعی تمہارا یقین آجاتا ہے۔ یقین تو اُن کو اللہ پر ہے اور ایمانداروں کی بات پر۔ ہاں تم میں سے جو دعوے ایمان رکھتے ہیں، اُن کے حق میں آپ کی خاموشی و اغماض ایک طرح کی رحمت ہے کہ فی الحال منہ توڑ تکذیب کر کے اُن کو رسوا نہیں کیا جاتا۔ باقی منافقین کی حرکات شنیعہ خدا سے پوشیدہ نہیں۔ رسول کی پیٹھ پیچھے جو بدگوئی کرتے ہیں یا "هُوَ أُذُنٌ" کہہ کر آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں، اُس پر سزائے سخت کے منتظر رہیں۔ ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ کسی وقت حضرت اُنکی دغابازی پکڑتے تو مسلمانوں کے رُوبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بُری نیت نہ تھی۔ تاکہ اُن کو راضی کر کے اپنی طرف کرلیں۔ نہ سمجھے کہ یہ فریب بازی خدا اور رسول کے ساتھ کام نہیں آتی "اگر دعوے ایمان میں واقعی سچے ہیں تو دوسروں کو چھوڑ کر خدا و رسول کو راضی کرنے کی فکر کریں۔ ف۴ یعنی جس رسوائی سے بچنے کے لئے نفاق اختیار کیا ہے، اُس سے بڑی رسوائی یہ ہے۔ ف۵ منافقین اپنی مجلسوں میں اسلام و پیغمبر اسلام کی بدگوئی کرتے، مومنین صادقین پر آوازے کستے، مہمات دین کا مذاق اُڑاتے، پھر جب خیال آتا کہ ممکن ہے یہ باتیں حضور تک پہنچ جائیں، تو کہتے کیا مضائقہ ہے وہ تو کان ہی کان ہیں۔ ہم اُن کے سامنے جو تاویل و تلبیع کردیں گے، سُن کر اُسی کو قبول کرلیں گے۔ مگر چونکہ بسا اوقات وحی الٰہی کے ذریعہ سے اُن کے نفاق و بد باطنی کی قلعی کھلتی رہتی تھی، اس لئے یہ ڈر بھی لگا رہتا تھا کہ کوئی سورت قرآن میں ایسی نازل نہ ہو جائے جو ہمارے مخاطبات سریہ و نیات خفیہ کا پردہ فاش کر دے۔ اصل یہ ہے کہ منافقین کا قلب جُبن و کمزوری سے کسی ایک طرف قائم نہ ہوتا تھا۔ اُن کے دل ہر وقت ڈگڈاہی رہتے تھے۔ کبھی آنحضرت صلعم کی شان اغماض و کرم النفسی کو دیکھ کر کچھ تسلی حاصل کرتے مگر صاعقہ قرآنی کی گرج سے پھر دہلنے لگتے تھے۔ اسی لئے فرمایا کہ بہتر ہے، تم ٹھٹھے کرتے رہو اور استہزاء و تمسخر کا عمل جاری رکھو اور پیغمبر کی نسبت "هُوَ أُذُنٌ" کہہ کر تسلی کرلو۔ لیکن خدا اُس چیز کو ضرور کھول کر رہیگا جس کا تم کو ڈر لگا ہوا ہے وہ تمہارے مکر و خداع کا تار تار بکھیر کر رکھدیگا ف۶ "تبوک" میں جاتے ہوئے بعض منافقین نے از راہ تمسخر کہا۔ اس شخص (محمد صلعم) کو دیکھو کہ شام کے محلات اور روم کے شہروں کو فتح کر لینے کا خواب دیکھتا ہے۔ انہوں نے رومیوں کی جنگ کو عربوں کی باہمی جنگ پر قیاس کر رکھا ہے ہیں یقین کرتا ہوں کہ کل ہم سب رُومیوں کے سامنے رسیوں میں بندھے ہوئے کھڑے ہونگے۔ یہ ہمارے قراء (صحابہ رضی اللہ عنہم) پیٹو، جھوٹے اور نامرد کیا روم کی باقاعدہ فوجوں سے جنگ کریں گے" وغیر ذٰلک من الہفوات اس قسم کے مقولے جو مسلمانوں کو روم سے مرعوب و ہیبت زدہ کرنے اور شکستہ خاطر بنانے کے لئے کہہ رہے تھے، نبی کریم صلعم کی خدمت میں نقل ہوئے۔ آپ نے بلا کر باز پرس کی تو کہنے لگے کہ حضرت! ہم کہیں سچ مچ ایسا اعتقاد تھوڑا ہی رکھتے ہیں! محض خوش وقتی و دل لگی کے طور پر کچھ کہہ رہے تھے کہ باتوں میں آسانی سے سفر کٹ جائے۔

أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا

کیا اللہ سے اور اُسکے حکموں سے اور اُسکے رسول سے تم ٹھٹھے کرتے تھے ف۱ بہانے مت بناؤ

قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ

تم تو کافر ہوگئے اظہار ایمان کے پیچھے اگر ہم معاف کردینگے تم میں سے بعضوں کو

نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ الْمُنَافِقُونَ

تو البتہ عذاب بھی دینگے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ گنہگار رہتے ف۲ منافق مرد

وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ

اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے سکھائیں بات بُری اور منع کریں

عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ

بات بھلی اور بند رکھیں اپنی مٹھی بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا اُنکو

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَ

تحقیق منافق وہی ہیں نافرمان ف۳ وعدہ دیا ہے اللہ نے منافق مرد اور

الْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ

منافق عورتوں کو اور کافروں کو دوزخ کی آگ کا پڑے رہیں گے اس میں وہی بس ہے اُن کو ف۴

وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ

اور اللہ نے اُنکو پھٹکار دیا اور اُنکے لئے عذاب ہے برقرار رہنے والا ف۵ جس طرح تم سے اگلے لوگ

كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا

زیادہ تھے تم سے زور میں اور زیادہ رکھتے تھے مال اور اولاد پھر فائدہ اٹھا گئے

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن

اپنے حصہ سے ف۶ پھر فائدہ اٹھایا تم نے اپنے حصہ سے جیسے فائدہ اٹھا گئے تم سے

قَبْلِكُم بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا ۚ أُولَٰئِكَ

اگلے اپنے حصہ سے اور تم بھی چلتے ہو اُنہی کی سی چال ف۷ وہ لوگ

ع ۸ / ۱۴

ف۱ یعنی کیا دل لگی، درخوش وقتی کا موقع و محل یہی ہے کہ اللہ اور رسول اور اُن کے احکام کے ساتھ ٹھٹھا کیا جائے! خدا و رسول کا استہزاء اور احکام الٰہیہ کا استخفاف تو وہ چیز ہے کہ اگر محض زبان سے دل لگی کے طور پر کیا جائے، وہ بھی کفر عظیم ہے۔ چہ جائیکہ منافقین کی طرح ازراہ شرارت و بدباطنی ایسی حرکت سرزد ہو۔

ف۲ یعنی جھوٹے عذر تراشنے اور حیلے حوالوں سے کچھ فائدہ نہیں۔ جن کو نفاق و استہزاء کی سزا ملنی ہے مل کر رہیگی۔ ہاں جو اَب بھی صدق دل سے توبہ کرکے اپنے جرائم سے باز آجائیں گے، اُنہیں خدا معاف کردیگا، یا جو پہلے ہی سے باوجود کفر و نفاق کے اس طرح کی فتنہ انگیزی اور استہزاء کر علیحدہ رہے ہیں، اُنہیں استہزاء و تمسخر کی سزا یہاں نہ ملیگی

ف۳ یعنی سب سے بڑے نافرمان یہی بدباطن منافق ہیں جن کے مرد و عورت زبانی اقرار و اظہار اسلام کے باوجود شب و روز اسی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں کہ ہر قسم کے حیلے اور فریب کرکے لوگوں کو اچھی باتوں سے بیزار اور بُرے کاموں پر آمادہ کریں۔ خرچ کرنے کے اصلی موقعوں پر مٹھی بند رکھیں۔ غرض کلمہ پڑھتے رہیں لیکن اِن کی زبان سے کسی کو بھلائی پہنچے نہ مال سے۔ جب یہ خدا کو ایسا چھوڑ بیٹھے تو خدا نے بھی اُن کو چھوڑ دیا۔ چھوڑ کر کہاں گرایا؟ اُس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔ ف۴ یعنی یہ ایسی کافی سزا ہے جس کے بعد دوسری سزا کی ضرورت نہیں رہتی۔ ف۵ شاید یہ مطلب ہو کہ دنیا میں بھی خدا کی پھٹکار (لعنت) کا اثر برابر پہنچتا رہیگا۔ یا پہلے جملہ کی تاکید ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی دنیوی لذائذ کا جو حصہ اُن کے لئے مقدر تھا، اُس سے فائدہ اٹھا گئے اور آخری انجام کا خیال نہ کیا ف۷ یعنی تم بھی اُن کی طرح آخری انجام کے تصور سے غافل ہو کر دنیا کی متاع فانی سے جتنا مقدر ہے حصہ پا رہے ہو اور ساری چال ڈھال اُنہی کی سی رکھتے ہو، تو سمجھ لو جو حشر اُن کا ہوا وہی تمہارا بھی ہو سکتا ہے اُن کے پاس مال و اولاد اور جسمانی قوتیں تم سے زائد تھیں۔ پھر انتقام الٰہی کی گرفت سے نہ بچ سکے تو تم کو کاہے پر بھروسہ ہے جو خدائی سزا سے اس قدر بے فکر ہو بیٹھے ہو۔

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
مٹ گئے اُن کے عمل دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ پڑے

الْخَاسِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ
نقصان میں ف۱ کیا پہنچی نہیں اُن کو خبر اُن لوگوں کی جو اُن سے پہلے تھے قوم نوح کی

وَعَادٍ وَثَمُودَ ۙ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ۚ
اور عاد کی اور ثمود کی اور قوم ابراہیم کی اور مدین والوں کی اور اُن بستیوں کی خبر جو اُلٹ دی گئیں ف۲

أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن
پہنچے اُن کے پاس اُنکے رسول صاف حکم لے کر سو اللہ تو ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن

كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٧٠﴾ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے ف۳ اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
ایک دوسرے کے مددگار ہیں سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں

الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ
بُری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے

وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾
اور اُسکے رسول کے وہی لوگ ہیں جن پر رحم کریگا اللہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۴

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا
وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ
نہریں رہا کریں اُنہی میں اور ستھرے مکانوں کا رہنے کے باغوں میں

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٧٢﴾ يَا أَيُّهَا
اور رضامندی اللہ کی ان سب سے بڑی ہے یہی ہے بڑی کامیابی ف۵ اے

ف۱ یعنی کوئی دنیوی و اُخروی برکت و کرامت اُنہیں نصیب نہ ہوئی۔ باقی دنیوی لذائذ کا جو حصہ بظاہر ملا وہ فی الحقیقت اُن کے حق میں استدراج اور عذاب تھا جیسا کہ دو رکوع پہلے "فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ" الخ کے فوائد میں گذر چکا اور اُس سے پیشتر بھی کئی مواقع میں لکھا جا چکا ہے

ف۲ قوم نوح طوفان سے، "عاد" آندھی سے، "ثمود" صیحہ (چیخ) سے ہلاک ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی حق تعالیٰ نے عجیب و غریب خارق عادت طریقہ سے تائید فرمائی جنہیں دیکھ کر اُن کی قوم ذلیل و ناکام ہوئی، اُن کا بادشاہ نمرود نہایت بدحالی کی موت مارا گیا۔ اصحاب مدین صیحہ (چیخ)، رجفہ (زلزلہ) وغیرہ سے تباہ ہوئے۔ قوم لوط کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ ان سب اقوام کا قصہ (بجز قوم ابراہیم کے) سورۂ اعراف میں گذر چکا۔

ف۳ یعنی خدا کسی کو بلا وجہ اور بے موقع سزا نہیں دیتا۔ لوگ خود ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں جن کے بعد عذاب الٰہی کا آنا ناگزیر ہے

ف۴ ابتدائے رکوع میں منافقین کے اوصاف بیان ہوئے تھے۔ یہاں بطور مقابلہ مومنین کی صفات ذکر کی گئیں یعنی جبکہ منافقین لوگوں کو بھلائی سے روک کر بُرائی کی ترغیب دیتے ہیں۔ مومنین بدی کو چھڑا کر نیکی کی طرف آمادہ کرتے ہیں۔ منافقین کی مٹھی بند ہے۔ مومنین کا ہاتھ کھلا ہوا ہے۔ وہ بخل کی وجہ سے خرچ کرنا نہیں جانتے۔ یہ اموال میں سے باقاعدہ حقوق (زکوٰۃ وغیرہ) ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بالکل بھلا دیا، یہ پانچ وقت خدا کو یاد کرتے اور تمام معاملات میں خدا و رسول کے احکام پر چلتے ہیں۔ اسی لئے وہ مستحق لعنت ہوئے اور یہ رحمت خصوصی کے اُمیدوار ٹھہرے

ف۵ یعنی تمام نعمائے دنیوی و اُخروی سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے۔ حق تعالیٰ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی و روحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائیگا۔ مگر سب سے بڑی نعمت محبوب حقیقی کی دائمی رضا ہوگی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حق تعالیٰ اہل جنت کو پکاریگا جنتی "لبیک" کہیں گے۔ دریافت فرمائے گا "هل رضيتم" یعنی اب تم خوش ہو گئے۔ جواب دیں گے کہ پروردگار! خوش نہ ہونے کی کیا وجہ؟ جبکہ آپ نے ہم پر انتہائی انعام فرمایا ہے۔ ارشاد ہوگا "هَلْ أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ" یعنی جو کچھ اب تک دیا گیا ہے کیا اُس سب سے بڑھ کر ایک چیز لینا چاہتے ہو؟ جنتی سوال کریں گے کہ اے پروردگار! اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ اُس وقت فرمائیں گے "أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ أَبَدًا" اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تم پر اُتارتا ہوں جسکے بعد کبھی خفگی اور ناخوشی نہ ہوگی۔ رزقنا الله وسائر المومنين هذه الكرامة العظيمة الباهرة

ف۱ "جہاد" کے معنی ہیں کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں انتہائی کوشش کرنا ... کبھی زبان سے، کبھی قلم سے، کبھی کسی اور طریق سے۔ منافقین جو زبان سے اسلام کا اظہار کریں اور دل سے مسلمان نہ ہوں) اُن کے مقابلہ میں جہاد بالسیف جمہور اُمت کے نزدیک مشروع نہیں، نہ عہد نبوت میں ایسا واقع ہوا۔ اسی لئے جہاد کا لفظ اِس آیت میں عام رکھا گیا ہے یعنی تلوار سے، زبان سے، قلم سے، جس وقت جس کے مقابلہ میں جس طرح مصلحت ہو جہاد کیا جائے۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ اگر منافقین کا نفاق بالکل عیاں ہو جائے تو اُن پر بھی جہاد بالسیف کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال غزوہ تبوک نے چونکہ منافقین کا نفاق بہت آشکارا کر دیا تھا۔ اس لئے اس آیت میں اُن کی نسبت ذرا سخت رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نبی کریم صلعم فطری طور پر نہایت نرم خو واقع ہوئے تھے۔ "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" (آل عمران رکوع ۱۷) پھر حق تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا "وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" (شعراء رکوع ۱۱) چونکہ منافقین بھی بظاہر مومنین کے زمرہ میں شامل رہتے تھے، اس لئے حضورؐ اُنکے ساتھ بھی درگذر، چشم پوشی اور نرم خوئی کا معاملہ فرماتے تھے۔ تبوک کے موقع پر جب منافقین نے کھُلم کھُلا بیحیائی، عناد، اور دشمنی کا انداز اختیار کر لیا تو حکم ہوا کہ اب اِن کے معاملہ میں سختی اختیار کیجئے، یہ شریر خوش اخلاقی اور نرمی سے ماننے والے نہیں ہیں۔

النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ

نبی لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے اور تندخوئی کر اُن پر اور اُن کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ

دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ف۱ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا اور بیشک

قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا

کہا ہے اُنہوں نے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے مسلمان ہو کر ف۲ اور قصد کیا تھا اُس چیز کا

لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ

جو اُن کو نہ ملی ف۳ اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولتمند کر دیا اُن کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے اپنے

فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ

فضل سے سو اگر توبہ کر لیں تو بھلا ہے اُن کے حق میں اور اگر نہ مانیں گے تو عذاب دیگا اُنکو

اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ

اللہ عذاب دردناک دنیا اور آخرت میں اور نہیں اُن کا روئے زمین پر

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا

کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف۴ اور بعضے اُن میں وہ ہیں کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو

مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ

اپنے فضل سے تو ہم ضرور خیرات کریں اور ہو رہیں ہم نیکی والوں میں ✡ پھر جب

اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾

دیا اُن کو اپنے فضل سے تو اُس میں بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر ف۵

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا

پھر اُس کا اثر رکھ دیا نفاق اُن کے دلوں میں جس دن تک کہ وہ اُس سے ملیں گے اس وجہ سے کہ اُنہوں نے خلاف

اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ

کیا اللہ سے جو وعدہ اُس سے کیا تھا اور اِس وجہ سے کہ بولتے تھے جھوٹ ف۶ کیا وہ جان نہیں چکے کہ

ف۲ منافقین پیچھے بیٹھ کر پیغمبر علیہ السلام کی اور دین اسلام کی اہانت کرتے، جیسا کہ سورہ منافقون میں آئیگا جب کوئی مسلمان حضور تک اُن کی باتیں پہنچا دیتا تو اُس کی تکذیب کرتے اور قسمیں کھا لیتے کہ ہم نے فلاں بات نہیں کی۔ حق تعالیٰ نے مسلمان راویوں کی تصدیق فرمائی کہ بیشک اُنہوں نے وہ باتیں زبان سے نکالی ہیں۔ اور دعوائے اسلام کے بعد مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام کی نسبت وہ کلمات کہے ہیں جو صرف منکرین کی زبان سے نکل سکتے ہیں۔ ف۳ غزوہ تبوک سے واپسی میں آں حضرت صلعم لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک پہاڑی راستہ کو تشریف لیجا رہے تھے۔ تقریباً بارہ منافقین نے چہرے چھپا کر رات کی تاریکی میں چاہا کہ آپ پر ہاتھ چلائیں اور معاذ اللہ پہاڑی سے گرا دیں۔ حضورؐ کے ساتھ حذیفہ اور عمار تھے۔ عمار کو اُنہوں نے گھیر لیا تھا، مگر حذیفہ نے مار مار کر اُن کی اونٹنیوں کے منہ پھیر دیے۔ چونکہ چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ حذیفہ وغیرہ نے اُن کو نہیں پہچانا۔ بعدہٗ آنحضرت صلعم نے حذیفہ و عمار رضی اللہ عنہما کو نام بنام اُن کے پتے بتا دیے۔ مگر منع فرما دیا کہ کسی پر ظاہر نہ کریں۔ اِسی واقعہ کی طرف "وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا" میں اشارہ ہے کہ جو ناپاک قصد اُنہوں نے کیا۔ خدا کے فضل سے پورا نہ ہوا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی موقع پر لشکر اسلام میں کچھ خانہ جنگی ہو گئی تھی منافقین نے اغوا کر کے مہاجرین و انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حضرت نے اصلاح فرما دی جیسا کہ سورہ منافقون میں آئے گا۔ ف۴ یعنی حضور کی دعاء سے خدا نے انہیں دولتمند کر دیا قرضوں کے بار سے سبکدوش ہوئے، مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہنے کی وجہ سے غنائم میں حصہ ملتا رہا، حضور کی برکت سے پیداوار اچھی ہوئی، اِن احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ خدا و رسول کے ساتھ دغابازی کرنے لگے اور ہر طرح پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو ستانے پر کمر باندھ لی۔ اب بھی اگر توبہ کر کے شرارتوں اور احسان فراموشیوں سے باز آ جائیں تو اُن کے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ خدا دنیا و آخرۃ میں وہ سزا دیگا جس سے بچانے والا روئے زمین پر کوئی نہ ملیگا۔ بعض روایات میں ہے کہ "جلاس" نامی ایک شخص یہ آیات سن کر صدق دل سے تائب ہوا۔ اور آئندہ اپنی زندگی خدمت اسلام میں قربان کر دی۔ ف۵ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولتمند ہو جانے کی دعاء فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ثعلبہ! تھوڑی چیز جس پر تو خدا کا شکر ادا کرے، اُس بہت چیز سے اچھی ہے جس کے حقوق ادا نہ کر سکے۔ اُس نے پھر وہی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے نقش قدم پر چلے۔ آپ کے انکار پر اُس کا اصرار بڑھتا رہا! اُس نے وعدہ کیا کہ اگر خدا مجھ کو مال دیگا میں پوری طرح حقوق ادا کروں گا۔ آخر حضور نے دعاء فرمائی، اُسکی بکریوں میں اس قدر برکت ہوئی کہ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی اور اتنا پھیلاؤ ہوا کہ اُن میں مشغول ہو کر رفتہ رفتہ جمعہ و جماعات بھی ترک کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد حضور کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے محصل پہنچے تو کہنے لگا کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے۔ دو ایک دفعہ ٹلا کر آخر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ حضور نے تین مرتبہ فرمایا "ویح ثعلبہ" اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ جب اُسکے بعض اقارب نے اس کی خبر پہنچائی تو بادل ناخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا حضور نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ سن کر اُس نے بہت ہائے واویلا کی کیونکہ حضور کا زکوٰۃ قبول نہ کرنا اُس کے لئے بڑی عار کی بات تھی۔ بدنامی کے تصور سے سر پر خاک ڈالتا تھا۔ مگر دل میں نفاق چھپا ہوا تھا۔ پھر حضور کے بعد ابوبکر صدیق کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ اُنہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ پھر حضرت عمر اور اُنکے بعد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کی، دونوں نے انکار فرمایا۔ ہر ایک یہی کہتے تھے کہ جو چیز نبی کریمؐ نے رد کر دی، ہم اُس کو قبول نہیں کر سکتے۔ آخر اسی حالت نفاق پر حضرت عثمان کے عہد میں اُس کا خاتمہ ہوا۔ ف۶ یعنی خدا سے صریح وعدہ خلافی کرنے اور جھوٹ بولتے رہنے کی سزا میں اُن کے بخل و اعراض کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے نفاق کی جڑ اُن کے دلوں میں قائم ہو گئی جو موت تک نکلنے والی نہیں۔ اور یہی سنت اللہ ہے کہ جب کوئی شخص اچھی یا بُری خصلت خود

(بقیہ برصفحہ ۲۵۸)

بقیہ صفحہ ۲۵۷. خود اختیار کرلیتا ہے تو کثرت مُزاولت و مُمارست سے وہ دائمی بن جاتی ہے. بُری خصلت کے اِسی دوام و استحکام کو کبھی ختم و طبع (مہر لگانے) سے تعبیر کر دیتے ہیں

فوائد صفحہ ہٰذا ف۱ یعنی خواہ کیسے ہی وعدے کریں، باتیں بنائیں، یا مجبور ہو کر مال پیش کریں. خدا اُن کے اِرادوں اور نیتوں کو خوب جانتا ہے اور اپنے ہم مشربوں کے ساتھ بیٹھ کر جو مشورے کرتے ہیں. اُن سے پوری طرح آگاہ ہے. وہ جانتا ہے کہ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ کا وعدہ اور کُھمبر زکوٰۃ حاضر کرنا کس دل اور کیسی نیت سے تھا. ف۲ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی. حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار (دینار یا درہم) حاضر کر دیے. عاصم بن عدی نے ایک سو وسق کھجوریں (جن کی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی) پیش کیں. منافقین کہنے لگے کہ اِن دونوں نے دکھلاوے اور نام و نمود کو اتنا دیا ہے. ایک غریب صحابی ابو عقیل حبحاب نے جو محنت و مشقت سے تھوڑا سا کما کر لائے اُس میں سے ایک صاع تمر صدقہ کیا تو مذاق اُڑانے لگے کہ یہ خواہ مخواہ زور آوری سے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے. بھلا اِس کی ایک صاع کھجوریں کیا پکار کریں گی. غرض تھوڑا دینے والا اور بہت خرچ کرنے والا کوئی اُن کی زبان سے بچتا نہ تھا. کسی پر طعن، کسی سے ٹھٹھا کرتے تھے. حق تعالیٰ نے فرمایا سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ (اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے) یعنی اُن کے طعن و تمسخر کا بدلہ دیا، بظاہر تو وہ چند روز کے لئے تمسخر کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں، لیکن فی الحقیقت اندر ہی اندر اُن کی جڑیں کٹتی چلی جا رہی ہیں. اور عذاب الیم اُن کے لئے تیار ہے. ف۳ یعنی منافقین کے لئے آپ کتنی ہی مرتبہ استغفار کیجئے اُن کے حق میں بالکل بیکار اور بے فائدہ ہے. خدا اِن بدبخت کافروں اور نافرمانوں کو کبھی معاف نہ کریگا. واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا انتقال ہوا. آپ نے قمیص مبارک کفن میں دیا، لعاب مبارک اُس کے مُنہ میں ڈالا. نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی حضرت عمرؓ اس معاملہ میں آڑے آتے تھے اور کہتے تھے کہ یا رسول اللہ! یہ وہی خبیث تو ہے جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی نالائق حرکات کیں. ہمیشہ کفر و نفاق کا علمبردار رہا. کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ" آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ مجھ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا. بلکہ آزاد رکھا گیا ہے کہ استغفار کروں یا نہ کروں. یہ خدا کا فعل ہے کہ اُن کو معاف نہ کرے یعنی اُن کے حق میں میرا استغفار نافع نہ ہو (سو اُن کے حق میں نہ سہی، ممکن ہے دوسروں کے حق میں میرا یہ طرزِ عمل نافع ہو جائے دوسرے لوگ سب سے بڑے موذی دشمن کے حق میں نبی کے اس وسعتِ اخلاق اور وفورِ رحمت و شفقت کو دیکھ کر اسلام و پیغمبرِ اسلام کے گرویدہ ہو جائیں. چنانچہ ایسا ہی ہوا) صحیح بخاری کی ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر مرتبہ سے زائد استغفار کرتا" گویا اس جملہ میں حضور نے متنبہ فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی طرح آپ بھی اُس کے حق میں استغفار کو غیر مفید تصور فرما رہے تھے. فرق اس قدر ہے کہ حضرت عمرؓ کی نظر "بغض فی اللہ" کے جوش میں صرف اِسی نقطہ پر مقصور تھی، اور نبی کریم صلعم میت کے فائدہ سے قطع نظر فرما کر عام پیغمبرانہ شفقت کا اظہار اور احیاء کے فائدہ کا خیال فرما رہے تھے لیکن آخرکار وحیِ الٰہی " وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ " نے صریح طور پر منافقین کا جنازہ پڑھنے یا اُن کے اہتمام دفن و کفن وغیرہ میں حصہ لینے کی ممانعت کر دی. کیونکہ اِس طرزِ عمل سے منافقین کی ہمت افزائی اور مؤمنین کی دل شکستگی کا احتمال تھا. اُس وقت سے حضور نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی. ف۳ یہ اُن منافقین کے متعلق ہے جو غزوۂ تبوک کی شرکت سے علیحدہ رہے یعنی منافقین کا حال یہ ہے کہ بُرائی اور عیب کا کام کر کے خوش ہوتے ہیں. نیکی سے گھبرا کر دور بھاگتے ہیں. اور جیسا کہ پہلے گذرا نیکی کرنیوالوں پر طعن کرتے اور آوازے کستے ہیں. ایسی قوم کو نبی کے استغفار سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے. یہاں سے گنہگار اور بداعتقاد کا فرق نکلتا ہے. گناہ ایسا کونسا ہے جو پیغمبر کے بخشوانے سے نہ بخشا جائے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا" (نساء رکوع ۹) لیکن بداعتقاد کو پیغمبر کا ستر مرتبہ استغفار فائدہ نہ دے. ف۵ یا تو منافقین آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تھے اور یا بعض مؤمنین سے کہتے ہونگے کہ اُن کی ہمتیں سست ہو جائیں ف۶ یعنی اگر سمجھ ہوتی تو خیال کرتے کہ یہاں کی گرمی سے بچ کر جس گرمی کی طرف جا رہے ہو وہ کہیں زیادہ سخت ہے. یہ تو وہی مثال ہوئی کہ دھوپ سے بھاگ کر آگ کی پناہ لیجائے. حدیث میں ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے اُنہتر درجہ زیادہ تیز ہے. نعوذ باللہ منہا. ف۷ یعنی چند روز اپنی حرکات پر خوش ہو لو اور ہنس لو. پھر ان کرتوتوں کی سزا میں ہمیشہ کو رونا ہے.

اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿٧٨﴾

اللہ جانتا ہے اُن کا بھید اور اُن کا مشورہ اور یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے سب چھپی باتوں کو ف۱

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ

وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں اُن مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں

وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ

اور اُن پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا پھر اُن پر ٹھٹھے کرتے ہیں. اللہ نے

اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ

اُن کو ٹھٹھا کیا ہے اور اُن کے لئے عذاب دردناک ہے ف۲ تو اُن کے لئے بخشش مانگ یا

لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ

نہ مانگ اگر اُن کے لئے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ

يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللّٰهُ

بخشے گا اُن کو اللہ یہ اس واسطے کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٨٠﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ

رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ف۳ خوش ہوگئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے

خِلَافَ رَسُولِ اللّٰهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَ

جدا ہو کر رسول اللہ سے اور گھبرائے اس سے کہ لڑیں اپنے مال سے اور

أَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ

جان سے اللہ کی راہ میں ف۴ اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں ف۵ تو کہہ

نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوا

دوزخ کی آگ سخت گرم ہے اگر اُن کو سمجھ ہوتی ف۶ سو وہ ہنس لیویں

قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَإِنْ

تھوڑا اور روویں بہت سا بدلا اُس کا جو وہ کماتے تھے ف۷ سو اگر

ع ۸ / ۱۶

رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ

پھر لیجائے تجھ کو اللہ کسی فرقہ کی طرف اُن میں سے ف۱ پھر اجازت چاہیں تجھ کو نکلنے کی

فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ

تو تو کہدینا کہ تم ہرگز نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑو گے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے تم کو

رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ ﴿۸۳﴾

پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی بار سو بیٹھے رہو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ف۲

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ

اور نماز نہ پڑھ اُن میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اُس کی قبر پر ف۳

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ

وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان ف۴ اور

لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ

تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ عذاب میں رکھے اُن کو

بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ

اُن چیزوں کے باعث دنیا میں اور نکلے اُن کی جان اور وہ اُس وقت تک کافر ہی رہیں ف۵ اور جب نازل ہوتی ہے

سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ

کوئی سورت کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اُس کے رسول کے ساتھ ہو کر تو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے

اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ ﴿۸۶﴾

مقدور والے اُن کے اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دے کہ رہیں ساتھ بیٹھنے والوں کے

رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

خوش ہوئے کہ رہ جائیں پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ف۶ اور مہر کر دی گئی اُن کے دل پر سو وہ نہیں سمجھتے ف۷

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اُس کے وہ لڑے ہیں اپنے مال اور جان سے

ف۱ حضور تبوک میں تھے اور منافقین مدینہ میں۔ ممکن تھا کہ بعض منافقین آپ کی واپسی سے قبل مر جائیں، اس لئے "اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ" فرمایا۔ ف۲ یعنی اب اگر یہ لوگ کسی دوسرے غزوہ میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو فرما دیجئے کہ بس! تمہاری ہمت و شجاعت کا بھانڈا پھوٹ چکا اور تمہارے دلوں کا حال پہلی مرتبہ کھل چکا، نہ تم کبھی ہمارے ساتھ نکل سکتے ہو اور نہ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں بہادری دکھا سکتے ہو، لہذا اب تم کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں عورتوں بچوں، اپاہج اور ناتواں بڈھوں کے ساتھ گھر میں گھسے بیٹھے رہو اور جس چیز کو پہلی دفعہ تم نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے مناسب ہے کہ اسی حالت پر مرو۔ تاکہ اچھی طرح عذاب الٰہی کا مزہ چکھو۔ ف۳ یعنی دعاء و استغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے۔ ف۴ یہ آیت عبداللہ بن اُبَیّ کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی، جیسا کہ چند آیات پہلے ہم مفصل بیان کر چکے ہیں اس آیت کے نزول کے بعد منافقین کا جنازہ پڑھنا قطعاً ممنوع ہو گیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ احتیاطاً ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھتے تھے جس کی نماز میں حضرت حذیفہ شریک نہ ہوں۔ کیونکہ ان کو آنحضرت صلعم نے بہت سے منافقین کا نام بنام علم کرا دیا تھا۔ اسی لئے اُن کا لقب "صاحب سر رسول اللہ صلعم" ہوا۔ ف۵ چار رکوع پہلے اسی مضمون کی آیت گذر چکی، اُس کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۶ یعنی قرآن کی کسی سورت میں جب تنبیہ کیجاتی ہے کہ پوری طرح خلوص و پختگی سے ایمان لاؤ، جس کا بڑا اثر یہ ظاہر ہونا چاہئے کہ پیغمبر علیہ السّلام کے ساتھ ہو کر خدا کے راستہ میں جہاد کریں۔ تو یہ منافقین جان چرانے لگتے ہیں اور ان میں کے استطاعت و مقدور والے بھی جھوٹے عذر تراش کر اجازت طلب کرنے آتے ہیں کہ حضرت! ہمیں تو یہیں مدینہ میں رہنے دیجئے۔ گویا کمال بے غیرتی اور نامردی ہے اس پر راضی ہیں کہ لڑائی یا خطرہ کا نام سنتے ہی خانہ نشین عورتوں کے ساتھ گھروں میں گھس کر بیٹھ رہیں۔ ہاں جس وقت جنگ وغیرہ کا خطرہ نہ رہے اور امن و اطمینان کا زمانہ ہو تو باتیں بنانے اور قینچی کی طرح زبان چلانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ (الاحزاب رکوع ۲) ف۷ یعنی کذب و نفاق، نکول عن الجہاد، اور تخلف عن الرسول صلعم کی شامت سے ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی کہ اب موٹے موٹے عیب بھی ان کو عیب نظر نہیں آتے اور انتہائی بے غیرتی و بزدلی پر بجائے شرمانے کے نازاں و فرحاں ہوتے ہیں۔

ف۱ منافقین کے بالمقابل مومنین مخلصین کا بیان فرمایا کہ دیکھو! یہ ہیں خدا کے وفادار بندے جو اُس کے راستہ میں نہ جان سے ہٹتے ہیں نہ مال سے کیسا ہی خطرہ کا موقع ہو، اسلام کی حمایت و پیغمبر اسلام کی معیت میں ہر قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں پھر ایسوں کے لئے فلاح و کامیابی نہ ہوگی تو اور کس کے لئے ہوگی۔ ف۲ یعنی جس طرح مدینہ کے رہنے والوں میں منافقین بھی ہیں، و مخلصین بھی۔ اسی طرح دیہاتی گنواروں میں ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے یہاں دو قسموں کا ذکر فرمایا مخلص دیہاتیوں کا ذکر اس رکوع کے خاتمہ پر "وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" الخ میں آئیگا۔ یہاں دیہاتیوں کی جن دو جماعتوں کا ذکر ہے (مُعَذِّرُوْن اور قاعدون) اُن میں سے پہلی جماعت (مُعَذِّرُوْن) کے مصداق میں مفسرین سلف کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مُراد جھوٹے بہانے بنانے والے منافق ہیں (جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے) یا سچے عذر کرنیوالے مسلمان جو واقعی جہاد کی شرکت سے معذور تھے اگر پہلی شق اختیار کیجائے تو آیت میں منافقین کی دو قسموں کا بیان ہوگا۔ مُعَذِّرُوْن تو وہ ہوئے جو باوجود نفاق کے محض رسم ظاہرداری نباہنے کے لئے جھوٹے حیلے بنا کر حضور سے اجازت طلب کرتے تھے۔ اور "قاعدون" سے وہ منافقین مُراد ہونگے جنہوں نے اول دعوئے ایمان میں جھوٹ بولا پھر ظاہرداری کی بھی پروا نہیں کی۔ جہاد کا نام سُن کر گھروں میں بیٹھ رہے، بالکل بے باک و بے حیا ہو کر عذر کرنے بھی نہ آئے اس تقدیر پر "سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ" دونوں جماعتوں کو شامل ہوگا۔ اور معنی یہ ہونگے کہ جو لوگ دونوں جماعتوں میں سے اپنے کفر پر اخیر تک قائم رہیں گے اُن کے لئے عذاب دردناک ہے جن کو توبہ کی توفیق ہو جائیگی وہ اس وعید کے نیچے داخل نہیں۔ اور اگر مُعَذِّرُوْن سے مُراد مومنین مخلصین لئے جائیں جو واقعی معذور تھے تو "قاعدون" سے مُراد منافقین ہونگے۔ اور "سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" کی وعید صرف اُن ہی کے حق میں ہوگی۔ پہلی جماعت کا ذکر گویا قبول عذر کے طور پر ہوگا۔ ف۳ جھوٹے عذر کرنیوالوں کے بعد سچے معذورین کا بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ عذر کبھی تو شخصی طور پر لازم ذات ہوتا ہے مثلاً بڑھاپے کی کمزوری جو عادةً کسی طرح آدمی سے جدا نہیں ہو سکتی اور کبھی عارضی ہوتا ہے۔ پھر "عارضی" یا بدنی ہے جیسے بیماری وغیرہ یا مالی، جیسے افلاس و فقدانِ اسباب سفر چونکہ غزوۂ تبوک میں مجاہدین کو بہت دور دراز مسافت طے کر کے پہنچنا تھا، اس لئے سواری نہ ہونے کا عذر بھی معتبر و مقبول سمجھا گیا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ ف۴ یعنی جو لوگ واقعی معذور ہیں، اگر اُن کے دل صاف ہوں اور خدا و رسول کے ساتھ ٹھیک ٹھیک معاملہ رکھیں (مثلاً خود نہ جا سکتے ہوں تو جانے والوں کی ہمتیں پست نہ کریں) بلکہ اپنے مقدور کے موافق نیکی کرنے اور اخلاص کا ثبوت دینے کے لئے مستعد رہیں، اُن پر جہاد کی عدم شرکت سے کچھ الزام نہیں۔ ایسے مخلصین سے اگر بمقتضائے بشریت کوئی کوتاہی ہو جائے تو حق تعالیٰ کی بخشش و مہربانی سے توقع ہے کہ وہ درگزر فرمائیگا۔ ف۵ سبحان اللہ۔ نبی کریم صلعم کی صحبت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں عشق الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا جس کی مثال کسی قوم و ملت کی تاریخ میں موجود نہیں۔ مستطیع اور مقدور والے صحابہ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ خدا کے راستہ میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں۔ جن کو مقدور نہیں وہ اس غم میں رو رو کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعت کیوں نہ ہوئی کہ اُس محبوب حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لئے اپنے کو پیش کر سکتے۔ حدیث صحیح میں آپ نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم مدینہ میں ایک ایسی قوم کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمہارے اجر میں شریک ہے۔ تم جو قدم خدا کے راستہ میں اُٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع کرتے ہو یا کسی پگڈنڈی پر چلتے ہو، وہ قوم برابر ہر موقع پر تمہارے ساتھ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں واقعی مجبوریوں نے تمہارے ہمراہ چلنے سے روکا۔ حسنؒ کے "مرسل" میں ہے کہ یہ مضمون بیان فرما کر آپ نے یہی آیت "وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ" الخ تلاوت فرمائی۔ ف۶ یعنی باوجود قدرت و استطاعت جہاد سے پہلوتہی کرتے ہیں اور نہایت بے حمیتی سے یہ عار گوارا کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھ جائیں۔ گناہ کی ممارست (پریکٹس) سے آدمی کا قلب الیا مسخ اور سیاہ ہو جاتا ہے کہ اُسے بھلے بُرے اور عیب و ہنر کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی جب بے غیرتی کرتے کرتے کوئی شخص اس قدر پاگل ہو جائے کہ نادم و متأسف ہونے کی جگہ اُس پر اُلٹا نازاں اور خوش ہو تو سمجھ لو کہ اُسکے دل پر خدائی مُہر لگ چکی ہے۔ العیاذ باللہ۔

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ

اور اُنہی کے لئے ہیں خوبیاں اور وہی ہیں مُراد کو پہنچنے والے ف۱ تیار کر رکھے ہیں اللہ نے اُن کے واسطے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

باغ کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں اُن میں یہی ہے بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ

کامیابی ف۲ اور آئے بہانے کرنے والے گنوار تاکہ اُن کو رخصت مل جائے اور

قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ

بیٹھ رہے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ سے اور اُس کے رسول سے اب پہنچے گا اُن کو جو کافر ہیں اُن میں

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى

عذاب دردناک ف۳ نہیں ہے ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر اور نہ اُن

الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا

لوگوں پر جن کے پاس نہیں خرچ کرنے کو کچھ گناہ جبکہ دل سے صاف ہوں اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ نہیں ہے

عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى

نیکی والوں پر الزام کی کوئی راہ ف۳ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۴ اور نہ اُن

الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا

لوگوں پر کہ جب تیرے پاس آئے تاکہ تو اُنکو سواری دے تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تم کو اُس پر سوار کر دوں تو اُلٹے پھرے

وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ ؕ

اور اُنکی آنکھوں سے بہتے تھے آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں ف۵

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ

راہ الزام کی تو اُن پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور وہ مالدار ہیں خوش ہوئے اس بات سے کہ

يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

رہ جائیں ساتھ پیچھے رہنے والیوں کے اور مہر کر دی اللہ نے اُن کے دلوں پر سو وہ نہیں جانتے ف۶

ع ۹ / ۱۷

ف یعنی جیسے تبوک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے، جب تم مدینہ واپس آؤ گے، اُس وقت بھی یہ لوگ اعذار باطلہ پیش کر کے تم کو مطمئن بنانا چاہیں گے اور قسمیں کھائیں گے کہ حضرت ہمارا قصد مصمم تھا کہ آپ کے ساتھ چلیں، مگر فلاں فلاں موانع وعوائق پیش آجانے کی وجہ سے مجبور رہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تمہارے سب اعذار لغو اور بے کار ہیں۔ ہم کو حق تعالیٰ تمہارے کذب ونفاق پر مطلع کر چکا۔ پھر کس طرح ہم تمہاری لغویات کو باور کر سکتے ہیں۔ اب پچھلے قصہ کو چھوڑو آیندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائیگا کہ اپنے دعوے کو کہاں تک نباہتے ہو۔ سب جھوٹ سچ ظاہر ہو کر رہیگا اور بہر حال اُس "عالم الغیب والشہادۃ" سے تو کوئی راز اور عمل یا نیت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اُسی کے یہاں سب کو جانا ہے، وہ جزاء دینے کے وقت تمہارا ہر چھوٹا بڑا، ظاہری وباطنی عمل کھول کر رکھدیگا اور اُسی کے موافق بدلہ دیا جائیگا۔ ف۲ تبوک سے واپسی کے بعد منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کرتے تھے، اُس کی غرض یہ تھی کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو اپنی قسموں اور ملمع سازیوں سے راضی ومطمئن کر دیں تاکہ بارگاہ رسالت سے اُن پر کوئی عتاب وملامت اور دار وگیر نہ ہو۔ سابق کی طرح یوں ہی معاملہ ابہام میں رہے مسلمان اُن سے کچھ تعرض نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے فرما دیا کہ بہتر ہے تم اُن سے تعرض مت کرو۔ لیکن یہ اغماض وتغافل (تعرض نہ کرنا) راضی ومطمئن ہونے کی بناء پر نہیں، بلکہ اُن کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ اِن کے پاک وصاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہٰذا اِس غلاظت کی پوٹ کو دور پھینک دینا اور اُس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے۔ خدا خود اِن کو ٹھکانے لگا دیگا۔ ف۳ بڑی کوشش یہ ہے کہ مکر وفریب اور کذب ودروغ سے مسلمانوں کو خوش کر لیں فرض کیجئے اگر چکنی چپڑی باتوں سے مخلوق راضی ہو جائے تو کیا نفع پہنچ سکتا ہے جبکہ خدا اِن سے راضی نہ ہو۔ خدا کے آگے تو کوئی چالاکی اور دغابازی نہیں چل سکتی۔ گویا متنبہ فرما دیا کہ جس قوم سے خدا راضی نہ ہو، کوئی مومن قانت کیسے راضی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جھوٹی باتوں سے پیغمبر اور اُن کے ساتھیوں کو خوش کر لینے کا خبط انہیں دماغوں سے نکال دینا چاہئے اگر اُن کے ساتھ تغافل واعراض کا معاملہ کیا گیا ہے تو اِس کی دلیل نہیں کہ مسلمان اُن سے خوش اور مطمئن ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس شخص کا حال معلوم ہو کر منافق ہے اُس کی طرف سے تغافل روا ہے لیکن دوستی اور محبت ویگانگت روا نہیں" ف۴ یہاں تک مدینہ کے منافقین اور مومنین مخلصین کے احوال بیان ہوئے تھے اب کچھ حال دیہاتی بدوؤں کا ذکر کرتے ہیں کہ اُن میں بھی کئی طرح کے آدمی ہیں۔ کفار، منافقین، اور مخلص مسلمان۔ چونکہ دیہاتی لوگ قدرتی طور پر عموماً تندخو اور سخت مزاج ہوتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے "مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَۃَ جَفَا") اور مجالس علم وحکمت سے دور رہنے کی وجہ سے تہذیب وشائستگی کا اثر اور علم وعرفان کی روشنی بہت کم قبول کرتے ہیں۔ اِس لئے اُن کا کفر ونفاق شہری کفار ومنافقین سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اُن کو ایسے مواقع دستیاب نہیں ہوتے کہ اہل علم وصلاح کی صحبت میں رہ کر دیانت وتہذیب کے وہ قانون اور قاعدے معلوم کریں جو خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام پر نازل کئے۔ علم ومعرفت ہی وہ چیز ہے جو انسان کے دل کو نرم کرتی اور مہذب بناتی ہے۔ جو لوگ اس قدر جہالت میں غرق ہیں۔ ضرور ہے کہ اُن کے دل سخت ہوں اور کفر ونفاق کے جس راستہ پر پڑ جائیں، بہائم اور درندوں کی طرح اندھا دھند بڑھے چلے جائیں۔ اعراب کی سنگدلی کا ذکر متعدد احادیث میں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی اعرابی نے حضور سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنے بچوں کا پیار لیتے ہیں خدا کی قسم میں نے کبھی اپنی اولاد کا پیار نہیں لیا حضور نے فرمایا کہ میں کیا کروں اگر خدا نے تیرے دل میں سے اپنی رحمت کو نکال لیا ہے۔ ف۵ یعنی اُس کا علم بنی آدم کے تمام طبقات پر محیط ہے، وہ اپنی حکمت سے ہر ایک طبقہ کے ساتھ اُس کی استعداد وقابلیت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اعراب کی طبیعت میں بے حکمی غرض پرستی، اور جہالت شدید ہوتی ہے، سو اللہ حکمت والا ہے اُن سے وہ مشکل کام بھی نہیں چاہتا اور درجے بلند بھی نہیں دیتا۔ ف۶ یعنی "اعراب منافقین" میں وہ لوگ بھی ہیں جنہیں اگر کسی وقت خدا کے راستہ میں کچھ خرچ کرنا پڑ جاتا ہے تو ایسی کراہیت سے خرچ کرتے ہیں جیسے کوئی جرمانہ اور تاوان ادا کرتا ہو۔ وہ ابھی تک اِس کے منتظر ہیں کہ مسلمان حوادث دہر سے کسی گردش اور آفت میں پھنس جائیں تو ہم خوب شادیانے بجائیں۔ یہ خبر نہیں کہ انہیں کی قسمت گردش میں آرہی ہے۔ اسلام تو غالب وفائق ہو کر رہے گا۔ اور یہ منافقین سخت ذلیل ورسوا ہونگے۔ خدا ہر ایک کی باتیں اور دعائیں سنتا ہے اور جانتا ہے کہ کون عزت وکامیابی کا اہل ہے اور کون لوگ ذلت ورسوائی کے مستحق ہیں۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا
بہانے لائیں گے تمہارے پاس جب تم پھر کر جاؤ گے اُن کی طرف تو کہہ بہانے مت بناؤ

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ
ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہاری بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال اور ابھی دیکھیگا اللہ تمہارے کام

وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ
اور اُس کا رسول پھر تم لوٹائے جاؤ گے طرف اُس جاننے والے چھپے اور کھلے کی سو وہ بتا ئیگا تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ
جو تم کر رہے تھے ف اب قسمیں کھائینگے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم پھر کر جاؤ گے اُن کی طرف

لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ز وَّمَاْوٰىهُمْ
تاکہ تم اُن سے درگذر کرو سو تم درگذر کرو اُن سے بیشک وہ لوگ پلید ہیں اور اُن کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا
دوزخ ہے بدلا اُن کے کاموں کا ف۲ وہ لوگ قسمیں کھائینگے تمہارے سامنے تاکہ تم اُن سے

عَنْهُمْ ج فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ
راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہو گئے اُن سے تو اللہ راضی نہیں ہوتا نافرمان

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا
لوگوں سے ف۳ گنوار بہت سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں اور اسی لایق ہیں کہ نہ

يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾
سیکھیں وہ قاعدے جو نازل کئے اللہ نے اپنے رسول پر ف۴ اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۵

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ
اور بعضے گنوار ایسے ہیں کہ شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو تاوان اور انتظار کرتے ہیں تم پر

الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَ
زمانہ کی گردشوں کا اُن ہی پر آئے گردش بُری اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف۶ اور

ف۱ یہاں قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم صلعم کی تعلیم کا حیرت انگیز کرشمہ دکھلایا ہے کہ ان ہی درشت مزاج، سنگدل، تند خو گنواروں میں جو کفر و نفاق اور جہل و طغیان کی وجہ سے اس لائق ہی نہ تھے کہ خدا کے بتلائے ہوئے ادب اور قاعدے سمجھ سکیں۔ نبی کریم صلعم کی تعلیم اور قرآن کریم کی آواز نے ایسے عارف اور مخلص افراد پیدا کر دیے جو مبدأ و معاد سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، خالص قرب الٰہی حاصل کرنے اور پیغمبر علیہ السلام کی دعائیں لینے کی غرض سے کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کو بشارت دی کہ بیشک وہ اپنی امیدوں میں حق بجانب ہیں۔ یقیناً ان کو وہ چیز ملکر رہیگی جس کی نیت کی ہے (یعنی قرب الٰہی) اور خدا ضرور ان کو اپنی رحمت میں جگہ دیگا۔ رہی پیغمبر علیہ السلام کی دعا، اُسے تو وہ اپنے کانوں سے سُنتے اور آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص صدقہ وغیرہ لے کر حاضر ہوتا ہے تو حضور اُس کو دعائیں دیتے ہیں۔ حضور کی اس دعا کا ثمرہ بھی وہی رحمت و قرب الٰہی ہے جس کا وعدہ پہلے ہو چکا۔ ف۲ "اعراب مومنین" کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ زعماء و اعیانِ مومنین کا کچھ ذکر کیا جائے۔ یعنی جن مہاجرین نے ہجرت میں سبقت و اوّلیت کا شرف حاصل کیا، اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی۔ غرض جن لوگوں نے قبول حق اور خدمت اسلام میں جس قدر آگے بڑھ بڑھ کر حصے لئے، پھر جو لوگ نکوکاری اور حسن نیت سے ان پیش روانِ

مِنَ الْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا

بعضے گنوار وہ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور شمار کرتے ہیں اپنے

يُنفِقُ قُرُبَاتٍ عِندَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ

خرچ کرنے کو نزدیک ہونا اللہ سے اور دعا لینی رسول کی سنتا ہے وہ ان کے حق میں

لَّهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٩﴾

نزدیکی ہے داخل کریگا ان کو اللہ اپنی رحمت میں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ

اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو

اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ

انکے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے

لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ

ہیں واسطے انکے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں انہی میں ہمیشہ

ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۖ

یہی ہے بڑی کامیابی ف۲ اور بعضے تمہارے گرد کے گنوار منافق ہیں

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۖ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ

اور بعضے لوگ مدینہ والے اڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا ہم کو

نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿١٠١﴾

وہ معلوم ہیں ف۳ ان کو ہم عذاب دینگے دو بار پھر وہ لوٹائے جائینگے بڑے عذاب کی طرف ف۴

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ

اور بعضے لوگ ہیں کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا

سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠٢﴾

بد قریب ہے کہ اللہ معاف کرے ان کو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۵

اسلام کی پیروی کرتے رہے، ان سب کو درجہ بدرجہ خدا کی خوشنودی اور حقیقی کامیابی حاصل ہو چکی۔ جیسے انہوں نے پوری خوش دلی اور انشراح قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے احکام تشریعی اور قضاء تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دیں اسی طرح خدا نے ان کو اپنی رضا و خوشنودی کا پروانہ دے کر غیر محدود انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ (تنبیہ) مفسرین سلف کے اقوال "السابقون الاولون" کی تعیین میں مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں (کعبہ و بیت المقدس) کی طرف نماز پڑھی۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان "سابقین اولین" ہیں۔ بعض حدیبیہ تک اسلام لانیوالوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والی نسلوں کے اعتبار سے "سابقین اولین" ہیں۔ ہمارے نزدیک ان اقوال میں چنداں تعارض نہیں "سبقت" و "اوّلیت" اضافی چیزیں ہیں۔ ایک ہی شخص یا جماعت کسی کے اعتبار سے سابق اور دوسرے کی نسبت سے لاحق بن سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے "فائدہ" میں اشارہ کیا جو شخص یا جماعت جس درجہ میں سابق و اوّل ہوگی اُسی قدر رضائے الٰہی اور حقیقی کامیابی سے حصہ پائے گی۔ کیونکہ سبقت و اوّلیت کی طرح رضاء و کامیابی کے بھی مدارج بہت سے ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۳ پہلے سے دیہاتی عربوں کا ذکر چلا آرہا تھا۔ درمیان میں اعراب مومنین کے تذکرہ کو مہاجرین و انصار کی طرف کلام منتقل ہو گیا۔ اب اس آیۃ میں خاص "مدینہ" اور اس کے آس پاس رہنے والوں کا بیان ہے یعنی بعض اہل مدینہ اور گرد و پیش کے رہنے والے نفاق کے خوگر ہو چکے اور اسی پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نفاق اس قدر عریق و عمیق ہے کہ ان کے قرب مکانی اور نبی کریم صلعم کی کمال فطانت و فراست کے باوجود آپ بھی بالتعیین اور قطعی طور پر محض علامات و قرائن سے ان کے نفاق پر مطلع نہیں ہو سکے ان کا ٹھیک ٹھیک تعین صرف خدا کے علم میں ہے۔ جس طرح عام منافقین کا پتہ چہرہ، لب و لہجہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا۔ (وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ) ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات ان کا پردہ فاش نہیں کرتیں۔ ف۴ بڑا عذاب دوزخ کا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (نساء رکوع) اُس سے قبل کم از کم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ ایک عذاب قبر دوسرا وہ عذاب جو اسی دنیوی زندگی میں پہنچکر رہیگا مثلاً ابن عباس کی ایک روایت کے موافق حضور نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا "اُخْرُجْ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ" یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ یہ رسوائی ایک قسم عذاب کی تھی۔ یا پہلے اسی سورت میں گذرا کہ ان کے اموال و اولاد کو حق تعالیٰ نے ان کے حق میں عذاب بنا دیا۔ (فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الخ) یا ان میں کے بعض بھوک وغیرہ آفات ارضی و سماوی میں مبتلا ہو کر ذلت کی موت مرے یا اسلام کی ترقی و عروج کو دیکھ کر غیظ کھانا اور دانت پیسنا، یہ بھی ان کے حق میں سوہان روح تھا۔ میرے نزدیک یہ سب قسم کے عذاب "مرّتین" کے احاطہ میں داخل ہیں۔ اور "دو" کا عدد یا تو مطلق تعدد کے لئے ہے جیسے "ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ" میں۔ اور یا "دوبار" سے مراد نوعی اثنینیت ہے یعنی "عذاب قبر" اور "عذاب قبل الموت" واللہ اعلم۔ ف۵ اہل مدینہ میں اگر ایک طرف یہ منافقین متمردین ہیں جو اپنی شرارتوں اور جرموں کو پردہ نفاق میں چھپاتے اور ان پر سختی سے اڑے رہتے ہیں تو دوسری جانب بعض وہ مسلمان ہیں جن سے بمقتضائے بشریت کوئی خطا و قصور سرزد ہو جائے تو نادم ہو کر بے تامل اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کی بھلائی اور برائی مخلوط (رلی ملی) ہے۔ برائی تو مثلاً یہی ... اور دوسرے اعمال صالحہ (نماز،

بقیہ فوائد صفحہ ۲۶۲۔ روزہ، زکوٰۃ، حج یا دوسرے غزوات کی شرکت وغیرہ) بجالانا، یہ سب اُنکی بھلائیوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ ایسے حضرات کو حق تعالیٰ نے معافی کی اُمید دلائی ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو لبابہ اور اُن کے چند ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی جو محض کسل اور تن آسانی کی وجہ سے "تبوک" میں حاضر نہ ہوئے۔ لیکن جب تبوک سے حضرت کی واپسی معلوم ہوئی تو غایت ندامت سے اِن سب نے اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک نبی کریم صلعم اپنے اِن مجرموں اور قیدیوں کو معاف کر کے اپنے ہاتھ سے نہ کھولیں گے اسی طرح بندھے کھڑے رہیں گے۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا۔ واللہ جب تک خدا ان کے کھولنے کا حکم نہ دے میں اِن کو نہیں کھول سکتا۔ آخر یہ آیات نازل ہوئیں۔ تب آپ نے کھولا اور قبول توبہ کی بشارت دی۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کھلنے کے بعد تکمیل توبہ کے طور پر کچھ مال لے کر حاضر ہوئے کہ خدا کی راہ میں تصدق کریں، اُس پر اگلی آیت نازل ہوئی۔ فوائد صفحہ ہٰذا ف۱ "صدقہ" کا ترجمہ مترجم محقق نے "زکوٰۃ" کیا ہے۔ لیکن اگر لفظ "صدقہ" کو عام رکھا جاتا جو زکوٰۃ و صدقات نافلہ سب کو شامل ہو تو بہتر تھا کیونکہ اکثر روایات کے موافق یہ آیت اُن ہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو بعد معافی تکمیل توبہ کے طور پر صدقے لے کر حاضر ہوئے تھے۔ جیسا کہ ابھی پچھلے فائدہ میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ہاں عموم الفاظ کو دیکھتے ہوئے حکم کو مورد نص پر مقصور رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اِسی لئے سلف رضی اللہ عنہم مسئلہ زکوٰۃ میں بھی اس آیت کو پیش کرتے رہے ہیں۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ

لے اُن کے مال میں سے زکوٰۃ ف۱ کہ پاک کرے تو اُنکو اور بابرکت کرے تو اُنکو اُسکی وجہ سے اور دعا دے اُن کو بیشک تیری دعا اُن کے لئے تسکین ہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۲ کیا وہ جان نہیں چکے کہ اللہ آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے زکوٰتیں اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے ف۳ اور کہہ کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے دیکھ لیگا اللہ تمہارے کام کو اور اُس کا رسول اور مسلمان اور تم جلد لوٹائے جاؤ گے اُسکے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے پھر وہ جتا دیگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۴ اور بعضے اور لوگ ہیں کہ اُنکا کام ڈھیل میں ہے حکم پر اللہ کے یا وہ اُن کو عذاب دے اور یا اُن کو معاف کرے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۵ اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اُس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور اُسکے رسول سے پہلے سے اور وہ قسمیں کھائینگے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ف۶ تو نہ کھڑا ہو اُس میں کبھی البتہ وہ مسجد جسکی بنیاد دھری گئی پرہیزگاری پر اول دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو

ف۲ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے یعنی اُس پر مواخذہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن ایک قسم کی روحانی کدورت وظلمت وغیرہ جو گناہ کا طبعی اثر ہے وہ ممکن ہے باقی رہ جاتی ہو جو بالخصوص صدقہ اور عموماً حسنات کی مباشرت سے زائل ہوتی ہے۔ بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ صدقہ گناہوں کے اثرات سے پاک صاف کرتا اور اموال کی برکت بڑھاتا ہے۔ (زکوٰۃ کے لغوی معنی نما یعنی بڑھنے کے ہیں) اور ایک بڑا فائدہ صدقہ کرنے میں یہ تھا کہ صدقہ کرنے والوں کو حضور دُعائیں دیتے تھے جن سے دینے والے کا دل بڑھتا اور سکون حاصل کرتا تھا۔ بلکہ آپ کی دعا کی برکت دینے والے کی اولاد در اولاد تک پہنچتی تھی اب بھی ائمہ کے نزدیک مشروع ہے کہ جو شخص صدقہ لائے امام مسلمین بحیثیت وارث نبی ہونے کے اُس کے لئے دعا کرے۔ البتہ جمہور کے نزدیک لفظ "صلوٰۃ" کا استعمال نہ کرے جو حضور کا مخصوص حق تھا۔ ف۳ یعنی توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ ہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت کے ساتھ توبہ کی یا صدقہ دیا۔ چنانچہ پہلے بعضوں پر عتاب ہو چکا کہ ہمیشہ کے لئے اُن کی زکوٰۃ یعنی موقوف ہوئی اور منافقین کے صدقات کو مردود ٹھہرایا گیا اور اُن کے حق میں دعا و استغفار کو بھی بے سود بتلایا۔ بلکہ جنازہ پڑھنے کی ممانعت کر دی۔ جن لوگوں کا یہاں ذکر ہے اُن کی توبہ قبول کی اور صدقات قبول کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ حضور اُن کے حق میں (حیاً و میتاً) دعا کریں۔ ف۴ یعنی توبہ وغیرہ سے گذشتہ تقصیرات معاف ہو گئیں لیکن آگے دیکھا جائیگا کہ تم کہاں تک صدق و استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو۔ اس جہاد میں قصور ہوا تو آئندہ اور جہاد ہونگے۔ پیغمبر علیہ السلام کے یا خلفاء کے روبرو اُن میں امتحان ہوگا کہ کیسا عمل کرتے ہو پھر خدا کے یہاں جا کر ہر عمل کا پورا بدلہ مل جائیگا۔ کیونکہ وہ ہی تمام کھلی چھپی چیزوں اور ظاہری عمل اور باطنی نیتوں پر مطلع ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اُس کی واقعی حالت کے موافق معاملہ کریگا (آیت کی یہ تقریر حضرت شاہ صاحبؒ کے مذاق پر کی گئی ہے کیونکہ اوفق بالسیاق ہے واللہ اعلم) ف۵ اہل مدینہ میں سے یہاں ایک اور چھوٹی سی جماعت کا ذکر فرمایا ہے اصل یہ ہے کہ متخلفین عن تبوک (یعنی تبوک میں جو شریک ہونے والے) تین قسم کے تھے۔ ایک منافقین، جو از راہ شک و نفاق علیحدہ رہے۔ دوسرے بعض مومنین جو محض سستی اور تن آسانی کی بدولت شریک جہاد نہ ہوئے۔ پھر ان میں دو قسمیں تھیں۔ اکثر وہ تھے جنہوں نے واپسی کی اطلاع پا کر اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا۔ اُن کا ذکر پچھلی آیات میں گذر چکا۔ صرف تین شخصوں کی جماعت وہ بھی جنہوں نے نہ اپنے کو ستونوں سے بندھوایا نہ کوئی عذر تراشا۔ بس جو واقعہ تھا اور جو قصور ہوا تھا صاف صاف بلا کم وکاست آنحضرت صلعم کے سامنے عرض کر دیا۔ اُن کے بارہ میں یہ آیت وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ الخ نازل ہوئی یعنی ان کا معاملہ ابھی ڈھیل میں ہے چند روز خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ خواہ ان کو سزا دے یا معاف کرے۔ جو اُس کے علم و حکمت کا اقتضاء ہوگا کیا جائیگا۔ نبی کریم صلعم نے تا نزول حکم الٰہی ادب دینے کے لئے مسلمانوں کے تعلقات اِن تینوں سے منقطع کر دیئے۔ پچاس دن تک یہ ہی معاملہ رہا۔ پھر معافی ہوئی۔ ان واقعات کی اور تینوں کے ناموں کی تفصیل اگلے رکوع کے خاتمہ پر بیان ہوگی۔ ف۶ پہلے اُن لوگوں کا ذکر تھا جن سے بظاہر ایک بُرا کام ہو گیا (تخلف عن الجہاد) مگر صحت اعتقاد اور اعتراف خطا کی بدولت معافی مل گئی۔ یہاں ایسی جماعت کا بیان ہے جنہوں نے بظاہر اچھا کام کیا (تعمیر مسجد) لیکن بد اعتقادی کی وجہ سے وبال بن گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلعم مکہ سے ہجرت کر کے آئے تو اوّل مدینہ سے باہر بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں فروکش ہوئے۔ پھر چند روز بعد شہر (مدینہ) میں تشریف لے گئے۔ اور مسجد نبوی تعمیر کی۔ اُس محلہ میں جہاں آپ بیشتر نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد تیار کر لی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت اکثر ہفتہ کے روز وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے اور بڑی فضیلت اُس کی بیان فرماتے تھے۔ (بقیہ بر صفحہ ۲۶۴)

فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾
اُس میں اُس میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو ف

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ
بھلا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ سے ڈرنے پر اور اُس کی رضامندی پر وہ بہتر یا جس نے

اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ
بنیاد رکھی اپنی عمارت کی کنارہ پر ایک کھائی کے جو گرنے کو ہے پھر اسکو لیکر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ میں ف٢

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ
اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف٣ ہمیشہ رہیگا اُس عمارت سے جو اُنہوں

بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
نے بنائی تھی شبہ اُنکے دلوں میں مگر جب ٹکڑے ہو جائیں اُن کے دل کے اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ
حکمت والا ہے ف٤ اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور اُن کا مال

بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ
اس قیمت پر کہ اُنکے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى
وعدہ ہو چکا اسکے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول

بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ
کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اُس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اُس سے

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ
اور یہی ہے بڑی کامیابی ف٥ وہ توبہ کرنیوالے ہیں بندگی کرنیوالے شکر کرنیوالے

السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
بے تعلق رہنے والے ف٦ رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے حکم کرنیوالے نیک بات کا

بقیہ فوائد صفحہ ٢٦٣۔ بعض منافقین نے چاہا کہ ہیوئی کی ضد پر اُسی کے قریب ایک اور مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں۔ اپنی جماعت جُدا ٹھرائیں اور بعض سادہ دل مسلمانوں کو مسجد قبا سے ہٹا کر اِدھر لے آئیں۔ فی الحقیقت اس ناپاک تجویز کا محرک اصلی ایک شخص ابو عامر راہب خزرجی تھا ہجرت سے پہلے اس شخص نے نصرانی بن کر راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ مدینہ اور آس پاس کے لوگ خصوصاً قبیلہ خزرج اس کے زہد و درویشی کے معتقد تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے۔ حضور کے قدوم میمنت لزوم سے جب مدینہ میں ایمان و عرفان کا آفتاب چمکا تو اس طرح کے درویشوں کا بھرم کھلنے لگا۔ بھلا نور آفتاب کے سامنے چراغ مُردہ کو کون پوچھتا۔ ابو عامر یہ دیکھ کر چراغ پا ہو گیا حضور نے اسکو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ میں ملت ابراہیمی لے کر آیا ہوں کہنے لگا کہ میں پہلے سے اسی پر قایم ہوں لیکن تم نے اپنی طرف سے ملت ابراہیمی میں اُس کے خلاف چیزیں داخل کر دی ہیں حضور نے بہت زور سے اس کی تردید فرمائی۔ آخر اسکی زبان سے نکلا کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو خدا اُس کو وطن سے دور یکہ و تنہا غربت و بیکسی کی موت مارے۔ آپ نے فرمایا "آمین" خدا ایسا ہی کرے۔ جنگ بدر کے بعد جب اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اور مسلمانوں کا عروج و فروغ حاسدوں کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا۔ ابو عامر کو تاب نہ رہی۔ بھاگ کر مکہ پہنچا۔ تاکفار مکہ کو حضور کے مقابلہ میں چڑھا کر لائے۔ چنانچہ معرکہ اُحد میں قریش کے ساتھ خود آیا۔ مُبارزہ شروع ہونے سے پہلے آگے بڑھ کر انصار مدینہ کو جو عہد جاہلیت میں اُسکے بڑے معتقد تھے خطاب کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ احمق یہ نہ سمجھا کہ پیغمبرانہ تصرف کے سامنے اب وہ پُرانا جادو کہاں چل سکتا ہے۔ آخر انصار نے جو اُسے پہلے راہب کہہ کر پکارتے تھے جواب دیا کہ او فاسق دشمن خدا! تیری آنکھ خدا کبھی ٹھنڈی نہ کرے۔ کیا رسول خدا کے مقابلہ میں ہم تیرا ساتھ دینگے؟ انصار کا مایوس کن جواب سُن کر کچھ حواس درست ہوئے اور غیظ میں آ کر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلعم) آئندہ جو قوم بھی تیرے مقابلہ کے لئے اُٹھیگی میں برابر اُس کے ساتھ رہونگا۔ چنانچہ جنگ حنین تک ہر معرکہ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑتا رہا۔ اُحد میں اسی کی شرارت سے حضور کو چشم زخم پہنچا۔ دونوں صفوں کے درمیان اُس نے پوشیدہ طور پر کچھ گڑھے کھدوا دئے تھے وہیں چہرۂ مُبارک کے زخمی ہونے اور دندان مُبارک شہید ہونے کا واقعہ پیش آیا۔ حنین کے بعد جب ابو عامر نے محسوس کر لیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو بھاگ کر ملک شام پہنچا۔ اور منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکر جرار محمد (صلعم) کے مقابلہ میں لانیوالا ہوں جو چشم زدن میں اُن کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیگا اور مسلمانوں کو بالکل پامال کر کے چھوڑیگا (العیاذ باللہ) تم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بنا لو۔ جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہو سکیں۔ اور قاصد تم کو وہیں میرے خطوط وغیرہ پہنچا دیا کریں اور میں بذات خود آؤں تو ایک موزوں جگہ ٹھہرنے اور ملنے کی ہو۔ یہ خبیث مقاصد تھے جن کے لئے مسجد ضرار تعمیر ہوئی اور حضور کے روبرو بہانہ یہ کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم ہماری نیت بُری نہیں بلکہ بارش اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں ناتوانوں اور ارباب حوائج کو مسجد قبا تک جانا دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے یہ مسجد بنائی گئی ہے تا نمازیوں کو سہولت ہو اور مسجد قبا میں تنگی مکان کی شکایت نہ رہے۔ حضور ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھ لیں تو ہمارے لئے موجب برکت و سعادت ہو۔ یہ اس لئے کہ حضور کا طرز عمل دیکھ کر بعض سادہ دل مسلمان حسن ظن کی بنا پر اُن کے جال میں پھنس جائیں۔ آپ اُس وقت تبوک جانے کے لئے پا برکاب تھے۔ فرمایا کہ اللہ نے چاہا تو واپسی پر ایسا ہو سکیگا۔ جب حضور تبوک سے واپس ہو کر بالکل مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے تب جبرئیل یہ آیات لیکر آئے جن میں منافقین کی ناپاک اغراض پر مطلع کر کے مسجد ضرار کا پول کھول دیا گیا۔ آپ نے مالک بن دخشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ اس مکان کو (جس کا نام از راہ خداع و فریب مسجد رکھا تھا) گرا کر پیوند زمین بنا دو۔ اُنہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس طرح منافقین اور ابو عامر فاسق کے سب ارمان دل کے دل میں رہ گئے اور ابو عامر اپنی دُعا اور حضور کی آمین کے موافق قنسرین (ملک شام) میں تنہا سخت بے کسی کی موت مرا۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ آیت میں "مَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" سے یہی ابو عامر فاسق مُراد ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف١ یعنی اس مسجد میں جس کی بنیاد محض ضد، کفر و نفاق، عداوت اسلام اور مخالفت خدا و رسول پر رکھی گئی۔ آپ کبھی نماز کے لئے کھڑے نہ ہوں۔ آپکی نماز کے لائق وہ مسجد ہے جسکی بنیاد اول دن سے تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہوئی (خواہ مسجد نبوی ہو یا مسجد قبا) اُسکے نمازی گناہوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن پاک و صاف رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی لئے خدائے پاک اُن کو محبوب رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے اہل قبا سے دریافت کیا کہ تم طہارت و پاکیزگی کا کیا خاص اہتمام کرتے ہو۔ جو حق تعالٰی نے تمہاری تطہیر کی مدح فرمائی۔ اُنہوں نے کہا کہ ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں یعنی عام طہارت ظاہری و باطنی کے علاوہ وہ لوگ اس چیز کا معتاد سے زاید اہتمام رکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت میں مسجد قبا کا ذکر ہے لیکن بعض روایات صریح ہیں کہ "مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى" سے مسجد نبوی مُراد ہے۔ علماء نے اس پر بہت کچھ کلام کیا ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کے متعلق اپنا اقتصار خیال ظاہر کر کے روایات میں تطبیق دی ہے۔ یہاں اُس کے بیان کا موقع نہیں۔ ف٢ یعنی جس کام کی بنیاد تقویٰ، یقین و اخلاص اور خدا کی رضا جوئی پر ہو، وہ نہایت مستحکم

بقیہ فوائد صفحہ ۲۶۴ - اور پائدار ہوتا ہے۔ برخلاف اِسکے جس کام کی بنا شک و نفاق اور مکر و خداع پر ہو، وہ اپنی ناپائداری، بودے پن اور انجام بد کے لحاظ سے ایسا ہے جیسے کوئی عمارت ایک کھائی کے کنارہ پر کھڑی کیجائے کہ ذرا زمین سرکی یا پانی کی تھپیڑ کنارہ کو لگی، ساری عمارت دھڑام سے نیچے آرہی اور آخر کار دوزخ کے گڑھے میں جا پہنچی۔ **ف۳** یعنی بظاہر کوئی نیک عمل بھی کریں (جیسے مسجد بنانا) ظلم و ناانصافی کی شامت سے بن نہیں پڑتا۔ **ف۴** "ریبہ" کا ترجمہ کیا ہے شبہ۔ جس سے مراد نفاق ہے یعنی اس عمل بد کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ اُن کے دلوں میں (جب تک موت اُنہیں پارہ پارہ نہ کر ڈالے) نفاق قائم رہیگا جیسے اسی سورۃ میں پہلے گذر چکا۔ "فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ"۔ بعض مترجمین نے "ریبہ" کے معنی کئے ہیں "کھٹکنا" یعنی جو عمارت اُنہوں نے ناپاک مقاصد کے لئے بنائی تھی، مگر حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مطلع کر کے اُن کے تمام پلید مقاصد کا خاتمہ کر دیا، اس کا خیال ہمیشہ اُن کے دلوں میں کانٹا سا کھٹکتا رہیگا۔ و الراجح عند السلف ہو الاول کما حکی ابن کثیرؒ **ف۵** اس سے زیادہ سودمند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنا۔ ہماری جان و مال جو فی الحقیقت اُسی کی مملوک و مخلوق ہے محض ادنیٰ ملابست سے ہماری طرف نسبت کر کے "مبیع" قرار دیا جو عقد بیع میں مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اُس کا "ثمن" تلایا جو مبیع تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ حدیث میں نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ "جنت" میں وہ نعمتیں ہونگی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر اُن کی کیفیات کا خطور ہوا۔ اب خیال کرو کہ جان و مال جو برائے نام ہمارے کہلاتے ہیں، اُنہیں جنت کا ثمن نہیں بنایا، نہ یہ کہا کہ حق تعالیٰ "بائع" اور ہم مشتری ہوتے تلطف و نوازش کی حد ہوگئی کہ اس ذرا سی چیز کے (حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت اُسی کی ہے) معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا، جیسا کہ "بالجنۃ" کی جگہ "بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ ~~نیم جاں بستاند و صد جاں دہد: انچہ در وہمت نیاید آں دہد~~۔ پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لئے گئے، تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لئے جائیں صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستہ میں پیش کرنے کے لئے تیار رہیں۔ دینے میں بخل نہ کریں خواہ وہ لیں یا نہ لیں۔ اسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لئے فرمایا "یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ" یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے۔ بعدہٗ ماریں یا مارے جائیں۔ دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہوگیا اور یقینی طور پر ثمن کے مستحق ٹھہر گئے۔ ممکن ہے کسی کو وسوسہ گذرتا کہ معاملہ تو بیشک بہت سودمند اور فائدہ بخش ہے لیکن ثمن نقد نہیں ملتا۔ اُس کا جواب دیا "وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ" یعنی زر ثمن کے مارے جانے کا کوئی خطرہ نہیں خدا تعالیٰ نے بہت تاکید و اہتمام سے پختہ دستاویز لکھدی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خدا سے بڑھ کر صادق القول، راستباز اور وعدہ کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا اُس کا اُدھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجہ پختہ اور بہتر ہوگا۔ پھر مومنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کا اس سے بہتر کونسا موقع ہوگا، کہ خود رب العزت اُن کا خریدار بنے، اور اس شان سے بیع فرمایا۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہ یہ وہ بیع ہے جس کے بعد اقالت کی کوئی صورت ہم باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم ناتوانوں کو ان مومنین کے زمرہ میں محشور فرمائے۔ آمین۔ **ف۶** بعض نے "سائحون" سے مُراد روزہ دار لئے ہیں۔ کیونکہ روزہ دار کھانے پینے وغیرہ لذائذ و مرغوبات سے بے تعلق ہو کر رُوحانی مدارج اور ملکوتی مقامات کی سیر کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس لفظ کا مصداق مہاجرین ہیں۔ جو گھر بار سے بے تعلق ہو کر "دارالاسلام" میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ بعض نے "مجاہدین" کا ارادہ کیا ہے کہ مجاہد اپنی جان تک سے بے تعلق ہو کر خدا کے راستہ میں قربان ہونے کے لئے نکلتا ہے۔ بعض کی رائے میں یہ لفظ طلبۂ علوم کے لئے ہے۔ جو وطن، کنبہ، راحت و آسائش وغیرہ سب کو خیرباد کہہ کر طلب علم کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ بہرحال مترجم محقق نے جو ترجمہ کیا، اُس میں ان سب اقوال کی گنجائش ہے۔ مگر اکثر سلف کے نزدیک پہلی تفسیر مختار ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ شاید بے تعلق رہنے سے مراد یہ ہو کہ دنیا میں دل نہ لگائے۔

وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ

اور منع کرنیوالے بُری بات سے ف۱ اور حفاظت کرنیوالے اُن حدود کے جو باندھی اللہ نے اور خوشخبری سُنا دے

الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا

ایمان والوں کو ف۲ لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں

لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ

مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے جبکہ کُھل چکا اُن پر کہ وہ ہیں

اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ

دوزخ والے ف۳ اور بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا مگر

مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ

وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اُس سے پھر جب کُھل گیا ابراہیم پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو اُس سے بیزار ہو گیا

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ

بیشک ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل کرنیوالا ف۴ اور اللہ ایسا نہیں کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جبکہ

اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰی یُبَیِّنَ لَهُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ

اُن کو راہ پر لاچکا جب تک کھول نہ دے اُن پر جس سے اُن کو بچنا چاہئے بیشک اللہ ہر چیز سے

عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَ

واقف ہے ف۵ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ

تمہارا کوئی نہیں اللہ کے سوا حمایتی اور نہ مددگار ف۶ اللہ مہربان ہوا

عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ

نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی

الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ

گھڑی میں ف۷ بعد اسکے کہ قریب تھا کہ دل پھر جائیں بعضوں کے اُن میں سے پھر مہربان ہوا

فوائد صفحہ ہٰذا **ف۱** یعنی خود درست ہونے کے ساتھ دوسروں کو بھی درست کرتے ہیں۔ گویا اُن کا کام ہے عبادت حق، اور خیر خواہی خلق۔ **ف۲** یعنی نیکی بدی کی جو حدود حق تعالیٰ نے معین فرما دی ہیں، اُن سے تجاوز نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ بے حکم شرع کوئی قدم نہ اُٹھائے۔ یہ سب صفات اُن مومنین کی ہوئیں جو جان و مال سے خدا کے ہاتھ پر بک چکے ہیں۔ **ف۳** مومنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ بیع ہو چکے تو ضروری ہے کہ تنہا اُسی کے ہو کر رہیں۔ اعداء اللہ سے جن کا دشمن خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو، محبت و مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں۔ خواہ یہ دشمنان خدا اُن کے ماں باپ، چچا، تایا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں۔ جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ اُن کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ پس جس شخص کی بابت پتہ چل جائے کہ بالیقین دوزخی ہے۔ خواہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے یا اس طرح کہ علانیہ کفر و شرک پر اُس کو موت آچکی ہو، اُس کے حق میں استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلعم کی والدۂ حضرت آمنہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ آپ کے چچا ابو طالب کے حق میں اُتری۔ اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین (بقیہ برصفحہ ۲۶۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۲۶۵ :۔ کے لئے جو مرچکے تھے استغفار کریں۔ اس آیت میں اُنکو منع کیا گیا بہرحال شان نزول کچھ ہو حکم یہ ہے کہ کفار و مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر و شرک پر معلوم ہو جائے، استغفار جائز نہیں (تنبیہ) حضور کے والدین کے بارہ میں علمائے اسلام کے اقوال بہت مختلف ہیں۔ بعض نے اُن کو مومن و ناجی ثابت کرنے کے لئے مستقل رسائل لکھے ہیں۔ اور شراح حدیث نے محدثانہ و متکلمانہ بحثیں کی ہیں۔ احتیاط و سلامت روی کا طریقہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ زبان بند رکھی جائے۔ اور ایسے نازک مباحث میں خوض کرنے سے احتراز کیا جائے۔ حقیقت حال کو خدا ہی جانتا ہے اور وہ ہی تمام مسائل کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنیوالا ہے۔ ف۴ سورہ مریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے باپ نے قبول حق سے اعراض کیا اور ضد و عناد سے حضرت ابراہیم کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا۔ تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا۔ "سَلٰمٌ عَلَیْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا" یعنی میں خدا سے تیرے لئے استغفار کرونگا اس وعدہ کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے چنانچہ دوسری جگہ "وَاغْفِرْ لِاَبِیْ" فرمانے کی تصریح ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ابراہیم علیہ السّلام ایک مشرک کی حالت شرک پر قائم رہتے ہوئے مغفرت چاہتے تھے۔ نہیں غرض یہ تھی کہ اس کو توفیق دے کہ حالت شرک سے نکل کر آغوشِ اسلام میں آجائے اور قبول اسلام اُس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا سبب بنے

عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۷ۙ وَّعَلَي الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ

ان پر بیشک وہ اُن پر مہربان ہے رحم کرنیوالا ف۱ اور اُن تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا ف۲

حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ

یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی اُن پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور تنگ ہوگئیں اُن پر

اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ

اُن کی جانیں اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اُسی کی طرف پھر مہربان ہوا اُن پر

لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۱۱۸ۧ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

تاکہ وہ پھر آئیں بیشک اللہ ہی ہے مہربان رحم والا ف۳ اے ایمان والو ڈرتے رہو

اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۱۹ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ

اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے ف۴ نہ چاہیئے مدینہ والوں کو اور اُنکے

حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا

گرد کے گنواروں کو کہ پیچھے رہجائیں رسول اللہ کے ساتھ سے اور نہ یہ کہ اپنی

بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ لَا يُصِيْبُھُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ

جان کو چاہیں زیادہ رسول کی جان سے ف۵ یہ اس واسطے کہ جہاد کرنیوالے نہیں پہنچتی اُنکو پیاس اور نہ محنت

وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَــــــُٔـوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ

اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر

وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَھُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ

اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے اُنکے واسطے اُسکے بدلے نیک عمل بیشک

اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲۰ۙ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّ

اللہ نہیں ضائع کرتا حق نیکی کرنیوالوں کا ف۶ اور نہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور

لَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَھُمْ لِيَجْزِيَھُمُ اللّٰهُ

نہ بڑا اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھ لیا جاتا ہے اُنکے واسطے تاکہ بدلا دے اُن کو اللہ

"اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ" ابراہیم علیہ السّلام کے استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں اُس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیمؑ نے وعدہ کی بناء پر صرف اُس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اُسے کفر و شرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے۔ کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کرکے مسلمان ہو جائے اور بخشا جائے۔ پھر جب کفر و شرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا، تو ابراہیم علیہ السّلام اُس سے بالکلیہ بیزار ہوگئے۔ اور دعا، و استغفار وغیرہ ترک کر دیا پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے۔ جب توبہ و رجوع کے احتمالات منقطع ہوگئے، تو آپ نے اُسکی خیرخواہی سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں ابراہیم علیہ السّلام عرض کرینگے کہ خداوندا! تیرا وعدہ ہے کہ مجھے رسوا نہ کریگا۔ مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے۔ اُسی وقت اُنکے باپ کی صورت مسخ ہو کر ضبع (کفتار) کی سی ہو جائیگی اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈالدیں گے۔ شاید یہ اس لئے ہو کہ لوگ اُسے پہچان نہ سکیں۔ کیونکہ رسوائی کا دارومدار شناخت پر ہے۔ جب شناخت نہ ہوگی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی۔ پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں۔ ف۵ یعنی اتمام حجت اور اظہار حق سے پہلے خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ گمراہی یہ ہے کہ جب خدا اپنے احکام صاف کھول کر بیان کر چکا، پھر امتثال نہ کیا جائے۔ گویا اشارہ کر دیا کہ جو لوگ ممانعت سے قبل مشرکین کے لئے استغفار کر چکے ہیں اُن پر مواخذہ نہیں۔ لیکن اب اطلاع پانے کے بعد ایسا کرنا گمراہی ہے۔ ف۶ جب اُسکی سلطنت ہے تو اُسی کا حکم چلنا چاہیئے۔ وہ علم محیط اور قدرت کاملہ ہے جو احکام نافذ کرے۔ بندوں کا کام ہے کہ بے خوف و خطر تعمیل کریں۔ کسی کی رو رعایت کو دخل نہ دیں۔ کیونکہ خدا کے سوا کوئی کام آنے والا نہیں ف۷ مشکل کی گھڑی سے مُراد "غزوۂ تبوک" کا زمانہ ہے جس میں کئی طرح کی مشکلات جمع تھیں۔ سخت گرمی۔ طویل مسافت کھجور کا موسم۔ اُس زمانہ کی عظیم الشان سلطنت کے مقابلہ پر فوج کشی، پھر ظاہری بے سرو سامانی ایسی کہ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں پر تقسیم ہوتی تھی۔ اخیر میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ بہت سے مجاہدین ایک ہی کھجور کو یکے بعد دیگرے چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ پھر پانی کے فقدان سے اُونٹوں کی آلائش نچوڑ کر پینے کی نوبت آگئی۔ سواری کا اتنا قحط تھا کہ دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر اُترتے چڑھتے چلے جا رہے تھے۔ یہی وہ جذبۂ ایثار و فداکاری تھا جس نے مٹھی بھر جماعت کو تمام دنیا کی قوموں پر غالب کر دیا۔ فللہ الحمد والمنہ

فوائد صفحہ ہذا ف۱ خدا کی مہربانیاں پیغمبر علیہ السّلام پر بیشمار ہیں۔ اور آپ کی برکت سے مہاجرین و انصار پر بھی حق تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ اُن کو ایمان و عرفان سے مشرف فرمایا۔ اتباع نبوی، جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کے سرانجام دینے کی ہمت و توفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مؤمنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے اور قریب تھا کہ رفاقت نبوی سے پیچھے ہٹ جائیں۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ مہربانی اور دستگیری فرمائی کہ اُن کو اس قسم کے خطرات و وساوس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مومنین کی ہمتوں کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔ ف۲ یہ تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن اُمیّہ اور مُرارہ بن الربیع ہیں۔ جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انگاری کی بناء پر بدون عذر شرعی کے تبوک کی شرکت سے محروم رہے۔ جب حضور واپس تشریف لائے تو نہ اُنہوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر پیش کئے اور نہ بعض صحابہ کی طرح اپنے کو ستونوں سے باندھا۔ جو واقعہ تھا صاف صاف عرض کر دیا اور اپنی کوتاہی اور تقصیر کا علانیہ اعتراف کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین کی طرف

بقیہ فوائد صفحہ ۲۶۶

سے بظاہر اغماض کرکے اُن کے بواطن کو خدا کے سپرد کیا گیا۔ "اصحاب سواری" کی (یعنی جو مسجد کے ستونوں سے بندھے ہوئے تھے) توبہ قبول کرلی گئی۔ اور ان تینوں کا فیصلہ تادیبًا کچھ مدت کے لئے ملتوی رکھا گیا۔ پچاس دن گذرنے کے بعد اُن کی توبہ قبول ہوئی۔ پیچھے رکھے جانے کا یہی مطلب ہے جیسا کہ بخاری میں خود کعب بن مالک سے نقل کیا ہے۔ ف۳ ان تین میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ نہایت شرح و بسط سے عجیب موثر طرز میں بیان فرمایا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ملاحظہ کیا جائے۔ یہاں اُس کے بعض اجزاء نقل کئے جاتے ہیں کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت اور دشوار گذار تھی، حضور نے صحابہ کو عام حکم تیاری کا دیا۔ لوگ مقدور و استطاعت کے موافق سامان سفر درست کرنے میں مشغول تھے۔ مگر میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا فورًا تیار ہو کر ساتھ چلا جاؤنگا۔ کیونکہ بفضل ایزدی اُس وقت ہر طرح کا سامان مجھ کو میسر تھا۔ ایک چھوڑ دو سواریاں میرے پاس موجود تھیں۔ میں اسی غفلت کے نشہ میں رہا۔ اُدھر نبی کریم صلعم نے تیس ہزار مجاہدین اسلام کو کوچ کا حکم دیدیا۔ مجھے اب بھی یہ خیال تھا کہ حضور روانہ ہوگئے تو کیا ہے۔ اگلی منزل پر آپ سے جا ملونگا۔ آج چلوں کل چلوں۔ اسی امروز و فردا میں وقت نکل گیا۔ حضور نے تبوک پہنچ کر فرمایا "مَا فَعَلَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ" (کعب بن مالک کو کیا ہوا) بنی سلمہ کا ایک شخص بولا کہ یا رسول اللہ! اُسکی عیش پسندی اور اعجاب و غرور نے نکلنے کی اجازت نہ دی۔ معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے بُری بات کہی۔ خدا کی قسم ہم نے اُس میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حضور یہ گفتگو سُن کر خاموش رہے۔ کعب کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف بری کے بعد بہت زیادہ وحشت اس سے ہوتی تھی کہ سارے مدینہ میں پکے منافق یا معذور مسلمان کے سوا مجھ کو کوئی مرد نظر نہ پڑتا تھا۔ بہرحال اب دل میں طرح طرح کے جھوٹے منصوبے گانٹھنے شروع کئے کہ آپ کی واپسی پر فلاں عذر کرکے جان بچالونگا۔ مگر جس وقت معلوم ہوا کہ حضور خیر و عافیت سے واپس تشریف لے آئے۔ دل سے سارے جھوٹ فریب محو ہوگئے اور طے کرلیا کہ سچ کے سوا کوئی چیز اُس بارگاہ میں نجات دلانے والی نہیں۔ حضور مسجد میں رونق افروز تھے، اصحاب کا مجمع تھا۔ منافقین جھوٹے حیلے بہانے بنا کر ظاہری گرفت سے چھوٹ رہے تھے کہ میں حضور کے سامنے آیا۔ میرے سلام کرنے پر آپ نے غضب آمیز تبسم فرمایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اس وقت میں دنیا والوں میں سے کسی دوسرے کے سامنے ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کس طرح زبان زوری اور چرب لسانی سے جھوٹے حیلے حوالے کرکے اپنے کو صاف بچالیتا۔ مگر یہاں تو معاملہ ایک ایسی ذات مقدس سے ہے جسے جھوٹ بول کر اگر میں راضی بھی کرلوں تو تھوڑی دیر کے بعد خدا اُس کو سچی بات پر مطلع کرکے مجھ سے ناراض کردیگا۔ برخلاف اس کے سچ بولنے میں گو تھوڑی دیر کے لئے آپ کی خفگی برداشت کرنی پڑیگی۔ لیکن اُمید کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے اُس کا انجام بہتر ہوگا۔ اور آخر کار سچ بولنا ہی مجھے خدا و رسول کے غصہ سے نجات دلائیگا۔ یا رسول اللہ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عذر نہیں۔ جس وقت حضور کی ہمرکابی کے شرف سے محروم ہوا اُس وقت سے زیادہ فراخی اور مقدرت کبھی مجھ کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ میں مجرم ہوں۔ آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ چاہیں میرے حق میں دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا جاؤ اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرو۔ میں اُٹھا اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ (ہلال بن اُمیہ اور مُرارہ بن الربیع) یہ دو شخص بھی میرے ہی جیسے ہیں۔ ہم تینوں کے متعلق آپ نے حکم دیدیا کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے۔ سب علیحدہ رہیں۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا نہ سلام کا جواب دیتا تھا۔ وہ دونوں تو خانہ نشین ہوگئے۔ شب و روز گھر میں وقف گریہ و بکا رہتے تھے۔ میں ذرا سخت اور قوی تھا۔ مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتا، حضور کو سلام کرکے دیکھتا تھا کہ جواب میں لب مبارک کو حرکت ہوئی یا نہیں۔ جب میں حضور کی طرف دیکھتا، آپ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے۔ مخصوص اقارب اور محبوب ترین اعزہ بھی مجھ سے بیگانہ ہوگئے تھے۔ اسی اثناء میں ایک روز ایک شخص نے "بادشاہِ غسان" کا خط مجھے دیا جس میں میری مصیبت پر اظہار ہمدردی کرنے کے بعد دعوت دی تھی کہ میں اُس کے ملک میں آجاؤں، وہاں میری بہت آؤ بھگت ہوگی۔ میں نے پڑھ کر کہا کہ یہ بھی ایک مستقل امتحان ہے۔ آخر وہ خط میں نے نذر آتش کردیا۔ چالیس دن گذرنے کے بعد بارگاہِ رسالت سے جدید حکم پہنچا کہ میں اپنی عورت سے بھی علیحدہ رہوں۔ چنانچہ اپنی بیوی کو کہدیا کہ اپنے میکے چلی جائے۔ اور جب تک خدا کے یہاں سے میرا کوئی فیصلہ ہو وہیں ٹھہری رہے۔ سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو حضور میرا جنازہ نہ پڑھیں گے۔ اور فرض کیجئے ان دنوں میں آپ کی وفات ہوگئی تو مسلمان ہمیشہ یہی معاملہ مجھ سے رکھیں گے۔ میری میت کے قریب بھی کوئی نہ آیگا۔ غرض پچاس دن اسی حالت میں گذرے کہ خدا کی زمین مجھ پر باوجود فراخی کے تنگ تھی بلکہ عرصۂ حیات تنگ ہوگیا تھا زندگی موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی۔ کہ یکایک جبل سلع سے آواز آئی "یا کعب بن مالک! ابشر" (اے کعب بن مالک خوش ہوجا) میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ اخیر شب میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ ہماری توبہ مقبول ہے۔ آپ نے بعد نماز فجر صحابہ کو مطلع فرمایا۔ ایک سوار میری طرف دوڑا کہ بشارت سُنائے مگر دوسرے شخص نے پہاڑ پر زور سے للکارا۔ اُس کی آواز سوار سے پہلے پہنچی اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اُتار کر آواز لگانے والے کو دیے۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگ جوق جوق آتے اور مجھے مبارکباد دیتے تھے۔ مہاجرین میں سے حضرت طلحہ نے کھڑے ہوکر مصافحہ کیا۔ حضور کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ خدا نے تیری توبہ قبول فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ اس توبہ کا تتمہ یہ ہے کہ اپنا کل مال و جائداد خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سب نہیں، کچھ اپنے لئے روکنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے خیبر کا حصہ الگ کرکے باقی مال صدقہ کردیا۔ چونکہ محض سچ بولنے سے مجھ کو نجات ملی تھی، اس لئے عہد کیا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ اس عہد کے بعد بڑے سخت امتحانات پیش آئے۔ مگر الحمد للہ میں سچ کہنے سے کبھی نہیں ہٹا۔ اور نہ انشاء اللہ تا زیست ہٹونگا۔ یہ واقعہ ہے جس کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا ان تینوں پر خدا کی پہلی مہربانی تو یہی تھی کہ ایمان و اخلاص بخشا۔ نفاق سے بچایا۔ اب نئی مہربانی یہ ہوئی کہ توبۂ نصوح کی توفیق دیکر پھر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور کوتاہیوں کو معاف فرمادیا۔ ف۴ یعنی سچوں کی صحبت رکھو اور انہی جیسے کام کرو۔ دیکھ لو یہ تین شخص سچ کی بدولت بخشے گئے اور مقبول ٹھہرے۔ منافقین نے جھوٹ بولا اور خدا کا ذلیل سے نکال دیا تو "درکِ اسفل" کے مستحق بنے ف۵ یعنی رسول اللہ صلعم تو تکلیفیں اُٹھائیں اور ہم آرام سے بیٹھے رہیں، ایسا نہیں چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ حضور کی روانگی کے بعد باغ میں گئے وہاں خوشگوار سایہ تھا، حسین و جمیل بیوی سامنے تھی۔ اُس نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کردیا، چٹائی کا فرش کیا، تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے، اور سرد و شیریں پانی حاضر کیا۔ یہ سامان عیش دیکھ کر دفعتًا ابو خیثمہ کے دل میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوش گوار سائے، ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں، اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت لُو اور گرمی و تشنگی کے عالم میں کوہ و بیابان طے کر رہا ہے۔ یہ خیال آتے ہی سواری منگائی، تلوار حمائل کی، نیزہ سنبھالا اور حضور کے نقش قدم پر چل نکلے۔ اونٹنی تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی، آخر لشکر کو جا پکڑا۔ حضور نے دور سے دیکھ کر کہ کوئی اونٹنی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا چلا آرہا ہے، فرمایا "کُنْ اَبَا خَیْثَمَہ" (ہوجا ابو خیثمہ) تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ابو خیثمہ ہی تھے۔ رضی اللہ عنہ وعن سائر الصحابۃ و رضوا عنہ۔ ف۶ یعنی باوجودیکہ ان میں سے اکثر چیزیں (مثلاً بھوک، پیاس لگنا، یا تکلیف پہنچنا) اختیاری کام نہیں ہیں، تاہم نیت جہاد کی برکت سے ان غیر اختیاری چیزوں کے مقابلہ میں اعمال صالحہ اُن کی فرد حسنات میں درج کردیے جائیں گے جن پر خدا اجر نیک مرحمت فرمائیگا۔ ف۷ خرچ کرنا یا میدان طے کرنا خود عمل صالح اور اختیاری افعال ہیں۔ اسی لئے یہاں "اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ" فرمایا۔ گذشتہ آیت کی طرح "اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ" نہیں ارشاد ہوا۔ نبّہ علیہ ابن کثیرؒ۔

ف یعنی بہترین عمل کی بہترین جزا دیگا۔ ف۲ گذشتہ رکوعات میں "جہاد" میں نکلنے کی فضیلت اور نہ نکلنے پر ملامت تھی۔ ممکن تھا کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں پر نکلنا فرض عین ہے، اس آیت میں فرما دیا کہ نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے، نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان ایک دم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت نکلے، باقی لوگ دوسری ضروریات میں مشغول ہوں۔ اب اگر نبی کریم صلعم بنفس نفیس جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں تو ہر قوم میں سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلے گی وہ حضور کی صحبت میں رہ کر اور سینکڑوں حوادث و واقعات میں سے گذر کر دین اور احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی اور واپس آکر اپنی باقی ماندہ قوم کو مزید علم و تجربہ کی بنا پر بھلے برے سے آگاہ کرے گی اور فرض کیجئے اگر حضور خود مدینہ میں رونق افروز رہے تو باقیماندہ لوگ جو جہاد میں نہیں گئے حضور کی خدمت سے مستفید ہو کر دین کی باتیں سیکھیں گے۔ اور مجاہدین کی غیبت میں جو وحی و معرفت کی باتیں سنیں گے ان سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبردار کریں گے۔ آیت کے الفاظ میں عربی ترکیب کے اعتبار سے دونوں احتمال ہیں۔ کما فی "روح المعانی" وغیرہ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہر قوم میں سے چاہئے بعضے لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تا علم دین سیکھیں اور پچھلوں کو سکھائیں۔ اب پیغمبر اس دنیا میں موجود نہیں لیکن علم دین اور علماء موجود ہیں۔ طلب علم فرض کفایہ ہے اور جہاد بھی فرض کفایہ ہے۔ البتہ اگر کسی وقت امام کی طرف سے نفیر عام ہو جائے تو "فرض عین" ہو جاتا ہے۔ تبوک میں یہی صورت تھی اس لئے پیچھے رہنے والوں سے بازپرس ہوئی۔ واللہ اعلم۔ ابوحیان کے نزدیک یہ آیت جہاد کے لئے نہیں، طلب علم کے بارہ میں ہے۔ جہاد اور طلب علم کی آیات میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں خروج فی سبیل اللہ ہے اور دونوں کی غرض احیاء و اعلائے دین ہے۔ ایک میں تلوار سے دوسرے میں زبان وغیرہ سے۔ ف۳ جہاد فرض کفایہ ہے جو ترتیب طبعی کے موافق اول ان کفار سے ہونا چاہئے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہ ان کے قریب رہنے والوں سے اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہئے۔ نبی کریم صلعم اور خلفائے راشدین کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے "دفاعی جہاد" میں بھی فقہاء نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں، وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والوں پر۔ وہ کافی نہ ہوں تو پھر جو ان سے متصل ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوتا چلا جائیگا۔ ف۴ مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے بھائی کے حق میں نرم اور دشمنان خدا و رسول کے معاملہ میں سخت و شدید ہو۔ تاکہ اس کی نرمی اور ڈھیلا پن دیکھ کر دشمن جری نہ ہو جائے۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ (مائدہ۔ رکوع۸) وَالَّذِينَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح رکوع۴) جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (توبہ۔ رکوع۱۰) وفی الحدیث انہ صلعم قال انا الضحوک القتال۔ ف۵ یعنی خدا سے ڈرنے والے کو کسی کافر قوم سے ڈرنے اور دبنے کی کوئی وجہ نہیں جب تک اور جس قدر مسلمان خدا سے ڈرتے رہے اسی وقت تک اور اسی قدر ان کو کفار پر غلبہ حاصل ہوتا رہا۔ حق تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے۔ ف۶ جب کوئی سورۃ قرآنی نازل ہوتی تو منافقین آپس میں ایک دوسرے سے یا بعض سادہ دل مسلمانوں سے از راہ استہزاء و تمسخر کہتے کہ کیوں صاحب تم میں سے کس کس کا ایمان اس سورت نے بڑھایا۔ مطلب یہ تھا کہ (معاذ اللہ) اس سورت میں رکھا ہی کیا ہے۔ کون سے حقائق و معارف ہیں جو ایمان و یقین کی ترقی کا موجب ہوں۔ حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ بیشک کلام الٰہی سن کر مومنین کے ایمان میں تازگی اور ترقی ہوتی ہے اور قلوب مسرور و منشرح ہوتے ہیں۔ ہاں جن کے دلوں میں

أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ

بہتر اس کام کا جو کرتے تھے ف۱ اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور

وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾ يَا أَيُّهَا

تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں ف۲ اے

الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا

ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے ف۳ اور چاہئے کہ ان

فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۳﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ

پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی ف۴ اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے ف۵ اور جب نازل ہوتی ہے

سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا

کوئی سورت تو بعضے ان میں کہتے ہیں کس کا تم میں سے زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان سو

الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۱۲۴﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں اور جن کے

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ

دل میں مرض ہے سو ان کے لئے بڑھا دی گندگی پر گندگی اور وہ مرنے تک

كَافِرُونَ ﴿۱۲۵﴾ أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً أَوْ

کافر ہی رہے ف۶ کیا نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس میں ایک بار یا

مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۲۶﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ

دو بار پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں ف۷ اور جب نازل ہوتی ہے

سُورَةٌ نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا ۚ

کوئی سورت تو دیکھنے لگتا ہے ان میں ایک دوسرے کی طرف کہ کیا دیکھتا ہے تم کو کوئی مسلمان پھر چل دیتے ہیں ف۸

ع۱۵/۴ الربع

کفر و نفاق کی بیماری اور گندگی ہے ان کی بیماری و گندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ یہ بیماری ان کی جان ہی لے کر چھوڑتی ہے ؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ☆ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے دوسری طرح آیت کی تقریر کی ہے یعنی کلام الٰہی جس مسلمان کے دل کے خطرہ سے موافق پڑتا وہ خوش ہو کر بول اٹھتا کہ سبحان اللہ۔ اس آیت نے میرا ایمان و یقین اور زیادہ کر دیا۔ اسی طرح جب کسی سورت میں منافقین کے پوشیدہ عیوب ظاہر کئے جاتے، تو وہ بھی شرمندگی کی کھسیانے ہو کر کہتے کہ بیشک اس کلام نے ہمارے یقین و ایمان کو بڑھا دیا لیکن یہ کہنا چونکہ خوشی اور انشراح سے نہ تھا محض رفع خجالت کے لئے کہہ دیتے تھے۔ اس لئے یہ توفیق نہ ہوتی تھی کہ آئندہ توبہ کر کے سچے دل سے حق کی پیروی کریں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ اپنے عیب چھپانے کی فکر و تدبیر کرتے تھے۔ یہی ہے گندگی پر گندگی۔ عیب دار کو لازم ہے کہ نصیحت سن کر اپنی اصلاح کرے نہ یہ کہ الٹا ناصح سے چھپانے لگے۔ ف۷ یعنی ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ان منافقین کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ مثلاً قحط، بیماری وغیرہ کسی آفت ارضی و سماوی میں مبتلا ہوتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی زبانی ان کا نفاق علانیہ ظاہر کر کے رسوا کیا جاتا ہے یا جنگ و جہاد کے وقت ان کی بزدلی اور تیرہ باطنی بے نقاب کر دی جاتی ہے مگر وہ ایسے بےحیا اور بدباطن واقع ہوئے ہیں کہ تازیانے کھا کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ نہ پچھلی خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں۔ نہ آئندہ کو نصیحت پکڑتے ہیں۔ ف۸ جس وقت وحی نازل ہوتی اور منافقین مجلس میں موجود ہوتے تو کلام الٰہی کا سننا ان پر بہت شاق گذرتا تھا خصوصاً وہ آیات جن میں ان کے عیوب (بقیہ برصفحہ ۲۶۸)

بقیہ صفحہ ۲۶۷. کھولے جاتے تھے۔ اُس وقت ایک دوسرے کی طرف کن انکھیوں سے اشارے کرتے اور اِدھر اُدھر دیکھتے کہ مجلس میں کسی مسلمان نے ہم کو دیکھا نہ ہو۔ پھر نظر بچا کر شتاب مجلس سے کھسک جاتے تھے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی مجلس نبوی سے کیا پھرے. خدا نے اُن کے دلوں کو پھیر دیا کہ وہ اپنی جہل و حماقت سے ایمان و عرفان کی باتوں کو سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے. ف۲ جس کے حسب نسب، اخلاق و اطوار، اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو. ف۳ جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے وہ اُن پر بہت بھاری ہے. ہر ممکن طریقہ سے آپ یہی چاہتے ہیں کہ اُمت پر آسانی ہو اور دنیوی و اُخروی عذاب سے محفوظ رہے. اسی لئے جو دین آپ لائے وہ بھی سہل اور نرم ہے. اور عمّال کو آپ یہی نصیحت فرماتے تھے: "یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا" آسانی کرو سختی مت کرو۔ ف۴ یعنی تمہاری خیرخواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ اُن کے دل میں ہے. لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں، آپ اُنکی کمریں پکڑ پکڑ کر اُدھر سے ہٹاتے ہیں. آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں. جہاد وغیرہ کا مقصد بھی خونریزی نہیں بلکہ بحالت مجبوری سخت آپریشن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے فاسد و مسموم اعضا کو کاٹ کر اور خراب جراثیم کو تباہ کر کے اُمت کے مزاج عمومی کو صحت و اعتدال پر رکھنا ہے ف۵ جب آپ تمام جہان کے اس قدر خیرخواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حال پر ظاہر ہے کس قدر شفیق و مہربان ہونگے ف۶ اگر آپ کی عظیم الشان شفقت، خیرخواہی اور دلسوزی کی لوگ قدر نہ کریں، تو کچھ پرواہ نہیں. اگر فرض کیجئے ساری دنیا آپ سے منہ پھیر لے تو تنہا خدا آپ کو کافی ہے جس کے سوا نہ کسی کی بندگی ہے نہ کسی پر بھروسہ ہو سکتا ہے. کیونکہ زمین و آسمان کی سلطنت اور "عرش عظیم" (تخت شہنشاہی) کا مالک وہی ہے. سب نفع و ضرر، ہدایت و ضلالت اُسی کے ہاتھ میں ہے. فائدہ ابوداؤد میں ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہے کہ جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ پڑھا کرے، خدا اس کے تمام ہموم و غموم کو کافی ہو جائیگا. باقی عرش کی عظمت کے متعلق اگر تفصیل دیکھنا ہو تو "روح المعانی" میں زیر آیت حاضرہ ملاحظہ کیجئے. تم سورۃ التوبہ بفضل اللہ وحسن توفیقہ. اللّٰھم تب علیّ واجعل لی براءۃً من النار انک انت التواب الرحیم۔ ف۷ یہ آیتیں ایسی مضبوط و محکم کتاب کی ہیں جس کی ہر بات پکی ہے۔ الفاظ اس لئے کہ ہمیشہ تبدیل و تحریف سے محفوظ رہینگے۔ علوم اس لئے کہ تمام تر عقل و حکمت کے موافق ہیں۔ احکام اس وجہ سے کہ آئندہ کوئی دوسری ناسخ کتاب آنیوالی نہیں۔ اخبار و قصص اس طرح کہ ٹھیک ٹھیک واقع کے مطابق ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خدائے علیم و حکیم نے اس کو اپنے علم کامل کے زور سے اُتارا ہے. ف۸ یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے حق تعالیٰ ایک انسان ہی کو مامور فرما دے اور اس کی طرف وہ پیغام بھیجے جس کی دوسروں کو بلاواسطہ خبر نہ ہو. وہ تمام لوگوں کو خدا کی نافرمانی کے مہلک نتائج و عواقب سے آگاہ کرے. اور خدا کی بات ماننے والوں کو بشارت پہنچائے کہ رب العزت کے یہاں اعمال صالحہ کی بدولت اُن کا کتنا اونچا مرتبہ اور کیسا بلند پایہ ہے. اور کیسی سعادت و فلاح ازل سے اُن کے لئے لکھی جا چکی ہے. ف۹ یعنی وحی قرآنی کو فوق العادت مؤثر و بلیغ ہونے کی وجہ سے جادو، اور اُسکے لانیوالے کو جادوگر کہتے ہیں ف۱۰ یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کی برابر تھا. اور ایک دن ابن عباسؓ کی تفسیر کے موافق ایک ہزار سال کا لیا جائیگا. گویا چھ ہزار سال میں زمین و آسمان وغیرہ تیار ہوئے. بلاشبہ حق تعالیٰ قادر تھا کہ آن واحد میں ساری مخلوق کو پیدا کر دیتا. لیکن حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ تدریجاً پیدا کیا جائے. شاید بندوں کو سبق دینا ہو کہ قدرت کے باوجود ہر کام سوچ سمجھ کر تأنّی اور متانت سے کیا کریں. نیز تدریجی تخلیق میں بہ نسبت دفعۃً پیدا کرنے کے اس بات کا زیادہ اظہار ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل بالاضطرار نہیں. بلکہ ہر چیز کا وجود بالکلیہ اُس کی مشیت و اختیار سے وابستہ ہے جب چاہے جس طرح چاہے پیدا کرے. ف۱۱ سورہ "اعراف" کے ساتویں رکوع کے شروع میں اسی طرح کی آیت گذر چکی. اُس کا فائدہ ملاحظہ کیا جائے. ف۱۲ یعنی مخلوق کے تمام کاموں کی تدبیر و انتظام اُسی کے ہاتھ میں ہے. ف۱۳ یعنی شریک اور حصہ دار تو اُس کی خدائی میں کیا ہوتا، سفارش کے لئے بھی اُسکی اجازت کے بدون لب نہیں ہلا سکتا.

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ

پھیر دیے ہیں اللہ نے دل اُن کے اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے ف۱ آیا ہے تمہارے پاس

رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

رسول تم میں کا ف۲ بھاری ہے اُس پر جو تم کو تکلیف پہنچے ف۳ حریص ہے تمہاری بھلائی پر ف۴

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ

ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے ف۵ پھر بھی اگر منہ پھیریں تو کہدے کہ کافی ہے مجھ کو اللہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

کسی کی بندگی نہیں سوا اُسکے اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا ف۶

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعُ اٰيَاتٍ وَّاِحْدٰى عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ یونس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو نو آیتیں ہیں اور گیارہ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ

یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی ف۷ کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ وحی بھیجی ہم نے

اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ

ایک مرد پر اُن میں سے یہ کہ ڈر سنا دے لوگوں کو اور خوشخبری سنادے ایمان لانیوالوں کو کہ ان کے لئے

قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾

پایہ سچا ہے اپنے رب کے یہاں ف۸ کہنے لگے منکر بیشک یہ تو جادوگر ہے صریح ف۹

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

تحقیق تمہارا رب اللہ ہی جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں ف۱۰

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ

پھر قائم ہوا عرش پر ف۱۱ تدبیر کرتا ہے کام کی ف۱۲ کوئی سفارش نہیں کرسکتا مگر اسکی اجازت کے بعد ف۱۳

ف١ یعنی دھیان کرو کہ ایسے رب کے سوا جس کی صفات اوپر بیان ہوئیں دوسرا کون ہے جس کی بندگی اور پرستش کی جا سکے۔ پھر تم کو کیسے جرأت ہوتی ہے کہ اُس خالق و مالک شہنشاہ مطلق اور حکیم برحق کے پیغاموں اور پیغامبروں کو محض اوہام و ظنون کی بنا پر جھٹلانے لگو۔ ف٢ یعنی اُسی سے تم سب کا آغاز ہوا اور اُسی کی طرف انجام کار سب کو جانا ہے۔ پھر اُس کے احکام و تعفرار سے سرتابی کرنا کیسے روا ہو سکتا ہے۔ ف٣ یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی ضائع نہ ہو۔ ف٤ بعض کے نزدیک "نور" عام ہے "ضیاء" سے۔ "ضیاء" خاص اُس نور کو کہتے ہیں جو زیادہ تیز اور چمکدار ہو۔ بعض نے کہا کہ جس کی روشنی ذاتی ہو، وہ ضیاء، اور جس کی دوسرے سے مستفاد ہو، وہ "نور" ہے سُورج کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسرے کُرہ سے حاصل نہیں ہوئی۔ چاند کی روشنی البتہ سُورج سے مستفاد ہے۔ اور بعض محققین نے دونوں میں یہ فرق بتلایا ہے کہ "نور" مطلق روشنی کو کہتے ہیں۔ "ضیاء" اور "ضوء" اُس کے انتشار (پھیلاؤ) کا نام ہے۔ سورج کی روشنی کا پھیلاؤ چونکہ زیادہ ہے، اس لئے "ضیاء" سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم بمرادہ ف٥ یعنی روزانہ بتدریج گھٹتا بڑھتا ہے۔ "وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ" (یس۔ رکوع ٣) علمائے ہیئت نے اُس کُرہ کو تقسیم کر کے اٹھائیس منزلیں مقرر کی ہیں۔ جو بارہ برُوج پر منقسم ہیں۔ قرآن میں خاص اُن کی مصطلحات مُراد نہیں مطلق سیر و مسافت کے مدارج مراد ہیں۔ ف٦ یعنی برسوں کی گنتی اور مہینوں اور دنوں کے چھوٹے موٹے حساب سب چاند سورج کی رفتار سے وابستہ کر دیئے ہیں۔ اگر چاند سورج نہ ہوں تو دن رات، قمری اور شمسی مہینے، اور سال وغیرہ کیسے متعین ہوں۔ حالانکہ علاوہ دنیوی زندگی اور معاشی کاروبار کے بہت سے احکام شرعیہ میں بھی تعین اوقات کی ضرورت ہے ف٧ یعنی فلکیات کا سلسلہ یوں ہی کیفما اتفق نہیں۔ بلکہ بڑی عظیم الشان نظام و تدبیر کے ماتحت اور ہزارہا فوائد و حکم پر مشتمل ہے۔ ف٨ یعنی سمجھدار لوگ مصنوعات کے اس نظام کو دیکھ کر خداوند قادر و حکیم کی ہستی کا سُراغ پاتے ہیں۔ اور مادیات کے انتظام سے روحانیات کے متعلق بھی اندازہ کر لیتے ہیں کہ وہاں کی دنیا میں کیسے کیسے چاند سورج خدا نے پیدا کئے ہونگے۔ اُنہی کو انبیاء و مرسلین کہہ لیجئے۔ ف٩ بلاشبہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں خدا کی ہستی اور وحدانیت کے دلائل موجود ہیں ؎ وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهٗ اٰيَةٌ ؛ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ۔ سورہ بقرہ میں پارہ سیقول کے ربع کے قریب ایک آیت گذر چکی جس میں زیادہ بسط و تفصیل سے ان نشانہائے قدرت کا بیان ہوا ہے ف١٠ یعنی دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کچھ خبر ہی نہ رہی۔ اِسی چند روزہ حیات کو مقصود و معبود بنا لیا۔ اور قدرت کی جو نشانیاں اوپر بیان ہوئیں، اُن میں کبھی غور و تامل نہ کیا۔ کہ ایسا مضبوط اور حکیمانہ نظام یوں ہی بیکار نہیں بنایا گیا۔ ضرور اس سارے کارخانہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔ پھر جس نے پہلی مرتبہ ایسی عجیب و غریب مخلوقات پیدا کر دی، اُس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ ف١١ یعنی دل و دماغ سے، زبان سے، ہاتھ پاؤں سے، جو کچھ اُنہوں نے کمائی کی اُس کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے۔ ف١٢ یعنی ایمان کی بدولت اور اُس کی روشنی میں حق تعالیٰ مومنین کو مقصد اصلی (جنت) تک پہنچائے گا۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣﴾ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ

وہ اللہ ہے رب تمہارا سو اُس کی بندگی کرو کیا تم دھیان نہیں کرتے ف١ اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو ف٢

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی پیدا کرتا ہے اول بار پھر دوبارہ کریگا اُس کو تاکہ بدلا دے اُن کو جو ایمان لائے تھے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ

اور کیے تھے کام نیک انصاف کے ساتھ ف٣ اور جو کافر ہوئے اُن کو پینا ہے کھولتا پانی اور

عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٤﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً

عذاب ہے دردناک اس لئے کہ کفر کرتے تھے ☆ وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک

وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ

اور چاند کو چاندنا ف٤ اور مقرر کیں اُس کے لئے منزلیں ف٥ تاکہ پہچانو گنتی برسوں کی اور حساب ف٦

مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾

یوں ہی نہیں بنایا اللہ نے یہ سب کچھ مگر تدبیر سے ف٧ ظاہر کرتا ہے نشانیاں اُن لوگوں کیلئے جن کو سمجھ ہے ف٨

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

البتہ بدلنے میں رات اور دن کے اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے آسمانوں اور زمین میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا

نشانیاں ہیں اُن لوگوں کو جو ڈرتے ہیں ف٩ البتہ جو لوگ اُمید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی اور خوش ہوئے

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ﴿٧﴾

دُنیا کی زندگی پر اور اُسی پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں ف١٠

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

ایسوں کا ٹھکانا ہے آگ بدلا اُس کا جو کماتے تھے ف١١ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے

الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ

اچھے ہدایت کریگا اُن کو رب اُن کا اُن کے ایمان سے ف١٢ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ⑨ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ

باغوں میں آرام کے اُن کی دُعا اُس جگہ یہ کہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ ف۱ اور ملاقات اُن کی سلام ف۲

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ

اور خاتمہ اُنکی دعا کا اس پر کہ سب خوبی اللہ کو جو پروردگار سارے جہان کا ف۳ اور اگر جلدی پہنچادے اللہ لوگوں کو

الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

بُرائی جیسی کہ جلدی مانگتے ہیں وہ بھلائی تو ختم کردی جائے اُن کی عمر سو ہم چھوڑ رکھتے ہیں اُنکو جنکو امید نہیں

لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا

ہماری ملاقات کی اُنکی شرارت میں سرگرداں ف۴ اور جب پہنچے انسان کو تکلیف پکارے ہم کو

لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ

پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا پھر جب ہم کھول دیں اُس سے وہ تکلیف چلا جائے گویا

لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫

کبھی نہ پکارا تھا ہم کو کسی تکلیف پہنچنے پر اسی طرح پسند آیا ہے بیباک لوگوں کو جو کچھ کر رہے ہیں ف۵

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور البتہ ہم ہلاک کرچکے ہیں جماعتوں کو تم سے پہلے جب ظالم ہوگئے حالانکہ لائے تھے اُنکے پاس رسول

بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ⑬ ثُمَّ

اُنکے کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے ایمان لانیوالے یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم قوم گنہگاروں کو ف۶ پھر

جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ⑭

تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں اُن کے بعد تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو ف۷

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا ائْتِ

اور جب پڑھی جاتی ہیں اُنکے سامنے آیتیں ہماری واضح کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی لے آ

بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ

کوئی قرآن اس کے سوا یا اس کو بدل ڈال ف۸ تو کہدے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں

ف۱ جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھ کر "سبحان اللہ" پکارینگے۔ اور جب خدا سے کچھ مانگنے کی خواہش ہوگی، شلاً کوئی پرندہ یا پھل دیکھا اور اُدھر رغبت ہوئی تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے۔ اتنا سنتے ہی فرشتے وہ چیز فوراً حاضر کردینگے۔ گویا یہ ہی ایک لفظ تمام دعاؤں کے قائم مقام ہوگا۔ دنیا میں بھی بڑے آدمیوں کے یہاں دستور ہے کہ مہمان اگر کسی چیز کو پسند کرکے صرف تعریف کردے تو غیور میزبان کوشش کرتا ہے کہ وہ چیز مہمان کے لئے مُہیا کرے۔ ف۲ جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کرینگے جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے نیز فرشتوں کا جنتیوں کو سلام کرنا، بلکہ خود خداوند رب العزت کی طرف سے تحفۂ سلام کا آنا قرآن میں منصوص ہے "سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ" (یٰس۔ رکوع ۴) "وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ" (الرعد۔ رکوع ۳) ف۳ جنت میں پہنچ کر جب دنیوی تفکرات و کدورات کا خاتمہ ہوجائیگا اور محض سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہنے پر ہر چیز حسب خواہش ملتی رہیگی تو اُنکی ہر دعا کا خاتمہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" پر ہوگا اور طبعًا ایسا ہی ہونا چاہئے۔ ف۴ دو آیت پہلے فرمایا تھا کہ جو لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے، اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہاں یہ بتلاتا ہے کہ خدا ایسے مجرموں کو دنیا میں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔ حالانکہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ کبھی بیباک و بےحیا بن کر خود اپنے اوپر جلد عذاب آنے کا مطالبہ کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں "اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ" (انفال۔ رکوع ۴)۔ کبھی دنیوی حوادث سے تنگ آکر اپنے یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بد دعائیں کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ تجربہ سے ظاہر ہے۔ اب اگر خدا تعالیٰ اُن کی درخواست و دعا کے موافق فوراً ہاتھوں ہاتھ کوئی عذاب یا بُرائی اس قدر جلد اُن کو پہنچا دے جتنی جلد وہ بھلائی کے پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں، تو بدی کے وبال سے ایک منٹ بھی فرصت نہ پائیں اور رشتۂ حیات اُسی وقت منقطع ہوجائے۔ مگر خدا کے یہاں نیکی و بدی دونوں میں حسب مصلحت تاخیر و تحمل ہوتا ہے، تا نیک لوگ تربیت پائیں۔ اور بدکار غفلت میں پڑے رہ کر پیمانۂ شرارت لبریز کرلیں۔ ف۵ یعنی انسان اول بےباکی سے خود عذاب طلب کرتا اور بُرائی اپنی زبان سے مانگتا ہے۔ مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں ذرا تکلیف پہنچی، گھبرا کر ہمیں پکارنا شروع کردیا۔ جب تک مصیبت رہی کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا۔ پھر جہاں تکلیف ہٹالی گئی، سب کہا سنا بھول گیا گویا خدا سے کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ ہی غرور و غفلت کا نشہ۔ وہ ہی اکڑفوں رہ گئی جس میں پہلے مبتلا تھا۔ حدیث میں ہے کہ تو خدا کو اپنے عیش و آرام میں یاد رکھ، خدا تجھ کو تیری سختی اور مصیبت میں یاد رکھیگا۔ مومن کی شان یہ ہے کہ کسی وقت خدا کو نہ بھولے۔ سختی پر صبر اور فراخی پر خدا کا شکر ادا کرتا رہے۔ یہ ہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مومن کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔ ف۶ یعنی اگر اُن کی درخواست کے موافق جلدی عذاب نہ آئے یا تکلیف و مصیبت اگر ٹل جائے تو بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔ ظلم و شرارت اور بےایمانی کی سزا جلد یا بدیر مل کر رہیگی سنۃ اللہ قدیم سے یہ ہی ہے کہ جب لوگ انبیاء و مرسلین کے کھلے نشان دیکھنے کے بعد بھی ظلم و تکذیب پر کمربستہ رہے اور کسی طرح ایمان و تسلیم کی طرف نہ جھکے تو آسمانی عذاب نے اُن کو ہلاک کر ڈالا۔ ہمیشہ مجرموں کو کسی نہ کسی رنگ میں سزا ملتی رہی ف۷ یعنی پہلوں کی جگہ اب تم کو زمین پر بسایا، تاکہ دیکھا جائے کہ تم کہاں تک خالق و مخلوق کے حقوق پہچانتے ہو۔ اور خدا کے پیغمبروں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو۔ نیک و بد جیسے عمل کروگے اُسی کے مناسب تم سے برتاؤ کیا جائیگا۔ آگے اُس معاملہ کا ذکر ہے جو قرآن کریم یا پیغمبر علیہ السلام با خدائے قدوس کے ساتھ انہوں نے کیا ف۸ قرآن کی عام پند و نصیحت تو بہت سے پسند کرتے لیکن بت پرستی یا اُن کے مخصوص عقائد و رسوم کا رد ہوتا تو وحشت کھاتے اور ناک بھوں چڑھا کر رسول اللہ صلعم سے کہتے کہ اپنے خدا سے کہہ کر یا تو دوسرا قرآن لے آیئے جس میں یہ مضامین نہ ہوں اور اگر یہ ہی قرآن رہے تو اتنے حصہ میں ترمیم کردیجئے جو بت پرستی وغیرہ سے متعلق ہے۔ جن لوگوں نے پتھر کی مورتیوں پر خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے تھے، اُن کی ذہنیت سے کچھ مستبعد نہیں کہ ایک پیغمبر کو اس طرح کے تصرفات و اختیارات کا مالک فرض کرلیں۔ یا یہ کہنا بھی محض الزام و استہزاء کے طور پر ہوگا۔ بہرحال اس کا تحقیقی جواب آگے مذکور ہے۔

ف یعنی کسی فرشتے یا پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے کلام الٰہی [illegible] کی طرف سے آئے بلا کم وکاست اُس کے حکم کے موافق چلتا رہے۔ وہ خدا کی وحی کا تابع ہوتا ہے۔ خدا اُس کا تابع نہیں ہوتا کہ جیسا کلام تم چاہو، خدا کے یہاں سے لاکر پیش کردے۔ وحی الٰہی میں ادنیٰ سا ادنیٰ تصرف اور قطع و برید کرنا بڑی بھاری معصیت ہے۔ پھر جو معصوم بندے سب سے زیادہ خدا کا ڈر رکھتے ہیں (انبیاء علیہم السلام) وہ ایسی معصیت و نافرمانی کے قریب کہاں جاسکتے ہیں۔ "اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ" میں گویا اُن بیہودہ فرمائش کرنیوالوں پر تعریض ہوگئی کہ ایسی سخت نافرمانی کرتے ہوئے تم کو بڑے دن کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔ ف۲ یعنی جو خدا چاہتا ہے وہ ہی میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں اور جتنا وہ چاہتاہے میرے ذریعہ سے تم کو خبردار کرتا ہے۔ اگر وہ اس کے خلاف چاہتا تو میری کیا طاقت تھی کہ خود اپنی طرف سے ایک کلام بناکر اُس کی طرف منسوب کردیتا۔ آخر میری عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گذرے۔ اس قدر طویل مدت میں تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہوچکا۔ میرا صدق و عفاف، امانت و دیانت وغیرہ اخلاق حسنہ تم میں ضرب المثل رہے۔ میرا اُمی ہونا اور کسی ظاہری معلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کرنا، ایک معروف و مسلم واقعہ ہے۔ پھر چالیس برس تک جس نے نہ کوئی قصیدہ لکھا ہو نہ مشاعروں میں شریک ہوا ہو، نہ کبھی کتاب کھولی ہو نہ قلم ہاتھ میں لیا ہو، نہ کسی درسگاہ میں بیٹھا ہو دفعۃً ایسا کلام بنا لائے جو اپنی فصاحت و بلاغت، شوکت و جزالت، جدت اسلوب۔ اور سلاست و روانی سے جن و انس کو عاجز کردے۔ اُس کے علوم و حقائق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑجائیں۔ ایسا مکمل اور عالمگیر قانون ہدایت نوع انسان کے ہاتھوں میں پہنچائے، جس کے آگے سب پچھلے قانون ردی ہوجائیں۔ بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کے مُردہ قالب میں روح تازہ پھونک کر ابدی حیات اور نئی زندگی کا سامان بہم پہنچائے۔ یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ تم کو سوچنا چاہیئے کہ جس پاک سرشت انسان نے چالیس برس تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو، کیا وہ یکدم ایسی جسارت کرسکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھنے اور افترا کرنے لگے؟ ناچار ماننا پڑیگا کہ جو کلام الٰہی تم کو سناتا ہوں، اُس کے بنانے یا پہنچانے میں مجھے اصلا اختیار نہیں۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے میری زبان سے تم کو سناتا ہے۔ ایک نقطہ یا زیر زبر تبدیل کرنے کا کسی مخلوق کو حق ہی حاصل نہیں۔ ف۳ یعنی گنہگاروں اور مجرموں کو حقیقی کامیابی اور بھلائی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اب تم خود فیصلہ کرلو کہ ظالم و مجرم کون ہے۔ اگر بفرض محال میں جھوٹ بناکر خدا کی طرف منسوب کرتا ہوں تو مجھ سا ظالم کوئی نہیں ہوسکتا لیکن گذشتہ آیت میں جو دلیل بیان کی گئی، اُس سے ثابت ہوچکا کہ یہ احتمال بالکل باطل ہے۔ پس جب میرا سچا ہونا ثابت ہے اور تم جہل یا عناد سے خدا کے کلام کو جھٹلا رہے ہو تو اب زمین کے پردہ پر تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوسکتا۔ ف۴ وہ معاملہ تو خدا اور پیغمبر کے ساتھ تھا۔ اب اُن کی خدا پرستی کا حال سنئے کہ خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جن کے قبضہ قدرت میں نفع و ضرر کچھ بھی نہیں جب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ بیشک بڑا خدا تو ایک ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے، مگر اِن اصنام (بتوں) وغیرہ کو خوش رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سفارش کرکے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرادینگے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کرینگے باقی چھوٹے موٹے کام جو خود اِن کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے۔ بناءً علیہ ہم کو اِن کی عبادت کرنی چاہیئے۔ ف۵ یعنی بتوں کا شفیع ہونا اور شفیع کا مستحق عبادت ہونا دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں۔ اور ظاہر

تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ
اپنی طرف سے میں تابعداری کرتا ہوں اُسی کی جو حکم آئے میری طرف میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں
رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ
اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے ف۱ کہدے اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا اسکو تمہارے سامنے اور نہ وہ تم کو خبر
بِهٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ
کرتا اسکی کیونکہ میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں سوچتے ف۲ پھر اس سے بڑا ظالم
مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾
کون جو باندھے اللہ پر بہتان یا جھٹلائے اُسکی آیتوں کو بیشک بھلا نہیں ہوتا گنہگاروں کا ف۳
وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ
اور پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا اُس چیز کی جو نہ نقصان پہنچا سکے اُنکو نہ نفع اور کہتے ہیں یہ تو
شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی
ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس ف۴ تو کہہ کیا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو اُس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ
الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً
زمین میں وہ پاک ہے اور برتر ہے اُس سے جسکو شریک کرتے ہیں ف۵ اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی
وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا
اُمت ہیں پیچھے جدا جدا ہوگئے اور اگر نہ ایک بات پہلے ہو چکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہوجاتا اُن میں جس
فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ
بات میں کہ اختلاف کررہے ہیں ف۶ اور کہتے ہیں کیوں نہ اُتری اُس پر ایک نشانی اُسکے رب سے سو تو کہدے
اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَآ
کہ غیب کی بات اللہ ہی جانے سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ف۷ اور جب
اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْ
چکھائیں ہم لوگوں کو مزا اپنی رحمت کا بعد ایک تکلیف کے جو اُن کو پہنچی تھی اُسی وقت بنانے لگیں حیلے

ع ۲ / ۱۰

ہے کہ خدا کے علم میں وہ ہی چیز ہوگی جو واقعی ہو۔ لہٰذا تعلیم الٰہی کے خلاف اِن غیر واقعی اور خود تراشیدہ اصول کو حق بجانب ثابت کرنا، گویا خدا تعالیٰ کو ایسی چیزوں کے واقعی ہونے کی خبر دینا ہے جن کا وقوع آسمان و زمین میں کہیں بھی اُسے معلوم نہیں یعنی کہیں اُن کا وجود نہیں، ہوتا تو اُس کے علم میں ضرور ہوتا۔ پھر اُس سے منع کیوں کرتا۔ ف۶ ممکن تھا مشرکین کہتے کہ خدا نے تمہارے دین میں منع کیا ہوگا ہمارے دین میں منع نہیں کیا۔ اُس کا جواب دیدیا کہ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے۔ اعتقادات حقہ میں کوئی فرق نہیں۔ درمیان میں جب لوگ بہک کر جُدا جُدا ہوگئے۔ خدا نے اُن کے سمجھانے اور دین حق پر لانے کو انبیاء بھیجے۔ کسی زمانہ اور کسی ملت میں خدا نے شرک کو جائز نہیں رکھا۔ باقی لوگوں کے باہمی اختلافات کو زبردستی اس لئے نہیں مٹایا گیا کہ پہلے سے خدا کے علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ یہ دنیا دار عمل (موقع واردات) ہے قطعی اور آخری فیصلہ کی جگہ نہیں۔ یہاں انسانوں کو کسب و اختیار دیکر قدرے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو راہ عمل چاہیں اختیار کریں۔ اگر یہ بات پیشتر طے نہ ہوچکی ہوتی تو سارے اختلافات کا فیصلہ ایکدم کردیا جاتا۔ ف۷ یعنی جن نشانیوں کی وہ فرمائش کرتے تھے، اُن میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اُتری جواب کا حاصل یہ ہے کہ صداقت کے نشان پہلے بہتیرے دیکھ چکے ہو۔ فرمائشی نشان دکھلانا ضروری نہیں نہ چنداں مفید ہے۔ آئندہ جو خدا کی مصلحت ہوگی وہ نشان دکھلائیگا۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے کہ مستقبل میں کس شان اور نوعیت کے نشان ظاہر کریگا۔ سو تم منتظر رہو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ موضح القرآن میں ہے "یعنی اگر کہیں کہ ہم کاہے کو جانیں کہ تمہاری بات (بقیہ بر صفحہ ۲۷۲)

بقیہ صفحہ ۲۷۱ ۔ سچ ہے، فرمایا کہ آگے دیکھو حق تعالیٰ اس دین کو روشن کریگا اور مخالف ذلیل ہونگے برباد ہو جائیں گے سو ویسا ہی ہُوا۔ سچ کی نشانی ایک بار کافی ہے اور ہر بار مخالف ذلیل ہوں تو فیصلہ ہو جائے۔ حالانکہ فیصلہ کا دن دنیا میں نہیں۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ اہل مکہ پر حق تعالیٰ نے سات سال کا قحط مسلط کیا جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر حضور سے دُعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اُٹھ جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ کی دعا سے خدا نے سماں کر دیا قحط کی بلا دور ہوئی۔ تو پھر وہی شرارتیں کرنے لگے، خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے اور اُس کی قدرت و رحمت پر نظر نہ رکھتے۔ بلکہ انعامات الٰہیہ کو ظاہری اسباب و حیل اور محض بے اصل خیالات و اوہام کی طرف نسبت کرنے لگتے۔ اُس کا جواب دیا کہ اچھا تم خوب مکر و فریب اور حیلہ بازی کر لو۔ مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری حیلہ بازیاں ایک ایک کر کے لکھی جا رہی ہیں۔ وہ سارا دفتر قیامت کے دن تمہارے سامنے رکھ دیا جائیگا۔ پھر جب تمہاری کوئی حیلہ بازی فرشتوں سے مخفی نہیں، خدا کے علم محیط سے کہاں باہر رہ سکتی ہے۔ تم اپنے مکر و حیلہ سازی پر مغرور رہو، حالانکہ خدا کا جوابی مکر (تدبیر خفی) تمہارے مکر و تدبیر سے کہیں تیز اور سریع الاثر ہے۔ وہ مجرم کی باگ اتنی ڈھیلی

اٰيٰتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ہماری قدرتوں میں کہدے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلہ تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں حیلہ بازی تمہاری ف۱

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ

وہی تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں یہاں تک کہ جب تم بیٹھے کشتیوں میں اور

جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ

لیکر چلیں وہ لوگوں کو اچھی ہوا سے اور خوش ہوئے اُس سے آئی کشتیوں پر ہوا تند اور آئی اُن پر

الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ

موج ہر جگہ سے اور جان لیا انہوں نے کہ وہ گھر گئے پکارنے لگے اللہ کو خالص ہو کر

لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾

اُس کی بندگی میں اگر تو نے بچا لیا ہم کو اِس سے تو بیشک ہم رہیں گے شکر گذار ✡

فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ

پھر جب بچا دیا اُن کو اللہ نے لگے شرارت کرنے اُسی وقت زمین میں ناحق کی ف۲ سُنو لوگو!

اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ

تمہاری شرارت ہے تمہی پر نفع اُٹھا لو دنیا کی زندگانی کا پھر ہمارے پاس ہے تم کو لوٹ کر آنا

فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ

پھر ہم بتلا دینگے جو کچھ کہ تم کرتے تھے ف۳ دنیا کی زندگانی کی وہی مثل ہے جیسے ہم نے پانی اُتارا

مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَ

آسمان سے پھر رلا ملا نکلا اُس سے سبزہ زمین کا جو کہ کھائیں آدمی اور

الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّیَّنَتْ وَ ظَنَّ

جانور ف۴ یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے رونق اور مزین ہو گئی اور خیال کیا

اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا

زمین والوں نے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی ف۵ ناگاہ پہنچا اُس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اُس کو

چھوڑ دیتا ہے کہ مجرم کو نشۂ غفلت میں چور ہو کر سزا کا تصور بھی نہیں آتا۔ جب پیمانۂ شقاوت لبریز ہو جاتا ہے تو دفعۃً پکڑ کر نیست و نابود کر دیتا ہے۔ لہٰذا عاقل کو چاہیئے کہ خدا کی نرمی، بردباری اور خوش کن حالات کو دیکھ کر مغرور نہ ہو۔ نہ معلوم نرمی کے بعد کیسی سختی آنے والی ہے۔ جیسے آگے بحری سفر کی مثال میں بیان فرمایا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "سختی کے وقت آدمی کی نظر اسباب سے اُٹھ کر صرف اللہ پر رہتی ہے جہاں سخت گھڑی گذری اور کام بن گیا پھر خدا کو بھول کر اسباب پر آ رہتا ہے۔ ڈرتا نہیں کہ خدا پھر ویسی ہی تکلیف اور سختی کا ایک سبب کھڑا کر دے۔ اُسی کے ہاتھ میں سب اسباب کی باگ ہے۔ چنانچہ آگے دریائی سفر کی مثال میں اس کی ایک صورت بیان فرمائی۔ ف۲ یعنی ابتدا میں ہوا خوشگوار اور موافق تھی۔ مسافر ہنستے کھیلتے آرام سے چلے جا رہے تھے کہ یکایک ایک زور کا طوفانی جھکڑ چلنے لگا اور چاروں طرف سے پانی کے پہاڑ اُٹھ کر کشتی (یا جہاز) سے ٹکرانے لگے جب سمجھ لیا کہ ہر طرف سے موت کے مُنہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ بھاگنے اور نکلنے کی کوئی سبیل نہیں، تو سارے فرضی معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کو پکارنے لگے جو اصل فطرت انسانی کا تقاضا تھا، ہر چیز سے مایوس ہو کر خالص خدا کی بندگی اختیار کی اور بڑے پکے عہد و پیمان باندھے کہ اگر اس مصیبت سے خدا نے نجات دی تو ہمیشہ اُس کے شکر گذار رہیں گے۔ کوئی بات کفران نعمت کی نہ کریں گے لیکن جہاں ذرا امن نصیب ہُوا ساحل پر قدم رکھتے ہی شرارتیں اور ملک میں اودھم مچانا شروع کر دیا، تھوڑی دیر بھی عہد پر قائم نہ رہے (تنبیہ) اس آیت میں اُن مدعیانِ اسلام کے لئے بڑی عبرت ہے جو جہاز کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد ابوجہل کا بیٹا عکرمہ مسلمان نہ ہوا تھا مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا۔ تھوڑی دور جا کر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا، ناخدا نے مسافروں سے کہا کہ ایک خدا کو پکارو۔ یہاں تمہارے معبود کچھ کام نہ دینگے عکرمہ نے کہا کہ یہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف محمد صلعم ہم کو بلاتے ہیں۔ اگر دریا میں رب محمد کے بدون نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اُس کی دستگیری اور اعانت کے بغیر نجات پانا محال ہے۔ اے خدا! اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد صلعم کے ہاتھ میں ہاتھ دونگا مجھے اُمید ہے کہ وہ اپنے اخلاق کریمہ سے میری تقصیرات کو معاف فرمائیں گے۔ چنانچہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ف۳ یعنی تمہاری شرارت کا وبال تمہیں پر پڑیگا۔ اگر چند روز شرارتیں کر کے فرض کرو کچھ دنیا کا نفع حاصل کر ہی لیا تو انجام کار پھر خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ وہاں تمہارا سب کیا دھرا آگے آئیگا۔ خداوند رب العزت سزا دے کر بتلا دیگا کہ تمہارے کرتوت کیسے تھے۔ ف۴ بعض نے فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ کے معنی کثرت پیداوار کے لئے ہیں۔ کیونکہ جب زمین کی پیداوار زیادہ قوی ہوتی ہے تو گنجان ہو کر ایک جزو دوسرے سے ملتا اور لپٹ جاتا ہے بعض نے "بہٖ" کی "با" کو مصاحبت کے لئے لیکر یہ معنی کئے ہیں کہ زمین کا سبزہ پانی کے ساتھ رل مل جاتا ہے۔ کیونکہ نباتات اجزائے مائیہ کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں جس طرح کھانا انسان کا جزو بدن بنتا ہے۔ ایسے ہی پانی، گویا نباتات کی غذا بنتی ہے۔ مترجم رحمہ اللہ کے صنیع سے مترشح ہوتا ہے کہ اختلاط سے یہ مراد لے رہے ہیں کہ زمین اور پانی کے ملنے سے جو سبزہ نکلتا ہے اُس میں آدمی کی اور جانوروں کی خوراک مخلوط (رلی ملی) ہوتی ہے مثلاً گیہوں کے درخت میں دانہ ہے جو انسان کی غذا بنتی ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کی خوراک ہے۔ اسی طرح درختوں میں پھل اور پتے لگتے ہیں جن میں کہ ہر ایک کے کھانے والے علیحدہ ہیں۔ ف۵ یعنی مختلف الوان و اشکال کی نباتات نے زمین کو پُر رونق اور مزین کر دیا اور کھیتی وغیرہ ایسی تیار ہو گئی کہ مالکوں کو کامل بھروسہ ہو گیا کہ اب اس سے پورا فائدہ اُٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔

حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

کاٹ کر ڈھیر گویا کل یہاں نہ تھی آبادی اسی طرح ہم کھولکر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو اُن لوگوں کے سامنے

يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ

جو غور کرتے ہیں ف۱ اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اور دکھلاتا ہے جس کو چاہے

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ

راستہ سیدھا ف۲ جنہوں نے کی بھلائی اُنکے لئے ہے بھلائی اور زیادتی ف۳ اور نہ چڑھیگی

وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾

اُن کے منہ پر سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہیں جنت والے وہ اُسی میں رہا کرینگے ف۴

وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ

اور جنہوں نے کمائیں برائیاں بدلا ملے برائی کا اُس کے برابر ف۵ اور ڈھانک لیگی اُنکو رسوائی

مَّا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ

کوئی نہیں اُن کو اللہ سے بچانے والا گویا کہ ڈھانک دیئے گئے اُنکے چہرے اندھیری رات

اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَوْمَ

کے ٹکڑوں سے ف۶ وہ ہیں دوزخ والے وہ اُسی میں رہا کریں گے ☆ اور جس دن

نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ

جمع کرینگے ہم اُن سب کو پھر کہیں گے شرک کرنے والوں کو کھڑے ہو اپنی اپنی جگہ تم اور تمہارے شریک ف۷

فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ

پھر تڑادینگے ہم آپس میں اُنکو اور کہیں گے اُنکے شریک تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے ☆ سو اللہ

بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾

کافی ہے شاہد ہمارے اور تمہارے بیچ میں ہم کو تمہاری بندگی کی خبر نہ تھی ف۸

هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَ

وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو اُس نے پہلے کیا تھا اور رجوع کرینگے اللہ کی طرف جو سچا مالک ہے اُنکا اور

النصف

ف۱ یعنی ناگہاں خدا کے حکم سے دن میں یا رات میں کوئی آفت پہنچی (مثلاً گولا آگیا، یا اولے پڑگئے یا ٹڈی دل پہنچ گیا. وعلیٰ ہذا القیاس) اُس نے تمام زراعت کا ایسا صفایا کر ڈالا، گویا کبھی یہاں ایک تنکا بھی نہ اُگا تھا. ٹھیک اِسی طرح حیات دنیا کی مثال سمجھ لو کہ خواہ کتنی ہی حسین اور تر و تازہ نظر آئے، حتیٰ کہ بے وقوف لوگ اس کی رونق و دلربائی پر مفتوں ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اُسکی یہ شادابی اور زینت و بہجت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نسیاً منسیاً ہو جائیگی. حضرت شاہ صاحبؒ نے اس مثال کو نہایت لطیف طرز میں خاص انسانی حیات پر منطبق کیا ہے یعنی پانی کی طرح روح آسمان (عالم بالا) سے آئی، کالبد خاکی میں مل کر قوت پکڑی، دونوں کے ملنے سے آدمی بنا. پھر کام کیے انسانی اور حیوانی دونوں طرح کے جب ہر سبزی میں پورا ہوا اور اُس کے متعلقین کو اُس پر بھروسہ ہو گیا، ناگہاں موت آ پہنچی جس نے ایک دم میں سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا. پھر ایسا بے نام و نشان ہوا گویا کبھی زمین پر آباد ہی نہ ہوا تھا (فائدہ) لَیْلًا اَوْ نَہَارًا (رات کو یا دن کو) شاید اس لئے فرمایا کہ رات کا وقت غفلت کا ہے اور دن میں لوگ عموماً بیدار ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب خدا کا حکم آ پہنچے، پھر سوتا ہو یا جاگتا. غافل ہو یا بیدار. کوئی شخص کسی حالت میں اُس کو روک نہیں سکتا. ف۲ یعنی دنیا کی زائل و فانی زندگی پر مت ریجھو. دار السّلام (جنۃ) کی طرف آؤ. خدا تم کو سلامتی کے گھر کی طرف بُلا رہا ہے اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی دکھلا رہا ہے. وہ ہی گھر ہے جہاں کے رہنے والے ہر قسم کے رنج و غم، پریشانی، تکلیف، نقصان، آفت اور فساد زوال وغیرہ سے صحیح و سالم رہیں گے. فرشتے ان کو سلام کرینگے خود ربّ العزت کی طرف سے تحفۂ سلام پہنچے گا. ف۳ بھلے کام کرنے والوں کو وہاں بھلی جگہ ملیگی (یعنی جنت) اور اس کے زیادہ بھی کچھ ملیگا یعنی حق تعالیٰ کی رضا اور اُس کا دیدار. "زیادۃ" کی تفسیر "دیدار مبارک" سے کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے. حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکاریگا "اے اہل جنت! تمہارے لئے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے جو اب پورا کرنا چاہتا ہے. جنتی کہینگے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنات کا پلہ بھاری نہیں کر دیا. کیا اُس نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنایا! کیا اُس نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا! (یہ سب کچھ تو ہو چکا، آگے کونسی چیز باقی رہی) اس پر حجاب اُٹھا دیا جائیگا. اور جنتی حق تعالیٰ کی طرف نظر کریں گے. پس خدا کی قسم کوئی نعمت جو اُن کو عطا ہوئی ہے دولت دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی نہ اُس سے بڑھ کر کوئی چیز اُنکی آنکھیں ٹھنڈی کر سکے گی. رزقنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ بمنہ وفضلہ. ف۴ یعنی عرصات محشر میں جس طرح کفار فجار کے چہروں پر سخت ذلت و ظلمت چھائی ہوگی. جنتیوں کے چہرے اس کے خلاف ہونگے. سیاہی اور رسوائی کیسی وہاں تو نور ہی نور اور رونق ہی رونق ہوگی. ف۵ یعنی بدی سے زائد نہ ہوگا. کم سزا دیں یا بعض برائیوں کو بالکل معاف کر دیں اُن کو اختیار ہے. ف۶ یعنی ان کے چہرے اس قدر سیاہ و تاریک ہونگے گویا اندھیری رات کی تہیں اُن پر جما دی گئی ہیں (اعاذنا اللہ منہا) ف۷ یعنی جن کو تم نے اپنے خیال میں خدا کا شریک ٹھہرا رکھا تھا، یا جن کو خدا کے بیٹے بیٹیاں کہتے تھے، مثلاً مسیح علیہ السلام جو نصاریٰ کے نزدیک "ابن اللہ" بلکہ "عین اللہ" تھے یا "ملائکۃ اللہ" یا "احبار" و "رہبان" کہ اُنہیں بھی ایک حیثیت سے خدائی کا منصب دے رکھا تھا، یا اصنام و اوثان جن پر مشرکین کرنے خدائی کے اختیارات تقسیم کر رکھے تھے، سب کو حسب مراتب اپنی اپنی جگہ کھڑے ہونے کا حکم ہوگا. ف۸ یعنی اُس وقت عجیب افراتفری اور نفسی نفسی ہوگی. عابدین و معبودین میں جُدائی پڑ جائے گی اور دنیا میں اپنے اوہام و خیالات کے موافق جو رشتے جوڑ رکھے تھے، سب توڑ دیے جائیں گے. اُس ہولناک وقت میں جبکہ مشرکین کو اپنے فرضی معبودوں سے بہت کچھ توقعات تھیں، وہ صاف جواب دیدیں گے کہ تمہارا ہم سے کیا تعلق. تم جھوٹ بکتے ہو کہ ہماری بندگی کرتے تھے. (تم اپنے عقیدہ کے موافق جس چیز کو پوجتے تھے اس کے لئے وہ خدائی صفات تجویز کرتے تھے، جو فی الواقع اُس میں موجود نہیں تھیں. تو حقیقت میں وہ عبادت اور بندگی واقعی "مسیح" یا "ملائکہ" کی نہ ہوئی اور نہ حقیقت میں بے جان مورتوں کی پوجا تھی محض اپنے خیال اور وہم یا شیطان لعین کی پرستش کو فرشتہ، یا نبی یا نیک انسان یا کسی تصویر وغیرہ کے نامزد کر دیتے تھے) خدا گواہ ہے کہ ہماری رضا یا اذن سے تم نے یہ حرکت نہیں کی. ہم کو کیا خبر تھی کہ انتہائی حماقت و سفاہت سے خدا کے مقابلہ میں ہمیں معبود بنا ڈالو گے. (تنبیہ) یہ گفتگو اگر حضرت "مسیح" وغیرہ ذوی العقول مخلوق کی طرف سے مانی جائے تو کوئی اشکال نہیں. اور "اصنام" (بتوں) کی جانب سے ہو تو کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ مشرکین کی انتہائی مایوسی اور حسرتناک درماندگی کے اظہار کے لئے اپنی قدرت کاملہ سے پتھر کی مورتوں کو گویا کر دے. "قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ" (حم السجدۃ رکوع ۳)۔

ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

جاتا رہیگا اُنکے پاس سے جو جھوٹ باندھا کرتے تھے ف۱ تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور

وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

اور زمین سے ف۲ یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا ف۳ اور کون نکالتا ہے زندہ کو

الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ

مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے ف۴ اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی ف۵ سو بول اُٹھیں گے

اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا

کہ اللہ تو تو کہہ پھر ڈرتے نہیں ہو ✱ سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا پھر کیا رہ گیا

بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

سچ کے پیچھے مگر بھٹکنا سو کہاں سے لوٹے جاتے ہو ف۶ اسی طرح ٹھیک آئی بات تیرے رب کی

عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ

اُن نافرمانوں پر کہ یہ ایمان نہ لائیں گے ف۷ پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں

مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

جو پیدا کرے خلق کو پھر دوبارہ زندہ کرے تو کہہ اللہ پہلے پیدا کرتا ہے پھر اس کو دُہرائیگا

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ

سو کہاں سے پلٹے جاتے ہو ف۸ پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو راہ بتلائے صحیح

قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ

تو کہہ اللہ راہ بتلاتا ہے صحیح تو اب جو کوئی راہ بتائے صحیح اُسکی بات ماننی چاہیے یا اُسکی جو

لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۚ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ

آپ نہ پائے راہ مگر جب کوئی اور اُسکو راہ بتلائے سو کیا ہو گیا تم کو کیسا انصاف کرتے ہو ف۹ اور وہ اکثر چلتے ہیں

اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

محض اٹکل پر سو اٹکل کام نہیں دیتی حق بات میں کچھ بھی ف۱۰ اللہ کو خوب معلوم ہے

ف یعنی جھوٹے اور بے اصل توہمات سب رفوچکر ہو جائیں گے۔ ہر شخص برأی العین مشاہدہ کرلے گا کہ اُس سچے مالک کے سوا رجوع کرنے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ اور ہر ایک انسان کو اپنے تمام بُرے بھلے اعمال کا اندازہ ہو جائیگا کہ کتنا وزن رکھتے ہیں۔ ف۲ آسمان کی طرف سے بارش اور حرارت شمس وغیرہ پہنچتی ہے اور زمینی مواد اُس کے ساتھ ملتے ہیں تب انسان کی روزی مُہیا ہوتی ہے۔ ف۳ یعنی ایسے عجیب وغریب محیر العقول طریقہ سے کس نے کان اور آنکھ پیدا کی۔ پھر اُن کی حفاظت کا سامان کیا۔ کون ہے جو ان تمام قوی انسانی کا حقیقی مالک ہے کہ جب چاہے عطا فرمادے اور جب چاہے چھین لے۔ ف۴ مثلاً "نطفہ" یا "بیضہ" سے جاندار کو، پھر جاندار سے نطفہ اور بیضہ کو نکالتا ہے۔ یا روحانی اور معنوی طور پر جو شخص یا قوم مُردہ ہو چکی اُس میں سے زندہ دل افراد پیدا کرتا ہے اور زندہ قوموں کے اخلاف پر اُن کی بدبختی سے موت طاری کر دیتا ہے۔ ف۵ یعنی دُنیا کے تمام کاموں کی تدبیر وانتظام کون کرتا ہے۔ ف۶ مشرکین کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ اس لئے فرمایا کہ جب اصلی خالق و مالک اور تمام عالم کا مُدبّر اُسی کو مانتے ہو، پھر ڈرتے نہیں کہ اُس کے سوا دوسروں کو معبود بناؤ؟ معبود تو وہ ہی ہونا چاہیے جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور متصرف علی الاطلاق ہو۔ اُس کا اقرار کر کے کہاں اُلٹے پاؤں واپس جا رہے ہو۔ جب سچا وہ ہی ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے کیا رہ گیا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹے اوہام میں بھٹکنا عاقل کا کام نہیں ہوسکتا۔ ف۷ یعنی اللہ نے ازل سے اِن متمرد سرکشوں کی قسمت میں ایمان نہیں لکھا۔ جس کا سبب علم الٰہی میں اُنکی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ اس طرح خدا کی لکھی ہوئی بات اُن پر فسق و نافرمانی کی وجہ سے راست آئی۔ ف۸ یہاں تک "مبدأ" کا ثبوت تھا۔ اب "معاد" کا ذکر ہے۔ یعنی جب اعتراف کر چکے کہ زمین، آسمان، سمع و بصر، موت و حیات، سب کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا وہ ہی ہے، تو ظاہر ہے کہ مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اور دُہرا دینا بھی اُسی کا فعل ہوسکتا ہے۔ پھر انبیاء علیہم السّلام کی زبانی جب وہ خود اس دُہرانے کی خبر دیتا ہے تو اُس کی تسلیم میں کیا عذر ہے۔ "مبدأ" کا اقرار کر کے "معاد" کی طرف سے کہاں پلٹے جاتے ہو۔ ف۹ "مبدأ" و "معاد" کے بعد درمیانی وسائط کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح اوّل پیدا کرنے والا اور دوبارہ جلانے والا وہ ہی خدا ہے، ایسے ہی "معاد" کی صحیح راہ بتلانے والا بھی کوئی دوسرا نہیں۔ خدا ہی بندوں کی صحیح اور سچی رہنمائی کرسکتا ہے۔ مخلوق میں کوئی بڑا ہو یا چھوٹا سب اُسی کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔ اُسی کی ہدایت و رہنمائی پر سب کو چلنا چاہیے۔ بُت مسکین تو کس شمار میں ہیں جو کسی کی رہنمائی سے بھی چلنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ بڑے بڑے مقربین (انبیاء و ملائکہ علیہم السّلام) بھی برابر یہ اقرار کرتے آئے ہیں کہ خدا کی ہدایت و دستگیری کے بدون ہم ایک قدم نہیں اُٹھا سکتے۔ اُن کی رہنمائی بھی اسی لئے بندوں کے حق میں قابل قبول ہے کہ خدا بلا واسطہ اُن کی رہنمائی فرماتا ہے۔ پھر یہ کس قدر ناانصافی ہے کہ انسان اُس ہادیٔ مطلق کو چھوڑ کر باطل اور کمزور سہارے ڈھونڈے۔ یا مثلاً احبار و رہبان برہمنوں اور مہنتوں کی رہنمائی پر اندھا دُھند چلنے لگے۔

ف۱۰ جب معلوم ہو چکا کہ "مُبدی"، "مُعید" اور "ہادی" وہ ہی اللہ ہے تو اُس کے خلاف شرک کی راہ اختیار کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ اُن کے ہاتھ میں کونسی دلیل و بُرہان ہے جس کی بنا پر "توحید" کے مسلک قویم و قدیم کو چھوڑ کر ضلالت کے گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اُن کے پاس سوا ظنون واوہام اور اٹکل پچو باتوں کے کوئی چیز نہیں۔ بھلا اٹکل کے تیر تُکے حق و صداقت کی بحث میں کیا کام دے سکتے ہیں۔

ف پچھلی آیات میں فرمایا تھا کہ مشرکین محض ظن و تخمین کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ پیروی کے قابل اُسکی بات ہے جو صحیح راستہ بتلائے۔ اسی مناسبت سے یہاں قرآن کریم کا ذکر شروع کیا کہ آج دنیا میں وہ ہی ایک کتاب صحیح راستہ بتلانے والی اور ظنون و اوہام کے مقابلہ میں یقینی حقائق پیش کرنے والی ہے۔ اُس کے علوم و معارف، احکام و قوانین، اور معجزانہ فصاحت و جزالت پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں جو خداوند قدوس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔ پورا قرآن تو بجائے خود رہا اُس کی ایک سورۃ کا مثل لانے سے بھی تمام جن و انس عاجز ہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔ ف۲ قرآن کا کلام الٰہی ہونا اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام کتب سماویہ سابقہ کی سچائی پر مُہر تصدیق ثبت کرتا، اُن کے اصل مضامین کی حفاظت اور اُنکی پیشین گوئیوں کی صداقت کا علانیہ اظہار کرتا ہے۔ ف۳ یعنی احکام الٰہیہ اور اُن حقائق و معارف کو جو پچھلی کتابوں میں نہایت اجمالی طور پر مذکور تھیں کافی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کتاب میں عاقل کے لئے شک و شبہ کی قطعاً گنجایش نہیں۔ ایسا جامع، بلیغ، پرحکمت اور نور صداقت سے بھرا ہوا کلام ربّ العالمین ہی کا ہو سکتا ہے۔ ف۴ یعنی اگر میں بنا لایا ہوں تو تم بھی میری طرح بشر ہو سب مل کر ایک سورت جیسی سورت بنا لاؤ۔ ساری مخلوق کو دعوت دو، جن و انس کو جمع کر لو، تمام جہان کے فصیح و بلیغ، پڑھے لکھے اور ان پڑھ اکٹھے ہو کر ایک چھوٹا سا کلام قرآن کی مانند پیش کر دو تو سمجھ لیا جائیگا کہ قرآن بھی کسی بشر کا کلام ہے جس کا مثل دوسرے لوگ لا سکتے ہیں۔ مگر محال ہے کہ ابدالآباد تک کوئی مخلوق ایسا حوصلہ کر سکے۔ قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جس میں تہذیب اخلاق، تمدن و معاشرت، حکومت و سیاست، معرفت و روحانیت، تزکیۂ نفوس، تنویر قلوب، غرضیکہ وصول الی اللہ اور تنظیم و رفاہیت خلائق کے وہ تمام قوانین و طرق موجود ہیں جن سے آفرینش عالم کی غرض پوری ہوتی ہے۔ اور جن کی ترتیب و تدوین کی ایک اُمی قوم کے اُمی فرد سے کبھی اُمید نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر ان تمام علوم و ہدایات کا تکفل کرنے کے ساتھ اس کتاب کی غلغلہ انداز فصاحت و بلاغت، جامع و مؤثر و دلربا طرز بیان، دریا کا سا تموج، سہل ممتنع سلاست و روانی، اسالیب کلام کا تفنن اور اس کی لذت و حلاوت اور شہنشاہانہ شان و شکوہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے بڑے زور و شور اور بلند آہنگی سے سارے جہان کو مقابلہ کا چیلنج دیدیا ہے۔ جس وقت سے قرآن کے جمال جہاں آرا نے غیب کی نقاب اُلٹی اور اولاد آدم کو اپنے سے روشناس کیا، اُس کا برابر یہی دعویٰ رہا کہ میں خدائے قدوس کا کلام ہوں۔ اور جس طرح خدا کی زمین جیسی زمین، خدا کے سورج جیسا سورج اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز رہیگی۔ قرآن کے مٹانے کی لوگ سازشیں کرینگے۔ مکر گانٹھیں گے۔ مقابلہ کے جوش میں کمر بستہ ہو کر اپنی مدد کے لئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو دعوت دیں گے کوئی حیلہ کوئی تدبیر کوئی داؤ پیچ اُٹھا نہ رکھیں گے۔ اپنے کو اور دوسروں کو مصیبت میں ڈالیں گے سارے مصائب و دواہی کا تحمل اُن کے لئے ممکن ہوگا مگر قرآن کی چھوٹی سی سورت کا مثل لانا ممکن نہ ہوگا۔ "قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا" (بنی اسرائیل رکوع ۱۰) اس مسئلہ پر ہم نے "اعجاز القرآن" کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جسے شوق ہو ملاحظہ کرے۔ ف۵ یعنی قرآن کو "مفتری" کہنا سمجھ کر نہیں، محض جہل و سفاہت اور قلت تدبر سے ہے تعصب و عناد اُنہیں اجازت نہیں دیتا کہ ٹھنڈے دل سے قرآن کے حقائق اور وجوہ اعجاز میں غور کریں۔ بدفہمی یا قوائے فکریہ کے ٹھیک استعمال نہ کرنے کی وجہ سے جب قرآن پاک کے دلائل و عجائب کو پوری طرح نہیں سمجھ سکے، تو جھٹلانا شروع کر دیا ف۶ بعض مفسرین نے "تاویل" کے معنی "تفسیر" کے لئے ہیں یعنی مطالب قرآن اُن کے دماغ میں نہیں اُترے اور بعض نے قرآنی پیشگوئیاں مراد لی ہیں۔ یعنی تکذیب کی ایک وجہ بعض سادہ لوحوں کے حق میں یہ بھی ہے کہ مستقبل کے متعلق قرآن نے جو خبریں دی ہیں، اُن کے وقوع کا ابھی وقت نہیں آیا۔ لہٰذا وہ منتظر ہیں کہ اُن کا ظہور کب ہوتا ہے۔ مگر سوچنا چاہئے کہ یہ وجہ تکذیب کی کیسے ہو سکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ توقف کی وجہ ہو تو ہو ف۷ یعنی آگے چل کر ان میں کچھ لوگ مسلمان ہونے والے ہیں۔ اُنہیں چھوڑ کر جو باقی لوگ شرارت پر قائم رہیں گے، خدا سب کو خوب جانتا ہے۔ موقع پر مناسب سزا دیگا۔ ف۸ یعنی اگر ایسے دلائل و براہین سننے کے بعد بھی یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیجئے کہ ہم اپنا فرض ادا کر چکے، تم سمجھانے پر نہیں مانتے تو اب میرا تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ تم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو میں اپنے عمل کا۔ ہر ایک کو اس کے عمل کا ثمرہ مل کر رہیگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ (معاذ اللہ) "اگر اللہ کا حکم غلط پہنچاؤں تو میں گنہگار ہوں، اور میں سچ لاؤں تم نہ مانو تو گناہ تم پر ہے۔ بہر حال ماننے میں کسی طرح تمہارا نقصان نہیں"۔

بما یفعلون ﴿۳۶﴾ وما کان ھذا القرآن ان یفتری من دون اللہ

جو کچھ وہ کرتے ہیں ☆ اور وہ نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنا لے اللہ کے سوا ف

ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل الکتب لا ریب

اور لیکن تصدیق کرتا ہے اگلے کلام کی ف۲ اور بیان کرتا ہے اُن چیزوں کو جو تم پر لکھی گئیں جس میں

فیہ من رب العلمین ﴿۳۷﴾ ام یقولون افترىہ قل فاتوا

کوئی شبہ نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ف۳ کیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ بنا لایا ہے تو کہہ دے تم لے آؤ

بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم

ایک ہی سورت ایسی اور بلا لو جس کو بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم

صدقین ﴿۳۸﴾ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتھم

سچے ہو ف۴ بات یہ ہے کہ جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پر اُنہوں نے قابو نہ پایا ف۵ اور ابھی آئی نہیں

تاویلہ کذلک کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان

اسکی حقیقت ف۶ اسی طرح جھٹلاتے رہے اُن سے اگلے سو دیکھ لے کیسا ہوا

عاقبۃ الظلمین ﴿۳۹﴾ ومنھم من یؤمن بہ ومنھم من لا یؤمن

انجام گنہگاروں کا ☆ اور بعضے اُن میں یقین کرینگے قرآن کا اور بعضے یقین نہ کرینگے

بہ وربک اعلم بالمفسدین ﴿۴۰﴾ وان کذبوک فقل لی

اور تیرا رب خوب جانتا ہے شرارت والوں کو ف۷ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو کہہ میرے لئے

عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل وانا بریء مما

میرا کام اور تمہارے لئے تمہارا کام تم پر ذمہ نہیں میرے کام کا اور مجھ پر ذمہ نہیں جو

تعملون ﴿۴۱﴾ ومنھم من یستمعون الیک افانت تسمع

تم کرتے ہو ف۸ اور بعضے اُن میں کان رکھتے ہیں تیری طرف کیا تو سنائیگا

الصم ولو کانوا لا یعقلون ﴿۴۲﴾ ومنھم من ینظر الیک

بہروں کو اگرچہ اُن کو سمجھ نہ ہو اور بعضے اُن میں نگاہ کرتے ہیں تیری طرف

ع ۴/۱۰

ف۱ بعض لوگ بظاہر قرآن شریف اور آپ کا کلام مبارک سنتے ہیں اور آپ کے معجزات وکمالات دیکھتے ہیں مگر کھلا سننا وہ نافع ہے جو دل کے کانوں اور دل کی آنکھوں سے ہو۔ یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ آپ دل کے بہروں کو اپنی بات سنادیں بالخصوص جبکہ وہ سخت بہرہ پن کی وجہ سے قطعاً کسی کلام کو نہ سمجھ سکتے ہوں یا دل کے اندھوں کو راہ حق دکھلادیں جبکہ انہیں کچھ بھی نہ سوجھتا ہو "موضح القرآن" میں ہے۔ "یعنی کان رکھتے ہیں یا نگاہ کرتے ہیں اِس توقع پر کہ آپ ہمارے دل پر تصرف کردیں جیسا بعضوں پر ہوگیا، سو یہ بات اللہ کے ہاتھ ہے" بعض مفسرین نے "لَا يَعْقِلُونَ" سے مطلق عقل کی اور لَا يُبْصِرُونَ سے بصیرت کی نفی مُرادلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اندھے بہرے جو علاوہ نہ سننے اور نہ دیکھنے کے ہر قسم کی سمجھ بوجھ سے محروم ہیں۔ اُن کو آپ کس طرح سُنا اور دکھا کر منوا سکتے ہیں۔ ف۲ یعنی جن کے دل میں اثر نہیں ہوتا، یہ اُن ہی کی تقصیر ہے۔ خود اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے انہوں نے قوائے اِدراکیہ کو تباہ کرلیا ہے۔ ورنہ اصل فطرت سے ہر آدمی کو خدا نے سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد بخشی ہے۔ ف۳ یعنی محشر کے ہولناک احوال وحوادث کو دیکھ کر عمر بھر کا عیش و آرام اس قدر حقیر وقلیل نظر آئے گا گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہ تھے۔ اور افسوس کرینگے کہ ساری عمر کیسی فضول اور بے کار گذری جیسے آدمی گھنٹہ دو گھنٹہ یوں ہی گپ شپ میں بیکار گذار دیتا ہے۔ نیز وہاں کی زہرہ گداز مصائب کو دیکھ کر خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہوا جو یہ وقت آگیا۔ گھڑی دو گھڑی ٹھہرے اور یہاں آ پھنسے۔ کاش وہاں کی مدت قیام کچھ طویل ہوتی تو یہ دن اس قدر جلد نہ دیکھنا پڑتا بعض مفسرین نے کہا کہ برزخ (قبر) میں ٹھیرنے کی مدت کو ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے۔ واللہ اعلم ف۴ مگر کچھ مدد نہ کرسکیں گے نفسی نفسی پڑی ہوگی۔ بھائی بھائی کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آئیگا۔ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (المومنون۔ رکوع ۶) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (عبس رکوع ۱) ف۵ باقی جنہوں نے لقاء اللہ کی تصدیق کی اور سیدھی راہ پر چلے وہ سراسر فائدہ میں ہیں ف۶ یعنی ہم نے کفار کو عذاب دینے اور اسلام کو غالب ومنصور کرنے کے جو وعدے کئے ہیں، خواہ اُن میں سے بعض وعدے کسی حد تک آپ کی موجودگی میں پورے کرکے دکھلا دیے جائیں، جیسے "بدر" وغیرہ میں دکھلادیا۔ یا آپ کی وفات ہوجائے۔ اِس لئے آپ کے سامنے اُن میں سے بعض کا ظہور نہ ہو، بہر صورت یقینی ہے کہ وہ سب پورے ہوکر رہیں گے۔ اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو سزا نہ دی گئی تو آخرت میں ملیگی۔ ہم سے بچ کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور اُن کے تمام اعمال ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "غلبۂ اسلام کچھ حضرت کے روبرو ہوا اور باقی آپ کی وفات کے بعد خلفاءؓ کے ہاتھوں سے" گویا نَتَوَفَّيَنَّكَ میں اِس طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۷ پہلے اِس اُمّت اور اُس کے رسول اکرم صلعم کا ذکر تھا۔ اب عام اقوام واُمم کا ضابطہ بتلاتے ہیں کہ ہر جماعت اور فرقہ کے پاس خدا کے احکام پہنچانے والے بھیجے گئے ہیں جن کو "رسول" کہیئے۔ تاکہ خدا کی حجت تمام ہو اتمام حجت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ لوگ عمل پہلے سے کرتے ہیں۔ مگر دنیا میں اُن کو سزا رسول پہنچنے اور حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے۔ خدا کے یہاں یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ بدون پیشتر سے آگاہ کرنے، در ملزم ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ سنادیا جائے۔ قیامت میں بھی باقاعدہ پیشی ہوگی، فردجرم لگائیں گے، گواہ پیش ہوں گے، ہر قوم کے ساتھ اُن کے پیغمبر موجود ہونگے۔ اُن کے بیانات وغیرہ کے بعد نہایت انصاف سے فیصلہ ہوگا۔ "وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ" (الزمر۔ رکوع ۷) مجاہد وغیرہ نے آیت کو قیامت کے احوال پر حمل کیاہے۔ ف۸ یعنی عذاب آنے کی جو دھمکیاں دیتے ہو، محض جھوٹ اور بے اصل ہیں۔ اگر واقعی تم سچے ہو تو لے کیوں نہیں آتے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ ف۹ یعنی عذاب وغیرہ بھیجنا خدا کا کام ہے، میرے قبضہ واختیار میں نہیں ہیں خود اپنے نفع نقصان کا صرف اُسی قدر مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔ پھر دوسروں پر کوئی بھلائی بُرائی وارد کرنے کا مستقل اختیار مجھے کہاں سے ہوتا۔ ہر قوم کی ایک مدت اور میعاد خدا کے علم میں مقرر ہے۔ جب میعاد پوری ہوکر اُس کا وقت پہنچ جائیگا، ایک سکنڈ کا تخلف نہ ہوسکیگا۔ غرض عذاب کے لئے جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کے علم میں جو وقت طے شدہ ہے اُس سے ایک منٹ آگے پیچھے نہیں سرک سکتے۔ زمخشری کے نزدیک لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ اس سے کنایہ ہے کہ عذاب کا اپنے وقت معین پر آنا اٹل ہے کنایہ میں حقیقت تقدم وتاخر کا نفیاً یا اثباتاً اعتبار نہیں۔ فتنبہ لہ۔

أَفَأَنتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّ اللَّهَ

کیا تو راہ دکھائیگا اندھوں کو اگرچہ وہ سوجھ نہ رکھتے ہوں ف۱ اللہ

لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٤﴾

ظلم نہیں کرتا لوگوں پر کچھ بھی لیکن لوگ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں ف۲

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ

اور جس دن اُنکو جمع کریگا گویا وہ نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی دن ف۳

يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَ

ایک دوسرے کو پہچانیں گے ف۴ بیشک خسارے میں پڑے جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کو اور

مَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

نہ آئے وہ راہ پر ف۵ اور اگر ہم دکھا دینگے تجھ کو کوئی چیز اُن وعدوں میں سے جو کئے ہیں ہم نے اُنسے

أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾

یا وفات دیں تجھ کو سو ہماری ہی طرف ہے اُنکو لوٹنا پھر اللہ شاہد ہے اُن کاموں پر جو کرتے ہیں ف۶

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ

اور ہر فرقہ کا ایک رسول ہے پھر جب پہنچا اُنکے پاس رسول اُنکا فیصلہ ہوا اُن میں انصاف سے

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ

اور اُن پر ظلم نہیں ہوتا ف۷ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم

صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ

سچے ہو ف۸ تو کہہ میں مالک نہیں اپنے واسطے بُرے کا نہ بھلے کا مگر جو چاہے

اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً

اللہ ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہے جب آپہنچیگا اُن کا وعدہ پھر نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی

وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ

اور نہ آگے سرک سکیں گے ف۹ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر آپہنچے تم پر عذاب اُس کا راتوں رات یا

ف۱ یعنی رات کو سوتے ہوئے یا دن میں جب تم دنیا کے دھندوں میں مشغول ہو، اگر اچانک خدا کا عذاب آ دبائے تو مجرم جلدی کر کے کیا بچاؤ کر سکیں گے؟ جب بچاؤ نہیں کر سکتے پھر وقت پوچھنے سے کیا فائدہ! مترجم رحمہ اللہ نے مَاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ کا یہ ترجمہ حضرت شاہ صاحبؒ کے مذاق کے موافق کیا ہے۔ عموماً مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ عذاب الٰہی کے آنے میں کونسی ایسی خوشی اور مزے کی بات ہے جس کی وجہ سے مجرمین جلدی طلب کر رہے ہیں۔ یا یہ کہ تعجب کا مقام ہے کہ مجرمین کیسی سخت خوفناک چیز کے لئے جلدی مچا رہے ہیں۔ حالانکہ ایک مجرم کے لائق تو یہ تھا کہ وہ آنے والی سزا کے تصور سے کانپ اُٹھتا اور ڈر کے مارے ہلاک ہو جاتا۔ (البحر المحیط) ف۲ یعنی عذاب کے لئے جلدی کرنا اِس بنا پر ہے کہ انہیں اُس کے آنے کا یقین نہیں۔ اِس وقت یقین ہوتا تو فائدہ ہو سکتا تھا کہ بچنے کی کوشش کرتے۔ عذاب آ چکنے کے بعد یقین آیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ اُس وقت خدا کی طرف سے کہہ دیا جائیگا کہ اچھا اب قائل ہوتے ہو، اور پہلے سے جھٹلاتے رہے۔ کیونکہ تقاضا کرنا بھی جھٹلانے اور مذاق اڑانے کی نیت سے تھا۔ اس وقت اقرار کرنے سے کچھ نفع نہیں۔ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (المومن۔ رکوع ۹) ف۳ جو کفر و شرک و تکذیب کرتے رہے تھے، اب ہمیشہ اُس کا مزہ چکھتے رہو۔ یہ قیامت میں کہا جائیگا۔ ف۴ یعنی غفلت کے نشہ میں چور ہو کر تعجب سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ہم موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور دائمی عذاب کا مزہ چکھیں گے؟ کیا واقعی ریزہ ریزہ ہو کر اور خاک میں مل کر پھر از سر نو ہم کو موجود کیا جائیگا؟ آپ فرما دیجئے کہ تعجب کی کیا بات ہے، یہ چیز تو یقیناً ہونے والی ہے۔ تمہارا مٹی میں ملجانا اور پارہ پارہ ہو جانا خدا کو اس سے عاجز نہیں کر سکتا کہ پہلے کی طرح تمہیں دوبارہ پیدا کر دے اور شرارتوں کا مزہ چکھائے۔ ممکن نہیں کہ اُس کے قبضہ سے نکل بھاگو اور فرار ہو کر (معاذ اللہ) اُسے عاجز کر سکو۔ (تنبیہ) اس آیت کے مشابہ دو آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ ایک سورۂ "سبا" میں وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ۔ دوسری "تغابن" میں زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ یہ دونوں قیامت اور معاد کے متعلق ہیں۔ اِن ہی کی مناسبت سے حافظ ابن کثیر نے آیت حاضرہ کو معاد کے متعلق رکھا ہے۔ ف۵ یعنی اگر روئے زمین کے خزانے فرض کرو اُس کے قبضہ میں ہوں تو کوشش کرے کہ یہ سب دے کر خدا کے عذاب سے اپنے کو بچا لے۔ ف۶ دل میں اپنی حرکتوں پر پشیمان ہونگے اور چاہیں گے کہ لوگوں پر پشیمانی کا اظہار نہ ہو مگر تابکے۔ کچھ دیر آثار ندامت ظاہر نہ ہونے دیں گے۔ آخر بے اختیار ظاہر ہو کر رہیں گے۔ اُس وقت کہیں گے یٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ اور يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا۔ ف۷ یعنی سارے جہان میں حکومت صرف اللہ کی ہے۔ انصاف ہو کر رہیگا۔ کوئی مجرم نہ کہیں بھاگ سکتا ہے نہ رشوت دے کر چھوٹ سکتا ہے۔ ف۸ یعنی سوءِ استعداد بدفہمی اور غفلت سے اکثر لوگ اِن حقائق کو نہیں سمجھتے۔ اِسی لئے جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں۔ اور جو جی میں آئے کرتے ہیں۔ ف۹ جِلانا اور مارنا جب اُسی کا فعل ہے تو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔ ف۱۰ یہ سب صفات قرآن کریم کی ہیں۔ قرآن اوّل سے آخر تک نصیحت ہے، جو لوگوں کو مہلک اور مضر باتوں سے روکتا ہے۔ دلوں کی بیماریوں کے لئے نسخۂ شفا ہے۔ وصول الی اللہ اور رضائے خداوندی کا راستہ بتاتا ہے، اور اپنے ماننے والوں کو دنیا و آخرۃ میں رحمت الٰہیہ کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ بعض محققین کے نزدیک اس آیت میں نفس انسانی کے مراتب کمال کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جو شخص قرآن کریم سے تمسک کرے اُن تمام مراتب پر فائز ہو سکتا ہے۔ (۱) اپنے ظاہر کو نالائق افعال سے پاک کرنا۔ لفظ موعظۃ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) باطن کو عقائد فاسدہ اور ملکات ردیّہ سے خالی کرنا جو "شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" سے مفہوم ہوتا ہے۔ (۳) نفس کو عقائد حقہ اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ کرنا جس کے لئے لفظ "ہُدیٰ" زیادہ مناسب ہے (۴) ظاہر و باطن کی درستی کے بعد انوار رحمت الٰہیہ کا نفس پر فائض ہونا، جو لفظ "رحمت" کا مدلول ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے جو تقریر کی ہے اُس میں ان چار لفظوں سے شریعت، طریقت، حقیقت، اور نبوت و خلافت کی طرف علی الترتیب اشارہ کیا ہے۔ یہاں اُس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ اور نہ اس قسم کے مضامین خالص تفسیری حد میں آسکتے ہیں۔

نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ

دن کو تو کیا کرلیں گے اُس سے پہلے گنہگار ف۱ کیا پھر جب عذاب واقع ہو چکیگا تب اُس پر

بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ

یقین کرو گے اب قائل ہوئے اور تم اُسی کا تقاضا کرتے تھے ف۲ پھر کہیں گے

ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

گنہگاروں کو چکھتے رہو عذاب ہمیشگی کا وہی بدلا ملتا ہے جو کچھ کماتے تھے ف۳

وَيَسْتَنْۢبِــُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۚؕ وَمَآ اَنْتُمْ

اور تجھ سے خبر پوچھتے ہیں کیا سچ ہے یہ بات تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہے اور تم

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ

تھکا نہ سکو گے ف۴ اور اگر ہو ہر شخص گنہگار کے پاس جتنا کچھ ہے زمین میں البتہ دے ڈالے اپنے

بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

بدلے میں ف۵ اور چھپے چھپے پچھتائیں گے جب دیکھیں گے عذاب اور اُن میں فیصلہ ہوگا

بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

انصاف سے اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ف۶ سُن رکھو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور

الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

زمین میں سُن رکھو وعدہ اللہ کا سچ ہے ف۷ پر بہت لوگ نہیں جانتے ف۸

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ

وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے ف۹ اے لوگو تمہارے

جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ۬

پاس آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور شفا دلوں کے روگ کی

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ

اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے واسطے ف۱۰ کہہ اللہ کے فضل سے اور اُسکی مہربانی سے

فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ

سو اسی پر انکو خوش ہونا چاہئے ف۱ یہ بہتر ہے اُن چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں ف۲ تو کہہ بھلا دیکھو تو اللہ

اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ

نے جو اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اُس میں سے کوئی حرام اور کوئی حلال

قُلْ اٰۗللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَي اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ

کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تم کو یا اللہ پر افترا کرتے ہو ف۳ اور کیا خیال ہے

يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

جھوٹ باندھنے والوں کا اللہ پر قیامت کے دن ف۴ اللہ تو فضل کرتا ہے

عَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ

لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے ف۵ اور نہیں ہوتا تو کسی

شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ

حال میں اور نہ پڑھتا ہے اس میں سے کچھ قرآن اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام

اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ

کہ ہم نہیں ہوتے حاضر تمہارے پاس جب تم مصروف ہوتے ہو اُس میں اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے

مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ

ایک ذرہ بھر زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ چھوٹا

مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاۗءَ

اُس سے اور نہ بڑا جو نہیں ہے کھلی ہوئی کتاب میں ف۶ یاد رکھو جو لوگ اللہ کے

اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

دوست ہیں نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہونگے ف۷ جو لوگ کہ ایمان لائے اور

كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰي فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

ڈرتے رہے ف۸ اُنکے لئے ہے خوشخبری دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں ف۹

ف۱ "فرح" (خوش ہونا) محمود بھی ہے اور مذموم بھی۔ کسی نعمت پر اس حیثیت سے خوش ہونا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے ملی ہے، محمود ہے۔ جیسے یہاں فرمایا "فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" اور حطام دنیا پر خوش ہونا اور اکڑنا خصوصاً یہ خیال کر کے کہ ہم کو اپنی لیاقت سے حاصل ہوئی ہے، سخت مذموم ہے۔ قارون اپنے مال و دولت کی نسبت کہتا تھا "اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ" اُس کو فرمایا "لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا" ف۲ یعنی اصلی چیز خدا کا فضل و رحمت ہے۔ انسان کو اسی کی تلاش کرنی چاہیے۔ مال و دولت، جاہ و حشم سب اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ ف۳ یعنی قرآن جو نصیحت، شفاء اور ہدایت و رحمت بن کر آیا ہے وہی استناد اور تمسک کرنے کے لائق ہے۔ احکام الٰہیہ کی معرفت اور حلال و حرام کی تمیز اُسی سے ہو سکتی ہے یہ کیا واہیات ہے کہ خدا نے تو تمہارے انتفاع کے لئے ہر قسم کی روزی پیدا کی، پھر تم نے محض اپنی آراء و اہواء سے اُس میں سے کسی چیز کو حلال، کسی کو حرام ٹھہرا لیا۔ بھلا تحلیل و تحریم کا تم کو کیا حق ہے۔ کیا تم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے ایسا حکم دیا، یا یوں ہی خدا پر افترا کر رہے ہو۔ اگلی آیت میں صاف اشارہ کر دیا کہ بجز افتراء علی اللہ کے اور کچھ نہیں۔ (تنبیہ) جن چیزوں کو حلال و حرام کیا تھا، اُن کا مفصل تذکرہ سورۂ "مائدہ" اور "انعام" میں گذر چکا۔ ف۴ یعنی یہ لوگ روز قیامت کے متعلق کیا خیال کر رہے ہیں کہ کیا معاملہ ان کے ساتھ ہوگا۔ سخت پکڑے جائیں گے یا سستے چھوٹ جائیں گے۔ عذاب بھگتنا پڑیگا یا نہیں۔ کن خیالات میں پڑے ہیں یاد رکھیں جو دردناک سزا ملنے والی ہے وہ ٹل نہیں سکتی۔ ف۵ یعنی خدا اپنے فضل سے دنیا میں بہت کچھ مہلت دیتا ہے۔ بہت سی تقصیرات سے درگذر کرتا ہے۔ لیکن بہت لوگ نرمی اور اغماض کو دیکھ کر بجائے شکر گذار ہونے کے اور زیادہ دلیر اور بے خوف ہو جاتے ہیں۔ آخر سزا دینی پڑتی ہے ؎ حلم حق با تو مواسا ہا کند ٭ چونکہ از حد بگذری رسوا کند۔ ف۶ پہلے قرآن کریم کے اوصاف بیان کئے تھے کہ وہ سراپا نور ہدایت، شفائے قلوب، نعمت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ ہے۔ پھر اشارہ کیا کہ ہدایت و بصیرت کی ایسی صاف روشنی کو چھوڑ کر لوگ اپنے اوہام و خیالات کے اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور خدا پر افترا کر کے اُس کے فضل و انعام کی ناقدری کرتے ہیں۔ اس آیت میں متنبہ کیا کہ لوگ کس حال میں ہیں اور پیغمبر علیہ السّلام کی کیا شان ہے۔ آپ شب و روز مالک حقیقی کی وفاداری، اور ہمدردی خلائق کی جن شئون عظیمہ کے مظہر بنتے ہیں خصوصاً آپ کی جو امتیازی شان قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے وقت ظاہر ہوتی ہے یعنی قرآن کے ذریعہ سے جو جہاد آپ کر رہے ہیں وہ سب خدا کے حضور میں ہے اور لوگ جو کچھ اچھا یا برا معاملہ کرتے ہیں، وہ سب بھی خدا کی نظر کے سامنے ہے جس وقت مخلوق کوئی کام شروع کرتی اور اُس میں مشغول و منہمک ہو جاتی ہے، خواہ اُسے خدا کا تصور نہ آئے، لیکن خدا اُس کو برابر دیکھ رہا ہے۔ "فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ" زمین و آسمان میں کہیں ایک ذرہ برابر یا اُس سے چھوٹی بڑی چیز نہیں جو خدا تعالیٰ کے علم محیط سے غائب ہو۔ بلکہ علم الٰہی سے نیچے اتر کر تمام "ماکان و مایکون" کا حال "کتاب مبین" (لوح محفوظ) میں ثبت ہے۔ جسے "عالم تدبیر" میں "صحیفۂ علم الٰہی" کہنا چاہیے۔ جب حق تعالیٰ پر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز پوشیدہ نہیں تو ان مکذبین و معاندین کے معاملات و احوال کیسے مخفی رہ سکتے ہیں، پھر روز جزا کی کارروائی کے متعلق یہ کیا خیال کر رہے ہیں۔ وہ خوب سمجھ لیں کہ اُن کی ہر چھوٹی بڑی حرکت خدا کے سامنے ہے وہاں کوئی خیانت اور چوری نہیں چل سکیگی۔ ہر عمل کی سزا مل کر رہیگی اور جس طرح دشمنوں کے معاملات اُس کے سامنے ہیں، اُن کے بالمقابل دوستوں کا ذرہ ذرہ حال بھی اس کے علم میں ہے اگلی آیات میں اُن کو بشارت سنائی گئی۔ ف۷ ابن کثیر نے روایات حدیثیہ کی بناء پر اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "اولیاء اللہ" (خدا کے دوستوں) کو آخرت میں اہوال محشر کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہونگے۔ بعض مفسرین نے آیت کو کچھ عام رکھا ہے یعنی اُن پر اندیشہ ناک حوادث کا وقوع نہ دنیا میں ہوگا نہ آخرت میں۔ اور دکسی مطلوب کے فوت ہونے پر وہ مغموم ہوتے ہیں۔ گویا خوف سے خوفِ حق یا غم سے غم آخرت کی نفی مراد نہیں، بلکہ دنیا میں دنیوی خوف و غم کی نفی مراد ہے جس کا احتمال مخالفت اعداء وغیرہ سے ہو سکتا ہے، وہ مومنین کاملین کو نہیں ہوتا۔ ہر وقت اُن کا اعتماد اللہ پر ہوتا ہے اور تمام واقعات تکوینیہ کے خالی از حکمت نہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس اعتماد و اعتقاد کے استحضار سے اُنہیں خوف و غم نہیں ستاتا۔ میرے نزدیک "لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ" کا مطلب یہ لیا جائے کہ "اولیاء اللہ" پر کوئی خوفناک چیز (ہلاکت یا معتدبہ نقصان) دنیا و آخرت میں واقع ہونیوالی نہیں۔ اگر فرض کیجئے دنیا میں صورۃً کوئی نقصان پیش بھی آئے تو چونکہ نتیجۃً وہ اُنکے حق میں نفع عظیم کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اُس کو معتدبہ نقصان نہیں کہا جا سکتا۔ رہا کسی سبب دنیوی یا اخروی کی وجہ سے اُن کو کسی وقت خوف لاحق ہونا، وہ آیت کی اس تقریر کے منافی نہ ہوگا کیونکہ آیت نے صرف یہ خبر دی ہے کہ اُن پر کوئی خوفناک چیز نہ پڑیگی، یہ نہیں کہا کہ اُنہیں کسی وقت خوف لاحق نہ ہوگا۔ شاید "لَا يَحْزَنُوْنَ" کے مناسب "لَا يَخَافُوْنَ" نہ فرمانے اور "لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ" کی تعبیر اختیار کرنے میں یہی نکتہ ہو۔ باقی "لَا يَحْزَنُوْنَ" کا تعلق میرے خیال میں مستقبل سے ہے یعنی موت کے وقت اور موت کے بعد غمگین نہ ہونگے۔ جیسا کہ فرمایا "تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا" (حٰم السجدۃ۔ رکوع ۴) اور فرمایا "لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ" (الانبیاء۔ رکوع ۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم بمرادہ۔ ف۸ یہ "اولیاء اللہ" کی تعریف فرمائی یعنی مومن متقی خدا کا ولی ہوتا ہے۔ پہلے کئی مواقع میں معلوم ہو چکا ہے کہ ایمان و تقویٰ کے بہت سے مدارج ہیں پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی میں موجود

بقیہ فوائد صفحہ ۲۷۸. ہوگا اُسی درجہ میں ولایت کا ایک حصہ اُسکے لئے ثابت ہوگا. پھر جس طرح مثلاً دس بیس روپیہ بھی مال ہے اور پچاس سو، ہزار دو ہزار، لاکھ دو لاکھ روپیہ بھی. لیکن عرف عام میں دس بیس روپیہ کے مالک کو "مالدار" نہیں کہا جاتا جب تک معتدبہ مقدار مال و دولت کی موجود نہ ہو. اسی طرح سمجھ لیجئے کہ ایمان و تقویٰ کسی مرتبہ میں ہو، وہ ولایت کا شعبہ ہے اور اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ "ولی" کہلائے جا سکتے ہیں لیکن عرف میں "ولی" اُسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان و تقویٰ کا پایا جاتا ہو، احادیث میں کچھ علامات و آثار اس ولایت کے ذکر کئے گئے ہیں. مثلاً اُن کو دیکھنے سے خدا یاد آنے لگے یا مخلوق خدا سے اُن کو بے لوث محبت ہو، عارفین نے اپنے اپنے مذاق کے موافق "ولی" کی تعریفیں کی ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں. ف۹ "اولیاء اللہ" کے لئے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں مثلاً حق تعالیٰ نے انبیاء کی زبانی جو لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وغیرہ کی بشارت دی ہے، یا فرشتے موت کے قریب اُن کو کہتے ہیں. اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰم السجدۃ. رکوع ۴) یا کثرت سے سچے اور مبارک خواب اُنہیں نظر آتے ہیں یا اُن کی نسبت دوسرے بندگان خدا کو دکھائی دیتے ہیں جو حدیث صحیح کے موافق نبوۃ کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے. یا اُن کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی تائید و امداد ہوتی ہے یا خواص میں اور کبھی خواص سے گذر کر عوام میں بھی اُنکو مقبولیت حاصل ہوتی ہے. اور لوگ اُن کی مدح و ثنا اور ذکر خیر کرتے ہیں. یہ سب چیزیں دنیوی بشارت کے تحت میں درجہ بدرجہ آسکتی ہیں. مگر اکثر روایات میں لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کی تفسیر رؤیاء صالحہ سے کی گئی ہے. واللہ اعلم. رہی بشارت اُخروی وہ خود قرآن میں منصوص ہے بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور حدیث میں بھی یہی تفسیر منقول ہے

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ

بدلتی نہیں اللہ کی باتیں ف۱ یہی ہے بڑی کامیابی ☆ اور رنج مت کر

قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَآ اِنَّ

اُن کی بات کر اصل میں سب زور اللہ کے لئے ہے وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۲ سنتا ہے بیشک

لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ

اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں اور یہ جو پیچھے پڑے ہیں

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ

اللہ کے سوا شریکوں کو پکارنے والے سو یہ کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے ہیں اپنے خیال کے اور

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا

کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں ف۳ وہی ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ چین حاصل کرو

فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾

اس میں اور دن دیا دکھلانے والا بیشک اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں ف۴

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

کہتے ہیں ٹھہرا لیا اللہ نے بیٹا وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے اُسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى

جو کچھ ہے زمین میں نہیں تمہارے پاس کوئی سند اس کی کیوں جھوٹ کہتے ہو

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

اللہ پر جس بات کی تم کو خبر نہیں ف۵ کہہ جو لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ

لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ

بھلائی نہیں پاتے ☆ تھوڑا سا نفع اٹھا لینا دنیا میں پھر ہماری طرف ہے اُن کو لوٹنا پھر چکھائیں گے ہم اُن کو

الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ

سخت عذاب بدلا اُن کے کفر کا ف۶ اور سنا اُن کو حال نوح کا ف۷

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اللہ کی باتیں اور اُس کے وعدے سب پختہ اور اٹل ہیں. جو بشارتیں دی ہیں ضرور پہنچ کر رہیں گی. ف۲ اوپر سے اعدائے مکذبین کا ذکر چلا آتا تھا. اُن کے بالمقابل دوستوں کا تذکرہ فرمایا اور اُن کو دارین میں محفوظ رہنے کی بشارت سنائی. اِسی سلسلہ میں حضور کو تسلی دیجاتی ہے کہ آپ احمقوں اور شریروں کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، غلبہ اور زور سب خدا کے لئے ہے وہ اپنے زور تائید سے حق کو غالب و منصور اور مخالفین کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑیگا وہ اُنکی سب باتیں سُنتا اور سب حالات جانتا ہے. ف۳ یعنی کل زمین و آسمان میں خدائے واحد کی سلطنت ہے. سب جن وانس اور فرشتے اُسی کے مملوک و مخلوق ہیں. مشرکین کا غیر اللہ کو پکارنا اور اُنہیں خدائی کا حصہ دار بنانا، محض اٹکل کے تیر اور واہی تباہی خیالات ہیں. اُنکے ہاتھ میں نہ کوئی حقیقت ہے نہ حجت و برہان، خالی اوہام و ظنون کی اندھیریوں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں. ف۴ دن رات اور اندھیرے اُجالے کا پیدا کرنے والا وہی ایک خدا ہے. اسی سے خیر و شر اور تمام متقابل اشیاء کی پیدائش کو سمجھ لو. اس میں "مجوس" کے شرک کا رد ہوگیا. اور ادھر بھی لطیف اشارہ کر دیا کہ جس طرح رات کی تاریکی کے بعد خدا روز روشن کو لاتا ہے اور دن کے اُجالے میں وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو شب کی ظلمت میں دکھائی نہ دیتی تھیں. ایسے ہی مشرکین کے اوہام و ظنون کی اندھیریوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے اُس نے قرآن کریم کا آفتاب چمکایا جو لوگوں کو وصول الی اللہ کا ٹھیک راستہ دکھانے والا ہے. ف۵ اس میں عیسائیوں کے شرک کا رد ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر وہ واقعی طور پر "مسیح" کو خدا کا (معاذ اللہ) صلبی بیٹا سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہوگی. خداوند قدوس بالبداہۃ بیوی بچوں سے پاک ہے. اور اگر بیٹے سے مراد متبنّیٰ ہے تو خدا کو اسکی ضرورت کیا پیش آئی کہ ایک مخلوق کو متبنّیٰ بنائے. کیا معاذ اللہ اُسے اولاد کی حسرت اور بیٹا نہ ہونے کا غم تھا؟ یا یہ فکر تھی کہ اُسکے بعد مال و دولت کا وارث اور اُس کا نام روشن کرنے والا کون ہوگا؟ یا یہ کہ بڑھاپے اور حرج مرج میں کس سے سہارا لے گا؟ (العیاذ باللہ) وہ تو سب سے بے نیاز ہے اور سب ہر وقت اُس کے محتاج ہیں. اُسے بیٹے پوتے یا متبنّیٰ وغیرہ کی احتیاج کہاں ہو سکتی ہے؟ سب چیزیں اُسکی مملوک و مخلوق ہیں. پھر مالک و مملوک اور خالق و مخلوق کے درمیان اِن نسبی رشتوں کی کہاں گنجائش ہے. یہ بڑی سخت بات ہے کہ خدا کی نسبت محض جہالت سے ایسی جھوٹی اور بے سند باتیں کہی جائیں. ف۶ یعنی خدا پر جھوٹ باندھنے والے خواہ دنیا میں کیسی ہی طاقت رکھتے ہوں اور اپنے ساز و سامان پر مغرور ہوں لیکن اُنہیں حقیقی بھلائی اور کامیابی ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی. تھوڑے دن دنیا کے مزے اُڑا لیں، انجام کار اُنکا معاملہ خدا کی طرف رجوع ہوگا. جہاں سے اپنے جرائم کی پاداش میں نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھیں گے. ف۷ یعنی اہل مکہ کو نوح اور اُسکی قوم کا حال سُنا تاکہ معلوم ہو کہ مکذبین و مفترین کو حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی. اُنکی اچھل کود اور چمک دمک محض چند روزہ ہے جو انجام کار ہلاکت ابدی پر منتہی ہوتی ہے. اہل مکہ کو قوم نوح کا قصہ سُن کر عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ اگر وہ خاتم الانبیاء صلعم کی تکذیب و عداوت اور اپنی شرکیات سے باز نہ آئے تو اُنکا انجام بھی ویسا ہی ہو سکتا ہے جو نوح کی تکذیب کرنے والوں کا ہوا. نیز اس واقعہ کے بیان کرنے میں پیغمبر علیہ السلام کو تسلی دینا ہے کہ آپ اِن لوگوں کی دشمنی اور شرارت سے زیادہ دلگیر نہ ہوں. ہر نبی کو اس قسم کے حالات کا مقابلہ کرنا پڑا ہے پھر آخر میں حق ہی غالب ہو کر رہا اور حق و صداقت کے دشمن تباہ و برباد کر دیئے گئے. عام سامعین کو ان واقعات کے ایسے مفصل بیان سے یہ سبق ملتا ہے کہ نبی عربی صلعم باوجود امی ہونے اور کسی مخلوق کے سامنے ایک منٹ کے لئے بھی زانوئے تلمذ تہ نہ کرنے کے پچھلی قوموں کے اس قدر صحیح اور پختہ احوال بیان فرماتے ہیں جو بظاہر بدون تعلیم اور طویل استفادہ کے ممکن نہیں، ناچار ماننا پڑیگا کہ آپکا معلم کوئی انسان نہیں، بلکہ (بقیہ بر صفحہ ۲۸۰)

بقیہ صفحہ ۲۷۹۔ سب انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہ تو آپ کی سچائی کی ایک دلیل ہوئی۔

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي
جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا اور نصیحت کرنا

بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ
اللہ کی آیتوں سے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اب تم سب مل کر مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریکوں کو پھر

لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿٧١﴾
نہ رہے تم کو اپنے کام میں شبہ پھر کر گذرو میرے ساتھ اور مجھ کو مہلت نہ دو ف۱

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ
پھر اگر منہ پھیرو گے تو میں نے نہیں چاہی تم سے مزدوری میری مزدوری ہے اللہ پر

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٧٢﴾ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَ
اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں فرمانبردار ف۲ پھر اس کو جھٹلایا سو بچا لیا اس کو اور

مَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ
جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور ان کو قائم کر دیا جگہ پر اور ڈبا دیا ان کو جو

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ
جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام ان کا جن کو ڈرایا تھا ف۳ پھر

بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا
بھیجے ہم نے نوح کے بعد کتنے پیغمبر اُن کی قوم کی طرف پھر لائے اُنکے پاس کھلی دلیلیں سو ان کو

كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ
یہ نہ ہوا کہ ایمان لے آئیں اُس بات پر جس کو جھٹلا چکے تھے پہلے سے ف۴ اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں

قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ﴿٧٤﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ وَهَارُونَ إِلَىٰ
دلوں پر حد سے نکل جانیوالوں کے ف۵ پھر بھیجا ہم نے اُن کے پیچھے موسیٰ اور ہارون کو

فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿٧٥﴾
فرعون اور اُسکے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دیکر پھر تکبر کرنے لگے اور وہ تھے لوگ گنہگار ف۶

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی تمہاری خوشی ناخوشی یا موافقت و مخالفت کی مجھے ذرہ برابر پروا نہیں۔ تمام پیغمبروں کی طرح میرا بھروسہ صرف خدائے واحد پر ہے۔ اگر تم میری نصیحت و فہمائش سے بُرا مانو تو مانا کرو۔ میں اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں قصور نہیں کر سکتا۔ تم بُرا مان کر مجھ سے دشمنی کرو اور نقصان پہنچانا چاہو تو یہ چیز میرے ارادوں پر قطعاً اثر ڈالنے والی نہیں۔ جو کچھ تمہارے امکان میں ہے شوق سے کر گذرو۔ میرے خلاف مشورہ کر کے کوئی تجویز پختہ کر لو۔ اپنے رفقاء کو بلکہ فرضی معبودوں کو بھی جمع کر کے ایک غیر مشکوک اور غیر مشتبہ رائے پر قائم ہو جاؤ۔ پھر متفقہ طاقت سے اُسے جاری کر ڈالو، ایک منٹ کی مہلت بھی مجھ کو نہ دو۔ پھر دیکھو کہ پیغمبرانہ استقامت و توکل کا پہاڑ تمام دنیا کی طاقتوں اور تدبیروں کو کچل کر کس طرح پاش پاش کر ڈالتا ہے۔ ف۲ یعنی تمہارے مقابلہ میں نہ جانی و بدنی تکالیف سے گھبراتا ہوں اور نہ مالی نقصان کی کوئی فکر ہے کیونکہ میں نے خدمت تبلیغ و دعوت کا کچھ معاوضہ تم سے کبھی طلب نہیں کیا جو یہ اندیشہ ہو کہ تمہاری ناخوشی سے میری تنخواہ بند ہو جائیگی یا کم از کم تم کو یہ کہنے کا موقع ملیگا کہ میری ساری جدوجہد مال کی حرص اور روپیہ کے لالچ سے تھی میں جس کا کام کر رہا اور حکم بجا لا رہا ہوں اُسی کے ذمہ میری اُجرت ہے جب میں اُس کا فرمانبردار ہوں اور خدمت مفوضہ بے خوف و خطر انجام دیتا ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے فضل و رحمت کے دروازے مجھ پر نہ کھولے رکھے۔ ف۳ یعنی جس کے پاس چشم عبرت ہو وہ دیکھ لے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ اُن لوگوں کو سینکڑوں برس نوح علیہ السّلام نے نصیحت کی، نفع و ضرر سے آگاہ کیا، جب کوئی بات مؤثر نہ ہوئی بلکہ الٹا عناد و فرار بڑھتا گیا۔ اُس وقت خدا نے سخت طوفان پانی کا بھیجا۔ سب مکذبین غرقاب کر دیے گئے۔ صرف نوح علیہ السّلام اور چند نفوس جو اُن کے ساتھ کشتی پر سوار تھے محفوظ رہے۔ اُنہی سے آگے نسل انسانی چلی۔ اور ڈوبنے والوں کی جگہ یہی آباد ہوئے۔ نوح علیہ السّلام کا کچھ قصہ سورۂ "اعراف" میں گذر چکا۔ ف۴ یعنی نوح کے بعد ہود، صالح، لوط، ابراہیم، شعیب وغیرہ انبیاء کو اپنی اپنی قوم کی طرف کھلے ہوئے نشانات دیکر بھیجا۔ لیکن جس جہالت اور کفر کی حالت میں وہ لوگ اپنے اپنے پیغمبر کی بعثت سے پہلے تھے اور جن چیزوں کو پیشتر سے جھٹلاتے چلے آ رہے تھے، یہ توفیق نہ ہوئی کہ انبیاء کے تشریف لانے اور سمجھانے کے بعد اُن کو مان لیتے بلکہ جن اصول صحیحہ کی تکذیب پہلے قوم نوح کر چکی تھی، ان سبھوں نے بھی اُن کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جب پہلی مرتبہ منہ سے "نہ" نکل گئی، ممکن نہ تھا کہ پھر کبھی "ہاں" نکل سکے اُسی بے ایمانی اور تکذیب حق پر آخر تک اڑے رہے ف۵ جو لوگ تکذیب و عداوت حق میں حد سے نکل جاتے ہیں اُن کے دلوں پر مہر لگنے کی یہی صورت ہوتی ہے کہ اول تکذیب کرتے ہیں، پھر اُس پر ضد اور اصرار کرتے کرتے محض دشمنی اور عناد کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دل کی کلیں بگڑ جاتی ہیں اور قبول حق کی استعداد باقی نہیں رہتی۔ ف۶ یعنی جرائم پیشہ لوگ تھے۔ نافرمانی کی خو قبول حق کی اجازت کہاں دیتی۔ تکبر مانع ہوا کہ خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر اُس کے سفراء کے سامنے گردن جھکائیں۔ "وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا" (النمل۔ رکوع ۱) یہی تکبر تھا جس نے فرعون سے یہ الفاظ کہلوائے أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ (شعراء رکوع ۲)

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾

پھر جب پہنچی اُن کو سچی بات ہمارے پاس سے کہنے لگے یہ تو جادو ہے کھلا ف

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ

کہا موسیٰ نے کیا تم یہ کہتے ہو حق بات کو جب وہ پہنچی تمہارے پاس کیا یہ جادو ہے اور نجات نہیں پاتے

السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

جادو کرنے والے ف۲ بولے کیا تو آیا ہے کہ ہم کو پھیر دے اُس رستہ سے جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو

وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

اور تم دونوں کو سرداری مل جائے اس ملک میں اور ہم نہیں ہیں تم کو ماننے والے ف۳

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ

اور بولا فرعون لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا ہوا ف۴ پھر جب آئے جادوگر کہا

لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا

اُن کو موسیٰ نے ڈالو جو تم ڈالتے ہو ف۵ پھر جب اُنہوں نے ڈالا موسیٰ بولا کہ جو

جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ

تم لائے ہو سو جادو ہے ف۶ اب اللہ اس کو بگاڑتا ہے بیشک اللہ نہیں سنوارتا

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

شریروں کے کام ف۷ اور اللہ سچا کرتا ہے حق بات کو اپنے حکم سے اور پڑے بُرا مانیں گنہگار

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ

پھر کوئی ایمان نہ لایا موسیٰ پر مگر کچھ لڑکے اُس کی قوم کے ف۸ ڈرتے ہوئے

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى

فرعون سے اور اُنکے سرداروں سے کہ کہیں اُنکو بچلا نہ دے ف۹ اور فرعون چڑھ رہا ہے

الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ

ملک میں اور اُس نے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے ف۱۰ اور کہا موسیٰ نے اے میری قوم

ف۱ یعنی "عصا" اور "ید بیضا" وغیرہ کے معجزات دیکھ کر اور موسیٰ علیہ السّلام کی نہایت پُرتاثیر باتیں سن کر کہنے لگے کہ یہ سب کھلا ہوا جادو ہے۔ کیونکہ اُن کے خیال میں تمام فوق العادت چیزوں کا آخری درجہ "جادو" ہی ہوسکتا تھا۔ ف۲ یعنی حق کو جادو کہتے ہو، کیا جادو ایسا ہوتا ہے؟ اور کیا جادو کرنے والے نبوت کا دعویٰ کرکے حق و باطل کی کشمکش سے کامیاب نکل سکتے ہیں۔ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکنا اُن کوتاہ فہموں کا کام ہے جو سونے اور پیتل میں تمیز نہ کر سکیں پیغمبر کے روشن چہرے، پاکیزہ اخلاق، نور تقویٰ، پرشوکت و عظمت احوال میں بدیہی شہادت اسکی موجود ہوتی ہے کہ جادوگری اور شعبدہ بازی سے اُنہیں کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔ پھر پیغمبر کو "ساحر" کہنا کس درجہ بے حیائی یا دیوانگی ہے۔ ف۳ یعنی معاذ اللہ تم دنیا کے حریص اور بدنیت ہو۔ ایک سیاسی تحریک کو مذہبی رنگ میں پیش کرتے ہو۔ تمہاری غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذہبی حیثیت سے ایک انقلاب عظیم برپا کرکے اس ملک میں اپنی حکومت اور سرداری جماؤ۔ اور یہاں کے قدیم سرداروں (قبطیوں) کو برطرف کردو۔ سو یاد رہے کہ یہ خواہش پوری ہونے والی نہیں۔ ہم لوگ ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے نہ تمہاری بزرگی کبھی تسلیم کریں گے۔ ف۴ یہ موسیٰ علیہ السّلام کی تقریر کا جواب تھا۔ یعنی رہا سحر اور معجزہ کا جھگڑا، اُس کا ہم عملاً تصفیہ کئے دیتے ہیں کہ اس ملک کے بڑے بڑے ماہر جادوگر اکھٹے کئے جائیں، پھر آپ اُن کے خوارق کے مقابل اپنے معجزات دکھلائیں۔ دنیا مشاہدہ کریگی کہ تم پیغمبر ہو یا (معاذ اللہ) جادوگر ہو۔ اس کے لئے فرعون نے تمام ملک میں گشتی جاری کردی اور آدمی بھیجدیے کہ مشاق اور ماہر جادوگر جہاں کہیں ہوں فوراً حاضر کئے جائیں۔ اس کا مفصل واقعہ سورہ "اعراف" میں گزر چکا۔ وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔ ف۵ دوسری جگہ مذکور ہے کہ ساحرین نے موسیٰ علیہ السّلام سے دریافت کیا تھا کہ اپنا کرتب دکھلانے میں تم پہل کرتے ہو یا ہم کریں۔ اُس کے جواب میں موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو تم کو دکھلانا ہے دکھلاؤ کیونکہ باطل کی پوری زور آزمائی اور نمائش کے بعد حق کا آنا اور باطل کو نیچا دکھا کر ملیامیٹ کردینا زیادہ موثر اور غلبۂ حق کو زیادہ واضح کرنیوالا ہے ف۶ ساحرین نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں زمین پر پھینک دیں اور تخیل و نظر بندی سے دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہونے لگا گویا تمام میدان زندہ سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ "جادو" یہ ہے وہ جادو نہ تھا جسے فرعون اور اُس کے خوشامدیوں نے جادو کہا تھا۔ ف۷ یعنی بس تم اپنی قوت صرف کر چکے، اب سنبھل جاناکہ خدا اپنی قدرت و رحمت سے یہ سب بنا بنایا کھیل بگاڑتا ہے جو میرے مقابلہ میں پھر کبھی نہیں سنور سکیگا۔ کیونکہ خدا کی عادت و حکمت کے خلاف ہے کہ مصلح و مفسد کے مقابلہ کے وقت جبکہ اُس سے مقصود خالص اتمام حجت ہو مفسدوں اور شریروں کی بات سنوار دے اور کلمۂ حق کو پست و مغلوب کردے۔ ف۸ "بنی اسرائیل" فرعونیوں کے ہاتھوں سخت مصیبت اور ذلت اٹھا رہے تھے اور پُرانی پیشین گوئیوں کے مطابق منتظر تھے کہ فرعون کے مظالم کا خاتمہ کرنے اور اُس کی سلطنت کا تختہ اُلٹنے والا "اسرائیلی" پیغمبر مبعوث ہو موسیٰ علیہ السّلام ٹھیک اُسی شان سے تشریف لائے جس کا اُنہیں انتظار تھا۔ اِس لئے تمام "بنی اسرائیل" قدرتی طور پر موسیٰ علیہ السّلام کی بعثت کو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے۔ وہ دل سے حضرت موسیٰ کو سچا جانتے اور اُن کی عزت کرتے تھے مگر اکثر آدمی فرعون اور فرعونی سرداروں سے خوفزدہ تھے۔ اسی لئے ابتداء میں شرعی طور پر ایمان نہیں لائے وقت کے منتظر رہے کہ جس وقت حق کا غلبہ ہوگا مسلمان ہو جائیں گے۔ بنی اسرائیل کے تھوڑے سے نوجوانوں نے ہمت کرکے باوجود فرعونیوں سے خائف ہونے کے اپنے اسلام کا اظہار و اعلان کردیا۔ چند گنے چنے قبطی بھی جو فرعون کی قوم سے تھے، مشرف بایمان ہوئے۔ اخیر میں جب موسیٰ علیہ السّلام کا اثر اور حق کا غلغلہ بڑھتا گیا تب پوری قوم بنی اسرائیل کی جو تقریباً چھ لاکھ بالغ مردوں پر مشتمل تھی مسلمان ہوگئی۔ یہاں ابتداء کا قصہ بیان ہوا ہے ف۹ اُن کے سرداروں سے مراد یا تو فرعون کے حکام و عمال ہیں یا بنی اسرائیل کے وہ سردار مراد ہیں جو خوف یا طمع وغیرہ کی وجہ سے اپنے ہم قوموں کو فرعون کی مخالفت سے ڈراتے دھمکاتے تھے اور بچلا دینے کا مطلب یہ ہے کہ فرعون ایمان لانے کی خبر سن کر سخت ایذائیں پہنچائے جن سے گھبرا کر ممکن ہے بعض ضعیف القلب راہ حق سے بچل جائیں ف۱۰ یعنی اُن کا خوف کھانا بھی کچھ بیجا نہ تھا، کیونکہ اُس وقت ملک میں فرعون کی مادی طاقت بہت بڑھ چڑھ کر تھی اور اُس کا ظلم و عدوان اور کفر و طغیان حد سے متجاوز ہو چکا تھا۔ کمزوروں کو ستانے کے لئے اُس نے بالکل ہاتھ چھوڑ رکھا تھا۔

ع ۸/۱۲ ۱۳

إِن كُنتُمْ ءَامَنتُم بِٱللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوٓا۟ إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ﴿٨٤﴾

اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر تو اُسی پر بھروسہ کرو اگر ہو تم فرماں بردار ف

فَقَالُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٨٥﴾

تب وہ بولے ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا اے رب ہمارے نہ آزما ہم پر زور اس ظالم قوم کا ف

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰ

اور چھڑا دے ہم کو مہربانی فرما کر اِن کافر لوگوں سے ف اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو

وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَٱجْعَلُوا۟ بُيُوتَكُمْ

اور اُسکے بھائی کو کہ مقرر کرو اپنی قوم کے واسطے مصر میں سے گھر ف اور بناؤ اپنے گھر

قِبْلَةً وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ ۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ

قبلہ رو اور قائم کرو نماز ف اور خوشخبری دے ایمان والوں کو ف اور کہا موسیٰ نے

رَبَّنَآ إِنَّكَ ءَاتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُۥ زِينَةً وَأَمْوَٰلًا فِى ٱلْحَيَوٰةِ

اے رب ہمارے تو نے دی ہے فرعون کو اور اُسکے سرداروں کو رونق اور مال دنیا کی

ٱلدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا۟ عَن سَبِيلِكَ ۖ رَبَّنَا ٱطْمِسْ عَلَىٰٓ أَمْوَٰلِهِمْ

زندگی میں ف اے رب اس واسطے کہ بہکائیں تیری راہ سے ف اے رب مٹا دے اُن کے مال

وَٱشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا۟ حَتَّىٰ يَرَوُا۟ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾

اور سخت کر دے اُن کے دل کہ نہ ایمان لائیں جب تک دیکھ لیں عذاب دردناک ف

قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَٱسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ

فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری ف سو تم دونوں ثابت رہو اور مت چلو راہ

ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾ وَجَٰوَزْنَا بِبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱلْبَحْرَ

اُن کی جو ناواقف ہیں ف اور پار کر دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے

فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُۥ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَدْرَكَهُ

پھر پیچھا کیا اُن کا فرعون نے اور اُسکے لشکر نے شرارت سے اور تعدی سے یہاں تک کہ جب

ف۱ یعنی گھبرانے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ ایک فرماں بردار مومن کا کام اپنے مالک کی طاقت پر بھروسہ کرنا ہے جسے خدا کی لامحدود قدرت و رحمت پر یقین ہوگا۔ وہ یقیناً ہر معاملہ میں خدا پر اعتماد کرےگا اور اس اعتماد کا اظہار جب ہی ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کر دے۔ اُسی کے حکم پر چلے اور تمام جد و جہد میں صرف اُسی پر نظر رکھے۔ ف۲ موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر اُنہوں نے اخلاص کا اظہار کیا کہ بیشک ہمارا بھروسہ خالص خدا پر ہے۔ اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اِن ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنائے اِس طرح کہ یہ ہم پر اپنے زور و طاقت سے ظلم ڈھاتے رہیں۔ اور ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ ایسی صورت میں ہمارا دین بھی خطرہ میں ہے۔ اور ان ظالموں یا دوسرے دیکھنے والوں کو یہ ڈینگ مارنے کا موقع ملیگا کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو تم پر ایسا تسلط و تفوق کیوں حاصل ہوتا اور تم اس قدر پست و ذلیل کیوں ہوتے۔ یہ خیال ان گمراہوں کو اور زیادہ گمراہ کر دیگا۔ گویا ایک حیثیت سے ہمارا وجود اُن کے لئے فتنہ بن جائیگا۔ ف۳ یعنی اِن کی غلامی اور محکومی سے ہم کو نجات دے اور دولت آزادی سے مالامال فرما۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب فرعون کی ہلاکت کا وقت قریب آیا تو حکم ہوا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ان میں شامل نہ رکھو۔ اپنا محلہ جدا بساؤ کہ آگے اِن پر آفتیں آنے والی ہیں، اُس وقت تمہاری قوم ظاہری طور پر بھی آفتوں سے الگ تھلگ رہے" مفسرین نے تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا سے مراد یہ لی ہے کہ اپنے مکانوں میں ٹھہرے رہو اور اُن میں سے بعض کو عبادت کے لئے مخصوص کر لو۔ ف۵ فرعون نے مسجدیں اور عبادتگاہیں خراب کر دی تھیں کوئی باہر نکل کر خدا کی عبادت نہ کر سکتا تھا۔ بحالت مجبوری حکم ہوا کہ مکان میں کوئی جگہ نماز کے لئے رکھو جو قبلہ رو ہو۔ نماز ترک مت کرو کہ اُسی کی برکت سے خدا کی مدد آتی ہے۔ وَٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ہجرت سے پہلے مکہ میں ایسا ہی حال مسلمانوں کا تھا۔ ف۶ دنیا میں فتح و نصرت کی اور آخرت میں نجات و رضائے الٰہی کی۔ ف۷ یعنی ہر قسم کا سامان رونق و آسائش کا دیا۔ مثلاً حسن صورت، سواری، عمدہ پوشاک، اثاث البیت وغیرہ اور مال و دولت کے خزانے، سونے چاندی وغیرہ کی کانیں عطا فرمائیں۔ ف۸ اگر لِيُضِلُّوا۟ میں لام تعلیل لیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ تکوینی طور پر یہ سامان ان نابکاروں کو اس لئے دیا گیا کہ مغرور ہو کر خود گمراہ ہوں اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں خرچ کریں۔ بڑی آزادی سے دل کھول کر زور لگا لیں آخر میں دیکھ لیں گے کہ وہ کچھ بھی کام نہ آیا جب خالق خیر و شر کا اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ اُس کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ "خلق شر" میں بھی مجموعہ عالم کے اعتبار سے کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ وہ ہی حکمت شریروں کو اس قدر سامان دیئے جانے میں سمجھ لیجئے۔ كُلًّا نُّمِدُّ هَٰٓؤُلَآءِ وَهَٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ (بنی اسرائیل رکوع ۲)۔ إِنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا۟ إِثْمًا۔ (آل عمران رکوع ۱۸) بعض مفسرین نے لِيُضِلُّوا۟ میں "لام عاقبت" لیا ہے جیسے فَٱلْتَقَطَهُۥٓ ءَالُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا میں "لام عاقبت" ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ سامان دیا تو اِس لئے تھا کہ امور خیر میں خرچ کریں اور نعمتوں کو لیکر منعم حقیقی کو پہچانیں۔ اُس کے شکر گذار بندے بنیں۔ مگر اس کے برخلاف اُنہوں نے اپنی بدبختی سے خدا کی نعمتوں کو لوگوں کے بہکانے اور گمراہ کرنے میں ایسا بیدریغ خرچ کیا گویا وہ اسی کام کے لئے اُن کو دی گئی تھیں، اس تفسیر پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ ف۹ جب موسیٰ علیہ السلام مدت دراز تک ہر طرح ہدایت کر چکے اور عظیم الشان معجزات دکھلا چکے مگر معاندین کا جحود و عناد بڑھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ تجربہ اور طول صحبت یا وحی الٰہی سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ کبھی ایمان لانے والے نہیں، تب اُن کی ہلاکت کی دعا فرمائی، تا اُن کی گندگی سے دنیا جلد پاک ہو اور دوسروں کے لئے اُنکی بدانجامی درس عبرت بنے۔ آپ نے بد دعا کی کہ خداوندا! ان کے اموال کو تباہ اور ملیامیٹ کر دے۔ اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے جن میں کبھی ایمان و یقین نفوذ نہ کرے۔ بس اُسی وقت یقین حاصل ہو جب اپنی آنکھوں سے عذاب الیم کا مشاہدہ کر لیں۔ یہ دعا اُن کے حق میں ایسی سمجھو جیسے ابلیس کو "لعنہ اللہ" یا کفار کو "خذلہم اللہ" کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اُن کی ملعونیت و خذلان کا قطعی فیصلہ پیشتر سے کیا جا چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کی تقریر دوسری طرز سے کی ہے۔ فرماتے ہیں "سچے ایمان کی اُن سے اُمید نہ تھی مگر جب کچھ آفت پڑتی تو جھوٹی زبان سے کہتے کہ اب ہم مانیں گے اس میں عذاب تھم جاتا کام فیصل نہ ہوتا۔ دعا اس واسطے مانگی کہ یہ جھوٹا ایمان نہ لائیں دل اُن کے سخت رہیں تا عذاب پڑ چکے اور کام فیصل ہو"۔ ف۱۰ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ دُعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام "آمین" کہتے جاتے تھے۔ اس لحاظ سے "دَّعْوَتُكُمَا" فرمایا۔ ف۱۱ یعنی اپنا کام استقلال اور ثابت قدمی سے انجام دیتے رہو۔ اگر قبول دعا کے آثار دیر سے ظاہر ہوں تو نادان لوگوں کی طرح شتابی مت کرو وقت مقدر پر یہ ہی ہو کر رہیگا۔ گھبرانے سے کچھ حاصل نہیں۔

ف۱ موسیٰ علیہ السلام کئی لاکھ بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے۔ فرعون کو خبر ہوئی تو ایک لشکر جرار لیکر تعاقب کیا تا اُسکے پنجۂ ظلم سے چھوٹنے نہ پائیں۔ بنی اسرائیل جب بحر قلزم کے کنارے پہنچے، تو سخت پریشان ہوئے آگے سمندر راور پیچھے فرعون کا لشکر دوڑا چلا آرہا تھا موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی اور حق تعالیٰ کے حکم سے لاٹھی دریا پر ماری۔ سمندر کا پانی اِدھر اُدھر کھڑا ہو گیا اور درمیان میں خدا نے بارہ راستے خشک بنا دیے۔ یہ پار ہوئے، اُدھر فرعون لشکر سمیت سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ خشک راستے دیکھ کر سب نے اُسی میں گھوڑے ڈال دیے۔ جب ایک ایک کر کے تمام فوج دریا کے وسط میں پہنچی، پانی کو حکم ہوا کہ مجا فوراً پانی کے طبقات مل گئے، سب لشکر اور سامان موجوں کی نذر ہو گیا فرعون نے دیکھا کہ اب ڈوبتا ہوں اُس وقت گھبرا کر ایمان و اسلام کا لفظ زبان پر لایا کہ شاید بنی اسرائیل کا خدا "ایمان" کا لفظ سُن کر دریا کی موجوں سے باہر نکال دے۔ اُس پر خدا کی طرف سے ارشاد ہوا۔ اٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ الخ یعنی ساری عمر مخالف ہو کر گمراہی پھیلاتا اور شرارتیں کرتا رہا۔ اب عذاب دیکھ کر یقین لایا اس وقت کا یقین کیا معتبر ہے۔ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (المومن رکوع ۹) (تنبیہ) قبض روح اور معائنہ عذاب کے وقت ایمان لانا "ایمان غرغرہ" یا "ایمان باس" یا "ایمان یاس" کہلاتا ہے۔ جو "اہل السنۃ والجماعت" کے نزدیک نافع نہیں شیخ عبدالوہاب شعرانی نے "کتاب الیواقیت والجواہر" میں "فتوحات مکیہ" سے عبارت نقل کی ہے جس میں ایمان فرعون کی بابت یہی تصریح ہے۔ اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ "فتوحات" کے نسخوں میں ملحدین و زنادقہ نے بہت سی عبارتیں مدسوس کر دی ہیں میرے پاس جو نہایت مستند و معتبر نسخہ "فتوحات" کا ہے اُس میں اِن عبارتوں کا پتہ نہیں واللہ اعلم۔ (فائدہ) اخیر وقت میں فرعون سے لفظ "اٰمَنْتُ" کہلا کر حضرت موسیٰ کی دعا، فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ کی مقبولیت کا خدا نے مشاہدہ کرا دیا۔ ف۲ "موضح القرآن" میں ہے کہ جیسا بے وقت ایمان لایا، بے فائدہ، ویسا ہی اللہ نے مرے پیچھے اُس کا بدن دریا میں سے نکال کر ٹیلے پر ڈال دیا کہ "بنی اسرائیل" دیکھ کر شکر کریں اور پیچھے آنے والے اُس کے حال سے عبرت پکڑیں۔ ورنہ اُس کو بدن کے بچنے سے کیا فائدہ۔ جیسا بے فائدہ ایمان تھا ویسی ہی بیفائدہ نجات مل گئی۔ جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ فرعون کی لاش آج تک محفوظ چلی آتی ہے لیکن الفاظ قرآنی کی صحت اس کے ثبوت پر موقوف نہیں۔ (اتفاق) بنی اسرائیل کے نجات پانے اور فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ "عاشوراء" کے دن ہوا۔ اور اتفاق سے آج بھی جب بندہ یہ سطریں لکھ رہا ہے "یوم عاشوراء" ۱۳۳۸ھ ہجری ہے۔ خدا ہم کو دنیا و آخرت میں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور دشمنان دین کا بیڑہ غرق کرے۔ آمین۔ ف۳ یعنی فرعونیوں کو ہلاک کر کے اوّل ملک مصر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد عمالقہ کو نکال کر ملک شام دیا گیا۔ دونوں ملک سرسبز و شاداب ہیں جہاں ستھری اور لذیذ چیزوں کی افراط ہے۔ غرضیکہ بنی اسرائیل حلال و طیب نعمتوں سے مالا مال کر دیے گئے۔ ف۴ یعنی مادی انعام و اکرام کے ساتھ دینی و روحانی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ کہ تورات شریف کا علم دیا جس میں دین کے اصول و فروع بیان ہوئے تھے۔ اور اگلے پچھلوں کے متعلق خبریں تھیں اُن واضح حقائق سے خبردار ہونے کے بعد لائق نہ تھا کہ ایسی صاف چیزوں میں اختلاف کر کے آپس میں پھوٹ ڈالیں۔ اور فرقہ بندی کی نحوست میں گرفتار ہوں۔ مگر باوجود علم صحیح اور خبر صادق پہنچ جانے کے طرح طرح کے اختلافات پیدا کیے اور پھوٹ ڈالکر رہے۔ بعض احکام میں اپنے پیغمبر (موسیٰ علیہ السلام) سے بھی کٹ حجتی کی جیسا کہ ذبح بقر کے واقعہ میں گذرا۔ بعد میں آنے والے پیغمبروں خصوصاً خاتم النبیین صلعم کی بعض نے تصدیق اور اکثروں نے تکذیب کی حالانکہ اُن کے متعلق بہت سی پیشین گوئیوں پر مطلع ہو چکے تھے۔ بلکہ بعثت محمدی سے پہلے نبی آخر الزماں کی آمد کے منتظر تھے اور مشرکین سے کہتے تھے کہ ہم

الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ
ڈوبنے لگا بولا یقین کر لیا میں نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر کہ ایمان لائے
بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝٩٠ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ
بنی اسرائیل اور میں ہوں فرمانبرداروں میں ☆ اب یہ کہتا ہے اور تو
عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝٩١ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ
نافرمانی کرتا رہا اس سے پہلے اور رہا گمراہوں میں ف۱ سو آج بچائے دیتے ہیں
بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ
ہم تیرے بدن کو تاکہ ہووے تو اپنے پچھلوں کے واسطے نشانی اور بیشک بہت
النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝٩٢ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
لوگ ہماری قدرتوں پر توجہ نہیں کرتے ف۲ اور جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو
مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا
پسندیدہ جگہ اور کھانے کو دیں ستھری چیزیں ف۳ سو اُن میں پھوٹ نہیں پڑی
حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ
یہاں تک کہ پہنچی اُن کو خبر بیشک تیرا رب اُن میں فیصلہ کرے گا قیامت
الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝٩٣ فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ
کے دن جس بات میں کہ اُن میں پھوٹ پڑی ف۴ سو اگر تو ہے شک میں
مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ
اُس چیز سے کہ اُتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ اُن سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ
قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
سے پہلے بیشک آئی ہے تیرے پاس حق بات تیرے رب سے سو تو ہرگز مت ہو
الْمُمْتَرِیْنَ ۝٩٤ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ
شک کرنے والا ☆ اور مت ہو اُن میں جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی باتوں کو

ع ۹ / ۱۰ / ۱۴

پیغمبر آخر الزماں کے ساتھ ہو کر تمہاری خبر لیں گے۔ نہ صرف اسی مسئلہ میں اختلاف ہوا بلکہ خود اپنے مذہب میں تحریف کر کے اصول و فروع بدل ڈالے اور رفتہ رفتہ بیسیوں فرقے پیدا ہو گئے۔ مسیح علیہ السلام سے تین سو برس بعد قسطنطین اعظم جو ایک فلسفی مزاج بادشاہ تھا، ازراہ نفاق دین نصرانیت میں داخل ہوا تو پادریوں نے اُس کی خاطر جدید قوانین وضع کیے اور نئی شریعت بنائی۔ اُس نے اُن کے لئے بڑے بڑے گرجا اور معابد و مشاہد تعمیر کرائے اور اس نئے دین مسیحی کی جو اصلی مسیحیت کو بگاڑ کر تیار کیا گیا تھا خوب اشاعت ہوئی بجز چند تارک الدنیا راہبوں کے جو بستیوں سے الگ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا رہے تھے۔ کوئی شخص اصلی دین مسیحی پر قائم نہ رہا تھا صلیب کی پرستش، مشرق کی طرف نماز پڑھنا، کلیساؤں میں مسیح و مریم وغیرہ کی تصاویر پوجنا، خنزیر وغیرہ کو حلال کرنا اور اسی طرح کی تحریفات نے حقیقی مسیحیت کو بالکل مسخ کر ڈالا۔ اور یہی مسخ شدہ مسیحیت ساری دنیا میں پھیل گئی۔ یہ زمانہ تھا جب ملک شام، بیت المقدس، جزیرہ اور بلاد روم پر "نصاریٰ" کا تسلط تھا۔ تاآنکہ فاروق اعظم کے عہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان ممالک کو نصاریٰ کے قبضہ سے نکالا۔ وللہ الحمد والمنہ۔

ف بظاہر یہ خطاب پیغمبر علیہ السّلام کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے جو ایک اُمّی کی زبان سے ایسے عظیم الشان حقائق و واقعات سُن کر حیرت زدہ رہجاتے تھے اور جہل و تعصب کی وجہ سے اُن کی واقعیت میں شک و تردد کا اظہار کرنے لگتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ خود اپنی لائی ہوئی چیزوں میں کیسے شک و شبہ کر سکتے تھے اور جس کی طرف تمام دنیا کو دعوت دیتے اور بہاڑ سے زیادہ مضبوط یقین سننے والوں کے قلوب میں پیدا کر دیتے تھے، اُس کو خود اپنی زبان سے کیسے جھٹلاتے۔ چند آیات کے بعد صاف فرما دیا قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ الخ یہ آیۃ صاف بتلا رہی ہے کہ شک کرنیوالے دوسرے لوگ تھے جن کے مقابلہ میں آپ اپنے غیر متزلزل اور اٹل عقیدہ کا اعلان کر رہے ہیں۔ بہرحال اِن آیات میں پیغمبر کی زبان سے قرآن کے ہر ایک مخاطب کو متنبہ کیا کہ کفر و تکذیب کی جاری شک سے شروع ہوتی ہے۔ اگر تم کو قرآن کے بیان کردہ واقعات میں شک و شبہ پیدا ہو تو اس کا فوراً علاج کرو یعنی جو لوگ کتب سابقہ کا علم رکھتے ہیں، اُن سے تحقیق کر لو۔ آخر اُن میں کچھ آدمی سچے اور انصاف پسند بھی ہیں۔ وہ بتائیں گے کہ نبی اُمّی نے جو کچھ بیان فرمایا کہاں تک درست ہے۔ بلاشبہ جو کچھ آپ لائے وہ سچ کے سوا کچھ نہیں، وہ پروردگار کا اُتارا ہوا ہے جس میں شک و تردد کی قطعاً گنجایش نہیں۔ اگر بیہودہ شکوک کا علاج نہ کیا جائے تو چند روز میں شک ترقی کر کے امتراء (جدل) اور "امتراء" ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچیگا جس کا نتیجہ خسران و خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ تکذیب کے بعد ایک اور درجہ ہے۔ جہاں پہنچ کر دل پر مہر لگ جاتی ہے تکذیب کرتے کرتے قبول حق کی استعداد بھی برباد ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص اگر دنیا جہان کے سارے نشان دیکھ لے تب بھی ایمان نہ لائے۔ اُسے عذاب الیم دیکھ کر ہی یقین آئے گا۔ جبکہ اُس یقین سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ (فائدہ) كلمة ربك (رب کی بات) سے مراد غالباً وہ ہے جو دوسری جگہ فرمایا "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ"۔ یعنی دوزخ کو جن و انس سے بھرونگا جن لوگوں پر بدبختی، سُوءِ استعداد اور شامت اعمال سے یہ بات علم الٰہی میں ثابت ہو چکی۔ یہاں اُن کا ذکر ہے۔

فَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

پھر تو بھی ہو جائے خرابی میں پڑنے والا ☆ جن پر ثابت ہو چکی بات تیرے رب کی

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

وہ ایمان نہ لائینگے ☆ اگرچہ پہنچیں اُن کو ساری نشانیاں جب تک نہ دیکھ لیں عذاب دردناک ف۱

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ

سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر کام آتا اُنکو ایمان لانا مگر یونس کی قوم جب

اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ

وہ ایمان لائی اُٹھا لیا ہم نے اُن پر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگانی میں اور فائدہ پہنچایا ہم نے اُنکو

اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا

ایک وقت تک ف۲ اور اگر تیرا رب چاہتا بیشک ایمان لے آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے تمام

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ

اب کیا تو زبردستی کریگا لوگوں پر کہ ہو جائیں باایمان ف۳ اور کسی سے نہیں ہو سکتا

اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

کہ ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہے گندگی اُن پر جو

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا

نہیں سوچتے ف۴ تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور کچھ

تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ

کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈرانیوالے اُن لوگوں کو جو نہیں مانتے ف۵ سو اب کچھ نہیں جن کا انتظار کریں

اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ

مگر اُنہی کے سے دن جو گذر چکے ہیں ان سے پہلے تو کہہ اب راہ دیکھو میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تمہارے ساتھ راہ دیکھتا ہوں ف۶ پھر ہم بچا لیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور اُن کو جو ایمان لائے

ف۲ یعنی جتنی بستیاں تکذیب انبیاء اور شرارتوں کی وجہ سے مستوجب عذاب ٹھہریں، اُن میں سے کسی کو ایسی طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات دیتا۔ صرف یونس علیہ السّلام کی قوم کی ایک مثال ہے جس نے ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بال بال بچا لیا جو بالکل ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ خدا نے ایمان کی بدولت دنیوی زندگی میں اُن پر سے آنیوالی بلا ٹال دی اور جس وقت تک اُنہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد و برکات سے منتفع کیا۔ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السّلام سرزمین "موصل" میں اہل نینوی کی طرف مبعوث ہوئے۔ وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ یونس علیہ السّلام لگاتار سات سال تک پند و نصیحت کرتے رہے۔ اُنہوں نے ایک نہ سنی یوماً فیوماً انکار و تکذیب بڑھتا رہا۔ آخر حضرت یونس نے تنگ آ کر اُن کو آگاہ کیا کہ (باز نہ آئے تو) تین دن کے اندر عذاب آنیوالا ہے۔ جب تیسری شب آئی یونس علیہ السّلام آدھی رات گذرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے صبح ہوتے ہی آثار عذاب کے نظر آنے لگے آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دھواں نکلتا تھا۔ وہ اُن کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ اُن کی چھتیں بالکل تاریک ہو گئیں۔ یہ آثار دیکھ کر جب اُنہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یونس کی تلاش ہوئی۔ وہ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ مواشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لیکر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے خوف سے چیخیں مارتے تھے اور بڑے اخلاص و تضرع سے خدا کو پکار رہے تھے۔ چاروں طرف آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور کہتے جاتے تھے کہ "اٰمَنَّا بِمَا جَآءَ بِهٖ يُوْنُسُ" جو کچھ یونس علیہ السّلام لائے ہم اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اُن کے تضرع و بکا پر رحم فرمایا اور آثار عذاب جو ہویدا ہو چکے تھے اُٹھا لئے گئے۔ یہاں پہنچ کر علمائے سلف کے دو قول ہیں اکثر علماء کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معائنہ اُن کو نہ ہوا تھا صرف علامات و آثار نظر آئے تھے۔ ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ "ایمان باُس" جو معتبر و مقبول نہیں اُس سے مراد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اور اُس میں پھنس کر ایمان لائے جیسے فرعون نے سمندر کی موجوں میں پھنس کر اقرار کیا تھا۔ بعض علماء کے نزدیک قوم یونس کا ایمان بھی فرعون کی طرح "ایمان باُس" تھا جو عام ضابطہ کے موافق نافع نہ ہونا چاہئے تھا لیکن حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خلاف قاعدہ بطور استثناء اُس قوم کا یہ ایمان معتبر رکھا۔ فرعون کے ایمان کی طرح رد نہیں فرمایا۔ پھر اختلاف ہوا ہے کہ آیا اُن کے ایمان کا معتبر ہونا صرف دنیوی زندگی تک محدود تھا کہ دنیا میں آنیوالا عذاب ٹل گیا۔ یا آخرت میں بھی موجب نجات ہوگا۔ "ابن کثیر" نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے یعنی دنیا و آخرت دونوں جگہ مفید و معتبر ہوگا۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے نہایت لطیف و دقیق طرز میں آیت کی تفسیر کی ہے۔ یعنی دُنیا میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا، مگر قوم یونس کو۔ اس واسطے کہ اُن پر حکم عذاب کا نہ پہنچا تھا حضرت یونس کی شتابی سے محض صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی (تا اُن کی نظر میں حضرت یونس کی بات جھوٹی نہ ہو) وہ ایمان لائے پھر بچ گئے، اور صورت عذاب ہٹا لی گئی۔ اسی طرح مشرکین مکہ کو فتح مکہ میں فوج اسلام اُن پر پہنچی قتل و غارت کے لئے لیکن اُن کا ایمان قبول ہو گیا اور امان ملی۔ حضرت یونس کے قصہ کا بقیہ سورۂ "صافات" وغیرہ میں آئے گا۔ ف۳ یعنی آپ کو یہ قدرت نہیں کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان اُتار دیں۔ خدا چاہتا تو بیشک سب آدمیوں کے دلوں

بقیہ فوائد صفحہ ۲۸۴۔ میں ایمان ڈال سکتا تھا۔ مگر جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں تقریر کی جا چکی ہے، ایسا کرنا اُسکی تکوینی حکمت و مصلحت کے خلاف تھا، اس لئے نہیں کیا۔ ف۴ خدا کی مشیت و توفیق اور حکم تکوینی کے بدون کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔ اور یہ حکم و توفیق اُن ہی کے حق میں ہوتی ہے جو خدا کے نشانات میں غور کریں اور عقل و فہم سے کام لیں۔ جو لوگ سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے اُنہیں خدا تعالیٰ کفر و شرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔ ف۵ یعنی سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے آسمان و زمین میں خدا کی قدرت و حکمت اور توحید و تفرید کے کیا کچھ نشان موجود ہیں۔ بلکہ ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ اُس کی توحید پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن جو کسی بات کو ماننا اور تسلیم کرنا ہی نہیں چاہتا تو اُن کے لئے یہ سب نشانات و دلائل بیکار ہیں اور ڈرانے والے پیغمبروں کی تنبیہ و تخویف بھی غیر مؤثر ہے۔ ف۶ ایسی ضدی اور معاند قوم کے لئے جو کسی دلیل اور نشان کو نہ مانے، اور کچھ باقی نہیں بجز اس کے کہ گذشتہ مکذبین پر جو آفات و حوادث نازل ہوئے ہیں، اُن کا یہ بھی انتظار کریں۔ سو بہتر ہے، تم اور ہم دونوں مل کر اُس وقت کا انتظار کرتے ہیں۔ تاکہ صادق و کاذب کا آخری فیصلہ سامنے آجائے۔

ع ۱۰ / ۱۱ / ۱۵

كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ

اسی طرح ذمہ ہے ہمارا بچا دینگے ایمان والوں کو ف۱ کہہ دے اے لوگو اگر تم

فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

شک میں ہو میرے دین سے تو میں عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

اور لیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی جو کھینچ لیتا ہے تم کو اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں ایمان والوں میں

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور یہ کہ سیدھا کر منہ اپنا دین پر حنیف ہو کر اور مت ہو شرک والوں میں

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ

اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ بُرا پھر اگر

فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ

تو ایسا کرے تو تو بھی اُس وقت ہو ظالموں میں ف۲ اور اگر پہنچا دے تجھ کو اللہ

بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ

کچھ تکلیف تو کوئی نہیں اُس کو ہٹانے والا اُس کے سوا اور اگر پہنچانا چاہے تجھ کو کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں

لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ

اُسکے فضل کو پہنچائے اپنا فضل جس پر چاہے اپنے بندوں میں اور وہی ہے بخشنے والا

الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ

مہربان ف۳ کہہ دے اے لوگو پہنچ چکا حق تم کو تمہارے رب سے

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا

اب جو کوئی راہ پر آئے سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا پھرے سو

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ

بہکا پھرے گا اپنے بُرے کو اور میں تم پر نہیں ہوں مختار ف۴ اور تو چل اُسی پر جو حکم پہنچے تیری طرف

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جیسے پہلی قوموں کے ساتھ ہماری عادت رہی ہے کہ مکذبین کو ہلاک کر کے پیغمبر اور مومنین کو بچایا۔ اسی طرح موجودہ اور آئندہ مومنین کی نسبت ہمارا وعدہ ہے کہ اُن کو نجات دیں گے آخرت میں عذاب الیم سے اور دنیا میں کفار کے مظالم اور سختیوں سے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ مومنین مومنین ہوں یعنی وہ صفات و خصال رکھتے ہوں جو قرآن و حدیث میں مومنین کی بیان ہوئی ہیں۔ ف۲ یعنی اگر میرا طریقہ اور مسلک دینی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا اس لئے اُسکی نسبت شکوک و شبہات میں پھنسے ہوئے ہو، تو میں تمہیں اپنے دین کا اصل اصول (جو توحید خالص ہے) سمجھائے دیتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت نفور اور بیزار ہوں جس کے اختیار کرنے کا امکان بھی کبھی میری طرف سے دل میں نہ لانا۔ میری عبادت خالص اُس خداوند قدوس کے لئے ہے جس کے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں۔ کہ جب تک چاہے اُنہیں جسموں میں چھوڑے رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے گویا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اُسی کی ہو سکتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ جوارح سے اُس کی بندگی کیجائے ضروری ہے کہ دل میں اُس کی توحید و تفرید پر پورا یقین و ایمان ہو اور ظاہر و باطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی و خفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے جس طرح عبادت صرف اُسی کی کریں، استعانت کے لئے بھی اُسی کو پکاریں، کیونکہ ہر قسم کا نفع نقصان اور بھلائی بُرائی تنہا اُسی کے قبضہ میں ہے مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارنا جو کسی نفع نقصان کے مالک نہ ہوں سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم (یعنی شرک) کا ایک شعبہ ہے۔ اگر بفرض محال نبی سے ایسی حرکت صادر ہو تو اُن کی عظیم الشان شخصیت کو لحاظ کرتے ہوئے ظلم اعظم ہوگا۔ ف۳ جب اُن چیزوں کے پکارنے سے منع کیا جن کے قبضہ میں تمہارا بھلا بُرا کچھ نہیں تو مناسب ہوا کہ اس کے بالمقابل مالک علی الاطلاق کا ذکر کیا جائے جو تکلیف و راحت اور بھلائی بُرائی کے پورے سلسلہ پر کامل اختیار اور قبضہ رکھتا ہے جس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو دنیا میں کوئی نہیں ہٹا سکتا اور جس پر فضل و رحمت فرمانا چاہے، کسی کی طاقت نہیں کہ اُسے محروم کر سکے۔ ف۴ یعنی حق واضح طور پر دلائل و براہین کے ساتھ پہنچ چکا، جس کے قبول نہ کرنے کا کوئی معقول عذر کسی کے پاس نہیں خدا کی آخری حجت بندوں پر تمام ہو گئی۔ اب ہر ایک اپنا نفع نقصان سوچ لے۔ جو خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر چلے گا دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا۔ جو اُسے چھوڑ کر ادھر اُدھر بھٹکتا پھرے گا خود پریشان اور ذلیل و خوار رہیگا۔ اپنے بھلے بُرے کو خوب سمجھ کر ہر شخص اپنے مستقبل کا انتظام کر لے اور جو راستہ پسند ہو اختیار کرے۔ پیغمبر کوئی مختار بنا کر نہیں بھیجے گئے جو تمہارے افعال کے ذمہ دار اور جوابدہ ہوں، اُن کا کام صرف آگاہ کر دینے اور راستہ بتلا دینے کا ہے۔ اُس پر چلنا، چلنے والے کے اختیار میں ہے۔

ف اس میں آنحضرت صلعم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ حق کو قبول نہ کریں تو اپنے کو ان کے غم میں نہ گھلائیں۔ آپ خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے رہئے اور تبلیغ وغیرہ کے کام میں لگے رہئے۔ اور جو شدائد اس راستہ میں پہنچیں اُن پر صبر کیجئے۔ مخالفین کی ایذا رسانیوں کا تحمل کرتے رہنا چاہئے۔ یہاں تک کہ خدا آپ کے اور اُن کے درمیان بہترین فیصلہ کر دے یعنی حسب وعدہ آپ کو منصور و غالب کرے یا جہاد کا حکم بھیجدے۔ تم سورۂ یونس علیہ السلام بمنہ تعالیٰ وفضلہ۔ فللہ الحمد علیٰ ذلک۔ ف۲ یعنی یہ قرآن کریم وہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب ہے، جس کی آیتیں لفظی ومعنوی ہر حیثیت سے نہایت جچی تلی یا دن تولہ پاؤ رتی ہیں۔ نہ اُن میں تناقض ہے نہ کوئی مضمون حکمت یا واقع کے خلاف ہے نہ باعتبار معجزانہ فصاحت وبلاغت کے ایک حرف پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے جس مضمون کو جس عبارت میں ادا کیا ہے محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے۔ الفاظ کی جامعیت معانی کی قامت پر ذرا بھی نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ جن اصول وفروع، اخلاق واعمال اور قیمتی پند ونصیحت پر یہ آیات مشتمل ہیں اور جو دلائل و براہین اثبات دعاوی کے لئے استعمال کی گئی ہیں۔ وہ سب علم وحکمت کے کانٹے میں تلی ہوئی ہیں۔ قرآنی حقائق ودلائل ایسی مضبوط ومحکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پلٹیاں کھائے اُن کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ عالم کے مزاج کی پوری تشخیص کر کے اور قیامت تک پیش آنے والے تغیرات وحوادث کو من کل الوجوہ جانچ تول کر ایسی معتدل اور ابدی غذائے روح، مائدہ قرآنی کے ذریعہ سے پیش کی گئی ہے جو تناول کرنے والوں کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں مناسب وملائم ہو۔ اِن تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود نہیں کہ اجمال وابہام کی وجہ سے کتاب معمّہ اور چیستاں بن کر رہ جاتی بلکہ معاش ومعاد کی تمام مہمات کو خوب کھول کر سمجھایا ہے اور موقع بموقع دلائل توحید، احکام، مواعظ، قصص، ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے الگ الگ رکھی ہے۔ اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ نزولی حیثیت میں بھی حکمت مرعی رہی ہے کہ پورا قرآن ایک دم نہیں اتارا۔ بلکہ وقتاً فوقتاً موقع ومصلحت کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ آیات کا نزول ہوتا رہا۔ قرآن میں ان تمام باریکیوں کو مجتمع دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ مگر حیرت کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر حکیم مطلق اور خبیر برحق کے کلام میں سب حکمتیں اور خوبیاں جمع نہ ہونگی تو اور کس کلام میں توقع کی جا سکتی ہے۔ ف۳ یعنی اِس محکم ومفصل کتاب کے نازل کرنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو صرف خدائے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دیجائے اور اُس کے طریقے سکھائے جائیں۔ اسی عظیم وجلیل مقصد کے لئے پہلے انبیاء تشریف لائے تھے۔ "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ" (الانبیاء رکوع ۲) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ" (النحل رکوع ۵) ف۴ یعنی جو کتاب کو مانے اور شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرے اُسے فلاح دارین کی خوشخبری سُناتے ہیں۔ جو نہ مانے اور کفر وشرک اختیار کرے اس کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں۔ ف۵ جو پچھلی تقصیرات معاف کرائے اور آئندہ کے لئے خدا کی طرف دل سے رجوع ہو، تو دنیا کی زندگی اچھی طرح گذرے کیونکہ مؤمن قانت خواہ کسی حال میں ہو، مگر خدا کے فضل وکرم کی بڑی بڑی اُمیدیں رکھتا ہے وہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی اور مستقبل کی عظیم الشان خوشحالی کے تصور میں اس قدر مگن رہتا ہے کہ یہاں کی بڑی بڑی سختیوں کو خاطر میں نہیں لاتا وہ جب خیال کرتا ہے کہ میں اپنی زندگی کے فرائض صحیح طور پر انجام دے رہا ہوں جس کا صلہ مجھ کو ضرور ایک دن عرش والی سرکار سے ملنے والا ہے تو اپنی کامیابی اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کر کے اس کا دل جوش مسرت سے اچھلنے لگتا ہے۔ اُسے دنیا کی تھوڑی سی پونجی میں وہ سکون قلبی اور راحت باطنی نصیب ہوتی ہے جو بادشاہوں کو بیشمار سامانوں اور اموال وخزائن سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ بعض اوقات یہاں کی چند روزہ تکلیفوں اور سختیوں میں وہ لذت پاتے ہیں جو اغنیاء وملوک اپنے عیش وتنعم میں محسوس نہیں کرتے۔ ایک محب وطن سیاسی قیدی کو اگر فرض کیجئے

وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ ع ۱۱

اور صبر کر جب تک فیصلہ کرے اللہ اور وہ ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ف

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ہود مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو تیئیس آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴿١﴾

یہ کتاب ہے کہ جانچ لیا ہے اسکی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے ف۲

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ﴿٢﴾ وَّ

کہ عبادت نہ کرو مگر اللہ کی ف۳ میں تم کو اُسی کی طرف سے ڈر اور خوشخبری سُناتا ہوں ف۴ اور

اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا

یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اُس کی طرف کہ فائدہ پہنچائے تم کو اچھا

حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ

فائدہ ایک وقت مقرر تک ف۵ اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی ف۶

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿٣﴾ اِلَى

اور اگر تم پھر جاؤ گے تو میں ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ف۷ اللہ کی

اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ

طرف ہے تم کو لوٹ کر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ☆ سُنتا ہے وہ دوہرے کرتے ہیں

صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ

اپنے سینے تاکہ چھپائیں اُس سے سُنتا ہے جس وقت اوڑھتے ہیں اپنے کپڑے

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٥﴾

جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ تو جاننے والا ہے دلوں کی بات ف۸

یقین ہو جائے کہ میری اسیری ختم ہو جانے پر ملک اجنبیوں کی غلامی سے آزاد ہو جائیگا اور مجھے قید سے نکلتے ہی ملک کی جمہوریہ کا صدر بنا دیا جائیگا۔ تو کیا اُسے جیل خانہ کی بند کوٹھری میں سرور واطمینان کی کیفیت اُس بادشاہ سے زیادہ حاصل نہ ہوگی؟ جس کے لئے ہر قسم کے سامان عیش وطرب فراہم ہیں مگر اندیشہ لگا ہوا ہے کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر نہایت ذلت کے ساتھ تخت شاہی سے اُتارا جانے والا ہے۔ اسی پر دنیا کے جیل خانہ میں ایک مؤمن قانت کی زندگی کو قیاس کر لو۔ ف۶ جو جس قدر زیادہ بڑھ کر عمل کریگا اُسی قدر خدا کے فضل سے زیادہ حصہ پائیگا۔ آخرت میں اجر وثواب اور دنیا میں مزید طمانیت حاصل ہوگی۔ ف۷ یعنی میری بات نہ مانو گے تو قیامت کا عذاب یقینی ہے، باقی یہ فرمانا کہ "میں ڈرتا ہوں" اس سے مقصود حضور کی عام شفقت وہمدردی خلائق کا اظہار کرنا ہے۔ ف۸ سزا دینے کے لئے ضروری ہے کہ مجرم حاضر ہو، حاکم سزا دینے کی پوری قدرت اور کامل اختیار رکھتا ہو، مجرمین کی کل کارروائیاں اُس کے علم میں ہوں۔ "اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ" میں بتلا دیا کہ مجرم وغیر مجرم سب کو خدا کے یہاں حاضر ہونا ہے "وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" میں قدرت واختیار کا عموم بیان فرمایا اور "اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ" سے "بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" تک اُس کے علم محیط کی وسعت کو ظاہر کیا۔ کہ خدا ہر کھلی چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے حتیٰ کہ دلوں کی تہہ میں جو خیالات، ارادے اور نیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں اُن پر بھی مطلع ہے۔ پھر کوئی مجرم اپنے جرم کو کس طرح اس سے مخفی رکھ کر نجات پا سکتا ہے۔ (تنبیہ) اِن آیات کی شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ صحیح ترین روایت ابن عباس کی بخاری میں ہے کہ بعض مسلمانوں پر حیا کا اس قدر حد سے زیادہ

بقیہ صفحہ ۲۸۶. غلبہ ہوا کہ استنجا یا جماع وغیرہ ضروریات بشری کے وقت کسی حصہ بدن کو برہنہ کرنے سے شرماتے تھے کہ آسمان والا ہم کو دیکھتا ہے۔ برہنہ ہونا پڑتا تو غلبۂ حیا سے جھکے جاتے اور شرمگاہ کو چھپانے کے لئے سینہ کو دوہرا کئے لیتے تھے۔ اس طرح کے آثار کبھی کبھی غایت تأدب مع اللہ اور غلبۂ حیا سے ناشی ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ صوفیہ کی اصطلاح میں "مغلوب الحال" کہلاتے ہیں چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی مسئلہ میں ایسا غلو اور تعمق آیندہ اُمت کو ضیق میں مبتلا کر سکتا تھا اس لئے قرآن نے "اَلَاحِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ" الخ سے ان کی اصلاح فرما دی یعنی اگر بوقت ضرورت بدن کھولنے میں خدا سے حیا آتی ہے اس لئے جھکے جاتے ہو تو غور کرو کہ کپڑے پہننے کی حالت میں تمہارا ظاہر و باطن کیا خدا کے سامنے نہیں ہے؟ جب انسان اُس سے کسی وقت نہیں چھپ سکتا پھر ضروریات بشریہ کے متعلق اس قدر غلو سے کام لینا ٹھیک نہیں۔ واضح ہو کہ ربط آیات کیلئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک آیت کا مضمون دوسری کے مضمون سے مناسبت رکھتا ہو، سبب نزول سے مناسبت رکھنا ضروری نہیں۔ فوائد صفحہ ہذا ف۱ پہلے علم الٰہی کی وسعت بیان ہوئی تھی۔ یہ اُسی مضمون کا تکملہ ہے۔ یعنی زمین پر چلنے والا ہر جاندار جسے رزق کی احتیاج لاحق ہو، اس کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔ جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے یقیناً پہنچ کر رہیگی۔ جو وسائل و اسباب بندہ اختیار کرتا ہے، وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں۔ اگر آدمی کی نظر اسباب و تدابیر اختیار کرتے وقت مسبب الاسباب پر ہو، تو یہ توکل کے منافی نہیں۔ البتہ خدا کی قدرت کو ان اسباب عادیہ میں محصور و مقید نہ سمجھا جائے۔ وہ گاہ بگاہ سلسلہ اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچاتا یا اور کوئی کام کر دیتا ہے۔ بہرحال جب تمام جانداروں کی حسب استعداد غذا اور معاش مہیا کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اُس کا علم اُن سب پر محیط ہو۔ ورنہ اُن کی روزی کی خبرگیری کیسے کر سکیگا۔ ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "مستقر (جہاں ٹھہرتا ہے) بہشت و دوزخ اور مستودع (جہاں سونپا جاتا ہے) اُسکی قبر ہے۔ پہلے "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ" الخ میں دنیوی زندگی کا بیان تھا۔ یہاں برزخ اور آخرت کا بیان ہوا۔ مطلب یہ ہوا کہ خدا ابتداء سے انتہاء تک تمہاری ہستی کے تمام درجات کا علم رکھتا ہے۔ "مستقر" "مستودع" کی تعیین میں مفسرین کے بہت اقوال ہیں پہلے سورۂ "انعام" میں بھی ہم کچھ لکھ چکے ہیں۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ زمین میں جہاں تک چلے پھرے اُس کے منتہائے سیر کو مستقر اور پھر پھرا کر جس ٹھکانے پر آئے اُسے "مستودع" کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ کے نزدیک اس زندگی میں جہاں رہے وہ "مستقر" اور موت کے بعد جہاں دفن کیا جائے وہ "مستودع" ہے، مجاہدؒ نے "مستقر" سے رحم مادر اور "مستودع" سے صُلب پدر مراد لی ہے۔ عطاءؒ نے اس کے عکس کا دعویٰ کیا۔ بعض متفلسفین کا خیال ہے کہ زمین میں حیوانات کا جو مسکن بالفعل ہے اُسے "مستقر" اور وجود فعلی سے پہلے جن مواد و مقار میں رہ کر آئے انہیں "مستودع" کہا گیا ہے یعنی حق تعالیٰ اُن تمام مختلف مواد اور اطوار و ادوار کا عالم ہے جن میں سے کوئی حیوان گذر کر اپنی موجودہ ہیئت کذائی تک پہنچا ہے۔ وہ ہی اپنے علم محیط کے ہر مرتبۂ وجود میں اُس کی استعداد کے مناسب وجود و کمالات وجود فائض کرتا ہے ف۳ یعنی "لوح محفوظ" میں جو صحیفۂ علم الٰہی ہے۔ پھر علم الٰہی میں ہر چیز کیسے موجود نہ ہوگی۔ ف۴ یہ علم کے بعد قدرت کا بیان ہے۔ اس کی تفسیر سورۂ "اعراف" کے ساتویں رکوع میں گذر چکی۔ ف۵ یعنی آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا جو آیندہ اشیا کا مادۂ حیات بننے والا تھا۔ "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" (الانبیاء، رکوع ۳) اس وقت عرش خداوندی اُسی کے اوپر تھا جیسے اب سماوات کے اوپر ہے۔ گویا یہ ایک صورت تھی جو اس حقیقت کو ظاہر کر رہی تھی کہ کائنات کا مادہ اور ذریعۂ حیات بالکلیہ رب العرش کے تسلط و تصرف اور قیومیت مطلقہ کے ماتحت ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی اس سارے نظام کی تخلیق و ترتیب سے مقصود تمہارا یہاں بسانا اور امتحان کرنا ہے۔ کہ کہاں تک اس عجیب و غریب نظام اور سلسلۂ مصنوعات میں غور کر کے خالق و مالک کی صحیح معرفت حاصل کرتے اور مخلوقات ارضی و سماوی سے منتفع ہو کر محسن شناسی اور سپاس گذاری کا فرض بجالاتے ہو۔ یہ مقام تمہاری سخت آزمائش اور

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَ

اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اُس کی روزی ف۱ اور

يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٦﴾ وَهُوَ

جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے ف۲ سب کچھ موجود ہے کھلی کتاب میں ف۳ اور وہی

الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ

ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں ف۴ اور تھا

عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ

اُس کا تخت پانی پر ف۵ تاکہ آزمائے تم کو کہ کون تم میں اچھا کرتا ہے کام ف۶ اور اگر تو کہے

إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ

کہ تم اُٹھوگے مرنے کے بعد تو البتہ کافر کہنے لگیں یہ

هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٧﴾ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ

کچھ نہیں مگر جادو ہے کھلا ہوا ف۷ اور اگر ہم روکے رکھیں اُن سے عذاب کو ایک

أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۗ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ

مدت معلوم تک تو کہنے لگیں کس چیز نے روک دیا عذاب کو سنتا ہے جس دن آئیگا اُن پر نہ

مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨﴾ وَلَئِنْ

پھیرا جائیگا اُن سے اور گھیرلے گی اُن کو وہ چیز جس پر ٹھٹھے کیا کرتے تھے ف۸ اور اگر

أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۚ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ

ہم چکھا دیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت پھر وہ چھین لیں اُس سے تو وہ ناامید

كَفُورٌ ﴿٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ

ناشکر ہوتا ہے ف۹ اور اگر ہم چکھاویں اُس کو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچی تھی اُس کو تو بول اُٹھے

ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ﴿١٠﴾ إِلَّا الَّذِينَ

دور ہوئیں برائیاں مجھ سے وہ تو اترانے والا شیخی خور ہے ف۱۰ مگر جو لوگ

دیکھنا ہے کہ تم میں سے کونسا غلام صدق و اخلاص اور سلیقہ مندی سے اچھا کام کرتا اور فرائض بندگی انجام دیتا ہے۔ ف۷ جب یہ دنیا امتحان و آزمائش کی ہے تو اس کے بعد مجازات (انعام و انتقام) کا سلسلہ ہوتا شاکرین و کافرین کو اپنے اپنے کئے کا پھل ملے۔ اسی لئے یہاں بعث بعد الموت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی کفار مکہ کو یقین نہیں آتا کہ مر کر اور اپنے جرائم کی سزا بھگتیں گے جب وہ قرآن میں یا حضور کی زبان سے بعث بعد الموت کا نہایت مؤثر بیان سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ کا یہ بیان کھلا ہوا جادو ہے جس نے مسحور کر لیا۔ مگر یاد رکھیے ہم پر یہ جادو چلنے والا نہیں۔ (ابن کثیرؒ) ف۸ یعنی جب اُن کی شرارتوں پر عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا ہے، مگر خدا کی حکمت ایک مدت معینہ تک [illegible] استہزاء کے طور پر کہتے ہیں کہ وہ عذاب کہاں ہے آخر آتا کیوں نہیں! کس چیز نے اُسے پکڑ رکھا ہے! فرماتے ہیں کیا مذاق کرتے ہو، وقت معین پر جب عذاب آ کر تباہ و برباد کر کے چھوڑیگا۔ ف۹ یعنی اب تو کہتے ہیں عذاب کہاں ہے، کیوں نہیں آتا۔ لیکن آدمی بودا اور تھڑدلا اتنا ہے کہ اگر خدا چند روز اپنی مہربانی کی تو پچھلی مہربانیاں بھی بھلا دیتا ہے اور ناامید ہو کر آیندہ کے لئے آس توڑ بیٹھتا ہے۔ گذشتہ پر ناشکری اور آیندہ سے مایوسی، یہی اس کی نصیب کرے تو سمجھتا ہے کہ گویا اب ہمیشہ کے لئے مصائب و تکالیف کا خاتمہ ہو چکا پچھلی کیفیت کبھی لوٹ کر آنے والی نہیں۔ اُس وقت غافل

بقیہ صفحہ ۲۸۷۔ کہ پچھلی حالت یاد کرکے خدا کا شکر ادا کرتا اور اُس کے احسان کے سامنے جُھک جاتا۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جو حال اوپر عام انسانوں کا بیان ہوا، اس سے اللہ کے وہ بندے مستثنیٰ ہیں جو تکلیف و مصیبت کا مقابلہ صبر و استقامت سے کرتے اور امن و راحت کے وقت شکرگذاری کے ساتھ عمل صالح میں مستعدی دکھاتے ہیں۔ ایسے اولوالعزم وفاداروں کی جماعت ہی عظیم الشان بخشش و انعام کی مستحق ہے۔ ف۲ مشرکین کو شرک و بت پرستی کی تردید پر بہت غیظ کھاتے تھے۔ مشرکانہ خرافات پر جس قدر اُن کی تحمیق و تجہیل کیجاتی اُسی قدر اُن کے غصہ کی آگ بھڑکتی تھی۔ کبھی کوشش کرتے تھے کہ آپ کو اس معاملہ میں ذرا ڈھیلا کردیں اور اس سب سے بڑے اور بنیادی مسئلہ کی تبلیغ میں نرمی اور تساہل برتنے پر آمادہ کریں جب ادھر سے مایوس ہوتے تو محض دق کرنے کو عجیب بیہودہ فرمائشیں کرنے لگتے۔ مثلاً یہ کہتے کہ آپ سچے ہیں اور منصب رسالت پر مامور ہوکر آئے ہیں تو آپ کے ساتھ خدا کے یہاں سے مال و دولت کا بڑا خزانہ آنا چاہیے تھا۔ یا آسمان سے ایک فرشتہ آتا جو آپکے ہمراہ تصدیق کے لئے ہر طرف جایا کرتا۔ "لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ" (ہود رکوع ۲) گویا جب آپ کی بات منوانے کے لئے نہ مادی طاقت ساتھ ہے نہ روحانی، پھر ہم کس طرح تسلیم کرسکتے ہیں۔ آپ ان بیہودہ شبہات اور فرمائشوں سے سخت مغموم اور دلگیر ہوتے تھے۔ ممکن ہے کبھی ایسا خیال بھی دل میں گذرتا ہو کہ ان کے معبودوں کے معاملہ میں اگر خدا کی جانب سے اس قدر سختی اختیار کرنے کا حکم نہ رہے، تردید کیجائے مگر فی الحال قدرے نرمی اور رواداری کے ساتھ تو شاید زیادہ مؤثر اور مفید ہو، یا جو فرمائشیں یہ لوگ کرتے ہیں، اُن کی یہ ضد بھی کسی حد تک پوری کردیجائے تو کیا عجب ہے مسلمان ہوجائیں۔ بہرحال وہ ایسا نازک اور پُرخطر وقت تھا کہ تمام دنیا باطل پرستی کے شور سے گونج رہی تھی صرف ایک مقدس ہستی تھی جس کے حلقوم سے حق کی آواز نکل کر باطل کے قلعوں میں زلزلہ ڈالتی تھی۔ آپ چاروں طرف سے موذی دشمنوں کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے۔ کوئی جھٹلاتا کوئی طعن کرتا کوئی مذاق اڑاتا تھا۔ اُس ماحول کا تصور کرو اور اُس مبلغ اعظم کی قوت قلب اور ہمت مردانہ کا اندازہ لگاؤ، جس کا تمام تر اعتماد و اتکال ظاہری اسباب سے ہٹ کر خداوند قدوس کے وعدوں پر تھا۔ آپ جب محزون و دلگیر ہوتے تو صرف اپنے پروردگار کی آواز سے ہی تسلی پاتے اور دنیا کے مقابلہ میں تازہ دم ہوکر کھڑے ہوجاتے تھے۔ اسی سلسلہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ آپ اِن لوگوں کی بیہودہ خرافات اور فرمائشوں کی وجہ سے اس قدر فکرمند اور غمگین نہ ہوں نہ اپنے دل میں ان لوگوں کی مراعات کا خیال لائیں۔ کہیں ایسا ہوسکتا ہے کہ وحی الٰہی نے جو چیزیں آپ کو سکھلائی ہیں اور جس بے خوف و خطر تبلیغ کا حکم دیا ہے اُس کے بعض حصہ کو ان لوگوں کی خرافات سے تنگ دل ہوکر چھوڑ بیٹھیں جب یہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ پیغمبرانہ عصمت اور اولوالعزمی مانع ہے تو تنگدل ہونے سے کیا فائدہ۔ آپ کا کام صرف بھلے بُرے سے آگاہ کردینا ہے اُن کی ہدایت کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ خداتعالیٰ جس کے سپرد ہر چیز ہے، اُن کا معاملہ بھی اُسی کے سپرد کیجئے اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ کی انجام دہی میں ثابت قدم رہیے۔ ف۳ یعنی فرمائشی معجزے طلب کرتے ہیں جن کا دیا جانا مصلحت نہیں۔ اور جو سب سے بڑا معجزہ (قرآن) اُن کے سامنے ہے، اُسے مانتے نہیں، کہتے ہیں یہ تو (معاذ اللہ) تمہاری بنائی ہوئی گھڑنت ہے۔ اُس کا جواب دیا کہ تم بھی آخر عرب ہو، فصاحت و بلاغت کا دعویٰ رکھتے ہو، سب مل کر ایسی ہی دس سورتیں گھڑ کر پیش کردو اور اس کام میں مدد دینے کے لئے تمام مخلوق کو بلکہ اپنے اُن معبودوں کو بھی بلالاؤ جنہیں خدائی کا شریک سمجھتے ہو۔ اگر نہ کرسکو اور کبھی نہ کرسکوگے تو سمجھ لو کہ ایسا کلام خالق ہی کا ہوسکتا ہے جس کا مثل لانے سے تمام مخلوق عاجز رہجائے۔ تو یقیناً یہ وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے پیغمبر پر اُتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثل نہیں ہوسکتا اُسکی ذات و صفات میں کون شریک ہوسکتا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اُسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے (تنبیہ) اعجاز قرآن کی کچھ تفصیل سورۂ "یونس" میں گذرچکی۔ ابتداء میں پورے قرآن سے تحدی کی گئی تھی۔ پھر دس سورتوں سے ہوئی۔ پھر ایک سورت سے جیسا کہ "بقرہ" اور "یونس" میں گذرا۔ گویا اُن کا عجز بتدریج نمایاں کیا گیا۔

صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

صابر ہیں اور کرتے ہیں نیکیاں اُن کے واسطے بخشش ہے اور ثواب بڑا ف۱

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ

سو کہیں تو چھوڑ بیٹھیگا کچھ چیز اُس میں سے جو وحی آئی تیری طرف اور تنگ ہوگا اُس سے تیرا جی

اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ

اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں کیوں نہ اُترا اُس پر خزانہ یا کیوں نہ آیا اُس کے ساتھ فرشتہ تو

اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ

تو ڈرانیوالا ہے اور اللہ ہے ہر چیز کا ذمہ دار ف۲ کیا کہتے ہیں کہ بنالایا ہے قرآن کو

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کہہ دے تم بھی لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی بناکر اور بلالو جس کو بلا سکو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ

اللہ کے سوا اگر ہو تم سچے ۞ پھر اگر نہ پورا کریں تمہارا کہنا

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

تو جان لو کہ قرآن تو اُترا ہے اللہ کی وحی سے اور یہ کہ کوئی حاکم نہیں اُسکے سوا پھر اب تم

مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ

حکم مانتے ہو ف۳ جو کوئی چاہے دنیا کی زندگانی اور اُسکی زینت بھگتا دینگے ہم

اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

اُن کو اُن کے عمل دنیا میں اور اُن کو اُس میں کچھ نقصان نہیں ف۴ یہی ہیں جن کے

لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ڮ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ

واسطے کچھ نہیں آخرت میں آگ کے سوا ف۵ اور برباد ہوا جو کچھ کیا تھا یہاں اور

بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

خراب گیا جو کمایا تھا ف۶ بھلا ایک شخص جو ہے صاف رستہ پر اپنے رب کے

ف۴ یعنی ایسے واضح ثبوت کے بعد جو شخص قرآن پر ایمان نہیں لاتا، یا اُس کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتا بلکہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور فانی ٹیپ ٹاپ ہی کو قبلہ مقصود ٹھہرا کر عملی جدوجہد کرتا ہے۔ اگر بظاہر کوئی نیک کام مثلاً خیرات وغیرہ کرتا ہے، تو اُس سے بھی آخرت کی بہتری اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی محض دنیوی فوائد کا حاصل کرلینا پیش نظر ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی بات خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین یا منافقین یا دنیا پرست ریاکار مسلمان۔ بتلادیا کہ دنیا ہی میں اُن کا بھگتان کردیا جائیگا۔ جو اعمال اور کوششیں وہ حصول دنیا کے لئے کریں گے اُن کے کم و کیف کو ملحوظ رکھتے ہوئے خداتعالیٰ اپنے علم و حکمت سے جس قدر مناسب جانیگا اور دینا چاہیگا یہیں عطا فرمادیگا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے اُنکی یہ فانی اور صوری حسنات جو رُوح ایمان سے یکسر خالی ہیں، دنیا میں رائیگاں نہیں جاتیں اُنکے بدلہ میں خداتعالیٰ تندرستی، مال، اولاد، عزت و حکومت وغیرہ دیکر سب کھاتہ بیباق کردیتا ہے۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اُسکے کام آنیوالی نہیں جس کا فر کیلئے جس درجہ کی سزا تجویز ہوچکی ہے وہ کبھی اُس سے ٹلنے یا کم ہونیوالی نہیں "مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا

بقیہ فوائد صفحہ ۲۸۸۔ دنیا پرست عالم، متصدق اور مجاہد کے حق میں جو وعید آئی ہے، اُس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اُن سے محشر میں کہا جائیگا کہ جس غرض کے لئے تو نے علم سکھلایا، یا صدقہ و جہاد کیا وہ دنیا میں حاصل ہو چکی، اب ہمارے پاس تیرے لئے کچھ نہیں۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں لیجاؤ (اعاذنا اللہ منہا) ف۵ یعنی اِن اعمال پر دوزخ کے سوا اور کسی چیز کے مستحق نہیں۔ کفار ابدی طور پر اور ریاکار مسلمان محدود مدت کیلئے۔ ہاں خدا تعالیٰ بعض مومنین کو محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے، وہ الگ بات ہے۔ ف۶ یعنی دنیا میں جو کام دنیوی اغراض کے لئے کئے تھے، آخرت میں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ وہ سب برباد ہوئے اور ریاکاری یا دنیا پرستی کے سلسلہ میں بظاہر جو نیکیاں کمائی تھیں، سب یوں ہی خراب گئیں، یہاں کوئی کام نہ آئی۔

وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً

اور اُس کے ساتھ ساتھ ہے ایک گواہ اللہ کی طرف کا اور اس سے پہلے گواہ تھی موسیٰ کی کتاب رستہ بتلاتی اور بخشواتی

أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ

برابر ہے؟ ف۱ یہی لوگ مانتے ہیں قرآن کو اور جو کوئی منکر ہو اس کا سب فرقوں میں سے سو دوزخ ہے

مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَ

ٹھکانا اُس کا ف۲ سو تو مت رہ شبہ میں اُس سے بیشک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف کا اور

لَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ

پر بہت سے لوگ یقین نہیں کرتے ف۳ اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو باندھے

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ

اللہ پر جھوٹ ف۴ وہ لوگ روبرو آئیں گے اپنے رب کے اور کہیں گے گواہی دینے والے

هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾

یہی ہیں جنہوں نے جھوٹ کہا تھا اپنے رب پر ف۵ سن لو پھٹکار ہے اللہ کی ناانصاف لوگوں پر

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ

جو کہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے ہیں اُس میں کجی اور وہی ہیں آخرت کے

هُمْ كَافِرُونَ ﴿١٩﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ

منکر ف۶ وہ لوگ نہیں تھکانے والے زمین میں بھاگ کر اور نہیں

لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا

اُنکے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی ف۷ دونا ہے اُن کے لئے عذاب ف۸ نہ

يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

طاقت رکھتے تھے سننے کی اور نہ دیکھتے تھے ف۹ وہی ہیں جو کھو بیٹھے

أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي

اپنی جان اور گم ہو گیا اُن سے جو جھوٹ باندھا تھا ف۱۰ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ

فوائد صفحہ ہذا) ف۱ یعنی یہ شخص اور وہ ریاکار دنیا پرست جن کا ذکر پہلے ہوا، کیا برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ "بَیِّنَة" (صاف رستہ) سے مُراد وہ رستہ ہے جس پر انسان اپنی اصلی اور صحیح فطرت کے موافق چلنا چاہتا ہے بشرطیکہ گردوپیش کے حالات و خیالات سے متاثر نہ ہو۔ اور وہ توحید، اسلام اور قرآن کا راستہ ہے "فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ" (روم رکوع ۴) وفی الحدیث "کل مولود یولد علی الفطرۃ فأبواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ" الخ اور "شَاهِدٌ مِّنْهُ" (گواہ اللہ کی طرف کا) قرآن عظیم ہے جو گواہی دیتا ہے کہ "دین فطرت" (توحید و اسلام) پر چلنے والا بیشک ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے اور وہ قرآن اپنی حقانیت کا بھی خود گواہ ہے ؏ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ چونکہ قرآن کے لانے والے جبرئیل امین اور لینے والے محمد صلعم ہیں۔ اس اعتبار سے اُن کو بھی شاہد کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ حضور کی شان تو یہ ہے کہ آپ کے اخلاق و عادات، معجزات، زبان مبارک، چہرہ نورانی، ہر چیز سے شہادت ملتی ہے کہ جس دین کے آپ حامل ہیں وہ بالکل سچا دین ہے۔ آگے "وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً" کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سے پہلے جو وحی کسی نبی پر نازل کی گئی وہ بھی "دین فطرت" کی صداقت پر گواہ تھی خصوصاً موسیٰ علیہ السلام پر جو عظیم الشان کتاب (تورات) اُتاری گئی قرآن سے پیشتر، اسے ایک بڑا بھاری شاہد اُن لوگوں کی حقانیت کا کہنا چاہئے جو دین فطرت کے صاف راستہ پر چلتے ہیں۔ ف۲ یعنی یہود، نصاریٰ، بت پرست، مجوس، عرب، عجم، یورپ، ایشیا، کسی فرقہ جماعت اور ملک و ملت سے تعلق رکھتا ہو جب تک قرآن کو نہ مانے گا نجات نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی بعض احادیث میں آپ نے بہت تصریح و تعمیم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ف۳ یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سنے یا حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ قرآن کی صداقت اور "مِنَ اللہ" ہونے میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جو نہیں مانتے وہ احمق ہیں یا معاند۔ ف۴ یعنی قرآن جھوٹ اور افترا نہیں۔ خدا کا سچا پیغام ہے جس کو قبول کرنا ضروری ہے خوب سمجھ لو کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ مثلاً اُس کا کلام نہ ہو اور کہدے کہ اُس کا کلام ہے یا واقعی اس کا ہو اور خدا بار بار فرمائے کہ میرا کلام ہے مگر باوجود روشن دلائل کے جھٹلاتا رہے اور کہتا رہے کہ اس کا نہیں۔ ف۵ یعنی محشر میں جب خدا کے سامنے علیٰ رؤس الاشہاد پیش ہونگے اور اِن کی شرارتوں کے دفتر کھولے جائیں گے اُس وقت گواہی دینے والے (ملائکہ، انبیاء، صالحین بلکہ خود اِن کے ہاتھ پاؤں) کہیں گے کہ یہی وہ بدبخت ظالم ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ بکا تھا۔ ف۶ یہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یعنی جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے خدا کے کلام کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت کے منکر ہیں۔ دوسروں کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے اور اس تلاش میں رہتے ہیں کہ سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ ایسے ظالموں پر خدا کی خصوصی لعنت ہے ف۷ یعنی اتنی وسیع زمین میں نہ کہیں بھاگ کر خدا سے چھپ سکتے ہیں اور نہ کوئی مددگار اور حمایتی مل سکتا ہے جو خدا کے عذاب سے بچا دے۔ ف۸ کیونکہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔ ف۹ یعنی دنیا میں ایسے اندھے بہرے بنے کہ نہ حق بات سننے کی تاب تھی نہ خدا کے نشانوں کو دیکھتے تھے جنہیں دیکھ کر ممکن تھا راہ ہدایت پا لیتے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اللہ پر جھوٹ بولا بے اصل اور غلط باتیں اُس کی طرف منسوب کیں۔ کہاں سے لائے؟ غیب سے سُن نہ آتے تھے، غیب کو دیکھتے نہ تھے پھر اُن کا ماخذ کیا ہے۔ ف۱۰ جان کا کھو بیٹھنا، یہی کہ ابدی عذاب میں گرفتار ہوئے اور سب جھوٹے دعوے وہاں پہنچ کر گم ہو گئے۔

الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ
آخرت میں یہی ہیں سب سے زیادہ نقصان میں ٭ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک اور

اَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾
عاجزی کی اپنے رب کے سامنے وہ ہیں جنت کے رہنے والے وہ اُسی میں رہا کریں گے ف۱

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ
مثال اِن دونوں فرقوں کی جیسے ایک تو اندھا اور بہرا اور دوسرا دیکھتا اور سُنتا کیا

يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ
برابر ہے دونوں کا حال پھر کیا تم غور نہیں کرتے ف۲ اور ہم نے بھیجا نوح کو اُسکی قوم کی طرف

اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ
کہ میں تم کو ڈر کی بات سُناتا ہوں کھول کر ف۳ کہ نہ پرستش کرو اللہ کے سوا ف۴ میں ڈرتا ہوں

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
تم پر دردناک دن کے عذاب سے ف۵ پھر بولے سردار جو کافر تھے اُس کی قوم کے

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ
ہم کو تو تو نظر نہیں آتا مگر ایک آدمی ہم جیسا اور دیکھتے نہیں کوئی تابع ہوا ہو تیرا مگر جو ہم میں

اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ
نیچ قوم ہیں بلا تأمل اور ہم نہیں دیکھتے تم کو اوپر اپنے کچھ بڑائی بلکہ

نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ
ہم کو تو خیال ہے کہ تم سب جھوٹے ہو ف۶ بولا اے قوم دیکھو تو اگر میں ہوں صاف رستہ پر

مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۭ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا
اپنے رب کے اور اُس نے بھیجی مجھ پر رحمت اپنے پاس سے پھر اُس کو تمہاری آنکھ سے مخفی رکھا تو کیا ہم تم کو مجبور کر سکتے ہیں اُس پر

وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ
اور تم اُس کو بیزار ہو ف۷ اور اے میری قوم نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ مال

ف۱ منکرین کی بدانجامی کے بالمقابل مومنین کا انجام نیک بیان فرمایا۔ ان کی عاجزی خدا کو پسند آئی اس لئے اپنی دائمی خوشنودی کا مقام عطا فرمایا ف۲ یعنی منکرین تو اندھے بہرے ہیں جیسا کہ دو تین آیت پہلے فرمایا تھا" مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ" پھر جسے نہ خود نظر آئے نہ دوسرے کی سُن سکے، اس کا آغاز و انجام کیسے اُن روشن ضمیر ایمانداروں کی برابر ہو سکتا ہے جو بصیرت کی آنکھوں سے حق و باطل اور بھلے بُرے میں تمیز کرتے اور اپنے ہادیوں کی باتیں بگوش ہوش سنتے ہیں۔ غور کرو کہ دونوں کا انجام یکساں کس طرح ہو سکتا ہے؟ آگے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ اسی مضمون کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ ف۳ یعنی نہایت وضاحت کے ساتھ وہ چیزیں بتلاتا ہوں جن کے ارتکاب پر مہلک عذاب نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ یا جو اس عذاب سے محفوظ رہنے کے ذرائع ہیں۔ ف۴ یعنی وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر کی جن کا ذکر سورۂ "نوح" میں آئیگا۔ ف۵ یعنی غیر اللہ کی پرستش سے باز نہ آنے کی صورت میں سخت عذاب آنے کا ڈر ہے۔ "دردناک دن" سے وہ دن مراد ہے جس میں المناک اور درد انگیز حوادث کا وقوع ہو۔ مثلاً قیامت کا دن یا وہ دن جس میں قوم نوح غرقاب کی گئی۔ ف۶ یعنی رسول کو تمام قوم کے مقابلہ میں کوئی نمایاں امتیاز ہونا چاہئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری طرح جنس بشر سے ہو، آسمان کے فرشتے نہیں جس کے سامنے خواہ مخواہ انسانوں کی گردنیں جھک جائیں۔ پھر بشر بھی ایسے نہیں جسے کوئی خاص تفوّق اور بڑائی ہم پر حاصل ہوتی مثلاً بڑے دولتمند یا جاہ و حکومت کے مالک ہوتے، جو لوگ تمہارے پیرو ہوئے وہ بھی ماشاء اللہ سب کے سب مفلس، رذیل، پست، اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنا بھی ہم جیسے شریفوں کے لئے ننگ و عار کا موجب ہے۔ تو کیا ساری خدائی میں سے تم ہی ملے تھے جنہیں خدا نے اپنے منصب سفارت پر مامور فرمایا۔ آخر ہم تم سے حسب نسب، مال و دولت، خلق و خلق کس بات میں کم تھے؟ جو ہمارا انتخاب اس عہدہ کے لئے نہ ہوگیا۔ کم از کم آپ کا اتباع کرنے والے ہی کوئی معزز اور بڑے آدمی ہوتے۔ بھلا ان موچیوں اور حجاموں کا تابع ہو جانا آپ کے لئے کیا موجب فضل و شرف ہو سکتا ہے؟ اور کس طرح صداقت کی دلیل بن سکتی ہے؟ ایسے سطحی لوگوں کا جن کی پستی اور رذالت بالکل عیاں ہے۔ بے سوچے سمجھے اور بدون غور و تأمل کے ظاہری اور سرسری طور پر ایمان لے آنا آپ کا کونسا کمال ہے؟ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی سب جھوٹے ہو۔ تم نے ایک بات بنائی اور چند بے وقوفوں نے اس میں ہاں ملا دی۔ تاکہ اس طرح ایک نئی تحریک اُٹھا کر کوئی امتیاز اور بزرگی حاصل کریں۔ یہ اُن ملعونوں کی تقریر کا ماحصل تھا۔ نوح علیہ السلام نے جو جواب دیا آگے آتا ہے۔ ف۷ یعنی یہ صحیح ہے کہ پیغمبر کو عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہئے۔ لیکن وہ امتیاز مال و دولت ملک و حکومت اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں نہیں، بلکہ اعلیٰ اخلاق، بہترین ملکات، تقویٰ، خدا ترسی، حق پرستی، دردمندی خلائق اور اُن صریح آیات و نشانات پیش کرنے سے اُن کو امتیاز حاصل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ بطور اتمام حجت و اکمال نعمت ان کے اندر قائم کرتا یا اُن کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے وہ وحی الٰہی اور ربانی دلائل و براہین کی روشنی میں صاف راستہ پر چلتے ہیں اور دن رات خدا کی خصوصی رحمتیں اُن پر بارش کی طرح برستی ہیں۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں مجھ میں کھلے طور پر موجود ہوں اور یقیناً موجود ہیں۔ لیکن جس طرح اندھے کو سورج کی روشنی نظر نہیں آتی، تمہاری آنکھیں بھی اس نور الٰہی کے دیکھنے سے قاصر رہیں، تو کیا ہم زبردستی مجبور کر کے تم سے اُس نور اور رحمت کا اقرار کرا سکتے ہیں جس سے تم اس قدر نفور و بیزار ہو کہ آنکھ کھول کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے خلاصہ یہ ہوا کہ میری بزرگی و برتری جو تم کو نظر نہیں آتی۔ یہ اس لئے ہے کہ تمہارے دل کی آنکھیں اندھی ہیں یا بند ہیں۔

اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ اِنَّہُمۡ مُّلٰقُوۡا

میری مزدوری نہیں مگر اللہ پر اور میں نہیں ہانکنے والا ایمان والوں کو اُن کو ملنا ہے

رَبِّہِمۡ وَلٰکِنِّیۡۤ اَرٰىکُمۡ قَوۡمًا تَجۡہَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾ وَ یٰقَوۡمِ مَنۡ یَّنۡصُرُنِیۡ مِنَ

اپنے رب سے ف۱ لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگ جاہل ہو ف۲ اور اے قوم کون چھڑائے مجھ کو

اللّٰہِ اِنۡ طَرَدۡتُّہُمۡ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ

اللہ سے اگر اُن کو ہانک دوں کیا تم دھیان نہیں کرتے ف۳ اور میں نہیں کہتا تم کو کہ میرے پاس ہیں

خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ وَلَاۤ اَقُوۡلُ اِنِّیۡ مَلَکٌ وَّ

خزانے اللہ کے اور نہ میں خبر رکھوں غیب کی اور نہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور

لَاۤ اَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ تَزۡدَرِیۡۤ اَعۡیُنُکُمۡ لَنۡ یُّؤۡتِیَہُمُ اللّٰہُ خَیۡرًا ؕ اَللّٰہُ

نہ کہونگا کہ جو لوگ تمہاری آنکھ میں حقیر ہیں نہ دیگا اُن کو اللہ بھلائی اللہ

اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۚۖ اِنِّیۡۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوۡا یٰنُوۡحُ

خوب جانتا ہے جو کچھ اُنکے جی میں ہے یہ کہوں تو میں بے انصاف ہوں ف۴ بولے اے نوح

قَدۡ جٰدَلۡتَنَا فَاَکۡثَرۡتَ جِدَالَنَا فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ

تونے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑ چکا اب لے آ جو تو وعدہ کرتا ہے ہم سے اگر تو

الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا یَاۡتِیۡکُمۡ بِہِ اللّٰہُ اِنۡ شَآءَ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ

سچا ہے ف۵ کہا کہ لائیگا تو اُس کو اللہ ہی اگر چاہیگا اور تم نہ

بِمُعۡجِزِیۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا یَنۡفَعُکُمۡ نُصۡحِیۡۤ اِنۡ اَرَدۡتُّ اَنۡ اَنۡصَحَ لَکُمۡ

تھکا سکوگے بھاگ کر ف۶ اور نہ کارگر ہوگی تم کو میری نصیحت جو چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں

اِنۡ کَانَ اللّٰہُ یُرِیۡدُ اَنۡ یُّغۡوِیَکُمۡ ؕ ہُوَ رَبُّکُمۡ ۟ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۳۴﴾

اگر اللہ چاہتا ہوگا کہ تم کو گمراہ کرے وہی ہے رب تمہارا اور اُسی کی طرف لوٹ جاؤ گے ف۷

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَیۡتُہٗ فَعَلَیَّ اِجۡرَامِیۡ وَاَنَا

کیا کہتے ہیں کہ بنالایا قرآن کو ف۸ کہدے اگر میں بنالایا ہوں تو مجھ پر ہے میرا گناہ اور میرا

ف۱ یعنی میں تبلیغ کے کام کی کوئی تنخواہ تم سے نہیں مانگتا، جو مالی خود غرضی کا شبہ ہو میں اپنے پروردگار کا نوکر ہوں اُسی کے یہاں سے مزدوری ملیگی بحمداللہ نہ مجھے تمہارے مال کی طلب ہے نہ ضرورت پھر غریبوں کو چھوڑ کر مالداروں کی طرف کیوں جھکوں۔ اگر تم میرے اتباع کو محض اُن کے افلاس یا پیشہ کی وجہ سے حقیر و ذلیل سمجھتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ یہی وہ ہیں جو دولت ایمان کے سرمایہ دار ہیں کو ظاہری خستہ حالی کی بنا پر جانوروں کی طرح دھکے دیکر نکال دوں اُنہیں ایک روز اپنے پروردگار سے ملنا ہے۔ وہ میری شکایت اُس کے دربار میں کریں گے کہ آپ کے پیغمبر نے متکبر دنیاداروں کی خاطر ہم غریب وفاداروں کو نکال دیا تھا۔ میں ظاہر حال کے خلاف یہ کیونکر سمجھ لوں کہ اُن کا ایمان محض ظاہری اور سرسری ہے۔ دلوں کو چیر کر دیکھنا میرا کام نہیں۔ یہ پروردگار کے یہاں پتہ چلیگا کہ اُن کے دلوں کی کیا حالت تھی۔ ف۲ یعنی جہل و حماقت سے انجام پر نظر نہیں کرتے، صرف اُن کی ظاہری شکستگی دیکھ کر حقیر سمجھتے ہو۔ اور ایسی جہل درخواست کرتے ہو کہ ان کو ہٹا دیا جائے تو ہم تمہارے پاس آئیں۔ کیا غربت اور کسب حلال کوئی عیب ہے؟ یہ ہی چیز تو ہے جو حق کے قبول کرنے میں مزاحم نہیں ہوتی۔ عموماً دولت وجاہ کا نشہ انسان کو قبول حق سے محروم رکھتا ہے۔ اِسی لئے ہرقل کی حدیث میں آیا کہ انبیاء کے متبعین ضعفاء ہوتے ہیں۔ بہرحال تم نہیں جانتے کہ سب کو خدا کے پاس جمع ہونا ہے، وہاں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ اپنے کو اُن سے بہتر سمجھنا تمہارا جاہلانہ غرور تھا۔ ف۳ یعنی میں تمہارے کبر و غرور اور جہالت سے متاثر ہو کر اپنا نقصان کیسے کروں۔ اگر تمہاری رعایت سے میں نے خدا کے مخلص بندوں کو دھکے دیدیئے تو اُس کی سزا اور گرفت سے مجھ کو کون بچا سکیگا۔ ف۴ کفار نے نوح علیہ السلام کو کہا تھا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو جیسے اور دولت کے اعتبار سے بھی کچھ امتیاز نہیں رکھتے، اُس کا جواب نہایت متانت و انصاف کے ساتھ دیتے ہیں کہ بیشک جیسا امتیاز تم دیکھنا چاہتے ہو اُس کا ہم دعویٰ نہیں رکھتے۔ بلاشبہ میں ایک بشر ہوں، فرشتہ نہیں۔ نہ خدا نے اپنے سارے خزانے میرے تصرف و اختیار میں دیدیئے ہیں، نہ تمام غیب کی باتوں پر مطلع کیا گیا ہوں، لیکن اِن تمام باتوں کے اعتراف کے ساتھ تمہاری طرح یہ بھی نہ کہونگا کہ جو لوگ تمہاری نگاہ میں معیوب و حقیر ہیں (یعنی میں اور میرے رفقاء) اُن کو خدا ہرگز کوئی خیر (بھلائی) نہیں دے سکتا۔ مثلاً اُن میں سے کسی کو نبوت و حکمت عطا فرما دے اور باقیوں کو ایمان و عرفان کی دولت سے بہرہ ور کرے۔ خوب سمجھ لو حق تعالیٰ اُن کے دلوں کی استعدادات و کیفیات کو پوری طرح جانتا ہے ہر ایک کی استعداد کے مناسب فیض پہنچاتا اور باطنی احوال و کیفیات کے موافق برتاؤ کرتا ہے۔ اُس نے جو خاص مہربانی مجھ پر یا میرے ساتھیوں پر کی ہے، وہ تمہاری آنکھ سے پوشیدہ ہے۔ اگر میں یہ کہنے لگوں کہ جو تمہیں بظاہر شکستہ حال اور حقیر دکھائی دیتے ہیں، خدا تعالیٰ نے بھی جو بواطن کا جاننے والا ہے اُنہیں کوئی عزت و شرف نہیں بخشا، تو نہایت بے اصول اور ناانصافی کی بات ہوگی۔ (تنبیہ) اس آیت کے ابتدائی تین جملے سورۂ "انعام" میں گزر چکے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ ف۵ حضرت نوح قبل از طوفان ساڑھے نو سو برس اُن میں رہے۔ شب و روز سِرًّا و علانیۃً اُنہیں نصیحت کرتے ہر شبہ کا جواب دیتے، تبلیغ و تفہیم اور بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ اسی جھگڑے میں صدیاں گذر گئیں۔ کفار نے اُن کی حقانی بحثوں اور شب و روز کی روک ٹوک سے عاجز ہو کر کہا کہ اب یہ سلسلہ بند کیجئے۔ بس اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہو، وہ فوراً لے آؤ تاکہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔ ف۶ یعنی یہ چیز میرے قبضہ میں نہیں۔ خدا جس وقت اپنی حکمت کے موافق چاہیگا عذاب نازل کر دیگا۔ ہمارا فرض صرف آگاہ کر دینا تھا باقی عذاب تو ایسی ہولناک اور عظیم الشان چیز ہے جس کا لے آنا اور دفع کر دینا دونوں پہلو قوائے بشریہ کے دائرہ سے خارج ہیں جب مشیت الٰہی ہوگی تو کہیں بھاگ کر پناہ نہ لے سکوگے۔ ایسا کون ہے جو خدا کو (معاذ اللہ) تھکا کر عاجز کر سکے۔ ف۷ یعنی کفر پر اس قدر اصرار و ضد اور انتہائی شوخ چشمی سے نزول عذاب کی استدعا بتلا رہی ہے کہ خدا کا ارادہ یہ ہی ہے کہ تم کو گمراہی میں پڑا رہنے دے اور آخر کار ہلاک کر دے۔ بس اگر تمہاری بدکرداری کے سبب سے خدا نے یہ ہی چاہا تو میں کتنا ہی نصیحت و خیرخواہی کر کے تم کو نفع پہنچانا چاہوں، کچھ نافع اور مؤثر نہ ہوگا۔ تمہارا رب وہ ہی ہے جس کے ملک و تصرف میں ہر چیز ہے۔ جیسا جس کے ساتھ معاملہ کرے، کوئی روک نہیں سکتا۔ سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ ہی سب کے اعمال کی جزاء و سزا دینے والا ہے (ربط) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہاں تک جتنے سوالات و اعتراضات اُس قوم کے تھے، وہ ہی تھے حضرت کی قوم کے۔ گویا یہ سب جواب اُن کو ملے۔ ایک اُن کا نیا دعویٰ تھا، اُسے آگے قصہ کے درمیان میں بیان فرماتے ہیں۔ ف۸ یہ گفتگو کفار مکہ کی آنحضرت صلعم کے ساتھ تھی کہ قرآن آپ خود بنا لائے ہیں۔ خدا کا کلام نہیں ہے۔ حضرت نوح کتاب نہ لائے تھے جو اُن کی قوم یہ بات کہتی۔ (کذا فی الموضح) لیکن بعض مفسرین نے اس آیت کو بھی نوح کے قصہ کا جزو بتلایا ہے۔ یعنی اُن کی قوم نے کہا کہ جن باتوں کو نوح خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ خود اِن کی گھڑنت ہیں۔ بعض نے کہا کہ گفتگو تو اہل مکہ کی حضور سے ہے مگر اس کا تعلق خاص نوح کے قصہ سے تھا۔ گویا وہ کہتے تھے کہ یہ داستان آپ نے جھوٹ بنالی ہے۔ واقع میں اِن قصوں کی کوئی اصل نہیں۔

بَرِیٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾ وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ
ذمہ نہیں جو تم گناہ کرتے ہو ف۱ اور حکم ہوا طرف نوح کی کہ اب ایمان نہ لائیگا تیری قوم میں

إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ
مگر جو ایمان لاچکا سو غمگین نہ رہ اُن کاموں پر جو کر رہے ہیں ف۲ اور بنا

الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا
کشتی روبرو ہمارے اور ہمارے حکم سے اور نہ بات کر مجھ سے ظالموں کے حق میں

إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ
یہ بیشک غرق ہونگے ف۳ اور وہ کشتی بناتا تھا ف۴ اور جب گذرتے اُس پر سردار

مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ
اُس کی قوم کے ہنسی کرتے اُس سے ف۵ بولا اگر تم ہنستے ہو ہم کو تو ہم ہنستے ہیں

مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ
تم سے جیسے تم ہنستے ہو ف۶ اب جلد جان لوگے کہ کس پر آتا ہے عذاب

يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا
کہ رسوا کرے اُسکو اور اُترتا ہے اُس پر عذاب دائمی ف۷ یہاں تک کہ جب پہنچا حکم ہمارا

وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ
اور جوش مارا تنور نے ف۸ کہا ہم نے چڑھالے کشتی میں ہر قسم سے جوڑا دو عدد ف۹ اور

أَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ
اپنے گھر کے لوگ مگر جس پر پہلے ہو چکا ہے حکم ف۱۰ اور سب ایمان والوں کو اور ایمان لائے تھے

مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَ
اُس کے ساتھ مگر تھوڑے ف۱۱ اور بولا سوار ہوجاؤ اس میں اللہ کے نام سے ہے اُس کا چلنا اور

مُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي
ٹھہرنا تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان ف۱۲ اور وہ لئے جارہی تھی اُن کو

ع ۱۱ ۳

ف۱ قرآن کو "مفتری" کہنے کا تحقیقی جواب اسی سورت میں ایک رکوع پہلے گذر چکا۔ یہاں آخری بات فرمائی یعنی قرآن کا کلام الٰہی ہونا نہایت واضح و محکم دلائل سے بار بار ثابت کیا جا چکا ہے۔ ایسی روشن چیز کی تکذیب کرکے جو گناہ تم سمیٹ رہے ہو اُس کا وبال تم ہی پر پڑیگا۔ اُس کی فکر کرو۔ میں کافی تبلیغ کرکے بری الذمہ ہو چکا ہوں۔ اب جو غلطیاں تم کرو اُس کا میں ذمہ دار نہیں۔ ہاں بفرض محال اگر میں نے افترا کیا ہو تو اُس کا گناہ مجھ پر پڑسکتا ہے سو بحمد اللہ ایسا ہوا نہیں۔ ف۲ جب قوم کی ایذائیں حد سے گذر گئیں، تو نوح علیہ السّلام نے سیکڑوں برس ظالموں کی زہرہ گداز جفائیں جھیلنے کے بعد خدا کے آگے شکوہ کیا "اَنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" کہ میں مغلوب و ضعیف ہوں۔ آپ ان سے بدلہ لیجئے۔ ارشاد ہوا کہ جن گنے چنے افراد کی قسمت میں ایمان لانا تھا، لاچکے۔ آئندہ ان میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے لہٰذا اب آپ ان کی عداوت و تکذیب اور ایذا رسانی سے زیادہ غمگین نہ رہیں۔ عنقریب خدا کی شمشیر انتقام بے نیام ہونے والی ہے جو سب شرارتوں اور شریروں کا خاتمہ کر ڈالیگی۔ ف۳ حق تعالیٰ نے نوح علیہ السّلام سے فرمایا کہ ایک کشتی ہمارے روبرو (یعنی ہماری حفاظت و نگرانی میں) ہمارے حکم اور تعلیم و الہام کے موافق تیار کرو۔ کیونکہ عنقریب پانی کا سخت خوفناک طوفان آنیوالا ہے جس میں یہ سب ظالمین و مکذبین یقیناً غرق کئے جائیں گے۔ ان کے حق میں اب یہ فیصلہ نافذ ہو کر رہیگا۔ آپ کسی ظالم کی سفارش وغیرہ کے لئے ہم سے کوئی بات نہ کریں۔ آنے والا عذاب بالکل اٹل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جب قوم لوط کے حق میں جھگڑنا شروع کیا تھا اُن کو بھی اسی طرح کا ارشاد ہوا تھا "یٰاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ" (ہود۔ رکوع ۷)۔ ف۴ کہتے ہیں کشتی سالہا سال میں تیار کی۔ کشتی کیا تھی بڑا جہاز تھا جس میں الگ الگ درجے تھے۔ مفسرین نے اس کی تفاصیل میں بہت سی مبالغہ آمیز اور عجیب و غریب روایات بیان کی ہیں جن میں اکثر اسرائیلیات ہیں۔ ف۵ کہ دیکھو! پیغمبر سے بڑھئی بن گئے۔ کبھی ایک عجیب سی چیز دیکھ کر نوح علیہ السّلام سے پوچھتے کہ یہ کیا بناتے ہو؟ آپ فرماتے کہ ایک گھر بناتا ہوں جو پانی پر چلے گا اور ڈوبنے سے بچائیگا۔ وہ سن کر ہنسی اُڑاتے کہ خشک زمین پر ڈوبنے کا بچاؤ کر رہے ہیں۔ ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "وہ ہنستے تھے کہ خشک زمین پر غرق کا بچاؤ کرتا ہے۔ یہ ہنستے تھے اس پر کہ موت سر پر کھڑی ہے اور یہ ہنستے ہیں"۔ اسی تفسیر کے موافق مترجم محققؒ نے "فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ" کا ترجمہ بصیغۂ حال کیا ہے۔ ابن کثیر وغیرہ "نَسْخَرُ مِنْكُمْ" میں استقبال کے معنی مُراد لیتے ہیں۔ یعنی آج تم ہمیں احمق بناتے اور ہنستے ہو لیکن وہ زمانہ قریب ہے کہ اس کے جواب میں تمہاری حماقت و سفاہت پر ہم کو ہنسنے کا موقع ملیگا جب تم اپنے جرائم کی پاداش میں سزایاب ہوگے۔ ف۷ یعنی اب زیادہ تاخیر نہیں۔ جلد آشکارا ہو جائے گا کہ دنیا کا رسوا کن اور آخرت کا دائمی عذاب کس پر نازل ہوتا ہے؟ ف۸ یعنی نوح علیہ السلام کشتی تیار کرتے رہے یہاں تک کہ وعدہ کے موافق خدا کا حکم پہنچ گیا۔ "بادلوں" کو کہ برس پڑیں۔ اور زمین کو کہ اُبل پڑے۔ اور فرشتوں کو کہ تعذیب وغیرہ کے متعلق اپنے فرائض منصبی کا سرانجام کریں۔ آخر اوپر سے بارش آئی اور نیچے زمین کی سطح سے چشموں کی طرح جوش مار کر پانی اُبلنے لگا۔ حتیٰ کہ روٹی پکانے کے تنوروں میں بھی جہاں آگ بھری ہوتی ہے، پانی اُبل پڑا (تنبیہ) "تنور" کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض مطلق روٹی پکانے کا تنور مُراد لیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک تنور حضرت حوا سے منتقل ہوتے ہوتے حضرت نوح علیہ السّلام کے پاس پہنچا تھا۔ وہ اُن کے گھر میں طوفان کا نشان ٹھہرایا گیا تھا۔ کہ جب اُس سے پانی اُبلے کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ بعض کے نزدیک تنور کوئی خاص چشمہ "کوفہ" یا "جزیرہ" میں تھا۔ بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ "تنور" صبح کے اُجالے اور روشنی کو کہا ہے۔ یعنی صبح کی روشنی خوب چمکنے لگے۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ "فار التنور" ممکن ہے "ظہور عذاب" اور "شدت ہول" سے کنایہ ہو جیسے "حَمِیَ الْوَطِیْسُ" "شدت حرب" سے کنایہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "تنور" کے معنی وجہ ارض (سطح زمین) کے ہیں۔ ہم نے اوپر جو تفسیر کی مقدم اسی معنی کو رکھا ہے، اشارہ بعض دوسرے معانی کی طرف بھی کر دیا۔ حافظ ابن کثیرؒ یہی تفسیر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وہٰذا قول جمہور السلف وعلماء الخلف۔ واللہ اعلم۔ ف۹ یعنی جن جانوروں کی ضرورت ہے اور نسل باقی رہنی مقدر ہے۔ ان میں سے ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ دونوں) لیکر کشتی پر سوار کر لو۔ ف۱۰ یعنی مقدر ہو چکا ہے کہ وہ ظالموں کے زمرہ میں داخل ہونے کی وجہ سے غرق کئے جائیں گے "وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ"۔ اس سے مراد ہے نوح کا بیٹا "یام" جس کا لقب کنعان تھا اور کنعان کی والدہ "واعلہ" گھر والوں میں سے یہ دونوں علیحدہ رہے اور غرق ہوئے۔ ف۱۱ یعنی اسّی مرد یا کم وبیش ف۱۲ نوح علیہ السّلام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ بنام خدا کشتی پر سوار ہو جاؤ، کچھ فکر مت کرو اس کا چلنا اور ٹھہرنا سب خدا کے اذن و حکم اور اُس کے نام کی برکت سے ہے۔ غرقابی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میرا پروردگار، مومنین کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بیحد مہربان ہے۔ وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سلامت اُتاریگا۔ اس آیت سے نکلتا ہے کہ کشتی وغیرہ پر سوار ہوتے وقت "بسم اللہ" کہنا چاہیے۔

ف یعنی کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بے خوف و خطر چلی جا رہی تھی۔ سوار ہونے کے بعد نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے "یام" (کنعان) کو جو اپنے باپ بھائی وغیرہ سارے کنبہ سے کنارے ہو کر کافروں کی صحبت میں تھا، آواز دی کہ ان بدبخت کافروں کی سنگت چھوڑ کر ہمارے ساتھ سوار ہو جا! تا اس مصیبت عظمیٰ سے نجات پا سکے۔ (تنبیہ) یا تو نوح علیہ السلام اُسے مومن خیال کرتے تھے، اس لئے آواز دی خواہ واقع میں مومن نہ ہو۔ یا کافر جانتے ہوں مگر یہ توقع ہو گی کہ ان ہولناک نشانات کو دیکھ کر مسلمان ہو جائے گا۔ یا "وَاَهْلَكَ" کے عموم میں داخل سمجھ کر شفقت پدری کے جوش سے ایسا کیا ہو، اور "اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" کو مجمل ہونے کی وجہ سے اُس پر منطبق نہ سمجھتے ہوں۔ واللہ اعلم۔ ف۲ وہ اپنے جہل و غباوت سے ابھی یہ خیال کر رہا تھا کہ جس طرح معمولی سیلابوں میں بعض اوقات کسی بلندی پر چڑھ کر آدمی جان بچا لیتا ہے، میں بھی کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچا لوں گا۔ ف۳ یعنی کس خبط میں پڑا ہے۔ یہ معمولی سیلاب نہیں۔ عذاب الٰہی کا طوفان ہے۔ پہاڑ کی کیا حقیقت کوئی چیز آج عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ ہاں خدا ہی کسی پر رحم کرے تو بچ سکتا ہے مگر اس ہنگامۂ دار و گیر اور مقام انتقام میں کٹر مجرموں پر رحم کیسا! باپ بیٹے کی یہ گفتگو پوری نہ ہوئی تھی کہ پانی کی ایک موج نے درمیان میں حائل ہو کر ہمیشہ کے لئے دونوں کو جدا کر دیا۔ ف۴ ایک مدت تک اس قدر پانی برسا گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور زمین کے پردے پھٹ پڑے۔ درخت اور پہاڑیاں تک پانی میں چھپ گئیں۔ اصحاب سفینہ کے سوا تمام لوگ جن کے حق میں نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی: "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا" (نوح رکوع ۲) غرق ہو گئے۔ اُس وقت خداوند قدوس نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی نگل جا! اور بادل کو فرمایا کہ تھم جا! پھر کیا مجال تھی کہ دونوں اُس کے امتثال حکم میں ایک لمحہ کی تاخیر کرتے۔ چنانچہ پانی خشک ہونا شروع ہو گیا کشتی "جودی" پہاڑ پر جا لگی جو بعض کے نزدیک موصل میں تھا۔ اور جو کام خدا نے چاہا (یعنی مجرمین کو سزا دینا) وہ پورا ہو چکا۔ ظالموں کے حق میں کہہ دیا گیا کہ خدا کی رحمت سے دور ہو کر ہمیشہ کے لئے مصیبت و ہلاکت کے غار میں پڑے رہو۔ (تنبیہ) اس میں اختلاف ہے کہ "طوفان نوح" تمام دنیا میں آیا یا خاص ملکوں میں۔ اس کے فیصلہ کا یہاں موقع نہیں۔ مگر یاد رہے کہ "دائرۃ المعارف" میں بعض محققین یورپ کے ایسے اقوال و دلائل نقل کئے گئے ہیں جو عموم طوفان کی تائید کرتے ہیں۔ جو لوگ عام طوفان کے قائل ہیں اُن میں سے اکثر کے نزدیک موجودہ دنیا کے کل انسان نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں "سام" "حام" "یافث" کی اولاد ہیں۔ "وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبَاقِيْنَ" طوفان سے جو بچے اور حیوانات ہلاک ہوئے، اُن کا اہلاک بطور تعذیب نہ تھا بلکہ جیسے خدا دوسرے اسباب طبیعیہ کے ذریعہ سے اُن پر موت وارد کرتا ہے اور وہ ظلم نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں اُن کی موت اس ذریعہ سے واقع ہوئی آخر اب بھی جو سیلاب اور طوفان آتے ہیں اُن میں کتنے جانور اور بچے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ف۵ نوح علیہ السلام نے یہ کس وقت عرض کیا۔ کنعان کے غرق ہونے سے پہلے یا غرق ہونے کے بعد، دونوں احتمال ہیں۔ نیز کنعان کو اسکی منافقانہ اوضاع و اطوار دیکھ کر غلط فہمی سے مومن سمجھ رہے تھے یا کافر سمجھتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں یہ گذارش کی۔ دونوں باتوں کا امکان ہے۔ اگر مومن سمجھ کر غرقابی سے پہلے عرض کیا تھا تو مقصود اپنی اضطرابی کیفیت کا اظہار اور خدا سے کہہ کر اسکی بچاؤ کا انتظام کرنا تھا۔ اور اگر غرقابی کے بعد یہ گفتگو ہوئی تو محض معاملہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے اپنا خلجان یا اشکال پیش کیا۔ یعنی خداوندا! تو نے میرے گھر والوں کو بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور کنعان مومن ہونے کی وجہ سے "اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" کے استثناء میں بظاہر داخل نہیں۔ پھر اس کی غرقابی کا راز کیا ہے؟ بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے۔ کسی کو یہ خیال نہیں گذر سکتا کہ معاذ اللہ وعدہ خلافی کی ہو۔ آپ احکم الحاکمین اور شہنشاہ مطلق ہیں۔ سمجھ میں آئے یا نہ آئے، کسی کو حق نہیں کہ آپ کے فیصلہ کے سامنے دم مار سکے، یا آپ کو وعدہ خلافی پر مجبور کر دے، نہ کسی کا یہ منصب ہے کہ آپ کے حکم ناطق کے متعلق کسی قسم کی نکتہ چینی کر سکے۔ فقط قلبی اطمینان کے لئے بطریق استعلام و استفسار اس واقعہ کا راز معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ جواب ملا یہ اُن گھر والوں میں سے نہیں جن کے بچانے کا وعدہ تھا۔ بلکہ "اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" میں شامل ہے۔ کیونکہ اُس کے عمل خراب ہیں۔ تم کو اُس کے کفر و شرک کی خبر نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ پیغمبرانہ فراست کی روشنی میں صریح آثار کفر کے باوجود ایک کافر کا حال مشتبہ رہے۔ جس شخص کا واقعی حال تمہیں معلوم نہیں اُس کے بارہ میں ہم سے ایسی نامناسب رعایت یا اس طرح کی کیفیت مت طلب کرو۔ مقربین کو لائق نہیں کہ وہ بے سوچے سمجھے ادب ناشناس جاہلوں کی سی باتیں کرنے لگیں۔ آیت کی یہ تقریر اُس صورت میں ہے کہ نوح علیہ السلام کنعان کو مومن سمجھتے ہوں اور اگر کافر سمجھتے تھے تو شاید اس درخواست یا سوال کا منشاء یہ ہو کہ "انجاء" کے ذکر میں "اہل" کو چونکہ عام مومنین سے الگ کر کے بیان فرمایا تھا، اس سے نوح علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ میرے اہل کو اس دنیوی عذاب سے محفوظ رکھنے کے لئے ایمان شرط نہیں اور "اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" مجمل تھا۔ اس لئے اُس کے مصداق کی تعیین نہیں کر سکے۔ بناء علیہ شفقت پدری کے جوش میں عرض کیا کہ الٰہ العالمین! میرا بیٹا یقیناً میرے اہل میں داخل ہے جس کے بچانے کا آپ وعدہ فرما چکے ہیں۔ پھر یہ کیوں غرق کیا جا رہا ہے یا غرق کر دیا گیا۔ جواب ملا کہ تمہارا پہلا ہی مقدمہ (ان ابنی من اہلی) غلط ہے۔ جس اہل کے بچانے کا وعدہ تھا اُس میں یہ داخل نہیں، کیونکہ اس کے کرتوت بہت خراب ہیں۔ نیز "اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" کے مصداق کا تم کو کچھ علم نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں (بقیہ بر صفحہ ۹۲)

مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ

لہروں میں جیسے پہاڑ اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو اور وہ ہو رہا تھا کنارے اے بیٹے

ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ

سوار ہو جا ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ کافروں کے ف بولا جا لگوں گا کسی پہاڑ کو

يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ

جو بچا لیگا مجھ کو پانی سے ف۲ کہا کوئی بچانے والا نہیں آج اللہ کے حکم سے مگر جس پر

رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ

وہی رحم کرے اور حائل ہو گئی دونوں میں موج پھر ہو گیا ڈوبنے والوں میں ف۳ اور حکم آیا

يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ

اے زمین نگل جا اپنا پانی، اور اے آسمان تھم جا اور سکھا دیا گیا پانی اور ہو چکا

الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہو قوم ظالم ف۴

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ ۚ وَاِنَّ

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو کہا اے رب میرا بیٹا ہے میرے گھر والوں میں اور بیشک

وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ

تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے ✩ فرمایا اے نوح وہ نہیں

مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۗ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ

تیرے گھر والوں میں اُس کے کام ہیں خراب سو مت پوچھ مجھ سے جو تجھ کو

بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ

معلوم نہیں میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں ف۵ بولا اے رب

اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ

میں پناہ لیتا ہوں تیری اِس سے کہ پوچھوں تجھ سے جو معلوم نہ ہو مجھ کو ف۶ اور اگر تو نہ بخشے مجھ کو

بقیہ فوائد صفحہ ۲۹۳۔ پھر جس چیز کا علم تم نہیں رکھتے اس کی نسبت ایسے مجاذبہ کے رنگ میں سوال یا درخواست کرنا تمہارے لئے زیبا نہیں۔ ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "آدمی وہی پوچھتا ہے جو معلوم نہ ہو لیکن مرضی معلوم ہونی چاہئے یہ کام جاہل کا ہے کہ بڑے کی مرضی پوچھنے کی نہ دیکھے۔ پھر نوح پوچھے: مرضی کیوں نہ تھی؟ اسے ہم فائدہ گزشتہ میں بیان کر چکے ہیں۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ حضرت نوح کانپ اٹھے اور توبہ کی لیکن یہ نہ کہا کہ پھر ایسا نہ کروں گا کہ اس میں دعویٰ نکلتا ہے۔ بندہ کو کیا مقدور ہے۔ چاہئے اسی کی پناہ مانگے کہ مجھ سے پھر نہ ہو اور دل میں عزم نہ کرنے کا رکھے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور یونس علیہ السلام وغیرہ کی توبہ کے جو الفاظ قرآن میں نقل ہوئے ہیں ان میں یہی ادب ملحوظ رہا ہے۔

وَتَرْحَمْنِيٓ أَكُن مِّنَ الْخٰسِرِينَ ﴿۴۷﴾ قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ

اور رحم نہ کرے تو میں ہوں نقصان والوں میں ف۱ حکم ہوا اے نوح اتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور

بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ ۚ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم

برکتوں کے ساتھ تجھ پر اور ان فرقوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور دوسرے فرقے ہیں کہ ہم فائدہ دینگے انکو پھر پہنچیگا انکو

مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كُنتَ

ہماری طرف سے عذاب دردناک ف۲ یہ باتیں منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف نہ تجھ کو

تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعٰقِبَةَ

ان کی خبر تھی اور نہ تیری قوم کو اس سے پہلے ف۳ سو تو صبر کر البتہ انجام بھلا ہے

لِلْمُتَّقِينَ ﴿۴۹﴾ وَإِلٰى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

ڈرنے والوں کا ف۴ اور عاد کی طرف ہم نے بھیجا انکے بھائی ہود کو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی

مَا لَكُم مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ۖ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ

کوئی تمہارا حاکم نہیں سوائے اس کے تم سب جھوٹ کہتے ہو ف۵ اے قوم

لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِى فَطَرَنِىٓ ۚ

میں تم سے نہیں مانگتا اس پر مزدوری میری مزدوری اسی پر ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا ف۶

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا إِلَيْهِ يُرْسِلِ

پھر کیا تم نہیں سمجھتے ف۷ اور اے قوم گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اسکی طرف ف۸ چھوڑیگا

السَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

تم پر آسمان سے دھاریں ف۹ اور زیادہ دیگا تم کو زور پر زور اور روگردانی نہ کرو

مُجْرِمِينَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا يٰهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِىٓ

گنہگار ہو کر ف۱۰ بولے اے ہود تو ہمارے پاس کوئی سند لیکر نہیں آیا اور ہم نہیں چھوڑنے والے

ءَالِهَتِنَا عَن قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۵۳﴾ إِن نَّقُولُ

اپنے ٹھاکروں (معبودوں) کو تیری کہنے سے اور ہم نہیں تجھ کو ماننے والے ف۱۱ ہم تو یہی کہتے ہیں

ع ۴ — ۹ مع — ۱۴

ف۲ یعنی کشتی سے "جودی" پر۔ پھر "جودی" سے زمین پر اتریئے۔ برکتیں اور سلامتی آئندہ تم پر اور ان اقوام پر رہیگی جو تمہارے ساتھیوں سے پیدا ہونے والی ہیں۔ فی الحال جو زمین طوفان سے بالکل اجڑ گئی ہے خدا دوبارہ آباد کرے گا اور اس کی رونق و برکت پھر عود کر آئے گی۔ "سلامت" کے لفظ سے گویا حق تعالیٰ نے تسلی فرمادی کہ پھر ساری نوع انسانی پر قیامت سے پہلے ایسی عام ہلاکت نہ آئیگی، مگر بعضے فرقے ہلاک ہونگے۔ ف۳ یعنی یہ دلائل نبوت میں سے ہے کہ ایک امی کی زبان سے امم سابقہ کے ایسے مستند و مفصل واقعات سنوائے جائیں۔ ف۴ جیسے نوح اور ان کے رفقاء کا انجام بھلا ہوا آپ کے ساتھیوں کا مستقبل بھی نہایت تابناک اور کامیاب ہے۔ آپ کفار کی ایذاؤں پر صبر کریں، گھبرا کر تنگدل نہ ہوں۔ جیسے نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو برس صبر کیا۔ ف۵ کہ پتھر کے "بت" بھی با اختیار حاکم بلکہ معبود ہیں۔ سورۂ "اعراف" میں قوم "ہود" کا قصہ گذر چکا۔ ف۶ یعنی تمہارے مال کی مجھے ضرورت نہیں۔ میرا پیدا کرنیوالا ہی تمام دنیوی ضروریات اور اخروی اجر و ثواب کا کفیل ہے۔ یہ بات ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی تا کہ نصیحت بے لوث اور موثر ہو۔ لوگ ان کی محنت کو دنیوی طمع پر محمول نہ کریں۔ ف۷ یعنی اس قدر غبی ہو، اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایک شخص بے طمع بے غرض محض دردمندی اور خیرخواہی سے تمہاری فلاح دارین کی بات کہتا ہے۔ تم اسے دشمن اور بدخواہ سمجھ کر دست و گریباں ہوتے ہو۔ ف۸ اسی سورت کے شروع میں اس جملہ کی تفسیر گذر چکی۔ ف۹ یعنی موقع بموقع خوب بارشیں دیگا۔ وہ قوم چونکہ کھیتی، باغ لگانے سے بڑی دلچسپی رکھتی تھی اس لئے ایمان لانے کے ظاہری فوائد و برکات وہ بیان کئے جو ان کے حق میں خصوصی طور پر موجب ترغیب ہوں۔ لکھتے ہیں کہ وہ لوگ تین سال سے خشک سالی اور امساک باراں کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ہود علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ایمان لا کر خدا کی طرف رجوع ہو گے تو یہ مصیبت دور ہو جائے گی۔ ف۱۰ یعنی مالی اور بدنی قوت بڑھائیگا اولاد میں برکت دیگا۔ خوشحالی میں ترقی ہوگی، اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت کا اضافہ کر دیا جائیگا۔ بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس کی اطاعت سے مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔ ف۱۱ یہ ان کی کھلی ہٹ دھرمی تھی جو کہتے تھے کہ آپ کوئی واضح سند اور دلیل اپنی صداقت کی نہیں لائے خدا جسے پیغمبری کے عہدہ پر فائز کرے، ضرور ہے کہ اس کو تقرر کی سند اور پروانہ عطا فرمائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو نبی مبعوث ہوا اس کے ساتھ ایسے واضح نشان بھیجے گئے جس پر آدمی ایمان لانا چاہیں تو لاسکتے ہیں۔ اس لئے بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ ہود علیہ السلام نے نشان پیش کئے ہونگے، مگر وہ لوگ ہٹ دھرمی اور بے حیائی سے یہی کہتے رہے کہ آپ کوئی کھلا ہوا نشان نہیں لائے (شاید یہ مراد ہو کہ ایسا نشان نہ لائے جو سب کی گردنیں پکڑ کر ایمان لانے پر مجبور کر دے) بہر حال ہم محض تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ نہ کبھی تیری رسالت پر ایمان لاسکتے ہیں۔

اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا

کہ تجھ کو آسیب پہنچایا ہے کسی ہماری ٹھاکر (معبود) نے بُری طرح ف۱ بولا میں گواہ کرتا ہوں اللہ کو اور تم گواہ رہو

اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ

کہ میں بیزار ہوں اُن سے جن کو تم شریک کرتے ہو ✿ اُس کے سوا سو بُرائی کرو میرے حق میں تم سب مل کر پھر

لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ

مجھ کو مہلت نہ دو ✿ میں نے بھروسہ کیا اللہ پر جو رب ہے میرا اور تمہارا کوئی نہیں زمین پر پاؤں

اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ

دھرنے والا کہ اللہ کے ہاتھ میں ہے چوٹی اُس کی بیشک میرا رب ہے سیدھی راہ پر ف۲ پھر اگر

تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَیْكُمْ ؕ وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ

تم منہ پھیروگے تو میں پہنچا چکا تم کو جو میرے ہاتھ بھیجا تھا تمہاری طرف اور قائم مقام کریگا میرا رب

قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾

کوئی اور لوگ اور نہ بگاڑ سکوگے اللہ کا کچھ تحقیق میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان ف۳

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہم نے ہود کو اور جو لوگ ایمان لائے تھے اُسکے ساتھ اپنی رحمت

مِّنَّا ۚ وَنَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا

سے اور بچا دیا اُن کو ایک بھاری عذاب سے ف۴ اور یہ تھے عاد کہ منکر ہوئے

بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ

اپنے رب کی باتوں سے اور نہ مانا اُسکے رسولوں کو اور مانا حکم اُنکا جو سرکش تھے مخالف ف۵ اور

اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا

پیچھے سے آئی اُن کو اِس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن بھی ف۶ سُن لو عاد

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ

منکر ہوئے اپنے رب سے سُن لو پھٹکار ہے عاد کو جو قوم تھی ہود کی ف۷ اور ثمود کی طرف بھیجا اُن کا بھائی

ع ۵ (۱۱) ۵

ف۱ یعنی یہ جو تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اور سارے جہان کو بیوقوف بتلا کر اپنا دشمن بنا رہے ہو. ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے آسیب پہنچا کر تمہیں مجنوں اور پاگل کر دیا ہے (العیاذ باللہ) تم جو اُن کی عبادت سے روکتے اور بُرا بھلا کہتے تھے، اُنہوں نے اس گستاخی کی سزا دی کہ اب تم بالکل دیوانوں کی سی باتیں کرنے لگے ف۲ یعنی وہ بچاری پتھر کی مورتیں تو مجھے کیا گزند پہنچا سکتیں، تم سب جو بڑے تنومند اور طاقتور نظر آتے ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر اور مجھ جیسے یکہ و تنہا پر پوری قوت سے یک وقت ناگہاں حملہ کر کے بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے. سُنو میں خدا کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں اور تم سب بھی اس پر گواہ رہو کہ میں تمہارے جھوٹے دیوتاؤں سے قطعاً بیزار ہوں. تم سب جمع ہو کر جو بُرائی مجھے پہنچا سکتے ہو پہنچاؤ. نہ ذرا کوتاہی کرو نہ ایک منٹ کی مجھے مہلت دو. اور خوب سمجھ لو کہ میرا بھروسہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ہے جو میرا رب ہے اور وہی تمہارا بھی مالک و حاکم ہے. گو بدفہمی سے تم نہیں سمجھتے. نہ صرف میں اور تم بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز جو زمین پر چلتی ہے خالص اُس کے قبضہ اور تصرف میں ہے گویا اُن کے سر کے بال اُس کے ہاتھ میں ہیں. جدھر چاہے پکڑ کر کھینچے اور پھیر دے. کسی کی مجال نہیں کہ اُس کے قبضۂ اختیار سے نکل کر بھاگ جائے. نہ ظالم اُس کی گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں نہ نیچے اُس کی پناہ میں رہ کر رُسوا ہو سکتے ہیں. بلاشبہ میرا پروردگار عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر ہے. اُس کے یہاں نہ ظلم ہے نہ بے موقع انعام، اپنے بندوں کو نیکی اور خیر کی جو سیدھی راہ اُس نے بتلائی، بیشک اُسی پر چلنے سے وہ ملتا ہے اور اُس پر چلنے والوں کی حفاظت کرنے کے لئے خود ہر وقت وہاں موجود ہے. ف۳ یعنی ایسی صاف اور کھری کھری باتیں سُن کر بھی نہ مانوگے تو اب میرا کچھ نقصان نہیں میں فرض تبلیغ پوری طرح ادا کر چکا تم اپنی فکر کر لو. ضرور ہے کہ اس قسم کی ہٹ دھرمی اور تعصب و عناد پر آسمان سے عذاب آئے جو تم کو ہلاک کر ڈالے. خدا کی زمین تمہاری تباہی سے ویران نہ ہوگی، وہ دوسرے لوگوں کو تمہارے اموال وغیرہ کا وارث بنا دیگا. تمہارا قصہ ختم کر دینے سے یاد رکھو خدا کا یا اُس کے پیغمبروں کا کچھ نہیں بگڑتا نہ اُس کا ملک خراب ہوتا ہے. جب وہ ہر چیز کا محافظ و نگہبان ہے تو ہر قابلِ حفاظت چیز کی حفاظت کے سامان اپنی قدرت کاملہ سے کر دیگا. ف۴ یعنی سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا جیسا کہ سورۂ "اعراف" میں ہم ذکر کر چکے ہیں. مکان گر گئے، چھتیں اُڑ گئیں، درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں کے کہیں جا پڑے. ہوا ایسی سموم تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی. اُس ہولناک عذاب سے ہم نے ہود علیہ السّلام اور اُن کے ساتھیوں کو جو آخر میں چار ہزار تک پہنچ گئے تھے بالکل محفوظ رکھا اور ایمان و عمل صالح کی بدولت آخرت کے بھاری عذاب سے بھی اُنکو نجات دیدی. ف۵ یعنی اُن کے کھنڈرات کو چشم عبرت سے دیکھو کہ یہ وہ قوم "عاد" تھی جن کے بڑوں نے بہت طمطراق سے اپنے پروردگار کی باتوں کا مقابلہ کیا اور اُس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی. اور چھوٹوں نے بڑے شیطانوں کی پیروی کی. آخر دونوں تباہ و برباد ہوئے. (تنبیہ) "رُسُلَهٗ" شاید اس لئے فرمایا کہ ایک کی تکذیب سب پیغمبروں کی تکذیب ہے. کیونکہ توحید وغیرہ اصول دین میں سب متفق اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں. ف۶ یعنی خدا کی لعنت (پھٹکار) دنیا میں اُن کے پیچھے لگا دی گئی کہ جہاں جائیں ساتھ جائے. اور قیامت تک جہاں اُن کا ذکر ہو لعنت کے ساتھ ہو، بلکہ قیامت کے بعد بھی وہ اِن کا پیچھا نہ چھوڑیگی لعنت کا طوق ہمیشہ اُنکے گلے میں پڑا رہیگا. ف۷ بعض مفسرین نے کہا کہ قیامت کے دن یوں پکارا جائے گا. اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا الخ (تنبیہ) "عاد" کے ساتھ "قوم ہود" کا لفظ یا تو اِس لیے بڑھایا کہ دونوں کا تصور سننے والے کے دماغ میں ساتھ ساتھ آئے یعنی "ہود" کا کیا حال تھا. اور یہ اُسی کی قوم تھی جس کا حشر یہ ہوا. اور ممکن ہے اس پر تنبیہ کرنا ہو کہ "عاد" دو ہیں "اولیٰ" اور "اُخریٰ" اِسی لیے ایک جگہ فرمایا "وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى" (النجم رکوع ۳) یہاں "عاد اولیٰ" مراد ہے جس کی طرف "ہود" مبعوث ہوئے تھے. واللہ اعلم.

صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ
صلحؑ ف۱ بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی حاکم نہیں تمہارا اُس کے سوا اُسی نے

اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
بنایا تم کو زمین سے ف۲ اور بسایا تم کو اُس میں سو گناہ بخشواؤ اُس سے اور رجوع کرو

اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا
اُسکی طرف تحقیق میرا رب نزدیک ہے قبول کرنیوالا ف۳ بولے اے صالحؑ تجھ سے تو ہم کو اُمید تھی

قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ
اس سے پہلے کیا تو ہم کو منع کرتا ہے کہ پرستش کریں جنکی پرستش کرتے رہے ہمارے باپ دادے اور ہم کو تو شبہ ہے اُس

مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى
جس کی طرف تو بلاتا ہے ایسا کہ دل نہیں مانتا ف۴ بولا اے قوم بھلا دیکھو تو اگر مجھ کو سمجھ

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ
مل گئی اپنے رب کی طرف سے اور اُس نے مجھ کو دی رحمت اپنی طرف سے پھر کون بچائے مجھ کو اُس سے

اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ
اگر اُسکی نافرمانی کروں ف۵ سو تم کچھ نہیں بڑھاتے میرا سوائے نقصان کے ف۶ اور اے قوم یہ

نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا
اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لئے نشانی سو چھوڑ دو اسکو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگاؤ اسکو

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا
بُری طرح پھر تو آپکڑیگا تم کو عذاب بہت جلد ✿ پھر اُسکے پاؤں کاٹے تب کہا فائدہ اُٹھالو

فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ
اپنے گھروں میں تین دن یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا ف پھر جب پہنچا

اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ
حکم ہمارا بچادیا ہم نے صالحؑ کو اور جو ایمان لائے اسکے ساتھ اپنی رحمت سے اور اُس دن کی رسوائی

ف۱ ان کا قصہ "اعراف" میں گذر چکا۔ ف۲ یعنی اول آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر زمین سے غذائیں پیدا کیں جن سے نطفہ وغیرہ بنتا ہے جو مادہ ہے آدمی کی پیدائش کا۔ ف۳ یعنی پیدا کرکے باقی رکھا۔ بقاء کا سامان کیا۔ زمین کے آباد کرنے کی ترکیبیں سکھائیں تدابیر الہام فرمائیں۔ جب وہ ایسا منعم و محسن ہے تو چاہئے آدمی اُسی کی طرف ایمان و طاعت کے ساتھ رجوع کرے اور کفر و شرک وغیرہ جو گناہ کر چکا ہے اُن کی معافی چاہے، وہ ہم کو بالکل نزدیک ہے، ہر بات خود سنتا ہے اور جو توبہ و استغفار صدق دل سے کیا جائے اُسے سن کر قبول کرتا ہے۔ ف۴ یعنی تجھ سے اُمید تھی کہ آگے چل کر بڑا فاضل اور نیک مرد ہوگا جس کو معزز بزرگوں کا جانشین سمجھ کر قوم سر پر بٹھائے گی۔ تیری پیشانی سے رُشد و صلاح کے آثار ہویدا تھے۔ سب کو توقع تھی کہ مستقبل قریب میں بڑا فائدہ تجھ سے پہنچے گا۔ رائے و تدبیر، اصلاح و مشورہ سے اپنے قومی بھائیوں کی سنبھالی اور نہایت قوت قلب کے ساتھ آبائی مذہب کی حمایت و تائید کریگا۔ یہ درست ہے کہ ابتداء سے تجھ کو بُت پرستی سے نفرت تھی اور عام قومی مذہب سے الگ تھلگ رہتا تھا، تاہم تیری سمجھ اور فطری قابلیت پر اعتماد کرکے ہم کو اُمید رہی کہ آگے چلکر عقل و تجربہ کی پختگی کے بعد یہ روش نہ رہیگی۔ لیکن افسوس یک بیک تو ایسی باتیں کرنے لگا جس نے تمام اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ تو نے ہمارے آباؤ اجداد کے قدیم مذہب کے خلاف علانیہ جہاد شروع کرکے سب توقعات خاک میں ملادیں۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم ایک خدا کو لے کر سارے پُرانے دیوتاؤں کو چھوڑ بیٹھیں۔ ہمارے نزدیک بزرگوں کی روش کے خلاف ایسا مسلک اختیار کرنا سخت شبہ کی چیز ہے جسے ہمارا دل کسی طرح نہیں مانتا۔ "موضح القرآن" میں ہے "یعنی ہونہار لگتا تھا کہ باپ دادے کی راہ روشن کریگا۔ تو لگا مٹانے"۔ ف۵ یعنی تمہارے شک و شبہ کی وجہ سے میں ایک صاف راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ خدا نے مجھ کو سمجھ دی اور اپنی رحمت عظیمہ سے منصب پیغمبری عطا کیا۔ اب اگر فرض کیجئے میں اُس کی نافرمانی کرنے لگوں اور جن چیزوں کے پہنچانے کا حکم ہے نہ پہنچاؤں تو مجھ کو اُس کی سزا سے کون بچالیگا۔ ف۶ یعنی بجائے اس کے کہ اپنے سچے خیرخواہ اور محسن کی قدر کرتے مجھے فرائض دعوۃ و تبلیغ سے رُک جانے کا مشورہ دیکر ناقابل تلافی نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ بعض سلف نے اس جملہ کا مطلب یہ لیا ہے کہ تمہاری گفتگو سے مجھ میں کوئی چیز نہیں بڑھتی بجز اس یقین کے کہ تم اپنا سخت نقصان کر رہے ہو۔ مگر سیاق کے مناسب پہلے معنی ہیں۔ ف حضرت صالح علیہ السلام سے قوم نے معجزہ طلب کیا تھا۔ وہ اُنہیں دکھلا دیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل اور الفاظ کی تشریح سورۂ "اعراف" میں آٹھویں پارہ کے ختم پر گذر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ کرلیجائے۔

ف۱ یعنی جب حکم عذاب پہنچا تو ہم نے "صالح" اور اُنکے ساتھیوں کو بچا دیا۔ اور کاہے سے بچا دیا؟ اُس دن کی رسوائی سے۔ "وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ" "نَجَّيْنَا" کی شرح و تفصیل ہے۔ ف۲ یعنی جس کو چاہے ہلاک کر دے اور جسے چاہے بچا دے۔ ف۳ یعنی بے نام و نشان ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اِن پر عذاب آیا اس طرح کہ رات کو پڑے سوتے تھے فرشتہ نے جھنکار ماری۔ سب کے جگر پھٹ گئے"۔ بعض آیات میں "رَجْفَہ" کا لفظ آیا ہے یعنی زلزلہ یا "کپکپی" سے ہلاک ہوئے۔ سورۂ "اعراف" میں ہم اس کے متعلق تطبیق کی صورت لکھ چکے ہیں۔ ف۴ یعنی جو اپنے پروردگار کی آیات و احکام سے منکر ہو اُس کی یہ گت بنتی ہے اور ایسی پھٹکار پڑتی ہے۔ سُن کر عبرت حاصل کرو۔ ف۵ اس سورت کے قصص کی ترتیب "اعراف" کی ترتیب کے موافق ہے۔ صرف قوم لوط کے قصہ سے پہلے یہاں ابراہیم علیہ السّلام کا تھوڑا سا قصہ بیان فرمایا ہے۔ مگر تعبیر ایسی رکھی جو ظاہر کرتی ہے کہ مقصود اصلی لوط علیہ السّلام کا قصہ بیان کرنا ہے۔ چونکہ اُس میں اور ابراہیم کے قصہ میں کئی طرح کی مناسبت اور تعلق پایا جاتا تھا اس لئے بطور تمہید و توطئہ ابراہیم کا قصہ مذکور ہوا۔ لوط علیہ السّلام حضرت ابراہیم کے خالہ زاد بھائی ہیں جو آپ کے ہمراہ عراق سے ہجرت کر کے آئے۔ ایک ہی جماعت فرشتوں کی دونوں کے پاس بھیجی گئی۔ حضرت ابراہیم نے قوم لوط کی ہلاکت کے سلسلہ میں فرشتوں سے بحث کی جو آگے آتی ہے۔ یہ فرشتے نہایت حسین و جمیل نوجوانوں کی شکل میں لوط علیہ السّلام کی طرف جاتے ہوئے حضرت ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے کہ حق تعالیٰ نے اُن کو اپنا خلیل بنایا ہے اور اس بڑھاپے میں حضرت "سارہ" کے بطن سے بیٹا عطا کرنے والا ہے۔ نیز یہ کہ قوم لوط کے بدمعاشوں اور ظالموں کے وجود سے عنقریب دنیا پاک کر دی جائے گی جس میں حضرت ابراہیم و حضرت لوط کے متبعین کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچیگا۔ فرشتوں نے ابراہیم کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ مگر اول وہلہ میں پہچان نہ سکے جیسے ابتداءً حضرت لوط نے بھی اُن کو نہیں پہچانا (بلکہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیل آدمی کی شکل میں حضور صلعم سے سوال و جواب کرتے رہے، جب اُٹھ کر چلے گئے تب آپ کو بتلایا گیا کہ یہ جبرئیل تھے) گویا متنبہ کر دیا کہ نبی کو بھی فرشتہ وغیرہ کا علم ضروری خدا کے دینے سے ہوتا ہے۔ وہ کسی وقت مخفی رکھنا چاہے تو کسی کی قدرت نہیں کہ معلوم کر سکے۔ بہرحال ابراہیم علیہ السّلام اُنہیں آدمی سمجھ کر مہمان نوازی کے لئے اُٹھے۔ اور نہایت فربہ بچھڑا بھون تل کر سامنے حاضر کیا۔ ف۶ کہ آخر یہ کون ہیں، کس غرض سے آئے ہیں؟ ہم کھانا پیش کرتے ہیں، یہ اُسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ اُس وقت کے دستور کے موافق جو مہمان کھانے سے انکار کرتا، سمجھا جاتا تھا کہ کسی اچھے خیال سے نہیں آیا۔ ابراہیم علیہ السّلام گھبرائے کہ اگر آدمی ہیں تو کھانے کا انکار کرنا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے اور فرشتے ہیں تو نہ معلوم کس مطلب کے لئے بھیجے گئے ہیں، آیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی یا میری قوم کے حق میں کوئی ناخوشگوار چیز لے کر آئے۔ اسی حیص بیص میں زبان سے اظہار بھی کر دیا "اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ" (حجر رکوع ۴) یعنی ہم کو تم سے اندیشہ ہے۔ عموماً مفسرین نے ابراہیم کے خوف کی یہی توجیہات کی ہیں۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے میرے نزدیک نہایت لطیف توجیہ کی کہ فرشتوں کے ساتھ جو عذاب الٰہی تھا اور شان غضب و انتقام کے مظہر بن کر قوم لوط کی طرف جا رہے تھے اس کا طبعی اثر یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السّلام کے قلب پر ایک طرح کے خوف و خشیت کی کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار اُنہوں نے "اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ" کہہ کر کیا۔ یعنی ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۷ یعنی ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہم فرشتے ہیں جو "قوم لوط" کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ کچھ اندیشہ ضرر کا نہ کیجئے۔ ف۸ یعنی حضرت سارہ جو مہمانوں کی خدمت گذاری یا اور کسی کام کے لئے وہاں کھڑی تھیں اُس ڈر کے رفع ہونے سے خوش ہو کر ہنس پڑیں حق تعالیٰ نے خوشی پر اور خوشیاں سُنائیں کہ تجھ کو اس عمر میں بیٹا ملیگا۔ (اسحٰق علیہ السّلام) اور اُس کی نسل سے ایک پوتا یعقوب عطا ہوگا۔ جس سے ایک بڑی بھاری قوم بنی اسرائیل اُٹھنے والی ہے

يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا

سے ف۱ بیشک تیرا رب وہی ہے زور والا زبردست ف۲ اور پکڑ لیا اُن ظالموں کو

الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٦٧﴾ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ

ہولناک آواز نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے جیسے کبھی رہے ہی نہ تھے وہاں ف۳

أَلَا إِنَّ ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ﴿٦٨﴾ وَلَقَدْ جَاءَتْ

سن لو ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے ثمود کو ف۴ اور البتہ آ چکے ہیں

رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ

ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر بولے سلام وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی

أَن جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ

کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا ف۵ پھر جب دیکھا اُن کے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر

نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا

تو کھٹکا اور دل میں اُن سے ڈرا ف۶ وہ بولے مت ڈر ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں

إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ

طرف قوم لوط کی ف۷ اور اس کی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحٰق

وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ﴿٧١﴾ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ

کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی ف۸ بولی اے خرابی کیا میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں

وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ

اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا ف۹ یہ تو ایک عجیب بات ہے ف۱۰ وہ بولے کیا تو تعجب کرتی ہے

مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۖ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُ

اللہ کے حکم سے اللہ کی رحمت ہے اور برکتیں تم پر اے گھر والو تحقیق اللہ ہے

حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿٧٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ

تعریف کیا گیا بڑائیوں والا ف۱۱ پھر جب جاتا رہا ابراہیم سے ڈر اور آئی اُس کو

ع ۸/۶

یہ بشارت حضرت سارہ کو شاید اس لئے سنائی گئی کہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹا (اسمٰعیل علیہ السّلام) حضرت ہاجرہ کے بطن سے پہلے ہی موجود تھا۔ سارہ کو تمنا تھی کہ مجھے بھی بیٹا ملے۔ مگر بوڑھی ہو کر مایوس ہو چکی تھی۔ اُس وقت یہ بشارت ملی بعض علماء نے حضرت سارہ کے ہنسنے کی اور بھی توجیہات کی ہیں مگر ظاہر وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ علماء نے "وَمِنْ وَّرَاءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ" سے استدلال کیا ہے کہ حضرت "اسحٰق" ذبیح" نہ تھے۔ اسمٰعیل علیہ السّلام تھے (راجع ابن کثیر) ف۹ یہاں "يٰوَيْلَتٰى" کا لفظ ایسا ہے جیسے ہمارے محاورات میں عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ میں "نگوڑی" کیا اِس بڑھاپے میں اولاد جنوں گی۔ حضرت سارہ کی عمر کہتے ہیں اُس وقت ننانوے سال تھی اور حضرت ابراہیم سو سال یا اس سے بھی متجاوز تھے۔ ف۱۰ یعنی ایسا ہو تو بالکل انوکھی اور عجیب و غریب بات ہوگی۔ ف۱۱ یعنی جس گھرانے پر خدا کی اس قدر رحمتیں اور برکتیں نازل رہی ہیں اور جنہیں ہمیشہ معجزات و خوارق دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا، کیا اُن کے لئے یہ کوئی تعجب کا مقام ہے؟ اُن کا تعجب کرنا خود قابل تعجب ہے۔ اُنہیں لائق ہے کہ بشارت سُن کر تعجب کی جگہ خدا کی تحمید و تمجید کریں کہ سب بڑائیاں اور خوبیاں اُسی کی ذات میں جمع ہیں۔ (تنبیہ) بعض محققین نے لکھا ہے کہ نمازوں میں جو درود شریف پڑھتے ہیں اُس کے الفاظ میں اس آیت سے اقتباس کیا گیا ہے۔

الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

خوشخبری جھگڑنے لگا ہم سے قوم لوط کے حق میں ✿ البتہ ابراہیم تحمل والا نرم دل رجوع رہنے والا

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ

اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال وہ تو آچکا حکم تیرے رب کا اور اُن پر

اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا

آتا ہے عذاب جو لوٹایا نہیں جاتا ف۱ اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس

سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَ

غمگین ہوا اُن کے آنے سے اور تنگ ہوا دل میں اور بولا آج دن بڑا سخت ہے ف۲ اور

جَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

آئی اُسکے پاس قوم اُسکی دوڑتی بے اختیار اور آگے سے کر رہے تھے

السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا

برے کام ف۳ بولا اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں یہ پاک ہیں تم کو اُن سے سو ڈرو تم

اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾

اللہ سے اور مت رسوا کرو مجھ کو میرے مہانوں میں کیا تم میں ایک مرد بھی نہیں نیک چلن ف۴

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِىْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا

بولے تو تو جانتا ہے ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ غرض نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو

نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِىْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِىْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾

ہم چاہتے ہیں ف۵ کہنے لگا کاش مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی مستحکم پناہ میں ف۶

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ

مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تجھ تک ف سو لے نکل اپنے لوگوں کو

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ

کچھ رات سے اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں کوئی مگر عورت تیری

ف۱ یعنی اِدھر سے مطمئن ہوئے تو فوراً قوم لوط کے سلسلہ میں فرشتوں سے بحث شروع کر دی جس کا خلاصہ سورۂ "عنکبوت" میں بیان فرمایا کہ فرشتوں نے ابراہیم کو مطلع کیا کہ ہم ان بستیوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں، ابراہیم بولے کہ اُن میں تو خود لوط علیہ السلام موجود ہیں (پھر ایک پیغمبر کے اُن میں موجود ہوتے ہوئے کیسے ہلاک کیے جا سکتے ہیں؟) فرشتوں نے کہا ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ لوط اور اُس کے متعلقین کو وہاں کو علیحدہ کر کے عذاب نازل کیا جائیگا۔ تفاسیر میں اس بحث کی جو تفاصیل بیان ہوئی ہیں اللہ جانے کہاں تک صحیح ہیں۔ بہرحال اسی بحث کو مبالغۃً لفظ "یُجَادِلُنَا" سے تعبیر فرمایا۔ جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی فطری شفقت، نرم خوئی، اور رحم دلی سے اُس قوم پر ترس کھا کر حق تعالیٰ کی جناب میں کچھ سفارش کرنا چاہتے تھے۔ اُسی کا جواب دیا کہ اس خیال کو چھوڑیے۔ ان ظالموں کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب خدا کا حکم واپس نہیں ہو سکتا۔ عذاب آکر رہیگا جو کسی سفارش یا دعا وغیرہ سے نہیں ٹل سکتا۔ ف۲ فرشتے نہایت حسین و جمیل بے ریش و بردت نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ ابتداءً حضرت لوط نے نہ پہچانا کہ فرشتے ہیں۔ معمولی مہمان سمجھے۔ اُدھر اُس قوم کی بیحیائی اور خوئے بد معلوم تھی۔ سخت فکرمند اور تنگدل ہوئے کہ یہ بدمعاش ان مہانوں کا پیچھا کریں گے۔ مہانوں کو چھوڑنا بھی مشکل اور ان خبیثوں کے ہاتھوں کو پکڑنا بھی دشوار، گویا ساری قوم سے لڑائی مول لینا ہے۔

ف۳ یعنی اُس قوم کو نامعقول حرکتوں اور خلاف فطرت فواحش کی جو عادت پڑی ہوئی تھی کہاں چین سے بیٹھنے دیتی وہ ایسے خوبصورت لڑکوں کی خبر پاتے ہی نہایت بیحیائی کے ساتھ لوط علیہ السلام کے مکان پر دھاوا دھند چڑھ دوڑے اور پوری قوت و شدت سے مطالبہ کیا کہ مہمان اُن کے حوالے کر دیے جائیں کیونکہ ہم پہلے ہی منع کر چکے ہیں کہ تم کسی مرد کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو۔ یہاں آنے والے مہانوں کو ہم پر چھوڑ دو ہم جو چاہیں کریں۔ ف۴ حضرت لوط نے مہانوں کی آبرو بچانے کے لئے ہر قسم کی کوشش کی۔ آخری بات اُس شہوت پرست قوم سے یہی کہ ظالمو! یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے حاضر ہیں۔ نکاح ہو جانے پر ان سے بطریق حلال تمتع کر سکتے ہو جو نہایت پاکیزہ اور شایستہ طریقہ ہے۔ خدا سے ڈرنا چاہیے کہ پاک اور مشروع طریقہ کو چھوڑ کر ایسے خلاف فطرت گندے کاموں میں مبتلا ہوتے ہو۔ کم از کم میری ہی رعایت کرو کہ میں ان مقدس مہانوں کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہوں۔ مہمان کی بے عزتی میزبان کی بیعزتی ہے۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی سیدھی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے (تنبیہ) "هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِىْ" سے مراد عام طور پر اُس قوم کی لڑکیاں ہیں جن کو تجوزاً "بیٹیاں" کہا گیا کیونکہ پیغمبر اُمت کے حق میں روحانی باپ ہوتا ہے، اور ویسے بھی محاورات میں قوم کے بڑے بوڑھے سب کی لڑکیوں کو اپنی "بیٹیاں" کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور اگر خاص لوط علیہ السلام کی بیٹیاں مراد ہوں تو شاید اُن میں سے بعض ممتاز لوگوں کے نکاح کے لئے پیش کی ہوں گی اس وقت کافر کا نکاح مسلمان عورت سے جائز تھا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لوط علیہ السلام کا مقصود اس قول سے نکاح وغیرہ کچھ نہ تھا۔ بلکہ اُن کی زیادتیوں سے عاجز ہو کر مہانوں کی آبرو بچانے کی دھن میں انتہائی تواضع سے یہ لفظ کہے۔ تاکہ اُن میں غیرت و حیا کا کچھ شائبہ اور آدمیت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہو تو یہ لفظ سن کر جھینپ جائیں اور نرمی اختیار کر لیں، مگر وہ ایسے حیادار کاہے کو تھے! کان پر جوں بھی نہ رینگی۔ پہلے سے زیادہ بے باک ہو کر بے غیرتی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ ف۵ پھر اتنی حجت و تکرار کیوں کر رہا ہے۔ ہم اپنا ناپاک ارادہ پورا کیے بدون نہ ٹلیں گے۔ ف۶ لوط علیہ السلام کی زبان سے انتہائی گھبراہٹ اور پریشانی میں بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ کاش مجھ میں بذات خود تم سب کو لڑنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا کوئی طاقتور اور مضبوط پناہ دینے والا ہوتا۔ یعنی میرا کنبہ اور جتھا یہاں ہوتا۔ حدیث میں نبی کریم صلعم نے فرمایا "يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاوِىْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ" خدا لوط پر رحم فرمائے، بیشک وہ مضبوط و مستحکم پناہ حاصل کر رہے تھے۔ یعنی خداوند قدوس کی۔ مگر اُس وقت سخت گھبراہٹ اور بے حد ضیق کی وجہ سے اُدھر خیال نہ گیا۔ بے ساختہ ظاہری اسباب پر نظر گئی۔ لوط کے بعد جو انبیاء مبعوث ہوئے سب بڑے جتھے اور قبیلہ والے تھے۔ ف جب لوط علیہ السلام کے اضطراب و قلق کی حد ہو گئی، تب مہانوں نے کہا کہ حضرت! آپ کس فکر میں ہیں مطلق پریشان نہ ہوں، ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو ان کو تباہ و ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ خبیث ہمارا تو کیا بگاڑ سکتے آپ تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ تفاسیر میں ہے کہ وہ شریر لوگ دروازہ توڑ کر یا دیوار پھاند کر اندر گھسے جاتے تھے، تب جبریل علیہ السلام نے خدا سے اجازت لے کر لوط علیہ السلام کو علیحدہ بٹھا دیا اور ایک ذرا بازو ان ملعونوں کی طرف ہلایا جو سب کے سب بٹ اندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ بھاگو! لوط کے مہمان تو بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں

إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَآ أَصَابَهُمْ ۚ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ ٱلصُّبْحُ ۚ أَلَيْسَ ٱلصُّبْحُ

کہ اس کو پہنچ کر رہیگا جو اُنکو پہنچیگا ف۱ اُن کے وعدہ کا وقت ہے صبح کیا صبح نہیں ہے

بِقَرِيبٍ ﴿٨١﴾ فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا

نزدیک ف۲ پھر جب پہنچا حکم ہمارا کر ڈالی ہمنے وہ بستی اوپر نیچے اور برسائے ہمنے

عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ

اُس پر پتھر کنکر کے ف۳ تہہ بہ تہہ ف۴ نشان کئے ہوئے تیرے رب کے پاس ف۵

وَمَا هِىَ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿٨٣﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ

اور نہیں ہے وہ بستی اِن ظالموں سے کچھ دور ف۶ اور مدین کی طرف بھیجا اُنکے بھائی شعیب کو

قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ وَلَا تَنقُصُوا۟

بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اُسکے سوائے اور نہ گھٹاؤ

ٱلْمِكْيَالَ وَٱلْمِيزَانَ ۚ إِنِّىٓ أَرَىٰكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ

ماپ اور تول کو ف۷ میں دیکھتا ہوں تم کو آسودہ حال اور ڈرتا ہوں تم پر

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ﴿٨٤﴾ وَيَٰقَوْمِ أَوْفُوا۟ ٱلْمِكْيَالَ وَٱلْمِيزَانَ

عذاب سے ایک گھیر لینے والے دن کے ف۸ اور اے قوم پورا کرو ماپ اور تول کو

بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا۟ ٱلنَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ

انصاف سے ف۹ اور نہ گھٹا دو لوگوں کو اُن کی چیزیں ف۱۰ اور مت مچاؤ زمین میں

مُفْسِدِينَ ﴿٨٥﴾ بَقِيَّتُ ٱللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَآ

فساد ف۱۱ جو بچ رہے اللہ کا دیا وہ بہتر ہے تم کو اگر ہو تم ایمان والے ف۱۲ اور

أَنَا۠ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ﴿٨٦﴾ قَالُوا۟ يَٰشُعَيْبُ أَصَلَوٰتُكَ تَأْمُرُكَ أَن

میں نہیں ہوں تم پر نگہبان ف۱۳ بولے اے شعیب کیا تیرے نماز پڑھنے نے تجھ کو یہ سکھایا کہ

نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَآ أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِىٓ أَمْوَٰلِنَا مَا نَشَٰٓؤُا۟ ۖ

ہم چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے یا چھوڑ دیں کرنا جو کچھ کہ کرتے ہیں اپنے مالوں میں

ع ۱۵

ف۱ یعنی صبح کو عذاب آنے والا ہے، تھوڑی رات رہے آپ اپنے متعلقین کو لے کر یہاں سے تشریف لیجائیے اور اپنے ہمراہیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ جلدی کریں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے ہاں تیری عورت کہ وہ ساتھ نہ جائیگی یا پیچھے پھر کر دیکھے گی اس طرح اُسی عذاب کی لپیٹ میں آجائیگی جو سب قوم کو پہنچنے والا ہے۔ کہتے ہیں اِسی عورت نے قوم کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا تھا۔ ف۲ یعنی خوش ہو جائیے اب اِن ظالموں کے ہلاک ہونے میں کچھ دیر نہیں ہے۔ صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائیگا۔ ف۳ جبریل علیہ السّلام نے اُن بستیوں کو اُٹھا کر آسمان کے قریب سے نیچے پٹک دیا۔ اس طرح سب بستیاں تہ و بالا ہو گئیں۔ پھر انکی نکایت اور ذلت و رسوائی کی پوری تکمیل کے لئے اوپر سے جھانوے اور پتھر برسائے گئے۔ شہر کی آبادی سے الگ جو افراد اس قوم کے جس جگہ تھے وہیں پتھروں سے ہلاک کیے گئے (العیاذ باللہ) (تنبیہ) جو سزا اس قوم کو اوپر نیچے کرنے کی ملی وہ اُن کی شرمناک حرکت سے ظاہری مناسبت بھی رکھتی ہے۔ ف۴ "منضود" کے معنی مترجم محقق نے "تہ بہ تہ" کیے ہیں۔ بعض نے یہ معنی لئے کہ پتھر مسلسل یکے بعد دیگرے برس رہے تھے۔ ف۵ یعنی کوئی خاص علامت اُن پر تھی جو عام پتھروں سے ممتاز کر کے ظاہر کرتی تھی کہ یہ عذاب الٰہی کے پتھر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر پتھر پر اُس کا نام درج تھا جس کی ہلاکت کا وہ سبب بنا۔ واللہ اعلم ف۶ یعنی باعتبار زمانہ کے بھی قریب ہے کیونکہ "عاد" "ثمود" اور قوم نوح وغیرہ کے بعد یہ واقعہ ہوا۔ اور باعتبار مکان کے بھی کیونکہ اِن کی بستیاں مدینہ اور شام کے درمیان میں تھیں۔ گذرنے والے قافلے وہاں کھنڈرات مشاہدہ کرتے تھے۔ یا اس جملہ "وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ" کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا عذاب ایسے ظالموں سے اب بھی کچھ دور نہیں۔ ہمیشہ خدا کے غضب کو ڈرتے رہنا چاہیئے (تنبیہ) اِس قصہ کے بعض اجزاء "اعراف" میں گذر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کیے جائیں ف۷ یہ قصہ بھی سورہ اعراف میں گذر چکا۔ ف۸ یعنی خدا نے فراغت اور آسودگی عنایت کی تو ڈرتے رہو کہیں نافرمانی سے چھن نہ جائے اور آسائش و خوشحالی سلب ہو کر دنیوی یا اُخروی عذاب مسلط نہ کر دیا جائے ف۹ یعنی اب تک جو ظلم و عدوان کا معیار و قانون تھا، اُسکی اصلاح کرو۔ ف۱۰ یعنی صرف ماپ تول میں نہیں بلکہ کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو۔ ف۱۱ یعنی شرک و کفر سے یا کم ناپنے تولنے سے یا دوسری طرح اتلاف حقوق اور ظلم و ستم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ۔ کہتے ہیں وہ لوگ ڈکیتی ڈالتے تھے اور امانت میں خیانت کرتے تھے۔ ف۱۲ ایک ایماندار کے لئے اللہ کا دیا ہوا جو ٹھیک ٹھیک حقوق ادا کر کے بچ رہے گو قلیل ہو، اُس کثیر سے بہتر ہے جو حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے یا جس میں لوگوں کے حقوق مارے جائیں۔ مال حلال میں جو ٹھیک ماپ تول کر لیا دیا جائے فی الحال برکت ہوتی ہے اور خدا کے یہاں اجر ملتا ہے ف۱۳ یعنی میں نے تم کو نصیحت کر دی۔ آگے اس کا ذمہ دار نہیں کہ تم سے زبردستی عمل کرا کے چھوڑوں۔

ف۱ یہ بطور استہزاء و تمسخر کہتے تھے، کہ بس زیادہ بزرگ نہ بنیئے، ساری قوم میں آپ ہی بڑے عقلمند، باوقار اور نیک چلن رہ گئے ہیں! باقی ہم اور ہمارے بزرگ سب جاہل اور احمق ہی رہے! حضرت شعیب علیہ السلام نماز بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ کہنے لگے کہ شاید آپ کی نماز یہ حکم دیتی ہے کہ ہم سے باپ دادوں کا پرانا دین چھڑوا دیں اور ہمارے اموال میں ہمارا مالکانہ اختیار نہ رہنے دیں۔ بس آپ اپنی نماز پڑھے جایئے۔ ہمارے مذہبی و دنیاوی معاملات اور ماپ تول کے قصوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "جاہلوں کا دستور ہے کہ نیکوں کے کام آپ نہ کر سکیں تو انہی کو چڑانے لگیں۔ یہی خصلت ہے کفر کی"۔ بعض مفسرین نے "اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ" کو استہزاء پر نہیں۔ واقعیت پر حمل کیا ہے یعنی تو ایک سمجھدار، باوقار، اور نیک چلن آدمی ہے۔ پھر ایسی بے موقع باتیں کیوں کرنے لگا۔ جیسے صالح علیہ السلام کو کہا تھا "قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا" ف۲ یا تو ظاہری روزی مراد ہے یعنی ماپ تول میں کمی بیشی کئے بدون حلال وطیب طریق سے روزی مرحمت فرمائی یا باطنی روزی یعنی علم و حکمت اور نبوت عطا کی، خلاصہ یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھ کو فہم و بصیرت دیکر وہ صاف راستہ دکھلا دیا جو تم کو نظر نہیں آتا اور اس دولت سے مالا مال کیا جس سے تمہیں حصہ نہیں ملا، تو کیا اس کا حق یہ ہے کہ میں "معاذ اللہ" تمہاری طرح اندھا بن جاؤں اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے لگوں، یا تمہارے استہزاء و تمسخر سے گھبرا کر نصیحت کرنا اور سمجھانا چھوڑ دوں! ہرگز نہیں۔ ف۳ یعنی جن بری باتوں سے تم کو روکتا ہوں میری یہ خواہش نہیں کہ تم سے علیحدہ ہو کر خود ان کا ارتکاب کروں مثلاً تمہیں تارک الدنیا بناؤں اور خود دنیا سمیٹ کر گھر میں بھر لوں، نہیں جو نصیحت تم کو کرتا ہوں میں تم سے پہلے اس کا پابند ہوں، تم یہ الزام مجھ پر نہیں رکھ سکتے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے ف۴ میری تمام تر کوشش یہ ہے کہ تمہاری دینی و دنیوی حالت درست ہو جائے۔ موجودہ ردی حالت سے نکل کر بام ایمان و عرفان پر چڑھنے کی کوشش کرو۔ اس مقصد اصلاح کے سوا دوسرا مقصد نہیں، جسے میں اپنے مقدور و استطاعت کے موافق کسی حال نہیں چھوڑ سکتا، باقی یہ کہ میری بات بن آئے اور اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں۔ یہ سب خداوند قدوس کے قبضہ میں ہے۔ اسی کی امداد و توفیق سے سب کام انجام پا سکتے ہیں، میرا بھروسہ اسی پر ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ف۵ یعنی میری ضد اور عداوت کے جوش میں ایسی حرکتیں مت کرنا جو تم کو گذشتہ اقوام کی طرح سخت تباہ کن عذاب کا مستحق بنا دیں، نوح، ہود اور صالح علیہم السلام کی امتوں پر تکذیب و عداوت کی بدولت جو عذاب آئے وہ پوشیدہ نہیں۔ اور لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ تو ان سب کے بعد ماضی قریب میں ہوا ہے اس کی یاد تمہارے حافظہ میں تازہ ہوگی ان نظائر کو فراموش مت کرو۔ ف۶ کیسا ہی برا اور کٹر مجرم ہو جب صدق دل سے اس کی بارگاہ میں رجوع ہو کر معافی چاہے وہ اپنی مہربانی سے معاف کر دیتا ہے۔ بلکہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے ف۷ سمجھتے سب کچھ تھے لیکن عناد اور حق پوشی سے ایسا کہتے تھے کہ تیری بات کچھ نہیں سمجھتے، نہ معلوم کیا مجذوبوں کی بڑ ہانک رہا ہے (العیاذ باللہ) اور اگر واقعی وہ ایسی سیدھی اور صاف باتیں بے توجہی یا غباوت کی وجہ سے سمجھتے نہ تھے تو یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہوگا ف۸ یعنی ایک کمزور اور بے حقیقت آدمی خواہ مخواہ سارے جہان کو اپنا دشمن بنا رہا ہے اسے چاہیئے اپنے حال پر رحم کھائے، بیٹھے بٹھائے اپنے کو موت کے منہ میں ڈالنے سے کیا فائدہ ہے (تنبیہ) بعض سلف سے "ضعیف" کے معنی ضریر البصر (نابینا) کے منقول ہیں شاید

اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى

توہی بڑا باوقار ہے نیک چلن ف۱ بولا اے قوم دیکھو تو اگر مجھ کو

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ

سمجھ آگئی اپنے رب کی طرف سے اور اس نے روزی دی مجھ کو نیک روزی ف۲ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ

اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا

بعد کو خود کروں وہ کام جو تم سے چھڑاؤں ف۳ میں تو چاہتا ہوں سنوارنا جہاں تک

اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

ہو سکے اور بن آنا ہے اللہ کی مدد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے ف۴

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ

اور اے قوم نہ کمائیو میری ضد کر کے یہ کہ پڑے تم پر جیسا کچھ کہ پڑ چکا قوم

نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَ

نوح پر یا قوم ہود پر یا قوم صالح پر اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور ہی نہیں ف۵ اور

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا

گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور رجوع کرو اس کی طرف البتہ میرا رب ہے مہربان محبت والا ف۶ بولے

يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ

اے شعیب ہم نہیں سمجھتے بہت باتیں جو تو کہتا ہے ف۷ اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں کمزور ہے ف۸

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ

اور اگر نہ ہوتے تیرے بھائی بند تو تجھ کو ہم سنگسار کر ڈالتے اور ہماری نگاہ میں تیری کچھ عزت نہیں ف۹ بولا اے قوم

اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ

کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر زیادہ ہے اللہ سے اور اس کو ڈال رکھا تم نے پیٹھ پیچھے بھلا کر

اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ

تحقیق میرے رب کے قابو میں ہے جو کچھ کرتے ہو ف۱۰ اور اے میری قوم کام کئے جاؤ اپنی جگہ

کسی خاص وقت میں عارضی طور پر ظاہری بینائی جاتی رہی ہو۔ جیسے یوسف علیہ السلام کے فراق میں حضرت یعقوب کا حال ہوا تھا مفسرین نے بعض روایات نقل کی ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام روتے بہت تھے، حتیٰ کہ نگاہ جاتی رہی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ شعیب! اس قدر کیوں روتا ہے! جنت کے شوق میں یا دوزخ کے ڈر سے؟ عرض کیا، پروردگار! تیری لقاء کا خیال کر کے روتا ہوں کہ جس وقت آپ کا دیدار ہوگا نہ معلوم میرے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے! ارشاد ہوا تجھ کو ہماری لقاء (دیدار) مبارک ہو اے شعیب! اسی لئے میں نے اپنے کلیم موسیٰ ابن عمران کو تیری خدمت کے لئے کھڑا کر دیا ہے۔ کہتے ہیں خدا نے انکی بینائی واپس کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بصحتہ۔ ف۹ یعنی تیرے کنبہ کے لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں ان کا خیال آتا ہے ورنہ اب تک تجھے سنگسار کر ڈالتے۔ ف۱۰ یعنی افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو، اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور صاف و صریح نشانات اپنی سچائی کے دکھلا رہا ہوں۔ گویا تمہاری نگاہ میں میرے خاندان کی عزت اور اس کا دباؤ خداوند قدوس کے زیادہ ہے۔ خدا کی عظمت و جلال کو ایسا بھلا دیا کہ کبھی تمہیں تصور بھی نہیں آتا۔ جو قوم خدا تعالیٰ کو بھلا کر (معاذ اللہ) پس پشت ڈالدے اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے تمام افعال و اعمال خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے احاطہ میں ہیں۔ تم کوئی کام کرو اور کسی حالت میں ہو، ایک آن کے لئے بھی اسکے قابو سے باہر نہیں

إِنِّي عَامِلٌ ۖ سَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ

میں بھی کام کرتا ہوں آگے معلوم کر لوگے کس پر آتا ہے عذاب رسوا کرنے والا اور کون ہے

كَاذِبٌ ۖ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا

جھوٹا اور تاکتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ تاک رہا ہوں ف۱ اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہم نے

شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ

شعیب کو اور جو ایمان لائے تھے اُس کے ساتھ اپنی مہربانی سے اور آ پکڑا اُن

ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩٤﴾ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا

ظالموں کو کڑک نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ✩ گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ

فِيهَا ۗ أَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ ﴿٩٥﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ

تھے ف۲ سن لو پھٹکار ہے مدین کو جیسے پھٹکار ہوئی تھی ثمود کو ف۳ اور البتہ بھیج چکے ہیں ہم موسیٰ کو

بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٩٦﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ

اپنی نشانیاں اور واضح سند دے کر ف۴ فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس پھر وہ چلے حکم پر

فِرْعَوْنَ ۖ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فرعون کے اور نہیں بات فرعون کی کچھ کام کی ف۵ آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن

فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ ﴿٩٨﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ

پھر پہنچایگا اُن کو آگ پر اور بُرا گھاٹ ہے جس پر پہنچے ف۶ اور پیچھے کو ملتی رہی اس جہان میں

لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ﴿٩٩﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ

لعنت اور دن قیامت کے بھی بُرا انعام ہے جو اُن کو ملا ف۷ یہ تھوڑے سے حالات ہیں

الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ ۖ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ

بستیوں کے کہ ہم سناتے ہیں تجھ کو بعض اُن میں سے اب تک قائم ہیں اور بعض کی جڑ کٹ گئی ف۸ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا

وَلَٰكِن ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ۖ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ

لیکن ظلم کر گئے وہی اپنی جان پر پھر کچھ کام نہ آئے اُن کے ٹھاکر (معبود) جن کو پکارتے تھے

ع ۱۲

ف۱ یعنی اچھا تم اپنی ضد اور ہٹ پر جمے رہو، میں خدا کی توفیق سے راہ ہدایت پر ثابت قدم ہوں عنقریب پتہ چل جائیگا کہ ہم میں سے کس کو خدا کا عذاب فضیحت کرتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اب ہم اور تم دونوں آسمانی فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں۔ ف۲ یہاں قوم شعیب کا کڑک (فرشتہ کی چیخ) سے ہلاک ہونا مذکور ہے اور "اعراف" میں "رجفہ" کا لفظ آیا ہے۔ یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوئے۔ اور سورۂ شعراء میں "عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّۃِ" آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے بادل سائبان کی طرح اُن پر محیط ہو گئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ تینوں قسم کے عذاب اس قوم کے حق میں جمع کر دیے گئے تھے۔ پھر ہر سورت میں وہاں کے سیاق کے مناسب عذاب کا ذکر کیا گیا۔ "اعراف" میں تھا کہ اُن لوگوں نے شعیب سے کہا کہ ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے۔ وہاں بتلا دیا کہ جس زمین سے نکالنا چاہتے تھے، اُسی کے زلزلہ سے ہلاک ہوئے یہاں اُن کے سخت گستاخانہ مقالات کا ذکر تھا، اس لئے بالمقابل آسمانی "صیحہ" (کڑک) کا ذکر فرمایا۔ گویا عذاب الٰہی کی ایک کڑک میں اُن کی سب آوازیں گم ہو گئیں۔ سورۂ شعراء میں اُن کا یہ قول نقل کیا ہے۔ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ یعنی اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دے، اُس کے مقابلہ میں "عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّۃِ" کا تذکرہ فرمایا۔ ف۳ یعنی دونوں صیحہ سے ہلاک ہوئے۔ ف۴ نشانیوں سے غالباً معجزات اور وہ نو آیتیں مراد ہیں، جن کا ذکر "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ" میں ہوا ہے۔ اُن میں سے معجزۂ عصا کو جو نہایت ظاہر و قاہر معجزہ تھا شاید "سُلْطَانٌ مُّبِينٌ" (واضح سند) فرمایا یا "سُلْطَانٌ مُّبِينٌ" سے وہ روشن دلائل مراد ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے خدا تعالیٰ کے وجود و توحید وغیرہ کے متعلق پیش کئے جن کا ذکر دوسرے مقامات میں آئے گا۔ اور ممکن ہے "سُلْطَانٌ مُّبِينٌ" سے اُس کے لغوی معنی (یعنی کھلا ہوا غلبہ) مراد لئے گئے ہوں، کیونکہ فرعونیوں کے مقابلہ پر بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نمایاں غلبہ اور فتح مبین حاصل ہوتی رہی۔ ف۵ یعنی کھلے کھلے نشان دیکھ کر بھی فرعونیوں نے پیغمبر خدا کی بات نہ مانی، اُسی دشمن خدا کے حکم پر چلتے رہے حالانکہ اُس کی کوئی بات ٹھکانے کی نہ تھی، جسے مان کر انسان بھلائی حاصل کر سکتا۔ ف۶ جس طرح یہاں کفر و تکذیب میں اُن کا امام تھا، قیامت کے دن بھی امام رہے گا جو لوگ دنیا میں اُس کی اندھی تقلید کر رہے تھے، وہ اُس کے پیچھے پیچھے آخری منزل (جہنم) تک پہنچ جائیں گے۔ یہی وہ گھاٹ ہے جہاں ٹھنڈے پانی کی جگہ بھسم کر دینے والی آگ ملے گی۔ ف۷ یعنی رہتی دنیا تک لوگ فرعون اور فرعونیوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ پھر قیامت میں ملائکۃ اللہ اور اہل موقف کی طرف سے لعنت پڑیگی۔ غرض لعنت کا سلسلہ لگاتار اُن کے ساتھ ساتھ چلتا رہیگا۔ گویا یہ انعام ہے جو اُن کے کارناموں پر دیا گیا۔ ف۸ یعنی پچھلی قوموں کے قصے جو تم کو سنائے گئے کہ کس طرح اُنھوں نے پیغمبروں کی تکذیب اور گستاخیاں کیں پھر کس طرح تباہ ہوئے۔ اُن میں سے بعض کی بستیاں ابھی آباد ہیں جیسے "مصر" جو فرعون کا مقام تھا اور بعض اجڑ گئیں۔ مگر اُن کے کچھ کھنڈر باقی ہیں۔ جیسے قوم لوط کی بستیاں، اور بعض کا نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہا۔

ف۱ یعنی خدا نے کسی کو بےقصور نہیں پکڑا جو ظلم کا وہم ہو سکے۔ جب وہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے آگے نکل گئے اور اس طرح اپنے کو کھلم کھلا سزا کا مستحق ٹھہرا دیا تب خدا کا عذاب آیا۔ پھر دیکھ لو جن معبودوں (دیوتاؤں) کا انہیں بڑا سہارا تھا اور جن سے بڑی بڑی توقعات قائم کر رکھی تھیں وہ ایسی سخت مصیبت کے وقت کچھ بھی کام نہ آئے۔ ف۲ باطل معبود کام کیا آتے؟ اُلٹے ہلاکت کا سبب بنے۔ جب اُنہیں نفع و ضرر کا مالک سمجھا، اُمیدیں قائم کیں، چڑھاوے چڑھائے۔ تنظیم اور ڈنڈوت کی، تو یہ روزِ بد دیکھنا پڑا۔ تکذیب انبیاء وغیرہ کا جو عذاب ہوتا، شرک و بُت پرستی کا عذاب اُس پر مزید رہا۔ ف۳ یعنی ظالموں کو بڑی حد تک مہلت دیجاتی ہے جب کسی طرح باز نہیں آتے تو پکڑ کر گلا دبا دیا جاتا ہے۔ مجرم چاہے کہ تکلیف کم ہو، یا اُس کی پکڑ سے چھوٹ کر بھاگ نکلے۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔ ف۴ یعنی دنیا جو "دار عمل" ہے، جب اُس میں شرک و کفر اور تکذیب انبیاء پر سزائیں ملتی ہیں اور اس قدر سخت ملتی ہیں تو یہ ایک نشان اس بات کے معلوم کرنے کا ہے کہ آخرت میں جو خالص "دار جزاء" ہے کیا کچھ سزا ان جرائم پر ملے گی؟ اور کیا صورت رستگاری کی ہوگی۔ عقلمند آدمی کے لئے جو اپنے انجام کو سوچ کر ڈرتا رہتا ہے اس چیز میں بڑی عبرت و نصیحت ہے۔ ف۵ یعنی تمام دنیا کا یک وقت فیصلہ اسی دن ہوگا جب سارے اولین و آخرین اکٹھے کئے جائیں گے اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا، گویا خدائی عدالت کی سب سے بڑی پیشی کا دن وہی ہوگا۔ ف۶ یعنی اللہ کے علم میں جو میعاد مقرر ہے وہ پوری ہو جائیگی تب وہ دن آئے گا، تاخیر سے یہ گمان مت کرو کہ یہ محض فرضی اور وہمی باتیں ہیں۔ ف۷ یعنی کوئی شخص ایسی بات جو مقبول و نافع ہو بدون حکم الٰہی کے نہ کر سکیگا اور محشر کے بعض مواقف میں تو مطلقاً ایک حرف بھی اذن و اجازت کے بدون منہ سے نہ نکال سکیں گے۔ ف۸ اِن آیات کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جس قدر مدت آسمان و زمین دنیا میں باقی رہے اتنی مدت تک اشقیاء دوزخ میں اور سعداء جنت میں رہیں گے۔ مگر جو اور زیادہ چاہے تیرا رب، وہ اُسی کو معلوم ہے۔ کیونکہ ہم جب طویل سے طویل زمانہ کا تصور کرتے ہیں تو اپنے ماحول کے اعتبار سے بڑی مدت یہی خیال میں آتی ہے۔ اسی لئے "مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" وغیرہ الفاظ محاورات عرب میں دوام کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے بولے جاتے ہیں۔ باقی دوام و ابدیت کا اصلی مدلول جسے لامحدود زمانہ کہنا چاہئے وہ حق تعالیٰ ہی کے علم غیر متناہی کے ساتھ مختص ہے جس کو "مَا شَآءَ رَبُّكَ" سے ادا کیا۔ دوسرے معنی آیت کے یہ ہو سکتے ہیں کہ لفظ "مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" کو کنایہ دوام سے مانا جائے۔ یا آسمان و زمین سے آخرت کا زمین و آسمان مُراد لیا جائے۔ جیسے فرمایا "یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ" (ابراہیم۔ رکوع ۷) مطلب یہ ہوا کہ اشقیاء دوزخ اور سعداء جنت میں اُس وقت تک رہینگے جب تک آخرت کے زمین و آسمان باقی رہیں، یعنی ہمیشہ۔ مگر جو چاہے تیرا رب تو موقوف کر دے، وہاں ہمیشہ نہ رہنے دے۔ کیونکہ جنتیوں اور دوزخیوں کا خلود بھی اُسی کی مشیت و اختیار سے ہے۔ لیکن وہ چاہ چکا کہ کفار و مشرکین کا عذاب اور اہل جنت کا ثواب کبھی موقوف نہ ہوگا۔ چنانچہ فرما دیا "وَمَا هُمْ بِخَارِجِیْنَ مِنَ النَّارِ" (بقرہ رکوع ۲۰) اور "یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِیْنَ مِنْهَا" (مائدہ رکوع ۶) اور "لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ" (بقرہ رکوع ۱۹) اور "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ" (نساء رکوع ۱۸) اسی پر تمام اہل اسلام کا اجماع رہا ہے۔ اور ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد مفسرین نے جو کچھ اس کے خلاف چیزیں پیش کی ہیں وہ یا روایات ضعیفہ و موضوعہ ہیں یا اقوال غریبہ مأولہ۔ یا بعض آیات و احادیث ہیں جن کا مطلب کوتاہ نظری یا بدفہمی سے غلط سمجھ لیا گیا ہے۔ اگر خدا کی توفیق سے مستقل تفسیر لکھنے کی نوبت آئی، اُس میں مفصل کلام کیا جائیگا۔ اختصار کی وجہ سے یہاں گنجائش نہیں۔ رہا عُصاۃ موحدین کا مسئلہ یعنی جو مسلمان گناہوں کی بدولت دوزخ میں ڈالے جائیں گے (العیاذ باللہ) اُن کے متعلق احادیث صحیحہ نے ہم کو خدا کی مشیت پر مطلع کر دیا ہے کہ ایک دن ضرور اُن کو نکال کر جنت میں پہنچائیں گے جہاں سے کسی جنتی کو کبھی نکلنا نہیں۔ شاید اسی لحاظ سے جنتیوں کے ذکر میں "عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ" اور اشقیاء کے ذکر میں "اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" ارشاد ہوا۔ تا معلوم ہو جائے کہ بعض اشقیاء دوزخ سے نکالے جائیں گے مگر سعید کوئی جنت سے خارج نہ کیا جائیگا۔ (تنبیہ) "اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ" سے متنبہ فرما دیا کہ خدا کے ہمیشہ رہنے اور مخلوق کے ہمیشہ رہنے میں فرق ہے کسی مخلوق کا ہمیشہ رہنا بہر وجوہ خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ جب چاہے فنا کر سکتا ہے۔ نیز یہ جتلا دیا کہ جزاء و سزا دینا اس کے اختیار و مشیت کے تابع ہے۔ "آریہ سماج" وغیرہ کے عقیدہ کے موافق وہ اس پر مجبور نہیں۔

مِن دُونِ اللّٰهِ مِن شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ

سوائے اللہ کے کسی چیز میں جس وقت پہنچا حکم تیرے رب کا اور نہیں بڑھایا اُن کے حق میں سوائے

تَتْبِيبٍ ﴿١٠١﴾ وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ

ہلاک کرنے کے ف۲ اور ایسی ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہوتے ہیں

إِنَّ أَخْذَهٗٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ

بیشک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت کی ف۳ اس بات میں نشانی ہے اُس کو جو ڈرتا ہے

عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿١٠٣﴾

آخرت کے عذاب سے ف۴ وہ ایک دن ہے جس میں جمع ہونگے سب لوگ اور وہ دن ہے سب کے پیش ہونے کا ف۵

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا

اور اُس کو ہم دیر جو کرتے ہیں سو ایک وعدہ کے لئے جو مقرر ہے ف۶ جس دن وہ آئیگا بات نہ کر سکیگا کوئی جاندار مگر

بِإِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ

اُس کے حکم سے ف۷ سو اُن میں بعضے بدبخت ہیں اور بعضے نیک بخت ف۸ سو جو لوگ بدبخت ہیں وہ آگ میں ہیں

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

اُن کو وہاں چیخنا ہے اور دھاڑنا ☆ ہمیشہ رہیں اُس میں جب تک رہے آسمان

وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٠٧﴾ وَ

اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بیشک تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہے ☆ اور

أَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

جو لوگ نیک بخت ہیں سو جنت میں ہیں ہمیشہ رہیں اُس میں جب تک رہے آسمان

وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۖ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ﴿١٠٨﴾ فَلَا تَكُ فِي

اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بخشش ہے بے انتہا ف۹ سو تو نہ رہ

مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُم

دھوکے میں اُن چیزوں سے جن کو پوجتے ہیں یہ لوگ کچھ نہیں پوجتے مگر ویسا ہی جیسا کہ پوجتے تھے اُنکے باپ دادے

ف یعنی اتنی مخلوق کا شرک و بت پرستی کے راستہ پر پڑلینا اور اب تک سزایاب نہ ہونا، کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکہ کھا کر آدمی شبہ میں پڑجائے۔ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں وہ جھوٹے معبود اُن کے کیا کام آئے، جو ان کے کام آئیں گے؟ یقیناً ان سب کو آخرت میں عذاب کا پورا حصہ ملیگا جس میں کوئی کمی نہ ہوگی یا کبھی کم نہ کیا جائیگا گویا لفظ "غیر منقوص" "عطاءً غیر مجذوذ" کے مقابل ہوا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دنیا میں رزق وغیرہ کا جو حصہ مقدر ہے وہ پورا ملیگا پھر شرک کی پوری سزا بھگتیں گے ف۲ موسیٰ علیہ السلام کو تورات دیکر بھیجا تو آپس میں پھوٹ پڑگئی، کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا جس طرح آج قرآن عظیم کے متعلق یہی اختلاف ہو رہا ہے۔ بیشک خدا کو قدرت تھی کہ یہ اختلاف و تفرق پیدا نہ ہونے دیتا یا پیدا ہو چکنے کے بعد تمام مکذبین کا فوراً استیصال کر کے سارے جھگڑے ایک دم میں چکا دیتا۔ مگر اُس کی حکمت تکوینی اس کو مقتضی نہ ہوئی۔ ایک بات اُس کے یہاں پہلے سے طے شدہ ہے کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دیکر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے، آیا خالق و مخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت و کرامت کا مستحق بنتا ہے یا کجروی اور غلط کاری سے فطرت صحیحہ کی رہنمائی کو خیرباد کہہ کر اپنے کو غضب و سخط کا مظہر ٹھہراتا ہے۔ "لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کی ساخت ایسی بنائی کہ وہ نیکی یا بدی کے اختیار کرنے میں بالکل مجبور و مضطر نہ ہو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں خیر و شر اور نیک و بد کی باہمی آویزش جاری رہے بعدہٗ مرحوم و مغضوب علیحدہ کئے جائیں۔ تا "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ" کے ساتھ "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ" والی بات بھی پوری ہو۔ غالباً یہی وہ کلمہ (لفظ) ہے جو اگر نہ فرما چکا ہوتا تو سب اختلافات کا ایک دم خاتمہ کر دیا جاتا۔ عام لوگ اِن حکمتوں کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ کہ آئندہ بھی ان اختلافات کا فیصلہ ہوگا یا نہیں۔ ف۳ یعنی ابھی وقت نہیں آیا کہ ہر ایک کے عمل کا پورا بھگتان کیا جائے۔ لیکن جب وقت آئے گا تو یقیناً ذرہ ذرہ کا حساب کر دیا جائیگا۔ تاخیر عذاب سے یہ نہ سمجھو کہ اُسے تمہارے اعمال کی خبر نہیں۔ ف۴ آپ اِن مشرکین کی جھنجھٹ میں نہ پڑیے۔ آپ کو اور اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر وغیرہ سے توبہ کر کے آپ کی معیت اختیار کر لی اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، احکام الٰہیہ پر نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جمے رہنا چاہئے۔ عقاید، اخلاق، عبادات، معاملات، دعوۃ و تبلیغ وغیرہ، ہر چیز میں افراط و تفریط سے علیحدہ ہو کر توسط و استقامت کی راہ پر سیدھے چلے جاؤ کسی معاملہ میں افراط یا تفریط کی جانب اختیار کر کے حد سے نہ نکلو، اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ ہر آن تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ ف۵ پہلے "لَا تَطْغَوْا" میں حد سے نکلنے کو منع کیا تھا اب بتلاتے ہیں کہ جو لوگ ظالم (حد سے نکلنے والے) ہیں، اُن کی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہو۔ اُن کی موالات، مصاحبت، تعظیم و تکریم، مدح و ثنا، ظاہری تشبہ، اشتراک عمل، ہر بات سے حسب مقدور "زرہو، مبادا آگ کی لپٹ تم کو نہ لگ جائے۔ پھر نہ خدا کے سوا تم کو کوئی مددگار ملیگا اور نہ خدا کی طرف سے کچھ مدد پہنچے گی۔ ف۶ ظالموں کی طرف مت جھکو۔ بلکہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف جھکو یعنی صبح و شام اور رات کی تاریکی میں خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرو کہ یہی بڑا ذریعہ خدا کی مدد حاصل کرنے کا ہے۔ (تنبیہ) دن کے دونوں طرف یعنی طلوع و غروب سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ یا ایک طرف فجر اور دوسری طرف مغرب کو رکھا جائے۔ کہ وہ بھی بالکل غروب کے متصل ہوتی ہے۔ اور بعض سلف کے نزدیک اس میں فجر اور ظہر و عصر تینوں نمازیں داخل ہیں۔ گویا دن کے دو حصے کر کے پہلے حصہ میں فجر کو اور دوسرے حصہ میں جو نصف النہار سے شروع ہو کر غروب پر ختم ہوتا ہے، دونوں نمازوں (ظہر و عصر) کو شمار کر لیا۔ اور "زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ" سے فقط "عشاء" یا "مغرب و عشاء" دونوں مراد ہیں

مِّنْ قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ﴿١٠٩﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا

اس سے پہلے اور ہم دینے والے ہیں اُن کو اُنکا حصہ یعنی عذاب کر بلا نقصان ف۱ اور البتہ ہمنے دی تھی

مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ

موسیٰ کو کتاب پھر اُس میں پھوٹ پڑگئی اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ پہلے فرما چکا تھا تیرا رب

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿١١٠﴾ وَإِنَّ كُلًّا لَمَّا

تو فیصلہ ہو جاتا اُن میں اور اُن کو اُس میں شبہ ہے کہ مطمئن نہیں ہونے دیتا ف۲ اور جتنے لوگ ہیں جب

لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١١﴾ فَاسْتَقِمْ

وقت آیا پورا دیگا رب تیرا اُن کو اُن کے اعمال اُس کو سب خبر ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں ف۳ سو تو سیدھا چلا جا

كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٢﴾

جیسا تجھ کو حکم ہوا اور جس نے توبہ کی تیرے ساتھ اور حد کو نہ بڑھو بیشک وہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ف۴

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ

اور مت جھکو اُن کی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے

اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ﴿١١٣﴾ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ

سوا مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے ف۵ اور قائم کر نماز کو دونوں طرف دن کے

وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ

اور کچھ ٹکڑوں میں رات کے ف۶ البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو یہ

ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ﴿١١٤﴾ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٥﴾

یادگاری ہے یاد رکھنے والوں کو ف۷ اور صبر کر البتہ اللہ ضائع نہیں کرتا ثواب نیکی کرنیوالوں کا ف۸

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ

سو کیوں نہ ہوئے اُن جماعتوں میں جو تم سے پہلے تھیں ایسے لوگ جن میں اثر خیر رہا ہو کہ منع کرتے رہتے

الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ

بگاڑ کرنے سے ملک میں مگر تھوڑے کہ جن کو ہم نے بچا لیا اُن میں سے اور چلے وہ لوگ

ابن کثیر نے یہ احتمال بھی لکھا ہے کہ "طَرَفَيِ النَّهَارِ" سے فجر و عصر اور "زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ" سے تہجد مراد ہو۔ کیونکہ ابتدائے اسلام میں یہی تین نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ بعدہٗ تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی اور باقی دو کے ساتھ تین کا اضافہ کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ ف۷ یعنی نمازوں کا قائم رکھنا، خدا کی یادگاری ہے۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا "اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ"۔ یا یہ مطلب ہے کہ "اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ" کا ضابطہ یاد رکھنے والوں کے لئے یاد رکھنے کی چیز ہے۔ جسے کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے مومن کو نیکیوں کی طرف خاص ترغیب ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو تین طرح، جو نیکیاں کرے اُس کی برائیاں معاف ہوں، اور جو نیکیاں اختیار کرے اُس سے خو برائیوں کی چھوٹے، اور جس ملک میں نیکیوں کا رواج ہو وہاں ہدایت آئے اور گمراہی مٹے۔ لیکن تینوں جگہ وزن غالب چاہئے۔ جتنا میل اتنا صابون۔ ف۸ قرآن کریم میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی امداد و اعانت حاصل کرنے میں دو چیزوں کو خاص دخل ہے۔ صلوٰۃ اور صبر "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" (بقرہ)، یہاں بھی "صلوٰۃ" کے بعد "صبر" کا حکم فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ مومن خدا کی عبادت و فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے اور کسی دُکھ درد کی پرواہ نہ کرے، تب خدا کی مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے اُسکے یہاں کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں ہوتا، بلکہ اندازہ سے زائد ملتا ہے۔

ف۱ یہ پچھلوں کا حال سُنا کر اُمت محمدیہ کو اُبھارا گیا ہے کہ اُن میں "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں۔ گذشتہ قومیں اِس لئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے بااثر آدمی جن میں کوئی اثر خیر کا باقی تھا انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا۔ بس جس طرح کفر و عصیان اور ظلم و طغیان سے دنیا کی جو حالت بگڑ رہی تھی اُس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا۔ چند گنتی کے آدمیوں نے "امر بالمعروف" کی کچھ آواز بلند کی تو نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنیوالے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم تباہ ہو گئی۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں "نیک لوگ غالب ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی۔ تھوڑے تھے سو آپ بچ گئے"۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" ترک کر بیٹھیں، تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے (العیاذ باللہ)۔ ف۲ یعنی جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں، نیکی کو رواج دیں، ظلم و فساد کو روکیں، تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ اُنہیں زبردستی پکڑ کر ہلاک کر دے۔ عذاب اُسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر و عصیان یا ظلم و طغیان میں حد سے نکل جائیں۔

ف۳ یعنی جیسا کہ بارہا پہلے لکھا جا چکا ہے خدا تعالیٰ کی حکمت تکوینی اِس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ اسی لئے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور رہے گا۔ مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے صاف و صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرت سلیمہ کے موافق سب چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اسی لئے "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ" سے متنبہ فرما دیا کہ جن پر خدا نے اُن کی حق پرستی کی بدولت رحم کیا وہ اختلاف کرنیوالوں سے مستثنیٰ ہیں۔ ف۴ یعنی دنیا کی آفرینش سے غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی "صفات جمالیہ و قہریہ" کا ظہور ہو، اس لئے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے۔ تاکہ ایک جماعت اپنے مالک کی وفاداری و اطاعت دکھا کر رحمت و کرم اور رضوان و غفران کا مظہر بنے جو "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ" کی مصداق ہے اور دوسری جماعت اپنی بغاوت و غداری سے اُس کی صفت عدل و انتقام کا مظہر بن کر حبس دوام کی سزا بھگتے۔ جس پر خدا کی یہ بات پوری ہو "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ"۔ بہرحال آفرینش عالم کا تشریعی مقصد عبادت ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ" (الذاریات رکوع ۳) اور تکوینی غرض یہ ہے کہ تشریعی مقصد کو اپنے کسب و اختیار سے پورا کرنے اور نہ کرنے والے دو گروہ ایسے موجود ہوں جو حق تعالیٰ کی صفات جلالیہ و جمالیہ یا بالفاظ دیگر لطف و قہر کے مورد و مظہر بن سکیں ؎ درکارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است ۔ دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نباشد۔ پھر لطف و کرم کے مظاہر بھی اپنے مدارج استعداد و عمل کے اعتبار سے مختلف ہونگے ؎ گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن ۔ اے ذوق اِس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے۔ ف۵ اوپر بہت سے انبیاء و رسل کے قصص مذکور ہوئے تھے، اب ختم سورت پر ذکر قصص کی بعض حکمتوں پر تنبیہ فرماتے ہیں یعنی گذشتہ اقوام و رسل کے واقعات سُن کر پیغمبر علیہ السلام کا قلب بیش از بیش ساکن و مطمئن ہوتا ہے اور اُمت کو تحقیقی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جن میں نصیحت و تذکیر کا بڑا سامان ہے۔ آدمی جب سنتا ہے کہ میرے ابنائے نوع پہلے فلاں فلاں جرائم کی پاداش میں ہلاک ہو چکے ہیں تو اُن کے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ فلاں راستہ اختیار کرنے سے پچھلوں کو نجات ملی تو طبعاً اُس کی طرف دوڑتا ہے۔ فی الحقیقت قرآن کریم میں قصص کا حصہ اس قدر مؤثر و مذکر واقع ہوا ہے کہ کوئی شخص جس میں تھوڑا سا آدمیت کا جزء ہو اور خوف خدا کی ذرا سی ٹیس دل میں رکھتا ہو نہیں سُن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ باقی قصص یا بعض دوسرے مضامین کی تکرار جو قرآن کریم میں پائی جاتی ہے اس پر ہم نے رسالہ "القاسم" کے ابتدائی دور میں ایک مستقل مضمون لکھا ہے اُسے ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۶ اس مضمون کی آیات پہلے اسی سورت میں گذر چکی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ

الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿١١٦﴾ وَمَا كَانَ

جو ظالم تھے وہی راہ چلے جس میں عیش کرتے تھے اور تھے گنہگار ف۱ اور تیرا رب

رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿١١٧﴾ وَلَوْ شَاءَ

ہرگز ایسا نہیں کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں ف۲ اور اگر چاہتا

رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾

تیرا رب کر ڈالتا لوگوں کو ایک رستہ پر اور ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف میں

إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ

مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے ف۳ اور اسی واسطے اُن کو پیدا کیا ہے اور پوری ہوئی بات تیرے رب کی

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ

کہ البتہ بھر دونگا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے ف۴ اور سب چیز بیان کرتے ہیں

عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ

ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دیں تیرے دل کو اور آئی تیرے پاس

فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَقُل

اس سورت میں تحقیق بات اور نصیحت اور یادداشت ایمان والوں کو ف۵ اور کہدے

لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ ﴿١٢١﴾

اُن کو جو ایمان نہیں لاتے کام کئے جاؤ اپنی جگہ پر ہم بھی کام کرتے ہیں

وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿١٢٢﴾ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں ف۶ اور اللہ کے پاس ہے چھپی بات آسمانوں کی اور زمین کی

وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا

اور اسی کی طرف رجوع ہے سب کام کا سو اسی کی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ رکھ اور

رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٢٣﴾

تیرا رب بے خبر نہیں جو کام تم کرتے ہو ف۷

ع ۱۰ / ۱۲

اگر میری بات نہیں مانتے تو بہتر ہے تم اپنی ضد پر جمے رہو۔ میں اپنے مقام پر مستقیم ہوں۔ نیز تم میرے لئے حوادث دہر کا انتظار کرتے رہو، میں تمہارے انجام بد کا منتظر ہوں۔ چند روز میں پتہ چل جائیگا کہ ظالموں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ "يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ"۔ ف۷ یعنی آپ ان کے کفر و شرارت سے دلگیر نہ ہوں اپنا کام کئے جائیں اور ان کا فیصلہ خدا کے حوالہ کریں، اُس سے آسمان و زمین کی کوئی بات چھپی نہیں، سب معاملات ہر پھر کر اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ وہاں ان کو پتہ لگ جائیگا کہ وہ کس خبط میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ تو دل و جان سے اپنے پروردگار کی بندگی اور فرمانبرداری میں لگے رہئے۔ اور تنہا اُسی کی اعانت پر بھروسہ رکھئے۔ وہ تمہارے مخلصانہ اعمال سے بے خبر نہیں اُن کے مناسب تم سے معاملہ کریگا۔ حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ! آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد آ گئے! فرمایا "شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَأَخَوَاتُهَا" سورۂ "ہود" اور اُس کی بہنوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۂ ہود کی جس آیت نے آپ کو بوڑھا کر دیا یہ تھی "فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ"۔ رزقنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ الاستقامۃ علی دینہ وسنۃ نبیہ صلعم۔

تم سورۃ "ہود" بفضلہ ومنہ

ف جس کا من عند اللہ ہونا بالکل واضح ہے اور جن احکام و شرائع پر مشتمل ہے ان کی وضاحت بالکل صاف ہے۔ ف یعنی عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و وسیع اور منضبط و پرشوکت زبان ہے، نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی۔ جب خود پیغمبر عربی ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اُس کے اولین مخاطب عرب ہونگے۔ پھر عرب کے ذریعہ سے چاروں طرف یہ روشنی پھیلیگی۔ اسی کی طرف لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ میں اشارہ فرمایا کہ تمہاری زبان میں اُتارنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تم جو پیغمبر علیہ السلام کی قوم ہو اوّل اُس کے علوم و معارف کا مزہ چکھو پھر دوسروں کو چکھاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: "اُنْزِلَ اَشْرَفُ الْكُتُبِ بِاَشْرَفِ اللُّغَاتِ عَلٰى اَشْرَفِ الرُّسُلِ بِسِفَارَةِ اَشْرَفِ الْمَلَائِكَةِ وَكَانَ ذٰلِكَ فِيْ اَشْرَفِ بِقَاعِ الْاَرْضِ وَابْتُدِئَ اِنْزَالُهٗ فِيْ اَشْرَفِ شُهُوْرِ السَّنَةِ وَهُوَ رَمَضَانُ. فَكَمُلَ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ" ف۳ یعنی اُس وحی کے ذریعہ سے جو قرآن کی صورت میں تم پر نازل ہوتی ہے۔ ہم ایک نہایت اچھا بیان نہایت حسین طرز میں تم کو سُناتے ہیں جس سے اب تک اپنی قوم کی طرح تم بھی بے خبر تھے۔ گو یہ واقعہ کُتب تاریخ اور بائبل میں پہلے سے مذکور تھا مگر محض ایک افسانہ کی صورت میں تھا۔ قرآن کریم نے اُس کے ضروری اور مفید اجزا کو ایسی عجیب ترتیب اور بلیغ و مؤثر انداز میں بیان فرمایا جس نے نہ صرف پہلے تذکرہ نویسوں کی کوتاہیوں پر مطلع کیا بلکہ موقع بموقع نہایت ہی اعلیٰ نتائج کی طرف رہنمائی کی اور قصہ کے ضمن میں علوم و ہدایات کے ابواب مفتوح

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاِثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ یوسف مکّہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

یہ آیتیں ہیں واضح کتاب کی ف۱ ہمنے اس کو اُتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ② نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

سمجھ لو ف۲ ہم بیان کرتے ہیں تیرے پاس بہت اچھا بیان اس واسطے کہ بھیجا ہمنے تیری طرف

هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③ اِذْ قَالَ

یہ قرآن اور تو تھا اس سے پہلے البتہ بیخبروں میں ف۳ جس وقت کہا

يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

یوسف نے اپنے باپ سے اے باپ میں نے دیکھا خواب میں گیارہ ستاروں کو اور سورج کو اور چاند کو

رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ④ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

دیکھا میں نے اُنکو اپنے واسطے سجدہ کرتے ہوئے ف۴ کہا اے بیٹے مت بیان کرنا خواب اپنا اپنے بھائیوں کے آگے

فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ⑤ وَكَذٰلِكَ

پھر وہ بنائینگے تیرے واسطے کچھ فریب البتہ شیطان ہے انسان کا صریح دشمن ف۵ اور اسی طرح

يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

برگزیدہ کریگا تجھ کو تیرا رب ف۶ اور سکھلائیگا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا ف۷ اور پورا کریگا اپنا انعام تجھ پر

وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ

اور یعقوب کے گھر پر ف۸ جیسا پورا کیا ہے تیرے دو باپ دادوں پر اس سے پہلے ابراہیم اور

اِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑥ ع لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ

اسحٰق پر ف۹ البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمت والا ف۱ البتہ ہیں یوسف کے قصہ میں اور اسکے بھائیوں کے قصہ میں نشانیاں

کردئیے۔ یہ بات کہ خداوند قدوس کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں روک سکتی، اور خدا جب کسی پر فضل کرنا چاہے تو سارا جہان مل کر بھی اپنی ساری امکانی تدابیر سے اُسے محروم نہیں کرسکتا، صبر و استقامت دنیوی و اخروی کامیابی کی کلید ہے، حسد و عداوت کا انجام خذلان و نقصان کے سوا کچھ نہیں، عقل انسانی بڑا شریف جوہر ہے جس کی بدولت آدمی بہت سی مشکلات پر غالب آتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنالیتا ہے، اخلاقی شرافت اور پاکدامنی انسان کو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں بھی آخر کار معزز بنادیتی ہے، یہ اور اس قسم کے بیشمار حقائق ہیں جن پر اس احسن القصص کے ضمن میں متنبہ فرمایا ہے۔ مفسرین نے اس سورت کی شانِ نزول میں کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ سب کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے مشرکین مکہ کے ذریعہ سے امتحاناً یہ سوال کیا کہ حضرت ابراہیم اور اُن کی اولاد تو شام میں رہتی تھی، پھر "بنی اسرائیل" مصر میں کیسے پہنچ گئے جو موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون سے مقابلہ کی نوبت آئی۔ شاید مسلمانوں کو بھی ایک مفصل تاریخی واقعہ جو بصائر و عبر سے مملو ہو سُننے کا اشتیاق ہُوا ہوگا۔ اِدھر اس قصہ کے ضمن میں جن احوالُ حوادث کا تذکرہ ہونیوالا تھا، وہ کئی طرح نبی کریم صلعم اور آپ کی قوم کے حالات سے مشابہت رکھتے تھے۔ اور اُن کا ذکر آنحضرت صلعم کے حق میں موجب تسکین خاطر اور آپ کی قوم کے حق میں موجب عبرت تھا۔ اِن وجوہ سے یہ پورا واقعہ کافی بسط و تفصیل سے قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ تا پوچھنے والوں کو معلوم ہوجائے کہ اسرائیل (یعنی حضرت یعقوب علیہ السّلام) اور اُنکی اولاد کے شام سے مصر آنے کا سبب حضرت یوسف علیہ السّلام کا واقعہ ہُوا ہے۔ پھر وہیں اُنکی نسل پھیلی اور بڑھتی رہی تا آنکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر فرعون اور قبطیوں کی غلامی سے اُنہیں نجات دِلائی۔ ف۴ یعنی گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے آگے جُھک رہے اور پست ہورہے ہیں۔ یہ خواب لڑکپن میں دیکھا تھا۔ سچ ہے "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات" ف۵ یعنی شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا ہے۔ وسوسہ اندازی کرکے بھائیوں کو تیرے خلاف اُکسا دیگا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر بہت ظاہر تھی۔ اور یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں کو جو بہر حال خاندان نبوت میں سے تھے، ایسے واضح خواب کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہ تھا کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج ماں باپ ہیں گویا یہ سب کسی وقت یوسف علیہ السّلام کی عظمت شان کے سامنے سر جُھکائیں گے۔ چنانچہ آخر سورت میں يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام خواب سے پیشتر ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر اُس کے علّاتی بھائی دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔ اب اُنہوں نے خیال کیا کہ اگر کہیں یہ خواب سُن پائے تو شیطان حسد کی آگ اُن کے دلوں میں بھڑکا دیگا اور جوشِ حسد میں آنکھیں بند کرکے ممکن ہے وہ کوئی ایسی حرکت کرگذریں جو یوسف کی اذیت اور خود اُن کی رسوائی اور بدانجامی کا موجب ہو۔ اس لئے آپ نے یوسف علیہ السّلام کو منع فرمادیا کہ اپنا خواب بھائیوں کے روبرو ظاہر نہ کریں۔ یوسف کا ایک حقیقی بھائی "بنیامین" تھا۔ اُس کے سامنے ذکر کرنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ گو اس سے بُرائی کا کچھ اندیشہ نہ تھا لیکن یہ ممکن تھا کہ وہ سُن کر بے احتیاطی سے دوسروں کے سامنے تذکرہ کردے۔ اور اس طرح یہ خبر لوگوں میں شائع ہوجائے (تنبیہ) حافظ ابن تیمیہؒ نے ایک مستقل رسالہ میں لکھا ہے کہ قرآن، لغت، اور عقلی اعتبارات میں سے کوئی چیز اس خیال کی تائید نہیں کرتی کہ برادران یوسف انبیاء تھے، نہ رسول کریم صلعم نے اس کی خبر دی، صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی اس کا قائل تھا۔ بھلا عقوق والدین، قطع رحم، مسلمان بھائی کے قتل پر اقدام کرنا، اُس کو غلام بناکر بیچ ڈالنا اور بلاد کفر کی طرف بھیجدینا، پھر صریح جھوٹ اور حیلے بنانا، وغیرہ ایسی حرکات شنیعہ کیا کسی نبی کی طرف (خواہ قبل از بعثت ہی سہی) منسوب کی جاسکتی ہیں؟ والعیاذ باللہ۔ جن لوگوں نے برادران یوسف کی نبوت کا خیال ظاہر کیا ہے، اُن کے پاس لفظ "اسباط" کے سوا کوئی دلیل نہیں حالانکہ "اسباط" خاص صلبی اولاد کو نہیں بلکہ اقوام و امم کو کہتے ہیں۔ اور "بنی اسرائیل" کی اسباط پر تقسیم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے عہد میں ہوئی ہے۔ ف۶ یعنی جس طرح ایسا اچھا خواب دکھلایا، اسی طرح محض جاذبۂ رحمت سے اپنی بارگاہ قرب میں تجھ کو خصوصی مقام (بقیہ بر صفحہ ۳۰۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۰۵۔ عطا فرمائیگا۔ چنانچہ نبوت عطا فرمائی اور طرح طرح کی ظاہری و باطنی نوازشیں کیں۔ ف مثلاً تعبیر رؤیا، یعنی خواب سُن کر اُس کے اجزاء کو ذہانت و فراست سے ٹھکانے پر لگا دینا۔ یا ہر بات کے موقع و محل کو سمجھنا، اور معاملات کے عواقب و نتائج کو فوراً پرکھ لینا۔ یا خدا اور پیغمبروں کے ارشادات اقوام و اُمم کے قصص اور کتب منزلہ کے مضامین کی تہ تک پہنچ جانا۔ یہ سب چیزیں "تاویل الاحادیث" کے تحت میں مندرج ہو سکتی ہیں۔ ف یعنی اُخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں عطا فرمائیگا۔ نبوت کے ساتھ بادشاہت میں حصہ دیگا اور شدائد و محن سے نجات دیکر خوشحالی و فراغ بالی کی زندگی نصیب کریگا۔ ف۹ یعقوب کے گھرانے کو دنیوی مکروہات اور مادی کلفتوں سے رہائی دیگا اور آئندہ اُن کی نسل سے بڑے بڑے پیغمبر اور بادشاہ پیدا کریگا۔ ف۹ حضرت یعقوبؑ نے تواضعاً اپنا نام نہیں لیا۔ اپنے والد حضرت اسحاق اور اُن کے والد حضرت ابراہیم کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابراہیم کو خدا نے اپنا خلیل اور نبی بنایا۔ اُن کے دشمن نمرود کو ہلاک کیا، آگ کے شعلوں کو اُن کے لئے گلزار بنا دیا۔ حضرت اسحاق کو نبوت عطا کی، پھر اُن کے صلب سے حضرت یعقوب جیسا نبی پیدا کیا جس سے تمام انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا۔ حدیث صحیح میں ہے۔ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم (تنبیہ) حضرت یعقوب علیہ السّلام نے جو پیشین گوئی کی اُس کا کچھ حصہ تو غالباً حضرت یوسف کے خواب سے سمجھے اور اس سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسا موزوں و مبارک خواب دیکھا اور کچھ حضرت یوسف کے خصائل و شمائل سے یا وحی الٰہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہونگے۔

ف۱ یعنی وہ ہر ایک کی مناسبت و استعداد سے باخبر ہے اپنی حکمت سے اُسی کے مناسب فیض پہنچاتا ہے۔

لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿٧﴾ إِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَأَخُوْهُ أَحَبُّ إِلٰٓى أَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ

پوچھنے والوں کیلئے ف۱ جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اُس کا بھائی زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے اور ہم

عُصْبَةٌ ؕ إِنَّ أَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٨﴾ ۨاقْتُلُوْا يُوْسُفَ أَوِ اطْرَحُوْهُ

قوت کے لوگ ہیں البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے ف۲ مار ڈالو یوسف کو یا پھینک دو

أَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿٩﴾

کسی ملک میں کہ خالص رہے تم پر توجہ تمہارے باپ کی ف۳ اور ہو رہنا اس کے بعد نیک لوگ ف۴

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَأَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ

بولا ایک بولنے والا اُن میں مت مار ڈالو یوسف کو اور ڈالدو اس کو گمنام کنوئیں میں کہ اٹھا لیجائے اُسکو

بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿١٠﴾ قَالُوْا يٰٓأَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلٰى

کوئی مسافر اگر تم کو کرنا ہے ف۵ بولے اے باپ کیا بات ہے کہ تو اعتبار نہیں کرتا ہمارا

يُوْسُفَ وَإِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿١١﴾ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهٗ

یوسف پر اور ہم تو اسکے خیر خواہ ہیں ف۶ بھیج اُس کو ہمارے ساتھ کل کو خوب کھائے اور کھیلے اور ہم تو اسکے

لَحٰفِظُوْنَ ﴿١٢﴾ قَالَ إِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ أَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَأَخَافُ أَنْ يَّأْكُلَهُ

نگہبان ہیں ف۷ بولا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم اُس کو لیجاؤ اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اسکو

الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿١٣﴾ قَالُوْا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ

بھیڑیا اور تم اُس سے بے خبر رہو ف۸ بولے اگر کھا گیا اُس کو بھیڑیا اور ہم

عُصْبَةٌ إِنَّآ إِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿١٤﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَأَجْمَعُوْٓا أَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ

ایک جماعت ہیں قوت ور تو تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا ف۹ پھر جب لیکر چلے اُس کو اور متفق ہوئے کہ ڈالیں اُس کو

غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٥﴾

گمنام کنوئیں میں اور ہم نے اشارہ کر دیا اُسکو کہ تو جتائیگا اُن کو اُن کا یہ کام اور وہ تجھ کو نہ جانینگے ف۱۰

وَجَآءُوْٓ أَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓأَبَانَآ إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ

اور آئے اپنے باپ کے پاس اندھیرا پڑے روتے ہوئے ف۱۱ کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جو لوگ اس طرح کے واقعات دریافت کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں اُن کے لئے یوسف اور اُن کے بھائیوں کی سرگذشت میں ہدایت و عبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اس قصہ کو سُن کر قلوب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت کا نقش جم جاتا ہے۔ نبی کریم صلعم کی صداقت کا بین ثبوت ملتا ہے کہ آپ باوجود اُمّی ہونے اور کسی کتاب یا علم سے استفادہ نہ کرنے کے ایسے منقح و منضبط تاریخی حقائق کا انکشاف فرما رہے ہیں جن کے بیان کی بجز اعلام ربانی کے کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً قریش مکہ کے لئے (جو یہود کے اکسانے سے اس قصہ کے متعلق حضور سے سوال کر رہے تھے) اس واقعہ میں بڑا عبرت آموز سبق ہے کہ جس طرح حضرت یوسف کو بھائیوں نے گھر سے نکالا، از راہ حسد قتل یا جلا وطن کرنے کے مشورے کئے، طرح طرح سے ایذائیں پہنچائیں۔ اہانت و استخفاف میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا آخر ایک دن آیا کہ یوسف کی طرف نادم و محتاج ہو کر آئے۔ یوسف علیہ السّلام کو خدا نے دین و دنیا کے اعلیٰ مناصب پر فائز کیا اور اُنہوں نے اپنے عروج و اقتدار کے وقت بھائیوں کے جرائم سے چشم پوشی کی اور نہایت دریا دلی سے سب کے قصور معاف کر دیئے۔ ٹھیک اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی برادری نے آپ کے متعلق ناپاک منصوبے باندھے، دُکھ پہنچائے، عزت و آبرو پر حملے کئے، حتیٰ کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا لیکن جلد وہ دن آنے والا تھا جب وطن سے علیحدہ ہو کر آپ کی کامیابی اور رفعت شان کا آفتاب چمکا، اور چند سال کے بعد فتح مکہ کا وہ تاریخی دن آپہنچا جبکہ آپ نے اپنے قومی اور وطنی بھائیوں کی گذشتہ تقصیرات پر بعینہ حضرت یوسف والے کلمات "لا تثریب علیکم الیوم" فرما کر قلم عفو کھینچ دیا۔ ف۲ حضرت یعقوب علیہ السّلام یوسف اور اُنکے عینی بھائی بنیامین سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے کیونکہ یہ دونوں اپنے علّاتی بھائیوں سے چھوٹے تھے، والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اور خاص حضرت یوسف کی نسبت اپنے نور فراست یا الہام ربانی سے سمجھ چکے تھے کہ اِن کا مستقبل نہایت درخشاں ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ ان کی ذات سے وابستہ ہونیوالا ہے۔ خود یوسف علیہ السّلام کا حُسن صورت و سیرت اور کمال ظاہری و باطنی پدر بزرگوار کی محبت خصوصی کو اپنی طرف جذب کرتا تھا۔ دوسرے بھائیوں کو یہ چیز ناگوار تھی۔ وہ کہتے تھے کہ وقت پر کام آنیوالے تو ہم ہیں۔ ہمارا ایک طاقتور جتھا ہے جو باپ کی ضعیفی میں کام آسکتا ہے، اِن چھوٹے لڑکوں سے کیا اُمید ہو سکتی ہے؛ اِن ہی خیالات کے ماتحت اپنے والد بزرگوار کی نسبت کہتے تھے کہ وہ اس معاملہ میں سخت غلطی اور صریح خطا پر ہیں۔ اپنے نفع و نقصان کا صحیح موازنہ نہیں کرتے۔ ف۳ یعنی رشک و حسد کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ آخر آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد بزرگوار کی خصوصی محبت و توجہ کو ہم اپنی طرف کھینچ سکیں، اس لئے یوسف کا قصہ ہی یہاں سے ختم کر دینا چاہئے خواہ قتل کر دو یا کسی دور دراز ملک کی طرف پھینکدو جہاں سے واپس نہ آسکے۔ جب وہ نہ رہیگے تو باپ کی ساری توجہات اور مہربانیوں کے ہم ہی تنہا حقدار رہ جائیں گے۔ بنیامین کے معاملہ کو غالباً اُن کے یہاں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ گویا اُس کی محبت کو یوسف کی محبت کا ضمیمہ سمجھتے تھے۔ ف۴ یعنی ایک مرتبہ قتل وغیرہ کا گناہ کرنا پڑیگا۔ اُس سے فارغ ہو کر توبہ کرلیں گے اور خوب نیک بنجائیں گے گویا، زندگی کے رندرہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ بعض مفسرین نے "وتکونوا من بعدہ قوما صالحین" کے معنی یہ لئے ہیں کہ یوسف کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک اور درست ہو جائیں گے کیونکہ پدر بزرگوار کا دست شفقت یوسف سے مایوس ہو کر صرف ہمارے ہی سروں پر رہا کریگا۔ ف۵ یہ کہنے والا "یہودا" تھا یعنی قتل کرنا بہت سخت بات ہے اور ہمارا مقصد بدون اُس کے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر تم یوسف کو یہاں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو آسان صورت یہ ہے کہ اُس کو بستی سے دور کسی گمنام کنوئیں میں ڈالدو۔ ابو حیان نے بعض اہل لغت سے نقل کیا ہے کہ "غیابت الجب" اُس طاقچہ وغیرہ کو کہتے ہیں جو کنوئیں (باولی) میں پانی کے ذرا اوپر بنا ہوا ہو۔ غرض یہ تھی کہ ہم خواہی نخواہی عمداً ہلاک کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیں۔ ایسے کنوئیں میں ڈالدینے کے بعد بہت ممکن ہے کوئی مسافر اُدھر سے گذرے اور خبر پا کر کنوئیں سے نکال لیجائے اس

بقیہ فوائد صفحہ ۳۰۶ صورت میں ہمارا مقصد حاصل ہو جائیگا اور خون ناحق میں ہاتھ رنگین نہ کرنے پڑینگے گویا سانپ مرجائیگا اور لاٹھی نہ ٹوٹے گی۔ ف۶ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی باپ سے اس قسم کی درخواست کر چکے تھے مگر اُن کا دل اُنکے ساتھ بھیجنے پر مطمئن نہیں ہوا۔ ف۷ یعنی ایسے خوبصورت بچے کے تو ی گھر میں خالی پڑے رہنے سے بیکار ہوتے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ اس کو بکریاں چرانے کے لئے جنگل بھیج دیجئے۔ وہاں جنگل کے پھل میوے خوب کھائیگا اور کھیل کود سے جسمانی ورزش بھی ہو جائے گی۔ کہتے ہیں اُن کا کھیل بھاگ دوڑ اور تیر اندازی تھی۔ اور ویسے بھی بچوں کے لئے مناسب حد تک کھیلنا جیسا کہ ابو حیان نے کہا ہے نشاط و شگفتگی کا موجب ہے۔ غرض یعقوب علیہ السلام سے یوسف کو ساتھ لیجانے کی پر زور درخواست کی اور نہایت مؤکد طریقہ سے اطمینان دلایا کہ ہم برابر اُسکی حفاظت کرینگے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ خود یوسف کو بھی جُداگانہ طور پر ساتھ چلنے اور باپ سے اجازت لینے کی ترغیب دی۔ ف۸ یعنی یوسف کی جُدائی اور تمہارے ساتھ جانے کا تصور ہی مجھے غمگین بنائے دیتا ہے اُس پر یہ خوف مزید رہا کہ تمہاری بے خبری اور غفلت میں بھیڑیا وغیرہ کوئی درندہ نہ پھاڑ کھائے۔ لکھا ہے کہ اُس جنگل میں بھیڑیے کثرت سے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اُنکو آگے چل کر بھیڑیے کا بہانہ کرنا تھا وہ ہی اُن کے دل میں خوف آیا۔" بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ "اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ" فرمانا حضرت یعقوب جیسے پیغمبر کے درجۂ توکل و تفویض سے ذرا نازل بات تھی۔ اُس کا جواب یہ ملا کر لڑکوں نے گویا اُن کے مُنہ میں سے بات پکڑ لی۔ جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ ہی واقعہ بنا کر لے آئے۔ ف۹ یعنی اگر ہماری جیسی طاقتور جماعت کی موجودگی میں چھوٹے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے تو سمجھو کہ ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے اس کے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا کہ دس گیارہ تنومند بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے کو ایک کمزور بچہ بھیڑیے کے مُنہ میں پہنچ جائے۔ ایسا ہو تو کہنا چاہیے کہ ہم نے اپنا سب کچھ گنوا دیا۔ ف۱ مفسرین نے بہت سے درمیانی قصے نہایت درد انگیز اور رقت خیز پیرایہ میں نقل کئے ہیں جنہیں سُن کر پتھر کا کلیجہ موم ہو جائے۔ خدا جانے وہ کہاں تک صحیح ہیں۔ قرآن کریم اپنے خاص نصب العین کے اعتبار سے اس قسم کی تفاصیل کو زیادہ درخور اعتنا اور لائق ذکر نہیں سمجھتا کیونکہ ان اجزاء کو کوئی اہم مقصد متعلق نہیں ہے۔ قرآن کریم اپنے سامعین کے دلوں میں وہ رقت پیدا کرنا چاہتا ہے جس کا منشاء خاص ایمان و عرفان ہو۔ عام رقت جو ہر کافر و مومن بلکہ حیوانات تک میں طبعاً مشترک ہے اُس پر عام خطباء کی طرح زور ڈالنا قرآن کی عادت نہیں۔ یہاں بھی اُس نے درمیانی واقعات حذف کر کے آخری بات بتلا دی کہ برادران یوسفؑ کو بلطائف الحیل باپ کے پاس سے لے گئے اور ٹھہری ہوئی قرارداد کے موافق کنوئیں میں ڈالنے کا تہیہ کر لیا۔ اُس وقت ہم نے یوسف کو اشارہ کیا جس کی دوسروں کو مطلق خبر نہیں تھی کہ گھبراؤ نہیں، ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ یہ سب کارروائیاں تم اِن کو یاد دلاؤ گے اور اُس وقت تم ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر ہو گے کہ یہ تم کو پہچان نہ سکیں گے یا طول عہد کی وجہ سے تم کو شناخت نہ کر سکینگے۔ یہ خدائی اشارہ خواب میں ہوا یا بیداری میں، بطریق الہام ہوا یا فرشتہ کے ذریعہ سے، اس کی تفصیل قرآن میں نہیں۔ البتہ ظاہر الفاظ کو دیکھ کر کہا گیا ہے کہ وحی کا آنا چالیس برس کی عمر پر موقوف نہیں ہے کیونکہ حضرت یوسف اُس وقت بہت کم عمر تھے واللہ اعلم۔ ف۱ یا تو گھر پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہو گیا یا جان بوجھ کر اندھیرے کو آئے کہ دن کے اُجالے میں باپ کو مُنہ دکھانا زیادہ مشکل تھا اور رات کی سیاہ چادر بھیانک سنگدلی، اور جھوٹی آہ و بکا کی کسی حد تک پردہ داری کر سکتی تھی۔ اعمشؒ نے خوب فرمایا کہ برادران یوسف کا گریہ بکا سننے کے بعد ہم کسی شخص کو محض چشم اشکبار سے سچا نہیں سمجھ سکتے۔

تَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ

چھوڑا یوسف کو اپنے اسباب کے پاس پھر اُس کو کھا گیا بھیڑیا ف۱ اور تو باور نہ کریگا ہمارا کہنا اور اگرچہ

كُنَّا صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ

ہم سچے ہوں ف۲ اور لائے اُس کے کُرتے پر لہو لگا کر جھوٹ ف۳ بولا یہ ہرگز نہیں بلکہ بنادی

لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾

ہے تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو ف۴

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ

اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پانی بھرنے والا اُس نے لٹکایا اپنا ڈول کہنے لگا کیا خوشی کی بات ہے

هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ

یہ ہے ایک لڑکا ف۵ اور چھپا لیا اُس کو تجارت کا مال سمجھ کر ف۶ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ف۷ اور بیچ آئے اُسکو

بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾ وَقَالَ

بھائی ناقص قیمت کو گنتی کی چونیاں ف۸ اور ہو رہے تھے اُس سے بیزار ف۹ اور کہا

الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن

جس شخص نے خرید کیا اُس کو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اُس کو شاید

يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَ

ہمارے کام آئے یا ہم کرلیں اُسکو بیٹا ف۱ اور اسی طرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اُس ملک میں اور

لِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ

اس واسطے کہ اُسکو سکھائیں کچھ ٹھکانے پر بٹھانا باتوں کا ف۱۱ اور اللہ زور رہتا ہے اپنے کام میں ولیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَ

لوگ نہیں جانتے ف۱۲ اور جب پہنچ گیا اپنی قوت کو دیا ہم نے اُسکو حکم اور علم ف۱۳ اور

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن

ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ہم نیکی والوں کو ف۱۴ اور پھسلایا اُس کو اُس عورت نے جس کے گھر میں تھا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی ہم نے حفاظت میں کچھ کوتاہی نہیں کی ہمارے کپڑے لتے وغیرہ قابل حفاظت چیزیں جہاں رکھی تھیں وہیں یوسف کو بٹھلایا اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو بھاگ دوڑ شروع کی۔ بس ذرا آنکھ سے اوجھل ہونا تھا کہ بھیڑیے نے یوسف کو آدبوچا۔ اُس موقع پر اتنی ذرا سی دیر میں احتمال بھی نہ تھا کہ بھیڑیا پہنچ کر فوراً یوسف کو شکار کر لے گا۔ ف۲ یعنی یوسف کے معاملہ میں پہلے ہی سے آپ کو ہماری طرف بدگمانی ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ہم بالکل سچے بھی ہوں تب بھی اس معاملۂ خاص میں کسی طرح ہماری بات کا یقین نہیں کر سکتے۔ ف۳ ایک بکری یا ہرن وغیرہ ذبح کر کے اس کا خون یوسف کی قمیص پر چھڑک لائے تھے وہ جھوٹا خون پیش کر کے باپ کو یقین دلانے لگے کہ بھیڑیے کے زخمی کرنے سے یہ کرتہ خون آلود ہو گیا۔ ف۴ بھلا جس کو شام میں بیٹھ کر مصر سے یوسف کے کرتہ کی خوشبو آتی تھی وہ بکری کے خون پر یوسف کے خون کا گمان کب کر سکتا تھا اُنہوں نے سنتے ہی جھٹلا دیا۔ اور جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہوگا جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتہ کو نہایت احتیاط سے صحیح و سالم اُتار کر رکھ گیا۔ سچ ہے "دروغگو را حافظہ نہ باشد۔" خون کے چھینٹے تو دیے مگر یہ خیال نہ رہا کہ قمیص کو بے ترتیبی سے نوچ کر اور پھاڑ کر پیش کرتے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر فرما دیا کہ یہ سب تمہاری سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔ بہر حال میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش۔ صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو، اُن کی حقیقت اس طرح آشکار کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کئے گئے ہیں وہ پورا ہو کر رہیگا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملیگی۔ فی الحال ڈھونڈھنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یوسف ابھی ملیں گے نہیں۔ ہاں دوسرے بیٹے ساری دنیا میں رسوا ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ طیش میں آکر خود یعقوب علیہ السلام کو ایذا پہنچانے کی کوشش کریں۔ (بقیہ صفحہ ۳۰۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۰۸

وراحت رسانی کے لئے کھڑا کر دیا۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے "اِنَّهٗ رَبِّیْ" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کی ہے ف۳ یعنی عورت نے پھانسنے کی فکر کی اور اُس نے فکر کی کہ عورت کا داؤ چلنے نہ پائے۔ اگر اپنے رب کی حجت و قدرت کا معائنہ نہ کرتا تو ثابت قدم رہنا مشکل تھا۔ بعض مفسرین نے "وَهَمَّ بِهَا" کو "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ" سے علیحدہ کر کے "لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ" سے متعلق کیا ہے۔ جیسے "اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا" کی ترکیب ہے۔ اس وقت مقصود یوسف کے حق میں "ہم" کا ثابت کرنا نہیں بلکہ نفی کرنا ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا کہ عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے پروردگار کی قدرت و حجت نہ دیکھ لیتا۔ بعض نے "وَهَمَّ بِهَا" میں لفظ "هَمَّ" کو معنی میلان و رغبت کے لیا ہے۔ یعنی یوسف کے دل میں کچھ رغبت و میلان بے اختیار پیدا ہوا۔ جیسے روزہ دار کو گرمی میں ٹھنڈے پانی کی طرف طبعًا رغبت ہوتی ہے لیکن نہ وہ پینے کا ارادہ کرتا ہے نہ یہ بے اختیاری رغبت کچھ مضر ہے۔ بلکہ باوجود رغبت طبعی کے اُس سے قطعًا محترز رہنا مزید اجر و ثواب کا موجب ہے اسی طرح سمجھ لو کہ ایسے اسباب و دواعی قویہ کی موجودگی سے طبع بشری کے موافق بلا اختیار دار ادہ یوسف علیہ السلام کے دل میں کسی قسم کی رغبت و میلان کا پایا جانا نہ عصمت کے منافی ہے نہ اُن کے مرتبہ کو گھٹاتا ہے۔ بلکہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ کی حدیث ہے کہ اگر بندہ کا میلان کسی بُرائی کی طرف ہوا لیکن اُس پر عمل نہ کیا تو اُس کے فرد حسنات میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اُس نے (باوجود رغبت و میلان) میری خوف سے اُس بُرائی کو ہاتھ نہ لگایا۔ بہر حال باوجود اشتراک لفظی کے زلیخا کے "ہم" اور یوسف کے "ہم" میں زمین آسمان کا تفاوت ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے دونوں کے "ہم" کو ایک ہی لفظ میں جمع نہیں کیا اور نہ زلیخا کے "ہم" کی طرح یوسف کے "ہم" پر "لام" اور "قد" داخل کیا گیا۔ بلکہ سیاق و لحاق میں بہت سی دلائل یوسف علیہ السلام کی طہارت و نزاہت پر قائم فرمائیں۔ جو غور کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں تفصیل "روح المعانی" اور "کبیر" وغیرہ میں موجود ہے۔ ف۴ "برہان" دلیل و حجت کو کہتے ہیں یعنی اگر یوسف علیہ السلام اُس وقت اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو قلبی میلان پر چل پڑتے دلیل کیا تھی؟ زنا کی حرمت و شناعت کا وہ عین الیقین جو حق تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمایا۔ یا وہی دلیل جو خود اُنہوں نے زلیخا کے مقابلہ میں "اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ" کہہ کر پیش کی بعض کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے اُس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے کہ اُنگلی دانتوں میں دبائے سامنے کھڑے ہیں بعض نے کہا کہ کوئی غیبی تحریر نظر پڑی جس میں اس فعل سے روکا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی یہ بُرہان دکھانا اور اسی طرح ثابت قدم رکھنا اس لئے تھا کہ یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں ہیں لہٰذا کوئی چھوٹی بڑی بُرائی خواہ ارادہ کے درجہ میں ہو یا عمل کے، اُن تک نہ پہنچ سکے۔ ف۶ آگے یوسف تھے کہ جلدی دروازہ کھول کر نکل جائیں۔ اور پیچھے زلیخا اُنہیں روکنے کے لئے تعاقب کر رہی تھیں۔ اتفاقًا یوسف کے قمیص کا پچھلا حصہ زلیخا کی ہاتھ میں آگیا۔ اُس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا۔ کھینچا تانی میں کرتہ پھٹ گیا۔ مگر یوسف جوں توں کر کے مکان سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ ادھر یہ دونوں آگے پیچھے دروازہ پر پہنچے، اُدھر عورت کا خاوند عزیز مصر بھی پہنچ گیا۔ عورت نے فورًا بات بنانی شروع کی۔ ف۷ عورت نے الزام یوسف پر رکھا کہ اس نے مجھ سے بُرا ارادہ کیا۔ ایسے شخص کی سزا یہ ہونی چاہئے کہ جیلخانہ بھیجا جائے یا کوئی اور سخت مار پڑے۔ ف۸ اب یوسف کو واقعہ ظاہر کرنا پڑا کہ عورت نے میرے نفس کو بے قابو کرنا چاہا۔ میں نے بھاگ کر جان بچائی۔ یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف کے حق میں گواہی دینے لگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا، جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف کی برات و وجاہت عند اللہ ظاہر کرنے کو بول پڑا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ بچہ نہیں کوئی مرد دانا تھا جس نے ایسی پتہ کی بات کہی۔ واللہ اعلم۔ ف۹ اگر گواہ شیر خوار بچہ تھا جیسا کہ بعض معتبر روایات میں ہے تب تو اس کا بولنا اور ایسی گواہی دینا جو انجام کار یوسف کے حق میں مفید ہو، خود مستقل دلیل یوسف کی سچائی کی تھی۔ کرتہ کا آگے یا پیچھے سے پھٹا ہونا شہادت سے زائد بطور ایک علامت اور قرینہ کے سمجھنا چاہئے۔ اور اگر گواہ کوئی مرد دانا تھا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خارجی طریقہ سے حقیقت حال پر مطلع ہو چکا تھا مگر اُس نے نہایت دانائی سے ایسے پیرایہ میں شہادت دی جو دفعۃً کسی کی جانبداری پر بھی محمول نہ ہو اور آخر کار یوسف کی برات ثابت کر دے۔ جو پیرایہ اظہار واقعہ کا اُس نے اختیار کیا وہ غیر جانبداروں کی نزدیک نہایت معقول تھا۔ کیونکہ اگر عورت کے دعوے کے موافق یوسف نے (معاذ اللہ) اُس کی طرف اقدام کیا تو اُن کا چہرہ عورت کی طرف ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ کشمکش میں کرتہ بھی سامنے سے پھٹے اور اگر یوسف کا کہنا صحیح ہے کہ عورت مجھ کو اپنی طرف بُلاتی تھی، میں دروازہ کی طرف بھاگا، اُس نے پکڑنے کیلئے میرا تعاقب کیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں یوسف اُس کی طرف متوجہ نہیں تھے بلکہ اُدھر سے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ بہر حال جب دیکھا گیا کہ کرتہ آگے سے نہیں پیچھے سے پھٹا ہے۔ تو عزیز نے سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کا مکر و فریب ہے، یوسف قصور وار نہیں۔ چنانچہ اُس نے صاف کہہ دیا کہ زلیخا کی پُر فریب کارروائی اُسی قسم کی ہے جو عمومًا عورتیں کیا کرتی ہیں اُس نے یوسف سے استدعا کی کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ آئندہ اس کا ذکر مت کرو کہ سخت رسوائی اور بدنامی کا موجب ہے۔ اور عورت کو کہا کہ یوسف سے یا خدا سے اپنے قصور کی معافی مانگ، یقینًا قصور تیرا ہی تھا۔

بقیہ فوائد صفحہ ۳۰۷۔ کذا قال الامام الرازی فی الکبیر واللہ اعلم ۔ ف۵ کہتے ہیں تین روز تک یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے۔ قدرت الٰہی نے حفاظت کی۔ ایک بھائی یہودا کے دل میں ڈال دیا کہ وہ ہر روز کنوئیں میں کھانا پہنچا آتا تھا۔ ویسے بھی سب بھائی خبر رکھتے تھے کہ مرے نہیں۔ کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال لیجائے تو ہمارے درمیان سے یہ کانٹا نکل جائے۔ سچ ہے گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است۔ آخر مدین سے مصر کو جانیوالا ایک قافلہ اُدھر سے گذرا۔ انہوں نے کنوئیں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کو بھیجا۔ اُس نے ڈول پھانسا تو حضرت یوسف چھوٹے تو تھے ہی، ڈول میں جو بیٹھے اور رسی ہاتھ سے پکڑلی کھینچنے والے نے اُنکا حسن وجمال دیکھ کر بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجب لڑکا ہے بڑی قیمت کو بکیگا۔ ف۶ یعنی کھینچنے والے نے اس واقعہ کو دوسرے ہمراہیوں سے چھپانا چاہا کہ اوروں کو خبر ہوگی تو سب شریک ہو جائیں گے۔ شاید یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اُس کے مالکوں نے مجھ کو دیا ہے تا مصر کے بازار میں فروخت کروں۔ ف۷ یعنی بھائی بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ والے بیچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان کارروائیوں کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا۔ لیکن اُس کی مصلحت تاخیر میں تھی، اس لئے سب چیزوں کو جانتے اور دیکھتے ہوئے اُنہیں ڈھیل دی گئی۔ ف۸ بھائیوں کو خبر ہوئی کہ قافلہ والے نکال لے گئے۔ وہاں پہنچے اور ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے چونکہ اسے بھاگنے کی عادت ہے اس لئے ہم رکھنا نہیں چاہتے، تم خرید دو تو خرید سکتے ہو مگر بہت سخت نگرانی رکھنا کہیں بھاگ نہ جائے کہتے ہیں اٹھارہ درہم یا کم وبیش میں بیچ ڈالا۔ اور نو بھائیوں نے دو دو درہم (تقریباً آٹھ آٹھ آنے) بانٹ لئے۔ ایک بھائی یہودا نے حصہ نہیں لیا۔

نَفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ

اپنا جی تھامنے سے اور بند کر دیئے دروازے اور بولی شتابی کر ف۱ کہا خدا کی پناہ وہ عزیز

رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ

مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو بیشک بھلائی نہیں پاتے جو لوگ کہ بےانصاف ہوں ف۲ اور البتہ عورت نے فکر کیا اسکا

هَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ

اور اُس نے فکر کیا عورت کا ف۳ اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی ف۴ یوں ہی ہوا تاکہ ہٹائیں ہم اُس سے برائی اور

الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ

بیحیائی البتہ وہ ہے ہمارے برگزیدہ بندوں میں ف۵ اور دونوں دوڑے دروازہ کو اور عورت نے چیر

قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ

ڈالا اُس کا کرتہ پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند کو دروازہ کے پاس ف۶ بولی اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص

اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ

کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید میں ڈالا جائے یا عذاب دردناک ف۷ یوسف بولا اسی نے خواہش

عَنْ نَّفْسِیْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ

کی مجھ سے کہ نہ تھاموں اپنے جی کو اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے ف۸ اگر ہے کرتا اُس کا پھٹا

مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ

آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ ہے جھوٹا اور اگر ہے کرتا اُس کا

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ

پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے پھر جب دیکھا عزیز نے کرتا اُس کا

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ

پھٹا ہوا پیچھے سے کہا بیشک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا البتہ تمہارا فریب بڑا ہے یوسف

اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾

جانے دے اس ذکر کو اور عورت تو بخشوا اپنا گناہ بیشک تو ہی گنہگار تھی ف۹

ف۹ یعنی اس قدر ارزاں بیچنے سے تعجب مت کرو۔ وہ اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے تو مستبعد نہ تھا۔ جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھا بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں اُس بیع کا ذکر ہے جو قافلہ والوں نے مصر پہنچ کر کی۔ اگر ایسا ہو تو کہا جائیگا کہ پڑی ہوئی چیز کی قدر نہ کی۔ اور یہ اندیشہ رہا کہ پھر کوئی آکر دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ نیز آبق (بھگوڑا) ہونے کا عیب سن چکے تھے، اس لئے سستے داموں بیچ ڈالا۔ والظاہر ہو الاول۔ واللہ اعلم۔ ف۱۰ کہتے ہیں مصر پہنچ کر نیلام ہوا۔ عزیز مصر جو وہاں کا مدار المہام تھا، اُس کی بولی پر معاملہ ختم ہوا۔ اُس نے اپنی عورت (زلیخا یا راعیل) سے کہا کہ نہایت پیارا، مقبول صورت، اور ہونہار لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اُس کو پوری عزت وآبرو سے رکھو۔ غلاموں کا معاملہ مت کرو۔ شاید بڑا ہو کر ہمارے کام آئے، ہم اپنا کاروبار اس کے سپرد کر دیں۔ یا جب اولاد نہیں ہے تو بیٹا بنا لیں۔ ف۱۱ یعنی ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر لطیف سے یوسف کو بھائیوں کی حاسدانہ تجویزوں اور کنوئیں کی قید سے نکال کر عزیز مصر کے یہاں پہنچا دیا۔ پھر اُس کے دل میں یوسف کی محبت ووقعت القا فرمائی۔ اس طرح ہم نے اُنکو مصر میں ایک معزز جگہ دی اور اہل مصر کی نظروں میں اُنکو وجیہ ومحبوب بنا دیا۔ تا یہ چیز آئندہ ترقیات اور سربلندیوں کا پیش خیمہ ہو۔ اور بنی اسرائیل کو مصر میں بسانے کا ذریعہ بنے۔ ساتھ ہی یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے یہاں رہ کر بڑے سرداروں کی صحبت دیکھیں تا سلطنت کے رموز واشارات سمجھنے اور تمام باتوں کو اُن کے ٹھکانے پر بٹھانے کا کامل سلیقہ اور تجربہ حاصل ہو (تنبیہ) اسی سورت کے پہلے رکوع میں "تاویل الاحادیث" کا لفظ گذر چکا ہے۔ اس کی تفسیر وہاں ملاحظہ کر لیجائے۔ ف۱۲ یعنی بھائیوں نے یوسف کو گرانا چاہا۔ خدا نے اُن کو آسمان رفعت پر پہنچا دیا۔ اکثر لوگ کوتاہ نظری سے دیکھتے نہیں کہ انسانی تدبیروں کے مقابلہ میں کس طرح خدا کا بندوبست غالب آتا ہے۔ ف۱۳ یعنی جب یوسف کے تمام قویٰ حد کمال کو پہنچ گئے تو خدا کے یہاں کے عظیم الشان علم وحکمت کا فیض پہنچا نہایت مشکل عقدے اپنی فہم رسا سے حل کرتے، بڑی خوبی اور دانائی سے لوگوں کے نزاعات چکاتے دین کی باریکیاں سمجھتے، جو زبان سے کہتے وہ کر کے دکھاتے سفیہانہ اخلاق سے قطعاً پاک صاف اور علم شرائع کے پورے ماہر تھے تعبیر رؤیا کا علم تو اُن کا مخصوص حصہ تھا۔ ف۱۴ جو لوگ فطرت کی رہنمائی یا تقلید صالحین اور توفیق ازلی سے نوائب وحوادث پر صابر رہ کر عمدہ اخلاق اور نیک چال چلن اختیار کرتے ہیں، حق تعالیٰ اُن پر ایسے ہی انعام فرماتا ہے۔

ع ۳ ۹ ۱۳

فوائد صفحہ ہذا ف۱ اُدھر تو الطاف غیبیہ حضرت یوسف کی عجیب وغریب طریقہ سے تربیت فرما رہے تھے۔ اِدھر عزیز کی بیوی (زلیخا) نے اُن کے سامنے ایک نہایت ہی مزلۃ الاقدام موقع امتحان کا کھڑا کر دیا یعنی حضرت یوسف کے حسن وجمال پر زلیخا مفتون ہوگئی اور دلکشی وہوشربائی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف کے دل کو اُن کے قابو سے باہر کر دے۔ ایک طرف عیش ونشاط کے سامان، نفسانی جذبات پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں، یوسف علیہ السلام کا ہر وقت زلیخا کے گھر میں موجود رہنا، اُس کا نہایت محبت اور پیار سے رکھنا، تنہائی کے وقت خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا بیتابانہ اظہار، کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، مزاج کا اعتدال، تجرد کی زندگی۔ یہ سب دواعی واسباب ایسے تھے جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا مگر خدا نے جس کو محسن قرار دے کر علم وحکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا، اُس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا قابو چل جاتا۔ اُس نے ایک لفظ کہا "معاذ اللہ" (خدا کی پناہ) اور شیطانی جال کے سارے حلقے توڑ ڈالے کیونکہ جس نے خدا کی پناہ لی اُس پر کس کا داؤ چل سکتا ہے! ف۲ یعنی خدا کی پناہ میں ایسی قبیح حرکت کیسے کر سکتا ہوں! علاوہ بریں "عزیز" میرا مربی ہے جس نے [illegible] محسن کشی اور بے انصافی کرنیوالے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے [illegible] ہے [illegible] سے ہماری تربیت فرمائی اور اپنے بندوں کو ہماری خدمت

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ

اور کہنے لگیں عورتیں اُس شہر میں عزیز کی عورت خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے اُس کے جی کو

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ

فریفتہ ہوگیا اُسکا دل اُسکی محبت میں ہم تو دیکھتے ہیں اُس کو صریح خطا پر ف۱ پھر جب سُنا اُس نے اُن کا فریب ف۲

اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ

بلوا بھیجا اُن کو اور تیار کی اُنکے واسطے ایک مجلس اور دی اُن کو ہر ایک کے ہاتھ میں

سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ

ایک چھری اور بولی یوسف نکل آ اُنکے سامنے پھر جب دیکھا اُس کو ششدر رہ گئیں اور کاٹ ڈالے

اَيْدِيَهُنَّ ؗ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ

اپنے ہاتھ ف۳ اور کہنے لگیں حاشا للہ نہیں یہ شخص آدمی یہ تو کوئی فرشتہ ہے

كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ

بزرگ ف۴ بولی یہ وہی ہے کہ طعنہ دیا تھا تم نے مجھ کو اسکے واسطے ف۵ اور میں نے لینا چاہا تھا اُس کے

عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ

اُس کا جی پھر اُس نے تھام رکھا ف۶ اور بیشک اگر نہ کریگا جو میں اسکو کہتی ہوں تو قید میں پڑیگا اور

لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ

ہوگا بے عزت ف۷ یوسف بولا اے رب مجھ کو قید پسند ہے اُس بات سے جسکی طرف مجھ

اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ

کو بلاتی ہیں اور اگر تو نہ دفع کریگا مجھ سے اُن کا فریب تو مائل ہو جاؤنگا اُنکی طرف اور ہو جاؤنگا

الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

بے عقل ف۸ سو قبول کرلی اُسکی دعا اُسکے رب نے پھر دفع کیا اُس سے اُن کا فریب ف۹ البتہ وہی ہے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ

سُننے والا خبردار ف۱۰ پھر یوں سمجھ میں آیا لوگوں کو اُن نشانیوں کے دیکھنے پر کہ قید رکھیں اُس کو

ف۱ یعنی شدہ شدہ شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کیا کہ عزیز کی عورت اپنے نوجوان غلام پر مفتون ہوگئی۔ چاہتی ہے کہ اُس کے نفس کو بے قابو کردے۔ غلام کی محبت اُس کے دل کی تہ میں بیٹھ چکی ہے۔ حالانکہ ایسے معزز عہدہ دار کی بیوی کے لئے یہ سخت شرمناک بات ہے کہ وہ ایک غلام پر گرنے لگے۔ ہمارے نزدیک اس معاملہ میں وہ علانیہ غلطی پر ہے۔ ف۲ عورتوں کی گفتگو کو مکرو فریب) اس لئے کہا کہ مکاروں کی طرح چھپ چھپ کر یہ باتیں کرتی تھیں۔ اور زلیخا پر طعن کرکے گویا اپنی پارسائی کا اظہار مقصود تھا۔ حالانکہ یوسف کے بے مثال حسن وجمال کا شہرہ جس عورت کے کان میں پڑتا تھا اُس کی دید کا اشتیاق دل میں چٹکیاں لینے لگتا تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ زلیخا پر طعن وتشنیع اور نکتہ چینی کرنیوالیوں کے دلوں میں یہی غرض پوشیدہ ہو کہ زلیخا کو غصہ دلا کر کسی ایسی حرکت پر آمادہ کردیں جو یوسف کے دیدار کا سبب بنجائے۔ یا زلیخا کے دل میں اُس کی نفرت بٹھا کر اپنی طرف مائل کرنے کا موقع نکالیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ زلیخا نے بعض عورتوں کو اس معاملہ میں اپنا راز دار بنایا ہو۔ اُس نے راز داری کی جگہ پردہ دری اور خوردہ گیری شروع کردی بہرحال اُن کی گفتگو کو لفظ "مکر" سے ادا کرنے میں یہ سب احتمالات ہیں۔ ف۳ یعنی دعوت کرکے اُن عورتوں کو بلوا بھیجا اور کھانے پینے کی ایک مجلس ترتیب دی جس میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں چنانچہ کھانے اور میوے وغیرہ اُن کے سامنے چن کر ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چاقو دیدیا۔ تا تراشنے کے قابل چیزوں کے کھانے میں کسی کو کلفت انتظار اُٹھانا نہ پڑے۔ یہ سب سامان درست کرکے اُس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو کہیں قریب ہی موجود تھے آواز دی کہ ادھر نکل آئے۔ نکلنا تھا کہ بجلی سی کوند گئی تمام عورتیں یوسف کے حسن وجمال کا دفعۃً مشاہدہ کرنے سے ہوش وحواس کھو بیٹھیں۔ اور مدہوشی کے عالم میں چھریوں سے پھلوں کی جگہ ہاتھ کاٹ لئے گویا قدرت نے یہ ایک مستقل دلیل یوسف علیہ السّلام کی نزاہت وصداقت پر قائم فرما دی کہ جس کے جمال بے مثال کی ذرا سی جھلک نے دیکھنے والی عورتوں کے حواس گم کردیے بحالیکہ یوسف نے آنکھ اُٹھا کر بھی اُن کے حسن وخوبی کی طرف نہ دیکھا۔ تو یقیناً واقعہ یوں ہی ہوا ہوگا۔ کہ زلیخا اُس کے جمال ہوشربا کو دیکھ کر ہوش وخرد کھو بیٹھی۔ اور وہ معصوم فرشتہ کی طرح اپنا دامن عفت بچاتا ہوا صاف نکل گیا۔ ف۴ یعنی حسن وجمال اور نورانی صورت کے اعتبار سے فرشتہ معلوم ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ قَوْمٌ اِذَا قُوْبِلُوْا كَانُوْا مَلَائِكَةً ؛ حُسْنًا وَاِنْ قُوْتِلُوْا كَانُوْا عَفَارِيْتًا۔ یا حیا وعفت اور پاکدامنی جو چہرہ اور چال ڈھال سے ٹپک رہی تھی اُسے دیکھ کر کہا کہ یہ آدمی نہیں کوئی معصوم فرشتہ معلوم ہوتا ہے ف۵ اب زلیخا کو موقع ملا کہ عورتوں کے طعن وتشنیع کا تیر اُن ہی کی طرف لوٹا دے۔ گویا اُس وقت فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ کہہ کر وہ اس شعر کا خلاصہ ادا کر رہی تھی۔ ؎ این ست کہ خوں خوردہ و دل بُردہ بسے را ؛ بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را۔ ف۶ مجمع کا رنگ دیکھ کر زلیخا بالکل ہی کھل پڑی اور واقعہ کا صاف صاف اظہار کردیا کہ بیشک میں نے ان کا دل لینا چاہا تھا، مگر اس بندۂ خدا نے ایسا مضبوط تھامے رکھا کہ کسی طرح نہ دیا۔ یہ خدا تعالیٰ نے شہر کی عورتوں کے مجمع میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال عصمت وعفت اور غایت نزاہت وطہارت کا اقبالی ثبوت پیش کرا دیا۔ زلیخا کا حال اس وقت وہی تھا جو کسی نے کہا ہے ؎ لَا تُخْفِ مَا صَنَعَتْ بِكَ الْاَشْوَاقُ ؛ وَاشْرَحْ هَوَاكَ فَكُلُّنَا عُشَّاقُ۔ ف۷ زلیخا کی اس گفتگو میں کچھ تو عورتوں پر اپنی معذوری اور نامرادی کا اظہار تھا، تا اُن کی ہمدردی حاصل کرسکے۔ اور کچھ یوسف علیہ السلام کو تحکمانہ دھمکیوں سے مرعوب کرنا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر آئندہ اُس کی مطلب براری پر آمادہ ہوجائیں۔ حالانکہ ؎ عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ؛ کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را۔ ف۸ معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کا مایوسانہ غصہ اور مظلومانہ انداز بیان اس کی ہمجنسوں پر اثر کرگیا۔ یا پہلے ہی سے کچھ ملی بھگت ہوگی۔ بہرحال لکھا ہے کہ اب عورتوں نے یوسف کو سمجھانا شروع کیا کہ تم کو اپنی محسنہ اور ربیدہ کا کہنا ماننا چاہئے۔ آخر اس غریب پر اتنا ظلم کیوں کرتے ہو۔ پھر یہ بھی سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا خواہ مخواہ مصیبت سر پر لینے سے کیا فائدہ۔ کہتے ہیں کہ بظاہر زبان سے وہ زلیخا کی سفارش کررہی تھیں مگر دل ہر ایک کا یوسف کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ یوسف نے جب دیکھا کہ یہ عورت بے طرح پیچھے پڑی ہے اور شیطان ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم واستقلال اور پیغمبرانہ استقامت سے بارگاہ احدیت میں درخواست کی کہ مجھے ان کے کرد فریب سے بچایئے۔ اگر اس سلسلہ میں قید ہونا پڑے تو میں قید کو ارتکاب معصیت پر ترجیح دیتا ہوں۔ اگر آپ میری دستگیری نہ فرمائیں گے تو ڈر ہے کہ بے عقل ہو کر اُن کی ابلہ فریبیوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔ یہاں یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ جتلا دیا کہ انبیاء کی عصمت بھی حق تعالیٰ کی دستگیری سے ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ عصمت کا جو منشاء ہے (حفاظت وصیانت الٰہی) اُسی پر نظر رکھتے ہیں۔ ف۹ یعنی اُن کو عصمت وعفت پر پوری طرح ثابت قدم رکھا کسی کا فریب چلنے نہ دیا ف۱۰ یعنی سب کی دعائیں سنتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں "ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مانگنے سے قید میں پڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی قبول فرمایا کہ اُنکا فریب دفع کردیا۔ باقی قید ہونا تھا قسمت میں۔ آدمی کو چاہئے کہ گھبرا کر اپنے حق میں بُرائی نہ مانگے، پوری بھلائی مانگے گو ہوگا وہی جو قسمت میں ہے"۔ ترمذی میں ہے کہ ایک شخص کو حضور نے (بقیہ برصفحہ ۳۱۰)

بقیہ صفحہ ۳۰۹۔ یہ دعا مانگتے سُنا "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الصَّبْرَ" (اے اللہ میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں)، آپ نے فرمایا "سَأَلْتَ اللّٰهَ الْبَلَاءَ فَاسْأَلْهُ الْعَافِيَةَ" (تو نے اللہ سے بلا طلب کی کیونکہ صبر تو بلا پر ہوگا، اب تو اُس سے عافیت مانگ)۔

فوائد صفحہ ہذا} ف۱ یعنی باوجودیکہ حضرت یوسفؑ کی براءت و نزاہت کے بہت سے نشان دیکھ چکے تھے۔ پھر بھی اُنکی مصلحت یہ ہوئی کہ یوسفؑ کو ایک مدت تک قید میں رکھا جائے۔ تاکہ عام لوگ سمجھیں کہ قصور یوسفؑ ہی کا تھا عورت بیچاری مفت میں بدنام ہوئی۔ گویا عورت نے قید کی جو دھمکی دی تھی اُسے پورا کرا کے چھوڑا۔ اُن لوگوں کی غرض تو یہ ہوگی کہ عورت سے یہ بدنامی زائل ہو، نیز ایک مدت تک یوسفؑ اُس کی نظر سے دور رہیں، اور عورت کا مطلب یہ ہوگا کہ شاید قید کی سختیاں اُٹھا کر یوسفؑ کچھ نرم پڑ جائیں۔ اس طرح اپنا مطلب نکال سکوں۔

ف۲ یعنی اُسی زمانہ میں دو نوجوان قیدی جیلخانہ میں لائے گئے۔ جن میں ایک بادشاہ مصر (ریان بن الولید) کا نان بائی اور دوسرا ساقی (شراب پلانے والا) تھا۔ دونوں بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں ماخوذ تھے۔ قیدخانہ میں یوسف علیہ السّلام کی مروّۃ و امانت، راست گوئی، حُسن اخلاق، کثرت عبادت، معرفت تعبیر اور ہمدردی خلائق کا چرچا تھا۔ یہ دونوں قیدی حضرت یوسفؑ سے بہت مانوس ہو گئے اور بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ایک روز دونوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ ساقی نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں۔ نان بائی نے کہا کہ میرے سر پر کئی ٹوکرے ہیں جس میں سے پرندے نوچ کر کھا رہے ہیں۔ یوسف علیہ السّلام کو بزرگ دیکھ کر تعبیر مانگی۔ ف۳ یوسف علیہ السّلام نے اوّل اُن کو تسلی دی کہ بیشک خوابوں کی تعبیر تمہیں بہت جلد معلوم ہوا چاہتی ہے روزمرہ جو کھانا تم کو ملتا ہے اُس کے آنے سے پیشتر میں تعبیر بتلا کر فارغ ہو جاؤنگا لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری اور مفید ایک چیز پہلے تم کو سُناتا ہوں۔ وہ یہ کہ تعبیر وغیرہ کا یہ علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ سو یاد رکھو کہ میں کوئی پیشہ ور کاہن یا منجم نہیں بلکہ میرے علم کا سرچشمہ وحی اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے اس کی بدولت عطا فرمایا کہ میں نے ہمیشہ سے کافروں اور باطل پرستوں کے دین و ملت کو چھوڑ رکھا اور اپنے مقدس آباء و اجداد (حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق حضرت یعقوبؑ) جیسے انبیاء و مرسلین کے دین توحید پر چلا اور اُن کا اُسوۂ حسنہ اختیار کیا۔ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم مطمح نظر یہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو کسی درجہ میں بھی خدا کا شریک نہ بنائیں نہ ذات میں نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ ربوبیت و معبودیت میں۔ صرف اُسی کے آگے جھکیں۔ اُسی سے محبت کریں، اُسی پر بھروسہ رکھیں۔ اور اپنا جینا مرنا سب اُسی ایک پروردگار کے حوالہ کر دیں۔ بہرحال یوسف علیہ السّلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت مؤثر طرز میں اُن قیدیوں کو ایمان و توحید کی طرف آنے کی ترغیب دی پیغمبروں کا کام یہی ہوتا ہے کہ دعوت و تبلیغ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السّلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں۔ قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہونگے۔ لاؤ اِن حالات سے فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اُٹھائیں۔ اوّل اِن کو دین کی باتیں سکھلائیں پھر تعبیر بھی بتلا دیں گے۔ یہ تسلی پہلے کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر معلوم ہو جائیگی تاوہ نصیحت سے اُکتائیں نہیں۔ (تنبیہ) بہت سے مفسرین نے "لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ" الخ کے معنی یہ لئے ہیں کہ کبھی کھانا تمہارے پاس نہیں آتا ہے مگر میں آنے سے پہلے اُس کی حقیقت پر تم کو مطلع کر دیا کرتا ہوں یعنی آج کیا کھانا آئے گا۔ کس قسم کا ہوگا پھر تعبیر بتلانا کیا مشکل ہے۔ گویا اوّل حضرت یوسفؑ نے معجزہ کی

حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٣٥﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ

ایک مدت ف۱ اور داخل ہوئے قیدخانہ میں اُسکے ساتھ دو جوان کہنے لگا اُن میں کا ایک میں

اَرٰىنِىْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِىْ

دیکھتا ہوں کہ میں نچوڑتا ہوں شراب اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اُٹھا رہا ہوں اپنے سر پر

خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٦﴾

روٹی کہ جانور کھاتے ہیں اُس میں سے بتلا ہم کو اس کی تعبیر ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکی والا ف۲

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ

بولا نہ آنے پائیگا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہے مگر بتا چکونگا تم کو اِس کی تعبیر اس کے

يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ

آنے سے پہلے یہ علم ہے کہ مجھ کو سکھایا میرے رب نے میں نے چھوڑا دین اُس قوم کا

لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ

کہ ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور آخرت سے وہ لوگ منکر ہیں ف۳ اور پکڑا میں نے دین

اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ

اپنے باپ دادوں کا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا

مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

کسی چیز کو یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٨﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ

لوگ احسان نہیں مانتے ف۴ اے رفیقو قیدخانہ کے بھلا کئی معبود جُدا جُدا بہتر

اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ

یا اللہ اکیلا زبردست ف۵ کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اُس کے مگر نام ہیں جو رکھ لئے ہیں

اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ

تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اُتاری اللہ نے اُن کی کوئی سند ف۶ حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے

طرف توجہ دلا کر اُنہیں اپنی نبوت کا یقین دلانا چاہا۔ تاکہ آئندہ جو نصیحت کریں زیادہ مؤثر و اوقع فی النفس ہو۔ اس تقدیر پر یوسفؑ کا یہ معجزہ ایسا ہی ہوگا جیسے حضرت مسیحؑ نے فرمایا تھا۔ "وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ" مگر مترجم محقق نے پہلی تفسیر اختیار کی ہے واللہ اعلم حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں "حق تعالیٰ نے قید میں یہ حکمت رکھی کہ اُن کا دل کافروں کی محبت سے (یعنی کافر جو اُن کی محبت مدارات کرتے تھے اُس سے) ٹوٹا تو دل پر اللہ کا علم روشن ہوا۔ چاہا کہ اوّل اُن کو دین کی بات سُنا دیں پیچھے تعبیر خواب کہیں۔ اس واسطے تسلی کر دی تا نہ گھبرائیں۔ کہا کہ کھانے کے وقت تک وہ بھی بتا دونگا۔

ف۴ یعنی ہمارا خالص توحید و ملت ابراہیمی پر قائم رہنا نہ صرف ہمارے حق میں بلکہ سارے جہان کے حق میں رحمت و فضل ہے، کیونکہ خاندان ابراہیمی ہی کی شمع سے سب لوگ اپنے دلوں کے چراغ روشن کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ خدا کی اس نعمت عظیمہ کی قدر نہیں کرتے۔ چاہئیے تھا کہ اُس کا احسان مان کر راہ توحید پر چلتے وہ اُلٹی ناشکری کر کے شرک و عصیان کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ ف۵ یعنی مختلف انواع و اشکال کے چھوٹے بڑے دیوتا جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں اُن سے لو لگانا بہتر ہے یا اُس اکیلے زبردست خدا کی جس کو ساری مخلوق پر کلی اختیار اور کامل تصرف و قبضہ حاصل ہے اور جس کے آگے نہ کسی کا حکم چل سکتا ہے نہ اختیار، نہ اُسے کوئی بھاگ کر ہرا سکتا ہے نہ مقابلہ کر کے مغلوب کر سکتا ہے۔ خود سوچو کہ سر عبودیت ان میں سے کس کے سامنے جھکایا جائے۔ ف۶ یعنی یوں ہی بے سند اور بے ٹھکانے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کے نیچے حقیقت ذرہ برابر نہیں۔ اُن ہی نام کے خداؤں کی پوجا کر رہے ہو۔ ایسے جہل پر انسان کو شرمانا چاہئیے۔

ف۱ یعنی قدیم سے انبیاء علیہم السّلام کی زبانی یہی حکم بھیجا رہا کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو۔ وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (زخرف رکوع ۴) ف۲ یعنی توحید خالص کے راستہ میں ایچ پیچ کچھ نہیں۔ سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے۔ لیکن بہت لوگ حماقت یا تعصب سے ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔ ف۳ فرض تبلیغ ادا کرنے کے بعد یوسف علیہ السّلام نے اُن کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی۔ کہ جس نے خواب میں شراب پلاتے دیکھا اُس کی تعبیر یہی ہے کہ وہ بیداری میں بادشاہ کو شراب پلائیگا۔ اور جس نے سر پر سے جانوروں کو روٹیاں کھاتے دیکھا اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سُولی دیا جائیگا۔ پھر جانور اُس کے سر سے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ قضاء وقدر کا فیصلہ یہی ہے جو کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا۔ جو بات تم پوچھتے تھے وہ میں نے بتلادی۔ یہ بالکل طے شدہ امر ہے۔ جس میں تخلف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی زہر خورانی کی تہمت سے بری ہو گیا اور خبّاز (نان بائی) کو جرم ثابت ہونے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔ ف۴ یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے جیسے "اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ" میں۔ یعنی یوسف علیہ السّلام کو دونوں میں سے جس شخص کی بابت یقین تھا کہ بری ہو جائیگا جب وہ قید خانہ سے نکلا تو فرمایا اپنے بادشاہ کی خدمت میں میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص بے قصور قید خانہ میں برسوں سے پڑا ہے۔ مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ میری جو حالت تو نے مشاہدہ کی ہے بلاکم وکاست کہدینا۔ ف۵ یعنی شیطان نے چھوٹنے والے قیدی کے دل میں مختلف خیالات و وساوس ڈالکر ایسا غافل کیا کہ اُسے بادشاہ کے سامنے اپنے محسن بزرگ (یوسف علیہ السّلام) کا تذکرہ کرنا یاد ہی نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف کو کئی سال اور قید میں رہنا پڑا۔ مدّت دراز کے بعد جب بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اور اُس کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہ آئی تب اس شخص کو یوسف علیہ السّلام یاد آئے جیسا کہ آگے آتا ہے "وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ" الخ بھلانے کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی کہ وہ القائے وساوس وغیرہ کا ذریعہ ہے جو سبب بنتا ہے نسیان کا۔ حضرت موسیٰ کے رفیق سفر نے کہا تھا۔ وَمَا اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ (کہف رکوع ۹) لیکن ہر ایک شر میں حق تعالیٰ کوئی خیر کا پہلو رکھ دیتا ہے۔ یہاں بھی گو اس نسیان کا نتیجہ تطویل قید کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تاہم حضرت شاہ صاحبؒ کی نکتہ آفرینی کے موافق اس میں یہ تنبیہ ہوگئی کہ ایک پیغمبر کا دل ظاہری اسباب پر نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ بلکہ ابن جریر اور بغوی وغیرہ نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ وہ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ کی ضمیر یوسف علیہ السّلام کی طرف راجع کرتے ہیں۔ گویا "اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ" کہنا ایک طرح کی غفلت تھی جو یوسف علیہ السّلام کو عارض ہوئی۔ اُنہوں نے قیدی کو کہا کہ اپنے رب سے میرا ذکر کرنا حالانکہ چاہئے تھا کہ سب ظاہری سہارے چھوڑ کر وہ خود اپنے رب سے فریاد کرتے بے شک کشف شدائد کے وقت مخلوق سے ظاہری استعانت اور اسباب کی مباشرت مطلقاً حرام نہیں ہے۔ لیکن ابرار کی حسنات مقربین کی سیّئات بنجاتی ہیں۔ جو بات عامۃ الناس بے کھٹکے کر سکتے ہیں انبیاء علیہم السّلام کے منصب عالی کے اعتبار سے وہی بات ایک قسم کی تقصیر بنجاتی ہے۔ امتحان و ابتلاء کے موقع پر انبیاء کی شان رفیع اسی کو مقتضی ہے کہ رخصت پر نظر نہ کریں، انتہائی عزیمت کی راہ چلیں۔ چونکہ حضرت یوسفؑ کا "اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ" کہنا عزیمت کے خلاف تھا اس لئے عتاب آمیز تنبیہ ہوئی کہ کئی سال تک مزید قید اُٹھانی پڑی اور اسی لئے "انساء" کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ زیادہ تفصیل روح المعانی میں ہے۔ ف۶ وہ سوکھی بالیں ہری بالوں پر لپٹتی ہیں اور اُنہیں خشک کر دیتی ہیں۔ یہ خواب بادشاہ مصر "ریان ابن الولید" نے دیکھا۔ جو آخر کار حضرت یوسف علیہ السّلام کی رہائی اور ظاہری عروج کا سبب بنا۔ یوسف علیہ السّلام کے قصّہ میں جابجا اس پر تنبیہ فرمایا ہے کہ خدا جب کوئی بات چاہتا ہے غیر متوقع طریقہ سے اُس کے ایسے اسباب فراہم کر دیتا ہے جن کی طرف آدمی کا خیال نہیں جاتا۔ ف۷ یعنی اگر اس فن میں کچھ مہارت رکھتے ہو تو میرے خواب کی تعبیر بتلادو۔ ف۸ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس فن سے جاہل تھے۔ اپنے جہل کا صاف لفظوں میں اقرار کرنے سے شرمائے تو یوں بات بنادی کہ یہ کوئی خواب نہیں محض پریشان خیالات ہیں۔ بسا اوقات انسان کو نیند میں ایسی صورتیں متخیل ہو جاتی ہیں جو لائق اعتناء نہیں، نہ ہم ایسے خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ علم تعبیر دیا کے اصول کے ماتحت نہیں ہوتے۔ ف۹ اب خواب کے سلسلہ میں ساقی کو جو قید سے چھوٹ کر آیا تھا مدت کے بعد حضرت یوسف یاد آئے اُس نے بادشاہ اور اہل دربار سے کہا کہ اگر مجھے ذرا جانے کی اجازت دو تو میں اس خواب کی تعبیر لا سکتا ہوں۔ قید خانہ میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فن تعبیر کا ماہر ہے (ممکن ہے اُس نے اپنے خواب کا قصہ بھی ذکر کیا ہو) میں تعبیر لینے کے لئے اُس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ چنانچہ اجازت دی گئی۔ اُس نے یوسف علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ عرض کیا جو آگے آتا ہے۔ ف۱۰ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ" کہنے سے یہ غرض تھی کہ آپ مجسم سچ ہیں۔ جو بات کبھی آپ کی زبان سے نکلی سچ ہو کر رہی اُمید ہے جو تعبیر اس خواب کی دیں گے ہو بہو پوری ہو کر رہے گی۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے صدق و دیانت کا نقش کس طرح عام وخاص کے قلوب پر بیٹھ جاتا ہے۔

أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّآ إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ

اُس نے فرما دیا کہ نہ پوجو مگر اُسی کو ف۱ یہی ہے راستہ سیدھا پر بہت

ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٠﴾ يَٰصَىٰحِبَىِ ٱلسِّجْنِ أَمَّآ أَحَدُكُمَا فَيَسْقِى رَبَّهُۥ

لوگ نہیں جانتے ف۲ اے رفیقو قید خانہ کے ایک جو ہے تم دونوں میں سو پلائیگا اپنے مالک کو

خَمْرًا ۖ وَأَمَّا ٱلْءَاخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ ٱلطَّيْرُ مِن رَّأْسِهِۦ ۚ قُضِىَ

شراب اور دوسرا جو ہے سو سولی دیا جائیگا پھر کھا لینگے جانور اُس کے سر میں سے فیصل ہوا

ٱلْأَمْرُ ٱلَّذِى فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ ﴿٤١﴾ وَقَالَ لِلَّذِى ظَنَّ أَنَّهُۥ نَاجٍ

وہ کام جس کی تحقیق تم چاہتے تھے ف۳ اور کہدیا یوسف نے اُسکو جس کو گمان کیا تھا کہ بچے گا

مِّنْهُمَا ٱذْكُرْنِى عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَىٰهُ ٱلشَّيْطَٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِۦ فَلَبِثَ

اُن دونوں میں میرا ذکر کرنا اپنے مالک کے پاس ف۴ سو بھلا دیا اُسکو شیطان نے ذکر کرنا اپنے مالک سے پھر رہا

فِى ٱلسِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴿٤٢﴾ وَقَالَ ٱلْمَلِكُ إِنِّىٓ أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَٰتٍ

قید میں کئی برس ف۵ اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں

سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنۢبُلَٰتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَٰتٍ

موٹی اُن کو کھاتی ہیں سات گائیں دُبلی اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی ف۶

يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَأُ أَفْتُونِى فِى رُءْيَٰىَ إِن كُنتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ ﴿٤٣﴾ قَالُوٓا۟

اے دربار والو تعبیر کہو مجھ سے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر دینے والے ف۷ بولے

أَضْغَٰثُ أَحْلَٰمٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ ٱلْأَحْلَٰمِ بِعَٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ

یہ خیالی خواب ہیں اور ہم کو ایسے خوابوں کی تعبیر معلوم نہیں ف۸ اور بولا وہ

ٱلَّذِى نَجَا مِنْهُمَا وَٱدَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا۠ أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِۦ فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٥﴾

جو بچا تھا اُن دونوں میں سے اور یاد آگیا اُس کو مدت کے بعد میں بتاؤں تم کو اُس کی تعبیر سو تم مجھ کو بھیجو ف۹

يُوسُفُ أَيُّهَا ٱلصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِى سَبْعِ بَقَرَٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ

جا کر کہا اے یوسف اے سچے ف۱۰ حکم دے ہم کو اس خواب میں سات گائیں موٹی اُن کو کھائیں سات

عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ

دُبلی اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی تاکہ لیجاؤں میں لوگوں کے پاس شاید اُن کو

يَعْلَمُوْنَ ۝۴۶ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ

معلوم ہو ف۱ کہا تم کھیتی کروگے سات برس جم کر سو جو کاٹو اُس کو چھوڑ دو

فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝۴۷ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ

اُس کی بال میں مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ ✿ پھر آئینگے اُس کے بعد سات برس

شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝۴۸ ثُمَّ يَاْتِيْ

سختی کے کھا جائینگے جو رکھا تم نے اُنکے واسطے مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے بیج کیواسطے پھر آئے گا

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝۴۹ وَقَالَ

اِس کے پیچھے ایک برس اُس میں مینہ برسیگا لوگوں پر اور اُس میں رس نچوڑیں گے ف۲ اور کہا

الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ

بادشاہ نے لے آؤ اُسکو میرے پاس پھر جب پہنچا اُس کے پاس بھیجا ہوا آدمی کہا لوٹ جا اپنے مالک کے پاس

فَسْــَٔـلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ

اور پوچھ اُس سے کیا حقیقت ہے اُن عورتوں کی جنہوں نے کاٹے تھے ہاتھ اپنے ف۳ میرا رب تو اُن کا فریب

عَلِيْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ

سب جانتا ہے ف۴ کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلایا یوسف کو اُسکے نفس کی حفاظت کرنے سے ف۵ بولیں

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْــٰٔنَ

حاشا للہ ہم کو معلوم نہیں اُس پر کچھ بُرائی بولی عورت عزیز کی اب

حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۱ ذٰلِكَ

کھل گئی سچی بات میں نے پھسلایا تھا اُس کو اُس کے جی سے اور وہ سچا ہے ف۶ یوسف نے کہا یہ

لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ۝۵۲

اس واسطے کہ عزیز معلوم کرلیوے کہ میں نے اُسکی چوری نہیں کی چھپکر اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا فریب دغابازوں کا ف۷

ف۱ یعنی خواب کی تعبیر اور اُس کے ذریعہ سے آپ کی قدر و منزلت معلوم ہو۔ ف۲ یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتلانے میں دیر نہ کی نہ کوئی شرط لگائی، نہ اُس شخص کو شرمندہ کیا کہ تجھ کو اتنی مدت کے بعد اب میرا خیال آیا۔ اس سے انبیاء علیہم السّلام کے اخلاق و مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر وہ صرف خواب کی تعبیر مانگتا تھا۔ آپ نے تین چیزیں عطا فرمائیں۔ تعبیر، تدبیر، تبشیر۔ آپ کے کلام کا حاصل یہ تھا کہ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں سات برس ہیں۔ جن میں متواتر خوشحالی رہیگی۔ کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی، حیوانات و نباتات خوب بڑھیں گے۔ اِس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا پچھلا اندوختہ کھا کر ختم کر ڈالوگے۔ صرف آئندہ تخم ریزی کے لئے کچھ تھوڑا سا باقی رہجائیگا۔ یہ سات سال دُبلی گائیں اور سوکھی بالیں ہیں جو موٹی گایوں اور ہری بالوں کو ختم کر دینگی تعبیر بتلانے کے دوران میں حضرت یوسف نے ازراہ شفقت و ہمدردی خلائق ایک تدبیر بھی تلقین فرمادی کہ اوّل سات سال میں جو پیداوار ہو اُسے بڑی حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے اُٹھاؤ۔ کھانے کے لئے جس قدر غلہ کی ضرورت ہو اُسے الگ کرلو اور تھوڑا تھوڑا احتیاط سے کھاؤ۔ باقی غلہ بالوں میں رہنے دو۔ تا اس طرح کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہ سکے۔ اور سات سال کی پیداوار چودہ سال تک کام آئے۔ ایسا نہ کروگے تو قحط کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا۔ یہ تعبیر و تدبیر بتلانے کے بعد اُنہیں بشارت سنائی جو غالباً آپ کو وحی سے معلوم ہوئی ہوگی یعنی سات سال قحط رہنے کے بعد جو سال آئیگا اُس میں حق تعالیٰ کی طرف سے فریاد رسی ہوگی اور خوب مینہ برسیگا۔ کھیتی باڑی، پھل میوے نہایت افراط سے پیدا ہونگے، جانوروں کے تھن دودھ سے بھر جائینگے انگور وغیرہ نچوڑنے کے قابل چیزوں سے لوگ شراب کشید کریں گے۔ یہ آخری بات سائل کے حسب حال فرمائی۔ کیونکہ وہ یہی کام کرتا تھا۔ ف۳ بادشاہ کچھ تو پہلے ہی ساقی کے تذکرے سے حضرت یوسفؑ کا معتقد ہوگیا تھا۔ اب جو ایسی موزوں و دلنشین تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سُنی تو اُن کے علم و فضل عقل و دانش اور حُسن اخلاق کا سکہ اُس کے دل پر بیٹھ گیا۔ فوراً حکم دیا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لاؤ، تا اُس کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوں اور اُس کے مرتبہ اور قابلیت کے موافق عزت کروں قاصد پیام شاہی لے کر حضرت یوسف علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر یوسفؑ کی نظر میں اپنی دینی و اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ مہم تھی۔ آپ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت و ارشاد کے کام میں بڑی بھاری رُکاوٹ ہے۔ اگر آج میں بادشاہی فرمان کے موافق چُپ چپاتے قیدخانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کے سلسلہ میں سالہا سال قید و بند کی مصائب اُٹھائیں اُس کا قطعی طور پر استیصال نہ ہوا تو بہت ممکن ہے کہ بہت سے ناواقف لوگ میری عصمت کے متعلق تردد اور شبہ میں پڑے رہجائیں اور حاسدین کچھ زمانہ کے بعد اِن ہی بے اصل اثرات سے فائدہ اُٹھا کر کوئی اور منصوبہ میرے خلاف کھڑا کر دیں۔ اِن مصالح پر نظر کرتے ہوئے آپ نے حکم شاہی کے امتثال میں جلدی نہ کی بلکہ نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاصد کو کہا کہ تو اپنے مالک (بادشاہ) سے واپس جاکر دریافت کر کہ تجھ کو اُن عورتوں کے قصہ کی کچھ حقیقت معلوم ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے حضرت یوسف کو اُن عورتوں کے ناموں کی تفصیل کہاں معلوم ہوگی۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ ایسا واقعہ ضرور عام شہرت حاصل کرچکا ہے۔ اِس لئے واقعہ کے ایک ممتاز جزء (ہاتھ کاٹنے) کو ظاہر کرکے بادشاہ کو توجہ دلائی کہ اس مشہور و معروف قصہ کی تفتیش و تحقیق کرے۔ غالباً اب وہ عورتیں بتلادیں گی کہ تقصیر کس کی ہے۔ نبی کریم صلعم نے صحیحین کی حدیث میں حضرت یوسف کے کمال صبر و تحمل کی اس طرح داد دی ہے۔ "لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ" (اگر میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنا یوسف رہے تو بُلانے والے کی اجابت کرتا یعنی فوراً ساتھ ہولیتا) محققین کہتے ہیں کہ اس میں حضرت یوسفؑ کے صبر و تحمل کی تعریف اور لطیف رنگ میں اپنی عبودیت کاملہ کا اظہار ہے۔ ہم نے اس مضمون کی تفصیل شرح صحیح مسلم میں کی ہے یہاں اختصار کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتے۔ ف۴ حضرت یوسفؑ نے "سب کا فریب" فرمایا، اس واسطے کہ ایک کا فریب تھا اور سب اُس کی مددگار تھیں اور اصل فریب والی کا نام شاید حق پرورش کی وجہ سے نہیں لیا۔ حیا کی وجہ سے گول مول فرمایا۔ کیونکہ جانتے تھے کہ اصل حقیقت آخر کھل کر رہیگی۔ کذا فی الموضح۔ ف۵ بادشاہ نے دریافت کرنے کا ایسا عنوان اختیار کیا گویا وہ پہلے سے خبر رکھتا ہے تا یہ دیکھ کر اُنہیں جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو۔ نیز یوسف علیہ السّلام کی استقامت و صبر کا اثر پڑا ہوگا کہ بدون اظہار برأت کے جیل سے نکلنا گوارا نہیں کرتے۔ اور "اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ" کہہ کر اُن کے "کید" کا اظہار فرمارہے ہیں۔ اُدھر ساقی وغیرہ نے واقعات سُنائے ہونگے اُن سے بھی یوسف کی نزاہت اور عورتوں کے مکائد کی تائید ملی ہوگی۔ ف۶ سب عورتوں کی متفقہ شہادت کے بعد خود زلیخا نے بھی صاف اقرار کرلیا کہ قصور میرا ہے۔ یوسفؑ بالکل سچے ہیں۔ بیشک میں نے اُن کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ ایسے کاہے کو تھے کہ میرے داؤ میں آجاتے ف۷ یعنی اتنی تحقیق و تفتیش اس لئے کرائی کہ پیغمبرانہ عصمت و دیانت بالکل آشکارا ہوجائے اور لوگ معلوم کرلیں کہ خائنوں اور دغابازوں کا فریب اللہ چلنے نہیں دیتا۔ چنانچہ عورتوں کا فریب نہ چلا۔ آخر حق، حق ہو کر رہا۔

ف چونکہ حضرت یوسفؑ نے اپنی برأت پر بہت زیادہ زور دیا ممکن تھا کوئی سطحی آدمی اس کو فخر و ناز اور غرور و اعجاب کا شبہ کرنے لگتا اسلئے اپنی نزاہت کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں مارتا نہ پاک صاف رہنے میں اپنے نفس پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔ محض خدا کی رحمت و اعانت ہو جو کسی نفس کو برائی سے روکتی ہے۔ یہ ہی رحمت خصوصی عصمت انبیاء علیہم السلام کی کفیل و ضامن ہے ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً برائی کی ترغیب دینا تھا خدا تعالیٰ کی خصوصی توفیق و دستگیری نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوس بشریہ کی طرح ہوتا "اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" سے اشارہ کر دیا کہ نفس امارہ جب توبہ کر کے "لَوَّامَہ" بجائے تو خدا اس کی پچھلی تقصیرات معاف فرما دیتا ہے۔ بلکہ رفتہ رفتہ اپنی مہربانی سے "نفس مطمئنہ" کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ (تنبیہ) حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے "ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ" سے "غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" تک زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے یعنی زلیخا نے "اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ" کا اقرار کر کے کہا کہ اس اقرار و اعتراف سے عزیز کو یہ معلوم کرانا ہے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے کوئی بڑی خیانت نہیں کی۔ بیشک یوسفؑ کو پھسلانا چاہا تھا مگر میری مراودت ان پر کارگر نہیں ہوئی۔ اگر میں نے مزید خیانت کی ہوتی تو ضرور اس کا پردہ فاش ہو کر رہتا۔ کیونکہ خدا خائنوں کے مکر و فریب کو چلنے نہیں دیتا۔ ہاں میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی۔ جتنی غلطی مجھ سے ہوئی اس کا اقرار کر رہی ہوں دوسرے آدمیوں کی طرح نفس کی شرارتوں سے میں بھی پاک نہیں۔ اُن سے تو یوسف جیسا پاکباز انسان ہی محفوظ رہ سکتا ہے جس پر خدا کی خاص مہربانی اور رحمت ہے۔ ابوحیان نے بھی اس کو زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے۔ لیکن "لِیَعْلَمَ" اور "لَمْ اَخُنْهُ" کی ضمیر بجائے عزیز کے یوسفؑ کی طرف راجع کی ہیں یعنی اپنی خطا کا صاف اقرار اس لئے کرتی ہوں کہ یوسفؑ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اُسکی عدم موجودگی میں کوئی غلط بات نہیں کہی نہ اپنے جرم کو اُن کی طرف منسوب کیا۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی میرا مشیر خاص رہیگا۔ ف۳ کچھ پہلے سے معتقد ہو چکا تھا۔ بالمشافہ باتیں سن کر بالکل ہی گرویدہ ہو گیا اور حکم دیدیا کہ آج سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز و معتبر ہو کر رہینگے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اب عزیز کا علاقہ موقوف کیا اپنی صحبت میں رکھا۔" ف۴ یعنی دولت کی حفاظت بھی پوری کرونگا اور اُسکی آمد خرچ کے ذرائع اور حساب و کتاب سے خوب واقف ہوں یوسفؑ نے خود درخواست کر کے مالیات کا کام اپنے سر لیا۔ تا اس ذریعہ سے عامۂ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں۔ خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبرگیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمدردی خلائق کے لئے مالیات کے قصوں میں پڑنا شان نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے۔ نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑیگا تو مسلمانوں کی خیر طلبی اور نفع رسانی کی غرض سے اُسکی خواہش یا درخواست کر سکتا ہے۔ اور اگر حسب ضرورت اپنے بعض خصال حسنہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں۔ عبدالرحمن بن سمرۃ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ازخود امارت طلب کرے تو اُس کا بار اُسی کے کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے (غیبی اعانت دستگیر نہیں ہوتی) یہ اُس وقت ہے جب طلب کرنا محض نفس پروری اور جاہ پسندی وغیرہ اغراض کی بناء پر ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۵ جہاں چاہتے اترتے اور جو چاہتے تصرف کرتے۔ گویا ریان بن الولید برائے نام بادشاہ تھا حقیقت میں یوسفؑ بادشاہی کر رہے تھے اور "عزیز" کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ جیسا کہ آگے آئیگا بعض علماء نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ نیز اسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہوا تو اُسکی عورت زلیخا نے آپ سے شادی کر لی۔ واللہ اعلم۔ محدثین اس پر اعتماد نہیں کرتے۔ ف۶ جو بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے خدا اُس کو دنیا میں بھی میٹھا پھل دیتا ہے۔ خواہ ثروت و حکومت یا لذت عیش، حیات طیبہ، اور غنائے قلبی۔ حضرت یوسفؑ کو یہ سب چیزیں عنایت فرمائیں۔ رہا آخرت کا اجر سو وہ ایک ایماندار و پرہیزگار کے لئے دنیا کے اجر سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ جواب ہوا اُن کے سوال کا کہ اولاد ابراہیم اس طرح شام سے آئی مصر میں اور بیان ہوا کہ بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو گھر سے دور پھینکا تا ذلیل ہو۔ اللہ نے عزت دی۔ اور ملک پر اختیار دیا۔ ایسا ہی ہوا ہمارے حضرت کو۔" ف موضح القرآن میں ہے۔ "جب حضرت یوسفؑ ملک مصر پر مختار ہوئے خواب کے موافق سات برس خوب آبادی کی اور ملک کا اناج بھرتے گئے۔ پھر سات برس کے قحط میں ایک بھاؤ میانہ باندھ کر بکوایا اپنے ملک والوں کو اور پردیسیوں کو سب کو برابر مگر پردیسی کو ایک اونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے۔ اس میں خلق بھی قحط سے اور خزانہ بادشاہ کا بھر گیا۔ ہر طرف خبر تھی کہ مصر میں اناج سستا ہے اُن کے بھائی خریدنے کی غرض سے آئے۔" اُن کے تن و توش، ہیأت، وضع قطع میں چنداں تغیر نہ ہوا تھا۔ ادھر حضرت یوسفؑ برابر اپنے باپ بھائیوں کا تفقد کرتے رہے ہونگے اور وہاں پہنچنے پر ان کا نام و نشان بھی دریافت کر لیا ہوگا جیسا کہ سلاطین و اعیان سے ملاقات کرنے میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض تفاسیر میں ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا نام و نسب وغیرہ بیان کیا۔ اِن یوسف علیہ السلام جدائی کے وقت چونکہ بہت چھوٹے تھے اور بھائیوں کو پہلے سے اِدھر خیال بھی نہ تھا۔ نہ بادشاہوں کے یہاں عام آدمیوں کی یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ اُنکا نام و نسب وغیرہ دریافت کریں۔ اس لئے وہ یوسفؑ کو نہ پہچان سکے ف حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی خوب مدارات اور مہمانداری کی۔ ایک ایک اونٹ غلہ دیا۔ یہ خاص مہربانی اور اخلاق دیکھ کر کہتے ہیں انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک علاتی بھائی (بنیامین) کو بوڑھے غمزدہ باپ نے تسکین خاطر کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے کیونکہ اس کا دوسرا عینی بھائی (یوسف) جو باپ کو بیحد محبوب تھا مدت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر بنیامین کے حصہ کا غلہ بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا (بقیہ بر صفحہ ۳۱۴)

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ
اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو بیشک جی تو سکھلاتا ہے برائی مگر جو رحم کر دیا
رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ
میرے رب نے بیشک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان ف۱ اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اُسکو میرے پاس میں خالص کر رکھوں
لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾
اُسکو اپنے کام میں ف۲ پھر جب بات چیت کی اُس سے کہا واقعی تو نے آج سے ہمارے پاس جگہ پائی معتبر ہو کر ف۳
قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ
یوسف نے کہا مجھ کو مقرر کر ملک کے خزانوں پر میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا ف۴ اور یوں
مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ
قدرت دی ہم نے یوسف کو اُس زمین میں جگہ پکڑتا تھا اُس میں جہاں چاہتا ف۵ پہنچا دیتے ہیں ہم
بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ
رحمت اپنی جس کو چاہیں اور ضائع نہیں کرتے ہم بدلا بھلائی والوں کا ☆ اور ثواب آخرت کا
خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ
بہتر ہے اُن کو جو ایمان لائے اور رہے پرہیزگاری میں ف۶ اور آئے بھائی یوسف کے
فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ
پھر داخل ہوئے اُسکے پاس تو اُس نے پہچان لیا اُنکو اور وہ نہیں پہچانتے ف۷ اور جب تیار کر دیا اُن کو
بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ
اُن کا اسباب کہا لے آئیو میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے باپ کی طرف سے تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں
اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ
پورا دیتا ہوں ماپ اور خوب طرح اُتارتا ہوں مہمانوں کو ف۸ پھر اگر اُسکو نہ لائے میرے پاس تو تمہارے لئے بھرتی
لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا
نہیں میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آئیو ف۹ بولے ہم خواہش کریں گے اُس کے باپ سے اور ہم کو

ع ۸

بقیہ صفحہ ۳۱۳۔ حصّہ دینا خلاف قاعدہ ہے۔ تم پھر آؤ تو بنیامین کو ساتھ لاؤ تب اُس کا حصّہ پاسکو گے۔ میرے اخلاق اور مہمان نوازی کو تم خود مشاہدہ کرچکے ہو۔ کیا اسکے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کے لانے میں کچھ تردد ہوسکتا ہے؟ ف۹ یعنی نہ لائے تو سمجھا جائیگا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکہ دیکر خلاف قاعدہ ایک اونٹ زیادہ لینا چاہتے تھے۔ اس کی سزا یہ ہوگی کہ آئندہ خود تمہارا حصّہ بھی سوخت ہوجائیگا بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ

یہ کام کرنا ہے ف۱ اور کہہ دیا اپنے خدمتگاروں کو رکھ دو اُن کی پونجی انکے اسباب میں شاید

يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا

اُس کو پہچانیں جب پھر کر پہنچیں اپنے گھر شاید وہ پھر آجائیں ف۲ پھر جب پہنچے

اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا

اپنے باپ کے پاس بولے اے باپ روک دی گئی ہم کو بھرتی سو بھیج ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو

نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ

کہ بھرتی لے آئیں اور ہم اُسکے نگہبان ہیں ف۳ کہا میں کیا اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا

عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا

اُس کے بھائی پر اس سے پہلے سو اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان ف۴ اور جب

فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا

کھولی اپنی چیز بست پائی اپنی پونجی کہ پھیر دی گئی اُن کی طرف بولے اے باپ

مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا

ہم کو اور کیا چاہئے یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے ہم کو اب جائیں تو رسد لائیں ہم اپنے گھر کو اور خبرداری کریں گے اپنے

وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ

بھائی کی اور زیادہ لیویں بھرتی ایک اونٹ کی ف۵ وہ بھرتی آسان ہے ف۶ کہا ہرگز نہ بھیجونگا اُس کو تمہارے ساتھ

حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ

یہاں تک کہ دو مجھ کو عہد خدا کا کہ البتہ پہنچا دوگے اسکو میرے پاس مگر یہ کہ گھیرے جاؤ تم سب

فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ

پھر جب دیا اُس کو سب نے عہد بولا اللہ ہماری باتوں پر نگہبان ہے ف۷ اور کہا اے بیٹو

لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ

نہ داخل ہونا ایک دروازہ سے اور داخل ہونا کئی دروازوں سے جُدا جُدا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی گو باپ سے اُس کا جُدا کرنا سخت مشکل ہے۔ تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ باپ کو کسی تدبیر سے راضی کرلیں۔ اُمید ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوکر رہیں گے۔ ف۲ یعنی جو پونجی دیکر غلہ خرید تھا حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر اُن کے اسباب میں رکھ دو تاگھر پہنچ کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دیدی گئی تو دوبارہ اِدھر آنے کی ترغیب مزید ہو کہ ایسے کریم بادشاہ کہاں ملتے ہیں۔ اور ممکن ہے قیمت نہ موجود ہونے کی بناء پر دوبارہ آنے سے مجبور رہیں اس لئے قیمت واپس کردی بعض نے کہا کہ یوسف علیہ السّلام نے بھائیوں سے قیمت لینا مُروّت وکرم کے خلاف سمجھا۔ ف۳ یعنی یوسف کی طرح اس کے متعلق کچھ تردد نہ کیجئے۔ اب ہم چوکنے ہوگئے ہیں پوری طرح حفاظت کریں گے۔ ف۴ یعنی یہی الفاظ "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" تم نے یوسف کو ساتھ لیجاتے وقت کہے تھے پھر تمہارے وعدہ پر کیا اعتبار ہو۔ ہاں اِس وقت ضرورت شدید ہے جس سے اغماض نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے تمہارے ساتھ بھیجنا ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ سو میں اُس کو خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ وہ ہی اپنی مہربانی سے اس کی حفاظت کریگا۔ اور مجھ کو یوسف کی جُدائی کے بعد دوسری مصیبت سے بچائیگا۔ ف۵ یعنی بنیامین کا حصّہ ف۶ یعنی ایسی آسان بھرتی کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ جس طرح ہو بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجدیجئے۔ بعض نے "ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ" کا اشارہ پہلے جو غلہ لائے تھے اُس کی طرف کیا ہے اور "یسیر" کو بمعنی قلیل لیا ہے۔ یعنی جو پہلے لائے ہیں وہ حاجت کے اعتبار سے تھوڑا ہے۔ قحط کے زمانہ میں کہاں تک کام دیگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جس طرح بن پڑے ہم دوبارہ جائیں اور سب کا حصّہ لے کر آئیں۔ ف۷ یعنی اگر تقدیر الٰہی سے کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس میں تم سب گھر جاؤ اور نکلنے کی کوئی سبیل نہ رہے تب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہاں اپنے مقدور اور زندگی بھر بنیامین کی حفاظت میں کوتاہی نہ کروگے۔ یہ پختہ عہد وپیمان اور قسمیں لے کر زیادہ تاکید واہتمام کے طور پر فرمایا "اَللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ" یعنی جو کچھ عہد وپیمان ہم اس وقت کررہے ہیں وہ سب خدا کے سپرد ہیں۔ اگر کسی نے خیانت اور بدعہدی کی وہ ہی سزا دیگا۔ یا یہ کہ قول وقرار تو اپنے مقدور کے موافق پختہ کرتے ہیں۔ لیکن ان باتوں سے جو مقصد اصلی ہے وہ خدا کی حفاظت و نگہبانی سے ہی پورا ہوسکتا ہے۔ خدا نہ چاہے تو سارے اسباب وتدابیر رکھی رہ جائیں۔ کچھ نہ ہو حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ظاہری اسباب بھی پختہ کرلے اور بھروسہ اللہ پر رکھا یہی حکم ہے ہر کسی کو"۔

ف برادران یوسفؑ پہلی مرتبہ جو مصر گئے تھے عام مسافروں کی طرح بلا امتیاز شہر میں داخل ہو گئے تھے لیکن یوسف علیہ السّلام کی خاص توجہات والطاف کو دیکھ کر یقیناً وہاں کے لوگوں کی نظریں اُن کی طرف اُٹھنے لگی ہونگی۔ اب دوبارہ جانا خاص شان واہتمام سے بلکہ کہنا چاہئے کہ ایک طرح یوسفؑ کی دعوت پر تھا۔ بنیامین جس کی حفاظت ومحبت حضرت یعقوب علیہ السّلام یوسف کے بعد بہت کرتے تھے، بھائیوں کے ہمراہ تھے۔ یعقوب علیہ السّلام کو خیال گذرا کہ ایک باپ کے گیارہ وجیہ وخوش رو بیٹوں کا خاص شان سے بہیأتِ اجتماعی شہر میں داخل ہونا خصوصاً اُس برتاؤ کے بعد جو عزیز مصر (یوسف) کی طرف سے لوگ پہلے مشاہدہ کر چکے تھے، ایسی چیز ہے جس کی طرف عام نگاہیں ضرور اُٹھیں گی۔ "العین حق" نظر لگ جانا ایک حقیقت ہے (اور آج کل مسمریزم کے عجائبات تو عموماً اسی قوت نگاہ کے کرشمے ہیں) یعقوب علیہ السّلام نے بیٹوں کو نظر بد اور حسد وغیرہ مکروہات سے بچانے کے لئے یہ ظاہری تدبیر تلقین فرمائی کہ متفرق ہو کر معمولی حیثیت سے شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوں تاکہ خواہی نخواہی پبلک کی نظریں اُن کی طرف نہ اُٹھیں ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں کوئی تدبیر کر کے قضاء وقدر کے فیصلوں کو نہیں روک سکتا۔ تمام کائنات میں حکم صرف خدا کا چلتا ہے۔ ہمارے سب انتظامات حکم الٰہی کے مقابلہ میں بیکار ہیں۔ ہاں تدبیر کرنا بھی اُسی نے سکھایا ہے اور جائز رکھا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ بچاؤ کی تدبیر کرلے مگر بھروسہ خدا پر رکھے گویا لڑکوں کو سنایا کہ میری طرح تم بھی دل سے خدا کی حفاظت پر بھروسہ رکھو۔ تدابیر پر مغرور نہ ہو ف۲ یعنی مختلف دروازوں سے علیحدہ علیحدہ۔ ف۳ یعنی جس طرح کہا تھا داخل ہوئے۔ تو اگرچہ نظر یا ٹوک نہ لگی لیکن تقدیر اور طرف سے آئی۔ (بنیامین کو الزام سرقہ کے سلسلہ میں روک لیا گیا) تقدیر دفع نہیں ہوتی۔ سو جن کو علم ہے اُن کو تقدیر کا یقین اور اسباب کا بچاؤ دونوں حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن بے علم سے ایک ہو تو دوسرا نہ ہو۔ یا ہمہ تن اسباب پر اتکال کر کے تقدیر کا انکار کر بیٹھتا ہے یا تقدیر پر یقین رکھنے کے یہ معنی سمجھ لیتا ہے کہ اسباب کو معطل کر دیا جائے البتہ عارف اور باخبر لوگ تقدیر وتدبیر کو جمع کرتے اور ہر ایک کو اس کے درجہ میں رکھتے ہیں۔ ف۴ حضرت یوسفؑ نے بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا۔ اور خلوت میں آہستہ سے آگاہ کر دیا کہ میں تیرا حقیقی بھائی (یوسف) ہوں۔ جو مظالم اِن علاتی بھائیوں نے ہم پر کئے کہ مجھے باپ سے جدا کر کے کنوئیں میں ڈالا، غلام بنا کر بیچا۔ اور ہمارے باپ بھائی وغیرہ کو فراق کے صدمہ میں مبتلا کیا۔ اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ کوئی سختی کی۔ اِن باتوں سے غمگین مت ہو۔ وقت آگیا ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور سختیوں کے بعد حق تعالیٰ راحت وعزت نصیب فرمائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس بھائی کو جو یوسفؑ نے آرزو سے بلایا اوروں کو حسد ہوا۔ اس سفر میں اُس کو بات بات پر جھڑکتے اور طعنے دیتے۔ اب حضرت یوسفؑ نے تسلی کر دی۔ ف۵ یعنی جب یوسف علیہ السّلام کے حکم سے اُن کا غلہ لدوایا اور سامان سفر تیار کیا گیا تو ایک چاندی کا پیالہ اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں بلا اطلاع رکھدیا۔ جس وقت قافلہ روانہ ہونے لگا، محافظین کو پیالہ کی تلاش ہوئی۔ آخر اُن کا شبہ اسی قافلہ پر گیا۔ قافلہ تھوڑی دور نکلا تھا کہ محافظین میں سے کسی نے آواز دی کہ ٹھہرو۔ تم لوگ یقیناً چور معلوم ہوتے ہو۔ (تنبیہ) اگر یہ لفظ یوسفؑ کے حکم سے کہے گئے تو یہ مطلب ہوگا کہ کوئی مال چُراتا ہے، تم وہ ہو جنہوں نے باپ کی چوری سے بھائی کو بیچ ڈالا۔ ف۶ یعنی ہم کو خواہ مخواہ چور کیوں بناتے ہو اگر تمہاری کوئی چیز گم ہوئی ہے وہ بتلاؤ، ہم ابھی کہیں گئے نہیں ہمارے اسباب میں تلاش کرلو۔ ف۷ محافظین نے کہا، بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ یا غلہ ناپنے کا پیمانہ گم ہوگیا ہے۔ اگر بدون حیل وحجت کے کوئی شخص حاضر کردے گا تو غلہ کا ایک اونٹ انعام پائیگا۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں ف۸ یعنی مصر میں ہمارا چال چلن عام طور پر معلوم ہے کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ہم نے یہاں کبھی کچھ شرارت کی؟ نہ ہم شرارتوں کے لئے یہاں آئے۔ اور نہ چوروں کے خاندان سے ہیں۔ ف۹ محافظین نے کہا کہ تم فضول بحثیں کر رہے ہو۔ اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہوگیا تو کیا کروگے۔

وَمَآ أُغْنِي عَنكُم مِّنَ ٱللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ إِنِ ٱلْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

اور میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی بات سے حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے اُسی پر مجھ کو بھروسہ ہے

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا۟ مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ

اور اُسی پر بھروسہ چاہئے بھروسہ کرنیوالوں کو ف۱ اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا

أَبُوهُم مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ ٱللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ

اُنکے باپ نے ف۲ کچھ نہ بچا سکتا تھا اُن کو اللہ کی کسی بات سے مگر ایک خواہش تھی یعقوب کے

يَعْقُوبَ قَضَىٰهَا ۚ وَإِنَّهُۥ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَٰهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ

جی میں سو پوری کرچکا اور وہ تو خبردار تھا جو کچھ ہمنے اُس کو سکھایا لیکن بہت لوگوں کو

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا۟ عَلَىٰ يُوسُفَ ءَاوَىٰٓ إِلَيْهِ أَخَاهُ ۖ قَالَ إِنِّيٓ

خبر نہیں ف۳ اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اپنے بھائی کو کہا تحقیق میں ہوں

ع ۸/۱۱/۲

أَنَا۠ أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ

بھائی تیرا سو غمگین مت ہو اُن کاموں سے جو انہوں نے کئے ہیں ف۴ پھر جب تیار کردیا اُنکے واسطے اسباب اُنکا

جَعَلَ ٱلسِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا ٱلْعِيرُ

رکھدیا پینے کا پیالہ اسباب میں اپنے بھائی کے پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلہ والو

إِنَّكُمْ لَسَٰرِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا۟ وَأَقْبَلُوا۟ عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾

تم تو البتہ چور ہو ف۵ کہنے لگے منہ کرکے اُن کی طرف تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ف۶

قَالُوا۟ نَفْقِدُ صُوَاعَ ٱلْمَلِكِ وَلِمَن جَآءَ بِهِۦ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا۠ بِهِۦ

بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ اور جو کوئی اُس کو لائے اُسکو ملے ایک بوجھ اونٹ کا اور میں ہوں

زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا۟ تَٱللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي ٱلْأَرْضِ

اُس کا ضامن ف۷ بولے قسم اللہ کی تم کو معلوم ہے ہم شرارت کرنے کو نہیں آئے ملک میں

وَمَا كُنَّا سَٰرِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا۟ فَمَا جَزَٰٓؤُهُۥٓ إِن كُنتُمْ كَٰذِبِينَ ﴿٧٤﴾

اور نہ ہم کبھی چور تھے ف۸ بولے پھر کیا سزا ہے اُسکی اگر تم نکلے جھوٹے ف۹

ف ۱ یہ شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا تھی یعنی جس کے پاس سے چوری نکلے وہ ایک سال تک غلام ہو کر رہے۔ برادران یوسف نے اپنے قانون شرعی کے موافق بے تأمّل سزا کا ذکر کر دیا کیونکہ اُنہیں پورا یقین تھا کہ ہم چور نہیں۔ نہ چوری کا مال ہمارے پاس سے برآمد ہو سکتا ہے۔ اس طرح اپنے اقرار سے خود پکڑے گئے۔ ف ۲ یعنی اس گفتگو کے بعد محافظین اُن کو "عزیزِ مصر" (یوسف علیہ السّلام) کے پاس لے گئے اور سب ماجرا کہہ سُنایا۔ اُنہوں نے تفتیش کا حکم دیا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کی خرجیاں (زنبیلیں اور بیگ وغیرہ) دیکھے گئے، پیالہ برآمد نہ ہوا۔ اخیر میں بنیامین کے اسباب کی تلاشی ہوئی، چنانچہ پیالہ اُس میں سے نکل آیا۔ ف ۳ یا یوں تدبیر کی ہم نے یوسف کے لئے۔ ف ۴ یعنی بھائیوں کی زبان سے آپ ہی نکلا کہ جس کے پاس مال نکلے غلام بنا لو۔ اُس پر پکڑے گئے ورنہ حکومت مصر کا قانون یہ نہ تھا۔ اگر ایسی تدبیر نہ کی جاتی کہ وہ خود اپنے اقرار میں بندھ جائیں تو ملکی قانون کے موافق کوئی صورت بنیامین کو روک لینے کی نہ تھی۔ ف ۵ یعنی جسے چاہیں حکمت و تدبیر سکھلائیں۔ یا اپنی تدبیر لطیف سے سربلند کریں۔ دیکھو وہی لوگ جنہوں نے باپ کی چوری سے یوسف کو چند درہم میں بیچ ڈالا تھا آج یوسف کے سامنے چوروں کی حیثیت میں کھڑے ہیں۔ شاید اس طرح اُنکی پچھلی غلطیوں کا کفارہ کرنا ہوگا۔

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي

کہنے لگے اُس کی سزا یہ کہ جس کے اسباب میں سے ہاتھ آئے وہی اُسکے بدلے میں جائے ہم یہی سزا دیتے ہیں

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا

ظالموں کو ف ۱ پھر شروع کیں یوسف نے اُنکی خرجیاں دیکھنی اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے آخر کو وہ برتن نکالا

مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ

اپنے بھائی کی خرجی سے ف ۲ یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ف ۳ وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو

فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ

دین میں اُس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ف ۴ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں ف ۵

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ

اور ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا ف ۶ کہنے لگے اگر اُس نے چُرایا تو چوری کی تھی اُسکے ایک بھائی نے بھی

مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

اس سے پہلے ف ۷ تب آہستہ سے کہا یوسف نے اپنے جی میں اور اُن کو نہ جتایا کہا جی میں

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ

کہ تم بدتر ہو درجہ میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو ف ۸ کہنے لگے اے عزیز

اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ

اُس کا ایک باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک کو ہم میں سے اُس کی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

احسان کرنے والا ف ۹ بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے پاس پائی ہم نے

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَايْــــَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا

اپنی چیز ف ۱۰ تو تو ہم ضرور بے انصاف ہوئے ف ۱۱ پھر جب نا اُمید ہوئے اُس سے اکیلے ہو بیٹھے

نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا

مشورہ کرنے کو بولا اُن میں کا بڑا کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے عہد

ف ۶ یعنی دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے مگر سب جاننے والوں کے اوپر ایک جاننے والا اور ہے جسے "عالم الغیب والشہادہ" کہتے ہیں۔ (تنبیہ) واضح ہو کہ اس تمام واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السّلام کی زبان سے کوئی لفظ خلاف واقع نہیں نکلا۔ نہ کوئی حرکت خلاف شرع ہوئی زیادہ سے زیادہ اُنہوں نے "توریہ" کیا "توریہ" کا مطلب ہے ایسی بات کہنا یا کرنا جس سے دیکھنے سننے والے کے ذہن میں ایک ظاہری اور قریبی مطلب آئے لیکن متکلم کی مُراد دوسری ہو جو ظاہری مطلب سے بعید ہے۔ اگر "توریہ" کسی نیک اور محمود مقصد کے لئے کیا جائے تو اُس کے جائز بلکہ محمود ہونے میں شبہ نہیں۔ اور کسی مذموم و قبیح غرض کے لئے ہو تو وہ "توریہ" نہیں، دھوکا اور فریب ہے۔ یہاں حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ یعقوب علیہ السّلام کے ابتلاء و امتحان کی تکمیل کر دی جائے۔ یوسفؑ کے بعد بنیامین بھی اُن سے جُدا ہوں۔ ادھر مدت کے بچھڑے ہوئے دو عینی بھائی آپس میں مل کر رہیں۔ یوسفؑ کو امتحان کی گھاٹیوں سے نکالنے کے بعد اول علاتی بھائیوں پھر عینی بھائی پھر والد بزرگوار اور سب کنبہ سے بتدریج ملائیں۔ دوسری طرف برادران یوسف سے جو غلطیاں ہوئی تھیں کچھ ٹھوکریں کھا کر وہ بھی عفو و رحم کے دروازہ پر پہنچ جائیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا حکمتیں ہوں گی جن کی وجہ سے یوسف علیہ السّلام کو تھوڑا سا "توریہ" کرنے کی ہدایت ہوئی۔ اُنہوں نے پیالہ اپنے بھائی کے اسباب میں رکھا پھر نہ کسی پر اُس کی چوری کا الزام لگایا نہ یہ کہا کہ ہم فلاں کو چوری کی سزا میں پکڑتے ہیں صورتیں ایسی پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے آخر میں بنیامین کے لئے اپنے بھائی کے پاس عزت و راحت کے ساتھ رہنے کی سبیل نکل آئی مصلحۃً بعض ایسے الفاظ بیشک استعمال کئے جن کے معنی متبادر مُراد نہ تھے یا بعض چیزوں پر سکوت کیا جن کی نسبت اگر کچھ بولتے تو راز فاش ہو کر اصل مقصد فوت ہو جاتا۔ واللہ اعلم۔ ف ۷ یہ اشارہ یوسف علیہ السّلام کی طرف تھا۔ اپنی پاکبازی جتانے کے لئے محض ناحق کوشی اور عناد سے بنیامین کے جرم کو پختہ کر دیا اور اتنی مدت کے بعد بھی یوسفؑ معصوم پر جھوٹی تہمت لگانے سے نہ شرمائے مفسرین نے اس موقع پر کئی قصے بیان کئے ہیں جن کی طرف برادران یوسفؑ نے چوری کے لفظ میں اشارہ کیا تھا۔ اُن کے نقل کی یہاں حاجت نہیں۔ ف ۸ یعنی ایسا سخت لفظ سُن کر بھی یوسف بے قابو نہیں ہوئے کیونکہ مصلحت خداوندی افشائے راز کو مقتضی نہ تھی۔ یوسفؑ نے بات کو دل میں رکھا جواب دیکر اُن کے اتہام کی حقیقت نہ کھولی۔ اپنے جی میں کہا "اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ" یعنی اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

مجھے چور بناتے ہو! حالانکہ تم نے ایسی چوری کی کہ بھائی کو باپ سے چُرا کر بیچ ڈالا۔ باقی میری چوری کا حال اللہ کو معلوم ہے بعض مفسرین نے قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ یوسفؑ نے اُن کو خطاب کر کے کہا کہ تم بڑے ہی بدترین لوگ ہو۔ ابھی تو کہہ رہے تھے "وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ" ہم چوروں میں کے نہیں جب ایک بھائی کے اسباب میں سے مال برآمد ہوا تو اس کے ساتھ دوسرے غیر حاضر بھائی کو بھی ملوث کرنے لگے گویا چوری کرنا تمہارا خاندانی پیشہ ہے (العیاذ باللہ) خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے بیان میں کہاں تک سچے ہو۔ وہی تم کو غلط بیانیوں کی سزا دیگا۔ ف ۹ یعنی بوڑھے باپ کو بڑا صدمہ پہنچیگا وہ ہم سب سے زیادہ اس کو اور اس کے بھائی یوسف کو چاہتے تھے۔ یوسف کے بعد اب اسی سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ آپ اگر اسکی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں۔ اُمید ہے ہم کو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائیں گے۔ ف ۱۰ یعنی خدا پناہ میں رکھے کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے کے بدلے میں پکڑنے لگیں۔ ہم تو صرف اُسی شخص کو روکیں گے جس کے پاس سے اپنی چیز ملی ہے۔ (وہ بنیامین ہے جو عینی بھائی ہونے کی حیثیت سے ہمارے پاس رہیگا) یہاں بھی "اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ" کی جگہ "اِلَّا مَنْ سَرَقَ" نہیں فرمایا جو مختصر تھا کیونکہ واقع کے خلاف ہوتا۔ ف ۱۱ یعنی مجرم کے بدلے میں بے قصور کو پکڑیں۔ تو تمہارے خیال اور قانون کے موافق ہم بے انصاف ٹھہرینگے۔

مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ

اللہ کا اور پہلے جو قصور کر چکے ہو یوسف کے حق میں سو میں تو ہرگز نہ سرکونگا اس ملک کر

حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾

جب تک کہ حکم دے مجھ کو باپ میرا یا قضیہ چکا دے اللہ میری طرف اور وہ ہے سب سے بہتر چکانے والا ف۱

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤی اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ

پھر جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو اے باپ تیرے بیٹے نے تو چوری کی اور ہم نے وہی کہا تھا

اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ

جو ہم کو خبر تھی اور ہم کو غیب کی بات کا دھیان نہ تھا ف۲ اور پوچھ لے اس بستی سے جس میں

كُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ

ہم تھے اور اس قافلہ کو جس میں ہم آئے ہیں اور ہم بیشک سچ کہتے ہیں ف۳ بولا کوئی نہیں

سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ

بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات اب صبر ہی بہتر ہے شاید اللہ لے آئے میرے

بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی

پاس ان سب کو وہی ہے خبردار حکمتوں والا ف۴ اور الٹا پھرا ان کے پاس سے اور بولا اے افسوس

عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا

یوسف پر ف۵ اور سفید ہو گئیں آنکھیں اسکی غم سے ف۶ سو وہ آپ کو گھونٹ رہا تھا ف۷ کہنے لگے

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ ﴿۸۵﴾

قسم اللہ کی تو نہ چھوڑیگا یوسف کی یاد کو جب تک کہ گھل جائے یا ہو جائے مردہ ✱

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَی اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

بولا میں تو کھولتا ہوں اپنا اضطراب اور غم اللہ کے سامنے اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ف۸

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ

اے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو یوسف کی اور اسکے بھائی کی اور ناامید مت ہو اللہ کے فیض

ف۱ جب حضرت یوسفؑ کا جواب سن کر مایوس ہوگئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اکثروں کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہئے۔ ان میں جو عمر یا عقل وغیرہ کے اعتبار سے بڑا تھا اس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا منہ لیکر جائیں گے، جو عہد ہم سے لیا تھا اس کا کیا جواب دیں گے۔ ایک تقصیر تو پہلے یوسفؑ کے معاملہ میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلا جانا سخت بے حمیتی ہوگی۔ سو واضح رہے کہ بندہ تو کسی حال یہاں سے ٹلنے والا نہیں۔ الا یہ کہ خود والد بزرگوار مجھ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جائے۔ مثلاً تقدیر سے میں یہیں مرجاؤں یا کسی تدبیر سے بنیامین کو چھڑالوں۔ (تنبیہ) یہ کہنے والا غالباً وہی بھائی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں بھی نرم مشورہ دیا تھا "لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ" ف۲ یعنی مجھے چھوڑ دو اور تم سب جا کر باپ سے عرض کرو کہ ایسا واقعہ پیش آیا جس کی کوئی توقع نہ تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی ہم کو قول دیا تھا اپنی دانست پر، یہ کیا خبر تھی کہ بنیامین چوری کر کے پکڑا جائیگا۔ یا ہم نے چور کو پکڑ رکھنا بتایا اپنے دین کے موافق۔ یہ نہ معلوم تھا کہ بھائی چور ہے۔" ف۳ یعنی آپ معتبر آدمی بھیجکر اس بستی والوں سے تحقیق کرلیں جہاں یہ واقعہ پیش آیا نیز دوسرے قافلہ والوں سے دریافت فرمالیں جو ہمارے ساتھ رہے اور واپس آئے ہیں آپ کو ثابت ہو جائیگا کہ ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔ ف۴ پہلی بار کی بے اعتباری سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا۔ لیکن نبی کا کلام جھوٹ نہیں۔ بیٹوں کی بنائی بات تھی جو حضرت یوسف بھی بیٹے تھے "کذا فی الموضح"۔ گویا "لکم" کا خطاب جنس ابناء کی طرف ہوا۔ واللہ اعلم۔ بعض مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ تم یہاں سے حفاظت کے کیسے وعدے کر کے اصرار کے ساتھ لے گئے وہاں پہنچ کر اتنا بھی نہ کہا کہ انکے اسباب میں سے پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہوگئی، شاید کسی اور نے چھپا دیا ہو۔ مدافعت تو کیا کرتے یہ کہہ کر کہ پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی اس کے جرم کو پختہ کر دیا۔ تمہارے دل میں کھوٹ نہ ہوتا تو یہ طرز عمل اختیار نہ کرتے۔ اب باتیں بنانے کے لئے آئے ہو۔ بہرحال میں تو اس پر بھی صبر ہی کرونگا۔ کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لاؤنگا۔ خدا کی قدرت و رحمت سے کیا بعید ہے کہ یوسف، بنیامین اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے رہ گیا ہے سب کو میرے پاس جمع کر دے وہ سب کے احوال سے خبردار ہے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر قسم کے یاس انگیز احوال اور مرور دہور کے بعد بھی انبیاء کے قلوب مایوس نہیں ہو سکتے وہ ہمیشہ خدا کی رحمت واسعہ پر اعتماد کرتے اور الطاف و منن کے امیدوار رہتے ہیں۔ ف۵ نیا زخم کھا کر پرانا زخم ہرا ہو گیا۔ بے اختیار پکار اٹھے "یَاۤاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ" (ہائے افسوس یوسف) ف۶ یعنی بے رونق یا بے نور ہو گئیں علی اختلاف القولین۔ ف۷ حدیث میں ہے "نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اَشَدُّ بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ" یعنی انبیاء کی جماعت حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کیجاتی ہے پھر امتحان کی اقسام ہیں۔ ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت اور اس کی استعداد کے موافق جس قسم کے امتحان میں چاہے مبتلا کرتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کے قلب میں یوسف کی فوق العادت محبت ڈال دی۔ پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندان ابراہیمی کا چشم و چراغ تھا، ایسے دردناک طریقے سے جدا کیا گیا۔ غمزدہ، زخم خوردہ یعقوبؑ کے جگر کو اس روح فرسا صدمہ نے کھا لیا تھا۔ وہ کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے نہ کسی سے انتقام لیتے۔ نہ غصہ نکالتے۔ غم کی بات منہ سے نہ نکلتی ہاں جب اپنے کو بہت گھونٹتے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ بیسیوں برس تک چشم گریاں اور سینہ بریاں کے باوجود ادائے فرائض و حقوق میں کوئی خلل نہ پڑنے دیا۔ ان کا دل جتنا یوسفؑ کے فراق میں روتا تھا، اتنا ہی خدا کے حضور میں زیادہ گڑگڑاتا تھا۔ درد و غم کی شدت اور اشکباری کی کثرت جس قدر انکی بصارت کو ضعیف کرتی اسی قدر نور بصیرت کو بڑھا رہی تھی جیسا باطنی اضطراب کا کیسا ہی طوفان اٹھتا۔ دل پکڑ کر اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتے زبان سے اف نہ نکالتے۔ بنیامین کی جدائی سے جب پرانے زخم میں نیا چرکہ لگا تو اس وقت بے اختیار "یَاۤاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ" صرف اتنا لفظ زبان سے نکلا۔ بقول حضرت شاہ صاحبؒ "ایسا درد اتنی مدت دبا رکھنا پیغمبر کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے۔" ف۸ موضح القرآن میں ہے "یعنی کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے؟ بے صبر وہ ہے جو مخلوق کے آگے خالق کے بھیجے ہوئے درد کی شکایت کرے۔ میں تو اسی سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یوسف زندہ ہے، ضرور ملیگا اور اس کا خواب پورا ہو کر رہیگا۔) یہ مجھ پر آزمائش ہے دیکھوں کس حد پر پہنچ کر بس ہو۔

ف۱ یعنی حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے نا اُمید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنہیں اسکی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کی برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا اُمیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ جاؤ، کوشش کر کے یوسف کا کھوج لگاؤ اور اُسکے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ تیسرے بھائی کا ذکر شاید اس لئے نہیں کیا کہ وہ باختیار خود محض بنیامین کی وجہ سے رُکا ہے۔ بنیامین چھوٹ جائے تو وہ کیوں پڑا رہیگا۔ ف۲ باپ کے فرمانے پر مصر کو پھر روانہ ہوئے۔ کیونکہ یوسف کا پتہ معلوم نہ تھا۔ یہ خیال کیا ہو گا کہ جس کا پتہ معلوم ہے (بنیامین) پہلے اُسکی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت ہے۔ عزیز کو ادھر بھی توجہ دلائیں۔ اگر دینے لینے کے معاملہ میں کچھ نرم پایا تو بنیامین کے متعلق گفت و شنید کرینگے۔ چنانچہ پہلی بات انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہی کہی کہ اے عزیز مصر! آج کل قحط و ناداری کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گذر رہی ہے۔ سب اسباب گھر کا بک گیا۔ کچھ نکمی اور حقیری پونجی رہ گئی ہے وہ غلہ خریدنے کیلئے ساتھ لائے ہیں آپ کے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے اُمید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائیں گے اور تھوڑی قیمت میں غلہ کی مقدار گذشتہ کی طرح پوری دلوا دیجئے۔ یہ رعایت حقیقت میں ایک طرح کی خیرات ہوگی جو آپ ہم پر کرینگے یا اس کے علاوہ ہم کو بطور خیرات ہی کچھ دیدیجئے۔ خدا آپ کا بھلا کریگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال سُن کر رو پڑے۔ شفقت و رحم دلی کا چشمہ دل میں جوش مار کر آنکھوں سے اُبل پڑا۔ اُس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا تھا، اُسکے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں۔ اگلی آیت میں اسی اظہار کی تمہید ہے (تنبیہ) بعض نے تصدق کے معنی مطلق احسان کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے "قصر صلوٰۃ" کی حدیث میں "صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ"۔ ف۳ یعنی دونوں میں جدائی ڈالی اور دونوں سے بیر رکھا۔ ف۴ اللہ اکبر۔ صبر اور مروت و اخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لئے کیا کہ وہ لوگ اپنے ذہنوں میں بیسیوں برس پہلے کے حالات کو ایک مرتبہ مستحضر کرلیں تا ماضی و حال کے موازنہ سے خدا تعالیٰ کے اُن احسانات کی حقیقت روشن ہو، جو یوسفؑ پر اُن مصائب و حوادث کے بعد ہوئے جنکی طرف آگے "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا" میں اشارہ ہے۔ پھر سوال کا پیرایہ ایسا نرم اختیار کیا جس میں اُن کے جرم سے زیادہ معذرت کا پہلو نمایاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی ناسمجھی اور بے وقوفی سے ہوگئی۔ تمہیں کیا معلوم تھا کہ یوسفؑ کا خواب پورا ہو کر رہیگا اور ہلال ایک روز بدر بن کر رہیگا۔ ف۵ ممکن ہے اس سوال پر گھبرائے ہوں کہ اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کو یوسف کے قصہ سے کیا مطلب۔ غیر معمولی مہربانیاں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھ ہی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعۃً اُنکا ذہن اِدھر منتقل کر دیا ہو کہ کہیں یوسف جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا، یہی تو نہیں ہے۔ جب اِدھر توجہ ہوئی تو بغور دیکھا ہو گا اور ممکن ہے یوسفؑ نے خود بھی اپنے کو اس دفعہ زیادہ واضح طور پر پیش کیا ہو۔ یا تصریحاً کہہ دیا ہو کہ میں یوسف ہوں۔ غرض وہ سخت متعجب و حیرت زدہ ہو کر بول اُٹھے "أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ" (سچ بتاؤ کیا تم ہی یوسف ہو!) ف۶ یعنی جس سے مجھ کو جدا کیا تھا آج میرے پاس بیٹھا ہے۔ ف۷ جدائی کو ملاپ سے، ذلت کو عزت سے، تکلیف کو راحت سے، تنگی کو عیش سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند دراہم میں فروخت کیا گیا تھا، آج خدا نے اُسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔ ف۸ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں جس پر تکلیف پڑے اور وہ شرع سے باہر نہ ہو اور گھبرائے نہیں تو آخر بلا سے زیادہ عطا ہو۔ ف۹ یعنی تجھ کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور تو اسی لائق تھا۔ ہماری غلطی اور بھول تھی کہ تیری قدر نہ پہچانی آخر تیرا خواب سچا اور ہمارا حسد بیکار ثابت ہوا۔ ف۱۰ یوسف علیہ السلام بھائیوں سے اتنا بھی سُننا نہیں چاہتے تھے۔ فرمایا، یہ تذکرہ مت کرو آج میں تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا۔ تمہاری سب غلطیاں معاف کر چکا ہوں۔ جو لفظ میں نے کہے محض حق تعالیٰ کا احسان اور صبر و تقویٰ کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے آج کے بعد تمہاری تقصیر کا ذکر بھی نہ ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تم نے جو خطائیں خدا تعالیٰ کی کی ہیں، وہ بھی معاف کر دے۔ ف۱۱ میری مہربانی بھی اُسی کی مہربانی کا ایک پرتو ہے۔ ف۱۲ یعنی میں بحالت موجودہ شام کا سفر نہیں کر سکتا۔ تم جاؤ والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں لے آؤ۔ چونکہ والد بزرگوار کی نسبت وحی سے یا بھائیوں کی زبانی معلوم ہوا ہو گا کہ بینائی نہیں رہی یا نگاہ میں فرق آگیا ہے، اس لئے اپنا قمیص دیکر فرمایا کہ یہ اُنکی آنکھوں کو لگا دینا بینائی بحال ہو جائیگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ہر مرض کی اللہ کے ہاں دوا ہے۔ آنکھیں گئی تھیں ایک شخص کے فراق میں، اُسی کے بدن کی چیز ملنے سے چنگی ہوئیں۔ یہ کرامت تھی حضرت یوسف علیہ السلام کی"۔ اور کرامت نہ کہیں تب بھی آج کل واقعات و مشاہدات کی بنا پر یہ بات مان لی گئی ہے کہ کسی سخت صدمہ یا غیر معمولی خوشی کے اثر سے بعض نابینا دفعۃً بینا ہو گئے ہیں۔ ف۱۳ خدا کی قدرت یوسف مصر میں موجود ہیں۔ کبھی نہ کہا کہ یوسفؑ کی خوشبو آتی ہے۔ کیونکہ خدا کو امتحان پورا کرنا تھا۔ اب بُلانے کی ٹھہری تو اُدھر قافلہ یوسفؑ کا قمیص لے کر مصر سے نکلا اِدھر پیراہن یوسفی کی خوشبو یعقوبؑ کے مشام جان کو معطر کرنے لگی۔ ایک یہ کیا، پورا واقعہ ہی عجائب قدرت کا ایک مرقع ہے۔ یعقوبؑ جیسے مشہور و معروف پیغمبر شام میں رہیں اور یوسفؑ جیسی جلیل القدر شخصیت مصر میں بادشاہت کرے، یوسفؑ کے بھائی کئی مرتبہ مصر آئیں، خود یوسفؑ کے مہمان بنیں، اگر باوجود خدائے قدوس کی حکمت غامضہ اور مشیت قاہرہ کا ہاتھ باپ کو بیٹے سے بیسیوں برس تک علیحدہ رکھے اور خون کے آنسو رُلا کر امتحان کی تکمیل کرائے جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ وَعَزَّ سُلْطَانُهٗ۔ ف۱۴ یعنی یہ بات کہتے ہوئے جھجکتا ہوں۔ کیونکہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئیگی۔ کہہ دوگے، بڈھا سٹھیا گیا ہے۔

اللّٰهِ ۖ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا

سے بیشک ناامید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں ف۱ پھر جب داخل ہوئے

عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

اسکے پاس بولے اے عزیز پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی اور لائے ہیں ہم پونجی

مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي

ناقص سو پوری دے ہم کو بھرتی اور خیرات کر ہم پر اللہ بدلہ دیتا ہے

الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ

خیرات کرنیوالوں کو ف۲ کہا کچھ تم کو خبر ہے کہ کیا کیا تم نے یوسف سے اور اسکے بھائی سے ف۳ جب تم کو

جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ

سمجھ نہ تھی ف۴ بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف ف۵ کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی

قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ

اللہ نے احسان کیا ہم پر ف۶ البتہ جو کوئی ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ ضائع نہیں کرتا حق

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا

نیکی والوں کا ف۷ بولے قسم اللہ کی البتہ پسند کرلیا تجھ کو اللہ نے ہم سے اور ہم تھے

لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ

چوکنے والے ف۹ کہا کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تم کو ف۱۰ اور وہ ہے

اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ

سب مہربانوں سے مہربان ف۱۱ لیجاؤ یہ کرتا میرا اور ڈالو اس کو منہ پر میرے باپ کے

يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ

کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا اور لے آؤ میرے پاس گھر اپنا سارا ف۱۲ اور جب جدا ہوا قافلہ کہا

اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ

انکے باپ نے میں پاتا ہوں بو یوسف کی ف۱۳ اگر نہ کہو مجھ کو کہ بوڑھا بہک گیا ف۱۴ لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو

لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ

اپنی اُسی قدیم غلطی میں ہے ف۱ پھر جب پہنچا خوشخبری والا ڈالا اُس نے وہ کرتا اُسکے مُنہ پر

فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

پھر لوٹ کر ہو گیا دیکھنے والا ف۲ بولا میں نے نہ کہا تھا تم کو کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ف۳

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـئِیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ

بولے اے باپ بخشوا ہمارے گناہوں کو بیشک ہم تھے چوکنے والے ف۴ کہا دم لو

اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى

بخشواؤں گا تم کو اپنے رب سے وہی ہے بخشنے والا مہربان ف۵ پھر جب داخل ہوئے

یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

یوسف کے پاس جگہ دی اپنے پاس اپنے ماں باپ کو اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا تو

اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ

دل جمعی سے ف۶ اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اُسکے آگے سجدہ میں ف۷ اور کہا

یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ

اے باپ یہ بیان ہے میرے اُس پہلے خواب کا اُس کو میرے رب نے سچ کر دیا ف۸

وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ

اور اُس نے انعام کیا مجھ پر جب مجھ کو نکالا قید خانہ سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ

بعد اس کے کہ جھگڑا ڈال چکا تھا شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں میرا رب

لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ

تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے بیشک وہی ہے خبردار حکمت والا ف۹ اے رب تو نے دی مجھ کو

مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

کچھ حکومت اور سکھایا مجھ کو کچھ پھیرنا باتوں کا ف۱۰ اے پیدا کرنے والے آسمان

ف۱ یعنی یوسف کی محبت، اُس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین تیرے دل میں جاگزین ہے۔ وہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں۔ ف۲ یعنی بینائی واپس آگئی، دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔ ف۳ یعنی میں نے کہا نہ تھا یوسف کی خوشبو آرہی ہے آخر سچ ہوا۔ یا بیٹوں کو کہا تھا کہ یوسف کو تلاش کرو اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہم سب کو پھر اکٹھا کر دے۔ دیکھ لو وہی صورت ہوئی۔ ف۴ یعنی توجہ اور دعا کر کے خدا سے ہمارے گناہ معاف کرا دیجئے۔ ہم سے بڑی بھاری خطائیں ہوئی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ پہلے آپ معاف کر دیں۔ پھر صاف دل ہو کر بارگاہ رب العزت سے معافی دلوائیں۔ کیونکہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کہاں بخشوائے گا۔ ف۵ یعنی قبول کی گھڑی آنے دو، اُس وقت اپنے مہربان خدا کے آگے تمہارے لئے ہاتھ اٹھاؤں گا کہتے ہیں جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔ ف۶ شہر سے باہر استقبال کو نکلے۔ ماں باپ کو اپنے قریب جگہ دی۔ (اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ بیشتر وفات پا چکی تھیں جیسا کہ سابق فوائد میں گذر چکا۔ یہاں خالہ کا ذکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ والدہ حیات تھیں۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر تشریف لائی تھیں۔) سب کو فرمایا شہر میں چلو، قحط وغیرہ کا اب کچھ اندیشہ مت کرو۔ ان شاء اللہ بالکل دلجمعی اور راحت و اطمینان سے رہو گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ شہر میں پہنچ کر کہے۔ گویا "اُدْخُلُوْا مِصْرَ" الخ کے معنی ہوئے مصر میں قیام کرو بے کھٹکے ف۷ یوسف نے اپنی طرف سے والدین کی تعظیم کی، تخت پر بٹھلایا لیکن خدا کو یوسف کی جو تعظیم کرانی تھی اُسے یوسف کب روک سکتے تھے۔ اُس وقت کے دستور کے موافق ماں باپ اور سب بھائی یوسف کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا جو بقول حافظ عماد الدین ابن کثیر آدم کے زمانہ سے مسیح علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا۔ البتہ شریعت محمدیہ نے ممنوع و حرام قرار دیا۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں۔ بلکہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ الخ سے حرمت کا اشارہ نکالا ہے۔ بعض مفسرین نے اس جگہ سجدہ کے معنی متبادر مُراد نہیں لئے۔ محض جھک جانے کے معنی لئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سجدہ یوسف کو نہ تھا بلکہ یوسف کی عزت و عظمت دیکھ کر سب نے خدا کے سامنے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس تقدیر پر "وَخَرُّوْا لَهٗ" میں لام سببیہ ہوگا یعنی یوسف کے عروج و اقتدار کے سبب سے خدا کے آگے سجدہ میں گر پڑے (تنبیہ) تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ غیر اللہ کی تعظیم کلیۃً ممنوع نہیں۔ البتہ غیر اللہ کی عبادت شرک جلی ہے جسکی اجازت ایک لمحہ کے لئے کبھی نہیں ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ "سجود عبادت" یعنی غیر اللہ کو کسی درجہ میں نفع و ضرر کا مستقل مالک سمجھ کر سجدہ کرنا شرک جلی ہے۔ جس کی اجازت کبھی کسی ملت سماوی میں نہیں ہوئی۔ ہاں "سجود تعظیم" یعنی عقیدہ مذکورہ بالا سے خالی ہو کر محض تعظیم و تکریم کے طور پر سر بسجود ہونا شرائع سابقہ میں جائز تھا۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم نے اسکی بھی جڑ کاٹ دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اقسام شرک پر جو نفیس بحث کی ہے اُسے دیکھنا چاہئے۔ ف۸ یعنی میرا اس میں کچھ دخل نہیں۔ خواب کی تعبیر پوری ہونی تھی وہ خدا نے پوری کر دکھائی۔ ف۹ خدا تعالیٰ کے احسانات ذکر فرمائے اور اُس کی تدبیر لطیف کی طرف توجہ دلائی کہ کس طرح مجھ کو قید سے نکال کر ملک کا حاکم مختار بنا دیا اور اُس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جبکہ کوئی اُمید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی، کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیے۔ اس موقع پر اپنی مصائب و تکالیف کا کچھ ذکر نہ کیا نہ کوئی حرف شکایت زبان پر لائے۔ بلکہ بھائیوں کے واقعہ کی طرف بھی ایسے عنوان سے اشارہ کیا کہ کسی فریق کی زیادتی یا تقصیر ظاہر نہ ہونے پائے۔ ہمارا بھائی شیطان کہ محجوب ہوں۔ اللہ اکبر، یہ اخلاق پیغمبروں کے سوا کس میں ہوتے ہیں۔ ف۱۰ اسی سورت کے پہلے رکوع میں "تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ" کی تفسیر گذر چکی۔

ف۱ یا تو لقاء اللہ کے شوق میں فی الحال موت کی تمنا کی یا یہ مطلب ہے کہ جب کبھی موت آئے اسلام (یعنی کامل تسلیم و رضا) پر آئے. (تنبیہ) حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص کسی مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے. اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ حب لقاء اللہ یا اور کسی غرض صالح کی وجہ سے موت کی تمنا کر سکتا ہے. جیسے ساحرین فرعون نے دعا کی تھی "رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ". یا حضرت مریم نے کہا تھا. "يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا" اور معاذ کی حدیث میں ہے "وَاِذَآ اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ" اور مسند احمد میں حدیث ہے "يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتَنِ" حضرت علی نے ہجوم فتن کے وقت دعا کی. "اَللّٰهُمَّ خُذْنِيْ اِلَيْكَ فَقَدْ سَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُوْنِيْ" امام بخاری کو جب امیر خراسان کے ساتھ جھگڑا پیش آیا تو یہ دعا کرنی پڑی "اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ اِلَيْكَ" حدیث میں ہے کہ خروج دجال کے وقت ایک شخص کسی قبر پر گذرے گا اور فتن و زلازل کو دیکھ کر کہیگا "يَالَيْتَنِيْ مَكَانَكَ" کاش کہ میں تیری جگہ ہوتا ف۲ یہ لفظ ایسے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلعم مرض الموت میں فرماتے تھے. اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى. حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "علم کامل پایا، دولت کامل پائی، اب شوق ہوا اپنے باپ دادا کے مراتب کا" گویا اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ سے یہ غرض ہوئی کہ میرا مرتبہ اسحاق و ابراہیم کے مراتب سے ملادے. حضرت یعقوبؑ کی زندگی تک ملکی انتظامات میں رہے. اُنکی وفات کے بعد اپنے اختیار سے چھوڑ دیا. مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری لاش شام لیجا کر دفن کرنا چنانچہ جنازہ وہیں لے گئے. حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئیگا جب بنی اسرائیل مصر سے نکلیں گے. اُس وقت میری لاش بھی اپنے ہمراہ لیجائیں. چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے حضرت یوسف کا تابوت بھی ساتھ لے گئے. واللہ اعلم.

وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ

اور زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجھ کو اسلام پر ف۱ اور ملا مجھ کو

بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ

نیک بختوں میں ف۲ یہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس اور تو نہیں تھا

لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ

اُن کے پاس جب وہ ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب کرنے لگے ف۳ اور اکثر لوگ نہیں ہیں یقین

حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔــلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا

لانیوالے اگرچہ تو کتنا ہی چاہے ف۴ اور تو مانگتا نہیں اُن سے اس پر کچھ بدلا یہ تو اور کچھ نہیں مگر

ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

نصیحت سارے عالم کو ف۵ اور بہتیری نشانیاں ہیں آسمان اور زمین میں

يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ

جن پر گذر ہوتا رہتا ہے اُنکا اور وہ اُن پر دھیان نہیں کرتے ف۶ اور نہیں ایمان لاتے بہت لوگ اللہ پر

اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ

مگر ساتھ ہی شریک بھی کرتے ہیں ف۷ کیا نڈر ہو گئے اس سے کہ آ ڈھانکے اُن کو ایک آفت اللہ کے عذاب

اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ

کی یا آ پہنچے قیامت اچانک اور اُن کو خبر نہ ہو ف۸ کہدے یہ

سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۷ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے اور اللہ پاک ہے

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

اور میں نہیں شریک بنانے والوں میں ف۹ اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے وہ سب مرد ہی تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم

اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ

اُن کو بستیوں کے رہنے والے سو کیا اُن لوگوں نے نہیں سیر کی ملک کی کہ دیکھ لیتے کیسا

ع ۱۱ / ۵

وقف النبی علیہ السلام

ف۳ یعنی برادران یوسف جب اُن کو باپ سے جدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کے مشورے اور تدبیریں کر رہے تھے آپ اُن کے پاس نہیں کھڑے تھے کہ اُن کی باتیں سنتے اور حالات کا معائنہ کرتے. پھر ایسے صحیح واقعات بجز وحی الٰہی کے آپ کو کس نے بتلائے. آپ رسمی طور پر پڑھے لکھے نہیں، کسی ظاہری علم سے استفادہ کی نوبت نہیں آئی. پھر یہ حقائق جن کی اس قدر تفصیل بائبل میں بھی نہیں، آپ کو خدا کے سوا کس نے معلوم کرائیں. ف۴ یعنی باوجودیکہ آپ کی صداقت پر ایسی واضح دلائل موجود ہیں، پھر بھی اکثر لوگ وہ ہیں جو کسی طرح ایمان لانے والے نہیں. ف۵ یعنی نہیں ملتے نہ مانیں آپ کا کیا نقصان ہے. کچھ تبلیغ کی تنخواہ تو آپ اُن سے مانگتے نہ تھے کہ وہ بند کر لیں گے. نصیحت اور فہمائش تھی سو ہو گئی اور ہو رہی ہے ف۶ یعنی جس طرح آیات تنزیلیہ سُن کر آپ پر ایمان نہیں لاتے. ایسے ہی آیات تکوینیہ دیکھ کر خدا کی توحید کا سبق حاصل نہیں کرتے. اصل یہ ہے کہ اُن کا سننا اور دیکھنا محض سرسری ہے. آیات اللہ میں غور و فکر کرتے تو کچھ فائدہ پہنچتا جب دھیان نہیں تو ایمان کہاں سے ہو. ف۷ یعنی زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے. مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دار بنا رہا ہے. چنانچہ مشرکین عرب "تلبیہ" میں یہ لفظ کہتے تھے "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ" کوئی اُس کے لئے بیٹے بیٹیاں تجویز کرتا ہے. کوئی اُسے روح و مادہ کا محتاج بتاتا ہے. کسی نے احبار و رہبان کو خدائی کے اختیارات دیدیے ہیں. بہت سے تعزیہ پرستی، قبر پرستی، پیر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مکدر کر رہے ہیں. ریا اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہوں گے. غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے بہت کم ہیں جو عقیدہ یا عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا ارتکاب نہیں کرتے (اعاذنا اللہ من سائر انواع الشرک) ف۸ یعنی ایسے بے فکر و بے خوف کیوں ہو رہے ہیں. کیا انہوں نے عذاب الٰہی یا قیامت کے ہولناک حوادث سے محفوظ رہنے کا کچھ انتظام کر لیا ہے؟

ف۹ یعنی میرا راستہ یہی خالص توحید کا راستہ ہے. میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں کہ سب خیالات و اوہام کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف آئیں. اُس کی توحید، اُس کی صفات و کمالات اور اس کے احکام وغیرہ کی صحیح معرفت صحیح راستہ سے حاصل کریں. میں اور میرے ساتھی اس سیدھے راستہ پر حجت و برہان اور بصیرت و وجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں. خدا نے مجھ کو ایک نور دیا جس سے سب ہمراہیوں کے دماغ روشن ہو گئے. یہاں کسی کی اندھی تقلید نہیں. خالص توحید کا راہرو ہر قدم پر اپنے باطن میں معرفت و بصیرت کی خاص روشنی اور عبودیت محضہ کی خاص لذت محسوس کر کے بے ساختہ پکار اٹھتا ہے. "سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ"

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
ہوا انجام اُن لوگوں کا جو اُن سے پہلے تھے اور آخرت کا گھر تو بہتر ہے پرہیزکرنے

اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ
والوں کو کیا اب بھی نہیں سمجھتے ف۱ یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ اُن سے

قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ
جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی اُن کو ہماری مدد پھر بچا دیا جن کو ہم نے چاہا اور پھرتا نہیں عذاب ہمارا

الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ
قوم گنہگار سے ف۲ البتہ اُن کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو ف۳

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن موافق ہے اُس کلام کے جو اس سے پہلے ہے اور

تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں ف۴

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ
سورۂ رعد مکہ میں نازل ہوئی اور جس میں تینتالیس ۴۳ آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الۗمّۗرٰ ۣ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ
یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور جو کچھ اُترا تجھ پر تیرے رب سے سو حق ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ
لیکن بہت لوگ نہیں مانتے ف۵ اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان

بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ
بغیر ستون دیکھتے ہو ف۶ پھر قائم ہوا عرش پر ف۷ اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو

ف۱ یعنی پہلے بھی ہم نے آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا۔ انبیائے سابقین اِن ہی انسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔ پھر دیکھ لو اُن کے جھٹلانے والوں کا دنیا میں کیا حشر ہوا حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے۔ اور آخرت کی بہتری تو خالص اُن ہی کے لئے ہے جو شرک و کفر سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ تنبیہ ہے کفار مکہ کو کہ اگلوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں۔ (تنبیہ) اس آیت سے نکلتا ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ حضرت مریم کو بھی قرآن نے "صدیقہ" کا مرتبہ دیا ہے۔ نیز آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بوادی (جنگلی گنواروں) میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ ف۲ یعنی تاخیر عذاب سے دھوکہ مت کھاؤ۔ پہلی قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئیں۔ اور عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے۔ یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو اُن کے ایمان لانے کی کوئی اُمید نہ رہی، اُدھر خدا کی طرف سے اُن کو ڈھیل اس قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے۔ غرض دونوں طرف کے حالات و آثار پیغمبروں کے لئے یاس انگیز تھے یہ منظر دیکھ کر کفار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے اُن کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے کئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ صرف ڈرانے کے واسطے تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدۂ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا وساوس و خطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گذرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے؟ جیسے دوسری جگہ فرمایا "وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ" (بقرہ رکوع ۲۶) جب مجرمین کی بے خوفی اور انبیاء کی تشویش اس حد تک پہنچ گئی اُس وقت ناگہاں آسمانی مدد آئی۔ پھر جس کو خدا نے چاہا (یعنی فرمانبردار مومنین کو) محفوظ و مصئون رکھا۔ اور مجرموں کی جڑ کاٹ دی۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مہربانی سے مایوس ہونا کفر ہے لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے نااُمیدی کفر نہیں یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں۔ آیت "حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــــَٔسَ الرُّسُلُ" میں یہ ہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو، ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں۔ (تنبیہ) کفر کا وسوسہ کفر نہیں نہ کسی درجہ میں ایمان یا عصمت کے منافی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے دلوں میں ایسی چیزیں (بے اختیار) پاتے ہیں جن کے زبان پر لانے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کیا ایسا پاتے ہو؟ عرض کیا "ہاں" فرمایا "ذَاكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانِ" یہ تو کھلا ہوا ایمان ہے۔ ف۳ یعنی یہ کوئی افسانہ یا ناول نہیں۔ تاریخی حقائق ہیں۔ جن سے عقلمندوں کو سبق لینا چاہئے۔ ف۴ یعنی قرآن کریم جس میں یہ قصص بیان ہوئے کوئی جھوٹی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ چونکہ ایماندار اُس سے نفع اٹھاتے ہیں، اس لحاظ سے اُن کے حق میں خاص طور پر ذریعۂ ہدایت و رحمت ہے۔ نفعنا اللہ بعلومہ ورزقنا تلاوتہ آناء اللیل وآناء النہار وجعلہ حجۃ لنا لا علینا آمین۔ تم سورۃ یوسف علیہ السلام بعون اللہ تعالیٰ۔

ف۵ یعنی جو کچھ اس سورت میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں۔ یہ کتاب جو آپ پر پروردگار کی طرف سے اُتاری گئی یقیناً حق و صواب ہے لیکن جائے تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حقیقت کے ماننے کو بھی بہت لوگ انکار کرتے ہیں۔ ف۶ یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان، بلند اور مضبوط چھت خدا نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ کوئی ستون یا کھمبا یا گرڈر دکھائی نہیں دیتا جس پر اتنی بڑی ڈاٹ کھڑی کی گئی بجز اُس کے کیا کہا جائے کہ محض قدرت کے غیر مرئی ستون کے سہارے اُس کا قیام ہے۔ "وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" (حج رکوع ۹) کشش اجسام کا نظریہ اگر صحیح ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ کشش کو عرفاً عمد نہیں کہتے اور اگر عمد کہا جائے تو مرئی نہیں ہے۔ "رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْحَسَنِ وَقَتَادَةَ وَغَيْرِ وَاحِدٍ اَنَّهُمْ قَالُوْا لَهَا عَمَدٌ وَلٰكِنْ لَا نَرٰى (ابن کثیر) یعنی ان بزرگوں نے فرمایا کہ آسمانوں کے ستون ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے واللہ اعلم۔ ف۷ "استواء علی العرش" کے متعلق سورۂ "اعراف" آٹھویں پارہ کے آخر میں کلام کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

ہر ایک چلتا ہے وقت مقرر پر ف۱ تدبیر کرتا ہے کام کی ظاہر کرتا ہے نشانیاں کہ شاید تم

بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِىْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا

اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو ف۲ اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں

رَوَاسِىَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ

بوجھ اور ندیاں ف۳ اور ہر میوے کے رکھے اس میں جوڑے

اثْنَيْنِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

دو دو قسم ف۴ ڈھانکتا ہے دن پر رات کو ف۵ اس میں نشانیاں ہیں ان کے واسطے

يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَفِى الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ

جو کہ دھیان کرتے ہیں اور زمین میں کھیت ہیں مختلف ایک دوسرے سے متصل اور باغ ہیں انگور کے

وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَ

اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی اور بعضی بن ملی ان کو پانی بھی ایک ہی دیا جاتا ہے اور

نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

ہم ہیں کہ بڑھا دیتے ہیں ان میں ایک کو ایک سے میووں میں ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان کو

يَّعْقِلُوْنَ ۝۴ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ

جو غور کرتے ہیں ف۶ اور اگر تو عجیب بات چاہے تو عجب ہے ان کا کہنا کہ کیا جب ہو گئے ہم مٹی کیا نئے سرے سے

جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِىْٓ

بنائے جائیں گے ف۷ وہی ہیں جو منکر ہو گئے اپنے رب کو اور وہی ہیں کہ طوق ہیں

اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ

ان کی گردنوں میں اور وہ ہیں دوزخ والے وہ اسی میں رہیں گے برابر ف۸ اور جلد مانگتے ہیں تجھ کو

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ

برائی کو پہلے بھلائی سے ف۹ اور گذر چکے ہیں ان سے پہلے بہت سے عذاب اور

ف۱ یعنی سورج اپنا دورہ ایک سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کرتا ہے۔ یا اَجَلِ مُّسَمًّى کے معنی وقت مقرر تک لئے جائیں تو یہ مطلب ہوگا کہ چاند سورج اسی طرح چلتے رہیں گے۔ قیامت تک۔ ف۲ یعنی جس نے ایسی عظیم الشان مخلوقات کو پیدا کیا اُسے تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ نیز ایک باخبر، مدبر، بیدار مغز اور طاقتور گورنمنٹ باغیوں اور مجرموں کو ہمیشہ کے لئے یوں ہی آزاد نہیں چھوڑے رکھتی۔ نہ وفادار امن پسند رعایا کی راحت رسانی سے اغماض کر سکتی ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند قدوس جو زمین و آسمان کے تخت کا تنہا مالک اور اپنی تدبیر و حکمت سے تمام مخلوقات علوی و سفلی کا انتظام باحسن اسلوب قائم رکھنے والا ہے۔ مطیع و عاصی کو یوں ہی مہمل چھوڑے رکھے۔ ضرور ہے کہ ایک دن وفاداروں کو وفاداری کا صلہ ملے اور مجرم اپنی سزا کو پہنچیں۔ پھر جب اس زندگی میں مطیع و عاصی کے درمیان ہم ایسی صاف تفریق نہیں دیکھتے تو یقیناً ماننا پڑیگا کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جس میں سب کو آسمانی عدالت کے سامنے حاضر ہو کر عمر بھر کے اعمال کا پھل چکھنا ہوگا۔ ف۳ یعنی پہاڑ جو ایک جگہ کھڑے ہیں اور دریا جو ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔ ف۴ یعنی چھوٹا بڑا، کھٹا میٹھا، سیاہ سفید، گرم سرد، اور جدید تحقیق کے موافق ہر ایک میں نر و مادہ بھی پائے جاتے ہیں۔ ف۵ اس کے معنی سورۂ اعراف میں آٹھویں پارے کے خاتمہ پر بیان ہو چکے وہاں دیکھ لیا جائے۔ ف۶ بلند آسمانوں کے مقابل پست زمین کا ذکر کیا۔ آسمان کے ساتھ چاند سورج کا بیان ہوا تھا کہ ہر ایک کی رفتار الگ ہے اور ہر ایک کا کام جداگانہ ہے۔ ایک کی گرم و تیز شعاعیں جو کام کرتی ہیں، دوسرے کی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی سے وہ بن نہیں پڑتا۔ اسی طرح یہاں زمین کے مختلف احوال اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا۔ کہیں پہاڑ کھڑے ہیں کہیں دریا رواں ہیں، جو میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں ان میں بھی شکل، صورت، رنگ مزہ، چھوٹے بڑے بلکہ نر و مادہ کا اختلاف ہے۔ کبھی زمین دن کے اجالے سے روشن ہو جاتی ہے کبھی رات کی سیاہ نقاب منہ پر ڈال لیتی ہے۔ پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ چند قطعات زمین جو ایک دوسرے سے متصل ہیں، ایک پانی سے سیراب ہوتے ہیں، ایک سورج کی شعاعیں سب کو پہنچتی ہیں، ایک ہی ہوا سب پر چلتی ہے۔ اس کے باوجود اس قدر مختلف پھول پھل لاتے ہیں اور باہم پیداوار کی کمی زیادتی کا اتنا فرق ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ غور و فکر کرنے والے ان نشانوں کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ایک ہی ابر رحمت کی آبیاری یا ایک ہی آفتاب ہدایت کی موجودگی میں انسانوں کے مادی و روحانی احوال کا اختلاف بھی کچھ مستبعد و مستنکر نہیں ہے اور یہ کہ لامحدود قدرت کا کوئی زبردست ہاتھ آسمان سے زمین تک تمام مخلوق کے نظام ترکیبی کو اپنے قبضہ میں لئے ہوئے ہے جس نے ہر چیز کی استعداد کے موافق اس کے دائرۂ عمل و اثر کی بہت مضبوط حد بندی کر رکھی ہے پھر ایسے لامتناہی قدرت و اختیار رکھنے والے خدا کو کیا مشکل ہے کہ ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے۔ اور اس عالم کے مخلوط عناصر کی کیمیاوی تحلیل کر کے ہر خیر و شر کو اس کے مستقر میں پہنچا دے۔ ف۷ یعنی اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی کہ جس نے اول ایک چیز بنائی وہ دوبارہ بنانے پر قادر نہ ہو! (العیاذ باللہ) ف۸ گویا یہ لوگ "بعث بعد الموت" کا انکار کر کے خداوند قدوس کی شہنشاہی کے منکر ہیں۔ تو ایسے باغیوں کا انجام یہی ہونا ہے کہ گلے میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں ہتکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جیلخانہ میں ڈال دیے جائیں جو حقیقت میں ایسے ہی مجرموں کے لئے بنایا گیا ہے۔ ف۹ یعنی حق کو قبول نہیں کرتے جس سے دنیا و آخرت کی بھلائی ملے۔ کفر اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں عذاب لے آؤ۔

إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ

تیرا رب معاف بھی کرتا ہے لوگوں کو باوجود اُنکے ظلم کے اور تیرے رب کا عذاب بھی

الْعِقَابِ ﴿٦﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ

سخت ہے ف۱ اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ اُتری اُس پر کوئی نشانی اُسکے رب سے ف۲

إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿٧﴾ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ

تیرا کام تو ڈر سنا دینا ہے اور ہر قوم کیلئے ہوا ہے راہ بتانیوالا ف۳ اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر

أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ

مادہ ف۴ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز کا اُس کے یہاں

بِمِقْدَارٍ ﴿٨﴾ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾ سَوَاءٌ

اندازہ ہے ف۵ جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا سب سے بڑا برتر ف۶ برابر ہے

مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ

تم میں جو آہستہ بات کہے اور جو کہے پکار کر اور جو چھپ رہا ہے رات میں

وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ

اور جو گلیوں میں پھرتا ہے دن کو ف۷ اُسکے پہرے والے ہیں بندہ کے آگے سے اور پیچھے سے

يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا

اُسکی نگہبانی کرتے ہیں اللہ کے حکم سے ف۸ اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک وہ نہ بدلیں

مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُم

جو اُنکے جیوں میں ہے اور جب چاہتا ہے اللہ کسی قوم پر آفت پھر وہ نہیں پھرتی اور کوئی نہیں اُنکا

مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ ﴿١١﴾ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا

اُس کے سوا مددگار ف۹ وہی ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے بجلی ڈر کو اور اُمید کو

وَيُنشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿١٢﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ

اور اُٹھاتا ہے بادل بھاری ف۱۰ اور پڑھتا ہے گرجنے والا خوبیاں اُسکی اور سب فرشتے

ف۱ یعنی پہلے بہتیری قوموں پر عذاب آچکے ہیں۔ تم پر لے آنا کیا مشکل تھا، بات صرف اتنی ہے کہ تیرا پروردگار اپنی شان حلم وعفو سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے ظلم وستم دیکھتا اور درگذر کرتا رہتا ہے حتی کہ جب مظالم اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے گذر جاتا ہے اُس وقت اُس کے تباہ کن عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ ف۲ یعنی جو نشانی ہم مانگتے ہیں وہ کیوں نہیں اُتری جسے دیکھ کر ہم ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے۔ ف۳ یعنی آیات کا اُتارنا آپ کے قبضہ میں نہیں، یہ تو خدا کا کام ہے جو آیت پیغمبر کی تصدیق کے لئے مناسب ہو دکھلائے۔ آپ کا فرض اسی قدر ہے کہ خیر خواہی کی بات سُنا دیں اور بُرائی کے مہلک انجام سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔ پہلے بھی ہر قوم کی طرف ہادی (راہ بتلانے والے) اور نذیر (ڈرانے والے) آتے رہے ہیں۔ اُن میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہوا کہ جو نشان معاندین طلب کریں گے ضرور دکھلا کر رہیں گے۔ اِں خدا کی راہ دکھانا اُن کا کام تھا وہی آپ کا ہے۔ البتہ وہ خاص خاص قوم کے لئے ہادی تھے آپ دنیا کی ہر قوم کے لئے ہیں۔ ف۴ کہ مذکر ہے یا مؤنث، پورا ہے یا ادھورا، اچھا ہے یا بُرا، وغیر ذٰلک من الاحوال۔ ف۵ یعنی حاملہ کے پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، پورا بن چکا ہے یا ناتمام ہے، تھوڑی مدت میں پیدا ہوگا یا زیادہ میں۔ غرض پیٹ کے گھٹنے بڑھنے کے تمام اسرار و اسباب اور اوقات و احوال کو پوری طرح جانتا ہے۔ اور اپنے علم محیط کے موافق ہر چیز کو ہر حالت میں اُس کے اندازہ اور استعداد کے موافق رکھتا ہے۔ اسی طرح اُس نے جو آیات انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے اُتاری ہیں اُن میں خاص اندازہ اور مصالح و حِکم ملحوظ رہی ہیں۔ جس وقت جس قدر بنی آدم کی استعداد و صلاحیت کے مطابق نشانات کا ظاہر کرنا مصلحت تھا اُس میں کمی نہیں ہوئی۔ باقی قبول کرنے اور منتفع ہونے کے لحاظ سے لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حاملہ کے پیٹ سے پیدا ہونے والوں کے احوال تفاوتِ استعداد و تربیت کی بناء پر مختلف ہوتے ہیں۔ ف۶ یہ علم الٰہی کی لامحدود وسعت و احاطہ کا بیان ہوا یعنی دنیا کی کوئی کھلی چھپی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں اور تمام عالم اُس کے زیر تصرف ہے۔ ف۷ علم الٰہی کا عموم بیان کر کے بلحاظ مناسبت مقام خاص احوال مکلفین کی نسبت تبلاتے ہیں کہ تمہارے ہر قول و فعل کو ہمارا علم محیط ہے۔ جو بات تم دل میں چھپا دو یا آہستہ کہو اور جو علانیہ پکار کر کہو، نیز جو کام رات کی اندھیری میں پوشیدہ ہو کر کرو اور جو دن دہاڑے برسر بازار کرو، دونوں کی حیثیت علم الٰہی کے اعتبار سے یکساں ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کو تین قسم کے آدمیوں پر مشتمل تبلایا ہے "مَنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ" (جو بات کو چھپائے) "مَنْ جَهَرَ بِهِ" (جو ظاہر کرے) "مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ" (جو اپنا کام رات کو چھپائے مثلاً شب کو چوری کرنا اور دن کو ظاہر کرے مثلاً دن میں نمازیں پڑھنا) اللہ تعالیٰ کو سب یکساں طور پر معلوم ہیں۔ ف۸ یعنی ہر بندہ کے ساتھ خدا کے فرشتے مامور ہیں جن میں بعض اُس کے سب اگلے پچھلے اعمال لکھتے ہیں اور بعضے خدا کے حکم کے موافق اُن بلاؤں کو دفع کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں جن سے حق تعالیٰ بندہ کو بچانا چاہتا ہے۔ جس طرح اس عالم میں خدا کی عام عادت ہے کہ جو چیز پیدا کرنا چاہے اُس کے ظاہری اسباب مہیا کرتا ہے، ایسے ہی اُس نے کچھ باطنی اسباب و ذرائع پیدا کئے ہیں جن کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھتیں لیکن مشیت الٰہی کی تنفیذ اُن کے واسطے سے ہوتی ہے۔ ف۹ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اُس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب بدلتی ہے تو آفت آتی ہے۔ پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی۔ نہ کسی کی مدد اُس وقت کام دیتی ہے۔ (تنبیہ) یہاں قوموں کے عروج و زوال کا قانون بتایا ہے، اشخاص و افراد کا نہیں۔ قوم کی اچھی بُری حالت متعین کرنے میں اکثریت اور غلبہ کا لحاظ ہوتا ہے۔ ف۱۰ پہلے بندوں کی حفاظت کا ذکر تھا، پھر بداعمالیوں سے جو آفت و مصیبت آتی ہے اُس کا ذکر ہوا، معلوم ہوا کہ خدا کی ذات شان انعام و انتقام دونوں کی جامع ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں بعض ایسے نشانہائے قدرت کی طرف توجہ دلائی جن میں بیک وقت اُمید و خوف کی دو متضاد کیفیتیں پیدا کرنے کی صلاحیت ہے یعنی جب بجلی چمکتی ہے تو اُمید بندھتی ہے کہ بارش آئیگی۔ اور ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں گر کر ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔ بھاری بادل پانی کے بھرے ہوئے آتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے کہ بارانِ رحمت کا نزول ہوگا، ساتھ ہی فکر رہتی ہے کہ پانی کا طوفان نہ آجائے، ٹھیک اسی طرح انسان کو چاہیے کہ رحمت الٰہی کا اُمیدوار رہے مگر گرفت الٰہی سے مامون اور بے فکر نہ ہو۔

ف یعنی گرجنے والا بادل یا فرشتہ زبان "حال" یا "قال" سے حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۵) اور تمام فرشتے ہیبت و خوف کے ساتھ اُسکی حمد و ثنا اور تسبیح و تمجید میں مشغول رہتے ہیں۔ (تنبیہ) "رعد" "برق" وغیرہ کے متعلق آج کل کی تحقیق یہ ہے کہ بادلوں میں "قوت کہربائیہ موجبہ" پائی جاتی ہے اور زمین میں "کہربائیہ سالب" جو بادل زمین سے زیادہ نزدیک ہو اُس میں گاہ بگاہ زمین کی "سالب کہربائیہ" سرایت کر جاتی ہے۔ پھر اُس بادل کے اوپر بسا اوقات وہ بادل گذرتے ہیں جن میں کہربائیہ موجبہ موجود ہے۔ اور یہ قاعدہ تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ مختلف قسم کے کہربائیہ رکھنے والے دو جسم جب محاذی ہوں تو ہر ایک اپنے اندر دوسرے کی کہربائیہ کو جذب کرتا ہے تاکہ دونوں کی کہربائیہ متحد ہو جائے۔ اسی قاعدہ سے اوپر نیچے والے بادل جب ایک دوسرے کی قوت کہربائیہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو دونوں کے ملجانے کے شدید حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور اُس حرارت شدیدہ سے دونوں بادلوں کے حجم کے مناسب ایک آتشیں شعلہ اُٹھتا ہے جو "صاعقہ" کہلاتا ہے اسی صاعقہ کی چمک اور روشنی "برق" کہلاتی ہے اور ہوا میں اُس کے سرایت کرنے سے جو آواز نکلتی ہے وہ "رعد" ہے "کہرباء" کا یہ آتشیں شرارہ کبھی بادلوں اور ہواؤں کو پھاڑ کر نیچے گرتا ہے جس کے نہایت عجیب و غریب افعال و آثار مشاہدہ کئے گئے ہیں۔ علاوہ اس کے کہ وہ مکانوں کو گراتا، پہاڑوں کو شق کرتا اور جانداروں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اُس نے نہایت احتیاط سے ایک آدمی کے بدن سے کپڑے اُتار کر کسی درخت کی شاخ پر رکھ دیئے ہیں مگر پہننے والے کے جسم کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا۔ (دائرۃ المعارف فرید وجدی) اسے دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ بجلی کے اس آتشیں شعلہ میں کوئی ذی شعور اور ذی اختیار قوت غیر مرئی طریقہ سے کام کر رہی ہے۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ اوپر بیان کئے ہوئے "نظریہ" کا انکار کریں لیکن یہ بیان کرنے والے خود اقرار کرتے ہیں کہ "روح" کی طرح "قوت کہربائیہ" کی اصل حقیقت پر بھی اس وقت تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے ارباب کشف و شہود کا بیان یہ ہے کہ تمام نظام عالم میں ظاہری اسباب کے علاوہ باطنی اسباب کا ایک عظیم الشان سلسلہ کار فرما ہے۔ جو کچھ ہم یہاں دیکھتے ہیں وہ صرف صورت ہے لیکن اس صورت میں جو غیر مرئی حقیقت پوشیدہ ہے اُس کے ادراک تک عام لوگوں کی رسائی نہیں۔ صرف باطنی آنکھ رکھنے والے اُسے دیکھتے ہیں۔ آخر تم جو نظریات بیان کرتے ہو (مثلاً یہی قوت کہربائیہ کا موجبہ سالبہ ہونا وغیرہ) اُس کا علم بھی چند حکمائے طبیعیین کے سوا بلا واسطہ کس کو ہوتا ہے۔ کم از کم اتنا ہی وثوق انبیاء کے مشاہدات و تجربات پر کر لیا جائے تو بہت سے اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے نوامیس طبیعیہ کی طرح بادلوں اور بارشوں کے انتظامات پر بھی فرشتوں کی جماعتیں تعینات ہیں جو بادلوں کو مناسب مواقع پر پہنچانے اور اُن سے حسب ضرورت و مصلحت کام لینے کی تدبیر کرتی ہیں۔ اگر تمہارے بیان کے موافق بادل اور زمین وغیرہ کی "کہربائیہ" کا مدبر کوئی غیر مرئی فرشتہ ہو تو انکار کی کونسی وجہ ہے؟ جس کو تم "شرارہ کہربائیہ" کہتے ہو چونکہ وہ فرشتہ کے خاص تصرف سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا اُسے "وحی" کی زبان میں "مخاریق من نار" (فرشتہ کا آتشیں کوڑا) کہہ دیا گیا تو کیا قیامت ہو گئی۔ اُسکی شدت اور سخت اشتعال سے جو گرج اور کڑک پیدا ہوئی اگر حقیقت کو لحاظ کرتے ہوئے اُسے فرشتہ کی ڈانٹ سے تعبیر فرمایا تو یہ نہایت ہی موزوں تعبیر ہے۔ بہرحال "سائنس" نے جس چیز کی محض صورت کو سمجھا "وحی" نے اُسکی روح اور حقیقت پر مطلع کر دیا۔ کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ دونوں کو ایک دوسرے کا حریف مقابل قرار دے لیا جائے۔ علامہ محمود آلوسیؒ نے "بقرہ" کے شروع میں اس پر معقول بحث کی ہے۔ فلیراجع

خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاۤءُ وَهُمْ

اُس کے ڈر سے ف اور بھیجتا ہے کڑک بجلیاں پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے اور یہ لوگ

يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿١٣﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَ

جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں اور اُس کی آن سخت ہے ف۲ اُسی کا پکارنا سچ ہے اور

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا

جن لوگوں کو یہ پکارتے ہیں اُس کے سوا وہ نہیں کام آتے اُن کے کچھ بھی مگر

كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۤءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَاۤءُ

جیسے کسی نے پھیلائے دونوں ہاتھ پانی کی طرف کہ آ پہنچے اُس کے منہ تک اور وہ کبھی نہ پہنچیگا اُس تک اور جتنی پکار ہے

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿١٤﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کافروں کی سب گمراہی ہے ف۳ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿١٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ

خوشی سے اور زور سے اور اُن کی پرچھائیاں صبح اور شام ف۴ پوچھ کون ہے رب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاۤءَ

آسمان اور زمین کا کہدے اللہ کہہ پھر کیا تم نے پکڑے ہیں اُس کے سوا ایسے حمایتی جو

لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ

مالک نہیں اپنے بھلے اور بُرے کے ف۵ کہہ کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور

الْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ

دیکھنے والا یا کہیں برابر ہے اندھیرا اور اُجالا ف۶ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اللہ کیلئے

شُرَكَاۤءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ

شریک کہ اُنہوں نے کچھ پیدا کیا ہے جیسے پیدا کیا اللہ نے پھر مشتبہ ہوگئی پیدائش اُن کی نظر میں کہہ اللہ ہے پیدا کرنیوالا

كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿١٦﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۤءِ مَاۤءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ

ہر چیز کا اور وہی ہے اکیلا زبردست ف۷ اُتارا اُس نے آسمان سے پانی پھر بہنے لگے نالے

ف۲ اِن جھگڑنے والوں پر عذاب کی بجلی نہ گرا دے۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس آدمی بھیجا کہ اُسے میرے پاس بُلا لاؤ۔ قاصد نے اُس کو کہا کہ رسول اللہ صلعم تجھے بلاتے ہیں۔ کہنے لگا رسول اللہ کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا؟ (العیاذ باللہ) تین مرتبہ یہی گفتگو کی تیسری مرتبہ جب وہ یہ گستاخانہ کلمات بک رہا تھا ایک بادل اُٹھا فوراً بجلی گری اور اُسکی کھوپڑی سر سے جُدا کر دی۔ بعض روایات میں ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم اسلام لاتے ہیں بشرطیکہ آپ کے بعد خلافت ہم کو ملے آپ نے انکار فرمایا۔ دونوں یہ کہہ کر اُٹھے کہ ہم "مدینہ" کی وادی کو آپ کے مقابلہ میں پیدل اور سواروں سے بھر دینگے آپ نے فرمایا کہ اللہ اُس کو روک دیگا اور "انصار مدینہ" روکیں گے۔ وہ دونوں چلے راستہ میں "اربد" پر بجلی گری اور عامر طاعون کی گلٹی سے ہلاک ہوا۔ (فائدہ) رعد کی آواز سن کر کہنا چاہئے۔ سُبْحَانَ مَنْ يُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۤئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ" ف۳ یعنی پکارنا اُسی کو چاہئے جو ہر قسم کے نفع و ضرر کا مالک ہے۔ عاجز کو پکارنے سے کیا حاصل! اللہ کے سوا کون ہے جس کے قبضہ میں اپنا یا دوسروں کا نفع و ضرر ہے! غیر اللہ کو اپنی مدد کے لئے بلانا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا کنوئیں کی من پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں پہنچ جا۔ ظاہر ہے قیامت تک پانی اُس کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ بلکہ اگر پانی اُسکی مٹھی میں ہو تب بھی خود چل کر منہ تک نہیں جا سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "کافر جن کو پکارتے ہیں بعضے محض خیالات و اوہام ہیں، بعضے جن اور شیاطین ہیں، اور بعضی چیزیں ہیں کہ اُن میں کچھ خواص ہیں لیکن اپنے خواص کی مالک نہیں۔ پھر اُن کے پکارنے سے کیا حاصل" جیسے آگ یا پانی اور شاید ستارے بھی اسی قسم میں ہوں۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو اللہ پر یقین لا یا خوشی سے سر رکھتا ہے اُس کے حکم پر اور جو یقین نہ لایا آخر اُس پر بھی بے اختیار اُسی کا حکم جاری ہے اور پرچھائیاں صبح اور شام زمین پر پسر جاتی ہیں یہی اُن کا سجدہ" مطلب یہ ہے کہ جواہر ہوں یا اعراض کوئی چیز اللہ کے حکم تکوینی سے باہر نہیں ہو سکتی۔ اُسکے نفوذ و اقتدار کے سامنے سب منقاد اور سر بسجود ہیں۔ سایہ کا گھٹنا بڑھنا، داہنے بائیں

بقیہ صفحہ ۳۲۴۔ مائل ہونا سب اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ صبح شام کا ذکر شاید اس لئے کیا کہ ان وقتوں میں زمین پر سایہ کا پھیلاؤ زیادہ نمایاں ہوتا ہے ف۵ یعنی جب ربوبیت کا اقرار صرف خدا کے لئے کرتے ہو، پھر مدد کے لئے دوسرے حمایتی کہاں سے تجویز کر لئے۔ حالانکہ وہ ذرہ برابر نفع نقصان کا مستقل اختیار نہیں رکھتے۔ ف۶ یعنی موحد و مشرک میں ایسا فرق ہے جیسے بینا اور نابینا میں اور توحید و شرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے نور کا ظلمت سے۔ تو کیا ایک اندھا مشرک جو شرک کی اندھیریوں میں پڑا ٹاملک ٹوئیاں مار رہا ہو اس مقام پر پہنچ سکتا ہے جہاں ایک موحد پہنچتا ہے جو فہم و بصیرت اور ایمان و عرفان کی روشنی میں فطرت انسانی کے صاف راستہ پر چل رہا ہے؟ ہرگز دونوں ایک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ ف۷ یعنی جیسی مخلوقات خدا تعالیٰ نے پیدا کی، کیا تمہارے دیوتاؤں نے ایسی کوئی چیز پیدا کی ہے جس کو دیکھ کر ان پر خدائی کا شبہ ہونے لگا۔ وہ تو ایک مکھی کا پر اور ایک مچھر کی ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے۔ بلکہ تمام چیزوں کی طرح خود بھی اسی اکیلے زبردست خدا کی مخلوق ہیں۔ پھر ایسی عاجز و مجبور چیزوں کو خدائی کے تخت پر بٹھا دینا کس قدر گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔

بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي

اپنی اپنی موافق پھر اوپر لے آیا وہ نالا جھاگ پھولا ہوا اور جس چیز کو دھونکتے ہیں آگ

النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ

میں واسطے زیور کے یا اسباب کے اس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی یوں بیان کرتا ہے اللہ

الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ

حق اور باطل کو سو وہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر اور وہ جو کام آتا ہے

النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۭ ﴿۱۷﴾

لوگوں کے سو باقی رہتا ہے زمین میں اس طرح بیان کرتا ہے اللہ مثالیں ف۱

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ڼ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ

جنہوں نے مانا اپنے رب کا حکم ان کے واسطے بھلائی ہے ف۲ اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا

لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ

اگر ان کے پاس ہو جو کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور تو سب دیویں اپنے بدلے میں ف۳

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ

ان لوگوں کے لئے ہے برا حساب ف۴ اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے اور وہ بری

الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ

آرام کی جگہ ہے بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اترا تجھ پر تیرے رب سے حق ہے

كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ

برابر ہو سکتا ہے اس کے جو کہ اندھا ہے سمجھتے وہی ہیں جن کو عقل ہے ف۵ وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ

اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے اس عہد کو ف۶ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کو اللہ

اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾

نے فرمایا ملانا ف۷ اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں برے حساب کا ف۸

فوائد صفحہ ہذا ف۱ آسمان کی طرف سے بارش اتری جس کے ندی نالے بہہ پڑے۔ ہر نالے میں اس کے ظرف اور گنجائش کے موافق جتنا خدا نے چاہا پانی جاری کر دیا چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ۔ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہو گیا۔ پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اوپر آیا۔ جیسے تیز آگ میں، چاندی، تانبا، لوہا، اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تا زیور، برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں اس میں بھی اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد خشک یا منتشر ہو کر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصلی کارآمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہ ہی زمین میں یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہے جس سے مختلف طور پر لوگ منتفع ہوتے ہیں۔ یہ ہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل ابھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے تھوڑی دیر بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا۔ خدا جانے کدھر گیا۔ جو اصلی اور کارآمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہ ہی رہ گئی۔ دیکھو! خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں کیسے مؤثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق و باطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو برائے چندے باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آئے، لیکن آخرکار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہیگا۔ کسی مؤمن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق اتر جائے کچھ دیر کے لئے اوہام و وساوس زور شور دکھلائیں تو گھبرانے کی بات نہیں، تھوڑی دیر میں یہ ابال بیٹھ جائیگا۔ اور خالص حق ثابت و مستقر رہیگا۔ گذشتہ آیات میں چونکہ توحید و شرک کا مقابلہ کیا گیا تھا، اس مثال میں حق و باطل کے مقابلہ کی کیفیت بتلا دی، آگے دونوں کا انجام بالکل کھول کر بیان کرتے ہیں۔

ف۲ یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا ان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے، حقیقی خوشی اور قلبی طمانیت و سکون ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ ف۳ یعنی یہاں تو خیر جس طرح گذرے، لیکن آخرت میں ان کی حالت ایسی پریشانی اور گھبراہٹ کی ہوگی کہ اگر تمام دنیا کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں بلکہ اسی قدر اور بھی تو تمنا کریں گے کہ ہم یہ سب فدیہ میں دیکر اس پریشانی سے چھوٹ جائیں وَاَنّٰی لَھُمْ ذٰلِکَ۔ ف۴ یعنی حساب میں کسی قسم کی رعایت اور درگذر نہ ہوگی ایک ایک بات پر پوری طرح پکڑے جائیں گے ف۵ مومن و کافر دونوں کا الگ الگ انجام ذکر فرمانے کے بعد متنبہ کرتے ہیں کہ ایسا ہونا عین عقل و حکمت کے موافق ہے۔ کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک نپٹ اندھا جسے کچھ نظر نہ آئے یوں ہی اناپ شناپ اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھا رہا ہو، اس شخص کی برابری کر سکتا ہے جس کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور پوری بصیرت کے ساتھ حق کی روشنی سے مستفید ہو رہا ہے۔ ف۶ یعنی اللہ سے جو عہد ازل میں ہو چکا ہے (عہد الست) جس پر انسان کی فطرت خود گواہ ہے اور جو انبیاء کی زبانی عہد لئے گئے ان سب کو پورا کرتے ہیں۔ کسی کو توڑتے نہیں۔ نیز بذات خود کسی معاملہ میں خدا سے یا بندوں سے جو عہد و پیمان باندھتے ہیں (بشرطیکہ معصیت نہ ہو) اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے ف۷ یعنی صلہ رحم کرتے ہیں۔ یا ایمان کو عمل کے ساتھ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں، یا اسلامی اخوت کو قائم رکھتے ہیں۔ یا انبیاء علیہم السلام میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں۔ ف۸ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں جب ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا، کیا صورت پیش آئیگی

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا خوشی کو اپنے رب کی ف۱ اور قائم رکھی نماز اور خرچ کیا

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ

ہمارے دیے میں سے پوشیدہ اور ظاہر ف۲ اور کرتے ہیں برائی کے مقابلہ میں بھلائی ف۳ ان

لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ

لوگوں کیلئے ہے آخرت کا گھر ✡ باغ ہیں رہنے کے ف۴ داخل ہونگے اُن میں اور جو نیک ہوئے اُنکے

اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ

باپ دادوں میں اور جوروؤں میں اور اولاد میں ف۵ اور فرشتے آئیں اُن کے پاس

مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ہر دروازے سے ✡ کہیں گے سلامتی تم پر بدلے اسکے کہ تم نے صبر کیا سو خوب ملا عاقبت کا گھر ف۶

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ

اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ

اُس چیز کو جس کو فرمایا اللہ نے جوڑنا اور فساد اٹھاتے ہیں ملک میں ایسے لوگ اُنکے واسطے ہے

اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ

لعنت اور انکے لئے ہے برا گھر ف۷ اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور

يَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ

تنگ کرتا ہے ف۸ اور فریفتہ ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے آگے

اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ

مگر متاع حقیر ف۹ اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ اُتری اس پر کوئی نشانی اُس کے

رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾

رب کی کہہ دے اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور راہ دکھلاتا ہے اپنی طرف اسکو جو رجوع ہوا ف۱۰

ف۱ یعنی مصائب و شدائد اور دنیا کی مکروہات پر صبر کیا کسی سختی سے گھبرا کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹایا نہ معصیت کی طرف جھکے اور یہ صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دکھلایا۔ اس لئے نہیں کہ دنیا انہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے۔ نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا مجبور ہو گئے تو صبر کر کے بیٹھ رہے۔ ف۲ پوشیدہ کو شاید اس لئے مقدم رکھا کہ پوشیدہ خیرات کرنا افضل ہے۔ الا یہ کہ کہیں مصلحت شرعی علانیہ دینے میں ہو۔ ف۳ یعنی برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں، سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں کوئی ظلم کرتا ہے یہ معاف کرتے ہیں۔ (بشرطیکہ معافی سے برائی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو) بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو اُس کے مقابلہ میں بھلا کام (یعنی توبہ اور اُس گناہ کی تلافی) کرتے ہیں۔ ف۴ یعنی جن میں ہمیشہ رہیں گے۔ ف۵ "آباء" کا لفظ تغلیباً کہا ہے جس میں اُمّہات (مائیں) بھی شامل ہیں۔ یہ جنت کی بشارت کے ساتھ مزید خوشخبری سنائی کہ ایسے کاملین کو جن کی خصال اوپر بیان ہوئیں، جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہوگی کہ وہ اور اُن کے ماں باپ، اولاد، بیویاں، جو اپنی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں سب اکٹھے رہیں گے حتیٰ کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رتبہ ہوگا تو حق تعالیٰ اپنی نوازش و مہربانی سے درجہ بڑھا کر اُس مرد کامل سے نزدیک کر دیگا " وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (طور، رکوع ۱) اس سے معلوم ہوا کہ بدون ایمان و عمل صالح کے محض کاملین کی قرابت کافی نہیں۔ ہاں ایمان و عمل صالح موجود ہو تو تعلق قرابت سے کچھ ترقی درجات ممکن ہے۔ واللہ اعلم ف۶ صحیح حدیث میں جنت کے آٹھ دروازے بیان ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کاملین کی تعظیم و تکریم کے لئے خدا کے پاک فرشتے ہر طرف سے تحائف و ہدایا لیکر حاضر ہونگے۔ احادیث میں ہے کہ خلق اللہ میں سے اول وہ فقراء مہاجرین جنت میں داخل ہونگے جو ختیوں اور لڑائیوں میں سینہ سپر ہوتے اور رخنہ بندی کے وقت کام آتے تھے۔ جو حکم ان کو ملتا اُس کی تعمیل کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے دنیا کی حاجتیں اور دل کے ارمان دل ہی میں لیکر یہاں سے رخصت ہو گئے۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرمائیگا میرے وہ بندے کہاں ہیں (حاضر ہوں) جو میری راہ میں لڑے، میرے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور جہاد کیا۔ جاؤ جنت میں بے کھٹکے داخل ہو جاؤ۔ پھر ملائکہ کو حکم ہوگا کہ میرے ان بندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کرو۔ وہ عرض کرینگے خداوندا! ہم تیری بہترین مخلوق ہیں کیا ہم بارگاہ قرب کے رہنے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ ان زمینی باشندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کریں۔ ارشاد ہوگا، ہاں یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے توحید پر جان دی، دنیا کے سب ارمان اپنے سینوں میں لیکر چلے آئے، میرے راستہ میں جہاد کیا اور ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے رہے۔ یہ سن کر فرشتے ہر طرف سے انکی خدمت میں حاضر ہونگے اور کہینگے "سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم ہر سال کے آغاز میں قبور شہداء پر تشریف لیجاتے اور فرماتے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" یہی طرز عمل ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا۔ ف۷ سعداء کے مقابل یہاں اشقیاء کی عادات و خصال اور آخری انجام بتلایا ہے۔ ان کا کام ہے کہ حق تعالیٰ سے بدعہدی کریں، جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم تھا انہیں توڑیں، ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائیں دوسروں پر اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے نہ رکیں۔ یہ ہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت سے دور پھینک دیے گئے اور سب سے زیادہ برے مقام پر پہنچنے والے ہیں۔ ف۸ یعنی دنیا کے عیش و فراخی کو دیکھ کر سعادت و شقاوت کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ نہ یہ ضروری ہے کہ جس کو دنیا میں خدا نے رزق اور پیسہ زیادہ دیا ہے وہ اُسکی بارگاہ میں مقبول ہو۔ بہت سے مقبول بندے بطور آزمائش و امتحان یہاں عسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور مردود مجرموں کو ڈھیل دیجاتی ہے وہ مزے اڑاتے ہیں۔ یہ ہی دلیل اسکی ہے کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جہاں ہر شخص کو اُس کے نیک و بد اعمال کا پورا پھل مل کر رہیگا۔ بہرحال دنیا کی تنگی و فراخی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتا۔ ف۹ یعنی اُسی کو مقصود سمجھ کر اتراتے اور اکڑتے ہیں۔ حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی محض ہیچ ہے۔ جیسے ایک شخص اپنی انگلی سے سمندر کو چھوئے تو وہ تری جو انگلی کو پہنچی ہے سمندر کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ دنیا کی آخرت کے مقابل اتنی بھی حقیقت نہیں۔ لہٰذا عقلمند کو چاہیئے کہ فانی پر باقی کو مقدم رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے بذات خود مقصود نہیں۔ یہاں کے سامانوں سے اس طرح متمتع ہو جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہو جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا۔ ف۱۰ سیکڑوں نشان دیکھتے تھے مگر وہ ہی مرغے کی ایک ٹانگ پکڑی ہوئی تھی کہ جو ہم کہتے جائیں وہ نشان دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کے پہاڑوں کو ذرا اپنی جگہ سے سرکا کر کھیتی باڑی کے لئے زمین وسیع کر دو۔ یا زمین کو پھاڑ کر چشمے اور نہریں نکال دو یا ہمارے پرانے بزرگوں کو دوبارہ زندہ کر کے ہم سے بات چیت کرا دو۔ غرض کوئی نشان ایسا دکھلاؤ جو ہم کو ایمان لانے پر مجبور کر دے۔ اس کا جواب دیا کہ بیشک خدا ایسے نشان دکھلانے پر قدرت رکھتا ہے لیکن اُس کی حکمت و عادت مقتضی نہیں کہ تمہاری فرمائشیں پوری کیا کرے۔ پیغمبروں کی تصدیق کے لئے جس قدر ضرورت ہے اُس سے زائد نشانات دکھلا چکا اور دکھلا رہا ہے۔ دوسرے سیکڑوں معجزات سے قطع نظر کر کے اکیلا قرآن ہی کیسا عظیم الشان نشان پیغمبر کی صداقت کا ہے جب تم ان نشانوں کو دیکھ کر راہ راست پر نہ آئے اور حق کی طرف رجوع نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ قدیم قانون کے موافق خدا کی مشیت یہ ہی ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھے۔ بلاشبہ اگر تم اتنے بڑے بڑے نشان دیکھ کر اس کی طرف رجوع ہوتے تو وہ اپنی عادت کے موافق تم کو آگے بڑھاتا اور حقیقی کامیابی تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا۔ جب تم نے خود یہ نہ چاہا تو اُسکی حکمت بھی اسی کو مقتضی ہے کہ تمہیں مجبور نہ کرے پھر فرمائشی

بقیہ صفحہ ۳۲۶. نشان دکھلانے کی کیا ضرورت رہی، بلکہ نہ دکھلانے میں تمہارا فائدہ ہے کیونکہ سُنۃ اللہ یہ ہے کہ فرمائشی نشان اُسی وقت دکھلائے جاتے ہیں جب کسی قوم کا تباہ کرنا مقصود ہو حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اے محمدؐ! اگر تم چاہو تو ہم ان کو فرمائشی نشان دکھلا دیں، اُس پر بھی نہ مانیں تو ایسا عذاب بھیجا جائیگا جو دنیا میں کسی پر نہ آیا ہو۔ اور اگر تم چاہو تو رحمت و توبہ کا دروازہ کھلا رکھیں۔ آپ نے دوسری شق کو اختیار فرمایا! چنانچہ یہی معاندانہ فرمائشیں کرنے والے بہت سے بعد کو مسلمان ہوگئے۔

فوائد صفحہ ہذا} ف۱ یعنی خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کا بیان ہوا یعنی اُن کو دولت ایمان نصیب ہوتی ہے اور ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے چین اور اطمینان حاصل کرتے ہیں کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن ہے "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" جسے پڑھ کر اُن کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے شبہات اور وساوس شیطانیہ دور ہو کر سکون و اطمینان میسر آتا ہے۔ ایک طرف اگر حق تعالیٰ کی عظمت و مہابت دلوں میں خوف و خشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لامحدود رحمت و مغفرت کا ذکر قلبی سکون و راحت کے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ غرض اُن کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور اُن کے قلوب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔ ف۲ یعنی دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا، کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون و اطمینان سے ہم آغوش نہیں کر سکتی۔ صرف یاد الٰہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہ ہی ہے جو دلوں کے اضطراب و وحشت کو دور کر سکتا ہے۔ ف۳ مترجم محقق نے "طوبیٰ" کے لغوی معنے لئے ہیں اسی کے اندر جنت کا وہ درخت بھی آ گیا جسے حدیث صحیح میں "طوبیٰ" کے نام سے موسوم فرمایا ہے ف۴ یعنی جس طرح ہم اپنی طرف رجوع ہونیوالوں کو کامیابی کی راہ دکھاتے ہیں۔ اسی طرح اس اُمت کی رہنمائی کے لئے ہم نے تجھے مبعوث کیا۔ تا جو کتاب اپنی رحمت کاملہ سے تجھ پر اُتاری ہے آپ ان کو پڑھ کر سنا دیں آپ کا پیغمبر بنا کر بھیجا جانا کوئی انوکھی بات نہیں، پہلی اُمتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے جا چکے ہیں جو اُس وقت تکذیب کرنے والوں کا حشر ہوا ان لوگوں کو بھی پیش نظر رہنا چاہئے۔ ف۵ یعنی رحمان نے اپنی رحمت کاملہ سے قرآن اُتارا۔ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ مگر انہوں نے سخت ناشکری اور کفران نعمت پر کمر باندھ لی۔ رحمان کا حق ماننے سے منکر ہوگئے بلکہ اس نام ہی سے وحشت کھانے لگے۔ اسی لئے "حدیبیہ" کے صلحنامہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے پر جھگڑا کیا۔ "وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ" (فرقان۔ رکوع ۵) ف۶ یعنی جس رحمان سے تم انکار کرتے ہو وہ ہی میرا رب ہے اور وہ ہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں "قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی" (بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۲) میرا آغاز و انجام سب اُسی کے ہاتھ میں ہے میں اُسی پر توکل کرتا ہوں۔ نہ تمہارے انکار و تکذیب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے نہ اُس کی امداد و اعانت سے مایوس ہوں۔ ف۷ یہاں قرآن سے مراد عام کتاب ہے جیسا کہ ایک حدیث صحیح میں "زبور" پر لفظ قرآن کا اطلاق ہوا ہے یعنی اگر کوئی کتاب ایسی اُتاری جاتی جس سے تمہارے یہ فرمائشی نشان پورے ہو جاتے تو وہ بجز اس قرآن کے اور کونسی ہو سکتی تھی۔ یہی قرآن ہے جس نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو اُن کی جگہ سے ہٹا دیا۔ قلوب بنی آدم کی زمینوں کو پھاڑ کر معرفت الٰہی کے چشمے جاری کر دیے۔ وصول الی اللہ کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرائے۔ مُردہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔ جب ایسے قرآن سے تم کو شفا و ہدایت نصیب نہ ہوئی تو فرض کرو تمہاری طلب کے موافق اگر یہ قرآن مادی اور حسی طور پر بھی وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی فرمائش کرتے ہو۔ تب ہی کیا اُمید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئی حجتیں اور کج بحثیاں شروع نہ کرتے۔ تم ایسے ضدی اور سرکش واقع ہوئے ہو کہ کسی نشان کو دیکھ کر ایمان لانے والے نہیں۔ اصل یہ ہے کہ سب کام (ہدایت و اضلال) اللہ کے ہاتھ میں ہیں جسے وہ نہ چاہے قیامت تک ہدایت نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ اُسی کو چاہتا ہے جو اپنی طرف سے قبول حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہو۔ ف۸ شاید بعض مسلمانوں کو خیال گذرا ہو گا کہ ایک مرتبہ اُنکی فرمائش ہی پوری کر دیجائے شاید ایمان لے آئیں اُن کو سمجھایا کہ خاطر جمع رکھو اگر خدا چاہے تو بدون ایک نشان دکھلائے ہی سب کو راہ راست پر لے آئے لیکن یہ اُس کی عادت و حکمت کے خلاف ہے۔ اُس نے انسان کو ایک حد تک کسب و اختیار کی آزادی دیکر ہدایت کے کافی اسباب فراہم کر دیے، جو چاہے اُن سے منتفع ہو۔ کیا ضرورت ہے کہ اُنکی فرمائشیں پوری کیجائیں باوجود کافی سامان ہدایت موجود ہونے کے اگر معاندین نہیں مانتے اور اپنے ایمان کو بیہودہ فرمائشوں پر معلق کرتے ہیں۔ تو ہم نے یہ ارادہ بھی نہیں کیا کہ ساری دنیا کو ضرور منوا ہی دیا جائے آخر "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" والی بات بھی تو پوری ہو کر رہیگی۔ ف۹ یعنی یہ کفار مکہ فرمائشی نشانوں سے ماننے والے نہیں۔ یہ تو اس طرح مانیں گے کہ برابر کوئی آفت و مصیبت خود ان پر یا انکے آس پاس والوں پر پڑتی رہیگی۔ جسے دیکھ کر عبرت حاصل کریں مثلاً جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے کچھ قتل ہونگے کچھ قید کئے جائینگے کچھ دوسری طرح کی مصائب کا شکار ہونگے۔ یہی سلسلہ رہیگا جب تک خدا کا وعدہ پورا ہو یعنی مکہ فتح ہو اور جزیرۃ العرب شرک کی گندگی سے پاک وصاف ہو جائے بیشک خدا کا وعدہ اٹل ہے، پورا ہو کر رہیگا بعض مفسرین نے "اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ" میں رسول اللہ صلعم کی طرف خطاب مانا ہے یعنی آپ اُن کی بستی کے قریب اُتریں گے جیسا کہ حدیبیہ میں ہوا۔ اس وقت "قارعۃ" سے وہ سرایا مراد ہونگے جن میں آپ بنفس نفیس شریک نہ ہوتے تھے بعض سلف سے منقول ہے کہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے۔ مکہ والوں کی تخصیص نہیں۔ واللہ اعلم۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ

وہ لوگ جو ایمان لائے اور چین پاتے ہیں اُن کے دل اللہ کی یاد سے ف۱ سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں

الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

دل ف۲ جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے خوشحالی ہے اُنکے واسطے اور اچھا ٹھکانا ف۳

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَیْهِمُ

اسی طرح تجھ کو بھیجا ہم نے ایک اُمت میں کہ گذر چکی ہیں اُس سے پہلے بہت اُمتیں تاکہ سناوے تو اُن کو

الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ قُلْ هُوَ رَبِّیْ

جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف ف۴ اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمٰن سے ف۵ تو کہہ وہی رب میرا ہے

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا

کسی کی بندگی نہیں سوا اُس کے اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اُسی کی طرف آتا ہوں رجوع کر کے ف۶ اور اگر کوئی قرآن ہوا ہوتا کہ

سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى

چلیں اُس سے پہاڑ یا ٹکڑے ہوئے اُس سے زمین یا بولیں اُس سے مُردے

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا اَفَلَمْ یَایْــَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ

تو کیا ہوتا بلکہ سب کام تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں ف۷ سو کیا خاطر جمع نہیں ایمان والوں کو اس پر کہ اگر چاہے

اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ

اللہ تو راہ پر لاوے سب لوگوں کو ف۸ اور برابر پہنچتا رہے گا منکروں کو

بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى یَاْتِیَ

اُن کی کرتوت پر صدمہ یا اُترے گا اُن کے گھر سے نزدیک جب تک کہ پہنچے

وَعْدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ

وعدہ اللہ کا بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ ف۹ اور ٹھٹھا کر چکے ہیں کتنے رسولوں کو

مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَیْتُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَیْفَ

تجھ سے پہلے سو ڈھیل دی میں نے منکروں کو پھر اُن کو پکڑ لیا سو کیسا

ف۱ سزا ملنے میں دیر ہوتو مت سمجھو کہ چھوٹ گئے۔ گذشتہ مجرموں کو بھی پہلے ڈھیل دی گئی۔ پھر جب پکڑا تو دیکھ لو کیا حشر ہوا۔ آج تک اُن کی تباہی کی داستانیں زبانوں پر ہیں۔ ف۲ یعنی جو خدا ہر شخص کے ہر عمل کی ہر وقت نگرانی رکھتا ہے، ایک لمحہ کسی سے غافل نہیں۔ ذرا کوئی شرارت کرے اُسی وقت تنبیہ کر سکتا اور سزا دے سکتا ہے کیا مجرم اُس سے چھوٹ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں؛ یا اُس کی مثل پتھر کی وہ مورتیاں ہو سکتی ہیں جو نہ دیکھتی ہیں نہ سنتی ہیں۔ نہ اپنے یا دوسرے کے نفع و ضرر کا کچھ اختیار رکھتی ہیں۔ تعجب ہے کہ ایسے خدا کی موجودگی میں انسان ایسی عاجز و حقیر مخلوق کے آگے سر جھکائے اور اُس کو خدائی کے اختیارات تفویض کرے۔ اِس ظلم کی بھی کوئی انتہا ہے کہ علیم الکل اور بہمہ صفت موصوف خدا کے شریک وہ ہوں جنہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ جو کچھ ہم خفیہ یا علانیہ کرتے ہیں سب خدا کی آنکھ کے سامنے ہے لوگوں کی ان مشرکانہ حرکتوں سے وہ بے خبر نہیں۔ جلد یا بدیر سزا مل کر رہیگی۔ ف۳ یعنی ذرا آگے بڑھ کر اُن شرکاء کے نام تو لو اور پتے تو بتاؤ، کیا خدا ئے قدوس کی یہ صفات سن کر جو اوپر بیان ہوئیں کوئی حیادار اُن پتھروں کا نام بھی لے سکتا ہے؟ اور بے حیائی سے لات و عزّیٰ کے نام لینے لگو تو کیا کوئی عاقل اُدھر التفات کر سکتا ہے؟ ف۴ یعنی خدا کو تمام روئے زمین پر اپنی خدائی کا کوئی شریک (حصہ دار) معلوم نہیں۔ (کیونکہ ہے ہی نہیں جو معلوم ہو) کیا تم اُسے وہ چیز بتلاؤ گے جسے وہ نہیں جانتا؟ (العیاذ باللہ) (تنبیہ) زمین کی قید اِس لئے لگائی کہ بت پرستوں کے نزدیک شرکاء (اصنام) کی قیام گاہ یہی زمین تھی۔ ابو حیان نے "لَا یَعْلَمُ" کی ضمیر مَا کی طرف لوٹائی ہے یعنی کیا خدا کو بتلاتے ہو کہ آپ کی خدائی کے حصہ دار وہ بت ہیں جو ادنیٰ سا علم بھی نہیں رکھتے؟ ف۵ پہلے فرمایا تھا اُن شرکاء کا ذرا نام لو، پھر متنبہ فرمایا کہ جس چیز کا واقع میں ثبوت ہی نہیں اُس کا نام کیا لیا جا سکتا ہے؟ اب بتلاتے ہیں کہ کسی چیز کو خدا کا شریک ٹھہرانا خالی الفاظ اور صوت محض ہے جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں۔ مجرد ظن و تخمین اور باطل اوہام سے چند بے معنی الفاظ بامعنی نہیں بن جاتے۔ شاید "بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ" میں اِدھر بھی اشارہ ہو کہ جو مشرکانہ باتیں وہ کر رہے ہیں اگر کورانہ تقلید و تعصب سے خالی ہو کر اپنے ضمیر کی طرف رجوع کریں تو خود اُن کا ضمیر بھی ان لغویات سے انکار کریگا۔ اِس لئے کہنا چاہیے کہ یہ سب اوپر اوپر کی باتیں ہیں جن کو انسانی ضمیر اور انسانی فطرت دونوں مردود ٹھہرا چکے ہیں۔ ف۶ یعنی کچھ بھی نہیں۔ شرک کی حمایت میں اُنکی یہ مستعدی اور توحید کے مقابلہ میں اس قدر جد و جہد خالی نفس کا دھوکا اور شیطان کا فریب ہے اِسی نے اُن کو راہِ حق سے روک دیا ہے۔ ف۷ یعنی جسے خدا ہدایت کی توفیق نہ دے اُسے کون راہ پر لا سکتا ہے اور وہ اسی کو توفیق دیتا ہے جو باختیار خود ہدایت کے دروازے اپنے اوپر بند نہ کرے۔ ف۸ مجاہدین کے ہاتھوں سے یا بلا واسطہ قدرت کی طرف سے۔ ف۹ یعنی بے سزا دیے چھوڑیگا نہیں۔ پھر وہاں کی سزا کا کیا پوچھنا۔ ف۱۰ جس کی کوئی نوع کبھی ختم نہ ہوگی اور ہمیشہ وہ ہی ملیگا جس کی خواہش کرینگے۔ "لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ" (واقعہ۔ رکوع ۱) ف۱۱ یعنی سایہ بھی ہمیشہ آرام دہ رہیگا۔ نہ کبھی دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی تکلیف۔ "لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا" (دہر رکوع ۱) ف۱۲ یعنی خدا سے ڈر کر شرک و کفر کو چھوڑے رکھا۔ ف۱۳ اہل حق اور اہل باطل کا انجام ایک دوسرے کے بالمقابل بیان فرمایا۔ "وَ بِضِدِّهَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَآءُ"۔ ف۱۴ جن کو اب قرآن دیا ہے (یعنی مسلمان) اور جن کو پہلے "تورات" و "انجیل" وغیرہ دی گئی (یعنی یہود و نصاریٰ) اُس چیز کو سُن کر خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی۔ مسلمانوں کا خوش ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ اسی کتاب کو فلاح دارین کی کلید جانتے تھے۔ باقی یہود و نصاریٰ میں جو لوگ اہل علم و انصاف اور فی الجملہ حق پرست تھے اُن کے لئے بھی ایک طرح مسرت کا موقع تھا۔ کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ قرآن کریم کیسی فراخدلی سے اُن کی اصل کتابوں کی تصدیق اور اُن کے انبیاء کی تعریف و تعظیم میں رطب اللسان ہے بلکہ سچے احبار و رہبان کے وجود کو بھی معرض مدح میں پیش کرتا ہے۔ "ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا"۔ چنانچہ اسی قسم کے منصف و حق پرست یہود و نصاریٰ آخرکار مشرف باسلام ہوئے۔

كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَ

تھا میرا بدلہ ف۱ بھلا جو لئے کھڑا ہے ہر کسی کے سر پر جو کچھ اُس نے کیا ہے اور

جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِی

مقرر کرتے ہیں اللہ کیلئے شریک ف۲ کہہ اُن کا نام لو ف۳ یا اللہ کو بتلاتے ہو جو وہ نہیں جانتا

الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ

زمین میں ف۴ یا کرتے ہو اوپر ہی اوپر باتیں ف۵ یہ نہیں بلکہ بھلے سمجھا دیے ہیں منکروں کو اُن کے فریب

وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾

اور وہ روک دیے گئے ہیں راہ سے ف۶ اور جس کو گمراہ کرے اللہ سو کوئی نہیں اُسکو راہ بتانیوالا ف۷

لَهُمْ عَذَابٌ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ

اُن کو مار پڑتی ہے دنیا کی زندگی میں ف۸ اور آخرت کی مار تو بہت ہی سخت ہے اور

مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٣٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

کوئی نہیں اُنکو اللہ سے بچانے والا ف۹ حال جنت کا جس کا وعدہ ہے پرہیزگاروں سے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ

بہتی ہیں اُس کے نیچے نہریں میوہ اُس کا ہمیشہ ہے ف۱۰ اور سایہ بھی ف۱۱ یہ

عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ

بدلہ ہے اُن کا جو ڈرتے رہے ف۱۲ اور بدلہ منکروں کا آگ ہے ف۱۳ اور وہ لوگ جن کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

ہم نے دی ہے کتاب خوش ہوتے ہیں اُس سے جو نازل ہوا تجھ پر ف۱۴ اور بعضے فرقے

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَاۤ اُشْرِكَ

نہیں مانتے اُسکی بعضی بات ف۱۵ کہہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں

بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿٣٦﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا

اُس کا اُسی کی طرف بلاتا ہوں اور اُسی کی طرف ہے میرا ٹھکانا ف۱۶ اور اسی طرح اُتارا ہم نے یہ کلام حکم

ف۱۵ یعنی یہود و نصاریٰ یا عرب کے جاہلوں میں وہ جماعتیں بھی ہیں جو قرآن سے اِس لئے ناخوش ہیں کہ اُنہیں اُسکی بعض چیزوں سے انکار ہے اور یہ وہی چیزیں ہیں جو اُن کی تحریف و تبدیل یا آراء و اہواء کے خلاف قرآن نے بیان کی ہیں۔ ف۱۶ یعنی کوئی خوش ہو یا ناخوش، میں تو اُسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں جس کو سب انبیاء اور عقل بالاتفاق مانتے چلے آئے۔ اُسی کے احکام و مرضیات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ میرا انجام اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، وہیں میرا ٹھکانا ہے۔ وہ ہی مجھ کو آخرکار غالب و منصور اور مخالفین کو مغلوب و رسوا کریگا۔ لہٰذا کسی کے خلاف و انکار کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

عربی زبان میں ف۱ اور اگر تو چلے اُنکی خواہش کے موافق بعد اُس علم کے جو تجھ کو پہنچ چکا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝۳۷ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی اور نہ بچانے والا ف۲ اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں اُنکو جوروئیں اور اولاد اور نہیں ہوا کسی رسول کی

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝۳۸ يَمْحُوا اللّٰهُ

کہ وہ لے آئے کوئی نشانی مگر اللہ کے اذن سے ہر ایک وعدہ ہے لکھا ہوا ف۳ مٹاتا ہے اللہ

مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ

جو چاہے اور باقی رکھتا ہے اور اُسی کے پاس ہے اصل کتاب ف۴ اور اگر دکھلادیں ہم تجھ کو کوئی وعدہ

الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

جو ہمنے کیا ہے اُن سے یا تجھ کو اُٹھالیویں سو تیرا ذمہ تو پہنچا دینا ہے اور ہمارا ذمہ ہے

الْحِسَابُ ۝۴۰ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ

حساب لینا ف۵ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے اُس کے

اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ

کناروں سے ف۶ اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اُس کا حکم ف۷ اور وہ جلد لیتا ہے

الْحِسَابِ ۝۴۱ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ

حساب ف۸ اور فریب کر چکے ہیں جو اُن سے پہلے تھے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب ف۹

يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى

جانتا ہے جو کچھ کماتا ہے ہر ایک جی ف۱۰ اور اب معلوم کئے لیتے ہیں کافر کہ کس کا ہوتا ہے پچھلا

الدَّارِ ۝۴۲ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى

گھر ف۱۱ اور کہتے ہیں کافر تو بھیجا ہوا نہیں آیا کہدے اللہ

ف۱ یعنی جیسے پیشتر دوسری کتابیں اُتاری گئیں اس وقت یہ قرآن اُتارا جو عظیم الشان معارف و حکم پر مشتمل اور حق و باطل کا آخری فیصلہ کرنے والا ہے۔ پھر جس طرح ہر پیغمبر کو اُسی زبان میں کتاب دی گئی جو اُس کی قومی زبان تھی۔ ایسے ہی محمد عربی صلعم کو عربی قرآن دیا گیا۔ بلاشبہ قرآن جیسی معجزہ و جامع کتاب ایسی ہی زبان میں نازل ہونی چاہئے تھی، جو نہایت بلیغ، وسیع، جامع، منضبط، واضح، پر مغز اور پر شوکت ہونے کی وجہ سے "اُمّ الالسنہ" اور "ملکۃ اللغات" کہلانے کی مستحق ہے۔ ف۲ یعنی کسی کے انکار و ناخوشی کی ذرہ بھر پروا نہ کرو۔ حق تعالیٰ نے جو علم عظیم تم کو دیا ہے اُس کی پیروی کرتے رہو اگر بالفرض تم اِن لوگوں کی خواہشات کی طرف جُھک گئے تو اُس کے وبال سے کون بچا سکتا ہے۔ یہ خطاب ہر طالب حق کو ہے۔ اور اگر حضورؐ مخاطب ہیں تو آپ کو سامنے رکھ کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے جیسا کہ پہلے سند د مواضع میں اس کی نظائر گذر چکیں۔ ف۳ یعنی پیغمبر عربی صلعم کو نئی کتاب اور نئے احکام دیکر بھیجا گیا اچنبھے کی بات ہو گئی جو اتنی حجتیں نکالی جاتی ہیں۔ آخر ان سے پہلے بھی ہم نے جو پیغمبر بھیجے وہ آسمان کے فرشتے نہ تھے اِسی دنیا کے رہنے والے آدمی تھے۔ جو کھانا کھاتے اپنی ضروریات اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور بیوی بچے رکھتے تھے۔ اُن میں کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگ جو نشانی مانگتے ضرور دکھلا دیتا، بلکہ ہر پیغمبر کی طرح ہر چیز میں خدائی اذن کے منتظر رہتے تھے۔ وہ ہی نشان دکھاتے اور وہ ہی احکام سُناتے تھے جس کا اذن خدا کے یہاں سے ہوتا۔ خدائی اذن کا حال یہ ہے کہ اُس کے یہاں ہر زمانہ اور ہر قرن کے مناسب جدا گانہ حکم لکھا ہوا ہے۔ اور ایک وعدہ ٹھہرا ہوا ہے جس کو نہ کوئی نبی بدل سکتا ہے نہ فرشتہ۔ پھر جب ہر ایک پیغمبر اپنے زمانہ کے مناسب احکام لائے اور اپنی صداقت کے نشان دکھانے میں پبلک کی خواہشات کے پابند نہیں ہوئے نہ اپنے کو حوائج بشریہ اور تعلقات معاشرت سے پاک اور برتر ظاہر کیا تو ان ہی چیزوں کا محمد رسول اللہ صلعم میں پایا جانا انکار نبوت کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔ ف۴ یعنی اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کرے جسے چاہے باقی رکھے جس قوم کو چاہے مٹائے جسے چاہے اُس کی جگہ جما دے۔ جن اسباب کی تاثیر چاہے بدل ڈالے جن کی چاہے نہ بدلے۔ جو وعدہ چاہے شرائط کی موجودگی میں ظاہر کرے جو چاہے شرائط کے نہ پائے جانے کی بنا پر موقوف کردے۔ غرض ہر قسم کی تبدیلی و تغییر، محو و اثبات نسخ و احکام سی کے ہاتھ میں ہے۔ قضا و قدر کے تمام دفاتر اُسی کے قبضہ میں ہیں اور سب تفصیلات و دفاتر کی جڑ جسے "اُمّ الکتاب" کہنا چاہئے اُسی کے پاس ہے یعنی "علم ازلی محیط" جو ہر قسم کے تبدل و تغیر سے قطعاً منزہ و مبّرا اور لوح محفوظ کا ماخذ ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے، بعضے اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے ہیں۔ اسباب کی تاثیر کا ایک طبعی اندازہ ہے، جب اللہ چاہے اُس کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کردے جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہے اور کبھی گولی سے بچتا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے جو ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ دو تقدیریں ہوئیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی جو تقدیر بدلتی ہے اُس کو معلق اور جو نہیں بدلتی اُس کو مُبرم کہتے ہیں" جن احادیث و آثار سے بعض افاضل کو قضاء مبرم کے بدلنے کا شبہ ہوا ہے اُنکے متعلق بیان تفصیل کا موقع نہیں۔ انشاء اللہ مستقل تفسیر میں لکھا جائیگا۔ اگر خدا نے توفیق دی۔ وہو الموفق والمستعان۔ ف۵ یعنی جو وعدے اُن سے کئے گئے ہیں، ہم کو اختیار ہے کہ ان میں سے بعض آپ کے سامنے پورے کردیں یا آپ کی وفات کے بعد ظاہر کریں، نہ آپ کو اُنکے ظہور کی فکر میں پڑنا چاہئے اور نہ تاخیر و امہال دیکھ کر ان لوگوں کو بےفکر ہونا چاہئے۔ خدا کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مناسب ہے جس کے پہنچنے پر وہ ضرور ظاہر ہو کر رہیگی۔ آپ اپنا فرض تبلیغ ادا کئے جائیے۔ تکذیب کرنے والوں کا حساب ہم خود بیباق کردینگے ف۶ یعنی سرزمین مکہ کے آس پاس اسلام کا اثر پھیلتا جاتا اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے قلوب پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے۔ اوس و خزرج کے دل حق و صداقت کے سامنے مفتوح ہو رہے ہیں۔ اِس طرح ہم آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے آرہے ہیں۔ کیا یہ روشن آثار اِن مکذبین کو نہیں بتلاتے کہ خدا کا فیصلہ اُن کے مستقبل کے متعلق کیا ہو چکا ہے۔ ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام آج جس رفتار سے بڑھ رہا ہے وہ کسی طاقت سے رُکنے والا نہیں۔ لہٰذا انجام بینی اسی میں ہے کہ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھیں۔ ف۷ یعنی اُس کا کوئی حکم اور فیصلہ اٹل ہے۔ جب وقت آجائے تو کس کی طاقت ہے کہ ایک منٹ کے لئے ملتوی کرکے پیچھے ڈال دے۔ ف۸ یعنی جہاں حساب کا وقت آن پہنچا پھر دیر نہ لگے گی۔ یا جو چیز یقیناً آنیوالی ہے اُسے جلد ہی سمجھو۔ ف۹ وہ نہ چاہے تو سب فریب رکھے رہ جائیں، یا یہ کہ خدا اُن کے فریب کا توڑ کرتا ہے۔ "مکر" اصل میں خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں، اگر بُرائی کے لئے کیجائے بُری ہے اور بُرائی کو دور کرنے کے لئے ہو تو اچھی ہے یعنی اُنہوں نے چُھپ چُھپ کر ناپاک تدبیریں کیں لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب رہی، اُس نے وہ تدبیریں اُن ہی پر اُلٹ دیں "وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ" (فاطر، رکوع ۵) ف۱۰ یعنی جس سے کوئی حرکت و سکون اور کھلا چھپا کام پوشیدہ نہیں اسکے آگے کسی کا مکر کیا چل سکتا ہے وہ اِن مکاروں کو خوب مزہ چکھائیگا۔ ف۱۱ یعنی جیسے اگلوں نے اپنے مکر کا انجام دیکھ لیا، موجودہ کفار کو بھی قدر عافیت معلوم ہوا چاہتی ہے

بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

کافی ہے گواہ میرے اور تمہارے بیچ میں ف اور جس کو خبر ہے کتاب کی ف

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَانِ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ابراہیم مکہ میں اُتری اور اُس کی باون آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ✡

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اُجالے

النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ

کی طرف اُن کے رب کے حکم سے ف راستہ پر اُس زبردست خوبیوں والے اللہ کے جس کا ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

جو کچھ کہ موجود ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں ف اور مصیبت ہے کافروں کو ایک سخت عذاب

شَدِيْدِ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ

سے ف جو کہ پسند رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے اور

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ

روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور تلاش کرتے ہیں اُس میں کجی وہ راستہ بھول

ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

کر جا پڑے ہیں دور ف اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی بولنے والا اپنی قوم کی

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ

تا کہ اُن کو سمجھائے ف پھر راستہ بھلاتا ہے اللہ جس کو چاہے اور راستہ دکھلا دیتا ہے جس کو چاہے اور

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ

وہ ہے زبردست حکمتوں والا ف اور بھیجا تھا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر کہ نکال

ف یعنی تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا جبکہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے قرآن جو اُس کا کلام ہے، جیسے اپنے کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتا ہے اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونے کا گواہ ہے۔ اگر آنکھیں کھول کر دیکھو تو سخت ناموافق حالات میں سچ کا اس شان سے پھیلتے جانا اور دشمنوں تک کے دلوں میں گھر کرنا، اور جھوٹ کا مغلوب و مقہور ہو کر مٹتے رہنا خدا کی طرف سے کھلی ہوئی گواہی میری حقانیت کی ہے ف۲ یعنی جن کو قرآن کا علم اور اُس کے حقائق کی خبر ہو گئی ہے وہ بھی دل سے گواہ ہیں کہ میں نے کچھ جھوٹ نہیں بنایا۔ نیز جنہیں پہلی کتب سماویہ اور اُن کی پیشین گوئیوں کی اطلاع ہے اُن کے دل گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلعم ٹھیک اُن پیشین گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سیکڑوں برس پیشتر موسیٰ اور مسیح کر چکے تھے۔ علیہما وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام۔ اے خدا! تو گواہ رہ کہ جس چیز کی گواہی تو نے اور تیری کتاب والوں نے دی، یہ عاجز خاطی بھی صدق دل سے اُس کی گواہی دیتا ہے۔ تم سورۃ الرعد بعون اللہ وحسن توفیقہ۔ ف۳ یعنی اس کتاب کی عظمت شان کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ ہم اُس کے اُتارنے والے، اور آپ جیسی رفیع الشان شخصیت اُس کی اُٹھانے والی ہے اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار، بادشاہ ہوں یا رعایا، سب کو جہالت و اوہام کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نکال کر معرفت و بصیرت اور ایمان و ایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کیجائے ف۴ یعنی صحیح معرفت کی روشنی میں اُس راستہ پر چل پڑیں جو زبردست و غالب، ستودہ صفات، شہنشاہ مطلق اور مالک الکل خدا کا بتایا ہوا اور اُس کے مقام رضا تک پہنچانے والا ہے۔ ف۵ یعنی جو لوگ ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد کفر و شرک اور جہالت و ضلالت کی اندھیری سے نہ نکلے اُن کو سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبت کا سامنا ہے، آخرت میں یا دنیا میں بھی۔ ف۶ یہ کافروں کا حال بیان فرمایا کہ اُن کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا ہے۔ آخرت کے مقابلہ میں اسی کو پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہیں۔ شب و روز اسی کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی چاہتے ہیں کہ دنیا کی محبت میں پھنسا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے راستہ سے روک دیں۔ اسی لئے یہ فکر رہتی ہے کہ خدا کے دین میں کوئی عیب نکالیں اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ فی الحقیقت یہ لوگ راستہ سے بھٹک کر بہت ہی دور جا پڑے ہیں جن کے واپس آنے کی توقع نہیں۔ خدا کی سخت مار پڑے گی تب آنکھیں کھلیں گی۔ ف۷ یعنی جس طرح آپ کو ہم نے لوگوں کی ہدایت کے لئے یہ عظیم الشان کتاب عطا فرمائی، پہلے بھی ہر زمانہ میں سامان ہدایت ہم پہنچاتے رہے ہیں۔ چونکہ طبعی ترتیب کے موافق ہر پیغمبر کے اولین مخاطب اُسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس میں سے وہ پیغمبر اُٹھایا جاتا ہے اس لئے اُسی کی قومی زبان میں وحی بھیجی جاتی رہی۔ تا احکام الٰہیہ کے سمجھنے سمجھانے میں پوری سہولت رہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت دعوت میں گو تمام جن و انس شامل ہیں، تاہم جس قوم میں سے آپ اُٹھائے گئے اُس کی زبان عربی تھی اور ترتیب طبعی کے موافق شیوع ہدایت کی یہی صورت مقدر تھی کہ آپ کے اولین مخاطب اور مقدم ترین شاگرد ایسی سہولت اور خوبی سے قرآنی تعلیمات و حقائق کو سمجھ لیں اور محفوظ کر لیں کہ اُنکے ذریعہ سے تمام اقوام عالم اور آنے والی نسلیں درجہ بدرجہ قرآنی رنگ میں رنگی جا سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، عربوں نے اپنے نبی کی صحبت میں رہکر اپنی قومی زبان میں جس سے اُنہیں بیحد شغف تھا، قرآنی علوم پر کافی دسترس پائی، پھر وہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے اور روم و فارس پر چھا گئے۔ اُس وقت قدرت نے عجمی قوموں میں ایسا زبردست جوش اور داعیہ کلام الٰہی کی معرفت اور زبان عربی میں مہارت حاصل کرنے کا پیدا فرما دیا کہ تھوڑی مدت کے بعد وہ قرآنی علوم کی شرح و تبیین میں اپنے معاصر عربوں سے گوئے سبقت لے گئے بلکہ عموماً علوم دینیہ وادبیہ کا مدار ثریا تک پرواز کرنیوالے عجمیوں پر رہ گیا۔ اس طرح خدا کی حجت بندوں پر تمام ہوتی رہی اور وقتاً فوقتاً قرآنی ہدایات کے مستفید ہونے کے اسباب فراہم ہوتے رہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ بہرحال خاتم الانبیاء صلعم کے خاص قوم عرب میں سے اٹھائے جانے کی اگر کچھ وجوہ موجود ہیں (اور یقیناً ہیں) تو اُن ہی وجوہ کے نتیجہ میں اس سوال کا جواب بھی آ جاتا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اُتار کر خداوند عالم نے عربوں کی رعایت کیوں کی؟ ف۸ یعنی تبیین و ہدایت کے سامان مکمل کر دیے پھر جس نے ان سامانوں سے منتفع ہونا چاہا اُس کی دستگیری فرما کر راہ پر لگا دیا جس نے روگردانی کی اُسے گمراہی میں چھوڑے رکھا۔ وہ زبردست اور غالب ہے، چاہے تو سب کو زبردستی راہ ہدایت پر لگا دے لیکن اُسکی حکمت مقتضی ہوئی کہ انسان کو کسب و اختیار کی ایک حد تک آزادی دیکر رحمت و غضب دونوں کے مظاہر کو دنیا میں باقی رہنے دے۔

ف۱ "نشانیاں دیکر" یعنی معجزات دیکر جو "آیات تسعہ" کے نام کو مشہور ہیں۔ یا آیات تورات مُراد ہوں۔ اور "یاد دلا انکو دن اللہ کے" یعنی اُن دنوں کے واقعات یاد دلاؤ۔ جب اُن پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن سے نجات دی اور اپنی مہربانی مبذول فرمائی۔ کیونکہ دونوں قسم کے حالات سُننے سے صابر و شاکر بندوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے، کہ مصیبت کے وقت گھبرانا اور راحت کے وقت اترانا نہیں چاہئے۔ جو لوگ پہلے کامیاب ہوئے ہیں وہ سختیوں پر صبر اور نعمائے الٰہیہ پر شکر کرنے سے ہوئے ہیں۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (اعراف رکوع ۱۶) ف۲ غلام تم کو غلام بنا رکھا تھا اور سخت بیگاریں لیتے تھے۔ ف۳ کہ تم کو غلامی کی ذلت سے نکالا اور دولت آزادی سے مالا مال کیا۔ "بلاء" کے اصل معنی آزمائش کے ہیں۔ تکلیف اور راحت دونوں حالتوں میں بندے کے صبر و شکر کی آزمائش ہے وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً "(الانبیاء رکوع ۳) وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ (اعراف رکوع ۲۱) چونکہ فرعونیوں سے نجات دینا بڑی نعمت تھی تو یہاں آزمائش انعام سے ہوئی جسے مترجم محقق نے بطور حاصل معنی لفظ "مدد" سے تعبیر کیا۔ اس قسم کی آیت سورۂ بقرہ اور اعراف میں گذر چکی ہے، وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔ ف۴ موسیٰ علیہ السّلام کا مقولہ ہے یعنی وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرما دیا کہ اگر احسان مان کر زبان و دل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں ملیں گی جسمانی و روحانی اور دنیوی و اخروی ہر قسم کی۔ ف۵ موجودہ نعمتیں سلب کر لی جائیں گی اور ناشکری کی مزید سزا الگ رہی۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک سائل آیا آپ نے ایک کھجور عنایت فرمائی اُس نے نہ لی یا پھینک دی۔ پھر دوسرا سائل آیا اُس کو بھی ایک کھجور دی، وہ بولا "سبحان اللہ تمرۃ من رسول اللہ صلعم" یعنی رسول اللہ کا تبرک ہے۔ آپ نے جاریہ کو حکم دیا کہ اُم سلمہ کے پاس جو چالیس درہم رکھے ہیں وہ اس (شکر گذار) سائل کو دلوا دے۔ ف۶ یعنی کفران نعمت کا ضرر تم ہی کو پہنچے گا۔ خدا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اسے تمہارے شکریوں کی کیا حاجت ہے۔ کوئی شکر ادا کرے یا نہ کرے، بہرحال اُسکے حمید و محمود ہونے میں کچھ کمی نہیں آتی صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا "اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، جن و انس سب کے سب ایک اعلیٰ درجے کے متقی شخص کے نمونہ پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ اور اگر سب اگلے پچھلے جن و انس مل کر بفرض محال ایک بدترین انسان جیسے ہو جائیں۔ (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی"۔ ف۷ یہ موسیٰ علیہ السّلام کے کلام کا تتمہ ہے۔ یا اُسے چھوڑ کر حق تعالیٰ نے اس اُمت کو خطاب فرمایا ہے۔ بہرحال اس میں بتلایا کہ جو بیشمار قومیں پہلے گذر چکیں اُن کے تفصیلی پتے اور احوال بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں البتہ چند قومیں جو عرب والوں کے یہاں زیادہ مشہور تھیں اُن کے نام لے کر اور بقیہ کو "وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ" میں درج کر کے متنبہ فرماتے ہیں کہ ان اقوام کا جو کچھ حشر ہوا کیا وہ تم کو نہیں پہنچا۔ تعجب ہے اتنی قومیں پہلے تباہ ہو چکیں اور اُن کے حال سے ابھی تک تمہیں عبرت حاصل نہ ہوئی۔ (تنبیہ) ابن عباس نے "لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ" کو پڑھ کر فرمایا کذب النسابون" (یعنی انساب کی پوری معرفت کا دعویٰ رکھنے والے جھوٹے ہیں) عُروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی کو نہیں پایا جو معد بن عدنان سے اوپر (تحقیقی طور پر) نسب کا حال بتاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۸ یعنی کفار فرط غیظ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے جیسے دوسری جگہ ہے عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ یا انبیاء کی باتیں سُن کر فرط تعجب سے ہاتھ مُنہ پر رکھ لئے، یا ہاتھ منہ کی طرف لیجا کر اشارہ کیا کہ بس چپ رہئے۔ یا ہماری اس زبان سے اس جواب کے سوا کوئی توقع نہ رکھو، جو آگے آ رہا ہے۔ یا پیغمبر کی باتیں سُن کر ہنستے تھے اور کبھی ہنسی کے دبانے کو مُنہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اَيْدِيَهُمْ کی ضمیر کفار کی طرف اور اَفْوَاهِهِمْ کی "رُسُل" کی طرف راجع ہو، یعنی ملعونوں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ میں اڑا دیئے کہ وہ بالکل بول نہ سکیں یا دونوں ضمیریں رُسُل کی طرف ہوں۔ یعنی سخت گستاخانہ طور پر انبیاء کے ہاتھ پکڑ کر اُنہی کے مُنہ میں ٹھونس دیئے بعض کے نزدیک یہاں "ایدی" سے مُراد نعمتیں ہیں یعنی جو عظیم الشان نعمتیں انبیاء نے پیش کی تھیں، مثلاً شرائع الٰہیہ وغیرہ وہ ناقدری سے اُن ہی کی طرف لوٹا دیں کسی کو قبول نہ کیا جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کی چیز اُس کے مُنہ پر ماری۔ بہرحال کوئی معنی لئے جائیں سب کا حاصل یہ ہے کہ اُنہوں نے نعمت خداوندی کی ناقدری کی اور انبیاء علیہم السّلام کی دعوت قبول نہ کی اُن کے ساتھ بڑی بے رخی بلکہ گستاخی سے پیش آئے۔

قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ

اپنی قوم کو اندھیروں سے اُجالے کی طرف اور یاد دلا ان کو دن اللہ کے البتہ

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ

اس میں نشانیاں ہیں اُس کو جو صبر کرنیوالا ہے شکر گذار ف۱ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب چھڑا دیا تم کو فرعون کی قوم سے وہ پہنچاتے تھے تم کو

سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ

بُرا عذاب ف۲ اور ذبح کرتے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تمہاری عورتوں کو

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ

اور اس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی طرف سے بڑی ف۳ اور جب سُنا دیا تمہارے رب نے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝

اگر احسان مانو گے تو اور بھی دوں گا تم کو ف۴ اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب البتہ سخت ہے ف۵

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ

اور کہا موسیٰ نے اگر کفر کرو گے تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

تو اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا ف۶ کیا نہیں پہنچی تم کو خبر ان لوگوں کی جو پہلے تھے تم سے

قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ

قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور جو اُن سے پیچھے ہوئے کسی کو اُن کی خبر نہیں

اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ

مگر اللہ کو ف۷ آئے اُنکے پاس اُن کے رسول نشانیاں لے کر پھر لوٹائے اُنہوں نے اپنے ہاتھ اپنے

اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

منہ میں ف۸ اور بولے ہم نہیں مانتے جو تم کو دے کر بھیجا اور ہم کو تو شبہ ہے اس راہ میں

تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ⑨ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ

جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو خلجان میں ڈالنے والا ☆ بولے اُن کے رسول کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے بنائے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ

آسمان اور زمین ف۱ وہ تم کو بُلاتا ہے تاکہ بخشے تم کو کچھ گناہ تمہارے ف۲ اور

یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ

ڈھیل دے تم کو ایک وعدہ تک جو ٹھہر چکا ہے ف۳ کہنے لگے تم تو یہی آدمی ہو ہم جیسے

تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا

تم چاہتے ہو کہ روک دو ہم کو اُن چیزوں سے جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے سو لاؤ

بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ

کوئی سند کھلی ہوئی ف۴ اُن کو کہا اُن کے رسولوں نے ہم تو یہی آدمی ہیں

مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ

جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں جس پر چاہے ف۵ اور ہمارا کام

لَنَآ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ

نہیں کہ لے آئیں تمہارے پاس سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر بھروسہ چاہیے

الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا

ایمان والوں کو ف۶ اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ پر اور وہ سمجھا چکا ہم کو

سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ

ہماری راہیں ف۷ اور ہم صبر کرینگے ایذا پر جو تم ہم کو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسہ چاہیے

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⑫ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ

بھروسے والوں کو ف۸ اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال دینگے تم کو

مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ

اپنی زمین سے یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں ف۹ تب حکم بھیجا اُن کو اُن کے رب نے

ف۱ یعنی خدا کی ہستی اور وحدانیت تو ایسی چیز نہیں جس میں شک و شبہ کی ذرا بھی گنجائش ہو انسانی فطرة خدا کے وجود پر گواہ ہے. علویات و سفلیات کا عجیب و غریب نظام شہادت دیتا ہے کہ اس مشین کے پرزوں کو وجود کے سانچہ میں ڈھالنے والا پھر انہیں جوڑ کر نہایت محکم و منظم طریقہ سے چلانے والا بڑا زبردست ہاتھ ہونا چاہئے جو کمال حکمت و اختیار سے عالم کی مشین کو قابو میں کئے ہوئے ہے. اسی لئے کٹر سے کٹر مشرک کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس بات کے اعتراف سے چارہ نہیں رہا کہ بڑا خدا جس نے آسمان و زمین وغیرہ کرات پیدا کئے وہ ہی ہو سکتا ہے جو تمام چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں کا اونچا مقام پر براجمان ہو. انبیاء کی تعلیم یہ ہے کہ جب انسانی فطرت نے ایک علیم و حکیم قادر و توانا منبع الکمالات خدا کا سراغ پالیا پھر اوہام و ظنون کی دلدل میں پھنسکر اس سادہ فطری عقیدہ کو کھلونا یا چیستاں کیوں بنایا جاتا ہے. وجدان شہادت دیتا ہے کہ ایک قادر مطلق اور عالم الکل خدا کی موجودگی میں کسی پتھر یا درخت یا انسانی تصویر یا سیارۂ فلکی یا اور کسی مخلوق کو الوہیت میں شریک کرنا فطرت صحیحہ کی آواز کو دبانے یا بگاڑنے کا مرادف ہے. کیا خداوند قدوس کی ذات و صفات میں (معاذ اللہ) کچھ کمی محسوس ہوئی جس کی مخلوق خداؤں کی جمیعت سے تلافی کرنا چاہتے ہو. ف۲ یعنی ہم نہیں بلاتے. فی الحقیقت ہمارے ذریعہ سے وہ تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے کہ توحید و ایمان کے رستہ پر چل کر اُسکے مقام قرب تک پہنچو. اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آکر ایمان و ایقان کا طریق اختیار کرلو تو ایمان لانے سے پیشتر کے سب گناہ بجز حقوق و زواجر کے معاف کردیگا. پھر ایمان لانے کے بعد جیسا عمل کروگے اُسکے موافق معاملہ ہوگا ف۳ یعنی کفر و شرارت پر قائم رہنے کی صورت میں جو جلد تباہ کئے جاتے اُس سے محفوظ ہو جاؤگے اور جتنی مدت دنیا میں رہوگے سکون و اطمینان کی زندگی گذاروگے. "یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا" اور "فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً" وغیرہ نصوص کے موافق. ف۴ یعنی اچھا خدا کی بحث کو چھوڑیے. آپ اپنی نسبت کہیں کیا آپ آسمان کے فرشتے ہیں؟ یا نوع بشر کے علاوہ کوئی دوسری نوع ہیں؟ جب کچھ نہیں، ہم ہی جیسے آدمی ہو تو آخر کس طرح آپ کی باتوں پر یقین کرلیں. آپکی خواہش یہ ہوگی کہ ہم کو قدیم مذہب سے ہٹا کر اپنا تابع بنالیں، تو خاطر جمع رکھو کبھی نہ ہوگا. اگر آپ اپنا امتیاز ثابت کرنا اور اس مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو کوئی ایسا کھلا ہوا نشان یا خدائی سارٹیفکٹ دکھلایئے جس کے سامنے خواہی نخواہی سب کی گردنیں جھک جائیں. اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب ہماری فرمائش کے موافق معجزات دکھلائیں ف۵ یعنی تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم نہ فرشتے ہیں نہ کوئی اور مخلوق بلکہ نفس بشریت میں تم ہی جیسے ہیں. لیکن نوع بشر کے افراد میں احوال و مدارج کے اعتبار سے کیا زمین و آسمان کا تفاوت نہیں آخر اتنا تو تم بھی مشاہدہ کرتے ہو کہ حق تعالیٰ نے جسمانی، دماغی، اخلاقی اور معاشی حالات کے اعتبار سے بعض انسانوں کو بعض پر کس قدر فضیلت دی ہے. پھر اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو اُن کی فطری قابلیت اور اعلیٰ ملکات کی بدولت روحانی کمال اور باطنی قرب کے اُس بلند مقام پر پہنچا دیا جسے "مقام نبوت" یا منصب رسالت" کہتے ہیں تو اس میں کیا اشکال و استبعاد ہے؟ بہرحال دعوٰئے نبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اپنی نسبت بشر کے سوا کوئی دوسری نوع ہونے کا دعوٰے رکھتے ہیں. ہاں اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض پر ایک خصوصی احسان فرماتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا. ف۶ یعنی اب رہا سند اور سارٹیفکٹ لانے کا قصہ، سو خدا کے حکم سے ہم پہلے ہی اپنی نبوت کی سند اور روشن نشانیاں دکھلا چکے ہیں. کما قال جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ" جو آدمی ماننا چاہے اُس کے اطمینان کے لئے وہ کافی سے زیادہ ہیں. باقی تمہاری فرمائشیں پوری کرنا، تو یہ چیز ہمارے قبضہ میں نہیں. نہ ہماری تصدیق عقلاً اُس پر موقوف ہے. خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جو سند اور نشان چاہے، تم کو دکھلائیگا. فرمائشی نشانات دیکھنے سے ایمان نہیں آتا، اللہ کے دینے سے آتا ہے. لہٰذا ایک ایماندار کو اُسی پر بھروسہ کرنا چاہئے. اگر تم نہ مانوگے اور ہماری عداوت و ایذا رسانی پر تیار ہوگے، تو ہمارا بھروسہ اُسی خدا کی مہربانی اور امداد پر رہیگا. ف۷ یعنی حق تعالیٰ ہم کو جام توحید و عرفان پلا کر حقیقی کامیابی کے راستے بتا چکا، پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اُس پر توکل نہ کریں ف۸ یعنی تم خواہ کتنی ہی ایذا پہنچاؤ، خدا کے فضل سے ہمارے توکل میں فرق نہیں پڑ سکتا. متوکلین کا یہ کام نہیں کہ سختیاں دیکھ کر توکل اور استقامت کی راہ سے ہٹ جائیں. ف۹ یعنی اپنے توکل وغیرہ کو رہنے دو، زیادہ بزرگی مت جتاؤ. بس اب دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہیگی. یا تم رعیت سے پہلے کی طرح، چپ چاپ ہم میں رل مل کر رہوگے اور جن کو تم نے بہکایا ہے وہ سب ہمارے پرانے دین میں واپس آئیں گے، ورنہ تم سب کو ملک بدر اور جلاوطن کیا جائے گا.

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ط

ہم غارت کرینگے اِن ظالموں کو ٭ اور آباد کریں گے تم کو اِس زمین میں اِن کے پیچھے ف۱

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ

یہ ملتا ہے اُس کو جو ڈرتا ہو کھڑے ہونے کو میرے سامنے اور ڈرتا ہو میرے عذاب کے وعدہ سے ف۲ اور فیصلہ لگے مانگنے پیغمبر ف۳ اور نامراد ہوا

كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ

ہر ایک سرکش ضدی ف۴ پیچھے اُس کے دوزخ ہے اور پلائینگے اُس کو پانی

صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ

پیپ کا ف۵ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اُس کو اور گلے سے نہیں اُتار سکتا ف۶ اور چلی آتی ہے اُس پر موت

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ط وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

ہر طرف سے اور وہ نہیں مرتا اور اُس کے پیچھے عذاب ہے سخت ف۷

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ

حال اُن لوگوں کا جو منکر ہوئے اپنے رب سے اُنکے عمل ہیں جیسے وہ راکھ کہ زور کی چلے اُس پر ہوا

فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ط لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ط ذٰلِكَ هُوَ

آندھی کے دن کچھ اُن کے ہاتھ میں نہ ہوگا اپنی کمائی میں سے یہی ہے

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

بہک کر دور جا پڑنا ف۸ تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین

بِالْحَقِّ ط اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ

جیسی چاہیئے اگر چاہے تم کو لیجائے اور لائے کوئی پیدائش نئی ٭ اور یہ

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ

اللہ کو کچھ مشکل نہیں ف۹ اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سارے ف۱۰ پھر کہیں گے کمزور

اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ

بڑائی والوں کو ہم تو تمہارے تابع تھے سو بچاؤ گے ہم کو

ف۱ یعنی یہ تم کو کیا نکالیں گے ہم ہی اِن ظالموں کو تباہ کر کے ہمیشہ کے لیے یہاں سے نکال دیں گے کہ پھر کبھی واپس نہ آسکیں۔ اور اُن کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص وفاداروں کو زمین میں آباد کرینگے۔ دیکھ لو کفار مکہ نے نبی کریم صلعم اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے مکہ سے نکالنا چاہا۔ وہی نکلنا آخر اس کا سبب بن گیا کہ وہاں اسلام اور مسلمانوں کا دائمی تسلط ہو اور کفر کا نشان باقی نہ رہے۔ ف۲ یعنی مذکورہ بالا کامیابی اُن لوگوں کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں یہ خیال کر کے کہ وہ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک دن حساب دینے کے لئے اُس کے سامنے کھڑا ہونا ہے جہاں اُس کے بے پناہ عذاب سے کوئی بچانیوالا نہ ہوگا۔ ف۳ یعنی پیغمبروں نے خدا سے مدد مانگی اور فیصلہ چاہا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا "فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ" الخ لوط علیہ السلام نے کہا "رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ" شعیب علیہ السلام نے عرض کیا "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ" موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی "رَبَّنَا اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ" الخ" اور کفار نے بھی جب دیکھا کہ اتنی طویل مدت سے عذاب کی دھمکیاں دی جارہی ہیں لیکن اُس کے آثار کچھ نظر نہیں آتے تو استہزاء و تمسخر سے کہنے لگے "رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ" (ص رکوع ۲) اور "اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ" (انفال رکوع ۴) یہ تو قریش کے مقولے ہیں، قوم نوح نے کہا تھا "فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا" قوم شعیب نے کہا "فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا" وغیر ذٰلک۔ غرض دونوں طرف سے فیصلہ کی جلدی ہونے لگی۔ ف۴ یعنی پیغمبروں کا خدا کو پکارنا تھا کہ مدد آئی اور ہر ایک سرکش اور ضدی نامراد ہو کر رہ گیا۔ جو کچھ خیالات پکا رکھے تھے، ایک ہی پکڑ میں کافور ہو گئے۔ نہ وہ رہے نہ اُن کی توقعات رہیں۔ ایک لمحہ میں سب کا خاتمہ ہوا۔ ف۵ یعنی یہ تو یہاں کا عذاب تھا، اس کے بعد آگے دوزخ کا بھیانک منظر ہے جہاں شدت تشنگی کے وقت اُن کو پیپ یا پیپ جیسا پانی پلایا جائیگا۔ ف۶ یعنی خوشی سے کہاں پی سکیں گے۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے لوہے کے گرز سر پر مار کر زبردستی مُنہ میں ڈالیں گے جس وقت مُنہ کے قریب کرینگے شدت حرارت سے دماغ تک کی کھال اُتر کر نیچے لٹک پڑیگی، مُنہ میں پہنچ کر گلے میں پھنسے گا۔ بڑی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اُتاریں گے پیٹ میں پہنچا ہوگا کہ آنتیں کٹ کر باہر آجائیں گی "وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ" (محمد رکوع ۲) "وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ" (کہف رکوع ۴) (اعاذنا اللہ منہا وسائر المومنین) ف۷ یعنی اُس کا پینا کیا ہوگا ہر طرف سے موت کا سامنا کرنا ہوگا، سر سے پاؤں تک ہر عضو بدن پر سکرات موت طاری ہونگے، شش جہت سے مہلک عذاب کی چڑھائی ہوگی۔ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے، لیکن موت بھی نہیں آئیگی جو سب تکلیفوں کا خاتمہ کر دے۔ ایک عذاب کے پیچھے دوسرا تازہ عذاب آتا رہیگا۔ "كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ" (نساء رکوع ۸) "ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى" (اعلیٰ رکوع ۱) سچ ہے اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے۔ اللّٰھم احفظنا ف۸ بعض کفار کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ آخر ہم نے دنیا میں بہت سے اچھے کام صدقہ خیرات کی مد میں کئے، ہماری خوش اخلاقی لوگوں میں مشہور ہوئی، بہتیرے آدمیوں کی مصیبت میں کام آئے اور کسی نہ کسی عنوان سے خدا کی پوجا بھی کی، کیا یہ سب کیا کرایا اور دیا لیا اُس وقت کام نہ آئیگا؟ اُس کا جواب اس تمثیل میں دیا یعنی جسے خدا کی صحیح معرفت نہیں محض فرضی اور وہمی خدا کو پوجتا ہے اُس کے تمام اعمال محض بے روح اور بے وزن ہیں۔ وہ محشر میں اسی طرح اُڑ جائیں گے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرات اُڑ جاتے ہیں۔ اُس وقت کفار نیک عمل سے بالکل خالی ہاتھ ہونگے حالانکہ وہ ہی موقع ہوگا جہاں نیک عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اللہ اکبر! یہ کیسی حسرت کا وقت ہوگا کہ جن اعمال کو ذریعۂ قرب و نجات سمجھے تھے وہ راکھ کے ڈھیر کی طرح عین اُس موقع پر بے حقیقت ثابت ہوئے جب دوسرے لوگ اپنی نیکیوں کے ثمر شیریں سے لذت اندوز ہو رہے ہیں۔ ؎ کہ بازار چنداں کہ آگندہ تر، تہی دست را دل پراگندہ تر۔ ف۹ یعنی شاید کفار کو یہ خیال گذرے کہ جب مٹی میں بلکہ مٹی ہو گئے پھر دوبارہ زندگی کہاں۔ قیامت اور عذاب و ثواب وغیرہ سب کہانیاں ہیں، اُن کو تلایا کہ جس خدا نے آسمان و زمین کامل قدرت و حکمت سے پیدا کئے اُسے تمہارا از سرِ نو دوبارہ پیدا کرنا، یا کسی دوسری مخلوق کو تمہاری جگہ لے آنا کیا مشکل ہے؟ اگر آسمان و زمین کے محکم نظام کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا کوئی صانع حکیم ہے جیسا کہ لفظ "بالحق" میں تنبیہ فرمائی، تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے اشرف المخلوقات (انسان) کو محض بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا اور اس کی تخلیق و ایجاد سے کوئی عظیم الشان مقصد متعلق نہ ہوگا یقیناً اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہونی چاہئے جس میں آدم کی پیدائش کا مقصد عظیم اکمل و اتم طریقہ سے آشکارا ہو۔ ف۱۰ یعنی سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی۔

ف۱ یہ اتباع اپنے متبوعین سے کہیں گے یعنی دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری بہت تابعداری کی تھی۔ آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ تو کام آؤ، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ عذاب الٰہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کردو۔ یہ دوزخ میں جانے کے بعد کہیں گے یا میدان حشر میں، ابن کثیرؒ نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے لقولہ تعالیٰ وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا الآیۃ وغیر ذٰلک من الآیات۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی اگر خدا دنیا میں ہم کو ہدایت کی توفیق دیتا تو ہم تم کو بھی اپنے ساتھ سیدھے راستہ پر لے چلتے لیکن ہم نے ٹھوکر کھائی تو تمہیں بھی لے ڈوبے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ بتلاتا تو ہم تمہیں وہ ہی راہ بتا دیتے۔ اب تو تمہاری طرح ہم خود مصیبت میں مبتلا ہیں، اور مصیبت بھی ایسی جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ۔ نہ گھبرانے اور چلانے سے کچھ حاصل۔ ف۳ یعنی حساب کتاب کے بعد جب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکے گا اُس وقت کفار دوزخ میں جا کر یا داخل ہونے سے پہلے ابلیس لعین کو الزام دیں گے کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش وغیرہ کا انتظام کر تا عذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس اُن کے سامنے لیکچر دیگا جس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط سے ثواب عقاب اور دوزخ و جنت کے متعلق سچے وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل و براہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدے کے ظاہر ہے۔ میں نے اُس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے۔ جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکر و تامل سے واضح ہو سکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہے۔ میرے پاس نہ حجت و برہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کر دیتا۔ بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر شہ دی اُدھر ہی اپنی رضا و رغبت سے چل پڑے اگر میں نے اغوا کیا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل سنی نہ دعوے کو پرکھا آنکھیں بند کر کے پیچھے ہو لئے۔ انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ میرا جرم اغوا بجائے خود رہا، لیکن مجھے مجرم گردان کر تم کیسے بری ہو سکتے ہو۔ آج تم کو مدد دینا تو درکنار، خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں۔ ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا (یعنی بعض تو براہ راست شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بہتوں نے اس کی باتوں کو ایسی طرح مانا اور اُس کے احکام کے سامنے اس طرح سر تسلیم و انقیاد خم کیا جو خدائی احکام کے آگے کرنا چاہئے تھا) بہر حال اپنے جہل و غباوت سے جو شرک تم نے کیا تھا اس وقت میں اُس سے منکر اور بیزار ہوں۔ یا "بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ" میں بائے سببیت لیکر یہ مطلب ہو کہ تم نے مجھ کو خدائی کا رتبہ دیا اس سبب سے میں بھی کافر بنا۔ اگر میری بات کوئی نہ پوچھتا تو میں کفر و طغیان کے اس درجہ میں کہاں پہنچتا۔ اب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کئے کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہئے۔ شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ گذشتہ آیت میں ضعفاء و مستکبرین (عوام اور لیڈروں) کی گفتگو نقل کی گئی تھی، اُسی کی مناسبت سے یہاں دوزخیوں کے مہا لیڈر (ابلیس لعین) کی تقریر نقل فرمائی۔ چونکہ عوام کا الزام اور اُنکی اعتذار دونوں جگہ یکساں تھی شاید اسی لئے شیطان کی گفتگو کے وقت اُس کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔ مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس افراتفری کا تصور کر کے شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔ ف۴ یہ بطور مقابلہ کفار کی سزا کے بعد مومنین کا انجام بیان فرمایا۔ ف۵ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں "سلام" دعا ہے سلامتی مانگنے کی، وہاں "سلام" کہنا مبارکباد ہے سلامتی ملنے پر۔ ف۶ یعنی دیکھئے اور غور کیجئے کیسی باموقع اور معنی خیز مثال ہے۔ عقلمند جس قدر اُس میں غور کرے سینکڑوں باریکیاں نکلتی چلی آئیں۔ ف۷ ستھری بات میں کلمہ توحید، معرفت الٰہی کی باتیں، ایمان و ایمانیات، قرآن، حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل، سچ بولنا سب داخل ہے۔ ف۸ اکثر روایات و آثار میں یہاں "ستھرے درخت" کا مصداق کھجور کو قرار دیا ہے، گو دوسرے ستھرے درخت بھی اس کے تحت میں مندرج ہو سکتے ہیں۔ ف۹ یعنی اُس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوں کہ زور کا جھکڑ بھی جڑ سے نہ اکھیڑ سکے اور چوٹی آسمان سے لگی ہو یعنی شاخیں بہت اونچی اور زمینی کثافتوں سے دور ہوں۔ ف۱۰ یعنی کوئی فصل پھل سے خالی نہ جائے۔ یا فرض کیجئے بارہ مہینے صبح و شام اُس پر تازہ پھل لگا کرے۔

عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ

اللہ کے کسی عذاب سے کچھ ف۱ وہ کہیں گے اگر ہدایت کرتا ہم کو اللہ تو البتہ ہم تم کو ہدایت کرتے اب برابر ہے

عَلَیْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۲۱﴾ وَ قَالَ الشَّیْطٰنُ

ہمارے حق میں ہم بیقراری کریں یا صبر کریں ہم کو نہیں خلاصی ف۲ اور بولا شیطان

لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ

جب فیصل ہو چکا سب کام بیشک اللہ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا

فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ

پھر جھوٹا کیا اور میری تم پر کچھ حکومت نہ تھی مگر یہ کہ میں نے بلایا تم کو

فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ

پھر تم نے مان لیا میری بات کو سو الزام نہ دو مجھ کو اور الزام دو اپنے آپ کو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں

وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ

نہ تم میری فریاد کو پہنچو میں منکر ہوں جو تم نے مجھ کو شریک بنایا تھا اس سے پہلے البتہ جو

الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۲﴾ وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

ظالم ہیں اُنکے لئے ہے عذاب دردناک ف۳ اور داخل کئے گئے جو لوگ ایمان لائے تھے اور کام کئے تھے

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ

نیک باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں اُن میں اپنے رب

رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً

کے حکم سے ف۴ اُنکی ملاقات ہے وہاں سلام ف۵ تو نے نہ دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال ف۶ بات

طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾

ستھری ف۷ جیسے ایک درخت ستھرا ف۸ اُس کی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنے ہیں آسمان میں ف۹

تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

لاتا ہے پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے ف۱۰ اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں

ف۱ کلمۂ کفر، جھوٹی بات اور ہر ایک کلام جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو "کلمۂ خبیثہ" میں داخل ہے ف۲ اکثر نے اس سے حنظل (اندرائن) مراد لیا ہے۔ گو عموم لفظ میں ہر خراب درخت شامل ہو سکتا ہے۔ ف۳ یعنی جڑ کچھ نہ ہو، ذرا اشارہ سے اُکھڑ جائے۔ گویا اُس کے بودے پن اور ناپائداری کو ظاہر فرمایا، دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعوئے توحید و ایمان پکا اور سچا ہے۔ جس کے دلائل نہایت صاف و صحیح اور مضبوط ہیں، موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اُس کی جڑیں قلوب کی پہنائیوں میں اُتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبول سے جا لگتی ہیں۔ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ (فاطر رکوع ۲) اُس کے لطیف و شیریں ثمرات سے موحدین کے کام و دہن ہمیشہ لذّت اندوز ہوتے ہیں۔ الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدا بہار درخت روز بروز پھولتا پھلتا اور بڑی پائداری کے ساتھ اونچا ہوتا رہتا ہے اس کے برخلاف جھوٹی بات اور شرک و کفر کے دعوئے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی۔ ہوا کے ایک جھٹکے میں اُکھڑ کر جا پڑتا ہے۔ ناحق بات ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں، لیکن انسانی ضمیر اور فطرت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اُس کی جڑیں دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتیں۔ تھوڑا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتی ہے۔ اسی لئے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں نہیں چلتا۔ نہ اُس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ امام فخرالدین رازی نے صوفیہ کے طرز پر ان مثالوں کے بیان میں بہت اطناب سے کام لیا ہے یہاں اُس کے نقل کی گنجائش نہیں۔ ف۴ یعنی حق تعالیٰ توحید ایمان کی باتوں سے (جن کی مضبوطی و پائداری پچھلی مثال میں ظاہر کی گئی) مومنین کو دنیا و آخرت میں مضبوط و ثابت قدم رکھتا ہے رہی قبر کی منزل جو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ ہے اُس کو اِدھر یا اُدھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لیکر محشر تک اسی کلمۂ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے دنیا میں کیسی ہی آفات و حوادث پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو قبر میں نکیرین سے سوال و جواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اُڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہی کلمۂ توحید اُن کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ ف۵ بے انصافوں سے مُراد یہاں کفار و مشرکین ہیں، وہ دنیا میں بھی بچلے اور اخیر تک بچلتے رہیں گے کبھی حقیقی کامیابی کا رستہ ہاتھ نہ لگے گا۔ ف۶ یعنی اپنی حکمت کے موافق جیسا معاملہ جس کے ساتھ مناسب ہوتا ہے کرتا ہے۔ ف۷ اس سے کفار و مشرکین کے سردار مراد ہیں، خصوصاً رؤسائے قریش جن کے ہاتھ میں اُس وقت عرب کی باگ تھی، یعنی حق تعالیٰ نے اُن پر کیسے احسان کئے، اُن کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ السّلام کو بھیجا، قرآن اُتارا، اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا۔ عرب کی سرداری دی اُنہوں نے اِن نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ کیا کہ خدا کی ناشکری پر کمربستہ ہو گئے، اُس کی باتوں کو جھٹلایا، اُس کے پیغمبر سے لڑائی کی، آخر اپنی قوم کو لے کر تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔ ف۸ یعنی خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر منعم حقیقی کی شکرگذاری اور اطاعت شعاری میں لگتے، یہ تو نہ ہوا، اُلٹے بغاوت پر کمربستہ ہو گئے، خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کر دیں جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا، وہ مختلف عنوانوں سے اُن کے لئے ثابت کرنے لگے، تا اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی راہ ماریں اور اُنہیں بہکا کر اپنے دام سیادت میں پھنسائے رکھیں۔ ف۹ یعنی بہتر ہے۔ بیوقوفوں کو جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کر لو اور دنیا کے مزے اُڑا لو، مگر تابکے آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کیونکہ اس مزے اُڑانے کا یہی نتیجہ ہوگا۔ گویا یہ جملہ ایسا ہوا جیسے ایک طبیب کسی بد پرہیز مریض کو خفا ہو کر کہے "کُلْ مَا تُرِیْدُ فَاِنَّ مَصِیْرَكَ اِلَی الْمَوْتِ" جو تیرا جی چاہے کھا کیونکہ ایک دن یہ مرض تیری جان لے کر رہیگا۔ ف۱۰ کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین مخلصین کو متنبہ فرماتے ہیں کہ وہ پوری طرح بیدار رہیں، وظائف عبودیت میں ذرا فرق نہ آنے دیں، دل و جان سے خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کریں کہ وہ بھی بہترین عبادت ہے۔ نمازوں کو اُن کے حقوق و حدود کی رعایت کے ساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرتے رہیں۔ خدا نے جو کچھ دیا ہے اُس کا ایک حصہ خفیہ یا علانیہ مستحقین پر خرچ کریں۔ غرض کفار جو شرک اور کفران نعمت پر تلے ہوئے ہیں، اُن کے بالمقابل مومنین کو جان و مال سے حق تعالیٰ کی اطاعت و شکرگذاری میں مستعدی دکھلانا چاہئے۔ ف۱۱ یعنی نماز اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ نیکیاں اُس دن کام آئیں گی، بیع و شرا یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ نکلے گا یعنی نہ وہاں نیک عمل کہیں سے خرید کر لا سکو گے نہ کوئی ایسا دوست بیٹھا ہے جو بدون ایمان و عمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بنا پر نجات کی ذمہ داری کر لے (ربط) پہلے کفار کی ناشکری کا ذکر تھا، پھر مومنین کو مراسم طاعت کی اقامت کا حکم دیکر شکرگذاری کی طرف اُبھارا۔ آگے چند عظیم الشان نعمائے الٰہیہ کا ذکر فرماتے ہیں جو ہر مومن و کافر کے حق میں عام ہیں، تا اُنہیں سُن کر مومنین کو شکرگذاری کی مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ کیسے بڑے منعم محسن شہنشاہ سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اِسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کے دلائل بھی بیان ہو گئے، ممکن ہے اُنہیں سنکر کوئی عاقل منصف شرکیات سے باز آجائے، یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اُسکی گرفت اور سزا سے ڈر جائے ف۱۲ یعنی آسمان کی طرف سے پانی اُتارا، یا یہ مطلب ہو کہ بارش کے آنے میں بخارات وغیرہ ظاہری اسباب کے علاوہ غیر مرئی سماوی اسباب کو بھی دخل ہو۔ دیکھو آفتاب کی شعاعیں تمام اشیاء کی طرح آتشیں شیشہ پر بھی پڑتی ہیں لیکن وہ اپنی مخصوص ساخت اور استعداد کی بدولت اُنہی شعاعوں سے غیر مرئی طور پر اس درجہ حرارت کا استفادہ کرتا ہے جو دوسری چیزیں نہیں کرتیں۔ چاند سمندر سے کتنی دور ہے، مگر اُسکے گھٹنے بڑھنے سے سمندر کے پانی میں جزر و مد پیدا ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح اگر بادل بھی کسی سماوی خزانہ سے غیر محسوس طریقہ پر (بقیہ بر صفحہ ۳۳۶)

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ
لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں ۞ اور مثال گندی بات کی ف۱ جیسے درخت

خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ
گندا ف۲ اُکھاڑ لیا اُس کو زمین کے اوپر سے کچھ نہیں اُس کو ٹھہراؤ ف۳ مضبوط کرتا

اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي
اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور

الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٧﴾
آخرت میں ف۴ اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافوں کو ف۵ اور کرتا ہے اللہ جو چاہے ف۶

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ
تو نے نہ دیکھا اُن کو جنہوں نے بدلہ کیا اللہ کے احسان کا ناشکری اور اُتارا اپنی قوم کو

دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ
تباہی کے گھر میں ف۷ جو دوزخ ہے داخل ہونگے اس میں اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ۞ اور ٹھہرائے اللہ کے لئے

أَنْدَادًا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى
مقابل کہ بہکائیں لوگوں کو اُس کی راہ سے ف۸ تو کہہ مزا اُڑا لو پھر تم کو لوٹنا ہے طرف

النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا
آگ کی ف۹ کہہ دے میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ
ہماری دی ہوئی روزی میں سے پوشیدہ اور ظاہر ف۱۰ پہلے اس سے کہ آئے وہ دن جس میں نہ سودا

فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣١﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ
ہے نہ دوستی ف۱۱ اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین اور اُتارا

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ
آسمان سے پانی ف۱۲ پھر اُس سے نکالی روزی تمہاری میوے ف۱۳ اور کام میں لگا دیا تمہارے

بقیہ صفحہ ۳۳۵ مستفید ہونا ہو تو انکار کی کونسی وجہ ہے ف۱۳ یعنی حق تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے پانی میں ایک قوت رکھی جو درختوں اور کھیتوں کے نشوونما اور بار آور ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے پھل اور میوے ہمیں کھانے کو ملتے ہیں۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی سمندر کی خوفناک لہروں میں ذراسی کشتی پر سوار ہو کر کہاں سے کہاں پہنچتے ہو اور کس قدر تجارتی یا غیر تجارتی فوائد حاصل کرتے ہو، یہ خدا ہی کی قدرت اور حکم سے ہو کہ سمندر کے تھپیڑوں میں ذراسی ڈونگی کو ہم جدھر چاہیں لئے پھرتے ہیں ف۲ یعنی ندیوں میں پانی کا آنا اور کہیں سے کہیں پہنچنا گو کشتی کی طرح تمہارے کہنے میں نہیں، تاہم تمہارے کام میں وہ بھی لگی ہوئی ہیں۔ اسی طرح چاند سورج جو ایک معین نظام اور ضابطہ کے موافق برابر چل رہے ہیں، کبھی تھکتے نہیں، نہ رفتار میں فرق پڑتا ہے۔ یا رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے ٹھہری ہوئی عادت کے موافق ہمیشہ چلے آتے ہیں۔ یہ سب چیزیں گو اس معنی سے تمہارے قبضہ میں نہیں ہیں کہ تم جب چاہو اور جدھر چاہو اُن کی قدرتی حرکت و تاثیر کو پھیر دو تاہم تم بہت سے تصرفات و تدابیر کر کے ان کے اثرات سے بیشمار فوائد حاصل کرتے ہو اور انسانی تصرف و تدبیر سے قطع نظر کر کے بھی وہ قدرتی طور پر ہر وقت تمہاری کسی نہ کسی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، تم سوتے ہو، وہ تمہارا کام کرتے ہیں، تم چین سے بیٹھے ہو، وہ تمہارے لئے سرگرداں ہیں۔ ف۳ یعنی جو چیزیں تم نے زبان قال یا حال سے طلب کیں، اُن میں سے ہر چیز کا جس قدر حصہ حکمت و مصلحت کے موافق تھا مجموعی طور پر تم سب کو دیا۔ ف۴ یعنی خدا کی نعمتیں اتنی بیشمار بلکہ غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب مل کر اجمالاً ہی گنتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس موقع پر امام رازی نے نعمائے الٰہیہ کا بیشمار ہونا، اور علامہ ابوالسعود نے اُن کا غیر متناہی ہونا ذرا بسط سے بیان فرمایا ہے اور صاحب روح المعانی نے اُن کے بیانات پر مفید اضافہ کیا۔ یہاں اس قدر تطویل کی گنجائش نہیں۔ ف۵ یعنی جنس انسان میں بہتیرے بے انصاف اور ناسپاس ہیں، جو اتنے بیشمار احسانات دیکھ کر بھی منعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے ف۶ رؤسائے قریش جن کی ناشکر گذاری اور شرک و کفر کا بیان اوپر اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ الخ میں ہوا تھا، انہیں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو، انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی، اُن ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر (مکہ) آباد کیا اور پتھریلے ریگستان میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ وہ دنیا سے یہی دعائیں اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ اُن کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے، اب تم کو سوچنا اور شرمانا چاہئے کہ کہاں تک ان کی وصایا کا پاس کیا یا اُن کی دعا سے حصہ پایا اور کس حد تک خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر گذار رہے۔ ف۷ یعنی مکہ کو "حرم آمن" بنا دے۔ (چنانچہ خدا نے بنا دیا) نیز مجھ کو اور میری اولاد کو ہمیشہ بت پرستی سے دور رکھ۔ غالباً یہاں "اولاد" سے خاص صلبی اولاد مراد ہے۔ سو آپ کی صلبی اولاد میں یہ مرض نہیں آیا اور اگر عام ذریت مراد ہو تو کہا جائیگا کہ دعا بعض کے حق میں قبول نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ حضرت ابراہیم معصوم پیغمبر تھے، مگر یہ دعا کا ادب ہے کہ دوسروں سے پہلے آدمی اپنے لئے دعا کرے۔ اس قسم کی دعائیں جو انبیاء سے منقول ہوں، اُن میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ پیغمبروں کی عصمت بھی خود اُن کی پیدا کی ہوئی نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی حفاظت و صیانت سے ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اُسی کی طرف التجا کرتے ہیں جو اُن کی عصمت کا ضامن و کفیل ہوا ہے۔ (تنبیہ) حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعائیں مکہ کی آبادی اور تعمیر کعبہ کے بعد کی ہیں سورۂ بقرہ میں اوّل پارہ کے ختم پر جس دعا کا ذکر ہے وہ البتہ بنائے کعبہ کے وقت حضرت اسمٰعیل کی معیت میں ہوئی۔ یہ دعائیں اس کے بہت زمانہ بعد پیرانہ سالی میں کی گئیں ف۸ یعنی یہ پتھر کی مورتیاں

الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ﴿٣٢﴾ وَسَخَّرَ

کشتی کو کہ چلے دریا میں اُسکے حکم سے ف۱ اور کام میں لگایا تمہارے ندیوں کو ف۲ اور کام میں لگایا

لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ وَ

تمہارے سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر اور کام میں لگا دیا تمہارے رات اور دن کو ف۲ اور

آتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ

دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی ف۳ اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو ف۴

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ

بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکر ف۵ اور جس وقت کہا ابراہیم نے ف۶ اے رب کر دے

هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾

اس شہر کو امن والا اور دور رکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم پوجیں مورتوں کو ف۷

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ ۖ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ

اے رب انہوں نے گمراہ کیا بہت لوگوں کو ف۸ سو جس نے پیروی کی میری سو وہ تو

مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٦﴾ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ

میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے ف۹ اے رب میں نے بسایا ہے

مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا

اپنی ایک اولاد کو میدان میں کہ جہاں کھیتی نہیں تیرے محترم گھر کے پاس اے رب ہمارے

لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ

تاکہ قائم رکھیں نماز کو سو رکھ بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں اُن کی طرف

وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ

اور روزی دے اُن کو میووں سے شاید وہ شکر کریں ف۱ اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے

مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَ

جو کچھ ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں دکھا کر اور مخفی نہیں اللہ پر کوئی چیز زمین میں

بہت آدمیوں کی گمراہی کا سبب ہوئیں۔ ف۹ یعنی جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے علیحدہ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں۔ آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر اپنے کو رحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ آپ کو قدرت ہے اُسے بھی بحالت موجودہ بخش دیں گو آپ کی حکمت سے اس کا وقوع نہ ہو۔ (تنبیہ) سورۂ مائدہ کے آخر میں ہم نے حضرت خلیلؑ کے اس قول اور مسیح علیہ السلام کے مقولے میں فرق بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۱ یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کو۔ کیونکہ دوسری اولاد حضرت اسحٰق وغیرہ "شام" میں تھے خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ حضرت اسمٰعیلؑ کو بحالت شیر خوارگی اور اُن کی والدہ ہاجرہ کو یہاں چٹیل میدان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بعدہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں پہنچے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی تشنگی اور ہاجرہ کی بیتابی کو دیکھ کر فرشتے کے ذریعہ سے وہاں "زمزم" کا چشمہ جاری کر دیا۔ جرہم کے خانہ بدوش لوگ پانی دیکھ کر اُتر پڑے اور ہاجرہ کی اجازت سے وہیں بسنے لگے اسمٰعیل علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو اسی قبیلہ میں اُنکی شادی ہوئی۔ اس طرح جہاں آج مکہ ہے ایک بستی آباد ہو گئی۔ حضرت ابراہیم گاہ بگاہ ملک شام سے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور اس شہر اور شہر کے باشندوں کے لئے دعا فرماتے کہ خداوندا! میں نے اپنی ایک اولاد کو اس بنجر اور چٹیل آبادی میں تیرے حکم سے تیرے معظم و محترم گھر کے پاس لا کر بسایا ہے تاکہ یہ اور اس کی نسل تیرا اور تیرے گھر کا حق ادا کریں تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل اِدھر متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں جس کو تیری عبادت ہو اور شہر

بقیہ صفحہ ۳۴۶ کی رونق بڑھے، نیز اُنکی روزی اور دلجمعی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرما دے کہ غلّہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں اُن سے گذر کر عمدہ میوے اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے تاکہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکر گذاری میں لگے رہیں. حق تعالیٰ نے یہ سب دعائیں قبول فرمائیں. آج تک ہر سال ہزاروں لاکھوں آدمی مشرق و مغرب سے کھنچ کھنچ کر وہاں جاتے ہیں اعلیٰ قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں وہ افراط ہے جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہو. حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی ثمر دار درخت موجود نہ ہوگا. بعض سلف سے منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام نے دعا میں اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ" (کچھ آدمیوں کے دل) کہا تھا، ورنہ سارا جہان ٹوٹ پڑتا.

فوائد صفحہ ہٰذا ف۱ یعنی زمین و آسمان کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں. پھر ہمارا ظاہر و باطن کیسے مخفی رہ سکتا ہے. یہ جو فرمایا "جو ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کرتے ہیں دکھا کر" اِس میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں. لیکن تخصیص کی کوئی وجہ نہیں. الفاظ عام ہیں جو سب کھلی چھپی چیزوں کو شامل ہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ظاہر میں دعا کی سب اولاد کے واسطے اور دل میں دعا منظور تھی پیغمبر آخر الزماں کی. ف۲ یعنی بڑھاپے میں اسحٰقؑ سارہ کے اور اسمٰعیلؑ ہاجرہ کے بطن سے غیر متوقع طور پر عنایت کئے. جیسے آپ نے اولاد کے متعلق میری دعا "رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ" سُنی، یہ دعائیں بھی قبول فرمائیے. ف۳ یعنی میری ذریت میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نماز دن کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں. ف۴ یعنی میری سب دعائیں قبول فرما. ف۵ یہ دُعا غالباً اپنے والد کے حالت کفر پر مرنے کی خبر موصول ہونے سے پہلے کی. تو مطلب یہ ہوگا کہ اُسے اسلام کی ہدایت کر کے قیامت کے دن مغفرت کا مستحق بنا دے. اور اگر مرنے کی خبر ملنے کے بعد دعا کی ہے تو شاید اُس وقت تک خدا تعالیٰ نے آپ کو مطلع نہیں کیا ہوگا کہ کافر کی مغفرت نہیں ہوگی. عقلاً کافر کی مغفرت محال نہیں، سمعاً ممتنع ہے. سو اُس کا علم سمع پر موقوف ہوگا اور قبل از سمع امکان عقلی معتبر رہیگا. بعض شیعہ نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السّلام کے باپ کو جو کافر کہا گیا ہے وہ اُنکے حقیقی باپ نہ تھے بلکہ چچا وغیرہ کوئی دوسرے خاندان کے بڑے تھے. واللہ اعلم. ف۶ ایک رکوع پہلے بہت سے نعمائے عظیمہ کا ذکر کر کے فرمایا تھا. "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ" (انسان بڑا ظالم اور ناشکر گذار ہے) بعدہٗ حضرت ابراہیمؑ کا قصہ سُنا کر کفار مکہ کو بعض خصوصی نعمتیں یاد دلائیں. اور اُن کے ظلم و شرک کی طرف اشارہ کیا. اِس رکوع میں متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو یہ مت سمجھو کہ خدا اُن کی حرکات سے بے خبر ہے. یاد رکھو اُن کا کوئی چھوٹا بڑا کام خدا سے پوشیدہ نہیں. البتہ اُس کی عادت نہیں ہے کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کر دے. وہ بڑے سے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یا اپنے جرائم سے باز آجائے یا ارتکاب جرائم میں اُس حد پر پہنچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اُس کے مستحق سزا ہونے میں کسی طرح کا خفا باقی نہ رہے. (تنبیہ) "لَا تَحْسَبَنَّ" کا خطاب ہر اُس شخص کو ہے جسے ایسا خیال گذر سکتا ہو. اور اگر حضورؐ کو خطاب ہے تو آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سُنانا مقصود ہوگا. کہ جب حضورؐ کو فرمایا کہ ایسا خیال مت کرو. حالانکہ ایسا خیال آپ کے قریب بھی نہ آسکتا تھا. تو دوسروں کے حق میں اس طرح کا خیال کس قدر واجب الاحتراز ہونا چاہئے. ف۷ یعنی قیامت کے دن ہول اور دہشت سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی. ف۸ یعنی محشر میں سخت پریشانی اور خوف و حیرت سے اوپر کو سر اُٹھائے ٹکٹکی باندھے گھبرائے ہوئے چلے آئیں گے. جدھر نظر اُٹھ گئی اُدھر سے ہٹے گی نہیں، ہکا بکا ہو کر ایک طرف دیکھتے ہونگے ذرا پلک بھی نہ جھپکے گی. دلوں کا حال یہ ہوگا کہ عقل و فہم اور بہتری کی توقع سے یکسر خالی اور فرط دہشت و خوف سے اُڑے جا رہے ہونگے. غرض ظالموں کے لئے وہ سخت حسرتناک وقت ہوگا. رہے مومنین قانتین، سو اُنکے حق میں دوسری جگہ آچکا ہے "لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ" (الانبیاء رکوع ۷). ف۹ یا تو قیامت کا دن اور عذاب اُخروی مراد ہے یا موت کا وقت اور اُسکے سکرات و قبض روح کی شدت یا دنیوی عذاب سے ہلاک ہونیکا دن اِرادہ کیا جائے. ف۱۰ اگر یہ کہنا دنیا میں عذاب یا موت کی شدت دیکھ کر ہو تب تو مطلب ظاہر ہے کہ ابھی چند روز کی ہم کو اور مہلت دیجئے، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ اپنا رویہ درست کرلینگے یعنی حق کی دعوت کو قبول کر کے انبیاء کی پیروی اختیار کریں گے. کما قال تعالیٰ "حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا" (المؤمنون رکوع ۶) اور اگر اُن کا یہ قول قیامت کے دن ہو گا تب مہلت طلب کرنیکے معنی یہ ہونگے کہ ہم کو دوبارہ تھوڑی مدت کے لئے دنیا میں بھیج دیجئے، پھر دیکھئے ہم کیسی وفاداری دکھلاتے ہیں. کما قال تعالیٰ "وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا" (السجدہ رکوع ۲). ف۱۱ یعنی تم وہی تو ہو جن میں کے بعض مغرور و بے باک زبان قال سے اور اکثر زبان حال سے قسمیں کھاتے تھے کہ ہماری شان و شکوہ کو کبھی زوال نہیں. نہ کبھی مر کر خدا کے پاس جانا ہے. "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ" (نحل رکوع ۵) یہ اُن کے جواب میں خدا کی طرف سے کہا جائیگا. ف۱۲ یعنی تمہارے پچھلے اُن ہی بستیوں میں یا اُن کے آس پاس آباد ہوئے، جہاں اگلے ظالم سکونت رکھتے تھے. اور اُن ہی کی عادات و اطوار اختیار کیں، حالانکہ تاریخی روایات اور متواتر خبروں سے اُن پر روشن ہو چکا تھا کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزا دے چکے ہیں اور ہم نے اُمم ماضیہ کے یہ قصّے کتب سماویہ میں درج کر کے (بقیہ بر صفحہ ۳۴۸)

اِلّا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ

نہ آسمان میں ف۱ شکر ہے اللہ کا جس نے بخشا مجھ کو اتنی بڑی عمر میں اسمٰعیل اور

اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ

اسحٰق بیشک میرا رب سُنتا ہے دعا کو ف۲ اے رب میرے کر مجھ کو کہ قائم رکھوں نماز

وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ

اور میری اولاد میں سے بھی اے رب میرے ف۳ اور قبول کر میری دعا ف۴ اے ہمارے رب بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو

وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا

اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب ف۵ اور ہرگز مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے

عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ

اُن کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف ف۶ اُن کو تو ڈھیل دے رکھی ہے اُس دن کے لئے کہ پتھرا جائینگی

الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ

آنکھیں ف۷ دوڑتے ہونگے اوپر اُٹھائے اپنے سر پھر کر نہیں آئینگی اُنکی طرف اُنکی آنکھیں

وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ

اور دل اُنکے اُڑ گئے ہونگے ف۸ اور ڈرا دے لوگوں کو اُس دن سے کہ آئیگا اُن پر عذاب ف۹

فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ نُّجِبْ

تب کہیں گے ظالم اے رب ہمارے مہلت دے ہم کو تھوڑی مدت تک کہ ہم قبول کرلیں

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا

تیرے بلانے کو اور پیروی کرلیں رسولوں کی ف۱۰ کیا تم پہلے قسم نہ کھاتے تھے کہ

لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

تم کو نہیں دُنیا سے ٹلنا ف۱۱ اور آباد تھے تم بستیوں میں اُنہی لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر

وَتَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ

اور کھل چکا تھا تم کو کہ کیسا کیا ہم نے اُن سے اور بتلائے ہم نے تم کو سب قصّے ف۱۲ اور

بقیہ صفحہ ۳۳۷۔ انبیاء علیہم السلام کی زبانی اُن کو آگاہ بھی کر دیا تھا۔ مگر اُنہیں ذرہ بھر عبرت نہ ہوئی۔ اُسی سرکشی، عناد، اور عداوت حق پر اڑے رہے۔ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ (القمر رکوع ۱)

فوائد صفحہ ہذا} ف۱ یعنی سب اگلے پچھلے ظالم اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں۔ انبیاء کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی کوئی تدبیر اور سازش اُنہوں نے اُٹھا نہیں رکھی۔ اُن کی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ ہی اُن کا بدلہ دینے والا ہے۔ ف۲ یعنی اُنہوں نے بہتیرے داؤ کر کے دیکھ لئے۔ مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہی۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اُنکی مکاریاں پہاڑوں کو اُنکی جگہ سے ٹلا دیں یعنی انبیاء علیہم السلام اور شرائع حقہ جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستقیم ہوتے ہیں، اُن کی مکاریوں سے ڈگمگا جائیں؟ حاشا وکلا۔ اِس تفسیر کے موافق "وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ الخ" میں "إِنْ" نافیہ ہوگا، اور آیت کا مضمون "وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا" (بنی اسرائیل رکوع ۴) کے مشابہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے اِنْ شرطیہ اور "واؤ" وصلیہ لے کر آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ اُنہوں نے بڑے بڑے داؤ چلے جو حفاظت الٰہی کے سامنے ہیچ ثابت ہوئے اگرچہ اُن کے داؤ فی حد ذاتہ ایسے زبردست تھے جو ایک مرتبہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا ڈالیں۔ ف۳ یعنی وہ وعدہ جو "إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا" اور "كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي" وغیرہ آیات میں کیا گیا ہے۔ ف۴ نہ مجرم اُس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دیے بدون چھوڑ سکتا ہے۔ ف۵ قیامت کو یہ زمین و آسمان بہیأت موجودہ باقی نہ رہیں گے، یا تو اُنکی ذات ہی بدل دی جائیں گی یا صرف صفات میں تغیر ہوگا اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاید متعدد مرتبہ تبدیل و تغیر کی نوبت آئیگی واللہ اعلم۔ سامنے کھڑے ہونے کا مطلب "وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ الخ" کے تحت میں گذر چکا ہے۔ ف۶ یعنی ایک ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکٹھے زنجیروں میں باندھے جائیں گے کما قال تعالیٰ "اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ" (صافات رکوع ۲)، وقال تعالیٰ "وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ" (تکویر رکوع ۱) ف۷ جس میں آگ بہت جلد اور تیزی سے اثر کرتی ہے اور سخت بدبو ہوتی ہے۔ پھر جیسی جہنم کی آگ ویسی ہی وہاں کی گندھک سمجھ لیجئے۔ ف۸ چہرہ چونکہ حواس و مشاعر کا محل اور انسان کے ظاہری اعضاء میں سب سے اشرف عضو ہے اس لئے اُس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ جیسے دوسری جگہ "تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ" میں قلب کا ذکر کیا ہے۔ ف۹ یعنی جس بات کا پیش آنا بالکل یقینی ہے، اُسے دور مت سمجھو کما قال تعالیٰ "اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ" (الانبیاء رکوع ۱) یا یہ مطلب ہے کہ جس وقت حساب ہوگا پھر دیر نہ لگے گی، تمام اولین و آخرین، جن و انس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ نہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے نہ اُس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول کرتی ہے۔ "مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ" (لقمن رکوع ۳) ف۱۰ یعنی خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور خدا سے ڈر کر اُس کی آیات میں غور کریں جس کر اُس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہو۔ اور عقل و فکر سے کام لے کر نصیحت پر کاربند ہوں۔

تم سورۃ ابراہیم علیہ السلام وللہ الحمد والمنۃ

مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ

یہ بنا چکے ہیں اپنا داؤ اور اللہ کے آگے ہے اُن کا داؤ ف۱ اور نہ ہوگا اُن کا داؤ

لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ

کہ ٹل جائیں اُس سے پہاڑ ف۲ سو خیال مت کر کہ اللہ خلاف کرے گا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے ف۳

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

بیشک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا ف۴ جس دن بدلی جائے اِس زمین سے اور زمین

وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ

اور بدلے جائیں آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ اکیلے زبردست کے ف۵ اور دیکھے تو گنہگاروں کو

يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ

اُس دن باہم جکڑے ہوئے زنجیروں میں ف۶ کرتے اُن کے ہیں گندھک کے ف۷

وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ

اور ڈھانکے لیتی ہے اُنکے منہ کو آگ ف۸ تاکہ بدلہ دے اللہ ہر ایک جی کو اُس کی کمائی کا

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَ

بیشک اللہ جلد کرنے والا ہے حساب ف۹ یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو اور تاکہ چونک جائیں اس سے اور

لِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع

تاکہ جان لیں کہ معبود وہی ہے ایک ہے اور تاکہ سوچ لیں عقل والے ف۱۰

ع ۱۱ / ۱۹

سُورَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ آيَةً وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ

سورۂ حجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ننانوے ۹۹ آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ ﴿۱﴾

یہ آیتیں ہیں کتاب کی ف۱۱ اور واضح قرآن کی ف۱۲

ف۱۱ یعنی یہ اُس جامع اور عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے مقابلہ میں کوئی دوسری کتاب "کتاب" کہلانے کی مستحق نہیں ف۱۲ اور اُس قرآن کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف، دلائل روشن، احکام معقول، وجوہ اعجاز واضح اور بیانات شگفتہ اور فیصلہ کن ہیں۔ لہٰذا آگے جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے مخاطبین کو پوری توجہ سے سننا چاہئے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٢﴾ ذَرْهُمْ

کسی وقت آرزو کرینگے یہ لوگ جو منکر ہیں کیا اچھا ہوتا جو ہوتے مسلمان ف۱ چھوڑ دے اُن کو

يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا

کھالیں اور برت لیں اور اُمید میں لگے رہیں سو آئندہ معلوم کرلیں گے ف۲ اور کوئی بستی ہم نے

مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ﴿٤﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا

غارت نہیں کی مگر اُس کا وقت لکھا ہوا تھا مقرر ف۳ نہ سبقت کرتا ہے کوئی فرقہ اپنے وقت مقرر سے

وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٥﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

اور نہ پیچھے رہتا ہے ف۴ اور لوگ کہتے ہیں اے وہ شخص کہ تجھ پر اُترا ہے قرآن

إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ

تو بیشک دیوانہ ہے ف۵ کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتوں کو اگر تو

الصَّادِقِينَ ﴿٧﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا

سچا ہے ف۶ ہم نہیں اُتارتے فرشتوں کو مگر کام پورا کرکے اور اُس وقت نہ ملے گی اُن کو

مُنْظَرِينَ ﴿٨﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ

مہلت ف۷ ہم نے آپ اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اُس کے نگہبان ہیں ف۸ اور ہم

أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٠﴾ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ

بھیج چکے ہیں رسول تجھ سے پہلے اگلے فرقوں میں ✡ اور نہیں آتا اُنکے پاس کوئی

رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١١﴾ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ

رسول مگر کرتے رہے ہیں اُس سے ہنسی ف۹ اسی طرح بٹھا دیتے ہیں ہم اسکو دل میں

الْمُجْرِمِينَ ﴿١٢﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾

گنہگاروں کے ف۱۰ یقین نہ لائیں گے اُس پر اور ہوتی آئی ہے رسم پہلوں کی ف۱۱

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ﴿١٤﴾

اور اگر ہم کھول دیں اُن پر دروازہ آسمان سے اور سارے دن اُس میں چڑھتے رہیں ✡

ف۱ یعنی آج منکرین نے قرآن و اسلام جیسی عظیم الشان نعمت الٰہیہ کی قدر نہیں کی لیکن ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کرینگے اور دست حسرت مل کر کہیں گے کاش ہم مسلمان ہوتے وہ وقت کب آئیگا؟ اس میں اختلاف ہوا ہے۔ ہم ابن الانباری کے قول کے موافق اس کو عام رکھتے ہیں یعنی دنیا و آخرت میں جو مواقع کافروں کی نامرادی اور مسلمانوں کی کامیابی کے پیش آتے رہینگے، ہر موقع پر کفار کو رہ رہ کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا اور نعمت اسلام سے محروم رہجانے کی حسرت ہوگی۔ اس سلسلہ میں پہلا موقع تو "جنگ بدر" کا تھا جہاں کفار مکہ نے مسلمانوں کی طرف کھلا ہوا غلبہ اور تائید غیبی دیکھ کر اپنے دلوں میں محسوس کیا کہ جس اسلام نے فقرائے مہاجرین اور اوس و خزرج کے کاشتکاروں کو اونچی ناک والے قریشی سرداروں پر غالب کیا، افسوس ہم اُس دولت سے محروم ہیں۔ اسی طرح اسلامی فتوحات و ترقیات کی ہر ایک منزل پر کفار کو اپنی تہیدستی و حرمان پر پچتانے اور دل سے اشک حسرت بہانے کا موقع ملتا رہا۔ انتہائی حسرت و افسوس کا مقام وہ ہوگا جب فرشتہ جان نکالنے کے لئے سامنے کھڑا ہے اور عالم غیب کے حقائق آنکھوں سے نظر آرہے ہیں۔ اُس وقت ہاتھ کاٹیں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کرلیا ہوتا کہ آج عذاب بعد الموت سے محفوظ رہ سکتے۔ اس سے بھی بڑھ کر یاس انگیز نظارہ وہ ہوگا جو طبرانی کی حدیث میں ہے۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میری اُمت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہیگا وہاں رہیں گے۔ بعدہ مشرکین اُن پر طعن کرینگے کہ تمہارے ایمان و توحید نے تم کو کیا فائدہ دیا؟ تم بھی آج تک ہماری طرح دوزخ میں ہو، اس پر حق تعالیٰ کسی موحد کو جہنم میں نہ چھوڑیگا۔ یہ فرما کر نبی کریم صلعم نے یہ آیت پڑھی۔ "رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ" گویا یہ آخری موقع ہوگا جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے ف۲ یعنی جب کوئی نصیحت کارگر نہیں تو آپ اِن کے غم میں نہ پڑیے بلکہ چند روز انہیں بہائم کی طرح کھانے پینے دیجئے۔ یہ خوب دل کھول کر دنیا کے مزے اڑالیں اور مستقبل کے متعلق لمبی چوڑی اُمیدیں باندھتے رہیں۔ عنقریب وقت آیا چاہتا ہے جب حقیقت حال کھل جائیگی اور اگلا پچھلا کھایا پیا سب نکل جائیگا۔ چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں مجاہدین کے ہاتھوں حقیقت کھل گئی۔ اور پوری تکمیل آخرۃ میں ہوجائے گی۔ ف۳ یعنی جس قدر بستیاں اور قومیں پہلے ہلاک کی گئیں، خدا کے علم میں ہر ایک کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھول چوک ہوسکتی تھی نہ غفلت اور نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا تھا۔ جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور تعذیب کا وقت آپہنچا، ایک دم میں غارت کردی گئی۔ موجودہ کفار بھی امہال و تاخیر عذاب پر مغرور نہ ہوں۔ جب اِن کا وقت آئیگا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ جو تاخیر کیجارہی ہے اُس میں خدا کی بہت حکمتیں ہیں۔ مثلاً ان میں سے بعض کا یا بعض کی اولاد کا ایمان لانا مقدر ہے۔ فوری عذاب کی صورت میں اُس کے وقوع کی کوئی صورت نہیں۔ ف۴ یعنی امم مہلکہ کی تخصیص نہیں بلکہ ہر قوم کے عروج و زوال یا موت و حیات کی جو میعاد مقرر ہے وہ اُس سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہوسکتی۔ ف۵ مشرکین مکہ یہ الفاظ محض بطریق استہزاء و استخفاف کہتے تھے یعنی آپ سب سے آگے بڑھ کر خدا کے یہاں سے قرآن لے آئے، دوسروں کو احمق و جاہل بتلانے لگے بلکہ ساری دنیا کو الٹی میٹم دیا، اُس پر یہ دعویٰ ہے کہ آخر میں ہی غالب ہونگا اور ایک وقت آئیگا کہ منکرین حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوجاتے۔ یہ کونسی عقل و ہوش کی باتیں ہیں؟ کھلی ہوئی دیوانگی ہے اور جو پڑھ کر سناتے ہو مجنون کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا (العیاذ باللہ) ف۶ اگر بارگاہ احدیت میں آپ کو ایسا ہی قرب حاصل ہے اور ساری قوم میں سے خدا نے منصب رسالت کے لئے آپ کا انتخاب کیا ہے تو فرشتوں کی خدائی فوج آپ کے ساتھ کیوں نہ آئی۔ جو کھلم کھلا آپ کی تصدیق کرتی اور ہم سے آپ کی بات منواتی، نہ مانتے تو فوراً سزا دیتی۔ ف۷ یعنی ماننے والوں کے لئے اب بھی کافی سے زائد نشان موجود ہیں باقی جن کا ارادہ ہی ماننے کا نہیں وہ فرشتوں کے آنے پر بھی نہ مانیں گے، پھر اُن کے اُتارنے میں کیا فائدہ ہے۔ حق تعالیٰ فرشتوں کو زمین پر اپنی حکمت کے موافق کسی غرض صحیح کے لئے بھیجتے ہیں، یوں ہی بے فائدہ تماشا دکھلانا مقصود نہیں ہوتا۔ عموماً عادت اللہ یہ رہی ہے کہ جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور سارے مراحل تفہیم و ہدایت کے طے ہوجاتے ہیں تو فرشتوں کی فوج اسکے ہلاک کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہے پھر اُس کو قطعاً مہلت نہیں دیجاتی۔ اگر تمہاری خواہش کے موافق فرشتے اُتارے جائیں تو اُس کی صرف یہی ایک مقصد ہوسکتا ہے کہ تم کو بلا تاخیر ہلاک کردیا جائے جو فی الحال حکمت الٰہی کے موافق نہیں کیونکہ ابھی اُس کا وقت نہیں آیا، یہ تو آخری صورت ہے جو سب منزلیں طے ہو چکنے اور سب کام ختم کئے جانے کے بعد ظہور پذیر ہوتی ہے۔ ف۸ یعنی تمہارا استہزاء و تعنت اور قرآن لانے والے کی طرف جنون کی نسبت کرنا، قرآن و حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوسکتا، یاد رکھو اس قرآن کے اُتارنے والے ہم ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جس شان اور ہیأت سے وہ اُترا ہے بدون ایک شوشہ یا زبر زیر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہیگا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ و مصؤن رکھا جائیگا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے، زبان کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں، پر قرآن کے صوری و معنوی اعجاز میں اصلاً ضعف و انحطاط محسوس نہ ہوگا۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا گم کردینے میں ساعی ہونگی لیکن اس کے ایک نقطہ کو گم نہ کرسکیں گی۔ حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے (بقیہ برصفحہ ٣٤٠)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۳۹ متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے۔ "میور" کہتا ہے "جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو" ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اُسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں" واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے، ایسا رہا کیا جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرزِ ادا کی، حافظوں نے اُس کے الفاظ و عبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہو سکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے، کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا۔ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جا سکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پُر ہے، کس طرح فرفر سنا دیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فرو گذاشت ہو جائے تو ایک بچہ اُس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں، ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔ حفظ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام و اعتناء عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اُسی کی طرف "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" فرما کر اُس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی **ف۹** آپ کو تسلی دی گئی کہ ان کی تکذیب و استہزاء سے دلگیر نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ منکرین کی عادت رہی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آیا اُسکی ہنسی اُڑائی، کبھی مجنون کہا۔ کبھی محض دق کرنے کے لئے لغو اور دور از کار مطالبے کرنے لگے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السّلام کی نسبت کہا تھا "اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ" (شعراء، رکوع ۲) اور وہ ہی فرشتوں کی فوج لانے کا مطالبہ کیا جو قریش آپ سے کر رہے تھے "لَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ" (زخرف رکوع ۵) **ف۱۰** یعنی جو لوگ ارتکاب جرائم سے باز نہیں آتے ہم اُن کے دلوں میں اسی طرح استہزاء و تکذیب کی عادت جاگزیں کر دیتے ہیں۔ جب اُن کے دل میں کانوں کے راستہ سے وحی الٰہی جاتی ہے تو ساتھ ساتھ تکذیب بھی چلی جاتی ہے **ف۱۱** یعنی ہمیشہ یوں ہی جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سُنت اللہ یہ رہی ہے کہ متمردین ہلاک و رسوا کئے جاتے رہے اور انجام کار حق کا بول بالا رہا۔

لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ⑮ وَلَقَدْ
تو بھی یہی کہیں گے کہ باندھ دیا ہے ہماری نگاہ کو نہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے ف۱ اور ہم نے

جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ⑯ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ
بنائے ہیں آسمان میں برج ف۲ اور رونق دی اُسکو دیکھنے والوں کی نظر میں ف۳ اور محفوظ رکھا ہم نے اُسکو ہر

شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ⑰ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ⑱
شیطان مردود سے ✩ مگر جو چوری سے سُن بھاگا سو اُسکے پیچھے پڑا انگارہ چمکتا ہوا ف۴

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ
اور زمین کو ہمنے پھیلایا اور رکھدیے اُس پر بوجھ اور اُگائی اُس میں

كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ⑲ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ
ہر چیز اندازے سے ✩ اور بنادیے تمہارے واسطے اُس میں معیشت کے اسباب اور وہ چیزیں جن کو تم

لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ⑳ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ
روزی نہیں دیتے ف۵ اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں اور اتارتے ہیں ہم

اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ㉑ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ
اندازہ معین پر ف۶ اور چلائیں ہم نے ہوائیں رس بھری پھر اتارا ہم نے آسمان سے

مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ㉒ وَاِنَّا لَنَحْنُ
پانی پھر تم کو وہ پلایا ف۷ اور تمہارے پاس نہیں اُس کا خزانہ ف۸ اور ہم ہی ہیں

نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ㉓ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ
جلانیوالے اور مارنیوالے اور ہم ہی ہیں پیچھے رہنیوالے ف۹ اور ہمنے جان رکھا ہے آگے بڑھنے والوں کو

مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ㉔ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ
تم میں سے اور جان رکھا ہے پیچھے رہنیوالوں کو ف۱۰ اور تیرا رب وہی اکٹھا کر لائیگا اُن کو

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ㉕ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ
بیشک وہی ہے حکمتوں والا خبردار ف۱۱ اور بنایا ہم نے آدمی کو کھنکھناتے

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی فرشتوں کا اُتارنا تو اس قدر عجیب نہیں، اگر ہم آسمان کے دروازے کھول کر خود انہیں اوپر چڑھا دیں اور یہ دن بھر اسی شغل میں رہیں، تب بھی ضدی اور معاند لوگ حق کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اُس وقت کہہ دیں گے کہ ہم پر نظر بندی یا جادو کیا گیا ہے۔ شاید ابتداءً اسے نظر بندی سمجھیں اور آخر میں بڑا جادو قرار دیں **ف۲** "بروج" سے یہاں بڑی بڑی سیارات مُراد ہیں، بعض نے منازل شمس و قمر کا ارادہ کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ برج وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعتیں پہرہ دیتی ہیں **ف۳** یعنی آسمان کو ستاروں سے زینت دی۔ رات کے وقت جب بادل اور گرد و غبار نہ ہو، بیشمار ستاروں کے قمقموں سے آسمان دیکھنے والوں کی نظر میں کس قدر خوبصورت اور پُرعظمت معلوم ہوتا ہے اور غور و فکر کرنے والوں کیلئے اُس میں کتنے نشان حق تعالیٰ کی صنعتِ کاملہ، حکمتِ عظیمہ اور وحدانیتِ مطلقہ کے پائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان سے فرشتے اُتارنے یا اُنکو آسمان پر چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اگر ماننا چاہیں تو آسمان و زمین میں قدرت کے نشان کیا تھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر سمجھدار آدمی توحید کا سبق بہت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے روشن نشان دیکھ کر اُنہوں نے کیا معرفت حاصل کی؟ جو آئندہ توقع رکھی جائے **ف۴** یعنی آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا۔ بلکہ بعثت محمدی صلعم کے وقت سے تو اُنکا گذر بھی وہاں نہیں ہو سکتا۔ اب انتہائی کوشش اُنکی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کر کے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہو کر اخبار غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں، اِس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھا دیے گئے ہیں کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتش باری کیجائے۔ نصوص قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق آسمانوں پر جب کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے آخر سماءِ دنیا پر اور بخاری کی ایک روایت کے موافق "عنان" (بادل) میں فرشتے اُس کا مذاکرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں۔ اُسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعہ وائرلیس ٹیلیفون جا رہا ہو اُسے بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں۔ ناگہاں اوپر سے بم کا گولہ (شہاب ثاقب) پھٹتا ہے۔ اور ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اسی دوا دوش اور ہنگامہ دار و گیر میں جو ایک آدھ بات شیطان کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاہن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سیکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں سناتے ہیں۔ جب وہ ایک آدھ سماوی بات سچی نکلتی ہے تو اُنکے معتقدین اُسے اُن کی سچائی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور جو سیکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۰۔ اُن سے اغماض و تغافل برتا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث نے یہ واقعات بیان کر کے متنبہ کر دیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہ ہی عالم ملکوت ہے۔ شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب و افترا کوئی چیز نہیں۔ نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں وہاں قدم رکھ سکے یا باوجود انتہائی جدوجہد کے وہاں کے انتظامات و فیصلوں پر معتد بہ دسترس حاصل کر لے۔ باقی جو ایک آدھ جملہ اِدھر اُدھر کا فرشتوں سے سُن بھاگتا ہے، حق تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ اسکی قطعاً بندش کر دیجائے۔ وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا۔ مگر یہ بات اُسکی حکمت کے موافق نہ تھی۔ آخر شیاطین الجن والانس کو جنکی بابت اُسے معلوم ہے کہ کبھی اغوا و اضلال سے باز نہ آئیں گے اتنی طویل مہلت اور مغویانہ اسباب و وسائل پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو سب کو ماننی پڑیگی، اُسی طرح کی حکمت یہاں بھی سمجھ لو۔ (تنبیہ) شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں۔ مگر جس طرح قطب جنوبی اور ہمالیہ کی بلند ترچوٹی کی تحقیق کرنیوالے مرتے رہتے ہیں اور دوسرے انکا انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے۔ اِسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کر لو۔ یہ واضح رہے کہ قرآن و حدیث نے یہ نہیں بتلایا کہ شہب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کے لئے ہوتا ہے۔ ممکن ہے اُنکے وجود سے اور بہت سی مصالح وابستہ ہوں۔ اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم ف۵ یعنی نوکر چاکر، حیوانات وغیرہ جن سے کام اور خدمت ہم لیتے ہیں اور روزی اُنکی خدا کے ذمہ ہے۔ ف۶ یعنی جو چیز جتنی مقدار میں چاہے پیدا کر دے، نہ کچھ تعب ہوتا ہے نہ تکان۔ اِدھر ارادہ کیا اُدھر وہ چیز موجود ہو گئی۔ گویا تمام چیزوں کا خزانہ اُسکی لامحدود قدرت ہوئی جس سے ہر چیز حکمت کے موافق ایک معین نظام کے ماتحت ٹھہرے ہوئے اندازہ پر بلا کم و کاست نکلی چلی آتی ہے۔ ف۷ یعنی برساتی ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لاتی ہیں، اُن سے پانی برستا ہے جو نہروں چشموں اور کنوؤں میں جمع ہو کر تمہارے کام آتا ہے خدا چاہتا تو اُسے پینے کے قابل نہ چھوڑتا، لیکن اُس نے اپنی مہربانی سے کس قدر شیریں اور لطیف پانی تمہارے بارہ مہینہ پینے کے لئے زمین کے مسام میں جمع کر دیا۔ ف۸ یعنی نہ اوپر بارش کے خزانہ پر تمہارا قبضہ ہے، نہ نیچے چشمے اور کنویں تمہارے اختیار میں ہیں۔ خدا جب چاہے بارش برسائے، نہ تم روک سکتے ہو نہ اپنے حسب خواہش لا سکتے ہو، اور اگر کنوؤں اور چشموں کا پانی خشک کر دے یا زیادہ نیچے اُتار دے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہو جائے تو کیسے قابو حاصل کر سکتے ہو۔ ف۹ یعنی دنیا فنا ہو جائیگی، ایک خدا اپنی کامل صفات کے ساتھ باقی رہیگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ہر کوئی مر جاتا ہے اور اُسکی کمائی اللہ کے ہاتھ میں رہتی ہے"۔ ف۱۰ یعنی اگلا پچھلا کوئی شخص یا اُس کے اعمال ہمارے احاطۂ علمی سے باہر نہیں۔ حق تعالیٰ کو ازل سے ہر چیز کا تفصیلی علم ہے، اُسی کے مطابق دنیا میں پیش آتا ہے اور اُسی کے موافق آخرت میں تمام مخلوق کا انصاف کیا جائیگا۔ (تنبیہ) آگے بڑھنا اور پیچھے رہنا عام ہے۔ ولادت میں ہو یا موت میں، یا اسلام میں، یا نیک کاموں میں، صفوف صلوٰۃ میں آگے پیچھے رہنا بھی نیک کام کے ذیل میں آگیا۔ ف۱۱ یعنی ایک ایک ذرہ اُسکے علم میں ہے۔ جب اُسکی حکمت مقتضی ہوگی کہ سب کو بیک وقت انصاف کے لئے اکٹھا کیا جائے تو کچھ دشواری نہ ہوگی۔ قبر کی مٹی، جانوروں کے پیٹ، سمندر کی تہ، ہوائی فضا میں یا جہاں کہیں کسی چیز کا کوئی جز ہوگا، وہ اپنے علم محیط اور قدرت کاملہ سے جمع کر دیگا۔

حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

سنے ہوئے گارے سے ف۱ اور جان کو بنایا ہم نے اس سے پہلے لُو کی آگ سے ف۲

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤنگا ایک بشر کھنکھناتے سنے

حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا

ہوئے گارے سے ✡ پھر جب ٹھیک کروں اُسکو اور پھونک دوں اُس میں اپنی جان سے تو گر پڑیو

لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ

اُسکے آگے سجدہ کرتے ہوئے ف۳ تب سجدہ کیا اُن فرشتوں نے سب نے مل کر ✡ مگر ابلیس نے

اَبٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ

نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنیوالوں کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو کہ ساتھ نہ

مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ

ہوا سجدہ کرنیوالوں کے ✡ بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو جس کو تو نے بنایا

صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾

کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے ✡ فرمایا تو تو نکل یہاں سے ف۴ تجھ پر مار پڑی ف۵

وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی

اور تجھ پر پھٹکار ہے اُس دن تک کہ انصاف ہو ف۶ بولا اے رب تو مجھ کو ڈھیل دے اُس

یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ

دن تک کہ مردے زندہ ہوں ✡ فرمایا تو تجھ کو ڈھیل دی ✡ اُسی مقرر وقت کے دن

الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ

تک ف۷ بولا اے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھو دیا میں بھی اُن سب کو بہاریں دکھلاؤنگا زمین میں

وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾

اور راہ سے کھو دونگا اُن سب کو ✡ مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں ف۸

فوائد صفحہ ہذا ف۱ آیات آفاقیہ کے بعد بعض آیات انفسیہ کو بیان فرماتے ہیں جس کے ضمن میں شاید یہ تنبیہ بھی مقصود ہے کہ جس ذات منبع الکمالات نے تم کو ایسے انوکھے طریقہ سے اول پیدا کیا، دوبارہ پیدا کر کے ایک میدان میں جمع کر دینا کیا مشکل ہے۔ (تنبیہ) آدمی کی پیدائش کے متعلق یہاں دو لفظ فرمائے۔ "صلصال" بجنے والی کھنکھناتی مٹی جو آگ میں پکنے سے اس حالت کو پہنچتی ہے اسی کو دوسری جگہ "کالفخار" فرمایا، اور "حما مسنون" سڑا ہوا گارا جس سے بو آتی ہو، خیال یہ ہوتا ہے کہ اول سنے ہوئے گارے سے آدم کا پتلا تیار کیا، پھر جب خشک ہو کر اور پک کر کھن کھن بجنے لگا، تب مختلف تطورات کے بعد اس درجہ پر پہنچا کہ انسانی روح پھونکی جائے۔ روح المعانی میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں "کانَّہٗ سُبْحَانَہٗ اَفْرَغَ الْحَمَاءَ فَصَوَّرَ مِنْ ذٰلِكَ تِمْثَالَ اِنْسَانٍ اَجْوَفَ فَیَبِسَ حَتّٰی اِذَا نُقِرَ صَوَّتَ ثُمَّ غَیَّرَهٗ طَوْرًا بَعْدَ طَوْرٍ حَتّٰی نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ"۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں مٹی پانی میں ترکی اور خمیر اُٹھا یا کھن کھن بولنے لگی، وہ ہی بدن ہوا انسان کا۔ اُسکی خاصیتیں سختی اور بوجھ اس میں رہ گئیں اسی طرح گرم ہوا کی خاصیت (حدت و خفت) جن کی پیدائش میں رہی۔ راغب اصفہانی نے ایک طویل مضمون کے ضمن میں متنبہ کیا ہے کہ "حما مسنون" اور "طین لازب" وغیرہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ مٹی اور پانی کو ملا کر ہوا سے خشک کیا اور "فخار" کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ کسی درجہ میں آگ سے پکایا گیا یہی ناری جز آدمی کی شیطنت کا منشاء ہے اسی مناسبت سے ایک جگہ فرمایا "خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ" راغب کا یہ مضمون بہت طویل اور دلچسپ ہے، افسوس ہے ہم اُس کا خلاصہ بھی یہاں درج نہیں کر سکتے۔ ف۲ یعنی لطیف آگ ہوا ملی ہوئی۔ کما قال وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (الرحمٰن رکوع ۱) یا یوں کہو تیز ہوا جو آگ کی طرح جلانے والی ہو جسے ہمارے یہاں لُو کہتے ہیں۔ بہرحال آدمیوں کا باپ ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں عنصر ترابی غالب تھا اور جنوں کا باپ اُس مادہ سے پیدا ہوا جس میں ناری عنصر کا غلبہ تھا، ابلیس بھی اسی قسم میں تھا۔ ف۳ یعنی آدم کا پتلا ٹھیک کر کے اس قابل کر دوں کہ روح انسانی فائض کیجا سکے پھر اُس میں جان ڈال دوں جس سے ایک جماد انسان بنجاتا ہے، اُس وقت تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ سب سجدہ میں گر پڑو (تنبیہ) "روح" (جان) کی اضافت (بقیہ ہر صفحہ ۳۴۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۱ ف۳ . جو اپنی طرف کی، یہ محض تشریف و تکریم اور روح انسانی کا امتیاز ظاہر کرنے کے لئے ہے یعنی وہ خاص "جان" جس میں نمونہ ہے میری صفات (علم و تدبیر وغیرہ) کا، اور جو اصل فطرت سے مجھے یاد کرنے والی اور بسبب خصوصی لطافت کے مجھ سے نسبۃً قریبی علاقہ رکھنے والی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے دوسرے عنوان سے اس اضافت پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں اگر آفتاب کو قوت گویائی مل جائے اور وہ کہے کہ میں نے اپنے نور کا فیض زمین کو پہنچایا، تو کیا یہ لفظ (اپنا نور) غلط ہوگا؟ جب یہ کہنا صحیح ہے حالانکہ نہ آفتاب زمین میں حلول کرتا ہے نہ اس کا نور اس سے جدا ہوتا ہے، بلکہ زمین سے لاکھوں میل دور رہ کر بھی روشنی کی باگ اسی کے قبضہ میں ہے، زمین کا کچھ اختیار نہیں چلتا بجز اس کے کہ اس سے بقدر اپنی استعداد کے نفع حاصل کرتی رہے، تو ذرا "اَلْاُوْرَا" خدا کا یہ فرمانا کہ میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی حلول و اتحاد وغیرہ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے "روح" کے متعلق مناسب کلام انشاء اللہ آئندہ "وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ" میں کیا جائیگا۔ ف۴ یعنی جنت سے یا آسمان سے یا اس مقام عالی سے نکل جہاں اب تک پہنچا ہوا تھا۔ ف۵ یعنی مردود و مطرود ہو گیا "رجیم" سے اشارہ اسی طرف ہو جو پہلے گذرا کہ شہب سے شیاطین کا رجم کیا جاتا ہے۔ گویا اس لفظ میں اسکے شبہ کا جواب دیا گیا کہ تیرا سجدہ سے انکار کرنا شرف عنصری کی بنا پر ہے نہیں فضل و شرف تو اسی کے لئے ہے جسے خدا تعالیٰ سرفراز فرمائے۔ ہاں تیرے اِبا و استکبار کا منشا وہ شقاوت، بدبختی ہے جو تیری سوء استعداد کی وجہ سے مقدر ہو چکی ہے۔ ف۶ یعنی قیامت کے دن تک خدا کی پھٹکار اور بندوں کی طرف سے لعنت پڑتی رہیگی۔ اس طرح آناً فاناً خیر سے بعید تر ہوتا رہیگا جب قیامت تک توفیق خیر کی نہ ہوگی تو اسکے بعد تو کوئی موقع ہی نہیں کیونکہ آخرت میں ہر شخص وہی کاٹے گا جو یہاں بویا ہے۔ یا یوں کہو کہ قیامت کے دن تک لعنت رہیگی اُس کے بعد جو بیشمار قسم کے عذاب ہونگے وہ لعنت سے کہیں زیادہ ہیں، یا "اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ" کا لفظ دوام سے کنایہ ہو۔ ف۷ یعنی اُس وقت تک تجھے ڈھیل دیجاتی ہے جی کھول کر ارمان نکال لے۔ اس واقعہ کی تفصیل "بقرہ" اور "اعراف" میں گذر چکی ہے۔ ہم نے "اعراف" کے دوسرے رکوع میں اسکے اجزاء پر جو کچھ کلام کیا ہے اُسے ملاحظہ کر لیا جائے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ف۸ یعنی دنیا کی بہاریں دکھلا کر خواہشات نفسانی کے جال میں پھنساؤنگا۔ اور تیرے مخصوص و منتخب بندوں کے سوا سب کو راہ حق سے ہٹا کر رہونگا۔ یہ کلمات لعین نے جوش انتقام میں کہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپ کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا لیکن جسکی وجہ سے میں دور پھینکا گیا ہوں۔ اپنی قدرت اور بساط کے موافق اُسکی نسلوں تک سے بدلہ لیکر چھوڑونگا۔ سورۂ "اعراف" میں اس موضوع پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے ملاحظہ کیا جائے۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿٤١﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ

فرمایا یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی ف جو میرے بندے ہیں تیرا ان

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ

پر کچھ زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا بہکے ہوؤں میں ف اور دوزخ پر

لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ

وعدہ ہے ان سب کا ف اسکے سات دروازے ہیں ہر دروازہ کے واسطے ان میں سے ایک فرقہ ہے

مَّقْسُوْمٌ ﴿٤٤﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ

بانٹا ہوا ف پرہیزگار ہیں باغوں میں اور چشموں میں ف کہیں گے انکو جاؤ ان میں سلامتی سے

اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ

خاطر جمع سے ف اور نکال ڈالی ہم نے جو انکے جیوں میں تھی خفگی بھائی ہوگئے ف تختوں پر بیٹھے

مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ

آمنے سامنے ف نہ پہنچیگی ان کو وہاں کچھ تکلیف اور نہ ان کو وہاں سے کوئی نکالے ف خبر سنادے

عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ

میرے بندوں کو کہ میں ہوں اصل بخشنے والا مہربان ✿ اور یہ بھی کہ میرا عذاب وہی عذاب

الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا

دردناک ہے ف اور حال سنادے انکو ابراہیم کے مہمانوں کا ف۱۱ جب چلے آئے اسکے گھر میں اور بولے

سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ

سلام وہ بولا ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے ف۱۲ بولے ڈر مت ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں

بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾

ایک ہوشیار لڑکے کی ف۱۳ بولا کیا خوشخبری سناتے ہو مجھ کو جب پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اب کاہے پر خوشخبری سناتے ہو

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَنْ

بولے ہم نے تجھ کو خوشخبری سنائی سچی سو مت ہو تو ناامیدوں میں ✿ بولا اور کون

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی بیشک بندگی اور اخلاص کی راہ سیدھی میرے تک پہنچتی ہے اور یہ ہی میرا صاف اور سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کہ جو بندے عبودیت و اخلاص کی راہ اختیار کریں گے وہ ہی شیطان لعین کے تسلط سے مامون رہینگے۔ اور جو ملعون کی پیروی کرینگے اُسکے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے۔ بعض مفسرین نے "هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ" کو تہدید پر حمل کیا ہے۔ یعنی او ملعون! لوگوں کو صراط مستقیم سے گمراہ کر کے کہاں بھاگیگا وہ کونسا راستہ ہے جو ہماری طرف نہ جاتا ہو۔ پھر ہماری سزا سے بچ کر کدھر جا سکتا ہے اس وقت کلام ایسا ہوگا جیسے کہتے ہیں "اِفْعَلْ مَا شِئْتَ فَطَرِيْقُكَ عَلَيَّ" اور قرآن میں دوسری جگہ فرمایا "اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ" واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی بے شک چنے ہوئے بندوں پر جن کا ذکر اوپر ہوا تیرا کچھ زور نہ چلیگا یا یہ مطلب ہو کہ کسی بندے پر بھی تیری زبردستی نہیں چل سکتی ہاں جو خود ہی بہک کر اپنی جہالت و حماقت سے تیرے پیچھے ہولیا وہ اپنے اختیار سے خراب و برباد ہوا۔ جیسے پہلے خود شیطان کا مقولہ گذر چکا "وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ" (ابراہیم رکوع ۴) ف۳ یعنی تیرے اور تیرے ساتھیوں کیلئے دوزخ کا جیلخانہ تیار ہے۔ تم سب اُسی گھاٹ اُتارے جاؤ گے۔ ف۴ بعض سلف نے "سَبْعَةُ اَبْوَابٍ" سے دوزخ کے سات طبقے اوپر تلے مراد لئے ہیں، چنانچہ انکے نام ابن عباس نے یہ بتلائے ہیں۔ جہنم، سعیر، لظی، حطمہ، سقر، جحیم، ہاویہ اور لفظ "جہنم" ایک خاص طبقہ اور مجموعہ طبقات دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے بعض کے نزدیک سات دروازے مراد ہیں جن سے الگ الگ دوزخی داخل ہونگے۔ واللہ اعلم حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جیسے بہشت کے آٹھ دروازے ہیں نیک عمل والوں پر بلنے ہوئے، ویسے "دوزخ" کے سات دروازے ہیں بدعمل والوں پر بانٹے ہوئے۔ شاید بہشت کا ایک دروازہ زیادہ اسلئے ہو کہ بعضے موحدین نرے فضل سے جنت میں جائیں گے بغیر عمل کے۔ باقی عمل میں دروازے برابر ہیں" ف۵ جو لوگ کفر و شرک اور معاصی و ذنوب سے پرہیزکرتے ہیں، وہ حسب مراتب جنت کے باغوں میں رہیں گے جہاں بڑے قرینہ سے چشمے اور نہریں بہتی ہونگی شیطان کے متبعین کے بعد یہ عباد مخلصین کا انجام بیان فرمایا۔ ف۶ یعنی فی الحال تمام آفات و عیوب سے صحیح و سالم اور آئندہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی فکر، پریشانی، گھبراہٹ اور خوف و ہراس سے بے کھٹکے۔ ف۷ یعنی جنت میں پہنچکر اہل جنت میں باہم کوئی گذشتہ کدورت باقی نہ رہیگی۔ بالکل پاک و صاف کر کے داخل کئے جائینگے۔ نہ وہاں ایک کو دوسرے پر حسد ہوگا، بلکہ بھائی بھائی ہو کر انتہائی محبت و الفت سے رہیں گے، ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور و محظوظ ہوگا۔ اس کا کچھ بیان سورۂ اعراف آٹھویں پارہ کے اخیر ربع میں گذر چکا۔ ف۸ یعنی عزت و کرامت کے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کرینگے۔ ملاقات وغیرہ کے وقت ایسی نشست نہ ہوگی جس میں کوئی کسی کی طرف پیٹھ کرے۔ ف۹ کوئی پیچھے ہو۔ ف۹ حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے کہا جائیگا، اے اہل جنت! اب تمہارے لئے یہ ہے کہ ہمیشہ تندرست رہو کبھی بیماری نہ ستائے۔ ہمیشہ زندہ رہو کبھی موت نہ آئے۔ ہمیشہ آرام سے مقیم رہو کبھی سفر کی تکلیف

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۲۔ ف "مجرمین" اور "متقین" کا الگ الگ انجام بیان فرما کر بیان تبیشیر کو ہر ایک صورت میں حق تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت و شان کا ظہور ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اصل سے اپنی تمام مخلوق پر بخشش اور مہربانی کرنا چاہتا ہے اور حقیقت میں اصل مہربانی اُسی کی ہے، تمام دنیا کی مہربانیاں اُسکی مہربانی کا پرتو ہیں، لیکن جو شخص خود شرارت و بدکاری سے مہربانی کے دروازے اپنے اوپر بند کرلے تو پھر اسکی سزا بھی ایسی سخت ہے جسکے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ سعدی نے خوب فرمایا ہے "تہدید گر برکشد تیغ حکم ﴿ بمانند کرّوبیاں صم و بکم ﴿ وگر در دہد یک صلائے کرم ﴿ عزازیل گوید نصیبے برم"۔ آگے ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس میں فرشتوں کے اُترنے کا ذکر ہے۔ وہی فرشتے ایک جگہ خوشخبری سُناتے اور دوسری جگہ پتھر برساتے تھے تا معلوم ہو کہ خدا کی دونوں صفتیں (رحمت و غضب) پوری ہیں بندوں کو چاہیئے نہ دلیر ہوں، نہ آس توڑیں۔ ف۱۱ "مہمان" اسلئے کہا کہ ابراہیم ابتداءً اُنہیں مہمان ہی سمجھے، بعد میں کھلا کہ فرشتے ہیں۔ ف۱۲ دوسری جگہ آیا ہے "وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً" یعنی خوف کو دل ہی میں چھپایا تو کہا جائیگا کہ ابتداء میں چھپانے کی کوشش کی۔ آخر ضبط نہ کر سکے، زبان سے ظاہر کر دیا۔ یا یہ مطلب ہو کہ باوجود چھپانے کے خوف کے آثار چہرہ وغیرہ پر اس قدر عیاں تھے گویا کہہ رہے تھے کہ ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہ ڈر کس بات کا تھا؟ اس کی تفصیل سورۂ ہود میں گذر چکی وہاں ملاحظہ کیجائے۔ اور اس واقعہ کے دوسرے اجزاء پر بھی جو کلام کیا گیا ہے ضرورت ہے کہ ایک مرتبہ مراجعت کرلیجائے۔ ف۱۳ یعنی ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خوش ہونے کا موقع ہے اس بڑھاپے میں ہم تم کو اولاد کی خوشخبری سُناتے ہیں۔ اولاد بھی کیسی؟ لڑکا، نہایت ہوشیار، بڑا عالم، جسے پیغمبرانہ علوم دیکر منصب نبوت پر فائز کیا جائیگا۔ "وَبَشَّرْنٰهُ بِإِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِينَ" (صافات رکوع ۳) ف۱۴ چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سُنی، تو اپنی پیرانہ سالی کو دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سُنے تو باوجود یقین آجانے کے اُسے خوب کھود کرید کر دریافت کرتا اور لہجہ تعجب کا اختیار کرلیتا ہے، تا خبر دینے والا پوری تاکید و تصریح سے خوشخبری کو دہرائے، جس میں نہ کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال رہے نہ تاویل و التباس کا۔ گویا اظہار تعجب سے بشارت کو خوب واضح اور پختہ کرانا اور تکرار سماع سے لذت تازہ حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرز میں حضرت ابراہیمؑ نے اظہار تعجب فرمایا۔ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں۔ "قَالَ مُتَعَجِّبًا مِنْ كِبَرِهِ وَكِبَرِ زَوْجَتِهِ وَمُتَحَقِّقًا لِلْوَعْدِ فَأَجَابُوهُ مُؤَكِّدِينَ لِمَا بَشَّرُوهُ بِهِ تَحْقِيقًا وَبِشَارَةً بَعْدَ بِشَارَةٍ" چونکہ سطح کلام سے نااُمیدی کا توہم ہو سکتا تھا۔ جو انبیاء خصوصاً اولوالعزم پیغمبروں کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ اسلئے ملائکہ نے "فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِينَ" کہہ کر تنبیہ کی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "معلوم ہوا کہ کاملین بھی کسی درجہ میں ظاہری اسباب پر خیال رکھتے ہیں"

يَقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝٥٦ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا

اُس تو ٹے اپنے رب کی رحمت سے مگر جو گمراہ ہیں ف۱ بولا پھر کیا مہم ہے تمہاری اے

الْمُرْسَلُوْنَ ۝٥٧ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝٥٨ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ

اللہ کے بھیجے ہوؤ ف۲ بولے ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گھر والے

اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٥٩ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٦٠

ہم اُن کو بچا لیں گے سب کو مگر ایک اسکی عورت ہم نے ٹھہرا لیا وہ ہے رہ جانیوالوں میں ف۳

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ الْمُرْسَلُوْنَ ۝٦١ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝٦٢ قَالُوْا

پھر جب پہنچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے بولا تم لوگ ہو اوپرے ف۴ بولے

بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝٦٣ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝٦٤

نہیں پر ہم آئے ہیں تیرے پاس وہ چیز جس میں جھگڑتے تھے ف۵ اور ہم لائے ہیں تیرے پاس پکی بات اور ہم سچ کہتے ہیں

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ

سو لے نکل اپنے گھر کو کچھ رات رہے سے اور تو چل اُن کے پیچھے اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے

اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝٦٥ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ

کوئی ف۶ اور چلے جاؤ جہاں تم کو حکم ہے ف۷ اور مقرر کر دی ہم نے اُس کو یہ بات کہ

دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝٦٦ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

اُن کی جڑ کٹے گی صبح ہوتے ف۸ اور آئے شہر کے لوگ

يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝٦٧ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝٦٨ وَاتَّقُوا

خوشیاں کرتے ف۹ لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو رسوا مت کرو ف۱۰ اور ڈرو

اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝٦٩ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝٧٠ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ

اللہ سے اور میری آبرو مت کھوؤ ف۱۱ بولے کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا جہان کی حمایت کر ف۱۲ بولا یہ حاضر ہیں

بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝٧١ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝٧٢

میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے ف۱۳ قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں ف۱۵

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی رحمت الٰہیہ سے نااُمید تو عام مسلمان بھی نہیں ہو سکتے۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام کو معاذاللہ یہ نوبت آئے۔ محض اسباب عادیہ اور اپنی حالت موجودہ کے اعتبار سے ایک چیز عجیب معلوم ہوئی، اُس پر میں نے اظہار تعجب کیا ہے کہ خدا کی قدرت اب بڑھاپے میں مجھے اولاد ملیگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "عذاب سے نڈر ہونا اور فضل سے نااُمید ہونا دونوں کفر کی باتیں ہیں یعنی آگے کی خبر اللہ کو ہے ایک بات پر دعویٰ کرنا یقین کر کے کہ یوں نہیں ہو سکتا یہی کفر کی بات ہے باقی محض دل کے خیال تصور پر پکڑ نہیں جب منہ سے دعوے کرے تب گناہ ہوتا ہے"۔ ف۲ یعنی کیا محض بشارت سُنانے کے لئے ہی بھیجے گئے ہو۔ یا کوئی اور مہم ہے جس پر مامور ہو کر آئے ہو۔ غالباً قرائن سے ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ اصل مقصد تشریف آوری کا کچھ اور ہے۔ ممکن ہے جو خوف اُنہیں دیکھ کر پیدا ہوا تھا اسی سے خیال گزرا ہو کہ خالص بشارت لانیوالوں کو دیکھ کر خوف کیسا ضرور کوئی دوسری خوفناک چیز بھی اُن کے ساتھ ہوگی۔ واللہ اعلم ف۳ یعنی وہ باقی کفار کے ساتھ عذاب میں مبتلا رہیگی۔ (تنبیہ) ظاہر یہ ہے کہ "قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ" مقولہ ملائکہ کا ہے جو عذاب لیکر آئے تھے۔ چونکہ اس وقت وہ قضاء و قدر کا فیصلہ نافذ کرنے کے لئے سرکاری ڈیوٹی پر آئے تھے اس لئے تقدیر (ٹھہرانے) کی نسبت نیابۃً اپنی طرف کر دی۔ اور ممکن ہے "قَدَّرْنَآ" حق تعالیٰ کا کلام ہو۔ تب کوئی اشکال نہیں۔ ف۴ یا تو یہ مطلب تھا کہ تم مجھے غیر معمولی سے آدمی معلوم ہوتے ہو جنہیں دیکھ کر خواہ مخواہ دل کھٹکتا ہے۔ یہ شاید ویسا ہی کھٹکا ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ یا یہ غرض ہو کہ تم اس شہر میں اجنبی ہو، تم کو یہاں کے لوگوں کی خوئے بد معلوم نہیں، دیکھئے وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں، یا یہ اُس وقت فرمایا جب لوگوں نے فرشتوں کو حسین لڑکے سمجھ کر لوطؑ کے مکان پر چڑھائی کی۔ لوط علیہ السلام اُنہیں مہمان سمجھتے ہوئے امکانی مدافعت کر رہے ہیں حتیٰ کہ آخر میں نہایت حسرت سے فرمایا "لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ" اُس وقت تنگ ہو کر اور گھبرا کر ان مہمانوں سے کہنے لگے کہ تم عجیب طرح کے آدمی معلوم ہوتے ہو میں تمہاری آبرو بچانے کے لئے خون پسینہ ایک کر رہا ہوں لیکن تم میری امداد کے لئے ذرا ہاتھ بھی نہیں ہلاتے۔ ف۵ یعنی گھبراؤ مت۔ ہم آدمی نہیں ہیں، ہم تو آسمان کروہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ تم سے جھگڑا کرتے تھے یعنی مہلک عذاب جسکی تم دھمکی دیتے اور یہ انکار کرتے تھے۔ ف۶ یعنی اب آپ بالکل مطمئن ہو جایئے۔ یہ بالکل پکی اور اٹل بات ہے جس میں ذرا جھوٹ کا احتمال نہیں۔ ف۷ یعنی جب تھوڑی رات رہے اپنے گھر والوں کو بستی سے لیکر نکل جایئے اور آپ سب کے پیچھے رہئے تاکہ پورا اطمینان رہے کہ کوئی رہ تو نہیں گیا یا راستہ سے واپس تو نہیں ہوا۔ اس صورت میں آپ کا قلب مطمئن رہیگا اور دلجمعی سے خدا کے ذکر و شکر میں مشغول رہتے ہوئے رفقاء کی دیکھ بھال رکھیں گے (بقیہ بر صفحہ ۳۴۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۳۔ دوسری طرف آپ کے پیچھے ہونے کی وجہ سے آگے چلنے والوں کو آپ کا رُعب مانع ہوگا کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں۔ اس طرح "وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ" کا پورا امتثال ہو سکیگا اور وہ لوگ خطرہ کے مقام سے بعید رہیں گے اور آپ کو اپنا ظاہری پشتیبان سمجھیں گے۔ ف۸ یعنی ملک شام میں یا اور کہیں امن کی جگہ جو خدا نے اُن کے لئے مقرر کی ہوگی ف۹ یعنی لوط علیہ السّلام کو ملائکہ کے توسط سے ہم نے اپنا قطعی فیصلہ سُنا دیا کہ عذاب کچھ دور نہیں۔ ابھی صبح کے وقت اس قوم کا بالکلیہ استیصال کر دیا جائیگا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ صبح ہوتے ہی عذاب شروع ہو جائیگا اور اشراق تک سب معاملہ ختم کر دیا جائیگا۔ کیونکہ دوسری جگہ "مُصْبِحِيْنَ" کے بجائے "مُشْرِقِيْنَ" کا لفظ آیا ہے۔ ف۱۰ یعنی جب سُنا کہ لوط کے یہاں بڑے حسین و جمیل لڑکے مہمان ہیں تو اپنی عادت بد کی وجہ سے بڑے خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے اُن کے مکان پر آئے اور لوط سے مطالبہ کیا کہ انہیں ہمارے حوالہ کر دو۔ (تنبیہ) وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ الخ میں "واو" مطلق جمع کے لئے ہے، یہاں ترتیب واقعات بیان میں ملحوظ نہیں۔ سورۂ ہود اور اعراف میں یہ قصہ گذر چکا ہے اُسے دیکھ لیا جائے اور وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔ ف۱۱ کیونکہ مہمان کی فضیحت میزبان کی رسوائی ہے۔ ف۱۲ یعنی خدا سے ڈر کر یہ بیحیائی کے کام چھوڑ دو اور اجنبی مہمانوں کو دق مت کرو۔ آخر میں تم میں رہتا ہوں، میری آبرو کا تمہیں کچھ پاس کرنا چاہئے۔ میں مہمانوں کی نظر میں کس قدر حقیر ہونگا جب یہ سمجھیں گے کہ بستی میں ایک آدمی بھی اِن کی عزت نہیں کرتا نہ ان کا کہا مانتا ہے۔ ف۱۳ یعنی ہم بے آبرو نہیں کرتے آپ خود بے آبرو ہوتے ہیں۔ جب ہم منع کر چکے کہ تم کسی اجنبی کو پناہ مت دو نہ اپنا مہمان بناؤ۔ ہم کو اختیار ہے باہر سے آنیوالوں کے ساتھ جس طرح چاہیں پیش آئیں۔ پھر آپ کو کیا ضرورت پیش آئی کہ خواہ مخواہ اِن نوجوانوں کو اپنے یہاں ٹھہرا کر فضیحت ہوئے اس کے مترشح ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ اجنبی مسافروں کو اپنے افعال شنیعہ کا تختۂ مشق بناتے ہونگے اور حضرت لوط علیہ السّلام اپنے مقدور کے موافق غریب مسافروں کی حمایت اور اُن اشقیاء کو نالائق حرکتوں سے باز رکھتے ہوں گے۔ ف۱۴ یعنی بیشک تم نے مجھ کو اجنبی لوگوں کی حمایت سے روکا لیکن میں پوچھتا ہوں آخر اس روکنے کا منشاء کیا ہے؟ یہی نا کہ میں تمہاری خلاف فطرت شہوت رانی کے راستہ میں حائل ہوتا ہوں۔ تو خود غور کر و کیا تقاضائے شہوت کے حلال مواقع تمہارے سامنے موجود نہیں جو ایسی بیہودہ حرامکاری کے مرتکب ہوتے ہو؟ یہ تمہاری بیویاں (جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں) تمہارے گھروں میں موجود ہیں، اگر تم میرے کہنے کے موافق عمل کرو اور تقاضائے شہوت کے مشروع و معقول طریقہ پر چلو، تو حاجت برآری کے لئے وہ کافی ہیں۔ یہ کیا آفت ہے کہ حلال اور ستھری چیز کو چھوڑ کر حرام کی گندگی میں ملوث ہوتے ہو۔ ف۱۵ ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نبی کریم صلعم کو ہے۔ یعنی تیری جان کی قسم، لوط کی قوم غفلت اور مستی کے نشہ میں بالکل اندھی ہو رہی تھی، وہ بڑی لاپرواہی سے حضرت لوط کی نصیحت بلکہ لجاجت کو ٹھکرا رہے تھے۔ اُن کو اپنی قوت کا نشہ تھا، شہوت پرستی نے اُن کے دل و دماغ مسخ کر دیے تھے۔ وہ بڑے امن و اطمینان کے ساتھ پیغمبر خدا سے جھگڑ رہے تھے۔ نہیں جانتے تھے کہ صبح تک کیا حشر ہونے والا ہے۔ تباہی اور ہلاکت کی گھڑی اُن کے سر پر منڈلا رہی تھی، وہ لوط کی باتوں پر ہنستے تھے اور موت انہیں دیکھ کر ہنس رہی تھی (تنبیہ) ابن عباس نے فرمایا خدا تعالیٰ نے دنیا میں کوئی جان محمد صلعم کی جان سے زیادہ اکرم و اشرف پیدا نہیں کی۔ میں نے خدا کو نہیں سُنا کہ اُس نے محمد صلعم کی جان عزیز کے سوا کسی دوسری جان کی قسم کھائی ہو۔ قرآن کریم میں جو قسمیں آئی ہیں اُن کے متعلق ہم انشاء اللہ کسی دوسری جگہ ذرا مفصل کلام کرینگے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا

پھر آ پکڑا اُن کو چنگھاڑ نے سورج نکلتے وقت ف۱ پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اُن پر پتھر کھنگر کے ف۲ بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو ف۳

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَاِنْ

اور وہ بستی واقع ہے سیدھی راہ پر ف۴ البتہ اس میں نشانی ہے ایمان والوں کو ف۵ اور تحقیق

كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا

تھے بَن کے رہنے والے گنہگار ف۶ سو ہم نے بدلہ لیا اُن سے اور یہ دونوں بستیاں

لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَ

واقع ہیں کھلے رستہ پر ف۷ اور بیشک جھٹلایا حِجر والوں نے رسولوں کو ف۸ اور

اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ

دیں ہم نے اُن کو اپنی نشانیاں سو رہے اُن سے منہ پھیرتے ف۹ اور تھے کہ تراشتے تھے

الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾

پہاڑوں کے گھر اطمینان کے ساتھ ف۱۰ پھر پکڑا اُن کو چنگھاڑ نے صبح ہوتے کے وقت

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ

پھر کام نہ آیا اُن کے جو کچھ کمایا تھا ف۱۱ اور ہم نے بنائے نہیں آسمان اور

الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

زمین اور جو اُن کے بیچ میں ہے بغیر حکمت اور قیامت بیشک آنیوالی ہے سو کنارہ کر

الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ

اچھی طرح کنارہ ف۱۲ تیرا رب جو ہے وہی ہے پیدا کرنیوالا خبردار ف۱۳ اور ہم نے دی ہیں تجھ کو

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى

سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجہ کا ف۱۴ مت ڈال اپنی آنکھیں اُن چیزوں کی

فوائد صفحہ ہذا ف۱ اس کے متعلق ہم قریب ہی "دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ" کے فائدہ میں کلام کر چکے ہیں۔ ابن جریج کا قول ہے کہ ہر عذاب جس سے کوئی قوم ہلاک کی جائے "صیحہ" اور "صاعقہ" کہلاتا ہے۔ ف۲ اس کی تفصیل سورۂ ہود وغیرہ میں گذر چکی۔ ف۳ "متوسم" اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بعض ظاہری علامات و قرائن دیکھ کر محض فراست سے کسی پوشیدہ بات کا پتہ لگا لے۔ حدیث میں ہے "اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" بعض روایات میں "وَبِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ" کی زیادت ہے۔ یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو، وہ خدا تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے نور توفیق سے دیکھتا ہے۔ شاید "کشف" اور "فراست" میں بقول امیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم اتنا ہی فرق ہو جتنا ٹیلیفون اور ٹیلیگراف میں ہوتا ہے۔ بہرحال آیت کا مطلب یہ ہے کہ دھیان کرنے اور پتہ لگانے والوں کے لئے "قوم لوط" کے قصہ میں عبرت کے بہت نشان موجود ہیں۔ انسان سمجھ سکتا ہے کہ بدی اور سرکشی کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ خدا کی قدرت عظیم کے سامنے ساری طاقتیں ہیچ ہیں۔ "اُس کی لاٹھی میں آواز نہیں" اُس کی مہلت پر آدمی مغرور نہ ہو، نہ پیغمبروں کے ساتھ ضد اور عداوت باندھے، ورنہ ایسا ہی حشر ہوگا۔ وغیرہ ذلک۔ ف۴ مکہ سے شام کو جاتے ہوئے اُس اُلٹی ہوئی بستی کے کھنڈر نظر آتے تھے۔ "وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" (صافات رکوع ۴) ف۵ یعنی اُن کھنڈرات کو دیکھ کر بالخصوص مومنین کو عبرت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ہی سمجھتے ہیں کہ اُس قوم کی بدکاری اور سرکشی کی سزا میں یہ بستیاں اُلٹی گئیں۔ مومنین کے سوا دوسرے لوگ تو ممکن ہے اُنہیں دیکھ کر محض بخت و اتفاق یا اسباب طبعیہ کا نتیجہ قرار دیں۔ ف۶ بَن کے رہنے والے یعنی قوم شعیب شہر "مدین" میں رہتے تھے جس کے نزدیک درختوں کا بن تھا کچھ وہاں رہتے ہونگے۔ بعض کہتے ہیں "اصحاب ایکہ" اور "اصحاب مدین" دو جداگانہ قومیں ہیں حضرت شعیبؑ دونوں کی طرف مبعوث ہوئے

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۴ ۔ اُن لوگوں کا گناہ شرک بت پرستی، ڈاکہ زنی اور ناپ تول میں فریب اور دھوکہ کرنا تھا پہلے سورۂ ہود و اعراف میں اِن کا مفصل قصہ گذر چکا ہی ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۸ یعنی حجاز و شام کے جس راستہ پر قوم لوط کی بستیاں تھیں، وہیں ذرا نیچے اُتر کر قوم شعیب کا مسکن تھا دونوں کے آثار رستہ چلنے والوں کو نظر آتے ہیں۔ ف۹ حجر والے " فرمایا " ثمود " کو۔ اُن کے ملک کا نام " حجر " تھا جو مدینہ سے شمال کی طرف واقع ہے۔ انکی طرف حضرت صالح علیہ السّلام مبعوث ہوئے۔ ایک نبی کا جھٹلانا سب انبیاء کا جھٹلانا ہے۔ ف۹ یعنی اونٹنی جو پتھر سے نکالی گئی۔ اور اسکے علاوہ دوسرے معجزات۔ ف۱۰ یعنی دنیوی زندگی پر مغرور ہو کر تکبر و تجبر کی نمائش کے لئے پہاڑوں کو تراش کر بڑے عالیشان مکان بناتے تھے۔ گویا کبھی یہاں سے جانا نہیں یہی سمجھتے ہونگے کہ ایسے مضبوط و مستحکم عمارتوں میں کوئی آفت کہاں پہنچ سکتی ہے۔ ف۱۱ یعنی مال و دولت مستحکم عمارات، جسمانی قوت اور دوسرے اسباب و وسائل میں سے کوئی چیز بھی خدا کے عذاب کو دفع نہ کر سکی۔ ان کا قصہ بھی پہلے گذر چکا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم تبوک جاتے ہوئے " وادی حجر " پر گذرے آپ نے سر ڈھانپ لیا۔ سواری کی رفتار تیز کر دی اور صحابہ کو فرمایا کہ معذب قوم کی بستیوں پر مت داخل ہو مگر (خدا کے خوف سے) روتے ہوئے، اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنا لو۔ خدا نہ کرے وہ چیز تم کو پہنچے جو اُن کو پہنچی تھی۔ یہ آپ نے مسلمانوں کو ادب سکھلایا کہ آدمی اس قسم کے مقامات میں پہنچ کر عبرت حاصل کرے اور خدا کے خوف سے لرزاں و ترساں ہو، محض سیر و تماشہ نہ سمجھے۔ ف۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں " پہلی اُمتوں کا حال سُنا کر فرمایا کہ یہ جہان یوں ہی خالی نہیں پڑا۔ سر پر ایک مدبّر ہے۔ ہر چیز کا تدارک کرنیوالا ہے اور آخری تدارک کا نام قیامت ہے " اور کفار سے کنارہ کرنے کو فرمایا جب خدا کا حکم پہنچا چکے، تبلیغ کا فرض ادا کر دیا اور کافر ضد پر اڑے رہے، تب حکم ہوا کہ زیادہ جھگڑنے سے فائدہ نہیں اب وعدہ کی راہ دیکھو اور اُن کی تکلیف و ایذا پر صبر کرو، حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ، یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ پہنچ جائے۔ ف۱۳ جس کو تیرے صبر اور اُن کی ایذا کی سب خبر ہے، ہر ایک کو اُس کے عمل کا بدلہ دیگا۔ اس آیت میں گویا معاد کی تقریر فرما دی۔ یعنی جس نے ایک مرتبہ پیدا کیا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور جس چیز کے اجزا منتشر ہو گئے ہوں اُس کو ہر جزو کی خبر ہے، جہاں کہیں ہوگا سب کو جمع کر دیگا۔ دوسری جگہ فرمایا " اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَہُمۡ ؕ بَلٰی وَہُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ " الیٰ آخر الآیۃ (یٰسٓ رکوع ۵) ف۱۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں " یعنی یہ اتنی بڑی نعمت دیکھ جو تجھ کو عطا ہوئی اور کافروں کی ضد سے خفا نہ ہو " (تنبیہ) " سبع مثانی " کے مصداق میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح یہی ہے کہ اس سے مُراد سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دُہرائی جاتی ہیں اور جن کو بطور وظیفہ کے بار بار پڑھا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور، قرآن کسی کتاب میں اس کا مثل نازل نہیں فرمایا۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلعم نے سورۂ " فاتحہ " کو فرمایا کہ یہی " سبع مثانی " اور " قرآن عظیم " ہے جو مجھ کو دیا گیا۔ اِس چھوٹی سی سورت کو " قرآن عظیم " (بڑا قرآن) فرمانا درجہ کے اعتبار سے ہے۔ اِس سورت کو اُمّ القرآن بھی اِسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خلاصہ اور متن ہے جس کی تفصیل و شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہئے۔ قرآن کے تمام علوم و مطالب کا اجمالی نقشہ تنہا اس سورت میں موجود ہے۔ یوں " مثانی " کا لفظ بعض حیثیات سے پورے قرآن پر بھی اطلاق کیا گیا ہے۔ " اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ " (زمر رکوع ۳) اور ممکن ہے کہ دوسری سورتوں کو مختلف وجوہ سے " مثانی " کہہ دیا جائے، مگر اس جگہ " سبع مثانی " اور " قرآن عظیم " کا مصداق یہی سورت (فاتحہ) ہے۔

مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡہُمۡ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡہِمۡ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ

جو برتنے کو دیں ہم نے اُن میں سے کئی طرح کے لوگوں کو ف۱ اور نہ غم کھا اُن پر اور جھکا اپنے بازو

لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلۡ اِنِّیۡۤ اَنَا النَّذِیۡرُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۸۹﴾ کَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَی

ایمان والوں کے واسطے ف۲ اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانیوالا کھول کر ف۳ جیسا ہم نے بھیجا ہے اُن

الۡمُقۡتَسِمِیۡنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیۡنَ جَعَلُوا الۡقُرۡاٰنَ عِضِیۡنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّکَ

بانٹنے والوں پر ✡ جنہوں نے کیا ہے قرآن کو بوٹیاں ف۴ سو قسم ہے تیرے رب کی

لَنَسۡـَٔلَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ

ہم کو پوچھنا ہے اُن سب سے جو کچھ وہ کرتے تھے ف۵ سو سُنا دے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا

وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ ﴿۹۵﴾

اور پرواہ نہ کر مشرکوں کی ف۶ ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنیوالوں کو ف۷

الَّذِیۡنَ یَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۚ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدۡ

جو کہ ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرے کی بندگی سو عنقریب معلوم کر لیں گے ف۸ اور ہم

نَعۡلَمُ اَنَّکَ یَضِیۡقُ صَدۡرُکَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ

جانتے ہیں کہ تیرا جی رُکتا ہے اُنکی باتوں سے ✡ سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی

وَکُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۹۸﴾ وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ ﴿۹۹﴾

اور ہو سجدہ کرنیوالوں سے ف۹ اور بندگی کئے جا اپنے رب کی جب تک آئے تیرے پاس یقینی بات ف۱۰

سُوۡرَۃُ النَّحۡلِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ مِائَۃٌ وَّثَمَانٌ وَّعِشۡرُوۡنَ اٰیَۃً وَّسِتَّ عَشَرَۃَ رُکُوۡعَاتٍ

سورۂ نحل مکہ میں اُتری اور اس کی ایک سَو اٹھائیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۱﴾

آپہنچا حکم اللہ کا سو اُس کی جلدی مت کرو ف۱۱ وہ پاک ہے اور برتر ہے اُنکے شریک بتلانے سے ف۱۲

الربع ۳ ع ۶ ۲۰ ۶

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی مشرکین، یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنان خدا و رسول کو دنیا کی چند روزہ زندگی کا جو سامان دیا ہے اُسکی طرف نظر نہ کیجئے کہ ان ملعونوں کو یہ سامان کیوں دیدیا گیا جس سے انکی شقاوت و شرارت زیادہ بڑھتی ہے، یہ دولت مسلمانوں کو ملتی تو اچھے راستہ میں خرچ ہوتی۔ ان کو تھوڑی دیر مزہ اُڑا لینے دو۔ تم کو خدا تعالیٰ نے وہ دولت قرآن دی ہے جسکے آگے سب دولتیں گرد ہیں۔ روایات میں ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی اور نعمت دیکھ کر ہوس کرتے تو اُس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔ ف۲ غم نہ کھا کہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ آپ فرض تبلیغ ادا کرتے رہیں، معاندین کے پیچھے اپنے کو زیادہ فکر و غم میں مبتلا نہ کیجئے۔ آپ کی شفقت و ہمدردی کے مستحق مومنین ہیں اُنکے ساتھ ملاطفت، نرم خوئی اور شفقت و تواضع کا برتاؤ رکھیے۔ ف۳ یعنی کوئی مانے یا نہ مانے میں خدا کا پیام صاف صاف پہنچائے دیتا ہوں اور تکذیب و شرارت کے عواقب سے خوب کھول کر آگاہ کر رہا ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں " تیرا کام دل پھیر دینا نہیں، یہ خدا سے ہو سکتا ہے۔ جو کوئی ایمان نہ لائے تو غم نہ کھا۔ ف۴ اس آیت کے معنی کئی طرح کئے گئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ " مقتسمین " (بانٹنے والوں) سے مُراد آپ کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ وغیرہ ہیں جنہوں نے قرآن کی تقسیم و تحلیل کر رکھی تھی۔ یعنی جو مضمون قرآنی اُن کی تحریفات یا آراء و اہواء کے موافق پڑ جائے مان لو، جو خلاف ہو نہ مانو۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے تجھے " سبع مثانی " اور " قرآن عظیم " دیکر بھیجا جیسے اُن لوگوں پر بھی پہلے کتابیں نازل کی تھیں۔ آپ پر کتاب اُتارنا یا وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے۔ بعض نے " مقتسمین " سے یہود و نصاریٰ مراد لے کر لفظ قرآن سے کتب سابقہ مراد لی ہیں۔ یعنی اُنہوں نے تحریف کر کے اپنی کتابوں کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ بعض نے کہا مشرکین مراد ہیں جو بطور استہزاء و تمسخر قرآن کی تقسیم کرتے تھے جب سورتوں کے نام سُنتے تو ہنس کر آپس میں کہتے۔ بقرہ یا مائدہ میں لونگا۔ عنکبوت تجھ کو دونگا۔ ان لوگوں نے ایک اور طرح بھی قرآن کے متعلق خیالات تقسیم کر رکھے تھے کوئی اُسے شاعری (بقیہ بر صفحہ ۳۴۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۵ بتاتا کوئی کہانت، کوئی جادو، کوئی مجنون کی بڑ، کوئی اساطیر الاولین، اُنکو آگاہ کیا کہ میں سب کو عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ جیسا عذاب یقینا نازل ہونے والا ہے اِن ٹھٹھا کرنے والوں پر۔ اس وقت "انزلنا" کی تعبیر اس لحاظ سے ہوگی کہ تیقن اوتوقع اور قرب الوقوع مستقبل کو گویا ماضی فرض کرلیا گیا۔ ابن کثیرؒ نے "مُقۡتَسِمِیۡنَ" کے معنی قسم کھانے والوں کے لئے ہیں یعنی وہ گذشتہ قومیں جو انبیاء کی تکذیب ومخالفت کے حلف اُٹھا چکی تھیں اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتی تھیں اور انہوں نے کتب سماویہ کے ٹکڑے کردیے تھے جیسا عذاب ہم نے اُن پر اُتارا، اسی طرح کے عذاب سے یہ "نذیر مبین" تم کو ڈراتا ہے۔ "مقتسمین" کے اس معنی کی تائید میں ابن کثیر نے ذیل کی آیات پیش کی ہیں۔ "تَقَاسَمُوۡا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗ" (نمل رکوع ۴) "وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَا يَبۡعَثُ اللّٰهُ مَنۡ يَّمُوۡتُ" (نحل رکوع ۵) "اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ" (ابراہیم رکوع ۷) "اَهٰۤؤُلَۤاءِ الَّذِيۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ" (اعراف رکوع ۶) **ف۵** یعنی کس کی عبادت کی تھی؟ پیغمبروں کے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے؟ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو کیوں نہ مانا تھا؟ اس کلمۂ حق کیوں اور نہیں کیا تھا؟ یہ اور اسی قسم کے نہ معلوم کتنے سوالات ہونگے۔ **ف۶** یعنی کہنے میں کوتاہی نہ کیجئے خوب کھول کر خدائی پیغامات پہنچائیے۔ یہ مشرکین آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ **ف۷** یعنی دنیا و آخرت میں ہم سب ٹھٹھا کرنے والوں سے نبٹ لیں گے۔ آپ بے خوف وخطر تبلیغ کرتے رہیئے آپ کا بال بیکا نہ ہوگا **ف۸** یعنی رسول کے ساتھ استہزاء کرنا اور خدا کے لئے شریک ٹھہرانا۔ دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے **ف۹** یعنی اگر ان کی ہٹ دھرمی سے دل تنگ ہو تو آپ اُن کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن خدا کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہیے خدا کا ذکر، نماز، سجدہ، عبادت الٰہی وہ چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے قلب مطمئن ومنشرح رہتا ہے اور فکروغم دور ہوتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلعم کی عادت تھی کہ جب کوئی مہم بات فکر کی پیش آتی آپ نماز کی طرف جھپٹتے۔ **ف۱۰** یعنی موت۔ یقین کا لفظ دوسری جگہ قرآن نے اسی معنی میں استعمال کیا ہے "وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ حَتّٰۤى اَتٰٮنَا الۡيَقِيۡنُ" (مدثر رکوع ۲) حدیث میں ایک میت کی نسبت آپ نے فرمایا "اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِيْنُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ" جمہور سلف نے اس آیت میں "یقین" کو بمعنی موت لیا ہے۔ یعنی مرتے دم تک خدا کی عبادت میں لگے رہیے۔ ؎ اندریں رہ میتراش ومیخراش ۔ تادم آخر دمے فارغ مباش۔ جن بعض عارفین نے اس جگہ "یقین" کو "کیفیت قلبیہ" کے معنی میں لیا ہے، اُس کی توجیہ روح المعانی میں مذکور ہے دیکھ لیجائے۔ تم سورۃ الحجر وبنہ الحمد والمنہ وھو المسئول ان یتوفانا علیٰ اکمل الاحوال واحسنہا فانہ جواد کریم۔ **ف۱۱** یعنی خدا کا یہ حکم کہ پیغمبر علیہ السلام کی جماعت غالب ومنصور اور حق کے مخالف مغلوب وذلیل ہونگے جنہیں دنیا میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں اور آخرت میں براہ راست احکم الحاکمین کے دربار سے شرک وکفر کی سزا ملیگی۔ اس حکم کے وقوع کا وقت قریب آپہنچا۔ اور قیامت کی گھڑی بھی دور نہیں ہے۔ جس چیز کا آنا یقینی ہو اُسے آئی ہوئی سمجھنا چاہئے۔ پھر جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ کفار ازراہ تکذیب واستہزاء کہا کرتے تھے کہ جس عذاب یا قیامت کے آنے کا تم وعدہ کرتے ہو، وہ جلد کیوں نہیں آجاتا۔ اُنہیں متنبہ فرمایا کہ تمہارے ایسا کہنے سے وہ ٹلنے والا نہیں۔ بلکہ حتمی اور یقینی طور پر جلد آیا چاہتا ہے جس قدر دیر لگ رہی ہے وہ بھی ایک طرح سے تمہارے حق میں مفید ہے ممکن ہے بعض کو اصلاح وتوبہ کی توفیق ملجائے۔ "وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ‌ؕ وَلَوۡلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الۡعَذَابُ" (عنکبوت رکوع ۵) "يَسۡتَعۡجِلُ بِهَا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهَا‌ۚ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا ۙ وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهَا الۡحَـقُّ" (شوریٰ رکوع ۲) **ف۱۲** یعنی جب حق کا غالب ہونا اور کفروشرک پر سزا ملنا یقینی ہے تو توحید کی راہ اختیار کرو اور مشرکانہ طور وطریق سے علیحدہ ہو جاؤ جنہیں تم خدائی کا شریک ٹھہراتے ہو اُن میں سے کوئی خدا کے حکم کو ٹال نہیں سکتا نہ عذاب الٰہی کو روک سکتا ہے۔

يُنَزِّلُ الۡمَلٰۤٮِٕكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ

اُتارتا ہے فرشتوں کو ف۱ بھید دے کر ف۲ اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں ف۳

اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

کہ خبردار کردو کہ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو مجھ سے ڈرو ف۴ بنائے آسمان اور

الۡاَرۡضَ بِالۡحَـقِّ‌ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ‏ ۝۳ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ

زمین ٹھیک ٹھیک وہ برتر ہے اُنکے شریک بتلانے سے ف۵ بنایا آدمی کو ایک

نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ‏ ۝۴ وَالۡاَنۡعَامَ خَلَقَهَا‌ ۚ لَـكُمۡ فِيۡهَا

بوند سے پھر جبھی ہوگیا جھگڑا کرنے والا بولنے والا ف۶ اور چوپائے بنا دیے تمہارے واسطے اُن میں

دِفۡ ءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ۝۵ وَلَـكُمۡ فِيۡهَا جَمَالٌ حِيۡنَ

جڑاول ہے اور کتنے فائدے اور بعضوں کو کھاتے ہو ف۷ اور تم کو اُن سے عزت ہے جب

تُرِيۡحُوۡنَ وَحِيۡنَ تَسۡرَحُوۡنَ ۝۶ وَتَحۡمِلُ اَثۡقَالَـكُمۡ اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا

شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لیجاتے ہو ف۸ اور اُٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے اُن شہروں تک کہ تم نہ

بٰلِغِيۡهِ اِلَّا بِشِقِّ الۡاَنۡفُسِ‌ ؕ اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۝۷

پہنچتے وہاں مگر جان مار کر بیشک تمہارا رب بڑا شفقت کرنیوالا مہربان ہے ف۹

وَّالۡخَـيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً‌ ؕ وَيَخۡلُقُ مَا لَا

اور گھوڑے پیدا کئے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کیلئے ف۱۰ اور پیدا کرتا ہے جو تم

تَعۡلَمُوۡنَ ۝۸ وَعَلَى اللّٰهِ قَصۡدُ السَّبِيۡلِ وَمِنۡهَا جَآٮِٕرٌ‌ ؕ وَلَوۡ شَآءَ

نہیں جانتے ف۱۱ اور اللہ تک پہنچتی ہے سیدھی راہ اور بعضی راہ کج بھی ہے ف۱۲ اور اگر وہ چاہے

لَهَدٰٮكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝۹ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً‌ لَّـكُمۡ

تو سیدھی راہ دے تم سب کو ف۱۳ وہی ہے جس نے اُتارا آسمان سے تمہارے لئے پانی

مِّنۡهُ شَرَابٌ وَّمِنۡهُ شَجَرٌ فِيۡهِ تُسِيۡمُوۡنَ‏ ۝۱۰ يُنۡۢبِتُ لَـكُمۡ بِهِ

اس سے پیتے ہو اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جس میں چراتے ہو ف۱۴ اُگاتا ہے تمہارے واسطے اس سے

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی فرشتوں کی جنس میں سے بعض کو جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام یا حفظۃ الوحی جن کی طرف "فَاِنَّهٗ يَسۡلُكُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا" (جن رکوع ۲) میں اشارہ کیا ہے۔ **ف۲** یہاں "روح" سے مراد وحی الٰہی ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبروں کی طرف غیر مرئی طریق پر بطور ایک بھید کے آتی ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا "يُلۡقِى الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ" (المومن رکوع ۲) ایک جگہ قرآن کی نسبت فرمایا "وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا‌" (شوریٰ رکوع ۵) قرآن یا وحی الٰہی کو "روح" سے تعبیر فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح مادی اجسام کو نفخ روح سے ظاہری حیات حاصل ہوتی ہے، اسی طرح جو قلوب جہل وضلال کی بیماریوں سے مردہ ہو چکے تھے وہ وحی الٰہی کی روح پاکر زندہ ہو جاتے ہیں۔ **ف۳** وہ بندے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ ساری مخلوق میں سے اپنی حکمت کے موافق اپنے کامل اختیار سے چن لیتا ہے۔ "اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَـتَهٗ" (انعام رکوع ۱۵) "اَللّٰهُ يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلٰۤٮِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ" (حج رکوع ۱۰) **ف۴** یعنی توحید کی تعلیم، شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت، یہ ہمیشہ سے تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ ومتفقہ نصب العین (مشن) رہا ہے۔ گویا اثبات توحید کی یہ نقلی دلیل ہوئی۔ آگے عقلی دلائل بیان کیجاتی ہیں۔ **ف۵** یعنی زمین وآسمان کا نظام ایسا درست واستوار بنایا ہے جسے دیکھ کر لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک ہی مالک مختار کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ اگر کئی بااختیار خداؤں کے ہاتھوں میں باگ ہوتی تو یہ محکم انتظام وانضباط اتنی مدت تک ہرگز قائم نہ رہتا خود بخود درہم برہم ہو جاتی بلکہ کئی آزاد خداؤں کی کشمکش باہمی سرے سے اس نظام عالم کو موجود ہی نہ ہونے دیتی "لَوۡ كَانَ فِيۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا‌" (انبیاء رکوع ۲) "اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ" (بقیہ بر صفحہ ۳۴۷)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۶ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ (المومنون رکوع ۵) ف یعنی علویات وسفلیات کا انتظام درست کرکے تم کو پیدا کیا۔ تم خود اپنی خلقت میں غور کرو تو حق تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت و قدرت کا سبق ملیگا۔ تمہاری اصل کیا تھی؟ ایک قطرۂ بے جان جس میں نہ حس و حرکت تھی نہ شعور وارادہ، نہ وہ بات کرنے کے قابل تھا، نہ اس لائق تھا کہ کسی معاملہ میں جھگڑ کر اپنا حق منوا سکے یا دوسروں پر غالب آجائے۔ اب دیکھو حق تعالیٰ نے اسی قطرۂ ناچیز کو کیا سے کیا بنا دیا کیسی عجیب صورت عطا کی۔ اور کیسی اعلیٰ قوتیں اور کمالات اس پر فائض کئے جو ایک حرف بولنے پر قادر نہ تھا وہ کیسے لیکچر دینے لگا جس میں ادنیٰ حس وحرکت نہ تھی، اب کس طرح بات بات میں جھگڑے کرنے اور حجتیں نکالنے لگا حتیٰ کہ بعض اوقات مخلوق سے گذر کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا، یہ بھی یاد نہ رکھا کہ میری اصل کیا تھی اور کیسے یہ طاقت حاصل ہوئی۔ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ (یس رکوع ۵) ف یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، تمہارے لئے پیدا کئے۔ ان میں سے بعض کے بال یا اون وغیرہ سے کمبل، دُستے، ڈیرے خیمے اور سردی سے بچنے کے لئے مختلف قسم کے لباس تیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی کا دودھ پیا جاتا ہے، کسی کو ہل میں چلایا جاتا ہے، گھی، مکھن وغیرہ کی ساری افراط ان ہی جانوروں کی بدولت ہے۔ ان کے چمڑے سے کیسے کیسے عمدہ اور بیش قیمت سامان تیار کئے جاتے ہیں جن جانوروں کا گوشت کھانے میں کوئی معتد بہ بدنی یا اخلاقی مضرت نہیں ہے، ان کا گوشت کھایا جاتا ہے، کتنے غریبوں کی شکم پروری اس سے ہوتی ہے اور جو دوسری غذائیں ہم کھاتے ہیں ان کی تیاری میں بھی ان حیوانات کو کس قدر دخل ہے۔ ف جب ڈھور ڈنگر گھر میں بندھے کھڑے ہوں یا جنگل میں غائب ہوں اس وقت انعام الٰہی کا ایسا صاف مظاہرہ نہیں ہوتا۔ ہاں جب چرنے کیلئے گھر سے نکلتے یا شام کو جنگل سے شکم سیر ہو کر گھر کی طرف لوٹتے ہیں اس وقت ایک عجیب رونق اور چہل پہل ہوتی ہے۔ مالک خود بھی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے فلاں زمیندار کو کیسا دھن دولت دیا ہے۔ ف یعنی جہاں تم جریدہ بدون سامان و اسباب کے بڑی مشکل سے پہنچ سکتے تھے یہ جانور تم کو اور تمہارے بھاری بھاری سامانوں کو کھینچ کر لیجاتے ہیں۔ یہ خدا کی کتنی بڑی شفقت اور مہربانی ہے کہ ان حیوانات کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اور ان سے کام لینے کی اجازت دی اور بڑی سخت اور مشکل مہمات ان جانوروں کے ذریعہ سے آسان کر دیں۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ (یس رکوع ۵) ف یعنی سواری کرتے ہو اور عزت و شان ظاہر ہوتی ہے (تنبیہ) عرب میں گدھے کی سواری معیوب نہیں وہاں کے گدھے نہایت قیمتی، خوبصورت، تیز رفتار اور قدم باز ہوتے ہیں بعض گدھوں کے سامنے گھوڑے کی کچھ حقیقت نہیں رہتی۔ ایک زندہ دل ہندی نے خوب کہا تھا کہ حجاز میں گدھا نہیں حمار ہوتا ہے۔ ف یعنی جن حیوانات کا اوپر ذکر ہوا، ان کے علاوہ حق تعالیٰ تمہارے انتفاع کے لئے وہ چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہیگا جنکی تمہیں فی الحال خبر بھی نہیں۔ اس میں وہ سب سواریاں بھی آگئیں جو قیامت تک بنتی رہیں گی۔ ف پہلے ذکر فرمایا تھا کہ تم حیوانات کی پیٹھ پر سوار ہوتے ہو اور وہ تم کو مع سامان و اسباب کے سخت اور کٹھن منزلیں طے کرا کر منزل مقصود پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ بدنی و حسی سیر و سفر کا حال ہوا۔ اسی کی مناسبت سے اب روحانی اور معنوی سیر و سیاحت کی طرف کلام منتقل ہو گیا یعنی جس طرح زمینی راستے طے کر کے منزل مقصود تک پہنچتے ہو، ایسے ہی خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی کھلا ہوا ہے جسکی سمجھ سیدھی ہوگی وہ مذکورہ بالا دلائل و بصائر میں غور کر کے حق تعالیٰ کی قدرت اور عظمت و جبروت پر ایمان لائیگا۔ اور توحید و تقویٰ کی سیدھی راہ چل کر بے کھٹکے خدا تک پہنچ جائیگا لیکن جس کی عقل سیدھی نہیں، اسے سیدھی سڑک پر چلنے کی توفیق کہاں ہو سکتی ہے۔ وہ ہمیشہ اوہام و اوہام کی پیچدار پگڈنڈیوں میں پڑا بھٹکتا رہیگا۔ "وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ" (انعام رکوع ۱۹) ف یعنی خدا کچھ اس بات کو عاجز نہیں تھا کہ ساری دنیا کو ایک ہی راہ پر لگا دیتا لیکن اسکی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ سب کو ایک ہی ڈھنگ اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواقع میں اسکی تشریح کر چکے ہیں۔

الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ
کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١١﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَ
اس میں البتہ نشانی ہے اُن لوگوں کو جو غور کرتے ہیں ف اور تمہارے کام میں لگا دیا رات اور
النَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ فِي
دن اور سورج اور چاند کو اور ستارے کام میں لگے ہیں اسکے حکم سے ف۲ اس
ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٢﴾ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا
میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کو جو سمجھ رکھتے ہیں اور جو چیزیں پھیلائیں تمہارے واسطے زمین میں رنگ
أَلْوَانُهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الَّذِي
برنگ کی ف۳ اس میں نشانی ہے اُن لوگوں کو جو سوچتے ہیں ✡ اور وہی ہے جس نے
سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً
کام میں لگا دیا دریا کو کہ کھاؤ اُس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اُس میں سے گہنا
تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ
جو پہنتے ہو اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو چلتی ہیں پانی پھاڑ کر اس میں ف۴ اور اس واسطے کہ تلاش کرو اسکے فضل سے
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٤﴾ وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ
اور تاکہ احسان مانو ف۵ اور رکھ دیے زمین پر بوجھ کہ کبھی جھک پڑے تم کو لیکر
وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥﴾ وَعَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ
اور بنائیں ندیاں ف۶ اور راستے تاکہ تم راہ پاؤ ف۷ اور بنائیں علامتیں ف۸ اور ستاروں سے لوگ
يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٧﴾
راہ پاتے ہیں ف۹ بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اسکے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچتے نہیں ف۱۱
وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨﴾
اور اگر شمار کرو اللہ کی نعمتوں کو نہ پورا کر سکو گے ان کو ف۱۲ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۳

ف۱۴ یعنی پانی پینے کے قابل بنایا اور اسی سے درخت، گھاس وغیرہ نباتات اُگائے جس سے تمہارے جانور چرتے ہیں۔

فوائد صفحہ ہذا ف یعنی ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل اور میوے اُگاتا رہتا ہے جنکی شکل و صورت، رنگ و بو، مزہ و تاثیر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس میں غور کرنیوالوں کے لئے خدا کی قدرت کاملہ اور صنعت غریبہ کا بڑا نشان ہے کہ ایک زمین، ایک آفتاب، ایک ہوا، اور ایک پانی سے کیسے رنگ برنگ کے پھول پھل پیدا ہوتے رہتے ہیں ف۲ رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تا دنیا کا کاروبار چلے اور لوگ سکون و آرام حاصل کر سکیں۔ اسی طرح چاند سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں۔ رات دن کی آمد و شد اور شمس و قمر کے طلوع و غروب کے ساتھ انسانوں کے بیشمار فوائد وابستہ ہیں۔ بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے بدون انسان کی زندگی محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اقتدار کامل سے چاند سورج اور کل ستاروں کو ادنیٰ مزدوروں کی طرح ہمارے کاموں پر لگا رکھا ہے۔ مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کر سکیں۔ لیکن چونکہ رات دن اور چاند سورج سے بالکل صریح طور پر ہمارے کام متعلق ہیں اور دوسرے ستاروں سے ہمارے فوائد و مصالح کی وابستگی اس قدر واضح نہیں ہے شاید اس لئے انکو جدا کر کے دوسرے عنوان سے بیان فرمایا۔ واللہ اعلم ف۳ یعنی جس بلند و برتر ہستی نے آسمانی چیزوں کو تمہارے کام (بقیہ صفحہ ۳۴۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۷: میں لگا یا اُسی نے تمہارے فائدہ کے لئے زمین میں مختلف قسم کی مخلوقات پیدا کیں جو ماہیت، شکل و صورت، رنگ، بو اور منافع و خواص میں ایک دوسرے کے بالکل علیحدہ ہیں اس میں سب حیوانات، نباتات، جمادات، بسائط و مرکبات شامل ہو گئے ف۴ یعنی ایسے ٹھاٹھیں مارنیوالے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے انسان ضعیف البنیان کی کچھ بساط نہیں تمہارے کام میں لگا دیا کہ اُس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور تر و تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اور اُس کے بعض حصوں میں سے موتی اور مونگا نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کئے جاتے ہیں بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک تنکے کی برابر حقیقت نہیں لیکن ایک چھوٹی سی کشتی کس طرح اُن موجوں کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اُس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کر لینے کی ترکیب سُجھائی جن کے ذریعہ سے گویا سمندر کو پایاب کر لیا گیا ف۵ یعنی جہازوں اور کشتیوں پر تجارتی مال لاد کر ایک ملک کو دوسرے ملک اور ایک براعظم کو دوسرے براعظم میں پہنچاؤ، اور خدا کے فضل سے بڑی فراخ روزی حاصل کرو، پھر خدا کا احسان مان کر اُسکی نعمتوں کے شکر گذار رہو۔ ف۶ یعنی خدا تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ رکھدئے، تا زمین اپنی اضطرابی حرکت سے تم کو لیکر بیٹھ نہ جائے۔ روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اُس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے اُس کی کپکپی بند ہوئی۔ آج کل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ بہر حال زمین کی حرکت و سکون کا مسئلہ جو حکماء میں مختلف فیہ رہا ہے اُس سے آیت کا نفیاً یا اثباتاً کچھ تعلق نہیں، کیونکہ پہاڑوں کے ذریعہ سے جس حرکت کو بند کیا ہے وہ یہ دائمی حرکت نہیں جس میں اختلاف ہو رہا ہے ف۷ یعنی ندیوں اور نہروں کا سرچشمہ کہیں پہاڑوں میں ہوتا ہے لیکن وہ میدانوں اور پہاڑوں کو قطع کرتی ہوئی سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت پر خدا کے حکم سے اُن بستیوں تک پہنچتی ہیں جن کا رزق اُن کے پانی سے متعلق کیا گیا ہے۔ ف۸ یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکو۔ ف۹ یعنی پہاڑ، چشمے، درخت، ریت کے ٹیلے غرض مختلف قسم کی علامتیں قائم کر دی ہیں جن سے مسافروں کے قافلے ٹھیک راستہ کا سراغ نکال سکیں۔ میں نے خود بعض اعراب (بدوؤں) کو دیکھا کہ مٹی سونگھ کر راستہ کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ ف۱۰ یعنی رات کے وقت دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ سے راستہ کا پتہ لگایا جاتا ہے "قطب نما" سے جو رہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستارہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ف۱۱ یعنی سوچنا چاہئے کس قدر حماقت ہے کہ جو چیزیں ایک مکھی کا پر اور مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جو کا دانہ یا ریت کا ذرہ پیدا کرنے پر قادر نہوں، انہیں معبود و مستعان ٹھہرا کر خداوند قدوس کی برابر کر دیا جائے۔ جو مذکورہ بالا عجیب و غریب مخلوقات کا پیدا کرنیوالا اور اُنکے محکم نظام کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس گستاخی کو دیکھو اور خدا کے انعامات کو خیال کرو حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ف۱۲ یعنی جو نعمتیں اوپر بیان ہوئیں مشتے نمونہ از خروارے تھیں۔ باقی خدا کی نعمتیں تو اس قدر ہیں جن کا تم کسی طرح شمار نہیں کر سکتے ف۱۳ یعنی اُن بیشمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا تھا سو ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے خدا اُس سے درگذر کرتا اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرما دیتا ہے۔ یا یہ کہ کفران نعمت کے بعد جو شخص توبہ کر کے شکر گذار بنجائے حق تعالیٰ اُسکی پچھلی کوتاہیوں کو بخشتا اور آئندہ کے لئے رحمت مبذول فرماتا ہے۔ بلکہ ناشکری کی حالت میں بھی اپنی رحمت واسعہ سے اُس کو بالکلیہ محروم نہیں کرتا۔ ہزاروں طرح کی نعمتیں دنیا میں فائض کرتا رہتا ہے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ

اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو ف۱ اور جن کو پکارتے ہیں

دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ

اللہ کے سوائے کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں ف۲ مُردے ہیں جن میں

اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

جان نہیں ف۳ اور نہیں جانتے کب اُٹھائے جائیں گے ف۴ معبود تمہارا معبود ہے اکیلا

فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ

سو جن کو یقین نہیں آخرت کی زندگی کا اُن کے دل نہیں مانتے اور وہ

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ

مغرور ہیں ف۵ ٹھیک بات ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ

بیشک وہ نہیں پسند کرتا غرور کرنے والوں کو ف۶ اور جب کہے اُن سے کہ کیا اتارا ہے

رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً

تمہارے رب نے تو کہیں کہانیاں ہیں پہلوں کی ف۷ تا اُٹھائیں بوجھ اپنے پورے

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اَلَا سَآءَ

دن قیامت کے اور کچھ بوجھ اُن کے جن کو بہکاتے ہیں بلا تحقیق سنتا ہے بُرا بوجھ ہے

مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ

جو اُٹھاتے ہیں ف۸ البتہ دغابازی کر چکے ہیں جو تھے اُن سے پہلے پھر پہنچا حکم اللہ کا اُن کی عمارت پر

مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ

بنیادوں سے پھر گر پڑی اُن پر چھت اوپر سے اور آیا اُن پر عذاب

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ

جہاں سے اُن کو خبر نہ تھی ف۹ پھر قیامت کے دن رسوا کریگا اُن کو اور کہے گا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اُس کی نعمتوں پر کس حد تک دل سے اور کس حد تک جوارح سے شکر گذار رہتا ہے اور کون ایسا ہے جس کا ظاہر و باطن ادائے حق نعمت سے خالی رہتا ہے، یا مذکورہ بالا دلائل و نعم کو سُن کر کون ہے جو سچے دل سے اُس پر ایمان لاتا ہے اور کون ہے جو ظاہر میں دلائل سے لاجواب ہو کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا۔ خدا کے علم میں جس کا جو حال ہوگا اُسی کے موافق معاملہ کریگا ف۲ خدا تو وہ ہے جس کے عظیم الشان اور غیر محصور انعامات کا اوپر تذکرہ ہوا۔ اب مشرکین کی حماقت ملاحظہ ہو کہ ایسے عالم الکل اور خالق الکل خدا کا شریک اُن چیزوں کو ٹھہرا دیا جو ایک گھاس کا تنکا پیدا نہیں کر سکتیں۔ بلکہ خود اُن کا وجود بھی خدا کا پیدا کیا ہوا ہے ف۳ یعنی جن چیزوں کو خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مُردے (بیجان) ہیں۔ خواہ دوامًا مثلاً بت۔ یا فی الحال مثلاً جو بزرگ مر چکے اور اُنکی پوجا کیجاتی ہے یا انجام و مآل کے اعتبار سے مردہ ہیں مثلاً حضرت مسیح، روح القدس اور ملائکۃ اللہ جن کی بعض فرقے پرستش کرتے تھے بلکہ جن و شیطان بھی جن کو بعض ممسوخ الفطرت پوجتے ہیں سب پر ایک وقت موت طاری ہونیوالی ہے۔ پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا ہو اور وہ جب چاہے چھین لے اُسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں! یا عبادت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے! ف۴ یعنی یہ عجیب خدا ہیں جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب آئیگی اور وہ خود یا اُنکے پرستار کب حساب و کتاب کے لئے اُٹھائے جائیں گے۔ ایسی بیجان اور بے خبر ہستیوں کو خدا بتلانا انتہا درجہ کی حماقت اور جہل ہے۔ ف۵ یعنی جو دلائل و شواہد اوپر بیان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کر سکتا ہے لیکن غور و طلب تو وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو۔ جن کو بعد الموت کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان و کفر کے نیک و بد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبروں کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے۔ ف۶ یعنی خوب سمجھ لو کبر و غرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں، اس کا نتیجہ بھگتنا پڑیگا توحید کا انکار جو تم دلوں میں رکھتے ہو اور غرور و تکبر جس کا اظہار تمہاری چال

بقیہ فوائد صفحہ ۳۴۸ - ۳ - ذحال اور طور وطریق سے ہو رہاہے، سب خدا کے علم میں ہے۔ وہ ہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا تم کو دیگا۔ ف یعنی ناواقف اشخاص بغرض تحقیق یا واقف لوگ ازراہ امتحان جب ان مکذبین سے کہتے ہیں یا وہ مکذبین خود آپس میں ایک دوسرے کو ازراہ تمسخر واستہزاء سوال کرتے ہیں کہ "کہو! تمہارے رب نے کیا چیز اُتاری ہے؟" مطلب یہ کہ قرآن جسے پیغمبر علیہ السلام خدا کا اُتارا ہوا بتلاتے ہیں تمہارے نزدیک کیا چیز ہے اور محمد صلعم اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن میں رکھا ہی کیا ہے بجز اس کے کہ کتب سابقہ اور ملل سابقہ کی کچھ پرانی بے سند باتیں (توحید، نبوت، جنت، دوزخ وغیرہ) اور چند قصے کہانیاں نقل کردی گئی ہیں ف یعنی اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن عزیز کو بے وقعت ٹھہرا کر اپنے ساتھ دوسروں کو گمراہ کریں اور اس طرح اپنے کفر وضلال کی پوری پوٹ کے ساتھ کچھ بوجھ اُن لوگوں کے اضلال واغواء کا بھی سر پر رکھیں جنہیں اپنی نادانی اور جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ خیال کرو کیسی بدی کی پوٹ سر پر رکھ رہے ہیں۔ حدیث میں ہے "ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من اتبعہ لا ینقص ذلک من آثامہم شیئا" قال اللہ تعالیٰ "ولیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم" (عنکبوت رکوع ۱) ف۹ یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے اور پیغام حق کو پست کرنے کی جو تدبیریں آج کی جارہی ہیں ان سے پہلے دوسری قومیں بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسی تدبیریں کر چکی ہیں اُنہوں نے مکر وتلبیس کے بڑے اونچے محل کھڑے کر دیئے، پھر جب خدا کا حکم پہنچا تو اس نے پکڑ کر بنیادیں ہلادیں آخر عذاب الٰہی کے ایک جھٹکے میں اُن کے تیار کئے ہوئے محل اُن ہی پر آپڑے جن کی چھتوں کے نیچے سب دب کر رہ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کی تدبیریں خود اُن ہی پر اُلٹ دی گئیں۔ اور جو سامان غلبہ وحفاظت کا کیا تھا وہ فنا وہلاکت کا سبب بن گیا۔ بلکہ بعض اقوام کی بستیاں حسّی طور پر بھی تہ وبالا کردی گئیں

اَیْنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِیْہِمْ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ

کہاں ہیں میرے شریک جن پر تم کو بڑی ضد تھی ف۱ بولیں گے جن کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ﴿۲۷﴾

دی گئی تھی خبر بیشک رُسوائی آج کے دن اور بُرائی منکروں پر ہے ف۲

الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِہِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ

جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اور وہ بُرا کر رہے ہیں اپنے حق میں ف۳ تب ظاہر کرینگے اطاعت

مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ بُرائی ف۴ کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے ف۵

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَی

سو داخل ہو دروازوں میں دوزخ کے رہا کرو سدا اُسی میں سو کیا بُرا ٹھکانا ہے

الْمُتَکَبِّرِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ ؕ قَالُوْا

غرور کرنیوالوں کا ☆ اور کہا پرہیزگاروں کو کیا اُتارا تمہارے رب نے بولے

خَیْرًا ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ہٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ ؕ وَلَدَارُ

نیک بات جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں اُن کو بھلائی ہے ف۶ اور آخرت

الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَہَا

کا گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگاروں کا ف۷ باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں وہ جائیں گے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ لَہُمْ فِیْہَا مَا یَشَآءُوْنَ ؕ کَذٰلِکَ یَجْزِی

بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں انکے واسطے وہاں ہے جو چاہیں ف۸ ایسا بدلہ دیگا

اللّٰہُ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیْنَ ۙ یَقُوْلُوْنَ

اللہ پرہیزگاروں کو ف۹ جن کی جان قبض کرتے ہیں فرشتے اور وہ ستھرے ہیں ف۱۰ کہتے ہیں فرشتے

سَلٰمٌ عَلَیْکُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ ہَلْ

سلامتی تم پر جاؤ بہشت میں ف۱۱ بدلہ ہے اُس کا جو تم کرتے تھے ف۱۲ کیا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جن شرکاء کی حمایت میں ہمارے پیغمبروں سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے تھے آج وہ کہاں ہیں۔ تمہاری مدد کیوں نہیں آتے۔ "ہل ینصرونکم او ینتصرون" (شعراء رکوع ۵) "فما لہ من قوۃ ولا ناصر" (طارق رکوع ۱) ف۲ یہ کہنا ہی اُن کو رسوا کرنا ہے۔ یا رسوائی سے مراد جہنم میں داخل کرنا اور اُن کی خفیہ مکاریوں کا پردہ فاش کرنا ہے۔ "انک من تدخل النار فقد اخزیتہ" (آل عمران رکوع ۲۰) ف۲ یعنی وہ تو کیا جواب دیسکتے۔ البتہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے باخبر لوگ اُس وقت ان مکار دغابازوں کو سنا کر کہیں گے کہ دیکھ لیا جو ہم کہا کرتے تھے آج کے دن ساری بُرائی اور رسوائی صرف منکرین حق کے لئے ہے ف۳ یعنی شرک وکفر اختیار کر کے اپنے حق میں بُرا کرتے رہے۔ آخر اسی حالت میں موت کے فرشتے جان نکالنے کو آگئے۔ خلاصہ یہ کہ خاتمہ حالت کفر وشرک پر ہوا۔ العیاذ باللہ۔ ف۴ یعنی اُس وقت ساری فوں فاں نکل جائیگی۔ جو شرارت وبغاوت دنیا میں کرتے تھے سب کا انکار کر کے اطاعت ووفاداری کا اظہار کریں گے کہ ہم نے کبھی کوئی بُری حرکت نہیں کی ہمیشہ نیک چلن رہے۔ "یوم یبعثہم اللہ جمیعا فیحلفون لہ کما یحلفون لکم ویحسبون انہم علی شیء الا انہم ہم الکاذبون" (مجادلہ رکوع ۳) ف۵ یعنی کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو؟ جس کے علم میں تمہاری ساری حرکات ہیں آج تمہارا کوئی مکر اور جھوٹ خدائی سزا سے نہیں بچا سکتا۔ وقت آگیا ہے کہ اپنے کرتوت کا مزہ چکھو۔ ف۶ مستکبرین کے مقابلہ میں متقین (پرہیزگاروں) کا حال بیان فرمایا کہ جب اُن سے قرآن کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اُتاری تو نہایت عقیدت وادب سے کہتے ہیں کہ نیک بات جو سراپا خیر وبرکت ہے۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس نے بھلائی کی دنیا میں اُسے بھلائی کا خوشگوار پھل مل کر رہیگا۔ خدا کے یہاں کسی کی محنت اور ذرہ برابر نیکی ضائع نہیں جاتی ف۷ یعنی آخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دنیا ومافیہا کی نعمتیں وہاں کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ ف۸ یعنی جنتی جس قسم کی جسمانی راحت اور روحانی مسرت چاہیں گے وہاں حاصل ہوگی۔ "وفیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین وانتم فیہا خالدون" ف۹ یعنی ان تمام لوگوں کو جو کفر وشرک اور فسوق وعصیان سے پرہیز کرتے ہیں۔ ایسا اچھا بدلہ دیگا۔ ف۱۰ یعنی اُن کی جانیں موت کے وقت تک کفر وشرک کی نجاست سے پاک اور فسق وفجور کے میل کچیل سے صاف رہیں۔ اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت ومحبت کی وجہ سے نہایت خوشدلی اور انشراح بلکہ اشتیاق کے ساتھ اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کی۔ ف۱۱ ایک حیثیت سے روحانی طور پر تو انسان مرنے کے بعد ہی جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ان جسمانی حیثیت سے پوری طرح دخول حشر کے بعد ہوگا۔ ممکن ہے اس بشارت میں دونوں قسم کے دخول کی طرف اشارہ ہو۔ ف۱۲ یعنی تمہارا عمل سبب عادی ہے دخول جنت کا۔ باقی سبب حقیقی رحمت الٰہیہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا "الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ"۔

ف جنت کی خوبیاں اور اُس کا تفوق و امتیاز بیان فرمانے کے بعد اُن غافلوں کو تنبیہ کی جاتی ہے جو محض دنیوی سامانوں پر مست ہو کر آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں اور اپنا انجام شدہ حارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ یعنی کیا یہ لوگ اِس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے کو آجائیں گے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائیگی، یا مجرموں کی سزادہی کا حکم پہنچ جائیگا اور جوتہ سر پر پڑنے لگیگا، تب ایمان لاکر اپنی حالت درست کرینگے، حالانکہ اُس وقت کا ایمان یا توبہ و رجوع کچھ نافع نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کیجائے اور عذاب آنے سے پیشتر بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔ ف۲ یعنی اگلے معاندین بھی اسی طرح غرور و غفلت کے نشے میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی میں تمادی ہوتی رہی، توبہ کے وقت توبہ نہ کی، اخیر تک انبیاء کی تکذیب و مخالفت برتتے رہے اور اُن کی باتوں کی ہنسی اُڑاتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور عذاب الٰہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے وہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اُن کا استہزاء و تمسخر اُنہی پر اُلٹ پڑا، بھاگ کر جان بچانے کی کوئی سبیل نہ رہی اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ جو بویا تھا سو کاٹا۔ خدا کو اُن سے کوئی بیر نہ تھا نہ اُس کے یہاں ظلم و تعدی کا امکان ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری کسی کا کیا بگڑا، انہی کا نقصان ہوا۔ ف۳ یہاں سے اُن باطل اعذار اور لچر پوچ دلائل کا رد شروع کرتے ہیں جو مشرکین اپنے شرک اور اعمال شرکیہ کا جواز و استحسان ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے خلاصہ یہ ہے کہ اگر غیر اللہ کی پرستش یا بعض جانوروں (مثلاً بحیرہ سائبہ وغیرہ) کو حرام ٹھہرالینا بُرے اور بے سند کام ہوتے جنہیں خدا پسند نہ کرتا، تو ہم کو کرنے کیوں دیتا۔ ضرور تھا کہ جب ہم اُسکی مرضی کے خلاف کام کریں تو اُس سے روک دے نہ رکیں تو فوراً سزا دے اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ دلیل ہے کہ خدا کو وہ کام ناپسند نہیں۔ آٹھویں پارہ کے دوسرے رُبع آیۃ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ کی جو تقریر ہم نے کی ہے اُس میں مشرکین کا یہ شبہ اور اُس کا مفصل جواب بیان کیا گیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۴ یعنی مشرکین کا یہ کہنا غلط ہے کہ خدا کی طرف سے روکا نہیں گیا۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک حسب ضرورت و مصلحت حق تعالیٰ انبیاء کو بھیجتا رہا ہے جن کا کام ہی یہ تھا کہ لوگوں کو شرک و اعمال شرکیہ سے روکیں۔ اور صاف صاف اعلان کریں کہ خدا تعالیٰ کو کیا کام پسند ہیں کیا ناپسند اور اُن میں سے ہر ایک کا انجام کیا ہے۔ باقی یہ کہ لوگوں کو تکوینی طور پر مجبور کیوں نہ کر دیا گیا کہ وہ بدی کا راستہ اختیار ہی نہ کر سکتے۔ تو یہ بات اُس کی حکمت کے منافی تھی جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواضع میں لکھ چکے ہیں۔ رہی یہ چیز کہ جو انبیاء کا کہنا نہ مانیں اُنہیں فوراً سزا دیجاتی۔ تو بہت سی قوموں کو دنیا میں عبرتناک سزائیں بھی دی گئیں۔ جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔ ہاں عقلاً و نقلاً یہ ضروری نہیں کہ ارتکاب جرم کے ساتھ فوراً سزا دیجائے۔ مجرم کو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے نہ اُس کے لئے توبہ و اصلاح کا کوئی موقع باقی چھوڑا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ نادانوں کی باتیں ہیں کہ اللہ کو یہ کام بُرا لگتا تو کیوں کرنے دیتا۔ آخر ہر فرقے کے نزدیک بعضے کام بُرے ہیں، پھر وہ کیوں ہونے دیتا ہے (کیا اُنکے روکنے سے خدا عاجز تھا؟) یہاں جواب مجمل فرمایا کہ ہمیشہ رسول منع کرتے آئے ہیں، جسکی قسمت میں ہدایت تھی اُس نے پائی، جو خراب ہونا تھا خراب ہوا۔ اللہ کو یہی منظور ہے کہ انسان کو فی الجملہ کسب و اختیار کی قوت دے کر آزاد رکھے اینٹ پتھر کی طرح مجبور یا حیوانات کی طرح اس کا دائرۂ عمل محدود نہ کرے بلکہ ہر طرف بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع دے۔ ف۵ یعنی اپنے اپنے وقت پر۔ پھر آخر میں پیغمبر عربی صلعم کو رسول الثقلین بنا کر بھیجا۔ (تنبیہ) اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ ہر قوم اور بستی میں رسول بلا واسطہ بھیجا گیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک نبی کسی قوم میں اُٹھایا جائے اور اُس کے نائب جنہیں "ہادی" و "نذیر" کہا جا سکتا ہے دوسری اقوام میں بھیجے جائیں۔ اُن کا بھیجنا گویا بالواسطہ اُسی پیغمبر کا بھیجنا ہے، واللہ اعلم۔ ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "ہڑدنگا وہ جو ناحق سرداری کا دعویٰ کرے کچھ سند نہ رکھے۔ ایسے کو "طاغوت" کہتے ہیں" بت، شیطان اور زبردست ظالم سب اس میں داخل ہیں۔ ف۷ یعنی جس کو قصور استعداد اور سوء اختیار کی بناء پر خدا گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا نہ اُسے خدائی سزا سے کوئی بچا سکتا ہے۔ آپ کا اُن کی ہدایت پر حریص ہونا بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پھر آپ اِن کے غم میں اپنے کو اس قدر کیوں گھلاتے ہیں۔

يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ

کافر اب اسی کے منتظر ہیں کہ آئیں اُن پر فرشتے یا پہنچے حکم تیرے رب کا ف اسی طرح

فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوٓا أَنفُسَهُمْ

کیا تھا اُن سے اگلوں نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا اُن پر لیکن وہ خود اپنا

يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا

برا کرتے رہے ✡ پھر پڑے اُن کے سر اُن کے بُرے کام اور اُلٹ پڑا اُن پر جو

بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٤﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَآءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا

ٹھٹھا کرتے تھے ف۲ اور بولے شرک کرنے والے اگر چاہتا اللہ نہ پوجتے ہم

مِن دُونِهِۦ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ ءَابَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِۦ

اُس کے سوا کسی چیز کو اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم بدون اُس کے حکم کے

مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ

کسی چیز کو ف۳ اسی طرح کیا اُن سے اگلوں نے سو رسولوں کے ذمہ نہیں

إِلَّا الْبَلَٰغُ الْمُبِينُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ

مگر پہنچا دینا صاف صاف ف۴ اور ہم نے اُٹھائے ہیں ہر اُمت میں رسول ف۵ کہ

اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّٰغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ

بندگی کرو اللہ کی اور بچو ہڑدنگے سے ف۶ پھر کسی کو اُن میں سے ہدایت کی اللہ نے

وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَٰلَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

اور کسی پر ثابت ہوئی گمراہی سو سفر کرو ملکوں میں

فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ

پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ✡ اگر تو طمع کرے اُن کو

هُدَىٰهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ ﴿٣٧﴾

راہ پر لانے کی تو اللہ راہ نہیں دیتا جس کو بھٹکاتا ہے اور کوئی نہیں اُن کا مددگار ف۷

ف یعنی موت کے بعد دوسری زندگی ہی نہیں پھر عذاب کا کیا ڈر سب ڈھکوسلے ہیں۔ ف۲ یعنی تمہارے انکار اور رائحل بجو قسمیں کھانے سے خدا کا پکا وعدہ ٹل نہیں سکتا، وہ تو ہو کر رہیگا۔ البتہ تم ایسی حقائق ثابتہ کا انکار کرکے اپنے جہل کا ثبوت دے رہے ہو۔ جو شخص خدا کے علم محیط اور شئون قدرت وحکمت تکوین کے راز اور اُس کی غرض وغایت سے آگاہ ہوگا وہ کبھی بعث بعد الموت کا انکار نہیں کرسکتا سچ ہے۔ "النَّاسُ اَعداءُ مَا جَهِلُوا"۔ ف۳ یعنی معاد (قیامت وغیرہ کا آنا) عین حکمت ہے۔ اگر موت کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو دنیا میں جو مختلف اعمال واحوال پائے جاتے ہیں اُن کے صاف اور مکمل نتائج کیسے ظاہر ہونگے۔ یہاں کے جھگڑوں کا دوٹوک فیصلہ تو وہیں ہوگا اور اُس وقت منکرین معلوم کرلیں گے کہ قسمیں کھا کر جن باتوں کا انکار کرتے تھے وہ سچی تھیں اور قسم کھانے والے جھوٹے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اس جہان میں بہت باتوں کا شبہ رہا اور کسی نے اللہ کو مانا کوئی منکر رہا تو دوسرا جہان ہونا لازم ہے کہ جھگڑے تحقیق ہوں، سچ اور جھوٹ جدا ہو اور مطیع ومنکر اپنا کیا پائیں"۔ ف۴ پھر مُردوں کو دوبارہ زندہ کردینا کیا مشکل ہے۔ (تنبیہ) "کُنْ فَیَکُوْنُ" کی بحث پارہ الم رکوع وَقَالَتِ الْیَهُودُ میں ملاحظہ کرلیجائے۔ غرض صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی مُراد کا تخلف نہیں ہوسکتا۔ ارادہ کے بعد مُراد کا نہایت سہولت وسُرعت سے فوراً واقع ہونا اور کسی مانع وعائق کا مزاحمت نہ کرسکنا، یہ ہی خلاصہ اس جملہ کا ہے ف۵ یعنی سلسلہ مجازات (طاعت ومعصیت کا پورا نتیجہ ظاہر کرنے) کے لئے بعث بعد الموت ضروری ہے۔ بہت سے خدا کے وفادار بندے مصائب وشدائد جھیلتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں، کیا اُنکی قربانیاں ضائع کیجا سکتی ہیں! ہرگز نہیں جن لوگوں نے حق کی حمایت اور خدا کی رضا جوئی کے لئے ظالموں کی سختیاں برداشت کیں اور انواع واقسام کے ظلم وستم اُٹھائے حتیٰ کہ مجبور ہوکر گھربار، خویش واقارب اور عزت وراحت سب چیزوں کو خدا کے راستہ میں تج دیا، اُن کی محنت ووفاداری کا صلہ یقیناً مل کر رہیگا۔ اول تو اُن میں سے جو جیتے بچیں گے دنیا ہی میں اپنی قربانیوں کا تھوڑا سا پھل چکھ لیں گے یعنی گھر چھوڑنے والوں کو بہترین ٹھکانا دیا جائیگا۔ گھر سے اچھا گھر، وطنی بھائیوں سے بڑھ کر دردمند بھائی روزی سے بہتر روزی، عزت سے زیادہ عزت ملیگی۔ بلکہ وطن سے نکالنے والوں پر غالب دنیا کے حاکم اور پرہیزگاروں کے امام بنجائیں گے۔ پھر اس سب کے بعد جو بلند مقامات اور عظیم الشان مدارج آخرت میں ملیں گے اُن کا تو اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہاں کے اجر وثواب کا پورا یقین ہوجائے تو دوسرے لوگ بھی جو ہجرت کی سعادت سے محروم ہیں تمام گھربار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکل کھڑے ہوں۔ (تنبیہ) آیت کے عموم الفاظ پر نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ تقریر کی ہے اور جو منقول فی روح المعانی عن بعضہم عامہ مفسرین نے اس کو اُن اسّی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں رکھا ہے جو کفار مکہ کی زیادتیوں سے تنگ آکر ابتداءً حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ کیونکہ اکثر کے نزدیک آیت مکی ہے جو ہجرت الی المدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ ان ہجرت کرنیوالوں کو آخر کار خدا تعالیٰ نے اچھا ٹھکانا مدینہ میں دیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ ف۶ یعنی کسی ظلم اور سختی سے نہیں گھبرائے۔ وطن محبوب اور خویش واقارب کے چھوٹنے کی پرواہ نہ کی رضائے الٰہی کے راستہ سے ذرا قدم نہیں ڈگمگایا۔ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے ہو رہے۔ خالص اُسی کی امداد اور اُس کے وعدوں پر بھروسہ کیا۔ یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ جو خدا کا ہو رہتا ہے کس طرح خدا اُس کا ہو جاتا ہے۔ ف۷ یعنی پیغمبر کے مظلوم ساتھیوں کو جب وہ صبر وتوکل کی راہ میں ثابت قدم ہوں، دارین میں غالب ومنصور کرنا ہماری کوئی نئی عادت نہیں۔ پہلے بھی ہم نے انسانوں میں سے رسول بھیجے جن کا کام یہ تھا کہ خدا کے احکام اور نیکی بدی کے انجام سے لوگوں کو خبردار کردیں۔ اب اگر تمہیں معلوم نہیں تو جاننے والوں سے جو امم سابقہ اور اُنکے پیغمبروں کے تاریخی واقعات کا علم رکھتے ہیں تحقیق کرلو کہ فی الواقع پہلے کچھ آدمی پیغمبری کے منصب پر بینات وزُبُر (معجزے اور کتابیں) دے کر بھیجے گئے یا نہیں۔ اور یہ کہ اُن کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا کیا حشر ہوا۔ اہل حق صبر وتوکل کی بدولت کس طرح منصور وکامیاب ہوئے۔ اور ظالم معاندین اتمام حجت کے بعد کیسے تباہ کئے گئے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (اعراف رکوع ۱۶) ہم نے اہل الذکر سے خاص اہل کتاب مُراد نہیں لئے بلکہ عموم لفظ کی رعایت کی ہے جس میں اہل کتاب بھی شامل ہیں۔ روح المعانی میں ہے "قال الرمانی والزجاج والازهری المراد باهل الذکر علماء اخبار الامم السالفة كائنا من كان فالذکر بمعنی الحفظ" اھ مترجم محقق رحمہ اللہ نے بھی "اہل الذکر" کا ترجمہ "یاد رکھنے والوں" سے کرکے شاید اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ بہرحال عموم آیت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ غیر اہل علم کو اہل الذکر سے دریافت کرکے عمل کرنا چاہئے۔ بہت سے علماء اس کو تقلید ائمہ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۸ یعنی معجزات اور وہ علوم جو اوراق میں لکھے جاتے ہیں۔ ف۹ "یاد داشت" سے مراد ہے قرآن کریم جو اگلی اُمتوں کے ضروری احوال وشرائع کا محافظ انبیائے سابقین کے علوم کا جامع، اور ہمیشہ کے لئے خدائی احکام اور فلاح دارین کے طریقوں کو یاد دلانے والا اور خوابِ غفلت سے بیدار کرنیوالا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پہلے رسول بھیجے گئے، کتابیں اُتاری گئیں، آج تم کو (اے محمد صلعم) ہم نے ایسی کتاب دے کر بھیجا جو تمام کتب سابقہ کا خلاصہ اور انبیائے سابقین کے علوم کی مکمل یاد داشت ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے اس کتاب کے مضامین خوب کھول کر بیان فرمائیں اور اُسکی مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفصیل کردیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مطلب وہی معتبر ہے (بقیہ برصفحہ ۳۵۲)

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ ۚ بَلَىٰ وَعْدًا

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت قسمیں کہ نہ اُٹھائیگا اللہ جو کوئی مرجائے ف۱ کیوں نہیں وعدہ

عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي

ہوچکا ہے اُس پر پکا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ف۲ اُٹھائیگا تاکہ ظاہر کرے اُن پر جس

يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ﴿٣٩﴾

بات میں کہ جھگڑتے ہیں اور تاکہ معلوم کرلیں کافر کہ وہ جھوٹے تھے ف۳

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾ وَالَّذِينَ

ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم اس کو کرنا چاہیں یہی ہے کہ کہیں اُس کو ہو جا تو وہ ہو جائے ف۴ اور جنہوں نے

هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ

گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اس کے کہ ظلم اُٹھایا البتہ اُنکو ہم ٹھکانا دینگے دنیا میں اچھا

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ

اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر اُن کو معلوم ہوتا ف۵ جو ثابت قدم رہے اور اپنے

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤٢﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي

رب پر بھروسہ کیا ف۶ اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم

إِلَيْهِمْ ۚ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنَاتِ

اُنکی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں ف۷ بھیجا تھا اُنکو نشانیاں دے کر

وَالزُّبُرِ ۗ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَ

اور ورقے ف۸ اور اُتاری ہم نے تجھ پر یہ یاد داشت کہ تو کھولدے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اُتری اُنکے واسطے ف۹

لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾ أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَن

تاکہ وہ غور کریں ف۱۰ سو کیا نڈر ہوگئے وہ لوگ جو بُرے فریب کرتے ہیں اس سے کہ

يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٤٥﴾

دھنسادیوے اللہ اُن کو زمین میں یا آپہنچے اُن پر عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے ہوں ف۱۱

بقیہ فوائد صفحہ ۳۵۱ جو احادیث رسول اللہ صلعم کے موافق ہو۔ ف یعنی حضورؐ کا کام مضامین قرآن کو کھول کر بیان کرنا۔ اور لوگوں کا کام اس میں غور و فکر کرنا ہے۔ ف۱۱ یعنی اگلے انبیاء اور اُنکی قوموں کا حال سُننے اور قرآن ایسی مکمل یادداشت پہنچ جانے کے بعد بھی کیا کفار مکہ حق کے مقابلہ میں اپنی مکاریوں اور داؤ فریب سے باز نہیں آتے۔ کیا یہ امکان نہیں کہ خدا اُنہیں قارون کی طرح زمین میں دھنسا دے۔ یا ایسی طرف سے کوئی آفت بھیجدے جدھر سے اُنہیں وہم و گمان بھی نہ ہو۔ چنانچہ "بدر" میں مسلمان غازیوں کے ہاتھوں سے ایسی سزا دلوائی جو اپنی قوت و جمعیت اور مسلمانوں کے ضعف و قلت کو دیکھتے ہوئے اُن کے تصور میں بھی نہ آسکتی تھی۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی یہ بھی ضرورت نہیں کہ پہلے سے کچھ اہتمام کیا جائے یا فوجیں مقابلہ کیلئے روانہ کیجائیں۔ خدا تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں چلتے پھرتے کام کاج کرتے یا بستروں پر کروٹیں بدلتے ہوئے ایک دم پکڑلے اور بالکل عاجز و بے بس کردے۔ اُس کو سب قدرت ہے۔ وہ تم کو عاجز کر سکتا ہے تم اُسے نہیں تھکا سکتے۔ ف۲ یعنی اچانک نہ پکڑے۔ بلکہ آگاہ کرنے اور مبادی عذاب بھیجنے کے بعد ایسی حالت میں پکڑلے جبکہ لوگ اطلاع پاکر اور آثار عذاب دیکھ کر طبعاً خوف کھا رہے ہوں یا آس پاس کے لوگوں کو آفات سماویہ میں مبتلا دیکھ کر ڈر رہے ہوں لیکن یہ خوف محض طبعی ہو۔ ندامت اور توبہ کے ساتھ نہ ہو جو دافع عذاب ہو سکتا ہے بعض نے "تخوف" کے معنی "تنقص" (آہستہ آہستہ کم کرنے) کے لئے ہیں یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ دفعۃً ہلاک نہ کرے۔ آہستہ آہستہ تم کو گھٹائے اور پست کرتا رہے۔ ف۳ یعنی خدا سب کچھ کرسکتا ہے مگر کیوں نہیں کرتا، اُسکی نرمی اور مہربانی مانع ہے کہ مجرمین پر فوراً عذاب نازل کردے، اُسکی رافت و رحمت مقتضی ہے کہ مجرمین کو مہلت اور اصلاح کا موقع دیا جائے یا یہ جملہ صرف "یاخذھم علی تخوف" سے متعلق ہے بحالیکہ "تخوف" کو بمعنی "تنقص" لیا جائے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ کم کرنا اور دفعۃً ہلاک نہ کرنا اُس کی رحمت و شفقت کی وجہ سے ہے۔ ورنہ ایک آن میں نیست و نابود کردیتا۔ ف۴ یعنی جب تکوینی طور پر ہر چیز خدا کے سامنے عاجز اور مطیع و منقاد ہے۔ حتیٰ کہ سایہ دار چیزوں کا سایہ بھی اُسی کے حکم اور قانون قدرت کے موافق گھٹتا بڑھتا اور اِدھر یا اُدھر ڈھلتا رہتا ہے۔ پھر ایسے قدرت والے خدا کو عذاب بھیجنے سے کونسی طاقت روک سکتی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ باختیار خود اُس کے احکام تشریعیہ کے سامنے گردن جھکادے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ہر چیز ٹھیک دوپہر میں کھڑی ہے اُس کا سایہ بھی کھڑا ہے۔ جب دن ڈھلا سایہ جھکا، پھر جھکتے جھکتے شام تک زمین پر پڑگیا جیسے نماز میں کھڑے سے رکوع، رکوع سے سجدہ، اسی طرح ہر چیز آپ کھڑی ہے۔ اپنے سایہ سے نماز کرتی ہے، کسی ملک میں کسی موسم میں داہنی طرف جھکتا ہے کہیں بائیں طرف"۔ ف۵ پہلے کھڑی چیزوں کا جو سایہ دار ہوں سجدہ بیان ہوا تھا، یہاں عام جانداروں بالخصوص فرشتوں کا سجدہ بیان کرکے متنبہ فرمایا کہ ایسی مقرب و معظم ہستیاں بھی اُس کے آگے سربسجود ہیں کوئی شیخی یا غرور اُن میں نہیں، جو اپنے مالک کے سامنے سر جھکانے سے رُکے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "مغرور لوگوں کو سر رکھنا زمین پر مشکل ہوتا ہے، نہیں جانتے کہ بندہ کی بڑائی اسی میں ہے" من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ ف۶ یعنی فرشتے باوجود اس قدر قرب و وجاہت کے اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم پاتے ہیں فوراً بجالاتے ہیں موضح القرآن میں ہے کہ "ہر بندہ کے دل میں ہے کہ میرے اوپر اللہ ہے آپ کو نیچے سمجھتا ہے، یہ سجدہ فرشتوں کا بھی ہے اور سب کا"۔ ف۷ یعنی جب تمام آسمانی و زمینی مخلوق ایک خدا کے سامنے بے اختیار سربسجود اور عاجز و مقہور ہے، پھر عبادت میں کوئی دوسرا شریک کہاں سے آگیا۔ جو سارے جہاں کا مالک و مطاع ہے تنہا اُسی کی عبادت ہونی چاہئے اور اُسی سے ڈرنا چاہئے۔ ف۸ یعنی تکوینی طور پر ہر چیز خالص اُسی کی عبادت و اطاعت پر مجبور ہے اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ۔ (آل عمران رکوع ۹)

اَوْ یَاْخُذَھُمْ فِیْ تَقَلُّبِھِمْ فَمَا ھُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ یَاْخُذَھُمْ عَلٰی

یا پکڑلے اُن کو چلتے پھرتے سو وہ نہیں ہیں عاجز کرنیوالے ف۱ یا پکڑلے اُن کو ڈرانے

تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ

کے بعد ف۲ سو تمہارا رب بڑا نرم ہے مہربان ف۳ کیا نہیں دیکھتے وہ جو اللہ نے پیدا کی ہے

مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُہٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰہِ وَھُمْ

کوئی چیز کہ ڈھلتے ہیں سایے اُنکے داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو اور وہ

دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ

عاجزی میں ہیں ف۴ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے

دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ

جانداروں کو اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے ف۵ ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا

فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدۃ وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا

اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں ف۶ اور کہا ہے اللہ نے مت پکڑو

اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَہٗ

معبود دو وہ معبود ایک ہی ہے سو مجھ سے ڈرو ف۷ اور اُسی کا ہے

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اَفَغَیْرَ اللّٰہِ

جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اُسی کی عبادت ہے ہمیشہ ف۸ سو کیا سوائے اللہ کے کسی سے

تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ

ڈرتے ہو ٭ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے نعمت سو اللہ کی طرف سے ہے پھر جب پہنچتی ہے تم کو سختی

فَاِلَیْہِ تَجْئَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ عَنْکُمْ اِذَا فَرِیْقٌ

تو اُسی کی طرف چلاتے ہو ف۹ پھر جب کھول دیتا ہے سختی تم سے اُسی وقت ایک فرقہ

مِّنْکُمْ بِرَبِّھِمْ یُشْرِکُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ فَتَمَتَّعُوْا

تم میں کا اپنے رب کے ساتھ لگتا ہے شریک بتانے تاکہ منکر ہوجائیں اُس چیز سے جو کہ ہم نے اُنکو دی ہے سو مزے اڑالو

یا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ اُسی کی عبادت کرنا لازم ہے اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (زمر رکوع ۱) اور بعض نے "دین" کو "جزاء" کے معنی میں لیا یعنی نیک و بد کا دائمی بدلہ اُسی ایک خدا کی طرف سے ملیگا۔ واللہ اعلم ف۹ یعنی سب بھلائیاں اور نعمتیں اُسی کی طرف سے ہیں اور ہر ایک بُرائی یا سختی کا دفع کرنا بھی اُسی کے قبضہ میں ہے۔ چنانچہ جب کوئی سخت مصیبت انسان کو چھو جاتی ہے تو کٹر سے کٹر مشرک بھی اُس وقت سب سہارے چھوڑ کر خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ گویا فطرت انسانی شہادت دیتی ہے کہ مصائب اور سختیوں سے بچانا خدائے واحد کے سوا کسی کا کام نہیں ہوسکتا۔ پھر جس کے قبضہ میں ہر ایک نعمت و نقمت اور ہر قسم کا نفع و ضرر ہے، دوسرا کون ہے جو اُس کی اُلوہیت میں حصہ دار بن سکے یا جس سے انسان خوف کھائے اور اُمیدیں باندھے۔

ف۱ یعنی جہاں سختی دور ہوئی، منعم حقیقی کو بھلا بیٹھے۔ اور نہایت بیحیائی سے خدائی کے حصّے بخرے کرنے لگے۔ شرم نہ آئی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے عاجز ہو کر کسے پکار رہے تھے۔ نہ محسن حقیقی کا احسان مانا نہ یہ اندیشہ کیا کہ ناشکری کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔ یا کم از کم کفرانِ نعمت سلبِ نعمت کا موجب ہو جائیگا۔ گویا خدائے وحدہٗ لاشریک نے جو انعام فرمایا تھا بالکل اُس کے انکار پر تل گئے۔ بہتر ہے چند روز کی اُنہیں مہلت دیجاتی ہے۔ خوب دنیا کے مزے اُڑا لیں آخر معلوم ہو جائیگا کہ اس مشرکانہ کفرانِ نعمت کی کیسی سزا ملتی ہے۔ ف۲ یہ اُن کو فرمایا جو اپنے کھیت میں، مواشی میں، تجارت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نیاز ٹھہراتے ہیں (موضح القرآن) جیسا کہ مشرکین عرب کا دستور تھا جس کا ذکر آٹھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں گذر چکا "مَا لَا يَعْلَمُونَ" سے مراد وہی اصنام وغیرہ ہیں جنہیں مشرکین جہالت اور بیخبری سے معبود یا مالکِ نفع و ضرر سمجھتے تھے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل یا سند اُن کے پاس نہ تھی۔ پھر شرکا بھی تجویز کئے گئے پتھر کے بت جو ہر قسم کے علم و شعور سے کورے ہیں۔ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔ ف۳ یعنی قیامت میں ان افترا پردازیوں کی تم سے ضرور بازپرس ہوگی۔ خدا کے دیے ہوئے مال میں کیا حق تھا کہ دوسروں کو شریک و سہیم بناؤ۔ (باقی کسی کو ثواب پہنچانے کا مسئلہ جُداگانہ ہے وہ اس آیت کے تحت میں داخل نہیں) ف۴ یعنی وہ اس سے پاک ہے کہ اُس کے لئے اولاد ثابت کیجائے۔ خاص کر بیٹیاں۔ تعجب ہے یہ لوگ حق تعالیٰ کی نسبت ایسی جرأت کس طرح کرتے ہیں۔ اس آیت میں "بنو خزاعہ" کا رد ہوا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾ وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا

آخر معلوم کر لو گے ف۱ اور ٹھہراتے ہیں اُنکے لئے جن کی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ ہماری دی

رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾ وَيَجْعَلُونَ

ہوئی روزی میں سے ف۲ قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو تم بہتان باندھتے ہو ف۳ اور ٹھہراتے ہیں

لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم

اللہ کیلئے بیٹیاں وہ اِس سے پاک ہے ف۴ اور اپنے لئے جو دل چاہتا ہے ف۵ اور جب خوشخبری ملے اُن میں کسی کو

بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ

بیٹی کی سارے دن رہے منہ اُس کا سیاہ اور جی میں گھٹتا رہے ف۶ چھپتا پھرے لوگوں سے

مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ

مارے برائی اُس خوشخبری کے جو سُنی ف۷ اُس کو رہنے دے ذلت قبول کر کے یا اُس کو داب دے مٹی میں ف۸

أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ

سُنتا ہے بُرا فیصلہ کرتے ہیں ف۹ جو نہیں مانتے آخرت کو اُن کی بُری

السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ

مثال ہے اور اللہ کی مثال سب سے اوپر ف۱۰ اور وہی ہے زبردست حکمت والا ف۱۱ اور اگر پکڑے

اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِم مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ

اللہ لوگوں کو اُن کی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے اُن کو

إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَ

ایک وقت موعود تک پھر جب آپہنچیگا اُن کا وعدہ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور

لَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ

نہ آگے سرک سکیں گے ف۱۲ اور کرتے ہیں اللہ کے واسطے جس کو اپنا جی نہ چاہے ف۱۳ اور بیان کرتی ہیں

أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ ۖ لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ

زبانیں اُن کی جھوٹ کہ اُنکے واسطے خوبی ہے ف۱۴ آپ ثابت ہے کہ اُنکے واسطے آگ ہے اور

(العیاذ باللہ) ف۵ یعنی خود اپنے لئے بیٹیاں دئے جانے پر رضامند نہیں، جب مانگینگے بیٹا مانگینگے۔ ف۶ یعنی اِن میں سے کسی کو اگر خبر دیجائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت و غم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر ناخوشی سے چہرہ بے رونق اور دل گھٹتا رہے کہ یہ ناشدنی مصیبت کہاں سے سر پر آئی۔ ف۷ یعنی رہی تنگ و عار کے تصور سے کہ لڑکی زندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑیگا۔ لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا اِدھر اُدھر چھپتا پھرتا ہے۔ ف۸ یعنی شب و روز اُدھیڑبن میں لگا ہوا ہے اور تجویزیں سوچتا ہے کہ دنیا کی عار قبول کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے یعنی ہلاک کر ڈالے۔ جیسا کہ جاہلیت میں بہت سے سنگدل لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے یا زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اسلام نے آکر اس رسم قبیح کو مٹایا اور ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد سارے ملک میں اس بے رحمی کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ بعض نے "أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ" کے معنی یوں کئے ہیں "روکے رکھے لڑکی کو ذلیل و خوار کر کے" یعنی زندہ رہنے کی صورت میں ایسا ذلیل معاملہ کرے گویا وہ اس کی اولاد ہی نہیں۔ بلکہ آدمی بھی نہیں۔ ف۹ لڑکیوں کے متعلق جو ظالمانہ فیصلہ اُن کا تھا اُس سے زیادہ بُرا فیصلہ یہ ہے کہ خدا کے لئے اولاد تجویز کریں، پھر اولاد بھی "اناث" جس سے خود اتنا گھبراتے ہیں۔ گویا اچھی چیز اُن کے لئے اور ناقص خدا کے لئے ہے (العیاذ باللہ) ف۱۰ یعنی مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں۔ بُری مثال یا بُری صفت و حالت اُن ہی کی ہے۔ وہ ہی اولاد کے محتاج ہیں۔ دُکھ اور ضعیفی وغیرہ میں کام آنے کے لئے اُن کو لڑکوں کا سہارا چاہئے۔ دفع عار یا افلاس وغیرہ کے ڈر سے لڑکیوں کو ہلاک کرنا اُن کا شیوہ ہے۔ آخر میں ظلم و شرک وغیرہ کا جو بُرا انجام ہونا چاہئے اُس سے بھی وہ بچ نہیں سکتے۔ غرض ہر نہج سے بُری مثال اور نقص و عیب کی نسبت اُن ہی کی طرف ہونی چاہئے۔ حق تعالیٰ کی طرف اُن صفات کی نسبت کرنا جو مخلوق کا خاصہ ہیں اور (معاذ اللہ) بیٹے بیٹیاں تجویز کر کے حقیر اور پست مثالیں دینا اُس کی شانِ عظیم و رفیع کے منافی ہے۔ اُس کے لئے تو وہ ہی مثالیں اور صفات ثابت کیجاسکتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔ ف۱۱ یعنی زبردست تو ایسا کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دیسکتا ہے۔ لیکن فوراً سزا دینا اُس کی حکمت کے مناسب نہیں۔ لہٰذا ڈھیل دیجاتی ہے کہ اب بھی باز آجائیں اور اپنا رویہ درست کر لیں۔ ف۱۲ یعنی اگر خدا تعالیٰ لوگوں کی گستاخی اور ناانصافی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کردے تو چند گھنٹے بھی زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی، کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے۔ اور چھوٹی موٹی خطا و قصور سے تو کوئی خالی ہوگا؟ (کلکم خطاؤن) جب خاطی و بدکار فوراً ہلاک کر دیے گئے تو صرف معصوم انبیاء کے زمین پر بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ اُن کا ملائکہ معصومین کے ساتھ رہنا زیادہ موزوں ہے۔ جب نیک و بد انسان دونوں زمین پر نہ رہے تو دوسرے حیوانات کا رکھنا بے فائدہ ہوگا، کیونکہ وہ سب بنی آدم کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ نیز فرض کیجئے خدا نے انسانوں کے ظلم و عدوان پر بارش بند کر دی تو کیا آدمیوں کے ساتھ جانور نہیں مریں گے۔ بہرحال خدا اگر بات بات پر دنیا میں پکڑے اور فوراً سزا دے تو اِس دنیا کا سارا قصہ منٹوں میں تمام ہو جائے۔ مگر وہ اپنے حلم و حکمت سے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ مجرموں کو توبہ و اصلاح کا موقع دیتا ہے اور وقت موعود تک اُنہیں ڈھیلا چھوڑتا ہے۔ جب وقت آپہنچا، پھر ایک سکنڈ اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے "مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَابَّةٍ" سے خاص دابۂ ظالمہ مراد لیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو مطلب واضح ہے کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۱۳ یعنی جو چیزیں بُری سمجھ کر اپنے لئے پسند نہیں کرتے مثلاً بیٹیاں یا اپنی ملک میں کسی اجنبی کی شرکت یا استہزاء و استخفاف کا معاملہ۔ وہ خداوند قدوس کے لئے ثابت کرتے ہیں ف۱۴ یعنی باوجود ایسی گستاخیوں کے زبان پر یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہم تو دنیا میں بھی بھلی چیزوں کے لائق ہیں اور اگر آخرت وغیرہ کے قصّے سچے ہوئے تو وہاں بھی خوب چین اُڑائیں گے۔ "وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ" (حٰمٓ السجدہ رکوع ۶)

ف۱ یعنی ان گستاخیوں کے ساتھ ایسی باطل آرزوئیں رکھنا ہی اسکی دلیل ہے کہ اُن کے لئے کوئی خوبی اور بھلائی تو کیا ہوتی، البتہ دوزخ تیار ہے جسکی طرف وہ بڑھائے جا رہے ہیں اور جہاں پہنچ کر گویا بالکل بُھلا دیے جائیں گے۔ یعنی ابدالآباد تک کبھی مہربانی کی نظر اُن پر نہ ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ اُن کو فرمایا جو ناکارہ چیزیں اللہ کے نام دیں اور اُس پر یقین کریں کہ ہم کو بہشت ملیگی۔ حالانکہ وہ روز بروز دوزخ کی طرف بڑھتے ہیں۔ ف۲ کفار مکہ کی گستاخیوں اور لغو وبیہودہ دعاوی کا ذکر کرکے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کی حرکتوں سے دلگیر اور رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف اُمتوں کی طرف پیغمبر بھیجے ہیں لیکن ہمیشہ یہی ہُوا کہ شیطان لعین کذبین کو اُن کے عمل اچھے کرکے دکھلاتا رہا۔ اور وہ برابر شرارت میں بڑھتے رہے۔ آج وہ سب خدائی عذاب کے نیچے ہیں۔ اور شیطان جو اُن کا رفیق ہے کچھ کام نہیں آتا۔ نہ اُن کی فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔ یہی انجام آپ کے مکذبین کا ہوگا۔ بعض نے "فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ" کا یہ مطلب لیا ہے کہ شیطان جس نے اگلوں کو بہکایا تھا وہ ہی آج ان کفار مکہ کا رفیق بنا ہوا ہے۔ لہٰذا جو حشر اُن کا ہوا اِن کا بھی ہوگا۔ ف۳ یعنی قرآن صرف اس لئے اُتارا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں مثلاً توحید و معاد اور احکام حلال و حرام وغیرہ اُن سب کو وضاحت و تحقیق کے ساتھ بیان کرے۔ کوئی اشکال و خفا باقی نہ رہے۔ گویا نبی کریم صلعم بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دو ٹوک فیصلہ سُنا دیں اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کردیں۔ آگے ماننا نہ ماننا خود مخاطبین کا کام ہے جسے توفیق ہوگی قبول کریگا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ف۴ یعنی فیصلہ اور بیان تو سب کے لئے ہے لیکن اُس کی ہدایت سے منتفع ہونا اور رحمت الٰہیہ کی آغوش میں آنا اُنہی کا حصہ ہے جو اُس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور بطوع و رغبت ایمان لاتے ہیں۔ ف۵ یعنی خشک زمین کو آسمانی بارش سے سرسبز کر دیا گویا خشک ہونا زمین کی موت اور سرسبز و شاداب ہونا حیات ہے۔ ف۶ یعنی اسی طرح قرآن کریم جاہل کو عالم اور مردہ دلوں کو زندہ کر دیگا۔ اگر توجہ قلبی اور انصاف کے سُنیں گے۔ ف۷ یعنی اونٹ، گائے بھینس وغیرہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں۔ وہ پیٹ میں پہنچ [illegible] ن چیزوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ قدرت [illegible] حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے غذا کے کچھ اجزاء کو تحلیل کرکے فضلہ (گوبر) کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر عروق میں پھیلا دیتی ہے جو اُن کی حیات و بقا کا سبب بنتا ہے۔ اور اُسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بنگئے اِن دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز (دودھ) تیار کرتی ہے جو نہایت پاک، طیب اور خوشگوار چیز ہے۔ ف۸ پہلے کتاب اُتارنے کی مناسبت سے پانی اُتارنے کا ذکر فرمایا تھا ان آیات میں پانی کی مناسبت سے باقی انواع مشروبات کا تذکرہ ہُوا ہے۔ یعنی دودھ، شراب (نبیذ) اور شہد۔ ایک دوسرے موقع پر جہاں جنت کی نہروں کا ذکر آیا ہے مشروبات کی یہی چار قسمیں مذکور ہوئی ہیں۔ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى۔ (محمد رکوع ۲) یہاں اس قسم کی چیزوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے خیال میں جو بڑی بڑی نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ آدمی کس طرح منعم حقیقی کے احسانات بھلا کر دوسروں کا غلام بنجاتا ہے۔ گویا شرک کے رد کی طرف اشارہ ہُوا اور یہ بھی کہ جس طرح تمہاری جسمانی زندگی کے لئے خدا نے طرح طرح کے انتظامات اور مناسب سامان کئے ہیں ضرور ہے کہ روحانی زندگی اور باطنی ترقی کے وسائل و ذرائع بھی کافی مقدار میں مہیا کئے ہونگے۔ ف۹ یعنی اِن میووں سے نشہ لانے والی شراب کشید کرتے ہو۔ اور کھانے پینے کی دوسری عمدہ چیزیں مثلاً شربت، نبیذ، سرکہ، اور خشک خرما یا کشمش وغیرہ اُن سے حاصل کرتے ہو۔ (تنبیہ) یہ آیت مکی ہے شراب مکہ میں حرام نہ ہوئی تھی پینے والے اُس وقت تک بے تکلف پیتے تھے۔ ہجرت کے بعد حرام ہوئی پھر کسی مسلمان نے ہاتھ نہیں لگایا۔ تاہم اس مکی آیت میں بھی "سَكَرًا" کے بعد "وَرِزْقًا حَسَنًا" فرما کر متنبہ فرما دیا کہ جو چیز آئندہ حرام ہونے والی ہے اُس پر "رزق حسن" کا اطلاق کرنا موزوں نہیں۔ ف۱۰ یہاں "يَعْقِلُونَ" کا لفظ جو عقل سے مشتق ہے "سَكَرًا" کے تذکرہ سے خاص مناسبت رکھتا ہے چونکہ نشہ عقل کو زائل کر دیتا ہے۔ اس لئے اشارہ فرما دیا کہ آیات کا سمجھنا عقل والوں کا کام ہے نشہ پینے والوں کا نہیں۔ ف۱۱ یعنی انگور کی بیل چڑھانے کو جو ٹٹیاں باندھتے ہیں یا جو عمارتیں لوگ تیار کرتے ہیں۔ شہد کی مکھی کو حکم دینے کا یہ مطلب ہے کہ اُسکی فطرت ایسی بنائی جو باوجود ادنیٰ حیوان ہونے کے نہایت کاریگری اور باریک صنعت سے اپنا چھتہ پہاڑوں، درختوں اور مکانوں میں تیار کرتی ہے۔ ساری مکھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ اُنکے سردار کو "یعسوب" کہا جاتا ہے جسکے ساتھ مکھیوں کا جلوس چلتا ہے۔ جب کسی جگہ مکان بناتی ہیں تو سب خانے "مسدس متساوی الاضلاع" کی شکل پر ہوتے ہیں۔ بدون مسطر و پرکار وغیرہ کے اس قدر صحت و انضباط کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ایک ہی شکل پر تمام خانوں کا رکھنا، آدمی کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ مسدس کے علاوہ کوئی دوسری شکل اگر اختیار کیجاتی تو لامحالہ درمیان میں کچھ جگہ فضول خالی رہتی۔ فطرت نے ایسی شکل کی طرف رہنمائی کی جس میں ذرا سا فرجہ بھی بیکار نہ رہے۔ ف۱۲ "كُلِي" اور "فَاسْلُكِي" سب اوامر تکوینیہ ہیں یعنی فطرۃً اُس کو ہدایت کی کہ اپنی خواہش اور استعداد مزاج کے مناسب ہر قسم کے پھلوں اور میووں میں سے اپنی غذا حاصل کرے، چنانچہ مکھیاں اپنے چھتہ سے نکل کر رنگ برنگ کے پھول پھل چوستی ہیں جن سے شہد اور موم وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔

أَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ

وہ بڑھائے جا رہے ہیں ف۱ قسم اللہ کی ہم نے رسول بھیجے مختلف فرقوں میں تجھ سے پہلے

فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ

پھر اچھے کر کے دکھلائے اُنکو شیطان نے اُن کے کام سو وہی رفیق اُنکا ہے آج اور اُنکے واسطے عذاب

أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي

دردناک ہے ف۲ اور ہم نے اُتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنائے تو اُن کو وہ چیز کہ جس

اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ أَنْزَلَ

میں جھگڑ رہے ہیں ف۳ اور سیدھی راہ سمجھانے کو اور رحمت واسطے ایمان لانیوالوں کے ف۴ اور اللہ نے اُتارا

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ

آسمان سے پانی پھر اُس سے زندہ کیا زمین کو اُس کے مرنے کے پیچھے ف۵ اس میں

لَآيَةً لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٥﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ

نشانی ہے اُن لوگوں کو جو سنتے ہیں ف۶ اور تمہارے واسطے چوپاؤں میں سوچنے کی جگہ ہے

نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا

پلاتے ہیں تم کو اُس کے پیٹ کی چیزوں میں سے کہ گوبر اور لہو کے بیچ میں سے دودھ ستھرا ف۷

سَائِغًا لِلشّٰرِبِينَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ

خوشگوار پینے والوں کے لئے ف۸ اور میووں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو

مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾

اُس سے نشہ اور روزی خاصی ف۹ اس میں نشانی ہے اُن لوگوں کے واسطے جو سمجھتے ہیں ف۱۰

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ

اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنالے پہاڑوں میں گھر اور

الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِي

درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں ف۱۱ پھر کھا ہر طرح کے میووں سے ف۱۲ پھر چل

ع ۵ / ۱۴

ف۱ یعنی غذا حاصل کرنے اور کھاپی کر چھتہ کی طرف واپس آنے کے راستے صاف کھلے پڑے ہیں۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ مکھیاں غذا کی تلاش میں بعض اوقات بہت دور نکل جاتی ہیں پھر بے تکلف اپنے چھتہ میں واپس آجاتی ہیں۔ ذرا راستہ نہیں بھولتیں بعض نے فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا "کا مطلب یہ لیا ہے کہ قدرت نے تیرے عمل و تصرف کے جو فطری راستے مقرر کر دیے ہیں ان پر مطیع و منقاد بن کر چلتی رہ۔ مثلاً پھول پھل چوس کر فطری قویٰ و تصرفات سے شہد وغیرہ تیار کر۔ ف۲ یعنی مختلف رنگ کا شہد نکلتا ہے سفید، سرخ، زرد، کہتے ہیں کہ رنگتوں کا اختلاف موسم غذا اور مکھی کی عمر وغیرہ کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی بہت سی بیماریوں میں صرف شہد خالص یا کسی دوسری دوا میں شامل کر کے دیا جاتا ہے جو باذن اللہ مریضوں کی شفایابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص کو دست آرہے تھے اُس کا بھائی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے شہد پلانے کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد اسہال میں ترقی ہو گئی۔ اُس نے پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت دست زیادہ آنے لگے فرمایا "صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِیْكَ" (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر پلاؤ۔ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پلانے سے دست بند ہو گئے اور طبیعت صاف ہو گئی۔ اطباء نے اپنے اصول کے موافق کہا ہے کہ بعض اوقات پیٹ میں کیموس "فاسد ہوتا ہے جو پیٹ میں پہنچنے والی ہر ایک غذا اور دوا کو فاسد کر دیتا ہے اس لئے دست آتے ہیں اُس کا علاج یہی ہے کہ مسہلات دیجائیں تا وہ کیموس فاسد خارج ہو۔ شہد کے مسہل ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ گویا حضورؐ کا مشورہ اسی طبی اصول کے موافق تھا۔ مامون رشید کے زمانہ میں ثمامہ عبسی کو جب اسی قسم کا مرض لاحق ہوا تو اُس زمانہ کے شاہی طبیب یزید بن یوحنا نے مسہل سے اُس کا علاج کیا اور یہی وجہ بتلائی۔ آج کل کے اطباء شہد کے استعمال کو استطلاق بطن کے علاج میں بیحد مفید بتلاتے ہیں۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اوپر کی آیتوں میں بُرے میں سے بھلا نکلنے کے تین پتے بتلائے۔ جانور کے پیٹ اور خون گوبر کے مادہ سے دودھ، نشے کے مادہ (انگور کھجور وغیرہ) سے پاک روزی اور مکھی کے پیٹ سے شہد۔ تینوں میں اشارہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی بدولت جاہلوں کی اولاد میں عالم پیدا کریگا۔ حضرت کے وقت میں یہی ہوا کہ کافروں کی اولاد عارف کامل ہوئی۔ ف۵ قدرت کے بہت سے خارجی نشان بیان فرما کر انسان کو متنبہ کرتے ہیں کہ خود اپنے اندرونی حالات میں غور کرے۔ وہ کچھ نہ تھا، خدا نے وجود بخشا، پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی واپس لیلی یہ کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے۔ نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی، بالکل نکما ہو گیا نہ کوئی بات سمجھتا ہے۔ نہ سمجھی ہوئی یاد رکھ سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم و قدرت اُسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے۔ جب اور جس قدر چاہے دے اور جب چاہے واپس کرلے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس امت میں کامل پیدا ہو کر پھر ناقص پیدا ہونے لگیں گے واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی خدا کی دی ہوئی روزی اور بخشش سب کے لئے برابر نہیں۔ بلحاظ تفاوت استعداد و احوال کے اُس نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ کسی کو مالدار اور با اقتدار بنایا جس کے ہاتھ تلے بہت سے غلام اور نوکر چاکر ہیں جن کو اسی کے ذریعہ سے روزی پہنچتی ہے۔ ایک وہ غلام ہیں جو بذات خود ایک پیسہ یا ادنیٰ اختیار کے مالک نہیں، ہر وقت آقا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ پس کیا دنیا میں کوئی آقا گوارا کریگا کہ غلام یا نوکر چاکر جو بہرحال اُسی جیسے انسان ہیں بدستور غلامی کی حالت میں رہتے ہوئے اُس کی دولت، عزت، بیوی وغیرہ میں برابر کے شریک ہو جائیں غلام کا حکم تو شرعاً یہ ہے کہ بحالت غلامی کسی چیز کا مالک بنایا جائے تب بھی نہیں بنتا۔ آقا ہی مالک رہتا ہے اور فرض کرو آقا غلامی سے آزاد کر کے اپنی دولت وغیرہ میں برابر کا حصہ دار بنالے تو مساوات بیشک ہو جائیگی لیکن اس وقت غلام غلام نہ رہا۔ بہر کیف غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتی۔ جب دو ہم جنس اور متحد النوع انسانوں کے اندر مالک و مملوک میں شرکت و مساوات نہیں ہو سکتی، پھر غضب ہے کہ خالق و مخلوق کو معبودیت وغیرہ میں برابر کر دیا جائے۔ اور اُن چیزوں کو جنہیں خدا کی مملوک سمجھنے کا اقرار خود مشرکین بھی کرتے تھے (اِلَّا شَرِیْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ)، مالک حقیقی کا شریک و سہیم ٹھہرا دیا جائے کیا منعم حقیقی کی نعمتوں کا یہی شکریہ ہے کہ جس بات کے قبول کرنے سے خود ناک بھوؤں چڑھاتے ہو اُس سے زیادہ قبیح و شنیع صورت اُس کے لئے تجویز کی جائے۔ نیز جس طرح روزی وغیرہ میں حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی، سب کو ایک درجہ میں نہیں رکھا۔ اگر علم و عرفان اور کمالات نبوت میں کسی ہستی کو دوسروں سے فائق کر دیا تو خدا کی اس نعمت سے انکار کرنے کی بجز ہٹ دھرمی کے کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ف۷ یعنی نوع انسان ہی سے تمہارا جوڑا پیدا کیا۔ تا الفت و موانست قائم رہے۔ اور تخلیق کی غرض پوری ہو۔ "وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً" (الروم رکوع ۳) ف۸ جو تمہاری بقاء نوعی کا ذریعہ ہیں۔ ف۹ جو بقائے شخصی کا سبب ہے۔ ف۱۰ یعنی بتوں کا احسان مانتے ہیں کہ بیماری سے چنگا کیا یا بیٹا دیا، یا روزی دی، اور یہ سب جھوٹ اور وہ جو سچ دینے والا ہے اُس کے شکرگزار نہیں۔ کذا فی الموضح۔ اور شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ فانی و زائل زندگانی کی بقاء نوعی و شخصی کے اسباب کو تو مانتے ہو اور خدا کی سب سے بڑی نعمت (پیغمبر علیہ السلام کی ہدایات) کو جو بقائے ابدی اور حیات جاودانی کا واحد ذریعہ ہے، تسلیم نہیں کرتے اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ ف۱۱ یعنی نہ آسمان سے مینہ برسانے کا خدائی اختیار رکھتے ہیں نہ زمین سے غلہ اگانے کا۔ پھر قادر مطلق کے شریک معبودیت میں کس طرح بن گئے؟! ف۱۲ یعنی نہ فی الحال اختیار حاصل ہے نہ آئندہ حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ

راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑی ہیں ف۱ نکلتی ہے اُنکے پیٹ میں سے پینے کی چیز جسکے مختلف رنگ ہیں ف۲

فِیْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ؀۶۹ وَ

اُس میں مرض اچھے ہوتے ہیں لوگوں کے ف۳ اس میں نشانی ہے اُن لوگوں کیلئے جو دھیان کرتے ہیں ف۴ اور

اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ ڐ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۗى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں سے پہنچ جاتا ہے نکمی عمر کو

لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ؀۷۰ وَاللّٰهُ فَضَّلَ

کہ سمجھنے کے پیچھے اب کچھ نہ سمجھے اللہ خبردار ہے قدرت والا ف۵ اور اللہ نے بڑائی دی

بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّیْ

تم میں ایک کو ایک پر روزی میں سو جن کو بڑائی دی وہ نہیں پہنچا دیتے

رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ

اپنی روزی اُن کو جن کے مالک اُنکے ہاتھ ہیں کہ وہ سب اُس میں برابر ہو جائیں کیا اللہ کی نعمت

اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ؀۷۱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ

کے منکر ہیں ف۶ اور اللہ نے پیدا کیں تمہارے واسطے تمہاری ہی قسم سے عورتیں ف۷ اور

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ

دیے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے ف۸ اور کھانے کو دیں تم کو

مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ

ستھری چیزیں ف۹ سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو

یَكْفُرُوْنَ ؀۷۲ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَهُمْ

نہیں مانتے ف۱۰ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوائے ایسوں کو جو مختار نہیں اُن کی

رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْـــًٔا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ؀۷۳

روزی کے آسمان اور زمین میں سے کچھ بھی ف۱۱ اور نہ قدرت رکھتے ہیں ف۱۲

ع ۹/۵/۱۵

فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

سو مت چسپاں کرو اللہ پر مثالیں ف۱ بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۲

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ

اللہ نے بتلائی ایک مثال ایک بندہ پرایا مال نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر اور ایک جس کو

رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ

ہم نے روزی دی اپنی طرف کی خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپا کر اور سب کے روبرو

هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ

کہیں برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے ف۳ اور

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى

بتائی اللہ نے ایک دوسری مثال دو مرد ہیں ایک گونگا ف۴ کچھ کام نہیں

شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ

کر سکتا ف۵ اور وہ بھاری ہے اپنے صاحب پر جس طرف اس کو بھیجے نہ کر کے لائے کچھ بھلائی ف۶

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ

کہیں برابر ہے وہ اور ایک وہ شخص جو حکم کرتا ہے انصاف کا اور ہے سیدھی

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ

راہ پر ف۷ اور اللہ ہی کے پاس ہیں بھید آسمانوں اور زمین کے ف۸ اور قیامت کا

السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

کام تو ایسا ہے جیسے پلک مارنا نگاہ کی یا اس سے بھی قریب ف۹ اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

قادر ہے ف۱۰ اور اللہ نے تم کو نکالا تمہاری ماں کے پیٹ سے نہ جانتے تھے تم

شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ

کسی چیز کو اور دیے تم کو کان اور آنکھیں اور دل تاکہ تم

ف۱ مشرک کہتے تھے کہ مالک اللہ ہی ہے۔ یہ لوگ اس کی سرکار میں مختار ہیں۔ ہمارے کام ان ہی سے پڑتے ہیں۔ بڑی سرکار تک براہ راست رسائی نہیں ہو سکتی۔ سو یہ مثال غلط ہے جو بارگاہ احدیت پر چسپاں نہیں۔ اللہ ہر چیز آپ کرتا ہے خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ کوئی کام کسی کو اس طرح سپرد نہیں کر رکھا جیسے سلاطین دنیا اپنے ماتحت حکام کو اختیارات تفویض کر دیتے ہیں کہ تفویض تو ارادہ و اختیار سے کیا لیکن بعد تفویض اُن اختیارات کے استعمال میں ماتحت آزاد ہیں۔ کسی مجسٹریٹ کے فیصلے کے وقت بادشاہ یا پارلیمنٹ کو اس واقعہ اور فیصلہ کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ نہ اس وقت جزئی طور پر بادشاہ کی مشیت و ارادہ کو فیصلہ صادر کرنے میں قطعاً دخل ہے۔ یہ صورت حق تعالیٰ کے یہاں نہیں۔ بلکہ ہر ایک چھوٹا بڑا کام اور ادنیٰ سے ادنیٰ جزئی خواہ بواسطہ اسباب یا بلا واسطہ اُسکے علم محیط اور مشیت و ارادہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے اسی لئے لازم ہے کہ آدمی ہر کلی جزئی کا فاعل اور مؤثر حقیقی اعتقاد کر کے تنہا اسی کو معبود و مستعان سمجھے۔ (تنبیہ) ابن عباس وغیرہ سلف سے "فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ" کا یہ مطلب منقول ہے کہ خدا کا مماثل کسی کو مت ٹھہراؤ۔ ف۲ یعنی تم نہیں جانتے کہ خدا کے لئے کس طرح مثال پیش کرنی چاہئے۔ جو اصل حقیقت اور صحیح مطلب کی تفہیم میں معین ہو۔ اور اس کی عظمت و نزاہت کے خلاف شبہ پیدا نہ کرے۔ اگر صحیح مثال چاہو تو آگے دو مثالیں بیان فرمائیں۔ انہیں غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو۔ ف۳ ایک شخص وہ ہے جو آزاد نہیں، دوسرے کا مملوک غلام ہے۔ کسی طرح کی قدرت و اختیار نہیں رکھتا ہر ایک تصرف میں مالک کی اجازت کا محتاج ہے بدون اجازت اس کے سب تصرفات غیر معتبر ہیں۔ دوسرا آزاد اور با اختیار شخص ہے جسے خدا نے اپنے فضل سے بہت کچھ مقدرت اور روزی عنایت فرمائی جس میں سے دن رات سرًّا و علانیۃً بیدریغ خرچ کرتا ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے، سب تعریفیں اور خوبیاں اس کے خزانہ میں ہیں جس کو جو چاہے دے۔ کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں۔ ذرہ ذرہ پر کلی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے۔ یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک پتھر کے بت کو اس کی برابر کر دیا جائے جو کسی چیز کا مالک نہیں۔ بلکہ خود پرایا مال ہے۔ اگر مالک مجازی اور مملوک مجازی برابر نہیں ہو سکتے تو کوئی مملوک محض مالک حقیقی کا شریک کیسے بن سکتا ہے۔ یہاں سے یہ بھی سمجھ لو کہ خدائے واحد کا پرستار جسے مالک نے علم و ایمان کی دولت بخشی اور لوگوں میں شب و روز روحانی نعمتیں تقسیم کرنے کا ذریعہ بنایا، کیا ایک پلید مشرک کو جو بت کا مملوک، اہواء و اوہام کا غلام اور عمل مقبول سے محض تہیدست ہے، اس مومن موحد کے ساتھ برابر کھڑا کیا جا سکتا ہے؟ کلّا واللہ۔ ف۴ گونگا ہے تو لازمی طور پر بہرا بھی ہوگا۔ گویا نہ اپنی کہہ سکے نہ دوسرے کی سن سکے۔ ف۵ کیونکہ نہ حواس رکھتا ہے نہ عقل، اور اپاہج ہے جو چل پھر بھی نہیں سکتا۔ ف۶ یعنی مالک کے کسی کام کا نہیں۔ جدھر اسے بھیجنا چاہے یا متوجہ کرے کچھ بھلائی اور فلاح نہ پہنچا سکے ف۷ یعنی خود سیدھی راہ پر قائم رہ کر دوسروں کو بھی اعتدال و انصاف کے راستہ پر لیجا رہا ہے۔ جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے تو ایک خود تراشیدہ پتھر کی مورتی کو (العیاذ باللہ) خدائی کا درجہ کیونکر دیا جا سکتا ہے۔ یا ایک اندھا بہرا مشرک جو خدا کی پیدا کی ہوئی روزی کھاتا ہے اور چھدام کا کام کر کے نہیں دیتا اس مومن قانت کی ہمسری کیسے کر سکتا ہے جو خود سیدھی راہ پر ہو اور دوسروں کو اپنے ساتھ تر الیجائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی "خدا کی دو مخلوق ایک بت نکما نہ ہل سکے نہ چل سکے جیسے گونگا غلام، دوسرا رسول جو اللہ کی راہ بتا دے ہزاروں کو اور آپ بندگی پر قائم ہے، اس کے تابع ہونا بہتر یا اُس کے"۔ ف۸ یعنی ساری مخلوق یکساں نہ ہوئی۔ ایک آدمی کا حال دوسرے سے بے انتہا مختلف ہوا۔ سب چیزیں ایک سطح مستوی پر کھڑی نہیں کی گئیں۔ اس کا بھید اور ہر ایک کی پوشیدہ استعداد اور مخفی حالت کا علم خدا ہی کے پاس ہے۔ چنانچہ وہ اپنے علم محیط کے موافق قیامت میں ہر ایک کے ساتھ جداگانہ معاملہ کرے گا۔ اور مختلف احوال پر مختلف نتائج مرتب فرمائیگا۔ ف۹ یعنی قیامت کے آنے کو مستبعد مت سمجھو، خدا کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں تمام لوگوں کو جب دوبارہ پیدا کرنا چاہے گا تو پلک جھپکنے کی دیر بھی نہ لگے گی۔ اُدھر سے ارادہ ہوتے ہی چشم زدن میں ساری دنیا دوبارہ موجود ہو جائیگی۔ (تنبیہ) "كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ" کا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کے محسوسات کے موافق تو اس کی سرعت کو آنکھ جھپکنے سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ لیکن واقع میں اس سے بھی کم میں قیامت قائم ہو جائیگی۔ کیونکہ "لمح بصر" بہرحال زمانی چیز ہے اور ارادہ خداوندی پر تمرّد کا ترتب آنی ہوگا۔ ف۱۰ یعنی جس کے علم محیط کا وہ حال ہو کہ آسمان و زمین کے سارے بھید اس کے سامنے حاضر ہیں اور جس کی قدرت کاملہ ذرہ ذرہ پر محیط ہو۔ بھلا اس کا ہمسر کون ہو سکتا ہے؟ اور اس کی پوری مثال کہاں سے لا سکتے ہیں۔

تَشْكُرُونَ ﴿۷۸﴾ أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا

احسان مانو ف۱ کیا نہیں دیکھے اُڑتے جانور حکم کے باندھے ہوئے آسمان کی ہوا میں کوئی نہیں

يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۷۹﴾

تھام رہا اُن کو سوائے اللہ کے ف۲ اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں ف۳

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّن بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُم مِّن جُلُودِ

اور اللہ نے بنا دیے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ ف۴ اور بنا دیے تم کو چوپاؤں کی

الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ ۙ

کھال سے ڈیرے جو ہلکے رہتے ہیں تم پر جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں ف۵

وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ

اور بھیڑوں کی اُون سے اور اُونٹوں کی بُبروں سے ف۶ اور بکریوں کے بالوں سے کتنے اسباب اور استعمال کی چیزیں وقت

حِينٍ ﴿۸۰﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ

مقرر تک ف۷ اور اللہ نے بنا دیے تمہارے واسطے اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے ف۸ اور بنا دیں تمہارے واسطے

الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ

پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں ف۹ اور بنا دیے تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی میں ف۱۰ اور کرتے

تَقِيكُم بَأْسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

جو بچاؤ ہیں لڑائی میں ف۱۱ اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر تاکہ تم

تُسْلِمُونَ ﴿۸۱﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۸۲﴾

حکم مانو ف۱۲ پھر اگر پھر جائیں تو تیرا کام تو یہی ہے کھول کر سنا دینا ف۱۳

يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱/۱۷

پہچانتے ہیں اللہ کا احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت اُن میں ناشکر ہیں ف۱۴

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

اور جس دن کھڑا کریں ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا پھر حکم نہ ملے منکروں کو

ف۱ یعنی پیدائش کے وقت تم کچھ جانتے اور سمجھتے نہ تھے، خدا تعالیٰ نے علم کے ذرائع اور سمجھنے والے دل تم کو دیے۔ جو بذات خود بھی بڑی نعمتیں ہیں اور لاکھوں نعمتوں سے متمتع ہونے کے وسائل ہیں۔ اگر آنکھ، کان عقل وغیرہ نہ ہو تو ساری ترقیات کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ جوں جوں آدمی کا بچہ بڑا ہوتا ہے اُس کی علمی و عملی قوتیں بتدریج بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کی شکر گذاری یہی کہ ان قوتوں کو مولیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے، اور حق شناسی میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے۔ نہ یہ کہ بجائے احسان ماننے کے اُلٹے بغاوت پر کمربستہ ہو جائیں۔ اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اینٹ پتھروں کی پرستش کرنے لگیں۔ ف۲ یعنی جیسے آدمی کو اُس کے مناسب قویٰ عنایت فرمائے، پرندوں میں اُن کے حالات کے مناسب فطری قوتیں ودیعت کیں، ہر ایک پرندہ اپنی اُڑان میں قانون قدرت کا تابع اور خدا تعالیٰ کے تکوینی احکام سے وابستہ ہے۔ اُسے کسی درسگاہ میں اُڑنے کی تعلیم نہیں دی گئی، قدرت نے اُس کے پر اور بازو اور دُم وغیرہ کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ نہایت آسانی سے آسمانی فضا میں اُڑتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ اُن کا جسم ثقیل ہوائے لطیف کو چیر پھاڑ کر بے اختیار نیچے آپڑے۔ یا زمین کی عظیم الشان کشش اُنہیں اپنی طرف کھینچ لے اور طیران سے منع کر دے کیا خدا کے سوا کسی اور کا ہاتھ ہے جس نے اُن کو بے تکلف فضائے آسمانی میں روک رکھا ہے۔ ف۳ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی ایمان لانے میں بعضے اٹکتے ہیں، معاش کی فکر سے، سو فرمایا کہ ماں کے پیٹ سے کوئی کچھ نہیں لاتا۔ کمائی کے اسباب کہ آنکھ، کان، دل وغیرہ ہیں، اللہ ہی دیتا ہے اور اُڑتے جانور اُدھر میں آخر کس کے بھروسہ رہتے ہیں؟" ف۴ یعنی اینٹ، پتھر، لکڑی وغیرہ کے مکان۔ ف۵ یعنی اینٹ، پتھر کے مکانوں کو کہیں منتقل نہیں کر سکتے تھے، اس لئے چمڑے اور اُون وغیرہ کے ڈیرے خیمے بنانے سکھا دیے جو بسہولت منتقل کئے جا سکتے ہیں۔ سفر و حضر میں جہاں چاہو نصب کر لو اور جب چاہو لپیٹ کر رکھ دو۔ بعض نے "يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ" کا یہ مطلب لیا ہے کہ چلنے کے وقت اُٹھانے میں اور کسی جگہ اُترتے وقت نصب کرنے میں ہلکے رہتے ہیں ف۶ یعنی اونٹ کی پشم سے۔ ف۷ یعنی ان چیزوں سے کتنے سامان رہائش اور آسائش کے تیار کئے جاتے ہیں جو ایک وقت معین یا مدت دراز تک کام دیتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ آنکھ، کان اور ترقی کرنے والا دل و دماغ نہ دیتا، کیا یہ سامان میسر آ سکتے تھے۔ ف۸ مثلاً بادل، درخت، مکان اور پہاڑ وغیرہ کا سایہ قانون قدرت کے موافق زمین پر پڑتا ہے جس میں مخلوق آرام پاتی ہے۔ ف۹ جہاں سر چھپا کر بارش، دھوپ یا دشمن وغیرہ سے اپنی حفاظت کر سکتے ہو۔ ف۱۰ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جن کرتوں میں گرمی کا بچاؤ ہے، سردی کا بھی بچاؤ ہے۔ پر اُس ملک میں گرمی زیادہ تھی اُس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔" ف۱۱ یعنی زرہیں جو لڑائی میں زخمی ہونے سے بچاتی ہیں۔ ف۱۲ یعنی دیکھو! کس طرح تمہاری ہر قسم کی ضروریات کا اپنے فضل سے انتظام فرمایا اور کیسی علمی و عملی قوتیں مرحمت فرمائیں۔ جن سے کام لے کر انسان عجیب و غریب تصرفات کرتا رہتا ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ جس نے مادی اور جسمانی دنیا میں اس قدر احسانات فرمائے، روحانی تربیت و تکمیل کے سلسلہ میں ہم پر اپنا احسان پورا نہ کریگا۔ بیشک پورا کر چکا۔ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (مائدہ رکوع ۱) ضروری ہے کہ سب لوگ اُس کے احسان کے آگے گردنیں جھکا دیں اور اُس منعم حقیقی اور محسن اعظم کے مطیع و منقاد ہو کر رہیں۔ ف۱۳ یعنی اگر اس قدر احسانات سُن کر بھی خُدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھائیے۔ آپ اپنا فرض ادا کر چکے، کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سُنا دی گئیں۔ آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔ ف۱۴ یعنی بے شک بعضے بندے شکر گذار بھی ہیں "وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ" (سبا رکوع ۲) لیکن اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھتے اور اُس کے احسانات کو سمجھتے ہیں، مگر جب شکر گذاری اور اظہار اطاعت کا وقت آتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں۔ گویا دل سے سمجھتے ہیں اور عمل سے انکار کرتے ہیں

ف١ یہاں سے کفر و ناشکری کا انجام بتلاتے ہیں یعنی یاد رکھو، وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی اُمتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہونگی اور ہر اُمت کا نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائیگا تا اپنی اُمت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیسا معاملہ حق کے پیغام اور پیغامبر کے ساتھ کیا ہے۔ اُس وقت منکروں کو اجازت نہ ہوگی کہ کچھ لب کشائی کر سکیں۔ یا اب بعد از وقت توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جائیں اور لب کشائی کاہے بس کریں گے، درآنحالیکہ اُنہیں اپنے مجرم ہونے اور کسی قسم کی معذرت نہ چل سکنے کا پورا انکشاف ہو جائیگا۔ وہ یہ بھی سمجھ لیں گے کہ یہ "دار جزا" ہے "دار عمل" نہیں جو اب توبہ کر کے خطائیں معاف کرالیں ف٢ یعنی نہ عذاب کی سختی میں کمی ہوگی اور نہ درمیان میں وقفہ ہوگا کہ تھوڑی دیر مہلت مل جائے، پھر از سر نو عذاب شروع ہو۔ بعض نے "وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ" سے یہ مُراد لیا ہے کہ جہنم کو دیکھنے کے بعد ایک منٹ کی ڈھیل نہ ملے گی جہنم فوراً مجرمین کو اس طرح اُچک لیگا جیسے پرند ایکدم دانہ اُٹھا کر نگلجاتا ہے۔ گویا سُرعت دخول کی طرف اشارہ ہوا۔ ف٣ یعنی ہم تو اِن کی بدولت مارے گئے۔ شاید یہ مطلب ہو کہ ہم بذات خود بے قصور ہیں، یا یہ کہ انہیں دوہری سزا دیجئے۔ ف٤ یعنی جھوٹے ہو جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہرالیا ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو فی الحقیقت تم محض اپنے اوہام و خیالات کو پوجتے تھے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہ تھی، یا جن و شیاطین کی پرستش کرتے تھے، مگر وہاں شیطان بھی یہ کہہ کر الگ ہو جائیگا "وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ"

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ

اور نہ اُن کی توبہ لیجائے ف١ اور جب دیکھیں گے ظالم عذاب کو پھر ہلکا نہ ہوگا

عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ

اُن سے اور نہ اُن کو ڈھیل ملے ف٢ اور جب دیکھیں مشرک اپنے شریکوں کو

قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ

بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوائے ف٣

فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ

تب وہ اُن پر ڈالیں گے بات کہ تم جھوٹے ہو ف٤ اور آپڑیں اللہ کے آگے

يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ

اُس دن عاجز ہوکر اور بھول جائیں جو جھوٹ باندھتے تھے ف٥ جو لوگ

كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے اُن کو ہم بڑھادیں گے عذاب پر

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ

عذاب بدلہ اُس کا جو شرارت کرتے تھے ف٦ اور جس دن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقہ

أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ

میں ایک بتلانیوالا اُن پر اُنہی میں کا اور تجھ کو لائیں بتلانے کو

هَٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى

اُن لوگوں پر ف٧ اور اُتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا ف٨ اور ہدایت

وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

اور رحمت اور خوشخبری حکم ماننے والوں کیلئے ف٩ اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا

وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ

اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے دینے کا ف١٠ اور منع کرتا ہے بے حیائی سے

(ابراہیم رکوع ٤) غرض جن چیزوں کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا، سب اپنی علٰحدگی اور بیزاری کا اظہار کرینگے، کوئی سچ کوئی جھوٹ۔ پتھر کے بتوں کو تو سرے سے کچھ خبر ہی نہ تھی۔ ملائکہ اور بعض انبیاء و صالحین ہمیشہ شرک سے سخت نفرت و بیزاری اور اپنی خالص بندگی کا اظہار کرتے رہے۔ رہگئے شیاطین سو اُنکا اظہار نفرت گو جھوٹ ہوگا، تاہم اس سے مشرکین کو کلّی طور پر مایوسی ہو جائیگی کہ آج بڑے سے بڑا رفیق بھی کام آنے والا نہیں۔ ف٥ یعنی ساری طمطراق اور افتراپردازیاں اُس وقت غائب ہو جائینگی سب عاجز و مقہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت و انقیاد کا اظہار کریں گے "أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا" (مریم رکوع ٢) ف٦ یعنی ایک عذاب تو انکار حق پر، دوسرا اس پر کہ اوروں کو خدا کی راہ سے روکا۔ یا ایک عذاب صدور جرم پر دوسرا اُس کی عادت ڈالنے پر۔ بہرحال آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہل جنت کے منازل و مدارج متفاوت ہونگے، جہنمیوں کا عذاب بھی کمّاً و کیفاً و نوعاً متفاوت ہوگا۔ ف٧ یعنی وہ ہولناک دن یاد رکھنے کے قابل ہے جب ہر ایک پیغمبر اپنی اُمت کے معاملات کے متعلق بارگاہ احدیت میں بیان دیگا اور آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس اُمت کی حالت بتلائیں گے۔ بلکہ بعض مفسرین کے قول کے موافق آپ اُن تمام شہداء کے لئے شہادت دینگے کہ بیشک اُنہوں نے اپنا فرض منصبی بخوبی ادا کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اُمت کے اعمال ہر روز حضورؐ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں آپ اعمال خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔ ف٨ یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری اُمور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ اُس میں قیامت کے یہ واقعات بھی آگئے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ اندریں صورت جس پیغمبر پر ایسی جامع کتاب اُتاری گئی اُس کی مسئولیت اور ذمہ داری بھی بہت بھاری ہوگی۔ گویا "شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ" کے بعد "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" فرما کر حضور کے عظیم مرتبہ اور اُسی مرتبہ کے مناسب مسئولیت کی طرف لطیف اشارہ فرما دیا۔ "فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ" (اعراف رکوع ١) ابن کثیر نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ف٩ یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لئے سرتاپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے۔ فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سُناتی ہے۔ ف١٠ "قرآن" کو "تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" فرمایا تھا۔ یہ آیت اُس کا ایک نمونہ ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ گویا کوئی عقیدہ، خلق، نیت، عمل، معاملہ اچھا یا بُرا ایسا نہیں جو امراً و نہیاً اس کے تحت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو تنہا یہی آیت "تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" کا ثبوت دینے کیلئے کافی تھی۔ شاید اسی لئے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خطبہ جمعہ کے آخر میں اس کو درج کر کے اُمت کے لئے اُسوۂ حسنہ قائم کر دیا۔ اس آیت کی جامعیت سمجھانے کے لئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ تاہم تھوڑا سا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ عدل، احسان، ایتاء ذی القربیٰ "عدل" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال و انصاف کی ترازو میں تلے ہوں، افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اُٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ اُس کا ظاہر و باطن یکساں ہو جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ "احسان" کے معنی یہ ہیں کہ انسان بذات خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے۔ مقام عدل و انصاف سے ذرا اور بلند ہو کر فضل و عفو اور تلطف و ترحّم کی خو اختیار کرے۔ فرض ادا کرنے کے بعد تطوّع و تبرّع کی طرف قدم بڑھائے۔ انصاف کے ساتھ مروّت کو جمع کرے۔ اور یقین رکھے کہ جو کچھ بھلائی کریگا خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ اُدھر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی صورت میں ملیگا۔ "الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" (صحیح بخاری) "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" (رحمٰن رکوع ٣) یہ دونوں خصلتیں (یعنی عدل و احسان یا بالفاظ دیگر انصاف و مروّت) تو اپنے نفس اور ہر ایک خویش و بیگانہ اور دوست دشمن سے متعلق تھیں لیکن اقارب کا حق اجانب سے کچھ زائد ہے۔ جو تعلقات قرابت قدرت نے باہم رکھ دیے ہیں اُنہیں نظر انداز نہ کیا جائے۔ بلکہ اقارب کی ہمدردی اور اُن کے ساتھ مروّت و احسان اجانب سے کچھ

بقیہ فوائد صفحہ ۔ بڑھ کر ہونا چاہئے۔ صلہ رحم ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب و ذوی الارحام کے لئے درجہ بدرجہ استعمال ہونی چاہئے۔ گویا "احسان" کے بعد ذوی القربیٰ کا بالتخصیص ذکر کر کے متنبہ فرما دیا کہ عدل و انصاف تو سب کے لئے یکساں ہے لیکن مروت و احسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت و اہتمام کے قابل ہیں۔ فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کئے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔ اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری کو پیش نظر رکھتے ہوئے سمجھدار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کونسی فطری خوبی، بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہ گئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے احاطہ سے باہر ہو۔ فللہ الحمد والمنہ۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ منع بھی تین چیزوں سے کیا۔ فحشاء، منکر، بغی۔ کیونکہ انسان میں تین قوتیں ہیں جن کے بے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قوت بہیمیہ شہوانیہ، قوت وہمیہ شیطانیہ، قوت غضبیہ سبعیہ۔ غالباً "فحشاء" سے وہ بے حیائی کی باتیں مراد ہیں جن کا منشا شہوت و بہیمیت کی افراط ہو۔ "منکر" معروف کی ضد ہے یعنی نامعقول کام جن پر فطرت سلیمہ اور عقل صحیح انکار کرے۔ گویا قوت وہمیہ شیطانیہ کے غلبہ سے قوت عقلیہ ملکیہ دب جائے۔ تیسری چیز "بغی" ہے یعنی سرکشی کر کے حد سے نکل جانا ظلم و تعدی پر کمربستہ ہو کر درندوں کی طرح کھانے پھاڑنے کو دوڑنا، اور دوسروں کے جان و مال یا آبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا۔ اس قسم کی تمام حرکات قوت سبعیہ غضبیہ کے بیجا استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ الحاصل آیت میں تنبیہ فرما دی کہ انسان جب تک ان تینوں قوتوں کو قابو میں نہ رکھے اور قوت عقلیہ ملکیہ کو ان سب پر حاکم نہ بنائے، مہذب اور پاک نہیں ہو سکتا۔ ف۲ اکثم بن صیفی نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم سے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینہ اخلاق و اعمال سے روکتے ہیں۔ تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو۔ فَكُوْنُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ رُءُوْسًا وَّلَا تَكُوْنُوْا فِيْهِ اَذْنَابًا (یعنی تم اس سلسلہ میں سر بنو، دُم نہ بنو) حضرت عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد صلعم کی محبت جاگزیں ہوئی۔ ف۳ اوپر کی آیت میں جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا ان کے بعض افراد کو بالتخصیص بیان فرماتے ہیں یعنی ایفائے عہد کی تاکید اور غدر و بدعہدی سے ممانعت کہ یہ چیز علاوہ فی نفسہ مہتم بالشان ہونے کے اس وقت مخاطبین کے بہت زیادہ مناسب حال تھی جس کا مسلم قوم کے عروج و ترقی اور مستقبل کی کامیابی پر بے انتہا اثر پڑنے والا تھا۔ اسی لئے حکم دیا کہ جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے، خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ "قول مرداں جان دارد" خصوصاً جب خدا کا نام لیکر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قسم کھا کر گویا خدا کو اس معاملہ کا گواہ یا ضامن بنا رہا ہے۔ وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو، اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت اور بدعہدی کی۔ وہ اپنے علم محیط کے موافق پوری سزا دیگا۔ کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی دغابازی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ ف۴ یعنی عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے، پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کر دے۔ چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا۔ سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہو جائے۔ قول و قرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔ جو قومیں قانون عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض و خواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں۔ ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لئے رہ جاتے ہیں جہاں معاہد قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا، سارے معاہدات ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے گئے۔ ف۵ یعنی معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغا، مکاری اور حیلہ سازی کا آلہ مت بناؤ جس طرح اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ ایک جماعت کو اپنے سے طاقتور دیکھ کر معاہدہ کر لیا۔ پھر جس وقت کوئی جماعت اس سے بڑھ کر معزز اور طاقتور سامنے آئی، پہلا معاہدہ توڑ کر نئی جماعت سے عہد و پیمان گانٹھ لئے۔ پھر چند روز بعد ان حلفاء کو کمزور بنانے اور اپنے کو بڑھانے کا موقع پایا تو فوراً معاہدات توڑ ڈالے اور سب قسمیں اور حلف بالائے طاق رکھ دیئے۔ بعینہ جس طرح آجکل یورپین اقوام کا معمول ہے۔

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ

اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے ف۱ تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو ف۲ اور پورا کرو عہد

اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا

اللہ کا جب آپس میں عہد کرو اور نہ توڑو قسموں کو پکا کرنے کے بعد

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾

اور تم نے کیا ہے اللہ کو اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو ف۳

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ

اور مت رہو جیسے وہ عورت کہ توڑا اس نے اپنا سوت کاتا ہوا محنت کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ف۴

تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ

کہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو دخل دینے کا بہانہ ایک دوسرے میں اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو

اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ

چڑھا ہوا دوسرے سے ف۵ یہ تو اللہ پرکھتا ہے تم کو اس سے ف۶ اور آئندہ کھول دیگا اللہ تم کو

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ

قیامت کے دن جس بات میں تم جھگڑ رہے تھے ف۷ اور اللہ چاہتا تو تم سب کو

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن راہ بھلاتا ہے جس کو چاہے اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے ف۸

وَلَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ

اور تم سے پوچھ ہوگی جو کام تم کرتے تھے ف۹ اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو

دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ

دھوکا آپس میں کہ ڈگ نہ جائے کسی کا پاؤں جمنے کے پیچھے اور تم چکھو سزا

بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾

اس بات پر کہ تم نے روکا اللہ کی راہ سے اور تم کو بڑا عذاب ہو ف۱۰

ف۶ یعنی قوت و ضعف میں اقوام کا اختلاف، ان میں سے کسی کو اوپر چڑھانا کسی کو نیچے گرانا، خدا تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لئے رکھا ہے اور ایفائے عہد کا حکم دینے میں بھی تمہارا امتحان ہے۔ دیکھتے ہیں کون ثابت قدم رہتا ہے کہ اپنا عہد پورا کرنے میں حلفاء کی قوت و ضعف کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ باقی اقبال و ادبار کسی کے بدلے سے بدلا نہیں جاتا۔ ادبار کی جگہ اقبال اور ضعف کی جگہ قوت خدا ہی لائے تو آئے۔ ہاں بدعہدی کا خیال آنا اس کی علامت ہے کہ ادبار آنے والا ہے۔ ف۷ یعنی یہاں امتحان ہے۔ نتیجۂ امتحان قیامت کے دن کھل جائیگا جس وقت ضعف و طاقت کے سب جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔ ف۸ یعنی اسے قدرت تھی کہ اختلاف نہ رہنے دیتا۔ مگر حکمت اس کو مقتضی نہ تھی۔ جیسا کہ کئی مواقع میں ہم اس کی تقریر کر چکے ہیں۔ ف۹ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "اس سے معلوم ہوا کہ کافر سے بھی غدر اور بدعہدی نہ کرے۔ کفر ان باتوں سے ہٹتا نہیں۔ اور اپنے اوپر وبال آتا ہے۔ ف۱۰ یعنی عہد شکنی کر کے اور قسمیں توڑ کر بدعہدی کی راہ مت نکالو۔ اور مسلمان قوم کو بدنام نہ کرو۔ کہ تمہارے خراب اور پست کیرکٹر کو دیکھ کر یقین لانے والے شک میں پڑ جائیں اور غیر مسلم قومیں اسلام میں داخل ہونے سے رکنے لگیں۔ اور تم پر خدا کی راہ سے روکنے کا گناہ چڑھے جس کی سزا بڑی سخت ہوگی۔

ف۱ پہلے مذکور تھا آپس میں قول توڑنے کا۔ اب اللہ سے قول توڑنے کا ذکر ہے یعنی مال کی طمع سے خلاف شرع حکم مت کرو۔ انجام کار ایسا مال وبال لائیگا۔ جو موافق شرع ہاتھ لگے، تمہارے حق میں وہی بہتر ہے (موضح القرآن) یا ایفائے عہد کا جو اجر خدا کے یہاں ملیگا وہ اس ثمن قلیل سے کہیں بہتر ہے۔ ثمن کو قلیل اس لئے کہا کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے تب بھی آخرت کے مقابلہ میں قلیل و حقیر ہے۔ ف۲ پھر باقی و دائم کو چھوڑ کر فانی و زائل کا پسند کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ف۳ یعنی جو لوگ خدا کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور تمام مشکلات اور صعوبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرینگے، اُن کا اجر ضائع ہونے والا نہیں۔ ایسے بہترین عمل کا بدلا ضرور ہمارے یہاں سے مل کر رہیگا۔ ف۴ اوپر کی آیت میں صابرین اور ایفائے عہد کرنے والوں کے اجر کا ذکر تھا۔ یہاں تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے، بشرطیکہ وہ کام صرف صورۃً نہیں بلکہ حقیقۃً نیک ہوں۔ یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اُس کو ضرور پاک، ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کرینگے۔ شلاً دنیا میں حلال روزی قناعت و غنائے قلبی، سکون و طمانیت، ذکر اللہ کی لذت، حُبِّ الٰہی کا مزہ، ادائے فرض عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کا ذائقہ چکھ کر ایک عارف نے کہا تھا۔ چوں چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد ٭ در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم، زانگہ کہ یافتم خبراز ملک نیم شب ٭ من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم۔ سچ ہے "اَهْلُ اللَّيْلِ فِي لَيْلِهِمْ اَلَذُّ مِنْ اَهْلِ اللَّهْوِ فِي لَهْوِهِمْ" اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے کہ شب بیداروں کو رات کے اُٹھنے میں کیا لذت و دولت حاصل ہوتی ہے۔ تو اُس کے چھیننے کے لئے اُسی طرح لشکر کشی کریں جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں۔ بہرحال مومن قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اُس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہا اُس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا ہے "حَيَاةٌ بِلَا مَوْتٍ، وَغِنًى بِلَا فَقْرٍ، وَصِحَّةٌ بِلَا سُقْمٍ، وَمُلْكٌ بِلَا هُلْكٍ، وَسَعَادَةٌ بِلَا شَقَاوَةٍ" رزقنا اللہ تعالیٰ بفضلہ ومنہ ایاہا۔ (تنبیہ) اس آیت نے بتلا دیا کہ قرآن کی نظر میں عورت اور مرد کی نیکی اور کامیابی کا ایک ہی ضابطہ ہے۔ یعنی عورت اور مرد بلا امتیاز اپنے اپنے حسب حال نیکی کر کے پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ ف۵ حدیث میں ہے "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ" (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے) معلوم ہوا کہ مومن کے لئے قرأت قرآن بہترین کام ہے۔ اور پچھلی آیات میں دو مرتبہ بہتر کاموں پر اجر ملنے کا ذکر تھا۔ اس لئے یہاں قرأت قرآن کے بعض آداب کی تعلیم فرماتے ہیں تاکہ آدمی بے احتیاطی سے اس بہتر کام کا اجر ضائع نہ کر بیٹھے۔ شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قرأت قرآن جیسے کام کو جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔ ضرور اُس کی کوشش ہوگی کہ مومن کو اس سے باز رکھے، اور اس میں کامیاب نہ ہو تو ایسی آفات میں مبتلا کر دے جو قرأت قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔ ان سب مغویانہ تدبیروں اور پیش آنے والی خرابیوں سے حفاظت کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ جب مومن قرأت قرآن کا ارادہ کرے، پہلے صدق دل سے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور شیطان مردود کی زد سے بھاگ کر خداوند قدوس کی پناہ میں آجائے۔ اصلی استعاذہ (پناہ میں آنا) تو دل سے ہے۔ مگر زبان و دل کو موافق کرنے کے لئے مشروع ہے کہ ابتدائے قرأت میں زبان سے بھی "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھے۔ ف۶ یعنی جس نے خدا پر بھروسہ کیا اور اُس کی پناہ ڈھونڈی اُس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہو سکتا اگر ایسا شخص کسی وقت محض تھوڑی دیر کے لئے بمقتضائے بشریت شیطان کے چکر میں آیا بھی تب بھی شیطان اپنا قبضہ و تسلط اُس پر نہیں جما سکتا۔ بہت جلد اُس کی آنکھ کھل جائیگی، اور غفلت میں تمادی نہ ہوگی۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ" (الاعراف رکوع ۲۴) ف۷ یعنی جو لوگ از خود شیطان کو اپنا رفیق بنالیں اور بجائے ایک خدا پر بھروسہ کرنے کے اُس پر بھروسہ رکھیں۔ گویا اُس کو خدائی کا شریک ٹھہرالیں یا اُس کے اغواء سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں، انہی پر شیطان کا پورا قبضہ و تسلط ہے کہ جس طرح چاہتا ہے انگلیوں پر نچاتا ہے۔ ف۸ پہلے حکم دیا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان رجیم کے کید سے پناہ ڈھونڈو۔ کہیں وہ اس بہترین کام میں رکاوٹ اور خرابی نہ ڈالے۔ یہاں اُس کی بعض رکاوٹوں کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن کے متعلق پیدا کرتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ تو نازل ہوا نہیں، موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں۔ اُن میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے۔ پھر دوسرے وقت حالات کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آجاتا تھا مثلاً ابتداء میں قتال سے ممانعت اور ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اجازت دی گئی۔ یا ابتداء میں حکم تھا "قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ" الخ تھوڑی مدت کے بعد کہ ہی میں یہ آیات نازل ہوئیں "عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" الخ کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ نے (معاذ اللہ) پہلے بےخبری سے ایک بات کا حکم دیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اُتارا! معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بنالاتے ہیں۔ ورنہ خدا کے احکام ایسے نہیں ہو سکتے کہ ایک دن کچھ دوسرے دن کچھ۔ اس طرح کے شبہات و وساوس ممکن تھا شیطان بعض مسلمانوں کے دلوں میں القا کرے۔ اُس کا جواب دیتے ہیں کہ نمبر ا [illegible] محض جہالت سے ہے تم گھبرا کر "نسخ" کی حقیقت معلوم ہوتی تو کبھی ایسا لفظ زبان سے نہ نکالتے "نسخ" کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ ایک میعادی حکم کی میعاد [illegible]

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ

اور نہ لو اللہ کے عہد پر مول تھوڑا سا بیشک جو اللہ کے یہاں ہے وہی

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ

بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم جانتے ہو ف۱ جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائیگا اور

مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ

جو اللہ کے پاس ہے کبھی ختم نہ ہوگا ف۲ اور ہم بدلے میں دینگے صبر کرنے والوں کو اُن کا حق

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ

اچھے کاموں پر جو کرتے تھے ف۳ جس نے کیا نیک کام مرد ہو

اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

یا عورت ہو اور وہ ایمان پر ہے تو اُس کو ہم زندگی دینگے ایک اچھی زندگی ف۴ اور بدلے میں دینگے اُن کو

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ

حق اُن کا بہتر کاموں پر جو کرتے تھے ٭ سو جب تو پڑھنے لگے قرآن

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ

تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے ف۵ اُس کا زور نہیں

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا

چلتا اُن پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ف۶ اُس کا

سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

زور تو اُنہی پر ہے جو اُس کو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اُس کو شریک مانتے ہیں ف۷

وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا

اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ خوب جانتا ہے جو اُتارتا ہے تو کہتے ہیں

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ

تو تو بنالاتا ہے یہ بات نہیں پر اکثروں کو اُن میں خبر نہیں ف۸ تو کہہ اس کو اُتارا ہے

بقیہ صفحہ ۳۶۰۔ پوری ہونے پر دوسرا حکم بھیجا جائے۔ کیا طبیب منضج کا نسخہ دس بیس دن پلا کر اگر مسہل تجویز کرے تو اسے طبیب کی کم عقلی یا بے خبری پر محمول کیا جا سکتا ہے؟ یا جو ایسا کہے وہ خود جاہل اور بے خبر کہلائیگا۔ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ جس وقت جو حکم اُتارا گیا یعنی جو روحانی غذا یا دوا تجویز کی گئی وہ کہاں تک مریضوں کے مزاج اور حالات کے مناسب ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف ۱ یعنی میرا یا کسی بشر کا بنایا ہوا کلام نہیں۔ یہ تو وہ کلام ہے جو بلاشبہ میرے رب نے روح القدس (پاک فرشتہ جبرئیل امین) کے ذریعہ سے عین حکمت و مصلحت کے موافق مجھ پر نازل فرمایا۔ گویا "مِن رَّبِّکَ" کہہ کر متنبہ فرمایا کہ اس کی نازل کرنے والی وہ ہستی ہے جس نے خود محمد صلعم کی اس قدر حیرت انگیز طریقہ سے ایسے اعلیٰ و اکمل اخلاق پر تربیت فرمائی جو تمہارے سامنے ہے۔ اور "روح القدس" کا واسطہ بیان فرما کر شاید اس طرف اشارہ کرنا ہو کہ جس کلام کا حامل "روح القدس" بنایا گیا، وہ روحانیت، پاکیزگی اور ملکوتی خصال کا پیکر ہونا چاہئے۔ چنانچہ دیکھ لو ان اوصاف میں اس شان کا کیا کوئی دوسرا کلام آسمان کے نیچے نظر آتا ہے۔ ف ۲ یعنی موقع بموقع اور بتدریج احکام و آیات کا نزول دیکھ کر ایمان والوں کے دل قوی اور اعتقاد پختہ ہوتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے ہر حال اور زندگی کے ہر ایک دور سے پورا خبردار ہے اور نہایت حکمت سے ہماری تربیت کرتا ہے۔ جیسے حالات پیش آئیں، اُنکے موافق ہدایت و رہنمائی کرتا اور ہر کام پر اُس کے مناسب خوشخبری سناتا ہے۔ ف ۳ یعنی قرآن شریف نہ خدا کا کلام ہے، ورنہ نسخ اس میں نہ ہوتا۔ اور نہ یہ آپ کا کلام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کا اُمّی ہونا سب کو معلوم و مسلم تھا۔ ایک اُمّی جس نے نہ کبھی کوئی کتاب چھوئی ہو نہ قلم ہاتھ میں پکڑا ہو، بلکہ باوجود اعلیٰ درجہ کے قریشی ہونے کے چالیس برس تک ایک شعر بھی زبان سے نہ کہا ہو، جس میں عرب کی چھوکریاں تک فطری سلیقہ اور ملکہ رکھتی تھیں، کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ بدون تعلیم و تعلم کے دفعۃً ایسی کتاب بنا لائے جو اس قدر عجیب و غریب علوم و حِکَم مؤثر ہدایات اور کایا پلٹ کر دینے والے قوانین و احکام پر مشتمل ہو۔ ناگزیر کہنا پڑیگا کہ کوئی دوسرا شخص انہیں یہ باتیں سکھلاتا اور ایسا کلام بنا کر دیدیتا ہے۔ وہ شخص کون تھا جس کی بے اندازہ قابلیت سے قرآن جیسی کتاب تیار ہوئی؟ اُسکے نام میں اختلاف تھا۔ جبر، یسار، عائش، یعیش، کئی عجمی غلاموں کے نام لیے گئے ہیں جن میں کوئی یہودی تھا کوئی نصرانی۔ بلکہ بعض کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ نصرانیت چھوڑ کر مذہب اسلام قبول کر چکے تھے۔ کہتے ہیں حضور گاہ بگاہ آتے جاتے ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھتے تھے یا وہ حضور کی خدمت میں کبھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ مگر تعجب ہے اتنے بڑے قابل انسانوں کا تو نام بھی تاریخ نے پورے تیقن و تعین کے ساتھ یاد نہ رکھا۔ اور جو اُن سے سیکھ کر محض نقل کر دیا کرتے تھے، دنیا اُن کے قدموں پر گر پڑی۔ حتیٰ کہ جنہوں نے اُن کو نبی نہ مانا، دنیا کا سب سے بڑا مصلح اور کامل انسان اُن کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ بہرحال مشرکین کے اس سفیہانہ اعتراض سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ دعوےٰ بعثت سے پہلے آپ کا اُمّی ہونا اُنکے نزدیک ایسا مسلّم تھا کہ قرآنی علوم و معارف کو آپ کی اُمّیت سے تطبیق نہ دے سکتے تھے۔ اسی لئے کہنا پڑتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ باتیں سکھلا جاتا ہے۔ بلاشبہ آپ سکھلائے ہوئے تھے لیکن سکھلانے والا کوئی بشر نہ تھا۔ وہ ربّ قدیر تھا جس نے فرمایا "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ"۔ ف ۴ یعنی اگر قرآن کے علوم خارقہ اور دوسری وجوہ اعجاز کو اپنی غباوت کی وجہ سے تم نہیں سمجھ سکتے تو اُس کی زبان کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کا ادراک تو کر سکتے ہو جس کے متعلق بار بار چیلنج دیا جا چکا اور اعلان کیا جا چکا ہے کہ تمام جن و انس مل کر بھی اس کلام کا مثل پیش نہ کر سکیں گے پھر جس کا مثل لانے سے عرب کے تمام فصحاء و بلغاء بلا استثناء اُسدے عاجز و درماندہ ہوں ایک گمنام عجمی بازاری غلام سے کیونکر اُمید کی جا سکتی ہے کہ ایسا کلام معجز تیار کر کے پیش کر دے۔ اگر تمام عرب میں کوئی شخص بالفرض ایسا کلام بنا سکتا تو وہ خود حضرت محمد صلعم ہوتے۔ مگر قرآن کے سوا آپ کے دوسرے کلام کا ذخیرہ قرآن کے بیان کردہ موضوعات پر موجود ہے، جو باوجود انتہائی فصاحت کے کسی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت قرآنی کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ ف ۵ یعنی کھلے دلائل کے باوجود جو شخص یہی دل میں ٹھان لے کہ یقین نہیں کرونگا، خدا تعالیٰ بھی اُس کو مقصد پر پہنچنے کی راہ نہیں دیتا جتنا سمجھائیے کبھی نہ سمجھے گا۔ بداعتقاد آدمی ہدایت سے محروم رہ کر آخر سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ ف ۶ یعنی آپ کو کہتے ہیں "اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ" حالانکہ آپ کی امانت و راستبازی پہلے سے مسلّم اور ہر ایک چال ڈھال سے ظاہر تھی۔ کیا جھوٹ بنانیوالوں کا چہرہ اور طور و طریق ایسا ہوتا ہے؟ جھوٹ بنانا تو اُن اشقیاء کا شیوہ ہے جو خدا کی باتیں سن کر اور اُس کے نشانات دیکھ کر بھی یقین نہ کریں۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہو گا کہ آدمی خدا کی باتوں کو جھوٹا کہے۔ ف ایک تو وہ مجرم ہیں جو سیکڑوں دلائل و آیات سن کر بھی یقین نہ لائیں۔ مگر ان سے بڑھ کر مجرم وہ ہیں جو یقین لانے اور تسلیم کرنے کے بعد شیطانی شبہات و وساوس سے متاثر ہو کر صداقت سے منکر ہو جائیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن ابی سرح نے کیا تھا کہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔ ایسے لوگوں کی سزا آگے بیان فرمائی ہے۔ درمیان میں "اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ" سے ایک ضروری استثناء کر دیا گیا۔ یعنی اگر کوئی مسلمان صدق دل سے برابر ایمان پر قائم ہے ایک لمحہ کے لئے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت اُس کے قلب سے جدا نہیں ہوئی صرف کسی خاص حالت میں بہت ہی سخت دباؤ اور زبردستی سے مجبور ہو کر شدید ترین خوف کے وقت گلوخلاصی کے لئے محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام کے خلاف نکالدے بشرطیکہ اُس وقت بھی قلب میں کوئی تردد نہ ہو، بلکہ زبانی لفظ سے سخت کراہت و نفرت ہو، ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائیگا۔ ہاں اس سے بلند مقام وہ ہے کہ آدمی مرنا قبول کرے مگر منہ سے بھی ایسا لفظ نہ نکالے۔ جیسا کہ حضرت بلالؓ حضرت یاسرؓ حضرت سمیہؓ حضرت خبیب بن زید انصاری اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے واقعات (بقیہ برصفحہ ۳۶۲)

رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے بلاشبہ ف ۱ تاکہ ثابت کرے ایمان والوں کو اور

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ

ہدایت اور خوشخبری مسلمانوں کے واسطے ف ۲ اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں

اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ

اُس کو تو سکھلاتا ہے ایک آدمی ف ۳ جس کی طرف تعریض کرتے ہیں اُس کی زبان ہے عجمی

وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور یہ قرآن زبان عربی ہے صاف ف ۴ وہ لوگ جن کو اللہ کی باتوں پر

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا

یقین نہیں اُن کو اللہ راہ نہیں دیتا اور اُن کے لئے عذاب دردناک ہے ف ۵ جھوٹ

يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ

تو وہ لوگ بناتے ہیں جن کو یقین نہیں اللہ کی باتوں پر اور وہی

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ

لوگ جھوٹے ہیں ف ۶ جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لانے کے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر

اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ

زبردستی کی گئی اور اُس کا دل برقرار ہے ایمان پر ولیکن جو کوئی دل کھول کر

صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

منکر ہوا سو اُن پر غضب ہے اللہ کا اور اُن کو بڑا عذاب ہے ☆

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَي الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ

یہ اس واسطے کہ اُنہوں نے عزیز رکھا دنیا کی زندگی کو آخرت سے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي

راستہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو ف یہ وہی ہیں کہ مُہر کر دی اللہ نے

قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٠٨﴾

اُن کے دل پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اور یہی ہیں بیہوش ف۱

لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ

خود ظاہر ہے کہ آخرت میں یہی لوگ خراب ہیں ف۲ پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب

لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا

اُن لوگوں پر کہ اُنہوں نے وطن چھوڑا ہے بعد اس کے کہ مصیبت اُٹھائی پھر جہاد کرتے رہے اور قائم رہے

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٠﴾ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ

بیشک تیرا رب اِن باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے ف۳ جس دن آئیگا ہر

نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُمْ

جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے ف۴ اور پورا ملیگا ہر کسی کو جو اُس نے کمایا اور اُن

لَا يُظْلَمُونَ ﴿١١١﴾ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً

پر ظلم نہ ہوگا ف۵ اور بتلائی اللہ نے ایک مثال ایک بستی تھی چین

مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

امن سے ف۶ چلی آتی تھی اُس کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے ف۷ پھر ناشکری کی

بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا

اللہ کے احسانوں کی پھر چکھایا اُس کو اللہ نے مزہ کہ اُنکے تن کے کپڑے ہوگئے بھوک اور ڈر بدلہ اُس کا جو وہ

يَصْنَعُونَ ﴿١١٢﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ

کرتے تھے ف۸ اور اُن کے پاس پہنچ چکا رسول اُنہی میں کا پھر اُس کو جھٹلایا

فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١١٣﴾ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ

پھر آپکڑا اُن کو عذاب نے اور وہ گنہگار تھے ف۹ سو کھاؤ جو روزی دی تم کو اللہ نے

حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١١٤﴾

حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر تم اُسی کو پوجتے ہو ف۱۰

بقیہ صفحہ ۳۶۱۔ تاریخوں میں موجود ہیں بنظر اختصار ہم یہاں درج نہیں کرسکتے ابن کثیر میں دیکھ لئے جائیں۔ ف۵ یعنی ایسے منکروں کو جو حیات دنیا ہی کو کعبۂ مقصود ٹھہرالیں، کامیابی کا رستہ کہاں ملتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں جو کوئی ایمان سے پھر ہے تو دنیا کی غرض کو، جان کے ڈر سے یا برادری کی خاطر سے یا زر کے لالچ سے جس نے دنیا عزیز رکھی اُس کو آخرت کہاں! اگر جان کے ڈر سے لفظ کہے تو چاہئے جب ڈر کا وقت جاچکے پھر توبہ و استغفار کرکے ثابت ہوجائے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی دنیا طلبی اور ہوا پرستی کے نشہ میں ایسے مست و بیہوش ہیں جن کے ہوش میں آنے کی کوئی اُمید نہیں خدا کی دی ہوئی قوتیں اُنہوں نے سب بیکار کردیں۔ آخر کانوں سے حق کی آواز سنے۔ آنکھوں سے حق کے نشان دیکھنے، اور دلوں سے حق بات سمجھنے اور سوچنے کی توفیق سلب ہوگئی۔ مُہر کرنے کا مطلب پہلے سورۂ بقرہ وغیرہ میں گذر چکا ہے۔ ف۲ یعنی جو لوگ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے خدا کی بخشی ہوئی قوتیں تباہ کر ڈالیں اور دنیا ہی کو قبلۂ مقصود بنالیں، اُن سے بڑھ کر خراب انجام کس کا ہوگا ف۳ یعنی بعضے لوگ کافروں کے ظلم سے بچل گئے تھے۔ یا صرف زبانی لفظ کفر کہہ لیا تھا اس کے بعد جب ہجرت کی جہاد کیا، اور بڑے استقلال و پامردی سے اسلام پر قائم رہے، اتنے کام ایمان کے کئے، وہ تقصیر بخشی گئی اور خدا کی مہربانی مبذول ہوئی۔ ایک بزرگ تھے "عمار" اُن کے باپ تھے "یاسر" اور ماں "سُمیّہ" دونوں ظلم اُٹھاتے مرگئے۔ پر لفظ کفر نہ کہا۔ یہ مسلمانوں کا پہلا خون تھا جو خدا کی راہ میں گرا۔ بیٹے (عمار) نے خوف جان سے لفظ کہدیا، پھر روتے ہوئے حضرت کے پاس آئے۔ تب یہ آیتیں اتریں رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ف۴ یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہ بول سکیگا۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی، اولاد، احباب اقارب کوئی کام نہ دیگا۔ ہر شخص اپنی فکر میں پڑا ہوگا کس طرح خدا کے عذاب سے مخلصی حاصل کرے۔ طرح طرح کے جھوٹے سچے عذر براءت کے لئے تراشے گا اور جواب سوال کرکے چاہے گا کہ رستگاری حاصل کرلے۔ ف۵ یعنی نیکی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی اور بدی کی سزا استحقاق سے زائد نہ دیجائیگی۔ ف۶ یعنی نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش۔ خوب امن چین سے زندگی گذرتی تھی۔ ف۷ یعنی کھانے کے لئے غلے اور پھل وغیرہ کھنچے چلے آتے تھے، ہر چیز کی افراط تھی، گھر بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں۔ ف۸ اُس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی، دنیا کے مزوں میں پڑکر ایسے غافل اور بدمست ہوئے کہ منعم حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا۔ بلکہ اُس کے مقابلہ میں بغاوت کی ٹھان لی، آخر خدا تعالیٰ نے اُنکی ناشکری اور کفران نعمت کا مزہ چکھایا یعنی امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراخ روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے اُن کو اس طرح گھیر لیا، جیسے کپڑا، پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ ایک دم کو بھوک اور ڈر اُن کر جدا نہ ہوتا تھا۔ ف۹ ظاہری نعمتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک بڑی بھاری باطنی نعمت بھی اُنکو دی گئی تھی، یعنی اُنہی کی قوم و نسب میں سے ایک رسول بھیجا گیا جس کا اتباع کرکے وہ خدا کی خوشنودی کے بڑے اُونچے مقامات حاصل کرسکتے تھے۔ اُنہوں نے اتباع و تصدیق کی جگہ اُسکی تکذیب و مخالفت پر کمر باندھ لی اور اس طرح پستی میں گرتے چلے گئے۔ آخر قدیم سنت اللہ کے موافق ظالموں اور گنہگاروں کو عذاب نے آپکڑا پھر کسی کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں محض بطور تمثیل کسی تباہ شدہ بستی کا لاعلی التعیین حوالہ دیکر یا ایک ایسی بستی کا وجود فرض کرکے کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوسکتا ہے۔ کفران نعمت اور تکذیب و عداوت رسول کی سزا سے بےفکر نہ ہوں بعض علماء کے نزدیک اس مثال میں بستی سے مُراد مکہ معظمہ ہے جہاں ہر قسم کا امن چین تھا اور باوجود وادی غیر ذی زرع ہونیکے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے۔ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُّجْبٰى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ (القصص رکوع ۶) اہل مکہ نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی، شرک و عصیان، بےحیائی، اور اوہام پرستی میں منہمک ہوگئے، پھر خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ صلعم کی صورت میں بھیجی، اُنکے انکار و تکذیب میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا "أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ" (ابراہیم رکوع ۵) آخر خدا تعالیٰ نے امن و اطمینان کے بجائے مسلمان مجاہدین کا خوف اور فراخ روزی کی جگہ سات سال کا قحط ان پر مسلط کردیا جس میں کتے اور مُردار تک کھانے کی نوبت آگئی۔ پھر بدر کے معرکہ میں غازیان اسلام کے ہاتھوں خدا کا عذاب اُن پر ٹوٹ پڑا۔ ادھر تو یہ ہوا دوسری طرف جو لوگ اُن ظالموں کے جور و ستم سے تنگ آکر گھر بار چھوڑ بھاگے تھے، اُنکو خدا نے بہتر ٹھکانا دیا، دشمنوں کے خوف سے مامون و مصئون بنایا، روزی کے دروازے کھول دیے، زبردست دشمنوں پر فتح عنایت کی، بلکہ اقلیموں کا بادشاہ اور متقیوں کا امام بنادیا۔ شاید اسی لئے ان آیات میں مکہ والوں کا حال سُنا کر اگلی آیت فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ الخ میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے کہ تم اس قسم کی حرکات سے بچتے رہنا جنکی بدولت مکہ والوں پر مصیبت ٹوٹی۔ ف۱۰ یعنی جس کو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہو، اُسے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال و طیب روزی سے تمتع کرے اور اُس کا احسان مان کر شکر گذار بندہ بنے۔ حلال کو حرام نہ سمجھے اور نعمتوں سے متمتع ہوتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولے۔ بلکہ اُس پر اور اُسکے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور اُسی کے احکام و ہدایات کی پابندی کرے۔

ف۱ اس آیت کی تفسیر سورۂ "بقرہ" اور "انعام" وغیرہ میں گذر چکی وہاں دیکھ لیجائے۔ یہاں غرض یہ ہے کہ جس طرح پہلی آیت میں اشارہ تھا کہ حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرے، اس آیت میں تنبیہ کی گئی کہ حرام چیزوں کو حلال نہ ٹھہرائے۔ خلاصہ یہ کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اُسی کا حق ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ چنانچہ آئندہ آیات میں نہایت وضاحت سے یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ ف۲ یعنی بدون کسی مستند شرعی کے کسی چیز کے متعلق منہ اُٹھا کر کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام، بڑی سخت جسارت اور کذب و افتراء ہے۔ حلال و حرام تو وہی ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے حلال یا حرام کہا ہو۔ اگر کوئی شخص محض اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتا ہے اور خدا کی طرف اُس کی نسبت کرتا ہے، جیسے مشرکین کیا کرتے تھے، جس کا ذکر سورۂ "انعام" میں گذر چکا، وہ فی الحقیقت خدا پر بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ کبھی ایسا رویہ اختیار نہ کریں جس چیز کو خدا نے حلال کیا حلال اور جس کو حرام کیا حرام سمجھیں۔ بدون ماخذ شرعی کے حِلّت و حُرمت کا حکم نہ لگائیں۔ ف۳ یعنی مشرکین مکہ جو حضورؐ کو معاذ اللہ مفتری کہتے تھے یاد رکھیں کہ وہ خود مفتری ہیں۔ از راہ کذب و افتراء جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ان کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ یہ روش اختیار کر کے کسی بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے دن اور دنیا کا مزہ اُڑا لیں، پھر دائمی جیل خانہ تیار ہے۔ ف۴ سورۂ انعام آیت "وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا" الخ کے فوائد میں اس کا بیان گذر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے سب کے لئے یا کسی خاص قوم کے لئے معین وقت تک حرام کی ہے، عین حکمت ہے۔ کسی بشر کو حق نہیں کہ اُس میں تصرف کر کے حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائے۔ ف۵ مثلاً حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنایا۔ "نادانی سے" اس لئے فرمایا کہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ آدمی کرتا ہے خواہ جان بوجھ کر کرے، وہ فی الحقیقت نادان اور بے عقل بن کر کرتا ہے۔ اگر ذرا عقل سے کام لے اور گناہ کے نتائج کا تصور کرے تو ہرگز معصیت پر اقدام نہیں کر سکتا۔ سورۂ "نساء" آیۃ "إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ" کے تحت میں جو اس کے متعلق لکھا گیا ہے اُسے بھی ایک مرتبہ ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۶ یعنی کفریات سے توبہ کر کے مسلمان ہو جانے اور آئندہ کے لئے اپنی حالت درست کر لینے پر حق تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں۔

بازآ بازآ ہر آنچہ کردی بازآ | گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست | صد بار اگر توبہ شکستی بازآ

ف۷ مشرکین عرب کی شرکیات کا رد کر کے امام الموحدین ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یاد دلاتے ہیں کیونکہ عرب کے لوگ اُن کی نسل سے تھے اور دینِ ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ حالانکہ ملت ابراہیمی سے انہیں دور کی نسبت بھی نہ رہی تھی۔ انہیں بتلایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام موحدین کے امام، نیکی کے معلم، تمام دنیا کے مشرکین کے مقابلہ میں تن تنہا ایک اُمت عظیمہ کے برابر تھے جن کی ذات واحد میں حق تعالیٰ نے وہ سب خوبیاں اور کمالات جمع کر دیے تھے جو کسی بڑے مجمع میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں ؎ لَيْسَ عَلَى اللَّهِ بِمُسْتَنْكَرٍ ۔ أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ۔ ابراہیم خدا کا کامل مطیع و فرمانبردار بندہ تھا جو ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کا ہو رہا تھا۔ ممکن نہ تھا کہ بدون حکم الٰہی کسی چیز کو محض اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹھہرا دے۔ وہ خود تو معاذ اللہ شرک کا ارتکاب کہاں کر سکتا، مشرکین کی جماعت اور بستی میں رہنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ پھر جو لوگ آپ کو "حنیف" کہتے اور دینِ ابراہیمی پر بتاتے ہیں، انہیں شرم کرنی چاہیے کہ خدا پر افتراء باندھ کر حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا اور شرک کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑنا کیا ایک "حنیف" اور ابراہیمی کی شان ہو سکتی ہے؟ یاد رکھو! حلال و حرام کے بیان اور اصول دین میں اصل ملت ابراہیمی ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم اُسی ملت کی اقامت و اشاعت اور بسط و تفصیل کے لئے تشریف لائے ہیں۔ اگر اصلی دین ابراہیم پر چلنا چاہو تو آپ کا طریقہ اختیار کرو۔ ف۸ یعنی ابراہیم خدا کا شکر گذار بندہ تھا۔ تم سخت ناسپاس اور کفران نعمت کرنے والے ہو جیسا کہ "ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً" الخ کے فوائد میں لکھا جا چکا ہے۔ پھر اُس کی راہ پر کیونکر ہوئے۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ

اللہ نے تو یہی حرام کیا ہے تم پر مُردار اور لہو اور سؤر کا گوشت اور جس پر نام پکارا

لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ

اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی ناچار ہو جائے نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

بخشنے والا مہربان ہے ف۱ اور مت کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنا لینے سے

هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ

کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر بہتان باندھو ف۲

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ

بیشک جو بہتان باندھتے ہیں اللہ پر ان کا بھلا نہ ہوگا ف۳ تھوڑا سا

قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا

فائدہ اُٹھالیں اور اُنکے واسطے عذاب دردناک ہے ف۴ اور جو لوگ یہودی ہیں اُن پر ہم نے حرام کیا تھا

مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا

جو تجھ کو پہلے سنا چکے اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا پر وہ اپنے

أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ

اوپر آپ ظلم کرتے تھے ف۵ پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب اُن لوگوں پر جنہوں نے بُرائی کی

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ

نادانی سے ف۶ پھر توبہ کی اُس کے پیچھے اور سنوارا اپنے کام کو سو تیرا رب

مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٩﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا

ان باتوں کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے ف۷ اصل میں تو ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا فرمانبردار

لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ

اللہ کا سب سے ایک طرف ہو کر اور نہ تھا شرک والوں میں ف۸ حق ماننے والا اُسکے احسانوں کا ف

ع ۱۵ / ۹ / ۲۱

اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٢١﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً

اُس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر ف۱ اور دی ہم نے دنیا میں اُس کو خوبی ف۲

وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ

اور وہ آخرت میں اچھے لوگوں میں ہے ف۳ پھر حکم بھیجا ہم نے تجھ کو کہ چل

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِنَّمَا جُعِلَ

دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا وہ شرک والوں میں ف۴ ہفتہ کا دن

السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

جو مقرر کیا سو انہی پر جو اُس میں اختلاف کرتے تھے اور تیرا رب حکم کرے گا اُن میں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ

قیامت کے دن جس بات میں اختلاف کرتے تھے ف۵ بلا اپنے رب کی

رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِىَ

راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے اُنکو جس طرح

اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ

بہتر ہو ف۶ تیرا رب ہی بہتر جانتا ہے اُن کو جو بھول گیا اُس کی راہ اور وہی بہتر جانتا ہے

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٢٥﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَ

اُن کو جو راہ پر ہیں ف۷ اور اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اُسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے اور

لَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا

اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر والوں کو ف۸ اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ

بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾

ہی کی مدد کر اور اُن پر غم نہ کھا اور تنگ مت ہو اُن کے فریب سے ف۹

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿١٢٨﴾

اللہ ساتھ ہے اُن کے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں ف۱۰

ع ٩ / ١٦ / ٢٢

ف۱ یعنی توحید کامل اور تسلیم و رضا کی سیدھی راہ پر چلایا۔ ف۲ یعنی نبوت، فراخ روزی، اولاد، اور وجاہت و مقبولیت عامہ۔ کہ تمام اہل ادیان بالاتفاق اُن کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور ہر فرقہ چاہتا ہے کہ اپنا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملائے۔ ف۳ یعنی اُس نے اپنے حق میں جو دعا کی تھی وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ قبول ہوئی۔ بیشک وہ آخرت میں صالحین کے اعلیٰ طبقہ میں شامل ہونگے جو انبیاء علیہم السلام کا طبقہ ہے۔ ف۴ اِس کا بیان سورۂ انعام آیت "دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ" کے تحت میں گذر چکا۔ وہاں ملاحظہ کیا جائے۔ مقصد یہ ہے کہ حلال و حرام اور دین کی باتوں میں اصل ملتِ ابراہیم ہے۔ درمیان میں یہود و نصاریٰ کو اُن کے حالات کے مناسب بعض مخصوص احکام دیے گئے۔ آخر آپ کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا، تا اصل ملت ابراہیمی کو جو غفلت اور تحریف و تصرف بیجا کی دستبرد سے ضائع ہو چکی تھی، از سرِ نو زندہ اور روشن کیا جائے، اور شرک کی تمام رگیں کاٹ دی جائیں۔ حدیث میں ہے "بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّةِ الْبَیْضَاءِ" اِس کی پوری شرح و تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں کی ہے جو قابل دید ہے۔ ف۵ یعنی اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا حکم نہ تھا۔ اِس اُمت پر بھی نہیں ہے۔ البتہ درمیان میں "یہود" نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اختلاف کر کے جب اپنے لئے یہ دن انتخاب کیا تو حکم ہوا کہ اچھا اسی کی تعظیم کرو اور مچھلی کا شکار اس روز مت کرو! یہ حکم کسی نے مانا کسی نے نہ مانا۔ نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سُور بنائے گئے۔ اور آخرت میں جو فیصلہ ہو گا وہ الگ رہا۔ ایک اسی پر کیا منحصر ہے وہاں تو سارے اختلافات اور جھگڑے چکا دیئے جائیں گے مثلاً حضرت ابراہیم کی نسبت کوئی "یہودی" بتلاتا تھا کوئی "نصرانی" حالانکہ حق تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ وہ "حنیف مسلم" تھے۔ بہرحال آخرت میں سب اختلافات کا فیصلہ ہو جائیگا۔ اور ہر شخص آنکھوں سے دیکھ لیگا کہ کون غلطی پر تھا کون راستی پر۔ ف۶ اوپر کی آیتوں میں مخاطبین کو آگاہ کرنا تھا کہ پیغمبر اصل ملت ابراہیمی لے کر آئے ہیں، اگر کامیابی چاہتے ہو اور "حنیف" ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چل پڑو۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ الخ سے خود پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہئے۔ اس کے تین طریقے بتلائے۔ حکمت، موعظت حسنہ، جدال بالتی ہی احسن۔ "حکمت" سے مُراد یہ ہے کہ نہایت پختہ دلائل اور مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جن کو سُن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے اُن کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں۔ "موعظت حسنہ" مؤثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی اور شفقت و حُسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے۔ بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مُردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں، ایک مایوس و پژمردہ قوم جُھرجُھری لیکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سُن کر منزل مقصود کی طرف بیتابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے، مگر طلب حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں، اُن میں مؤثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جا سکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے ممکن نہیں۔ ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جن کا کام ہر چیز میں اُلجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سُنتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ بعض اوقات اہل فہم و انصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدون بحث کے تسلی نہیں ہوتی اس لئے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ فرما دیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی، اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اُسلوب سے دو۔ خواہی نخواہی دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو جن سے تضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے مقصود تفہیم اور احقاق حق ہونا چاہئے۔ خشونت، بداخلاقی، سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کچھ نتیجہ نہیں۔ ف۷ یعنی طریق دعوت و تبلیغ میں تم کو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے۔ اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ کو خدا کے سپرد کرو۔ وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسا مناسب ہو گا اُن سے معاملہ کریگا۔ ف۸ یعنی دعوت و تبلیغ کی راہ میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت برابر کا بدلہ لے سکتے ہو، اجازت ہے لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اُس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہو گا۔ ف۹ یعنی مظالم و شدائد پر صبر کرنا سہل کام نہیں۔ خدا ہی مدد فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا ہے اور اُف نہ کرے ف۱۰ یعنی انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ، پرہیزگاری، اور نیکی اختیار کرے گا، اُسی قدر خدا کی امداد و اعانت اُس کے ساتھ ہو گی۔ سو ایسے لوگوں کو کفار کے کر و فریب سے تنگ دل اور غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہیں حق تعالیٰ اس عاجز ضعیف کو بھی متقین و محسنین کے ساتھ اپنے فضل و رحمت سے محشور فرمائے۔ تم سورۃ النحل بعونہ و توفیقہ وللہ الحمد۔

بقیہ صفحہ ۳۶۵

ہاں اگر اس سے پہلے یا بعد خواب میں بھی اس طرح کے واقعات دکھلائے گئے ہوں تو انکار کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک شب میں اتنی لمبی مسافت زمین و آسمان کی کیسے طے کی ہوگی یا کرۂ نار و زمہریر میں سے کیسے گذرے ہونگے۔ یا اہل یورپ کے خیال کے موافق جب آسمانوں کا وجود ہی نہیں تو ایک آسمان سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے پر اُس شان سے تشریف لیجانا جو روایات میں مذکور ہے کیسے قابل تسلیم ہوگا لیکن آج تک کوئی دلیل اسکی پیش نہیں کی گئی کہ آسمان واقع میں کوئی شے موجود نہیں۔ اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نیلگونی چیز جو ہم کو نظر آتی ہے فی الحقیقت آسمان نہیں ہے تب بھی اس کا کیا ثبوت ہے کہ اُس نیلگونی رنگ کے اوپر آسمانوں کا وجود نہیں ہوسکتا۔ رہا ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کرنا تو تمام حکما تسلیم کرتے ہیں کہ سُرعتِ حرکت کے لیے کوئی حد نہیں ہے۔ اب سے سو برس پیشتر تو کسی کو یہ بھی یقین نہیں آسکتا تھا کہ تین سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر تیار ہو جائیگی۔ یا دس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم ہوائی جہاز کے ذریعہ پرواز کرسکیں گے۔ "اسٹیم" اور "قوت کہربائیہ" کے یہ کرشمے کس نے دیکھے تھے۔ کرۂ نار تو آج کل ایک لفظ بے معنی ہے۔ ہاں اوپر جاکر ہوا کی سخت برودت وغیرہ کا مقابلہ کرنیوالے آلات طیاروں میں لگا دیے گئے ہیں جو اُڑنے والوں کی زمہریر سے حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تو مخلوق کی بنائی ہوئی مشینوں کا حال تھا۔ خالق کی بلا واسطہ پیدا کی ہوئی مشینوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ زمین یا سورج چوبیس گھنٹہ میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں۔ روشنی کی شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے۔ اور اس سُرعت سیر و سفر میں پہاڑ بھی سامنے آجائے تو پرِکاہ کی برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔ جس خدا نے یہ چیزیں پیدا کیں کیا وہ قادرِ مطلق اپنے حبیب صلعم کے بُراق میں ایسی برق رفتاری کی کلیں اور حفاظت و آسائش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا جن سے حضور بڑی راحت و تکریم کے ساتھ چشم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہوسکیں۔ شاید اسی لئے واقعہ "اِسراء" کا بیان لفظ "سُبۡحَانَ الَّذِیۡ" سے شروع فرمایا۔ تا جو لوگ کوتاہ نظری اور تنگ خیالی سے حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کو اپنے وہم و تخمین کی چہار دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں، کچھ اپنی گستاخیوں اور عقلی ترکتازیوں پر شرمائیں ؎ نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ؛ کہ جاہا سپر باید انداختن۔ **ف۳** یعنی جس ملک میں "مسجد اقصیٰ" (بیت المقدس) واقع ہے وہاں حق تعالےٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات رکھی ہیں۔ مادّی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی افراط، اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاء و رسل کا مسکن و مدفن اور اُن کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ شاید نبی کریم صلعم کو وہاں لیجانے میں یہ بھی اشارہ ہوگا کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے آپ کی ذات مقدّس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں، اُن پر اب بنی اسمٰعیل کو قبضہ دلایا جانیوالا ہے۔ "کعبہ" اور "بیت المقدس" دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی اُمت ہونیوالی ہے۔ احادیث معراج میں تصریح ہے کہ "بیت المقدس" میں تمام انبیاء علیہم السّلام نے آپکی اقتداء میں نماز پڑھی۔ گویا حضورؐ کو جو سیادت و امامت انبیاء کا منصب دیا گیا تھا اُس کا حسّی نمونہ آپ کو اور مقربین بارگاہ کو دکھلایا گیا۔ **ف۴** یعنی اصلی سُننے والا اور دیکھنے والا خدا ہے۔ وہ جسے اپنی قدرت کے نشان دکھلانا چاہے دکھلا دیتا ہے۔ اُس نے اپنے حبیب محمد صلعم کی مناجات کو سُنا اور احوال رفیعہ دیکھا۔ آخر "معراج شریف" میں "بِیۡ یُبۡصِرُ" والی آنکھ سے وہ آیات عظام دکھلائیں، جو آپ کی استعداد کامل اور شان رفیع کے مناسب تھیں۔ **ف۵** نبی کریم صلعم کا فضل و شرف بیان فرما کر سلسلہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ذکر کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ چونکہ "اسراء" کے ذیل میں "مسجد اقصیٰ" (بیت المقدس) تک جانا مذکور ہوا تھا، آگے "مسجد اقصیٰ" اور اُس کے قدیم متولیوں (بنی اسرائیل) پر جو مختلف دور گذرے، مسلمانوں کی عبرت اور خود بنی اسرائیل کی نصیحت کے لیئے اُنکا بیان کیا جاتا ہے۔ یہ آیت اُسی کی تمہید ہے۔ واقعہ "اِسراء" میں اشارہ تھا کہ حجازی پیغمبر کی اُمت ہی آئندہ اُس امانتِ الٰہی کی مالک بننے والی ہے جو شام کی مُبارک سرزمین میں ودیعت کی گئی تھی۔ اِن آیات میں بنی اسرائیل کو متنبہ کرنا ہے کہ اگر خیریت چاہتے ہیں تو اب پیغمبر عربی صلعم کی پیروی کریں، حق تعالیٰ اُن کے حال پر مہربانی فرمائیگا۔ ورنہ پہلے کی طرح پھر شرارتوں پر سزا ملیگی اور مسجد اقصیٰ کی تولیت سے محروم کر دئے جائیں گے۔ **ف۶** یعنی تورات میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ خالص توحید پر قائم رہیں اور خدا کے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھیں ہمیشہ اُسی پر بھروسہ اور توکل کریں۔ **ف۷** یعنی تم اُن کی اولاد ہو جو نوح کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر عذاب الٰہی سے بچے تھے۔ جو احسان تمہارے بڑوں پر کیا گیا اُسے فراموش مت کرو۔ دیکھو نوح علیہ السّلام جن کی اولاد میں تم ہو کیسے احسان شناس اور شکرگذار بندے تھے تم کو بھی اُن ہی کی راہ پر چلنا چاہیئے **ف۸** تورات میں یا کسی دوسری آسمانی کتاب میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ یہ قوم (بنی اسرائیل) دو مرتبہ ملک میں سخت خرابی پھیلائے گی اور ظلم و تکبر کا شیوہ اختیار کر کے سخت تمرّد و سرکشی کا مظاہرہ کریگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہر مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دردناک سزا کا مزہ چکھنا پڑا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ **ف۹** یعنی جن کو ہم نے سزا دینے کے لیئے تم پر مسلط کیا تھا۔ **ف۱۰** یعنی بستی میں مکانوں کے اندر گھس کر خوب کشت و خون اور لوٹ کھسوٹ کی۔ اس طرح خدا نے سزا دہی کا جو وعدہ کیا تھا پورا ہو کر رہا۔ **ف۱۱** یعنی جب تم ہماری طرف رجوع ہوئے اور توبہ و انابت کا طریقہ اختیار کیا، ہم نے پھر ایک مرتبہ تم کو دشمنوں پر غالب کیا۔

ف یعنی اُسکی ذات نقص و قصور اور ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک ہے جو بات ہمارے خیال میں بے انتہا عجیب معلوم ہو اور ہماری ناقص عقلیں اُسے بیحد مستبعد سمجھیں، خدا کی قدرت و مشیت کے سامنے وہ کچھ بھی مشکل نہیں ف۲ یعنی صرف ایک رات کے محدود حصہ میں اپنے مخصوص ترین اور مقرب ترین بندہ (محمد رسول اللہ صلعم) کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا اس سفر کی غرض کیا تھی؟ آگے لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا میں اُس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خود اس سفر میں یا "بیت المقدس" سے آگے کہیں اور لیجا کر اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب و غریب نمونے دکھلانے منظور تھے۔ سورۂ نجم میں ان آیات کا کچھ ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ "سدرۃ المنتہیٰ" تک تشریف لے گئے اور نہایت عظیم الشان آیات کا مشاہدہ فرمایا "وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى" (النجم رکوع ۱) علماء کی اصطلاح میں مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو "اسراء" اور وہاں سے اوپر "سدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیاحت کو "معراج" کہتے ہیں۔ اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ "اسراء" یا "معراج" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہ سے منقول ہیں جن میں معراج و اسراء کے واقعات بسط و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ جمہور سلف و خلف کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پرنور کو حالت بیداری میں بجسدہ الشریف معراج ہوئی۔ صرف دو تین صحابہ و تابعین سے منقول ہے کہ واقعہ اسراء و معراج کو منام (نیند) کی حالت میں بطور ایک عجیب و غریب خواب کے مانتے تھے۔ چنانچہ اسی سورۃ میں آگے چل کر جو لفظ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ" الخ آتا ہے اُس سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ سلف میں سے کسی کا قول نہیں کہ معراج حالت بیداری میں محض رُوحانی طور پر ہوئی ہو۔ جیسا کہ بعض حکماء و صوفیہ کے مذاق پر تجویز کیا جا سکتا ہے۔ روح المعانی میں ہے کہ لَيْسَ مَعْنَى الْاِسْرَاءِ بِالرُّوْحِ الذَّهَابُ يَقْظَةً كَالْاِنْسِلَاخِ الَّذِيْ ذَهَبَ اِلَيْهِ الصُّوْفِيَّةُ وَالْحُكَمَاءُ فَاِنَّهٗ وَاِنْ كَانَ خَارِقًا لِلْعَادَةِ وَمَحَلًّا لِلتَّعَجُّبِ اَيْضًا اِلَّا اَنَّهٗ اَمْرٌ لَا تَعْرِفُهُ الْعَرَبُ وَلَمْ يَذْهَبْ اِلَيْهِ اَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ" اھ بیشک ابن قیم نے زاد المعاد میں عائشہ صدیقہ، معاویہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کے مسلک کی اس طرح توجیہ کی ہے لیکن اُس پر کوئی نقل پیش نہیں کی، محض ظن و تخمین سے کام لیا ہے۔ ابن اسحٰق وغیرہ نے جو الفاظ اُن بزرگوں کے نقل کئے ہیں اُن میں کہیں حالت بیداری کی تصریح نہیں۔ بہرحال قرآن کریم نے جس قدر اہتمام اور ممتاز و درخشاں عنوان سے واقعہ "اسراء" کو ذکر فرمایا اور جس قدر جد و مستعدی سے مخالفین اسکی انکار و تکذیب پر تیار ہو کر میدان میں نکلے، حتیٰ کہ بعض موافقین کے قدم بھی لغزش کھانے لگے یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غریب خواب یا سیر روحانی کی نہ تھی۔ روحانی سیر و انکشافات کے رنگ میں آپ کے جو دعویٰ ابتدائے بعثت سے رہے ہیں۔ دعوے اسراء کفار کے لئے کچھ اُن سے بڑھ کر تعجب خیز و حیرت انگیز نہ تھا جو خصوصی طور پر اس کو تکذیب و تردید اور استہزاء و تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آؤ، آج مدعی نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سُنو، نہ آپ کو خاص اس واقعہ کے اظہار پر اس قدر متفکر و مشوش ہونے کی ضرورت تھی جو بعض روایات صحیحہ میں مذکور ہے بعض احادیث میں صاف لفظ ہیں "ثُمَّ اَصْبَحْتُ بِمَكَّةَ" یا "ثُمَّ اَتَيْتُ مَكَّةَ" (پھر صبح کے وقت میں مکہ پہنچ گیا) اگر معراج محض کوئی رُوحانی کیفیت تھی تو آپ مکہ سے غائب ہی کہاں ہوئے اور شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے موافق بعض صحابہ کا یہ دریافت کرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ "رات میں قیام گاہ پر تلاش کیا، حضور کہاں تشریف لے گئے تھے؟" ہمارے نزدیک "اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ" کے یہ معنی لینا کہ "خدا اپنے بندہ کو خواب میں یا محض رُوحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس لے گیا" اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص "فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ" کے یہ معنی لینے لگے کہ "اے موسیٰ! میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا محض رُوحانی طور پر لیکر مصر سے نکل جاؤ"۔ یا سورۂ کہف میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے جانا اور اُنکے ہمراہ سفر کرنا جس کے لئے کئی جگہ "فَانْطَلَقَا" کا لفظ آیا ہے، اُس کا مطلب یہ لیا جائے کہ یہ سب کچھ محض خواب میں یا بطور روحانی سیر کے واقع ہوا تھا۔ باقی لفظ "رُؤْيا" جو قرآن میں آیا، اُس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ فرما چکے ہیں "رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم"۔ مفسرین نے کلام عرب کے شواہد پیش کئے ہیں کہ "رؤیا" کا لفظ گاہ بگاہ مطلق رُویت (دیکھنے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اُس سے مُراد یہی اسراء کا واقعہ ہو تو مطلق نظارہ کے معنی لئے جائیں جو ظاہری آنکھوں سے ہُوا۔ تاکہ ظواہر نصوص اور جمہور اُمت کے عقیدہ کی مخالفت نہ ہو۔ ہاں شریک کی روایت میں بعض الفاظ ضرور ایسے آئے ہیں جن سے "اسراء" کا بحالت نوم واقع ہونا معلوم ہوتا ہے مگر محدثین کا اتفاق ہے کہ شریک کا حافظہ خراب تھا، اس لئے بڑے بڑے حُفّاظ حدیث کے مقابلہ میں اُنکی روایت قابل استناد نہیں ہو سکتی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے اواخر میں حدیث شریک کے اغلاط شمار کرائے ہیں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ اُن کی روایت کا مطلب ایسا لیا جا سکتا ہے جو عام احادیث کے مخالف نہ ہو۔ اس قسم کی تفاصیل ہم یہاں درج نہیں کر سکتے شرح صحیح مسلم میں یہ مباحث پوری شرح و بسط سے درج کئے ہیں۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ مذہب راجح یہی ہے کہ معراج و اسراء کا واقعہ حالت بیداری میں بجسدہ الشریف واقع ہوا۔

سُوْرَةُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاِثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ بنی اسرائیل مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں اور بارہ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ✩

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

پاک ذات ہے ف۱ جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے

اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ

مسجد اقصیٰ تک ف۲ جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے

هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى

سننے والا دیکھنے والا ف۳ اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کیا اس کو ہدایت

لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ② ذُرِّيَّةَ

بنی اسرائیل کے واسطے ف۴ کہ نہ ٹھہراؤ میرے سوا کسی کو کارساز ف۵ تم جو اولاد ہو اُن

مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ③ وَقَضَيْنَآ اِلٰى

لوگوں کی جنکو چڑھا لیا ہم نے نوح کے ساتھ بیشک وہ تھا بندہ حق ماننے والا ف۶ اور صاف کہہ سنایا ہم نے

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ

بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ تم خرابی کرو گے ملک میں دو بار اور

لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ④ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

سرکشی کرو گے بڑی سرکشی ف۷ پھر جب آیا پہلا وعدہ بھیجے ہم نے تم پر

عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ

اپنے بندے ف۸ سخت لڑائی والے پھر پھیل پڑے شہروں کے بیچ اور وہ

وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ

وعدہ ہونا ہی تھا ف۹ پھر ہم نے پھیر دی تمہاری باری ف۱۰ اُن پر اور قوت دی تم کو

ف یعنی بھلائی بُرائی کا جو کچھ نفع نقصان پہنچا تھا تم ہی کو پہنچا تھا، سو پہنچا۔ ف۲ یعنی ار مار کر تمہارے منہ بگاڑ دیے۔ اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں گھس کر پہلے کی طرح اودھم مچائی، ہیکل وغیرہ کو تباہ کر دیا۔ اس طرح "بنی اسرائیل" کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "تورات میں کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل دو بار شرارت کریں گے، اُس کی جزا میں دشمن اُن کے ملک پر غالب ہونگے۔ اسی طرح ہوا ہے۔ ایک بار جالوت غالب ہوا، پھر حق تعالیٰ نے اُس کو حضرت داؤدؑ کے ہاتھ سے ہلاک کیا۔ پیچھے بنی اسرائیل کو اور قوت زیادہ دی حضرت سلیمان کی سلطنت میں دوسری بار فارسی لوگوں میں بخت نصر غالب ہوا۔ تب سے اُنکی سلطنت نے قوت نہ پکڑی۔ اب فرمایا کہ اللہ مہربانی پر آیا ہے اگر اس نبی کے تابع ہو تو وہی سلطنت اور غلبہ پھر کرے اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم وہی کریں گے یعنی مسلمانوں کو اُن پر غالب کیا اور آخرت میں دوزخ تیار ہے"۔ بعض علماء نے پہلے وعدہ سے بخت نصر کا حملہ جو ولادت مسیح سے ۶۰۰ سال پہلے اور دوسرے وعدہ سے "طیطوس رومی" کا حملہ جو رفع مسیح سے ستر سال بعد ہوا مراد لیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں حملوں میں یہود پر پوری تباہی آئی اور مقدس ہیکل کو برباد کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی یوں تو تورات بھی بنی اسرائیل کو راہ بتانے والی تھی جیسا کہ پہلے فرمایا "هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ" لیکن یہ قرآن ساری دنیا کو سب سے زیادہ اچھی، سیدھی اور مضبوط راہ بتلاتا ہے۔ تمام قویم راہیں "اِس اقوم" کے تحت میں مندرج ہو گئی ہیں۔ لہٰذا اگر کامیابی اور نجات چاہتے ہو تو خاتم الانبیاء کی پیروی میں اِسی سیدھی سڑک پر چلو۔ جو لوگ قلب و جوارح یعنی ایمان و عمل صالح سے اس صاف و کشادہ راہ پر چلیں گے قرآن اُن کو دنیا میں حیات طیبہ کی اور آخرت میں جنت کی عظیم الشان بشارت سناتا ہے۔ باقی جنہیں انجام کا کچھ خیال نہیں، اندھا دھند دنیا کی لذات و شہوات میں غرق ہیں آخرت کی اصلا فکر نہیں رکھتے۔ اُنکا انجام اگلے جملہ میں بیان کیا گیا ہے ف۵ یعنی قرآن تو لوگوں کو سب سے بڑی بھلائی کی طرف بلاتا اجر کبیر کی بشارتیں سناتا، اور بدی کے ہلاک نتائج سے آگاہ کرتا ہے لیکن حضرت انسان کا حال یہ ہے کہ وہ سب کچھ سننے کے بعد بھی اپنے لئے بُرائی کو اسی اشتیاق و الحاح سے طلب کرتا ہے جس طرح کوئی بھلائی مانگتا ہو، یا جیسے بھلائی طلب کرنا چاہئے وہ انجام کی طرف سے آنکھیں بند کر کے بڑی تیزی کے ساتھ گناہوں اور برائیوں کی طرف لپکتا ہے بلکہ بعض بدبخت تو صاف لفظوں میں زبان کر کہہ اُٹھتے ہیں "اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ" (خداوندا! اگر پیغمبر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا اور کوئی سخت عذاب نازل کیجئے) بعض بیوقوف غصہ میں جھنجلا کر اپنے حق میں یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بے سوچ سمجھے بددعا کر بیٹھتے ہیں بعض دنیا کے نفع عاجل کو مقصود بنا کر ہر ایک حلال و حرام طریقہ سے اُسکی طرف دوڑتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس لہلہاتے پودے کے نیچے سانپ بچھو بھی چھپے ہوئے ہیں۔ جو انجام کار ہلاکت کے گڑھے میں پہنچا کر رہیں گے حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنی جلد بازی سے کسی چیز کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ لیتا ہے، بدی کے دور رس نتائج پر غور نہیں کرتا بس جو بات کسی وقت سانح ہوئی فوراً کہہ ڈالی یا ایک دم کر گذرا۔ جدھر قدم اُٹھ گیا بے سوچے سمجھے اُدھر ہی بڑھتا چلا گیا۔ اگر جلد بازی چھوڑ کر متانت، تدبر اور انجام بینی سے کام لے تو کبھی ایسی غلطیاں نہ کرے۔ ف۶ رات کا اندھیرا، دن کا اُجالا، دونوں میں سے کبھی اس کا کبھی اُس کا چھوٹا بڑا ہونا، پھر رات میں چاند کی آہستہ آہستہ گھٹنے بڑھنے والی، ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی، دن میں آفتاب عالمتاب کی تیز اور گرم روشنی، یہ سب خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کے نمونے ہیں جن میں سے ہر ایک کا مستقل نظام علیحدہ ہے جس کے ساتھ سینکڑوں فوائد اور مصالح وابستہ ہیں۔ اور سب کا مجموعی نظام الگ ہے جو شروع سے اب تک نہایت مضبوط و محکم قوانین کے ماتحت چل رہا ہے۔ ف۷ یعنی رات کا نمونہ تاریک و دھندلا ہوا ہے، چاند کی روشنی سورج کے اعتبار سے دھیمی اور دھندلی ہوتی ہے بلکہ خود جرم قمر بھی دیکھنے والے کو داغدار نظر آتا ہے۔ ف۸ یعنی دن کے وقت سورج کی روشنی میں ہر چیز صاف دکھائی دیتی ہے لوگ تازہ دم ہو کر روزی کی تلاش میں نکلتے اور مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ الغرض شب میں جن چیزوں پر تاریکی کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ سورج کی شعاعیں سب کو بے حجاب کر دیتی ہیں۔ اور جو لوگ خواب گراں سے مدہوش تھے آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر گشت لگانے لگتے ہیں۔ ف۹ یعنی لیل و نہار کی آمد و شد اور شمس و قمر کے طلوع و غروب سے مہینوں اور سالوں کی گنتی اور بہت طرح کے چھوٹے بڑے حساب متعلق ہیں۔ ف۱۰ تم سمجھ لو کہ گھبرانے اور جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کے یہاں ہر چیز کا خیر ہو یا شر ایک وقت اور اندازہ مقرر ہے۔ جیسے رات اور دن، کسی کی جلد بازی اور شتاب کاری سے رات کم نہیں ہو جاتی یا دن بڑھ نہیں جاتا۔ اپنے وقت پر آپ صبح و شام ہوتی ہے، شر کے بعد خیر اور خیر کے بعد شر کا آنا بھی ایسا ہی سمجھو جیسے رات کے پیچھے دن اور دن کے پیچھے رات برابر لگی چلی آتی ہے۔ دنیا کے تمام خیر و شر کا سلسلہ ایک معین ضابطہ اور نظام کے ماتحت ہے جس کا توڑ ڈالنا کسی کے امکان میں نہیں۔ اس دنیا کی مکدر و منغص زندگی کو شب تاریک کے مشابہ سمجھو جس کے اندھیرے میں آدمی کو خیر و شر کے نتائج بالکل صاف دکھائی نہیں دیتے۔ بیشک حق تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کو بھیجا کہ رات کی اندھیری میں مخلوق کو صحیح راستہ بتلائیں اور اُن کی آنکھوں کے سامنے اپنے اپنے درجہ کے موافق اُجالا کریں جس کو لوگوں کو خیر و شر کی حقیقت اور اُس کے نتائج کا انکشاف ہو جائے۔ لیکن ایسا صریح اور بدیہی انکشاف جس میں کسی فرد بشر کو انکار یا شبہ کی مجال ہی باقی نہ رہے، اُس وقت ہوگا جب ہماری دنیوی زندگی کی رات ختم ہو کر فردائے محشر کا دن نکل آئیگا۔ انسان کے وہی اعمال جو دنیا کی دھندلی زندگی میں بروقت اُس کے گلے کا ہار بنے ہوئے تھے، پر غفلت و جہالت وغیرہ کی تاریکی (بقیہ…)

بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿٦﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ

مال سے اور بیٹوں سے اور اُس سے زیادہ کر دیا تمہارا لشکر ✡ اگر بھلائی کی تم نے تو بھلا کیا

لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا

اپنا اور اگر بُرائی کی تو اپنے لئے ف۱ پھر جب پہنچا وعدہ دوسرا بھیجے اور بندے کہ اُداس

وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا

کردیں تمہارے منہ اور گھس جائیں مسجد میں جیسے گھس گئے تھے پہلی بار اور خراب کردیں جس جگہ

عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿٧﴾ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا

غالب ہوں پوری خرابی ف۲ بعید نہیں تمہارے رب سے کہ رحم کرے تم پر اور اگر پھر وہی کرو گے تو ہم پھر وہی کریں گے اور کیا ہے

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿٨﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ

دوزخ کو کافروں کا قید خانہ ف۳ یہ قرآن بتلاتا ہے وہ راہ جو سب کی

اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا

سیدھی ہے اور خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو عمل کرتے ہیں اچھے کہ اُن کے لئے ثواب

كَبِيْرًا ﴿٩﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

بڑا ہے ف۴ اور یہ کہ جو نہیں مانتے آخرت کو اُن کے لئے تیار کیا ہے ہم نے عذاب

اَلِـيْمًا ﴿١٠﴾ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاۗءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

دردناک ✡ اور مانگتا ہے آدمی بُرائی جیسے مانگتا ہے بھلائی اور ہے انسان

عَجُوْلًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ

جلد باز ف۵ اور ہم نے بنائے رات اور دن دو نمونے ف۶ پھر مٹا دیا رات کا نمونہ ف۷ اور

جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا

بنا دیا دن کا نمونہ دیکھنے کو تاکہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا ف۸ اور تاکہ معلوم کرو

عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿١٢﴾ وَكُلَّ

گنتی برسوں کی اور حساب ف۹ اور سب چیز سنائی ہم نے کھول کر ف۱۰ اور جو

بقیہ صفحہ ۳۶۶ میں صاف نظر آتے تھے قیامت کی صبح ہوتے ہی ایک کھلی کتاب کی شکل میں سامنے آجائیں گے جیسے روز روشن کے اُجالے میں ہر شخص بے تکلف پڑھ سکیگا۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاۗءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (قٓ رکوع ۲) اُس وقت اپنے تمام چھوٹے بڑے اعمال کو اصلی رنگ میں دیکھ کر بول اُٹھے گا "مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا" (کہف رکوع ۶)

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی شومی قسمت اور زشتیٔ اعمال اُس کے گلے کا ہار ہے بُری قسمت کے ساتھ بُرے عمل ہیں کہ چھوٹ نہیں سکتے وہ ہی نظر آئیں گے قیامت میں۔ ف۲ یعنی نامۂ اعمال اُس کے ہاتھ میں دیدیا جائیگا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کرلے۔ جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی رہا تو نہیں یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا ہر آدمی اُس وقت یقین کریگا کہ ذرہ ذرہ عمل بلاکم وکاست اُس میں موجود ہے۔ دنیا میں جو کتاب بھیجی (قرآن کریم) اور چاند سورج وغیرہ سے جو حساب متعلق ہے پہلے اُس کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں قیامت کے حساب کتاب کا ذکر فرمایا جو اُسی پہلے حساب وکتاب پر بطور نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ف۳ یعنی سیدھی راہ خدا نے سب کو بتلا دی اب جو کوئی اُس پر چلے یا نہ چلے، اپنا بھلا بُرا خود سوچ لے۔ کیونکہ اپنے طریق عمل کا نفع یا نقصان اُسی کو پہنچیگا۔ ایک کے گناہوں کی گٹھری دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جائے گی۔ ف۴ یعنی بلاشبہ بُرے عمل آفت لاتے ہیں، پر حق تعالیٰ بغیر سمجھائے نہیں پکڑتا اسی واسطے رسول بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بے خبر اور غافل نہ رہنے دیں، نیک وبد سے پوری طرح آگاہ کردیں جن باتوں کو آدمی محض عقل وفطرت کی رہنمائی سے سمجھ سکتا ہے۔ (مثلاً وجود باری یا توحید) اُن کی مزید تشریح وتوثیق پیغمبروں کی زبانی کردیجائے اور جن چیزوں کے ادراک میں محض عقل کافی نہ ہو انہیں وحی والہام کی روشنی میں پیش کیا جائے اسی لئے ابتدائے آفرینش سے حق تعالیٰ نے وحی ورسالت کا سلسلہ جاری رکھا۔ تا آنکہ انبیاء علیہم السّلام کے انوار وفیوض نے دنیا میں ایسی فضا پیدا کردی کہ کوئی معذب قوم دنیا یا آخرت میں جہل وبے خبری کا عذر پیش کر کے عذاب الٰہی سے رستگاری حاصل نہیں کرسکتی۔ (تنبیہ) مفسرین نے یہاں "اصحاب فترت" اور اطفال صغار کی تعذیب پر بحث شروع کردی ہے۔ ہم تطویل کے خوف سے درج نہیں کرسکتے۔ ف۵ یعنی جب بداعمالیوں کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دفعۃً پکڑ کر ہلاک نہیں کردیتے، بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دیجاتی ہے اول پیغمبر یا اُسکے نائبین کی زبانی خدائی احکام اُن کو پہنچائے جاتے ہیں خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے، آگاہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رَد کردیتے اور کھلے بند نافرمانیاں کرکے تمام بستی کی فضا کو مسموم ومکدر بنا دیتے ہیں، اُس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کرکے عذاب الٰہی کی مستحق ہوجاتی ہے (نعوذ باللہ من شرور انفسنا) (تنبیہ) وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ اَنَّ الْاَمْرَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى "اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا" اَمْرٌ تَكْوِيْنِيٌّ قَدَرِيٌّ بِالْفِسْقِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ" مَعْنَاهُ نَفْيُ الْاَمْرِ التَّشْرِيْعِيِّ فَلَا مُنَافَاةَ. فافہم۔ ف۶ آدم ونوح کے درمیانی زمانہ میں سب آدمی اسلام پر رہے۔ پھر شرک وبت پرستی شروع ہوئی۔ نوح علیہ السّلام اُنکی اصلاح کے لئے بھیجے گئے سیکڑوں برس سمجھایا، نہ مانے، آخر سب ہلاک کئے گئے۔ اس کے بعد بہت سی قومیں (عاد وثمود وغیرہ) تباہ ہوئیں۔ حاصل یہ کہ قوموں کے ہلاک کئے جانے کا سلسلہ بعثت نوح کے بعد سے شروع ہوا۔ ف۷ یعنی کسی کو بے قصور نہیں پکڑتا نہ غیر مناسب سزا دیتا ہے، بلکہ ہر ایک کے گناہوں کو دیکھ کر اور اُس کے اوضاع واطوار کو پوری طرح جان کر موزوں ومناسب برتاؤ کرتا ہے۔ ف۸ یعنی ضروری نہیں کہ ہر عاشق دنیا کو فوراً ہلاک کردیا جائے۔ نہیں۔ ہم ان لوگوں میں سے جو صرف متاع دنیا کے لئے سرگرداں ہیں، جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں اپنی حکمت ومصلحت کے موافق دنیا کا سامان دیدیتے ہیں تا اُن کی جدوجہد اور فانی نیکیوں کا فانی پھل ملجائے۔ اور اگر آخری سعادت مقدر نہیں تو شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز ہوکر نہایت ذلت ورسوائی کے ساتھ دوزخ کے ابدی جیلخانہ میں دھکیل دیے جائیں ف۹ یعنی جس کے دل میں ایمان ویقین موجود ہو اور نیک نیتی سے خدا کی خوشنودی اور ثواب اُخروی کی خاطر پیغمبر کے بتلائے ہوئے راستہ پر عملی دوڑ دھوپ کرے، اُس کی کوشش ہرگز ضائع ہونے والی نہیں۔ یقیناً بارگاہ احدیت میں حسن قبول سے سرفراز ہوکر رہیگی۔

اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا

آدمی ہے لگادی ہے ہم نے اُسکی بُری قسمت اُسکی گردن سے اور نکال دکھائینگے اُس کو قیامت کے دن ایک کتاب

يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾

کہ دیکھیگا اُس کو کھلی ہوئی ف۱ پڑھ لے کتاب اپنی تو ہی بس ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا ف۲

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا

جو کوئی راہ پر آیا تو آیا اپنے ہی بھلے کو اور جو کوئی بہکا رہا تو بہکا رہا اپنے ہی بُرے کو

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ

اور کسی پر نہیں پڑتا بوجھ دوسرے کا ف۳ اور ہم نہیں ڈالتے بلا جب تک نہ بھیجیں

رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا

کوئی رسول ف۴ اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو حکم بھیجدیا اُسکے عیش کرنیوالوں کو پھر انہوں نے نافرمانی

فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ

کی اُس میں تب ثابت ہوگئی اُن پر بات پھر اُکھاڑ مارا ہم نے اُنکو اُٹھا کر ف۵ اور بہت غارت کردیے ہم نے

الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا

قرن نوح کے پیچھے ف۶ اور کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کے گناہ جاننے والا

بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ لِمَنْ

دیکھنے والا ف۷ جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر جلد دیدیں ہم اُس کو اُسی میں جتنا چاہیں جس کو

نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ

چاہیں پھر ٹھہرایا ہے ہم نے اُسکے واسطے دوزخ داخل ہوگا اُس میں اپنی بُرائی سنکر دھکیلا جاکر ف۸ اور جس نے چاہا

الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

پچھلا گھر اور دوڑ کی اُسکے واسطے جو اُسکی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے سو ایسوں کی دوڑ

مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ ۭ وَ

ٹھکانے لگی ہے ف۹ ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں اِن کو اور اُن کو تیرے رب کی بخشش میں سے اور

مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى

تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں روک لی ف۱ دیکھ کیسا بڑھا دیا ہمنے ایک کو

بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ

ایک سے اور پچھلے گھر میں تو اور بڑے درجے ہیں اور بڑی فضیلت ف۲ مت ٹھہرا اللہ

اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

کے ساتھ دوسرا حاکم پھر بیٹھ رہیگا تو الزام کھاکر بیکس ہو کر ف۳ اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو

اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ

اُس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو ف۴ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو

اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا

ایک اُن میں سے یا دونوں تو نہ کہہ اُن کو ہوں اور نہ جھڑک اُن کو اور کہہ اُن سے

قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ

بات ادب کی ف۵ اور جھکا دے اُنکے آگے کندھے عاجزی کر کر نیازمندی سے اور کہہ

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ ؕ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ

اے رب اُن پر رحم کر جیسا پالا اُنہوں نے مجھ کو چھوٹا سا ف۶ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے جی میں ہے

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ

اگر تم نیک ہوگے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے ف۷ اور دے

ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾

قرابت والے کو اُس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اُڑا بیجا ف۸

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ

بیشک اُڑانے والے بھائی ہیں شیطانوں کے اور شیطان ہے

لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ

اپنے رب کا ناشکر ف۹ اور اگر کبھی تغافل کرے تو اُنکی طرف سے انتظار میں اپنے رب کی مہربانی کے

ف۱ یعنی حق تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے موافق بعض طالبین دُنیا کو دنیا اور تمام طالبین آخرت کو آخرت عطا فرماتا ہے۔ اُس کی عطا میں کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ طالب دُنیا ہو یا طالب آخرت دنیوی امداد سے دونوں کو حسب مصلحت حصّہ پہنچتا ہے۔ محض کفر و عصیان کی وجہ سے دنیوی بخشش کے دروازے بند نہیں کر دیے جاتے۔ ف۲ یعنی دنیوی زندگی میں مال، دولت، عزت، حکومت، اولاد وغیرہ کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر کسی قدر فضیلت ہے۔ اسی پر قیاس کرلو کہ آخرت میں تفاوت اعمال و احوال کے لحاظ سے کس قدر فرق مراتب ہوگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہے کہ درجات جنت اور درکات جہنم بے حد متفاوت ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا تفاوت ہوگا۔ نیچے والے اوپر والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے ہم زمین پر کھڑے ہو کر اُفق میں کوئی ستارہ دیکھتے ہیں۔ پہلے بتایا جا چکا کہ جنت کے یہ درجات اُن ہی کو مل سکتے ہیں جو آخرت کے لئے اُس کے لائق دوڑ دھوپ کریں۔ اگلی آیتوں میں دور تک آخرت کی سعی کا طریقہ بتلایا گیا ہے جس پر چلنے سے انسان کو یہ بلند مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے "تورات" کی ساری (اخلاقی) تعلیم سورۂ "بنی اسرائیل" کی پندرہ آیتوں میں درج کر دی ہے۔ وہ پندرہ آیتیں اگلے رکوع سے شروع ہوتی ہیں۔ ف۳ یعنی شرک ایسی ظاہر البطلان چیز ہے جس کے اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے، بلکہ دنیا کے ہر عقلمند کے نزدیک تم مذموم و ملزم ٹھہروگے۔ چنانچہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جن مذاہب میں شرک صریح کی تعلیم تھی وہ بھی دانشمندوں کی سوسائٹی میں جگہ حاصل کرنے کے لئے اپنی ترمیم و اصلاح کر کے آہستہ آہستہ توحید کی طرف قدم اُٹھا رہے ہیں۔ ہر ایک عاقل یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ اشرف المخلوقات انسان کے لئے یہ چیز سخت ذلت و رسوائی کا موجب ہے کہ اپنے سے کمتر یا کسی عاجز مخلوق کے سامنے سربسجود ہو جائے۔ خصوصًا اُن چیزوں کے سامنے دست سوال دراز کرے جو خود اسی کی تراشی ہوئی ہیں جو آدمی خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے جھکتا ہے، خدائے بے نیاز حقیقی نصرت و برکت کا دروازہ اُس پر بند کر کے کمزوری اور بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ سخت کٹھن وقت میں جبکہ اُسے اعانت و امداد کی بڑی ضرورت ہوگی، کوئی یار و مددگار نہ ملے گا "ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ" ف۴ خدا تو حقیقۃً بچہ کو وجود عطا فرماتا ہے۔ والدین اُس کی ایجاد کا ظاہری ذریعہ ہیں، اس لئے کئی آیتوں میں خدا تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ذکر کئے گئے۔ حدیث میں ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو پایا اور اُن کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں اُن کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے۔ مرنے کے بعد اُن کا جنازہ پڑھے، اُن کے لئے دعا و استغفار کرے، اُن کے عہد تا مقدور پورے کرے، اُن کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسن سلوک سے اور اُن کے اقارب کے ساتھ صلہ رحم سے پیش آئے۔ وغیر ذلک۔ ف۵ بڑھاپے میں خدمت کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے، جس سے بعض اوقات اہل و عیال بھی اُکتانے لگتے ہیں۔ زیادہ پیرانہ سالی میں ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے۔ بڑی سعادتمند اولاد کا کام ہے کہ اُس وقت بڈھے والدین کی خدمت گذاری و فرمانبرداری سے جی نہ ہارے۔ قرآن نے تنبیہ کی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا اُن کے مقابلہ میں زبان سے "ہوں" بھی مت کرو۔ بلکہ بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ ابن مسیّب نے فرمایا ایسی طرح بات کرو جیسے ایک خطاوار غلام سخت مزاج آقا سے کرتا ہے۔ ف۶ یعنی جب میں بالکل کمزور و ناتواں تھا اُنہوں نے میری تربیت میں خون پسینہ ایک کر دیا۔ اپنے خیال کے موافق میرے لئے ہر ایک راحت و خوبی کی فکر کی۔ ہزارہا آفات و حوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ بارہا میری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی، آج اِن کی ضعیفی کا وقت آیا ہے، جو کچھ میری قدرت میں ہے اُن کی خدمت و تعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں اور موت کے بعد اُن پر نظر رحمت فرما۔ ف۷ یعنی والدین کی تعظیم اور اُن کے سامنے تواضع و فروتنی صمیم قلب سے ہونی چاہئے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے۔ اگر فی الواقع تم دل سے نیک اور سعادتمند ہوگے اور خدا کی طرف رجوع ہو کر اخلاص و حق شناسی کے ساتھ اُن کی خدمت کروگے تو وہ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگذر فرمائیگا۔ فرض کرو اگر کسی وقت باوجود نیک نیتی کے تنگ دلی یا تنک مزاجی سے کوئی فروگذاشت ہوگئی، پھر توبہ و رجوع کیا تو اللہ بخشنے والا ہے۔ (تنبیہ) والدین کی فرمانبرداری کن چیزوں میں ہے اور کن میں نہیں؟ اسکی تفصیل کتب فقہ وغیرہ میں دیکھنا چاہئے۔ روح المعانی میں بھی اس پر مفید و مبسوط کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔ ف۸ یعنی قرابت والوں کے مالی و اخلاقی ہر قسم کے حقوق ادا کرو۔ محتاج و مسافر کی خبرگیری رکھو اور خدا کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اُڑاؤ۔ فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کرے جو آگے چل کر تفویت حقوق اور ارتکاب حرام کا سبب بنے۔ ف۹ یعنی مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی ہو، بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملے، اسکو بیجا اُڑانا ناشکری ہے جو شیطان کی تحریک اغواء سے وقوع میں آتی ہے اور آدمی ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان و اضلال میں خرچ کیا۔ اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اُڑایا۔

تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً

جسکی تجھ کو توقع ہے تو کہدے اُن کو بات نرمی کی ف۱ اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے اُس کو بالکل کھول دینا پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا ہارا ہوا ف۲

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

تیرا رب کھول دیتا ہے روزی جسکے واسطے چاہے اور تنگ بھی وہی کرتا ہے ف۳ وہی ہے اپنے بندوں کو

خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ

جاننے والا دیکھنے والا ف۴ اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے ہم

نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا

روزی دیتے ہیں اُنکو اور تم کو ف۵ بیشک اُن کا مارنا بڑی خطا ہے ف۶ اور پاس نہ جاؤ

الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

زنا کے ف۷ وہ ہے بیحیائی اور بُری راہ ہے ف۸ اور نہ مارو اُس جان کو

الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا

جس کو منع کر دیا ہے اللہ نے مگر حق پر ف۹ اور جو مارا گیا ظلم سے تو دیا ہم نے

لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

اُسکے وارث کو زور سو حد سے نہ نکل جائے قتل کرنے میں ف۱۰ اُس کو مدد ملتی ہے ف۱۱

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ

اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جس طرح کہ بہتر ہو جب تک کہ وہ پہنچے اپنی جوانی کو ف۱۲

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا

اور پورا کرو عہد کو بیشک عہد کی پوچھ ہوگی ف۱۳ اور پورا بھر دو ماپ جب

كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

ماپ کر دینے لگو اور تولو سیدھی ترازو سے ف۱۴ یہ بہتر ہے اور اچھا ہے اُس کا انجام ف۱۵

ف۱ یعنی جو کوئی ہمیشہ سخاوت کرتا ہے اور ایک وقت اُس کے پاس نہیں ہے. تو اللہ کے ہاں امید والے کا محروم جانا خوش نہیں آتا اُس محتاج کی قسمت سے اللہ سخیوں کو بھیجدیتا ہے. سو اس واسطے اگر ایک وقت تو نہ دیسکے تو نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت کر دے. مثلاً یہ کہدیا جائے کہ جب خدا ہم کو دیگا انشاء اللہ ہم تمہاری خدمت کریں گے. سختی اور بداخلاقی سے جواب دینے میں اندیشہ ہے کہ کہیں اگلی خیراتیں بھی برباد نہ ہو جائیں. ف۲ یعنی سب الزام دیں کہ کنوس مکھی چوس ہے. یا یہ کہ اتنا کیوں دیا کہ آپ محتاج رہ گیا. غرض ہر معاملہ میں توسط و اعتدال مرعی رکھنا چاہیے. نہ ہاتھ اس قدر کھینچے کہ گردن سے لگ جائے اور نہ طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنے میں ایسی کشادہ دستی دکھلائے کہ پھر بھیک مانگنی پڑے اور ہاتھ کھلے کا کھلا رہ جائے. ابن کثیر لکھتے ہیں "مُنْتَطِی فَوْقَ طَاقَتِكَ وَتُخْرِجُ اَكْثَرَ مِنْ دَخْلِكَ" یعنی طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے زائد خرچ کرنا بھی "وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ" کے تحت میں داخل ہے. حدیث میں ہے مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ (جس نے میانہ روی اختیار کی محتاج نہیں ہوا) ف۳ یعنی تمہارے ہاتھ روکنے سے تم غنی اور دوسرا فقیر نہیں ہو جاتا. نہ تمہاری سخاوت سے وہ غنی اور تم فقیر بن سکتے ہو. فقیر و غنی بنانا اور روزی کا کم و بیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ افسوس آج ہمارے پاس نہیں ہے، یہ فقیر جو امید لیکر آیا تھا کیا کہیگا. فقر و غنی کے مختلف احوال بھیجنا اُسی مالک علی الاطلاق کے قبضہ میں ہے. تمہارا کام میانہ روی سے امتثال حکم کرنا ہے. حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی محتاج کو دیکھ کر بالکل بیتاب نہ ہو جا. اُس کی حاجت روائی تیرے ذمہ نہیں. اللہ کے ذمہ پر ہے. لیکن یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام کو فرمائی ہیں جو بیحد سخی واقع ہوئے تھے. باقی جس کے جی سے مال نہ نکل سکے اُس کو پابند کیا ہے دینے کا. حکیم بھی گرمی والے کو سرد دوا دیتا ہے اور سردی والے کو گرم". ف۴ یعنی ہر ایک بندے کے ظاہری و باطنی احوال و مصالح سے خبردار ہے. اُسی کے موافق معاملہ کرتا ہے. حدیث قدسی میں فرمایا کہ میرے بعض بندے وہ ہیں جن کی درستی حال فقیری ہی میں ہے. اگر میں اس کو غنی کر دیتا تو اُس کا دین تباہ ہو جاتا. اسکے برعکس بعض وہ بندے ہیں جن کو غنی بنایا، اگر فقیر بنا دیا جاتا تو دین پر قائم نہ رہ سکتے. اس کے علاوہ بعض اشقیاء کے حق میں غناء ظاہری محض امہال و استدراج کے طور پر یا فقر و تنگدستی عقوبت اور سزا کے طریقہ سے ہے. (عیاذاً باللہ من ہذا وذا) ہم پہلے کئی جگہ اس کی تقریر کر چکے ہیں. ف۵ بعض کافر اولاد کو مار ڈالتے تھے کہ ان کا خرچ کہاں سے لائیں گے. سورۂ "انعام" میں اسی مضمون کی آیت گذر چکی. تفصیل وہاں ملاحظہ کر لی جائے. ف۶ کیونکہ یہ بے رحمی کی حرکت نسل انسانی کے قطع کرنے کا موجب ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے کو حق تعالیٰ کی رزاقی پر اعتماد نہیں. ف۷ یعنی زنا کرنا تو بڑی سخت چیز ہے. اُس کے پاس بھی مت جاؤ. گویا "لَا تَقْرَبُوْا" میں مبادی زنا سے بچنے کی ہدایت کر دی گئی. مثلاً اجنبی عورت کی طرف بدون عذر شرعی نظر کرنا یا بوس و کنار وغیرہ. ف۸ کیونکہ زنا سے انساب میں گڑبڑ ہوتی ہے اور بہت طرح کی لڑائیاں اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں. اور سب کے لئے بُری راہ نکلتی ہے. حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اگر یہ راہ نکلی تو ایک شخص دوسرے کی عورت پر نظر کرے، کوئی دوسرا اس کی عورت پر کریگا". مسند امام احمدؒ میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ مجھے زنا کی اجازت دیدیجئے. حاضرین نے اُسے ڈانٹ بتلائی کہ (پیغمبر خدا کے سامنے ایسی گستاخی!) خبردار چپ رہو. حضورؐ نے اُس کو فرمایا کہ میرے قریب آؤ، وہ قریب آکر بیٹھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو یہ حرکت اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپی، خالہ میں سے کسی کی نسبت پسند کرتا ہے؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا مجھ کو آپ پر قربان کرے، ہرگز نہیں. فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں بیٹیوں، بہنوں، پھوپیوں اور خالاؤں کے لئے یہ فعل گوارا نہیں کرتے. پھر آپ نے دعا فرمائی کہ الٰہی اس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کے دل کو پاک اور شرمگاہ کو محفوظ کر دے". ابوامامہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد اُس شخص کی یہ حالت ہو گئی کہ کسی عورت وغیرہ کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتا تھا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ. ف۹ صحیحین میں ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین صورتوں میں، جان کے بدلے جان. یا زانی محصن یا جو شخص دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے. ف۱۰ یعنی اولیائے مقتول کو اختیار ہے کہ حکومت سے کہہ کر خون کا بدلہ لیں. لیکن بدلہ لیتے وقت حد سے نہ گذریں. مثلاً قاتل کی جگہ غیر قاتل کو سزا دلوانے لگیں یا قاتل کے ساتھ دوسرے بے گناہوں کو بھی شامل کریں. یا قاتل کے ناک، کان وغیرہ کاٹنے اور مثلہ کرنے لگیں. ف۱۱ یعنی خدا نے اُسکی مدد کی کہ بدلہ لینے کا حق دیا اور حکام کو امر فرمایا کہ حق دلوانے میں کمی نہ کریں بلکہ ہر کسی کو لازم ہے کہ خون کا بدلہ دلوانے میں مدد کرے. نہ یہ کہ اُلٹا قاتل کی حمایت کرنے لگے. اور وارث کو بھی چاہیے کہ ایک کے بدلے دو نہ مارے یا قاتل ہاتھ نہ لگا تو اُسکے بیٹے بھائی کو نہ مار ڈالے جیسے جاہلیت میں رواج تھا. ف۱۲ یعنی یتیم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ. ہاں اگر اُسکی حفاظت و نگہداشت اور خیر خواہی مقصود ہو تو مضائقہ نہیں. جس وقت جوان ہو جائے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگے. مال اُسکے حوالہ کر دو. ف۱۳ اس میں سب عہد داخل ہیں خواہ اللہ سے کئے جائیں یا بندوں سے بشرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں. حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ کسی کو قول و قرار دیکر بدعہدی کرنا، اس کا وبال ضرور پڑتا ہے. ف۱۴ یعنی جھونک نہ مارو. ماپ تول میں کمی کرنے سے معاملات کا نظام مختل ہو جاتا ہے. قوم شعیب کی ہلاکت کا قصہ پہلے کئی جگہ آچکا ہے. اُنکا بڑا عملی گناہ یہی بیان کیا گیا ہے. روایات میں ہے کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت پا کر محض خدا کے خوف سے رُک جائے تو خدا تعالیٰ اسی دنیا میں آخرت سے پہلے اس کو نعم البدل عطا فرمائیگا. ف۱۵ یعنی دغابازی اوّل چلتی ہے پھر لوگ خبردار ہو کر اُس سے معاملہ نہیں کرتے. اور پورا حق دینے والا سب کو (بقیہ برصفحہ ۳۷۰)

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بیشک کان اور آنکھ اور دل ان

اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔــوْلًا ۝٣٦ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ

سب کی اُس سے پوچھ ہوگی ف١ اور مت چل زمین پر اتراتا ہوا تو

لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝٣٧ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ

پھاڑ نہ ڈالیگا زمین کو اور نہ پہنچے گا پہاڑوں تک لمبا ہوکر ف٢ یہ جتنی باتیں ہیں اُن سب

سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝٣٨ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ

میں بُری چیزیں تیرے رب کی بیزاری ف٣ یہ ہے اُن باتوں میں سے جو وحی بھیجی تیرے رب نے تیری طرف عقل

الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا

کے کاموں سے ف٤ اور نہ ٹھہرا اللہ کے سوائے کسی اور کی بندگی پھر پڑے تو دوزخ میں الزام کھاکر

مَّدْحُوْرًا ۝٣٩ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ

دھکیلا جاکر ف٥ کیا تم کو چن کر دیدیے تمہارے رب نے بیٹے اور اپنے لئے کرلیا فرشتوں کو

اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝٤٠ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

بیٹیاں تم کہتے ہو بھاری بات ف٦ اور پھیر پھیر کر سمجھایا ہم نے اس قرآن میں

لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝٤١ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِـهَةٌ

تاکہ وہ سوچیں اور اُن کو زیادہ ہوتا ہے وہی بدکنا ف٧ کہہ اگر ہوتے اُسکے ساتھ اور حاکم

كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۝٤٢ سُبْحٰنَهٗ

جیسا یہ بتلاتے ہیں ف٨ تو نکالتے صاحب عرش کی طرف راہ ف٩ وہ پاک ہے

وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝٤٣ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ

اور برتر ہے اُن کی باتوں سے بےنہایت ☆ اُسکی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور

الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ

زمین اور جو کوئی اُن میں ہے اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اُسکی لیکن

ع ١٠

بقیہ صفحہ ٣٦٩. بھلا ٹھکا ہے۔ اللہ اسکی تجارت خوب چلاتا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف١ یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال، نہ اس کی اندھا دُھند پیروی کر، آدمی کو چاہئے کہ کان، آنکھ اور دل ودماغ سے کام لے کر اور بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے، سُنی سُنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عملدرآمد شروع نہ کردے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا بے تحقیق چیزیں سُن کر کسی کے درپئے آزار ہونا، یا بغض وعداوت قائم کرلینا، باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، اَن دیکھی یا اَن سُنی چیزوں کو دیکھی یا سُنی ہوئی بتلانا، غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا، بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟ ف٢ یعنی متکبروں کی چال چلنا انسان کو زیبا نہیں۔ نہ تو زور سے پاؤں مار کر وہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ گردن اُبھارنے اور سینہ تاننے سے اونچا ہو کر پہاڑوں کی برابر ہو سکتا ہے۔ پھر ایسے ضعف وعجز اور اس بساط پر اپنے کو اس قدر لمبا کھینچنے سے کیا فائدہ؟ ف٣ یعنی جن باتوں کو اوپر منع کیا اُن کے کرنے میں رب کی بیزاری، اور جن کا حکم کیا اُن کے نہ کرنے میں بیزاری ہے ف٤ یعنی اوپر جو پُر مغز اور بیش بہا نصیحتیں کی گئیں، یہ وہ علم وحکمت اور تہذیب اخلاق کی باتیں ہیں جنہیں عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ اور جو وحی کے ضمن میں نبی اُمّی صلعم کی طرف بلا واسطہ اور اُمّت اُمیّہ کی طرف بواسطہ حضور صلعم بھیجی گئیں۔ ف٥ مذکورہ بالا نصائح کا بیان توحید سے شروع کیا گیا تھا "لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا" خاتمہ پر بھی توحید یاد دلادی گئی۔ تاقاری سمجھ سکے کہ تمام حسنات کا آغاز و انجام خالص توحید کو ہونا چاہئے۔ ف٦ یعنی ایک تو خدا کے لئے اولاد تجویز کرنا اور اولاد بھی بیٹیاں جنہیں تم نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ یہ بڑی بھاری گستاخی ہے۔ ف٧ یعنی قرآن کریم مختلف عنوانوں اور رنگ برنگ کے دلائل و شواہد سے ان مشرکین کو فہمائش کرتا ہے لیکن بجائے نصیحت حاصل کرنے کے یہ بدبخت اور زیادہ بدکتے اور وحشت کھا کر بھاگتے ہیں۔ ف٨ یعنی اصنام وغیرہ جنہیں خدائی کا شریک اور اُلوہیت کا حصہ دار بتلایا جاتا ہے۔ ف٩ یعنی برا یا محکوم رہنا کیوں پسند کرتے۔ سب مل کر خدا تعالیٰ کے تخت سلطنت کو اُلٹ ڈالتے اگر کہا جائے کہ صاحب عرش کے مقابلہ میں اُنکی کچھ چلتی نہیں تو ایک عاجز مخلوق کی عبادت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ یا اگر وہ معبود خود رب العرش کو خوش رکھنا اور اُس کا قرب حاصل کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں تو اُنکے پوجنے والوں کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہوا کہ خدائے اکبر کو خوش رکھنے کی فکر کریں لیکن خدائے بزرگ تمام انبیاء کی زبانی اور فطرت انسانی کی معرفت شرک سے اپنی کامل بیزاری کا اظہار فرما چکا پھر تعجب ہے کہ یہ احمق کس راستہ پر اندھا دُھند چلے جا رہے ہیں۔

لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۴۴﴾ وَإِذَا قَرَأْتَ

تم نہیں سمجھتے اُن کا پڑھنا بیشک وہ ہے تحمل والا بخشنے والا ف۲ اور جب تو پڑھتا ہے

الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا

قرآن کردیتے ہیں ہم بیچ میں تیرے اور اُن لوگوں کے جو نہیں مانتے آخرت کو ایک پردہ

مَّسْتُورًا ﴿۴۵﴾ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ

چھپا ہوا ف۳ اور ہم رکھتے ہیں اُن کے دلوں پر پردہ کہ اُس کو نہ سمجھیں ف۴ اور اُنکے کانوں میں

وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ

بوجھ ف۵ اور جب ذکر کرتا ہے تو قرآن میں اپنے رب کا اکیلا کرکر بھاگتے ہیں اپنی پیٹھ پر

نُفُورًا ﴿۴۶﴾ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ

بدک کر ف۶ ہم خوب جانتے ہیں جس واسطے وہ سنتے ہیں ف۷ جس وقت کان رکھتے ہیں تیری طرف اور جب

نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿۴۷﴾

مشورت کرتے ہیں جبکہ کہتے ہیں یہ بے انصاف جس کے پیچھے تم چلتے ہو وہ نہیں ہے مگر ایک مرد جادو کا مارا ف۸

انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿۴۸﴾

دیکھ لے کیسے جماتے ہیں تجھ پر مثلیں اور بہکتے پھرتے ہیں سو راہ نہیں پا سکتے ف۹

وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۴۹﴾

اور کہتے ہیں کیا جب ہم ہوجائیں ہڈیاں اور چورا چورا پھر اٹھیں گے نئے بن کر ف۱۰

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ﴿۵۰﴾ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ

تو کہہ تم ہو جاؤ پتھر یا لوہا یا کوئی خلقت جس کو مشکل سمجھو اپنے جی میں ف۱۱

فَسَيَقُولُونَ مَن يُعِيدُنَا ۖ قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ

پھر اب کہیں گے کون لوٹا کر لائیگا ہم کو کہہ جس نے پیدا کیا تم کو پہلی بار ف۱۲

فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ ۖ قُلْ عَسَىٰ

پھر اب مٹکائیں گے تیری طرف اپنے سر اور کہیں گے کب ہوگا یہ ف۱۳ تو کہہ شاید

ف یعنی ہر ایک مخلوق زبان سے یا حال سے اُسکی پاکی اور خوبیاں بیان کرتی ہے لیکن تم اُسے سمجھتے نہیں. خواہ فکر و تامل نہ کرنے کی وجہ سے یا اُس قوت کے فقدان کی وجہ سے جسکے ذریعہ بعض مخلوقات کی تسبیح قالی سنی اور سمجھی جاسکتی ہے. اور اگر کوئی شخص باوجود سمجھنے کے قبول نہ کرے یا اُس کے مقتضی پر عمل نہ کرے، تو یہ سمجھنا نہ سمجھنے ہی کے حکم میں ہے. ف۲ یعنی تمام مخلوقات جس کی پاکی بیان کریں تم اسکے لئے شرکاء، اولاد، اور بیٹیاں تجویز کرو. یہ ایسی گستاخی تھی کہ تم کو فوراً ہلاک کر دیا جاتا. لیکن وہ اپنے حلم سے شتاب نہیں پکڑتا، اور توبہ کرلو تو بخش دیتا ہے. ف۳ جو شخص آخرت کو نہ مانے اور اپنے بھلے بُرے انجام کی کچھ فکر نہ رکھے وہ نصیحت کی طرف کیوں دھیان کرنے لگا جب اُسے نجات ہی کی فکر نہیں تو نجات دلانے والے پیغمبر کے احوال و اقوال میں غور کرنے اور بارگاہ رسالت تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہوگی. بس یہی عدم ایمان بالآخرت اور انجام کی طرف سے بے فکری وہ معنوی پردہ ہے جو اس شخص کے اور نبی (من حیث ہو نبی) کے درمیان لٹکا دیا جاتا ہے. ف۴ پہلے پیغمبر کی صداقت تک نہ پہنچ سکنے کا ذکر کیا تھا. یہاں فہم قرآن تک رسائی حاصل نہ کرسکنے کا بیان ہے یعنی اس قرآن میں ایسی قوی تاثیر ہے، اور کافروں پر اثر نہیں ہوتا، یہ سب ہے کہ اُوٹ میں ہیں. آفتاب سے سارا جہان روشن ہے لیکن اگر کوئی شخص تہ خانہ میں تمام دروازے اور تابدان بند کرکے بیٹھ جائے بلکہ آنکھیں بھی بند کرلے تو اُس کے اعتبار کو آفتاب کی روشنی کہیں بھی نہیں. ف۵ یعنی جب بہ نیت انتفاع و استفادہ سُننا نہیں چاہتے تو گویا سُنتے ہی نہیں. (تنبیہ) خدا تعالیٰ نے جو حجاب اور پردے وغیرہ ڈالے یہ وہی ہیں جن کا وجود اُنہوں نے خود اپنے لئے بڑی خوشی اور فخر سے ثابت کیا تھا. "وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ" (حم السجدہ رکوع ۱) آخرت پر ایمان نہ رکھنا، اور انجام سے بے فکر رہنا خدائے واحد کے ذکر سے چڑنا، پیغمبروں کے ساتھ تمسخر کرنا، وہ چیزیں ہیں جو حجاب اکنان اور وقر کی صورت اختیار کرلیتی ہیں. اور چونکہ خالق ہر چیز کا خدا تعالیٰ ہے اس لئے ان کے خلق کی نسبت بھی اُس کی طرف کیجاتی ہے. ف۶ یعنی خدائے واحد کے ذکر سے چڑتے، بدکتے اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں، ہاں اُنکے معبودوں کا تذکرہ آئے تو بہت خوش ہوتے ہیں. "إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ" (زمر رکوع ۵) ف۷ یعنی سُننے سے استفادہ مقصود نہیں ہوتا محض استخفاف و استہزاء مقصود ہوتا ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے. ف۸ یعنی قرآن اور آپ کی باتیں سُن کر گئے، پھر آپس میں مشورہ کیا کہ محمد (صلعم) کی نسبت کیا کہنا چاہئے. آخر کہنے لگے کہ یہ شخص جادو کا مارا معلوم ہوتا ہے یعنی جادو کے اثر سے مجنون ہوگیا، دماغ ٹھکانے نہیں رہا (العیاذ باللہ العظیم) بعض نے "مسحور" کو یہاں "ساحر" کے معنی میں لیا ہے گویا اسکی باتوں میں جادو کا اثر ہے. (تنبیہ) لفظ مسحور سے جو مطلب وہ لیتے تھے اُسکی نفی سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی پر کسی قسم کے سحر کا کسی درجہ میں عارضی طور پر بھی اثر نہ ہوسکے. یہ آیت مکی ہے. مدینہ میں آپ پر یہود کے جادو کرانے کا واقعہ صحاح میں مذکور ہے جس کا اثر چند روز تک صرف اتنا رہا کہ بعض دنیوی کاموں میں کبھی کبھی ذہول ہوجاتا تھا. ف۹ یعنی کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی جادوگر، کبھی کاہن، کبھی مسحور یا مجنون. غرض بہکی بہکی باتیں کرتے رہتے ہیں کسی ایک بات پر جماؤ نہیں جس وقت جو منہ میں آیا بک دیا حقیقت یہ کہ باوجود جد وجہد کے طعن و تشنیع کا کوئی ایسا راستہ اُنہیں نہیں مل سکتا جس پر چل کر وہ اپنے مقصد اغواء و اضلال میں کامیاب ہوسکیں. ف۱۰ یعنی آپ پر مسحور، مجنون یا شاعر و کاہن وغیرہ کی مثالیں چسپاں کرنا تو تعجب انگیز تھا ہی، اُس سے زیادہ قابل تعجب وہ دلیل ہے جو (معاذ اللہ) مسحور و مجنون ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ موت کے بعد ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ آدمی کا بدن گل سڑ کر سفید ہڈیاں رہجاتی ہیں تھوڑے دنوں بعد وہ بھی ریزہ ریزہ ہوکر مٹی میں ملجاتی ہیں. کیا کوئی ذی ہوش یہ تجویز کرسکتا ہے کہ یہ ہڈیوں کا چورہ اور خاک کے ریزے دوبارہ جی اٹھیں گے! اور انسانی حیات ان منتشر ذرات میں عود کر آئیگی! اگر پیغمبر ایسی ناممکن بات کی خبر دیتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ (العیاذ باللہ) اُنکی دماغی صحت بحال نہیں ہے. ف۱۱ یعنی یہ ریزے اور چورا تو بہرحال انسانی لاش کا ہے جس میں پیشتر زندگی رہ چکی ہے. اور خود مٹی کے ذرات میں بھی آثار حیات کا پیدا ہوجانا چنداں مستبعد نہیں. میں اس سے بڑھ کر تم کو اجازت دیتا ہوں کہ ہڈیوں کا چورا نہیں، اگر ممکن ہو تو پتھر یا لوہا بنجاؤ. جو آثار حیات کے قبول کرنے سے بالکل محروم نظر آتے ہیں. بلکہ کوئی ایسی سخت چیز بن کر تجربہ کرلو جس کا زندہ ہونا لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ مشکل معلوم ہو حتیٰ کہ مجسم موت بن کر دیکھ لو کہ پھر بھی اُس قادر مطلق کو تمہارا زندہ کردینا کس قدر آسان ہے. ف۱۲ جس نے پہلی بار تم کو مٹی یا نطفہ سے پیدا کیا اور جماد لایعقل پر روح انسانی فائض کردی کیا اب اُس میں قدرت نہیں رہی کہ خاک کے ذرات اور مردہ لاش کے اجزاء کو جمع کرکے دوبارہ زندگی عنایت کرے. ف۱۳ یعنی استہزاء و تمسخر سے سر ہلا کر کہتے ہیں کہ ہاں صاحب! بوسیدہ ہڈیوں کے ریزوں میں کب جان پڑیگی. اور کب مُردے قبروں سے حساب کے لئے اُٹھائے جائیں گے.

ف۱ یعنی قیامت کا ٹھیک وقت حق تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا ہاں اُسکے مستقبل قریب میں آنے کی تم اُمید ظاہر کرسکتے ہو. گویا دنیا کی بقیہ عمر اُس سے کم ہے جتنی گذر چکی ہے. ف۲ یعنی جس وقت خدا کی طرف سے آواز دیجائیگی ایک ڈانٹ میں سب مُردے زمین سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوگی. ہر ایک انسان اُس وقت مطیع و منقاد ہو کر خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوا حاضر ہوگا. گو کافر کو اُس وقت کی اضطراری حمد وثنا سے کچھ فائدہ نہیں. بعض روایات میں ہے کہ مؤمنین کی زبان پر یہ الفاظ ہونگے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ" ف۳ یعنی اب شتابی کرتے ہو، اُس وقت اندازہ کروگے کہ دنیا میں کچھ زیادہ دیر نہیں رہے تھے. پچاس سو برس اُن ہزاروں برسوں کے سامنے کیا معلوم ہوں (موضح القرآن) بعض نے کہا کہ شدت ہول و خوف سے دنیا کی زندگی تھوڑی معلوم ہوگی. یا نفخۂ اول اور نفخۂ ثانی کے درمیان چونکہ عذاب نہ رہیگا. اس درمیانی مدت کو قلیل خیال کرکے کہیں گے "مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا" (یٰس رکوع ۴) ف۴ مشرکین کی جہالت اور طعن و تمسخر کو سُن کر ممکن تھا کوئی مسلمان نصیحت و فہمائش کرتے وقت تندی برتنے لگے اور سختی پر اُتر آئے اس لئے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ مذاکرہ میں کوئی سخت دل آزار اور اشتعال انگیز پہلو اختیار نہ کریں. کیونکہ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے. شیطان دوسرے کو اُبھار کر لڑائی کرادیتا ہے. پھر مخاطب کے دل میں ایسی ضد و عداوت قائم ہو جاتی ہے کہ سمجھتا ہو تب بھی نہ سمجھے. ف۵ یعنی رحم کرے ایمان کی توفیق دے کر یا عذاب دے حالت کفر پر مار کر. ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ

أَن يَكُونَ قَرِيبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَ

نزدیک ہی ہوگا ف۱ جس دن تم کو پکارے گا پھر چلے آؤ گے اُس کی تعریف کرتے ہوئے ف۲ اور

تَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٥٢﴾ وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي

اٹکل کرو گے کہ دیر نہیں لگی تم کو مگر تھوڑی ف۳ اور کہہ دے میرے بندوں کو کہ بات وہی کہیں جو

هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ

بہتر ہو شیطان جھگڑا کرواتا ہے اُن میں شیطان ہے

لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿٥٣﴾ رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ إِن يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ

انسان کا دشمن صریح ف۴ تمہارا رب خوب جانتا ہے تم کو اگر چاہے تم پر رحم کرے اور

إِن يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿٥٤﴾ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَن

اگر چاہے تم کو عذاب دے ف۵ اور تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے اُن پر ذمہ لینے والا ف۶ اور تیرا رب خوب جانتا ہے اُنکو جو

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ

آسمانوں میں ہیں اور زمین میں اور ہم نے افضل کیا ہے بعضے پیغمبروں کو بعضوں سے

وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿٥٥﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ

اور دی ہم نے داؤد کو زبور ف۷ کہہ پکارو جن کو تم سمجھتے ہو سوائے اُسکے سو وہ اختیار نہیں رکھتے

كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ

کہ کھول دیں تکلیف کو تم سے اور نہ بدل دیں ف۸ وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں

إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ

اپنے رب تک وسیلہ کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے ف۹ اور اُمید رکھتے ہیں اُسکی مہربانی کی اور ڈرتے ہیں

عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا

اُسکے عذاب کو بیشک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے ف۱۰ اور کوئی بستی نہیں جس کو

نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا

ہم خراب نہ کردیں گے قیامت سے پہلے یا آفت ڈالیں گے اُس پر سخت آفت ف۱۱

ع ۵ (۱۲) ۵

"مذاکرہ میں حق والا جھنجھلانے لگتا ہے کہ دوسرا صریح حق کو نہیں مانتا، سو فرمادیا کہ تم اُن کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں. اللہ بہتر جانتا ہے جس کو چاہے راہ سمجھائے" ف۷ یعنی ہم اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں. جس کو مناسب جانا آدمیوں میں سے پیغمبر بنایا. پھر جس پیغمبر کو چاہا دوسرے پیغمبروں پر کلی یا جزئی فضیلت عنایت کی. حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی بعضے نبی تھے کہ اُمت کی حد سے زیادہ شرارتوں پر آخر کار جھنجھلا گئے. آپ کا حوصلہ اُن سے زیادہ رکھا ہے (اور سب پر فضیلت دی ہے، لہٰذا آپ کی خوش اخلاقی اپنے مرتبۂ عالی کے موافق ہونی چاہئے) اور خصوصیت سے داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا کیونکہ دونوں چیزیں رکھتے تھے، جہاد بھی اور زبور بھی، سمجھانے کو (وفی الحدیث کان لا یفر اذا لاقی) وہی دونوں باتیں یہاں بھی ہیں: قرآن اور جہاد. بعض نے کہا کہ یہاں "زبور" کا ذکر کرکے حضورؐ کی فضیلت کلیہ اور اُمت محمدیہ کے فضل و شرف کی طرف اشارہ فرمادیا، کیونکہ حضورؐ کے خاتم الانبیاء اور اس اُمت کے اشرف الامم ہونے پر زبور شریف کے مضامین مشتمل تھے. "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ" (انبیاء رکوع ۷) یعنی محمدؐ صلعم و اُمتہ المرحومہ. ف۸ یعنی خدا تو وہ ہے کہ جس کو چاہے عذاب دے جس پر چاہے مہربانی فرمائے، جس کو جس قدر چاہے دوسروں پر فضیلت عطا کرے، اُس کی قدرت کامل اور علم محیط ہو. اب ذرا مشرکین اُن ہستیوں کو پکاریں جن کو اُنہوں نے خدا سمجھ رکھا یا بنا رکھا ہے. کیا اُن میں ایک بھی ایسا مستقل اختیار رکھتا ہے کہ ذرا سی تکلیف کو تم سے دور کرسکے یا ہلکی کردے یا تم سے اُٹھا کر کسی دوسرے پر ڈالدے. پھر ایسی ضعیف و عاجز مخلوق کو معبود ٹھہرالینا کیسے روا ہوگا. ف۹ بخاری میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جاہلیت میں جنات کی عبادت کرتے تھے. وہ جن مسلمان ہوگئے اور یہ پوجنے والے اپنی جہالت پر قائم رہے اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی. بعض کہتے ہیں کہ جن، ملائکہ، مسیح و عزیر وغیرہ کے پوجنے والے سب اس میں شامل ہیں مطلب یہ ہے کہ جن ہستیوں کو تم معبود و مستعان سمجھ کر پکارتے ہو، وہ خود اپنے رب کا بیش از بیش قرب تلاش کرتے ہیں. اُن کی دوا دوش صرف اس لئے ہے کہ خدا کی نزدیکی حاصل کرنے میں کون آگے نکلتا ہے، اُن میں جو زیادہ مقرب ہیں وہ ہی زیادہ قرب الٰہی کے طالب رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کسی سب سے زیادہ مقرب بندہ کی دُعا وغیرہ کو حصول قرب کا وسیلہ بنائیں پس جب تمہارے تجویز کئے ہوئے معبودوں کا خدا کے سامنے یہ حال ہے تو اپنے تئیں خود فیصلہ کرلو کہ خدا تعالیٰ کو خوش رکھنا کہاں تک ضروری ہے. غیر اللہ کی پرستش سے نہ خدا خوش ہوتا ہے نہ وہ جنہیں

تم خوش رکھنا چاہتے ہو (تنبیہ) "توسل" اور "تعبد" میں فرق ظاہر ہے. پھر توسل بھی اُسی حد تک مشروع ہے جہاں تک شریعت نے اجازت دی. ف۱۰ یعنی باوجود غایت قرب کے اُن کی اُمیدیں محض حق تعالیٰ کی مہربانی سے وابستہ ہیں اور اُسی کے عذاب سے ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتے ہیں. وہ جانتے ہیں کہ ہر قسم کا نفع پہنچانا یا ضرر کو روکنا ایک خدا کے قبضہ میں ہے. ف۱۱ اس آیت کا مطلب کئی طرح لیا جاسکتا ہے. (الف) دنیا کی ہر ایک بستی کو عظیم الشان گناہوں کی پاداش میں قیامت سے پہلے پہلے عذاب مستاصل بھیج کر بالکلیہ تباہ و خراب کردیا جائیگا، یا اگر گناہ انتہائی درجہ کے نہ ہونگے تو درجہ دوم کے جرائم کی سزا میں عام ہلاکت سے کم کوئی سخت آفت اُس بستی پر نازل کیجائیگی. باقی ایسی بستی کہاں ہے جو ازل سے ابد تک نہ گناہ کرے نہ کسی آفت میں پھنسے. (ب) قیامت سے پیشتر ضروری ہے کہ ہر ایک بستی طبعی موت بھیج کر ویران کیجائے یا کسی سخت آفت و بلا میں مبتلا ہو. طبعی موت پر جو تعذیب کے رنگ سے خالی ہو، لفظ "ہلاک" کا اطلاق قرآن و حدیث سے ثابت ہے حتی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (المؤمن رکوع ۴) وفی الحدیث كلما هلك نبی خلفه نبی اٰخر (ج) کفار کی ہر ایک بستی یا قیامت سے پہلے اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں نابود و تباہ کردی جائیگی یا کسی نہ کسی وقت (یعنی قیامت سے پہلے یا بعد) سخت عذاب کا مزہ چکھیگی بہرحال کوئی معنی لئے جائیں. مقصود اس آیت سے تحذیر ہے. گویا پہلے جو فرمایا تھا "اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا" یہاں اُسکے وقوع کی خبر دی گئی.

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ

ہے کتاب میں لکھا گیا ف۱ اور ہمنے اس لئے موقوف کیں نشانیاں

بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

بھیجنی کہ اگلوں نے اُن کو جھٹلایا ف۲ اور ہمنے دی ثمود کو اونٹنی اُنکے سمجھانے کو

فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ

پھر ظلم کیا اُس پر ف۳ اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں سو ڈرانے کو ف۴ اور جب کہدیا ہمنے تجھ سے کہ

رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً

تیرے رب نے گھیر لیا ہے لوگوں کو ف۵ اور وہ دکھلاوا جو تجھ کو دکھلایا ہم نے سو جانچنے کو

لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ

لوگوں کے ف۶ اور ایسے ہی وہ درخت جس پر پھٹکار ہے قرآن میں ف۷ اور ہم اُنکو ڈراتے ہیں تو اُن کو زیادہ ہوتی ہے

اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ۧ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا

بڑی شرارت ف۸ اور جب ہمنے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ۚ قَالَ اَرَءَيْتَكَ

مگر ابلیس بولا کیا میں سجدہ کروں ایک شخص کو جسکو تونے بنایا مٹی کا ف۹ کہنے لگا بھلا دیکھ تو

هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ

یہ شخص جس کو تونے مجھ سے بڑھا دیا اگر تو مجھ کو ڈھیل دیوے قیامت کے دن تک تو میں اُس کی اولاد

ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ

کو ڈاڑھی دے لوں مگر تھوڑے سے ف۱۰ فرمایا جا پھر جو کوئی تیرے ساتھ ہوا اُن میں سے سو دوزخ ہے

جَزَاۗؤُكُمْ جَزَاۗءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ

تم سب کی سزا بدلہ پورا ف۱۱ اور گھبرا لے اُن میں جس کو تو گھبرا سکے

بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ

اپنی آواز سے ف۱۲ اور لے آ اُن پر اپنے سوار اور پیادے ف۱۳ اور ساجھا کر اُن سے مال

ف۱ یعنی یہ فیصلہ بالکل حتمی اور اٹل ہے جو علم الٰہی میں طے ہو چکا اور لوح محفوظ میں لکھا گیا کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ہر شہر کے لوگ ایک بزرگ کو پوچھتے ہیں کہ ہم اُس کی رعیت ہیں اور اُس کی پناہ میں ہیں۔ سو وقت آنے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا "لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ" ف۲ حدیث میں ہے کہ اہل مکہ نے حضورؐ سے چند نشانیاں طلب کیں مثلاً یہ کہ کوہ صفا کو سونا بنا دیجئے یا پہاڑوں کو ہٹا کر گرد و پیش سے ہٹا کر زراعت کے قابل زمین ہموار کر دیجئے۔ وغیر ذلک۔ ایسا کرو تو ہم آپ کو مان لیں گے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی یعنی ایسے فرمائشی نشان دکھلا خدا تعالیٰ کو کچھ دشوار نہ تھا لیکن پہلے لوگوں کو اُن کی فرمائش کے مطابق نشان دکھلائے گئے تب بھی نہ مانے بلکہ سرکشی میں اور ترقی کر گئے آخر سنت اللہ کے موافق اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل نیست و نابود کر دیے گئے اب اگر تمہاری سب فرمائشیں پوری کر دی جائیں۔ اور خدا کے علم میں ہے بلکہ تمہارے احوال سے بھی ظاہر ہے کہ تم پھر بھی ماننے والے نہیں تو سنت اللہ کے موافق اُس کا نتیجہ وہی استیصال و ہلاک کلی ہونا چاہیے جو اس اُمت کے حق میں خلاف مصلحت و حکمت ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ اس آخری اُمت کی نسبت یہ نہیں کہ گذشتہ اقوام و اُمم کی طرح عذاب مستاصل بھیج کر بالکلیہ تباہ کیجائے۔ پہلی اُمتوں کو فرمائشی نشان دکھلانا اس بناء پر جائز رکھا گیا کہ اُن کی بالکلیہ تباہی خدا کے نزدیک اس قدر لائق التفات نہ تھی اور آخر میں آنے والی اُمت کو کچھ نمونے دکھلانے تھے کہ فرمائشی نشان مانگنے والوں کا حشر ایسا ہوتا ہے چنانچہ اس آیت میں اُن ہی تاریخی نظائر کی طرف اجمالی اشارہ فرمایا کہ اگر فرمائشی نشان دیکھنے کے بعد تکذیب کی راہ (یقیناً کرو گے) تو جو حشر پہلوں کا ہوا وہی تمہارا ہوگا لیکن حکمت الٰہیہ مقتضی نہیں کہ تم کو اس طرح تباہ کیا جائے۔ لہٰذا فرمائشی نشانات کا بھیجنا موقوف کیا گیا۔ ف۳ قوم "ثمود" نے حضرت صالحؑ سے درخواست کی تھی کہ پہاڑ کی فلاں چٹان میں سے اونٹنی نکال دیجئے۔ خدا نے نکال دی۔ مگر بجائے اس کے کہ ایسا فرمائشی معجزہ دیکھ کر آنکھیں کھلتیں اور قلبی بصیرت حاصل ہوتی اُلٹے ظلم و عداوت پر کمربستہ ہو گئے۔ چنانچہ اونٹنی کو مار ڈالا اور حضرت صالحؑ کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ آخر جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہنے کی ضرورت نہیں یہ "اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ" کا ایک نمونہ پیش کر دیا۔ ف۴ یعنی ہدایت نشانیاں دیکھنے پر موقوف نہیں غیر معمولی نشانات بھیجنے سے تو مقصود یہ ہے کہ قدرت قاہرہ کو دیکھ کر لوگ خدا سے ڈریں اور ڈر کر اُس کی طرف جھکیں۔ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہوا اور فی الحال اُس قوم کو تباہ کرنا بھی مصلحت نہیں تو محض فرمائشیں پورا کرنے سے کیا حاصل ہے۔ باقی عام تخویف و انذار کے لئے جن آیات و نشانات کا بھیجنا مصلحت ہے وہ برابر بھیجے جاتے ہیں۔ ف۵ شاید آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ فرمائشی نشان نہ دکھلانے پر کفار کو ہنسنے اور طعن کرنے کا موقع ملیگا کہ اگر سچے پیغمبر ہوتے تو ہماری طلب کے موافق نشان دکھلاتے۔ اس لئے آپ کو مطمئن کیا کہ سب لوگوں کو تیرے رب کے علم و قدرت نے گھیر رکھا ہے نہ کوئی اُس کے علم سے باہر ہے نہ قدرت کے نیچے سے نکل کر جا سکتا ہے سب اُس کے قبضہ میں ہیں آپ اُن کے طعن و تشنیع کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اپنا کام کئے جایئے اور اُنکے فیصلوں کو بالکلیہ ہم پر چھوڑ دیجئے۔ ہم جانتے ہیں کہ فرمائشی نشان دیکھ کر بھی یہ لوگ آپ کی بات ماننے والے نہیں تھے اور اُس کے بعد ہماری سزا سے چھوٹ کر نکل بھاگنا بھی ممکن نہ تھا اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں سے کون فی الحال تباہ کر ڈالنے کے لائق ہیں اور کن لوگوں کا باقی رکھنا مصلحت ہے لہٰذا آپ اس جھنجھٹ میں نہ پڑیں۔ یہ سب ہمارے محاصرہ میں ہیں آخر مسلمان ہو کر رہیں گے۔ ف۶ "دکھلاوے" سے مُراد شب معراج کا نظارہ ہے جسکے بیان سے لوگ جانچے گئے۔ بعضوں نے سُن کر مانا اور بعضوں نے جھوٹ جانا۔ ف۷ یعنی "زقوم" کا درخت جسے قرآن میں فرمایا کہ دوزخ والے کھائیں گے۔ ایمان والے یقین لائے اور منکروں نے کہا کہ دوزخ کی آگ میں سبز درخت کیونکر ہوگا؟ یہ بھی جانچنا تھا۔ ان دو مثالوں سے اندازہ کر لو کہ تصدیق خوارق کے باب میں ان کی طبائع کا کیا حال ہے۔ ف۸ یعنی جن کے دل خدا کے خوف سے خالی ہوں۔ ڈرانے سے ڈریں نہیں، بلکہ اور زیادہ شرارت میں ترقی کریں اُن سے فرمائشی نشان دیکھنے پر قبول حق کی اُمید رکھنا بے موقع ہے۔ ف۹ یہ قصہ کئی جگہ گذر چکا۔ یہاں اس پر تنبیہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا بے چون و چرا نہ ماننا فرشتوں کا اور اُس میں شبہات نکالنا شیطان کا کام ہے۔ یہ کافر بھی اُسی کی چال چل رہے ہیں جو بات بات میں کج بحثیاں کرتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ان کا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو ان کے امام ابلیس لعین کا ہوگا۔ ف۱۰ یعنی تھوڑے سے چھوڑ کر باقی سب کو اپنا مسخر کر لوں جیسے گھوڑے کو لگام دیکر قابو کر لیا جاتا ہے۔ پھر جو میرے سامنے اتنا کمزور ہے اُسے مجھ پر فضیلت دینا کس طرح جائز ہوگا؟ ف۱۱ یعنی جا! جتنا زور لگا سکتا ہے لگا لے۔ یہاں بھی تیرے لئے اور تیرے ساتھیوں کے واسطے جیلخانہ تیار ہے ف۱۲ یعنی وہ آواز جو خدا کے عصیان کی طرف بُلاتی ہو، مُراد اس سے وسوسہ ڈالنا ہے اور مزامیر باجا گاجا بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ ف۱۳ یعنی ساری طاقت صرف کر ڈال! اور پوری قوت سے لشکر کشی کر! خدا کی معصیت میں لڑنے والے سب شیطان کے سوار اور پیادے ہیں۔ جن ہوں یا انس۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ

اور اولاد میں ف۱ اور وعدے دے اُنکو اور کچھ نہیں وعدہ دیتا اُنکو شیطان مگر دغابازی ف۲ وہ جو

عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّكُمُ

میرے بندے ہیں اُن پر نہیں تیری حکومت اور تیرا رب کافی ہے کام بنانیوالا ف۳ تمہارا رب

الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ

وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے واسطے کشتی دریا میں ف۴ تاکہ تلاش کرو اُس کا فضل ف۵ وہی

كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ

ہے تم پر مہربان ☆ اور جب آتی ہے تم پر آفت دریا میں بھول جاتے ہو جن کو پکارا کرتے تھے

اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

اللہ کے سوائے پھر جب بچا لایا تم کو خشکی میں پھر جاتے ہو اور ہے انسان

كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ

بڑا ناشکر ف۶ سو کیا تم بے ڈر ہو گئے اس سے کہ دھنسا دے تم کو جنگل کے کنارے ف۷ یا بھیجدے تم پر

حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ

آندھی پتھر برسانیوالی پھر نہ پاؤ اپنا کوئی نگہبان ☆ یا بے ڈر ہو گئے ہو اس سے کہ پھر لیجائے تم کو دریا میں ف۸

تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ

دوسری بار پھر بھیجے تم پر ایک سخت جھوکا ہوا کا پھر ڈبادے تم کو

بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا

بدلے میں اس ناشکری کے پھر نہ پاؤ اپنی طرف سے ہم پر اُس کا کوئی بازپرس کرنیوالا ف۹ اور ہم نے عزت دی ہے

بَنِىْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ

آدم کی اولاد کو اور سواری دی اُن کو جنگل اور دریا میں اور روزی دی ہم نے اُنکو ستھری چیزوں سے اور

فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ ع يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ

بڑھا دیا اُن کو بہتوں سے جن کو پیدا کیا ہم نے بڑائی دے کر ف۱۰ جس دن ہم بلائیں گے ہر

ف۱ یعنی دل میں ارمان نہ رکھ، اُن کو ہر طرح اُبھار، کہ مال، اولاد میں تیرا حصہ لگائیں یعنی یہ چیزیں ناجائز طریقہ سے حاصل کریں اور ناجائز کاموں میں صرف کریں۔ ف۲ یعنی شیطان جو سبز باغ دکھاتا ہے اُس سے فریب کھانا احمق کا کام ہے اُس کے سب وعدے دغابازی اور فریب سے ہیں چنانچہ وہ خود اقرار کرے گا "وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ" (ابراہیم رکوع ۴)۔ ف۳ یعنی جو خدا پر اعتماد و توکل کریں وہ اُن کا کام بناتا ہے اور شیطان کے جال سے نکالتا ہے۔ ف۴ یہ خدا کی کارسازی کا ایک نمونہ پیش کیا ہے جس میں ایک مشرک کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اُسکے سوا کوئی کارساز نہیں۔ گو ہیں عارضی زور کر زور رہا ہے۔ ف۵ یعنی روزی۔ روزی کو اکثر قرآن میں "فضل" فرمایا ہے۔ "فضل" کے معنی زیادہ کے ہیں۔ سو مسلمان کی بندگی ہے آخرت کے واسطے اور دنیا گھاؤ میں ملتی ہے۔ ف۶ یعنی مصیبت سے نکلتے ہی محسن حقیقی کو بھولجاتا ہے۔ چند منٹ پہلے دریا کی موجوں میں خدا یاد آرہا تھا۔ کنارہ پر قدم رکھا اور بے فکر ہو کر سب فراموش کر بیٹھا۔ اس سے بڑھ کر ناشکرگذاری کیا ہوگی۔ ف۷ یعنی سمندر کے کنارے خشکی میں دھنسا دے، مثلاً زلزلہ آجائے اور زمین شق ہو کر قارون کی طرح اُس میں دھنس جاؤ۔ خلاصہ یہ کہ ہلاک کرنا کچھ دریا کی موجوں پر موقوف نہیں۔ ف۸ یعنی کوئی ضرورت کھڑی کر دے جس کے لئے ناچار دریائی سفر کرنا پڑے۔ ف۹ یعنی خدا سے کون بازپرس کر سکتا ہے یا کس کی مجال ہے کہ پیچھا کر کے اُس سے مجرمین کا خونبہا وصول کرے؟ ف۱۰ یعنی آدمی کو حسن صورت، نطق، تدبیر اور عقل و حواس عنایت فرمائے جن سے دنیوی و اُخروی مضار و منافع کو سمجھتا اور اچھے برے میں تفریق کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اُس کے لئے کھلی ہیں۔ دوسری مخلوقات کو قابو میں لا کر اپنے کام میں لگاتا ہے۔ خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر یا دوسری طرح طرح کی گاڑیوں میں سفر کرتا اور سمندروں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ بے تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے، کپڑے، مکانات اور دنیوی آسائش و رہائش کے سامانوں سے منتفع ہوتا ہے۔ انہی آدمیوں کے سب سے پہلے باپ آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مسجود ملائکہ اور اُن کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ غرض نوع انسانی کو حق تعالیٰ نے کئی حیثیت سے عزت اور بڑائی دے کر (اپنی بہت بڑی) مخلوق پر فضیلت دی۔ اوپر کے رکوع میں آدم کی نسبت شیطان کا هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ کہنا اور ملائکہ کا آدم کو سجدہ کرنا، پھر بنی آدم کو کشتی کے ذریعہ دریائی سفر طے کرانا مذکور تھا۔ اس آیت کا مضمون مضامین مذکورہ بالا سے صاف طور پر مربوط ہے۔ (تنبیہ) مفسرین نے اس آیت کے تحت میں یہ بحث چھیڑ دی ہے کہ ملائکہ اور بشر میں کون افضل ہے کون مفضول۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ آیت سے اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ حنفیہ کی رائے یہ نقل کی ہے کہ "رسل بشر" "رسل ملائکہ" سے افضل ہیں۔ اور رسل ملائکہ (باستثنائے رسل بشر کے) باقی تمام فرشتوں اور آدمیوں سے افضل ہیں۔ اور عام فرشتوں کو عام آدمیوں پر فضیلت حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۱ یہاں یہ بتلانا ہے کہ دنیا میں فطری حیثیت سے انسان کو جو عزت و فضیلت بخشی تھی اُس نے کہاں تک قائم رکھی اور کتنے ہیں جنہوں نے انسانی عزو شرف کو خاک میں ملا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر فرقہ اُس چیز کی معیت میں حاضر ہوگا جس کی پیروی اور اتباع کرتا تھا۔ مثلاً مومنین کے نبی، کتاب، دینی پیشوا یا کفار کے مذہبی سردار، بڑے شیطان اور جھوٹے معبود جنہیں فرمایا ہے "وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ" (القصص رکوع ۴) اور حدیث میں ہے "لِتَتْبَعْ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ" الخ اُس وقت تمام آدمیوں کے اعمالنامے اُن کے پاس پہنچا دیے جائیں گے۔ کسی کا اعمالنامہ سامنے کر داہنے ہاتھ میں اور کسی کا پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پہنچ جائیگا گویا یہ ایک حسّی علامت اُن کے مقبول یا مردود ہونے کی سمجھی جائیگی "اصحاب یمین" (داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ پکڑنے والے) وہ ہونگے جنہوں نے دنیا میں حق کو قبول کر کے اپنی فطری شرافت اور انسانی کرامت کو باقی رکھا جس طرح دنیا میں اُنہوں نے دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر کام کیے، آخرت میں اُن کی وہ احتیاط کام آئی۔ اُس دن وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے، بڑے سرور و انبساط سے اپنا اعمالنامہ پڑھیں گے اور دوسروں کو کہیں گے "هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ" (الحاقہ رکوع ۱) کہ آؤ میری کتاب پڑھ لو۔ باقی دوسرے لوگ یعنی "اصحاب شمال" اُن کا کچھ حال اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے (بعض نے لفظ "امام" سے خود اعمالنامہ مراد لیا ہے کیونکہ وہاں لوگ اُس کے پیچھے چلیں گے) ف۲ یعنی کھجور کی گٹھلی کے درمیان جو ایک باریک دھاگا سا ہوتا ہے، اتنا ظلم بھی وہاں نہ ہوگا ہر ایک کی محنت کا پورا بلکہ پورے سے زیادہ پھل ملیگا۔ ف۳ یعنی یہاں ہدایت کی راہ سے اندھا رہا، ویسا ہی آخرت میں بہشت کی راہ سے اندھا ہے اور بہت دور پڑا ہے۔ (موضح القرآن) "اصحاب یمین" کے بالمقابل "اصحاب شمال" کا ذکر ہوا۔ بعض نے "وَاَضَلُّ سَبِيْلًا" کا مطلب یہ لیا ہے کہ دنیا میں تو تلافی مافات کا امکان تھا، آخرت میں اس سے بھی دور جا پڑا کیونکہ اب تدارک و تلافی کا امکان ہی نہیں رہا۔ ف۴ یعنی بعض اندھے ایسے شریر ہیں کہ خود تو راہ پر کیا آتے بڑے بڑے سوانکھوں کو بچلانا چاہتے ہیں چنانچہ کفار مکہ کی اس بیحیائی اور جسارت کو دیکھئے کہ آپ پر ڈورے ڈالتے ہیں کہ خدا نے جو احکام دیے اور وحی بھیجی اُس کا ایک حصہ اُن کی خاطر سے آپ (معاذ اللہ) چھوڑ دیں یا بدل ڈالیں۔ کبھی حکومت، دولت اور حسین عورتوں کا لالچ دیتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ ہم آپ کے تابع ہو جائیں گے، قرآن میں سے صرف وہ حصہ نکال دیجئے جو شرک و بت پرستی کے رد میں ہے۔ اگر آپ (العیاذ باللہ) بفرض محال ایسا کر گذرتے تو بیشک وہ آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے۔ لیکن آپ کا جواب یہ تھا کہ خدا کی قسم اگر تم چاند اُتار کر میری ایک مٹھی میں اور سورج اُتار کر دوسری مٹھی میں رکھ دو تب بھی محمد (صلعم) اُس چیز کو چھوڑنے والا نہیں جسکے لئے خدا نے اُسے کھڑا کیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنا کام پورا کرے یا اس راستہ سے گذر جائے ؎ دست از طلب نہ دارم تا کام من بر آید ÷ یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید۔ ف۵ "تَرْكَنُ" رکون سے ہے۔ جو ادنیٰ جھکاؤ اور خفیف میلان قلب کو کہتے ہیں اس کے ساتھ "شَيْـًٔا قَلِيْلًا" بڑھایا گیا تو ادنیٰ سے ادنیٰ رکون مراد ہوگا۔ پھر "لَقَدْ كِدْتَّ" فرما کر اُس کے وقوع کو اور بھی گھٹا دیا۔ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ پیغمبر معصوم ہیں جن کی عصمت کی سنبھال حق تعالیٰ اپنے فضل خصوصی سے کرتا ہے تو ان چالاک شریروں کی فریب بازیوں سے بہت ہی تھوڑا سا اُدھر جھکنے کے قریب ہو جاتے مگر انبیاء کی عصمت کا تکفل اُن کا پروردگار کر چکا ہے۔ اس لئے اتنا خفیف جھکاؤ بھی نہ پایا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم میں تقوے کی فطری قوت کس قدر مضبوط اور ناقابل تزلزل تھی۔ ف۶ اس سے بھی حضور کے فضل و شرف کا نہایت لطیف پیرایہ میں اظہار مقصود ہے مقربین کے لئے جیسے انعامات بہت بڑے ہیں "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" کے قاعدہ سے اُن کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی یا کوتاہی پر عتاب بھی کہیں زیادہ ہوتا ہے جیسے ازواج مطہرات کو فرمایا "يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ" (الاحزاب رکوع ۴) تو بتلادیا

اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْۚ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ یَقْرَءُوْنَ

فرقہ کو اُنکے سرداروں کے ساتھ سو جس کو ملا اُس کا اعمالنامہ اُسکے داہنے ہاتھ میں سو وہ لوگ پڑھیں گے

كِتٰبَهُمْ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۱﴾ وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ

اپنا لکھا اور ظلم نہ ہوگا اُن پر ایک تاگے کا ف۲ اور جو کوئی رہا اس جہان میں اندھا سو وہ

فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾ وَ اِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ

پچھلے جہان میں بھی اندھا ہے اور بہت دور پڑا ہوا راہ سے ف۳ اور وہ لوگ تو چاہتے تھے کہ تجھ کو بچلا دیں

عَنِ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖۗ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ

اُس چیز سے کہ جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف تاکہ جھوٹ بنا لائے تو ہم پر وحی کے سوا اور تب تو بنا لیتے تجھ کو

خَلِیْلًا ﴿۷۳﴾ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْـًٔا

دوست ف۴ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھ کو سنبھالے رکھا تو تو لگ جاتا جھکنے اُن کی طرف تھوڑا

قَلِیْلًا ﴿۷۴﴾ۗ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ

سا ف۵ تب ضرور چکھاتے ہم تجھ کو دونا مزہ زندگی میں اور دونا مرنے میں پھر

لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ﴿۷۵﴾ وَ اِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ

نہ پاتا تو اپنے واسطے ہم پر مدد کرنیوالا ف۶ اور وہ تو چاہتے تھے کہ گھبرا دیں تجھ کو اس زمین سے

لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ

تاکہ نکال دیں تجھ کو یہاں سے اور اُس وقت نہ ٹھہرینگے وہ بھی تیرے پیچھے مگر تھوڑا ف۷ دستور چلا آتا ہے

قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ﴿۷۷﴾ۧ اَقِمِ

اُن رسولوں کا جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے اپنے پیغمبر اور نہ پائیگا تو ہمارے دستور میں تفاوت ف۸ قائم رکھ

الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ

نماز کو ف۹ سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک ف۱۰ اور قرآن پڑھنا فجر کا ف۱۱ بیشک قرآن

الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ

پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو ف۱۲ اور کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ یہ زیادتی ہے تیرے لئے ف۱۳

کہ آپ کا مرتبہ معمولی نہیں۔ اگر بفرض محال ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی ہو تو دنیا میں اور برزخ و آخرت میں دونا مزہ چکھنا پڑے۔ مومن کو چاہیئے کہ ان آیات کو تلاوت کرتے وقت دو زانو بیٹھ کر انتہائی خوف و خشیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی شان جلال و جبروت میں غور کرے اور وہی کہے جو حضور نے فرمایا "اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنِیْ اِلٰى نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ" (خداوندا! چشم زدن کے لئے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے) یعنی ہمیشہ اپنی ہی حفاظت و کفالت میں رکھئے۔ ف۷ یعنی چاہتے ہیں کہ تجھے تنگ کر کے اور گھبرا کر مکہ سے نکال دیں لیکن یاد رکھیں کہ ایسا کیا تو وہ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ رہ سکیں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع ہوا ان کے ظلم و ستم حضور کی ہجرت کا سبب بنے آپ کا مکہ سے تشریف لیجانا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے نکل کر میدان "بدر" میں نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ اور اُس کے پانچ چھ سال بعد مکہ پر اسلام کا قبضہ ہو گیا۔ کفار کی حکومت و شوکت تباہ ہو گئی اور بالآخر بہت قلیل مدت گذرنے پر کہ بلکہ پورے جزیرۃ العرب میں پیغمبر علیہ السلام کا ایک مخالف بھی باقی نہ رہا۔ ف۸ یعنی ہمارا یہی دستور رہا ہے کہ جب کسی بستی میں پیغمبر خدا کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود نہ رہے ف۹ یعنی ان کی منصوبہ بازیوں کی کچھ فکر نہ کیجئے آپ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہیں اور نمازوں کو ٹھیک ٹھیک قائم رکھیں تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات و نوائب پر غالب کر دیتی ہے "وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ" (بقرہ رکوع ۵) ف۱۰ اس میں چار نمازیں آگئیں ظہر عصر مغرب عشاء۔ جمع بین الصلوٰتین کے مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ اور اگر جمع کا اشارہ (بقیہ بر صفحہ ۳۰۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۷۵ نکالا جائے تو وہ نہیں چار نمازوں کے جمع کرنے کی مشروعیت اس سے نکلے گی۔ ہاں بشرط ذوق صحیح یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ ظہر میں تعجیل اور عشاء میں تاخیر مستحب ہونی چاہئے الالبا رمیں۔ **ف۱۱** یعنی نماز فجر میں۔ شاید "قرآن الفجر" سے تعبیر کرنے میں یہ اشارہ ہو کہ تطویل قرأت فجر میں مطلوب ہے۔ **ف۱۲** حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دو وقتوں میں لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرأت اور نماز اُن کے روبرو ہوئی جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے، اور اُس وقت اُوپر جانے والے فرشتے خدا کے یہاں شہادت دیتے کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور مجتمع ہوتا ہے۔ **ف۱۳** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی نیند سے جاگ کر (تہجد میں) قرآن پڑھا کر۔ یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھ کو مرتبہ (سب سے) بڑا دینا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** "مقام محمود" شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے۔ جب کوئی پیغمبر نہ بول سکیگا تب آنحضرت صلعم اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو تکلیف سے چھڑائیں گے اُس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد (تعریف) ہوگی۔ اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف کریگا۔ گویا شان محمدیت کا پورا پورا ظہور اُس وقت ہوگا۔ (تنبیہ) "مقام محمود" کی یہ تفسیر صحیح حدیثوں میں آئی ہے۔ اور بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں شفاعت کبریٰ کا نہایت مفصل بیان موجود ہے۔ شارحین نے حضورؐ کے لئے دس قسم کی شفاعتیں ثابت کی ہیں۔ فتح الباری میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ

قریب ہے کہ کھڑا کر دے تجھ کو تیرا رب مقام محمود میں **ف۱** اور کہہ اے رب داخل کر مجھ کو

مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ

سچا داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچا نکالنا **ف۲** اور عطا کر دے مجھ کو اپنے پاس سے

سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ

حکومت کی مدد **ف۳** اور کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بیشک جھوٹ ہے

كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ

نکل بھاگنے والا **ف۴** اور ہم اُتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ دفع ہوں اور رحمت

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا

ایمان والوں کے واسطے اور گنہگاروں کو تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے **ف۵** اور جب ہم آرام بھیجیں

عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ

انسان پر تو ٹال جائے اور بچا لے اپنا پہلو اور جب پہنچے اُس کو بُرائی تو رہ جائے

يَـــُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ

مایوس ہو کر **ف۶** تو کہہ ہر ایک کام کرتا ہے اپنے ڈھنگ پر سو تیرا رب خوب جانتا ہے کس نے

اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ وَيَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ

خوب پا لیا راستہ **ف۷** اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو **ف۸** کہدے روح ہے میرے

اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَىِٕنْ شِئْنَا

رب کے حکم سے اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا **ف۹** اور اگر ہم چاہیں

لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾

تو لیجائیں اُس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی پھر تو نہ پائے اپنے واسطے اُسکے لادینے کو ہم پر کوئی ذمہ دار

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّىِٕنِ

مگر مہربانی سے تیرے رب کی اُس کی بخشش تجھ پر بڑی ہے **ف۱۰** کہہ اگر

ف۲ یعنی جہاں مجھے پہنچانا ہے (مثلاً مدینہ میں) نہایت آبرو اور خوبی و خوش اسلوبی سے پہنچا کہ حق کا بول بالا رہے اور جہاں سے نکالنا یعنی علیحدہ کرنا ہو (مثلاً مکہ سے) تو وہ بھی آبرو اور خوبی و خوش اسلوبی سے ہو۔ کہ دشمن ذلیل و خوار اور دوست شاداں و فرحاں ہوں۔ اور بہرصورت سچائی کی فتح اور جھوٹ کا سر نیچا ہو۔ **ف۳** یعنی غلبہ و تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ تیری مدد و نصرت ہو۔ تاکہ حق کا بول بالا رہے اور معاندین ذلیل و پست ہوں دنیا میں کوئی قانون ہو، سماوی یا ارضی اُس کے نفاذ کے لئے ایک درجہ میں ضروری ہے کہ حکومت کی مدد ہو۔ جو لوگ دلائل و براہین سننے اور آفتاب کی طرح حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی ضد و عناد پر قائم رہیں اُن کے ضرر و فساد کو حکومت کی مدد ہی روک سکتی ہے۔ اسی لئے سورۂ حدید میں فرمایا۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ الیٰ آخرہ (حدید رکوع ۳) **ف۴** یہ عظیم الشان پیشگوئی مکہ میں کی گئی جہاں بظاہر کوئی سامان غلبۂ حق کا نہ تھا یعنی کہہ دو قرآن کریم مومنین کو بشارتیں سناتا ہوا اور باطل کو کچلتا ہوا آپہنچا بس سمجھ لو کہ اب دین حق غالب ہوا اور کفر بھاگا۔ نہ صرف مکہ سے بلکہ سارے عرب سے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم جب کہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اُس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ایک چھڑی سے سب پر ضرب لگاتے اور فرماتے تھے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ۔ ہر ایک اوندھے منہ گر جاتا تھا۔ اس طرح قرآن کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی اور دوسری کا اعلان کیا گیا کہ جو کفر کعبہ سے نکل بھاگا ہے آئندہ کبھی واپس نہ آئیگا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک **ف۵** یعنی جس طرح حق کے آنے سے باطل بھاگ جاتا ہے، قرآن کی آیات سے جو بتدریج اُترتی رہتی ہیں روحانی بیماریاں دور ہوتی ہیں دلوں سے عقائد باطلہ، اخلاق ذمیمہ اور شکوک و شبہات کے روگ مٹ کر صحت باطنی حاصل ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات اس کی مبارک تاثیر سے بدنی صحت بھی حاصل کیجاتی ہے جیسا کہ "روح المعانی" اور "زاد المعاد" وغیرہ میں اس کا فلسفہ اور تجربہ بیان کیا ہے۔ بہرحال جو لوگ ایمان لائیں یعنی اس نسخۂ شفا کو استعمال کریں گے، تمام قلبی و روحانی امراض سے نجات پاکر خدا تعالیٰ کی رحمت خصوصی اور ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز ہونگے۔ ہاں جو مریض اپنی جان کا دشمن طبیب اور علاج سے دشمنی ہی کی ٹھان لے تو ظاہر ہے کہ جس قدر علاج و دوا سے نفرت کر کے دور بھاگے گا اُسی قدر نقصان اُٹھائیگا۔ کیونکہ مرض استداد زمانہ سے مہلک ہوتا جائیگا جو آخر جان لیکر چھوڑیگا۔ تو یہ آفت قرآن کی طرف سے نہیں۔ خود مریض ظالم کی طرف سے آئی کما قال تعالیٰ۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (توبہ رکوع ۱۶) **ف۶** یعنی انسان کا عجیب حال ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتیں دیتا ہے تو احسان نہیں مانتا۔ جتنا عیش آرام ملے اُسی قدر منعم حقیقی کی طرف سے اس کی غفلت و اعراض بڑھتا ہے اور فرائض بندگی سے پہلو بچا کر کھسکنا چاہتا ہے پھر جب سخت اور بُرا وقت آیا تو ایکدم آس توڑ کر اور نا اُمید ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ گویا دونوں حالتوں میں خدا سے بے تعلق رہا۔ کبھی غفلت کی بنا پر کبھی مایوسی کی (نعوذ باللہ من کلا الحالین) یہ مضمون غالباً اس لئے بیان فرمایا کہ قرآن جو سب سے بڑی نعمت الٰہی ہے بہت لوگ اُس کی قدر نہیں پہچانتے بلکہ اُس کے ماننے سے اعراض و پہلو تہی کرتے ہیں۔ پھر جب اس کفران نعمت اور اعراض و انکار کا بُرا نتیجہ سامنے آئیگا اُس وقت قطعاً مایوسی ہوگی کسی طرف اُمید کی جھلک نظر نہ پڑیگی۔ **ف۷** یعنی ہر ایک کا فر و مومن اور معرض و مقبل اپنے اپنے طریقے، نیت، طبیعت اور مذہب پر چلتا اور اُسی میں مگن رہتا ہے۔ لیکن یاد رہے خدا کے علم محیط سے کسی شخص کا کوئی عمل باہر نہیں ہو سکتا وہ ہر ایک کے طریق عمل اور حرکات و سکنات کو برابر دیکھ رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے کہ کون کتنا سیدھا چلتا ہے اور کس میں کس قدر کجروی دکجراہی ہے۔

بقیہ فوائد صفحہ ٣٧٦

ہر ایک کے ساتھ اُسی کے موافق برتاؤ کریگا ف٨ یعنی روح انسانی کیا چیز ہے؟ اُسکی ماہیت وحقیقت کیا ہے؟ یہ سوال صحیحین کی روایت کے موافق یہود مدینہ نے آنحضرت صلعم کے آزمانے کو کیا تھا اور سیر کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں قریش نے یہود کے مشورہ سے یہ سوال کیا۔ اسی لیے آیت کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ ممکن ہے نزول مکرر ہوا ہو۔ واللہ اعلم یہاں اِس سوال کے درج کرنے سے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی اِن لوگوں کو ضرورت ہے اُدھر سے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل میں ازراہ تعنت وعناد جھگڑتے رہتے ہیں ضرورت اِسکی تھی کہ وحی قرآنی کی رُوح سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخۂ شفا سے فائدہ اُٹھاتے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (شوریٰ رکوع ٥) يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ (نحل رکوع ١) مگر انہیں دور از کار اور معاندانہ بحثوں سے فرصت کہاں۔ "روح" کیا ہے؟ جوہر ہے یا عرض؟ مادی ہے یا مجرد؟ بسیط ہے یا مرکب؟ اس قسم کے غامض اور بے ضرورت مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائض تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔ بڑے بڑے حکماء اور فلاسفر آج تک خود "مادہ" کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے "روح" جو بہر حال "مادہ" سے کہیں زیادہ لطیف وخفی ہے اُس کی اصل ماہیت وکُنہ تک پہنچنے کی پھر کیا اُمید کی جا سکتی ہے۔ مشرکین مکہ کی جہالات اور یہود مدینہ کی اسرائیلیات کا مطالعہ کرنیوالوں کو معلوم ہے کہ جو قوم موٹی موٹی باتوں اور نہایت واضح حقائق کو نہیں سمجھ سکتی، وہ روح کی حقائق پر دسترس پانے کی کیا خاک استعداد واہلیت رکھتی ہوگی؟ تو کار زمیں را نکو ساختی کہ با آسمان نیز پرداختی۔ ف٩ موضح القرآن میں ہے کہ "حضرتؐ کے آزمانے کو یہود نے پوچھا، سو اللہ نے (کھول کر) نہ بتایا کیونکہ اُن کو سمجھنے کا حوصلہ نہ تھا۔ آگے پیغمبروں نے بھی مخلوق سے ایسی باریک باتیں نہیں کیں۔ اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی، وہ جی اُٹھا جب نکل گئی مر گیا" اھ (تنبیہ) حق تعالیٰ کا کلام اپنے اندر عجیب وغریب اعجاز رکھتا ہے۔ روح کے متعلق یہاں جو کچھ فرمایا اُس کا سطحی مضمون عوام اور قاصر الفہم یا کج رو معاندین کے لیے کافی ہے۔ لیکن اسی سطح کے نیچے اِن ہی مختصر الفاظ کی تہ میں روح کے متعلق وہ بصیرت افروز حقائق مستور ہیں جو بڑے سے بڑے عالی دماغ نکتہ رس فلسفی اور ایک عارف کامل کی راہ طلب وتحقیق میں چراغ ہدایت کا کام دیتی ہیں۔ روح کے متعلق عہد قدیم سے جو سلسلہ تحقیقات کا جاری ہے وہ آج تک ختم نہیں ہوا، اور نہ شاید ہو سکے۔ روح کی اصلی کُنہ وحقیقت تک پہنچنے کا دعویٰ تو بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ ابھی تک کتنی ہی محسوسات ہیں جن کی کُنہ وحقیقت معلوم کرنے سے ہم عاجز رہے ہیں۔ تاہم میرے نزدیک آیات قرآنیہ سے روح کے متعلق اِن چند نظریات پر صاف روشنی پڑتی ہے۔ (١) انسان میں اس مادی جسم کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جسے "روح" کہتے ہیں، وہ "عالم امر" کی چیز ہے اور خدا کے حکم وارادہ سے فائض ہوتی ہے۔ "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ" "خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" (آل عمران، رکوع ٦) ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ (المؤمنون، رکوع ١) اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (نحل رکوع ٥) (٢) روح کی صفات علم وشعور وغیرہ بتدریج کمال کو پہنچتی ہیں اور ارواح میں حصول کمال کے اعتبار سے بے حد تفاوت وفرق مراتب ہے حتی کہ خدا تعالیٰ کی تربیت سے ایک روح ایسے بلند واعلیٰ مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں دوسری ارواح کی قطعاً رسائی نہ ہو سکے، جیسے روح محمدی صلعم پہنچی۔ یشیر الیہ اضافۃ الامر الی الرب والرب الی یاء المتکلم المراد بہ ہہنا محمد صلعم وقولہ تعالیٰ فیما بعد "قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (٣) مگر اُس کے یہ کمالات ذاتی نہیں۔ واہب حقیقی کے عطا کیے ہوئے ہیں اور محدود ہیں۔ یدل علیہ قولہ تعالیٰ "وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" فان علم قد اتاہ من مفیض آخر وہو قلیل فی جنب علم اللہ تعالیٰ۔ کما قال تعالیٰ "قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ (کہف رکوع ١٢) وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (لقمان رکوع ٣) ویدل علی تحدید القدرۃ قولہ تعالیٰ فیما بعد رداً لقولہم "لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا" الخ "قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا" روح انسانی خواہ علم وقدرت وغیرہ صفات میں کتنی ہی ترقی کر جائے حتیٰ کہ اپنے تمام ہمجنسوں سے گوئے سبقت لے لے پھر بھی اُسکی صفات محدود رہتی ہیں صفات باری کی طرح لامحدود نہیں ہو جاتیں۔ اور یہ بڑی دلیل اس کی ہے کہ آریوں کے عقیدہ کے موافق روح خدا سے علیحدہ کوئی قدیم وغیر مخلوق ہستی نہیں ہو سکتی۔ ورنہ تحدید کہاں سے آئی۔ (٤) کتنی ہی بڑی کامل روح ہو، حق تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس وقت چاہے اُس سے کمالات سلب کر لے۔ گو اُس کے فضل ورحمت سے کبھی ایسا کرنے کی نوبت نہ آئے۔ یدلُّ علیہ قولہ تعالیٰ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا" یہ چند اصول جو ہم نے بیان کیے اہل فہم کونسی آیات میں ادنیٰ تامل کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ صرف ایک "عالم امر" کا لفظ ہے جسکی مناسب تشریح ضروری ہے اور جس کے سمجھنے سے اُمید ہے روح کی معرفت حاصل کرنے میں بہت مدد ملیگی۔ لفظ "امر" قرآن کریم میں بیسیوں جگہ آیا اور اُس کے معنی کی تعیین میں علماء نے کافی کلام کیا ہے لیکن میری غرض اس وقت سورۂ اعراف کی آیت "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جہاں "امر" کو "خلق" کے مقابل رکھا ہے جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خدا کے یہاں دو چیزیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں ایک "خلق" دوسرا "امر" دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو ہم سیاق آیات سے بسہولت سمجھ سکتے ہیں پہلے فرمایا "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ" (اعراف رکوع ٧) یہ تو "خلق" ہوا۔ درمیان میں "استواء علی العرش" کا ذکر کر کے جو شان حکمرانی کو ظاہر کرتا ہے فرمایا "يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ" (اعراف رکوع ٧) یعنی ان مخلوقات کو ایک معین ومحکم نظام پر چلاتے رہنا جسے تدبیر وتصریف کہہ سکتے ہیں۔ یہ "امر" ہوا "اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ" (طلاق رکوع ٢) گویا دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی سمجھو جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں۔ کوئی کپڑا بُن رہی ہے کوئی آٹا پیس رہی ہے کوئی کتاب چھاپتی ہے کوئی شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے۔ کسی سے پنکھے چل رہے ہیں۔ وغیر ذلک۔ ہر ایک مشین میں بہت سے کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض وغایت کا لحاظ کر کے ایک معین اندازے سے ڈھالے جاتے اور لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پرزے جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جاتا ہے۔ جب تمام مشینیں فٹ ہو کر کھڑی ہو جاتی ہیں تب الیکٹرک (بجلی) کے خزانہ سے ہر مشین کی طرف جدا جدا راستہ سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے آن واحد میں ساکن وخاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اُسکی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے حتیٰ کہ جو قلیل وکثیر کہربائیہ روشنی کے لیمپوں اور قمقموں میں پہنچتی ہے، وہاں پہنچ کر اُن ہی قمقموں کی ہیأت اور رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اس مثال میں یہ بات واضح ہو گئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا، اُس کے کل پرزوں کا ٹھیک اندازہ پر رکھنا، پھر فٹ کرنا، ایک سلسلہ کے کام ہیں جسکی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لیے ایک دوسری چیز (بجلی یا اسٹیم) اُس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سمجھ لو حق تعالیٰ نے اول آسمان وزمین کی تمام مشینیں بنائیں جس کو "خلق" کہتے ہیں، ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا جسے "تقدیر" کہا گیا ہے۔ "فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا" سب کل پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے "تصویر" کہتے ہیں۔ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ (اعراف رکوع ٢) یہ سب افعال خلق کی مدّ میں تھے۔ اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے۔ آخر مشین کو چالو کرنے کیلیے "امر الٰہی" کی بجلی چھوڑ دی گئی۔ شاید اس کا تعلق اسم "باری" سے ہے۔ "الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ" (الحشر رکوع ٣) وفی حدیث "فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ" وفی سورۃ الحدید "مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا" ای النفوس کما ہو مروی عن ابن عباس وقتادۃ والحسن۔ غرض اُدھر سے حکم ہوا "چل" فوراً چلنے لگی۔ اسی "امر الٰہی" کو فرمایا "اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" (یٰس رکوع ٥) دوسری جگہ نہایت وضاحت سے

ساتھ امر "کُن" کو خلق جسد پر مرتب کرتے ہوئے ارشاد ہوا "خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" (آل عمران رکوع ۶) بلکہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں "کُنْ فَیَکُوْنُ" کا مضمون جتنے مواضع میں آیا عموماً خلق و ابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے جس سے خیال گذرتا ہے کہ کلمۂ "کُن" کا خطاب "خلق" کے بعد تدبیر و تصریف وغیرہ کے لیے ہوتا ہوگا۔ واللہ اعلم۔ بہرحال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں "اَمر" کے معنی "حکم" کے ہیں اور وہ حکم یہی ہے جسے لفظ "کُن" سے تعبیر کیا گیا۔ اور "کُنْ" جنس کلام سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے۔ جس طرح ہم اُس کی تمامی صفات (مثلاً حیات، سمع، بصر وغیرہ) کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں، کلام اللہ وکلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھنا چاہیے۔ خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ "روح" کے ساتھ اکثر جگہ قرآن میں امر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ اور پہلے گذر چکا کہ "اَمر" عبارت ہے کلمۂ "کُنْ" سے۔ یعنی وہ کلام انشائی جس سے مخلوقات کی تدبیر و تصریف اُس طریقہ پر کیا جائے جس پر غرض ایجاد و تکوین مرتب ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ "روح" کا مبدأ حق تعالیٰ کی صفت کلام ہے جو صفت علم کے ماتحت ہے۔ شاید اسی لیے "نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" میں اُسے اپنی طرف منسوب کیا۔ کلام و "امر" کی نسبت متکلم اور آمر سے "صادر" و "مصدر" کی ہوتی ہے "مخلوق" و "خالق" کی نہیں ہوتی۔ اسی لیے "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" میں "امر" کو "خلق" کے مقابل رکھا۔ ہاں یہ امر "کن" باری تعالیٰ شانہ سے صادر ہو کر ممکن ہے جوہر مجرد کے لباس میں یا ایک "مَلَکِ اکبر" اور "روحِ اعظم" کی صورت میں ظہور کرے جس کا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جسے ہم "کہربائیہ رُوحیہ" کا خزانہ کہہ سکتے ہیں۔ گویا یہیں سے روحِ حیات کی لہریں دنیا کی ذوی الارواح پر تقسیم کی جاتی ہیں۔ اور "اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ" الخ کے بیشمار تاروں کا یہیں کنکشن ہوتا ہے۔ اب جو کرنٹ چھوٹی بڑی بیشمار مشینوں کی طرف چھوڑا جاتا ہے وہ مشین سے اُسکی بناوٹ اور استعداد کے موافق کام لیتا اور اس کی ساخت کے مناسب حرکت دیتا ہے۔ بلکہ جن لیمپوں اور قمقموں میں یہ بجلی پہنچتی ہے اُن ہی کے مناسب رنگ و ہیئت اختیار کر لیتی ہے۔ رہی یہ بات کہ "کُن" کا حکم جو قسم کلام سے ہے، جوہر مجرد یا جسم نورانی لطیف کی شکل کیونکر اختیار کر سکتا ہے اسے یوں سمجھ لو کہ تمام عُقلاء اس پر متفق ہیں کہ ہم خواب میں جو اشکال و صور دیکھتے ہیں، بعض اوقات وہ محض ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو دریا، پہاڑ، شیر، بھیڑیے وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ خیالات جو اعراض ہیں اور دماغ کے ساتھ قائم ہیں وہ جواہر و اجسام کیونکر بن گئے اور کس طرح اُن میں اجسام کے لوازم و خواص پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ خواب دیکھنے والے سے بیدار ہونے کے بعد بھی اُن کے آثار جُدا نہیں ہوتے۔ فی الحقیقت خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو خواب کے ذریعہ سے بڑی بھاری ہدایت کی ہے کہ جب ایک آدمی کی قوۃ مُصورہ میں اُس نے اس قدر طاقت رکھی ہے کہ وہ اپنی بساط کے موافق غیر مجسم خیالات کو جسمی سانچہ میں ڈھال لے اور اُن میں وہ ہی خواص و آثار باذن اللہ پیدا کرے جو عالم بیداری میں اجسام سے وابستہ تھے۔ پھر تماشہ یہ ہے کہ وہ خیالات خواب دیکھنے والے کے دماغ سے ایک منٹ کو علیحدہ بھی نہیں ہوئے۔ اُنکا ذہنی وجود بدستور قائم ہے تو کیا اس حقیر سے نمونہ کو دیکھ کر ہم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے قادر مطلق اور مصورِ برحق جل وعلا کا امر بے کیف (کُن) باوجود صفت قائمہ بذاتہ تعالیٰ ہونے کے کسی ایک یا متعدد صورتوں میں جلوہ گر ہو جائے۔ اُن صورتوں کو ہم ارواح یا فرشتے یا کسی اور نام سے پکاریں۔ وہ ارواح و ملائکہ وغیرہ سب حادث ہوں اور "امرِ الٰہی" بحالِ قدیم رہے۔ امکان و حدوث کے آثار و احکام ارواح وغیرہ تک محدود رہیں اور "امرِ الٰہی" اُن سے پاک و برتر ہو۔ جیسے جو صورت خیالیہ بحالت خواب آگ کی صورت میں نظر آتی ہے اُس صورت ناریہ میں احراق، سوزش، گرمی وغیرہ سب آثار ہم محسوس کرتے ہیں حالانکہ اسی آگ کا تصور سالہاسال بھی دماغوں میں رہے تو ہمیں ایک سکنڈ کے لیے یہ آثار محسوس نہیں ہوتے۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ روحِ انسانی (خواہ جوہر مجرد ہو یا جسم لطیف نورانی) "امرِ ربی" کا مظہر ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ مظہر کے سب احکام و آثار ظاہر پر جاری ہوں کما ہو الظاہر۔ واضح رہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا اور جو مثالیں پیش کیں اُن سے مقصود محض تسہیل و تقریب الی الفہم ہے ورنہ ایسی کوئی مثال دنیا نہیں ہو سکتی جو ان حقائق غیبیہ پر پوری طرح منطبق ہو۔ اے بروں از وہم و قال و قیل من ؛ خاک بر فرق من و تمثیل من۔ رہا یہ مسئلہ کہ روح جوہر مجرد ہے جیسا کہ اکثر حکمائے قدیم اور صوفیہ کا مذہب ہے یا جسم نورانی لطیف جیسا کہ جمہور اہل حدیث وغیرہ کی رائے ہے۔ اس میں میرے نزدیک قول فیصل وہی ہے جو بقیۃ السلف بحر العلوم علامہ سیّد انور شاہ صاحب اطال اللہ بقائہٗ نے فرمایا کہ بالفاظ عارف جامی یہاں تین چیزیں ہیں (۱) وہ جواہر جن میں مادہ اور کمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے ابدان مادیہ (۲) جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کمیت ہے جنہیں صوفیہ "اجسام مثالیہ" کہتے ہیں (۳) وہ جواہر جو مادہ اور کمیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیہ "ارواح" یا حکماء جواہر مجردہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ جمہور اہل شرع جس کو "روح" کہتے ہیں وہ صوفیہ کے نزدیک "بدن مثالی" سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے۔ اور بدن مادی کی طرح آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے۔ یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہو جاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیفیت علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے جس کہ بدن پر حالت موت طاری ہونے نہیں پاتی۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے موافق جو بغوی نے "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا" کی تفسیر میں نقل کیا، اُس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اُس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے۔ یا جیسے آج ہی میں نے اخبار میں ایک تار پڑھا کہ "حال ہی میں فرانس کے محکمۂ پروازنے ہوابازوں کے بغیر طیارے چلا کر خفیہ تجربے کیے ہیں اور تعجب انگیز نتائج رونما ہوئے ہیں۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حال میں ایک خاص بم پھینکنے والا طیارہ بھیجا گیا تھا جس میں کوئی شخص سوار نہ تھا لیکن لاسلکی کے ذریعہ سے وہ منزل مقصود پر پہنچایا گیا۔ اس طیارہ میں بم بھر کر وہاں گرائے گئے اور پھر وہ مرکز میں واپس لایا گیا۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ لاسلکی کے ذریعہ سے ہوائی جہاز نے خود بخود جو کام کیا وہ ایسا مکمل ہے جیسا کسی ہواباز کی مدد سے عمل میں آتا۔" آج کل یورپ میں جو سوسائٹیاں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں اُنہوں نے بعض ایسے مشاہدات بیان کیے ہیں کہ ایک روح جسم سے علیحدہ تھی، اور روح کی ٹانگ پر حملہ کرنے کا اثر جسم مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہوا۔ بہرحال اہل شرع جو روح ثابت کرتے ہیں صوفیہ کو اُس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اوپر ایک اور روح مجرد مانتے ہیں جس میں کوئی استحالہ نہیں بلکہ اگر اُس روح مجرد کی بھی کوئی اور روح ہو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کر "امر ربی" کی وحدت پر منتہی ہو جائے تو انکار کی ضرورت نہیں۔ شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ نے "منطق الطیر" میں کیا خوب فرمایا ؎ ہم ز جملہ بیش وہم پیش از ہمہ ؛ جملہ از خود دیدہ و خویش از ہمہ ؛ جان نہاں در جسم و او در جاں نہاں ؛ اے نہاں اندر نہاں اے جانِ جاں ؛ مذکورۂ بالا تقریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر چیز میں جو "کُن" کی مخاطب ہوئی روح حیات پائی جائے۔ جیسا کہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ ہر مخلوق کی ہر ایک نوع کو اُس کی استعداد کے موافق قوی یا ضعیف زندگی ملی ہے یعنی جس کام کے لیے وہ چیز پیدا کی گئی (ڈھانچہ تیار کر کے اس کو حکم دیا "کُن" (اس کام میں لگ جا) بس یہی اُس کی روح حیات ہے جب تک اور جس حد تک یہ اپنی غرض ایجاد کو پورا کرے گی اسی حد تک زندہ سمجھی جائے گی۔ اور جس قدر اس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی اُسی قدر موت سے نزدیک یا مُردہ کہلائے گی۔ بذا عندی والعلم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہو العلیم الحکیم۔ ف یعنی قرآن کا علم تم کو دیا ہے خدا چاہے تو ذرا سی دیر میں چھین لے پھر کوئی واپس نہ لا سکے لیکن اُس کی مہربانی آپ پر بہت بڑی ہے اسی لیے یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی اور چھینے کی کوئی وجہ نہیں۔ صرف قدرت عظمیٰ کا اظہار مقصود ہے اور یہ کہ کیسی ہی کامل روح ہو اُس کے سب کمالات موہوب و مستعار ہیں، ذاتی نہیں۔

اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ

جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ لائیں ایسا قرآن ہرگز نہ لائیں گے

بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ

ایسا قرآن اور پڑے مدد کیا کریں ایک دوسرے کی ف۱ اور ہم نے پھیر پھیر کر سمجھائی لوگوں کو

فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

اس قرآن میں ہر مثل سو نہیں رہتے بہت لوگ بن ناشکری کئے ف۲

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾

اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کردے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ ف۳

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا

یا ہوجائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں

تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ

چلا کر یا گرادے آسمان ہم پر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے ف۴ یا لے آ اللہ کو

وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى

اور فرشتوں کو سامنے ف۵ یا ہوجائے تیرے لئے ایک گھر سنہرا ف۶ یا چڑھ جائے تو

فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ

آسمان میں اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھ لیں ف۷

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ

تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی ہوں بھیجا ہوا ف۸ اور لوگوں کو روکا نہیں

اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا

ایمان لانے سے جب پہنچی ان کو ہدایت مگر اسی بات نے کہ کہنے لگے کیا اللہ نے بھیجا آدمی کو

رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ

پیغام دے کر ف۹ کہہ اگر ہوتے زمین میں فرشتے پھرتے بستے

ف۱ اعجاز قرآن کے متعلق پہلے متعدد مواضع میں کلام کیا جاچکا ہے اور اس موضوع پر ہمارا مستقل رسالہ "اعجاز القرآن" چھپا ہوا ہے اُسے ملاحظہ کرلیا جائے۔ ف۲ یعنی اُن کی خیرخواہی کے لئے عجیب و غریب مضامین بار بار مختلف پیرایوں میں قسم قسم کے عنوانوں سے بیان کئے جاتے ہیں لیکن اکثر احمقوں کو اس کی قدر نہیں۔ بجائے احسان ماننے کے ناشکری پر تلے ہوئے ہیں۔ ف۳ یعنی مکہ کی سرزمین سے۔ قرآن کے اعجاز سے عاجز ہوکر ایسی دور از کار فرمائشیں کرنے لگتے تھے۔ غرض استفادہ و انتفاع مقصود نہ تھا محض تعنت و عناد سے کام تھا۔ ف۴ یہ اُس کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا "اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ" (السبا رکوع ۱) ف۵ یعنی معاذ اللہ خدا خود ہمارے سامنے آکر کہدے اور فرشتے کھلم کھلا شہادت دیں کہ تم سچے ہو۔ ف۶ یعنی سونے کا نہ ہو تو کم از کم سونے کا ملمع ہو۔ ف۷ یعنی جیسے آپ معراج کا ذکر کرتے ہیں ہمارے سامنے آسمان پر چڑھیے پھر وہاں سے ایک کتاب لکھی ہوئی لے کر آئیے جسے ہم خود پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں۔ ف۸ جیسے پہلے پیغمبر آئے اور وہ آدمی تھے کسی پیغمبر کو خدائی کے اختیارات حاصل نہیں نہ اُس کی یہ شان ہے کہ اپنے رب سے ایسی بے ضرورت فرمائشیں کرے۔ اُن کا کام یہ ہے کہ جو اُدھر سے ملے پہنچا دیں اور اپنے ہر ایک کام کو خدائے واحد کے سپرد کردیں سو میں اپنا فرض رسالت ادا کر رہا ہوں۔ فرمائشی نشان دکھلانے یا نہ دکھلانے اس کی حکمت بالغہ پر محول ہیں اور پہلے اسی سورت میں فرمائشی نشانات نہ دکھلانے کی بعض حکمتیں گذر چکی ہیں۔ ف۹ یعنی نور ہدایت پہنچنے کے بعد آنکھیں نہ کھلیں یہی کہتے رہے کہ آدمی ہوکر رسول کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمان سے کوئی فرشتہ اُتارتا۔

ف۱ یعنی اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی بستی ہوتی تو بیشک موزوں ہوتا کہ ہم فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ آدمیوں کی طرف اگر فرشتہ اُس کی اصلی صورت میں بھیجا جاتا تو آنکھیں اور دل تحمل بھی نہ کر سکیں۔ فائدہ اُٹھانا تو الگ رہا۔ اور آدمی کی صورت میں آئے تو اشتباہ میں پڑے رہیں۔ اس کی تقریر سورۂ انعام کے پہلے رکوع میں گذر چکی۔ ف۲ وہ جو کہتے تھے "اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا" یعنی خدا سامنے آ کر تصدیق کر دے تب مانیں۔ تو فرمایا کہ خدا اب بھی اپنے فعل سے میری تصدیق کر رہا ہے۔ آخر وہ مجھ کو دیکھتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہوں اور میرے ظاہری و باطنی احوال سے پورا خبردار ہے۔ اس پر بھی میرے ہاتھ اور زبان پر برابر وہ علمی و عملی نشانات ظاہر فرماتا رہتا ہے، جو خارق عادت اور اُس کے عام قانون قدرت سے کہیں بلند و برتر ہیں۔ میرے مقاصد کو یوماً فیوماً کامیاب اور وسیع الاثر بناتا ہے اور تکذیب کرنے والوں کو قدم قدم پر متنبہ کرتا ہے کہ اس رفتار سے تم فلاح نہیں پا سکتے کیا یہ خدا کی طرف سے کھلی ہوئی فعلی شہادت نہیں کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں؟ کیا ایک مفتری کے ساتھ ایسا معاملہ خدا کا ہو سکتا تھا؟ ف۳ یعنی خدا کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی راہ حق پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے جس کی بدبختی اور تعنت کی وجہ سے خدا دستگیری نہ فرمائے اُسے کون ہے جو ٹھیک راستہ پر لگا سکے۔ ف۴ یہ قیامت کے بعض مواطن میں ہوگا کہ کافر منہ کے بل اندھے گونگے کر کے چلائے جائینگے۔ حدیث میں ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! منہ کے بل کس طرح چلیں گے فرمایا جس نے آدمی کو پاؤں سے چلایا وہ قادر ہے کہ سر سے چلا دے۔ باقی فرشتوں کا جہنمیوں کو منہ کے بل گھسیٹنا وہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ "یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ" (القمر رکوع ۳) ف۵ یعنی عذاب معین اندازہ سے کم نہیں ہونے دیں گے۔ اگر بدن جل کر تکلیف میں کمی ہونے لگے گی تو پھر نئے چمڑے چڑھا دیے جائیں گے۔ "كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا" (نساء رکوع ۸) ف۶ یعنی دنیا میں دلیل سے تو نہ مانا تھا، اب آنکھ سے بار بار دیکھ لو کس طرح جل جل کر از سر نو تیار کیے جا رہے ہو۔ ف۷ یعنی جس نے اتنے بڑے بڑے اجسام پیدا کیے، اُسے تم جیسی چھوٹی سی چیز کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ "لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ" (مومن رکوع ۶) بیشک وہ تم کو اور تمہارے جیسے سب آدمیوں کو بے تکلف پیدا کر سکتا ہے۔ ف۸ یعنی شاید یہ کہو کہ آخر اتنے آدمی مر چکے ہیں وہ اب تک کیوں نہیں اُٹھائے گئے۔ تو فرما دیا کہ سب کے واسطے قبروں سے اُٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے وہ ضرور آ کر رہیگا۔ تاخیر دیکھ کر انکار کرنا حماقت ہے "وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ" (ہود رکوع ۹) ف۹ یعنی ایسے واضح مضامین و دلائل سُن کر بھی ناانصافوں کے کفر و ضلال اور ناشکری میں ترقی ہی ہوتی ہے، ذرا نہیں پسیجتے۔ ف۱۰ گذشتہ رکوع میں فرمایا تھا "اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ" (خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ پر بہت بڑا فضل کیا ہے کہ قرآن جیسی بے مثال دولت عطا فرمائی) درمیان میں مخالفین کے تعنت و عناد، دور از کار مطالبات، اعراض و تکذیب اور اُن کے نتائج کا ذکر کر کے یہاں پھر اُسی پہلے مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے یعنی ایک بندہ کو ایسی عظیم الشان رحمت اور عدیم النظیر دولت سے سرفراز فرمانا، اُسی جواد حقیقی اور وہاب مطلق کی شان ہو سکتی ہے جس کے پاس رحمت کے غیر متناہی خزانے ہوں، اور کسی مستحق کو زیادہ سے زیادہ دینے میں نہ اُس کو اپنے تہیدست رہجانے کا خوف ہو، نہ اس کا اندیشہ کہ دوسرا ہم سے لیکر کہیں مقابل نہ بن جائے یا آگے چل کر ہمیں دبا نہ لے۔ خداوند قدوس تھڑدلے انسان کی طرح (العیاذ باللہ) تنگدل واقع نہیں ہوا۔ جسے اگر فرض کر و خزائن رحمت کا مالک مختار بنا دیا جائے تب بھی اپنی طبیعت سے بخل و تنگدلی نہ چھوڑے اور کسی مستحق کو دینے سے اس لیے گھبرائے کہ کہیں سارا

لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا

تو ہم اُتارتے اُن پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام دے کر ف۱ کہہ اللہ کافی ہے حق ثابت کرنے والا

بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾ وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ

میرے اور تمہارے بیچ میں وہ ہے اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ف۲ اور جس کو راہ دکھلائے اللہ

فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ

وہی ہے راہ پانے والا اور جس کو بھٹکائے پھر تو نہ پائے اُنکے واسطے کوئی رفیق اللہ کے سوائے ف۳ اور

نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ

اُٹھائینگے ہم اُن کو دن قیامت کے چلیں گے منہ کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے ف۴ ٹھکانا اُن کا

جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا

دوزخ ہے جب لگیگی بجھنے اور بھڑکا دینگے اُن پر ف۵ یہ اُن کی سزا ہے اس واسطے کہ منکر ہوئے

بِاٰیٰتِنَا وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾

ہماری آیتوں سے اور بولے کیا جب ہم ہوگئے ہڈیاں اور چورا چورا کیا ہم کو اُٹھائیں گے نئے بنا کر ف۶

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤی

کیا نہیں دیکھ چکے کہ جس اللہ نے بنائے آسمان اور زمین وہ بنا

اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ

سکتا ہے ایسوں کو ف۷ اور مقرر کیا ہے انکے واسطے ایک وقت بے شبہ ف۸ سو نہیں رہا جاتا بے انصافوں

اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ

سے بن ناشکری کیے ف۹ کہہ اگر تمہارے ہاتھ میں ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانے تو ضرور بند کر رکھتے

خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی

اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور ہے انسان دل کا تنگ ف۱۰ اور ہم نے دیں موسیٰ کو

تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ

نو نشانیاں صاف پھر پوچھ بنی اسرائیل سے جب آیا وہ اُنکے پاس ف۱۱ تو کہا اُس کو

خرچ نہ ہو جائے اور میں خالی ہاتھ رہ جاؤں یا جس پر آج خرچ کرتا ہوں کل میری ہمسری نہ کرنے لگے۔ بہرحال اگر رحمت الٰہیہ کے خزانے تمہارے قبضہ میں ہوتے تو تم کسے دینے والے تھے اور کہاں گوارا کر سکتے تھے کہ مکہ و طائف کے بڑے متکبر دولتمندوں کو چھوڑ کر وحی و نبوت کی یہ بیش بہا دولت "بنی ہاشم" کے ایک درِ یتیم کو ملجائے۔ یہ حق تعالیٰ کا فیض ہے کہ جس میں جیسی استعداد و قابلیت دیکھی اُس کے مناسب کمالات و انعامات کے خزانے اُنڈیل دیے۔ تمہارے تعنت و تعصب سے خدا کا فضل رُکنے والا نہیں۔ محمد صلعم کے طفیل میں جو خزائن آپ کے اتباع کو ملنے والے ہیں تکبر پیغمبر علیہ السلام اور ان کے پیرو دریادلی سے اُس دولت کو بنی نوع انسان پر خرچ کریں گے تمہاری طرح تنگدلی نہیں دکھائیں گے۔ ف۱۱ یعنی جیسے آپ کو فضل و رحمت سے قرآن عظیم دیا اور بہت کچھ مہربانیاں آپ پر فرمائیں، ہم پہلے موسیٰ علیہ السلام کو صداقت کے نو کھلے ہوئے نشانات (معجزات) اُن کے مناسب حال عنایت فرما چکے ہیں۔ جبکہ وہ "بنی اسرائیل" کے پاس فرعون کے مظالم کر نجات دلانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اگر چاہو تو "بنی اسرائیل" کے باخبر اور منصف مزاج علماء سے پوچھ دیکھو کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ (تنبیہ) وہ نو معجزات یہ تھے۔ ید، عصا، سنین، نقص ثمرات، طوفان، جراد، قمل، ضفادع، دم سورۂ "اعراف" آیت "فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ" الخ کے فوائد میں ہم اس کی تفصیل کر چکے ہیں ملاحظہ کر لیجائے۔ مسند احمد اور ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ یہود نے آپ سے "تسع آیات" کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا وہ یہ احکام ہیں، شرک نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، ناحق خون مت کرو، جادو نہ کرو، سود مت کھاؤ، بے گناہ کو مت پکڑواؤ

بقیہ فوائد صفحہ ۳۷۸ کہ حاکم اُسے قتل کر دے، عفیف عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ، جہاد میں سے مت بھاگو۔ ۹ حکم تو یہ ہوئے جن کے سب لوگ مخاطب ہو سکتے ہیں۔ دسواں حکم "اے یہود، تمہارے لئے مخصوص تھا کہ سبت (شنبہ) کے دن حد سے نہ گزرو۔ یہود نے سُن کر آپ کی تصدیق کی۔ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں نکارت ہے جو غالباً اس کے راوی عبداللہ بن سلمہ کی طرف سے آئی ہے۔ قرآن کا نظم و سیاق ہرگز اس کو نہیں چاہتا کہ "وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ" الخ سے مراد یہ ۹ احکام لئے جائیں۔ آگے فرعون اور موسیٰ کا مکالمہ جو "فَقَالَ لَهٗ" سے نقل فرمایا مقتضی ہے کہ "آیات" سے وہ نشانات مراد ہوں جو بطور دلائل و حجج کے فرعونیوں کو دکھلائے گئے تھے۔ چنانچہ لفظ بَصَآئِرَ بھی اُنہی پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے اور پہلے سے اہل مکہ کے تعنت اور آیات طلب کرنے کا جو ذکر آرہا ہے اُس کے مناسب بھی یہی ہے کہ یہاں فرعونیوں کا تعنت آیات کونیہ کے متعلق دکھلایا جائے۔ بہرحال ابن کثیرؒ کا خیال یہ ہے کہ یہود نے شاید "تسع آیات" کی نسبت نہیں بلکہ اُن دس آیات کی نسبت کیا ہوگا جو تورات کے شروع میں بطور وصایا لکھے جاتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں دس ہی چیزیں مذکور ہیں۔ راوی حدیث کو التباس و اشتباہ ہو گیا، اُس نے کلمات عشر کی جگہ "تسع آیات" کو ذکر کر دیا۔ اور ممکن ہے سوال "آیاتِ تسعہ" سے کیا گیا ہو لیکن آپ نے جواب علیٰ اُسلوب الحکیم دیا۔ گویا تنبیہ کر دی کہ نو معجزات کا معلوم کرنا تمہارے حق میں چنداں مفید اور اہم نہیں بلکہ اِن دس احکام کا یاد رکھنا زیادہ مہم ہے۔ واللہ اعلم

فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ

فرعون نے میری اٹکل میں تو موسیٰ تجھ پر جادو ہوا ف۱ بولا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی

هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىٕرَ ۚ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ

نے نہیں اتاریں مگر آسمان اور زمین کے مالک نے سمجھانے کو اور میری اٹکل میں

یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ

فرعون تو غارت ہوا چاہتا ہے ف۲ پھر چاہا کہ بنی اسرائیل کو چین نہ دے اُس زمین میں پھر ڈبا دیا ہم نے اُسکو

وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا

اور اُسکے ساتھ والوں کو سب کو ف۳ اور کہا ہم نے اُس کے پیچھے بنی اسرائیل کو آباد رہو تم

الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَ بِالْحَقِّ

زمین میں پھر جب آئیگا وعدہ آخرت کا لے آئیں گے ہم تم کو سمیٹ کر ف۴ اور سچ کے ساتھ

اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَ

اُتارا ہم نے یہ قرآن اور سچ کے ساتھ اُترا ف۵ اور تجھ کو جو بھیجا ہم نے سو خوشی اور ڈر سنانے کو ف۶ اور

قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾

پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے کہ پڑھے تو اُسکو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور اُس کو ہم نے اُتارتے اُتارتے اُتارا ف۷

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ

کہہ تم اُس کو مانو یا نہ مانو جن کو علم ملا ہے اُس کے پہلے سے

اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ

جب اُن کے پاس اس کو پڑھیے گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ میں ۞ اور کہتے ہیں پاک ہے

رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

ہمارا رب بیشک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا ف۸ اور گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر

یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ

روتے ہوئے اور زیادہ ہوتی ہے اُن کو عاجزی ف۹ کہہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے جس سے معاذ اللہ عقل خراب ہو گئی۔ اسی لئے بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ دوسری جگہ ہے "اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ" (شعراء رکوع ۲) گویا "مسحور" سے مراد مجنون ہے اور بعض نے مسحور کو بمعنی ساحر لیا ہے۔ واللہ اعلم ف۲ یعنی گو زبان سے انکار کرتا ہے مگر تیرا دل خوب جانتا ہے کہ عظیم الشان نشان تیری آنکھیں کھولنے کے لئے اُسی خدائے قادر و توانا نے دکھلائے ہیں جو آسمان و زمین کا سچا مالک ہے۔ اب جو شخص جان بوجھ کر محض ظلم و تکبر کی راہ سے حق کا انکار کرے اس کی نسبت بجز اس کے کیا خیال کیا جا سکتا ہے کہ تباہی کی گھڑی اُس کے سر پر آ پہنچی۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ "ایمان" جاننے کا نام نہیں، ماننے کا نام ہے۔ "وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا" (النمل رکوع ۱)۔ ف۳ جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ کا اثر بڑھتا جاتا ہے، سمجھا کہ بنی اسرائیل کہیں زور نہ پکڑ جائیں اس لئے اُن کو اور زیادہ ستانا شروع کیا کہ یہ مصر میں امن چین سے رہنے نہ پائیں۔ آخر ہم نے اُسی کو نہ رہنے دیا اور بحر قلزم میں سب ظالموں کا بیڑہ غرق کر دیا۔ ف۴ یعنی خدا نے ظالم کی جڑ کاٹ دی اور تم کو غلامی سے نجات دی۔ اب مصر و شام میں جہاں چاہو آزادی سے رہو۔ جب قیامت آئیگی پھر ایک مرتبہ تم سب کو اور تمہارے تباہ شدہ دشمنوں کو اکٹھا کر کے شقی و سعید اور ہالک و ناجی کا دائمی فیصلہ کر دیا جائیگا۔ ف۵ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات وغیرہ کا ذکر فرما کر روئے سخن پھر قرآن کریم کی طرف پھیر دیا گیا۔ یعنی معجزات موسوی بجائے خود تھے، لیکن محمد صلعم کو جو معجزات باہرہ عطا ہوئے اُن میں سب سے بڑا علمی معجزہ یہ قرآن کریم ہے جو ہم نے عین حکمت کے موافق اپنے علم عظیم اور اعلیٰ درجہ کی سچائی پر مشتمل کر کے اُتارا ہے اور ٹھیک اُسی سچائی کے ساتھ وہ آپ تک پہنچ گیا۔ درمیان میں ادنیٰ ترین تغیر و تبدل بھی نہیں ہوا "فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" (ہود رکوع ۲) ف۶ یعنی ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب الٰہی کی دھمکی سُنا دیجئے۔ ف۷ انزال قرآن سے مقصود اصلی یہ ہے کہ سمجھ کر اُس پر عمل کرنا ہے جسے تدبر و تذکر کہتے ہیں۔ لیکن اس کے نفس الفاظ و حروف بھی نور و برکت سے خالی نہیں۔ "كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ" (ص رکوع ۳) اسی لئے سورتیں اور آیتیں جدا جدا رکھیں تا وظیفہ کے طور پر تلاوت کرنا بھی سہل ہو اور سننے والوں کے لئے حفظ و فہم میں بھی آسانی رہے۔ اور آہستہ آہستہ اس لئے اُتارا کہ جیسے حالات پیش آئیں اُن کے مناسب ہدایات حاصل کرتے رہیں تا وہ جماعت جسے آگے چل کر تمام دنیا کا معلم بننا تھا، ہر آیت و حکم کے موقع و محل کو بخوبی ذہن نشین کر کے یاد رکھ سکے اور آنے والی نسلوں کے لئے کسی آیت کے بے موقع استعمال کرنے کی گنجائش نہ چھوڑے۔ ف۸ یعنی مانو یا نہ مانو، قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ صلعم کی تصدیق وہ منصف مزاج اہل علم کر رہے ہیں جنہیں کتب سابقہ کی بشارات سے آگاہی ہے، وہ اس کلام کو سُن کر ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا عجیب و غریب کلام ہے۔ بیشک خدا کا وعدہ پورا ہونا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تورات کتاب استثناء میں کیا گیا تھا کہ "بنی اسرائیل میں تمہارے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے ایک نبی اُٹھاؤں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا" بلاشبہ وہ یہی کلام ہے جو محمد صلعم کے دہن مبارک میں ڈالا گیا۔ جب اہل علم کو قرآن کی تصدیق سے چارہ نہیں رہا تب انکار کرنا جاہل کا کام ہے۔ ف۹ یعنی قرآن کو سُن کر رقت طاری ہو جاتی ہے، سجدہ کرتے ہیں تو اور عاجزی بڑھتی ہے۔ "اَذْقَان" (ٹھوڑیوں) کے لفظ میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ سجود میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے ہیں گویا ٹھوڑیاں بھی زمین سے ملا دیتے ہیں، یا محض سجود علی الوجہ سے کنایہ ہو۔ واللہ اعلم

ف۱ سجود و خشوع وغیرہ کی مناسبت سے یہاں دُعا (خدا کو پکارنے) کا، اور دعا کی مناسبت سے اگلی آیت میں صلوٰۃ کا ذکر کیا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ناموں میں سے مشرکین عرب کے یہاں اسم "اللہ" کا استعمال زیادہ تھا۔ اسم "رحمٰن" سے چنداں مانوس نہ تھے۔ البتہ یہود کے یہاں اسم "رحمٰن" بکثرت مستعمل ہوتا تھا عبرانی میں بھی یہ نام اسی طرح تھا جیسے عربی میں۔ دوسری طرف مسیلمہ کذاب نے اپنا لقب "رحمان الیمامہ" رکھ چھوڑا تھا۔ غرض مشرکین حق تعالیٰ پر اسم "رحمان" اطلاق کرنے سے بدکتے اور وحشت کھاتے تھے۔ چنانچہ جب حضور کی زبان سے "رحمان" سنتے تو کہتے کہ محمد ہم کو تو دو خداؤں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود اللہ کے سوا دوسرے خدا (رحمان) کو پکارتے ہیں۔ یہود کو یہ شکایت تھی کہ محمد صلعم کے یہاں "رحمان" کا ذکر ایسی کثرت سے کیوں نہیں ہوتا جس طرح ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ دونوں کا جواب اس آیت میں دیا گیا۔ کہ "اللہ" اور "رحمٰن" ایک ہی ذات منبع الکمالات کے دو نام ہیں۔ صفات و اسماء کے تعدد سے ذات کا تعدد لازم نہیں ہوتا جو یہ چیز توحید کے منافی سمجھی جائے۔ رہی یہ بات کہ کسی ایک نام کا ذکر کثرت سے کیوں نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ اللہ کے جس قدر اسمائے حسنیٰ ہیں ان میں سے کوئی نام لے کر پکارو مقصود ایک ہی ہے۔ عنوانات و تعبیرات کے تنوع سے معنون نہیں بدلتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے وارد ہے عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُکَ وَاحِدٌ ۔ وَکُلٌّ اِلٰی ذَاکَ الْجَمَالِ یُشِیْرُ۔ ف۲ یعنی جہری نماز میں (اور اسی طرح دعا وغیرہ میں) بہت زیادہ چلانا بھی نہیں اور بالکل دبی آواز بھی نہیں۔ بیچ کی چال پسند ہے (موضح القرآن) احادیث میں ہے کہ مکہ میں جب قراءت زور سے کی جاتی تو مشرکین سن کر قرآن اور اس کے بھیجنے والے اور لانے والے کی شان میں بد زبانی کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے بہت آہستہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی نہ اس قدر زور سے پڑھو کہ مشرکین اپنی مجالس میں سنیں (تبلیغ کا وقت مستثنیٰ ہے کیونکہ وہاں تو سنانا ہی مقصود ہے) اور نہ اتنا آہستہ کہ خود تمہارے ساتھی بھی سن کر مستفید نہ ہو سکیں۔ افراط و تفریط چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرو۔ اس سے قلب متاثر ہوتا ہے اور تشویش نہیں ہوتی۔ ف۳ نماز کے بعد توحید خالص کا ذکر فرما کر سورت کو ختم کیا یعنی ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت و کمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب و قصور اور نقص و فتور سے بکلی منزہ ہے اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں جس کی تلافی کے لئے دوسرے کی حاجت پڑے۔ دوسرے سے مدد لینے میں تین احتمال ہو سکتے تھے۔ چھوٹے سے مدد لی جائے جیسے باپ اولاد سے لیتا ہے۔ یا مساوی سے جیسے ایک شریک کو دوسرے شریک سے مدد پہنچتی ہے، یا بڑے سے جس طرح کمزور آدمی ذلت و مصیبت کے وقت بڑے آدمیوں سے مدد لیتے ہیں۔ اس آیت میں تینوں کی نفی کر دی گویا "لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا" میں پہلے احتمال کی "لَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ" میں دوسرے کی۔ اور "لَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ" میں تیسرے کی نفی کرنے کے بعد "کَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا" میں اس کی عظمت و کبریائی کی طرف متوجہ فرما دیا۔ یعنی انسان کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی بڑائی کا زبان و دل سے اقرار کرے اور ہر طرح کی کمزوریوں سے رفیع و برتر سمجھے۔ اور لطف یہ ہے کہ "لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا" میں نصاریٰ کا۔ "لَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ" میں مشرکین کا اور "لَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ" میں ان یہود کا رد ہو گیا جن کے یہاں خدا تعالیٰ کشتی میں یعقوب علیہ السلام کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکا۔ (العیاذ باللہ) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "کوئی مددگار نہیں ذلت کے وقت۔ یعنی اس پر کبھی ذلت ہی نہیں کہ مددگار چاہے۔ بادشاہوں کے ہاں امیر زبر پڑ جاتے ہیں اس لئے کہ بُرے وقت اُن کی رفاقت کئے ہوتے ہیں۔ وہاں یہ قصہ ہی نہیں"۔

تم سورۃ الاسراء بعون اللہ و حسن توفیقہ فللہ الحمد والمنۃ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ صاحب الاسراء، وعلیٰ آلہ وصحبہ

اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ
جو کہہ کر پکارو گے سو اسی کے ہیں سب نام خاصے ف۱ اور پکار کر مت پڑھ اپنی نماز اور
لَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
نہ چپکے پڑھ اور ڈھونڈھ لے اس کے بیچ میں راہ ف۲ اور کہہ سب تعریف اللہ کو جو
لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ
نہیں رکھتا اولاد اور نہ کوئی اس کا ساجھی سلطنت میں اور نہ کوئی اس کا
وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾
مددگار ذلت کے وقت پر اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر ف۳
سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰیَاتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا
سورہ کہف مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو دس آیتیں ہیں اور ۱۲ بارہ رکوع
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿۱﴾
سب تعریف اللہ کو جس نے اتاری اپنے بندہ پر کتاب اور نہ رکھی اس میں کچھ کجی ف۴
قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ
ٹھیک اتاری تاکہ ڈر سنائے ایک سخت آفت کا اللہ کی طرف سے ف۵ اور خوشخبری دے ایمان لانے والوں کو جو
یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿۲﴾ مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ
کرتے ہیں نیکیاں کہ اُن کے لئے اچھا بدلا ہے ✡ جس میں رہا کریں
اَبَدًا ﴿۳﴾ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿۴﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ
ہمیشہ ف۶ اور ڈر سنا دے ان کو جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد ف۷ کچھ خبر نہیں اُن کو اس
عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ
بات کی اور نہ اُن کے باپ دادوں کو کیا بڑی بات نکلتی ہے اُن کے منہ سے سب جھوٹ ہے

ف۴ یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور شکر کا مستحق وہ ہی خدا ہو سکتا ہے جس نے اپنے مخصوص و مقرب ترین بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے اعلیٰ و اکمل کتاب اُتاری اور اس طرح زمین والوں کو سب سے بڑی نعمت سے مشرف و ممتاز فرمایا بے شک اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ عبارت انتہائی سلیس و فصیح۔ اسلوب بیان نہایت مؤثر و شگفتہ، تعلیم نہایت متوسط و معتدل جو ہر زمانہ اور ہر طبیعت کے مناسب اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔ کسی قسم کی افراط و تفریط کا اس میں شائبہ نہیں۔ ف۵ یعنی تکذیب کرنے والوں پر جو سخت آفت دنیا یا آخرت میں خداوند قہار کی طرف سے آنے والی ہے اُس سے یہ کتاب آگاہ کرتی ہے۔ (تنبیہ) قَیِّمًا کو بعض نے بمعنی "مستقیم" لیکر محض مضمون سابق کی تاکید قرار دی ہے یعنی کتاب ہی غور کرو ایک بال برابر کجی نہیں پاؤ گے۔ مگر فراء نے اس لفظ کے معنی کئے ہیں "قَیِّمًا عَلٰی سَائِرِ الْکُتُبِ السَّمَاوِیَّةِ" یعنی تمام کتب سماویہ کی صحت و تصدیق پر مہر کرنیوالی اور ان کی اصولی تعلیمات کو دنیا میں قائم رکھنے والی۔ ابو مسلم نے کہا "قَیِّمًا بِمَصَالِحِ الْعِبَادِ" بندوں کی تمام مصالح کی متکفل اور ان کی معاش و معاد کو درست کرنے والی۔ بہر حال جو معنی بھی لئے جائیں اُس کی صداقت میں شبہ نہیں۔ ف۶ بظاہر اس سے مراد آخرت کا بدلہ یعنی جنت ہے جہاں مومنین قانتین کو دائمی خوشی و ابدی راحت ملے گی۔ ف۷ خدا کے لئے اولاد تجویز کرنے میں سب سے زیادہ مشہور اور پیش پیش تو نصاریٰ ہیں اور جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے اس ہی کے حاملین قرآن کو قیامت تک زیادہ سابقہ پڑنا تھا تاہم عموم الفاظ میں بعض فرق یہود جو عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا، یا بعض مشرکین جو ملائکۃ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے وہ بھی داخل ہو گئے گویا اس جگہ اولاد تجویز کرنے والے کافروں کو بالخصوص اور نصاریٰ کو بخصوص خصوص کے

ف یعنی کوئی تحقیق اور علمی اصول اُن کے ہاتھ میں نہیں۔ نہ اِن کے باپ دادوں کے پاس تھا، جاہلانہ تقلید پر ایسی بھاری بات زبان سے نکال رہے ہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کی شان قدوسیت و سبوحیت کی اِن لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اُس کی جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ دلائل و براہین کی جگہ اِن کے ذخیرہ میں یہی باتی رہ گیا ہے کہ زبان سے ایک جھوٹی اور بدیہی البطلان بات کہتے چلے جائیں اور جب ثبوت مانگو تو کہدیں کہ یہ مذہب کا ایک راز ہے جسکے ادراک تک عقل انسانی کی رسائی نہیں۔ ف۲ یعنی اگر یہ کافر قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ اِن کے غم میں اپنے کو بالکل گھلائیے نہیں۔ آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں، کوئی نہ مانے تو آپ کو اس قدر دل میں گھٹنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ پچھتانا مناسب ہے کہ ہم نے ایسی کوشش کیوں کی جو کامیاب نہ ہو سکی۔ آپ تو بہر حال کامیاب ہیں۔ دعوت و تبلیغ اور شفقت و ہمدردیٔ خلائق کے جو کام کرتے ہیں وہ آپ کے رفع مراتب اور ترقی مدارج کا ذریعہ ہیں۔ اشقیاء اگر قبول نہ کریں تو اُن ہی کا نقصان ہے۔ ف۳ یعنی اسکی رونق پر دو ڑتا ہے یا اُسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن عمرؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ "اَحْسَنُ عَمَلًا" کون لوگ ہیں؛ فرمایا "اَحْسَنُکُمْ عَقْلًا وَ اَوْرَعُکُمْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ وَاَسْرَعُکُمْ فِیْ طَاعَتِہٖ سُبْحَانَہٗ" (جس کی سمجھ اچھی ہو، حرام سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ جھپٹے) ف۴ یعنی ایک روز سب گھاس پھونس درخت وغیرہ چھانٹ کر زمین کو چٹیل

اِلَّا كَذِبًا ۝٥ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

جو کہتے ہیں ف۱ سو کہیں تو گھونٹ ڈالیگا اپنی جان کو اُن کے پیچھے اگر وہ نہ مانیں گے

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝٦ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا

اس بات کو پچھتا پچھتا کر ف۲ ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اُس کی رونق

لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا

تاکہ جانچیں لوگوں کو کون اُن میں اچھا کرتا ہے کام ف۳ اور ہم کو کرنا ہے جو کچھ اُس پر ہے میدان

جُرُزًا ۝٨ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ

چھانٹ کر ف۴ کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے ہماری

اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝٩ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا

قدرتوں میں عجب اچنبھا تھے ف۵ جب جا بیٹھے وہ جوان پہاڑ کی کھوہ میں پھر بولے اے رب دے ہم کو

مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝١٠ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى

اپنے پاس سے بخشش اور پوری کر دے ہمارے کام کی درستی ☆ پھر تھپک دیئے ہمنے

اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝١١ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ

اُن کے کان اُس کھوہ میں چند برس گنتی کے ف۶ پھر ہمنے اُن کو اُٹھایا کہ معلوم کریں

الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝١٢ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ

دو فرقوں میں کس نے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ رہے ف۷ ہم سُنادیں تجھ کو اُن کا حال تحقیق

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝١٣ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

وہ کئی جوان ہیں کہ یقین لائے اپنے رب پر اور زیادہ دی ہمنے اُنکو سوجھ ف۸ اور گرہ دی اُن کے دل پر ف۹

اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ

جب کھڑے ہوئے پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمان اور زمین کا نہ پکاریں گے ہم اُسکے سوائے کسی کو

اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝١٤ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

معبود نہیں تو کہی ہمنے بات عقل سے دور ف۱ یہ ہماری قوم ہے ٹھہرالئے اُنہوں نے اللہ کے سوائے اور

میدان بنا دیا جائیگا۔ جو لوگ اِس کے بناؤ سنگار پر ریجھ رہے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ یہ زرق برق کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ دنیا کے زمینی سامان خواہ کتنے ہی جمع کر لو اور مادّی ترقیات سے ساری زمین کو لالہ و گلزار بنادو، جب تک آسمانی ہدایت اور رُوحانی دولت سے تہیدست رہوگے حقیقی سرور و طمانیت اور اَبدی نجات و فلاح سے ہم آغوش نہیں ہو سکتے۔ آخری اور دائمی کامیابی صرف اُن ہی کے لئے ہے جو مولائے حقیقی کی خوشنودی پر دنیا کی ہر ایک زائل و فانی خوشی کو قربان کر سکتے ہیں اور راہ حق کی جادہ پیمائی میں کسی صعوبت سے نہیں گھبراتے نہ دنیا کے بڑے بڑے طاقتور جبّاروں کی تخویف و ترہیب سے اُن کا قدم ڈگمگاتا ہے۔ اِسی سلسلہ میں آگے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا۔ اور نبی کریم صلعم کی تسلی بھی کر دی کہ آپ ان بدبختوں کے غم میں اپنے کو نہ گھلائیے جس دنیا کی زندگی اور عیش و بہار پر مغرور ہو کر یہ حق کو ٹھکراتے ہیں وہ سب کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی جائیگی اور آخر کار سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔ اُس وقت سارے جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔ ف۵ یعنی حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کے لحاظ سے اصحاب کہف کا قصہ جو آگے مذکور ہے کوئی اچنبھا نہیں جسے حد سے زیادہ عجیب سمجھا جائے زمین آسمان، چاند سورج وغیرہ کا پیدا کرنا، اُنکا محکم نظام قائم رکھنا انسان ضعیف البنیان کو سب پر فضیلت دینا، انسانوں میں انبیاء کا بھیجنا۔ اُن کی قلیل و بے سرو سامان جماعتوں کو بڑے بڑے متکبرین کے مقابلہ میں کامیاب بنانا، خاتم الانبیاء اور رفیق غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال کر "غار ثور" میں تین روز ٹھہرانا، کفار کا غار کے منہ تک تعاقب کرنا پھر اُن کو بے نیل و مرام واپس لوٹانا، آخر گھر بار چھوڑنے والے مٹھی بھر بے سرو سامانوں کو تمام جزیرۃ العرب بلکہ مشرق و مغرب میں اس قدر قلیل مدت کے اندر غالب و منصور کرنا، کیا یہ اور اس قسم کی بیشمار چیزیں "اصحاب کہف" کے قصہ سے کم عجیب ہیں؟ اصل یہ ہے کہ یہود نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آزمایش کے لئے تین سوال کریں۔ روح کیا ہے؟ اصحاب کہف کا کیا قصہ تھا؟ اور ذوالقرنین کی سرگذشت کیا تھی؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے اُنہوں نے خاص اہمیت دی تھی۔ اسی لئے اس آیت میں بتلایا گیا کہ وہ اتنا عجیب نہیں جیسے تم سمجھتے ہو۔ اُس سے کہیں بڑھ کر عجیب و غریب نشانات قدرت موجود ہیں۔ آگے "اصحاب کہف" کا قصہ اوّل مجملاً پھر مفصلاً بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے کسی ظالم و جبّار بادشاہ کے عہد میں تھے۔ جس کا نام بعض نے "دقیانوس" بتلایا ہے۔ بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا اور جبر و اکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا۔ عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیوی منافع کی طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے اُس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا، خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں۔ اُن کے دل خشیت الٰہی اور نور تقویٰ سے بھرپور تھے حق تعالیٰ نے صبر و استقلال اور توکل و تبتل کی دولت سے مالامال کیا تھا۔ بادشاہ کے روبرو جا کر بھی اُنہوں نے "لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا" کا نعرۂ مستانہ لگایا اور ایمانی جرات و استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ اُنکی نوجوانی پر رحم آیا اور کچھ دوسرے مشاغل و مصالح مانع ہوئے کہ اُنہیں فوراً قتل کرے۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور و نظر ثانی کر لیں۔ اُنہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جبکہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہر حال خطرہ ہے مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں (اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں) دعا کی کہ خداوندا تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنادے اور رُشد و ہدایت کی جادہ پیمائی میں ہمارا سب انتظام درست کر دے۔ آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تا ضروریات خرید کر لا سکے اور شہر کے احوال و اخبار سے سب کو مطلع کرتا رہے۔ جو شخص اس کام پر مامور تھا اُس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہو رہی ہے اور ہمارے اقارب و اعزہ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں۔ یہ مذاکرہ ہو رہا تھا کہ حق تعالیٰ نے اُن سب پر دفعۃً نیند طاری کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ (بقیہ بر صفحہ ٣٨٢)

اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

معبود کیوں نہیں لاتے اُن پر کوئی سند کھلی پھر اُس سے بڑا گنہگار کون جس نے باندھا

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ ⑮ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا

اللہ پر جھوٹ ف اور جب تم نے کنارہ کرلیا اُن سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوائے تو اب جا بیٹھو

اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ

اُس کھوہ میں پھیلادے تم پر رب تمہارا کچھ اپنی رحمت سے اور بنادیوے تمہارے واسطے تمہارے کام میں

مِّرْفَقًا ⑯ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ

آرام ف٢ اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ کر جاتی ہے اُن کی کھوہ سے داہنے کو

وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ

اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے اُن سے بائیں کو اور وہ میدان میں ہیں اُس کے یہ ہے

مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ

اللہ کی قدرتوں سے ف٣ جس کو راہ دیوے اللہ وہی آئے راہ پر اور جس کو وہ بچلائے پھر تو نہ پائے

لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ⑰ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّنُقَلِّبُهُمْ

اس کا کوئی رفیق راہ پر لانیوالا ف٤ اور تو سمجھے وہ جاگتے ہیں اور وہ سورہے ہیں اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم اُنکو

ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ

داہنے اور بائیں اور کُتا اُن کا پسار رہا ہے اپنی باہیں چوکھٹ پر

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ⑱ وَ

اگر تو جھانک کر دیکھے اُن کو۔ تو پیٹھ دے کر بھاگے اُن سے اور بھر جائے تجھ میں اُن کی دہشت ف٥ اور

كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ

اسی طرح اُن کو جگادیا ہم نے کہ آپس میں پوچھنے لگے ایک بولا اُن میں کتنی دیر ٹھہرے تم

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ

بولے ہم ٹھہرے ایک دن یا دن سے کم بولے تمہارا رب ہی خوب جانے جتنی دیر تم رہے ہو

منزل ٤

ع ٢ ۵ ١۴

بقیہ فوائد صفحہ ٣٨١۔ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا۔ تھک کر بیٹھ رہے اور بادشاہ کی رائے پر ایک سیسہ کی تختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانہ میں ڈالدیئے گئے تاکہ آنیوالی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقہ سے لاپتہ ہوگئی ہے۔ ممکن ہے آگے چل کر اُس کا کچھ سُراغ نکلے۔ اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔ یہ نوجوان کس مذہب پر تھے؟ اس میں اختلاف ہُوا ہے بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اصل دین مسیحی کے پیرو تھے۔ لیکن ابن کثیر نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے واللہ اعلم (تنبیہ) "رقیم" پہاڑ کی کھوہ کو کہتے ہیں اور یعنی "مرقوم" بھی آتا ہے یعنی لکھی ہوئی چیز۔ مسند عبد بن حُمید کی ایک روایت میں جسے حافظ نے علی شرط البخاری کہا ہے، ابن عباس سے رقیم کے دوسرے معنی منقول ہیں یعنی "اصحاب کہف" اور "اصحاب رقیم" ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ غار میں رہنے کی وجہ سے "اصحاب کہف" کہلاتے ہیں اور چونکہ اُن کے نام وصفت وغیرہ کی تختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی، اس لئے "اصحاب رقیم" کہلائے۔ مگر مترجم محقق رحمہ اللہ نے پہلے معنی لئے ہیں اور بہر صورت "اصحاب کہف" و "اصحاب رقیم" کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ "اصحاب رقیم" کا قصہ قرآن میں مذکور نہیں ہُوا محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب کہف کے تذکرہ میں اُس کا حوالہ دیدیا گیا۔ اور فی الحقیقۃ اصحاب رقیم (کھوہ والے) وہ تین شخص ہیں جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے، اوپر سے ایک بڑا پتھر آپڑا، جس نے غار کا منہ بند کردیا اُس وقت اُن میں کے ہر ایک شخص نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دیکر حق تعالیٰ سے فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھل گیا۔ امام بخاری نے اصحاب کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد حدیث الغار کا مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اُس میں اِن تین شخصوں کا قصہ مفصل درج کرکے شاید اسی طرف اشارہ کردیا ہے کہ "اصحاب رقیم" یہ لوگ ہیں۔ طبرانی اور بزار نے باسناد حسن نعمان بن بشیر سے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ صلعم "رقیم" کا ذکر فرماتے تھے اور یہ قصہ تین شخصوں کا بیان کیا واللہ اعلم۔ ف٦ یعنی ایسی تھپکی دی کہ برسوں غار میں پڑے سوتے رہے اِدھر اُدھر کی کوئی خبر اُن کے کانوں میں نہیں پڑتی تھی ف٧ سالہا سال کے بعد حق تعالیٰ نے اُن کو جگادیا۔ تا ظاہر ہو جائے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے کس نے اُن کی مدت نوم کا زیادہ صحیح اندازہ رکھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی نوم طویل کے بعد جب بیدار ہوئے تو قدرتی طور پر خود سونے والوں میں اور دوسرے دیکھنے والوں میں بھی اختلافات اور چہ میگوئیاں ہونگی کوئی کم مدت بتلائیگا کوئی زیادہ۔ کوئی اقرار کریگا۔ کوئی مستبعد سمجھ کر انکار کردیگا۔ تو انہیں جگا کر یہ دیکھنا تھا کہ کونسی جماعت ٹھیک حقیقت پر پہنچی ہے اور اس حقیقت پر پہنچ کر "بعث بعد الموت" کا عقدہ حل کرتی ہے جس میں اُس وقت کے لوگ جھگڑ رہے تھے۔ ف٨ یعنی ایمان سے زیادہ درجہ دیا اوریقین کا۔ ف٩ یعنی مضبوط و ثابت قدم رکھا کہ اپنی بات صاف کہدی۔ ف١٠ یعنی جب "رب" وہ ہی ہے تو معبود کسی اور کو ٹھہرانا حماقت ہے۔ "ربوبیت" و "الوہیت" دونوں اُسی کے لئے مخصوص ہیں۔

فوائد صفحہ ہذا ف١ جیسے موحدین توحید پر صاف صاف دلیلیں پیش کرتے ہیں، اگر مشرکین اپنے دعوے میں سچے ہیں تو کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ لائیں کہاں سے؟ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ خدا کے شریک ٹھہرائے جائیں ف٢ یعنی جب مشرکین کے دین سے ہم علیحدہ ہیں تو ظاہری طور پر بھی اُن سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔ اور جب اُنکے باطل معبودوں سے کنارہ کیا تو ہر طرف سے ٹوٹ کر تنہا اپنے معبود کی طرف جھکنا اور اُسی سے رحمت و تلطف کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ آپس میں یہ مشورہ کرکے پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے۔ ف٣ یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون و مطمئن ہو کر آرام کرتے رہیں نہ جگہ کی تنگی سے جی گھٹے، نہ کسی وقت دھوپ ستائے۔ غار اندر سے کشادہ اور ہوادار تھا اور جیسا کہ ابن کثیر نے لکھا شمال رویہ ہونے کی وجہ سے ایسی وضع و ہیأت پر واقع تھا جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدون ایذا دیئے نکل جاتی تھی۔ ف٤ یعنی ظاہری و باطنی رہنمائی سب اُسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھ لو جب دنیا بگڑ رہی تھی کس طرح اصحاب کہف کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی راہ بتلائی۔ ف٥ کہتے ہیں سوتے میں اُن کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر اُن کے ابدان پر ظاہر نہیں ہُوا۔ اس سے کوئی دیکھے تو سمجھے جاگتے ہیں اور حق تعالیٰ نے اُن لوگوں میں شان ہیبت و جلال اور اُس مکان میں وحشت رکھی تھی تا لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں۔ اُن کے ساتھ ایک کُتا بھی لگ گیا تھا۔ اُس پر بھی صحبت کا کچھ اثر پہنچا اور صدیوں تک زندہ رہ گیا۔ اگرچہ کُتا رکھنا بُرا ہے لیکن لاکھ بُروں میں ایک بھلا بھی ہے۔ وللہ در السعدی الشیرازی؎ پسر نوح با بداں بنشست ۔ خاندانِ نبوتش گم شد ۔ سگِ اصحاب کہف روزے چند ۔ پئے نیکاں گرفت مردم شد۔

ف۱ جس طرح اپنی قدرت سے اتنی لمبی نیند سُلایا تھا، اسی طرح بر وقت جگا دیا۔ اُٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہونگے؟ بعض نے کہا "ایک آدھ دن"۔ یعنی بہت کم۔ دوسرے بولے کہ (اس بے فائدہ بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ؟) یہ تو خدا ہی کے علم میں ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے۔ اب تم اپنا کام کرو۔ ایک آدمی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو کہ وہ کسی دُکان سے حلال اور ستھرا کھانا دیکھ کر خرید لائے۔ یہ ضروری ہے کہ اُسے نہایت ہشیاری سے جانا آنا اور نرمی و تدبیر سے معاملہ کرنا چاہئے کہ کسی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ لگے، ورنہ بڑی سخت خرابی ہوگی۔ اگر ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا تو ہم کو یا سنگسار کیا جائیگا یا بجبر و اکراہ دین حق سے ہٹایا جائیگا۔ العیاذ باللہ ایسا ہُوا تو جو اعلیٰ کامیابی و فلاح ہم چاہتے ہیں، وہ کبھی حاصل نہ ہو سکیگی۔ کیونکہ دین حق سے پھر جانا گو بجبر و اکراہ ہو، اولوالعزم مومنین کا کام نہیں ہو سکتا (تنبیہ) میرے نزدیک "یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" محض تقلیل مدت سے کنایہ ہے۔ نیند سے اُٹھ کر اتنی طویل مدت بھی اُن کو قلیل محسوس ہوئی۔ سچ ہے مُردہ اور سوتا برابر ہے۔ "یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" کا حرف "اَوْ" کے ساتھ استعمال ایسا سمجھو جیسے سورہ مومنون میں ہے کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَاسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ" (مومنون رکوع۶) ف۲ ایک اُن میں سے روپیہ لیکر شہر میں داخل ہُوا۔ وہاں سب چیز اوپری دیکھی۔ اس مدت میں کئی قرن بدل چکے تھے۔ شہر کے لوگ اُس روپیہ کا سکہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ کس بادشاہ کا نام ہے اور کس عہد کا ہے۔ سمجھے کہ اس شخص نے کہیں سے پُرانا گڑا ہوا مال پالیا ہے۔ شدہ شدہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا۔ اُس نے وہ پُرانی تختی طلب کی جس پر چند نام اور یہ لکھے تھے کہ یہ لوگ دفعۃً نامعلوم طریقہ سے فلاں سنہ میں غائب ہوگئے ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ یہ وہی مفقود الخبر جماعت ہے۔ اُس وقت شہر میں "بعث بعد الموت" کے متعلق بڑا جھگڑا ہو رہا تھا کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں کوئی کہتا تھا کہ محض روحانی بعث ہے جسمانی نہیں۔ کوئی معاد روحانی و جسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ وقت حق پرست اور منصف تھا، چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی ایسی نظیر ہاتھ لگے جس سے سمجھانے میں آسانی رہے اور استبعاد عقلی کم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظیر بھیج دی۔ آخر منکرین آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے سُننے کے بعد آخرت پر یقین لائے۔ یہ نظارہ خاص طور پر اُن کی طبائع پر اثر انداز ہُوا سمجھے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو تنبیہ کی ہے کہ یہ قصہ بھی دوسری بار جینے سے کم نہیں۔ (تنبیہ) بعض نے اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَھُمْ اَمْرَھُمْ کا مطلب یہ لیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اصحاب کہف کے حال سے لوگوں کو اُس وقت آگاہ کیا جبکہ اصحاب کہف کے متعلق چرچے اور جھگڑے ہو رہے تھے کہ وہ چند نوجوان جنہیں مدت دراز سے سُنتے آتے ہیں کہ یک بیک غائب ہوگئے تھے پھر کچھ پتہ نہ چلا کہاں گئے ہونگے؟ کہاں اُنکی نسل پھیلی ہوگی؟ اب تک زندہ تو کیا ہوتے۔ سب مر کھپ کر برابر ہوگئے ہونگے؟ اس مسئلہ میں کوئی کچھ کہتا تھا۔ دوسرا کچھ خیال ظاہر کرتا تھا کہ دفعۃً حق تعالیٰ نے حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا۔ اور سب اختلافات ختم کر دئے۔ ف۳ یہ پتہ نہیں کہ اس کے بعد اصحاب کہف زندہ رہے یا انتقال کر گئے؟ انتقال ہُوا تو کب ہُوا، زندہ رہے تو کب تک رہے یا اب تک رہیں گے۔ بہرحال اہل شہر نے اُن کے عجیب و غریب احوال پر مطلع ہو کر فرط عقیدت سے چاہا کہ اس غار کے پاس کوئی مکان بطور یادگار تعمیر کر دیں جس سے زائرین کو سہولت ہو۔ اس میں اختلاف رائے ہُوا ہوگا کہ کس قسم کا مکان بنایا جائے۔ اُس اختلاف کی تفاصیل تو خدا ہی کو معلوم ہیں اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ یہ تجویز اُنکی موت کے بعد ہوئی یا اُس سے قبل دوبارہ نیند طاری ہونے کی حالت میں۔ اور لوگوں کو غار تک پہنچ کر اُنکی ملاقات میسر ہو سکی یا نہیں۔ تاہم جو بارسوخ اور ذی اقتدار لوگ تھے اُنکی رائے یہ قرار پائی کہ غار کے پاس عبادتگاہ تعمیر کر دی جائے۔ اصحاب کہف کی نسبت بجز اس کے کہ پکے موحد و متقی تھے یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ کس نبی کی شریعت کے پیرو تھے لیکن جن لوگوں نے معتقد ہو کر وہاں مکان بنایا وہ نصاری تھے۔

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ هٰذِهٖٓ اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَآ اَزْکٰی

اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کر اپنا اس شہر میں پھر دیکھے کونسا کھانا

طَعَامًا فَلْیَاْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْیَتَلَطَّفْ وَلَا یُشْعِرَنَّ بِکُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾

ستھرا ہے سو لائے تمہارے پاس اس میں سے کھانا اور نرمی سے جائے اور جتا نہ دے تمہاری خبر کسی کو ☆

اِنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْکُمْ یَرْجُمُوْکُمْ اَوْ یُعِیْدُوْکُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ

وہ لوگ اگر خبر پالیں تمہاری پتھروں سے مار ڈالیں تم کو یا لوٹا لیں تم کو اپنے دین میں اور تب تو

تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَکَذٰلِکَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ

بھلا نہ ہوگا تمہارا کبھی ف۱ اور اسی طرح خبر ظاہر کردی ہم نے اُن کی تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ

اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ فِیْهَا اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ

کا وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت کے آنے میں دھوکہ نہیں جب جھگڑ رہے تھے آپس میں

اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِیْنَ

اپنی بات پر ف۲ پھر کہنے لگے بناؤ اُن پر ایک عمارت اُنکا رب خوب جانتا ہے اُنکا حال بولے وہ لوگ جن کا

غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ

کام غالب تھا ہم بنائیں گے اُنکی جگہ پر عبادت خانہ ف۳ اب یہی کہیں گے وہ تین ہیں

رَّابِعُهُمْ کَلْبُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ کَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَیْبِ

چوتھا اُن کا کتا اور یہ بھی کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا اُن کا کتا بدون نشانہ دیکھے پتھر چلانا

وَیَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ کَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ

ف۴ اور یہ بھی کہیں گے وہ سات ہیں اور آٹھواں اُن کا کتا تو کہہ میرا رب خوب جانتا ہے اُن کی گنتی

مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ

اُن کی خبر نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ سو مت جھگڑ اُن کی بات میں مگر سرسری جھگڑا اور مت تحقیق کر

فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ﴿۲۳﴾

اُن کا حال اُن میں کسی سے ف۵ اور نہ کہنا کسی کام کو کہ میں یہ کرونگا کل کو ☆

ع ۳

ابوحیان نے "بحر محیط" میں اصحاب کہف کا مقام متعین کرنے کے لئے متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ من شاء فلیراجع۔ ف۴ یعنی سامعین "اصحاب کہف" کا قصہ سُن کر جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے، اٹکل کے تیر چلائیں گے۔ کوئی کہیگا کہ وہ تین تھے چوتھا کتا تھا۔ کوئی پانچ بتلا کر چھٹا کتے کو شمار کریگا۔ لیکن یہ سب اقوال ایسے ہیں جیسے کوئی بے نشانہ دیکھے پتھر چلاتا ہے۔ ممکن ہے مختلف باتیں کہنے سے جہل کے علاوہ رسول اللہ صلعم کا امتحان کرنا بھی مقصود ہو کہ دیکھیں یہ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہود نے اُن کو صحیح تعداد سات کی بتلائی ہو جس کی طرف آگے قرآن نے اشارہ کیا ہے۔ ف۵ یعنی اس قسم کی غیر معتد بہ باتوں میں زیادہ جھگڑنا لاحاصل ہے۔ عدد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں جتنی بات خدا نے بتلا دی اُس سے زیادہ تحقیق کے درپے ہونا یا جس قدر تردید خدا تعالیٰ کر چکا اُس سے زیادہ جھگڑنا اور تردید کرنا فضول ہے۔ ابن عباس نے فرمایا میں اُن قلیل لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے سیاق قرآنی سے معلوم کر لیا کہ اصحاب کہف سات ہی تھے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے دو قول کو "رَجْمًا بِالْغَیْبِ" فرمایا، تیسرے قول کے ساتھ نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ اسلوب بیان بھی بدلا ہُوا ہے پہلے دونوں جملوں میں "واو عطف" نہ تھا تیسرے میں "وَثَامِنُهُمْ کَلْبُهُمْ" عطف کے ساتھ لانے سے گویا اس پر زور دینا ہے کہ اس قول کا قائل پوری بصیرت و وثوق کے ساتھ واقعہ کی تفصیل سے واقف ہے۔ بعض نے اس کی تائید میں یہ بھی کہا ہے کہ پہلے قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ کَمْ لَبِثْتُمْ سے ایک قائل کا ہونا، اور قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا الخ سے اُس کے سوا کم از کم تین قائلین کا پھر دوسرے قَالُوْا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ الخ سے اُنکے علاوہ تین اور قائلین کا ثبوت ملتا ہے۔ اس طرح کم از کم سات

إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَٱذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰٓ أَن يَهْدِيَنِ

مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کر لے اپنے رب کو جب بھول جائے اور کہہ اُمید ہے کہ میرا رب مجھ کو

رَبِّى لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوا۟ فِى كَهْفِهِمْ ثَلَٰثَ مِا۟ئَةٍ

دکھلائے اس سے زیادہ نزدیک راہ نیکی کی ف۱ اور مدت گذری اُن پر اپنی کھوہ میں تین سو

سِنِينَ وَٱزْدَادُوا۟ تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا۟ ۖ لَهُۥ غَيْبُ

برس اور اُن کے اوپر نو ف۲ تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی مدت اُن پر گذری اُسی کے پاس ہیں چھپے بھید

ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهِۦ وَأَسْمِعْ ۚ مَا لَهُم مِّن دُونِهِۦ مِن

آسمان اور زمین کے کیا عجیب دیکھتا اور سنتا ہے ف۳ کوئی نہیں بندوں پر اُس کے سوائے

وَلِىٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِى حُكْمِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ وَٱتْلُ مَآ أُوحِىَ إِلَيْكَ مِن

مختار اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو ف۴ اور پڑھ جو وحی ہوئی تجھ کو تیرے

كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ وَلَن تَجِدَ مِن دُونِهِۦ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾

رب کی کتاب سے کوئی بدلنے والا نہیں اُسکی باتیں اور کہیں نہ پائیگا تو اُس کے سوائے چھپنے کو جگہ ف۵

وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِىِّ

اور روکے رکھ اپنے آپ کو اُن کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ ٱلْحَيَوٰةِ

طالب ہیں اُسکے مُنہ کے ف۶ اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں اُنکو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی

ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُۥ عَن ذِكْرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ

دنیا کی ف۷ اور نہ کہا مان اُس کا جسکا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی کے

وَكَانَ أَمْرُهُۥ فُرُطًا ﴿٢٨﴾ وَقُلِ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن

اور اُس کا کام ہے حد پر نہ رہنا ف۸ اور کہہ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے

وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظَّٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ

اور جو کوئی چاہے نہ مانے ف۹ ہم نے تیار کر رکھی ہے گنہگاروں کے واسطے آگ کہ گھیر رہی ہیں اُن کو

ف اصحاب کہف کا قصہ تاریخی کتابوں میں نادرات میں لکھا تھا۔ ہر کسی کو کہاں خبر ہو سکتی۔ مشرکین نے یہود کے سکھانے سے حضرت سے پوچھا مقصود آپ کی آزمائش تھی حضرت نے وعدہ کیا کہ کل بتادونگا اس بھروسہ پر کہ جبرئیل آئیں گے تو دریافت کر دونگا جبرئیل پندرہ دن تک نہ آئے حضرت نہایت غمگین ہوئے، مشرکین نے ہنسنا شروع کیا۔ آخر یہ قصہ لیکر آئے اور پیچھے نصیحت کی کہ آئندہ کی بات کے متعلق بغیر "انشاء اللہ" کے وعدہ نہ کرنا چاہئے اگر ایک وقت بھول جائے تو پھر یاد کر کے کہہ لے۔ اور فرمایا کہ امید رکھ کہ تیرا درجہ اللہ اس کو زیادہ کرے یعنی کبھی نہ بھولے (موضح القرآن) یا اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ عجیب طور پر آپ کی حفاظت فرمائے اور کامیاب کرے جیسا کہ غار ثور کے قصہ میں ہوا۔ یا واقعہ کہف سے زیادہ عجیب واقعات و شواہد آپ کی زبان سے بیان کرائے۔ ف۲ یعنی شمسی حساب سے پورے تین سو سال کھوہ میں سوتے رہے اور قمری حساب سے نو سال زیادہ ہوئے (مہینوں اور دنوں کی کسور محسوب نہیں کی گئیں) یا تین سو سال کے بعد ممکن ہے قدرے نیند سے چونکے ہوں پھر سو گئے اور نو سال تک سوتے رہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ تین سو نو سال جاگنے کے بعد سے عہد نبوی صلعم تک کی مدت بیان فرمائی۔ یعنی لوگوں سے مل ملا کر پھر سو رہے جس کو آپ کے زمانہ تک اتنا عرصہ گذرا واللہ اعلم۔ (لطیفہ) ہمارے زمانہ میں صوبہ زشتوان میں ایک شخص دو سو باون سال کی عمر رکھتا ہے۔ جو بیسویں شادی ابھی حال میں کی ہے۔ ف۳ جتنی مدت سو کر وہ جاگے تھے تاریخ والے کئی طرح بتاتے تھے۔ سب سے ٹھیک وہی ہے جو اللہ بتائے۔ آسمان و زمین کے تمام پوشیدہ راز اُسی کے علم میں ہیں۔ کوئی چیز اُسکی آنکھ سے اوجھل نہیں۔ ف۴ یعنی جس طرح اُس کا علم محیط ہے اُس کی قدرت و اختیار بھی سب پر حاوی ہے۔ جیسے غیوب سموات و ارض کے علم میں اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اختیارات قدرت میں بھی کوئی سہیم و شریک نہیں ہو سکتا۔ ف۵ پہلے "اصحاب کہف" کے قصہ پر فرمایا تھا "فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَٰهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا" مطلب یہ ہے کہ بیکار چیزوں میں زیادہ اُلجھنے اور کاوش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں مشغول رہئے۔ یعنی جو جامع و نافع اور کافی و شافی کتاب تیرے رب نے مرحمت فرمائی اُسے پڑھ کر سُناتے رہئے۔ خدا نے جو باتیں اس میں سُنائیں اور جو وعدے کئے کوئی طاقت نہیں جو اُنہیں بدل یا ٹال سکے یا غلط ثابت کر سکے۔ اگر کوئی ان باتوں کو بدلنے کے درپے ہو گا یا اس کتاب کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کریگا وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں۔ ہاں وفاداروں کو پناہ دینے کے لئے اُس کی رحمت وسیع ہے۔ دیکھ لو "اصحاب کہف" کو جو خدا کی باتوں پر جمے رہے، کیسی اچھی جگہ اپنے فضل سے عنایت فرمائی۔ ف۶ یعنی اُس کے دیدار اور خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً ذکر کرتے ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں، نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں۔ حلال و حرام میں تمیز کرتے ہیں۔ خالق و مخلوق دونوں کے حقوق پہچانتے ہیں، گو دنیوی حیثیت سے معزز اور مالدار نہیں۔ جیسے صحابہ میں اُس وقت عمار، صہیب، بلال، ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم تھے۔ ایسے مؤمنین مخلصین کو اپنی صحبت و مجالست سے مستفید کرتے رہئے۔ اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔ ف۷ یعنی اُن غریب شکستہ حال مخلصین کو چھوڑ کر موٹے موٹے متکبر دنیا داروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اٹھایئے کہ اُن کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بڑی رونق ہو گی۔ اسلام کی اصلی عزت و رونق مادی خوشحالی اور چاندی سونے کے سکوں سے نہیں مضبوط ایمان و تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے۔ دنیا کی ٹیپ ٹاپ محض فانی اور سایہ کی طرح ڈھلنے والی ہے۔ حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ہے جسے نہ شکست ہے نہ زوال، چنانچہ اصحاب کہف کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنے والوں اور دنیا کے طالبوں کا انجام معلوم ہو چکا۔ ف۸ یعنی جنکا دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہش کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں، خدا کی اطاعت میں پیچھے اور ہوا پرستی میں آگے رہنا اُن کا شیوہ ہے، ایسے بدمست غافلوں کی بات پر آپ کان نہ دھریں خواہ وہ بظاہر کیسے ہی دولتمند اور جاہ و ثروت والے ہوں۔ روایات میں ہے کہ بعض صنادید قریش نے آپ سے کہا کہ ان رذیلوں کو اپنے پاس سے اُٹھا دیجئے تاکہ سردار آپکے پاس بیٹھ سکیں۔ رذیل کہا غریب مسلمانوں کو اور سردار دولتمند کافروں کو ممکن ہے آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ ان غرباء کو تھوڑی دیر علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو پکے مسلمان ہیں مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہونگے اور یہ دولتمند اس صورت میں اسلام قبول کر لینگے۔ اس پر یہ آیت اُتری کہ آپ ہرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانئے کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ہی ظاہر کرتی ہے کہ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ پھر محض موہوم فائدہ کی خاطر مخلصین کا احترام کیوں نظر انداز کیا جائے نیز امیروں اور غریبوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنے سے احتمال ہے کہ عام لوگوں کے قلوب میں پیغمبر کی طرف سے معاذ اللہ نفرت اور بدگمانی پیدا ہو جائے جس کا ضرر اس ضرر سے کہیں زائد ہو گا جو ان چند متکبرین کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تصور کیا جا سکتا ہے ... ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام ... جو کچھ نفع نقصان ہو گا صرف تمہارا ہو گا۔ ف۹ یعنی ... کسی کے ماننے نہ ماننے کی اُسے کچھ پروا نہیں

بقیہ صفحہ ۳۸۴۔ سو وہ یہی جو آگے بیان کیا جاتا ہے۔ دنیا کی چہل پہل محض ہیچ اور فانی ہے۔ اس کا لطف جب ہی ہے کہ فلاح آخرت کا ذریعہ بنے۔ وہاں محض دنیا کا تمول کام نہ دیگا۔ بلکہ جو یہاں شکستہ حال تھے بہت سے وہاں عیش و آرام میں ہونگے۔

سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ

اُسکی قناتیں ف۱ اور اگر فریاد کریں گے تو ملیگا پانی جیسے پیپ بھون ڈالے منہ کو

بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

کیا بُرا پینا ہے اور کیا بُرا آرام ف۲ بیشک جو لوگ یقین لائے اور کیں

الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ

نیکیاں ہم نہیں کھوتے بدلہ اُس کا جس نے بھلا کیا کام ف۳ ایسوں کے واسطے

جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ

باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں پہنائے جاتے ہیں اُنکو وہاں کنگن

مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ

سونے کے ف۴ اور پہنیں گے کپڑے سبز باریک اور گاڑھے ریشم کے ف۵

مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾

تکیہ لگائے ہوئے اُن میں تختوں پر کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب آرام ف۶

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ

اور بتلا اُن کو مثل دو مردوں کی کر دیئے ہم نے اُن میں سے ایک کیلئے دو باغ

أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ

انگور کے اور گرد اُن کے کھجوریں اور رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی ف۸ دونوں باغ

آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِم مِّنْهُ شَيْئًا ۚ وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَكَانَ

لاتے ہیں اپنا میوہ اور نہیں گھٹاتے اس میں کچھ ف۹ اور بہادی ہم نے اُن دونوں کے بیچ نہر ف۱۰ اور تھا

لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا

اُس کو پھل ف۱۱ پھر بولا اپنے ساتھی سے جب باتیں کرنے لگا اُس سے میرے پاس زیادہ ہے تجھ سے مال

وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ

اور آبرو کے لوگ ف۱۲ اور گیا اپنے باغ میں اور وہ بُرا کر رہا تھا اپنی جان پر ف۱۳ بولا نہیں آتا مجھ کو خیال

فوائد صفحہ ہذا ف۱ وہ قناتیں بھی آگ کی ہونگی۔ ف۲ یعنی گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی تو العطش پکاریں گے۔ تب تیل کی تلچھٹ یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائیگا۔ جو سخت حرارت اور تیزی کی وجہ سے منہ کو بھون ڈالیگا۔ ف۳ یعنی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی گم نہ ہوگی۔ پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ف۴ تاکہ دکھلا دیا جائے کہ اصلی اور دائمی دولتمند کون لوگ ہیں کنگن یا ریشمی کپڑوں اور اسی طرح جنت کی تمام نعمتوں کی خاص کیفیت کو ہم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ہماری محسوسات میں اُس موطن کی کوئی پوری مثال موجود نہیں۔ ف۵ شاید ابرا باریک ریشم کا اور استر دبیز ریشم کا ہو کما یفہم من قولہ تعالیٰ "بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ" (رحمٰن رکوع ۳) یا دونوں قسمیں الگ الگ استعمال کیجائیں۔ واللہ اعلم۔ موضح القرآن میں ہے "حضرت نے فرمایا سونا اور ریشمی کپڑا مردوں کو ملتا ہے بہشت میں۔ جو کوئی یہاں یہ چیزیں پہنے وہاں نہ پہنیگا"

ف۶ یعنی مسہریوں پر تکیہ مسند لگائے نہایت عزت و آرام کے بیٹھے ہونگے۔ ف۷ یہ کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال بیان فرمائی جس کے ضمن میں دنیا کی بے ثباتی، کفر و تکبر کی بدانجامی اور ایمان و تقویٰ کی مقبولیت پر متنبہ کرنا ہے۔ یہ دو شخص جن کی مثال بیان ہوئی واقعی موجود تھے؟ یا محض تفہیم کے لئے مثال فرض کر لی گئی؟ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں اور تمثیل کا فائدہ بہرحال حاصل ہے۔ ف۸ یعنی باغوں کے گرد باڑھ کھجور کی لگائی اور دونوں باغوں کے درمیان میں زمین چھوڑی جس میں زراعت ہوتی تھی تاغلے اور پھل (قوت اور فواکہ) سب تیار ملیں۔ ف۹ یعنی یہ نہیں کہ ایک باغ پھلا دوسرا نہ پھلا۔ یا ایک درخت زیادہ آیا دوسرا کم۔

ف۱۰ یعنی باغوں کے درمیان نہر کا پانی قرینہ سے پھر رہا تھا کہ منظر فرحت بخش رہے اور بارش نہ ہو تب بھی باغ وغیرہ خشکی کی خراب نہ ہونے پائے۔ ف۱۱ یعنی جو خرچ کیا یا کمائی کی اُس کا پھل خوب ملا۔ اور ہر قسم کے سامان عیش و رفاہیت جمع ہو گئے نکاح کیا تو اُس کا پھل بھی اچھا پایا اولاد کثرت سے ہوئی۔ ف۱۲ یعنی مال، دولت اور جتھا میرے پاس تجھ سے کہیں زائد ہے۔ اگر میں مشرکانہ اطوار اختیار کرنے میں باطل پر ہوتا تو اس قدر آسائش اور فراخی کیوں ملتی اُس کے مشرک ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آفت آنے کے بعد پچھتا کر کہتا تھا "یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا" معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا غریب ساتھی جو پکا موحد تھا شرک کے باطل ہونے کا اظہار اور شرک سے تائب ہونے کی نصیحت کر رہا ہوگا جس کے جواب میں یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں جتھے میں، ہر چیز میں زیادہ ہوں کس طرح یقین کروں کہ میں باطل پر ہوں اور تجھ جیسا مفلس تلاش حق پر ہو۔ ف۱۳ یعنی شرک میں مبتلا تھا۔ کبر و غرور کا نشہ دماغ میں بھرا ہوا تھا۔ دوسروں کو حقیر جانتا تھا۔ اور خدا کی قدرت و جبروت پر نظر نہ تھی۔ نہ یہ سمجھتا تھا کہ آگے کیا انجام ہونے والا ہے بس یہی باغ اُس کی جنت تھی جس کو آپ خیرے ابدی سمجھے تھے۔

أَنْ تَبِيدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ

کہ خراب ہووے یہ باغ کبھی ☆ اور نہیں خیال کرتا ہوں میں کہ قیامت ہونے والی ہے اور اگر کبھی

رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾ قَالَ لَهٗ

پہنچا دیا گیا میں اپنے رب کے پاس پاؤنگا بہتر اس کے وہاں پہنچ کر ف۱ کہا اُس کو

صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ

دوسرے نے جب بات کرنے لگا کیا تو منکر ہو گیا اُس سے جس نے بنایا تجھ کو مٹی سے

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ أُشْرِكُ

پھر قطرہ سے پھر پورا کر دیا تجھ کو مرد ☆ پھر میں تو یہی کہتا ہوں وہی اللہ ہے میرا رب اور نہیں مانتا

بِرَبِّيْٓ أَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ

شریک اپنے رب کا کسی کو ف۲ اور جب تو آیا تھا اپنے باغ میں کیوں نہ کہا تو نے جو چاہے اللہ سو ہو

لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٣٩﴾ فَعَسٰى

قوت نہیں مگر جو دے اللہ ف۳ اگر تو دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد میں تو امید ہے

رَبِّيْٓ أَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا

کہ میرا رب دیوے مجھ کو تیرے باغ سے بہتر ف۴ اور بھیج دے اُس پر لوکا ایک جھونکا

مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ أَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ

آسمان سے پھر صبح کو رہ جائے میدان صاف ☆ یا صبح کو ہو رہے اُس کا پانی خشک پھر نہ لا سکے تو

لَهٗ طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَأُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ أَنْفَقَ

اُس کو ڈھونڈھ کر ف۵ اور سمیٹ لیا گیا اُس کا سارا پھل پھر صبح کو رہ گیا ہاتھ نچاتا ف۶ اُس مال پر جو اُس میں

فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ

لگایا تھا اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتریوں پر ف۷ اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا اگر میں شریک نہ بناتا اپنے

أَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ

رب کا کسی کو ف۸ اور نہ ہوئی اُس کی جماعت کہ مدد کریں اُس کی اللہ کے سوائے اور نہ ہوا وہ کہ

ف۱ یعنی اب تو آرام سے گذر رہی ہے۔ اور میں نے سب انتظامات ایسے محکم کر لیے ہیں کہ میری زندگی تک ان باغوں کے تباہ ہونے کا بظاہر کوئی کھٹکا نہیں۔ رہا بعد الموت کا قصہ، سو اول تو مجھے یقین نہیں کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ زندگی ملیگی ؟ اور ہم خدا کے سامنے پیش کیے جائیں گے لیکن اگر ایسا ہوا تو یقیناً مجھے یہاں سے بہتر سامان وہاں ملنا چاہیے اگر ہماری حرکات خدا کو ناپسند ہوتیں تو دنیا میں اتنی کثیر پیش کیوں دیتا۔ گویا یہاں کی فراخی علامت ہے کہ وہاں بھی ہم عیش اڑائیں گے۔ ف۲ یعنی جس خدا نے تیری اصل (آدم علیہ السلام) کو بے جان مٹی سے، پھر تجھ کو زمینی پیداوار کے خلاصہ اور ایک قطرۂ ناچیز سے پیدا کر کے زندگی بخشی اور جسمانی و روحانی قوتیں دے کر ہٹا کٹا مرد بنایا، کیا تجھے انکار ہے کہ وہ تیرے مرے پیچھے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا ؟ یا دی ہوئی نعمت چھین نہیں سکتا ! میرا تو یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ تنہا ہمارا رب ہے۔ اُس کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں پھر بھلا اُس کے حکم و اختیار کے سامنے کون دم مار سکتا ہے۔ ف۳ یعنی مال تو اللہ کی نعمت ہے۔ پر اترانے اور کفر بکنے سے آفت آتی ہے۔ چاہیے تھا کہ باغ میں داخل ہوتے وقت "مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا" کی جگہ "مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" کہتا یعنی خدا جو چاہے عطا فرمائے، ہم میں جو کچھ زور و قوت ہے اُسی کی امداد و اعانت سے ہے۔ وہ چاہے تو ایک دم میں سلب کر لے روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہی لفظ کہے۔ "مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ"۔ ف۴ دنیا میں یا آخرۃ میں ف۵ یعنی ایک گرم بگولا اٹھے یا اور کوئی آفت سماوی نازل ہو جو تیرے تکبر و تجبر کی سزا میں باغ کو تہس نہس کر کے صاف چٹیل میدان بنا دے۔ یا نہر کا پانی خشک ہو کر رہ جائے پھر باوجود کوشش کے جاری نہ ہو۔ ف۶ یعنی کف افسوس ملتا رہ گیا۔ ف۷ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں آخر اُس کے باغ پر وہی ہوا جو اُس مرد نیک کی زبان سے نکلا تھا۔ رات کو آفت سماوی آگ کی صورت میں آئی سب جل کر ڈھیر ہو گیا۔ مال خرچ کیا تھا پونجی بڑھانے کو وہ اصل بھی کھو بیٹھا۔ ف۸ مگر اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اور یہ افسوس و ندامت بھی خدا سے ڈر کر نہیں، محض دنیوی ضرر پہنچنے کی بنا پر تھی۔

مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ

خود بدلہ لے سکے ف۱ یہاں سب اختیار ہے اللہ سچے کا اُسی کا انعام بہتر ہے اور اچھا ہے

عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ

اُسی کا دیا ہوا بدلہ ف۲ اور بتلا دے اُن کو مثل دنیا کی زندگی کی جیسے پانی اُتارا ہم نے

السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ

آسمان سے پھر رلا ملا نکلا اُسکی وجہ سے زمین کا سبزہ پھر کل کو ہو گیا چورا چورا ہوا میں اُڑتا ہوا ف۳

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ

اور اللہ کو ہے ہر چیز پر قدرت ف۴ مال اور بیٹے رونق ہیں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ

دنیا کی زندگی میں اور باقی رہنے والی نیکیوں کا بہتر ہے تیرے رب کے یہاں بدلا اور بہتر ہے

اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ

توقع ف۵ اور جس دن ہم چلائیں پہاڑ اور تو دیکھے زمین کو کھلی ہوئی ف۶ اور گھیر بلائیں ہم اُنکو

فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰي رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

پھر نہ چھوڑیں اُن میں سے ایک کو ف۷ اور سامنے آئیں تیرے رب کے صف باندھ کر آ پہنچے تم ہمارے پاس

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۡ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَ

جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو پہلی بار نہیں تم تو کہتے تھے کہ نہ مقرر کریں گے ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ ف۸ اور

وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ

رکھا جائیگا حساب کا کاغذ پھر تو دیکھے گنہگاروں کو ڈرتے ہیں اُس سے جو اُس میں لکھا ہے ف۹ اور کہتے ہیں

يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ

ہائے خرابی کیسا ہے یہ کاغذ نہیں چھوٹی اس سے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو اس میں نہیں آ گئی

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا

اور پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے ف۱۰ اور تیرا رب ظلم نہ کرے گا کسی پر ف۱۱ اور جب کہا ہم نے

ف۱ یعنی جتھا کام آیا، نہ اولاد، نہ فرضی معبود جنہیں خدائی کا شریک ٹھہرا رکھا تھا۔ اور نہ خود اپنی ذات میں اتنی طاقت تھی کہ خدا کے عذاب کو روک دیتا یا بدلہ لے سکتا۔ ف۲ یعنی جس عمل کا بدلہ کسی کو دے وہی ٹھیک ہے۔ یہاں اور وہاں ہر جگہ اختیار اُسی کا چلتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اُس کے فیصلہ میں دخل دے سکے۔ ف۳ یعنی دنیا کی عارضی بہار اور فانی و سریع الزوال تر و تازگی کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مُردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا، وہ یک بیک جی اُٹھی، گنجان درخت اور مختلف اجزا سے رلا ملا سبزہ نکل آیا۔ لہلہاتی کھیتی آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔ مگر چند روز ہی گذرے کہ زرد ہو کر سوکھنا شروع ہو گئی۔ آخر ایک وقت آیا کہ کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی گئی۔ پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اُڑا دی گئی۔ یہی حال دنیا کے دیدہ زیب و ابلہ فریب بناؤ سنگار کا سمجھو۔ چند روز کے لئے خوب ہری بھری نظر آتی ہے۔ آخر میں چورہ ہو کر ہوا میں اُڑ جائیگی بلکہ کٹ چھٹ کر سب میدان صاف ہو جائیگا جیسا کہ آگے "وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً" میں اشارہ کیا ہے۔ ف۴ یعنی جب چاہے پھر جلا دے (موضح القرآن) یا یہ کہ اُگانا اور چورا کر کے اُڑا دینا سب اسی کے دست قدرت میں ہے۔ ف۵ یعنی مرنے کے بعد مال و اولاد وغیرہ کام نہیں آتے صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں جن کا اثر یا ثواب آئندہ باقی رہنے والا ہو۔ حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" ان کلمات کو باقیات صالحات فرمایا۔ یہ محض مثال کے طور پر ہے۔ ورنہ تمام اعمال حسنہ اس میں داخل ہیں۔ موضح القرآن میں ہے "رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سکھا جائے جو جاری رہے یا کوئی نیک رسم چلا جائے یا مسجد، کنواں، سرائے، باغ، کھیت وقف کر جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح چھوڑ جائے" اسی قسم کے کام ہیں جن پر خدا کے ہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے اور انسان عمدہ توقعات قائم کر سکتا ہے۔ دنیا کی فانی و زائل خوشحالی پر لمبی چوڑی اُمیدیں باندھنا عقلمندی نہیں۔ ف۶ یعنی جب قیامت آئے گی پہاڑ جیسی سخت مخلوق بھی اپنی جگہ سے چلائی جائیگی بلکہ اُس کی بھاری بھاری چٹانیں دھنی ہوئی رُوئی کی طرح فضا میں اُڑتی پھریں گی۔ غرض زمین کے سارے اُبھار ہٹ ہٹا کر سطح ہموار اور کھلی ہوئی رہ جائیگی۔ ف۷ یعنی کوئی شخص خدائی عدالت سے غیر حاضر نہ ہو سکیگا۔ ف۸ منکرین بعث کو تقریع و توبیخ کے طور پر یہ کہا جائیگا کہ تم تو قیامت وغیرہ کو محض ڈھکوسلا سمجھتے تھے۔ آج سب جتھا اور اثاثہ چھوڑ کر ننگ دھڑنگ کہاں آ پہنچے۔ اور "جیسا بنایا تھا پہلی بار" میں یہ بھی داخل ہے کہ بدن میں کچھ زخم و نقصان وغیرہ نہ رہیگا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں کل ایک سو بیس صفیں ہونگی جن میں اسی اُمت محمدیہ کی ہیں۔ ف۹ یعنی اعمالنامہ ہر ایک کے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ اُس میں اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھئے آج کیسی سزا ملتی ہے۔ ف۱۰ یعنی ذرہ ذرہ عمل آنکھوں کے سامنے ہوگا اور ہر ایک چھوٹی بڑی بدی یا نیکی اعمالنامہ میں مندرج پائیں گے۔ ف۱۱ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ظلم کا یاں معنی تو امکان ہی نہیں کہ وہ غیر کی ملک میں تصرف کرے۔ کیونکہ تمام مخلوق اُسی کی ملک ہے لیکن ظاہر میں جو ظلم نظر آئے اور بے موقع کام سمجھا جائے، وہ بھی نہیں کرتا، نہ کسی کو بے قصور پکڑتا ہے نہ کسی کی ادنیٰ نیکی کو ضائع ہونے دیتا ہے۔ بلکہ اپنی حکمت بالغہ سے نیکی و بدی کے ہر ایک درخت پر وہی پھل لگاتا ہے جو اُس کی طبیعت نوعیہ کا اقتضاء ہو۔ ع گندم از گندم بروید جو ز جو ۔ از مکافات عمل غافل مشو ۔ کفر و ایمان اور طاعت و معصیت میں خالق الکل نے اُسی طرح کے علیحدہ علیحدہ خواص و تاثیرات رکھدی ہیں جیسے زہر اور تریاق میں۔ آخرت میں غیر و شر کے یہ تمام خواص و آثار علانیہ ظاہر ہو جائیں گے۔

ف راجح یہی ہے کہ ابلیس نوع جن سے تھا، عبادت میں ترقی کرکے گروہ ملائکہ میں شامل ہو گیا۔ اسی لئے فرشتوں کو جو حکم سجود ہوا اُس کو بھی ہوا۔ اُس وقت اسکی اصلی خبیث رنگ لائی۔ تکبر کر کے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری سے بھاگ نکلا۔ آدم کے سامنے سر جھکانے میں کسر شان سمجھی۔ تعجب ہے آج آدم کی اولاد اپنے رب کی جگہ اُسی دشمن ازلی اور اُس کی اولاد و اتباع کو اپنا رفیق و خیرخواہ اور مددگار بنانا چاہتی ہے۔ اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ظلم کیا ہوگا۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گذر چکا ہے یہاں اس پر متنبہ کرنے کے لئے لائے ہیں کہ دنیائے فانی کی ٹیپ ٹاپ پر مغرور ہو کر آخرت سے غافل ہو جانا

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ
فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس تھا جن کی قسم سو نکل بھاگا

عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ
اپنے رب کے حکم سے سو کیا اب تم ٹھہراتے ہو اُس کو اور اُسکی اولاد کو رفیق میرے سوائے اور وہ

لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ
تمہارے دشمن ہیں برا ہاتھ لگا بے انصافوں کے بدلہ ف۱ دکھلا نہیں لیا تھا میں نے اُنکو بنانا آسمان

وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱
اور زمین کا اور نہ بنانا خود اُن کا اور میں وہ نہیں کہ بناؤں بہکانے والوں کو اپنا مددگار ف۲

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ
اور جس دن فرمائیگا پکارو میرے شریکوں کو ف۳ جن کو تم مانتے تھے پھر پکاریں گے

فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝۵۲ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ
سو وہ جواب نہ دیں گے اُن کو اور کر دینگے ہم اُنکے اور اُنکے بیچ مرنے کی جگہ ف۴ اور دیکھیں گے گنہگار

النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳ وَلَقَدْ
آگ کو پھر سمجھیں گے کہ اُن کو پڑنا ہے اُس میں اور نہ بدل سکیں گے اُس سے رستہ ف۵ اور بیشک

صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ
پھیر پھیر کر سمجھائی ہمنے اس قرآن میں لوگوں کو ہر ایک مثل اور ہے انسان

اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝۵۴ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى
سب چیز سے زیادہ جھگڑالو ف۶ اور لوگوں کو جو روکا اس بات سے کہ یقین لے آئیں جب پہنچی اُن کو ہدایت

وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ
اور گناہ بخشوائیں اپنے رب سے سو اسی انتظار نے کہ پہنچے اُن پر رسم پہلوں کی یا آکھڑا ہو اُن پر عذاب

قُبُلًا ۝۵۵ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ
سامنے کا ف۷ اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں سو خوشخبری اور ڈر سنانے کو ف۸ اور جھگڑا کرتے ہیں

شیطان کی تحریک و تسویل سے ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے اصلی و آبائی وطن (جنت) میں واپس نہ جائیں۔ اس کا مطمح نظر یہ ہے کہ دوست بن کر ہم سے پرانی دشمنی نکالے۔ آدمی کو لازم ہے کہ ایسے چالاک دشمن سے ہشیار رہے۔ جو لوگ دنیوی متاع پر مغرور ہو کر ضعفاء کو حقیر سمجھتے اور اپنے کو بہت لمبا کھینچتے ہیں، وہ تکبر و تفاخر میں شیطان لعین کی راہ پر چل رہے ہیں۔ (تنبیہ) ابن کثیر نے بعض روایات نقل کرکے جن میں ابلیس کی اصل نوع ملائکہ میں سے بتلائی گئی ہے، لکھا ہے کہ ان روایات کا غالب حصہ اسرائیلیات میں سے ہے جنہیں بہت نظر و فکر کے بعد احتیاط کے ساتھ قبول کرنا چاہئے اور اُن میں کی بعض چیزیں تو یقیناً جھوٹ ہیں۔ کیونکہ قرآن اُنکی صاف تکذیب کرتا ہے۔ آگے ابن کثیر نے بہت وزندار الفاظ میں اسرائیلیات کے متعلق جو کچھ کلام کیا ہے، دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہاں بخوف تطویل ہم درج نہیں کر سکتے۔ ف۲ یعنی زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے ان شیاطین کو بلایا نہ تھا کہ ذرا آکر دیکھ جائیں۔ ٹھیک بنا ہے یا کچھ اُونچ نیچ رہ گئی غرض نہ اُن سے تکوین و ایجاد عالم میں کچھ مشورہ لیا گیا نہ مدد طلب کی گئی، بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت تو سرے سے یہ موجود ہی نہ تھے۔ خود ان کو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیسا بنایا جائے۔ یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کروں ذرا آکر میری مدد کرو۔ اور بفرض محال مدد بھی لیتا اور قوت بازو بھی بناتا تو کیا ان بدبخت اشقیاء کو؟ جنہیں جانتا ہوں کہ لوگوں کو میری راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے آدمیوں نے ان کو خدائی کا درجہ کیسے دیدیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر انہیں کیوں رفیق و مددگار بنانے لگے۔ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا" ف۳ یعنی جن کو میرا شریک بنا رکھا تھا۔ بلاؤ! (کہ) اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کریں۔ ف۴ اُس وقت رفاقت اور دوستی کی ساری قلعی کھل جائیگی ایک دوسرے کے نزدیک بھی نہ جا سکیں گے۔ کام آنا تو درکنار دونوں کے بیچ میں عظیم و وسیع خندق آگ کی حائل ہوگی۔ (اعاذنا اللہ منہا) ف۵ یعنی شروع شروع میں شاید کچھ معافی کی امید ہوگی لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائیگا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔ ف۶ یعنی قرآن کریم کس طرح مختلف عنوانات اور قسم قسم کی دلائل و امثلہ سے پکی باتیں سمجھاتا ہے مگر انسان کچھ ایسا جھگڑالو واقع ہوا ہے کہ صاف اور سیدھی باتوں میں بھی کٹ حجتی کئے بغیر نہیں رہتا۔ جب دلائل کا جواب بن نہیں پڑتا تو مہمل اور دور از کار فرمائشیں شروع کر دیتا ہے کہ فلاں چیز دکھاؤ تو مانونگا۔ ف۷ یعنی ان کے ضد و عناد کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن ایسی عظیم الشان ہدایت پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ان کے پاس باقی نہیں۔ آخر قبول حق میں اب کیا دیر ہے اور کاہے کا انتظار ہے۔ بجز اس کے کہ پہلی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ ان کو بکلی تباہ کر ڈالے۔ یا اگر تباہ نہ کیے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الہٰی آنکھوں کے سامنے آکھڑا ہو۔ بکذا یفہم من تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کچھ اور انتظار نہیں رہا مگر یہی کہ پہلوں کی طرح ہلاک ہو ویں یا قیامت کا عذاب آنکھوں سے دیکھیں"۔ ف۸ اُن کو یہ اختیار نہیں کہ جب تم مانگو یا جب وہ چاہیں عذاب لا کھڑا کریں۔

ف۱ یعنی جھوٹے جھگڑے اُٹھا کر اور کٹ حُجتی کر کے چاہتے ہیں کہ حق کی آواز پست کریں اور جھوٹ کے زور سے سچائی کا قدم ڈگمگا دیں۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ ف۲ یعنی کلام اللہ سے ٹھٹھا کرتے ہیں اور جس عذاب کا ڈرایا جاتا ہے اُسکی ہنسی اُڑاتے ہیں۔ ف۳ یعنی کبھی بھول کر بھی خیال نہ آیا کہ تکذیب حق اور استہزاء و تمسخر کا جو ذخیرہ آگے بھیج رہا ہے اُس کی سزا کیا ہے۔ ف۴ یعنی اُن کے جدال بالباطل اور استہزاء بالحق کی وجہ سے ہم نے اُنکے دلوں پر پردے ڈال دیے اور کانوں میں ڈاٹ ٹھونک دی۔ اب نہ حق کو سُنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بالکل مسخ ہو گئے۔ پھر حق کی طرف متوجہ ہوں تو کیسے ہوں اور انجام کا خیال کریں تو کیسے کریں۔ ایسے بدبختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔ ف۵ یعنی کرتوت تو ان کے ایسے کہ عذاب پہنچنے میں ایک گھنٹہ کی تاخیر نہ ہو مگر حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوراً تباہ کر ڈالنے کو مانع ہے۔ اپنی رحمت عامہ سے خاص حد تک درگذر فرماتا ہے اور رحمت سے سخت مجرم کو موقع دیتا ہے کہ چاہے تو اب بھی توبہ کر کے پچھلی خطائیں بخشوا لے۔ اور ایمان لا کر رحمت عظیمہ کا مستحق بن جائے۔ ف۶ یعنی یہ تاخیر عذاب ایک وقت معین تک ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی مجرم سزا کا وعدہ آنے سے پیشتر کہیں اِدھر اُدھر کھسک جائے۔ جب وقت آئیگا سب بندھے چلے آئیں گے، مجال نہیں کوئی روپوش ہو سکے۔ ف۷ یعنی عاد و ثمود کی بستیاں جن کے واقعات مشہور و معروف ہیں، دیکھ لو جب ظلم کے اُکس طرح اپنے وقت معین پر تباہ و برباد کر دی گئیں۔ اسی طرح تم کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ وقت آنے پر عذاب الٰہی سے کہیں پناہ نہ ملیگی۔ ف۸ اوپر ذکر ہوا تھا کہ مغرور کافر مفلس مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر آنحضرت صلعم سے کہتے تھے کہ ان کو پاس نہ بٹھائیں تو ہم بیٹھیں۔ اُسی پر دو شخصوں کی کہاوت سُنائی۔ پھر دنیا کی مثال اور ابلیس کا کبر و غرور سے خراب ہونا بیان کیا۔ اب موسیٰ اور خضر کا قصہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ والے اگر سب سے افضل اور بہتر بھی ہوں تو آپ کو بہتر نہیں کہتے۔ اور کبھی بھول چوک سے کہہ گذریں تو حق تعالیٰ کی طرف سے تادیب و تنبیہ کیجاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی قوم کو نہایت مؤثر اور بیش بہا نصیحتیں فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا، اے موسیٰ! کیا روئے زمین پر آپ اپنے سے بڑا عالم کسی کو پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ جواب واقع میں صحیح تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السّلام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اُن کے زمانہ میں اسرار شرعیہ کا علم اُن سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا۔ لیکن حق تعالیٰ کو اُن کے الفاظ پسند نہ آئے، گو مُراد صحیح تھی۔ تاہم عنوان جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا تھا کہ روئے زمین پر من کل الوجوہ اپنے کو اعلم الناس خیال کرتے ہیں۔ خدا کی مرضی یہ تھی کہ جواب کو اُس کے علم محیط پر محوّل کرتے۔ مثلاً یہ کہتے کہ اللہ کے مقرب و مقبول بندے بہت سے ہیں، سب کی خبر اُسی کو ہے۔ تب وحی آئی کہ جس جگہ دو دریا ملے ہیں اُس کے پاس ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے (دو دریا سے کون سے دریا مراد ہیں؟ بعض نے کہا کہ بحر فارس اور بحر روم لیکن یہ دونوں ملتے نہیں۔ شاید ملاپ سے مُراد قرب ہوگا یعنی جہاں دونوں کا فاصلہ کم سے کم رہ جائے۔ بعض افریقہ کے دو دریا مُراد لیتے ہیں بعض علماء کے نزدیک "مجمع البحرین" وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر دجلہ اور فرات خلیج فارس میں گرتے ہیں۔ واللہ اعلم) بہرحال موسیٰ علیہ السّلام نے درخواست کی کہ مجھے اُس کا پورا پتہ نشان بتایا جائے تا میں وہاں جا کر کچھ علمی استفادہ کروں۔ حکم ہوا کہ اُس کی تلاش میں نکلو تو ایک مچھلی تل کر ساتھ رکھ لو، جہاں مچھلی گم ہو، وہیں سمجھنا کہ وہ بندہ موجود ہے گویا "مجمع البحرین" سے جو ایک وسیع قطعہ مراد ہو سکتا تھا اُسکی پوری تعیین کے لیئے یہ علامت مقرر فرما دی۔ موسیٰ علیہ السّلام نے اسی ہدایت کے موافق اپنے خادم خاص حضرت یوشع کو ہمراہ لیکر سفر شروع کر دیا، اور یوشع کو کہہ دیا کہ مچھلی کا خیال رکھنا۔ میں برابر سفر کرتا رہونگا یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں اگر فرض کرو برس اور قرن بھی گزر جائیں گے بدون مقصد حاصل کیے سفر سے نہ ہٹونگا۔ (تنبیہ) جوان سے مُراد حضرت یوشع ہیں جو ابتداءً موسیٰ علیہ السّلام کے خادم خاص تھے۔ پھر اُن کے روبرو پیغمبر اور اُن کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ف۹ وہاں پہنچ کر ایک بڑے پتھر کے قریب جس کے نیچے آب حیات کا چشمہ جاری تھا حضرت موسیٰ علیہ السّلام سو رہے۔ یوشع علیہ السّلام نے دیکھا کہ بھنی ہوئی مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر زنبیل سے نکل پڑی اور عجیب طریقہ سے دریا میں سُرنگ سی بناتی چلی گئی۔ وہاں پانی میں خدا کی قدرت سے ایک طاق سا کھلا رہ گیا۔ یوشع کو دیکھ کر تعجب آیا۔ چاہا کہ موسیٰ بیدار ہوں تو اُن سے کہوں۔ وہ بیدار ہوئے تو دونوں آگے چل کھڑے ہوئے۔ یوشع نہ معلوم کن خیالات میں پڑ کر کہنا بھول گئے۔ روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام نے جب اُن کو مچھلی کی خبرگیری کے لئے کہا تھا تو اُن کی زبان سے نکلا کہ یہ کوئی بڑا کام نہیں لہٰذا متنبہ کیا گیا کہ چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی آدمی کو محض اپنے نفس پر بھروسہ نہیں چاہئے۔ ف۱۰ حضرت موسیٰ علیہ السّلام پہلے نہیں تھکے جب مطلب چھوٹ رہا تھا اُس وقت چلنے سے تکان محسوس کیا۔

الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا

کافر جھوٹا جھگڑا کہ ڈگا دیں اُس سے سچی بات کو ف۱ اور ٹھہرالیا اُنہوں نے میرے کلام کو اور جو

أُنذِرُوا هُزُوًا ﴿٥٦﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا

ڈر سنائے گئے ٹھٹھا ف۲ اور اُس سے زیادہ ظالم کون جس کو سمجھایا اُسکے رب کے کلام سے پھر منہ پھیر لیا اُسکی طرف سے اور بھول گیا جو

قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ

کچھ آگے بھیج چکے ہیں اُسکے ہاتھ ف۳ ہم نے ڈال دیئے ہیں اُنکے دلوں پر پردے کہ اُس کو نہ سمجھیں اور اُنکے کانوں میں ہے

وَقْرًا ۖ وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَن يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٥٧﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ

بوجھ اور اگر تو اُن کو بلائے راہ پر تو ہرگز نہ آئیں راہ پر اس وقت کبھی ف۴ اور تیرا رب بڑا بخشنے والا ہے

ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُم بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَل لَّهُم مَّوْعِدٌ

رحمت والا اگر اُن کو پکڑے اُنکے کیے پر تو جلد ڈالے اُن پر عذاب ف۵ پر اُن کے لیے ایک وعدہ ہے

لَّن يَجِدُوا مِن دُونِهِ مَوْئِلًا ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا

کہیں نہ پائیں گے اُس سے ورے سرک جانے کو جگہ ف۶ اور یہ سب بستیاں ہیں جن کو ہم نے غارت کیا جب وہ ظالم ہو گئے

وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِم مَّوْعِدًا ﴿٥٩﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ

اور مقرر کیا تھا ہم نے اُنکی ہلاکت کا ایک وعدہ ف۷ اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ

أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا

پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں ف۸ پھر جب پہنچے دونوں ملاپ تک

نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ

بھول گئے اپنی مچھلی پھر اُس نے اپنی راہ کر لی دریا میں سرنگ بنا کر ف۹ پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو

آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ

لا ہمارے پاس ہمارا کھانا ہم نے پائی اپنے اس سفر میں تکلیف ف۱۰ بولا وہ دیکھا تو نے جب

أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ

ہم نے جگہ پکڑی اُس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا مچھلی اور یہ مجھ کو بھلا دیا شیطان ہی نے

ع ۸ / ۲۰

أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ

کہ اُس کا ذکر کروں ف۱ اور اُس نے کرلیا اپنا رستہ دریا میں عجب طرح ☆ کہا یہی ہے جو ہم چاہتے تھے

فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ

پھر اُلٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے ف۲ پھر پایا ایک بندہ ہمارے بندوں میں کا جس کو دی تھی ہم نے رحمت

عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ

اپنے پاس کی اور سکھلایا تھا اپنے پاس سے ایک علم ف۳ کہا اُس کو موسیٰ نے کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس

أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾

بات پر کہ مجھ کو سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ ف۴ بولا تو نہ ٹھہر سکیگا میرے ساتھ

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ

اور کیونکر ٹھہریگا دیکھ کر ایسی چیز کو کہ تیرے قابو میں نہیں اُس کا سمجھنا ف۵ کہا تو پائے گا اگر اللہ نے

اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي

چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا اور نہ ٹالونگا تیرا کوئی حکم ف۶ بولا پھر اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو مت پوچھیو مجھ سے

عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي

کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اُس کا ذکر ف۷ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب چڑھے

السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ۖ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴿٧١﴾

کشتی میں اس کو پھاڑ ڈالا موسیٰ بولا کیا تو نے اسکو پھاڑ ڈالا کہ ڈبا دے اسکے لوگوں کو البتہ تو نے کی ایک چیز بھاری ف۸

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ

بولا میں نے نہ کہا تھا تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ ☆ کہا مجھ کو نہ پکڑ میری بھول پر

وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿٧٣﴾ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ

اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل ف۹ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ملے ایک لڑکے سے تو اسکو مار ڈالا ف۱۰

قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

موسیٰ بولا کیا تو نے مار ڈالی ایک جان ستھری ف۱۱ بغیر عوض کسی جان کے بیشک تو نے کی ایک چیز نامعقول ف۱۲

ف۱ یعنی مطلب کی بات بھول جانا اور عین موقع یادداشت پر ذہول ہونا، شیطان کی وسوسہ اندازی سے ہوا۔ ف۲ غالباً وہاں راستہ بنا ہوا نہ ہوگا۔ اس لئے اپنے نقش قدم دیکھتے ہوئے اُلٹے پاؤں پھرے۔ ف۳ وہ بندہ حضرت خضر علیہ السّلام تھے۔ جن کو حق تعالیٰ نے رحمت خصوصی سے نوازا اور اسرار کونیہ کے علم سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر کو رسول مانا جائے یا نبی یا محض ولی کے درجہ میں رکھا جائے۔ ایسے مباحث کا فیصلہ یہاں نہیں ہو سکتا تاہم احقر کا رجحان اسی طرف ہے کہ اُن کو نبی تسلیم کیا جائے اور جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے جو انبیاء صاحب شریعت مستقلہ نہیں آتے اُن کو بھی اتنا تصرف و اختیار عطا ہوتا ہے کہ مصالح خصوصیہ کی بنا پر شریعت مستقلہ کے کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید یا عام ضابطہ سے بعض جزئیات کا استثناء کر سکیں۔ اسی طرح کے جزئی تصرفات حضرت خضر کو بھی حاصل تھے۔ واللہ اعلم۔ بہرحال موسیٰ علیہ السّلام خضر سے ملے علیک سلیک کے بعد خضر نے سبب پوچھا موسیٰ نے آنے کا سبب بتلایا خضر نے کہا اے موسیٰ! بلاشبہ اللہ نے تمہاری تربیت فرمائی بر بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ایک علم (جزئیات کونیہ کا) مجھ کو ملا ہے جو (اتنی مقدار میں) تم کو نہیں ملا۔ اور ایک علم (اسرار تشریع کا) تم کو دیا گیا ہے جو (اتنی بہتات سے) مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد ایک چڑیا دکھا کر جو دریا میں سے پانی پی رہی تھی، کہا کہ میرا، تمہارا بلکہ کل مخلوقات کا سارا علم اللہ کے علم میں اتنا ہے جتنا دریا کے پانی میں سے وہ قطرہ جو چڑیا کے منہ کو لگ گیا ہے (یہ بھی محض تفہیم کے لئے تھا ورنہ متناہی کو غیر متناہی سے قطرہ اور دریا کی نسبت بھی نہیں)۔ ف۴ یعنی اجازت ہو تو چند روز آپ کے ہمراہ رہ کر اُس مخصوص علم کا کچھ حصہ حاصل کروں۔ ف۵ حضرت خضر نے موسیٰ علیہ السّلام کے مزاج وغیرہ کا اندازہ کر کے سمجھ لیا کہ میرے ساتھ اُن کا نباہ نہ ہو سکیگا کیونکہ وہ مامور تھے کہ واقعات کونیہ کا جزئی علم پا کر اُسی کے موافق عمل کریں۔ اور موسیٰ علیہ السّلام جن علوم کے حامل تھے اُن کا تعلق تشریعی قوانین و کلیات سے تھا۔ بنا برین جن جزئیات میں عوارض و خصوصیات خاصہ کی وجہ سے بظاہر عام ضابطہ پر عمل نہ ہوگا حضرت موسیٰ اپنی معلومات کی بنا پر ضرور روک ٹوک کرینگے اور خاموشی کا مسلک دیر تک قائم نہ رکھ سکیں گے۔ آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ جدا ہونا پڑیگا۔ ف۶ یہ وعدہ کرتے وقت غالباً موسیٰ علیہ السّلام کو اس کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسے مقرب مقبول بندہ سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئیگی جو علانیہ اُنکی شریعت بلکہ عام شرائع و اخلاق کے خلاف ہو۔ غنیمت ہوا کہ اُنہوں نے "انشاء اللہ" کہہ لیا تھا ورنہ ایک قطعی وعدہ کی خلاف ورزی کرنا اولوالعزم پیغمبر کی شان کے لائق نہ ہوتا۔ ف۷ یعنی کوئی بات اگر بظاہر ناحق نظر آئے تو مجھ سے فوراً بازپرس نہ کرنا جب تک میں خود اپنی طرف سے کہنا شروع نہ کروں۔ ف۸ جب اُس کشتی پر چڑھنے لگے ناؤ والوں نے خضر کو پہچان کر مفت سوار کر لیا۔ اُس احسان کے بدلہ یہ نقصان دیکھ کر موسیٰ کو اور زیادہ تعجب ہوا۔ لیکن کشتی پوری طرح کنارہ کے قریب پہنچ کر ٹوٹی۔ لوگ ڈوبنے سے بچ گئے اور توڑنا یہ تھا کہ ایک تختہ نکال ڈالا۔ گویا عیب دار کر دی۔ ف۹ یعنی اگر بھول چوک پر بھی گرفت کروگے تو میرا تمہارے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ پہلا پوچھنا حضرت موسیٰ سے بھول کر ہوا اور دوسرا اقرار کرنے کو اور تیسرا رخصت ہونے کو۔ ف۱۰ ایک گاؤں کے قریب چند لڑکے کھیل رہے تھے، اُن میں سے ایک کو جو زیادہ خوبصورت اور سیانا تھا پکڑ کر مار ڈالا۔ اور چل کھڑے ہوئے بعض روایات میں اُس کا نام جیسور آیا ہے۔ وہ لڑکا بالغ تھا یا نہیں؟ بعض کا قول ہے کہ بالغ تھا اور لفظ غلام عدم بلوغ پر دلالت نہیں کرتا لیکن جمہور مفسرین اُس کو نابالغ ہی بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم ف۱۱ یعنی بے گناہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو اُس پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ لفظ بظاہر اس کے نابالغ ہونے کی تائید کرتا ہے۔ اگرچہ دوسروں کے لئے تاویل کی گنجائش ہے۔ ف۱۲ یعنی اوّل تو نابالغ قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جا سکتا اس پر مزید یہ کہ یہاں قصاص کا بھی کوئی قصہ نہ تھا پھر اس سے بڑھ کر نامعقول بات کونسی ہوگی۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾
بولا میں نے تجھ کو نہ کہا تھا کہ تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ ف۱

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَىْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِىْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾
کہا اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز اس کے بعد تو مجھ کو ساتھ نہ رکھیو تو اُتار چکا میری طرف سے الزام ف۲

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۣاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ
پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب پہنچے ایک گاؤں کے لوگوں تک کھانا چاہا وہاں کے لوگوں سے انہوں نے نہ مانا کہ اُنکو مہمان رکھیں پھر پائی وہاں ایک دیوار جو گرا چاہتی تھی اس کو سیدھا کر دیا ف۳

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾
بولا موسیٰ اگر تو چاہتا تو لے لیتا اس پر مزدوری ف۴ کہا اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ اب جتلائے دیتا ہوں تجھ کو پھیر ان باتوں کا جس پر تو صبر نہ کر سکا ف۵

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾
وہ جو کشتی تھی سو چند محتاجوں کی جو محنت کرتے تھے دریا میں ف۶ سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈالدوں اور اُن کے پرے تھا ایک بادشاہ جو لے لیتا تھا ہر کشتی کو چھین کر ف۷

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾
اور وہ جو لڑکا تھا سو اُس کے ماں باپ تھے ایمان والے پھر ہم کو اندیشہ ہوا کہ اُن کو عاجز کرے زبردستی اور کفر کر کر ف۸ پھر ہم نے چاہا کہ بدلہ دے اُن کو اُن کا رب بہتر اس سے پاکیزگی میں اور نزدیک تر شفقت میں ف۹

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ
اور وہ جو دیوار تھی سو دو یتیم لڑکوں کی تھی اس شہر میں اور

ف۱ کیونکہ ایسے حالات و واقعات دیکھنے میں آئیں گے جن پر تم خاموشی کے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ آخر وہ ہی ہوا۔ ف۲ حضرت موسیٰ کو اندازہ ہو گیا کہ خضر کے محیر خیز حالات و واقعات کا چپ چاپ مشاہدہ کرتے رہنا بہت ہی کٹھن ہے۔ اس لئے آخری بات کہدی کہ اس مرتبہ اگر سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں ایسا کرنے میں آپ معذور ہونگے اور میری طرف سے کوئی الزام آپ پر عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ تین مرتبہ موقع دے کر آپ حجت تمام کر چکے۔ ف۳ یعنی ایک بستی میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے ملے اور چاہا کہ بستی والے مہمان سمجھ کر کھانا کھلائیں۔ مگر یہ سعادت اُنکی قسمت میں نہ تھی، اُنہوں نے موسیٰ و خضر جیسے مقربین کی مہمانی سے انکار کر دیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر چاہیئے تھا کہ ایسے تنگدل اور بے مروت لوگوں پر غصہ آتا، مگر حضرت خضرؑ نے غصہ کے بجائے اُن پر احسان کیا۔ بستی میں ایک بڑی بھاری دیوار جھکی ہوئی تھی قریب تھا کہ زمین پر آ رہے۔ لوگ اُس کے نیچے گزرتے ہوئے خوف کھاتے تھے، حضرت خضرؑ نے ہاتھ لگا کر سیدھی کر دی اور منہدم ہونے سے بچا لیا۔ (تنبیہ) حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ میں "اہل" کا لفظ شاید اس لئے لائے کہ بستی میں اُن کا آنا محض مرور و عبور کے طور پر نہ تھا، نہ یہ صورت تھی کہ باشندگان شہر سے علیحدہ کسی سرائے وغیرہ میں جا اُترے ہوں، بلکہ قصد کر کے شہر والوں سے ملے۔ اور "اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا" میں دوبارہ لفظ "اہل" کی تصریح اُنکی مزید تقبیح کے لئے ہے یعنی جن سے مہمانی چاہی تھی وہ اہل قریہ تھے کوئی پردیسی مسافر نہ تھے جو یہ عذر کر سکیں کہ ہمارا گھر یہاں نہیں، مہمانداری کیسے کریں۔ ف۴ یعنی بستی والوں نے مسافر کا حق نہ سمجھا کہ مہمانی کریں۔ اُن کی دیوار مفت بنا دینے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر کچھ معاوضہ لے کر دیوار سیدھی کرتے تو ہمارا کھانے پینے کا کام چلتا اور ان تنگدل بخیلوں کو ایک طرح کی تنبیہ ہو جاتی۔ شاید اپنی بداخلاقی اور بے مروتی پر شرماتے۔ ف۵ یعنی حسب وعدہ اب مجھ سے علیحدہ ہو جایئے، آپ کا نباہ میرے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن جدا ہونے سے پہلے چاہتا ہوں کہ ان افعال کے پوشیدہ اسرار کھول دوں۔ جن کے چکر میں پڑ کر آپ صبر و ضبط کی شان قائم نہ رکھ سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس مرتبہ موسیٰ نے جان کر پوچھا رخصت ہونے کو۔ سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ڈھب کا نہیں حضرت موسیٰ کا علم وہ تھا جس کی خلقت پیروی کرے تو اُن کا بھلا ہو۔ حضرت خضر کا علم وہ تھا کہ دوسروں سے اُس کی پیروی بن نہ آوے۔" ف۶ یعنی دریا میں محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے تھے۔ ف۷ یعنی جدھر کشتی جانے والی تھی اُسی طرف ایک ظالم بادشاہ جو اچھی کشتی دیکھتا چھین لیتا، یا بیگار میں پکڑ لیتا تھا۔ میں نے چاہا کہ عیب دار کر دوں۔ تا اُس ظالم کی دستبرد سے محفوظ رہے اور ٹوٹی ہوئی خراب کشتی سمجھ کر کوئی تعرض نہ کرے۔ بعض آثار میں ہے کہ خطرہ کے مقام سے آگے نکل کر پھر حضرت خضر نے کشتی اپنے ہاتھ سے درست کر دی۔ ف۸ گو اصل فطرۃ سے ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے مگر آگے چل کر خارجی اثرات سے بچپن ہی میں بعض کی بنیاد بُری پڑ جاتی ہے جس کا پورا یقینی علم تو خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے تاہم کچھ آثار اہل بصیرت کو بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ اُس لڑکے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو آگاہ فرما دیا کہ اس کی بنیاد بُری پڑی تھی۔ بڑا ہوتا تو موذی اور بدراہ ہوتا اور ماں باپ کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبتا۔ وہ اسکی محبت میں کافر بن جاتے۔ اس طرح لڑکے کا مارا جانا والدین کے حق میں رحمت اور اُنکی حفاظت کا ذریعہ بن گیا خدا کو منظور تھا کہ اُس کے ماں باپ ایمان پر قائم رہیں، حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ آنے والی رکاوٹ اُنکی راہ سے دور کر دیجائے۔ خضر کو حکم دیا کہ لڑکے کو قتل کر دو۔ اُنہوں نے خدا کی وحی پر امتثال امر کیا۔ اب یہ سوال کرنا کہ لڑکے کو پیدا ہی نہ کرتے یا کرتے تو اُس کو اس قدر شریر نہ ہونے دیتے، یا جہاں لاکھوں کافر دنیا میں موجود ہیں اُس کے والدین کو بھی کافر بنجانے دیتے۔ یا جن بچوں کی بنیاد ایسی پڑے کم از کم پیغمبروں کو اُن سب کی فہرست دے کر قتل کرا دیا کرتے۔ اِن باتوں کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ "لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ" (انبیاء رکوع ۲) اور تفصیلی جواب کے لئے مسئلہ "خلق خیر و شر" پر مبسوط کلام کرنے کی ضرورت ہے جو ان مختصر فوائد میں سما نہیں سکتا۔ ہاں اتنا یاد رہے کہ دنیا میں ہر شخص سے جو اللہ کو "خالق الکل" اور "علیم و حکیم" مانتا ہو، تکوینیات کے متعلق اسی قسم کے ہزاروں سوالات کئے جا سکتے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس بجز اعتراف عجز و قصور کے کچھ نہیں۔ یہاں خضر کے ذریعہ سے اسی کا ایک نمونہ دکھلانا تھا کہ خدا تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح تکوینیہ کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ کبھی صورت واقعہ بظاہر دیکھنے میں خراب و قبیح یا بے موقع معلوم ہوتی ہے لیکن جسے واقعہ کی اندرونی گہرائیوں کا علم ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ خضر نے مسکینوں کی کشتی کا تختہ توڑ دیا، حالانکہ اُنہوں نے احسان کیا تھا کہ بلا اُجرت دونوں کو سوار کر لیا۔ ایک کھیلتے ہوئے بچہ کو مار ڈالا جو بظاہر نہایت قبیح حرکت نظر آتی تھی۔ دیوار سیدھی کر کے اُس بستی والوں پر احسان کیا جو نہایت بے مروتی سے پیش آئے تھے۔ اگر خود خضر علیہ السلام آخر میں اپنے ان افعال کی توجیہات بیان نہ کرتے تو ساری دنیا آج تک ورطۂ حیرت میں پڑی رہتی، یا خضر کو ہدف طعن و تشنیع بنائے رکھتی۔ العیاذ باللہ۔ ان ہی مثالوں کو حق تعالیٰ کے افعال اور اُنکی حکمتوں کا اندازہ کر لو۔ ف۹ یعنی لڑکے کے مارے جانے پر اُنکے والدین کا ایمان محفوظ ہو گیا اور جو صدمہ اُنکو پہنچا حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُسکی تلافی ایسی اولاد سے کرے جو اخلاقی پاکیزگی میں مقتول لڑکے سے بہتر ہو، ماں باپ اُس پر شفقت کریں۔ وہ ماں باپ کے ساتھ محبت و تعظیم اور حسن سلوک سے پیش آئے کہتے ہیں کہ بعد خدا تعالیٰ نے نیک لڑکی دی جو ایک نبی سے منسوب ہوئی اور ایک نبی اُس سے پیدا ہوئے جس کو ایک اُمت چلی۔

ف۱ یعنی اگر دیوار گر پڑتی تو یتیم بچوں کا جو مال وہاں گڑا ہوا تھا ظاہر ہو جاتا اور بد نیت لوگ اُٹھا لیتے۔ بچوں کا باپ مرد صالح تھا اُس کی نیکی کی رعایت سے حق تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ بچوں کے مال کی حفاظت کیجائے میں نے اُس کے حکم سے دیوار سیدھی کردی کہ بچے جوان ہو کر باپ کا خزانہ پا سکیں کہتے ہیں اُس خزانہ میں دوسرے اموال کے علاوہ ایک سونے کی تختی تھی جس پر محمد رسول اللہ" (صلعم) لکھا ہوا تھا۔ ف۲ یعنی جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضروری ہوا اُس پر مزدوری لینا مقربین کا کام نہیں (تنبیہ) اس قصہ کے شروع میں حضرت خضر کی نبوت و ولایت کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں اُس کو ایک نظر پھر مطالعہ کر لیا جائے۔ آگے ذوالقرنین کا قصہ آتا ہے۔ یہ بھی اُن تین چیزوں میں سے تھا جن کی نسبت یہود کے مشورہ سے قریش نے سوالات کئے تھے۔ "روح" کے متعلق جواب سورۂ "بنی اسرائیل" میں گذر چکا۔ اصحاب کہف کا قصہ اسی سورت "کہف" میں آچکا۔ تیسری چیز آگے مذکور ہے۔

تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَا

اُسکے نیچے مال گڑا تھا اُن کا اور اُن کا باپ تھا نیک پھر چاہا تیرے رب نے کہ وہ پہنچ جائیں

أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ

اپنی جوانی کو اور نکالیں اپنا مال گڑا ہوا ف۱ مہربانی سے تیرے رب کی اور میں نے یہ نہیں کیا اپنے

أَمْرِي ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ وَيَسْأَلُونَكَ عَن

حکم سے ف۲ یہ ہے پھیر اُن چیزوں کا جن پر تو صبر نہ کر سکا ✿ اور تجھ سے پوچھتے ہیں

ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ

ذوالقرنین کو کہہ اب پڑھتا ہوں تمہارے آگے اُس کا کچھ احوال ✿ ہم نے اُس کو جمایا تھا

فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِن كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتَّىٰ

ملک میں اور دیا تھا ہم نے اُسکو ہر چیز کا سامان ف۳ پھر پیچھے پڑا ایک سامان کے ف۴ یہاں تک کہ

إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا

جب پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ پایا کہ وہ ڈوبتا ہے ایک دلدل کی ندی میں ف۵ اور پایا اُس کے پاس

قَوْمًا قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَن تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَن تَتَّخِذَ فِيهِمْ

لوگوں کو ہم نے کہا اے ذوالقرنین یا تو تو لوگوں کو تکلیف دے اور یا رکھ اُن میں

حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَن ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ

خوبی ف۶ بولا جو کوئی ہوگا بے انصاف سو ہم اُس کو سزا دینگے پھر لوٹ جائیگا اپنے رب کے پاس

فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً

وہ عذاب دیگا اُس کو بُرا عذاب ✿ اور جو کوئی یقین لایا اور کیا اُس نے بھلا کام سو اُس کا بدلہ

الْحُسْنَىٰ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتَّىٰ

بھلائی ہے ف۷ اور ہم حکم دینگے اُس کو اپنے کام میں آسانی ف۸ پھر لگا ایک سامان کے پیچھے ف۹ یہاں تک کہ

إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُم

جب پہنچا سورج نکلنے کی جگہ پایا اُس کو کہ نکلتا ہے ایک قوم پر کہ نہیں بنا دیا ہم نے اُنکے لئے

ف۳ اُس بادشاہ کو "ذوالقرنین" اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا کے دونوں کناروں (مشرق و مغرب) پر پھر گیا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اسکندر رومی کا ہے اور بعض کے نزدیک کوئی مقبول خدا پرست اور دیندار بادشاہ اُس سے پہلے گذرا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں متعدد وجوہ و دلائل سے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے مجموعۂ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین ابراہیم علیہ السّلام کا معاصر تھا اور اُن کی دعا کی برکت سے حق تعالیٰ نے خارق عادت سامان و وسائل عطا فرمائے تھے۔ جن کے ذریعہ سے اُس کو مشرق و مغرب کا سفر اور محیّر العقول فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی حضرت خضر اس کے وزیر تھے، شاید اسی لئے قرآن نے خضر کے قصہ کے ساتھ اُس کا قصہ بیان فرمایا۔ قدیم شعرائے عرب نے اپنے اشعار میں "ذوالقرنین" کا نام بڑی عظمت سے لیا ہے اور اُس کے عرب ہونے پر فخر کرتے رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عہد تاریخی سے پہلے کا کوئی جلیل القدر عرب بادشاہ ہے۔ شاید اسکندر کو بھی اسی کی ایک گونہ شباہت سے ذوالقرنین کہنے لگے ہوں۔ حال میں یورپ کے ماہرین آثار قدیمہ نے قدیم سامی عربوں کی متعدد عظیم الشان سلطنتوں کا سراغ لگایا ہے جن کا تاریخی اوراق میں کوئی مفصل تذکرہ موجود نہیں، بلکہ بعض ممتاز و مشہور سلاطین کا نام تک کتب تاریخ میں نہیں ملتا۔ مثلاً بادشاہ حمورابی جو اغلباً حضرت ابراہیم کے عہد میں ہوا ہے اور جس کو کہا گیا ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا مقنّن تھا۔ اُس کے قوانین منارہ بابل پر کندہ ملے ہیں جن کا ترجمہ انگریزی میں شائع ہو گیا ہے۔ پرانے کتبات سے اس کی عجیب و غریب عظمت ثابت ہوتی ہے۔ بہرحال "ذوالقرنین" ان ہی میں کا کوئی بادشاہ ہوگا۔ ف۴ یعنی سرانجام کرنے لگا ایک سفر کا۔ ف۵ یعنی یوں نظر آیا جیسے سمندر میں سفر کرنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ سورج پانی میں سے نکل رہا ہے اور پانی ہی میں ڈوبتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ذوالقرنین" کو شوق ہوا کہ دیکھے دنیا کی آبادی کہاں تک بسی ہے۔ سو مغرب کی طرف اُس جگہ پہنچا کہ دلدل تھی نہ گذر آدمی کا نہ کشتی کا۔ اللہ کے ملک کی حد نہ پا سکا۔ ف۶ یعنی "ذوالقرنین" کو اُن لوگوں پر دونوں بات کی قدرت دی جیسا کہ ہر بادشاہ ہر حاکم کو نیک و بد کی قدرت ملتی ہے۔ چاہے خلق کو ستا کر بدنام ہو، چاہے عدل و انصاف اور نیکی اختیار کر کے اپنا ذکر خیر جاری رکھے یا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ کافر تھے، ہم نے ذوالقرنین کو اختیار دیدیا کہ چاہے اُن کو قتل کر دے یا پہلے اسلام کی طرف دعوت دے۔ ذوالقرنین نے دوسری شق اختیار کی۔ ف۷ یعنی آخرت میں بھلائی ملیگی اور دنیا میں ہم اُس پر سختی نہ کرینگے بلکہ اپنے کام کے لئے جب کوئی بات اُس سے کہیں گے، سہولت اور نرمی کی کہیں گے۔ فی الحقیقت جو بادشاہ عادل ہو اُس کی یہی راہ ہوتی ہے۔ بُروں کو سزا دے اور بھلوں سے نرمی کرے۔ ذوالقرنین نے یہی چال اختیار کی۔ ف۸ یعنی مغربی سفر سے فارغ ہو کر مشرقی سفر کا سامان درست کرنے لگا۔ قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ ذوالقرنین کے یہ سب سفر فتوحات اور ملک گیری کے لئے تھے ممکن ہے محض سیر و سیاحت کے طور پر ہوں، اثنائے سفر میں اُن اقوام پر بھی گزر ہوا ہو جو اُس کے زیر حکومت آچکی تھیں اور بعض اقوام نے ایک طاقتور بادشاہ سمجھ کر ظالموں کے مقابلہ میں فریاد کی ہو جس کا ذوالقرنین نے اپنی غیر معمولی قوت سے سدّباب کر دیا۔ جیسا کہ آگے "یاجوج ماجوج" کے قصہ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۱ یعنی انتہائے مشرق میں ایک ایسی قوم دیکھی جن کو آفتاب کی شعاعیں بے روک ٹوک پہنچتی ہیں۔ لوگ وحشی جاہل ہوں گے۔ گھر بنانے اور بہت ڈالنے کا ان میں دستور نہ ہوگا جیسے آج بھی بعض ... وحشی اقوام میں رواج نہیں ہے۔ ف۲ یعنی ذوالقرنین کے سفر مشرق و مغرب کی جو کیفیت بیان کی گئی واقعی ایسی ہی تھی ... اور جو حالات وہاں پیش آئے اُن سب پر ہمارا علم محیط ہے۔ تاریخ والے شاید اس جگہ کچھ اور کہتے ہونگے اور فی الحقیقت اتنا ہے جو فرما دیا۔ بعض مفسرین نے "کذٰلک" کا مطلب یہ لیا ہے کہ ذوالقرنین نے مغربی قوم کے متعلق جو روش اختیار کی تھی ویسی ہی اس مشرقی قوم کے ساتھ اختیار کی۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یہ تیسرا سفر مشرق و مغرب کے سوا کسی تیسری جہت میں تھا۔ مفسرین عموماً اس کو شمالی سفر کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں۔ ف۴ یعنی ذوالقرنین اور اُس کے ساتھیوں کی بولی وہ لوگ نہیں سمجھتے تھے۔ آگے جو گفتگو نقل کی گئی ہے غالباً کسی ترجمان کے ذریعہ سے ہوئی ہوگی۔ اور ترجمان کسی درمیانی قوم میں کا ہوگا جو دونوں کی زبان قدرے سمجھتا ہو۔ (تنبیہ) اس قوم اور "یاجوج ماجوج" کے ملک میں یہ دو پہاڑ حائل تھے جن پر چڑھائی ممکن نہ تھی۔ البتہ دونوں پہاڑوں کے بیچ میں ایک درّہ کھلا ہوا تھا اُسی سے "یاجوج ماجوج" آتے اور ان لوگوں کو لوٹ مار کر چلے جاتے تھے۔ ف۵ ذوالقرنین کے غیر معمولی اسباب و وسائل اور قوت و حشمت کو دیکھ کر انہیں خیال ہوا کہ ہماری تکالیف و مصائب کا سدّباب اس سے ہو سکے گا۔ اس لئے گذارش کی کہ "یاجوج ماجوج" نے ہمارے ملک میں اودھم مچا رکھی ہے۔ یہاں آکر قتل و غارت اور لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے اور اُن کے درمیان کوئی مضبوط روک قائم کر دیں جس سے ہماری حفاظت ہو جائے تو جو کچھ اس پر خرچ آئے ہم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ چاہے آپ ٹیکس لگا کر ہم سے وصول کر لیں۔ (تنبیہ) "یاجوج ماجوج" کون ہیں؟ کس ملک میں رہتے ہیں؟ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سدّ (آہنی دیوار) کہاں ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے متعلق مفسرین و مورخین کے اقوال مختلف رہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یاجوج ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ کعب احبار نے فرمایا اور نووی نے فتاویٰ میں جمہور علماء سے نقل کیا ہے اُنکا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حوّا تک نہیں پہنچتا گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے۔ کیا عجب ہے کہ دجّال اکبر جسے تمیم داری نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا، اسی قوم میں کا ہو جب حضرت مسیح علیہ السّلام جو محض ایک آدم زاد خاتون (مریم صدیقہ) کے بطن سے بتوسط نفخۂ ملکیہ پیدا ہوئے، نزول من السماء کے بعد دجّال کو ہلاک کر دینگے، اُس وقت یہ قوم یاجوج ماجوج دنیا پر خروج کریگی اور آخر کار حضرت مسیح کی دعاء سے غیر معمولی موت مریگی۔ اس وقت یہ قوم کہاں ہے اور ذوالقرنین کی دیوار آہنی کس جگہ واقع ہے؟ سو جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھیگا جن کا ثبوت اس قوم اور دیوار آہنی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ملتا ہے، اُس کو کہنا پڑیگا کہ جن قوموں، ملکوں اور دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے، یہ مجموعۂ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا۔ لہٰذا وہ خیالات صحیح معلوم نہیں ہوتے۔ اور احادیث صحیحہ کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ دین کے خلاف ہے۔ رہا مخالفین کا یہ شبہ کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا مگر کہیں اُس کا پتہ نہیں ملا۔ اور اسی شبہ کے جواب کے لئے ہمارے مؤلفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ آلوسی بغدادی نے دیا ہے کہ ہم کو اُس کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اُس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی و تری پر محیط ہو چکے ہیں، واجب التسلیم نہیں۔ عقلاً جائز ہے کہ جس طرح اب سے پانسو برس پہلے تک ہم کو چوتھے برّ اعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا۔ اب بھی کوئی پانچواں برّ اعظم ایسا موجود ہو جہاں تک ہم رسائی حاصل نہ کر سکے ہوں اور تھوڑے دنوں بعد ہم وہاں تک یا وہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں۔ سمندر کی دیوار اعظم جو "آسٹریلیا" کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے

مِّن دُونِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذَٰلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾

آفتاب کی اوٹ کوئی حجاب ف۱ یونہی ہے اور ہمارے قابو میں آچکی ہے اُس کے پاس کی خبر ف۲

ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا

پھر لگا ایک سامان کے پیچھے ف۳ یہاں تک کہ جب پہنچا دو پہاڑوں کے بیچ پائے اُن کے ورے

قَوْمًا لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ

ایک لوگ جو لگتے نہیں کہ سمجھیں ایک بات ف۴ بولے اے ذوالقرنین یہ

يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا

یاجوج و ماجوج خرابی کرتے ہیں ملک میں سو تو کہے تو ہم مقرر کر دیں تیرے واسطے کچھ

عَلَىٰ أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ

محصول اس شرط پر کہ بنا دے تو ہم میں اُن میں ایک آڑ ف۵ بولا جو مقدور دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے

فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ

سو مدد کرو میری محنت میں بنا دوں تمہارے اُنکے بیچ ایک دیوار موٹی ف۶ لا دو مجھ کو تختے لوہے کے

حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ

یہاں تک کہ جب برابر کر دیا دونوں پھانکوں تک پہاڑ کی کہا دھونکو یہاں تک کہ جب کر دیا اُسکو

نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ

آگ کہا لاؤ میرے پاس کہ ڈالوں اس پر پگھلا ہوا تانبا ف۷ پھر نہ چڑھ سکیں اُس پر

وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي ۖ فَإِذَا جَاءَ

اور نہ کر سکیں اُس میں سوراخ ف۸ بولا یہ ایک مہربانی ہے میرے رب کی پھر جب آئے

وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۖ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ

وعدہ میرے رب کا گرا دے اُس کو ڈھا کر اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا ف۹ اور چھوڑ دینگے ہم خلق کو

يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ ۖ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَ

اُس دن ایک دوسرے میں گھستے اور پھونک ماریں گے صور میں پھر جمع کر لائیں گے ہم اُن سب کو اور

آج کل برطانوی سائنس داں ڈاکٹر سی۔ ایم۔ ینگ کے زیر ہدایات اُس کی تحقیقات جاری ہے۔ یہ دیوار ہزار میل سے زیادہ لمبی اور بعض بعض مقامات پر بارہ بارہ میل تک چوڑی اور ہزار فٹ اونچی ہے۔ جس پر بے شمار مخلوق بستی ہے۔ جو مہم اس کام کے لئے روانہ ہوئی تھی حال میں اُس نے اپنی یکسالہ تحقیقات ختم کی ہے جس سے سمندر کے عجیب و غریب اسرار منکشف ہوتے ہیں اور انسان کو حیرت و استعجاب کی ایک نئی دنیا معلوم ہو رہی ہے۔ پھر کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ہم کو خشکی و تری کی تمام مخلوق کے مکمل انکشافات حاصل ہو چکے ہیں۔ بہرحال مخبر صادق نے جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، جب اس دیوار کی مع اُس کے اوصاف کے خبر دی تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں اور اُن واقعات کے منتظر رہیں جو مشککین و منکرین کے علی الرغم پیش آکر رہیں گے۔ سَتُبْدِي لَكَ الْأَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا، وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَالَمْ تُزَوِّدِ۔ ف۶ یعنی مال میرے پاس بہت ہے ہاں ہاتھ پاؤں سے میرے ساتھ تم بھی محنت کرو۔ ف۷ اول لوہے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے تہیں جمائیں جب اُنکی بلندی دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ گئی، لوگوں کو حکم دیا کہ خوب آگ دھونکو جب لوہا آگ کی طرح سرخ ہو کر تپنے لگا اُس وقت پگھلا ہوا تانبا اوپر سے ڈالا جو لوہے کی درزوں میں بالکل پیوست ہو کر جم گیا اور سب مل کر پہاڑ سا بن گیا۔ یہ سب کام اس زمانہ میں بظاہر خارق عادت طریقہ سے انجام پائے ہونگے۔ جیسے ذوالقرنین کی کرامت سمجھنا چاہئے۔ یا ممکن ہے کہ اُس وقت اس قسم کے آلات و اسباب پائے جاتے ہوں جن کا ہمیں اب علم نہیں۔ ف۸ یعنی حق تعالیٰ نے یاجوج ماجوج کو فی الحال یہ قدرت نہیں دی کہ دیوار (بقیہ برصفحہ ٣٩٤)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۹۳۔ پھاند کر یا توڑ کر ادھر نکل آئیں۔ ف۹ یعنی محض خدا کی مہربانی سے یہ روک قائم ہوگئی اور میعاد معین تک قائم رہیگی۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور قتل دجال کے بعد قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وعدہ ہے اُس وقت یہ روک ہٹادی جائیگی۔ دیوار توڑ کر اتنی کثیر تعداد میں نکل پڑیں گے جس کا شمار اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ دنیا اُن کے مقابلہ سے عاجز ہوگی۔ حضرت مسیح کو حکم ہوگا کہ میرے خاص بندوں کو لے کر "طور" پر چلے جائیں۔ آخر حضرت مسیح علیہ السلام بارگاہ احدیت کی طرف دست دعا دراز کرینگے۔ اُس کے بعد یاجوج ماجوج پر ایک غیبی وبا مسلط ہوگی۔ سب ایک دم مرجائیں گے مزید تفصیل کتب حدیث باب "امارات الساعۃ" میں دیکھنی چاہئے

عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِينَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ

دکھلادیں ہم دوزخ اُس دن کافروں کو سامنے ف۱ جن کی آنکھوں پر

فِي غِطَاءٍ عَن ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ أَفَحَسِبَ

پردہ پڑا تھا میری یاد سے اور نہ سن سکتے تھے ف۲ اب کیا سمجھتے ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا أَن يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِن دُونِي أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا

منکر کہ ٹھہرائیں میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی ف۳ ہم نے تیار کیا ہے

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِينَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾

دوزخ کو کافروں کی مہمانی ف۴ تو کہہ ہم بتائیں تم کو کن کا کیا ہوا گیا بہت اکارت ☆

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ

وہ لوگ جن کی کوشش بھٹکتی رہی دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتے رہے کہ خوب بناتے ہیں

صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

کام ف۵ وہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب کی نشانیوں کے اور اُس کے ملنے سے ف۶ سو برباد گیا کیا ہوا

فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَ

پھر نہ کھڑی کرینگے ہم اُن کے واسطے قیامت کے دن تول ف۷ یہ بدلا اُن کا ہے دوزخ اس پر کہ منکر ہوئے اور

اتَّخَذُوا آيٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ٹھہرایا میری باتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا ف۸ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام

كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ

اُن کے واسطے ہے ٹھنڈی چھاؤں کے باغ مہمانی ☆ رہا کریں اُن میں نہ چاہیں

عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ

وہاں سے جگہ بدلنی ف۹ تو کہہ اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتیں بیشک دریا خرچ ہو چکے

قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا

ابھی نہ پوری ہوں میرے رب کی باتیں اور اگرچہ دوسرا بھی لائیں ہم ویسا ہی اُس کی مدد کو ف۱۰ تو کہہ میں بھی

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی یاجوج ماجوج سمندر کی موجوں کی طرح بیشمار تعداد میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے یا یہ مطلب ہے کہ شدت ہول واضطراب سے ساری مخلوق رل گڈ ہو جائیگی۔ جن وانس ایک دوسرے میں گھسنے لگیں گے پھر قیامت کا بگل ہوگا یعنی صور پھونکا جائیگا۔ اُس کے بعد سب خدا کے سامنے میدان حشر میں اکٹھے کئے جائیں گے اور دوزخ کافروں کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ شاید کافروں کی تخصیص اس لئے کی کہ اصل میں دوزخ اُن ہی کے لئے تیار کیا گیا ہے اور اُن کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑا ہوا تھا اب وہ پردہ اٹھ گیا۔ ف۲ یعنی خود اپنی عقل کی آنکھ برابر نہ تھی کہ قدرت کے نشان دیکھ کر یقین لاتے اور خدا کو یاد کرتے۔ اور ضد سے کسی کی بات نہ سنی جو دوسرے کے سمجھانے سمجھ لیتے۔ ف۳ یعنی کیا منکرین یہ گمان کرتے ہیں کہ میرے خاص بندوں (مسیح، عزیر، روح القدس، فرشتوں) کو پرستش کر کے اپنی حمایت میں کھڑا کرینگے "كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا" (ہرگز نہیں! وہ خود تمہاری حرکات سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے اور تمہارے مقابل مدعی بن کر کھڑے ہونگے) ف۴ یعنی اس دھوکہ میں مت رہنا! وہاں تم کو کوئی نہیں پوچھیگا۔ ہاں ہم تمہاری مہمانی کرینگے۔ دوزخ کی آگ اور قسم قسم کے عذاب سے (اعاذنا اللہ منہا) ف۵ یعنی قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارہ میں وہ لوگ ہونگے جن کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کے لئے تھی۔ آخرت کا کبھی خیال نہ آیا۔ محض دنیا کی ترقیات اور مادی کامیابیوں کو بڑی معراج سمجھتے رہے (کذا یفہم من الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ دنیوی زندگی میں جو کام انہوں نے اپنے نزدیک اچھے سمجھ کر کئے تھے خواہ واقع میں اچھے تھے یا نہیں وہ سب کفر کی نحوست سے وہاں بیکار ثابت ہوئے اور تمام محنت برباد گئی۔ ف۶ یعنی نہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو مانا، نہ خیال کیا کہ کبھی اُس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ ف۷ کافر کی حسنات مردہ ہیں۔ اُس ابدی زندگی میں کسی کام کی نہیں۔ اب محض کفریات وسیئات رہ گئیں۔ سو ایک پلہ کیا تلے تولنا تو موازنہ کے لئے تھا۔ موازنہ متقابل چیزوں میں ہوتا ہے یہاں سیئات کے بالمقابل حسنہ کا وجود ہی نہیں۔ پھر تولنے کا کیا مطلب۔ ف۸ جو ٹھٹھا کرتے تھے اب اُس کا مزہ چکھو۔ ف۹ یعنی ہمیشہ رہنے سے اکتائیں گے نہیں۔ ہر دم تازہ بتازہ نعمتیں ملیں گی۔ کبھی خواہش نہ کرینگے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔ ف۱۰ قریش نے یہود کے اشارہ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا تھا۔ سورۂ ہذا کی ابتداء میں اصحاب کہف کا اور آخر میں ذوالقرنین کا قصہ جہاں تک موضع قرآن سے متعلق تھا بیان فرمایا۔ اور روح کے متعلق سورۂ بنی اسرائیل میں فرمادیا۔ "وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا" اب خاتمہ سورۃ پر بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کی باتیں بے انتہا ہیں۔ جو باتیں تمہارے ظرف واستعداد اور ضرورت کے لائق بتلائی گئیں حق تعالیٰ کی معلومات میں سے اتنی بھی نہیں جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ۔ فرض کرو اگر پورے سمندر کا پانی سیاہی بنجائے جس سے خدا کی باتیں لکھنی شروع کیجائیں۔ اُس کے بعد دوسرا اور تیسرا ویسا ہی سمندر، اُس میں شامل کرتے رہو تو سمندر ختم ہو جائیں گے پر خدا کی باتیں ختم نہ ہونگی یہیں سے سمجھ لو کہ قرآن اور دوسری کتب سماویہ کے ذریعہ سے خواہ کتنا ہی وسیع علم بڑی سے بڑی مقدار میں کسی کو دیدیا جائے، علم الٰہی کے سامنے وہ بھی قلیل ہے گو فی حد ذاتہ اُسے کثیر کہہ سکیں۔

ف۱ یعنی میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، خدا نہیں، جو خود بخود ذاتی طور پر تمام علوم و کمالات حاصل ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ علوم حقہ اور معارف قدسیہ میری طرف وحی کرتا ہے جن میں اصل اصول علم توحید ہے، اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق یا اُس کے سامنے حاضر کئے جانے کا خوف ہو اُسے چاہئے کہ کچھ بھلے کام شریعت کے موافق کر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہراً و باطناً کسی کو کسی درجہ میں بھی شریک نہ کرے۔ یعنی شرک جلی کی طرح ریا وغیرہ شرک خفی سے بھی بچتا رہے۔ کیونکہ جس عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہو وہ عابد کے مُنہ پر ماری جائیگی۔ اَللّٰھُمَّ اَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا "اِس آیت میں اشارہ کر دیا کہ نبی کا علم بھی متناہی اور عطائی ہے۔ علم خداوندی کی طرح ذاتی اور غیر متناہی نہیں۔ تم سورۃ الکہف بفضل اللہ تعالیٰ ومنہ وللہ الحمد اولاً و آخراً۔
ف۲ حضرت زکریا علیہ السلام "بنی اسرائیل" کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ نجاری (بڑھئی) کا پیشہ کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ ان کا قصہ پہلے سورۂ آلِ عمران میں گذر چکا وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔ ف۳ کہتے ہیں رات کی تاریکی اور خلوت میں پست آواز سے دعا کی جیسا کہ دعا کا اصل قاعدہ ہے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" (اعراف رکوع ۷) ایسی دعا ریا سے دور اور کمال اخلاص سے معمور ہوتی ہے۔ شاید یہ بھی خیال ہو کہ بڑھاپے کی عمر میں بیٹا مانگتے تھے۔ اگر نہ ملے تو سننے والے ہنسیں، اور ویسے بھی عموماً بڑھاپے میں آواز پست ہو جاتی ہے۔ ف۴ یعنی بظاہر موت کا وقت قریب ہے۔ سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور ہڈیاں تک گھل گئیں۔ ف۵ یعنی آپ نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول کیں اور مخصوص مہربانیوں کا خوگر بنائے رکھا اب اس آخری وقت اور ضعف و پیرانہ سالی میں کیسے گمان کروں کہ میری دعا رد کر کے مہربانی سے محروم رکھیں گے۔ بعض مفسرین نے "وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا" کے معنی یوں کئے ہیں کہ اے پروردگار! آپ کی دعوت پر میں کبھی شقی ثابت نہیں ہوا یعنی جب آپ نے پکارا، برابر امتثال اوامر، طاعت و فرمانبرداری کی سعادت حاصل کی۔ ف۶ اُن کے بھائی بند قرابت دار نااہل ہونگے۔ ڈر یہ ہوا کہ وہ لوگ میرے بعد اپنی بداعمالیوں اور غلط کاریوں سے رامیک بگاڑ دیں اور جو دینی و روحانی دولت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے میں منتقل ہوتی ہوئی حضرت زکریا علیہ السلام تک پہنچی تھی اُسے اپنی شرارت اور بدتمیزی سے ضائع نہ کر دیں۔ ف۷ یعنی میں بوڑھا ہوں۔ بیوی بانجھ ہے، ظاہری سامان اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اُٹھا سکے۔ میں اس ضعف و پیری میں کیا کر سکتا ہوں، جی یہ چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے اُن کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالات نبوۃ کا وارث بنے (تنبیہ) احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اُن کی وراثت دولت علم میں چلتی ہے۔ خود شیعوں کی مستند کتاب "کافی کلینی" سے بھی "روح المعانی" میں اس مضمون کی روایات نقل کی ہیں۔ لہٰذا متعین ہے کہ "یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ" میں وراثت مالی مراد نہیں جس کی تائید خود لفظ "آل یعقوب" سے ہو رہی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے تمام آل یعقوب کے اموال و املاک کا وارث تنہا حضرت زکریا کا بیٹا کیسے ہو سکتا تھا۔ بلکہ نفس وراثت کا ذکر ہی اس موقع پر ظاہر کرتا ہے کہ مالی وراثت مراد نہیں۔ کیونکہ یہ تو تمام دنیا کے نزدیک مسلّم ہے کہ بیٹا باپ کے مال کا وارث ہوتا ہے۔ پھر دعا میں اس کا ذکر کرنا محض بیکار تھا۔ یہ خیال کرنا کہ حضرت زکریاؑ کو اپنی مالی دولت کی فکر تھی کہ کہیں میرے گھر سے نکل کر بنی اعمام اور دوسرے رشتہ داروں میں نہ پہنچ جائے، نہایت پست اور دَنی خیال ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان یہ نہیں ہوتی کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت دنیا کی متاع حقیر کی فکر میں پڑ جائیں کہ ہائے یہ کہاں جائیگی اور کس کے پاس رہیگی۔ اور لطف یہ ہے کہ حضرت زکریاؑ بڑے دولتمند بھی نہ تھے، بڑھئی کا کام کر کے محنت سے پیٹ پالتے تھے بھلا اُن کو بڑھاپے میں کیا غم ہو سکتا تھا کہ چار پیسے رشتہ داروں کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔ العیاذ باللہ۔ ف۸ یعنی ایسا لڑکا دیجئے جو اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے میری اور تیری اور اچھے لوگوں کی پسند کا ہو۔ ف۹ یعنی دعا قبول ہوئی اور لڑکے کی بشارت پہنچی جس کا نام (یحییٰ) قبل از ولادت حق تعالیٰ نے تجویز فرما دیا۔ نام بھی ایسا انوکھا جو اُن سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ بعض سلف نے یہاں "سمیّ" کے معنی "شبیہ" کے لئے ہیں یعنی اس شان و صفت کا کوئی شخص اُن سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے کوئی ایسا لڑکا اُس وقت تک پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ یا بعض خاص احوال و صفات (مثلاً رقت قلب اور غلبۂ بکا وغیرہ) میں اُن کی مثال پہلے نہ گذری ہوگی واللہ اعلم۔

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا

ایک آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ معبود تمہارا ایک معبود ہے سو پھر جس کو اُمید ہو

لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾

ملنے کی اپنے رب سے سو وہ کرے کچھ کام نیک اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بندگی میں کسی کو ف۱

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ

یہ مذکور ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندہ زکریا پر ف۲ جب پکارا اُس نے اپنے رب کو

نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ

چھپی آواز سے ف۳ بولا اے میرے رب بوڑھی ہو گئیں میری ہڈیاں اور شعلہ نکلا سر سے

شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ

بڑھاپے کا ف۴ اور تجھ سے مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا ف۵ اور میں ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے

مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾

اپنے پیچھے ف۶ اور عورت میری بانجھ ہے سو بخش تو مجھ کو اپنے پاس سے ایک کام اٹھانے والا

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾ يٰزَكَرِيَّآ

جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی ف۷ اور کر اس کو اے رب من مانتا ف۸ اے زکریا

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ

ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام ہے یحییٰ نہیں کیا ہم نے پہلے اس نام کا کوئی ف۹ بولا

رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ

اے رب کہاں سے ہوگا مجھ کو لڑکا اور میری عورت بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو گیا یہاں تک

ف۱ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب غیر متوقع اور غیر معمولی خوشخبری سنے تو مزید طمانیت و استلذاذ کے لئے بار بار پوچھتا اور کھود کرید کیا کرتا ہے۔ اس تحقیق و تفحص سے لذت تازہ حاصل ہوتی اور بات خوب پکی ہو جاتی ہے یہی منشا حضرت زکریاؑ کے سوال کا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "انوکھی چیز مانگتے تعجب نہ آیا۔ جب سنا کہ ملیگی تب تعجب کیا"۔ ف۲ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اِن ہی حالات میں اولاد ملجائے گی اور مشیت ایزدی پوری ہو کر رہیگی۔ ف۳ یہ فرشتہ نے کہا۔ یعنی تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو تو خدا کے یہاں مشکل نہیں۔ اُس کی قدرت عظیم کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کوئی چیز نہ تھی اس کا نام و نشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اُسکو پردۂ عدم سے وجود میں لایا۔ پھر جو قادر مطلق لاشے محض کو شے بنا دے کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اس پر تو بطریق اولیٰ قدرت ہونی چاہئے۔ ف۴ یعنی باوجود تندرست ہونے کے جب کامل تین رات دن لوگوں کے ساتھ زبان سے بات چیت نہ کر سکے اس وقت سمجھ لینا کہ حمل قرار پا گیا ہے۔ اس کے متعلق مفصل کلام "آل عمران" کے فوائد میں گذر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۵ یعنی جب وہ وقت آیا تو زبان گفتگو کرنے سے رُک گئی۔ حجرہ سے باہر نکل کر لوگوں کو اشارہ سے کہا کہ صبح و شام اللہ کو یاد کیا کرو۔ نمازیں پڑھو۔ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہو۔ یہ کہنا یا تو حسب معمول سابق وعظ و نصیحت کے طور پر ہو گا یا نعمت الٰہیہ کی خوشی محسوس کر کے چاہا کہ دوسرے بھی ذکر و شکر میں اُن کے شریک حال ہوں۔ کیونکہ جیسا "آل عمران" میں گذرا حضرت زکریاؑ کو حکم تھا کہ اُن تین دن میں خدا کو بہت کثرت سے یاد کریں۔ اور خاص تسبیح کا لفظ شاید اس لئے اختیار کیا ہو کہ اکثر عجیب و غریب سماں دیکھنے پر آدمی "سبحان اللہ" کہا کرتا ہے۔ ف۶ یعنی تورات اور دوسرے آسمانی صحیفوں کو جو تم پر یا دوسرے انبیاء پر نازل کئے گئے ہوں۔ خوب مضبوطی اور کوشش سے تھامے رکھو۔ اُن کی تعلیمات پر خود عمل کرو اور دوسروں سے کراؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی علم کتاب لوگوں کو سکھلانے لگا زور سے یعنی باپ ضعیف تھے اور یہ جوان"۔ ف۷ یعنی لڑکپن ہی میں آن کو حق تعالیٰ نے فہم و دانش علم و حکمت فراست صادقہ۔ احکام کتاب اور آداب عبودیت و خدمت کی معرفت عطا فرما دی تھی۔ لڑکوں نے ایک مرتبہ اُنہیں کھیلنے کو بلایا، کہا ہم اس واسطے نہیں بنائے گئے۔ بہت سے علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عام عادت کے خلاف اِن کو لڑکپن ہی میں نبوت بھی مرحمت فرما دی واللہ اعلم۔ ف۸ یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کو شوق و ذوق، رحمت و شفقت، رقت و نرم دلی، محبت و محبوبیت عنایت فرمائی تھی۔ اور صاف ستھرا، پاکیزہ رو، پاکیزہ خو، مبارک و سعید متقی و پرہیزگار بنایا۔ حدیث میں ہے کہ کبھی نے نہ کبھی گناہ کیا نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ خدا کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر آنسوؤں کی نالیاں سی بن گئی تھیں۔ علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام۔ ف۹ یعنی متکبر سرکش اور خودسر نہ تھا حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی آرزو کے لڑکے اکثر ایسے ہوا کرتے ہیں۔ وہ ویسا نہ تھا"۔ ف۱۰ اللہ جو بندہ پر سلام بھیجے محض تشریف و عزت افزائی کے لئے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اُس پر کچھ گرفت نہیں یہاں يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا سے غرض تعمیم اوقات و احوال ہے یعنی ولادت سے لیکر موت تک اور موت سے قیامت تک کسی وقت اُس پر دارو گیری نہیں۔ خدا کی طرف سے ہمیشہ مامون و مصئون ہے۔ ف۱۱ یعنی غسل حیض کرنے کو۔ یہ ہی پہلا حیض تھا۔ تیرہ برس کی عمر تھی یا پندرہ برس کی۔ شرم کے مارے مجمع سے الگ ہو کر ایک مکان میں چلی گئیں جو بیت المقدس سے شرق کی طرف تھا۔ اس لئے نصاریٰ نے مشرق کو اپنا قبلہ بنا لیا۔ ف۱۲ یعنی حضرت جبرئیل نوجوان خوبصورت مرد کی شکل میں پہنچے جیسا کہ فرشتوں کی عادت ہے کہ عموماً خوش منظر صورتوں میں متمثل ہوتے ہیں۔ اور ممکن ہے یہاں حضرت مریم کی انتہائی عفت و پاکبازی کا امتحان بھی مقصود ہو کہ ایسے زبردست دواعی و محرکات بھی اُس کے جذبات عفاف و تقویٰ کو ادنیٰ ترین جنبش نہ دے سکے۔ ف۱۳ مریم نے اول وہلہ میں سمجھا کہ کوئی آدمی ہے۔ تنہائی میں دفعۃً ایک مرد کے سامنے آجانے سے قدرتی طور پر خوفزدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقویٰ و طہارت کے انوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمان کی پناہ میں آتی ہوں۔ اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہو گا (جیسا کہ پاک نورانی چہرہ سے روشن تھا) تو میرے پاس سے چلا جائیگا اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کرے گا۔

الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ

کہ اکڑ گیا ف۱ کہا یونہی ہوگا ف۲ فرما دیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور تجھ

خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً

کو پیدا کیا میں نے پہلے سے اور نہ تھا تو کوئی چیز ف۳ بولا اے رب ٹھہرا دے میرے لئے کوئی نشانی

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰى

فرمایا تیری نشانی یہ کہ بات نہ کرے تو لوگوں سے تین رات تک صحیح تندرست ف۴ پھر نکلا اپنی

قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿١١﴾

لوگوں کے پاس حجرہ سے تو اشارہ سے کہا اُن کو کہ یاد کرو صبح اور شام ف۵

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَّحَنَانًا

اے یحییٰ اٹھا لے کتاب زور سے ف۶ اور دیا ہم نے اُسکو حکم کرنا لڑکا پن میں ف۷ اور شوق دیا

مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا

اپنی طرف سے اور ستھرائی اور تھا پرہیزگار ف۸ اور نیکی کرنیوالا اپنے ماں باپ سے اور نہ تھا زبردست

عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ

خودسر ف۹ اور سلام ہے اُس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے اور جس دن اُٹھ کھڑا ہو

حَيًّا ﴿١٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا

زندہ ہو کر ف۱۰ اور مذکور کر کتاب میں مریم کا جب جدا ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی

شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا

مکان میں ف۱۱ پھر پکڑ لیا اُن سے ورے ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اُسکے پاس اپنا فرشتہ

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ

پھر بن کر آیا اُسکے آگے آدمی پورا ف۱۲ بولی مجھ کو رحمٰن کی پناہ تجھ سے

اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا

اگر ہے تو ڈر رکھنے والا ف۱۳ بولا میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا

ف۱ یعنی گھبراؤ نہیں۔ میری نسبت کوئی بُرا خیال آیا ہو تو دل سے نکال دو۔ میں آدمی نہیں، تیرے اُسی رب کا (جس کی تو پناہ ڈھونڈھتی ہے) بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ خداوند قدوس کی طرف سے تجھ کو ایک پاکیزہ، صاف ستھرا۔ اور مبارک و مسعود لڑکا عطا کروں۔ "غُلٰمًا زَكِيًّا" (پاکیزہ لڑکا) کہنے میں اشارہ ہو گیا کہ وہ حسب و نسب اور اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے بالکل پاک و صاف ہو گا۔ ف۲ مریم کے دل میں خدا نے یقین ڈال دیا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے، مگر تعجب ہوا کہ جس عورت کا شوہر نہیں جو اُس کو حلال طریقہ سے چھو سکتا، اور بدکار بھی نہیں کہ حرام طریقہ سے بچہ حاصل کر لے، اُس کو بحالت راہنہ پاکیزہ اولاد کیونکر ملجائیگی، جیسا کہ حضرت زکریا نے اس سے کم عجیب بشارت پر سوال کیا تھا۔ ف۳ یہ وہی جواب ہے جو حضرت زکریا کو دیا گیا تھا۔ گذشتہ رکوع میں دیکھ لیا جائے۔ ف۴ یعنی یہ کام ضرور ہو کر رہیگا۔ پہلے سے طے شدہ ہے، تخلف نہیں ہو سکتا۔ ہماری حکمت اسی کو مقتضی ہے کہ بدون مس بشر کے محض عورت کے وجود سے بچہ پیدا کیا جائے۔ اور وہ دیکھنے اور سُننے والوں کے لئے ہماری قدرت عظیمہ کی ایک نشانی ہو کیونکہ تمام انسان مرد و عورت کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدم علیہ السلام دونوں کے بدون پیدا ہوئے اور حوا کو صرف مرد کے وجود سے پیدا کیا گیا چوتھی صورت یہ ہے جو حضرت مسیح میں ظاہر ہوئی کہ مرد کے بدون صرف عورت کے وجود سے اُن کا وجود ہُوا۔ اس طرح پیدائش کی چاروں صورتیں واقع ہو گئیں پس حضرت مسیح علیہ السلام کا

زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ

ستھرا ف۱ بولی کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور میں بدکار بھی

بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۖ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ

نہیں تھی ف۲ بولا یونہی ہے فرما دیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے ف۳ اور اُسکو ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کیلئے

وَرَحْمَةً مِنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا

نشانی اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا ف۴ پھر پیٹ میں لیا اُسکو ف۵ پھر یکسو ہوئی اُس کو لیکر ایک

قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي

بعید مکان میں ف۶ پھر لے آیا اُس کو دردِ زہ ایک کھجور کی جڑ میں بولی کسی طرح میں

مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا

مرچکتی اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بسری ف۷ پس آواز دی اُسکو اُسکے نیچے سے کہ

تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ

غمگین مت ہو کر دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ اور ہلا اپنی طرف کھجور

النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي

کی جڑ اُس سے گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں ف۸ اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی

عَيْنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ

رکھ ف۹ پھر اگر تو دیکھے کوئی آدمی تو کہیو میں نے مانا ہے رحمٰن کا

صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا

روزہ سو بات نہ کروں گی آج کسی آدمی سے ف۱۰ پھر لائی اُس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں وہ اُسکو کہنے لگے

يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ

اے مریم تو نے کی یہ چیز طوفان کی ف۱۱ اے بہن ہارون کی نہ تھا تیرا باپ بُرا

سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ

آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار ف۱۲ پھر ہاتھ سے بتلایا اُس لڑکے کو ف۱۳ بولے ہم کیونکر بات کریں

وجود قدرت الٰہیہ کا ایک نشان اور حق تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے لئے بڑی رحمت کا سامان ہے۔ ف۵ کہتے ہیں فرشتہ نے پھونک ماری حمل ٹھہر گیا۔ وفی البحر "وذکروا ان جبریل علیہ السلام نفخ فی جیب درعھا او فیہ وفی کمھا۔ والظاہر ان المسند الیہ النفخ ہو اللہ تعالیٰ لقولہ فنفخنا (فیہ) من روحنا" کما قال فی آدم ونفخت فیہ من روحی واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی جب وضع حمل کا وقت قریب آیا شرم کے مارے سب سے علٰحدہ ہو کر کسی بعید مکان میں چلی گئی۔ شاید وہ یہی جگہ ہو جسے "بیت اللحم" کہتے ہیں۔ یہ مقام "بیت المقدس" سے آٹھ میل ہے ذکرہ ابن کثیر عن وہب ف۷ یعنی دردِ زہ کی تکلیف سے ایک کھجور کی جڑ کا سہارا لینے کے لئے اُس کے قریب جا پہنچی اُس وقت درد کی تکلیف، تنہائی و بیکسی، سامان ضرورت و راحت کا فقدان، اور سب سے بڑھ کر ایک مشہور پاکباز عفیفہ کو دینی حیثیت سے آئندہ بدنامی اور رسوائی کا تصور سخت غمگین کئے ہوئے تھا۔ حتیٰ کہ اسی کرب و اضطراب کے غلبہ میں کہہ اُٹھی "يٰلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا" (کاش میں اس وقت کے آنے سے پہلے ہی مرچکی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام و نشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی) شدت کرب و اضطراب میں گذشتہ بشارات بھی جو فرشتہ سے سُنی تھیں یاد نہ آئیں۔ ف۸ وہ مقام جہاں حضرت مریم کھجور کے نیچے تشریف رکھتی تھیں قدرے بلند تھا، اُس کے نیچے سے پھر اسی فرشتہ کی آواز سنائی دی کہ غمگین و پریشان مت ہو، خدا کی قدرت سے ہر قسم کا ظاہری و باطنی اطمینان حاصل کر۔ نیچے کی طرف دیکھ اللہ تعالیٰ نے کیسا چشمہ یا نہر جاری کر دی ہے۔ یہ تو پینے کے لئے ہوا، کھانے کے لئے اسی کھجور کو ہلاؤ، پکی اور تازہ کھجوریں ٹوٹ کر گریں گی (تنبیہ) بعض سلف نے "سَرِيًّا" کے معنی "عظیم الشان سردار" کے لئے ہیں یعنی خدا تعالیٰ تجھ سے ایک بڑا سردار پیدا کرنیوالا ہے۔ جنہوں نے "سری" کے معنی چشمہ یا نہر کے لئے ظاہر یہ ہے کہ وہ چشمہ بطور خرق عادت نکالا گیا اور کھجوریں بھی خشک درخت پر بے موسم لگ گئیں۔ ان خوارق کا دیکھنا مریم کی تسکین و اطمینان اور تفریح کا سبب تھا اور جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اُس حالت میں یہ چیزیں مریم کے لئے مفید تھیں اور اُنہیں ضرورت بھی ہوگی۔ ف۹ یعنی تازہ کھجوریں کھا کر چشمہ کے پانی سے سیراب ہو، اور پاکیزہ بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر، آگے کا غم نہ کھا، خدا تعالیٰ سب مشکلات کو دور کرنیوالا ہے۔ ف۱۰ یعنی اگر کوئی آدمی سوال کرے تو اشارہ وغیرہ سے ظاہر کر دینا کہ میں روزہ سے ہوں۔ مزید گفتگو نہیں کر سکتی۔ اُن کے دین میں یہ نیت درست تھی کہ نہ بولنے کا بھی روزہ رکھتے تھے۔ ہماری شریعت میں ایسی نیت درست نہیں۔ اور "کہیو میں نے مانا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی نذر کر کے ایسا کہہ دینا۔ "اِنْسِيًّا" (کی) قید شاید اس لئے لگائی کہ فرشتہ سے بات کرنا منع نہ تھا۔ ف۱۱ یعنی جب بچہ کو گود میں اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے سامنے آئی تو لوگ دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ کہنے لگے۔ مریم تو نے غضب کر دیا، یہ حادث کی چیز کہاں سے لے آئی۔ اس سے زیادہ جھوٹ طوفان کیا ہو گا کہ ایک لڑکی کنواری رہتے ہوئے دعوے کرے کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہے۔ ف۱۲ یعنی بدگمان ہو کر کہنے لگے کہ تیرے ماں باپ اور خاندان والے ہمیشہ سے نیک رہے ہیں، تجھ میں یہ بُری خصلت کدھر سے آئی؟ بھلوں کی اولاد کا بُرا ہونا محل تعجب ہے (تنبیہ) مریم کو "اُختِ ہارون" اس لئے کہا کہ حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھی گویا اُختِ ہارون سے مراد اُختِ قوم ہارون ہوئی۔ جیسے "وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ" میں ہود علیہ السلام کو "عاد" کا بھائی کہا ہے۔ حالانکہ عاد اُن کی قوم کے مورث اعلیٰ کا نام تھا۔ اور ممکن ہے "اُختِ ہارون" کے ظاہری معنی لئے جائیں جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے یعنی مریم کے بھائی کا نام ہارون تھا۔ جیسے ہمارے زمانہ میں رواج ہے اس وقت بھی لوگ انبیاء و صالحین کے ناموں پر نام رکھتے تھے کہتے ہیں کہ مریم کا وہ بھائی ایک مرد صالح تھا تو حاصل کلام یہ ہوا کہ تیرا باپ پاکباز تھا، ماں پارسا تھی، بھائی ایسا نیک پھر جا کر تیرا نسب ہارون علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے، پھر یہ حرکت تجھ سے کیونکر سرزد ہوئی۔ ف۱۳ یعنی مریم نے ہاتھ سے بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ خود اس سے دریافت کرو۔

مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ
اُس شخص سے کہ وہ ہے گود میں لڑکا ف وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی ہے

وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ
اور مجھ کو اس نے نبی کیا ف۲ اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں اور تاکید کی مجھ کو نماز کی

وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾
اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ ف۳ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں کا ف۴ اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست بدبخت ف۵

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ
اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر ف۶ یہ ہے

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ
عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں ف اللہ ایسا نہیں

أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۖ سُبْحَانَهُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ
کہ رکھے اولاد وہ پاک ذات ہے جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کا کرنا سو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو

فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ
وہ ہو جاتا ہے ف اور کہا بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اس کی بندگی کرو یہ ہے راہ

مُسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا
سیدھی ✡ پھر جدی جدی راہ اختیار کی فرقوں نے ان میں سے سو خرابی ہے منکروں کو

مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا ۖ لَٰكِنِ
جس وقت دیکھیں گے ایک دن بڑا ف۹ کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہونگے جس دن آئینگے ہمارے پاس پر

الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ
بے انصاف آج کے دن صریح بہک رہے ہیں ف اور ڈر سنا دے ان کو اس پچھتاوے کے دن کا جب فیصل

الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ
ہو چکیگا کام ف۱۱ اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ یقین نہیں لاتے ف۱۲ ہم وارث ہونگے زمین کے

ف یعنی اس شرمناک حرکت پر یہ ستم ظریفی؟ کہ بچہ سے پوچھ لو. بھلا ایک گود کے بچہ سے ہم کیسے سوال و جواب کر سکتے ہیں. (تنبیہ) "مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا میں كَانَ" کا لفظ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ تکلم کے وقت وہ صبی نہیں رہا تھا. قرآن میں بہت جگہ مثلاً كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا یا لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً یا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ میں كَانَ کا استعمال ایسے مضمون کے لئے ہوا ہے جس کا سلسلہ زمانہ ماضی کے گذرنے کے ساتھ منقطع نہیں ہوا. اور یہاں مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا سے تعبیر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ کہنے والوں نے نفی تکلیم کو ایک ضابطہ کے رنگ میں پیش کیا. یعنی نہ صرف عیسیٰ بلکہ ہر اس شخص سے جو گود میں بچہ ہو کلام کرنا عادۃً محال ہے. ف۲ قوم کی طرف سے یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ خود مسیح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے گویا کر دیا. آپ نے اس وقت جو کچھ فرمایا اس میں تمام غلط اور فاسد خیالات کا رد تھا جو آئندہ ان کی نسبت قائم ہونے والے تھے "میں بندہ ہوں اللہ کا" یعنی خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں جیسا کہ اب نصاریٰ کا عقیدہ ہے چنانچہ اسی عقیدہ کی تردید کیلئے پہلے حضرت مسیح کی ولادت وغیرہ کے تفصیلی حالات بیان فرمائے. اور "مجھ کو خدا نے نبی بنایا" یعنی مفتری اور کاذب نہیں جیسا کہ یہود گمان کرتے ہیں. (تنبیہ) سورۂ آل عمران" اور "مائدہ" میں حضرت مسیح کے تکلم فی المہد کے متعلق کلام کیا جا چکا ہے. وہاں دیکھ لیا جائے. صحیح بخاری کی حدیث میں نبی کریم صلعم نے جن تین بچوں کے مہد میں کلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے ان میں ایک حضرت مسیح بن مریم ہیں. آج جو لوگ قرآن و حدیث کے خلاف حضرت مسیح کے تکلم فی المہد کا انکار کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں نصاریٰ کی کورانہ تقلید کے سوا کچھ نہیں. ف۳ یعنی جب تک زندہ رہوں جس وقت اور جس جگہ کے مناسب جس قسم کی صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حکم ہو، اس کی شروط و حقوق کی رعایت کے ساتھ برابر ادا کرتا رہوں. جیسے دوسری جگہ مومنین کی نسبت فرمایا اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت نمازیں پڑھتے رہتے ہیں. بلکہ یہ مراد ہے کہ جس وقت جس طرح کی نماز کا حکم ہو ہمیشہ پابندی سے تعمیل حکم کرتے ہیں اور اس کی برکات و انوار ہمہ وقت ان کو محیط رہتی ہیں. کوئی شخص کہے کہ ہم جب تک زندہ ہیں نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کے مامور ہیں کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ہر ایک مسلمان مامور ہے کہ ہر وقت نماز پڑھتا رہے، ہر وقت زکوٰۃ دیتا رہے (خواہ نصاب کا مالک ہو یا نہ ہو) ہر وقت روزہ رکھتا رہے، ہر وقت حج کرتا رہے. حضرت مسیح کے متعلق بھی "مَا دُمْتُ حَيًّا" کا ایسا ہی مطلب سمجھنا چاہئے. یاد رہے کہ لفظ "صلوٰۃ" کچھ اصطلاحی نماز کے ساتھ مخصوص نہیں. قرآن نے ملائکہ اور بشر سے گزر کر تمام جہان کی طرف صلوٰۃ کی نسبت کی ہے. اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (نور رکوع ۶) اور یہ بھی بتلا دیا کہ ہر چیز کی تسبیح و صلوٰۃ کا حال اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی صلوٰۃ و تسبیح کس رنگ کی ہے. اسی طرح زکوٰۃ کے معنی بھی اصل میں طہارت، نماء، برکت و مدح کے ہیں جن میں کہ ہر ایک معنی کا استعمال قرآن و حدیث میں اپنے اپنے موقع پر ہوا ہے. اسی رکوع میں حضرت مسیح کی نسبت "غُلٰمًا زَكِيًّا" کا لفظ گذر چکا جو زکوٰۃ سے مشتق ہے. اور یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا "وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً" سورۂ کہف میں ہے خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا" اسی طرح کے عام معنی یہاں بھی زکوٰۃ کے لئے جا سکتے ہیں. اور ممکن ہے "اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ" سے "اَوْصٰنِيْ بِاَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ" مراد ہو جیسے اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فرمایا "وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ" پھر لفظ "اوصانی" اپنے مدلول لغوی کے اعتبار سے اس کو مقتضی نہیں کہ وقت ایصاء ہی سے اس پر عمل درآمد شروع ہو جائے. نیز بہت ممکن ہے کہ "مَا دُمْتُ حَيًّا" سے یہی زمینی حیات مراد لے لی جائے. جیسے ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جابر کے والد کو اللہ نے شہادت کے بعد زندہ کر کے فرمایا کہ ہم سے کچھ مانگ. اس نے کہا کہ مجھے دوبارہ زندہ کر دیجئے کہ دوبارہ تیرے راستہ میں قتل کیا جاؤں. اس زندگی سے یقیناً زمینی زندگی مراد ہے ورنہ شہداء کے لئے نفس حیات کی قرآن میں اور خود اسی حدیث میں تصریح موجود ہے. یہی مطلب حیوۃ کا "لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ" میں سمجھو. اگر بالفرض اس کا حدیث ہونا ثابت ہو جائے. "بالفرض" ہم نے اس لئے کہا کہ اس کی اسناد کا کتب حدیث میں کہیں پتہ نہیں. واللہ اعلم. ف۴ چونکہ باپ کوئی نہ تھا اس لئے صرف ماں کا نام لیا. ف۵ یہ سب جملے جو بصیغۂ ماضی لائے گئے بے شک اُنکے معنی ماضی ہی کے لئے جائیں گے لیکن اس طرح کہ مستقبل متیقن الوقوع کو گویا ماضی فرض کر لیا گیا. جیسے "اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ" میں. اس طرح مسیح علیہ السلام نے بچپن میں ماضی کے صیغے استعمال کر کے متنبہ کر دیا کہ ان سب چیزوں کا آئندہ پایا جانا ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ اسے یہی سمجھنا چاہئے کہ گویا پائی جا چکیں. حضرت مسیح کی اس خارق عادت گفتگو سے اور ان اوصاف و خصال سے جو بیان کئے نہایت بلاغت کے ساتھ اس ناپاک تہمت کا رد ہو گیا جو ان کی والدہ ماجدہ پر لگائی جاتی تھی. اول تو ایک بچہ کا بولنا، اور ایسا جامع و مؤثر کلام طبعًا دشمنوں کو خاموش کرنے والا تھا پھر جس ہستی میں ایسی پاکیزہ خصال پائی جائیں ظاہر ہے وہ العیاذ باللہ ولد الزنا کیسے ہو سکتی ہے جیسا کہ خود ان کے اقرار "مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فروع کو اصول کے موافق دیکھنا چاہتے تھے. ف۶ اس جملہ کا ہم معنی جملہ پہلے حضرت یحییٰ کے ذکر میں گذر چکا. فرق اتنا ہے کہ وہاں خود حق تعالیٰ کی طرف سے کلام تھا یہاں حق تعالیٰ نے مسیح کی زبان سے وہ ہی بات فرمائی. نیز "سلام" اور "السلام" کا فرق بھی قابل لحاظ ہے.

بقیہ فوائد صفحہ ۳۹۸۔ ف یعنی حضرت مسیح کی شان وصفت یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ ایک سچی اور کھلی ہوئی بات میں لوگوں نے خواہ مخواہ جھگڑے ڈال لیے۔ اور طرح طرح کے اختلافات کھڑے کر دیے کسی نے ان کو خدا بنا دیا کسی نے خدا کا بیٹا کسی نے کذاب و مفتری کہا کسی نے نسب وغیرہ پر طعن کیا۔ سچی بات وہ ہی ہے جو ظاہر کر دی گئی۔ کہ خدا نہیں، خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جھوٹے مفتری نہیں، سچے پیغمبر ہیں ان کا حسب نسب سب پاک وصاف ہے۔ خدا نے اُن کو کلمۃ اللہ فرمایا ہے اور ممکن ہے "قول الحق" کے معنی بھی یہاں کلمۃ اللہ کے ہوں۔ ف جس کے ایک "کن" کہہ دینے میں ہر چیز موجود ہو جائے اسے بیٹے پوتوں کی کیا ضرورت لاحق ہوگی۔ کیا العیاذ باللہ اولاد ضعیفی میں سہارا دیگی؟ یا مشکلات میں ہاتھ بٹائے گی؟ یا اس کے بعد نام چلائے گی؟ اور اگر شبہ ہو کہ عموماً آدمی ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے پھر حضرت مسیح کا باپ کسے کہیں؟ اس کا جواب بھی اسی جز "کن فیکون" میں آگیا۔ یعنی ایسے قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک بچہ کو بن باپ پیدا کر دے۔ اگر عیسائی خدا کو باپ اور مریم کو ماں کہتے ہیں تو کیا (معاذ اللہ) دوسرے تعلقات زناشوئی کا بھی اقرار کرینگے؟ یا باپ مان کر بھی بہر حال تخلیق کا طریقہ وہ تو نہ ہوگا جو عموماً والدین میں ہوتا ہے۔ پھر بدون باپ کے پیدا ہونے میں کیا اشکال ہے۔ ف۹ یہ کس نے کہا؟ بعض کے نزدیک یہ حضرت مسیح کی جو گفتگو قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ الخ سے نقل کی گئی تھی، یہ اس کا تکملہ ہوا۔ درمیان میں مخاطبین کی تنبیہ کے لئے ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ سے حق تعالیٰ کا کلام تھا گویا بیشتر حضرت مسیح علیہ السلام کا مقولہ ہے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس کو وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ الخ کے ساتھ لگایا جائے۔ یعنی (اے محمد صلعم) کتاب میں مریم و مسیح کا حال سُن کر جو مذکور ہو چکا، کہہ دو کہ میرا اور تمہارا سب کا رب اللہ ہی تنہا اُسی کی بندگی کرو۔ بیٹے، پوتے مت بناؤ۔ سیدھی راہ توحید خالص کی ہے جس میں کچھ ایچ پیچ نہیں۔ سب انبیاء اسی کی طرف ہدایت کرتے آئے لیکن لوگوں نے بہت سے فرقے بنا لئے اور جُدی جُدی راہیں نکال لیں۔ سو جو لوگ توحید کا انکار کر رہے ہیں، اُنہیں بڑے ہولناک دن (روز قیامت) کی تباہی سے خبردار رہنا چاہیے جو یقیناً پیش آنیوالی ہے۔ ف۱ یعنی آج تو جبکہ سُننا اور دیکھنا مفید تھا، بالکل اندھے بہرے بنے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب دیکھنا سُننا کچھ فائدہ نہ دیگا، آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے اُس وقت وہ باتیں سُنیں گے جن سے جگر پھٹ جائیں اور وہ منظر دیکھیں گے جس سے چہرے سیاہ ہو جائیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ ف۱۱ کافروں کو پچھتانے کے بہت مواقع پیش آئیں گے۔ آخری موقع وہ ہوگا جب موت کو مینڈھے کی صورت میں لا کر بہشت و دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر ذبح کیا جائیگا اور ندا آئیگی کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ کے لئے رہ پڑے، اس کے بعد کسی کو موت آنیوالی نہیں۔ اُس وقت کافر بالکل ناامید ہو کر حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے لیکن اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ف۱۲ یعنی اس وقت اُنہیں یقین نہیں کہ واقعی ایسا دن آنے والا ہے وہ غفلت کے نشہ میں مخمور ہیں اور بڑی بھاری بھول میں پڑے ہیں۔ کاش اس وقت آنکھیں کھولتے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھتے اُس دن پچھتانے سے حسرت و افسوس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ "اَلْاٰنَ قَدْ نَدِمْتَ وَمَا یَنْفَعُ النَّدَمُ"

وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرٰهِيمَ ۚ إِنَّهُ

اور جو کوئی ہے زمین پر اور وہ ہماری طرف پھر آئینگے ف۱ اور مذکور کر کتاب میں ابراہیم کا ف۲ بیشک

كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ

تھا وہ سچا نبی ف۳ جب کہا اپنے باپ کو اے باپ میرے کیوں پوجتا ہے اس کو جو نہ سنے

وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّي قَدْ جَآءَنِي مِنَ

اور نہ دیکھے اور نہ کام آئے تیرے کچھ ف۴ اے باپ میرے مجھ کو آئی ہے

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرٰطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ

خبر ایک چیز کی جو تجھ کو نہیں آئی سو میری راہ چل دکھلاؤں تجھ کو راہ سیدھی ف۵ اے باپ میرے مت پوج

الشَّيْطٰنَ ۖ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ

شیطان کو بیشک شیطان ہے رحمٰن کا نافرمان ف۶ اے باپ میرے میں

أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾

ڈرتا ہوں کہیں آلگے تجھ کو ایک آفت رحمٰن سے پھر تو ہو جائے شیطان کا ساتھی ف۷

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يٰٓإِبْرٰهِيمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ

وہ بولا کیا تو پھرا ہوا ہے میرے ٹھاکروں سے اے ابراہیم اگر تو باز نہ آئیگا تو تجھ کو سنگسار کرونگا

وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيٓ ۖ إِنَّهُ

اور دور ہو جا میرے پاس سے ایک مدت ف۸ کہا تیری سلامتی رہے ف۹ میں گناہ بخشواؤں گا تیرا اپنے رب سے بیشک وہ

كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَ

ہے مجھ پر مہربان ف۱۰ اور چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور

أَدْعُوا رَبِّي ۖ عَسٰىٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا

میں بندگی کرونگا اپنے رب کی امید ہے کہ نہ رہونگا اپنے رب کی بندگی کر کر محروم ف۱۱ پھر جب

اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهُٓ إِسْحٰقَ وَ

جدا ہوا اُن سے اور جن کو وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا بخشا ہم نے اُس کو اسحٰق اور

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی کسی کا مُلک یا مِلک باقی نہ رہیگی۔ ہر چیز براہ راست مالک حقیقی کی طرف لوٹ جائیگی۔ وہ ہی بلا واسطہ حاکم و متصرف علی الاطلاق ہوگا جس چیز میں جس طرح چاہیگا اپنی حکمت کے موافق تصرف کریگا دنیا کے جن سامانوں نے تم کو غفلت میں ڈال رکھا ہے سب کا ایک ہی وارث باقی رہجائیگا۔ مِلک ومُلک کے لمبے چوڑے دعوے رکھنے والے سب فنا کے گھاٹ اُتار دئے جائیں گے۔ ف۲ گذشتہ رکوع میں حضرت مسیح و مریم کا قصہ بیان فرما کر نصاریٰ کا رد کیا گیا تھا جو ایک آدمی کو خدا بنا رہے ہیں۔ اس رکوع میں مشرکین مکہ کو شرمانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ تک کو کس طرح شرک و بت پرستی سے روکا۔ اور آخر کار وطن و اقارب کو چھوڑ کر خدا کے واسطے ہجرت اختیار کی مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ ابراہیم کی اولاد میں اور اُسی کے دین پر ہیں۔ اُنہیں بتلایا گیا کہ بت پرستی کے متعلق تمہارے باپ ابراہیم کا رویہ کیا رہا ہے۔ اگر آباؤ اجداد کی تقلید کرنا چاہتے ہو تو ایسے باپ کی تقلید کرو۔ اور مشرک باپ دادوں سے اُسی طرح بیزار ہو جاؤ جیسے ابراہیم علیہ السلام ہو گئے تھے۔ ف۳ "صدیق" کے معنی ہیں بہت زیادہ سچ کہنے والا۔ جو اپنی بات کو عمل سے سچا کر دکھائے۔ یا وہ راستباز پاک طینت جس کے قلب میں سچائی کو قبول کرنے کی نہایت اعلیٰ و اکمل استعداد موجود ہو۔ جو بات خدا کی طرف سے پہنچے بلا توقف اُس کے دل میں اُتر جائے۔ شک و تردد کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ابراہیم علیہ السلام ہر ایک معنی سے صدیق تھے۔ اور چونکہ صدیقیت کے لئے نبوت لازم نہیں اس لئے آگے "صِدِّیْقًا" کے ساتھ "نَبِیًّا" فرما کر نبوت کی تصریح کر دی یہیں سے معلوم ہو گیا کہ "کذبات ثلثہ" کی حدیث اور "نحن احق بالشک من ابراھیم" وغیرہ روایات میں کذب و شک کے وہ معنی مراد نہیں جو سطح کلام سے مفہوم ہوتے ہیں۔ ف۴ یعنی جو چیز دیکھتی سنتی ہو اور مشکلات میں کچھ کام آسکے گو واجب الوجود نہ ہو اُسکی عبادت بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ایک پتھر کی بے جان مورتی جو نہ سنے نہ دیکھے نہ ہمارے کسی کام آئے، خود ہمارے ہاتھ کی تراشی ہوئی، اُس کو معبود ٹھہرا لینا کسی عاقل اور خودار کا کام نہیں ہو سکتا۔ ف۵ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو توحید و معاد وغیرہ کا صحیح علم دیا اور حقائق شریعت سے آگاہ کیا ہے۔ اگر تم میری پیروی کروگے تو سیدھی راہ پر لے چلونگا۔ جو رضائے حق تک پہنچانے والی ہے اس کے سوا سب رستے ٹیڑھے ترچھے ہیں جن پر چل کر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ (بقیہ بر صفحہ ۴۰۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۳۹۹ ۔ ف۶ بتوں کو پوجنا شیطان کے اغواء سے ہوتا ہے اور شیطان اس حرکت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بتوں کی پرستش گویا شیطان کی پرستش ہوئی اور نافرمان کی پرستش رحمان کی انتہائی نافرمانی ہے۔ شاید لفظ "عصیّا" میں ادھر بھی توجہ دلائی ہو کہ شیطان کی پہلی نافرمانی کا اظہار اُس وقت ہوا تھا جب تمہارے باپ آدم کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا گیا۔ لہٰذا اولاد آدم کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ رحمٰن کو چھوڑ کر اپنے اُس قدیم ازلی دشمن کو معبود بنالیں۔ ف۷ یعنی رحمان کی رحمت عظمیٰ تو چاہتی ہے کہ تمام بندوں پر شفقت و مہربانی ہو۔ لیکن تیری بداعمالیوں کی شامت سے ڈر ہے کہ ایسے حلیم و مہربان خدا کو غصہ نہ آجائے اور تجھ پر کوئی سخت آفت نازل نہ کردے جس میں پھنس کر تو ہمیشہ کے لئے شیطان کا ساتھی بنجائے یعنی کفر و شرک کی مزاولت سے آئندہ ایمان و توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو اور اولیاء الشیطان کے گروہ میں شامل کر کے دائمی عذاب میں دھکیل دیا جائے۔ عموماً مفسرین نے یہ ہی معنے لئے ہیں۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کفر کے وبال سے کچھ آفت آئے اور تو مدد مانگنے لگے شیطان سے یعنی بتوں سے، اکثر لوگ ایسے ہی وقت شرک کرتے ہیں"۔ واللہ اعلم۔ ف۸ باپ نے حضرت ابراہیم کی تقریر سن کر کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تو ہمارے معبودوں کو بدعقیدہ ہے۔ بس اپنی بداعتقادی اور وعظ و نصیحت کو رہنے دے، ورنہ تجھ کو کچھ اور سُننا پڑیگا بلکہ میرے ہاتھوں سنگسار ہونا پڑیگا۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے پاس سے ایک مدت دراز عمر بھر کیلئے دور ہو جا۔ میں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس سے پہلے کہ میں تجھ پر ہاتھ اٹھاؤں یہاں سے روانہ ہو جا۔

يَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا

یعقوب اور دونوں کو نبی کیا ف۱ اور دیا ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے اور کیا

لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ

اُنکے واسطے سچا بول اونچا ف۲ اور مذکور کر کتاب میں موسیٰ کا ف۳ بیشک وہ تھا

مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ

چُنا ہوا اور تھا رسول نبی ف۴ اور پکارا ہم نے اُس کو داہنی طرف سے طور پہاڑ

الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ

کی اور نزدیک بلایا اسکو بھید کہنے کو ف۵ اور بخشا ہم نے اُس کو اپنی مہربانی سے بھائی اُس کا ہارون

نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ

نبی ف۶ اور مذکور کر کتاب میں اسمٰعیل کا وہ تھا وعدہ کا سچا اور

وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَ

تھا رسول نبی ف۷ اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز کا اور زکوٰۃ کا ف۸ اور

كَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ

تھا اپنے رب کے یہاں پسندیدہ ف۹ اور مذکور کر کتاب میں ادریس کا وہ تھا

صِدِّيقًا نَبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ

سچا نبی ف۱۰ اور اُٹھا لیا ہم نے اسکو ایک اونچے مکان پر ف۱۱ یہ وہ لوگ ہیں جن پر انعام کیا

اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ

اللہ نے پیغمبروں میں آدم کی اولاد میں اور اُن میں جنکو سوار کرلیا ہم نے نوح کیساتھ

وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا

اور ابراہیم کی اولاد میں اور اسرائیل کی ف۱۲ اور اُن میں جن کو ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا ف۱۳

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ

جب اُن کو سُنائے آیتیں رحمٰن کی گرتے ہیں سجدہ میں اور روتے ہوئے ف۱۴ پھر اُنکی جگہ آئے

ع ۱۰ ۔ السجدۃ

ف۹ یہ رخصت یا متارکت کا سلام ہے۔ جیسے ہمارے محاورات میں ایسے موقع پر کہدیتے ہیں کہ "فلاں بات یوں ہے تو ہمارا سلام لو"۔ دوسری جگہ فرمایا "وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ" (القصص رکوع ۶)۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "معلوم ہوا اگر دین کی بات سے ماں باپ ناخوش ہوں اور گھر سے نکالنے لگیں اور بیٹا ماں باپ کو میٹھی بات کہہ کر نکل جائے وہ بیٹا عاق نہیں"۔ ف۱۰ اُمید ہے اپنی مہربانی سے میرے باپ کے گناہ معاف فرما دیگا۔ حضرت ابراہیم نے استغفار کا وعدہ ابتداءً کیا تھا۔ چنانچہ استغفار کرتے رہے جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا۔ یہ بحث سورۂ توبہ (براءۃ) میں "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ" الخ کے تحت میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ کرلی جائے۔

ف۱۱ یعنی میری نصیحت کا جب کوئی اثر تم پر نہیں، بلکہ اُلٹا مجھے دھمکیاں دیتے ہو، تو اب میں خود تمہاری بستی میں رہنا نہیں چاہتا تم کو اور تمہارے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر وطن سے ہجرت کرتا ہوں تاکہ یکسو ہو کر اطمینان سے خدائے واحد کی عبادت کرسکوں حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے کامل اُمید ہے کہ اُسکی بندگی کر کے میں محروم و ناکام نہیں رہونگا غربت و بیکسی میں جب اُس کو پکارونگا، اُدھر سے ضرور اجابت ہوگی میرا خدا پتھر کی مورتی نہیں کہ کتنا ہی چیخو چلاؤ سن ہی نہ سکے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور اپنوں سے دور پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے بہتر اپنے دیے تاکہ غریب الوطنی کی وحشت دور ہو اور اُنس و سکون حاصل کریں۔ شاید یہاں حضرت اسمٰعیل کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ اُن کے پاس نہیں رہے بچپن ہی میں جدا کردیے گئے تھے۔ نیز اُن کا مستقل تذکرہ آگے آنے والا ہے۔ (تنبیہ) حضرت اسحاق حضرت ابراہیم کے بیٹے اور حضرت یعقوب حضرت اسحٰق کے بیٹے ہیں ان ہی سے سلسلہ بنی اسرائیل کا چلا جن میں سیکڑوں نبی ہوئے۔ ف۲ یعنی اپنی رحمت خاصہ سے اُن کو بڑا حصہ عنایت فرمایا اور دنیا میں بول بالا کیا اور ہمیشہ کیلئے اُن کا ذکر خیر جاری رکھا چنانچہ تمام مذاہب و ملل اُن کی تعظیم و توصیف کرتے ہیں اور اُمت محمدیہ دائماً اپنی نمازوں میں پڑھتی ہے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" فی الحقیقت یہ حضرت ابراہیم کی دعاء "وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ" کی مقبولیت کا ثمرہ ہے۔ ف۳ یعنی قرآن کریم میں جو حال موسیٰ علیہ السلام کا بیان کیا جارہا ہے۔ لوگوں کے سامنے ذکر کیجئے کیونکہ وہ اسحٰق و یعقوب کی نسل سے اسرائیلی سلسلہ کے اولوالعزم پیغمبر اور شارع اعظم ہوئے ہیں۔ اور جس طرح حضرت یحییٰ و عیسیٰ کے تذکرہ میں خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کی اصلاح اور ابراہیم کے ذکر میں مشرکین مکہ کو متنبہ کرنا مقصود تھا، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تذکرہ سے شاید یہود کو بتانا ہو کہ قرآن کس قدر کشادہ دلی کے ان کے مقتدائے اعظم کے واقعی کمالات و محاسن کا اعلان کرتا ہے۔ یہود کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے اس جلیل القدر پیغمبر کی صریح پیشین گوئی کے موافق اسمٰعیلی نبی (محمد صلعم) کی رسالت و نبوت کا کھلے دل سے اعتراف کریں شاید اسی لئے حضرت موسیٰ کے بعد روئے سخن حضرت اسمٰعیل کی طرف پھیر دیا گیا۔ ف۴ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے وہ "نبی" ہے۔ انبیاء میں سے جن کو خصوصی امتیاز حاصل ہو یعنی مکذبین کے مقابلہ پر جداگانہ اُمت کی طرف مبعوث ہوں یا نئی کتاب اور مستقل شریعت رکھتے ہوں، وہ "رسول نبی" یا "نبی رسول" کہلاتے ہیں۔ شرعیات میں جزئی تصرف مثلاً کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید وغیرہ رسول کے ساتھ مخصوص نہیں عام انبیاء بھی کرسکتے ہیں۔ باقی غیر انبیاء پر رسول یا مرسل کا اطلاق جیسا کہ قرآن کے بعض مواضع میں پایا جاتا ہے وہ اس معنی مصطلح کے اعتبار سے نہیں وہاں دوسری حیثیات معتبر ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی موسیٰ علیہ السلام جب آگ کی چمک محسوس کر کے "طور" پہاڑ کی اُس مبارک و میمون جانب میں پہنچ گئے جو اُن کے داہنے ہاتھ مغرب کی طرف واقع تھی [illegible]

بقیہ فوائد صفحہ ۴۰۰ ہو رہا تھا اور روحانی طور پر اس قدر قرب و علو حاصل تھا کہ ملکوتی قلموں کی آواز سنتے تھے جن سے تورات نقل کیجا رہی تھی۔ وحی کو "بھید" اس لئے فرمایا کہ اس وقت کوئی بشر اسکا علم میں شریک نہ تھا۔ گو بعد میں اوروں کو بھی خبر کر دی گئی۔ واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی ہارون علیہ السّلام حضرت موسیٰ کے کام میں مددگار ہونے جیسا کہ انہوں نے خود درخواست کی تھی۔ "وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ" (القصص رکوع ۴) اور "وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی" الخ (طٰہٰ رکوع ۲) حق تعالیٰ نے درخواست قبول فرمائی اور ہارون کو نبی بنا کر اُن کی اعانت و تقویت کے لئے دے دیا۔ ویسے عمر میں حضرت ہارون بڑے تھے کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی نے اپنے بھائی کے لئے اُس سے بڑی شفاعت نہیں کی جو موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت ہارون کے لئے کی تھی۔ ف۷ اس سے حضرت اسمٰعیل کی فضیلت حضرت اسحٰق پر ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اُن کو صرف نبی فرمایا اور اسمٰعیل کو رسول نبی کہا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی مِنْ وَّلَدِ اِبْرَاهِیْمَ اِسْمَاعِیْلَ" (ابراہیم کی اولاد میں سے اللہ نے اسمٰعیل کو چن لیا) حضرت اسمٰعیل عرب حجاز کے مورث اعلیٰ اور ہمارے پیغمبر علیہ السّلام کے اجداد میں سے ہیں جو ابراہیمی شریعت دیکر بنی جرہم کی طرف مبعوث ہوئے۔ اُنکا صادق الوعد ہونا مشہور رہا۔ خدا سے یا بندوں سے جو وعدہ کیا پورا کرکے دکھلایا ایک شخص سے وعدہ کیا کہ جب تک تو آئے میں اسی جگہ رہونگا۔ کہتے ہیں وہ ایک برس نہ آیا یہ

خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾

ناخلف کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے مزوں کے سو آگے دیکھ لیں گے گمراہی کو ف۱

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ

مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کی نیکی سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں اور

لَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ

اُن کا حق ضائع نہ ہوگا کچھ ف۲ باغوں میں بسنے کے جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے اپنے بندوں سے

بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ﴿۶۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا

اُنکے بن دیکھے بیشک ہے اُس کے وعدہ پر پہنچنا ف۳ نہ سنیں گے وہاں بک بک سوائے

سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ

سلام ف۴ اور اُنکے لئے ہے اُن کی روزی وہاں صبح اور شام ف۵ یہ وہ بہشت ہے جو

نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ

میراث دینگے ہم اپنے بندوں میں جو کوئی ہوگا پرہیزگار ف۶ اور ہم نہیں اُترتے مگر حکم سے تیرے رب کے

لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾

اُسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اُس کے بیچ میں ہے اور تیرا رب نہیں ہے بھولنے والا ف۷

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ

رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو اُن کے بیچ ہے سو اُسی کی بندگی کر اور قائم رہ اُسکی بندگی پر ف۸

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا ﴿۶۵﴾ وَیَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ

کسی کو پہچانتا ہے تو اُسکے نام کا ف۹ اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مرجاؤں تو پھر

اُخْرَجُ حَیًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ

نکلونگا زندہ ہوکر ف۱۰ کیا یاد نہیں رکھتا آدمی کہ ہم نے اُس کو بنایا پہلے سے اور

لَمْ یَكُ شَیْئًا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ

وہ کچھ چیز نہ تھا ف۱۱ سو قسم ہے تیرے رب کی ہم گھیر بلائینگے اُن کو اور شیطانوں کو ف۱۲ پھر سامنے لائیں گے

ع ۱۵

وہیں رہے۔ نبی کریم صلعم سے بھی منقول ہے کہ قبل از بعثت آپ سے عبداللہ بن ابی الحمسار نے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریے میں ابھی آتا ہوں۔ آپ تین دن تک اُسی جگہ رہے۔ جب وہ واپس آیا تو فرمایا کہ تو نے ہم کو تکلیف دی میں حسب وعدہ تین دن سے یہیں ہوں"۔ حضرت اسمٰعیل کے وعدہ کی انتہائی سچائی اُس وقت ظاہر ہوئی جب کہ باپ ابراہیم سے کہا تھا "یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ" (صافات رکوع ۳) اور اُسی طرح کر کے دکھایا۔ ف۸ کیونکہ گھر والے قریب ہونے کی وجہ سے ہدایت کے اوّل مستحق ہیں۔ اُن سے آگے کو سلسلہ چلتا ہے۔ اسی لئے دوسری جگہ فرمایا "وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا" (طٰہٰ رکوع ۸) اور "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا" (تحریم رکوع ۱) خود نبی کریم صلعم کو بھی یہی ارشاد ہوا "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ" (شعراء رکوع ۱۱) بعض کہتے ہیں کہ یہاں "اَہل" سے اُنکی ساری قوم مُراد ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں "اَہلَہٗ" کی جگہ "قومہٗ" تھا۔ واللہ اعلم۔ ف۹ یعنی دوسروں کو ہدایت کرنا اور خود اپنے اقوال و افعال میں پسندیدہ مستقیم الحال اور مرضی الخصال تھا۔ ف۱۰ راجح یہ ہے کہ ادریس علیہ السّلام حضرت آدمؑ اور نوحؑ کے درمیانی زمانہ میں گزرے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں نجوم و حساب کا علم، قلم سے لکھنا، کپڑا سینا، ناپ تول کے آلات اور اسلحہ کا بنانا اوّل ان سے چلا۔ واللہ اعلم۔ شب معراج میں نبی کریم صلعم کی چوتھے آسمان پر ان سے ملاقات ہوئی۔ ف۱۱ یعنی قرب و عرفان کے بہت بلند مقام اور اونچی جگہ پر پہنچایا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی طرح وہ بھی زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور اب تک زندہ ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ آسمان پر لیجا کر روح قبض کی گئی۔ اُنکے متعلق بہت سی اسرائیلیات مفسرین نے نقل کی ہیں۔ ابن کثیر نے اُن پر تنقید کی ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۲ یعنی جن انبیاء کا ابتدائے سورۃ سے یہاں تک ذکر ہوا۔ اسی قسم کے لوگوں پر حق تعالیٰ نے اپنے انعامات کی بارش کی ہے۔ یہ سب آدم کی اولاد میں اور ادریس کے سوا باقی سب اُن کی اولاد بھی ہیں جنہیں نوح کے ساتھ ہم نے کشتی پر سوار کیا تھا۔ اور بعض ابراہیم کی ذریت میں ہیں۔ مثلاً اسحاق، یعقوب، اسمٰعیل علیہم السّلام، اور بعض اسرائیل (یعقوب) علیہ السّلام کی نسل سے ہیں۔ مثلاً موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السّلام۔ ف۱۳ یعنی طریق حق کی طرف ہدایت کی اور منصب نبوت و رسالت کے لئے پسند کر لیا۔ ف۱۴ یعنی باوجود اس قدر علو مقام اور معراج کمال پر پہنچنے کے شان عبودیت و بندگی میں کامل ہیں۔ اللہ کا کلام سن کر اور اُس کے مضامین سے متأثر ہو کر نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اُس کو یاد کر کے روتے ہیں۔ اسی لئے علماء کا اجماع ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہئے۔ تا اُن مقربین کے طرز عمل کو یاد کر کے ایک طرح کی مشابہت اُن سے حاصل ہو جائے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم پڑھ کر سجدہ کیا اور فرمایا "ہٰذَا السُّجُوْدُ فَاَیْنَ الْبُكِیُّ" (یہ تو سجدہ ہوا، آگے "بکا" کہاں ہے) بعض مفسرین نے یہاں "آیات الرحمٰن" سے خاص آیات سجود اور "سُجَّدًا" سے سجود تلاوت مُراد لیا ہے۔ مگر ظاہر وہی ہے جو تقریر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ۔ اگر رونا نہ آئے تو (کم از کم) رونے کی صورت بنالو۔ {فوائد صفحہ ہٰذا} ف۱ وہ تو اگلوں کا حال تھا۔ یہ پچھلوں کا ہے کہ دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے نماز جو اہم العبادات ہے اُسے ضائع کر دیا۔ بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے۔ بعض نے فرض جانا مگر پڑھی نہیں بعض نے پڑھی تو جماعت اور وقت وغیرہ شروط و حقوق کی رعایت نہ کی ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی کو دیکھ لے گا کہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے اور کس طرح کی بدترین سزا میں پھنساتی ہے حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اُس بدترین وادی میں دھکیلا جائیگا جس کا نام ہی "غَیّ" ہے۔ ف۲ یعنی توبہ کا دروازہ ایسے مجرموں کے لئے بھی بند نہیں جو گنہگار سچے دل سے توبہ کر کے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لے اور اپنا چال چلن درست رکھے بہشت کے دروازے اُسکے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ توبہ کے بعد جو نیک اعمال کریگا سابق جرائم کی بنا پر اُس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کیجائیگی۔ نہ کسی قسم کا حق ضائع ہوگا۔ حدیث میں ہے "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ" (گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے گویا اُس نے گناہ کیا ہی نہ تھا) اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ ف۳ جب یہ بندے اَن دیکھی چیزوں پر پیغمبروں کے فرمانے سے ایمان لائے،

(بقیہ بر صفحہ ۴۰۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۰۱۔ بن دیکھے خدا کی عبادت کی، تو اللہ نے اُن سے جنت کی اَن دیکھی نعمتوں کا وعدہ فرمالیا جو ضرور بالضرور پورا ہو کر رہیگا کیونکہ خدا کے وعدے بالکل حتمی اور اٹل ہوتے ہیں۔ ف۴ یعنی جنت میں بیہودہ بیکار باتیں اور بیہودہ شور وشغب نہ ہوگا ہاں فرشتوں اور مومنین کی طرف سے "سلامٌ علیک" کی آوازیں بلند ہونگی۔ ف۵ صبح وشام سے جنت کی صبح وشام مراد ہے وہاں دنیا کی طرح طلوع وغروب نہ ہوگا جس سے رات دن اور صبح وشام مقرر کیجائے بلکہ خاص قسم کے انوار کا توارد وتنوع ہوگا جس کے ذریعہ سے صبح وشام کی تحدید وتعیین کیجائیگی حسب عادت ومعمول صبح وشام جنت کی روزی پہنچے گی۔ ایک منٹ کے لئے بھوک کی تکلیف نہیں ستائیگی وہ روزی کیا ہوگی؟ اس کی کیفیت خدا ہی جانے۔ حدیث میں ہے "یُسَبِّحُوْنَ اللّٰہَ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا" یعنی صبح وشام حق تعالیٰ کی تسبیح کرینگے گویا جسمانی غذا کے ساتھ روحانی غذا بھی ملتی رہیگی۔ ف۶ یعنی میراث آدم کی کہ اول انکو بہشت ملی ہے۔ اور شاید لفظ میراث اس لئے اختیار فرمایا ہو کہ اقسام تملیک میں یہ سب سے زیادہ اتم واحکم قسم ہے جس میں نہ فسخ کا احتمال نہ لوٹائے جانے کا نہ ابطال واقالہ کا۔ ف۷ ایک مرتبہ جبرئیل کئی روز تک نہ آئے۔ آپ منتظر تھے، کفار نے کہنا شروع کیا کہ محمد کو اس کے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ اس طعن سے آپ زیادہ دلگیر ہوئے۔ آخر جبرئیل تشریف لائے۔ آپ نے اتنے روز تک نہ آنے کا سبب پوچھا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا "مَا یَمْنَعُکَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَکْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا" (جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟) اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو سکھلایا کہ جواب میں یوں کہو "وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ" یہ کلام ہوا اللہ کا جبرئیل کی طرف سے جیسا "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" میں ہم کو سکھلایا ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ ہم خالص عبد مامور ہیں، بدون حکم الٰہی ایک پر نہیں ہلا سکتے۔ ہمارا چڑھنا اترنا سب اُس کے حکم واذن کے تابع ہے وہ جس وقت اپنی حکمت کاملہ سے مناسب جانے ہم کو نیچے اترنے کا حکم دے کیونکہ ہر زمانہ (ماضی، مستقبل، حال) اور ہر مکان (آسمان زمین اور اُن کے درمیان) کا علم اسی کو ہے اور وہی ہر چیز کا مالک وقابض ہے۔ وہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہیے۔ مقرب ترین فرشتہ اور معظم ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہے کہیں چلا جائے یا کسی کو اپنے پاس بلالے۔ خدا کا ہر کام برمحل اور بروقت ہے بھول چوک یا نسیان وغفلت کی اُس کی بارگاہ میں رسائی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جبرئیل کا جلد یا بدیر آنا بھی اُس کی حکمت ومصلحت کے تابع ہے (تنبیہ اول) "ہمارے آگے پیچھے" کہا آسمان وزمین کو۔ اترتے ہوئے زمین آگے، آسمان پیچھے، چڑھتے ہوئے وہ پیچھے یہ آگے۔ اور اگر "آگے پیچھے" سے تقدم وتاخر زمانی مراد ہو تو زمانہ مستقبل آگے آنیوالا اور زمانہ ماضی پیچھے گذر چکا ہے اور زمانہ حال دونوں کے بیچ میں واقع ہے (تنبیہ دوم) پہلے فرمایا تھا کہ جنت کے وارث اتقیاء (خدا سے ڈرنے والے پرہیزگار) ہیں۔ اس آیت میں بتلا دیا کہ ڈرنے کے لائق وہی ذات ہوسکتی ہے جس کے قبضہ میں تمام زمان ومکان ہیں۔ اور جس کے حکم واجازت کے بدون بڑے سے بڑا فرشتہ بھی پر نہیں ہلا سکتا۔ انسان کو چاہیے اگر وہ جنت کی میراث لینا چاہتا ہے کہ فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا مطیع ومنقاد بنجائے۔ اور ادھر بھی اشارہ ہوگیا کہ جو خدا اپنے مخلص بندوں کو یہاں نہیں بھولتا، وہاں بھی نہیں بھولیگا ضرور جنت میں پہنچا کر چھوڑیگا۔ ہاں ہر چیز کا ایک وقت ہے۔ اور جنت میں ہر ایک کا نزول بھی اپنے اپنے وقت پر ہوگا۔ اور جیسے یہاں پیغمبر کے پاس فرشتے حکم الٰہی کے موافق وقت معین پر آتے ہیں، جنت میں جنتیوں کی غذا روحانی وجسمانی بھی صبح وشام اوقات مقررہ پر آئیگی۔ ف۸ یعنی کسی کے کہنے سننے کی پرواہ مت کر۔ اپنے دل کو خدا کی بندگی پر جمائے رکھ جو سارے جہان کا رب ہے اور سب سے نرالی صفات رکھتا ہے۔ ف۹ اللہ کے نام اُس کی صفات ہیں یعنی کوئی ہے اُسکی صفت کا؟ جس میں اُس جیسی صفات موجود ہوں؟ جب کوئی نہیں تو بندگی کے لائق اور کون ہوسکتا ہے؟ ف۱ گذشتہ رکوع میں نیکوں اور بدوں کا انجام بیان فرمایا تھا جو مرنے کے بعد ہوگا۔ جو لوگ مر کر زندہ ہونے کو محال یا مستبعد سمجھتے ہیں یہاں اُنکے شبہات کا جواب دیا جاتا ہے یعنی آدمی انکار وتعجب کی راہ سے کہتا ہے کہ مرگل کر جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں اور مٹی میں مل کر مٹی بن گئے کیا اسکے بعد پھر ہم قبروں سے زندہ کرکے نکالے جائیں گے اور پردۂ عدم سے نکل کر پھر منصۂ وجود پر جلوہ گر ہونگے ف۱۱ یعنی آدمی ہو کر اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتا کہ چند روز پہلے وہ کوئی چیز نہ تھا حق تعالیٰ نے نابود سے بود کیا، کیا وہ ذات جو لاشے اور معدوم محض کو موجود کردے، اس پر قادر نہیں کہ ایک چیز کو فنا کرکے دوبارہ پیدا کرسکے۔ آدمی کو اپنی پہلی ہستی کی کیفیت یاد نہیں رہی جو دوسری ہستی کا مذاق اڑاتا ہے "وَھُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ" (الروم رکوع ۳) ف۱۲ یعنی یہ منکرین اُن شیاطین کی معیت میں قیامت کے دن خدا کے سامنے حاضر کئے جائیں گے جو اغوا کرکے انہیں گمراہ کرتے تھے۔ ہر مجرم کا شیطان اُسکے ساتھ جکڑا ہوا آئیگا۔

حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ

گرد دوزخ کے گھٹنوں پر گرے ہوئے ف۱ پھر جدا کرلیں گے ہم ہر ایک فرقہ میں سے جونسا اُن میں سے سخت رکھتا

عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

تھا رحمٰن سے اکڑ ✡ پھر ہم کو خوب معلوم ہیں جو بہت قابل ہیں اُس میں داخل ہونے کے ف۲

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ

اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اُس پر ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر ✡ پھر

نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

بچا دیں گے ہم اُن کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دینگے گنہگاروں کو اُس میں اوندھے گرے ہوئے ف۳ اور جب سنائے اُن کو

آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ

ہماری آیتیں کھلی ہوئی کہتے ہیں جو لوگ کہ منکر ہیں ایمان والوں کو دونوں فرقوں میں کس کا

مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ

مکان بہتر ہے اور کس کی اچھی لگتی ہے مجلس ف۴ اور کتنی ہلاک کر چکے ہم پہلے اُن سے جماعتیں وہ اُن سے بہتر تھے

أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ

سامان میں اور نمود میں ف۵ تو کہہ جو رہا بھٹکتا سو چاہیے اُسکو کھینچ لیجائے رحمٰن لمبا ف۶

حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ

یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ ہوا تھا اُن سے یا آفت اور یا قیامت سو تب معلوم کرلینگے

مَنْ هُوَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا

کس کا بُرا ہے مکان اور کس کی فوج کمزور ہے ف۷ اور بڑھاتا جاتا ہے اللہ سوجھنے والوں کو

هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا ﴿٧٦﴾

سوجھ ف۸ اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر رکھتی ہیں تیرے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر پھر جانے کو جگہ ف۹

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٧٧﴾

بھلا تو نے دیکھا اُس کو جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے اور کہا مجھ کو مل کر رہیگا مال اور اولاد ف۱۰

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی مارے دہشت کے کھڑے سے گر پڑینگے اور چین سے بیٹھ بھی نہ سکیں گے۔ یہی ہو گھٹنوں پر گرنا ف۲ یعنی منکرین کے ہر فرقہ میں جو زیادہ بدمعاش، سرکش اور اکڑباز تھے اُنہیں عام مجرموں سے علیحدہ کرلیا جائیگا۔ پھر اُن میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حقدار ہوگا وہ خدا کے علم میں ہے اُس کو دوسرے مجرموں سے پہلے آگ میں جھونکا جائیگا۔ ف۳ یعنی ہر نیک وبد، مجرم وبری، اور مومن وکافر کے لئے حق تعالیٰ قسم کھا چکا اور فیصلہ کرچکا ہے کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اُس کا گذر ہوگا کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ یہی دوزخ پر کو گیا ہے جسے عام محاورات میں "پلصراط" کہتے ہیں اُس پر لامحالہ سب کا گذر ہوگا۔ خدا سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گذر جائیں گے اور گنہگار اٹک کر دوزخ میں گر پڑیں گے (العیاذ باللہ) پھر کچھ مدت کے بعد

بقیہ فوائد صفحہ ۴۰۲۔ اپنے اپنے عمل کے موافق سزا پا لیا، ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے، اور آخر میں براہ راست ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہگار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا، دوزخ سے نکال لیے جائیں گے۔ صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا منہ بند کر دیا جائیگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ میں ہر شخص کو داخل کیا جائیگا، مگر صالحین پر وہ آگ بَردًا و سلامًا ہو جائیگی۔ وہ بے کھٹکے اس میں سے گذر جائینگے۔ واللہ اعلم۔ امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس دخول کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں، فلیراجع۔ ف۴ یعنی کفار قرآن کی آیتیں سنکر جن میں انکا برا انجام بتلایا گیا ہے ہنستے ہیں اور بطور استہزاء و تفاخر غریب مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تمہارے زعم کے موافق آخرت میں جو کچھ پیش آئیگا دونوں فریق کی موجودہ حالت اور دنیوی پوزیشن پر منطبق نہیں ہوتا۔ کیا آج ہمارے مکانات، فرنیچر، اور بود و باش کے سامان تم سے بہتر نہیں؟ اور ہماری مجلس (یا سوسائٹی) تمہاری سوسائٹی سے معزز نہیں۔ یقینًا ہم جو تمہارے نزدیک باطل پر ہیں، تم اہل حق سے زیادہ خوشحال اور اچھے رہنے والے ہیں۔ جو لوگ آج ہم سے خوف کھا کر کوہ صفا کی گھاٹی میں نظر بند ہوں، کیا گمان کیا جا سکتا ہے کہ کل وہ چھلانگ مار کر جنت میں جا پہنچیں گے؟ اور ہم دوزخ میں پڑے جلتے رہیں گے؟ ف۵ یہ اُن کی بات کا جواب دیا کہ پہلے ایسی بہت قومیں گذر چکی ہیں جو دنیا کے ساز و سامان اور شان و نمود میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں، لیکن جب انہوں نے انبیاء کے مقابلہ میں سرکشی کی اور تکبر و تفاخر کو اپنا شعار بنا لیا، خدا تعالیٰ نے اُن کی جڑ کاٹ دی اور دنیا کے نقشہ میں اُن کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ بس آدمی کو چاہئے کہ دنیا کی فانی ٹیپ ٹاپ اور عارضی بہار سے دھوکہ نہ کھائے۔ عمومًا متکبر دولتمند ہی حق کو ٹھکرا کر ہنسنگ ہلاکت کا لقمہ بنا کرتے ہیں۔ مال اولاد یا دنیوی خوشحالی مقبولیت اور حسن انجام کی دلیل نہیں۔ ف۶ یعنی جو خود گمراہی میں جا پڑا، اُسے گمراہی میں جانے دے۔ کیونکہ دنیا جانچنے کی جگہ ہے۔ یہاں ہر ایک کو عمل کی فی الجملہ آزادی دی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی عادت اور حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ جو اپنے کسب و ارادہ سے کوئی رستہ اختیار کرے اُس کو نیک و بد سے خبردار کر دینے کے بعد اُسی راستہ پر چلنے کیلئے ایک حد تک آزاد چھوڑ دے۔ اسی لئے جو بدی کی راہ چل پڑا اُس کے حق میں دنیا کی مرفہ الحالی اور درازی عمر وغیرہ تباہی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے۔ نیک و بد یہاں رلے ملے ہیں۔ آخرت میں پوری طرح جدا ہونگے۔ اصلی بھلائی برائی وہاں ملیگی۔ ف۷ یعنی کفار مسلمانوں کو ذلیل و کمزور اور اپنے کو معزز و طاقتور سمجھتے ہیں۔ اپنے عالیشان محلات اور بڑی بڑی فوجوں اور جتھوں پر اتراتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے ابھی اُن کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے۔ جس وقت گلا دبایا جائیگا خواہ دنیوی عذاب کی صورت میں یا قیامت کے بعد، تب پتہ لگیگا کہ کس کا مکان بُرا ہے اور کس کی جمعیت کمزور ہے۔ اُس موقع پر تمہارے سامان اور لشکر کچھ کام نہ آئیں گے۔ ف۸ یعنی جیسے گمراہوں کو گمراہی میں لمبا چھوڑ دیتا ہے، اُن کے بالمقابل سوجھ بوجھ کر راہ ہدایت اختیار کرنیوالوں کی سوجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کو اور زیادہ تیز کر دیتا ہے، جس سے وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کے راستوں پر بگٹٹ اُڑے چلے جاتے ہیں۔ ف۹ یعنی دنیا کی رونق رب کے ہاں کام کی نہیں۔ نیکیاں سب رہیں گی اور دنیا نہ رہیگی۔ آخرت میں ہر نیکی کا بہترین بدلا اور بہترین انجام ملیگا۔ ف۱۰ یعنی کفر کے باوجود آپ نے یہ جرأت دیکھی، ایک کافر مالدار ایک مسلمان لوہار کو کہنے لگا تو مسلمانی سے منکر ہو تو تیری مزدوری دوں۔ اُس نے کہا اگر تو مرے اور پھر جئے تو بھی میں منکر نہ ہوں۔ اُس نے کہا اگر مر کر پھر جیونگا تو یہی مال و اولاد وہاں بھی ہوگا، تجھ کو مزدوری وہاں دیدونگا۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی وہاں دولت ملتی ہے ایمان سے، کافر چاہتا ہے کہ یہاں کی دولت وہاں ملے، یا کفر کے باوجود اُخروی عیش و تنعم کے مزے اُڑائے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی ایسے یقین و وثوق سے جو دعویٰ کر رہا ہے، کیا غیب کی خبر پائی ہے؟ یا خدا سے کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں۔ ایک گندے کافر کی کیا بساط کہ وہ اس طرح کی غیبیات تک رسائی حاصل کرے۔ رہا خدا کا وعدہ، وہ اُن لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنا عہد پورا کر کے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اور عمل صالح کی امانت خدا کے پاس

أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا

کیا جھانک آیا ہے غیب کو یا لے رکھا ہے رحمٰن سے عہد ف۱ یہ نہیں ہم لکھ رکھیں گے جو

يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا

وہ کہتا ہے اور بڑھاتے جائیں گے اُس کو عذاب میں لمبا ف۲ اور ہم لے لیں گے مرنے پر جو کچھ وہ بتلا رہا ہے اور آئیگا

فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ

ہمارے پاس اکیلا ف۳ اور پکڑ رکھا ہے لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود تاکہ وہ ہوں اُنکے لئے مدد ✡ ہرگز نہیں

سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّا

وہ منکر ہونگے اُن کی بندگی سے اور ہو جائیں گے اُن کے مخالف ف۵ تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے

ع ۵ (۱۷) ۸

أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ

چھوڑ رکھے ہیں شیطان منکروں پر اُچھالتے ہیں اُنکو ابھار کر سو تو جلدی نہ کر اُن پر

إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾

ہم تو پوری کرتے ہیں اُنکی گنتی ف۶ جس دن ہم اکٹھا کر لائینگے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بلائے ہوئے

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَّا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا

اور ہانک لیجائینگے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ف۷ نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر

مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾

جس نے لے لیا ہے رحمٰن سے وعدہ ف۸ اور لوگ کہتے ہیں رحمٰن رکھتا ہے اولاد ف۹

لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ

بیشک تم آپھنسے ہو بھاری چیز میں ✡ ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو

الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَ

زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر ✡ اس پر کہ پکارتے ہیں رحمٰن کے نام پر اولاد ف۱۰ اور

مَا يَنبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ

نہیں پھبتا رحمٰن کو کہ رکھے اولاد ف۱۱ کوئی نہیں آسمان

رکھ دی ہے۔ ف۲ یعنی یہ قول بھی شامل مسل کر لیا جائیگا اور مال و اولاد کی جگہ اُسکی سزا بڑھا دی جائیگی۔ ف۳ جو بتلا رہا ہے یعنی مال اور اولاد۔ چنانچہ اُس کافر کے دونوں بیٹے مسلمان ہوئے (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ یہ چیزیں اُس سے الگ کر لی جائینگی۔ قیامت میں اکیلا حاضر ہوگا، نہ مال کام آئیگا نہ اولاد ساتھ دیگی۔ ف۴ یعنی مال و اولاد سے بڑھ کر اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے اُمیدوار ہیں کہ وہ اُنکو خدا کے ہاں بڑے بڑے درجے دلائیں گے۔ حالانکہ ہرگز ایسا ہونیوالا نہیں۔ محض سودائے خام ہے جو اپنے دماغوں میں پکا رہے ہیں۔ ف۵ یعنی وہ معبود مدد تو کیا کرتے، خود اُن کی بندگی سے بیزار ہونگے۔ اور اُلٹے مدمقابل ہو کر بجائے عزت بڑھانے کے اور زیادہ ذلت و رسوائی کا سبب بنیں گے، جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ "وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ" (احقاف رکوع ۱) ف۶ یعنی شیطان انہی بدبختوں کو گمراہی کا بڑھاوا دیتا اور انگلیوں پر نچاتا رہتا ہے جنہوں نے خود کفر و انکار کا شیوہ اختیار کیا۔ اگر ایسے اشقیاء شیطان کی تحریص و اغواء سے گمراہی میں لمبے جائیں تو جانے دیجئے، آپ اُنکی سزا دہی میں جلدی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے تا اُنکی زندگی کے گنے ہوئے دن پورے ہو جائیں۔ اُنکی ایک ایک سانس، ایک ایک لحظہ اور ایک ایک عمل ہمارے یہاں گنا جا رہا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت بھی ہمارے احاطۂ علمی اور دفاتر اعمال سے باہر نہیں ہو سکتی۔ تمام عمر کے اعمال ایک ایک کر کے اُنکے سامنے رکھ دیے جائیں گے۔ ف۷ جس طرح ڈھور ڈنگر پیاس کی حالت میں گھاٹ کی طرف جاتے ہیں اسی طرح مجرموں کو دوزخ کے گھاٹ اُتارا جائیگا۔ ف۸ یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا وعدہ دیا مثلًا (بقیہ بر صفحہ ۴۰۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۰۳۔ ملائکہ، انبیاء، صالحین وغیرہم، وہ بھی درجہ بدرجہ سفارش کرینگے، بدون اجازت کسی کو زبان ہلانے کی طاقت نہ ہوگی۔ اور سفارش بھی اُن ہی لوگوں کی کر سکیں گے جن کے حق میں سفارش کیے جانے کا وعدہ دیچکے ہیں۔ کافروں کیلئے شفاعت نہ ہوگی۔ **ف۹** بہت آدمیوں نے تو غیر اللہ کو معبود ہی ٹھہرایا تھا، لیکن ایک جماعت وہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کی۔ مثلاً نصاریٰ نے مسیح کو بعض یہود نے عزیر کو بیٹا کہا۔ اور بعض مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ العیاذ باللہ۔ **ف۱۰** یعنی ایسی بھاری بات کہی گئی اور ایسا سخت گستاخانہ کلمہ منہ سے نکالا گیا جسے سُنکر اگر آسمان زمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ اس گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اُٹھے تو عالم تہ و بالا ہو جائے اور آسمان و زمین تک کے پرخچے اُڑ جائیں محض اُس کا حلم مانع ہے کہ ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کرتا۔ جس خداوند قدوس کی توحید پر آسمان، زمین، پہاڑ، غرض ہر علوی و سفلی چیز شہادت دے رہی ہے، انسان کی یہ جسارت کہ اُس کے لیے اولاد کی احتیاج ثابت کرنے لگے۔ العیاذ باللہ۔ **ف۱۱** اُسکی شان تقدیس و تنزیہ اور کمالِ غناء کے منافی ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ نصاریٰ جس غرض کے لئے اولاد کے قائل ہوئے ہیں یعنی کفارہ کا مسئلہ، خدا تعالیٰ کو "رحمان" مان کر اُس کی ضرورت نہیں رہتی۔

وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾

اور زمین میں ہیں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر **ف۱** اُسکے پاس اُن کی شمار ہے اور گن رکھی ہے اُن کی گنتی

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور ہر ایک اُن میں آئیگا اُسکے سامنے قیامت کے دن اکیلا **ف۲** البتہ جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں انہوں نے نیکیاں

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ

اُن کو دیگا ☆ رحمٰن محبت **ف۳** سو ہمنے آسان کر دیا یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوشخبری

الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ

سنائے تو ڈر نیوالوں کو اور ڈرائے جھگڑالو لوگوں کو **ف۴** اور بہت ہلاک کر چکے ہم اُن سے پہلے جماعتیں

هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾

آہٹ پاتا ہے تو اُن میں کسی کی یا سنتا ہے اُن کی بھنک **ف۵**

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمٰنُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینتیس آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۳﴾

اس واسطے نہیں اتارا ہمنے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے مگر نصیحت کے واسطے اُسکی جو ڈرتا ہے **ف۶**

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿۴﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ

اُتارا ہوا ہے اُس کا جس نے بنائی زمین اور آسمان اونچے **ف۷** وہ بڑا مہربان عرش پر

اسْتَوٰى ﴿۵﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ

قائم ہوا **ف۸** اُسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور اُن دونوں کے درمیان اور نیچے

الثَّرٰى ﴿۶﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

گیلی زمین کے **ف۹** اور اگر تو بات کہے پکار کر تو اُس کو تو خبر ہے چھپی ہوئی بات کی اور اُس سے بھی چھپی ہوئی کی **ف** اللہ ہے

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی سب خدا کی مخلوق اور اُسکے بندے ہیں اور بندے ہی بنکر اُس کے سامنے حاضر ہونگے پھر بندہ بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جس کے سب محکوم و محتاج ہوں اُسے بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ **ف۲** یعنی ایک فرد بشر بھی اُسکی بندگی سے باہر نہیں ہو سکتا۔ سب کو خدا کے سامنے جریدہ حاضر ہونا ہے اُس وقت تمام تعلقات اور ساز و سامان علیحدہ کر لئے جائیں گے فرضی معبود اور بیٹے پوتے کام نہ دینگے۔ **ف۳** یعنی اُن کو اپنی محبت دیگا، یا خود اُن سے محبت کریگا، یا خلق کے دل میں اُنکی محبت ڈالیگا۔ احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اوّل جبرئیل کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر، وہ آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں آسمانوں سے اُترتی ہوئی اُسکی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اُس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے یعنی بے تعلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع و ضرر اُسکی ذات سے وابستہ نہ ہو۔ اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں لیکن اس قسم کے حسن قبول کی ابتداء مومنین صالحین اور خدا پرست لوگوں سے ہوتی ہے اُن کے قلوب میں اوّل اُسکی محبت ڈالی جاتی ہے بعدہٗ قبول عام حاصل ہو جاتا ہے۔ ورنہ ابتداءً محض طبقۂ عوام میں حسن قبول حاصل ہونا اور بعد میں بعض خدا پرست صالحین کا بھی کسی غلط فہمی وغیرہ سے اُسکی طرف جھکنا مقبولیت عند اللہ کی دلیل نہیں۔ خوب سمجھ لو۔ (تنبیہ) یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں جن مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا، تھوڑے دنوں بعد ایسی طرح پورا ہُوا کہ دنیا حیرت زدہ ہو گئی۔ حق تعالیٰ نے اُنکی وہ محبت و الفت اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے **ف۴** یعنی قرآن کریم نہایت سہل و صاف زبان میں کھول کھول کر پرہیزگاروں کو بشارت سناتا اور جھگڑالو لوگوں کو بدکرداریوں کے خراب نتائج سے خبردار کرتا ہے **ف۵** یعنی کتنی ہی بدبخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جا چکیں جن کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ آج اُن کے پاؤں کی آہٹ یا اُن کی لن ترانیوں کی ذرا سی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی۔ پس جو لوگ اس وقت نبی کریم صلعم سے برسرِ مقابلہ ہو کر آیات اللہ کا انکار و استہزاء کر رہے ہیں، وہ بے فکر نہ ہوں۔ ممکن ہے اُن کو بھی کوئی ایسا ہی تباہ کن عذاب آگھیرے جو چشم زدن میں تہس نہس کر ڈالے۔

تم سورۃ مریم بحسن توفیقہ و نصرہ فللہ الحمد والمنہ

ف۶ یعنی قرآن کریم اس لئے اُتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور خدا سے ڈرتے ہوں، وہ اس کے بیانات سے نصیحت حاصل کریں اور روحانی فیوض و برکات سے محروم نہ رہیں۔ یہ غرض نہیں کہ قرآن نازل کر کے خواہ مخواہ تم کو کسی محنت شاقہ اور تکلیف شدید میں مبتلا کیا جائے، نہ وہ ایسی چیز ہے جس کا حامل و عامل کبھی محروم و ناکام رہے۔ آپ تکذیب کرنیوالوں کی باتیں سُن کر ملول اور تنگدل نہ ہوں نہ اُنکے پیچھے پڑ کر زیادہ تکلیف اُٹھائیں۔ حق کا علمبردار ہی آخر کامیاب ہو کر رہیگا۔ آپ توسط کے ساتھ عبادت کرتے رہئے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابتداء نبی کریم صلعم شب کو نماز میں کھڑے ہو کر بہت زیادہ قرآن پڑھتے تھے۔ کفار آپ کی محنت و ریاضت دیکھ کر کہتے کہ قرآن کیا اُترا، بیچارے محمد صلعم سخت تکلیف و محنت میں پڑ گئے۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا کہ فی الحقیقت قرآن محنت و شقاء نہیں۔ رحمت و نور ہے جس کو جتنا آسان ہو اُسی قدر نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ **ف۷** اس لئے ضروری ہے کہ مخلوق نہایت خوشی کے ساتھ اُسکو اپنے سر آنکھوں پر رکھے اور شہنشاہانہ احکام کی خلاف ورزی نہ کرے۔ **ف۸** استواء علی العرش کا مفصل بیان سورۂ اعراف کے فوائد میں دیکھ لیا جائے "عرش" کے متعلق نصوص سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے پائے ہیں اور خاص فرشتے اُٹھانے والے ہیں اور آسمانوں کے اوپر قبہ کی طرح ہے۔ صاحب روح المعانی نے "عرش" اور "استواء علی العرش" پر اس آیت کے تحت میں نہایت مبسوط کلام کیا ہے من شاء فلیراجعہ۔ **ف۹** یعنی وہی ایک خدا بلاشرکت غیرے آسمانوں سے زمین تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک تمام کائنات کا مالک و خالق ہے۔ اُسی کی تدبیر و انتظام سے کل سلسلے قائم ہیں۔ (تنبیہ) آسمان و زمین کی درمیانی مخلوق سے یا تو کائنات جو مراد ہیں جو دائماً دونوں کے درمیان ہی رہتی ہیں مثلاً ہوا، بادل وغیرہ اور یا وہ چیزیں بھی اس میں شامل ہوں جو اکثر ہوا میں پرواز کرتی ہیں جیسے پرند جانور۔ اور "ثریٰ" (گیلی زمین) سے زمین کے نیچے کا طبقہ مراد ہے جو پانی کے قرب و اتصال کی وجہ سے تر رہتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۴۰۴۔ ف پہلے عموم قدرت و تصرف کا بیان تھا۔ اس آیت میں علم الٰہی کی وسعت کا تذکرہ ہے یعنی جو بات زور سے پکار کر کہی جائے وہ اُس علام الغیوب سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے جس کو ہر کھلی چھپی بلکہ چھپی سے زیادہ چھپی ہوئی باتوں کی خبر ہے۔ جو بات تنہائی میں آہستہ کہی جائے، اور جو دل میں گذرے ابھی زبان تک نہ آئی ہو، اور جو ابھی دل میں بھی نہیں گذری آیندہ گذرنیوالی ہو، حق تعالیٰ کا علم اُن سب کو محیط ہے۔ اسی لئے بلا ضرورت بہت زور سے چلا کر ذکر کرنے کو بھی علمائے شریعت نے منع کیا ہے۔ جن مواقع میں ذکر بآواز بلند منقول ہے یا بعض مصالح معتبرہ کی بنا پر بتجربہ کاروں کے نزدیک نافع سمجھا گیا ہے، وہ عموم نہی سے مستثنیٰ ہوگئے

فوائد صفحہ ہذا۔ ف ا آیات بالا میں جو صفات حق تعالیٰ کی بیان ہوئی ہیں (یعنی سب کا خالق اکمل، مالک علی الاطلاق، رحمان، قادر مطلق، اور صاحب علم محیط ہونا) اُن کا اقتضاء یہ ہے کہ الوہیت بھی تنہا اسی کا خاصہ ہو بجز اُس کے کسی دوسرے کے آگے سر عبودیت نہ جھکایا جائے۔ کیونکہ نہ صرف صفات مذکورہ بالا بلکہ کل عمدہ صفات اور اچھے نام اُسی کی ذات منبع الکمالات کے لئے مخصوص ہیں۔ کوئی دوسری ہستی اس شان وصفت کی موجود نہیں جو معبود بن سکے۔ نہ ان صفتوں اور ناموں کے تعدد سے اُس کی ذات میں تعدد آتا ہے جیسا کہ بعض جہال عرب کا خیال تھا کہ مختلف ناموں سے خدا کو پکارنا دعوائے توحید کے مخالف ہے۔ ف۲ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بہت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ تاکہ سامعین سمجھ جائیں کہ نبی کریم صلعم کی طرف قرآن کی وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں جس طرح بیشتر موسیٰ علیہ السلام کو وحی مل چکی ہے آپ کو بھی ملی، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی وحی توحید وغیرہ کی تعلیم پر مشتمل تھی، آپ کی وحی میں بھی ان ہی اصول پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے تبلیغ حق میں جو صعوبات شدائد برداشت کیں، آپ کو بھی برداشت کرنی پڑیں گی اور جس طرح اُن کو آخر کار کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن مقہور و مخذول ہوئے، آپ بھی یقیناً غالب و منصور ہوں گے اور آپ کے دشمن تباہ و ذلیل کئے جائیں گے۔ چونکہ سورت کا آغاز انزال قرآن کے ذکر سے کیا گیا تھا اُس کے مناسب نبوت موسوی کے آغاز کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔ ف۳ اس قصہ کے مختلف اجزاء سورہ قصص، سورہ طٰہٰ اور سورہ اعراف میں سے جمع کئے جا سکتے ہیں۔ یہاں مدین سے مصر کی طرف واپسی کا واقعہ مذکور ہے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہو گیا تھا۔ کئی سال وہاں مقیم رہنے کے بعد حضرت موسیٰ نے مصر جانے کا ارادہ کیا۔ حاملہ بیوی ہمراہ تھی، رات اندھیری تھی سردی کا شباب تھا، بکریوں کا گلہ بھی ساتھ لے کر چلے تھے۔ اس حالت میں راستہ بھول گئے، بکریاں متفرق ہو گئیں اور بیوی کو درد زہ شروع ہو گیا۔ اندھیرے میں سخت پریشان تھے سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی چقماق مارنے سے بھی آگ نہ نکلی۔ ان مصائب کی تاریکیوں میں دفعۃً دور سے ایک آگ نظر آئی۔ وہ حقیقت میں دنیوی آگ نہ تھی۔ اللہ کا نور جلال تھا یا حجاب ناری تھا (جس کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے) موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں شاید اس آگ کا ایک شعلہ لا سکوں یا وہاں پہنچ کر کوئی رستہ کا پتہ بتلانے والا مل جائے۔ کہتے ہیں کہ اُس پاک میدان میں پہنچ کر عجیب نظارہ دیکھا۔ ایک درخت میں زور شور سے آگ لگ رہی ہے اور آگ جس قدر زور سے بھڑکتی ہے درخت اُسی قدر زیادہ سرسبز ہو کر لہلہاتا ہے اور جوں جوں درخت کی سرسبزی و شادابی بڑھتی ہے آگ کا اشتعال تیز ہوتا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آگ کے قریب جانے کا قصد کیا کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر گرے تو اٹھا لائیں۔ لیکن جتنا وہ آگ سے نزدیک ہونا چاہتے آگ دور ہٹتی جاتی اور جب گھبرا کر ہٹنا چاہتے تو آگ تعاقب کرتی۔ اسی حیرت و دہشت کی حالت میں آواز آئی "اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ" گویا وہ درخت بلا تشبیہ اُس وقت غیبی ٹیلیفون کا کام دے رہا تھا۔ امام احمد نے وہب سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب "یاموسیٰ" سُنا تو کئی بار "لبیک" کہا اور عرض کیا کہ میں تیری آواز سنتا ہوں اور آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے۔ آواز آئی "میں تیرے اوپر ہوں تیرے ساتھ ہوں تیرے سامنے ہوں تیرے پیچھے ہوں اور تیری جان سے زیادہ تجھ سے نزدیک ہوں۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام ہر جہت سے اور اپنے ایک ایک بال سے اللہ کا کلام سنتے تھے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۹﴾ اِذْ

جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی اُسی کے ہیں سب نام خاصے ف۱ اور پہنچی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی ف۲ جب

رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّىْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا

اُس نے دیکھی ایک آگ تو کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو میں نے دیکھی ہے ایک آگ شاید لے آؤں تمہارے پاس اُس میں سے

بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِىَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّىْۤ

سُلگا کر یا پاؤں آگ پر پہنچ کر رستہ کا پتہ ✿ پھر جب پہنچا آگ کے پاس آواز آئی اے موسیٰ ف۳ میں

اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَاَنَا

ہوں تیرا رب سو اُتار ڈال اپنی جوتیاں تو ہے پاک میدان طویٰ میں ف۴ اور میں نے

اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِىْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا

تجھ کو پسند کیا ہے سو تو سنتا رہ جو حکم ہو ف۵ میں جو ہوں اللہ ہوں کسی کی بندگی نہیں سوا میرے

فَاعْبُدْنِىْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ

سو میری بندگی کر اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو ف۶ قیامت بیشک آنیوالی ہے میں مخفی

اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ ۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ

رکھنا چاہتا ہوں اُسکو ف۷ تاکہ بدلا ملے ہر شخص کو جو اُس نے کمایا ہے ف۸ سو کہیں تجھ کو نہ روک دے اُس سے وہ شخص جو

لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾

یقین نہیں رکھتا اُسکا اور پیچھے پڑ رہا ہے اپنے مزوں کے پھر تو بھی ٹپکا جائے ف۹ اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ ف۱۰

قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ وَلِىَ فِيْهَا

بولا یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر اور میرے اس میں

مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ

چند کام ہیں اور بھی ف۱۱ فرمایا ڈالدے اسکو اے موسیٰ تو اُس کو ڈال دیا پھر اُسی وقت وہ تو سانپ ہو گیا

تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾

دوڑتا ہوا ف۱۲ فرمایا پکڑ لے اُس کو اور مت ڈر ہم ابھی پھیر دیں گے اُس کو پہلی حالت پر ف۱۳

ف۴ "طویٰ" اُس میدان کا نام ہے۔ شاید وہ میدان پہلے سے متبرک تھا یا اب ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی جوتیاں ناپاک تھیں اس لئے اُتروا دی گئیں۔ باقی موزہ یا جوتہ پاک ہو تو اُس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ پورا مسئلہ فقہ میں دیکھنا چاہئے۔ ف۵ پسند کیا ہے یعنی تمام جہان میں سے نبوت و رسالت اور شرف مکالمہ کے لئے چھانٹ لیا۔ اس لئے آگے جو احکام دیے جائیں اُنہیں غور و توجہ سے سنو۔ ف۶ اس میں خالص توحید اور ہر قسم کی بدنی و مالی عبادت کا حکم دیا۔ نماز چونکہ اہم العبادات تھی اُس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا اور اس پر بھی متنبہ فرما دیا گیا کہ نماز سے مقصود اعظم خدا تعالیٰ کی یادگاری ہے گویا نماز سے غافل ہونا خدا کی یاد سے غافل ہونا ہے اور ذکر اللہ (یاد خدا) کے متعلق دوسری جگہ فرما دیا "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ" یعنی کبھی بھول چوک ہو جائے تو جب یاد آ جائے اُسے یاد کرو۔ یہی حکم نماز کا ہے کہ وقت پر غفلت و نسیان ہو جائے تو یاد آنے پر قضاء کرے۔ "فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا"۔ ف۷ یعنی اُس کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں حتیٰ کہ اگر خود اپنے سے چھپانا ممکن ہوتا تو اپنے سے بھی مخفی رکھتا، لیکن یہ ممکن ہی نہیں۔ وفیہ من المبالغۃ کما فی الحدیث لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ وکما قال الشاعر ع غیرت از چشم برم روے تو دیدن ندہم بگوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم۔ اور اگر بہت سی مصالح باعث اظہار نہ ہوتیں تو ضمنا اجمالی اظہار کیا گیا یہ بھی نہ کیا جاتا۔ ف۸ یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو اُس کے نیک و بد کا بدلہ ملے اور (بقیہ بر صفحہ ۴۰۶)

بقیہ صفحہ ۴۰۵ ۔ مطیع وعاصی میں کوئی التباس اشتباہ باقی نہ رہے یہ توحید وعبادت کے بعد عقیدۂ معاد کی تعلیم ہوئی ف۹ نہ روک دے اُس سے یعنی قیامت پر یقین رکھنے کو یا نماز سے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السّلام کو بُرے کی صحبت سے منع کیا تو اور کوئی کس شمار میں ہے۔ کذا فی الموضح۔ غرض یہ ہے کہ دنیا پرست کا فرکی چاپلوسی یا زیادہ نرمی اور مداہنت اختیار نہ کیجائے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ آدمی بلند مقام سے پٹک دیا جائے۔ العیاذ باللہ ف۱۰ یہاں سے منصب رسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے چونکہ معجزات دیکر فرعون کی طرف بھیجے جانیوالے تھے اس لئے اولاً معجزۂ عصا کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ سوال کہ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے، اس غرض سے تھا کہ موسیٰ علیہ السّلام اپنی لاٹھی کی حقیقت اور اُس کے منافع کو خوب مستحضر کرلیں تا جو خارق عادت چیز پیش آنیوالی تھی اُس کا معجزہ ہونا پوری طرح واضح مستحکم اور اوقع فی النفس ہو۔ یعنی اس وقت خوب دیکھ بھال کر اور جانچ تول کر بتلاؤ، تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ مبادا سانپ بنجانے پر وہم کرنے لگو کہ شاید میں غلطی سے ہاتھ میں لاٹھی نہ لایا ہوں کچھ اور لے آیا ہوں۔ اللہ اکبر و للہ الحمد ف۱۱ یعنی اس میں شبہ کیا ہے۔ وہی لاٹھی ہے جسے ہمیشہ ہاتھ میں رکھتا ہوں، اُس پر ٹیک لگاتا ہوں، بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں، دشمن کو اور موذی جانوروں کو دفع کرتا ہوں اور بہت سی ضرورتوں میں لاٹھی کا کام لیتا ہوں۔ ف۱۲ یعنی لاٹھی کا زمین پر ڈالنا تھا کہ لاٹھی کی جگہ ایک اژدہا نظر آیا جو پتلے سانپ کی طرح تیزی سے دوڑتا تھا۔ موسیٰ علیہ السّلام ناگہاں یہ انقلاب دیکھ کر بمقتضائے بشریت خوفزدہ ہو گئے۔ ف۱۳ یعنی ہاتھ میں آکر پھر لاٹھی ہو جائیگی۔ کہتے ہیں ابتداء میں موسیٰ علیہ السّلام کو پکڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی آخر کپڑا ہاتھ میں لپیٹ کر پکڑنے لگے۔ فرشتہ نے کہا "موسیٰ! کیا خدا اگر بچانا نہ چاہے تو یہ چیتھڑا تجھے بچا سکتا ہے؟" موسیٰ نے کہا "نہیں لیکن میں کمزور مخلوق ہوں اور ضعف سے پیدا کیا گیا ہوں"۔ پھر حضرت موسیٰ نے ہاتھ سے کپڑا ہٹا کر اژدہے کے منہ میں دیدیا۔ ہاتھ ڈالنا تھا کہ وہی لاٹھی ہاتھ میں دیکھی۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾

اور ملالے اپنا ہاتھ اپنی بغل سے کہ نکلے سفید ہو کر بلا عیب ف۱ یہ نشانی دوسری

لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾

تاکہ دکھلاتے جائیں ہم تجھ کو اپنی نشانیاں بڑی ف۲ جا طرف فرعون کی کہ اس نے بہت سر اٹھایا ☆

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً

بولا اے رب کشادہ کر میرا سینہ ف۳ اور آسان کر میرا کام ف۴ اور کھول دے گرہ

مِنْ لِسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾

میری زبان سے ☆ کہ سمجھیں میری بات ف۵ اور دے مجھ کو ایک کام بٹانے والا میرے گھر کا ☆

هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ

ہارون میرا بھائی ف۶ اس کو مضبوط کر میری کمر ☆ اور شریک کر اس کو میرے کام میں ف۷ کہ

نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ

تیری پاک ذات کا بیان کریں ہم بہت سا اور یاد کریں ہم تجھ کو بہت سا ف۸ تو تو ہے ہم کو خوب دیکھتا ف۹ فرمایا

قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾

ملا تجھ کو تیرا سوال اے موسیٰ ف۱۰ اور احسان کیا ہے ہم نے تجھ پر ایک بار اور بھی ف۱۱

إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ

جب حکم بھیجا ہم نے تیری ماں کو جو آگے سناتے ہیں ف۱۲ کہ ڈال اس کو صندوق میں

فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِي وَعَدُوٌّ

پھر اس کو ڈال دے دریا میں پھر دریا اس کو لے ڈالے کنارے پر اٹھالے اس کو ایک دشمن میرا اور اس

لَهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ

کا ف۱۳ اور ڈال دی میں نے تجھ پر محبت اپنی طرف سے ف۱۴ اور تاکہ پرورش پائے تو میری آنکھ کے سامنے ف۱۵ جب

تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَنْ يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ

چلنے لگی تیری بہن اور کہنے لگی میں بتاؤں تم کو ایسا شخص جو اس کو پالے پھر پہنچا دیا ہم نے تجھ کو

ع ۱۴ / ۱۰

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی ہاتھ گریبان میں ڈالکر اور بغل سے ملا کر نکالو گے تو نہایت روشن سفید چمکتا ہوا نکلیگا۔ اور یہ سفیدی برص وغیرہ کی نہ ہوگی جو عیب سمجھی جائے۔ ف۲ یعنی عصا اور ید بیضاء کے معجزے اُن بڑی نشانیوں میں سے دو ہیں جن کا دکھلانا تم کو منظور ہے۔ ف۳ یعنی حلیم بردبار اور حوصلہ مند بنادے کہ خلاف طبع دیکھ کر جلد خفا نہ ہوں اور ادائے رسالت میں جو سختیاں پیش آئیں اُن سے نہ گھبراؤں بلکہ کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے برداشت کروں۔ ف۴ یعنی ایسے سامان فراہم کردے کہ عظیم الشان کام آسان ہو جائے ف۵ زبان لڑکپن میں جل گئی تھی (جس کا قصہ تفاسیر میں ہے) صاف نہ بول سکتے تھے، اس لئے یہ دعا کی۔ ف۶ یہ عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے بڑے تھے۔ ف۷ یعنی دعوت وتبلیغ کے کام میں ایک دوسرے کا معین ومددگار ہو۔ ف۸ یعنی دونوں مل کر دعوت وتبلیغ کے موقع پر بہت زور شور سے تیری پاکی اور کمالات بیان کریں۔ اور مواضع دعوت سے قطع نظر جب ہر ایک کو دوسرے کی معیت سے تقویت قلب حاصل ہوگی تو اپنی خلوتوں میں نشاط وطمانیت کے ساتھ تیرا ذکر کثرت سے کرسکیں گے۔ ف۹ یعنی ہمارے تمام احوال کو خوب دیکھ رہا ہے اور جو دعا میں کر رہا ہوں یہ بھی تجھے خوب معلوم ہے کہ اُس کا قبول فرمانا ہمارے لئے کہاں تک مفید ہوگا اگر تجھے ہمارے حال استعداد کی پوری خبر نہ ہوتی تو نبوت ورسالت کے لئے ہم کو منتخب ہی کیوں کرتا اور ایسے سخت دشمن (فرعون) کی طرف کیوں بھیجتا یقیناً جو کچھ آپ نے کیا خوب دیکھ بھال کر کیا ہے۔ ف۱۰ یعنی جو کچھ تم نے مانگا خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو دیا گیا۔ ف۱۱ یعنی ہم تو پہلا ایک مرتبہ بے مانگے تجھ پر بڑا بھاری احسان کر چکے ہیں، پھر اب ایک مناسب چیز مانگنے پر کیوں نہ دینگے۔ ف۱۲ یعنی خواب میں یا بیداری میں بطور الہام کے یا اُس زمانہ کے کسی نامعلوم الاسم نبی کی زبانی تیری ماں کو وہ حکم بھیجا جس کا بھیجا جانا مناسب تھا۔ (اسکی تفصیل آگے مذکور ہے "أن اقذفيه الخ") (تنبیہ) لفظ "ایحاء" سے حضرت موسیٰ کی والدہ کا نبیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ تقریر بالا سے ظاہر ہے۔ نبی وہ ہے جس کی طرف احکام کی وحی آئے اور اُن کی تبلیغ کا مامور ہو۔ یہاں یہ تعریف صادق نہیں آتی۔ ف۱۳ یعنی موسیٰ کو (جو اُس وقت نوزائیدہ بچہ تھے) صندوق میں رکھ کر صندوق کو دریا میں چھوڑ دے۔ دریا کو ہمارا حکم ہے کہ اُسے بحفاظت تمام ایک خاص کنارہ پر لگائے گا جہاں سے اُس کو وہ شخص اُٹھالیگا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچہ کا بھی واقعہ یہ ہے کہ فرعون اُس سال نجومیوں کے کہنے سے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو چُن چُن کر قتل کر رہا تھا جب موسیٰ پیدا ہوئے اُن کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعون کے سپاہی خبر پائیں گے تو بچہ کو مار ڈالیں گے اور والدین کو بھی ستائیں گے کہ ظاہر کیوں نہیں کیا۔ اُس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے یہ تدبیر الہام ہوئی۔ موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ نے صندوق نہر میں ڈالدیا۔ دریا کی ایک شاخ فرعون کے باغ میں گذرتی تھی اُس میں سے ہو کر صندوق کنارے جا لگا فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے (جو نہایت پاکباز اسرائیلی خاتون تھی) بچہ کو اُٹھا کر فرعون کے سامنے پیش کیا کہ آؤ ہم تم اسے بیٹا بنالیں۔ فرعون کو بھی دیکھ کر محبت آئی۔ گو اُس نے بیٹا بنانے سے انکار کیا (جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے) مگر آسیہ کی خاطر سے بیٹوں کی طرح پرورش کیا اور اس طرح حق تعالیٰ کی عجیب وغریب قدرت کا ظہور ہوا۔ (تنبیہ) فرعون کو خدا کا دشمن اس لئے کہا کہ وہ حق کا دشمن تھا اور خدا کے بالمقابل خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور موسیٰ کا دشمن اس لئے فرمایا کہ فی الحال تمام اسرائیلی بچوں کے ساتھ سخت دشمنی کر رہا تھا۔ اور آئندہ چل کر خاص موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ علانیہ دشمنی کا اظہار کرنیوالا تھا۔ ف۱۴ یعنی پہلے اپنی طرف سے اُس وقت مخلوق کے دلوں میں تیری محبت ڈالدی کہ جو دیکھے محبت اور پیار کرے یا اپنی ایک خاص محبت تجھ پر ڈالدی کہ تو محبوب خدا

بقیہ صفحہ ۴۰۶۔ بن گیا۔ پھر جس کو خدا چاہے بندے بھی محبت کرنے لگتے ہیں۔ ف۱۵ یعنی لوگوں کے دلوں میں تیری محبت ڈال دینا اس غرض کو تھا کہ ہماری نگرانی و حفاظت میں تیری پرورش کیجائے۔ ایسے سخت دشمن کے گھر میں تربیت پاتے ہوئے بھی کوئی تیرا بال بیکا نہ کر سکے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ پورا قصہ دوسری جگہ آئیگا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ صندوق نہر میں چھوڑنے کے بعد بمقتضائے بشریت بہت غمگین اور پریشان تھیں کہ بچہ کا کیا حشر ہوا ہوگا، معلوم نہیں زندہ ہے یا جانوروں نے کھا لیا۔ حضرت موسیٰ کی بہن کو کہا کہ تو خفیہ طور پر پتہ لگا۔ اُدھر مشیت ایزدی سے یہ سامان ہوا کہ حضرت موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ بہت سی انائیں بلائی گئیں، کامیابی نہ ہوئی۔ موسیٰ کی بہن جو تاک میں لگی ہوئی تھی، بولی کہ میں ایک عورت کو لاسکتی ہوں، اُمید ہے کہ وہ کسی طرح دودھ پلا کر بچہ کو پال سکیگی۔ حکم ہوا بلاؤ۔ وہ موسیٰ کی والدہ کو لیکر پہنچی۔ چھاتی سے لگاتے ہی بچہ نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر بڑی خوشیاں منائی جانے لگیں۔ موسیٰ کی والدہ نے کہا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی اجازت دو کہ اپنے گھر لیجاؤں اور پوری حفاظت و اہتمام سے بچہ کو پرورش کروں۔ آخر فرعون کی طرف سے بطور دایہ کے بچہ کی تربیت پر مأمور ہو کر اپنے گھر لے آئیں اور شاہانہ اعزاز و اکرام کے ساتھ موسیٰ کی تربیت میں لگی رہیں۔ ف۲ یہ پورا قصہ سورۂ قصص میں آئیگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جوان ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السّلام کے ہاتھ سے ایک قبطی مارا گیا تھا، موسیٰ علیہ السّلام ڈرے کہ دنیا میں پکڑا جاؤنگا اور آخرت میں بھی ماخوذ ہونگا۔ دونوں قسم کی پریشانی سے خدا تعالیٰ نے نجات دی، اُخروی پریشانی سے اس طرح کہ توبہ کی توفیق بخشی جو قبول ہوگئی اور دنیوی سے اس طرح کہ موسیٰ علیہ السّلام کو مصر سے نکال کر مدین پہنچا دیا جہاں حضرت شعیب علیہ السّلام کی صاحبزادی سے اُنکا نکاح ہوگیا۔ پورا قصہ دوسری جگہ آئیگا۔ ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی طرح جانچا جس میں تم کھرے ثابت ہوئے۔ (تنبیہ) اس موقع پر مفسرین نے حدیث الفتون کے عنوان سے ایک نہایت طویل روایت ابن عباس کی نقل کی ہے جس کے متعلق حافظ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں "وھو موقوف من کلام ابن عباس ولیس فیہ مرفوع الا قلیل منہ وکانہ تلقاہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مما ابیح نقلہ من الاسرائیلیات من کعب الاحبار وغیرہ واللہ اعلم وسمعت شیخنا الحافظ ابا الحجاج المزی یقول ذلک ایضا"۔ ف۴ یعنی اب مدین سے نکل کر راستہ بھولا اور تقدیر سے یہاں پہنچ گیا جس کا تجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ سچ ہے۔ خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال :: کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ملجائے۔ ف۵ یعنی اپنی وحی و رسالت کیلئے تیار کر کے اپنے خواص و مقربین میں داخل کیا اور جس طرح خود چاہا تیری پرورش کرائی۔ ف۶ یعنی جس کام کے لئے بنائے گئے ہو، وقت آگیا ہے کہ اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر اُسکو لے نکل کھڑے ہو اور جو دلائل و معجزات تم کو دئے گئے ہیں ضرورت کے وقت ظاہر کرو۔ چونکہ موسیٰ علیہ السّلام پیشتر دعا کرتے وقت کہہ چکے تھے کہ "کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْرًا" یہاں "وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ" کہہ کر وہ بات یاد دلادی یعنی اللہ کے نام کی تبلیغ میں پوری مستعدی دکھلاؤ اور تمام احوال و اوقات میں عموماً اور دعوت و تبلیغ کے وقت خصوصاً اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ کہ اہل اللہ کے لئے کامیابی کا بڑا ذریعہ اور دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار یہی ہے۔ حدیث میں ہے "ان عبدی کل عبدی الذی یذکرنی وھو مناجز قرنہ"۔ ف۷ پہلے جانے کا حکم دیا تھا۔ اب مقام بتلا دیا کہ کہاں کس کے پاس جانا ہے اور یہ جملہ آگے آنیوالے کلام کی تمہید ہے۔ ف۸ یعنی دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے وقت نرم، آسان رقت انگیز اور بلند بات کہو۔ گو اُس کے تمرد و طغیان کو دیکھتے ہوئے قبول کی اُمید نہیں۔ تاہم تم یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کرلے یا اللہ کے جلال و جبروت کو سُن کر ڈر جائے اور فرمانبرداری کی طرف جھک پڑے۔ گفتگو نرمی سے کرو۔ اس سے دعاۃ و مبلغین کے لئے بہت بڑا دستور العمل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ صاف ارشاد ہے۔ "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ" (نحل۔ رکوع ۱۶) ف۹ یعنی اُسکے ڈرنے کی اُمید تو بعد کو ہوگی، فی الحال اپنی بے سروسامانی اور اُس کے جاہ و جلال پر نظر کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ وہ ہماری بات سننے کے لئے آمادہ بھی ہوگا یا نہیں۔ ممکن ہے ہماری پوری بات سُننے سے پہلے ہی وہ بھبک پڑے یا سُننے کے بعد غصہ میں بھپر جائے اور تیری شان میں زیادہ گستاخی کرنے لگے۔ یا ہم پر دست درازی کرے جس سے اصل مقصد فوت ہو جائے (تنبیہ) موسیٰ علیہ السّلام کے اس خوف اور شرح صدر میں کچھ منافات نہیں۔ کاملین بلا کے نزول سے پہلے ڈرتے ہیں اور استعاذہ کرتے ہیں۔ لیکن جب آ پڑتی ہے اُس وقت پورے حوصلہ اور کشادہ دلی سے اُس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ف۱۰ یعنی جو باتیں تمہارے اور اُس کے درمیان ہونگی یا جو معاملات پیش آئیں گے وہ سب میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں میں کسی وقت تم سے جُدا نہیں، میری حمایت و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ف۱۱ اس میں تین چیزوں کی طرف دعوت دی گئی (۱) فرعون کا اور سب مخلوقات کا کوئی رب ہے جو رسول بھیجتا ہے (۲) ہم دونوں اُس کے رسول ہیں لہٰذا ہماری اطاعت اور رب کی عبادت کرنی چاہیے۔ گویا اس جملہ میں اصل ایمان کی دعوت دی گئی۔ اسی کو "نازعات" میں اس طرح ادا کیا ہے۔ "فَقُلْ ھَلْ لَّکَ اِلٰٓی اَنْ تَزَکّٰی وَاَھْدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخْشٰی" آگے (۳) تیسری چیز وہ ہے جس کی اُس وقت خاص ضرورت تھی یعنی بنی اسرائیل کو فرعونیوں کی ذلت آمیز اور دردانگیز غلامی سے نجات دلانا۔ مطلب یہ ہے کہ اس شریف و نجیب الاصل خاندان پر ظلم و ستم مت توڑ اور ذلیل ترین غلامی سے آزادی دے کر ہمارے ساتھ کردے۔ جہاں چاہیں (بقیہ برصفحہ ۴۰۸)

اِلٰٓی اُمِّکَ کَیْ تَقَرَّ عَیْنُھَا وَلَا تَحْزَنَ ۬ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰکَ مِنَ

تیری ماں کے پاس کہ ٹھنڈی رہے اُسکی آنکھ اور غم نہ کھائے ف۱ اور تو نے مار ڈالا ایک شخص کو پھر بچا دیا ہم نے تجھ کو اس

الْغَمِّ وَفَتَنّٰکَ فُتُوْنًا ۬ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْٓ اَھْلِ مَدْیَنَ ۬ ثُمَّ جِئْتَ

غم سے ف۲ اور جانچا ہم نے تجھ کو ایک ذرا جانچنا ف۳ پھر ٹھہرا رہا تو کئی برس مدین والوں میں ✡ پھر آیا تو

عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی ۝۴۰ وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ ۝۴۱ اِذْھَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ

تقدیر سے اے موسیٰ ف۴ اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے ف۵ جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لیکر

وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ۝۴۲ اِذْھَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی ۝۴۳ فَقُوْلَا لَہٗ

اور سستی نہ کرو میری یاد میں ف۶ جاؤ طرف فرعون کی اُس نے بہت سر اُٹھایا ف۷ سو کہو اُس سے

قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی ۝۴۴ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ

بات نرم شاید وہ سوچے یا ڈرے ف۸ بولے اے رب ہمارے ہم ڈرتے ہیں کہ بھبک پڑے

عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی ۝۴۵ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی ۝۴۶

ہم پر یا جوش میں آجائے ف۹ فرمایا نہ ڈرو میں ساتھ ہوں تمہارے سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں ف۱۰

فَاْتِیٰہُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۬ وَ

سو جاؤ اُسکے پاس اور کہو ہم دونوں بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے سو بھیجدے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو ✡ اور

لَا تُعَذِّبْھُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۝۴۷

مت ستا اُن کو ف۱۱ ہم آئے ہیں تیرے پاس نشانی لیکر تیرے رب کی ف۱۲ اور سلامتی ہو اُسکی جو مانے راہ کی بات

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝۴۸ قَالَ

ہم کو حکم ملا ہے کہ عذاب اُس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرلے ف۱۳ بولا

فَمَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی ۝۴۹ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ

پھر کون ہے رب تم دونوں کا اے موسیٰ ف۱۴ کہا رب ہمارا وہ ہے جس نے دی ہر چیز کو اُسکی صورت

ثُمَّ ھَدٰی ۝۵۰ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ۝۵۱ قَالَ عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ

پھر راہ سمجھائی ف۱۵ بولا پھر کیا حقیقت ہے اُن پہلی جماعتوں کی ✡ کہا اُن کی خبر میرے رب کے پاس

بقیہ فوائد صفحہ ۴۰۷۔ آزادانہ زندگی بسر کریں۔ **ف۱۲** یعنی ہمارا دعویٰ رسالت بے دلیل نہیں۔ بلکہ اپنی صداقت پر خدائی نشان لیکر آئے ہیں۔ **ف۱۳** یعنی جو ہماری بات مان کر سیدھی راہ چلیگا اُسکے لئے دونوں جہان میں سلامتی ہے۔ اور جو تکذیب یا اعراض کریگا اُس کے لئے عذاب یقینی ہے۔ خواہ صرف آخرت میں یا دنیا میں بھی۔ اب تم اپنا انجام سوچ کر جو راستہ چاہو اختیار کرلو۔ **ف۱۴** یعنی تم اپنے کو جس رب کا بھیجا ہوا بتلاتے ہو وہ رب کون ہے اور کیسا ہے (اس سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ فرعون دہری عقیدہ کی طرف مائل ہوگا یا محض دق کرنے کے لئے ایسا سوال کیا ہو) **ف۱۵** یعنی ہر چیز کو اُس کی استعداد کے موافق شکل صورت، قویٰ، خواص وغیرہ عنایت فرمائے۔ اور کمال حکمت سے جیسا بنانا چاہیئے تھا بنایا۔ پھر مخلوقات میں سے ہر چیز کے وجود وبقا کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی، مہیا کئے اور ہر چیز کو اپنی مادی ساخت اور روحانی قوتوں اور خارجی سامانوں سے کام لینے کی راہ سجھائی۔ پھر ایسا محکم نظام دکھلا کر ہم کو بھی ہدایت کردی کہ مصنوعات کے وجود سے صانع کے وجود پر کس طرح استدلال کرنا چاہیئے۔ فللہ الحمد والمنہ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کھانے پینے کو ہوش دیا۔ بچہ کو دودھ پینا وہ نہ سکھاتے تو کون سکھا سکتے۔"

فِي كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ

لکھی ہوئی ہے نہ بھٹکتا ہے میرا رب اور نہ بھولتا ہے **ف۱** وہ ہے جس نے بنا دیا تمہارے واسطے زمین کو

مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَّأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۭ فَأَخْرَجْنَا

بچھونا اور چلائیں تمہارے لئے اُس میں راہیں **ف۲** اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے

بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ ۭ إِنَّ فِي ذٰلِكَ

اُس سے طرح طرح کی سبزی **ف۳** کھاؤ اور چراؤ اپنے چوپایوں کو **ف۴** البتہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ

نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کو **ف۵** اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں تم کو پھر پہنچا دیتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو

تَارَةً أُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ أَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَأَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ أَجِئْتَنَا

دوسری بار **ف۶** اور ہم نے فرعون کو دکھلا دیں اپنی سب نشانیاں پھر اُس نے جھٹلایا اور نہ مانا **ف۷** بولا کیا تو آیا ہے

لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ

ہم کو نکالنے ہمارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اے موسیٰ **ف۸** سو ہم بھی لائیں گے تیرے مقابلہ میں ایک ایسا ہی جادو سو ٹھہرا

بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ أَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾

لے ہمارے اور اپنے بیچ میں ایک وعدہ نہ ہم خلاف کریں اُس کا اور نہ تو ایک میدان صاف میں **ف۹**

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى

کہا وعدہ تمہارا ہے جشن کا دن اور یہ کہ جمع ہوں لوگ دن چڑھے **ف۱۰** پھر اُلٹا پھرا

فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ أَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا

فرعون پھر جمع کئے اپنے سارے داؤ پھر آیا **ف۱۱** کہا اُن کو موسیٰ نے کم بختی تمہاری جھوٹ نہ بولو

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوٓا

اللہ پر پھر غارت کردے تم کو کسی آفت سے اور مراد کو نہیں پہنچا جس نے جھوٹ باندھا **ف۱۲** پھر جھگڑے

أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوٓا إِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيدٰنِ

اپنے کام پر آپس میں اور چھپ کر کیا مشورہ **ف۱۳** بولے مقرر یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی اگر خدا تعالیٰ کے وجود پر ایسی روشن دلیلیں قائم ہو چکی ہیں اور جس چیز کی طرف تم بلاتے ہو، وہ حق ہے تو گذشتہ اقوام کے متعلق کچھ بیان کرو، آخر ان میں سے بہتوں نے ایسی واضح دلائل کی موجودگی میں حق کو کیوں قبول نہ کیا؟ اور قبول نہ کرنے کی صورت میں کیا وہ سب کی سب تباہ کردی گئیں۔ اگر تم پیغمبر ہو تو سب اقوام کے تفصیلی حالات تم کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں۔ یہ سب لایعنی اور دور از کار قصے فرعون نے اسلئے چھیڑے کہ حضرت موسیٰ کے مضامین ہدایت کو ان فضول باتوں میں رلا دے۔ حضرت موسیٰ نے فرما دیا کہ پیغمبر کو تمام چیزوں کا تفصیلی علم ہونا ضروری نہیں ہر قوم کے حالات کا تفصیلی علم حق تعالیٰ کو ہے جو بعض مخفی مصالح کی بناء پر کتاب (لوح محفوظ) میں ثبت بھی کردیا گیا۔ اللہ کے علم سے نہ کوئی چیز ابتداءً غائب ہو سکتی ہے اور نہ علم میں آئی ہوئی چیز کو ایک سیکنڈ کے لئے بھول سکتا ہے۔ جو اعمال کسی قوم نے کسی وقت کئے ہیں سب کا ذرہ ذرہ حساب لکھا ہوا موجود ہے جو وقت پر پیش کردیا جائیگا۔ **ف۲** یعنی وادیوں دریاؤں اور پہاڑوں کے بیچ میں سے زمین پر راہیں نکالدیں جن پر چل کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکتے ہو۔ **ف۳** یعنی پانی کے ذریعہ سے طرح طرح کی سبزیاں، غلے اور پھول پھل پیدا کردیے۔ **ف۴** یعنی عمدہ غذائیں تم کھاتے ہو، جو تمہارے کام کی نہیں وہ اپنے مویشیوں کو کھلاتے ہو جن کی محنت سے ساری پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ **ف۵** یہ فرمایا ہے دہریوں کی آنکھ کھولنے کو۔ یعنی اُس کی تدبیریں اور قدرتیں دیکھو۔ اگر عقل ہے تو سمجھ لوگے کہ یہ مضبوط و محکم انتظامات یوں ہی بخت و اتفاق سے قائم نہیں ہو سکتے۔ گویا ان آیات میں وجود باری اور توحید کی طرف توجہ دلائی۔ آگے معاد کا ذکر ہے۔
ف۶ سب کے باپ آدم علیہ السّلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔ پھر جن غذاؤں سے آدمی کا بدن پرورش پاتا ہے وہ بھی مٹی سے نکلتی ہیں، مرنے کے بعد بھی عام آدمیوں کو جلد یا بدیر مٹی میں ملجانا ہے۔ اسی طرح حشر کے وقت بھی ان اجزاء کو جو مٹی میں مل گئے تھے دوبارہ جمع کرکے از سر نو پیدا کردیا جائیگا اور جو قبروں میں مدفون تھے وہ اُن سے باہر نکالے جائیں گے۔
ف۷ یعنی جو آیات اُس کو دکھلانا منظور تھیں، سب دکھلا دیں مثلاً القائے عصا، اور ید بیضا، وغیرہ مع اپنے متعلقات و تفاصیل کے۔ اس پر بھی بدبخت نہ مانا اور جحود و تکذیب پر اڑا رہا۔ **ف۸** فرعون نے یہ بات اپنی قوم "قبط" کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نفرت اور اشتعال دلانے کیلئے کہی یعنی موسیٰ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جادو کے زور سے ہم کو نکال باہر کرے اور ساحرانہ ڈھونگ بنا کر عوام کی جمعیت اپنے ساتھ کرلے اور اس طرح قبطیوں کے تمام املاک و اموال پر قابض ہو جائے۔ **ف۹** یعنی تو اس ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہمارے یہاں بھی بڑے بڑے ماہر جادوگر موجود ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اُن سے مقابلہ ہو جائے۔ بس جس دن اور جس جگہ مقابلہ کرنا چاہے تجھے اسکی تعیین کا اختیار دیا جاتا ہے۔ ضرورت اسکی ہے کہ جو وقت معین ہو جائے اُس سے کوئی فریق گریز نہ کرے اور جگہ ایسی ہو جہاں فریقین کو آنے اور بیٹھنے میں یکساں سہولت حاصل ہو۔ نشست وغیرہ میں راعی و رعایا، یا حاکم و محکوم اور بڑے چھوٹے کا کوئی سوال نہ ہو، ہر ایک فریق آزادی سے اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکے اور میدان بھی کھلا ہوا ہموار اور صاف ہو کہ تماشہ دیکھنے والے سب بے تکلف مشاہدہ کر سکیں۔ **ف۱۰** پیغمبروں کے کام میں کوئی تلبیس و تلمیع نہیں ہوتی، اُن کا معاملہ کھلم کھلا صاف صاف ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہتر ہے جو بڑا میلہ اور جشن تمہارے یہاں ہوتا ہے اُسی روز جب دن چڑھ جائے اُس وقت میدان مقابلہ قائم ہو۔ یعنی میلہ میں جہاں زیادہ سے زیادہ مخلوق جمع ہوگی اور دن کے اُجالے میں یہ کام کیا جائے، تا دیکھنے والے بکثرت ہوں اور روز روشن میں کسی کو اشتباہ و التباس نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "دنگل میں مقابلہ کرنے سے دونوں کی غرض تھی۔ وہ چاہے کہ اُن کو ہرا دے سب کے روبرو، یہ چاہیں کہ وہ ہارے۔ جشن کا دن سارے مصر کے شہروں میں مقرر تھا فرعون کی سالگرہ کا۔" **ف۱۱** یعنی یہ طے کرکے فرعون مجلس سے اُٹھ گیا اور ساحروں کو جمع کرنے اور مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور داؤ گھات کرنے لگا۔ اور آخر کار مکمل تیاری کے بعد پوری طاقت کے ساتھ وقت معین پر میدان مقابلہ میں حاضر ہو گیا۔ ساحروں کی بڑی فوج اُس کے ہمراہ تھی، انعام و اکرام کے وعدے ہوئے تھے اور ہر طرح موسیٰ کو شکست دینے اور حق کو مغلوب کر لینے کی فکر تھی۔ (بقیہ بر صفحہ ۴۰۹)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۰۸ ۔ ف۱۲ معلوم ہوتا ہے کہ اُس مجمع میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ہر شخص کو اُس کے حسب حال نصیحت فرمائی ۔ چونکہ جادوگر حق کا مقابلہ جادو سے کرنیوالے تھے ، اُن کو تنبیہ کردی کہ دیکھو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو ۔ خدا کے نشانوں اور انبیاء کے معجزات کو سحر بتلانا اور بے حقیقت چیزوں کو ثابت شدہ حقائق کے مقابلہ میں پیش کرنا گویا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے ۔ جھوٹ باندھنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا ۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ ایسے لوگوں پر کوئی آسمانی آفت آپڑے جو اُن کی بیخ و بنیاد تک نہ چھوڑے ۔ ف۱۳ موسیٰ علیہ السّلام کی تقریر نے ساحروں کی جماعت میں کھلبلی ڈالدی ۔ آپس میں جھگڑنے لگے کہ اس شخص کو کیا سمجھا جائے ۔ اسکی باتیں ساحروں ایسی معلوم نہیں ہوتیں ۔ غرض باہم بحث و مناظرہ کرتے رہے اور سب سے الگ ہو کر اُنہوں نے مشورہ کیا ۔ آخر اختلاف و نزاع کے بعد فرعون کے اثر سے متاثر ہو کر وہ کہا جو آگے مذکور ہے ۔

أَنْ يُخْرِجَاكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَىٰ ﴿٦٣﴾

کہ نکالدیں تم کو تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اور موقوف کرادیں تمہارے اچھے خاصے چلن کو ف۱

فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا ۚ وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ ﴿٦٤﴾ قَالُوا

سو مقرر کرلو اپنی تدبیر پھر آؤ قطار باندھ کر اور جیت گیا آج جو غالب رہا ف۲ بولے

يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ أَلْقُوا ۖ

اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا ہم ہوں پہلے ڈالنے والے ☆ کہا نہیں تم ڈالو ف۳

فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴿٦٦﴾ فَأَوْجَسَ

پھر تبھی اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں اُس کے خیال میں آئیں اُن کے جادو سے کہ دوڑ رہی ہیں ف۴ پھر پانے لگا

فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ﴿٦٨﴾ وَأَلْقِ

اپنے جی میں ڈر موسیٰ ف۵ ہمنے کہا تو مت ڈر مقرر تو ہی رہیگا غالب ف۶ اور ڈال

مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ

جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے کہ نگل جائے جو کچھ اُنہوں نے بنایا ف۷ اُنکا بنایا ہوا تو فریب ہے جادوگر کا اور بھلا نہیں ہوتا

السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴿٦٩﴾ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ

جادوگر کا جہاں ہو ف۸ پھر گر پڑے جادوگر سجدہ میں بولے ہم یقین لائے رب پر ہارون

وَمُوسَىٰ ﴿٧٠﴾ قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ

اور موسیٰ کے ف۹ بولا فرعون تم نے اُسکو مان لیا میں نے ابھی حکم نہ دیا تھا وہی تمہارا بڑا ہے

الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۖ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

جس نے سکھلایا تم کو جادو ف۱۰ سو اب میں کٹواؤنگا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں ف۱۱

وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَ

اور سولی دونگا تم کو کھجور کے تنہ پر ف۱۲ اور جان لوگے ہم میں کس کا عذاب سخت ہے اور

أَبْقَىٰ ﴿٧١﴾ قَالُوا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا

دیر تک رہنے والا ف۱۳ وہ بولے ہم تجھ کو زیادہ نہ سمجھینگے اُس چیز سے جو پہنچی ہم کو صاف دلیل اور اُس سے جس نے ہم کو پیدا کیا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی تمہارا جو دین اور رسوم پہلے سے چلی آتی ہیں اُن کو مٹا کر اپنا دین اور طور و طریق رائج کردیں اور جادو کے فن کو بھی جس سے ملک میں تمہاری عزت اور کمائی ہے ، چاہتے ہیں کہ دونوں بھائی تم سے لے اُڑیں اور تن تنہا خود اُس پر قابض ہو جائیں ۔ ف۲ یعنی موقع کی اہمیت کو سمجھو ، وقت کو ہاتھ سے نہ دو ، پوری ہمت و قوت سے سب مل کر ان کے ہرانے کی تدبیر کرو اور دفعۃً ایسا متفقہ حملہ کردو کہ پہلے ہی وار میں ان کے قدم اکھڑ جائیں کہ آج کا معرکہ فیصلہ کن معرکہ ہے ، آج کی کامیابی دائمی کامیابی ہے ۔ جو فریق آج غالب رہیگا وہ ہمیشہ کے لئے منصور و مفلح سمجھا جائیگا ۔ ف۳ موسیٰ علیہ السّلام نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ نہیں ، تم پہلے اپنے حوصلے نکال لو اور اپنے کرتب دکھالو ۔ تا باطل کی زور آزمائی کے بعد حق کا غلبہ پوری طرح نمایاں ہو ۔ یہ قصہ سورۂ اعراف میں گزر چکا وہاں کے فوائد ملاحظہ کرلئے جائیں ۔ ف۴ یعنی ساحرین کی نظر بندی سے موسیٰ علیہ السلام کو یوں خیال ہونے لگا کہ گویا رسیاں اور لاٹھیاں سانپوں کی طرح دوڑ رہی ہیں ، اور واقع میں ایسا نہ تھا ۔ ف۵ کہ جادوگروں کا یہ سوانگ دیکھ کر کہیں بے وقوف لوگ دھوکہ میں نہ پڑ جائیں اور سحر و معجزہ میں فرق نہ کرسکیں ۔ ایسی صورت میں حق کا غلبہ واضح نہ ہوگا ۔ خوف کا یہ مطلب آگے جواب سے ظاہر ہوتا ہے ۔ ف۶ یعنی ڈر کو دل سے نکال دو ۔ اس قسم کے وسوسے مت لاؤ ۔ اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور سربلند رکھنے والا ہے ۔ ف۷ یعنی اپنی لاٹھی زمین پر ڈالدو جو ان کے بنائے ہوئے سوانگ کا ایک دم لقمہ کر جائے گی ۔ ف۸ یعنی جادوگر کے ڈھکوسلے چاہے کہیں ہوں اور کسی حد تک پہنچ جائیں حق کے مقابل کامیاب نہیں ہوسکتے نہ جادوگر کبھی فلاح پاسکتا ہے ۔ اسی لئے حدیث میں ساحر کے قتل کا حکم دیا گیا ہے ۔ ف۹ ساحرین فن کے جاننے والے تھے ۔ اصول فن کے اعتبار سے فوراً سمجھ گئے کہ یہ سحر نہیں ہوسکتا یقیناً سحر سے اوپر کوئی اور حقیقت ہے ۔ دل میں ایمان آیا اور سجدہ میں گر پڑے ۔ یہ قصہ سورۂ اعراف میں گذر چکا ۔ ف۱۰ یعنی ہم کو بے پوچھے ہی ایمان لے آئے ۔ ہمارے فیصلہ کا بھی انتظار نہ کیا ۔ معلوم ہوگیا کہ یہ تمہاری اور موسیٰ کی ملی بھگت ہے ۔ جنگ زرگری کرکے عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جیسا کہ سورۂ اعراف میں گذرا ۔ ف۱۱ یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں ، یا بایاں ہاتھ داہنا پاؤں ۔ ف۱۲ تاکہ تمہارا حال دیکھ کر سب عبرت حاصل کریں ۔ ف۱۳ یعنی تم ایمان لاکر سمجھتے ہو کہ ہم ہی ناجی ہیں ۔ اور دوسرے لوگ (یعنی فرعون اور اُسکے ساتھی) سب ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے ۔ سو ابھی تم کو معلوم ہوا چاہتا ہے کہ کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیر تک رہنے والا ہے ۔

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ اِنَّآ
سو تو کرگذر جو تجھ کو کرنا ہے تو یہی کریگا اس دنیا کی زندگی میں ✿ ہم

اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ
یقین لائے ہیں اپنے رب پر تاکہ بخشے ہم کو ہمارے گناہ اور جو تو نے زبردستی کروایا ہم سے یہ جادو ف۱ اور اللہ

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿٧٣﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا
بہتر ہے اور سدا باقی رہنے والا ف۲ بات یہی ہے کہ جو کوئی آیا اپنے رب کے پاس گناہ لیکر سو اُس کے واسطے دوزخ ہے نہ مرے اُس میں

وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ
نہ جیے ف۳ اور جو آیا اُس کے پاس ایمان لیکر نیکیاں کر کر سو اُن لوگوں کے لئے ہیں

الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
درجے بلند ✿ باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں اُن کے نیچے سے نہریں ہمیشہ رہا کریں گے

فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ڏ اَنْ
اُن میں ف۴ اور یہ بدلہ ہے اُس کا جو پاک ہوا ف۵ اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو کہ

اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا
لے نکل میرے بندوں کو راتوں رات پھر ڈال دے اُن کے لئے سمندر میں رستہ سوکھا نہ خطرہ کر آ پکڑنے کا

وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا
اور نہ ڈر ڈوبنے سے ✿ پھر پیچھا کیا اُن کا فرعون نے اپنے لشکروں کو لیکر پھر ڈھانپ لیا اُنکو پانی نے جیسا کہ

غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
ڈھانپ لیا ف۶ اور بہکایا فرعون نے اپنی قوم کو اور نہ سمجھایا ف۷ اے اولاد اسرائیل

قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ
چھڑا لیا ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے اور وعدہ ٹھہرایا تم سے داہنی طرف پہاڑ کی

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
اور اُتارا تم پر مَنّ اور سلویٰ ✿ کھاؤ ستھری چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو

ع ٢٢ / ١٢

ف۱ یعنی ہم ایسے صاف دلائل کو تیری خاطر سے نہیں چھوڑ سکتے اور اپنے خالق حقیقی کی خوشنودی کے مقابلہ میں تیری کچھ پروا نہیں کر سکتے اب جو تو کر سکتا ہے کر گذر۔ تیرا بڑا زور یہی چل سکتا ہے کہ ہماری اس فانی زندگی کو ختم کر دے۔ سو کچھ مضائقہ نہیں۔ ہم پہلے ہی دار الفنا کے مقابلہ میں دار القرار کو اختیار کر چکے ہیں۔ ہم کو اب یہاں کے رنج و راحت کی فکر نہیں۔ تمنا صرف یہ ہے کہ ہمارا مالک ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے عام گناہوں کو خصوصاً اس گناہ کو جو تیری حکومت کے خوف سے زبردستی کرنا پڑا (یعنی حق کا مقابلہ جادو سے) معاف فرما دے۔ کہتے ہیں کہ جادوگر حضرت موسیٰ کے نشان دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ یہ جادو نہیں مقابلہ نہ کرنا چاہئے۔ پھر فرعون کے ڈر سے کیا۔ ف۲ یعنی جو انعام و اکرام تو ہم کو دیتا اُس سے کہیں بہتر اور پائدار اجر مومنین کو خدا کے ہاں ملتا ہے۔ ف۳ یعنی انسان کو چاہئے کہ اوّل آخرت کی فکر کرے۔ لوگوں کا مطیع بن کر خدا کا مجرم نہ بنے۔ اُس کے مجرم کا ٹھکانا بہت بُرا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں دنیا کی تکلیفیں کتنی ہی شاق ہوں موت آ کر سب کو ختم کر دیتی ہے۔ لیکن کافر کو دوزخ میں موت بھی نہیں آئیگی جو تکالیف کا خاتمہ کر دے اور جینا بھی جینے کی طرح کا نہ ہوگا، زندگی ایسی ہوگی کہ موت کو ہزار درجہ اس پر ترجیح دے گا العیاذ باللہ ف۴ مجرمین کے بالمقابل مطیعین کا انجام بیان فرما دیا۔ ف۵ یعنی پاک ہوا گندے خیالات، فاسد عقائد، رذیل اخلاق، اور بُرے اعمال سے۔ ف۶ جب فرعونیوں نے میدانِ مقابلہ میں شکست کھائی، ساحرین مشرف بایمان ہو گئے بنی اسرائیل کا پلہ بھاری ہونے لگا۔ اور موسیٰ علیہ السّلام نے سالہا سال تک اللہ تعالیٰ کی آیاتِ باہرہ دکھلا کر ہر طرح حجت تمام کر دی۔ اس پر بھی فرعون حق کو قبول کرنے اور بنی اسرائیل کو آزادی دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ تب حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ سب بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات کے وقت مصر سے ہجرت کر جاؤ تا اس طرح بنی اسرائیل کی مظلومیت اور غلامی کا خاتمہ ہو۔ راستہ میں سمندر (بحر قلزم) حائل ہوگا لیکن تم جیسے اولوا العزم پیغمبر کے راستہ میں سمندر کی موجیں حائل نہیں ہونی چاہئیں۔ اُن ہی کے اندر سے اپنے لئے خشک راستہ نکال لو جس سے گذرتے ہوئے نہ غرق ہونے کا اندیشہ کرو اور نہ اس بات کا کہ شاید دشمن پیچھے سے تعاقب کرتا ہوا آ پکڑے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السّلام نے اسی ہدایت کے موافق سمندر میں لاٹھی ماری جس سے پانی پھٹ کر راستہ نکل آیا۔ خدا نے ہوا کو حکم دیا کہ زمین کو فوراً خشک کر دے۔ چنانچہ آناً فاناً سمندر کے بیچ میں خشک راستہ تیار ہو گیا جس کے دونوں طرف پانی کے پہاڑ کھڑے ہوئے تھے "فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ" بنی اسرائیل اُس پر سے بے تکلف گذر گئے پیچھے سے فرعون اپنے عظیم الشان لشکر کو لئے تعاقب کرتا آ رہا تھا خشک راستہ دیکھ کر اُدھر ہی گھس پڑا۔ جس وقت بنی اسرائیل عبور کر گئے اور فرعونی لشکر راستہ کے بیچوں بیچ پہنچا خدا تعالیٰ نے سمندر کو ہر طرف سے حکم دیا کہ ان سب کو اپنی آغوش میں لے لے۔ پھر کچھ نہ پوچھو کہ سمندر کی موجوں نے کس طرح اُن سب کو ہمیشہ کے لئے ڈھانپ لیا۔ ف۷ یعنی دعوے تو زبان سے بہت کیا کرتا تھا "وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ" لیکن اُس نے اپنی قوم کو کیسا اچھا راستہ بتلایا۔ وہ ہی مثال سچی کر دی کہ "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے"۔ جو حال دنیا میں ہوا تھا وہ ہی آخرت میں ہوگا۔ یہاں سب کو لے کر سمندر میں ڈوبا تھا وہاں سب کو ساتھ لے کر جہنم میں گرے گا "يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ" (ھود۔ رکوع ٩)۔

وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي
اور نہ کرو اس میں زیادتی ف۱ پھر اترے گا تم پر میرا غصہ اور جس پر اترا میرا غصہ

فَقَدْ هَوَىٰ ﴿٨١﴾ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ
سو وہ پٹکا گیا ف۲ اور میری بڑی بخشش ہے اس پر جو توبہ کرے اور یقین لائے اور کرے بھلا کام پھر

اهْتَدَىٰ ﴿٨٢﴾ وَمَا أَعْجَلَكَ عَن قَوْمِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ
راہ پر رہے ف۳ اور کیوں جلدی کی تو نے اپنی قوم سے اے موسیٰ بولا وہ یہ آرہے ہیں میرے

أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ﴿٨٤﴾ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ
پیچھے اور میں جلدی آیا تیری طرف اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو ف۴ فرمایا ہم نے تو بچلا دیا تیری قوم کو

مِن بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ
تیرے پیچھے اور بہکایا اُن کو سامری نے ف۵ پھر اُلٹا پھرا موسیٰ اپنی قوم کے پاس

غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ
غصہ میں بھرا پچھتاتا ہوا کہا اے قوم کیا تم سے وعدہ نہ کیا تھا تمہارے رب نے اچھا وعدہ

أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدتُّمْ أَن يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّكُمْ
کیا طول ہوگئی تم پر مدت یا چاہا تم نے کہ اُترے تم پر غضب تمہارے رب کا

فَأَخْلَفْتُم مَّوْعِدِي ﴿٨٦﴾ قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلَٰكِنَّا
اس لئے خلاف کیا تم نے میرا وعدہ ف۶ بولے ہم نے خلاف نہیں کیا تیرا وعدہ اپنے اختیار سے ولیکن

حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِّن زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَٰلِكَ أَلْقَى
اُٹھوایا ہم سے بھاری بوجھ قوم فرعون کے زیور کا سو ہم نے اس کو پھینک دیا پھر اس طرح ڈھالا

السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ
سامری نے ف۷ پھر بنا نکالا اُنکے واسطے ایک بچھڑا ایک دھڑ جس میں آواز گائے کی پھر کہنے لگے یہ معبود ہے تمہارا

وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَ
اور معبود ہے موسیٰ کا سو وہ بھول گیا ف۸ بھلا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ جواب تک نہیں دیتا اُن کو کسی بات کا اور

ف۱ یعنی حق تعالیٰ بنی اسرائیل کو نصیحت فرماتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تم پر کیسے کیسے احسان و انعام کئے، چاہئے کہ اُنکا حق ادا کرو۔ کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ ایسے سخت جابر و قاہر دشمن کے ہاتھوں سے تم کو نجات دی اور اُس کو کیسے عبرتناک طریقہ سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا۔ پھر بتوسط حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تم سے وعدہ ٹھہرا کہ مصر سے شام کو جاتے ہوئے "کوہ طور" کا جو مبارک و میمون حصہ داہنے ہاتھ پڑتا ہے وہاں آؤ تو تم کو "تورات" عطا کیجائیگی۔ "تیہ" کے لق و دق میدان میں تمہارے کھانے کے لئے من و سلویٰ اُتارا گیا۔ (جس کا ذکر سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے) ان احسانات کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال طیب لذیذ اور ستھری چیزیں عنایت فرمائی ہیں اُنہیں شوق سے استعمال کرو لیکن اس معاملہ میں حد سے نہ گزرو مثلاً ناشکری یا فضول خرچی کرنے لگو یا اس فانی نعمت پر اترانے لگو۔ یا اس میں سے حقوق واجبہ ادا نہ کرو یا اللہ کی دی ہوئی دولت معاصی میں خرچ کرنے لگو۔ یا جہاں اور جس وقت جوڑ کر رکھنے کی ممانعت ہے وہاں جوڑنے کے پیچھے پڑ جاؤ غرض خدا کی نعمتوں کو طغیان و عصیان کا آلہ نہ بناؤ۔ ف۲ یعنی زیادتی کروگے تو اللہ کا غضب تم پر نازل ہوگا اور ذلت و عذاب کے تاریک غاروں میں ٹپک دیے جاؤگے۔ ف۳ مغضوبین کے بالمقابل یہ مغفورین کا بیان ہوا یعنی کتنا ہی بڑا مجرم ہو اگر سچے دل سے تائب ہو ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرلے اور اُسی پر موت تک مستقیم رہے تو اللہ کے یہاں بخشش اور رحمت کی کمی نہیں۔ ف۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب وعدہ نہایت اشتیاق کے ساتھ کوہ طور پہنچے۔ شاید قوم کے بعض نقباء کو بھی ہمراہ لیجانے کا حکم ہوگا۔ وہ ذرا پیچھے رہ گئے۔ حضرت موسیٰ شوق میں آگے بڑھے چلے گئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! ایسی جلدی کیوں کی کہ قوم کو پیچھے چھوڑ آئے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار! تیری خوشنودی کے لئے جلد حاضر ہوگیا اور قوم بھی کچھ زیادہ دور نہیں یہ میرے پیچھے چلی آرہی ہے۔ کذا فی التفاسیر ویحتمل غیر ذلک واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی تم تو ادھر آئے اور ہم نے تیری قوم کو ایک سخت آزمائش میں ڈال دیا جس کا سبب عالم اسباب میں سامری بنا ہے کیونکہ اُسی کے اغواء و اضلال سے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی غیبت میں بچھڑا پوجنا شروع کر دیا تھا جس کا قصہ سورۂ اعراف میں گذر چکا ہے۔ (تنبیہ) سامری کا نام بھی بعض کہتے ہیں موسیٰ تھا بعض کے نزدیک یہ اسرائیلی تھا بعض کے نزدیک قبطی بہر حال جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا منافق تھا اور منافقین کی طرح فریب اور چالبازی سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ ابن کثیر کی روایت کے موافق کتب اسرائیلیہ میں اس کا نام ہارون ہے۔ ف۶ یعنی میرے اتباع میں تم کو دینی و دنیوی ہر طرح کی بھلائی پہنچے گی چنانچہ بہت سی عظیم الشان بھلائیاں ابھی ابھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور جو باقی ہیں وہ بھی عنقریب ملنے والی ہیں کیا اس وعدہ کو بہت زیادہ مدت گذر گئی تھی کہ تم پچھلے احسانات کو بھول گئے اور اگلے انعامات کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہو؟ یا جان بوجھ کر تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟ اور دین توحید پر قائم نہ رہ کر خدا کا غضب مول لیا۔ (کذا فسرہ ابن کثیر رحمہ اللہ) یا یہ مطلب لیا جائے کہ تم سے حق تعالیٰ نے جس چالیس روز کا وعدہ کیا تھا کہ اتنی مدت موسیٰ علیہ السلام "طور" پر معتکف رہیں گے، تب تورات شریف ملے گی۔ تو کیا بہت زیادہ مدت گذر گئی کہ تم انتظار کرتے کرتے تھک گئے؟ اور گوسالہ پرستی اختیار کرلی یا عمداً یہ حرکت کی ہے تاغضب الٰہی کے مستحق ہو۔ اور "اَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ" سے مراد وہ وعدہ ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا کہ آپ ہم کو خدا کی کتاب لادیجئے ہم اُسی پر عمل کیا کریں گے۔ اور آپ کے اتباع پر مستقیم رہیں گے۔ ف۷ یعنی ہم نے اپنے اختیار سے از خود ایسا نہیں کیا، یہ حرکت ہم سے سامری نے کرائی۔ صورت یہ ہوئی کہ قوم فرعون کے زیورات کا جو بوجھ ہم پر لدا ہوا تھا اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اسکے کیا کریں۔ وہ ہم نے باہمی مشورہ کے بعد اپنے سے اُتار پھینکا۔ اُسکو آگ میں پگھلا کر سامری نے ڈھال لیا اور بچھڑے کی صورت بنا کر کھڑی کردی۔ یہ قصہ سورۂ اعراف میں گذر چکا ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ (تنبیہ) قوم فرعون کے یہ زیورات کس طرح بنی اسرائیل کے ہاتھ آئے تھے؟ یا اُن سے مستعار لئے تھے۔ یا مال غنیمت کے طور پر ملے یا اور کوئی صورت ہوئی۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ کوئی صورت بھی ہو، بنی اسرائیل اُنکا استعمال اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن غضب ہے کہ اُس کا بُت بنا کر پوجنا جائز سمجھا۔ ف۸ یعنی موسیٰ سے بھول ہوئی کہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے لئے طور پر گئے۔ خدا تو یہاں موجود ہے یعنی یہی بچھڑا العیاذ باللہ۔ شاید یہ قول اُنہیں کے سخت غالیوں کا ہوگا۔

ف۱ یعنی اندھوں کو اتنی موٹی بات بھی نہیں سوجھتی کہ جو مورتی نہ کسی سے بات کر سکے نہ کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچانے کا اختیار رکھے، وہ معبود یا خدا کس طرح بن سکتی ہے۔ ف۲ یعنی حضرت ہارون نرمی سے زبانی فہمائش کر چکے تھے کہ جس بچھڑے پر تم مفتون ہو رہے ہو، وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تمہارا پروردگار اکیلا رحمان ہے جس نے اب تک خیال کرو کس قدر رحمتوں کی بارش تم پر کی ہے۔ اُسے چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو۔ میں موسیٰ کا جانشین ہوں اور خود نبی ہوں۔ اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو لازم ہے کہ میری راہ چلو اور میری بات مانو۔ سامری کے اغوا میں مت آؤ۔ ف۳ یعنی موسیٰ کے واپس آنے تک تو ہم اس سے ٹلتے نہیں اُن کے آنے پر دیکھا جائیگا جو کچھ مناسب معلوم ہوگا کریں گے۔ ف۴ یعنی میں تم کو اپنا خلیفہ بنا کر اور حکم کر کے گیا تھا کہ میری غیبت میں انکی اصلاح کرنا اور مفسدین کے راستہ پر نہ چلنا۔ پھر تم نے کیا اصلاح کی؟ کیوں اپنے موافقین کو ساتھ لے کر ان گوسالہ پرستوں کا سختی سے مقابلہ نہ کیا؟ اگر یہ نہ ہو سکتا تھا تو ان سے منقطع ہو کر میرے پاس کیوں نہیں چلے آئے؟ غرض تم نے ایسی صریح گمراہی کو دیکھ کر میرے طریق کار کی پیروی کیوں نہیں کی؟ ف۵

لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُونُ مِنْ قَبْلُ

اختیار نہیں رکھتا اُنکے بُرے کا اور نہ بھلے کا ف۱ اور کہا تھا اُن کو ہارون نے پہلے سے

يٰقَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ﴿٩٠﴾

اے قوم بات یہی ہے کہ تم بہک گئے اس بچھڑے کی وجہ سے اور تمہارا رب تو رحمٰن ہے سو میری راہ چلو اور مانو بات میری ف۲

قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِينَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ

بولے ہم برابر اسی پر لگے بیٹھے رہیں گے جب تک لوٹ کر آئے ہمارے پاس موسیٰ ف۳ کہا موسیٰ نے

يٰهٰرُونُ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ﴿٩٢﴾ أَلَّا تَتَّبِعَنِ ۖ أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ﴿٩٣﴾

اے ہارون کس چیز نے روکا تجھ کو جب دیکھا تھا تو نے کہ وہ بہک گئے کہ تو میرے پیچھے نہ آیا کیا تو نے رد کیا میرا حکم ف۴

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۖ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ

وہ بولا اے میری ماں کے جنے نہ پکڑ میری داڑھی اور نہ سر ف۵ میں ڈرا کہ تو کہیگا

فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَاءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ

پھوٹ ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں اور یاد نہ رکھی میری بات ف۶ کہا موسیٰ نے اب تیری کیا

يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ

حقیقت ہے اے سامری ف۷ بولا میں نے دیکھ لیا جو اوروں نے نہ دیکھا پھر بھر لی میں نے ایک مٹھی پاؤں کے

أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿٩٦﴾ قَالَ

نیچے کی اس بھیجے ہوئے کے پھر میں نے وہی ڈال دی اور یہی صلاح دی مجھ کو میرے جی نے ف۸ کہا موسیٰ نے

فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ

دور ہو تیرے لیے زندگی بھر تو اتنی سزا ہے کہ کہا کرے مت چھیڑو ف۹ اور تیرے واسطے

مَوْعِدًا لَنْ تُخْلَفَهُ ۚ وَانْظُرْ إِلٰى إِلٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا

ایک وعدہ ہے وہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا ف۱۰ اور دیکھ اپنے معبود کو جس پر تمام دن تو معتکف رہتا تھا

لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ إِنَّمَا إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي

ہم اسکو جلا دینگے پھر بکھیر دیں گے دریا میں اُڑا کر ف۱۱ تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا

ع ۱۳ / ۱۴ — وقف لازم

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرط جوش میں ہارون علیہ السّلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لیے تھے۔ اس کی مفصل بحث سورۂ اعراف کے فوائد میں گذر چکی۔ ف۶ یعنی میری سمجھ میں یہی آیا کہ تمہارے آنے کا انتظار کرنا اس سے بہتر ہے کہ تمہارے پیچھے کوئی ایسا کام کروں جس سے بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر مقابلہ یا انقطاع ہوتا تو کچھ لوگ میرے ساتھ ہوتے اور بہت سے مخالف رہتے۔ مجھے ڈر ہوا کہ تم آکر یہ الزام نہ دو کہ میرا انتظار کیوں نہ کیا؟ اور قوم میں ایسا تفرقہ کیوں ڈالدیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ چلتے وقت موسیٰ ہارون کو نصیحت کر گئے تھے کہ سب کو متفق رکھیو۔ اس لئے اُنہوں نے بچھڑا پوجنے والوں کا مقابلہ نہ کیا۔ زبان سے البتہ سمجھایا وہ نہ سمجھے" بلکہ اُن کے قتل پر تیار ہونے لگے وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي۔ ف۷ ادھر سے فارغ ہو کر موسیٰ علیہ السّلام نے سامری کو ڈانٹ بتلائی اور فرمایا کہ اب تو اپنی حقیقت بیان کر۔ یہ حرکت تو نے کس وجہ سے کی؟ اور کیا اسباب پیش آئے کہ بنی اسرائیل تیری طرف جھک پڑے۔ ف۸ سامری نے کہا کہ مجھ کو ایک ایسی چیز نظر پڑی جو اوروں نے نہیں دیکھی تھی یعنی خدا کے بھیجے ہوئے فرشتہ (جبریل) کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ شاید یہ اُس وقت ہوا ہو جب بنی اسرائیل دریا میں گھسے اور پیچھے پیچھے فرعون کا لشکر گھسا اُس حالت میں جبریل دونوں جماعتوں کے درمیان میں کھڑے ہو گئے تا ایک کو دوسرے سے ملنے نہ دیں۔ بہرحال سامری نے کسی محسوس دلیل سے یا وجدان سے یا کسی قسم کے تعارف سابق کی بنا پر سمجھ لیا کہ یہ جبریل ہیں اُن کے پاؤں یا اُنکے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹھی بھر مٹی اُٹھالی۔ وہ ہی اب سونے کے بچھڑے میں ڈال دی۔ کیونکہ اُس کے جی میں یہ بات آئی کہ روح القدس کی خاک پا میں یقیناً کوئی خاص تاثیر ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "سونا تھا کافروں کا مال لیا ہوا فریب سے، اُس میں مٹی پڑی برکت کی، حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا کہ جاندار کی طرح کی روح اور آواز اُس میں ہو گئی۔ ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہیے۔ اسی سے بت پرستی بڑھتی ہے۔ (تنبیہ) آیت کی جو تفسیر اوپر بیان ہوئی، صحابہ و تابعین اور علمائے مفسرین سے یہی منقول ہے۔ بعض زائغین نے اُس پر جو طعن کیے ہیں اور آیت کی دور از صواب تاویلیں کی ہیں، اُن کا کافی جواب صاحب روح المعانی نے دیا ہے۔ یہاں اس قدر بسط کا موقع نہیں۔ من شاء فلیراجعہ۔ ف۹ یعنی مجھے ہاتھ مت لگاؤ مجھ سے علیحدہ رہو، چونکہ اُس نے بچھڑے کا ڈھونگ بنایا تھا حُبِّ جاہ و ریاست سے کہ لوگ اُسکے ساتھ ہوں اور سردار مانیں اُسکے مناسب سزا ملی کہ کوئی پاس نہ پھٹکے، جو قریب جائے وہ خود دور رہنے کی ہدایت کر دے۔ اور دنیا میں بالکل ایک ذلیل، اچھوت، اور وحشی جانور کی طرح زندگی گذارے۔ ف۱۰ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں اُس کو یہی سزا ملی کہ لشکر بنی اسرائیل سے باہر الگ رہتا۔ اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اُس سے تو دونوں کو تپ چڑھتی، اسی لئے لوگوں کو دور دور کرتا۔ اور یہ جو فرمایا کہ ایک وعدہ ہے جو خلاف نہ ہوگا۔ شاید مراد عذاب آخرت ہے اور شاید دجال کا نکلنا، وہ بھی یہود میں سامری کے فساد کی تکمیل کریگا جیسے ہمارے پیغمبر بال بانٹتے تھے۔ ایک شخص نے کہا انصاف سے بانٹو۔ فرمایا" اسکی جنس کے لوگ نکلیں گے" وہ خارجی نکلے کہ اپنے پیشواؤں پر لگے اعتراض پکڑنے۔ جو کوئی دین کے پیشواؤں پر طعن کرے ایسا ہی ہے"۔ ف۱۱ یعنی تیری سزا تو یہ ہوئی۔ اب تیرے جھوٹے معبود کی قلعی بھی کھولے دیتا ہوں جس بچھڑے کو تو نے خدا بنایا اور دن بھر وہاں دل جمائے بیٹھا رہتا تھا، ابھی تیری آنکھوں کے سامنے توڑ پھوڑ کر اور جلا کر راکھ کر دونگا۔ پھر راکھ کو دریا میں بہا دونگا۔ تا اُسکے پجاریوں کو خوب واضح ہو جائے کہ وہ دوسروں کو تو کیا نفع نقصان پہنچا سکتا خود اپنے وجود کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ

کسی کی بندگی نہیں سب چیز سما گئی ہے اُسکے علم میں ف١ یوں سناتے ہیں ہم تجھ کو اُنکے

اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَیْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ

احوال جو پہلے گذر چکے ف٢ اور ہم نے دی تجھ کو اپنے پاس سے پڑھنے کی کتاب ف٣ جو کوئی منہ پھیرے

عَنْهُ فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهِ ؕ وَسَآءَ

اُس سے سو وہ اُٹھائیگا دن قیامت کے ایک بوجھ ☆ سدا رہیں گے اُس میں اور بُرا ہے

لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ

اُن پر قیامت میں وہ بوجھ اُٹھانا ف٤ جس دن پھونکیں گے صور میں اور گھیر لائینگے ہم گنہگاروں کو

یَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾

اُس دن نیلی آنکھیں ف٥ چپکے چپکے کہتے ہونگے آپس میں تم نہیں رہے مگر دس دن ف٦

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ

ہم کو خوب معلوم ہے جو کچھ کہتے ہیں ف٧ جب بولیگا اُن میں اچھی راہ روش والا تم نہیں رہے

اِلَّا یَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾

مگر ایک دن ف٨ اور تجھ سے پوچھتے ہیں پہاڑوں کا حال سو تو کہہ اُن کو بکھیر دیگا میرا رب اُڑا کر ☆

فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾

پھر کر چھوڑیگا زمین کو صاف میدان ☆ نہ دیکھے تو اُس میں موڑ اور نہ ٹیلا ف٩

یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

اُس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے ٹیڑھی نہیں جسکی بات ف١٠ اور دب جائینگی آوازیں

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ

رحمٰن کے ڈر سے پھر تو نہ سنے گا مگر کھس کھسی آواز ف١١ اُس دن کام نہ آئیگی سفارش مگر جس کو

اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ

اجازت دی رحمٰن نے اور پسند کی اُس کی بات ف١٢ وہ جانتا ہے جو کچھ ہے اُن کے آگے اور

ف١ باطل کو مٹانے کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو حق کی طرف بلانے جاتے ہیں یعنی بچھڑا تو کیا چیز ہے کوئی بڑی سی بڑی چیز بھی معبود نہیں بن سکتی سچا معبود تو وہ ہی ایک ہے جس کے سوا کسی کی بندگی عقلاً ونقلاً وفطرۃً روا نہیں اور جس کا لامحدود علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔ ف٢ یعنی موسیٰ و فرعون کی طرح اور بہت سی گذشتہ اقوام کے واقعات ہم تجھ کو اور تیرے ذریعہ تمام دنیا کو سناتے رہتے ہیں جس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً علم کی توفیر، معجزات کی تکثیر، پیغمبر اور مسلمانوں کی تسلی عقلمندوں کے لئے عبرت و تذکیر، اور معاندین کے حق میں تہدید و ترہیب کا سامان ہوتا ہے۔ ف٣ یعنی قرآن کریم جو ان عبرت آموز واقعات و حقائق پر مشتمل ہے۔ ف٤ یعنی اعراض و تکذیب سے جو گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن اُن پر لادا جائیگا، کبھی ہلکا نہ ہوگا۔ ہمیشہ اُس کے نیچے دبے رہیں گے۔ پھر اُس کا اُٹھانا کوئی ہنسی کھیل نہیں جب اُٹھائیں گے تو پتہ چلیگا کہ کیسے بُرے اور سخت بوجھ کے نیچے دبائے گئے ہیں۔ ف٥ یعنی محشر میں لائے جانے کے وقت اندھے ہونگے۔ یا شاید یوں ہی آنکھیں نیلی ہوں بدنمائی کے واسطے بہرحال اگر پہلے معنی لئے جائیں تو یہ ایک خاص وقت کا ذکر ہے۔ پھر آنکھیں کھول دی جائینگی تاکہ دوزخ وغیرہ کو دیکھ سکیں۔ وَرَاَی الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ الآیۃ (الکہف۔ رکوع ۷) اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا (مریم رکوع ۲) ف٦ یعنی آخرت کا طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت کو دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئیگا کہ گویا ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں رہے۔ بڑی جلدی دنیا ختم ہوگئی یہاں کے مزے اور لمبی چوڑی امیدیں سب بھول جائینگے۔ بیہودہ عمر ضائع کرنے پر ندامت ہوگی۔ یا شاید معذرت کے طور پر ایسا کہیں گے یعنی دنیا میں بہت ہی کم ٹھہرنا ہوا موقع نہ ملا کہ آخرت کے لئے کچھ سامان کرتے جیسے دوسری جگہ فرمایا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ الی آخرہ (روم رکوع ۶) ف٧ یعنی چپکے کہنا ہم سے نہیں چھپتا۔ وہ آپس میں جو سرگوشیاں کریں گے ہم کو خوب معلوم ہیں۔ ف٨ یعنی جو اُن میں زیادہ عقلمند، صائب الرائے اور ہشیار ہوگا وہ کہے گا کہ میاں دس دن بھی کہاں؟ صرف ایک ہی دن سمجھو۔ اس کو زیادہ عقلمند اور اچھی راہ روش والا اس لئے فرمایا کہ دنیا کے زوال و فنا اور آخرت کی بقاء و دوام اور شدت ہول کو اُس نے دوسروں سے زیادہ سمجھا ف٩ یعنی قیامت کے ذکر پر منکرین حشر استہزاءً کہتے ہیں کہ ایسے ایسے سخت اور عظیم الشان پہاڑوں کا کیا حشر ہوگا؟ کیا یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے؟ اُس کا جواب دیا کہ حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے ان سب کو ذرا سی دیر میں کوٹ پیس کر ریت کے ذرات اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوا میں اُڑا دیا جائیگا اور زمین بالکل صاف و ہموار کر دی جائیگی جس میں کچھ اونچ نیچ اور اونچ نیچ نہ رہے گی پہاڑوں کی رکاوٹیں ایک دم میں صاف کر دی جائیں گی۔ ف١٠ یعنی جدھر فرشتہ آواز دیگا یا جہاں بلائے جائیں گے سیدھے تیر کی طرح اُدھر دوڑے جائیں گے۔ نہ بلانے والے کی بات ٹیڑھی ہوگی اور نہ دوڑنے والوں میں کچھ ٹیڑھا ترچھا پن رہیگا۔ کاش یہ لوگ دنیا میں اللہ کے داعی کی آواز پر اسی طرح سیدھے جھپٹتے تو وہاں کام آتا۔ پر یہاں اپنی بدبختی اور کجروی سے ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے رہے ف١١ یعنی محشر کی طرف چلنے کی کھسکھساہٹ کے سوا اُس وقت رحمان کے خوف و ہیبت کے مارے کسی کی آواز نہ سنائی دیگی، اگر کوئی کچھ کہیگا بھی تو اس قدر آہستہ جیسے کانا پھوسی کرتے ہوں۔ ف١٢ یعنی اُس کی سفارش چلے گی جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سفارش کی اجازت ملے اُس کا بولنا خدا کو پسند ہو۔ اور بات ٹھکانے کی کہے اور ایسے شخص کی سفارش کرے جس کی بات (لا الٰہ الا اللہ) خدا کو پسند آچکی ہے کافر کے حق میں کوئی سفارش نہیں چلے گی۔

ف۱ یعنی خدا کا علم سب کو محیط ہے لیکن بندوں کا علم اُس کو یا اُس کی معلومات کو محیط نہیں۔ اس لئے وہی اپنے علم محیط سے جانتا ہے کہ کس کو کس کے لئے شفاعت کا موقع دینا چاہئے۔

مَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ

پیچھے اور یہ قابو میں نہیں لا سکتے اُسکو دریافت کر کر اور گرتے ہیں منہ آگے اُس جیتے ہمیشہ رہنے والے کے ف۲

وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور خراب ہوا جس نے بوجھ اُٹھایا ظلم کا ف۳ اور جو کوئی کرے کچھ بھلائیاں اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو

فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَ

سو اس کو ڈر نہیں بے انصافی کا اور نقصان پہنچنے کا ف۴ اور اسی طرح اُتارا ہم نے قرآن عربی زبان کا اور

صَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾

پھیر پھیر کر سنائی ہم نے اس میں ڈرانے کی باتیں تاکہ وہ پرہیز کریں یا ڈالے اُن کے دل میں سوچ ف۵

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۗ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰ

سو بلند درجہ اللہ کا اُس سچے بادشاہ کا ف٦ اور تو جلدی نہ کر قرآن کے لینے میں جب تک پورا نہ ہو چکے

إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۖ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ

اُس کا اُترنا اور کہہ اے رب زیادہ کر میری سمجھ ف۷ اور ہم نے تاکید کر دی تھی آدم کو

مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا

اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اُس میں کچھ ہمت ف۸ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو

لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ

آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے مگر نہ مانا ابلیس نے ✿ پھر کہہ دیا ہم نے اے آدم یہ دشمن تیرا ہے

وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ ﴿١١٧﴾ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ

اور تیرے جوڑے کا سو نکلوا نہ دے تم کو بہشت سے پھر تو پڑ جائے تکلیف میں ف۹ تجھ کو یہ ملا ہے کہ نہ بھوکا ہو تو

فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿١١٨﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ

اُس میں اور نہ ننگا ✿ اور یہ کہ نہ پیاس کھینچے تو اُس میں اور نہ دھوپ ف۱۰ پھر جی میں ڈالا اُس کے

الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ﴿١٢٠﴾

شیطان نے کہا اے آدم میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا زندہ رہنے کا اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو ف۱۱

ف۲ یعنی اُس روز بڑے بڑے سرکش متکبروں کے سر بھی علانیہ اُسی حیّ و قیوم کے سامنے ذلیل قیدیوں کی طرح جھکے ہوں گے جنہوں نے کبھی خدا کے آگے پیشانی نہ ٹیکی تھی۔ اس وقت بڑی عاجزی سے گردن جھکائے چلے آئیں گے

ف۳ یعنی ظالم کا حال کچھ نہ پوچھو کیسا خراب ہو گا۔ ظلم کے لفظ میں شرک اور دوسرے معاصی بھی داخل ہیں جیسے فرمایا إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔ (لقمان رکوع ۲) اور وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ الخ (آل عمران رکوع ۱۴) ہر ایک ظالم کی خرابی اُسکے درجۂ ظلم کے موافق ہو گی ف۴ بے انصافی یہ کہ کوئی نیکی ضائع کر دی جائے یا ناکردہ گناہ پکڑا جائے۔ اور نقصان پہنچانا یہ کہ استحقاق سے کم بدلہ دیا جائے ف۵ یعنی جیسے یہاں محشر کے احوال اور نیک و بد کے نتائج صاف صاف سنا دیے اسی طرح ہم نے پورا قرآن صاف زبان عربی میں نازل کیا۔ تا جو لوگ اس کے اولین مخاطب ہیں اُس کو پڑھ کر خدا سے ڈریں اور تقوے کی راہ اختیار کریں، اور اتنا نہ ہو تو کم از کم اُن کے دلوں میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ سوچ تو پیدا ہو جائے ممکن ہے یہی سوچ اور غور و فکر آگے بڑھتے بڑھتے ہدایت پر لے آئے۔ اور اُن کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت ہو۔ ف٦ جس نے ایسا عظیم الشان قرآن اُتارا، اور اپنی رعایا کو ایسی سچی اور کھری باتیں اُن کے فائدہ کے لئے سنائیں۔

ف۷ یعنی جب قرآن ایسی مفید و عجیب چیز ہے تو جس طرح ہم اُس کو بتدریج آہستہ آہستہ اُتارتے ہیں، تم بھی اُس کو جبرئیل سے لینے میں جلدی نہ کیا کرو۔ جس وقت فرشتہ وحی پڑھ کر سنائے تم عجلت کر کے اُس کے ساتھ ساتھ نہ پڑھو ہم ذمہ لے چکے ہیں کہ قرآن تمہارے سینہ سے نکلنے نہ پائے گا پھر اس فکر میں کیوں پڑتے ہو کہ کہیں بھول نہ جاؤں اس فکر کے بجائے یوں دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ قرآن کی اور زیادہ سمجھ اور بیش از بیش علوم و معارف عطا فرمائے۔ دیکھو آدم نے ایک چیز میں بے موقع تعجیل کی تھی اُس کا انجام کیا ہوا حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جبرئیل جب قرآن لاتے حضرت اُنکے پڑھنے کے ساتھ آپ بھی پڑھنے لگتے کہ بھول نہ جاؤں، اس کو پہلے منع فرمایا تھا سورہ قیامت میں "لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ" اور تسلی کر دی تھی کہ اس کا یاد رکھوانا اور لوگوں تک پہنچوانا ہمارے ذمہ ہے۔ لیکن بندہ بشر ہے، شاید بھول گئے ہوں اس لئے پھر اس آیت سے تقید کیا۔ اور بھولنے پر آگے مثل بیان فرمائی آدم کی" ف۸ وہی جو دانہ کھایا تھا۔ بھول گئے یعنی قائم نہ رہے آگے اس قصہ کی قدرے تفصیل ہے۔ ف۹ ظاہر ہے بہشت کا آرام دوسری جگہ کہاں مل سکتا ہے۔ آخر کھانے پہننے، رہنے سہنے کی تدبیریں کرنی پڑیں گی ف۱۰ انسان کی یہی بڑی ضرورتیں ہیں، کھانا پینا پہننا اور رہنے کے لئے مکان جس میں دھوپ بارش کا بچاؤ ہو جنت میں اس طرح کی کوئی تکلیف نہیں۔ ہر طرح راحت ہی راحت ہے ع بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔ یہاں راحت کا ذکر نہیں کیا۔ صرف تکلیفوں کی نفی کی شاید متنبہ کرنے کے لئے کہ یہاں سے نکلے تو ان سب چیزوں کی تکلیف اُٹھاؤ گے۔ ف۱۱ یعنی ایسا درخت بتاؤں جس کے کھانے سے کبھی موت نہ آئے اور لازوال بادشاہت ملے۔

ف۱ یہ سب قصہ سورۂ اعراف وغیرہ میں مفصل گذر چکا ہے۔ وہاں کے فوائد میں ہم اس کے اجزاء پر نہایت کافی و شافی کلام کر چکے ہیں ف۲ یعنی جب حکم الٰہی کے امتثال میں غفلت و کوتاہی ہوئی تو اپنی شان کے موافق عزم و استقامت کی راہ پر ثابت قدم نہ رہے۔ اسی کو غوایت و عصیان سے تغلیظاً تعبیر فرمایا ہے بقاعدۂ "حسنات الابرار سیئات المقربین" اس کی بحث بھی پہلے گزر چکی ..... یعنی شیطان کا تسلط نہیں ہونے دیا، بلکہ فوراً توبہ کی توفیق بخشی۔ خلعت قبول سے نوازا۔ اور بیش از بیش مہربانی سے اُس کی طرف متوجہ ہُوا اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر قائم کر دیا۔ ف۳ اگر یہ خطاب صرف آدم و حوا کو ہے تو یہ مُراد ہوگی کہ اُن کی اولاد آپس میں ایک دوسرے کی دشمن رہیگی۔ جیسا رفاقت کر کے گناہ کیا تھا اُس رفاقت کا بدلہ یہ ملا کہ اولاد آپس میں دشمن ہوئی۔ اور اگر خطاب آدم و ابلیس کو ہے تو یہ مطلب ہوگا کہ دونوں کی ذریت میں یہ دشمنی برابر قائم رہیگی۔ شیاطین ہمیشہ بنی آدم کو ضرر پہنچانے کی کوشش کریں گے ف۴ یعنی نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ سے۔ ف۵ یعنی نہ جنت کے راستہ سے بہکیگا نہ اُس سے محروم ہو کر تکلیف اُٹھائیگا۔ جس وطن اصلی سے نکل کر آیا تھا، بے کھٹکے پھر وہیں جا پہنچے گا ف۶ جو آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دنیا کی فانی زندگی ہی کو قبلۂ مقصود سمجھ بیٹھا ہے، اُس کی گذران کمہ راو تنگ کر دی جاتی ہے۔ گو دیکھنے میں اُس کے پاس بہت کچھ مال و دولت اور سامان عیش و عشرت نظر آئیں۔ مگر اُس کا دل قناعت و توکل سے خالی ہونے کی بنا پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص، ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے کسی وقت ننانوے کے پھیرے سے قدم باہر نہیں نکلتا، موت کا یقین اور زوال دولت کے خطرات الگ سوہان روح رہتے ہیں۔ یورپ کے اکثر متمولین کو دیکھ لیجئے کسی کو رات دن میں دو گھنٹے اور کسی خوش قسمت کو تین چار گھنٹے سونا نصیب ہوتا ہوگا۔ بڑے بڑے کروڑ پتی دنیا کے مخمصوں سے تنگ آ کر موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں۔ اس نوع کی خودکشی کی بہت مثالیں پائی گئی ہیں۔ نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں کہ اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدون یاد الٰہی کے حاصل نہیں ہو سکتا "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" لیکن "ذوق این بادہ ندانی بخدا تا نچشی"۔ بعض مفسرین نے "مَعِيْشَةً ضَنْكًا" کے معنی لئے ہیں وہ زندگی جس میں خیر داخل نہ ہو سکے۔ گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں بدمست ہے اُس کا سارا مال و دولت اور سامان عیش و تنعم آخرکار اُس کے حق میں وبال بننے والا ہے جس خوشحالی کا انجام چند روز کے بعد دائمی تباہی ہو۔ اُسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے بعض مفسرین نے "مَعِيْشَةً ضَنْكًا" سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے۔ یعنی قیامت سے پہلے اُس پر سخت تنگی کا ایک دور آئیگا جبکہ قبر کی زمین بھی اُس پر تنگ کر دیجائے گی۔ "معیشۃ ضنک" کی تفسیر عذاب قبر سے بعض صحابہ نے کی ہے بلکہ بزار نے باسناد جید ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بہرحال "معیشۃ ضنکا" کے تحت میں یہ سب صورتیں داخل ہو سکتی ہیں۔ واللہ اعلم ف۷ یعنی آنکھوں سے اندھا کر کے محشر کی طرف لایا جائیگا۔ اور دل کا بھی اندھا ہوگا کہ کسی حجت کی طرف رستہ نہ پائے گا۔ یہ ابتدائے حشر کا ذکر ہے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی۔ تا دوزخ وغیرہ احوال محشر کا معائنہ کرے۔ ف۸ یعنی جو کافر دنیا میں ظاہری آنکھیں رکھتا تھا تعجب سے سوال کریگا کہ آخر مجھ سے کیا قصور ہوا جو آنکھیں چھین لی گئیں۔ ف۹

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ

پھر دونوں نے کھا لیا اُس میں سے پھر کھل گئیں اُن پر اُنکی بُری چیزیں اور لگے گانٹھنے اپنے اوپر پتے

الْجَنَّةِ ز وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ

بہشت کے ف۱ اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا پھر نواز دیا اُس کو اُسکے رب نے پھر متوجہ ہُوا اُس پر اور

هَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًاۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج فَاِمَّا

راہ پر لایا ف۲ فرمایا اُترو یہاں سے دونوں اکٹھے رہو ایک دوسرے کے دشمن ف۳ پھر اگر

يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

پہنچے تم کو میری طرف سے ہدایت ف۴ پھر جو چلا میری بتلائی راہ پر سو نہ وہ بہکے گا اور نہ وہ تکلیف میں پڑیگا ف۵

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اُس کو ملنی ہے گذران تنگی کی ف۶ اور لائینگے ہم اُس کو

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾

دن قیامت کے اندھا ف۷ وہ کہیگا اے رب کیوں اُٹھا لایا تو مجھ کو اندھا اور میں تو تھا دیکھنے والا ف۸

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ج وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَ

فرمایا یونہی پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں پھر تو نے اُنکو بھلا دیا اور اسی طرح آج تجھ کو بھلا دینگے ف۹ اور

كَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ط وَلَعَذَابُ

اسی طرح بدلہ دینگے ہم اُسکو جو حد سے نکلا اور یقین نہ لایا اپنے رب کی باتوں پر ف۱۰ اور آخرت کا

الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

عذاب سخت ہے اور بہت باقی رہنے والا ف۱۱ سو کیا اُنکو سمجھ نہ آئی اس بات سے کہ کتنی غارت کر دیں ہم نے اُن سے پہلے

مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِىْ مَسٰكِنِهِمْ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى

جماعتیں یہ لوگ پھرتے ہیں اُن کی جگہوں میں ف۱۲ اس میں خوب نشانیاں ہیں

النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ

عقل رکھنے والوں کو اور اگر نہ ہوتی ایک بات کہ نکل چکی تیرے رب کی طرف سے تو ضرور ہو جاتی مُٹھ بھیڑ اور

یعنی دنیا میں ہماری آیات دیکھ سُن کر یقین نہ لایا نہ اُن پر عمل کیا۔ ایسا بھولا ہا کہ سب سُنی اَن سُنی کر دی۔ آج اُسی طرح تجھ کو بھلایا جا رہا ہے۔ جیسے وہاں اندھا بنا رہا تھا۔ یہاں اُسی کے مناسب سزا ملنے اور اندھا کر کے اُٹھائے جانے پر تعجب کیوں ہے۔ ف۱۰ یعنی اسی طرح ہر ایک مجرم کو اُس کے مناسب حال سزا دیجائیگی۔ ف۱۱ اس لئے بڑی حماقت ہوگی کہ یہاں کی تکلیف سے گھبرائیں اور وہاں کے عذاب سے بچنے کی فکر نہ کریں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی یہ عذاب اندھا ہونے کا حشر میں ہے اور دوزخ میں اور زیادہ" ف۱۲ یعنی آخرت میں جو سزا ملے گی اگر اُس پر یقین نہیں آتا تو کیا تاریخی واقعات سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے ان ہی مکہ والوں کے آس پاس کتنی قومیں اپنے کفر و طغیان کی بدولت تباہ کیجا چکی ہیں جن کے افسانے لوگوں کی زبان پر باقی ہیں اور جن میں سے بعض کے کھنڈرات پر ملک شام وغیرہ کا سفر کرتے ہوئے خود ان کا گذر بھی ہوتا ہے جنہیں دیکھ کر اُن غارت شدہ قوموں کی یاد تازہ ہو جانا چاہئے کہ کس طرح اپنی مکانوں میں چلتے پھرتے ہلاک کر دیے گئے۔

ف۱ یعنی حق تعالیٰ کی رحمت غضب پر سابق ہے۔ اسی لئے مجرم کو دیر تک اصلاح کا موقع دیتے ہیں اور پوری طرح اتمام حجت کے بدون ہلاک نہیں کرتے۔ بلکہ اس اُمت کے متعلق تو یہی فرما دیا ہے "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ الخ" اور اپنی خاص مہربانی سے عذاب عام مستاصل کو اس اُمت پر سے اُٹھا لیا ہے۔ یہ بات ہے جو تیرے رب کی طرف سے نکل چکی اگر یہ نہ ہوتی اور ہر ایک مجرم قوم کے عذاب کا ایک خاص وقت مقرر نہ ہوتا تو لازمی طور پر ان کو عذاب آ گھیرتا۔ کیونکہ ان کا کفر و شرارت اسی کو مقتضی ہے کہ فوراً ہلاک کر دئیے جائیں۔ صرف مصالح مذکورہ بالا مانع ہیں جن سے اس قدر توقف ہو رہا ہے۔ آخر قیامت میں عذاب عظیم کا مزا چکھنا پڑیگا۔ اور جب وقت آئیگا تو دنیا میں بھی اس گھمسان کا نمونہ دیکھ لیں گے۔ چنانچہ بدر میں مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیا۔ ف۲ یعنی عذاب اپنے وقت پر ہو کر رہیگا۔ تاخیر و امہال کو دیکھ کر یہ لوگ جو کچھ بکیں بکنے دو۔ آپ فی الحال ان کی باتوں کو سہتے رہئے اور صبر و سکون کے آخری نتیجہ کا انتظار کیجئے۔ اِن کے کلمات کفر پر حد سے زیادہ مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں۔ ف۳ یہ فجر اور عصر کی نمازیں ہوئیں۔ یعنی احمقوں اور شریروں کی باتوں پر دھیان نہ کر، صبر و سکون کے ساتھ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔ کیونکہ خدا کی مدد صبر و صلوٰۃ دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے؟ "وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" ف۴ اس میں مغرب و عشا بلکہ بعض تفاسیر کے موافق نماز تہجد بھی داخل ہے۔ ف۵ یہ ظہر کی نماز ہوئی، کیونکہ اُس وقت دن کے نصف اول اور نصف آخر کی حدیں ملتی ہیں۔ بلکہ صُراح و قاموس وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ "طَرَف" "طائفۃ من الشيء" یعنی کسی شے کے حصہ کو کہتے ہیں۔ خاص حد اور کنارہ کے معنی نہیں۔ اس صورت میں نہار کو جنس مان کر ہر دن کا ایک خاص حصہ مراد ہو سکتا ہے جہاں دن کی تنصیف ہوتی ہے۔ ف۶ یعنی ایسا طرز عمل رکھو گے تو ہمیشہ دنیا و آخرۃ میں راضی رہو گے۔ اس عمل کا بڑا بھاری اجر ملیگا اور اُمت کی مدد ہوگی دنیا میں اور بخشش ہوگی آخرت میں آپ کی سفارش سے جسے دیکھ کر آپ خوش ہونگے ف۷ یعنی دنیا میں قسم قسم کے کافروں شلاً یہود، نصاریٰ، مشرکین، مجوس وغیرہ کو ہم نے عیش و تنعم کے جو سامان دئیے ہیں اُن کی طرف آپ کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھئے (جیسے اب تک نہیں دیکھا) یہ محض چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعہ سے ہم اِن کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے، جو عظیم الشان دولت حق تعالیٰ نے (اے پیغمبر!) آپ کے لئے مقدر کی ہے مثلاً قرآن کریم، منصب رسالت، فتوحات عظیمہ رفع ذکر، اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اُسکے سامنے اِن فانی اور حقیر سامانوں کی کیا حقیقت ہے۔ آپ کے حصہ میں جو دولت آئی وہ ان کی دولتوں سے کہیں بہتر ہے۔ اور بذات خود یا اپنے اثر کے اعتبار سے ہمیشہ باقی رہنے والی ہے بہرحال آپ نہ اِن کی تکذیب و اعراض سے مضطرب ہوں نہ ان کے ساز و سامان اور مال و دولت کی طرف نظر التفات اُٹھائیں۔ ف۸ یعنی اپنے متعلقین اور اتباع کو بھی نماز کی تاکید فرماتے رہئے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو (عادت ڈالنے کے لئے) نماز پڑھواؤ جب دس برس کا ہو تو مار کر پڑھاؤ۔ ف۹ دنیا میں مالک غلاموں سے روزی کمواتے ہیں۔ وہ مالک بندگی چاہتا ہے اور غلاموں کو روزی آپ دیتا ہے (کذا فی الموضح) غرض ہماری نماز سے اُس کا کچھ فائدہ نہیں، البتہ ہمارا فائدہ ہے کہ نماز کی برکت سے بے غائلہ روزی ملتی ہے۔ "وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (طلاق رکوع ۱) اسی لئے اگر فرض نماز اور کسب معاش میں تعارض ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا کہ کسب معاش کے مقابلہ میں نماز ترک کر دو۔ نماز بہرحال ادا کرنی ہے۔ روزی پہنچانے والا وہ ہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہیں۔ الحاصل کسب معاش کے اُن ذرائع کا خدا تعالیٰ نے حکم نہیں دیا جو ادائے فرائض عبودیت میں مخل و مزاحم ہوں۔ انسان کو چاہئے کہ پرہیزگاری اختیار کرے۔ انجام کار دیکھ لیگا کہ خدا کس طرح اُسکی مدد کرتا ہے۔ ف۱۰ یعنی کوئی ایسی کھلی نشانی کیوں نہیں دکھلاتے جسکے بعد ہم کو انکار کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ورنہ اس روز روز کی تہدید و تخویف سے کیا فائدہ ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اگلی کتابوں میں خبر ہے رسول آخر الزماں کی۔ یا یہ معنی کہ پہلے پیغمبروں کی نشانی کافی ہے۔ یہ پیغمبر بھی اصولاً اُن ہی باتوں کا تقیّد کرتا ہے کوئی انوکھی بات نہیں کہتا۔ یا یہ نشانی کہ اگلی کتابوں کے موافق واقعات بیان کرتا ہے" اور بہترین تفسیر میرے نزدیک وہ ہے جو ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کی یعنی یہ لوگ ہٹ دھرمی سے کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں لایا۔ کیا اور سینکڑوں نشانات کے علاوہ سب سے بڑا عظیم الشان یہ قرآن اُن کے پاس نہیں آچکا جو اگلی کتابوں کے ضروری مضامین کا محافظ اور اُن کی صداقت کے لئے بطور حجت اور گواہ کے ہے اور جس کا اعجاز آفتاب سے زیادہ روشن ہے "وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ إِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ" (عنکبوت۔ رکوع ۵) ف۱۲ یعنی ایسا عظیم الشان نشان دیکھنے کے بعد تو کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہ لایا، اور فرض کرو ہم یہ نشان نہ دکھاتے یعنی قرآن نازل نہ کرتے۔ بس انزال کتاب اور ارسال رسول سے پہلے ہی کفر و شرک کی سزا میں اُن کو دھر گھسیٹتے، تو شور مچاتے کہ صاحب! سزا دینے سے پہلے ہمارے پاس کوئی کتاب اور سمجھانے والا تو بھیجا ہوتا کہ ہم کو ذلت و رسوائی اُٹھانے سے قبل آگاہ کر دیتا۔ پھر دیکھتے کہ ہم آپ کے کہنے پر کیسا چلتے۔ غرض قرآن نہ آتا تو یوں کہتے، اب

وَأَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
اگر نہ ہوتا وعدہ مقرر کیا گیا ف۱ سو تو سہارہ جو وہ کہیں ف۲ اور پڑھتا رہ خوبیاں اپنے رب کی

قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ
سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے ف۳ اور کچھ گھڑیوں میں رات کی پڑھا کر

وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا
ف۴ اور دن کی حدوں پر ف۵ شاید تو راضی ہو ف۶ اور مت پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر

مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ
فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی اُن کے جانچنے

فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ
کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی ف۷ اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور

اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ
خود بھی قائم رہ اس پر ف۸ ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی ہم روزی دیتے ہیں تجھ کو اور انجام بھلا ہے

لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِمْ
پرہیزگاری کا ف۹ اور لوگ کہتے ہیں یہ کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب سے ف۱۰ کیا پہنچ نہیں چکی ان کو

بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ أَنَّآ أَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ
نشانی اگلی کتابوں میں کی ف۱۱ اور اگر ہم ہلاک کر دیتے اُن کو کسی آفت میں

مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ
اس سے پہلے تو کہتے اے رب کیوں نہ بھیجا ہم تک کسی کو پیغام دیکر کہ ہم چلتے تیری کتاب

مِنْ قَبْلِ أَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا ۖ
ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ✡ تو کہہ ہر کوئی راہ دیکھتا ہے سو تم بھی راہ دیکھو

فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾
آئندہ جان لوگے کون ہیں سیدھی راہ والے اور کس نے راہ پائی ف۱۲

بقیہ صفحہ ۴۱۶۔ آیا تو اُسے چھوڑ کر دوسری من گھڑت نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان کا مقصود ہدایت حاصل کرنا ہی نہیں۔ فضول حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں۔ سو خیر ان کو کہہ دو کہ ہم اور تم دونوں انتظار کرتے ہیں کہ عنقریب پردہ غیب سے کیا مستقبل سامنے آتا ہے۔ اُس وقت سب حقیقت آشکارا ہو جائیگی کہ کس جماعت کا راستہ سیدھا ہے؟ اور کون اُس راستہ پر ٹھیک چل رہا ہے؟ تم سورۃ طٰہٰ بتوفیقہ وعونہ فللہ الحمد اولاً وآخراً۔ وعلی نبیہ الصلوٰۃ والتسلیم وافراً متکاثراً۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی حساب و کتاب اور مجازات کی گھڑی سر پر کھڑی ہے۔ لیکن یہ لوگ (مشرکین وغیرہ) سخت غفلت و جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کوئی تیاری قیامت کی جوابدہی کے لئے نہیں کرتے۔ اور جب آیات اللہ سنا کر خواب غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سن کر نہایت لاپروائی کے ساتھ ٹلا دیتے ہیں۔ گویا کبھی اُن کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور حساب دینا ہی نہیں۔ سچ ہے "الناس فی غفلاتہم ورحا المنیۃ تطحن"۔ ف۲ یعنی قرآن کی بڑی بیش قیمت نصیحتوں کو محض ایک کھیل تماشہ کی حیثیت سے سنتے ہیں جن میں اگر اخلاص کے ساتھ غور کرتے تو سب دین و دنیا درست ہو جاتی۔ لیکن جب دل ہی ادھر سے غافل ہیں اور کھیل تماشہ میں پڑے ہیں تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے۔ ف۳ جب نصیحت سنتے سنتے تنگ آگئے تو چند بے انصافوں نے خفیہ میٹنگ کر کے قرآن اور پیغمبر کے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ پیغمبر تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہیں۔ نہ فرشتہ ہیں، نہ ہم سے زیادہ کوئی ظاہری امتیاز رکھتے ہیں البتہ ان کو جادو آتا ہے۔ جو کلام پڑھ کر سناتے ہیں وہ ہو نہ ہو جادو کا کلام ہے۔ پھر تم کو کیا مصیبت نے گھیرا کہ آنکھوں دیکھتے ان کے جادو میں پھنستے ہو۔ لازم ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ قرآن کو جادو شاید اُس کی قوت تاثیر اور حیرت انگیز تصرف کو دیکھ کر کہا۔ اور خفیہ میٹنگ اس لئے کی کہ آئندہ حق کے خلاف جو تدابیر کرنیوالے تھے یہ اُس کی تمہید تھی۔ اور ظاہر ہے کہ ہوشیار دشمن اپنی معاندانہ کارروائیوں کو قبل از وقت طشت ازبام کرنا پسند نہیں کرتا اندر ہی اندر آپس میں پروپیگنڈا کیا کرتا ہے۔ ف۴ پیغمبر نے فرما دیا کہ تم کتنے ہی چھپا کر مشورے کرو، اللہ کو سب خبر ہے وہ تو آسمان و زمین کی ہر بات کو جانتا ہے پھر تمہارے راز اور سازشیں اُس سے کہاں پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔ ف۵ قرآن سن کر ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسے بدحواس ہو جاتے تھے کہ کسی ایک رائے پر قرار نہ تھا، کبھی اُسے جادو بتلاتے، کبھی پریشان خوابیں کہتے، کبھی دعویٰ کرتے کہ آپ اپنے جی سے کچھ باتیں جھوٹ گھڑ لائے ہیں جن کا نام قرآن رکھ دیا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ آپ ایک عمدہ شاعر ہیں اور شاعروں کی طرح تخیل کی بلند پروازی سے کچھ مضامین مؤثر اور مسجع عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اگر واقع میں ایسا نہیں تو چاہئے کہ آپ کوئی ایسا کھلا معجزہ دکھلائیں جیسے معجزات پہلے پیغمبروں نے دکھلائے تھے۔ یہ کہنا بھی محض عناد سے دق کرنے کے لئے تھا کیونکہ اول تو مکہ کے یہ جاہل مشرک پہلے پیغمبروں اور اُن کے معجزات کو کیا جانتے تھے، دوسرے آپ کے بیسیوں کھلے کھلے نشان دیکھ چکے تھے جو انبیائے سابقین کے نشانات سے کسی طرح کم نہ تھے۔ جن میں سب سے بڑھ کر یہی قرآن کا معجزہ تھا۔ وہ دل میں سمجھتے تھے کہ نہ یہ جادو کی مہمل عبارتیں ہیں، نہ بیہودہ خواب ہیں، نہ شاعری ہے۔ اسی لئے جب کوئی ایک بات چسپاں نہ ہوئی تو اُسے چھوڑ کر دوسری بات کہنے لگتے تھے۔ اُنظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا (فرقان، رکوع ۱) ف۶ یعنی پہلی قوموں کو فرمائشی نشان دکھلائے گئے۔ وہ اُنہیں دیکھ کر بھی نہ مانے آخر سنۃ اللہ کے موافق ہلاک کئے گئے۔ اگر ان مشرکین مکہ کی فرمائشیں پوری کی جائیں تو ظاہر ہے یہ ماننے والے تو ہیں نہیں۔ لامحالہ حق تعالیٰ کی عام عادت کے موافق تباہ کئے جائیں گے اور ان کی بالکلیہ تباہی مقصود نہیں۔ بلکہ حکمت الٰہیہ فی الجملہ ان کے باقی رکھنے کو مقتضی ہے۔ ف۷ یہ اُن کے قول "هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" کا جواب ہوا یعنی پہلے بھی جو پیغمبر آئے جن کی مانند نشانیاں دکھلانے کا آنحضرت صلعم سے مطالبہ کرتے ہو، وہ آنحضرت کی طرح بشر تھے، فرشتے نہ تھے۔ اگر اتنی مشہور و مستفیض بات کی بھی اپنی جہالت کی وجہ سے تم کو خبر نہیں، تو خبر رکھنے والوں سے دریافت کر لو آخر یہود و نصاریٰ اہل کتاب سے تمہارے تعلقات ہیں، اتنی موٹی بات اُن سے ہی پوچھ لینا کہ پہلے زمانوں میں جو انبیاء و رسل تشریف لائے وہ بشر تھے یا آسمان کے فرشتے۔

سُورَةُ الْأَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَاثْنَتَا عَشْرَةَ آيَةً وَسَبْعُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ انبیاء مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو بارہ آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ﴿١﴾

نزدیک آگیا لوگوں کے انکے حساب کا وقت اور وہ بے خبر ٹلا رہے ہیں ف۱

مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٢﴾

کوئی نصیحت نہیں پہنچتی اُن کو اُن کے رب سے نئی مگر اُس کو سنتے ہیں کھیل میں لگے ہوئے

لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا

کھیل میں پڑے ہیں دل انکے ف۲ اور چھپا کر مصلحت کی بے انصافوں نے یہ شخص کون ہے

إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّي

ایک آدمی ہے تم ہی جیسا پھر کیوں پھنستے ہو اسکے جادو میں آنکھوں دیکھتے ف۳ اس نے کہا میرا رب

يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٤﴾ بَلْ

جانتا ہے بات کو آسمان میں ہو یا زمین میں اور وہ ہے سننے والا جاننے والا ف۴ اس کو چھوڑ کر

قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا

کہتے ہیں بیہودہ خواب ہیں نہیں جھوٹ باندھ لیا ہے نہیں شعر کہتا ہے پھر چاہئے لے آئے ہمارے

بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ﴿٥﴾ مَا آمَنَتْ قَبْلَهُم مِّن قَرْيَةٍ

پاس کوئی نشانی جیسے پیغام لیکر آئے ہیں پہلے ف۵ نہیں مانا ان سے پہلے کسی بستی نے

أَهْلَكْنَاهَا ۖ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا

جنکو غارت کردیا ہمنے کیا اب یہ مان لیں گے ف۶ اور پیغام نہیں بھیجا ہمنے تجھ سے پہلے مگر یہی مردوں کو کہ

نُّوحِي إِلَيْهِمْ ۖ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ وَ

وحی بھیجتے تھے ہم اُن کو سو پوچھ لو یاد رکھنے والوں سے اگر تم نہیں جانتے ف۷ اور

مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿۸﴾

نہیں بنائے تھے ہم نے اُنکے ایسے بدن کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہ جانیوالے ف۱

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۹﴾

پھر سچا کر دیا ہم نے اُن سے وعدہ سو بچا دیا اُن کو اور جس کو ہم نے چاہا اور غارت کر دیا حد سے نکلنے والوں کو ف۲

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾

ہم نے اُتاری ہے تمہاری طرف کتاب کہ اُس میں تمہارا ذکر ہے کیا تم نہیں سمجھتے ف۳

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور کتنی پیس ڈالیں ہم نے بستیاں جو تھیں گنہگار اور اُٹھا کھڑے کئے اُن کے پیچھے اور لوگ ف۴

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ۭ

پھر جب آہٹ پائی اُنہوں نے ہماری آفت کی تب لگے وہاں سے ایڑ کرنے ☆

لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

ایڑ مت کرو اور لوٹ جاؤ جہاں تم نے عیش کیا تھا اور اپنے گھروں میں شاید کوئی تم کو پوچھے ف۵

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

کہنے لگے ہائے خرابی ہماری ہم تھے بیشک گنہگار ☆ پھر برابر یہی رہی اُن کی فریاد یہاں تک کہ ڈھیر کر دیے گئے کاٹ کر بجھے پڑے ہوئے ف۶

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ڰ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

اور ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے بیچ میں ہے کھیلتے ہوئے ف۷ اگر ہم چاہتے کہ بنا لیں کچھ کھلونا تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہم کو کرنا ہوتا ☆ یوں نہیں پر ہم پھینک

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ

مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اسکا سر پھوڑ ڈالتا ہے پھر وہ جاتا رہتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے

ف۱ یعنی بشری خصائص اُن میں موجود تھیں۔ نہ فرشتوں کی طرح اُن کا بدن ایسا تھا کہ کبھی کھانا نہ کھا سکتے نہ وہ خدا تھے کہ کبھی موت اور فنا نہ آئے ہمیشہ زندہ رہا کریں۔ ف۲ اُن کا امتیاز دوسرے بندوں سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت واصلاح کے لئے کھڑے کئے گئے تھے خدا اُن کی طرف وحی بھیجتا اور باوجود بے سروسامانی کے مخالفین کے مقابلہ میں اُن کی حمایت ونصرت کے وعدے کرتا تھا چنانچہ اللہ نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے۔ اُن کو مع رفقاء کے محفوظ رکھا اور بڑے بڑے متکبر دشمن جو اُن سے ٹکرائے تباہ وغارت کر دیے گئے۔ بیشک محمد صلعم بھی بشر ہیں لیکن اُسی نوع کے بشر ہیں جن کی اعانت وحمایت ساری دنیا کے مقابلہ میں کی جاتی ہے۔ اُن کے مخالفین کو چاہئے کہ اپنا انجام سوچ رکھیں اور پہلی قوموں کی مثالوں سے عبرت حاصل کریں۔ کہیں آخرت کے حساب سے پہلے دنیا ہی میں حساب شروع نہ کر دیا جائے ف۳ یعنی قرآن کے ذریعہ سے تم کو ہر قسم کی نصیحت وفہمائش کر دی گئی اور سب بُرا بھلا انجام سمجھا دیا گیا۔ اگر کچھ بھی عقل ہوگی تو عذاب الٰہی سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی کوشش کروگے اور قرآن کی قدر پہچانوگے جو فی الحقیقت تمہارے مجد وشرف کی ایک بڑی دستاویز ہے۔ کیونکہ تمہاری زبان میں اور تمہاری قوم کے ایک فرد کامل پر اُترا اور دنیا میں تم کو شہرت دائمی عطا کی۔ اگر اپنے ایسے محسن کو نہ مانوگے تو دنیا میں ذلیل ہوگے اور آخرت کا عذاب الگ۔ (آگے اُن قوموں کا دنیوی انجام بیان فرماتے ہیں جنہوں نے انبیاء سے دشمنی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کئے تھے۔ ف۴ یعنی یہ نہیں کہ اُن کے نیست ونابود کر دینے سے اللہ کی زمین اُجڑ گئی۔ وہ گئے دوسروں کو اُن کی جگہ بسا دیا گیا ف۵ یعنی جب عذاب الٰہی سامنے آگیا تو چاہا کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچا لیں۔ اُس وقت تکوینی طور پر کہا گیا کہ بھاگتے کہاں ہو؟ ٹھہرو۔ اور اُدھر ہی واپس چلو جہاں عیش کئے تھے اور جہاں بہت سے سامان تنعم جمع کر رکھے تھے۔ شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے کہ حضرت! وہ مال ودولت اور زور وقوت کا نشہ کیا ہوا؟ وہ سامان کدھر گئے؟ اور جو نعمتیں خدا نے دے رکھی تھیں اُن کا شکر کہاں تک ادا کیا تھا؟ یا یہ کہ آپ بڑے آدمی تھے جنکی ہر موقع پر پوچھ ہوتی تھی، اب بھی وہیں چلئے۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں تا لوگ اپنے مہمات میں آپ سے مشورے کر سکیں اور آپ کی رائیں دریافت کر سکیں؟ (یہ سب باتیں تہکماً کہی گئی ہیں)۔ ف۶ یعنی جب عذاب آنکھوں کو دیکھ لیا تب اپنے جرموں کا اعتراف کیا اور برابر یہی چلاتے رہے کہ بیشک ہم ظالم اور مجرم ہیں لیکن "اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ یہ وقت قبول توبہ کا نہ تھا اعتراف وندامت اُس وقت سب بیکار چیزیں تھیں آخر اس طرح ختم کر دیے گئے جیسے کھیتی ایک دم میں کاٹ کر ڈھیر کر دی جاتی ہے یا آگ میں جلتی ہوئی لکڑی بجھ کر راکھ رہ جاتی ہے العیاذ باللہ ف۷ یعنی جس میں کوئی معتد بہ حکمت اور غرض صحیح نہ ہو۔ اس لئے عقلمند کو چاہئے کہ آفرینش عالم کی غرض کو سمجھے اور دنیا کو محض کھیل تماشہ سمجھ کر انجام سے غافل نہ ہو، بلکہ خوب سمجھ لے کہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ نیک وبد کی جزا ملنا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔

ف یعنی اگر ایسے لہو ولعب کے کام بالفرض ہماری شان کے لائق ہوتے اور ہم ارادہ بھی کرتے کہ یوں ہی کوئی مشغلہ اور کھیل تماشہ بنا کر کھڑا کر دیں تو یہ چیز ہم بذاتِ خود اپنی قدرت سے کر گزرتے تمہاری دار وگیر اور پکڑ دھکڑ سے اُس کو کچھ سروکار نہ ہوتا لیکن واقعہ یہ ہے کہ دنیا محض کھیل تماشہ نہیں بلکہ میدانِ کارزار ہے۔ جہاں حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے۔ حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل ڈالتا ہے۔ اسی سے تم اپنی مشرکانہ اور سفیہانہ باتوں کا انجام سمجھ لو کہ حق وصداقت کا گولا جب پوری قوت سے تم پر گرے گا اُس وقت کیسی خرابی اور بربادی تمہارے لئے ہوگی۔ اور کونسی طاقت بچانے آئیگی (تنبیہ) "لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا" الی آخرہ کی تقریر کئی طرح کی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک سباق ولحاق کے اعتبار سے جو معنی زیادہ قریب اور صاف تھے وہ اختیار کئے ہیں۔ اور "مِنْ لَّدُنَّاۤ" اور "اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ" کی قیود کے فوائد کی طرف لطیف اشارے کر دیئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۲ پھر وہ تباہ کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کہاں پناہ مل سکتی ہے۔ ف۳ یعنی فرشتے باوجود مقربِ بارگاہ ہونے کے خدا سے تنی نہیں کرتے۔ اپنے پروردگار کی بندگی اور غلامی کو فخر سمجھتے ہیں، وظائفِ عبودیت کے ادا کرنے میں کبھی سُستی یا کاہلی کو راہ نہیں دیتے۔ شب وروز اُسکی تسبیح اور یاد میں لگے رہتے ہیں۔ نہ تھکتے ہیں نہ اُکتاتے ہیں۔ بلکہ تسبیح وذکر ہی اُن کی غذا ہے جس طرح ہم ہر وقت سانس لیتے ہیں اور دوسرے کام بھی کرتے رہتے ہیں، یہی کیفیت اُنکی تسبیح وذکر کی سمجھو۔ وہ کسی کام پر مامور ہوں، کسی خدمت کو بجا لا رہے ہوں ایک منٹ اُدھر سے غافل نہیں ہوتے۔ جب معصوم ومقرب فرشتوں کا یہ حال ہے تو خطا کار انسان کو کہیں زیادہ اپنے رب کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے ف۴ یعنی آسمان والے فرشتے تو اُس کی بندگی سے کتراتے نہیں بلکہ ہمہ وقت اُسکی یاد اور بندگی میں مشغول رہتے ہیں، پھر کیا زمین میں کچھ ایسی ہستیاں ہیں جن کو خدا کے بالمقابل معبود ٹھہرایا جا سکتا ہے؛ اور جب خدا اُن کے پجاریوں کو اپنے عذاب سے مار ڈالے تو وہ اُن کو پھر جلا اُٹھائیں یا ہلاکت سے بچا لیں؛ ہرگز نہیں۔ ف۵ تعددِ آلہہ کے ابطال پر یہ نہایت پختہ اور واضح دلیل ہے جو قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز میں پیش کی۔ اس کو یوں سمجھو کہ عبادت نام ہے کامل تذلل کا۔ اور کامل تذلل صرف اُسی ذات کے سامنے اختیار کیا جا سکتا ہے جو اپنی ذات وصفات میں ہر طرح کامل ہو، اُسی کو ہم "اللہ" یا "خدا" کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ خدا کی ذات ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ عاجز ہو نہ مغلوب، نہ کسی دوسرے سے دبے نہ کوئی اُس کے کام میں روک ٹوک کر سکے۔ اب اگر فرض کیجئے آسمان وزمین میں دو خدا ہوں تو دونوں اسی شان کے ہونگے۔ اُس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی تخلیق اور علویات وسفلیات کی تدبیر دونوں کے کلی اتفاق سے ہوتی ہے یا گاہ بگاہ باہم اختلاف بھی ہو جاتا ہے اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اکیلے ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لئے دونوں نے مل کر انتظام کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل قدرت والا نہیں۔ اور اگر تنہا ایک سارے عالم کا کامل طور پر سرانجام کر سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا حالانکہ خدا کا وجود اسی لئے ماننا پڑا ہے کہ اُسکے مانے بدون چارہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھیگا۔ وہ خدا نہ رہا۔ اور یا دونوں بالکل مساوی ومتوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اوّل تو معاذ اللہ خداؤں کی اس رسہ کشی میں سرے سے کوئی چیز موجود ہی نہ ہو سکیگی اور موجود چیز پر زور آزمائی ہونے لگی تو اس کشمکش میں ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائیگی۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان وزمین میں دو خدا ہوتے تو آسمان وزمین کا یہ نظام کبھی کا درہم برہم ہو جاتا۔ ورنہ ایک خدا کا بیکار یا ناقص وعاجز ہونا لازم آتا ہے جو خلاف مفروض ہے۔ ف۶ جو عرش (تختِ شاہی) کا اکیلا مالک ہے، اُس کے ملک میں شرکت کی گنجائش ہی نہیں۔ دو خود مختار بادشاہ جب ایک اقلیم میں نہیں سما سکتے جنکی خود مختاری بھی محض مجازی ہے تو دو مختارِ کل اور قادرِ مطلق خدا ایک قلمرو میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔ ف۷ یعنی "خدا" تو اُس ہستی کا نام ہے جو قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہو۔ اُس کی قدرت ومشیت کو روکنا تو کجا کوئی پوچھ پاچھ بھی نہیں کر سکتا کہ آپ نے فلاں کام اس طرح کیوں کیا۔ ہاں اُس کو حق ہے کہ وہ ہر شخص سے مؤاخذہ اور باز پرس کر سکتا ہے۔ ف۸ پہلے توحید پر دلیلِ عقلی قائم کی گئی تھی۔ اب مشرکین سے اُن کے دعوے پر دلیل صحیح کا مطالبہ ہے یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے تجویز کئے ہیں اُن کا اثبات کس دلیلِ عقلی یا نقلی سے ہوا۔ اگر موجود ہو تو پیش کرو۔ ظاہر ہے اُنکے پاس بجز اوہام وظنون اور باپ دادوں کی کورانہ تقلید کے کیا رکھا تھا۔ شرک کی تائید میں نہ کوئی دلیلِ عقلی چل سکتی تھی، نہ نقلی جسے پیش کر سکتے۔ کما قال المفسرون۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ پہلے اُن معبودوں کو فرمایا تھا جن کو خدا کی برابر کوئی سمجھے کہ ایسے دو حاکم ہوتے تو جہان خراب ہو جاتا۔ اب اُن کا ذکر فرماتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے نیچے چھوٹے چھوٹے خدا بطور نائبین اور ماتحت حکام کے ٹھہراتے ہیں۔ سو اُن کو مالک کی سند چاہئے۔ سند بغیر نائب کیونکر بن سکتے ہیں۔ الرسند ہے تو پیش کرو۔ ف۹ یعنی میری اُمت اور پہلی خدا پرست اُمتوں کی یہی ایک بات ہے کہ اُس رب العرش کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں جس کی عقلی دلیل پہلے بیان ہو چکی۔ تم اگر ملل سماویہ کے اس اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی دلیل رکھتے ہو تو پیش کرو۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ اُمت اور پہلی اُمتیں اس اُمت کی کتاب (قرآن کریم) اور پہلی اُمتوں کی آسمانی کتابیں (تورات وانجیل وغیرہ) سب (بقیہ بر صفحہ ۴۲۰)

مِمَّا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ وَلَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِندَهُ
اُن باتوں سے جو تم بتلاتے ہو ف اور اُسی کا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں ف۲ اور جو اُس کے نزدیک رہتے ہیں

لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ
سرکشی نہیں کرتے اُس کی عبادت سے اور نہیں کرتے کاہلی یاد کرتے ہیں

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾ اَمِ اتَّخَذُوا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ
رات اور دن نہیں تھکتے ف۳ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اور معبود زمین میں کے کہ وہ

يُنْشِرُونَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ
جِلا اُٹھائیں گے اُن کو ف۴ اگر ہوتے اُن دونوں میں اور معبود سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے ف۵ سو پاک ہے

اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ
اللہ عرش کا مالک اُن باتوں سے جو یہ بتلاتے ہیں ف۶ اُس سے پوچھا نہ جائے جو وہ کرے اور

هُمْ يُسْئَلُونَ ﴿٢٣﴾ اَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوا
اُن سے پوچھا جائے ف۷ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اُس سے ورے اور معبود تو کہہ لاؤ

بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَن مَّعِيَ وَذِكْرُ مَن قَبْلِي ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
اپنی سند ف۸ یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور یہی بات ہے مجھ سے پہلوں کی ف۹ کوئی نہیں پر وہ بہت

لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٤﴾ وَمَا اَرْسَلْنَا مِن
لوگ نہیں سمجھتے سچی بات سو ٹلا رہے ہیں ف۱۰ اور نہیں بھیجا ہم نے

قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ اِلَّا نُوحِي اِلَيْهِ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا
تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اُس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے

فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ؕ بَلْ
سو میری بندگی کرو ف۱۱ اور کہتے ہیں رحمٰن نے کر لیا کسی کو بیٹا وہ ہرگز اس لائق نہیں ف۱۲ لیکن

عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِاَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾
وہ بندے ہیں جن کو عزت دی ہے ف۱۳ اُس سے بڑھ کر نہیں بول سکتے اور وہ اُسی کے حکم پر کام کرتے ہیں ف۱۴

بقیہ فوائد صفحہ ۴۱۹۔ اس دعوے توحید پر متفق رہی ہیں۔ چنانچہ آج بھی باوجود بیشمار تحریفات کے پہلی کتابوں کی ورق گردانی کرو تو توحید کا اعلان اور شرک کا رد صاف صاف پاؤ گے مگر یہ جاہل اس بات کو کیا سمجھیں، اگر سمجھ ہوتی تو حق بات کو سُن کر ہرگز نہ ٹلاتے۔ ف۱ یعنی تمام انبیاء و مرسلین کا اجماع عقیدۂ توحید پر رہا ہے کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا۔ ہمیشہ یہ ہی تلقین کرتے آئے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ تو جس طرح عقلی اور فطری دلائل سے توحید کا ثبوت ملتا ہے اور شرک کا رد ہوتا ہے۔ ایسے ہی نقلی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کا اجماع دعوے توحید کی حقیت پر قطعی دلیل ہے ف۱۱ عرب کے بعض قبائل ملائکۃ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، سو بتلا دیا کہ یہ خدا کی شان رفیع کے لائق نہیں کہ بیٹے بیٹیاں بنائے۔ اسی میں نصاریٰ کا رد بھی ہوگیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" کہتے ہیں۔ نیز یہود کے اُس فرقہ کا جو حضرت عُزیر کو خدا کا بیٹا کہتا تھا۔ ف۱۲ یعنی جن برگزیدہ ہستیوں کو تم خدا کی اولاد بتلاتے ہو وہ اولاد نہیں۔ ہاں اُس کے معزز بندے ہیں اور باوجود انتہائی معزز و مقرب ہونے کے اُن کے ادب و اطاعت کا حال یہ ہے کہ جب تک اس کی مرضی اور اجازت نہ پائیں اُس کے سامنے خود آگے بڑھ کر لب نہیں ہلا سکتے اور نہ کوئی کام اُس کے حکم کے بدون کرسکتے ہیں۔ گویا کمال عبودیت و بندگی ہی اُن کا طغرائے امتیاز ہے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى

اُسکو معلوم ہے جو اُن کے آگے ہے اور پیچھے ف۱ اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اُسکی جس سے اللہ راضی ہو ف۲

وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ

اور وہ اُس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں ف۳ اور جو کوئی اُن میں کہے کہ میری بندگی ہے اُس

دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ اَوَ

سے ورے سو اُس کو ہم بدلہ دینگے دوزخ۔ یونہی ہم بدلہ دیتے ہیں بے انصافوں کو ف۴ اور کیا

لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا

نہیں دیکھا ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین مُنہ بند تھے

فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

پھر ہمنے اُنکو کھول دیا ف۵ اور بنائی ہمنے پانی سے ہر ایک چیز جس میں جان ہے ف۶ پھر کیا یقین نہیں کرتے

وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا

اور رکھ دیے ہمنے زمین میں بھاری بوجھ کبھی اُنکو لے کر جھک پڑے ف۸ اور رکھیں اُس میں

فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا

کشادہ راہیں تاکہ وہ راہ پائیں ف۹ اور بنایا ہمنے آسمان کو چھت

مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ

محفوظ ف۱۰ اور وہ آسمان کی نشانیوں کو دھیان میں نہیں لاتے ف۱۱ اور وہی ہے جس نے بنائے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

رات اور دن اور سورج اور چاند ف۱۲ سب اپنے اپنے گھر میں پھرتے ہیں ف۱۳

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ

اور نہیں دیا ہمنے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کیلئے زندہ رہنا پھر کیا اگر تو مرگیا تو وہ

الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ

رہ جائیں گے ۞ ہر جی کو چکھنی ہے موت ف۱۴ اور ہم تم کو جانچتے ہیں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ حق تعالیٰ کا علم اُن کے تمام ظاہری و باطنی احوال کو محیط ہے۔ اُن کی کوئی حرکت اور کوئی قول و فعل اُس سے پوشیدہ نہیں چنانچہ وہ مقرب بندے اِسی حقیقت کو سمجھ کر ہمہ وقت اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہتے ہیں کہ کوئی حالت اُس کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ ف۲ یعنی اُس کی مرضی معلوم کئے بدون کسی کی سفارش بھی نہیں کرتے۔ چونکہ مومنین موحدین سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے اُن کے حق میں دنیا و آخرت میں استغفار کرنا اُن کا وظیفہ ہے۔ ف۳ پھر اُن کو خدا کیسے کہا جاسکتا ہے۔ جب خدا نہیں تو خدا کے بیٹے یا بیٹیاں بھی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ صحیح اولاد جنس والدین سے ہوتی چاہئے۔ ف۴ یعنی جن کو تم خدا کی اولاد یا خدا بنا رہے ہو اگر بفرض محال اُن میں سے کوئی اپنی نسبت (معاذ اللہ) ایسی بات کہہ گذرے تو وہ ہی دوزخ کی سزا جو حد سے گذرنے والے ظالموں کو ملتی ہے ہم اُن کو بھی دیں گے۔ ہمارے لامحدود اقتدار و جبروت سے وہ بھی باہر نہیں جاسکتے۔ پھر بھلا خدا کیسے ہوسکتے ہیں۔ ف۵ "رتق" کے اصل معنے ملنے اور ایک دوسرے میں گھسنے کے ہیں۔ ابتداءً زمین و آسمان دونوں ظلمت عدم میں ایک دوسرے سے غیر متمیز پڑے تھے، پھر وجود کے ابتدائی مراحل میں بھی دونوں خلط ملط رہے۔ بعدہٗ قدرت کے ہاتھ نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا، اس تمیز کے بعد ہر ایک کے طبقات الگ الگ بنے۔ اُس پر بھی مُنہ بند تھے نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین کو روئیدگی، آخر خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے دونوں کے مُنہ کھول دئے، اوپر سے پانی کا دہانہ کھلا، نیچے سے زمین کے مسام کھل گئے۔ اسی زمین میں سے حق تعالیٰ نے نہریں اور کانیں اور طرح طرح کے سبزے نکالے، آسمان کو کتنے بیشمار ستاروں سے مزین کردیا جن میں سے ہر ایک کا گھر جُدا اور چال جدی رکھی۔ ف۶ یعنی عموماً جاندار چیزیں جو تم کو نظر آتی ہیں بالواسطہ و بلا واسطہ پانی سے بنائی گئیں پانی ہی اُن کا مادہ ہے الا کوئی ایسی مخلوق جس کی نسبت ثابت ہوجائے کہ اُس کی پیدائش میں پانی کو دخل نہیں وہ مستثنیٰ ہوگی۔ تاہم للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے یہ کلیہ صادق رہیگا۔ ف۷ یعنی قدرت کے ایسے کھلے نشان اور محکم انتظامات کو دیکھ کر بھی کیا لوگوں کو خدا کے وجود اور اُس کی وحدانیت پر یقین نہیں آتا۔ ف۸ اس کی تقریر سورۂ نحل میں گذر چکی۔ ف۹ یعنی ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک والوں سے مل سکیں۔ اگر پہاڑ ایسے ڈھب پر پڑتے کہ راہیں بند ہوجاتیں تو یہ بات کہاں ہوتی (کذا فی الموضح) اِن ہی کشادہ

راہوں کو دیکھ کر انسان حق تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور توحید کی طرف راہ پاسکتا ہے۔ ف۱۰ یعنی نہ گرے نہ ٹوٹے پھوٹے نہ بدلی جائے، اور شیاطین کے استراق سمع سے بھی محفوظ ہے اور چھت اس لئے کہا کہ دیکھنے میں چھت کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ ف۱۱ کہ کیسی مضبوط و محکم اور وسیع و بلند چھت اتنی مدت سے بدون ستون اور کھمبے کے کھڑی ہے، ذرا سا رنگ روغن اور پلاستر بھی نہیں جھڑتا۔ ف۱۲ یہ اُن ہی آسمانی نشانیوں کی قدرے تفصیل ہوئی۔ ف۱۳ یعنی سورج چاند بلکہ ہر سیارہ اپنے مدار پر پڑا چکر کھا رہا ہے۔ "یَسْبَحُوْنَ" کے لفظ سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیارات اللہ کے حکم سے بذات خود چلتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۱۴ یعنی جس طرح مذکورہ بالا مخلوقات کا وجود حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہوا۔ تمام انسانوں کی زندگی بھی اُسی کی عطا کردہ ہے جس وقت چاہیگا چھین لیگا۔ موت ہر ایک پر ثابت کردیگی کہ تمہاری ہستی تمہارے قبضہ میں نہیں۔ چند روز کی چہل پہل تھی جو ختم ہوئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "کافر حضور کی باتیں سُن کر کہتے تھے کہ یہ ساری دھوم محض اس شخص کے دم تک ہے یہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر کچھ نہیں"۔ اس سے اگر اُن کی غرض یہ تھی کہ موت آنا نبوت کے منافی ہے تو اُس کا جواب دیا "وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ" یعنی انبیاء و مرسلین میں سے کون ایسا ہے جس پر کبھی موت طاری نہ ہو ہمیشہ زندہ رہے۔ اور اگر محض آپ کی موت کے تصور سے اپنا دل ٹھنڈا کرنا ہی مقصود تھا تو اُس کا جواب "اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ" میں دیدیا۔ یعنی خوشی کاہے کی؟ کیا آپ کا انتقال ہوجائے تو تم کبھی نہیں مرو گے؟ قیامت کے بوریے سمیٹو گے؟ جب تم کو بھی آگے پیچھے

بقیہ صفحہ ۴۲۰. مرنا ہے تو پیغمبر کی وفات پر خوش ہونے کا کیا موقع ہے. اس راستہ سے تو سب کو گذرنا ہے کون ہے جس کو کبھی موت کا مزا چکھنا نہیں پڑیگا؟ گویا توحید اور دلائل قدرت بیان کرنے کے بعد اس آیت میں مسئلہ نبوت کی طرف روئے سخن پھیر دیا گیا.

بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ

برائی سے اور بھلائی سے آزمانے کو ف۱ اور ہماری طرف پھر کر آجاؤ گے ف۲ اور جہاں تجھ کو دیکھا منکروں

كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ

نے تو کوئی کام نہیں اُن کو تجھ سے مگر ٹھٹھا کرنا کیا یہی شخص ہے جو نام لیتا ہے

آلِهَتَكُمْ وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْإِنسَانُ

تمہارے معبودوں کا اور وہ رحمٰن کے نام سے منکر ہیں ف۳ بنا ہے آدمی

مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ

جلدی کا اب دکھلاتا ہوں تم کو اپنی نشانیاں سو مجھ سے جلدی مت کرو ف۴ اور کہتے ہیں کب ہوگا

هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا

یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ف۵ اگر جان لیں یہ منکر

حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ وَ

اُس وقت کو کہ نہ روک سکیں گے اپنے منہ سے آگ اور نہ اپنی پیٹھ سے اور

لَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

نہ اُن کو مدد پہنچے گی کچھ نہیں وہ آئیگی اُن پر ناگہاں پھر اُنکے ہوش کھودیگی پھر نہ پھیر سکیں گے

رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن

اُس کو اور نہ اُن کو فرصت ملیگی ف۶ اور ٹھٹھے ہو چکے ہیں رسولوں سے تجھ

قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾

سے پہلے پھر الٹ پڑی ٹھٹھا کرنے والوں پر اُن میں سے وہ چیز جس کا ٹھٹھا کرتے تھے ف۷

قُلْ مَن يَكْلَؤُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَٰنِ ۗ بَلْ هُمْ

تو کہہ کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات میں اور دن میں رحمٰن سے ف۸ کوئی نہیں وہ

عَن ذِكْرِ رَبِّهِم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُم مِّن دُونِنَا ۚ

اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں ف۹ یا اُنکے واسطے کوئی معبود ہیں کہ اُنکو بچاتے ہیں ہمارے سوا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی دنیا میں سختی نرمی، تندرستی بیماری تنگی فراخی اور مصیبت و عیش وغیرہ مختلف احوال بھیج کر تم کو جانچا جاتا ہے تاکہ کھرا کھوٹا الگ ہو جائے اور علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سختی پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور کتنے لوگ ہیں جو مایوسی یا شکوہ شکایت اور ناشکری کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ف۲ جہاں تمہارے صبر و شکر اور ہر نیک و بد عمل کا پھل دیا جائیگا۔ ف۳ یعنی انجام سے بالکل بے فکر ہو کر یہ لوگ پیغمبر علیہ السلام کی ہنسی اڑاتے ہیں اور اُن سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ چنانچہ استہزاء و تحقیر سے کہتے ہیں "اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ" "کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے" انہیں شرم نہیں آتی کہ خود حقیقی معبود کے ذکر اور "رحمان" کے نام تک سے چڑتے ہیں اس کی سچی کتاب کے منکر ہیں، اور جھوٹے معبودوں کی برائی سن کر چین بجبیں ہوتے ہیں۔ اندریں صورت ہنسی کے قابل اُنکی حالت ہوئی یا فریق مقابل کی؟ ف۴ شاید کفار کے سفیہانہ استہزاء و تمسخر کو سن کر بعضوں کا جی چاہا ہوگا کہ ان بیحیاؤں پر فوراً عذاب آجائے تو اچھا ہو، اور خود کفار بھی بطور استہزاء جلدی مچایا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہم تمہارے نزدیک مستحق عذاب ہیں تو وہ عذاب فوراً کیوں نہیں لے آتے۔ دونوں کو تبلایا کہ انسان بڑا جلد باز ہے گویا اُس کے خمیر میں جلدی پڑی ہے، چاہیے کہ تھوڑا سا صبر کرو۔ عنقریب میں اپنے قہر و انتقام کی نشانیاں تم کو دکھلا دونگا۔ ف۵ یعنی کہتے رہتے ہو کہ قیامت آئے گی اور سب کافر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلیں گے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر سچے ہو تو قیامت اور جہنم کو ابھی کیوں نہیں بلا لیتے۔ ف۶ یعنی اگر اِن پر حقیقت منکشف ہو جائے اور اُس ہولناک گھڑی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو کبھی ایسی درخواست نہ کریں۔ یہ باتیں اس وقت بےفکری میں سوجھ رہی ہیں، جب وہ وقت سامنے آجائیگا کہ آگے پیچھے ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی تو نہ کسی طرف سے اُس کو دفع کر سکیں گے، نہ کہیں سے مدد پہنچے گی، نہ مہلت ملے گی، نہ پہلے سے اُس کا کامل اندازہ ہوگا۔ اُس کے اچانک سامنے آجانے سے ہوش باختہ ہو جائینگے تب پتہ چلیگا کہ جس چیز کی ہنسی کرتے تھے وہ حقیقت ثابتہ تھی۔ ف۷ یعنی جس چیز سے ٹھٹھا کرتے تھے اُس کی سزا نے گھیر لیا اور اُن کی ہنسی اُن ہی پر الٹ دی گئی۔ ف۸ یعنی رحمان کے غصہ اور عذاب سے تمہاری حفاظت کرنے والا دوسرا کون ہے، محض اُس کی رحمت واسعہ ہے جو فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔ لیکن ایسے رحمت والے حلیم و بردبار کے غصہ سے ڈرنا بھی بہت چاہیے۔ نعوذ باللہ من غضب الحلیم۔ ف۹ یعنی رحمان کی حفاظت کا اُن کو احساس و اعتراف نہیں، عیش و تنعم اور پرامن زندگی نے پروردگار حقیقی کی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ اسی لئے جب اُس کی طرف سے کوئی نصیحت کیجاتی ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں کہ یہ کہاں کی باتیں شروع کر دیں۔

ع ۳ / ۱۲

اَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا

وہ اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے اور نہ اُنکی ہماری طرف سے رفاقت ہو ف۱ کوئی نہیں پر ہم نے

هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى

عیش دیا اُنکو اور اُنکے باپ دادوں کو یہاں تک کہ بڑھ گئی اُن پر زندگی ف۲ پھر کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں

الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ

زمین کو گھٹاتے اُس کے کناروں سے اب کیا وہ جیتنے والے ہیں ف۳ تو کہہ میں جو تم کو ڈراتا ہوں

بِالْوَحْىِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ

سو حکم کے موافق اور سنتے نہیں بہرے پکارنے کو جب کوئی اُنکو ڈر کی بات سنائے ف۴ اور کہیں پہنچ جائے اُن

نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ

تک ایک بھاپ تیرے رب کے عذاب کی تو ضرور کہنے لگیں ہائے کم بختی ہماری بیشک ہم تھے گنہگار ف۵ اور رکھیں گے ہم

الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ

ترازوئیں انصاف کی قیامت کے دن پھر ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ایک ذرہ اور اگر

كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿٤٧﴾

ہوگا برابر رائی کے دانہ کی تو ہم لے آئیں گے اُسکو ف۶ اور ہم کافی ہیں حساب کرنے کو ف۷

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا

اور ہم نے دی تھی موسیٰ اور ہارون کو قضیے چکانیوالی کتاب اور روشنی اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ

ڈرنے والوں کو ف۸ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور وہ قیامت کا خطرہ

مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾

رکھتے ہیں ف۹ اور یہ ایک نصیحت ہے برکت کی جو ہم نے اتاری سو کیا تم اُس کو نہیں مانتے ف۱۰

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ

اور آگے دی تھی ہم نے ابراہیم کو اُس کی نیک راہ ف۱۱ اور ہم رکھتے ہیں اُسکی خبر ف۱۲ جب کہا اُس نے

ف۱ یعنی کیا اپنے فرضی معبودوں کی نسبت خیال ہے کہ وہ اُنکی حفاظت کرتے ہیں، اور موقع آنے پر خدا تعالیٰ کے غضب سے بچا لیں گے؟ سو وہ مسکین اُنکی مدد اور حفاظت تو در کنار خود اپنے وجود کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔ اگر اُن کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے یا کچھ چیز اُن کے پاس سے چھین کر لیجائے تو اتنی قدرت نہیں کہ مدافعانہ تحفظ کے لئے خود ہاتھ پاؤں ہلا سکیں یا اپنے بچاؤ کی خاطر ہماری امداد و رفاقت حاصل کر لیں۔ ف۲ یعنی رحمان کی کلاءت و حفاظت اور بتوں کا عجز و بیچارگی ایسی چیز نہیں جس کو یہ لوگ سمجھ نہ سکیں۔ بات یہ ہے کہ پشتہا پشت سے یہ لوگ بیفکری کی زندگی گذار رہے ہیں کوئی جھٹکا عذاب الٰہی کا نہیں لگا اس پر مغرور ہو گئے اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر حق تعالیٰ کا پیغام اور پیغمبروں کی نصیحت قبول کرنے سے منہ موڑ لیا۔ ف۳ یعنی عرب کے ملک میں اسلام پھیلنے لگا ہے اور کفر گھٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہاں کی زمین کافروں پر تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ اُن کی حکومتیں اور سرداریاں ٹوٹتی جا رہی ہیں۔ کیا ایسے کھلے ہوئے آثار و قرائن دیکھ کر بھی اُنہیں اپنا انجام نظر نہیں آتا۔ اور کیا ان شاہدات کے باوجود وہ اسی کے اُمیدوار ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں پر ہم غالب ہونگے۔ اگر چشم عبرت ہے تو چاہئے کہ عقل سے کام لیں اور قرائن و احوال سے مستقبل کا اندازہ کریں۔ کیا اُن کو معلوم نہیں کہ اُن کے گرد و پیش کی بستیاں انبیاء کی تکذیب و عداوت کی سزا میں تباہ کیجا چکی ہیں اور ہمیشہ آخر کار خدا کے وفاداروں کا مشن کامیاب رہا ہے پھر سید المرسلین اور مومنین کاملین کے مقابلہ میں غالب آنے کی اُن کو کیا توقع ہو سکتی ہے۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (احقاف رکوع ۴) (تنبیہ) اس مضمون کی آیت سورۂ "رعد" کے آخر میں گذر چکی وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔ ف۴ یعنی ہمارا کام وحی الٰہی کے موافق نصیحت سنا دینا اور انجام سے آگاہ کر دینا ہے۔ دل کے بہرے اگر اس پکار کو نہ سنیں تو ہمارا قصور نہیں۔ وہ خود اپنے بہرے پن کا خمیازہ بھگتیں گے ف۵ یعنی یہ لوگ جو بہرے بنے ہوئے ہیں، صرف اُس وقت تک ہے کہ ذرا زور سے کھٹکھٹائے نہ جائیں۔ اگر عذاب الٰہی کی ذرا سی بھنک کان میں پڑ گئی یا خدا کے قہر و انتقام کی ادنیٰ بھاپ بھی اُن کو چھو گئی تو آنکھ کان سب کھل جائیں گے اُس وقت بدحواس ہو کر چلائیں گے کہ بیشک ہم بڑے بھاری مجرم تھے جو ایسی کمبختی آئی ف۶ یعنی رائی کے دانہ کی برابر کسی کا عمل ہوگا وہ بھی میزان میں تلیگا۔ اِدھر اُدھر ضائع نہ ہوگا۔ نہ کسی پر ظلم و زیادتی کیجائے گی۔ رتی رتی کا حساب برابر کر دیا جائیگا۔ (تنبیہ) "موازین" "میزان" کی جمع ہے۔ شاید بہت سی ترازوئیں ہوں یا ایک ہی ہو مگر مختلف اعمال و عمال کے اعتبار سے کئی قرار دیدی گئیں واللہ اعلم۔ وزن اعمال اور میزان کے متعلق پہلے سورہ "اعراف" میں کلام کیا جا چکا ہے اُسے دیکھ لیا جائے۔ ف۷ یعنی ہمارا حساب آخری اور فیصلہ کن ہوگا جس کے بعد کوئی دوسرا حساب نہیں۔ نہ ہم کو ساری مخلوق کا حساب لینے میں کسی مددگار کی ضرورت ہے۔ آگے بتلایا کہ انذار و تخویف کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے آج جن باتوں سے حضرت محمد رسول اللہ صلعم ڈراتے ہیں انبیائے سابقین بھی اُن سے ڈراتے چلے آئے ہیں۔ ف۸ یعنی تورات شریف جو حق و باطل، ہدایت و ضلالت اور حلال و حرام کے قضیے چکانے والی اور جہل و غفلت کی اندھیریوں میں روشنی پہنچانے والی اور خدا سے ڈرنے والوں کو نصیحت سنانے والی کتاب تھی۔ ف۹ قیامت کا خطرہ بھی اسی لئے رکھتے ہیں کہ اُن کے دل میں خدا کا ڈر ہے۔ ہر وقت دل میں کھٹکا لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں کیا صورت پیش آئے گی۔ کہیں العیاذ باللہ حق تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے مورد نہ بن جائیں۔ ظاہر ہے ایسے ہی لوگ نصیحت سے منتفع ہوتے ہیں۔ ف۱۰ یعنی ایک نصیحت کی کتاب قرآن تمہارے سامنے موجود ہے جس کا جلیل القدر، عظیم النفع اور کثیر الخیر ہونا، تورات سے بھی زیادہ روشن ہے۔ کیا ایسی واضح اور روشن کتاب کے تم منکر ہوتے ہو جہاں انکار کی گنجائش ہی نہیں ف۱۱ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام سے بیشتر ہم نے ابراہیم کو اُس کی اعلیٰ قابلیت و شان کے مناسب رشد و ہدایت دی تھی، بلکہ جوانی سے پہلے ہی بچپن میں اُس نیک راہ پر ڈال دیا تھا جو ایسے اولوالعزم انبیاء کے شایان شان ہو۔ ف۱۲ یعنی اُس کی استعداد و اہلیت اور کمالات علمیہ و عملیہ کی پوری خبر ہم ہی رکھتے ہیں۔ اسی لئے جو رشد و ہدیٰ اُس کے حسب حال تھی ہم نے عطا کر دی۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا

اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو یہ کیسی مورتیں ہیں جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو ف۱ بولے

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ

ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو اِنہی کی پوجا کرتے ف۲ بولا مقرر رہے تم اور تمہارے باپ دادے

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾

صریح گمراہی میں ف۳ بولے تو ہمارے پاس لایا ہے سچی بات یا تو کھلاڑیاں کرتا ہے ف۴

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى

بولا نہیں رب تمہارا وہی ہے رب آسمان اور زمین کا جس نے اُن کو بنایا اور میں

ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا

اسی بات کا قائل ہوں ف۵ اور قسم اللہ کی میں علاج کرونگا تمہارے بتوں کا جب تم جا چکوگے

مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾

پیٹھ پھیر کر ف۶ پھر کر ڈالا اُن کو ٹکڑے ٹکڑے مگر ایک بڑا اُن کا کہ شاید اُسکی طرف رجوع کریں ف۷

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى

کہنے لگے کس نے کیا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ وہ تو کوئی بے انصاف ہے ف۸ وہ بولے ہمنے سنا ہے ایک جوان

يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ

بتوں کو کچھ کہا کرتا ہے اُس کو کہتے ہیں ابراہیم ف۹ وہ بولے اُس کو لے آؤ لوگوں کے سامنے

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾

شاید وہ دیکھیں ف۱۰ بولے کیا تو نے کیا ہے یہ ہمارے معبودوں کیساتھ اے ابراہیم

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾

بولا نہیں پر یہ کیا ہے اُنکے اِس بڑے نے سو اُن کو پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں ف۱۱

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا

پھر سوچے اپنے جی میں پھر بولے لوگو تم ہی بے انصاف ہو ف۱۲ پھر اوندھے ہوگئے

ف۱ یعنی ذرا اِن کی اصلیت اور حقیقت تو بیان کرو۔ آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں خدا کس طرح بن گئیں ف۲ یعنی عقل و فطرت اور نقل معتد بہ کی کوئی شہادت ہماری تائید میں نہیں ہے نہ سہی لیکن بڑی بھاری دلیل بت پرستی کے حق و صواب ہونے کی یہ ہے کہ اوپر سے ہمارے باپ دادا اِن ہی کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں۔ پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں۔ ف۳ یعنی اِس دلیل سے تمہاری حقانیت اور عقلمندی ثابت نہ ہوئی، ہاں یہ ثابت ہوا کہ تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح گمراہ اور بے وقوف تھے جن کی کورانہ تقلید میں تم تباہ ہو رہے ہو ف۴ تمام قوم کے عقیدہ کے خلاف ابراہیم کی ایسی سخت گفتگو سُن کر اُن میں اضطراب پیدا ہو گیا کہنے لگے کیا سچ مچ تیرا خیال اور عقیدہ یہی ہے یا محض ہنسی اور دل لگی کرتا ہے ف۵ یعنی میرا عقیدہ یہی ہے اور پورے یقین و بصیرت سے اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میرا تمہارا سب کا رب وہ ہی ایک خدا ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے اور اُن کی دیکھ بھال رکھی کوئی دوسری چیز اُس کی خدائی میں شریک نہیں ہوسکتی۔ ف۶ یہ بات ذرا آہستہ کہی، کہ بعض نے سُنی، بہتوں نے نہ سُنی۔ جنہوں نے سُنی اُسکی کچھ پرواہ نہ کی، کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ تنہا ایک نوجوان ساری قوم کے معبودوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ ف۷ جب وہ لوگ شہر سے باہر ایک میلہ میں گئے تب ابراہیم نے بت خانہ میں جا کر بتوں کو توڑ ڈالا۔ صرف ایک بت کو باقی رہنے دیا جو باعتبار جثہ کے یا تعظیم و تکریم کے اُن کے نزدیک سب سے بڑا تھا، اور جس کلہاڑی سے توڑا تھا وہ اس بڑے کے گلے میں لٹکا دی، تا وہ لوگ جب واپس آکر یہ صورت حال دیکھیں تو قدرتی طور پر اُن کا خیال اِس بڑے بت کی طرف ہو یا الزاماً اُس کی طرف رجوع کرایا جائے ف۸ یعنی یہ گستاخی اور بے ادبی کی حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے کی۔ یقیناً جس نے یہ کام کیا بڑا ظالم اور شریر ہے (استغفراللہ) یہ شاید اُن لوگوں نے کہا ہوگا جن کے کان تک "تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ" کی آواز نہ پہنچی تھی۔ ف۹ یہ کہنے والے وہ لوگ ہونگے جو حضرت ابراہیم کے جملے سُن چکے تھے۔ یعنی وہ ہی ایک شخص ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے، یقیناً یہ کام اُسی نے کیا ہوگا۔ ف۱۰ یعنی اُس کو بلا کر برملا مجمع عام میں بیان لیا جائے۔ تا معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر اور خود اُس کی باتیں سُن کر گواہ رہیں کہ جو سزا اُس کو قوم کی طرف سے دی جائیگی، بیشک وہ اُس کا مستحق تھا۔ یہ تو اُن کی غرض تھی اور حضرت ابراہیم کا مقصود بھی یہی ہوگا کہ مجمع عام میں اُن کو موقع ملے کہ مشرکین کو عاجز و مبہوت کریں اور علیٰ رؤس الاشہاد علیٰ حق کا اظہار ہو۔ ف۱۱ یعنی مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ اس بڑے گرو گھنٹال نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اُس کے پاس موجود ہے، یہ کام کیا ہوگا۔ لیجئے بحث و تحقیق کے وقت بطور الزام و تبکیت میں یہ دعویٰ کئے لیتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ ڈالا۔ اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے۔ اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں، اِس لئے بہترین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی یہ ہے کہ تم خود اپنے اِن معبودوں ہی سے دریافت کر لو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا۔ اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کر دیں گے؟ (تنبیہ) ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ "بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" کہنا خلاف واقعہ خبر دینے کے طور پر نہ تھا جسے حقیقۃً جھوٹ کہا جائے۔ بلکہ اُن کی تحمیق و تجہیل کے لئے ایک فرضی احتمال کو بصورت دعویٰ لیکر بطور تعریض و الزام کلام کیا گیا تھا جیسا کہ عموماً بحث و مناظرہ میں ہوتا ہے۔ اُس کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں بظاہر صورت جھوٹ کی معلوم ہوتی ہے اِسی لئے بعض احادیث میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق صورۃً کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کی توجیہ میں اور بھی کئی محمل بیان کئے ہیں، مگر ہمارے نزدیک یہی تقریر زیادہ صاف، بے تکلف اور اقرب الی الروایات ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۲ یعنی سمجھے کہ بیکار پھر پوچھنے سے کیا حاصل یا یہ مطلب ہو کہ تم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کہ باوجود ابراہیم کی دھمکی سننے کے یوں ہی لاپروائی سے بتخانہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے اپنے معبودوں کی حفاظت کا کوئی سامان کر کے نہ گئے۔ کذا قال ابن کثیرؒ۔

عَلٰی رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ

سر جھکا کر ف۱ تو تو جانتا ہے جیسا یہ بولتے ہیں ف۲ بولا کیا پھر تم پوجتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْـًٔا وَّ لَا یَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا

اللہ سے ورے ایسے کو جو تمہارا کچھ بھلا کرے نہ برا ☆ بیزار ہوں میں تم سے اور جنکو

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ

تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے کیا تم کو سمجھ نہیں ف۳ بولے اس کو جلاؤ اور

انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ

مدد کرو اپنے معبودوں کی اگر کچھ کرتے ہو ف۴ ہمنے کہا اے آگ ٹھنڈک ہو جا اور

سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ﴿۷۰﴾

آرام ابراہیم پر ف۵ اور چاہنے لگے اس کا برا پھر انہی کو ہمنے ڈالا نقصان میں ف۶

وَ نَجَّیْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَ وَهَبْنَا

اور بچا نکالا ہمنے اسکو اور لوط کو اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہمنے جہان کے واسطے ف۷ اور بخشا ہمنے

لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ﴿۷۲﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ

اس کو اسحٰق اور یعقوب دیا انعام میں ف۸ اور سب کو نیک بخت کیا ف۹ اور ان کو کیا ہمنے

اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ

پیشوا راہ بتلاتے تھے ہمارے حکم سے ف۱۰ اور کہلا بھیجا ہمنے ان کو کرنا نیکیوں کا اور قائم رکھنی

الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ﴿۷۳﴾ وَ لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ

نماز اور دینی زکوٰۃ ف۱۱ اور وہ تھے ہماری بندگی میں لگے ہوئے ف۱۲ اور لوط کو دیا ہم نے

حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ

حکم اور سمجھ ف۱۳ اور بچا نکالا اس کو اس بستی سے جو کرتے تھے گندے کام

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ

وہ تھے لوگ برے نافرمان ف۱۴ اور اس کو لے لیا ہمنے اپنی رحمت میں وہ ہے

ف۱ یعنی شرمندگی سے آنکھ نہیں ملا سکتے تھے ف۲ یعنی جان بوجھ کر ہم سے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کرتا ہے۔ کہیں پتھر بھی بولے ہیں؟ ف۳ یعنی پھر تم کو ڈوب مرنا چاہیے کہ جو مورتی ایک لفظ نہ بول سکے، کسی آڑے وقت کام نہ آسکے، ذرہ برابر نفع و نقصان اس کے اختیار میں نہ ہو، اسے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے۔ کیا اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔ ف۴ یعنی بحث و مناظرہ میں تو اس سے جیت نہیں سکتے۔ اب صرف ایک ہی صورت ہے کہ (جو معبود ہماری بلکہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے) ہم اُنکی مدد کریں اور اُنکے دشمن کو سخت ترین سزا دیں۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو ہم نے کچھ کام نہ کیا۔ چنانچہ اس مشورہ کے موافق حضرت ابراہیم کو آگ میں جلانے کی سزا تجویز ہوئی۔ گویا جس طرح ابراہیم نے بت توڑ کر ان کے دل جلائے تھے، یہ ان کو آگ میں جلا ڈالیں۔ آخر ظالموں نے جمع ہو کر نہایت اہتمام اور بیرحمی کے ساتھ حضرت ابراہیم کو سخت بھڑکتی ہوئی آگ کی نذر کر دیا۔ ف۵ یعنی تکوینًا آگ کو حکم ہوا کہ ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا لیکن اس قدر ٹھنڈی نہیں کہ برودت سے تکلیف پہنچنے لگے۔ ایسی معتدل ٹھنڈک ہو جو جسم و جان کو خوشگوار معلوم ہونے لگے (تنبیہ) آگ کا ابراہیم پر ٹھنڈا ہو جانا ان کا معجزہ تھا۔ معجزہ کی حقیقت یہی ہے کہ حق تعالیٰ اپنی عام عادت کے خلاف سبب عادی کو مسبب سے یا مسبب کو سبب سے جدا کر دے۔ یہاں احراق کا سبب (آگ) موجود تھی، مگر مسبب اس پر مرتب نہ ہوا۔ معجزہ وغیرہ کے متعلق مفصل کلام ہم نے ایک مستقل تحریر میں کیا ہے جو رسالہ "الحمود" کے کئی نمبروں میں چھپ چکی فلیراجع ف۶ یعنی ابراہیم کا برا چاہتے تھے، لیکن خود ناکامی، ذلت، اور خسارہ میں پڑ گئے۔ حق کی صداقت برملا ظاہر ہوئی اور اللہ کا کلمہ بلند ہوا۔ قال فی "البحر المحیط" "ہذا اکثر الناس فی حکایۃ ما جری لابراہیم علیہ السلام۔ والذی صح ہو ما ذکرہ اللہ تعالیٰ من انہ علیہ السلام القی فی النار فجعلہا اللہ علیہ بردًا وسلامًا" ف۷ یعنی حضرت ابراہیم کو مع حضرت لوط کے صحیح سالم ملک شام میں لے گئے جہاں بہت سی ظاہری و باطنی برکات ودیعت کی گئی ہیں۔ ف۸ یعنی بڑھاپے میں بیٹا مانگا تھا، ہم نے پوتا بھی دیدیا یعنی یعقوب علیہ السلام۔ ف۹ یعنی ابراہیم، لوط، اسحاق، یعقوب اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں ہیں کیونکہ سب نبی ہوئے اور انبیاء سے بڑھ کر نیکی کس میں ہو سکتی ہے۔ ف۱۰ یعنی ایسے کامل تھے کہ دوسروں کی تکمیل بھی کرتے تھے۔ ف۱۱ یعنی اُن کی طرف وحی بھیجی جس میں ان امور کی تاکید تھی یہ اُن کا کمال علمی ہوا۔ ف۱۲ یعنی شب و روز ہماری بندگی میں لگے رہتے تھے کسی دوسری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ یہی انبیاء کی شان ہوتی ہے کہ اُن کا ہر کام خدا کی بندگی کا پہلو لئے ہوتا ہے۔ یہ عملی کمال ہوا۔ ف۱۳ یعنی حکمت و حکومت اور علم و فہم جو انبیاء کی شان کے لائق ہو۔ ف۱۴ بستی سے مراد "سدوم" اور اس کے ملحقات ہیں۔ وہاں کے لوگ خلاف فطرت افعال کے مرتکب اور بہت سے گندے کاموں میں مبتلا تھے۔ ان کا قصہ پہلے کئی جگہ گذر چکا۔

ف۱ یعنی جب لوط کی قوم پر عذاب بھیجا تو لوط اور اُس کے ساتھیوں کو ہم نے اپنی مہربانی اور رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیا تا نیکوں کا اور بدوں کا انجام الگ الگ ظاہر ہو جائے ف۲ یعنی ابراہیم اور لوط سے پہلے۔ ف۳ نوح علیہ السّلام ساڑھے نو سو برس تک قوم کو سمجھاتے رہے۔ اتنی طویل مدّت میں سخت زہرہ گداز سختیاں اُٹھائیں آخر دعا کی "اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" (قمر رکوع۱) اور "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا" (نوح۔ رکوع ۲) حق تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ کافروں کو طوفان سے غرق کر دیا اور نوح کو مع ہمراہیوں کے طوفان کی گھبراہٹ اور کفار کی ایذا دہی سے بچا لیا۔ ان کا مفصّل قصہ پہلے گزر چکا۔ ف۴ حضرت داؤد علیہ السّلام اللہ کے پیغمبر تھے حضرت سلیمان علیہ السّلام اُن کے صاحبزادے ہیں، اور خود نبی ہیں دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت، قوتِ فیصلہ اور علم و حکمت عنایت فرمائے تھے۔ حضرت سلیمان بچپن ہی میں اس قدر غیر معمولی سمجھ کی باتیں کرتے تھے کہ سُننے والے حیران رہ جائیں حضرت داؤد علیہ السّلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آگھسیں

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ

نیک بختوں میں ف۱ اور نوح کو جب اُس نے پکارا اس سے پہلے ف۲ پھر قبول کر لی ہم نے اُسکی دعا سو بچا دیا اُسکو

وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اور اُسکے گھر والوں کو بڑی گھبراہٹ سے ☆ اور مدد کی اُس کی اُن لوگوں پر جو جھٹلاتے تھے

بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوٗدَ

ہماری آیتیں وہ تھے بُرے لوگ پھر ڈبا دیا ہم نے اُن سب کو ف۳ اور داؤد

وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ

اور سلیمان کو جب لگے فیصل کرنے کھیتی کا جھگڑا جب روند گئیں اُس کو رات میں ایک قوم کی بکریاں اور

كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا

سامنے تھا ہمارے اُن کا فیصلہ ☆ پھر سمجھا دیا ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو اور دونوں کو دیا تھا ہم نے حکم

وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

اور سمجھ ف۴ اور تابع کیے ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑ تسبیح پڑھا کرتے اور اُڑتے جانور ف۵ اور یہ سب کچھ ہم نے کیا ف۶

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

اور اُسکو سکھلایا ہم نے بنانا ایک تمہارا لباس کہ بچاؤ ہو تم کو تمہاری لڑائی میں ف۷ سو کچھ تم

شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى

شکر کرتے ہو ف۸ اور سلیمان کے تابع کی ہوا زور سے چلنے والی کہ چلتی اُس کے حکم سے اُس

الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَىْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ

زمین کی طرف جہاں برکت دی ہے ہم نے ف۹ اور ہم کو سب چیز کی خبر ہے ف۱۰ اور تابع کیے کتنے شیطان

مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

جو غوطہ لگاتے اُسکے واسطے اور بہت سے کام بناتے اس کے سوائے ف۱۱ اور ہم نے اُنکو تھام رکھا تھا ف۱۲

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾

اور ایوب کو جس وقت پکارا اُس نے اپنے رب کو کہ مجھ پر پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم والوں سے رحم والا ☆

کھیتی کا نقصان ہوا۔ حضرت داؤد نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اُس مالیت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اُٹھایا تھا۔ یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دیدی جائیں حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میرے نزدیک کھیتی والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور دودھ پئے اور بکریوں والا کھیت کی آبپاشی اور تردد کرے جب کھیتی جیسی تھی ویسی ہو جائے تو بکریاں لوٹا دیں اور کھیتی لے لیں اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد نے بھی یہ فیصلہ سُن کر تحسین فرمائی اور اپنے اجتہاد سے رجوع کیا۔ گویا اصول فقہ کی اصطلاح میں سلیمان علیہ السّلام کے استحسان کو اپنے قیاس کے مقابلہ میں قبول فرمالیا۔ باپ بیٹے دونوں نے جو فیصلہ شرکائے مقدمہ کے حق میں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تھا اور دونو ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کی قوت اور سمجھ عنایت کی تھی لیکن اصل گر کی بات اس نے سلیمان کو سمجھا دی وہ اس نتیجہ پر پہنچے جو اللہ کے نزدیک اصلح و اصوب تھا، اور جسے آخر کار داؤد نے بھی قبول کیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم السّلام بادشاہ ہو کر بھی مخلوق کے چھوٹے چھوٹے معاملات کی طرف اُسی قدر توجہ فرماتے ہیں جیسے بڑے مہم کاموں کی طرف۔ ف۵ حضرت داؤد علیہ السّلام بے انتہا خوش آواز تھے اس پر پیغمبرانہ تاثیر، حالت یہ ہوتی تھی کہ جب جوش میں آکر زبور پڑھتے یا خدا کی تسبیح و تحمید کرتے تو پہاڑ اور پرند جانور بھی اُن کے ساتھ آواز سے تسبیح پڑھنے لگتے تھے۔ ف۶ یعنی تعجب نہ کرو کہ پتھر اور جانور کیسے بولتے اور تسبیح پڑھتے ہونگے۔ یہ سب کچھ ہمارا کیا ہوا تھا۔ بھلا ہماری لامحدود قدرت کے لحاظ سے یہ باتیں کیا مستبعد سمجھی جا سکتی ہیں۔ ف۷ حق تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا موم کر دیا تھا۔ اُسے موڑ کر نہایت ہلکی، مضبوط، جدید قسم کی زرہیں تیار کرتے تھے جو لڑائی میں کام دیں۔ ف۸ یعنی تمہارے فائدہ کے لئے ہم نے داؤد کے ذریعہ سے ایسی عجیب صنعت نکال دی، سو جو کہ تم اس قسم کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا کرتے ہو۔ ف۹ حضرت سلیمان نے دعا کی تھی "رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ" (ص رکوع ۳) اللہ تعالیٰ نے ہوا اور جن اُن کے لئے مسخر کر دئیے۔ حضرت سلیمان نے ایک تخت تیار کرایا تھا جس پر مع اعیان دولت بیٹھ جاتے اور ضروری سامان بھی بار کر لیا جاتا، پھر ہوا آتی۔ زور سے اُس کو زمین سے اُٹھاتی، پھر اوپر جا کر نرم ہوا اُنکی ضرورت کے مناسب چلتی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ "رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ" (ص۔ رکوع ۳) ایک صبح کو شام کو اور شام سے یمن کو مہینہ کی راہ دوپہر میں پہنچا دیتی۔ تعجب ہے کہ آج عجیب و غریب ہوائی جہازوں کے زمانہ میں بھی بہت سے زائغین اس قسم کے واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ کیا یورپ جو کام اسٹیم اور الیکٹرک سے کر سکتا ہے خدا تعالیٰ ایک پیغمبر کی خاطر اپنی قدرت سے نہیں کر سکتا۔ ف۱۰ کہ کس کو کس قسم کا امتیاز دینا مناسب ہے اور ہوا وغیرہ عناصر سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے۔ ف۱۱ شیاطین سے مُراد سرکش جن ہیں، اُن سے حضرت سلیمان دریا میں غوطہ لگواتے تا موتی اور جواہر اُس کی تہ میں سے نکالیں اور عمارات میں بھاری کام کرواتے اور حوض کی برابر تانبے کے لگن اور بڑی عظیم الشان دیگیں جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں ہوا کر اُٹھواتے تھے اور سخت سخت کام اُن سے لیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کے حیرت انگیز کام اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مادی قوتوں سے کرائے ہیں اُس وقت مخفی اور روحی قوتوں سے کرائے جاتے تھے۔ ف۱۲ یعنی ہم نے اپنے اقتدار کامل سے اُن شیاطین کو سلیمان کی قید میں اس طرح تھام رکھا تھا کہ جو چاہتے اُن سے بیگار لیتے تھے اور وہ کوئی ضرر سلیمان کو نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ورنہ آدمی کی کیا بساط ہے کہ ایسی مخلوق کو اپنے قبضہ میں کرلے اور زنجیروں میں جکڑ کر رکھ چھوڑے۔ "وَّ اٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ" (ص رکوع ۳)

ف۱ حضرت ایوبؑ کو حق تعالیٰ نے دنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا، کھیت، مواشی، لونڈی غلام، اولاد صالح، اور عورت مرضی کے موافق عطا کی تھی۔ حضرت ایوب بڑے شکرگذار بندے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو آزمائش میں ڈالا، کھیت جل گئے، مواشی مر گئے، اور اولاد اکھٹی دب مری، دوست آشنا الگ ہو گئے، بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے، ایک بیوی رفیق رہی، آخر میں وہ بیچاری بھی اُکتانے لگی۔ مگر حضرت ایوبؑ جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کی شماتت حد کو گذر گئی، بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی، تب دُعا کی "رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" رب کو پکارنا تھا کہ دریائے رحمت اُمنڈ پڑا اللہ تعالیٰ نے مری ہوئی اولاد سے دُگنی اولاد دی، زمین سے چشمہ نکالا اُسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے۔ بدن کا سارا روگ جاتا رہا۔ اور جیسا کہ حدیث میں ہے سونے کی ٹڈیاں برسائیں، غرض سب طرح درست کر دیا۔ ف۲ یعنی ایوب پر یہ مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنیوالوں کے لئے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہو گئی کہ جب کسی نیک بندے پر دنیا میں بُرا وقت آئے تو ایوب کی طرح صبر و استقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنا چاہئے حق تعالیٰ اُس پر نظر عنایت فرمائیگا۔ اور محض ایسے ابتلاء کو دیکھ کر کسی شخص کی نسبت یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ

پھر ہم نے سن لی اُسکی فریاد سو دور کر دی جو اُس پر تھی تکلیف اور عطا کیے اسکو اُسکے گھر والے اور اُتنے ہی اور

مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ

اُنکے ساتھ ف۱ رحمت اپنی طرف سے اور نصیحت بندگی کرنیوالوں کو ف۲ اور اسمٰعیل اور

اِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ۚۖ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ

ادریس اور ذوالکفل کو یہ سب ہیں صبر والے ف۳ اور لے لیا ہم نے اُنکو اپنی رحمت میں

اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ

وہ ہیں نیک بختوں میں ✡ اور مچھلی والے کو جب چلا گیا غصہ ہو کر ف۴ پھر سمجھا کہ

لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ

ہم نہ پکڑ سکیں گے اُس کو ف۵ پھر پکارا اُن اندھیروں میں ف۶ کہ کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے

اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ

میں تھا گنہگاروں سے ف۷ پھر سن لی ہم نے اُسکی فریاد اور بچا دیا اُس کو اُس گھٹن سے اور

كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ

یوں ہی ہم بچا دیتے ہیں ایمان والوں کو ف۸ اور زکریا کو جب پکارا اُس نے اپنے رب کو اے رب

لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَ

نہ چھوڑ مجھ کو اکیلا ف۹ اور تو ہے سب سے بہتر وارث ف۱۰ پھر ہم نے سُن لی اُس کی دعا اور

وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي

بخشا اُس کو یحییٰ اور اچھا کر دیا اُس کی عورت کو ف۱۱ وہ لوگ دوڑتے تھے

الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ

بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہم کو توقع سے اور ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز ف۱۲ اور وہ عورت

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

جس نے قابو میں رکھی اپنی شہوت ف۱۳ پھر پھونک دی ہم نے اُس عورت میں اپنی روح ف۱۴ اور کیا اُسکو اور اُسکے بیٹے کو نشانی

ف۳ یعنی اِن سب نیک بندوں کو یاد کرو۔ اسمٰعیل اور ادریس کا ذکر پہلے سورۂ "مریم" میں گذر چکا۔ ذوالکفل کی نسبت اختلاف ہے کہ نبی تھے۔ جیسا کہ انبیاء کے ذیل میں تذکرہ فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے یا محض ایک مرد صالح تھے۔ کہتے ہیں ایک شخص کے ضامن ہو کر کئی برس قید رہے اور یہ محنت اُٹھائی۔ (تنبیہ) مسند امام احمد اور جامع ترمذی میں ایک شخص کا قصہ آتا ہے جو پہلے سخت بدکار اور فاسق فاجر تھا، بعدہٗ تائب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکی مغفرت کی بشارت اسی دنیا میں لوگوں کو سنا دی، اُس کا نام حدیث میں "کفل" آیا ہے۔ بظاہر یہ وہ "ذوالکفل" نہیں جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا۔ واللہ اعلم۔ ہمارے زمانہ کے بعض مصنفین کا خیال ہے کہ ذوالکفل وہ ہی ہیں جن کو "حزقیل" کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۴ "مچھلی والا" فرمایا حضرت یونس علیہ السلام کو۔ اِن کا مختصر قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شہر نینویٰ کی طرف (جو موصل کے مضافات میں ہے) مبعوث فرمایا تھا۔ یونس علیہ السلام نے اُن کو بُت پرستی سے روکا اور حق کی طرف بلایا، وہ ماننے والے کہاں تھے، روز بروز اُن کا عناد و تمرّد ترقی کرتا رہا۔ آخر بد دعا کی اور قوم کی حرکات سے خفا ہو کر غصہ میں بھرے ہوئے شہر سے نکل گئے حکم الٰہی کا انتظار نہ کیا اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئیگا۔ اُن کے نکل جانے کے بعد قوم کو یقین ہوا کہ نبی کی بد دعا خالی نہیں جائیگی کچھ آثار بھی عذاب کے دیکھے ہونگے۔ گھبرا کر سب لوگ بچوں اور جانوروں سمیت باہر جنگل میں چلے گئے اور ماؤں کو بچوں سے جدا کر دیا میدان میں پہنچ کر سب نے رونا چلانا شروع کیا۔ بچے اور مائیں، آدمی اور جانور سب شور مچا رہے تھے، کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی، تمام بستی والوں نے سچے دل سے توبہ کی بُت توڑ ڈالے، خدائے تعالیٰ کی اطاعت کا عہد باندھا اور حضرت یونس کو تلاش کرنے لگے کہ ملیں تو اُن کے ارشاد پر کاربند ہوں۔ حق تعالیٰ نے آنیوالا عذاب اُن پر سے اُٹھا لیا۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۔" (یونس۔ رکوع ۱۰) اُدھر یونس علیہ السلام بستی سے نکل کر ایک جماعت کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے، وہ کشتی غرق ہونے لگی۔ کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے (یا اپنے مفروضات کے موافق یہ سمجھے کہ کشتی میں کوئی غلام مولا سے بھاگا ہوا ہے) بہرحال اُس آدمی کی تعیین کے لئے قرعہ ڈالا۔ وہ یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا۔ دو تین مرتبہ قرعہ اندازی کی ہر دفعہ یونس کے نام پر نکلتا رہا۔ یہ دیکھ کر یونس علیہ السلام دریا میں کود پڑے۔ فوراً ایک مچھلی آ کر نگل گئی اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس کو اپنے پیٹ میں رکھ، اُس کا ایک بال بیکا نہ ہو۔ یہ تیری روزی نہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے اس کا قیدخانہ بنایا ہے۔ اس کو اپنے اندر حفاظت سے رکھنا۔ اُس وقت یونس نے اللہ کو پکارا "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" اپنی خطا کا اعتراف کیا کہ بیشک میں نے جلدی کی کہ تیرے حکم کا انتظار کئے بدون بستی والوں کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔ گو یونس علیہ السلام کی یہ غلطی اجتہادی تھی جو اُمت کے حق میں معاف ہے، مگر انبیاء کی تربیت و تہذیب دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتی ہے جس عالم میں وحی آنے کی اُمید ہو۔ بدون انتظار کئے قوم کو چھوڑ کر چلا جانا ایک نبی کی شان کے لائق نہ تھا۔ اسی نامناسب بات پر داروگیر شروع ہو گئی۔ آخر توبہ کے بعد نجات ملی۔ مچھلی نے کنارہ پر آ کر اُگل دیا اور اسی بستی کی طرف صحیح سالم واپس کئے گئے۔ ف۵ یعنی یہ خیال کر لیا کہ ہم اس حرکت پر کوئی داروگیر نہ کریں گے، یا ایسی طرح نکل کر بھاگا جیسے کوئی یوں سمجھ کر چلدے کہ اب ہم اُس کو پکڑ کر واپس نہیں لا سکیں گے۔ گویا بستی سے نکل کر ہماری قدرت سے ہی نکل گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ یونس علیہ السلام فی الواقع ایسا سمجھتے تھے۔ ایسا خیال تو ایک ادنیٰ مومن بھی نہیں کر سکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ صورت حال ایسی تھی جس سے یوں مترشح ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ کاملین کی ادنیٰ ترین لغزش کو بہت سخت پیرایہ میں ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے

بقیہ فوائد صفحہ ۴۲۶ ۔ کئی جگہ لکھ چکے ہیں اور اس کا اثر کی تنقیص نہیں ہوئی بلکہ جلالت شان ظاہر ہوتی ہے کہ اتنے بڑے ہو کر ایسی چھوٹی سی فروگذاشت بھی کیوں کرتے ہیں۔ ف ۶ یعنی دریا کی گہرائی، مچھلی کے پیٹ اور شب تاریک کے اندھیروں میں۔ ف ۷ یعنی میری خطا کو معاف فرمائیے۔ بے شک مجھ سے غلطی ہوئی۔ ف ۸ یعنی یونس کے ساتھ مخصوص نہیں جو ایماندار لوگ ہم کو اسی طرح پکاریں گے ہم اُن کو بلاؤں سے نجات دینگے۔ احادیث میں اس دعاء کی بہت فضیلت آئی ہے۔ اور اُمت نے شدائد و نوائب میں ہمیشہ اس کو مجرب پایا ہے۔ ف ۹ یعنی اولاد دے جو میرے بعد قوم کی خدمت کر سکے اور میری تعلیم کو پھیلائے جیسا کہ سورۂ "مریم" کے فوائد میں لکھا جا چکا ہے۔ ف ۱۰ وارث طلب کر رہے تھے "یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ" (مریم رکوع ۱) اُسی کے مناسب نام سے اللہ کو یاد کیا۔ ف ۱۱ یعنی بانجھ عورت کو ولادت کے قابل کر دیا۔ ف ۱۲ بعض متصوفین کہا کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کو پکارے توقع سے یا ڈر سے وہ اصلی محب نہیں۔ یہاں سے اُن کی غلطی ظاہر ہوئی۔ انبیاء سے بڑھ کر خدا کا محب کون ہو سکتا ہے۔ ف ۱۳ یعنی حلال و حرام دونوں طریقوں سے محفوظ تھی۔ ف ۱۴ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو جو "روح اللہ" کے لقب سے ملقب ہیں اُسکے پیٹ میں پرورش کیا۔

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ

جہان والوں کو واسطے ف ۱ یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں رب تمہارا

فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

سو میری بندگی کرو ف ۲ اور ٹکڑے ٹکڑے بانٹ لیا لوگوں نے آپس میں اپنا کام ف ۳ سب ہمارے پاس پھر آئیں گے ف ۴

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ

سو جو کوئی کرے کچھ نیک کام اور وہ رکھتا ہو ایمان سو اکارت نہ کریں گے اُس کی سعی کو

وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰي قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ

اور ہم اُس کو لکھ لیتے ہیں ف ۵ اور مقرر ہو چکا ہر بستی پر جس کو غارت کر دیا ہم نے کہ وہ

لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓي اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ

پھر کر نہیں آئیں گے ف ۶ یہاں تک کہ جب کھول دئے جائیں یاجوج اور ماجوج اور وہ

مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ

ہر اونچان سے پھسلتے چلے آئیں ف ۷ اور نزدیک آ لگے سچا وعدہ پھر اُس دم

شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ

اوپر لگی رہ جائیں منکروں کی آنکھیں ہائے کمبختی ہماری ہم بے خبر رہے

مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اس سے ف ۸ نہیں پر ہم تھے گنہگار ف ۹ تم اور جو کچھ تم پوجتے ہو اللہ کے

اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ

سوائے ایندھن ہے دوزخ کا تم کو اُس پر پہنچنا ہے ف ۱۰ اگر ہوتے یہ بت

اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا

معبود تو نہ پہنچتے اُس پر اور سارے اُس میں سدا پڑے رہینگے ف ۱۱ اُن کو وہاں

زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ

چلانا ہے اور وہ اُس میں کچھ نہ سنیں گے ف ۱۲ جن کے لئے پہلے سے ٹھہر چکی

ع ۶ / ۱۹

فوائد صفحہ ہذا ف ۱ اُن کا "نشانی" ہونا سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں بیان ہو چکا ہے۔ ف ۲ یعنی خدا بھی ایک اور تمہارا اصل دین بھی ایک ہی۔ تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں جو ایک کی تعلیم ہے وہ ہی دوسروں کی ہے۔ رہا فروع کا اختلاف، وہ زمان و مکان کے اختلاف کی وجہ سے عین مصلحت و حکمت ہے۔ اختلاف مذموم وہ ہے جو اصول میں ہو۔ پس لازم ہے کہ سب مل کر خدا کی بندگی کریں اور جن اصول میں تمام انبیاء متفق رہے ہیں اُن کو متحدہ طاقت سے پکڑیں۔ ف ۳ ہم نے تو اصول کے اعتبار سے ایک دین دیا تھا۔ لوگوں نے خود اختلاف ڈال کر اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور آپس میں پھوٹ ڈال دی۔ ف ۴ یعنی ہمارے پاس آکر تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائیگا جب ہر ایک کو اُس کے کئے کی جزاء ملیگی۔ آگے اُس جزاء کی تفصیل ہے۔ ف ۵ یعنی کسی کی محنت اکارت نہ جائیگی۔ نیکی کا میٹھا پھل مومن کو مل کر رہیگا۔ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی ضائع نہ ہوگی ہر چھوٹا بڑا عمل ہم اُس کے اعمالنامہ میں ثبت کر دیتے ہیں جو قیامت کے دن کھولدیے جائیں گے۔ ف ۶ پہلے نجات پانے والے مومنین کا ذکر تھا، اُس کے بالمقابل اِس آیت میں ہلاک ہونے والے کافروں کا مذکور ہے یعنی جن کے لئے ہلاک اور غارت ہونا مقدر ہو چکا وہ کبھی اپنے کفر و عصیان کو چھوڑ کر اور توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع ہونیوالے نہیں۔ نہ وہ کبھی دنیا میں اِس غرض سے واپس کئے جا سکتے ہیں کہ دوبارہ یہاں آکر گذشتہ زندگی کی تقصیرات کی تلافی کر لیں۔ پھر اُن کو نجات و فلاح کی توقع کدھر سے ہو سکتی ہے۔ اُن کے لئے تو صرف ایک ہی وقت ہے جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کریں گے اور اپنی زیادتیوں کے معترف ہو کر پشیمان ہونگے۔ مگر اُس وقت پشیمانی کچھ کام نہ آئیگی، وہ وقت قیامت کا ہے جس کے مبادی قریبہ میں سے ہے خروج "یاجوج ماجوج" آگے اُسی کو بیان فرماتے ہیں۔ ف ۷ یعنی قیامت کے قریب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سد ذوالقرنین توڑ کر یاجوج ماجوج کا لشکر ٹوٹ پڑیگا۔ یہ لوگ اپنی کثرت و ازدحام کی وجہ سے تمام بلندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھو اُن ہی کا ہجوم نظر آئیگا۔ اُن کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتاری سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکیگی۔ یہ معلوم ہوگا کہ ہر ایک ٹیلہ اور پہاڑ سے اُن کی فوجیں پھسلتی اور لڑھکتی چلی آ رہی ہیں۔ سورۂ "کہف" کے آخر میں اس قوم کے متعلق ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں اُس کا ایک مرتبہ مطالعہ کر لیا جائے ف ۸ یعنی جزاء سزاء کا وعدہ جب نزدیک آ لگے گا اُس وقت منکروں کی آنکھیں مارے شدت ہول کے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اور اپنی غفلت پر دست حسرت ملیں گے کہ افسوس آج کے دن کو ہم کس بے خبری جو آسی کمبختی آئی۔ کاش ہم دنیا میں اس آفت سے بچنے کی فکر کرتے۔ ف ۹ یعنی بے خبری بھی کیسی کہیں، آخر انبیاء علیہم السلام نے تو کھول کھول کر آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن ہم نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ اُنکا کہنا نہ مانا اور برابر شرارتوں اور گناہوں پر اصرار کرتے رہے۔ ف ۱۰ یہ خطاب مشرکین کو ہے جو بت پوجتے تھے یعنی تم اور تمہارے یہ معبود سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" (بقرہ۔ رکوع ۳) اس کے معنی یہ نہیں کہ اصنام (بت) معذب ہونگے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ بت پرستوں پر حجت زیادہ لازم ہو۔ جیسا کہ آگے فرمایا "لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا" اور اُن کی حسرت بڑھے اور حماقت زیادہ واضح ہو کہ جن سے خیر کی توقع رکھتے تھے وہ آج خود اپنے کو نہ بچا سکے پھر ہماری حفاظت کیا کر سکتے ہیں۔ (تنبیہ) "وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" سے مراد یہاں صرف اصنام ہیں۔ کیونکہ خطاب اُن ہی کے پرستاروں سے ہے لیکن اگر "مَا" کو عام رکھا جائے تو بشرط عدم المانع کی قید معتبر ہوگی یعنی جن فرضی معبودوں میں کوئی مانع دخول نار سے نہ ہو وہ اپنے عابدین کے ساتھ دوزخ کا ایندھن بنائے جائیں گے۔ مثلاً شیاطین و اصنام۔ باقی حضرت مسیح و عزیر اور ملائکۃ اللہ جن کو بہت لوگوں نے معبود ٹھہرا لیا ہے۔ اِن حضرات کی مقبولیت و وجاہت مانع ہے کہ (معاذ اللہ) اس عموم میں شامل رکھے جائیں۔ اِسی لئے آگے تصریحاً فرما دیا "اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ" ف ۱۱ یعنی سب عابد و معبود ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہیں گے۔ ف ۱۲ یعنی شدت ہول اور عذاب کی سخت تکلیف اور اپنے چلانے کے شور سے کچھ سنائی نہ دیگا۔ (بقیہ بر صفحہ ۴۲۸)

بقیہ صفحہ ۴۲۷۔ اور ابن مسعود سے منقول ہے کہ ایک وقت آئے گا جب ہر دوزخی کو ایک لوہے کے صندوق میں بند کر کے اوپر میخیں ٹھونک دیجائیں گی۔ اور جہنم کی تہ میں چھوڑ دیے جائیں گے شاید کچھ نہ سُن سکنا اُس وقت کا حال ہو۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی ایک بار پل صراط پر سے گذر کر پھر ہمیشہ دور رہیں گے اور اُس پر سے گذرتے ہوئے بھی دوزخ کی تکلیف والم سے قطعاً دوری ہوگی۔ ف۲ جنتیوں کو دوزخ سے اس قدر بُعد ہوگا کہ اُس کی آہٹ تک محسوس نہ کرینگے اور نہایت عیش وآرام کے ساتھ ہمیشہ جنت کے مزے لوٹیں گے۔ ف۳ یعنی اُس دن جب خلقت کو سخت گھبراہٹ ہوگی اللہ تعالیٰ اُن کو رنج وغم سے محفوظ رکھیگا۔ ف۴ یعنی قبروں سے اُٹھتے یا جنت میں داخل ہونے کے وقت فرشتے اُن کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ جس دائمی مسرت وراحت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج اُس کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ ف۵ یعنی جب قیامت آئیگی آسمانوں کی صفیں لپیٹ دی جائیں گی جس طرح دستاویز کا لکھا ہُوا کاغذ لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ۔ بعض روایات میں جو نبی کریم صلعم کے ایک کاتب کا نام "سجل" بتلایا گیا ہے، اُس کو حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے ضعیف بلکہ موضوع قرار دیا ہے کما صرح ابن کثیر، فلا یعتبر بتخریج ابی داؤد والنسائی فی سننهما۔

مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ

ہماری طرف سے نیکی وہ اُس سے دور رہیں گے ف۱ نہیں سنیں گے اُس کی آہٹ

وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ

اور وہ اپنے جی کے مزوں میں سدا رہیں گے ف۲ نہ غم ہوگا اُن کو اُس بڑی

الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ

گھبراہٹ میں ف۳ اور لینے آئیں گے اُن کو فرشتے آج دن تمہارا ہے جس کا تم سے

تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا

وعدہ کیا گیا تھا ف۴ جس دن ہم لپیٹ لیویں آسمان کو جیسے لپیٹتے ہیں طومار میں کاغذ ف۵ جیسا

بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

سرے سے بنایا تھا ہمنے پہلی بار پھر اُسکو دوہرائینگے وعدہ ضرور ہوچکا ہے ہم پر ہم کو پورا کرنا ہے ف۶

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا

اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہونگے

عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ ۭ

میرے نیک بندے ف۷ اُس میں مطلب کو پہنچتے ہیں لوگ بندگی والے ف۸

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ

اور تجھ کو جو ہمنے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر ف۹ تو کہہ مجھ کو تو حکم یہی آیا ہے

اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ

کہ معبود تمہارا ایک معبود ہے پھر کیا ہو تم حکمبرداری کرنیوالے ف۱۰ پھر اگر

تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ

وہ منہ موڑیں تو تو کہدے میں نے خبر کر دی تم کو دونوں طرف برابر ف۱۱ اور میں نہیں جانتا نزدیک ہے

اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ

یا دور ہے جو تم سے وعدہ ہُوا ف۱۲ وہ رب جانتا ہے جو بات پکار کر کرو

ف۶ یعنی جیسی سہولت سے دنیا کو پہلی بار پیدا کیا تھا اُسی طرح دوبارہ پیدا کر دی جائیگی۔ یہ حتمی وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہیگا۔ ف۷ کامل وفادار بندوں سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اُن کو دنیا وآخرت کی کامیابی اور اس زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنائے گا چنانچہ فرمایا "اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" (اعراف رکوع ۱۵) اور "اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ" (مومن رکوع ۶) اور "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ" (نور رکوع ۷) یہ ایسا حتمی اور قطعی وعدہ ہے جس کی خبر اُس نے اپنی کتب شرعیہ اور کتب قدریہ میں دی "لوح محفوظ" اور "اُم الکتاب" میں یہ وعدہ درج کیا اور انبیاء علیہم السّلام کی زبانی بار بار اعلان کرایا۔ داؤد علیہ السّلام کی کتاب "زبور"، ۳۷۔ ۲۹ میں ہے کہ "صادق زمین کے وارث ہونگے" چنانچہ اس اُمت میں کے کامل وفادار اور صادق بندے مدت دراز تک زمین کے وارث رہے شرق وغرب میں اُنہوں نے آسمانی بادشاہت قائم کی، عدل وانصاف کے جھنڈے گاڑ دیے دین حق کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجا دیا۔ اور نبی کریم صلعم کی یہ پیشین گوئی اُن کے ہاتھوں پر پوری ہوئی "اِنَّ اللّٰهَ تعالٰی زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها وان امتی سیبلغ ملکها ما زوی لی منها" اور اسی قسم کی دوسری پیشین گوئی امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السّلام کے زمانہ میں پوری ہو کر رہیگی۔ ف۸ یعنی اس قسم کی بشارات سُن کر خدائے واحد کی بندگی کرنیوالے اپنے مطلب کو پہنچتے ہیں، یا اس قرآن کریم میں جو ایسی عظیم بشارات وہدایات پر مشتمل ہے بندگی کرنے والوں کے لئے کافی منفعت اور کامیابی ہے۔ ف۹ یعنی آپ تو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر کوئی بدبخت اس رحمت عامہ سے خود ہی منتفع نہ ہو تو یہ اُس کا قصور ہے۔ آفتاب عالمتاب سے روشنی اور گرمی کا فیض ہر طرف پہنچتا ہے۔ لیکن کوئی شخص اپنے اوپر تمام دروازے اور سوراخ بند کر لے تو یہ اُس کی دیوانگی ہوگی۔ آفتاب کے عموم فیض میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور یہاں تو رحمۃ للعالمین کا حلقۂ فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو محروم القسمت مستفید ہونا نہ چاہے اُس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے چنانچہ دنیا میں علوم نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر نے اپنے اپنے مذاق کے موافق فائدہ اُٹھایا ہے۔ نیز حق تعالیٰ نے وعدہ فرما لیا ہے کہ پہلی اُمتوں کے برخلاف اس اُمت کے کافروں کو عام ومستاصل عذاب سے محفوظ رکھا جائیگا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حضور کے عام اخلاق کے علاوہ جن کافروں پر آپ جہاد کرتے تھے وہ بھی مجموعۂ عالم کے لئے سراسر رحمت تھا۔ کیونکہ اُس کے ذریعہ سے اُس رحمت کبریٰ کی حفاظت ہوتی تھی جس کے آپ حامل بن کر آئے تھے اور بہت سے اندھے جو آنکھیں بنوانے سے بھاگتے تھے اس سلسلہ میں اُن کی آنکھوں میں بھی خواہ مخواہ ایمان کی روشنی پہنچ جاتی تھی ایک حدیث میں ہے۔ "وَالذی نفسی بیدہ لاقتلنهم ولاصلبنهم ولاهدینهم وهم کارهون انی رحمة بعثنی الله ولا یتوفانی حتی یظهر الله دینه" (ابن کثیر) ان الفاظ سے آپ کے "رحمۃ للعالمین" ہونے کا مطلب زیادہ وسعت کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے ف۱۰ یہ رسالت کے ساتھ توحید کا بیان ہوا یعنی جو رحمت عظیمہ لیکر آپ تشریف لائے ہیں اُس کا لُبِ لباب توحید کامل ہے اور یہ ایسا صاف وواضح مضمون ہے جس کے قبول کرنے میں آدمی کو کچھ پس وپیش نہ ہونا چاہئے۔ پس کیا تم حکم ماننے اور حق کے سامنے گردن ڈال دینے کے لئے تیار ہو؟ اگر ہو تو فبہا ونعمت، ورنہ میں تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا۔ تم اپنا انجام سوچ لو۔ ف۱۱ یعنی اس قدر اتمام حجت کے بعد بھی نہ مانو، تو میں تم کو خبر کر چکا اب میں تم سے بیزار اور تم مجھ سے علٰحدہ، تمہارا عمل تمہارے ساتھ اور میرا عمل میرے ساتھ۔ ہر ایک کا جو نتیجہ ہوگا سامنے آجائیگا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "دونوں طرف برابر یعنی ابھی تم دونوں

(بقیہ صفحہ ۴۲۹)

بقیہ صفحہ ۴۲۸۔ بات کرسکتے ہو (قبول کرو یا رد کرو) ایک طرف کا زور نہیں آیا۔ ف۱۲ یعنی تمہارے نہ ماننے پر جو عذاب کا وعدہ ہے وقوع تو اُس کا ضرور بالضرور ہو کر رہیگا لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ جلد ہوگا یا بدیر۔

وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ

اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو ف۱ اور میں نہیں جانتا شاید تاخیر میں تم کو جانچنا ہے اور فائدہ دینا ہے

اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ

ایک وقت تک ف۲ رسول نے کہا اے رب فیصلہ کر انصاف کا ف۳ اور رب ہمارا رحمن ہے اُسی کی مدد مانگتے

عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ہیں اُن باتوں پر جو تم بتلاتے ہو ف۴

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حج مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھتر آیتیں ہیں اور دس رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿۱﴾

لوگو ڈرو اپنے رب سے بیشک بھونچال قیامت کا ایک بڑی چیز ہے ف۵

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ

جس دن اُسکو دیکھو گے بھول جائیگی ہر دودھ پلانیوالی اپنے دودھ پلائے کو اور ڈال دیگی ہر

ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى

پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو دیکھے لوگوں پر نشہ اور اُن پر نشہ نہیں

وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿۲﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي

پر آفت اللہ کی سخت ہے ف۵ اور بعضے لوگ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ

اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ

کی بات میں بیخبری سے ف۶ اور پیروی کرتا ہے ہر شیطان سرکش کی ف۷ جسکے حق میں لکھ دیا گیا کہ

مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾

جو کوئی اُس کا رفیق ہو سو وہ اُسکو بہکائے اور لیجائے عذاب میں دوزخ کے ف۸

فوائد صفحہ ہذا ف۱ وہ ہی ہر ایک کھلی چھپی بات کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس بات کی کیا جزا ملنی چاہیئے اور کب ملنی چاہیئے ف۲ یعنی تاخیر عذاب میں ممکن ہے تم کو جانچنا ہو کہ اس مدت میں کچھ سمجھ لو اور شرارتوں سے باز آجاؤ۔ یا محض ڈھیل دینا ہو کہ ایک مدت تک دنیا میں پھنس کر شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کرلو۔ ف۳ یعنی جیسے ہر معاملہ کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کرنا آپ کی شان ہے، اُسی کے موافق میرے اور میری قوم کے درمیان جلدی فیصلہ فرما دیجئے۔ ف۴ یعنی اُسی سے ہم فیصلہ چاہتے ہیں اور کافروں کی خرافات کے مقابلہ میں اُسی سے مدد مانگتے ہیں۔ اِسی طرح کی دعا انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے۔ "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ" (اعراف۔ رکوع ۱۱) کیونکہ اپنی حقانیت وصداقت اور حق تعالیٰ کے عدل وانصاف پر پورا وثوق واعتماد ہوتا تھا۔

تم سورۃ الانبیاء ولِلّٰہِ الحمد والمنہ

ف۵ قیامت کے عظیم الشان زلزلے (بھونچال) دو ہیں۔ ایک عین قیام قیامت کے وقت یا نفخۂ ثانیہ کے بعد دوسرا قیامت سے کچھ پیشتر جو علامات قیامت میں سے ہے اگر یہاں دوسرا مراد ہو تو آیت اپنے ظاہر معنی پر رہیگی اور پہلا مراد ہو تو دونوں احتمال ہیں، حقیقۃً زلزلہ آئے اور دودھ پلانے والی یا حاملہ عورتیں اپنی اسی ہیأت پر محشور ہوں۔ یا زلزلے سے مراد وہاں کے اہوال وشدائد ہوں اور "يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ" الخ کو تمثیل پر حمل کیا جائے یعنی اس قدر گھبراہٹ اور سختی ہوگی کہ اگر دودھ پلانے والی عورتیں موجود ہوں تو مارے گھبراہٹ اور شدت ہول کے اپنے بچوں کو بھول جائیں اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں۔ اُس وقت لوگ اس قدر مدہوش ہونگے کہ دیکھنے والا شراب کے نشہ کا گمان کرے حالانکہ وہاں نشہ کا کیا کام۔ خدا کے عذاب کا تصور اور اہوال وشدائد کی سختی ہوش گم کر دیگی۔ (تنبیہ) اگر یہ گھبراہٹ سب کو عام ہو تو "لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ" میں نفی باعتبار اکثر احوال کے اور یہاں اثبات باعتبار ساعت قلیلہ کے لیا جائیگا۔ اور اگر آیت حاضرہ اکثر ناس کے حق میں ہو، سب کے حق میں نہ ہو تو سرے سے اشکال ہی نہیں۔ ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ جن باتوں کی خبر دیتا ہے اُن میں یہ لوگ جھگڑتے اور کج بحثیاں کرتے ہیں اور جہل وبے خبری سے عجیب احمقانہ شبہات پھیلاتے ہیں۔ چنانچہ قیامت، بعث بعد الموت اور جزا وسزا، وغیرہ پر ان کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب آدمی مرکر گل سڑ گیا اور ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہوگئیں تو یہ کیسے سمجھ میں آئے کہ وہ پھر زندہ ہو کر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئیگا۔ ف۷ یعنی جن یا آدمیوں میں کا جو شیطان اس کو اپنی طرف بلائے یہ فوراً اُسی کے پیچھے چل پڑتا ہے گویا گمراہ ہونے کی ایسی کامل استعداد رکھتا ہے کہ کوئی شیطان کسی طرف پکارے یہ اُس پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ ف۸ یعنی شیطان مرید کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ جو اُس کی رفاقت اور پیروی کرے وہ اپنے ساتھ اُسے بھی لے ڈوبتا ہے اور گمراہ کرکے دوزخ سے ورے نہیں چھوڑتا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمْ فِى رَيْبٍ مِّنَ ٱلْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَٰكُم
اے لوگو اگر تم کو دھوکا ہے جی اٹھنے میں تو ہمنے تم کو بنایا ف۱

مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ
مٹی سے پھر قطرہ سے ف۲ پھر جمے ہوئے خون کی پھر گوشت کی بوٹی

مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِى ٱلْأَرْحَامِ
نقشہ بنی ہوئی کر اور بدون نقشہ بنی ہوئی کہ ف۳ اس واسطے کہ تم کو کھول کر سنا دیں ف۴ اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم پیٹ

مَا نَشَآءُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا۟
میں جو کچھ چاہیں ایک وقت معین تک ف۵ پھر تم کو نکالتے ہیں لڑکا پھر جب تک کہ پہنچو

أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرْذَلِ
اپنی جوانی کے زور کو اور کوئی تم میں سے قبضہ کر لیا جاتا ہے اور کوئی تم میں سے پھر چلایا جاتا ہے نکمّی عمر

ٱلْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۚ وَتَرَى ٱلْأَرْضَ
تک تاکہ سمجھنے کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے ف۶ اور تو دیکھتا ہے زمین

هَامِدَةً فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا ٱلْمَآءَ ٱهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنۢبَتَتْ
خراب پڑی ہوئی پھر جہاں ہمنے اتارا اس پر پانی تازی ہو گئی اور ابھری اور اُگائیں

مِن كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيجٍ ۝٥ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّهُۥ يُحْىِ
ہر قسم قسم رونق کی چیزیں ف۷ یہ سب کچھ اس واسطے کہ اللہ وہی ہے محقق اور وہ جلاتا ہے

ٱلْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ۝٦ وَأَنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ
مُردوں کو اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے ☆ اور یہ کہ قیامت آنی ہے

لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ ٱللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِى ٱلْقُبُورِ ۝٧ وَمِنَ
اس میں دھوکا نہیں ۰ اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا قبروں میں پڑے ہوؤں کو ف۸ اور بعضا

ٱلنَّاسِ مَن يُجَٰدِلُ فِى ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَٰبٍ
شخص وہ ہے جو جھگڑتا ہے اللہ کی بات میں بغیر جانے اور بغیر دلیل اور بدون

ف۱ یعنی اگر یہ دھوکا لگ رہا ہے کہ ریزہ ریزہ ہو کر دوبارہ کیسے جی اٹھیں گے تو خود اپنی پیدائش میں غور کرو کس طرح ہوئی ہے ف۲ یعنی اول تمہارے باپ آدم کو مٹی سے، پھر تم کو قطرۂ منی سے بنایا، یا یہ مطلب ہے کہ مٹی سے غذا نکالی جس سے کئی منزلیں طے ہو کر نطفہ بنا۔ پھر نطفہ سے کئی درجے طے کر کے تمہاری تشکیل و تخلیق ہوئی ف۳ یعنی نطفہ سے جما ہوا خون اور خون سے گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے جس پر ایک وقت آتا ہے کہ آدمی کا پورا نقشہ (ہاتھ پاؤں آنکھ ناک وغیرہ) بنا دیا جاتا ہے۔ اور ایک وقت ہوتا ہے کہ ابھی تک نہیں بنایا گیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ بعض کی پیدائش مکمل کر دیجاتی ہے اور بعض یونہی ناقص صورت میں گر جاتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ بعض بے عیب ہوتا ہے بعض عیب دار، ف۴ کہ خود تمہاری اصل کیا تھی اور کتنے روز گذرنے کے بعد آدمی بنے ہو۔ اسی کو سمجھ کر بہت سی حقائق کا انکشاف ہو سکتا ہے۔ اور بعث بعد الموت کا امکان بھی سمجھ میں آسکتا ہے۔

ف۵ یعنی جتنی مدت جس کو رحم مادر میں ٹھہرانا مناسب ہو ٹھہرا لیتے ہیں۔ کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس یا چار برس علی اختلاف الاقوال۔ ف۶ یعنی جس طرح اندر رہ کر بہت سے مدارج طے کئے ہیں، باہر آکر بھی تدریجاً بہت منازل میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ ایک بچپن کا زمانہ ہے جب آدمی بالکل کمزور و ناتوان ہوتا ہے اور اس کی تمام قوتیں چھپی رہتی ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ کامن (پوشیدہ) قوتیں ظاہر ہوتی ہیں جسمانی حیثیت سے ہر چیز کمال شباب کو پہنچ جاتی ہے۔ پھر بعض تو جوانی ہی میں مر جاتے ہیں اور بعض اس عمر کو پہنچتے ہیں جہاں پہنچ کر آدمی کے اعضاء و قویٰ جواب دیدیتے ہیں وہ سمجھدار بننے کے بعد ناسمجھ اور کارآمد ہونے کے بعد نکما ہو جاتا ہے۔ یاد کی ہوئی چیزیں بھول جاتا ہے اور جانی ہوئی چیزوں کو کچھ نہیں جانتا۔ گویا بوڑھا ہو کر پھر بچہ بن جاتا ہے۔ ف۷ یعنی زمین مردہ پڑی تھی، رحمت کا پانی پڑتے ہی جی اٹھی اور تر و تازہ ہو کر لہلہانے لگی قسم قسم کے خوش منظر فرحت بخش اور نشاط افزا پودے قدرت نے اگا دیے ف۸ انسان کی پیدائش اور کھیتی کی مثالوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں چند باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) یہ کہ یقیناً اور بالتحقیق اللہ موجود ہے ورنہ ایسی منظم متقن اور حکیمانہ صنعتیں کہاں سے ظاہر ہوتیں (۲) یہ کہ خدا تعالیٰ مردہ اور بے جان چیزوں کو زندہ اور جاندار بنا دیتا ہے چنانچہ مشت خاک یا قطرۂ آب سے انسان بنا دیا اور افتادہ زمین میں روح نباتی پھونک دیا اس پر شاہد ہے، پھر دوبارہ پیدا کر دینا اس کو کیا مشکل ہے (۳) یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر ہر چیز اس کی قدرت کے نیچے نہ ہوتی تو ہرگز یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ (۴) یہ کہ قیامت ضرور آنی چاہئے اور اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ضرور ملنی چاہئے کیونکہ اتنے بڑے انتظامات یوں ہی لغو اور بیکار نہیں ہو سکتے جس حکیم مطلق اور قادر علی الاطلاق نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے انسان کو ایسی عجیب و غریب صنعت کے ساتھ پیدا کیا کیا خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اس کی زندگی بیکار بنائی ہوگی؟ ہرگز نہیں یقیناً انسان کی یہ محدود زندگی جس میں سعادت و شقاوت نیکی بدی اور رنج و راحت باہم مخلوط رہتے ہیں اور امتحان و انتقام کی صورتیں ایک دوسرے کے مکمل اور نمایاں طور پر متمیز نہیں ہوتیں، اس کو مقتضی ہے کہ کوئی دوسری زندگی ہو جہاں سعید و شقی، مجرم و وفادار صاف طور پر الگ ہوں اور ہر ایک اس مقام پر پہنچایا جائے جہاں پہنچنے کے لئے بنایا گیا ہے اور جس کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ مادی حیثیت سے مٹی کے جن اجزاء میں نطفہ بننے کی استعداد تھی اُن کو نطفہ بنا۔ اسی طرح نطفہ کی پوشیدہ قوتیں علقہ میں، علقہ کی مضغہ میں، مضغہ کی طفل میں آئیں اور جوانی کے وقت اُن کا پورا ظہور ہوا۔ یا زمین کی پوشیدہ قوتیں بارش کا چھینٹا پڑنے سے ظہور پذیر ہوئیں۔ اسی طرح ضروری ہے کہ انسان میں سعادت و شقاوت کی جو روحانی قوتیں ودیعت کی گئیں یا نیکی اور بدی میں پھولنے پھلنے کی جو زبردست استعداد رکھی ہے وہ اپنے پورے شباب کو پہنچے۔ اور کامل ترین اشکال و صور میں ظاہر ہو۔ اسی کا نام بعث بعد الموت ہے۔ جو دنیا کی زندگی کا موجودہ دور ختم کرنے کے بعد وقوع پذیر ہوگا۔

مُّنِيرٍ ﴿٨﴾ ثَانِيَ عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ

روشن کتاب کے ف۱ اپنی کروٹ موڑ کر ف۲ تاکہ بہکائے اللہ کی راہ سے اُسکے لئے دنیا میں رسوائی ہے

وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٩﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

اور چکھائینگے ہم اُسکو قیامت کے دن جلن کی مار ف۳ یہ اُسکی وجہ سے جو آگے بھیج چکے

يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿١٠﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

تیرے دو ہاتھ اور اس وجہ سے کہ اللہ نہیں ظلم کرتا بندوں پر ف۴ اور بعضا شخص وہ ہے کہ

يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ وَ

بندگی کرتا ہے اللہ کی کنارے پر پھر اگر پہنچی اُس کو بھلائی تو قائم ہو گیا اُس عبادت پر اور

إِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ

اگر پہنچ گئی اُس کو جانچ پھر گیا اُلٹا اپنے مُنہ پر گنوائی دنیا اور

الْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١١﴾ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ

آخرت یہی ہے ٹوٹا صریح ف۵ پکارتا ہے اللہ کے سوائے

مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ﴿١٢﴾

ایسی چیز کو کہ نہ اسکا نقصان کرے اور نہ اس کا فائدہ کرے یہی ہے دور جا پڑنا گمراہ ہو کر ف۶

يَدْعُو لَمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَ

پکارے جاتا ہے اُسکو جس کا ضرر پہلے پہنچے نفع سے ف۷ بیشک بُرا دوست ہے اور

لَبِئْسَ الْعَشِيرُ ﴿١٣﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

بُرا رفیق ف۸ اللہ داخل کریگا اُن کو جو ایمان لائے اور کیں

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ

بھلائیاں باغوں میں بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں ف۹ اللہ کرتا ہے

مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ

جو چاہے ف۱۰ جس کو یہ خیال ہو کہ ہرگز نہ مدد کریگا اُسکی اللہ دنیا میں اور

ف۱ یعنی ایسے واضح دلائل وشواہد سننے کے بعد بھی بعض کجرو اور ضدی لوگ اللہ کی باتوں میں یوں ہی بے سند جھگڑے کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے پاس نہ کوئی علم ضروری ہے نہ دلیل عقلی نہ دلیل سمعی محض اوہام وظنون کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ف۲ یعنی اعراض وتکبر کے ساتھ۔ ف۳ یعنی جو شخص بدون حجت ودلیل محض عناد سے خدا کی باتوں میں جھگڑتا ہے اور غرض یہ ہو کہ دوسرے لوگوں کو ایمان ویقین کی راہ سے ہٹا دے اُس کو دنیا میں خدا تعالیٰ ذلیل کریگا اور آخرت کا عذاب رہا سو الگ۔ ف۴ یعنی جب سزا دیں گے تو کہا جائے گا کہ خدا کی طرف سے کسی پر ظلم و زیادتی نہیں۔ تیرے ہاتھوں کی کرتوت ہے جس کا مزہ آج چکھ رہا ہے۔ ف۵ یعنی بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتا ہے اور اُس کا دل مذبذب رہتا ہے اگر دین میں داخل ہو کر دنیا کی بھلائی دیکھے، بظاہر بندگی پر قائم رہے اور تکلیف پائے تو چھوڑ دے، اُدھر دنیا گئی اِدھر دین گیا کنارے پر کھڑا ہے یعنی دل ابھی اس طرف ہے نہ اُس طرف۔ جیسا کوئی مکان کے کنارے کھڑا ہو جب چاہے نکل بھاگے۔ ف۶ یعنی خدا کی بندگی چھوڑی دنیا کی بھلائی نہ ملنے کی وجہ سے اب پکارتا ہے اُن چیزوں کو جن کے اختیار میں نہ ذرہ برابر بھلائی ہے نہ بُرائی۔ کیا خدا نے جو چیز نہیں دی تھی وہ پتھروں سے حاصل کریگا؟ اس سے بڑھ کر کھلی حماقت کیا ہوگی۔ ف۷ یعنی بتوں سے نفع کی تو اُمید موہوم ہے (بت پرستوں کے زعم کے موافق) لیکن اُن کو پوجنے کا جو ضرر ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لئے فائدہ کا سوال تو بعد کو دیکھا جائیگا۔ نقصان ابھی ہاتھوں ہاتھ پہنچ گیا۔ ف۸ جب قیامت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئینگے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے "لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ" یعنی جن سے بڑی امداد و رفاقت کی توقع تھی وہ بہت ہی بُرے رفیق اور مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے اُلٹا اُن کے سبب سے نقصان پہنچ گیا۔ ؎ مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا ۔ موم سمجھا تھا ترے دل کو سو پتھر نکلا۔ ف۹ منکرین مجادلین اور مذبذبین کے بعد یہاں مؤمنین مخلصین کا انجام نیک بیان فرمایا۔ ف۱۰ جس کو مناسب جانے سزا دے اور جس پر چاہے انعام فرمائے۔ اُس کا کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔

الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ

آخرت میں تو تان لے ایک رسی آسمان کو پھر کاٹ ڈالے اب دیکھے کچھ

يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ

جاتا رہا اُسکی اس تدبیر سے اُس کا غصہ ف۱ اور یوں اُتارا ہمنے یہ قرآن کھلی باتیں

وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

اور یہ کہ اللہ سمجھا دیتا ہے جس کو چاہے ف۲ جو لوگ مسلمان ہیں اور جو

هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا

یہود ہیں اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس ف۳ اور جو شرک کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

مقرر اللہ فیصلہ کریگا اُن میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہے

شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ

ہر چیز ف۴ تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی

فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَ

زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور

الدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ

جانور اور بہت آدمی ف۵ اور بہت ہیں کہ اُن پر ٹھہر چکا عذاب ف۶ اور جس کو

يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۱۸﴾ السجدة

اللہ ذلیل کرے اُسے کوئی نہیں عزت دینے والا اللہ کرتا ہے جو چاہے ف۷

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ

یہ دو مدعی ہیں جھگڑے ہیں اپنے رب پر ف۸ سو جو منکر ہوئے انکے واسطے بیونتے ہیں

ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾

کپڑے آگ کے ف۹ ڈالتے ہیں اُن کے سر پر جلتا پانی

سورۃ ۲۲ آیۃ ۱۵ — منزل ۴ — سورۃ ۲۲ آیۃ ۱۹

ف۱ "لن ینصرہ" میں ضمیر مفعول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جن کا تصور قرآن پڑھنے والے کے ذہن میں گویا ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی قرآن کے اولین مخاطب ہیں۔ گویا مومنین کا انجام ذکر کرنے کے بعد یہ آپکے پیغمبر کے مستقبل کا بیان ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے رسول سے دنیوی اور آخروی فتح و نصرت کے جو وعدے کر چکا ہے وہ ضرور پورے ہوکر رہیں گے خواہ کفار و حاسدین کتنا ہی غیظ کھائیں اور نصرت ربانی کے روکنے کی کیسی ہی تدبیریں کرلیں، لیکن حضور کی نصرت و کامیابی کسی طرح رک نہیں سکتی یقیناً آکر رہیگی۔ اگر ان کفار و حاسدین کو اس پر زیادہ غصہ ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کوشش سے خدا کی مشیت کو روک سکیں گے تو اپنی انتہائی کوشش صرف کرکے دیکھ لیں، حتیٰ کہ ایک رسی اوپر چھت میں لٹکا کر گلے میں ڈال لیں اور خود پھانسی لیکر غیظ سے مرجائیں، یا ہو سکتا ہو تو آسمان میں رسی تان کر اوپر چڑھیں اور وہاں سے آسمانی امداد کو منقطع کرآئیں، پھر دیکھیں کہ ان تدبیروں سے وہ چیز آتی بند ہوجاتی ہے جس پر انہیں اس قدر غصہ اور پیچ و تاب ہے۔ اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کو "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ" الخ کے مضمون کو مربوط کرکے نہایت لطیف تقریر فرمائی ہے۔ اُن کے نزدیک "مَنْ کَانَ یَظُنُّ اَنْ لَّنْ یَّنْصُرَہٗ" الخ میں ضمیر مفعول "مَنْ" کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تکلیف میں جو کوئی خدا سے ناامید ہوکر اُس کی بندگی چھوڑدے اور جھوٹی چیزیں پوجنے لگے وہ اپنے دل کے ٹھہرانے کو یہ قیاس کرلے جیسے ایک شخص اونچی لٹکتی رسی سے لٹک رہا ہے، اگرچہ چڑھ نہیں سکتا توقع تو ہے کہ رسی اوپر کھینچے تو چڑھ جائے۔ جب رسی توڑدی تو کیا توقع رہی۔ کیا خدا کی رحمت سے ناامید ہوکر کامیابی حاصل کرسکیگا، گویا "رسی" کہا اللہ کی اُمید کو، اُس کا کاٹ دینا ناامید ہوجانا اور آسمان سے مراد بلندی ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۲ یعنی کیسی صاف صاف مثالیں اور کھلی باتیں ہیں مگر سمجھتا وہ ہی ہے جسے خدا سمجھ دے۔

ف۳ مجوس آگ پوجتے ہیں اور دو خالق مانتے ہیں ایک خیر کا خالق جس کا نام "یزداں" ہے، دوسرا شر کا جس کو "اہرمن" کہتے ہیں اور کسی نبی کا نام بھی لیتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ پیچھے بگڑے ہیں یا سرے سے غلط ہیں۔ شہرستانی نے "ملل ونحل" میں ان کے مذہب پر جو کلام کیا ہے اُسے دیکھا جائے۔ "صابئین" وغیرہ کا ذکر پہلے گذرچکا۔

ف۴ یعنی تمام مذاہب وفرق کے نزاعات کا عملی اور دوٹوک فیصلہ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے قیامت کے دن ہوگا سب جدا کرکے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے اللہ ہی جانتا ہے کہ کون کس مقام یا کس سزا کا مستحق ہے۔

ف۵ ایک سجدہ ہے جس میں آسمان و زمین کی ہر ایک مخلوق شامل ہے وہ یہ کہ اللہ کی قدرت کے آگے تکویناً سب مطیع و منقاد اور عاجز و بے بس ہیں۔ خواہی نخواہی سب کو اُس کے سامنے گردن ڈالنا اور سر جھکانا پڑتا ہے دوسرا سجدہ ہے ہر چیز کا جدا۔ وہ یہ کہ جس چیز کو جس کام کے لئے بنایا اُس کام میں لگے۔ یہ بہت آدمی کرتے ہیں بہت نہیں کرتے۔ مگر آدمیوں کو چھوڑکر ساری خلقت کرتی ہے۔ بناءً علیہ "اِنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ" الخ میں ہر چیز کا اپنی شان کے لائق سجدہ مراد ہوگا یا "مَنْ فِی الْاَرْضِ" کے بعد دوسرا "یَسْجُدُ" مقدر نکالا جائیگا (تنبیہ) پہلی آیت کو ربط یہ ہوا کہ مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں حالانکہ دوسری تمام مخلوق خدا کی مطیع ومنقاد ہے۔ انسان جو ساری مخلوق سے زائد عاقل ہے، چاہیے تھا کہ اُس کے کل افراد اوروں سے زیادہ متفق ہوتے۔

ف۶ یعنی سجدہ سے انکار و اعراض کرنے کی بدولت عذاب کے مستحق ہوئے۔

ف۷ یعنی خدا تعالیٰ جس کو اُس کی شامت اعمال سے ذلیل کرنا چاہے اُسے ذلت کے گڑھے سے نکال کر عزت کے مقام پر کون پہنچا سکتا ہے؟

ف۸ یعنی پہلے "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ہَادُوْا وَالصّٰبِئِیْنَ" الیٰ آخرہ میں جن فرقوں کا ذکر ہوا اُن سب کو حق و باطل پر ہونے کی حیثیت سے دو فریق کہہ سکتے ہیں۔ ایک مومنین کا گروہ جو اپنے رب کی سب باتوں کو من وعن تسلیم کرتا اور اُس کے احکام کے آگے سربسجود رہتا ہے۔ دوسرے کفار کا مجمع جس میں یہود، نصاریٰ، مجوس، مشرکین، صابئین وغیرہم سب شامل ہیں۔ جو ربانی ہدایات کو قبول نہیں کرتے اور اُس کی اطاعت کے لئے سر نہیں جھکاتے، یہ دونوں فریق دعاوی میں بحث و مناظرہ میں اور جہاد و قتال کے مواقع میں بھی ایک دوسرے کے مقابل رہتے ہیں۔ جیسا کہ "بدر" کے میدان مبارزہ میں حضرت علی، حضرت حمزہ اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم تین کافروں (عتبہ ابن ربیعہ، شیبہ ابن ربیعہ، اور ولید بن عتبہ) کے مقابلہ پر نکلے تھے۔ آگے دونوں فریق کا انجام بتلاتے ہیں

ف۹ یعنی جس طرح لباس آدمی کے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے جہنم کی آگ اسی طرح اُن کو محیط ہوگی۔ یا کسی ایسی چیز کے کپڑے پہنائے جائیں گے جو آگ کی گرمی کو بہت سخت اور بہت جلد تپنے والے ہوں۔

ف دوزخیوں کے سر کو ہتوڑے سے کچل کر کھولتا ہوا پانی اوپر سے ڈالا جائیگا جو دماغ کے راستہ سے پیٹ میں پہنچے گا جس سے سب انتڑی اوجھڑی کٹ کٹ کر نکل پڑیگی اور بدن کی بالائی سطح کو جب پانی مس کریگا تو بدن کا چمڑا گل کر گر پڑیگا۔ پھر اصلی حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے اور بار بار یہی عمل ہوتا رہیگا۔ "كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ" (نساء رکوع ۸) اللّٰھم اعذنا من غضبک و عذابک۔ ف۲ یعنی دوزخ میں گھٹ گھٹ کر چاہیں گے کہ کہیں کو نکل بھاگیں، آگ کے شعلے اُن کو اوپر کی طرف اُٹھا پھینکے پھر فرشتے آہنی گرز مار کر نیچے دھکیل دینگے اور کہا جائیگا کہ دائمی عذاب کا مزہ چکھتے رہو جس سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ ف۳ یعنی بڑی آرائش اور زیب و زینت کر رہینگے اور ہر ایک عنوان سے تجمل و تنعم کا اظہار ہوگا۔ ف۴ پہلے "قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ" میں دوزخیوں کا لباس مذکور ہوا تھا، اُس کے بالمقابل یہاں جنتیوں کا پہناوا بیان فرماتے ہیں کہ ان کی پوشاک ریشم کی ہوگی حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ جو فرمایا کہ وہاں گہنا اور وہاں پوشاک معلوم ہوا یہ دونوں (چیزیں مردوں کے لئے) یہاں نہیں۔ اور گہنوں میں سے کنگن اس واسطے کہ غلام کی خدمت پسند آتی ہے تو کڑے ہاتھ میں ڈالتے ہیں" (تنبیہ) احادیث میں ہے کہ جو مرد یہاں ریشم کا لباس پہنیگا آخرۃ میں نہیں پہنے گا۔ اگر وہ پہننے والا کافر ہے تب تو ظاہر ہے کہ وہ جنت میں داخل ہی نہ ہوگا کہ جنتیوں کا لباس پہنے۔ اور اگر مؤمن ہے تو شاید کچھ مدت تک اس لباس سے محروم رکھا جائے پھر ابدالآباد تک پہنتا رہے اور اُس لامتناہی مدت کے مقابلہ میں یہ قلیل زمانہ غیر معتدبہ سمجھا جائے ف۵ دنیا میں بھی کہ لا الٰہ الا اللہ کہا، قرآن پڑھا، خدا کی تسبیح و تحمید کی، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا، اور آخرت میں بھی کہ فرشتے ہر طرف سے سلام کریں گے اور جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ستھری باتیں کرتے ہونگے بک بک جھک جھک نہ ہوگی اور نعمائے جنت پر شکر خداوندی بجالائیں گے۔ مثلاً کہیں گے "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْجَنَّةَ" سورۂ فاطر میں ہے "يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ" الآیہ۔ اس سے آیت حاضرہ کی تفسیر ہوتی ہے۔ نبہ علیہ فی الروح۔ ف۶ یعنی اللہ کی راہ پائی جس کا نام اسلام ہے یہ راہ خود بھی حمید ہے اور راہ والا بھی حمید ہے۔ یا راہ پائی اُس جگہ کی جہاں پہنچکر آدمی کو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔

يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ﴿٢١﴾

گل کر نکل جاتا ہے اُس سے جو کچھ اُن کے پیٹ میں ہے اور کھال بھی ☆ اور اُنکے واسطے ہتوڑے ہیں لوہے کے ف۱

كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا

جب چاہیں کہ نکل پڑیں دوزخ سے گھٹن کے مارے پھر ڈال دیے جائیں اُسکی اندر اور چکھتے رہو

عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

جلنے کا عذاب ف۲ بیشک اللہ داخل کریگا اُن کو جو یقین لائے اور کیں

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا

بھلائیاں باغوں میں بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں گہنا پہنائیں گے اُنکو وہاں

مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾

کنگن سونے کے اور موتی ف۳ اور اُن کی پوشاک ہے وہاں ریشم کی ف۴

وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾

اور راہ پائی اُنہوں نے ستھری بات کی ف۵ اور پائی اُس تعریفوں والے کی راہ ف۶

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ

جو لوگ منکر ہوئے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور مسجد

الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ

حرام سے جو بنائی ہمنے سب لوگوں کے واسطے برابر ہے اُس میں رہنے والا اور باہر کا آنیوالا

وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

اور جو اُس میں چاہے ٹیڑھی راہ شرارت سے اُسکو ہم چکھائینگے ایک عذاب دردناک ف۸

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا

اور جب ٹھیک کر دی ہمنے ابراہیم کو جگہ اُس گھر کی ف۹ کہ شریک نہ کرنا میرے ساتھ کسی کو ف۱۰

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾

اور پاک رکھ میرا گھر طواف کرنیوالوں کے واسطے اور کھڑے رہنے والوں کے اور رکوع و سجدہ والوں کے ف۱۱

ف۷ پہلے "هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا" الخ میں مومنین اور کفار کے اختصام (جھگڑے) کا ذکر تھا۔ اُسی اختصام کی بعض صورتوں کو یہاں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ایک وہ لوگ ہیں جو خود گمراہ ہونے کے ساتھ دوسروں سے مزاحم ہوتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص اللہ کے راستہ پر نہ چلے۔ حتیٰ کہ جو مسلمان اپنے پیغمبر کی معیت میں عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ جا رہے تھے اُن کا راستہ روک دیا۔ حالانکہ مسجد حرام (یا حرم شریف کا وہ حصہ جس سے لوگوں کی عبادات و مناسک کا تعلق ہے) سب کے لئے یکساں ہے۔ جہاں مقیم و مسافر اور شہری و پردیسی کو ٹھہرنے اور عبادت کرنے کے مساویانہ حقوق حاصل ہیں۔ ہاں وہاں سے نکالے جانے کے قابل اگر ہیں تو وہ لوگ جو شرک اور شرارتیں کر کے اس بقعہ مبارکہ کی بے تعظیمی کرتے ہیں۔ (تنبیہ) بیوت مکہ کی ملکیت اور بیع و شراء وغیرہ کا مسئلہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کی کافی تفصیل روح المعانی وغیرہ میں کی گئی ہے۔ یہاں اُس کے بیان کا موقع نہیں۔ ف۸ یعنی جو شخص حرم شریف میں جان بوجھ کر بالارادہ بے دینی اور شرارت کی کوئی بات کریگا اُس کو اس سے زیادہ سخت سزا دیجائے گی جو دوسری جگہ ایسا کام کرنے پر ملتی۔ اسی سے اُن کا حال معلوم کر لو جو ظلم و شرارت سے مومنین کو یہاں آنے سے روکتے ہیں۔ ف۹ کہتے ہیں کعبہ شریف کی جگہ پہلے سے بزرگ تھی، پھر مدتوں کے بعد نشان نہ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ بیت اللہ تعمیر کرو۔ اُس معظم جگہ کا نشان دکھلایا گیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ (تنبیہ) "مسجد حرام" کا ذکر پہلے آیا تھا اُس کی مناسبت سے کعبہ کی بناء کا حال اور اُس کے متعلق بعض احکام دور تک بیان کئے گئے ہیں۔ ف۱۰ یعنی اس گھر کی بنیاد خالص توحید پر رکھو، کوئی شخص یہاں آکر اللہ کی عبادت کے سوا کوئی مشرکانہ رسوم نہ بجالائے۔ کفار مکہ نے اس پر ایسا عمل کیا کہ وہاں تین سو ساٹھ بت لا کر کھڑے کر دیے۔ العیاذ باللہ۔ جنکی گندگی سے ہمیشہ کے لئے خاتم الانبیاء صلعم نے خدا کے گھر کو پاک کیا۔ فللّٰہ الحمد والمنہ۔ ف۱۱ یعنی خالص ان ہی لوگوں کے لئے رہے اور سب سے پاک کیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "پہلی اُمتوں میں رکوع نہ تھا یہ خاص اسی اُمت محمدیہ کی نماز میں ہے۔ تو خبر دی کہ آگے لوگ ہوں گے اس کے آباد کرنیوالے" وفیہ نظر فتأمل۔

ف جب کعبہ تعمیر ہو گیا تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا کہ لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کو آؤ۔ حق تعالیٰ نے یہ آواز ہر طرف ہر ایک روح کو پہنچا دی (بلا تشبیہ جیسے آج کل ہم امریکہ یا ہندوستان میں بیٹھ کر لندن کی آوازیں سُن لیتے ہیں) جس کے لئے حج مقدر تھا اُس کی روح نے لبیک کہا۔ وہ ہی شوق کی دبی ہوئی چنگاری ہے کہ ہزاروں آدمی پا پیادہ تکلیفیں اُٹھاتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور بہت سے اتنی دور سے سوار ہو کر آتے ہیں کہ چلتے چلتے اونٹنیاں تھک جاتی اور دُبلی ہو جاتی ہیں، بلکہ عموماً حاجیوں کو عمدہ سانڈنیاں کہاں ملتی ہیں اِن ہی سوکھے دُبلے اونٹوں پر منزلیں قطع کرتے ہیں۔ یہ گویا اُس دعا کی مقبولیت کا اثر ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی "فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ" (ابراہیم رکوع ۶) ف۲ اصل مقصد تو دینی و اُخروی فوائد کی تحصیل ہے مثلاً حج و عمرہ اور دوسری عبادات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور روحانی ترقیات کے بلند مقامات پر فائز ہونا۔ لیکن اس عظیم الشان اجتماع کے ضمن میں بہت سے سیاسی، تمدنی اور اقتصادی فوائد بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ کما لا یخفیٰ۔ ف۳ "ایام معلومات" سے بعض کے نزدیک ذی الحجہ کا پہلا عشرہ اور بعض کے نزدیک تین دن قربانی کے مُراد ہیں۔ بہر حال اِن ایام میں ذکر اللہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اسی ذکر کے تحت میں خصوصیت کے ساتھ یہ بھی داخل ہے کہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا جائے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہا جائے۔ اِن دنوں میں بہترین عمل یہی ہے اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔ ف۴ بعض کفار کا خیال تھا کہ قربانی کا گوشت خود قربانی کرنے والے کو نہ کھانا چاہیے، اس کی اصلاح فرما دی کہ شوق سے کھاؤ، دوستوں کو دو اور مصیبت زدہ محتاجوں کو کھلاؤ۔ ف۵ جہاں سے لبیک شروع کرتے ہیں حجامت نہیں بنواتے، ناخن نہیں لیتے، بالوں میں تیل نہیں ڈالتے بدن پر میل اور گرد و غبار چڑھ جاتا ہے زیادہ مل دل کر غسل نہیں کرتے، ایک عجیب عاشقانہ و مستانہ حالت ہوتی ہے اب دسویں تاریخ کو سب قصے تمام کرتے ہیں، حجامت بنوا کر غسل کر کے سلے ہوئے کپڑے پہن کر طواف زیارت کو جاتے ہیں، جس کو ذبح کرنا ہو پہلے ذبح کر لیتا ہے۔ اور اپنی منتیں پوری کرنے سے یہ مراد ہے کہ اپنی مرادوں کے واسطے جو منتیں مانی ہوں ادا کریں۔ اصل منت اللہ کی ہے اور کسی کی نہیں۔ بعض کے نزدیک "نذور" کے لفظ سے مناسک حج یا واجبات حج مُراد ہیں۔ اور یہی اقرب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (تنبیہ) "عتیق" کے معنی قدیم پُرانے کے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک "بیت عتیق" اس لئے کہا کہ اس گھر کو برباد کرنے کی غرض سے جو طاقت اُٹھے گی حق تعالیٰ اُس کو کامیاب نہ ہونے دیگا۔ تا آنکہ خود اُس کا اٹھا لینا منظور ہو۔ ف۶ یعنی حرام چیزوں کو بھاری سمجھ کر چھوڑ دینا یا اللہ نے جن چیزوں کو محترم قرار دیا ہے اُن کا ادب و تعظیم قائم رکھنا بڑی خوبی اور نیکی کی بات ہے جس کا انجام نہایت اچھا ہوگا۔ محترم چیزوں میں قربانی کا جانور، بیت اللہ صفا مروہ، منیٰ، عرفات، مسجدیں، قرآن، بلکہ تمام احکام الٰہیہ آ جاتے ہیں خصوصیت سے یہاں مسجد حرام اور ہدی کے جانور کی تعظیم پر زور دینا ہے کہ خدائے واحد کے پرستاروں کو وہاں آنے سے نہ روکیں نہ قربانی کے آئے ہوئے جانوروں کو واپس جانے پر مجبور کریں بلکہ قیمتی اور موٹے تازے جانور قربان کریں۔ ف۷ یعنی اُن کے ذبح کرنے کا حکم تعظیم حرمات اللہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ جس مالک نے ایک چیز کی حرمت بتلائی تھی اُسی کی اجازت سے اور اُسی کے نام پر وہ قربان کی جاتی ہے۔ ف۸ یعنی جن جانوروں کا حرام ہونا وقتاً فوقتاً تم کو سُنایا جاتا رہا ہے جیسا کہ سورۂ "انعام" میں تفصیلاً گذر چکا، وہ حلال نہیں۔ ف۹ یعنی جانور اللہ کے مخلوق و مملوک ہیں، اُس کی اجازت سے اُسی کے نام پر ذبح کئے جا سکتے ہیں اور اُسی کے کعبہ کی نیاز ہو سکتے ہیں، جو جانور کسی بُت یا دیوی دیوتا کے استھان پر ذبح کیا گیا وہ مردار رہا۔ ایسی شرکیات اور گندے کاموں سے بچنا ضروری ہے۔ ف۱۰ جھوٹی بات زبان سے نکالنا، جھوٹی شہادت دینا، اللہ کے پیدا کئے ہوئے جانور کو غیر اللہ کے نامزد کر کے ذبح کرنا، کسی چیز کو بلا دلیل شرعی حلال و حرام کہنا، سب "قول الزور" میں داخل ہے۔ "قول الزور" کی بُرائی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو یہاں شرک کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اعراف رکوع ۴) احادیث میں بڑی تاکید و تشدید سے آپ نے اس کو منع فرمایا ہے ف۱۱ یعنی ہر طرف سے ہٹ کر ایک اللہ کے ہو کر رہو۔ تمہارے تمام افعال و نیات بالکلیہ بلا شرکت غیرے خالص خدا کے لئے ہونے چاہئیں۔ ف۱۲ یہ شرک کی مثال بیان فرمائی، خلاصہ یہ ہے کہ توحید نہایت اعلیٰ اور بلند مقام ہے۔ اُس کو چھوڑ کر جب آدمی کسی مخلوق کے سامنے جھکتا ہے تو خود اپنے کو ذلیل کرتا اور آسمان توحید کی بلندی سے پستی کی طرف گراتا ہے ظاہر ہے اس قدر اونچے سے گر کر زندہ بچ نہیں سکتا۔ اب یا تو اہواء و افکار ردیّہ کے مردار خوار جانور چاروں طرف سے اُس کی بوٹیاں نوچ کر کھائیں گے یا شیطان لعین ایک تیز ہوا کے جھکڑ کی طرح اُس کو اُڑا لیجائیگا اور ایسے گہرے کھڈ میں پھینکیگا جہاں کوئی ہڈی پسلی نظر نہ آئے یا یوں کہو کہ مثال میں دو قسم کے مشرکوں کا الگ الگ حال بیان ہوا ہے۔ جو مشرک اپنے شرک میں پوری طرح پکا نہیں مذبذب ہے کبھی ایک طرف جھک جاتا ہے کبھی دوسری طرف، وہ "فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ" کا، اور جو مشرک اپنے شرک میں پختہ، مضبوط اور راسخ ہو، (بقیہ بر صفحہ ۴۳۵)

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ

اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیروں چل کر اور سوار ہو کر دُبلے دُبلے اونٹوں پر

يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا

چلے آتے راہوں دور سے ف۱ تا کہ پہنچیں اپنے فائدہ کی جگہوں پر ف۲ اور پڑھیں

اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ

اللہ کا نام کئی دن جو معلوم ہیں ف۳ ذبح پر چوپایوں مواشی کے جو اللہ نے دیے

الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا

ہیں اُن کو ف۴ سو کھاؤ اُس میں سے اور کھلاؤ بُرے حال کے محتاج کو ف۵ پھر چاہیے کہ ختم کر دیں

تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں اس قدیم گھر کا ف

ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَ

یہ سن چکے اور جو کوئی بڑائی رکھے اللہ کی حرمتوں کی سو وہ بہتر ہے اُس کے لئے اپنے رب کے پاس ف۶ اور

اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ

حلال ہیں تم کو چوپائے ف۷ مگر جو تم کو سُناتے ہیں ف۸ سو بچتے رہو بتوں کی

مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ

گندگی سے ف۹ اور بچتے رہو جھوٹی بات سے ف۱۰ ایک اللہ کی طرف کے ہو کر نہ کہ

مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ

اُس کے ساتھ شریک بنا کر ف۱۱ اور جس نے شریک بنایا اللہ کا سو جیسے گر پڑا آسمان سے

فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

پھر اُچکتے ہیں اُس کو اُڑنے والے مردار خوار یا جا ڈالا اُس کو ہوا نے کسی دور مکان میں ف۱۲

ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

یہ سن چکے اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے ف۱۳

بقیہ صفحہ ۴۳۴ ۔ وہ "تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ" کا مصداق ہو۔ یا "تَخْطَفُهُ الطَّیْرُ" سے مراد لوگوں کے ہاتھوں مارا جانا اور "تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ" سے طبعی موت مرنا مراد ہو۔ اکثر مفسرین نے وجہ تشبیہ کے بیان میں اسی طرح کے احتمالات ذکر کئے ہیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جسکی نیت ایک اللہ پر ہو وہ قائم ہے اور جہاں نیت بہت طرف گئی وہ سب اُس کو پریشان کرکے راہ میں سے اُچک لیں گی۔ یا سب سے منکر ہوکر دہریہ ہوجائیگا۔ ف۱۳ ایسی شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں۔ جس کے دل میں پرہیزگاری کا مضمون اور خدائے واحد کا ڈر ہوگا وہ اُس کے نام لگی چیزوں کا ادب ضرور کریگا۔ یہ ادب کرنا شرک نہیں بلکہ عین توحید کے آثار میں سے ہے کہ خدا کا عاشق ہر اُس چیز کی قدر کرتا ہے جو بالخصوص اُسکی طرف منسوب ہو جائے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ قدیم گھر بیت اللہ شریف ہے اور یہاں شاید توسعًا سارا حرم مراد ہو۔ یعنی اونٹ، گائے، بکری وغیرہ سے تم بہت فوائد حاصل کرسکتے ہو۔ مثلاً سواری کرو، دودھ پیو، نسل چلاؤ، اُون وغیرہ کو کام میں لاؤ۔ مگر یہ اُس وقت کہ اُن کو ہدی نہ بنائیں "ہدی" بننے کے بعد اس قسم کا انتفاع بدون شدید ترین ضرورت کے نہیں کرسکتے۔ اب تو اُس کا عظیم الشان اُخروی فائدہ یہی ہے کہ کعبہ کے پاس لیجاکر خدا تعالیٰ کے نام پر قربان کردو۔ ف۲ یعنی اللہ کی نیاز کے طور پر مواشی قربان کرنا ہر دین سماوی میں عبادت قرار دی گئی ہے۔ اگر یہ عبادت غیراللہ کی نیاز کے طور پر کروگے تو شرک ہوجائیگا جس سے بہت پرہیز کرنا چاہئے موحد کا کام یہ ہے کہ قربانی اکیلے اُسی خدا کے لئے کرے جس کے نام پر قربان کرنے کا تمام شرائع میں حکم رہا ہے۔ اُس کے حکم سے باہر نہ ہو۔ ف۳ یعنی اُن لوگوں کو رضائے الٰہی کی بشارت سُنا دیجئے جو صرف اُسی ایک خدا کا حکم مانتے ہیں اُسی کے سامنے جھکتے ہیں اُسی پر اُن کا دل جمتا ہے اور اُسی کے جلال و جبروت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ف۴ یعنی مصائب و شدائد کو صبر و استقلال سے برداشت کریں، کوئی سختی اُٹھاکر راہ حق سے قدم نہ ڈگمگائے ف۵ بیت اللہ تک پہنچنے میں بہت مصائب و شدائد پیش آتے ہیں سفر میں اکثر نمازوں کے فوت ہونے یا قضا ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے، مال بھی کافی خرچ کرنا پڑتا ہے، شاید اسی مناسبت سے ان اوصاف و خصال کا یہاں ذکر فرمایا۔ ف۶ پہلے مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم تھا۔ اب تصریحًا بتلادیا کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں جن کی ذوات میں اور جن کو ادب کے ساتھ قربان کرنے میں تمہارے لئے بہت سی دنیوی و اُخروی بھلائیاں ہیں۔ تو عام ضابطہ کے موافق چاہئے کہ اللہ کا نام پاک لیکر اُن کو ذبح کرو۔ بالخصوص اُونٹ کے ذبح کا بہترین طریقہ نحر ہے کہ اُس کو قبلہ رُخ کھڑا کرکے اور ایک ہاتھ داہنا یا بایاں باندھ کر سینہ پر زخم لگائیں۔ جب سارا خون نکل چکا وہ گر پڑا تب ٹکڑے کرکے استعمال کریں اور بہت اونٹ ہوں تو قطار باندھ کر کھڑا کرلیں۔ ف۷ یہ محتاج کی دو قسمیں بتلائیں۔ ایک جو صبر سے بیٹھا ہے، سوال نہیں کرتا۔ تھوڑا ملجائے تو اُسی پر قناعت کرتا ہے دوسرا جو بیقرار ہوکر سوال کرتا پھرتا ہے کچھ ملجائے تب بھی قرار نہیں۔ ف۸ یعنی ایسے بڑے بڑے جانور جو تم سے جثہ میں اور قوت میں کہیں زیادہ ہیں، تمہارے قبضہ میں کردیئے کہ تم اُن سے طرح طرح کی خدمات لیتے ہو اور کیسی آسانی سے ذبح بھی کرلیتے ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ شرک کرکے اُلٹی ناشکری کرو۔ ف۹ اس میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان فرمایا۔ یعنی جانور کو ذبح کرکے محض گوشت کھانے کھلانے یا اُس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کرسکتے نہ یہ گوشت اور خون اُٹھ کر اُس کی بارگاہ تک پہنچتا ہے اُس کے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوشدلی اور جوش محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اُس کی اجازت سے اُس کے نام پر اُس کے بیت کے پاس لیجاکر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعہ سے ظاہر کردیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہیں بس یہی وہ تقویٰ ہے جس کا ذکر "وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ" میں کیا گیا تھا اور جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کرسکتا ہے۔ ف۱۰ یعنی "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ" کہہ کر ذبح کرو۔ اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اُس نے اپنی محبت و عبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ سجھادی، اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود تمہاری جان قربان کرنے کے قائم مقام بنادیا۔

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾

تمہارے واسطے چوپایوں میں فائدے ہیں ایک مقرر وعدہ تک پھر اُن کو پہنچنا اُس قدیم گھر تک ف۱

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ

اور ہر امت کے واسطے ہم نے مقرر کردی ہے قربانی کہ یاد کریں اللہ کے نام ذبح پر چوپایوں کے

مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَ

جو اُن کو اللہ نے دیئے سو اللہ تمہارا ایک اللہ ہے سو اُسی کے حکم میں رہو ف۲ اور

بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ

بشارت سُنادے عاجزی کرنیوالوں کو ف۳ وہ کہ جب نام لیجئے اللہ کا ڈر جائیں اُن کے دل اور

الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا

سہنے والے اُس کو جو اُن پر پڑے ف۴ اور قائم رکھنے والے نماز کے اور ہمارا

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ

دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں ف۵ اور کعبہ کے چڑھانے کے اونٹ ٹھہرائے ہیں ہم نے تمہارے واسطے نشانی اللہ کے نام کی

اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا

تمہارے واسطے اُس میں بھلائی ہے سو پڑھو اُن پر نام اللہ کا قطار باندھ کر پھر جب

وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ

گر پڑے اُن کی کروٹ تو کھاؤ اُس میں سے ف۶ اور کھلاؤ صبر سے بیٹھے کو اور بیقراری کرتے کو ف۷ اسی طرح

سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ

تمہارے بس میں کردیا ہم نے اُن جانوروں کو تاکہ تم احسان مانو ف۸ اللہ کو نہیں پہنچتا اُن کا گوشت اور

لَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا

نہ اُن کا لہو لیکن اُس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب ف۹ اسی طرح اُن کو بس میں کردیا

لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ

تمہارے کہ اللہ کی بڑائی پڑھو اس بات پر کہ تم کو راہ سجھائی اور بشارت سُنادے نیکی والوں کو ف۱۰

اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ

اللہ دشمنوں کو ہٹادیگا ایمان والوں سے ف۱ اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی دغاباز

كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْاؕ وَاِنَّ اللّٰهَ

ناشکر ف۲ حکم ہوا اُن لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ اُن پر ظلم ہوا ف۳ اور اللہ

عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ

اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے ف۴ وہ لوگ جن کو نکالا اُن کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں

اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے ف۵ اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو

بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ

دوسرے سے تو ڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادتخانے اور مسجدیں جن میں نام

فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًاؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗؕ اِنَّ اللّٰهَ

پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت اور اللہ مقرر مدد کریگا اُسکی جو مدد کریگا اُس کی بیشک اللہ

لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

زبردست ہے زور والا ف۶ وہ لوگ کہ اگر ہم انکو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ

اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں بُرائی سے ف۷ اور

لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

اللہ کے اختیار میں ہے آخر ہر کام کا ف۸ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو اُن سے پہلے جھٹلا چکی ہے

قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾

نوح کی قوم اور عاد اور ثمود ☆ اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم ☆

وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ

اور مدین کے لوگ ف۹ اور موسیٰ کو جھٹلایا ف۱۰ پھر میں نے ڈھیل دی منکروں کو

ف۱ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الآیۃ میں اُن کفار کا ذکر تھا جو مسلمانوں کو حرم شریف کی زیارت اور حج و عمرہ وغیرہ سے روکتے تھے۔ درمیان میں مسجد حرام اور اُس کے متعلقات کی تعظیم و ادب کے احکام بیان فرمائے، اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی مسلمان مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ عنقریب دشمنوں سے اُن کا راستہ صاف کر دیگا مسجد حرام تک پہنچنے اور اُس کے متعلق احکام کی تعمیل کرنے میں کوئی مخالفانہ رُکاوٹ باقی نہ رہیگی۔ بے خوف و خطر حج و عمرہ ادا کریں گے۔ گویا "وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ" میں جو بشارت دینے کا امر تھا اس کا ایک فرد یہ خوشخبری ہوئی۔ ف۲ یعنی دغاباز ناشکر گذاروں کو اگر ایک خاص میعاد تک مہلت دیجائے تو یہ مت خیال کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش آتے ہیں۔ یہ مہلت بعض مصالح اور حکمتوں کی بنا پر ہے۔ آخری انجام یہی ہونا ہے کہ اہل حق غالب ہوں اور باطل پرستوں کو راستہ سے چھانٹ دیا جائے۔ ف۳ جب تک آنحضرت صلعم مکہ میں تھے حکم تھا کہ کفار کی سختیوں پر مسلمان صبر کریں اور ہاتھ روکے رکھیں چنانچہ اُنہوں نے کامل تیرہ سال تک سخت زہرہ گداز مظالم کے مقابلہ میں بےمثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ جب مدینہ "دارالاسلام" بن گیا اور مسلمانوں کی قلیل سی جمعیت ایک مستقل مرکز پر جمع ہو گئی تو مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفار برابر لڑتے رہتے تھے اجازت ہوئی بلکہ حکم ہوا کہ ظالموں کے مقابلہ پر تلوار اُٹھائیں۔ اور اپنی جماعت اور مذہب کی حفاظت کریں۔ اس قسم کی کئی آیتیں اُسی زمانہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ف۴ یعنی اپنی قلت اور بے سروسامانی سے نہ گھبرائیں اللہ تعالیٰ مٹھی بھر فاقہ مستوں کو دنیا کی فوجوں اور سلطنتوں پر غالب کر سکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک شہنشاہانہ طرز میں مسلمانوں کی نصرت و امداد کا وعدہ تھا جیسے دنیا میں بادشاہ اور بڑے لوگ وعدہ کے موقع پر اپنی شان وقار و استغنا دکھلانے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہاں تمہارا فلاں کام ہم کر سکتے ہیں۔ شاید یہ عنوان اس لئے اختیار کیا جاتا ہے کہ مخاطب سمجھ لے کہ ہم ایسا کرنے میں کسی سے مجبور نہیں ہیں جو کچھ کریں گے اپنی قدرت و اختیار سے کریں گے۔ ف۵ یعنی مسلمان مہاجرین جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اُن کا کوئی جرم نہ تھا۔ اُن پر کسی کا کوئی دعویٰ تھا، بجز اس کے کہ وہ اکیلے ایک خدا کو اپنا رب کیوں کہتے ہیں۔ اینٹ پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے۔ گویا اُن پر سب سے بڑا اور سنگین الزام اگر لگایا جا سکتا ہے تو یہی کہ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے کیوں ہو رہے۔ ف۶ یعنی اگر کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ایک جماعت کو دوسری سے لڑنے بھڑنے کی اجازت نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے قانون فطرت کی سخت خلاف ورزی ہوگی۔ اُس نے دنیا کا نظام ہی ایسا رکھا ہے کہ ہر چیز یا ہر شخص یا ہر جماعت دوسری چیز یا شخص یا جماعت کے مقابلہ میں اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے جنگ کرتی رہے اگر ایسا نہ ہوتا اور نیکی کو اللہ تعالیٰ اپنی حمایت میں لے کر بدی کے مقابلہ میں کھڑا نہ کرتا تو نیکی کا نشان زمین پر باقی نہ رہتا بددین اور شریر لوگ جن کی ہر زمانہ میں کثرت رہی ہے تمام مقدس مقامات اور یادگاریں ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے۔ کوئی عبادتگاہ، تکیہ، خانقاہ، مسجد، مدرسہ محفوظ نہ رہ سکتا۔ بناءً علیہ ضروری ہوا کہ بدی کی طاقتیں خواہ کتنی ہی مجتمع ہو جائیں، قدرت کی طرف سے ایک وقت آئے جب نیکی کے مقدس ہاتھوں سے بدی کے حملوں کی مدافعت کرائی جائے۔ اور حق تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرنے والوں کی خود مدد فرما کر اُن کو دشمنان حق و صداقت پر غالب کرے بلاشبہ وہ ایسا قوی اور زبردست ہے کہ اُس کی اعانت و امداد کے بعد ضعیف سے ضعیف چیز بڑی بڑی طاقتور ہستیوں کو شکست دے سکتی ہے۔ بہرحال اُس وقت مسلمانوں کو ظالم کافروں کے مقابلہ میں جہاد و قتال کی اجازت دینا اسی قانون قدرت کے ماتحت تھا۔ اور یہ وہ عام قانون ہے جس کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا۔ اگر مدافعت و حفاظت کا یہ قانون نہ ہوتا تو اپنے اپنے زمانہ میں نہ عیسائی راہبوں کے صومعے (کوٹھڑے) قائم رہتے نہ نصاریٰ کے گرجے نہ یہود کے عبادتخانے نہ مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر بڑی کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ سب عبادتگاہیں گرا کر اور ڈھا کر برابر کر دی جاتیں پس اس عام قانون کے ماتحت کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو ایک وقت مناسب پر اپنے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت نہ دیجائے۔ ف۷ یہ اُن ہی مسلمانوں کا بیان ہے جن پر ظلم ہوئے اور جن کو گھروں سے نکالا گیا۔ یعنی خدا اِن کی مدد کیوں نہ کریگا جبکہ وہ ایسی قوم ہے کہ اگر ہم اُسے زمین کی سلطنت دیدیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذات خود بدنی و مالی نیکیوں میں لگے رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اُن کو زمین کی حکومت عطاء کی اور جو پیشین گوئی کی گئی تھی حرف بحرف سچی ہوئی۔ فللّٰہ الحمد علیٰ ذٰلک۔ اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً مہاجرین اور اُن میں اخص خصوص کے طور پر حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حقانیت اور مقبولیت و منقبت ثابت ہوئی۔ ف۸ یعنی گو آج مسلمان کمزور اور کافر غالب و قوی نظر آتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کہ آخر کار اُنہیں منصور و غالب کرے۔ یا یہ مطلب کہ یہ اُمت خدا کا دین قائم کریگی ایک مدت تک آخر اللہ ہی جانے کیا ہوگا۔ ف۹ جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ف۱۰ یعنی مصر کے قبطیوں نے۔

ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٤﴾ فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ

پھر پکڑ لیا اُن کو تو کیسا ہوا میرا انکار ف۱ سو کتنی بستیاں

أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا

ہمنے غارت کر ڈالیں اور وہ گنہگار تھیں اب وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر ف۲

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿٤٥﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

اور کتنے کنوئیں نکمے پڑے اور کتنے محل گچ کاری کے ف۳ کیا سیر نہیں کی ملک کی

فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ

جو اُن کے دل ہوتے جن سے سمجھتے یا کان ہوتے جن سے سنتے ف۴

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي

سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں پر اندھے ہو جاتے ہیں دل جو

فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ

سینوں میں ہیں ف۵ اور تجھ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب اور اللہ ہرگز نہ ٹالیگا

وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾

اپنا وعدہ ف۶ اور ایک دن تیرے رب کے یہاں ہزار برس کی برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو ف۷

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ج

اور کتنی بستیاں ہیں کہ میں نے اُن کو ڈھیل دی اور وہ گنہگار تھیں پھر میں نے اُن کو پکڑا

وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ

اور میری طرف پھر کر آنا ہے ف۸ تو کہہ اے لوگو میں تو ڈر سنا دینے والا ہوں تم کو

مُّبِينٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ

کھول کر ف۹ سو جو لوگ یقین لائے اور کیں بھلائیاں اُنکے گناہ بخش دیے ہیں

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ

اور اُن کو روزی ہے عزت کی ف۱۰ اور جو دوڑے ہماری آیتوں کے ہرانے کو

ف۱ یعنی مسلمانوں کے غلبہ و نصرت کے جو وعدے کیے جا رہے ہیں، کفار اپنی موجودہ کثرت و قوت کو دیکھتے ہوئے اُنکی تکذیب نہ کریں، یہ خدا کی ڈھیل ہے۔ پہلی قوموں نے بھی خدا کی چند روز ڈھیل سے دھوکہ کھا کر اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ آخر جب پکڑے گئے تو دیکھ لو اُن کا حشر کیا ہوا۔ اور خدا نے اپنے عذاب سے ڈرا کر اُن کی شرارتوں پر جو انکار فرمایا تھا وہ کس طرح سامنے آگیا۔ اگلی آیات میں اسی کی تفصیل ہے۔ ف۲ یعنی بنیادیں ہلنے سے اول چھتیں گر پڑیں پھر دیواریں اور سارا مکان گر کر چھت کے ڈھیر پر آرہا۔ یہ اُن کے تہ و بالا ہونے کا نقشہ کھینچا ہے۔ ف۳ یعنی کنوئیں جن پر پانی کھینچنے والوں کی بھیڑ رہتی تھی، آج اُن میں کوئی ڈول پھانسنے والا نہ رہا۔ اور بڑے بڑے پختہ، بلند عالیشان، قلعی چونے کے محل ویران کھنڈر بن کر رہ گئے جن میں کوئی بسنے والا نہیں۔ ف۴ یعنی اُن تباہ شدہ مقامات کے کھنڈر دیکھ کر کبھی غور و فکر نہ کیا، ورنہ اُن کو سچی بات کی سمجھ آجاتی اور کان کھل جاتے۔ ف۵ یعنی آنکھوں سے دیکھ کر اگر دل سے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے۔ گو اُس کی ظاہری آنکھیں کھلی ہوں پر دل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ اور حقیقت میں زیادہ خطرناک اندھا پن وہ ہی ہے جس میں دل اندھے ہو جائیں (العیاذ باللہ)

ف۶ یعنی عذاب اپنے وقت پر یقیناً آکر رہیگا۔ استہزاء و تکذیب کی راہ سے جلدی مچانا فضول ہے۔ ف۷ یعنی تمہارے ہزار برس اُس کے یہاں ایک دن کی برابر ہیں۔ جیسے مجرم آج اُس کے قبضہ میں ہے ہزار برس گذرنے کے بعد بھی اُسی طرح اُس کے قبضہ و اقتدار کے نیچے ہے۔ کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ یا یہ مطلب کہ ہزار برس کا کام وہ ایک دن میں کر سکتا ہے۔ مگر کرتا وہی ہے جو اُس کی حکمت و مصلحت کے موافق ہو۔ کسی کی جلدی مچانے سے وہاں کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ یا یوں کہا جائے کہ اُخروی عذاب کا وعدہ ضرور آکر رہیگا۔ یعنی قیامت آئیگی اور تم کو پوری سزا ملیگی۔ آگے قیامت کے دن کا بیان ہوا کہ وہ ایک دن اپنی شدت و ہول کے لحاظ سے ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پھر ایسی مصیبت کو بلانے کے لئے کیوں جلدی مچاتے ہو۔ ف۸ یعنی کیا ڈھیل دینے سے وہ کہیں نکل کر بھاگ گئیں آخر سب کو لوٹ کر ہماری ہی طرف آنا پڑا۔ اور ہم نے اُن کو پکڑ کر تباہ کر دیا۔ ف۹ یعنی میرا کام آگاہ و ہشیار کر دینا ہے۔ عذاب کا لے آنا میرے قبضہ میں نہیں خدا ہی کے قبضہ میں ہے کہ سب مطیع و عاصی کا فیصلہ کرے اور ہر ایک کو اُس کے مناسب حال جگہ پر پہنچائے۔ ف۱۰ یعنی جنت میں میوے پھل اور عمدہ عمدہ الوانِ نعمت اور حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

ع ۱۰ / ۶ / ۱۴

أُولَٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن
وہی ہیں دوزخ کے رہنے والے ☆ اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے

رَّسُولٍ وَّلَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنّٰٓى أَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِىٓ أُمْنِيَّتِهٖ
پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے شیطان نے ملا دیا اُسکے خیال میں

فَيَنسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ
پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا پھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں اور اللہ

عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ
سب خبر رکھتا ہے حکمتوں والا ف۱ اس واسطے کہ جو کچھ شیطان نے ملایا اُس سے جانچے اُن کو جن کے

فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ الظّٰلِمِينَ
دل میں روگ ہیں اور جن کے دل سخت ہیں اور گنہگار تو ہیں

لَفِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ
مخالفت میں دور جا پڑے ☆ اور اس واسطے کہ معلوم کرلیں وہ لوگ جن کو سمجھ ملی ہے کہ یہ

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ
تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے پھر اس پر یقین لائیں اور نرم ہو جائیں اسکے آگے اُنکے دل اور

اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِلٰى صِرٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٤﴾ وَلَا يَزَالُ
اللہ سمجھانے والا ہے یقین لانے والوں کو راہ سیدھی ف۲ اور منکروں

الَّذِينَ كَفَرُوا فِى مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
کو ہمیشہ رہے گا اُس میں دھوکا جب تک کہ آپہنچے اُن پر قیامت

بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ
بے خبری میں یا آپہنچے اُن پر آفت اس دن کی جس میں راہ نہیں خلاصی کی ف۳ راج اُس دن

لِّلّٰهِ ۗ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اللہ کا ہے اُن میں فیصلہ کریگا ف۴ سو جو یقین لائے اور کیں بھلائیاں

ف۱ آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اپنے پیشرو حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی روش اختیار فرمائی ہے جسکی طرف حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ کے آخر میں اشارہ کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب "موضح القرآن" میں لکھتے ہیں "نبی کو ایک حکم (یا ایک خبر) اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اُس میں ہرگز ذرہ بھر تفاوت نہیں ہو سکتا۔ اور ایک اپنے دل کا خیال (اور رائے کا اجتہاد) ہے وہ کبھی ٹھیک پڑتا ہے کبھی نہیں جیسے حضرت صلعم نے خواب میں دیکھا (اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے) کہ آپ مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا۔ خیال میں آیا کہ شاید اسی سال ایسا ہوگا (چنانچہ عمرہ کی نیت سے سفر شروع کیا لیکن درمیان میں احرام کھولنا پڑا) اور اگلے سال خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔ یا وعدہ ہوا کہ کافروں پر غلبہ ہوگا خیال آیا کہ اب کی لڑائی میں۔ اُس میں نہ ہوا بعد کو ہوا۔ پھر اللہ جتلا دیتا ہے کہ جتنا حکم یا وعدہ تھا اُس میں سر مو تفاوت نہیں"۔ ان نبی کے ذاتی خیال و اجتہاد میں تفاوت ہو سکتا ہے کہ نبی اصل پیشینگوئی کے ساتھ ملا کر اپنے ذاتی خیال کی اشاعت نہیں کرتا بلکہ دونوں کو الگ رکھتا ہے۔ باقی اس صورت میں القاء کی نسبت شیطان کی طرف ویسی ہوگی جیسے "وَمَآ أَنسٰنِيهُ إِلَّا الشَّيْطٰنُ أَنْ أَذْكُرَهٗ" میں "انساء" کی نسبت اسکی طرف کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ احقر کے نزدیک بہترین اور سہل ترین تفسیر وہ ہے جسکی مختصر اصل سلف کو منقول ہے یعنی "تمنی" کو بمعنی قرات و تلاوت یا تحدیث کے اور "اُمنیت" کو بمعنی متلو یا حدیث کے لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ شیطان اُس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شبہات ڈال دیتا ہے یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً نبی نے آیت "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" الخ پڑھ کر سنائی، شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہوا حرام کہتے ہیں۔ یا آپ نے "إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" پڑھا۔ اُس نے شبہ ڈالا کہ "مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ" میں حضرت مسیح و عزیر اور ملائکۃ اللہ بھی شامل ہیں۔ یا آپ نے حضرت مسیح کے متعلق پڑھا "كَلِمَتُهٗٓ أَلْقٰهَآ إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ" شیطان نے سمجھایا کہ اس سے حضرت مسیح کی ابنیت و الوہیت ثابت ہوتی ہے۔ اس القاء شیطانی کے ابطال و رد میں پیغمبر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وہ آیات سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی پکی باتیں جتلاتے ہیں جن کو سُن کر شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہے۔ گویا "متشابہات" کی ظاہری سطح کو لے کر شیطان جو اغوا کرتا ہے "آیات محکمات" اُس کی جڑ کاٹ دیتی ہیں جنہیں سُن کر تمام شکوک و شبہات ایکدم کافور ہو جاتے ہیں۔ یہ دو قسم کی آیتیں کیوں اُتاری جاتی ہیں؟ شیاطین کو اتنی وسوسہ اندازی اور تصرف کا موقع کیوں دیا جاتا ہے؟ اور آیات کا جو احکام بعد کو کیا جاتا ہے ابتداء ہی سے کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ یہ سب اُمور حق تعالیٰ کی غیر محدود علم و حکمت کے ناشی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو علماً و عملاً دار امتحان بنایا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی کارروائی میں بندوں کی جانچ ہے کہ کون شخص اپنے دل کی بیماری یا سختی کی وجہ سے بیمار ہوا شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون سمجھدار آدمی اپنے علم و تحقیق کی قوت سے ایمان و اخبات کے مقام بلند پر پہنچ کر دم لیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آدمی نیک نیتی اور ایمانداری سے سمجھنا چاہے تو اللہ تعالیٰ دستگیری فرما کر اس کو سیدھی راہ پر قائم فرما دیتے ہیں۔ رہے منکرین و متشککین، اُن کو قیامت تک اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ ؎ ہر چہ گیرد علتی علت شود۔ ہماری اس تقریر میں دور تک کئی آیتوں کا مطلب بیان ہو گیا۔ سمجھدار آدمی اُس کے اجزاء کو آیات کے اجزاء پر بے تکلف منطبق کر سکتا ہے۔ یہ آیات جیسا کہ ہم نے سورۂ "آل عمران" کے شروع میں بیان کیا تھا "هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ" الخ سے بہت مشابہ ہیں۔ چنانچہ "إِلَّآ إِذَا تَمَنّٰٓى أَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِىٓ أُمْنِيَّتِهٖ" میں متشابہات کا اور "ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ" میں محکمات کا ذکر ہوا۔ اور "لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً" الخ میں زائغین کی دو قسمیں مذکور ہوئیں جن میں "الَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ" کا کام ابتغاء تاویل، اور "الْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ" کی غرض ابتغاء فتنہ ہے۔ آگے "وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ" الخ کو آیہ "وَالرّٰسِخُونَ فِى الْعِلْمِ يَقُولُونَ" الخ کی جگہ سمجھو اور وہاں جو دعا "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا" سے کی تھی یہاں اُس کی اجابت کا ذکر "إِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِلٰى صِرٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ" میں کیا گیا۔ اور "رَبَّنَآ إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ" کے مناسب "وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِى مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ" الیٰ قولہ "يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ" ہوئی۔ (تنبیہ) آیت حاضرہ کے تحت میں مفسرین نے جو قصہ "غرانیق" کا ذکر کیا ہے اُس پر بحث کا یہاں موقع نہیں۔ شاید سورۂ نجم میں کچھ لکھنے کی نوبت آئے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت بسط سے اُس پر کلام کیا ہے۔ بہرحال آیت کا مطلب سلف کی تفسیر کے موافق بالکل صاف ہے گویا یہ تفصیل اُس کی ہوئی جو اوپر "وَالَّذِينَ سَعَوْا فِىٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِينَ" میں ابطال آیات اللہ کی سعی کا ذکر تھا۔

ف۲ "موضح القرآن" میں ہے "یعنی اس میں گمراہ بہکتے ہیں سو اُن کا کام ہے بہکنا۔ اور ایمان والے اور زیادہ مضبوط ہوتے ہیں کہ اس کلام میں بندہ کا دخل نہیں۔ اگر ہوتا تو یہ بھی بندہ کے خیال کی طرح کبھی صحیح کبھی غلط نکلتا۔ اور جس کی نیت اعتقاد پر ہو۔ اللہ اُس کو یہ بات سمجھاتا ہے"۔ حضرت شاہ صاحب نے یہ فائدہ اپنے مذاق کے موافق لکھا ہے۔ ہمارا جو خیال ہے اُس کی تقریر

بقیہ فوائد صفحہ ۴۳۸ گذشتہ فائدہ میں گذر چکی. واللہ اعلم ف۳ یعنی نفس قیامت کا ہولناک حادثہ اچانک آپہنچے یا اُسی قیامت کے دن کا عذاب سامنے آجائے. اور ممکن ہے عذاب یوم عقیم سے دنیا کا عذاب مُراد ہو یعنی دنیا ہی میں سزا ملجائے جس سے کوئی رستگاری کی شکل نہیں. ف۴ یعنی قیامت کے دن اکیلے خدا کی بادشاہت کام کریگی. کسی کی ظاہری مجازی حکومت برائے نام بھی باقی نہ رہیگی. اُس وقت سب دنیا کا ٹھیک ٹھیک عملی فیصلہ ہو جائیگا جس کی تفصیل آگے مذکور ہے.

فِي جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ

نعمت کے باغوں میں ہیں ☆ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں سو اُن کے

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ

لئے ہے ذلت کا عذاب ☆ اور جو لوگ گھر چھوڑ آئے اللہ کی راہ

اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ

میں پھر مارے گئے یا مرگئے البتہ اُن کو دیگا اللہ روزی خاصی

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا

اور اللہ ہے سب سے بہتر روزی دینے والا ☆ البتہ پہنچائے گا ان کو ایک جگہ جس

يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿٥٩﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ

کو پسند کریں گے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے تحمل والا ف۱ یہ ٹن چکے اور جس نے

عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ

بدلہ لیا جیسا کہ اُس کو دُکھ دیا تھا پھر اس پر کوئی زیادتی کرے تو البتہ اُسکی مدد کریگا

اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿٦٠﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ

اللہ ف۲ بیشک اللہ درگذر کرنیوالا بخشنے والا ہے ف۳ یہ اس واسطے کہ اللہ لے لیتا ہے

الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ

رات کو دن میں اور دن کو رات میں ف۴ اور اللہ

سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ

سُنتا دیکھتا ہے ف۵ یہ اس واسطے کہ اللہ وہی ہے صحیح اور جس کو پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾

اُس کے سوائے وہی ہے غلط اور اللہ وہی ہے سب سے اُوپر بڑا ف۶

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ

تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی پھر زمین ہو جاتی ہے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ مومنین کا انجام پہلے بتلایا تھا، یہاں اُن میں سے ایک ممتاز جماعت کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا یعنی جو لوگ خدا کے راستہ میں گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے خواہ وہ لڑائی میں شہید ہوں یا طبعی موت کر مریں دونوں صورتوں میں اللہ کے ہاں ان کی خاص مہمانی ہوگی. کھانا، پینا، رہنا سہنا سب اُن کی مرضی کے موافق ہوگا. اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کس چیز سے راضی ہونگے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کن لوگوں نے خالص اُس کے راستہ میں اپنا گھر بار ترک کیا ہے. ایسے مہاجرین و مجاہدین کی فروگذاشتوں پر حق تعالیٰ تحمل کریگا. اور شان عفو سے کام لیگا. "علیم و حلیم" کی صفات اس غرض سے ذکر کیں کہ اللہ سب کو جانتا ہے، اُن کو بھی جنہوں نے ایسے مخلص بندوں کو تکلیفیں دیکر گھر چھوڑنے پر مجبور کیا. لیکن اپنی بُردباری کی وجہ سے فوراً سزا نہیں دیتا

ف۲ یعنی مظلوم اگر ظالم سے واجبی بدلہ لے لے. پھر از سرنو ظالم اُس پر زیادتی کرے تو وہ پھر مظلوم ٹھہر گیا. حق تعالیٰ پھر مدد کریگا کیونکہ اُس کی عادت ہے کہ مظلوم کی آخر حمایت کرتا ہے "وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ" بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن ؁ اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید. ف۳ یعنی بندوں کو بھی چاہئے کہ اپنے ذاتی اور معاشری معاملات میں عفو و درگذر کی عادت سیکھیں. ہر وقت بدلہ لینے کے درپے نہ ہوں. حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی واجبی بدلہ لینے والے کو خدا عذاب نہیں کرتا اگرچہ بدلہ نہ لینا بہتر تھا" "بدر" کی لڑائی میں مسلمانوں نے بدلہ لیا کافروں کی ایذا کا. پھر کافر "اُحد" و "احزاب" میں زیادتی کرنے کو آئے. پھر اللہ نے پوری مدد کی". ف۴ یعنی وہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ رات دن کا اُلٹ پلٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا اُسی کے ہاتھ میں ہے اُسی کے تصرّف سے کبھی کے دن بڑے، کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں. پھر کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک مظلوم قوم یا شخص کو امداد دیکر ظالموں کے پنجہ سے نکالدے بلکہ اُن پر غالب و مسلط کردے. پہلے مسلمان مہاجرین کا ذکر تھا اس آیت میں اشارہ فرمادیا کہ عنقریب حالات رات دن کی طرح پلٹا کھانے والے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو دن میں لے لیتا ہے اسی طرح کفر کی سرزمین کو اسلام کی آغوش میں داخل کردیگا. ف۵ یعنی مظلوم کی فریاد سنتا اور ظالم کی کرتوت دیکھتا ہے. ف۶ یعنی اللہ کے سوا ایسے عظیم الشان انقلابات اور کس سے ہو سکتے ہیں. واقع میں صحیح اور سچا خدا تو وہی ایک ہے باقی اُس کو چھوڑ کر خدائی کے جو دوسرے پاکھنڈ پھیلائے گئے ہیں سب غلط. جھوٹ اور باطل ہیں اسی کو خدا کہنا اور معبود بنانا چاہئے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے اور یہ شان بالاتفاق اسی ایک اللہ کی ہے.

مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا
سرسبز ف۱ بیشک اللہ جانتا ہے چھپی تدبیریں خبردار ہے ف۲ اُسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور

فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ
زمین میں اور اللہ وہی ہے بے پروا تعریفوں والا ف۳ تو نے نہ دیکھا

اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى
کہ اللہ نے بس میں کردیا تمہارے جو کچھ ہے زمین میں اور کشتی کو جو چلتی ہے

الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ
دریا میں اُسکے حکم سے اور تھام رکھتا ہے آسمان کو اس سے کہ گر پڑے زمین پر

اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَ
مگر اُس کے حکم سے بیشک اللہ لوگوں پر نرمی کرنے والا مہربان ہے ف۴ اور

هُوَ الَّذِىْٓ اَحْيَاكُمْ ؗ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ
اُسی نے تم کو جلایا پھر مارتا ہے پھر زندہ کریگا ف۵ بیشک

الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا
انسان ناشکر ہے ف۶ ہر اُمت کے لئے ہمنے مقرر کردی ایک راہ بندگی کی

هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى
کہ وہ اُسی طرح کرتے ہیں بندگی سو چاہئے تجھ سے جھگڑا نہ کریں اس کام میں اور تو بلائے جا اپنے

رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ
رب کی طرف بیشک تو ہے سیدھی راہ پر سوجھ والا ☆ اور اگر تجھ سے جھگڑنے لگیں

فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
تو تو کہہ اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو ☆ اللہ فیصلہ کریگا تم میں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ
قیامت کے دن جس چیز میں تمہاری راہ جدا جدا تھی ف۷ کیا تجھ کو معلوم نہیں

ف۱ اِسی طرح کفر کی خشک و ویران زمین کو اسلام کی بارش سے سبزہ زار بنادیگا۔ ف۲ وہ ہی جانتا ہے کہ کس طرح بارش کے پانی سے سبزہ اُگ آتا ہے۔ قدرت اندر ہی اندر ایسی تدبیر و تصرف کرتی ہے کہ خشک زمین پانی وغیرہ کے اجزاء کو اپنے اندر جذب کرکے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح وہ اپنی مہربانی لطیف تدبیر و تربیت، اور کمال خبرداری و آگاہی سے قلب بنی آدم کو فیوض اسلام کا مینہ برسا کر سرسبز و شاداب بنا دیگا۔ ف۳ یعنی آسمان و زمین کی تمام چیزیں جب اُسی کی مملوک و مخلوق ہیں اور سب کو اُس کی احتیاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں تو اُن میں جس طرح چاہے تصرف اور ادل بدل کرے، کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ البتہ باوجود غنائے تام اور اقتدار کامل کے کرتا وہ ہی ہے جو سراپا حکمت و مصلحت ہو۔ اُس کے تمام افعال محمود ہیں اور اُس کی ذات تمام خوبیوں اور صفات حمیدہ کی جامع ہے۔ ف۴ یعنی اُس کو تمہاری یا کسی کی کیا پروا تھی محض شفقت و مہربانی دیکھو کہ کس طرح خشکی اور تری کی چیزوں کو تمہارے قابو میں کر دیا۔ پھر اُسی نے اپنے دست قدرت سے آسمان، چاند، سورج اور ستاروں کو اِس فضائے ہوائی میں بدون کسی ظاہری کھمبے یا ستون کے تھام رکھا ہے جو اپنی جگہ سے نیچے نہیں سرکتے۔ ورنہ گر کر اور ٹکرا کر تمہاری زمین کو پاش پاش کر دیتے۔ جب تک اُس کا حکم نہ ہو یہ کرات یوں ہی اپنی جگہ قائم رہیں گے مجال نہیں کہ ایک انچ سرک جائیں۔ "اِلَّا بِاِذْنِهٖ" کا استثناء محض اثبات قدرت کی تاکید کے لئے ہے۔ یا شاید قیامت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۵ اسی طرح کفر و جہل سے جو قوم روحانی موت مر چکی تھی، ایمان و معرفت کی روح سے اُس کو زندہ کر دیگا۔ ف۶ یعنی اتنے احسانات و انعامات دیکھ کر بھی اُس کا حق نہیں مانتا منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے جھکنے لگتا ہے۔ ف۷ تمام انبیاء اصول دین میں متفق رہے ہیں۔ البتہ ہر اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بندگی کی صورتیں مختلف زمانوں میں مختلف مقرر کی ہیں جن کے موافق وہ اُمتیں خدا کی عبادت بجالاتی رہیں اس اُمت محمدیہ کے لئے بھی ایک خاص شریعت بھیجی گئی لیکن اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا۔ بجز اللہ کے کبھی کسی دوسری چیز کی عبادت مقرر نہیں کی گئی۔ اِس لئے توحید وغیرہ کے اِن متفق علیہ کاموں میں جھگڑا کرنا کسی کو کسی حال زیبا نہیں جب ایسی کھلی ہوئی چیزوں میں بھی حجتیں نکالی جائیں تو آپ کچھ پروا نہ کریں۔ آپ جس سیدھی راہ پر قائم ہیں لوگوں کو اُسی طرف بلاتے رہیے۔ اور خواہ مخواہ کے جھگڑے نکالنے والوں کا معاملہ خدائے واحد کے سپرد کیجئے وہ خود ان کی تمام حرکات سے خوب واقف ہے قیامت کے دن ان کے تمام اختلافات اور جھگڑوں کا عملی فیصلہ کر دیگا۔ آپ دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کرکے ان کی فکر میں زیادہ دردسری نہ اٹھائیں۔ ایسے ضدی معاندین کا علاج خدا کے پاس ہے۔ تنبیہ "فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ" کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہر اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جُداگانہ دستور العمل مقرر کیا ہے، پھر اس پیغمبر کی اُمت کیلئے نئی شریعت آئی تو جھگڑنے کی کیا بات ہے۔ بعض مفسرین نے "مَنْسَك" کے معنی ذبح و قربانی کے لئے ہیں، مگر اقرب وہ ہی ہے جو مترجم محقق قدس اللہ روحہٗ نے اختیار فرمایا۔ واللہ اعلم

ع ۹ / ۱۵

أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ؕ إِنَّ ذٰلِكَ فِي
کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں یہ سب لکھا ہوا ہے

كِتٰبٍ ؕ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ
کتاب میں یہ اللہ پر آسان ہے ف۱ اور پوجتے ہیں اللہ کے

اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ
سوائے اُس چیز کو جس کی سند نہیں اُتاری اُس نے اور جس کی خبر نہیں اُن کو ف۲

وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ نَّصِيرٍ ﴿۷۱﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا
اور بے انصافوں کا کوئی نہیں مددگار ف۳ اور جب سنائے اُن کو ہماری آیتیں

بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُونَ
صاف تو پہچانے تو منکروں کے منہ کی بری شکل نزدیک ہوتے ہیں

يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُمْ
کہ حملہ کر پڑیں اُن پر جو پڑھتے ہیں اُن کے پاس ہماری آیتیں ف۴ تو کہہ میں تم کو بتلاؤں

بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ؕ وَ
ایک چیز اس سے بدتر وہ آگ ہے اُس کا وعدہ کر دیا ہے اللہ نے منکروں کو اور

بِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۷۲﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا
وہ بہت بری ہے پھر جانے کی جگہ ف۵ اے لوگو ایک مثل کہی ہے سو اُس پر کان

لَهٗ ؕ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوا ذُبَابًا
رکھو ف۶ جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک مکھی

وَّلَوِ اجْتَمَعُوا لَهٗ ؕ وَإِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوهُ
اگرچہ سارے جمع ہو جائیں اور اگر کچھ چھین لے اُن سے مکھی چھڑا نہ سکیں وہ

مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ
اُس سے بودا ہے چاہنے والا اور جن کو چاہتا ہے ف۷ اللہ کی قدر نہیں سمجھے

ف۱ یعنی کچھ ان کے اعمال پر منحصر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو محیط ہے اور بعض مصالح و حکمتوں کی بناء پر اُسی علم کے موافق تمام واقعات "لوح محفوظ" میں اور بنی آدم کے تمام اعمال اُن کے اعمالناموں میں لکھ بھی دیئے گئے ہیں۔ اُسی کے موافق قیامت کے دن فیصلہ ہوگا۔ اور اتنی بیشمار چیزوں کا ٹھیک ٹھیک جاننا اور لکھ دینا اور اُسی کے مطابق ہر ایک کا فیصلہ کرنا، اُن میں سے کوئی بات اللہ کے ہاں مشکل نہیں جس میں کچھ تکلیف یا دقت اُٹھانی پڑے۔ ف۲ محض باپ دادوں کی کورانہ تقلید میں ایسا کرتے ہیں، کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہیں رکھتے۔ ف۳ سب سے بڑا ظلم اور بے انصافی یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ سو ایسے ظالم اور بے انصاف لوگ خوب یاد رکھیں کہ اُن کے شرکاء مصیبت پڑنے پر کچھ کام نہ آئیں گے نہ اور کوئی اُس وقت مدد کر سکیگا۔ ف۴ یعنی قرآن کی آیتیں جو توحید وغیرہ کے صاف بیانات پر مشتمل ہیں، سن کر کفار و مشرکین کے چہرے بگڑ جاتے اور مارے ناخوشی کے تیوریاں بدل جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ شدت غیظ و غضب سے پاگل ہو کر چاہتے ہیں کہ آیات سنانے والوں پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ بعض اوقات کر بھی گذرتے ہیں۔ ف۵ یعنی تمہارے اِس غیظ و غضب اور ناگواری سے بڑھ کر جو آیات اللہ کے پڑھے جانے پر پیدا ہوتی ہے، ایک سخت بری ناگوار چیز اور ہے جس پر کسی طرح صبر ہی نہ کر سکو گے۔ وہ دوزخ کی آگ جس کا وعدہ کافروں سے کیا جا چکا ہے۔ دونوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کر لو کہ کونسا تلخ گھونٹ پینا تم کو نسبۃً آسان ہوگا۔ ف۶ یہ توحید کے مقابلہ میں شرک کی شناعت و قبح ظاہر کرنے کو ایک مثال بیان فرمائی ہے جسے کان لگا کر سننا اور غور و فکر سے سمجھنا چاہیئے۔ تا ایسی رکیک و ذلیل حرکت سے باز رہو۔ ف۷ یعنی مکھی بہت ہی ادنیٰ اور حقیر جانور ہے۔ جن چیزوں میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ سب مل کر ایک مکھی پیدا کر دیں یا مکھی اُن کے چڑھاوے وغیرہ میں سے کوئی چیز لیجائے تو اُس سے واپس لے سکیں اُن کو "خالق السماوات و الارضین" کے ساتھ معبودیت اور خدائی کی کرسی پر بٹھا دینا کس قدر بے حیائی حماقت اور شرمناک گستاخی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مکھی بھی کمزور، مکھی سے زیادہ اُن کے بت کمزور اور بتوں سے بڑھ کر اُن کا پوجنے والا کمزور ہے جس نے ایسی حقیر اور کمزور چیز کو اپنا معبود و حاجت روا بنا لیا۔

حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ

جیسی اُس کی قدر ہے بیشک اللہ زور آور ہے زبردست ف۱ اللہ چھانٹ لیتا ہے

الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾

فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں ف۲ اللہ سنتا دیکھتا ہے ف۳

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے اور اللہ تک پہنچ ہے

الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا

ہر کام کی ف۴ اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو

رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَ جَاهِدُوْا

اپنے رب کی اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۵ اور محنت کرو

فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ

اللہ کے واسطے جیسی کہ چاہئے اُس کے واسطے محنت ف۶ اُس نے تم کو پسند کیا ف۷ اور نہیں رکھی تم پر

فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ

دین میں کچھ مشکل ف۸ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ف۹ اسی نے نام رکھا تمہارا

الْمُسْلِمِیْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ

مسلمان پہلے سے اور اس قرآن میں ف۱۰ تاکہ رسول ہو

شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِیْمُوا

بتانے والا تم پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں پر ف۱۱ سو قائم رکھو

الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ

نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور مضبوط پکڑو اللہ کو وہ تمہارا مالک ہے

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۷۸﴾ ع

سو خوب مالک ہے اور خوب مددگار ف۱۲

ف۱ سمجھتے تو ایسی گستاخی کیوں کرتے۔ کیا اللہ کی شان رفیع اور قدر و منزلت اتنی ہے کہ ایسی کمزور چیزوں کو اُس کا ہمسر بنا دیا جائے؟ (العیاذ باللہ) اُس کی قوت و عزت کے سامنے تو بڑے بڑے مقرب فرشتے اور پیغمبر بھی مجبور و بے بس ہیں۔ آگے اُن کا ذکر کیا ہے۔ ف۲ یعنی بعض فرشتوں سے پیغامبری کا کام لیتا ہے (مثلاً جبریل علیہ السلام) اور بعض انسانوں سے جن کو خدا اس منصب کے لئے انتخاب فرمائیگا ظاہر ہے اُن کا درجہ دوسری تمام خلائق سے اعلیٰ ہونا چاہئے۔ ف۳ یعنی اُنکی تمام باتوں کو اور اُن کے ماضی و مستقبل کے تمام احوال کو دیکھتا ہے اس لئے وہی حق رکھتا ہے کہ جس کے احوال و استعداد پر نظر کر کے منصب رسالت پر فائز کرنا چاہے فائز کر دے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام رکوع ۱۵) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ساری خلق میں بہتر وہ لوگ ہیں پیغام پہنچانے والے فرشتوں میں بھی وہ فرشتے اعلیٰ ہیں اُن کو (یعنی اُن کی ہدایات کو) چھوڑ کر بتوں کو مانتے ہو" کس قدر بے تکی بات ہے۔ ف۴ یعنی وہ بھی اختیار نہیں رکھتے، اختیار ہر چیز میں اللہ کا ہے (کذا فی الموضح) ف۵ شرک کی تقبیح اور مشرکین کی تفضیح کے بعد مومنین کو خطاب فرماتے ہیں کہ تم اکیلے اپنے رب کی بندگی پر لگے رہو۔ اُسی کے آگے جھکو، اُسی کے حضور میں پیشانی ٹیکو، اور اُسی کے لئے دوسرے بھلائی کے کام کرو۔ تاکہ دنیا و آخرت میں تمہارا بھلا ہو۔ ف۶ اپنے نفس کو درست رکھنے اور دنیا کو درستی پر لانے کے لئے پوری محنت کرو جو اتنے بڑے اہم مقصد کے شایان شان ہو۔ آخر دنیوی مقاصد میں کامیابی کے لئے کتنی محنتیں اُٹھانی ہو۔ یہ تو دین کا اور آخرت کی دائمی کامیابی کا راستہ ہے جس میں جس قدر محنت برداشت کیجائے انصافاً تھوڑی ہے (تنبیہ) لفظ "مجاہدہ" میں ہر قسم کی زبانی، قلمی، مالی، بدنی کوشش شامل ہے۔ اور "جہاد" کی تمام قسمیں (جہاد مع النفس، جہاد مع الشیطان، جہاد مع الکفار، جہاد مع البغاۃ، جہاد مع المبطلین) اس کے نیچے مندرج ہیں۔ ف۷ کہ سب سے اعلیٰ و افضل پیغمبر دیا اور تمام شرائع سے اکمل شریعت عنایت کی، تمام دنیا میں خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے تم کو چھانٹ لیا اور سب اُمتوں پر فضیلت بخشی۔ ف۸ دین میں کوئی ایسی مشکل نہیں رکھی جس کا اُٹھانا کٹھن ہو۔ احکام میں ہر طرح کی رخصتوں اور سہولتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم خود اپنے اوپر ایک آسان چیز کو مشکل بنا لو ف۹ ابراہیم علیہ السلام چونکہ حضورؐ کے اجداد میں ہیں اس لئے ساری اُمت کے باپ ہوئے، یا یہ مراد ہو کہ عربوں کے باپ ہیں کیونکہ اولین مخاطب قرآن کے وہی تھے ف۱۰ یعنی اللہ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام "مُسْلِم" رکھا (جس کے معنی حکمبردار اور وفا شعار کے ہیں) یا ابراہیم نے پہلے تمہارا یہ نام رکھا تھا جبکہ دعاء میں کہا "وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ" (بقرہ۔ رکوع ۱۵) اور اس قرآن میں شاید اُن ہی کے مانگنے سے یہ نام پڑا ہو۔ بہرحال تمہارا نام "مسلم" ہے گو اور اُمتیں بھی مسلم تھیں مگر لقب یہ تمہارا ہی ٹھہرا ہے سو اس کی لاج رکھنی چاہئے۔ ف۱۱ یعنی پسند کیا تم کو اس واسطے کہ تم اور اُمتوں کو سکھاؤ اور رسول تم کو سکھلائے۔ اور یہ اُمت جو سب سے پیچھے آئی یہی غرض ہے کہ تمام اُمتوں کی غلطیاں درست کرے اور سب کو سیدھی راہ بتائے۔ گویا جو مجد و شرف اس کو ملا ہے اسی وجہ سے ہے کہ یہ دنیا کے لئے معلم بنے۔ اور تبلیغی جہاد کرے۔ (تنبیہ) دوسرے مفسرین نے "شہید" اور "شہداء" کو بمعنی "گواہ" لیا ہے قیامت کے دن جب دوسری اُمتیں انکار کریں گی کہ پیغمبروں نے ہم کو تبلیغ نہیں کی اور پیغمبروں سے گواہ مانگے جائیں گے تو وہ اُمت محمدیہ کو بطور گواہ پیش کرینگے۔ اُمت گواہی دیگی کہ بیشک پیغمبروں نے دعوت و تبلیغ کر کے خدا کی حجت قائم کر دی تھی۔ جب سوال ہوگا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا۔ جواب دیں گے کہ ہمارے نبی نے اطلاع کی جس کی صداقت پر خدا کی محفوظ کتاب (قرآن کریم) گواہ ہے۔ گویا یہ فضل و شرف اس لئے دیا گیا کہ تم کو ایک بڑے عظیم الشان مقدمہ میں بطور معزز گواہ کے کھڑا ہونا ہے۔ لیکن تمہاری گواہی کی سماعت اور وقعت بھی تمہارے پیغمبر کے طفیل میں ہے کہ وہ تمہارا تزکیہ کریں گے۔ ف۱۲ یعنی انعامات الٰہیہ کی قدر کرو، اپنے نام و لقب اور فضل و شرف کی لاج رکھو، اور سمجھو کہ تم بہت بڑے کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہو۔ اس لئے اوّل اپنے کو نمونۂ عمل بناؤ۔ نماز، زکوٰۃ (بالفاظ دیگر بدنی و مالی عبادات) میں کوتاہی نہ ہونے پائے، ہر کام میں اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑے رہو۔ ذرا بھی قدم جادۂ حق سے اِدھر اُدھر نہ ہو۔ اُس کے فضل و رحمت پر اعتماد رکھو۔ تمام کمزور سہارے چھوڑ دو، تنہا اُسی کو اپنا مولیٰ اور مالک سمجھو، اُس سے اچھا مالک و مددگار اور کون ملیگا؟ رَبِّ اجْعَلْنَا مِنْ مُّقِیْمِی الصَّلٰوةِ وَ مُؤْتِی الزَّكٰوةِ وَ الْمُعْتَصِمِیْنَ بِكَ وَ الْمُتَوَكِّلِیْنَ عَلَیْكَ فَاَنْتَ مَوْلَانَا وَ نَاصِرُنَا فَنِعْمَ الْمَوْلٰى اَنْتَ وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ۔

تم سورۃ الحج بفضلہ و منہ فللہ الحمد وعلیٰ نبیہ الصلوٰۃ والتسلیم

ف۱ "خشوع" کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف وہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا چنانچہ ابن عباس نے "خاشِعُوْن" کی تفسیر "خائفون ساکنون" سے کی ہے۔ اور آیت "تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ" بھی دلالت کرتی ہے کہ "خشوع" میں ایک طرح کا سکون وتذلل معتبر ہے۔ قرآن کریم میں "خشوع" کو وجوہ، ابصار، اصوات وغیرہ کی صفت قرار دیا ہے۔ اور ایک جگہ آیت "اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ" میں قلب کی صفت بتلائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور اعضائے بدن کا خشوع اس کے تابع ہے۔ جب نماز میں قلب خاشع وخائف اور ساکن وپست ہوگا تو خیالات ادھر اُدھر بھٹکتے نہیں پھریں گے، ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے پھر خوف وہیبت اور سکون وخضوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہوں گے۔ مثلاً بازو اور سر جھکانا، نگاہ پست رکھنا، ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا، ادھر اُدھر نہ تاکنا، کپڑے یا داڑھی وغیرہ کو نہ کھیلنا، انگلیاں نہ چٹخانا، اور اسی قسم کے بہت افعال و احوال لوازم خشوع میں سے ہیں۔ احادیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نماز میں ایسے ساکن ہوتے تھے جیسے ایک بیجان لکڑی، اور کہا جاتا تھا کہ یہ نماز کا خشوع ہے فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدون خشوع کے صحیح ومقبول ہوتی ہے یا نہیں۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ خشوع اجزائے صلوٰۃ کے لئے شرط نہیں۔ ہاں قبول صلوٰۃ کے لئے شرط ہے میرے نزدیک یوں کہنا بہتر ہوگا کہ حسن قبول کے لئے شرط ہے۔ واللہ اعلم۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ احیاء العلوم اور اس کی شرح میں تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ بہرحال انتہائی فلاح اور اعلیٰ کامیابی اُن ہی مومنین کو حاصل ہوگی جو خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں اور اُن اوصاف سے موصوف ہیں جو آگے بیان کئے گئے ہیں۔ ف۲ یعنی فضول وبیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہیں کرتے کوئی دوسرا شخص لغو اور نکمی بات کہے تو ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں اُن کو وظائف عبودیت سے اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ ایسے بے فائدہ جھگڑوں میں اپنے کو پھنسائیں ۔ چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو ۔ چو بگذشت بر عارف جنگجو ۔ گر ایں مدعی دوست بشناختے ۔ بہ پیکار دشمن نہ پرداختے ۔ ف۳ یعنی اُن کی عادت ہے کہ ہمیشہ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ کبھی دی کبھی نہ دی، غالباً اسی لئے یُؤْدُوْنَ الزَّكٰوةَ کی جگہ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ کی ترکیب اختیار فرمائی۔ گویا بتلا دیا کہ زکوٰۃ ادا کرنا اُن کا مستمر کام ہے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "دیا کرتے ہیں" کہہ کر ادھر اشارہ کر دیا۔ بعض مفسرین نے یہاں زکوٰۃ کو "طہارت" (پاکیزگی) یا تزکیہ نفس کے معنی میں لیا ہے۔ گویا آیت حاضرہ کو "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" اور "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا" کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ مراد ہو تو اس کے مفہوم کو عام رکھا جائے جس میں بدن کا، دل کا اور مال کا پاک رکھنا سب داخل ہو۔ زکوٰۃ وصدقات بھی ایک قسم کی مالی تطہیر ہے "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا" (توبہ۔ رکوع ۱۳) یہ کہنا کہ آیت مکی ہے اور مکہ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی تھی، ابن کثیر نے اس کا جواب دیا ہے کہ اصل زکوٰۃ کی مشروعیت مکہ میں ہو چکی تھی، ہاں مقادیر ونصب وغیرہ کی تشخیص مدینہ پہنچکر ہوئی واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی اپنی منکوحہ عورت یا باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضائے شہوت کا ڈھونڈے، وہ حلال کی حد سے آگے نکل جانے والا ہے۔ اس میں زنا، لواطت اور استمناء بالید وغیرہ سب صورتیں آگئیں۔ بلکہ بعض مفسرین نے حرمت متعہ پر بھی اس سے استدلال کیا ہے۔ وفیہ کلام طویل لایسعہ المقام۔ راجع روح المعانی تحت ہذہ الآیۃ الکریمہ ف۵ یعنی امانت اور قول وقرار کی حفاظت کرتے ہیں، خیانت اور بدعہدی نہیں کرتے نہ اللہ کے معاملہ میں نہ بندوں کے ف۶ نمازیں اپنے اوقات پر آداب وحقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بندوں کے معاملات میں پڑ کر عبادت الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ یہاں تک مومنین مفلحین کی چھ صفات خصال بیان کیں۔ (۱) خشوع وخضوع سے نمازیں پڑھنا یعنی بدن اور دل سے اللہ کی طرف جھکنا۔ (۲) باطل لغو اور نکمی باتوں سے علیحدہ رہنا (۳) زکوٰۃ یعنی مالی حقوق ادا کرنا اپنے بدن، نفس اور مال کو پاک رکھنا (۴) شہوات نفسانی کو قابو میں رکھنا (۵) امانت وعہد کی حفاظت کرنا گویا معاملات کو درست رکھنا (۶) اور آخر میں پھر نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرنا کہ اپنے وقت پر آداب وشروط کی رعایت کے ساتھ ادا ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے یہاں کیا درجہ ہے؟ اور کس قدر مہتم بالشان چیز ہے کہ اُسی پر شروع کر کے اسی پر ختم فرمایا۔ ف۷ جنت کے میراث ہونے پر پہلے کسی جگہ ہم لکھ چکے ہیں ف۸ کیونکہ سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام منتخب مٹی سے پیدا ہوئے اور ویسے بھی تمام بنی آدم نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور نطفہ بھی مٹی سے نکلی ہوئی غذاؤں کا خلاصہ ہے۔ ف۹ یعنی رحم مادر میں جہاں کہیں ہل نہ سکے۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مومنون مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو اٹھارہ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ

کام نکال لے گئے ایمان والے ☆ جو اپنی نماز میں

خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ

جھکنے والے ہیں ف۱ اور جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے ف۲ اور جو

هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵

زکوٰۃ دیا کرتے ہیں ف۳ اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں ☆

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶

مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر سو اُن پر نہیں کچھ الزام ☆

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ

پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے ف۴ اور جو

هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ

اپنی امانتوں سے اور اپنے قرار سے خبردار ہیں ف۵ اور جو اپنی نمازوں کی

يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ

خبر رکھتے ہیں ف۶ وہی ہیں میراث لینے والے ☆ جو میراث پائیں گے باغ ٹھنڈی چھاؤں کے ف۷

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ

وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ☆ اور ہم نے بنایا آدمی کو چنی ہوئی

طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا

مٹی سے ف۸ پھر ہم نے رکھا اس کو پانی کی بوند کر کے ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں ف۹ پھر بنایا

النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ

اُس بوند سے لہو جما ہوا پھر بنائی اُس لہو جمے ہوئے کی گوشت کی بوٹی پھر بنائیں اُس بوٹی سے

عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ

ہڈیاں پھر پہنایا اُن ہڈیوں پر گوشت ف۱ پھر اٹھا کھڑا کیا اُسکو ایک نئی صورت میں ف۲ سو بڑی برکت

اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ

اللہ کی جو سب سے بہتر بنانیوالا ہے ف۳ پھر تم اِس کے بعد مرو گے ف۴ پھر تم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا

قیامت کے دن کھڑے کیے جاؤ گے ف۵ اور ہم نے بنائے ہیں تمہارے اوپر سات رستے ف۶ اور ہم نہیں

عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ

ہیں خلق سے بے خبر ف۷ اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی ماپ کر ف۸ پھر اسکو ٹھہرا دیا

فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ

زمین میں ف۹ اور ہم اُس کو لیجائیں تو لیجا سکتے ہیں ف۱۰ پھر اُگا دیے تمہارے واسطے

بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا

اُس سے باغ کھجور اور انگور کے تمہارے واسطے اُن میں میوے ہیں بہت اور اُنہی میں سے

تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ

کھاتے ہو ف۱۱ اور وہ درخت جو نکلتا ہے سینا پہاڑ سے لے اُگتا ہے تیل

وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ

اور روٹی ڈبونا کھانیوالوں کے واسطے ف۱۲ اور تمہارے لئے چوپایوں میں دھیان کرنے کی بات ہے پلاتے ہیں ہم تم کو

مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ

اُن کے پیٹ کی چیز سے اور تمہارے لئے اُن میں بہت فائدے ہیں اور بعضوں کو کھاتے ہو ف۱۳ اور

عَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ

اُن پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے ہو ف۱۴ اور ہم نے بھیجا نوح کو اُسکی قوم کے پاس

ف۱ یعنی کچھ حصہ گوشت کا سخت کر کے ہڈیاں بنا دیں۔ اور ہڈیوں کے ڈھانچے پر پھر گوشت پوست منڈھ دیا سورۃ "حج" میں اسی کے قریب کیفیت تخلیق انسان کی بیان ہو چکی ہے۔ ف۲ یعنی روح حیات پھونک کر ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا جس پر آگے چل کر بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپے کے بہت سے احوال وادوار گذرتے ہیں۔ ف۳ جس نے نہایت خوبصورتی سے تمام اعضا و قویٰ کو بہترین سانچے میں ڈھالا اور اُس کی ساخت عین حکمت کے موافق نہایت موزوں و متناسب بنائی۔ ف۴ یعنی تمہارا وجود ذاتی اور خانہ زاد نہیں، مستعار اور دوسرے کا عطیہ ہے۔ چنانچہ موت آکر سب نقشہ بگاڑ دیتی ہے۔ تم اُس وقت اُس کے زبردست پنجہ سے اپنی ہستی کو نہیں بچا سکتے۔ یقیناً کوئی اور قاہر طاقت تمہارے اوپر ہے جس نے وجود کی باگ اپنے ہاتھ میں تھام رکھی ہے جب چاہے ڈھیلی چھوڑ دے، جب چاہے کھینچ لے ف۵ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا وہ ہی دوبارہ بنا کر کھڑا کریگا۔ تا پہلے وجود کی مستور قوتیں اور اعمال کے نتائج اپنی کامل ترین صورتوں میں ظاہر ہو کر ثابت کر دیں کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ کوئی بیکار اور بے نتیجہ ڈھونگ نہیں بنایا گیا تھا۔ ف۶ "طرائق" کے معنی بعض مفسرین و لغویین کے نزدیک طبقات کے ہیں یعنی آسمان کے سات طبقے اوپر نیچے بنائے فهذا کما قال کَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (نوح رکوع ۱) اور بعض نے "طرائق" کو راستوں کے معنی میں لیا ہے یعنی سات آسمان بنائے جو فرشتوں کی گذرگاہیں ہیں بعض معاصر مصنفین نے "سبع طرائق" سے سات سیاروں کے مدارات مراد لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۷ ہر چیز پورے انتظام و احکام اور خبرداری سے بنائی ہے اور اُس کی حفاظت و بقاء کے طریقوں سے ہم پورے باخبر ہیں۔ اجرام سماویہ اور مخلوقات سفلیہ میں کوئی چیز نہیں جو ہمارے احاطۂ علم و قدرت سے باہر ہو، ورنہ سارا انتظام ہی درہم و برہم ہو جائے "یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا" الخ (حدید رکوع ۱) ف۸ نہ اس قدر زیادہ کہ دنیا بے وقت اور بے موقع تباہ ہو جائے اور نہ اتنا کم کہ ضروریات کو کافی نہ ہو ف۹ یعنی بارش کا پانی زمین اپنے اندر جذب کر لیتی ہے جس کو ہم کنواں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں۔ ف۱۰ یعنی ہم اگر چاہیں تو نہ اُتاریں اور اُتارنے کے بعد تم کو اُس سے منتفع ہونے کی دسترس نہ دیں مثلاً اس قدر گہرا کر دیں کہ تم نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکو، یا خشک کر کے ہوا میں اُڑا دیں، یا کھاری اور کڑوا کر دیں، تو ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ف۱۱ یعنی اُن کی بہار دیکھ کر خوش ہوتے ہو اور بعض کو بطور تفکہ اور بعض کو بطور غذا استعمال کرتے ہو ف۱۲ یعنی زیتون کا درخت جس میں سے روغن نکلتا ہے جو مالش وغیرہ کے کام آتا ہے اور بہت ملکوں کے لوگ سالن کی جگہ اُس کا استعمال کرتے ہیں۔ اس درخت کا ذکر خصوصیت سے فرمایا کیونکہ اُس کے فوائد کثیر ہیں اور خاص فضل و شرف رکھتا ہے۔ اسی لئے سورۃ "تین" میں اس کی قسم کھائی گئی جبل طور کی طرف نسبت کرنا بھی اُس کی فضیلت و برکت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ وہاں اس کی پیداوار زیادہ ہوتی ہوگی۔ ف۱۳ نباتات کے بعد یہ حیوانات کا ذکر ہوا یعنی جانوروں کا دودھ ہم اپنی قدرت سے تم کو پلاتے ہیں۔ اور بہت کچھ فائدے تمہارے لئے اُن کی ذات میں رکھ دیے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جانوروں کا گوشت کھانا بھی حلال کر دیا۔ ف۱۴ یعنی خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہو کر کہیں سے کہیں نکل جاتے ہو۔ اور بڑے بڑے وزنی سامان اُن پر بار کرتے ہو کشتی کی مناسبت سے آگے نوح علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن سے کشتی بنوائی جو طوفان عظیم کے وقت مومنین کی نجات کا ذریعہ بنی۔ پھر نوح علیہ السلام کی مناسبت سے بعض دوسرے انبیاء کے واقعات بھی ذکر فرما دیے۔ شاید یہاں ان قصص کے بیان میں یہ بھی اشارہ ہو گا کہ جس طرح اوپر کی آیات میں تمہاری جسمانی ضروریات کا انتظام مذکور تھا اُسی طرح خداوند رحمان نے تمہاری روحانی حوائج و ضروریات کا سرانجام کرنے کے لئے ابتدائے دنیا سے وحی و رسالت کا سلسلہ بھی قائم فرما دیا۔ یا یوں کہہ لو کہ اوپر قدرت کے نشانات بیان فرما کر توحید کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ اُس کی تکمیل کے لئے یہاں سے سلسلۂ نبوت کا بیان شروع کر دیا جس کے ضمن میں انبیاء اور اُن کے متبعین کی خوش انجامی اور مکذبین و معاندین کی بدانجامی بھی ذہن نشین کر دی گئی۔

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾

تو اس نے کہا اے قوم بندگی کرو اللہ کی تمہارا کوئی حاکم نہیں اُسکے سوائے کیا تم ڈرتے نہیں ✩

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ

تب بولے سردار جو کافر تھے اُس کی قوم میں یہ کیا ہے آدمی ہے جیسے تم ف۱

يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا

چاہتا ہے کہ بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ چاہتا تو اُتارتا فرشتے ف۲ ہم

سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ

نے یہ نہیں سُنا اپنے اگلے باپ دادوں میں ف۳ اور کچھ نہیں یہ ایک مرد ہے کہ اس کو سودا ہے

فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾

سو راہ دیکھو اس کی ایک وقت تک ف۴ بولا اے رب تو مدد کر میری کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ف۵

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا

پھر ہم نے حکم بھیجا اُس کو کہ بنا کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے پھر جب

جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ

پہنچے ہمارا حکم اور اُبلے تنور تو تو ڈال لے کشتی میں ہر چیز کا جوڑا

اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ

دو دو اور اپنے گھر کے لوگ ف۶ مگر جس کی قسمت میں پہلے سے ٹھہر چکی ہے بات ف۷ اور مجھ سے بات نہ کر

فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ

اِن ظالموں کے واسطے بیشک انکو ڈوبنا ہے ف۸ پھر جب چڑھ چکے تو

وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ

اور جو تیرے ساتھ ہے کشتی پر تو کہہ شکر اللہ کا جس نے چھڑایا ہم کو

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ

گنہگار لوگوں سے ف۹ اور کہہ اے رب اُتار مجھ کو برکت کا اُتارنا اور تو ہے

ف۱ یعنی اس میں اور تم میں فرق کیا ہے جو یہ رسول بنجائے تم نہ بنو۔ ف۲ یعنی بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے اس لئے یہ سب ڈھونگ بنایا ہے ورنہ خدا کسی کو رسول بنا کر بھیجتا تو کیا یہ ہی اس کام کے لئے رہ گیا تھا۔ کوئی فرشتہ نہ بھیج سکتا تھا ف۳ یعنی ہم نے ایسی عجیب بات کبھی نہیں سُنی کہ ایک ہماری طرح کا معمولی آدمی خدا کا رسول بنجائے اور تمام دیوتاؤں کو ہٹا کر تنہا ایک خدا کی حکومت منوانے لگے۔ ف۴ معلوم ہوتا ہے کہ اس غریب کا دماغ چل گیا بھلا ساری قوم کے خلاف اور اپنے باپ دادوں کے خلاف ایسی بات زبان سے نکالنا جو کوئی شخص باور نہ کر سکے کھلا جنون نہیں تو اور کیا ہوگا۔ بہتر ہے چند روز صبر کرو اور انتظار کرو، شاید کچھ دنوں کے بعد اسے ہوش آجائے اور جنون کے دورہ سے افاقہ ہو یا یوں ہی مر مرا کر قصہ ختم ہو جائے۔ (العیاذ باللہ) ف۵ یعنی جب نوح کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں، ساڑھے نو سو برس سختیاں جھیل کر بھی اُن کو راہ راست پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے تو خدا سے فریاد کی کہ اب ان اشقیاء کے مقابلہ میں میری مدد فرمائے۔ کیونکہ بظاہر یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنیوالے نہیں۔ اوروں کو بھی خراب کریں گے۔ ف۶ یہ قصہ پہلے سورۂ "ہود" وغیرہ میں گذر چکا ہے وہاں ان الفاظ کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ ف۷ یعنی کافروں کو، خواہ تیرے کنبہ کے ہوں سوار مت کر۔ ف۸ یعنی حکم قطعی عذاب کا ہو چکا۔ یہ فیصلہ اٹل ہے، ضرور ہو کر رہیگا۔ اب ظالموں میں سے کسی کو بچانے کے لئے ہم سے سعی سفارش نہ کرنا ف۹ یعنی ہم کو اُن سے علیحدہ کر کے عذاب سے مامون رکھا

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ

بہتر اُتارنے والا ف۱ اِس میں نشانیاں ہیں اور ہم ہیں جانچنے والے ف۲ پھر

اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

پیدا کی ہمنے اُن سے پیچھے ایک جماعت اور ف۳ پھر بھیجا ہم نے اُن میں ایک رسول اُن ہیں کا

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ

کہ بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا حاکم اُسکے سوائے پھر کیا تم ڈرتے نہیں ✿ اور بولے

الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ

سردار اُس کی قوم کے جو کافر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو اور

اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا

آرام دیا تھا اُنکو ہمنے دنیا کی زندگی میں ف۴ اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم کھاتا ہے جس قسم کی

تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا

تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم کی تم پیتے ہو ف۶ اور کہیں تم چلنے لگے کہنے پر ایک آدمی کی

مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ

اپنے برابر کے تو تم بیشک خراب ہوئے ف۷ کیا تم کو وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ اور ہو جاؤ

تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾

مٹی اور ہڈیاں تو تم کو نکلنا ہے ✿ کہاں ہو سکتا ہے کہاں ہو سکتا ہے جو تم کو وعدہ ہوتا ہے ف۸

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور کچھ نہیں یہی جینا ہے ہمارا دنیا کا مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو پھر اُٹھنا نہیں ف۹

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ

اور کچھ نہیں یہ ایک مرد ہے باندھ لایا ہے اللہ پر جھوٹ ف۱۰ اور اُس کو ہم نہیں

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ

ماننے والے ✿ بولا اے رب میری مدد کر کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ف۱۱ فرمایا اب تھوڑے دنوں میں

ف۱ یعنی کشتی میں اچھی آرام کی جگہ دے اور کشتی سے جہاں اُتارے جائیں وہاں بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ ہر طرح اور ہر جگہ تیری رحمت و برکت شامل حال رہے۔ ف۲ کہ کون ان نشانوں کو سن کر عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے کون نہیں کرتا۔ کما قال تعالیٰ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (قمر رکوع ۱) ف۳ یہ ذکر "عاد" کا ہے یا "ثمود" کا۔ ف۴ یعنی حضرت ہود یا حضرت صالح علیہما السلام۔ ف۵ یعنی اس کے معتقد نہ تھے کہ مرنے کے بعد ایک دن خدا سے ملنا ہے۔ بس دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ف۶ یعنی بظاہر کوئی بات اس میں تم سے سوا نہیں۔ ف۷ یعنی اس سے بڑی خرابی اور ذلت کیا ہو گی کہ اپنے جیسے ایک معمولی آدمی کو خواہ مخواہ مخدوم و مطاع ٹھہرا لیا جائے۔ ف۸ یعنی کس قدر بعید از عقل بات کہتا ہے کہ ہڈیوں کے ریزے مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر اٹھیں گے؟ ایسی مہمل بات ماننے کو کون تیار ہو گا۔ ف۹ یعنی کہاں کی آخرت، اور کہاں کا حساب کتاب۔ ہم تو جانیں یہی ایک دنیا کا سلسلہ اور یہی ایک مرنا اور جینا ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔ کوئی پیدا ہوا کوئی فنا ہو گیا آگے کچھ نہیں۔ ف۱۰ کہ میں اس کا پیغمبر ہوں اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر کے عذاب و ثواب دیگا۔ یہ دونوں دعوے ایسے ہیں جن کو ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ خواہ مخواہ جھگڑنے اور دردسری کرنے سے کیا فائدہ۔ ف۱۱ یعنی آخر پیغمبر نے کفار کی طرف سے ناامید ہو کر دعا کی۔

ع ۲ (۱۰) ۲

لَيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ
صبح کو رہ جائیں گے پچھتاتے ف۱ پھر پکڑا اُن کو چنگھاڑ نے تحقیق ف۲ پھر کر دیا ہم نے اُنکو

غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا
کوڑا ف۳ سو دور ہو جائیں گنہگار لوگ ف۴ پھر پیدا کیں ہم نے اُن سے پیچھے جماعتیں

اٰخَرِيْنَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ ثُمَّ
اور ☆ نہ آگے جائے کوئی قوم اپنے وعدہ کو اور نہ پیچھے رہے ف۵ پھر

اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا
بھیجتے رہے ہم اپنے رسول لگاتار جہاں پہنچا کسی اُمت کے پاس اُنکا رسول اُس کو جھٹلا دیا پھر چلاتے گئے ہم

بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٤٤﴾
ایک کے پیچھے دوسرے اور کر ڈالا اُن کو کہانیاں ف۶ سو دور ہو جائیں جو لوگ نہیں مانتے ف۷

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٥﴾ اِلٰى
پھر بھیجا ہم نے موسیٰ اور اُسکے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں دیکر اور کھلی سند ☆

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوْٓا
فرعون اور اُسکے سرداروں کے پاس پھر لگے بڑائی کرنے اور وہ لوگ زور پر چڑھ رہے تھے ف۸ سو بولے

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا
کیا ہم مانیں گے اپنی برابر کے دو آدمیوں کو اور اُن کی قوم ہمارے تابعدار ہیں ف۹ پھر جھٹلایا اُن دونوں کو

فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ
پھر ہو گئے غارت ہونے والوں میں ☆ اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ

يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى
راہ پائیں ف۱۰ اور بنایا ہم نے مریم کے بیٹے اور اُسکی ماں کو ایک نشانی ف۱۱ اور اُنکو ٹھکانا دیا

رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿٥٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ
ایک ٹیلہ پر جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی نتھرا ف۱۲ اے رسولو! کھاؤ ستھری چیزیں

ف۱ یعنی عذاب آیا چاہتا ہے جس کے بعد پچھتائیں گے، اور وہ پچھتانا نفع نہ دیگا۔ ف۲ اس سے بظاہر مترشح ہوتا ہے کہ یہ قصہ "ثمود" کا ہے کہ وہ چنگھاڑ سے مرے ہیں۔ واللہ اعلم ف۳ جیسے سیلاب خس و خاشاک کو بہالیجاتا ہے، اس طرح عذاب الٰہی کے سیل میں بہے چلے گئے۔ ف۴ یعنی خدا کی رحمت سے۔ ف۵ یعنی ہر ایک قوم جس نے پیغمبروں کی تکذیب کی ٹھیک اپنے اپنے وعدہ پر ہلاک کیجاتی رہی، جو میعاد کسی قوم کی تھی ایک منٹ اُس سے آگے پیچھے نہ ہوئی ف۶ یعنی رسولوں کا تانتا باندھ دیا یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے اور مکذبین میں بھی ایک کو دوسرے کے پیچھے چلتا کرتے رہے۔ اِدھر پیغمبروں کی بعثت کا اور اُدھر ہلاک ہونے والوں کا نمبر لگا دیا۔ چنانچہ بہت قومیں ایسی تباہ و برباد کر دی گئیں جن کے قصے کہانیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آج اُن کی داستانیں محض عبرت کے لئے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔ ف۷ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ ف۸ اِس لئے خدائی پیغام کو خاطر میں نہ لائے۔ کبر و غرور کے نشہ نے اُن کے دماغوں کو بالکل مختل کر رکھا تھا۔ ف۹ یعنی موسیٰ و ہارون کی قوم (بنی اسرائیل)، تو ہماری غلامی کر رہی ہے اُن میں کے دو آدمیوں کو ہم اپنا سردار کس طرح بنا سکتے ہیں ف۱۰ یعنی فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے اُن کو تورات شریف مرحمت کی تا لوگ اُس پر چل کر جنت اور رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچ سکیں ف۱۱ یعنی قدرت الٰہیہ کی نشانی ہے کہ تنہا ماں سے بدون باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر دیا، جیسا کہ "آل عمران" اور سورہ "مریم" میں اس کی تقریر کی جا چکی۔ ف۱۲ شاید یہ وہی ٹیلہ یا اونچی زمین ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی تھیں چنانچہ سورۂ مریم کی آیات "فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا" دلالت کرتی ہیں کہ وہ جگہ بلند تھی۔ نیچے چشمہ یا نہر بہہ رہی تھی۔ اور کھجور کا درخت نزدیک تھا (کذا فسرہ ابن کثیر رحمہ اللہ) لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک ظالم بادشاہ ہیرودس نامی نجومیوں سے سُن کر کہ حضرت عیسیٰ کو سرداری ملیگی، لڑکپن ہی میں اُن کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔ حضرت مریم الہام ربانی سے اُن کو لے کر مصر چلی گئیں اور اُس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام واپس چلی آئیں۔ چنانچہ "انجیل متی" میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اور مصر کا اونچا ہونا باعتبار رودنیل کے ہے ورنہ غرق ہو جاتا اور "معین" رودنیل ہے۔ بعض نے "ربوۃ" (اونچی جگہ) سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ جس ٹیلہ پر ولادت کے وقت موجود تھیں وہیں اس خطرہ کے وقت بھی پناہ دی گئی ہو۔ واللہ اعلم۔ بہرحال اہل اسلام میں کسی نے "ربوۃ" سے مراد کشمیر نہیں لیا۔ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتلائی۔ البتہ ہمارے زمانہ کے بعض زائغین نے "ربوۃ" سے کشمیر مراد لیا ہے اور وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتلائی ہے جس کا کوئی ثبوت تاریخی حیثیت سے نہیں محض کذب و دروغ بافی ہے۔ محلہ خان یار "شہر سری نگر" میں جو قبر "یوز آسف" کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت "تاریخ اعظمی" کے مصنف نے محض عام افواہ نقل کی ہے کہ "لوگ اُس کو کسی نبی کی قبر بتاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ تھا اور دوسرے ملک سے یہاں آیا" اُس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بنا ڈالنا پرلے درجہ کی بیحیائی اور سفاہت ہے۔ ایسی اٹکل پچو قیاس آرائیوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کو باطل ٹھہرانا بجز خبط اور جنون کے کچھ نہیں۔ اگر اس قبر کی تحقیق مطلوب ہو اور یہ کہ "یوز آسف" کون تھا تو جناب منشی حبیب اللہ صاحب امرتسری کا رسالہ دیکھو جو خاص اسی موضوع پر نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جس میں اس مہمل خیال کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

ف یعنی سب پیغمبروں کے دین میں یہ ہی ایک حکم رہا کہ حلال کھانا حلال راہ سے کما کر۔ اور نیک کام کرنا۔ نیک کام سب خلق جانتی ہے۔ چنانچہ تمام پیغمبر نہایت مضبوطی اور استقامت کے ساتھ اکل حلال صدق مقال اور نیک اعمال پر مواظبت اور اپنی اُمتوں کو اسی کی تاکید کرتے رہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اسی طرح کا حکم جو یہاں رسولوں کو ہوا عامۂ مومنین کو دیا گیا ہے۔ اس میں نصاریٰ کی رہبانیت کا بھی رد ہو گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ذکر سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا کھانا، پینا پہننا حرام کا ہو، اُسے اپنی دُعا کے قبول ہونے کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ اور بعض احادیث میں ہے کہ جو گوشت حرام سے اُگا ہو، دوزخ کی آگ اُس کی زیادہ حقدار ہے۔ العیاذ باللہ۔ ف۲ یعنی حلال کھانے اور نیک کام کرنے والوں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے تمام کھلے چھپے احوال و افعال سے باخبر ہے۔ اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریگا۔ یہ رسولوں کو خطاب کرکے اُمتوں کو سنایا۔ ف۳ یعنی اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین و ملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے۔ جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور جُدی جُدی راہیں نکال لیں۔ اس طرح آراء و اہواء کا اتباع کرکے سینکڑوں فرقے اور مذہب بن گئے۔ یہ تفریق انبیاء نے نہیں سکھلائی۔ اُن کے ہاں ازمنہ و امکنہ وغیرہ کے اختلاف سے صرف فروعی اختلاف تھا۔ اصول دین میں سب بالکلیہ متفق رہے ہیں۔ عموماً مفسرین نے آیت کی تقریر اسی طرح کی ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہر پیغمبر کے ہاتھ اللہ تعالیٰ نے جو اُس وقت کے لوگوں میں بگاڑ تھا اُس کا سنوار فرمایا۔ پیچھے لوگوں نے جانا اُن کا حکم جُدا جُدا ہے۔ آخر ہمارے پیغمبر کی معرفت سب بگاڑ کا سنوار (اور سب خرابیوں کا علاج) اکٹھا بتا دیا اب سب دین مل کر ایک دین ہو گیا" اور سب قومیں ایک جھنڈے تلے جمع کر دی گئیں۔ ف۴ یعنی سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے ف۵ یعنی جن لوگوں نے انبیاء کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے اور ملتیں قائم کر دیں ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر دل جمائے بیٹھا ہے کسی طرح اُس سے ہٹنا نہیں چاہتا خواہ آپ کتنی ہی نصیحت فرمائیں، تو آپ بھی اِن کے غم میں زیادہ نہ پڑیے بلکہ تھوڑی سی مہلت دیجیے کہ یہ اپنی غفلت و جہالت کے نشہ میں ڈوبے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھڑی آپہنچے جب اُن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہجائیں یعنی موت یا عذاب الٰہی اِن کے سروں پر منڈلانے لگے۔ ف۶ یہ ہی خیال اُن کا تھا۔ چنانچہ کہتے تھے "نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ" (سبا۔ رکوع ۴) یعنی ہم اگر خدا کے ہاں مردود و مبغوض ہوتے تو یہ مال و دولت اور اولاد وغیرہ کی بہتات کیوں ہوتی ف۷ یعنی سمجھتے نہیں کہ مال و اولاد کی یہ افراط اُن کی فضیلت و کرامت کی وجہ سے نہیں امہال و استدراج کی بنا پر ہے۔ جتنی ڈھیل دیجارہی ہے اسی قدر اُن کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (اعراف رکوع ۲۳) ف۸ یعنی باوجود ایمان و احسان کے کفار و مغرورین کی طرح "کراللہ" سے مامون نہیں ہر وقت خوف خدا سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں کہ نہ معلوم دنیا میں جو انعامات ہو رہے ہیں استدراج تو نہیں حسن بصریؒ کا مقولہ ہے "اِنَّ الْمُؤْمِنَ جَمَعَ اِحْسَانًا وَّشَفَقَةً وَّاِنَّ الْمُنَافِقَ جَمَعَ اِسَاءَةً وَّاَمْنًا" (مومن نیکی کرتا اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کرکے بےفکر ہوتا ہے)۔ ف۹ یعنی آیات کونیہ و شرعیہ دونوں پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اُدھر سے پیش آئے مین حکمت اور جو خبر دی جائے بالکل حق اور جو حکم ملے وہ بہمہ وجوہ صواب و معقول ہے۔ ف۱۰ یعنی خالص ایمان و توحید پر قائم ہیں۔ ہر ایک عمل صدق و اخلاص سے ادا کرتے ہیں۔ شرک جلی یا خفی کا شائبہ بھی نہیں آنے دیتے۔ ف۱۱ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرکے یہ کھٹکا لگا رہتا ہے، اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے۔ نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں۔ کیا جانے وہاں قبول ہوا یا نہ ہوا۔ آگے کام آئے یا نہ آئے۔ ف۱۲ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ کما قال تعالیٰ "فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ" (آل عمران۔ رکوع ۱۵) تو درحقیقت اصلی بھلائی اعمال صالحہ۔ اخلاق حمیدہ۔ اور ملکات فاضلہ ہیں ہوئی نہ کہ اموال و اولاد میں، جیسے کفار کا گمان تھا۔ ف۱۳ یعنی اوپر جو اعمال و خصائل بیان کئے گئے کوئی ایسے مشکل کام نہیں جن کا اُٹھانا انسانی طاقت سے باہر ہو۔ ہماری یہ عادت نہیں کہ لوگوں کو تکلیف مالایطاق دیجائے یہ سب باتیں وہ ہیں جن کو اگر توجہ کرو تو بخوبی حاصل کر سکتے ہو۔ اور جو لوگ سابقین کاملین کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے اُنہیں بھی اپنی وسعت و ہمت کے موافق پوری کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اسی کے مکلف ہیں۔ ہمارے یہاں صحائف اعمال میں درجہ بدرجہ ہر ایک کے اعمال لکھے ہوئے موجود ہیں جو قیامت کے دن سب کے سامنے کھول کر رکھدیے جائیں گے اور اُن ہی کے موافق جزا دیجائے گی جس میں رتی برابر ظلم نہ ہوگا۔ نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی۔ نہ اجر کم کیا جائے گا، نہ بے وجہ بےقصور دوسرے کا بوجھ اُس پر ڈالا جائیگا۔ ف۱۴ یعنی آخرت کے حساب کتاب سے یہ لوگ غافل ہیں اور دنیا کے دوسرے دھندوں میں پڑے ہیں۔ جن سے نکلنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی جو آخرت کی طرف توجہ کریں۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُن

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ

اور کام کرو بھلا ف۱ جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا

سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب سو مجھ سے ڈرتے رہو پھر پھوٹ ڈال کر کر لیا اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے

كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾

ف۳ ہر فرقہ جو اُن کے پاس ہے اُس پر ریجھ رہے ہیں ف۴ سو چھوڑ دے اُن کو اُن کی بیہوشی میں ڈوبے ایک وقت تک ف۵

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ

کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ جو ہم اُن کو دیے جاتے ہیں مال اور اولاد ☆ سو دوڑ دوڑ کر پہنچا رہے ہیں ہم اُن کو

فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ

بھلائیاں ف۶ یہ بات نہیں وہ سمجھتے نہیں ف۷ البتہ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے

مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ

اندیشہ رکھتے ہیں ف۸ اور جو لوگ اپنے رب کی باتوں پر یقین کرتے ہیں ف۹ اور جو

هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ

لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ف۱۰ اور جو لوگ کہ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل

وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي

ڈر رہے ہیں اس لئے کہ اُن کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے ف۱۱ وہ لوگ دوڑ دوڑ کر لیتے ہیں

الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

بھلائیاں اور وہ اُن پر پہنچے سب سے آگے ف۱۲ اور ہم کسی پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اُس کی گنجائش کے موافق

وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ

اور ہمارے پاس لکھا ہوا ہے جو بولتا ہے سچ اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ف۱۳ کوئی نہیں اُن کے دل

غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

بیہوش ہیں اس طرف سے اور اُن کو اور کام لگ رہے ہیں اس کے سوائے کہ وہ اُن کو کر رہے ہیں ف۱۴

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْــٴَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

یہاں تک کہ جب پکڑینگے ہم اُنکے آسودہ لوگوں کو آفت میں تبھی وہ لگیں گے چلّانے ✿

لَا تَجْــٴَرُوا الْیَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی

مت چلّاؤ آج کے دن تم ہم سے چھوٹ نہ سکو گے ف۱ تم کو سُنائی جاتی تھیں میری

عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِیْنَ ۖ بِهٖ

آیتیں تو تم ایڑیوں پر اُلٹے بھاگتے تھے ✿ اُس سے تکبر کر کے ف۲ ایک

سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ یَاْتِ

قصہ کو کو چھوڑ کر چلے گئے ف۳ سو کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا اس کلام میں ف۴ یا آئی ہے اُنکے پاس ایسی چیز جو نہ آئی

اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

تھی اُنکے پہلے باپ دادوں کے پاس ف۵ یا پہچانا نہیں انہوں نے اپنے پیغام لانیوالے کو سو وہ اسکو اوپرا سمجھتے ہیں ف۶

اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾

یا کہتے ہیں اُس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے اُنکے پاس سچی بات اور اُن بہتوں کو سچی بات ...

وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ

اور اگر سچا رب چلے اُن کی خوشی پر تو خراب ہو جائیں آسمان اور زمین اور جو کوئی اُن میں ہے ف۸

بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْــٴَلُهُمْ

کوئی نہیں ہم نے پہنچائی ہے اُنکو اُنکی نصیحت ف۹ سو وہ اپنی نصیحت کو دھیان نہیں کرتے ف۱۰ یا تو اُن سے مانگتا ہے

خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ ۖۗ وَّ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۷۲﴾ وَ اِنَّكَ

کچھ محصول سو محصول تیرے رب کا بہتر ہے اور وہ ہے بہتر روزی دینے والا ف۱۱ اور تو تو

لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

بُلاتا ہے اُن کو سیدھی راہ پر ✿ اور جو لوگ نہیں مانتے

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا

آخرت کو راہ سے ٹیڑھے ہو گئے ہیں ف۱۲ اور اگر ہم اُن پر رحم کریں اور کھول دیں

بقیہ صفحہ ۴۴۸ ۔ کے دل شک و تردد اور غفلت و جہالت کی تاریک موجوں میں غرقاب ہیں۔ بڑا گناہ تو یہ ہوا۔ باقی اس سے ورے اور بہت سے گناہ ہیں جن کو وہ سمیٹ رہے ہیں۔ ایک دم کو اُن سے جُدا نہیں ہوتے، اور جُدا بھی کیونکر ہوں، جو کام اُنکی سوء استعداد کی بدولت مقدر ہو چکے ہیں وہ کر کے رہینگے اور لامحالہ اُن کا خمیازہ بھی اُٹھانا پڑیگا۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جب دنیوی یا اُخروی عذاب میں پکڑے جائیں گے تو چلّائیں گے اور شور مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ بھلا وہاں بچانے والا کون ہے، حکم ہو گا کہ چلّاؤ نہیں، یہ سب چیخ پکار بیکار ہے۔ آج کوئی تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتا نہ ہمارے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ چنانچہ اس عذاب کا ایک نمونہ کفار مکہ کو بدر میں دکھلایا گیا جہاں اُنکے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا قید ہو گئے۔ عورتیں مہینوں تک اُن کا نوحہ کرتی رہیں۔ سر کے بال کٹوا کر ماتم کیے گئے۔ روئے پیٹے، چیخے چلّائے کچھ بن نہ پڑا۔ ایک مرتبہ جب حضورؐ نے مظالم سے تنگ آ کر بد دُعا فرمائی تو سات سال کا قحط مسلط ہوا۔ مُردار کی ہڈیاں اور چمڑے کھانے اور خون پینے کی نوبت آ گئی آخر رحمۃ للعالمین سے رحم کا واسطہ دیکر دعا کی درخواست کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے وہ عذاب اُٹھایا۔ اُس وقت نہ "لات ومنات" کام آئے نہ ہُبل ونائلہ۔ ف۲ یعنی اب کیوں شور مچاتے ہو، وہ وقت یاد کرو جب خدا کے پیغمبر آیات پڑھ کر سُناتے تھے تو تم اُلٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ سُننا بھی گوارا نہ تھا۔ تمہاری شیخی اور تکبر اجازت نہ دیتا تھا کہ حق کو قبول کرو اور پیغمبر کی بات پر کان دھرو۔ ف۳ یعنی پیغمبر کی مجلس سے اُٹھ بھاگتے تھے گویا کسی فضول قصہ کو چھوڑ کر چلے گئے "سامرًا تہجرون" کا مطلب یہ ہے کہ رات کے وقت حرم میں بیٹھ کر پیغمبر علیہ السلام اور قرآن کریم کی نسبت باتیں بناتے اور طرح طرح کے قصے گھڑتے تھے، کوئی جادو کہتا تھا، کوئی شاعری، کوئی کہانت، کوئی کچھ اور۔ اسی طرح کی بکواس اور بیہودہ ہذیان کیا کرتے تھے۔ آج اُس کا مزہ چکھو، چیخنے چلّانے سے کچھ حاصل نہیں۔ ف۴ یعنی قرآن کی خوبیوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔ ورنہ حقیقت حال منکشف ہو جاتی کہ بلاشبہ یہ کلام اللہ جل شانہ کا ہے جس میں اُن کی بیماریوں کا صحیح علاج بتلایا گیا ہے۔ ف۵ یعنی نصیحت کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں، پیغمبر ہوئے یا پیغمبر کے تابع ہوئے۔ آسمانی کتابیں بھی برابر اُترتی رہی ہیں کبھی کہیں کبھی کہیں۔ سو یہ کوئی انوکھی بات نہیں جس کا نمونہ پیشتر سے موجود نہ ہو۔ ہاں جو اکمل ترین و اشرف ترین کتاب اب آئی اس شان و مرتبہ کی پہلے نہ آئی تھی۔ تو اس کا مقتضٰی یہ تھا کہ اور زیادہ اس نعمت کی قدر کرتے اور آگے بڑھ کر اُسکی آواز پر لبیک کہتے۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہی (تنبیہ) شاید یہاں "آباء اولین" سے آباء ابعدین مراد ہوں۔ اور سورہ "یٰس" میں جو آیا ہے "لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ" وہاں آباء اقربین کا ارادہ کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی کیا اس لئے اعراض و تکذیب پر تلے ہوئے ہیں کہ اُن کو پیغمبر کے احوال سے آگاہی نہیں۔ حالانکہ سارا عرب جانتا ہے کہ آپ بچپن سے صادق و امین اور عفیف و پاکباز تھے چنانچہ حضرت جعفر نے بادشاہ حبشہ کے سامنے، حضرت مغیرہ ابن شعبہ نے نائب کسریٰ کے آگے اور ابو سفیان نے بحالت کفر قیصر روم کے دربار میں اسی چیز کا اظہار کیا۔ پھر ایسے مشہور و معروف راستباز بندہ کی نسبت کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ (العیاذ باللہ) خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ف۷ یعنی سودائیوں اور دیوانوں کی باتیں کہیں ایسی کھری اور سچی ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بھی محض زبان سے کہتے تھے، دل اُن کا جانتا تھا کہ بیشک جو کچھ آپ لائے ہیں حق ہے۔ پر حق بات چونکہ اُن کی اغراض و خواہشات کے موافق نہ تھی۔ اس لئے بُری لگتی تھی اور قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔ ف۸ یعنی سچی بات بُری لگتی ہے تو لگنے دو۔ سچائی اُن کی خوشی اور خواہش کے تابع نہیں ہو سکتی۔ اگر سچا خدا اُن کی خوشی اور خواہش ہی پر چلا کرے تو وہ خدا ہی کہاں رہے۔ معاذ اللہ بندوں کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی بن جائے۔ ایسی صورت میں زمین و آسمان کے یہ محکم انتظامات کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔ اگر ایک چھوٹے سے گاؤں کا انتظام محض لوگوں کی خواہشات کے تابع کر دیا جائے، وہ بھی چار دن قائم نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ زمین و آسمان کی حکومت۔ کیونکہ عام خواہشات نظام عقلی کے مزاحم اور باہم دگر بھی متناقض واقع ہوتی ہیں عقل و ہوٰی کی کشمکش اور اہوائے مختلفہ کی لڑائی میں سارے انتظامات درہم برہم ہو جائیں گے۔ ف۹ جس کی وہ تمنا کیا کرتے تھے "لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ" (صافات۔ رکوع ۵) ف۱۰ جب آ گئی اور ایسی آئی جس سے اُن کو قومی حیثیت سے عظیم الشان فخر و شرف حاصل ہوا، تو اب منہ پھیرتے ہیں اور ایسے اعلیٰ فضل و شرف کو ہاتھ سے گنوا رہے ہیں۔ ف۱۱ یعنی آپ دعوت و تبلیغ اور نصیحت و خیر خواہی کر کے اُن سے کسی معاوضہ کے بھی طلبگار نہیں۔ خدا تعالیٰ نے دارین کی جو دولت آپ کو مرحمت فرمائی ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے۔ ف۱۲ یعنی آپ کے صدق و امانت کا حال سب کو معلوم ہے۔ جو کلام آپ لائے اُس کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ معاذ اللہ آپ کو خلل دماغ نہیں، اُن سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں، جس راستہ کی طرف آپ بُلاتے ہیں بالکل سیدھا اور صاف راستہ ہے جس کو ہر سیدھی عقل والا بسہولت سمجھ سکتا ہے کوئی ایچ پیچ نہیں۔ (بقیہ بر صفحہ ۴۵۰)

الربع

بقیہ صفحہ ۴۴۹ ۔ ٹیڑھا ترچھا نہیں۔ ہاں اُس پر چلنا اُن ہی کا حصہ ہے جو موت کے بعد دوسری زندگی مانتے ہوں اور اپنی بدانجامی سے ڈرتے ہوں۔ جسے انجام کا ڈر اور عاقبت کی فکر ہی نہیں وہ کب سیدھے راستہ پر چلے گا۔ یقیناً ٹیڑھا رہیگا۔ اور سیدھی سی بات کو بھی اپنی کجروی سے کج بنالیگا۔

مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ
جو تکلیف پہنچی اُن کو تو بھی برابر لگے رہیں اپنی شرارت میں بہکے ہوئے ف۱ اور ہم نے پکڑا تھا اُن کو

بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤی اِذَا فَتَحْنَا
آفت میں پھر نہ عاجزی کی اپنے رب کے آگے اور نہ گڑگڑائے ف۲ یہاں تک کہ جب کھولدیں ہم

عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ اِذَا هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ
اُن پر دروازہ ایک سخت آفت کا تب اُس میں اُن کی آس ٹوٹے گی ف۳ اور اُسی نے

اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾
بنادئے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل تم بہت تھوڑا حق مانتے ہو ف۴

وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِیْ
اور اُسی نے تم کو پھیلا رکھا ہے زمین میں اور اُسی کی طرف جمع ہوکر جاؤگے ف۵ اور وہی ہے

یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ
جلاتا اور مارتا اور اُسی کا کام ہے بدلنا رات اور دن کا سو کیا تم کو سمجھ نہیں ف۶ کوئی بات نہیں

قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ
یہ تو وہی کہتے ہیں جیسا کہا کرتے تھے پہلے لوگ ☆ کہتے ہیں کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور

عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا
ہڈیاں کیا ہم کو زندہ ہوکر اُٹھنا ہے ☆ وعدہ دیا جاتا ہے ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو یہی

مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ
پہلے سے اور کچھ بھی نہیں یہ نقلیں ہیں پہلوں کی ف۷ تو کہہ کس کی ہے زمین

وَمَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾
اور جو کوئی اُس میں ہے بتاؤ اگر تم جانتے ہو ☆ اب کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے تو کہہ پھر تم سوچتے نہیں ف۸

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوْلُوْنَ
تو کہہ کون ہے مالک ساتوں آسمان کا اور مالک اُس بڑے تخت کا ☆ اب بتائیں گے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی تکلیف کو نکال کر آرام دیں تب بھی احسان نہ مانیں اور شرارت و سرکشی سے باز نہ آئیں حضرت کی دعا سے ایک مرتبہ مکہ والوں پر قحط پڑا تھا پھر حضرت ہی کی دعا سے کھلا۔ شاید یہ اسی کو فرمایا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اگر ہم اپنی رحمت سے اُن کے نقصان کو دور کردیں یعنی قرآن کی سمجھ دیدیں تب بھی یہ لوگ اپنے ازلی خسران اور سوء استعداد کی وجہ سے اطاعت و انقیاد اختیار کرنے والے نہیں کما قال تعالٰی وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (انفال۔ رکوع ۳) ف۲ مثلاً قحط وغیرہ آفات مسلط ہوئیں تب بھی عاجزی کرکے خدا کی بات نہ مانی۔ ف۳ اس سے یا تو آخرت کا عذاب مراد ہے یا شاید وہ دروازہ لڑائیوں کا کھلا جس میں تھک کر عاجز ہوئے۔ ف۴ کانوں سے اُس کی آیات تنزیلیہ کو سنو اور آنکھوں سے آیات تکوینیہ کو دیکھو اور دلوں سے دونوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اِن نعمتوں کا شکریہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اُسکے کام میں لاتے لیکن ایسا نہ ہوا اکثر آدمیوں نے اکثر اوقات میں اِن قوتوں کو بیجا خرچ کیا۔ ف۵ وہاں ہر ایک کو شکرگذاری اور ناشکری کا بدلہ ملجائیگا۔ اُس وقت کوئی شخص یا کوئی عمل غیر حاضر نہ ہوسکیگا جس نے پھیلایا اُس کو سمیٹنا کیا مشکل ہے۔ ف۶ زندہ سے مُردہ اور مردہ سے زندہ، یا اندھیرے سے اُجالا اور اُجالے سے اندھیرا کردینا جس کے قبضہ میں ہے اُس کی قدرت عظیمہ کے سامنے کیا مشکل ہے کہ تم کو دوبارہ زندہ کردے اور آنکھوں کے آگے سے ظلمت جہل کے پردے اُٹھادے جس کے بعد حقائق اشیا ٹھیک ٹھیک منکشف ہوجائیں جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ۔ ف۷ یعنی عقل و فہم کی بات کچھ نہیں محض پرانے لوگوں کی اندھی تقلید کئے چلے جارہے ہیں، وہی دقیانوسی شکوک پیش کرتے ہیں جو ان کے پیشرو کیا کرتے تھے، یعنی مٹی میں مل کر اور ریزہ ریزہ ہوکر ہم کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ ایسی دور از عقل باتیں جو ہم کو سنائی جارہی ہیں پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کہی گئی تھیں لیکن ہم نے تو آج تک خاک کے ذرّوں اور ہڈیوں کے ریزوں کو آدمی بنتے نہ دیکھا۔ ہو نہ ہو یہ سب قصے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگ گھڑ گئے تھے۔ اور اب اُن ہی کی نقل کی جارہی ہے۔ ف۸ کہ جس کا قبضہ ساری زمین اور زمینی چیزوں پر ہے کیا تمہاری مُشت خاک اُس کے قبضہ سے باہر ہوگی؟

ف۱ کہ اتنا بڑا شہنشاہ تمہاری ان گستاخیوں اور نافرمانیوں پر تم کو دھر گھسیٹے گا۔ کیا یہ انتہائی گستاخی نہیں کہ اس شہنشاہ مطلق کو ایک ذرۂ بے مقدار سے عاجز قرار دینے لگو۔ ف۲ یعنی ہر چیز پر اُسی کا اختیار چلتا ہے جس کو چاہے وہ پناہ دے سکتا ہے۔ لیکن کوئی دوسرا اُس کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتا۔ ف۳ جس سے مسحور ہو کر تم ہوش و حواس کھو بیٹھے ہو کہ ایسی موٹی باتیں بھی نہیں سمجھ سکتے۔ جب تمام زمین و آسمان کا مالک وہ ہی ہوا اور ہر چیز اُسی کے زیر تصرف و اقتدار ہوئی، تو آخر تمہارے بدن کی ہڈیاں اور ریزے اُس کے قبضۂ اقتدار سے نکل کر کہاں چلے جائیں گے کہ اُن پر وہ قادر مطلق اپنی مشیت نافذ نہ کر سکیگا۔ ف۴ یعنی دلائل و شواہد سے ظاہر کر دیا گیا کہ جو کچھ اُن سے کہا جا رہا ہے ہو بہو صحیح اور حق ہے اور وہ لوگ محض جھوٹے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔ ف۵ یعنی زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا تنہا مالک و مختار وہ ہی ہے، نہ اُسے بیٹے کی ضرورت نہ مددگار کی، نہ اُس کی حکومت و فرمانروائی میں کوئی شریک جسے ایک ذرہ کا مستقل اختیار ہو۔ ایسا ہوتا تو ہر ایک با اختیار حاکم اپنی رعایا کو لے کر علیحدہ ہو جاتا اور اپنی جمعیت فراہم کر کے دوسرے پر چڑھائی کر دیتا اور عالم کا یہ مضبوط و محکم نظام چند روز بھی قائم نہ رہ سکتا۔ سورۂ انبیاء کی آیت "لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" کے فوائد میں اس کی تقریر کیجا چکی ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۶ کیا خدا کی شان یہ ہوتی ہے کہ اُس کے آگے کوئی دم مار سکے یا ایک ذرہ اُس کے حکم سے باہر ہو سکے۔ ف۷ یعنی جس کی قدرت عامہ و تامہ کا حال پہلے بیان ہو چکا، اور علم محیط ایسا کہ کوئی ظاہر و باطن اور غیب و شہادت اُس سے پوشیدہ نہیں اُس کی حکومت میں کیا وہ چیزیں شریک ہونگی جن کی قدرت اور علم وغیرہ سب صفات محدود و مستعار ہیں؟ استغفراللہ۔
ف۸ یعنی حق تعالیٰ کی جناب میں ایسی گستاخی کیجاتی ہے تو یقیناً کوئی سخت آفت آ کر رہیگی۔ اس لئے ہر مومن کو ہدایت ہوئی کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر یہ دعا مانگے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو الٰہی مجھ کو اُس کے ذیل میں شامل نہ کرنا جیسا کہ حدیث میں آیا "وَاِذَآ اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ"۔ مطلب یہ ہے کہ خداوند! ہم کو ایمان و احسان کی راہ پر مستقیم رکھ۔ کوئی ایسی تقصیر نہ ہو کہ العیاذ باللہ تیری عذاب کی لپیٹ میں آ جائیں۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہوا "وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّةً" (انفال رکوع ۳) یہاں حضورؐ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا ہے اور یہ قرآن کریم کی عام عادت ہے۔ ف۹ یعنی ہم کو قدرت ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کو سزا دیں لیکن آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اُن کی بُرائی کو بھلائی سے دفع کریں جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہو۔ اور اُن کی بیہودہ بکواس سے مشتعل نہ ہوں اُس کو ہم خوب جانتے ہیں، وقت پر کافی سزا دیجائیگی۔ آپ کے اغماض اور نرم برتاؤ کا اثر یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ گرویدہ ہو کر آپ کی طرف جھکیں گے اور دعوت و اصلاح کا مقصود حاصل ہوگا۔ ف۱۰ پہلے شیاطین الانس کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ بتلایا تھا لیکن شیاطین الجن اُس طریقہ سے متاثر نہیں ہو سکتے کوئی تدبیر بازی اُن کو رام نہیں کر سکتی۔ اُس کا علاج صرف استعاذہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جانا، تا وہ قادر مطلق اُن کی چھیڑ خانی اور شر سے محفوظ رکھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ شیطان کی چھیڑ یہی کہ دین کے سوال و جواب میں بے موقع غصہ چڑھے اور لڑائی ہو پڑے۔ اسی پر فرمایا کہ برے کا جواب دے اُس سے بہتر۔ ف۱۱ یعنی کسی حال میں بھی شیطان کو میرے پاس نہ آنے دیجئے کہ مجھ پر وہ اپنا وار کر سکے۔

لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ
اللہ کو ☆ تو کہہ پھر تم ڈرتے نہیں ف۱ تو کہہ کس کے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور وہ

یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ
بچا لیتا ہے اور اُس کو کوئی بچا نہیں سکتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو ☆ اب بتائیں گے اللہ کو ف۲ تو کہہ

فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ
پھر کہاں سے تم پر جادو آ پڑتا ہے ف۳ کوئی نہیں ہم نے ان کو پہنچایا سچ اور وہ البتہ جھوٹے ہیں ف۴ اللہ نے

اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ
کوئی بیٹا نہیں کیا اور نہ اس کے ساتھ کسی کا حکم چلے یوں ہوتا تو لے جاتا ہر حکم والا

بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾
اپنی بنائی چیز کو اور چڑھائی کرتا ایک پر ایک ف۵ اللہ نرالا ہے ان کی بتلائی باتوں سے ف۶

عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا
جاننے والا چھپے اور کھلے کا وہ بہت اوپر ہے اُس سے جس کو شریک بتلاتے ہیں ف۷ تو کہہ اے رب اگر

تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۴﴾
تو دکھائے لگے مجھ کو جو ان کو وعدہ ہوا ہے ☆ تو اے رب مجھ کو نہ کریو ان گنہگار لوگوں میں ف۸

وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ
اور ہم کو قدرت ہے کہ تجھ کو دکھلا دیں جو اُن سے وعدہ کر دیا ہے ☆ بُری بات کے جواب میں وہ کہہ

السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ
جو بہتر ہے ہم خوب جانتے ہیں جو یہ بتاتے ہیں ف۹ اور کہہ اے رب میں تیری پناہ چاہتا

مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾
ہوں شیطان کی چھیڑ سے ف۱۰ اور پناہ تیری چاہتا ہوں اے رب اس سے کہ میرے پاس آئیں ف۱۱

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ
یہاں تک کہ جب پہنچے ان میں کسی کو موت کہے گا اے رب مجھ کو پھر بھیج دو ☆ شاید کچھ میں

اعمل صالحا فيما تركت كلا انها كلمة هو قائلها ومن

بھلا کام کرلوں اس میں جو پیچھے چھوڑ آیا ف۱ ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے کہ وہی کہتا ہے ف۲ اور

ورائهم برزخ الى يوم يبعثون ﴿۱۰۰﴾ فاذا نفخ في الصور فلا انساب

ان کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں ف۳ پھر جب پھونک ماریں صور میں تو نہ قرابتیں

بينهم يومئذ ولا يتساءلون ﴿۱۰۱﴾ فمن ثقلت موازينه فاولئك

ہیں ان میں اس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے ف۴ سو جس کی بھاری ہوئی تول تو وہی لوگ

هم المفلحون ﴿۱۰۲﴾ ومن خفت موازينه فاولئك الذين

کام لے نکلے اور جس کی ہلکی نکلی تول سو وہی لوگ ہیں جو

خسروا انفسهم في جهنم خالدون ﴿۱۰۳﴾ تلفح وجوههم النار

ہار بیٹھے اپنی جان دوزخ ہی میں رہا کریں گے ☆ جھلس دیگی انکے منہ کو آگ

وهم فيها كالحون ﴿۱۰۴﴾ الم تكن اياتي تتلى عليكم فكنتم بها

اور وہ اس میں بدشکل ہو رہے ہونگے ف۵ کیا تم کو سنائی نہ جاتی تھیں ہماری آیتیں پھر تم ان کو

تكذبون ﴿۱۰۵﴾ قالوا ربنا غلبت علينا شقوتنا وكنا قوما

جھٹلاتے تھے ف۶ بولے اے رب زور کیا ہم پر ہماری کم بختی نے اور رہے ہم لوگ

ضالين ﴿۱۰۶﴾ ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظالمون ﴿۱۰۷﴾ قال

بہکے ہوئے ☆ اے ہمارے رب نکال لے ہم کو اس میں سے اگر ہم پھر کریں تو ہم گنہگار ف۷ فرمایا

اخسئوا فيها ولا تكلمون ﴿۱۰۸﴾ انه كان فريق من عبادي

پڑے رہو پھٹکارے ہوئے اس میں اور مجھ سے نہ بولو ☆ ایک فرقہ تھا میرے بندوں میں

يقولون ربنا امنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خير الراحمين ﴿۱۰۹﴾

جو کہتے تھے اے رب ہمارے ہم یقین لائے سو معاف کر ہم کو اور رحم کر ہم پر اور تو سب رحم والوں سے بہتر ہے ف۸

فاتخذتموهم سخريا حتى انسوكم ذكري وكنتم منهم

پھر تم نے ان کو ٹھٹھوں میں پکڑا یہاں تک کہ بھول گئے ان کے پیچھے میری یاد اور تم ان سے

ف۱ یعنی آپ ان کفار کی برائیوں کو بھلے طریقہ سے دفع کرتے رہئے۔ اور جو باتیں یہ بناتے ہیں ان کو ہمارے حوالہ کیجئے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کی موت کا وقت آپہنچے اور نزع کی حالت میں مبادی عذاب کا معائنہ کرکے پچھتاوا شروع ہو۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ اے پروردگار! قبر کی طرف لیجانے کے بجائے ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس کردو تاکہ گذشتہ زندگی میں جو تقصیرات ہم نے کی ہیں اب نیک عمل سے ان کی تلافی کرسکیں آئندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کرینگے کما قال تعالٰی۔ وانفقوا مما رزقناكم من قبل ان ياتي احدكم الموت فيقول رب لولا اخرتني الى اجل قريب فاصدق واكن من الصالحين (منافقون رکوع ۲) ف۲ یعنی اجل آجانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جاسکتا۔ اور بالفرض واپس کردیا جائے تو ہرگز نیک کام نہ کریگا، وہی شرارتیں پھر سوجھیں گی ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وانهم لكاذبون (انعام رکوع ۳) محض اس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے اور غلبہ حسرت و ندامت کی وجہ سے خاموش نہیں رہ سکتا۔ وہ یہی اپنی طرف سے یہ بات کہتا ہے، کہتا رہے، ہمارے یہاں شنوائی نہیں ہوگی۔ ف۳ یعنی ابھی کیا دیکھا ہے، موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہوجاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آلیتا ہے جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہیگا۔ ف۴ یعنی عالم برزخ کے بعد قیامت کی گھڑی ہے دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد تمام خلائق کو ایک میدان میں لاکھڑا کرینگے۔ اس وقت ہر ایک شخص اپنی فکر میں مشغول ہوگا۔ اولاد ماں باپ سے، بھائی بھائی سے اور میاں بیوی سے سروکار نہ رکھیگا۔ ایک دوسرے سے بیزار ہونگے، کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا۔ يوم يفر المرء من اخيه وامه وابيه وصاحبته وبنيه لكل امرئ منهم يومئذ شان يغنيه (عبس رکوع ۱) اس کے بعد دوسرے وقت ممکن ہے بعض قرابتوں سے کچھ نفع پہنچ جائے کما قال "والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنا بهم ذريتهم وما التناهم من عملهم من شيء" (طور رکوع ۱) (تنبیہ) بعض احادیث میں نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سارے نسب اور دامادی کے تعلقات منقطع ہوجائیں گے (یعنی کام نہ دینگے) "الا نسبي وصهري" (بجز میرے نسب اور صہر کے) معلوم ہوا کہ حضور کے تعلقات عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی حدیث کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کیا اور چالیس ہزار درہم مہر باندھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "وہاں باپ بیٹا ایک دوسرے کے شامل نہیں، ہر ایک سے اس کے عمل کا حساب ہے"۔ ف۵ جلتے جلتے بدن سوج جائیگا، نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپری تک پہنچ جائیگا اور زبان باہر نکل کر زمین میں لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے (اللہم احفظنا منہ ومن سائر انواع العذاب) ف۶ یعنی اس وقت ان سے یوں کہیں گے گویا جن باتوں کو دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے، اب آنکھوں سے دیکھ لو سچی تھیں یا جھوٹی؟ ف۷ یعنی اعتراف کریں گے کہ بیشک ہماری بدبختی نے دھکا دیا جو سیدھے راستہ سے بہک کر اس ابدی ہلاکت کے گڑھے میں آپڑے۔ اب ہم نے سب کچھ دیکھ لیا۔ ازراہ کرم ایک دفعہ ہم کو یہاں سے نکال دیجئے۔ پھر کبھی ایسا کریں تو گنہگار، جو سزا چاہے دیجیے گا ف۸ یعنی بک بک مت کرو، جو کیا تھا اب اس کی سزا بھگتو۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کے بعد پھر فریاد منقطع ہوجائے گی بجز زفیر وشہیق کے کچھ کلام نہ کرسکیں گے۔ العیاذ باللہ

تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾

ہنستے رہے ف١ میں نے آج دیا اُن کو بدلہ اُنکے صبر کرنیکا کہ وہی ہیں مُراد کو پہنچنے والے ف٢

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ

فرمایا تم کتنی دیر رہے زمین میں برسوں کی گنتی سے ☆ بولے ہم رہے ایک دن یا کچھ دن

یَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّیْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ

سے کم تو پوچھ لے گنتی والوں سے ف٣ فرمایا تم اُس میں بہت نہیں تھوڑا ہی رہے ہو اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿١١۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا

جانتے ہوتے ف۴ سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس

لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ

پھر کر نہ آؤ گے ف۵ سو بہت اوپر ہے اللہ وہ بادشاہ سچا کوئی حاکم نہیں اُسکے سوائے مالک

الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ﴿١١۶﴾ وَ مَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ

اس عزت کے تخت کا ف٦ اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم جسکی سند نہیں

لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾

اُسکے پاس سو اُس کا حساب ہے اُسکے رب کے نزدیک ف٧ بیشک بھلا نہ ہوگا منکروں کا ☆

وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿١١٨﴾

اور تو کہہ اے رب معاف کر اور رحم کر اور تو ہے بہتر سب رحم والوں سے ف٨

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِیَّةٌ وَّهِیَ اَرْبَعٌ وَّ سِتُّوْنَ اٰیَةً وَّ تِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نور مدینہ میں نازل ہوئی اور اُس کی چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِیْهَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ

یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اُتاری اور ذمہ پر لازم کی اور اُتاریں اُس میں باتیں صاف تاکہ تم

ف١ یعنی دنیا میں مسلمان جب اپنے رب کے آگے دعا و استغفار کرتے تو تم کو ہنسی سوجھتی تھی۔ اس قدر ٹھٹھا کرتے اور اُن کی نیک خصلتوں کا اتنا مذاق اُڑاتے تھے کہ اُنکے پیچھے پڑکر تم نے مجھے بھی یاد نہ رکھا، گویا تمہارے سر پر کوئی حاکم ہی نہ تھا جو کسی وقت اِن حرکتوں پر نوٹس لے اور تمہاری سخت شرارتوں کی سزا دے سکے۔ ف٢ بیچارے مسلمانوں نے تمہاری زبانی اور عملی ایذاؤں پر صبر کیا تھا، آج دیکھتے ہو تمہارے بالمقابل اُن کو کیا پھل ملا اُن کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا جہاں وہ ہر طرح کامیاب اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں۔ ف٣ یعنی فرشتوں سے جنہوں نے ہر نیکی بدی گن رکھی ہے یہ بھی گنا ہوگا۔ "زمین میں رہنا" یعنی قبر میں رہنا یا دنیا کی عمر، یہ بھی وہاں تھوڑی نظر آئیگی۔ یہ پوچھنا اس واسطے کہ دنیا میں عذاب کی شتابی کیا کرتے تھے، اب جانا کہ شتاب ہی آیا۔ کذا فی الموضح القرآن۔ ف۴ یعنی واقعی دنیا کی عمر تھوڑی ہی تھی۔ لیکن اگر اس بات کو پیغمبروں کے کہنے سے دنیا میں سمجھ لیتے تو کبھی اس متاع فانی پر مغرور ہو کر انجام سے غافل نہ ہوتے اور وہ گستاخیاں اور شرارتیں نہ کرتے جن کا دنیا کی زائل و فانی لذتوں میں پڑ کر ارتکاب کیا۔ ف۵ یعنی دنیا میں تو نیکی بدی کا پورا نتیجہ نہیں ملتا۔ اگر اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو گویا یہ سب کارخانہ محض کھیل تماشہ اور بے نتیجہ تھا۔ سو حق تعالیٰ کی جناب اس سے بہت بلند ہے کہ اُس کی نسبت ایسا رکیک خیال کیا جائے۔ ف٦ جب وہ بالا و برتر شہنشاہ، مالک علی الاطلاق ہے تو ہو نہیں سکتا کہ وفاداروں اور مجرموں کو یوں کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دے۔ ف٧ یعنی وہاں حساب ہو کر مقدار جرم کے موافق سزا دیجائے گی۔ ف٨ یعنی ہماری تقصیرات سے درگذر فرما اور اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں سرفراز کر تیری رحمت بے نہایت کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں۔

"اَفَحَسِبْتُمْ" سے ختم سورت تک کی یہ آیتیں بہت بڑی فضیلت اور تاثیر رکھتی ہیں، جس کا ثبوت بعض احادیث سے ہوا ہے۔ اور مشائخ نے تجربہ کیا ہے۔ چاہیے کہ ان آیات کا ورد رکھا جائے۔ خاتمہ پر وہ دعا تبرکاً و تفاؤلاً نقل کرتا ہوں جو رسول کریم صلعم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تلقین فرمائی کیونکہ اس کے الفاظ اِن آیات کے مناسب ہیں۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ"

تم سورة المؤمنون بفضله ومنه وحسن توفيقه ونرجو منه اكمال بقية الفوائد

ف۱ یہ سورت بعض نہایت ضروری احکام وحدود، امثال ومواعظ، حقائق توحید اور بہت ہی اہم تنبیہات واصلاحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سب سے زیادہ ممتاز اور سبق آموز حصہ وہ ہے جس کا تعلق قصۂ "افک" سے ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے جو جھوٹی تہمت لگائی تھی اُس میں بعض سادہ دل اور مخلص مسلمانوں کے پائے استقامت کو بھی تھوڑی لغزش ہو گئی تھی جس کا خطرناک اثر نہ صرف عائشہ صدیقہ کی پوزیشن پر پڑتا تھا، بلکہ ایک حیثیت سے خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ مجد وشرف تک پہنچتا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ قرآن کریم پورے اہتمام اور قوت سے ایسی خوفناک غلط کاری یا غلط فہمی کی اصلاح کرے اور ہمیشہ کے لئے ایمانداروں کے کان کھول دے کہ آئندہ کبھی دشمنوں کے پروپیگنڈے سے متأثر ہو کر ایسی ٹھوکر نہ کھائیں پیغمبر علیہ السلام کا مرتبہ رفیع یا اُمہات المومنین کی پاک ومحترم حیثیت ایسی نہیں جس کے سمجھنے اور یاد رکھنے میں کوئی مسلمان کسی وقت بھی ذرا سا تساہل روا رکھے۔ شاید اسی لئے سورت کا آغاز ان الفاظ سے فرمایا "سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا الخ" تا مخاطبین سمجھ لیں کہ اس کے مضامین ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اور بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم کر لینے کے مستحق ہیں۔ اور جو صاف صاف نصیحتیں اور کھری کھری باتیں اس سورت میں بیان فرمائی گئی ہیں، اس لائق ہیں کہ ہر مسلمان اُن کو حرز جان بنائے اور یاد رکھے۔ ایک منٹ کے لئے اُن سے غفلت نہ کرے۔ ورنہ دین ودنیا کی تباہی ہے۔

تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

یاد رکھو ف۱ بدکاری کرنیوالی عورت اور مرد سو مارو ہرایک کو دونوں میں سے

مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

سو سو دُرّے ف۲ اور نہ آوے تم کو اُن پر ترس اللہ کے حکم چلانے میں اگر تم

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ

یقین رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر ف۳ اور دیکھیں اُن کا مارنا کچھ لوگ

الْمُؤْمِنِيْنَ ② اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ

مسلمان ف۴ بدکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر عورت بدکار کے یا شرک والی کے اور بدکار عورت کے

لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ③

نکاح نہیں کرتا مگر بدکار مرد یا مشرک ف۵ اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر ف۶

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۗءَ

اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں پاک دامنوں کو پھر نہ لائے چار مرد شاہد ف

فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ

تو مارو اُن کو اسّی دُرّے اور نہ مانو اُن کی کوئی گواہی کبھی ف۸ اور

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

وہی لوگ ہیں نافرمان ف۹ مگر جنہوں نے توبہ کرلی اس کے پیچھے

وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ

اور سنور گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۰ اور جو لوگ عیب لگائیں اپنی جوروں کو ف۱۱

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاۗءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ

اور شاہد نہ ہوں اُنکے پاس سوائے اُنکی جان کے تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار گواہی

بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑥ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ

دے اللہ کی قسم کھا کر مقرر وہ شخص سچا ہے ☆ اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی پھٹکار ہو اس شخص پر

ف۲ یہ سزا اُس زانی اور زانیہ کی ہے جو آزاد، عاقل، بالغ ہو اور نکاح کئے ہوئے نہ ہو یا نکاح کرنے کے بعد ہمبستری نہ کر چکے ہوں اور جو آزاد نہ ہو اُس کے پچاس دُرّے لگتے ہیں، اُس کا حکم پانچویں پارہ کے اول رکوع کے ختم پر مذکور ہے۔ اور جو عاقل یا بالغ نہ ہو وہ مکلف ہی نہیں اور جس مسلمان میں تمام صفتیں موجود ہوں (حریت، بلوغ، عقل، نکاح اور ہمبستری سے فراغ) ایسے شخص کو "محصن" کہتے ہیں۔ اُس کی سزا "رجم" (سنگسار کرنا) ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں "تورات" کے حوالہ سے فرمایا "وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ" اور وہ حکم اللہ رجم تھا جیسا کہ وہاں کے فوائد میں گذر چکا۔ چنانچہ نبی کریم صلعم نے اسی کے موافق فیصلہ کیا اور فرمایا "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَحْیَا اَمْرَكَ اِذْ اَمَاتُوْهُ" (خدایا! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ وہ اُسے مٹا چکے تھے) پھر نہ صرف اُن یہود کو بلکہ جس قدر واقعات اس قسم کے پیش آئے اُن سب میں زانی محصن کو آپ نے یہی رجم کی سزا دی، اور آپ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل برابر اسی قانون رجم پر رہا۔ بلکہ اہل السنت والجماعت میں کسی ایک شخص نے بھی اس سے اختلاف کی جرأت نہ کی۔ گویا سنت متواترہ اور اجماع اہل حق نے بتلا دیا کہ اس مسئلہ میں شریعت محمدیہ نے تورات کے حکم کو باقی رکھا ہے۔ جیسا کہ قتل عمد کی سزا قتل ہونا قرآن کریم نے بحوالۂ تورات بیان فرمایا تھا۔ "وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الخ" اور مرتدین کے قتل کا بنی اسرائیل کو حکم دینا سورۂ بقرہ میں بیان کیا گیا۔ "فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" پھر ان ہی احکام کو امت محمدیہ کے حق میں بھی قائم رکھا گیا۔ شاید رجم محصن اور مسئلہ قصاص کو نقل کرنے کے بعد جو بڑی شدت وتاکید سے ترک حکم بما انزل اللہ کی برائی بیان فرمائی اور آخر میں ارشاد ہوا "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ الخ" اس سے یہی غرض ہو کہ تورات کے یہ احکام اب قرآن کے زیر حفاظت ہیں جن کے قائم رکھنے میں پیغمبر کو کسی کی اہواء وآراء کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ نہ آپ نے پروا کی نہ آپ کے خلفاء نے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب رجم محصن کے متعلق یہ اندیشہ ہوا بلکہ مکشوف ہو گیا کہ آگے چل کر بعض زائغین اس کا انکار کرنے لگیں گے (چنانچہ خوارج نے اور ہمارے زمانہ کے ایک ممسوخ فرقہ نے کیا) تو آپ نے منبر پر چڑھ کر صحابہ وتابعین کے مجمع میں اس حکم خداوندی کا بہت شد ومد سے اعلان فرمایا اور اُس میں قرآن کی ایک آیت کا حوالہ دیا جس میں رجم محصن کا صریح حکم تھا اور جس کی تلاوت گو بعد میں منسوخ ہو گئی مگر حکم برابر باقی رہا۔ (تنبیہ) کسی آیت کا محض منسوخ التلاوت ہونا اور حکم باقی رہنا یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کی تحقیق ان مختصر فوائد میں درج نہیں ہو سکتی۔ انشاء اللہ العزیز اگر مستقل تفسیر قرآن لکھنے کی نوبت آئی تو وہاں لکھا جائیگا۔ ف۳ یعنی اگر اللہ پر یقین رکھتے ہو تو اُس کے احکام وحدود جاری کرنے میں کچھ پس وپیش نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا بالکل روک لو یا اُس میں کمی کرنے لگو۔ یا سزا دینے کی ایسی ہلکی اور غیر مؤثر طرز اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ الحکیم مطلق اور تم سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اُس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم مجموعۂ عالم کے حق میں حکمت ورحمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر تم اُس کے احکام وحدود کے اجراء میں کوتاہی کرو گے تو آخرت کے دن تمہاری پکڑ ہو گی۔ ف۴ یعنی سزا تنہائی میں نہیں، مسلمانوں کے مجمع میں دینی چاہئے کیونکہ اس رسوائی میں سزا کی تکمیل وتشہیر اور دیکھنے سننے والوں کے لئے سامان عبرت ہے۔ اور شاید یہ بھی غرض ہو کہ دیکھنے والے مسلمان اُس کی حالت پر رحم کھا کر عفو ومغفرت کی دعا کرینگے۔ واللہ اعلم۔ ف۵ زنا کی سزا ذکر کرنے کے بعد اس فعل کی غایت شناعت بیان فرماتے ہیں یعنی جو مرد یا عورت اس عادت شنیع میں مبتلا ہیں حقیقت میں وہ اس لائق نہیں رہتے کہ کسی عفیف مسلمان سے اُن کا تعلق ازدواج وہمبستری قائم کیا جائے۔ اُن کی پلید طبیعت اور میلان کے مناسب تو یہ ہے کہ ایسے ہی کسی بدکار وتباہ حال مرد وعورت سے یا اُن سے بھی بدتر

ف۳ یہاں سے اُس طوفان کا ذکر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ پر اُٹھایا گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلعم ۵ھ میں غزوہ بنی المصطلق سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ بھی ہمراہ تھیں، اُن کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا، وہ ہودہ میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں جمال ہودے کو اونٹ پر باندھ دیتے۔ ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا، کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ جس کے لیے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں، وہاں اتفاق سے اُن کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ اُس کی تلاش میں دیر لگ گئی یہاں پیچھے کوچ ہو گیا۔ جمال حسب عادت اونٹ پر ہودہ باندھنے آئے اور اُسکے پردے پڑے رہنے سے گمان کیا کہ حضرت عائشہ اُس میں تشریف رکھتی ہیں۔ اُٹھاتے وقت بھی شبہ نہ ہوا کیونکہ اُنکی عمر تھوڑی تھی اور بدن بہت ہلکا پھلکا تھا۔ غرض جمالوں نے ہودہ باندھ کر اونٹ کو چلتا کر دیا۔ حضرت عائشہ واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا۔ نہایت استقلال سے اُنہوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے اب جانا خلافِ مصلحت ہے جب آگے جا کر میں نہ ملونگی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔ آخر وہیں قیام کیا، رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ گرے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ سے رہا کرتے تھے، وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے۔ دیکھا کوئی آدمی پڑا سوتا ہے۔ قریب آکر پہچانا کہ حضرت عائشہ ہیں (کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے اُنہوں نے انکو دیکھا تھا) دیکھ کر گھبرا گئے اور "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" پڑھا جس سے اُنکی آنکھ کھل گئی۔ فوراً چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اُونٹ اُنکے قریب لا کر بٹھلا دیا۔ یہ اُس پر پردہ کے ساتھ سوار ہو گئیں۔ اُنہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر دوپہر کے وقت قافلہ میں جا ملایا۔ عبداللہ بن اُبی بڑا خبیث بد باطن اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اُسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بدبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی (مثلاً مردوں میں سے حضرت حسان، حضرت مسطح، اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت حجش) منافقین کے منویانہ پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوسناک تذکرے کرنے لگے۔ عموماً مسلمانوں کو اور خود جناب رسول کریم صلعم کو اس قسم کے واہیات تذکروں اور شہرتوں سے سخت صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہی چرچا رہا۔ حضور سُننے اور بغیر تحقیق کچھ نہ کہتے مگر دل میں خفا رہتے۔ ایک ماہ بعد اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس شہرت کی اطلاع ہوئی، شدتِ غم سے بیتاب ہو گئیں اور بیمار پڑ گئیں۔ شب و روز روتی تھیں۔ ایک منٹ کے لیے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اسی دوران میں بہت سے واقعات پیش آئے اور گفتگوئیں ہوئیں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہیں اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ آخر حضرت صدیقہ کی براءت میں خود حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ "نور" کی یہ آیتیں "إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ الخ" سے دور تک نازل فرمائیں جس پر عائشہ صدیقہ فخر کیا کرتی تھیں اور بلاشبہ جتنا فخر کریں تھوڑا تھا۔ ف۴ یعنی طوفان اُٹھانیوالے خیر سے وہ لوگ ہیں جو جھوٹ یا سچ اسلام کا نام لیتے اور اپنے کو مسلمان بتلاتے ہیں اُن میں کچھ آدمیوں نے مل کر یہ سازش کی اور کچھ لوگ نادانستہ اُنکی عیارانہ سازش کا شکار ہو گئے۔ تاہم خدا کا احسان ہے کہ جمہور مسلمان اُن کے جال میں نہیں پھنسے۔ ف۵ یہ خطاب اُن مسلمانوں کی تسلی کیلیے ہے جنہیں اس واقعہ سے صدمہ پہنچا تھا بالخصوص عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اُن کا گھرانا کہ ظاہر ہی وہ سخت غمزدہ اور پریشان تھے یعنی گو بظاہر یہ چرچا بہت مکروہ، رنجدہ اور ناخوشگوار تھا لیکن فی الحقیقت تمہارے لیے اسکی تہ میں بڑی بہتری چھپی ہوئی تھی۔ آخر اتنی مدت تک ایسے جگرخراش حملوں اور ایذاؤں پر صبر کرنا کیا خالی جا سکتا ہے۔ کیا یہ شرف تھوڑا ہی کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تمہاری نزاہت و براءت اُتاری۔ اور دشمنوں کو رسوا کیا اور قیامت تک کے لیے تمہارا ذکر خیر قرآن پڑھنے والوں کی زبان پر جاری کر دیا۔ اور مسلمانوں کو پیغمبر علیہ السلام کی ازواج و اہل بیت کا حق پہچاننے کیلیے ایسا سبق دیا جو کبھی فراموش نہ ہو سکے۔ فللہ الحمد علی ذلک۔ ف۶ یعنی جس شخص نے اس فتنہ میں جس قدر حصہ لیا اُسی قدر گناہ سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا مثلاً بعض خوش ہو کر اور خوب مزے لیکر ان واہیات باتوں کا تذکرہ کرتے تھے بعض اظہار افسوس کے طرز میں، بعض چھیڑ کر مجلس میں چرچا اُٹھا دیتے، اور آپ خود چُپکے سُنا کرتے بعض سُن کر تردد میں پڑ جاتے۔ بہت سے خاموش رہتے اور بہت سے سُن کر جھٹلا دیتے۔ اِن پچھلوں کو پسند فرمایا اور سب کو درجہ بدرجہ کم و بیش الزام دیا۔ اور بڑا بوجھ اُٹھانیوالا منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی تھا جیسا کہ روایات کثیرہ میں تصریح ہے۔ یہی خبیث لوگوں کو جمع کرتا اور اُبھارتا اور نہایت چالاکی سے خود دامن بچا کر دوسروں سے اسکی اشاعت کرایا کرتا تھا۔ اُسکے لیے آخرت میں بڑا عذاب تو ہے ہی، دنیا میں بھی ملعون خوب ذلیل و رسوا ہوا اور قیامت تک اسی ذلت و خواری سے یاد کیا جائیگا۔ ف۷ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے ساتھ حُسن ظن رکھے۔ اور جب سُنے کہ لوگ ایک نیک شخص پر یوں ہی رجماً بالغیب بُری تہمتیں لگاتے ہیں تو اپنے دل میں ایسے خیالات کو راہ نہ دے بلکہ اُنکو جھٹلائے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی پیٹھ پیچھے بھائی مسلمان کی مدد کرے اللہ پیٹھ پیچھے اُسکی مدد کریگا۔ بے تحقیق تہمتیں تراشنا ایمان سے بعید ہے۔ چاہیے کہ آدمی خود اپنی آبرو پر دوسروں کی آبرو کو قیاس کرلے جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے قصہ "افک" میں کیا۔ ایک روز اُنکی بیوی نے کہا کہ لوگ عائشہ صدیقہ کی نسبت ایسا کہتے ہیں، اُنہوں نے فرمایا کہ جھوٹے ہیں۔ کیا ایسا کام تو کر سکتی ہے؟ بولی ہرگز نہیں۔ فرمایا پھر (صدیق کی بیٹی اور نبی کی بیوی) عائشہ صدیقہ تجھ سے کہیں بڑھ کر پاک و صاف اور طاہر و مطہر ہیں، اُنکی نسبت بیوجہ ایسا گمان کیوں کیا جائے۔ ف۸ یعنی اللہ کے حکم اور اُسکی شریعت کے موافق وہ لوگ جھوٹے قرار دیئے گئے ہیں جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کر سکیں۔ اور بدون کافی ثبوت کے ایسی سنگین بات زبان سے بکتے پھریں۔

بقیہ فوائد صفحہ ۴۵۴ کسی شرک و مشرکہ سے اُن کا تعلق ہو۔ کما قال تعالیٰ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (سورۂ نور) ہمجنس باہمجنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔ اُن کی حرکت کا اصلی اقتضاء تو یہی تھا۔ اب یہ جدا بات ہے کہ کسی مصالح و حکم کی بناء پر کسی نام نہاد مسلمان کا مشرک و مشرکہ سے عقد جائز نہیں رکھا۔ یا مثلاً بدکار مرد کا پاکباز عورت سے نکاح ہو جائے تو بالکل باطل نہیں ٹھہرایا (تنبیہ) آیت کی جو تقریر ہم نے کی وہ بالکل سہل اور بے تکلف ہے اس میں "لَا يَنْكِحُ" کے معنی وہ ہو گئے جو "السُّلْطَانُ لَا يَكْذِبُ" وغیرہ محاورات میں لئے جاتے ہیں۔ یعنی نفی لیاقت فعل کو نفی فعل کی حیثیت دیدیگئی۔ فافہم واستقم۔ **ف۶** یعنی زنا مومنین پر حرام ہے۔ ایک مومن مومن رہتے ہوئے یہ حرکت کیسے کریگا۔ حدیث میں ہے "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ" یا یہ مطلب ہو کہ زانیہ سے نکاح کرنا اُن پاکباز مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے جو صحیح اور حقیقی معنوں میں مومنین کہلانے کے مستحق ہیں یعنی تکوینی طور پر اُن کے پاک نفوس کو ایسی گندی جگہ کی طرف مائل ہونے سے روک دیا گیا ہے۔ اس وقت "حُرِّمَ" کے معنی وہ ہونگے جو "حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ" میں، یا "حَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا" میں لئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ **ف۷** یعنی ایسی پاکدامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں جن کا بدکار ہونا کسی دلیل یا قرینہ شرعیہ سے ثابت نہیں۔ اُس کی سزا بیان فرماتے ہیں اور یہی حکم پاکباز مردوں پر تہمت لگانے کا ہے۔ چونکہ یہ آیات ایک عورت کے قصہ میں نازل ہوئیں اس لئے اُن ہی کا ذکر فرمایا

اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑦ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ

اگر ہو وہ جھوٹا ✿ اور عورت سے ٹل جائیگی مار یوں کہ وہ گواہی دے

اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑧ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ

چار گواہی اللہ کی قسم کھا کر مقرر وہ شخص جھوٹا ہے ✿ اور پانچویں یہ کہ

غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑨ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

اللہ کا غضب آئے اُس عورت پر اگر وہ شخص سچا ہے **ف۱** اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ⑩ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ

تمہارے اوپر اور اُسکی رحمت اور یہ کہ اللہ معاف کرنیوالا ہے حکمتیں جاننے والا تو کیا کچھ نہ ہوتا **ف۲** جو لوگ لائے ہیں

بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ

یہ طوفان **ف۳** تمہیں میں ایک جماعت ہیں **ف۴** تم اُس کو نہ سمجھو بُرا اپنے حق میں بلکہ یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ

بہتر ہے تمہارے حق میں **ف۵** ہر آدمی کیلئے اُن میں سے وہ ہے جتنا اُس نے گناہ کمایا اور جس نے

تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ

اُٹھایا ہے اُس کا بڑا بوجھ اُسکے واسطے بڑا عذاب ہے **ف۶** کیوں نہ جب تم نے اُس کو سنا تھا خیال

الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ

کیا ہوتا ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلا خیال اور کہا ہوتا یہ صریح

مُّبِيْنٌ ⑫ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا

طوفان ہے **ف۷** کیوں نہ لائے وہ اس بات پر چار شاہد پھر جب نہ لائے

بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑬ وَلَوْلَا فَضْلُ

شاہد تو وہ لوگ اللہ کے یہاں وہی ہیں جھوٹے **ف۸** اور اگر نہ ہوتا اللہ کا

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ

فضل تم پر اور اُسکی رحمت دنیا اور آخرت میں تو تم پر پڑتی اس چرچا کرنے میں

اگر چار گواہ پیش کر دیئے اور اُنکی شہادت بقاعدہ شریعت پوری اُتری تو مقذوف یا مقذوفہ پر حدِ زنا جاری کیجائیگی۔ **ف۸** یہ سزا قاذف (تہمت لگانے والے) کی ہوئی کہ (مقذوف کے مطالبہ پر) اسی دُرّے لگائے جائیں اور آئندہ ہمیشہ کے لئے (معاملات) میں مردود الشہادت قرار دیا جائے حنفیہ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اُس کی شہادت معاملات میں قبول نہیں کیجا سکتی۔ **ف۹** اگر واقع میں جان بوجھ کر جھوٹی تہمت لگائی تھی تب تو اُن کا فاسق و نافرمان ہونا ظاہر ہے اور اگر واقعی سچ بیان کیا تھا لیکن جانتے تھے کہ چار گواہوں سے ہم اپنا دعویٰ ثابت نہیں کر سکیں گے تو ایسی بات کا اظہار کرنے سے بجز ایک مسلمان کی آبرو ریزی اور پردہ دری کے کیا مقصود ہوا جو بجائے خود ایک مستقل گناہ ہے اور علماء نے اُس کو کبائر میں شمار کیا ہے۔ **ف۱۰** یعنی توبہ اور اصلاح حال کے بعد اللہ کے نافرمان بندوں میں اس کا شمار نہ رہیگا۔ گو پچھلے قذف کی سزا میں مردود الشہادت پھر بھی رہے۔ یہی مذہب سلف میں سے قاضی شریح، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، مکحول، عبد الرحمٰن بن زید بن جابر، حسن بصری، محمد بن سیرین اور سعید بن المسیب رحمہم اللہ کا ہے۔ کما فی الدر المنثور و ابن کثیر۔ **ف۱۱** یعنی زنا کی تہمت لگائے یا اپنے بچہ کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں۔

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اوّلاً اُس سے چار گواہ طلب کئے جائینگے اگر پیش کر دے تو عورت پر حدِ زنا جاری کر دی جائے گی۔ اگر گواہ نہ لا سکا تو اُس کو کہا جائیگا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے (یعنی جو تہمت اپنی بیوی پر لگائی ہے اُس میں جھوٹ نہیں بولا) گویا چار گواہوں کی جگہ خود اُس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہونگے کہ "اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو اُس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار" اگر الفاظ مذکورہ بالا کہنے سے انکار کرے تو حبس کیا جائیگا اور حاکم اُس کو مجبور کریگا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے، تو حدِ قذف لگے گی جو اوپر گذری۔ اور یا پانچ مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اگر کہہ لئے تو پھر عورت کو کہا جائیگا کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ "یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ یہ الفاظ کہے کہ "اللہ کا غضب آوے اُس عورت پر اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہو" تا وقتیکہ عورت یہ الفاظ نہ کہے گی اُس کو قید میں رکھیں گے اور مجبور کرینگے کہ یا صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب تو حدِ زنا اُس پر جاری ہوگی، اور یا بالفاظ مذکورہ بالا اُس کی تکذیب کرے۔ اگر اُس نے بھی مرد کی طرح یہ الفاظ کہہ دیئے اور "لعان" سے فراغت ہوئی تو اُس عورت سے صحبت اور دواعی صحبت سب حرام ہو گئے۔ پھر اگر مرد نے اُس کو طلاق دیدی فبہا ورنہ قاضی اُن میں تفریق کر دے۔ گو دونوں رضامند نہ ہوں یعنی زبان سے کہدے کہ میں نے اِن میں تفریق کی۔ اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔ (تنبیہ) زوجین سے اس طرح الفاظ کہلوانے کو شریعت میں "لعان" کہتے ہیں اور لعان صرف قذف ازواج کے ساتھ مخصوص ہے عام محصنات کے قذف کا وہی حکم ہے جو اوپر کی آیات میں مذکور ہو چکا۔ **ف۲** یعنی اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا تو قذف کے عام قاعدہ کے موافق زوج پر حدِ قذف آتی اور یا ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا۔ کیونکہ ممکن ہے وہ سچا ہو۔ بخلاف غیر شوہر کے کہ وہ اظہار میں مضطر نہیں، اس لئے اُسکے قانون میں اِن امور کی رعایت ضروری نہیں دوسری طرف اگر محض خاوند کے قسمیں کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جایا کرتا تو عورت کی سخت مصیبت تھی، حالانکہ ممکن ہے وہ ہی سچی ہو۔ اسی طرح اگر عورت کو قسمیں کھانے پر یقیناً بری سمجھ لیا جاتا تو مرد پر حدِ قذف واجب ہو جاتی باوجودیکہ اُسکے صادق ہونے کا بھی مساوی احتمال موجود ہے پس ایسے طور پر لعان کا مشروع کرنا کہ سب کی رعایت رہے یہ اثر ہے حق تعالیٰ کے فضل و رحمت اور حکمت کا، کیونکہ فریقین میں سے جو سچا ہو وہ بے محل سزا سے بچ گیا۔ اور جھوٹے کی دنیا میں پردہ پوشی کر کے مہلت دیگئی کہ شاید توبہ کرے۔ پھر اُسکی توبہ کا قبول کر لینا یہ اثر صفتِ توابیت کا ہوا۔

ف۱ یعنی اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت کو پیغمبر کے طفیل دنیا کے عذابوں سے بچایا ہے۔ نہیں تو یہ بات قابل تھی عذاب کے۔ (موضح القرآن) نیز تم میں سے مخلصین کو توبہ کی توفیق دے کر خطا معاف کردی ورنہ منافقین کی طرح وہ بھی قیامت کے دن عذاب عظیم میں گرفتار ہوتے (العیاذ باللہ) ف۲ یعنی عذاب عظیم کے مستحق کیوں نہ ہوتے جبکہ تم ایسی بے تحقیق اور ظاہر البطلان بات کو ایک دوسرے کی طرف چلتا کر رہے تھے اور زبان سے وہ اٹکل پچو باتیں نکالتے تھے جن کی واقفیت کی تمہیں کچھ بھی خبر نہ تھی۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ ایسی سخت بات کو (یعنی کسی محصنہ خصوصاً پیغمبر علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ اور مومنین کی روحانی والدہ کو متہم کرنا) جو اللہ کے نزدیک بہت بڑا سنگین جرم ہے، محض ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھنا۔ یہ اصل جرم سے بھی بڑھ کر جرم تھا۔

فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ

کوئی آفت بڑی ف۲ جب لینے لگے تم اُس کو اپنی زبانوں پر اور بولنے لگے

بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ

اپنے مُنہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں اور تم سمجھتے ہو اُس کو ہلکی بات اور یہ

عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا

اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے ف۳ اور کیوں نہ جب تم نے اُس کو سُنا تھا کہا ہوتا ہم کو نہیں لائق

أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ

کہ مُنہ پر لائیں یہ بات اللہ تو پاک ہے یہ تو بڑا بہتان ہے ف۳ اللہ تم کو سمجھاتا ہے کہ

تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ

پھر نہ کرو ایسا کام کبھی اگر تم ایمان رکھتے ہو ف۴ اور کھولتا ہے اللہ تمہارے واسطے

الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ

پتے کی باتیں اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا ہے ف۵ جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بدکاری کا

فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

ایمان والوں میں ف۶ اُنکے لئے عذاب ہے دردناک دنیا اور آخرت میں ف۷ اور اللہ جانتا ہے

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ

اور تم نہیں جانتے ف۸ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اُسکی رحمت اور یہ کہ اللہ

رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٢٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ

نرمی کرنیوالا ہے مہربان تو کیا کچھ نہ ہوتا ف۹ اے ایمان والو نہ چلو قدموں پر شیطان کے

وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

اور جو کوئی چلیگا قدموں پر شیطان کے سو وہ تو یہی بتلائیگا بے حیائی اور بُری بات

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ

اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اُس کی رحمت تو نہ سنورتا تم میں ایک شخص بھی

ف۳ یعنی اوّل تو حُسنِ ظن کا اقتضا یہ تھا کہ دل میں بھی یہ خیال نہ گذرنے پائے جیسا کہ اوپر ارشاد ہوا۔ لیکن اگر شیطانی اغواء سے فرض کیجئے کسی کے دل میں کوئی بُرا وسوسہ گذرے تو پھر یہ جائز نہیں کہ ایسی ناپاک بات زبان پر لائی جائے۔ چاہئے کہ اُس وقت مومن اپنی حیثیت اور دیانت کو ملحوظ رکھے اور صاف کہدے کہ ایسی بے سروپا بات کا زبان سے نکالنا مجھ کو زیب نہیں دیتا۔ اے اللہ تو پاک ہے کس طرح لوگ ایسی نامعقول بات منہ سے نکالتے ہیں۔ بھلا جس پاکباز خاتون کو تو نے سید الانبیاء اور راس المتقین کی زوجیت کے لئے چُنا، کیا وہ (معاذ اللہ) خود بے آبرو ہو کر پیغمبر کی آبرو کو بٹہ لگائے گی (حاشا ثم حاشا) ہو نہ ہو دشمنوں نے ایک بے قصور پر بہتان باندھا ہے۔ ف۴ یعنی مومنین کو پوری طرح چوکس اور ہشیار رہنا چاہئے۔ بد باطن منافقین کے چکموں میں کبھی نہ آئیں۔ ہمیشہ پیغمبر علیہ السّلام اور آپ کے اہل بیت کی عظمت شان کو ملحوظ رکھیں۔ ف۵ یعنی پتہ اس کا کہ یہ طوفان اُٹھایا کس نے معلوم ہوا کہ منافقین نے جو ہمیشہ چھپے دشمن تھے۔ اگلی آیت میں پتہ بتلا دیا۔ (کذا فی الموضح) عموماً مفسرین نے آیات سے مُراد احکام، نصائح، حدود اور قبول توبہ وغیرہ کے مضامین لئے ہیں۔ اس وقت صفات علم و حکمت کے ذکر سے یہ غرض ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے مخلصین کی ندامت قلبی کا حال خوب جانتا ہے۔ اس لئے توبہ قبول کی اور چونکہ حکیم مطلق ہے اس لئے نہایت حکمت و دانائی کے ساتھ تمہاری سیاست کی گئی۔ ف۶ یعنی بدکاری پھیلے یا بدکاری کی خبریں پھیلیں۔ یہ چاہنے والے منافقین تھے۔ لیکن اُن کا تذکرہ کر کے مومنین کو بھی متنبہ فرما دیا کہ اگر فرض کرو کسی کے دل میں ایک بُری بات کا خطرہ گذرا اور بے پروائی سے کوئی لفظ زبان سے بھی کہہ گذرا تو چاہئے کہ اب ایسی مہمل بات کا چرچا کرتا نہ پھرے۔ اگر خواہی نخواہی کسی مومن کی آبرو ریزی کریگا تو خوب سمجھ لے کہ اُس کی آبرو بھی محفوظ نہ رہیگی۔ حق تعالیٰ اُسے ذلیل و خوار کر کے چھوڑیگا کما فی الحدیث احمد رحمہ اللہ۔ ف۷ دنیا میں حد قذف، رسوائی اور قسم قسم کی سزائیں اور آخرت میں دوزخ کی سزا۔ ف۸ یعنی ایسے افتراء پردازوں کو خدا خوب جانتا ہے گو تم نہ جانتے ہو۔ اور یہ بھی اُسی کے علم میں ہے کہ کس کا جرم کتنا ہے اور کس کی کیا غرض ہے۔ (تنبیہ) حُبِ شیوع فاحشہ، حسد و کینہ وغیرہ کی طرح اعمال قلبیہ میں سے ہے مراتب قصد میں سے نہیں۔ اس لئے اُس پر ماخوذ ہونے میں اختلاف نہ ہونا چاہئے فتنبہ لہ۔ ف۹ یعنی یہ طوفان تو ایسا اُٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی نذر ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت اور شفقت و مہربانی سے تم میں سے تائبین کی توبہ کو قبول فرمایا اور بعض کو حدِ شرعی جاری کر کے پاک کیا اور جو زیادہ خبیث تھے اُن کو ایک گونہ مہلت دی۔ ف۱۰ یعنی شیطان کی چالوں سے ہشیار رہا کرو۔ مسلمان کا یہ کام نہیں ہونا چاہئے کہ شیاطین الانس والجن کے قدم بقدم چلنے لگے۔ اُن ملعونوں کا تو مشن ہی یہ ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور بُرائی کی طرف لیجائیں۔ تم جان بوجھ کر کیوں اُن کے بھرّے میں آتے ہو۔ دیکھو شیطان نے ذرا سا چرکہ لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا اور کئی سیدھے سادھے مسلمان کس طرح اُس کے قدم پر چل پڑے۔

النصف ع ۱۰

أَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَأْتَلِ
کبھی ولیکن اللہ سنوارتا ہے جس کو چاہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۱ اور قسم نہ کھائیں
أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْٓا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ
بڑے درجہ والے تم میں سے اور کشایش والے اس پر کہ دیں قرابتیوں کو اور محتاجوں کو
وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ أَلَا تُحِبُّوْنَ
اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے
أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ
کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ف۲ جو لوگ عیب لگاتے ہیں
الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ
حفاظت والیوں بےخبر ایمان والیوں کو ان کو پھٹکار ہے دنیا میں اور آخرت میں اور ان کے لیے ہے
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ
بڑا عذاب ف۳ جس دن کہ ظاہر کر دینگی ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ
جو کچھ وہ کرتے تھے ف۴ اس دن پوری دیگا ان کو اللہ ان کی سزا جو چاہیے اور جان لیں گے
أَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿٢٥﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ
کہ اللہ وہی ہے سچا کھولنے والا ف۵ گندی عورتیں ہیں گندے مردوں کے واسطے اور گندے مرد
لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ أُولٰٓئِكَ
واسطے گندی عورتوں کے اور ستھری عورتیں ہیں ستھرے مردوں کے واسطے اور ستھرے مرد واسطے ستھری عورتوں کے ف۶ وہ لوگ
مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓأَيُّهَا
بےتعلق ہیں ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں ف۷ ان کے واسطے بخشش ہے اور روزی ہے عزت کی ف۸ اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا
ایمان والو مت جایا کرو کسی گھر میں اپنے گھروں کے سوائے جب تک بول چال نہ کر لو

ف۱ یعنی شیطان تو سب کو بگاڑ کر چھوڑتا ایک کو بھی سیدھے راستہ پر نہ رہنے دیتا۔ یہ تو ... کی دستگیری فرما کر بہتیروں کو محفوظ رکھتا ہے اور بعض کو مبتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اُسی خدائے واحد کے اختیار میں ہے اور وہ ہی اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کون بندہ سنوار جانے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہیے۔ وہ سب کی توبہ وغیرہ کو سُنتا اور اُن کی قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ ف۲ حضرت عائشہؓ پر طوفان اُٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی نادانی سے شریک ہو گئے۔ اُن میں سے ایک حضرت مِسطح تھے جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ قصۂ "افک" سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ ان کی امداد اور خبرگیری کیا کرتے۔ جب یہ قصہ ختم ہوا اور عائشہ صدیقہ کی برات آسمان سے نازل ہو چکی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مِسطح کی امداد نہ کرونگا۔ شاید بعض دوسرے صحابہ کو بھی ایسی صورت پیش آئی ہو۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے اُنہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں اُن کا ظرف بہت بڑا اور اُن کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ بڑی جوانمردی تو یہی ہے کہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو۔ اُس کا کفارہ ادا کر دو۔ تمہاری شان یہ ہونی چاہیے کہ خطاکاروں کی خطا سے اغماض اور درگذر کرو۔ ایسا کروگے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگذر کریگا۔ کیا تم حق تعالیٰ سے عفو و درگذر کی اُمید اور خواہش نہیں رکھتے؟ اگر رکھتے ہو تو تم کو اُس کے بندوں کے معاملہ میں یہی خو اختیار کرنی چاہیے۔ گویا اِس میں "تخلق باخلاق اللہ" کی تعلیم ہوئی۔ احادیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب سُنا "اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ" (کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے؟) تو فوراً بول اُٹھے۔ "بَلٰى يَا رَبَّنَا اِنَّا نُحِبُّ" (بیشک اے پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں) یہ کہہ کر مِسطح کی جو امداد کرتے تھے بدستور جاری فرما دی۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے دُگنی کر دی۔ رضی اللہ عنہ۔ ف۳ صحیحین کی حدیث میں ہے۔ "اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قذف محصنات مطلقاً مہلکات میں سے ہے۔ پھر اُن میں سے بھی ازواج مطہرات بالخصوص اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کا قذف تو کس درجہ کا گناہ ہوگا۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ اِن آیات کے نزول کے بعد جو شخص عائشہ صدیقہ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر، مکذب قرآن اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اور طبرانی کی ایک حدیث میں ہے۔ "قَذْفُ الْمُحْصَنَةِ يَهْدِمُ عَمَلَ مِائَةِ سَنَةٍ" (محصنہ پر تہمت لگانا سو برس کے عمل کو ڈھا دیتا ہے) العیاذ باللہ۔ ف۴ یعنی مجرم مُنہ سے بولنا اور ظاہر کرنا نہ چاہے گا۔ مگر خود زبان اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور ان میں سے ہر عضو اُس عمل کو ظاہر کریگا جو اُس کے ذریعہ سے کیا گیا تھا۔ (لطیفہ) قاذف نے زبان سے تہمت لگائی تھی اور چار گواہوں کا اُس سے مطالبہ تھا جو پورا نہ کر سکا۔ اُس کے بالمقابل یہاں بھی پانچ چیزیں ذکر ہوئیں۔ ایک زبان جو قذف کا اصلی آلہ ہے اور چار ہاتھ پاؤں جو اُس کی شرارت کے گواہ ہونگے۔ ف۵ جو رتی رتی عمل کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے اور جس کا حساب بالکل صاف ہے۔ اُس کے ہاں کسی طرح کا ظلم و تعدی نہیں۔ یہ مضمون قیامت کے دن سب کو مکشوف و مشہود ہو جائیگا۔ ف۶ یعنی بدکار اور گندی عورتیں گندے اور بدکار مردوں کے لائق ہیں۔ اسی طرح بدکار اور گندے مرد اس قابل ہیں کہ اُن کا تعلق اپنے جیسی گندی اور بدکار عورتوں سے ہو۔ پاک اور ستھرے آدمیوں کا ناپاک بدکاروں سے کیا مطلب۔ ابن عباس نے فرمایا کہ پیغمبر کی عورت بدکار (زانیہ) نہیں ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ اُن کی ناموس کی حفاظت فرماتا ہے۔ نقلہ فی موضح القرآن۔ (تنبیہ) آیت کا یہ مطلب تو ترجمہ کے موافق ہوا۔ مگر بعض مفسرین سلف سے یہ منقول ہے کہ "اَلْخَبِيْثَاتُ" اور "اَلطَّيِّبَاتُ" سے یہاں عورتیں مراد نہیں۔ بلکہ اقوال و کلمات مُراد ہیں یعنی گندی باتیں گندوں کے لائق ہیں۔ اور ستھری باتیں ستھرے آدمیوں کے۔ پاکباز اور ستھرے مرد و عورت ایسی گندی تہمتوں سے بری ہوتے ہیں جیسا کہ آگے "اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ" سے ظاہر ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ گندی باتیں گندوں کی زبان سے نکلا کرتی ہیں۔ تو جنہوں نے کسی پاکباز کی نسبت گندی بات کہی، سمجھ لو کہ وہ خود گندے ہیں۔ ف۷ یعنی ستھرے آدمی اُن باتوں سے بری ہیں جو یہ گندے لوگ بکتے پھرتے ہیں۔ ف۸ یعنی بُرا کہنے سے وہ بُرے نہیں ہو جاتے۔ بلکہ جب وہ اس پر صبر کرتے ہیں تو یہ چیز اُن کی خطاؤں یا لغزشوں کا کفارہ بنتی ہے۔ اور یہاں مفسد لوگ جس قدر اُن کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں وہاں اُس کے بدلہ میں عزت کی روزی ملتی ہے۔

ف۱ یعنی خاص اپنے ہی رہنے کا جو گھر ہو اُس کے سوا کسی دوسرے کے رہنے کے گھر میں یوں ہی بے خبر نہ گھس جائے کیا جانے وہ کس حال میں ہو اور اُس وقت کسی کا اندر آنا پسند کرتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا اندر جانے سے پہلے آواز دیکر اجازت حاصل کرے اور سب سے بہتر آواز سلام کی ہے۔ حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سلام کرے اور اجازت داخل ہونے کی لے۔ اگر تین بار سلام کرنے کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ فی الحقیقت یہ ایسی حکیمانہ تعلیم ہے کہ اگر اس کی پابندی کی جائے تو صاحب خانہ اور ملاقاتی دونوں کے حق میں بہتر ہے۔ مگر افسوس آج مسلمان اُن مفید ہدایات کو ترک کرتے جاتے ہیں جن کو دوسری قومیں اُن ہی سے سیکھ کر ترقی کر رہی ہیں (ربط) شروع سورت کے احکام زنا و قذف وغیرہ کے بیان ہوئے تھے۔ چونکہ بسا اوقات بلا اجازت کسی کے گھر میں چلا جانا اِن امور کی طرف مفضی ہو جاتا ہے، اِس لئے اِن آیات میں مسائل استیذان کو بیان فرما دیا۔ ف۲ اگر یہ معلوم ہوا ہو کہ گھر میں کوئی موجود نہیں تب بھی دوسرے کے گھر میں بدون مالک و مختار کی اجازت کے مت جاؤ۔ کیونکہ ملک غیر میں بدون اجازت تصرف کا کوئی حق نہیں۔ نہ معلوم بے اجازت چلے جانے سے کیا جھگڑا پیش آجائے ہاں صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہو تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ف۳ یعنی ایسا کہنے سے بُرا نہ مانو۔ بسا اوقات آدمی کی طبیعت کسی کے ملنے کو نہیں چاہتی یا حرج ہوتا ہے یا کوئی ایسی بات کر رہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں کرتا تو تم کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اُس پر بوجھ ڈالو۔ اس طرح بار خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے ف۴ وہ تمہارے تمام اعمال قلبیہ و قالبیہ سے باخبر ہے جیسا کچھ کرو گے اور جس نیت سے کرو گے حق تعالیٰ اُس کے مناسب جزا دیگا۔ اور اُس نے اپنے علم محیط سے تمام امور کی رعایت کر کے یہ احکام دیے ہیں۔ ف۵ یعنی جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا نہ کوئی روک ٹوک ہے مثلاً مسجد، مدرسہ، خانقاہ، سرائے وغیرہ اگر وہاں تمہاری کوئی چیز ہے یا تم کو چندے اُس کے برتنے کی ضرورت ہے تو بیشک وہاں جا سکتے ہو۔ اُس کے لئے استیذان کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کے مسائل کی تفصیل فقہ میں دیکھی جائے۔ ف۶ اُس نے تمہارے تمام چھپے کھلے حالات کی رعایت سے یہ احکام مشروع کئے ہیں جن سے مقصود فتنہ و فساد کے مداخل کو بند کرنا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ اپنے دل میں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر عمل کرے ف۷ بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا انسداد کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا یعنی مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اُس طرف نظر نہ کرے۔ کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار و ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اُس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے چونکہ پہلی مرتبہ دفعۃً جو بیساختہ نظر پڑتی ہے۔ از راہ شہوت و نفسانیت نہیں ہوتی۔ اس لئے حدیث میں اس کو معاف رکھا گیا ہے۔ شاید یہاں بھی مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں مِنْ کو تبعیض لے کر اسی طرف اشارہ ہو۔ ف۸ یعنی حرامکاری سے بچیں اور ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں۔ اِلَّا عِنْدَ مَنْ اَبَاحَهُ الشَّارِعُ مِنَ الْاَزْوَاجِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ۔ ف۹ یعنی آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھید اور نیتوں کا حال اُس کو سب معلوم ہے۔ لہٰذا اس کا خیال کر کے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو۔ ورنہ وہ اپنے علم کے موافق تم کو سزا دیگا۔ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (مومن رکوع ۲) حضرت شاہ صاحب نے "مَا يَصْنَعُوْنَ" سے مراد غالباً جاہلیت کی بے اعتدالیاں لی ہیں۔ یعنی جو بے اعتدالیاں پہلے سے کرتے آرہے ہو اللہ کو سب معلوم ہے اسی لئے اب اُس نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے یہ احکام جاری کئے تا تمہارا تزکیہ ہو سکے ف۱۰ سنگار عرف میں خارجی اور کسبی آرائش کو کہتے ہیں جو مثلاً لباس یا زیور وغیرہ سے حاصل ہو۔ احقر کے نزدیک یہاں "زینت" کا ترجمہ سنگار کے بجائے "زیبائش" کیا جاتا تو زیادہ جامع اور مناسب ہوتا۔ زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور کسبی زینت کو شامل ہے، خواہ وہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی ٹیپ ٹاپ سے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسبی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے جن کا ذکر آگے آتا ہے، کسی کے سامنے جائز نہیں۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اُس کے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی، اُس کے بمجبوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں داخل ہیں۔ کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی اِن کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر اِن کے چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئیگی۔ آگے فقہانے قدمین کو بھی اِن ہی اعضاء پر قیاس کیا ہے اور جب یہ اعضاء مستثنیٰ ہوئے تو اِن کے متعلقات مثلاً انگوٹھی، چھلا، یا مہندی،

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾
اور سلام کرلو اُن گھر والوں پر یہ بہتر ہے تمہارے حق میں تاکہ تم یاد رکھو ف۱

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ
پھر اگر نہ پاؤ اُس میں کسی کو تو اُس میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ ملے تم کو ف۲

اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اور اگر تم کو جواب ملے کہ پھر جاؤ تو پھر جاؤ اِس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے لئے ف۳ اور اللہ جو تم کرتے ہو

عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ
اُسکو جانتا ہے ف۴ نہیں گناہ تم پر اس میں کہ جاؤ اُن گھروں میں جہاں کوئی نہیں بستا

فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ
اُس میں کچھ چیز ہو تمہاری ف۵ اور اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو ف۶ کہہ دے

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ
ایمان والوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں ف۷ اور تھامے رکھیں اپنے ستر کو ف۸ اس میں

اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ
خوب ستھرائی ہے اُن کے لئے بیشک اللہ کو خبر ہے جو کچھ کرتے ہیں ف۹ اور کہہ دے ایمان والیوں کو

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ
نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامتی رہیں اپنے ستر کو اور نہ دکھلائیں

زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ
اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اُس میں سے ف۱۰ اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر ف۱۱

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ
اور نہ کھولیں اپنا سنگار مگر اپنے خاوند کے آگے یا اپنے باپ کے ف۱۲ یا اپنے خاوند کے باپ کے

اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ
یا اپنے بیٹے کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھتیجوں کے

بقیہ فوائد صفحہ ۴۵۸۔ کا جل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑیگا لیکن واضح رہے کہ "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے صرف عورتوں کو بضرورت اِن کے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی نامحرم مردوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آنکھیں لڑایا کریں اور اِن اعضاء کا نظارہ کیا کریں۔ شاید اِسی لئے اِس اجازت سے پیشتر ہی حق تعالیٰ نے غضِ بصر کا حکم مومنین کو سُنا دیا ہے۔ معلوم ہُوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو مستلزم نہیں کہ دوسری طرف سے اُس کو دیکھنا بھی جائز ہو۔ آخر مرد جن کے لئے پردہ کا حکم نہیں اسی آیت بالا میں عورتوں کو اُن کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا۔ نیز یاد رکھنا چاہئے کہ اِن آیات میں محض سَتر کا مسئلہ بیان ہُوا ہے یعنی اِس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر، عورت کو کس حصۂ بدن کا کس کے سامنے کن حالات میں کھلا رکھنا جائز ہے۔ باقی مسئلہ "حجاب" یعنی شریعت نے اس کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سیر سیاحت کرنے کی اجازت دی یہاں مذکور نہیں۔ اُس کی کچھ تفصیل انشاء اللہ سورۂ احزاب میں آئیگی۔ اور ہم نے فتنہ کا خوف نہ ہونے کی جو شرط بڑھائی وہ دوسرے دلائل اور قواعد شرعیہ سے ماخوذ ہے جو ادنیٰ تامل اور مراجعت نصوص سے دریافت ہوسکتی ہیں۔ ف ۱۱ بدن کی خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا اُبھار ہے، اُس کے مزید تستر کی خاص طور پر تاکید فرمائی اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بھی بتلادی۔ جاہلیت میں عورتیں خمار اوڑھنی سر پر ڈال کر اُس کے دونوں پلے پشت پر لٹکا لیتی تھیں۔ اِس طرح سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی۔ یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن کریم نے بتلا دیا کہ اوڑھنی کو سر پر سے لاکر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اِس طرح کان، گردن اور سینہ پوری طرح مستور رہے۔ ف ۱۲ چچا اور ماموں کا بھی یہی حکم ہے اور اِن محارم میں بھی فرق مراتب ہے۔ مثلاً جو زینت خاوند کے آگے ظاہر کرسکتی ہے دوسرے محارم کے سامنے نہیں کرسکتی۔ ابدائے زینت کے درجات ہیں جن کی تفصیل تفاسیر اور کتب فقہ میں دیکھنی چاہئے۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ جس قدر تستر کا اہتمام اجنبیوں سے تھا اُتنا محارم سے نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک عضو کو اِن میں سے ہر ایک کے آگے کھول سکتی ہے۔

اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ

یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے ف ۱ یا اپنے ہاتھ کے مال کے ف ۲ یا کار بار کرنے والوں کے

غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا

جو مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے ف ۳ یا لڑکوں کے جنہوں نے ابھی نہیں پہچانا

عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ

عورتوں کے بھید کو ف ۴ اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں

مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ

اپنا سنگار ف ۵ اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ

بھلائی پاؤ ف ۶ اور نکاح کردو رانڈوں کا اپنے اندر ف ۷ اور جو نیک ہوں تمہارے غلام

وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ

اور لونڈیاں ف ۸ اگر وہ ہونگے مفلس اللہ اُن کو غنی کردیگا اپنے فضل سے ف ۹ اور اللہ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۲ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى

کشایش والا ہے سب کچھ جانتا ہے ف ۱۰ اور اپنے آپ کو تھامتے رہیں جن کو نہیں ملتا سامان نکاح کا جب تک کہ

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

مقدور دے اُنکو اللہ اپنے فضل سے ف ۱۱ اور جو لوگ چاہیں لکھت آزادی کی مال دیکر اُن میں کہ جو

اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ

تمہارے ہاتھ کے مال ہیں تو اُنکو لکھ کردو اگر سمجھو اُن میں کچھ نیکی ف ۱۲ اور دو اُن کو اللہ کے

اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ

مال سے جو اُس نے تم کو دیا ہے ف ۱۳ اور نہ زبردستی کرو اپنی چھوکریوں پر بدکاری کے واسطے اگر وہ چاہیں

تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ

قید سے رہنا کہ تم کمانا چاہو اسباب دنیا کی زندگانی کا ف ۱۴ اور جو کوئی اُن پر زبردستی کریگا تو

سورۃ ۲۴ آیۃ ۳۱ منزل ۴ سورۃ ۲۴ آیۃ ۳۳

فوائد صفحہ ہذا ف ۱ یعنی جو عورتیں اُس کے پاس اُٹھنے بیٹھنے والی ہیں بشرطیکہ نیک چلن ہوں بدراہ عورتوں کے سامنے نہیں۔ اور بہت سے سلف کے نزدیک اِس سے مسلمان عورتیں مراد ہیں۔ کافر عورت اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔ ف ۲ یعنی اپنی لونڈیاں (باندیاں) اور بعض سلف کے نزدیک مملوک غلام بھی اِس میں داخل ہے اور ظاہر قرآن سے اسی کی تائید ہوتی ہے لیکن جمہور ائمہ اور سلف کا یہ مذہب نہیں۔ ف ۳ یعنی کمیرے خدمتگار جو محض اپنے کام سے کام رکھیں اور کھانے سونے میں غرق ہوں، شوخی نہ رکھتے ہوں یا فاتر العقل پاگل جن کے حواس وغیرہ بھی ٹھکانے نہ ہوں، محض کھانے پینے میں گھر والوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ ف ۴ یا جن لڑکوں کو ابھی تک نسوانی سرائر کی کوئی تمیز نہیں، نہ نفسانی جذبات رکھتے ہیں ف ۵ یعنی چال ڈھال ایسی نہ ہونی چاہئے کہ زیور وغیرہ کی آواز سے اجانب کو اُدھر میلان اور توجہ ہو۔ بسا اوقات اِس قسم کی آواز صورت دیکھنے سے بھی زیادہ نفسانی جذبات کے لئے محرک ہوجاتی ہے ف ۶ یعنی پہلے جو کچھ حرکات ہوچکیں اُن سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں انابت اور تقویٰ کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اِسی میں دارین کی بھلائی اور کامیابی ہے۔ ف ۷ اوپر اِستیذان، غضِ بصر، اور تستر وغیرہ کے احکام بیان ہوئے تھے تا بےحیائی اور بدکاری کی روک تھام کیجائے۔ اِس آیت میں یہ حکم دیا کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ اور رنڈوے ہوگئے تو موقع مناسب ملنے پر اُن کا نکاح کر دیا کرو۔ حدیث میں نبی کریم صلعم نے فرمایا "اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کر، نماز فرض کا جب وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو، اور رانڈ عورت جب اُس کا کفو ملجائے۔" جو قومیں رانڈوں کے نکاح پر ناک بھوں چڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ اُن کا ایمان سلامت نہیں۔ ف ۸ یعنی لونڈی غلام کو اگر اِس لائق سمجھو کہ حقوق زوجیت ادا کرسکیں گے اور نکاح ہوجانے پر مغرور ہو کر تمہاری خدمت نہ چھوڑ بیٹھیں گے تو اُنکا بھی نکاح کردو۔ ف ۹ بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کیا کرتے ہیں کہ نکاح ہوجانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اُٹھے گا۔ اُنہیں سمجھا دیا کہ ایسے موہوم خطرات پر نکاح سے مت رُکو۔ روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کیا معلوم ہے کہ خدا چاہے تو اُن ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشایش کردے۔ نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر و افلاس کو مستلزم ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ" (توبہ۔ رکوع ۴) اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی یہ چیز معقول ہے کہ نکاح کرلینے یا ایسا ارادہ کرنے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے اور وہ پہلے سے بڑھ کر کمائی کے لئے جد و جہد کرتا ہے۔ اُدھر بیوی اور اولاد ہوجائے تو وہ بلکہ بعض اوقات بیوی کے کنبہ والے بھی کسب معاش میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ بہرحال روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں۔ پھر یہ خیال نکاح سے مانع کیوں ہو۔ ف ۱۰ جس کے حق میں مناسب جانتا ہے کشایش کر دیتا ہے۔ (بقیہ فوائد بر صفحہ ۴۶۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۵۹۔ ف۱۱ یعنی جن کو فی الحال اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لاسکیں تو جب تک خدا تعالیٰ مقدور دے چاہیے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں۔ اور عفیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بعید نہیں کہ اسی ضبط نفس اور عفت کی برکت سے حق تعالیٰ اُن کو غنی کردے اور نکاح کے بہترین مواقع مہیا فرمادے ف۱۲ یعنی کسی کا غلام یا لونڈی کہے یا مزید توثیق کے لئے لکھوانا چاہے کہ میں اتنی مدت میں اس قدر مال تجھ کو کما دوں تو مجھے آزاد کردے، تو مالک کو چاہیے کہ قبول کرلے اور لکھدے (اس معاملہ کو "مکاتبة" کہتے ہیں۔ اور یہ غلاموں کے آزاد کرانے کی ایک خاص صورت ہے) لیکن یہ مالک کو اُس وقت قبول کرنا چاہیئے جبکہ وہ سمجھے کہ واقعی اس غلام یا لونڈی کے حق میں آزادی بہتر ہوگی۔ قید غلامی سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری یا اور طرح کی بدمعاشیاں کرتا نہ پھریگا۔ اگر یہ اطمینان ہو تو بیشک اُس کو آزادی کا موقع دینا چاہیئے۔ تا وہ آزاد ہو کر اپنی فلاح کے میدانوں میں خوب ترقی کرسکے اور کہیں نکاح کرنا چاہے تو باختیار خود نکاح کرلے۔ غلامی کی وجہ سے میدان تنگ نہ ہو۔ ف۱۳ یہ دولتمند مسلمانوں کو فرمایا کہ ایسی لونڈی غلام کی مالی امداد کرو خواہ زکوٰۃ سے یا عام صدقات و خیرات وغیرہ سے۔ تا وہ جلد آزادی حاصل کرسکیں، اور اگر مالک بدل کتابت کا کوئی حصہ معاف کردے، یہ بھی بڑی امداد ہے (تنبیہ) مصارف زکوٰۃ میں جو "وَفِي الرِّقَابِ" کا ایک مد رکھا ہے وہ ان ہی غلاموں کے آزاد کرانے کا فنڈ ہے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں بیت المال سے ایسے غلاموں کی امداد ہوتی تھی ف۱۴ جاہلیۃ میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے کسب کراتے تھے عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا۔ اُن میں بعض مسلمان ہوگئیں تو اس فعل شنیع سے انکار کیا۔ اس پر وہ ملعون زدوکوب کرتا تھا، یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی۔ اور اسی شان نزول کی رعایت سے مزید تقبیح کے لئے "اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا" اور "لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" کی قیود بڑھائی ہیں ورنہ لونڈیوں سے بدکاری کرانا بہرحال حرام ہے اور اس طرح جو کمائی کریں سب ناپاک ہے۔ خواہ لونڈیاں یہ کام رضا و رغبت سے کریں یا زبردستی اور ناخوشی سے۔ ہاں اگر لونڈیاں نہ چاہیں اور یہ محض دنیا کے حقیر فائدے کے لئے زبردستی مجبور کرے تو اور بھی زیادہ وبال اور انتہائی وقاحت اور بے شرمی کی دلیل ہے۔

اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ
اللہ اُن کی بے بسی کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے ف۱ اور ہم نے اُتاریں تمہاری طرف

اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً
آیتیں کھلی ہوئی اور کچھ حال اُنکا جو ہو چکے تم سے پہلے اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ
ڈرنے والوں کو ف۲ اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی ف۳ مثال اُس کی روشنی کی جیسے ایک طاق

فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ
اُس میں ہو ایک چراغ وہ چراغ دھرا ہو ایک شیشہ میں وہ شیشہ ہے جیسے ایک تارہ

دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ
چمکتا ہوا تیل جلتا ہے اُس میں ایک برکت کے درخت کا وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور

لَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ
نہ مغرب کی طرف قریب ہے اُس کا تیل کہ روشن ہو جائے اگرچہ نہ لگی ہو اس میں آگ روشنی پر روشنی

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ
اللہ راہ دکھلا دیتا ہے اپنی روشنی کی جس کو چاہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ
اور اللہ سب چیز کو جانتا ہے ف۴ اُن گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا اُنکو بلند کرنے کا ف۵ اور وہاں

فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ
اُس کا نام پڑھنے کا ف۶ یاد کرتے ہیں اُس کی وہاں صبح اور شام ف۷ وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے

تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ
سوداگری میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ف۸

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ
ڈرتے رہتے ہیں اُس دن سے جس میں اُلٹ جائینگے دل اور آنکھیں ف۹ تاکہ بدلہ دے اُنکو اللہ

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی زنا ایسی بُری چیز ہے جو جبر و اکراہ کے بعد بھی بُری رہتی ہے لیکن حق تعالیٰ محض اپنی رحمت سے مُکرَہہ کی بے بسی اور بیچارگی کو دیکھ کر درگزر فرماتا ہے۔ اس صورت میں مُکرِہ (زبردستی کرنے والے) پر سخت عذاب ہوگا اور مُکرَہہ پر (جس پر زبردستی کی گئی) رحم کیا جائیگا۔ ف۲ یعنی قرآن میں سب کچھ نصیحتیں احکام اور گذشتہ اقوام کے عبرتناک واقعات بیان کردیے گئے ہیں۔ تا خدا کا ڈر رکھنے والے سُن کر نصیحت و عبرت حاصل کریں اور اپنے انجام کو سوچیں۔ یا مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا سے مراد یہ ہو کہ پہلی اُمتوں پر بھی اسی طرح کی حدود اور احکام جاری کیے گئے تھے جو اس صورت میں مذکور ہوئے۔ اور بعض قصے بھی اس قصہ "افک" کے مشابہ پیش آئے جو سورۂ ہذا میں بیان کیا گیا ہے۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم صدیقہ اور حضرت یوسف صدیق کی دشمنوں کے بہتان سے براءۃ ظاہر فرمائی، عائشہ صدیقہ بنت الصدیق کی براءۃ اور بزرگی بھی تا قیام قیامت صادقین کے قلوب میں نقش فی الحجر کردی۔ اور دشمنوں کا منہ کالا کیا۔ ف۳ یعنی اللہ سے رونق اور بستی ہے زمین و آسمان کی اُس کی مدد نہ ہو تو سب ویران ہو جائیں (موضح القرآن) سب مخلوق کو نور وجود اُسی سے ملا ہے۔ چاند، سورج، ستارے فرشتے اور انبیاء و اولیاء میں جو ظاہری یا باطنی روشنی ہے اُسی منبع النور سے مستفاد ہے۔ ہدایت و معرفت کا جو چمکارا کسی کو پہنچتا ہے اُسی بارگاہ رفیع سے پہنچتا ہے۔ تمام علویات و سفلیات اُسکی آیات تکوینیہ و تنزیلیہ سے منور ہیں۔ حُسن و جمال یا خوبی و کمال کی کوئی چمک اگر کہیں نظر پڑتی ہے وہ اُسی کے وجہ منور اور ذات مبارک کے جمال و کمال کا ایک پرتوہ ہے۔ سیرۃ ابن اسحٰق میں ہے کہ طائف میں جب لوگوں نے حضور کو ستایا تو یہ دعا زبان پر تھی "اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ يَّحِلَّ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ يَنْزِلَ بِيْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"۔ رات کی تاریکی میں آپ اپنے رب کو "اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کہہ کر پکارا کرتے اور اپنے کان، آنکھ، دل، سر، ہر عضو بلکہ بال بال میں اُس سے نور طلب فرماتے تھے اور اخیر میں بطور خلاصہ فرماتے "وَاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا" یا "وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا" یا "وَاجْعَلْنِيْ نُوْرًا" یعنی میرے نور کو بڑھا بلکہ مجھے نور ہی نور بنادے۔ اور ایک حدیث میں ہے "اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِيْ ظُلْمَةٍ ثُمَّ اَلْقٰى عَلَيْهِمْ مِنْ نُّوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ نُّوْرِهٖ يَوْمَئِذٍ اهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَاَهٗ ضَلَّ" (فتح الباری ص۲۳) یعنی جس کو اُس وقت اللہ کے نور (توفیق) سے حصہ ملا وہ ہدایت پر آیا اور جو اُس سے چوکا گمراہ رہا۔ واضح رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمع، بصر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ ایسے ہی صفت نور بھی ہے ممکنات کے نور پر قیاس نہ کیا جائے۔ تفصیل کے لئے امام غزالی کا رسالہ "مشکوٰۃ الانوار" دیکھو۔ ف۴ یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے۔ لیکن مومنین مہتدین کو

بقیہ فوائد صفحہ ۴۶۰۔ نور الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اُس کی مثال ایسی سمجھو گویا مومن قانت کا جسم ایک طاق کی طرح ہے جسکے اندر ایک ستارہ کی طرح چمکدار شیشہ (قندیل) رکھا ہو۔ یہ شیشہ اُس کا قلب ہوا جس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اُس شیشہ (قندیل) میں معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے۔ یہ روشنی ایسے صاف و شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مُبارک درخت (زیتون) سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو کسی حجاب سے نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں یعنی کسی طرف دھوپ کی روک نہیں کھلے میدان میں کھڑا ہے جس پر صبح و شام دونوں وقت کی دھوپ پڑتی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسے زیتون کا تیل اور بھی زیادہ لطیف و صاف ہوتا ہے۔ غرض اُس کا تیل اِس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بدون آگ دکھلائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہو جائیگا۔ یہ تیل میرے نزدیک اُسی حُسن استعداد اور نور توفیق کا ہوا جو نور مُبارک کے القاء سے بد، فطرت میں مومن کو حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ اوپر کے فائدہ میں گذر چکا اور جس طرح شجرہ مبارکہ کو "لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ" فرمایا تھا وہ نور ربانی بھی جہت کی قید سے پاک ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مومن کا شیشۂ دل نہایت صاف ہوتا ہے اور خدا کی توفیق سے اُس میں قبول حق کی ایسی زبردست استعداد پائی جاتی ہے کہ بدون دیا سلائی دکھائے ہی جل اُٹھنے کو تیار ہوتا ہے۔ اب جہاں ذرا آگ دکھائی یعنی وحی و قرآن کی تیز روشنی نے اُس کو مس کیا فوراً اُس کی فطری روشنی بھڑک اُٹھی۔ اِسی کو "نُورٌ عَلٰی نُور" فرمایا۔ باقی یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہے، جس کو چاہے اپنی روشنی عنایت فرمائے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہیئے کس کو نہیں۔ اِن عجیب و غریب مثالوں کا بیان فرمانا بھی اسی غرض سے ہے کہ استعداد رکھنے والوں کو بصیرت کی ایک روشنی حاصل ہو۔ حق تعالیٰ ہی تمثیل کے مناسب موقع و محل کو پوری طرح جانتا ہے، کسی دوسرے کو قدرت کہاں کہ ایسی موزون و جامع مثال پیش کر سکے۔ آگے فرمایا کہ وہ روشنی ملتی ہے اِس سے کہ جن مسجدوں میں کامل لوگ صبح و شام بندگی کرتے ہیں وہاں دھیان لگا رہے۔ (تنبیہ) مفسرینؒ نے تشبیہ کی تقریر بہت طرح کی ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی موضح القرآن میں نہایت لطیف و عمیق تقریر فرمائی ہے مگر بندہ کے خیال میں جو توجیہ آئی وہ درج کر دی۔ وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُونَ مَذَاهِبُ۔ واضح رہے کہ "يُوقَدُ" اور "وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ" میں جس نار کی طرف اشارہ ہے میں نے مُشبّہ میں اُسکی جگہ وحی و قرآن کو رکھا ہے۔ اِس کا ماخذ وہ فائدہ ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے "مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا" پر لکھا ہے اور جس کی تائید صحیحین کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ "إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَرَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي يَقَعْنَ فِيهَا الخ" ف۵ اُن کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا یعنی اُن کی خبر گیری کیجائے اور ہر قسم کی گندگی اور لغو افعال و اقوال سے پاک رکھا جائے۔ مساجد کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ وہاں پہنچ کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ ف۶ تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن وغیرہ سب اذکار اِس میں شامل ہیں۔ ف۷ یعنی تمام مناسب اوقات میں خدا کو یاد کرتے ہیں بعض مفسرینؒ نے کہا کہ "غُدُوّ" سے صبح کی نماز مُراد ہے اور "آصال" میں باقی چاروں نمازیں داخل ہیں۔ کیونکہ اصیل زوال شمس سے صبح تک کے اوقات پر بولا جاتا ہے۔ ف۸ یعنی معاش کے دھندے اُنکو اللہ کی یاد اور احکام الٰہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے۔ بڑے سے بڑا بیوپار یا معمولی خرید و فروخت کوئی چیز خدا کے ذکر سے نہیں روکتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی۔ ف۹ یعنی اُس روز دل وہ باتیں سمجھ لیں گے جو ابھی تک نہ سمجھے تھے اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے، قلوب میں کبھی نجات کی توقع پیدا ہوگی، کبھی ہلاکت کا خوف اور آنکھیں کبھی داہنی کبھی بائیں دیکھیں گی کہ دیکھئے کس طرف سے پکڑے جائیں، یا کس جانب سے اعمالنامہ ہاتھ میں دیا جائے۔

أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ

اُنکے بہتر سے بہتر کاموں کا اور زیادتی دے انکو اپنے فضل سے ف۱ اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے

بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ

بے شمار ف۲ اور جو لوگ منکر ہیں اُن کے کام جیسے ریت جنگل میں پیاسا جانے اُسکو

مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفَّاهُ

پانی یہاں تک کہ جب پہنچا اُس پر اُس کو کچھ نہ پایا اور اللہ کو پایا اپنے پاس پھر اُسکو پورا پہنچا

حِسَابَهُ ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾ أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ

دیا اُس کا لکھا اور اللہ جلد لینے والا ہے حساب ف۳ یا جیسے اندھیرے گہرے دریا میں چڑھی آتی ہے

مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ۚ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ

اُس پر ایک لہر اُس پر ایک اور لہر اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک پر

بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا ۗ وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ

ایک ف۴ جب نکالے اپنا ہاتھ لگتا نہیں کہ اُسکو وہ سوجھے ف۵ اور جس کو اللہ نے نہ دی

نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ﴿٤٠﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَ

روشنی اُسکے واسطے کہیں نہیں روشنی ف۶ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان و

الْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

زمین میں اور اُڑتے جانور پر کھولے ہوئے ف۷ ہر ایک نے جان رکھی ہے اپنی طرح کی بندگی اور یاد ف۸ اور اللہ کو معلوم

بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٤١﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿٤٢﴾

ہے جو کچھ کرتے ہیں ف۹ اور اللہ کی حکومت ہے آسمان اور زمین میں اور اللہ ہی تک پھر جانا ہے ف۱۰

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا

تو نے نہ دیکھا کہ اللہ ہانک لاتا ہے بادل کو پھر اُنکو ملا دیتا ہے پھر اُنکو رکھتا ہے تہ بر تہ

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِن جِبَالٍ

پھر تو دیکھے مینہ نکلتا ہے اُس کے بیچ سے ف۱۱ اور اُتارتا ہے آسمان سے اُس میں جو پہاڑ

فوائد صفحہ ہٰذا ف۱ یعنی اچھے کاموں کا جو صلہ مقرر ہے وہ ملیگا۔ اور حق تعالیٰ کے فضل سے اور زیادہ دیا جائیگا جسکی تفصیل و تعیین ابھی نہیں کیجا سکتی۔ ف۲ یعنی اُس کے ہاں کیا کمی ہے، اگر جنتیوں کو بیحد و حساب عنایت فرمائے تو کچھ مشکل نہیں۔ ف۳ کافر دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے۔ حالانکہ اگر کوئی کام بظاہر اچھا بھی ہو تو کفر کی شامت سے وہ عند اللہ مقبول و معتبر نہیں۔ ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی سمجھو کہ دوپہر کے وقت جنگل میں ایک پیاسے کو دور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی۔ پیاسا شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر وہاں پہنچا، دیکھا تو پانی وانی کچھ نہ تھا، ہاں ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کیلئے موجود تھا، چنانچہ اسی اضطراب و حسرت کے وقت اللہ نے اُس کا سب حساب ایک دم میں چکا دیا۔ کیونکہ وہاں حساب کرتے کیا دیر لگتی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ عمر بھر کی شرارتوں اور غفلتوں کا بھگتان کر دیا گیا۔ دوسرے وہ ہیں جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مزدور (بقیہ بر صفحہ ۴۶۲)

بقیہ فوائد صفحہ ۴۶۱ میں غرق اور جہل و کفر و ظلم و عصیان کی اندھیریوں میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں اُنکی مثال آگے بیان فرمائی اُن کے پاس روشنی کی اتنی بھی چمک نہیں جتنی سراب پر دھوکہ کھانے والے کو نظر آتی تھی۔ یہ لوگ خالص اندھیریوں اور تہ برتہ ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع اپنے تک نہیں پہنچنے دیتے نعوذ باللہ منہا ف۴ یعنی سمندر کی تہ میں خود دریا کا اندھیرا، اُس پر طوفانی لہریں جو ایک پر ایک چڑھی آتی ہیں۔ پھر سب کے اوپر گھٹا بادل کا اندھیرا اور رات کا وقت فرض کیا جائے تو ان اندھیریوں میں اور اضافہ ہو جائیگا ف۵ یعنی اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھوں سے قریب کر کے دیکھے تو اندھیرے کی وجہ سے نظر نہ آئے جس کو ہمارے یہاں کہتے ہیں کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا تھا ف۶ اوپر مومنین کے ذکر میں جو یَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ فرمایا تھا، یہ جملہ اُسکے مقابل ہوا یعنی جس کو خدا تعالیٰ نور توفیق نہ دے اُسے اور کون روشنی پہنچا سکتا ہے۔ اِن کی استعداد خراب تھی توفیق نہ ملی۔ اور دریا کی تہ میں گر کر اُنہوں نے سب دروازے روشنی کے اپنے اوپر بند کر لئے۔ پھر نور آئے تو کدھر سے آئے۔ ف۷ شاید اُڑتے جانوروں کا علیحدہ ذکر اس لئے کیا کہ وہ اُس وقت آسمان اور زمین کے بیچ میں معلق ہوتے ہیں اور اُن کا اس طرح ہوا میں اُڑتے رہنا قدرت کی بڑی نشانی ہے۔ ف۸ یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کے حال کے مناسب جو طریقہ انابت و بندگی اور تسبیح خوانی کا الہام فرمایا اُس کو سمجھ کر وہ اپنا وظیفہ ادا کر رہی ہے لیکن افسوس و تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے انسان کہلانے والے غرور و غفلت اور ظلمتِ جہالت میں پھنس کر مالک حقیقی کی یاد اور ادائے وظیفۂ عبودیت سے بے بہرہ ہیں (تنبیہ) مخلوقات کی تسبیح کے متعلق پندرہویں پارہ میں رُبع کے قریب کچھ مضمون گذر چکا۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تسبیح کی وصیت کی اور فرمایا "وَاِنَّهَا الصَّلٰوةُ الْخَلْقِ" (یہی باقی مخلوق کی نماز ہے) ف۹ یعنی اُنکی بندگی اور تسبیح کو خواہ تم نہ سمجھو لیکن حق تعالیٰ کو سب معلوم ہے کہ کون کیا کرتا ہے۔ ف۱ یعنی جیسے اُس کا علم سب کو محیط ہے، اُس کی حکومت بھی تمام علویات و سفلیات پر حاوی ہے اور سب کو آخر کار اُسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے آگے اپنے حاکمانہ اور قادرانہ تصرفات کو بیان فرماتے ہیں۔ ف۱۱ یعنی ابتداء میں بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اٹھتے ہیں پھر مل کر بڑا بادل بنجاتا ہے۔ پھر بادلوں کی تہ پر تہ جمادی جاتی ہے۔

فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ ۖ

ہیں اولوں کے پھر وہ ڈالتا ہے جس پر چاہے اور بچا دیتا ہے جس سے چاہے ف۱

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ

ابھی اُسکی بجلی کی کوند لیجائے آنکھوں کو ف۲ اللہ بدلتا ہے رات اور دن کو ف۳

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ

اس میں دھیان کرنے کی جگہ ہے آنکھ والوں کو ف۴ اور اللہ نے بنایا ہر پھرنے والے کو ایک

مَاءٍ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَ

پانی سے ف۵ پھر کوئی ہے کہ چلتا ہے اپنے پیٹ پر ف۶ اور کوئی ہے کہ چلتا ہے دو پاؤں پر ف۷ اور

مِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

کوئی ہے کہ چلتا ہے چار پر ف۸ بناتا ہے اللہ جو چاہتا ہے بیشک اللہ ہر چیز

قَدِيرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ

کر سکتا ہے ف۹ ہم نے اُتاریں آیتیں کھول کھولکر بتلانیوالی اور اللہ چلائے جس کو چاہے

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٤٦﴾ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ

سیدھی راہ پر ف۱۰ اور لوگ کہتے ہیں ہمنے مانا اللہ کو اور رسول کو اور حکم میں آگئے پھر

يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

پھر جاتا ہے ایک فرقہ اُن میں سے اِس کے پیچھے اور وہ لوگ نہیں ماننے والے ف۱۱

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾

اور جب اُنکو بلایئے اللہ اور رسول کی طرف کہ اُن میں فیصلہ چکائے تبھی ایک فرقہ کے لوگ اُن میں منہ موڑتے ہیں

وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ

اور اگر اُن کو کچھ حق ملتا ہو تو چلے آئیں اُسکی طرف قبول کر کر ف۱۲ کیا اُنکے دلوں میں روگ ہے ف۱۳

أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ

یا دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں یا ڈرتے ہیں کہ بے انصافی کریگا اُن پر اللہ اور اس کا رسول کچھ نہیں یہی

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جیسے زمین میں پتھروں کے پہاڑ ہیں بعض سلف نے کہا کہ اسی طرح آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے اُسی کے موافق ترجمہ کیا ہے لیکن زیادہ راجح اور قوی یہ ہے کہ "سماء" سے بادل مُراد ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بادلوں سے جو کثیف اور بھاری ہونے میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اولے برساتا ہے جس سے بہتوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچ جاتا ہے اور بہت سے محفوظ رکھے جاتے ہیں مشہور ہے کہ اولے کی چھال بیل کے ایک سینگ پر پڑتی ہے اور دوسرا سینگ خشک رہجاتا ہے۔ ف۲ یعنی بجلی کی چمک اس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، قریب ہے کہ بینائی جاتی رہے۔ ف۳ یعنی دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن اُسی کی قدرت سے آتا ہے۔ وہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے۔ اور اُن کی گرمی کو سردی سے، سردی کو گرمی سے تبدیل کرتا ہے ف۴ یعنی چاہیے کہ قدرت کے ایسے عظیم الشان نشانات دیکھ کر آدمی بصیرت و عبرت حاصل کرے اور اُس شہنشاہ حقیقی کی طرف سچے دل سے رجوع ہو جس کے قبضہ میں ان تمام تصرفات و تقلبات کی باگ ہے۔ ف۵ اِس کے لئے سترہویں پارہ کے تیسرے رکوع میں آیت "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" کا فائدہ دیکھنا چاہیے۔ ف۶ جیسے سانپ اور مچھلی ف۷ جیسے آدمی اور طیور ف۸ جیسے گائے بھینس وغیرہ۔ ف۹ یعنی کسی جانور کو چار سے زائد پاؤں دیئے ہوں تو بعید نہیں، اُس کی لامحدود قدرت و مشیت کو کوئی محصور نہیں کر سکتا۔ ف۱۰ یعنی آیات تکوینیہ و تنزیلیہ تو اس قدر واضح ہیں کہ انہیں دیکھ کر اور سُن کر چاہیئے کوئی آدمی نہ بہکے لیکن سیدھی راہ پر چلتا وہ ہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی ہو۔ لاکھوں آدمی کھلی کھلی نشانیاں دیکھتے ہیں پر نتیجہ کے اعتبار سے اُن کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہے۔ ف۱۱ یہ منافقین کا ذکر ہے۔ وہ زبان سے دعوائے ایمان و اطاعت کا کیا کرتے تھے اور جب عمل کا وقت آتا تو پھر جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے دلوں میں شروع سے ایمان و انقیاد موجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ زبانی جمع خرچ تھا امتحان و ابتلاء کے وقت اُسکی بھی قلعی کھل جاتی تھی۔ ف۱۲ یعنی اگر اُن کا جھگڑا کسی سے ہو گیا اور سمجھتے ہوں کہ ہم ناحق پر ہیں، اُس وقت اگر دوسرا فریق کہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں چل کر اس معاملہ کو طے کرالو تو یہ منافق رضامند نہیں ہوتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضور یقیناً بلا رو رعایت حق کے موافق فیصلہ کریں گے جو اُن کے مفاد کے خلاف پڑیگا۔ حالانکہ پہلے سے یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اللہ و رسول پر ایمان لانے اور اُن کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ اب وہ دعویٰ کہاں گیا۔ ہاں فرض کیجئے اگر کسی معاملہ میں حق اُنکی جانب ہو تو اُس وقت بہت جلدی کر گردن جھکا کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو جائیں اور فیصلہ کا انحصار حضور کی ذات مبارک پر کر دینگے۔ کیونکہ سمجھتے ہیں عدالت سے ہمارے موافق فیصلہ ہو گا۔ تو یہ ایمان و اسلام کیا ہوا، محض ہوا پرستی ہوئی۔ ف۱۳ روگ یہ کہ خدا و رسول کو

بقیہ صفحہ ۴۶۲ - سچ مانا لیکن حرص نہیں چھوڑی کہ کیے پر چلیں۔ جیسے بیمار چاہتا ہے چلے اور پاؤں نہیں اُٹھتا۔

فوائد صفحہ ہذا ف ۱ یعنی خدا و رسول کی بابت کوئی دھوکہ لگا ہوا ہے اور حضورؐ کی صداقت یا اللہ کے وعدہ وعید میں کوئی شک و شبہ ہے؟ یا یہ گمان ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول اُن کے معاملات کا خلاف انصاف فیصلہ کریں گے؟ اس لئے اُن کی عدالت میں مقدمہ لیجانے سے کتراتے ہیں۔ سو یاد رکھو وہاں تو ظلم و بے انصافی کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں خود اِن ہی لوگوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ چاہتے ہیں کہ اپنا حق پورا وصول کریں اور دوسروں کا ایک پیسہ نہ دیں۔ اسی لئے اُن معاملات کو خدائی عدالت میں لانے سے گھبراتے ہیں جن میں سمجھتے ہیں کہ رسول کا منصفانہ فیصلہ ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا۔ یہ تو منافقین کا ذکر تھا آگے اِن کے بالمقابل مخلصین کی اطاعت و فرمانبرداری کو بیان فرماتے ہیں۔ ف ۲ یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے اور یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی معاملہ میں اُنکو خدا و رسول کی طرف بلایا جائے خواہ اُس میں بظاہر اُن کا نفع ہو یا نقصان۔ ایک منٹ کا توقف نہ کریں فی الفور "سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا" کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسی میں اُنکی اصلی بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے۔ ف ۳ یعنی جو فی الحال فرمانبردار ہو، گذشتہ تقصیرات پر نادم ہو کر اور خدا سے ڈر کر توبہ کرے اور آئندہ بُرے راستہ سے بچ کر چلے۔ اُسی کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ ف ۴ یعنی منافقین بڑی سخت تاکیدی قسمیں کھا کر آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہم کو آپ حکم دیں تو سب گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکل جانے کے لئے تیار ہیں ذرا حضورؐ اشارہ فرمائیں تو سب مال و دولت اللہ کے راستہ میں لٹا کر الگ ہو جائیں۔ اُس پر فرمایا کہ اس قدر منہ بھر کر لمبی چوڑی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب معلوم ہو چکی کہ زبان سے دعوے بہت کیا کرتے ہو۔ اور عمل کا وقت آئے تو آہستہ سے کھسک جاتے ہو۔ چاہئے کہ سچے مسلمانوں کے دستور کے موافق حکمبرداری کر کے دکھلاؤ زبانی قسمیں کھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ فرض کرو تم قسمیں کھا کر بندوں کو اپنی بات کا یقین دلا دو لیکن اللہ کے آگے کسی کی چالاکی اور فریب نہیں چل سکتا۔ وہ تو تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ آگے چل کر تمہاری مکاری اور نفاق کا راز فاش کر دیگا۔ ف ۵ یعنی پیغمبر پر خدا کی طرف سے تبلیغ کا بوجھ رکھا گیا ہے، سو اُس نے پوری طرح ادا کر دیا۔ اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا وہ تصدیق و قبول حق کا ہے، اور یہ کہ اُس کے ارشاد کے موافق چلو۔ اگر تم اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اُس کے احکام کی تعمیل کرو گے تو کامیابی دارین کی راہ پاؤ گے اور دنیا و آخرت میں خوش رہو گے ورنہ پیغمبر کا کچھ نقصان نہیں، تمہاری شرارت و سرکشی کا خمیازہ تم کو ہی بھگتنا پڑیگا۔ پیغمبر تو اپنا فرض ادا کر کے عند اللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔ آگے اطاعت رسول کے بعض ثمرات بیان فرماتے ہیں جن کا سلسلہ دنیا ہی میں شروع ہو جائیگا۔ ف ۶ یہ خطاب فرمایا حضرت کے وقت کے لوگوں کو یعنی جو اُن میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسول کے کامل متبع ہیں رسول کے بعد اُن کو زمین کی حکومت دیگا اور جو دین اسلام خدا کو پسند ہے اُن کے ہاتھوں سے دنیا میں اُس کو قائم کریگا۔ گویا جیسا کہ لفظ استخلاف میں اشارہ ہے وہ لوگ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہونگے بلکہ پیغمبر کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کرینگے اور دین حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اُس کا سکہ بٹھلا دیں گے۔ اُس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کریگا۔ وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ اِن مقبول و معزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہوگی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی۔ شرک جلی کا تو وہاں ذکر کیا ہے شرک خفی کی ہوا بھی اُنکو نہ پہنچے گی۔ صرف ایک خدا کے غلام ہونگے، اُسی سے ڈرینگے اُسی سے اُمید رکھیں گے۔ اُسی پر بھروسہ کریں گے اُسی کی رضا میں اُن کا جینا اور مرنا ہوگا۔ کسی دوسری ہستی کا خوف و ہراس اُن کے پاس نہ پھٹکے گا۔ نہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پروا کرینگے۔ الحمد للہ کہ یہ وعدۂ الٰہی چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا۔ اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خلفائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہان اسلام وقتاً فوقتاً اس نمونہ کے آتے رہے اور جب اللہ چاہے گا آئندہ بھی آئیں گے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہونگے جن کے متعلق عجیب و غریب بشارات سنائی گئی ہیں۔ وہ خدا کی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینگے اور خارق عادت جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے اسلام کا کلمہ بلند کریں گے۔ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ وَارْزُقْنَا شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ إِنَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وَذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (تنبیہ) اس آیت استخلاف سے خلفائے اربعہ کی بڑی بھاری فضیلت و منقبت نکلتی ہے۔ ابن کثیر نے اس کے تحت میں عہد نبوت سے لیکر عہد عثمانی تک کی فتوحات کو درجہ بدرجہ بیان کیا ہے اور آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ وَجُبِيَ الْخَرَاجُ مِنَ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِلَى حَضْرَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَذٰلِكَ بِبَرَكَةِ تِلَاوَتِهِ وَدِرَاسَتِهِ وَجَمْعِهِ الْأُمَّةَ عَلَى (بقیہ صفحہ ۴۶۴)

هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿۵۰﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَ
لوگ بے انصاف ہیں ف ۱ ایمان والوں کی بات یہی تھی کہ جب بلائیے اُنکو اللہ اور رسول

رَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولٰئِكَ هُمُ
کی طرف فیصلہ کرنے کو اُن میں تو کہیں ہمنے سُن لیا اور حکم مان لیا اور وہ لوگ کہ اُنہی کا

الْمُفْلِحُونَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولٰئِكَ
بھلا ہے ف ۲ اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اسکے رسول کے اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچکر چلے اُس سے سو وہی

هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۵۲﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ
لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے ف ۳ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی اپنی تاکید کی قسمیں کہ اگر تو حکم کرے تو سب کچھ چھوڑ کر

قُلْ لَا تُقْسِمُوا ۖ طَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۳﴾ قُلْ
نکل جائیں تو کہہ قسمیں نہ کھاؤ حکمبرداری چاہئے جو دستور ہے البتہ اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ف ۴ تو کہہ

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ
حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو اُس کا ذمہ ہے جو بوجھ اُس پر رکھا

عَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا
اور تمہارا ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا اور اگر اُس کا کہا مانو تو راہ پاؤ اور پیغام لانیوالے کا ذمہ نہیں مگر

الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
پہنچا دینا کھول کر ف ۵ وعدہ کر لیا اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں اُنہوں نے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَ
نیک کام البتہ پیچھے حاکم کر دیگا اُنکو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا اُن سے اگلوں کو اور

لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ
جما دیگا اُن کے لئے دین اُن کا جو پسند کر دیا اُنکے واسطے اور دیگا اُن کو اُن کے

خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ڈر کے بدلے میں امن میری بندگی کرینگے شریک نہ کرینگے میرا کسی کو ف ۶ اور جو کوئی ناشکری کریگا

بقیہ صفحہ ۴۶۳ حفظ القرآن و لهذا ثبت فی الصحیح اَنَّ رَسول الله صلعم قَالَ اِنَّ الله زوی لی الارض فرأیت مَشارقها و مغاربها و سَیَبلُغُ مُلك اُمتی ما زوی لی منها فها نحن متقلب فیما وعدنا الله و رَسُوله وَصَدَقَ الله وَرسُوله فنسأل الله الایمان بہ و برسوله والقیام بشکرہ علی الوجه الذی یُرضیه عنّا۔

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا
اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان ف۱ اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو

الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ
رسول کے تاکہ تم پر رحم ہو ف۲ نہ خیال کر کہ یہ جو کافر ہیں تھکا دینگے بھاگ کر ملک میں

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۵۷﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ
اور اُنکا ٹھکانا آگ ہے اور وہ بُری جگہ ہے پھر جانے کی ف۳ اے ایمان والو اجازت لیکر آئیں تم سے جو

مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ
تمہارے ہاتھ کے مال ہیں ف۴ اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل کی حد کو تین بار فجر کی نماز سے

الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ
پہلے اور جب اُتار رکھتے ہو اپنے کپڑے دوپہر میں اور عشاء کی نماز سے پیچھے

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ
تین وقت بدن کھلنے کے ہیں تمہارے ف۵ کچھ تنگی نہیں تم پر اور نہ اُن پر اِن وقتوں کے پیچھے پھرا ہی کرتے

عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ
ہو ایک دوسرے کے پاس ف۶ یوں کھولتا ہے اللہ تمہارے آگے باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِیْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ
حکمت والا ہے اور جب پہنچیں لڑکے تم میں کے عقل کی حد کو تو اُنکو ویسی ہی اجازت لینی چاہئے جیسے لیتے رہے

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ
ہیں اُن سے اگلے ف۷ یوں کھول کر سناتا ہے اللہ تم کو اپنی باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو بیٹھ رہی ہیں

النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ
گھروں میں تمہاری عورتوں میں کہ جنکو توقع نہیں رہی نکاح کی اُن پر گناہ نہیں کہ اُتار رکھیں اپنے کپڑے

غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾ لَیْسَ
یہ نہیں کہ دکھاتی پھریں اپنا سنگار اور اس سے بھی بچیں تو بہتر ہے اُنکے لئے ف۸ اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے ف۹

سورۃ ۲۴ آیۃ ۵۵ منزل ۴ سورۃ ۲۴ آیۃ ۶۱

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی ایسے انعامات عظیمہ کے بعد ناشکری کرنا بہت ہی بڑے نافرمان اور ہیکڑ مجرم کا کام ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جو کوئی خلفائے اربعہ کی خلافت (اور اُن کے فضل و شرف) سے منکر ہوا ان الفاظ سے اُس کا حال سمجھا گیا۔ "رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ"۔ ف۲ یعنی خدا کی رحمت سے حصہ لینا چاہتے ہو تو تم بھی اُن ہی مقبول بندوں کی روش اختیار کرو۔ وہ روش یہی ہے نمازیں قائم کرنا، زکوٰۃ دیتے رہنا اور تمام شعب زندگی میں رسول کے احکام پر چلنا۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مُتَابَعَةَ رَسُوْلِكَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنَا عَلَیْهِ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ۔ آمین ف۳ یہ نیک بندوں کے بالمقابل مردود و مغضوب لوگوں کا انجام بتلایا یعنی جبکہ نیکوں کو مُلک کی حکومت اور زمین کی خلافت عطا کیجاتی ہے، کافروں اور بدکاروں کی ساری مکاریاں اور تدبیریں شکست ہو جاتی ہیں۔ اللہ کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اگر تمام خدائی میں اِدھر اُدھر بھاگتے پھریں تب بھی وہ خدائی سزا سے اپنے کو نہیں بچا سکتے۔ یقیناً اُن کو جہنم کے جیلخانہ میں جانا پڑیگا۔ ف۴ یعنی لونڈی غلام، چار رکوع پہلے مسئلہ استیذان (اجازت لینے) کا ذکر تھا۔ یہ اُسی کا تتمہ ہے۔ درمیان میں خاص خاص مناسبتوں سے دوسرے مضامین آ گئے۔ ف۵ اِن تین وقتوں میں عموماً زائد کپڑے اُتار دیے جاتے ہیں یا سونے جاگنے کا لباس تبدیل کیا جاتا ہے اور بیوی کے ساتھ مخالطت بھی بیشتر اِن ہی اوقات میں ہوتی ہے کبھی فجر سے قبل یا دوپہر کے وقت آدمی غسل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی مطلع نہ ہو۔ اِس لئے حکم دیا کہ اِن تین وقتوں میں نابالغ لڑکوں اور لونڈی غلام کو بھی اجازت لے کر آنا چاہئے۔ باقی وقتوں میں ان کو اجانب کی طرح اجازت طلب کرنے کی حاجت نہیں۔ اِلّا یہ کہ کوئی شخص اپنی مصلحت سے دوسرے اوقات میں بھی استیذان کی پابندی عائد کرے۔ ف۶ یعنی اوقات مذکورہ بالا کو چھوڑ کر باقی جن اوقات میں عادۃً ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک آتے جاتے ہیں اُن میں نابالغ لڑکوں یا لونڈی غلام کو ہر مرتبہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایسا پابند کرنے میں بہت تنگی اور کاروبار کا تعطل ہے جو حق تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔ ف۷ یعنی لڑکا جب تک نابالغ ہے تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں بلا اجازت لئے آ جا سکتا ہے۔ جس وقت حد بلوغ کو پہنچا پھر اُس کا حکم اُن ہی مردوں جیسا ہو گیا جو اس سے پہلے بالغ ہو چکے ہیں اور جن کا حکم پیشتر آیت "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا" میں گذر چکا ہے۔ ف۸ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی بوڑھی عورتیں گھر میں تھوڑے کپڑوں میں رہیں تو درست، اور پورا پردہ رکھیں تو اور بہتر" اور گھر سے باہر نکلتے وقت بھی زائد کپڑے شلاً برقع وغیرہ اُتار دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اُس زینت کا اظہار نہ ہو جس کے چھپانے کا حکم آیت "وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ" الخ میں دیا جا چکا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جوان عورتوں کے تستر کے متعلق قرآن کریم کا منشا کیا ہے۔ ف۹ یعنی یہ تو فتنہ کی روک تھام کے ظاہری انتظامات ہیں باقی پردہ کے اندر جو باتیں کیجاتی ہیں اور فتنے اُٹھائے جاتے ہیں، یاد رہے کہ خدا تعالیٰ اُن سب کو سنتا اور جانتا ہے۔ اُسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریگا

عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى
اندھے پر کچھ تکلیف اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف ف۱ اور نہیں تکلیف
اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ
تم لوگوں پر کہ کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے
اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ
بھائی کے گھر سے یا اپنی بہن کے گھر سے یا اپنے چچا کے گھر سے یا اپنی پھوپی کے گھر سے یا اپنے ماموں کے گھر سے
اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
یا اپنی خالہ کے گھر سے یا جس گھر کی کنجیوں کے تم مالک ہو ف۲ یا اپنے دوست کے گھر سے نہیں گناہ تم پر
اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ
کہ کھاؤ آپس میں مل کر یا جدا ہو کر پھر جب کبھی جانے لگو گھروں میں تو سلام کہو اپنے لوگوں پر
تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ
نیک دعا ہے اللہ کے یہاں سے برکت والی ستھری یوں کھولتا ہے اللہ تمہارے آگے اپنی باتیں
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ
تاکہ تم سمجھ لو ف۳ ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے ہیں اللہ پر اور اسکے رسول پر اور
اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
جب ہوتے ہیں اسکے ساتھ کسی جمع ہونے کے کام میں تو چلے نہیں جاتے جب تک اس سے اجازت نہ لیں جو لوگ
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ
تجھ سے اجازت لیتے ہیں وہی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور اسکے رسول کو ف۴ پھر جب اجازت مانگیں
لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ
تجھ سے اپنے کسی کام کے لئے تو اجازت دے جس کو اُن میں سے تو چاہے اور معافی مانگ اُن کے واسطے اللہ سے
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ
اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۵ مت کر لو بلانا رسول کا اپنے اندر برابر اسکے جو بلاتا ہے تم میں

ف۱ یعنی جو کام تکلیف کے ہیں وہ اُن کو معاف ہیں مثلاً جہاد، حج، جمعہ اور جماعت اور ایسی چیزیں۔ (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ ان معذور و محتاج لوگوں کو تندرستوں کے ساتھ کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ جاہلیت میں اس قسم کے محتاج و معذور آدمی اغنیاء اور تندرستوں کے ساتھ کھانے سے رُکتے تھے انہیں خیال گزرتا تھا کہ شاید لوگوں کو ہمارے ساتھ کھانے سے نفرت ہو اور ہماری بعض حرکات و اوضاع سے ایذاء پہنچتی ہو، اور واقعی بعضوں کو نفرت و وحشت ہوتی بھی تھی۔ نیز بعض مومنین کو غایت اتقاء سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے معذوروں اور مریضوں کے ساتھ کھانے میں شاید اصول عدل و مساوات قائم نہ رہ سکے اندھے کو سب کھانے نظر نہیں آتے لنگڑا ممکن ہے دیر میں پہنچے اور مناسب نشست سے نہ بیٹھ سکے۔ بیمار کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اس بناء پر ساتھ کھلانے میں احتیاط کرتے تھے کہ اُن کی حق تلفی نہ ہو۔ دوسری ایک اور صورت پیش آتی تھی کہ یہ معذور و محتاج لوگ کسی کے پاس گئے، وہ شخص استطاعت نہ رکھتا تھا، از راہ بے تکلفی اِن کو اپنے باپ بھائی، بہن، چچا، ماموں وغیرہ کسی عزیز و قریب کے گھر لے گیا۔ اس پر ان حاجتمندوں کو خیال ہوتا تھا کہ ہم تو آئے تھے اس کے پاس، یہ دوسرے کے ہاں لے گیا۔ کیا معلوم وہ ہمارے کھلانے سے کارہ اور ناخوش تو نہیں۔ ان تمام خیالات کی اصلاح آیت حاضرہ میں کر دی گئی کہ خواہی نخواہی اس طرح کے اوہام و وساوس میں مت پڑو۔ اللہ تعالیٰ نے اِس معاملہ میں وسعت رکھی ہے پھر تم خود اپنے اوپر تنگی کیوں کرتے ہو۔ ف۲ یعنی تمہارے زیر تصرف دیدیا گیا ہو۔ مثلاً کسی نے اپنی چیز کا وکیل یا محافظ بنا دیا اور بقدر معروف اُس میں سے کھانے پینے کی اجازت دیدی۔ ف۳ یعنی اپنایت کے علاقوں میں کھانے کی چیز کو ہر وقت پوچھنا ضرور نہیں۔ نہ کھانے والا حجاب کرے نہ گھر والا دریغ کرے۔ مگر عورت کا گھر اگر اُس کے خاوند کا ہو، اُس کی مرضی حاصل کرنی چاہئے۔ اور مل کر کھاؤ یا جُدا یعنی اِس کی تکرار دل میں نہ رکھے کہ کس نے کم کھایا کس نے زیادہ۔ سب نے مل کر پکایا سب نے مل کر کھایا۔ اور اگر ایک شخص کی مرضی نہ ہو تو پھر کسی کی چیز کھانی ہرگز درست نہیں۔ اور تقید فرمایا سلام کا آپس کی ملاقات میں۔ کیونکہ اِس سے بہتر دعاء نہیں۔ جو لوگ اس کو چھوڑ کر اور الفاظ گھڑتے ہیں اللہ کی تجویز سے اُن کی تجویز بہتر نہیں ہو سکتی۔ (تنبیہ) آیت سے تنہا کھانے کا جواز بھی نکلا۔ بعض حضرات کو لکھا ہے کہ جب تک کوئی مہمان ساتھ نہ ہو کھانا نہ کھاتے تھے۔ معلوم ہوا یہ غلو ہے۔ البتہ اگر کئی کھانے والے ہوں اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں تو موجب برکت ہوتا ہے کما ورد فی الحدیث۔ ف۴ اوپر کی آیتوں میں آنے کے وقت استیذان (اجازت طلب کرنے) کا ذکر تھا۔ یہاں جانے کے وقت استیذان کی ضرورت بتلائی ہے۔ یعنی پورے ایمان والے وہ ہیں جو رسول کے بلانے پر حاضر ہوتے ہیں اور جب کسی اجتماعی کام میں شریک ہوں مثلاً جمعہ، عیدین، جہاد اور مجلس مشاورت وغیرہ میں تو بدون اجازت کے اُٹھ کر نہیں جاتے۔ یہی لوگ ہیں جو کامل اور صحیح معنی میں اللہ اور رسول کو مانتے ہیں۔ ف۵ یعنی غور و فکر کے بعد جس کو مناسب سمجھیں اجازت دیدیں۔ اور چونکہ اس اجازت پر عمل کرنا بھی فی الجملہ صحبت نبوی سے حرمان اور صورۃً تقدیم الدنیا علی الدین کا شائبہ اپنے اندر رکھتا ہے، اس لئے اُن مخلصین کے حق میں استغفار فرمائیں۔ تا آپ کے استغفار کی برکت سے اس نقص کا تدارک ہو سکے۔

ع ۴ / ۱۴

بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ

ایک دوسرے کو ف١ اللہ جانتا ہے ان لوگوں کو تم میں سے جو سٹک جاتے ہیں آنکھ بچا کر ف٢ سو ڈرتے رہیں وہ لوگ جو

يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾

خلاف کرتے ہیں اُس کے حکم کا اس سے کہ آپڑے اُن پر کچھ خرابی یا پہنچے اُن کو عذاب دردناک ف٣

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ

سنتے ہو اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں اُس کو معلوم ہے جس حال پر تم ہو اور جس دن

يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٤﴾ ع

پھیرے جائینگے اُسکی طرف تو بتائیگا اُن کو جو کچھ اُنہوں نے کیا اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے ف٤

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اور اُس کی ستتر آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴿١﴾

بڑی برکت ہے اُسکی جس نے اُتاری فیصلہ کی کتاب ف٥ اپنے بندہ پر ف٦ تاکہ رہے جہان والوں کیلئے ڈرانے والا ف٧

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

وہ کہ جس کی ہے سلطنت آسمان اور زمین میں اور نہیں پکڑا اُس نے بیٹا اور نہیں کوئی اُس کا

شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿٢﴾ وَاتَّخَذُوْا

ساجھی سلطنت میں اور بنائی ہر چیز پھر ٹھیک کیا اُس کو ماپ کر ف٨ اور لوگوں نے پکڑ رکھے

مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ

ہیں اُس سے ورے کتنے حاکم جو نہیں بناتے کچھ چیز اور وہ خود بنائے گئے ہیں اور نہیں مالک

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿٣﴾

اپنے حق میں بُرے کے اور نہ بھلے کے اور نہیں مالک مرنے کے اور نہ جینے کے اور نہ جی اُٹھنے کے ف٩

ف١ یعنی حضرت کے بلانے پر حاضر ہونا فرض ہو جاتا ہے۔ آپ کا بلانا اوروں کی طرح نہیں کہ چاہے اُس پر "لبیک" کہے یا نہ کہے۔ اگر حضور کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو آپ کی بد دعا سے ڈرنا چاہئے کیونکہ آپ کی دعا معمولی انسانوں جیسی نہیں۔ نیز مخاطبات میں حضور کے ادب و عظمت کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔ عام لوگوں کی طرح "یا محمد" وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے بلکہ "یا نبی اللہ" اور "یا رسول اللہ" جیسے تعظیمی القاب سے پکارنا چاہیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت کے بلانے پر فرض ہونا تھا حاضر ہونا جس کام کو بلائیں۔ پھر یہ بھی تھا کہ وہاں سے بے اجازت اُٹھ کر چلے نہ جائیں۔ اب بھی سب مسلمانوں کو اپنے سرداروں کے ساتھ یہ برتاؤ کرنا چاہئے۔ ف٢ یہ منافقین تھے جن کو مجلس نبوی میں بیٹھنا اور پند و نصیحت سننا شاق گذرتا تھا۔ وہ اکثر موقع پا کر اور آنکھ بچا کر مجلس سے بلا اجازت کھسک جاتے تھے۔ مثلاً کوئی مسلمان اجازت لیکر اُٹھا، یہ بھی اُس کی آڑ میں ہو کر ساتھ ساتھ چلدیئے اُس کو فرمایا کہ تم پیغمبر سے کیا چھپاتے ہو، خدا تعالیٰ کو تمہارا سب کا حال معلوم ہے۔ ف٣ یعنی اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں اُن کے دلوں میں کفر و نفاق وغیرہ کا فتنہ ہمیشہ کے لئے جڑ نہ پکڑ جائے۔ اور اس طرح دنیا کی کسی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ العیاذ باللہ۔ ف٤ یعنی ممکن ہے مخلوق سے آنکھ بچا کر کوئی کام کر گزرو، لیکن حق تعالیٰ سے تمہارا کوئی حال پوشیدہ نہیں رہ سکتا نہ اُس کی زمین و آسمان میں سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہو۔ وہ جس طرح تمہارے احوال موجودہ سے باخبر ہے ایسے ہی اُس دن کی کیفیت مجازات سے بھی پورا آگاہ ہے جب تمام مخلوق حساب و کتاب کے لئے اُس کی طرف لوٹائی جائے گی اور ہر ایک کے سامنے اُس کا ذرہ ذرہ عمل کھول کر رکھ دیا جائیگا۔ ایسے علیم الکل اور مالک الکل کی سزا سے مجرم کس طرح اپنے کو بچا سکتا ہے۔

تم سورۃ النور بفضل اللہ و توفیقہ۔ اللّٰھم نوّر قلوبنا بالایمان والاحسان و نوّر قبورنا و اتمم لنا نورنا و اغفرلنا انک علیٰ کل شیءٍ قدیر و بالاجابۃ جدیر۔

ف٥ "فرقان" (فیصلہ کی کتاب) قرآن کریم کو فرمایا جو حق و باطل کا آخری فیصلہ اور حرام و حلال کو کھلے طور پر ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ یہی کتاب ہے جس نے اپنے اُتارنے والے کی عظمت شان، علو صفات اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و رافت کو انتہائی شکل میں پیش کیا اور تمام جہان کی ہدایت و اصلاح کا تکفل اور اُن کو خیر کثیر اور غیر منقطع برکت عطا کرنے کا سامان ہم پہنچایا۔ ف٦ یعنی اپنے اُس کامل و اکمل بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کا ممتاز لقب ہی کمال عبودیت کی وجہ سے "عبداللہ" ہو گیا۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ ف٧ یعنی قرآن کریم سارے جہان کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا ہے چونکہ سورت ہذا میں مکذبین و معاندین کا ذکر بکثرت ہوا ہے شاید اسی لئے یہاں صفت "نذیر" کو بیان فرمایا۔ "بشیر" کا ذکر نہیں کیا۔ اور "للعالمین" کے لفظ سے تبلا دیا کہ یہ قرآن صرف عرب کے اُمیوں کے لئے نہیں اُترا بلکہ تمام جن و انس کی ہدایت و اصلاح کے واسطے آیا ہے۔ ف٨ یعنی ہر چیز کو ایک خاص اندازہ میں رکھا کہ اُس سے وہی خواص و افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لئے پیدا کی گئی ہے اپنے دائرہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتی نہ اپنی حدود میں عمل و تصرف کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ غرض ہر چیز کو ایسا ماپ تول کر پیدا فرمایا کہ اُس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی یا نکتہ چینی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ بڑے بڑے سائنس داں حکمت کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور آخر کار اُن کو یہی کہنا پڑتا ہے "صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ" اور "تَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ"۔ ف٩ یعنی کس قدر ظلم اور تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ ایسے قادر مطلق، مالک الکل، حکیم علی الاطلاق کی زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر لئے گئے۔ جو گویا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں۔ حالانکہ اُن بیچاروں کا خود اپنا وجود بھی اپنے گھر کا نہیں نہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ مارنا جلانا اُن کے قبضہ میں ہے، نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ایسی عاجز و مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر سفاہت اور بے حیائی ہے۔ (ربط) یہ تو قرآن نازل کرنے والے کی صفات و شئون کا ذکر تھا اور اُس کے متعلق مشرکین جو بے تمیزی کر رہے تھے اُس کی تردید تھی۔ آگے خود قرآن اور حامل قرآن کی نسبت سفیہانہ نکتہ چینیوں کا جواب ہے۔

ف۱ یعنی یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ معاذ اللہ محمد (صلعم) نے چند یہودیوں کی مدد سے ایک کلام تیار کر لیا اور اُس کو جھوٹ طوفان خدا کی طرف منسوب کر دیا پھر اُن کے ساتھی لگے اُس کی اشاعت کرنے بس کل حقیقت اتنی ہے ف۲ یعنی اس سے بڑھ کر ظلم اور جھوٹ کیا ہو گا کہ ایسے کلام معجز اور کتاب حکیم کو جس کی عظمت و صداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے، کذب و افترا کہا جائے۔ کیا چند یہودی غلاموں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جا سکتا ہے جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کے فصیح و بلیغ عالم و حکیم بلکہ جن و انس ہمیشہ کے لئے عاجز رہے ہیں اور جس کے علوم و معارف کی تھوڑی سی جھلک بڑے بڑے عالی دماغ عقلاء و حکماء کی آنکھوں کو خیرہ کر دے ف۳ یعنی محمد (صلعم) نے اہل کتاب سے کچھ قصے کہانیاں سن کر نوٹ کر لی ہیں یا کسی سے نوٹ کرا لی ہیں۔ وہ ہی شب و روز اُن کے سامنے پڑھی اور رٹی جاتی ہیں۔ نئے نئے اسلوب سے اُن ہی کا اُلٹ پھیر رہتا ہے اور کچھ بھی نہیں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "اول نماز کے دو وقت مقرر تھے صبح اور شام مسلمان حضرت کے پاس جمع ہوتے جو نیا قرآن اُترا ہوتا لکھ لیتے یاد کرنے کو۔ اُس کو کافر یوں کہنے لگے"۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ

اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور کچھ نہیں یہ مگر طوفان باندھ لایا ہے اور ساتھ دیا ہے اُس کا اس میں اور

آخَرُونَ ۖ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ﴿٤﴾ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ

لوگوں نے ف۱ سو آ گئے بے انصافی اور جھوٹ پر ف۲ اور کہنے لگے یہ نقلیں ہیں پہلوں کی

اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٥﴾ قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ

جنکو اُس نے لکھ رکھا ہے سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اسکے پاس صبح اور شام ف۳ تو کہہ اسکو اُتارا ہے اُس نے جو جانتا ہے چھپے بھید

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٦﴾ وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا

آسمانوں میں اور زمین میں ف۴ بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ف۵ اور کہنے لگے یہ کیسا

الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۙ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ

رسول ہے کھاتا ہے کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں ف۶ کیوں نہ اُترا اُسکی طرف کوئی فرشتہ

فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا ﴿٧﴾ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ

کہ رہتا اُس کے ساتھ ڈرانے کو یا آپڑتا اُسکے پاس خزانہ یا ہو جاتا اُسکے لئے ایک باغ کہ کھایا کرتا اُس میں

وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿٨﴾ انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا

ف۷ اور کہنے لگے بے انصاف تم پیروی کرتے ہو اسی ایک مرد جادو مارے کی ف۸ دیکھ کیسی بٹھلاتے ہیں

لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٩﴾ تَبَارَكَ الَّذِي إِن شَاءَ

تجھ پر مثلیں سو بہک گئے اب پا نہیں سکتے راستہ ف۹ بڑی برکت ہے اُسکی جو چاہے تو

جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّن ذَٰلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَل لَّكَ

کر دے تیرے واسطے اس سے بہتر باغ کہ نیچے بہتی ہیں اُن کے نہریں اور کر دے تیرے واسطے

قُصُورًا ﴿١٠﴾ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِمَن كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ﴿١١﴾

محل ف۱۰ کچھ نہیں وہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو اور ہم نے تیار کی ہے اُسکے واسطے کہ جھٹلاتا ہے قیامت کو آگ ف۱۱

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿١٢﴾ وَإِذَا أُلْقُوا

جب وہ دیکھیگی اُن کو دور کی جگہ سے سنیں گے اُس کا جھنجلانا اور چلانا ف۱۲ اور جب ڈالے جاینگے

ف۴ یعنی یہ کتاب خود بتلا رہی ہے کہ وہ کسی ایک انسان یا کمیٹی کی بنائی ہوئی نہیں۔ بلکہ اُس خدا کی اُتاری ہوئی ہے جس کے احاطۂ علمی سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ اس کلام کی معجزانہ فصاحت و بلاغت، علوم و معارف، اخبار غیبیہ، احکام و قوانین اور وہ اسرار مکنونہ جنکی تہ تک بدون توفیق الٰہی کے عقول و افہام کی رسائی نہیں ہو سکتی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی محدود علم والے آدمی یا سازشی جماعت کا کلام نہیں ف۵ یعنی اپنی بخشش اور مہر سے ہی یہ قرآن اُتارا (موضح القرآن)۔ پھر جو لوگ ایسی روشن حقیقت کے منکر ہیں باوجود اُن کے جرائم کا تفصیلی علم رکھنے کے فوراً سزا نہیں دیتا۔ یہ بھی اُس کی بخشش اور مہر ہی کا پرتو ہے۔ ف۶ یعنی جب ہماری طرح کھانا کھائے اور ہماری طرح خرید و فروخت کے لئے بازاروں میں جائے، تو ہم میں اُس میں فرق کیا رہا۔ اگر واقعی رسول تھا تو چاہئے تھا کہ فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور طلب معاش کے بکھیڑوں سے فارغ ہوتا۔ ف۷ یعنی اگر فرشتوں کی فوج نہیں تو کم از کم خدا کا ایک آدھ فرشتہ ان کو سچا ثابت کرنے اور رعب جمانے کے لئے ساتھ رہتا جسے دیکھ کر خواہ مخواہ لوگوں کو جھکنا پڑتا۔ یہ کیا کہ کس مپرسی کی حالت میں کیلے دعوے کرتے پھر رہے ہیں۔ یا اگر فرشتے بھی ہمراہ نہ ہوں تو کم از کم آسمان سے سونے چاندی کا کوئی غیبی خزانہ ملتا کہ لوگوں کو بے دریغ مال خرچ کر کے ہی اپنی طرف کھینچ لیا کرتے اور خیر یہ بھی نہ سہی، معمولی رئیسوں اور زمینداروں کی طرح انگور کھجور وغیرہ کا ایک باغ تو ان کی ملک میں ہوتا جس سے دوسروں کو نہ دیتے تو کم از کم خود بے فکری سے کھایا پیا کرتے جب اتنا بھی نہیں تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کے عہدۂ جلیلہ پر معاذ اللہ ایسی معمولی حیثیت کے آدمی کو مامور کیا ہے۔ ف۸ یعنی میاں کی یہ پوزیشن اور اتنے اونچے دعوے؟ بجز اُس کے کیا کہا جائے کہ عقل کھوئی گئی ہے یا کسی نے جادو کے زور سے دماغ مختل کر دیا ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) ف۹ یعنی کبھی کہتے ہیں کہ ان کی باتیں محض مفتریات ہیں کبھی دعوے کرتے ہیں کہ نہیں دوسروں سے سیکھ کر اپنے سانچے میں ڈھال لی ہیں کبھی آپکو مسحور بتلاتے ہیں کبھی ساحر، کبھی کاہن کبھی شاعر، کبھی مجنون، یہ اضطراب خود بتلاتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز آپ پر منطبق نہیں ہوتی۔ اسی لئے کسی ایک بات پر قرار نہیں۔ اور الزام لگانے کا کوئی راستہ ہاتھ نہیں آتا۔ جو لوگ انبیاء کی جناب میں اس طرح کی گستاخیاں کر کے گمراہ ہوتے ہیں اُن کے راہ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں۔ ف۱۰ یعنی اللہ کے خزانہ میں کیا کمی ہے، وہ چاہے تو ایک باغ کیا، بہت سے باغ اُس سے بہتر عنایت فرما دے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں۔ بلکہ اُس کو قدرت ہے کہ آخرت میں جو باغ اور نہریں اور حور و قصور ملنے والے ہیں وہ سب آپ کو ابھی دنیا میں عطا کر دے لیکن حکمت الٰہی بالفعل اس کو مقتضی نہیں۔ اور معاندین کے سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی اگر پوری کر دیجائیں تب بھی یہ حق و صداقت کو قبول کرنیوالے نہیں ہیں۔ باقی پیغمبر علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے جو دلائل و معجزات پیش کئے جا چکے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ ف۱۱ یعنی یہ لوگ جن چیزوں کا مطالبہ کر رہے ہیں، فی الحقیقت طلب حق کی نیت نہیں محض شرارت اور تنگ کرنے کے لئے ہے۔ اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ انہیں ابھی تک قیامت اور سزا و جزا پر یقین نہیں آیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ اُن کے جھٹلانے سے کچھ نہیں بنتا، قیامت آکر رہیگی اور ان مکذبین کے لئے آگ کا جو جیل خانہ تیار کیا گیا ہے اُس میں ضرور رہنا پڑیگا۔ ف۱۲ یعنی دوزخ کی آگ محشر میں جہنمیوں کو دور سے دیکھ کر جوش میں بھر جائے گی اور اُس کی غضبناک آوازوں اور خوفناک پھنکاروں سے بڑے بڑے دلیروں کے پتے پانی ہو جائیں گے۔

مع ۱ عند المتأخرین ع ۱ ۹ ۱۲

مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ

اُسکے اندر ایک جگہ تنگ میں ایک زنجیر میں کئی کئی بندھے ہوئے پکارینگے اس جگہ موت کو ف۱ مت پکارو آج

ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ

ایک مرنے کو اور پکارو بہت سے مرنے کو ف۲ تو کہہ بھلا یہ چیز بہتر ہے یا باغ ہمیشہ رہنے کا جس کا

وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ

وعدہ ہو چکا پرہیزگاروں سے ف۳ وہ ہوگا انکا بدلہ اور پھر جانے کی جگہ انکو وہاں ہے جو وہ چاہیں ف۴

خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

رہا کریں ہمیشہ ہو چکا تیرے رب کے ذمہ وعدہ مانگا ملتا ف۵ اور جس دن جمع کر بلائیگا انکو اور جنکو وہ پوجتے ہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا

اللہ کے سوائے پھر انکو کہیگا کیا تم نے بہکایا میرے ان بندوں کو یا وہ آپ بہکے

السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ

راہ سے ف۶ بولیں کہ تو پاک ہے ہم سے بن نہ آتا تھا کہ پکڑلیں کسی کو تیرے بغیر

اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

رفیق ف۷ لیکن تو ان کو فائدہ پہنچاتا رہا اور انکے باپ دادوں کو یہانتک کہ بھلا بیٹھے تیری یاد اور یہ تھے لوگ تباہ ہونیوالے ف۸

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ

سو وہ تو جھٹلا چکے تم کو تمہاری بات میں ف۹ اب نہ تم لوٹا سکتے ہو اور نہ مدد کر سکتے ہو ف۱۰ اور جو

يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ

کوئی تم میں گنہگار ہے اس کو ہم چکھائینگے بڑا عذاب ف۱۱ اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ

رسول سب کھاتے تھے کھانا اور پھرتے تھے بازاروں میں ف۱۲ اور

جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع

ہم نے رکھا ہے تم میں ایک دوسرے کے جانچنے کو دیکھیں ثابت بھی رہتے ہو ف۱۳ اور تیرا رب سب کچھ دیکھتا ہے ف۱۴

ف۱ یعنی دوزخ میں ہر مجرم کے لیے خاص جگہ ہوگی جہاں سے ہل نہ سکے گا۔ اور ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم ایک ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔ اُس وقت مصیبت سے گھبرا کر موت کو پکاریں گے کہ کاش موت آکر ہماری ان دردناک مصائب کا خاتمہ کردے۔ ف۲ یعنی ایک بار مریں تو چھوٹ جائیں۔ دن میں ہزار بار مریے بدتر حال ہوتا ہے (موضح القرآن) ف۳ یعنی مکذبین کا انجام سن لیا۔ اب خود فیصلہ کرلو کہ یہ پسند ہے یا وہ جس کا وعدہ مومنین متقین سے کیا گیا۔ ف۴ اور چاہیں گے وہی جو ان کے مرتبہ کے مناسب ہوگا۔ ف۵ "وَعْدًا مَّسْئُوْلًا" سے مراد حتمی وعدہ ہے جو خدا تعالیٰ نے محض فضل و عنایت سے اپنے ذمہ لازم کرلیا۔ یا یہ مطلب کہ اس وعدہ کے ایفاء کا متقین سوال کریں گے۔ جو یقیناً پورا کیا جائے گا۔ جیسا کہ دعا میں ہے۔ "رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ" ف۶ یعنی عابدین کو سنا کر معبودوں سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے ان کو شرک کی اور اپنی پرستش کرانے کی ترغیب دی تھی یا یہ خود اپنی حماقت و جہالت اور غفلت و بے توجہی سے گمراہ ہوئے۔ ف۷ یعنی ہماری کیا مجال تھی کہ تجھ سے ہٹ کر کسی دوسرے کو اپنا رفیق و مددگار سمجھتے پھر جب ہم اپنے نفس کے لیے تیرے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تھے تو دوسروں کو کیسے حکم دیتے کہ ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔ ف۸ یعنی اصل یہ ہے کہ یہ بدبخت اپنی سوء استعداد سے خود ہی تباہ ہونے کو پھر رہے تھے ہلاکت ان کے لیے مقدر ہو چکی تھی، ظاہری سبب اس کا یہ ہوا کہ عیش و آرام میں پڑ کر اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے، کسی نصیحت پر کان نہ دھرا، پیغمبروں کی ہدایت و ارشاد کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کرلیں اور دنیوی تمتع پر مغرور ہو گئے، آپ نے اپنی نوازش سے جس قدر ان کو اور ان کے باپ دادوں کو دنیا کے فائدے پہنچائے، یہ اسی قدر غفلت و نسیان میں ترقی کرتے گئے چاہیے تو یہ تھا کہ انعامات الٰہیہ کو دیکھ کر منعم حقیقی کی بندگی اور شکر گذاری اختیار کرتے، اُلٹے مغرور و مفتون ہو کر کفر و عصیان پر تل گئے۔ گویا جو امرت تھا بدبختی کہ ان کے حق میں زہر بن گیا۔ ف۹ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ لو! جن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا وہ خود تمہارے دعاوی کو جھٹلا رہے اور تمہاری حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ ف۱۰ یعنی اب نہ عذاب الٰہی کو پھیر سکتے ہو نہ بات کو پلٹ سکتے ہو نہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو، جس کو جو سزا ملنے والی ہے اُس کا پڑے مزہ چکھتے رہو۔ ف۱۱ شاید ظلم سے مراد یہاں شرک ہو، اور ممکن ہے ہر قسم کا ظلم و گناہ مراد لیا جائے۔ ف۱۲ یہ جواب ہوا "مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ الخ" کا یعنی آپ کے پہلے جتنے پیغمبر دنیا میں آئے سب آدمی تھے۔ آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے اور معاشی ضروریات کے لئے بازار بھی جاتے تھے۔ اُن کو فرشتہ بنا کر نہیں بھیجا جو کھانے پینے اور حوائج بشریہ سے مستغنی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے لئے بازاروں میں پھرنا شانِ تقدس اور بزرگی کے منافی نہیں۔ بلکہ اگر بازار نہ جانے کا منشا کبر و خود بینی ہو تو یہ بزرگی کے خلاف ہے ف۱۳ یعنی پیغمبر ہیں کافروں کا ایمان جانچنے کو۔ اور کافر ہیں پیغمبروں کا صبر جانچنے کو۔ اب دیکھیں کافروں کے سفیہانہ طعن و تشنیع اور لغو اعتراضات سن کر تم کس حد تک صبر و استقلال دکھاتے ہو۔ ف۱۴ یعنی کافروں کا کفر و ایذا رہی اور صابروں کا صبر و تحمل سب اُس کی نظر میں ہے ہر ایک کو اُس کے کیے کا پھل دے کر رہیگا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا
اور بولے وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے کہ ہم کو ملیں گے کیوں نہ اُترے ہم پر

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا
فرشتے یا ہم دیکھ لیتے اپنے رب کو ف۱ بہت بڑائی رکھتے ہیں اپنے جی میں اور سر چڑھ رہے ہیں

كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَ
بڑی شرارت میں ف۲ جس دن دیکھیں گے فرشتوں کو کچھ خوشخبری نہیں اُس دن گنہگاروں کو اور

يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ
کہیں گے کہیں روک دی جائے کوئی آڑ ف۳ اور ہم پہنچے اُنکے کاموں پر جو انہوں نے کیے تھے پھر کر ڈالا اُنکو

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ
خاک اُڑتی ہوئی ف۴ بہشت کے لوگوں کا اُس دن خوب ہے ٹھکانا اور خوب ہے

مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾
جگہ دوپہر کے آرام کی ف۵ اور جس دن پھٹ جائے آسمان بادل سے اور اُتارے جائیں فرشتے تار لگا کر ف۶

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾
بادشاہی اُس دن سچی ہے رحمٰن کی اور ہے وہ دن منکروں پر مشکل ف

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ
اور جس دن کاٹ کاٹ کھائیگا گنہگار اپنے ہاتھوں کو کہیگا اے کاش کہ میں نے پکڑا ہوتا رسول کے ساتھ

سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ
رستہ ف۸ اے خرابی میری کاش کے نہ پکڑا ہوتا میں نے فلانے کو دوست ف۹ اُس نے تو بہکا دیا مجھ کو

عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾
نصیحت سے مجھ تک پہنچ چکنے کے پیچھے اور ہے شیطان آدمی کو وقت پر دغا دینے والا ف۱۰

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾
اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے ٹھہرایا ہے اس قرآن کو جھک جھک ف۱۱

ف۱ یعنی جن کو یہ اُمید نہیں کہ ایک روز ہمارے روبرو حاضر ہو کر حساب کتاب دینا ہے وہ سزا کے خوف سے بالکل بےفکر ہو کر معاندانہ اور گستاخانہ کلمات زبان سے بکتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ محمد صلعم کی طرح ہم پر فرشتے وحی لیکر کیوں نہ اُترے۔ یا خدا تعالیٰ سامنے آکر ہم سے ہمکلام کیوں نہ ہو گیا۔ کم از کم فرشتے تمہاری تصدیق ہی کے لیے آجاتے یا خود خداوند رب العزت کو ہم دیکھتے کہ سامنے ہو کر تمہارے دعوے کی تائید و تصدیق کر رہا ہے کما فی موضع آخر "وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ" (انعام رکوع ۱۵) وفی سورۃ الاسراء "اَوْ تَاْتِىَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا" (اسراء رکوع ۱۰) ف۲ یعنی انہوں نے اپنے دل میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے جو وحی اور فرشتوں کے آنے کی تمنا رکھتے ہیں شرارت و سرکشی کی حد ہو گئی کہ باوجود ایسی سیاہ کاریوں کے دنیا میں اِن آنکھوں سے خداوند قدوس کو دیکھنے اور شرف ہمکلامی سے مشرف ہونے کا مطالبہ کریں۔ ف۳ یعنی گھبراؤ نہیں، ایک دن آنیوالا ہے جب فرشتے تم کو نظر پڑیں گے لیکن اُنکے دیکھنے سے تم جیسے مجرموں کو کچھ خوشی حاصل نہ ہوگی، بلکہ سخت ہولناک مصائب کا سامنا ہوگا۔ حتیٰ کہ جو لوگ اِس وقت فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کر رہے ہیں اُس وقت "حِجْرًا مَّحْجُوْرًا" کہہ کر پناہ طلب کرینگے اور چاہیں گے کہ اُن کے اور فرشتوں کے درمیان کوئی سخت روک قائم ہو جائے کہ وہ اُن تک نہ پہنچ سکیں لیکن خدا کا فیصلہ کب رک سکتا ہے۔ فرشتے بھی "حِجْرًا مَّحْجُوْرًا" کہہ کر بتلا دینگے کہ آج مسرت و کامیابی ہمیشہ کیلیے تم سے روک دی گئی ہے (تنبیہ) ممکن ہے یہ تذکرہ احتضار (موت) کے وقت کا ہو۔ کما قال تعالیٰ "وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ" (انفال رکوع ۷) وقال تعالیٰ "وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ" (انعام رکوع ۱۱) گویا یہ کیفیت اُسکے بالمقابل ہوگی۔ جو دوسری جگہ مومنین کی بیان ہوئی ہے۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ الخ" (حم السجدہ۔ رکوع ۴) اور ممکن ہے یہاں قیامت کے دن کا ذکر ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ ف۴ یعنی وہ ہم کو بلاتے تھے تو ہم بھی آپہنچے، مگر اُن کی عزت بڑھانے کو نہیں، بلکہ اس لئے کہ انہوں نے اپنے زعم باطل کے موافق جو بھلے کام کیے تھے جن پر بڑا بھروسہ تھا اُنہیں ہم قطعاً ملیا میٹ کر دیں اور اس طرح بےحقیقت کر کے اُڑا دیں جیسے خاک کے حقیر ذرات ہوا میں اِدھر اُدھر اُڑا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اعمال روح اخلاص و ایمان سے یکسر خالی یا طریق حق کے بالکل متضاد واقع ہوئے ہیں قال تعالیٰ "مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ يَوْمٍ عَاصِفٍ" (ابراہیم رکوع ۳) وغیر ذٰلک من الآیات۔ ف۵ یعنی یہ لوگ تو اُس روز اس مصیبت میں گرفتار ہونگے اور جن کی ہنسی اُڑایا کرتے تھے وہ جنت میں خوب عیش و آرام کے مزے لوٹیں گے۔ ف۶ قیامت کے دن آسمانوں کے پھٹنے کے بعد اوپر سے بادل کی طرح کی ایک چیز اُترتی نظر آئے گی جس میں حق تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوگی اُسے ہم چتر شاہی سے تعبیر کیے لیتے ہیں شاید یہ وہی چیز ہو جسے ابو رزین کی حدیث میں "عماء" سے اور نسائی کی ایک روایت میں جو معراج سے متعلق ہے "غیایۃ" سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اُسکے ساتھ بیشمار فرشتوں کا ہجوم ہوگا اور آسمانوں کے فرشتے اُس روز لگا تار مقام محشر کی طرف نزول فرمائیں گے۔ دوسرے پارہ کے نصف کے قریب آیت "هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ الخ" میں بھی اِسی طرح کا مضمون گذر چکا ہے۔ ف۷ یعنی ظاہراً و باطناً صورۃً و معنیً من کل الوجوہ اُسی رحمان کی بادشاہت ہوگی اور صرف اُسی کا حکم چلیگا "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (مومن رکوع ۲) پھر جب رحمان کی حکومت ہوئی تو جو مستحق رحمت ہیں اُن کے لئے رحمت کی کیا کمی، بےحساب رحمتوں سے نوازے جائیں گے۔ مگر باوجود ایسی لامحدود رحمت کے کافروں کے لئے وہ دن بڑی سخت مشکل اور مصیبت کا ہوگا۔ کہ بازار چنداں کہ آگندہ تر ۔ تہیدست را دل پراگندہ تر۔ ف۸ یعنی مارے حسرت و ندامت کے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور افسوس کریگا کہ میں نے کیوں دنیا میں رسول خدا کا راستہ اختیار نہ کیا اور کیوں شیاطین الانس والجن کے بہکائے میں آگیا جو آج یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ ف۹ یعنی جن کی دوستی اور اغواء سے گمراہ ہوا تھا یا گمراہی میں ترقی کی تھی، اُس وقت پچھتائیگا کہ افسوس ایسوں کو میں نے اپنا دوست کیوں سمجھا۔ کاش میرے اور اُن کے درمیان کبھی دوستی اور رفاقت نہ ہوئی ہوتی۔ (تنبیہ) مفسرین نے یہاں عقبہ بن ابی معیط اور اُبی بن خلف کا جو واقعہ نقل کیا ہے، کچھ ضرورت نہیں کہ آیت کے مدلول کو اُس پر مقصور کیا جائے۔ ہاں جو تقریر ہم نے کی ہے اُس میں وہ بھی داخل ہے۔ ف۱۰ یعنی پیغمبر کی نصیحت مجھ کو پہنچ چکی تھی۔ جو ہدایت کے لئے کافی تھی، اور امکان تھا کہ میرے دل میں گھر کرلے۔ مگر اس کمبخت کی دوستی نے تباہ کیا اور دل کو اُدھر متوجہ ہونے دیا۔ بیشک شیطان بڑا دغاباز ہے۔ آدمی کو عین وقت پر دھوکا دیتا اور بری طرح رسوا کرتا ہے۔ ف۱۱ یعنی ضدی معاندین نے جب کسی طرح نصیحت پر کان نہ دھرا، تب پیغمبر نے بارگاہِ الٰہی میں شکایت کی کہ خداوندا! میری قوم نہیں سنتی، انہوں نے قرآن جیسی عظیم الشان کتاب کو (العیاذ باللہ) بکواس قرار دیا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خوب شور مچاتے اور بک بک جھک جھک کرتے ہیں۔ تا کوئی شخص سُن اور سمجھ نہ سکے۔ اس طرح اِن اشقیاء نے قرآن جیسی قابل قدر کتاب کو بالکل متروک و مہجور کر چھوڑا ہے۔ (بقیہ بر صفحہ ۴۷۰)

بقیہ صفحہ ۴۶۹ - (تنبیہ) آیت میں اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا، اُس میں تدبر نہ کرنا، اُس پر عمل نہ کرنا، اُس کی تلاوت نہ کرنا، اُس کی تصحیح قراءت کی طرف توجہ نہ کرنا، اُس سے اعراض کرکے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا، یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں۔ فنسئال اللہ الکریم المنان القادر علٰی مایشاء اَنْ یُّخلِصنا مِمّا یُسخطہ و یستعملنا فیما یُرضیہ مِنْ حفظ کتابہ وفہمہ والقیام بمقتضاہ اٰناء اللیل واطراف النہار علی الوجہ الذی یحبہ و یرضاہ انہ کریم وّھّاب"

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا

اور اسی طرح رکھے ہیں ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن گنہگاروں میں سے ف۱ اور کافی ہے تیرا رب راہ دکھلانے

وَّنَصِيْرًا ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً

کو اور مدد کرنے کو ف۲ اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اُترا اُس پر قرآن سارا

وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ وَ

ایک جگہ ہو کر ف۳ اسی طرح اُتارا تاکہ ثابت رکھیں ہم اُس سے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اُسکو ٹھہر ٹھہر کر ف۴ اور

لَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝ اَلَّذِيْنَ

نہیں لاتے تیرے پاس کوئی مثل کہ ہم نہیں پہنچا دیتے تجھ کو ٹھیک بات اور اُس سے بہتر کھول کر ف۵ جو لوگ کہ

يُحْشَرُوْنَ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ

گھیر کر لائے جائینگے اوندھے پڑے ہوئے اپنے مُنہ پر دوزخ کی طرف اُنہی کا برا درجہ ہے اور بہت بہکے ہوئے ہیں

سَبِيْلًا ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

راہ سے ف۶ اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور کر دیا ہم نے اُسکے ساتھ اُس کا بھائی ہارون

وَزِيْرًا ۝ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ

کام بٹانے والا ☆ پھر کہا ہم نے تم دونوں جاؤ اُن لوگوں کے پاس جنہوں نے جھٹلایا ہماری باتوں کو ف۷ پھر دے مارا ہم نے

تَدْمِيْرًا ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ

اُن کو اکھاڑ کر ☆ اور نوح کی قوم کو جب اُنہوں نے جھٹلایا پیغام لانے والوں کو ف۸ ہم نے اُنکو ڈبا دیا اور کیا اُن کو

لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ښ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟

لوگوں کے حق میں نشانی اور تیار کر رکھا ہے ہم نے گنہگاروں کے واسطے عذاب دردناک ☆ اور عاد کو اور ثمود کو

وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ

اور کوئیں والوں کو ف۹ اور اُس کے بیچ میں بہت سی جماعتوں کو ☆ اور سب کو کہہ سنائیں ہم نے

الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَي الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ

مثالیں اور سب کو کھو دیا ہم نے غارت کر کر ف۱۰ اور یہ لوگ ہو آئے ہیں اُس بستی کے پاس جن پر

فوائد صفحہ ہذا ف۱ جو نبی کی بات ماننے میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور لوگوں کو قبول حق سے روکتے ہیں۔ ف۲ یعنی کافر پڑے بہکایا کریں، جس کو اللہ چاہیگا راہ پر لے آویگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اللہ جس کو چاہیگا ہدایت کر دیگا اور جن کو ہدایت نصیب نہ ہو گی اُن کے سب کے مقابلہ میں تیری مدد کریگا۔ یا یہ کہ حق تعالیٰ تیری مدد کرکے مقام مطلوب تک پہنچا دیگا۔ کوئی رکاوٹ مانع نہ ہو سکیگی۔ ف۳ یعنی نبی کے دشمن لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ایسے ایسے اعتراض چھانٹتے ہیں کہ صاحب! دوسری کتابوں کی طرح پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اُتارا گیا، برسوں میں جو تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارا، کیا اللہ میاں کو کچھ سوچنا پڑتا تھا اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ خود محمد صلعم سوچ سوچ کر بناتے ہیں۔ پھر موقع مناسب دیکھ کر تھوڑا تھوڑا سناتے رہتے ہیں۔ ف۴ یعنی یہ کیا ضرور ہے کہ تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارنا اس سبب سے ہو جو تم نے سمجھا۔ اگر غور کرو گے تو اس طرح نازل کرنے میں بہت سے فوائد ہیں جو دفعۃً نازل کرنے کی صورت میں پوری طرح حاصل نہ ہوتے۔ مثلاً اس صورت میں قرآن کا حفظ کرنا زیادہ آسان ہوا، سمجھنے میں سہولت رہی، کلام پوری طرح منضبط ہوتا رہا اور جن مصالح و حِکَم کی رعایت اُس میں کی گئی تھی، لوگ موقع بموقع اُنکی تفاصیل پر مطلع ہوتے رہے۔ ہر آیت کی جداگانہ شان نزول کو دیکھ کر اُس کا صحیح مطلب متعین کرنے میں مدد ملی ہر ضرورت کے وقت ہر بات کا بروقت جواب ملتے رہنے سے پیغمبر اور مسلمانوں کے قلوب تسکین پاتے رہے۔ اور ہر آیت کے نزول پر گویا دعوئے اعجاز کی تجدید ہوتی رہی اس سلسلہ میں جبرئیل کا بار بار آنا جانا ہوا جو ایک مستقل برکت تھی، وغیر ذٰلک من الفوائد۔ ان ہی میں سے بعض فوائد کی طرف یہاں اشارہ فرمایا ہے۔ ف۵ یعنی کفار جب کوئی اعتراض قرآن پر یا کوئی مثال آپ پر چسپاں کرتے ہیں تو قرآن اُس کے جواب میں ٹھیک ٹھیک بات بتلا دیتا ہے جس میں کسی قسم کا ہیر پھیر نہیں ہوتا۔ بلکہ صاف واضح، معتدل اور بے غل و غش بات ہوتی ہے۔ ہاں جن کی عقل اوندھی ہو گئی ہو وہ سیدھی اور صاف بات کو بھی ٹیڑھی سمجھیں، یہ الگ چیز ہے، ایسوں کا انجام اگلی آیت میں بیان فرمایا۔ ف۶ یہ وہی لوگ ہیں جن کی عقل اوندھی ہو گئی اور علویات کو چھوڑ کر سفلی خواہشات پر جھک پڑے۔ آگے ایسی چند اقوام کا جو حشر ہوا عبرت کے لئے اُس کو بیان فرماتے ہیں۔ ف۷ یعنی آیات تکوینیہ کو جو اللہ کی توحید وغیرہ پر دال ہیں اور انبیائے سابقین کے متفقہ بیانات کو جن کا تھوڑا بہت چرچا پہلے سے چلا آتا تھا، جھٹلا کر خدائی کے دعوے کرنے لگے تھے۔ ف۸ ایک پیغمبر کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے کیونکہ اصول دین میں سب انبیاء متحد ہیں۔ ف۹ "اصحاب الرس" (کوئیں والے) کون تھے؟ اس میں سخت اختلاف ہوا ہے۔ "روح المعانی" میں بہت سے اقوال نقل کرکے لکھا ہے "وَ ملخص الاقوال اِنَّهُمْ قَوْمٌ اَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ بِتَكْذِيْبِ مَنْ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ" یعنی خلاصہ یہ کہ وہ کوئی قوم تھی جو اپنے پیغمبر کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک ہوئی، حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک اُمت نے اپنے رسول کو کوئیں میں بند کیا پھر اُن پر عذاب آیا تب وہ رسول خلاص ہوا" ف۱۰ یعنی پہلے سب کو اچھی طرح سمجھایا جب کسی طرح نہ مانا تو تختہ اُلٹ دیا۔

ف۱ یعنی قوم لوط کی بستیاں جن کے کھنڈرات پر سے مکہ والے "شام" کے سفر میں گذرتے تھے۔ ف۲ یعنی کیا اُن کے کھنڈرات کو عبرت کی نگاہ سے نہ دیکھا۔ ف۳ یعنی عبرت کہاں سے ہوتی جب اُن کے نزدیک یہ احتمال ہی نہیں کہ مرنے کے بعد پھر جی اُٹھنا اور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ عبرت تو وہ ہی حاصل کرتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو اور انجام کی طرف سے بالکل بے فکر نہ ہو۔ ف۴ یعنی بجائے عبرت حاصل کرنے کے اُن کا مشغلہ تو یہ ہے کہ پیغمبر سے ٹھٹھا کیا کریں۔ چنانچہ آپ کو دیکھ کر استہزاءً کہتے ہیں کہ کیا یہ ہی بزرگ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے! بھلا یہ حیثیت اور منصب رسالت! کیا ساری خدائی میں سے یہ ہی اکیلے رسول بننے کے لئے رہ گئے تھے! آخر کوئی بات تو ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ اِن کی تقریر جادو کا اثر رکھتی ہے۔ قوتِ فصاحت اور زورِ تقریر سے رنگ تو ایسا جمایا تھا کہ بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے ہوتے۔ قریب تھا کہ اس کی باتیں ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیتیں۔ وہ تو ہم بچے ہی ایسے تھے کہ برابر جمے رہے اور اُن کی کسی بات کا اثر قبول نہ کیا۔ ورنہ یہ ہم سب کو کبھی کا گمراہ کر کے چھوڑتا (العیاذ باللہ)۔ ف۵ یعنی عذاب الٰہی کو آنکھوں سے دیکھیں گے تب اِن کو پتہ لگے گا کہ واقع میں کون گمراہی پر تھا۔ ف۶ یعنی آپ ایسے ہوا پرستوں کو راہ ہدایت پر لانے کی کیا ذمہ داری کر سکتے ہیں جن کا معبود ہی محض خواہش ہو کہ جدھر خواہش لے گئی اُدھر ہی جھک پڑے۔ جو بات خواہش کے موافق ہوئی قبول کر لی، جو مخالف ہوئی رد کر دی۔ آج ایک پتھر اچھا معلوم ہوا اُسے پوجنے لگے کل دوسرا اُس سے خوبصورت مل گیا پہلے کو چھوڑ کر اُسکے آگے سر جھکا دیا۔ ف۷ یعنی کیسی ہی نصیحتیں سنایئے، یہ تو چوپائے جانور ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر، انہیں سننے یا سمجھنے سے کیا واسطہ۔ چوپائے تو بہر حال اپنے پرورش کرنے والے مالک کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ اپنے محسن کو پہچانتے ہیں، نافع و مضر کی کچھ شناخت رکھتے ہیں۔ کھلا چھوڑ دو تو اپنی چراگاہ اور پانی پینے کی جگہ پہنچ جاتے ہیں، لیکن اِن بدبختوں کا حال یہ ہے کہ نہ اپنے خالق و رازق کا حق پہچانا نہ اُس کے احسانات کو سمجھا۔ نہ بھلے بُرے کی تمیز کی، نہ دوست دشمن میں فرق کیا، نہ غذائے روحانی اور چشمۂ ہدایت کی طرف قدم اُٹھایا۔ بلکہ اُس سے کوسوں دور بھاگے اور جو قوتیں خدا تعالیٰ نے عطا کی تھیں اُن کو معطل کئے رکھا بلکہ بے موقع صرف کیا۔ اگر ذرا بھی عقل و فہم سے کام لیتے تو اس کارخانۂ قدرت میں بیشمار نشانیاں موجود تھیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ اور اصول دین کی صداقت و حقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں جن میں سے بعض نشانوں کا ذکر آئندہ آیات میں کیا گیا ہے۔ ف۸ صبح سے طلوعِ شمس تک سب جگہ سایہ رہتا ہے اگر حق تعالیٰ سورج کو طلوع نہ ہونے دیتا تو یہ ہی سایہ قائم رہتا، مگر اس نے اپنی قدرت سے سورج نکالا جس سے دھوپ پھیلنی شروع ہوئی اور سایہ بتدریج ایک طرف کو سمٹنے لگا۔ اگر دھوپ نہ آتی تو سایہ کو ہم سمجھ بھی نہ سکتے۔ کیونکہ ایک ضد کے آنے سے ہی دوسری ضد پہچانی جاتی ہے۔ "قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ" (قصص رکوع ۷)۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اول ہر چیز کا سایہ لمبا پڑتا ہے۔ پھر جس طرف سورج چلتا ہے اُس کے مقابل سایہ ہٹتا جاتا ہے جب تک کہ جڑ میں آ لگے۔ "اپنی طرف کھینچ لیا" کا یہ مطلب ہے کہ اپنی اصل کو جا لگتا ہے۔ سب کی اصل اللہ ہے" (موضح القرآن)

اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ

برسا بُرا برساؤ ف۱ کیا دیکھتے نہ تھے اُس کو ف۲ نہیں پر اُمید نہیں رکھتے

نُشُوْرًا ۝۴۰ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ

جی اُٹھنے کی ف۳ اور جہاں تجھ کو دیکھیں کچھ کام نہیں اُنکو تجھ سے مگر ٹھٹھے کرنے کیا یہی ہے جس کو

بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝۴۱ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا

بھیجا اللہ نے پیغام دیکر ✩ یہ تو ہم کو بچلا ہی دیتا ہمارے معبودوں سے اگر ہم نہ جمے رہتے

عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۴۲

اُن پر ف۴ اور آگے جان لیں گے جس وقت دیکھیں گے عذاب کہ کون بہت بچلا ہوا ہے راہ سے ف۵

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝۴۳ اَمْ

بھلا دیکھ تو اُس شخص کو جس نے پوجنا اختیار کیا اپنی خواہش کا کہیں تو لے سکتا ہے اُس کا ذمہ ف۶ یا

تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ

تو خیال رکھتا ہے کہ بہت سے اُن میں سنتے یا سمجھتے ہیں اور کچھ نہیں وہ برابر ہیں چوپایوں کے

بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۴۴ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاۗءَ

بلکہ وہ زیادہ بہکے ہوئے ہیں راہ سے ف۷ تو نے نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف کیسے دراز کیا سایہ کو اور اگر چاہتا

لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝۴۵ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ

تو اُس کو ٹھہرا رکھتا پھر ہم نے مقرر کیا سورج کو اُس کا راہ بتلانے والا ✩ پھر کھینچ لیا ہم نے اُس کو

اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝۴۶ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ

اپنی طرف سہج سہج سمیٹ کر ف۸ اور وہی ہے جس نے بنا دیا تمہارے واسطے رات کو اوڑھنا اور نیند کو

سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝۴۷ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا

آرام اور دن کو بنا دیا اُٹھ نکلنے کے لئے ف۹ اور وہی ہے جس نے چلائیں ہوائیں خوشخبری

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً طَهُوْرًا ۝۴۸ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ

لانے والیاں اُسکی رحمت سے آگے اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی پاکی حاصل کرنے کا کہ زندہ کر دیں اُس سے

پھر زوال کے بعد سے ایک طرف سے دھوپ سمٹنا شروع ہوتی ہے اور دوسری طرف سایہ لمبا ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ آخر نہار میں دھوپ غائب ہو جاتی ہے۔ یہ ہی مثال دنیا کی ہستی کی سمجھو اول عدم تھا، پھر نور وجود آیا، پھر آخر کار کتم عدم میں چلی جائے گی۔ اور اِسی جسمانی نور و ظل کے سلسلہ پر روحانی نور و ظلمت کو قیاس کر لو۔ اگر کفر و عصیان اور جہل و طغیان کی ظلمات میں آفتاب نبوۃ کی روشنی اللہ تعالیٰ نہ بھیجتا تو کسی کو معرفت صحیحہ کا راستہ ہاتھ نہ آتا۔ ف۹ یعنی رات کی تاریکی چادر کی طرح سب پر محیط ہو جاتی ہے جس میں لوگ کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے ہیں، پھر دن کا اُجالا ہوتا ہے تو نیند سے اُٹھ کر اِدھر اُدھر چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں۔ اِسی طرح موت کی نیند کے بعد قیامت کی صبح آئے گی جس میں سارا جہان دوبارہ اُٹھ کھڑا ہوگا اور یہی حالت اُس وقت پیش آتی ہے جب انبیاء علیہم السلام وحی و الہام کی روشنی سے دنیا میں اُجالا کرتے ہیں۔ تو جہل و غفلت کی نیند سے سوئی ہوئی مخلوق ایک دم آنکھیں مل کر اُٹھ بیٹھتی ہے۔

ف۱ یعنی اول برسانی ہوائیں بارش کی خوشخبری لاتی ہیں، پھر آسمان کی طرف سے پانی برساتا ہے جو خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ پانی پڑتے ہی مردہ زمینوں میں جان پڑجاتی ہے، کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں جہاں خاک اُڑ رہی تھی وہاں سبزہ زار بنجاتا ہے۔ اور کتنے جانور اور آدمی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن ایک غیبی بارش کے ذریعہ مُردہ جسموں کو جو خاک میں مل چکے تھے زندہ کر دیا جائیگا اور دنیا میں بھی اسی طرح جو دل جہل وعصیان کی موت سے مرچکے تھے، وحی الٰہی کی آسمانی بارش اُن کو زندہ کر دیتی ہے جو روحیں پلیدی میں پھنس گئی تھیں، روحانی بارش کے پانی سے دُھل کر پاک وصاف ہو جاتی ہیں اور معرفت ووصول الی اللہ کی پیاس رکھنے والے اسی کو پی کر سیراب ہوتے ہیں ف۲ یعنی بارش کا پانی تمام زمینوں اور آدمیوں کو یکساں نہیں پہنچتا بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ کہیں جلد کہیں بدیر جس طرح اللہ کی حکمت مقتضی ہو پہنچتا رہتا ہے۔ تالوگ سمجھیں کہ اسکی تقسیم کسی قادر مختار وحکیم کے ہاتھ میں ہے لیکن بہت لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے اور نعمت الٰہی کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اُلٹے کفر اور ناشکری پر اُتر آتے ہیں۔ یہی حال روحانی بارش کا ہے کہ جس کو اپنی استعداد اور ظرف کے موافق جتنا حصہ ملنا تھا مل گیا اور بہت سے اس نعمتِ عظمیٰ کا کفران ہی کرتے رہے۔ ف۳ یعنی نبی کا آنا تعجب کی چیز نہیں اللہ چاہے تو اب بھی نبیوں کی کثرت کردے کہ ہر بستی میں علیحدہ نبی ہو۔ مگر اُس کو منظور یہی ہوا کہ اب آخر میں سارے جہان کے لئے اکیلے محمد رسول اللہ صلعم کو نبی بنا کر بھیجے۔ سو آپ کافروں کے احمقانہ طعن وتشنیع اور سفیہانہ نکتہ چینیوں کی طرف التفات نہ فرمائیں۔ اپنا کام پوری قوت اور جوش سے انجام دیتے رہیں اور قرآن ہاتھ میں لے کر ان منکرین کا مقابلہ زور وشور کے ساتھ کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرنے والا ہے۔

بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ

مرے ہوئے دیس کو اور پلائیں اُس کو اپنے پیدا کئے ہوئے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو ف۱ اور طرح

صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ

طرح سے تقسیم کیا ہم نے اُس کو اُنکے بیچ میں تا دھیان رکھیں پھر بھی نہیں رہتے بہت لوگ بدون ناشکری کئے ف۲ اور اگر

شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ

ہم چاہتے تو اٹھاتے ہر بستی میں کوئی ڈرانے والا سو تو کہنا مت مان منکروں کا اور مقابلہ کر اُنکا

بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

اُسکے ساتھ بڑے زور سے ف۳ اور وہی ہے جس نے ملا ہوئے چلائے دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھانیوالا

وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ

اور یہ کھاری ہے کڑوا اور رکھا اُن دونوں کے بیچ پردا اور آڑ روکی ہوئی ف۴ اور وہی ہے

الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ

جس نے بنایا پانی سے آدمی پھر ٹھہرایا اُسکے لئے نسب اور سسرال اور تیرا رب سب کچھ

قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ

کر سکتا ہے ☆ اور پوجتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر وہ چیز جو نہ بھلا کرے اُن کا نہ بُرا

وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰي رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾

اور ہے کافر اپنے رب کی طرف سے پیٹھ پھیر رہا ف۵ اور تجھ کو ہم نے بھیجا یہی خوشی اور ڈر سنانے کیلئے

قُلْ مَآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ

تو کہہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری مگر جو کوئی چاہے کہ پکڑے اپنے رب کی طرف

سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَي الْـحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى

راہ ف۶ اور بھروسہ کر اوپر اُس زندہ کے جو نہیں مرتا ف۷ اور یاد کر اُسکی خوبیاں اور وہ کافی

بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَۨا ﴿۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ف۸ جس نے بنائے آسمان اور زمین

ف۴ بیان القرآن میں دو معتبر بنگالی علماء کی شہادت نقل کی ہے کہ "ارکان" سے "چاٹگام" تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جانبین بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں، ایک کا پانی سفید ہے، ایک کا سیاہ، سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے کشتی سفید میں چلتی ہے۔ اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتقیٰ ہے لوگ کہتے ہیں کہ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا۔ اھ۔ اور مجھ سے "باریسال" کے بعض طلبہ نے بیان کیا کہ ضلع "باریسال" میں دو ندیاں (بلشر اور) ایک ہی دریا سے نکلی ہیں۔ ایک کا پانی کھاری بالکل کڑوا اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیذ ہے۔ یہاں گجرات میں راقم الحروف جس جگہ آج کل مقیم ہے (ڈابھیل سملک ضلع سورت) سمندر تقریباً دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے ادھر کی ندیوں میں برابر مدوجزر (جوار بھاٹا) ہوتا رہتا ہے۔ بکثرت ثقات نے بیان کیا کہ مد کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو میٹھے پانی کی سطح پر کھاری پانی بہت زور سے چڑھ جاتا ہے لیکن اُس وقت بھی دونوں پانی مختلط نہیں ہوتے۔ اوپر کھاری رہتا ہے، نیچے میٹھا جزر کے وقت اوپر سے کھاری اُترجاتا اور میٹھا جوں کا توں باقی رہجاتا ہے واللہ اعلم۔ ان شواہد کو دیکھتے ہوئے آیت کا مطلب بالکل واضح ہے۔ یعنی خدا کی قدرت دیکھو کہ کھاری اور میٹھے دونوں دریاؤں کے پانی کہیں کہیں ملجانے کے باوجود بھی کس طرح ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں دریا الگ الگ اپنے اپنے مجریٰ میں چلائے اور دونوں کے بیچ میں بہت جگہ زمین حائل کر دی، اس طرح آزاد نہ چھوڑا کہ دونوں زور لگا کر درمیان سے زمین کو ہٹا دیتے اور اُس کی ہستی کو تباہ کر دیتے پھر دونوں میں ہر ایک کا جو مزہ ہے وہ اُسی کے لئے لازم ہے۔ یہ نہیں کہ میٹھا دریا کھاری، یا کھاری میٹھا بن جائے۔ گویا باعتبار اوصاف کے ہر ایک دوسرے سے بالکل الگ رہنا چاہتا ہے۔ وقیل غیر ذلک۔ والراجح عندی ہو الاول۔ واللہ اعلم۔ ف۵ دیکھ لو! کس طرح اپنی قدرت کاملہ سے ایک قطرۂ آب کو عاقل وکامل آدمی بنا دیا۔ پھر آگے اُس سے نسلیں چلائیں اور دامادی اور سسرال کے تعلقات قائم کئے۔ ایک ناچیز قطرہ کو کیا سے کیا کر دیا۔ اور کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ لیکن یہ حضرت تھوڑی ہی دیر میں اپنی اصل کو بھول گئے اور اُس رب قدیر کو چھوڑ کر عاجز مخلوق کو خدا کہنے لگے۔ اپنے پروردگار کا حق تو کیا پہچانتے اُس سے منہ موڑ کر اور پیٹھ پھیر کر شیطان کی فوج میں جا شامل ہوئے تا اغواء واضلال کے مشن میں اُس کی مدد کریں اور مخلوق کو گمراہ کرنے میں اس کا ہاتھ بٹائیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا۔ ف۶ یعنی آپ کا کام خدا تعالیٰ کی وفاداری پر بشارات سُنانا اور غداروں کو خراب نتائج وعواقب سے آگاہ کر دینا ہے۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے، آپ کو کچھ نقصان نہیں۔ آپ ان سے کچھ فیس یا مزدوری تھوڑی طلب کر رہے تھے کہ ان کے نہ ماننے سے اُس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ آپ تو ان سے صرف اتنا ہی چاہتے ہیں کہ جو کوئی چاہے خدا کی توفیق پا کر اپنے رب کا راستہ پکڑے۔ اسی کو چاہو فیس کہہ لو یا مزدوری ف۷ یعنی آپ تنہا خدا پر بھروسہ کر کے اپنا فرض (تبلیغ ودعوت وغیرہ) ادا کئے جائیے کسی کی مخالفت یا موافقت کی پرواہ نہ کریں۔ فانی چیز کا کیا سہارا۔ سہارا تو اُسی کا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے کبھی نہ مرے۔ ف۸ یعنی اُسی پر توکل رکھیے اور اُسی کی عبادت اور حمد وثنا کرتے رہیے۔ ان مجرموں سے وہ خود نبٹ لیگا۔

وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَٰنُ فَاسْأَلْ
اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے چھ دن میں پھر قائم ہوا عرش پر ف۱ وہ بڑی رحمت والا سو پوچھ
بِهِ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ
اُس سے جو اُسکی خبر رکھتا ہو ف۲ اور جب کہیے اُن سے سجدہ کرو رحمٰن کو کہیں رحمٰن کیا ہے
أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۩ ﴿٦٠﴾ تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ
کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جسکو تو فرمائے اور بڑھ جاتا ہے اُن کا بدکنا ف۳ بڑی برکت ہے اُسکی جس نے بنائے آسمان میں
بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ
بُرج ف۴ اور رکھا اس میں چراغ ف۵ اور چاند اُجالا کرنیوالا ☆ اور وہی ہے جس نے بنائے
اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴿٦٢﴾ وَ
رات اور دن بدلنے والے ف۶ اُس شخص کیواسطے کہ چاہے دھیان رکھنا یا چاہے شکر کرنا ف۷ اور
عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ
بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں ف۸ اور جب بات کرنے لگیں
الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾
اُن سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت ف۹ اور وہ لوگ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدہ میں اور کھڑے ف۱۰
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا
اور وہ لوگ کہ کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے دوزخ کا عذاب بیشک اُس کا عذاب
كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِينَ إِذَا
چمٹنے والا ہے ☆ وہ بُری جگہ ہے ٹھہرنے کی اور بُری جگہ رہنے کی ف۱۱ اور وہ لوگ کہ جب
أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَ
خرچ کرنے لگیں نہ بیجا اُڑائیں اور نہ تنگی کریں اور ہے اس کے بیچ ایک سیدھی گذران ف۱۲ اور
الَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي
وہ لوگ کہ نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ دوسرے حاکم کو اور نہیں خون کرتے جان کا جو

ف۱ اس کا بیان سورہ اعراف میں گذر چکا۔ ف۲ یعنی اللہ تعالیٰ کی شانوں اور رحمتوں کو کسی جاننے والے سے پوچھو۔ یہ جاہل مشرک اُسے کیا جانیں "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ" اپنی شئون وکمالات کا پوری طرح جاننے والا تو خدا ہی ہے "اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ" لیکن مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں جن کی ذات گرامی میں حق تعالیٰ نے اوّلین وآخرین کے تمام علوم جمع کر دیے۔ خدا تعالیٰ کی شانوں کو کوئی اُن سے پوچھے۔ ف۳ یعنی یہ جاہل مشرک رحمان کی عظمتِ شان کو کیا سمجھ سکتے ہیں جن کو اس نام سے بھی چڑ ہے جب یہ نام سنتے ہیں تو انتہائی جہل یا بیحیائی اور تعنت سے ناواقف بن کر کہتے ہیں کہ رحمان کون ہے جس کو ہم سے سجدہ کراتا ہے، کیا محض تیرے کہدینے کر ایسی بات مان لیں؟ بس تم نے ایک نام لے دیا اور ہم سجدہ میں گر پڑے غرض جس قدر اُنہیں رحمان کی اطاعت و انقیاد کی طرف توجہ دلایئے اُسی قدر زیادہ بدکتے اور بھاگتے ہیں۔ ف۴ یعنی بڑے بڑے ستارے، یا آسمانی قلعے جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ یا ممکن ہے سُورج کی بارہ منزلیں مُراد ہوں جو اہل ہیأت نے بیان کی ہیں حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ آسمان کے بارہ حصّے، اُن کا نام بُرج، ہر ایک پر ستاروں کا پتہ، یہ حدیں رکھی ہیں حساب کو۔ (موضح) ف۵ یعنی سُورج، شاید نور وحرارت کے جمع ہونے اور صفت احراق رکھنے کی وجہ سے اُس کو چراغ فرمایا "وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا" (نوح رکوع) ف۶ گھٹنے بڑھنے یا آنے جانے کو بدلنا بدلنا فرمایا، یا یہ مطلب ہو کہ ایک کو دوسرے کا بدل بنایا ہے۔ مثلاً دن کا کام رہ گیا، رات کو کر لیا، رات کا وظیفہ رہ گیا، دن میں پورا کر دیا۔ کما ورد فی الحدیث۔ ف۷ یعنی چاند سورج وغیرہ کا اُلٹ پھیر اور رات دن کا ادل بدل اس لئے ہے کہ اُس میں دھیان کر کے لوگ خداوند قدیر کی معرفت کا سُراغ لگائیں کہ یہ سب تصرفات وتقلبات عظیمہ اُسی کے دست قدرت کی کارسازیاں ہیں۔ اور رات دن کے فوائد وانعامات کو دیکھ کر اُس کی شکرگذاری کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ رحمٰن کے مخلص بندے جن کا ذکر آگے آتا ہے، ایسا ہی کرتے ہیں۔ ف۸ یعنی مشرکین کی طرح رحمان کا نام سُن کر ناک بھویں نہیں چڑھاتے، بلکہ ہر فعل وقول سے بندگی کا اظہار کرتے ہیں اُن کی چال ڈھال سے تواضع، متانت، خاکساری، اور بے تکلفی ٹپکتی ہے۔ متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے۔ یہ مطلب نہیں کہ ریا وتصنع سے بیماروں کی طرح قدم اُٹھاتے ہیں۔ کیونکہ حضور کی جو رفتار احادیث میں منقول ہے، اسکی تائید نہیں کرتی۔ ف۹ یعنی کم عقل اور بے ادب لوگوں کی بات کا جواب عفو وصفح سے دیتے ہیں۔ جب کوئی جہالت کی گفتگو کرے تو ملائم بات اور صاحب سلامت کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسوں سے مُنہ نہیں لگتے۔ نہ اُن میں شامل ہوں نہ اُن سے لڑیں۔ اُن کا شیوہ وہ نہیں جو جاہلیت میں کسی نے کہا تھا ؏ اَلَا لَا يَجْهَلَنْ اَحَدٌ عَلَيْنَا ۞ فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِيْنَا ۞ یہ تو رحمان کے اُن مخلص بندوں کا دن تھا، آگے رات کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔ ف۱۰ یعنی رات کو جب غافل بندے نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں، یہ خدا کے آگے کھڑے اور سجدہ میں پڑے ہوئے گذارتے ہیں۔ رکوع چونکہ قیام وسجود کے درمیان واقع ہے، شاید اس لئے اُس کو علیٰحدہ ذکر نہیں کیا۔ گویا ان ہی دونوں کے بیچ میں آگیا۔ ف۱۱ یعنی اتنی عبادت پر اتنا خوف بھی ہے۔ یہ نہیں کہ تہجد کی آٹھ رکعت پڑھ کر خدا کے عذاب وقہر سے بے فکر ہو گئے۔ ف۱۲ یعنی موقع دیکھ بھال کر میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ نہ مال کی محبت نہ اُس کی اضاعت۔ کما قال تعالیٰ "وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ" (بنی اسرائیل رکوع ۳)

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۙ﴿۶۸﴾

منع کردی اللہ نے مگر جہاں چاہئے ف۱ اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کوئی کرے یہ کام وہ جا پڑا گناہ میں ف۲

یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۖ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ

دونا ہوگا اُس کو عذاب قیامت کے دن اور پڑا رہیگا اُس میں خوار ہوکر ف۳ مگر جس نے توبہ کی

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ

اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک سو اُن کو بدل دیگا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں اور

كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ

ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۴ اور جو کوئی توبہ کرے اور کرے کام نیک سو وہ پھر آتا ہے

اِلَی اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ

اللہ کی طرف پھر آنے کی جگہ ف۵ اور جو لوگ شامل نہیں ہوتے جھوٹے کام میں ف۶ اور جب گزرتے ہیں کھیل کی

مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا

باتوں پر نکلیں بزرگانہ ف۷ اور وہ لوگ کہ جب اُنکو سمجھائیے اُن کے رب کی باتیں نہ پڑیں اُن پر

صُمًّا وَّعُمْیَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا

بہرے اندھے ہوکر ف۸ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے

وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ

اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک ف۹ اور کر ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا ف۱۰ اُن کو

یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ۙ﴿۷۵﴾

بدلہ ملیگا کوٹھوں کے جھروکے اسلئے کہ وہ ثابت قدم رہے اور لینے آئینگے اُنکو وہاں دعا اور سلام کہتے ہوئے ف۱۱

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ

سدا رہا کریں اُن میں خوب جگہ ہے ٹھہرنے کی اور خوب جگہ رہنے کی ف۱۲ تو کہہ پرواہ نہیں رکھتا میرا

رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ع

رب تمہاری اگر تم اُس کو نہ پکارا کرو ف۱۳ سو تم تو جھٹلا چکے اب آگے کو ہونی ہے مڈبھیڑ ف۱۴

ف۱ مثلاً قتل عمد کے بدلے قتل کرنا، یا بدکاری کی سزا میں زانی محصن کو سنگسار کرنا، یا جو شخص دین چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے، اُس کو مار ڈالنا، یہ سب صورتیں "اِلَّا بِالْحَقِّ" میں شامل ہیں۔ کما ورد فی الحدیث۔ ف۲ یعنی بڑا سخت گناہ کیا جس کی سزا مل کر رہے گی۔ بعض روایات میں آیا کہ "آثام" جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں بہت ہی ہولناک عذاب بیان کئے گئے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ ف۳ یعنی اور گناہوں سے یہ گناہ بڑے ہیں۔ عذاب بھی ان پر بڑا ہوگا۔ اور دم بدم بڑھتا رہیگا۔ ف۴ یعنی گناہوں کی جگہ نیکیوں کی توفیق دیگا اور کفر کے گناہ معاف کریگا۔ یا یہ کہ بدیوں کو مٹا کر توبہ اور عمل صالح کی برکت سے اُن کی تعداد کے مناسب نیکیاں ثبت فرمائیگا۔ کما یظہر من بعض الاحادیث۔ ف۵ پہلے ذکر تھا کافر کے گناہوں کا جو پیچھے ایمان لے آیا۔ یہ ذکر ہے اسلام میں گناہ کرنے کا۔ وہ بھی جب توبہ کرے یعنی پھرے بُرے کام سے تو اللہ کے یہاں جگہ پائے۔ معلوم ہوا کہ سورۂ نساء میں جو فرمایا "وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا" (نساء رکوع ۱۳) وہ غیر تائب کے حق میں ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی نہ جھوٹ بولیں نہ جھوٹی شہادت دیں نہ باطل کاموں اور گناہ کی مجلسوں میں حاضر ہوں۔ ف۷ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی گناہ میں شامل نہیں اور کھیل کی باتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے نہ اس میں شامل نہ اُن سے لڑیں۔ ف۸ بلکہ نہایت فکر و تدبر اور دھیان سے سنیں اور سن کر متاثر ہوں۔ مشرکین کی طرح پتھر کی مورتیں نہ بن جائیں۔ ف۹ یعنی بیوی بچے ایسے عنایت فرما جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور قلب مسرور ہو۔ اور ظاہر ہے مومن کامل کا دل اُسی وقت ٹھنڈا ہوگا جب اپنے اہل و عیال کو طاعت الٰہی کے راستہ پر گامزن اور علم نافع کی تحصیل میں مشغول پائے۔ دنیا کی سب نعمتیں اور مسرتیں اس کے بعد ہیں۔ ف۱۰ یعنی ایسا بنا دے کہ لوگ ہماری اقتدا کرکے متقی بن جایا کریں۔ حاصل یہ کہ ہم نہ صرف بذات خود مہتدی، بلکہ دوسروں کے لئے ہادی ہوں۔ اور ہمارا خاندان تقویٰ و طہارت میں ہماری پیروی کرے۔ ف۱۱ یعنی جنت میں اوپر کے درجے ملیں گے اور فرشتے دعاء و سلام کہتے ہوئے اُنکا استقبال کرینگے اور آپس کی ملاقاتوں میں یہ ہی کلمات سلام و دعاء اُن کی تکریم و عزت افزائی کے لئے استعمال ہوں گے۔ ف۱۲ یعنی ایسی جگہ تھوڑی دیر ٹھہرنا ملے تو بھی غنیمت ہے۔ اُن کا تو وہ گھر ہوگا۔ ف۱۳ یعنی تمہارے نفع نقصان کی باتیں سمجھا دیں۔ بندہ کو چاہیئے مغرور اور بے باک نہ ہو، خدا کو اس کی کیا پرواہ ہاں اُسکی التجا پر رحم کرتا ہے، نہ التجا کروگے اور نڈرے بنے رہوگے تو مڈبھیڑ کے لئے تیار ہو جاؤ جو عنقریب ہونیوالی ہے۔ ف۱۴ یعنی کافر جو حق کو جھٹلا چکے۔ یہ تکذیب عنقریب اُن کے گلے کا ہار بنے گی۔ اس کی سزا سے کسی طرح چھٹکارا نہ ہوگا۔ آخرت کی ابدی ہلاکت تو رہی دنیا میں بھی اب جلد مڈبھیڑ ہونے والی ہے یعنی لڑائی جہاد۔ چنانچہ غزوۂ "بدر" میں اُس مڈبھیڑ کا نتیجہ دیکھ لیا۔ تم سورۃ الفرقان وللہ الحمد والمنہ۔

الرکوع ۱۷ ۴

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَسَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی دو سو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا

☆ یہ آیتیں ہیں کھلی کتاب کی ف۱ شاید تو گھونٹ مارے اپنی جان اس بات

يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ

پر کہ وہ یقین نہیں کرتے ف۲ اگر ہم چاہیں اتاریں اُن پر آسمان سے ایک نشانی پھر رہ جائیں

اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

اُن کی گردنیں اسکے آگے نیچی ف۳ اور نہیں پہنچتی اُن کے پاس کوئی نصیحت رحمٰن سے

مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ﴿۵﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا

نئی جس سے منہ نہیں موڑتے ف۴ سو یہ تو جھٹلا چکے اب پہنچیگی اُن پر حقیقت

مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا

اُس بات کی جس پر ٹھٹھے کرتے تھے ف۵ کیا نہیں دیکھتے وہ زمین کو کتنی اگائیں ہم نے

فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

اُس میں ہر ایک قسم کی خاصی چیزیں اس میں البتہ نشانی ہے اور اُن میں بہت لوگ نہیں

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۹﴾ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ

ماننے والے ف۶ اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا ف۷ اور جب پکارا تیرے رب نے

مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾

موسیٰ کو کہ جا اُس قوم گنہگار کے پاس ☆ قوم فرعون کے پاس کیا وہ ڈرتے نہیں ف۸

قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَ

بولا اے رب میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھٹلائیں ☆ اور رک جاتا ہے میرا جی اور

ف۱ یعنی اس کتاب کا اعجاز کھلا ہوا ہے۔ احکام واضح ہیں اور حق کو باطل سے الگ کرنے والی ہے۔ ف۲ یعنی ان بدبختوں کے غم میں اپنے کو اس قدر گھلانے کی ضرورت نہیں کیا ان کے پیچھے آپ اپنی جان کو ہلاک کر کے رہیں گے۔ دلسوزی اور شفقت کی بھی آخر ایک حد ہے ف۳ یعنی یہ دنیا ابتلاء کا گھر ہے جہاں بندوں کے انقیاد وتسلیم اور سرکشی کو آزمایا جاتا ہے۔ اسی لئے حکمت الٰہی مقتضی نہیں کہ اُن کا اختیار بالکل سلب کر لیا جائے۔ ورنہ خدا چاہتا تو کوئی ایسا آسمانی نشان دکھلاتا کہ اس کے آگے زبردستی سب کی گردنیں جھک جائیں۔ بڑے بڑے سرداروں کو بھی انکار وانحراف کی قدرت باقی نہ رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا تو نہیں کیا، ہاں وہ نشان بھیجے جنہیں دیکھ کر آدمی حق کو سمجھنا چاہے تو بآسانی سمجھ سکے۔ اور کبھی کبھی مغلوب ہو کر گردن جھکانے سے مفر بھی نہ ملے۔ ف۴ یعنی آپ جن کے غم میں پڑے ہیں اُن کی حالت یہ ہے کہ رحمٰن اپنی رحمت وشفقت سے جب اُن کی بھلائی کے لئے کوئی پند ونصیحت بھیجتا ہے یہ اُدھر متوجہ نہیں ہوتے بلکہ منہ پھیر کر بھاگتے ہیں گویا کوئی بہت بُری چیز سامنے آگئی ف۵ یعنی صرف معمولی اعراض ہی نہیں، تکذیب و استہزاء بھی ہے۔ سو عنقریب دنیا اور آخرت میں اپنی کرتوت کی سزا بھگتیں گے۔ تب اُس چیز کی حقیقت کھلے گی جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے ف۶ یعنی یہ مکذبین اگر ایک میں یا اُفتادہ زمین ہی کے احوال میں غور کرتے تو مبدا ومعاد کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی ہو سکتی تھی۔ کیا دیکھتے نہیں کہ اسی کرکری اور حقیر مٹی سے کیسے عجیب وغریب رنگ برنگ پھول پھل اور قسم قسم کے غلے اور میوے ایک مضبوط نظام تکوین کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ کسی لامحدود قدرت وحکمت رکھنے والے صانع نے اس پر رونق چمن کی گلکاریاں کی ہیں جس کے قبضہ میں وجود کی باگ ہے اور وہ ہی جب چاہے اُسے ویران کر سکتا اور ویرانی کے بعد دوبارہ آباد کر سکتا ہے۔ پھر ان آیات تکوینیہ کو سمجھ لینے کے بعد آیات تنزیلیہ کی تصدیق میں کیا اشکال رہ جاتا ہے۔ ہاں ماننا ہی منظور نہ ہو تو الگ بات ہے ف۷ یعنی زبردست تو ایسا ہے کہ نہ ماننے پر فوراً عذاب بھیج سکتا تھا، مگر رحم کھا کر تاخیر کرتا ہے کہ ممکن ہے اب بھی مان لیں۔ آگے عبرت کے لئے مکذبین کے چند واقعات بیان فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ خدا نے اُن کو کہاں تک ڈھیل دی، جب کسی طرح نہ مانے تو پھر کیسے تباہ وبرباد کیا۔ اُن میں پہلا قصہ قوم فرعون کا ہے جو پیشتر سورۂ "اعراف" اور سورۂ "طٰہٰ" وغیرہ میں بالتفصیل گذر چکا۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔ ف۸ تم جا کر اُنہیں خدا کے غصہ سے ڈراؤ۔

منزل ۵ · الربع · ع ۵/۹

لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ

نہیں چلتی ہے میری زبان سو پیغام دے ہارون کو ف۱ اور اُنکو مجھ پر ہے ایک گناہ کا دعویٰ ف۲ سو ڈرتا

اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾

ہوں کہ مجھ کو مار ڈالیں ف۳ فرمایا کبھی نہیں تم دونوں جاؤ لیکر ہماری نشانیاں ہم ساتھ تمہارے سُنتے ہیں ف۴

فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا

سو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو ہم پیغام لے کر آئے ہیں پروردگار عالم کا ☆ یہ کہ بھیجدے ہمارے

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّ لَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ

ساتھ بنی اسرائیل کو ف۵ بولا کیا نہیں پالا ہمنے تجھ کو اپنے اندر لڑکا سا ف۶ اور رہا تو ہم میں اپنی

عُمُرِكَ سِنِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ

عمر میں سے کئی برس ف۷ اور کر گیا تو اپنی وہ کرتوت جو کر گیا ف۸ اور تو ہے

الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ

ناشکر ف۹ کہا کیا تو تھا میں نے وہ کام اور میں تھا چوکنے والا ف۱۰ پھر بھاگا میں تم سے

لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۱﴾ وَ تِلْكَ

جب تمہارا ڈر دیکھا پھر بخشا مجھ کو میرے رب نے حکم اور ٹھہرایا مجھ کو پیغام پہنچانے والا ف۱۱ اور کیا وہ

نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ

احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ غلام بنا لیا تو نے بنی اسرائیل کو ف۱۲ بولا فرعون کیا معنی

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ

پروردگار عالم کا ف۱۳ کہا پروردگار آسمان اور زمین کا اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے اگر تم

مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ

یقین کرو ف۱۴ بولا اپنے گرد والوں سے کیا تم نہیں سُنتے ہو ف۱۵ کہا پروردگار تمہارا اور پروردگار

اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ

تمہارے اگلے باپ دادوں کا ف۱۶ بولا تمہارا پیغام لانیوالا جو تمہاری طرف بھیجا گیا

ف۱ یعنی پوری بات سُننے سے پہلے ہی جھٹلانا شروع کر دینگے اور مجلس میں کوئی تائید کرنیوالا نہ ہوگا ممکن ہے اُس وقت ملول اور حزین ہو کر طبیعت رُک جائے، دل نہ کھلے، اور زبان میں کچھ لکنت پہلے ہی سے ہے۔ تنگدل ہو کر بولنے میں زیادہ رُکاوٹ پیدا نہ ہو جائے۔ اِس لئے میری تقویت و تائید کے لئے اگر ہارون کو جو مجھ سے زیادہ فصیح اللّسان ہیں، میرا شریک حال کر دیا جائے تو بڑی مہربانی ہو۔ ف۲ یعنی ایک قبطی کے خون کا دعویٰ جس کی تفصیل سورۂ قصص میں آئے گی۔ ف۳ یعنی دعوت و تبلیغ سے پہلے ہی میرا کام تمام نہ کر دیں کہ یہ وہ ہی شخص ہے جو ہمارے آدمی کا خون کر کے بھاگا تھا۔ ایسی صورت میں فرض تبلیغ کس طرح ادا ہوگا۔ ف۴ یعنی کیا مجال ہے کہ ہاتھ لگا سکیں۔ جاؤ اپنی استدعا کے موافق ہارون کو بھی ساتھ لو اور ہمارے دیئے ہوئے معجزات و نشانات لے کر وہاں پہنچو۔ اِن نشانات کے ساتھ ہوتے ہوئے تم کو کیا ڈر۔ اور نشان کیا ہم خود ہر موقع پر تمہارے ساتھ ہیں اور فریقین کی گفتگو سُن رہے ہیں۔ ف۵ "بنی اسرائیل" کا وطن حضرت ابراہیم کے زمانہ سے ملک شام تھا حضرت یوسف کے سبب سے مصر میں آرہے، وہاں ایک مدت گذری۔ اب اُن کو حق تعالیٰ نے ملک شام دینا چاہا۔ فرعون اُن کو نہ چھوڑتا تھا۔ کیونکہ اُن سے غلاموں کی طرح بیگار میں کام لیتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اُن کی آزادی کا مطالبہ فرمایا۔ ف۶ یعنی تو وہ ہی نہیں جس کو ہم نے اپنے گھر میں بڑے ناز و نعم سے پالا پوسا اور پرورش کر کے اتنا بڑا کیا اب تیرا یہ دماغ ہو گیا کہ ہم ہی سے مطالبات کرتا اور اپنی بزرگی منواتا ہے۔ ف۷ اتنے برسوں تک کبھی یہ دعوے نہ کئے، اب یہاں سے نکلتے ہی رسول بن گئے ف۸ یعنی جو کرتوت کر کے بھاگا تھا (قبطی کا خون) اُسے ہم بھولے نہیں۔ ف۹ یعنی ہمارے سب احسانات بھلا کر لگا پیغمبری کے دعوے کرنے، اُس وقت تو بھی (العیاذ باللہ) اُن ہی میں کا ایک تھا جن کو آج کافر بتلاتا ہے۔
ف۱۰ یعنی قبطی کا خون میں نے دانستہ نہیں کیا تھا غلطی سے ایسا ہو گیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ ایک مکّا مارنے میں جو تادیب کے لئے تھا۔ اُس کا دم نکل جائیگا۔ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ" (قصص رکوع ۲) ف۱۱ یعنی بیشک میں خوف کھا کر یہاں سے بھاگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مجھے نبوت و حکمت عطا فرمائے۔ اُس نے اپنے فضل سے مجھے سرفراز کیا اور رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا۔ یہ بجائے خود میری صداقت کی دلیل ہے کہ جو شخص تم سے خوف کھا کر بھاگا ہو، پھر اِس طرح بے خوف و خطر تنہا تمہارے سامنے آکر ڈٹ جائے۔ ف۱۲ یعنی بچپن میں میری پرورش کا احسان جتلانا تجھے زیب نہیں دیتا۔ کیا ایک اسرائیلی بچہ کی تربیت سے اِس کا جواب ہو سکتا ہے کہ تو نے اُس کی ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ بالخصوص جبکہ اُس بچہ کی تربیت بھی خود تیرے زہرہ گداز مظالم کے سلسلہ ہی میں وقوع پذیر ہوئی ہو۔ نہ تو "بنی اسرائیل" کے بچوں کو ذبح کرتا، نہ خوف کی وجہ سے میری والدہ تابوت میں رکھ کر مجھے دریا میں چھوڑتی۔ نہ تیرے محلسرا تک رسائی ہوتی، اِن حالات کا تصور کر کے تجھ کو ایسا احسان جتلاتے ہوئے شرمانا چاہیے اور صاف بات یہ ہے کہ جس پروردگار نے تجھ جیسے دشمن کے گھر میں میری پرورش کرائی اُسی نے آج تیری خیر خواہی کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے ف۱۳ یعنی موسیٰ علیہ السّلام نے فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے امتثال میں اپنے کو "رب العالمین" کا پیغمبر کہا، اُس پر فرعون جحود، تعنت، اور ہٹ دھرمی کی راہ سے بولا کہ (العیاذ باللہ) ربّ العالمین کیا چیز ہوتی ہے، میری موجودگی میں کسی اور رب کا نام لینا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیونکہ اُس شقی ازلی کا دعویٰ تو اپنی قوم کے روبرو یہ تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ (میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں سمجھتا) اور "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" (تمہارا بڑا پروردگار میں ہوں) چنانچہ اُس کی قوم کے لوگ بعض تو انتہائی جہل و بلادت سے اور بعض خوف یا طمع سے اُسی کی پرستش کرتے تھے۔ گو دل میں اُس ملعون کو بھی خدا کی ہستی کا یقین تھا۔ جیسا کہ "لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىِٕرَ" (بنی اسرائیل رکوع ۱۲) سے ظاہر ہوتا ہے۔ ف۱۴ یعنی آسمان و زمین کی سب چیزیں جس کے زیر تربیت ہیں وہ ہی ربّ العالمین ہے۔ اگر تمہارے قلوب میں کسی چیز پر بھی یقین لانے کی استعداد موجود ہو تو فطرۃ انسانی سب سے پہلے اِس چیز کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔ ف۱۵ فرعون جان بوجھ کر بات کو رلانا چاہتا تھا اپنے حوالی موالی کو ابھارنے اور موسیٰ علیہ السّلام کی بات کو خفیف کرنے کے لئے کہنے لگا، سُنتے ہو، موسیٰ کیسی دُور از کار باتیں کر رہے ہیں۔ کیا تم میں کوئی تصدیق کریگا کہ میرے سوا آسمان و زمین میں کوئی اور رب ہے؟ ف۱۶ یعنی او احمق! میں جس ربّ العالمین کا ذکر کر رہا ہوں، وہ ہے جس نے خود تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا اور [illegible] نہ تھا اُس وقت زمین و آسمان کی تربیت و تدبیر کر رہا تھا۔

لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِنْ كُنْتُمْ

ضرور باؤلا ہے ف۱ کہا پروردگار مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے اگر تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِيْ لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ

سمجھ رکھتے ہو ف۲ بولا اگر تونے ٹھہرایا کوئی اور حاکم میرے سوائے تو مقرر ڈالونگا تجھ کو

الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ

قید میں ف۳ کہا اور اگر لیکر آیا ہوں تیرے پاس ایک چیز کھول دینے والی ف۴ بولا تو وہ چیز لا

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

اگر تو سچ کہتا ہے ☆ پھر ڈال دیا اپنا عصا سو اسی وقت وہ اژدہا ہو گیا

مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَإِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَإِ

صریح ☆ اور اندر سے نکالا اپنا ہاتھ سو اسی وقت وہ سفید تھا دیکھنے والوں کے سامنے ☆ بولا اپنے گرد کے

حَوْلَهٗٓ إِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ أَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ

سرداروں سے یہ تو کوئی جادوگر ہے بڑھا ہوا ☆ چاہتا ہے کہ نکالدے تم کو تمہارے دیس سے

بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ

اپنے جادو کے زور سے سو اب کیا حکم دیتے ہو ف۵ بولے ڈھیل دے اسکو اور اسکے بھائی کو اور بھیج دے شہروں میں

حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَأْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ

نقیب ☆ لے آئیں تیرے پاس جو بڑا جادوگر ہو پڑھا ہوا ☆ پھر اکھٹے کئے جادوگر وعدہ پر ایک

مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ

مقرر دن کے ف۶ اور کہہ دیا لوگوں کو کیا تم بھی اکھٹے ہو گے ☆ شاید ہم راہ قبول کریں

السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ

جادوگروں کی اگر ہو اُن کو غلبہ ف۷ پھر جب آئے جادوگر کہنے لگے فرعون سے

أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا

بھلا کچھ ہمارا حق بھی ہے اگر ہو ہم کو غلبہ ☆ بولا البتہ اور تم اُس وقت

ف۱ یعنی (العیاذ باللہ) کس دیوانہ کو رسول بنا کر بھیجا ہے جو ہماری اور ہمارے باپ دادوں کی خبر لیتا ہے اور ہماری شوکت و حشمت کو دیکھ کر ذرا نہیں جھجکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ عقل سے بالکل خالی ہے۔ ف۲ حضرت موسٰی نے پھر ایک بات کہی جس طرح کی حضرت ابراہیم نے نمرود کے سامنے آخر میں کہی تھی یعنی ربُّ العالمین وہ ہے جو مشرق و مغرب کا مالک اور تمام سیارات طلوع و غروب کی تدبیر ایک محکم و مضبوط نظام کے موافق کرنیوالا ہے۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہو تو بتلا سکتے ہو کہ اس عظیم الشان نظام کا قائم رکھنے والا بجز خدا کے کون ہو سکتا ہے۔ کیا کسی کو قدرت ہے کہ اُس کے قائم کئے ہوئے نظام کو ایک سیکنڈ کے لئے توڑ دے یا بدل ڈالے۔ یہ آخری بات سُن کر فرعون بالکل مبہوت ہو گیا اور بحث و جدال سے گذر کر دھمکیوں پر اُتر آیا۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت موسٰی ایک بات کہے جاتے تھے اللہ کی قدرتیں بتانے کو اور فرعون بیچ میں اپنے سرداروں کو اُبھارتا تھا کہ اُن کو یقین نہ آجائے"۔ ف۳ اس مرتبہ فرعون نے اپنا مطلب صاف کہہ دیا کہ یہاں "مصر" میں کوئی اور خدا نہیں۔ اگر میرے سوا کسی اور معبود کی حکومت مانی تو یاد رکھو قید خانہ تیار ہے۔ ف۴ یعنی فیصلہ میں ابھی جلدی نہ کر۔ یہ تو تیری باتوں کا جواب تھا۔ اب ذرا وہ کھلے ہوئے نشان بھی دیکھ جن سے اللہ تعالٰی کی قدرت اور میری صداقت دونوں کا اظہار ہو۔ اگر ایسے نشان دکھلاؤں تو کیا پھر بھی تیرا فیصلہ یہی رہیگا۔ ف۵ یا تو خدائی کے دعوے تھے، یا اتنی جلد ایسا حواس باختہ ہو گیا کہ اپنے غلاموں اور پرستاروں کے احکام پر چلنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ ف۶ یعنی عید کے دن چاشت کے وقت ف۷ یعنی سب کو اکٹھا ہونا چاہئے۔ اُمید قوی ہے کہ ہمارے جادوگر غالب آئیں گے۔ اُس وقت ہم موسٰی کی شکست اور مغلوبیت دکھلانے کے لئے اپنے ساحرین ہی کی راہ پر چلیں گے۔ گویا یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس میں ہماری کوئی خود غرضی نہیں۔ جب مقابلہ میں ہمارا پلہ بھاری رہیگا تو انصافاً کسی کو ہمارے طریقہ سے منحرف ہونے کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔

لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا

مقربوں میں ہو گے ف۱ کہا اُن کو موسیٰ نے ڈالو جو تم ڈالتے ہو ف۲ پھر ڈالیں

حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

اُنہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں اور بولے فرعون کے اقبال سے ہماری ہی فتح ہے ف۳

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ

پھر ڈالا موسیٰ نے اپنا عصا پھر تبھی وہ نگلنے لگا جو سانگ اُنہوں نے بنایا تھا ف۴ پھر اوندھے گرے جادوگر

سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾

سجدہ میں ☆ بولے ہم نے مان لیا جہان کے رب کو ☆ جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا ☆

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ

بولا تم نے اُس کو مان لیا ابھی میں نے حکم نہیں دیا تم کو مقرر وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو سکھلایا

السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۵ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

جادو ف۵ سو اب معلوم کر لو گے ☆ البتہ کاٹونگا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں

وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور سولی پر چڑھاؤنگا تم سب کو ☆ بولے کچھ ڈر نہیں ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ف۶

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾

ہم غرض رکھتے ہیں کہ بخش دے ہم کو رب ہمارا تقصیریں ہماری اس واسطے کہ ہم ہوئے پہلے قبول کرنے والے ف۷

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ

اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو کہ رات کو لے نکل میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے ف۸ پھر بھیجے

فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾

فرعون نے شہروں میں نقیب ف۹ یہ لوگ جو ہیں سو ایک جماعت ہے تھوڑی سی ف۱۰

وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ

اور وہ مقرر ہم کو دل جلا رہے ہیں ف۱۱ اور ہم سارے اُن کے خطرہ رکھتے ہیں ف۱۲ پھر نکال باہر کیا ہم نے اُن کو

ف۱ یعنی نہ صرف مالی انعام و اکرام بلکہ تم میرے خاص مصاحبوں میں رہو گے۔ اِن آیات کا مفصل بیان "اعراف" اور "طٰہٰ" میں گذر چکا ہے۔ ف۲ یعنی جب ساحرین نے کہا کہ موسیٰ تم پہلے اپنی لاٹھی ڈالتے ہو یا ہم ڈالیں اُس کے جواب میں فرمایا کہ تم ہی اپنی قوت خرچ کر دیکھو۔ ف۳ بعض نے "بعزۃ فرعون" کو قسم کے معنی میں لیا ہے یعنی فرعون کے اقبال کی قسم ہم ہی غالب ہو کر رہیں گے۔ ف۴ شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ خالی رسیاں اور لاٹھیاں رہ گئیں جو سانپوں کی صورتیں اُنہوں نے بنائیں تھیں موسیٰ کا عصا اُن کو نگل گیا۔ ف۵ یعنی موسیٰ تمہارا بڑا اُستاد ہے، آپس میں سازش کر کے آئے ہو کہ تم یہ کرنا، ہم یوں کہیں گے اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "تمہارا بڑا کہا رب کو، یعنی موسیٰ اور تم ایک اُستاد کے شاگرد ہو" واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی بہرحال مر کر خدا کے یہاں جانا ہے اس طرح مریں گے، شہادت کا درجہ ملیگا۔ یہ سب مضامین سورۂ "اعراف" وغیرہ میں گذر چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ ف۷ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی دعوۃ و تبلیغ کے بعد بھرے مجمع میں ظالم فرعون کے رُو برو سب سے پہلے ہم نے قبول حق کا اعلان کیا۔ اس کی اُمید ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ ہماری گذشتہ تقصیرات کو معاف فرمائیگا۔ ف۸ یعنی جب ایک مدت مدید تک سمجھانے اور آیات دکھلاتے رہنے کے بعد بھی فرعون نے حق کو قبول نہ کیا اور "بنی اسرائیل" کا ستانا نہ چھوڑا، تو ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو لے کر رات میں یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ اور دیکھنا یہ فرعونی لوگ تمہارا پیچھا کرینگے (گھبرانا نہیں)۔ ف۹ تا تمام قبطیوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کا تعاقب کرے۔ ف۱۰ یعنی اِن تھوڑے سے آدمیوں نے ہم کو تنگ کر رکھا ہے۔ حالانکہ اِن کی ہستی کیا ہے جو تمہارے مقابلہ میں عہدہ برآ ہو سکیں۔ یہ باتیں قوم کو غیرت اور جوش دلانے کے لئے کہیں۔ ف۱۱ یا ہم کو غصہ دلا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اِن کی کمبختی نے دھکا دیا ہے۔ ف۱۲ تو اس روز روز کے خطرہ کا قلع قمع ہی کر دو۔ بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ہماری بڑی جمعیت ہے جو محتاط یا مسلح ہے۔ تو یہ الفاظ دل بڑھانے کے لئے ہونگے واللہ اعلم۔

جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا

باغوں اور چشموں سے ☆ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے اسی طرح ف۱ اور ہاتھ لگا دیں ہمنے یہ

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ

چیزیں بنی اسرائیل کے ف۲ پھر پیچھے پڑے اُنکے سورج نکلنے کے وقت پھر جب مقابل ہوئیں دونوں فوجیں کہنے لگے

اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾

موسیٰ کے لوگ ہم تو پکڑے گئے ف۳ کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ ہے میرا رب ف۴ وہ مجھ کو راہ بتلائیگا

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ

پھر حکم بھیجا ہمنے موسیٰ کو کہ مار اپنے عصا سے دریا کو پھر دریا پھٹ گیا تو ہو گئی

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا

ہر پھانک جیسے بڑا پہاڑ ف۵ اور پاس پہنچا دیا ہمنے اُسی جگہ دوسروں کو اور بچا دیا ہمنے

مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ

موسیٰ کو اور جو لوگ تھے اسکے ساتھ سب کو ☆ پھر ڈبا دیا ہمنے اُن دوسروں کو ف۶ اس چیز

ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

میں ایک نشانی ہے اور نہیں تھے بہت لوگ اُن میں ماننے والے ف۷ اور تیرا رب وہی ہے زبردست

الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ

رحم والا ف۸ اور سنا دے ان کو خبر ابراہیم کی ☆ جب کہا اپنے باپ کو اور اُسکی قوم کو

مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ

تم کس کو پوجتے ہو ف۹ وہ بولے ہم پوجتے ہیں مورتوں کو پھر سارے دن اُنہی کے پاس لگے بیٹھے رہتے ہیں ف۱۰ کہا

هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا

کچھ سنتے ہیں تمہارا کہا جب تم پکارتے ہو ف۱۱ یا کچھ بھلا کرتے ہیں تمہارا یا بُرا ف۱۲ بولے

بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ

نہیں پر ہمنے پایا اپنے باپ دادوں کو یہی کام کرتے ف۱۳ کہا بھلا دیکھتے ہو جن کو

ف۱ یعنی اس طرح قبطی گھر بار، مال و دولت، باغ اور کھیتیاں چھوڑ کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں ایکدم نکل پڑے جنہیں پھر لوٹنا نصیب نہ ہوا۔ گویا اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو نکال باہر کیا۔ ف۲ یا تو اُس کے بعد ہی یہ چیزیں بنی اسرائیل کے ہاتھ لگیں اور یا ایک مدت بعد سلیمان علیہ السلام کے عہد میں جب ملک مصر بھی اُن کی سلطنت میں شامل ہوا۔ واللہ اعلم پہلے اس کے متعلق اختلاف گذر چکا ہے۔ ف۳ یعنی بحر قلزم کے کنارہ پہنچ کر بنی اسرائیل پار ہونے کی فکر کر رہے تھے کہ پیچھے سے فرعونی لشکر نظر آیا گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اب انکے ہاتھ سے کیسے بچیں گے۔ آگے سمندر حائل ہے اور پیچھے سے دشمن دبائے چلا آرہا ہے۔ ف۴ یعنی گھبراؤ نہیں، اللہ کے وعدوں پر اطمینان رکھو، اُس کی حمایت و نصرت میرے ساتھ ہے۔ وہ یقیناً ہمارے لئے کوئی راستہ نکال دیگا۔ ناممکن ہے کہ دشمن ہم کو پکڑ سکے۔ ف۵ پانی بہت گہرا تھا۔ بارہ جگہ سے پھٹ کر خشک راستے بن گئے۔ بارہ قبیلے بنی اسرائیل کے الگ الگ اُن میں کو گذرے اور بیچ میں پانی کے پہاڑ کھڑے رہ گئے۔ (کذا فی موضح القرآن) ف۶ یعنی فرعونی لشکر بھی قریب آگیا اور دریا میں راستے بنے ہوئے دیکھ کر بنی اسرائیل کے بعد بے سوچے سمجھے گھس پڑا جب تمام لشکر دریا کی لپیٹ میں آگیا، فوراً خدا کے حکم سے پانی کے پہاڑ ایک دوسرے سے مل گئے۔ یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ ف۷ یعنی جب اکثروں نے حق کو قبول نہ کیا تو آخر میں قدرت نے یہ نشان دکھلایا جس سے صادقین اور مکذبین کے انجام کا دنیا ہی میں الگ الگ پتہ چل جاتا ہے۔ ف۸ یہ سنا دیا ہمارے حضرتؐ کو کہ مکہ کے فرعون بھی مسلمانوں کے پیچھے نکلیں گے لڑائی کو۔ پھر وطن سے باہر تباہ ہونگے "بدر" کے دن۔ جیسے فرعون تباہ ہوا۔ (موضح القرآن) ف۹ یعنی یہ چیز کیا ہے جسے تم پوجتے ہو؟ ف۱۰ یعنی تم ہمارے معبودوں کو جانتے نہیں، جو ایسی تحقیر سے سوال کر رہے ہو۔ ہم ان مورتوں کو پوجتے ہیں اور اس قدر وقعت و عقیدت ہمارے دل میں ہے کہ دن بھر آسن جما کر اِن ہی کو لگے بیٹھے رہتے ہیں۔ ف۱۱ یعنی اتنا پکارنے پر کبھی تمہاری بات سنتے ہیں؟ اگر نہیں سنتے (جیسا کہ اُن کے جماد ہونے سے ظاہر ہے) تو پکارنا فضول ہے۔ ف۱۲ یعنی کیا پوجنے پر کچھ نفع یا نہ پوجنے کی صورت میں کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ظاہر ہے جو اپنے اوپر سے مکھی تک نہ اڑا سکیں وہ دوسرے کو کیا نفع نقصان پہنچا سکیں گے؟ پھر ایسی عاجز و لایعقل چیز کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

ف۱۳ یعنی اِن منطقی بحثوں اور کٹ حجتیوں کو ہم نہیں جانتے۔ ہماری عقیدت اور پرستش کا مدار اِن باتوں پر ہے بس سَو دلیلوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہمارے بڑے اسی طرح کرتے چلے آئے۔ کیا ہم اُن سب کو احمق سمجھ لیں۔

تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ

پوجتے رہے ہو تم اور تمہارے باپ دادے اگلے ف۱ سو وہ میرے دشمن ہیں ف۲ مگر جہان

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ

کا رب ف۳ جس نے مجھ کو بنایا سو وہی مجھ کو راہ دکھلاتا ہے ف۴ اور وہ جو مجھ کو کھلاتا ہے اور

يَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿٨١﴾

پلاتا ہے ☆ اور جب میں بیمار ہوں تو وہی شفا دیتا ہے اور وہ جو مجھ کو مارے گا پھر جلائیگا ف۵

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا

اور وہ جو مجھ کو توقع ہے کہ بخشے میری تقصیر انصاف کے دن ف۶ اے میرے رب دے مجھ کو حکم

وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٨٤﴾

اور ملا مجھ کو نیکوں میں ف۷ اور رکھ میرا بول سچا پچھلوں میں ف۸

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

اور کر مجھ کو وارثوں میں نعمت کے باغ کے ف۹ اور معاف کر میرے باپ کو وہ تھا

الضَّآلِّيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾

راہ بھولے ہوؤں میں ف۱۰ اور رسوا نہ کر مجھ کو جس دن سب جی کر اٹھیں جس دن نہ کام آئے کوئی مال اور نہ بیٹے

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ

مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لیکر دل چنگا ف۱۱ اور پاس لائیں بہشت کو واسطے ڈر والوں کے اور نکالیں

الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ

دوزخ کو سامنے بے راہوں کے ف۱۲ اور کہیں ان کو کہاں ہیں جن کو تم پوجتے تھے ☆ اللہ کے

اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾

سوائے کیا کچھ مدد کرتے ہیں تمہاری یا بدلہ لے سکتے ہیں ف۱۳ پھر اوندھے ڈالے اس میں انکو اور سب بے راہوں کو

وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ

اور ابلیس کے لشکر کو سبھوں کو ☆ کہیں گے جب وہ وہاں باہم جھگڑنے لگیں قسم اللہ کی

ف۱ یعنی ان کا پوجنا ایک پرانی حماقت ہے، ورنہ جس کے اختیار اور قبضہ میں ذرہ برابر نفع نقصان نہ ہو اسکی عبادت کیسی؟ ف۲ یعنی لو! میں بے خوف وخطر اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری لڑائی ہے۔ میں ان کی گت بنا کر رہونگا۔ "تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ" (انبیاء رکوع ۵) اگر ان میں کوئی طاقت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچا دیکھیں۔ کما قال تعالٰی فی موضع آخر "وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا" الآیۃ (انعام رکوع ۹) وقال نوح علیہ السلام "فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ" (یونس رکوع ۸) وقال ہود علیہ السلام "فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ" (ہود رکوع ۵) اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ نہایت مؤثر و لطیف پیرایہ میں مشرکین پر تعریض ہے۔ یعنی جن کی تم عبادت کر رہے ہو میں ان کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔ اگر نعوذ باللہ ان کی پرستش کروں تو سراسر نقصان ہے۔ اسی کو سمجھ لو کہ تم بھی ان کی عبادت کر کے نقصان اٹھا رہے ہو ف۳ کہ وہ ہی میرا معبود، دوست اور مددگار ہے۔ ف۴ یعنی فلاح دارین کی راہ دکھاتا اور اعلیٰ درجہ کے فوائد و منافع کی طرف رہنمائی کرتا ہے ف۵ یعنی کھلانا پلانا، مارنا جلانا اور بیماری سے اچھا کرنا سب اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے ف۶ یعنی کسی معاملہ میں بھول چوک یا اپنے درجہ کے موافق خطا و تقصیر ہو جائے تو اُسی کی مہربانی سے معافی کی توقع ہو سکتی ہے کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ آگے حق تعالٰے کے کمالات اور مہربانیوں کا ذکر کرتے کرتے حضرت ابراہیم نے غلبۂ حضور سے دعا شروع کر دی جو کمال عبدیت کے لوازم میں سے ہے۔ ف۷ یعنی مزید علم و حکمت اور درجات قرب و قبول مرحمت فرما اور اعلیٰ درجہ کے نیکوں کے زمرہ میں (جو انبیاء علیہم السلام ہیں) شامل رکھ۔ کما قال نبینا صلعم "اللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى" اس دعا سے اپنی کامل احتیاج اور حق تعالٰی کی غنا کا اظہار مقصود ہے یعنی نبی ہو یا ولی، اللہ تعالٰی کسی کے معاملہ میں مجبور و مضطر نہیں۔ ہمہ وقت اُس کے فضل و رحمت سے کام چلتا ہے ف۸ یعنی ایسے اعمال مرضیہ اور آثار حسنہ کی توفیق دے کہ پیچھے آنے والی نسلیں ہمیشہ میرا ذکر خیر کریں اور میرے راستہ پر چلنے کی طرف راغب ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخر زمانہ میں میرے گھرانے سے نبی ہو اور امت ہو اور میرا دین تازہ کریں۔ چنانچہ یہ ہی ہوا کہ حق تعالٰی نے ابراہیم کو دنیا میں قبول عام عطا فرمایا اور اُن کی نسل سے خاتم الانبیاء صلعم کو مبعوث کیا جنہوں نے ملت ابراہیمی کی تجدید کی اور فرمایا کہ میں ابراہیم کی دعا ہوں آج بھی ابراہیم کا ذکر خیر اہل ملل کی زبانوں پر جاری ہے اور اُمت محمدیہ تو ہر نماز میں "كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ" اور "كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ" پڑھتی ہے۔ ف۹ یعنی جنت کا جو آدم کی میراث ہے۔ ف۱۰ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعا باپ کی موت کے بعد کی۔ مگر دوسری جگہ تصریح آگئی کہ جب اُس کا دشمن خدا ہونا ظاہر ہو گیا تو براءت اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔ کما قال تعالٰی "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ" (توبہ رکوع ۱۴) اور اگر "اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ" میں "كَانَ" کا ترجمہ "تھا" کے بجائے "ہے" سے کیا جائے، پھر کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ زندگی میں ایمان لے آنے کا امکان تھا۔ تو دعا کا حاصل یہ ہے کہ الٰہی اس کو ایمان سے مشرف فرما کر کفر کے زمانہ کی خطائیں معاف فرمائے۔ اسکی قدرے مفصل تحقیق پہلے کسی جگہ گذر چکی ہے فلیراجع۔ ف۱۱ یعنی بھلا چنگا بے روگ دل جو کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہو گا وہ ہی وہاں کام دیگا۔ نرے مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے۔ اگر کافر چاہے کہ قیامت میں مال و اولاد فدیہ دیکر جان چھڑا لے، تو ممکن نہیں۔ یہاں کے صدقات و خیرات اور نیک اولاد سے بھی کچھ نفع کی توقع اُسی وقت ہے جب اپنا دل کفر کی گندگی سے پاک ہو۔ ف۱۲ یعنی محشر میں جنت مع اپنی انتہائی آرائش و زیبائش کے متقین کو قریب نظر آئے گی۔ جسے دیکھ کر داخل ہونے سے پہلے ہی مسرور و محظوظ ہونگے۔ اسی طرح دوزخ کو مجرموں کے پاس لے آئیں گے تا داخل ہونے سے پیشتر ہی خوف کھا کر لرزنے لگیں ف۱۳ یعنی اب وہ فرضی معبود کہاں گئے، کہ نہ تمہاری مدد کر کے اس عذاب سے چھڑا سکتے ہیں نہ بدلہ لے سکتے ہیں بلکہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔

اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ

ہم تھے صریح غلطی میں جب ہم تم کو برابر کرتے تھے پروردگار عالم کے اور ہم کو راہ سے

اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا

بہکایا سو ان گنہگاروں نے پھر کوئی نہیں ہماری سفارش کرنے والے اور نہ کوئی دوست محبت کرنے والا ف۱ سو

كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

کسی طرح ہم کو پھر جانا ملے تو ہم ہوں ایمان والوں میں ف۲ اس بات میں نشانی ہے اور بہت لوگ ان میں

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ

نہیں ماننے والے ف۳ اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا جھٹلایا نوح کی قوم نے

الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

پیغام لانیوالوں کو جب کہا ان کو انکے بھائی نوح نے کیا تم کو ڈر نہیں میں تمہارے واسطے پیغام

اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَمَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ

لانیوالا ہوں معتبر سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو ف۴ اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ

اُسی پروردگار عالم پر سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو ف۵ بولے کیا ہم تجھ کو مان لیں اور تیرے

الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا

ساتھ ہو رہے ہیں کمینے ف۶ کہا مجھ کو کیا جاننا ہے اسکا جو کام وہ کر رہے ہیں ان کا حساب پوچھنا میرے

عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ

رب کا ہی کام ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو اور میں ہانکنے والا نہیں ایمان لانیوالوں کو ف۷ میں تو بس یہی ڈر

مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۵﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ

سنا دینے والا ہوں کھولکر ف۸ بولے اگر تو نہ چھوڑیگا اے نوح تو ضرور سنگسار کر دیا جائے گا ف۹ کہا

رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ

اے رب میری قوم نے تو مجھ کو جھٹلایا سو فیصلہ کر دے میرے انکے بیچ میں کسی طرح کا فیصلہ ف۱۰ اور بچا لے

ف۱ یعنی بُت اور بت پرست اور ابلیس کا سارا لشکر سب کو دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیا جائیگا۔ وہاں پہنچ کر آپس میں جھگڑینگے۔ ایک دوسرے کو الزام دیگا اور آخرکار اپنی گمراہی کا اعتراف کرینگے کہ واقعی ہم سے بڑی سخت غلطی ہوئی کہ تم کو (یعنی بتوں کو یا دوسری چیزوں کو جنہیں خدائی کے حقوق و اختیارات دے رکھے تھے) رب العالمین کے برابر کر دیا۔ کیا کہیں یہ غلطی ہم سے ان بڑے شیطانوں نے کرائی، اب ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں نہ کوئی بت کام دیتا ہے نہ شیطان مدد کو پہنچتا ہے۔ وہ خود ہی دوزخ کے کندے بن رہے ہیں۔ کوئی اتنا بھی نہیں کہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کر دے یا کم از کم اس آڑے وقت میں کوئی دوست دلسوزی و ہمدردی ہی کا اظہار کرے۔ سچ ہے "اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ" (زخرف رکوع ۶)

ف۲ یعنی اگر ایک مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس جانے کا موقع دیا جائے تو اب وہاں سے پکے ایماندار بنکر آئیں لیکن یہ کہنا بھی جھوٹ ہے۔ "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ" (انعام رکوع ۳)

ف۳ یعنی ابراہیم کے اس قصہ میں توحید وغیرہ کے دلائل اور مشرکین کا عبرتناک انجام دکھلایا گیا ہے مگر لوگ کہاں مانتے ہیں

ف۴ یعنی نہایت صدق و امانت کے ساتھ حق تعالیٰ کا پیغام بلا کم و کاست تم کو پہنچاتا ہوں۔ لہٰذا واجب ہے کہ پیغام الٰہی سن کر خدا سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔

ف۵ یعنی ایک بے غرض اور بے لوث آدمی کی بات ماننی چاہیے۔

ف۶ یعنی تھوڑے سے کمینے اور نیچ قوم کے لوگ اپنی نمود کے لئے تیرے ساتھ ہو گئے ہیں۔ بھلا یہ کیا اونچے کام کرینگے اور ہمارا افضل و شرف کب اجازت دیسکتا ہے کہ ان کمینوں کے دوش بدوش تمہاری مجلس میں بیٹھا کریں، پہلے تو آپ ان کو اپنے یہاں سے کھسکائیے۔ پھر ہم سے بات کرنا۔

ف۷ یعنی مجھے ان کا صدق و ایمان قبول ہے، ان کے پیشے یا نیت اور اندرونی کاموں کے جاننے سے کیا مطلب۔ اس کا فیصلہ اور حساب تو پروردگار کے یہاں ہوگا۔ باقی میں تمہاری خاطر سے غریب ایمانداروں کو اپنے پاس سے دھکے نہیں دیسکتا۔

ف۸ یعنی میرا فرض تم کو آگاہ کر دینا تھا سو کر چکا۔ تمہاری لغو فرمائشیں پوری کرنا میرے ذمہ نہیں۔

ف۹ یعنی بس اب ہم کو اپنی نصیحت سے معاف رکھو۔ اگر اس روش سے باز نہ آئے تو سنگسار کئے جاؤ گے۔

ف۱۰ یعنی میرے اور انکے درمیان عملی فیصلہ فرما دیجئے اب انکے راہِ راست پر آنے کی توقع نہیں۔

مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾

میرے ساتھ ہیں ایمان والے ف۱ پھر بچا دیا ہمنے اُسکو اور جو اُسکے ساتھ تھے اُس لدی ہوئی کشتی میں

ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم

پھر ڈبا دیا ہمنے اُسکے پیچھے اُن باقی رہے ہوؤں کو ف۲ البتہ اس بات میں نشانی ہے اور اُن میں بہت لوگ

مُّؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾

نہیں ہیں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا جھٹلایا عاد نے پیغام لانیوالوں کو

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾

جب کہا اُن کو اُنکے بھائی ہود نے کیا تم کو ڈر نہیں میں تمہارے پاس پیغام لانیوالا معتبر ہوں

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ

سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے

إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَ

اُسی جہان کے مالک پر کیا بناتے ہو ہر اونچی زمین پر ایک نشان کھیلنے کو اور

تَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾ وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ

بناتے ہو کاریگریاں شاید تم ہمیشہ رہوگے ف۳ اور جب ہاتھ ڈالتے ہو تو پنجہ مارتے ہو

جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا

ظلم سے سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو ف۴ اور ڈرو اُس سے جس نے تم کو پہنچائیں وہ چیزیں

تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّي أَخَافُ

جو تم جانتے ہو پہنچائے تم کو چوپائے اور بیٹے اور باغ اور چشمے میں ڈرتا ہوں

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُن

تم پر ایک بڑے دن کی آفت سے ف۵ بولے ہم کو برابر ہے تو نصیحت کرے یا نہ بنے تو

مِّنَ الْوَاعِظِينَ ﴿١٣٦﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ

نصیحت کرنیوالا اور کچھ نہیں یہ باتیں عادت ہے اگلے لوگوں کی اور ہم پر آفت

ف۱ یعنی مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو الگ کر کے ان کا بیڑا غرق کر۔ ف۲ اس قصہ کی تفصیل پہلے کئی جگہ گذر چکی۔ ف۳ اُن لوگوں کو بڑا شوق تھا اونچے مضبوط منار بنانے کا جس سے کچھ کام نہ نکلے، مگر نام ہو جائے اور رہنے کی عمارتیں بھی بڑے تکلف کی بناتے تھے مال ضائع کرنے کو۔ اُن میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے گویا یہ سمجھتے تھے کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور یہ یادگاریں اور عمارتیں کبھی برباد نہ ہونگی۔ (لیکن آج دیکھو تو اُن کے کھنڈر بھی باقی نہیں) ف۴ یعنی ظلم و ستم سے زیردستوں اور کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے۔ گویا انصاف اور نرمی کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ خدا کی ضعیف مخلوق کو جبر و تعدی کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ سو اللہ سے ڈرو، ظلم و تکبر سے باز آؤ، اور میری بات مانو۔ ف۵ یعنی اتنا تو سوچو کہ آخر یہ سامان تم کو کس نے دیے ہیں؟ کیا اُس منعم حقیقی کا تمہارے ذمہ کوئی حق نہیں۔ اگر تمہاری یہی شرارت اور سرکشی رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ پہلی قوموں کی طرح کسی سخت آفت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ دیکھو! میں تم کو نصیحت کر چکا۔ اپنے انجام کو خوب سوچ لو۔

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ

نہیں آنے والی ف۱ پھر اُسکو جھٹلانے لگے تو ہمنے اُنکو غارت کر دیا ف۲ اس بات میں البتہ نشانی ہے اور اُن میں

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ كَذَّبَتْ

بہت لوگ نہیں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا جھٹلایا

ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّيْ

ثمود نے پیغام لانیوالوں کو جب کہا اُن کو اُنکے بھائی صالح نے کیا تم ڈرتے نہیں میں

لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ

تمہارے پاس پیغام لانیوالا ہوں معتبر سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اور نہیں مانگتا میں تم سے

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ

اس پر کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے اُسی جہان کے پالنے والے پر کیا چھوڑ رکھیں گے تم کو

مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ

یہاں کی چیزوں میں بے کھٹکے باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں

طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا

جن کا گابھا ملائم ہے اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر تکلف کے سو ڈرو

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ

اللہ سے اور میرا کہا مانو ف۳ اور نہ مانو حکم بیباک لوگوں کا جو

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ

خرابی کرتے ہیں ملک میں اور اصلاح نہیں کرتے ف۴ بولے تجھ پر تو کسی نے

الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ

جادو کیا ہے تو بھی ایک آدمی ہے جیسے ہم ف۵ سو لے آ کچھ نشانی اگر تو

الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ

سچا ہے ف۶ کہا یہ اونٹنی ہے اُسکے لئے پانی پینے کی ایک باری اور تمہارے لئے باری ایک

ع ١٨

ف۱ یعنی تمہاری نصیحت بیکار ہے۔ یہ جادو ہم پر چلنے والا نہیں قدیم سے یہ عادت چلی آئی ہے کہ کچھ لوگ نبی بن کر عذاب سے ڈرایا کرتے ہیں اور مرنے جینے کا سلسلہ بھی پہلے سے چلا آتا ہے تو اس سے ہم کو کیا اندیشہ ہو سکتا ہے رہا جو طریقہ ہمارا ہے وہ ہی ہمارے اگلے باپ دادوں کا تھا ہم اُس سے کسی طرح ہٹنے والے نہیں۔ نہ عذاب کی دھمکیوں کو خاطر میں لا سکتے ہیں۔ ف۲ یعنی سخت آندھی بھیج کر۔ اِن کا قصہ بھی پہلے "اعراف" وغیرہ میں مفصل گذر چکا ہے۔ ف۳ یعنی کیا یہ خیال ہے کہ ہمیشہ اسی عیش و آرام اور باغ و بہار کے مزے لوٹو گے؟ اور پہاڑوں کو تراش کر جو تکلف کے مکان تیار کئے ہیں اِن سے کبھی نہ نکلو گے؟ یا یہ مضبوط اور سنگین عمارتیں تم کو خدا کے عذاب سے بچا لیں گی؟ اس سودائے خام کو دل سے نکال ڈالو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر میرا کہا مانو میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔ ف۴ یہ عوام کو فرمایا کہ تم اِن بڑے مفسد شیطانوں کے پیچھے چل کر تباہ نہ ہو۔ یہ تو زمین میں خرابی پھیلانے والے ہیں۔ اصلاح کرنے والے اور نیک صلاح دینے والے نہیں۔ ف۵ یعنی ہم سے کونسی بات تجھ میں زائد ہے جو نبی بن گیا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے جادو کر دیا ہے جس سے تیری عقل ماری گئی۔ (العیاذ باللہ) ف۶ یعنی اگر نبی ہے اور ہم سے ممتاز درجہ رکھتا ہے تو اللہ سے کہہ کر کوئی ایسا نشان دکھلا جسے ہم بھی تسلیم کر لیں پھر فرمائش کی کہ اچھا پتھر کی اس چٹان میں سے ایک اونٹنی نکال دے جو ایسی اور ایسی ہو حضرت صالح نے دعا فرمائی حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ نشان دکھلا دیا۔

مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابُ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۵۶﴾

مقرر ف۱ اور مت چھیڑیو اُس کو بُری طرح سے پھر پکڑلے تم کو آفت ایک بڑے دن کی ف۲

فَعَقَرُوۡهَا فَاَصۡبَحُوۡا نٰدِمِيۡنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الۡعَذَابُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ

پھر کاٹ ڈالا اُس اونٹنی کو پھر کل کو رہ گئے پچتاتے ف۳ پھر آپکڑا اُن کو عذاب نے البتہ اس بات میں

لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ

نشانی ہے اور اُن میں بہت لوگ نہیں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست

الرَّحِيۡمُ ﴿۱۵۹﴾ كَذَّبَتۡ قَوۡمُ لُوۡطِ ِۨالۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ

رحم کرنے والا جھٹلایا لوط کی قوم نے پیغام لانے والوں کو جب کہا اُن کو اُنکے بھائی

لُوۡطٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

لوط نے کیا تم ڈرتے نہیں میں تمہارے لئے پیغام لانیوالا ہوں معتبر سو ڈرو اللہ سے اور

اَطِيۡعُوۡنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى

میرا کہا مانو اور مانگتا نہیں میں تم سے اس کا کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے اُسی

رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاۡتُوۡنَ الذُّكۡرَانَ مِنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوۡنَ

پروردگار عالم پر کیا تم دوڑتے ہو جہان کے مردوں پر ف۴ اور چھوڑتے ہو

مَا خَلَقَ لَـكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ‌ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ عٰدُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾

جو تمہارے واسطے بنادی ہیں تمہارے رب نے تمہاری جوروئیں بلکہ تم لوگ ہو حد سے بڑھنے والے ف۵

قَالُوۡا لَـئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ يٰلُوۡطُ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُخۡرَجِيۡنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّىۡ

بولے اگر نہ چھوڑیگا تو اے لوط تو تو نکال دیا جائے گا ف۶ کہا میں

لِعَمَلِكُمۡ مِّنَ الۡقَالِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِىۡ وَاَهۡلِىۡ مِمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾

تمہارے کام سے البتہ بیزار ہوں ف۷ اے رب خلاص کر مجھ کو اور میرے گھروالوں کو اُن کاموں سے جو یہ کرتے ہیں ف۸

فَنَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوۡزًا فِى الۡغٰبِرِيۡنَ‌ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ

پھر بچادیا ہم نے اُسکو اور اُسکے گھروالوں کو سب کو مگر ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں ف۹ پھر

ع ۸ / ۱۹ / ۱۲

ف۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اونٹنی پیدا ہوئی پتھر میں سے اللہ کی قدرت سے، حضرت صالحؑ کی دعا سے وہ چھوٹی پھرتی، جس جنگل میں چرنے یا جس تالاب پر پانی پینے جاتی سب مواشی بھاگ کر کنارے ہو جاتے۔ تب یوں ٹھہرا دیا کہ ایک دن اُس پانی پر وہ جائے، ایک دن اوروں کے مواشی جائیں۔ ف۲ یعنی اونٹنی کے ساتھ بُرائی سے پیش نہ آنا ورنہ بڑی سخت آفت ہوگی۔ ف۳ ایک بدکار عورت کے گھر مواشی بہت تھے، چارے اور پانی کی تکلیف سے اپنے ایک آشنا کو اُکسایا، اُس نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر ڈال دیے، اُسکے تین دن بعد عذاب آیا (موضح القرآن) یہ قصہ بھی پہلے مفصل گذر چکا۔ ف۴ یعنی سارے جہان میں کیا مرد ہی تمہاری شہوت رانی کے لئے رہ گئے، یا یہ کہ سارے جہان میں سے تم ہی ہو جو اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہو۔ ف۵ یعنی یہ خلاف فطرت کام کر کے آدمیت کی حد سے بھی نکل چکے ہو۔ ف۶ یعنی یہ وعظ و نصیحت رہنے دو۔ اگر آئندہ ہمیں تنگ کرو گے تو تم کو بستی سے نکال باہر کرینگے۔ ف۷ اس لئے ضرور اُس پر اظہار نفرت کرونگا اور نصیحت سے باز نہیں آ سکتا۔ ف۸ یعنی اِن کی نحوست اور وبال سے ہم کو بچا اور انہیں غارت کر۔ ف۹ یہ اُن کی بیوی تھی جو اُن بدمعاشوں سے مل رہی تھی جب عذاب آیا تو یہ بھی ہلاک ہوئی۔

دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ
اُٹھا مارا ہم نے اُن دوسروں کو اور برسایا اُن پر ایک برساؤ سو کیا بُرا برساؤ تھا اُن ڈرائے ہوؤں کا ف۱ البتہ

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
اِس بات میں نشانی ہے اور اُن میں بہت لوگ نہیں تھے ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ
زبردست رحم والا جھٹلایا بَن کے رہنے والوں نے پیغام لانیوالوں کو ف۲ جب کہا اُن کو

شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾
شعیب نے کیا تم ڈرتے نہیں میں تم کو پیغام پہنچانیوالا ہوں معتبر سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

وَمَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا
اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے اُسی پروردگار عالم پر پورا بھر کر دو

الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾
ناپ اور مت ہو نقصان دینے والے اور تولو سیدھی ترازو سے ف۳

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾
اور مت گھٹا دو لوگوں کو اُن کی چیزیں اور مت دوڑو ملک میں خرابی ڈالتے ہوئے ف۴

وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ
اور ڈرو اُس سے جس نے بنایا تم کو اور اگلی خلقت کو بولے تجھ پر تو کسی نے

الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾
جادو کر دیا ہے اور تو بھی ایک آدمی ہے جیسے ہم اور ہمارے خیال میں تو تو جھوٹا ہے ف۵

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾
سو گرا دے ہم پر کوئی ٹکڑا آسمان کا اگر تو سچا ہے ف۶

قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ
کہا میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ف۷ پھر اُس کو جھٹلایا پھر پکڑ لیا اُن کو آفت نے سائبان کے

ع ۹ (۱۶) ۱۲

ف۱ یعنی اُن کی بستیاں اُلٹ دیں اور آسمان کو پتھروں کا برساؤ کیا۔ سو ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ اُن کا قصہ بھی مفصل اعراف وغیرہ میں گذر چکا۔ ف۲ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ "اصحاب ایکہ" وہ ہی قوم مدین ہے۔ "ایکہ" ایک درخت تھا جسے یہ لوگ پوجتے تھے، اُسی نسبت سے "اصحاب الایکہ" کہا گیا۔ اور اسی لئے شعیب کو "اخوہم" سے تعبیر نہیں فرمایا۔ کیونکہ انبیاء کی اُخوت محض قومی و نسبی تعلقات پر مبنی تھی۔ اگر "مدین" کہتے تو "اخوہم" کہنا موزون تھا۔ جب "اصحاب الایکہ" کہہ کر ایک مذہبی نسبت سے ذکر کیا تو اس حیثیت سے "اخوہم" فرمانا حضرت شعیب کی شان کے مناسب نہ تھا بہرحال "مدین" اور "اصحاب ایکہ" ایک قوم ہے اور شعیب اسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ پہلے بھی اس کے متعلق کچھ بحث گذر چکی۔ ف۳ یعنی معاملات میں خیانت اور بے انصافی مت کرو جس طرح لینے کے وقت پورا ناپ تول کر لیتے ہو دیتے وقت بھی پورا ناپ تول کر دو۔ ف۴ یعنی ملک میں ڈاکے مت ڈالو اور لوگوں کے حقوق نہ مارو۔ ف۵ یعنی دعوئے نبوت میں اور عذاب وغیرہ کی دھمکیوں میں۔ ف۶ اگر سچا ہے تو آسمان کا یا بادل کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہم کو ہلاک کیوں نہیں کر دیتا۔ ف۷ یعنی وہ ہی جانتا ہے کہ کس جرم پر کس وقت اور کتنی سزا ملنی چاہئے۔ عذاب دینا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام ہشیار کر دینا تھا، سو کر چکے۔

ف سائبان کی طرح ابر آیا، اُس میں سے آگ برسی، نیچے سے زمین کو بھونچال آیا اور سخت ہولناک آواز آئی، اس طرح سب قوم تباہ ہو گئی۔ ان کا قصہ بھی پہلے مفصل گذر چکا ہے ایک نظر وہاں کے فوائد پر ڈال لی جائے۔ ف۲ آغاز سورت میں قرآن کریم کا ذکر تھا اور اُس کی تکذیب پر دھمکی دی گئی تھی، درمیان میں مکذبین حق کے واقعات بیان ہوئے یہاں سے پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے یعنی قرآن کریم وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے رب العالمین نے اُتارا، جبرئیل امین لیکر اُترے اور تیرے پاک و صاف قلب پر اُتاری گئی کیونکہ یہی قلب تھا جو اللہ کے علم میں اس بھاری امانت کو اُٹھانے اور سنبھالنے کے لائق تھا، چنانچہ وحی قرآنی آئی اور سیدھی تیرے دل میں اُترتی چلی گئی۔ تو نے اُس کو اپنے سارے دل سے سُنا اور سمجھا اور محفوظ رکھا۔ شاید "عَلٰی قَلْبِكَ" کے لفظ میں یہ بھی اشارہ ہو کہ نزول وحی کی جو دو کیفیتیں احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں (یعنی کبھی "صَلْصَلَۃُ الْجَرَسِ" کی طرح آنا اور کبھی فرشتہ کا آدمی کی صورت میں سامنے آکر بات کرنا) ان میں سے قرآن کی وحی اغلباً پہلی کیفیت کے ساتھ آتی تھی۔ کیونکہ دونوں حالتوں میں محققین کے نزدیک یہ فرق تھا کہ پہلی حالت میں پیغمبر کو بشریت سے منخلع ہو کر ملکیت کی طرف جانا پڑتا تھا۔ گویا اُس وقت آلات جسدانیہ کو بالکل معطل کر کے صرف روحی قوتوں اور قلبی حواس سے کام لیتے تھے۔ دل کے کانوں سے وحی کی آواز سنتے تھے اور دل کی آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھتے تھے اور دل کی الٰہی قوتوں سے اُن علوم کی تلقی کرتے تھے اور محفوظ رکھتے تھے بخلاف دوسری حالت کے کہ اُس میں فرشتہ کو ملکیت سے نزول کر کے بشریت کی طرف آنا پڑتا تھا، اُس وقت پیغمبر ان ہی ظاہری آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھتے اور ان ہی ظاہری کانوں کے توسط سے آواز سنتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وحی کی پہلی قسم کو احادیث میں فرمایا کہ "ھُوَ اَشَدُّہٗ عَلَیَّ" (وہ مجھ پر بہت بھاری ہوتی ہے) کیونکہ اُس میں آپ کو بشریت سے ملکیت کی طرف صعود کرنا پڑتا تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ف۳ یعنی اُتارا نہایت فصیح، واضح اور شگفتہ عربی زبان میں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ "عَلٰی قَلْبِكَ" سے مُراد یہ نہیں کہ صرف مضامین قرآن کے آپ کے دل میں اُتار دیے پھر آپ نے اُن کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیا۔ بلکہ الفاظ اور مضامین سب وحی ربانی سے قلب مبارک پر القا کئے گئے۔ ف۴ یعنی قرآن کی اور اُس کے لانے والے کی خبر پہلی آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ انبیائے سابقین برابر پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ باوجود بہت سی تحریف و تبدیل کے اب تک بھی ایک ذخیرہ اس قسم کی پیشین گوئیوں کا پایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اس قرآن کے بیشتر مضامین اجمالاً یا تفصیلاً اگلی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً قصص، توحید، رسالت، معاد وغیرہ مضامین جن پر تمام کتب سماویہ اور انبیاء و مرسلین کا اتفاق رہا ہے۔ ف۵ یعنی علمائے بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں کہ یہ وہی کتاب اور پیغمبر ہے جس کی خبر پہلے سے آسمانی صحیفوں میں دی گئی تھی۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے علانیہ اور بعض نے اپنی خصوصی مجلسوں میں امر حق کا اقرار کیا ہے اور بعض انصاف پسند اسی علم کی بنا پر مسلمان ہو گئے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ۔ غرض ایک منصف فہیم کے لئے جس کا دل حق کی طلب رکھتا اور خدا سے ڈرتا ہو، اس چیز میں بڑی نشانی ہے کہ دوسرے مذاہب کے علماء بھی اپنے دلوں میں قرآن کی حقانیت کو سمجھتے ہیں، گو کسی وجہ سے بعض اوقات اعلان و اقرار کی جرأت نہ کر سکیں۔ ف۶ یعنی آپ تو فصحائے عرب میں سے ہیں۔ ممکن ہے مشرکین کہہ دیں کہ قرآن آپ نے خود تصنیف کر لیا ہو گا (حالانکہ قرآن اُس حدِ اعجاز کو پہنچا ہوا ہے جس کا مثل تمام جن و انس بھی بنا کر نہیں لا سکتے) تاہم کہنے کو یہ احتمال پیدا کر سکتے ہیں لیکن ان کی ہٹ دھرمی، شقاوت اور بدبختی کا حال تو یہ ہے کہ اگر یہ قرآن فرض کرو ہم کسی غیر فصیح عرب یا عجمی انسان پر اُتارتے جو ایک حرف عربی کا بولنے پر قادر نہ ہوتا، بلکہ بالفرض محال کسی حیوان لایعقل پر اُتارا جاتا، تب بھی یہ لوگ اس کے ماننے والے نہ تھے۔ اُس وقت کچھ دوسرے احتمالات پیدا کرتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کافر کہتے تھے کہ قرآن آیا ہے عربی زبان میں، اس نبی کی زبان بھی عربی ہے شاید آپ ہی کہہ لاتا ہو۔ اگر غیر زبان والے پر عربی قرآن اُترتا تو یقین کرتے۔ فرمایا کہ دھوکہ والے کا جی کبھی نہیں ٹھہرتا۔ تب اور شبہے نکالتے کہ کوئی سکھا جاتا ہے۔" (موضح القرآن) ف۷ یعنی جو آدمی جرائم اور گناہوں کا خوگر ہو جاتا ہے اور اپنے قویٰ کو شرارت اور سرکشی میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی عادت کے موافق ڈھیل چھوڑ دیتا ہے اور اس کے دل میں انکار و تکذیب کے اثر کو جاگزین کر دیتا ہے۔ یہ تقریر ترجمہ کے موافق ہوئی۔ لیکن بہت سے مفسرین نے "سَلَكْنٰهُ" کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے یعنی قرآن کو ہم نے اس طرح مجرمین کے دل میں گھسا دیا کہ وہ دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کلام بشر کا نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی ہٹ دھرمی کی راہ سے ایمان نہیں لا سکتے اور تکذیب کئے چلے جاتے ہیں۔ تاآنکہ دنیا یا آخرت میں دردناک عذاب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں۔ اُس وقت مانیں گے کہ ہاں پیغمبر سچے تھے اور جو کتاب لائے تھے وہ حق تھی مگر اُس وقت ماننا کچھ نفع نہ دیگا (بقیہ بر صفحہ ۴۸۷)

الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا

دن کی۔ بیشک وہ تھا عذاب بڑے دن کا ف۱ البتہ اس بات میں نشانی ہے اور

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع

اُن میں بہت لوگ نہیں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰي قَلْبِكَ

اور یہ قرآن ہے اُتارا ہوا پروردگار عالم کا لیکر اُترا ہے اسکو فرشتہ معتبر تیرے دل پر

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ

کہ تو ہو ڈر سنا دینے والا ف۲ کھلی عربی زبان میں ف۳ اور یہ لکھا ہے پہلوں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰۗؤُا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾

کی کتابوں میں ف۴ کیا اُنکے واسطے نشانی نہیں یہ بات کہ اسکی خبر رکھتے ہیں پڑھے لوگ بنی اسرائیل کے ف۵

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰي بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور اگر اُتارتے ہم یہ کتاب کسی اوپری زبان والے پر اور وہ اسکو پڑھ کر سناتا تو بھی اُس پر یقین

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ

نہ لاتے ف۶ اسی طرح گھسا دیا ہم نے اس انکار کو گنہگاروں کے دل میں وہ نہ مانیں گے

بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

اُسکو جب تک نہ دیکھ لیں گے عذاب دردناک ف۷ پھر آئے اُن پر اچانک اور اُنکو خبر بھی نہ ہو

فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

پھر کہنے لگیں کچھ بھی ہم کو فرصت ملے گی ف۸ کیا ہمارے عذاب کو جلد مانگتے ہیں

اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَاۗءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

بھلا دیکھ تو اگر فائدہ پہنچاتے رہیں ہم اُنکو برسوں پھر پہنچے اُن پر جس چیز کا اُن سے وعدہ تھا

مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ

تو کیا کام آئیگا اُن کے جو کچھ فائدہ اُٹھاتے رہے ف۹ اور کوئی بستی نہیں غارت کی ہم نے

بقیہ فوائد صفحہ ۴۸۶ ۔ ف یعنی جب عذاب الٰہی ایک دم سر پر پہنچ جائیگا اُس وقت کہیں گے کیا ہمیں تھوڑی سی مہلت دیجا سکتی ہے کہ اب توبہ کر کے اپنا چال چلن درست کرلیں اور پیغمبر کا اتباع کر کے دکھلائیں۔ دنیا میں تو عذاب کی جلدی مچا رہے تھے اب مہلت طلب کرنے لگے ۔ ف ۹ یعنی سالہا سال کی ڈھیل اور مہلت بھی جو دی گئی تھی اُس وقت کچھ کام نہ آئیگی اُس وقت یہ برسوں کی مہلت کالعدم معلوم ہوگی اور سمجھیں گے کہ واقعی بہت ہی جلدی پکڑے گئے "کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا" (نازعات رکوع ۲)

فوائد صفحہ ہذا ف یعنی کسی قوم کا تختہ یوں ہی ایک دم نہیں اُلٹ دیا گیا۔ عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دی گئی اور ہشیار کرنے والے پیغمبر بھیجے گئے کہ لوگ غفلت میں نہ رہیں جب کسی طرح نہ مانے آخر غارت کئے گئے۔ العیاذ باللہ ۔ ف ۲ درمیان میں مکذبین کے احوال بیان فرما کر پھر اصل مضمون (وَاِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ) کی تکمیل و تتمیم فرماتے ہیں یعنی یہ کتاب خدا تعالیٰ کے ہاں سے جبریل امین لائے ہیں۔ شیاطین کی سکھلائی ہوئی چیز نہیں۔ بھلا شیاطین سے کہاں ممکن ہے کہ ایسی کتاب بن آئے۔ اُن کی طبائع کا خاصہ تو گمراہی، فساد، اور ظلمت پھیلانا ہے۔ اور یہ کتاب اوّل سے آخر تک رُشد و صلاح اور نور ہدایت سے بھری ہوئی ہے جسکی تعلیم سے وہ جماعت تیار ہوئی

اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ ۞۲۰۸ ذِكۡرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ۞۲۰۹ وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ

جسکے لئے نہیں تھے ڈر سنانے والے یاد دلانے کو اور ہمارا کام نہیں ظلم کرنا ف اور اس قرآن کو نہیں

الشَّيٰطِيۡنُ ۞۲۱۰ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهُمۡ وَمَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ۞۲۱۱ اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ

لیکر اُترے شیطان اور نہ اُن سے بن آئے اور نہ وہ کر سکیں ف ۲ اُن کو تو سننے کی جگہ سے

لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ ۞۲۱۲ فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِيۡنَ ۞۲۱۳

دور کر دیا ہے ف ۳ سو تو مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا معبود پھر تو پڑے عذاب میں ف ۴

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۞۲۱۴ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ

اور ڈر سنادے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ف ۵ اور اپنے بازو نیچے رکھ اُنکے واسطے جو تیرے ساتھ

مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞۲۱۵ فَاِنۡ عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۞۲۱۶

ہیں ایمان والے ف ۶ پھر اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں بیزار ہوں تمہارے کام سے ف

وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ ۞۲۱۷ الَّذِىۡ يَرٰٮكَ حِيۡنَ تَقُوۡمُ ۞۲۱۸ وَ

اور بھروسہ کر اُس زبردست رحم والے پر ف ۸ جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو اُٹھتا ہے اور

تَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيۡنَ ۞۲۱۹ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۞۲۲۰ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ

تیرا پھرنا نمازیوں میں ف ۹ بیشک وہی ہے سننے والا جاننے والا میں بتلاؤں تم کو

عَلٰى مَنۡ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيۡنُ ۞۲۲۱ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ ۞۲۲۲

کس پر اُترتے ہیں شیطان اُترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر ف ۱۰

يُّلۡقُوۡنَ السَّمۡعَ وَاَكۡثَرُهُمۡ كٰذِبُوۡنَ ۞۲۲۳ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الۡغَاوٗنَ ۞۲۲۴

لا ڈالتے ہیں سنی ہوئی بات اور بہت اُن میں جھوٹے ہیں ف ۱۱ اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ

اَلَمۡ تَرَ اَنَّهُمۡ فِىۡ كُلِّ وَادٍ يَّهِيۡمُوۡنَ ۞۲۲۵ وَاَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا يَفۡعَلُوۡنَ ۞۲۲۶

تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں ف ۱۳ اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے ف ۱۴

اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا وَّانۡتَصَرُوۡا

مگر وہ لوگ جو یقین لائے اور کام کئے اچھے اور یاد کی اللہ کی بہت اور بدلہ لیا

جس سے زیادہ آسمان کے نیچے بجز انبیاء کے کوئی پاکباز، صادق خدا ترس اور خدا پرست جماعت نہیں۔ تو اس کتاب کے علوم اور شیاطین کی طبائع میں کوئی مناسبت نہیں نہ وہ اِس لائق ہیں کہ اس عظیم الشان، متبرک بار امانت کو اُٹھا سکیں۔ لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ" (حشر رکوع ۳) روایات میں ہے کہ بعض مشرکین کا خیال تھا کہ محمد صلعم کے پاس کوئی جن آکر یہ قرآن سکھلا جاتا ہے۔ بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ وحی آنے میں کچھ دیر ہوئی تو ایک عورت نے حضور کو کہا کہ تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا (نعوذ باللہ) ان آیات میں اسی خیال کی تردید ہے ف ۳ یعنی نزول قرآن کے زمانہ میں اُس کی حفاظت کے لئے ایسے غیبی پہرے بٹھائے گئے ہیں کہ شیاطین پاس بھی نہیں پھٹک سکتے نہ ایک حرف اُچک سکتے ہیں کما قال تعالےٰ "وَاَنَّا كُنَّا نَقۡعُدُ مِنۡهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ يَجِدۡ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا" (جن رکوع ۱) وقال تعالیٰ فَاِنَّهٗ يَسۡلُكُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا (جن رکوع ۲) وقال تعالےٰ "لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ" (حٰم السجدہ رکوع ۵) (تنبیہ) شیاطین کے غیبی خبریں سننے کی کوشش کرنے اور ناکام رہنے کے متعلق سورہ حجر کے شروع میں مفصل کلام کیا جاچکا ہے وہاں مطالعہ کرنا چاہئے۔ ف ۴ یہ فرمایا رسول کو اور سنایا اوروں کو یعنی جب یہ کتاب بلاشک و شبہ خدا کی اُتاری ہوئی ہے، شیطان کا اس میں ذرہ بھر دخل نہیں تو چاہئے کہ اس کی تعلیم پر چلو جس میں اصل اصول توحید ہے۔ شرک و کفر اور تکذیب کی شیطانی راہ اختیار مت کرو۔ ورنہ عذاب الٰہی سے رُستگاری کی کوئی سبیل نہیں ف ۵ یعنی اوروں سے پہلے اپنے اقارب کو تنبیہ کیجئے۔ کہ خیر خواہی میں اُن کا حق مقدم ہے اور ویسے بھی آدمی کی صداقت وحقانیت اقارب کے معاملہ سے پرکھی جاتی ہے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت اُتری حضرت نے سارے قریش کو پکار کر سنا دیا اور اپنی پھوپھی تک اور اپنی بیٹی تک اور چچا تک کہ سنایا کہ اللہ کے ظلم سے اپنی فکر کرو خدا کے ہاں میں تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔ ف ۶ یعنی شفقت میں رکھ ایمان والوں کو، اپنے ہوں یا پرائے۔ ف ۷ یعنی خلاف حکم خدا جو کوئی کرے اُس سے تو بیزار ہو جا اپنا ہو یا پرایا۔ (موضح) ف ۸ یعنی نافرمانی کرنے والے کوئی ہوں اور کتنے ہی ہوں تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ سب سے بیزار ہو کر ایک خدا پر بھروسہ رکھ جو زبردست بھی ہے کسی کی اُس کے مقابلہ میں چل نہیں سکتی اور مہربانی فرمانے والا بھی، چنانچہ اپنی مہربانی سے تیرے حال پر ہر وقت نظر عنایت رکھتا ہے۔ ف ۹ یعنی جب تو تہجد کو اُٹھتا ہے اور متوسلین کی خبر لیتا ہے کہ خدا کی یاد میں ہیں یا غافل (موضح) یا تو جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور جماعت کی نماز میں نقل و حرکت (رکوع و سجود وغیرہ) کرتا ہے اور مقتدیوں کی دیکھ بھال رکھتا ہے۔ اور بعض سلف نے کہا کہ ساجدین سے آپ کے آباء مراد ہیں یعنی آپ کے نور کا ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہو کر تشریف لانا، بلکہ بعض مفسرین نے اس لفظ سے حضور کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف ۱۰ یہاں پھر قرآن کے صدق اور عظمت شان پر تنبیہ فرمائی یعنی ایسے ساجدین اور تہجد گذاروں کے امام کو جو اللہ کے معاملہ میں اپنے اور بیگانے کی کوئی پروا نہ کرے اور ساری دنیا سے ٹوٹ کر اکیلے خدا پر بھروسہ رکھے، کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) شیطان اُن پر وحی لاتا تھا؟ آؤ! میں تم کو بتلاؤں کہ شیطانی وحی کس قسم کے لوگوں پر آتی ہے۔ وہ آتی ہے جھوٹوں پر، بدمعاشوں اور بدکاروں پر۔ کیونکہ شیطان سچے اور نیک آدمیوں سے بیزار ہے کہ یہ اُس کو بُرا جانتے ہیں۔ جھوٹے دغا بازوں سے خوش ہے جو اُس کی مرضی کے موافق ہیں۔ بھلا سب سچوں سے زیادہ سچے اور تمام نیکوں سے بڑھ کر (بقیہ بر صفحہ ۴۸۸)

بقیہ صفحہ ۴۸۷۔ نیک انسان کو شیطانی وحی سے کیا نسبت، حضور کا صدق و امانت، اِتقاء، پاکبازی، خداترسی، تو وہ اوصاف ہیں جو بچپن سے لیکر دعوئے نبوت تک آپکی ساری قوم کو تسلیم تھے۔ حتیٰ کہ "الصادق الامین" آپ کا لقب ہی پڑ گیا تھا۔ ف۱۱ یعنی شیاطین کوئی ایک آدھ ناتمام بات امورِ غیبیہ جزئیہ کے متعلق جو سُن بھاگتے ہیں اُس میں سو جھوٹ ملا کر اپنے کاہن دوستوں کو پہنچاتے ہیں، یہ حقیقت اُنکی وحی کی ہے۔ برخلاف اِس کے انبیاء کی وحی کا ایک حرف اور ایک شوشہ بھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ بعض نے "یُلقُونَ السَّمْعَ" کے معنی یہ لئے ہیں کہ شیاطین ملأِ اعلیٰ کی طرف کان لگاتے ہیں کہ کوئی غیبی بھنک کان میں پڑ جائے، یا جھوٹے گنہگار شیاطین کی طرف کان جھکائے رکھتے ہیں کہ کوئی چیز اِدھر سے ہاتھ آئے تو چلتی کریں۔ ف۱۲ کافر لوگ پیغمبر کو کبھی کاہن بتاتے کبھی شاعر، سو فرمایا کہ شاعری کی باتیں محض تخیلات ہوتی ہیں تحقیق سے اُس کو لگاؤ نہیں ہوتا۔ اِسی لئے اُسکی باتوں سے بجز گرمیٔ محفل یا وقتی جوش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت نہیں ہوتی حالانکہ اس پیغمبر کی صحبت میں قرآن سُن سُن کر ہزاروں آدمی نیکی اور پرہیزگاری پر آتے ہیں۔ ف۱۳ یعنی جو مضمون پکڑ لیا اُسی کو بڑھاتے چلے گئے، کسی کی تعریف کی تو آسمان پر چڑھا دیا، مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اُس میں جمع کر دیے۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا اُنکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ، مبالغہ اور تخیل کے جس جنگل میں نکل گئے، پھر مڑ کر نہیں دیکھا۔ اِسی لئے شعر کی نسبت مشہور ہے "اَکْذَبُ اُو اَحْسَنُ اُو"

مِنۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَىَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ﴿۲۲۷﴾ ع ۱۱ (۳۶) ۱۵

اُس کے پیچھے کہ اُن پر ظلم ہوا ف اور اب معلوم کر لیں گے ظلم کرنیوالے کہ کس کروٹ اُلٹتے ہیں ف۲

سُورَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَتِسْعُونَ اٰيَةً وَسَبْعُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ نمل مکہ میں اُتری اور اس کی ترانوے ۹۳ آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۲﴾

یہ آیتیں ہیں قرآن اور کھلی کتاب کی ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کو ف۱

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُم بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

جو قائم رکھتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اُن کو آخرت پر

يُوقِنُونَ ﴿۳﴾ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ

یقین ہے جو لوگ نہیں مانتے آخرت کو اچھے دکھلائے ہم نے اُنکی نظروں میں اُنکے کام

فَهُمْ يَعْمَهُونَ ﴿۴﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ

سو وہ بہکے پھرتے ہیں ف۳ وہی ہیں جن کے واسطے بُری طرح کا عذاب ہے اور آخرت میں

هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿۵﴾ وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿۶﴾

وہی ہیں خراب ف۴ اور تجھ کو تو قرآن پہنچتا ہے ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے ف۵

إِذْ قَالَ مُوسٰى لِأَهْلِهِٓ إِنِّىٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ

جب کہا موسیٰ نے اپنے گھروالوں کو میں نے دیکھی ہے ایک آگ ف۶ اب لاتا ہوں تمہارے پاس وہاں سے کچھ

اٰتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهَا نُودِىَ

خبر یا لاتا ہوں انگارا سلگا کر شاید تم سینکو ف۷ پھر جب پہنچا اُسکے پاس آواز ہوئی

أَنۢ بُورِكَ مَن فِى النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۸﴾

کہ برکت ہے اُس پر جو کوئی کہ آگ میں ہے اور جو اُسکے آس پاس ہے ف۸ اور پاک ہے ذات اللہ کی جو رب سارے

ف۱۴ یعنی شعر پڑھو تو معلوم ہو کہ رستم سے زیادہ بہادر اور شیر سے زیادہ دلیر ہونگے، اور جا کر ملو تو پرلے درجہ کے نامرد اور ڈرپوک۔ کبھی دیکھو تو ہٹے کٹے ہیں اور اشعار پڑھو تو خیال ہو کہ نبضیں ساقط ہو چکیں، قبض روح کا انتظار ہے۔ حالی نے مسدس میں اِن کے جھوٹ کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ غرض ایک پیغمبر خدا اور وہ بھی خاتم الانبیاء کو اِس جماعت سے کیا لگاؤ۔ اسی لئے فرمایا۔ "وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِى لَهٗ" آپکی جو بات تھی سچی، نچی، تلی، باون تولے پاؤ رتی تحقیق کی ترازو میں تلی ہوئی۔ پھر جو بات زبان مبارک سے سُنی جاتی تھی وہ ہی عمل میں آنکھوں سے نظر آتی تھی۔ بھلا شاعر ایسے ہوتے ہیں؟ اور شاعری اسے کہتے ہیں؟ حاشا ثم حاشا۔

فوائد صفحہ ہٰذا ف۱ مگر جو کوئی شعر میں اللہ کی حمد کہے یا نیکی کی ترغیب دے، یا کفر کی مذمت یا گناہ کی بُرائی کرے یا کافر اسلام کی ہجو کریں یہ اُس کا جواب دے، یا کسی نے اس کو ایذا پہنچائی اُس کا جواب بحدِ اعتدال دیا، ایسا شعر عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ ایسے ہی اشعار کہتے تھے۔ اِسی لئے حضور نے فرمایا کہ اِن کافروں کا جواب دے اور روح القدس تیرے ساتھ ہے۔ ف۲ یہ "مِنۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا" کی مناسبت سے فرمایا کہ ظالموں کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائیگا کہ کس کروٹ اونٹ بیٹھتا ہے۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اللہ کی کتابوں اور پیغمبروں کو کاہن و شاعر کہہ کر جھٹلائے۔ ف۳ یعنی جن کو انجام کی کوئی فکر اور مستقبل کا خیال نہ ہو، وہ اسی دنیائے فانی کی فکر میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اُنکی تمام کوششوں کا مرکز یہ ہی چندروزہ زندگی ہے جو کتاب یا پیغمبر اِدھر سے ہٹا کر عاقبت کی طرف توجہ دلائے، اس پر کیوں کان دھرنے لگے۔ وہ دنیا کے عشق میں غرق ہو کر ہادیوں پر آوازے کستے ہیں۔ آسمانی صحیفوں کو موردِ طعن بناتے ہیں پیغمبروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں اور یہ ہی کام ہیں جن کو اپنے نزدیک بہت اچھا سمجھ کر برابر گمراہی میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ (تنبیہ) تزیین کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اِس حیثیت سے کی کہ خالق ہر چیز کا وہ ہی ہے کسی سبب پر مسبب کا ترتب بدون اُس کی مشیت و ارادہ کے نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ دوسری مواضع میں اِضلال اور ختم و طبع وغیرہ کی نسبت اُسکی طرف ہوئی ہے۔ سورۂ "نمل" کی اِن ابتدائی آیات کا مضمون سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات سے بہت مشابہ ہے۔ اُن کو ایک مرتبہ مطالعہ کر لیا جائے۔ ف۴ یعنی وہاں سب سے زیادہ خسارہ میں یہ ہی لوگ ہونگے۔ ف۵ یعنی اِن بدبختوں کو تو یہ ضلالتیں بھٹکنے دو۔ جب اُنہوں نے قرآن مبین کی قدر نہ پہچانی اور اُس کی ہدایات و بشارات سے فائدہ نہ اُٹھایا تو یہ ہی حشر ہونا تھا۔ آپ تو خدا کا شکر کیجئے کہ اُس علیم و حکیم کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب آپ کو مرحمت کی گئی ہے جس سے ہر وقت تازہ بتازہ فوائد پہنچ رہے ہیں جس میں مومنین کے لئے بشارتیں ہیں اور مکذبین کو عبرتناک واقعات سُنائے گئے ہیں تا سچوں کا دل مضبوط و قوی ہو اور جھوٹ کی حمایت کرنیوالے اپنی بدانجامی پر مطلع ہو جائیں۔ چنانچہ ان ہی اغراض کے لئے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونیوں کا قصہ سنایا جاتا ہے۔ ف۶ یہ "مدین" سے جاتے ہوئے وادی طویٰ کے قریب پہنچ کر کہا جبکہ سخت سردی کی اندھیری رات میں راستہ بھول گئے تھے مفصل واقعہ سورۂ طٰہٰ کے فوائد میں گذر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۷ یعنی رستہ کی خبر لاتا ہوں اگر آگ کے پاس کوئی موجود ہو، ورنہ کم از کم سینکنے تاپنے کے لئے ایک انگارا لے آؤنگا۔ ف۸ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ دنیا کی آگ نہیں، بلکہ غیبی اور نورانی آگ ہے جس کے اندر نور الٰہی ظاہر ہو رہا تھا، یا اُسکی تجلی چمک رہی تھی۔ شاید وہ ہی ہو جس کو حدیث میں فرمایا "حِجَابُهُ النَّارُ" یا "حِجَابُهُ النُّورُ" پھر غیب سے آواز آئی (بقیہ برصفحہ ۴۸۹)

بقیہ صفحہ ۴۸۸ "اَنۡۢ بُوۡرِكَ مَنۡ فِی النَّارِ وَمَنۡ حَوۡلَهَا" ... اندر یا اُس کے آس پاس جو ہستیاں ہیں خلاً فرشتے یا خود موسیٰ علیہ السلام وہ سب مبارک ہیں۔ یہ غالباً موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کے لئے بطور اعزاز و اکرام کے فرمایا۔ **ف۹** یعنی مکان، جہت جسم، صورت اور رنگ وغیرہ سمات حدوث سے اللہ کی ذات پاک ہے۔ آگ میں اُس کی تجلی کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اُس کی ذات پاک آگ میں حلول کر آئی؟ آفتاب عالمتاب قلعی دار آئینہ میں متجلی ہوتا ہے لیکن کون احمق کہہ سکتا ہے کہ اتنا بڑا کرۂ شمسی چھوٹے سے آئینہ میں سما گیا؟

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی اس وقت تجھ سے کلام کرنے والا میں ہوں، یہ سب واقعہ مفصلاً سورۂ "طٰہٰ" میں گذر چکا۔ **ف۲** شاید ابتداءً میں پتلا ہوگا، یا سرعتِ حرکت میں تشبیہ ہوگی، صغرِ جثہ میں نہیں۔ **ف۳** یہ خوف طبعی تھا جو منافی نبوت نہیں۔ **ف۴** یعنی اس مقام حضور و اصطفاء میں پہنچ کر ایسی چیزوں سے ڈرنے کا کیا مطلب پیغمبروں کو لائق نہیں کہ ہماری بارگاہِ قرب میں پہنچ کر لاٹھی یا سانپ یا کسی مخلوق سے ڈریں۔ وہاں تو دل کو انتہائی سکون و طمانیت حاصل ہونا چاہیے۔ **ف۵** یہ استثناء منقطع ہے یعنی خدا کے حضور میں پہنچ کر خوف و اندیشہ صرف اُس کو ہونا چاہیے جو کوئی زیادتی یا خطا و تقصیر کرکے آیا ہو۔ اُس کے متعلق بھی ہمارے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ برائی کیے بعد اگر دل سے توبہ کرکے اپنی روش درست کرلی اور نیکیاں کرکے برائی کا اثر مٹا دیا تو حق تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرمانے والا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام سے چوک کر ایک کافر کا خون ہوگیا تھا اُس کا ڈر تھا اُن کے دل میں، اُن کو وہ معاف کردیا۔ **ف۶** نو نشانیوں کا بیان سورۂ "بنی اسرائیل" کی آیت "وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى تِسۡعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسۡـَٔلۡ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِذۡ جَآءَهُمۡ" الخ کے تحت میں دیکھو **ف۷** یعنی جب وقتاً فوقتاً اُنکی آنکھیں کھولنے کے لیے وہ نشانیاں کھلائی گئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب جادو ہے حالانکہ اُنکے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور جو نشان دکھلاتے ہیں یقیناً خدائی نشان ہیں۔ جادو شعبدہ اور نظر بندی نہیں۔ مگر محض بے انصافی اور غرور و تکبر سے جان بوجھ کر اپنے ضمیر کے خلاف حق کی تکذیب اور سچائی کا انکار کر رہے تھے۔ پھر کیا ہوا چند روز بعد پتہ لگ گیا کہ ایسے ہٹ دھرم مفسدوں کا انجام کیسا ہوتا ہے سب کو بحر قلزم کی موجوں نے کھالیا۔ کسی کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔ **ف۸** حضرت سلیمان حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادہ ہیں۔ باپ بیٹے میں سے ہر ایک کو اُنکی شان کے لائق اللہ تعالیٰ نے علم کا خاص حصہ عطا فرمایا شرائع و احکام اور اصول سیاست و حکمرانی وغیرہ کے علوم سب اس لفظ کے تحت میں داخل ہوگئے۔ **ف۹** حق تعالیٰ نے جو علم داؤد و سلیمان علیہما السلام کو دیا تھا اُسی کا اثر یہ تھا کہ حق تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے۔ کسی نعمتِ الٰہی پر شکر ادا کرنا، اصل نعمت سے بڑی نعمت ہے۔ **ف۱۰** "بہت سے" اس لئے کہا کہ بہت بندگانِ خدا کو اُن پر فضیلت دی گئی ہے۔ باقی تمام مخلوق پر فضیلت کلی تو سارے جہان میں ایک ہی بندے کو حاصل ہوئی جن کا نام مبارک ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **ف۱۱** یعنی داؤد کے بیٹوں میں سے اُن کے اصل جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے جن کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور بادشاہت دونوں جمع کردیں اور وہ ملک عطا فرمایا جو اُن سے قبل یا بعد کسی کو نہ ملا۔ جن، ہوا اور پرندوں کو اُن کے لئے مسخر فرما دیا۔ جیسا کہ سورۂ "سبا" میں آئیگا۔ **ف۱۲** اس بات کا انکار کرنا بداہت کا انکار ہوگا کہ پرندے جو بولیاں بولتے ہیں اُن میں ایک خاص حد تک افہام و تفہیم کی شان پائی جاتی ہے۔ ایک پرند جس وقت اپنے جوڑے کو بلاتا یا دانہ دینے کے لئے اپنے بچوں کو آواز دیتا یا کسی چیز سے خوف کھا کر خبردار کرتا ہے، ان تمام حالات میں اُس کی بولی اور لب و لہجہ یکساں نہیں ہوتا چنانچہ اُس کے مخاطبین اس فرق کو بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اسی کو ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرے احوال و ضروریات کے وقت بھی ان کے چہچہوں میں (گو ہمیں کتنے ہی متشابہ و متقارب معلوم ہوں) ایسا لطیف و خفیف تفاوت ہوتا ہوگا جسے وہ آپس میں سمجھ لیتے ہونگے تم کسی پوسٹ آفس میں چلے جاؤ اور تار کی متشابہ کھٹ کھٹ گھنٹوں سنتے رہو، تمہارے نزدیک محض بے معنی حرکات و اصوات کے زیادہ وقعت نہ ہوگی لیکن ٹیلیگراف ماسٹر فوراً بتا دیگا کہ فلاں جگہ سے فلاں آدمی یہ مضمون کہہ رہا ہے یا فلاں لیکچرار کی تقریر ابھی تاروں کی کھٹکھٹاہٹ میں صاف سنائی دے رہی ہے۔ کیونکہ وہ ان "فقرات تلغرافیہ" کی دلالت وضعیہ سے پوری طرح واقف ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس کیا بعید ہے کہ واضع حقیقی نے نغمات طیور کو بھی مختلف معانی و مطالب کے اظہار کیلئے وضع کیا ہو۔ اور جس طرح انسان کا بچہ اپنے ماں باپ کی زبان سے آہستہ آہستہ واقف ہوتا رہتا ہے، طیور کے بچے بھی اپنی فطری استعداد سے اپنی نوع کی بولیوں کو سمجھنے لگتے ہوں اور بطور ایک معجزانہ اعجاز کے حق تعالیٰ کسی نبی کو بھی اُن کا علم عطا فرما دے۔ حیوانات کے لئے جزئی ادراکات کا حصول تو پہلے سے مسلّم چلا آتا ہے لیکن یورپ کی جدید تحقیقات اب حیوانات کی عاقلیت کو آدمیت کی سرحد سے قریب کرتی جاتی ہیں حتیٰ کہ حیوانات کی بولیوں کی "ابجد" تیار کی جا رہی ہے۔ قرآن کریم نے (بقیہ صفحہ ۴۹۰)

يٰمُوۡسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۙ﴿۹﴾ وَاَلۡقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا

اے موسیٰ وہ میں اللہ ہوں زبردست حکمتوں والا **ف۱** اور ڈال دے لاٹھی اپنی پھر جب دیکھا اُسکو

تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدۡبِرًا وَّلَمۡ يُعَقِّبۡ ؕ يٰمُوۡسٰى لَا تَخَفۡ ۚ اِنِّىۡ

پھنپھناتے جیسے سانپ کی شکل **ف۲** لوٹا پیٹھ پھیر کر اور مڑ کر نہ دیکھا **ف۳** اے موسیٰ مت ڈر میں جو ہوں

لَا يَخَافُ لَدَىَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۖ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسۡنًاۢ

میرے پاس نہیں ڈرتے رسول **ف۴** مگر جس نے زیادتی کی پھر بدلے میں نیکی کی

بَعۡدَ سُوۡٓءٍ فَاِنِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ‏ ﴿۱۱﴾ وَاَدۡخِلۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ تَخۡرُجۡ

برائی کے پیچھے تو میں بخشنے والا مہربان ہوں **ف۵** اور ڈال دے ہاتھ اپنا اپنے گریبان میں کہ نکلے

بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ فِىۡ تِسۡعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَقَوۡمِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ

سفید ہو کر بغیر کسی عیب کے یہ دونوں ملکر نو نشانیاں لیکر جا فرعون اور اُسکی قوم کی طرف بیشک وہ

كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ‏ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰيٰتُنَا مُبۡصِرَةً قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ

تھے لوگ نافرمان **ف۶** پھر جب پہنچیں اُنکے پاس ہماری نشانیاں سمجھانے کو بولے یہ جادو ہے

مُّبِيۡنٌ ۚ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَيۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرۡ

صریح اور اُن کا انکار کیا اور اُن کا یقین کرچکے تھے اپنے جی میں بے انصافی اور غرور سے سو دیکھ لے

كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِيۡنَ‏ ﴿۱۴﴾ وَلَـقَدۡ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ

کیسا ہوا انجام خرابی کرنیوالوں کا **ف۷** اور ہم نے دیا داؤد اور سلیمان کو

عِلۡمًا ۚ وَقَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيۡرٍ مِّنۡ عِبَادِهِ

ایک علم **ف۸** اور بولے شکر اللہ کا جس نے ہم کو بزرگی دی **ف۹** اپنے بہت سے بندوں

الۡمُؤۡمِنِيۡنَ‏ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيۡمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا

ایمان والوں پر **ف۱۰** اور قائم مقام ہوا سلیمان داؤد کا **ف۱۱** اور بولا اے لوگو ہم کو سکھائی ہے

مَنۡطِقَ الطَّيۡرِ وَاُوۡتِيۡنَا مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِيۡنُ‏ ﴿۱۶﴾

بولی اُڑتے جانوروں کی **ف۱۲** اور دیا ہم کو ہر چیز میں سے **ف۱۳** بیشک یہی ہے فضیلت صریح

بقیہ صفحہ ۴۸۹ - خبر دی تھی کہ ہر چیز اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتی ہے جسے تم سمجھتے نہیں اور ہر پرندہ اپنی صلوٰۃ و تسبیح سے واقف ہے"۔ احادیث صحیحہ میں حیوانات کا تکلم۔ بلکہ جمادات محضہ کا بات کرنا اور تسبیح پڑھنا ثابت ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اپنے خالق کی اجمالی مگر صحیح معرفت ہر چیز کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے پس اُن کی تسبیح و تحمید یا بعض محاورات و خطابات پر بعض بندگان خدا کا بطور خرق عادت مطلع کر دیا جانا از قبیل محالات عقلیہ نہیں۔ ہاں عام عادت کے خلاف ضرور ہے۔ سو اعجاز و کرامت اگر عام عادت اور معمول کے موافق ہوا کرے تو اعجاز و کرامت ہی کیوں کہلائے (خوارق عادت پر ہم نے مستقل مضمون لکھا ہے اُسے ملاحظہ کر لیا جائے) بہرحال اس رکوع میں کئی معجزے اس قسم کے مذکور ہیں جن میں زائغین نے عجیب طرح کی رکیک اور رکچر تحریفات شروع کر دی ہیں، کیونکہ بعض طیور کا اپنی بولی میں آدمیوں کے بعض علوم کو ادا کرنا، یا چیونٹیوں کا آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب بنانا اور سلیمان پیغمبر کا اُن کو سمجھ لینا یہ سب باتیں اُن کے نزدیک ایسی لغو اور احمقانہ ہیں جن پر ایک بچہ بھی یقین نہیں کر سکتا لیکن میں کہتا ہوں کہ لاکھوں محققین اور علمائے سلف و خلف کی نسبت خیال کرنا کہ وہ ایسی کچی، لغو اور بدیہی البطلان باتوں کو جنہیں ایک بچہ اور گنوار بھی نہیں مان سکتا تھا بلا تردید و تکذیب بیان کرتے چلے آئے۔ اور ان اوہام کو رد کر کے مضمون آیات کی صحیح حقیقت جو تم پر آج منکشف ہوئی ہے کسی نے بیان نہ کی؟ یہ خیال اُن باتوں سے بھی بڑھ کر لغو اور احمقانہ ہے جن کی لغویت کو تم تسلیم کرانا چاہتے ہو۔ علماء سے ہر زمانہ میں غلط فہمی یا خطا و تقصیر ہو سکتی ہے، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ شب و روز کی جن محسوسات اور بیش پا افتادہ حقائق کو انسان کا بچہ بچہ جانتا ہے، وہ صدیوں تک بڑے بڑے عقلمند اور محقق علماء کو ایک دن بھی نظر نہ آئی ہوں۔ یاد رہے کہ ہم اسرائیلی خرافات کی تائید نہیں کر رہے۔ ہاں جس حد تک اکابر سلف نے بلا اختلاف کلام الٰہی کا مدلول بیان کیا ہے اُس کو ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ خواہ وہ اسرائیلی روایات کے موافق پڑ جائیں یا مخالف **ف۱۳** یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت و نبوت کے لئے جو چیزیں اور سامان درکار تھے وہ سب عطا فرمائے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

اور جمع کئے گئے سلیمان کے پاس اُسکے لشکر جن اور انسان اور اڑتے جانور پھر اُنکی جماعتیں بنائی

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا

یہاں تک کہ جب پہنچے چیونٹیوں کے میدان پر **ف۲** کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو گھس جاؤ

مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اپنے گھروں میں نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان اور اُسکی فوجیں اور اُنکو خبر بھی نہ ہو **ف۳**

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

پھر مسکرا کر ہنس پڑا اُسکی بات سے **ف۴** اور بولا اے میرے رب میری قسمت میں دے کہ شکر کروں تیرے احسان کا

الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ

جو تو نے کیا مجھ پر اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں کام نیک جو تو پسند کرے اور

اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ

ملا لے مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں **ف۵** اور خبر لی اڑتے جانوروں کی تو کہا

مَا لِیَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ

کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہُدہُد کو یا ہے وہ غائب **ف۶** اُس کو سزا دونگا

عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاۡاَذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ

سخت سزا **ف۷** یا ذبح کر ڈالونگا یا لائے میرے پاس کوئی سند صریح **ف۸** پھر بہت

غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ

دیر نہ کی کہ آکر کہا میں لے آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اُسکی خبر نہ تھی اور آیا ہوں تیرے پاس سبا سے ایک خبر لیکر

یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا

تحقیقی **ف۹** میں نے پایا ایک عورت کو جو اُن پر بادشاہی کرتی ہے اور اُسکو ہر ایک چیز ملی ہے **ف۱۰** اور

عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ

اُس کا ایک تخت ہے بڑا **ف۱۱** میں نے پایا کہ وہ اور اُسکی قوم سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ کے

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی سلیمان علیہ السلام جب کسی طرف کوچ کرتے تو جن، انس، طیور تینوں قسم کے لشکروں میں سے حسب ضرورت و مصلحت ساتھ لئے جاتے تھے۔ اور اُنکی جماعتوں میں خاص نظم و ضبط قائم رکھا جاتا تھا۔ مثلاً پچھلی جماعتیں تیز چل کر یا اُڑ کر اگلی جماعتوں سے آگے نہیں نکل سکتی تھیں۔ نہ کوئی سپاہی اپنے مقام اور ڈیوٹی کو چھوڑ کر جا سکتا تھا۔ جس طرح آج بری، بحری، اور ہوائی طاقتوں کو ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ کام میں لایا جاتا ہے۔ **ف۲** یعنی سلیمان کا اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ایسے میدان کی طرف گذر ہوا جہاں چیونٹیوں کی بڑی بھاری بستی تھی (تنبیہ) جہاں چیونٹیاں مل کر خاص سلیقہ سے اپنا گھر بناتی ہیں اُسکو زبان عرب میں "قریۃ النمل" کہتے ہیں۔ (چیونٹیوں کی بستی) مفسرین نے مختلف بلاد میں کئی ایسی وادیوں کا پتہ بتلایا ہے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت تھیں، اُن میں سے کسی ایک پر حسب اتفاق حضرت سلیمان علیہ السلام کا گذر ہوا۔ **ف۳** یعنی یہ ایسے تو نہیں جو جان بوجھ کر تم کو ہلاک کریں، ہاں ممکن ہے بے خبری میں پس جاؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "چیونٹی کی آواز کوئی (آدمی) نہیں سنتا، اُنہیں (سلیمان علیہ السلام کو) معلوم ہو گئی" یہ اُن کا معجزہ ہوا۔ (تنبیہ) علمائے حیوانات نے سالہا سال جو تجربے کئے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقیر ترین جانور اپنی حیات اجتماعی اور نظام سیاسی میں بہت ہی عجیب اور شئون بشریہ سے بہت قریب واقع ہوا ہے۔ آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے خاندان اور قبائل ہیں۔ اُن میں تعاون باہمی کا جذبہ، تقسیم عمل کا اصول، اور نظام حکومت کے ادارات نوع انسانی کے مشابہ پائے جاتے ہیں۔ محققین یورپ نے مدتوں اُن اطراف میں قیام کر کے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت ہیں، بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ افسوس ہے ان مختصر فوائد میں اُن کی گنجائش نہیں۔ محض مقام کی مناسبت سے "دائرۃ المعارف المصریہ" کے آخری جملے نقل کرتا ہوں "فمتی داهم عَدُوٌّ قَرْیَۃً لِلنَّمْلِ اِحْتَفَتِ النَّمْلَۃُ وَخَرَجَتِ الْجُنُوْدُ لِلْقِتَالِ وَالنِّضَالِ فَیَخْرُجُ اَوَّلًا وَاحِدٌ مِنْهَا لِلْاِسْتِطْلَاعِ ثُمَّ یَعُوْدُ مُخْبِرًا بِمَا رَاٰی وَبَعْدَ هُنَیْهَۃٍ تَخْرُجُ ثَلَاثَۃٌ اَوْ اَرْبَعَۃٌ یَتْبَعُهَا عَدَدٌ کَثِیْفٌ مِنَ الْجُیُوْشِ بَادِیَۃٌ عَلَیْهِمْ عَلَامَۃُ الْحَنَقِ فَتَلْدَغُ کُلَّ مَا صَادَفَتْهُ وَلَا تُفْلِتُ مَنْ تَلْدَغُهٗ وَلَوْ قُطِعَتْ اِرْبًا اِرْبًا۔ فَاِذَا انْتَهَی الْقِتَالُ رَجَعَتِ الْفَعَلَۃُ فَاَعَادُوْا بِنَاءَ مَا تَهَدَّمَ یَتَخَلَّلُهَا عَدَدٌ مِنَ الْجُنُوْدِ لِلْحِرَاسَۃِ لَا لِلْعَمَلِ" خط کشیدہ جملوں میں بتلایا ہے کہ خطرہ کی آہٹ پا کر اول ایک چیونٹی باہر نکلتی اور واپس جا کر اپنی قوم کو اپنی معلومات سے آگاہ کرتی ہے۔ باقی سلیمان علیہ السلام کا پتہ لگا لینا اور سلیمان کا اُسکی بات پر مطلع ہو جانا بطریق خرق عادت تھا۔ **ف۴** اُس چیونٹی کی بات سمجھ کر تعجب ہوا اور فرط سرور و نشاط سے ادائے شکر کا جذبہ جوش میں آیا۔ **ف۵** یعنی حیران ہوں تیرے انعامات عظیمہ کا شکر کس طرح ادا کروں، پس آپ ہی سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے پورا

اللّٰہِ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ فَصَدَّهُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ فَهُمۡ

سوائے اور بھلے دکھلا رکھے ہیں انکو شیطان نے اُنکے کام پھر روک دیا ہے اُنکو رستہ سے سو وہ

لَا یَهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا یَسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِیۡ یُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ

راہ نہیں پاتے ف۱ کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز آسمانوں میں اور

الۡاَرۡضِ وَیَعۡلَمُ مَا تُخۡفُوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ

زمین میں اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو ف۲ اللہ ہے کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوائے

الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲۶﴾ السجدۃ قَالَ سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۲۷﴾

پروردگار تخت بڑے کا ف۳ سلیمان نے کہا ہم اب دیکھتے ہیں تو نے سچ کہا یا تو جھوٹا ہے ف۴

اِذۡهَبۡ بِّکِتٰبِیۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَیۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ مَاذَا

لیجا میرا یہ خط اور ڈال دے اُنکی طرف پھر اُنکے پاس سے ہٹ آ پھر دیکھ وہ کیا

یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتۡ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّیۡۤ اُلۡقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیۡمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ

جواب دیتے ہیں ف۵ کہنے لگی اے دربار والو میرے پاس ڈالا گیا ایک خط عزت کا وہ خط ہے

مِنۡ سُلَیۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَیَّ

سلیمان کی طرف سے ف۶ اور وہ یہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے کہ زور نہ کرو میرے

وَاۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۱﴾ ع قَالَتۡ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۚ

مقابلہ میں اور چلے آؤ میری سامنے حکمبردار ہو کر ف۷ کہنے لگی اے دربار والو مشورہ دو مجھ کو میرے کام میں

مَا کُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰی تَشۡهَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّ

میں طے نہیں کرتی کوئی کام تمہارے حاضر ہونے تک ف۸ وہ بولے ہم لوگ زور آور ہیں اور

اُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ ۙ۬ وَّالۡاَمۡرُ اِلَیۡکِ فَانۡظُرِیۡ مَاذَا تَاۡمُرِیۡنَ ﴿۳۳﴾

سخت لڑائی والے اور کام تیرے اختیار میں ہے سو تو دیکھ لے جو حکم کرے ف۹

قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡکَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡیَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ

کہنے لگی بادشاہ جب گھستے ہیں کسی بستی میں اُسکو خراب کر دیتے ہیں اور کر ڈالتے ہیں وہاں

بقیہ صفحہ ۴۹۰. شاکر بنا دیجئے زبان سے بھی اور عمل سے بھی۔ اور اعلیٰ درجے کے نیک بندوں میں (جو انبیاء و مرسلین ہیں) محشور فرمایئے۔ ف۶ کسی ضرورت سے سلیمان علیہ السلام نے اُڑنے والی فوج کا جائزہ لیا، ہُدہُد اُن میں نظر نہ پڑا۔ فرمایا کیا بات ہے ہُدہُد کو میں نہیں دیکھتا۔ آیا پرندوں کے جھنڈ میں مجھ کو نظر نہیں آیا یا حقیقت میں غیر حاضر ہے؟ (تنبیہ) پرندوں سے حضرت سلیمان مختلف کام لیتے تھے مثلاً ہوائی سفر میں اُن کا پرے باندھ کر اوپر سایہ کرتے ہوئے جانا، یا ضرورت کے وقت پانی وغیرہ کا کھوج لگانا، یا نامہ بری کرنا وغیرہ ممکن ہے اُس وقت ہُدہُد کی کوئی خاص ضرورت پیش آئی ہو۔ مشہور ہے کہ جس جگہ زمین کے نیچے پانی قریب ہو ہُدہُد کو محسوس ہو جاتا ہے۔ اور یہ کچھ مستبعد نہیں کہ حق تعالیٰ کسی جانور کو کوئی خاص حاسّہ انسانوں اور دوسرے جانوروں سے تیز عنایت فرما دے۔ اسی ہُدہُد کی نسبت نہایت معتبر ثقات نے بیان کیا کہ زمین میں جس جگہ مٹی کے نیچے کینچوا ہو اُسے محسوس کر کے فوراً نکال لیتا ہے۔ حتیٰ کہ کبھی کبھی ایک دو بالشت زمین کھودتا ہے تب وہاں سے کینچوا نکلتا ہے۔ ف۷ مثلاً اُس کے بال و پر نوچ ڈالونگا۔ ف۸ یعنی اپنی غیر حاضری کا واضح عذر پیش کرے۔ ف۹ حضرت سلیمان کو اس ملک کا حال مفصل نہ پہنچا تھا۔ اب پہنچا۔ سبا ایک قوم کا نام ہے اُن کا وطن عرب میں تھا "یمن" کی طرف۔ (موضح القرآن) گویا ہُدہُد کے ذریعہ سے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ بڑے سے بڑے انسان کا علم بھی محیط نہیں ہو سکتا دیکھو جن کی بابت خود فرمایا تھا "وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا" اُن کو ایک جزئی کی اطلاع ہُدہُد نے کی۔ ف۱۰ ہر ایک چیز میں، مال، اسباب، فوج، اسلحہ اور حسن و جمال سب آ گیا۔ ف۱۱ یعنی اُس ملکہ کے بیٹھنے کا تخت ایسا تکلف و مرصع اور بیش قیمت تھا کہ اُس وقت کسی بادشاہ کے پاس نہ تھا۔ مفسرین ملکہ کا نام "بلقیس" لکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی وہ قوم مشرک آفتاب پرست ہے شیطان نے اُن کی راہ مار دی، اور مشرکانہ رسوم و اطوار کو اُن کی نظر میں خوبصورت بنا دیا۔ اسی لئے وہ راہ ہدایت نہیں پاتے۔ ہُدہُد نے یہ کہہ کر گویا سلیمان علیہ السلام کو اُس قوم پر جہاد کرنے کی ترغیب دی۔ ف۲ غالباً یہ ہُدہُد کے کلام کا تتمہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جانور اپنے خالق کی صحیح معرفت فطرۃً رکھتے ہیں۔ یا بطور خرق عادت اُسی ہُدہُد کو اس طرح کی تفصیلی معرفت عطا کی گئی ہو۔ خدا چاہے تو ایسی معرفت ایک خشک لکڑی میں پیدا کر دے۔ باقی جانوروں میں فطری طور پر اس قسم کی عقل و معرفت کا موجود ہونا جسے صدر شیرازی نے "اسفار اربعہ" میں "علم حضوری" یا "شعور بسیط" سے تعبیر کیا ہے اس کو مستلزم نہیں کہ اُن کی طرف انبیاء مبعوث ہوں۔ کیونکہ یہ فطری معرفت کسبی نہیں، جبلی ہے۔ اور بعثت انبیاء کا تعلق کسبیات سے ہوتا ہے۔ نیز یہ صحیح نہیں کہ جس چیز میں کوئی درجہ عقل و شعور کا ہو وہ مکلف بھی ہو۔ مثلاً شریعت حقہ نے صبی کو مُکلف قرار نہیں دیا۔ حالانکہ قبل از بلوغ اُس میں خاصا درجہ عقل کا موجود ہے اسی سے حیوانات کی عاقلیت کا اندازہ کر لو۔ (تنبیہ) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہُدہُد کی روزی ہے ریت سے کیڑے نکال نکال کر کھانا۔ نہ دانہ کھائے نہ میوہ، اُس کو اللہ کی اسی قدرت سے کام ہے" شاید اسی لئے یُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ کا خاص طور پر ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی اُس کے عرش عظیم سے بلقیس کے تخت کو کیا نسبت۔ ف۴ یعنی تیرے جھوٹ سچ کا امتحان کرتا ہوں۔ ف۵ یعنی سلیمان نے ایک خط لکھ کر ہُدہُد کے حوالہ کیا کہ ملکہ "سبا" کو پہنچا دے اور جواب لیکر آ۔ اور دیکھنا خط پہنچا کر وہاں سے ایک طرف ہٹ جانا۔ کیونکہ قاصد کا وہیں سر پر کھڑا رہنا آداب شاہانہ کے خلاف ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی آپ کو چھپا لیکن وہاں کا ماجرا دیکھ، ہُدہُد خط لے گیا، بلقیس جہاں اکیلی سوتی تھی۔ روزن میں سے جا کر اُس کے سینہ پر رکھ دیا۔" (موضح) ف۶ بلقیس نے خط پڑھ کر اپنے مشیروں اور درباریوں کو جمع کیا۔ کہنے لگی کہ میرے پاس یہ خط عجیب طریقہ سے پہنچا ہے جو ایک بہت بڑے معزز و محترم بادشاہ (سلیمان) کی طرف سے آیا ہے۔ غالباً حضرت سلیمان کا نام اور اُنکی بے مثال حکومت و شوکت کا شہرہ پہلے سے سُن چکی ہوگی ف۷ ایسا مختصر، جامع، اور پُر عظمت خط شاید ہی دنیا میں کسی نے لکھا ہو۔ مطلب یہ تھا کہ میرے مقابلہ میں زور آزمائی سے کچھ نہ ہوگا۔ خیریت اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو اور حکمبردار ہو کر آدمیوں کی طرح سیدھی اُنگلیوں میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ تمہاری شیخی اور تکبر میرے آگے کچھ نہ چلے گی۔ ف۸ یعنی مشورہ دو کیا جواب دیا جائے اور کیا کارروائی کیجائے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے میں کسی اہم معاملہ کا فیصلہ بدون تمہارے مشورہ کے نہیں کرتی۔ ف۹ یعنی ہمارے پاس زور و طاقت اور سامان حرب کی کمی نہیں نہ کسی بادشاہ سے دبنے کی ضرورت۔ تیرا حکم ہو تو ہم سلیمان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آگے تو مختار ہے سوچ سمجھ کر حکم دے۔ ہماری گردن اُسکے سامنے خم ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ درباریوں کی صلاح لڑائی کرنے کی تھی مگر ملکہ نے اس میں تعجیل مناسب نہ سمجھی اور ایک بین بین صورت اختیار کی جس کا ذکر

ف۱ معلوم ہوتا ہے کہ مضمون خط کی عظمت و شوکت اور دوسرے قرائن و آثار سے بلقیس کو یقین ہو گیا کہ اس بادشاہ پر ہم غالب نہیں آسکتے۔ اور کم از کم اس کا قوی احتمال تو ضرور تھا۔ اُس نے بتلایا کہ ایسی شان و شکوہ رکھنے والے بادشاہوں سے لڑنا کھیل نہیں۔ اگر وہ غالب آگئے (جیسا کہ قوی امکان ہے) تو ملوک و سلاطین کی عام عادت کے موافق تمہارے شہروں کو تہ و بالا کر کے رکھدیں گے۔ اور وہ انقلاب ایسا ہو گا جس میں بڑی عزت والے سرداروں کو ذلیل و خوار ہونا پڑیگا۔ لہٰذا میرے نزدیک بہتر ہے کہ ہم جنگ کرنے میں جلدی نہ کریں بلکہ اُن کی طاقت، طبعی رجحانات، نوعیت حکومت اور اس بات کا پتہ لگائیں کہ اُنکی دھمکیوں کی پشت پر کونسی قوت کار فرما ہے۔ اور یہ کہ واقعی طور پر وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں، اگر کچھ تحائف و ہدایا دیکر ہم آنے والی مصیبت کو اپنے سر سے ٹال سکیں تو زیادہ اچھا ہو گا۔ ورنہ جو کچھ رد یہ معلوم ہو جائیگا ہم اُس کے مناسب کارروائی کرینگے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "بلقیس نے چاہا کہ اس بادشاہ کا شوق دریافت کرے کس چیز سے ہے۔ مال، خوبصورت آدمی یا نادر سامان، سب قسم کی چیزیں تحفہ میں بھیجی تھیں۔

اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً ‌ۚ وَكَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ۝۳۴ وَاِنِّىۡ مُرۡسِلَةٌ اِلَيۡهِمۡ بِهَدِيَّةٍ

کے سرداروں کو بے عزت اور ایسا ہی کچھ کریں گے اور میں بھیجتی ہوں اُن کی طرف کچھ تحفہ

فَنٰظِرَةٌ ۢ بِمَ يَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۝۳۵ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ

پھر دیکھتی ہوں کیا جواب لیکر پھرتے ہیں بھیجے ہوئے ف۱ پھر جب پہنچا سلیمان کے پاس بولا کیا تم میری اعانت

بِمَالٍ فَمَاۤ اٰتٰٮنِۦَ اللّٰهُ خَيۡرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰٮكُمۡ‌ۚ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِهَدِيَّتِكُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ ۝۳۶

کرتے ہو مال سے سو جو اللہ نے مجھ کو دیا ہے بہتر ہے اُس سے جو تم کو دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفہ سے خوش رہو ف۲

اِرۡجِعۡ اِلَيۡهِمۡ فَلَنَاۡتِيَنَّهُمۡ بِجُنُوۡدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمۡ بِهَا وَلَنُخۡرِجَنَّهُمۡ مِّنۡهَاۤ

پھر جا اُن کے پاس اب ہم پہنچتے ہیں اُن پر ساتھ لشکروں کے جنکا مقابلہ نہ ہو سکے اُنسے اور نکال دینگے اُنکو وہاں سے

اَذِلَّةً وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ ۝۳۷ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَيُّكُمۡ يَاۡتِيۡنِىۡ بِعَرۡشِهَا

بے عزت کر کر اور وہ خوار ہونگے ف۳ بولا اے دربار والو تم میں کوئی ہے کہ لے آوے میرے پاس اُسکا

قَبۡلَ اَنۡ يَّاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ ۝۳۸ قَالَ عِفۡرِيۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا اٰتِيۡكَ

تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہو کر ف۴ بولا ایک دیو جنوں میں سے میں لائے دیتا ہوں

بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ‌ۚ وَاِنِّىۡ عَلَيۡهِ لَقَوِىٌّ اَمِيۡنٌ ۝۳۹ قَالَ

وہ تجھکو پہلے اس سے کہ تو اُٹھے اپنی جگہ سے ف۵ اور میں اُس پر زور آور ہوں معتبر ف۶ بولا

الَّذِىۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡتَدَّ اِلَيۡكَ

وہ شخص جسکے پاس تھا ایک علم کتاب کا میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اُسکو پہلے اس سے کہ پھر آئے تیری طرف

طَرۡفُكَ‌ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّىۡ

تیری آنکھ ف۷ پھر جب دیکھا اُسکو دھرا ہوا اپنے پاس کہا یہ میرے رب کا فضل ہے ف۸

لِيَبۡلُوَنِىۡۤ ءَاَشۡكُرُ اَمۡ اَكۡفُرُ‌ؕ وَمَنۡ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَ

میرے جانچنے کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری ف۹ اور جو کوئی شکر کرے سو شکر کرے اپنے واسطے اور

مَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىۡ غَنِىٌّ كَرِيۡمٌ ۝۴۰ قَالَ نَكِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا نَنۡظُرۡ

جو کوئی ناشکری کرے سو میرا رب بے پرواہ ہے کرم والا ف۱۰ کہا روپ بدل دکھلاؤ اُس عورت کے آگے اُسکے تخت کا

ف۲ یعنی یہ تحفہ تمہیں ہی مبارک رہے کیا تم نے مجھے محض ایک دنیوی بادشاہ سمجھا جو مال و متاع کا لالچ دیتے ہو۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے جو روحانی و مادی دولت مجھے عطا فرمائی ہے وہ تمہارے ملک و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے ان سامانوں کی ہمیں کیا پرواہ۔ ف۳ یعنی قیدی نہیں گے۔ جلاوطن ہونگے اور ذلت و خواری کے ساتھ دولت و سلطنت سے دست بردار ہونا پڑیگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں اور کسی پیغمبر نے اس طرح کی بات نہیں فرمائی، سلیمان کو حق تعالیٰ کی سلطنت کا زور تھا جو یہ فرمایا۔ ف۴ قاصد نے واپس جا کر پیغام جنگ پہنچا دیا۔ بلقیس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی بادشاہ نہیں اُن کی قوت خدائی زور سے ہے۔ جدال و قتال سے کچھ فائدہ نہ ہو گا، نہ کوئی حیلہ اور زور اِن کے روبرو چل سکتا ہے۔ آخر اظہار اطاعت و انقیاد کی غرض سے بڑے ساز و سامان کے ساتھ حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہو گئی۔ جب ملک شام کے قریب پہنچی حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے فرمایا کوئی ہے جو بلقیس کا تخت شاہی اُسکے پہنچنے سے پیشتر میرے سامنے حاضر کردے۔ اس میں بھی حضرت سلیمان کو کسی طرح بلقیس پر اپنی خداداد عظمت و قوت کا اظہار مقصود تھا۔ تا وہ سمجھ لے کہ یہ نرے بادشاہ نہیں، کوئی اور فوق العادت باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ (تنبیہ) "قَبۡلَ اَنۡ يَّاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ" سے معلوم ہوا کہ اسلام و انقیاد سے پہلے حربی کا مال مباح ہے۔ ف۵ حضرت سلیمان کا دربار روزانہ ایک معین وقت تک لگتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ آپ دربار سے اُٹھ کر جائیں میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں، مگر اس کو پھر کچھ عرصہ لگتا۔ حضرت سلیمان اس کو بھی زیادہ جلدی چاہتے تھے۔ ف۶ "زور آور ہوں" یعنی اپنی قوت بازو سے بہت جلد اُٹھا کر لا سکتا ہوں، اللہ نے مجھ کو قدرت دی ہے اور "معتبر ہوں" یعنی اس میں خیانت نہ کرونگا۔ کہتے ہیں تخت بہت بیش قیمت تھا، سونے چاندی کا اور لعل و جواہر جڑے تھے۔ ف۷ راجح یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت سلیمان کا صحابی اور وزیر آصف بن برخیا ہے جو کتب سماویہ کا عالم اور اللہ کے اسمار اور کلام کی تاثیر سے واقف تھا، اُس نے عرض کیا کہ میں چشم زدن میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں۔ آپ کسی طرف دیکھئے، قبل اس کے آپ اُدھر سے نگاہ ہٹائیں تخت آپ کے سامنے رکھا ہو گا۔ ف۸ یعنی یہ ظاہر کے اسباب سے نہیں آیا، اللہ کا فضل ہے کہ میرے رفیق اس درجہ کو پہنچے جن سے ایسی کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ اور چونکہ ولی کی خصوصاً صحابی کی کرامت اُس کے نبی کا معجزہ اور اُس کے اتباع کا ثمرہ ہوتا ہے اس لئے حضرت سلیمان پر بھی اُس کی شکر گذاری عائد ہوئی۔ (تنبیہ) معلوم ہوا کہ اعجاز و کرامت فی الحقیقت خداوند قدیر کا فعل ہے جو ولی یا نبی کے ہاتھ پر خلاف معمول ظاہر کیا جاتا ہے۔ پس جس کی قدرت سے سورج یا زمین کا کرہ ایک لمحہ میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر لیتا ہے اُسے کیا مشکل ہے کہ تخت بلقیس کو پلک جھپکنے میں "مارب" سے "شام" پہنچا دے۔ حالانکہ تخت بلقیس کو سورج اور زمین سے ذرہ اور پہاڑ کی نسبت ہے۔ ف۹ حضرت سلیمان ہر ہر قدم پر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانتے اور ہمہ وقت شکر گذاری کے لئے تیار رہتے تھے گویا یہ "اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا" کے حکم کی تعمیل تھی۔ ف۱۰ یعنی شکر گذاری کا نفع شاکر ہی کو پہنچتا ہے کہ دنیا و آخرت میں مزید انعامات سے دل ہوتے ہیں، ناشکری کریگا تو خدا کا کیا نقصان، وہ ہمارے شکریوں سے قطعاً بے نیاز اور بذات خود کامل الصفات اور منبع الکمالات ہے۔ ہمارے کفران نعمت سے اُسکی کسی صفت کمالیہ میں کمی نہیں آجاتی۔ یہ بھی اُس کا کرم ہے کہ ناشکروں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔ ایسے کریم کی ناشکری کرنے والا ...

ف۱ یعنی تخت کا رنگ روپ تبدیل کردو، اور اُس کی وضع و ہیأت بدل ڈالو، جسے دیکھ کر بلقیس بآسانی نہ سمجھ سکے۔ اِس کو بلقیس کی عقل و فہم کو آزمانا تھا کہ ہدایت پانے کی استعداد اُس میں کہاں تک موجود ہے۔ ف۲ نہ کہا کہ ہاں وہ ہی ہے اور نہ بالکل نفی کی، جو حقیقت تھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دی کہ تخت وہ ہی ہے مگر کچھ اوصاف میں فرق آگیا۔ اور فرق چونکہ معتد بہ نہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا وہ ہی ہے۔ ف۳ یعنی اس معجزہ کی حاجت نہ تھی، ہم کو پہلے ہی یقین ہو چکا تھا کہ سلیمان محض بادشاہ نہیں، اللہ کے مقرب بندہ ہیں، اور اسی لئے ہم نے فرمانبرداری اور تسلیم و انقیاد کا راستہ اختیار کیا۔ ف۴ یعنی حق تعالیٰ نے یا سلیمان علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم سے ملکۂ بلقیس کو آفتاب وغیرہ کی پرستش سے روک دیا جس میں وہ بمعیت اپنی قوم کے مبتلا تھی۔ یا یہ مطلب ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے تک جو علانیہ اسلام کا اظہار نہیں کیا اُس کا

اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ

سمجھ پاتی ہے یا اُن لوگوں میں ہوتی ہے جن کو سمجھ نہیں ف۱ پھر جب وہ آپہنچی کسی نے

اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا

کہا کیا ایسا ہی ہے تیرا تخت بولی گویا یہ وہی ہے ف۲ اور ہم کو معلوم ہو چکا پہلے سے اور ہم ہو چکے

مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ

حکم بردار ف۳ اور روک دیا اُس کو اُن چیزوں سے جو پوجتی تھی اللہ کے سوائے البتہ وہ تھی

قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ

منکر لوگوں میں ف۴ کسی نے کہا اس عورت کو اندر چل محل میں پھر جب دیکھا اُس کو خیال کیا کہ وہ پانی گہرا اور

عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ڛ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ

کھولیں اپنی پنڈلیاں ف۵ کہا یہ تو ایک محل ہے جڑے ہوئے ہیں اس میں شیشے ف۶ بولی اے رب میں نے بُرا کیا

نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى

اپنی جان کا اور میں حکم بردار ہوئی ساتھ سلیمان کے اللہ کے آگے جو رب ہے سارے جہان کا ف۷ اور ہم نے بھیجا تھا ثمود

ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ

کی طرف اُن کے بھائی صالح کو کہ بندگی کرو اللہ کی پھر وہ تو دو فرقے ہو کر لگے جھگڑنے ف۸ کہا

يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ

اے میری قوم کیوں جلدی مانگتے ہو بُرائی کو پہلے بھلائی سے کیوں نہیں گناہ بخشواتے اللہ سے

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ

شاید تم پر رحم ہو جائے ف۹ بولے ہم نے منحوس قدم دیکھا تیرا اور تیرے ساتھ والوں کو ف۱۰ کہا تمہاری بُری قسمت

عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ

اللہ کے پاس ہے ف۱۱ کوئی نہیں تم لوگ جانچے جاتے ہو ف۱۲ اور تھے اُس شہر میں نو شخص

يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ

کہ خرابی کرتے ملک میں اور اصلاح نہ کرتے ف۱۳ بولے کہ آپس میں قسم کھاؤ اللہ کی کہ البتہ رات کو جا

سبب یہ ہے کہ جھوٹے معبودوں کے خیال اور قوم کفار کی تقلید و صحبت نے اُس کو ایسا کرنے سے روک رکھا تھا، نبی کی صحبت میں پہنچ کر وہ روک جاتی رہی۔ ورنہ سلیمان علیہ السلام کی صداقت کا اجمالی علم اُس کو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ ف۵ یعنی پانی میں گھسنے کے لئے پائنچے چڑھا لئے جیسے عام قاعدہ ہے کہ پانی کی گہرائی پوری طرح پر معلوم نہ ہو تو گھسنے والا شروع میں پائنچے چڑھا لیتا ہے ف۶ حضرت سلیمان علیہ السلام دیوانخانہ میں بیٹھے تھے۔ اُس میں پتھروں کی جگہ شیشے کا فرش تھا، صاف شیشہ دور سے نظر آتا کہ پانی لہرا رہا ہے۔ اور ممکن ہے شیشہ کے نیچے واقعی پانی ہو، یعنی حوض کو شیشہ سے پاٹ دیا ہو۔ اُس نے پانی میں گھسنے کے لئے پنڈلیاں کھولیں، سلیمان نے پکارا کہ یہ شیشہ کا فرش ہے، پانی نہیں۔ اُس کو اپنی عقل کا قصور اور اُن کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ ابھی کر دنیا میں بھی جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں وہ ہی صحیح ہوگا اور یہ بھی پتہ لگ گیا کہ جس ساز و سامان پر اُس کی قوم کو ناز تھا، یہاں اُس سے بڑھ کر سامان موجود ہے۔ گویا سلیمان علیہ السلام نے اُس کو متنبہ فرمایا کہ آفتاب و ستاروں کی چمک پر مفتون ہو کر انہیں خدا سمجھ لینا ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے آدمی شیشہ کی چمک دیکھ کر پانی گمان کرلے ف۷ یعنی اے پروردگار! میں تیری حکم بردار ہو کر سلیمان کا راستہ اختیار کرتی ہوں، اب تک میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا کہ شرک و کفر میں مبتلا رہی، اب اُس سے تائب ہو کر تیری بارگاہ ربوبیت کی طرف رجوع کرتی ہوں۔ ف۸ یعنی ایک ایمان والے اور ایک منکر، جیسے کفار لوگ پیغمبر کے آنے سے جھگڑنے لگے۔ قوم ثمود کے جھگڑنے کی قدرے تفصیل سورۂ "اعراف" کی اِن آیات میں گذر چکی۔ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ الخ (اعراف رکوع ۱۰) ف۹ حضرت صالح علیہ السلام نے اُن کو بہت سمجھایا ہر طرح فہمائش کی اور آخر میں عذاب کی دھمکی دی جس پر وہ کہنے لگے "يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ" (اعراف رکوع ۱۰) یعنی سچا ہے تو عذاب الٰہی ہم پر لے آ۔ دیر کس بات کی ہے۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ کمبختو! ایمان و توبہ اور بھلائی کی راہ تو اختیار نہیں کرتے جو دنیا و آخرت میں کام آئے۔ اُلٹے بُرائی طلب کرنے میں جلدی مچا رہے ہو۔ بُرا وقت آپڑے گا تو ساری طمطراق ختم ہو جائے گی۔ ابھی موقع ہے کہ گناہوں سے توبہ کر کے محفوظ ہو جاؤ۔ کیوں توبہ و استغفار نہیں کرتے جو حق تعالیٰ عذاب کی جگہ اپنی رحمتیں تم پر نازل فرمائے۔ ف۱۰ یعنی جب سے

تیرا منحوس قدم آیا ہے اور یہ باتیں شروع کی ہیں ہم پر قحط وغیرہ کی سختیاں پڑتی جاتی ہیں اور گھر گھر میں لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ ف۱۱ یعنی یہ سختیاں یا برائیاں میری وجہ سے نہیں تمہاری بدقسمتی سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرارتوں اور بداعمالیوں کے سبب سے مقدر کی ہیں۔ ف۱۲ یعنی کفر کی شامت سے تم پر سختی پڑی ہے کہ تمہیں سمجھ ہو رہا نہیں۔ ف۱۳ یہ نو شخص شاید نو جماعتوں کے سردار ہوں گے جن کا کام ملک میں فساد پھیلانے اور خرابی ڈالنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اصلاح و درستی کی طرف اُن کا قدم کبھی نہ اٹھتا تھا۔ کہیں بھی کافروں کے نو سردار تھے جو ہمہ وقت اسلام کی بیخ کنی اور پیغمبر کی دشمنی میں ساعی رہتے تھے بعض مفسرین نے اُن کے نام لکھے ہیں۔

وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا

اور اُس کے گھر پر پھر کہدینگے اُسکے دعویٰ کرنیوالے کو ہم نے نہیں دیکھا جب تباہ ہوا اُس کا گھر اور ہم بیشک

لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ

سچ کہتے ہیں ف۱ اور اُنہوں نے بنایا ایک فریب اور ہمنے بنایا ایک فریب اور اُنکو خبر نہ ہوئی ف۲ پھر دیکھ لے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ

کیسا ہوا انجام اُنکے فریب کا کہ ہلاک کر ڈالا ہمنے اُنکو اور اُنکی قوم کو سب کو ف۳ سو یہ

بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾

پڑے ہیں اُنکے گھر ڈھے ہوئے بسبب اُنکے انکار کے ف۴ البتہ اس میں نشانی ہے اُن لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں ف۵

وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ

اور بچا دیا ہمنے اُن کو جو یقین لائے تھے اور بچتے رہے تھے ف۶ اور لوط کو جب کہا اُس نے اپنی قوم کو

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً

کیا تم کرتے ہو بے حیائی اور تم دیکھتے ہو ف۷ کیا تم دوڑتے ہو مردوں پر للچا کر

مِّنْ دُوْنِ النِّسَاۗءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ

عورتوں کو چھوڑ کر کوئی نہیں تم لوگ بے سمجھ ہو ف۸ پھر اور کچھ جواب نہ تھا اُسکی قوم کا

اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾

مگر یہی کہ کہتے تھے نکال دو لوط کے گھر کو اپنے شہر سے یہ لوگ ہیں ستھرا رہا چاہتے ف۹

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَ

پھر بچا دیا ہمنے اُسکو اور اُسکے گھر والوں کو ف۱۰ مگر اُسکی عورت مقرر کر دیا تھا ہمنے اُسکو رہ جانیوالوں میں ف۱۱ اور

اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ

برسا دیا ہمنے اُن پر برساؤ پھر کیا بُرا برساؤ تھا اُن ڈرائے ہوؤں کا ف۱۲ تو کہہ تعریف ہے اللہ کو اور

سَلٰمٌ عَلٰي عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

سلام ہے اُسکے بندوں پر جن کو اُس نے پسند کیا ف۱۳ بھلا اللہ بہتر ہے یا جنکو وہ شریک کرتے ہیں ف۱۴

ف۱ یعنی آپس میں معاہدے اور حلف ہوئے کہ سب مل کر رات کو حضرت صالح کے گھر پر ٹوٹ پڑو اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔ پھر جب کوئی اُن کے خون کا دعویٰ کرنے والا کھڑا ہو تو کہدینا ہمیں خبر نہیں۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ اُسکے گھر کی تباہی ہماری آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ گویا ہم خود تو ایسی حرکت کیا کرتے اُس وقت موقع پر موجود بھی نہ تھے۔ اس طرح کی متفق سازش اور دروغ گوئی سے ہم میں ایک بھی ملزم نہ ٹھہر سکیگا جس سے اُنکے حمایتی خونبہا وصول کریں۔ ف۲ اُن کا مکر تو وہ جھوٹی سازش تھی اور خدا کا مکر تھا اُن کو ڈھیل دینا کہ خوب دل کھول کر اپنی شرارتوں کی تکمیل کر لیں۔ تا مستحق عذاب عظیم ہونے میں کوئی حجت و عذر باقی نہ رہے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم حضرت صالح کا قصہ ختم کر رہے ہیں، یہ خبر نہ تھی کہ اندر اندر اُن ہی کی جڑ کٹ رہی ہے اور اُن ہی کا قصہ ختم ہو رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اُنکی ہلاکت کے اسباب پورے ہوتے تھے۔ شرارت جب تک حد کو نہ پہنچے ہلاکت نہیں آتی۔" ف۳ اُن نو اشخاص نے اول اتفاق کر کے اونٹنی کو ہلاک کیا۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اب تین دن سے زیادہ مہلت نہیں عذاب آکر رہیگا۔ تب آپس میں ٹھہرایا کہ ہم تو خیر تین دن کے بعد ہلاک کئے جائیں گے اِن کا تین دن سے پہلے ہی کام تمام کر دو چنانچہ شب کے وقت حضرت صالحؑ کے گھر پر چھاپہ مارنے اور اُن کو مع اہل و عیال کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ نو آدمی اِس ناپاک مقصد کے لئے تیار ہو کر نکلے باقی کفار اُن کے تابع یا معین تھے۔ حق تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کی حفاظت فرمائی۔ فرشتوں کا پہرہ لگا دیا، آخر وہ نو عذاب سماوی سے تباہ ہوئے اور اپنے ساتھ قوم کو بھی تباہ کرایا۔ ف۴ مکہ والے شام کا سفر کرتے تو راستہ پر "وادی القریٰ" میں ثمود کی بستیوں کے کھنڈر دیکھتے تھے فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً الخ میں اُن ہی کی طرف اشارہ ہے۔ ف۵ یعنی جاننے والوں کو چاہئے کہ اِن واقعات ہائلہ سے عبرت حاصل کریں۔ ف۶ یعنی حضرت صالحؑ کے رفقاء جو ایمان لائے اور کفر و عصیان سے بچتے تھے، ہم نے اُنکو عذاب کی لپیٹ سے بچا دیا۔ خدا کی قدرت دیکھو! مومن و کافر رلے ملے ایک بستی میں رہیں مگر عذاب آتا ہے تو چن چن کر کافروں کو ہلاک کرتا ہے۔ مومن کو نہیں چھوتا۔ ف۷ یعنی دیکھتے ہو کیسا بُرا اور گندہ کام ہے۔ ف۸ یعنی تم سمجھتے نہیں کہ اس بیحیائی کا انجام کیا ہونے والا ہے، پرلے درجہ کے جاہل اور احمق ہو۔ ف۹ یعنی اپنے کو بڑا پاک و صاف بنانا چاہتے ہیں۔ پھر ہم ناپاکوں میں اِن کا کیا کام۔ ف۱۰ یعنی اُنہیں تباہ کر کے انہیں بچا لیا۔ ف۱۱ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو اُن بدمعاشوں کی اعانت کرتی تھی، وہ بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ڈھیر ہو گئی۔ ف۱۲ یعنی آسمان کے پتھر برسائے اور شہر کا تختہ اُلٹ دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ مذکورہ بالا تین قصوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان کے قصہ میں فرمایا "ہم لائیں گے لشکر جس کا سامنا نہ کر سکیں گے" وہ ہی بات ہوئی رسول ہی در مکہ والوں میں۔ اور حضرت صالح پر نو شخص متفق ہوئے کہ رات کو جا پڑیں۔ اللہ نے اُن کو بچایا اور اِن کو غارت کیا مکہ کے لوگ بھی یہ ہی چاہ چکے، لیکن نہ بن پڑا جس رات حضرت نے ہجرت کی، کتنے کافر حضرت کا گھر گھیر بیٹھے تھے کہ صبح کو اندھیرے میں نکلیں تو سب ملکر مار لیں (کسی ایک کو خونبہا نہ دینا پڑے) حضرت صاف بچ کر نکل گئے۔ اُن کو نہ سوجھا۔ اور قوم لوط نے چاہا کہ پیغمبر کو شہر سے نکال دیں، یہ ہی مکہ والے بھی چاہ چکے۔ اللہ نے آپ سے نکلنا بنایا کہ خود اپنے اختیار سے شہر چھوڑ کر نکل جاؤ اور اُسی میں کام نکالا۔ ف۱۳ قصص سے فارغ ہو کر آگے "ءٰاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ" سے توحید کا بیان فرماتا ہے۔ یہ الفاظ بطور خطبہ کے تعلیم فرمائے جو بیان شروع کرنے سے قبل ہونا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اللہ کی تعریف اور پیغمبر پر سلام بھیج کر اگلی بات شروع کر، یہ لوگوں کو سکھلا دی (موضح) اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جو کمالات و احسانات اور بضمن قصص مذکور ہوئے ہیں اُن پر پیغمبر کو حکم ہوا کہ اللہ کی حمد و ثنا کریں اور شکر بجا لائیں اور اُس کے مقبول بندوں پر جن میں سے بعضوں کا اوپر نام لیا گیا ہے، سلام بھیجیں۔ ف۱۴ یہاں سے توحید کا وعظ شروع کیا گیا ہے یعنی قصص مذکورہ بالا سن کر اور دلائل تکوینیہ و تنزیلیہ میں غور کر کے تم ہی بتلاؤ کہ ایک خدائے وحدہٗ لا شریک لہٗ کا ماننا بہتر اور نافع اور معقول ہے یا اُس کی خدائی میں اُس کی عاجز ترین مخلوق کو شریک ٹھہرانا۔ یہ سوال اب کچھ ایسا مشکل تو نہیں رہا جس کا فیصلہ کرنے میں کچھ وقت یا دیر لگے۔ تاہم مزید تذکیر و تنبیہ کی غرض سے آگے اللہ تعالیٰ کی بعض شئون و صفات بیان کی جاتی ہیں جو توحید پر دال ہیں۔

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً

بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین اور اُتار دیا تمہارے لئے آسمان سے پانی

فَأَنبَتْنَا بِهِۦ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنبِتُوا شَجَرَهَا ۗ أَءِلَٰهٌ

پھر اُگائے ہم نے اُس سے باغ رونق والے تمہارا کام نہ تھا کہ اُگاتے اُنکے درخت ف۱ اب کوئی

مَّعَ اللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَمَّن جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَ

اور حاکم ہے اللہ کیساتھ کوئی نہیں وہ لوگ راہ سے مڑتے ہیں ف۲ بھلا کس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے لائق ف۳

جَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

اور بنائیں اُسکے بیچ میں ندیاں اور رکھے اُسکے ٹھہرانے کو بوجھ ف۴ اور رکھا دو دریا میں

حَاجِزًا ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ أَمَّن يُجِيبُ

پردہ ف۵ اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کیساتھ کوئی نہیں بہتوں کو اُن میں سمجھ نہیں ف۶ بھلا کون پہنچتا ہے

الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ

بیکس کی پکار کو جب اُسکو پکارتا ہے اور دور کردیتا ہے سختی ف۷ اور کرتا ہے تم کو نائب اگلوں کا زمین پر ف۸

أَءِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَٰتِ

اب کوئی حاکم ہے اللہ کیساتھ تم بہت کم دھیان کرتے ہو ف۹ بھلا کون راہ بتاتا ہے تم کو اندھیروں میں

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَن يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِۦ ۗ أَءِلَٰهٌ

جنگل کے اور دریا کے ف۱۰ اور کون چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانیوالیاں اُس کی رحمت سے پہلے ف۱۱ اب کوئی

مَّعَ اللَّهِ ۚ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٣﴾ أَمَّن يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ

حاکم ہے اللہ کے ساتھ اللہ بہت اوپر ہے اُس سے جسکو شریک بتلاتے ہیں ف۱۲ بھلا کون سرے سے بناتا ہے پھر اسکو دہرائیگا

وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قُلْ

اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے ف۱۴ اب کوئی حاکم ہے اللہ کیساتھ تو کہہ

هَاتُوا بُرْهَٰنَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٦٤﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَن فِي

لاؤ اپنی سند اگر تم سچے ہو ف۱۵ تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے

ف۱ سرے سے درختوں کا اُگانا تمہارے اختیار میں نہیں۔ چہ جائیکہ اُس کا پھول پھل لانا اور بارآور کرنا۔ ف۲ یعنی تمام دنیا جانتی ہے اور خود یہ مشرکین بھی مانتے ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا، بارش برسانا، درخت اُگانا، بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا کام نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن میں اُن کا اقرار و اعتراف مذکور ہے پھر یہاں تک پہنچ کر راستہ سے کیوں کترا جاتے ہیں۔ جب اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو خلق و تدبیر کر سکے یا کسی چیز کا مستقل اختیار رکھے، تو اُس کی اُلوہیت و معبودیت میں وہ کس طرح شریک ہو جائے گی "عبادۃ" انتہائی تذلل کا نام ہے، سو وہ اُسی کی ہونی چاہئے جو انتہائی درجہ میں کامل اور با اختیار ہو۔ کسی ناقص یا عاجز مخلوق کو معبودیت میں خالق کے برابر کر دینا انتہائی ظلم اور ہٹ دھرمی ہے ف۳ یعنی آدمی اور جانوروں کی قیامگاہ ہے۔ آرام سے اُس پر زندگی بسر کرتے اور اُسکے محاصل سے منتفع ہوتے ہیں۔ ف۴ یعنی پہاڑ رکھ دیئے تاکہ ٹھہری رہے، ہلکیائے نہیں۔ ف۵ اسکی تحقیق قریب ہی سورہ "فرقان" میں گذر چکی۔ آیت "وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا" کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے ف۶ یعنی کوئی اور با اختیار ہستی ہے جس کے یہ کام بن پڑیں اور اس بنا پر وہ معبود بننے کے لائق ہو۔ جب نہیں تو معلوم ہوا کہ مشرکین محض جہالت اور ناسمجھی سے شرک و مخلوق پرستی کے غار عمیق میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ ف۷ یعنی جب اللہ چاہے اور مناسب جانے تو بیکس اور بیقرار کی فریاد سن کر سختی کو دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ "فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَاءَ" (انعام رکوع ۴) گویا اُسی نے دعا کو بھی اسباب عادیہ میں کا ایک سبب بنایا ہے جس پر مسبب کا ترتب بمشیت الٰہی استجماع شروط اور ارتفاع موانع کے بعد ہوتا ہے۔ اور علامہ طیبیؒ وغیرہ نے کہا کہ آیۃ میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ سخت مصائب و شدائد کے وقت تو تم بھی مضطر ہو کر اُسی کو پکارتے ہو اور دوسرے معبودوں کو بھول جاتے ہو، پھر فطرت اور ضمیر کی اس شہادت کو امن و اطمینان کے وقت کیوں یاد نہیں رکھتے ف۸ یعنی ایک قوم یا نسل کو اُٹھا لیا اور اُس کی جگہ دوسری کو آباد کرتا ہے جو زمین میں مالکانہ اور بادشاہانہ تصرف کرتے ہیں۔ ف۹ یعنی پوری طرح دھیان کرتے تو دور جانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اپنی ہی حوائج و ضروریات اور قوموں کے ادل بدل کو دیکھ کر سمجھ سکتے تھے کہ جس کے ہاتھ میں ان امور کی باگ ہے تنہا اُسی کی عبادت کرنی چاہئے۔ ف۱۰ یعنی خشکی اور دریا کی اندھیریوں میں ستاروں کے ذریعہ سے تمہاری رہنمائی کرتا ہے۔ خواہ بلا واسطہ یا بواسطہ قطب نما وغیرہ آلات کے۔ ف۱۱ یعنی باران رحمت سے پہلے ہوائیں چلاتا ہے جو بارش کی آمد آمد کی خوشخبری سناتی ہیں۔ ف۱۲ یعنی کہاں وہ قادر مطلق اور حکیم برحق اور کہاں عاجز و ناقص مخلوق، جسے اُسکی خدائی کا شریک بتلایا جا رہا ہے۔ ف۱۳ ابتداءً پیدا کرنا تو سب کو مسلم ہے کہ اللہ کا کام ہے۔ موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنے کو بھی اسی سے سمجھ لو۔ منکرین "بعث بعد الموت" بھی اتنا سمجھتے تھے کہ اگر بالفرض دوبارہ پیدا کئے گئے تو یہ کام اُسی کا ہوگا جس نے اوّل پیدا کیا تھا۔ ف۱۴ یعنی کون ہے جو آسمانی اور زمینی اسباب کے ذریعہ سے اپنی حکمت کے موافق تم کو روزی پہنچاتا ہے۔ ف۱۵ یعنی اگر اتنے صاف نشانات اور واضح دلائل سننے کے بعد بھی تم خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی قباحت کو تسلیم نہیں کرتے تو جو کوئی دلیل تم اپنے دعوے باطل کے ثبوت میں رکھتے ہو پیش کرو۔ ابھی تمہارا جھوٹ سچ کھل جائیگا۔ مگر وہاں دلیل و بُرہان کہاں محض اندھی تقلید ہے "وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ" (مومنون۔ رکوع ۶)

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ
آسمان اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کو مگر اللہ ف۱ اور اُن کو خبر نہیں کب

يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ
جی اُٹھیں گے ف۲ بلکہ تھک کر گر گیا اُن کا فکر آخرت کے بارہ میں بلکہ اُن کو شبہ ہے

مِّنْهَا ۣ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا
اُس میں بلکہ وہ اُس کی طرف سے اندھے ہیں ف۳ اور بولے وہ لوگ جو منکر ہیں کیا جب ہم ہو جائیں مٹی

وَّاٰبَاۗؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا
اور ہمارے باپ دادے کیا ہم کو زمین سے نکالنا ہے وعدہ پہنچ چکا ہے اس کا ہم کو اور ہمارے باپ دادوں

مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي
کو پہلے سے کچھ بھی نہیں یہ نقلیں ہیں اگلوں کی ف۴ تو کہہ دے پھرو

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ
ملک میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام کار گنہگاروں کا ف۵ اور غم نہ کر

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى
اُن پر اور نہ خفا ہو اُن کے فریب بنانے سے ف۶ اور کہتے ہیں کب ہوگا

هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ
یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ف۷ تو کہہ کیا بعید ہے کہ جو تمہاری پیٹھ

رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ
پر پہنچ چکی ہو بعضی وہ چیز جس کی جلدی کر رہے ہو ف۸ اور تیرا رب تو فضل رکھتا ہے

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ
لوگوں پر پر اُن میں بہت لوگ شکر نہیں کرتے ف۹ اور تیرا رب جانتا ہے

مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَاۗىِٕبَةٍ فِي السَّمَاۗءِ
جو چھپ رہا ہے اُن کے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو آسمان

ف۱ اس آیت میں مضمون سابق کی تکمیل اور مضمون لاحق کی تمہید ہے۔ شروع پارہ سے یہاں تک حق تعالیٰ کی قدرت تامہ، رحمت عامہ اور ربوبیت کاملہ کا بیان تھا یعنی جب وہ اِن صفات و شئون میں منفرد ہے تو الوہیت و معبودیت میں بھی منفرد ہونا چاہئے۔ آیت حاضرہ میں اُس کی الوہیت پر دوسری حیثیت کا استدلال کیا جا رہا ہے یعنی معبود وہ ہوگا جو قدرت تامہ کے ساتھ علم کامل و محیط بھی رکھتا ہو۔ اور یہ وہ صفت ہے جو زمین و آسمان میں کسی مخلوق کو حاصل نہیں، اُسی رب العزت کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی معبود بننے کی مستحق اکیلی اُس کی ذات ہوئی۔ (تنبیہ) کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں، نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہو سکتا ہے۔ اور نہ مفاتیح غیب (غیب کی کنجیاں جن کا ذکر سورۂ "انعام" میں گذر چکا) اللہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں۔ ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا، یا غیب کی خبر دیدی۔ لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر "عالم الغیب" یا "فلاں یعلم الغیب" کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ احادیث میں اُس پر انکار کیا گیا ہے۔ کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات الباری کے خلاف موہم ہوتے ہیں۔ اسی لئے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کئے جائیں۔ گو لغۃً صحیح ہوں۔ جیسے کسی کا یہ کہنا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ (اللہ کو غیب کا علم نہیں) گو اس کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کوئی چیز غیب ہے ہی نہیں، سخت نارو اور سوء ادب ہے۔ یا کسی کا حق سے موت اور فتنہ سے اولاد اور رحمت سے بارش مراد لے کر یہ الفاظ کہنا "انی اکرہ الحق و احب الفتنۃ وافر من الرحمۃ" (میں حق کو بُرا سمجھتا ہوں اور فتنہ کو محبوب رکھتا ہوں اور رحمت سے بھاگتا ہوں) سخت مکروہ اور قبیح ہے، حالانکہ باعتبار نیت و مراد کے قبیح نہ تھا۔ اسی طرح فلاں عالم الغیب وغیرہ الفاظ کو سمجھ لو اور واضح رہے کہ علم غیب سے ہماری مراد محض ظنون و تخمینات نہیں اور نہ وہ علم جو قرائن و دلائل سے حاصل کیا جائے۔ بلکہ جس کے لئے کوئی دلیل و قرینہ موجود نہ ہو وہ مراد ہے۔ سورۂ انعام و اعراف میں اس کے متعلق کسی قدر لکھا جا چکا ہے۔ وہاں مراجعت کر لی جائے۔

ف۲ یعنی قیامت کب آئیگی جس کے بعد مُردے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس کی خبر کسی کو نہیں۔ پہلے سے مبدا کا ذکر چلا آتا تھا۔ یہاں سے معاد کا شروع ہوا۔

ف۳ یعنی عقل دوڑا کر تھک گئے۔ آخرت کی حقیقت نہ پائی کبھی شک کرتے ہیں کبھی منکر ہوتے ہیں (موضح) اور بعض مفسرین نے یوں تقریر کی ہے کہ آخرت کے ادراک تک اُن کے علم کی رسائی نہ ہوئی اور نہ عدم علم کی وجہ سے صرف خالی الذہن رہے بلکہ اُس کے متعلق شک و تردد میں پڑ گئے۔ اور نہ صرف شک و تردد بلکہ اُن دلائل و شواہد سے بالکل آنکھیں بند کر لیں جن میں غور و تامل کرتے تو شک رفع ہو سکتا تھا۔

ف۴ یعنی پہلے ہمارے بڑوں سے یہی وعدے کئے گئے تھے۔ جو پہلے کہہ گئے اُن ہی کی نقل آج یہ پیغمبر بھی اُتار رہے ہیں۔ لیکن کتنے قرن گذر چکے ہم نے تو آج تک نہ دیکھا نہ سنا کہ کوئی مُردہ مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوا ہو اور اُس کو سزا ملی ہو۔

ف۵ یعنی کتنے مجرموں کو دنیا ہی میں عبرتناک سزائیں مل چکی ہیں اور پیغمبروں کا فرمانا پورا ہو کر رہا۔ اسی پر قیاس کر لو کہ بعث بعد الموت اور عذاب اُخروی کی جو خبر انبیاء دیتے چلے آئے ہیں یقیناً پوری ہو کر رہیگی۔ یہ کارخانہ یوں ہی بے سرا نہیں کہ اُس پر کوئی حاکم نہ ہو، وہ اپنی رعایا کو یوں ہی مہمل نہ چھوڑیگا۔ جب سب مجرموں کو یہاں پوری سزا نہیں ملتی تو یقیناً کوئی دوسری زندگی ہوگی جہاں ہر ایک اپنی کیفر کردار کو پہنچے۔ اگر تمہاری یہی تکذیب رہی تو مکذبین کا جو انجام دنیا میں ہوا تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔

ف۶ یعنی اُن کو سمجھا کر اور بدی کے انجام پر متنبہ کر کے الگ ہو جائے۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ بہت زیادہ غم و تاسف نہ کریں اور نہ اِن کے مکر و فریب اور حق کے خلاف تدبیریں کرنے سے تنگدل اور خفا ہوں آپ اپنا فرض ادا کر چکے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ضدی مجرموں سے خود نبٹ لیگا۔ اور جس طرح پہلے مجرموں کو سزائیں دی گئی ہیں، اِن کو بھی دیگا۔

ف۷ یعنی آخر وہ قیامت کب آنے کی؟ اور جس عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں کب نازل ہوگا؟

ف۸ یعنی گھبراؤ نہیں، وعدہ پورا ہو کر رہیگا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وعدہ کا کچھ حصہ قریب ہی آ لگا ہو۔ (چنانچہ زیادہ دن نہ گزرے کہ "بدر" میں سزا کی ایک قسط پہنچ گئی) رہی قیامت کبریٰ، سو اُس کے بھی بعض آثار و علامات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔

ف۹ یعنی حق تعالیٰ اپنے فضل سے اگر عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو چاہئے تھا اس مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اُس کی مہربانی کے شکر گذار ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرتے۔ لیکن وہ اس کے خلاف ناشکری کرتے اور اپنے مُنہ سے عذاب مانگتے ہیں۔

ف۱ یعنی تمہارے ظاہری و پوشیدہ اعمال، دلوں کے بھید نہیں ارادے اور زمین و آسمان کے چھپے سے چھپے راز سب اللہ تعالیٰ کے علم میں حاضر اور اُس کے دفتر میں درج ہیں۔ ہر بات اُسی کے موافق اپنے اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوگی۔ جلدی مچانے یا دیر لگانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جو چیز علم الٰہی میں طے شدہ ہے جلد یا بدیر اپنے وقت پر آئے گی اور ہر ایک کو اُس کے عمل اور نیت و عزم کے موافق پھل مل کر رہیگا۔ ف۲ یعنی ابھی عملی فیصلہ کا وقت نہیں آیا البتہ قرآن قولی و علمی فیصلہ کے لئے آیا ہے۔ اُس وقت سماوی علوم اور مذہبی چیزوں کے سب سے بڑے عالم "بنی اسرائیل" سمجھے جاتے تھے۔ مگر عقائد، احکام اور قصص و روایات کے متعلق اُن کے شدید اختلافات کا فیصلہ کن تصفیہ بھی قرآن نے سُنایا۔

وَّ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى

اور زمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں ف۱ یہ قرآن سناتا ہے

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى

بنی اسرائیل کو بہت چیزیں جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں اور بیشک وہ ہدایت ہے

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ

اور رحمت ہے ایمان والوں کے واسطے ف۲ تیرا رب اُن میں فیصلہ کریگا اپنی حکومت سے اور وہی

الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾

زبردست سب کچھ جاننے والا ف۳ سو تو بھروسہ کر اللہ پر بیشک تو ہے صحیح کھلے رستہ پر ف۴

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾

البتہ تو نہیں سنا سکتا مُردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو اپنی پکار جب لوٹیں وہ پیٹھ پھیر کر

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ

اور نہ تو دکھلا سکے اندھوں کو جب وہ راہ کو چُوکیں ف۵ تو تو سناتا ہے اسکو جو یقین رکھتا ہو

بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ

ہماری باتوں پر سو وہ حکمبردار ہیں ف۶ اور جب پڑ چکے گی اُن پر بات نکالینگے ہم اُنکے آگے

دَاۗبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

ایک جانور زمین سے اُن سے باتیں کریگا اس واسطے کہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں کرتے تھے ف۷

ع ۶/۱۶

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ

اور جس دن گھیر لائینگے ہم ہر ایک فرقہ میں سے ایک جماعت جو جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو پھر انکی

يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا

جماعت بندی ہوگی ف۸ یہاں تک کہ جب حاضر ہو جائیں فرمائیگا کیوں جھٹلایا تم نے میری باتوں کو اور نہ آ چکی

بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا

تھیں تمہاری سمجھ میں یا بولو کیا کرتے تھے ف۹ اور پڑ چکی اُن پر بات اس واسطے کہ انہوں...

فی الحقیقت قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے دنیا کو خداوند قدوس کا آخری پیغام پہنچایا۔ اور ایمان لانے والوں کی رہبری کی تا لوگ اُس دن کے لئے تیاری کر رکھیں جبکہ ہر معاملہ کا عملی فیصلہ ہوگا۔ ف۳ یعنی قرآن تو آیا ہے سمجھانے اور آگاہ کرنے کو، باقی تمام معاملات کا حکیمانہ اور حاکمانہ فیصلہ خدائے قادر و توانا کریگا۔ ف۴ یعنی آپ کسی کے اختلاف و تکذیب سے متأثر نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ کر کے اپنا کام کئے جائیں جس صحیح و صاف راستہ پر آپ چل رہے ہیں اُس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ آدمی جب صحیح راستہ پر ہو اور خدائے واحد پر بھروسہ رکھے پھر کیا غم ہے۔ ف۵ یعنی جس طرح ایک مردہ کو خطاب کرنا یا کسی بہرے کو پکارنا خصوصاً جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلا جا رہا ہو اور پکارنے والے کی طرف قطعاً ملتفت نہ ہو اُن کے حق میں سودمند نہیں، یہ ہی حال اِن مکذبین کا ہے جن کے قلوب مر چکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں اور سُننے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے کہ ان کے حق میں کوئی نصیحت نافع اور کارگر نہیں۔ ایک نیٹ اندھے کو جب تک آنکھ نہ بنوائے تم کس طرح راستہ یا کوئی چیز دکھلا سکتے ہو۔ یہ لوگ بھی دل کے اندھے ہیں اور چاہتے بھی نہیں کہ اندھے پن سے نکلیں۔ پھر تمہارے دکھلانے سے وہ دیکھیں تو کیسے دیکھیں ف۶ یعنی نصیحت سُنانا اُنکے حق میں نافع ہے جو سُن کر اثر قبول کریں۔ اور اثر قبول کرنا یہی ہے کہ خدا کی باتوں پر یقین کر کے فرمانبردار بنیں۔

ف۷ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "قیامت سے پہلے صفا پہاڑ مکہ کا پھٹے گا اُس میں سے ایک جانور نکلیگا جو لوگوں سے باتیں کریگا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں کو اور چھپے منکروں کو نشان دے کر جدا کر دیگا" (موضح) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل آخر زمانہ میں طلوع الشمس من المغرب کے دن ہوگا۔ قیامت تو نام ہی اس کا ہے کہ عالم کا سب موجودہ نظام درہم و برہم کر دیا جائے۔ لہٰذا اس قسم کے خوارق پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے جو قیامت کی علامات قریبہ اور اُس کے پیش خیمہ کے طور پر ظاہر کی جائیں گی۔ شاید "دابۃ الارض" کے ذریعہ سے یہ دکھلانا ہو کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانتے تھے، آج وہ ایک جانور کی زبانی ماننی پڑ رہی ہے۔ مگر اس وقت کا ماننا نافع نہیں صرف مکذبین کی تجہیل و تحمیق مقصود ہے۔ ماننے کا جو وقت تھا گذر گیا۔ (تنبیہ) "دابۃ الارض" کے متعلق بہت سے رطب یابس اقوال و روایات تفاسیر میں درج کی گئی ہیں۔ مگر معتبر روایات سے تقریباً اتنا ہی ثابت ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا۔ واللہ اعلم۔ ف۸ ہر گناہ والوں کے جتھے اور جماعتیں الگ الگ ہونگی۔ (تنبیہ) عموماً مفسرین نے "فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ" کے معنی روکنے کے لئے ہیں۔ یعنی بڑا مت کے مکذبین کو محشر کی طرف لے چلیں گے اور وہ اتنی کثرت سے ہونگے کہ پیچھے چلنے والوں کو آگے بڑھنے سے روکا جائیگا۔ جیسے انبوہ کثیر میں انتظام قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ ف۹ یعنی پوری طرح سمجھنے اور تمام اطراف و جوانب پر نظر ڈالنے کی کوشش بھی نہ کی، پہلے ہی جھٹلانا شروع کر دیا۔ یا بولو! یہ نہیں تو اور کیا کرتے تھے" یعنی اس کے سوا تمہارا کام ہی کیا تھا۔ اور ممکن ہے یہ مطلب ہو کہ بے سوچے سمجھے تکذیب ہی کی تھی! یا بولو! اس کے سوا اور بھی کچھ گناہ سمیٹے تھے۔

ف۱ یعنی اُن کی شرارتوں کا یقینی ثبوت ہو چکا اور خدا کی حجت تمام ہو چکی۔ اب آگے وہ کیا بول سکتے ہیں۔ باقی بعض آیات میں جو اُن کا عذر پیش کرنا مذکور ہے وہ شاید اس سے پہلے ہو چکیگا۔ بہرحال نفی و اثبات کو اختلاف مواطن پر حمل کیا جائے۔ ف۲ یعنی کیسے کھلے کھلے نشان اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دکھلائے، پر ذرا بھی غور نہ کیا۔ ایک رات دن کے روزانہ ادل بدل ہی میں غور کر لیتے تو اللہ کی توحید، پیغمبروں کی ضرورت، اور بعث بعد الموت، سب کچھ سمجھ سکتے تھے۔ آخر وہ کون ہستی ہے جو ایسے مضبوط و محکم انتظام کے ساتھ برابر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو نمودار کرتا ہے۔ اور جس نے ہماری ظاہری بصارت کے لئے شب کی تاریکی کے بعد دن کا اُجالا کیا، کیا وہ ہماری باطنی بصیرت کے لئے اوہام و اہواء کی تاریکیوں میں معرفت و ہدایت کی روشنی نہ بھیجتا۔ پھر رات کیا ہے؟ نیند کا وقت ہے جسے ہم موت کا ایک نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔ اُس کے بعد دن آیا۔ پھر آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر پھرنے لگے۔ اسی طرح اگر حق تعالیٰ ہم پر موت طاری کرے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اُٹھالے تو اُس میں کیا استحالہ ہے۔ غرض یقین کرنے والوں کے لئے اسی ایک نشان میں تمام ضروری چیزوں کا حل موجود ہے۔ ف۳ صور پھونکنے والا فرشتہ اسرافیل ہے جو حکم الٰہی کے انتظار میں صور لئے تیار کھڑا ہے۔ ف۴ بعض روایات میں ہے کہ "اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ" جبرئیل، میکائیل اسرافیل اور ملک الموت ہیں۔ اور بعض نے شہداء کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۵ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک بار صور پھنکے گا جس سے خلق مر جائیگی۔ دوسرا پھنکے گا تو جی اُٹھیں گے۔ اس کے بعد پھنکے گا تو گھبرا جائیں گے، پھر پھنکے گا تو بیہوش ہو جائینگے اور پھنکے گا تو ہشیار ہونگے۔ صور پھنکنا کئی بار ہے" (موضح) اور بہت سے علماء صرف دو نفخے مانتے ہیں یعنی کل دو مرتبہ پھنکے گا۔ اور سب احوال کو انہی دو میں درج کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۶ یعنی جن بڑے بڑے پہاڑوں کو تم اس وقت دیکھ کر خیال کرتے ہو کہ ہمیشہ کے لئے زمین میں جمے ہوئے ہیں کبھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کھا سکیں گے، قیامت کے دن روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اُڑتے پھرینگے اور بادل کی طرح تیز رفتار ہونگے۔ "وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاۗءً مُّنْۢبَثًّا" (واقعہ رکوع ۱) "وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ" (القارعہ رکوع ۱) "فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا" (طٰہٰ رکوع ۶) (تنبیہ) آیت ہذا کو زمین کی حرکت و سکون کے مسئلہ سے کچھ علاقہ نہیں جیسا کہ بعض متنورین نے سمجھا ہے۔ ف۷ یعنی جس نے ہر چیز کو نہایت حکمت سے درست کیا اُسی نے آج پہاڑوں کو ایسا بھاری اور مضبوط بنایا ہے اور وہ ہی اُن کو ایک دن ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دیگا۔ وہ اُڑانا محض تباہ کرنے کی غرض سے نہ ہوگا بلکہ عالم کو توڑ پھوڑ کر اُس درجہ پر پہنچانا ہوگا جہاں پہنچانے کے لئے ہی اُسے پیدا کیا ہے۔ تو یہ سب اُسی صانع حقیقی کی کاریگری ہوئی جس کا کوئی تصرف حکمت سے خالی نہیں۔ ف۸ یعنی اس توڑ پھوڑ اور انقلاب عظیم کے بعد بندوں کا حساب کتاب ہوگا۔ اور چونکہ حق تعالیٰ بندوں کے ذرہ ذرہ عمل سے خبردار ہے تو ہر ایک کو ٹھیک اُس کے عمل کے موافق جزا و سزا دیجائیگی نہ ظلم ہوگا نہ حق تلفی ہوگی۔ آگے اسی کی قدرے تفصیل ہے۔

فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ

اب وہ کچھ نہیں بول سکتے ف۱ کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنائی رات کہ اس میں چین حاصل کریں اور دن

مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي

بنایا دیکھنے کا البتہ اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو یقین کرتے ہیں ف۲ اور جس دن پھونکی جائیگی

الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ

صور ف۳ تو گھبرا جائے جو کوئی ہے آسمان میں اور جو کوئی ہے زمین میں مگر جس کو اللہ

اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً

چاہے ف۴ اور سب چلے آئیں اُس کے آگے عاجزی کرتے ف۵ اور تو دیکھے پہاڑوں کو سمجھے کہ وہ جم رہے ہیں

وَّهِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ

اور وہ چلیں گے جیسے چلے بادل ف۶ کاریگری اللہ کی جس نے سادھا ہر چیز کو ف۷ اُس کو

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ

خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ف۸ جو کوئی لیکر آیا بھلائی تو اُس کو ملے اُس سے بہتر ف۹ اور

هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ

اُن کو گھبراہٹ سے اُس دن امن ہے ف۱۰ اور جو کوئی لیکر آیا بُرائی سو اوندھے ڈالیں

وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَآ

اُن کے منہ آگ میں وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ف۱۱ مجھ کو

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ

یہی حکم ہے کہ بندگی کروں اس شہر کے مالک کی جس نے اُس کو حرمت دی اور اُسی کی ہے ہر

شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ

ایک چیز ف۱۲ اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں حکم برداروں میں ف۱۳ اور یہ کہ سنا دوں قرآن ف۱۴

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ

پھر جو کوئی راہ پر آیا سو راہ پر آئیگا اپنے ہی بھلے کو اور جو کوئی بہکا رہا تو کہدے

ف۹ یعنی ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس نیکیوں کے حساب سے دیا جائیگا۔ جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ ف۱۰ یعنی بڑی گھبراہٹ سے، کما قال تعالیٰ "لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ" (انبیاء۔ رکوع ۷)، اگر کم درجہ کی گھبراہٹ ہو تو اس آیت کے منافی نہیں۔ ف۱۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ زیادتی نہیں۔ جو کرنا، سو بھرنا، خود کردہ را چہ علاج۔ ف۱۲ شہر سے مراد ہے مکہ معظمہ جسے خدا تعالیٰ نے معظم و محترم بنایا۔ اسی تخصیص و تشریف کی بنا پر رب کی اضافت اُس کی طرف کی گئی ورنہ یوں ہر چیز کا رب اور مالک وہ ہی ہے۔ ف۱۳ یعنی اُن لوگوں میں رہوں جو حق تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کرنے والے اور اپنے کو ہمہ تن اُس کے سپرد کر دینے والے ہیں۔ ف۱۴ یعنی بذات خود اللہ کی بندگی اور فرمانبرداری کرتا رہوں اور دوسروں کو قرآن سنا کر اللہ کا رستہ بتلاتا رہوں۔

ف۱ یعنی میں نصیحت کرکے فارغ الذمہ ہو چکا، نہ سمجھو تو تمہارا ہی نقصان ہے۔ ف۲ یعنی اللہ کا ہزاراں ہزار شکر جس نے مجھ کو ہادی و مہتدی بنایا۔ فی الحقیقت تعریف کے لائق اُسی کی ذات ہے جس کو خوبی یا کمال ملا وہیں سے ملا۔ ف۳ یعنی آگے چل کر حق تعالیٰ تمہارے اندر یا تم سے باہر اپنی قدرت کے وہ نمونے اور میری صداقت کے ایسے نشان دکھلائیگا جنہیں دیکھ کر سمجھ لوگے کہ بیشک یہ اللہ کی وہ ہی آیات ہیں جن کی خبر پیغمبر نے دی تھی باقی اُس وقت کا سمجھنا تم کو نافع ہو یا نہ ہو، یہ جداگانہ چیز ہے۔ علامات قیامت وغیرہ سب اس کے تحت میں آگئیں۔
ف۴ یعنی جو عمل اور معاملہ تم کرتے ہو، سب اُس کی نظر میں ہے۔ اُسی کے موافق آخرکار بدلہ ملیگا۔ اگر سزا وغیرہ میں تاخیر ہو تو نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہماری کرتوت سے بیخبر ہے۔

تم سورۃ النمل وللہ الحمد والمنہ

إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ

میں تو یہی ہوں ڈر سنا دینے والا ف۱ اور کہہ تعریف ہے سب اللہ کو ف۲ آگے دکھائیگا تم کو اپنے نمونے

فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

تو اُنکو پہچان لوگے ف۳ اور تیرا رب بے خبر نہیں اُن کاموں سے جو تم کرتے ہو ف۴

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ قصص مکہ میں اُتری اور اس کی اٹھاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى

یہ آیتیں ہیں کھلی کتاب کی ہم سناتے ہیں تجھ کو کچھ احوال موسیٰ

وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ

اور فرعون کا تحقیقی اُن لوگوں کے واسطے جو یقین کرتے ہیں ف۵ فرعون چڑھ رہا تھا ملک میں

وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَاۗىِٕفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَاۗءَهُمْ

اور کر رکھا تھا وہاں کے لوگوں کو کئی فرقے کمزور کر رکھا تھا ایک فرقہ کو اُن میں ف۶ ذبح کرتا تھا اُنکے بیٹوں کو

وَيَسْتَحْيٖ نِسَاۗءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ

اور زندہ رکھتا تھا انکی عورتوں کو ف۷ بیشک وہ تھا خرابی ڈالنے والا ف۸ اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان

عَلَي الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ

کریں اُن لوگوں پر جو کمزور ہوئے پڑے تھے ملک میں اور کر دیں اُن کو سردار اور کر دیں اُن کو

الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ

قائم مقام اور جمادیں اُن کو ملک میں ف۹ اور دکھادیں فرعون اور ہامان کو ف۱۰

جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى

اور اُنکے لشکروں کو اُنکے ہاتھ سے جس چیز کا اُن کو خطرہ تھا ف۱۱ اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو

ف۵ یعنی مسلمان لوگ اپنا حال قیاس کرلیں ظالموں کے مقابلہ میں (موضح) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو باوجود کمزوری کے فرعونیوں کی طاقت کے مقابلہ میں منصور و کامیاب کیا۔ ایسے ہی مسلمان جو فی الحال مکہ میں قلیل و ضعیف و ناتواں نظر آتے ہیں اپنے بیشمار طاقتور حریفوں کے مقابلہ پر کامیاب ہونگے ف۶ یعنی "مصر" میں قبطی بھی آباد تھے جو فرعون کی قوم تھی اور سبطی بھی جو "بنی اسرائیل" کہلاتے تھے لیکن فرعون ظلم و تکبر کی راہ سے "بنی اسرائیل" کو پنپنے اور اُبھرنے نہیں دیتا تھا۔ گویا سب قبطی آقا بنے ہوئے تھے اور پیغمبروں کی اولاد بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اُن سے ذلیل کام اور بیگاریں لیتے اور کسی طرح اِس قابل نہ ہونے دیتے کہ ملک میں وہ کوئی قوت و وقعت حاصل کرسکیں۔ ف۷ کہتے ہیں فرعون نے کوئی خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر کاہنوں نے یہ دی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھ سے تیری سلطنت برباد ہوگی۔ اِس لئے پیش بندی کے طور پر یہ احمقانہ اور ظالمانہ تدبیر سوچی کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہئے کہ انہیں حکومت کے مقابلہ کا حوصلہ ہی نہ ہو۔ اور آئندہ جو لڑکے ان کے پیدا ہوں اُن کو ایک طرف سے ذبح کر ڈالنا چاہئے۔ اس طرح آنے والی مصیبت رُک جائے گی۔ البتہ لڑکیوں سے چونکہ کوئی خطرہ نہیں، اُنہیں زندہ رہنے دیا جائے۔ وہ بڑی ہوکر باندیوں کی طرح ہماری خدمت کیا کرینگی۔ اور ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل آپس میں حضرت ابراہیم خلیل کی ایک پیشین گوئی کا تذکرہ کیا کرتے تھے جس میں خبر دی گئی تھی کہ ایک اسرائیلی جوان کے ہاتھ پر اس سلطنت مصر کی تباہی مقدر ہے۔ شدہ شدہ یہ تذکرے فرعون کے کانوں تک پہنچ گئے اُس احمق نے قضاء و قدر کی روک تھام کے لئے ظلم و ستم کی یہ اسکیم جاری کی۔ ف۸ یعنی زمین میں خرابی پھیلانے والا تو تھا ہی۔ لہٰذا اُسے ایسا ظلم و ستم کرنے میں کیا جھجک ہوتی بس جو دل میں آیا، اپنے کبر و غرور کے نشہ میں بے سوچے سمجھے کر گذرا ف۹ یعنی اُس ملعون کے انتظامات تو وہ تھے، اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ کمزوروں کو قوی اور پستوں کو بالا کیا جائے جس قوم کو فرعونیوں نے ذلیل غلام بنا رکھا تھا اُن ہی کے سر پر دین کی امامت اور دنیا کی سرداری کا تاج رکھ دیں۔ ظالموں اور متکبروں سے جگہ خالی کراکر اُس مظلوم و ستم رسیدہ قوم سے زمین کو آباد کریں اور دینی سیادت کے ساتھ دنیوی حکومت بھی اس مظلوم و مقہور قوم کے حوالے کیجائے۔ ف۱۰ "ہامان" وزیر تھا فرعون کا جو ظلم و ستم میں اُس کا شریک اور آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ ف۱۱ یعنی جس خطرہ کی وجہ سے اُنہوں نے بنی اسرائیل کے ہزارہا بچوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ ہم نے چاہا کہ وہ ہی خطرہ اُن کے سامنے آئے۔ فرعون نے امکانی کوشش کر دیکھی اور پورے زور خرچ کرلئے کہ کسی طرح اُس اسرائیلی بچہ سے مامون ہو جائے جس کے ہاتھ پر اُس کی تباہی مقدر تھی، لیکن تقدیر الٰہی کہاں ٹلنے والی تھی۔ خداوند قدیر نے اُس بچہ کو اُسی کی گود میں اُسی کے بستر پر اُسی کے محلات کے اندر شاہانہ ناز و نعم سے پرورش کرایا۔ اور دکھلا دیا کہ خدا جو انتظام کرنا چاہے، کوئی طاقت اُسے روک نہیں سکتی۔

ف۱ اُنکی ماں کو الہام ہوا یا خواب دیکھا۔ یا اور کسی ذریعہ سے معلوم کرا دیا گیا کہ جب تک بچہ کے قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ پلاتی رہیں، جب اندیشہ ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں۔ سورۂ طٰہٰ میں یہ قصہ گذر چکا ہے ف۲ ماں کی تسلی کر دی کہ ڈرے مت۔ بے کھٹکے دریا میں چھوڑ دے، بچہ ضائع نہیں ہو سکتا۔ اور بچہ کی جدائی سے غمگین بھی مت ہو ہم بہت جلد اس کو تیری ہی آغوشِ شفقت میں پہنچا دیں گے خدا کو اس سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ وہ منصب رسالت پر سرفراز کیا جائے گا۔ کوئی طاقت اللہ کے ارادہ میں حائل و مانع نہیں ہو سکتی۔ تمام رکاوٹیں دور کر کے وہ مقصد پورا کرنا ہے جو اس محترم بچہ کی پیدائش سے متعلق ہے۔ ف۳ آخر ماں نے بچہ کو لکڑی کے صندوق میں ڈال کر پانی میں چھوڑ دیا۔ صندوق بہتا ہوا ایسی جگہ جا لگا جہاں سے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے ہاتھ لگ گیا۔ اُن کو اس پیارے بچہ کی پیاری صورت بھلی معلوم ہوئی۔ آثار نجابت و شرافت نظر آئے۔ پالنے کی غرض سے اُٹھا لیا۔ مگر اس اُٹھانے کا آخری نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ بچہ بڑا ہو کر فرعون اور فرعونیوں کا دشمن ثابت ہو اور اُن کے حق میں سوہانِ روح بنے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اُٹھانے کا موقع دیا۔ فرعون لعین کو کیا خبر تھی کہ جس دشمن کے ڈر سے ہزارہا معصوم بچے تہ تیغ کرا چکا ہوں وہ یہی ہے جسے بڑے چاؤ پیار سے آج ہمارے ہاتھوں میں پرورش کرایا جا رہا ہے فی الحقیقت فرعون اور اُس کے وزیر و مشیر اپنے ناپاک مقصد کے اعتبار سے بہت چوکے کہ بیشمار اسرائیلی بچوں کو ایک شبہ پر قتل کرنے کے باوجود موسیٰ کو زندہ رہنے دیا۔ لیکن نہ چوکتے تو کیا کرتے، کیا خدا کی تقدیر کو بدل سکتے تھے یا مشیت ایزدی کو روک سکتے تھے، اُن کی بڑی چوک تو یہ تھی کہ قضا و قدر کے فیصلوں کو سمجھے کہ انسانی تدبیروں سے روکا جا سکتا ہے۔ ف۴ یعنی کیسا پیارا بچہ ہے۔ ہمارے کوئی لڑکا نہیں۔ لاؤ اسی سے دل بہلائیں اور آنکھیں ٹھنڈی کیا کریں۔ بعض روایات میں ہے کہ فرعون نے کہا "لکِ لا لی" (تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی میری نہیں) تقدیر ازلی یہ الفاظ اُس ملعون کی زبان سے کہلا رہی تھی۔ آخر وہ ہی ہوا۔ ف۵ یعنی کم از کم بڑا ہو کر ہمارے کام آئے گا یا مناسب سمجھا تو متبنّٰی بنا لیں گے۔ ف۶ یعنی یہ تو خبر نہ تھی کہ بڑا ہو کر کیا کریگا سمجھے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے خوف سے ڈالا ہے ایک لڑکا نہ مارا تو کیا ہوا۔ کیا ضرور ہے کہ یہی وہ بچہ ہو جس سے ہمیں خوف ہے۔ پھر جب ہم پرورش کریں گے وہ خود ہم سے شرمائے گا۔ کس طرح ممکن ہے کہ ہم سے ہی دشمنی کرنے لگے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ یہ اُس کا دوست ہوگا جو سارے جہان کا پرورش کرنے والا ہے اور تم چونکہ اُس کے دشمن ہو اس لئے مجبور ہو گا کہ پروردگار حقیقی کے حکم سے تمہاری مخالفت کرے۔ تم اپنی ظاہری تربیت پر تو ایسی اچھی امیدیں [illegible] رکھتے ہو، مگر شرم نہیں آتی کہ اُس ربِ حقیقی کے [illegible] "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کی آواز بلند کر رہے ہو۔ ف۷ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچہ کو دریا میں ڈال تو آئیں۔ مگر ماں کی ممتا کہاں چین سے رہنے دیتی۔ رہ رہ کر موسیٰ کا خیال آتا تھا۔ دل سے قرار جاتا رہا۔ موسیٰ کی یاد کے سوا کوئی چیز دل میں باقی نہ رہی۔ قریب تھا کہ صبر و ضبط کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹ جائے اور عام طور پر ظاہر کر دیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈالا ہے کسی کو خبر ہو تو لاؤ۔ لیکن خدائی الہام "اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" کو یاد کر کے تسلی پاتی تھی۔ یہ خدا ہی کا کام تھا کہ اُس کے دل کو مضبوط باندھ دیا کہ خدائی راز قبل از وقت کھلنے نہ پائے۔ اور تھوڑی دیر بعد خود موسیٰ کی والدہ کو عین الیقین حاصل ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے ف۸ یعنی جب فرعون کے محل سرا میں صندوق کھلا اور بچہ برآمد ہوا تو شہر میں شہرت ہو گئی۔ موسیٰ کی والدہ نے اپنی بیٹی کو (جو موسیٰ کی بہن تھی) حکم دیا کہ بچہ کا پتہ لگانے کے لئے چلی جا اور علیحدہ رہ کر دیکھ کیا ماجرا ہوتا ہے۔ لڑکی ہشیار تھی، جہاں بچہ کے گرد بھیڑ لگی تھی وہاں بے تعلق اجنبی بن کر دور سے دیکھتی رہی کسی کو پتہ نہ لگا کہ اس بچہ کی بہن ہے۔ ف۹ یعنی فرعون کی بیوی نے اُس ملعون کو بھی بچہ کی پرورش پر راضی کر لیا تو دودھ پلانے کی فکر ہوئی اور دائیاں طلب کی گئیں۔ مگر قدرت نے پہلے ہی سے بند لگا دیا تھا کہ موسیٰ اپنی ماں کے سوا کسی کا دودھ نہ پکڑے۔ سخت تشویش تھی کہ کہاں سے مرضعہ لائی جائے جس کا دودھ بچہ منہ کو لگا سکے۔ موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہ پیتے تھے۔ فرعون کے آدمی اسی فکر و تجسس میں تھے کہ موسیٰ کی بہن نے کہا میں تم کو ایک گھرانے کا پتہ بتا سکتی ہوں جو امید ہے بچہ کو پال دیں گے اور جہاں تک اُن کی طبائع کا اندازہ ہے بہت خیر خواہی اور غور و پرداخت سے پالیں گے کہ یہ شریف گھرانا ہے اور بادشاہ کے گھر سے انعام و اکرام کی بڑی توقعات ہونگی، پھر تربیت میں کمی کیوں کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کے مشورہ کے موافق حضرت موسیٰ کی والدہ طلب کی گئیں۔ بس بچہ کو چھاتی سے لگانا تھا کہ اُس نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر والوں کو بہت غنیمت معلوم ہوا کہ بچہ نے ایک عورت کا دودھ قبول کر لیا ہے۔ بڑی خوشیاں منائی گئیں اور انعام و اکرام کئے گئے۔ مرضعہ نے عذر کیا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ اپنے گھر لیجا کر اس کی پرورش کروں گی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام امن و اطمینان کے ساتھ پھر آغوشِ مادری میں پہنچ گئے۔ اور فرعون کے یہاں سے جو روزینہ اُن کی ماں کا مقرر ہوا وہ مفت میں رہا۔

اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَ

کہ اُس کو دودھ پلاتی رہ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اُس کا تو ڈال دے اُس کو دریا میں ف۱ اور خطرہ نہ کر اور

لَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦

نہ غمگین ہو ہم پھر پہنچا دینگے اسکو تیری طرف اور کریں گے اُس کو رسولوں سے ف۲

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ

پھر اُٹھا لیا اُس کو فرعون کے گھر والوں نے کہ ہو اُن کا دشمن اور غم میں ڈالنے والا بیشک فرعون

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ⑧ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ

اور ہامان اور اُن کے لشکر تھے چوکنے والے ف۳ اور بولی فرعون کی عورت

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

یہ تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے لئے اور تیرے لئے ف۴ اسکو مت مارو کچھ بعید نہیں جو ہمارے کام آئے یا ہم اسکو کر لیں

وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ

بیٹا ف۵ اور اُن کو کچھ خبر نہ تھی ف۶ اور صبح کو موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا قریب

كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ

تھی کہ ظاہر کر دے بیقراری کو اگر نہ ہم نے گرہ دی ہوتی اُس کے دل پر اس واسطے کہ رہے یقین

الْمُؤْمِنِيْنَ ⑩ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

کرنے والوں میں ف۷ اور کہہ دیا اُس کی بہن کو پیچھے چلی جا پھر دیکھتی رہی اُس کو اجنبی ہو کر

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑪ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ

اور اُن کو خبر نہ ہوئی ف۸ اور روک رکھا تھا ہم نے موسیٰ سے دائیوں کو پہلے سے پھر بولی

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓي اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫

میں بتلاؤں تم کو ایک گھر والے کہ اس کو پال دیں تمہارے لئے اور وہ اُس کا بھلا چاہنے والے ہیں

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓي اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ

پھر ہم نے پہنچا دیا اُس کو اُس کی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے اُس کی آنکھ اور غمگین نہ ہو اور جانے کہ

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى

اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے ف۱ پر بہت لوگ نہیں جانتے ف۲ اور جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ

دی ہم نے اُس کو حکمت اور سمجھ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو ف۳ اور آیا

الْمَدِيْنَةَ عَلٰي حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ

شہر کے اندر جس وقت بے خبر ہوئے تھے وہاں کے لوگ ف۴ پھر پائے اُس میں دو مرد

يَقْتَتِلٰنِ ڭ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ

لڑتے ہوئے یہ ایک اُسکے رفیقوں میں اور یہ دوسرا اُسکے دشمنوں میں پھر فریاد کی اُس سے اُس نے جو

مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَي الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ

تھا اُسکے رفیقوں میں اُس کی جو تھا اُس کے دشمنوں میں پھر مُکّا مارا اُسکو موسیٰ نے پھر اُسکو تمام کر دیا

قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ

بولا یہ ہوا شیطان کے کام سے بیشک وہ دشمن ہے بہکانے والا صریح بولا

رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

اے میرے رب میں نے بُرا کیا اپنی جان کا سو بخش مجھ کو پھر اُس کو بخش دیا بیشک وہی ہے بخشنے والا

الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا

مہربان ف۵ بولا اے رب جیسا تو نے فضل کر دیا مجھ پر پھر میں کبھی نہ ہونگا مددگار

لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَاۗىِٕفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي

گنہگاروں کا ف۶ پھر صبح کو اُٹھا اُس شہر میں ڈرتا ہوا انتظار کرتا ہوا ف۷ پھر ناگہاں جس نے

اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۭ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ

کل مدد مانگی تھی اُس سے آج پھر فریاد کرتا ہے اُس سے ف۸ کہا موسیٰ نے بیشک تو بے راہ ہے

مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ

صریح ف۹ پھر جب چاہا کہ ہاتھ ڈالے اُس پر جو دشمن تھا اُن دونوں کا

ف۱ یعنی "اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" میں جو دو وعدے کئے تھے۔ ایک تو آنکھوں کے دیکھ لیا کہ کس حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا۔ اور دوسرے کو اسی پر قیاس کرنے کا موقع ملا کہ بلاشبہ وہ بھی اپنے وقت پر پورا ہو کر رہیگا۔ ف۲ یعنی وعدہ اللہ کا ٹھیک ہو کر رہتا ہے۔ ہاں بیچ میں بڑے بڑے پھیر پڑ جاتے ہیں۔ اس میں بہت لوگ بے یقین ہونے لگتے ہیں۔ (موضح)۔ ف۳ یعنی موسیٰ علیہ السلام جب اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے، تو ہم نے اُن کو بہت حکمت کی باتیں سمجھائیں اور خصوصی علم و فہم عطا فرمایا کیونکہ بچپن ہی سے وہ نیک کردار تھے ایسے ہونہار کو ہم اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔ ف۴ یعنی حضرت موسیٰ جوان ہو کر ایک روز شہر میں پہنچے جس وقت لوگ غافل پڑے سو رہے تھے شاید رات کا وقت ہوگا یا دوپہر ہوگی۔ ف۵ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے، فرعون کی قوم سے بسبب اُنکے ظلم و کفر کے بیزار تھے اور بنی اسرائیل اُن کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ اُن کی والدہ کا گھر شہر سے باہر تھا۔ حضرت موسیٰ کبھی وہاں جاتے کبھی فرعون کے گھر آتے۔ فرعون کی قوم (قبط) اُنکی دشمن تھی کہ غیر قوم کا شخص ہے ایسا نہ ہو کر زور پکڑ جائے۔ ایک روز دیکھا کہ دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں ایک اسرائیلی دوسرا قبطی۔ اسرائیلی نے موسیٰ کو دیکھ کر فریاد کی کہ مجھے اس قبطی کے ظلم سے چھڑاؤ کہتے ہیں قبطی فرعون کے مطبخ کا آدمی تھا۔ موسیٰ پہلے ہی قبطیوں کے ظلم و ستم کو جانتے تھے۔ اس وقت آنکھ سے اُس کی زیادتی دیکھ کر رگِ حمیت پھڑک اُٹھی ممکن ہے سمجھانے بجھانے میں قبطی نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کوئی سخت لفظ کہا ہو جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے۔ غرض موسیٰ علیہ السلام نے اُسکی تادیب و گوشمالی کے لئے ایک گھونسہ رسید کیا، ماشاء اللہ بڑے طاقتور جوان تھے، ایک ہی گھونسہ میں قبطی نے پانی نہ مانگا۔ خود موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک گھونسہ میں اس کمبخت کا کام تمام ہو جائیگا۔ بہرحال بے قصد خون ہو گیا۔ مانا کہ قبطی کافر حربی تھا۔ ظالم تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کی نیت بھی محض ادب دینے کی تھی۔ جان سے مار ڈالنے کی نہ تھی مگر ظاہر ہے اُس وقت کوئی معرکۂ جہاد نہ تھا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی قوم کو کوئی الٹی میٹم نہیں دیا تھا۔ بلکہ مصر میں اُن کی بود و ماند کا شروع سے جو طرزِ عمل رہا تھا اُس سے لوگ مطمئن تھے کہ وہ یونہی کسی کی جان و مال لینے والے نہیں پھر ممکن ہے غیظ و غضب کے جوش میں معاملہ کی تحقیق بھی سرسری ہوئی ہو اور مُکّا مارتے وقت پوری طرح اندازہ نہ رہا ہو کہ کتنی ضرب تادیب کے لئے کافی ہے اُدھر اس بلا ارادہ قتل سے اندیشہ تھا کہ فرقہ وار اشتعال پیدا ہو کر دوسرے مصائب و فتن کا دروازہ نہ کھل جائے۔ اس لئے اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ اور سمجھے کہ اس میں کسی درجہ تک شیطان کا دخل ہے انبیاء علیہم السلام کی فطرت ایسی پاک و صاف اور اُن کی استعداد اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے کہ نبوت ملنے سے پیشتر ہی وہ اپنے ذرہ ذرہ عمل کا محاسبہ کرتے ہیں اور ادنیٰ سی لغزش یا خطائے اجتہادی پر بھی حق تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگتے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے اپنی تقصیرات کا اعتراف کرکے معافی چاہی، جو دیدی گئی اور غالباً اس معافی کا علم اُن کو بذریعہ الہام وغیرہ ہوا ہوگا۔ آخر پیغمبر لوگ نبوت سے پہلے ولی تو ہوتے ہیں۔ ف۶ یعنی آپ نے جیسے اپنے فضل سے مجھ کو عزت، راحت، قوت عطا فرمائی اور میری تقصیرات کو معاف کیا اس کا شکریہ ہے کہ میں آئندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہ ہونگا۔ شاید اس فریادی (اسرائیلی) کی بھی کچھ تقصیر معلوم ہوئی ہوگی، مجرم اُسی کو کہا ہو۔ یا مجرمین سے کفار اور ظالم لوگ مراد ہوں۔ یعنی تیری دی ہوئی قوتوں کو آئندہ بھی کبھی اُن کی حمایت و اعانت میں خرچ نہ کرونگا یا مجرمین سے شیاطین مراد ہوں یعنی شیاطین کے مشن میں اُن کا مددگار کبھی نہ ہونگا کہ وہ وسوسہ اندازی کر کے مجھ سے ایسا کام کرادیں جس پر بعد کو پچھتانا پڑے۔ یا اسرائیلی کو مجرم اس حیثیت سے کہا کہ وہ وقوعِ جرم کا سبب بنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۷ یعنی انتظار کرتے اور راہ دیکھتے تھے کہ مقتول کے وارث فرعون کے پاس فریاد لے گئے ہونگے دیکھئے کس پر جرم ثابت ہو اور مجھ سے کیا سلوک کریں۔ ف۸ یعنی اُسی اسرائیلی کی لڑائی آج کسی اور سے ہو رہی تھی۔ ف۹ یعنی روز ظالموں سے اُلجھتا ہے اور مجھ کو لڑواتا ہے۔

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ

بول اُٹھا اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ خون کرے میرا جیسے خون کر چکا ہے کل ایک جان کا ف۱ تیرا یہی جی چاہتا

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

ہے کہ زبردستی کرتا پھرے ملک میں اور نہیں چاہتا کہ ہو صلح کرا دینے والا ف۲

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ

اور آیا شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا کہا اے موسیٰ دربار والے مشورہ کرتے ہیں

بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا

تجھ پر کہ تجھ کو مار ڈالیں سو نکل جا میں تیرا بھلا چاہنے والا ہوں ف۳ پھر نکلا وہاں سے ڈرتا ہوا

يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ

راہ دیکھتا بولا اے رب بچا لے مجھ کو اس قوم بے انصاف سے اور جب منہ کیا مدین کی سیدھ پر

قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ

بولا امید ہے کہ میرا رب لیجائے مجھ کو سیدھی راہ پر ف۴ اور جب پہنچا مدین کے پانی پر پایا وہاں

اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۟ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ

ایک جماعت کو لوگوں کی پانی پلاتے ہوئے ف۵ اور پایا اُن سے ورے دو عورتوں کو کہ روکے ہوئے کھڑی تھیں اپنی بکریاں

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ سکتہ وَاَبُوْنَا

بولا تمہارا کیا حال ہے بولیں ہم نہیں پلاتیں پانی چرواہوں کے پھیر لیجانے تک ف۶ اور ہمارا باپ

شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ

بوڑھا ہے بڑی عمر کا ف۷ پھر اس نے پانی پلا دیا اُن کے جانوروں کو ف۸ پھر ہٹ کر آیا چھاؤں کی طرف بولا اے رب تو جو چیز

اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ

اُتارے میری طرف اچھی میں اُس کا محتاج ہوں ف۹ پھر آئی اُس کے پاس اُن دونوں میں سے ایک چلتی تھی شرم سے ف۱۰

قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ

بولی میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے کہ بدلے میں دے حق اُس کا کہ تو نے پانی پلا دیا ہمارے جانوروں کو ف۱۱ پھر جب پہنچا

ف۱ ہاتھ ڈالنا چاہا اُس ظالم پر۔ بول اُٹھا مظلوم۔ جانا کہ زبان سے مجھ پر غصہ کیا ہے، ہاتھ بھی مجھ پر چلائیں گے۔ وہ کل کا خون چھپا رہا تھا کس نے کیا، آج اُس کی زبان سے مشہور ہوا۔ (موضح) ف۲ یعنی زور زبردستی سے قتل کرنا ہی آتا ہے، یہ نہیں کہ سمجھا بجھا کر فریقین میں صلح کرا دے ف۳ یعنی خون کی خبر فرعون کو پہنچ گئی۔ وہاں مشورے ہوئے کہ غیر قوم کے آدمی کا یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ شاہی قوم کے افراد اور سرکاری ملازموں کو قتل کر ڈالے۔ سپاہی دوڑائے گئے کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے لائیں۔ شاید مل جاتے تو قتل کرتے، اُسی مجمع میں سے ایک نیک طینت کے دل میں اللہ تعالے نے حضرت موسیٰ کی خیر خواہی ڈالدی۔ وہ جلدی کر کے مختصر راستہ سے بھاگا ہوا آیا۔ اور حضرت موسیٰ کو واقعہ کی اطلاع کر کے مشورہ دیا کہ تم فوراً شہر سے نکلجاؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ سنایا ہمارے پیغمبر کو کہ لوگ اُن کی جان لینے کی فکر کرینگے اور وہ بھی وطن سے نکلیں گے۔ چنانچہ کافر سب اکٹھے ہوئے تھے کہ ان پر مل کر چوٹ کریں، اُسی رات میں آپ وطن سے ہجرت کر گئے۔ ف۴ حضرت موسیٰ مصر سے نکل کھڑے ہوئے، راہ سے واقف نہ تھے۔ اللہ سے درخواست کی کہ سیدھی راہ پر چلائے۔ اُس نے "مدین" کی سیدھی سڑک پر ڈالدیا جہاں پہنچا کر اُنہیں امن و اطمینان کے ساتھ متاہل بنانا تھا۔ صرف یہ ہی نہیں، بلکہ بہت دور تک کی سیدھی راہ پر لے چلنا تھا۔ ف۵ "مدین" "مصر" سے آٹھ دس دن کی راہ ہے۔ وہاں پہنچے بھوکے پیاسے، دیکھا کنوئیں پر لوگ اپنے مواشی کو پانی پلا رہے ہیں۔ ف۶ وہ دونوں بکریاں لئے کر جیا سے کنارے کھڑی تھیں۔ اتنی قوت نہ تھی کہ مجمع کو ہٹا دیں یا بذات خود بھاری ڈول نکال لیں۔ شاید اوروں سے بچا ہوا پانی پلاتی ہوں۔ ف۷ یعنی ہمارا باپ جوان اور توانا ہوتا تو ہم کو آنا نہ پڑتا۔ وہ خود ان مردوں سے نبٹ لیا کرتا۔ ف۸ پیغمبروں کے فطری جذبات و ملکات ایسے ہوتے ہیں، تھکے ماندے، بھوکے پیاسے تھے مگر غیرت آئی کہ میری موجودگی میں یہ صنف ضعیف ہمدردی سے محروم رہے۔ اُٹھے اور مجمع کو ہٹا کر یا اُن کے بعد کنوئیں سے تازہ پانی نکال کر لڑکیوں کے جانوروں کو سیراب کیا۔ ف۹ یعنی اے اللہ کسی عمل کی اُجرت مخلوق سے نہیں چاہتا۔ البتہ تیری طرف سے کوئی بھلائی پہنچے اُس کا ہمہ وقت محتاج ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "عورتوں نے پہچانا کہ چھاؤں پکڑتا ہے مسافر ہے۔ دور سے آیا ہوا، تھکا، بھوکا۔ جا کر اپنے باپ سے کہا (وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے علی القول المشہور) اُن کو درکار تھا کہ کوئی مرد ملے نیک بخت جو بکریاں چرائے اور بیٹی بھی بیاہ دیں۔" (موضح) ف۱۰ جیسا کہ شریف اور باحیا عورتوں کا قاعدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ شرم کے مارے چہرہ چھپا کر بات کی۔ ف۱۱ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کر رہے تھے۔ اُس نے اپنے فضل سے غیر متوقع طور پر خیر بھیجی، تو قبول کیوں نہ کرتے۔ اُٹھ کر عورت کے ساتھ ہو لئے۔ لکھتے ہیں کہ چلتے وقت اُس کو ہدایت فرمائی کہ میں آگے چلونگا تم پیچھے آؤ۔ مبادا اجنبیہ پر عمداً نظر کرنے کی نوبت آئے چنانچہ وہ پیچھے پیچھے راستہ بتلاتی اُن کو لے کر گھر پہنچی۔

وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور بیان کیا اُس سے احوال کہا مت ڈر بچ آیا تو اُس قوم بے انصاف سے ف۱

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ

بولی اُن دونوں میں سے ایک اے باپ اِس کو نوکر رکھ لے البتہ بہتر نوکر جس کو تو رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور

الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى

ہو امانت دار ف۲ کہا میں چاہتا ہوں کہ بیاہ دوں تجھ کو ایک بیٹی اپنی ان دونوں میں سے اس

اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ

شرط پر کہ تو میری نوکری کرے آٹھ برس ف۳ پھر اگر تو پورے کر دے دس برس تو وہ تیری طرف سے ہے ف۴ اور

مَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر تکلیف ڈالوں تو پائیگا مجھ کو اگر اللہ نے چاہا نیک بختوں سے ف۵

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ

بولا یہ وعدہ ہو چکا میرے اور تیرے بیچ جونسی مدت ان دونوں میں پوری کر دوں سو زیادتی نہ ہو

عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ

مجھ پر اور اللہ پر بھروسہ اس چیز کا جو ہم کہتے ہیں ف۶ پھر جب پوری کر چکا موسیٰ وہ مدت اور

سَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا

لیکر چلا اپنے گھر والوں کو دیکھی کوہ طور کی طرف سے ایک آگ کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو

اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ

میں نے دیکھی ہے ایک آگ شاید لے آؤں تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر یا انگارا آگ کا

لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ

تاکہ تم تاپو پھر جب پہنچا اُسکے پاس آواز ہوئی میدان کے داہنے کنارے سے

فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّىْٓ اَنَا اللّٰهُ

برکت والے تختہ میں ایک درخت سے ف۷ کہ اے موسیٰ میں ہوں میں اللہ

ف۱ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کو اپنی ساری سرگذشت کہہ سنائی۔ انھوں نے تسلی دی اور فرمایا کہ اب تو اس ظالم قوم کے پنجہ سے بچ نکلا۔ انشاء اللہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے (مدین فرعون کے حدود سلطنت سے باہر تھا) ف۲ یعنی موسیٰ میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ زور دیکھا ڈول نکالنے یا مجمع کو ہٹا دینے سے، اور امانت دار سمجھا بے طمع اور عفیف ہونے سے۔ ف۳ شاید یہی خدمت لڑکی کا مہر تھا۔ ہمارے حنفیہ کے ہاں اب بھی اگر بالغہ راضی ہو تو اس طرح کی خدمت اقارب مہر ٹھہر سکتا ہے (کذا نقلہ الشیخ الانور اطال اللہ بقاءہ) یہاں صرف نکاح کی ابتدائی گفتگو مذکور ہے۔ ظاہر ہے حضرت شعیب نے نکاح کرتے وقت ایک لڑکی کی تعیین اور اُس کی رضامندی حاصل کر لی ہوگی۔ ف۴ یعنی کم از کم آٹھ برس میری خدمت میں رہنا ضروری ہوگا۔ اگر دو سال اور زائد رہے تو تمہارا تبرع ہے۔ ف۵ یعنی کوئی سخت خدمت تم سے نہ لونگا، تم کو میرے پاس رہ کر انشاء اللہ خود تجربہ ہو جائیگا کہ میں بُری طبیعت کا آدمی نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے نیک بخت ہوں، میری صحبت میں تم گھبراؤ گے نہیں، بلکہ مناسبت طبع کی وجہ سے اُنس حاصل کرو گے۔ ف۶ یعنی مجھے اختیار ہوگا کہ آٹھ برس ہوں یا دس برس۔ بہرحال جو معاہدہ ہو چکا خدا کے بھروسہ پر مجھے منظور ہے۔ اللہ کو گواہ بنا کر معاملہ ختم کرتا ہوں۔ احادیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بڑی مدت (یعنی دس برس) پورے کیے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "ہمارے حضرت بھی وطن سے نکلے، سو آٹھ برس پیچھے آکر مکہ فتح کیا۔ اگر چاہتے اُسی وقت کافروں سے شہر خالی کرا لیتے لیکن اپنی خوشی سے دس برس پیچھے کافروں سے پاک کیا" ف۷ یہ وہی درخت تھا جس پر آگ بھڑکتی ہوئی نظر آئی۔

ع ۶

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ

جہان کا رب اور یہ کہ ڈالدے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اُسکو پھنپھناتے جیسے سانپ کی شکل

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓي اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ

اُلٹا پھرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر اے موسیٰ آگے آ اور مت ڈر تجھ کو کچھ

الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ

خطرہ نہیں ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکل آئے سفید ہو کر نہ کسی

سُوْۗءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ

بُرائی کر اور ملالے اپنی طرف اپنا بازو ڈر سے ف۲ سو یہ دو سندیں ہیں

مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اُسکے سرداروں پر ف۳ بیشک وہ تھے لوگ نافرمان

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَ

بولا اے رب میں نے خون کیا ہے اُن میں ایک جان کا سو ڈرتا ہوں کہ مجھ کو مار ڈالینگے ف۴ اور

اَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّىْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ

میرا بھائی ہارون اُسکی زبان چلتی ہے مجھ سے زیادہ سو اُس کو بھیج میرے ساتھ مدد کو کہ میری تصدیق

اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ

کرے میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھوٹا کریں ف۵ فرمایا ہم مضبوط کر دینگے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے

وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ڔ بِاٰيٰتِنَآ ڔ اَنْتُمَا وَ

اور دینگے تم کو غلبہ پھر وہ نہ پہنچ سکیں گے تم تک ہماری نشانیوں سے تم اور

مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ

جو تمہارے ساتھ ہو غالب رہو گے ف۶ پھر جب پہنچا اُنکے پاس موسیٰ لیکر ہماری نشانیاں کھلی

قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا

بولے اور کچھ نہیں یہ جادو ہے باندھا ہوا ف۷ اور ہم نے سنا نہیں یہ اپنے اگلے باپ دادوں

ف۱ شروع رکوع سے یہاں تک کے مفصل واقعات سورۂ "طٰہٰ" وغیرہ میں گذر چکے۔ ملاحظہ کر لئے جائیں۔ ف۲ یعنی بازو کو پہلو سے ملا لو۔ سانپ وغیرہ کا ڈر جاتا رہیگا شاید آگے کے لئے بھی خوف زائل کرنے کی یہ ترکیب بتلائی ہو۔ ف۳ یعنی معجزۂ "عصا" و "یدِ بیضاء" بطور سندِ نبوت کے دیئے گئے ہیں۔ تا فرعون اور اُس کی قوم پر اتمامِ حجت کر سکے۔ ف۴ یعنی پہنچتے ہی قتل کر دیا تو آپ کی دعوت کیسے پہنچاؤں گا۔ ف۵ یعنی کوئی تصدیق و تائید کرنے والا ساتھ ہو تو فطرۃً دل مضبوط و قوی رہتا ہے۔ اور اُن کے جھٹلانے پر اگر بحث و مناظرہ کی نوبت آجائے تو میری زبان کی لکنت ممکن ہے بولنے میں رُکاوٹ ڈالے۔ اُس وقت ہارون کی رفاقت مفید ہو گی کیونکہ اُن کی زبان زیادہ صاف اور تیز ہے۔ ف۶ یعنی دونوں درخواستیں منظور ہیں، ہارون تمہارے قوتِ بازو رہینگے اور فرعونیوں کو تم پر کچھ دسترس نہ ہو گی ہماری نشانیوں کی برکت سے تم اور تمہارے ساتھی ہی غالب و منصور رہیں گے۔ ف۷ یعنی معجزات دیکھ کر کہنے لگے جادو ہے اور جو باتیں خدا کی طرف منسوب کر کے کہتا ہے وہ بھی جادو کی باتیں ہیں جو خود تصنیف کر کے لے آیا، اور دعوے کرنے لگا کہ خدا نے مجھ پر وحی کی ہے حقیقت میں وحی وغیرہ کچھ نہیں محض ساحرانہ تخییل و افتراء ہے۔

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ

میں ف۱ اور کہا موسیٰ نے میرا رب تو خوب جانتا ہے جو کوئی لایا ہے ہدایت کی بات اُس کے پاس سے

وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ

اور جس کو ملے گا آخرت کا گھر بیشک بھلا نہ ہوگا بے انصافوں کا ف۲ اور بولا

فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ

فرعون اے دربار والو مجھ کو تو معلوم نہیں تمہارا کوئی حاکم ہو میرے سوا سو آگ دے

يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى

اے ہامان میرے واسطے گارے کو پھر بنا میرے واسطے ایک محل تاکہ میں جھانک کر دیکھ لوں موسیٰ کے رب کو

وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي

اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے ف۳ اور بڑائی کرنے لگے وہ اور اُس کے لشکر

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ

ملک میں ناحق اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف پھر کر نہ آئیں گے پھر پکڑا ہم نے

وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

اُسکو اور اُسکے لشکروں کو پھر پھینک دیا ہم نے اُنکو دریا میں سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام گنہگاروں کا ف۴

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

اور کیا ہم نے اُن کو پیشوا کہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف ف۵ اور قیامت کے دن اُن کو مدد نہ ملیگی ف۶

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ

اور پیچھے رکھدی ہم نے اُن پر اس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن اُن پر

الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا

بُرائی ہے ف۷ اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب بعد اِس کے کہ ہم غارت کر چکے

الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَاۗىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ

پہلی جماعتوں کو ف۸ سُجھانے والی لوگوں کو اور راہ بتانیوالی اور رحمت تاکہ وہ

ع ۴ (۱۴)

ف۱ یعنی جو باتیں یہ کرتا ہے (مثلاً ایک خدا نے ساری دنیا کو پیدا کیا اور ایک وقت سب کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کریگا پھر حساب کتاب ہوگا، اور مجھ کو اُس نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، وغیرہ وغیرہ) اپنے اگلے بزرگوں سے ہمارے کانوں میں یہ چیزیں کبھی نہیں پڑیں۔ ف۲ یعنی خدا خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور اُسی کے پاس سے ہدایت لایا ہوں اس لئے انجام میرا ہی بہتر ہوگا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں دیکھ کر اور دلائل صداقت سُنکر ناانصافی سے حق کو جھٹلاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے انجام کار اُن کو ذلت و ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑیگا۔ ف۳ یعنی اپنے وزیر ہامان کو کہا کہ اچھا اینٹوں کا ایک پزاوہ لگواؤ تاکہ پکی اینٹوں کی خوب اونچی عمارت بنوا کر اور آسمان کے قریب ہو کر میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں کہ کہاں ہے اور کیسا ہے۔ کیونکہ زمین میں تو مجھے کوئی خدا اپنے سوا نظر نہیں پڑتا۔ آسمان میں بھی خیال تو یہی ہے کہ کوئی نہ ہوگا، تاہم موسیٰ کی بات کا جواب ہو جائیگا۔ یہ بات ملعون نے استہزاء و تمسخر سے کہی اور ممکن ہے اس قدر بدحواس و پاگل ہو گیا ہو کہ اس طرح کی لچر پوچ اور مضحکہ خیز تجویزیں سوچنے لگا۔ ف۴ یعنی انجام سے بالکل غافل ہو کر لگے ملک میں تکبر کرنے۔ یہ نہ سمجھا کہ کوئی اُن کی گردن نیچی کرنے والا اور سر توڑنے والا بھی موجود ہے۔ آخر خداوند قہار نے اُس کو لاؤ لشکر سمیت بحر قلزم میں غرق کر دیا۔ تا یادگار رہے کہ بدبخت ظالموں کا جو انجام سے غافل ہوں ایسا انجام ہُوا کرتا ہے۔ غرق وغیرہ کے واقعات کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ ف۵ یعنی یہاں ضلالت و طغیان میں پیش پیش تھے اور لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے وہاں بھی اُن کو دوزخیوں کے آگے امام بنا کر رکھا جائیگا۔ "یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ" (ہود۔ رکوع ۹) ف۶ یعنی یہاں کے لشکر وہاں کام نہ دیں گے نہ کسی طرف سے کوئی مدد پہنچ سکیگی۔ اپنے لاؤ لشکر سمیت جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ ف۷ یعنی آخرت کی بُرائی اور بدانجامی تو الگ رہی، دنیا ہی میں لوگ رہتی دنیا تک ایسوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ ف۸ نزول توراۃ کے بعد دنیا میں ایسے غارت کے عذاب کم آئے۔ بجائے اہلاک سماوی کے جہاد کا طریقہ شروع کر دیا گیا۔ کیونکہ کچھ لوگ احکام شریعت پر قائم رہ گئے۔

ف۱ یعنی تورات جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی [illegible] لی، اور مستحق رحمت بنانے والی کتاب تھی۔ تالوگ اُسے پڑھ کر اللہ کو یاد رکھیں۔ احکام الٰہی سیکھیں، اور پند و نصیحت حاصل کریں۔ سچ تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعد ہدایت میں تورات شریف ہی کا درجہ ہے اور آج جبکہ اُس کے پیروں نے اُسے ضائع کر دیا، قرآن ہی اُس کے ضروری علوم و ہدایات کی حفاظت کر رہا ہے۔ ف۲ یعنی کوہ طور کے غرب کی جانب جہاں موسیٰ کو نبوت اور تورات ملی۔ ف۳ یعنی زمانہ اُس وقت کے واقعات تو ایسی صحت و صفائی اور بسط و تفصیل سے بیان کر رہا ہے جیسے وہیں "طور" کے پاس کھڑا دیکھ رہا ہو۔ حالانکہ تمہارا موقع پر موجود نہ ہونا ظاہر ہے اور دیسے بھی سب جانتے ہیں تم اُمّی ہو۔ کسی عالم کی صحبت میں بھی نہیں رہے۔ نہ ٹھیک ٹھیک صحیح واقعات کا کوئی جید عالم کہیں موجود تھا۔ پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ علم کہاں سے آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اقوام دنیا پر مدتیں اور قرن گذر گئے، مرور دہور سے وہ علوم محرّف و مندرس ہوتے جا رہے تھے اور وہ ہدایات مٹتی جا رہی تھیں۔ لہٰذا اُس علیم و خبیر کا ارادہ ہوا کہ ایک اُمّی کی زبان سے بھولے ہوئے سبق یاد دلائے جائیں اور اُن عبرتناک و موعظت آمیز واقعات کا ایسا صحیح فوٹو دنیا کے سامنے پیش کر دیا جائے جس پر نظر کر کے بے اختیار ماننا پڑے کہ اس کا پیش کرنے والا موقع پر موجود تھا اور اپنی آنکھوں سے بن و عن کیفیات کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ پس ظاہر ہے کہ تم تو وہاں موجود نہ تھے، بجز اس کے کیا کہا جائے کہ جو خدا آپ کی زبان سے بول رہا ہے اور جس کے سامنے ہر غائب بھی حاضر ہے یہ بیان اُسی کا ہوگا۔ ف۴ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو "مدین" جا کر جو واقعات پیش آئے اُن کا اِس خوبی و صحت سے بیان تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا اُس وقت تم شانِ پیغمبری کے ساتھ وہیں سکونت پذیر تھے اور جس طرح آج اپنے وطن مکہ میں اللہ کی آیات پڑھ کر سُنا رہے ہو، اُس وقت "مدین" والوں کو سُناتے ہونگے حالانکہ یہ چیز صریحاً منتفی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم ہمیشہ سے پیغمبر بھیجتے رہے ہیں جو دنیا کو غفلت سے چونکاتے اور گذشتہ عبرتناک واقعات یاد دلاتے رہیں۔ اسی عام عادت کے موافق، ہم نے اس زمانہ میں تم کو رسول بنا کر بھیجا کہ پچھلے قصّے یاد دلاؤ۔ اور خواب غفلت سے مخلوق کو بیدار کرو۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ٹھیک ٹھیک واقعات کا صحیح علم تم کو دیا جائے اور تمہاری زبان سے ادا کرایا جائے۔ ف۵ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی "اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ" تم وہاں کھڑے سُن نہیں رہے تھے۔ یہ حق تعالیٰ کا انعام ہے کہ آپ کو اِن واقعات و حقائق پر مطلع کیا اور تمہارے ساتھ بھی اُسی نوعیت کا برتاؤ کیا جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ گویا "جبل النور" (جہاں غار حرا ہے) اور "مکہ" "مدینہ" میں "جبل طور" اور "مدین" کی تاریخ دُہرا دی گئی۔ ف۶ یعنی عرب کے لوگوں کو یہ چیزیں بتلا کر خطرناک عواقب سے آگاہ کر دیں۔ ممکن ہے وہ سُن کر یاد رکھیں اور نصیحت پکڑیں۔ (تنبیہ) "مَاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ" سے شاید آبائے اقربین مُراد ہونگے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۷ یعنی پیغمبر کا اُن میں بھیجنا خوش قسمتی ہے۔ اگر بدون پیغمبر بھیجے اللہ تعالیٰ اُن کی کھلی ہوئی بے عقلیوں اور بے ایمانیوں پر سزا دیتے تب بھی ظلم نہ ہوتا، لیکن اُس نے احسان فرمایا اور کسی قسم کی معقول عُذر داری کا موقع نہیں چھوڑا۔ ممکن تھا سزا ہی کے وقت کہنے لگتے کہ صاحب ہمارے پاس پیغمبر تو بھیجا نہیں جو ہم کو ہماری غلطیوں پر کم از کم متنبہ کر دیتا، ایک دم پکڑ کر عذاب میں دھر گھسیٹا۔ اگر کوئی پیغمبر آتا تو دیکھ لیتے ہم کیسے نیک اور ایماندار ثابت ہوتے۔ ف۸ یعنی رسول نہ بھیجے تو کہتے رسول کیوں نہ بھیجا۔ اب رسول تشریف لائے جو تمام پیغمبروں سے شان و رتبہ میں بڑھ کر ہیں تو کہتے ہیں کہ صاحب! ہم تو اُس وقت مانتے جب دیکھتے کہ اِن سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح "عصا" اور "ید بیضا" وغیرہ کے معجزات ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے پاس بھی تورات کی طرح ایک دم ایک کتاب اُترتی۔ یہ کیا کہ دو دو چار چار آیتیں پیش کرتے ہیں۔ ف۹ یعنی موسیٰ کے معجزات اور کتاب ہی کو کہاں سب نے مان لیا تھا؟ شبہے نکالنے والے اُن کو بھی "سحر مفتری" کہتے رہے جیسا کہ ابھی ایک دو رکوع پہلے گذرا۔ بس جن کو ماننا منظور نہیں ہوتا وہ ہر بات میں کچھ نہ کچھ احتمالات نکال لیتے ہیں۔ ف۱۰ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کہ کے کافر حضرت موسیٰ کے معجزے سُن کر کہنے لگے کہ ویسا معجزہ اس نبی کے پاس ہوتا تو ہم مانتے، جب "یہود" سے پوچھا اور "تورات" کی باتیں اس نبی کے موافق اور اپنی مرضی کے خلاف سُنیں مثلاً یہ کہ بت پرستی کفر ہے، آخرت کا جینا برحق ہے اور جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہ ہو مُردار ہے (اور عرب میں ایک نبی آخرالزماں آئیں گے جن کی یہ نشانیاں ہونگی وغیرہ وغیرہ) تب لگے دونوں کو جواب دینے" کہ "تورات" اور "قرآن" دونوں جادو اور موسیٰ و محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) دونوں جادوگر ہیں۔ (العیاذ باللہ) جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٣﴾ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى

یاد رکھیں ف۱ اور تو نہ تھا غرب کی طرف جب ہم نے بھیجا موسیٰ کو

الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٤٤﴾ وَلَٰكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا

حکم ف۲ اور نہ تھا تو دیکھنے والا لیکن ہمنے پیدا کیں کئی جماعتیں

فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو

پھر دراز ہوئی اُن پر مدت ف۳ اور تو نہ رہتا تھا مدین والوں میں کہ اُن کو

عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ

سُناتا ہماری آیتیں پر ہم رہے ہیں رسول بھیجتے ف۴ اور تو نہ تھا طور کے کنارے

إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن

جب ہمنے آواز دی لیکن یہ انعام ہے تیرے رب کا ف۵ تاکہ تو ڈر سنادے اُن لوگوں کو جنکے پاس نہیں آیا

نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُم

کوئی ڈر سنانیوالا تجھ سے پہلے تاکہ وہ یاد رکھیں ف۶ اور اتنی بات کیلئے کہ کبھی آن پڑے اُن پر

مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ

آفت اُن کاموں کی وجہ سے جنکو بھیج چکے ہیں اُنکے ہاتھ تو کہنے لگیں اے رب ہمارے کیوں نہ بھیج دیا

إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا

ہمارے پاس کسی کو پیغام دیکر تو ہم چلتے تیری باتوں پر اور ہوتے ایمان والوں میں ف۷ پھر جب

جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ ۚ

پہنچی اُن کو ٹھیک بات ہمارے پاس سے کہنے لگے کیوں نہ ملا اِس رسول کو جیسا ملا تھا موسیٰ کو ف۸

أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۖ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا

کیا ابھی منکر نہیں ہو چکے اُس سے جو موسیٰ کو ملا تھا اس سے پہلے ف۹ کہنے لگے دونوں جادو ہیں آپس میں موافق

وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ

اور کہنے لگے ہم دونوں کو نہیں مانتے ف۱۰ تو کہہ اب تم لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس کی جو

ف۱ یعنی آسمانی کتابوں میں سب سے بڑی اور مشہور یہی دو کتابیں تھیں جن کی ہمسری کوئی کتاب نہیں کر سکتی اگر یہ دونوں جادو ہیں تو تم کوئی کتاب الٰہی پیش کرو جو ان سے بہتر اور ان سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔ بفرض محال اگر ایسی کتاب لے آئے تو میں اُسی کی پیروی کرنے لگونگا لیکن تم قیامت تک نہیں لا سکتے۔ اِس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ خود ہدایت ربانی سے قطعی تہی دست ہو اور جو کتاب ہدایت آتی ہے اُسے جادو کہہ کر ردّ کر دیتے ہو۔ جب یہ ایک انسان کا بنایا ہوا جادو ہے تو تم سارے جہان کے جادوگروں کو جمع کر کے اس سے بڑا جادو لے آتے۔ آخر جادو ایسی چیز تو نہیں کہ اُس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ ف۲ یعنی جب یہ لوگ نہ ہدایت کو قبول کرتے ہیں اور نہ اُس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کر سکتے ہیں تو یہی اس کی دلیل ہے کہ اُن کو راہ ہدایت پر چلنا مقصود ہی نہیں محض اپنی خواہشات کی پیروی ہے جس چیز کو دل چاہا مان لیا جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا ردّ کر دیا۔ بتلایئے ایسے ہوا پرست ظالموں کو کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ اللہ کی عادت اُسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ کرے اور محض ہوا و ہوس کو حق کا معیار نہ بنا لے۔ ف۳ یعنی ہماری وحی کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے۔ ایک وحی کی تصدیق و تائید میں دوسری وحی برابر بھیجتے رہے ہیں۔ اور قرآن کو بھی ہمنے بتدریج نازل کیا ایک آیت کے پیچھے دوسری آیت آتی رہی، مقصد یہ ہو کہ کافی غور کرنے اور سمجھنے کا موقع ملے اور یاد رکھنے میں سہولت ہو۔ ف۴ یعنی اِن جاہل مشرکین کا حال تو یہ کہ نہ اگلی کتابوں کو مانیں نہ پچھلی کو۔ اور اِن کے بالمقابل انصاف پسند اہل کتاب کو دیکھو کہ وہ دونوں کو تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ پہلے سے تورات و انجیل پر یقین رکھتے تھے جب قرآن آیا تو بول اُٹھے کہ بلاشبہ یہ کتاب برحق ہے، ہمارے رب کی اُتاری ہوئی، ہم اس پر اپنے یقین و اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں، ہم تو پہلے بھی اللہ کی باتوں کو مانتے تھے آج بھی قبول کرتے ہیں۔ فی الحقیقت ہم آج سے مسلمان نہیں بہت پہلے سے مسلمان ہیں۔ کیونکہ کتب سابقہ پر ہمارا ایمان تھا جن میں پیغمبر آخر الزماں اور قرآن کریم کے متعلق صاف بشارات موجود تھیں۔ لہٰذا اُن پیشین گوئیوں پر بھی ہمارا پہلے سے اجمالی ایمان ہوا۔ آج اُس کی تفصیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ ف۵ یعنی مغرور و مستغنی ہو کر قبول حق سے گریز نہیں کیا بلکہ جس وقت جو حق پہنچا بے تکلف گردن تسلیم جھکا دی (تنبیہ) شیخ اکبرؒ نے فتوحات میں لکھا ہے کہ اِن اہل کتاب کا ایمان اپنے پیغمبر پر دو مرتبہ ہوا۔ اول بالاستقلال دوبارہ نبی کریم صلعم پر ایمان لانے کے ضمن میں۔ کیونکہ حضور تمام انبیائے سابقین کے مصدق ہیں اور اُن پر ایمان رکھنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور حضور پر بھی انکا ایمان دو مرتبہ ہوا۔ ایک اب بالذات و بالاستقلال دوسرا پہلے اپنے پیغمبر پر ایمان لانے کے ضمن میں۔ کیونکہ ہر پیغمبر حضور کی بشارت دیتے اور پیشگی تصدیق کرتے چلے آئے ہیں اِسی لیے اُن لوگوں کو اجر بھی دو مرتبہ ملیگا۔ باقی حدیث میں جو ثلاثۃ یؤتون اجرھم مرتین" آیا ہے اُسکی شرح کا یہاں موقع نہیں بندۂ خدا کے فضل سے شرح صحیح مسلم میں اسکو بتفصیل لکھا ہے اور اشکالات کو دفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ فللہ الحمد والمنہ وبہ التوفیق والعصمۃ ف۶ یعنی کوئی دوسرا اُنکے ساتھ بُرائی سے پیش آئے تو یہ اُسکے جواب میں مروت و شرافت سے کام لیکر بھلائی اور احسان کرتے ہیں۔ یا یہ مطلب کہ کبھی ان سے کوئی بُرا کام ہو جائے تو اُسکا تدارک بھلائی سے کر دیتے ہیں تاکہ حسنات کا پلہ سیئات سے بھاری رہے۔ ف۷ یعنی اللہ نے جو مال حلال دیا ہے اُس میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں اور خویش و اقارب کی خبر لیتے ہیں غرض حقوق العباد ضائع نہیں کرتے۔ ف۸ یعنی کوئی جاہل لغو بیہودہ بات کہے تو اُس سے اُلجھتے نہیں۔ کہہ دیتے ہیں کہ بس صاحب! تمہاری باتوں کو ہمارا دور سے سلام۔ یہ جہالت کی پوٹ تمہی رکھو ہم کو ہمارے مشغلہ میں رہنے دو۔ تمہارا کیا تمہارے، اور ہمارا کیا ہمارے سامنے آجائیگا۔ ہم کو تم جیسے بے سمجھ لوگوں سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں۔ محمد بن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے

أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٩﴾ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ

ان دونوں سے بہتر ہو کہ میں اُس پر چلوں اگر تم سچے ہو ف۱ پھر اگر نہ کرلائیں تیرا کہا

فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ

تو جان لے کہ وہ چلتے ہیں نری اپنی خواہشوں پر اور اُس سے گمراہ زیادہ کون جو چلے اپنی خواہش

بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾

پر بدون راہ بتلائے اللہ کے بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ف۲

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ

اور ہم بے در پے بھیجتے رہے ہیں اُنکو اپنے کلام تاکہ وہ دھیان میں لائیں ف۳ جن کو ہمنے دی ہے

الْكِتَابَ مِن قَبْلِهِ هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا

کتاب اس سے پہلے وہ اُس پر یقین کرتے ہیں اور جب اُن کو سُنائے تو کہیں

آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿٥٣﴾

ہم یقین لائے اس پر یہی ٹھیک ہے ہمارے رب کا بھیجا ہوا ہم ہیں اس سے پہلے کے حکم بردار ف۴

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ

وہ لوگ پائیں گے اپنا ثواب دوہرا اس بات پر کہ قائم رہے ف۵ اور بھلائی

بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِذَا سَمِعُوا

کرتے ہیں بُرائی کے جواب میں ف۶ اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں ف۷ اور جب سنیں

اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ

نکمی باتیں اُس سے کنارہ کریں اور کہیں ہم کو ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام سلامت

عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿٥٥﴾ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ

رہو ہم کو نہیں چاہئیں بے سمجھ لوگ ف۸ تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے ف۹ اور وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے ف۱۰

کہ قیام مکہ کے زمانہ میں تقریباً بیس اشخاص حبشہ سے حضور کی خبر سن کر آئے کہ تحقیق کریں کیسے شخص ہیں۔ آپ سے بات چیت کی، حضور نے قرآن پڑھ کر سُنایا، اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور بڑے زور سے آپ کی تصدیق کی۔ جب مشرف بایمان ہو کر واپس ہونے لگے تو ابوجہل وغیرہ مشرکین نے اُن پر آوازے کسے کہ ایسے احمقوں کا قافلہ آج تک کہیں نہ دیکھا ہوگا۔ جو ایک شخص کی تحقیق حال کرنے آئے تھے اور اُس کے غلام بن کر اور اپنا دین چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا "سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نُجَاهِلُكُمْ لَنَا مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَلَكُمْ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَمْ نَأْلُ أَنْفُسَنَا خَيْرًا" (بس ہم تم کو سلام کریں، معاف رکھو، ہم تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے دینا نہیں چاہتے، ہم اور تم میں سے جو جس حال پر ہے اُس کا وہی حصہ ہے ہمنے اپنے نفس کا بھلا چاہنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی) اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جس جاہل سے توقع نہ ہو کہ سمجھانے پر لگے گا اُس سے کنارہ ہی بہتر ہے (موضح) ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنے چچا (ابوطالب) کے واسطے بہت سعی کی کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لے، اُس نے قبول نہ کیا۔ اُس پر یہ آیت اُتری۔ (موضح) یعنی جس سے تم کو طبعی محبت ہو یا دل چاہتا ہو کہ فلاں کو ہدایت ہو جائے لازم نہیں کہ ایسا ضرور ہو کر رہے۔ آپ کا کام صرف رستہ بتانا ہے۔ آگے یہ کہ کون رستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے کون نہیں پہنچتا، یہ آپ کے قبضۂ اختیار سے خارج ہے۔ اللہ کو اختیار ہے جسے چاہے (بقیہ بر صفحہ ۵۰۸)

بقیہ صفحہ ۵۰۷۔ قبولِ حق اور وصول الی المطلوب کی توفیق بخشے (تنبیہ) جو کچھ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا احادیثِ صحیحہ میں موجود ہے۔ اس سے زائد اس مسئلہ میں کلام کرنا اور ابوطالب کے ایمان و کفر کو خاص موضوعِ بحث بنالینا غیر ضروری ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس قسم کی غیر ضروری اور پُرخطر مباحث میں کفِ لسان کیا جائے ف۱ یعنی کسی کو کسی شخص کے راہ پر لانے کا اختیار کیا ہوتا، علم بھی نہیں کہ کون راہ پر آنے والا ہے یا آنے کی استعداد و لیاقت رکھتا ہے بہرحال اِس آیت میں نبی کریم صلعم کی تسلی فرمادی کہ آپ جاہلوں کی لغوگوئی اور معاندانہ شور و شغب یا اپنے خاص اعزہ و اقارب کے اسلام نہ لانے سے غمگین نہ ہوں جس قدر آپ کا فرض ہے وہ ادا کئے جائیں۔ لوگوں کی استعدادیں مختلف ہیں، اللہ ہی کے علم و اختیار میں ہے کہ ان میں سے کسے راہ پر لایا جائے۔

وَقَالُوٓا إِن نَّتَّبِعِ ٱلْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ط

اور کہنے لگے اگر ہم راہ پر آئیں تیرے ساتھ اُچک لئے جائیں اپنے ملک سے ف۱

أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا ءَامِنًا يُجْبَىٰٓ إِلَيْهِ ثَمَرَٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا

کیا ہم نے جگہ نہیں دی اُن کو حرمت والے پناہ کے مکان میں کھنچے چلے آتے ہیں اُس کی طرف میوے ہر چیز کے روزی

مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن

ہماری طرف سے پر بہت اُن میں سمجھ نہیں رکھتے ف۲ اور کتنی غارت کردیں ہم نے

قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّنۢ

بستیاں جو اترا چلی تھیں اپنی گذران میں اب یہ ہیں اُن کے گھر آباد نہیں ہوئے اُن

بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ ٱلْوَٰرِثِينَ ﴿٥٨﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

کے پیچھے مگر تھوڑے ف۳ اور ہم ہیں آخر کو سب کچھ لینے والے ف۴ اور تیرا رب نہیں

مُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِىٓ أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ

غارت کرنیوالا بستیوں کو جب تک نہ بھیج لے اُن کی بڑی بستی میں کسی کو پیغام دیکر جو سنائے اُن کو

ءَايَٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى ٱلْقُرَىٰٓ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَٰلِمُونَ ﴿٥٩﴾ وَمَآ

ہماری باتیں ف۵ اور ہم ہرگز نہیں غارت کرنیوالے بستیوں کو مگر جب کہ وہاں کے لوگ گنہگار ہوں ف۶ اور جو

أُوتِيتُم مِّن شَىْءٍ فَمَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا عِندَ

تم کو ملی ہے کوئی چیز سو فائدہ اٹھالینا ہے دنیا کی زندگی میں اور یہاں کی رونق ہے اور جو اللہ کے

ٱللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَفَمَن وَعَدْنَٰهُ وَعْدًا

پاس ہے سو بہتر ہے اور باقی رہنے والا کیا تم کو سمجھ نہیں ف۷ بھلا ایک شخص جس کو ہم نے وعدہ کیا ہے اچھا

حَسَنًا فَهُوَ لَٰقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَٰهُ مَتَٰعَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ثُمَّ

وعدہ سو وہ اُس کو پانیوالا ہے برابر ہے اُسکی جسکو ہم نے فائدہ دیا دنیا کی زندگانی کا پھر

هُوَ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ مِنَ ٱلْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ

وہ قیامت کے دن پکڑا ہوا آیا ف۸ اور جس دن اُنکو پکاریگا تو کہے گا

فوائد صفحہ ہذا ف۱ انسان کو ہدایت سے روکنے والی کئی چیزیں ہیں مثلاً نقصان جان و مال کا خوف، چنانچہ بعض مشرکین مکہ نے حضور سے کہا کہ بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں لیکن اگر ہم دینِ اسلام قبول کرکے آپ کے ساتھ ہو جائیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائیگا۔ ارد گرد کے تمام قبائل ہم پر چڑھ دوڑیں گے اور مل کر ہمارا لقمہ کرلیں گے، نہ جان سلامت رہے گی نہ مال۔ اِس کا آگے جواب دیا ہے۔ ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "مکہ کے لوگ کہنے لگے کہ ہم مسلمان ہوں تو سارے عرب ہم سے دشمنی کریں، اللہ نے فرمایا اب اُنکی دشمنی سے کس کی پناہ میں بیٹھے ہو۔ یہ ہی حرم کا ادب رانع ہے کہ باوجود آپس کی سخت عداوتوں کے باہر والے چڑائی کرکے تم کو مکہ سے نکال نہیں دیتے) وہی اللہ (جس نے اِس جگہ کو حرم بنایا) تب بھی پناہ دینے والا ہے"(موضح) کیا شرک و کفر کے باوجود تو پناہ دی، ایمان و تقویٰ اختیار کرنے پر پناہ نہ دیگا۔ ہاں ایمان و تقویٰ کو پرکھنے کے لئے اگر چند روزہ امتحان کے طور پر کوئی بات پیش آئے تو گھبرانا نہ چاہئے "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" ف۳ یعنی عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو، اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ دیکھتے نہیں کتنی قومیں گذر چکی ہیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر غرہ ہو گیا تھا۔ جب اُنہوں نے تکبر اور سرکشی اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کر ڈالا کہ آج صفحۂ ہستی پر اُن کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ یہ کھنڈر اُن کی بستیوں کے پڑے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر سستانے یا قدرتِ الٰہی کا عبرتناک تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جا اُترے۔ ف۴ یعنی سب مر مرا گئے کوئی وارث بھی نہ رہا۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا ف۵ یعنی اللہ تعالیٰ اُس وقت تک بستیوں کو غارت نہیں کرتا جب تک اُن کے صدر مقام میں کوئی ہشیار کرنیوالا پیغمبر نہ بھیجدے۔ (صدر مقام کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ وہاں کا اثر دور تک پہنچتا ہے اور شہروں کے باشندے نسبتاً سلیم و عقیل ہوتے ہیں) تمام روئے زمین کی آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ تھا۔ "لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا" (شوریٰ۔ رکوع ۱) اسی لئے وہاں سب سے بڑے اور آخری پیغمبر مبعوث ہوئے۔ ف۶ یعنی ہشیار کرنے پر بھی جب لوگ باز نہیں آتے، برابر ظلم و طغیان میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ پکڑ کر ہلاک کرتا ہے۔ ف۷ یعنی آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کب تک اُٹھا سکتے ہو۔ فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے، تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جُدا کرکے رہیگا۔ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے، اگر وہاں کا عیش و آرام میسر ہو گیا تو یہاں کا عیش اُس کے سامنے محض ہیچ اور لاشے ہے۔ کون عقلمند ہوگا جو ایک مکدر و منغص زندگی کو بے غل و غش زندگی پر اور ناقص و فانی لذتوں کو کامل و باقی نعمتوں پر ترجیح دے۔ ف۸ یعنی مومن و کافر دونوں انجام کے اعتبار سے کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔ ایک کیلئے دائمی عیش کا وعدہ جو یقیناً پورا ہو کر رہیگا اور دوسرے کے لئے چند روزہ عیش کے بعد گرفتاری کا وارنٹ اور دائمی جیل خانہ۔ العیاذ باللہ۔ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ سر پر تاجِ شاہی رکھا ہے، خدم و حشم پرے باندھے کھڑے ہیں اور الوان نعمت دسترخوان پر چنے ہوئے ہیں جن کی لذت اندوز ہو رہا ہوں، آنکھ کھلی تو دیکھا انسپکٹر پولیس گرفتاری کا وارنٹ اور بیڑی ہتکڑی لئے کھڑا ہے۔ بس وہ پکڑ کر لے گیا اور فوراً ہی پیش ہو کر حبس دوام کی سزا مل گئی۔ بتلاؤ اُسے وہ خواب کی بادشاہت اور پلاؤ قورمے کی لذت کیا یاد آئے گی۔

أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ

کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے ف۱ بولے جن پر ثابت

عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَآءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا

ہو چکی بات اے رب یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا اُن کو بہکایا جیسے

غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوٓا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ

ہم آپ بہکے ہم منکر ہوئے تیرے آگے وہ ہم کو نہ پوجتے تھے ف۲ اور کہیں گے

ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ

پکارو اپنے شریکوں کو پھر پکاریں گے اُنکو تو وہ جواب نہ دینگے اُن کو ف۳ اور دیکھیں گے عذاب

لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ

کاش کہ وہ راہ پائے ہوئے ہوتے ف۴ اور جس دن اُن کو پکاریگا تو فرمائیگا کیا جواب دیا تھا تُمنے

الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿٦٦﴾

پیغام پہنچانیوالوں کو ف۵ پھر بند ہو جائینگی اُن پر باتیں اُس دن سو وہ آپس میں بھی نہ پوچھیں گے

فَأَمَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَعَسَىٰٓ أَن يَكُونَ مِنَ

سو جس نے کہ توبہ کی اور یقین لایا اور عمل کئے اچھے سو اُمید ہے کہ ہو

الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ

چھوٹنے والوں میں ف۶ اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے جس کو چاہے اُنکے ہاتھ میں نہیں

الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَٰنَ اللَّهِ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ

پسند کرنا ف۷ اللہ نرالا ہے اور بہت اوپر ہے اُس چیز سے کہ شریک بتلاتے ہیں ف۸ اور تیرا رب جانتا ہے

مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ

جو چھپ رہا ہے اُنکے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر میں کرتے ہیں ف۹ اور وہی اللہ ہے کسی کی بندگی نہیں اُسکے

لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْءَاخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾

سوا اُسی کی تعریف ہے دنیا اور آخرت میں اور اُسی کے ہاتھ حکم ہے اور اُسی کے پاس پھیرے جاؤ گے ف۱

ف۱ یعنی وہ خدائی کے حصہ دار کہاں ہیں ذرا اپنی تائید وحمایت کے لئے لاؤ تو سہی۔ ف۲ یعنی سوال تو مشرکین سے تھا، مگر بہکانے والے شرکا سمجھ جائیں گے کہ فی الحقیقت ہمیں بھی ڈانٹ بتلائی گئی ہے۔ اس لئے سبقت کرکے جواب دیں گے کہ خداوندا! بیشک ہم نے ان کو بہکایا اور یہ بہکانا ایسا ہی تھا جیسے ہم خود بہکے یعنی جو ٹھوکر بہکنے کے وقت کھائی تھی اُسی کی تکمیل بہکانے سے کی۔ کیونکہ بہکانا بھی بہکنے کی انتہائی منزل ہے۔ بس اس جرم اغوا کا تو ہمیں اعتراف ہے لیکن ان مشرکین پر کوئی جبر واکراہ ہمارا نہ تھا کہ زبردستی اپنی بات منوالیتے فی الحقیقہ ان کی ہواپرستی تھی جو ہمارے بہکانے میں آ گئے۔ اس اعتبار سے یہ ہم کو نہیں پوجتے تھے بلکہ اپنے اہواء وظنون کی پرستش کرتے تھے ہم ان کی عبادت سے آج آپ کے سامنے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ کذا قال بعض المفسرین۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ شیطان بولیں گے۔ بہکایا تو ہے اُنہوں نے پر نام لے کر نیکوں کا۔ اسی کو کہا کہ ہم کو نہ پوجتے تھے"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تنبیہ) "حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ" سے مراد ہے "لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"۔ ف۳ یعنی کہا جائیگا کہ اب مدد کو بلاؤ، مگر وہ کیا مدد کر سکتے خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہونگے۔ کذا قال المفسرون۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ شیاطین جب نیکوں کا نام لیں گے تو مشرکین سے کہا جائیگا کہ اُن نیکوں کو پکارو! وہ کچھ جواب نہ دینگے کیونکہ وہ ان مشرکانہ حرکات سے راضی نہ تھے یا خبر نہ رکھتے تھے۔ ف۴ یعنی اُس وقت عذاب کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں سیدھی راہ چلتے تو یہ مصیبت کیوں دیکھنی پڑتی۔ ف۵ پہلے سُوالات توحید کے متعلق تھے، یہ سوال رسالت کی نسبت ہوا یعنی اپنی عقل سے تم نے اگر حق کو نہ سمجھا تھا تو پیغمبروں کے سمجھانے سے سمجھا ہوتا، بتلاؤ اُنکے ساتھ تم نے کیا برتاؤ کیا۔ اُس وقت کسی کو جواب نہ آئیگا اور بات کرنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ ف۶ یعنی وہاں کی کامیابی صرف ایمان وعمل صالح سے ہے۔ اب بھی جو کوئی کفر وشرک سے توبہ کرکے ایمان لایا اور نیکی اختیار کی، حق تعالیٰ اُسکی پہلی خطائیں معاف کرکے فائز المرام کریگا۔ (تنبیہ) "عَسَىٰٓ أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ" وعدہ ہے شہنشاہانہ انداز میں یعنی اُس کو فلاح کی اُمید رکھنا چاہئے۔ گو ہم پر کسی کا دباؤ نہیں۔ کہ ناچار ایسا کرنے پر مجبور ہوں۔ محض فضل وکرم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ف۷ یعنی ہر چیز کا پیدا کرنا بھی اُسی کی مشیت واختیار سے ہے اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اُسی کو حاصل ہے۔ جو اُس کی مرضی ہو احکام بھیجے۔ جس شخص کو مناسب جانے کسی خاص منصب ومرتبہ پر فائز کرے۔ جس کسی میں استعداد دیکھے راہ ہدایت پر چلا کر کامیاب فرما دے اور مخلوقات کی ہر جنس میں سے جس نوع کو یا نوع میں سے جس فرد کو چاہے اپنی حکمت کے موافق دوسرے انواع وافراد سے ممتاز بنا دے۔ اُس کے سوا کسی دوسرے کو اس طرح کے اختیار وانتخاب کا حق حاصل نہیں۔ حافظ ابن القیم نے زاد المعاد کے اوائل میں اس مضمون کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ فلیراجع۔ ف۸ یعنی تخلیق وتشریع اور اختیار مذکور میں حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ لوگوں نے اپنی تجویز وانتخاب سے جو شرکا ٹھہرا لئے ہیں سب باطل اور بے سند ہیں۔ ف۹ یعنی دل میں جو فاسد عقیدے یا بُری نیتیں رکھتے ہیں اور زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سے جو کام کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہ ہی ہر ایک شخص کی پوشیدہ استعداد وقابلیت سے آگاہ ہے اُسی کے موافق معاملہ کریگا۔ ف۱ یعنی جس طرح تخلیق واختیار اور علم محیط میں وہ منفرد ہے الوہیت میں بھی یگانہ ہے۔ بجز اُس کے کسی کی بندگی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُسی کی ذات منبع الکمالات میں تمام خوبیاں جمع ہیں۔ دنیا اور آخرت میں جو تعریف بھی ہو خواہ وہ کسی کے نام رکھ کر کیجائے حقیقت میں اُسی کی تعریف ہے۔ اُسی کا حکم چلتا ہے۔ اُسی کا فیصلہ ناطق ہے۔ اُسی کو اقتدار کلی حاصل ہے۔ اور انجام کار سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ آگے بتلاتے ہیں کہ رات دن میں جس قدر نعمتیں اور بھلائیاں تمکو پہنچتی ہیں اُسی کے فضل وانعام سے ہیں۔ بلکہ خود رات اور دن کا ادل بدل کرنا بھی اُس کا مستقل احسان ہے۔

ف مثلاً سورج کو طلوع نہ ہونے دے۔ یا اُس سے روشنی سلب کرے تو اپنے کاروبار کے لئے ایسی روشنی کہاں سے لاسکتے ہو۔ ف۲ یعنی یہ بات ایسی روشن اور صاف ہے کہ سنتے ہی سمجھ میں آجائے۔ تو کیا تم سنتے بھی نہیں۔ ف۳ یعنی اگر آفتاب کو غروب نہ ہونے دے ہمیشہ تمہارے سروں پر کھڑا رکھے تو جو راحت و سکون اور دوسرے فوائد رات کے آنے سے حاصل ہوتے ہیں اُن کا سامان کونسی طاقت کر سکتی ہے۔ کیا ایسی روشن حقیقت بھی تم کو نظر نہیں آتی۔ (تنبیہ) "اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" "اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا" کے مناسب ہے کیونکہ آنکھ سے دیکھنا عادۃً روشنی پر موقوف ہے جو دن میں پوری طرح ہوتی ہے۔ رات کی تاریکی میں چونکہ دیکھنے کی صورت نہیں، ہاں سننا ممکن ہے، اس لئے "اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا" کے ساتھ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ فرمانا ہی موزوں تھا۔ واللہ اعلم ف۴ یعنی رات دن کا اُلٹ پھیر کرتا رہتا ہے تا رات کی تاریکی اور خنکی میں سکون و راحت بھی حاصل کرو اور دن کے اُجالے میں کاروبار بھی جاری رکھ سکو۔ اور روز و شب کے مختلف النوع انعامات پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔ ف۵ احوال بتلانے والا پیغمبر یا اُن کے نائب یا جو نیکبخت تھے۔ (موضح) وہ بتلائیں گے کہ لوگوں نے شرائع سماویہ اور احکام الٰہیہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ ف۶ یعنی خدا تعالیٰ کے شریک کس سند اور دلیل سے ٹھہرائے اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کس ماخذ صحیح سے لئے تھے پیغمبروں کو تو تم نے مانا نہیں، پھر کس نے بتلایا کہ خدا کا یہ حکم ہے یہ نہیں۔ ف۷ یعنی اُس وقت نظر آجائیگا کہ سچی بات اللہ کی ہے اور معبودیت صرف اُسی کا حق ہے۔ کوئی اُس کا شریک نہیں۔ دنیا میں پیغمبر جو بتلاتے تھے وہ ہی ٹھیک ہے۔ مشرکین نے جو عقیدے گھڑ رکھے تھے اور جو باتیں اپنے دل سے جوڑی تھیں اُس روز سب کافور ہو جائینگی ف۸ رکوع سابق کے آغاز میں دنیا کی بے ثباتی اور حقارت آخرت کے مقابلہ میں بیان کی گئی تھی۔ بعدہٗ ذکر آخرت کی مناسبت سے کچھ احوال عالم آخرت کے بیان ہوئے۔ رکوع حاضر میں پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے اور اُسی دعوے کے استشہاد میں قارون کا قصہ سُنایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا، جیسا کہ ظالم حکومتوں کا دستور ہے کہ کسی قوم کا خون چوسنے کے لئے اُنہی میں سے بعض افراد کو اپنا آلۂ کار بنا لیتی ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون کو چن لیا تھا۔ قارون نے اُس وقت موقع پاکر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا۔ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے زیر حکم آئے اور فرعون غرق ہوا تو اُس کی مالی ترقی کے ذرائع مسدود ہوگئے، اور سرداری جاتی رہی۔ اس حسد و غیظ میں حضرت موسیٰ سے دل میں خلش رکھنے لگا۔ تاہم ظاہر میں مومن بنا ہوا تھا، تورات بہت پڑھتا اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ مگر دل صاف نہ تھا۔ حضرت موسیٰ اور ہارون کی خداداد عزت و وجاہت دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ آخر میں بھی اُن ہی کے چچا کا بیٹا ہوں۔ یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تو نبی اور مذہبی سردار بن جائیں۔ مجھے کچھ بھی نہ ملے کبھی مایوس ہو کر شیخی مارتا کہ اُنہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا میرے پاس مال و دولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کو میسر نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے ہم تم نے برداشت کئے۔ مگر کیا تم یہ بھی برداشت کر لوگے کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے اُس کی تائید میں کہا نہیں، ہم برداشت نہیں کرینگے۔ آخر ملعون نے حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی۔ کسی عورت کو بہکا سکھلا کر آمادہ کیا کہ بھرے مجمع میں جب موسیٰ علیہ السلام زنا کی حد بیان فرمائیں تو اپنے ساتھ اُن کو متہم کرنا۔ چنانچہ عورت مجمع میں کہہ گذری۔ جب حضرت موسیٰ نے اُس کو شدید قسمیں دیں اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اُس کا دل ڈرا۔ تب اُس نے صاف کہدیا کہ قارون نے مجھ کو سکھایا تھا۔ اُس وقت حضرت موسیٰ کی بددعا سے وہ مع اپنے گھر اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ ف۹ بعض سلف نے "مفاتح" کی تفسیر خزائن سے کی ہے۔ یعنی اس قدر روپیہ تھا کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت بھی اُسے مشکل سے اُٹھا سکتی لیکن اکثر مفسرین نے مفاتح کی تفسیر کنجیوں سے کی ہے یعنی مال کے صندوق اتنے تھے جن کی کنجیاں اُٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔ اور یہ چنداں مستبعد نہیں جیسا کہ بعض تفاسیر میں اس کی صورت بتلائی گئی ہے۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن جَعَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكُمُ ٱلَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ
تو کہہ دیکھو تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو قیامت کے دن تک ف

مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَآءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٧١﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ
کون حاکم ہے اللہ کے سوائے کہ لائے تم کو کہیں سے روشنی پھر کیا تم سنتے نہیں ف۲ تو کہہ دیکھو تو

إِن جَعَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكُمُ ٱلنَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَنْ إِلَٰهٌ
اگر رکھ دے اللہ تم پر دن ہمیشہ کو قیامت کے دن تک کون حاکم ہے

غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٧٢﴾ وَمِن
اللہ کے سوائے کہ لائے تم کو رات جس میں آرام کرو پھر کیا تم نہیں دیکھتے ف۳ اور اپنی

رَّحْمَتِهِۦ جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا۟ مِن
مہربانی کر بنائے تمہارے واسطے رات اور دن کہ اس میں چین بھی کرو اور تلاش بھی کرو کچھ

فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ
اُس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو ف۴ اور جس دن اُن کو پکاریگا تو فرمائیگا کہاں ہیں

شُرَكَآءِىَ ٱلَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٧٤﴾ وَنَزَعْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ
میرے شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے اور جدا کر نکالینگے ہم ہر فرقہ میں سے

شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا۟ بُرْهَٰنَكُمْ فَعَلِمُوٓا۟ أَنَّ ٱلْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ
ایک احوال بتلانیوالا ف۵ پھر کہینگے لاؤ اپنی سند ف۶ تب جان لینگے کہ سچ بات ہے اللہ کی اور کھوئی جائینگی

عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ ﴿٧٥﴾ إِنَّ قَٰرُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ
اُن سے جو باتیں وہ جوڑتے تھے ف۷ قارون جو تھا سو موسیٰ کی قوم سے

فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ مِنَ ٱلْكُنُوزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهُۥ لَتَنُوٓأُ
پھر شرارت کرنے لگا اُن پر ف۸ اور ہم نے دیئے تھے اُس کو خزانے اتنے کہ اُس کی کنجیاں اُٹھانے سے

بِٱلْعُصْبَةِ أُو۟لِى ٱلْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُۥ قَوْمُهُۥ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ
تھک جاتے کئی مرد زور آور ف۹ جب کہا اُس کو اُس کی قوم نے اترا مت اللہ کو

ع ۱۵ / ۱۰

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ

نہیں بھاتے اترانے والے ف۱ اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اُس سے کمالے پچھلا گھر ف۲

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ

اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی

اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

تجھ سے ف۳ اور مت چاہ خرابی ڈالنی ملک میں اللہ کو بھاتے نہیں

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ

خرابی ڈالنے والے ف۴ بولا یہ مال تو مجھ کو ملا ہے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے ف۵ کیا اُس نے یہ نہ جانا

اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ

کہ اللہ غارت کر چکا ہے اُس سے پہلے کتنی جماعتیں جو اُس سے زیادہ رکھتی

مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

تھیں زور اور زیادہ رکھتی تھیں مال کی جمع ف۶ اور پوچھے نہ جائیں گنہگاروں سے اُنکے گناہ ف۷

فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ

پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنے ٹھاٹھ سے کہنے لگے جو لوگ طالب تھے

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ

دنیا کی زندگانی کے اے کاش ہم کو ملے جیسا کچھ ملا ہے قارون کو بیشک اُسکی

لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ

بڑی قسمت ہے ف۸ اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ اے خرابی تمہاری اللہ کا دیا

اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا

ثواب بہتر ہے اُنکے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلا ف۹ اور یہ بات اُنہی کے دل میں پڑتی ہے جو

الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ

سہنے والے ہیں ف۱۰ پھر دھنسا دیا ہم نے اُس کو اور اُسکے گھر کو زمین میں پھر نہ ہوئی اُس کی

ف۱ یعنی اِس فانی و زائل دولت پر کیا اتراتا ہے جس کی وقعت اللہ کے ہاں پرِ پشہ کی برابر بھی نہیں۔ خوب سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کو اکڑنے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں معلوم ہوتے اور جو چیز اُس مالک کو نہ بھائے اُس کا نتیجہ بجز تباہی و ہلاکت کے کیا ہے۔ ف۲ یعنی خدا کا دیا ہُوا مال اس لئے ہے کہ انسان اُسے آخرت کا توشہ بنائے۔ نہ یہ کہ غفلت کے نشہ میں چُور ہو کر غرور و تکبر کی چال چلنے لگے۔ ف۳ یعنی حصہ موافق کھا، پہن اور زیادہ مال سے آخرت کما۔ اور مخلوق کے ساتھ سلوک کر۔ ف۴ یعنی حضرت موسیٰ کی ضد نہ کر، خدا کی زمین پر سیدھی طرح رہ۔ خواہ مخواہ ملک میں اودھم مچانا اور خرابیاں ڈالنا اچھا نہیں۔ ف۵ یعنی میں ہُنرمند تھا۔ کمانے کا سلیقہ رکھتا تھا۔ اپنی لیاقت و قابلیت یا کسی خاص علمی مہارت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی۔ اللہ نے بھی میری لیاقت کو دیکھ کر اور قابل جان کر یہ کچھ دیا ہے۔ کیا یُونہی بیٹھے بٹھائے بے محنت مل گیا ہے کہ موسیٰ کے حکم اور تمہارے مشورہ کے موافق خدا کے نام پر خرچ کر ڈالوں ف۶ یعنی دولت کمانے کی لیاقت کس نے دی۔ افسوس ہے منعم حقیقی کو بھول کر اُس کی دی ہوئی دولت و لیاقت پر غرّہ کرنے لگا۔ کیا اسی دولت کو اُس نے اپنی نجات کا ضامن تصور کر رکھا ہے۔ اُسے معلوم نہیں کتنی جماعتیں اپنی شرارت و سرکشی کی بدولت پہلے تباہ کی جا چکی ہیں۔ جن کے پاس بادشاہتیں تھیں۔ اور اِس ملعون سے زیادہ خزانوں اور لشکروں کے مالک تھے۔ اُن کا انجام سُن کر اِسے عبرت نہ ہوئی۔ ف۷ یعنی پوچھنے کی ضرورت کیا ہوگی اللہ کو اُن کے گناہ ایک ایک کر کے معلوم ہیں فرشتوں کے ہاں سب لکھے ہوئے ہیں، ہاں بطور توبیخ و تقریع اگر کسی وقت سوال ہو وہ دوسری بات ہے۔ یا یہ کنایہ ہے گناہوں کی کثرت سے۔ یعنی اتنی تعداد میں ہونگے کہ ایک ایک جزئی کی پوچھ پاچھ کی ضرورت نہ رہیگی۔ اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "پوچھے نہ جائیں گے گناہ، یعنی گنہگار کی سمجھ درست ہو تو گناہ کیوں کرے۔ جب سمجھ اُلٹی پڑے تو الزام دینے سے کیا فائدہ کہ یہ بُرا کام کیوں کرتا ہے اس کی بُرائی نہیں سمجھتا۔" (موضح) ف۸ یعنی لباس فاخرہ پہن کر بہت سے خدم و حشم کے ساتھ بڑی شان و شکوہ اور ٹیپ ٹاپ سے نکلا، جسے دیکھ کر طالبین دنیا کی آنکھیں چندھیا گئیں کہنے لگے کاش ہم بھی دنیا میں ایسی ترقی اور عروج حاصل کرتے جو اِس کو حاصل ہُوا۔ بیشک یہ بڑا ہی صاحب اقبال اور بڑی قسمت والا ہے۔ ف۹ یعنی سمجھدار اور ذی علم لوگوں نے کہا کمبختو! اس فانی چمک دمک میں کیا رکھا ہے جو ریجھے جاتے ہو۔ مومنین صالحین کو اللہ کے ہاں جو دولت ملنے والی ہے اُس کے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ محض ہیچ اور لاشئ ہے۔ اتنی بھی نسبت نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے۔

ف۱۰ یعنی دنیا سے آخرت کو بہتر وہ ہی جانتے ہیں جن سے محنت سہی جاتی ہے۔ اور بے صبر لوگ حرص کے مارے دنیا کی آرزو پر گرتے ہیں۔ نادان آدمی دنیا کی آسودگی دیکھ کر سمجھتا ہے کہ اُس کی بڑی قسمت ہے اُس کی شب و روز کی فکر و تشویش، دردسری اور آخرت کی ذلت کو اور سو جگہ خوشامد کرنے کو نہیں دیکھتا اور یہ نہیں دیکھتا کہ دنیا میں کچھ آرام ہے تو دس بیس برس، اور مرنے کے بعد کاٹنے ہیں ہزاروں برس۔ (موضح تغییر یسیر)

ف۱ یعنی نہ کوئی دوسرا اپنی طرف سے مدد کو پہنچا، نہ کسی کو بلا سکا۔ نہ اپنی ہی قوت کام آئی نہ دوسروں کی۔ ف۲ یعنی جو لوگ قارون کی ترقی و ترفّع کو دیکھ کر کل یہ آرزو کر رہے تھے کہ کاش ہم کو بھی ایسا عروج حاصل ہوتا، آج اُس کا یہ بُرا انجام دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ اب اُن کو ہوش آیا کہ ایسی دولت حقیقت میں ایک خوبصورت سانپ ہے جس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے۔ کسی شخص کی دنیوی ترقی و عروج کو دیکھ کر ہم کو ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہئے کہ اللہ کے ہاں وہ کچھ عزت و وجاہت رکھتا ہے۔ یہ چیز کسی بندے کے مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جس پر مناسب جانے روزی کے دروازے کھول دے جس پر چاہے تنگ کر دے۔ مال و دولت کی فراخی مقبولیت اور خوش انجامی کی دلیل نہیں۔ بلکہ بسا اوقات اُس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ سچ ہے کَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ اَعْيَتْ مَذَاهِبُهُ ۔ وَكَمْ جَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوْقًا ۔ هٰذَا الَّذِيْ تَرَكَ الْاَوْهَامَ حَائِرَةً ۔ وَصَيَّرَ الْعَالِمَ النِّحْرِيْرَ زِنْدِيْقًا ۔ ف۳ یعنی خدا تعالیٰ کا احسان ہے اُس نے ہم کو قارون کی طرح نہ بنایا، ورنہ یہ ہی گت ہماری بنتی، اپنی طرف سے تو ہم حرص کے مارے "يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ" کی آرزو کر ہی چکے تھے۔ خدا نے خیر کی کہ ہماری آرزو کو پورا نہ کیا۔ اور نہ ہماری حرص پر سزا دی۔ بلکہ قارون کا حشر آنکھوں سے دکھلا کر بیدار فرما دیا، اب ہمیں خوب کھل گیا کہ محض مال و زر کی ترقی سے حقیقی فلاح و کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ ناشکر گذار منکروں کے لئے عذاب الٰہی سے چھٹکارا نہیں۔ ف۴ یعنی قارون کی دولت کو نادانوں نے کہا کہ اس کی بڑی قسمت ہے۔ بڑی قسمت یہ نہیں، آخرت کا ملنا بڑی قسمت ہے سو وہ اُن کے لئے ہے جو اللہ کے ملک میں شرارت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے اور اس فکر میں نہیں رہتے کہ اپنی ذات کو سب سے اونچا رکھیں۔ بلکہ تواضع و انکسار اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اُن کی کوشش بجائے اپنی ذات کو اونچا رکھنے کے یہ ہوتی ہے کہ اپنے دین کو اونچا رکھیں حق کا بول بالا کریں اور اپنی قوم مسلم کو اُبھارنے اور سربلند کرنے میں پوری ہمت صرف کر ڈالیں۔ وہ دنیا کے حریص نہیں ہوتے۔ آخرت کے عاشق ہوتے ہیں۔ دنیا خود اُن کے قدم لیتی ہے۔ اب سوچ لو کہ دنیا کا مطلوب کیا دنیا کے طالب سے اچھا نہیں ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ لو! وہ سب سے زیادہ تارک الدنیا تھے مگر متروک الدنیا نہ تھے۔ بہرحال مومن کا مقصد اصلی آخرت ہے۔ دنیا کا جو حصہ اس مقصد کا ذریعہ بنے وہ ہی مبارک ہے۔ ورنہ ہیچ۔ ف۵ یعنی جو بھلائی یہاں کریگا اُس سے کہیں بہتر بھلائی وہاں کیجائے گی۔ ایک نیکی کا جو تقضی ہوگا کم از کم اُس سے دس گنا ثواب پائیگا۔ ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں نیکی پر وعدہ دیا نیکی کا، وہ یقیناً ملنا ہے اور برائی پر برائی کا وعدہ نہیں فرمایا۔ کہ ضرور مل کر رہیگی کیونکہ ممکن ہے معاف ہو جائے۔ ہاں یہ فرما دیا کہ اپنے کئے سے زیادہ سزا نہیں ملتی۔ ف۷ پہلے فرمایا تھا "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" کہ انجام بھلا پرہیزگاروں کا ہے۔ یعنی آخرت میں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ اب بتلاتے ہیں کہ دنیا میں بھی آخری فتح ان ہی کی ہوتی ہے۔ دیکھو آج کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر آپ کو مکہ چھوڑنا پڑا ہے، مگر جس خدا نے آپ کو پیغمبر بنایا اور قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی وہ یقیناً آپ کو نہایت کامیابی کے ساتھ اسی جگہ واپس لائے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ آیت اُتری ہجرت کے وقت، یہ تسلی فرما دی کہ پھر مکہ میں آؤ گے۔ سو خوب طرح آئے پورے غالب ہو کر"۔ بعض مفسرین نے "معاد" سے مُراد موت لی ہے بعض نے آخرت، بعض نے جنت، بعض نے سرزمین شام جہاں پہلے ایک مرتبہ آپ شب معراج میں تشریف لے گئے تھے۔

مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ

کوئی جماعت جو مدد کرتی اُسکی اللہ کے سوائے اور نہ وہ

الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ

خود مدد لا سکا ف۱ اور فجر کو لگے کہنے جو کل شام آرزو کرتے تھے اُس کا سا

يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ

درجہ اے خرابی یہ تو اللہ کھول دیتا ہے روزی جس کو چاہے اپنے

عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ

بندوں میں اور تنگ کر دیتا ہے ف۲ اگر نہ احسان کرتا ہم پر اللہ تو ہم کو بھی دھسا دیتا

وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ

اے خرابی یہ تو چھٹکارا نہیں پاتے منکر ف۳ وہ گھر پچھلا ہے

نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ

ہم دینگے وہ اُن لوگوں کو جو نہیں چاہتے اپنی بڑائی ملک میں اور نہ بگاڑ ڈالنا

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ

اور عاقبت بھلی ہے ڈرنے والوں کی ف۴ جو لیکر آیا بھلائی اُس کو ملنا ہے اُس سے بہتر ف۵

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ

اور جو کوئی لے کر آیا برائی سو برائیاں کرنے والے اُن کو وہی سزا ملیگی

اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

جو کچھ کرتے تھے ف۶ جس نے حکم بھیجا تجھ پر قرآن کا

لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى

وہ پھیر لانیوالا ہے تجھ کو پہلی جگہ ف۷ تو کہہ میرا رب خوب جانتا ہے کون لایا ہے راہ کی سوجھ

وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى

اور کون پڑا ہے صریح گمراہی میں ف۸ اور تو توقع نہ رکھتا تھا کہ اُتاری جائے

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے ان اقوال میں بہت عمیق و لطیف تطبیق دی۔ یعنی "معاد" سے مراد اس جگہ مکہ معظمہ ہے۔ (کما فی البخاری) مگر فتح مکہ علامت تھی قرب اجل کی جیسا کہ ابن عباس اور عمر رضی اللہ عنہما نے "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ آگے اجل کے بعد "حشر" حشر کے بعد "آخرت" اور آخرت کی انتہائی منزل جنت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اول آپ کو نہایت شاندار طریقہ سے لوٹا کر لائیگا مکہ میں، اُس کے چند روز بعد اجل واقع ہوگی، پھر ارض شام کی طرف حشر ہوگا (جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے) پھر آخرت میں بڑی شان و شکوہ سے تشریف لائیں گے اور اخیر میں جنت کے سب سے اعلیٰ مقام پر ہمیشہ کے لئے پہنچ جائیں گے۔ ف۸ یعنی حق تعالیٰ میری ہدایت اور مکذبین و معاندین کی گمراہی کو خوب جانتا ہے۔ یقیناً وہ ہر ایک کے ساتھ اُن کے احوال کے موافق معاملہ کریگا۔ نہیں ہو سکتا کہ میری کوششوں کو ضائع کرے، یا گمراہوں کو رسوا نہ کرے۔

اِلَیۡكَ الۡكِتٰبُ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ ظَهِيۡرًا

تجھ پر کتاب مگر مہربانی سے تیرے رب کی ف۱ سو تو مت ہو مددگار

لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ

کافروں کا ف۲ اور نہ ہو کہ وہ تجھ کو روک دیں اللہ کے حکموں سے بعد اس کے کہ اتر چکے

اِلَيۡكَ وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۸۷﴾

تیری طرف اور بلا اپنے رب کی طرف اور مت ہو شریک والوں میں ف۳

وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ‌ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ كُلُّ شَىۡءٍ

اور مت پکار اللہ کے سوائے دوسرا حاکم ف۴ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوائے ہر چیز

هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ‌ لَهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۸﴾

فنا ہے مگر اس کا منہ ف۵ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے ف۶

سُوۡرَةُ الۡعَنۡكَبُوۡتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسۡعٌ وَّسِتُّوۡنَ اٰيَةً وَّسَبۡعُ رُكُوۡعَاتٍ

سورۂ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی اس کی انہتر ۶۹ آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ يَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ

☆ کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور

هُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ

ان کو جانچ نہ لیں گے ف۷ اور ہم نے جانچا ہے ان کو جو ان سے پہلے تھے ف۸

فَلَيَـعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَلَيَـعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۳﴾

سو البتہ معلوم کریگا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کریگا جھوٹوں کو ف۹

اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّسۡبِقُوۡنَا‌ ؕ

کیا یہ سمجھتے ہیں جو لوگ کہ کرتے ہیں برائیاں کہ ہم سے بچ جائیں

ف۱ یعنی آپ پہلے سے کچھ پیغمبری کے انتظار میں نہ تھے محض رحمت و موہبت الٰہیہ ہے جو حق تعالیٰ نے پیغمبری اور وحی سے سرفراز فرمایا وہ ہی اپنی مہربانی اور رحمت سے دنیا و آخرت میں کامیاب فرمائیگا لہٰذا اسی کی امداد پر ہمیشہ بھروسہ رکھئے۔ ف۲ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں یعنی اپنی قوم کو اپنا نہ سمجھ جنہوں نے تجھ سے یہ بدی کی کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا اب جو تیرا ساتھ دے وہ ہی اپنا ہے ف۳ یعنی دین کے کام میں اپنی قوم کی خاطر اور رعایت نہ کیجئے اور نہ آپ کو ان میں گنیئے گو کہ اپنے قرابتدار ہوں۔ ان ان کو اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے اور خدا کے احکام پہنچے رہیے ف۴ یہ آپ کو خطاب کر کے دوسروں کو سنایا۔ اوپر کی آیتوں میں بھی بعض مفسرین ایسا ہی لکھتے ہیں۔ ف۵ یعنی ہر چیز اپنی ذات کی معدوم ہے اور تقریباً تمام چیزوں کو فنا ہونا ہے، خواہ کبھی ہو۔ مگر اس کا منہ یعنی وہ آپ نہ کبھی معدوم تھا، نہ کبھی فنا ہو سکتا ہے۔ سچ ہے ع "اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ" قال تعالیٰ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ اور بعض سلف نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ سارے کام مٹ جانے والے اور فنا ہو جانیوالے ہیں بجز اس کام کے جو خالصاً لوجہ اللہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۶ یعنی سب کو اس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں تنہا اسی کا حکم چلیگا صورۃً و ظاہراً بھی کسی کا حکم و اقتدار باقی نہ رہیگا۔ اے اللہ اس وقت اس گنہگار بندہ پر رحم فرمائیے اور اپنے غضب سے پناہ دیجیے

(تم سورۃ القصص وللہ الحمد والمنۃ)

ف۷ یعنی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنا کچھ سہل نہیں جو دعوے کرے امتحان و ابتلا کے لئے تیار ہو جائے یہ ہی کسوٹی ہے جس پر کھرا کھوٹا کسا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ سب سے سخت امتحان انبیاء کا ہے، ان کے بعد صالحین کا، پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ شباہت رکھتے ہوں۔ نیز امتحان آدمی کا اسکی دینی حیثیت کے موافق ہوتا ہے جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور سخت ہوگا اسی قدر امتحان میں سختی کیجائیگی۔ ف۸ یعنی پہلے نبیوں کے متبعین بڑے بڑے سخت امتحانوں میں ڈالے جا چکے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فریاد کی کہ حضرت! ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیجئے اور دعا فرمائیے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر سختی اور ظلم و ستم کی انتہا کر رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک (زندہ) آدمی کو زمین کھود کر (کھڑا) گاڑ دیا جاتا تھا۔ پھر اس کے سر پر آرہ چلا کر بیچ سے دو ٹکڑے کر دیے تھے، بعضوں کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں پھرا کر چمڑا اور گوشت ادھیڑ دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ سختیاں ان کو دین سے نہ ہٹا سکیں۔ ف۹ یعنی اللہ تعالیٰ علانیہ ظاہر کر دیگا اور دیکھ لیگا کہ دعوائے ایمان میں کون سچا نکلتا ہے اور کون جھوٹا۔ اسی کے موافق ہر ایک کو جزا دیجائے گی۔ (تنبیہ) "فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الخ" سے جو حدوث علم باری کا وہم ہوتا ہے اس کا نہایت محققانہ جواب مترجم علام قدس سرہ نے دیا ہے۔ ملاحظہ کیا جائے پارۂ دوم رکوع اول "اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ" کے تحت میں۔ ہم نے یہاں ان توجیہات کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو مفسرین نے لکھی ہیں

وقف منزل · النبی ۱۲ · جمادی الاولیٰ ۱۴

ف۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ پہلی دو آیتیں مسلمانوں کے متعلق تھیں جو کافروں کی ایذاؤں میں گرفتار تھے، اور یہ آیت اُن کافروں سے تعلق ہے جو مسلمانوں کو ستا رہے تھے۔ (موضح) یعنی مومنین کے امتحانات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور سختیوں سے بچے رہیں گے، وہ ہم سے بچ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ جو سخت ترین سزا اُن کو ملنے والی ہے اُس کے سامنے مسلمانوں کے امتحان کی سختی کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اگر اس وقت کی عارضی مہلت سے انہوں نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ ہم ہمیشہ مامون رہیں گے اور سزا دہی کے وقت خدا کے ہاتھ نہ آئیں گے؟ تو حقیقت میں بہت ہی بُری بات طے کی ایسا احمقانہ فیصلہ آنیوالی مصیبت کو روک نہیں سکتا۔ ف۲ یعنی جو شخص اس توقع پر سختیاں اُٹھا رہا ہے کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں بات بات پر پکڑ ہوگی۔ ناکامیاب ہوا تو یہاں کی سختیوں سے کہیں بڑھ کر سختیاں جھیلنی پڑیں گی اور کامیاب رہا تو ساری کلفتیں دُھل جائیں گی اللہ کی خوشنودی اور اُس کا دیدار نصیب ہوگا۔ ایسا شخص یاد رکھے کہ اللہ کا وعدہ آرہا ہے، کوئی طاقت اُسے پھیر نہیں سکتی۔ اس کی اعلیٰ توقعات پوری ہو کر رہیں گی اور اُس کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کی جائیں گی اللہ سب کی باتیں سُنتا اور جانتا ہے۔ کسی کی محنت رائگاں نہ کریگا۔ ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کیا نفع اور معصیت سے کیا نقصان۔ وہ تو کلی طور پر بے نیاز ہے۔ ہاں بندہ اپنے پروردگار کی طاعت میں جس قدر محنت اُٹھائیگا اُس کا پھل دنیا و آخرت میں اُسی کو ملیگا۔ پس مجاہدے کرنے والے یہ خیال کبھی نہ آنے دیں کہ ہم خدا کے رستہ میں اتنی محنت کر کے کچھ اُس پر احسان کر رہے ہیں؟ (العیاذ باللہ) اُس کا احسان ہے کہ خود تمہارے فائدہ کے لئے طاعت و ریاضت کی توفیق بخشے ؎ من نکردم خلق تا سُودے کنم ۔ بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم ۔ ف۴ یعنی جہان سے بے پروا اور بے نیاز ہونے کے باوجود اپنی رحمت و شفقت سے تمہاری محنت کو ٹھکانے لگاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ایمان کی برکت سے نیکیاں ملیں گی اور بُرائیاں معاف ہونگی" (موضح القرآن) ف۵ یعنی تمام کائنات میں ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں جو خدا کی شریک ہو سکے۔ پھر اُس کی خبر کسی کو کہاں سے ہوتی۔ جو لوگ شرکاء ٹھہراتے ہیں محض جاہلانہ اوہام اور بے سند خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔ واقع کی خبر اُنہیں کچھ بھی نہیں۔ ف۶ دنیا میں ماں باپ سے زیادہ حق کسی کا نہیں۔ پر اللہ کا حق اُن سے زیادہ ہے۔ اُن کی خاطر دین نہ چھوڑے۔ (موضح) حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی والدہ نے جو مشرکہ تھی بیٹے کے اسلام کی خبر سُن کر عہد کیا کہ دانہ پانی کچھ نہ چکھونگی نہ چھت کے نیچے آرام کرونگی تاوقتیکہ سعد (معاذ اللہ) اسلام سے نہ پھر جائے۔ چنانچہ کھانا پینا ترک کر دیا اور بالکل نڈھال ہو گئی۔ لوگ زبردستی مُنہ چیر کر کھانا پانی دیتے تھے اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ گویا بتلا دیا کہ والدین کا اس طرح خلاف حق پر مجبور کرنا یہ بھی ایک ابتلاء و امتحان ہے، چاہیئے کہ مومن کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہو۔ ف۷ یعنی سب کو عدالت میں حاضر ہونا ہے اُس وقت بتلا دیا جائیگا کہ اولاد اور والدین میں سے کس کی زیادتی تھی، اور کون حق پر تھا۔ ف۸ یعنی جو اس قسم کی زبردست رُکاوٹوں کے باوجود بھی ایمان اور نیکی کی راہ پر قائم رہے حق تعالیٰ اُن کا حشر اپنے خاص نیک بندوں میں کریگا۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں یعنی اولاد نے اگر ناحق بات میں والدین کا کہنا نہ مانا اور والدین ناحق پر قائم رہے تو اولاد کا حشر صالحین کے زمرہ میں ہوگا، اُن والدین کے زمرہ میں نہ ہوگا۔ گو طبعی و نسبی تعلقات کی بنا پر وہ اُس سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ معلوم ہوا "المرء مع من احب" میں حُبِّ دینی مراد ہے حُبِّ طبعی مُراد نہیں۔

سَاۤءَ مَا یَحۡكُمُوۡنَ ۝۴ مَنۡ كَانَ یَرۡجُوۡا لِقَاۤءَ اللّٰهِ فَاِنَّ

بُری بات طے کرتے ہیں ف۱ جو کوئی توقع رکھتا ہے اللہ کی ملاقات کی سو

اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝۵ وَمَنۡ جَاهَدَ

اللہ کا وعدہ آرہا ہے اور وہ ہے سننے والا جاننے والا ف۲ اور جو کوئی محنت اُٹھائے

فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝۶

سو اُٹھاتا ہے اپنے ہی واسطے اللہ کو پروا نہیں جہان والوں کی ف۳

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ

اور جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام ہم اُتار دیں گے اُن پر سے

سَیِّاٰتِهِمۡ وَلَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِیۡ كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝۷

بُرائیاں اُن کی اور بدلا دینگے اُن کو بہتر سے بہتر کاموں کا ف۴

وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡهِ حُسۡنًا ؕ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ

اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اپنے ماں باپ کو بھلائی سے رکھنے کی اور اگر وہ تجھ کو زور کریں

لِتُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرۡجِعُكُمۡ

کہ تو شریک کرے میرا جس کی تجھ کو خبر نہیں ف۵ تو اُنکا کہنا مت مان ف۶ مجھ تک پھر آنا ہے تم کو

فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝۸ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا

سو میں بتلا دونگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۷ اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے

الصّٰلِحٰتِ لَنُدۡخِلَنَّهُمۡ فِی الصّٰلِحِیۡنَ ۝۹ وَمِنَ النَّاسِ

کام کیے ہم اُن کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں ف۸ اور ایک وہ لوگ ہیں

مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتۡنَةَ

کہ کہتے ہیں یقین لائے ہم اللہ پر پھر جب اُس کو ایذا پہنچے اللہ کی راہ میں کرنے لگے لوگوں

النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنۡ جَآءَ نَصۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكَ

کے ستانے کو برابر اللہ کے عذاب کی ف۹ اور اگر آپہنچے مدد تیرے رب کی طرف سے

ف۹ یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو زبان سے اپنے کو مومن کہتے تھے۔ مگر دلوں میں ایمان راسخ نہیں تھا۔ اُن کو جہاں اللہ کے راستہ میں کوئی تکلیف پہنچی یا دین کی وجہ سے لوگوں نے ستایا تو اس آزمائش کو خدائی عذاب سمجھنے لگے جس طرح آدمی عذاب الٰہی سے گھبرا کر جان بچانا چاہتا اور اپنے پہلے دعوٰں سے دست بردار ہونے لگتا ہے اور ناچار اعتراف کرتا ہے کہ میں غلطی پر تھا۔ یہی حال اُن ضعفاء القلوب کا ہے۔ جہاں دین کے معاملہ میں کوئی سختی پہنچی بس گھبرا کر دعوٰئے ایمان سے دست بردار ہونا شروع کر دیا اور زبان سے یا عمل سے گویا اقرار کرنے لگے کہ ہم اس دعوے میں غلطی پر تھے یا ایسا دعویٰ کیا ہی نہ تھا۔

ف۱ یعنی اگر مسلمانوں کی کوئی کامیابی اور عروج دیکھیں تو باتیں بنانے لگیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے اور اب بھی تمہارے اسلامی بھائی ہیں خصوصًا اگر مسلمانوں کو فتح ہو اور فرض کیجئے یہ لوگ کفار کا ساتھ دیتے ہوئے اُن کے ہاتھ میں قید ہو جائیں، پھر تو نفاق وتملق کی کوئی حد نہ رہے۔ ف۲ یعنی جیسے کچھ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اللہ کو سب معلوم ہے۔ کیا زبانی دعوے کر کے اللہ سے اپنے دلوں کا حال چھپا سکتے ہیں؟ ف۳ یعنی معلوم تو اُسے پہلے ہی سے سب کچھ ہے لیکن اب تمہارے اعمال و افعال کو دیکھ لیگا کہ کون اپنے کو سچا مؤمن ثابت کرتا ہے اور کون جھوٹا دغاباز منافق ہے

لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۗ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ

تو کہنے لگیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ف۱ کیا یہ نہیں کہ اللہ خوب خبردار ہے جو کچھ سینوں میں ہے

الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴿١١﴾

جہان والوں کے ف۲ اور البتہ معلوم کریگا اللہ اُن لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اور البتہ معلوم کر کے گا جو لوگ دغاباز ہیں ف۳

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ

اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو تم چلو ہماری راہ اور ہم اُٹھالیں

خَطَايَاكُمْ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ

تمہارے گناہ ف۴ اور وہ کچھ نہ اُٹھائیں گے اُن کے گناہ بیشک وہ

لَكَاذِبُونَ ﴿١٢﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَ

جھوٹے ہیں ☆ اور البتہ اُٹھائیں گے اپنے بوجھ اور کتنے بوجھ ساتھ اپنے بوجھ کے ف۵ اور

لَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ

البتہ اُن سے پوچھ ہوگی قیامت کے دن جو باتیں کہ جھوٹ بناتے تھے ف۶ اور

أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا

ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم کے پاس پھر رہا اُن میں ہزار برس

خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾

پچاس برس کم ف۷ پھر پکڑا اُن کو طوفان نے اور وہ گنہگار تھے ف۸

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾

پھر بچادیا ہم نے اُس کو اور جہاز والوں کو ف۹ اور رکھا ہم نے جہاز کو نشانی جہان والوں کے واسطے ف۱۰

وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ۖ ذَٰلِكُمْ

اور ابراہیم کو جب کہا اُس نے اپنی قوم کو بندگی کرو اللہ کی اور ڈرتے رہو اُس کو یہ

خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو ☆ تم تو پوجتے ہو اللہ کے سوائے

(تنبیہ) اس قسم کے مواضع میں "لَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ" کے معنی "لَيُمَيِّزَنَّ اللَّهُ" کے لینا ابن عباس سے منقول ہے کما فی تفسیر ابن کثیرؒ۔ ف۴ یعنی مسلمان کو چاہیے ایمان پر مضبوط رہے، نہ کوئی تکلیف وایذاء دہی اُس کو طریق استقامت سے ہٹا سکے اور نہ کفار کی احمقانہ استمالت سے متأثر ہو۔ مثلاً کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم اسلام چھوڑ کر پھر اپنی برادری میں آملو اور ہماری راہ پر چلو، تمام تکلیفوں اور ایذاؤں سے بچ جاؤ گے مفت میں کیوں مصیبتیں جھیل رہے ہو۔ اور اگر ایسا کرنے میں گناہ سمجھتے اور مواخذہ کا اندیشہ رکھتے ہو تو خدا کے ہاں بھی ہمارا نام لے دینا کہ انہوں نے ہم کو یہ مشورہ دیا تھا۔ اگر ایسی صورت پیش آئی تو ساری ذمہ داری ہم اُٹھالیں گے اور تمہارے گناہ کا بوجھ اپنے سر رکھ لیں گے۔ کما قال الشاعر۔ ع توشق نازکر خون دو عالم میری گردن پر۔ ف۵ یعنی جھوٹے ہیں، تمہارا بوجھ رتی برابر بھی ہلکا نہیں کر سکتے۔ [illegible] بوجھ بھاری کر رہے ہیں۔ ایک تو ان کے ذاتی گناہوں کا بار تھا، اب دوسروں کے اغواء واضلال کے بار نے اُس میں [illegible] حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "کوئی [illegible] کسی کے گناہ اپنے اوپر لے، یہ نہیں ہوگا۔ مگر جس کو گمراہ کیا اور اُس کی بہکانے سے اُس نے گناہ کیا، وہ گناہ اس پر بھی اور اُس پر بھی" (موضح)۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں جو کوئی کسی کو ناحق قتل کرے، اُس کے گناہ کا حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کو پہنچتا ہے جس نے اوّل یہ بُری راہ نکالی۔ ف۶ یعنی جو جھوٹی باتیں بناتے ہیں کہ ہم تمہارا بوجھ اُٹھالیں گے، یہ خود مستقل گناہ ہے جس پر ماخوذ ہونگے۔ آگے چند قصص کے ضمن میں متنبہ کیا گیا ہے کہ سچوں کے مقابلہ میں ہمیشہ سے جھوٹے اغواء اور شرارت کرتے رہے ہیں اور سچوں کو مدتوں تک امتحان وابتلاء کے دور میں سے گذرنا پڑا ہے مگر آخری نتیجہ اُنہی کے حق میں بہتر ہوا، منکر اور شریر لوگ خائب وخاسر رہے سچے کامیاب وسربلند ہوئے اشقیاء کے تمام مکائد تار عنکبوت سے زیادہ ثابت نہ ہوئے۔ ف۷ ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت نوح چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ ساڑھے نوسو برس دعوت وتبلیغ اور سعی اصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا، طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اس طرح کل عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔ ف۸ یعنی جب گناہوں اور شرارتوں سے باز نہ آئے تو طوفان نے سب کو گھیر لیا۔ بجز چند نفوس کے سب ہلاک ہوگئے۔ ف۹ یعنی جو آدمی یا جانور جہاز پر سوار تھے اُن کو نوح علیہ السلام کی معیت میں ہم نے محفوظ رکھا۔ سورۂ "ہود" میں یہ قصہ مفصل گذر چکا۔ ف۱۰ کہتے ہیں حضرت نوح کا جہاز مدت دراز تک "جودی" پر لگا رہا۔ تا دیکھنے والوں کے لیے عبرت ہو اور اب جو جہاز اور کشتیاں موجود ہیں یہ بھی ایک نشانی ہے جسے دیکھ کر سفینۂ نوح کی یاد تازہ ہوتی اور قدرت الٰہی کا نمونہ نظر آتا ہے۔ یا شاید یہ مراد ہو کہ کشتی کے اس قصہ کو ہم نے ہمیشہ کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس وقت یہ سورۃ اُتری ہے حضرت کے بہت سے اصحاب کافروں کی ایذاؤں سے تنگ آکر جہاز پر سوار ہو کر ملک حبشہ کی طرف گئے تھے، جب حضرت مدینہ ہجرت کر آئے تب وہ جہاز والے صحابہ بھی سلامتی سے آملے" (موضح بتغییر یسیر) گویا نوح وسفینۂ نوح کی تاریخ اس رنگ میں دُہرائی گئی۔

أَوْثَانًا وَّتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ

یہی بتوں کے تھان اور بناتے ہو جھوٹی باتیں ف۱ بیشک جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے

اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ

سوائے وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں روزی

وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾ وَإِن تُكَذِّبُوا

اور اُس کی بندگی کرو اور اُس کا حق مانو اُسی کی طرف پھر جاؤ گے ف۲ اور اگر تم جھٹلاؤ گے

فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ۖ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ

تو جھٹلا چکے ہیں بہت فرقے تم سے پہلے اور رسول کا ذمہ تو بس یہی ہے

إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٨﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ

پیغام پہنچا دینا کھول کر ف۳ کیا دیکھتے نہیں کیونکر شروع کرتا ہے اللہ

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ

پیدائش کو پھر اُس کو دُہرائیگا ف۴ یہ اللہ پر آسان ہے ف۵ تو کہہ

سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ

ملک میں پھرو پھر دیکھو کیونکر شروع کیا ہے پیدائش کو پھر

اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

اللہ اُٹھائیگا پچھلا اُٹھان ف۶ بیشک اللہ ہر چیز

قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَاءُ ۖ وَإِلَيْهِ

کر سکتا ہے ☆ دُکھ دیگا جس کو چاہے اور رحم کریگا جس پر چاہے ف۷ اور اُسی کی

تُقْلَبُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

طرف پھر جاؤ گے ☆ اور تم عاجز کرنے والے نہیں زمین میں اور نہ

السَّمَاءِ ۖ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٢٢﴾

آسمان میں اور کوئی نہیں تمہارا اللہ سے ورے حمایتی اور نہ مددگار ف۸

ف۱ یعنی جھوٹے عقیدے تراشتے ہو اور جھوٹے خیالات واوہام کی پیروی کرتے ہو، چنانچہ اپنے ہاتھوں سے بُت بنا کر کھڑے کر لیے ہیں جنہیں جھوٹ موٹ خدا کہنے لگے۔ ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اکثر خلق روزی کے پیچھے ایمان دیتی ہے۔ سو جان رکھو کہ اللہ کے سوا روزی کوئی نہیں دیتا وہ ہی دیتا ہے اپنی خوشی کے موافق"۔ لہذا اُس کے شکر گذار رہو اور اُسی کی بندگی کرو۔ وہیں تم کو لوٹ کر جانا ہے، آخر اُس وقت کیا منہ دکھاؤ گے۔
ف۳ یعنی جھٹلانے سے میرا کچھ نہیں بگڑتا، میں صاف صاف تبلیغ و نصیحت کر کے اپنا فرض ادا کر چکا، بھلا بُرا سمجھا چکا، نہ مانو گے نقصان اُٹھاؤ گے جیسے "عاد" "ثمود" وغیرہ تم سے پہلے اُٹھا چکے ہیں
ف۴ یعنی خود اپنی ذات میں غور کرو پہلے تم کچھ نہ تھے، اللہ نے تم کو پیدا کیا، اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دیگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "شروع تو دیکھتے ہو، دوہرانا اسی پر سمجھ لو"
ف۵ یعنی اللہ کے نزدیک تو کوئی چیز بھی مشکل نہیں۔ البتہ تمہارے سمجھنے کی بات ہے کہ جس نے بدون نمونہ کے اول ایک چیز کو بنایا، نمونہ قائم ہونے کے بعد بنانا تو اور زیادہ آسان ہونا چاہیے۔
ف۶ یعنی اپنی ذات کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پیدائش میں بھی غور کرو۔ اور چل پھر کر دیکھو کیسی کیسی مخلوق خدا نے پیدا کی ہے۔ اسی پر دوسری زندگی کو قیاس کر لو اُس کی قدرت اب کچھ محدود تو نہیں ہو گئی۔ ف۷ یعنی دوبارہ پیدا کر کے جسے اپنی حکمت کے موافق چاہیگا سزا دیگا۔ اور جس پر چاہیگا اپنے فضل و کرم سے مہربانی فرمائیگا۔ ف۸ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ سزا دینا چاہے وہ نہ زمین کے سوراخوں میں گھس کر سزا سے بچ سکتا ہے نہ آسمان میں اُڑ کر، کوئی بلندی یا پستی خدا کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتی نہ کوئی طاقت اُس کی حمایت اور مدد کو پہنچ سکتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا

اور جو لوگ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے اور اُس کے ملنے سے وہ نا اُمید ہوئے

مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ

میری رحمت سے ف۱ اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے ☆ پھر کچھ جواب

جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ

نہ تھا اُس کی قوم کا مگر یہی کہ بولے اُس کو مار ڈالو یا جلا دو ف۲ پھر اُس کو بچا دیا

اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

اللہ نے آگ سے ف۳ اس میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو یقین لاتے ہیں ف۴

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ

اور ابراہیم بولا ف۵ جو ٹھہرائے ہیں تم نے اللہ کے سوائے بتوں کے تھان سو دوستی کر کر

بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ

آپس میں دنیا کی زندگانی میں ف۶ پھر دن قیامت کے منکر ہو جاؤ گے

بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ

ایک سے ایک اور لعنت کرو گے ایک کو ایک ف۷ اور ٹھکانا تمہارا

النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ق صلے فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ

آگ ہے اور کوئی نہیں تمہارا مددگار ف۸ پھر مان لیا اُس کو لوط نے اور وہ بولا

اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا

میں تو وطن چھوڑتا ہوں اپنے رب کی طرف بیشک وہی ہے زبردست حکمت والا ف۹ اور دیا ہم نے

لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ

اُس کو اسحٰق اور یعقوب ف۱۰ اور رکھ دی اُس کی اولاد میں پیغمبری اور

الْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

کتاب ف۱۱ اور دیا ہم نے اُس کو اُس کا ثواب دنیا میں اور وہ آخرت میں

ف۱ یعنی جنہوں نے اللہ کی باتوں کا انکار کر دیا اور اُس سے ملنے کی اُمید نہیں رکھی (کیونکہ وہ بعثت بعد الموت کے قائل ہی نہ ہوئے) اُنہیں رحمتِ الٰہی کی اُمید کیونکر ہو سکتی ہے۔ لہٰذا وہ آخرت میں بھی محروم و مایوس ہی رہیں گے۔ یہ گویا "مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ" کا عکس ہوا۔ ف۲ یعنی ابراہیم کی تمام معقول باتیں اور دلائل و براہین سُن کر جب اُن کے ہم قوم جواب سے عاجز ہوئے تو قوت کے استعمال پر اُتر آئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ یا تو قتل کر کے ایک دم ان کا قصہ ہی تمام کر دو اور یا آگ میں جلا دو۔ شاید تکلیف محسوس کر کے اپنی باتوں سے باز آ جائے تو نکال لیں گے ورنہ راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ جائیگا ف۳ یعنی اُنہوں نے مشورہ کر کے آگ میں ڈال دیا، مگر حق تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا۔ جیسا کہ سورۂ "انبیاء" میں مفصلاً گذر چکا ہے۔ ف۴ یعنی اس واقعہ سے سمجھا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندوں کو کس طرح بچا لیتا ہے۔ اور مخالفین حق کو کس طرح خائب و خاسر کرتا ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کی تاثیر اُس کے حکم سے ہے جب حکم نہ ہو تو آگ جیسی چیز جلا نہیں سکتی۔ ف۵ یعنی آگ سے نکل کر پھر نصیحت شروع کر دی ف۶ یعنی بت پرستی کو کون عقلمند جائز رکھ سکتا ہے، بت پرست بھی دل میں جانتے ہیں کہ یہ نہایت مہمل حرکت ہے۔ مگر شیرازۂ قومی کو جمع رکھنے کے لیے ایک مذہب ٹھہرا لیا ہے کہ اُس کے نام پر تمام قوم متحد و متفق رہے اور ایک دوسرے کے دوست بنے رہیں جیسا کہ آج کل ہم یورپ کی عیسائی قوموں کا حال دیکھتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ بت پرستی کا شیوع و رواج اس بناء پر نہیں ہوا کہ وہ کوئی معقول چیز ہے بلکہ اندھی تقلید، قومی مروت و لحاظ اور تعلقات باہمی کا دباؤ اس کا بڑا سبب ہے۔ یا یہ غرض ہو کہ بت پرستی کی اصل جڑ آپس کی محبت اور دوستی تھی ایک قوم میں کچھ نیک آدمی جنہیں لوگ محبوب رکھتے تھے انتقال کر گئے۔ لوگوں نے جوشِ محبت میں اُن کی تصویریں بنا کر بطور یادگار رکھ لیں پھر تصویروں کی تعظیم کرنے لگے۔ وہی تعظیم بڑھتے بڑھتے عبادت بن گئی۔ یہ سب احتمالات آیت میں مفسرین نے بیان کئے ہیں اور ممکن ہے "مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ" سے بت پرستوں کی اپنے بتوں سے جو محبت ہے وہ مُراد ہو جیسا کہ دوسری جگہ "اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ" فرمایا ہے۔ واللہ اعلم ف۷ یعنی یہ سب دوستیاں اور محبتیں چند روزہ ہیں۔ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہو نگے اور بعض بعض کو لعنت کریں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی وہ شیطان جن کے نام کے تھان ہیں اللہ کے روبرو منکر ہو نگے کہ ہم نے نہیں کہا کہ ہم کو پوجو۔ تب یہ پوجنے والے اُن کو لعنت کریں گے کہ ہماری نذر و نیاز لے کر وقت پر پھر گئے"۔ (موضح) ف۸ جو دوزخ کی آگ سے تم کو بچا لے، جیسے میرے پروردگار نے تمہاری آگ سے مجھ کو بچا لیا۔ ف۹ حضرت لوط حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ابراہیم کو اُن کی قوم کے کسی مرد نے نہ مانا البتہ لوط نے فوراً بلا توقف تصدیق کی۔ دونوں کا وطن "عراق" میں شہر بابل تھا۔ خدا کے توکل پر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اللہ نے ملک شام میں پہنچا کر بسایا۔ (تنبیہ) "وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ" الخ میں دونوں احتمال ہیں۔ قائل ابراہیم ہوں یا لوط علیہما السلام۔

ف۱۰ یعنی اسحاق بیٹا اور یعقوب پوتا دیا جن کی نسل "بنی اسرائیل" کہلاتی ہے۔ ف۱۱ یعنی حضرت ابراہیم کے بعد بجز اُن کی اولاد کے کسی کو کتاب آسمانی اور پیغمبری نہ دی جائے گی چنانچہ جس قدر انبیاء اُن کے بعد تشریف لائے اُن ہی کی ذریت سے تھے۔ اِسی لئے اُن کو "ابو الانبیاء" کہا جاتا ہے۔

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

البتہ نیکوں سے ہے ف۱ اور بھیجا لوط کو جب کہا اپنی قوم کو تم آتے ہو

الْفَاحِشَةَ ؗ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

بے حیائی کے کام پر تم سے پہلے نہیں کیا وہ کسی نے جہان میں ف۲

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَ

کیا تم دوڑتے ہو مردوں پر اور راہ مارتے ہو ف۳ اور

تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ

کرتے ہو اپنی مجلس میں بُرا کام ف۴ پھر کچھ جواب نہ تھا اُس کی قوم کا

اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾

مگر یہی کہ بولے لے آ ہم پر عذاب اللہ کا اگر تو ہے سچا ف۵

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا

بولا اے رب میری مدد کر ان شریر لوگوں پر ف۶ اور جب

جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا

پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر بولے ہم کو غارت کرنا ہے

اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۚ

اس بستی والوں کو بیشک اُس کے لوگ ہو رہے ہیں گنہگار ف۷

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ز

بولا اُس میں تو لوط بھی ہے ف۸ وہ بولے ہم کو خوب معلوم ہے جو کوئی اُس میں ہے

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ز كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

ہم بچا لیں گے اُس کو اور اُسکے گھر والوں کو مگر اُس کی عورت کہ رہے گی رہ جانے والوں میں ف۹

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ

اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس ناخوش ہوا اُن کو دیکھ کر اور تنگ ہوا

ف۱ یعنی دنیا میں حق تعالیٰ نے مال، اولاد، عزت اور ہمیشہ کا نام نیک دیا، اور ملک شام ہمیشہ کے لئے اُنکی اولاد کو بخشا۔ (کذا فی الموضح) اور آخرت میں اعلیٰ درجہ کے صالحین کی جماعت میں (جو انبیاء اولوالعزم کی جماعت ہے) شامل رکھا۔ ف۲ یعنی یہ فعل شنیع تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ یہی اس کی دلیل ہے کہ فطرت انسانی اس سے نفور ہے۔ ایسے خلاف فطرت و شریعت کام کی بنیاد تم نے ڈالی۔ ف۳ راہ مارنے سے مُراد ممکن ہے ڈاکہ زنی ہو، یہ بھی اُن میں رائج ہوگی، یا اسی بدکاری سے مسافروں کی راہ مارتے تھے کہ ڈر کے مارے اُس طرف ہو کر نہ نکلیں۔ یا "تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ" کا مطلب یہ ہو کہ فطری اور معتاد راستہ کو چھوڑ کر توالد و تناسل کا سلسلہ منقطع کر رہے تھے۔ ف۴ شاید یہی بدکاری علانیہ لوگوں کے سامنے کرتے ہونگے اس بات کی شرم بھی نہ رہی تھی یا کچھ اور ٹھٹھے اور چھیڑ اور بے شرمی کی باتیں کرتے ہونگے۔ ف۵ یعنی اگر تم سچے نبی ہو اور واقعی سچ کہتے ہو کہ ہمارے یہ کام خراب اور مستوجب عذاب ہیں تو دیر کیا ہے وہ عذاب لے آیئے۔

دوسری جگہ فرمایا "وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ" (اعراف رکوع ۱۰) یعنی اُن کی قوم کا جواب یہی تھا کہ لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ بڑے پاک بننا چاہتے ہیں۔ شاید قوم میں سے بعض نے یہ، بعض نے وہ جواب دیا ہوگا۔ یا ایک وقت میں ایک بات اور دوسرے میں دوسری کہی ہوگی۔ مثلاً اوّل عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اُڑایا۔ پھر آخری فیصلہ یہ کیا ہوگا کہ انہیں بستی سے نکال دیا جائے بہر حال ثابت ہو گیا کہ وہ قوم نہ صرف اس فعل شنیع کی مرتکب اور بانی تھی، بلکہ اُس کے جاری رکھنے پر اس قدر اصرار تھا کہ نصیحت کرنے والے پیغمبر کو اپنی بستی سے نکالنے پر تیار ہو گئے۔ اُن کی فطرت اور طبائع اس قدر مسخ ہو چکی تھیں کہ خوفِ خدا کا کوئی شائبہ دلوں میں باقی نہ رہا تھا، عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور پیغمبر کے مقابلہ پر آمادہ تھے۔ جُرم کی یہی نوعیت اُن کے ہلاک کرنے کے لئے کافی تھی۔ اور اگر اس کے ساتھ توحید کے بھی قائل نہ تھے تو کڑوا کریلا نیم چڑھا" سمجھئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی دعوت حضرت ابراہیم کی طرف سے مشتہر ہو کر پہنچ چکی ہوگی۔ اس لئے لوط علیہ السلام خاص اسی فعل شنیع سے روکنے پر مامور ہوئے، اور ممکن ہے انہوں نے توحید وغیرہ کی دعوت بھی دی ہو۔ مگر اُس کو یہاں نقل نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم ف۶ یہ اُن کی طرف سے مایوس ہو کر فرمایا۔ شاید سمجھ گئے ہوں گے کہ اِن کی آئندہ نسلیں بھی درست ہونے والی نہیں۔ وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلیں گی جیسے نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ "اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا" (نوح رکوع ۲) کذا قال النیشاپوری فی تفسیرہ۔ ف۷ لوط علیہ السلام کی دعا پر فرشتوں کو اُس بستی کے تباہ کرنے کا حکم ہوا۔ فرشتے اوّل حضرت ابراہیم کے پاس پہنچے، اُن کو بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت سُنائی، اور اطلاع دی کہ ہم اس بستی (سدوم) کو تباہ و برباد کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے لوگ کسی طرح اپنی حرکات شنیعہ سے باز نہیں آتے اِن واقعات کی تفصیل سورۂ اعراف، ہود اور حجر وغیرہ میں گذر چکی ہے (تنبیہ) شاید ہلاکت کی خبر کے ساتھ بیٹے کی بشارت دینے کا مطلب یہ ہو کہ ایک قوم سے اگر خدا کی زمین خالی کی جانے والی ہے تو دوسری طرف حق تعالیٰ ایک عظیم الشان قوم "بنی اسرائیل" کی بُنیاد ڈالنے والا ہے۔ نبہ علیہ العلامۃ النیسابوری فی تفسیرہ۔ ف۸ یعنی کیا لوط کی موجودگی میں بستی کو تباہ کیا جائیگا؟ یا انہیں وہاں سے علیحدہ کر کے تعذیب کی کارروائی عمل میں لائی جائیگی؟ غالباً حضرت ابراہیم کو ازراہِ شفقت خیال آیا کہ اگر لوط کی آنکھوں کے سامنے یہ آفت نازل ہوئی تو عجب نہیں کہ عذاب کا ہولناک منظر دیکھنے سے وحشت اور گھبراہٹ ہو۔ فرشتوں نے اپنے کلام میں کوئی استثناء کیا نہ تھا۔ اس سے اُنکے ذہن میں یہ شق آئی ہوگی کہ لوط کی موجودگی میں کارروائی کرینگے۔ واللہ اعلم۔ ف۹ یعنی فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں اور جو اُن میں خدا کے مجرم ہیں۔ تنہا لوط نہیں، بلکہ اُس کے گھر والوں کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے گا سب کو عذاب کے موقع سے علیحدہ کر لیں گے صرف اُس کی ایک عورت وہاں رہ جائیگی۔ کیونکہ اُس پر بھی عذاب آنا ہے۔

ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ قف اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ

دل میں ف۱ اور وہ بولے مت ڈر اور غم نہ کھا ہم بچا لیں گے تجھ کو اور

اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ

تیرے گھر کو مگر عورت تیری رہ گئی رہ جانے والوں میں ☆ ہم کو اُتارنی ہے

عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا

اس بستی والوں پر ایک آفت آسمان سے اس بات پر کہ وہ

يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ

نافرمان ہوتے تھے ف۲ اور چھوڑ رکھا ہم نے اُس کا نشان نظر آتا ہوا سمجھدار لوگوں

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ

کے واسطے ف۳ اور بھیجا مدین کے پاس اُن کے بھائی شعیب کو پھر بولا اے قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى

بندگی کرو اللہ کی اور توقع رکھو پچھلے دن کی ف۴ اور مت پھرو

الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

زمین میں خرابی مچاتے ف۵ پھر اس کو جھٹلایا تو پکڑ لیا اُن کو زلزلے نے

فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَ

پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ☆ اور ہلاک کیا عاد کو اور ثمود کو اور

قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وقفہ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

تم پر حال کھل چکا ہے اُن کے گھروں سے ف۶ اور فریفتہ کیا اُن کو شیطان نے لا

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

اُن کے کاموں پر پھر روک دیا اُن کو راہ سے اور تھے ہوشیار ف۷

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ قف وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى

اور ہلاک کیا قارون اور فرعون اور ہامان کو اور اُن کے پاس پہنچا موسیٰ

ف۱ فرشتے نہایت حسین وجمیل اُمرَدوں کی شکل میں وہاں پہنچے حضرت لوط نے اول پہچانا نہیں۔ بہت تنگدل اور ناخوش ہوئے کہ اب ان مہمانوں کی عزت قوم کے ہاتھ سے کس طرح بچاؤں گا۔ اگر اپنے یہاں نہ ٹھہراؤں تو اخلاق و مروّت اور مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ ٹھہراتا ہوں تو اس بدکار قوم سے آبرو کس طرح محفوظ رہیگی۔ ف۲ یعنی اپنی قوم کی شرارت سے ڈریئے مت، یہ کچھ نہیں کرسکتی اور ہمارے بچاؤ کے لئے غمگین نہ ہو ہم آدمی نہیں، فرشتے ہیں، جو تجھ کو اور تیرے ہم مشرب گھر والوں کو بچا کر اس قوم کو غارت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ گذر چکا۔ ف۳ یعنی اُنکی اُلٹی ہوئی بستیوں کے نشان مکہ والوں کو ملک شام کے سفر میں دکھائی دیتے تھے۔ ف۴ یعنی آخرت کی طرف سے غافل نہ ہو، اکیلے خدائے واحد کی پرستش کرو۔ ف۵ خرابی مچانے سے شاید مُراد ہے لین دین میں دغابازی کرنا، سُود بٹہ لگانا، جیسا کہ اُنکی عادت تھی۔ اور ممکن ہے رہزنی بھی کرتے ہوں، وقیل غیر ذلک۔ ف۶ یعنی اُنکی بستیوں کے کھنڈر تم دیکھ چکے ہو۔ اُن سے عبرت حاصل کرو۔ ف۷ یعنی دنیا کے کام میں ہشیار تھے اور اپنے نزدیک عقلمند تھے، پر شیطان کے بہکانے سے نہ بچ سکے۔

بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

کھلی نشانیاں لے کر پھر بڑائی کرنے لگے ملک میں اور نہیں تھے ہم کو جیت جانیوالے ف۱

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ

پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر ف۲ پھر کوئی تھا کہ اس پر ہم نے بھیجا پتھراؤ ہوا سے ف۳

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ

اور کوئی تھا کہ اُس کو پکڑا چنگھاڑنے ف۴ اور کوئی تھا کہ اُس کو دھنسا دیا ہم نے

الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

زمین میں ف۵ اور کوئی تھا کہ اُس کو ڈبا دیا ہم نے ف۶ اور اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرے

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ

پر تھے وہ اپنا آپ ہی بُرا کرتے ف۷ مثال اُن لوگوں کی جنہوں نے پکڑے

دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ

اللہ کو چھوڑ کر اور حمایتی جیسے مکڑی کی مثال بنا لیا اُس نے ایک گھر اور

اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

سب گھروں میں بودا سو مکڑی کا گھر اگر اُن کو سمجھ ہوتی ف۸

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ

اللہ جانتا ہے جس جس کو وہ پکارتے ہیں اُس کے سوائے کوئی چیز ہو ف۹ اور وہ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ

زبردست ہے حکمتوں والا ف۱۰ اور یہ مثالیں بٹھلاتے ہیں ہم لوگوں کے واسطے

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ

اور اُن کو سمجھتے وہی ہیں جن کو سمجھ ہے ف۱۱ اللہ نے بنائے آسمان اور

الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

زمین جیسے چاہئیں ف۱۲ اس میں نشانی ہے یقین لانے والوں کے لئے ف۱۳

ف۱ یعنی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی حق کے سامنے نہ جھکے اور کبر و غرور نے اُن کی گردن نیچے نہ ہونے دی۔ پھر نتیجہ کیا ہوا! کیا بڑے بن کر سزا سے بچ گئے؟ یا العیاذ باللہ خدا کو تھکا دیا۔ ف۲ یعنی ان میں سے ہر ایک کو اُس کے جُرم کے موافق سزا دی گئی۔ ف۳ یہ قوم لوط ہے اور بعض نے "عاد" کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔ ف۴ یہ "ثمود" تھے اور "اہل مدین" بھی۔ ف۵ یعنی قارون کو، جیسا کہ سورۂ قصص میں گذرا۔ ف۶ یہ فرعون و ہامان ہوئے اور بعض نے قوم نوح کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔ ف۷ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ کوئی نا انصافی یا بے موقع کام کرے، اُسکی بارگاہ عیوب و نقائص سے کُلّی مبرّا و منزہ ہے۔ ظلم تو وہاں متصوّر ہی نہیں، ہاں بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں یعنی ایسے کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ لامحالہ اُن کے حق میں بُرا ہو۔
ف۸ یعنی گھر اس واسطے ہے کہ جان و مال کا بچاؤ ہو، نہ مکڑی کا جالا کہ دامن کے جھٹکے سے ٹوٹ پڑے۔ یہ ہی مثال اس کی ہے جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا بچانے والا اور محافظ سمجھے، بدون مشیت الٰہی کچھ بچاؤ نہیں کر سکتے۔ ف۹ یعنی ممکن تھا سننے والا تعجب کرے کہ سب کو ایک ہی ذیل میں کھینچ دیا کسی کو مستثنیٰ نہ کیا۔ بعض لوگ بت کو پوجتے ہیں، بعض آگ پانی کو، بعض اولیا، انبیا، یا فرشتوں کو۔ سو اللہ نے فرما دیا کہ اللہ کو سب معلوم ہیں۔ اگر کوئی ایک بھی اِن میں سے مستقل قدرت و اختیار رکھتا تو اللہ سب کی یک قلم نفی نہ کرتا۔
ف۱۰ یعنی اللہ کو کسی کی رفاقت نہیں چاہیے، وہ زبردست ہے، اور مشورہ نہیں چاہیے کیونکہ حکیم مطلق ہے۔ ف۱۱ مشرکین کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ "مکڑی" اور "مکھی" وغیرہ حقیر چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہے جو اُس کی عظمت کے منافی ہیں۔ اس کا جواب دیا کہ مثالیں اپنے موقع کے لحاظ سے نہایت موزوں اور ممثل لۂ پر پوری منطبق ہیں۔ مگر سمجھ دار ہی اُس کا مطلب ٹھیک سمجھتے ہیں۔ جاہل بے وقوف کیا جانیں۔ مثال کا انطباق مثال دینے والے کی حیثیت پر نہیں کرنا چاہیے بلکہ جس کی مثال ہے اُس کی حیثیت کو دیکھو۔ اگر وہ حقیر و کمزور ہے تو تمثیل بھی ایسی ہی حقیر و کمزور چیزوں سے ہوگی۔ مثال دینے والے کی عظمت کا اس سے کیا تعلق۔ ف۱۲ یعنی نہایت حکمت سے بنایا، بیکار پیدا نہیں کیا۔ ف۱۳ یعنی جب آسمان و زمین اُس اکیلے نے بنا دیے تو چھوٹے چھوٹے کاموں میں اُسے کسی شریک یا مددگار کی کیا احتیاج ہوگی۔ ہوتی تو اُن بڑے کاموں میں ہوتی۔

ف۱ یعنی قرآن کی تلاوت کرتے رہیئے تا دل مضبوط اور قوی رہے، تلاوت کا اجر و ثواب الگ حاصل ہو، اُسکے معارف و حقائق کا انکشاف بیش از بیش ترقی کرے۔ دوسرے لوگ بھی سُن کر اُس کے مواعظ اور علوم و برکات سے منتفع ہوں، جو نہ مانیں اُن پر خدا کی حجت تمام ہو، اور دعوت و اصلاح کا فرض بحسن و خوبی انجام پاتا رہے۔ ف۲ نماز کا بُرائیوں سے روکنا دو معنی میں ہوسکتا ہے۔ ایک بطریق تسبب، یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت و تاثیر یہ رکھی ہو کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہیئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اُس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں اُس وقت اُن کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اُس دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اُس احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت تک اُس پر مواظبت کیجائے۔ اُس کے بعد مریض خود محسوس کریگا کہ نماز کس طرح اُس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔ دوسرے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ نماز کا بُرائیوں سے روکنا بطور اقتضا ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیأت اور

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ڰ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰــهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا

تو پڑھ جو اُتری تیری طرف کتاب ف۱ اور قائم رکھ نماز بیشک نماز روکتی ہے بیحیائی اور بُری بات سے ف۲ اور اللہ کی یاد ہے سب سے بڑی ف۳ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ف۴ اور جھگڑا نہ کرو اہل کتاب سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو مگر جو اُن میں بے انصاف ہیں ف۵ اور یوں کہو کہ ہم مانتے ہیں جو اُترا ہماری طرف اور اُترا تمہاری طرف ف۶ اور بندگی ہماری اور تمہاری ایک ہی کو ہے اور ہم اُسی کے حکم پر چلتے ہیں ف۷ اور ویسی ہی ہم نے اُتاری تجھ پر کتاب ف۸ سو جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اُس کو مانتے ہیں اور ان مکہ والوں میں بھی بعضے ہیں کہ اُس کو مانتے ہیں اور منکر وہی ہیں ہماری باتوں سے جو نافرمان ہیں ف۹ اور تو پڑھتا نہ تھا اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتا تھا اپنے داہنے ہاتھ سے تب تو البتہ شبہ میں پڑتے یہ جھوٹے ف۱۰ بلکہ یہ قرآن تو آیتیں ہیں صاف اُن لوگوں کے سینوں میں جن کو ملی ہے سمجھ ف۱۱ اور منکر نہیں ہماری باتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں ف۱۲ اور کہتے ہیں کیوں نہ اُتریں اُس پر کچھ نشانیاں اُسکے رب کی تو کہہ

اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی فرمانبرداری، خضوع و تذلل، اور حق تعالیٰ کی ربوبیت الوہیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و اقرار کر کے آیا ہے، مسجد سے باہر آکر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اُس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔ گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلّی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنیوالے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ۔ اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بیحیائی اور شرارت و سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اُسے روکتی اور منع کرتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتا اور منع فرماتا ہے کما قال تعالیٰ "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ" (نحل رکوع ۱۳) پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر بُرائی سے نہیں رُکتے نماز کے روکنے پر بھی اُن کا نہ رُکنا محل تعجب نہیں۔ ہاں یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اُسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اُس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو، کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اُٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں۔ سب سے بڑی چیز اُس میں خدا کی یاد ہے۔ نمازی ارکان صلوٰۃ ادا کرنے وقت اور قرأت قرآن یا دعا و تسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کو مستحضر اور زبان و دل کو موافق رکھیگا اُتنا ہی اُس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سُنیگا۔ اور اُسی قدر اُسکی نماز بُرائیوں کو چھڑانے میں موثر ثابت ہوگی۔ ورنہ جو نماز قلب لاہی و غافل سے ادا ہو وہ صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہریگی جسکی نسبت حدیث میں فرمایا "لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا"۔ ایسی نماز کی نسبت "لَمْ يَزْدَدْ بِهَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا" کی وعید آئی ہے ف۳ یعنی نماز بُرائی سے کیوں نہ روکے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کی بہترین صورت ہے۔ کما قال تعالیٰ "اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ" (طٰہٰ رکوع ۱) اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو عبادت کیا، ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے۔ حضرت ابو درداؓ وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اصلی فضیلت اسی کو ہے۔ یوں عارضی اور وقتی طور پر کوئی عمل ذکر اللہ پر سبقت لیجائے وہ دوسری بات ہے، لیکن غور کیا جائے تو ماننا پڑیگا کہ اس عمل میں بھی فضیلت اسی ذکر اللہ کی بدولت آئی ہے۔ بہر حال ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہوگا۔ پس بندے کو چاہیئے کہ کسی وقت خدا کے ذکر سے غافل نہ ہو خصوصاً جس وقت کسی بُرائی کی طرف میلان ہو فوراً خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو یاد کر کے اُس سے باز آجائے۔ قرآن و حدیث

میں ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو یاد فرماتا ہے۔ بعض سلف نے آیت کا یہی مطلب لیا ہے کہ نماز میں اِدھر سے بندہ خدا کو یاد کرتا ہے اس لئے نماز بڑی چیز ہوئی۔ لیکن اس کے جواب میں جو اُدھر سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو یاد فرماتا ہے یہ سب سے بڑی چیز ہے جس کی انتہائی قدر کرنی چاہیئے اور یہ شرف و کرامت محسوس کر کے اور زیادہ ذکر اللہ کی طرف راغب ہونا چاہیئے۔ کسی شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ اسلام کے احکام بہت ہیں، مجھے کوئی ایک جامع و مانع چیز بتلا دیجیے، فرمایا "لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" (تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیئے) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جتنی دیر نماز میں لگے اُتنے تو ہر گناہ سے بچے، اُمید ہے آگے بھی بچتا رہے۔ اور اللہ کی یاد کو اس سے زیادہ اثر ہے یعنی گناہ سے بچے اور اعلیٰ درجوں پر چڑھے" (موضح) "وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ" کی ایک اور لطیف تفسیر ہوئی۔ ف۴ یعنی جو آدمی جس قدر خدا کو یاد رکھتا ہے یا نہیں رکھتا خدا تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ لہٰذا ذاکر اور غافل میں سے ہر ایک کے ساتھ اُس کا معاملہ بھی جُداگانہ ہوگا۔ ف۵ یعنی مشرکوں کا دین جڑ سے غلط ہے اور اہل کتاب کا دین اصل میں سچا تھا۔ تو ان سے اُن کی طرح مت جھگڑو کہ جڑ سے اُن کی بات کاٹنے لگو۔ بلکہ نرمی، متانت، خیر خواہی اور صبر و تحمل سے واجبی بات سمجھاؤ۔ البتہ جو اُن میں صریح بے انصافی، عناد اور ہٹ دھرمی پر تل جائے اُس کے ساتھ مناسب سختی کا برتاؤ کرسکتے ہو۔ اور آگے چل کر ایسوں کو سزا دیتی ہے (تنبیہ) پہلی قرآن کی تلاوت کا حکم تھا، اغلب ہے کہ منکرین اُسے سُن کر اُلجھنے لگیں تو بتلا دیا کہ بحث کے وقت فریق مقابل کی علمی و دینی حیثیت کا خیال رکھو۔ جوش مناظرہ میں صداقت و اخلاق کی حد پر نہ نکلو۔ بقیہ بر صفحہ ۵۲۲

بقیہ صفحہ ۵۲۱۔ جہاں کہیں جتنی سچائی ہو اُس کا اعتراف کرو۔ ف۶ یعنی ہمارا جیسا کہ قرآن پر ایمان ہے اُس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ و مسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے انبیاء پر جو کتابیں اُتاریں بیشک وہ سچی تھیں۔ ایک حرف اُن کا غلط نہ تھا (گو تمہارے ہاتھ میں وہ آسمانی کتابیں اپنی اصلی صورت و حقیقت میں باقی نہ رہیں) ف۷ یعنی اصلی معبود ہمارا تمہارا ایک ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہم تنہا اُسی کے حکم پر چلتے ہیں، تم نے اُس سے ہٹ کر اوروں کو بھی خدائی کے حقوق و اختیارات دیدیئے۔ مثلاً حضرت مسیح یا حضرت عزیر علیہما السلام کو یا احبار و رہبان کو۔ نیز ہم نے اُس کے تمام احکام کو مانا سب پیغمبروں کی تصدیق کی، سب کتابوں کو برحق سمجھا اُس کے آخری حکم کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا۔ تم نے کچھ مانا کچھ نہ مانا۔ اور آخری صداقت سے منکر ہو گئے۔ ف۸ یعنی اس کتاب میں آخر تمہاری کتابوں سے کونسی بات کم ہے جو قبول کرنے میں تردد ہے جس طرح انبیائے سابقین پر کتابیں اور صحیفے ایک دوسرے کے بعد اُترتے رہے، پیغمبر آخر الزماں پر یہ کتاب لاجواب اُتری۔ اس کے ماننے سے اتنا انکار کیوں ہے ف۹ یعنی جن اہل کتاب نے اپنی کتاب ٹھیک سمجھی وہ اس کتاب کو بھی مانیں گے اور انصافاً ماننا چاہیئے۔ چنانچہ اُن میں کے جو منصف ہیں وہ اس کی صداقت دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ صرف اہل کتاب بلکہ بعض عرب کے لوگ بھی جو کتب سابقہ کا کچھ علم نہیں رکھتے اس قرآن کو مانتے جا رہے ہیں حقیقت میں قرآن کریم کی صداقت کے دلائل اس قدر روشن ہیں کہ بجز سخت حق پوش نافرمان کے کوئی اُن کی تسلیم سے انکار نہیں کر سکتا۔ ف۱۰ نزول قرآن سے پہلے چالیس سال آپ کی عمر کے اِن ہی مکہ والوں میں گذرے۔ سب جانتے ہیں کہ اس مدت میں نہ آپ کسی اُستاد کے پاس بیٹھے نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کبھی ہاتھ میں قلم پکڑا۔ ایسا ہوتا تو اِن باطل پرستوں کو شبہ نکالنے کی جگہ رہتی کہ شاید اگلی کتابیں پڑھ کر یہ باتیں نوٹ کرلی ہونگی، اُن ہی کو اب آہستہ آہستہ اپنی عبارت میں ڈھال کر سنا دیتے ہیں۔ گو اُس وقت بھی یہ کہنا غلط ہوتا کیونکہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور کل مخلوق کی طاقت کو اپنے ساتھ ملا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے، تاہم جھوٹوں کو بات بنانے کا ایک موقع ہاتھ لگ جاتا لیکن جبکہ آپ کا اُمّی ہونا مسلمات میں سے ہے تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی۔ اور یوں ضدی لوگ کہنے کو تو اس پر بھی کہتے تھے "اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا" (فرقان رکوع ۱) ف۱۱ یعنی پیغمبر نے کسی سے لکھا پڑھا نہیں۔ بلکہ یہ وحی جو اُن پر آئی ہمیشہ کو بن لکھے سینہ بسینہ جاری رہیگی۔ اللہ کے فضل سے علماء اور حفّاظ و قُرّاء کے سینے اس کے الفاظ و معانی کی حفاظت کریں گے اور آسمانی کتابیں حفظ نہ ہوتی تھیں۔ یہ کتاب حفظ ہی سے باقی ہے۔ لکھنا اُس پر افزود ہے (موضح باضافہ یسیر) ف۱۲ یعنی ناانصافی کا کیا علاج۔ ایک شخص یہی ٹھان لے کہ میں کبھی سچی بات نہ مانوں گا۔ وہ روشن سے روشن چیز کا بھی انکار کردیگا۔

الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۵۰ اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ

نشانیاں تو ہیں اختیار میں اللہ کے اور میں تو بس سُنا دینے والا ہوں کھول کر ف۱ کیا اُن کو یہ کافی نہیں

اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً

کہ ہم نے تجھ پر اُتاری کتاب کہ اُن پر پڑھی جاتی ہے بیشک اُس میں رحمت ہے

وَّذِكْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۱ قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ شَهِیْدًا ۚ

اور سمجھانا اُن لوگوں کو جو مانتے ہیں ف۲ تو کہہ کافی ہے اللہ میرے اور تمہارے بیچ گواہ

یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا

جانتا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ف۳ اور جو لوگ یقین لاتے ہیں جھوٹ پر اور منکر ہوئے ہیں

بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۵۲ وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ

اللہ سے وہی ہیں نقصان پانیوالے ف۴ اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے آفت ف۵ اور اگر نہ ہوتا ایک عدہ

مُّسَمًّی لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَیَاْتِیَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝۵۳

مقرّرہ تو آپہنچتی اُن پر آفت اور البتہ آئیگی اُن پر اچانک اور اُن کو خبر نہ ہوگی ف۶

یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ۝۵۴ یَوْمَ

جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب ف۷ اور دوزخ گھیر رہی ہے منکروں کو ف۸ جس دن

یَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَیَقُوْلُ

گھیر لیگا اُن کو عذاب اُن کے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے اور کہیگا

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۵ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ

چکھو جیسا کچھ تم کرتے تھے ف۹ اے بندو میرے جو یقین لائے ہو میری زمین

وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ۝۵۶ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ

کشادہ ہے سو مجھی کو بندگی کرو ف۱۰ جو جی ہے سو چکھیگا موت پھر

اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۵۷ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

ہماری طرف پھر آؤ گے ف۱۱ اور جو لوگ یقین لائے اور کئے بھلے کام اُن کو ہم جگہ دینگے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی میرے قبضہ میں نہیں کہ جو نشان تم طلب کیا کرو وہ ہی دکھلا دیا کروں نہ کسی نبی کی تصدیق اس بات پر موقوف ہو سکتی ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ بدی کے نتائج سے تم کو صاف لفظوں میں آگاہ کرتا رہوں باقی حق تعالیٰ میری تصدیق کے لئے جو نشان چاہے دکھلا دے، یہ اُس کے اختیار میں ہے ف۲ یعنی کیا یہ نشان کافی نہیں جو کتاب اُن کو رات دن پڑھ کر سنائی جاتی ہے اس سے بڑا نشان کونسا ہوگا۔ دیکھتے نہیں کہ اس کتاب کے ماننے والے کس طرح سمجھ حاصل کرتے جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں ف۳ یعنی خدا کی زمین پر اُس کے آسمان کے نیچے میں علانیہ دعوٰئے رسالت کر رہا ہوں جسے وہ سُنتا اور دیکھتا ہے پھر روز بروز مجھے اور میرے ساتھیوں کو غیر معمولی طریقہ سے بڑھا رہا ہے۔ برابر میرے دعوے کی فعلی تصدیق کرتا ہے۔ میری زبان پر اور ہاتھوں پر قدرت کے وہ خارق عادت نشان ظاہر کئے جاتے ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے تمام جن وانس عاجز ہیں۔ کیا میری صداقت پر اللہ کی یہ گواہی کافی نہیں۔ ف۴ آدمی کی بڑی شقاوت اور خسران یہ ہے کہ جھوٹی بات کو خواہ کتنی ہی بدیہی البطلان ہو فوراً قبول کرلے اور سچی بات سے گو کتنی ہی صاف روشن ہو انکار کرتا رہے۔ ف۵ یعنی اگر باطل پر ہیں تو ہم پر دنیا میں کوئی آفت کیوں نہیں آتی ف۶ یعنی ہر چیز اپنے وقت معین پر آتی ہے، گھبراؤ نہیں، وہ آفت بھی آکر رہیگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس اُمت کا عذاب یہ ہی تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونا اور پکڑے جانا۔ سو فتح مکہ میں مکہ کے لوگ بے خبر رہے کہ حضرت کا لشکر سر پر آکھڑا ہوا۔ ف۷ یہاں عذاب سے شاید آخرت کا عذاب مُراد ہو جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔ ف۸ یعنی آخرت کا عذاب تو فضول مانگتے ہیں، اُس عذاب میں تو پڑے ہی ہیں۔ یہ کفر اور بُرے کام دوزخ نہیں تو اور کیا ہے جس نے ہر طرف سے اُنہیں گھیر رکھا ہے۔ موت کے بعد حقیقت کھل جائیگی کہ دوزخ کس طرح جلاتی ہے جب یہ ہی اعمال جہنم کی آگ اور سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے۔ ف۹ یہ اللہ تعالیٰ کہیگا۔ یا وہ عذاب ہی بولیگا جیسے زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال حدیث میں آیا ہے کہ سانپ ہو کر گلے میں پڑیگا کلّے چیریگا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں ف۱۰ یعنی یہ مکہ کے کافر اگر تم کو تنگ کرتے ہیں تو خدا کی زمین تنگ نہیں دوسری جگہ جا کر خدا کی عبادت کرو ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں جب کافروں نے مکہ میں بہت زور باندھا تو مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا۔ چنانچہ اسّی تراسّی گھر حبشہ چلے گئے۔ اُس کو فرمایا کہ کوئی دن کی زندگی ہے جہاں بن پڑے وہاں کاٹ دو۔ پھر ہمارے پاس اکٹھے آؤ گے۔ اس میں مہاجرین کی تسلی کر دی تا وطن چھوڑنا اور حضرت کی

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ

بہشت میں جھروکے کہ نیچے بہتی ہیں اُن کے نہریں سدا رہیں اُن میں خوب

اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ

ثواب بھلا کام والوں کو ☆ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھا ف۱ اور کتنے

مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ

جانور ہیں جو اُٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی اللہ روزی دیتا ہے اُنکو اور تم کو بھی اور وہی ہے سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ

جاننے والا ف۲ اور اگر تو لوگوں کو پوچھے کہ کس نے بنایا ہے آسمان اور زمین کو اور کام میں لگایا

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ

سورج اور چاند کو تو کہیں اللہ نے پھر کہاں سے اُلٹ جاتے ہیں ف۳ اللہ پھیلاتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

روزی جس کے واسطے چاہے اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے جسکو چاہے ف۴ بیشک اللہ ہر چیز سے

عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ

خبردار ہے ف۵ اور جو تو پوچھے اُن کو کس نے اُتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کر دیا اس

الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

سے زمین کو اُس کے مرجانے کے بعد تو کہیں اللہ نے تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے پر بہت لوگ

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ

نہیں سمجھتے ف۶ اور یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا اور کھیلنا ہے اور

الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا

پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے زندہ رہنا اگر اُن کو سمجھ ہوتی ف۷ پھر جب سوار ہوتے

فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ

کشتی میں پکارنے لگے اللہ کو خالص اُسی پر رکھ کر اعتقاد پھر جب بچا لایا اُنکو زمین کی طرف

بقیہ فوائد صفحہ ۵۲۲ ۔ جُدا ہونا دل پر بھاری نہ گذرے گویا جتلا دیا کہ وطن، خویش و اقارب، رفقاء اور چھوٹے بڑے آج نہیں کل چھوٹیں گے۔ فرض کرو اس وقت مکہ سے ہجرت نہ کی تو ایک روز دنیا سے ہجرت کرنا ضروری ہے مگر وہ بے اختیار ہوگا۔ بندگی اس کا نام ہے کہ اپنی خوشی اور اختیار سے اُن چیزوں کو چھوڑ دے جو پروردگار حقیقی کی بندگی میں مزاحم اور خلل انداز ہوتی ہیں۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جو صبر و استقلال سے اسلام و ایمان کی راہ پر جمے رہے اور خدا پر بھروسہ کر کے گھر بار چھوڑ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اُن کو اس وطن کے بدلے وہ وطن ملیگا اور یہاں کے گھروں سے بہتر گھر دیے جائیں گے۔ ف۲ یہ روزی کی طرف سے خاطر جمع کر دی کہ اکثر جانوروں کے گھر میں اگلے دن کا قوت نہیں ہوتا۔ نیا دن اور نئی روزی" (موضح) پھر جو خدا جانوروں کو روزی پہنچاتا ہے کیا اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائیگا۔ خوب سمجھ لو رزاق حقیقی وہی ہے جو سب کی باتیں سنتا اور دلوں کے اخلاص کو جانتا ہے۔ ہر ایک کا ظاہر و باطن اُس کے سامنے ہے۔ کسی کی محنت وہاں رائیگاں نہیں ہوسکتی جو لوگ اُس کے راستہ میں وطن چھوڑ کر نکلے ہیں اُنہیں ضائع نہیں کریگا۔ سامان معیشت ساتھ لیجانے کی فکر نہ کریں کتنے جانور ہیں جو اپنی روزی اپنی کمر پر لادے نہیں پھرتے، پھر بھی رازق حقیقی اُن کو ہر روز رزق پہنچاتا ہے۔ ف۳ یعنی رزق کے تمام اسباب (سماویہ و ارضیہ) اُسی نے پیدا کئے سب جانتے ہیں، پھر اُس پر بھروسہ نہیں کرتے کہ وہ ہی پہنچا بھی دیگا۔ مگر جتنا وہ چاہے نہ جتنا تم چاہو۔ یہ اگلی آیت میں سمجھا دیا ہے (موضح)۔ ف۴ ناپ کر دیتا ہے یہ نہیں کہ بالکل نہ دے۔ ف۵ یعنی یہ خبر اُسی کو ہے کہ کس کو کتنا دینا چاہئے۔ ف۶ یعنی مینہ بھی ہر کسی پر برابر نہیں برستا، اور اسی طرح حال بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ذرا دیر میں مفلس سے دولتمند کر دے۔ ف۷ یعنی آدمی کو چاہئے یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کہ اصلی و دائمی زندگی وہ ہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشہ میں غرق ہو کر عاقبت کو بھول نہ بیٹھے۔ بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کے لئے توشہ درست کرے۔

ع ۱۲ / ۲

ف یعنی چاہیئے تو یہ تھا کہ آدمی دنیا کے مزوں میں پڑکر خدا کو اور آخرت کو فراموش نہ کرے لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کشتی طوفان میں گھر جائے تو بڑی عقیدتمندی سے اللہ کو پکارتے ہیں۔ پھر جہاں آفت سر سے ٹلی اور خشکی پر قدم رکھا، اللہ کے احسانوں سے مُکر کر جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنا شروع کر دیا۔ گویا غرض یہ ہوئی کہ اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے رہیں اور دنیا کے مزے اُڑاتے رہیں۔ خیر بہتر ہے چند روز دل کے ارمان نکال لیں۔ عنقریب پتہ لگ جائیگا کہ اس بغاوت و شرارت، احسان فراموشی اور ناسپاسی کا نتیجہ کیا ہے۔ ف۲ مکہ کے لوگ اللہ کے گھر کے طفیل دشمنوں سے پناہ میں تھے حالانکہ سارے ملک عرب میں فساد اور کشت و خون کا بازار گرم تھا۔ بتوں کے جھوٹے احسان مانتے ہیں اللہ کا سچا احسان نہیں مانتے۔ ف۳ یعنی سب سے بڑی ناانصافی یہ ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو ٹھہرائے۔ یا اُس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جو اُس کی شان کے لائق نہیں۔ یا پیغمبر جو سچائی لے کر آئے ہیں اُسے سنتے ہی جھٹلانا شروع کر دے۔ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ منکروں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو ایسی بیباکی اور بے حیائی سے عقل و انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ ف۴ یعنی جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اُٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا اور اپنے قرب و رضا یا جنت کی راہیں سجھاتا ہے۔ جوں جوں وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اُسی قدر اُن کی معرفت و انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو اُن کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ف۵ یعنی اللہ کی حمایت و نصرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(تم سورۃ العنکبوت فللّٰہ الحمد والمنہ)

اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ

اُسی وقت لگے شریک بنانے ☆ تاکہ مُکرتے رہیں ہمارے دیے ہوئے کو اور مزے اُڑاتے رہیں سو عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ

جان لیں گے ف۱ کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے رکھ دی ہے پناہ کی جگہ امن کی اور لوگ اُچکے جاتے ہیں

مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ

اُن کے آس پاس سے کیا جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا احسان نہیں مانتے ف۲ اور اُس

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ

سے زیادہ بے انصاف کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلائے سچی بات کو جب اُس تک پہنچے

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا

کیا دوزخ میں بسنے کی جگہ نہیں منکروں کے لیے ف۳ اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

ہم سُجھا دینگے اُن کو اپنی راہیں ف۴ اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے ف۵

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ روم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ

☆ مغلوب ہوگئے ہیں رومی ☆ ملتے ہوئے ملک میں ف۶ اور وہ اس مغلوب

غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ

ہونے کے بعد عنقریب غالب ہونگے ☆ چند برسوں میں ف۷ اللہ کے ہاتھ ہیں سب کام پہلے

وَمِنْ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ

اور پچھلے ف۸ اور اُس دن خوش ہونگے مسلمان ☆ اللہ کی مدد سے ف۹ مدد کرتا ہے

ف۶ "اَدنَی الارض" (ملتے ہوئے ملک یا پاس والے ملک) کی مراد "اذرعات" و "بُصریٰ" کے درمیان کا خطہ ہے جو "شام" کی سرحد پر "حجاز" سے ملتا ہوا مکہ کے قریب واقع ہوا ہے، یا "فلسطین" مُراد ہو جو رومیوں کے ملک سے نزدیک تھا، یا "جزیرہ ابن عمر" جو فارس سے اقرب ہے۔ ابن حجر نے پہلے قول کی تصحیح کی ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۷ یعنی نو سال کے اندر اندر رومی غالب ہو جائینگے۔ کیونکہ لغت میں اور حدیث میں "بضع" کا اطلاق تین سے نو تک ہوا ہے۔ اِن آیات میں قرآن نے ایک عجیب و غریب پیشینگوئی کی جو اُس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں "فارس" (جسے "ایران" کہتے ہیں) اور "روم" مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں۔ ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک اُن کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا کیا، جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ ۵۷۰ء میں نبی کریم صلعم کی ولادت شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں جنگ روم و فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم صلعم کے دعوائے نبوت اور اسلامی تحریک نے اُن لوگوں کے لئے اِن جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی۔ فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہبًا اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے۔ اور روم کے نصاریٰ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم ان کے قریبی دوست قرار دیے جاتے تھے جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی مشرکین مکہ مسرور ہوتے اور اُس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے مسلمانوں کو بھی طبعًا صدمہ ہوتا کہ عیسائی اہل کتاب، آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں، اِدھر ان کو مشرکین مکہ کی شماتت کا ہدف بننا پڑے۔ آخر ۶۱۴ء کے بعد جبکہ ولادت نبوی کو قمری حساب سے تقریبًا پینتالیس سال اور بعثت کے پانچ سال گذر چکے، خسرو پرویز (کیخسرو ثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دار السلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہوگئے۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین لے اُڑے۔ قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا۔ بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے اُبھرنے اور فارس کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب بغلیں بجائیں، مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا، بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے حتیٰ کہ بعض مشرکین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے۔ اُس وقت قرآن نے سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کر دیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہوگئے ہیں۔ لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب و منصور ہونگے۔ اسی پیشینگوئی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی (اُس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوا تھا) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سو اونٹ تم کو دونگا، ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دوگے۔ شروع میں حضرت ابوبکر نے اپنی رائے سے "بضع سنین" کی میعاد کچھ کم رکھی تھی۔ بعدہٗ نبی کریم صلعم کے ارشاد سے "بضع" کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ٹھہرا۔ اُدھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو "حمص" سے پیدل چل کر "ایلیا" (بیت المقدس) تک پہنچونگا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر (یعنی ہجرت کا ایک سال گذرنے پر) عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے، یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو خدا تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب

بقیہ فوائد صفحہ ۵۲۴ ۔فرمایا۔ اور اس ضمن میں مشرکین مکہ کو مزید خذلان وخسران نصیب ہوا۔ قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشینگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے جتنا اونٹ مشرکین مکہ سے وصول کیے جن کے متعلق حضورؐ نے حکم دیا کہ صدقہ کر دیے جائیں۔ فللّٰہ الحمد علی نعمائہ الظاہرۃ والآئہ الباہرۃ۔ ف۸ یعنی پہلے فارس کو غالب کرنا، روم کو مغلوب کرنا، اور پیچھے حالات کو اُلٹ دینا سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ صرف اتنی بات سے کسی قوم کے مقبول ومردود ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا "وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ" ف۹ یعنی ایک تو اُس دن اپنی فتح کی خوشی اُس پر مزید خوشی یہ ہوئی کہ رومی اہل کتاب (جو نسبتہً مسلمانوں سے اقرب تھے) فارس کے مجوسیوں پر غالب آئے۔ قرآن کی پیشینگوئی کی صدق کا لوگوں نے مشاہدہ کر لیا۔ کفار مکہ کو ہر طرح ذلت نصیب ہوئی۔

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ

جس کو چاہتا ہے اور وہی ہے زبردست رحم والا ف۱ اللہ کا وعدہ ہو چکا خلاف نہ کریگا اللہ

وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا

اپنا وعدہ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے ف۲ جانتے ہیں اوپر اوپر

مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷

دنیا کے جینے کو اور وہ لوگ آخرت کی خبر نہیں رکھتے ف۳

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کیا دھیان نہیں کرتے اپنے جی میں کہ اللہ نے جو بنائے آسمان اور زمین

وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے سو ٹھیک سادھ کر اور وعدہ مقرر پر ف۴ اور بہت لوگ

بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

اپنے رب کا ملنا نہیں مانتے ف۵ کیا اُنہوں نے سیر نہیں کی ملک کی جو دیکھیں

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ

انجام کیسا ہوا اُن سے پہلوں کا اُن سے زیادہ تھے

قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ

زور میں اور جوتا اُنہوں نے زمین کو اور بسایا اُس کو اُن کے بسانے سے زیادہ اور

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ

پہنچے اُن کے پاس رسول اُنکے لے کر کھلے حکم ف۶ سو اللہ نہ تھا اُن پر ظلم کرنیوالا لیکن

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۹ ؕ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا

وہ اپنا آپ بُرا کرتے تھے ف۷ پھر ہوا انجام بُرا کرنے والوں کا

السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰

بُرا اس واسطے کہ جھٹلاتے تھے اللہ کی باتیں اور اُن پر ٹھٹھے کرتے تھے ف۸

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جسے مغلوب کرنا چاہے تو کوئی زبردستی کر کے روک نہ سکے اور جس پر مہربانی فرمانا چاہے اُسے بے روک ٹوک غالب کر کے رہے۔ ف۲ یعنی اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ غالب یا مغلوب کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں اور یہ کہ قدرت جب کوئی کام کرنا چاہے تو سب ظاہری رکاوٹیں دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی لئے اکثر ظاہر بیں بغیر اسباب ظاہری خدا پر بھروسہ نہیں رکھتے اور کسی کا عارضی غلبہ دیکھ کر سمجھنے لگتے ہیں کہ یہی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا۔ ف۳ یعنی یہ لوگ دنیوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہاں کی آسائش و آرائش، کھانا، پینا، پہننا اوڑھنا، بونا جوتنا، پیسہ کمانا، مزے اڑانا بس یہ ہی اُن کے علم وتحقیق کی انتہائی جولانگاہ ہے۔ اس کی خبر ہی نہیں کہ اس زندگی کی تہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں پہنچ کر اس دنیوی زندگی کے بھلے بُرے نتائج سامنے آئیں گے ضرور نہیں کہ جو شخص یہاں خوشحال نظر آتا ہے وہاں بھی خوشحال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دور رہے، یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص یا ایک قوم کبھی دنیا میں عروج حاصل کر لیتی ہے لیکن اُس کا آخری انجام ذلت ونا کامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ف۴ یعنی عالم کا اتنا زبردست نظام اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں پیدا کیا، کچھ اس سے مقصود ضرور ہے وہ آخرۃ میں نظر آئیگا۔ اِن یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تو ایک بات تھی، لیکن اس کے تغیرات واحوال میں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حد اور انتہا ضرور ہے لہٰذا ایک وعدۂ مقررہ پر یہ عالم فنا ہوگا اور دوسرا عالم اس کے نتیجہ کے طور پر قائم کیا جائیگا۔ ف۵ وہ سمجھتے ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا ہی نہیں جو حساب وکتاب دینا پڑے۔ ف۶ یعنی بڑی بڑی طاقتور قومیں (مثلاً عاد وثمود) جنہوں نے زمین کو بو جوت کر لالہ وگلزار بنایا، اُسے کھود کر چشمے اور کانیں نکالیں، اِن منکرین سے بڑھ کر تمدن کو ترقی دی لمبی عمریں پائیں اور زمین کو اِن سے زیادہ آباد کیا۔ وہ آج کہاں ہیں؟ جب اللہ کے پیغمبر کھلے نشان اور احکام لے کر آئے اور اُنہوں نے تکذیب کی تو کیا نہیں سُنا کہ انجام کیا ہوا۔ کس طرح تباہ وبرباد کئے گئے۔ اُن کے ویران کھنڈر آج بھی ملک میں چل پھر کر دیکھ سکتے ہیں۔ کیا اُن میں اِن منکروں کے لئے کوئی عبرت نہیں۔ ف۷ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو ظلم کا امکان نہیں۔ ہاں یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی جڑ پر کلہاڑی مارتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ برباد ہو۔ تو یہ اپنی جان پر خود ہی ظلم کرنا ہوا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے عدل ورحم کی کیفیت تو یہ ہے کہ بے رسول بھیجے اور بدون پوری طرح ہشیار کیے کسی کو پکڑتا بھی نہیں۔ ف۸ دو نتیجہ تو دنیا میں دیکھا تھا پھر آخرت میں تکذیب واستہزاء کی جو سزا ہے وہ الگ رہی۔ موجودہ اقوام کو چاہئے کہ گذشتہ قوموں کے احوال سے عبرت پکڑیں کیونکہ ایک قوم کو جن باتوں پر سزا ملی سب کو وہی سزا مل سکتی ہے۔ سب کی فنا بھی ایک کی فنا سے سمجھو اور سب کی سزا بھی ایک کی سزا ہے۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ

اللہ بناتا ہے پہلی بار پھر اُس کو دُہرائیگا پھر اُسی کی طرف پھر جاؤ گے ☆ اور جس دن

تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ

برپا ہوگی قیامت آس توڑ کر رہجائیں گے گنہگار ☆ اور نہ ہونگے اُن کے شریکوں میں کوئی اُنکے

شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

سفارش کرنیوالے اور وہ ہوجائینگے اپنے شریکوں سے منکر ف۱ اور جس دن قائم ہوگی قیامت

يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اُس دن لوگ ہونگے قسم قسم ف۲ سو جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام

فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

سو باغ میں ہونگے اُن کی آؤبھگت ہوگی ف۳ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں

بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ہماری باتیں اور ملنا پچھلے گھر کا سو وہ عذاب میں پکڑے آئیں گے ☆

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي

سو پاک اللہ کی یاد کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو ☆ اور اسی کی خوبی ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ

آسمان میں اور زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو ف۴ نکالتا ہے زندہ کو

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

مُردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اُسکے مرنے کے پیچھے

وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے ف۵ اور اُسکی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ تم کو بنایا مٹی سے

ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ

پھر اب تم انسان ہو زمین میں پھیلے پڑے ف۶ اور اُسکی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ بنادیے تمہارے واسطے

ف۱ یعنی جن کو اللہ کا شریک بناتے تھے جب وقت پر کام نہ آئیں گے تو منکر ہو کر کہنے لگیں گے کہ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" (خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے) ف۲ یعنی نیک و بد ہر قسم کے لوگ الگ کر دیے جائیں گے اور علیحدہ علیحدہ اپنے ٹھکانہ پر پہنچا دیے جائیں گے جس کی تفصیل اگلی آیت میں ہے۔ ف۳ یعنی انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے اور ہر قسم کی لذت و سرور سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ یہ نیکوں کا ٹھکانہ ہوا۔ آگے بدوں کی جگہ بتلائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں میں ایسی تفریق اور جدائی کر دیجائے گی جس سے بڑھ کر کوئی جدائی نہیں ہو سکتی۔ ف۴ یعنی جنت چاہتے ہو تو اللہ پاک کی یاد کرو جو دل، زبان اور اعضاء و جوارح سب سے ہوتی ہے۔ نماز میں تینوں قسم کی یاد جمع کر دی گئی۔ اور اوقات فرض نماز کے یہی ہیں جو آیت میں بیان ہوئے یعنی صبح، شام، (جس میں مغرب و عشاء شامل ہیں) دن کے پچھلے وقت (عصر) اور دوپہر ڈھلنے کے بعد (ظہر) کی نمازیں ہیں۔ ان اوقات میں حق تعالیٰ کی رحمت یا قدرت و عظمت کے آثار بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ آفتاب عالم اجسام میں سب سے بڑا روشن کرہ ہے جس کے بلاواسطہ یا بالواسطہ فیض و تاثیر سے عالم اسباب میں شاید ہی کوئی مادی مخلوق مستثنیٰ ہو۔ (جیسا کہ ارض النجوم کے مصنف نے بہت شرح و بسط سے اس کو ثابت کیا ہے) اسی بناء پر سیارہ پرستوں نے اُسے اپنا معبود اکبر قرار دیا تھا۔ جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول "هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ" میں اشارہ ہے۔ اُس کے عجز و بیچارگی اور آفتاب پرستوں کی اُس کے فیض سے محرومی کا کھلا ہوا مظاہرہ بھی اِن ہی پانچ اوقات میں ہوتا ہے۔ صبح کو جب تک طلوع نہیں ہوا اور دوپہر ڈھلنے پر جبکہ اُس کے عروج میں کمی آنی شروع ہوئی اور عصر کے وقت جبکہ اُس کی حرارت اور روشنی میں نمایاں طور پر ضعف آگیا اور غروب کے بعد جب اُس کی نورانی شعاعوں کے اتصال سے اُس کے پجاری محروم ہوگئے۔ پھر عشاء کے وقت جب شفق بھی غائب ہوگئی اور روشنی کے ادنیٰ ترین آثار بھی افق پر باقی نہ رہے۔ ان اوقات میں موحدین کو حکم ہوا کہ خدائے اکبر کی عبادت کریں۔ اور شروع صلوٰۃ ہی میں اللہ اکبر کہہ کر اُس موحد اعظم (ابراہیم خلیل اللہ) کی اقتداء کرتے رہیں۔ جس نے "هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ" کے بعد فرمایا تھا "اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" (انعام رکوع ۹) شاید آیت ہذا میں "وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" فرما کر یہی یاد دلایا ہے کہ تسبیح و تنزیہ اور یاد کرنے کے لائق وہ ہی ذات ہو سکتی ہے جس کی خوبی آسمان و زمین کی کل کائنات زبان حال و قال سے بیان کر رہی ہے، کوئی مجبور و عاجز مخلوق اس کا استحقاق نہیں رکھتی خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ آگے اُسی خدائے اکبر کی بعض شئون عظیمہ اور صفات کاملہ کا بیان ہے تا معبودیت کا استحقاق اور زیادہ واضح ہو جائے۔ اسی ضمن میں بعث بعد الموت کے مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ف۵ یعنی انسان کو نطفہ سے، نطفہ کو انسان سے، جانور کو بیضہ سے اور بیضہ کو جانور سے، مومن کو کافر سے، کافر کو مومن سے پیدا کرتا ہے اور زمین جب خشک ہو کر مر جاتی ہے تو رحمت کے پانی سے پھر زندہ کر کے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ غرض موت و حیات حقیقی ہو یا مجازی، حسی ہو یا معنوی، سب کی باگ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر تم کو زندہ کر کے قبروں سے نکال کھڑا کرنا اُس کے نزدیک کیا مشکل ہوگا۔ ف۶ یعنی آدم کو مٹی سے بنایا، پھر دیکھو قدرت نے اُس کو کتنا پھیلایا کہ ساری زمین پر اُس کی ذریت چھا گئی اور زمین میں پھیل کر کیسی کیسی عجیب و غریب ہشیاریاں اس مٹی کے پتلے نے دکھلائیں۔

ف۱ یعنی اوّل مٹی سے ایک آدم کو پیدا کیا پھر اُسی کے اندر سے اُس کا جوڑا نکالا تا اُس سے اُنس اور چین پکڑے اور پیدائشی طور پر دونوں صنفوں (مرد و عورت) کے درمیان خاص قسم کی محبت اور پیار رکھ دیا۔ تا مقصود ازدواج حاصل ہو۔ چنانچہ دونوں کے میل جول سے نسل انسانی دنیا میں پھیل گئی۔ کما قال تعالیٰ "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً" (نساء۔ رکوع۱) ف۲ سب انسان ایک ماں باپ سے بنائے، بلا کر بسائے، پھر تمام روئے زمین پر اُن کو پھیلا دیا سب کی جُدا جُدا بولیاں کر دیں۔ ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک میں جا کر زبان کے اعتبار سے محض اجنبی ہو گیا۔ پھر دیکھو کہ شروع دنیا سے آج تک کتنے بیشمار آدمی پیدا ہوئے مگر کوئی دو آدمی ایسے نہ ملیں گے جن کا لب و لہجہ، تلفظ، طرز تکلم بالکل یکساں ہو جس طرح ہر آدمی کی شکل و صورت اور رنگت وغیرہ دوسرے سے ممتاز ہے، آواز اور لب و لہجہ بھی بالکل الگ ہے کوئی دو شخص ایسے نہ ملیں گے جنکی آواز اور رنگ، روپ میں کوئی مابہ الامتیاز نہ ہو۔ ابتدائے عالم سے آج تک برابر نئی نئی صورتیں اور بولنے کے نئے نئے طور نکلتے چلے آتے ہیں۔ اس خزانہ میں کبھی ٹوٹا نہیں آیا حقیقت میں یہ کتنا بڑا نشان حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ہے۔ ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ انسان کی دو حالتیں بدلتی ہیں، سویا تو بے خبر پتھر کی طرح اور روزی کی تلاش میں لگا تو ایسا ہوشیار کوئی نہیں۔ اصل تو رات ہے سونے کو اور دن تلاش کو، پھر دونوں وقت دونوں کام ہوتے ہیں۔ ف۴ یعنی جو سُن کر محفوظ رکھتے ہیں کما فی تفسیر ابن کثیرؒ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کہ اپنے سونے کا احوال نظر نہیں آتا سو لوگوں کی زبانی سنتے ہیں"۔ (موضح) یہ لفظ "یَسْمَعُوْنَ" اختیار کرنے کا نکتہ ہوا۔ ف۵ بجلی کی چمک دیکھ کر لوگ ڈرتے ہیں کہیں کسی پر گر نہ پڑے۔ یا بارش زیادہ نہ ہو جائے جس سے جان و مال تلف ہوں۔ اور اُمید بھی رکھتے ہیں کہ بارش ہو تو دنیا کا کام چلے۔ مسافر کبھی اندھیرے میں اس کی چمک کو غنیمت سمجھتا ہے کہ کچھ دور تک راستہ نظر آ جائے۔ اور کبھی خوف کھا کر گھبراتا ہے۔ ف۶ یعنی اسی سے سمجھ لو کہ مرے پیچھے تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ ف۷ پہلے آسمان و زمین کا پیدا کرنا مذکور ہوا تھا۔ یہاں اُنکے بقاء و قیام کو بتلایا کہ وہ بھی اُسی کے حکم سے ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی اپنے مرکز ثقل سے ہٹ جائے۔ یا ایک دوسرے پر گر کر نظام کائنات کو درہم برہم کر دے۔ ف۸ یعنی زمین و آسمان جب تک اُس کا حکم ہے قائم رہیں گے۔ پھر جس وقت دنیا کی میعاد پوری ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کی ایک پکار پر تم سب قبروں سے نکلے چلے آؤ گے میدان حشر کی طرف۔ ف۹ یعنی آسمان و زمین کے رہنے والے سب اُسی کے مملوک بندے اور اُسی کی رعیت ہیں، کس کی طاقت ہے کہ اُس کے حکم تکوینی سے سرتابی کر سکے۔ ف۱۰ یعنی قدرت الٰہی کے سامنے تو سب برابر ہیں لیکن تمہارے محسوسات کے اعتبار سے اوّل بار پیدا کرنے سے دوسری بار دہرا دینا آسان ہونا چاہئے۔ پھر عجیب بات ہے کہ اوّل پیدائش پر اُسے قادر مانو اور دوسری مرتبہ پیدا کرنے کو مستبعد سمجھو۔ ف۱۱ یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات اور اونچی سے اونچی شان اُس کی ہے۔ آسمان و زمین کی کوئی چیز اپنے حُسن و خوبی میں اُس کی شان و صفت سے لگا نہیں کھا سکتی۔ مساوی ہونا تو کجا، وہ تو اُس سے بھی بالا و برتر ہے جہاں تک مخلوق اُس کے جلال و جمال کا تصور کر سکتی ہے۔ بلکہ جو خوبی کسی جگہ موجود ہے وہ اسی کے کمالات کا ادنیٰ پرتوہ ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "آسمان کے فرشتے نہ کھائیں نہ پئیں نہ حاجت بشری رکھیں، سوائے بندگی کے کچھ کام نہیں۔ اور زمین کے لوگ سب چیز میں آلودہ۔ پر اللہ کی صفت نہ اُن سے ملے نہ اِن سے، وہ پاک ذات ہے" (موضح)۔ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ٭ وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم، منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر ٭ ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم۔ و بندہ ذرّہ من قال ملے بردن از وہم و قال و قیل من ٭ خاک بر فرق من و تمثیل من۔

أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ

تمہاری قسم سے جوڑے کہ چین سے رہو انکے پاس اور رکھا تمہارے بیچ میں پیار اور مہربانی

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ

البتہ اس میں بہت پتے کی باتیں ہیں ان لوگوں کیلئے جو دھیان کرتے ہیں ف۱ اور اسکی نشانیوں سے ہے آسمان اور

وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

زمین کا بنانا اور طرح طرح کی بولیاں تمہاری اور رنگ اس میں بہت نشانیاں ہیں

لِّلْعَالِمِينَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُم مِّن

سمجھنے والوں کو ف۲ اور اسکی نشانیوں سے ہے تمہارا سونا رات اور دن میں اور تلاش کرنا اس

فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ

کے فضل سے ف۳ اس میں بہت پتے ہیں ان کو جو سنتے ہیں ف۴ اور اسکی نشانیوں سے ہے کہ دکھلاتا ہے تم کو

الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ

بجلی ڈر اور امید کے لئے ف۵ اور اتارتا ہے آسمان سے پانی پھر زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ

مر گئے پیچھے اس میں بہت پتے ہیں ان کے لئے جو سوچتے ہیں ف۶ اور اسکی نشانیوں سے یہ ہے

أَن تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۚ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ

کہ کھڑا ہے آسمان اور زمین اس کے حکم سے ف۷ پھر جب پکارے گا تم کو ایک بار زمین میں سے

إِذَا أَنتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿٢٥﴾ وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُ

اسی وقت تم نکل پڑو گے ف۸ اور اسی کا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں سب اس کے

قَانِتُونَ ﴿٢٦﴾ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ

حکم کے تابع ہیں ف۹ اور وہی ہے جو پہلی بار بناتا ہے پھر اس کو دہرائیگا اور وہ آسان ہے اس پر ف۱۰

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾

اور اسکی شان سب سے اوپر ہے آسمان اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا ف۱۱

الربع

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

بتلائی تم کو ایک مثل تمہارے اندر سے دیکھو جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں

مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ

اُن میں ہیں کوئی ساجھی تمہارے ہماری دی ہوئی روزی میں کہ تم سب اُس میں برابر ہو خطرہ رکھو اُن کا جیسے خطرہ رکھو

اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ

اپنوں کا یوں کھول کر بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں ان لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں ف۱ بلکہ چلتے ہیں

ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ

بے انصاف اپنی خواہشوں پر بن سمجھے ف۲ سو کون سمجھائے جس کو اللہ نے بھٹکایا اور کوئی نہیں

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ

اُن کا مددگار ف۳ سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر ایک طرف کا ہو کر ف۴ وہی تراش اللہ کی جس پر

فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَ

تراشا لوگوں کو ف۵ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو ف۶ یہی ہے دین سیدھا

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا

و لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ف۷ سب رجوع ہو کر اُسکی طرف ف۸ اور اُس سے ڈرتے رہو اور قائم

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ

رکھو نماز اور مت ہو شرک کرنے والوں میں ☆ جنہوں نے کہ پھوٹ ڈالی اپنے دین میں

وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ

اور ہو گئے اُن میں بہت فرقے ہر فرقہ جو اُس کے پاس ہے اُس پر فریفتہ ہے ف۹ اور جب پہنچے لوگوں کو

ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا

کچھ سختی تو پکاریں اپنے رب کو اُس کی طرف رجوع ہو کر پھر جہاں چکھائی اُن کو اپنی طرف سے کچھ مہربانی اُسی وقت

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا وقفہ

ایک جماعت اُن میں اپنے رب کا شریک لگی بتانے ☆ کہ منکر ہو جائیں ہمارے دیئے ہوئے سے سو مزے اُڑا لو

ف۱ یعنی شرک کا قبح و بُطلان سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ خود تمہارے ہی احوال میں سے ایک مثال نکال کر بیان فرماتا ہے۔ وہ یہ کہ تمہارے ہاتھ کا مال (یعنی لونڈی غلام) جن کے تم محض ظاہری اور مجازی مالک ہو کیا اپنی روزی اور مال و متاع میں جو حق تعالیٰ نے دے رکھی ہے، تم اُن کو برابر کا شریک تسلیم کر سکتے ہو جس طرح مشترک اموال و جائداد میں اپنے بھائی بند حصہ دار ہوتے ہیں اور ہر وقت کھٹکا رہتا ہے کہ مشترک چیز میں تصرف کرنے پر برہم ہو جائیں یا تقسیم کرانے لگیں یا کم از کم سوال کر بیٹھیں کہ ہماری اجازت اور مرضی کے بدون فلاں کام کیوں کیا۔ کیا ایسا ہی کھٹکا ایک آقا کو اپنے غلام یا نوکر کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگر نہیں تو سمجھنا چاہیے کہ جب ایک جھوٹے مالک کا یہ حال ہے اُس سچے مالک کو اپنے غلام کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے جس کو تم حماقت سے اُس کا ساجھی گنتے ہو۔ ایک غلام تو آقا کی مِلک میں شریک نہ ہو سکے حالانکہ دونوں خدا کی مخلوق ہیں اور اُسی کی دی ہوئی روزی کھاتے ہیں۔ مگر ایک مخلوق بلکہ مخلوق در مخلوق، خالق کی خدائی میں شریک ہو جائے! ایسی مہمل بات کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا۔ ف۲ یعنی یہ بے انصاف لوگ ایسی صاف و واضح باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ وہ سمجھنا چاہتے ہی نہیں بلکہ جہالت اور ہوا پرستی سے محض اوہام و خواہشات کی پیروی پر تُلے ہوئے ہیں۔ ف۳ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے اُس کی بے انصافی جہل اور ہوا پرستی کی بدولت راہ حق پر چلنے اور سمجھنے کی توفیق نہ دی اب کون طاقت ہے جو اُسے سمجھا کر راہ حق پر لے آئے یا مدد کر کے گمراہی اور تباہی سے بچالے لہٰذا ایسوں کی طرف سے زیادہ متحسر اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ اِن سے قطع نظر کر کے آپ ہمہ تن اپنے پروردگار کی طرف توجہ کیجئے۔ اور دین فطرت پر جمے رہیئے۔ ف۴ یعنی جو گمراہی سے کسی طرح نکلنا نہیں چاہتا اُسے شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو اور تم ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہو۔ اور اُس کے سچے دین کو پوری توجہ اور یکجہتی سے تھامے رکھو۔ ف۵ اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے اور بدء فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اُس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گردوپیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متأثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ "عہد الست" کے قصہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرۃ (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے بعدہٗ ماں باپ اُسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حنفاء" پیدا کیا۔ پھر شیاطین نے اغوا کر کے اُنہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ بہرحال دین حق، دین حنیف اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اُس کی فطرت پر مخلی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اُسی کی طرف جھکے۔ تمام انسانوں کی فطرۃ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں۔ فرض کرو اگر فرعون یا ابوجہل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو اُن کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا۔ جیسے اینٹ پتھر یا جانوروں کو شرائع کا مکلف نہیں بنایا۔ فطرت انسانی کی اسی یکسانیت کا یہ اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصول مہمہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں گو اُن پر ٹھیک ٹھیک قائم نہیں رہتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اللہ سب کا مالک حاکم، سب سے نرالا۔ کوئی اُسکی برابر نہیں، کسی کا زور اُس پر نہیں، یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ اُس پر چلنا چاہیے۔ ایسی ہی کسی کے جان و مال کو ستانا، ناموس میں عیب لگانا، ہر کوئی بُرا جانتا ہے۔ ایسی ہی اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا، حق پورا دینا، دغا نہ کرنا، ہر کوئی اچھا جانتا ہے۔ اِس (راستہ) پر چلنا وہی دین سچا ہے (یہ اُمور فطری تھے مگر) ان کا بندوبست پیغمبروں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سکھلا دیا۔" ف۶ یعنی اصل پیدائش کے اعتبار سے کوئی فرق اور تغیر و تبدل نہیں۔ ہر فرد انسان کی فطرت قبول حق کے لئے مُستعد بنائی ہے۔ یا یہ مطلب کہ اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا اُس کو تم اپنے اختیار سے بدل کر خراب نہ کرو۔ بیج تم میں ڈال دیا ہے اُسے بے توجہی یا بے تمیزی سے ضائع مت ہونے دو۔ ف۷ یعنی سیدھا دین یہ ہی فطرت کی آواز ہے پر بہت لوگ اس نکتہ کو سمجھتے نہیں۔ ف۸ یعنی اصل دین پکڑے رہو، اُس کی طرف رجوع ہو کر۔ اگر محض دُنیوی مصلحت کے واسطے یہ کام کیے تو دین درست نہ ہوگا۔ آگے دین فطرت کے چند اہم اصول کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مثلاً اِتقاء (خدا سے ڈرتے رہنا) نماز قائم رکھنا، شرک جلی و خفی سے بیزار اور مشرکین سے علیحدہ رہنا، اپنے دین میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ ف۹ یعنی دین فطرت کے اصول سے علیحدہ ہو کر ان لوگوں نے اپنے مذہب میں پھوٹ ڈالی، بہت سے فرقے بن گئے۔ ہر ایک کا عقیدہ الگ، مذہب و مشرب جُدا جس کسی نے غلط کاری یا ہوا پرستی سے کوئی عقیدہ قائم کر دیا یا کوئی طریقہ ایجاد کر لیا، ایک جماعت اُسی کے پیچھے ہو گئی، تھوڑے دن بعد وہ ایک فرقہ بن گیا۔ پھر ہر فرقہ اپنے ٹھہرائے ہوئے اصول و عقائد پر خواہ کتنے ہی مہمل کیوں نہ ہوں ایسا فریفتہ اور مفتون ہے کہ اپنی غلطی کا امکان بھی اُس کے تصور میں بھی نہیں آتا۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا

اب آگے جان لوگے ف۱ کیا ہم نے اُن پر اُتاری ہے کوئی سند سو وہ بول رہی ہے جو یہ

بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

شریک بتاتے ہیں ف۲ اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو کچھ مہربانی اُس پر پھولے نہیں سماتے اور اگر آپڑے اُن پر

سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا

کچھ بُرائی اپنے ہاتھوں کے بھیجے ہوئے پر تو آس توڑ بیٹھیں ف۳ کیا نہیں دیکھ چکے

اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

کہ اللہ پھیلا دیتا ہے روزی کو جس پر چاہے اور ناپ کر دیتا ہے جسکو چاہے اِس میں نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ

اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں ف۴ سو تو دے قرابت والے کو اُس کا حق اور محتاج کو اور

السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ

مسافر کو یہ بہتر ہے اُن کے لئے جو چاہتے ہیں اللہ کی رضامندی اور وہی ہیں

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ

جن کا بھلا ہے ف۵ اور جو دیتے ہو بیاج پر کہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں

فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

سو وہ نہیں بڑھتا اللہ کے یہاں اور جو دیتے ہو پاک دل سے چاہ کر رضامندی اللہ کی

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ

سو یہ وہی ہیں جن کے دونے ہوئے ف۶ اللہ وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر تم کو روزی دی

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ

پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو جلائیگا کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو کر سکے

مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ

اِن کاموں میں سے ایک کام وہ نرالا ہے اور بہت اوپر ہے اُس سے کہ شریک بتلاتے ہیں ف۷ پھیل

ع ۴ / ۱۴

ف۱ یعنی جیسے بھلے کام ہر انسان کی فطرت پہچانتی ہے، اللہ کی طرف رجوع ہونا بھی ہر ایک کی فطرۃ جانتی ہے. چنانچہ خوف اور سختی کے وقت اُس کا اظہار ہوجاتا ہے. بڑے سے بڑا مشرک مصیبت میں گھر کر خدائے واحد کو پکارنے لگتا ہے. اُس وقت جھوٹے سہارے سب ذہن سے نکل جاتے ہیں. وہ ہی سچا مالک یاد رہ جاتا ہے جس کی طرف فطرت انسانی رہنمائی کرتی ہے مگر افسوس کہ انسان اِس حالت پر دیر تک قائم نہیں رہتا. جہاں خدا کی مہربانی سے مصیبت دور ہوئی، پھر اُس کو چھوڑ کر جھوٹے دیوتاؤں کے بھجن گانے لگا. گویا اُس کے پاس سب کچھ اُن ہی کا دیا ہوا ہے، خدا نے کچھ نہیں دیا! (العیاذ باللہ) اچھا چند روز مزے اُڑا لے. آگے چل کر معلوم ہوجائے گا کہ اس کفر اور ناشکری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے. اگر آدمیت ہوتی تو سمجھتا کہ اُس کا ضمیر جس خدا کو سختی اور مصیبت کے وقت پکار رہا تھا وہ ہی اس لائق ہے کہ ہمہ وقت یاد رکھا جائے. ف۲ یعنی عقل سلیم اور فطرت انسانی کی شہادت شرک کو صاف طور پر رد کرتی ہے تو کیا اس کے خلاف وہ کوئی حجت اور سند رکھتے ہیں جو بتلاتی ہو کہ خدا کی خدائی میں دوسرے بھی اُس کے شریک ہیں (معاذ اللہ) اگر نہیں تو انہیں معبود بننے کا استحقاق کہاں سے ہوا. ف۳ یعنی اُن لوگوں کی حالت عجیب ہے. جب اللہ کی مہربانی اور احسان سے عیش میں ہوں تو پھولے نہ سمائیں ایسے اِترانے لگیں اور آپے سے باہر ہوجائیں کہ محسن حقیقی کو بھی یاد نہ رکھیں. اور کسی وقت شامت اعمال کی بدولت مصیبت کا کوڑا پڑا تو بالکل آس توڑ کر اور نا اُمید ہو کر بیٹھ رہیں گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت کے دور کرنے پر قادر ہو. مؤمن کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے. وہ عیش و راحت میں منعم حقیقی کو یاد رکھتا ہے اُس کے فضل و رحمت پر خوش ہو کر زبان و دل سے شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں پھنس جائے تو صبر و تحمل کے ساتھ اللہ سے مدد مانگتا ہے اور اُمید رکھتا ہے کہ کتنی ہی سخت مصیبت ہو اور ظاہری اسباب کتنے ہی مخالف ہوں اُس کے فضل سے سب فضا بدل جائیگی. (تنبیہ) ایک آیت پہلے فرمایا تھا کہ "لوگ سختی کے وقت خالص خدا کو پکارنے لگتے ہیں" یہاں فرمایا کہ "بُرائی پہنچتی ہے تو آس توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں" دونوں میں کچھ اختلاف نہیں. پہلی حالت یعنی خدا کو پکارنا، ابتدائی منزل ہے. پھر جب مصیبت اور سختی میں امتداد ہوتا ہے تو آخر گھبرا کر نا اُمید ہوجاتا ہے. یا بعض لوگوں کا وہ حال ہو بعض کا یہ ہو. واللہ تعالیٰ اعلم. ف۴ یعنی ایمان و یقین والے سمجھتے ہیں کہ دنیا کی سختی نرمی اور روزی کا بڑھانا گھٹانا سب اُسی ربّ قدیر کے ہاتھ میں ہے. لہٰذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بقضا رہنا چاہئے. نعمت کے وقت شکر گذار رہے اور ڈرتا رہے کہیں چھن نہ جائے اور سختی کے وقت صبر کرے اور اُمید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دور فرما دیگا. ف۵ یعنی جب فطرت کی شہادت سے ثابت ہوگیا کہ حقیقی مالک و رب وہ ہی اللہ ہے. دنیا کی نعمتیں سب اُسی کی عطا کی ہوئی ہیں. تو جو لوگ اُس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اُس کی لقاء و دیدار کے آرزومند ہیں چاہئے کہ اُس کے دیے ہوئے میں سے خرچ کریں. مسافر، محتاج اور غریب رشتہ داروں کی خبر لیں، اہل قرابت کے حقوق درجہ بدرجہ ادا کرتے رہیں. ایسے ہی بندوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگی. ف۶ یعنی سُود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے، لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیام موت ہے اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہوگا لیکن حقیقت میں وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن مُسہل و تنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اُس کا صحت ہو. سود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو. "يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ" (بقرہ رکوع ۳۸) حدیث میں ہے کہ ایک کھجور جو مؤمن صدقہ کرے قیامت کے دن بڑھ کر پہاڑ کی برابر نظر آئے گی. (تنبیہ) بعض مفسرین نے "ربا" سے یہاں سُود بیاج مُراد نہیں لیا. بلکہ آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو آدمی کسی کو کچھ دے اس غرض سے کہ دوسرا اُس سے بڑھ کر احسان کا بدلہ کریگا تو یہ دینا اللہ کے ہاں موجب برکت و ثواب نہیں. گو مباح ہو. اور پیغمبر علیہ السلام کے حق میں تو مباح بھی نہیں. لقولہ تعالیٰ "وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ" (مدثر. رکوع ۱) واللہ اعلم. ف۷ یعنی مارنا جلانا، روزی دینا، سب کام تو تنہا اُس کے قبضہ میں ہوئے. پھر دوسرے شریک کدھر سے آکر اُلوہیت کے مستحق بن گئے.

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ
پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے چکھانا چاہیئے اُن کو

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا فِي
کچھ مزہ اُن کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں ف۱ تو کہہ پھرو

الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ
ملک میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام پہلوں کا بہت

أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ
اُن میں تھے شرک کرنیوالے ف۲ سو تو سیدھا رکھ اپنا مُنہ سیدھی راہ پر ف۳ اس سے پہلے

أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾
کہ آپہنچے وہ دن جس کو پھرنا نہیں اللہ کی طرف سے ف۴ اُس دن لوگ جُدا جُدا ہوں گے ف۵

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ
جو مُنکر ہوا سو اُسی پر پڑے اُس کا مُنکر ہونا ف۶ اور جو کوئی کرے بھلے کام سو وہ اپنی راہ

يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ
سنوارتے ہیں ف۷ تاکہ وہ بدلہ دے اُن کو جو یقین لائے اور کام کیے بھلے اپنے فضل سے ف۸

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ
بیشک اُسکو نہیں بھاتے انکار والے ف۹ اور اُسکی نشانیوں میں ایک یہ ہے کہ چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانیوالیاں

وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا
اور تاکہ چکھائے تم کو کچھ مزہ اپنی مہربانی کا ف۱۰ اور تاکہ چلیں جہاز اُسکے حکم سے ف۱۱ اور تاکہ تلاش کرو

مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
اُس کے فضل سے اور تاکہ تم حق مانو ف۱۲ اور ہم بھیج چکے ہیں تجھ سے پہلے

رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ
کتنے رسول اپنی اپنی قوم کے پاس سو پہنچے اُنکے پاس نشانیاں لے کر پھر بدلہ لیا ہم نے اُن سے جو

ف۱ یعنی لوگ دین فطرت پر قائم نہ رہے کفر وظلم دنیا میں پھیل پڑا اور اُس کی شامت سے ملکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی نہ خشکی میں امن وسکون رہا نہ تری میں، روئے زمین کو فتنہ وفساد نے گھیر لیا۔ بحری لڑائیوں اور جہازوں کی لوٹ مار سے سمندروں میں بھی طوفان بپا ہوگیا۔ یہ سب اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بندوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں بھی چکھا دیا جائے پوری سزا تو آخرت میں ملیگی۔ مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں، ممکن ہے بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آجائیں۔ (تنبیہ) بندوں کی بدکاریوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں خرابی پھیلنا گو ہمیشہ ہوتا رہا اور ہوتا رہیگا لیکن جس خوفناک عموم وشمول کے ساتھ بعثت محمدی سے پہلے یہ تاریک گھٹا مشرق ومغرب اور بر وبحر پر چھا گئی تھی، دنیا کی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یورپ کے محققین نے اُس زمانہ کی تاریک حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اُس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم مؤرخ بھی اس مشہور ومعروف صداقت پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکے (دیکھو دائرۃ المعارف فرید وجدی مادہ حمد) شاید اسی عموم فتنہ وفساد کو پیش نظر رکھ کر قتادہ رحمہ اللہ نے آیت کا محمل زمانۂ جاہلیت کو قرار دیا ہے۔ ف۲ یعنی اکثروں کی شامت شرک کی وجہ سے آئی بعضوں پر دوسرے گناہوں کی وجہ سے آئی ہوگی۔ ف۳ یعنی دنیا میں فساد پھیل گیا تو تم دین قیم پر جو دین فطرت ہے ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ سب خرابیوں کا ایک یہی علاج ہے۔ ف۴ یعنی اللہ کی طرف سے اُس دن کا آنا اٹل ہے نہ کوئی طاقت اُسے پھیر سکتی ہے نہ خود خدا ملتوی کریگا۔ ف۵ یعنی نیک جنت میں اور بد دوزخ میں بھیج دیے جائیں گے۔ "فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ" (شوریٰ رکوع ۱) حضرت شاہ صاحبؒ اس کو دنیا کے احوال پر حمل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یعنی دین کا غلبہ ہو سزا پانے والے الگ ہوں اور اللہ کے مقبول بندے الگ"۔ ف۶ یعنی انکار کا وبال اُسی پر پڑیگا۔ ف۷ یعنی جنت میں آرام کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ف۸ یعنی کتنا ہی بڑا نیک ہو اُسے بھی اللہ کے فضل سے جنت ملیگی۔ ف۹ جو اُس سچے مالک کو نہ بھائے اُس کا کہاں ٹھکانا۔ ف۱۰ یعنی باران رحمت کی خوشخبری لاتی ہیں۔ پھر خدا کی مہربانی سے مینہ برستا ہے۔ ف۱۱ یعنی بادبانی جہاز اور کشتیاں ہوا سے چلتی ہیں اور دخانی اسٹیمروں کی رفتار میں بھی باد موافق مدد دیتی ہے۔ ف۱۲ یعنی جہازوں کے ذریعہ سے تجارتی مال سمندر پار منتقل کر سکو اور اللہ کے فضل سے خوب نفع کماؤ پھر ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے رہو۔ (تنبیہ) پہلے خشکی تری میں فساد پھیلنے کا ذکر تھا اُس کے مقابل یہاں بشارت ورحمت الٰہی کا تذکرہ ہوا۔ شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ آندھی اور غبار پھیل جانے کے بعد اُمید رکھو کہ باران رحمت آیا چاہتی ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل پڑی ہیں جو رحمت وفضل کی خوشخبری سُنا رہی ہیں کافروں کو چاہیے کہ شرارت اور کفران نعمت سے باز آجائیں اور خدا کی مہربانیوں کو دیکھ کر شکر گذار بندے بنیں۔

ف۱ پہلے فرمایا تھا کہ مقبول اور مردود جُدا کر دیے جائیں گے مُنکروں پر اُن کے انکار کا وبال پڑیگا۔ وہ اللہ کو اچھے نہیں لگتے۔ اب بتلاتے ہیں کہ اس کا اظہار دنیا ہی میں ہو کر رہیگا کیونکہ اللہ کی عادت اور وعدہ ہے کہ مجرمین و مکذبین سے انتقام لے اور مومنین کاملین کو اپنی امداد و اعانت سے دشمنوں پر غالب کرے بیچ میں ہوا کا ذکر اس واسطے آیا کہ جیسے باران رحمت کے نزول سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں اسی طرح دین کے غلبہ کی نشانیاں روشن ہوتی جاتی ہیں۔ ف۲ یعنی پہلے کسی طرف، پیچھے کسی طرف، اسی طرح دین بھی پھیلا یگا چنانچہ پھیلا دیا۔ ف۳ اسی طرح جو روحانی بارش سے منتفع ہونگے وہ خوشیاں منائیں گے۔ ف۴ یعنی پہلے سے لوگ ناامید ہو رہے تھے۔ حتیٰ کہ بارش آنے سے ذرا پہلے تک بھی اُمید نہ تھی کہ مینہ برس کر اسی جگ پُرلو ہو جائیگی۔ انسان کا حال بھی عجیب ہے۔ ذرا دیر میں ناامید ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر ذرا سی دیر میں خوشی سے کھِل پڑتا ہے۔ ف۵ یعنی چند گھنٹے پہلے ہر طرف خاک اُڑ رہی تھی اور زمین خشک

أَجْرَمُوا ۚ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ اللَّهُ الَّذِي

گنہگار تھے اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی ف۱ اللہ ہے جو

يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ

چلاتا ہے ہوائیں پھر وہ اُٹھاتی ہیں بادل کو پھر پھیلا دیتا ہے اُس کو آسمان میں جس طرح چاہے ف۲

وَيَجْعَلُهُ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۖ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ

اور رکھتا ہے اُس کو تہ بہ تہ پھر تو دیکھے مینہ کو کہ نکلتا ہے اُس کے بیچ میں سے پھر جب اُس کو پہنچاتا ہے

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِنْ كَانُوا

جس کو کہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں تبھی وہ لگتے ہیں خوشیاں کرنے ف۳ اور پہلے سے

مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ إِلَىٰ

ہو رہے تھے اس کے اُترنے سے پہلے ہی ناامید ف۴ سو دیکھ لے

آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ

اللہ کی مہربانی کی نشانیاں کیونکر زندہ کرتا ہے زمین کو اُس کے مر گئے پیچھے ف۵ بیشک وہی ہے

لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾ وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا

مُردوں کو زندہ کرنیوالا اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے ف۶ اور اگر ہم بھیجیں ایک ہوا

فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ﴿٥١﴾ فَإِنَّكَ

پھر دیکھیں وہ کھیتی کو کہ زرد پڑ گئی تو لگیں اُس کے پیچھے ناشکری کرنے ف۷ سو تو

لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾

سنا نہیں سکتا مُردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکارنا جبکہ پھریں پیٹھ دے کر ☆

وَمَا أَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ

اور نہ تو راہ سجھائے اندھوں کو اُنکے بھٹکنے سے تو تُو سنائے اُسی کو جو یقین لائے

بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ

ہماری باتوں پر سو وہ مسلمان ہوتے ہیں ف۸ اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے پھر

بے رونق اور مُردہ پڑی تھی ناگہاں اللہ کی مہربانی سے زندہ ہو کر لہلہانے لگی۔ بارش نے اُس کی پوشیدہ قوتوں کو کتنی جلد اُبھار دیا۔ یہی حال روحانی بارش کا سمجھو اُس کو مُردہ دلوں میں جان پڑے گی اور خدا کی زمین ”ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ“ والی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو جائیگی ہر طرف رحمت الٰہی کے نشان اور دین کے آثار نظر آئیں گے جو قابلیتیں مدت سے مٹی میں مل رہی تھیں، باران رحمت کا ایک چھینٹا اُن کو اُبھار کر نمایاں کر دیگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بعثت محمدی کے ذریعہ سے یہ جلوہ دنیا کو دکھلا دیا۔ ہمارے صوبہ کے شاعر حکیم نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کرے سما اُبھار کر
اکبر اسی کا ورد تو صدق سے بیشمار کر
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

ف۶ یعنی یہاں مُردہ دلوں کو روحانی زندگی عطا فرمائیگا اور قیامت کے دن مُردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈالے گا۔ اُسکی قدرت کاملہ کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں۔ ف۷ یعنی پہلے ناامید تھے، بارش آئی، زمین جی اُٹھی، خوشیاں منانے لگے۔ اب اگر اس کے بعد ہم ایک ہوا چلا دیں جس سے کھیتیاں خشک ہو کر زرد پڑ جائیں تو یہ لوگ فوراً پھر بدل جائیں۔ اور اللہ کے سب احسان فراموش کر کے ناشکری شروع کر دیں۔ غرض ان کا شکر اور ناشکری سب دنیوی اغراض کے تابع ہے اور یہاں اس پر فرمایا کہ اللہ کی مہربانی سے مُراد پا کر بندہ نڈر نہ ہو جائے۔ اُسکی قدرت رنگارنگ ہے معلوم نہیں دی ہوئی نعمت کب سلب کر لے۔ اور شاید ادھر بھی اشارہ ہو کہ دین کی کھیتی دنیا میں سرسبز و شاداب ہونے کے بعد پھر باد مخالف کے جھونکوں سے مُرجھا کر زرد پڑ جائیگی۔ اُس وقت مایوس ہو کر ہمت ہارنی نہیں چاہئے۔ ف۸ یعنی اللہ کو سب قدرت ہے، مُردہ کو زندہ کر دے، تم کو یہ قدرت نہیں کہ مُردوں سے اپنی بات منوا سکو یا بہروں کو سُنا دو، یا اندھوں کو دکھلا دو، خصوصاً جب وہ سُننے اور دیکھنے کا ارادہ بھی نہ کریں۔ پس آپ اِن کے کفر و ناسپاسی سے ملول و غمگین نہ ہوں، آپ صرف دعوت و تبلیغ کے ذمہ دار ہیں کوئی بدبخت نہ مانے تو آپ کا کیا نقصان ہے آپ کی بات وہ ہی سُنیں گے جو ہماری باتوں پر یقین کر کے تسلیم و انقیاد کی خو اختیار کرتے ہیں (تنبیہ) اسی قسم کی آیت سورہ ”نمل“ کے آخر میں گذر چکی، اُس پر ایک نظر ڈال لیجائے مفسرین نے اس موقع پر ”سماع موتیٰ“ کی بحث چھیڑ دی ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب کچھ نصوص قرآن و حدیث پیش کی گئی ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت و ارادہ کے بدون نہیں ہو سکتا مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے وہ اُس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے ہو جائے اُسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کر دیا یہ اُس قاتل کا فعل کہلائیگا اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہو گیا، اُسے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کر دیا باوجودیکہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اُسی کی قدرت کا کام ہے۔ ورنہ اُس کی مشیت کے بدون گولی یا گولہ کچھ بھی اثر نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ”فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ“ (انفال رکوع ۲) یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے ”قتل و رمی“ کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی۔ ٹھیک اسی طرح ”إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ“ کا مطلب سمجھو یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مُردے کو سُنا دو۔ کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے۔ البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مُردہ سُن لے اس کا انکار کوئی مومن نہیں کر سکتا۔ اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سُننا ثابت ہو جائیگا اُسی حد تک ہم کو سماع موتیٰ کا قائل ہونا چاہئے محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لا سکتے۔ بہرحال آیت میں ”اسماع“ کی نفی ہے مطلق سماع کی نفی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

ف۱ یعنی بچہ شروع میں پیدائش کے وقت بیحد کمزور و ناتوان ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ قوت آنے لگتی ہے حتیٰ کہ جوانی کے وقت اُس کا زور انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور تمام قوتیں شباب پر ہوتی ہیں پھر عمر ڈھلنے لگتی ہے اور زور و قوت کے پیچھے کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں جس کی آخری حد بڑھاپا ہے۔ اُس وقت تمام اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے اور قویٰ معطل ہونے لگتے ہیں۔ قوت و ضعف کا یہ سب اُتار چڑھاؤ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس طرح چاہے کسی چیز کو بنائے۔ اور قوت و ضعف کے مختلف ادوار میں گزارے۔ اُسی کو قدرت حاصل ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت تک کن حالات میں رکھنا مناسب ہے۔ لہٰذا اُسی خدا کی اور اُس کے پیغمبروں کی باتیں ہمیں سننی چاہییں۔ شاید اس میں یہی اشارہ کر دیا کہ جس طرح تم کو کمزوری کے بعد زور دیا مسلمانوں کو بھی ضعف کے بعد قوت عطا کریگا اور جو دین بظاہر اس وقت کمزور نظر آتا ہے کچھ دنوں بعد زور پکڑیگا اور اپنے شباب و عروج کو پہنچیگا۔ اُس کے بعد پھر ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ مسلمانوں کے ضعف کا آئے سو یاد رکھنا چاہیئے کہ خدائے قادر و توانا ہر وقت ضعف کو قوت سے تبدیل کر سکتا ہے۔ ہاں ایسا کرنے کی خاص صورتیں اور اسباب ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی قبر میں یا دنیا میں رہنا تھوڑا معلوم ہوگا جب مصیبت سر پر کھڑی نظر آئے گی کہیں گے کہ افسوس بڑی جلدی دنیا کی اور برزخ کی زندگی ختم ہو گئی۔ کچھ بھی مہلت نہ ملی جو ذرا سی دیر اور اِس عذاب الیم سے بچے رہتے یا دنیا میں کچھ زیادہ مدت ٹھہرنے کا موقع ملتا تو اُس دن کے لئے تیاری کرتے۔ یہ تو ایک دم مصیبت کی گھڑی سامنے آ گئی۔ ف۳ یعنی جیسے اُس وقت یہ کہنا جھوٹ اور غلط ہوگا اسی طرح سمجھ لو کہ دنیا میں بھی یہ لوگ غلط خیالات جماتے اور اُلٹی باتیں کیا کرتے تھے۔ ف۴ یعنی مومنین اور ملائکہ اُس وقت اُن کی تردید کریں گے کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ قبر میں یا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا۔ تم ٹھیک اللہ کے علم اور اُس کی خبر اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔ آج عین وعدہ کے موافق وہ دن آ پہنچا۔ اب وہ دیکھ لو جسے تم جانتے اور مانتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے اس دن کا یقین کرتے تو تیار ہو کر آتے اور یہاں کی مسرتیں دیکھ کر کہتے کہ اس دن کے آنے میں بہت دیر لگی۔ بڑے انتظار و اشتیاق کے بعد آیا جیسا کہ مومنین سمجھتے ہیں۔ ف۵ یعنی نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں جو کام آئے اور نہ اُن کو کہا جائیگا کہ اچھا اب توبہ اور اطاعت سے اپنے پروردگار کو راضی کر لو، کیونکہ اُس کا وقت گذر چکا اب تو ہمیشہ کی سزا بھگتنے کے سوا چارہ نہیں۔ ف۶ یعنی اُس وقت پچھتائیں گے اور آج جبکہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا موقع ہے قرآن کریم کیسی عجیب مثالیں اور دلیلیں بیان کر کے طرح طرح اُن کو سمجھاتا ہے، پر اُن کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔ کیسی ہی آیتیں پڑھ کر سنائے یا صاف سے صاف معجزے دکھلائے وہ سُن کر اور دیکھ کر یہی کہدیتے ہیں کہ تم (پیغمبر اور مسلمان) سب مل کر جھوٹ بنا لائے ہو۔ ایک نے چند آیتیں بنا لیں دوسروں نے تصدیق کر دی۔ ایک نے جادو دکھلایا دوسرے اُس پر ایمان لانے کو تیار ہو گئے۔ اس طرح ملی بھگت کر کے اپنا مذہب پھیلانا چاہتے ہو۔ ف۷ یعنی جو آدمی نہ سمجھے نہ سمجھنے کی کوشش کرے اور ضد و عناد کر ہر بات کا انکار کرتا رہے اسی طرح شدہ شدہ اُس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور آخرکار ضد و عناد سے دل اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ قبول حق کی استعداد بھی ضائع کر بیٹھتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ ف۸ یعنی جب اِن بدبختوں کا حال ضد و عناد کے اس درجہ پر پہنچ گیا تو آپ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ بلکہ پیغمبرانہ صبر و تحمل کے ساتھ اپنے دعوۃ و اصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ اللہ نے جو آپ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا کر کے رہیگا۔ اُس میں رتی برابر تفاوت و تخلف نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے کام پر جمے رہیے۔ یہ بدعقیدہ اور بے یقین لوگ آپ کو ذرا بھی آپ کے مقام کی جنبش نہ دے سکیں گے۔ تم سورۃ الروم وللہ الحمد والمنۃ

جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا

دیا کمزوری کے پیچھے زور پھر دیگا زور کے پیچھے کمزوری

وَّشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿٥٤﴾ وَيَوْمَ

اور سفید بال بناتا ہے جو کچھ چاہے اور وہ ہے سب کچھ جانتا کر سکتا ف۱ اور جس دن

تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ ۙ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ

قائم ہوگی قیامت قسمیں کھائینگے گنہگار ☆ کہ ہم نہیں رہے تھے ایک گھڑی سے زیادہ ف۲

كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَ

اسی طرح تھے اُلٹے جاتے ف۳ اور کہیں گے جن کو ملی ہے سمجھ اور

الْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ ۖ فَهَٰذَا

یقین تمہارا ٹھہرنا تھا اللہ کی کتاب میں جی اٹھنے کے دن تک سو یہ ہے

يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ

جی اٹھنے کا دن پر تم نہیں تھے جانتے ف۴ سو اُس دن کام نہ آئے گا

الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا

ان گنہگاروں کو قصور بخشوانا اور نہ اِن سے کوئی منانا چاہے ف۵ اور ہم نے بٹھلائی ہے

لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ

آدمیوں کے واسطے اِس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثل اور جو تو لائے اُنکے پاس کوئی آیت

لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿٥٨﴾ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ

تو ضرور کہیں وہ منکر تم سب جھوٹ بناتے ہو ف۶ یوں مہر لگا دیتا ہے

اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٩﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ

اللہ اُن کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے ف۷ سو تو قائم رہ بیشک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ ۖ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿٦٠﴾

ٹھیک ہے اور اُکھاڑ نہ دیں تجھ کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے ف۸

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ لقمان مکہ میں نازل ہوئی اس کی چونتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

الٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝

☆ یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی ☆ ہدایت ہے اور مہربانی نیکی کرنے والوں کے لئے ف۱

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ ہیں جو آخرت پر

هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اُن کو یقین ہے ☆ انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی طرف کی اور وہی

الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ

مراد کو پہنچے ف۲ اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ بچلائیں

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرائیں اُس کو ہنسی وہ جو ہیں اُن کو ذلت

مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا

کا عذاب ہے ف۳ اور جب سنائے اُس کو ہماری آیتیں پیٹھ دیجائے غرور سے گویا اُن کو سنا ہی نہیں

كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

گویا اُس کے دونوں کان بہرے ہیں سو خوشخبری دے اُس کو دردناک عذاب کی ف۴ جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ

یقین لائے اور کیے بھلے کام اُن کے واسطے ہیں نعمت کے باغ ☆ ہمیشہ رہا کریں اُن میں

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ

وعدہ ہو چکا اللہ کا سچا اور وہ زبردست ہے حکمتوں والا ف۵ بنائے آسمان بغیر

ف۱ یہ کتاب خاص نیکی اختیار کرنے والوں کے لئے سرمایۂ رحمت وہدایت ہے۔ کیونکہ وہی لوگ اس سے منتفع ہوتے ہیں۔ ورنہ نفس نصیحت وفہمائش کے لحاظ سے تو تمام جن وانس کے حق میں ہدایت ورحمت بنکر آئی ہے ف۲ سورۂ "بقرہ" کے شروع میں اسی طرح کی آیات گذر چکی ہیں وہاں کے فوائد دیکھ لیے جائیں ف۳ سعدائے مفلحین کے مقابلہ میں یہ اُن اشقیاء کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر ناچ رنگ، کھیل تماشے، یا دوسری واہیات وخرافات میں مستغرق ہیں چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل وتفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اُس کی یاد سے برگشتہ کردیں اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی مذاق اُڑائیں۔ حضرت حسنؒ "لہو الحدیث" کے متعلق فرماتے ہیں۔ كُلُّ مَا شَغَلَكَ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَذِكْرِهٖ مِنَ السَّمَرِ وَالْاَضَاحِيْكِ وَالْخُرَافَاتِ وَالْغِنَاءِ وَنَحْوِهَا (روح المعانی) (یعنی "لہو الحدیث" ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور یاد سے ہٹانے والی ہو۔ مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں، واہیات مشغلے، اور گانا بجانا وغیرہ) روایات میں ہے کہ نضر بن حارث جو رؤسائے کفار میں تھا بغرض تجارت فارس جاتا تو وہاں سے شاہان عجم کے قصص وتواریخ خرید کر لاتا اور قریش سے کہتا کہ محمد (صلعم) تم کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں۔ آؤ میں تم کو رستم واسفندیار اور شاہان ایران کے قصے سناؤں۔ بعض لوگ اُن کو دلچسپ سمجھ کر اُدھر متوجہ ہو جاتے۔ نیز اُس نے ایک گانے والی لونڈی خرید کی تھی جس کو دیکھتا کہ دل نرم ہوا اور اسلام کی طرف جھکا، اُس کے پاس لیجاتا اور کہہ دیتا کہ اسے کھلا پلا اور گانا سنا، پھر اُس شخص کو کہتا کہ دیکھ یہ اُس سے بہتر ہے جدھر محمد (صلعم) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، اور جان مارو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تنبیہ) شان نزول گو خاص ہو مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہیگا۔ جو لہو (شغل) دین اسلام سے پھر جانے یا پھیر دینے کا موجب ہو حرام بلکہ کفر ہے۔ اور جو احکام شرعیہ ضروریہ سے باز رکھے یا سبب معصیت بنے وہ معصیت ہے ہاں جو لہو کسی امر واجب کا مفوت (فوت کرنے والا) نہ ہو اور کوئی شرعی غرض ومصلحت بھی اُس میں نہ ہو وہ مباح لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے گھوڑ دوڑ، یا تیر اندازی اور نشانہ بازی یا زوجین کی ملاعبت (جو حد شریعت میں ہو) چونکہ معتد بہ اغراض ومصالح شرعیہ پر مشتمل ہیں اس لئے لہو باطل سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں۔ رہا غناء وسماع کا مسئلہ اُس کی تفصیل کتب فقہ وغیرہ میں دیکھنی چاہیئے مزامیر وملاہی کی حرمت پر تو صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے۔ البتہ نفس غناء کو ایک درجہ تک مباح لکھتے ہیں اُس کی قیود وشروط بھی کتابوں میں دیکھ لی جائیں۔ صاحب روح المعانی نے آیت ہذا کے تحت میں مسئلہ غناء وسماع کی تحقیق نہایت شرح وبسط سے کی ہے۔ فلیراجع۔ ف۴ یعنی غرور وتکبر سے ہماری آیتیں سننا نہیں چاہتا۔ بالکل بہرا بنجاتا ہے ف۵ یعنی کوئی قوت اُس کو ایفائے وعدہ سے روک نہیں سکتی، نہ کسی سے بے موقع وعدہ کرتا ہے۔

عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ

ستونوں کے تم اُس کو دیکھتے ہو ف۱ اور رکھ دیے زمین پر پہاڑ کہ تم کو لیکر جُھک نہ پڑے ف۲ اور بکھیر

فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا

دیے اُس میں سب طرح کے جانور اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر اُگائے زمین میں

مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ

ہر قسم کے جوڑے خاصے ف۳ یہ سب کچھ بنایا ہوا ہے اللہ کا اب دکھلاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے جو

مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ

اُس کے سوا ہیں ف۴ کچھ نہیں پر بے انصاف صریح بھٹک رہے ہیں ف۵ اور ہم نے دی لقمان کو

الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ

عقلمندی ف۶ کہ حق مان اللہ کا اور جو کوئی حق مانے اللہ کا تو مانے گا اپنے بھلے کو اور جو کوئی

كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝۱۲ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ

منکر ہوگا تو اللہ بے پروا ہے سب تعریفوں کے لائق ف۷ اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو جب اُس

يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝۱۳ وَوَصَّيْنَا

کو سمجھانے لگا اے بیٹے شریک نہ ٹھہرائیو اللہ کا ف۸ بیشک شریک بنانا بھاری بے انصافی ہے ف۹ اور ہم نے تاکید

الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ

کردی انسان کو اُسکی ماں باپ کے واسطے پیٹ میں رکھا اُس کو اُسکی ماں نے تھک تھک کر اور دودھ چھڑانا ہے

فِىْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَىَّ الْمَصِيْرُ ۝۱۴ وَاِنْ

اُس کا دو برس میں کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے ف۱۰ اور اگر

جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا

وہ دونوں تجھ سے اڑیں اس بات پر کہ شریک مان میرا اُس چیز کو جو تجھ کو معلوم نہیں تو اُنکا کہنا مت مان ف۱۱

وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ

اور ساتھ دے اُن کا دُنیا میں دستور کے موافق ف۱۲ اور راہ چل اُس کی جو رجوع ہوا میری طرف ف۱۳

ع ۱۱ — النصف — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — وقف غفران

ف۱ اس لفظ کی تفسیر سورۂ "رعد" کے شروع میں گذرچکی۔ ف۲ یعنی سمندر کی موجوں اور سخت ہَوا کے جھٹکوں سے یا دوسرے اسباب طبیعہ سے مُرتعش ہوکر جُھک نہ پڑے، اس کا انتظام بڑے بڑے پہاڑ قائم کرکے کردیا گیا۔ سورۂ "نحل" کے اوائل میں یہ مضمون گذرچکا ہے۔ باقی پہاڑوں کے پیدا کرنے کی حکمت کچھ اسی میں منحصر نہیں۔ دوسرے فوائد اور حکمتیں ہونگی جو اللہ کو معلوم ہیں۔ ف۳ یعنی ہر قسم کے پُررونق، خوش منظر، اور نفیس و کارآمد درخت زمین سے اُگائے۔ سورۂ شعراء کے شروع میں اسی مضمون کی آیت گذرچکی ہے۔ ف۴ جب نہیں دکھلاسکتے تو کس مُنہ سے اُن کو خدائی کا شریک اور معبودیت کا مستحق ٹھہراتے ہو۔ معبود تو وہ ہی ہوسکتا ہے جس کے ہاتھ میں پیدا کرنا اور رزق پہنچانا سب کچھ ہو۔ یہاں ایک ذرّہ کے پیدا کرنے کا اختیار نہیں ف۵ یعنی ان ظالموں کو سوچنے سمجھنے سے کچھ سروکار نہیں۔ اندھیرے میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔ آگے شرک و عصیان کی تقبیح کے لیے حضرت لقمان کی نصیحتیں نقل فرماتے ہیں جو اُنہوں نے اللہ کی طرف سے دانائی پاکر اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ ف۶ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے۔ ہاں ایک پاکباز متقی انسان تھے جن کو حق تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی عقل و فہم اور متانت و دانائی عطا فرمائی تھی۔ اُنہوں نے عقل کی راہ سے وہ باتیں کھولیں جو پیغمبروں کے احکام و ہدایات کے موافق تھیں۔ اُنکی عاقلانہ نصیحتیں اور حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور چلی آتی ہیں ربّ العزت نے ایک حصہ قرآن میں نقل فرماکر اُن کا مرتبہ اور زیادہ بڑھادیا، شاید مقصود یہ جتلانا ہو کہ شرک وغیرہ کا قبیح ہونا جس طرح فطرت انسانی کی شہادت اور انبیاء کی وحی سے ثابت ہے، دنیا کے منتخب عقلمند بھی اپنی عقل سے اُسکی تائید و تصدیق کرتے رہے ہیں۔ پس توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرنا ضلال مبین نہیں تو اور کیا ہے (تنبیہ) حضرت لقمان کہاں کے رہنے والے تھے؟ اور کس زمانہ میں ہوئے؟ اسکی پوری تعیین نہیں ہوسکی، اکثر کا قول ہے کہ حبشی تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ہوئے۔ ان کے بہت قصص اور اقوال تفاسیر میں نقل کئے ہیں۔ فاللہ اعلم بصحتہا۔ ف۷ یعنی اس احسان عظیم اور دوسرے احسانات پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا اور حق ماننا ضروری ہے لیکن واضح رہے کہ اس حق شناسی اور شکرگذاری سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جو کچھ فائدہ ہے خود شاکر کا ہے کہ دنیا میں مزید انعام اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اگر ناشکری کی تو اپنا نقصان کریگا اللہ تعالیٰ کو اس کے شکریہ کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔ اس کی حمد و ثنا تو ساری مخلوق زبانِ حال سے کررہی ہے اور بفرض محال کوئی تعریف کرنے والا نہ ہو تب بھی جامع الصفات اور منبع الکمالات ہونے کی بنا پر وہ بذاتِ خود محمود ہے کسی کے حمد و شکر کرنے یا نہ کرنے سے اُس کے کمالات میں ذرّہ بھر کمی بیشی نہیں ہوتی۔ ف۸ معلوم نہیں بیٹا مشرک تھا؟ سمجھا کر راہ راست پر لانا چاہتے تھے یا مُوحّد تھا؟ اُسے توحید پر خوب مضبوط کرنے اور جمائے رکھنے کی غرض سے یہ وصیت فرمائی؟ ف۹ اس سے بڑھ کر بے انصافی کیا ہوگی کہ عاجز مخلوق کو خالق مختار کا درجہ دیدیا جائے اور اس سے زیادہ حماقت اور ظلم اپنی جان پر کیا ہوگا کہ اشرف المخلوقات ہوکر خسیس ترین اشیاء کے آگے سرِ عبودیت خم کردے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ف۱۰ یعنی ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ دو مہینوں تک اس کا بوجھ پیٹ میں اُٹھائے پھری، پھر وضع حمل کے بعد دو برس تک دودھ پلایا۔ اس دوران میں نہ معلوم کیسی کیسی تکلیفیں اور سختیاں جھیل کر بچہ کی تربیت کی۔ اپنے آرام کو اُس کے آرام پر قربان کیا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اوّلاً خدا تعالیٰ کا اور ثانیاً اپنے ماں باپ کا خصوصاً ماں کا حق پہچانے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ماں باپ کی خدمت و اطاعت میں بقدر استطاعت مشغول رہے جہاں تک اللہ کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ اُس کا حق سب سے مقدم ہے اور اُسی کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ انسان دل میں سوچ لے کہ کیا مُنہ لیکر وہاں جائیگا۔ (تنبیہ) دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔ امام ابوحنیفہؒ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتلاتے ہیں اُن کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ شریک نہ مان جو تجھے معلوم نہیں یعنی شبہ میں بھی نہ مان اور یقین سمجھ کر تو کیوں مانے"۔ ف۱۲ یعنی دین کے خلاف ماں باپ کا کہنا نہ مان۔ ہاں دنیوی معاملات میں اُنکے ساتھ نیکی اور سلوک کرتا رہ اسی مضمون کی آیت سورۂ عنکبوت میں گذرچکی، وہاں کا فائدہ دیکھ لیا جائے ف۱۳ یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چل! دین کے خلاف ماں باپ کی تقلید یا اطاعت مت کر۔

ف۱ یعنی خدا کے ہاں پہنچ کر اولاد اور والدین سب کو پتہ لگ جائیگا کہ کس کی زیادتی یا تقصیر تھی۔ (تنبیہ) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ سے یہاں تک حق تعالیٰ کا کلام ہے پہلے لقمان کی وصیت بیٹے کو تھی اور آگے بھی یَا بُنَیَّ اِنَّھَا اِنْ تَکُ " الخ سے اُسی وصیت کا سلسلہ ہے۔ درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک ضروری تنبیہ فرما دی یعنی شرک اتنی سخت قبیح چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "لقمان نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت سے پیچھے اور دوسری نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق فرما دیا کہ بعد اللہ کے حق کے ماں باپ کا حق ہے۔ باپ نے اللہ کا حق بتایا۔ اللہ نے باپ کا۔ باقی پیغمبر یا مرشد و ہادی کا حق بھی حق اللہ کے ذیل میں سمجھو کہ وہ اُسی کے نائب ہوتے ہیں" ف موضح بتغییر یسیر۔ ف۲ یعنی کوئی چیز یا کوئی خصلت اچھی یا بری اگر رائی کے دانہ کے برابر چھوٹی ہو اور فرض کرو پتھر کی کسی سخت چٹان کے اندر یا آسمانوں کی بلندی پر یا زمین کی تاریک گہرائیوں میں رکھی ہو، وہ بھی اللہ سے مخفی نہیں ہو سکتی۔ جب وقت آئے گا وہیں سے لا حاضر کریگا۔ اس لئے آدمی کو چاہیے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ ہزار پردوں میں بھی جو کام کیا جائیگا اللہ کے سامنے ہے۔ چنانچہ نیکی یا بدی کیسی ہی چھپ کر کیجائے اُس کا اثر ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے جسے اہل نظر بے تکلف محسوس کرتے ہیں۔ ف۳ یعنی خود اللہ کی توحید اور بندگی پر قائم ہو کر دوسروں کو بھی نصیحت کر کہ بھلی بات سیکھیں اور برائی سے رُکیں۔ ف۴ یعنی دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں جن کا پیش آنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اغلب ہے اُن کو تحمل اور اولوا العزمی سے برداشت کر۔ شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار دینا حوصلہ مند بہادروں کا کام نہیں۔ ف۵ یعنی غرور سے مت دیکھ اور لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح بات نہ کر۔ بلکہ خندہ پیشانی سے مل۔ ف۶ یعنی اترانے اور شیخیاں مارنے سے آدمی کی کچھ عزت نہیں بڑھتی، بلکہ ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ سامنے نہیں تو پیچھے لوگ برا کہتے ہیں۔ ف۷ یعنی تواضع، متانت، اور میانہ روی کی چال اختیار کر، بے ضرورت مت بول، کلام کرتے وقت حد سے زیادہ نہ چلا۔ اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو، وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے۔ مگر کس قدر کریہہ و کرخت ہوتی ہے۔ بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات آدمی کی آواز بھی ایسی ہی بے ڈھنگی اور بے سُری ہو جاتی ہے۔ (ربط) لقمان کا کلام یہاں تک تمام ہوا۔ آگے پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور احسان و انعام یاد دلا کر توحید وغیرہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ف۸ یعنی آسمان و زمین کی کل مخلوق تمہارے کام میں لگا دی ہے، پھر تم اس کے کام میں کیوں نہیں لگتے۔ ف۹ کھلی نعمتیں وہ جو حواس سے مدرک ہوں یا بے تکلف سمجھ میں آ جائیں۔ چھپی وہ جو عقلی غور و فکر سے دریافت کیجائیں۔ یا ظاہری سے مادی و معاشی اور باطنی سے روحانی و معادی نعمتیں مراد ہوں۔ گویا پیغمبر بھیجنا، کتاب اُتارنا، نیکی کی توفیق دینا، سب باطنی نعمتیں ہوئیں۔ واللہ اعلم۔ ف۱۰ یعنی ایسے کھلے ہوئے انعام و احسان کے باوجود بعض لوگ آنکھیں بند کر کے اللہ کی وحدانیت میں یا اُس کی شئون و صفات میں یا اُس کے احکام و شرائع میں جھگڑتے ہیں اور محض بے سند جھگڑتے ہیں۔ نہ کوئی علمی اور عقلی اصول اُن کے پاس ہے نہ کسی ہادی برحق کی ہدایت، نہ کسی مستند اور روشن کتاب کا حوالہ، محض باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔ (تنبیہ) ترجمہ سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ غالباً مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "علم" سے عقلی طور پر سمجھنا مراد لیا ہے اور "ہدیٰ" سے ایک طرح کی بصیرت مراد لی ہے جو سلامتی ذوق و وجدان اور ممارست عقل و فکر سے ناشی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کو نہ معمولی سمجھ ہے نہ وجدانی بصیرت حاصل ہے نہ روشن کتاب یعنی نقلی دلیل رکھتے ہیں۔ یہ معنی بہت لطیف ہیں۔ ہم نے آیت کی جو تقریر اختیار کی محض تسہیل کی غرض سے کی ہے۔

ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ

پھر میری طرف ہے تم کو پھر آنا پھر میں جتلا دونگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۱ اے بیٹے اگر کوئی چیز ہو

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ

برابر رائی کے دانہ کی پھر وہ ہو کسی پتھر میں یا آسمانوں میں یا

فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ يَا بُنَيَّ أَقِمِ

زمین میں لا حاضر کرے اُس کو اللہ بیشک اللہ جانتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو خبردار ہے ف۲ اے بیٹے قائم رکھ

الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا

نماز اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے ف۳ اور تحمل کر جو

أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٧﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ

تجھ پر پڑے بیشک یہ ہیں ہمت کے کام ف۴ اور اپنے گال مت پھلا

لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ

لوگوں کی طرف ف۵ اور مت چل زمین پر اتراتا بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا

فَخُورٍ ﴿١٨﴾ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ

بڑائیاں کرنیوالا ف۶ اور چل بیچ کی چال اور نیچی کر آواز اپنی بیشک

أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾ أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي

بُری سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے ف۷ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کام میں لگائے تمہارے

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً

جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ف۸ اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی ف۹

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں نہ سمجھ رکھیں نہ سوجھ اور نہ روشن

مُنِيرٍ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

کتاب ف۱۰ اور جب اُن کو کہیے چلو اُس حکم پر جو اُتارا اللہ نے کہیں نہیں ہم تو چلیں گے اُس پر جس پر

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾
پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اور جو شیطان بلاتا ہو اُن کو دوزخ کے عذاب کی طرف تو بھی ف۱

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
اور جو کوئی تابع کرے اپنا مُنہ اللہ کی طرف اور وہ ہو نیکی پر سو اُس نے پکڑ لیا مضبوط

الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ
کڑا ف۲ اور اللہ کی طرف ہے آخر ہر کام کا ف۳ اور جو کوئی منکر ہوا تو تو غم نہ کھا اُسکے انکار کا

اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾
ہماری طرف پھر آنا ہے اُنکو پھر ہم جتلا دینگے اُن کو جو اُنہوں نے کیا ہے البتہ اللہ جانتا ہے جو بات ہے دلوں میں ف۴

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ
کام چلا دینگے ہم اُنکا تھوڑے دنوں پھر پکڑ بلائینگے اُن کو گاڑھے عذاب میں ف۵ اور اگر تو پوچھے اُن سے

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ
کس نے بنائے آسمان اور زمین تو کہیں اللہ نے تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے پر

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۶ اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں بیشک اللہ

هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ
وہی ہے بے پروا سب خوبیوں والا ف۷ اور اگر جتنے درخت ہیں زمین میں قلم ہوں اور

الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
سمندر ہو اُسکی سیاہی اُسکے پیچھے ہوں سات سمندر نہ تمام ہوں باتیں اللہ کی بیشک اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
زبردست ہے حکمتوں والا ف۸ تم سب کا بنانا اور مرے پیچھے جلانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جی کا ف۹ بیشک اللہ

سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ف۱۰ تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو

ف۱ یعنی اگر شیطان تمہارے باپ دادوں کو دوزخ کی طرف لیے جا رہا ہو، تب بھی تم اُن کے پیچھے چلو گے؟ اور جہاں وہ گرینگے وہیں گرو گے؟ ف۲ یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ نیکی کا رستہ اختیار کیا اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا، سمجھ لو کہ اُس نے بڑا مضبوط حلقہ ہاتھ میں تھام لیا ہے۔ جب تک یہ کڑا پکڑے رہیگا، گرنے یا چوٹ کھانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ ف۳ یعنی جس نے یہ کڑا مضبوط تھامے رکھا وہ آخر اس کے سہارے سے اللہ تک پہنچ جائیگا اور خدا اُس کا انجام درست کر دیگا۔

ف۴ یعنی تم اپنا علاقہ خدا تعالیٰ سے جوڑے رکھو، کسی کے انکار و تکذیب کی پرواہ نہ کرو۔ منکرین کو بھی بالآخر ہمارے ہاں آنا ہے۔ اُس وقت سب کیا دھرا سامنے آجائیگا۔ کسی جرم کو اللہ سے چھپا نہ سکیں گے وہ تو دلوں تک کے راز جانتا ہے سب کھول کر رکھ دیگا۔ ف۵ یعنی تھوڑے دن کا عیش اور بیفکری ہے۔ مہلت ختم ہونے پر سخت سزا کے نیچے کھنچے چلے آئیں گے مجال ہے کہ چھوٹ کر بھاگ جائیں؟ ف۶ یعنی الحمدللہ اتنا تو زبان سے اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا بجز اللہ کے کسی کا کام نہیں پھر اب کونسی خوبی رہ گئی جو اُس کی ذات میں نہ ہو۔ کیا ان چیزوں کا پیدا کرنا اور ایک خاص محکم نظام پر چلانا بدون اعلیٰ درجے کے علم و حکمت اور زور و قدرت کے ممکن ہے؟ لامحالہ "خالق السمٰوات والارض" میں تمام کمالات تسلیم کرنے پڑیں گے۔ اور یہ بھی اُسی کی قدرت کا ایک نمونہ ہے کہ تم جیسے منکرین سے اپنی عظمت و قدرت کا اقرار کرا دیتا ہے جس کے بعد تم ملزم ٹھہرتے ہو کہ جب تمہارے نزدیک خالق تنہا وہ ہے تو معبود دوسرے کیونکر بن گئے بات تو صاف ہے پر بہت لوگ نہیں سمجھتے اور یہاں پہنچکر اٹک جاتے ہیں۔ ف۷ یعنی جس طرح آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ ہے ایسے ہی آسمان و زمین میں جو چیزیں موجود ہیں سب بلا شرکت غیرے اُسی کی مخلوق و مملوک اور اُسی کی طرف محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ کیونکہ وجود اور توابع وجود یعنی جملہ صفات کمالیہ کا مخزن و منبع اُسی کی ذات ہے۔ اُس کا کوئی کمال دوسرے سے مستفاد نہیں۔ وہ بالذات سب عزتوں اور خوبیوں کا مالک ہے پھر اُسے کسی کی کیا پرواہ ہوتی؟ ف۸ یعنی اگر تمام دنیا کے درختوں کو تراش کر قلم بنالیں اور موجودہ سمندر کی سیاہی تیار کیجائے، پھر پیچھے سے سات سمندر اور اُس کی کمک پر آجائیں اور فرض کرو تمام مخلوق اپنی اپنی بساط کے موافق لکھنا شروع کرے، تب بھی اُن باتوں کو لکھ کر تمام نہ کر سکیں گے جو حق تعالیٰ کے کمالات اور عظمت و جلال کو ظاہر کرنے والی ہیں، لکھنے والوں کی عمریں تمام ہو جائیں گی قلم گھس گھس کر ٹوٹ جائیں گے سیاہی ختم ہو جائیگی پر اللہ کی تعریفیں اور اُس کی خوبیاں ختم نہ ہونگی بھلا محدود و متناہی قوتوں سے لامحدود اور غیر متناہی کا سرانجام کیونکر ہو۔ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِىْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

ف۹ یعنی سارے جہان کا پیدا کرنا اور ایک آدمی کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کے لیے دونوں برابر ہیں۔ نہ اس میں کچھ وقت نہ اُس میں کچھ دقت۔ ایک "کُن" سے جو چاہے کر ڈالے اور لفظ کن کہنے پر بھی موقوف نہیں۔ یہ ہم کو سمجھانے کا ایک عنوان ہے، بس اُدھر ارادہ ہوا اِدھر وہ چیز موجود۔ ف۱۰ یعنی جس طرح ایک آواز کا سننا اور بیک وقت تمام جہان کی آوازوں کو سننا، یا ایک چیز کا دیکھنا اور بیک وقت تمام جہان کی چیزوں کو دیکھنا اُس کے لیے برابر ہے، ایسے ہی ایک آدمی کا مارنا جِلانا اور سارے جہان کا مارنا جِلانا اُسکی قدرت کے سامنے یکساں ہے۔ پھر دوبارہ جِلانے کے بعد بیک وقت تمام اوّلین و آخرین کے اگلے پچھلے اعمال کا رتی رتی حساب چکا دینے میں بھی اُسے کوئی دقت نہیں ہو سکتی کیونکہ ہمارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو دیکھتا ہے۔ کوئی چھپی کھلی بات اُس سے پوشیدہ نہیں۔

فِی الَّیۡلِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ۫ کُلٌّ یَّجۡرِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ
رات میں اور کام میں لگا دیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر وقت تک ف۱ اور

اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ وَ اَنَّ مَا
یہ کہ اللہ خبر رکھتا ہے اُسکی جو تم کرتے ہو ف۲ یہ اس لیے کہا کہ اللہ وہی ہے ٹھیک اور جس کسی کو

یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِ الۡبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ ﴿۳۰﴾
پکارتے ہیں اُس کے سوائے سو وہی جھوٹ ہے ف۳ اور اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا ف۴

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡکَ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمۡ مِّنۡ اٰیٰتِہٖ ؕ
تو نے نہ دیکھا کہ جہاز چلتے ہیں سمندر میں اللہ کی نعمت لیکر تاکہ دکھلائے تمکو کچھ اپنی قدرتیں ف۵

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَہُمۡ مَّوۡجٌ
البتہ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک تحمل کرنیوالے احسان ماننے والے کو ف۶ اور جب سر پر آئے اُنکی موج

کَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۚ فَلَمَّا نَجّٰہُمۡ اِلَی الۡبَرِّ
جیسے بادل پکارنے لگیں اللہ کو خالص کر کر اُسی کے لیے بندگی ف۷ پھر جب بچا دیا اُنکو جنگل کی طرف

فَمِنۡہُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ کَفُوۡرٍ ﴿۳۲﴾
تو کوئی ہوتا ہے اُن میں بیچ کی چال پر ف۸ اور منکر وہی ہوتے ہیں ہماری قدرتوں سے جو قول کے جھوٹے ہیں حق نہ ماننے والے ف۹

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ وَ اخۡشَوۡا یَوۡمًا لَّا یَجۡزِیۡ وَالِدٌ عَنۡ
اے لوگو بچتے رہو اپنے رب سے اور ڈرو اُس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی باپ اپنے

وَّلَدِہٖ ۫ وَ لَا مَوۡلُوۡدٌ ہُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِہٖ شَیۡئًا ؕ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ
بیٹے کے بدلے اور نہ کوئی بیٹا ہو جو کام آئے اپنے باپ کی جگہ کچھ بھی ف۱۰ بیشک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ٝ وَ لَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ ﴿۳۳﴾
ٹھیک ہے سو تم کو نہ بہکائے دنیا کی زندگانی اور نہ دھوکا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز ف۱۱

اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ۚ وَ یَعۡلَمُ مَا فِی
بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے

ف۱ "مقرر وقت" سے قیامت مُراد ہے یا چاند سورج میں سے ہر ایک کا دورہ۔ کیونکہ ایک دورہ پورا ہونے کے بعد گویا ازسرِ نو چلنا شروع کرتے ہیں۔ ف۲ یعنی جو قوت رات کو دن اور دن کو رات کرتی، اور چاند سورج جیسے کُرّاتِ عظیمہ کو ادنٰی مزدور کی طرح کام میں لگائے رکھتی ہے۔ اُسے تمہارا مرے پیچھے زندہ کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ اور جب ہر ایک چھوٹے بڑے عمل سے پوری طرح باخبر ہے تو حساب کتاب میں کیا دشواری ہوگی۔ ف۳ یعنی حق تعالٰی کی یہ شئونِ عظیمہ اور صفاتِ قاہرہ اس لیے ذکر کی گئیں کہ سُننے والے سمجھ لیں کہ ایک خدا کو ماننا اور صرف اُس کی عبادت کرنا ہی ٹھیک راستہ ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے یا کیا جائے باطل اور جھوٹ ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالٰی کا موجود بالذات اور واجب الوجود ہونا جو "اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ" سے سمجھ میں آتا ہے اور دوسروں کا باطل و ہالک الذات ہونا اس کو مستلزم ہے کہ اکیلے اُسی خدا کے واسطے یہ شئون و صفات ثابت ہوں، پھر جس کے لیے یہ شئون و صفات ثابت ہونگی وہ ہی معبود بننے کا مستحق ہوگا۔ ف۴ لہٰذا بندہ کی انتہائی پستی اور تذلل (جس کا نام عبادت ہے) اُسی کے لیے ہونا چاہیے۔ ف۵ یعنی جہاز بھاری بھاری سامان اُٹھا کر خدا کی قدرت اور فضل و رحمت سے کس طرح سمندر کی موجوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔ ف۶ یعنی اس بحری سفر کے احوال و حوادث میں غور کرنا انسان کے لیے صبر و شکر کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ جب طوفان اُٹھ رہے ہوں اور جہاز پانی کے تھپیڑوں میں گھرا ہو اُس وقت بڑے صبر و تحمل کا کام ہے اور جب اللہ نے اس کشمکش موت و حیات سے صحیح و سالم نکال دیا تو ضروری ہے کہ اُس کا احسان مانے۔ ف۷ اوپر دلائل و شواہد سے سمجھایا تھا کہ ایک اللہ ہی کا ماننا ٹھیک ہے اس کے خلاف سب باتیں جھوٹی ہیں۔ یہاں بتلایا کہ طوفانی موجوں میں گھر کر کٹر سے کٹر مشرک بھی بڑی عقیدتمندی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسانی ضمیر اور فطرت کی اصلی آواز یہ ہی ہے۔ باقی سب بناوٹ اور جھوٹے ڈھکوسلے ہیں۔ ف۸ یعنی جب خدا تعالٰی طوفان سے نکال کر خشکی پر لے آیا۔ تو تھوڑے نفوس ہیں جو اعتدال و توسّط کی راہ پر قائم رہیں ورنہ اکثر تو دریا سے نکلتے ہی شرارتیں شروع کر دیتے ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے "فَمِنۡہُمۡ مُّقۡتَصِدٌ" کا ترجمہ کیا "تو کوئی ہوتا ہے ان میں بیچ کی چال پر"۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی جو حال خوف کے وقت تھا وہ تو کسی کا نہیں، مگر بالکل بھول بھی نہ جائے۔ ایسے بھی کم ہیں نہیں تو اکثر قدرت سے منکر ہوتے ہیں۔ اپنے بچ نکلنے کو تدبیر پر رکھتے ہیں یا کسی ارواح وغیرہ کی مدد پر۔ ف۹ یعنی ابھی تھوڑی دیر پہلے طوفان میں گھر کر جو قول و قرار اللہ سے کر رہے تھے سب جھوٹے نکلے۔ چند روز بھی اُس کے انعام و احسان کا حق نہ مانا۔ اس قدر جلد قدرت کی نشانیوں سے منکر ہو گئے۔ ف۱۰ طوفان کے وقت جہاز کے مسافروں میں سخت افراتفری ہوتی ہے۔ ہر ایک اپنی جان بچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکل غافل نہیں ہو جاتی۔ ایک دوسرے کے بچانے کی تدبیر کرتا ہے بلکہ بسا اوقات والدین کی شفقت چاہتی ہے کہ ہو سکے تو بچہ کی مصیبت اپنے سر لیکر اُس کو بچا لیں لیکن ایک ہولناک اور پر شور دن آنے والا ہے جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی۔ اولاد اور والدین میں سے کوئی ایثار کر کے دوسرے کی مصیبت اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوگا۔ اور تیار بھی ہو تو یہ تجویز چل نہ سکے گی۔ چاہیے کہ آدمی اُس دن سے ڈر کر غضب الٰہی سے بچنے کا سامان کرے۔ آج اگر سمندر کے طوفان سے بچ گئے تو کل اُس سے کیونکر بچو گے۔ ف۱۱ یعنی وہ دن یقیناً آکر رہیگا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دنیا کی چند روزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکا نہ کھاؤ کہ ہمیشہ اسی طرح رہیگی۔ اور یہاں آرام سے ہو تو وہاں بھی آرام کرو گے! نیز اُس دغاباز شیطان کے اغوا سے ہُشیار رہو جو اللہ کا نام لے کر دھوکا دیتا ہے۔ کہتا ہے میاں اللہ غفورٌ رحیم ہے خوب گناہ سمیٹو، مزے اڑاؤ، بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا۔ اللہ سب بخشدیگا۔ تقدیر میں اگر اُس نے جنت لکھ دی ہے تو گناہ کتنے ہی ہوں ضرور پہنچ کر رہوگے اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح بچ نہیں سکتے پھر کاہے کے لیے دنیا کا مزہ چھوڑا۔

ف۱ یعنی قیامت آکر رہیگی کب آئیگی؟ اس کا علم خدا کے پاس ہے۔ نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے۔ آدمی دنیا کے باغ و بہار اور وقتی تروتازگی پر ریجھتا ہے، کیا نہیں جانتا کہ علاوہ فانی ہونے کے فی الحال بھی یہ چیز اور اس کے اسباب سب خدا کے قبضہ میں ہیں۔ زمین کی ساری رونق اور مادّی برکت (جس پر تمہاری خوشحالی کا مدار ہے) آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ سال دو سال مینہ نہ برسے تو ہر طرف خاک اُڑنے لگے۔ نہ سامان معیشت رہیں نہ اسباب راحت۔ پھر تعجب ہے کہ انسان دنیا کی زینت اور تروتازگی پر فریفتہ ہو کر اُس ہستی کو بھول جائے جس نے اپنی باران رحمت سے اُس کو تروتازہ اور پُر رونق بنا رکھا ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کو کیا معلوم ہے کہ دنیا کے عیش و آرام میں اُس کا کتنا حصہ ہے۔ بہت سے لوگ کوشش کرکے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں لیکن زندگی بھر چین نصیب نہیں ہوتا۔ بہت ہیں جنہیں بے محنت دولت مل جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر بھی کوئی آدمی جو دین کے معاملہ میں تقدیر الٰہی پر بھروسہ کیے بیٹھا ہو دنیوی جد و جہد میں تقدیر پر قانع ہو کر ذرہ برابر کمی نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ تدبیر کرنی چاہیئے کیونکہ اچھی تقدیر عموماً کامیاب تدبیر ہی کے ضمن میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ علم خدا کو ہے کہ فی الواقع ہماری تقدیر کیسی ہوگی اور صحیح تدبیر بن پڑیگی یا نہیں۔ یہی بات اگر ہم دین کے معاملہ میں سمجھ لیں تو شیطان کے دھوکہ میں ہرگز نہ آئیں۔ بیشک جنت دوزخ جو کچھ ملے گی تقدیر سے ملے گی جس کا علم خدا کو ہے مگر عموماً اچھی یا بُری تقدیر کا چہرہ، اچھی یا بُری تدبیر کے آئینہ میں نظر آتا ہے۔ اس لئے تقدیر کا حوالہ دے کر ہم تدبیر کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ یہ پتہ کسی کو نہیں کہ اللہ کے علم میں وہ سعید ہے یا شقی جنتی ہے یا دوزخی، مفلس ہے یا غنی۔ لہٰذا ظاہری عمل اور تدبیر ہی وہ چیز ہوئی جس سے عادۃً ہم کو نوعیت تقدیر کا قدرے پتہ چل جاتا ہے۔ ورنہ یہ علم تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور پیدا ہونے کے بعد اُس کی عمر کیا ہو، روزی کتنی ملے، سعید ہو یا شقی، اسی کی طرف "وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ" میں اشارہ کیا ہے۔ رہا شیطان کا یہ دھوکا کہ فی الحال تو دنیا کے مزے اُڑالو، پھر توبہ کرکے نیک بن جانا، اس کا جواب "وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا" الخ میں دیا ہے یعنی کسی کو خبر نہیں کہ کل وہ کیا کریگا؟ اور کچھ کرنے کے لئے زندہ بھی رہیگا، کب موت آجائیگی اور کہاں آئیگی؟ پھر یہ وثوق کیسے ہو کہ آج کی بدی کا تدارک کل نیکی سے ضرور کرلے گا اور توبہ کی توفیق ضرور پائیگا؟ ان چیزوں کی خبر تو اُسی علیم و خبیر کو ہے (تنبیہ) یاد رکھنا چاہیے کہ مغیبات جنس احکام سے ہونگی یا جنس اکوان سے، پھر اکوان غیبیہ زمانی ہیں یا مکانی، اور زمانی کی باعتبار ماضی، مستقبل، حال کے تین قسمیں کی گئی ہیں۔ ان میں سے احکام غیبیہ کا کلی علم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا گیا۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ الیٰ آخر الآیۃ (جن رکوع ۲) جس کی جزئیات کی تفصیل و تبویب اذکیائے اُمت نے کی۔ اور اکوان غیبیہ کی کلیات و اصول کا علم حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص رکھا ہاں جزئیات منتشرہ بہت سے لوگوں کو حسب استعداد اطلاع دی اور نبی کریم صلعم کو اس سے بھی اشاد افرا عظیم الشان حصہ ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تاہم اکوان غیبیہ کا علم کلی ربّ العزت ہی کے ساتھ مختص رہا۔ آیت ہٰذا میں جو پانچ چیزیں مذکور ہیں احادیث میں اُن کو مفاتیح الغیب فرمایا ہے جن کا علم (یعنی علم کلی) بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ فی الحقیقت ان پانچ چیزوں میں کل اکوان غیبیہ کی انواع کی طرف اشارہ ہو گیا۔ "بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ" میں غیوب مکانیہ۔ "مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا" میں زمانیہ مستقبلہ۔ "مَا فِي الْأَرْحَامِ" میں زمانیہ حالیہ اور "يُنَزِّلُ الْغَيْثَ" میں غالباً زمانیہ ماضیہ پر تنبیہ ہے یعنی بارش آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ پہلے سے کیا ایسے اسباب فراہم ہو رہے تھے کہ ٹھیک اسی وقت اسی جگہ اسی مقدار میں بارش ہوئی، ماں بچہ کو پیٹ میں لئے پھرتی ہے پر اُسے پتہ نہیں کہ پیٹ میں کیا چیز ہے لڑکا یا لڑکی؟ انسان واقعات آئندہ پر حاوی ہونا چاہتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کل میں خود کیا کام کرونگا! میری موت کہاں واقع ہوگی! اس جہل و بیچارگی کے باوجود تعجب ہے کہ دنیوی زندگی پر مفتوں ہو کر خالق حقیقی کو اور اُس دن کو بھول جائے جب پروردگار کی عدالت میں کشاں کشاں حاضر ہونا پڑیگا۔ بہرحال ان پانچ چیزوں کے ذکر سے تمام اکوان غیبیہ کے علم کلی کی طرف اشارہ کرنا ہے حصر مقصود نہیں اور غالباً ذکر میں ان پانچ کی تخصیص اسلئے ہوئی کہ ایک سائل نے سوال انہی پانچ باتوں کی نسبت کیا تھا جسکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کما فی الحدیث پہلے سورۂ انعام اور سورۂ نمل میں بھی ہم علم غیب کی ...

الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي

ماں کے پیٹ میں اور کسی جی کو معلوم نہیں کہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جی کو

نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

خبر نہیں کہ کس زمین میں مریگا تحقیق اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے ف۱

سُورَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُونَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی تیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمٓ ﴿١﴾ تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ

اُتارنا کتاب کا اس میں کچھ دھوکا نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے ف۲ کیا کہتے ہیں کہ

افْتَرَاهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ

یہ جھوٹ باندھ لایا ہے کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے تاکہ تو ڈر سنائے ان لوگوں کو جنکے پاس نہیں آیا کوئی ڈرانیوالا

مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ

تجھ سے پہلے تاکہ وہ راہ پر آئیں ف۳ اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور

الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ

زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن کے اندر پھر قائم ہوا عرش پر ف۴

مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٤﴾ يُدَبِّرُ

کوئی نہیں تمہارا اُس کے سوائے حمایتی اور نہ سفارشی پھر تم کیا دھیان نہیں کرتے ف۵ تدبیر سے اُتارتا ہے

الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ

کام آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے وہ کام اس کی طرف ایک دن میں جس کا

مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٥﴾ ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

پیمانہ ہزار برس کا ہے تمہاری گنتی میں ف۶ یہ ہے جاننے والا چھپے اور کھلے کا

ف۲ بلاشبہ یہ کتاب مقدس رب العالمین نے اُتاری ہے نہ اس میں کچھ دھوکا ہے نہ شک و شبہ کی گنجائش۔ ف۳ یعنی جس کتاب کا معجزہ اور من اللہ ہونا اس قدر واضح ہے کہ شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، کیا اُس کی نسبت کفار کہتے ہیں کہ پیغمبر اپنی طرف سے گھڑ لایا ہے اور معاذ اللہ جھوٹ طوفان خدا کی طرف نسبت کرتا ہے؟ حد ہوگئی جب ایسی روشن چیز میں بھی شبہات پیدا کیے جانے لگے، ذرا غور و انصاف کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ کتاب ٹھیک پروردگار عالم کی طرف سے آئی ہے۔ تا اس کے ذریعہ سے آپ اس قوم کو بیدار کرنے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کریں جن کے پاس قرنوں سے کوئی بیدار کرنے والا پیغمبر نہیں آیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ آدمی اپنی طرف سے وہ ہی چیز بنا کر لاتا ہے یا بنا سکتا ہے جس کی کوئی نظیر یا زبردست خواہش اس کے ماحول میں پائی جاتی ہو کسی ملک میں ایسی بات دفعۃً منہ سے نکال دینا جو ان کی سینکڑوں برس کی مسخ شدہ ذہنیت اور مذاق کے یکسر مخالف ہو اور جس کے قبول کی ادنیٰ ترین استعداد بھی

بقیہ صفحہ ۵۳۸ ۔بظاہر نہ پائی جائے، کسی عاقل کا کام نہیں ہوسکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ کسی کو مامور کرے وہ الگ بات ہے۔ پس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم جن کا اعقل الناس ہونا اُن کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے جو آپ کو (معاذ اللہ) مفتری کہتے ہیں، اگر کوئی بات بنا کر لاتے تو یقیناً ایسی لاتے جو عرب کی اُس فضا کے مناسب اور عام جذبات کے موافق ہوتی اور جس کا کوئی نمونہ ان کے گرد و پیش پایا جاتا۔ یہی بات ایک انصاف پسند کو یقین دلاسکتی ہے کہ وہ خود اپنی ذاتی خواہش سے کھڑے نہیں ہوئے اور نہ جو پیغام لائے وہ اُن کا تصنیف کیا ہوا تھا۔ ف۴ اس کا بیان سورۂ اعراف میں آٹھویں پارہ کے اختتام کے قریب گذر چکا۔ ملاحظہ کرلیا جائے۔ ف۵ یعنی دھیان نہیں کرتے کہ اُس کے پیغام اور پیغامبر کو جھٹلا کر کہاں جاؤگے۔ تمام زمین و آسمان میں عرش سے فرش تک اللہ کی حکومت ہے۔ اگر کڑے گئے تو اُس کی اجازت و رضا کے بدون کوئی حمایت اور سفارش کرنے والا بھی نہ ملیگا۔ ف۶ بڑے کام اور اہم انتظامات کے متعلق عرش عظیم سے مقرر ہوکر نیچے حکم اُترتا ہے۔ سب اسبابِ حسّی و معنوی، ظاہری و باطنی، آسمان و زمین سے جمع ہو کر اُس کے انصرام میں لگ جاتے ہیں۔ آخر وہ کام اور انتظام اللہ کی مشیّت و حکمت سے مدتوں جاری رہتا ہے، پھر زمانہ دراز کے بعد اُٹھ جاتا ہے۔ اُس وقت اللہ کی طرف سے دوسرا رنگ اُترتا ہے جیسے بڑے بڑے پیغمبر جن کا اثر قرنوں رہا یا کسی بڑی قوم میں سرداری جو نسلوں تک چلی۔ وہ ہزار برس اللہ کے ہاں ایک دن ہے (موضح بتغییر یسیر) مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہزار سال کے انتظامات و تدابیر فرشتوں کو القا کرتا ہے۔ اور یہ اُس کے ہاں ایک دن ہے۔ پھر فرشتے جب (اُنہیں انجام دیکر) فارغ ہوجاتے ہیں، آئندہ ہزار سال کے انتظامات القا فرما دیتا ہے۔ یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔ بعض مفسرین آیت کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اللہ کا حکم آسمانوں کے اوپر سے زمین تک آتا ہے، پھر جو کارروائیاں اُس کے متعلق یہاں ہوتی ہیں وہ دفترِ اعمال میں درج ہونے کیلئے اوپر چڑھتی ہیں جو سماءِ دنیا کے محدّب پر واقع ہے۔ اور زمین سے وہاں تک کا فاصلہ آدمی کی متوسط رفتار سے ایک ہزار سال کا ہے جو خدا کے ہاں ایک دن قرار دیا گیا۔ مسافت تو اتنی ہے یہ جُدا گانہ بات ہے کہ فرشتہ ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم میں قطع کرے۔ بعض مفسرین یوں معنی کرتے ہیں کہ ایک کام اللہ تعالیٰ کو کرنا ہے تو اُس کے مبادی و اسباب کا سلسلہ ہزار سال پہلے سے شروع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ حکمت بالغہ کے مطابق مختلف ادوار میں گذرتا اور مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا بتدریج اپنے منتہائے کمال کو پہنچتا ہے۔ اُس وقت جو نتائج و آثار اُس کے ظہور پذیر ہوتے ہیں بارگاہ ربوبیّت میں پیش ہونے کے لئے چڑھتے ہیں۔ بعض کے نزدیک یوم سے یوم قیامت مُراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین تک تمام دنیا کا بندوبست کرتا ہے۔ پھر ایک وقت آئیگا جب یہ سارا قصہ ختم ہو کر اللہ کی طرف لوٹ جائیگا اور آخری فیصلہ کے لئے پیش ہوگا۔ اُس کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کا دن ہزار سال کی برابر ہے۔ بہرحال "فِیۡ یَوۡمٍ" کو بعض نے یُدَبِّرُ کے اور بعض نے یَعۡرُجُ کے متعلق کیا ہے اور بعض نے تنازع فعلین مانا ہے۔ واللہ اعلم۔

الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۝۶ الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ

زبردست رحم والا ف۱ جس نے خوب بنائی جو چیز بنائی اور شروع کی انسان

الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَہٗ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ ۝۸

کی پیدائش ایک گارے سے پھر بنائی اُسکی اولاد نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے ف۲

ثُمَّ سَوّٰىہُ وَ نَفَخَ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِہٖ وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ

پھر اُس کو برابر کیا ف۳ اور پھونکی اُس میں اپنی ایک جان ف۴ اور بنادیے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور

الۡاَفۡـِٕدَۃَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ ۝۹ وَ قَالُوۡۤا ءَ اِذَا ضَلَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ ءَ اِنَّا

دل تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو ف۵ اور کہتے ہیں کیا جب ہم رل گئے زمین میں کیا ہم کو

لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۬ؕ بَلۡ ہُمۡ بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ کٰفِرُوۡنَ ۝۱۰ قُلۡ یَتَوَفّٰىکُمۡ

نیا بنانا ہے ☆ کچھ نہیں وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں ف۶ تو کہہ قبض کرلیتا ہے تم کو

مَّلَکُ الۡمَوۡتِ الَّذِیۡ وُکِّلَ بِکُمۡ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ۝۱۱ وَ لَوۡ تَرٰۤی

فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف پھر جاؤگے ف۷ اور کبھی تو دیکھے

اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاکِسُوۡا رُءُوۡسِہِمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَ سَمِعۡنَا

جس وقت کہ منکر سر ڈالے ہوئے ہونگے اپنے رب کے سامنے ف۸ اے رب ہم نے دیکھ لیا اور سُن لیا

فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ۝۱۲ وَ لَوۡ شِئۡنَا لَاٰتَیۡنَا کُلَّ نَفۡسٍ

اب ہم کو پھر بھیج دے کہ ہم کریں بھلے کام ہم کو یقین آگیا ف۹ اور اگر ہم چاہتے تو سجھا دیتے ہر جی کو

ہُدٰىہَا وَ لٰکِنۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ مِنِّیۡ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَہَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ

اُس کی راہ لیکن ٹھیک پڑچکی میری کہی بات کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے

اَجۡمَعِیۡنَ ۝۱۳ فَذُوۡقُوۡا بِمَا نَسِیۡتُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ہٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیۡنٰکُمۡ وَ

اکٹھے ف۱۰ سو اب چکھو مزہ جیسے تم نے بھلا دیا تھا اِس اپنے دن کے ملنے کو ہم نے بھی بھلا دیا تم کو ف۱۱ اور

ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۴ اِنَّمَا یُؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیۡنَ

چکھو عذاب سدا کا عوض اپنے کیے کا ☆ ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ

فوائد صفحہ ہذا } ف۱ یعنی ایسے اعلیٰ اور عظیم الشان انتظام و تدبیر کا قائم کرنا اُسی پاک ہستی کا کام ہے جو ہر ایک ظاہر و پوشیدہ کی خبر رکھے، زبردست اور مہربان ہو۔ ف۲ یعنی نطفہ جو بہت سی غذاؤں کا نچوڑ ہے۔ ف۳ یعنی شکل، صورت، اعضاء موزوں و متناسب رکھے۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو مخلوق ہے اُسی کا مال ہے مگر جس کی عزت بڑھائی اُس کو اپنا کہا جیسے فرمایا اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ" حالانکہ سب خدا کے بندے ہیں کما قال "اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا"۔ سو انسان کی جان عالمِ غیب سے آئی ہے مٹی پانی سے نہیں بنی۔ اُس کو اپنا کہا۔ ورنہ اللہ کی جان کا اگر وہ مطلب لیا جائے جو مثلاً آدمی کی جان کا لیتے ہیں تو چاہیے جان کسی بدن میں ہو، بدن ہوا تو ترکیب آئی، ترکیب آئی تو حدوث آیا ذات پاک کہاں رہی (موضح بتغییر) ف۵ ان نعمتوں کا شکریہ تھا کہ آنکھوں سے اُس کی آیاتِ تکوینیہ کو بنظرِ امعان دیکھتے۔ کانوں سے آیاتِ تنزیلیہ کو توجہ و شوق کے ساتھ سُنتے۔ دل سے دونوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرتے پھر سمجھ کر اُس پر عامل ہوتے۔ مگر تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ ف۶ یعنی اس پر غور نہ کیا کہ اللہ نے اُن کو اوّل مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اُلٹے شبہات نکالنے لگے کہ مٹی میں ملجانے کے بعد ہم دوبارہ کس طرح بنائے جائیں گے۔ اور شبہ یا استبعاد ہی نہیں بلکہ صاف طور پر یہ لوگ بعث بعد الموت سے منکر ہوگئے۔ ف۷ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی "تم آپ کو محض بدن اور دھڑ سمجھے ہو کہ خاک میں رل مل کر برابر ہوگئے۔ ایسا نہیں۔ تم حقیقت میں جان ہو۔ جسے فرشتہ لیجاتا ہے بالکل فنا نہیں ہوجاتے۔ (موضح) ف۸ یعنی ذلت و ندامت سے۔ ف۹ یعنی ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں۔ پیغمبر جو باتیں فرمایا کرتے تھے اُن کا یقین آگیا۔ بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا کہ ایمان اور عمل صالح ہی خدا کے ہاں کام دیتا ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دیجئے دیکھئے کیسے نیک کام کرتے ہیں۔ ف۱ دوسری جگہ فرمایا۔ وَ لَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُہُوۡا عَنۡہُ (انعام رکوع ۳) یعنی جھوٹے ہیں اگر دنیا کی طرف لوٹائے جائیں پھر وہ ہی شرارتیں کریں۔ اُن کی طبیعت کی اُفتاد ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ شیطان کے اغوا کو قبول کرلیں اور اللہ کی رحمت سے دور بھاگیں۔ بیشک ہم کو قدرت تھی (بقیہ برصفحہ ۵۴۰)

بقیہ صفحہ ۵۳۹- چاہتے تو ایک طرف سے تمام آدمیوں کو زبردستی اُسی راہ ہدایت پر قائم رکھتے جس کی طرف انسان کا دل فطرۃً رہنمائی کرتا ہے لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طرز طریق اختیار کرنے کے لیے مضطر کر دینا حکمت کے خلاف تھا جس کا بیان کئی جگہ پہلے ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ بات پوری ہونی تھی جو ابلیس کے دعوے لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (ص رکوع ۵) کے جواب میں فرمائی تھی "فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (ص رکوع ۵) معلوم ہوا کہ یہاں جن وانس سے مراد وہی شیاطین اور اُنکے اتباع ہیں۔ ف۱۱ ہم نے بھی تم کو بھلا دیا یعنی کبھی رحمت کے ساتھ یاد نہیں کیے جاؤ گے۔ آگے مجرمین کے مقابلہ میں مومنین کا حال و مآل بیان فرماتے ہیں۔

اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ⑮

جب اُن کو سمجھائیے اُن سے گر پڑیں سجدہ کر کر اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اور وہ بڑائی نہیں کرتے ف۱

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا

ف۲ جدا رہتی ہیں اُن کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے ف۳ اور ہمارا

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ

دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں ☆ سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھری ہے انکے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ

بدلا اُس کا جو کرتے تھے ف۴ بھلا ایک جو ہے ایمان پر برابر ہے اسکے جو نافرمان ہے

لَا يَسْتَوٗنَ ⑱ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی

نہیں برابر ہوتے ف۵ سو وہ لوگ جو یقین لائے اور کیے کام بھلے تو اُن کے لیے باغ ہیں رہنے کے

نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑲ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ

مہمانی اُن کاموں کی وجہ سے جو کرتے تھے ف۶ اور وہ لوگ جو نافرمان ہوئے سو اُنکا گھر ہے آگ جب

اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ

چاہیں کہ نکل پڑیں اُس میں سے اُلٹے جائیں پھر اسی میں اور کہیں اُنکو چکھو آگ کا عذاب

الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ⑳ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی

جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ف۷ اور البتہ چکھائینگے ہم اُنکو تھوڑا عذاب

دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㉑ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ

ورے اُس بڑے عذاب سے تاکہ وہ پھر آئیں ف۸ اور کون بے انصاف زیادہ اُس سے جس کو سمجھایا

رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ㉒ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

گیا اُسکے رب کی باتوں سے پھر اُن سے منہ موڑ گیا ف۹ مقرر ہم کو ان گنہگاروں سے بدلا لینا ہے ف۱۰ اور ہم نے دی ہے

مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى

موسیٰ کو کتاب سو تو مت رہ دھوکے میں اُسکے ملنے سے ف۱۱ اور کیا ہم نے اُس کو ہدایت

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی خوف وخشیت اور خشوع وخضوع سے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ زبان سے اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں، دل میں کبر وغرور اور بڑائی کی بات نہیں رکھتے جو آیات اللہ کے سامنے جھکنے سے مانع ہو۔ ف۲ یعنی میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ مراد تہجد کی نماز ہوئی جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ اور بعض نے صبح کی یا عشاء کی نماز یا مغرب و عشاء کے درمیان کی نوافل مراد لی ہیں۔ گو الفاظ میں اس کی گنجائش ہے لیکن راجح وہی پہلی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اللہ سے لالچ اور ڈر بُرا نہیں دنیا کا ہو یا آخرت کا۔ اور اس واسطے بندگی کرے تو قبول ہے ہاں اگر کسی اور کے خوف ورجا سے بندگی کرے تو ریا ہے کچھ قبول نہیں۔ ف۴ جس طرح راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر انہوں نے بے ریا عبادت کی۔ اُس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں اُن کی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں جس وقت دیکھیں گے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے جنت میں وہ چیز چھپا رکھی ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سُنی نہ کسی بشر کے دل میں گذری۔ (تنبیہ) سرسید وغیرہ نے اس حدیث کو لے کر جنت کی نعمائے جسمانی کا انکار کیا ہے۔ میرا ایک مضمون "ہدیہ سنیہ" کے نام سے چھپا ہے اُس میں جواب دیکھ لیا جائے۔ ف۵ اگر ایک ایماندار اور بے ایمان کا انجام برابر ہو جائے تو سمجھو خدا کے ہاں بالکل اندھیر ہے (العیاذ باللہ) ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کے عمل جنت کی مہمانی کا سبب بن جائیں گے۔ ف۷ کبھی کبھی آگ کے شعلے جہنمیوں کو دروازہ کی طرف پھینکیں گے۔ اُس وقت شاید نکلنے کا خیال کریں۔ فرشتے پھر اُدھر ہی دھکیل دینگے کہ جاتے کہاں ہو جس چیز کو جھٹلاتے تھے ذرا اُس کا مزہ چکھو۔ (اللّٰھم اعذنی من النار واجرنی من غضبک) ف۸ یعنی آخرت کے بڑے عذاب سے قبل دنیا میں ذرا کم درجہ کا عذاب بھیجینگے تاجسے رجوع کی توفیق ہو ڈر کر خدا کی طرف رجوع ہو جائے۔ کم درجہ کا عذاب یہی دنیا کے مصائب، بیماری، قحط، قتل، قید، مال اولاد وغیرہ کی تباہی وغیرہ۔ ف۹ یعنی سمجھنے کے بعد پھر گیا۔ ف۱۰ جب تمام گنہگاروں اور ظالم مجرموں سے بدلہ لینا ہے تو یہ اظلم کیونکر بچ سکتے ہیں۔ آگے رسول اللہ صلعم کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کے ظلم واعراض سے دلگیر نہ ہوں پہلے موسیٰ کو ہم نے کتاب دی تھی جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ہوئی۔ اور اُس کی پیروی کرنے والوں میں بڑے بڑے دینی پیشوا اور امام ہو گذرے۔ آپ کو بھی بلاشبہ اللہ کی طرف سے عظیم الشان کتاب ملی ہے۔ جس سے بڑی مخلوق ہدایت پائے گی اور بنی اسرائیل سے بڑھ کر آپ کی اُمت میں امام اور سردار اُٹھیں گے۔ رہے منکر اُن کا فیصلہ حق تعالیٰ خود کر دیگا۔ ف۱۱ یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے یعنی بیشک وشبہ موسیٰ کو کتاب دی گئی۔ اور آپ کو بھی اسی طرح کی کتاب ملی اس میں کوئی دھوکا اور فریب نہیں۔ یا موسیٰ کے ذکر پر فرما دیا کہ تم جو موسیٰ سے شب معراج میں ملے تھے وہ سچی حقیقت ہے کوئی دھوکا یا نظر بندی نہیں۔

لِبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣ

بنی اسرائیل کے واسطے ☆ اور کیے ہم نے اُن میں پیشوا جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے جب وہ صبر کرتے رہے

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

ف۱ اور رہے ہماری باتوں پر یقین کرتے ف۲ تیرا رب جو ہے وہی فیصلہ کریگا اُن میں دن قیامت کے جس بات

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

میں کہ وہ اختلاف کرتے تھے ف۳ کیا اُن کو راہ نہ سوجھی اس بات کہ کتنی غارت کر ڈالیں ہم نے اُن سے پہلے

الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

جماعتیں کہ پھرتے ہیں یہ اُنکے گھروں میں اس میں بہت نشانیاں ہیں کیا وہ سُنتے نہیں ف۴

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاۗءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا

کیا دیکھا نہیں اُنہوں نے کہ ہم ہانک دیتے ہیں پانی کو ایک زمین چٹیل کی طرف ف۵ پھر ہم نکالتے ہیں اُس سے کھیتی

تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

کہ کھاتے ہیں اُس میں سے اُنکے چوپائے اور خود وہ بھی پھر کیا دیکھتے نہیں ف۶ اور کہتے ہیں کب ہوگا

هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

یہ فیصلہ اگر تم سچے ہو ف۷ تو کہہ کہ فیصلے کے دن کام نہ آئیگا منکروں کو

اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

اُنکا ایمان لانا اور نہ اُن کو ڈھیل ملیگی ف۸ سو تو خیال چھوڑ اُنکا اور منتظر رہ وہ بھی منتظر ہیں ف۹

ع ۸ / ۱۶

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تہتر آیتیں ہیں اور نو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اے نبی ڈر اللہ سے اور کہا نہ مان منکروں کا اور دغابازوں کا مقرر اللہ ہے

ف۱ دنیا کے شدائد اور منکرین کے جور و ستم پر ف۲ یعنی مسلمان اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیں اور سختیوں پر صبر کر کے اپنے کام پر جمے رہیں تو اُن کے ساتھ بھی خدا کا یہی معاملہ ہوگا چنانچہ ہوا اور خوب ہوا۔ ف۳ یعنی اہل حق اور منکرین کے درمیان دو ٹوک اور عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ ہاں دنیا میں بھی کئی مثالیں ایسی دکھلائی جا چکی ہیں کہ آدمی اُنہیں دیکھ کر سمجھ اور عبرت حاصل کر سکتا ہے کیا عاد و ثمود کی بستیوں کے تباہ شدہ کھنڈر اور نشان اِن منکروں نے نہیں دیکھے؟ جن پر شام وغیرہ کے سفر میں اِن کا گزر ہوتا رہتا ہے۔ اور کیا اُنکی ہلاکت کی داستانیں نہیں سُنیں۔ مقام تعجب ہے کہ وہ چیزیں دیکھنے اور سُننے کے بعد بھی اُن کو تنبہ نہ ہوا اور نجات و فلاح کا راستہ نظر نہ آیا۔ ف۴ یعنی نہروں اور دریاؤں کا پانی یا بارش کا ف۵ "ارضِ جُرُز" سے ہر ایک خشک زمین جو نباتات سے خالی ہو مُراد ہے۔ بعض نے خاص سرزمین مصر کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ اور "نَسُوْقُ الْمَاۗءَ" سے دریائے نیل کا پانی مُراد لیا ہے۔ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں کما نبّہ علیہ ابن کثیر رحمہ اللہ۔ ف۶ یعنی اِن نشانات کو دیکھ کر چاہئے تھا کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور رحمت و حکمت کے قائل ہوتے اور سمجھتے کہ اِسی طرح مردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈالدینا بھی اُس کے لئے کچھ دشوار نہیں۔ نیز اللہ کی نعمتوں کے جان و دل سے شکر گذار بنتے۔ ف۷ پہلے فرمایا تھا کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائیگا۔ اُس پر منکرین کہتے ہیں کہ قیامت قیامت کہے جاتے ہو، اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ دن کب آچکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ خالی دھمکیاں ہیں قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ ف۸ یعنی ابھی موقع ہے کہ اللہ و رسول کے کہنے پر یقین کرو اور اُس دن سے بچنے کی تیاری کر لو ورنہ اُس کے پہنچ جانے پر نہ ایمان لانا کام دیگا نہ سزا میں ڈھیل ہوگی اور نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن درست کر کے حاضر ہو جاؤ۔ اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ استہزاء و تکذیب میں رائگاں مت کرو۔ جو گھڑی آنے والی ہے یقیناً آکر رہے گی کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا۔ ف۹ یعنی جو ایسے بیفکرے اور بے حس ہیں کہ باوجود انتہائی مجرم اور مستوجب سزا ہونے کے فیصلہ اور سزا کے دن کا مذاق اُڑاتے ہیں، اُن کے راہِ راست پر آنے کی کیا توقع ہے۔ لہٰذا آپ فرض دعوت و تبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑیئے اور اِن کی تباہی کے منتظر رہیئے جیسے وہ اپنے زعم میں معاذ اللہ آپ کی تباہی کے منتظر ہیں۔

تم سورۃ السجدہ وللہ الحمد والمنۃ

ف یعنی جیسے اب تک معمول رہا ہے آئندہ بھی ہمیشہ ایک اللہ سے ڈرتے رہئے اور کافروں اور منافقوں کا کبھی کہنا نہ مانئے۔ یہ سب مل کر خواہ کتنا ہی بڑا جتھا بنالیں، سازشیں کریں، جھوٹے مطالبات منوانا چاہیں، عیارانہ مشورے دیں، اپنی طرف جھکانا چاہیں، آپ اصلا پروا نہ کیجیے اور خدا کے سوا کسی کا ذرا پاس نہ آنے دیجیے۔ اسی اکیلے پروردگار کی بات مانیئے اسی کے آگے جھکیے خواہ ساری مخلوق اکٹھی ہو کر آجائے اُس کے خلاف ہرگز کسی کی بات نہ سنیں۔ اللہ تعالیٰ سب احوال کا جاننے والا ہے۔ وہ جس وقت جو حکم دیگا نہایت حکمت اور خبرداری سے دیگا۔ اُسی میں تمہاری اصلی بہتری ہوگی۔ جب اُس کے حکم پر چلتے رہوگے اور اُسی پر بھروسہ رکھوگے تمہارے سب کام اپنی قدرت سے بنا دیگا۔ تنہا اُسی کی ذات بھروسہ کرنے کے لائق ہے۔ جو سارے دل سے اُس کا ہو رہا دوسری طرف دل نہیں لگا سکتا۔ دوسرا دل ہو تو دوسری طرف جائے لیکن ع سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کافر چاہتے تھے اپنی طرف نرم کرنا اور منافق چاہتے تھے اپنی چال سکھانا اور پیغمبر کو صرف اللہ پر بھروسہ ہے۔ اُس سے زیادہ دانا کون"۔ ف۲ یعنی جس طرح ایک آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں۔ ایسے ہی ایک شخص کی حقیقۃً دو مائیں یا ایک بیٹے کے دو باپ نہیں ہوتے۔ جاہلیت کے زمانہ میں کوئی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو ساری عمر کے لئے اُس سے جدا ہو جاتی۔ گویا اس لفظ سے وہ حقیقی ماں بن گئی۔ اور کسی کو منہ بولا بیٹا بنا لیتا تو سچ مچ بیٹا سمجھا جاتا تھا اور سب احکام اُس پر بیٹے کے جاری ہوتے تھے۔ قرآن کریم نے اس لفظی و مصنوعی تعلق کو حقیقی اور قدرتی تعلق سے جدا کرنے کے لئے ان رسوم و مفروضات کی بڑی شدومد سے تردید فرمائی۔ اُس نے بتلایا کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے اگر واقعی وہ ماں بنجاتی ہے تو کیا یہ دو ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے؟ ایک وہ جس نے اول جنا تھا اور دوسری یہ جس کو ماں کہہ کر پکارتا ہے۔ اسی طرح کسی نے زید کو بیٹا بنا لیا تو ایک باپ تو اس کا پہلے سے موجود تھا جس کے نطفہ کر پیدا ہوا ہے۔ کیا واقعی اب یہ ماننا چاہیے کہ یہ دو باپوں سے الگ الگ پیدا ہوا ہے۔ جب ایسا نہیں تو حقیقی ماں باپ اور اولاد کے احکام ان پر جاری نہیں کیئے جاسکتے۔ چنانچہ بیوی کو ماں کہنے کا حکم سورۂ مجادلہ میں آئیگا۔ اور لے پالک (منہ بولے بیٹے) کا حکم آگے بیان ہوتا ہے۔ ان دو باتوں کے ساتھ تیسری بات (بطور تمہید و تشریع کے) یہ بھی سنادی کہ ایسی باتیں زبان سے کہنے کی بہتیری ہیں جن کی حقیقت واقع میں وہ نہیں ہوتی جو الفاظ میں ادا کیجاتی ہے جیسے کسی غیر مستقل مزاج یا دوغلے آدمی کو یا کسی قوی الحفظ اور قوی القلب کو یا ایسے شخص کو جو ایک وقت میں دو مختلف چیزوں کی طرف متوجہ ہو کہہ دیتے ہیں کہ اس کے دو دل ہیں حالانکہ سینہ چیر کر دیکھا جائے تو ایک ہی دل نکلے گا۔ اسی طرح ماں کے علاوہ کسی کو ماں یا باپ کے سوا کسی کو باپ یا بیٹے کے سوا کسی کو بیٹا کہدینے سے واقع میں وہ نسبت ثابت نہیں ہو جاتی جو بدون ہمارے زبان سے کہے قدرت نے قائم کر دی ہے۔ لہٰذا مصنوعی اور حقیقی تعلقات میں خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ ف۳ یعنی ٹھیک انصاف کی بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کیجائے کسی نے لے پالک بنا لیا تو وہ واقعی باپ نہیں بن گیا۔ یوں شفقت و محبت سے کوئی کسی کو مجازاً بیٹا یا باپ کہہ کر پکار لے وہ دوسری بات ہے۔ غرض یہ ہے کہ نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں اشتباہ و التباس واقع نہ ہونے پائے۔ ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلعم نے زید بن حارثہ کو آزاد کر کے متبنیٰ کر لیا تھا۔ چنانچہ دستور کے موافق لوگ انہیں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارنے لگے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی سب زید بن حارثہ کہنے لگے۔ ف۴ یعنی اگر باپ معلوم نہ ہو تو بہرحال تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔ ان ہی القاب سے یاد کرو۔ چنانچہ نبی کریم صلعم نے زید بن حارثہ کو فرمایا "اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا"۔ ف۵ یعنی بھول کر یا نادانستہ اگر غلط کہدیا کہ فلاں کا بیٹا فلاں۔ وہ معاف ہے۔ بھول چوک کا گناہ کسی چیز میں نہیں، ہاں ارادہ کا ہے۔ اس میں بھی اللہ چاہے تو بخش دے۔

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا ☆ اور چل اُسی پر جو حکم آئے تجھ کو تیرے رب کی طرف سے بیشک اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا

تمہارے کام کی خبر رکھتا ہے ☆ اور بھروسہ رکھ اللہ پر اور اللہ کافی ہے کام بنانیوالا ف۱ اللہ

جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰۗــِٔيْ

نے رکھے نہیں کسی مرد کے دو دل اُس کے اندر اور نہیں کیا تمہاری جوروؤں کو جن کو

تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ

ماں کہہ بیٹھے ہو سچی مائیں تمہاری اور نہیں کیا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے یہ

قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾

تمہاری بات ہے اپنے منہ کی اور اللہ کہتا ہے ٹھیک بات اور وہی سجھاتا ہے راہ ف۲

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ

پکارو لے پالکوں کو انکے باپ کی طرف نسبت کر کے یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں ف۳ پھر اگر نہ جانتے ہو اُنکے باپ کو

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ

تو تمہارے بھائی ہیں دین میں اور رفیق ہیں ف۴ اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں چوک جاؤ

بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵﴾ اَلنَّبِيُّ

پر وہ جو دل سے ارادہ کرو اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۵ نبی سے

اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے ف۶ اور اُسکی عورتیں اُنکی مائیں ہیں ف۷ اور قرابت والے

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ

ایک دوسرے کو لگاؤ رکھتے ہیں اللہ کے حکم میں زیادہ سب ایمان والوں اور ہجرت کرنیوالوں سے مگر یہ

اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾

کہ کرنا چاہو اپنے رفیقوں سے احسان ف۸ یہ ہے کتاب میں لکھا ہوا ف۹

ف۶ مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اُس نور اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے۔ آفتاب نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ بناءبریں مومن (من حیث ہو مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر اُس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑیگی اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہدیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اُس سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں "اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ" اور ابی بن کعب وغیرہ کی قراءت میں آیت ہذا "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ" الخ کے ساتھ "وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ" کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اُس کا حاصل یہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت و شفقت طبعی اوروں کر بڑھ کر ہے لیکن نبی اور اُمتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے؟ یقیناً اُمتی کا ایمانی و روحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتَوہ اور ظل ہوتا ہے اور جو شفقت و تربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اُس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ

اور جب لیا ہم نے نبیوں سے اُن کا قرار اور تجھ سے اور نوح سے اور

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا

ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ سے جو بیٹا مریم کا اور لیا ہم نے اُن سے گاڑھا

غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْــَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

قرار ف۱ تاکہ پوچھے اللہ سچوں سے اُن کا سچ اور تیار رکھا ہے منکروں کے لئے

عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ

دردناک عذاب ف۲ اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب

جَاۗءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ

چڑھ آئیں تم پر فوجیں پھر ہم نے بھیجدی اُن پر ہوا اور وہ فوجیں جو تمنے نہیں دیکھیں ف۳ اور ہے

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَاۗءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ

اللہ جو کچھ کرتے ہو دیکھنے والا ف۴ جب چڑھ آئے تم پر اُوپر کی طرف سے اور نیچے سے

مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَـنَاجِرَ وَ

ف۵ اور جب بھرنے لگیں آنکھیں ف۶ اور پہنچ گئے دل گلوں تک ف۷ اور

تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا

اٹکلنے لگے تم اللہ پر طرح طرح کی اٹکلیں ف۸ وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑجھڑائے گئے

زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

زور کا جھڑجھڑانا ف۹ اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں

مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ

روگ ہے جو وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے اور اسکے رسول نے سب فریب تھا ف۱۰ اور جب کہنے لگی ایک جماعت

مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ

اُن میں اے یثرب والو ف۱۱ تمہارے لئے ٹھکانہ نہیں سو پھر چلو اور رخصت مانگنے لگا ایک فرقہ

بقیہ صفحہ ۵۴۲ کسی کو حاصل نہیں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "نبی نائب ہے اللہ کا، اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں اور اگر نبی حکم دیدے تو فرض ہو جائے"۔ ان ہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے نزدیک باپ، بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اُس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں ف یعنی دینی مائیں ہیں تعظیم و احترام میں اور بعض احکام میں جو اُن کے لئے شریعت سے ثابت ہوں۔ کل احکام میں نہیں۔ ف۸ حضرت کے ساتھ جنہوں نے وطن چھوڑا، بھائی بندوں سے ٹوٹے، آپ نے اُن مہاجرین اور انصار مدینہ میں سے دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔ بعدہٗ مہاجرین کے دوسرے قرابت دار مسلمان ہوگئے تب فرمایا کہ قدرتی رشتہ ناتا اُس بھائی چارہ سے مقدم ہے۔ میراث وغیرہ رشتہ ناتے کے موافق تقسیم ہوگی۔ ہاں سلوک احسان اُن رفیقوں سے بھی کئے جاؤ۔ ف۹ یعنی قرآن میں یہ حکم ہمیشہ کو جاری رہا۔ یا تورات میں بھی ہوگا یا "کتاب" سے "لوح محفوظ" مراد ہو۔ فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی یہ قول و قرار کہ ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کریگا۔ اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گا۔ "آل عمران" میں اس میثاق کا ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اوپر پیغمبر کے حق میں فرمایا تھا کہ مومنین پر اُن کی جان سے زیادہ تصرف رکھتا ہے، یہاں اشارہ کر دیا کہ یہ درجہ نبیوں کو اس لئے ملا کہ اُن پر محنت (اور ذمہ داری بھی) سب سے زیادہ ہے۔ کیلئے ساری خلق سے مقابل ہونا اور کسی سے خوف و رجا نہ رکھنا" پیغمبروں کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے۔ یہ پانچ پیغمبر جن کے نام یہاں خصوصیت سے لیے اولوا العزم پیغمبر کہلاتے ہیں۔ اُنکی ہدایت کا اثر ہزاروں برس رہا اور جب تک دنیا ہے رہیگا۔ ان میں پہلے نام لیا ہمارے نبی کا۔ حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے۔ مگر درجہ میں آپ سب سے پہلے ہیں اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے۔ کما ثبت فی الحدیث۔ ف۲ یعنی قول و قرار کے مطابق اُن پیغمبروں کی زبانی اپنے احکام خلق کو پہنچائے اور حجۃ تمام کر دے تب ہر ایک سے پوچھ پاچھ کریگا، تاکہ سچوں کا سچائی پر قائم رہنا ظاہر ہو اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دیجائے۔ آگے جنگ احزاب کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے سچے پیغمبر اور مومنین اور اُن کے بالمقابل جھوٹے منافقوں اور منکروں کے کچھ احوال اور اُنکے ظاہری ثمرات و نتائج ذکر کیئے ہیں۔ ف۳ یعنی فرشتوں کی فوجیں جو کفار کے دلوں میں رعب ڈال رہی تھیں۔ ف۴ ہجرت کے چوتھے پانچویں سال یہود بنی نضیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے (اُس کا ذکر سورۂ "حشر" میں آئیگا) ہر قوم میں پھرے۔ اور اُبھار اکسا قریش مکہ بنی فزارہ اور غطفان وغیرہ قبائل عرب کی متحدہ طاقت مدینہ پر چڑھا لانے میں کامیاب ہوگئے۔ تقریباً بارہ ہزار کا لشکر جرار پورے ساز و سامان سے آراستہ اور طاقت کے نشہ میں چور تھا، یہود "بنی قریظہ" جن کا ایک مضبوط قلعہ مدینہ کی شرقی جانب تھا پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیئے ہوئے تھے۔ نضیری یہود کی ترغیب و ترہیب سے آخرکار وہ بھی معاہدات کو بالائے طاق رکھ کر حملہ آوروں کی مدد کے لئے کھڑے ہوگئے۔ مسلمانوں کی جمعیت کل تین ہزار تھی جن میں ایک بڑی تعداد اُن دغاباز منافقوں کی تھی جو سختی کا وقت آنے پر جھوٹے حیلے بہانے کر کے میدان جنگ سے کھسکنے لگے۔ نبی کریم صلعم نے صحابہ سے مشورہ فرمایا آخر حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے شہر کے گرد جدھر سے حملہ کا اندیشہ تھا خندق کھودی گئی سخت جاڑے کا موسم تھا غلہ کی گرانی تھی بھوک کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خود سرور عالم صلعم کے پیٹ کو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ مگر عشق الٰہی کے نشہ میں سرشار سپاہی اور اُن کے سالار اعظم اُس سنگلاخ زمین کی کھدائی میں حیرت انگیز قوت اور ہمت مردانہ کے ساتھ مشغول تھے مجاہدین پتھریلی زمین پر کدال مارتے اور کہتے "نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا ۞ عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا"۔ اُدھر سرکار محمدی سے جواب ملتا "اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ" خندق تیار ہوگئی تو اسلامی لشکر نے دشمن کے مقابل مورچے جما دیے۔ تقریباً بیس پچیس روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ درمیان میں خندق حائل تھی۔ باوجود کثرت تعداد کے کفار سے بن نہ پڑا کہ شہر پر عام حملہ کر دیتے۔ البتہ دور سے تیراندازی ہوتی تھی اور گاہ بگاہ فریقین کے خاص خاص افراد میدان مبارزہ میں بھی دو دو ہاتھ دکھانے لگتے تھے۔ مشرکین اور یہود بنی قریظہ کے درمیان مسلمانوں کی جمعیت محصورین کی حیثیت رکھتی تھی تاہم اُنہوں نے سب عورتوں بچوں کو شہر کی مضبوط و محفوظ حویلیوں میں پہنچا کر خود بڑی پامردی اور استقامت کے ساتھ شہر کی حفاظت و مدافعت کا فرض انجام دیا۔ آخرکار نعیم ابن مسعود الاشجعیؓ کی ایک عاقلانہ اور لطیف تدبیر سے مشرکین اور یہود بنی قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی، اُدھر کفار کے دلوں کو خدا تعالیٰ کا غیر مرئی لشکر مرعوب کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے ایک رات سخت خوفناک جھکڑ ہوا کا چلا دیا۔ پُروا ہوا سے ریت اور سنگریزے اُڑ کر کفار کے منہ پر لگتے تھے۔ اُن کے چولھے بجھ گئے، دیگچے زمین پر جا پڑے، کھانے پکانے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ہوا کے زور سے خیمے اُکھڑ گئے گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے لشکر پریشان ہو گیا، سردی اور اندھیری ناقابل برداشت بن گئی آخر ابو سفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی طبل رحیل بجا دیا۔ ناچار سب اُٹھ کر بے نیل و مرام واپس چل دیے۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا۔ یہ جنگ "احزاب" کہلاتی ہے اور "جنگ خندق" بھی کہتے ہیں۔ سخت جاڑے کے موسم اور فاقہ کشی کی حالت میں خندق کھودنا اور اتنے دشمنوں کے (بقیہ بر صفحہ ۵۴۴)

بقیہ صفحہ ۵۴۳ ۔ بیچ میں گھِر کر لڑائی لڑنا، یہ وہ حالات تھے جن میں منافق دل کی باتیں بولنے لگے اور مومن ثابت قدم رہے۔ اسی جنگ میں حضور نے فرمایا کہ اب آئندہ ہم کفار پر چڑھائی کرینگے وہ ہم پر چڑھ کر نہ آسکیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ ف۵ یعنی مدینہ کی شرقی جانب سے جو اونچی ہے اور غربی جانب سے جو نیچی ہے۔ ف۶ یعنی دہشت وحیرت سے آنکھیں پھرنے لگیں اور لوگوں کے تیور بدلنے لگے دوستی جتانے والے لئے آنکھیں چرانے ف۷ یعنی خوف وہراس سے دل دھڑک رہے تھے گویا اپنی جگہ سے اُٹھ کر گلے میں آلگے۔ ف۸ یعنی کوئی کچھ سمجھتا تھا کوئی کچھ اٹکلیں لڑا رہا تھا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ اس مرتبہ درسخت آزمائش آئی، دیکھیے کیا صورت پیش آئے۔ کچے ایمان والوں نے خیال کیا کہ بس جی اب کی بار نہیں بچیں گے۔ منافقین کا تو پوچھنا ہی کیا۔ آگے اُنکے مقولے آرہے ہیں۔ ف۹ حضرت حُذیفہ کو آپ نے دشمن کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ اُس کا مفصل قصہ حدیث میں پڑھو تو اس جھڑجھڑانے کی کیفیت کا کچھ اندازہ ہو۔ یہاں ترجمہ کی گنجائش نہیں۔ ف۱۰ بعض منافق کہنے لگے کہ پیغمبر صاحب کہتے تھے کہ میرا دین شرق و مغرب میں پھیلے گا اور فارس، روم، صنعاء کے محلات مجھ کو دیے گئے، یہاں تو مسلمان قضائے حاجت کو بھی نہیں نکل سکتے۔ وہ وعدے کہاں ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مسلمان کو چاہیے اب بھی ناامیدی کے وقت بے ایمانی کی باتیں نہ بولیں۔ ف۱۱ یثرب مدینہ طیبہ کا پرانا نام تھا۔ حضور کی تشریف آوری سے مدینۃ النبی ہو گیا۔

مِنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ إِنْ

اُن میں نبی سے کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں پڑے اُن

يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ

کی کوئی غرض نہیں مگر بھاگ جانا ف۱ اور اگر شہر میں کوئی گھس آئے اُن پر اُس کے کناروں سے پھر

سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوا

اُن سے چاہے دین سے بچلنا تو مان لیں اور دیر نہ کریں اُس میں مگر تھوڑی ف۲ اور اقرار

عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ

کر چکے تھے اللہ سے پہلے کہ نہ پھیرینگے پیٹھ اور اللہ کے قرار کی

مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ

پوچھ ہوتی ہے ف۳ تو کہہ کچھ کام نہ آئیگا تمہارے بھاگنا اگر بھاگو گے مرنے سے یا مارے جانے سے

وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ

اور پھر بھی پھل نہ پاؤ گے مگر تھوڑے دنوں ف۴ تو کہہ کون ہے کہ تم کو بچائے اللہ سے

إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ

اگر چاہے تم پر بُرائی یا چاہے تم پر مہربانی ف۵ اور نہ پائیں گے اپنے واسطے اللہ کے

اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ

سوائے کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف۶ اللہ کو خوب معلوم ہیں جو روکنے والے ہیں تم میں اور کہنے والے

لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٨﴾ أَشِحَّةً

اپنے بھائیوں کو چلے آؤ ہمارے پاس اور لڑائی میں نہیں آتے مگر کبھی ف۷ دریغ رکھتے ہیں

عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ

تم سے ف۸ پھر جب آئے ڈر کا وقت تو تو دیکھے اُن کو تکتے ہیں تیری طرف پھرتی ہیں آنکھیں اُنکی

كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ

جیسے کسی پر آئے بیہوشی موت کی پھر جب جاتا رہے ڈر کا وقت چڑھ چڑھ بولیں تم پر

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی سارے عرب ہمارے دشمن ہوئے تو ہم کو رہنے کا ٹھکانا کہاں۔ سب لشکر سے جدا ہو کر گھر لوٹ چلو۔ اور حضرت لشکر کے ساتھ باہر کھڑے تھے۔ شہر میں مضبوط حویلیوں کے ناکے بند کر کے زنانے اُن میں رکھ دیے تھے۔ یہ بہانا کرنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں کہیں چور گھس کر لوٹ نہ لیں۔ اور یہ محض جھوٹ بات بنائی تھی غرض یہی کہ بہانہ کرکے میدان سے بھاگ جائیں۔ چنانچہ جو اجازت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے کچھ پرواہ تکثیر سواد کی نہ کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوس قدسیہ آپ کے ساتھ باقی رہ گئے ف۲ یعنی جھوٹے حیلے بنا رہے ہیں۔ اگر فرض کرو یہ لوگ شہر میں ہوں اور کوئی غنیم اِدھر اُدھر سے گھس آئے پھر ان سے مطالبہ کرے کہ دین اسلام چھوڑ دو جسے بظاہر یہ لوگ اختیار کئے ہوئے ہیں، یا کہے کہ مسلمانوں سے لڑو اور فتنے فساد برپا کرو، اُس وقت اُن کا جھوٹ صاف کھل جائے فوراً اُن مطالبات کی تائید میں نکل پڑیں۔ نہ گھروں کے کھلے ہونے کا عذر کریں نہ لٹنے کا۔ بس بات چیت کرنے اور ہتھیار اُٹھا کر لانے میں جو تھوڑی دیر لگے گی اُسے مستثنیٰ کر کے ایک منٹ کا توقف نہ کریں۔ اسلام کے ظاہری دعوے سے دست بردار ہو کر فوراً فتنہ و فساد کی آگ میں کود پڑیں۔ ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جنگ اُحد کے بعد اُنہوں نے اقرار کیا تھا کہ پھر ہم ایسی حرکت نہ کریں گے۔ اس کی پوچھ اللہ کی طرف سے ہو گی کہ وہ قول و قرار کہاں گیا۔ ف۴ یعنی جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہیگی اور اگر ابھی موت مقدر نہیں تو میدان سے بھاگنا بے سود ہے۔ کیا میدان جنگ میں سب مارے جاتے ہیں اور فرض کرو بھاگنے سے بچاؤ ہی ہو گیا تو کے دن؟ آخر موت آنی ہے اب نہیں چند روز کے بعد آئے گی اور نہ معلوم کس سختی اور ذلت سے آئے۔ ف۵ یعنی اللہ کے ارادے کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ نہ کوئی تدبیر اور حیلہ اُسکے مقابلہ میں کام دے سکتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اُسی پر توکل کرے اور ہر حالت میں اُسی کی مرضی کا طلبگار رہے۔ ورنہ دنیا کی برائی بھلائی یا سختی نرمی تو یقیناً پہنچ کر رہیگی۔ پھر اُس کے راستہ میں بزدلی کیوں دکھائے اور وقت پر جان کیوں چرائے جو عاقبت خراب ہو اور دنیا کی تکلیف ہٹ نہ سکے۔ ف۶ یعنی عرب کی مخالفت سے ڈرتے ہو، اگر اللہ حکم دے تو مسلمان اب تم کو قتل کر ڈالیں۔ ف۷ یعنی ظاہری وضع داری اور دکھاوے کو شرما شرمی کبھی میدان میں آکھڑے ہوتے ہیں ورنہ عموماً گھروں میں بیٹھے عیش اُڑاتے اور اپنی برادری کے لوگوں کو بھی جو سچے مسلمان ہیں جہاد میں آنے سے روکتے رہتے ہیں۔ ف۸ یعنی مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دریغ رکھتے ہیں اور ہر قسم کی ہمدردی و بہی خواہی سے بخل ہے۔ اِن غنیمت کا موقع آئے تو حرص کے مارے چاہیں کہ کسی کو کچھ نہ ملے سارا مال ہم ہی سمیٹ کر لیجائیں اسی احتمال پر لڑائی میں قدرے شرکت بھی کر لیتے ہیں۔

بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ

تیز تیز زبانوں سے ٹوٹے پڑتے ہیں مال پر ف۱ وہ لوگ یقین نہیں لائے پھر اکارت کر دالے اللہ نے

اَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٩﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ

انکے کیے کام اور یہ ہے اللہ پر آسان ف۲ سمجھتے ہیں کہ فوجیں کفار کی

لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي

نہیں پھر گئیں اور اگر آجائیں وہ فوجیں تو آرزو کریں کسی طرح ہم باہر نکلے ہوئے ہوں

الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢٠﴾

گاؤں میں پوچھ لیا کریں تمہاری خبریں ف۳ اور اگر ہوں تم میں لڑائی نہ کریں مگر بہت تھوڑی ف۴

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا

تمہارے لیے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال اُسکے لیے جو کوئی اُمید رکھتا ہے

اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ

اللہ کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا ف۵ اور جب دیکھی مسلمانوں نے

الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ

فوجیں بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اسکے رسول نے اور سچ کہا اللہ نے

وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور اسکے رسول نے اور اُن کو اور بڑھ گیا یقین اور اطاعت کرنا ف۶ ایمان والوں میں

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے پھر کوئی تو اُن میں پورا کر چکا اپنا ذمہ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ

اور کوئی ہے اُن میں راہ دیکھ رہا اور بدلا نہیں ایک ذرہ ف۷ تاکہ بدلا دے اللہ سچوں کو

بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ

اُنکے سچ کا اور عذاب کرے منافقوں پر اگر چاہے یا توبہ ڈالے اُنکے دل پر

ف۱ یعنی اُڑے وقت رفاقت سے جی چراتے ہیں، ڈر کے مارے جان نکلتی ہے اور فتح کے بعد آکر باتیں بناتے اور سب سے زیادہ مردانگی جتاتے ہیں اور مال غنیمت پر مارے حرص کے گرے پڑتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق طعن وتشنیع سے زبان درازی کرتے ہیں۔ ف۲ یعنی جب اللہ و رسول پر ایمان نہیں تو کوئی عمل مقبول نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جہاں حبط اعمال کا ذکر ہے تو فرمایا کہ یہ اللہ پر آسان ہے" یعنی بظاہر اللہ تعالیٰ کے عدل و حکمت کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے اور یہ بات بھاری معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی کی محنت کو ضائع کر دے لیکن اس لئے بھاری نہیں رہتی کہ خود عمل ہی کے اندر ایسی خرابی چھپی ہوتی ہے جو کسی طرح اُس کو درست نہیں ہونے دیتی۔ جیسے بے ایمان کا عمل کہ ایمان شرط اور روح ہے ہر عمل کی، بدون اُسکے عمل مُردہ ہے پھر قبول کس طرح ہو۔ کافر کتنی ہی محنت کرے سب اکارت ہے۔ ف۳ یعنی کفار کی فوجیں ناکامیاب واپس جا چکیں لیکن ان ڈرپوک منافقوں کو اُن کے چلے جانے کا یقین نہیں آتا۔ اور فرض کیجیے کفار کی فوجیں پھر لوٹ کر حملہ کر دیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ اب وہ شہر میں بھی نہ ٹھہریں جب تک لڑائی رہے کسی گاؤں میں رہنے لگیں اور وہیں دور بیٹھے آنے جانے والوں سے پوچھ لیا کریں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے لڑائی کا نقشہ کیسا ہے۔ ف۴ یعنی باتوں میں تمہاری خیر خواہی جتائیں اور لڑائی میں زیادہ کام نہ دیں محض مجبوری کو برائے نام شرکت کریں۔ ف۵ یعنی پیغمبر کو دیکھو، ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں۔ حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر اُن ہی پر ہے۔ مگر مجال ہے پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں اُن کے لیے رسول اللہ صلعم کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ چاہیے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت و سکون، اور نشست و برخاست میں اُن کے نقش قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال وغیرہ میں اُن کی چال سیکھیں۔ ف۶ یعنی پکے مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کفر کی فوجیں اکٹھی ہو کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذبذب یا پریشان ہونے کے اُنکی اطاعت شعاری کا جذبہ اور انکا یقین اللہ و رسول کے وعدوں پر اور زیادہ بڑھ گیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جسکی خبر اللہ و رسول نے پہلے سے دے رکھی تھی اور جسکے متعلق انکا وعدہ ہو چکا تھا جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (بقرہ رکوع ۲۶) اور سورۂ صٓ میں جو کچھ فرمایا تھا جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ (صٓ رکوع ۱)۔ ف۷ یعنی منافقین نے جو عہد کیا تھا پچھلے رکوع میں گذر چکا "وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ" اُسے توڑ کر بے حیائی کے ساتھ میدانِ جنگ سے ہٹ گئے۔ اُن کے برعکس کتنے پکے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنا عہد و پیمان سچا کر دکھلایا۔ بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور پیغمبر کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اللہ و رسول کو جو زبان دے چکے تھے، پہاڑ کی طرح اُس پر جمے رہے۔ اُن میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے یعنی جہاد ہی میں جان دیدی جیسے شہدائے بدر و اُحد جن میں کہ حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا قصہ بہت مشہور ہے اور بہت مسلمان وہ ہیں جو نہایت اشتیاق کے ساتھ موت فی سبیل اللہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب کوئی معرکہ پیش آئے جس میں ہمیں بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ بہر حال دونوں قسم کے مسلمانوں نے (جو اللہ کی راہ میں جان دے چکے، اور جو مشتاق شہادت ہیں) اپنے عہد و پیمان کی پوری حفاظت کی اور اپنی بات سے ذرہ بھر نہیں بدلے۔ (فائدہ) حدیث میں ہے نبی کریم صلعم نے حضرت طلحہؓ کو فرمایا هٰذَا مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (یہ اُن میں سے ہے جو اپنا ذمہ پورا کر چکے) گویا اُن کو اسی زندگی میں شہید قرار دیدیا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو جنگ اُحد میں رسول اللہ صلعم کی حفاظت کے لیے اپنے ہاتھ پر تیر روکتے رہے حتیٰ کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

ف۱ یعنی جو عہد کے پکّے اور قول و قرار کے سچّے رہے اُن کو بیچ پر جمے رہنے کا بدلہ ملے اور بدعہد دغاباز منافقوں کو چاہے سزا دے اور چاہے توبہ کی توفیق دے کر معاف فرما دے۔ اُسکی مہربانی کر کچھ بعید نہیں۔ ف۲ یعنی کفار کا لشکر ذلت و ناکامی سے پیچ و تاب کھاتا اور غصہ سے دانت پیستا ہوا میدان چھوڑ کر واپس ہوا، نہ فتح ملی نہ کچھ سامان ہاتھ آیا۔ ہاں عمرو بن عبد وُد جیسا اُن کا نامور سوا جسے لوگ ایک ہزار سواروں کی برابر گنتے تھے اس لڑائی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے کھیت رہا۔ مشرکین نے درخواست کی کہ دس ہزار لیکر اُس کی لاش ہمیں دیدی جائے۔ آپ نے فرمایا وہ تم لیجاؤ، ہم مُردوں کا ثمن کھانے والے نہیں۔ ف۳ یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر وہ اثر پیدا کر دیا کہ کفار از خود سراسیمہ اور پریشان حال ہو کر بھاگ گئے۔ اللہ کی زبردست قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔ ف۴ یہ یہود "بنی قریظہ" ہیں۔ مدینہ کے شرقی جانب اُن کا مضبوط قلعہ تھا اور پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ جنگ احزاب کے موقع پر حُیَیّ ابن اخطب کے اغواء سے تمام معاہدات بالائے طاق رکھ کر مشرکین کی مدد پر کھڑے ہو گئے۔ اُن میں سے بعض نے مسلمان عورتوں پر بزدلانہ حملہ کرنا چاہا جس کا جواب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بڑی بہادری سے دیا جب کفار قریش وغیرہ عاجز ہو کر چلے گئے تو "بنو قریظہ" اپنے مضبوط قلعوں میں جا گھسے۔ نبی کریم صلعم جنگ احزاب سے فارغ ہو کر غسل وغیرہ میں مشغول تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے۔ چہرہ پر غبار کا اثر تھا فرمایا۔ یارسول اللہ! آپ نے ہتھیار اُتار دیے حالانکہ فرشتے ہنوز ہتھیار بند ہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ "بنو قریظہ" پر حملہ کیا جائے فوراً منادی ہو گئی کہ "بنو قریظہ" کے بدعہد یہودیوں پر چڑھائی ہے۔ نہایت سُرعت کے ساتھ اسلامی فوج نے اُنکے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ چوبیس پچیس دن محاصرہ جاری رہا۔ آخر محصورین تاب نہ لا سکے۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیام بھیجنے شروع کیے۔ اخیر میں اُنکی طرف سے بات اس پر ٹھہری کہ ہم قلعوں سے باہر آتے ہیں اور "اوس" کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو حکم ٹھہراتے ہیں (کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے) جو فیصلہ ہمارے حق میں حضرت سعد کر دینگے ہم کو منظور ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے بھی قبول فرما لیا۔ قصہ مختصر حضرت سعد تشریف لائے اور بحیثیت ایک مسلّم حَکَم کے فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے سب جوان قتل کر دیے جائیں اور عورتیں لڑکے سب قید غلامی میں لائے جائیں اور اُن کے اموال و جائداد کے مالک مہاجرین ہوں خدا اور رسول کی مرضی اور اُن کی بدعہدی کی سزا یہی تھی۔ اور یہ فیصلہ ٹھیک اُن کی مسلّمہ آسمانی کتاب "تورات" کے موافق تھا چنانچہ تورات کتاب استثنا اصحاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے "جب کسی شہر پر حملہ کرنے کے لیئے تو جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے اگر وہ صلح تسلیم کریں اور تیرے لیئے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائیں گے لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو اُنکا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو اُن پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے عورتیں جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لیے مال غنیمت ہونگے"۔ اس فیصلہ کے مطابق کئی سو یہودی جوان قتل کئے گئے اور کئی سو عورتیں لڑکے قید ہوئے اور اُن کے املاک و اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ ف۵ یہ زمین جو مدینہ کے قریب ہاتھ لگی حضرت نے مہاجرین پر تقسیم کر دی۔ اُن کے گذران کا ٹھکانا ہو گیا اور انصار پر سے اُن کا خرچ ہلکا ہوا۔ اور دوسری زمین سے مراد خیبر کی زمین ہے جو اس کے دو برس بعد ہاتھ لگی اُس سے حضرت کے سب اصحاب آسودہ ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دوسری زمین مکّہ کی ہے۔ بعض نے فارس و روم کی زمینیں مُراد لی ہیں جو آپ کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے فتح ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ قیامت تک جو زمینیں فتح کیجائیں سب اس میں شامل ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۶ حضرت کی ازواج نے دیکھا کہ لوگ آسودہ ہو گئے چاہا کہ ہم بھی آسودہ ہوں۔ اُن میں سے بعض نے آنحضرت صلعم سے گفتگو کی کہ ہم کو مزید نفقہ اور سامان دیا جائے جس سے عیش و ترفہ کی زندگی بسر کر سکیں۔ حضرت کو یہ باتیں شاق گذریں قسم کھالی کہ ایک مہینہ گھر میں نہ جائیں گے۔ مسجد کے قریب ایک بالاخانہ میں علیحدہ فروکش ہو گئے۔ صحابہ مضطرب تھے۔ ابوبکر و عمر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح گتھی سلجھ جائے۔ اُنہیں زیادہ فکر اپنی اپنی صاحبزادیوں (عائشہ اور حفصہ) کی تھی۔ کہ پیغمبر کو ملول کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کر بیٹھیں۔ دونوں نے دونوں کو دھمکایا اور سمجھایا۔ پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ اُنس اور بے تکلفی کی باتیں کیں۔ آپ قدرے منشرح ہوئے ایک ماہ بعد یہ آیت تخییر اُتری۔ یعنی اپنی ازواج سے صاف صاف کہہ دو کہ دو راستوں میں سے ایک انتخاب کر لیں۔ اگر دنیا کی عیش و بہار اور امیرانہ ٹھاٹھ چاہتی ہیں تو کہہ دو کہ میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا۔ آؤ کہ میں کچھ دے دلا کر (یعنی کپڑوں کا جوڑہ جو مطلقہ کو دیا جاتا تھا) تم کو خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں (یعنی شرعی طریقہ سے طلاق دیدوں) اور اگر اللہ و رسول کی خوشنودی اور آخرت کے اعلیٰ مراتب کی طلب ہے تو پیغمبر کے پاس رہنے میں اس کی کمی نہیں۔ جو آپ کی خدمت میں صلاحیت سے رہیگی اللہ کے یہاں اُس کے لیئے بہت بڑا اجر تیار ہے۔ اس کو زیادہ کیا ہوگا کہ جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہیں۔ نزول آیت کے بعد آنحضرت صلعم گھر میں تشریف لائے اول عائشہ کو خدا کا حکم سُنایا اُنہوں نے اللہ و رسول کی مرضی اختیار کی۔ پھر سب ازواج نے ایسا ہی کیا۔ دنیا کے عیش و عشرت کا تصور دلوں سے نکال ڈالا۔ حضرت کے ہاں ہمیشہ اختیاری فقر و فاقہ رہتا تھا جو آتا شتاب اٹھا دیتے تھے۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ

بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۱ اور پھیر دیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصہ میں بھرے ہوئے

لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ

ہاتھ نہ لگی کچھ بھلائی ف۲ اور اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اور ہے اللہ

قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾ وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

زور آور زبردست ف۳ اور اُتار دیا اُن کو جو اُن کے پشت پناہ ہوئے تھے اہل کتاب سے

مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ

اُن کے قلعوں سے اور ڈال دی اُن کے دلوں میں دھاک کتنوں کو تم جان سے مارنے لگے

وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿٢٦﴾ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

اور کتنوں کو قید کر لیے ف۴ اور تم کو دلائی اُن کی زمین اور اُنکے گھر اور اُن کے مال

وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا

اور ایک زمین کہ جس پر نہیں پھیرے تم نے اپنے قدم اور ہے اللہ سب کچھ کر سکتا ف۵ اے

النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ

نبی کہدے اپنی عورتوں کو اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگانی اور

زِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾ وَإِن كُنتُنَّ

یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ پہنچا دوں تم کو اور رخصت کر دوں بھلی طرح سے رخصت کرنا اور اگر تم

تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ

چاہتی ہو اللہ کو اور اُسکے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہے اُنکے لیے جو تم میں

مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

نیکی پر ہیں بڑا ثواب ف۶ اے نبی کی عورتو جو کوئی کر لائے تم میں کام بے حیائی کا صریح

يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾

دونا ہو اُس کو عذاب دوہرا اور ہے یہ اللہ پر آسان ف۷

بقیہ صفحہ ۵۴۶ پھر فرض لینا پڑتا۔ اسی زندگی پر ازواج مطہرات راضی تھیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ "جو نیکی پر رہیں اُن کو بڑا ثواب ہے" حضرت کی ازواج سب نیک ہی رہیں الطیبات للطیبین مگر حق تعالیٰ قرآن میں صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیتا تا نڈر نہ ہو جائے خاتمہ کا ڈر لگا رہے یہ ہی بہتر ہے۔ آگے اُن عورتوں کو خطاب ہے جو نبی کی معیت اختیار کریں کہ اُن کا درجہ اس نسبت کی وجہ سے بہت بلند ہے چاہیے کہ اُن کی اخلاقی اور روحانی زندگی اُس معیار پر ہو جو اس مقام رفیع کے مناسب ہے۔ کیونکہ علاوہ اُن کی ذاتی بزرگی کے وہ اُمہات المؤمنین ہیں۔ مائیں اپنی اولاد کی بڑی حد تک ذمہ دار ہوتی ہیں۔ لازم ہے کہ اُن کے اعمال و اخلاق اُمت کے لئے اُسوہ حسنہ بنیں۔ ف بڑے کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے۔ اگر بالفرض تم میں کسی سے کوئی بداخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس کام پر ملتی اُس سے دگنی سزا ملے گی۔ اور اللہ پر یہ آسان ہے یعنی تمہاری وجاہت اور نسبتِ زوجیت سزا دینے سے اللہ کو روک نہیں سکتی۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا

اور جو کوئی تم میں اطاعت کرے اللہ کی اور اسکے رسول کی اور عمل کرے اچھے

نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ يٰنِسَآءَ

دیویں ہم اُسکو اُس کا ثواب دو بار اور رکھی ہے ہم نے اسکے واسطے روزی عزت کی ف۱ اے نبی کی

النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

عورتو تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں ف۲ اگر تم ڈر رکھو سو تم دب کر

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾

بات نہ کرو پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے اور کہو بات معقول ف۳

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ

اور قائم رکھو نماز اور دیتی رہو زکوٰۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اسکے رسول کی ف۵

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ

اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والو اور

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے ف۶ اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں

وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ

اور عقلمندی کی ف۷ مقرر اللہ ہے بھید جاننے والا خبردار ف۸ تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں

وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَ

اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنیوالی عورتیں اور سچے مرد اور

الصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَ

سچی عورتیں اور محنت جھیلنے والے مرد اور محنت جھیلنے والی عورتیں ف۹ اور دبے رہنے والے مرد اور دبی رہنے والی عورتیں اور

فوائد صفحہ ہذا } ف۱ یعنی نیکی اور اطاعت پر جتنا اجر دوسروں کو ملے اُس سے دوگنا ملیگا۔ اور مزید برآں ایک خاص روزی عزت کی عطا ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ بڑے درجہ کا لازمہ ہے کہ نیکی کا ثواب دونا اور برائی کا عذاب دونا، خود پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا" اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ (اسراء۔ رکوع ۸) ف۲ یعنی تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لئے انتخاب فرمایا اور اُمہات المؤمنین بنایا۔ لہٰذا اگر تقویٰ و طہارت کا بہترین نمونہ پیش کرو گی جیسا کہ تم سے متوقع ہے۔ اُس کا وزن اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔ اور بالفرض کوئی بری حرکت سرزد ہو تو اسی نسبت سے وہ بھی بہت زیادہ بھاری اور قبیح سمجھی جائے گی۔ غرض بھلائی کی جانب ہو یا برائی کی عام مومنات سے تمہاری پوزیشن ممتاز رہیگی۔ ف۳ یعنی اگر تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے (جس کی ضرورت خصوصاً امہات المؤمنین کو پیش آتی رہتی ہے) نرم اور دلکش لہجہ میں کلام نہ کرو۔ بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے لیکن پاکباز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہیے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھاپن ہو اور کسی بدباطن کے قلبی میلان کو اپنی طرف جذب نہ کرے۔ اُمہات المؤمنین کو اس بارہ میں اپنے مقام بلند کے لحاظ سے اور بھی زیادہ احتیاط لازم ہے۔ تا کوئی بیمار اور روگی دل کا آدمی بالکل اپنی عاقبت تباہ نہ کر بیٹھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ ایک ادب سکھایا کہ کسی مرد سے بات کہو تو اُس طرح کہو جیسے ماں کہے بیٹے کو۔ اور بات بھی بھلی اور معقول ہو"۔ ف۴ یعنی اسلام کے پہلے زمانۂ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بداخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا ہے۔ اُس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانۂ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔ اُمہات المؤمنین کا فرض اس معاملہ میں بھی اوروں سے زیادہ مؤکد ہوگا جیسا کہ "لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" کے تحت میں گذر چکا۔ باقی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی بنا پر بدون زیب و زینت کے مبتذل اور ناقابل اعتنا لباس میں مستتر ہو کر احیاناً باہر نکلنا بشرطیکہ ماحول کے اعتبار سے فتنہ کا مظنہ نہ ہو، بلاشبہ اس کی اجازت نصوص سے نکلتی ہے اور خاص ازواج مطہرات کے حق میں بھی اسکی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ متعدد واقعات سے اس طرح نکلنے کا ثبوت ملتا ہے لیکن شارع کے ارشادات سے یہ بداہۃً ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پسند اسی کو کرتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت بہر حال اپنے گھر کی زینت بنے اور باہر نکل کر شیطان کو تاک جھانک کا موقع نہ دے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "حجاب شرعی" میں ہے۔

رہا یہ مضمون یعنی عورت کے لیے کن اعضا کو کن مردوں کے سامنے کھلا رکھنا جائز ہے۔ اس کا بیان سورۂ نور میں گذر چکا۔ (تنبیہ) جو احکام ان آیات میں بیان کیے گئے تمام عورتوں کے لیے ہیں۔ ازواج مطہرات کے حق میں چونکہ اُن کا تاکد و اہتمام زائد تھا اس لئے لفظوں میں خصوصیت کے ساتھ مخاطب ان کو بنایا گیا۔ میرے نزدیک يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ سے لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ تک اِن احکام کی تمہید تھی۔ تمہید میں دو شقیں ذکر کی تھیں۔ ایک بے حیائی کی بات کا ارتکاب۔ اُسکی روک تھام "فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ" سے تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى تک کی گئی۔ دوسری اللہ و رسول کی اطاعت اور عمل صالح۔ آگے وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ سے اَجْرًا عَظِيْمًا تک، اس کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ برائی کے مواقع سے بچنا او نیکی کی طرف سبقت کرنا سب کے لیے ضروری ہے مگر ازواج مطہرات کے لیے سب عورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ اُن کی ہر ایک بھلائی برائی وزن میں دوگنی قرار دی گئی۔ اس تقریر کے موافق "فاحشۂ مبینہ" کی تفسیر بھی بے تکلف سمجھ میں آگئی ہوگی۔ ف۵ یعنی اوروں سے بڑھ کر ان چیزوں کا اہتمام رکھو کیونکہ تم نبی سے اقرب اور اُمت کے لیے نمونہ ہو۔ ف۶ یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک و صاف کر دے اور اُن کے رُتبہ کے موافق ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز و فائق ہو۔ (رجس کی طرف لِيُذْهِبَ اور تطہیر کی طرف يُطَهِّرَكُمْ کے بعد تَطْهِيْرًا بڑھا کر اشارہ فرمایا ہے) یہ تطہیر و اذہاب رجس اُس قسم کی نہیں جو آیت وضو میں

(بقیہ برصفحہ ۵۴۸)

بقیہ صفحہ ۵۴۷ . وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (مائدہ رکوع ۲) سے یا "بدر" کے قصہ میں لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (انفال رکوع ۲) سے مُراد ہے ۔ بلکہ یہاں تطہیر سے مُراد تہذیب نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو اکمل اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں بنجاتے، ہاں محفوظ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ لفظ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ الخ فرمانا اور اَرَادَ اللّٰهُ نہ فرمانا خود اسکی دلیل ہے کہ اہل بیت کیلئے عصمت ثابت نہیں (تنبیہ) نظم قرآن میں تدبر کرنے والے کو ایک لمحہ کے لیے اس میں شک وشبہ نہیں ہوسکتا کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں ازواج مُطہرات یقیناً داخل ہیں۔ کیونکہ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے پورے رکوع میں تمام خطابات اُن ہی سے ہوئے ہیں۔ اور "بیوت" کی نسبت بھی پہلے وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ میں اور آگے وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ میں اُن کی طرف کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ قرآن میں یہ لفظ عموماً اسی سیاق میں مستعمل ہوا ہے حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کو خطاب کرتے ہوئے ملائکہ نے فرمایا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (ھود رکوع ۷)، مُطلقہ عورت باوجودیکہ نکاح کر نکل چکی مگر عدت منقضی ہونے سے پہلے بیوت کی نسبت اُسی کی طرف کی گئی چنانچہ فرمایا" لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ" (طلاق رکوع ۱) حضرت یوسف کے قصہ میں "بیت" کو زلیخا کی طرف منسوب کیا۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا" (یوسف رکوع ۳)

الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰٓئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ

خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور حفاظت کرنیوالے مرد

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ

اپنی شہوت کی جگہ کو اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور یاد کرنیوالے مرد اللہ کو بہت سا اور یاد کرنیوالی عورتیں رکھی ہے اللہ نے

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى

انکے واسطے معافی اور ثواب بڑا ف اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا اور نہ ایماندار عورت کا جب کر مقرر

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ

کرے اللہ اور اُس کا رسول کوئی کام کہ اُن کو رہے اختیار اپنے کام کا اور جس نے نافرمانی کی

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ

اللہ کی اور اُسکے رسول کی سو وہ راہ بھولا صریح چوک کر ف۲ اور جب تو کہنے لگا اُس شخص کو جس پر

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو کو اور ڈر اللہ سے

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ

اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جس کو اللہ کھولا چاہتا ہے اور ڈرتا تھا لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہئے

اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ

ڈرنا تجھ کو پھر جب زید تمام کر چکا اُس عورت سے اپنی غرض ف۳ ہم نے اسکو تیرے نکاح میں دیدیا تاکہ نہ رہے

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ

مسلمانوں پر گناہ نکاح کرلینا جوروئیں اپنے لے پالکوں کی جب وہ تمام کرلیں اُن سے

وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ

اپنی غرض اور ہے اللہ کا حکم بجالانا ف۴ نبی پر کچھ مضائقہ نہیں

فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ

اس بات میں جو مقرر کردی اللہ نے اُسکو واسطے جیسے دستور رہا ہے اللہ کا اُن لوگوں میں جو گذرے پہلے اور ہے

بہرحال اہل بیت ہیں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا خطاب اوّلاً اُن ہی کو ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ مُسند احمد کی ایک روایت میں احق کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے اس لیے آپ کا حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لیکر "اللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْلُ بَيْتِيْ" وغیرہ فرمانا، یا حضرت فاطمہ کے مکان کے قریب گذرتے ہوئے "الصَّلٰوةَ اَهْلَ الْبَيْتِ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ" الخ سے خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور اُن ہی سے تخاطب ہو رہا ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں۔ باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی اولین مخاطب تھیں اس لیے اُنکی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب. ف۷ یعنی قرآن وسنت میں جو اللہ کے احکام اور دانائی کی باتیں ہیں اُنہیں سیکھو، یاد کرو دوسروں کو سکھاؤ اور اللہ کے احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے. ف۸ اگلی آیتوں میں بڑے باریک بھید اور پتے کی باتیں ہیں۔ اور وہ ہی جانتا ہے کہ کون اس امانت کے اُٹھانے کا اہل ہے، اُس نے اپنے لطف ومہربانی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے لیے اور تم کو اُنکی زوجیت کے لیے چن لیا۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے احوال واستعداد کی خبر رکھتا ہے کوئی کام یوں ہی بے جوڑ نہیں کرسکتا. ف۹ یعنی تکلیفیں اُٹھا کر اور سختیاں جھیل کر احکام شریعت پر قائم رہنے والے. ف۱۰ یعنی تواضع وخاکساری اختیار کرنے والے یا نماز خشوع وخضوع سے ادا کرنے والے.

فوائد صفحہ ہذا ف۱ بعض ازواج مُطہرات نے کہا تھا کہ قرآن میں اکثر جگہ مردوں کا ذکر ہے عورتوں کا کہیں نہیں اور بعض نیک بخت عورتوں کو خیال ہوا کہ آیات سابقہ میں ازواج نبی کا ذکر تو آیا عام عورتوں کا کچھ حال بیان نہ ہوا اُس پر یہ آیت اُتری۔ تا تسلی ہو جائے کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے یہاں ضائع نہیں جاتی۔ اور جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لیے بھی یہ میدان کشادہ ہے۔ یہ طبقۂ اُناث کی دلجمعی کے لیے تصریح فرما دی ورنہ جو احکام مردوں کے قرآن میں آئے وہ ہی عموماً عورتوں پر عائد ہوتے ہیں۔ جُداگانہ نام لینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں خصوصی احکام الگ بتلا دیے گئے ہیں۔ ف۲ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی نبی کریم صلعم کی پھوپی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں۔ آنحضرت صلعم نے چاہا کہ اُنکا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں یہ زید اصل سے شریف عرب تھے لیکن لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ لایا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خرید لیا اور کچھ دنوں بعد آنحضرت صلعم کو ہبہ کر دیا جب یہ ہشیار ہوئے تو ایک تجارتی سفر کی تقریب سے اپنے وطن کے قریب سے گذرے، وہاں ان کے اعزہ کو پتہ لگ گیا۔ آخر ان کے والد، چچا اور بھائی حضرت کی خدمت میں پہنچے کہ آپ معاوضہ لیکر ہمارے حوالہ کر دیں۔ فرمایا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں۔ اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے خوشی سے لیجاؤ۔ اُنہوں نے حضرت زید سے دریافت کیا۔ حضرت زید نے کہا کہ میں حضرت کے پاس سے جانا نہیں چاہتا۔ آپ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں۔ حضرت نے اُنکو آزاد کر دیا اور متبنّٰی بنا لیا۔ چنانچہ لوگ اُس زمانہ کے رواج کے مطابق "زید بن محمد" کہہ کر پکارنے لگے تا آنکہ آیت "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ" نازل ہوئی۔ اُس وقت "زید بن محمد" کی جگہ پھر "زید بن حارثہ" رہ گئے۔ چونکہ قرآن کے حکم کے موافق [illegible] کا شرف جُدا کر لیا گیا تھا شاید اُس کی تلافی کے لئے تمام صحابہ کے مجمع میں سے صرف اُن کو یہ خاص شرف بخشا گیا کہ اُنکا نام قرآن میں تصریحاً وارد ہوا جیسا کہ

بقیہ فوائد صفحہ ۵۴۸۔ آگے آتا ہے "فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا" بہرحال حضرت زینب کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی اور زید بن حارثہ بظاہر داغ غلامی اُٹھا کر آزاد ہوئے تھے اس لئے اُنکی نیز اُنکے بھائی کی مرضی زید سے نکاح کرنے کی نہ تھی لیکن اللہ و رسول کو منظور تھا کہ اس طرح کی موہوم تفریقات و امتیازات نکاح کے راستہ میں حائل نہ ہُوا کریں۔ اس لئے آپ نے زینب اور اُنکے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کرلیں۔ اُسی وقت یہ آیت اُتری اور اُن لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ و رسول کی مرضی پر قربان کردیا اور زینب کا نکاح زید بن حارثہ سے ہوگیا ف۳ یعنی زید نے طلاق دیدی اور عدت بھی گذر گئی، زینب سے کچھ غرض مطلب نہ رہا۔ ف۴ حضرت زینب زید کے نکاح میں آئیں تو وہ اُن کی آنکھوں میں حقیر لگتا۔ مزاج کی موافقت نہ ہوئی جب آپس میں لڑائی ہوتی تو زید آکر حضرت سے اُن کی شکایت کرتے اور کہتے میں اسے چھوڑتا ہوں حضرت منع فرماتے کہ میری خاطر اور اللہ و رسول کے حکم سے اُس نے تجھ کو اپنی منشا کے خلاف قبول کیا اب چھوڑ دینے کو وہ اور اُس کے عزیز دوسری ذلت سمجھیں گے۔ اس لئے خدا سے ڈر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کر۔ اور جہاں تک ہوسکے نباہ کی کوشش کرتا رہ۔ جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا اور بار بار جھگڑے قضیے پیش آتے رہے تو ممکن ہے آپ کے دل میں آیا ہو کہ اگر ناچار زید چھوڑ دیگا تو زینب کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اُس سے نکاح کروں لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ کہیں گے اپنے بیٹے کی جورو گھر میں رکھ لی۔ حالانکہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ اللہ کے نزدیک "لے پالک" کو کسی بات میں حکم بیٹے کا نہیں۔ اُدھر اللہ کو یہ منظور تھا کہ اس جاہلانہ خیال کو اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے عملی طور پر ہدم کردے۔ تا مسلمانوں کو آئندہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا توحش اور استنکاف باقی نہ رہے اُس نے پیغمبر علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ میں زینب کو تیرے نکاح میں دینے والا ہوں۔ کیوں دینے والا ہوں؟ اس کو خود قرآن کے الفاظ "لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ" صاف صاف ظاہر کررہے ہیں یعنی آپ کے نکاح میں دینے کی غرض یہی تھی کہ دلوں سے جاہلیت کے اس خیال باطل کا بالکل قلع قمع کردیا جائے اور کوئی تنگی اور رکاوٹ آئندہ اس معاملہ میں باقی نہ رہنے پائے۔ اور شاید یہی حکمت ہوگی جو اوّل زینب کا نکاح زید سے زور ڈالکر کرایا گیا۔ کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ نکاح زیادہ مدت تک باقی نہ رہیگا۔ چند مصالح مہمہ تھیں جن کا حصول اس عقد پر معلق تھا۔ الحاصل آنحضرت صلعم خود اپنے ذاتی خیال اور اس آسمانی پیشین گوئی کے اظہار سے عوام کے طعن و تشنیع کا خیال فرما کر شرماتے تھے اور زید کو طلاق کا مشورہ دینے میں بھی حیا کرتے تھے۔ لیکن خدا کی خبر سچی ہونی تھی اور اُس کا حکم تکوینی و تشریعی ضرور تھا کہ نافذ ہو کر رہے۔ آخر کار زید نے طلاق دیدی۔ اور عدت گذر جانے پر اللہ نے زینب کا نکاح آنحضرت صلعم سے باندھ دیا۔ اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ آپ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ یہی نکاح کی پیشین گوئی اور اس کا خیال تھا۔ اسی کو بعد میں اللہ نے ظاہر فرمادیا جیساکہ لفظ "زَوَّجْنٰكَهَا" سے ظاہر ہے اور ڈر اس بات کا تھا کہ بعض لوگ اس بات پر بدگمانی یا بدگوئی کرکے اپنی عاقبت خراب نہ کربیٹھیں یا گمراہی میں ترقی نہ کریں۔ چونکہ مصالح مہمہ شرعیہ کے مقابلہ میں اس قسم کی جھجک بھی پیغمبر کی شان رفیع کیلئے مناسب نہ تھی اس لیے بقاعدہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" اُس کو عتاب آمیز رنگ میں بھاری کرکے ظاہر فرمایا گیا۔ جیساکہ عموماً انبیاء علیہم السلام کی زلّات کے ذکر میں واقع ہوا ہے۔ (تنبیہ) ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکاح کی خبر پہلے سے دیدی تھی۔ اسکی روایات فتح الباری سورۂ احزاب کی تفسیر میں موجود ہیں۔ باقی جو لغو اور دوراز کار قصے اس مقام پر حاطب اللیل مفسرین و مؤرخین نے درج کردیے ہیں اُنکی نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "لَا يَنْبَغِي التَّشَاغُلُ بِهَا" اور ابن کثیر لکھتے ہیں "اَحْبَبْنَا اَنْ نَضْرِبَ عَنْهَا صَفْحًا لِعَدَمِ صِحَّتِهَا فَلَا نُوْرِدُهَا"

اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ

حکم اللہ کا مقرر ٹھہر چکا ☆ وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں پیغام اللہ کے اور ڈرتے ہیں

وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ

اُس سے اور نہیں ڈرتے کسی سے سوائے اللہ کے اور بس ہے اللہ کفایت کرنیوالا ف محمد باپ نہیں

اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ

کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا ف۲ اور مہر سب نبیوں پر ف۳ اور ہے

اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾

اللہ سب چیزوں کو جاننے والا ف۴ اے ایمان والو یاد کرو اللہ کی بہت سی یاد

وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ

اور پاکی بولتے رہو اُسکی صبح اور شام ف۵ وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اُسکے فرشتے

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾

تاکہ نکالے تم کو اندھیروں سے اُجالے میں اور ہے ایمان والوں پر مہربان ف۶

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا

دعا اُن کی جس دن اُس سے ملیں گے سلام ہے اور تیار رکھا ہے اُنکے واسطے ثواب عزت کا ف۷ اے

النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى

نبی ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا ف۸ اور خوشخبری سنانیوالا اور ڈرانیوالا ف۹ اور بلانیوالا اللہ

اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

کی طرف اُسکے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ ف۱۰ اور خوشخبری سنادے ایمان والوں کو کہ اُن کے لیے ہے خدا کی طرف سے

فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَ

بڑی بزرگی ف۱۱ اور کہا مت مان منکروں کا اور دغابازوں کا ف۱۲ اور چھوڑ دے اُنکا ستانا اور

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا

بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا ف۱۳ اے ایمان والو جب

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی اللہ کا حکم اٹل ہے جو بات اُس کے یہاں طے ہوچکی ضرور ہو کر رہیگی۔ پھر پیغمبر کو ایسا کرنے میں کیا مضائقہ ہے جو شریعت میں روا ہوگیا۔ انبیاء و رُسل کو اللہ کے پیغامات پہنچانے میں اُس کے سوا کبھی کسی کا ڈر نہیں رہا۔ (چنانچہ آپ نے بھی پیغام رسانی میں آج تک کسی چیز کی پرواہ نہیں کی نہ کسی کے کہنے سننے کے خیال سے کبھی متاثر ہوئے) پھر اس نکاح کے معاملہ میں رکاوٹ کیوں ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں اسی طرح سلیمان علیہ السلام کی کثرت ازواج مشہور ہے۔ جو الزام سفہاء آپ کو دیسکتے ہیں انبیائے سابقین کی لائف میں اُس سے بڑھ کر نظیریں موجود ہیں۔ لہٰذا اس طرح کی سفیہانہ اور جاہلانہ نکتہ چینیوں پر نظر نہیں کرنا چاہئے۔ آگے بتلایا ہے کہ زید بن حارثہ جن کو آپ نے متبنّٰی کرلیا تھا آپ کے واقعی بیٹے نہیں بن گئے تھے کہ اُن کی مطلقہ سے آپ نکاح نہ کرسکیں۔ اور ایک زید کیا، آپ تو مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں۔ کیونکہ آپ کی اولاد میں یا لڑکے ہوئے جو بچپن میں گذر گئے۔ اور بعض اس آیت کے نزول کے وقت پیدا ہی نہیں ہوئے۔ یا بیٹیاں تھیں جن میں سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ذریت دنیا میں پھیلی۔ ف۲ یعنی کسی کو اُس کا بیٹا نہ جانو۔ ہاں اللہ کا رسول ہے اس حساب سے سب اُس کے روحانی بیٹے ہیں جیساکہ ہم "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں۔ ف۳ یعنی آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مُہر لگ گئی۔ اب کسی کو نبوت نہیں دیجائے گی۔ بس جن کو ملنی تھی مل چکی۔ اسی لیے آپ کی نبوت کا دورہ سب نبیوں کے بعد رکھا (بقیہ بر صفحہ ۵۵۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بقیہ فوائد صفحہ ۵۴۹ جو قیامت تک چلتا رہیگا حضرت مسیح علیہ السّلام بھی اخیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک اُمتی کے آئیں گے۔ خود اُن کی نبوت و رسالت کا عمل اُس وقت جاری نہ ہوگا۔ جیسے آج تمام انبیاء اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں مگر شش جہت میں عمل صرف نبوت محمدیہ کا جاری و ساری ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السّلام (زمین پر) زندہ ہوتے تو اُن کو بھی بجز میرے اتباع کے چارہ نہ تھا۔ بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیائے سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء صلعم کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ سورج اُس وقت دکھائی نہیں دیتا۔ اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی صلعم پر ختم ہوتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رُتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مُہر لگ کر ملی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (تنبیہ) ختم نبوت کے متعلق قرآن، حدیث، اجماع وغیرہ سے سینکڑوں دلائل جمع کر کے بعض علمائے عصر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مطالعہ کے بعد ذرا تردّد نہیں رہتا کہ اس عقیدہ کا منکر قطعاً کافر اور ملتِ اسلام سے خارج ہے۔ **ف۴** یعنی وہی جانتا ہے کہ رسالت یا ختم نبوت کو کس محل میں رکھا جائے۔ **ف۵** یعنی حق تعالیٰ نے اتنا بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا۔ اس پر اُس کا شکر ادا کرو اور اُس منعمِ حقیقی کو کبھی نہ بھولو، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، رات، دن، صبح، شام، ہمہ اوقات اُس کو یاد رکھو۔ **ف۶** یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے یہی رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے علم و تقویٰ کے اُجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولت ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔ اُسی کی مہربانی سے مومنین رُشد و ہدایت اور ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں اُن کا حال ہوا۔ آخرت کا اعزاز و اکرام آگے مذکور ہے۔ **ف۷** یعنی اللہ اُن پر سلام بھیجے گا اور فرشتے سلام کرتے ہوئے اُن کے پاس آئیں گے۔ اور مومنین کے آپس میں بھی یہی دُعا ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہے۔ **ف۸** یعنی اللہ کی توحید سکھاتے اور اُس کا رستہ بتاتے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں دل سے اور عمل سے اُس پر گواہ ہیں اور محشر میں بھی اُمت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خُدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ **ف۹** یعنی نافرمانوں کو ڈراتے اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سُناتے ہیں۔ **ف۱۰** پہلے جو فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت مومنین کو اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں لاتی ہے۔ یہاں بتلا دیا کہ وہ اُجالا اس روشن چراغ سے پھیلا ہے۔ شاید چراغ کا لفظ اس جگہ اُن معنی میں ہو جو سورۂ "نوح" میں فرمایا جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (اللہ نے چاند کو نور اور سُورج کو چراغ بنایا) یعنی آپ آفتاب نبوت و ہدایت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو و مدغم ہوگئیں۔ **ف۱۱** یعنی دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو حضرت کے طفیل سب اُمتوں پر بزرگی اور برتری دی۔ **ف۱۲** یعنی جب اللہ نے آپ کو ایسے کمالات اور ایسی برگزیدہ جماعت عنایت فرمائی تو آپ حسب معمول فریضۂ دعوت و اصلاح کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہیئے اور اللہ جو حکم دے اُس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر و منافق کی یاوہ گوئی کی پرواہ نہ کیجیے۔ **ف۱۳** یعنی اگر یہ بدبخت زبان اور عمل سے آپ کو ستائیں تو ان کا خیال چھوڑ کر اللہ پر بھروسہ رکھیے۔ وہ اپنی قدرت و رحمت سے سب کام بنا دیگا۔ منکروں کو راہ پر لے آنا یا سزا دینا سب اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کو اس فکر اور اُلجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ان کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ آپ طعن و تشنیع وغیرہ سے گھبرا کر اپنا کام چھوڑ بیٹھیں۔ اگر بفرض محال آپ ایسا کریں تو گویا اُن کا مطلب پورا کر دیں گے اور اُن کا کہا مان لیں گے۔ العیاذ باللہ۔

نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ

تم نکاح میں لاؤ مسلمان عورتوں کو پھر اُن کو چھوڑ دو پہلے اس سے کہ اُن کو ہاتھ لگاؤ سو اُن پر

عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۴۹﴾

تم کو حق نہیں عدت میں بٹھلانا کہ گنتی پوری کراؤ سو اُن کو دو کچھ فائدہ اور رخصت کرو بھلی طرح سے **ف۱**

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ

اے نبی ہم نے حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں جن کے مہر تو دے چکا ہے اور

مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ

جو مال ہو تیرے ہاتھ کا جو ہاتھ لگا دے تیرے اللہ **ف۲** اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور پھوپیوں

عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ز

کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھ

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ

اور جو عورت ہو مسلمان اگر بخشدے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے

اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا

کہ اُس کو نکاح میں لائے یہ خاص ہے تیرے لیے سوائے سب مسلمانوں کے ہم کو معلوم ہے

مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ لِكَیْلَا یَكُوْنَ

جو مقرر کر دیا ہے ہمنے اُن پر اُنکی عورتوں کے حق میں اور اُنکے ہاتھ کے مال میں تا نہ رہے

عَلَیْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ

تجھ پر تنگی اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان **ف۳** پیچھے رکھدے تو جس کو چاہے اُن میں

وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ

اور جگہ دے اپنے پاس جس کو چاہے اور جس کو جی چاہے تیرا اُن میں سے جن کو کنارے کر دیا تھا تو کچھ گناہ

عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ

نہیں تجھ پر **ف۴** اس میں قریب ہے کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں اُنکی اور غم نہ کھائیں اور راضی رہیں

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** جو مرد اپنی عورت کو بغیر صحبت کیے طلاق دے، اگر اُس کا مہر بندھا تھا تو نصف مہر دینا ہوگا ورنہ کچھ فائدہ پہنچا کر (یعنی عرف اور حیثیت کے موافق ایک جوڑا پوشاک دیکر) خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دے۔ اور عورت اُسی وقت چاہے تو نکاح کر لے۔ اس صورت میں عدت نہیں۔ (حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ بھی صحبت کے حکم میں ہے تفصیل فقہ میں دیکھ لی جائے) یہ مسئلہ یہاں بیان فرمایا حضرت کی ازواج کے ذکر میں جس کا سلسلہ دور سے چلا آتا تھا۔ درمیان میں چند آیات ضمنی مناسبت سے آگئی تھیں۔ یہاں سے پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت نے ایک عورت سے نکاح کیا جب اُس کے نزدیک گئے کہنے لگی اللہ تجھ سے پناہ دے، حضرت نے اُس کو جواب دیا کہ تو نے بڑے کی پناہ پکڑی۔ اُس پر یہ حکم فرمایا اور خطاب فرمایا ایمان والوں کو تا معلوم ہو کہ پیغمبر کا خاص حکم نہیں، سب مسلمانوں پر یہی حکم ہے۔ اسی کے موافق حضرت نے اُس کو جوڑا دیکر رخصت کر دیا۔ پھر وہ ساری عمر اپنی محرومی پر پچھتاتی رہی۔ **ف۲** یعنی لونڈیاں باندیاں جو غنیمت وغیرہ سے ہاتھ لگی ہوں۔ **ف۳** تیری عورتیں جن کا مہر دے چکا یعنی جو اب تیرے نکاح میں ہیں خواہ قریش سے ہوں اور مہاجر ہوں یا نہ ہوں سب حلال رہیں، اِن میں سے کسی کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور چچا، پھوپی، ماموں، خالہ کی بیٹیاں یعنی قریش میں کی جو باپ یا

ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں بشرط ہجرت کے حلال ہیں ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ اور جو عورت بخشے نبی کو اپنی جان یعنی بلا مہر کے نکاح میں آنا چاہے وہ بھی حلال ہے اگر آپ اس طرح نکاح میں لانا پسند کریں۔ یہ اجازت خاص پیغمبر کے لیئے ہے گو آپ نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا (کما فی الفتح) شاید "اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ" کی شرط سے اباحت مرجوحہ سمجھی ہو۔ بہر حال دوسرے مسلمانوں کے لیئے وہ ہی حکم ہے جو معلوم ہو چکا "اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ" (نساء رکوع ۴) یعنی بلا مہر نکاح نہیں، خواہ عقد کے وقت ذکر آیا خواہ پیچھے ٹھہر لیا یا نہ ٹھہرایا تو مہر مثل (جو اُسکی قوم کا مہر ہو) واجب ہوگا پیغمبر پر سے اللہ تعالیٰ نے یہ مہر کی قید اُٹھا دی تھی۔ برخلاف مومنین کے کہ اُنکو نہ چار سے زائد کی اجازت نہ بدون مہر کے نکاح درست۔ (تنبیہ) آنحضرت صلعم نے پچیس سال کی عمر تک جو شباب کی اُمنگوں کے اصلی دن ہوتے ہیں محض تجرد میں گذارے۔ پھر اقرباء کے اصرار اور دوسری جانب کی درخواست پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے (جن کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں) آپ نے عقد کیا۔ ترپن سال کی عمر تک پورے سکون و طمانیت سے اسی پاکباز بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہ ہی زمانہ تھا کہ آپ ساری دنیا سے الگ غاروں اور پہاڑوں میں جا کر خدائے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ اللہ کی نیک بندی آپکے لیئے توشہ تیار کرتی اور عبادت الٰہی اور سکون قلبی کے حصول میں آپکی اعانت و امداد کیا کرتی تھی۔ زندگی کے اس طویل عرصہ میں جو دوسرے لوگوں کے لیئے عموماً نفسانی جذبات کی انتہائی ہنگامہ خیزیوں کے اُٹھ اُٹھ کر ختم ہو جانے کا زمانہ ہوتا ہے، کوئی معاند سے معاند اور کٹر سے کٹر متعصب دشمن بھی ایک حرف ایک نقطہ ایک شوشہ آپکی پیغمبرانہ عِصمت اور خارق عادت عفاف و پاکبازی کے خلاف نقل نہیں کر سکتا۔ اور واضح رہے کہ یہ اُس اکمل البشر کی سیرت کا ذکر ہے جس نے خود اپنی نسبت فرمایا کہ مجھ کو جو جسمانی قوت عطا ہوئی ہے وہ اہل جنت میں سے چالیس مردوں کی برابر ہے جن میں سے ایک مرد کی قوت سَو کی برابر ہوگی گویا اس حساب سے دنیا کے چار ہزار مردوں کی برابر قوت حضور کو عطا فرمائی گئی تھی! اور بیشک دنیا کے اکمل ترین بشر کی تمام روحانی و جسمانی قوتیں ایسی ہی اعلیٰ اور اکمل پیمانہ پر ہونی چاہیئں۔ اس حساب سے اگر فرض کیجیئے چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں تو آپ کی قوت کے اعتبار سے اس درجہ میں شمار کیا جا سکتا تھا جیسے ایک مرد ایک عورت سے نکاح کر لے لیکن اللہ اکبر! اس شدید ریاضت اور ضبطِ نفس کا کیا ٹھکانا ہے کہ ترپن ۵۳ سال کی عمر اس تجرد یا زہد کی حالت میں گذار دی۔ پھر حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد اپنے سب سے بڑے جان نثار و وفادار رفیق کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ سے عقد کیا۔ ان کے سوا آٹھ بیوائیں آپ کے نکاح میں آئیں۔ وفات کے بعد نو موجود تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت سودہ، حضرت اُم سلمہ، حضرت زینب، حضرت اُم حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن و ارضاہن (ان میں پچھلی تین قریشی نہیں)، دنیا کا سب سے بڑا بے مثال انسان جو اپنے فطری قویٰ کے لحاظ سے کم از کم چار ہزار بیویوں کا مستحق ہو، کیا نو کا عدد دیکھ کر کوئی انصاف پسند اُس پر کثرت ازدواج کا الزام لگا سکتا ہے۔ پھر جب ہم ایک طرف دیکھتے ہیں کہ آپکی عمر ترپن سال سے متجاوز ہو چکی تھی، باوجود عظیم الشان فتوحات کے ایک دن پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے۔ جو آتا اللہ کے راستہ میں دے ڈالتے، اختیاری فقر و فاقہ سے پیٹ کو پتھر باندھتے مہینوں ازواج مطہرات کے مکانوں سے دُھواں نہ نکلتا، پانی اور کھجور پر گذارہ چلتا۔ روزہ پر روزہ رکھتے، کئی کئی دن افطار نہ کرتے، راتوں کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہنے سے پاؤں پر ورم ہو جاتا، لوگ دیکھ کر رحم کھانے لگتے، عیش و طرب کا سامان تو کجا، تمام بیویوں سے صاف کہہ دیا تھا کہ جسکو آخرت کی زندگی پسند ہو ہمارے ساتھ رہے جو دنیا کا عیش چاہے رخصت ہو جائے۔ اِن حالات کے باوجود دوسری طرف دیکھا جاتا ہے کہ سب ازواج کے حقوق ایسے اکمل و احسن طریقہ سے ادا فرماتے جس کا تحمل بڑے سے بڑا طاقتور مرد نہیں کر سکتا۔ اور میدان جنگ میں لشکروں کے مقابلہ پر جب بڑے بڑے جوانمرد بہادر دل چھوڑ بیٹھتے تھے آپ پہاڑ کی طرح ڈٹے رہتے اور زبان سے فرماتے "اِلَیَّ عِبَادَ اللہِ! اَنَا رَسُوْلُ اللہِ" اور "اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ"۔ بیویوں کا تعلق فرائضِ عبودیت و رسالت کی بجا آوری میں ذرہ برابر فرق نہ ڈالتا۔ کسی سخت سے سخت کٹھن کام میں ایک منٹ کے لیئے ضعف و تعب لاحق ہوتا۔ کیا یہ خارق عادت احوال اہل بصیرت کے نزدیک معجزہ سے کچھ کم ہیں؟ حقیقت میں جس طرح آپکا بچپن اور آپکی جوانی ایک معجزہ تھی، بڑھاپا بھی ایک معجزہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپکی پاک زندگی کو ہر ایک دور میں پاکباز متقیوں کیلیئے کچھ نمونے رکھدیئے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اُنکی عملی رہبری کر سکیں۔ ازواج مطہرات کی جس نام نہاد کثرت پر مخالفین کو اعتراض ہے وہ ہی اُمت مرحومہ کے لیئے اس کا ذریعہ بنی کہ پیغمبر کا اتباع کرنیوالے مرد اور عورتیں اُن حکموں اور نمونوں سے بے تکلف واقف ہوں جو بالخصوص باطنی احوال اور خانگی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا کثرت ازدواج میں ایک بڑی مصلحت یہ ہوئی کہ خانگی معاشرت اور نسوانی مسائل کے متعلق نبی کے احکام اور اُسوۂ حسنہ کی اشاعت کافی حد تک بے تکلف ہو سکے۔ نیز مختلف قبائل و طبقات کی عورتوں کے آپ کی خدمت میں رہنے سے اُن قبائل اور جماعتوں کو آپکی دامادی کا شرف حاصل ہوا اور اس طرح اُنکی وحشت و نفرت بھی کم ہوئی۔ اور اپنے کنبہ کی عورتوں سے آپکی پاکدامنی، خوبی اخلاق، حسن معاملہ اور بے لوث کیرکٹر کو سُن کر اسلام کی طرف رغبت بڑھی۔ شیطانی شکوک و اوہام کا ازالہ ہوا، اور اس طرح خدا کے عاشقوں، آپکے فداکاروں اور دنیا کے ہادیوں کی وہ عظیم الشان جماعت تیار ہوئی جس سے زیادہ پرہیزگار و پاکباز کوئی جماعت بجز انبیاء کے آسمان کے نیچے کبھی نہیں پائی گئی اور جو کسی بُرے کیرکٹر رکھنے والے کی تربیت میں محال تھا کہ تیار ہو سکے۔

ف۱ یعنی وابستہ النفس کے متعلق اختیار ہے قبول کرو یا نہ کرو [illegible] آپ پر قسم (باری باری سے رہنا) واجب نہیں جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کرسکتے ہیں۔ اور جسے کنارے کردیا ہو اُسے دوبارہ واپس لینے کا بھی اختیار ہے۔ یہ حقوق و اختیارات آپ کو دیئے گئے تھے مگر آپ نے مدت العمر ان سے کام نہیں لیا معاملات میں اس قدر عدل و مساوات کی رعایت فرماتے تھے جو بڑے سے بڑا محتاط آدمی نہیں کرسکتا۔ اس پر بھی اگر قلبی میلان کسی کی طرف بے اختیار ہوتا تو فرماتے "اللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ" (اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے اُن چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں، جو چیز صرف تیرے قبضہ میں ہے میرے اختیار میں نہیں اس کی ملامت نہ کیجیے) شاید "وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا" میں اسی طرف اشارہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کسی مرد کے کئی عورتیں ہوں تو اُس پر باری سے سب کے پاس برابر رہنا واجب ہے حضرت پر یہ واجب نہ تھا۔ اس واسطے کہ عورتیں اپنا حق نہ سمجھیں، تو جو دیں راضی ہو کر قبول کریں۔ (ورنہ روز یہ ہی کشمکش اور جھنجھٹ رہا کرتی، مہمات دین میں خلل پڑتا اور ازواج کی نظر بھی دنیا سے بالکل یکسو ہو کر مقصد اصلی کی طرف نہ رہتی۔ اسی غم و فکر میں مبتلا رہا کرتیں) پر حضرت نے اپنی طرف سے فرق نہیں کیا سب کی باری برابر رکھی۔ ایک حضرت سودہؓ نے (جب عمر زیادہ ہو گئی) اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی"۔

بِمَآ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اُس پر جو تو نے دیا اُن سب کی سب کو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور ہے اللہ

عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾ لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ

سب کچھ جاننے والا تحمل والا ف۱ حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس کے بعد اور نہ یہ کہ اُنکے بدلے کرلے

مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَ

اور عورتیں اگرچہ خوش لگے تجھ کو اُن کی صورت ف۲ مگر جو مال ہو تیرے ہاتھ کا ف۳ اور

كَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿۵۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا

ہے اللہ ہر چیز پر نگہبان ف۴ اے ایمان والو مت جاؤ

بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ

نبی کے گھروں میں مگر جو تم کو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ راہ دیکھنے والے اُسکے پکنے کی

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ

لیکن جب تم کو بلائے تب جاؤ ف۵ پھر جب کھا چکو تو آپ آپ کو چلے جاؤ اور نہ آپس میں جی لگا کر

لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ؗ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ

بیٹھو باتوں میں ف۶ اس بات سے تمہاری تکلیف تھی نبی کو پھر تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ شرم نہیں کرتا

مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ

ٹھیک بات بتلانے میں ف۷ اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ کے باہر سے

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ

اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل کو اور اُنکے دل کو ف۸ اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے

اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ

رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اُسکی عورتوں سے اُس کے پیچھے کبھی البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے

اللّٰهِ عَظِیْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَیْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ

یہاں بڑا گناہ ہے ف۹ اگر کھول کر کہو تم کسی چیز کو یا اُس کو چھپاؤ سو اللہ ہے ہر چیز کو

ف۲ یعنی جتنی بیبیاں "اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْ الخ" میں فرما دیں، اُس سے زیادہ حلال نہیں۔ اور جو اب موجود ہیں اُن کو بدلنا حلال نہیں یعنی یہ کہ ان میں سے کسی کو اس لیے چھوڑ دو کہ دوسری اُس کی جگہ کرلو۔ حضرت عائشہ اور اُم سلمہ سے روایت ہے کہ یہ ممانعت آخر کو موقوف ہو گئی مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے نہ اس کے بعد کوئی نکاح کیا نہ ان میں سے کسی کو بدلا۔ آپ کی وفات کے وقت سب ازواج برابر موجود رہیں ف۳ یعنی لونڈی باندی۔ حضرت کی دو حرم مشہور ہیں ایک ماریہ قبطیہ، جن کے شکم سے صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے بچپن میں انتقال کر گئے۔ دوسری ریحانہ، رضی اللہ عنہما۔ ف۴ یعنی اللہ کی نگاہ میں ہے جو اس کے احکام و حدود کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں کرتے، اس کا خیال رکھ کر کام کرنا چاہیے ف۵ یعنی بدون حکم و اجازت کے دعوت میں مت جاؤ۔ اور جب تک بلائیں نہیں پہلے سے جا کر نہ بیٹھو کہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑے۔ اور گھر والوں کے کام کاج میں ہرج واقع ہو ف۶ یعنی کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھر کا رستہ لینا چاہیے۔ وہاں مجلس جمانے سے میزبان اور دوسرے مکان والوں کو تکلیف ہوتی ہے یہ باتیں گو نبی کے مکانوں کے متعلق فرمائی ہیں کیونکہ شان نزول کا تعلق اُن ہی سے تھا۔ مگر مقصود ایک عام ادب سکھلانا ہے۔ بے دعوت کسی کے یہاں کھانا کھانے کی غرض سے جا بیٹھنا یا طفیلی بن کر جانا، یا کھانے سے قبل یوں ہی مجلس جمانا، یا فارغ ہونے کے بعد گپ شپ لڑانا درست نہیں۔ ف۷ یعنی آپ حیا کی وجہ سے اپنے نفس پر تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ لحاظ کی وجہ سے صاف نہیں فرماتے کہ اُٹھ جاؤ۔ مجھے کلفت ہوتی ہے۔ یہ تو آپ کے اخلاق اور مروت کی بات ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری تادیب و اصلاح میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اُس نے بہرحال پیغمبر ہی کی زبان سے اپنے احکام سُنا دیے۔ ف۸ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں "یہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھلائے کبھی کھانے کو حضرت کے گھر میں جمع ہوتے تو پیچھے باتیں کرنے لگ جاتے۔ حضرت کا مکان آرام کا وہ ہی تھا شرم سے نہ فرماتے کہ اُٹھ جاؤ۔ اُن کے واسطے اللہ نے فرما دیا۔ اور اس آیت میں حکم ہوا پردہ کا کہ مرد حضرت کی ازواج کے سامنے نہ جائیں" کوئی چیز مانگنی ہو تو وہ بھی پردہ کے پیچھے سے مانگیں اس میں جانبین کے دل ستھرے اور صاف رہتے ہیں اور شیطانی وساوس کا استیصال ہو جاتا ہے۔ ف۹ یعنی کافر منافق جو چاہیں بکتے پھریں اور ایذا رسانی کریں، مومنین جو دلائل و براہین کی روشنی میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انتہائی راستبازی اور پاکبازی کو معلوم کر چکے ہیں، اُنہیں لائق نہیں کہ حضور کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپ کی ایذا کا سبب بن جائے۔ لازم ہے کہ مومنین اپنے محبوب و مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں۔ مبادا غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت صادر ہو جائے اور دنیا و آخرت کا خسارہ اُٹھانا پڑے۔ اِن تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بڑا بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا چاہے یا ایسے نالائق ارادہ کا حضور کی موجودگی میں اظہار کرے ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کی مخصوص عظمت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی وجہ سے قائم ہوئی ہے کہ روحانی حیثیت سے وہ تمام مومنین کی محترم مائیں قرار دی گئیں۔ کیا کسی اُمتی کے عقد نکاح میں آنے کے بعد اُن کا یہ احترام کما حقہ محفوظ رہ سکتا ہے یا آپ کے بعد وہ خانگی بکھیڑوں میں پڑ کر تعلیم و تلقین دین کی اُس اعلیٰ غرض کو آزادی کے ساتھ پورا کر سکتی ہیں جس کے لیے ہی فی الحقیقت قدرت نے نبی کی زوجیت کے لیے اُن کو چنا تھا۔ اور کیا کوئی پرلے درجہ کا بس دبے شعور انسان بھی باور کر سکتا ہے کہ سید البشر امام المتقین اور پیکر خلق عظیم کی خدمت میں عمر گذارنے والی خاتون ایک لمحہ کے لیے بھی کسی دوسری جگہ رہ کر قلبی مسرت و سکون حاصل کرنے کی اُمید رکھ سکے گی۔ خصوصاً جبکہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ وہ منتخب خواتین تھیں جنکے سامنے دنیا و آخرت (بقیہ برصفحہ ۵۵۳)

بقیہ صفحہ ۵۵۱۔ کے دو راستوں میں سے ایک راستہ انتخاب کے لیے پیش کیا گیا تو انہوں نے بڑی خوشی اور آزادی سے دنیا کے عیش و بہار پر لات مار کر اللہ و رسول کی خوشنودی اور آخرت کا راستہ اختیار کر لینے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضور کی وفات کے بعد کیسے عدیم النظیر زہد و ورع اور صبر و توکل کے ساتھ ان مقدس خواتین جنت نے عبادت الٰہی میں اپنی زندگیاں گذاریں اور احکام دین کی اشاعت اور اسلام کی خدمات مہمہ کے لیے اپنے کو وقف کیے رکھا۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی بھول کر بھی دنیا کی لذتوں کا خیال نہیں آیا۔ اور کیسے آ سکتا تھا جبکہ پہلے ہی حق تعالیٰ نے "یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا" فرما کر ان کے تزکیہ و تطہیر کی کفالت فرمائی تھی۔ فرضی اللہ عنہن وارضاہن وجعلنا ممن یعظمہن حق تعظیمہن فوق ما نعظم امہاتنا التی ولدننا۔ آمین۔ اس مسئلہ کی نہایت محققانہ بحث حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی کتاب "آبِ حیات" میں ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی زبان سے کہنا تو کجا، دل میں بھی ایسا وسوسہ کبھی نہ لانا۔ اللہ کے سامنے ظاہر و باطن سب یکساں ہے دل کا کوئی بھید اس سے پوشیدہ نہیں۔ ف۲ اوپر ازواج مطہرات کے سامنے مردوں کے جانے کی ممانعت ہوئی تھی۔ اب بتلا دیا کہ محارم کا سامنے جانا منع نہیں۔ اس بارہ میں جو حکم عام مستورات کا سورۂ "نور" میں گذر چکا وہ ہی ازواج مطہرات کا ہے۔ "وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ" کی تشریح ہم سورۂ "نور" میں کر چکے ہیں۔ وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

عَلِیْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ
جاننے والا ف۱ گناہ نہیں اُن عورتوں کو سامنے ہونے کا اپنے باپوں سے اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے

وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ
اور نہ اپنے بھائی کے بیٹوں سے اور نہ اپنی بہن کے بیٹوں سے اور نہ اپنی عورتوں سے اور نہ اپنے ہاتھ کے

اَیْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِیْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۵۵﴾
مال سے ف۲ اور ڈرتی رہو اے عورتو اللہ سے بیشک اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ف۳

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والو

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
رحمت بھیجو اُس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر ف۴ جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اسکے رسول کو

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾
اُن کو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور تیار رکھا ہے اُنکے واسطے ذلت کا عذاب ف۵

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا
اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بدون گناہ کیے

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۸﴾ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ
تو اُٹھایا انہوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا ف۶ اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو

وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ
اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں ف۷

ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۹﴾
اس میں بہت قریب ہے کہ پہچانی پڑیں تو کوئی اُن کو نہ ستائے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۸

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ
البتہ اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دل میں روگ ہے ف۹ اور جھوٹی خبریں اڑانے والے

ف۳ یعنی پردہ کے جو احکام بیان ہوئے اور جو استثنا کیا گیا پوری طرح ملحوظ رکھو ذرا بھی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔ ظاہر و باطن میں حدود الٰہیہ محفوظ رہنی چاہئیں۔ اللہ سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں "یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ"۔ ف۴ "صلوٰۃ علی النبی" کا مطلب ہے "نبی کی ثنا و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ" پھر جس کی طرف "صلوٰۃ" منسوب ہوگی اُسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثنا و تعظیم اور رحمت و عطوفت مراد لیں گے، جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر اور بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے، اُس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں۔ اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو اللہ بھی نبی کریم صلعم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ کی ثنا اور اعزاز و اکرام کرتا ہے۔ اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں، مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو اس کی حیثیت اُن دونوں سے علیحدہ ہونی چاہیے۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مومنین کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیۃ نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! "سلام" کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ") "صلوٰۃ" کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں۔ آپ نے یہ درود شریف تلقین کیا "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"۔ غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہ ہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابد الآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ اُس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں اُن کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور اُنکے ساتھ اُن کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ اُن پر اُنکے لائق رحمت اُترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اُترتی ہیں مانگنے والے پر۔ اب جس کا جتنا جی چاہے اُتنا حاصل کر لے۔" (تنبیہ) صلوٰۃ علی النبی کے متعلق مزید تفصیلات ان مختصر فوائد میں نہیں سما سکتیں شروح حدیث میں مطالعہ کی جائیں۔ اور اس باب میں شیخ شمس الدین سخاویؒ کا رسالہ "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" قابل دید ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا ہے فالحمد للہ علی ذلک۔ ف۵ اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم صلعم کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اب بتلایا کہ اللہ و رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون و مطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہونگے۔ اللہ کو ستانا یہ ہی ہے کہ اُس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اُس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں۔ ف۶ یہ منافق تھے جو پیٹھ پیچھے بدگوئی کرتے رسول کی، یا آپ کی ازواج طاہرات پر جھوٹ طوفان اُٹھاتے جیسا کہ سورۂ "نور" میں گذر چکا۔ آگے بعض ایذاؤں کے انسداد کا بندوبست کیا گیا ہے جو مسلمان عورتوں کو اُن کی طرف سے پہنچتی تھیں۔ روایات میں ہے کہ مسلمان مستورات جب ضروریات کے لیے باہر نکلتیں، بدمعاش منافق تاک میں رہتے۔ اور چھیڑ چھاڑ کرتے۔ پھر پکڑے جاتے تو کہتے ہم نے سمجھا نہیں تھا کہ کوئی شریف عورت ہے۔ لونڈی باندی سمجھ کر چھیڑ دیا تھا۔ ف۷ یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی

بقیہ صفحہ ۵۵۲ - لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہُوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپا لینا چاہیے۔ لونڈی باندیوں کو ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اس کا مکلف نہیں کیا۔ کیونکہ کاروبار میں حرج عظیم واقع ہوتا ہے۔ ف حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی پہچانی پڑیں کہ لونڈی نہیں۔ بی بی ہے صاحب ناموس، بدذات نہیں نیک بخت ہے، تو بدنیت لوگ اُس سے نہ اُلجھیں۔ گھونگھٹ اُس کا نشان رکھ دیا۔ یہ حکم بہتری کا ہے۔ آگے فرمادیا اللہ ہے بخشنے والا مہربان"۔ یعنی باوجود اہتمام کے کچھ تقصیر رہجائے تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع ہے۔ (تکمیل) یہ تو آزاد عورتوں کے متعلق انتظام تھا کہ انہیں پہچان کر ہر ایک کا حوصلہ چھیڑنے کا نہ ہو، اور جھوٹے عذر کرنے کا موقع نہ رہے۔ آگے عام چھیڑ چھاڑ کی نسبت دھمکی دی ہے خواہ بی بی کو ہو یا لونڈی سے۔ ف۹ یعنی جن کو بدنظری اور شہوت پرستی کا روگ لگا ہوا ہے۔ فوائد صفحہ ہذا) ف یہ غالباً یہود ہیں جو اکثر جھوٹی خبریں اُڑا اُڑا کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا کرتے تھے اور ممکن ہے منافق ہی مُراد ہوں۔ ف۲ یعنی اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو اُن پر مُسلط کر دیں گے تا چند روز میں اُن کو مدینہ سے نکال باہر کریں، اور جتنے دن رہیں ذلیل و مرعوب ہو کر رہیں۔ چنانچہ یہود نکالے گئے

فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾

مدینہ میں ف تو ہم لگا دینگے تجھ کو انکے پیچھے پھر نہ رہنے پائیں گے تیرے ساتھ اُس شہر میں مگر تھوڑے دنوں

مَلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللَّهِ

پھٹکارے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور مارے گئے جان سے ف۳ دستور پڑا ہوا ہے اللہ کا

فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾

اُن لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں اور تو نہ دیکھے گا اللہ کی چال بدلتی ف۳

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ

لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کو تو کہہ اُس کی خبر ہے اللہ ہی کے پاس اور تو کیا جانے

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ

شاید وہ گھڑی پاس ہی ہو ف۴ بیشک اللہ نے پھٹکار دیا ہے منکروں کو اور رکھی ہے انکے

سَعِيرًا ﴿٦٤﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَّا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٥﴾

واسطے دہکتی ہوئی آگ ف۵ رہا کریں اُسی میں ہمیشہ نہ پائیں کوئی حمایتی اور نہ مددگار ☆

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَ

جس دن اوندھے ڈالے جائینگے اُنکے منہ آگ میں ف۶ کہیں گے کیا اچھا ہوتا جو ہمنے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور

أَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا

کہا مانا ہوتا رسول کا ف۷ اور کہیں گے اے رب ہمنے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا

فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ

پھر انہوں نے چوکا دیا ہم کو راہ سے ☆ اے رب اُنکو دے دونا عذاب اور پھٹکار اُنکو

لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ

بڑی پھٹکار ف۸ اے ایمان والو تم مت ہو اُن جیسے جنہوں نے ستایا موسیٰ کو

فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

پھر بے عیب دکھلا دیا اُسکو اللہ نے اُنکے کہنے سے اور تھا اللہ کے یہاں آبرو والا ف۹ اے

(حاشیہ: مع ۱۲ — الربع — ع ۱۰ / ۵)

اور منافقوں نے دھمکی سُن کر شاید اپنا رویہ بدل دیا ہوگا اس لئے سزا سے بچ رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو لوگ بدنیت تھے مدینہ میں عورتوں کو چھیڑتے، ٹوکتے اور جھوٹی خبریں اُڑاتے مخالفوں کے زور اور مسلمانوں کے ضعف و شکست کی۔ اُنکو یہ فرمایا۔ ف۳ یعنی عادت اللہ یہ ہی رہی ہے کہ پیغمبروں کے مقابلہ میں جنہوں نے شرارتیں کیں اور فتنے فساد پھیلائے اسی طرح ذلیل و خوار یا ہلاک کیے گئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ پہلی کتابوں میں بھی یہ حکم ہوا ہے کہ مفسدوں کو اپنے درمیان سے نکال باہر کرو۔ جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ "تورات" سے نقل فرماتے ہیں۔ ف۴ گو قیامت کے وقت کی ٹھیک تعیین کر کے اللہ نے کسی کو نہیں بتلایا مگر یہاں اُس کے قرب کی طرف اشارہ کر دیا۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے شہادت کی اور بیچ کی اُنگلی اُٹھا کر فرمایا "اَنَا وَالسَّاعَةُ کَھَاتَیْنِ" (میں اور قیامت اِن دو انگلیوں کی طرح ہیں)، یعنی بیچ کی اُنگلی جس قدر آگے نکلی ہوئی ہے، میں قیامت سے بس اتنا پہلے آگیا ہوں۔ قیامت بہت قریب لگی چلی آرہی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "شاید یہ بھی منافقوں نے ٹھٹھ کھنڈا پکڑا ہوگا کہ جس چیز کا (دنیا میں کسی کے پاس) جواب نہیں وہ ہی بار بار سوال کریں۔ اس پر یہاں ذکر کر دیا"۔ اور ممکن ہے پہلے جو فرمایا تھا "لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا" اس پر بطور تکذیب و استہزاء کے کہتے ہونگے کہ وہ قیامت اور آخرت کب آئے گی جسکی دھمکیاں دیجاتی ہیں؟ آخر اُس کا کچھ وقت تو بتاؤ۔ ف۵ اسی پھٹکار کا اثر ہے کہ لاطائل سُوالات کرتے ہیں، انجام کی فکر نہیں کرتے۔ ف۶ یعنی اوندھے مُنہ ڈال کر اُن کے چہروں کو آگ میں اُلٹ پلٹ کیا جائیگا۔ ف۷ اُس وقت حسرت کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ و رسول کے کہنے پر چلتے تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ ف۸ یہ شدت غیظ سے کہیں گے کہ ہمارے اِن دنیوی سرداروں اور مذہبی پیشواؤں نے دھوکے دیکر اور جھوٹ فریب کہہ کر اِس مصیبت میں پھنسوایا۔ اِن ہی کے اغواء پر ہم راہِ حق سے بھٹکے رہے۔ اگر ہمیں سزا دیجاتی ہے تو ان کو دوگنی سزا دیجیے اور جو پھٹکار ہم پر ہے اُس سے بڑی پھٹکار اِن بڑوں پر پڑنی چاہیے۔ گویا اُن کو دوگنی سزا دلوا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہیں گے۔ اِسی مضمون کی ایک آیت سورۂ "اعراف" کے چوتھے رکوع میں گذر چکی ہے۔ وہیں اُنکی اس فریاد کا جواب بھی دیا گیا ہے، ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۹ یعنی تم ایسا کوئی کام یا کوئی بات نہ کرنا جس سے تمہارے نبی کو ایذا پہنچے۔ نبی کا تو کچھ نہیں بگڑیگا کیونکہ اللہ کے ہاں اُنکی بڑی آبرو ہے وہ سب اذیت دہ باتوں کو رد کر دیگا۔ ہاں تمہاری عاقبت خراب ہوگی۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت لوگوں نے کیسی اذیت دہ باتیں کیں مگر اللہ تعالیٰ نے اُنکی وجاہت و مقبولیت کی وجہ سے سب کا ابطال فرمادیا اور موسیٰ کا بے خطا اور بے داغ ہونا ثابت کر دیا۔ روایات میں ہے کہ بعضے مفسد حضرت موسیٰ کو تہمت لگانے لگے کہ حضرت ہارون کو جنگل میں لیجا کر قتل کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خارق عادت طریقہ سے اُس کی تردید کر دی۔ اور صحیحین میں ہے کہ حضرت موسیٰ حیاء کی وجہ سے (ابنائے زمانہ کے دستور کے خلاف) چھپ کر غسل کرتے تھے، لوگوں نے کہا کہ ان کے بدن میں کچھ عیب ہے، برص کا داغ یا خصیہ پھولا ہوا۔ ایک روز حضرت موسیٰ اکیلے نہانے لگے۔ کپڑے اُتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے وہ پتھر کپڑے لیکر بھاگا حضرت موسیٰ عصا لے کر اُس کے پیچھے دوڑے، جہاں سب لوگ دیکھتے تھے۔ پتھر کھڑا ہو گیا سب نے برہنہ دیکھ کر معلوم کر لیا کہ بے عیب ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے "پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید ۞ بے عیباں را لباس عُریانی داد"۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ قارون نے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر مجمع میں کہلا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام (والعیاذ باللہ) اُسکے ساتھ مبتلا ہیں۔ حق تعالیٰ نے آخر کار قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور اُسی عورت کی زبان سے اس تہمت کی تردید کرائی جیسا کہ سورۂ "قصص" میں گذرا۔ (تنبیہ) موسیٰ علیہ السلام کا پتھر کے تعاقب میں برہنہ چلے جانا مجبوری کی وجہ سے تہا اور شاید یہ خیال بھی نہ ہو کہ پتھر مجمع میں لیجا کر کھڑا کر دیگا۔ رہی پتھر کی یہ حرکت وہ بطور خرق عادت تھی۔ خوارق عادات پر ہم نے (بقیہ بر صفحہ ۵۵۴)

بقیہ صفحہ ۵۵۳۔ ایک مستقل مضمون لکھا ہے اُسے پڑھ لینے کے بعد اس قسم کی جزئیات میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں رہتی بہر حال اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انبیاء علیہم السلام کو جسمانی و رُوحانی عیوب سے پاک ثابت کرنے کا کس قدر اہتمام ہے تا لوگوں کے دلوں میں اُن کی طرف سے تنفر و استخفاف کے جذبات پیدا ہو کر قبولِ حق میں رُکاوٹ نہ ہو۔

فوائد صفحہ ہذا } ف۱ یعنی اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کیجاتی ہیں حقیقت میں اللہ و رسول کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا مراد کو پہنچ گیا۔ ف۲ یعنی ستم کر دیے، جو بوجھ آسمان، زمین، اور پہاڑوں سے نہ اُٹھ سکتا تھا، اس نادان نے اپنے نازک کندھوں پر اُٹھا لیا ۔ آسمان بارِ امانت نتوانست کشید ۔ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی اپنی جان پر ترس نہ کھایا۔ امانت کیا ہے؟ پرائی چیز رکھنی اپنی خواہش کو روک کر آسمان و زمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں یا ہے تو وہی ہے جس پر قائم ہیں۔ انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اُس کے۔ اس پرائی چیز (یعنی حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تھامنا بڑا زور چاہتا ہے اُس کا انجام یہ ہے کہ منکروں کو قصور پر پکڑا جائے اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے۔ اب بھی یہ ہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کر دے تو بدلہ (ضمان) دینا پڑیگا اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو بدلہ نہیں"۔ (موضح) اصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ایک خاص امانت مخلوق کی کسی نوع میں رکھنے کا ارادہ کیا جو اُس امانت کو اگر چاہے تو اپنی سعی و کسب اور قوت بازو سے محفوظ رکھ سکے اور ترقی دے سکے تا اس سلسلہ میں اللہ کی ہر قسم کی شئون و صفات کا ظہور ہو مثلاً اُس نوع کے جو افراد امانت کو پوری طرح محفوظ رکھیں اور ترقی دیں اُن پر انعام و اکرام کیا جائے۔ جو غفلت یا شرارت سے ضائع کر دیں اُن کو سزا دی جائے اور جو لوگ اس بارہ میں قدرے کوتاہی کریں اُن سے عفو و درگذر کا معاملہ ہو۔ میرے خیال میں یہ امانت ایمان و ہدایت کا ایک تخم ہے جو قلوبِ بنی آدم میں بکھیرا گیا جس کو "مابہ التکلیف" بھی کہہ سکتے ہیں۔ "لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ" اسی کی نگہداشت اور تردد کرنے سے ایمان کا درخت اُگتا ہے۔ گویا بنی آدم کے قلوب اللہ کی زمینیں ہیں، بیج بھی اُسی نے ڈالدیا ہے۔ بارش برسانے کے لیے رحمت کے بادل بھی اُس نے بھیجے جن کے سینوں سے وحی الٰہی کی بارش ہوئی۔ آدمی کا فرض یہ ہے کہ ایمان کے اس بیج کو جو امانتِ الٰہیہ ہے ضائع نہ ہونے دے بلکہ پوری سعی و جہد اور تردد و تفقد سے اُس کی پرورش کرے مبادا غلطی یا غفلت کر بجائے درخت اُگنے کے بیج بھی سوخت ہو جائے اسی کی طرف اشارہ ہے حذیفہؓ کی اس حدیث میں "اِنَّ الْاَمَانَۃَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ فِیْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ" الحدیث۔ یہ امانت وہی تخم ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوبِ رجال میں تہ نشین کیا گیا۔ پھر علوم قرآن و سنت کی بارش ہوئی جس سے اگر ٹھیک طور پر انتفاع کیا جائے تو ایمان کا پودا اُگے، بڑھے، پھولے، پھلے اور آدمی کو اُس کے ثمرۂ شیریں سے لذت اندوز ہونے کا موقع ملے اور اگر انتفاع میں کوتاہی کیجائے تو اُسی قدر درخت کے اُبھرنے اور پھولنے پھلنے میں نقصان رہے یا بالکل غفلت برتی جائے تو سرے سے تخم بھی برباد ہو جائے۔ یہ امانت تھی جو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو دکھلائی۔ مگر کس میں استعداد تھی جو اس امانتِ عظیمہ کو اُٹھانے کا حوصلہ کرتا ہر ایک نے بلسانِ حال یا بزبانِ قال ناقابل برداشت ذمہ داریوں سے ڈر کر انکار کر دیا کہ ہم سے یہ بار نہ اُٹھ سکیگا۔ خود سوچ لو کہ بجز انسان کے کونسی مخلوق ہے جو اپنے کسب و محنت سے اس تخم ایمان کی حفاظت و پرورش کر کے ایمان کا شجر بار آور حاصل کر سکے۔ فی الحقیقت اس عظیم الشان امانت کا حق ادا کر سکنا اور ایک افتادہ زمین کو جس میں مالک نے تخم ریزی کر دی تھی خون پسینہ ایک کر کے باغ و بہار بنا لینا اسی ظلوم و جہول انسان کا حصہ ہو سکتا ہے جس کے پاس زمین قابل موجود ہو اور محنت و تردد کر کے کسی چیز کو بڑھانے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے اُس کو عطا فرمائی ہے "ظلوم" و "جہول" "ظالم" و "جاہل" کا مبالغہ ہے۔ ظالم و جاہل وہ کہلاتا ہے جو بالفعل عدل اور علم سے خالی ہو مگر استعداد و صلاحیت ان صفات کے حصول کی رکھتا ہو پس جو مخلوق بد فطرت سے علم و عدل کے ساتھ متصف ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی یہ اوصاف اُس سے جُدا نہیں ہوئے (مثلاً ملائکہ اللہ) یا جو مخلوق ان چیزوں کے حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی۔ (مثلاً زمین آسمان پہاڑ وغیرہ) ظاہر ہے کہ دونوں اس امانتِ الٰہیہ کے حامل نہیں بن سکتے۔ بیشک انسان کے سوا "جن" ایک نوع ہے جس میں فی الجملہ استعداد اس کے تحمل کی پائی جاتی ہے اور اسی لئے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ" میں دونوں کو جمع کیا گیا لیکن انصاف یہ ہے کہ ادائے حقِ امانت کی استعداد اُن میں اتنی ضعیف تھی کہ حمل امانت کے مقام میں جنّات قابلِ ذکر اور درخورِ اعتنا نہیں سمجھے گئے۔ گویا وہ اس معاملہ میں انسان کے تابع قرار دیے گئے جن کا نام مستقل طور پر لینے کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ف۳ میرے نزدیک اس جگہ "وَیَتُوْبَ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" الخ کے معنی معاف کرنے کے نہ لیے جائیں بلکہ اُن کے حال پر متوجہ ہونے اور مہربانی فرمانے کے لیں تو بہتر ہے جیسے "لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ" میں لیے گئے ہیں۔ تو مومنین کاملین کا بیان ہوا۔ اور "وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا" میں قاصرین و مقصرین کے حال کی طرف اشارہ فرما دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نسأل اللّٰہ تعالیٰ ان یتوب علینا ویغفر لنا ذنبینا بالفوز...

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ

ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی ☆ کہ سنوار دے تمہارے واسطے تمہارے کام اور

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا

بخشدے تم کو تمہارے گناہ اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اُسکے رسول کے اُس نے پائی بڑی

عَظِيْمًا ﴿٧١﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

مُراد ف۱ ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمین کو اور

الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ

پہاڑوں کو پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اُس کو اُٹھائیں اور اس سے ڈر گئے اور اُٹھا لیا اُس کو انسان نے

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ

یہ ہے بڑا بے ترس نادان ف۲ تاکہ عذاب کرے اللہ منافق مردوں کو اور عورتوں کو

وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ

اور شرک والے مردوں کو اور عورتوں کو اور معاف کرے اللہ ایماندار مردوں کو اور عورتوں کو

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٣﴾

اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۳

سُوْرَةُ السَّبَا مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چوّن آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ

سب خوبی اللہ کی ہے جس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمان اور زمین میں اور اُسی کی تعریف ہے

فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١﴾ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ

آخرت میں اور وہی ہے حکمتوں والا سب کچھ جاننے والا ف۴ جانتا ہے جو کچھ کہ اندر گھستا ہے زمین کے

بقیہ صفحہ ۵۵۴۔ **ف۴** یعنی سب خوبیاں اور تعریفیں اُس خدا کے لیے ہیں جو اکیلا بلا شرکت غیرے تمام آسمانی و زمینی چیزوں کا مالک و خالق اور نہایت حکمت و خبرداری سے اُنکی تدبیر کرتا ہے۔ اُس نے یہ سلسلہ بیکار، پیدا نہیں کیا۔ ایسے حکیم و دانا کی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ ضرور ہے کہ یہ نظام آخر میں کسی اعلیٰ نتیجہ پر منتہی ہو، اُسی کو آخرت کہتے ہیں۔ اور جس طرح دنیا میں وہ اکیلا تمام تعریفوں کا مستحق ہے، آخرت میں بھی صرف اُسی کی تعریف ہوگی۔ بلکہ یہاں تو بظاہر اور کسی کی بھی تعریف ہو جاتی تھی کیونکہ مخلوق کا فعل خالق کے فعل کا پردہ اور اس کا کمال اُسکے کمال حقیقی کا پرتوہ ہے لیکن وہاں سب وسائط اور پردے اُٹھ جائیں گے۔ جو کچھ ہو گا سب دیکھیں گے کہ اُسی کی طرف سے ہو رہا ہے اس لیے صورۃً و حقیقۃً ہر حیثیت سے تنہا اُسی محمود مطلق کی تعریف رہجائیگی۔

وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ

اور جو کچھ نکلتا ہے اُس سے اور جو اُترتا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اُس میں **ف۱** اور وہی ہے

الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ﴿٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ

رحم والا بخشنے والا **ف۲** اور کہنے لگے منکر نہ آئیگی ہم پر قیامت **ف۳**

قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ

تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی البتہ آئیگی تم پر **ف۴** اُس عالم الغیب کی غائب نہیں ہو سکتا اُس سے

مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ

کچھ ذرہ بھر آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی

وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٣﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اور نہ اس سے بڑی جو نہیں ہے کھلی کتاب میں **ف۵** تاکہ بدلا دے اُنکو جو یقین لائے اور کیے

الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا

بھلے کام وہ لوگ جو ہیں اُنکے لیے ہے معافی اور عزت کی روزی ☆ اور جو لوگ دوڑے

فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ ﴿٥﴾ وَ

ہماری آیتوں کے ہرانے کو اُن کو بلا کا عذاب ہے دردناک **ف۶** اور

يَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ

دیکھ لیں جن کو ملی ہے سمجھ کہ جو تجھ پر اُترا تیرے رب کی وہی

الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ

ٹھیک ہے اور سمجھاتا ہے راہ اُس زبردست خوبیوں والے کی **ف** اور کہنے لگے

كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

منکر ہم بتلائیں تم کو ایک مرد کہ تم کو خبر دیتا ہے جب تم پھٹ کر ہو جاؤ

مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿٧﴾ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

ٹکڑے ٹکڑے تم کو پھر نئے سرے سے بننا ہے ☆ کیا بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** یعنی آسمان و زمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اُس کے علم سے باہر نہیں۔ جو چیز زمین کے اندر چلی جاتی ہے مثلاً جانور کیڑے مکوڑے، نباتات کا بیج، بارش کا پانی، مردہ کی لاش، اور جو اُس کے اندر سے نکلتی ہے مثلاً کھیتی، سبزہ، معدنیات وغیرہ اور جو آسمان کی طرف سے اُترتی ہے مثلاً بارش، وحی، تقدیر، فرشتے وغیرہ اور جو اوپر چڑھتی ہے مثلاً روح، دعا، عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب انواع و جزئیات پر اللہ کا علم محیط ہے۔ **ف۲** یعنی یہ سب بستی اور چہل پہل اُس کی رحمت اور بخشش سے ہے ورنہ بندوں کی ناشکری اور حق ناشناسی پر اگر ہاتھوں ہاتھ گرفت ہونے لگے تو ساری رونق ایک لمحہ میں ختم کر دیجائے۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ (فاطر رکوع ۵) **ف۳** کیوں نہیں آئیگی۔ اس کا منشا آگے آتا ہے "إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ" **ف۴** یعنی وہ معصوم و مقدس انسان جس کے صدق و امانت کا اقرار سب کو پہلے سے تھا اور اب براہین ساطعہ سے اُس کی صداقت پوری طرح روشن ہو چکی، مؤکد قسم کھا کر اللہ کی طرف سے خبر دیتا ہے کہ قیامت ضرور آئیگی، پھر تسلیم نہ کرنے کی کیا وجہ۔ ہاں اگر کوئی محال یا خلاف حکمت بات کہتا تو انکار کی گنجائش ہو سکتی تھی۔ لیکن نہ یہ محال ہے نہ خلاف حکمت۔ پھر انکار کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ **ف۵** یعنی اُس عالم الغیب کی قسم جس کے علم محیط سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ یا ذرہ سے چھوٹی بڑی کوئی چیز بھی غائب نہیں۔ شاید یہ اس لیے فرمایا کہ قیامت کے وقت کی تعیین ہم نہیں کر سکتے۔ اس کا علم اُسی کو ہے جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ ہم کو جتنی خبر دی گئی بلا کم و کاست پہنچا دی، اور اس کا جواب بھی ہو گیا جو کہتے تھے "أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ الخ" یعنی جب ہمارے ذرات منتشر ہو کر مٹی میں مل گئے پھر کیسے دوبارہ اکٹھے کیے جائیں گے، تو بتلا دیا کہ کوئی ذرہ اُس کے علم سے غائب نہیں۔ اور پہلے بتلایا جا چکا کہ آسمان و زمین کی ہر چیز پر قبضہ اُسی کا ہے، لہٰذا اُس کو کیا مشکل ہے کہ تمہارے منتشر ذرات کو ایک دم میں اکٹھا کر دے (تنبیہ) کھلی کتاب سے "لوح محفوظ" مراد ہے جس میں ہر چیز اللہ کے علم کے مطابق ثبت ہے۔ **ف۶** یعنی قیامت کا آنا اس لیے ضرور ہے کہ لوگوں کو اُن کی نیکی اور بدی کا پھل دیا جائے اور حق تعالیٰ کی جملہ صفات کا کامل ظہور ہو (تنبیہ) "جو لوگ دوڑے ہماری آیتوں کے ہرانے کو" یعنی ہماری آیتوں کے ابطال اور لوگوں کو قولاً و فعلاً اُن سے روکنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ گویا وہ (العیاذ باللہ) اللہ کو عاجز کرنا اور ہرانا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اُس کے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ **ف** یعنی اس واسطے قیامت آنی ہے کہ جن کو یقین تھا اُنہیں عین الیقین حاصل ہو جائے اور آنکھوں سے دیکھ لیں کہ قرآن کی خبریں صحیح و درست ہیں اور بیشک قرآن ہی وہ کتاب ہے جو اُس زبردست خوبیوں والے خدا تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ بتاتی ہے۔ بعض مفسرین نے "وَيَرَى الَّذِينَ الخ" کا مطلب یہ لیا کہ "الَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ" کے برخلاف جو اہل علم ہیں (خواہ مسلمان یا اہل کتاب) وہ جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ قیامت وغیرہ کے متعلق قرآن کریم کا بیان بالکل صحیح ہے اور وہ آدمی کو وصول الی اللہ کے ٹھیک راستہ پر لیجاتا ہے۔

ف۱ کفار قریش نبی کریم صلعم کی شان میں یہ گستاخی کرتے تھے یعنی آؤ تمہیں ایک شخص دکھلائیں جو کہتا ہے کہ تم گل سڑکر اور ریزہ ریزہ ہو کر جب خاک میں مل جاؤ گے، پھر تم کو از سر نو بھلا چنگا بنا کر کھڑا کر دیا جائیگا۔ بھلا ایسی مہمل بات کون قبول کر سکتا ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ شخص جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ لگاتا ہے کہ اُس نے ایسی خبر دی۔ نہیں تو سودائی ہے۔ دماغ ٹھکانے نہیں دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتا ہے۔ (العیاذ باللہ) ف۲ یعنی نہ جھوٹ ہے نہ جنون۔ البتہ یہ لوگ عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستہ سے بیشک کر بہت دور جا پڑے ہیں۔ اور بیہودہ بکواس کر کے اپنے کو آفت میں پھنسا رہے ہیں۔ فی الحقیقت یہ بڑا عذاب ہے کہ آدمی کا دماغ اِس قدر مختل ہو جائے کہ وہ خدا کے پیغمبروں کو مفتری یا مجنوں کہنے لگے۔ العیاذ باللہ۔ ف۳ یعنی کیا یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں کہ آسمان و زمین بھی نظر نہیں آتے جو آگے پیچھے ہر طرف نظر ڈالنے سے نظر آسکتے ہیں اُن کو تو وہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ نے بنایا ہے۔ پھر جس نے بنایا اُسے توڑنا کیا مشکل ہے۔ اور جو ایسے عظیم الشان اجسام کو بنا سکتا اور توڑ پھوڑ سکتا ہے اُسے انسانی جسم کا بگاڑ دینا اور بنانا کیا مشکل ہوگا۔ یہ لوگ ڈرتے نہیں کہ اسی کے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر رہ کر ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالیں۔ حالانکہ خدا چاہے تو ابھی ان کو زمین میں دھنسا کر یا آسمان سے ایک ٹکڑا گرا کر نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا سا نمونہ دکھلا دے۔ ف۴ یعنی جو بندے عقل و انصاف سے کام لیکر اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اسی آسمان و زمین میں اُن کے لئے بڑی بھاری نشانی موجود ہے۔ وہ اس منتظم اور پُر حکمت نظام کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ضرور یہ ایک دن کسی اعلیٰ و اکمل نتیجہ پر پہنچنے والا ہے جس کا نام "دار الآخرۃ" ہے۔ یہ تصور کر کے وہ بیش از بیش اپنے مالک و خالق کی طرف جھکتے ہیں اور جو آسمانی و زمینی نعمتیں اُن کو پہنچتی ہیں، تہ دل سے اُس کے شکر گذار ہوتے ہیں۔ اُن میں سے بعض بندوں کا ذکر آگے آتا ہے۔ ف۵ یعنی نبوت کے ساتھ غیر معمولی سلطنت عنایت فرمائی۔ ف۶ حضرت داؤد علیہ السلام کبھی کبھی جنگل میں نکلتے، خدا کو یاد کرتے، خوف الٰہی سے روتے تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے اور اپنی ضرب المثل خوش آوازی سے زبور پڑھتے، اُس کی عجیب و غریب تاثیر سے پہاڑ بھی اُنکے ساتھ تسبیح پڑھنے لگتے تھے اور پرندے اُن کے گرد جمع ہو کر اُسی طرح آواز کرتے حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُن کو یہ خاص بزرگی عطا فرمائی تھی۔ ورنہ پہاڑوں کی تسبیح سے مراد محض اُنکی آواز بازگشت ہو یا وہ عام تسبیح جو ہر چیز زبان حال یا قال سے کرتی رہتی ہے تو حضرت داؤد کے مخصوص فضل و شرف کے ذیل میں اس چیز کا ذکر کرنا محض بے معنی ہوگا (العیاذ باللہ) یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ کا حکم تکوینی ہے۔ ف۷ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہم نے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا۔ بدون آگ اور آلات صناعیہ کے لوہے کو جس طرح چاہتے ہاتھ سے توڑ موڑ لیتے تھے۔ اور اُس کی زرہیں تیار کر کے فروخت کرتے تا قوت بازو سے کما کر کھائیں۔ بیت المال پر اپنا بار نہ ڈالیں کہتے ہیں کہ کڑیوں کی زرہ پہلے اُن ہی سے نکلی کہ کشادہ رہ کر حق تعالیٰ نے اُن کو ہدایت فرمائی کہ فراخ و کشادہ زرہیں تیار کرو اور اُس کے حلقے اور کڑیاں ٹھیک اندازہ سے جوڑو جو بڑی چھوٹی اور پتلی موٹی ہونے کے اعتبار سے متناسب ہوں۔ ف۸ یعنی ان صنائع میں پڑکر منعم حقیقی کی طرف سے غفلت نہ ہونے پائے۔ ہمیشہ عمل صالح کرتے رہو اور یاد رکھو کہ اللہ سب کام دیکھتا ہے۔ ف۹ حضرت سلیمان کا تخت تھا جو فضا میں اُڑتا، ہوا اُس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو اُن کے لئے مسخر کر دیا تھا، ایک مہینہ کی مسافت ہوا کے ذریعہ سے آدھے دن میں طے ہوتی تھی۔ سورۂ "انبیاء" اور سورۂ نمل میں اس کا کچھ بیان گذر چکا ہے اور آگے سورۂ صٓ میں آئیگا اور پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یمن کی طرف نکال دیا تھا۔ اُس کو سانچوں میں ڈال کر جنات بڑے بڑے برتن (دیگیں اور لگن وغیرہ) تیار کرتے تھے۔ جن میں ایک لشکر کا کھانا پکتا اور کھلایا جاتا۔ ف۱۰ یعنی بہت سے جن جنہیں دوسری جگہ شیاطین سے تعبیر فرمایا ہے معمولی قلیوں اور خدمت گاروں کی طرح اُنکے کام میں لگے رہتے تھے۔ اللہ کا حکم تھا کہ سلیمان کی اطاعت کریں ذرا سرکشی کی تو آگ میں پھونک دیا جائیگا۔ ف۱۱ یعنی بڑے بڑے محل، مسجدیں اور قلعے جنات تعمیر کرتے اور مجسم تصویریں بناتے (جو اُن کی شریعت میں ممنوع نہیں ہونگی، شریعت محمدیہ نے منع کر دیا) اور تانبے کے بڑے بڑے لگن بناتے جیسے حوض یا تالاب، اور دیگیں تیار کرتے جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکتی تھیں۔ ایک ہی جگہ رکھی رہتیں۔

اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ

یا اُس کو سودا ہے ف۱ کچھ بھی نہیں پر جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا آفت میں ہیں

وَ الضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ

اور دور جا پڑے غلطی میں ف۲ کیا دیکھتے نہیں جو کچھ اُن کے آگے ہے اور پیچھے ہے

مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ

آسمان اور زمین سے اگر ہم چاہیں دھنسا دیں اُن کو زمین میں یا گرا دیں

عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ﴿۹﴾

اُن پر ٹکڑا آسمان سے ف۳ تحقیق اِس میں نشانی ہے ہر بندے رجوع کرنیوالے کیواسطے ف۴

ع ۹

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَ الطَّیْرَ ۚ

اور ہم نے دی ہے داؤد کو اپنی طرف سے بڑائی ف۵ اے پہاڑو خوش آوازی سے پڑھو اُسکے ساتھ اور اُڑتے جانور ف۶

اور اُسے اُڑنے والو

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ

اور نرم کر دیا ہمنے اُسکے آگے لوہا ☆ کہ بنا زرہیں کشادہ اور اندازے سے جوڑ کڑیاں ف۷

وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱﴾ وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ

اور کرو تم سب کام بھلا میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہوں ف۸ اور مسخر کر دیا سلیمان کے آگے ہوا کو

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ مِنَ

صبح کی منزل اُسکی ایک مہینہ کی اور شام کی منزل ایک مہینہ کی اور بہا دیا ہمنے اُسکے واسطے چشمہ پگھلے ہوئے تانبے کا ف۹ اور

الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ

جنوں میں کتنے لوگ تھے جو محنت کرتے اُس کے سامنے اُسکے رب کے حکم سے اور جو کوئی پھرے اُن میں سے

عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۱۲﴾ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ

ہمارے حکم سے چکھائیں ہم اُسکو آگ کا عذاب ف۱۰ بناتے اُس کے واسطے جو کچھ چاہتا

مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ

قلعے اور تصویریں اور لگن جیسے تالاب اور دیگیں چولہوں پر جمی ہوئی ف۱۱

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝۱۳ فَلَمَّا

کام کرو اے داؤد کے گھر والو احسان مان کر اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں احسان ماننے والے ف۱ پھر

قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ

جب مقرر کیا ہم نے اُس پر موت کو نہ جتلایا اُن کو اُس کا مرنا مگر کیڑے نے گھن کے

تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

کھاتا رہا اُس کا عصا پھر جب وہ گر پڑا معلوم کیا جنوں نے کہ اگر خبر رکھتے ہوتے

الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝۱۴ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ

غیب کی نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں ف۲ تحقیق قوم سبا کو تھی اُن

مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ڛ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ

کی بستی میں نشانی دو باغ داہنے اور بائیں ف۳ کھاؤ روزی اپنے رب کی

وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝۱۵ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا

اور اُس کا شکر کرو ف۴ شہر ہے پاکیزہ اور رب ہے گناہ بخشنے والا ف۵ سو دھیان میں نہ لائے پھر چھوڑ دیا

عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ

ہم نے اُن پر ایک نالا زور کا اور دیئے ہم نے اُن کو بدلے میں اُن دو باغوں کے دو اور باغ جن میں کچھ میوہ

خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝۱۶ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ

کسیلا تھا اور جھاؤ اور کچھ بیر تھوڑے سے ف۶ بدلا دیا ہم نے اُن کو اس پر کہ ناشکری کی

وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝۱۷ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى

اور ہم یہ بدلا اُسی کو دیتے ہیں جو ناشکر ہو ف۷ اور رکھی تھیں ہم نے اُن میں اور اُن بستیوں میں

الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا

جہاں ہم نے برکت رکھی ہے ایسی بستیاں جو راہ پر نظر آتی تھیں اور منزلیں مقرر کر دیں ہم نے اُن میں آنے جانے کی پھرو

فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝۱۸ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا

اُن میں راتوں کو اور دنوں کو امن سے ف۸ پھر کہنے لگے اے رب دراز کر دے ہمارے سفروں کو ف۹

ف۱ یعنی ان عظیم الشان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرتے رہو محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے وہ کام کرو جن سے حق تعالیٰ کی شکرگذاری ٹپکتی ہو۔ بات یہ ہے کہ احسان تو خدا کم و بیش سب پر کرتا ہے لیکن پورے شکرگذار بندے بہت تھوڑے ہیں تو قدر زیادہ ہوگی۔ لہٰذا کامل شکرگذار بن کر اپنی قدر و منزلت بڑھاؤ۔ یہ خطاب داؤد کے کنبے اور گھرانے کو ہے، کیونکہ علاوہ مستقل احسانات کے داؤد پر احسان من وجہ سب پر احسان ہے۔ کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے تمام گھر والوں پر اوقات تقسیم کر دیئے تھے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہ تھا جب ان کے گھر میں کوئی نہ کوئی شخص عبادت الٰہی میں مشغول نہ رہتا ہو۔ ف۲ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے ہاتھ سے مسجد بیت المقدس کی تجدید کرا رہے تھے جب معلوم کیا کہ میری موت آپہنچی جنوں کو نقشہ بتا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں در بند کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی۔ کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہو سکا۔ وفات کے بعد مدت تک جن بدستور تعمیر کرتے رہے۔ جب تعمیر پوری ہو گئی جس عصا پر ٹیک لگا رہے تھے گھن کے کھانے سے گرا تب سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔ اس سے جنات کو خود اپنی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور ان کے معتقد انسانوں کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر رہتی تو کیا اس ذلت آمیز تکلیف میں پڑے رہتے حضرت سلیمان کی وفات کو محسوس کرتے ہی کام چھوڑ دیتے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ شیاطین وغیرہ کی تسخیر کچھ حضرت سلیمان کا کسبی کمال نہ تھا محض فضل ایزدی تھا۔ جو اللہ چاہے تو موت کے بعد ایک لاش کے حق میں بھی قائم رکھ سکتا ہے۔ نیز سلیمان علیہ السلام پر زندگی میں جو انعامات ہوئے تھے یہ اُس کی تکمیل ہوئی کہ موت کے بعد بھی ایک ضروری حد تک انہیں جاری رکھا گیا۔ اور بتلا دیا کہ پیغمبروں کے اٹھائے ہوئے کاموں کو اللہ تعالیٰ کس کس تدبیر سے پورا کراتا ہے۔ (ربط) یہاں تک بعض منیب اور شکرگذار بندوں کا ذکر تھا۔ آگے ایک معرض و ناسپاس قوم (سبا) کا ذکر کیا جاتا ہے جو بڑے عیش و رفاہیت اور خوش حالی و فارغ البالی کے بعد کفر و ناسپاسی کی سزا میں تباہ کی گئی۔ یہ قوم یمن کی بڑی دولتمند اور ذی اقتدار قوم تھی جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے ملک پر حکومت کرتی رہی۔ ان ہی میں ایک وہ ملکہ تھی (بلقیس) جس کا حضرت سلیمان کی بارگاہ میں حاضر ہونا سورہ "نمل" میں گذر چکا ہے۔ شاید یہاں سلیمان کے بعد "سبا" کا ذکر اس مناسبت سے بھی ہوا ہو۔ ف۳ یعنی باغوں کے دو طویل سلسلے داہنے اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے۔ اگر سمجھتے تو خدا کی رحمت و قدرت کی یہی نشانی ایمان لانے اور شکرگذار بننے کے لئے کافی تھی۔ ف۴ گویا وہ نشانی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو اور اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔ کفر و عصیان اختیار کر کے ناشکرے مت بنو۔ یا جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے، انبیاء کی زبانی اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہوگی کہتے ہیں تیرہ نبی اس قوم کی طرف بھیجے گئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو حضرت مسیح سے پہلے آئے ہونگے اور ان کے وارث بعد کو بھی اس قوم کی بربادی کے وقت تک سمجھاتے رہے ہونگے واللہ اعلم۔ ف۵ مصنف "ارض القرآن" "سبا" کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اسی سلسلۂ عمارات میں ایک چیز بند آب ہے جس کو عرب حجاز "سد" اور عرب یمن "عرم" کہتے ہیں۔ عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں۔ پانی پہاڑوں سے بہہ کر ریگستانوں میں خشک اور ضائع ہو جاتا ہے۔ زراعت کے مصرف میں نہیں آتا۔ "سبا" مختلف مناسب موقعوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے بڑے بند باندھ دیتے تھے کہ پانی رک جائے اور بقدر ضرورت زراعت کے کام میں آئے۔ مملکت "سبا" میں اس طرح کے سینکڑوں بند تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور "سد مارب" ہے جو انکے دارالحکومت "مارب" میں واقع تھا شہر مارب کے جنوب میں داہنے بائیں دو پہاڑ ہیں جن کا نام کوہ ابلق ہے۔ سبا نے ان دو پہاڑوں کے بیچ میں تقریباً ۸۰۰ ق م میں "سد مارب" کی تعمیر کی تھی۔ یہ بند تقریباً ایک سو پچاس فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ایک دیوار ہے۔ اس کا اکثر حصہ تو اب افتادہ ہے تاہم ایک ثلث دیوار اب بھی باقی ہے۔ "ارناڈ" ایک یورپین سیاح نے اس کے موجودہ حالات پر ایک مضمون فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں لکھا ہے اور اس کا موجودہ نقشہ نہایت عمدگی سے تیار کیا ہے۔ اس دیوار پر جابجا کتبات ہیں وہ بھی پڑھے گئے۔ اس سد میں اوپر نیچے بہت سی کھڑکیاں تھیں جو حسب ضرورت کھولی اور بند کی جا سکتی تھیں۔ سد کے داہنے بائیں مشرق و مغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ اس نظام آب رسانی سے چپ و راست دونوں جانب اس ریگستانی اور شور ملک کے اندر تین سو مربع میل میں سینکڑوں کوس تک بہشت زار طیار ہو گئی تھی جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے۔ قرآن کریم "جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ" کہہ کر ان ہی باغوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یونانی مؤرخ "اگاتھر شیدس" جو ۱۳۵ ق م میں "سبا" کا معاصر تھا بیان کرتا ہے "سبا عرب کے سرسبز آباد حصہ میں رہتے ہیں جہاں بہت اچھے اچھے بیشمار میوے ہیں۔ دریا کے کنارے جو زمین ہے اس میں نہایت خوبصورت درخت ہوتے ہیں۔ اندرون ملک میں بخورات، دارچینی اور کھجوروں کے نہایت بلند درختوں کے کنجان دقیقہ (بقیہ)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۵۷ جنگل میں اور ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلا کرتی ہے درختوں کے اقسام کی کثرت و تنوع کے سبب کر ہر قسم کا نام و وصف مشکل ہے۔ جو خوشبو اُس میں سے اُڑتی ہے وہ جنت کی خوشبو سے کم نہیں اور جس کی تعریف لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی۔ جو اشخاص زمین سے دور ساحل سے گذرتے ہیں، وہ بھی جب ساحل کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو اس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ گویا آبحیات کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ اور یہ تشبیہ بھی اُس کی قوت و لطافت کے مقابل میں ناقص ہے"۔ آرٹی میڈروس جو "سبا" کے عہد آخر میں تھا لکھتا ہے"۔ سبا کا بادشاہ اور اس کا ایوان "مارب" میں ہے جو ایک پُر اشجار پہاڑ پر عیش و مسرت (زمانہ خوشحالی) میں واقع ہے"۔ غرض باعتبار سرسبزی، خوشحالی، سامان عیش اور اعتدال آب و ہوا کے "مارب" اسی کا مصداق تھا۔ "بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ"۔ "رب غفور" سے ادھر اشارہ کر دیا کہ اپنی طرف سے شکر گذار رہو۔ اگر بمقتضائے بشریت کچھ تقصیر رہ جائیگی تو اللہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسا سخت نہیں پکڑتا اپنی مہربانی سے معاف فرما دیگا۔ اُس کی نعمتوں کا شکر کما حقہ کس سے ادا ہو سکتا ہے۔ ف۶ یعنی نصیحتوں کو خاطر میں نہ لائے اور منعم حقیقی کی شکر گذاری سے منہ موڑتے رہے۔ تب ہم نے پانی کا عذاب بھیج دیا۔ وہ بند ٹوٹا تمام باغات اور زمینیں غرقاب ہو گئیں اور اُن اعلیٰ درجہ کے نفیس میوؤں اور پھلوں کی جگہ نکمے درخت

وَظَلَمُوٓا اَنۡفُسَهُمۡ فَجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ وَمَزَّقۡنٰهُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ

اور آپ اپنا بُرا کیا پھر کر ڈالا ہم نے اُنکو کہانیاں اور کر ڈالا چیر کر ٹکڑے ٹکڑے ف۱

فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ

اِس میں پتے کی باتیں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گذار کو ف۲ اور سچ کر دکھلائی اُن پر

اِبۡلِيۡسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ

ابلیس نے اپنی اٹکل پھر اُسی کی راہ چلے مگر تھوڑے سے ایمان دار ف۳ اور اُس کا

لَهٗ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ

اُن پر کچھ زور نہ تھا مگر اتنے واسطے کہ معلوم کر لیں ہم اُسکو جو یقین لاتا ہے آخرت پر جُدا کر کے اُس سے

هُوَ مِنۡهَا فِىۡ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ حَفِيۡظٌ ﴿۲۱﴾ قُلِ ادۡعُوا

جو رہتا ہے آخرت کی طرف سے دھوکے میں اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ف۴ تو کہہ پکارو اُن

الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ

کو جن کو گمان کرتے ہو سوائے اللہ کے ف۵ وہ مالک نہیں ایک ذرہ بھر کے

فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيۡهِمَا مِنۡ شِرۡكٍ وَّمَا لَهٗ مِنۡهُمۡ

آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اُن کا اِن دونوں میں کچھ ساجھا اور نہ اُن میں کوئی اُس کا

مِّنۡ ظَهِيۡرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى

مددگار ☆ اور کام نہیں آتی سفارش اُس کے پاس مگر اُس کو کہ جسکے واسطے حکم کر دے ف۶ یہاں

اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ وَهُوَ

تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جائے اُنکے دل سے کہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے وہ کہیں فرمایا جو واجبی ہے اور وہی ہے

الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ ﴿۲۳﴾ قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قُلِ

سب سے اوپر بڑا ف۷ تو کہہ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے بتلا دے

اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوۡ اِيَّاكُمۡ لَعَلٰى هُدًى اَوۡ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۲۴﴾ قُلۡ لَّا تُسۡـئَلُوۡنَ

کہ اللہ ف۸ اور یا ہم یا تم بیشک ہدایت پر ہیں یا پڑے ہیں گمراہی میں صریح ف۹ تو کہہ تم سے پوچھ نہ ہوگی

اور جھاڑ جھنکاڑ رہ گئے۔ جہاں انگور چھوارے اور قسم قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی تھیں اب وہاں پیلو، جھاؤ، کسیلے اور بدمزہ پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا جن میں بہترین چیز تھوڑی سی جھڑ بیریوں کو سمجھ لو۔ یہ واقعہ حضرت مسیح اور نبی کریم صلعم کے درمیانی عہد کا ہے۔ محققین آثار قدیمہ کو ابرہۃ الاشرم کے زمانہ کا ایک بہت بڑا کتبہ سد عرم کی بقیہ دیوار پر ملا ہے اُس میں بھی اس بند کے ٹوٹنے کا ذکر ہے۔ مگر یہ غالباً اُس واقعہ کے بعد ہوا جس کا ذکر قرآن میں ہے واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب اللہ نے چاہا عذاب بھیجے گھونس پیدا ہوئی اُس پانی کے بند میں اُس کی جڑ کرید ڈالی۔ ایکبار پانی نے زور کیا، بند کو توڑ ڈالا۔ وہ پانی عذاب کا تھا جس زمین پر پھر گیا کام سے جاتی رہی کہتے ہیں کہ بند ٹوٹنے کی پیشین گوئی ایک کاہن نے کی تھی اُس پر بہت لوگ وطن چھوڑ کر ادھر اُدھر چلے گئے۔ جو باقی رہے انہیں اُن باغوں کے بدلے یہ تلخ اور کڑوی کسیلی چیزیں ملیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۷ ایسی سخت سزا بڑی ناشکروں کو دیجاتی ہے۔ کفر سے بڑھ کر کیا ناشکری ہوگی۔ سورہ "نمل" میں گذر چکا وَجَدۡتُّهَا وَقَوۡمَهَا يَسۡجُدُوۡنَ لِلشَّمۡسِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ الخ (نمل رکوع ۲) بظاہر اس قسم کا شرک اس قوم میں بلقیس کے بعد بھی باقی رہا ہوگا۔ ف۸ برکت والی بستیاں ملک شام کی ہیں یعنی اُنکے ملک سے شام تک راستے آمون تھے۔ سڑک کے کنارے کنارے دیہات کا سلسلہ ایسے انداز سے اور تناسب سے چلا گیا تھا کہ مسافر کو ہر منزل پر کھانا، پانی اور آرام کرنے کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا جی نہیں گھبراتا تھا، نہ چوروں ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ سفر کیا تھا ایک طرح کی سیر تھی۔ مصنف ارض القرآن لکھتا ہے۔ "سبا کی دولت و ثروت کی اساس صرف تجارت تھی۔ یمن ایک طرف سواحل ہندوستان کے مقابل واقع ہے۔ اور دوسری طرف سواحل افریقہ کے۔ سونا بیش قیمت پتھر، مسالہ، خوشبوئیں، ہاتھی دانت، یہ چیزیں حبش اور ہندوستان سے ٹھیک یمن آکر اُترتی تھیں، وہاں سے سبا اونٹوں پر لاد کر بحر احمر کے کنارے خشکی حجاز سے گذر کر شام و مصر لاتے تھے۔ قرآن مجید نے اُس راستہ کو "امام مبین" (کھلا راستہ) اور اسی سفر کا نام "رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ" رکھا ہے جس کو قریش نے جاری کیا تھا۔ ان تجارتی کاروانوں کی آمد و رفت کے سبب یمن سے شام تک آبادیوں کی ایک قطار قائم تھی جہاں بے خوف و خطر سفر ہو سکتا تھا"۔ یونانی مؤرخ ارا تو ستھنس سنہ ۱۹۴ ق م بیان کرتا ہے کہ "حضرموت" سے سبا کے ملک تک چالیس روز کا راستہ ہے۔ اور معین سے سوداگر ستر دن میں ایلہ (عقبہ) پہنچتے ہیں۔ ف۹ زبان حال سے کہا ہوگا اور ممکن ہے زبان قال سے کہنے لگے ہوں کہ اے اللہ! اس طرح سفر کا لطف نہیں آتا۔ منزلیں دور ہوں، آس پاس آبادیاں نہ ملیں، بھوک پیاس ستائے، تب سفر کا مزہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "آرام میں مستی آئی لگے تکلیف مانگنے کہ جیسے اور ملکوں کی خبر سنتے ہیں سفروں میں پانی نہیں ملتا، آبادی نہیں ملتی۔ ویسا ہم کو بھی ہو۔ یہ بڑی ناشکری ہوئی جیسے بنی اسرائیل نے مَنّ و سلویٰ سے اُکتا کر لہسن و پیاز طلب کی تھی۔

فوائد صفحہ ہٰذا ف۱ یعنی ہم نے شیرازہ بکھیر دیا اور اُنکو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اکثر خاندان ادھر اُدھر منتشر ہو گئے کوئی ایک طرف کوئی دوسری طرف نکل گیا۔ آبادیوں کے نام و نشان حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ اب انکی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ سُنیں اور عبرت پکڑیں۔ انکا وہ عظیم الشان تمدن اور شان و شکوہ سب خاک میں مل گیا۔ صاحب "ارض القرآن" اُنکے زوال و سقوط کی توجیہ اس طرح کرتا ہے کہ یونانیوں اور رومیوں نے مصر و شام پر قبضہ پاکر ہندوستان و افریقہ کی تجارت کو بری راستہ سے بحری راستہ کی طرف منتقل کر دیا اور تمام مال کشتیوں کے ذریعہ سے بحر احمر کی راہ مصر و شام کے سواحل پر اُترنے لگا۔ اس طریق سفر نے یمن سے شام تک خاک اُڑادی اور سبا کی نو آبادیاں تباہ ہو کر رہ گئیں"۔ مصنف موصوف نے یہ توجیہ سولر کی تحریر سے اخذ کی ہے۔ ممکن ہے تباہی اور انتشار کا ایک ظاہری سبب یہ بھی ہو۔ مگر اس پر حصر کر دینا صحیح نہیں۔ ف۲ یعنی ان حالات کو سُن کر چاہیے عقلمند عبرت حاصل کریں جب

ع ۲ (۱۲) ۸

بقیہ فوائد صفحہ ۵۵۸ - اللہ فراخی اور عیش دے خوب شکر ادا کرتے رہیں اور [illegible] نہ پائیں گے ف۳ پہلے دن ابلیس نے تخمینہ کر کے کہا تھا لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا (اسراء رکوع ۷)، اور ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (اعراف رکوع ۲) ویسے ہی نکلے۔ ف۴ یعنی شیطان کو یہ قدرت نہ تھی کہ لاٹھی لیکر اُن کو زبردستی راہِ حق سے روک دیتا۔ ہاں بہکانا پھسلانا ہے اور اتنی قدرت بھی اس لیے دی گئی کہ بندوں کا امتحان و ابتلاء منظور تھا۔ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا اور بیوقوف بن کر شک یا دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ کی حکمت کا مقتضا ہی یہ تھا کہ دنیا میں انسان کے لیے دونوں طرف جانے کے راستے کشادہ رکھیں۔ جیسا کہ پہلے کئی جگہ اسکی تقریر ہو چکی ہے۔ ایسا نہیں کہ (معاذ اللہ) خدا کو خبر نہ ہو۔ بیخبری میں شیطان کسی بندے کو اُچک لیجائے۔ خوب سمجھ لو کہ ہر چیز اللہ کی نگاہ میں ہے اور تمام احوال و شئون کی دیکھ بھال وہی ہمہ وقت کرتا ہے جس کو جتنی آزادی دے رکھی ہے وہ عجز و سفہ سے نہیں حکمت و مصلحت کی بناء پر ہے۔ ف۵ یہاں سے مشرکین مکہ کو خطاب ہے جنکی تنبیہ کے لیے سبا کا قصہ سنایا تھا۔ یعنی اللہ کے سوا جن چیزوں پر تم کو خدائی کا گمان ہے ذرا کسی اڑے وقت میں اُن کو پکارو تو سہی دیکھیں

عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ

اُسکی جو ہمنے گناہ کیا اور ہم سے پوچھ نہ ہوگی اُسکی جو تم کرتے ہو ☆ تو کہہ جمع کریگا ہم سب کو رب ہمارا پھر

يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ

فیصلہ کریگا ہم میں انصاف کا اور وہی ہے قضیہ چکانیوالا سب کچھ جاننے والا ف۱ تو کہہ مجھ کو دکھلاؤ تو سہی جن کو

اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

اُس سے ملاتے ہو ساجھی قرار دے کر ف۲ کوئی نہیں وہی اللہ ہے زبردست حکمتوں والا ف۳

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ

اور تجھ کو جو ہمنے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

بہت لوگ نہیں سمجھتے ف۴ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ

اگر تم سچے ہو ف۵ تو کہہ تمہارے لیے وعدہ ہے ایک دن کا نہ دیر کرو گے

عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اُس سے ایک گھڑی نہ جلدی ف۶ اور کہنے لگے منکر

لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى

ہم ہرگز نہ مانیں گے اس قرآن کو اور نہ اس سے اگلے کو ف۷ اور کبھی تو دیکھے

اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى

جبکہ گنہگار کھڑے کیے جائیں اپنے رب کے پاس ایک دوسرے پر ڈالتا

بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

ہے بات کو ف۸ کہتے ہیں وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے بڑائی کرنے والوں کو

لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ

اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان دار ہوتے ف۹ کہنے لگے بڑائی کرنے والے اُن سے جو کہ

کیا کام آتے ہیں؟ ف۶ یعنی یہ مسکین کیا کام آتے جنہیں آسمان و زمین میں نہ ایک ذرّہ کا مستقل اختیار ہے (بلکہ بتوں کو تو غیر مستقل بھی نہیں) نہ آسمان و زمین میں اُنکی کچھ شرکت نہ خدا کو کسی کام میں مدد کی ضرورت، جو یہ اس کے معین و مددگار بن کر ہی کچھ حقوق جتلاتے۔ اُس کی بارگاہ تو وہ ہے جہاں بڑے بڑے مقربین کی یہ بھی طاقت نہیں کہ بدون اذن و رضا کے کسی کی نسبت ایک حرف سفارش ہی زبان سے نکال سکیں۔ انبیاء و اولیاء اور ملائکۃ اللہ کی شفاعت بھی صرف اُنہی کے حق میں نافع ہو گی جن کے لیے اُدھر سے سفارش کا حکم ملجائے۔ ف۷ یہ فرشتوں کا حال فرمایا جو ہمہ وقت اس بارگاہ کے حاضر باش ہیں۔ جب اوپر سے اللہ کا حکم اُترتا ہے ایسی آواز آتی ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر کھینچی جائے۔ (شاید اتصال و بساطت کو قریب الی الفہم کرنے کے لیے یہ تشبیہ دی گئی) فرشتے دہشت اور خوف و رعب سے تھرا جاتے ہیں اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت رفع ہو کر دل کو تسکین ہوئی اور ڈر اُتر گیا، ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کیا حکم ہوا۔ اوپر والے فرشتے نیچے والوں کو درجہ بدرجہ بتلاتے ہیں کہ جو اللہ کی حکمت کے موافق ہے اور آگے سے قاعدہ معلوم ہے وہی حکم ہوا۔ ظاہر ہے وہاں معقول اور واجبی بات کے سوا کیا چیز ہو سکتی ہے۔ پس جس کے علو و عظمت کی یہ کیفیت ہو کہ حکم دے تو مقربین کا مارے ہیبت و جلال کے یہ حال ہو جائے وہاں کس کی ہمت ہے کہ از خود سعی و سفارش کے لیے کھڑا ہو جائے۔ (تنبیہ) آیت کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں جن کی نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "وجمیع ذلک مخالف لهذا الحديث الصحيح (الذی فی البخاری) والاحاديث كثيرة تؤيده" (فتح الباری صفحہ ۳۸۱/۱۳) ف۸ یعنی آسمان و زمین سے روزی کے سامان بہم پہنچانا صرف اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اس کا اقرار مشرکین بھی کرتے تھے لہٰذا آپ بتلا دیں کہ یہ تم کو بھی مسلّم ہے۔ پھر اُلوہیت میں دوسرے شریک کہاں سے ہو گئے۔ ف۹ یعنی دونوں فرقے تو سچے نہیں کہے (ورنہ اجتماع نقیضین لازم آجائے) یقیناً دونوں میں ایک سچا اور ایک جھوٹا ہے تو لازم ہے کہ سوچو اور غور کر کے سچی بات قبول کرو۔ اس میں اُن کا جواب ہے جو بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ میاں یہ دونوں فرقے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں کیا ضرور ہے جھگڑنا۔ سو بتلا دیا کہ ایک یقیناً خطاکار اور گمراہ ہے۔ باقی تعیین نہ کرنے میں حکیمانہ حسن خطاب ہے یعنی لو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بہرحال ایک تو یقیناً سچی پر ہوگا۔ اب اوپر کے دلائل سن کر تم ہی خود فیصلہ کر لو کہ کون غلطی پر ہے۔ گویا مخالف کو نرمی سے بات کر کے اپنے نفس میں غور کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی ہر ایک کو اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے۔ کوئی شخص دوسرے کے قصور اور غلطی کا جواب دہ نہ ہوگا۔ اگر اتنی صاف باتیں سننے کے بعد بھی تم اپنی حالت میں غور کرنے کے لیے تیار نہیں تو یاد رکھو ہم حجت تمام کر چکے۔ اور کلمۂ حق پہنچا چکے۔ اب تم اپنے اعمال کے خود جوابدہ ہو گے۔ ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ نہ ایسی حالت میں ہمارا تمہارا کوئی واسطہ۔ خدا کے یہاں حاضر ہونے کے لیے ہر ایک اپنی اپنی فکر کر رکھے۔ وہ سب کو اکٹھا کر کے ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دیگا۔ ف۲ یعنی ذرا سامنے تو کرو کون سی ہستی ہے جو اسکی خدائی میں ساجھا رکھتی ہے؟ ہم بھی تو دیکھیں کہ اُس کے کیا کچھ اختیارات ہیں۔ کیا ان پتھر کی بیجان اور خود تراشیدہ مورتوں کو پیش کرو گے۔ ف۳ یعنی ہرگز تم ایسی کوئی ہستی پیش نہیں کر سکتے۔ وہ تو اکیلا ایک ہی خدا ہے جو زبردست، غالب و قاہر اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و دانائی رکھنے والا ہے۔ سب اس کے سامنے مغلوب و مقہور ہیں۔ ف۴ یہ توحید کے ساتھ رسالت کا ذکر کر دیا۔ یعنی آپ کا فرض اور آپکی بعثت کی غرض یہی ہے کہ نہ صرف عرب کو بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو اُنکے نیک و بد سے آگاہ کر دیں سو کر دیا۔ جو نہیں سمجھتے وہ جانیں۔ سمجھدار آدمی تو اپنے نفع نقصان کو سوچ کر آپکی بات کو ضرور مانیں گے۔ اس دنیا میں کثرت جاہلوں اور ناسمجھوں کی ہے۔ اُن کے دماغوں میں کہاں گنجائش ہے کہ کام کی باتوں کی قدر کریں۔ (بقیہ بر صفحہ ۵۶۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۵۹ ف۵ یعنی جس گھڑی سے ڈراتے ہو وہ کب آئیگی۔ اگر سچے ہو تو جلدی لاکر دکھلا دو۔ ف۶ یعنی گھبراؤ نہیں جس دن کا وعدہ ہے ضرور آکر رہیگا جب آئیگا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملیگی۔ جلدی مچانے کے بجائے اسکی ضرورت ہے کہ اُس وقت کے آنے سے پہلے کچھ تیاری کر رکھو ف۷ یعنی ہم نہ قرآن کو مانیں نہ اگلی کتابوں کو جنہیں تم آسمانی کتابیں بتلاتے ہو۔ مثلاً تورات و انجیل وغیرہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ جہاں دیکھو وہی حساب کتاب اور قیامت کا مضمون۔ سو ان چیزوں کو ہم ہرگز تسلیم کرنے والے نہیں۔
ف۸ یعنی جیسے ناکامیابی کے وقت ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو ناکامیابی کا سبب گردانتا ہے۔ محشر میں بھی کفار ایک دوسرے کو مورد الزام بنائیں گے جس کی تفصیل آگے آتی ہے
ف۹ دنیا میں جو لوگ نیچے کے طبقہ میں شمار ہوتے تھے اور دوسروں کے پیچھے چلتے تھے وہ اپنے بڑے سرداروں کو الزام دینگے کہ تم نے ہمیں اس مصیبت میں پھنسوایا۔ تمہاری روک نہ ہوتی تو ہم ضرور پیغمبروں کی بات مان لیتے۔ اور یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔

أُسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ

کمزور گنے گئے تھے کیا ہم نے روکا تم کو حق بات سے تمہارے پاس پہنچ چکنے کے بعد

بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

کوئی نہیں تم ہی تھے گنہگار ف۱ اور کہنے لگے وہ لوگ جو کمزور گنے گئے تھے بڑائی کرنے والوں کو

بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ

کوئی نہیں پر فریب کرنا رات دن کے جب تم ہم کو حکم کیا کرتے کہ ہم نہ مانیں اللہ کو اور ٹھہرائیں اسکے ساتھ

اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ

برابر کے ساتھی ف۲ اور چھپے چھپے پچھتانے لگے جب دیکھ لیا عذاب ف۳ اور ہم نے ڈالے ہیں طوق

فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

گردنوں میں منکروں کے ف۴ وہی بدلا پاتے ہیں جو عمل کرتے تھے ف۵

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ

اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا مگر کہنے لگے وہاں کے آسودہ لوگ جو تمہارے

اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ

ہاتھ بھیجا گیا ہم اس کو نہیں مانتے ف۶ اور کہنے لگے ہم زیادہ ہیں مال اور اولاد میں

وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

اور ہم پر آفت نہیں آنے والی ف۷ تو کہہ میرا رب ہے جو کشادہ کر دیتا ہے روزی جس کو

يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ

چاہے اور ناپ کر دیتا ہے (ر) لیکن بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۸ اور تمہارے مال

وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ

اور تمہاری اولاد وہ نہیں کہ نزدیک کر دیں ہمارے پاس تمہارا درجہ پر جو کوئی یقین لایا اور

عَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي

بھلا کام کیا ف۹ سو اُن کے لیے ہے بدلا دونا اُنکے کیے کام کا ف۱۰ اور وہ

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جب تمہارے پاس حق بات پہنچ گئی اور سمجھ میں آگئی تھی کیوں قبول نہ کی۔ کیا ہمنے زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان و یقین سے روک دیا تھا۔ چاہیے تھا کہ کسی کی پروا نہ کرکے حق کو قبول کرلیتے۔ اب اپنا جرم دوسروں کے سر کیوں رکھتے ہو۔ ف۲ یعنی بیشک تم نے زبردستی مجبور تو نہ کیا تھا مگر رات دن مکر و فریب اور مغویانہ تدبیرسے ہم کو بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے جب ملے یہی تلقین کی کہ ہم پیغمبروں کے ارشاد کے موافق خدا کو ایک نہ مانیں۔ بلکہ بعض مخلوقات کو بھی اُس کا مماثل اور برابر کا شریک سمجھیں۔ آخر تمہاری شب و روز کی ترغیب و ترہیب کا کہاں تک اثر نہ ہوتا۔ ف۳ یعنی جس وقت ہولناک عذاب سامنے آئیگا تابعین اور متبوعین دونوں اپنے اپنے دل میں پچھتائیں گے ہر ایک محسوس کریگا کہ واقعی میں مجرم اور قصوروار ہوں لیکن شرم کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے اور شدید اضطراب و خوف سے شاید بولنے کی قدرت بھی نہ ہو۔ ف۴ گردنوں میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں زنجیریں پڑی ہونگی ف۵ یعنی جو عمل کیے تھے آج وہ اس سزا کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ جیسا کرنا ویسا بھرنا ف۶ یہ حضور کو تسلی دی گئی کہ آپ رؤسائے مکہ کے انحراف و سرکشی سے مغموم نہ ہوں۔ ہر زمانہ میں پیغمبروں کا مقابلہ ایسے ہی بدبخت رئیسوں نے کیا ہے۔ دولت و ثروت کا نشہ اور اقتدار طلبی کا جذبہ آدمی کو اندھا کر دیتا ہے وہ کسی کے سامنے گردن جھکانا اور چھوٹے آدمیوں کی برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی لیئے انبیاء کے اول متبعین عموماً ضعیف و مسکین لوگ ہوتے ہیں کما ورد فی حدیث ہرقل۔ ف۷ یعنی معلوم ہوا خدا ہم سے خوش اور راضی ہے ورنہ اتنا مال و اولاد کیوں دیتا۔ جب وہ خوش ہے تو ہم کو کسی آفت کا اندیشہ نہیں۔ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔ ف۸ یعنی روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ دیکھتے نہیں دنیا میں کتنے بدمعاش، شریر، دہریے، ملحد (ناستک)، مزے اڑاتے ہیں حالانکہ ان کو کوئی مذہب بھی اچھا نہیں کہتا۔ اور بہت سے خدا پرست پرہیزگار اور نیک بندے بظاہر فاقے کھینچتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دولت و افلاس یا تنگی و فراخی کسی کے محبوب و مقبول عنداللہ ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ معاملات تو دوسری مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہیں جن کو اللہ ہی جانتا ہے مگر بہت لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے ۔ وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلَى الْقَضَاۗءِ وَحُكْمِهٖ بُؤْسُ اللَّبِيْبِ وَطِيْبُ عَيْشِ الْاَحْمَقِ۔ ف۹ یعنی مال و اولاد کی کثرت نہ قرب الٰہی کی علامت ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں گذرا۔ اور نہ قرب حاصل کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس کافر کے حق میں زیادت بُعد کا سبب بنجاتا ہے۔ ہاں مومن اگر مال و دولت کو وجوہِ خیر میں صرف کرے اور اولاد کو بہترین تعلیم و تربیت دلاکر نیک اور شائستہ بنائے، ایسا مال و اولاد ایک درجہ میں قرب الٰہی کا سبب بنتا ہے۔ بہرحال وہاں مال و اولاد کی پوچھ نہیں محض ایمان و عمل صالح کی پرسش ہے۔ ف۱۰ یعنی کام پر جتنے اجر کا استحقاق ہے اُس سے زائد بدلہ ملیگا۔ کم از کم دس گنا اور زیادہ ہو تو سات سو گنا بلکہ اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ جس کی کوئی حد نہیں۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ (بقرہ رکوع ۳۶) یہاں ضعف سے مطلقاً زیادت مراد ہے۔

الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي

جھروکوں میں بیٹھے ہیں دلجمعی سے ☆ اور جو لوگ دوڑتے ہیں ہماری آیتوں کے ہرانے کو وہ

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ

عذاب میں پکڑے ہوئے آتے ہیں ف۱ تو کہہ میرا رب ہے جو کشادہ کر دیتا ہے روزی جس کو چاہے اپنے

عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے (ن) اور جو خرچ کرتے ہو کچھ چیز وہ اس کا عوض دیتا ہے اور وہ بہتر ہے

الرّٰزِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ

روزی دینے والا ف۲ اور جس دن جمع کریگا ان سب کو پھر کہیگا فرشتوں کو کیا یہ لوگ

اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ

تم کو پوجا کرتے تھے ف۳ وہ کہیں گے پاک ذات ہے تیری ہم تیری طرف ہیں نہ انکی طرف ہیں

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ

نہیں پر پوجتے تھے جنوں کو یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے ف۴ سو آج

لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

تم مالک نہیں ایک دوسرے کے بھلے کے نہ برے کے ف۵ اور کہیں گے ہم ان گنہگاروں کو

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

چکھو تکلیف اس آگ کی جس کو تم جھوٹ بتلاتے تھے ☆ اور جب پڑھی جائیں انکے پاس

اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا

ہماری آیتیں کھلی کھلی کہیں اور کچھ نہیں مگر یہ ایک مرد ہے چاہتا ہے کہ روک دے تم کو ان سے جن کو

كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ

پوجتے رہے تمہارے باپ دادے ف۶ اور کہیں اور کچھ نہیں مگر یہ جھوٹ ہے باندھا ہوا ف۷ اور کہتے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾

ہیں منکر حق بات کو جب پہنچے ان تک اور کچھ نہیں (ن) یہ ایک جادو ہے صریح ف۸

ف۱ یعنی جو بدبخت اللہ کی آیات کو رد کرتے اور ان پر طعن کر کے لوگوں کو ادھر سے رد کتے ہیں گویا سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ و رسول کو ہرا دینگے۔ وہ سب عذاب میں گرفتار ہو کر حاضر کیے جائیں گے ایک بھی چھوٹ کر نہ بھاگ سکیگا۔ ف۲ یہ مسلمانوں کو سنایا کہ تم وجوہ خیر میں خرچ کرتے وقت تنگی اور افلاس سے نہ ڈرنا۔ خرچ کرنے سے رزق کم نہیں ہو جاتا جو مقدر ہے پہنچ کر رہے گا۔ اللہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا دینا چاہے اس میں تمہارے خرچ کرنے نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا بلکہ وجوہ خیر میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے خواہ مال کی صورت میں یا قناعت و غنائے قلبی کی شکل میں اور آخرت میں بدلہ ملنا تو یقینی ہے غرض اس کے ہاں کچھ کمی نہیں مسلمان کو چاہیے کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھے اور اس کی مرضی کے سامنے فقر و فاقہ کا اندیشہ دل میں نہ لائے۔ "وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا" (تنبیہ) آیت میں گویا اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ جس طرح دنیا میں تنگی اور فراخی کے اعتبار سے لوگوں کا حال متفاوت ہے آخرت میں بھی باعتبار مراتب ثواب و عذاب کے ایسا ہی تفاوت ہوگا۔

ف۳ بہت مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے بہت ان کے ہیاکل بنا کر پرستش کرتے تھے۔ بلکہ بعض نے لکھا ہے کہ اصنام پرستی کی ابتداء ملائکہ پرستی ہی سے ہوئی۔ اور عمرو بن لحی یہ رسم قبیح شام سے حجاز میں لایا۔ بہرحال قیامت کے دن کفار کو سنا کر فرشتوں سے سوال کریں گے کہ کیا یہ لوگ تم کو پوجتے تھے؟ شاید مطلب یہ ہو کہ تم نے تو ان سے ایسا نہیں کہا۔ یا تم ان کے فعل سے خوش تو نہیں ہوئے۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال ہوگا۔ "ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (مائدہ رکوع ۱۶) اور سورہ فرقان میں ہے "ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ" (فرقان۔ رکوع ۲) ف۴ یعنی آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی کسی درجہ میں اس کا شریک ہو۔ (العیاذ باللہ) ہم کیوں ان کو ایسی بات کہنے لگے تھے یا ایسی واہیات حرکت سے خوش ہوتے۔ ہماری رضا تو آپ کی رضا کے تابع ہے۔ ہم کو ان مجرموں سے کیا واسطہ ہم تو آپ کے فرمانبردار غلام ہیں پھر یہ بدبخت تو حقیقت میں ہماری پرستش بھی نہیں کرتے تھے۔ نام ہمارا لے کر شیطانوں کی پرستش تھی فی الحقیقت ان کی عقیدتمندی ان ہی کے ساتھ ہے۔ شیاطین ان کو جس طرف ہانکتے ہیں ادھر ہی مڑ جاتے ہیں خواہ فرشتوں کا نام لے کر یا کسی نبی اور ولی کا۔ بلکہ بعض تو علانیہ شیطان ہی کو پوجتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کسی جگہ غالباً سورۂ "انعام" میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔ ف۵ یعنی آج عابد اور معبود دونو کا عجز واضح ہو گیا کہ کوئی کسی کو ذرہ بھر نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جن معبودین کا بڑا سہارا سمجھتے تھے انہوں نے اس طرح وقت پر بیزاری ظاہر کر دی۔ ف۶ یہ رسول کریم صلعم کی نسبت آپس میں کہتے تھے کہ یہ شخص نبی رسول کچھ نہیں۔ بس اتنی غرض ہے کہ ہمارے باپ دادوں کا طریقہ چھڑا کر (جس کو ہم قدیم سے حق جانتے چلے آئے ہیں) اپنے ڈھب پر لے آئے اور خود حاکم و متبوع بن کر بیٹھ جائے۔ گویا صرف حکومت و ریاست مطلوب ہے (العیاذ باللہ) ف۷ یعنی قرآن کیا ہے (العیاذ باللہ) چند جھوٹی باتیں جو خدا کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ ف۸ یعنی یہ نبوت کا دعویٰ جس کے ساتھ چند معجزات و خوارق کی نمائش کی گئی ہے یا مذہب اسلام جس نے آ کر میاں کو بیوی سے اور باپ کو بیٹے سے جدا کر دیا ہے یا قرآن جس کی تاثیر لوگوں کے دلوں پر غیر معمولی ہوتی ہے صریح جادو کے سوا اور کچھ نہیں (العیاذ باللہ)

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ

اور ہمنے دیں نہیں اُنکو کچھ کتابیں کہ جن کو وہ پڑھتے ہوں اور بھیجا نہیں اُنکے پاس تجھ سے پہلے

مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ

کوئی ڈرانے والا ف۱ اور جھٹلایا ہے اُن سے اگلوں نے اور یہ نہیں پہنچے دسویں حصہ کو اُسکے

مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ

جو ہمنے اُنکو دیا تھا پھر جھٹلایا اُنہوں نے میرے بھیجے ہوؤں کو تو کیسا ہوا انکار میرا ف۲ تو کہہ میں تو ایک ہی

بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ

نصیحت کرتا ہوں تم کو کہ اُٹھ کھڑے ہو اللہ کے نام پر دو دو اور ایک ایک پھر دھیان کرو کہ اس تمہارے رفیق کو

مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

کچھ سودا نہیں یہ تو ایک ڈرانے والا ہے تم کو (ت) ایک بڑی آفت کے آنے سے ف۳

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَ

تو کہہ جو میں نے تم سے مانگا ہو کچھ بدلا سو وہ تم ہی رکھو میرا بدلا ہے اُسی اللہ پر ف۴ اور

هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ

اُس کے سامنے ہے ہر چیز ف۵ تو کہہ میرا رب پھینکتا رہا ہے سچا دین اور وہ جانتا ہے

الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾

چھپی چیزیں ف۶ تو کہہ آیا دین سچا اور جھوٹ تو کسی چیز کو نہ پیدا کرے اور نہ پھیر کر لائے ف۷

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا

تو کہہ اگر میں بہکا ہوا ہوں تو بہکونگا اپنے ہی نقصان کو اور اگر ہوں سیدھے رستہ پر تو اس سبب سے

يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ

کہ وحی بھیجتا ہے مجھ کو میرا رب بیشک وہ سب کچھ سنتا ہے نزدیک ف۸ اور کبھی تو دیکھے جب یہ گھبرائیں پھر نہ بچیں بھاگ کر

وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ

اور پکڑے ہوئے آئیں نزدیک جگہ سے ف۹ اور کہنے لگیں ہمنے اسکو یقین مان لیا اور اب کہاں اُن کا

ف۱ یعنی محض اُمّی تھے نہ کوئی کتاب سماوی اِن کے ہاتھ میں تھی نہ اتنی مدت دراز سے کوئی نبی اِن میں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا عظیم الشان پیغمبر اور ایسی جلیل القدر کتاب مرحمت فرمائی۔ چاہیئے کہ اسے غنیمت جانیں اور انعام الٰہی کی قدر کریں۔ خصوصاً جبکہ پہلے سے خود کہا بھی کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی پیغمبر آتا یا کوئی کتاب ہم پر اُتاری جاتی تو اوروں سے بڑھ کر ہم فرمانبردار ہوتے۔ اب وہ چیز آئی تو لگے انکار و استکبار کرنے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم نے اِن کے پاس کوئی کتاب یا ہادی ایسا نہیں بھیجا جو آپ کی تعلیم کے خلاف تعلیم دیتا ہو۔ پھر کس دلیل نقلی یا عقلی کی بنا پر یہ لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ف۲ یعنی جیسی لمبی عمریں، جسمانی قوتیں، مال و دولت، اور عیش و ترفہ اُن کو دیا گیا تھا اِنہیں اُس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ملا۔ لیکن جب اُنہوں نے پیغمبروں کی تکذیب و مخالفت کی، دیکھ لو کیا انجام ہوا۔ سب ساز و سامان دھرا رہ گیا۔ ایک منٹ بھی عذاب الٰہی کو روک نہ سکے۔ پھر تم کس بات پر اتراتے ہو؟ اس برتے پہ تتا پانی! ف۳ یعنی تعصب و عناد چھوڑ کر انصاف و اخلاص کے ساتھ اللہ کے نام پر اُٹھ کھڑے ہو۔ اور کئی کئی مل کر بحث و مشورہ کرلو اور الگ الگ تنہائی میں غور کر کے سوچو کہ یہ تمہارا رفیق (محمد رسول اللہ صلعم) جو چالیس برس سے زیادہ تمہاری آنکھوں کے سامنے رہا جس کے بچپن سے لیکر کہولت تک کے ذرہ ذرہ حالات تم نے دیکھے جس کی امانت و دیانت، صدق و عفاف اور فہم و دانش کے تم برابر قائل رہے۔ کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا غرض پرستی کا الزام تم نے اُس پر نہیں رکھا۔ کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ العیاذ باللہ اُسے بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا ہے جو خواہ مخواہ اُس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنا لیا۔ کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور اُن کی اُخروی فلاح اور دنیوی ترقی کا اتنا زبردست لائحہ عمل پیش کر سکتا ہے۔ وہ تم کو سخت مہلک خطرات اور تباہی انگیز مستقبل سے آگاہ کر رہا ہے، قوموں کی تاریخیں سناتا ہے، دلائل و شواہد سے تمہارا بھلا بُرا سمجھاتا ہے یہ کام دیوانوں کے نہیں، اُن اولوالعزم پیغمبروں کے ہوتے ہیں جنہیں احمقوں اور شریروں نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔ ف۴ یعنی میں تم سے اپنی محنت کا کچھ صلہ نہیں چاہتا اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہو وہ سب تم اپنے پاس رکھو۔ مجھے ضرورت نہیں۔ میرا صلہ تو خدا کے یہاں ہے۔ تم سے جو چیز طلب کرتا ہوں یعنی ایمان و اسلام وہ صرف تمہارے نفع کی خاطر۔ اس سے زائد میری کوئی غرض نہیں ف۵ یعنی میری سچائی اور نیت اللہ کے سامنے ہے۔ ف۶ یعنی اوپر سے وحی اُتر رہی اور دین کی بارش ہو رہی ہے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو اُس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ جس زور سے اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے اس سے اندازہ کرو کہ باطل کہاں ٹھہر سکیگا۔ ضرور ہے ملیامیٹ ہو کر رہے اور آفاق میں دین حق کا ڈنکا بجے اُس علام الغیوب نے خوب دیکھ بھال کر عین موقع پر حق کو باطل کا سر کچلنے کے لئے بھیجا ہے۔ "بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ"۔ ف۷ یعنی دین حق آپہنچا اب اس کا زور رُکنے والا نہیں۔ سب پر غالب ہو کر اور باطل کو زیر کر کے رہیگا جھوٹ کے پاؤں کہاں جو حق کے سامنے چل سکے۔ وہ تو اب کرنے کا نہ دھرنے کا۔ سمجھ لو آیا گیا ہوا۔ فتح مکہ کے دن یہ آیت آپ کی زبان پر تھی۔ ف۸ یعنی اگر میں نے یہ ڈھونگ خود کھڑا کیا ہے تو کے دن چلے گا۔ اس میں آخر میرا ہی نقصان ہے۔ دنیا کی عداوت مول لینا، ذلت اُٹھانا اور آخرت کی رسوائی قبول کرنا۔ (العیاذ باللہ) لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں جیسا کہ واقعی ہوں تو سمجھ لو کہ یہ سب اللہ کی تائید و امداد اور وحی الٰہی کی برکت و ہدایت سے ہے جو کسی وقت میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ میرا خدا سب کچھ سنتا ہے اور بالکل نزدیک ہے وہ ہمیشہ میری مدد فرمائیگا اور اپنے پیغام کو دنیا میں روشن کریگا۔ تم مانو یا نہ مانو۔ ف۹ یعنی یہ کفار یہاں ڈینگیں مارتے ہیں مگر وہ وقت عجب قابل دید ہوگا جب یہ لوگ محشر کا ہولناک منظر دیکھ کر گھبرائیں گے اور کہیں بھاگ نہ سکیں گے اُس وقت گرفتاری کے لیے کہیں دور سے ان کو تلاش کرنا نہ پڑیگا۔ بلکہ بنہایت آسانی سے فوراً جہاں کے تہاں گرفتار کرلیے جائیں گے۔

التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ

ہاتھ پہنچ سکتا ہے بعید جگہ سے ف۱ اور اس سے منکر رہے پہلے سے اور پھینکتے رہے

بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ

بن دیکھے نشانہ پر دور کی جگہ سے ف۲ اور رکاوٹ پڑ گئی اُن میں اور اُن کی آرزو میں ف۳

كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

جیسا کہ کیا گیا ہے اُنکے طریقہ والوں کے ساتھ اس سے پہلے وہ لوگ تھے ایسے تردد میں جو چین نہ لینے دے ف۴

سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا

سب خوبی اللہ کو ہی جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین ف۵ جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو پیغام لانیوالے ف۶

اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ

جن کے پر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار ف۷ بڑھا دیتا ہے پیدائش میں جو چاہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ

بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ف۸ جو کچھ کہ کھول دے اللہ لوگوں پر رحمت میں سے

فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ

تو کوئی نہیں اس کو روکنے والا ف۹ اور جو کچھ روک رکھے تو کوئی نہیں اس کو بھیجنے والا اُسکے سوائے اور وہی ہے

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ

زبردست حکمتوں والا ف۱۰ اے لوگو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر کیا کوئی ہے

خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؗ

بنانے والا اللہ کے سوائے روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے کوئی حاکم نہیں مگر وہ

ف۱ یعنی اُس وقت کہیں گے کہ ہمیں پیغمبر کی باتوں پر یقین آگیا اب ہم ایمان لاتے ہیں۔ حالانکہ اب ایمان کیسا! وہ موقع دور گیا جب ایمان لاکر اپنے کو بچا سکتے تھے۔ اب اُن کا ہاتھ اتنی دور کہاں پہنچ سکتا ہے جو وہاں سے ایمان کو اُٹھا لائیں۔ مطلب یہ کہ ایمان مقبول و منجی وہ ہے جو موت سے پہلے اس دنیا میں حاصل ہو۔ آخرت میں تو آنکھوں سے دیکھ کر سب ہی کو یقین آجائے گا اُس میں کیا کمال ہوا۔ ف۲ یعنی پہلے جب ایمان لانے کا وقت تھا انکار پر تلے رہے اور یوں ہی اٹکل کے تیر چلاتے رہے دنیا میں رہ کر بے تحقیق باتیں کیں۔ سچی اور تحقیقی باتوں کو قبول نہ کیا۔ اب پچتانے سے کیا حاصل۔ ف۳ یعنی جس چیز کی آرزو رکھتے ہیں مثلاً ایمانِ مقبول یا نجات، یا دُنیا کی طرف واپس جانا، یا دنیوی لذتیں اور عیش و آرام۔ اِن چیزوں کے اور ان کفار کے درمیان سخت روک قائم کر دی گئی کبھی اُن تک نہیں پہنچ سکتے۔ ف۴ یعنی پہلے جو اسی قماش کے لوگ گذرے ہیں جیسا معاملہ اُن سے کیا گیا تھا اِن سے بھی ہوا۔ کیونکہ وہ لوگ بھی ایسے ہی مہمل شبہات اور شک و تردد میں گھرے ہوئے تھے جو کسی طرح اُن کو چین نہ لینے دیتا تھا۔

تمّ سورة سبا

ف۵ یعنی آسمان و زمین کو ابتداءً عدم سے نکال کر وجود میں لایا۔ پہلے سے کوئی نمونہ اور تخلیق کا قانون موجود نہ تھا۔

ف۶ یعنی بعض فرشتے انبیاء کے پاس اللہ کا پیغام لاتے ہیں اور بعض دوسرے جسمانی و روحانی نظام کی تدبیر و تشکیل پر مامور ہیں۔ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا۔ ف۷ یعنی بعض فرشتوں کے دو بازو (یا دو پر) بعض کے تین بعض کے چار ہیں۔ اِن بازوؤں اور پروں کی کیفیت کو اللہ ہی جانتا ہے یا جس نے دیکھے ہوں وہ کچھ بتلا سکیں۔ ف۸ یعنی اللہ تعالیٰ جس مخلوق میں جو عضو اور جو صفت چاہے اپنی حکمت کے موافق بڑھا دے۔ فرشتوں کے دو، تین، چار بازو (یا پر) اُسی نے بنائے چاہے تو بعض فرشتوں کے چار سے زیادہ بنا دے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ کے چھ سو بازو (یا پر) ہیں۔ اور جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا سے یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کچھ اِن وسائط کا محتاج ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ بذاتِ خود ہر چیز پر قادر ہے۔ محض حکمت کی بناء پر اسباب و وسائط کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ ف۹ رحمت جسمانی ہو مثلاً بارش، روزی وغیرہ یا روحانی جیسے انزالِ کتب و ارسالِ رُسل۔ غرض اللہ جب لوگوں پر اپنی رحمت کا دروازہ کھولے، کون ہے جو بند کر سکے۔ ف۱۰ یعنی اپنی حکمت بالغہ کے موافق جو کچھ کرنا چاہے فوراً کر گذرے۔ ایسا زبردست ہے جسے کوئی نہیں روک سکتا۔

فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۳﴾ وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ ؕ

پھر کہاں اُلٹے جاتے ہو ف۱ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو جھٹلائے گئے کتنے رسول تجھ سے پہلے

وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۴﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ

اور اللہ تک پہنچتے ہیں سب کام ف۲ اے لوگو بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے

فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ٝ وَ لَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ ﴿۵﴾

سو نہ بہکائے تم کو دنیا کی زندگانی اور نہ دغا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز ☆

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ

تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی سمجھ رکھو اُسکو دشمن وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو

لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ؕ﴿۶﴾ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۬ؕ

اسی واسطے کہ ہوں دوزخ والوں میں ف۳ جو منکر ہوئے اُن کو سخت عذاب ہے

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ٪﴿۷﴾

اور جو یقین لائے اور کیے بھلے کام اُنکے لئے ہے معافی اور بڑا ثواب ☆

اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَہٗ سُوۡٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنۡ

بھلا ایک شخص کہ بھلی سمجھائی گئی اُسکو اُسکے کام کی بُرائی پھر دیکھا اُس نے اُسکو بھلا کیونکہ اللہ بھٹکاتا ہے جس کو

یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۫ۖ فَلَا تَذۡہَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡہِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ

چاہے اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے سو تیرا جی نہ جاتا رہے اُن پر پچھتا پچھتا کر

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۸﴾ وَ اللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ

اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کرتے ہیں ف۴ اور اللہ ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں پھر وہ اُٹھاتی ہیں

سَحَابًا فَسُقۡنٰہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحۡیَیۡنَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ

بادل کو پھر ہانک لے گئے ہم اُسکو ایک مردہ دیس کی طرف پھر زندہ کر دیا ہم نے اُس سے زمین کو اُسکے مرجانے کے بعد

کَذٰلِکَ النُّشُوۡرُ ﴿۹﴾ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا ؕ

اسی طرح ہوگا جی اُٹھنا ف۵ جس کو چاہیے عزت تو اللہ کے لئے ہے ساری عزت ف۶

ف۱ یعنی مانتے ہو کہ پیدا کرنا اور روزی کے سامان بہم پہنچا کر زندہ رکھنا سب اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہے پھر معبودیت کا استحقاق کسی دوسرے کو کدھر سے ہو گیا جو خالق و رازق حقیقی ہے وہ ہی معبود ہونا چاہیے۔ ف۲ یعنی اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو غم نہ کیجیے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا ہے۔ کوئی انوکھی بات نہیں متعصب اور ضدی لوگ کبھی اپنی ہٹ سے باز نہیں آئے۔ ایسوں کا معاملہ خدا کے حوالہ کیجیے۔ وہیں پہنچ کر سب باتوں کا فیصلہ ہو جائیگا۔ ف۳ یعنی قیامت آنی ہے اور یقیناً سب کو اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اِس دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور فانی عیش و بہار پر نہ بھولو۔ اور اُس مشہور دغاباز شیطان کے دھوکہ میں مت آؤ۔ وہ تمہارا ازلی دشمن ہے۔ کبھی اچھا مشورہ نہ دیگا۔ یہی کوشش کریگا کہ اپنے ساتھ تم کو بھی دوزخ میں پہنچا کر چھوڑے طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرتا رہیگا۔ چاہیے کہ تم دشمن کو دشمن سمجھو اُس کی بات نہ مانو۔ اُس پر ثابت کر دو کہ ہم تیری مکاری کے جال میں پھنسنے والے نہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ تو دوستی کے لباس میں بھی دشمنی کرتا ہے۔ ف۴ یعنی شیطان نے جس کی نگاہ میں بُرے کام کو بھلا کر دکھایا۔ کیا وہ شخص اُسکی برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے فضل سے بھلے بُرے کی تمیز رکھتا ہے۔ نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ جب دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو انجام دونوں کا یکساں کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ کوئی آدمی دیکھتی آنکھوں بُرائی کو بھلائی کیونکر سمجھ لیگا۔ اللہ جس کی سوءِ استعداد اور سوءِ اختیار کی بنا پر بھٹکانا چاہے اُسکی عقل اسی طرح اوندھی ہو جاتی ہے۔ اور جس کو حُسنِ استعداد اور حُسنِ اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے تب کسی شیطان کی طاقت نہیں جو اُسے غلط رستے پر ڈال سکے یا اُلٹی بات سمجھا دے۔ بہرحال جو شخص شیطانی اغواء سے بُرائی کو بھلائی بدی کو نیکی، اور زہر کو تریاق سمجھ لے کیا اُس کے سیدھے راستہ پر آنے کی کچھ توقع ہو سکتی ہے؟ جب نہیں ہو سکتی اور سلسلہ ہدایت و ضلالت کا سب اللہ کی مشیت و حکمت کے تابع ہے۔ تو آپ اِن معاندین کے غم میں اپنے کو کیوں گھلاتے ہیں، اِس حسرت میں کہ یہ بدبخت اپنے فائدہ کی بات کو کیوں قبول نہیں کرتے کیا آپ اپنی جان دے بیٹھیں گے۔ آپ ان کا قصہ ایک طرف کیجیے۔ اللہ ان کی سب کرتوت جانتا ہے۔ وہ خود ان کا بھگتان کر دیگا آپ دلگیر و غمگین نہ ہوں۔ ف۵ اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اُٹھا کر لاتی ہیں اور جس ملک کا قطعہ مُردہ پڑا تھا یعنی کھیتی و سبزہ کچھ نہ تھا، چاروں طرف خاک اُڑ رہی تھی، بارش کے پانی سے اُس میں جان پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی مرے پیچھے جلا کر کھڑا کر دیگا۔ روایات میں ہے کہ جب اللہ مُردوں کو زندہ کرنا چاہے گا۔ عرش کے نیچے سے ایک (خاص قسم کی) بارش ہوگی جس کا پانی پڑتے ہی مُردے اس طرح جی اُٹھیں گے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اُگ آتا ہے۔ مزید تفصیل روایات میں دیکھنی چاہیے۔ ف۶ کفار نے دوسرے معبود اِس لئے ٹھہرائے تھے کہ اللہ کے ہاں اُنکی عزت ہوگی۔ "وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اٰلِـہَۃً لِّیَکُوۡنُوۡا لَہُمۡ عِزًّا" (مریم رکوع ۵) اور بہت لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستانہ کرتے تھے کہ اس سے اُنکی عزت بنی رہیگی اَلَّذِیۡنَ یَتَّخِذُوۡنَ الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَہُمُ الۡعِزَّۃَ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا (نساء رکوع ۲۰) اس قسم کے لوگوں کو بتلایا کہ جو شخص دنیا و آخرت کی عزت چاہے، چاہیے کہ اللہ سے طلب کرے کہ عزیزِ مطلق تو وہ ہے، اُسی کی فرمانبرداری اور یادگاری کہ اصلی عزت میسر آتی ہے تمام عزتوں کا مالک وہی اکیلا ہے جس کسی کو عزت ملی یا ملیگی اُسی کے خزانہ سے ملی ہے یا ملے گی۔

اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِیۡنَ
اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا ف۱ اور کام نیک اُس کو اُٹھا لیتا ہے ف۲ اور جو لوگ

یَمۡكُرُوۡنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَ مَكۡرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ
داؤ میں ہیں برائیوں کے اُنکے لئے سخت عذاب ہے اور اُن کا داؤ ہے

یَبُوۡرُ ﴿۱۰﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمۡ
ٹوٹے کا ف۳ اور اللہ نے تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے پھر بنایا تم کو

اَزۡوَاجًا ؕ وَ مَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَ مَا یُعَمَّرُ
جوڑے جوڑے اور نہ پیٹ رہتا ہے کسی مادہ کو اور نہ وہ جنتی ہے بن خبر اُس کے ف۴ اور نہ عمر پاتا ہے

مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا یُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی
کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر مگر لکھا ہے کتاب میں بیشک یہ اللہ

اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ﴿۱۱﴾ وَ مَا یَسۡتَوِی الۡبَحۡرٰنِ ٭ۖ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ
پر آسان ہے ف۵ اور برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے خوشگوار

شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ؕ وَ مِنۡ كُلٍّ تَاۡكُلُوۡنَ لَحۡمًا طَرِیًّا وَّ
اور یہ کھارا کڑوا اور دونوں میں سے کھاتے ہو گوشت تازہ اور

تَسۡتَخۡرِجُوۡنَ حِلۡیَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَ تَرَی الۡفُلۡكَ فِیۡهِ مَوَاخِرَ
نکالتے ہو گہنا جس کو پہنتے ہو ف۶ اور تو دیکھے جہازوں کو اُس میں کہ چلتے ہیں پانی

لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ
کو پھاڑتے تاکہ تلاش کرو اُسکے فضل سے اور تاکہ تم حق مانو ف۷ رات گھساتا ہے دن میں

وَ یُوۡلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیۡلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ۫ۖ كُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ
اور دن گھساتا ہے رات میں اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر

مُّسَمًّی ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ
وعدہ تک ف۸ یہ اللہ ہے تمہارا رب اُسی کے لئے بادشاہی ہے اور جن کو تم پکارتے ہو اُسکے سوائے

ف۱ ستھرا کلام ہے ذکر اللہ، دعاء، تلاوۃ القرآن، علم و نصیحت کی باتیں، یہ سب چیزیں بارگاہ رب العزت کی طرف چڑھتی ہیں اور قبول و اعتنا، کی عزت حاصل کرتی ہیں۔ ف۲ ستھرے کلام (ذکر اللہ وغیرہ) کا ذاتی اقتضاء ہے اوپر چڑھنا۔ اُس کے ساتھ دوسرے اعمال صالحہ ہوں تو وہ اُس کو سہارا دے کر اور زیادہ اُبھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں۔ اچھے کلام کو بدون اچھے کاموں کے پوری رفعت شان حاصل نہیں ہوتی بعض مفسرین نے وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ کی ضمیروں کا مرجع بدل کر یہ معنی لیئے ہیں کہ ستھرا کلام اچھے کام کو اونچا اور بلند کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے اور بعض نے یَرْفَعُ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹائی ہے یعنی اللہ عمل صالح کو بلند کرتا اور معراج قبول پر پہنچاتا ہے۔ بہرحال غرض یہ ہے کہ بھلے کام اور اچھے کلام دونوں علو و رفعت کو چاہتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طالب ہو وہ ان چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کرے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی عزت اللہ کے ہاتھ ہے۔ تمہارے ذکر اور بھلے کام چڑھتے جاتے ہیں جب اپنی حد کو پہنچیں گے تب بدی پر (پورا) غلبہ (حاصل) کریں گے۔ کفر دفع ہو گا۔ اسلام کو عزت ہو گی" مکاروں کے سب داؤ گھات باطل اور بیکار ہو کر رہجائیں گے۔ ف۳ یعنی جو لوگ بُری تدبیریں سوچتے اور حق کے خلاف داؤ گھات میں رہتے ہیں آخر ناکام ہو کر خسارہ اُٹھائیں گے۔ دیکھو قریش نے "دار الندوہ" میں بیٹھ کر حضور کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورے کیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ "جنگ بدر" کے موقع پر وہ ہی لوگ وطن سے نکلے مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے اور قلیب بدر میں ہمیشہ کے لئے قید کر دیے گئے۔ ف۴ یعنی آدم کو مٹی سے پھر اس کی اولاد کو پانی کی بوند سے پیدا کیا۔ پھر مرد عورت کے جوڑے بنا دیے جس سے نسل پھیلی۔ اس درمیان میں استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو ادوار و اطوار گذرے سب کی خبر خدا ہی کو ہے۔ ماں باپ بھی نہیں جانتے کہ اندر کیا کیا صورتیں پیش آئیں۔ ف۵ یعنی جس کی جتنی عمر ہے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور جو اسباب عمر کے گھٹنے بڑھنے کے ہیں یا یہ کہ کون عمر طبعی کو پہنچے گا کون نہیں، سب اللہ کے علم میں ہے اور اللہ کو ان جزئیات پر احاطہ رکھنا بندوں کی طرح کچھ مشکل نہیں۔ اُس کو تو تمام ما کان و ما یکون، جزئی، کلی، اور غیب شہادت کا علم ازل سے حاصل ہے۔ اُس کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہر کام سہج سہج ہوتا ہے جیسے آدمی کا جنا" اور اپنی عمر مقدر کو پہنچنا۔ اسی طرح سمجھ لو اسلام بتدریج بڑھے گا اور آخر کار کفر کو مغلوب و مقہور کر کے چھوڑیگا۔ ف۶ اوپر سے دلائل توحید اور شواہد قدرت بیان ہوتے آرہے ہیں اُسی کے ضمن میں لطیف اشارے اسلام کے غلبہ کی طرف بھی ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی کفر اور اسلام برابر نہیں خدا کفر کو مغلوب ہی کریگا اگرچہ تم کو دونوں سے فائدہ ملیگا مسلمانوں سے قوت دین اور کافروں سے جزیہ خراج اور گوشت میٹھے کھاری دونوں دریاؤں سے نکلتا ہے یعنی مچھلی۔ اور گہنا (زیور) یعنی موتی، مونگا اور جواہر اکثر کھاری سے نکلتے ہیں"۔ ف۷ اکثر بڑی بڑی تجارتیں جہازوں کے ذریعہ سے ہوتی ہیں۔ اُن سے جو منافع حاصل ہوں یہ ہی اللہ کا فضل ہے۔ ان تمام انعامات پر انسان کو چاہیئے مالک کا شکر ادا کرے۔ ف۸ یہ مضمون پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی رات دن کی طرح کبھی کفر غالب ہے کبھی اسلام۔ اور سورج چاند کی طرح ہر چیز کی مدت بندھی ہے دیر سویر نہیں ہوتی" حق کا نمایاں غلبہ اپنے وقت پر ہو گا۔

مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ج

وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کی ایک چھلکے کے ف۱ اگر تم اُن کو پکارو سُنیں نہیں تمہاری پکار

وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ط وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ط

اور اگر سُنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام پر اور قیامت کے دن منکر ہونگے تمہارے شریک ٹھہرانے سے ف۲

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ج

اور کوئی نہ بتلائیگا تجھ کو جیسا بتلائے خبر رکھنے والا ف۳ اے لوگو تم ہو محتاج اللہ کی طرف

وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ ج

اور اللہ وہی ہے بے پرواہ سب تعریفوں والا ف۴ اگر چاہے تم کو لیجائے اور لے آئے ایک نئی خلقت ☆

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ط وَاِنْ

اور یہ بات اللہ پر مشکل نہیں ف۵ اور نہ اُٹھائیگا کوئی اُٹھانیوالا بوجھ دوسرے کا اور اگر

تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ط اِنَّمَا

پکارے کوئی بوجھل اپنا بوجھ بٹانے کو کوئی نہ اُٹھائے اُس میں سے ذرا بھی اگرچہ ہو قرابتی ف۶ تو تو

تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ط وَمَنْ

ڈر سنا دیتا ہے اُن کو جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور قائم رکھتے ہیں نماز ف۷ اور جو کوئی

تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ط وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسْتَوِى

سنوریگا تو یہی ہے کہ سنوریگا اپنے فائدہ کو اور اللہ کی طرف ہے سب کو پھر جانا ف۸ اور برابر نہیں

الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَ

اندھا اور دیکھتا ☆ اور نہ اندھیرا اور نہ اُجالا ☆ اور نہ سایہ اور

لَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ ج وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ

نہ لُو اور برابر نہیں جیتے اور نہ مُردے ف۹ اللہ سُناتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ج وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾

جس کو چاہے اور تو نہیں سُنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو تو تو بس ڈر کی خبر پہنچا دینے والا ہے ف۱۰

ف۱ یعنی جس کی صفات و شئون اوپر بیان ہوئیں حقیقت میں یہ ہے تمہارا سچا پروردگار اور کل زمین و آسمان کا بادشاہ۔ باقی جنہیں تم خدا قرار دیکر پکارتے ہو۔ وہ مسکین بادشاہ تو کیا ہوتے کھجور کی گٹھلی پر جو باریک جھلی سی ہوتی ہے اُس کے بھی مالک نہیں۔ ف۲ یعنی جن معبودوں کا سہارا ڈھونڈھتے ہو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور توجہ کرتے بھی تو کچھ کام نہ آسکتے۔ بلکہ قیامت کے دن تمہاری مشرکانہ حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہونگے۔ ف۳ یعنی اللہ سے زیادہ احوال کون جانے وہ ہی فرماتا ہے کہ یہ شریک غلط ہیں جو کچھ کام نہیں آسکتے ایسی ٹھیک اور پکی باتیں اور کون بتلائیگا۔ ف۴ یعنی سب لوگ اُسی اللہ کے محتاج ہیں جسے کسی کی احتیاج نہیں۔ کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اُسکی ذات میں جمع ہیں۔ پس وہ ہی مستحق عبادت و استعانت کا ہوا۔ ف۵ یعنی تم نہ مانو تو وہ قادر ہے کہ تم کو ہٹا کر دوسری خلقت آباد کر دے جو ہمہ وجوہ اُس کی فرمانبردار اور اطاعت گذار ہو، جیسے آسمانوں پر فرشتے اور ایسا کرنا اللہ کو کچھ مشکل نہیں لیکن اُس کی حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ زمین پر یہ سب سلسلے چلتے رہیں۔ اور آخر میں ہر ایک اپنے نیک و بد عمل کا بدلہ پائے۔ تا اس طرح اُس کی تمامی صفات کا ظہور ہو۔ ف۶ یعنی نہ کوئی ازخود دوسرے کا بوجھ اپنے سر رکھے گا کہ اُس کے گناہ اپنے اوپر لیلے اور نہ دوسرے کے پکارنے پر اُس کا کچھ ہاتھ بٹا سکے گا خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت ہی سے بیڑا پار ہوگا۔ ف۷ یعنی آپ کے ڈرانے سے وہ ہی اپنا رویہ درست کر کے نفع اُٹھائیگا جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہو اور ڈر کر اُس کی بندگی میں لگا رہتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہی نہ ہو وہ ان دھمکیوں سے کیا متاثر ہوگا۔ ف۸ یعنی آپ کی نصیحت سُن کر جو شخص مان لے اور اپنا حال درست کرلے تو کچھ آپ پر یا خدا پر احسان نہیں بلکہ اُسی کا فائدہ ہے اور یہ فائدہ پوری طرح اُس وقت ظاہر ہوگا جب سب اللہ کے ہاں لوٹ کر جائیں گے ف۹ یعنی مومن جس کو اللہ نے دل کی آنکھیں دی ہیں، حق کے اُجالے اور وحی الٰہی کی روشنی میں بے کھٹکے راستہ قطع کرتا ہوا جنت کے باغوں اور رحمت الٰہی کے سایہ میں جا پہنچتا ہے۔ کیا اُس کی برابری وہ کافر کر سکے گا جو دل کا اندھا اوہام و اہوار کی اندھیروں میں بھٹکتا ہوا جہنم کی آگ اور اُس کی جھلس دینے والی لُوؤں کی طرف بے تحاشا چلا جا رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ مُردہ اور زندہ برابر ہو گیا۔ فی الحقیقت مومن و کافر میں اس سے بھی زیادہ تفاوت ہے جو ایک زندہ تندرست آدمی اور مردہ لاش میں ہوتا ہے۔ اصلی اور دائمی زندگی صرف روح ایمان سے ملتی ہے۔ بدون اس کے انسان کو بڑا مُردوں سے بدتر مردہ سمجھنا چاہیئے ف۱۰ یعنی اللہ چاہے تو مُردوں کو بھی سُنا دے یہ قدرت اوروں کو نہیں۔ اسی طرح سمجھ لو کہ پیغمبر کا کام خبر پہنچانا اور بھلے بُرے سے آگاہ کر دینا ہے۔ کوئی مردہ دل کافر اُن کی بات نہ سُنے تو یہ اُن کے بس کی بات نہیں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی سب خلق برابر نہیں جنہیں ایمان دینا ہے اُن ہی کو ملیگا۔ تو بیتری آرزو کرے تو کیا ہوتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا "نہ اندھیرا نہ اُجالا" یعنی نہ اندھیرا برابر اُجالے کے اور نہ اُجالا برابر اندھیرے کے (یہ "لا" کی تکرار کا فائدہ بتلا دیا) اور فرمایا "تو نہیں سُنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو" حدیث میں آیا کہ مُردوں سے سلام علیک کرو۔ اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اُس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سُنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سُنتا" یہ بحث پہلے سورۂ "نمل" کے آخر میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا

ہم نے بھیجا ہے تجھ کو سچا دین دیکر خوشی اور ڈر سنانے والا اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا

نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ

کوئی ڈر سنانیوالا ف۱ اور اگر وہ تجھ کو جھٹلائیں تو آگے جھٹلا چکے ہیں جو لوگ کہ اُن کے پہلے تھے پہنچے اُنکے پاس

رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ

رسول اُنکے لیکر کھلی باتیں اور صحیفے اور روشن کتاب ف۲ پھر پکڑا میں نے

كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

منکروں کو سو کیسا ہوا اِنکار میرا ف۳ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی

فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيضٌ

پھر ہم نے نکالے اُس سے میوے طرح طرح کے اُنکے رنگ ف۴ اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید

وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَ

اور سرخ طرح طرح کے اُنکے رنگ اور بھجنگے کالے ف۵ اور آدمیوں میں اور

الدَّوَآبِّ وَالْأَنْعٰمِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ

کیڑوں میں اور چوپاؤں میں کتنے رنگ ہیں اِسی طرح ف۶ اللہ سے ڈرتے وہی ہیں

مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ

اُس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے تحقیق اللہ زبردست ہے بخشنے والا ف۷ جو لوگ پڑھتے ہیں

كِتٰبَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

کتاب اللہ کی اور قائم رکھتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں کچھ ہمارا دیا ہوا چھپے اور کھلے

يَرْجُونَ تِجٰرَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن

اُمیدوار ہیں ایک بیوپار کے جس میں ٹوٹا نہ ہو ف۸ تاکہ پورا دے اُنکو ثواب اُنکا اور زیادہ دے اپنے

فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ

فضل سے تحقیق وہ ہے بخشنے والا قدردان ف۹ اور جو ہم نے تجھ پر اُتاری کتاب

ف۱ ڈر سنانے والا خواہ نبی ہو یا نبی کا قائم مقام جو اُسکی راہ کی طرف بُلائے۔ اس کے متعلق سورۂ "نحل" کے چوتھے رکوع میں کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ف۲ یعنی روشن تعلیمات یا کھلے کھلے معجزات لے کر آئے۔ نیز اُن میں سے بعض کو مختصر چھوٹے صحیفے دیے گئے بعض کو بڑی مفصل کتابیں۔ ف۳ یعنی جب تکذیب کی باز نہ آئے تو دیکھ لو انجام کیا ہوا۔ وہ ہی تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔ ف۴ یعنی قسم قسم کے میوے۔ پھر ایک قسم میں رنگ برنگ کے پھل پیدا کیے۔ ایک زمین ایک پانی ایک ہوا سے اتنی مختلف چیزیں پیدا کرنا عجیب و غریب قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔ ف۵ یعنی سفید بھی کئی درجے (کوئی بہت زیادہ سفید کوئی کم کوئی اُس سے کم) اور سرخ بھی کئی درجے (اور کالے بھجنگے یعنی بہت گہرے سیاہ کوے کے پر کی طرح۔ ف۶ یہ سب بیان ہے قدرت کی نیرنگیوں کا۔ پس جس طرح نباتات، جمادات، اور حیوانات میں رنگ برنگ کی مخلوق ہے، انسانوں میں بھی ہر ایک کی طرح جدا ہے۔ مومن اور کافر ایک دوسرا سا ہو جائے اور سب انسان ایک ہی رنگ اختیار کر لیں یہ کب ہو سکتا ہے۔ اس میں حضرت کو تسلی دیدی کہ لوگوں کے اختلاف سے غمگین نہ ہوں۔ ف۷ یعنی بندوں میں نڈر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی مگر ڈرتے وہ ہی ہیں جو اللہ کی عظمت و جلال، آخرت کے بقاء و دوام، اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام و ہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں جس میں یہ سمجھ اور علم جس درجہ کا ہو گا اُسی درجہ میں وہ خدا سے ڈریگا جس میں خوف خدا نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی سب آدمی ڈرنیوالے نہیں۔ اللہ سے ڈرنا سمجھ والوں کی صفت ہے اور اللہ کا معاملہ بھی دو طرح ہے وہ زبردست بھی ہے کہ ہر خطا پر پکڑے، اور غفور بھی کہ گنہگار کو بخشے"۔ پس دونوں حیثیت سے بندہ کو ڈرنا چاہیے کیونکہ نفع و ضرر دونوں اُسی کے قبضہ میں ہوئے۔ تو جب چاہے نفع کو روک لے اور ضرر لاحق کر دے۔ ف۸ یعنی جو اللہ سے ڈر کر اُسکی باتوں کو مانتے اور اُس کی کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں نیز بدنی و مالی عبادات میں کوتاہی نہیں کرتے وہ حقیقت میں ایسے زبردست بیوپار کے اُمیدوار ہیں جس میں خسارے اور ٹوٹے کا کوئی احتمال نہیں۔ بلاشبہ جب خدا خود اُنکے اعمال کا خریدار ہو تو اس اُمید میں یقیناً حق بجانب ہیں۔ نقصان کا اندیشہ کسی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ از سرتاپا نفع ہی نفع ہے۔ ف۹ یعنی بہت سے گناہ معاف فرماتا ہے اور تھوڑی سی طاعت کی قدر کرتا ہے اور ضابطہ سے جو ثواب ملنا چاہیے بطور بخشش اُس سے زیادہ دیتا ہے۔

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ إِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيرٌۢ
وہی ٹھیک ہے تصدیق کرنے والی اپنے سے اگلی کتابوں کی بیشک اللہ اپنے بندوں کی خبر دار ہے

بَصِيرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ
دیکھنے والا ف۱ پھر ہم نے وارث کی کتاب کے وہ لوگ جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں میں ف۲ پھر کوئی ان

ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ
میں برا کرتا ہے اپنی جان کا اور کوئی اُن میں ہے بیچ کی چال پر اور کوئی اُن میں آگے بڑھ گیا ہے لیکر خوبیاں

بِإِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٣٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُونَهَا
اللہ کے حکم سے یہی ہے بڑی بزرگی ف۲ باغ ہیں بسنے کے جن میں وہ جائینگے

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا
وہاں اُنکو گہنا پہنایا جائیگا کنگن سونے کے اور موتی کے اور اُنکی پوشاک وہاں

حَرِيرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ إِنَّ
ریشمی ہے ف۳ اور کہیں گے شکر اللہ کا جس نے دور کیا ہم سے غم بیشک

رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٤﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ
ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے ف۴ جس نے اُتارا ہم کو آباد رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے

لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
نہ پہنچے ہم کو اس میں مشقت اور نہ پہنچے ہم کو اس میں تھکنا ف۵ اور جو لوگ منکر ہیں

لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ
اُنکے لئے ہے آگ دوزخ کی نہ اُن پر حکم پہنچے کہ مر جائیں اور نہ اُن پر ہلکی ہو

مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ
وہاں کی کچھ کلفت یہ سزا دیتے ہیں ہم ہر ناشکر کو ف۶ اور وہ چلائیں

فِيهَا ۚ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ؕ
اُس میں اے رب ہم کو نکال کہ ہم کچھ بھلا کام کرلیں وہ نہیں جو کرتے رہے ف۷

ف۱ یعنی بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ ٹھیک موقع پر کتاب اُتاری۔ ف۲ یعنی پیغمبر کے بعد اس کتاب کا وارث اس اُمت کو بنایا جو بحیثیت مجموعی تمام اُمتوں سے بہتر و برتر ہے۔ ہاں اُمت کے سب افراد یکساں نہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو باوجود ایمان صحیح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں (یہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ہوئے) اور وہ بھی ہیں جو میانہ روی سے رہتے ہیں۔ نہ گناہوں میں منہمک، نہ بڑے بزرگ اور ولی۔ (ان کو مُقْتَصِدٌ فرمایا) اور ایک وہ کامل بندے جو اللہ کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے اور تحصیل کمال میں مقتصدین سے آگے نکل جاتے ہیں۔ وہ مستحب چیزوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی بلکہ بعض مباحات تک سے پرہیز کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور فضیلت تو ان کو ہے۔ ویسے چنے ہوئے بندوں میں ایک حیثیت سے سب کو شمار کیا۔ کیونکہ درجہ بدرجہ بہشتی سب ہیں۔ گنہگار بھی اگر مومن ہے تو بہر حال کسی نہ کسی وقت ضرور جنت میں جائے گا۔ حدیث میں فرمایا کہ ہمارا گنہگار معاف ہے، یعنی آخر کار معافی ملیگی۔ اور میانہ سلامت ہے، اور آگے بڑھے سو سب سے آگے بڑھے اللہ کریم ہے اُس کے یہاں بخل نہیں ف۳ سونا اور ریشم مسلمان مردوں کے لئے وہاں ہے۔ حضور نے فرمایا جو کوئی (مرد) ریشمین (کپڑا) پہنے دنیا میں نہ پہنے آخرت میں۔ ف۴ یعنی دنیا کا اور محشر کا غم دور کیا۔ گناہ بخشے اور از راہ قدردانی طاعت قبول فرمائی۔ ف۵ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں رہنے کا گھر اس سے پہلے کوئی نہ تھا ہر جگہ چل چلاؤ اور روزی کا غم، دشمنوں کا ڈر، اور رنج و مشقت۔ وہاں پہنچ کر سب کافور ہوگئے۔ ف۶ نہ کفار کو جہنم میں موت آئے گی کہ اُسی سے تکالیف کا خاتمہ ہو جائے اور نہ عذاب کی تکلیف کسی وقت ہلکی ہوگی۔ ایسے ناشکروں کی ہمارے یہاں یہی سزا ہے۔ ف۷ یعنی اُس وقت تو اُسی کو بھلا سمجھتے تھے پر اب وہ کام نہ کریں گے۔ ذرا دوزخ سے نکال دیجئے تو ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوں۔

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ

کیا ہم نے عمر نہ دی تھی تم کو اتنی کہ جس میں سوچ لے جس کو سوچنا ہو اور پہنچا تمہارے پاس ڈرانے والا

فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٣٧﴾ إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ

اب چکھو کہ کوئی نہیں گنہگاروں کا مددگار ف اللہ بھید جاننے والا ہے

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٣٨﴾ هُوَ الَّذِي

آسمانوں کا اور زمین کا اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں ف وہی ہے جس نے

جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَ

کیا تم کو قائم مقام زمین میں ف پھر جو کوئی ناشکری کرے تو اس پر پڑے اس کی ناشکری اور

لَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ

منکروں کو نہ بڑھے گی ان کے انکار سے ان کے رب کے سامنے مگر بیزاری اور منکروں کو نہ

الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ

بڑھے گا ان کے انکار سے مگر نقصان ف تو کہہ بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو

الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ

جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوائے دکھلاؤ تو مجھ کو کیا بنایا انہوں نے

الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ

زمین میں یا کچھ ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں ف یا ہم نے دی ہے ان کو کوئی کتاب سو یہ

عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا

سند رکھتے ہیں اس کی ف کوئی نہیں پر جو وعدہ بتلاتے ہیں گنہگار ایک دوسرے کو

إِلَّا غُرُورًا ﴿٤٠﴾ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ

سب فریب ہے ف تحقیق اللہ تھام رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو کہ ٹل نہ جائیں

وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ

اور اگر ٹل جائیں تو کوئی نہ تھام سکے ان کو اس کے سوائے ف وہ ہے

ع ۱۱ / ۱٦

ف یہ جواب دوزخیوں کو دیا جائیگا یعنی ہم نے تم کو عقل دی تھی جس سے سمجھتے اور کافی عمر دی جس میں سوچنا چاہتے تو سب نیک و بد سوچ کر سیدھا راستہ اختیار کر سکتے تھے حتیٰ کہ تم میں کے بہت سے تو ساٹھ ستر برس دنیا میں زندہ رہ کر مرے۔ پھر اوپر سے ایسے اشخاص اور حالات بھیجے جو برے انجام سے ڈراتے اور خواب غفلت سے بیدار کرتے رہیں۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی عذر باقی رہا۔ اب بڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو اور کسی طرف سے مدد کی توقع نہ رکھو۔ ف یعنی اسے بندوں کے سب کھلے چھپے احوال و افعال اور دلوں کے بھید معلوم ہیں کسی کی نیت اور استعداد اس سے پوشیدہ نہیں اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو لوگ اب چلا رہے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو، پھر ایسی خطا نہ کریں گے، وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اگر سو دفعہ لوٹائے جائیں تب بھی شرارت سے باز نہیں آ سکتے۔ ان کے مزاجوں کی افتاد ہی ایسی ہے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (انعام رکوع ۳) ف یعنی اگلی امتوں کی جگہ تم کو زمین پر آباد کیا اور ان کے بعد ریاست دی۔ چاہیے اب اس کا حق ادا کرو۔ ف یعنی کفر و ناشکری اور اللہ کی آیات کے انکار سے اس کا کچھ نقصان نہیں۔ وہ ہمارے حمد و شکر سے مستغنی ہے۔ البتہ ناشکری کرنے والے پر اس کے فعل کا وبال پڑتا ہے کفر کا انجام بجز اس کے کچھ نہیں کہ اللہ کی طرف سے برابر ناراضی اور بیزاری بڑھتی جائے اور کافر کے نقصان و خسران میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔ ف یعنی اپنے معبودوں کے احوال میں غور کر کے مجھے بتلاؤ کہ زمین کا کونسا حصہ انہوں نے بنایا، یا آسمانوں کے بنانے اور تھامنے میں ان کی کس قدر شرکت ہے۔ اگر کچھ نہیں تو آخر خدا کس طرح بن بیٹھے کچھ تو عقل سے کام لو۔ ف یعنی عقلی نہیں تو کوئی معتبر نقلی دلیل پیش کرو۔ جس کی سند پر یہ مشرکانہ دعویٰ کرتے ہو۔ ف یعنی عقلی یا نقلی دلیل کوئی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ان میں کے بڑے چھوٹوں کو اور اگلے پچھلوں کو شیطان کے اغواء سے یہ وعدہ بتلاتے چلے آئے کہ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یہ بت وغیرہ اللہ کے ہاں ہمارے شفیع بنیں گے اور اس کا قرب عطا کریں گے۔ حالانکہ یہ خالص دھوکا اور فریب ہے۔ یہ تو کیا شفیع بنتے بڑے سے بڑا مقرب بھی وہاں کفار کی سفارش میں زبان نہیں ہلا سکتا۔ ف یعنی اسی کی قدرت کا ہاتھ ہے جو اتنے بڑے بڑے کرات عظام کو اپنے مرکز سے ہٹنے اور اپنے مقام و نظام سے ادھر ادھر سرکنے نہیں دیتا اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے چنانچہ قیامت میں جب یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ درہم برہم کرے گا، کوئی قوت اسے روک نہ سکیگی۔

كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ

تحمل والا بخشنے والا ف۱ اور قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید کی قسمیں اپنی کہ اگر

جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا

آئیگا اُنکے پاس کوئی ڈرسنانیوالا البتہ بہتر راہ چلیں گے ہر ایک اُمت سے پھر جب

جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِي

آیا اُن کے پاس ڈرسنانیوالا اور زیادہ ہوگیا اُن کا بدکنا ☆ غرور کرنا

الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ

ملک میں اور داؤ کرنا بُرے کام کا اور بُرائی کا داؤ اُلٹے گا انہی داؤں والوں پر ف۲

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

پھر اب وہی راہ دیکھتے ہیں پہلوں کے دستور کی سو تو نہ پائیگا اللہ کا دستور

تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا

بدلتا ☆ اور نہ پائیگا اللہ کا دستور ٹلتا ف۳ کیا پھرے نہیں

فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ملک میں کہ دیکھ لیں کیسا ہوا انجام اُن لوگوں کا جو اُن سے پہلے تھے

وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ

اور تھے اُن سے بہت سخت زور میں اور اللہ وہ نہیں جس کو تھکائے کوئی چیز

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا

آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہی ہے سب کچھ جانتا

قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ

کر سکتا ف۴ اور اگر پکڑ کرے اللہ لوگوں کی اُن کی کمائی پر نہ چھوڑے

عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

زمین کی پیٹھ پر ایک بھی ہلنے چلنے والا ف۵ پر اُن کو ڈھیل دیتا ہے ایک مقرر وعدہ تک

ف۱ یعنی لوگوں کے کفر وعصیان کا اقتضاء تو یہ ہے کہ یہ سارا نظام ایک دم میں تہ وبالا کر دیا جائے لیکن اُس کے تحمل و بُردباری سے تھما ہوا ہے۔ اُس کی بخشش نہ ہو تو سب دنیا ویران ہو جائے۔ ف۲ عرب کے لوگ جب سُنتے کہ یہود وغیرہ دوسری قوموں نے اپنے نبیوں کی یوں نافرمانی کی تو کہتے کہ کبھی ہم میں ایک نبی آئے تو ہم اُن قوموں سے بہتر نبی کی اطاعت و رفاقت کر کے دکھلائیں۔ جب اللہ نے نبی بھیجا جو سب نبیوں سے عظمت شان میں بڑھ کر ہے تو حق سے اور زیادہ بدکنے لگے۔ اُن کا غرور وتکبر کہاں اجازت دیتا کہ نبی کے سامنے گردن جھکائیں۔ رفاقت واطاعت اختیار کرنے کے بجائے عداوت پر کمربستہ ہو گئے اور طرح طرح کی مکروہ تدبیریں اور داؤ گھات شروع کر دیے مگر یاد رہے کہ بُرا داؤ خود داؤ کرنے والوں پر اُلٹے گا۔ گو چند روز عارضی طور پر اپنے دل میں خوش ہولیں کہ ہم نے تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا لیکن انجام کار دیکھ لیں گے کہ واقع میں نقصان عظیم کس کو اُٹھانا پڑا۔ فرض کرو دنیا میں ٹل بھی گیا تو آخرت میں تو یقیناً یہ مشاہدہ ہو کر رہیگا۔ ف۳ یعنی یہ اسی کے منتظر ہیں کہ جو گذشتہ مجرموں کے ساتھ معاملہ ہوا، اُن کے ساتھ بھی ہو۔ سو باز نہ آئے تو وہ ہی ہو کر رہیگا۔ اللہ کا جو دستور مجرموں کی نسبت سزا دینے کا رہا ہے نہ وہ بدلنے والا ہے کہ بجائے سزا کے ایسے مجرموں پر انعام واکرام ہونے لگے اور نہ ٹلنے والا کہ مجرم سے سزا ٹل کر غیر مجرم کو دیدی جائے ف۴ یعنی بڑے بڑے زور آور مدعی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکے مثلاً عاد وثمود وغیرہ۔ یہ بیچارے تو چیز کیا ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ آسمان وزمین کی کوئی طاقت اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی علم اُس کا محیط اور قدرت اُس کی کامل۔ پھر معاذ اللہ عاجز ہو تو کدھر سے ہو۔ ف۵ یعنی لوگ جو گناہ کماتے ہیں اگر ان میں سے ہر ہر جزئی پر گرفت شروع کر دے تو کوئی جاندار زمین میں باقی نہ رہے۔ نافرمان تو اپنی نافرمانی کی وجہ سے تباہ کر دیے جائیں۔ اور یہ کامل فرمانبردار جو عادۃً بہت تھوڑے ہوتے ہیں قلت کی وجہ سے اُٹھا لیے جائیں۔ کیونکہ نظام عالم کچھ ایسے انداز پر قائم کیا گیا ہے کہ محض معدودے چند انسانوں کا یہاں بستے رہنا خلاف حکمت ہے۔ پھر جب انسان آباد نہ رہے تو حیوانات کا ہے کے لیے رکھے جائیں گے۔ اُن کا وجود بلکہ تمام عالم کی ہستی تو اسی حضرت انسان کے لیے ہے۔

ف۱ یعنی ایک مقرر میعاد اور حد معیّن تک اللہ نے ڈھیل دے رکھی ہے کہ ہر ایک جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ جب وقت موعود آجائیگا تو یاد رکھو سب بندے اُسکی نگاہ میں ہیں کسی کا ایک ذرّہ بھر بُرا یا بھلا عمل اُسکے علم سے باہر نہیں۔ پس ہر ایک کا اپنے علم محیط کے موافق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرما دیگا۔ نہ مجرم کہیں چھپ سکے نہ مطیع کا حق مارا جائے۔ اللّٰھم اجعلنا ممّن یطیعک واغفر لنا ذنوبنا انّک انت الغفور الرحیم۔ تم سورۃ "فاطر" بفضل اللہ و رحمتہٖ۔ ف۲ یعنی قرآن کریم اپنی اعجازی شان، پر حکمت تعلیمات، اور پختہ مضامین کے لحاظ سے بڑا زبردست شاہد اس بات کا ہے کہ جو نبی اُمّی اس کو لے کر آیا یقیناً وہ اللہ کا بھیجا ہوا اور بے شک و شبہ سیدھی راہ پر ہے۔ اُس کی پیروی کرنے والوں کو کوئی اندیشہ منزل مقصود سے بھٹکنے کا نہیں۔ ف۳ یعنی یہ دین کا سیدھا راستہ یا قرآن حکیم اُس خدا کا اُتارا ہوا ہے جو زبردست بھی ہے کہ منکر کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑے، اور رحم فرمانے والا بھی کہ ماننے والوں کو نوازش و بخشش سے مالا مال کر دے اسی لیئے آیاتِ قرآنیہ میں بعض آیات شانِ لطف و مہر کا اور بعض شانِ غضب و قہر کا پہلو لیئے ہوئے ہیں۔ ف۴ یعنی بہت کٹھن کام آپ کے سپرد ہوا ہے کہ اُس قوم (عرب) کو آپ قرآن کے ذریعہ سے ہشیار و بیدار کریں جس کے پاس صدیوں سے کوئی جگانے والا نہیں بھیجا تھا۔ وہ جاہل و غافل قوم جسے نہ خدا کی خبر نہ آخرت کی، نہ ماضی سے عبرت نہ مستقبل کی فکر، نہ مبدأ پر نظر نہ منتہا پر، نہ نیک و بد کی تمیز نہ بھلے بُرے کا شعور اُس کو اتنی ممتد جہالت و غفلت کی اندھیریوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی صاف سڑک پر لا کھڑا کرنا کوئی معمولی اور سہل کام نہیں ہے، بلاشبہ آپ پوری قوت اور زور شور کے ساتھ اُن کو اس غفلت و جہالت کے خوفناک نتائج اور بھیانک مستقبل سے ڈرا کر فلاح و بہبود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کی کوشش کرینگے تاکہ یہ قوم اپنی اعلیٰ کامیابی سے تمام عالم کے لیئے کامیابی کا دروازہ کھول دے لیکن بہت افراد وہ ملیں گے جو کسی قسم کی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں۔ اِسی لیئے اُن پر شیطان پوری طرح مسلّط ہو جاتا ہے جو اُن کی حماقتوں اور شرارتوں کو اُنکی نگاہ میں خوشنما کر کے دکھلاتا اور اگلے پچھلے سب احوال کو خواہ کتنے ہی گندے ہوں، خوبصورت بنا کر ظاہر کرتا ہے۔ آخر یہ لوگ دوسری زندگی سے بالکل منکر ہو کر اپنی فانی خواہشات ہی کو قبلۂ مقصود ٹھہرا لیتے ہیں۔ اُس وقت ایک طرف سے شیطان کی بات "لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ" (مخلصین کے سوا میں سب کو بہکا کر رہونگا) سچی ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف حق تعالیٰ کا قول "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ" (تجھ سے اور تیرے پیرووں سے دوزخ کو بھر دونگا) ثابت اور چسپاں ہو جاتا ہے۔ باقی علم الٰہی میں تو ازل سے ثابت ہے کہ فلاں قوم کے فلاں فلاں افراد اپنی بدتمیزی اور لاپرواہی سے شیطان کے اغوا میں پھنس کر عذاب الٰہی کے مستحق ہونگے۔ ایسے لوگوں کے راہ پر آنے اور ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ پس آپ کو سلسلۂ انذار و اصلاح میں اگر ایسے ہمت شکن واقعات کا مقابلہ کرنا پڑے تو ملول و غمگین نہ ہوں اپنا فرض ادا کیے جائیں اور نتیجہ کو خدا کے سپرد کر دیں۔ تقریر بالا کو سمجھنے کے لیئے یہ آیات پیش نظر رکھیے۔ (۱) وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ وَاِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (زخرف رکوع ۴) معلوم ہوا کہ شیطان ابتداءً کسی پر مسلّط نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اندھا بن کر نصیحت سے اعراض کرتے رہنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آخر کار شیطان مسلّط ہو جائے۔ جیسے ہاتھ پاؤں سے مدت تک کام نہ لے تو وہ عضو بیکار کر دیا جاتا ہے۔ قال تعالیٰ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (الصف رکوع ۱) وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (انعام رکوع ۱۳) (ب) وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ (حٰم السجدہ رکوع ۳) تسلّط کے بعد شیطان یہ کام کرتا ہے جس کا نتیجہ "حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ" ہے۔ (ج) وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدَانِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ (الاحقاف رکوع ۲) ان آیات سے معلوم ہوا کہ لفظ "حَقَّ الْقَوْلُ" اُن لوگوں پر صادق آتا ہے جو موت کے بعد کسی دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں رکھتے۔ نہ بُرائی کو بُرائی سمجھتے ہیں۔ بلکہ اغوائے شیطانی سے اپنی بدیوں کو نیکی اور گمراہی کو ہدایت تصور کر لیتے ہیں۔ کیسے ہی معقول دلائل سُنایئے اور کھلے کھلے نشان دکھلایئے، سب کو جھٹلاتے رہیں اور فضول حجتیں نکالتے رہیں، بلکہ ہادیوں اور پیغمبروں کی بات کی طرف کان جھکائیں کہ ایک حرف سمجھنے کی کوشش نہ کریں محض ہوا و ہوس کو اپنا معبود ٹھہرا لیں نہ عقل سے کام لیں نہ آنکھوں سے۔ یہ ہی لوگ ہیں جن کے اعراض و عناد کے نتیجہ میں آخر کار اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر کر دیتا ہے کہ اُن میں خیر کے گھسنے کی ذرا گنجائش نہیں رہتی۔ جیسے کوئی شخص اپنے اوپر روشنی کے سب دروازے بند کر لے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے۔ یا ایک بیمار دوا پینے کی قسم کھالے طبیب کو دشمن کرے اور ہر قسم کی بدپرہیزی برتتا ہو جائے تو اللہ اُس کے مرض کو مہلک بنا دیتا اور مایوسی کے درجہ میں پہنچا دیتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ (اعراف رکوع ۱۳) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ (بقیہ صفحہ ۵۷۲)

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿٤٥﴾ ع

پھر جب آئے اُن کا وعدہ تو اللہ کی نگاہ میں ہیں اُس کے سب بندے ف۱

سُورَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثٌ وَثَمَانُونَ آيَةً وَخَمْسُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ یٰس مکہ میں نازل ہوئی اس میں تراسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ﴿٢﴾ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣﴾ عَلٰى

☆ قسم ہے اس پکے قرآن کی ☆ تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں میں سے ☆ اوپر

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

سیدھی راہ کے ف۲ اُتارا زبردست رحم والے نے ف۳ تاکہ تو ڈرائے ایک قوم کو

مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُونَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰى

کہ ڈر نہیں سُنا اُنکے باپ دادوں نے سو اُن کو خبر نہیں ☆ ثابت ہو چکی ہے بات اُن

أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٧﴾ إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلٰلًا

میں بہتوں پر سو وہ نہ مانیں گے ف۴ ہم نے ڈالے ہیں اُنکی گردنوں میں طوق

فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ

سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک پھر اُنکے سر اُلل رہے ہیں ف۵ اور بنائی ہم نے اُن کے

أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿٩﴾

آگے دیوار اور پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانک دیا سو اُنکو کچھ نہیں سوجھتا ف۶

وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ إِنَّمَا

اور برابر ہے اُن کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے یقین نہیں کریں گے ف۷ تو تو

تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ

ڈر سُنائے اُس کو جو چلے سمجھائے پر اور ڈرے رحمٰن سے بن دیکھے سو اُسکو خوشخبری دے

بقیہ صفحہ ۵۷۱ - بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ. (یونس رکوع ۸) وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ (روم رکوع ۶) كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (مومن رکوع ۴) وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ (محمد رکوع ۲) بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (نساء رکوع ۲۲) كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (مطففین رکوع ۱) أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ (الجاثیہ رکوع ۳) وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (اعراف رکوع ۲۲) يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ (المائدہ رکوع ۶)

بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ⑪ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا

معافی کی اور عزت کے ثواب کی ف ہم ہیں جو زندہ کرتے ہیں مردوں کو ف۲ اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے

وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ⑫ وَاضْرِبْ

اور جو نشان اُنکے پیچھے رہے ف۳ اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے ایک کھلی اصل میں ف۴ اور بیان کر

لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ⑬ إِذْ

اُنکے واسطے ایک مثل اُس گاؤں کے لوگوں کی ف۵ جبکہ آئے اُس میں بھیجے ہوئے ف۶ جب

أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا

بھیجے ہم نے اُنکی طرف دو تو اُن کو جھٹلایا پھر ہم نے قوت دی تیسرے سے تب کہا اُنہوں نے

إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ ⑭ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ

ہم تمہاری طرف آئے ہیں بھیجے ہوئے ف۷ وہ بولے تم تو یہی انسان ہو جیسے ہم اور رحمٰن نے

الرَّحْمَٰنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ⑮ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ

کچھ نہیں اُتارا تم سارے جھوٹ کہتے ہو ف۸ کہا ہمارا رب جانتا ہے

إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ⑯ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ⑰

ہم بیشک تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ف۹ اور ہمارا ذمہ یہی ہے پیغام پہنچا دینا کھول کر ف۱۰

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۖ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ

بولے ہم نے نامبارک دیکھا تم کو اگر تم باز نہ رہوگے تو ہم تم کو سنگسار کرینگے اور تم کو پہنچے گا

مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑱ قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ ۚ أَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ

ہمارے ہاتھ سے عذاب دردناک ف۱۱ کہنے لگے تمہاری نامبارکی تمہارے ساتھ ہے کیا اتنی بات پر کہ تم کو سمجھایا کوئی نہیں پر تم

قَوْمٌ مُسْرِفُونَ ⑲ وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ

لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے ف۱۲ اور آیا شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا ف۱۳ بولا

يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ⑳ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ㉑

اے قوم چلو راہ پر بھیجے ہوؤں کی ☆ چلو راہ پر ایسے شخص کی جو تم سے بدلا نہیں چاہتا اور وہ ٹھیک راہ پر ہیں ف۱۴

ف۵ یہ اُن ہی لوگوں کے حق میں ہے جن کا ذکر گذشتہ فائدہ میں ہوا۔ یہ طوق عادات و رسوم حب جاہ و مال اور تقلید آباء و اجداد کے تھے جنہوں نے اُنکے گلے سختی کر دبا رکھے تھے اور نخوت و تکبر کی وجہ سے اُن کے سر نیچے نہیں جھکتے تھے۔ ف۶ نبی کی عداوت نے اُنکے اور قبول ہدایت کے درمیان دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔ جاہلانہ رسوم و اطوار اور اہواء و آراء فاسدہ کی اندھیری میں اس طرح بند تھے کہ آگا پیچھا اور نشیب و فراز کچھ نظر نہ آتا تھا نہ ماضی پر نظر تھی نہ مستقبل پر، باقی اُن افعال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اس لیے کی گئی کہ خالق خیر و شر کا وہی ہے اور اسباب پر مسببات کا ترتب اُسی کی مشیت سے ہوتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے دلائل آفاقیہ میں غور کرنے کی نفی ہوئی جیسا کہ "فَهُمْ مُقْمَحُونَ" میں دلائل انفسیہ کی طرف ملتفت نہ ہونے کا اشارہ تھا۔ کیونکہ سر اوپر کو اُٹھ رہا ہو جھک نہ سکے تو اپنے بدن پر نظر نہیں پڑ سکتی۔ ف۷ اُن کو برابر ہے لیکن آپ کے حق میں برابر نہیں، بلکہ ایسی سخت معاند اور سرکش قوم کو نصیحت کرنا اور اصلاح کے درپے ہونا عظیم درجات کے حصول کا سبب ہے اور کبھی یہ اخلاق دوسروں کی ہدایت کا باعث بن جاتا ہے اسی طرح کی آیات سورۂ "بقرہ" کے اوائل میں گذر چکی ہیں۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی ڈرانے کا فائدہ اُسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو نصیحت کو مان کر اُس پر چلے اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتا ہو۔ جس کو خدا کا ڈر ہی نہیں نہ نصیحت کی کچھ پروا وہ نبی کی تنبیہ و تذکیر سے کیا فائدہ اُٹھائے گا۔ ایسے لوگ بجائے مغفرت و عزت کے سزا اور ذلت کے مستحق ہونگے۔ آگے اشارہ کرتے ہیں کہ فریقین کی اس عزت و ذلت کا پورا اظہار زندگی کے دوسرے دور میں ہوگا جس کے مبادی موت کے بعد سے شروع ہو جاتے ہیں۔ ف۲ یعنی موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے جہاں سب اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے اور شاید ادھر بھی اشارہ ہو کہ یہ قوم (عرب) جس کی روحانی قوتیں بالکل مردہ ہو چکی ہیں، حق تعالیٰ کو قدرت ہے کہ پھر اُن میں زندگی کی روح پھونک دے کہ وہ دنیا میں بڑے بڑے کار ہائے نمایاں کرے اور آنے والی نسلوں کے لیے اپنے آثار عظیمہ چھوڑ جائے۔ ف۳ یعنی نیک و بد اعمال جو آگے بھیج چکے اور بعض اعمال کے اچھے بُرے اثرات یا نشان جو پیچھے چھوڑ مثلاً کوئی کتاب تصنیف کی یا علم سکھلایا، یا عمارت بنائی یا کوئی رسم ڈالی نیک یا بد، سب اس میں داخل ہیں بلکہ الفاظ کے عموم میں وہ نشان قدم بھی شامل ہو سکتے ہیں جو کسی عبادت کے لیے چلتے وقت زمین پر پڑ جاتے ہیں چنانچہ بعض احادیث صحیحہ میں تصریح ہے "دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ"۔ ف۴ یعنی جس طرح تمام اعمال و آثار وقوع کے بعد ضابطہ کے موافق لکھے جاتے ہیں، قبل از وقوع بھی ایک ایک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور وہ لکھنا بھی محض انتظامی ضوابط و مصالح کی بناء پر ہے ورنہ اللہ کے علم قدیم میں ہر چھوٹی بڑی چیز پہلے سے موجود و حاضر ہے اُسی کے موافق لوح محفوظ میں نقل کی جاتی ہے۔ ف۵ یہ گاؤں اکثر کے نزدیک شہر "انطاکیہ" ہے۔ اور بائبل کی کتاب اعمال کے آٹھویں اور گیارہویں باب میں ایک قصہ اسی قصہ کے مشابہ کچھ تفاوت کے ساتھ شہر انطاکیہ کا بیان ہوا ہے لیکن ابن کثیرؒ نے تاریخی حیثیت سے اور سیاق قرآن کے لحاظ سے اس پر کچھ اعتراضات کیے ہیں۔ اگر وہ صحیح ہوں تو کوئی اور بستی ماننی پڑیگی واللہ اعلم۔ اس قصہ کا ذکر مومنین کے لیے بشارت اور مکذبین کے لیے عبرت ہے۔ ف۶ اِن کے ناموں کی صحیح تعیین نہیں ہو سکتی اور نہ یقینی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے یا کسی پیغمبر کے واسطے سے حکم ہوا تھا کہ اُس کے نائب ہو کر فلاں بستی کی طرف جاؤ۔ دونوں احتمال ہیں۔ گو متبادر یہی ہے کہ پیغمبر ہوں۔ شاید حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے مبعوث ہوئے ہونگے۔ ف۷ یعنی اول دو گئے پھر اُنکی تائید کے لیے تیسرا بھیجا گیا تینوں نے مل کر کہا کہ ہم خود نہیں آئے اللہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں لہٰذا جو کچھ ہم کہیں اُسی کا پیغام سمجھو۔ (بقیہ برصفحہ ۵۷۳)

بقیہ صفحہ ۵۷۲ **ف** یعنی تم میں کوئی سرخاب کا پر نہیں جو اللہ نے تمہیں بھیجا ہو کس بات میں تم بڑھ کر ہو۔ بس رہنے دو خواہ مخواہ خدا کا نام نہ لو۔ اُس نے کچھ نہیں اُتارا تینوں سازش کر کے ایک جھوٹ بنا لائے اُسے خدا کی طرف نسبت کردیا۔ **ف۹** یعنی اگر ہم خدا پر جھوٹ لگاتے ہیں تو وہ دیکھ رہا ہے کیا وہ اپنے فضل سے برابر جھوٹوں کی تصدیق کرتا رہیگا۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اب تم سمجھو یا نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں اور کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے۔ اسی لئے فعلاً ہماری تصدیق کر رہا ہے۔ **ف۱۰** یعنی ہم اپنا فرض ادا کرچکے، خدا کا پیام خوب کھول کر واضح معقول اور دلنشین طریقہ سے تم کو پہنچادیا، اب اتمام حجت کے بعد خود سوچ لو کہ تکذیب و عداوت کا انجام کیا ہونا چاہئے۔ **ف۱۱** شاید تکذیب مرسلین اور کفر و عناد کی شامت سے قحط وغیرہ پڑا ہوگا۔ یا مرسلین کے سمجھانے پر آپس میں اختلاف ہوا کسی نے مانا کسی نے نہ مانا، اُس کو نامبارک کہا یعنی تمہارے قدم کیا آئے، قحط اور نااتفاقی کی بلا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے (العیاذ باللہ) ورنہ پہلے ہم اچھے خاصے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ بس تم اپنے وعظ و نصیحت سے ہم کو معاف رکھو۔ اگر یہ روش نہ چھوڑو گے اور وعظ و نصیحت سے باز نہ آؤ گے تو ہم سخت تکلیف و عذاب پہنچا کر تم کو سنگسار کر ڈالیں گے۔ **ف۱۲** یعنی تمہارے کفر و تکذیب کی شامت سے عذاب آیا۔ اگر حق و صداقت کو سب مل کر قبول کر لیتے نہ یہ اختلاف مذموم پیدا ہوتا، نہ اس طرح مبتلائے آفات ہوتے پس نامبارکی اور نحوست کے اسباب خود تمہارے اندر موجود ہیں۔ پھر کیا اتنی بات پر کہ تمہیں اچھی نصیحت و فہمائش کی اور بھلا بُرا سمجھایا، اپنی نحوست ہمارے سر ڈالنے لگے۔ اور قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل و آدمیت کی حدود سے خارج ہوجاتے ہو۔ نہ عقل سے سمجھتے ہو نہ آدمیت کی بات کرتے ہو۔ **ف۱۳** کہتے ہیں کہ اس مرد صالح کا نام حبیب تھا۔ شہر کے پرلے کنارے عبادت میں مشغول رہتا اور کسب حلال سے کھاتا تھا۔ فطری صلاحیت نے چپ نہ بیٹھنے دیا۔ قصہ سنتے ہی مرسلین کی تائید و حمایت اور مکذبین کی نصیحت و فہمائش کے لئے دوڑتا ہوا آیا۔ مبادا اشقیاء اپنی دھمکیوں کو پورا کرنے لگیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرسلین کی آواز کا اثر شہر کے دور دراز حصوں تک پہنچ گیا تھا۔ **ف۱۴** یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اُس کا پیغام لے کر آئے ہیں جو نصیحت کرتے ہیں اُس پر خود کاربند ہیں اخلاق اعمال اور عادات و اطوار سب ٹھیک ہیں۔ بے غرض خیرخواہی کرتے ہیں۔ کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتے۔ پھر ایسے بے لوث بزرگوں کا اتباع کیوں نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ سے جو پیغام بھیجے کیوں قبول نہ کیا جائے۔

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۲﴾

اور کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں اُسکی جس نے مجھ کو بنایا **ف۱** اور اُسی کی طرف سب پھر جاؤ گے **ف۲**

ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي

بھلا میں پکڑوں اُس کے سوائے اوروں کو پوجنا کہ اگر مجھ پر چاہے رحمٰن تکلیف تو کچھ کام نہ آئے مجھ کو

شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ ﴿۲۳﴾ إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۲۴﴾ إِنِّي

اُن کی سفارش اور نہ وہ مجھ کو چھڑائیں ☆ تو تو میں بھٹکتا رہوں صریح **ف۳** میں

آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ﴿۲۵﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي

یقین لایا تمہارے رب پر مجھ سے سن لو **ف۴** حکم ہوا چلا جا بہشت میں **ف۵** بولا کسی طرح میری قوم

يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿۲۷﴾ وَ

معلوم کرلیں ☆ کہ کس بنا پر اُنجشا مجھ کو میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں **ف۶** اور

مَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا

اُتاری نہیں ہم نے اُس کی قوم پر اُس کے پیچھے کوئی فوج آسمان سے اور ہم فوج

مُنزِلِينَ ﴿۲۸﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ﴿۲۹﴾

نہیں اُتارا کرتے ☆ بس یہی تھی ایک چنگھاڑ پھر اُسی دم سب بجھ گئے **ف۷**

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ

کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا اُن کے پاس جس سے

يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۳۰﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ

ٹھٹھا نہیں کرتے ☆ کیا نہیں دیکھتے کتنی غارت کرچکے ہم اُن سے پہلے جماعتیں کہ وہ

إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾

اُنکے پاس پھر کر نہیں آئینگی **ف۸** اور اُن سب میں کوئی نہیں جو اکٹھے ہوکر نہ آئیں ہمارے پاس پکڑے ہوئے **ف۹**

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ

اور ایک نشانی ہے اُنکو واسطے زمین مُردہ اُسکو ہم نے زندہ کردیا اور نکالا اُس میں سے اناج سو اُسی میں سے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یہ اپنے اوپر رکھ کر دوسروں کو سنایا یعنی تم کو آخر کیا ہوا کہ جس نے پیدا کیا اُسکی بندگی نہ کرو۔ **ف۲** یعنی یہ مت سمجھنا کہ پیدا کر کے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب کچھ مطلب اُس سے نہیں رہا۔ نہیں سب کو مرے پیچھے اُسی کے پاس واپس جانا ہے۔ اُس وقت کی فکر رکھو۔ **ف۳** یعنی کس قدر صریح گمراہی ہے کہ اُس مہربان اور قادر مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کیجائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف سے نہ بذات خود چھڑا سکیں نہ سفارش کر کے نجات دلا سکیں۔ **ف۴** یعنی مجمع میں بے کھٹکے اعلان کرتا ہوں کہ میں خدائے واحد پر ایمان لاچکا اسے سب سن رکھیں شاید مرسلین کو اس لیے سنایا ہو کہ وہ اللہ کے ہاں گواہ رہیں اور قوم کو اس لیے کہ سن کر کچھ متاثر ہوں یا کم از کم دنیا ایک مومن کی قوت ایمان کا مشاہدہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔ **ف۵** یعنی فوراً بہشت کا پروانہ مل گیا۔ آگے نقل کرتے ہیں کہ قوم نے اُس کو نہایت بیدردی کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ اِدھر شہادت واقع ہوئی اُدھر سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہوجا جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از محشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ **ف۶** قوم نے اُس کی دشمنی کی کہ مار ڈالا۔ اُس کو بہشت میں پہنچ کر بھی قوم کی خیرخواہی کا خیال رہا کہ اگر میرا حال اور جو انعام و اکرام حق تعالیٰ نے مجھ پر کیا ہے معلوم کرلیں تو سب ایمان لے آئیں۔ **ف۷** یعنی اُس کے بعد اُس کی قوم کفر و ظلم اور تکذیب مرسلین کی پاداش میں ہلاک کی گئی اور اس اہلاک کے لئے کوئی مزید اہتمام کرنا نہیں پڑا کہ آسمان سے فرشتوں کی فوج بھیجی جاتی نہ حق تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ قوموں کی ہلاکت کے لیئے بڑی بڑی فوجیں بھیجا کریں (یوں کسی خاص موقع پر کسی خاص مصلحت کی وجہ سے فرشتوں کا لشکر بھیجدیں وہ دوسری بات ہے) وہاں تو بڑے بڑے مدعیوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیئے ایک ڈانٹ کافی ہے۔ چنانچہ اس قوم کا حال بھی یہی ہوا کہ فرشتوں نے ایک چیخ ماری اور سب کے سب اُسی دم بجھ کر رہ گئے۔ **ف۸** یعنی دیکھتے اور سنتے ہیں کہ دنیا میں کتنی قومیں پہلے پیغمبروں سے ٹھٹھا کر کے غارت ہوچکی ہیں جن کا نام و نشان مٹ چکا۔ کوئی اُن میں سے لوٹ کر ادھر واپس نہیں آئی۔ عذاب کی چکی میں سب پس کر برابر ہوگئیں۔ اس پر بھی عبرت نہیں ہوتی۔ جب کوئی نیا رسول آتا ہے وہی تمسخر اور استہزاء شروع کردیتے ہیں جو پہلے کفار کی عادت تھی۔ چنانچہ آج خاتم الانبیاء صلعم کے ساتھ کفار مکہ کا یہی معاملہ ہے۔ **ف۹** یعنی وہ تو دنیا کا عذاب تھا، اور آخرت کی سزا الگ رہی۔ یہ نہ سمجھو کہ ہلاک ہو کر ادھر واپس نہیں آتے تو بس قصہ ختم ہوا۔ نہیں، سب کو پھر ایک دن خدا کے ہاں حاضر ہونا ہے جہاں بلا استثناء سب مجرم پکڑے ہوئے آئیں گے۔

ف۱ یعنی شاید شبہ گذرتا کہ مُرے پیچھے پھر کس طرح زندہ ہو کر حاضر کیئے جائیں گے؟ اس کو یوں سمجھا دیا کہ زمین خشک اور مُردہ پڑی ہوتی ہے پھر خدا اُس کو زندہ کرتا ہے کہ ایکدم لہلہانے لگتی ہے کیسے کیسے باغ و بہار، غلے اور میوے اُس سے پیدا ہوتے ہیں جن کو تم استعمال میں لاتے ہو۔ اسی طرح خیال کرلو کہ مردہ ابدان میں روح حیات پھونکدی جائے گی۔ بہرحال مُردہ زمین اُنکے لیئے ایک نشانی ہے جس میں غور کرنے سے بعث بعد الموت اور حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت اور اُس کے انعام و احسان کے مسائل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں (تنبیہ) اوپر کی آیات میں ترہیب کا پہلو نمایاں تھا کہ عذاب الٰہی سے ڈر کر راہ ہدایت اختیار کریں۔ آیات حاضرہ میں ترغیب کی صورت اختیار فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر شکرگذاری کی طرف متوجہ ہوں اور یہ سمجھیں کہ جو خدا مردہ زمین کو زندہ کرتا رہتا ہے وہ ایمانی حیثیت سے ایک مردہ قوم کو زندہ کردے۔ یہ کیا مشکل ہے۔ ف۲ یعنی یہ پھل اور میوے قدرت الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں، اُنکے ہاتھوں میں یہ طاقت نہیں کہ ایک انگور یا کھجور کا دانہ پیدا کرلیں۔ جو محنت اور تردد باغ لگانے اور اُسکی پرورش کرنے میں کیا جاتا ہے اُسکو بار آور کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور غور سے دیکھا جائے تو جو کام بظاہر اُنکے ہاتھوں سے ہوتا ہے وہ بھی فی الحقیقت حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت و طاقت اور اُسی کی مشیت و ارادہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر حیثیت سے اُس کی شکرگذاری اور احسان شناسی واجب ہوئی۔ (تنبیہ) مترجم محقق رحمہ اللہ نے "وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ" میں "مَا" کو نافیہ لیا ہے۔ کما ہو دأب اکثر المتأخرین۔ لیکن سلف سے عموماً "مَا" کا موصولہ ہونا منقول ہے اور اُسی کی تائید ابن مسعود کی قرأت "وَمِمَّا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ" سے ہوتی ہے۔ ف۳ یعنی نباتات میں، انسانوں میں اور دوسری مخلوقات میں جن کی اُنہیں پوری خبر بھی نہیں اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے ہیں خواہ تقابل کی حیثیت سے جیسے عورت، مرد، نر، مادہ، کھٹا میٹھا، سیاہ سفید، دن رات، اندھیرا اُجالا، یا تماثل کی حیثیت سے جیسے یکساں رنگ اور مزے کے پھل اور ایک شکل و صورت کے دو جانور۔ بہرحال مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا مماثل یا مقابل نہ ہو۔ یہ صرف خدا ہی کی ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی مقابل ہے نہ مماثل، کیونکہ مقابلہ یا مماثلت اُن چیزوں میں ہو سکتی ہے جو کسی درجہ میں فی الجملہ اشتراک رکھتی ہوں۔ خالق و مخلوق کا کسی حقیقت میں اشتراک ہی نہیں۔ ف۴ "سلخ" کہتے ہیں جانور کی کھال اُتارنے کو جس سے نیچے کا گوشت ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح سمجھو رات کی تاریکی پر دن کی چادر پڑی ہوئی ہے جس وقت یہ نور کی چادر اوپر سے اُتار لیجاتی ہے لوگ اندھیرے میں پڑے رہجاتے ہیں اُس کے بعد پھر سورج اپنی مقررہ رفتار سے معین وقت پر آکر سب جگہ اُجالا کرتا ہے۔ لیل و نہار کے ان تقلبات پر قیاس کرکے سمجھ لو کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم کو فنا کرکے دوبارہ زندہ کرسکتا ہے اور بیشک وہ ہی ایک خدا لائق پرستش ہے جس کے ہاتھ میں ان عظیم الشان انقلابات کی باگ ہے۔ جن سے ہم کو مختلف قسم کے فوائد پہنچتے ہیں۔ نیز جو قادر مطلق رات کو دن سے تبدیل کرتا ہے، کیا کچھ بعید ہے کہ بذریعہ آفتاب رسالت کے دنیا سے جہالت کی تاریکیوں کو دور کردے۔ لیکن رات دن اور چاند، سورج کے طلوع و غروب کی طرح ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ ف۵ سورج کی چال اور رستہ مقرر ہے اُسی پر چلا جاتا ہے۔ ایک انچ یا ایک منٹ اُس سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ جس کام پر لگا دیا ہے ہر وقت اُس میں مشغول ہے کسی دم قرار نہیں۔ رات دن کی گردش اور سال بھر کے چکر میں جس جس ٹھکانہ پر اُسے پہنچنا ہے پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے باذن خداوندی نیا دورہ شروع کرتا ہے۔ قرب قیامت تک اسی طرح کرتا رہیگا۔ تا آنکہ ایک وقت آئیگا جب اُس کو حکم ہوگا کہ جدھر سے غروب ہوا ہے اُدھر سے اُلٹا واپس آئے یہی وقت ہے جب باب توبہ بند کر دیا جائیگا۔ کما ورد فی الحدیث الصحیح۔ بات یہ ہے کہ اُس کے طلوع و غروب کا یہ سب نظام اُس زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے جسکے انتظام کو کوئی دوسرا شکست نہیں کرسکتا اور نہ اُس کی حکمت و دانائی پر کوئی حرف گیری کرسکتا ہے وہ خود جب چاہے اور جس طرح چاہے اُلٹ پلٹ کرے کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی (تنبیہ) اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث آئی ہے جس میں شمس کے تحت العرش سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔ یہاں اُس کی تشریح کا موقع نہیں۔ اس پر ہمارا مستقل مضمون "سجود الشمس" کے نام سے چھپا ہوا ہے۔ ملاحظہ کرلیا جائے ف۶ سورج کی طرح چاند ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا بلکہ روزانہ گھٹتا بڑھتا ہے۔ اُس کی اٹھائیس منزلیں اللہ نے مقرر کردی ہیں۔ اُن کو ایک معین نظام کے ساتھ درجہ بدرجہ طے کرتا ہے پہلی آیۃ میں رات دن کا بیان تھا، پھر سورج کا ذکر کیا جس سے سالوں اور فصلوں کی تشکیل ہوتی ہے۔ اب چاند کا تذکرہ کرتے ہیں جس کی رفتار سے قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے۔ چاند سورج مہینہ کے آخر میں ملتے ہیں تو چاند چھپ جاتا ہے۔ جب آگے بڑھتا ہے تو نظر آتا ہے پھر منزل بمنزل بڑھتا چلا جاتا اور چودھویں شب کو پورا ہو کر بعد میں گھٹنا شروع ہوتا ہے آخر رفتہ رفتہ اُسی پہلی حالت پر آپہنچتا اور کھجور کی پُرانی ٹہنی کی طرح پتلا، خمدار اور بے رونق سا ہو کر رہجاتا ہے۔ ف۷ سورج کی سلطنت دن میں ہے اور چاند کی رات میں، یہ نہیں ہو سکتا کہ چاند کی نور افشانی کے وقت سورج اُس کو آدبائے۔ یعنی دن آگے بڑھ کر رات کا کچھ حصہ اُڑالے یا رات سبقت کرکے دن کے ختم ہونے سے پہلے آجائے۔ جس زمانہ اور جس ملک میں جو اندازہ رات دن کا رکھ دیا ہے ان دُرات کی مجال نہیں کہ ایک منٹ آگے پیچھے ہو سکیں۔ ہر ایک سیارہ اپنے اپنے مدار میں پڑا چکر کھا رہا ہے اُس سے ایک قدم اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتا اور باوجود اس قدر سریع

يَأْكُلُونَ ﴿٣٣﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ

کھاتے ہیں ☆ اور بنائے ہم نے اُس میں باغ کھجور کے اور انگور کے اور بہادیے اُس میں بعضے

الْعُيُونِ ﴿٣٤﴾ لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٥﴾

چشمے ☆ کہ کھائیں اُنکے میووں سے ف۱ اور اُس کو بنایا نہیں اُنکے ہاتھوں نے پھر کیوں شکر نہیں کرتے ف۲

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ

پاک ذات ہے جس نے بنائے جوڑے سب چیز کے اُس قسم سے جو اُگاتی ہے زمین اور خود

أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾ وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ

اُن میں سے اور اُن چیزوں میں سے جنکی اُنکو خبر نہیں ف۳ اور ایک نشانی ہے اُنکو رات کھینچ لیتے ہیں ہم اُس پر سے دن کو

فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ

پھر تبھی یہ رہ جاتے ہیں اندھیرے میں ☆ اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستہ پر ف۴ یہ سادھا ہے

الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ

اُس زبردست باخبر نے ف۵ اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پھر آرہا جیسی ٹہنی

الْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ

پُرانی ف۶ نہ سورج سے ہو کہ پکڑلے چاند کو اور نہ رات

سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٤٠﴾ وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا

آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک چکر میں پیرتے ہیں ف۷ اور ایک نشانی ہے اُنکو کہ ہم نے اُٹھالی

ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿٤١﴾ وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ

اُن کی نسل کو اُس بھری ہوئی کشتی میں ☆ اور بنادیا ہم نے اُنکے واسطے کشتی جیسی چیزوں کو

مَا يَرْكَبُونَ ﴿٤٢﴾ وَإِن نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ

جس پر سوار ہوتے ہیں ف۸ اور اگر ہم چاہیں تو اُنکو ڈبادیں پھر کوئی نہ پہنچے اُنکی فریاد کو اور نہ وہ

يُنقَذُونَ ﴿٤٣﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ

چھڑائے جائیں ☆ مگر ہم اپنی مہربانی سے اور اُنکا کام چلانے کو ایک وقت تک ف۹ اور جب کہیئے اُن کو

بقیہ صفحہ ۵۷۴ حرکت اور کھلی ہوئی فضا کے نہ ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے نہ مقررہ انداز سے زیادہ تیز یا سست ہوتا ہے کیا یہ اس کا واضح نشان نہیں کہ یہ سب عظیم الشان مشینیں اور اُن کے تمام پرزے کسی ایک زبردست مدبر و دانا ہستی کے قبضۂ اقتدار میں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں پھر جو ہستی رات دن اور چاند سورج کا اول بدل کرتی ہے وہ تمہارے فنا کرنے اور فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہوگی؟ (العیاذ باللہ) (تنبیہ) حضرت شاہ صاحبؒ "لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ" کی تعبیر کا نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ سورج چاند اخیر مہینہ میں ملتے ہیں تو چاند پکڑتا ہے سورج کو۔ سورج چاند کو نہیں پکڑتا۔ اسی لیے لَا الْقَمَرُ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُدْرِكَ الشَّمْسَ نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم۔ ف۸ یعنی حضرت نوحؑ کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو آدم کی نسل کو اس بھری ہوئی کشتی پر سوار کر لیا جو حضرت نوحؑ نے بنائی تھی۔ ورنہ انسان کا تخم باقی نہ رہتا۔ پھر اسی کشتی کے نمونہ کی دوسری کشتیاں اور جہاز تمہارے لیے بنا دیے جن پر تم آج تک لدے پھرتے ہو۔ یا کشتیوں جیسی دوسری سواریاں پیدا کر دیں جن پر سوار ہوتے ہو۔ مثلاً اونٹ جن کو عرب "سفائن البر" (خشکی کی کشتیاں) کہا کرتے تھے۔ ف۹ یعنی یہ مشتِ استخواں انسان! دیکھو کیسے خوفناک سمندروں کو کشتی کے ذریعہ عبور کرتا ہے۔ جہاں بڑے بڑے جہازوں کی حقیقت ایک تنکے کے برابر نہیں۔ اگر اللہ اُس وقت غرق کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کون ہے جو فریاد کو پہنچے۔ مگر یہ اُس کی مہربانی اور مصلحت ہے کہ اس طرح سب بحری سواریوں کو غرق نہیں کر دیتا۔ کیونکہ اُس کی رحمت و حکمت مقتضی ہے کہ ایک معین وقت تک دنیا کا کام چلتا رہے۔ افسوس ہے کہ بہت لوگ اِن نشانیوں کو نہیں سمجھتے نہ اُس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں۔

اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَأْتِيهِم

بچو اس سے جو تمہارے سامنے آتا ہے اور جو پیچھے چھوڑتے ہو شاید تم پر رحم ہو ☆ اور کوئی حکم نہیں پہنچتا

مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

اُن کو اپنے رب کے حکموں سے جس کو وہ ٹلاتے نہ ہوں ف۱ اور جب کہیے اُن کو

أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ

خرچ کرو کچھ اللہ کا دیا کہتے ہیں منکر ایمان والوں کو ہم کیوں کھلائیں

مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٤٧﴾ وَيَقُولُونَ

ایسے کو کہ اللہ چاہتا تو اُس کو کھلا دیتا ف۲ تم لوگ تو بالکل بہک رہے ہو صریح ف۳ اور کہتے ہیں

مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً

کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ف۴ یہ تو راہ دیکھتے ہیں ایک چنگھاڑ

وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً

کی جو ان کو آپکڑیگی جب آپس میں جھگڑ رہے ہونگے ☆ پھر نہ کرسکیں گے کہ کچھ کہہ ہی مریں

وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ

اور نہ اپنے گھر کو پھر کر جاسکیں گے ف۵ اور پھونکی جائے صور پھر تبھی وہ قبروں سے

إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ

اپنے رب کی طرف پھیل پڑینگے ف۶ کہیں گے اے خرابی ہماری کس نے اُٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے ف۷

هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا

یہ وہ ہے جو وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے ف۸ بس ایک

صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ

چنگھاڑ ہوگی پھر اُسی دم وہ سارے ہمارے پاس پکڑے چلے آئیں ف۹ پھر آج کے دن

لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾

ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ذرا اور وہی بدلہ پاؤ گے جو کرتے تھے ف۱۰

ع ۱۸

فوائد صفحہ ہذا ف۱ سامنے آتا ہے جزا کا دن اور پیچھے چھوڑ کر اپنے اعمال یعنی جب کہا جاتا ہے کہ قیامت کی سزا اور بداعمالیوں کی شامت سے بچنے کی فکر کرو تا خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہو۔ تو نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے۔ ہمیشہ خدائی احکام سے روگردانی کرتے رہتے ہیں۔ ف۲ یعنی اور احکام الٰہی تو کیا مانتے، فقیروں مسکینوں پر خرچ کرنا تو اُن کے نزدیک بھی کارِ ثواب ہے لیکن یہی مسلم بات جب پیغمبر اور مومنین کی طرف سے کہی جاتی ہے تو نہایت بھونڈے طریقہ سے تمسخر کے ساتھ یہ کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں کہ جنہیں خود اللہ میاں نے کھانے کو نہیں دیا ہم انہیں کیوں کھلائیں۔ ہم تو اللہ کی مشیت کے خلاف کرنا نہیں چاہتے اگر اُس کی مشیت ہوتی تو ان کو فقیر و محتاج اور ہمیں غنی و تونگر نہ بناتا۔ خیال کرو اس حماقت اور بے حیائی کا کیا ٹھکانا ہے کیا خدا کسی کو دینا چاہے تو اُس کی یہی ایک صورت ہے کہ خود بلا واسطہ رزق اُس کے ہاتھ پر رکھ دے۔ اگر وسائط سے دلانا بھی اُس کی مشیت سے ہے تو تم نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ اللہ ان کو روٹی دینا نہیں چاہتا۔ یہ تو اُس کا امتحان ہے کہ اغنیاء کو فقراء کی اعانت پر مامور فرمایا اور اُن کے توسط سے رزق پہنچانے کا سامان کیا جو اس امتحان میں ناکامیاب رہا اُسے اپنی بدبختی اور شقاوت پر رونا چاہیے (تنبیہ) بعض سلف کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات بعض زنادقہ کے حق میں ہیں۔ اس صورت میں اُن کے اس قول کو تمسخر پر حمل نہ کیا جائیگا بلکہ حقیقت پر رکھیں گے۔ ف۳ اگر یہ جز کفار کے قول کا تتمہ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اے گروہ مومنین! تم صریح گمراہی میں پڑے ہو جو ایسے لوگوں کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو جن کا خدا پیٹ بھرنا نہیں چاہتا لیکن ظاہر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُن کفار کو خطاب ہے کہ کس قدر بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ گمراہی ہے کہ نیک کام میں تقدیر کے حوالے کرنا اور اپنے مزے میں لالچ پر دوڑنا"۔ ف۴ یعنی یہ قیامت اور عذاب کی دھمکیاں کب پوری ہونگی۔ اگر سچے ہو تو جلد پوری کر کے دکھلا دو ف۵ یعنی قیامت ناگہاں آپکڑیگی اور وہ اپنے معاملات میں غرق ہونگے۔ جس وقت پہلا صور پھونکا جائیگا سب ہوش و حواس جاتے رہیں گے اور آخر مر کر ڈھیر ہو جائیں گے۔ اتنی فرصت بھی نہ ملیگی کہ وصیت کر مرنے سے پہلے کسی کو کچھ کہنا چاہیں تو کہہ گذریں۔ یا جو گھر سے باہر تھے وہ گھر واپس جا سکیں۔ ف۶ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائیگا تو سب زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہونگے اور فرشتے اُن کو جلد جلد دھکیل کر میدان حشر میں لیجائیں گے۔ ف۷ شاید نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ کے درمیان اُن پر نیند کی حالت طاری کر دیجائے۔ یا قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر عذاب قبر کو اہون سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دینگے۔ یا "مرقد" بمعنی مضجع کے ہو، نیند کی کیفیت سے تجرید کر لیجائے۔ واللہ اعلم۔ ف۸ یہ جواب اللہ کی طرف سے اُس وقت ملیگا یا مستقبل کو حاضر قرار دیکر اب جواب دے رہے ہیں یعنی کیا پوچھتے ہو کس نے اُٹھا دیا۔ ذرا آنکھیں کھولو۔ یہ وہی اُٹھانا ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن کی طرف سے کیا گیا تھا اور پیغمبر جسکی خبر برابر دیتے رہے تھے ف۹ یعنی کوئی متنفس نہ بھاگ سکیگا نہ روپوش ہو سکیگا۔ ف۱۰ یعنی نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی نہ جرم کی حیثیت سے زیادہ سزا ملے گی۔ ٹھیک ٹھیک انصاف ہوگا اور جو نیک و بد کرتے تھے فی الحقیقت عذاب و ثواب کی صورت میں وہی سامنے آ جائیگا۔

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوٰجُهُمْ

تحقیق بہشت کے لوگ آج ایک مشغلہ میں ہیں باتیں کرتے ☆ وہ اور اُن کی عورتیں

فِي ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيْهَا فٰكِهَةٌ وَّلَهُمْ

سایوں میں تختوں پر بیٹھے ہیں تکیہ لگائے ☆ اُنکے لیے وہاں ہر میوہ اور اُنکے لیے ہے

مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ

جو کچھ مانگیں ف۱ سلام بولنا ہے رب مہربان سے ف۲ اور تم الگ ہو جاؤ آج

أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا

اے گنہگارو ف۳ میں نے نہ کہہ رکھا تھا تم کو اے آدم کی اولاد کہ نہ پوجیو

الشَّيْطٰنَ ۚ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّأَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا

شیطان کو وہ کھلا دشمن ہے تمہارا ☆ اور یہ کہ پوجو مجھ کو یہ

صِرٰطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُوْنُوْا

راہ ہے سیدھی ف۴ اور وہ بہکا لے گیا تم میں سے بہت خلقت کو پھر کیا تم کو سمجھ

تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا

نہ تھی ☆ یہ دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ تھا ☆ جا پڑو اس میں

الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى أَفْوٰهِهِمْ وَ

آج کے دن بدلا اپنے کفر کا ف۵ آج ہم مہر لگا دینگے اُن کے منہ پر اور

تُكَلِّمُنَآ أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾

بولیں گے ہم سے اُن کے ہاتھ اور بتلائیں گے اُنکے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے ف۶

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرٰطَ فَأَنّٰى

اور اگر ہم چاہیں مٹا دیں اُن کی آنکھیں پھر دوڑیں رستہ پانے کو پھر کہاں سے

يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا

سوجھے ☆ اور اگر ہم چاہیں صورت مسخ کر دیں اُنکی جہاں کی تہاں پھر نہ آگے چل سکیں

ف۱ بہشت میں ہر قسم کے عیش و نشاط کا سامان ہوگا۔ دنیا کی مکروہات سے چھوٹ کر آج یہ ہی اُن کا مشغلہ ہوگا۔ وہ اور اُن کی عورتیں آپس میں گھل مل کر اعلیٰ درجہ کے خوشگوار سایوں میں مسہریوں پر آرام کر رہے ہونگے۔ ہر قسم کے میوے اور پھل وغیرہ اُن کے لیے حاضر ہونگے بس خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی جنتیوں کے دل میں طلب اور تمنا ہوگی وہ ہی دیجائے گی، اور منہ مانگی مُرادیں ملیں گی۔ یہ تو جسمانی لذائذ کا حال ہوا، آگے رُوحانی نعمتوں کی طرف سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ" سے اک ذرا سا اشارہ فرماتے ہیں۔
ف۲ یعنی اُس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائیگا۔ خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے بلا واسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائیں گے اُس وقت کی عزت و لذت کا کیا کہنا۔ اللّٰھم ارزقنا ہذہ النعمۃ العظمیٰ بحرمۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ف۳ یعنی جنتیوں کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ تمہارا مقام دوسرا ہے جہاں رہنا ہوگا۔ ف۴ یعنی اسی دن کے لیے تم کو انبیاء علیہم السّلام کی زبانی بار بار سمجھایا گیا تھا کہ شیطان لعین کی پیروی مت کرنا جو تمہارا صریح دشمن ہے وہ جہنم میں پہنچائے بغیر نہ چھوڑیگا۔ اگر ابدی نجات چاہتے ہو تو یہ سیدھی راہ پڑی ہوئی ہے اُس پر چلے آؤ اور اکیلے ایک خدا کی پرستش کرو۔ ف۵ یعنی افسوس اتنی نصیحت و فہمائش پر بھی تم کو عقل نہ آئی اور اُس ملعون نے ایک خلقت کو گمراہ کر چھوڑا کیا تمہیں اتنی سمجھ نہ تھی کہ دوست دشمن میں تمیز کر سکتے۔ اور اپنے نفع نقصان کو پہچانتے۔ دنیا کے کاموں میں تو اس قدر ہشیاری اور ذہانت دکھلاتے تھے مگر آخرت کے معاملہ میں اتنے غبی بن گئے کہ موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی لیاقت نہ رہی۔ اب اپنی حماقتوں کا خمیازہ بھگتو یہ دوزخ تیار ہے جس کا بصورت کفر اختیار کرنے کے تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کفر کا ٹھکانا یہ ہی ہے۔ چاہیئے کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ۔ ف۶ یعنی آج اگر یہ لوگ اپنے جرموں کا زبان سے اعتراف نہ بھی کریں تو کیا ہوتا ہے، ہم منہ پر مہر لگا دینگے اور ہاتھ پاؤں کان آنکھ حتیٰ کہ بدن کی کھال کو حکم دیا جائیگا کہ اُن کے ذریعہ سے جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا بیان کریں چنانچہ ہر ایک عضو اللہ کی قدرت سے گویا ہوگا اور اُنکے جرموں کی شہادت دیگا۔ کما قال تعالیٰ "حَتّٰٓى إِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصٰرُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" (حٰم السجدہ رکوع ۳) وقال تعالیٰ فی موضع آخر "قَالُوْٓا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ" (حٰم السجدہ رکوع ۳)

ف۱ یعنی جیسے انہوں نے ہماری آیتوں سے آنکھیں بند کر لی ہیں اگر ہم چاہیں تو دنیا ہی میں بطور سزا کے انکی ظاہری بینائی چھین کر چٹ اندھا کر دیں کہ ادھر ادھر جانے کا راستہ بھی نہ سوجھے اور جس طرح یہ لوگ شیطانی راستوں سے ہٹ کر اللہ کی راہ پر چلنا نہیں چاہتے، ہم کو قدرت ہے کہ ان کی صورتیں بگاڑ کر بالکل اپاہج بنا دیں کہ پھر یہ کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکیں پر ہم نے ایسا نہ چاہا اور ان جوارح و قویٰ سے ان کو محروم نہیں کیا۔ یہ ہماری طرف سے مہلت اور ڈھیل تھی۔ آج وہ ہی آنکھیں اور ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ ان بیہودوں نے ہم کو کن نالائق کاموں میں لگایا تھا۔ ف۲ یعنی آنکھیں چھین لینا اور صورت بگاڑ کر اپاہج بنا دینا کچھ مستبعد مت سمجھو۔ دیکھتے نہیں! ایک تندرست اور مضبوط آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر کس طرح دیکھنے، سننے اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیا جاتا ہے۔ گویا بچپن میں جیسا کمزور و ناتواں اور دوسروں کے سہارے کا محتاج تھا، بڑھاپے میں پھر اسی حالت کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے۔ تو کیا جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں انکی قوتیں سلب کر لیتا ہے، جوانی میں نہیں کر سکتا؟ ف۳ یعنی اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ حقائق واقعیہ ہیں۔ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں۔ اس پیغمبر کو ہم نے قرآن دیا ہے جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تک بندیاں ہوں، بلکہ آپ کی طبع مبارک کو فطری طور پر اس فن شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں۔ آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں رجز وغیرہ کے موقع پر کبھی ایک آدھ مرتبہ زبان مبارک پر مقفیٰ عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے سانچہ میں ڈھل گئی ہو وہ الگ بات ہے۔ اسے شاعری یا شعر کہنا نہیں کہتے۔ آپ خود تو شعر کیا کہتے کسی دوسرے شاعر کا شعر یا مصرع بھی زندگی بھر میں دو چار مرتبہ سے زائد نہیں پڑھا۔ اور پڑھتے وقت اکثر اس میں ایسا تغیر کر دیا کہ شعر شعر نہ رہے۔ محض مطلب شاعر ادا ہو جائے۔ غرض آپ کی طبع شریف کو شاعری سے مناسبت نہیں دی گئی تھی کیونکہ یہ چیز آپ کے منصب جلیل کے لائق نہ تھی۔ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدون ادنیٰ ترین کذب و غلو کے روشناس کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شاعریت کا حسن و کمال کذب و مبالغہ، خیالی بلند پروازی۔ اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں۔ شعر میں اگر کوئی جزء محمود ہے تو اسکی تاثیر اور دلنشینی ہو سکتی ہے۔ سو یہ چیز قرآن کی نثر میں اس درجہ پر پائی جاتی ہے کہ ساری دنیا کے شاعر مل کر بھی اپنے کلاموں کے مجموعہ میں پیدا نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کے اسلوب بدیع کو دیکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا نظم کی اصلی روح نکال کر نثر میں ڈالدی گئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فصیح و عاقل دنگ ہو کر قرآن کو شعر یا سحر کہنے لگتے تھے۔ حالانکہ شعر و سحر کو قرآن سے کیا نسبت؟ کیا شاعری اور جادوگری کی بنیاد پر دنیا میں کبھی قومیت و روحانیت کی ایسی عظیم الشان اور لازوال عمارتیں کھڑی ہوئی ہیں جو قرآنی تعلیم کی اساس پر آج تک قائم شدہ دیکھتے ہو۔ یہ کام شاعروں کا نہیں پیغمبروں کا ہے کہ خدا کے حکم سے مردہ قلوب کو ابدی زندگی عطا کرتے ہیں حق تعالیٰ نے عرب کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا کہ آپ پہلے سے شاعر تھے شاعری کی ترقی کر کے نبی بن بیٹھے ف۴ یعنی زندہ دل آدمی قرآن سن کر اللہ سے ڈرے اور منکروں پر حجت تمام ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس میں جان ہو یعنی نیک اثر پکڑتا ہو اس کے فائدہ کو اور منکروں پر الزام اتارنے کو" ف۵ آیات تنزیلیہ کے بعد پھر آیات تکوینیہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یعنی ایک طرف قرآن کی پند و نصیحت کو سنو اور دوسری طرف غور سے دیکھو کہ اللہ کے کیسے کیسے انعام و احسان تم پر ہوئے ہیں، اونٹ، گائے، بکری، گھوڑے، خچر وغیرہ

مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ

اور نہ وہ الٹے پھر سکیں ف۱ اور جس کو ہم بوڑھا کریں اوندھا کریں اسکی پیدائش میں

اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ

پھر کیا ان کو سمجھ نہیں ف۲ اور ہم نے نہیں سکھایا اس کو شعر کہنا اور یہ اسکے لائق نہیں یہ تو

اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ

خالص نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف ف۳ تاکہ ڈر سنائے اسکو جس میں جان ہو اور ثابت ہو

الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ

الزام منکروں پر ف۴ کیا اور نہیں دیکھتے وہ کہ ہم نے بنا دیے انکے واسطے اپنے ہاتھوں کی

اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا

بنائی ہوئی چیزوں سے چوپائے پھر وہ انکے مالک ہیں ف۵ اور عاجز کر دیا انکو انکے آگے پھر ان میں

رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ

کوئی ہے انکی سواری اور کسی کو کھاتے ہیں ☆ اور انکے واسطے چارپایوں میں فائدے ہیں اور پینے کے گھاٹ

اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ

پھر کیوں شکر نہیں کرتے ف۶ اور پکڑتے ہیں اللہ کے سوائے اور حاکم کہ شاید ان کی

يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾

مدد کریں ☆ نہ کر سکیں گے ان کی مدد اور یہ انکی فوج ہو کر پکڑے آئینگے

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَمْ يَرَ

اب تو غمگین مت ہو انکی بات سے ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں ف۸ کیا دیکھتا

الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَ

نہیں انسان کہ ہم نے اس کو بنایا ایک قطرہ سے پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑنے بولنے والا ف۹ اور

ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾

بٹھلاتا ہے ہم پر ایک مثل اور بھول گیا اپنی پیدائش کہنے لگا کون زندہ کریگا ہڈیوں کو جب کھوکھری ہو گئیں

جانوروں کو تمنے نہیں بنایا اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے۔ پھر تم کو محض اپنے فضل سے ان کا مالک بنا دیا کہ جہاں چاہو بیچو اور جو چاہو کام لو۔ ف۶ دیکھو کتنے بڑے بڑے عظیم الجثہ، قوی ہیکل جانور انسان ضعیف البنیان کے سامنے عاجز و مسخر کر دیے۔ ہزاروں اونٹوں کی قطار کو ایک خورد سال بچہ نکیل پکڑ کر جدھر چاہے لیجائے ذرا کان نہیں ہلاتے کیسے کیسے شہ زور جانوروں پر آدمی سواری کرتا ہے اور بعض کو کاٹ کر اپنی غذا بناتا ہے۔ علاوہ گوشت کھانے کے ان کی کھال، ہڈی، اون وغیرہ سے کس قدر فوائد حاصل کیے جاتے ہیں ان کے تھن کیا ہیں گویا دودھ کے چشمے ہیں۔ ان ہی چشموں کے گھاٹ سے کتنے آدمی سیراب ہوتے ہیں لیکن شکر گذار بندے بہت تھوڑے ہیں۔ ف۷ یعنی جس خدا نے یہ نعمتیں مرحمت فرمائیں اس کا یہ شکر ادا کیا کہ اس کے مقابل دوسرے حاکم اور معبود ٹھہرا لیے جنہیں سمجھتے ہیں کہ آڑے وقت میں کام آئیں گے اور مدد کریں گے سو یاد رکھو! وہ تمہاری تو کیا اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں جب تم کو مدد کی ضرورت ہوگی اس وقت گرفتار ضرور کرا دیں گے۔ تب پتہ لگے گا کہ جن کی حمایت میں عمر بھر لڑتے رہے تھے وہ آج کس طرح آنکھیں دکھانے لگے۔ ف۸ یعنی جب خود ہمارے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے تو آپ ان کی بات سے غمگین و دلگیر نہ ہوں اپنا فرض ادا کر کے ہمارے حوالہ کریں۔ ہم ان کے ظاہری و باطنی احوال سے خوب واقف ہیں ٹھیک ٹھیک بھگتان کر دیں گے۔ ف۹ یعنی انسان اپنی اصل کو یاد نہیں رکھتا کہ وہ ایک ناچیز قطرہ تھا، خدا نے کیا سے کیا بنا دیا۔ اس پانی کی بوند کو (بقیہ بر صفحہ ۵۷۸)

بقیہ صفحہ ۵۷۷۔ وہ زور اور قوتِ گویائی عطا کی کہ بات بات پر جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا۔ حتیٰ کہ آج اپنی حد سے بڑھ کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ ف۱ یعنی دیکھتے ہو! خدا پر کیسے فقرے چپاں کرتا ہے۔ گویا اُس قادرِ مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح فرض کر لیا ہے جو کہتا ہے کہ آخر جب بدن گل سڑ کر صرف ہڈیاں رہ گئیں وہ بھی بوسیدہ پرانی اور کھوکھری، تو انہیں دوبارہ کون زندہ کریگا۔ ایسا سوال کرتے وقت اُسے اپنی پیدائش یاد نہیں رہی ورنہ اس قطرۂ ناچیز کو ایسے الفاظ کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اپنی اصل پر نظر کر کے کچھ شرماتا اور کچھ عقل سے کام لے کر اپنے سُوال کا جواب بھی حاصل کر لیتا جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی اُسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہیئے۔ (وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ) اور اُس قادرِ مطلق کے لیئے تو سب ہی چیز آسان ہے پہلی مرتبہ ہو یا دوسری مرتبہ، وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے اور بدن کے اجزاء اور ہڈیوں کے ریزے جہاں کہیں منتشر ہوگئے ہوں اُن کا ایک ایک ذرہ اُس کے علم میں ہے۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾

تو کہہ اُن کو زندہ کریگا جس نے بنایا اُن کو پہلی بار اور وہ سب بنانا جانتا ہے ف۱

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾

جس نے بنادی تم کو سبز درخت سے آگ پھر اب تم اُس سے سلگاتے ہو ف۲

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ

کیا جس نے بنائے آسمان اور زمین نہیں بنا سکتا ان جیسے

بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨١﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ

کیوں نہیں اور وہی ہے اصل بنانے والا سب کچھ جاننے والا ف۳ اُس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اُس کو

كُنْ فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

ہو وہ اُسی وقت ہو جائے ف۴ سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر چلے جاؤ گے ف۵

سُورَةُ الصَّافَّاتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَاثْنَانِ وَثَمَانُونَ آيَةً وَفِيهَا خَمْسُ رُكُوعَاتٍ

سورہ صافات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو بیاسی ۱۸۲ آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالصَّافَّاتِ صَفًّا ﴿١﴾ فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا ﴿٢﴾ فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا ﴿٣﴾ إِنَّ

قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر ف۶ پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر ف۷ پھر پڑھنے والوں کی یاد کر کر ف۸ بیشک

إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ

حاکم تمہارا ایک ہے ف۹ رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ انکے بیچ میں ہے اور رب

الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا

مشرقوں کا ف۱۰ ہم نے رونق دی ورلے آسمان کو ایک رونق جو تارے ہیں ف۱۱ اور بچاؤ بنایا

مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَارِدٍ ﴿٧﴾ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ

ہر شیطان سرکش سے ف۱۲ سُن نہیں سکتے اوپر کی مجلس تک اور پھینکے جاتے ہیں اُن

ف۲ یعنی اول پانی سے سبز و شاداب درخت تیار کیا پھر اسی تر و تازہ درخت کو سکھا کر ایندھن بنا دیا جس سے اب تم آگ نکال رہے ہو۔ پس جو خدا ایسی متضاد صفات کو ادل بدل کر سکتا ہے کیا وہ ایک چیز کی موت و حیات کے اُلٹ پھیر پر قادر نہیں؟! (تنبیہ) بعض سلف نے "شجرِ اخضر" (سبز درخت) سے خاص وہ درخت مُراد لیئے ہیں جن کی شاخوں کو آپس میں رگڑنے سے آگ نکلتی ہو۔ جیسے بانس کا درخت ہے یا عرب میں مرخ اور عفار تھے۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی جس نے آسمان و زمین جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کیں اُسکو اِن کافروں جیسی چھوٹی چیزوں کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

ف۴ یعنی کسی چھوٹی بڑی چیز کے پہلی مرتبہ یا دوبارہ بنانے میں اُسے دِقت ہی کیا ہو سکتی ہے اُس کے ہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے۔ جہاں کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور کہا ہو جا! فوراً ہوئی رکھی ہے۔ ایک سکنڈ کی تاخیر نہیں ہو سکتی۔ (تنبیہ) میرے خیال میں اس آیت کو پہلی آیت کے ساتھ ملا کر یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے خلق بدن کا ذکر تھا۔ یہاں نفخِ روح کا مطلب سمجھا دیا۔ واللہ اعلم۔ راجع فوائد سورۂ الاسراء تحت بحث الروح۔ ف۵ یعنی وہ اعلیٰ ترین ہستی جس کے ہاتھ میں فی الحال بھی اوپر سے نیچے تک تمام مخلوقات کی زمام حکومت ہے اور آئندہ بھی اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ پاک ہے عجز و سفہ اور ہر قسم کے عیب و نقص سے۔

تم سورۂ یٰسٓ وللہ الحمد والمنہ

ف۶ یعنی جو صف باندھ کر قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں، خواہ فرشتے ہوں جو حکم الٰہی سننے کو اپنے اپنے مقام پر درجہ بدرجہ کھڑے ہوتے ہیں۔ یا عبادت گذار انسان جو نماز اور جہاد وغیرہ میں صف بندی کرتے ہیں۔ (تنبیہ) قسم محاورات میں تاکید کے لیئے ہے جو اکثر منکر کے مقابلہ میں استعمال کیجاتی ہے لیکن بسا اوقات محض ایک مضمون کو مہتم بالشان ظاہر کرنے کے لیئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی قسموں کا تتبع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عموماً مُقسم بہ، مقسم علیہ کے لیئے بطور ایک شاہد یا دلیل کے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۷ یعنی جو فرشتے شیطانوں کو ڈانٹ کر بھگاتے ہیں تا استراق سمع کے ارادہ میں کامیاب نہ ہوں یا بندوں کو نیکی کی بات سجھا کر معاصی سے روکتے ہیں۔ یا وہ نیک آدمی جو خود اپنے نفس کو بدی سے روکتے اور دوسروں کو بھی شرارت پر ڈانٹتے جھڑکتے رہتے ہیں خصوصاً میدان جہاد میں کفار کے مقابلہ پر اُن کی ڈانٹ ڈپٹ بہت سخت ہوتی ہے۔ ف۸ یعنی وہ فرشتے یا آدمی جو اللہ کے احکام سُننے کے بعد پڑھتے اور یاد کرتے ہیں ایک دوسرے کے بتانے کو۔ ف۹ بیشک آسمان پر فرشتے اور زمین پر خدا کے نیک بندے ہر زمانہ میں قولاً و فعلاً شہادت دیتے رہے ہیں کہ سب کا مالک و معبود ایک ہے اور ہم اُسی کی رعیت ہیں۔ ف۱۰ شمال سے جنوب تک ایک طرف مشرقین ہیں۔ سورج کی ہر روز کی جُدا اور ہر ستارے کی جُدا۔ یعنی وہ نقطے جن سے اُن کا طلوع ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف اتنی ہی مغربین ہیں۔ شاید مغارب کا ذکر یہاں اس لیئے نہیں کیا کہ مشارق سے بطور مقابلہ کے خود ہی سمجھ میں آجائینگی اور ایک حیثیت سے طلوع شمس و کواکب کو حق تعالیٰ کی شان حکومت و عظمت کے ثابت کرنے میں بہ نسبت غروب کے زیادہ دخل ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۱ یعنی اندھیری رات میں یہ آسمان بے شمار ستاروں کی جگمگاہٹ سے دیکھنے والوں کو کیسا خوبصورت، مزین اور پُر رونق معلوم ہوتا ہے۔ ف۱۲ یعنی تاروں سے آسمان کی زینت و آرائش ہے۔ اور بعض تاروں کے ذریعہ سے جو ٹوٹتے ہیں شیطانوں کو روکنے اور دفع کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ ٹوٹنے والے ستارے کیا ہیں۔ آیا کواکب نوریہ کے علاوہ کوئی مستقل نوع کواکب کی ہے یا کواکب نوریہ کی شعاعوں ہی سے ہوا مشتعل ہو کر ایک طرح کی آتش سوزاں پیدا ہو جاتی ہے یا خود کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر گرتے ہیں؟ اس میں علماء و حکماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بہرحال اُن کی حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو، رجم شیاطین کا کام بھی اُن سے لیا جاتا ہے اس کی کچھ تفصیل سورۂ حجر کے فوائد میں گذر چکی ملاحظہ کر لیجائے۔

مِن كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ﴿٩﴾ إِلَّا مَنْ خَطِفَ

ہر طرف سے ☆ بھگانے کو ف۱ اور اُن پر مار ہے ہمیشہ کو ف۲ مگر جو کوئی اُچک لایا

الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَم مَّنْ

جھٹ سے پھر پیچھے لگا اُس کے انگارا چمکتا ف۳ اب پوچھ اِن سے کیا یہ بنانے مشکل ہیں یا جتنی

خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿١٢﴾

خلقت کہ ہم نے بنائی ف۴ ہم نے ہی اُنکو بنایا ہے ایک چپکتے گارے سے ف۵ بلکہ تو کرتا ہے تعجب اور وہ کرتے ہیں ٹھٹھے ف۶

وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوا

اور جب اُنکو سمجھایئے نہیں سوچتے ☆ اور جب دیکھیں کچھ نشانی ہنسی میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں

إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا

اور کچھ نہیں یہ تو کھلا جادو ہے ف۷ کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں تو کیا ہم کو

لَمَبْعُوثُونَ ﴿١٦﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنتُمْ دَاخِرُونَ ﴿١٨﴾

پھر اُٹھائیں گے ☆ کیا اور ہمارے اگلے باپ دادوں کو بھی ف۸ تو کہہ کہ ہاں اور تم ذلیل ہوگے ☆

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا

سو وہ اُٹھانا تو یہی ہے ایک جھڑکی پھر اسی وقت یہ لگیں گے دیکھنے ف۹ اور کہیں گے اے خرابی ہماری یہ

يَوْمُ الدِّينِ ﴿٢٠﴾ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢١﴾

آگیا دن جزا کا ف۱۰ یہ ہے دن فیصلہ کا جس کو تم جھٹلاتے تھے ف۱۱

احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٢﴾ مِن

جمع کرو گنہگاروں کو اور اُنکے جوڑوں کو اور جو کچھ پوجتے تھے ف۱۲

دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ ۖ إِنَّهُم

اللہ کے سوائے پھر چلاؤ اُن کو دوزخ کی راہ پر ف۱۳ اور کھڑا رکھو اُن کو اُن سے

مَّسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾

پوچھنا ہے ف۱۴ کیا ہوا تم کو ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے کوئی نہیں وہ آج اپنے آپ کو پکڑوا دیتے ہیں ف۱۵

ف۱ اوپر کی مجلس سے مراد فرشتوں کی مجلس ہے۔ یعنی شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ فرشتوں کی مجلس میں پہنچ کر کوئی بات وحی الٰہی کی سُن آئیں۔ جب ایسا ارادہ کرکے اوپر آسمانوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو جس طرف سے جاتے ہیں اُدھر ہی سے فرشتے دھکے دے کر اور مار مار کر بھگا دیتے ہیں۔ ف۲ یعنی دنیا میں ہمیشہ یوں ہی مار پڑتی رہیگی اور آخرت کا دائمی عذاب الگ رہا۔ ف۳ یعنی اسی بھاگ دوڑ میں جلدی سے کوئی ایک آدھ بات اُچک لایا۔ اس پر بھی فرشتے شہاب ثاقب سے اُس کا تعاقب کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل سورۂ "حجر" کے شروع میں گذر چکی۔ ف۴ یعنی منکرین بعث سے دریافت کیجئے کہ آسمان، زمین، ستارے، فرشتے، شیاطین وغیرہ مخلوقات کا پیدا کرنا اُن کے خیال میں زیادہ مشکل کام ہے یا خود اُن کا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کرچکنے کے بعد۔ ظاہر ہے جو خدا ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانے والا ہے اُسے اِن کا دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہوگا۔ ف۵ یعنی اُن کی اصل حقیقت ہمیں سب معلوم ہے۔ ایک طرح کے چپکتے گارے سے جس کا پُتلا ہم نے تیار کیا۔ آج اُس کے یہ دعوے ہیں کہ آسمان و زمین کا بنانے والا اُس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں جس طرح پہلے تجھ کو مٹی سے بنایا دوبارہ بھی مٹی سے نکال کر کھڑا کر دینگے۔ ف۶ یعنی تجھ کو اُن پر تعجب آتا ہے کہ ایسی صاف باتیں کیوں نہیں سمجھتے اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں کہ یہ (نبی) کس قسم کی بے سرو پا باتیں کر رہا ہے۔ (العیاذ باللہ) ف۷ یعنی نصیحت سُن کر غور و فکر نہیں کرتے اور جو معجزات و نشانات دیکھتے ہیں اُنہیں جادو کہہ کر ہنسی میں اُڑا دیتے ہیں۔ ف۸ وہی مرغے کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں۔ کہ صاحب جب ہمارا بدن خاک میں مل کر مٹی ہوگیا صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے باپ دادا جن کو مرے ہوئے قرن گذر گئے شاید ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، ہم کس طرح مان لیں کہ یہ سب پھر از سر نو زندہ کرکے کھڑے کر دیے جائیں گے۔ ف۹ یعنی ہاں ضرور اُٹھائے جاؤ گے اور اُس وقت ذلیل و رسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتو گے۔ ف۱۰ یعنی ایک ڈانٹ میں سب اُٹھ کھڑے ہونگے اور حیرت و دہشت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں گے (یہ ڈانٹ یا جھڑکی نفخ صور کی ہوگی)۔ ف۱۱ یعنی یہ تو سچ مچ جزا کا دن آپہنچا جس کی انبیاء خبر دیتے اور ہم ہنسی اُڑایا کرتے تھے۔ ف۱۲ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا۔ ف۱۳ یہ حکم ہوگا فرشتوں کو کہ ان سب کو اکٹھا کرکے دوزخ کا راستہ بتاؤ۔ (تنبیہ) ازواج (جوڑوں) سے مراد ہیں ایک قسم کے گنہگار یا اُن کی کافر بیویاں۔ اور "مَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ" سے اصنام و شیاطین وغیرہ مراد ہیں۔ ف۱۴ حکم کے بعد کچھ دیر ٹھہرائیں گے تاکہ اُن سے ایک سوال کیا جائے جو آگے "مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ" میں مذکور ہے۔ ف۱۵ یعنی دنیا میں تو "نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ" کہا کرتے تھے۔ (کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں) آج کیا ہوا کہ کوئی اپنے ساتھی کی مدد نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ایک بدون کان ہلائے ذلیل ہو کر پکڑا ہوا چلا آرہا ہے۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا

اور منہ کیا بعضوں نے بعضوں کی طرف لگے پوچھنے ☆ بولے تم ہی تھے کہ آتے تھے ہم پر

عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ

داہنی طرف سے ف۱ وہ بولے کوئی نہیں پر تم ہی نہ تھے یقین لانے والے ☆ اور ہمارا تم پر کچھ

مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا

زور نہ تھا پر تم ہی تھے لوگ حد سے نکل چلنے والے ☆ سو ثابت ہو گئی ہم پر بات ہمارے رب کی بیشک

لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ

ہم کو مزہ چکھنا ہے ☆ ہم نے تم کو گمراہ کیا جیسے ہم خود تھے گمراہ ف۲ سو وہ سب اُس دن تکلیف میں

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا

شریک ہیں ف۳ ہم ایسا ہی کرتے ہیں گنہگاروں کے حق میں ☆ وہ تھے کہ

قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا

اُن سے جب کوئی کہتا کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے تو غرور کرتے ف۴ اور کہتے کیا ہم چھوڑ دینگے

اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

اپنے معبودوں کو کہنے سے ایک شاعر دیوانے کے کوئی نہیں وہ لیکر آیا ہے سچا دین اور سچا مانتا ہے سب رسولوں کو ف۵

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾

بیشک تم کو چکھنا ہے عذاب دردناک ☆ اور وہی بدلا پاؤ گے جو کچھ تم کرتے تھے ف۶

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾

مگر جو بندے اللہ کے ہیں چنے ہوئے ف۷ وہ لوگ جو ہیں اُنکے واسطے روزی ہے مقرر ☆

فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾

میوے ف۸ اور اُن کی عزت ہے ف۹ نعمت کے باغوں میں تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے ☆

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾

لوگ لیے پھرتے ہیں اُنکے پاس پیالہ شراب صاف کا ☆ سفید رنگ مزہ دینے والی پینے والوں کو ☆

ف۱ "یمین" (داہنے ہاتھ) میں عموماً زور و قوت زائد ہوتی ہے یعنی تم ہی تھے جو ہم پر چڑھے آتے تھے بہکانے کو زور دکھلا کر اور مرعوب کر کے۔ یا یمین سے مراد خیر و برکت کی جانب لیجائیے یعنی تم ہی تھے کہ ہم پر چڑھائی کرتے تھے بھلائی اور نیکی سے روکنے کے لیے۔ یہ گفتگو اتباع اور متبوعین (زبردستوں اور زیردستوں) کے درمیان ہوگی۔ ف۲ یعنی خود تو ایمان نہ لائے ہم پر الزام رکھتے ہو۔ ہمارا تم پر کیا زور تھا جو دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے تم لوگ خود ہی عقل و انصاف کی حد سے نکل گئے۔ کر بے لوث ناصحین کا کہنا نہ مانا اور ہمارے بہکائے میں آگئے۔ اگر عقل و فہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ رہے ہم سو ظاہر ہے خود گمراہ تھے، ایک گمراہ سے بجز گمراہی کی طرف بلانے کے اور کیا توقع ہو سکتی ہے ہم نے وہی کیا جو ہمارے حال کے مناسب تھا لیکن تم کو کیا مصیبت نے گھیرا تھا کہ ہمارے جھلوں میں آگئے بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی اور اُس کی وہی بات لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ الخ ثابت ہو کر رہی۔ آج ہم سب کو اپنی اپنی غلط کاریوں اور بدمعاشیوں کا مزہ چکھنا ہے۔ ف۳ یعنی سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہونگے جیسے جرم میں شریک تھے۔ ف۴ یعنی اُن کا کبر و غرور مانع ہے کہ نبی کے ارشاد سے یہ کلمہ (لا الٰہ الا اللہ) زبان پر لائیں جس سے اُن کے جھوٹے معبودوں کی نفی ہوتی ہے خواہ دل میں اُسے سچ ہی سمجھتے ہوں۔ ف۵ یعنی شاعروں کا جھوٹ تو مشہور ہے۔ پھر اُس راستباز ہستی کو شاعر کیسے کہتے ہو جو دنیا میں خالص سچائی لیکر آیا ہے اور سارے جہان کے سچوں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیا مجنون اور دیوانے ایسے سچے صحیح اور پختہ اصول پیش کیا کرتے ہیں؟ ف۶ یعنی انکار توحید اور ان گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہ رسالت میں کر رہے ہو جو کچھ کرتے تھے ایک دن سب سامنے آجائیگا۔ ف۷ یعنی اُنکا کیا ذکر۔ وہ تو ایک قسم ہی دوسری ہے جس پر حق تعالےٰ نوازش و کرم فرمائیگا۔ ف۸ یعنی عجیب و غریب میوے کھانے کو ملیں گے جن کی پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے، ہاں کچھ مختصر سی بندوں کو بھی بتلادی ہے جیسے فرمایا لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (واقعہ رکوع ۱) ف۹ خدا ہی جانے کیا کیا اعزاز و اکرام ہونگے۔

لَا فِيهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

نہ اُس میں سر پھرتا ہے اور نہ وہ اُس کو پی کر بہکیں ف۱ اور اُنکے پاس ہیں عورتیں نیچی نگاہ رکھنے والیاں

عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

بڑی آنکھوں والیاں ف۲ گویا وہ انڈے ہیں چھپے دھرے ف۳ پھر مُنہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف

يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ

لگے پوچھنے ☆ بولا ایک بولنے والا اُن میں میرا تھا ایک ساتھی ☆ کہا کرتا

اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا

کیا تو یقین کرتا ہے ☆ کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم کو

لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ

جزا ملے گی ف۴ کہنے لگا بھلا تم جھانک کر دیکھو گے ف۵ پھر جھانکا تو اُس کو دیکھا بیچوں بیچ

الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ

دوزخ کے بولا قسم اللہ کی تو تو مجھ کو ڈالنے لگا تھا گڑھے میں اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل تو میں بھی

مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا

ہوتا اُنہی میں جو پکڑے ہوئے آئے ف۶ کیا اب ہم کو مرنا نہیں ☆ مگر جو پہلی بار مر چکے اور

نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا

ہم کو تکلیف نہیں پہنچنے کی ☆ بیشک یہی ہے بڑی مراد ملنی ☆ ایسی چیزوں کے واسطے

فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا

چاہئے محنت کریں محنت کرنیوالے ف۷ بھلا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت سیہنڈ کا ☆ ہم نے

جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾

اُس کو رکھا ہے ایک بلا ظالموں کے واسطے ☆ وہ ایک درخت ہے کہ نکلتا ہے دوزخ کی جڑ میں ف۸

طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ

اُس کا خوشہ جیسے سر شیطان کے ف۹ سو وہ کھائیں گے اُس میں سے پھر بھریں گے

ف۱ یعنی مزہ اور نشاط پورا ہوگا۔ اور دنیا کی شراب میں جو خرابیاں ہوتی ہیں اُن کا نام و نشان نہ ہوگا۔ نہ سرگرانی ہوگی، نہ نشہ چڑھیگا، نہ قے آئیگی، نہ پھیپڑے وغیرہ خراب ہونگے، نہ اُسکی نہریں خشک ہوکر ختم ہوسکیں گی۔ ف۲ یعنی شرم و ناز سے نگاہ نیچی رکھنے والی حوریں جو اپنے ازواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھیں۔ ف۳ یعنی صاف و شفاف رنگ ہوگا جیسے انڈا جس کو پرند اپنے پروں کے نیچے چھپائے رکھے کہ نہ داغ لگے نہ گرد و غبار پہنچے۔ یا انڈے کے اندر کی سفید تہ جو سخت چھلکے کے نیچے پوشیدہ رہتی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ شتر مُرغ کے انڈے مراد ہیں جو بہت خوشرنگ ہوتے ہیں۔ بہرحال تشبیہ صفائی یا خوشرنگ ہونے میں ہے سفیدی میں نہیں چنانچہ دوسری جگہ فرمایا كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (رحمٰن، رکوع ۲) ف۴ یعنی یارانِ جلسہ جمع ہونگے اور شراب طہور کا جام چل رہا ہوگا۔ اُس عیش و تنعم کے وقت اپنے بعض گذشتہ حالات کا مذاکرہ کریں گے۔ ایک جنتی کہیگا کہ یہاں دنیا میں میرا ایک ملنے والا تھا جو مجھے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا اور احمق بنایا کرتا تھا۔ اُس کے نزدیک یہ بالکل مہمل بات تھی کہ ایک شخص مٹی میں ملجائے اور گوشت پوست کچھ باقی نہ رہے محض بوسیدہ ہڈیاں رہجائیں، پھر اُسے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے ازسرِنو زندہ کردیں؟ بھلا ایسی بے تکی بات پر کون یقین کرسکتا ہے۔ ف۵ یعنی وہ ساتھی یقیناً دوزخ میں پڑا ہوگا۔ آؤ ذرا جھانک کر دیکھیں کس حال میں ہے۔ (یہ اُس جنتی کا مقولہ ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مقولہ اللہ کا ہے یعنی حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم جھانک کر اُس کو دیکھنا چاہتے ہو) ف۶ یعنی اس جنتی کو اپنے ساتھی کا حال دکھلا دیا جائیگا کہ ٹھیک دوزخ کی آگ میں پڑا ہوا ہے۔ یہ حال دیکھ کر اُسے عبرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان یاد آئیگا۔ کہے گا، کمبخت! تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا۔ محض اللہ کے احسان نے دستگیری فرمائی جو اس مصیبت سے بچا لیا اور میرا قدم راہ ایمان و عرفان سے ڈگنے نہ دیا۔ ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا آتا۔ اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔ ف۷ اُس وقت فرطِ مسرت سے کہیگا کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اُس پہلی موت کے سوا جو دُنیا میں آچکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف و عذاب کی طرف جانا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسی تنعم و رفاہیت میں ہمیشہ رہیں گے بےشک بڑی بھاری کامیابی اسی کو کہتے ہیں اور یہی وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کی تحصیل کے لئے چاہئے کہ ہر طرح کی محنتیں اور قربانیاں گوارا کیجائیں۔ ف۸ اوپر بہشتیوں کی مہمانی کا ذکر تھا۔ یہاں سے دوزخیوں کی مہمانی کا حال سُناتے ہیں۔ "زقوم" کسی درخت کا نام ہے جو سخت کڑوا، بدذائقہ ہوتا ہے جیسے ہمارے یہاں تھوہر یا سیہنڈ۔ دوزخ کے اندر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک درخت اُگایا ہے اُس کو یہاں "شجرۃ الزقوم" سے موسوم کیا۔ وہ ایک بلا ہے ظالموں کے واسطے آخرت میں۔ کیونکہ جب دوزخی بھوک سے بیقرار ہونگے تو یہی کھانے کو دیا جائیگا۔ اور اُس کا حلق سے اُتارنا یا اُترنے کے بعد ایک خاص اثر پیدا کرنا سخت تکلیف دہ اور مستقل عذاب ہوگا اور دنیا میں بھی ایک طرح کی بلا اور آزمائش ہے کہ قرآن میں اُس کا ذکر سُن کر گمراہ ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ سبز درخت دوزخ کی آگ میں کیونکر اُگا۔ (حالانکہ ممکن ہے اُس کا مزاج ہی ناری ہو جیسے آگ کا کیڑا "سمندر" آگ میں زندہ رہتا ہے اور سہارنپور کے کمپنی باغ میں بعض درختوں کی تربیت آگ کے ذریعہ سے ہوتی ہے) کسی نے کہا "زقوم" فلاں لغت میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں اُنہیں سامنے رکھ کر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ زقوم کھائیں گے۔ ف۹ یعنی سخت بدنما شیطان کی صورت، یا شیاطین کہا سانپوں کو۔ یعنی اُس کا خوشہ سانپ کے سر کی طرح ہوگا جیسے ہمارے ہاں ایک درخت کو اسی تشبیہ پر "ناگ پھن" کہتے ہیں۔

مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمۡ عَلَيۡهَا لَشَوۡبًا مِّنۡ حَمِيۡمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ

اُس سے پیٹ ☆ پھر اُنکے واسطے اُس کے اوپر ملونی ہے جلتے پانی کی ف۱ پھر

مَرۡجِعَهُمۡ لَا۠اِلَى الۡجَحِيۡمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَهُمۡ ضَآلِّيۡنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمۡ عَلٰۤى

اُن کو لیجانا آگ کے ڈھیر میں ف۲ اُنہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو بہکے ہوئے سو وہ اُنہی

اٰثٰرِهِمۡ يُهۡرَعُوۡنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدۡ ضَلَّ قَبۡلَهُمۡ اَكۡثَرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدۡ

کے قدموں پر دوڑتے ہیں ف۳ اور بہک چکے ہیں اُن سے پہلے بہت لوگ اگلے ☆ اور ہم نے

اَرۡسَلۡنَا فِيۡهِمۡ مُّنۡذِرِيۡنَ ﴿۷۲﴾ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۷۳﴾

بھیجے ہیں اُن میں ڈر سنانے والے ☆ اب دیکھ کیسا ہوا انجام ڈرائے ہوؤں کا ☆

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۷۴﴾ وَلَقَدۡ نَادٰٮنَا نُوۡحٌ فَلَنِعۡمَ الۡمُجِيۡبُوۡنَ ﴿۷۵﴾ وَ

مگر جو بندے اللہ کے ہیں چنے ہوئے ف۴ اور ہم کو پکارا تھا نوح نے سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں ہم پکار پر اور

نَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلۡنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الۡبٰقِيۡنَ ﴿۷۷﴾

بچادیا اُس کو اور اُسکے گھر کو اُس بڑی گھبراہٹ سے ☆ اور رکھا اُس کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے ☆

وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوۡحٍ فِى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

اور باقی رکھا اُس پر پچھلے لوگوں میں ☆ کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں ☆ ہم یوں

نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا

بدلا دیتے ہیں نیکی والوں کو ☆ وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں ☆ پھر ڈبا دیا ہم نے

الۡاٰخَرِيۡنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ ﴿۸۳﴾ اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ

دوسروں کو ف۵ اور اُسی کی راہ والوں میں ہے ابراہیم ف۶ جب آیا اپنے رب کے پاس لیکر دل

سَلِيۡمٍ ﴿۸۴﴾ اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفۡكًا اٰلِهَةً دُوۡنَ

نِرمَل ف۷ جب کہا اپنے باپ کو اور اُسکی قوم کو تم کیا پوجتے ہو ☆ کیا جھوٹ بنائے ہوئے حاکموں کو

اللّٰهِ تُرِيۡدُوۡنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِى

اللہ کے سوائے چاہتے ہو ف۸ پھر کیا خیال کیا ہے تم نے پروردگار عالم کو ف۹ پھر نگاہ کی ایک بار

ف۱ "زقوم" کھا کر پیاس لگیگی تو سخت جلتا پانی پلایا جائیگا جس سے آنتیں کٹ کر باہر آپڑیں گی "فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ" (محمد رکوع ۲) اعاذنا اللہ منہا۔ ف۲ یعنی بہت بھوکے ہونگے تو آگ سی سنا کر بیکھا نا پانی کھلا پلا کر پھر آگ میں ڈال دینگے۔ ف۳ یعنی پچھلے کافر اگلوں کی اندھی تقلید میں گمراہ ہوئے۔ جس راہ پر انہیں چلتے دیکھا اُسی پر دوڑ پڑے، کنواں کھائی کچھ نہ دیکھا ف۴ یعنی ہر زمانہ میں انجام سے آگاہ کرنے والے اور آخرت کا ڈر سنانے والے آتے رہے۔ آخر جنہوں نے نہ سُنا اور نہ مانا دیکھ لو! اُنکا انجام کیسا ہوا۔ بس اللہ کے وہ ہی چنے ہوئے بندے محفوظ رہے جن کو خدا کا ڈر اور عاقبت کی فکر تھی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "ڈر سب ہی کو سناتے ہیں اُن میں نیک بچتے ہیں اور بد کھپتے ہیں"۔ آگے بعض منذِرین (بالکسر) اور منذَرین (بالفتح) کے قصے سنائے جاتے ہیں۔ مکذبین کی عبرت اور مومنین کی تسلی کے لیئے۔ ف۵ تقریباً ہزار سال تک حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھاتے اور نصیحت کرتے رہے۔ مگر اُن کی شرارت اور ایذا رسانی برابر بڑھتی رہی۔ آخر حضرت نوح نے مجبور ہو کر اپنے بھیجنے والے کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا۔ "رَبِّ اِنِّىۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ" (قمر رکوع ۱) اے پروردگار! میں مغلوب ہوں آپ میری مدد کو پہنچیئے۔ دیکھ لو کہ اللہ نے اُن کی پکار کیسی سُنی اور مدد کو کس طرح پہنچا۔ نوح علیہ السلام کو مع اُن کے گھرانے کے رات دن کی ایذا سے بچایا۔ پھر ہولناک طوفان کے وقت اُن کی حفاظت کی۔ اور تنہا اُس کی اولاد سے زمین کو آباد کر دیا۔ اور رہتی دنیا تک اُس کا ذکر خیر لوگوں میں باقی چھوڑا۔ چنانچہ آج تک خلقت اُن پر سلام بھیجتی ہے اور سارے جہان میں "نوح علیہ السلام" کہہ کر یاد کیئے جاتے ہیں۔ یہ تو نیک بندوں کا انجام ہوا۔ دوسری طرف اُن کے دشمنوں کا حال دیکھو کہ سب کے سب زبردست طوفان کی نذر کر دیئے گئے۔ آج اُن کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ اپنی حماقتوں اور شرارتوں کی بدولت دنیا کا بیڑہ غرق کرا کر رہے (تنبیہ) اکثر علماء کا قول یہ ہی ہے کہ آج تمام دنیا کے آدمی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں (سام، حام، یافث) کی اولاد سے ہیں۔ جامع ترمذی کی بعض احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ والتفصیل یطلب من مظانہٖ ف۶ انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں اور ہر پچھلا پہلے کی تصدیق و تائید کرتا ہے اسی لیئے ابراہیم کو نوح (علیہما السلام) کے گروہ سے فرمایا۔ "اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ" (مؤمنون رکوع ۴) ف۷ یعنی ہر قسم کے اعتقادی و اخلاقی روگ سے دل کو پاک کر کے اور دنیوی خرخشوں سے آزاد ہو کر انکسار و تواضع کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھک پڑا۔ اور اپنی قوم کو بھی بُت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی۔ ف۸ یعنی یہ آخر پتھر کی مورتیاں جو گھڑ رکھی ہیں جنہیں تم اس قدر چاہتے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لیئے۔ کیا سچ مچ ان کے ہاتھ میں جہان کی حکومت ہے؟ یا کسی چھوٹے بڑے نفعان کے مالک ہیں؟ آخر سچے مالک کو چھوڑ کر ان جھوٹے حاکموں کی اتنی خوشامد اور حمایت کیوں ہے؟ ف۹ یعنی کیا اُس کے وجود میں شبہ ہے؟ یا اُس کی شان و رتبہ کو نہیں سمجھتے جو (معاذ اللہ) پتھروں کو اُس کا شریک ٹھہرا لیا ہے؟ یا اُس کے غضب و انتقام کی خبر نہیں؟ جو ایسی گستاخی پر جری ہو گئے ہو۔ آخر بتلاؤ تو سہی تم نے پروردگار عالم کو کیا خیال کر رکھا ہے۔

ف۱ اُنکی قوم میں نجوم کا زور تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اُن کے دکھانے کو تاروں کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں (اور ایسا دنیا میں کون ہے جسکی طبیعت ہر طرح ٹھیک رہ) کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی یا بیرونی لگے ہی رہتے ہیں۔ یہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت دیکھ کر کڑھتے تھے) یا یہ مطلب تھا کہ میں بیمار ہونیوالا ہوں (بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا۔ تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے) بہرحال حضرت ابراہیمؑ کی مراد صحیح تھی لیکن تاروں کی طرف دیکھ کر اِنِّیْ سَقِیْمٌ کہنے سے لوگ یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں۔ وہ لوگ اپنے ایک تہوار میں شرکت کرنے کے لئے شہر سے باہر جا رہے تھے۔ یہ کلام سُن کر حضرت ابراہیمؑ کو ساتھ جانے سے معذور سمجھا اور تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ ابراہیم علیہ السّلام کی غرض یہی تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں۔ چنانچہ بت خانہ میں جا گھسے اور بتوں کو خطاب کر کے کہا "یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے"۔ باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے۔ (تنبیہ) تقریر بالا سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کا اِنِّیْ سَقِیْمٌ کہنا مطلب واقعی کے اعتبار سے جھوٹ نہ تھا۔ ہاں مخاطبین نے جو مطلب سمجھا اُسکے اعتبار سے خلاف واقع تھا۔ اسی لئے بعض احادیث

النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰۤی اٰلِهَتِهِمْ

تاروں میں پھر کہا میں بیمار ہونیوالا ہوں پھر پھر گئے وہ اُس کو پیٹھ دے کر پھر جا گھسا اُنکے بتوں میں

فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًۢا

پھر بولا تم کیوں نہیں کھاتے ف۱ تم کو کیا ہو کہ نہیں بولتے ف۲ پھر گھسا اُن پر مارتا ہوا

بِالْیَمِیْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾

داہنے ہاتھ سے ف۳ پھر لوگ آئے اُس پر دوڑ کر گھبراتے ہوئے ف۴ بولا کیوں پوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو ☆

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ﴿۹۷﴾

اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو تم بناتے ہو ف۵ بولے بناؤ اُسکے واسطے ایک عمارت پھر ڈالو اُس کو آگ کے ڈھیر میں

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی

پھر چاہنے لگے اُس پر برا داؤ کرنا پھر ہم نے ڈالا اُنہی کو نیچے ف۶ اور بولا میں جاتا ہوں اپنے

رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ

رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دیگا ف۷ اے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا ف۸ پھر خوشخبری دی ہم نے اُسکو ایک لڑکے کی

حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ

جو ہوگا تحمل والا ف۹ پھر جب پہنچا اُسکے ساتھ دوڑنے کو کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں

اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ

کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو تو کیا دیکھتا ہے بولا اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے

سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ

تو مجھ کو پائیگا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا ف۱۰ پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا

لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا

اُسکو ماتھے کے بل ف۱۱ اور ہم نے اُس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم ☆ تو نے سچ کر دکھایا خواب ف۱۲ ہم

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ

یوں دیتے ہیں بدلا نیکی کرنیوالوں کو بیشک یہی ہے صریح جانچنا ف۱۳ اور اُس کا بدلا دیا ہم نے

صحیحہ میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ حالانکہ فی الحقیقۃ یہ کذب نہیں۔ بلکہ "توریہ" ہے۔ اور اس طرح کا "توریہ" مصلحت شرعی کے وقت مباح ہے۔ جیسے حدیث ہجرت میں "مِمَّن الرجل" کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا "مِن الماء" اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا "رَجُلٌ یَّھدِیْنِی السَّبِیْلَ" ہاں چونکہ یہ توریہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے رتبہ بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا۔ اس لئے بقاعدہ "حسنات الابرار سیّئات المقربین" حدیث میں اس کو "ذنب" قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔ ف۲ جب بتوں کی طرف سے کھانے کے متعلق کچھ جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ تم بولتے کیوں نہیں۔ یعنی اعضاء اور صورت تو تمہاری انسانوں کی سی بنا دی لیکن انسانوں کی روح تم میں نہ ڈال سکے پھر عجیب ہے کہ کھانے پینے اور بولنے والے انسان، بے حس و حرکت انسا[نوں] کے سامنے سربسجود ہوں اور اپنی مہمات میں اُن سے مدد طلب کریں؟ ف۳ یعنی زور سے مار مار کر توڑ ڈالا۔ پہلے غالباً سورۂ "انبیاء" میں یہ قصہ مفصل گذر چکا ہے۔ ف۴ لوگ جب اپنے میلے ٹھیلے سے واپس آئے، دیکھا بُت ٹوٹے پڑے ہیں قرائن سے سمجھا کہ ابراہیم کے سوا یہ کسی کا کام نہیں چنانچہ سب اُن کی طرف جھپٹ پڑے۔ ف۵ یعنی جس کسی نے بھی توڑا۔ مگر تم یہ احمقانہ حرکت کرتے کیوں ہو؟ کیا پتھر کی بیجان مورت جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراش کر تیار کی پرستش کے لائق ہو گئی؟ اور جو اللہ تمہارا اور تمہارے ہر ایک عمل و معمول کا نیز ان پتھروں کا پیدا کرنیوالا ہے، اُس سے کوئی سروکار نہ رہا؟ پیدا تو ہر چیز کو وہ کرے اور بندگی دوسروں کی ہونے لگے۔ پھر دوسرے بھی کیسے جو مخلوق در مخلوق ہیں۔ آخر یہ کیا اندھیر ہے؟ ف۶ جب ابراہیم علیہ السّلام کی معقول باتوں کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو یہ تجویز کی کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو۔ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائیگی اور ہیبت بیٹھ جائیگی۔ کہ اُن کے مخالف کا انجام ایسا ہوتا ہے آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کریگا مگر اللہ نے اُن ہی کو نیچا دکھلایا ابراہیم پر آگ گلزار کر دی گئی جس سے علیٰ رؤس الاشہاد ثابت ہو گیا کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب مل کر خدائے واحد کے ایک مخلص بندے کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ آگ کی مجال نہیں کہ رب ابراہیم کی اجازت کے بدون ایک ناخن بھی جلا سکے۔ ف۷ جب قوم کی طرف سے مایوسی ہوئی اور باپ نے بھی سختی شروع کی تو حضرت ابراہیمؑ نے ہجرت کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو "شام" کا راستہ دکھلایا۔ ف۸ یعنی کنبہ

اور وطن چھوٹا تو اچھی اولاد عطا فرما جو دینی کام میں میری مدد کرے اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔ ف۹ یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اولاد کی دعا مانگی اور خدا نے قبول کی اور وہ ہی لڑکا قربانی کے لیے پیش کیا گیا۔ موجودہ تورات سے ثابت ہے کہ جو لڑکا حضرت ابراہیم کی دعا سے پیدا ہوا وہ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ اور اسی لئے اُنکا نام "اسمٰعیل" رکھا گیا۔ کیونکہ "اسمٰعیل" دو لفظوں سے مرکب ہے۔ "سمع" اور "ایل" "سمع" کے معنی سُننے کے اور "ایل" کے معنی خدا کے ہیں۔ یعنی خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا سُن لی۔ "تورات" میں ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اسمٰعیل کے بارے میں میں نے تیری سُن لی۔ اس بناء پر آیت حاضرہ میں جس کا ذکر ہے وہ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں حضرت اسحاق نہیں۔ اور دوسری بھی ذبح وغیرہ کا قصہ ختم کرنے کے بعد حضرت اسحاق کی بشارت کا جُداگانہ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے "وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا الخ" معلوم ہوا کہ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ میں اُنکے علاوہ کسی دوسرے لڑکے کی بشارت مذکور ہے۔ نیز اسحاق کی بشارت دیتے ہوئے اُنکے نبی بنائے جانے کی بھی خوشخبری دی گئی اور سورۂ "ہود" میں اُنکے ساتھ ساتھ حضرت یعقوبؑ کا مژدہ بھی سُنایا گیا۔ جو حضرت اسحٰق کے بیٹے ہونگے "وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ" (ہود، رکوع ۷) پھر کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ حضرت اسحاق ذبیح ہوں گویا نبی بنائے جانے اور اولاد عطا کئے جانے سے پیشتر ہی ذبح کر دیئے جائیں۔ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ہیں جن کے متعلق بشارت ولادت کی (بقیہ بر صفحہ ۵۸۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۸۳- وقت نبوت عطا فرمانے کا وعدہ ہوا نہ اولاد دیئے جانے کا۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی کی یادگار اور اس کے متعلقہ رسوم بنی اسمٰعیل میں برابر بطور وراثت منتقل ہوتی چلی آئیں۔ اور آج بھی اسمٰعیلؑ کی روحانی اولاد ہی (جنہیں مسلمان کہتے ہیں) اُن مقدس یادگاروں کی حامل ہے۔ موجودہ تورات میں تصریح ہے کہ قربانی کا مقام "مورا" یا "مُریا" تھا۔ یہود ونصاریٰ نے اس مقام کا پتہ بتلانے میں بہت ہی دور از کار احتمالات سے کام لیا ہے حالانکہ نہایت ہی اقرب اور بے تکلف بات یہ ہے کہ یہ مقام مروہ ہو جو کعبہ کے سامنے بالکل نزدیک واقع ہے اور جہاں سعی بین الصفا والمروۃ ختم کر کے معتمرین حلال ہوتے ہیں اور ممکن ہے "بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ" میں اسی سعی کی طرف ایما ہو۔ مؤطا امام مالک کی ایک روایت میں نبی کریم صلعم نے مروہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قربانگاہ یہ ہے۔ غالباً وہ اسی ابراہیم واسمٰعیل کی قربانگاہ کی طرف اشارہ ہوگا۔ ورنہ آپ کے زمانہ میں لوگ عموماً مکہ سے تین میل "منیٰ" میں قربانی کرتے تھے جیسے آج تک کیجاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کا اصل قربانگاہ "مروہ" تھا۔ پھر حجاج اور ذبائح کی کثرت دیکھ کر منیٰ تک وسعت دیدی گئی۔ قرآن کریم میں بھی "هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ" اور "ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ" فرمایا ہے جس سے کعبہ کا قرب ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہرحال قرآن وآثار یہی بتلاتے ہیں کہ "ذبیح اللہ" وہ ہی اسمٰعیل تھے جو مکہ میں آکر رہے اور وہیں اُن کی نسل پھیلی۔ تورات میں یہ بھی تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم کو اپنے اکلوتے اور محبوب بیٹے کے ذبح کا حکم دیا گیا تھا اور یہ مسلّم ہے کہ حضرت اسمٰعیل حضرت اسحٰق سے عمر میں بڑے ہیں۔ پھر حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی موجودگی میں اکلوتے کیسے ہو سکتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم کی دعا کے جواب میں جس لڑکے کی بشارت ملی اُسے "غلام حلیم" کہا گیا ہے لیکن حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت جب فرشتوں نے ابتداءً خدا کی طرف سے دی تو "غلام علیم" سے تعبیر کیا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے "حلیم" کا لفظ اُن پر یا کسی اور نبی پر قرآن میں کہیں اطلاق نہیں کیا گیا۔ صرف اس لڑکے کو جس کی بشارت یہاں دی گئی اور اُس کے باپ ابراہیم کو یہ لقب عطا ہوا ہے "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ" (ہود۔ رکوع ۷) اور "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ" (توبہ رکوع ۱۴) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی دونوں باپ بیٹے اس لقب خاص سے ملقب کرنے کے مستحق ہوئے۔ "حلیم" اور "صابر" کا مفہوم قریب قریب ہے۔ اسی "غلام حلیم" کی زبان سے یہاں نقل کیا "سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ" دوسری جگہ صاف فرما دیا "وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِنَ الصَّابِرِينَ" (انبیاء رکوع ۶) شاید اسی لئے سورۂ مریم میں حضرت اسمٰعیل کو "صادق الوعد" فرمایا کہ "سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ" کے وعدہ کو کس طرح سچا کر دکھایا۔ بہرحال "حلیم" "صابر" "صادق الوعد" کے القاب کا مصداق ایک ہی معلوم ہوتا ہے یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ "وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا" سورۂ بقرہ میں تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم واسمٰعیل کی زبان سے جو دعا نقل فرمائی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں "وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ" بعینہٖ اسی مسلم کے تثنیہ کو یہاں قربانی کے ذکر میں "فَلَمَّا أَسْلَمَا" الخ کے لفظ سے ادا کر دیا۔ اور اُن ہی دونوں کی ذریت کو خصوصی طور پر "مسلم" کے لقب سے نامزد کیا۔ بیشک اس سے بڑھ کر اسلام وتفویض اور صبر وتحمل کیا ہوگا جو دونوں باپ بیٹے نے ذبح کرنے اور ذبح ہونے کے متعلق دکھایا۔ یہ اُسی "اسلما" کا صلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کی ذریت کو "اُمّت مسلمہ" بنا دیا فللہ الحمد علی ذٰلک۔ ف۱ یعنی جب اسمٰعیل بڑا ہو کر اس قابل ہو گیا کہ اپنے باپ کے ساتھ دوڑ سکے اور اُس کے کام آسکے اُس وقت ابراہیم نے اپنا خواب بیٹے کو سنایا۔ تا اس کا خیال معلوم کریں کہ خوشی سے آمادہ ہوتا ہے یا زبردستی کرنی پڑیگی۔

بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٠٨﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿١٠٩﴾

ایک جانور ذبح کرنے کو بڑا ف۱ اور باقی رکھا ہم نے اُس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے ابراہیم پر ف۲

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنَاهُ

ہم یوں دیتے ہیں بدلا نیکی کرنیوالوں کو ☆ وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں ف۳ اور خوشخبری دی

بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٢﴾ وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا

ہم نے اُسکو اسحٰق کی جو نبی ہوگا نیک بختوں میں ف۴ اور برکت دی ہم نے اُس پر اور اسحٰق پر اور دونوں کی اولاد میں

مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿١١٣﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿١١٤﴾

نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح ف۵ اور ہم نے احسان کیا موسیٰ اور ہارون پر ☆

وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ

اور بچا دیا ہم نے اُنکو اور اُنکی قوم کو اُس بڑی گھبراہٹ سے ف۶ اور اُنکی ہم نے مدد کی تو رہے وہی

الْغَالِبِينَ ﴿١١٦﴾ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ

غالب ف۷ اور ہم نے دی اُنکو کتاب واضح ف۸ اور سجھائی اُنکو سیدھی

الْمُسْتَقِيمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ﴿١١٩﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَ

راہ ف۹ ☆ اور باقی رکھا اُن پر پچھلے لوگوں میں کہ ☆ سلام ہے موسیٰ اور

هَارُونَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢١﴾ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا

ہارون پر ☆ ہم یوں دیتے ہیں بدلا نیکی کرنیوالوں کو ☆ تحقیق وہ دونوں ہیں ہمارے ایماندار

الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٢﴾ وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ

بندوں میں ف۱۰ اور تحقیق الیاس ہے رسولوں میں ☆ جب اُس نے کہا اپنی قوم کو

أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿١٢٥﴾ اللَّهَ

کیا تم کو ڈر نہیں ☆ کیا تم پکارتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو ف۱۱ جو اللہ ہے

رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٢٧﴾

رب تمہارا اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا ف۱۲ پھر اُس کو جھٹلایا سو وہ آنیوالے ہیں پکڑے ہوئے ف۱۳

کہتے ہیں کہ تین رات مسلسل یہی خواب دیکھتے رہے۔ تیسرے روز بیٹے کو اطلاع کی بیٹے نے بلا توقف قبول کیا۔ کہنے لگا کہ ابا جان! (دیر کیا ہے) مالک کا جو حکم ہو کر ڈالیئے (ایسے کام میں مشورہ کی ضرورت نہیں۔ امر الٰہی کے امتثال میں شفقت پدری مانع نہ ہونی چاہیئے) رہا میں! سو آپ انشاء اللہ دیکھ لیں گے کہ کس صبر وتحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں ہزاراں ہزار رحمتیں ہوں ایسے بیٹے اور باپ پر ف۱۱ تا بیٹے کا چہرہ سامنے نہ ہو۔ مبادا محبت پدری جوش مارنے لگے کہتے ہیں یہ بات بیٹے نے سکھلائی۔ آگے اللہ نے نہیں فرمایا کہ کیا ماجرا گذرا یعنی کہنے میں نہیں آتا جو حال گذرا اُس کے دل پر اور فرشتوں پر ف۱۲ یعنی بس بس! رہنے دے، تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں محض تیرا امتحان منظور تھا۔ سو اُس میں پوری طرح کامیاب ہوا۔ ف۱۳ یعنی ایسے مشکل حکم کر کے آزماتے ہیں، پھر اُنکو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ تب درجے بلند دیتے ہیں۔ تورات میں ہے کہ جب ابراہیمؑ نے بیٹے کو قربان کرنا چاہا اور فرشتہ نے ندا دی کہ ہاتھ روک لو، تو فرشتے نے یہ الفاظ کہے۔ "خدا کہتا ہے کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بچا نہیں رکھا میں تجھ کو برکت دونگا اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحل بحر کی ریتی کی طرح پھیلا دونگا" (تورات تکوین اصحاح ۲۲ آیت ۱۵) فوائد صفحہ ۵۸۴- ف۱ یعنی بڑے درجہ کا جو بہشت سے آیا۔ یا بڑا قیمتی، فربہ، تیار۔ پھر یہی رسم قربانی کی اسمٰعیل علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار کے

بقیہ فوائد صفحہ ۵۸۴۔ طور پر ہمیشہ کیلئے قائم کردی۔ ف۲ آج تک دنیا ابراہیم کو بھلائی اور بڑائی سے یاد کرتی ہے۔ علیٰ نبینا وعلیہ الف الف سلام وتحیۃ۔ ف۳ یعنی ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایماندار بندوں میں۔ ف۴ معلوم ہوا وہ پہلی خوشخبری اسمٰعیل کی تھی۔ اور سارا قصہ ذبح کا اُن ہی پر تھا ف۵ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ دونوں کہا دونوں بیٹوں کو۔ دونو سے بہت اولاد پھیلی۔ اسحٰق کی اولاد میں انبیا بنی اسرائیل ہوئے۔ اور اسمٰعیل کی اولاد میں عرب ہیں جن میں ہمارے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ یعنی اولاد میں سب یکساں نہیں، اچھے بھی ہیں جو بڑوں کا نام روشن رکھیں اور بُرے بھی جو اپنی بدکاریوں کی وجہ سے ننگ خاندان کہلانے کے مستحق ہیں۔ (تنبیہ) عموماً مفسرین نے " وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا " کی ضمیر "ابراہیم" و "اسحٰق" کی طرف راجع کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے " اسمٰعیل " و " اسحٰق " کی طرف راجع کرکے مضمون میں زیادہ وسعت پیدا کردی۔ ف۶ یعنی فرعون اور اس کی قوم کے ظلم وستم سے نجات دی۔ اور "بحر قلزم" سے نہایت آسانی کے ساتھ پار کردیا۔ ف۷ یعنی فرعونیوں کا بیڑا غرق کرکے بنی اسرائیل کو غالب و منصور کیا۔ اور ہالکین کے اموال و املاک کا وارث بنایا۔ ف۸ یعنی تورات شریف جس میں احکام الٰہی بہت تفصیل و ایضاح سے بیان ہوئے ہیں۔ ف۹ یعنی افعال و اقوال میں استقامت بخشی۔ اور ہر معاملہ میں سیدھی راہ پر چلایا جو عصمت انبیاء کے لوازم میں سے ہے۔ ف۱۰ یعنی ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے ہیں۔ ف۱۱ حضرت الیاس علیہ السلام بعض کے نزدیک حضرت ہارون کی نسل سے ہیں۔ انہوں نے اُنکو ملک شام کے ایک شہر "بعلبک" کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ "بعل" نامی ایک بت کو پوجتے تھے۔ حضرت الیاس نے اُن کو خدا کے غضب اور بت پرستی کے انجام بد سے ڈرایا۔ ف۱۲ یعنی یوں تو دنیا میں آدمی بھی تحلیل و ترکیب کرکے بظاہر بہت سی چیزیں بنالیتے ہیں۔ مگر بہتر بنانے والا وہ ہے جو تمام اصول و فروع، جواہر و اعراض اور صفات و موصوفات کا حقیقی خالق ہے جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا پھر یہ کیسے جائز ہوگا کہ اُس احسن الخالقین کو چھوڑ کر "بعل" بت کی پرستش کیجائے اور اُس سے مدد مانگی جائے جو ایک ذرہ کو ظاہری طور پر بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ بلکہ اُس کا وجود خود اپنے پرستاروں کا رہین منت ہے۔ اُنہوں نے جیسا چاہا بناکر کھڑا کردیا۔ ف۱۳ یعنی جھٹلانے کی سزا مل کر رہیگی۔

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٢٩﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ

مگر جو بندے ہیں اللہ کے چُنے ہوئے ف۱ اور باقی رکھا ہمنے اُس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے

إِلْ يَاسِينَ ﴿١٣٠﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣١﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا

الیاس پر ف۲ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنیوالوں کو ☆ وہ ہے ہمارے ایماندار

الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾ وَإِنَّ لُوطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٣﴾ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٣٤﴾

بندوں میں ☆ اور تحقیق لوط ہے رسولوں میں سے ☆ جب بچا دیا ہمنے اُسکو اور اُسکے سارے گھر والوں کو

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٣٦﴾ وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ

مگر ایک بڑھیا کہ رہ گئی رہ جانیوالوں میں ف۳ پھر جڑ سے اُکھاڑ پھینکا ہمنے دوسروں کو ف۴ اور تم گذرتے ہو

عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ ﴿١٣٧﴾ وَبِاللَّيْلِ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٣٨﴾ وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ

اُن پر صبح کے وقت اور رات کو بھی پھر کیا نہیں سمجھتے ف۵ اور تحقیق یونس ہے رسولوں

الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٩﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ

میں سے ☆ جب بھاگ کر پہنچا اُس بھری کشتی پر ☆ پھر قرعہ ڈلوایا تو نکلا

الْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ

خطا دار ف۶ پھر لقمہ کیا اُس کو مچھلی نے اور وہ الزام کھایا ہوا تھا ف۷ پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ یاد کرتا

الْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ

تھا پاک ذات کو ☆ تو رہتا اُسی کے پیٹ میں جس دن تک کہ مردے زندہ ہوں ف۸ پھر ڈالدیا ہمنے اُس کو

وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿١٤٦﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ

چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھا اور اُگایا ہم نے اُس پر ایک درخت بیل والا ف۹ اور بھیجا اُس کو

مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

لاکھ آدمیوں پر یا اس سے زیادہ ف۱۰ پھر وہ یقین لائے پھر ہمنے فائدہ اُٹھانے دیا اُنکو ایک وقت تک ف۱۱

أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ

اب اُن سے پوچھ کیا تیرے رب کے یہاں بیٹیاں ہیں اور اُنکے یہاں بیٹے یا ہم نے بنایا فرشتوں کو عورت اور وہ

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی سب نے جھٹلایا۔ مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندوں نے تکذیب نہیں کی۔ لہٰذا وہ ہی سزا سے بچے رہیں گے۔ ف۲ "اِلیاس" کو "الیاسین" بھی کہتے ہیں جیسے "طور سینا" کو "طور سینین" کہدیا جاتا ہے یا "الیاسین" سے حضرت الیاس کے متبعین مُراد ہوں۔ اور بعض نے "آل یاسین" بھی پڑھا ہے۔ تو "یاسین" اُن کے باپ کا نام ہوگا۔ یا اُن ہی کا نام "یاسین" اور لفظ "آل" مقحم ہو جیسے "كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ" میں۔ یا "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ آلِ أَبِي أَوْفَىٰ" میں ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی اُن کی زوجہ جو معذبین کے ساتھ سازباز رکھتی تھی۔ ف۴ یعنی لوط اور اُس کے گھر والوں کے سوا دوسرے سب باشندوں پر بستی اُلٹ دی گئی۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گذر چکا ہے۔ ف۵ یہ مکہ والوں کو فرمایا۔ کیونکہ "مکہ" سے "شام" کو جو قافلے آتے جاتے تھے، قوم لوط کی اُلٹی ہوئی بستیاں اُنکے راستے سے نظر آتی تھیں یعنی دن رات اُدھر گذرتے ہوئے یہ نشان دیکھتے ہیں پھر بھی عبرت نہیں ہوتی۔ کیا نہیں سمجھتے کہ جو حال ایک نافرمان قوم کا ہوا وہ دوسری نافرمان اقوام کا بھی ہوسکتا ہے۔ ف۶ کشتی دریا میں چکر کھانے لگی۔ لوگوں نے کہا اس میں کوئی غلام ہے اپنے مالک سے بھاگا ہوا۔ سب کے ناموں پر کئی مرتبہ قرعہ ڈالا۔ ہر مرتبہ ان کا نام نکلا۔ یہ قصہ سورۂ "یونس" اور سورۂ "انبیاء" میں مفصل گذر چکا ہے وہاں اُسکی تحقیق ملاحظہ کیجائے۔ ف۷ الزام یہ ہی تھا کہ خطائے اجتہادی سے حکم الٰہی کا انتظار کیے بغیر بستی سے نکل پڑے اور عذاب کے دن کی تعیین کردی۔ ف۸ یعنی چونکہ مچھلی کے پیٹ میں بھی اور پیٹ میں جانے سے پہلے بھی اللہ پاک کو بہت یاد کرتا تھا اس لیے ہم نے اُس کو جلدی نجات دیدی۔ ورنہ قیامت تک اُس کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا مچھلی کی غذا بنجاتے۔ (تنبیہ) "لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ" الیٰ آخرہ کنایہ ہے کبھی نہ نکلنے سے۔ اور یہ واقعہ دریائے "فرات" کا ہے۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ ہم نے خود اس دریا میں بہت بڑی بڑی مچھلیاں مشاہدہ کی ہیں تعجب نہ کیا جائے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ شکم ماہی میں اُن کی تسبیح یہ تھی "لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ" ف۹ مچھلی کو حکم ہوا اُس نے حضرت یونس کو اپنے پیٹ سے نکال کر ایک کھلے میدان میں ڈالدیا غالباً کافی غذا و ہوا وغیرہ نہ پہنچنے کی وجہ سے بیمار اور نحیف ہوگئے۔ کہتے ہیں دھوپ کی شعاع اور مکھی وغیرہ کا بدن پر بیٹھنا بھی ناگوار ہوتا تھا۔ اللہ کی قدرت سے وہاں کدو کی بیل اُگ آئی اُس کے پتوں نے اُن کے جسم پر سایہ کرلیا اور اسی طرح قدرت خداوندی سے غذا وغیرہ کا سامان بھی ہوگیا۔ ف۱۰ یعنی اگر صرف عاقل بالغ گنتے تو لاکھ تھے۔ اور اگر سب چھوٹے بڑوں کو شامل گنتے تو زیادہ تھے یا یوں کہو کہ ایک لاکھ سے گذر کر دو لاکھ تک نہیں پہنچے تھے۔ ہزار کی کسر نہ لگاؤ تو ایک لاکھ کہہ لو۔ اور کسر لگائی جائے تو لاکھ کے اوپر چند ہزار زائد ہونگے۔ واللہ اعلم ف۱۱ یعنی ایمان ویقین کی بدولت عذاب الٰہی سے بچ گئے اور اپنی عمر مقدر تک دنیا کا فائدہ اُٹھاتے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ (بقیہ برص ۵۸۶)

بقیہ صفحہ ۵۸۵ لکھتے ہیں "وہی قوم جس سے بھاگے تھے ان پر ایمان لا رہی تھی۔ ڈھونڈھتی تھی کہ یہ جا پہنچے۔ اُنکو بڑی خوشی ہوئی"۔ یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ سورۂ یونس اور سورۂ "انبیاء" میں دیکھ لیا جائے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی انبیاء کا حال تو سُن لیا کہ حضرت نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، موسیٰ، ہارون، الیاس، لوط، یونس علیہم السّلام سب کی مشکلات اللہ کی امداد و اعانت سے حل ہوئیں۔ کوئی بڑے سے بڑا مقرب اُسکی دستگیری سے بے نیاز نہیں۔ اب آگے تھوڑا سا فرشتوں اور جنوں کا حال سُن لو جن کی نسبت خدا جانے کیا کیا واہی تباہی عقیدے تراش کر رکھے ہیں۔ چنانچہ عرب کے بعض قبائل کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ جب پوچھا جاتا کہ اُن کی مائیں کون ہیں تو بڑے بڑے جنوں کی لڑکیوں کو بتلاتے۔ اس طرح (العیاذ باللہ) خدا کا ناتا جنوں اور فرشتوں دونوں سے جوڑ رکھا تھا آگے دونوں کا حال ذکر کیا جاتا ہے۔ مگر اس سے پہلے بطور توطیہ و تمہید کفار عرب کے اس لچر پوچ عقیدہ کا رد کیا گیا ہے چنانچہ ابتدائے سورت سے اپنی عظمت و وحدانیت کے دلائل اور قصص کے ضمن میں اپنی قدرت قاہرہ کے آثار بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اب ذرا اِن احمقوں سے پوچھیے کیا اتنی بڑی عظمت

شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ

دیکھتے تھے ☆ سنتا ہے وہ اپنا جھوٹ بنایا کہتے ہیں کہ ☆ اللہ کی اولاد ہوئی اور وہ بیشک

لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿١٥٤﴾

جھوٹے ہیں ف۱ کیا اُس نے پسند کیں بیٹیاں بیٹوں سے ☆ کیا ہو گیا ہے تم کو کیسا انصاف کرتے ہو

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥٦﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو ف۲ یا تمہارے پاس کوئی سند ہے کھلی ☆ تو لاؤ اپنی کتاب اگر ہو تم

صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٧﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ

سچے ف۳ اور ٹھہرایا ہے اُنہوں نے خدا میں اور جنوں میں ناتا اور جنوں کو تو معلوم ہے کہ تحقیق وہ

لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٥٩﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٠﴾

پکڑے ہوئے آئینگے اللہ پاک ہے اُن باتوں سے جو یہ بتاتے ہیں ف۴ مگر جو بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے ف۵

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿١٦١﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿١٦٢﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ

سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو ☆ کسی کو اُس کے ہاتھ سے بہکا کر نہیں لے سکتے ☆ مگر اسی کو جو پہنچنے والا ہے

الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾ وَاِنَّا

دوزخ میں ف۶ اور ہم میں جو ہے اُس کا ایک ٹھکانا ہے مقرر ف۷ اور ہم ہی ہیں صف باندھنے والے ف۸ اور ہم

لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ

ہی ہیں پاکی بیان کرنیوالے ف۹ اور یہ تو کہا کرتے تھے ☆ اگر ہمارے پاس کچھ احوال ہوتا

الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾

پہلے لوگوں کا تو ہم ہوتے بندے اللہ کے چنے ہوئے ☆ سو اُس سے منکر ہو گئے اب آگے جان لیں گے ف۱۰

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاِنَّ

اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو کہ رسول ہیں بیشک اُنہی کو مدد دی جاتی ہے اور

جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾

ہمارا لشکر جو ہے بیشک وہی غالب ہے ف۱۱ سو تو اُن سے پھر آ ایک وقت تک اور اُنکو دیکھتا رہ کہ وہ آگے دیکھ لینگے ف۱۲

وقدرت والا خدا (معاذ اللہ) اپنے لیے اولاد بھی تجویز کرتا تو بیٹیاں لیتا اور تم کو بیٹے دیتا۔ ایک تو یہ گستاخی کہ خداوند قدوس کے لیے اولاد تجویز کی، پھر اولاد بھی کمزور اور گھٹیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ فرشتوں کو مؤنث (عورت) تجویز کیا۔ کیا جس وقت ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا، یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ اُنہیں عورت بنایا گیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس جہالت کا کیا ٹھکانا ہے ف۲ یعنی کچھ تو سوچو۔ عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیے۔ ایک غلط عقیدہ بنانا تھا تو ایسا بالکل ہی بے تکا تو نہ ہونا چاہیئے تھا۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے لیے تو بیٹے پسند کرو اور خدا سے بیٹیاں پسند کراؤ۔ ف۳ یعنی آخر یہ جہل اور بے تکی بات نکالی کہاں سے عقل و فہم اور علمی اصول سے تو اس کو لگاؤ نہیں۔ پھر کیا کوئی نقلی سند اس عقیدہ کی رکھتے ہو۔ ایسا ہے تو بسم اللہ وہ ہی دکھلاؤ۔ ف۴ یعنی احمقوں نے جنوں کے ساتھ معاذ اللہ دامادی کا رشتہ قائم کر دیا۔ سبحان اللہ کیا باتیں کرتے ہیں۔ موقع ملے تو ذرا اُن جنوں سے پوچھ آؤ کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں۔ اُن کو معلوم ہے کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ کے روبرو پکڑے ہوئے آئیں گے کیا داماد کا سسرال کے ساتھ یہ ہی معاملہ ہوتا ہے۔ بعض سلف نے نسب سے مراد یہ لی ہے کہ وہ لوگ شیاطین الجن کو اللہ تعالیٰ کا حریف مقابل سمجھتے تھے۔ جیسے مجوس "یزدان" اور "اہرمن" کے قائل ہیں یعنی ایک نیکی کا خدا دوسرا بدی کا۔ ف۵ یعنی جن میں سے ہوں یا آدمیوں میں سے اللہ کے چنے ہوئے بندے ہی اس پکڑ دھکڑ سے آزاد ہیں معلوم ہوا وہاں کسی کا رشتہ ناتا نہیں۔ صرف بندگی اور اخلاص کی پوچھ ہے ف۶ بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ جنوں کے ہاتھ میں بدی کی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے۔ یہ جس کو چاہیں بھلائی پہنچائیں اور خدا کا مقرب بنا دیں اور وہ جسے چاہیں بُرائی اور تکلیف میں ڈال دیں یا گمراہ کر دیں۔ شاید اِن ہی مفروضہ اختیارات کی بناء پر اُنہیں اولاد یا سسرال بنایا ہوگا۔ اس کا جواب دیا کہ تمہارے اور اُن کے ہاتھ میں کوئی مستقل اختیار نہیں۔ تم اور جن شیاطین کو تم پوجتے ہو سب مل کر یہ قدرت نہیں رکھتے کہ بدون مشیت ایزدی ایک متنفس کو بھی زبردستی گمراہ کر سکو۔ گمراہ وہ ہی ہوگا جسے اللہ نے اس کی سوئے استعداد کی بناء پر دوزخی لکھ دیا اور اپنی بدکاری کی وجہ سے از خود دوزخ میں پہنچ گیا۔ ف۷ یہ کلام اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف سے گویا اُن کی زبان سے فرمایا۔ جیسے بہت جگہ آدمیوں کی زبان سے دُعائیں فرمائی ہیں یعنی ہر فرشتہ کی ایک حد مقرر ہے۔ اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ اُس پر فرمایا کہ کافر کہتے ہیں فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جنوں کی عورتوں سے پیدا ہوئیں۔ سو جنوں کو اپنا حال خوب معلوم ہے۔ اور فرشتے یوں کہتے ہیں۔ اُن کو بھی حکم الٰہی سے ذرا تجاوز کرنے کی گنجائش نہیں ف۸ یعنی اپنی اپنی حد پر ہر کوئی اللہ کی بندگی اور اُس کا حکم سُننے کے لئے کھڑا رہتا ہے۔ مجال نہیں آگے پیچھے سرک جائے ف۹ یہاں تک فرشتوں کا کلام ختم ہوا۔ آگے اہل مکہ کا حال بیان فرماتے ہیں۔ ف۱۰ عرب لوگ انبیاء کے نام سنتے تھے اُن کے علم سے خبردار نہ تھے تو یہ کہتے یعنی اگر ہم کو پہلے لوگوں کے علوم حاصل ہوتے یا ہمارے ہاں کوئی کتاب اور نصیحت کی بات اُترتی تو ہم خوب عمل کر کے دکھلاتے اور معرفت و عبادت میں ترقی کر کے اللہ کے مخصوص و منتخب بندوں میں شامل ہو جاتے۔ اب جو اُنکے اندر نبی آیا تو پھر گئے وہ قول و قرار کچھ یاد نہ رکھا سو اس انکار و انحراف کا جو انجام ہونے والا ہے عنقریب دیکھ لیں گے۔ ف۱۱ یعنی یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیان میں حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں۔ مگر آخری فتح اور کامیابی مخلص بندوں ہی کے لیے ہے۔ باعتبار حجت و برہان کے بھی اور باعتبار ظاہری تسلط و غلبہ کے بھی۔ ہاں شرط یہ ہے کہ "جُند" فی الواقع "جند اللہ" ہو۔ ف۱۲ یعنی ابھی چندروز انہیں کچھ نہ کہیے صبر کے ساتھ آپ ان کا حال دیکھتے

ف۱ شاید فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ سُن کر کہا ہوگا کہ پھر دیر کیا ہے ہم کو ہمارا انجام جلدی دکھلا دو اُس کا جواب یہ ہے اور پر جو آفت لائے جانے کی جلدی مچا رہے ہو جب وہ آ گئی تو بہت بُرا وقت ہوگا ــــ عذاب الٰہی اس طرح آ پڑیگا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہوا ہو اور صبح کے وقت یکایک میدان میں اُتر کر چھاپہ مار جائے۔ عذاب آنے کے وقت یہی حشر اُن لوگوں کا ہوگا جنہیں پہلے سے ڈر سُنا کر ہشیار کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ فتح مکہ وغیرہ میں ایسا ہی ہؤا۔ ف۲ شاید پہلا وعدہ دنیا کے عذاب کا تھا اور یہ آخرت کے عذاب کا ہو یعنی آپ دیکھتے جایئے اب آگے چل کر آخرت میں یہ کافر کیا کچھ دیکھتے ہیں۔ ف۳ خاتمہ سورت پر تمام اصولی مضامین کا خلاصہ کر دیا یعنی اللہ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک اور تمام محاسن و کمالات کی جامع ہے سب خوبیاں اُسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور انبیاء و رُسل پر اُس کی طرف سے سلام آتا ہے۔ جو اُن کی عظمت و عصمت اور سالم و منصور ہونے کی دلیل ہے۔ (تنبیہ) احادیث سے بعد نماز اور ختم مجلس پر ان آیات کے پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیئے سورہ ہذا کے فوائد کو ان ہی آیات متبرکہ پر ختم کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرا خاتمہ بھی اسی عقیدہ محکم پر کیجو۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. تمت فوائد الصافات ف۴ یعنی عظیم الشان، عالی مرتبہ قرآن (جو عمدہ نصیحتوں سے پُر اور، نہایت مؤثر طرز میں لوگوں کو ہدایت و معرفت کی باتیں سمجھانے والا ہے) باواز بلند شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ قرآنی صداقت اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کے منکر ہیں اُس کا سبب یہ نہیں کہ قرآن کی تعلیم و تفہیم میں کچھ قصور ہے یا حضور پر نور اُس کی تبلیغ و تبیین میں معاذ اللہ مقصر ہیں۔ بلکہ انکار و انحراف کا اصلی سبب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی شیخی، جاہلانہ غرور و نخوت اور معاندانہ مخالفت کے جذبات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ذرا اس دلدل سے نکلیں تو حق و صداقت کی صاف سڑک نظر آئے۔

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَ

کیا ہماری آفت کو جلد مانگتے ہیں پھر جب اُتریگی اُنکے میدان میں تو بُری صبح ہوگی ڈرائے ہوؤں کی ف۱ اور

تَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ

پھر آ اُن سے ایک وقت تک ☆ اور دیکھتا رہ اب آگے دیکھ لیں گے ف۲ پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ

الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع ۵ ﴿۴۴﴾

پروردگار عزت والا پاک ہے اُن باتوں سے جو بیان کرتے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر اور سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا ف۳

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ص مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾

قسم ہے اس قرآن سمجھانے والے کی ☆ بلکہ جو لوگ منکر ہیں غرور میں ہیں اور مقابلہ میں ف۴

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾

بہت غارت کردیں ہمنے اُن سے پہلے جماعتیں پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا تھا خلاصی کا ف۵

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ

اور تعجب کرنے لگے اس بات پر کہ آیا اُنکے پاس ایک ڈر سنانیوالا اُنہی میں سے اور کہنے لگے منکر یہ جادوگر

كَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾

ہے جھوٹا ف۶ کیا اس نے کردی اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی یہ بھی ہے بڑے تعجب کی بات

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا

اور چل کھڑے ہوئے کئی پنچ اُن میں سے کہ چلو اور جمے رہو اپنے معبودوں پر ف۷ بیشک اس

لَشَىْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِى الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

بات میں کوئی غرض ہے ف۸ یہ نہیں سُنا ہمنے اس پچھلے دین میں اور کچھ نہیں یہ

ف۵ یعنی ان کو معلوم رہنا چاہیئے کہ اسی غرور و تکبر کی بدولت انبیاء اللہ سے مقابلہ ٹھان کر بہت سی جماعتیں پہلے تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ وہ لوگ بھی مدتوں خدا کے پیغمبروں سے لڑتے رہے۔ پھر جب بُرا وقت آ کر پڑا اور عذاب الٰہی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو گھبرا کر شور مچانے اور خدا کو پکارنے لگے۔ مگر اُس وقت فریاد کرنے سے کیا بنتا۔ رہائی اور خلاصی کا موقع گذر چکا تھا، اور وقت نہیں رہا تھا کہ اُن کے شور و بکا کی طرف توجہ کیجائے۔ ف۶ یعنی آسمان سے کوئی فرشتہ آتا تو خیر ایک بات تھی۔ ہم ہی میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر ہم کو ڈرانے دھمکانے لگے اور کہے میں آسمان والے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے اب بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ایک جادوگر نے جھوٹا ڈھونگ بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ جادو کے زور سے کچھ کرشمے دکھا کر اُنہیں معجزہ کہنے لگے اور چند قصے کہانیاں جمع کر کے جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ کہ یہ اللہ کے اُتارے ہوئے علوم ہیں۔ اور میں اُس کا پیغمبر ہوں۔ ف۷ یعنی اور لیجیے! اتنے بیشمار دیوتاؤں کا دربار ختم کر کے صرف ایک خدا رہنے دیا۔ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات کیا ہوگی کہ اتنے بڑے جہان کا انتظام اکیلے ایک خدا کے سپرد کر دیا جائے۔ اور مختلف شعبوں اور محکموں کے جن خداؤں کی بندگی قرنوں سے ہوتی چلی آتی تھی وہ سب یک قلم موقوف کر دی جائے۔ گویا ہمارے باپ دادا نرے جاہل اور بے وقوف ہی تھے جو اتنے دیوتاؤں کے سامنے سر عبودیت خم کرتے رہے۔ روایات میں ہے کہ ابو طالب کی بیماری میں ابوجہل وغیرہ چند سرداران قریش نے ابو طالب سے آن کر حضرت صلعم کی شکایت کی کہ یہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اور ہمیں طرح طرح سے احمق بناتے ہیں۔ آپ اِن کو سمجھایئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے چچا! میں اِن سے صرف ایک کلمہ چاہتا ہوں جس کے بعد تمام عرب اُن کا مطیع ہو جائے اور عجم اُنکی خدمت میں جزیہ پیش کرنے لگے۔ وہ خوش ہو کر بولے کہ تلایئے وہ کلمہ کیا ہے، آپ ایک کلمہ کہتے ہیں ہم آپ کے دس کلمے ماننے کے لیئے تیار ہیں فرمایا زیادہ نہیں بس ایک اور صرف ایک ہی کلمہ ہے۔ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"۔ یہ سنتے ہی طیش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کیا اتنے خداؤں کو ہٹا کر اکیلا ایک خدا۔ چلو جی! یہ اپنے منصوبے سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ یہ تو اہنی ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادت و حمایت پر جمے رہو۔ مبادا انکا پروپگنڈا کسی ضعیف الاعتقاد کا قدم پُرانے آبائی طریقہ سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائے۔ ان کی ان تھک کوشش کے مقابلہ میں ہم کو بہت زیادہ صبر و استقلال دکھانے کی ضرورت ہے۔ ف۸ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اس قدر زور شور اور عزم و استقلال سے ہمارے معبودوں کے خلاف جہاد کرنے پر تلے ہوئے ہیں ضرور اس میں انکی کوئی غرض ہے اور وہ یہی کہ ایک خدا کا نام لے کر ہم سب کو اپنا محکوم اور مطیع بنالیں اور دنیا کی حکومت و ریاست حاصل کریں۔ سو لازم ہے کہ اس مقصد میں ہم اُن کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ بعض مفسرین نے "اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ" کا مطلب یہ لیا ہے کہ بیشک یہ وہ چیز ہے جس کا محمد صلعم ارادہ ہی کر چکے ہیں کسی طرح اس سے ہٹنے والے نہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ یہ بات (معلوم ہوتا ہے) ہو نیوالی ہے۔ اللہ کو یہی منظور ہے کہ دنیا میں انقلاب ہو۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے صبر و تحمل سے اپنے قدیم دین و آئین کی حفاظت کرتے رہو۔ (بقیہ بر صفحہ ۵۸۸)

(بقیہ صفحہ ۵۸۷) یا ممکن ہے ازراہ تحقیر کہا ہو کہ بیشک محمد (صلعم) کے ارادے سب کچھ ہیں لیکن ضروری نہیں کہ آدمی جو ارادہ اور تمنا کرے وہ پوری ہو۔ چاہئے کہ ہم انکے مقابلہ میں قدم پیچھے نہ ہٹائیں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ پچھلا دین کہتے تھے اپنے باپ دادوں کو یعنی آگے تو سُنے ہیں کہ اگلے لوگ ایسی باتیں کہتے تھے پر ہمارے نزدیک تو یوں نہیں کہہ گئے" اور ممکن ہے پچھلے دین سے عیسائی مذہب مراد ہو۔ جیسا کہ اکثر سلف کا قول ہے۔ یعنی نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں اُن کو بھی ہم نے نہیں سُنا کہ سب خداؤں کو ہٹا کر ایک ہی خدا رہنے دیا ہو۔ آخر وہ بھی تین خدا تو مانتے ہیں اور آنحضرت (صلعم) کو رسول نہیں مانتے۔ اگر پہلی کتابوں میں کچھ اصل ہوتی تو وہ ضرور قبول کرتے معلوم ہوا کہ محض گھڑی ہوئی بات ہے۔ العیاذ باللہ۔ ف۲ یعنی اچھا قرآن کو اللہ کا کلام ہی مان لو اور یہ بھی نہ سہی کہ آسمان سے کوئی فرشتہ نبی بنا کر بھیجا جاتا مگر یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے محمد (صلعم) ہی کا انتخاب ہوا۔ کیا سارے ملک میں ایک یہ ہی اس منصب کے لیئے رہ گئے تھے؟ اور کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا جس پر اپنا کلام نازل کرتا۔ ف۳ ... یہ

اخْتِلَاقٌ ﴿٧﴾ أَؤُنزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِن بَيْنِنَا ۚ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّن

بنائی ہوئی بات ہے ف۱ کیا اسی پر اتری نصیحت ہم سب میں سے ف۲ کوئی نہیں اُن کو دھوکا ہے میری

ذِكْرِي ۖ بَل لَّمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ ﴿٨﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

نصیحت میں کوئی نہیں ابھی اُنہوں نے چکھی نہیں میری مار ف۳ کیا اُنکے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہربانی

الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ﴿٩﴾ أَمْ لَهُم مُّلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ

کے جو کہ زبردست ہے بخشنے والا یا اُن کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے

فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ﴿١٠﴾ جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ﴿١١﴾

تو اُنکو چاہیئے کہ چڑھ جائیں رسیاں تان کر ف۴ ایک لشکر یہ بھی وہاں تباہ ہوا اُن سب لشکروں میں ف۵

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿١٢﴾ وَثَمُودُ وَقَوْمُ

جھٹلا چکے ہیں اُن سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور فرعون میخوں والا ف۶ اور ثمود اور لوط

لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿١٣﴾ إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ

کی قوم اور ایکہ کے لوگ ف۷ وہ بڑی بڑی فوجیں یہ جتنے تھے سب نے ہی کیا کہ جھٹلایا رسولوں کو

فَحَقَّ عِقَابِ ﴿١٤﴾ وَمَا يَنظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن

پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا ف۸ اور راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ مگر ایک چنگھاڑ کی جو بیچ میں دم

فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اصْبِرْ عَلَىٰ

نہ لے گی ف۹ اور کہتے ہیں اے رب جلد دے ہم کو چھٹی ہماری پہلے حساب کے دن سے ف۱۰ تو تحمل کر تارہ اُس

مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا

پر جو وہ کہتے ہیں اور یاد کر ہمارے بندے داؤد قوت والے کو وہ تھا رجوع رہنے والا ف۱۱ ہم نے تابع کیے

الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ

پہاڑ اُسکے ساتھ پاکی بولتے تھے شام کو اور صبح کو ف۱۲ اور اُڑتے جانور جمع ہو کر

كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

سب تھے اُسکے آگے رجوع رہتے ف۱۳ اور قوت دی ہم نے اُسکی سلطنت کو ف۱۴ اور دی اُس کو تدبیر اور فیصلہ کرنا بات کا ف۱۵

حق تعالیٰ کی طرف سے اُنکی نامعقول یاوہ گوئی کا جواب ہوا۔ یعنی اِن کی یہ خرافات کچھ نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ابھی ہماری نصیحت کے متعلق اُن کو دھوکا لگا ہوا ہے وہ یقین نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور پیش آکر رہیگا۔ کیونکہ ابھی تک اُنہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑیگی تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ ف۴ یعنی رحمت کے خزانے اور آسمان و زمین کی حکومت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ زبردست ہے اور بڑی بخشش والا ہے جس پر جو انعام چاہے کرے۔ کون روک سکتا ہے یا نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی بشر کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو تم دخل دینے والے کون ہو کہ صاحب اُس پر یہ مہربانی فرمائی ہم پر نہ فرمائی کیا رحمت کے خزانوں اور زمین و آسمان کی حکومت کے تم مالک و مختار ہو جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہو۔ اگر ہو تو اپنے تمام اسباب و وسائل کو کام میں لے آؤ اور رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جاؤ۔ تاکہ وہاں سے محمد (صلعم) پر وحی کا آنا بند کر سکو اور علویات پر قابض ہو کر اپنی مرضی و منشار کے موافق آسمان و زمین کے انتظام و تدبیر کا کام انجام دیسکو۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان و زمین کی حکومت اور خزائن رحمت کی مالکیت کا دعوےٰ عبث ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بیحیائی یا جنون کے اور کیا ہو گا۔ ایاز قدر خود بشناس۔ ف۵ یعنی کچھ بھی نہیں۔ زمین و آسمان کی حکومت اور خزانوں کے مالک تو یہ بیچارے کیا ہوتے۔ چند ہزیمت خوردہ آدمیوں کی ایک بھیڑ ہے جو اگلی تباہ شدہ قوموں کی طرح تباہ و برباد ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہ منظر "بدر" سے لیکر "فتح مکہ" تک لوگوں نے دیکھ لیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اگلی قومیں برباد ہوئیں۔ اگر چڑھ جائیں تو اُن میں ایک یہ بھی برباد ہوں" گویا اس آیت کا ربط ماقبل سے تبلا دیا واللہ اعلم ف۶ یعنی بہت زور و قوت اور لاؤ لشکر والا جس نے دنیا میں اپنی سلطنت کے کھونٹے گاڑ دیے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو میخ کر کے مارتا تھا اس سے اُس کا نام "ذوالاوتاد" (میخوں والا) پڑ گیا۔ واللہ اعلم ف۷ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام جن کی طرف مبعوث ہوئے۔ ف۸ یعنی یہ بڑی بڑی طاقتور فوجیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں۔ تمہاری تو حقیقت کیا ہے۔ ف۹ یعنی صور کی آواز کے منتظر ہیں۔

پوری سزا اُس وقت ملے گی۔ اور ممکن ہے "صیحہ" سے یہیں کی ایک ڈانٹ مراد ہو۔ ف۱۰ یعنی جب وعدۂ قیامت سنتے مسخراپن سے کہتے کہ ہم کو تو اُس وقت کا حصہ ابھی دیدیجیے ابھی ہم اپنا اعمالنامہ دیکھ لیں اور ہاتھ کے ہاتھ سزا الجزاء سے فارغ ہو جائیں۔ ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس جگہ اُن کو (داؤد کا قصہ) یاد دلوایا کہ اُنہوں نے بھی طالوت کے (عہد) حکومت میں بہت صبر کیا۔ آخر حکومت ان کو ملی اور (جالوت وغیرہ) مخالفوں کو جہاد سے زیر کیا۔ یہی نقشہ ہوا ہمارے پیغمبر کا (تنبیہ) "ذاالاید" کا ترجمہ حضرت شاہ صاحبؒ نے "ہاتھ کے بل والا" کیا ہے۔ یعنی قوت سلطنت، یا اِدھر اشارہ ہو کہ اُن کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا، یا "ہاتھ کا بل" یہ کہ سلطنت کا مال نہ کھاتے اپنے دست و بازو سے کسب کر کے کھاتے۔ اور "اواب" یعنی ہر معاملہ میں اللہ کی طرف رجوع رہتے تھے۔ ف۱۲ یعنی صبح و شام جب حضرت داؤد تسبیح پڑھتے، پہاڑ بھی اُن کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ اسکے متعلق کچھ مضمون سورۂ "سبا" میں گذر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے ف۱۳ یا سب اُسکے ساتھ مل کر اللہ کی طرف رجوع رہتے کما قال بعض المفسرین۔ ف۱۴ یعنی دنیا میں اُسکی سلطنت کی دھاک بٹھلا دی تھی اور اپنی اعانت و نصرت سے مختلف قسم کی کثیر التعداد فوجیں دیکر خوب اقتدار جما دیا تھا ف۱۵ یعنی بڑے مدبر و دانا تھے۔ ہر بات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر ہوتی تھی۔ بہر حال حق تعالیٰ نے اُن کو نبوت، حسن تدبیر، قوت فیصلہ اور طرح طرح کے علمی و عملی کمالات عطا فرمائے تھے لیکن امتحان و ابتلاء

وَهَلْ أَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلٰى

اور پہنچی ہے تجھ کو خبر دعوے والوں کی جب دیوار کود کر آئے عبادتخانہ میں جب گھس آئے

دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ

داؤد کے پاس تو اُن سے گھبرایا ف۱ وہ بولے مت گھبرا ہم دو جھگڑتے ہیں زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ هٰذَا

سو فیصلہ کر دے ہم میں انصاف کا اور دور نہ ڈال بات کو اور بتلا دے ہم کو سیدھی راہ ف۲ یہ جو ہے

أَخِي لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُونَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۚ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَ

بھائی ہے میرا اُسکے یہاں ہیں ننانوے دُنبیاں اور میرے یہاں ایک دُنبی پھر کہتا ہے حوالہ کر دے میرے وہ بھی

عَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهٖ ۖ وَإِنَّ

اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں ف۳ بولا وہ بے انصافی کرتا ہے تجھ پر کہ مانگتا ہے تیری دُنبی ملانے کو اپنی دُنبیوں میں اور

كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا

اور اکثر شریک زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر مگر جو یقین لائے ہیں اور کام

الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوٗدُ أَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ

کیے نیک اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے ف۵ اور خیال میں آیا داؤد کے کہ ہم نے اُس کو جانچا پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے

رَاكِعًا وَّأَنَابَ ۩ ﴿٢٤﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾

اور گر پڑا جھک کر اور رجوع ہوا پھر ہم نے معاف کر دیا اُس کو وہ کام ف۶ اور اُس کے لئے ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا

يٰدَاوٗدُ إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ

اور نہ چل جی کی خواہش پر پھر وہ تجھ کو بچلا دے اللہ کی راہ سے مقرر جو لوگ بچلتے ہیں

سَبِيلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ وَمَا خَلَقْنَا

اللہ کی راہ سے اُنکے لئے سخت عذاب ہے ف۸ اس بات پر کہ بھلا دیا اُنہوں نے دن حساب کا ف۹ اور ہم نے نہیں بنایا

ف۱ حضرت داؤدؑ نے تین دن کی باری رکھی تھی۔ ایک دن دربار و مقدمات کا، ایک دن اپنے اہل و عیال کے پاس رہنے کا۔ ایک دن خاص اللہ کی عبادت کا۔ اُس دن خلوت میں رہتے تھے، دربان کسی کو آنے نہ دیتے۔ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ کئی شخص دیوار پھاند کر اُنکے پاس آ کھڑے ہوئے۔ داؤد علیہ السلام باوجود اپنی قوت و شوکت کے یہ ناگہانی ماجرا دیکھ کر گھبرا اُٹھے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق ہے۔ آدمی ہیں تو ناوقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی! دربانوں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازہ سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیواروں کو پھاندنے کی کیا سبیل ہوئی ہوگی۔ خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ غرض اچانک یہ عجیب و مہیب واقعہ دیکھ کر خیال دوسری طرف بٹ گیا اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے، قائم نہ رہ سکی۔ ف۲ آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں اور ہم سے خوف نہ کھائیے۔ ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے۔ کوئی بے راہی اور ٹالنے کی بات نہ ہو۔ ہم عدل و انصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں (شاید گفتگو کا یہ عنوان دیکھ کر حضرت داؤد اور زیادہ متعجب ہوئے ہوں) ف۳ یعنی جھگڑا یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے ہاں صرف ایک دنبی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کر لے۔ اور مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے اور لوگ بھی اسی کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ غرض میرا حق چھیننے کے لئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔ ف۴ حضرت داؤدؑ نے بقاعدہ شریعت ثبوت وغیرہ طلب کیا ہوگا۔ آخر میں یہ فرمایا کہ بیشک (اگر یہ تیرا بھائی ایسا کرتا ہے تو) اس کی زیادتی اور ناانصافی ہے۔ چاہتا ہے کہ اس طرح اپنے غریب بھائی کا مال ہڑپ کر جائے۔ (مطلب یہ کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے) ف۵ یعنی شرکاء کی عادت ہے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی، قوی حصہ دار چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے۔ صرف اللہ کے ایماندار اور نیک بندے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر وہ دنیا میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔ ف۶ یعنی اس قصہ کے بعد داؤدؑ کو تنبہ ہوا کہ میرے حق میں یہ ایک فتنہ اور امتحان تھا۔ اس خیال کے آتے ہی اپنی خطا معاف کرانے کے لئے نہایت عاجزی کے ساتھ خدا کے سامنے جھک پڑے۔ آخر خدا نے اُن کی وہ خطا معاف کر دی۔ داؤد علیہ السلام کی وہ خطا کیا تھی؟ جس کی طرف اِن آیات میں اشارہ ہے اس کے متعلق مفسرین نے بہت سے لمبے چوڑے قصے بیان کئے ہیں مگر حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اُنکی نسبت لکھتے ہیں "قد ذکر المفسرون ہہنا قصۃ اکثرہا ماخوذ من الاسرائیلیات و لم یثبت فیہا عن المعصوم حدیث یجب اتباعہ"۔ اور حافظ ابو محمد ابن حزم نے کتاب الفصل میں بہت شدت سے اُن قصوں کی تردید کی ہے۔ باقی ابو حیان وغیرہ نے اِن قصوں سے علیحدہ ہو کر آیات کا جو محمل بیان کیا ہے وہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو ابن عباس سے منقول ہے۔ یعنی داؤد علیہ السلام کو یہ ابتلاء ایک طرح کے اعجاب کی بنا پر پیش آیا۔ صورت یہ ہوئی کہ داؤد علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار! رات اور دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤد کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت (یعنی نماز یا تسبیح و تکبیر) میں مشغول نہ رہتا ہو۔ (یہ اس لئے کہا کہ اُنہوں نے روز و شب کے چوبیس گھنٹے اپنے گھر والوں پر نوبت بہ نوبت تقسیم کر رکھے تھے تا اُن کا عبادتخانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے) اور بھی کچھ اس قسم کی چیزیں عرض کیں (شاید اپنے حسن انتظام وغیرہ کے متعلق ہونگی) اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی، ارشاد ہوا کہ داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہو تو تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتا۔ (ہزار کوشش کرے نہیں نبھا سکیگا) قسم ہے اپنے جلال کی میں تجھ کو ایک روز تیرے نفس کے سپرد کر دونگا (یعنی اپنی مدد ہٹا لونگا۔ دیکھیں اُس وقت تو کہاں تک اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتا اور اپنا نظام قائم رکھ سکتا ہے) داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار مجھے اُس دن کی خبر کر دیجئے۔ بس اُسی دن فتنہ میں مبتلا ہو گئے (اخرج ہذا الاثر الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد واقرہ الذہبی فی التلخیص) یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہونی چاہیے کہ جس وقت داؤدؑ عبادت میں مشتغل ہوں باوجود پوری کوشش کے مشتغل نہ رہ سکیں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکیں۔ چنانچہ آپ پڑھ چکے کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے چند اشخاص نے اچانک عبادتخانہ میں داخل ہو کر حضرت داؤدؑ کو گھبرا دیا اور اُنکے شغل خاص سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کر لیا۔ بڑے بڑے پہرے اور انتظامات اُن کو داؤدؑ کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تب داؤدؑ کو خیال ہوا کہ اللہ نے میرے اُس دعوے کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا کیا۔ لفظ "فتنہ" کا اطلاق اس جگہ تقریبًا ایسا سمجھو جیسے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں قمیص پہن کر لڑکھڑاتے ہوئے آ رہے تھے حضورؐ نے منبر پر سے دیکھا اور خطبہ قطع کر کے اُنکو اوپر اُٹھا لیا اور فرمایا "صدق اللہ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ" بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے کہتا ہے کہ اے پروردگار! میں نے یہ کام کیا، میں نے صدقہ کیا، میں نے (بقیہ برصفحہ ۵۹۰)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۸۹۔ نماز پڑھی، میں نے کھانا کھلایا" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور میں نے تیری مدد کی اور میں نے تجھ کو توفیق دی"۔ اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تو نے مدد کی، تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا" تو اللہ کہتا ہے" اور تو نے عمل کیا تو نے ارادہ کیا تو نے یہ نیکی کمائی" (مدارج السالکین ص۹۹) اسی سے سمجھ لو کہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا اپنے حسن انتظام کو جتلاتے ہوئے یہ فرمانا کہ اے پروردگار! رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں میں یا میرے متعلقین تیری عبادت میں مشغول نہ رہتے ہوں کیسے پسند آسکتا تھا۔ بڑوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت ہوتی ہے۔ اسی لیے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیے گئے تا متنبہ ہو کر اپنی غلطی کا تدارک کریں۔ چنانچہ تدارک کیا اور خوب کیا۔ میرے نزدیک آیت کی بے تکلف تقریر یہی ہے۔ باقی حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی مشہور قصہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ موضح القرآن میں دیکھ لیا جائے۔
ف۷ یعنی بدستور مقرب بارگاہ ہیں اس غلطی سے تقرب اور مرتبہ میں فرق نہیں آیا۔ صرف تھوڑی سی تنبیہ کر دی گئی۔ کیونکہ مقربین کی چھوٹی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے "حسنات الابرار سیئات المقربین" ؎ گرچہ یک موئے بدگنہ کو جستہ بود ؛ لیک آں مو در دیدہ رستہ بود ۔ بود آدم دیدۂ نور قدیم ؛ موئے در دیدہ بود کوہ عظیم۔ ف۸ یعنی خدا نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا

السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ
آسمان اور زمین کو اور جو ان کے بیچ میں ہے نکما یہ خیال ہے اُن کا جو منکر ہیں سو خرابی ہے
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
منکروں کے لیے آگ سے ف۱ کیا ہم کر دینگے ایمان والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں
كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ
برابر انکے جو خرابی ڈالیں ملک میں کیا ہم کر دینگے ڈرنے والوں کو برابر ڈھیٹھ لوگوں کے ف۲ ایک کتاب ہے جو
اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا
اُتاری ہم نے تیری طرف برکت کی تا دھیان کریں لوگ اُسکی باتیں اور تا سمجھیں عقل والے ف۳ اور دیا ہم نے
لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ
داؤد کو سلیمان ف۴ بہت خوب بندہ وہ ہے (۲) رجوع رہنے والا ☆ جب دکھانے کو لائے اُسکے سامنے شام کو
الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ
گھوڑے بہت خاصے ☆ تو بولا میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے
حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ
یہاں تک کہ سورج چھپ گیا اوٹ میں ☆ پھر لاؤ اُن کو میرے پاس پھر لگا جھاڑنے اُن کی پنڈلیاں اور
الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا
گردنیں ف۵ اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا اُس کے تخت پر ایک دھڑ
ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ
پھر وہ رجوع ہوا ف۶ بولا اے رب میرے معاف کر مجھ کو اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ مناسب نہ ہو کسی کو میرے
بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً
پیچھے بیشک تو ہے سب کچھ بخشنے والا ف۷ پھر ہم نے تابع کر دیا اُسکے ہوا کو چلتی تھی اُسکے حکم سے نرم نرم
حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ
جہاں پہنچنا چاہتا ☆ اور تابع کر دیے شیطان سارے عمارت کرنے والے اور غوطہ لگانے والے ف۸ بہت سے اور جو ہیں جکڑے ہوئے

لہٰذا اُسی کے حکم پر چلو اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ شریعت الٰہی کے موافق کرتے رہو۔ کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے۔ کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے۔ اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں۔ ف۹ یعنی عموماً خواہشات نفسانی کی پیروی اسی لیے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات مستحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے (تنبیہ) ممکن ہے کہ "یوم الحساب" کا تعلق "لہم عذاب شدید" کے ساتھ ہو۔ "نسوا" کے ساتھ نہ ہو یعنی اللہ کے احکام بھلا دینے کے سبب سے اُن پر سخت عذاب ہوگا حساب کے دن۔

ربع

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جس کا آگے کچھ نتیجہ نہ نکلے۔ بلکہ اس دنیا کا نتیجہ ہے آخرت۔ لہٰذا یہاں رہ کر وہاں کے لیے کچھ کام کرنا چاہیے اور وہ کام یہی ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق و عدل کے اصول پر کاربند ہو۔ اور خالق و مخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے۔ یہ نہ سمجھے کہ بس دنیا کی زندگی ہے کھا پی کر ختم کر دینگے۔ آگے حساب کتاب کچھ نہیں۔ یہ خیالات تو اُنکے ہیں جنہیں موت کے بعد دوسری زندگی سے انکار ہے سو ایسے منکروں کے لیے آگ تیار ہے۔ ف۲ یعنی ہمارے عدل و حکمت کا اقتضاء یہ نہیں کہ نیک ایماندار بندوں کو شریروں اور مفسدوں کی برابر کر دیں یا ڈرنے والوں کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنے لگیں جو ڈھیٹ اور نڈر لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اسی لیے ضرور ہوا کہ کوئی وقت حساب و کتاب اور جزا سزا کا رکھا جائے لیکن دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نیک اور ایماندار آدمی قسم قسم کی مصائب و آفات میں مبتلا رہتے ہیں اور کتنے ہی بدمعاش بیحیا مزے چین اُڑاتے ہیں۔ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ موت کے بعد دوسری زندگی کی جو خبر مخبر صادق نے دی ہے عین مقتضائے حکمت ہے۔ وہاں ہی ہر نیک و بد کو اُس کے بُرے بھلے کام کا بدلہ ملیگا۔ پھر یوم الحساب کی خبر کا انکار کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ ف۳ یعنی جب نیک اور بد کا انجام ایک نہیں ہو سکتا تو ضرور تھا کہ کوئی کتاب ہدایت مآب حق تعالیٰ کی طرف سے آئے جو لوگوں کو خوب معقول طریقہ سے اُن کے انجام پر آگاہ کر دے۔ چنانچہ اس وقت یہ کتاب آئی جس کو قرآن مبین کہتے ہیں جس کے الفاظ، حروف، نقوش، اور معانی و مضامین ہر چیز میں برکت ہے۔ اور جو اسی غرض سے اُتاری گئی ہے کہ لوگ اُس کی آیات میں غور کریں اور عقل رکھنے والے اُسکی نصیحتوں سے منتفع ہوں چنانچہ اس آیت سے پہلے ہی آیت میں دیکھ لو کس قدر، صاف، فطری اور معقول طریقہ سے مسئلہ معاد کو حل کیا ہے کہ تھوڑی عقل والا بھی غور کرے تو صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ (تنبیہ) شاید "تدبر" سے قوت علمیہ کی اور "تذکر" سے قوۃ عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہو۔ یہ سب باتیں حضرت داؤد کے تذکرہ کے ذیل میں آ گئی تھیں۔ آگے پھر ان کے قصہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔ ف۴ یعنی سلیمان بیٹا دیا جو انہی کی طرح نبی اور بادشاہ ہوا۔ ف۵ یعنی نہایت اصیل، شائستہ، اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کے لیے پرورش کیے گئے تھے اُن کے سامنے پیش ہوئے۔ اُن کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ شاید اس شغل میں عصر کے وقت کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں۔ اُس پر کہنے لگے کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر ایک طرف ذکر اللہ (یاد خدا) سے بظاہر علیحدہ گی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اُسی کی یاد سے وابستہ ہے۔ جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اُسکے مُعدات و مبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا۔ آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آلات جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے۔ اسی جذبہ جہاد کے جوش و افراط میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ۔ چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان غایت محبت و اکرام سے اُنکی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے۔ آیت کی یہ تقریر بعض مفسرین نے کی ہے

بقیہ فوائد صفحہ ۵۹۰ . اور لفظ "حب الخیر" سے اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ گھوڑوں کی طرف اشارہ کر رہے ہو نبی کریم صلعم نے حدیث میں فرمایا "اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْہَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ" لیکن دوسرے علماء نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ حضرت سلیمان کو گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول ہو کر اُس وقت کی نماز یا وظیفہ سے ذہول ہو گیا (اور ذہول و نسیان انبیاء کے حق میں محال نہیں) فرمایا کہ (دیکھو!) مال کی محبت نے مجھ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا حتیٰ کہ غروب آفتاب تک میں اپنا وظیفہ ادا نہ کر سکا۔ یہ مانا کہ اُس مال کی محبت میں بھی ایک پہلو عبادت کا اور خدا کی یاد کا تھا۔ مگر خواص و مقربین کو یہ فکر بھی رہتی ہے کہ جس عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس میں تخلف نہ ہو۔ اور ہو جاتا ہے تو صدمہ اور قلق کرتے ہیں (گو عذر سے ہو)۔ گر زباغ دل خلالے کم بود ، بر دل سالک ہزاراں غم بود۔ "غزوۂ خندق" میں دیکھو نبی کریم صلعم کی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔ باوجودیکہ آپ عین جہاد میں مشغول تھے اور کسی قسم کا ذنب آپ پر نہ تھا لیکن جن کفار کے سبب سے ایسا پیش آیا آپ اُنکے حق میں "مَلَأَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا" وغیرہ الفاظ سے بددعا فرما رہے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک موقت عبادت کے فوت ہو جانے سے بیتاب ہو گئے۔ حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ (جو یادِ الٰہی کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں) جب لائے گئے تو شدتِ غیرت اور غلبۂ حبِ الٰہی میں تلوار لے کر اُنکی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کر دیں۔ تا سببِ غفلت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کریں کہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے۔ شاید اُن کی شریعت میں قربانی گھوڑے کی جائز ہو گی اور اُنکے پاس گھوڑے وغیرہ اس کثرت سے ہونگے کہ ان چند گھوڑوں کی قربان کرنے سے مقصد جہاد میں کوئی خلل نہ پڑتا ہوگا۔ اور لفظ "فَطَفِقَ مَسْحًا" سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ سب گھوڑوں کو قتل ہی کر گذرے ہوں۔ محض اتنا ہے کہ یہ کام شروع کر دیا واللہ اعلم۔ اس تقریر کی تائید ایک حدیث مرفوع سے ہوتی ہے جو طبرانی نے باسنادِ حسن ابی بن کعب سے روایت کی ہے (راجع روح المعانی وغیرہ) **ف ۶** حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی تمام عورتوں کے پاس جاؤنگا (جو تعداد میں ستر یا نوے یا سو کے قریب تھیں) اور ہر ایک عورت ایک بچہ جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کریگا۔ فرشتہ نے القاء کیا کہ "ان شاء اللہ" کہہ لیجئے۔ مگر (باوجود دل میں موجود ہونے کے) زبان سے نہ کہا خدا کا کرنا کہ اُس مباشرت کے نتیجے میں ایک عورت نے بھی بچہ نہ جنا۔ صرف ایک عورت سے ادھورا بچہ ہوا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دایہ نے وہی ادھورا بچہ اُن کے تخت پر لا کر ڈال دیا۔ کہ لو! یہ تمہاری قسم کا نتیجہ ہے (اُسی کو یہاں "جسد" (دھڑ) سے تعبیر کیا ہے) یہ دیکھ کر حضرت سلیمان ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔ اور "ان شاء اللہ" نہ کہنے پر استغفار کیا۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔ حدیث میں ہے کہ اگر "ان شاء اللہ" کہہ لیتے تو بیشک اللہ ویسا ہی کر دیتا جو اُنکی تمنا تھی۔ (تنبیہ) اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر دوسری طرح کی ہے اور اس موقع پر بہت سے بے سروپا قصے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری اور جنوں کے نقل کیے ہیں جسے دلچسپی ہو کتب تفاسیر میں دیکھ لے۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں "وقد رویت ہذہ القصۃ مطولۃ عن جماعۃ من السلف رضی اللہ عنہم ..... وکلہا متلقاۃ من قصص اہل الکتاب۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ف ۷ یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت عنایت فرما جو میرے سوا کسی کو نہ ملے نہ کوئی دوسرا اُس کا اہل ثابت ہو یا یہ مطلب ہو کہ کسی کو حوصلہ نہ ہو کہ مجھ سے چھین سکے (تنبیہ) احادیث میں ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اجابت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ یعنی وہ دعا ضرور ہی قبول کرینگے۔ شاید حضرت سلیمان کی یہ وہی دعا ہو۔ آخر نبی اور بادشاہ زادے تھے۔ دعا میں بھی یہ رنگ رہا۔ کہ بادشاہت ملے اور اعجازی رنگ کی ملے۔ وہ زمانہ ملوک اور جبارین کا تھا، اس حیثیت سے بھی یہ دعا، مذاق زمانہ کے موافق تھی اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقصد ملک حاصل کرنے سے اپنی شوکت و حشمت کا مظاہرہ کرنا نہیں۔ بلکہ اُس دین کا ظاہر و غالب کرنا اور قانون سماوی کا پھیلانا ہوتا ہے جسکے وہ حامل بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کو دنیاداروں کی دعا پر قیاس نہ کیا جائے۔ **ف ۸** یعنی جن اُنکے حکم سے بڑی بڑی عمارتیں بنانے اور موتی وغیرہ نکالنے کیلئے دریاؤں میں غوطے لگاتے تھے۔ ہوا اور جنات کے تابع کرنے کے متعلق پہلے سورۂ "سبا" وغیرہ میں کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ ھٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَ

بیڑیوں میں **ف ۱** یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ (ت) کچھ حساب نہ ہوگا **ف ۲** اور

اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ

اُس کا ہمارے یہاں مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا **ف ۳** اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب اُس نے پکارا اپنے رب

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ ھٰذَا مُغْتَسَلٌۢ

کو کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا اور تکلیف **ف ۴** لات مار اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہانے کو

بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَھَبْنَا لَهٗۤ اَھْلَهٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ

ٹھنڈا اور پینے کو ☆ اور بخشے ہم نے اُس کو اُس کے گھر والے اور اُنکے برابر (ت) اُنکے ساتھ اپنی طرف کی مہربانی سے

ذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ

اور یاد رکھنے کو عقل والوں کے **ف ۵** اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اُس سے مار لے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو **ف ۶**

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰھِیْمَ

ہم نے اُس کو پایا جھیلنے والا بہت خوب بندہ تحقیق وہ ہے رجوع رہنے والا اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم

وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَةٍ

اور اسحٰق اور یعقوب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے **ف ۷** ہم نے امتیاز دیا اُنکو ایک چنی ہوئی

ذِكْرَی الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ

بات کا وہ یاد اُس گھر کی **ف ۸** اور وہ سب ہمارے نزدیک ہیں چنے ہوئے نیک لوگوں میں ☆ اور یاد کر

اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۸﴾ ھٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَ

اسمٰعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو اور ہر ایک تھا خوبی والا **ف ۹** یہ ایک مذکور ہو چکا **ف ۱۰**

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّھُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾

اور تحقیق ڈر (ت) والوں کیلئے ہے اچھا ٹھکانا ☆ باغ ہیں سدا بسنے کے کھول رکھے ہیں اُنکے واسطے دروازے **ف ۱۱**

مُتَّكِـِٕیْنَ فِیْھَا یَدْعُوْنَ فِیْھَا بِفَاكِھَةٍ كَثِیْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَھُمْ قٰصِرٰتُ

تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے اُن میں منگوائیں گے اُن میں میوے بہت اور شراب **ف ۱۲** اور اُنکے پاس عورتیں ہیں

فوائد صفحہ ہذا **ف ۱** یعنی بہت سے جنات اور تھے جن کو سرکشی اور شرارت و تمرد کی وجہ سے قید کر کے ڈال دیا تھا **ف ۲** یعنی کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا، اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیا دی اور مختار کر دیا حساب معاف کر کے لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے ٹوکرے بنا کر۔" **ف ۳** یعنی بادشاہت کے باوجود جو روحانی تقرب اور مرتبہ ہمارے ہاں حاصل ہے اور فردوس بریں میں جو اعلیٰ ٹھکانا ہے وہ بجائے خود رہا۔ **ف ۴** قرآن کریم کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن اُمور میں کوئی پہلو شر یا ایذا کا یا کسی مقصد صحیح کے فوت ہونے کا ہو اُن کو شیطان کی ۵

بقیہ فوائد صفحہ ۵۹۱۔ منسوب کیا جاتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السّلام کے قصّہ میں آیا "وَمَا اَنْسَانِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ" (کہف۔ رکوع ۹) کیونکہ اکثر اس قسم کی چیزوں کا سبب قریب یا بعید کسی درجہ میں شیطان ہوتا ہے۔ اسی قاعدہ سے حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری یا تکلیف و آزار کی نسبت شیطان کی طرف کی گویا تواضعاً و تادّباً یہ ظاہر کیا کہ ضرور مجھ سے کچھ تساہل یا کوئی غلطی اپنے درجہ کے موافق صادر ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں یہ آزار پیچھے لگا۔ یا حالت مرض و شدت میں شیطان القاء وساوس کی کوشش کرتا ہوگا اور یہ اُسکی مدافعت میں تعب تکلیف اٹھاتے ہونگے۔ اُس کو نصبٌ عذابٌ سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم۔ (تنبیہ) حضرت ایوبؑ کا قصہ سورۂ "انبیاء" میں گذر چکا۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ گو واضح رہے کہ قصہ گویوں نے حضرت ایوبؑ کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کیے ہیں اُس میں مبالغہ بہت ہے۔ ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر و استقذار کا موجب ہو انبیاء علیہم السّلام کی وجاہت کے منافی ہے کما قال تعالیٰ۔ "وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا" (احزاب۔ رکوع ۹) لہٰذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہیے جو منصب نبوۃ کے منافی نہ ہو۔ ف۵ جب اللہ نے چاہا کہ اُن کو چنگا کرے حکم دیا کہ زمین پر پاؤں ماریں۔ پاؤں مارنا تھا کہ قدرت نے وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکال دیا۔ اُسی سے نہایا کرتے اور

الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا

نیچی نگاہ والیاں ایک عمر کی ف۱ یہ وہ ہے جو تم سے وعدہ کیا گیا حساب کے دن پر ☆ یہ ہے

لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ

روزی ہماری دی ہوئی اُسکو نہیں نبڑنا ف۲ یہ سُن چکے ف۳ اور تحقیق شریروں کیواسطے ہے بُرا ٹھکانا ☆ دوزخ ہے

یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّ

جس میں اُنکو ڈالینگے سو کیا بُری آرام کرنے کی جگہ ہے یہ ہے اب اُس کو چکھیں ف۴ گرم پانی اور پیپ ف۵ اور

اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ

کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں ☆ یہ ایک فوج ہے دھنستی آرہی ہے تمہارے ساتھ جگہ نہ ملیو اُن کو

اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

یہ ہیں گھسنے والے آگ میں ☆ وہ بولے بلکہ تم ہی ہو کہ جگہ نہ ملیو تم کو تم ہی پیش لائے

لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا

ہمارے یہ بلا سو کیا بُری ٹھہرنے کی جگہ ہے ف۶ وہ بولے اے رب ہمارے جو کوئی لایا ہمارے پیش یہ سو بڑھا دے اُسکو

ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾

دونا عذاب آگ میں ف۷ اور کہیں گے کیا ہوا کہ ہم نہیں دیکھتے اُن مردوں کو کہ ہم اُنکو شمار کرتے تھے بُرے لوگوں میں ☆

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

کیا ہم نے اُنکو ٹھٹھے میں پکڑا تھا یا چوک گئیں اُن پر ہماری آنکھیں ف۸ یہ بات ٹھیک ہونی ہے جھگڑا کرنا آپس

اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ

میں دوزخیوں کا ف۹ تو کہہ میں تو یہی ہوں ڈر سنا دینے والا اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا

الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ

دباؤ والا ☆ رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو اُنکے بیچ میں ہے زبردست گناہ بخشنے والا ف۱۰ تو کہہ یہ

نَبَؤٌا عَظِیْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ

ایک بڑی خبر ہے ☆ کہ تم اُس کو دھیان میں نہیں لاتے ف۱۱ مجھ کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی

پانی پیتے۔ وہی اُنکی شفا کا سبب ہوا۔ اور اُن کے گھرانے کے لوگ جو چھت کے نیچے دب کر مر گئے تھے اللہ نے اپنی مہربانی سے اُن سے دُگنے عطا کیے تا عقلمند لوگ اِن واقعات کو دیکھ کر سمجھیں کہ جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا اور خدائے واحد کی طرف رجوع ہوتا ہے حق تعالیٰ اُسکی کس طرح کفالت و اعانت فرماتے ہیں۔ ف۶ حضرت ایوبؑ نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی عورت کو سو لکڑیاں ماریں گے۔ وہ بی بی اُس حالت کی رفیق تھی اور چنداں قصوروار بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قسم سچا کرنے کا ایک حیلہ اُنکو بتلا دیا۔ جو اُن ہی کے لیے مخصوص تھا۔ آج اگر کوئی اس طرح کی قسم کھا بیٹھے تو اس کے پورا کرنے کے لیے اتنی بات کافی نہ ہوگی (تنبیہ) جس حیلہ سے کسی حکم شرعی یا مقصد دینی کا ابطال ہوتا ہو وہ جائز نہیں۔ جیسے اسقاط زکوٰۃ وغیرہ کے حیلے لوگوں نے نکالے ہیں۔ ہاں جو حیلہ حکم شرعی کو باطل نہ کرے بلکہ کسی معروف کا ذریعہ بنتا ہو اُس کی اجازت ہے۔ والتفصیل یطلب من مظانہٖ۔ ف۷ یعنی عمل اور معرفت والے جو ہاتھ پاؤں سے بندگی کرتے اور آنکھوں سے خدا کی قدرتیں دیکھ کر یقین و بصیرت زیادہ کرتے ہیں۔ ف۸ انبیاء کا امتیاز یہی ہے کہ اُن کی برابر خدا کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں۔ اِسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں اُن کو سب پر ممتاز مرتبہ حاصل ہے۔ ف۹ حضرت اسمٰعیل اور ذوالکفل کا ذکر پہلے گذر چکا۔ اور "الیسع" کہتے ہیں کہ حضرت الیاس کے خلیفہ تھے۔ اُن کو بھی اللہ نے نبوت عطا فرمائی۔ ف۱۰ یعنی یہ مذکور تو انبیاء کا تھا۔ آگے عام متقین کا انجام سُن لو۔ ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب بہشت میں داخل ہونگے ہر کوئی بدون بتائے اپنے گھر میں چلا جائیگا" آواز دے کر دروازہ کھلوانے کی ضرورت نہ پڑیگی۔ ف۱۲ یعنی قسم قسم کے میوے، پھل اور پینے کی چیزیں حسب خواہش غلمان حاضر کریں گے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی سب عورتیں نوجوان ایک عمر ہونگی یا شکل و شمائل و خو میں اپنے ازواج کی ہم عمر معلوم ہونگی۔ ف۲ یعنی غیر منقطع اور لازوال نعمتیں ہیں جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ رزقنا اللہ منہا بفضلہ وکرمہ فانہ اکرم الاکرمین وارحم الراحمین۔ ف۳ یعنی پرہیزگاروں کا انجام سُن چکے۔ آگے شریروں کا انجام سُن لو۔ ف۴ یعنی لو! یہ حاضر ہے۔ اب اس کا مزہ چکھیں۔ ف۵ "غساق" سے بعض نے کہا دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اور اُن کی آلائشیں مُراد ہیں جس میں سانپوں بچھوؤں کا زہر ملا ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک "غساق" حد سے زیادہ ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جس کے پینے سے سخت اذیت ہو۔ گویا "حمیم" کی پوری ضد۔ واللہ اعلم۔ ف۶ یہ گفتگو دوزخیوں کی آپس میں ہوگی۔ جس وقت فرشتے اُن کو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے پر جمع کرینگے پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا۔ بعدہٗ اُن کے مقلدین و اتباع کی جماعت آئیگی۔ اس کو دور سے آتے ہوئے دیکھ کر پہلے لوگ کہیں گے کہ لو! یہ ایک اور فوج دھنستی اور گھستی ہوئی ہمارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لیے چلی آرہی ہے۔ خدا کی مار اِن پر۔ یہ بھی یہیں آکر مرنے کو تھے۔ خدا کرے اِن کو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دیں گے کہ کمبختو! تم ہی پر خدا کی مار ہو۔ خدا تم کو ہی کہیں آرام کی جگہ نہ دے۔ تم ہی تھے جن کے اغواء و اضلال کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں جو کچھ ہے یہی جگہ ٹھہرنے کی ہے جس طرح ہو یہاں ہی سڑو۔ مرو کھپو۔ ف۷ یعنی آپس میں لعن طعن کرکے پھر حق تعالیٰ سے عرض کرینگے کہ اے پروردگار! جو اپنی شقاوت سے یہ بلا اور مصیبت ہمارے سر لایا۔ اُس کو دوزخ میں دوگنا عذاب دیجیے۔ شاید سمجھیں گے کہ اُس کا دوگنا عذاب دیکھ کر ذرا دل ٹھنڈا ہو جائیگا۔ حالانکہ وہاں تسلی کا سامان کہاں؟ ایک دوسرے کو کوسنا اور پھٹکارنا یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا۔ ف۸ وہاں دیکھیں گے کہ سب جان پہچان والے لوگ ادنیٰ و اعلیٰ دوزخ میں جانے کے واسطے جمع ہوئے ہیں۔ مگر جن مسلمانوں کو ہم حقیر

بقیہ صفحہ ۵۹۲ ۔ تھے اور سب سے زیادہ بُرا جان کر مذاق اُڑایا کرتے تھے وہ اس جگہ نظر نہیں آتے۔ تو حیران ہو کر کہیں گے کہ کیا ہم نے غلطی سے ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا، وہ اس قابل نہ تھے کہ آج دوزخ کے نزدیک رہیں، یا اسی جگہ کہیں ہیں پر ہماری آنکھیں چوک گئیں۔ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ **ف ۹** یعنی بظاہر یہ بات خلاف معلوم ہوتی ہے کہ اُس افراتفری میں ایک دوسرے سے جھگڑیں عذاب کا ہولناک منظر کیسے دوسری طرف متوجہ ہونے دیگا۔ لیکن یاد رکھو! ایسا ہو کر رہیگا۔ یہ بالکل یقینی چیز ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور حقیقت میں یہ اُن کے عذاب کی تکمیل ہے۔ **ف ۱۰** میرا کام تو اتنا ہی ہے کہ تم کو اُس آنیوالی خوفناک گھڑی سے ہشیار کر دوں اور جو بھیانک مستقبل آنیوالا ہے اُس سے بے خبر نہ رہنے دوں۔ باقی سابقہ جس حاکم سے پڑنے والا ہے وہ تو وہ ہی اکیلا خدا ہے جس کے سامنے کوئی چھوٹا بڑا دم نہیں مار سکتا۔ ہر چیز اُس کے آگے دبی ہوئی ہے۔ آسمان و زمین اور اُن کے درمیان کی کوئی چیز نہیں جو اُس کے زیرِ تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے اُن کو قائم رکھے جب چاہے توڑ پھوڑ کر برابر کر دے۔ اُس عزیز و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے، اُس کے زبردست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے اور ساتھ ہی اُس کی لا محدود رحمت و بخشش کو کس کی مجال ہے، محدود کر دے۔ **ف ۱۱** یعنی قیامت اور اُس کے احوال کوئی معمولی چیز نہیں بڑی بھاری اور بھیانک خبر ہے جو میں تم کو دے رہا ہوں "عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ" (نبا رکوع ۱) مگر افسوس ہے کہ تم اُس کی طرف سے بالکل بے فکر ہو۔ جو کچھ تمہاری خیرخواہی کو کہا جاتا ہے دھیان میں نہیں لاتے۔ بلکہ اُلٹا مذاق اُڑاتے ہو کہ کب آئیگی کیونکر آئیگی اور اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔ اُسے جلد کیوں نہیں بلا لیتے۔ وغیرہ ذٰلک۔

الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ إِذْ

مجلس کی جب وہ آپس میں تکرار کرتے ہیں مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے کہ اور کچھ نہیں میں تو ڈر سنا دینے والا ہوں کھول کر جب

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ

کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا **ف ۲** پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں

فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾

اُس میں ایک اپنی جان **ف ۳** تو تم گر پڑو اُسکے آگے سجدہ میں پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے اکٹھے ہو کر ☆

إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ

مگر ابلیس نے **ف ۴** غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں سے **ف ۵** فرمایا اے ابلیس کس چیز نے روک

أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٥﴾

دیا تجھ کو کہ سجدہ کرے اُس کو جس کو میں نے بنایا اپنے دونوں ہاتھ سے **ف ۶** یہ تو نے غرور کیا یا تو بڑا تھا درجہ میں **ف ۷**

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ

بولا میں بہتر ہوں اُس سے مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اُس کو بنایا مٹی سے **ف ۸** فرمایا

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾

تو نکل یہاں سے کہ تو مردود ہوا **ف ۹** اور تجھ پر میری پھٹکار ہے اُس جزا کے دن تک **ف ۱۰**

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٨٠﴾

بولا اے رب مجھ کو ڈھیل دے جس دن تک کہ مُردے جی اُٹھیں **ف ۱۱** فرمایا تو تجھ کو ڈھیل ہے ☆

إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا

اسی وقت کے دن تک جو معلوم ہے **ف ۱۲** بولا تو قسم ہے تیری عزت کی میں گمراہ کرونگا اُن سب کو ☆ مگر جو

عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾ لَأَمْلَأَنَّ

بندے ہیں تیرے اُن میں چنے ہوئے ☆ فرمایا تو ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں **ف ۱۳** مجھ کو

جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ

بھرنا ہے دوزخ تجھ سے اور جو اُن میں تیری راہ چلے اُن سب سے ☆ تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے

فوائد صفحہ ہذا **ف ۱** "ملأ اعلیٰ" (اوپر کی مجلس) ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدابیر الٰہیہ اور تصریفات کونیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ یعنی ملأ اعلیٰ میں نظام عالم کے فنا و بقاء کے متعلق جو مدبریں باحثیں اور قیل و قال ہوتی ہے۔ مجھ کو اسکی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جن اجزاء پر مطلع فرمادیا وہ بیان کر دیے۔ جو کچھ کہتا ہوں اُسی کی وحی و اعلام سے کہتا ہوں۔ مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئیگا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ نہ انذار کے لئے اس کی ضرورت ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چند انبیاء علیہم السلام کے ایک اجتماع میں قیامت کا ذکر چلا کہ کب آئیگی سب نے حضرت ابراہیم پر حوالہ کیا اُنہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر سب نے حضرت موسیٰ پر حوالہ کیا اُنکی طرف سے بھی وہ ہی جواب ملا۔ آخر سب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف رجوع کیا فرمایا "وجبۃ الساعۃ" (عین قیامت کے وقوع کی گھڑی) تو مجھے بھی معلوم نہیں البتہ حق تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے الخ اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت مسیح نے حضرت جبرئیل سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا۔ فرمایا "مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" یعنی میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ معلوم ہوا کہ ملأ اعلیٰ میں قیامت کے متعلق اس قسم کی کچھ بحث و تکرار رہتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت مسائل ہیں جن میں ایک طرح کی تکرار اور قیل و قال ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آپ سے کئی مرتبہ سوال کرنا "فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَىٰ" اور آپ کا جواب دینا مذکور ہے۔ مگر وہاں کے مباحثات کا علم بجز وحی الٰہی کے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہی ذریعہ ہے جس سے اہل نار کے تخاصم پر آپکو اطلاع ہوئی۔ اسی سے ملأ اعلیٰ کے اختصام کی خبر لگی۔ اور جو تخاصم ابلیس کا آدم کے معاملہ میں ہوا جس کا ذکر آگے آتا ہے وہ بھی اسی ذریعہ سے معلوم ہوا۔ **ف ۲** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک یہی تکرار تھی فرشتوں کی جو بیان فرمایا"۔ **ف ۳** یعنی ڈھانچہ ٹھیک تیار کر کے اپنی طرف سے ایک روح پھونکوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "روحی" (اپنی جان) اس لئے فرمایا کہ آب و خاک سے نہیں بنی۔ عالم غیب سے آئی"۔ کچھ مضمون روح کے متعلق سورۂ "بنی اسرائیل" میں گذرا ہے۔ وہاں روح کی اس اضافت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔ **ف ۴** یہ قصہ سورۂ "بقرہ" "اعراف" وغیرہ کئی سورتوں میں گذر چکا۔ اعراف کے فوائد میں ہم نے مفصل بحث کی ہے اُسے ایک مرتبہ دیکھ لیا جائے۔ **ف ۵** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ ابلیس اصل سے (جن تھا جو اگر) خدا کے حکم سے منکر ہیں لیکن اب (اپنی کثرت عبادت وغیرہ کے سبب سے) رہنے لگا تھا فرشتوں میں۔ **ف ۶** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی بدن کو ظاہر کے ہاتھ سے اور روح کو غیب (باطن) کے ہاتھ سے۔ اللہ غیب کی چیزیں ایک طرح کی قدرت سے اور ظاہر کی چیزیں دوسری طرح کی قدرت سے بناتا ہے۔ اس انسان میں دونوں طرح کی قدرت خرچ کی"۔ (سورۂ "مائدہ" میں پارۂ ششم کے ختم کے قریب "بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ" کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعوت و صفات میں سلف کا مسلک ہی اقویٰ و احوط ہے۔ **ف ۷** یا جان بوجھ کر اپنے کو بڑا بنانا چاہا۔ یا واقع میں تو اپنا مرتبہ ہی اونچا سمجھتا ہے۔ **ف ۸** سورۂ اعراف میں اس کا بیان گذر چکا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ آگ ہے گرم پر جوش اور مٹی سرد ہے خاموش۔ ابلیس نے آگ کو اچھا سمجھا۔ اللہ نے اس مٹی کو پسند رکھا۔ **ف ۹** یعنی بہشت میں فرشتوں کی صحبت میں جاتا تھا اب کالا گیا۔ **ف ۱۰** یعنی اُس وقت تک تیرے اعمال کی بدولت پھٹکار بڑھتی جائیگی۔ بعدہٗ کیا ہوگا؟ اُس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ آگے آتا ہے "لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ"

(بقیہ بر صفحہ ۵۹۴)

بقیہ صفحہ ۵۹۳ ۔ وہاں جو نعمت ہوگی یہاں کی نعمتیں اُسکے سامنے گرد ہو جائیں گی۔ ف۱۱ یعنی صور کے دوسرے نفخہ تک ف۱۲ یعنی پہلے نفخہ کے قریب تک۔ اُسکے بعد نہیں۔ ف۱۳ یعنی میری سب باتیں سچی اور ٹھیک ہی ہوتی ہیں۔

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اُس پر کچھ بدلا اور میں نہیں اپنے آپ کو (ن) بنانے والا ☆ یہ تو ایک فہمائش ہے سارے جہان والوں کو ☆

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

اور معلوم کر لوگے اُس کا احوال تھوڑی دیر کے پیچھے ف۱

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانِيَةُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ زمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچھتر آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ

اُتارنا ہے کتاب کا اللہ سے جو زبردست ہے حکمتوں والا ف۲ ہم نے اُتاری ہے تیری طرف کتاب

بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ

ٹھیک ٹھیک سو بندگی کر اللہ کی خالص کر کر اُسکے واسطے بندگی ☆ سنتا ہے اللہ ہی کیلئے ہے بندگی خالص ف۳ اور

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ

جنہوں نے پکڑ رکھے ہیں اُس سے ورے حمایتی کہ ہم تو اُنکو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچادیں اللہ کی طرف

زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

قریب کے درجہ میں بیشک اللہ فیصلہ کر دیگا اُن میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے ہیں ف۴ البتہ اللہ

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

راہ نہیں دیتا اُسکو جو ہو جھوٹا حق نہ ماننے والا ف۵ اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کر لے

لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

تو چن لیتا اپنی خلق میں سے جو کچھ چاہتا وہ پاک ہے ف۶ وہی ہے اللہ اکیلا دباؤ والا ف۷

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ

بنائے آسمان اور زمین ٹھیک لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی نصیحت سے غرض یہ ہے کہ اپنے دشمن اور دوست میں تمیز کرو۔ شیطان لعین جو ازلی دشمن ہے اُسکی راہ مت چلو۔ نبیوں کا کہنا مانو جو تمہاری ہی خواہی کے لیے آئے ہیں۔ میں تم سے اس نصیحت کا کوئی صلہ یا معاوضہ نہیں مانگتا، نہ خواہ مخواہ اپنی طرف سے بنا کر کوئی بات کہتا ہوں۔ اللہ نے ایک فہمائش کی وہ تمہارے تک پہنچادی۔ تھوڑی مدت کے بعد تم خود معلوم کر لوگے کہ جو خبریں دی گئیں کہاں تک درست ہیں اور جو نصیحت کی گئی کیسی سچی اور مفید تھی۔

تم سورۂ ص بعون اللہ وحسن توفیقہ وللہ الحمد والمنہ

ف۲ چونکہ زبردست ہے اس لیئے اس کتاب کے احکام پھیل کر اور نافذ ہو کر رہیں گے۔ کوئی مقابل و مزاحم اُس کے شیوع و نفاذ کو روک نہیں سکتا، اور حکیم ہے اس لیئے دنیا کی کوئی کتاب اُس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ف۳ یعنی حسب معمول اللہ کی بندگی کرتے رہیے جو شوائب شرک و ریاء وغیرہ سے پاک ہو۔ اسی کی طرف قولاً و فعلاً لوگوں کو دعوت دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ اُسی بندگی کو قبول کرتا ہے جو خالص اُسی کے لیئے ہو۔ عمل خالی از اخلاص کی اللہ کے ہاں کچھ پوچھ نہیں۔ ف۴ عموماً مشرک لوگ یہ ہی کہا کرتے ہیں کہ اِن چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا سے نزدیک ہو جائیں گے اور وہ ہم پر مہربانی کریگا جس سے ہمارے کام بنا دیں گے۔ اس کا جواب دیا کہ اِن لچر پوچ حیلوں سے توحید خالص میں جو جھگڑے ڈال رہے ہو اور اہل حق سے اختلاف کر رہے ہو اُس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے چل کر ہو جائیگا۔ ف۵ یعنی جس نے دل میں یہ ہی ٹھان لی کہ کبھی سچی بات کو نہ مانونگا، جھوٹ اور ناحق ہی پر ہمیشہ اڑا رہونگا۔ منعم حقیقی کو چھوڑ کر جھوٹے محسنوں ہی کی بندگی کرونگا۔ اللہ کی عادت ہے کہ ایسے بد باطن کو فوز و کامیابی کی راہ نہیں دیتا۔ ف۶ یہاں سے اُنکا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیئے اولاد تجویز کرتے ہیں۔ جیسا کہ نصاریٰ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ساتھ ہی تین خداؤں میں کا ایک خدا مانتے ہیں۔ یا عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال اللہ یہ ارادہ کرتا کہ اُس کی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے وہ اپنی مخلوق ہی میں سے کسی کو اس کام کے لیئے چنتا۔ کیونکہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایک خدا کے سوا جو کوئی چیز ہے سب اُسی کی مخلوق ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مخلوق اور خالق میں کسی درجہ میں بھی نوعی یا جنسی اشتراک نہیں۔ پھر ایک دوسرے کا باپ یا بیٹا کیسے بن سکتا ہے اور جب مخلوق و خالق میں یہ رشتہ محال ہے تو اللہ کی طرف سے ایسا ارادہ کرنا بھی محال ہوگا۔ علاوہ بریں فرض کیجئے یہ چیز محال نہ ہوتی تب بھی فرشتوں کو بیٹیاں بنانا تو کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا تھا جب مخلوق میں سے انتخاب کی ٹھہری تو اس کا کیا مطلب کہ خدا اپنے لیئے گھٹیا چیز انتخاب کرتا اور بڑھیا اولاد چن چن کر تمہیں دیدیتا۔ ف۷ یعنی ہر چیز اُس کے سامنے دبی ہوئی ہے اُس پر کسی کا دباؤ نہیں۔ نہ کسی چیز کی اُسے حاجت، پھر اولاد بنانا آخر کس غرض سے ہوگا۔

النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ

دن کو رات پر ف١ اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہری ہوئی مدت پر

اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا

سنتا ہے وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا ف٢ بنایا تم کو ایک جی سے پھر بنایا اُسی سے

زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ

اُس کا جوڑا ف٣ اور اُتارے تمہارے واسطے چوپاؤں کی آٹھ نر مادہ ف٤ بناتا ہے تم کو ماں کے

اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ

پیٹ میں ایک طرح پر دوسری طرح کے پیچھے ف٥ تین اندھیروں کے بیچ ف٦ وہ اللہ ہے رب تمہارا اُسی

الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوائے پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو ف٧ اگر تم منکر ہو گے تو اللہ

غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۣ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ

پروا نہیں رکھتا تمہاری اور پسند نہیں کرتا اپنے بندوں کا منکر ہونا ف٨ اور اگر اُس کا حق مانو گے تو اُس کو تمہارے

لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ

لئے پسند کرے گا ف٩ اور نہ اُٹھائے گا کوئی اُٹھانے والا بوجھ دوسرے کا ف١٠ پھر اپنے رب کی طرف تم کو پھر جانا ہے تو وہ جتلائے گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ

تم کو جو تم کرتے تھے مقرر اُس کو خبر ہے دلوں کی بات کی ف١١ اور جب آ لگے انسان کو

ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ

سختی پکارے اپنے رب کو رجوع ہو کر اُس کی طرف پھر جب بخشے اُس کو نعمت اپنی طرف سے بھول جائے اُس کو کہ جس

يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ

کے لئے پکار رہا تھا پہلے سے اور ٹھہرائے اللہ کی برابر اوروں کو تاکہ بہکائے اُس کی راہ سے ف١٢

قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ

تو کہہ برت لے ساتھ اپنے کفر کے تھوڑے دنوں تو ہے دوزخ والوں میں ف١٣ بھلا ایک جو بندگی میں

ف١ مغرب کے وقت مشرق کی طرف دیکھو، معلوم ہو گا کہ اُفق سے ایک چادر تاریکی کی اُٹھتی ہوئی چلی آ رہی ہے اور اپنے آگے سے دن کی روشنی کو مغرب کی طرف صف کی طرح لپیٹتی جاتی ہے۔ اِسی طرح صبح صادق کے وقت نظر آتا ہے کہ دن کا اجالا رات کی ظلمت کو مشرق سے دھکیلتا ہوا آ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ایک پر دوسرا چلا آتا ہے تو ڑا نہیں پڑتا۔ ف٢ یعنی اسی زبردست قدرت سے یہ انتظام قائم کیا اور تھام رکھا ہے لوگوں کی گستاخیاں اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ سب نظام درہم برہم کر دیا جائے۔ لیکن وہ بڑا بخشنے والا اور درگذر کرنے والا ہے اپنی شان عفو و مغفرت سے ایک دم ایسا نہیں کرتا۔ ف٣ یعنی آدم علیہ السّلام اور اُن کا جوڑا حضرت حوّا۔ ف٤ یعنی تمہارے نفع اُٹھانے کے لئے چوپایوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کیے۔ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری جن کا ذکر سورۂ "انعام" میں گذر چکا۔ ف٥ یعنی بتدریج پیدا کیا۔ مثلاً نطفہ سے علقہ بنایا علقہ سے مضغہ بنایا، پھر ہڈیاں بنائیں اور اُن پر گوشت منڈھا، پھر روح پھونکی۔ ف٦ ایک پیٹ دوسرا رحم تیسری جھلی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے۔ وہ جھلی بچہ کے ساتھ نکلتی ہے۔ ف٧ یعنی جب خالق، رب، مالک اور ملک وہ ہی ہے تو معبود اُس کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ خدائے واحد کے لئے اِن صفات کا اقرار کرنے کے بعد دوسرے کی بندگی کسی مطلب کے اتنا قریب پہنچ کر کدھر پھرے جاتے ہو۔ ف٨ یعنی کافر بن کر اس کے انعامات و حقوق کا انکار کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہے، اُس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کفر سے راضی نہیں۔ اپنے بندوں کے کافر و منکر بننے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس چیز کو اُن کے لئے ناپسند کرتا ہے ف٩ یعنی بندے اُس کا حق مان کر مطیع و شکرگذار بنیں۔ یہ بات اُس کو پسند ہے جس کا نفع اُنہی کو پہنچتا ہے ف١٠ یعنی ناشکری کوئی کرے اور پکڑا کوئی جائے، ایسا اندھیر اُس کے یہاں نہیں۔ جو کرے گا سو بھرے گا۔ ف١١ یعنی وہاں جا کر سب کے اچھے بُرے عمل سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ کوئی چھوٹا بڑا کام گم نہ ہو گا۔ کیونکہ خدا کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ دلوں کی تہ میں جو بات چھپی ہوئی ہو اُسے بھی جانتا ہے۔ ف١٢ یعنی انسان کی حالت عجب ہے مصیبت پڑے پر تو ہمیں یاد کرتا ہے، کیونکہ دیکھتا ہے کوئی مصیبت کو ہٹانے والا نہیں۔ پھر جہاں اللہ کی مہربانی سے ذرا آرام اور اطمینان نصیب ہوا فوراً وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے جس کے لئے ابھی ابھی ہم کو پکار رہا تھا عیش و تنعم کے نشہ میں ایسا مست و غافل ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور اُن کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہیئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے ف١٣ یعنی اچھا۔ کافرہ کر چند روز یہاں اور عیش اُڑا لے۔ اور خدا نے جب تک مہلت دے رکھی ہے دنیا کی نعمتوں سے متمتع کرتا رہ۔ اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہو گا۔

آنَاءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ

لگا ہوا ہے رات کی گھڑیوں میں سجدے کرتا ہوا اور کھڑا ہوا خطرہ رکھتا ہے آخرت کا اور اُمید رکھتا ہے اپنے رب کی مہربانی کی تو کہہ

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ سوچتے وہی ہیں

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ۧ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ

جن کو عقل ہے ف۱ تو کہہ اے بندو میرے ف۲ جو یقین لائے ہو ڈرو اپنے رب سے جنہوں نے

اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا

نیکی کی اس دنیا میں انکے لیے ہے بھلائی ف۳ اور زمین اللہ کی کشادہ ہے

يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ

صبر کرنیوالوں ہی کو ملتا ہے اُن کا ثواب بے شمار ف۴ تو کہہ مجھ کو حکم ہے کہ بندگی کروں

اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ قُلْ

اللہ کی خالص کر کر اُسکے لئے بندگی ☆ اور حکم ہے کہ میں ہوں سب سے پہلے حکم بردار ف۵ تو کہہ

اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ

میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے ف۶ تو کہہ میں تو اللہ کو پوجتا

مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۝ۙ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

ہوں خالص کر کر اپنی بندگی اُسکے واسطے اب تم پوجو جس کو چاہو اُسکے سوائے ف۷ تو کہہ بڑے ہارنے والے وہ

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

جو ہار بیٹھے اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن سنتا ہے یہی ہے صریح

الْمُبِيْنُ ۝ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ

ٹوٹا ف۸ اُنکے واسطے اوپر سے بادل ہیں آگ کے اور نیچے سے بادل ف۹ اس چیز

يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ

سے ڈراتا ہے اللہ اپنے بندوں کو اے بندو میری تو مجھ سے ڈرو ف۱۰ اور جو لوگ بچے شیطانوں سے

ع ۹ / ۱۵

ف۱ یعنی جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا، کبھی اُس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اُس کے دل کو بیقرار کیے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے۔ کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھدار اور بیوقوف میں کچھ فرق نہ رہا۔ مگر اس بات کو بھی وہ ہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔ ف۲ یعنی اللہ کی طرف سے یہ پیام پہنچا دو۔ ف۳ یعنی جس نے دنیا میں نیکی کی آخرت میں اُس کے لیے بھلائی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس نے نیکی کی اُس کو آخرت سے پہلے اسی دنیا میں بھلائی ملیگی ظاہری یا باطنی۔ ف۴ یعنی اگر ایک ملک میں لوگ نیک راہ چلنے سے مانع ہوں تو خدا کی زمین کشادہ ہے، دوسرے ملک میں چلے جاؤ جہاں آزادی سے اُس کے احکام بجا لا سکو۔ بلاشبہ اس طرح ترک وطن کرنے میں بہت مصائب برداشت کرنا پڑینگی اور طرح طرح کے خلاف عادت و طبیعت امور پر صبر کرنا پڑیگا، لیکن یاد رہے کہ بیشمار ثواب بھی ملیگا تو صرف کرنے والوں ہی کو ملیگا۔ اُس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔ ف۵ چنانچہ آپ عالم شہادت میں اس اُمت کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین و آخرین کے اعتبار سے اللہ کے سب سے پہلے حکمبردار بندے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ ف۶ یعنی مجھ جیسا معصوم و مقرب بھی اگر بفرض محال نافرمانی کرے تو اُس دن کے عذاب سے مامون نہیں تا بدیگراں چہ رسد۔ ف۷ یعنی میں تو خدا کے حکم کے موافق نہایت اخلاص سے اُسی اکیلے کی بندگی کرتا ہوں۔ تم کو اختیار ہے جس کی چاہو پوجا کرتے پھرو۔ ہاں اتنا سوچ لینا کہ انجام کیا ہوگا۔ آگے اُسے کھولتے ہیں۔ ف۸ یعنی مشرکین نہ اپنی جان کو عذاب الٰہی سے بچا سکے نہ اپنے گھر والوں کو۔ سب کو جہنم کے شعلوں کی نذر کر دیا۔ اس سے زیادہ خسارہ کیا ہوگا۔ ف۹ یعنی ہر طرف سے آگ محیط ہو گی جیسے گھٹا چھا جاتی ہے۔ ف۱۰ یعنی سمجھ لو۔ یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔

أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ

کہ اُن کو پوجیں اور رجوع ہوئے اللہ کی طرف اُنکے لیے ہے خوشخبری ف۱ سو تو خوشی سُنا دے میرے بندوں کو جو سنتے

الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ

ہیں بات پھر چلتے ہیں اُس پر جو اُس میں نیک ہے ف۲ وہی ہیں جن کو رستہ دیا اللہ نے اور وہی ہیں

أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنتَ تُنقِذُ مَن فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾

عقل والے ف۳ بھلا جس پر ٹھیک ہو چکا عذاب کا حکم بھلا تو خلاص کر سکیگا اُسکو جو آگ میں پڑ چکا

لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي

لیکن جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے اُنکے واسطے ہیں جھروکے اُنکے اوپر اور جھروکے چُنے ہوئے ف۵ اُنکے

مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴿۲۰﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ

نیچے بہتی ہیں ندیاں ☆ وعدہ ہو چکا اللہ کا اللہ نہیں خلاف کرتا اپنا وعدہ ☆ تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا

اُتارا آسمان سے پانی پھر چلایا وہ پانی چشموں میں زمین کے ف۶ پھر نکالتا ہے اُس سے کھیتی

مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي

کئی کئی رنگ بدلتی اُس پر ف۷ پھر آئے تیاری پر تو تو دیکھے اُس کا رنگ زرد پھر کر ڈالتا ہے اُسکو چورا چورا بیشک

ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

اس میں نصیحت ہے عقلمندوں کے واسطے ف۸ بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے دین اسلام کیواسطے

فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ

سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے سو خرابی ہے اُنکو جنکے دل سخت ہیں اللہ کی یاد سے وہ

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۲۲﴾ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ

پڑے پھرتے ہیں بھٹکتے صریح ف۹ اللہ نے اُتاری بہتر بات کتاب ف۱۰ آپس میں ملتی دوہرائی ہوئی

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ

بال کھڑے ہوتے ہیں اُس سے کھال پر اُن لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں اُنکی کھالیں

ف۱ یعنی جنہوں نے شیطانوں کا کہنا مانا اور سب سرکار سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہوئے، اُن کے لیے ہے بڑی بھاری خوشخبری۔ ف۲ یعنی سب طرح کی باتیں سُنتے ہیں۔ پھر اُن میں جو بات اچھی ہو اُس پر چلتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ خدا کی بات سُنتے ہیں اور اُس میں جو ہدایات اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں اُن پر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً ایک چیز رخصت و اباحت کی سُنی، دوسری عزیمت کی، تو عزیمت کی طرف جھپٹتے ہیں۔ رخصتوں کا تتبع نہیں کرتے۔ یا یوں ترجمہ کرو کہ اللہ کا کلام سُن کر اُس کی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں۔ کیونکہ اُس کی ساری باتیں بہتر ہی ہیں۔ کذا قال المفسرد حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک اور طرح اس کا مطلب بیان کیا ہے۔ "چلتے ہیں اُس کے نیک پر یعنی حکم پر چلنا کہ اُس کو کرتے ہیں۔ اور منع پر چلنا کہ اُس کو نہیں کرتے۔ اُس کا کرنا نیک ہے اس کا نہ کرنا نیک ہے۔" ف۳ یعنی کامیابی کا راستہ ان ہی کو ملا ہے کیونکہ اُنہوں نے عقل سے کام لے کر توحید خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔ ف۴ یعنی جن پر اُن کی ضد و عناد اور بداعمالیوں کی بدولت عذاب کا حکم ثابت ہو چکا، کیا وہ کامیابی کا راستہ پا سکتے ہیں۔ بھلا ایسے بدبختوں کو جو شقاوت ازلی کے سبب آگ میں گر چکے ہوں، کون آدمی راہ پر لا سکتا ہے اور کون آگ سے نکال سکتا ہے۔ ف۵ یہ جنت کے درجات کی طرف اشارہ ہوا۔ اور یہ کہ وہ سب تیار ہیں۔ نہ یہ کہ قیامت کے روز تیار کیے جائیں گے۔ ف۶ یعنی بارش کا پانی پہاڑوں اور زمینوں کے مسام میں جذب ہو کر چشموں کی صورت میں پھوٹ نکلتا ہے یا اگر چشموں کے حدوث کا کوئی اور سبب بھی ہو، اُس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی۔ ف۷ یا مختلف قسم کی کھیتیاں مثلاً گیہوں چاول وغیرہ۔ ف۸ یعنی عقلمند آدمی کھیتی کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح اس کی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی، پھر چورا چورا کیا گیا۔ یہ ہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہوگا۔ چاہیے کہ آدمی اس کی عارضی بہار پر مفتوں ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے جیسے کھیتی مختلف اجزاء سے مرکب ہے۔ مثلاً اُس میں دانہ ہے جو آدمیوں کی غذا بنتا ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کا چارہ بنتا ہے۔ اور ہر ایک جزء سے منتفع ہونا بدون اِس کے ممکن نہیں کہ دوسرے اجزاء سے اُس کو الگ کریں اور اپنے اپنے ٹھکانہ پر پہنچائیں۔ اِسی طرح دنیا کو سمجھ لو کہ اس میں نیکی بدی، راحت، تکلیف وغیرہ سب ملی جُلی ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ کھیتی کٹے اور خوب چورا چورا کی جائے۔ پھر اُس میں سے ہر ایک جزء کو اُس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے، نیکی اور راحت اپنے مرکز و مستقر پر پہنچ جائے اور بدی یا تکلیف اپنے خزانہ میں جا ملے۔ غرض کھیتی کے مختلف احوال دیکھ کر عقلمند لوگ بہت مفید سبق حاصل کر سکتے ہیں نیز مضمون آیت میں ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جس خدا نے آسمانی بارش سے زمین میں چشمے جاری کر دیے وہ ہی جنت کے محلات میں نہایت قرینہ کے ساتھ نہروں کا سلسلہ جاری کر دے گا۔ ف۹ یعنی دونوں برابر کہاں ہو سکتے ہیں ایک وہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا نہ اُسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک و شبہ ہے نہ احکام اسلام کی تسلیم سے انقباض۔ حق تعالیٰ نے اُس کو توفیق و بصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی جس کے اُجالے میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر اڑا چلا جا رہا ہے۔ دوسرا وہ بدبخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو، نہ کوئی نصیحت اُس پر اثر کرے نہ خیر کا کوئی قطرہ اُس کے اندر گھسے، کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو۔ یوں ہی اوہام و اہوا اور رسوم و تقلید آباء کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے۔ ف۱۰ یعنی دنیا میں کوئی بات اس کتاب کی باتوں سے بہتر نہیں۔ ف۱۱ یعنی صحیح، صادق، مضبوط، نافع، معقول، اور فصیح و بلیغ ہونے میں کوئی آیت کم نہیں۔ ایک دوسری سے ملتی جلتی ہے، مضامین میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں بلکہ بہت سی آیات کے مضامین ایسے متشابہ واقع ہوئے ہیں کہ ایک آیت کو دوسری کی طرف لوٹانے سے صحیح تفسیر معلوم ہو جاتی ہے۔ القرآن یفسر بعضہ بعضاً اور "مثانی" یعنی دُہرائی ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے احکام اور مواعظ و قصص کو مختلف پیرایوں میں دُہرایا گیا ہے تاکہ اچھی طرح دلنشین ہو جائیں۔ نیز تلاوت میں بار بار آیتیں دہرائی جاتی ہیں۔ اور بعض علماء نے "متشابہ" و "مثانی" کا مطلب یہ لیا ہے کہ بعض آیات میں ایک ہی طرح کے مضمون کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے وہ متشابہ ہوئیں اور بعض جگہ ایک نوعیت کے مضمون کے ساتھ دوسرے حصہ میں اُس کے مقابل کی نوعیت کا مضمون بیان کیا جاتا ہے مثلاً "اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ" یا "نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ" یا "وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ" ایسی آیات کو مثانی کہیں گے کہ ان میں دو مختلف قسم کے مضمون بیان ہوئے۔

ف۱ یعنی کتاب اللہ سن کر اللہ کے خوف اور اُس کے کلام کی عظمت سے اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کھالیں نرم پڑ جاتی ہیں مطلب یہ کہ خوف و رُعب کی کیفیت طاری ہو کر اُن کا قلب و قالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جُھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد اُنکے بدن اور روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے یہ حال اقویائے کاملین کا ہُوا۔ اگر کبھی ضعفاء و ناقصین پر دوسری قسم کی کیفیات و احوال طاری ہو جائیں مثلاً غشی یا صعقہ وغیرہ تو اُس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی۔ اور نہ ان کی تفضیل اُن پر لازم آتی ہے۔ بلکہ اس طرح از خود رفتہ اور بے قابو ہو جانا عموماً وارد کی قوت اور مورد کے ضعف کی دلیل ہے۔ جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان کرتے وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کے بعض احوال کا طاری ہونا مصرح ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی جس کے لیے حکمت الٰہی مقتضی ہو اس طرح کامیابی کے راستے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس شان سے منزل مقصود کی طرف لے چلتے ہیں۔ اور جس کو سوء استعداد کی وجہ سے خدا تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہ دے۔ آگے کون ہے جو اُس کی دستگیری کر سکے۔ ف۳ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے سے کوئی حملہ ہو تو ہاتھوں پر روکتا ہے لیکن محشر میں ظالموں کے ہاتھ بندھے ہونگے، اس لیئے عذاب کی تھپیڑیں سیدھی مُنہ پر پڑیں گی۔ تو ایسا شخص جو بدترین عذاب کو اپنے مُنہ پر روکے اور اس سے کہا جائے کہ اب اس کام کا مزہ چکھو جو دنیا میں کیے تھے، کیا اُس مومن کی طرح ہو سکتا ہے جسے آخرت میں کوئی تکلیف اور گزند پہنچنے کا اندیشہ نہیں، اللہ کے فضل سے مطمئن اور بے فکر ہے۔ ہرگز نہیں۔ ف۴ یعنی بہت قومیں تکذیب انبیاء کی بدولت دنیا میں ہلاک اور رسوا کی جا چکی ہیں اور آخرت کا اشد عذاب جوں کا توں رہا۔ تو کیا موجودہ مکذبین مطمئن ہیں کہ اُنکے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جائیگا۔ ہاں سمجھ ہوتی تو کچھ فکر کرتے۔ ف۵ یعنی اُن کا نہ سمجھنا اپنی غفلت اور حماقت سے ہے۔ قرآن کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے سمجھاتا ہے تا لوگ اُن میں دھیان کر کے اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے جو اُس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی۔ اُس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ سیدھی اور صاف باتیں ہیں جن کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح کا اختلال اور کجی اُسکے مضامین یا عبارت میں نہیں۔ جن باتوں کو منوانا چاہتا ہے، نہ اُنکا ماننا مشکل، اور جن چیزوں پر عمل کرانا چاہتا ہے نہ اُن پر عمل کرنا محال۔ غرض یہ ہے کہ لوگ بسہولت اُس سے مستفید ہوں۔ اعتقادی و عملی غلطیوں سے بچ کر چلیں۔ اور صاف صاف نصیحتیں سُن کر اللہ سے ڈرتے رہیں۔ ف۶ یعنی کئی حصہ دار ایک غلام یا نوکر میں شریک ہیں اور ہر حصہ دار اتفاق سے کج خلق، بیمروت، اور سخت ضدی واقع ہُوا ہے، چاہتا ہے کہ غلام تنہا اُس کے کام میں لگا رہے دوسرے شرکاء سے سروکار نہ رکھے اس کھینچ تان میں ظاہر ہے غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہوگا۔ برخلاف اُس کے جو غلام پورا ایک کا ہو، اُسے ایک طرح کی یکسوئی اور طمانیت حاصل ہوگی اور کئی آقاؤں کو خوش رکھنے کی کشمکش میں گرفتار نہ ہوگا اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مشرک اور موحّد کو سمجھ لو۔ مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہے اور کتنے ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس کے برخلاف موحّد کی کل توجہات و خیالات اور دوا دوش کا ایک مرکز ہے۔ وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اُس کے خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اُس کی خوشنودی کے بعد کسی کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔

وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ

اور اُنکے دل اللہ کی یاد پر یہ ہے راہ دینا اللہ کا اس طرح راہ دیتا ہے جس کو چاہے اور

وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾ أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ

جس کو راہ بھلائے اللہ اسکو کوئی نہیں سمجھانیوالا ف۲ بھلا ایک وہ جو روکتا ہے اپنے مُنہ پر برا

الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾

عذاب دن قیامت کے اور کہیگا بے انصافوں کو چکھو جو تم کماتے تھے ف۳

كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾

جھٹلا چکے ہیں اُن سے اگلے پھر پہنچا اُن پر عذاب ایسی جگہ سے کہ اُنکو خیال بھی نہ تھا

فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ

پھر چکھائی اُنکو اللہ نے رسوائی دنیا کی زندگی میں اور عذاب آخرت کا تو بہت ہی بڑا ہے

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ

اگر اُن کو سمجھ ہوتی ف۴ اور ہم نے بیان کی لوگوں کے واسطے اس قرآن میں سب

كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي

چیز کی مثَل تاکہ وہ دھیان کریں ☆ قرآن ہے عربی زبان کا جس میں

عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ

کجی نہیں تاکہ وہ بچ کر چلیں ف۵ اللہ نے بتلائی ایک مثَل ایک مرد کہ اس میں شریک ہیں

مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ

کئی ضدی اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا کیا برابر ہوتی ہیں دونوں مثَل ف۶

الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ

سب خوبی اللہ کیلئے ہے پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۷ بیشک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی

مَيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿٣١﴾

مرتے ہیں ☆ پھر مقرر تم قیامت کے دن اپنے رب کے آگے جھگڑو گے ف۸

اکثر مفسرین نے اس مثال کی تقریر اسی طرح کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ایک غلام جو کئی کا ہو، کوئی اُس کو اپنا نہ سمجھے، تو اُس کی پوری خبر نہ لے اور ایک غلام جو سارا ایک کا ہو، وہ اُس کو اپنا سمجھے اور پوری خبر لے۔ یہ مثال ہے اُن کی جو ایک رب کے بندے ہیں، اور جو کئی رب کے بندے ہیں۔" ف۷ یعنی سب خوبی اللہ کے لیے ہے کہ کیسے اعلیٰ مطالب و حقائق کو کیسی صاف اور دلنشین امثال و شواہد سے سمجھا دیتے ہیں۔ مگر اس پر بھی بہت بدنصیب ایسے ہیں جو ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی توفیق نہیں پاتے۔ ف۸ یعنی جیسے مشرک اور موحّد میں جو اختلاف ہے اُس کا اثر قیامت کے دن علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر ہوگا جس وقت پیغمبر اور امتی سب اکٹھے کیے جائیں گے اور کفار، انبیاء اور مومنین کے مقابلہ میں جھگڑے اور حجتیں نکالیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کافر منکر ہونگے کہ ہم کو کسی نے حکم نہیں پہنچایا۔ پھر فرشتوں کی گواہی اور زمین و آسمان کی اور ہاتھ پاؤں کی گواہی سے ثابت ہوگا"۔ کہ اس ادعا میں جھوٹے ہیں۔ اسی طرح دوسرے تمام جھگڑوں کا فیصلہ بھی اُس دن پروردگار کے سامنے ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ لفظ "اختصام" کو عام رکھا جائے تا احادیث و آثار کے خلاف نہ ہو۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ

پھر اس سے ظالم زیادہ کون جس نے جھوٹ بولا اللہ پر اور جھٹلایا سچی بات کو

اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِیْ جَآءَ

جب پہنچی اسکے پاس کیا نہیں دوزخ میں ٹھکانا منکروں کا ف۱ اور جو لے کر آیا

بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ

سچی بات اور سچ مانا جس نے اسکو وہی لوگ ہیں ڈر والے ف۲ انکے لئے ہے جو وہ چاہیں

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۴﴾ ۚۖ لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ

اپنے رب کے پاس یہ ہے بدلا نیکی والوں کا ☆ تاکہ اُتار دے اللہ ان پر سے بُرے کام جو

عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَیْسَ

انہوں نے کیے تھے اور بدلہ میں دے اُن کو ثواب بہتر کاموں کا جو وہ کرتے تھے ف۳ کیا

اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ

اللہ بس نہیں اپنے بندہ کو اور تجھ کو ڈراتے ہیں اُن سے جو اُسکے سوائے ہیں اور جس کو راہ بھلائے

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ ۚ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ

اللہ تو کوئی نہیں اُسکو راہ دینے والا اور جس کو راہ سجھائے اللہ تو کوئی نہیں اُسکو بھلانیوالا کیا نہیں ہے

اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

اللہ زبردست بدلہ لینے والا ف۴ اور جو تو اُن سے پوچھے کس نے بنائے آسمان اور

الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

زمین تو کہیں اللہ نے تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو پوجتے ہو اللہ کے سوائے

اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ

اگر چاہے اللہ مجھ پر کچھ تکلیف تو وہ ایسے ہیں کہ کھول دیں تکلیف اُسکی ڈالی ہوئی یا وہ چاہے مجھ پر

هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

مہربانی تو وہ ایسی ہیں کہ روک دیں اُسکی مہربانی کو تو کہہ مجھ کو بس ہے اللہ اُسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بھروسہ رکھنے والے ف۵

ف۱ اللہ پر جھوٹ بولا یعنی اُس کے شریک ٹھہرائے یا اولاد تجویز کی، یا وہ صفات اُس کی طرف منسوب کیں جو واقع میں اُس کے لائق نہ تھیں۔ اور جھٹلایا سچی بات کو جب پہنچی اُس کے پاس یعنی انبیاء علیہم السلام جو سچی باتیں خدا کی طرف سے لائے اُن کو سنتے ہی جھٹلانے لگا۔ سوچنے سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کی۔ بلاشبہ جو شخص سچائی کا اتنا دشمن ہو اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے اور ایسے ظالموں کا ٹھکانا دوزخ کے سوا اور کہاں ہوگا۔ عموماً مفسرین نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے مگر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اگر نبی نے (معاذ اللہ) جھوٹ خدا کا نام لیا تو اُس سے بُرا کون۔ اور اگر وہ سچا تھا اور تم نے جھٹلایا تو تم سے بُرا کون"۔ (گویا مَن کذب علی اللہ اور کَذَّبَ بِالصِّدْقِ کا مصداق الگ الگ قرار دیا۔ اور ایسا ہی آگے وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ الخ میں آتا ہے) ف۲ یعنی خدا سے ڈرنے والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ سچی بات لائیں، ہمیشہ سچ کہیں، اور سچ کی تصدیق کریں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو سچی بات لیکر آیا وہ نبی، اور جس نے سچ مانا وہ مومن ہے"۔ (گویا دونوں جملوں کا مصداق علیٰحدہ ہے) ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ متقین و محسنین کو اُن کے بہتر کاموں کا بدلہ دیگا اور غلطی سے جو بُرا کام ہو گیا ہو معاف کریگا (تنبیہ) شاید "اَسْوَأ" اور "اَحْسَن" (صیغہ تفضیل) اس لیئے اختیار فرمایا کہ بڑے درجہ والوں کی ادنیٰ بھلائی اوروں کی بھلائیوں سے اور ادنیٰ بُرائی اوروں کی بُرائیوں سے بھاری سمجھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم ف۴ چند آیات پہلے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ الخ میں شرک کا رد اور مشرکین کا جہل بیان کیا گیا تھا۔ اُس پر مشرکین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے بتوں سے ڈراتے تھے کہ دیکھو تم ہمارے دیوتاؤں کی توہین کر کے اُن کو غصہ نہ دلاؤ، کہیں تم کو (معاذ اللہ) بالکل خبطی اور پاگل نہ بنا دیں۔ اُس کا جواب دیا کہ جو شخص ایک زبردست خدا کا بندہ بن چکا، اُسے اِن عاجز اور بے بس خداؤں سے کیا ڈر ہو سکتا ہے؟ کیا اُس عزیز منتقم کی امداد و حمایت اُس کو کافی نہیں جو کسی دوسرے سے ڈرے یا لَو لگائے۔ یہ بھی اِن مشرکین کا خبط و ضلال اور مستقل گمراہی ہے کہ خدائے واحد کے پرستار کو اس طرح کی گیدڑ بھبکیوں سے خوف زدہ کرنا چاہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ٹھیک راستہ پر لگا دینا یا نہ لگانا سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جب کسی شخص کو اُس کی بدتمیزی اور کجروی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کامیابی کا راستہ نہ دے، وہ اسی طرح خبطی اور پاگل ہو جاتا ہے۔ اور موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی قوت بھی اُس میں نہیں رہتی۔ کیا اِن احمقوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ جو بندہ خداوند قدوس کی پناہ میں آگیا، کونسی طاقت ہے جو اُس کا بال بیکا کر سکے۔ جو طاقت مقابل ہوگی پاش پاش کر دی جائیگی۔ غیرت خداوندی مخلص وفاداروں کا بدلہ لیئے بدون نہ چھوڑیگی۔ ف۵ یعنی ایک طرف تو خداوند قدوس جو خود تمہارے اقرار کے موافق تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا ہے اور دوسری طرف پتھر کی بیجان مورتیں یا عاجز مخلوق جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف و راحت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹا سکے۔ تم ہی بتاؤ، دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے اور کس کو اپنی مدد کے لیئے کافی سمجھا جائے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا تھا "اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ" جس کا جواب حضرت ہود نے یہ دیا۔ "اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (ہود رکوع ۵) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا "وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ وَكَیْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" (انعام رکوع ۹)۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

تو کہہ اے قوم کام کیے جاؤ اپنی جگہ پر میں بھی کام کرتا ہوں اب آگے جان لوگے

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ

کس پر آتی ہے آفت کہ اس کو رسوا کرے اور اترتا ہے اس پر عذاب سدا رہنے والا ف۱ ہم نے

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ

اتاری ہے تجھ پر کتاب لوگوں کے واسطے سچے دین کے ساتھ پھر جو کوئی راہ پر آیا سو اپنے بھلے کو

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

اور جو کوئی بہکا سو وہی بہکا اپنے برے کو اور تو نہیں ان کا ذمہ دار ف۲

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى

پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا

وعدہ مقرر تک اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں ف۳ کیا انہوں نے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّ

پکڑے ہیں اللہ کے سوائے کوئی سفارش والے تو کہہ اگرچہ ان کو اختیار نہ ہو کسی چیز کا اور

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

سمجھ نہ ہو ف۴ تو کہہ اللہ کے اختیار میں ہے ساری سفارش ف۵ اسی کا راج ہے آسمان

وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ

اور زمین میں پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے ف۶ اور جب نام لیجیے خالص اللہ کا رک جاتے ہیں

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ

دل ان کے جو یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا اور جب نام لیجیے اس کے سوا

ف۱ یعنی عنقریب پتہ لگ جائیگا کہ خدائے واحد کا بندہ غالب آتا ہے یا صدہا دروازوں کے بھکاری کامیاب ہوتے ہیں۔ واقعات جلد بتلا دیں گے کہ جو بندہ اللہ کی حمایت اور پناہ میں آیا اس کا مقابلہ کرنیوالے آخرکار سب ذلیل و خوار ہوئے (تنبیہ) "عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ" سے دنیا کا اور "عَذَابٌ مُّقِيْمٌ" سے آخرت کا عذاب مراد ہے واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی تیری زبان پر اس کتاب کے ذریعہ سے سچی بات نصیحت کی کہہ دی گئی اور دین کا راستہ ٹھیک ٹھیک بتلا دیا گیا۔ آگے ہر ایک آدمی اپنا نفع نقصان سوچ لے نصیحت پر چلیگا تو اسی کا بھلا ہے ورنہ اپنا ہی انجام خراب کریگا۔ تجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ زبردستی ان کو راہ پر لے آئے۔ صرف پیغام حق پہنچا دینا آپ کا فرض تھا وہ آپ نے ادا کر دیا۔ آگے معاملہ خدا کے سپرد کیجیے جس کے ہاتھ میں مارنا جلانا اور سلانا جگانا سب کچھ ہے۔ ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی نیند میں ہر روز جان کھینچتا ہے پھر (واپس) بھیجتا ہے۔ یہی نشان ہے آخرت کا۔ معلوم ہوا نیند میں بھی جان کھینچتی ہے جیسے موت میں۔ اگر نیند میں کھنچ کر رہ گئی وہ ہی موت ہے مگر یہ جان وہ ہے جس کو (ظاہری) ہوش کہتے ہیں۔ اور ایک جان جس سے سانس چلتی ہے اور نبضیں اچھلتی ہیں اور کھانا ہضم ہوتا ہے وہ دوسری ہے وہ موت سے پہلے نہیں کھنچتی" (موضح القرآن) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغوی نے نقل کیا ہے کہ "نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہ ہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی بتوں کی نسبت مشرکین دعوے رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں انکے سفارشی ہیں۔ ان ہی کی سفارش سے کام بنتے ہیں۔ اسی لیے انکی عبادت کیجاتی ہے۔ سو اول تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا۔ دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جس کو اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو اور صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس کو خدا پسند کرے۔ خلاصہ یہ کہ شفیع کا ماذون ہونا اور مشفوع کا مرتضیٰ ہونا ضروری ہے یہاں دونوں باتیں نہیں۔ نہ اصنام (بتوں) کا ماذون ہونا ثابت ہے نہ کفار کا مرتضیٰ ہونا۔ لہٰذا انکا دعویٰ غلط ہوا۔ ف۵ یعنی بتوں کو نہ اختیار ہے نہ سمجھ، پھر انکو شفیع ماننا عجیب ہے۔ ف۶ یعنی فی الحال بھی زمین و آسمان میں اسی کی سلطنت ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے تو اسکی اجازت و خوشنودی کے بغیر کس کی مجال ہے جو زبان ہلا سکے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی اللہ کے روبرو سفارش ہے پر اللہ کے حکم سے، نہ تمہارے کہے سے۔ جب موت آئے کسی کے کہے سے عزرائیل نہیں چھوڑتا۔

دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اوروں کا تب وہ لگیں خوشیاں کرنے ف۱ تو کہہ اے اللہ پیدا کرنیوالے آسمانوں کے اور زمین کے

عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ

جاننے والے چھپے اور کھلے کے تو ہی فیصلہ کرے اپنے بندوں میں جس چیز میں وہ جھگڑ

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ

رہے تھے ف۲ اور اگر گنہگاروں کے پاس ہو جتنا کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اور

مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ

اسکے ساتھ تو سب دے ڈالیں اپنے چھڑوانے میں بری طرح کے عذاب سے دن قیامت کے اور نظر آئے اُن کو

مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ

اللہ کی طرف سے جو خیال بھی نہ رکھتے تھے ☆ اور نظر آئیں اُنکو بُرے کام اپنے جو کمائے تھے اور

حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ

اُلٹ پڑے اُن پر وہ چیز جس پر ٹھٹھا کرتے تھے ف۳ سو جب آلگتی ہے آدمی کو کچھ تکلیف

دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ

ہم کو پکارنے لگتا ہے ف۴ پھر جب ہم بخشیں اسکو اپنی طرف سے کوئی نعمت کہتا ہے یہ تو مجھ کو ملی کہ پہلے سے معلوم تھی کوئی نہیں

فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

جانچ ہے پر وہ بہت سے لوگ نہیں سمجھتے ف۵ کہہ چکے ہیں یہ بات اُن سے اگلے

فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ

پھر کچھ کام نہ آیا اُن کو جو کماتے تھے ☆ پھر پڑ گئیں اُن پر بُرائیاں جو کمائی تھیں

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ

اور جو گنہگار ہیں اِن میں سے اُن پر بھی اب پڑتی ہیں بُرائیاں جو کمائی ہیں اور وہ نہیں

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَ

تھکانے والے ف۶ اور کیا نہیں جان چکے کہ اللہ پھیلاتا ہے روزی جسکے واسطے چاہے اور

ف۱ مشرک کا خاصہ ہے کہ گو بعض وقت زبان سے اللہ کی عظمت و محبت کا اعتراف کرتا ہے، لیکن اُس کا دل اکیلے خدا کے ذکر اور حمد و ثنا سے خوش نہیں ہوتا۔ ہاں دوسرے دیوتاؤں یا جھوٹے معبودوں کی تعریف کیجائے تو مارے خوشی کے اُچھلنے لگتا ہے جسکے آثار اُس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ افسوس یہی حال آج بہت سے نام نہاد مسلمانوں کا دیکھا جاتا ہے کہ خدائے واحد کی قدرت و عظمت اور اُس کے علم کی لامحدود وسعت کا بیان ہو تو چہروں پر انقباض کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مگر کسی پیر فقیر کا ذکر آجائے اور جھوٹی سچی کرامات اناپ شناپ بیان کردی جائیں تو چہرے کھِل پڑتے اور دلوں میں جذبات مسرت و انبساط جوش مارنے لگتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات توحید خالص کا بیان کرنے والا اُن کے نزدیک منکر اولیاء سمجھا جاتا ہے۔ فالی اللہ المشتکی وہو المستعان۔ ف۲ یعنی جب ایسی موٹی باتوں میں بھی جھگڑے ہونے لگے اور اللہ کا اتنا وقار بھی دلوں میں باقی نہ رکھا تو اب تیرے ہی سے فریاد ہے۔ تو ہی ان جھگڑوں کا عملی فیصلہ فرمائیگا۔ ف۳ یعنی جب قیامت کے دن اِن اختلافات کا فیصلہ سنایا جائیگا اُس وقت جو ظالم شرک کرکے خدا تعالیٰ کی شان گھٹاتے تھے اُن کا سخت بُرا حال ہوگا۔ اگر اُس روز فرض کیجئے کل روئے زمین کے خزانے بلکہ اُس سے بھی زائد اُنکے پاس موجود ہوں تو چاہیں گے کہ سب دے دلا کر کسی طرح اپنا پیچھا چھڑالیں، جو بد معاشیاں دنیا میں کی تھیں سب ایک ایک کرکے اُن کے سامنے ہونگی۔ اور ایسے قسم قسم کے ہولناک عذابوں کا مزہ چکھیں گے جو کبھی اُن کے خیال و گمان میں بھی نہ گزرے تھے۔ غرض توحید خالص اور دین حق سے جو ٹھٹھا کرتے تھے اُس کا وبال پڑ کر رہیگا۔ اور جس عذاب کا مذاق اُڑایا کرتے تھے وہ اُن پر اُلٹ پڑیگا۔ ف۴ یعنی جس کے ذکر سے چڑتا تھا مصیبت کے وقت اُسی کو پکارتا ہے اور جن کے ذکر سے خوش ہوتا تھا اُنہیں بھول جاتا ہے ف۵ یعنی تب بھی یہی جانتا تھا کہ یہ نعمت مجھ کو ملے۔ کیونکہ مجھ میں اس کی لیاقت تھی اور اُس کی کمائی کے ذرائع کا علم رکھتا تھا اور خدا کو میری استعداد و اہلیت معلوم تھی، پھر مجھے کیوں نہ ملتی غرض اپنی لیاقت اور عقل پر نظر کی، اللہ کے فضل و قدرت پر خیال نہ کیا۔ ف۶ یعنی ایسا نہیں بلکہ یہ نعمت خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے کہ بندہ اُسے لیکر کہاں تک منعم حقیقی کو پہچانتا اور اُس کا شکر ادا کرتا ہے۔ اگر ناشکری کی گئی تو یہی نعمت نعمت بن کر وبال جان ہو جائیگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یہ جانچ ہے کہ عقل اُس کی دوڑنے لگتی ہے تا اپنی عقل پر بہکے۔ وہ ہی عقل رہتی ہے اور آفت آپہنچتی ہے پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی۔" ف۷ چنانچہ قارون نے یہی کہا تھا۔ اُس کا جو حشر ہوا وہ پہلے گذر چکا۔ ف۸ یعنی جیسے پہلے مجرموں پر اُنکی شرارتوں کا وبال پڑا، موجودہ الوقت مشرکین پر بھی پڑنے والا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینا چاہیگا یہ روپوش ہو کر یا اور کسی تدبیر سے اُس کو تھکا نہیں سکتے۔

ف یعنی دنیا میں محض روزی کا کشادہ یا تنگ ہونا کسی شخص کے مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ نہ روزی کا ملنا کچھ عقل و ذہانت اور علم و لیاقت پر منحصر ہے۔ دیکھ لو کتنے بیوقوف یا بدمعاش چین اڑا رہے ہیں، اور کتنے عقلمند اور نیک آدمی فاقے کھینچتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی عقل دوڑانے اور تدبیر کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا پھر ایک کو روزی کشادہ ہے، ایک کو تنگ۔ جان لو کہ یہ صرف عقل کا کام نہیں (کہ اپنے اوپر روزی کشادہ کرلے) بلکہ یہ تقسیم رزاق حقیقی کی حکمت و مصلحت کے تابع اور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ف۱ یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگذر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی ہو آیت ہذا کو سننے کے بعد خدا کی رحمت سے بالکلیہ مایوس ہو جانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لیے کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اللہ جس کے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ پھر بندہ ناامید کیوں ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی کہ کفر و شرک کا جرم بدون توبہ کے معاف نہیں کریگا۔ لہٰذا "اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا" کو "لِمَنْ يَّشَاۗءُ" کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے کما قال تعالیٰ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ" (نساء رکوع ۱۸) اس تقیید سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدون توبہ کے اللہ تعالیٰ کوئی چھوٹا بڑا قصور معاف ہی نہ کر سکے اور نہ یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لیے توبہ کی ضرورت ہی نہیں بدون توبہ کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے متعلق دوسری آیات میں بتلا دیا گیا کہ وہ کفر و شرک سے بدون توبہ کے متعلق نہ ہوگی۔ چنانچہ آیۂ ہذا کی شان نزول بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت کے فائدہ سے معلوم ہوگا۔

يَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ
ناپ کر دیتا ہے البتہ اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو مانتے ہیں ف کہدے اے بندو میرے جنہوں

اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ
نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے بیشک اللہ بخشتا ہے

الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ
سب گناہ وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنیوالا مہربان ف۲ اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف

وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴
اور اس کی حکمبرداری کرو پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئیگا ف۳

وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ
اور چلو بہتر بات پر جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب سے پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۵۵ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى
عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو ف۴ کہیں کہنے لگے کوئی جی اے افسوس

عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝۵۶
اس بات پر کہ میں کوتاہی کرتا رہا اللہ کی طرف سے اور میں تو ہنستا ہی رہا ف۵

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۵۷ اَوْ تَقُوْلَ
یا کہنے لگے اگر اللہ مجھ کو راہ دکھاتا تو میں ہوتا ڈرنے والوں میں ف۶ یا کہنے لگے

حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸
جب دیکھے عذاب کو کسی طرح مجھ کو پھر جانا ملے تو میں ہو جاؤں نیکی والوں میں ف۷

بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ
کیوں نہیں پہنچ چکے تجھ کو میرے حکم پھر تو نے ان کو جھٹلایا اور غرور کیا اور تو تھا

الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۹ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَي اللّٰهِ
منکروں میں ف۸ اور قیامت کے دن تو دیکھے ان کو جو جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر

ف۲ مغفرت کی امید دلا کر یہاں سے توبہ کی طرف متوجہ فرمایا یعنی گذشتہ غلطیوں پر نادم ہو کر اور اللہ کے بے پایاں جود و کرم سے شرما کر کفر و عصیان کی راہ چھوڑو، اور اس رب کریم کی طرف رجوع ہو کر اپنے کو بالکلیہ اسی کے سپرد کر دو۔ اس کے احکام کے سامنے نہایت عجز و اخلاص کے ساتھ گردن ڈال دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ حقیقت میں نجات محض اس کے فضل سے ممکن ہے۔ ہمارا رجوع و انابت بھی بدون اس کے فضل و کرم کے میسر نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا، جو کفار دشمنی میں لگے رہے تھے سمجھے کہ لاریب اس طرف اللہ ہے۔ یہ سمجھ کر اپنی غلطیوں پر پچھتائے لیکن شرمندگی کہ مسلمان نہ ہوئے کہ اب ہماری مسلمانی کیا قبول ہوگی۔ دشمنی کی، لڑائیاں لڑے اور کتنے خدا پرستوں کے خون کیے تب اللہ نے یہ فرمایا کہ ایسا گناہ کوئی نہیں جس کی توبہ اللہ قبول نہ کرے، ناامید مت ہو، توبہ کرو اور رجوع ہو، بخشے جاؤ گے مگر جب سر پر عذاب آیا یا موت نظر آنے لگی اس وقت کی توبہ قبول نہیں۔ نہ اس وقت کوئی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔ ف۳ بہتر بات سے مراد قرآن کریم ہے یعنی قرآنی ہدایات پر عمل کر کے عذاب آنے سے پہلے اپنے مستقبل کی روک تھام کر لو۔ ورنہ معاینۂ عذاب کے بعد کچھ تدارک نہ ہو سکیگا نہ کوئی تدبیر بن پڑیگی۔ عذاب الٰہی اس طرح ایکدم آدبائے گا کہ خبر بھی نہ ہوگی کہاں سے آگیا۔ ف۵ یعنی ہوا و ہوس، رسم و تقلید اور دنیا کے نزوں میں پڑ کر خدا کو سمجھا ہی نہیں۔ اس کے دین کی اور پیغمبروں کی اور جس ہولناک انجام سے پیغمبر ڈرایا کرتے تھے سب کی ہنسی اڑاتا رہا۔ ان چیزوں کی کوئی حقیقت ہی نہ سمجھی۔ افسوس خدا کے پہچاننے اور اس کا حق ماننے میں میں نے کس قدر کوتاہی کی جس کے نتیجہ میں آج یہ برا وقت دیکھنا پڑا۔ (یہ بات کافر محشر میں کہیگا اور اگر آیت کا مضمون کفار و عصاۃ کو عام رکھا جائے تو "اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ" کے معنی "عَمِلْتُ عَمَلَ سَاخِرٍ مُسْتَهْزِئٍ" کے ہونگے۔ کما فسرہ ابن کثیرؒ) ف۶ جب حسرت و افسوس کچھ کام نہ چلیگا تو اپنا دل بہلانے کے لیے یہ عذر لنگ پیش کریگا کہ کیا کروں خدا نے مجھ کو ہدایت نہ کی۔ وہ ہدایت کرنا چاہتا تو میں بھی آج متقین کے درجہ میں پہنچ جاتا۔ (اس کا جواب آگے آتا ہے "بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ الخ") اور ممکن ہے یہ کلام بطریق اعتذار و احتجاج نہ ہو بلکہ محض اظہار یاس کے طور پر ہو یعنی میں اپنی سوء استعداد اور بدتمیزی کی وجہ سے اس لائق نہ تھا کہ اللہ مجھ کو راہ دکھا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا۔ اگر مجھ میں اہلیت و استعداد ہوتی اور اللہ میری دستگیری فرماتا تو میں بھی آج متقین کے زمرہ میں شامل ہوتا۔ ف۷ جب حسرت اور اعتذار دونوں بیکار ثابت ہونگے اور دوزخ کا عذاب آنکھوں کے سامنے آجائیگا اس وقت شدت اضطراب سے کہے گا کہ کسی طرح مجھ کو ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے تو دیکھو میں کیسا نیک بنکر آتا ہوں۔ ف۸ یعنی غلط کہتا ہے کیا اللہ نے راہ نہیں دکھلائی تھی اور اپنے پیغمبروں کو نشانات اور احکام دیکر نہیں بھیجا تھا مگر تو نے انکی بات ہی نہیں سنی۔ جو کچھ کہا گیا غرور اور تکبر سے اسے جھٹلاتا رہا۔ تیری کج فہمی قبول حق سے مانع رہی۔ اور بات یہ ہے کہ اللہ کو ازل سے معلوم تھا کہ تو اس کی آیات کا انکار کریگا۔ اور تکبر و سرکشی سے پیش آئیگا تیرا مزاج اور طبیعت کی افتاد ہی ایسی ہے۔ اگر ہزار مرتبہ دنیا کی طرف لوٹایا جائے تب بھی اپنی حرکات سے باز نہیں آسکتا۔ "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ" (انعام رکوع ۳)

وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾

کہ اُن کے منہ ہوں سیاہ ف۱ کیا نہیں دوزخ میں ٹھکانا غرور والوں کا ف۲

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ

اور بچائیگا اللہ اُن کو جو ڈرتے رہے اُنکے بچاؤ کی جگہ نہ لگے اُن کو برائی اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾

غمگین ہوں ف۳ اللہ بنانے والا ہے ہر چیز کا اور وہ ہر چیز کا ذمہ لیتا ہے ☆

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اُسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی اور جو منکر ہوئے ہیں اللہ کی باتوں سے

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا

وہ لوگ جو ہیں وہی ہیں ٹوٹے میں پڑے ف۴ تو کہہ اب اللہ کے سوائے کسی کو بتلاتے ہو کہ پوجوں اے

الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ

نادانو ف۵ اور حکم ہو چکا ہے تجھ کو اور تجھ سے اگلوں کو کہ اگر

اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ

تو نے شریک مان لیا تو اکارت جائینگے تیرے عمل اور تو ہوگا ٹوٹے میں پڑا ☆ نہیں بلکہ اللہ ہی

فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ

کو پوج اور رہ حق ماننے والوں میں ف۶ اور نہیں سمجھے اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے ف۷

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ

اور زمین ساری ایک مٹھی ہے اُسکی دن قیامت کے اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں اُسکے داہنے ہاتھ میں

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي

وہ پاک ہے اور بہت اوپر ہے اُس سے کہ شریک بتلاتے ہیں ف۸ اور پھونکا جائے صور میں پھر بیہوش ہو جائے جو کوئی ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى

آسمانوں میں اور زمین میں مگر جس کو اللہ چاہے پھر پھونکی جائے دوسری بار

ف۱ اللہ کی طرف سے جو سچی بات آئے اُس کو جھٹلانا یہ ہی اللہ پر جھوٹ بولنا ہے کیونکہ جھٹلانے والا دعوے کرتا ہے کہ اللہ نے فلاں بات نہیں کہی حالانکہ واقع میں کہی ہے۔ اس جھوٹ کی سیاہی قیامت کے دن اُن کے چہروں پر ظاہر ہوگی۔ ف۲ پہلے فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ میں دو صفتیں کافر کی بیان ہوئی تھیں۔ تکذیب جو مشتمل ہے کذب پر اور استکبار و غرور۔ یہاں بتلادیا کہ کذب و دروغ سے اُن کے منہ کالے ہونگے اور غرور و تکبر کا ٹھکانا دوزخ کے سوا کہیں نہیں۔ ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ متقین کو اُنکے ازلی فوز و سعادت کی بدولت کامیابی کے اُس بلند مقام پر پہنچائیگا جہاں ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ اور ہر طرح کے فکر و غم سے آزاد ہوں۔ ف۴ یعنی ہر چیز کو اُس نے پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد اُسکی بقاء و حفاظت کا ذمہ دار بھی وہ ہی ہوا اور زمین و آسمان کی تمام چیزوں میں تصرف و اقتدار بھی اُسی کو حاصل ہے کیونکہ سب خزانوں کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں۔ پھر ایسے خدا کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے۔ چاہیے کہ اُسی کے غضب سے ڈرے اور اُسی کی رحمت کا اُمیدوار رہے۔ کفر و ایمان اور جنت و دوزخ سب اُسی کے زیر تصرف ہیں۔ اُس کی باتوں سے منکر ہو کر آدمی کہیں ٹھکانا نہیں۔ کیا اُس سے منحرف ہو کر آدمی کسی فلاح کی اُمید رکھ سکتا ہے۔ ف۵ یعنی انتہائی نادانی اور حماقت و جہالت ہے کہ آدمی خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرے اور پیغمبر خدا سے (معاذ اللہ) یہ طمع رکھے کہ وہ اُس کے راستہ پر آجائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ مشرکین نے حضور کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلایا تھا، اُسکے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ ف۶ یعنی عقلی حیثیت سے دیکھا جائے کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنا، باقی رکھنا، اور اُن میں ہر قسم کے تصرفات کرتے رہنا صرف اللہ کا کام ہے تو عبادت کا مستحق بجز اُسکے کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور نقلی حیثیت سے لحاظ کرو تو تمام انبیاء اللہ اور ادیان سماویہ توحید کی صحت اور شرک کے بطلان پر متفق ہیں بلکہ ہر نبی کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا ہے کہ (آخرت میں) مشرک کے تمام اعمال اکارت ہیں اور شرک کا انجام خالص حرمان و خسران کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک خدائے قدوس کو پوجے اور اُس کا شکر گزار و وفادار بندہ بنے۔ اُس کے عظمت و جلال کو سمجھے۔ عاجز و حقیر مخلوق کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائے۔ اُس کو اُسی طرح بزرگ و برتر مانے جیسا وہ واقع میں ہے۔ ف۷ یعنی مشرکین نے اُس کی عظمت و جلال اور بزرگی و برتری کو وہاں تک نہ سمجھا اور ملحوظ نہ رکھا جہاں تک ایک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔ اُسکی شان رفیع اور مرتبہ بلند کا اجمالی تصور رکھنے والا، کیا عاجز و محتاج مخلوق حتیٰ کہ پتھر کی بیجان مورتوں کو اُس کا شریک تجویز کر سکتا ہے۔ حاشا و کلا۔ آگے اُس کی بعض شئون عظمت و جلال کا بیان ہے ف۸ یعنی جسکی عظمت شان کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن کل زمین اُس کی ایک مٹھی میں اور سارے آسمان کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہونگے، اُسکی عبادت میں بیجان یا عاجز و محتاج مخلوق کو شریک کرنا کہاں تک روا ہوگا۔ وہ شرکاء تو خود اُس کی مٹھی میں پڑے ہیں جس طرح چاہے اُن پر تصرف کرے۔ ذرا کان یا زبان نہیں ہلا سکتے۔ (تنبیہ) مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ کے متعلق سورۂ "انبیاء" کی آیت يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ الخ کا حاشیہ دیکھنا چاہیے۔ اور "یمین" وغیرہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں جن پر بلا کیف ایمان رکھنا واجب ہے بعض احادیث میں ہے وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ (اُس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں)، اس سے تجسم، تحیز اور جہت وغیرہ کی نفی ہوتی ہے۔

فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ

تو فوراً وہ کھڑے ہو جائیں ہر طرف دیکھتے ف۱ اور چمکے زمین اپنے رب کے نور سے اور لا دھریں

الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ

دفتر اور حاضر آئیں پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ ہو اُن میں انصاف سے اور

هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ

اُن پر ظلم نہ ہوگا ف۲ اور پورا ملے ہر جی کو جو اُس نے کیا ف۳ اور اُسکو خوب خبر ہے

بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا

جو کچھ کرتے ہیں ف۴ اور ہانکے جائیں جو منکر تھے دوزخ کی طرف گروہ گروہ ف۵ یہاں تک کہ جب

جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ

پہنچ جائیں اُس پر کھولے جائیں اُسکے دروازے ف۶ اور کہنے لگیں اُنکو اُسکے داروغہ ف۷ کیا نہ پہنچے تھے تمہارے پاس

مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

رسول تم میں کے ف۸ پڑھتے تھے تم پر باتیں تمہارے رب کی اور ڈراتے تم کو اِس تمہارے دن کی ملاقات سے

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ

بولیں کیوں نہیں پر ثابت ہوا حکم عذاب کا منکروں پر ف۹ حکم ہوئے کہ

ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾

داخل ہو جاؤ دروازوں میں دوزخ کے سدا رہنے کو اُس میں سو کیا بُری جگہ ہے رہنے کی غرور والوں کو ف۱۰

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا

اور ہانکے جائیں وہ لوگ جو ڈرتے رہے تھے اپنے رب سے جنت کو گروہ گروہ ف۱۱ یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں اُس پر

وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا

اور کھولے جائیں اُسکے دروازے اور کہنے لگیں اُنکو داروغہ اُسکے سلام پہنچے تم پر تم لوگ پاکیزہ ہو سو داخل ہو جاؤ

خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا

اس میں سدا رہنے کو ف۱۲ اور وہ بولیں شکر اللہ کا جس نے سچا کیا ہم سے اپنا وعدہ ف۱۳ اور وارث کیا ہمکو

ف۱ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ایک بار نفخ صور ہے عالم کے فنا کا، دوسرا ہے زندہ ہونے کا، یہ تیسرا بعد حشر کے بے ہوشی کا، چوتھا خبردار ہونے کا، اُس کے بعد اللہ کے سامنے سب کی پیشی ہوگی۔ اھ بتغیر یسیر۔ لیکن اکثر علمائے محققین کے نزدیک کل دو مرتبہ نفخ صور ہوگا۔ پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ پھر زندے تو مُردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے تھے اُنکی ارواح پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جائیگی۔ بعدہٗ دوسرا نفخہ ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آجائیں گی اور بیہوشوں کو افاقہ ہوگا۔ اُس وقت محشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے۔ پھر خداوند قدوس کی پیشی میں تیزی کے ساتھ حاضر کیے جائیں گے۔ (تنبیہ) اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ سے بعض نے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت مُراد لیے ہیں۔ بعض نے ان کے ساتھ حملۃ العرش کو بھی شامل کیا ہے۔ بعض کے نزدیک انبیاء و شہداء مراد ہیں واللہ اعلم۔ بہرحال یہ استثناء اُس نفخہ کے وقت ہوگا۔ اُس کے بعد ممکن ہے اُن پر بھی فنا طاری کر دی جائے۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ (المؤمن۔ رکوع ۲) ف۲ یعنی اس کے بعد حق تعالیٰ حساب کے لیے اپنی شان کے مناسب نزول اجلال فرمائیں گے (کما ورد فی بعض روایات الدر المنثور) اُس وقت حق تعالیٰ کی تجلی اور نور بے کیف سے محشر کی زمین چمک اُٹھے گی۔ حساب کا دفتر کھلے گا۔ سب کے اعمالنامے سامنے رکھ دیے جائیں گے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار میں حاضر ہونگے اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائیگا۔ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی۔ (تنبیہ) "شہداء" سے مُراد علاوہ انبیاء علیہم السلام کے فرشتے، اُمت محمدیہ کے لوگ اور انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب ہو سکتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے ہر اُمت کے نیک آدمی مُراد لیے ہیں۔ ف۳ یعنی نیکی کے بدلہ میں کمی اور بدی کے بدلہ میں زیادتی نہ ہوگی جس کا جتنا اچھا یا بُرا عمل ہے سب خدا کے علم میں ہے اُسی کے موافق بدلہ ملیگا جسکی کچھ تفصیل آگے آتی ہے۔ ف۴ یعنی گواہ آتے ہیں اُنکے الزام کو۔ ورنہ اللہ سے کیا چیز پوشیدہ ہے (کذا فی الموضح) ف۵ یعنی تمام کافروں کو دھکے دیکر نہایت ذلت و خواری کے ساتھ دوزخ کی طرف ہانکا جائیگا۔ اور چونکہ کفر کے اقسام و مراتب بہت ہیں۔ ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروہ الگ الگ کر دیا جائیگا۔ ف۶ جس طرح دنیا میں جیلخانہ کا پھاٹک کھلا نہیں رہتا جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے کھول کر داخل کرتے اور پھر بند کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی وہاں جس وقت دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے دروازے کھول کر اُس میں دھکیل دیا جائیگا۔ اُس کے بعد دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ کما قال تعالیٰ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (ھمزۃ) ف۷ یعنی جو فرشتے دوزخ کے محافظ ہیں وہ کفار سے بطور ملامت یہ کہیں گے۔ ف۸ یعنی جن سے تم کو بسبب ہمجنس ہونے کے فیض لینا بہت آسان تھا۔ ف۹ یعنی پیغمبر کیوں نہیں آئے۔ ضرور آئے ہم کو اللہ کی باتیں سُنائیں، اور آج کے دن سے بہت کچھ ڈرایا لیکن ہماری بدبختی اور نالائقی کہ ہم نے اُنکا کہنا نہ مانا، آخر خدا کی اٹل تقدیر سامنے آئی اور عذاب کا حکم ہم کافروں پر ثابت ہو کر رہا۔ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔ ف۱۰ یعنی تم نے سختی اور غرور میں آکر اللہ کی بات نہ مانی۔ اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے اُس کا مزہ چکھتے رہو ف۱۱ یعنی ایمان و تقویٰ کے مدارج چونکہ متفاوت ہیں ہر درجہ کے مومنین متقین کی جماعت الگ ہوگی اور اُن سب جماعتوں کو نہایت شوق دلا کر جلدی جلدی جنت کی طرف روانہ کیا جائیگا۔ ف۱۲ یعنی جس طرح مہمانوں کے لیے اُن کی آمد سے پہلے مہمان خانہ کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے جنتی وہاں پہنچ کر جنت کے دروازے کھلے پائیں گے۔ کما قال فی موضع آخر مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ (صٓ رکوع ۴) اور خدا کے فرشتے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ کلمات سلام و ثنا وغیرہ سے اُنکا استقبال کریں گے اور جنت میں رہنے کی بشارت سُنائیں گے۔ ف۱۳ یعنی خدا کا شکر جو وعدے انبیاء کی زبانی دنیا میں کیے گئے تھے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے

ف۱ یعنی جنت کی زمین کا ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اُن کو حکم ہے جہاں چاہیں رہیں لیکن ہر کوئی وہ ہی جگہ چاہیگا جو اُس کے واسطے پہلے سے رکھی ہے"۔ اور بعض کے نزدیک مُراد یہ ہے کہ جنت میں سیر و ملاقات کے لیے کہیں آنے جانے کی روک ٹوک نہ ہوگی۔ ف۳ یعنی حق تعالیٰ جب حساب کتاب کے لیے نزول اجلال فرمائیں گے اُس وقت فرشتے

الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۚ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾ وَ

اس زمین کا ف۱ گھر لیویں بہشت میں کہ جہاں چاہیں ف۲ سو کیا خوب بدلا ہی محنت کرنیوالوں کا ☆ اور

تَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ

تو دیکھے فرشتوں کو گھر رہے ہیں عرش کے گرد پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾

اور فیصلہ ہوتا ہے اُن میں انصاف کا اور یہی بات کہتے ہیں کہ سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا

سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَثَمَانُونَ آيَةً وَتِسْعُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ مؤمن مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں اور نو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

حم ﴿١﴾ تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٢﴾ غَافِرِ الذَّنبِ وَ

☆ اُتارنا کتاب کا اللہ سے ہے جو زبردست ہے خبردار ☆ گناہ بخشنے والا اور

قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ إِلَيْهِ

توبہ قبول کرنیوالا ف۴ سخت عذاب دینے والا مقدور والا ف۵ کسی کی بندگی نہیں سوائے اُس کے اُسی کی

الْمَصِيرُ ﴿٣﴾ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ

طرف پھر جانا ہے ف۶ وہی جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں جو منکر ہیں ف۷ سو تجھ کو دھوکا نہ دے

تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿٤﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ

یہ بات کہ وہ چلتے پھرتے ہیں شہروں میں ف۸ جھٹلا چکے ہیں اُن سے پہلے قوم نوح کی اور کتنے فرقے

مِن بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ ۖ وَجَادَلُوا

اُن سے پیچھے اور ارادہ کیا ہر اُمت نے اپنے رسول پر کہ اُس کو پکڑلیں اور لانے لگے

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٥﴾

جھوٹے جھگڑے کہ اُس کو ڈگا دیں سچے دین کو پھر میں نے اُنکو پکڑ لیا پھر کیسا ہوا میرا سزا دینا ف۹

عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہونگے۔ اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دیا جائیگا جس پر ہر طرف سے جوش و خروش کے ساتھ "الحمد للہ رب العالمین" کا نعرہ بلند ہوگا یعنی ساری خوبیاں اُس خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے (جس نے سارے جہان کا ایسا عمدہ فیصلہ کیا) اسی نعرۂ تحسین پر دربار برخاست ہو جائیگا عموماً مفسرین نے آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کو حالت راہنہ پر حمل کیا اور قضی بینھم کی ضمیر ملائکہ کی طرف راجع کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "فرشتوں میں فیصلہ یہ کہ ہر ایک فرشتہ (ملاء اعلیٰ میں) اپنے قاعدہ سے ایک تدبیر بولتا ہے دکما یشیر الیہ اختصام الملأ الاعلیٰ وتفصیلہ فی حجۃ اللہ البالغۃ) پھر اللہ تعالیٰ ایک کی بات جاری کرتا ہے۔ وہ ہی ہوتی ہے حکمت کے موافق۔ یہ ماجرا اب بھی ہے اور قیامت میں بھی"۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تم سورۃ الزمر بعون اللہ وتوفیقہ۔ وللہ الحمد

ف۴ یعنی توبہ قبول کر کے گناہوں سے ایسا پاک صاف کر دیتا ہے گویا کبھی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اور مزید برآں توبہ کو مستقل طاعت قرار دیکر اس پر اجر عنایت فرماتا ہے۔ ف۵ یعنی بیحد قدرت و وسعت اور غنا والا جو بندوں پر انعام و احسان کی بارشیں کرتا رہتا ہے۔ ف۶ جہاں پہنچ کر ہر ایک کو اپنے کیے کا بدلہ ملیگا۔ ف۷ یعنی اللہ کی باتیں اور اُس کی عظمت و قدرت کے نشان ایسے نہیں جن میں کوئی جھگڑا کیا جائے۔ مگر جن لوگوں نے یہی ٹھان لی ہے کہ روشن سے روشن دلائل و براہین اور کھلی کھلی باتوں کا بھی انکار کیا جائے وہ ہی سچی باتوں میں ناحق جھگڑے ڈالتے ہیں۔ ف۸ یعنی ایسے منکرین کا انجام تباہی اور ہلاکت ہے۔ گو فی الحال وہ شہروں میں چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے نظر آتے ہیں اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امہال و استدراج ہے کہ چند روز چل پھر کر دنیا کے مزے اڑالیں، بیوپار تجارتیں اور سازشیں کرلیں۔ پھر ایک روز غفلت کے نشہ میں پوری طرح مخمور ہو کر پکڑے جائیں گے۔ اگلی قوموں کا حال بھی یہی ہوا۔ ف۹ یعنی ہر ایک اُمت کے شریروں نے اپنے پیغمبر کو پکڑ کر قتل کرنے یا ستانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ جھوٹے ڈھکوسلے کھڑے کر کے سچے دین کو شکست دیں، اور حق کی آواز کو اُبھرنے نہ دیں لیکن ہم نے اُن کا داؤں چلنے نہ دیا اور اس کے بجائے کہ وہ پیغمبروں کو پکڑتے ہم نے اُن کو پکڑ کر سخت سزائیں دیں۔ پھر دیکھ لو ہماری سزا کیسی ہوئی کہ اُن کی بیخ و بنیاد باقی نہ چھوڑی۔ آج بھی اُن تباہ شدہ قوموں کے کچھ آثار کہیں کہیں موجود ہیں، اُن ہی کو دیکھ کر انسان اُن کی تباہی کا تصور کر سکتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ
اور اسی طرح ٹھیک ہو چکی بات تیرے رب کی منکروں پر کہ یہ ہیں دوزخ

النَّارِ ⑥ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
والے ف۱ جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اُس کے گرد ہیں پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں

وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ
اور اُس پر یقین رکھتے ہیں اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے ف۲ اے پروردگار ہمارے ہر چیز سمائی

شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ
ہوئی ہے تیری بخشش اور خبر میں سو معاف کر اُن کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ پر اور بچا اُن کو

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑦ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ
آگ کے عذاب سے ف۳ اے رب ہمارے اور داخل کر اُن کو سدا بسنے کے باغوں میں جن کا وعدہ کیا تو نے اُن سے اور

مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ
جو کوئی نیک ہو اُن کے باپوں میں اور عورتوں میں اور اولاد میں بیشک تو ہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ⑧ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ
حکمت والا ف۴ اور بچا اُن کو برائیوں سے اور جس کو تو بچائے برائیوں سے اُس دن اُس پر

رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ
مہربانی کی تو نے اور یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد پانی ف۵ جو لوگ منکر ہیں اُن کو پکار کر کہیں گے

لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ
اللہ بیزار ہوتا تھا زیادہ اس سے جو تم بیزار ہوئے ہو اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین لانے کو

فَتَكْفُرُوْنَ ⑩ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ
پھر تم منکر ہوتے تھے ف۶ بولیں گے اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا دو بار

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ
اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے ف۷ پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی راہ ف۸ یہ تم پر اس واسطے ہے کہ

ف یعنی جس طرح اگلی قوموں پر عذاب آنے کی بات پوری اُتر چکی، موجود الوقت منکروں پر بھی اُتری ہوئی سمجھو۔ اور جس طرح پیغمبروں کے اعلان کے موافق کافروں پر دنیوی عذاب آکر رہا، تیرے رب کی یہ بات بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آخرت میں ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ (تنبیہ) بعض نے "اِنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ" کو "لِاَنَّهُمْ" کے معنی میں لے کر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ گذشتہ منکروں کی طرح موجودہ منکروں پر بھی اللہ کی بات سچی ہے کیونکہ یہ بھی اصحاب النار میں سے ہیں۔ ف۲ پہلی آیات میں مجرمین و منکرین کا حال زبوں بیان ہوا تھا۔ یہاں اُن کے مقابل مومنین تائبین کا فضل و شرف بیان کرتے ہیں۔ یعنی عرش عظیم کو اُٹھانے والے اور اُس کے گرد طواف کرنے والے بیشمار فرشتے جن کی غذا صرف حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ہے اور جو مقربین بارگاہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا ایمان و یقین رکھتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے آگے مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اس عزت افزائی اور شرف و احترام کا کیا ٹھکانا ہے کہ فرش خاک پر رہنے والے مومنین سے جو خطائیں اور لغزشیں ہوگئیں ملائکہ مقربین بارگاہ احدیت میں اُن کے لئے غائبانہ معافی چاہیں۔ اور جب اُن کی شان میں "وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ" آیا ہے تو وہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور ہونگے۔ ف۳ یہ فرشتوں کے استغفار کی صورت بتلائی یعنی بارگاہ احدیت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کا علم اور رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔ پس جو کوئی تیرے علم محیط میں ایسا ہو کہ سچے دل سے تیری طرف رجوع ہوا اور تیرے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہو، اگر اس سے بمقتضائے بشریت کچھ کمزوریاں اور خطائیں سرزد ہو جائیں، آپ اپنے فضل و رحمت سے اُس کو معاف فرما دیں۔ نہ دنیا میں اُن پر دار و گیر ہو اور نہ دوزخ کا منہ دیکھنا پڑے۔ باقی جو مسلمان توبہ و انابت کی راہ اختیار نہ کرے اُس کا یہاں ذکر نہیں۔ آیت ہذا اُس کی طرف سے ساکت ہے۔ بظاہر حاملین عرش اُن کے حق میں دعا نہیں کرتے۔ اللہ کا اُن کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ یہ دوسری نصوص سے طے کرنا چاہیئے۔ ف۴ یعنی اگرچہ بہشت ہر کسی کو اپنے عمل سے ملتی ہے (جیسا کہ یہاں بھی "وَمَنْ صَلَحَ" کی قید سے ظاہر ہے) بدون اپنے ایمان و صلاح کے بیوی، بیٹا اور ماں باپ کام نہیں آتے لیکن تیری حکمتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک کے سبب سے کتنوں کو اُن کے عمل سے زیادہ اعلیٰ درجہ پر پہنچا دے۔ کما قال تعالٰی "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ" (طور رکوع ۱) اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو حقیقت میں وہ بھی اُن ہی کے کسی عمل قلبی کا بدلہ ہو۔ مثلاً وہ آرزو رکھتے ہوں کہ ہم بھی اسی مرد صالح کی چال چلیں۔ یہ نیت اور نیکی کی حرص اللہ کے ہاں مقبول ہو جائے یا اُس مرد صالح کے اکرام و مدارات ہی کی ایک صورت یہ ہو کہ اُس کے ماں باپ اور بیوی بچے بھی اُس کے درجہ میں رکھے جائیں۔

ف۵ یعنی محشر میں اُن کو کوئی برائی (مثلاً گھبراہٹ اور پریشانی وغیرہ) لاحق نہ ہو۔ اور یہ عظیم الشان کامیابی صرف تیری خاص مہربانی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بعض مفسرین نے سیئات سے اعمال سیئہ مراد لیے ہیں یعنی آگے کو اُنہیں برے کاموں سے محفوظ فرما دے۔ اور اُن کی خو ایسی کر دے کہ برائی کی طرف نہ جائیں۔ ظاہر ہے جو آج یہاں برائی سے بچ گیا اس پر تیرا فضل ہو گیا۔ وہی آخرت میں اعلیٰ کامیابی حاصل کریگا۔ اس تفسیر پر "يَوْمَىِٕذٍ" کا ترجمہ بجائے "اُس دن" کے "اِس دن" ہونا چاہیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی تیری مہر ہی ہو کہ برائیوں سے بچے۔ اپنے عمل سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ تھوڑی بہت برائی سے کون خالی ہے"۔ یہ الفاظ دونوں تفسیروں پر چسپاں ہو سکتے ہیں۔

ف۶ یہ قیامت کے دن کہیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ یعنی آج تم اپنے (نفس سے بیزار ہو اور) اپنے جی کو پھٹکارتے ہو۔ دنیا میں جب کفر کرتے تھے (اُس وقت) اللہ اس سے زیادہ تم کو پھٹکارتا تھا (اور تمہاری حرکات سے بیزار تھا) اُسی کا بدلہ آج پاؤ گے) اور بعض مفسرین نے "مَقْتٌ" کا زمانہ ایک مراد لے کر یوں معنی کیے ہیں کہ تم کو دنیا میں بار بار ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم بار بار کفر کرتے تھے۔ آج اُس کی سزا بھگتنے کے وقت جس قدر تم اپنی جانوں سے بیزار ہو رہے ہو اللہ اُس سے زیادہ تم سے بیزار ہے۔ ف۷ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "پہلے مٹی تھے یا نطفہ، تو مردے ہی تھے۔ پھر جان پڑی تو زندہ ہوئے۔ پھر مرے، پھر زندہ کر کے اٹھائے گئے۔ یہ ہیں دو موتیں اور دو جینیں۔ قال تعالٰی "كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ" (بقرہ رکوع ۳) وقیل غیر ذلک والاظہر ہو ہذا۔ ف۸ یعنی انکار کیا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر جینا نہیں۔ نہ حساب کتاب ہے نہ کوئی اور قصہ۔ اسی لئے گناہوں اور شرارتوں پر جری ہوتے تھے۔ اب دیکھ لیا کہ جس طرح پہلی موت کے بعد آپ نے ہم کو زندہ کیا اور عدم سے نکال کر وجود عطا فرمایا، دوسری موت کے بعد بھی پیغمبروں کے ارشاد کے موافق دوبارہ زندگی بخشی۔ آج بعث بعد الموت کے وہ سب مناظر جن کا ہم انکار کیا کرتے تھے سامنے ہیں اور بجز اس کے چارہ نہیں کہ ہم اپنی غلطیوں اور خطاؤں کا اعتراف کریں ف۹ یعنی افسوس اب تو بظاہر یہاں سے چھوٹ کر نکل بھاگنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ہاں آپ قادر ہیں کہ جہاں دو مرتبہ موت و حیات دے چکے ہیں، تیسری مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس بھیج دیں۔ تا اس مرتبہ وہاں سے ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں۔

ف یعنی بیشک اب دنیا کی طرف واپس کیے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اب تو تم کو اپنے اعمال سابقہ کا خمیازہ بھگتنا ہے۔ تمہارے متعلق ہلاکت ابدی کا یہ فیصلہ اس لیے ہوا ہے کہ تم نے ایک سچے خدا کی پکار پر کبھی کان نہ دھرا۔ ہمیشہ اُس کا یا اُس کی وحدانیت کا انکار ہی کرتے رہے۔ ہاں کسی جھوٹے خدا کی طرف بلائے گئے تو فوراً آمنا وصدقنا کہہ کر اُس کے پیچھے ہو لیے۔ اس سے تمہاری خو اور طبیعت کی اُفتاد کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر ہزار مرتبہ بھی واپس کیا جائے، پھر وہی کفر و شرک کما کر لاؤ گے۔ بس آج تمہارے جرم کی ٹھیک سزا یہی حبس دوام ہے جو اُس بڑے زبردست خدا کی عدالت عالیہ سے جاری کی گئی جس کا کہیں آگے مرافعہ (اپیل) نہیں۔ اس سے چھوٹنے کی تمنا عبث ہے۔

إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٤﴾ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ يَوْمَ هُم بَارِزُونَ ۖ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾ وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿١٩﴾ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ

جب کسی نے پکارا اللہ کو اکیلا تو تم منکر ہوتے اور جب اُس کے ساتھ پکارتے شریک کو تو تم یقین لاتے اب حکم وہی جو کرے اللہ سب سے اوپر بڑا ۔ وہی ہے تم کو دکھلاتا اپنی نشانیاں اور اُتارتا ہے تمہارے واسطے آسمان سے روزی اور سوچ وہی کرے جو رجوع رہتا ہو ف۲ سو پکارو اللہ کو خالص کر کر اُس کے واسطے بندگی اور پڑے بُرا مانیں منکر ف۳ وہی ہے اونچے درجوں والا مالک عرش کا اُتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں ف۴ تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہونگے ف۶ چھپی نہ رہیگی اللہ پر اُنکی کوئی چیز ف۷ کس کا راج ہے اُس دن اللہ کا ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا ف۸ آج بدلا ملیگا ہر جی کو جیسا اُس نے کمایا بالکل ظلم نہیں آج بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب ☆ اور خبر سنادے اُنکو اس نزدیک آنیوالے دن کی جس وقت دل پہنچیں گے گلوں کو تو وہ دبا رہے ہونگے ف۹ کوئی نہیں گنہگاروں کا دوست اور نہ سفارشی کہ جسکی بات مانی جائے ف۱۰ وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو کچھ چھپا ہوا ہے سینوں میں ☆ اور اللہ فیصلہ کرتا ہے انصاف سے ف۱۱ اور جن کو پکارتے ہیں اُس کے سوائے نہیں فیصلہ کرتے

ف۲ یعنی اُس کی عظمت و وحدانیت کی نشانیاں ہر چیز میں ظاہر ہیں۔ ایک اپنی روزی ہی کے مسئلہ کو آدمی سمجھ لے جس کا سامان آسمان سے ہوتا رہتا ہے تو سب کچھ سمجھ میں آجائے۔ لیکن جب اُدھر رجوع ہی نہ ہو اور غور و فکر سے کام ہی نہ لے تو کیا خاک سمجھ حاصل ہو سکتی ہے۔ ف۳ یعنی بندوں کو چاہیے سمجھ سے کام لیں۔ اور ایک خدا کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکاریں، اُس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں۔ بیشک مخلص بندوں کے اس موحدانہ طرز عمل پر کافر و مشرک ناک بھوں چڑھائیں گے کہ سارے دیوتا اُڑا کر صرف ایک ہی خدا رہنے دیا گیا۔ مگر پکا موحد وہی ہے جو مشرکین کے مجمع میں توحید کا نعرہ بلند کرے۔ اور اُنکے بُرا ماننے کی اصلا پرواہ نہ کرے۔ ف۴ "بھید کی بات" سے وحی مُراد ہے جو اول انبیاء علیہم السلام پر اُترتی ہے اور اُن کے ذریعہ سے دوسرے بندوں کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ قیامت تک اسی طرح پہنچتی رہیگی۔ ف۵ یعنی جس دن تمام اولین و آخرین مل کر اللہ تعالیٰ کی پیشی میں حاضر ہونگے اور ہر ایک شخص اپنے اچھے یا بُرے عمل سے ملاقات کریگا۔ ف۶ یعنی قبروں سے نکل کر ایک کھلے کف دست میدان میں حاضر ہونگے۔ جہاں کوئی آڑ پہاڑ حائل نہ ہوگا۔ ف۷ یعنی خوب سمجھ لو اُس حاکم اعلیٰ کے دربار میں حاضر ہونا ہے جس پر تمہاری کوئی حالت پوشیدہ نہیں۔ سب ظاہر و باطن احوال کھول کر رکھ دیے جائیں گے۔ ف۸ یعنی اُس دن تمام وسائط و حجب اُٹھ جائیں گے۔ ظاہری اور مجازی رنگ میں بھی کسی کی بادشاہت نہ رہیگی۔ اُسی اکیلے شہنشاہ مطلق کا راج ہوگا جس کے آگے ہر ایک طاقت دبی ہوئی ہے۔ ف۹ یعنی خوف اور گھبراہٹ سے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ رہے ہونگے۔ اور لوگ دونوں ہاتھوں سے اُن کو پکڑ کر دبائیں گے کہ کہیں سانس کے ساتھ باہر نہ نکل پڑیں۔ ف۱۰ یعنی ایسا کوئی سفارشی نہیں ہوگا جس کی بات ضرور ہی مانی جائے۔ سفارش وہی کرسکیگا جس کو اجازت ہو اور اسی کے حق میں کریگا جس کے لیے پسند ہو۔ ف۱۱ یعنی مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے سے کسی پر نگاہ ڈالی یا کن انکھیوں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا، ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے اور فیصلہ انصاف سے کرتا ہے۔

بِشَیۡءٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۲۰﴾ اَوَ لَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ
کچھ بھی بیشک اللہ جو ہے وہی ہے سُننے والا دیکھنے والا ف۱ کیا وہ پھرے نہیں ملک میں

فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ؕ کَانُوۡا ہُمۡ
کہ دیکھتے انجام کیسا ہُوا اُن کا جو تھے اُن سے پہلے وہ تھے

اَشَدَّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً وَّ اٰثَارًا فِی الۡاَرۡضِ فَاَخَذَہُمُ اللّٰہُ بِذُنُوۡبِہِمۡ ؕ وَ
اُن سے سخت زور میں اور نشانیوں میں جو چھوڑ گئے زمین میں ف۲ پھر اُنکو پکڑا اللہ نے اُنکے گناہوں پر اور

مَا کَانَ لَہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَانَتۡ تَّاۡتِیۡہِمۡ
نہ ہُوا اُن کو اللہ سے کوئی بچانے والا ف۳ یہ اِس لیے کہ اُنکے پاس آتے تھے

رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَکَفَرُوۡا فَاَخَذَہُمُ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ قَوِیٌّ شَدِیۡدُ
اُنکے رسول کھلی نشانیاں لیکر پھر منکر ہوگئے تو اُن کو پکڑا اللہ نے بیشک وہ زور آور ہے سخت

الۡعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰی
عذاب دینے والا ف۴ اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر اور کھلی سند ف۵

فِرۡعَوۡنَ وَ ہَامٰنَ وَ قَارُوۡنَ فَقَالُوۡا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ
فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس ف۶ پھر کہنے لگے یہ جادوگر ہے جھوٹا ف۷ پھر جب پہنچا اُنکے پاس

بِالۡحَقِّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوا اقۡتُلُوۡۤا اَبۡنَآءَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ وَ
لیکر سچی بات ہمارے پاس سے بولے مار ڈالو بیٹے اُنکے جو یقین لائے ہیں اُسکے ساتھ اور

اسۡتَحۡیُوۡا نِسَآءَہُمۡ ؕ وَ مَا کَیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ
جیتی رکھو اُنکی عورتیں ف۸ اور جو داؤ ہے منکروں کا سو غلطی میں ف۹ اور بولا

فِرۡعَوۡنُ ذَرُوۡنِیۡۤ اَقۡتُلۡ مُوۡسٰی وَ لۡیَدۡعُ رَبَّہٗ ۚ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ
فرعون مجھ کو چھوڑو کہ مار ڈالوں موسیٰ کو اور پکارے اپنے رب کو ف۱۰ میں ڈرتا ہوں کہ

یُّبَدِّلَ دِیۡنَکُمۡ اَوۡ اَنۡ یُّظۡہِرَ فِی الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَ قَالَ مُوۡسٰۤی
بگاڑ دے تمہارا دین یا پھیلائے ملک میں خرابی ف۱۱ اور کہا موسیٰ نے

ع ۱۱

ف۱ یعنی فیصلہ کرنا اُسی کا کام ہو سکتا ہے جو سُننے اور جاننے والا ہو۔ بھلا یہ پتھر کی بیجان مورتیں جنہیں تم خدا کہہ کر پکارتے ہو کیا خاک فیصلہ کریں گی۔ پھر جو فیصلہ بھی نہ کر سکے وہ خدا کس طرح ہُوا۔ ف۲ یعنی بڑے بڑے مضبوط قلعے، عالیشان عمارتیں اور مختلف قسم کی یادگاریں۔ ف۳ یعنی جب دنیا کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکا، آخرت میں کون بچائیگا۔ ف۴ یعنی تم بھی اُن کی طرح رسُول کی تکذیب کر کے فلاح نہیں پا سکتے۔ آخر رسوا اور ہلاک ہوگے اور خداوند قدوس اپنے زور و قوت سے پیغمبر کو غالب و منصور فرمائے گا۔ اسی مناسبت سے آگے موسیٰ اور فرعون کا قصہ بیان کرتے ہیں۔ ف۵ "نشانیوں" سے معجزات اور "کھلی سند" سے شاید ان میں کے مخصوص و ممتاز معجزات مُراد ہوں یا "کھلی سند" معجزات کے سوا دوسری قسم کے دلائل و براہین کو فرمایا۔ یا "آیات" سے تعلیمات و احکام اور "سلطان مبین" سے معجزات مُراد لیئے جائیں۔ یا "سلطان مبین" اُس قوت قدسیہ اور مخصوص تائید ربانی کا نام ہو جس کے آثار پیغمبروں میں ہر دیکھنے والے کو نمایاں طور پر نظر آیا کرتے ہیں واللہ اعلم۔ ف۶ ہامان وزیر تھا فرعون کا اور قارون بنی اسرائیل میں سب سے بڑا مالدار اور تاجر تھا جو موسیٰ علیہ السّلام کے خلاف فرعون کی مرضی پر چلتا تھا۔ پہلے اس کا قصہ گذر چکا۔ ف۷ یعنی جادوگر ہے معجزات دکھانے میں اور جھوٹا ہے دعوئے رسالت میں۔ یہ بعض نے کہا ہوگا اور دوسروں نے اُسکی تصدیق کی ہوگی۔ ف۸ یہ حکم اب دوسری مرتبہ موسیٰ علیہ السّلام کی تشریف آوری کے بعد دیا۔ تاکہ بنی اسرائیل کی تذلیل و توہین کریں، اُن کی تعداد گھٹائیں اور اُن کے دلوں میں یہ خیال جما دیں کہ یہ سب مصیبت اُن پر موسیٰ کی بدولت آئی ہے۔ یہ خیال کر کے لوگ اُن کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور دہشت انگیزی کی پالیسی کامیاب ہو جائیگی۔ آگے پتہ نہیں اس حکم پر عمل ہُوا یا نہیں۔ ف۹ یعنی ایسے داؤ پیچ اور تدبیروں سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی مدد فرما کر منکرین کے سب منصوبے غلط کر دیتا ہے۔ ف۱۰ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "فرعون نے کہا مجھ کو چھوڑو۔ شاید اُس کے ارکان سلطنت مار ڈالنے کا مشورہ نہ دیتے ہونگے۔ کیونکہ معجزہ دیکھ کر ڈر گئے تھے، کہیں اُس کا رب بدلہ نہ لے" فرعون خود بھی دل میں ڈرا ہُوا اور سہما ہُوا تھا لیکن لوگوں پر اپنی قوت و شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے انتہا درجہ کی شقاوت اور بیحیائی سے ایسا کہہ رہا تھا۔ تا لوگ سمجھیں کہ اُس کو قتل سے کوئی چیز مانع نہیں۔ اور اُسکے ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ ف۱۱ یعنی اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تو دینی اور دنیوی دونوں طرح کے نقصان کا اندیشہ ہے۔ ممکن ہے یہ اپنے وعظ و تلقین سے تمہارے مذہبی طور و طریق کو جو پہلے سے چلا آتا ہے بگاڑ ڈالے یا سازش وغیرہ کا جال پھیلا کر ملک میں بدامنی پھیلا دے جس کا انجام یہ ہو کہ تمہاری (یعنی قبطیوں کی) حکومت کا خاتمہ ہو کر ملک بنی اسرائیل کے ہاتھ میں چلا جائے۔

إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ

میں پناہ لے چکا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی ہر غرور والے سے ف۱ جو یقین نہ کرے حساب

الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ

کے دن کا ف۲ اور بولا ایک مرد ایمان دار فرعون کے لوگوں میں جو چھپاتا تھا اپنا ایمان

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ

کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور لایا تمہارے پاس کھلی نشانیاں

مِن رَّبِّكُمْ ۖ وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِن يَكُ

تمہارے رب کی اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اُس پر پڑیگا اُس کا جھوٹ اور اگر وہ

صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

سچا ہوگا تو تم پر پڑیگا کوئی نہ کوئی وعدہ جو تم سے کرتا ہے ف۳ بیشک اللہ راہ نہیں دیتا اُس کو

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ

جو ہو بے لحاظ جھوٹا ف۴ اے میری قوم آج تمہارا راج ہے چڑھ رہے ہو

فِي الْأَرْضِ فَمَن يَنصُرُنَا مِن بَأْسِ اللَّهِ إِن جَاءَنَا ۚ قَالَ

ملک میں پھر کون مدد کریگا ہماری اللہ کی آفت سے اگر آ گئی ہم پر ف۵ بولا

فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ

فرعون میں تو وہی بات سجھاتا ہوں تم کو جو سوجھی مجھ کو اور وہی راہ بتلاتا ہوں جس میں

الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُم

بھلائی ہے ف۶ اور کہا اُس ایمان دار نے اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ آئے تم پر

مِّثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ

دن اگلے فرقوں کا سا جیسے حال ہوا قوم نوح کا اور عاد

وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا

اور ثمود کا اور جو لوگ اُنکے پیچھے ہوئے اور اللہ بے انصافی نہیں چاہتا

ع ۳ / ۷ / ۸

ف۱ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جب اُن کے مشوروں کی خبر پہنچی تو اپنی قوم سے فرمایا کہ مجھے اِن دھمکیوں کی مطلق پروا نہیں۔ فرعون اکیلا تو کیا، ساری دنیا کے متکبرین وجبارین جمع ہو جائیں تب بھی میرا اور تمہارا پروردگار اُن کے شر سے بچانے کے لیئے کافی ہے۔ میں اپنے کو تنہا اُسی کی پناہ میں دے چکا ہوں۔ وہ ہی میرا حامی و مددگار ہے۔ کما قال تعالیٰ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ (طٰہٰ رکوع ۲) بھلا اُسکی حمایت و امداد کے بعد کسی مغرور انسان کا کیا ڈر۔ ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس کو حساب کا یقین ہو وہ ظلم کاہے کو کریگا"۔ ف۳ یعنی ایک مرد مومن جس نے فرعون اور اُسکی قوم سے اپنا ایمان ابھی تک مخفی رکھا تھا ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ کے جواب میں بول اُٹھا کیا تم ایک شخص کا ناحق خون کرنا چاہتے ہو اس بات پر کہ وہ صرف ایک اللہ کو اپنا رب کیوں کہتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے دعوے کی صداقت کے کھلے کھلے نشان تم کو دکھلا چکا اور اُسکے قتل کی تم کو کچھ ضرورت بھی نہیں۔ بلکہ ممکن ہے تمہارے لیے مضر ہو۔ فرض کرو! وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ثابت ہوا تو اتنے بڑے جھوٹ پر ضرور اللہ اُس کو ہلاک یا رسوا کر کے چھوڑیگا خدا کی عادت نہیں کہ وہ ایسے کاذب کو برابر پھولنے پھلنے دے۔ دنیا کو التباس سے بچانے کے لیے یقیناً ایک روز اُس کی قلعی کھول دی جائیگی۔ ایسے حالات بروئے کار آئیں گے کہ دنیا علانیہ اُس کی رسوائی و ناکامی اور کذب و دروغ کا تماشہ دیکھ لیگی۔ اور تم کو خواہی نخواہی اُس کے خون میں ہاتھ رنگنے کی ضرورت نہ رہیگی اور اگر واقع میں وہ سچا ہے تو دنیا و آخرت کے جس عذاب سے وہ اپنے مکذبین کو ڈراتا ہے یقیناً اُس کا کچھ نہ کچھ حصہ تم کو ضرور پہنچ کر رہیگا۔ لہٰذا پہلی شق پر اُس کے قتل میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں اور دوسری شق پر اُس کا قتل کرنا سراسر موجب نقصان و خسران ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اگر جھوٹا ہے تو جس پر جھوٹ بولتا ہے وہ ہی سزا دے رہیگا۔ اور شاید سچا ہو تو اپنی فکر کرو"۔ (تنبیہ) یہ تقریر اُس صورت میں ہے جب کسی مفتری کا کذب صریحاً ظاہر نہ ہوا ہو۔ اور اگر مدعی نبوت کا کذب و افترا دلائل و براہین سے روشن ہو جائے تو بلا شبہ واجب القتل ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ پیغمبر عربی صلعم کا خاتم النبیین ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا، اگر کوئی شخص مدعی نبوت بن کر کھڑا ہوگا تو چونکہ اُس کا یہ دعویٰ ایک قطعی النبوت عقیدہ کی تکذیب کرتا ہے۔ لہٰذا اُسکے متعلق کسی قسم کے تأمل و تردد اور امہال و انتظار کی گنجائش نہ ہوگی۔ ف۴ یعنی موسیٰ اگر بالفرض جھوٹا ہوتا تو ہرگز اُس کا اللہ راہ نہ دیتا کہ وہ برابر ایسے ایسے معجزات دکھاتا رہے اور کامیابی میں ترقی کرتا چلا جائے۔ اور اگر تم جھوٹے ہو کہ ایک سچے کو جھوٹا بتلا رہے ہو تو انجام کار اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلیل و ناکام کریگا۔ ف۵ یعنی اپنے سامانوں اور لشکروں پر مغرور مت ہو۔ آج تمہاری یہ شان و شکوہ ہے لیکن کل اگر خدا کے عذاب نے آ گھیرا تو کوئی بچانے والا نہ ملیگا۔ یہ سب ساز و سامان یوں ہی رکھے رہ جائیں گے۔ ف۶ یعنی تمہاری تقریر سے میرے خیالات تبدیل نہیں ہوئے۔ جو کچھ میرے نزدیک مصلحت ہے وہ ہی تم کو سمجھا رہا ہوں۔ میرے خیال میں بہتری کا راستہ یہ ہی ہے کہ اس شخص کا قصہ پہلے ہی قدم پر ختم کر دیا جائے۔

ف۱ یعنی اگر تم اسی طرح تکذیب و عداوت پر جمے رہے تو سخت اندیشہ ہے کہ تم کو بھی کہیں وہ ہی دن دیکھنا نہ پڑے جو پہلی قومیں اپنے انبیاء کا مقابلہ کر کے دیکھ چکی ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ہاں بے انصافی نہیں۔ اگر ایسے سخت جرائم پر تم کو یا دوسری قوموں کو اُس نے تباہ کیا تو وہ عین عدل و انصاف کے تقاضہ سے ہوگا۔ کونسی حکومت ہے جو اپنے سفراء کو قتل اور

لِلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ

بندوں پر ف۱ اور اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ تم پر آئے دن ہانک پکار کا ف۲ جس دن

تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ

بھاگو گے پیٹھ پھیر کر ف۳ کوئی نہیں تم کو اللہ سے بچانے والا اور جس کو غلطی میں ڈالے

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ

اللہ تو کوئی نہیں اُسکو سمجھانے والا ف۴ اور تمہارے پاس آچکا ہے یوسف اس سے پہلے

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا

کھلی باتیں لے کر پھر تم رہے دھوکے ہی میں اُن چیزوں سے جو وہ تمہارے پاس لیکر آیا یہاں تک کہ جب

هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ

مرگیا لگے کہنے ہرگز نہ بھیجے گا اللہ اُس کے بعد کوئی رسول ف۵ اسی طرح

يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ

بھٹکاتا ہے اللہ اُس کو جو ہو بیباک شک کرنیوالا ☆ وہ جو کہ جھگڑتے ہیں

فِیْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ

اللہ کی باتوں میں بغیر کسی سند کے جو پہنچی ہو اُنکو بڑی بیزاری ہے (ان سے) اللہ کے یہاں اور

عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ

ایمانداروں کے یہاں ف۶ اسی طرح مُہر کردیتا ہے اللہ ہر دل پر غرور والے

جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَبْلُغُ

سرکش کے ف۷ اور بولا فرعون کہ اے ہامان بنا میرے واسطے ایک اونچا محل شاید میں جا پہنچوں

الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ

رستوں میں ☆ رستوں میں آسمانوں کے پھر جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے معبود کو ف۸ اور

اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ

میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے ف۹ اور اسی طرح بھلے دکھلائے فرعون کو اس کے برے کام اور

اور رسوا ہوتے دیکھتی رہے اور قاتلین و معاندین کا انتقام نہ لے۔ ف۲ عموماً مفسرین "یَوْمَ التَّنَادِ" (ہانک پکار کے دن) سے قیامت کا دن مراد لیتے ہیں جبکہ محشر میں جمع ہونے اور حساب دینے کے لئے سب کی پکار ہوگی۔ اور اہل جنت اہل نار اور اہل اعراف ایک دوسرے کو پکارینگے اور آخر میں ندا آئے گی۔ "یَآ اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ وَیَآ اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ" کما ورد فی الحدیث۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے "یَوْمَ التَّنَادِ" سے وہ دن مراد لیا ہے جس میں فرعونیوں پر عذاب آیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں "ہانک پکار کا دن اُن پر آیا جس دن بحر قلزم میں غرق ہوئے۔ اُس وقت ڈوبتے ہوئے ایک دوسرے کو پکارنے لگا۔ (شاید) یہ اُس مرد مومن کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا یا قیاس سے کہ ہر قوم پر عذاب اسی طرح آتا ہے"۔ ف۳ یعنی محشر سے پیٹھ پھیر کر دوزخ کی طرف بھگائے جاؤ گے، یا نزول عذاب کے وقت اُس سے بھاگنے کی ناکام کوشش کرو گے۔ ف۴ یعنی میں تم کو سب نشیب و فراز پوری طرح سمجھا چکا۔ اس پر بھی تم نہ مانو تو سمجھ لو کہ تمہاری عناد و کجروی کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے ارادہ ہی کر لیا ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ غلطی اور گمراہی میں پڑا رہنے دے۔ پھر ایسے شخص کے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ ف۵ یعنی چلو قصہ ختم ہوا۔ نہ یہ رسول تھا نہ اب اس کے بعد کوئی رسول آنے والا ہے۔ گویا سرے سے سلسلۂ رسالت ہی کا انکار ہوا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "حضرت یوسفؑ کی زندگی میں (مصر والے اُنکی نبوت کے) قائل نہ ہوئے۔ اُن کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا بندوبست بگڑا تو کہنے لگے یوسف کا قدم اس شہر پر کیا مبارک تھا۔ ایسا نبی (آئندہ) کوئی نہ آئیگا۔ یا وہ انکار یا یہ اقرار۔ یہی اسراف اور زیادہ گوئی ہے"۔ مرد مومن کی غرض یہ تھی کہ نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے۔ فی الحال تم کو موسیٰ کی قدر نہیں۔ ف۶ یعنی بدون حجت عقلیہ و نقلیہ کے اللہ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں۔ اس کر بڑھ کر زیادتی اور بے باکی کیا ہوگی۔ اسی لئے اللہ اور اُس کے ایماندار بندے اِن لوگوں سے سخت بیزار ہیں جو سبب ہے اِن کے انتہائی ملعون ہونے کا۔ ف۷ جو لوگ حق کے سامنے غرور سے گردن نہ جھکائیں اور پیغمبروں کے ارشادات سُن کر سر نیچا نہ کریں آخر کار اُن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ اسی طرح مُہر کر دیتا ہے کہ پھر قبول حق اور نفوذ خیر کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ ف۸ یہ اُس ملعون کی انتہائی بے شرمی اور بیباکی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شاید اللہ تعالیٰ کی صفت علو وغیرہ کوسُن کر یہ قرار دیا ہوگا کہ موسیٰ کا خدا آسمان پر رہتا ہے۔ اُسی پر یہ استہزاء و تمسخر شروع کر دیا۔ سچ ہے چیونٹی کی موت آتی ہے تو پر لگجاتے ہیں۔ سورۂ "قصص" میں اس مقام کی تقریر گذر چکی۔ ف۹ یعنی دعوئے رسالت میں بھی اور اس دعوے میں بھی کہ سارے جہان کا کوئی اور معبود ہے۔ مجھے تو اپنے سوا دوسرا نظر نہیں آتا۔ کما قال مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ (قصص رکوع ۴)۔

ف۱ برے کام کرتے کرتے آدمی کی یوں ہی عقل ماری جاتی ہے اور ایسی ہی مضحکہ خیز حرکتیں کرنے لگتا ہے جس کے بعد راہ پر آنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ یہ ہی حال فرعون کا ہوا۔ ف۲ یعنی فرعون کے جس قدر داؤ پیچ اور منصوبے یا مشورے تھے سب بے حقیقت تھے۔ خود اپنی ہی تباہی کے لیئے۔ موسٰی کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔ ف۳ چونکہ فرعون نے کہا تھا "وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ" اُس کے جواب میں مرد مومن نے کہا کہ "سبیل الرشاد" (بھلائی اور بہتری کا راستہ) وہ نہیں جو فرعون تجویز کرتا ہے بلکہ تم میرے پیچھے چلے آؤ تا بہتری کے راستہ پر چلنا نصیب ہو۔ ف۴ یعنی فانی و زائل زندگی اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بہرحال بھلی بری طرح ختم ہونیوالی ہے۔ اُس کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے اُس کی درستی کی فکر کرے ورنہ ہمیشہ کی تکلیف میں مبتلا رہنا پڑیگا۔ ف۵ اب تو گھبرا کے کہتے ہیں کہ مرجائیں گے ؎ مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے۔ ف۵ یہ اُخروی زندگی کی تھوڑی سی تفصیل بتلا دی کہ وہ کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہاں ایمان اور عمل صالح درکار ہیں۔ مال و متاع کو کوئی نہیں پوچھتا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ کی رحمت، غضب پر غالب ہے۔ عقلمند کو چاہیے کہ موقع ہاتھ سے نہ دے۔ ف۶ یعنی میرا اور تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں۔ اور تمہاری کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ میں دھکیل دو۔ ایک طرف سے ایسی دشمنی اور دوسری جانب سے یہ خیرخواہی۔ ف۷ یعنی تمہاری کوشش کا حاصل تو یہ ہے کہ میں (معاذ اللہ) خدائے واحد کا انکار کر دوں۔ اُس کے پیغمبروں کو اور اُن کی باتوں کو نہ مانوں اور نادان جاہلوں کی طرح اُن چیزوں کو خدا ماننے لگوں جن کی الوہیت کسی دلیل اور علمی اصول سے ثابت نہیں۔ نہ مجھے خبر ہے کہ کیونکر اِن چیزوں کو خدا بنا لیا گیا۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے خلاف پر دلائل قطعیہ قائم ہیں۔ ف۸ یعنی میرا منشا یہ ہے کہ کسی طرح تمہارا سر اُس خدائے واحد کی چوکھٹ پر جھکا دوں جو نہایت زبردست بھی ہے اور بہت زیادہ خطاؤں کا معاف کرنے والا بھی۔ (مجرم کو پکڑے تو کوئی چھڑا نہ سکے اور معاف کرے تو کوئی روک نہ سکے) وہ ہی اس کا مستحق ہے کہ آدمی اُس کے آگے ڈر کر اور اُمید باندھ کر سر عبودیت جھکائے۔ یاد رکھو میں اُسی خدا کی پناہ میں آچکا ہوں جس کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔ ف۹ یعنی ماسوا خدا کے کوئی چیز ایسی نہیں جو دنیا یا آخرت میں ادنیٰ ترین نفع و ضرر کی مالک ہو۔ پھر اُس کی بندگی اور غلامی کا بلاوا دینا جہل و حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ "وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ" (احقاف رکوع ۱) آخر ایسی عاجز اور بے بس چیزوں کی طرف آدمی کیا سمجھ کر دعوت دے۔ اور تماشہ یہ ہے کہ ان میں بہت چیزیں وہ ہیں جو خود بھی اپنی طرف دعوت نہیں دیتیں۔ بلکہ دعوت دینے کی قدرت بھی نہیں رکھتیں۔ ف۱۰ یعنی انجام کار ہر پھر کر اُسی خدائے واحد کی طرف جانا ہے۔ وہاں پہنچ کر سب کو اپنی زیادتیوں کا نتیجہ معلوم ہو جائیگا۔ بتلاؤ اس سے بڑھ کر زیادتی کیا ہوگی کہ عاجز مخلوق کو خالق کا درجہ دیدیا جائے۔ ف۱۱ یعنی آگے چل کر جب اپنی زیادتیوں کا مزہ چکھوگے، اُس وقت میری نصیحت کو یاد کروگے کہ ہاں ایک مردِ خدا جو ہم کو سمجھایا کرتا تھا، وہ ٹھیک کہتا تھا۔ لیکن اُس وقت یاد کر کے پشیمان ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

صُدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ

روک دیا گیا سیدھی راہ سے ف۱ اور جو داؤ تھا فرعون کا سو تباہ ہونے کے واسطے ف۲ اور کہا

الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يَا قَوْمِ

اُس ایماندار نے اے قوم راہ چلو میری پہنچا دوں تم کو نیکی کی راہ پر ف۳ اے میری قوم

إِنَّمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾

یہ جو زندگی ہے دنیا کی سو کچھ برت لینا ہے اور وہ گھر جو پچھلا ہے وہی ہے جم کر رہنے کا گھر

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

جس نے کی ہے بُرائی تو وہی بدلا پائیگا اُس کی برابر اور جس نے کی ہے بھلائی

مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں

يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾ وَيَا قَوْمِ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى

روزی پائیں گے وہاں بے شمار ف۵ اور اے قوم مجھ کو کیا ہوا ہے بلاتا ہوں تم کو نجات

النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَ

کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھ کو آگ کی طرف ف۶ تم بلاتے ہو مجھ کو کہ منکر ہو جاؤں اللہ سے اور

أُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ

شریک ٹھہراؤں اسکا اُس کو جس کی مجھ کو خبر نہیں ف۷ اور میں بلاتا ہوں تم کو اُس زبردست گناہ بخشنے

الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا

والے کی طرف ف۸ آپ ہی ظاہر ہے کہ جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو اُس کا بلاوا کہیں نہیں دنیا میں

وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ

اور نہ آخرت میں ف۹ اور یہ کہ ہم کو پھر جانا ہے اللہ کے پاس اور یہ کہ زیادتی والے وہی ہیں

أَصْحَابُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ ۚ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي

دوزخ کے لوگ ف۱۰ سو آگے یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تم کو ف۱۱ اور میں سونپتا ہوں اپنا کام

ف۱ یعنی میں خدا کی حجت تمام کرچکا۔ اور نصیحت کی بات سمجھا چکا۔ تم نہیں مانتے تو میرا تم سے کچھ مطلب نہیں۔ اب میں اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اُسی پر میرا بھروسہ ہے۔ تم اگر مجھے ستانا چاہو گے تو وہ ہی خدا میرا حامی و ناصر ہے۔ سب بندے اُس کی نگاہ میں ہیں۔ وہ میرا اور تمہارا دونوں کا معاملہ دیکھ رہا ہے۔ کسی کی کوئی حرکت اُس پر پوشیدہ نہیں۔ ایک مؤمن قانت کا کام یہ ہے کہ اپنی امکانی سعی کرچکنے کے بعد نتیجہ کو خدا کے سپرد کرے۔ ف۲ یعنی حق و باطل کی اس کشمکش کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسٰی (اور اُن کے ہمراہیوں کو جن میں یہ مؤمن آلِ فرعون بھی تھا) فرعونیوں کے منصوبوں سے محفوظ رکھا کوئی داؤ اُن کا چلنے نہ دیا۔ بلکہ اُن کے داؤ پیچ خود اُن ہی پر اُلٹ پڑے۔ جس نے حق پرستوں کا تعاقب کیا مارا گیا اور قوم کی قوم کا بیڑا بحرِ قلزم میں غرق ہوا۔ ف۳ یعنی دوزخ کا ٹھکانا جس میں وہ قیامت کے دن داخل کیے جائیں گے۔ ہر صبح و شام اُن کو دکھلا دیا جاتا ہے۔ تا نمونہ کے طور پر اُس آنے والے عذاب کا کچھ مزہ چکھتے رہیں۔ یہ عالمِ برزخ کا حال ہوا احادیث سے ثابت ہے کہ اسی طرح ہر کافر کے سامنے دوزخ کا اور ہر مومن کے سامنے جنت کا ٹھکانا روزانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے (تنبیہ) آیۂ ہٰذا سے صرف فرعونیوں کا عالمِ برزخ میں معذب ہونا ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد حضورؐ کو معلوم کرایا گیا کہ جملہ کفار بلکہ عصاۃ مومنین بھی برزخ میں مُعذب ہوتے ہیں (اعاذنا اللہ منہ) کما وردنی الاحادیث الصحیحہ۔ اور بعض آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح جنتیوں میں سے شہدار کی روحیں طیورِ خضر کے "حواصل" میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں، اسی طرح دوزخیوں میں سے فرعونیوں کی ارواح کو "طیورِ سُود" کے "حواصل" میں داخل کر کے ہر صبح و شام دوزخ کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ (البتہ ارواح کا مع اُنکے اجساد کے جنت یا دوزخ میں اقامت پذیر ہونا یہ آخرت میں ہوگا) اگر یہ صحیح ہو تو فرعونیوں کے متعلق اَلنَّارُ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡہَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا اور عام دوزخیوں کے متعلق حدیث عُرِضَ عَلَیۡہِ مَقۡعَدُہٗ بِالۡغَدَاۃِ وَالۡعَشِیِّ کے الفاظ کا تفاوت شاید اسی بنار پر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۴ یعنی دنیا میں ہم سے اپنی اطاعت اور اتباع کراتے رہے جس کی بدولت آج ہم پکڑے گئے۔ اب یہاں ہمارے کچھ تو کام آؤ۔ آخر بڑوں کو چھوٹوں کی تھوڑی بہت خبر لینی چاہیئے۔ دیکھتے نہیں ہم آج کس قدر مصیبت میں ہیں کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ اس مصیبت کا کوئی جزو ہم سے ہلکا کردو۔ ف۵ یعنی جو دنیا میں بڑے بنتے تھے جواب دیں گے کہ آج ہم اور تم سب اسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک کے جُرم کے موافق سزا کا فیصلہ سُنا دیا ہے جو بالکل قطعی اور اٹل ہے۔ اب موقع نہیں رہا کہ کوئی کسی کے کام آئے ہم اپنی ہی مصیبت کو ہلکا نہیں کرسکتے، پھر تمہارے کیا کام آسکتے ہیں۔ ف۶ یعنی اپنے سرداروں کی طرف سے مایوس ہو کر اُن فرشتوں سے درخواست کریں گے جو دوزخ کے انتظام پر مُسلط ہیں کہ تم ہی اپنے رب سے کہہ کر کوئی دن تعطیل کا کرادو جس میں ہم پر سے عذاب کچھ ہلکا ہو جایا کرے ف۷ یعنی اُس وقت اُن کی بات نہ مانی اور انجام کی فکر نہ کی جو کچھ کام چلتا۔ اب موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ کوئی سعی سفارش یا خوشامد درآمد کام نہیں دے سکتی۔ پڑے چیختے چلاتے رہو۔ نہ ہم ایسے معاملات میں سفارش کرسکتے ہیں۔ نہ تمہاری چیخ پکار سے کوئی فائدہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "دوزخ کے فرشتے کہیں گے سفارش کرنا میرا کام نہیں۔ ہم تو عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ سفارش کام ہے رسولوں کا، سو رسولوں سے تم برخلاف ہی تھے"۔ (تنبیہ) آیۂ ہٰذا سے معلوم ہوا کہ آخرت میں کافروں کی دعا، کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ باقی دنیا میں کافر کے مانگنے پر اللہ تعالیٰ کوئی چیز دیدیں وہ دوسری بات ہے جیسے ابلیس کو قیامت تک کی مہلت دیدی۔ ف۸ یعنی دنیا میں اُن کا بول بالا کرتا ہے جس مقصد کے لئے وہ کھڑے ہوتے ہیں اللہ کی مدد سے اُس میں کامیابی ہوتی ہے۔

اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰٮهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوۡا

اللہ کو بیشک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے ف۱ پھر بچا لیا موسیٰ کو اللہ نے بُرے داؤں سے جو وہ کرتے تھے

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ ۚ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا

اور اُلٹ پڑا فرعون والوں پر بُری طرح کا عذاب ف۲ وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں اُن کو

غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ ۚ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ

صبح اور شام ف۳ اور جس دن قائم ہوگی قیامت حکم ہوگا داخل کرو فرعون والوں

اَشَدَّ الۡعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذۡ يَتَحَآجُّوۡنَ فِى النَّارِ فَيَـقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا

کو سخت سے سخت عذاب میں ☆ اور جب آپس میں جھگڑیں گے آگ کے اندر پھر کہیں گے کمزور

لِلَّّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُنَّا لَـكُمۡ تَبَعًا فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا

غرور کرنے والوں کو ہم تھے تمہارے تابع پھر کچھ تم ہم پر سے اُٹھا لوگے

نَصِيۡبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُلٌّ فِيۡهَاۤ

حصہ آگ کا ف۴ کہیں گے جو غرور کرتے تھے ہم سبھی پڑے ہوئے ہیں اِسمیں

اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ حَكَمَ بَيۡنَ الۡعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ فِى النَّارِ

بیشک اللہ فیصلہ کرچکا بندوں میں ف۵ اور کہیں گے جو لوگ پڑے ہیں آگ میں

لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادۡعُوۡا رَبَّكُمۡ يُخَفِّفۡ عَنَّا يَوۡمًا مِّنَ الۡعَذَابِ ﴿۴۹﴾

دوزخ کے داروغوں کو مانگو اپنے رب سے کہ ہم پر ہلکا کردے ایک دن تھوڑا عذاب ف۶

قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ تَكُ تَاۡتِيۡكُمۡ رُسُلُكُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوۡا بَلٰى ؕ

وہ بولے کیا نہ آتے تھے تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر کہیں گے کیوں نہیں

قَالُوۡا فَادۡعُوۡا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الۡـكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا

بولے پھر پکارو اور کچھ نہیں کافروں کا پکارنا مگر بھٹکنا ف۷ ہم

لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيَوۡمَ

مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگانی میں ف۸ اور جب

ع ۵ (۱۳) ۱۰

حق پرستوں کی قربانیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ درمیان میں کتنے ہی اُتار چڑھاؤ ہوں اور کیسے ہی امتحانات پیش آئیں مگر آخر اُن کا مشن کامیاب ہو کر رہتا ہے علمی حیثیت سے حجت و بُرہان میں تو وہ ہمیشہ ہی منصور رہتے ہیں لیکن مادی فتح اور ظاہری عزت و رفعت بھی آخر کار اِن ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ سچائی کے دشمن کبھی معزز نہیں رہ سکتے۔ اُن کا عُلو اور عُروج محض ہنڈیا کا جھاگ اور سوڈے کا اُبال ہوتا ہے۔ انجام کار مومنین قانتین کے مقابلہ میں اُن کو پست اور ذلیل ہونا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن سے اپنے اولیار کا انتقام لیئے بدون نہیں چھوڑتا۔ لیکن واضح رہے کہ آیت میں جن مومنین کے لئے وعدہ کیا گیا ہے شرط یہ ہے کہ وہ حقیقی مومن اور رسولوں کے متبع ہوں۔ کما قال تعالیٰ وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ (آل عمران۔ رکوع ۱۴) مؤمنین کی خصلتیں قرآن میں جابجا مذکور ہیں۔ چاہیئے کہ مسلمان اُس کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لیں

ف۱ یعنی میدانِ حشر میں جبکہ اولین وآخرین جمع ہونگے، حق تعالیٰ اپنے فضل سے علیٰ رؤس الاشہاد اُنکی سربلندی اور عزت و رفعت کو ظاہر فرمائیگا۔ دنیا میں تو کچھ شبہ بھی رہ سکتا ہے اور التباس ہو جاتا ہے، وہاں ذرا بھی ابہام والتباس باقی نہ رہیگا۔ ف۲ یعنی اُنکی کوئی مدد اور دستگیری نہ ہوگی۔ یہ مقبولین کے بالمقابل مطرودین کا انجام بیان فرمادیا۔ ف۳ یعنی دنیا ہی میں دیکھ لو کہ فرعون اور اُس کی قوم کو باوجود اس قدر طاقت وجبروت کے حق کی دشمنی نے کس طرح ہلاک و برباد کر کے چھوڑا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی برکت و رہنمائی سے بنی اسرائیل کی مظلوم اور کمزور قوم کو کس طرح اُبھارا اور اُس عظیم الشان کتاب (تورات) کا وارث بنایا جو دنیا کے عقلمندوں کے لیے شمع ہدایت کا کام دیتی تھی۔ ف۴ یعنی آپ بھی تسلی رکھیے، جو وعدہ آپ کے ساتھ ہے ضرور پورا ہو کر رہیگا۔ خداوند قدوس دارین میں آپ کو اور آپ کے طفیل میں آپ کے متبعین کو سربلند رکھیگا۔ ضرورت اس کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کی شدائد ونوائب پر صبر کریں۔ اور جن کو جس درجہ کی تقصیر کا امکان ہو اُسکی معافی خدا سے چاہتے رہیں۔ اور ہمیشہ رات دن صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کا قولاً و فعلاً ورد رکھیں ظاہر و باطن میں اُسکی یاد سے غافل نہ ہوں۔ پھر اللہ کی مدد یقینی ہے۔ یہ حضورؐ کو مخاطب بنا کر ساری اُمت کو سُنایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت رسول اللہ صلعم دن میں سو سو بار استغفار کرتے۔ ہر بندے کی تقصیر اُس کے درجہ کے موافق ہے اس لیے ہر کسی کو استغفار ضروری ہے"۔ ف۵ یعنی جو لوگ اللہ کی دلائل توحید اور کتب سماویہ اور اُس کے پیغمبروں کے معجزات و ہدایات میں خواہ مخواہ جھگڑتے اور بے سند باتیں نکال کر حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں اُن کے ہاتھ میں کچھ حجت و دلیل نہیں۔ نہ فی الواقع اِن کھلی ہوئی چیزوں میں شک و شبہ کا موقع ہے۔ صرف شیخی اور غرور مانع ہے کہ حق کے سامنے گردن جھکائیں اور پیغمبر کا اتباع کریں۔ وہ اپنے کو بہت اونچا کھینچتے ہیں۔ چاہتے یہ ہیں کہ پیغمبر سے اوپر ہو کر رہیں۔ یا کم از کم اُس کے سامنے جھکنا نہ پڑے۔ لیکن یاد رکھیں کہ وہ اس مقصد کو کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ یا پیغمبر کے سامنے سر اطاعت جھکانا پڑیگا۔ ورنہ سخت ذلیل و رسوا ہونگے۔ ف۶ یعنی اللہ کی پناہ مانگ کہ وہ اِن مجادلین کے خیالات سے بچائے اور اُن کے شر سے محفوظ رکھے۔ آگے بعض مسائل کی تحقیق ہے جن میں وہ لوگ جھگڑتے تھے۔ مثلاً بعث بعد الموت (موت کے بعد دوبارہ اُٹھایا جانا) کہ اس کو وہ محال سمجھتے تھے یا توحید باری جس کا انکار کرتے تھے۔ ف۷ یعنی بظاہر مادی حیثیت سے آسمان و زمین کی عظمت و جسامت کے سامنے انسان کی کیا حقیقت ہے لیکن مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا وہی خداوند قدوس ہے۔ پھر جس نے اتنی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا اُسکو آدمیوں کا پہلی بار یا دوسری بار پیدا کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ تعجب ہے کہ ایسی موٹی بات کو بہت لوگ نہیں سمجھتے۔ ف۸ یعنی ایک اندھا جسے حق کا سیدھا راستہ نہیں سوجھتا، اور ایک آنکھوں والا جو نہایت بصیرت کے ساتھ صراطِ مستقیم کو دیکھتا اور سمجھتا ہے، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یا ایک نیکوکار مومن اور کافر بدکار کا انجام یکساں ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو ضرور ایک دن چاہیے جب اُن کا باہمی فرق کھلے۔ اور دونوں کے علم و عمل کے ثمرات اپنی اکمل ترین صورت میں ظاہر ہوں۔ مگر افسوس کہ تم اتنا بھی نہیں سوچتے۔

يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ
کھڑے ہونگے گواہ ف۱ جس دن کام نہ آئیں منکروں کو اُن کے بہانے اور

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى
اُن کو پھٹکار ہے اور اُنکے واسطے بُرا گھر ف۲ اور ہم نے دی موسیٰ کو راہ کی سوجھ

وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى
اور وارث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا ✡ سجھانے اور سمجھانے والی

لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ
عقلمندوں کو ف۳ سو تو ٹھہرا رہ بیشک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور بخشوا

لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ
اپنا گناہ اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور صبح کو ف۴

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ
جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کسی سند کے جو پہنچی ہو اُن کو اور

فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
کوئی بات نہیں اُنکے دلوں میں غرور ہے کہ کبھی نہ پہنچیں گے اُس تک ف۵ سو تو پناہ مانگ اللہ کی

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ
بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے ف۶ البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بڑا ہے

مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ
لوگوں کے بنانے سے لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے ف۷ اور

مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
برابر نہیں اندھا اور آنکھوں والا اور نہ ایمان دار جو بھلے کام

الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ
کرتے ہیں اور نہ بدکار تم بہت کم سوچ کرتے ہو ف۸ تحقیق قیامت

لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾
آنی ہے اُس میں دھوکا نہیں ولیکن بہت لوگ نہیں مانتے ☆

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ
اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو ف۱ بیشک جو لوگ تکبر کرتے ہیں

عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ اللَّهُ الَّذِي
میری بندگی سے اب داخل ہونگے دوزخ میں ذلیل ہو کر ف۲ اللہ ہے جس نے

جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللَّهَ
بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ اس میں چین پکڑو اور دن بنایا دیکھنے کا ف۳ اللہ تو

لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾
فضل والا ہے لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے ف۴

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ
وہ اللہ ہے رب تمہارا ہر چیز بنانے والا کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوائے پھر کہاں

تُؤْفَكُونَ ﴿٦٢﴾ كَذَٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ
سے پھرے جاتے ہو ف۵ اسی طرح پھرے جاتے ہیں جو لوگ کہ اللہ کی باتوں سے

يَجْحَدُونَ ﴿٦٣﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَ
منکر ہوتے رہتے ہیں ☆ اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور

السَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ
آسمان کو عمارت ف۶ اور صورت بنائی تمہاری تو اچھی بنائیں صورتیں تمہاری اور روزی دی تم کو

الطَّيِّبَاتِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٤﴾
ستھری چیزوں سے ف۷ وہ اللہ ہے رب تمہارا سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا ف۸

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ
وہ ہے زندہ رہنے والا ف۹ کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوائے سو اُس کو پکارو خالص کر کر اُس کی بندگی سب خوبی اللہ کو

ع ۱۰

ف۱ یعنی میری ہی بندگی کرو کہ اُس کی جزا دونگا اور مجھ ہی سے مانگو کہ تمہارا مانگنا خالی نہ جائیگا۔ ف۲ بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا۔ نہ مانگنا غرور ہے۔ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کی پکار کو پہنچتا ہے۔ یہ بات تو بیشک برحق ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بندے کی ہر دعا قبول کیا کرے۔ یعنی جو مانگے وہ ہی چیز دیدے۔ نہیں اُس کی اجابت کے بہت سے رنگ ہیں جو احادیث میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ کوئی چیز دینا اُس کی مشیت پر موقوف اور حکمت کے تابع ہے۔ کما قال فی موضع آخر فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ (انعام رکوع ۴) بہر حال بندہ کا کام ہے مانگنا اور یہ مانگنا خود ایک عبادت بلکہ مغز عبادت ہے۔ ف۳ رات کی ٹھنڈ اور تاریکی میں عموماً لوگ سوتے اور آرام کرتے ہیں۔ جب دن ہوتا ہے تو تازہ دم ہو کر اُس کے اُجالے میں اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اُس وقت دیکھنے بھالنے اور چلنے پھرنے کے لیے مصنوعی روشنیوں کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی۔ ف۴ یعنی منعم حقیقی کی حق شناسی یہ تھی کہ قول و فعل اور جان و دل سے اُس کا شکر ادا کرتے بہت سے لوگ شکر کے بجائے شرک کرتے ہیں۔ ف۵ یعنی رات دن کی سب نعمتیں اُس کی طرف سے مانتے ہو، تو بندگی بھی صرف اُسی کی ہونی چاہیے۔ اس مقام پر پہنچ کر تم کہاں بھٹک جاتے ہو کہ مالک حقیقی تو کوئی ہو اور بندگی کسی کی کیجائے۔ ف۶ یعنی قبہ کی طرح بنایا۔ ف۷ سب جانوروں سے انسان کی صورت بہتر اور سب کی روزی سے اُس کی روزی ستھری ہے۔ ف۸ جس پر کسی حیثیت سے کبھی فنا اور موت طاری نہیں ہوئی، نہ ہو سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے جب اُس کی حیات ذاتی ہوئی تو تمام لوازم حیات بھی ذاتی ہونگے۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦٥ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

جو رب ہے سارے جہان کا ف۱ تو کہہ مجھ کو منع کر دیا کہ پوجوں اُنکو جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَاُمِرْتُ

سوائے اللہ کے جب پہنچ چکیں میرے پاس کھلی نشانیاں میرے رب کی اور مجھ کو حکم ہوا

اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦٦ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

کہ تابع رہوں جہان کے پروردگار کا ف۲ وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے ف۳

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا

پھر پانی کی بوند سے پھر خون جمے ہوئے سے ف۴ پھر تم کو نکالتا ہے بچہ پھر (ر) جب تک کہ پہنچو

اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ

اپنے پورے زور کو پھر جب تک کہ ہو جاؤ بوڑھے اور کوئی تم میں ایسا ہے کہ مر جاتا ہے پہلے

قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٦٧ هُوَ

اس سے اور (ر) جب تک کہ پہنچو لکھے وعدے کو ف۵ اور تاکہ تم سوچو ف۶ وہی ہے

الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ

جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب حکم کرے کسی کام کو تو یہی کہے اس کو

كُنْ فَيَكُوْنُ ۝٦٨ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ

کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے ف۷ تو نے نہ دیکھا اُن کو جو جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں

اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۝٦٩ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ

میں کہاں سے پھیرے جاتے ہیں ☆ وہ لوگ کہ جنہوں نے جھٹلایا اس کتاب کو اور اُس کو کہ

اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝٧٠ اِذِ الْاَغْلٰلُ

بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ سو آخر جان لیں گے ف۸ جب طوق پڑیں

فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۝٧١ فِي الْحَمِيْمِ ۙ

اُن کی گردنوں میں اور زنجیریں بھی ف۹ گھسیٹے جائیں ☆ جلتے پانی میں

ف۱ کمالات اور خوبیاں سب وجودیات کے تابع ہیں۔ جو حیّ علی الاطلاق ہے وہ ہی عبادت کا مستحق اور تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہوگا۔ اسی لئے ھُوَالْحَیُّ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فرمایا۔ جیسا کہ پہلی آیت میں نعمتوں کا ذکر کر کے فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ فرمایا تھا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہنا چاہیئے۔ اُس کا مأخذ یہی آیت ہے۔ ف۲ یعنی کھلے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد کیا حق ہے کہ کوئی آدمی خدائے واحد کے سامنے سر عبودیت نہ جھکائے اور خالص اُسی کا تابع فرمان نہ ہو۔ ف۳ یعنی تمہارے باپ آدم کو، یا تم کو، اس طرح کہ نطفہ جس غذا کا خلاصہ ہے وہ خاک سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ ف۴ یعنی بنی آدم کی اصل ایک پانی کی بوند (قطرۂ منی) ہے جو آگے چل کر جما ہوا خون بنا دیا گیا۔ ف۵ یعنی بچہ سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہوتا ہے۔ اور بعض آدمی جوانی یا بڑھاپے سے پہلے ہی گذر جاتے ہیں۔ بہر حال سب کو ایک معین میعاد اور لکھے ہوئے وعدے تک پہنچنا ہے۔ موت اور حشر سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ ؎ ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ۔ ز جام دہر مے کل من علیہا فان۔ ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی سوچو اتنے احوال (اور دور) تم پر گذرے۔ ممکن ہے ایک حال اور بھی گذرے۔ وہ مر کر جینا ہے"۔ آخر اُسے کیوں محال سمجھتے ہو۔ ف۷ یعنی اُس کی قدرت کاملہ اور شان کن فیکون کے سامنے یہ کیا مشکل ہے کہ موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کر دے۔ ف۸ کہ اس تکذیب کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ف۹ زنجیر کا ایک سرا طوق میں اٹکا ہوا اور دوسرا فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس طرح مجرموں اور قیدیوں کی مانند لائے جائیں گے۔

ع ۸ ۱۲ ۱۳ عند المتاخرین ۱۲

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ
پھر آگ میں اُن کو جھونک دیں ف۱ پھر اُنکو کہیں کہاں گئے جن کو تم

تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن
شریک بتلایا کرتے تھے ☆ اللہ کے سوائے ف۲ بولیں وہ ہم سے چوک گئے ف۳ کوئی نہیں ہم تو

نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾
پکارتے نہ تھے پہلے کسی چیز کو ف۴ اسی طرح بھٹکاتا ہے اللہ منکروں کو ف۵

ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ
یہ بدلا اُس کا جو تم اتراتے پھرتے تھے زمین میں ناحق اور اس کا جو تم

تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ
اکڑتے تھے ف۶ داخل ہو جاؤ دروازوں میں دوزخ کے ف۷ سدا رہنے کو اس میں سو کیا بُرا

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا
ٹھکانا ہے غرور والوں کا ☆ سو تو ٹھہرا رہ بیشک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے پھر اگر

نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا
ہم دکھلا دیں تجھ کو کوئی وعدہ جو ہم اُن سے کرتے ہیں یا قبض کریں تجھ کو ہر حالت میں ہماری ہی

يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم
طرف پھر آئیں گے ف۸ اور ہم نے بھیجے ہیں بہت رسول تجھ سے پہلے بعضے اُن میں

مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَ
وہ ہیں کہ سنایا ہم نے تجھ کو اُن کا احوال اور بعضے ہیں کہ نہیں سنایا ف۹ اور

مَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ
کسی رسول کو مقدور نہ تھا کہ لے آتا کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے ف۱۰ پھر جب آیا

أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٨﴾ اللَّهُ
حکم اللہ کا فیصلہ ہو گیا انصاف سے اور ٹوٹے میں پڑے اس جگہ جھوٹے ف۱۱ اللہ ہی

ع ۸ ۱۰ ۱۳

ف۱ یعنی دوزخ میں کبھی جلتے پانی کا اور کبھی آگ کا عذاب دیا جائے گا (اعاذنا اللہ منہا) ف۲ یعنی اس وقت اُن میں سے کوئی کام نہیں آتا۔ ہو سکے تو اُن کو مدد کے لئے بلاؤ۔ ف۳ یعنی ہم سے گئے گذرے ہوئے۔ شاید اُس وقت عابدین اور معبودین الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ یا ضَلُّوا عَنَّا کا مطلب یہ ہو کہ گو موجود ہیں، مگر جب اُن سے کوئی فائدہ نہیں تو ہوئے نہ ہوئے برابر ہیں۔ ف۴ اکثر مفسرین نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم جن کو دنیا میں پکارتے تھے، اب کھلا کہ واقع میں کچھ چیز نہ تھے۔ گویا بطور حسرت و افسوس کے اپنی غلطی کا اعتراف ہوگا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین اوّل منکر ہو چکے تھے کہ ہم نے شریک ٹھہرائے ہی نہیں۔ اب گھبرا کر مُنہ سے نکل جائیگا۔ ضَلُّوا عَنَّا جس میں شریک ٹھہرانے کا اعتراف ہوگا۔ پھر کچھ سنبھل کر انکار کر دیں گے کہ ہم نے خدا کے سوا کسی کو پُکارا ہی نہیں۔ ف۵ یعنی جس طرح یہاں انکار کرتے کرتے بچل گئے اور گھبرا کر اقرار کر لیا۔ یہ ہی حال اِن کافروں کا دنیا میں تھا۔ ف۶ یعنی دیکھ لیا، ناحق کی شیخی اور غرور و تکبر کا انجام یہ ہوتا ہے۔ اب وہ اکڑفوں کدھر گئی۔ ف۷ یعنی ہر قسم کے مجرم اُس دروازے سے جو اُن کے لئے تجویز شدہ ہے۔ ف۸ یعنی اللہ نے اُن کو عذاب دینے کا جو وعدہ فرمایا ہے، وہ یقیناً پورا ہو کر رہیگا۔ ممکن ہے کوئی وعدہ آپ کی موجودگی میں پورا ہو (جیسا کہ "بدر" اور "فتح مکہ" وغیرہ میں ہوا) یا آپ کی وفات کے بعد۔ بہرحال یہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے سب کا انجام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس زندگی کے بعد عذاب کی تکمیل اُس زندگی میں ہوگی۔ چھٹکارا کسی صورت سے نہیں۔ ف۹ یعنی بعض کا تفصیلی حال تجھ سے بیان کیا، بعض کا نہیں کیا۔ (اور ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اُن کا بھی مفصل حال بیان کر دیا ہو) بہرحال جن کے نام معلوم ہیں اُن پر تفصیلاً اور جن کے نام وغیرہ معلوم نہیں اُن پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ف۱۰ یعنی اللہ کے سامنے سب عاجز ہیں رسولوں کو یہ بھی اختیار نہیں کہ جو معجزہ چاہیں دکھلا دیا کریں، صرف وہ ہی نشانات دکھلا سکتے ہیں جس کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ ف۱۱ یعنی جس وقت اللہ کا حکم پہنچتا ہے رسولوں اور اُن کی قوموں کے درمیان منصفانہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اُس وقت رسول سرخرو اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور باطل پرستوں کے حصہ میں ذلت و خسران کے سوا کچھ نہیں آتا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾

جس نے بنا دیے تمہارے واسطے چوپائے تاکہ سواری کرو بعضوں پر اور بعضوں کو کھاتے ہو ☆

وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ

اور اُن میں تم کو بہت فائدے ہیں ف۱ اور تاکہ پہنچو اُن پر چڑھ کر کسی کام تک جو تمہارے جی میں ہو ف۲

وَعَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ

اور اُن پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے ہو ف۳ اور دکھلاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں پھر کون کونسی

اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا

نشانیوں کو اپنے رب کی نہ مانوگے ف۴ کیا پھرے نہیں وہ ملک میں کہ دیکھ لیتے

كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ

کیسا انجام ہوا اُن سے پہلوں کا وہ تھے اُن سے زیادہ

وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا

اور زور میں سخت اور نشانیوں میں جو چھوڑ گئے ہیں زمین پر پھر کام نہ آیا اُن کے جو

كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

وہ کماتے تھے ف۵ پھر جب پہنچے اُنکے پاس رسول اُنکے کھلی نشانیاں لے کر

فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

اترانے لگے اُس پر جو اُنکے پاس تھی خبر اور اُلٹ پڑی اُن پر وہ چیز جس

بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

پر ٹھٹھا کرتے تھے ف۶ پھر جب اُنہوں نے دیکھ لیا ہماری آفت کو بولے ہم یقین لائے اللہ

وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ یَكُ

اکیلے پر اور ہم نے چھوڑ دیں وہ چیزیں جن کو شریک بتلاتے تھے ف۷ پھر نہ ہوا کہ

یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ

کام آئے اُن کو یقین لانا اُن کا جس وقت دیکھ چکے ہمارا عذاب ف۸ رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو

ف۱ مثلاً اُن کے چمڑے، بال اور اون وغیرہ سے طرح طرح کے فائدے اُٹھاتے ہو۔ ف۲ سواری کرنا بجائے خود ایک مقصد ہے اور سواری کے ذریعہ سے انسان بہت مقاصد دینی و دُنیوی حاصل کرتا ہے۔ ف۳ یعنی خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں کشتیوں پر لدے پھرتے ہو۔ ف۴ یعنی اس قدر کھلے نشان دیکھنے پر بھی آدمی کہاں تک انکار ہی کرتا چلا جائیگا۔ (اور ابھی کیا معلوم اللہ اور کتنے نشان دکھلائے گا) ف۵ یعنی پہلے بہت قومیں گذر چکیں جو جتھے میں اور زور و قوت میں ان سے بہت زیادہ تھیں انہوں نے ان سے کہیں بڑھ کر زمین پر اپنی یادگاریں اور نشانیاں چھوڑیں لیکن جب خدا کا عذاب آیا تو وہ زور و طاقت اور ساز و سامان کچھ بھی کام نہ آسکا۔ یوں ہی تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔ ف۶ یعنی وجوہ معاش اور مادّی ترقیات کا جو علم اُن کے پاس تھا اور جن غلط عقیدوں پر دل جمائے ہوئے تھے اُسی پر اِتراتے رہے۔ اور انبیاء علیہم السّلام کے علوم و ہدایات کو حقیر سمجھ کر مذاق اُڑاتے رہے۔ آخر ایک وقت آیا جب اُن کو اپنی ہنسی مذاق کی حقیقت کھلی، اور اُن کا استہزاء و تمسخر خود اُنہی پر اُلٹ پڑا۔ ف۷ یعنی جس وقت آفت آنکھوں کے سامنے آگئی اور عذاب الٰہی کا معائنہ ہونے لگا تب ہوش آیا اور ایمان و توبہ کی سوجھی۔ اب پتہ چلا کہ اکیلے خدائے بزرگ ہی سے کام چلتا ہے جن ہستیوں کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا سب عاجز و درماندہ ہیں۔ ہماری سخت حماقت اور گستاخی تھی کہ اُن چیزوں کو تختِ خدائی پر بٹھا دیا تھا۔ ف۸ یعنی اب پچھتانے اور تقصیر کا اعتراف کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایمان و توبہ کا وقت گذر چکا۔ عذاب دیکھ لینے پر تو ہر کسی کو بے اختیار یقین آجاتا ہے۔ مگر یہ یقین موجب نجات نہیں۔ نہ اِس یقین کی بدولت آیا ہوا عذاب ٹل سکتا ہے۔ قال تعالٰی "وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ" (نساء رکوع۳) وقال فی قصۃ فرعون "آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ" وفی الحدیث "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ یُغَرْغِرْ"۔

ف۱ یعنی ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا رہا کہ لوگ اوّل انکار و استہزاء سے پیش آتے ہیں پھر جب عذاب میں پکڑے جاتے ہیں اُس وقت شور مچاتے اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اللہ کی عادت یہ ہے کہ اُس بے وقت کی توبہ کو قبول نہیں فرماتا۔ آخر منکرین اپنے جرائم کی پاداش میں خراب و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اللّٰھم احفظنا من الخسران. واحفظنا من غضبک وسخطک فی الدنیا والآخرۃ۔ (تم سورۃ المؤمن وللہ الحمد والمنہ) ف۲ یعنی اللہ تعالیٰ کی بہت ہی بڑی مہربانی اور رحمت بندوں پر ہے جو اُن کی ہدایت کے لیے ایسی عظیم الشان اور بے مثال کتاب نازل فرمائی۔ ف۳ لفظی طور پر آیات کا جُدا جُدا ہونا تو ظاہر ہے، مگر معنوی حیثیت سے بھی سینکڑوں قسم کے علوم اور مضامین کی تفصیل الگ الگ آیات میں کی گئی ہے۔ ف۴ یعنی قرآن کریم اعلیٰ درجہ کی صاف و شستہ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جو اُس کے مخاطبین اوّلین کی مادری زبان تھی۔ تا اُن لوگوں کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ خود سمجھ کر دوسروں کو پوری طرح سمجھا سکیں۔ مگر اس کے باوجود بھی ظاہر ہے وہ ہی لوگ اُس سے منتفع ہو سکتے ہیں جو سمجھ رکھتے ہوں۔ ناسمجھ جاہل کو اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔ ف۵ یعنی قرآن اپنے ماننے والوں کو نجات و فلاح کی خوشخبری سُناتا اور منکروں کو بُرے انجام سے ڈراتا ہے۔ ف۶ یعنی اِن سب باتوں کے باوجود بھی تعجب ہے کہ ان میں کے بہت لوگ اِس کتاب کی بیش قیمت نصائح کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ اور جب اِدھر دھیان ہی نہیں تو سُننا کیوں چاہیں گے۔ اور فرض کیجئے کانوں سے سُن بھی لیا، لیکن گوش دل سے نہ سُنا اور قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی تو سُنا اَن سُنا برابر ہے۔ ف۷ یعنی صرف اسی قدر نہیں کہ نصیحت کی طرف دھیان نہیں کرتے یا کان نہیں دھرتے، بلکہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن کو سُن کر ناصح بالکلیہ مایوس ہو جائے اور آئندہ نصیحت سُنانے کا ارادہ بھی ترک کر دے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر تو تمہاری باتوں کی طرف سے غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اِس لیے کوئی بات وہاں تک پہنچتی نہیں۔ اور جب تم بات کرتے ہو ہمارے کان اونچا سننے لگتے ہیں۔ ثقل سماع کی وجہ سے کچھ سُنائی نہیں دیتا، اور ہمارے تمہارے درمیان ایسا پردہ ہے جو ایک کو دوسرے سے ملنے نہیں دیتا، دشمنی اور عداوت کی جو دیواریں کھڑی ہیں وہ درمیان سے اُٹھ جائیں اور جو خلیج حائل ہے وہ پُر ہو، تب ہم میں سے ایک دوسرے تک پہنچ سکے لیکن ایسا ہونا ناممکن ہے۔ پھر تم کیوں اپنا مغز تھکاتے ہو۔ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو، تم اپنا کام کیے جاؤ، ہم اپنا کام کریں گے۔ اس کی توقع مت رکھو کہ ہم کبھی تمہاری نصیحتوں سے متأثر ہونے والے ہیں۔ ف۸ یعنی نہ میں خدا ہوں کہ زبردستی تمہارے دلوں کو پھیر سکوں، نہ فرشتہ ہوں جس کے بھیجے جانے کی تم فرمائش کیا کرتے ہو نہ کوئی اور مخلوق ہوں، بلکہ تمہاری جنس و نوع کا ایک آدمی ہوں جس کی بات کا سمجھنا تم کو ہم جنسی کی بنا پر آسان ہونا چاہئے، اور وہ آدمی ہوں جسے حق تعالیٰ نے اپنی آخری اور کامل ترین وحی کے لیے چن لیا ہے۔ بناءً علیہ خواہ تم کتنا ہی اعراض کرو اور کتنی ہی یاس انگیز باتیں کرو، میں خدائی پیغام تم کو ضرور پہنچاؤں گا۔ مجھے بذریعہ وحی بتلایا گیا ہے کہ تم سب کا معبود اور حاکم علی الاطلاق ایک ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ لہٰذا سب کو لازم ہے کہ تمام شئون و احوال میں سیدھے اُسی خدائے واحد کی طرف رُخ کر کے چلیں اُس کے راستہ سے ذرا اِدھر اُدھر قدم نہ ہٹائیں اور پہلے اگر ٹیڑھے ترچھے چلے ہیں تو اپنے پروردگار سے اُس کی معافی چاہیں۔ اور اگلی پچھلی خطائیں بخشوائیں۔ ف۹ جن لوگوں کا معاملہ اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ عاجز مخلوق کو اُس کی بندگی میں شریک کرتے ہیں، اور بندوں کے ساتھ یہ ہے کہ صدقہ اور زکوٰۃ کا پیسہ کسی محتاج مسکین پر خرچ کرنے کے روادار نہیں۔ ساتھ ہی انجام کی طرف سے بالکل غافل اور بے فکر ہیں، کیونکہ اُنہیں تسلیم ہی نہیں کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی اور اچھے بُرے کا حساب کتاب بھی ہوگا۔ ایسوں کا مستقبل بجز ہلاکت اور خرابی و بربادی کے اور کیا ہوتا ہے۔ (تنبیہ) بعض سلف نے یہاں "الزکوٰۃ" سے مُراد کلمہ طیبہ لیا ہے۔ اور بعض نے "زکوٰۃ" کے معنی پاکیزگی اور ستھرائی کے لیے ہیں مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنے نفس کو عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیمہ سے پاک و صاف نہیں کرتے۔ اس میں کلمہ طیبہ کا ترک اور زکوٰۃ وغیرہ کا ادا نہ کرنا بھی آ گیا۔ وہذا کما قال "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" وقال "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" وقال "وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَزَكٰوةً" وغیر ذٰلک۔ شاید یہ معنی اس لیے یہاں لیے گئے ہوں کہ کفار مخاطب بالفروع نہیں یا اس لیے کہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ وغیرہ کی تشخیص مدینہ میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُونَ ﴿٨٥﴾

چلی آئی ہے اُس کے بندوں میں اور خراب ہوئے اُس جگہ منکر ف۱

ع ۷ / ۱۴

سُورَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ

سورہ حم سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿٢﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ آيٰتُهُ

اُتارا ہوا ہے بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے ف۲ ایک کتاب ہے کہ جدی جدی کی ہیں

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ فَأَعْرَضَ

اُس کی آیتیں ف۳ قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو ف۴ سُناتا خوشخبری اور ڈر ف۵ پر دھیان میں نہ لائے

أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٤﴾ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا

وہ بہت لوگ سو وہ نہیں سنتے ف۶ اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں اُس بات سے

تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ

کہ جس کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے بیچ میں پردہ ہے

فَاعْمَلْ إِنَّنَا عٰمِلُونَ ﴿٥﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحٰى إِلَيَّ

سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں ف۷ تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو

أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ

کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے سو سیدھے رہو اُس کی طرف اور اس سے گناہ بخشواؤ ف۸

وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ﴿٦﴾ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

اور خرابی ہے شریک کرنیوالوں کو جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور وہ

بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُونَ ﴿٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

آخرت سے منکر ہیں ف۹ البتہ جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام

ف یعنی کبھی منقطع نہ ہوگا ابدالآباد تک جاری رہیگا۔ جنت میں پہنچ کر نہ اُن کو فنا نہ اُن کے ثواب کو۔ ف۲ یعنی کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ رب العالمین کی وحدانیت اور صفات کمالیہ کا انکار کرتے اور دوسری چیزوں کو اُس کی برابر سمجھتے ہو جو ایک ذرہ کا اختیار نہیں رکھتیں۔ ف۳ "اور برکت رکھی اُس کے اندر" یعنی قسم قسم کی کانیں، درخت، میوے، پھل، غلے اور حیوانات زمین سے نکلتے ہیں۔ اور "ٹھہرائیں اُس میں خوراکیں اُس کی" یعنی زمین پر بسنے والوں کی خوراکیں ایک خاص اندازہ اور حکمت سے زمین کے اندر رکھدیں۔ چنانچہ ہر اقلیم اور ہر ملک میں وہاں کے باشندوں کی طبائع اور ضروریات کے موافق خوراکیں مُہیا کر دی گئی ہیں۔ ف۴ یعنی یہ سب کام چار دن میں ہوا۔ دو روز میں زمین پیدا کی گئی اور دو روز میں اُس کے متعلقات کا بندوبست ہوا۔ جو پوچھے یا پوچھنے کا ارادہ رکھتا ہے اُسے بتلا دو کہ یہ سب مل کر پورے چار دن ہوئے بدون کسر اور کمی بیشی کے۔ حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں "یعنی (پوچھنے والوں کا) جواب پورا ہوا"۔ (تنبیہ) یہاں "دنوں" سے مُراد ظاہر ہے معروف و متبادر دن نہیں ہو سکتے کیونکہ زمین اور سورج وغیرہ کی پیدائش سے قبل اِن کا وجود متصور ہی نہیں۔ لامحالہ اِن دنوں کی مقدار مراد ہوگی یا وہ دن مُراد ہو جس کی نسبت فرمایا ہے "وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" (حج رکوع ۶) واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا جو اُس وقت سارا ایک تھا دھوئیں کی طرح۔ اُس کو بانٹ کر سات آسمان کیئے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ (تنبیہ) ممکن ہے "دُخان" سے آسمانوں کے مادہ کی طرف اشارہ ہو۔ ف۶ یعنی ارادہ کیا کہ اِن دونوں (آسمان اور زمین) کے ملاپ کر دنیا بسائی خواہ اپنی طبیعت سے ملیں یا زور سے ملیں۔ (بہرحال دونوں کو ملا کر ایک نظام بنانا تھا) وہ دونوں آملے اپنی طبیعت کر آسمان سے سورج کی شعاع آئی، گرمی پڑی، ہوائیں اٹھیں اُن کی گرد اور بھاپ اوپر چڑھی پھر پانی ہو کر مینہ برسا جس کی بدولت زمین سے طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوئیں۔ اور پہلے جو فرمایا تھا کہ "زمین میں اُس کی خوراکیں رکھیں"، یعنی اُس میں قابلیت اِن چیزوں کے نکلنے کی رکھدی تھی واللہ اعلم۔ ف۷ یعنی چار دن وہ تھے اور دو دن میں آسمان بنائے کل چھ دن ہوگئے جیسا کہ دوسری جگہ "سِتَّةِ اَيَّامٍ" کی تصریح ہے۔ (تنبیہ) جن احادیث مرفوعہ میں تخلیق کائنات کے متعلق دنوں کی تعیین و ترتیب آئی ہے کہ فلاں فلاں چیز اللہ نے ہفتہ کے فلاں فلاں دن میں پیدا کی، اُن میں کوئی حدیث صحیح اب تک نظر سے نہیں گذری۔ حتی کہ ابوہریرہ کی حدیث کے متعلق جو صحیح مسلم میں ہے ابن کثیر رح لکھتے ہیں "وہو من غرائب الصحیح وقد علله البخاری فی التاریخ فقال رواه بعضهم عن ابی ہریرة عن كعب الاحبار وہو الاصح" اور روح المعانی میں قفال شافعی کا نقل کیا ہے "تفرد به مسلم وقد تكلم عليه الحفاظ علی ابن المدینی والبخاری وغيرهما وجعلوه من كلام كعب وان ابا ہريرة انما سمعه منه ولكن اشتبه علی بعض الرواة فجعله مرفوعا"۔ باقی قرآن کریم کی اس آیت اور سورۂ "بقرہ" کی آیت "ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ" سے جو ظاہر ہوتا ہے کہ سات آسمان زمین کی پیدائش کے بعد بنائے گئے۔ اور سورۂ "نازعات" میں "وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین آسمان کے بعد بچھائی گئی۔ اس کے جواب کئی طرح دیئے گئے ہیں۔ احقر کو ابوحیان کی تقریر پسند ہے یعنی ضروری نہیں کہ پہلی آیت میں "ثُمَّ" اور دوسری میں "بَعْدَ ذٰلِكَ" تراخی زمان کے لیئے ہو۔ ممکن ہے اِن الفاظ سے تراخی فی الاخبار یا تراخی رتبی مُراد لیں۔ جیسے "ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ" میں۔ یا دوسری جگہ "عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ" میں یہ ہی معنی مُراد لیئے گئے ہیں۔ بہرحال قرآن کریم میں ترتیب زمانی کی تصریح نہیں۔ ہاں نعمت کے تذکرہ میں زمین کا اور عظمت و قدرت کے تذکرہ میں آسمان کا ذکر مقدم رکھا ہے جس کا نکتہ ادنیٰ تامل و تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ یہ چند الفاظ اہل علم کی تنبیہ کے لیئے لکھ دیئے ہیں۔ ف۸ یعنی جو حکم جس آسمان کے مناسب تھا۔ حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں "یہ رب کو معلوم ہے کہ وہاں کون مخلوق بستی ہے اور اُنکا کیا اُسلوب (اور رنگ ڈھنگ) ہے اتنی زمین میں ہزاراں ہزار کارخانے ہیں، تو اتنے بڑے آسمان کب خالی پڑے ہونگے"۔ ف۹ یعنی دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب ستارے اسی آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ رات کو اِن قدرتی چراغوں سے آسمان کیسا پُررونق معلوم ہوتا ہے۔ پھر محفوظ کتنا کر دیا ہے کہ کسی کی وہاں تک دسترس نہیں۔ فرشتوں کے زبردست پہرے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی طاقت اِس نظام محکم میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ سب سے بڑی زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے۔ ف۱۰ یعنی کفار کہ اگر ایسے عظیم الشان آیات سُننے کے بعد بھی نصیحت قبول کرنے اور توحید و اسلام کی راہ اختیار کرنے سے اعراض کرتے رہیں تو فرما دیجئے کہ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تمہارا انجام بھی "عاد" و "ثمود" وغیرہ اقوام معذبین کی طرح ہو سکتا ہے۔ ف۱۱ یعنی ہر طرف سے۔ شاید بہت رسول آئے ہونگے مگر مشہور یہ ہی دو رسول ہیں۔ حضرت ہود اور حضرت صالح علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام۔ اور یا "مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ" سے مُراد یہ ہو کہ اُن کو ماضی اور مستقبل کی باتیں سمجھاتے ہوئے آئے۔ کوئی جہت اور کوئی پہلو نصیحت و فہمائش کا نہیں چھوڑا۔

لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ

اُن کو ثواب ملنا ہے جو موقوف نہ ہو ف۱ تو کہہ کیا تم منکر ہو اُس سے جس نے

خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ

بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اُسکے ساتھ اوروں کو وہ ہے

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ

رب جہان کا ف۲ اور رکھے اُس میں بھاری پہاڑ اوپر سے اور برکت رکھی

فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ﴿۱۰﴾

اُسکے اندر اور ٹھہرائیں اُس میں خوراکیں اُس کی ف۳ چار دن میں پورا ہوا پوچھنے والوں کو ف۴

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ

پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا ف۵ پھر کہا اُس کو اور زمین کو

ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىهُنَّ

آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے ہم آئے خوشی سے ف۶ پھر کر دیے وہ

سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ

سات آسمان دو دن میں ف۷ اور اُتارا ہر آسمان میں حکم اُس کا ف۸

وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ

اور رونق دی ہم نے سب سے ورلے آسمان کو چراغوں سے اور محفوظ کر دیا یہ سادھا ہوا ہے

الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً

زبردست خبردار کا ف۹ پھر اگر وہ ٹلائیں تو تو کہہ میں نے خبر سُنادی تم کو ایک سخت عذاب کی

مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَاۗءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ

جیسے عذاب آیا عاد اور ثمود پر ف۱۰ جب آئے اُنکے پاس رسول

بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا

آگے سے اور پیچھے سے ف۱۱ کہ نہ پوجو کسی کو سوائے اللہ کے کہنے لگے

ع ۱ / ۸ / ۱۵

لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

اگر ہمارا رب چاہتا تو بھیجتا فرشتے سو ہم تمہارا لایا ہوا نہیں مانتے ف۱

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ

سو وہ جو عاد تھے وہ تو غرور کرنے لگے ملک میں ناحق اور کہنے لگے کون ہے

اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ

ہم سے زیادہ زور میں ف۲ کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے اُن کو بنایا وہ زیادہ ہے

مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

اُن سے زور میں اور تھے ہماری نشانیوں سے منکر ف۳ پھر بھیجی ہم نے اُن پر

رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى

ہوا بڑے زور کی کئی دن جو مصیبت کے تھے تاکہ چکھائیں انکو رسوائی کا عذاب

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

دنیا کی زندگانی میں ف۴ اور آخرت کے عذاب میں تو پوری رسوائی ہے اور اُنکو کہیں مدد نہیں ف۵

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ

اور وہ جو ثمود تھے سو ہم نے اُنکو راہ بتلائی پھر اُنکو خوش لگا اندھا رہنا راہ سوجھنے پر ف۶ پھر پکڑا ان کو

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا

کڑک نے ذلت کے عذاب کی بدلا اُس کا جو کماتے تھے ف۷ اور بچا دیا ہم نے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ

اُن لوگوں کو جو یقین لائے تھے اور بچ کر چلتے تھے ف۸ اور جس دن جمع ہونگے دشمن اللہ کے

اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ

دوزخ پر تو اُنکی جماعتیں بنائی جائینگی ف۹ یہاں تک کہ جب پہنچیں اُس پر بتائینگے

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾

اُن کو اُنکے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُنکے چمڑے جو کچھ وہ کرتے تھے ف۱۰

ف۱ یعنی خدا کا رسول بشر کیسے ہو سکتا ہے اگر اللہ کو واقعی رسول بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتا۔ بہرحال تم اپنے زعم کے موافق جو باتیں خدا کی طرف سے لائے ہو ہم اُنکے ماننے کے لیئے تیار نہیں۔ ف۲ شاید رسولوں نے جو عذاب کی دھمکی دی ہوگی اُس کے جواب میں یہ کہا ہو کہ ہم سے زیادہ زورآور کون ہے جس سے ہم خوف کھائیں۔ کیا ہم جیسے طاقتور انسانوں پر تم اپنا رُعب جما سکتے ہو؟ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اُن کے جسم بہت بڑے بڑے ہوتے تھے۔ بدن کی قوت پر غرور آیا۔ غرور کا دم بھرنا اللہ کے ہاں وبال لاتا ہے"۔ ف۳ یعنی دل میں اُن کا حق ہونا سمجھتے تھے، مگر ضد اور عناد سے انکار کرتے چلے جاتے تھے۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اُنکا غرور توڑنے کو ایک کمزور مخلوق سے اُن کو تباہ کرا دیا۔ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا طوفان چلتا رہا۔ درخت آدمی، مکان، مواشی کوئی چیز نہ چھوڑی۔ ف۵ یعنی آخرت کی رسوائی تو بہت ہی بڑی ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گی، نہ وہاں کوئی مدد کر سکیگا۔ ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ محبت و ہمدردی کے بڑے بڑے مدعی آنکھیں چرائیں گے۔ ف۶ یعنی نجات کا راستہ جو ہمارے پیغمبر نے بتلایا تھا اُس سے آنکھیں بند کرلیں اور اندھا رہنے کو پسند کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اُن کی پسند کی ہوئی حالت میں اُنہیں پڑا چھوڑ دیا۔ ف۷ یعنی زلزلہ آیا جس کے ساتھ سخت ہولناک آواز تھی، اُس آواز سے جگر پھٹ گئے۔ ف۸ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور بدی کے راستہ سے بچ کر چلتے تھے اُن کو اللہ نے صاف بچا لیا۔ نزول عذاب کے وقت اُن پر ذرا آنچ بھی نہیں آئی۔ ف۹ یعنی ہر ایک قسم کے مجرموں کی الگ جماعت ہوگی اور یہ سب جماعتیں ایک دوسرے کے انتظار میں جہنم کے قریب روکی جائینگی۔ ف۱۰ دنیا میں کانوں سے آیات تنزیلیہ سنیں اور آنکھوں سے آیات تکوینیہ دیکھیں، مگر کسی کو نہ مانا۔ ہر بُن مُو سے خدا کی نافرمانی کرتے رہے۔ یہ خبر نہ تھی کہ گناہوں کا یہ سارا ریکارڈ خود اُنہی کی ذات میں محفوظ ہے جو وقت پر کھول دیا جائیگا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے۔ اُس وقت حکم ہوگا کہ اِن کے اعضاء کی شہادت پیش کیجائے جن کے ذریعہ سے گناہ کیئے تھے۔ چنانچہ ہر ایک عضو شہادت دیگا۔ اور اِس طرح زبان کی تکذیب ہو جائیگی۔ تب مبہوت و حیران ہو کر اپنے اعضاء کو کہیگا (کمبختو!) دور ہو جاؤ! تمہاری ہی طرف سے تو میں جھگڑتا اور مدافعت کر رہا تھا۔ (تم خود ہی اپنے جرموں کا اعتراف کرنے لگے)۔

وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي

اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں کو تم نے کیوں بتلایا ہم کو ف۱ وہ بولیں گے ہم کو بلوایا اللہ نے جس نے

أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾

بلوایا ہے ہر چیز کو ف۲ اور اسی نے بنایا تم کو پہلی بار ۔ اور اسی کی طرف پھیرے جاتے ہو ف۳

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ

اور تم پردہ نہ کرتے تھے اس بات سے کہ تم کو بتلائیں گے تمہارے کان اور نہ تمہاری آنکھیں

وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾

اور نہ تمہارے چمڑے ف۴ پر تم کو یہ خیال تھا کہ اللہ نہیں جانتا بہت چیزیں جو تم کرتے ہو ف۵

وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ

اور یہ وہی تمہارا خیال ہے جو تم رکھتے تھے اپنے رب کے حق میں اسی نے تم کو غارت کیا پھر آج رہ گئے

الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا

ٹوٹے میں ☆ پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کا گھر ہے اور اگر وہ منایا چاہیں

فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ

تو ان کو کوئی نہیں مناتا ف۶ اور لگا دیے ہم نے اُنکے پیچھے ساتھ رہنے والے پھر اُنہوں نے خوبصورت

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ

بنا دیا اُنکی آنکھوں میں اُسکو جو اُنکے آگے ہے اور جو اُنکے پیچھے ہے ف۷ اور ٹھیک پڑ چکی اُن پر عذاب کی بات اُن فرقوں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿٢٥﴾

کے ساتھ جو گذر چکے اُن سے پہلے جنوں کے اور آدمیوں کے ف۸ بیشک وہ تھے ٹوٹے والے ف۹

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ

اور کہنے لگے منکر مت کان دھرو اس قرآن کے سننے کو اور بک بک کرو اسکے پڑھنے

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا

میں شاید تم غالب ہو ف۱۰ سو ہم کو ضرور چکھانا ہے منکروں کو سخت عذاب

ف۱ یعنی جب میں زبان سے انکار کر رہا تھا تم پر ایسی کیا مصیبت پڑی تھی کہ خواہ مخواہ بتلانا شروع کر دیا اور آخر یہ بولنا تم کو سکھلایا کس نے۔ ف۲ یعنی جس کی قدرت نے ہر ناطق چیز کو بولنے کی قوت دی، آج اسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا نہ بولتے اور بتلاتے تو کیا کرتے۔ جب وہ قادر مطلق بلوانا چاہے تو کس چیز کی مجال ہے کہ نہ بولے جس نے زبان میں قوت گویائی رکھی، کیا ہاتھ پاؤں میں نہیں رکھ سکتا۔ ف۳ یہ مقولہ یا اللہ تعالیٰ کا ہے، یا جلود کا ہے۔ دونوں احتمال ہیں ف۴ یعنی غیر سے چھپ کر گناہ کرتے تھے۔ یہ خبر نہ تھی کہ ہاتھ پاؤں بتلا دیں گے۔ ان سے بھی پردہ کریں۔ اور کرنا بھی چاہتے تو اس کی قدرت کہاں تھی۔ ف۵ یعنی اصل میں تمہاری طرز عمل سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو خدا تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا سمجھتے تھے کہ جو چاہو کرتے رہو کون دیکھ بھال کرتا ہوگا۔ اگر پوری طرح یقین ہوتا کہ خدا ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے اور اس کے ہاں ہماری پوری مسل محفوظ ہے تو ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے۔ ☆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی دنیا میں بعض بلا صبر سے آسان ہوتی ہے، وہاں صبر کریں یا نہ کریں، دوزخ گھر ہو چکا (جہاں سے کبھی نکلنا نہیں) اور بعض بلا منت خوشامد کرنے سے ٹلتی ہے۔ وہاں بہتیرا چاہیں کہ منت کریں، کوئی قبول نہیں کرتا۔ ف۶ یعنی اُن پر شیطان تعینات تھے کہ اُن کو برے کام جو پہلے کیے یا آگے کرنے، بھلے کر کے دکھلائیں اور تباہ کن ماضی و مستقبل کو خوبصورت بنا کر اُن کے سامنے پیش کریں۔ اور یہ شیطانوں کا تعینات کیا جانا بھی اُن کے اعراض عن الذکر کا نتیجہ تھا کما قال تعالیٰ "وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ" (زخرف۔ رکوع ۴) ف۸ یعنی وہی بات جو شروع میں کہی گئی تھی۔ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (ھود۔ رکوع ۱۰) ف۹ جب آدمی کو خسارہ آتا ہے تو اسی طرح آتا ہے اور ایسے ہی سامان ہو جاتے ہیں۔ ف۱۰ قرآن کریم کی آواز بجلی کی طرح سننے والوں کے دلوں میں اثر کرتی تھی۔ جو سنتا فریفتہ ہو جاتا اُس سے روکنے کی تدبیر کفار نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے، اُدھر کان مت دھرو اور اس قدر شور و غل مچاؤ کہ دوسرے بھی نہ سن سکیں اس طرح ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائیگی آج بھی جاہلوں کو ایسی ہی تدبیریں سوجھا کرتی ہیں کہ کام کی بات کو شور مچا کر سننے نہ دیا جائے لیکن صداقت کی کڑک مچھروں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہو سکتی ہے۔ ان سب تدبیروں کے باوجود حق کی آواز قلوب کی گہرائیوں تک پہنچ کر رہتی ہے۔

ع ۱۷ / ۲

ف۱ اِس سے زیادہ بُرا کام کونسا ہوگا کہ خود نصیحت کی بات نہ سُنے اور دوسروں کو بھی سُننے نہ دے۔ ف۲ یعنی دل میں سمجھتے تھے لیکن ضد اور تعصب و عناد سے انکار ہی کرتے رہتے تھے۔
ف۳ یعنی خیر ہم تو آفت میں پھنسے ہیں، لیکن آدمیوں اور جنوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو بہکا بہکا کر اس آفت میں گرفتار کرایا ہے ذرا اُنہیں ہمارے سامنے کر دیجیے کہ اُن کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں۔ اور نہایت ذلت و خواری کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں دھکیل دیں۔ تا انتقام لے کر ہمارا دل کچھ تو ٹھنڈا ہو۔ ف۴ یعنی دل سے اقرار کیا اور اُس پر قائم رہے اس کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ نہ اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک ہٹے، نہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضا پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے۔ اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا۔ جو عمل کیا خالص اُسکی خوشنودی اور شکر گذاری کے لیئے کیا، اپنے رب کے عائد کیئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اُسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسی کے راستہ پر چلے ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں کر اُٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اُترتے ہیں جو تسکین و تسلی دیتے اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنیوالی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لیئے ہے۔ اور جنت کے جو وعدے انبیاء علیہم السّلام کی زبانی کیئے گئے تھے، وہ اب تم سے ایفا کیئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ (تنبیہ) بہت ممکن ہے کہ متقین و ابرار پر اس دنیوی زندگی میں بھی ایک قسم کا نزول فرشتوں کا ہوتا ہو جو اللہ کے حکم سے اُن کے دینی و دنیوی امور میں بہتری کی باتیں الہام کرتے ہوں۔ جو اُن کے شرح صدر اور تسکین و اطمینان کا موجب ہو جاتا ہو۔ جیسے ان کے بالمقابل ایک دو آیت پہلے گذر چکا ہے کہ کفار پر شیطان مسلط ہیں جو تزیین و تقبیح سے اُن کے اغوار کا سامان کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ شیاطین کے حق میں بھی لفظ "تنزل" استعمال ہوا ہے۔ قال تعالیٰ "تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ"۔ (شعراء۔ رکوع ۱۱) بہر حال بعض مفسرین کے نزدیک یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور اِس تقدیر پر اگلی آیت "نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" زیادہ چسپاں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۵ بعض نے اس کو اللہ کا کلام تبلایا ہے۔ یعنی فرشتوں کا کلام اس سے پہلے ختم ہو چکا۔ اور اکثر کے نزدیک یہ بھی فرشتوں کا مقولہ ہے۔ گویا فرشتے یہ قول اُن کے دلوں میں الہام کرتے ہیں اور اُنکی ہمت بندھاتے ہیں ممکن ہے اس زندگی میں بعض بندوں سے مشافہۃً بھی اتنے الفاظ کہتے ہوں اور ممکن ہے موت کے قریب یا اُس کے بعد کہا جاتا ہو۔ اُس وقت "نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ" کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے رفیق رہے ہیں کہ اللہ کے حکم سے باطنی طور پر تمہاری اعانت کرتے تھے، اور آخرت میں بھی رفیق رہینگے کہ وہاں تمہاری شفاعت یا اعزاز و اکرام کا انتظام کرینگے ف۶ یعنی جس چیز کی خواہش و رغبت دل میں ہوگی یا جو زبان سے طلب کروگے سب کچھ ملیگا۔ اللہ کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ ف۷ یعنی سمجھ لو! وہ غفور رحیم اپنے مہمان کے ساتھ کیسا برتاؤ کریگا۔ اور یہ کتنی بڑی عزت و توقیر ہے کہ ایک بندۂ ضعیف ربّ العزت کا مہمان ہو۔ ف۸ پہلے "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" میں اُن مخصوص مقبول بندوں کا ذکر تھا جنہوں نے صرف ایک اللہ کی ربوبیت پر اعتقاد جما کر اپنی استقامت کا ثبوت دیا۔ یہاں اُن کے ایک اور اعلیٰ مقام کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی بہترین شخص وہ ہے جو خود اللہ کا ہو رہے، اُسی کی حکمبرداری کا اعلان کرے اُسی کی پسندیدہ روش پر چلے۔ اور دنیا کو اُسی کی طرف آنے کی دعوت دے۔ اُس کا قول و فعل بندوں کو خدا کی طرف کھینچنے میں مؤثر ہو جس نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے بذات خود اُس پر عامل ہو۔ خدا کی نسبت اپنی بندگی اور فرمانبرداری کا اعلان کرنے سے کسی موقع پر اور کسی وقت نہ جھجکے اُس کا طغرائے قومیت صرف مذہب اسلام ہو اور ہر قسم کی تنگ نظری اور فرقہ وارانہ نسبتوں سے یکسو ہو کر اپنے مسلم خالص ہونے کی منادی کرے اور اسی اعلیٰ مقام کی طرف لوگوں کو بلائے جس کی دعوت دینے کے لیئے سیدنا محمد رسول اللہ صلعم کھڑے ہوئے تھے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی عمریں صرف کی تھیں۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ
اور اُن کو بدلا دینا ہی بُرے سے بُرے کاموں کا جو وہ کرتے تھے ف۱ یہ سزا ہے اللہ کے

اللَّهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا
دشمنوں کی آگ اُنکا اُسی میں گھر ہے سدا کو بدلا اُس کا جو ہماری باتوں سے

يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا
انکار کرتے تھے ف۲ اور کہیں گے وہ لوگ جو منکر ہیں اے رب ہمارے ہم کو دکھلا دے وہ دونوں جنہوں نے

مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ
ہم کو بہکایا جن میں کے اور جو آدمی کہ ڈالیں ہم اُن کو اپنے پاؤں کے نیچے کہ وہ رہیں سب

الْأَسْفَلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا
سے نیچے ف۳ تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اُسی پر قائم رہے

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا
اُن پر اُترتے ہیں فرشتے کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو

بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ
اُس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا ف۴ ہم ہیں تمہارے رفیق دنیا

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ
میں اور آخرت میں ف۵ اور تمہارے لیے وہاں ہے جو چاہے جی تمہارا اور تمہارے لیے

فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا
وہاں ہے جو کچھ مانگو ف۶ مہمانی ہے اُس بخشنے والے مہربان کی طرف سے ف۷ اور اُس سے بہتر کس کی

مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾
بات جس نے بلایا اللہ کی طرف اور کیا نیک کام اور کہا میں حکمبردار ہوں ف۸

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
اور برابر نہیں نیکی اور نہ بدی جواب میں وہ کہہ جو اُس سے بہتر ہو

ع ۷ ۱۸

ف۱ اِن آیات میں ایک سچے داعی اِلی اللہ کو جس حُسنِ اخلاق کی ضرورت ہے، اُس کی تعلیم دیتے ہیں یعنی خوب سمجھ لو کہ نیکی، بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ دونوں کی تاثیر جُداگانہ ہے بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی دوسری بدی سے اثر میں بڑھ کر ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک مومن قانت اور خصوصاً ایک داعی اِلی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہیے کہ بُرائی کا جواب بُرائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو بُرائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے۔ اگر کوئی اسے سخت بات کہے یا بُرا معاملہ کرے تو اُس کے مقابل وہ طرزِ اختیار کرنا چاہیے جو اُس سے بہتر ہو۔ مثلاً غصہ کے جواب میں بردباری، گالی کے جواب میں تہذیب و شائستگی اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ اس طرزِ عمل کے نتیجہ میں تم دیکھ لوگے کہ سخت کر سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائیگا۔ اور گو دل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئیگا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے اور گرمجوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگیگا۔ بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں بعد سچے دل سے دوست بن جائے اور دشمنی و عداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں۔ کما قال عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منھم مودۃ (سورہ ممتحنہ رکوع ۲) ہاں کسی شخص کی طبیعت کی اُفتاد ہی سانپ بچھو کی طرح ہو کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اُس پر اثر نہ کرے وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ بہرحال دعوۃ الی اللہ کے منصب پر فائز ہونے والوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حُسنِ خُلق کی ضرورت ہے۔ ف۲ یعنی بہت بڑا حوصلہ چاہیے کہ بُری بات سہار کر بھلائی سے جواب دے۔ یہ اخلاق اور اعلیٰ خصلت اللہ کے ہاں سے بڑے قسمت والے خوش نصیب اقبالمندوں کو ملتی ہے۔ (ربط) یہاں تک اُس حریف اور دشمن کے ساتھ معاملہ کرنا سکھلایا تھا جو حُسنِ معاملہ اور خوش اخلاقی سے متاثر ہو سکتا ہو لیکن ایک دشمن وہ ہے جو کسی حال اور کسی ہیچ سے دشمنی نہیں چھوڑ سکتا۔ تم کتنی ہی خوشامد یا نرمی برتو، اُس کا نصب العین یہ ہے کہ تم کو ہر طرح نقصان پہنچائے ایسے پکے شیطان سے محفوظ رہنے کی تدبیر آگے تلقین فرمائی ہے۔ ف۳ یعنی ایسے شیطان کے مقابلہ میں نرمی اور عفو و درگذر سے کام نہیں چلتا۔ بس اُس سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے کہ خداوند قدوس کی پناہ میں آجاؤ۔ یہ وہ مضبوط قلعہ ہے جہاں شیطان کی رسائی نہیں۔ اگر تم واقعی اخلاص و تضرع سے اللہ کو پکاروگے، وہ ضرور تم کو پناہ دیگا۔ کیونکہ وہ ہر ایک کی پکار سُنتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ کس نے کتنے اخلاص و تضرع سے اُس کو پکارا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ اِس آیت کا پہلی آیت سے ربط ظاہر کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں "یعنی کبھی بے اختیار غصہ چڑھ آئے تو یہ شیطان کا دخل ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم حسنِ اخلاق پر کاربند ہو کر دعوت الی اللہ کے مقصد میں کامیابی حاصل کرو۔ ف۴ دعوۃ الی اللہ کے ساتھ چند دلائل سماویہ و ارضیہ بیان فرماتے ہیں جن سے داعی الی اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت اور بعث بعد الموت وغیرہ اہم مسائل کے سمجھانے میں مدد ملے۔ اِس ضمن میں اِدھر بھی اشارہ ہوگیا کہ ایک طرف خدا کے مخصوص بندے اپنے قول و عمل سے خدا کی طرف بلا رہے ہیں اور دوسری طرف چاند سورج اور آسمان و زمین کا عظیم الشان نظم و نسق سوچنے والوں کو اُسی خدائے واحد کی طرف آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ وفی کل شیء لہ اٰیۃ ؛ تدل علی انہ واحد

انسان کو چاہیے کہ اِن تکوینی نشانوں میں اُلجھ کر نہ رہجائے جیسے بہت سی قومیں رہ گئی ہیں، بلکہ لازم ہے کہ اُس لامحدود قدرت والے مالک کے سامنے سر جھکائے جس کی یہ نشانیاں ہیں۔ اور جس کے حکم سے اِن کی ساری نمود ہے اور ممکن ہے اِس پر بھی تنبیہ ہو کہ جس طرح رات اور دن اور اِن دونوں کی نشانیاں چاند اور سورج ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور اللہ تعالیٰ اِن میں ردّ و بدل کرتا رہتا ہے، اسی طرح اس کو قدرت ہے کہ دعوت الی اللہ کی روشنی اور داعی کی عُلوِ ہمت اور خوش اخلاقی کی بدولت

فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝٣٤ وَمَا

پھر تو دیکھ لے کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی گویا دوستدار ہے قرابت والا ف۱ اور یہ

يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝٣٥ وَاِمَّا

بات ملتی ہے اُنہی کو جو سہارا رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اُسی کو جس کی بڑی قسمت ہے ف۲ اور جو

يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوک لگانے سے تو پناہ پکڑ اللہ کی بیشک وہی ہے سننے والا

الْعَلِيْمُ ۝٣٦ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ

جاننے والا ف۳ اور اُسکی قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند ف۴

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ

سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے اُن کو بنایا

اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝٣٧ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ

اگر تم اُسی کو پوجتے ہو ف۵ پھر اگر غرور کریں تو جو لوگ تیرے

رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۝٣٨ وَمِنْ

رب کے پاس ہیں پاکی بولتے رہتے ہیں اُسکی رات اور دن اور وہ نہیں تھکتے ف۶ اور ایک

اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ

اُسکی نشانی یہ کہ تو دیکھتا ہے زمین کو دبی پڑی پھر جب اُتارا ہم نے اُس پر پانی

اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي

تازی ہوئی اور اُبھری بیشک جس نے اُس کو زندہ کیا وہ زندہ کریگا مُردوں کو وہ سب

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٣٩ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ

کچھ کرسکتا ہے ف۷ جو لوگ ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا

بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں وہ بہتر یا ایک جو آئے گا امن سے دن قیامت کے کیے جاؤ

مخاطبین کی کایا پلٹ کردے اور تاریک فضا کو ایک روشن ماحول سے بدل دے۔ ف ۵ سورج اور چاند وغیرہ کو پوجنے والے بھی زبان سے یہی کہتے تھے کہ ہماری غرض اِن چیزوں کی پرستش سے اللہ کی پرستش ہے۔ مگر اللہ نے بتلا دیا کہ یہ چیزیں پرستش کے لائق نہیں۔ عبادت کا مستحق صرف ایک خدا ہے۔ کسی غیر اللہ کی عبادت کرنا خدائے واحد سے بغاوت کرنے کا مرادف ہے۔ ف۶ یعنی اگر غرور و تکبر حق کے قبول کرنے سے مانع ہے اور باوجود وضوح دلائل توحید کے خدائے واحد کی عبادت کی طرف آنا نہیں چاہتے تو نہ آئیں، اپنا ہی نقصان کریں گے۔ اللہ کو ان کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ بھلا جس کی عظمت و جبروت کا یہ عالم ہو کہ بیشمار ملائکہ مقربین شب و روز اُس کی عبادت اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں، نہ کبھی تھکتے ہیں، نہ اُکتاتے ہیں، اُس کے سامنے یہ بیچارے کیا چیز ہیں اور ان کا غرور کیا چیز ہے۔ خواہ مخواہ کی جھوٹی شیخی کرکے اپنا ہی نقصان کررہے ہیں۔ ف۷ یعنی زمین کو دیکھو بیچاری چپ چاپ، ذلیل و خوار، بوجھ میں دبی ہوئی پڑی رہتی ہے خشکی کے وقت ہر طرف خاک اُڑتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن جہاں بارش کا ایک چھینٹا پڑا، پھر اُس کی تر و تازگی، رونق اور اُبھار قابل دید ہوجاتا ہے۔ آخر یہ انقلاب کس کے دستِ قدرت کے تصرف کا نتیجہ ہے جس خدا نے اس طرح مردہ زمین کو زندہ کردیا، کیا وہ مرے ہوئے انسانوں کے بدن میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا؟ اور کیا وہ قادرِ مطلق مرے ہوئے دلوں کو دعوت الی اللہ کی تاثیر سے ازسرِ نو حیاتِ تازہ عطا نہیں کرسکتا؟ بیشک وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اُسکی قدرت کے سامنے کوئی مانع و مزاحم نہیں۔

مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ
جو چاہو بیشک جو تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے ف۱ جو لوگ منکر ہوئے نصیحت سے

لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ
جب آئی اُنکے پاس ف۲ اور وہ کتاب ہے نادر ☆ اُس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے

يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ
سے اور نہ پیچھے سے اُتاری ہوئی ہے حکمتوں والے سب تعریفوں والے کی ف۳ تجھ کو وہی کہتے ہیں

اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ
جو کہہ چکے ہیں سب رسولوں سے تجھ سے پہلے تیرے رب کے یہاں معافی بھی ہے اور

ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ
سزا بھی ہے دردناک ف۴ اور اگر ہم اُسکو کرتے قرآن اوپری زبان کا تو کہتے اُس کی باتیں کیوں نہ

اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ
کھولی گئیں کیا اوپری زبان کی کتاب اور عربی لوگ ف۵ تو کہہ یہ ایمان والوں کے لئے سوجھ ہے اور روگ کا دور کرنیوالا

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ
اور جو یقین نہیں لاتے اُنکے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ قرآن اُنکے حق میں اندھا پا ہے ف۶

يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
اُنکو پکارتے ہیں دور کی جگہ سے ف۸ اور ہم نے دی تھی موسیٰ کو کتاب

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ
پھر اُس میں اختلاف پڑا ف۹ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے نکل چکی تیرے رب کی طرف سے تو اُن میں فیصلہ ہو جاتا ف۱۰

وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ
اور وہ ایسے دھوکے میں ہیں اُس قرآن کی طرف سے جو چین نہیں لینے دیتا ف۱۱ جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے

وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾
اور جس نے کی برائی سو وہ بھی اُسی پر اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر ف۱۲

ع ۵ (۱۲) ۱۹

ف۱ یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات تنزیلیہ سُن کر اور قرطاس دہر پر خدا کی آیات کونیہ کو دیکھ کر بھی جو لوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں کو واہی تباہی شبہات پیدا کرکے ٹیڑھی بناتے ہیں، یا خواہ مخواہ توڑ مروڑ کر آن کا مطلب غلط لیتے ہیں، یا یوں ہی جھوٹ موٹ کے عُذر اور بہانے تراش کر آن آیات کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں۔ ایسے ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے ممکن ہے وہ لوگ اپنی مکاریوں اور چالاکیوں پر مغرور ہوں مگر خدا سے اُنکی کوئی چال پوشیدہ نہیں جس وقت سامنے جائینگے دیکھ لیں گے۔ فی الحال اُس نے ڈھیل دے رکھی ہے۔ مجرم کو ایک دم نہیں پکڑتا۔ اسی لیے آگے فرما دیا "اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ" یعنی اچھا جو تمہاری سمجھ میں آئے کیے جاؤ مگر یاد رہے کہ تمہاری سب حرکات اُس کی نظر میں ہیں ایک دن اِن کا اکٹھا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ اب خود سوچ لو کہ ایک شخص جو اپنی شرارتوں کی بدولت جلتی آگ میں گرے، اور ایک جو اپنی شرافت وسلامت روی کی بدولت ہمیشہ امن چین سے رہے۔ دونوں میں کون بہتر ہے؟ ف۲ یعنی وہ خواہ مخواہ اپنی کجروی سے نصیحت کی بات میں شبہات پیدا کرتے ہیں حالانکہ اُس میں جھوٹ کی گنجائش کسی طرف سے نہیں۔ وہ نصیحت کیا ہے؟ ایک صاف، واضح اور مضبوط ومحکم کتاب جس کا انکار ایک احمق یا شریر آدمی کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ ف۳ یعنی اُسکی اُتاری ہوئی کتاب میں جھوٹ آئے تو کدھر سے آئے۔ اور جس کتاب کی حفاظت کا وہ ذمہ دار ہو، باطل کی کیا مجال ہے کہ اُس کے پاس پھٹک سکے ف۴ یعنی منکرین کا جو معاملہ آپ کے ساتھ ہے، یہ ہی ہر زمانہ کے منکرین کا پیغمبروں کے ساتھ رہا ہے پیغمبروں نے ہمیشہ خیرخواہی کی ہے، اُنہوں نے اُس کے جواب میں ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ پھر جس طرح پیغمبروں نے سختیوں پر صبر کیا، آپ بھی صبر کرتے رہیئے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ توبہ کرکے راہِ راست پر آجائیں گے جن کے لیئے خدا کے ہاں معافی ہے اور کچھ اپنی کجروی اور ضد پر قائم رہیں گے جو آخرکار دردناک سزا کے مستوجب ہونگے۔ ف۵ یعنی ایک بات جو نہ ماننا ہو تو آدمی ہزار حیلے بہانے نکال سکتا ہے۔ کفارِ مکہ نے اور کچھ نہیں تو یہ ہی کہنا شروع کر دیا کہ صاحب! عربی پیغمبر کا معجزہ تو ہم اُس وقت سمجھتے جب قرآن عربی کے سوا کسی اور زبان میں آتا۔ لیکن فرض کیجیے اگر ایسا ہوتا تو جھٹلانے کے لیئے یوں کہنے لگتے کہ بھلا صاحب! کہیں ایسی بے جوڑ بات بھی دیکھی ہے کہ رسول عربی، اور اُس کی قوم بھی جو اولین مخاطب ہے عرب، مگر کتاب بھیجی جائے ایسی زبان میں جس کا ایک حرف بھی عرب لوگ نہ سمجھ سکیں۔ ف۶ یعنی لغو اور بیہودہ شبہات تو کبھی ختم نہیں ہونگے۔ ہاں اس قدر تجربہ ہر ایک آدمی کرسکتا ہے کہ یہ کتاب مقدس اپنے اوپر ایمان لانے اور عمل کرنے والوں کو کیسی عجیب ہدایت وبصیرت اور سوجھ بوجھ عطا کرتی اور اُن کے قرنوں اور صدیوں کے روگ مٹا کر کس طرح بھلا چنگا کر دیتی ہے۔ ف۷ یعنی جس طرح خفاش (یعنی چمگادڑ) کی آنکھیں سورج کی روشنی میں چندھیا جاتی ہیں، اِن منکروں کو بھی قرآن کی روشنی میں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس میں قرآن کا کیا قصور ہے۔ منکروں کو چاہیئے کہ اپنی نگاہ کا ضعف وقصور محسوس کرکے علاج کی طرف متوجہ ہوں۔ ف۸ یعنی کسی کو دور سے آواز دو تو نہیں سُنتا اور سُنے تو اچھی طرح سمجھتا نہیں۔ اِسی طرح منکرین قرآن بھی صداقت اور منبع صداقت سے اس قدر دور پڑے ہوئے ہیں کہ حق کی آواز اُن کے دل کے کانوں تک نہیں پہنچتی اور کبھی پہنچتی ہے تو اُس کا ٹھیک مطلب نہیں سمجھتے۔ ف۹ یعنی جیسے آج قرآن کے ماننے اور نہ ماننے والوں میں اختلاف پڑ رہا ہے۔ پہلے توراۃ کے متعلق بھی ایسا ہی اختلاف پڑ چکا ہے۔ پھر دیکھ لو وہاں کیا انجام ہوا تھا۔ ف۱۰ بات وہ ہی نکل چکی کہ فیصلہ آخرت میں ہے۔ ف۱۱ یعنی مہمل شکوک وشبہات اِن کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ ہر وقت دل میں کھٹکتے رہتے ہیں۔ ف۱۲ یعنی خدا کے ہاں ظلم نہیں۔ ہر آدمی اپنے عمل کو دیکھ لے۔ جیسا کریگا وہ ہی سامنے آئیگا۔ نہ کسی کی نیکی اُس کے ہاں ضائع ہوگی نہ ایک کی بدی دوسرے پر ڈالی جائے گی۔ (ربط) چونکہ نیکی بدی کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ملیگا، اور کفار اکثر سوال کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی، اس لیئے آگے اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے "اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ" الخ

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ مِّنْ

اُسی کی طرف حوالہ ہے قیامت کی خبر کا ف۱ اور نہیں نکلتے کوئی میوے اپنے

أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

غلاف سے اور نہیں رہتا حمل کسی مادہ کو اور نہ وہ جنے کہ جس کی اُسکو خبر نہیں ف۲ اور جس دن اُنکو پکاریگا

أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُم

کہاں ہیں میرے شریک ف۳ بولیں گے ہم نے تجھ کو کہہ سنایا ہم میں کوئی اس کا اقرار نہیں کرتا ف۴ اور چوک گیا ان سے

مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾ لَّا يَسْأَمُ

جو پکارتے تھے پہلے اور سمجھ گئے کہ اُنکو کہیں نہیں خلاصی ف۵ نہیں تھکتا

الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾

آدمی مانگنے سے بھلائی اور اگر لگ جائے اُس کو بُرائی تو آس توڑ بیٹھے نا اُمید ہو کر

وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا

اور اگر ہم چکھائیں اُسکو کچھ اپنی مہربانی پیچھے ایک تکلیف کے جو اُسکو پہنچی تھی تو کہنے لگے یہ ہے

لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي

میرے لائق اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنیوالی ہے اور اگر میں پھر بھی گیا اپنے رب کی طرف بیشک میرے

عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُم

لیے ہے اُسکے پاس خوبی ف۶ سو ہم جتلادیں گے منکروں کو جو اُنہوں نے کیا ہے اور چکھائینگے اُنکو

مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٠﴾ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ

ایک گاڑھا عذاب ف۷ اور جب ہم نعمتیں بھیجیں انسان پر تو ٹلا جائے اور موڑلے

بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ﴿٥١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ

اپنی کروٹ اور جب لگے اُسکو بُرائی تو دُعائیں کرے چوڑی ف۸ تو کہہ بھلا دیکھو تو

إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُم بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ

اگر یہ ہو اللہ کے پاس سے پھر تم نے اُس کو نہ مانا پھر اُس سے گمراہ زیادہ کون جو

ف۱ یعنی اُسی کو خبر ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ بڑے سے بڑا نبی اور فرشتہ بھی اُس کے وقت کی تعیین نہیں کر سکتا جس سے دریافت کرو گے۔ یہی کہیگا "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" ف۲ یعنی علم الٰہی ہر چیز کو محیط ہے۔ کوئی کھجور اپنے گابھے سے، اور کوئی دانہ اپنے خوشہ سے اور کوئی میوہ یا پھل اپنے غلاف سے باہر نہیں آتا جس کی خبر خدا کو نہ ہو۔ نیز کسی عورت یا کسی مادہ (جانور) کے پیٹ میں جو کچھ موجود ہے اور جو چیز وہ جن رہی ہے سب کچھ اللہ کے علم سے ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ موجودہ دنیا کے نتیجہ کے طور پر جو آخرت کا ظہور اور قیامت کا وقوع ہونے والا ہے اُس کا وقت بھی خدا ہی کو معلوم ہے کہ کب آئے گا۔ کوئی انسان یا فرشتہ اس کی خبر نہیں رکھتا۔ اور نہ اُس کو خبر رکھنے کی ضرورت۔ ضرورت اس کی ہے کہ آدمی قیامت کی خبر پر اللہ کے فرمانے کے موافق یقین رکھے اور اُس دن کی فکر کرے جب کوئی شریک کام نہ آئیگا اور کہیں مخلص نہ ملیگا۔ ف۳ یعنی جن کو میری خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے اب بلاؤ نا، وہ کہاں ہیں۔ ف۴ یعنی ہم تو آپ سے صاف عرض کر چکے کہ ہم میں کوئی اقبالی مجرم نہیں جو اس جرم (شرک) کا اعتراف کرنے کو تیار ہو۔ (گویا اُس وقت نہایت دیدہ دلیری سے جھوٹ بول کر واقعہ کا انکار کرنے لگیں گے)۔ اور بعض نے شہید کو بمعنی شاہد لے کر یہ مطلب لیا ہے کہ اس وقت ہم میں سے کوئی اُن شرکاء کو یہاں نہیں دیکھتا۔ ف۵ یعنی دنیا میں جنہیں خدا کا شریک بنا کر پکارتے تھے آج اُن کا کہیں پتہ نہیں۔ وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں آتے۔ اور پرستاروں کے دلوں سے بھی وہ پکارنے کے خیالات اب غائب ہو گئے اُنہوں نے بھی سمجھ لیا کہ خدائی سزا سے بچنے کی اب کوئی سبیل نہیں۔ اور گلو خلاصی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ آخر آس توڑ کر بیٹھ رہے۔ اور جن کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑتے تھے آج اُن سے قطع تعلقی اور بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔ ف۶ یعنی انسان کی طبیعت عجیب طرح کی ہے۔ جب دنیا کی ذراسی بھلائی پہنچی اور کچھ عیش آرام و تندرستی نصیب ہو، تو مارے حرص کے چاہتا ہے کہ اور زیادہ مزے اُڑائے۔ کسی حد پر پہنچ کر اُسکی حرص کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اگر بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لیکر اپنے گھر میں ڈال لے۔ لیکن جہاں ذرا کوئی اُفتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے خلاف دیکھا تو پھر مایوس اور نا اُمید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی۔ اُس وقت اِس کا دل فوراً آس توڑ کر بیٹھ جاتا ہے کیونکہ اُس کی نظر صرف پیش آمدہ اسباب پر محدود ہوتی ہے۔ اُس قادر مطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا جو چاہے تو ایک آن میں سلسلۂ اسباب کو اُلٹ پلٹ کر کے رکھدے۔ اِس مایوسی کے بعد اگر فرض کیجئے اللہ نے تکلیف و مصیبت دور کر کے اپنی مہربانی سے پھر عیش و راحت کا سامان کر دیا تو کہنے لگتا ہے "ہٰذَا لِیْ" یعنی میں نے فلاں تدبیر کی تھی، میری تدبیر اور لیاقت و فضیلت سے یوں ہی ہونا چاہیے تھا۔ اب نہ خدا کی مہربانی یاد رہی نہ اپنی وہ مایوسی کی کیفیت جو چند منٹ پہلے قلب پر طاری تھی۔ اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہو جاتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہونگا۔ اور اگر کبھی اِن تأثرات کے دوران میں قیامت کا نام سُن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو خیال نہیں کرتا کہ یہ چیز کبھی ہونے والی ہے۔ اور فرض کرو ایسی نوبت آہی گئی اور مجھ کو لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا تب بھی مجھے یقین ہے کہ وہاں میرا انجام بہتر ہوگا۔ اگر میں خدا کے نزدیک بُرا اور نالائق ہوتا تو دنیا میں مجھ کو یہ عیش و بہار کے مزے کیونکر ملتے۔ لہٰذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا۔ ف۷ یعنی خوش ہو لو کہ اس کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لُوٹو گے؟ وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائیگا کہ منکروں کو کیسی سخت سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ اور کس طرح عمر بھر کی کرتوت سامنے آتی ہے۔ ف۸ یعنی اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے وقت تو منعم کی حق شناسی اور شکر گذاری سے اعراض کرتا اور بالکل بے پروا ہو کر اُدھر سے کروٹ بدل لیتا ہے۔ پھر جب کوئی تکلیف اور مصیبت پیش آتی ہے تو اُسی خُدا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر لمبی چوڑی دُعائیں مانگنے لگتا ہے۔ شرم نہیں آتی کہ اب کسے کس مُنہ سے پکارے۔ اور تماشا یہ ہے کہ بعض اوقات اسباب پر نظر کر کے دل اندر سے مایوس ہوتا ہے، اُس حالت میں بھی بدحواس اور پریشان ہو کر دُعا کے ہاتھ بے اختیار خدا کی طرف اُٹھ جاتے ہیں۔ قلب میں نا اُمیدی بھی ہے اور زبان پر یا اللہ بھی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ "یہ سب بیان ہے انسان کے نقصان (و قصور) کا۔ نہ سختی میں صبر ہے نہ نرمی میں شکر۔"

فِىۡ شِقَاقٍۭ بَعِيۡدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى

دُور چلا جائے مخالف ہو کر ف۱ اب ہم دکھلائیں گے اُنکو اپنے نمونے دنیا میں اور خود اُنکی جانوں میں یہانتک کہ

يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَـقُّ ؕ اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ

کھل جائے اُن پر کہ یہ ٹھیک ہے ف۲ کیا تیرا رب تھوڑا ہے ہر چیز پر گواہ ہونے

شَهِيۡدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطٌ ﴿۵۴﴾

کے لیے ف۳ سنتا ہے وہ دھوکے میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے سنتا ہے وہ گھیر رہا ہے ہر چیز کو ف۴

سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِىَ ثَلٰثٌ وَّخَمۡسُوۡنَ اٰيَةً وَّخَمۡسُ رُكُوۡعَاتٍ

سورۂ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ترپن آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوۡحِىۡۤ اِلَيۡكَ وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۙ

اسی طرح وحی بھیجتا ہے تیری طرف اور تجھ سے پہلوں کی طرف

اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَهُوَ

اللہ زبردست حکمتوں والا اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی

الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ فَوۡقِهِنَّ وَ

سب سے اوپر بڑا ف۵ قریب ہے کہ پھٹ پڑیں آسمان اوپر سے ف۶ اور

الۡمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ ؕ

فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں اپنے رب کی اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے ف۷

اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵﴾ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ

سنتا ہے وہی ہے معاف کرنے والا مہربان ف۸ اور جنہوں نے پکڑے ہیں اُس کے سوائے

اَوۡلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيۡظٌ عَلَيۡهِمۡ ۖ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ﴿۶﴾ وَكَذٰلِكَ

رفیق اللہ کو وہ سب یاد ہیں اور تجھ پر نہیں اُنکا ذمہ ف۹ اور اسی طرح

ف۱ اوپر انسان کی طبیعت کا عجیب و غریب نقشہ کھینچ کر اُس کی کمزوریوں اور بیماریوں پر نہایت مؤثر انداز میں توجہ دلائی تھی۔ اب تنبیہ کرتے ہیں کہ یہ کتاب جو تمہاری کمزوریوں پر آگاہ کرنیوالی اور انجام کی طرف توجہ دلانے والی ہے، اگر خدا کے پاس سے آئی ہو (جیسا کہ واقع میں ہے) پھر تم نے اُس کو نہ مانا، اور ایسی اعلیٰ اور بیش قیمت نصائح سے مُنکر ہو کر اپنی عاقبت کی فکر نہ کی، بلکہ حق کی مخالفت میں دور ہوتے چلے گئے، تو کیا اس سے بڑھ کر گمراہی اور نقصان و خسارہ کچھ اور ہو سکتا ہے۔ ف۲ یعنی قرآن کی حقانیت کے دوسرے دلائل براہین تو بجائے خود رہے۔ اب ہم اِن منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونے دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے۔ وہ نمونے کیا ہیں؟ وہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات جو سلسلۂ اسباب ظاہری کے بالکل برخلاف قرآنی پیشگوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں۔ چنانچہ معرکۂ "بدر" میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور "فتح مکہ" میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدین کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ "آیات" سے عام نشانہائے قدرت مُراد ہوں جو غور کرنے والوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں جن سے حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت کا ثبوت ملتا ہے اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ جب کہ وہ ان سُنن الٰہیہ اور نوامیس فطریہ کے موافق ثابت ہوتے ہیں جو اس عالم تکوین میں کارفرما ہیں۔ اس قسم کے تمام حقایق کونیہ اور آیات آفاقیہ و انفسیہ کا انکشاف چونکہ لوگوں کو دفعۃً نہیں ہوتا بلکہ وقتاً فوقتاً بتدریج اُن کے چہرہ سے پردہ اُٹھتا رہتا ہے۔ اس لیے "سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا" سے تعبیر فرمایا۔ ف۳ یعنی قرآن کی حقانیت کو فرض کرو کوئی نہ مانے، تو اکیلے خدا کی گواہی کیا تھوڑی ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے اور ہر چیز میں غور کرنے سے اُس کی گواہی کا ثبوت ملتا ہے۔ ف۴ یعنی یہ اس دھوکہ میں ہیں کہ کبھی خدا سے ملنا اور اُس کے سامنے جانا نہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ کسی وقت بھی اس کے قبضۂ اقتدار و احاطہ سے نکل کر نہیں جا سکتے اگر مرنے کے بعد اُن کے بدن کے ذرّات مٹی میں مل جائیں یا پانی میں بہ جائیں یا ہوا میں منتشر ہو جائیں تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے۔ اُن کو جمع کر کے از سر نو زندہ کر دینا کچھ مشکل نہیں۔

تمت سورۃ حٰمٓ السجدۃ فللہ الحمد والمنہ

ف۵ یعنی جس طرح یہ سورت (جو نہایت اعلیٰ و اکمل مضامین پر مشتمل ہے) آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی عادت آپ کی طرف اور دوسرے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے کی رہی ہے جس سے اُس کی شان حکمت و حکومت کا اظہار ہوتا ہے۔ ف۶ یعنی آسمان پھٹ پڑیں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے زور سے، یا بیشمار فرشتوں کے بوجھ سے، یا اُن کے ذکر کی کثرت سے خاص تاثیر ہو اور پھٹ پڑے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آسمانوں میں چار انگشت جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سربسجود نہ ہو۔ اور بعض نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب مشرکین خدا تعالیٰ کے لیے شریک اور بیٹے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں تو خداوند قدوس کی جناب میں یہ ایسی سخت گستاخی ہے جس سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان کی اوپر والی سطح تک پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے۔ کما قال تعالیٰ فی سورۃ مریم "تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا" مگر اللہ کی شانِ مغفرت و رحمت اور ملائکہ کی تسبیح و استغفار کی برکت سے یہ نظام تھما ہوا ہے۔ ف۷ یعنی اللہ تعالیٰ مومنین کی خطاء و لغزش کو معاف فرمائے اور کفار کو دنیا میں ایک دم پکڑ کر بالکلیہ تباہ و برباد نہ کر دے۔ ف۸ یعنی اپنی مہربانی سے فرشتوں کی دعاء قبول کر کے مومنین کی خطاؤں کو معاف کرتا اور کافروں کو ایک عرصہ کے لیے مہلت دیتا ہے۔ ورنہ دنیا کا سارا کارخانہ چشم زدن میں درہم برہم ہو جائے۔ ف۹ یعنی دنیا میں مشرکین کو مہلت تو دیتا ہے لیکن یہ نہ سمجھو کہ وہ ہمیشہ کے لیے بچ گئے۔ اُن کے سب اعمال و احوال اللہ کے ہاں محفوظ ہیں جو وقت پر کھول دیے جائیں گے۔ آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ مانتے کیوں نہیں۔ اور نہ ماننے کی صورت میں فوراً تباہ کیوں نہیں کر دیے جاتے۔ آپ ان باتوں کے ذمہ دار نہیں صرف پیغام حق پہنچا دینے کے ذمہ دار ہیں۔ آگے ہمارا کام ہے وقت آنے پر ہم اِن کا سب حساب چکا دیں گے۔

أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ ٱلْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَ

اُتارا ہم نے تجھ پر قرآن عربی زبان کا کہ تو ڈر سنا دے بڑے گاؤں کو اور اُسکے آس پاس والوں کو ف۱

تُنذِرَ يَوْمَ ٱلْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَرِيقٌ فِى ٱلْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِى ٱلسَّعِيرِ ﴿٧﴾

اور خبر سنا دے جمع ہونے کے دن کی اُس میں دھوکا نہیں ایک فرقہ بہشت میں اور ایک فرقہ آگ میں ف۲

وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَلَٰكِن يُدْخِلُ مَن يَشَآءُ

اور اگر چاہتا اللہ تو سب لوگوں کو کرتا ایک ہی فرقہ ولیکن وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہے

فِى رَحْمَتِهِۦ ۚ وَٱلظَّٰلِمُونَ مَا لَهُم مِّن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٨﴾ أَمِ ٱتَّخَذُوا۟

اپنی رحمت میں اور گنہگار جو ہیں اُن کا کوئی نہیں رفیق اور نہ مددگار ف۳ کیا اُنہوں نے

مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ ۖ فَٱللَّهُ هُوَ ٱلْوَلِىُّ وَهُوَ يُحْىِ ٱلْمَوْتَىٰ وَهُوَ

پکڑے ہیں اُس کے سوا دوسرے کام بنانے والے سو اللہ جو ہے وہی ہے کام بنانے والا اور وہی جلاتا ہے مُردوں کو اور وہ

عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٩﴾ وَمَا ٱخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَىْءٍ فَحُكْمُهُۥٓ إِلَى

ہر چیز کر سکتا ہے ف۴ اور جس بات میں جھگڑا کرتے ہو تم لوگ کوئی چیز ہو اُس کا فیصلہ ہے اللہ

ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبِّى عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ

کے حوالے ف۵ وہ اللہ ہے رب میرا اُسی پر ہے مجھ کو بھروسا اور اُسی کی طرف میری رجوع ہے ف۶ بنا نکالنے والا

ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا وَمِنَ ٱلْأَنْعَٰمِ

آسمانوں کا اور زمین کا بنا دیے تمہارے واسطے تمہی میں سے جوڑے اور چوپایوں میں کے

أَزْوَٰجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾

جوڑے ف۷ بکھیرتا ہے تم کو اسی طرح ف۸ نہیں ہے اُسکی طرح کا سا کوئی ف۹ اور وہی ہے سننے والا دیکھنے والا

لَهُۥ مَقَالِيدُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ ٱلرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ وَ

اُسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی پھیلا دیتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے اور

يَقْدِرُ ۚ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾ ۞ شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ

ماپ کر دیتا ہے وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے ف۱۰ راہ ڈال دی تمہارے لیے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا

ف۱ "اُمّ القریٰ" (بڑا گاؤں) فرمایا مکہ معظمہ کو کہ سارے عرب کا مجمع وہاں ہوتا ہے اور ساری دنیا میں اللہ کا گھر وہیں ہے۔ اور وہی گھر روئے زمین پر سب سے پہلی عبادتگاہ قرار پائی۔ بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو اسی جگہ سے پھیلانا شروع کیا جہاں خانہ کعبہ واقع ہے۔ اور مکہ کے آس پاس سے اول ملک عرب اُس کے بعد ساری دنیا مُراد ہے۔ ف۲ یعنی آگاہ کر دیں کہ ایک دن آنے والا ہے جب تمام اگلے پچھلے خدا کی پیشی میں حساب کے لیے جمع ہونگے۔ یہ ایک یقینی اور طے شدہ بات ہے جس میں کوئی دھوکا، فریب اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ چاہیے کہ اُس دن کے لیے آدمی تیار ہو جائے اُس وقت کل آدمی دو فرقوں میں تقسیم ہونگے ایک فرقہ جنتی اور ایک دوزخی۔ سوچ لو کہ تم کو کس فرقہ میں شامل ہونا چاہیے اور اُس میں شامل ہونے کے لیے کیا سامان کرنا چاہیے۔ ف۳ یعنی بیشک اُس کو قدرت تھی اگر چاہتا تو سب کو ایک طرح کا بنا دیتا اور ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا لیکن اُسکی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ اپنی رحمت و غضب دونوں قسم کی صفات کا اظہار فرمائے۔ اِس لیے بندوں کے احوال میں اختلاف و تفاوت رکھا۔ کسی کو اُس کی فرمانبرداری کی وجہ سے اپنی رحمت کا مورد بنایا اور کسی کو اُس کے ظلم و عصیان کی بناء پر رحمت سے دور پھینک دیا۔ جو لوگ رحمت سے دور ہو کر غضب کے مستحق ہوئے اور حکمتِ الٰہیہ اُن پر سزا جاری کرنے کو مقتضی ہوئی اُن کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ نہ کوئی رفیق اور مددگار اُن کو مل سکتا ہے جو اللہ کی سزا سے بچا دے۔ ف۴ یعنی رفیق و مددگار بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو سارے کام بنا سکتا ہے حتی کہ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ بیچارے عاجز و مجبور رفیق تمہارا کیا ہاتھ بٹائیں گے۔ ف۵ یعنی سب جھگڑوں کے فیصلے اُسی کے سپرد ہونے چاہئیں۔ عقائد ہوں یا احکام۔ عبادات ہوں یا معاملات جس چیز میں بھی اختلاف پڑ جائے اُس کا بہترین فیصلہ اللہ کے حوالہ ہے وہ دلائل کونیہ کے ذریعہ سے یا اپنی کتاب میں یا اپنے رسولوں کی زبان پر صراحۃً یا اشارۃً جس مسئلہ کا جو فیصلہ فرما دے بندہ کو حق نہیں کہ اُس میں چون و چرا کرے۔ توحید جو اصل اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ جب قولاً و فعلاً برابر اُس کا حکم دیتا رہا ہے پھر کیونکر جائز ہو گا کہ بندہ ایسے قطعی اور محکم فیصلہ میں جھگڑے ڈالے اور بیہودہ شبہات نکال کر اُس کے فیصلہ سے سرتابی کرے۔ ف۶ یعنی میں اسی پر ہمیشہ بھروسہ رکھتا ہوں اور ہر معاملہ میں اُسی کی طرف رجوع ہوتا رہتا ہوں۔ ف۷ یعنی چوپاؤں میں سے اُن کے جوڑے نر اور مادہ بنا دیئے کہ وہ بھی تمہارے کام آتے ہیں۔ ف۸ یعنی آدمیوں کے الگ اور جانوروں کے الگ جوڑے بنا کر اُن کی کتنی نسلیں پھیلا دیں جو تمام روئے زمین پر اپنی روزی اور معیشت کی فکر میں جد و جہد کرتی ہیں۔ ف۹ یعنی نہ ذات میں اُس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں، نہ اُس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے نہ اُس کے دین کی طرح کوئی دین ہے، نہ اُس کا کوئی جوڑا ہے نہ ہمسر نہ ہم جنس۔ ف۱۰ یعنی بیشک ہر چیز کو دیکھتا سنتا ہے، مگر اُس کا دیکھنا سننا بھی مخلوق کی طرح نہیں۔ کمالات اُس کی ذات میں سب ہیں، پر کوئی کمال ایسا نہیں جس کی کیفیت بیان کی جا سکے۔ کیونکہ اُس کی نظیر کہیں موجود نہیں۔ وہ مخلوق کی مشابہت و مماثلت سے بالکلیہ پاک اور مقدس و منزہ ہے۔ پھر اُس کی صفات کی کیفیت کس طرح سمجھ میں آئے۔ ف۱۱ تمام خزانوں کی کنجیاں اُس کے ہاتھ میں ہیں اُسی کو قبضہ اور اختیار حاصل ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے۔ تمام جانداروں کو وہ ہی روزی دیتا ہے، لیکن کم و بیش کی تعیین اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔ اُسی کو معلوم ہے کہ کون چیز کتنی عطا کی مستحق ہے اور اُس کے حق میں کس قدر دینا مصلحت ہو گا۔ جو حال روزی کا ہے وہ ہی دوسری عطایا میں سمجھو۔

نُوحًا وَّالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَ
نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور

عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَي الْمُشْرِكِيْنَ مَا
عیسیٰ کو ف۱ یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں ف۲ بھاری ہے شرک کرنیوالوں کو وہ چیز

تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ
جسکی طرف تو انکو بلاتا ہے اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو

يُّنِيْبُ ۝ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَ
رجوع لائے ف۳ اور جنہوں نے اختلاف ڈالا سو سمجھ آچکنے کے بعد آپس کی ضد سے اور

لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَ
اگر نہ ہوتی ایک بات جو نکل چکی ہے تیرے رب سے ایک مقررہ وعدہ تک تو فیصلہ ہو جاتا ان میں اور

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝
جن کو ملی ہے کتاب ان کے پیچھے وہ البتہ اسکی دھوکہ میں ہیں جو چین نہیں آنے دیتا ف۴

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ وَ
سو تو اسی طرف بلا اور قائم رہ جیسا کہ فرما دیا ہے تجھ کو اور مت چل ان کی خواہشوں پر اور

قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ
کہہ میں یقین لایا ہر کتاب پر جو اتاری اللہ نے اور مجھ کو حکم ہے کہ انصاف کروں تمہارے بیچ میں

اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ
اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا ہم کو ملینگے ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور

بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ۭ وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ
تم میں اللہ اکٹھا کریگا ہم سب کو اور اسی کی طرف پھر جانا ہے ف۵ اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں

فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ
اللہ کی بات میں جب لوگ اس کو مان چکے ان کا جھگڑا باطل ہے ان کے رب کے یہاں اور

ف۱ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ فی الحقیقت تشریع احکام کا سلسلہ ان ہی سے شروع ہوا۔ اور آخری نبی حضور ہیں جن پر سلسلۂ رسالت و نبوت منتہی ہوا۔ درمیان میں جو انبیاء و رسل آئے ان میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام، یہ تین زیادہ مشہور ہوئے جن کے نام لیوا ہر زمانہ میں بکثرت موجود رہا کیے۔ ان پانچوں کو اولوالعزم پیغمبر کہتے ہیں۔ بہرحال اس جگہ حق تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا کہ اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ کیونکہ عقائد، اخلاق، اور اصول دیانات میں تمام متفق رہے ہیں۔ البتہ بعض فروع میں حسب مصلحت زمانہ کچھ تفاوت ہوا اور دین کے قائم کرنے کے طور و طریق ہر وقت میں اللہ نے جدا ٹھہرا دیے ہیں جس کو دوسری جگہ فرمایا۔ "لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا"۔ ف۲ یعنی سب انبیاء اور انکی امتوں کو حکم ہوا کہ دین الٰہی کو اپنے قول و عمل سے قائم رکھیں اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق و اختلاف کو روا نہ رکھیں۔ ف۳ یعنی آپ جس دین توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، مشرکین پر وہ بہت بھاری ہے گویا آپ کوئی نئی اور انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں جو کسی نے پہلے پیش نہیں کی تھی، بھلا توحید جیسی صاف، معقول اور متفق علیہ چیز بھی جب بھاری معلوم ہونے لگی اور اس میں بھی لوگ اختلاف ڈالے بدون نہ رہے، تو جہالت اور بدبختی کی حد ہوگئی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت وغیرہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جسے وہ چاہے بندوں میں سے چن کر اپنی طرف کھینچ لے اور اپنی رحمت و موہبت سے مقام قرب و اصطفاء پر فائز فرما دے۔ اور جو لوگ اپنی حسن استعداد سے اسکی طرف رجوع ہوتے اور محنتیں کرتے ہیں ان کی محنت کو ٹھکانے لگانا اور دستگیری کر کے کامیاب فرمانا بھی اسی کا کام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ "وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ وَيَخْتَارُ ۭ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ"۔ (القصص، رکوع ۷) وقال "اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ" (حج۔ رکوع ۱۰) وقال "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (عنکبوت رکوع ۷) بہرحال حکمت الٰہی جس کی ہدایت کو مقتضی ہو وہ ہی ہدایت پا سکتا اور فائز المرام ہو سکتا ہے۔ ف۴ یعنی توحید اور اصول دین میں جنہوں نے اختلاف ڈالا اور کتب سماویہ میں تحریف کی، وہ کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہ تھی۔ ایسی صاف و صریح اور مجمع علیہ تعلیمات میں اشتباہ و التباس کیا ہو سکتا تھا۔ محض نفسانیت، ضد، عداوت اور طلب مال و جاہ وغیرہ اسباب ہیں جو فی الحقیقت اس تفریق و اختلاف مذموم کا باعث ہوتے ہیں۔ بعدہٗ جب اختلاف قائم ہوگئے اور مختلف مذاہب نے الگ الگ مورچے بنا لیے تو پیچھے آنے والی نسلیں عجیب خبط اور دھوکہ میں پڑ گئیں اور ایسے شکوک و شبہات پیدا کر لیے گئے جو کسی حال ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ مگر یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندوں کو ڈھیل دی۔ اگر وہ چاہتا تو سارے اختلافات کو ایک دم میں ختم کر دیتا لیکن ایسا کرنا تکوین کی غرض اصلی کے منافی تھا۔ اس کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی تھی کہ ان اختلافات کا عملی اور دو ٹوک فیصلہ ایک وقت معین پر زندگی کے دوسرے دور میں کیا جائے۔ اگر یہ بات پہلے سے نہ نکل چکی ہوتی تو سب جھگڑے قصے فوراً ہاتھوں ہاتھ ختم کر دیے جاتے۔ ف۵ یعنی جب دین حق کے متعلق تفریق و اختلاف کے طوفان چاروں طرف سر اٹھا رہے ہیں تو آپ کا فرض یہ ہے کہ غیر متزلزل عزم کے ساتھ اسی دین و آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں جسکی دعوت آدم و نوح اور ان کے بعد تمام انبیاء دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کے حکم سے ذرا ادھر ادھر نہ ہوں۔ قولاً و فعلاً اور علماً و حالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر اب تک رہے ہیں۔ مکذبین و معاندین کی خواہشات کی ذرا پرواہ نہ کریں اور صاف اعلان کر دیں کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر (خواہ وہ تورات ہو یا انجیل یا قرآن یا کوئی صحیفہ جو کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوا ہو) سچے دل سے یقین رکھتا ہوں میرا کام پہلی صداقتوں کو جھٹلانا نہیں بلکہ سب کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے۔ اور مجھ کو حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ جو اختلافات تم نے ڈالے ہیں انکا منصفانہ فیصلہ دوں۔ اور تبلیغ احکام و شرائع یا فصل خصومات میں عدل و مساوات کا اصول قائم رکھوں۔ ہر وہ سچائی جو کسی جگہ یا کسی مذہب میں ملے اسے بے تکلف تسلیم کروں۔ جس طرح تم کو خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلاؤں، تم سے پہلے میں خود احکام الٰہی کی پوری تعمیل کر کے اس کا کامل فرمانبردار بندہ ہونا ثابت کروں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے۔ اس لیے ہم سب کو اسی کی خوشنودی کیلئے کام کرنا چاہیے۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہمارا تم سے کچھ تعلق نہیں۔ ہم دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے۔ وہ ہی اس کے آگے آئیگا۔ چاہیے کہ اسکے نتائج برداشت کرنے کے لیے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث و تکرار کی ضرورت نہیں۔ سب کو خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں جا کر ہر ایک کو پورا پتہ لگ جائیگا کہ وہ دنیا سے کیا کچھ کما کر لایا ہے (تنبیہ) یہ آیات مکی ہیں۔ قتال کی آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔

ف۱ یعنی اللہ کے دین، اُس کی کتاب، اور اُس کی باتوں کی سچائی جب علانیہ ظاہر ہو چکی حتیٰ کہ بہت سے سمجھدار لوگ اُس کو قبول کر چکے اور بہتیرے قبول نہ کرنے کے باوجود اُن کی سچائی کا اقرار کرنے لگے۔ اس قدر ظہور و وضوحِ حق کے بعد جو لوگ خواہ مخواہ جھگڑے ڈالتے یا ماننے والوں سے اُلجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستوجب ہیں اور اُن کے سب جھگڑے جھوٹے اور سب بحثیں پادر ہوا اور باطل ہیں۔

عَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ الۡكِتٰبَ

اُن پر غصہ ہے اور اُن کو سخت عذاب ہے ف۱ اللہ وہی ہے جس نے اُتاری کتاب

بِالۡحَقِّ وَالۡمِيۡزَانَ ؕ وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيۡبٌ ﴿۱۷﴾ يَسۡتَعۡجِلُ

سچے دین پر اور ترازو بھی ف۲ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید وہ گھڑی پاس ہو ف۳ جلدی کرتے ہیں

بِهَا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا ۙ وَ

اُس گھڑی کی وہ لوگ کہ یقین نہیں رکھتے اُس پر اور جو یقین رکھتے ہیں اُنکو اُس کا ڈر ہے اور

يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهَا الۡحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُمَارُوۡنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیۡ

جانتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہے سنتا ہے جو لوگ جھگڑتے ہیں اُس گھڑی کے آنے میں وہ

ضَلٰلٍۭ بَعِيۡدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيۡفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡقَوِیُّ

بہک کر دور جا پڑے ف۴ اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر ف۵ روزی دیتا ہے جس کو چاہے اور وہی ہے زور آور

الۡعَزِيۡزُ ﴿۱۹﴾ مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ نَزِدۡ لَهٗ فِیۡ حَرۡثِهٖ ۚ وَ

زبردست ف۶ جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی زیادہ کریں ہم اُسکے واسطے اُسکی کھیتی ف۷

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَمَا لَهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ

اور جو کوئی چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اُسکو دیویں ہم کچھ اُس میں سے اور اُسکے لئے نہیں آخرت میں

مِنۡ نَّصِيۡبٍ ﴿۲۰﴾ اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ

کچھ حصہ ف۸ کیا اُنکے لئے اور شریک ہیں کہ راہ ڈالی ہے اُنہوں نے اُنکے واسطے دین کی کہ جس کا حکم نہیں دیا

بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِیَ بَيۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَهُمۡ

اللہ نے ف۹ اور اگر نہ مقرر ہو چکی ہوتی ایک بات فیصلہ کی تو فیصلہ ہو جاتا اُن میں اور بیشک جو گنہگار ہیں اُن کو

عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا كَسَبُوۡا وَهُوَ

عذاب ہے دردناک ف۱۰ تو دیکھیگا گنہگاروں کو کہ ڈرتے ہونگے اپنی کمائی سے اور وہ

وَاقِعٌۢ بِهِمۡ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیۡ رَوۡضٰتِ الۡجَنّٰتِ ۚ

پڑکر رہیگا اُن پر ف۱۱ اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کئے باغوں میں ہیں جنت کے

ف۲ اللہ نے مادی ترازو بھی اُتاری جس میں اجسام تلتے ہیں۔ اور علمی ترازو بھی جسے عقلِ سلیم کہتے ہیں اور اخلاقی ترازو بھی جسے صفتِ عدل و انصاف کہا جاتا ہے اور سب سے بڑی ترازو دینِ حق ہے جو خالق و مخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے اور جس میں بات پوری تلتی ہے نہ کم نہ زیادہ۔ ف۳ یعنی اپنے اعمال و احوال کو کتاب اللہ کی کسوٹی پر کس کر اور دینِ حق کی ترازو میں تول کر دیکھ لو، کہاں تک کھرے اور پورے اُترتے ہیں۔ کیا معلوم ہے کہ قیامت کی گھڑی بالکل قریب ہی آگئی ہو، پھر کچھ نہ ہو سکیگا۔ جو فکر کرنا ہے اُس کے آنے سے پہلے کر لو۔ ف۴ یعنی جن کو قیامت پر یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئیگی؟ آخر دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آجاتی؟ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان و یقین سے بہرہ ور کیا ہے، وہ اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی۔ اِسی لئے اُس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اِسی سے سمجھ لو کہ اِن جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہونا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں وہ تیاری کیا خاک کریگا۔ ہاں جتنا اِس حقیقت کا مذاق اُڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائیگا۔ ف۵ یعنی باوجود تکذیب و انکار کے روزی کسی کی بند نہیں کرتا۔ بلکہ بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا اور نہایت نرمی اور تدبیرِ لطیف سے اُنکی تربیت فرماتا ہے ف۶ جس کو چاہے جتنی چاہے دے۔ ف۷ ایک نیکی کا دس گنا ثواب دیں، بلکہ سات سو گنا، اور اس سے بھی زیادہ۔ اور دنیا میں ایمان و عملِ صالح کی برکت سے جو فراخی و برکت ملے وہ الگ رہی۔ ف۸ دنیا کے واسطے جو محنت کرے موافق قسمت کے ملے، پھر اُس محنت کا فائدہ آخرت میں کچھ نہیں کما قال تعالیٰ عَجَّلۡنَا لَهٗ فِيۡهَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِيۡدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهٗ جَهَنَّمَ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۲) ف۹ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی زبانی آخرت کا اور دینِ حق کا راستہ بتلا دیا۔ کیا اُس کے سوا کوئی اور ہستی ایسی ہے جسے کوئی دوسرا راستہ مقرر کرنے کا حق اور اختیار حاصل ہو کہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا دے۔ پھر آخر اِن مشرکین نے اللہ کی وہ راہ چھوڑ کر جو انبیاء علیہم السلام نے بتلائی تھی دوسری راہیں کہاں سے نکال لیں۔ ف۱۰ یعنی فیصلہ کا وعدہ ہے اپنے وقت پر۔ ف۱۱ یعنی اپنی کرتوت کے نتائج سے خواہ آج نہ ڈریں مگر اُس دن ڈرتے ہونگے اور یہ ڈر اُن پر ضرور پڑ کر رہیگا۔ کوئی سبیل رہائی اور فرار کی نہ ہوگی۔

ع ۱۰ / ۲

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ

اُنکے لئے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس یہی ہے بڑی بزرگی ف۱ یہ ہے

الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ

جو خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ایماندار بندوں کو جو کرتے ہیں بھلے کام ف۲ تو کہہ

لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ

میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ بدلا مگر دوستی چاہیئے قرابت میں ف۳ اور جو کوئی کمائے گا

حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ

نیکی ہم اسکو بڑھادینگے اس کی خوبی بیشک اللہ معاف کرنیوالا حق ماننے والا ہے ف۴ کیا

يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ

وہ کہتے ہیں کہ اس نے باندھا اللہ پر جھوٹ سو اگر اللہ چاہے مہر کردے تیرے دل پر

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ

اور مٹاتا ہے اللہ جھوٹ کو اور ثابت کرتا ہے سچ کو اپنی باتوں سے اس کو معلوم ہے جو دلوں

الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا

میں ہے ف۵ اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور معاف کرتا ہے

عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

برائیاں اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ☆ اور دعا سنتا ہے ایمان والوں کی

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ

جو بھلے کام کرتے ہیں اور زیادہ دیتا ہے انکو اپنے فضل سے ف۶ اور جو منکر ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي

سخت عذاب ہے ☆ اور اگر پھیلادے اللہ روزی اپنے بندوں کو تو دھوم اٹھادیں

الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ

ملک میں ولیکن اتارتا ہے ماپ کر جتنی چاہتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے

ف۱ یعنی جنت میں ہر قسم کی جسمانی و روحانی راحتیں اور اپنے رب کا قرب، یہی بڑا فضل ہے۔ دنیا کے عیش اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ ف۲ یعنی اللہ جو خوشخبری دے وہ لامحالہ واقع ہو کر رہیگی۔ ف۳ یعنی قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں اور ابدی نجات و فلاح کا راستہ بتلاتا اور جنت کی خوشخبری سناتا ہوں۔ یہ سب محض لوجہ اللہ ہے۔ اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا۔ صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی وخاندانی تعلقات ہیں کم از کم ان کو نظر انداز نہ کرو۔ آخر تمہارا معاملہ اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے، بسا اوقات اُن کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو۔ میرا کہنا یہ ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانتے، نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے یا میری تائید وحمایت میں کھڑے نہیں ہوتے، نہ سہی۔ لیکن کم از کم قرابت ورحم کا خیال کر کے ظلم واذیت رسانی سے باز رہو، اور مجھ کو اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچا تا رہوں۔ کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں (تنبیہ) آیت کے یہ معنی حضرت ابن عباس سے صحیحین میں منقول ہیں۔ بعض سلف نے "اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" کا مطلب یہ لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی محبت کرو اور حق قرابت کو پہچانو۔ اور بعض نے "قربیٰ" سے اللہ کا قرب اور نزدیکی مراد لی ہے یعنی اُن کاموں کی محبت جو خدا سے قریب کرنیوالے ہوں مگر صحیح اور راجح تفسیر وہی ہے جو ہم نے اول نقل کی ہے۔ بعض علماء نے "مودۃ فی القربیٰ" سے اہل بیت نبوی کی محبت مراد لے کر یوں معنی کیے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا، بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب کے ساتھ محبت کرو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیت اور اقارب نبی کریم صلعم کی محبت وتعظیم اور حقوق شناسی اُمت پر لازم وواجب اور جزو ایمان ہے اور اُن سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا حقیقت میں حضورؐ کی محبت پر متفرع ہے لیکن آیت ہذا کی تفسیر اس طرح کرنا شان نزول اور روایات صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضورؐ کی شان رفیع کے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی انسان بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی بھلائی کو بڑھاتا ہے، آخرت میں تو اجر وثواب کے اعتبار سے اور دنیا میں نیک خوئی عطا فرما کر اور ایسے آدمی کی لغزشوں کو بھی معاف فرماتا ہے۔ شاید یہاں اس مضمون کا ذکر اس لئے فرمایا کہ کم از کم قرابت کی محبت مطلوب ہے جس کا حاصل ایذا اور ظلم سے روکنا تھا۔ لیکن جو اس سے زائد نیکی دکھلائے وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے ہاں کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی، بلکہ بڑھتی رہتی ہے۔ ف۵ یعنی بفرض محال اگر کوئی بات بھی خدا کی نسبت جھوٹ بنا کر کہدے تو اللہ کو قدرت ہے کہ تیرے دل پر مہر کردے، پھر فرشتہ یہ کلام معجز لیکر تیرے قلب پر نہ اُتر سکے اور سلسلہ وحی کا بند ہو جائے بلکہ پہلا دیا ہوا بھی سلب کر لیا جائے کما قال "وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا" (بنی اسرائیل رکوع ۱۰) مگر چونکہ واقع میں قطعاً کذب وافترا کا شائبہ نہیں۔ اس لئے محض بدبختوں کی قدر ناشناسی اور طعن وتشنیع کی بنا پر یہ فیض منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ بیشک اللہ اس کو جاری رکھیگا اور اپنی باتوں سے عملی طور پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کر کے رہیگا۔ اُس وقت سب کو صاف کھل جائے گا کہ فریقین میں جھوٹا اور مفتری کون ہے اور کس کے دل پر اللہ نے فی الواقع مہر لگا دی ہے کہ خیر کے اُترنے اور حق کے قبول کرنے کی اُس میں مطلقاً گنجائش نہیں رہی۔ رہا یہ سوال کہ اللہ کی وہ باتیں کیا ہیں جن سے جھوٹ ملیا میٹ ہو اور حق ثابت ہو جائے، تو میرے نزدیک وہی دلائل وبراہین ہیں جو قرآن اور پیغمبر کی صداقت پر اُس نے قائم کی ہیں۔ بالخصوص وہ آیات انفسیہ وآفاقیہ جن کا ذکر سورۂ "حم السجدہ" کے آخر پر "سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ" کے حاشیہ میں کیا گیا ہے۔ ان آیات کے ظاہر ہونے پر سب کھرے اور کھوٹے دلوں کا حال علانیہ واضح ہو جائے گا۔ (تنبیہ) آیت ہذا کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں۔ بندہ کے نزدیک بے تکلف یہی مطلب ہے جو اوپر عرض کیا۔ اس تفسیر پر "وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ" جملہ مستانفہ ہوا۔ جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور اکثر محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ البتہ مضارع کے معنی مترجم رحمہ اللہ نے حال کے لئے ہیں جو بالکل صحیح ہیں، مگر بندہ کے خیال میں یہاں استقبال لینا زیادہ چسپاں ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ "وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ" کا عطف "يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ" پر کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "یعنی اللہ اپنے اوپر کیوں جھوٹ بولنے دے۔ دل کو بند کردے کہ مضمون ہی نہ آئے جس کو باندھ سکے اور چاہے تو کفر کو مٹا دے بے پیغام بھیجے۔ مگر وہ اپنی باتوں سے دین کو ثابت کرتا ہے اس واسطے نبی پر اپنا کلام بھیجتا ہے"۔ ف۶ یعنی نبی خدا کا پیغام پہنچاتا ہے، تم جھوٹ سمجھو یا سچ، اُسکے بعد بندوں کا سارا معاملہ خدا سے ہے ہر ایک بندہ سے دنیا اور آخرت میں اُس کے حال واستعداد کے موافق معاملہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور باوجود سب کچھ جاننے کے کتنی برائیوں سے درگذر کرتا ہے جو ایماندار اور نیک بندے اُسکی بات سنتے ہیں وہ اُنکی دعائیں سنتا اور اُنکی طاعات کو شرف قبول بخشتا ہے اور جس قدر اجر وثواب کے وہ عام ضابطہ کے مستحق ہوں اپنے فضل سے اُس سے کہیں زائد مرحمت

بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ

دیکھتا ہے ف۱ اور وہی ہے جو اُتارتا ہے مینہ بعد اسکے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے

رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَ

اپنی رحمت اور وہی ہے کام بنانیوالا سب تعریفوں کے لائق ف۲ اور ایک اُسکی نشانی ہے بنانا آسمانوں کا اور

الْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ

زمین کا ف۳ اور جس قدر بکھیرے ہیں اُن میں جانور ف۴ اور وہ جب چاہے اُن سب کو اکٹھا

قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَ

کر سکتا ہے ف۵ اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ بدلا ہے اُس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور

يَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُمْ

معاف کرتا ہے بہت سے گناہ ف۶ اور تم تھکا دینے والے نہیں بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں

مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي

تمہارا اللہ کے سوائے کام بنانیوالا اور نہ مددگار ف۷ اور ایک اُسکی نشانی ہے کہ جہاز چلتے ہیں

الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ

دریا میں جیسے پہاڑ ف۸ اگر چاہے تھام دے ہوا کو پھر رہیں سارے دن ٹھہرے ہوئے

عَلَىٰ ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٣٣﴾ أَوْ

اس کی پیٹھ پر ف۹ مقرر اس بات میں پتے ہیں ہر قائم رہنے والے کو جو احسان مانے ف۱۰ یا

يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٤﴾ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ

تباہ کر دے اُن کو بسبب اُنکی کمائی کے اور معاف بھی کرے بہتوں کو ف۱۱ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ ﴿٣٥﴾ فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ

ہماری قدرتوں میں کہ نہیں اُنکے لیے بھاگنے کی جگہ ف۱۲ سو جو کچھ ملا ہے تم کو کوئی چیز ہو سو وہ برت لینا ہے

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَ

دنیا کی زندگانی میں اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے بہتر ہے اور باقی رہنے والا واسطے ایمان والوں کے جو

ع ۴ / ۱۰

ف۱ خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں. اگر چاہے تو اپنے تمام بندوں کو غنی اور تونگر بنا دے لیکن اُسکی حکمت مقتضی نہیں کہ سب کو بے اندازہ روزی دیکر خوش عیش رکھا جائے. ایسا کیا جاتا تو عموماً لوگ طغیان و تمرّد اختیار کر کے دنیا میں اودھم مچا دیتے. نہ خدا کے سامنے جھکتے نہ اُسکی مخلوق کو خاطر میں لاتے، جو سامان دیا جاتا کوئی اُس پر قناعت نہ کرتا، حرص اور زیادہ بڑھ جاتی جیسا کہ ہم بحالت موجودہ بھی عموماً مرفہ الحال لوگوں میں مشاہدہ کرتے ہیں. جتنا آجائے اُس سے زیادہ کے طالب رہتے ہیں، کوشش اور تمنا یہ ہوتی ہے کہ سب کے گھر خالی کر کے اپنا گھر بھر لیں ظاہر ہے کہ ان جذبات کے ماتحت عام غنا اور خوش حالی کی صورت میں کیسا عام اور زبردست تصادم ہوتا اور کسی کو کسی سے دبنے کی کوئی وجہ نہ رہتی. اِن دنیا کے عام مذاق و رُجحان کے خلاف فرض کیجیے کسی وقت غیر معمولی طور پر کسی مصلح اعظم اور مامور من اللہ کی نگرانی میں عام خوشحالی اور فارغ البالی کے باوجود باہمی آویزش اور طغیان و سرکشی کی نوبت نہ آئے اور زمانہ کے انقلاب عظیم سے دُنیا کی طبائع ہی میں انقلاب پیدا کر دیا جائے وہ اس عادی اور اکثری قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگا. بہرحال دنیا کو بحالت موجودہ جس نظام پر چلانا ہے اُس کا مقتضی یہی ہے کہ غنا عام نہ کیا جائے. بلکہ ہر ایک کو اُسکی استعداد اور احوال کی رعایت سے جتنا مناسب ہو جانچ تول کر دیا جائے۔ اور یہ خدا ہی کو خبر ہے کہ کس کے حق میں کیا صورت اصلح ہے. کیونکہ سب کے اگلے اور پچھلے حالات اُسی کے سامنے ہیں. ف۲ یعنی بہت مرتبہ ظاہری اسباب و حالات پر نظر کر کے جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں، اُس وقت حق تعالیٰ بارانِ رحمت نازل فرماتا اور اپنی مہربانی کے آثار و برکات چاروں طرف پھیلا دیتا ہے۔ تا بندوں پر ثابت ہو جائے کہ رزق کی طرح اسباب رزق بھی اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں. جیسے وہ روزی ایک خاص اندازہ سے عطا کرتا ہے، بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں مرحمت فرماتا ہے. بات یہ ہے کہ سب کام اُسی کے اختیار میں ہیں اور جو کچھ وہ کرے عین حکمت و صواب ہے کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اُسکی ذات میں جمع ہیں اور ہر قسم کی کارسازی اور اعانت و امداد وہیں سے ہو سکتی ہے۔ (تنبیہ) اللہ کی رحمت و قدرت کی طرف سے مایوس ہو جانا کافروں کا شیوہ ہے لیکن ایک مومن کی نظر میں اسباب کا سلسلہ یاس انگیز ہو سکتا ہے جیسے فرمایا "فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا" (یوسف رکوع ۱۰) اور "حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ" (یوسف، رکوع ۱۲) ف۳ یعنی جس طرح رزق پہنچانا اور اُسکے اسباب (بارش وغیرہ کا) مہیا کرنا اُس کے قبضہ میں ہیں. اُن اسباب کے اسباب سماویہ و ارضیہ اور اُنکے آثار و نتائج بھی اُسی کی مخلوق ہیں. ف۴ آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی طرح آسمانوں پر بھی جانوروں کی قسم سے کوئی مخلوق پائی جاتی ہے. ف۵ یعنی جس نے بکھیرے وہی سب کو اکھٹا کر سکتا ہے۔ اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔ ف۶ یعنی جیسی نعمتیں ایک خاص اندازہ اور خاص اوقات و احوال کی رعایت سے دیجاتی ہیں، مصائب کا نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے ماتحت ہوتا ہے. مثلاً بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں. ٹھیک اسی طرح جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا بعض اوقات والدہ کی بد پرہیزی بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے، یا کبھی کبھی ایک محلہ والے یا شہر والے کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ اور شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے. یہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لو. گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے۔ اور مستقبل میں اُن کے لیے تنبیہ اور امتحان کا موقع بہم پہنچاتی ہے اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت گناہوں سے درگذر کرتی ہے اگر ہر ایک جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی متنفس بھی باقی نہ رہتا. حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ خطاب عاقل بالغ لوگوں کو ہے گنہگار ہوں یا نیک. مگر نبی اس میں داخل نہیں (اور چھوٹے بچے بھی شامل نہیں) اُن کے واسطے اور کچھ ہوگا۔ اور سختی دنیا کی بھی آگئی اور قبر کی اور آخرت کی"۔

ف۷ یعنی محض اپنی مہربانی سے معاف کرتا ہے ورنہ جس جرم پر سزا دینا چاہے، مجرم بھاگ کر کہیں روپوش نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اُس کے سوا کوئی دوسرا حمایت و امداد کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے ف۸ یعنی جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ اُبھرے ہوئے ہیں سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز اُبھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ف۹ یعنی ہوا بھی اللہ کے قبضہ میں ہے. اگر ہوا کو ٹھہرا رکھے چلنے نہ دے تو تمام بادبانی جہاز دریا کی پیٹھ پر جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں. غرض پانی اور ہوا سب اُسی کے زیر فرمان ہیں. ف۱۰ دریائی سفر میں موافق اور ناموافق دونوں قسم کے حالات سے سابقہ پڑتا ہے. اِس لیے بہت ضرورت ہے کہ انسان موافق حالات پر شکر اور ناموافق حالات پر صبر کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت کو پہچانے ف۱۱ یعنی چاہے تو مسافروں کے بعض اعمال کی پاداش میں جہازوں کو تباہ کر ڈالے اور اُس تباہی کے وقت بھی بعض کو معاف فرما دے ف۱۲ یعنی تباہ اس لیے کیے جائیں کہ اُن کے بعض اعمال کا بدلہ ہو اور بڑے بڑے جھگڑالو بھی دیکھ لیں کہ ہاں! خدائی گرفت سے نکل بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں. حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو لوگ ہر چیز اپنی تدبیر سے سمجھتے ہیں اُس وقت عاجز رہ جائیں گے". کوئی تدبیر بن نہ پڑیگی۔

عَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ف۱ اور جو لوگ کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں کی اور بےحیائی سے

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ

اور جب غصہ آوے تو وہ معاف کرتے ہیں ف۲ اور جنہوں نے کہ حکم مانا اپنے رب کا اور

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

قائم کیا نماز کو اور کام کرتے ہیں مشورہ سے آپس کے ف۳ اور ہمارا دیا کچھ

يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾

خرچ کرتے ہیں ☆ اور وہ لوگ کہ جب اُن پر ہووے چڑھائی تو وہ بدلا لیتے ہیں ف۴

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى

اور بُرائی کا بدلا ہے بُرائی ویسی ہی ف۵ پھر جو کوئی معاف کرے اور صلح کرے سو اُس کا ثواب ہے

اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ

اللہ کے ذمہ بیشک اُس کو پسند نہیں آتے گنہگار ف۶ اور جو کوئی بدلا لے اپنے مظلوم ہونے کے بعد

فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤١﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ

سو اُن پر بھی نہیں کچھ الزام ف۷ الزام تو اُن پر ہے جو

يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ

ظلم کرتے ہیں لوگوں پر ف۸ اور دھوم اُٹھاتے ہیں ملک میں ناحق اُن لوگوں کے

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ

لیے ہے عذاب دردناک ☆ اور البتہ جس نے سہا اور معاف کیا بیشک یہ کام ہمت کے

الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَ

ہیں ف۹ اور جس کو راہ نہ سجھائے اللہ تو کوئی نہیں اُس کا کام بنانے والا اُس کے سوا ف۱۰ اور

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ

تو دیکھے گنہگاروں کو جس وقت دیکھیں گے عذاب کہیں گے کسی طرح پھر جانے کی بھی ہوگی کوئی

ف۱ یعنی یہ تمام باتیں سُننے کے بعد انسان کو چاہیئے کہ اللہ کو راضی رکھنے کی فکر کرے۔ اِس چند روزہ زندگانی اور عیش فانی پر مغرور نہ ہو۔ اور خوب سمجھ لے کہ ایمانداروں کو جو عیش و آرام اللہ کے ہاں ملے گا وہ اس دنیا کے عیش و آرام سے بہتر بھی ہے اور پائدار بھی۔ نہ اُس میں کسی طرح کی کدورت ہوگی نہ فنا و زوال کا کھٹکا ہوگا۔ ف۲ اِس کا بیان سورۂ "نساء" کی آیت "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ" کے فوائد میں گذر چکا وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ شاید یہاں "کبائر الاثم" سے وہ بڑے گناہ مُراد ہوں جو قوت نظریہ کی غلط کاری سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً عقائد بدعیہ اور "فواحش" وہ گناہ جن میں قوت شہوانیہ کی بے اعتدالی کو دخل ہو۔ آگے "وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ" میں تو ظاہر ہے کہ قوت غضبیہ کی روک تھام کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۳ مشورہ سے کام کرنا اللہ کو پسند ہے دین کا ہو یا دنیا کا۔ نبی کریم صلعم مہمات اُمور میں برابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشورہ فرماتے تھے اور صحابہ آپس میں مشورہ کرتے تھے، حروب وغیرہ کے متعلق بھی اور بعض مسائل و احکام کی نسبت بھی۔ بلکہ خلافت راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشورہ کی ضرورت اُن کاموں میں ہے جو مہتم بالشان ہوں اور جو قرآن و سُنت میں منصوص نہ ہوں۔ جو چیز منصوص ہو اُس میں رائے و مشورہ کے کوئی معنی نہیں۔ اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل و عابد ہو۔ ورنہ اُسکی بیوقوفی یا بددیانتی سے کام خراب ہو جانے کا اندیشہ رہیگا۔ ف۴ یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے۔ مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اُس نے ندامت کے ساتھ اپنے عجز و قصور کا اعتراف کر لیا، اُنہوں نے معاف کر دیا، یہ محمود ہے اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو، مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے اور ظلم و زور سے دبانے کی کوشش کرے، یا جواب نہ دینے سے اُس کا حوصلہ بڑھتا ہے یا ہماری شخصی حیثیت سے قطع نظر کر کے دین کی اہانت یا جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہے، ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں، وہ بھی بقدر اُس کی زیادتی کے۔ جُرم سے زائد سزا نہیں دیتے۔ ف۵ بدلہ کے طور پر جو بُرائی کی جائے وہ حقیقةً نہیں محض صورةً بُرائی ہوتی ہے۔ "سیئۃ" کا اطلاق اُس پر مشاکلۃً کیا گیا۔ ف۶ یعنی ظلم اور زیادتی تو اللہ کے ہاں کسی حالت میں پسند نہیں۔ بہترین خصلت یہ ہے کہ آدمی جتنا بدلہ لے سکتا ہے اُس سے بھی درگذر کرے بشرطیکہ درگذر کرنے میں بات سنورتی ہو۔ ف۷ یعنی مظلوم ظالم سے بدلہ لینا چاہے تو اس میں الزام اور گناہ کچھ نہیں۔ ہاں معاف کر دینا افضل و احسن ہے ف۸ یعنی ابتداءً ظلم کرتے ہیں یا انتقام لینے میں حد استحقاق سے بڑھ جاتے ہیں۔ ف۹ یعنی غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اُس پر درگذر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اُس کی عزت بڑھائیگا اور مدد کریگا

ف۱۰ یعنی اللہ کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی کو عدل و انصاف اور صبر و عفو کی اعلیٰ خصلتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ اِن بہترین اخلاق کی طرف راہ نہ دے تو کون ہے جو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور رسوائی کے گڑھے سے ہم کو نکال سکے۔

سَبِيلٍ ﴿٤٤﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خٰشِعِينَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُونَ

راہ ف۱ اور تو دیکھے اُن کو کہ سامنے لائے جائیں آگ کے آنکھیں جھکائے ہوئے ذلت کو دیکھتے ہونگے

مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۗ وَقَالَ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنَّ الْخٰسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا

چھپی نگاہ سے ف۲ اور کہیں وہ لوگ جو ایماندار تھے مقرر ٹوٹے والے وہی ہیں جنہوں نے گنوایا

اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِينَ فِي عَذَابٍ

اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن ف۳ سنتا ہے گنہگار پڑے ہیں سدا کے

مُّقِيمٍ ﴿٤٥﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ ۗ

عذاب میں اور کوئی نہ ہوئے اُن کے حمایتی جو مدد کرتے اُن کی اللہ کے سوائے

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيلٍ ﴿٤٦﴾ اِسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ

اور جس کو بھٹکائے اللہ اُسکے لیے کہیں نہیں راہ ف۴ مانو اپنے رب کا حکم اُس سے پہلے

اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا

کہ آئے وہ دن جس کو پھرنا نہیں اللہ کے یہاں سے ف۵ نہیں ملیگا تم کو بچاؤ اُس دن اور نہیں

لَكُمْ مِّنْ نَّكِيرٍ ﴿٤٧﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۗ اِنْ

تمہاری طرف سے کوئی انکار کرنیوالا ف۶ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے اُن پر نگہبان

عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ

تیرا ذمہ تو یہی ہے پہنچا دینا اور ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت اُس پر پھولا نہیں سماتا

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ

اور اگر پہنچتی ہے اُنکو کچھ بُرائی بدلے میں اپنی کمائی کے تو انسان

كَفُورٌ ﴿٤٨﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۗ يَهَبُ

بڑا ناشکر ہے ف۸ اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں پیدا کرتا ہے جو چاہے بخشتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ

جس کو چاہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے ✿ یا اُنکو دیتا ہے جوڑے

ف۱ یعنی کوئی ایسی سبیل بھی ہے کہ ہم دنیا کی طرف پھر واپس کر دیئے جائیں اور اس مرتبہ وہاں سے خوب نیک بن کر حاضر ہوں۔ ف۲ یعنی ایک سہمے ہوئے مجرم کی طرح خوف اور ذلت و ندامت کے مارے نیچی نظر سے دیکھتے ہوں گے۔ کسی سے پوری طرح آنکھ نہیں ملا سکیں گے۔ ف۳ یعنی بدبخت اپنے ساتھ اپنے متعلقین اور گھر والوں کو بھی لے ڈوبے۔ سبھی کو تباہ و برباد کر کے چھوڑا۔ ف۴ یعنی نہ دنیا میں ہدایت کی، نہ آخرت میں نجات کی۔ ف۵ یعنی جیسے دنیا میں عذاب مؤخر ہوتا اور ٹلتا چلا جاتا ہے، اُس دن نہیں ٹلیگا۔ ف۶ یعنی مکر جانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور ابن کثیر نے یوں معنی کیے ہیں کہ کوئی موقع ایسا نہ ملیگا جو تم پہچانے نہ جاؤ۔ ف۷ یعنی آپ ذمہ دار نہیں کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں۔ آپ کا فرض پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے۔ وہ آپ ادا کر رہے ہیں۔ یہ نہیں مانتے، تو جائیں جہنم میں۔ ف۸ یعنی اِن کے اعراض سے آپ غمگین نہ ہوں۔ انسان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے (اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ) کہ اللہ انعام و احسان فرمائے تو اکڑنے اور اترانے لگتا ہے۔ پھر جہاں اپنی کرتوت کی بدولت کوئی اُفتاد پڑ گئی، بس سب نعمتیں بھول جاتا ہے اور ایسا ناشکر بن جاتا ہے گویا کبھی اُس پر اچھا وقت آیا ہی نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ فراخی اور عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی۔ اپنی حد پر قائم نہیں رہتا۔ البتہ مؤمنین قانتین کا شیوہ یہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی کی حالت میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال اُس کے انعامات و احسانات کو فراموش نہیں کرتے۔

ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

بیٹے اور بیٹیاں اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ وہ ہے سب کچھ جانتا کر سکتا ف

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ

اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے

اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

یا بھیجے کوئی پیغام لانیوالا پھر پہنچا دے اُس کے حکم سے جو وہ چاہے ف۲ تحقیق وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا ف۳

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا

اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے ف۴ تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے

الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ

کتاب اور نہ ایمان ف۵ ولیکن ہم نے رکھی ہے یہ روشنی اُس سے راہ سمجھا دیتے ہیں جس کو چاہیں

مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ

اپنے بندوں میں ف۶ اور بیشک تو سجھاتا ہے سیدھی راہ ف۷ راہ اللہ کی

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اُسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ف۸ سنتا ہے اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام ف۹

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زخرف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نواسی آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

حٰمٓ ﴿۱﴾ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ۙ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

☆ قسم ہے اس کتاب واضح کی ☆ ہم نے رکھا اُس کو قرآن عربی زبان کا تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾ۚ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾ۭ

سمجھو ف۱۰ اور تحقیق یہ قرآن لوح محفوظ میں ہمارے پاس ہے برتر مستحکم ف۱۱

ع ۵ / ۱۰

ع ۱۱

ف۱ یعنی سختی ہو یا نرمی سب احوال خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آسمان و زمین میں سب جگہ اُسی کی سلطنت اور اُسی کا حکم چلتا ہے، جو چیز چاہے پیدا کرے اور جو چیز جس کو چاہے دے، جس کو چاہے نہ دے۔ دنیا کے رنگارنگ حالات کو دیکھ لو کسی کو سرے سے اولاد نہیں ملتی، کسی کو ملتی ہے تو صرف بیٹیاں، کسی کو صرف بیٹے، کسی کو دونوں، جوڑواں یا الگ الگ۔ اس میں کسی کا کچھ دعویٰ نہیں۔ وہ مالک حقیقی ہی جانتا ہے کہ کس شخص کو کس حالت میں رکھنا مناسب ہے اور وہ ہی اپنے علم و حکمت کے موافق تدبیر کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اُس کے ارادہ کو روک دے یا اُس کی تخلیق و تقسیم پر حرف گیری کر سکے۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ ہر قسم کے نرم و گرم حالات میں اُسی کی طرف رجوع کرے اور ہمیشہ اپنی ناچیز حقیقت کو پیش نظر رکھ کر تکبر یا کفران نعمت سے باز رہے۔ ف۲ کوئی بشر اپنی عنصری ساخت اور موجودہ قویٰ کے اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ خداوند قدوس اس دنیا میں اُس کے سامنے ہو کر مشافہۃً کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے۔ اسی لیے کسی بشر سے اُس کے ہمکلام ہونے کی تین صورتیں ہیں (الف) بلا واسطہ پردہ کے پیچھے سے کلام فرمائے یعنی نبی کی قوت سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز ہو مگر اُس حالت میں آنکھیں دولت دیدار سے متمتع نہ ہو سکیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ الاسراء میں پیش آیا۔ (ب) بواسطہ فرشتہ کے حق تعالیٰ کلام فرمائے مگر فرشتہ متجسد ہو کر آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔ بلکہ براہ راست نبی کے قلب پر نزول کرے اور قلب ہی سے ادراک فرشتہ کا اور صوت کا ہوتا ہو۔ حواس ظاہرہ کو چنداں دخل نہ رہے۔ میرے خیال میں یہ صورت ہے جس کو عائشہ صدیقہ کی حدیث میں "یاتینی فی مثل صلصلۃ الجرس" سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور صحیح بخاری کے ابواب بدء الخلق میں وحی کی اس صورت میں بھی اتیان ملک کی تصریح موجود ہے۔ اسی کو حدیث میں "وَھُوَ اَشَدُّہٗ عَلَیَّ" فرمایا۔ اور شاید وحی قرآنی بکثرت اسی صورت میں آتی ہو جیسا کہ "نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ" اور "فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ" میں لفظ "قَلْبِکَ" سے اشارہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ معاملہ بالکل پوشیدہ طور پر اندر ہی اندر ہوتا تھا پیغمبر کے وجود سے باہر کوئی علیحدہ ہستی نظر نہ آتی تھی اور نہ اس طرح کلام ہوتا تھا جیسے ایک آدمی دوسرے سے بات کرتا ہو کہ پاس بیٹھنے والے سامعین بھی سمجھ لیں اس لیے اس قسم کو خصوصیت کے ساتھ آیت ہذا میں لفظ "وَحْیًا" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ لغت میں "وحی" کا لفظ اخفاء اور اشارۂ سریعہ پر دلالت کرتا ہے۔ (ج) تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ متجسد ہو کر نبی کے سامنے آ جائے اور اس طرح خدا کا کلام و پیام پہنچا دے جیسے ایک آدمی دوسرے سے خطاب کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت جبرئیلؑ ایک دو مرتبہ اپنی اصلی صورت میں حضور کے پاس آئے۔ اور اکثر مرتبہ حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے۔ اور کبھی کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں بھی تشریف لائے ہیں۔ اس وقت آنکھیں فرشتہ کو دیکھتیں اور کان اُن کی آواز سنتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی بعض اوقات گفتگو سنتے اور سمجھتے تھے۔ عائشہ صدیقہ کی حدیث میں جو دو قسمیں بیان ہوئی ہیں، اُن میں سے یہ دوسری صورت ہے۔ اور میرے خیال میں اسی کو آیۂ ہذا میں "اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ باقی حجاب والی صورت چونکہ بالکل نادر بلکہ اندر تھی اس لیے عائشہؓ کی حدیث میں اُس سے تعرض نہیں کیا گیا۔ ف۳ یعنی اُس کا علو مانع ہے کہ بے حجاب کلام کرے اور حکمت مقتضی ہے کہ بعض صورتیں ہمکلامی کی اختیار کی جائیں۔ ف۴ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اس جگہ روح سے مراد فرشتہ لیا ہے یعنی جبرئیل امین۔ اور یہ بعض مفسرین کی رائے ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں خود قرآن کریم کو روح سے تعبیر فرمایا۔ کیونکہ اُس کی تاثیر سے مُردہ قلوب زندہ ہوتے ہیں اور انسان کو ابدی حیات نصیب ہوتی ہے۔ دیکھ لو جو قومیں کفر و ظلم اور بداخلاقی کی موت مر چکی تھیں، کس طرح قرآن نے اُن میں جان تازہ ڈال دی۔ ف۵ یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئیں، پہلے سے کہاں معلوم تھیں۔ گو نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے ف۶ یعنی قرآن کی روشنی میں جن بندوں کو ہم چاہیں سعادت و فلاح کے راستہ پر لے چلتے ہیں۔ ف۷ یعنی آپ تو سب بندوں کو قرآن کریم کے ذریعہ سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے رہتے ہیں۔ کوئی اُس پر چلے یا نہ چلے۔ ف۸ یعنی سیدھی راہ وہ ہے جس پر چل کر آدمی خدائے واحد تک پہنچتا ہے۔ جو اس راہ سے بھٹکا، خدا سے الگ ہوا۔ ف۹ یعنی جب سب کاموں کا انجام اسی کی طرف ہے تو چاہیے کہ آدمی شروع سے اس انجام کو سوچ لے اور اپنے اختیار سے ایسے راستہ پر چلے جو سیدھا اُسی کی بارگاہ تک پہنچنے والا ہو۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم وثبتنا علیہ۔ تم سورۃ الشوریٰ۔ ف۱۰ کیونکہ عربی تمہاری مادری زبان ہے اور تمہارے ذریعہ سے دنیا کی قومیں اس کتاب کو سیکھیں گی۔ ف۱۱ یعنی وجوہ اعجاز اور اسرار عظیمہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نہایت بلند مرتبہ اور تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے کی وجہ سے نہایت مستحکم ہے۔ اس کے دلائل و براہین نہایت مضبوط اور اس کے احکام غیر منسوخ ہیں۔ کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں اور تمام مضامین اصلاح معاش و معاد کی اعلیٰ ترین ہدایات پر مشتمل اور حکیمانہ خوبیوں سے مملو ہیں۔ اور قرآن کے ان تمام محاسن پر خود قرآن ہی شاہد ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ (تنبیہ) قرآن اور تمام کتب سماویہ نزول سے پہلے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں۔

أَفَنَضْرِبُ عَنكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَن كُنتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝٥ وَكَمْ

کیا پھیر دینگے ہم تمہاری طرف سے یہ کتاب موڑ کر اس سبب سے کہ تم ہو ایسے لوگ کہ حد پر نہیں رہتے ف۱ اور بہت

أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝٦ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا

بھیجے ہیں ہم نے نبی پہلوں میں ☆ اور نہیں آتا لوگوں کے پاس کوئی پیغام لانیوالا جس سے

بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝٧ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ

ٹھٹھا نہیں کرتے ف۲ پھر برباد کر ڈالے ہم نے اُن سے سخت زور والے اور چلی آئی ہے مثال

الْأَوَّلِينَ ۝٨ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

پہلوں کی ف۳ اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان اور زمین

لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝٩ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ

تو کہیں بنائے اُس زبردست خبردار نے ☆ وہی ہے جس نے بنا دیا تمہارے لئے زمین کو

مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝١٠ وَالَّذِي

بچھونا اور رکھ دیں تمہارے واسطے اُس میں راہیں تاکہ تم راہ پاؤ ف۴ اور جس نے

نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝١١

اُتارا آسمان سے پانی ماپ کر ف۵ پھر اُبھار کھڑا کیا ہم نے اُس سے ایک دیس مُردہ کو اسی طرح تم کو بھی نکالیں گے ف۶

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ

اور جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے ف۷ اور بنا دیا تمہارے واسطے کشتیوں اور چوپایوں کو

مَا تَرْكَبُونَ ۝١٢ لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا

جس پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ چڑھ بیٹھو تم اُس کی پیٹھ پر ف۸ پھر یاد کرو اپنے رب کا احسان جب

اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ

بیٹھ چکو اُس پر اور کہو پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں کر دیا ہمارے اسکو اور ہم نہ تھے اسکو

مُقْرِنِينَ ۝١٣ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ۝١٤ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ

قابو میں لا سکتے ف۹ اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ف۱۰ اور ٹھہرائی ہے اُنہوں نے حق تعالیٰ کے واسطے اولاد

ف۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس سبب سے کہ تم نہیں مانتے۔ کیا ہم حکم کا بھیجنا موقوف کریں گے" یعنی ایسی توقع مت رکھو اللہ کی حکمت و رحمت اسی کو مقتضی ہے کہ باوجود تمہاری زیادتیوں اور شرارتوں کے کتاب الٰہی کا نزول اور دعوت و نصیحت کا سلسلہ بند نہ کیا جائے۔ کیونکہ بہت سی سعید روحیں اُس سے مستفید ہوتی ہیں۔ اور منکرین پر کامل طور سے اتمامِ حجت ہوتا ہے۔ ف۲ یعنی پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا اور انکی تعلیمات کو جھٹلایا گیا۔ مگر اس کی وجہ سے پیغامبری کا سلسلہ مسدود نہیں ہوا۔ ف۳ یعنی عبرت کے لیے ان مکذبین کی تباہی کی مثالیں پیش آ چکیں اور پہلے مذکور ہو چکیں جو زور و قوت میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ جب وہ اللہ کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو تم کاہے پر مغرور ہوتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور کمال تصرف کا ذکر کرتے ہیں جو ایک حد تک اُن کے نزدیک بھی مسلم تھا۔ ف۴ یعنی جہاں تک انسان بستے ہیں، آپس میں مل سکیں۔ ایک دوسرے تک راہ پائیں اور چل پھر کر دنیوی و اُخروی مقاصد میں کامیابی کا راستہ معلوم کریں۔ ف۵ یعنی ایک خاص مقدار میں جو اُسکی حکمت کے مناسب اور اُس کے علم میں مقدر تھی۔ ف۶ یعنی جس طرح مُردہ زمین کو بذریعہ بارش کے زندہ اور آباد کر دیتا ہے، ایسے ہی تمہارے مُردہ جسموں میں جان ڈال کر قبروں سے نکال کھڑا کریگا۔ ف۷ یعنی دنیا میں جتنی چیزوں کے جوڑے ہیں اور مخلوق کی جتنی قسمیں اور متماثل یا متقابل انواع ہیں سب کو خدا ہی نے پیدا کیا۔ ف۸ یعنی خشکی میں بعض چوپایوں کی پیٹھ پر اور دریا میں کشتی پر سوار ہو۔ ف۹ یعنی چوپایوں یا کشتی پر سوار ہوتے وقت اللہ کا احسان دل سے یاد کرو کہ ہم کو اس نے اس قدر قوی اور ہنرمند بنا دیا کہ اپنی عقل و تدبیر وغیرہ سے ان چیزوں کو قابو میں لے آئے۔ یہ محض خدا کا فضل ہے ورنہ ہم میں اتنی طاقت اور قدرت کہاں تھی کہ ایسی ایسی چیزوں کو مسخر کر لیتے نیز دلی یاد کے ساتھ زبان سے سواری کے وقت یہ الفاظ کہنے چاہئیں "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ" اور بھی اذکار و ادعیہ احادیث میں آئی ہیں جو کتب حدیث و تفسیر میں مذکور ہیں۔ ف۱۰ یعنی اس سفر سے آخرت کا سفر یاد کرو۔ آنحضرت صلعم سوار ہوتے تو یہی تسبیح پڑھتے تھے۔

جزء ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ع اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ

اُسکے بندوں میں سے تحقیق انسان بڑا ناشکر ہی صریح ☆ کیا اُس نے رکھ لیں اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں

وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا

اور تم کو دیدیے چن کر بیٹے ف۱ اور جب اُن میں کسی کو خوشخبری ملے اُس چیز کی جس کو رحمٰن کے نام لگایا

ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَ

تو سارے دن رہے منہ اُس کا سیاہ اور وہ دل میں گھٹ رہا ہی ف۲ کیا ایسا شخص کہ پرورش پاتا ہے زیور میں اور

هُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ

وہ جھگڑے میں بات نہ کہہ سکے ف۳ اور ٹھہرایا اُنہوں نے فرشتوں کو جو بندے ہیں

الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾

رحمٰن کے عورتیں ف۴ کیا دیکھتے تھے اُن کا بننا اب لکھ رکھیں گے اُنکی گواہی اور اُنسے پوچھ ہوگی ف۵

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ق

اور کہتے ہیں اگر چاہتا رحمٰن تو ہم نہ پوجتے اُن کو ف۶ کچھ خبر نہیں اُنکو اس کی

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ ؕ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ

یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں ف۷ کیا ہم نے کوئی کتاب دی ہے اُنکو اس سے پہلے سو اُنہوں نے اُسکو

مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى

مضبوط پکڑ رکھا ہے ☆ بلکہ کہتے ہیں ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم انہی

اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ

کے قدموں پر ہیں راہ پائے ہوئے ف۸ اور اسی طرح جس کسی کو بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے ڈر سنانیوالا

مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا

کسی گاؤں میں سو کہنے لگے وہاں کے خوشحال لوگ ہم نے تو پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم

عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا

اُنہی کے قدموں پر چلتے ہیں ☆ وہ بولا اور جو میں لادوں تم کو اُس سے زیادہ سوجھ کی راہ جس

ف۱ یعنی چاہیے تھا اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر ادا کرے۔ یہ صریح ناشکری پر اُتر آیا۔ اور اُس کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگا۔ اس سے بڑی گستاخی اور ناشکری کیا ہوگی کہ اُس کے لیے اولاد تجویز کیجائے، وہ بھی بندوں میں سے اور وہ بھی بیٹیاں۔ اوّل تو اولاد باپ کے وجود کا ایک جز ہوتا ہے تو خداوند قدوس کے لیے اولاد تجویز کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اجزا سے مرکب ہے اور مرکب کا حادث ہونا ضروری۔ دوسرے ولد اور والد میں مجانست ہونی چاہیے، دونوں ایک جنس نہ ہوں تو ولد یا والد کے حق میں عیب ہے۔ یہاں مخلوق و خالق میں مجانست کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ تیسرے لڑکی باعتبار قوی جسمیہ و عقلیہ کے عموماً لڑکے سے ناقص اور کمزور ہوتی ہے۔ گویا معاذ اللہ خدا نے اپنے لیے اولاد بھی رکھی تو گھٹیا اور ناقص۔ کیا تم کو شرم نہیں آئی کہ اپنے حصہ میں عمدہ اور بڑھیا چیز اور خدا کے حصہ میں ناقص اور گھٹیا چیز لگاتے ہو۔ ف۲ یعنی جو اولاد انا خدا کے لیے تجویز کر رہے ہیں وہ اُن کے زعم میں ایسی عیب دار اور ذلیل و حقیر ہے کہ اگر خود انہیں اُس کے ملنے کی خوشخبری سُنائی جائے تو مارے رنج اور غصہ کے تیور بدل جائیں۔ اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے رہیں۔ اس کی پوری تقریر سورۂ "صافات" کے اخیر رکوع میں گذر چکی ہے۔ ف۳ یعنی کیا خدا نے اولاد بنانے کے لیے لڑکی کو پسند کیا ہے جو عادۃً آرائش و زیبائش میں نشوونما پائے اور زیورات وغیرہ کے شوق میں مستغرق رہے جو دلیل ہے ضعف رائے و عقل کی، اور وہ بوجہ ضعف قوت فکریہ کے مباحثہ کے وقت قوت بیانیہ بھی نہ رکھے۔ چنانچہ عورتوں کی تقریروں میں ذرا غور کرنے سے مشاہدہ ہوتا ہے کہ نہ اپنے دعوے کو کافی بیان سے ثابت کرسکیں، نہ دوسرے کے دعوے کو گراسکیں، ہمیشہ ادھوری بات کہیں گی یا فضول باتیں اُس میں ملادیں گی جن کو مطلوب میں کچھ دخل نہ ہو کہ اس سے بھی تبیین مقصود میں خلل پڑجاتا ہے اور مباحثہ کی تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اُس میں بوجہ بیان کی احتیاج زیادہ ہونے کے اُن کا عجز زیادہ ظاہر ہوجاتا ہے۔ پس ہر کلام طویل اسی کے حکم میں ہے۔ اور معمولی جملوں کا ادا ہوجانا مثلاً میں آئی تھی، وہ گئی تھی، قوت بیانیہ کی دلیل نہیں۔ ف۴ یعنی یہ اُن کا ایک اور جھوٹ ہے کہ فرشتوں کو عورتوں کی صف میں داخل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہ عورت نہ مرد جنس ہی علیحدہ ہے۔ ف۵ یعنی کوئی دلیل عقلی و نقلی تو اُنکے پاس اس دعوے پر نہیں۔ پھر کیا اللہ نے جب فرشتوں کو بنایا تو یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ مرد نہیں عورت بنایا ہے۔ بہت اچھا! اِنکی یہ گواہی دفتر اعمال میں لکھ لی جاتی ہے خدائی عدالت میں جس وقت پیش ہونگے تب اس کے متعلق اِن سے پوچھا جائیگا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا۔ اور کہاں سے کہا تھا۔ ف۶ اور لیجیے اپنی اِن مشرکانہ گستاخیوں کے جواز و استحسان پر ایک دلیل عقلی بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کو اپنے سوا دوسری چیزوں کی پرستش سے روک دیتا۔ جب ہم برابر کرتے رہے اور نہ روکا تو ثابت ہوا کہ یہ کام بہتر ہیں اور اُس کو پسند ہیں۔ ف۷ یعنی یہ تو سچ ہے کہ بدون خدا کے چاہے کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ لیکن اُس چیز کا ہمارے حق میں بہتر ہونا اس سے نہیں نکلتا۔ ایسا ہو تو دنیا میں کوئی کام اور کوئی چیز بُری ہی نہ رہے۔ سارا عالم خیر محض ہوجائے شر کا بیج ہی دستیاب نہ ہو۔ ہر ایک جھوٹا اور ظالم و خونخوار یہی کہہ دیگا کہ خدا نہ چاہتا تو مجھے ایسا ظلم و ستم نہ کرنے دیتا۔ جب کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس کام سے خوش اور راضی ہے بہرحال مشیت اور رضا میں لزوم ثابت کرنا کوئی علمی اصول نہیں محض اٹکل کے تیر ہیں جس کا بیان آٹھویں پارہ کے نصف سے پہلے آیت سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا کے حواشی میں گذر چکا۔ ف۸ عقلی دلیل کا حال تو سُن چکے۔ اُسے چھوڑ کر کیا کوئی نقلی دلیل اپنے دعوے پر رکھتے ہیں؟ یعنی خدا کی اُتاری ہوئی کوئی کتاب اُن کے ہاتھ میں ہے؟ جس میں شرک کا پسندیدہ ہونا لکھا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی سند اُن کے پاس نہیں۔ پھر آگے باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کیا باقی رہ گیا۔ وہ ہی اُن کی سب سے زیادہ زبردست دلیل ہے جس کو ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں۔ آگے اُسی کا بیان ہے۔

وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾

تم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ف۱ تو یہی کہنے لگے ہم تمہارا لایا ہوا نہیں مانیں گے ف۲

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَ

پھر ہم نے اُن سے بدلا لیا سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ☆ اور

اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَاۗءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾

جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو اور اُس کی قوم کو میں الگ ہوں اُن چیزوں سے جکو تم پوجتے ہو

اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً

مگر جس نے مجھ کو بنایا سو وہ مجھ کو راہ سجھائے گا ف۳ اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا

فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ

اپنی اولاد میں تاکہ وہ رجوع رہیں ف۴ کوئی نہیں پر میں نے برتنے دیا اُن کو اور اُنکے باپ دادوں کو

حَتّٰى جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ

یہاں تک کہ پہنچا اُنکے پاس دین سچا اور رسول کھول کر سنادینے والا ف۵ اور جب پہنچا اُنکے پاس سچا دین

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا

کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اُس کو نہ مانیں گے ف۶ اور کہتے ہیں کیوں نہ اُترا یہ

الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ

قرآن کسی بڑے مرد پر اِن دونوں بستیوں میں سے ف۷ کیا وہ بانٹتے ہیں

رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

تیرے رب کی رحمت کو ف۸ ہم نے بانٹ دی ہے اُن میں روزی اُن کی دنیا کی زندگانی میں

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا

اور بلند کر دیئے درجے بعض کے بعض پر کہ ٹھہراتا ہے ایک دوسرے کو خدمتگار ف۹

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً

اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے اُن چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں ف۱۰ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ہو جائیں

ف۱ یعنی پیغمبر نے فرمایا کہ تمہارے باپ دادوں کی راہ سے اچھی راہ تم کو بتلا دوں تو کیا پھر بھی تم اُسی پرانی لکیر کے فقیر بنے رہو گے۔ ف۲ یعنی کچھ بھی ہو، ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے۔ اور پرانا آبائی طریقہ ترک نہیں کر سکتے۔ ف۳ یعنی صرف ایک خدا سے مجھے علاقہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہ ہی مجھے منزل مقصود کے راستہ پر آخر تک لے چلے گا۔ (تنبیہ) یہاں یہ قصہ اس پر بیان کیا کہ دیکھو تمہارے مسلّم پیشوا نے باپ کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی۔ تم بھی وہ ہی کرو۔ اور اگر آباء و اجداد کی تقلید ہی پر مرتے ہو تو اُس باپ کی راہ پر چلو جس نے دنیا میں حق و صداقت کا جھنڈا گاڑ دیا تھا اور اپنی اولاد کو وصیت کر گیا تھا کہ میرے بعد ایک خدا کے سوا کسی کو نہ پوجنا۔ کما قال تعالیٰ "وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ" (بقرہ رکوع ۱۶) ف۴ یعنی ایک دوسرے سے توحید کا بیان اور دلائل سُن کر راہ حق کی طرف رجوع ہوتا رہے۔ ف۵ یعنی افسوس ابراہیمؑ کی ارث حاصل نہ کی اور اُس کی وصیت پر نہ چلے بلکہ اللہ نے جو دنیا کا سامان دیا تھا اُس کے مزوں میں پڑ کر خداوند قدوس کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے یہاں تک کہ اُن کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے اپنا وہ پیغمبر بھیجا جس کی پیغمبری بالکل روشن اور واضح ہے۔ اُس نے سچا دین پہنچایا، قرآن پڑھ کر سنایا اور اللہ کے احکام پر نہایت صفائی کے ساتھ مطلع کیا۔ ف۶ یعنی قرآن کو جادو بتلانے لگے۔ اور پیغمبر کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ ف۷ یعنی اگر قرآن کو اُترنا ہی تھا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے سردار پر اُترا ہوتا۔ یہ کیسے باور کیا جائے کہ بڑے بڑے دولتمند سرداروں کو چھوڑ کر خدا نے منصب رسالت کے لئے ایک ایسے شخص کو چن لیا ہو جو ریاست و دولت کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ ف۸ یعنی نبوت و رسالت کے مناصب کی تقسیم کیا تمہارے ہاتھ میں دیدی گئی ہے جو انتخاب پر بحث کر رہے ہو۔ ف۹ یعنی کسی کو غنی کسی کو فقیر کر دیا۔ ایک کو بیشمار دولت دیدی، ایک کو اُس سے کم۔ کوئی تابع ہے کوئی متبوع۔ ف۱۰ یعنی نبوت و رسالت کا شرف تو ظاہری مال و جاہ اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں اعلیٰ ہے۔ جب اللہ نے دنیا کی روزی اُنکی تجویز پر نہیں بانٹی، پیغمبری اُنکی تجویز پر کیونکر دے۔ آگے دنیا کے مال و دولت اور مادی سامان کا اللہ کے ہاں بے وقعت اور حقیر ہونا بیان کرتے ہیں۔

وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ

ایک ہی پر تو ہم دیتے اُن لوگوں کو جو منکر ہیں رحمٰن سے اُنکے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی

وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا

اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں ☆ اور اُنکے گھروں کو دروازے اور تخت جن پر

يَتَّكِئُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

تکیہ لگا کر بیٹھیں ☆ اور سونے کے ف۱ اور یہ سب کچھ نہیں ہے مگر برتنا دنیا کی زندگانی کا

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ

اور آخرت تیرے رب کے یہاں اُنہی کیلئے ہے جو ڈرتے ہیں ف۲ اور جو کوئی آنکھیں چرائے رحمٰن کی یاد سے

نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ

ہم اُس پر مقرر کردیں ایک شیطان پھر وہ رہے اُس کا ساتھی ف۳ اور وہ اُنکو روکتے رہتے ہیں

السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ

راہ سے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں ف۴ یہاں تک کہ جب آئے ہمارے پاس کہے

يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ

کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو مشرق مغرب کا سا کہ کیا برا ساتھی ہے ف۵ اور کچھ

يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ

فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے اس بات سے کہ تم عذاب میں شامل ہو ف۶ سو کیا تو

تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا

سنائے گا بہروں کو یا سمجھائے گا اندھوں کو اور صریح غلطی میں بھٹکتوں کو ☆ پھر اگر

نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ

کبھی ہم تجھ کو یہاں سے لے جائیں تو ہم کو اُن سے بدلا لینا ہے ☆ یا تجھ کو دکھادیں جو اُن کو وعدہ ٹھہرایا ہے

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ

تو یہ ہمارے بس میں ہیں ☆ سو تو مضبوط پکڑے رہ اُسی کو جو تجھ کو حکم پہنچا تو بیشک

ف۱ یعنی اللہ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی قدر نہیں۔ نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب و وجاہت عنداللہ کی دلیل ہے۔ یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ، قفل، اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کی بنا دیتا۔ مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے، عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے۔ (اِلَّا مَا شَاءَ اللہ) اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی۔ اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کی برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ بھلا جو چیز خدا کے نزدیک اس قدر حقیر ہو اُسے سیادت و وجاہت عنداللہ اور نبوت و رسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کافر کو اللہ نے پیدا کیا، کہیں تو اُس کو آرام دے، آخرت میں تو دائمی عذاب ہے۔ یہیں تو آرام ملتا۔ مگر ایسا ہو تو سب وہ ہی کفر کا راستہ پکڑ لیں۔ ف۲ یعنی دنیا کی بہار میں تو سب شریک ہیں مگر آخرت مع اپنی ابدی نعماء آلاء کے متقین کیلئے مخصوص ہے۔ ف۳ یعنی جو شخص سچی نصیحت اور یاد الٰہی سے اعراض کرتا رہتا ہے اُس پر ایک شیطان خصوصی طور سے مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت اغوا کرتا اور اُس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔ یہ شیطان دوزخ تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ ف۴ یعنی شیاطین اُن کو نیکی کی راہ سے روکتے رہتے ہیں، مگر اُنکی عقلیں ایسی مسخ ہو جاتی ہیں کہ اُسی کو ٹھیک راستہ سمجھتے ہیں۔ بدی اور نیکی کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔ ف۵ یعنی خدا کے ہاں پہنچ کر کھلے گا کہ کیسے بُرے ساتھی تھے۔ اُس وقت حسرت اور غصہ سے کہیگا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا، اور ایک لمحہ تیری صحبت میں نہ گذرتا۔ کمبخت! اب تو مجھ سے دور ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی دنیا میں شیطان کے مشورہ پر چلتا ہے اور وہاں اُس کی صحبت سے پچھتائے گا۔ اس طرح کا ساتھی شیطان کسی کو جن ملتا ہے کسی کو آدمی۔ ف۶ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جس مصیبت میں عام طور پر چھوٹے بڑے سب شریک ہوں تو کچھ ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے مشہور ہے "مرگِ انبوہ جشنے دارد" مگر دوزخ میں تمام شیاطین الانس والجن اور تابعین و متبوعین کا عذاب میں شریک ہونا کسی کو کچھ فائدہ نہ دیگا۔ عذاب کی شدت ایسی ہوگی کہ اس طرح کی سطحی باتوں سے تسلی اور تخفیف نہیں ہو سکتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کافر کہیں گے کہ اُنہوں نے ہم کو عذاب میں ڈلوایا، خوب ہوا یہ بھی نہ بچے لیکن اگر دوسرا بھی پکڑا گیا تو اس کو کیا فائدہ۔

ع ۱۰ / ۹

النصف

ف۱ یعنی اندھوں کو راہِ حق دکھلا دینا یا بہروں کو حق کی آواز سُنا دینا اور جو صریح غلطی اور گمراہی میں پڑے بھٹک رہے ہوں اُنکو تاریکی سے نکال کر سچائی کی صاف سڑک پر چلا دینا آپ کا اختیاری نہیں۔ ہاں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے آپ کی آواز میں تاثیر پیدا کر دے۔ بہرحال آپ اِس غم میں نہ رہیے کہ یہ سب لوگ حق کو کیوں قبول نہیں کرتے، اور کیوں اپنا انجام خراب کر رہے ہیں۔ اِن کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔ وہ ہی اِن کے اعمال کی سزا دیگا۔ اگر آپ کی وفات کے بعد دی تب اور آپ کو دکھلا کر دی تب، بہرصورت نہ ہمارے قابو سے نکل کر جا سکتے ہیں اور نہ ہم اِن کو سزا دیے بدون چھوڑیں گے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جو وحی آئے اور جو حکم ملے اُس پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں اور برابر اپنا فرض ادا کیے جائیں۔ کیونکہ دنیا کہیں اور کسی راستہ پر جائے، آپ اللہ کے فضل سے سیدھی راہ پر ہیں جس سے ایک قدم اِدھر اُدھر ہٹنے کی ضرورت نہیں نہ کسی ہوا پرست کی خواہش و آرزو کی طرف التفات کرنے کی حاجت ہے۔ ف۲ یعنی قرآن کریم تیرے اور تیری قوم کے لیئے خاص فضل و شرف کا سبب ہے۔ اس سے بڑی عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام اور ساری دنیا کی نجات و فلاح کا ابدی دستور العمل اُن کی زبان میں اُترا اور وہ اُس کے اولین مخاطب قرار پائے۔ اگر عقل ہو تو یہ لوگ اس نعمت عظمٰی کی قدر کریں۔ اور قرآن جو اُن سب کے لیئے بیش بہا نصیحت نامہ ہے اُس کی ہدایات پر چل کر سب سے پہلے دنیوی و اُخروی سعادتوں کے مستحق ہوں۔ ف۳ یعنی آگے چل کر پوچھ ہوگی کہ اِس نعمت عظمٰی کی کیا قدر کی تھی؟ اور اس فضل و شرف کا کیا شکر ادا کیا تھا؟ ف۴ یعنی آپ کا راستہ وہی ہے جو پہلے انبیاء علیہم السّلام کا تھا۔ شرک کی تعلیم کسی نبی نے نہیں دی نہ اللہ تعالےٰ نے کسی دین میں اس بات کو جائز رکھا کہ اُس کے سوا دوسرے کی پرستش کیجائے۔ اور یہ ارشاد کہ "پوچھ دیکھو" یعنی جس وقت اُن سے ملاقات ہو (جیسے شب معراج میں ہوئی) یا اُن کے احوال کتابوں سے تحقیق کرو۔ بہرحال جو ذرائع تحقیق و تفتیش کے ہوں اُن کو استعمال میں لانے سے صاف ثابت ہو جائے گا کہ کسی دین سماوی میں کبھی شرک کی اجازت نہیں ہوئی۔ ف۵ یعنی معجزات کا مذاق اُڑانے لگے۔ ف۶ یعنی ایک سے ایک بڑھ کر نشان اپنی قدرت کا اور موسٰی کی صداقت کا دکھلایا۔ ف۷ یعنی آخر وہ نشان بھیجے جو ایک طرح کے عذاب کا رنگ اپنے اندر رکھتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ "اعراف" میں گذرا۔ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ" (اعراف رکوع ۱۶) غرض یہ تھی کہ ڈر کر اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ ف۸ "ساحر" اُن کے محاورات میں عالم کو کہتے تھے۔ کیونکہ بڑا علم اُن کے نزدیک یہی سحر تھا۔ شاید اس خوشامد اور لجاجت کے وقت حضرت موسٰی کو بظاہر تعظیمی لقب سے پکارا ہو اور خبث باطن سے اشارہ اس طرف بھی کیا ہو کہ ہم تجھ کو نبی اب بھی نہیں سمجھتے۔ صرف ایک ماہر جادوگر سمجھتے ہیں۔ ف۹ یعنی تیرے رب نے جو طریقہ دعا کا بتلایا ہے اور جو کچھ تجھ سے عہد کر رکھا ہے اُس کے موافق ہمارے حق میں دعا کر کہ یہ عذاب ہم سے دفع ہو۔ اگر تیری دعا سے ایسا ہو گیا تو ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔ اور تیری بات مان لیں گے۔ ف۱۰ یعنی جہاں تکلیف رفع ہوئی اور مصیبت کی گھڑی ختم ہوئی، ایک دم اپنے قول و قرار سے پھر گئے، گویا کچھ وعدہ کیا ہی نہ تھا۔ ف۱۱ اُس گرد و پیش کے ملکوں میں مصر کا حاکم بہت بڑا سمجھا جاتا تھا۔ اور نہریں اُسی نے بنائی تھیں۔ دریائے نیل کا پانی کاٹ کر اپنے باغ میں لایا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اِن سامانوں کی موجودگی میں کیا ہماری حیثیت ایسی ہے کہ موسٰی جیسے معمولی حیثیت والے آدمی کے سامنے گردن جھکا دیں۔ ف۱۲ یعنی موسٰی کے پاس نہ روپیہ نہ پیسہ، نہ حکومت نہ عزت، نہ کوئی ظاہری کمال، حتٰی کہ بات کرتے ہوئے بھی زبان پوری طرح صاف نہیں چلتی۔

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾

سیدھی راہ پر ف۱ اور یہ مذکور رہیگا تیرا اور تیری قوم کا ف۲ اور آگے تم کو پوچھ ہوگی ف۳

وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

اور پوچھ دیکھ جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے کبھی ہم نے رکھے ہیں رحمٰن کے سوائے اور

اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ

حاکم کہ پوجے جائیں ف۴ اور ہم نے بھیجا موسٰی کو اپنی نشانیاں دیکر فرعون اور اُس کے

مَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا

سرداروں کے پاس تو کہا میں بھیجا ہوا ہوں جہان کے رب کا ☆ پھر جب لایا اُنکے پاس ہماری نشانیاں

هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫

وہ تو لگے اُن پر ہنسنے ف۵ اور جو دکھلاتے گئے ہم اُنکو نشانی سو پہلی سے بڑی ف۶

وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ

اور پکڑا ہم نے اُن کو تکلیف میں تاکہ وہ باز آئیں ف۷ اور کہنے لگے اے جادوگر ف۸

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا

پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو جیسا سکھلا رکھا ہے تجھ کو ہم ضرور راہ پر آجائیں گے ف۹ پھر جب اُٹھالی ہم نے

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ

ان پر سے تکلیف تبھی وہ وعدہ توڑ ڈالتے ف۱۰ اور پکارا فرعون نے اپنی قوم میں

قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ

بولا اے میری قوم بھلا میرے ہاتھ میں نہیں حکومت مصر کی اور یہ نہریں چل رہی ہیں میرے

تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ

محل کے نیچے کیا تم نہیں دیکھتے ف۱۱ بھلا میں بہتر ہوں اس شخص سے جس کو کچھ

مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ

عزت نہیں اور صاف نہیں بول سکتا ف۱۲ پھر کیوں نہ آپڑے اُس پر کنگن سونے کے

ف۱ کہتے ہیں کہ وہ خود جواہرات کے کنگن پہنتا تھا اور جس امیر و وزیر پر مہربان ہوتا سونے کے کنگن پہناتا تھا۔ اور اُس کے سامنے فوج پرا باندھ کر کھڑی ہوتی تھی مطلب یہ تھا کہ ہم کسی کو عزت دیتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں۔ کیا خدا کسی کو اپنا نائب بنا کر بھیجے تو اُس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن اور جلو میں فرشتوں کی فوج بھی نہ ہو۔ ف۲ یعنی اپنی ابلہ فریب باتوں سے قوم کو اُلو بنا لیا وہ سب احمق اُسی کی بات ماننے لگے حقیقت یہ ہے کہ اُن لوگوں کی طبائع میں خدا کی نافرمانی پہلے سے رچی ہوئی تھی، اُونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہوگیا۔ ف۳ یعنی وہ کام کئے جن پر عادۃً خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ ف۴ یعنی پیچھے آنے والی نسلوں کے لیے اُن کا قصہ ایک عبرتناک نظیر کے طور پر بیان ہوتا ہے۔ ف۵ حضرت مسیح علیہ السلام کا جب ذکر آتا تو عرب کے مشرکین خوب شور مچاتے اور قسم قسم کی آوازیں اُٹھاتے تھے بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت پڑھی اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (انبیاء۔ رکوع ۷) کہنے لگے نصاریٰ حضرت مسیح کی عبادت کرتے ہیں۔ اب بتاؤ! تمہارے خیال میں ہمارے معبود اچھے ہیں یا مسیح علیہ السلام۔ ظاہر ہے تم مسیح کو اچھا کہو گے جب وہ بھی (معاذ اللہ) آیت کے عموم میں داخل ہوئے تو ہمارے معبود بھی سہی بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلعم نے ایک مرتبہ فرمایا "لَیْسَ اَحَدٌ یُّعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فِیْهِ خَیْرٌ" کہنے لگے کیا مسیح میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں؟ ظاہر ہے کہ آیت کا اور حضورؐ کے اِن الفاظ کا مطلب اُن چیزوں سے متعلق تھا جن کی پرستش لوگ کرتے ہیں اور وہ اُن کو اِس سے نہیں روکتے اور اپنی بیزاری کا اظہار نہیں کرتے۔ مگر ان معترضین کا منشا تو محض جھگڑے نکالنا اور کٹ حجتی کر کے حق کو رلانا تھا۔ اِس لئے جان بوجھ کر ایسے معنی پیدا کرتے تھے جو مرادِ متکلم کے مخالف ہوں کبھی کہتے تھے کہ بس معلوم ہوگیا آپ بھی اسی طرح ہم سے اپنی پرستش کرانا چاہتے ہیں جیسے نصاریٰ حضرت مسیح کی کرتے ہیں۔ شاید کبھی یہ بھی کہتے ہوں گے کہ خود قرآن نے حضرت مسیح کی مثل یہ بیان کی ہے "اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ" (آل عمران۔ رکوع ۶) اب دیکھ لو ہمارے معبود اچھے ہیں یا مسیح! اُنہیں کیوں بھلائی سے یاد کرتے ہو؟ اور ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہو؟ اور خدا جانے کیا کیا کچھ کہتے ہونگے۔ اِن سب باتوں کا جواب آگے دیا گیا ہے۔ ف۶ یعنی کچھ اسی ایک مسئلہ میں نہیں اِن کی طبیعت ہی جھگڑالو واقع ہوئی ہے۔ سیدھی اور صاف بات کبھی انکے دماغوں میں نہیں اُترتی۔ یوں ہی مہمل کٹ حجتیں اور دُور از کار جھگڑے نکالتے رہتے ہیں۔ بھلا کہاں وہ شیاطین جو لوگوں سے اپنی عبادت کراتے اور اُس پر خوش ہوتے ہیں یا وہ پتھر کی بے جان مورتیں جو کسی کو کفر و شرک سے روکنے پر اصلا قدرت نہیں رکھتیں، اور کہاں وہ خدا کا مقبول بندہ جس پر اللہ نے خاص فضل فرمایا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے واسطے کھڑا کیا جس کو اپنے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور جو اپنی اُمت کو اسی چیز کی طرف بلاتا تھا کہ "اِنَّ اللّٰہَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ"۔ کیا اُس مقبول بندہ کو العیاذ باللہ حَصَبُ جَهَنَّمَ یا لَیْسَ فِیْهِ خَیْرٌ کہا جا سکتا ہے؟ یا پتھر کی مورتیاں اُسکی ہمسری کرسکتی ہیں۔ یاد رکھو! قرآن کریم کسی بندہ کو بھی خدائی کا درجہ نہیں دیتا۔ اُس کا تو سارا جہاد ہی اِس مضمون کے خلاف ہے۔ ہاں یہ بھی نہیں کرسکتا کہ محض احمقوں کے خدا بنا لینے سے ایک مقرب و مقبول بندہ کو پتھروں اور شریروں کی برابر کردے۔ ف۷ یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں آثار فرشتوں کے سے تھے (جیسا کہ سورۂ مائدہ، آل عمران اور کہف کے فوائد میں اشارہ کیا جاچکا ہے) اتنی بات سے کوئی شخص معبود نہیں بنجاتا۔ اگر ہم چاہیں تو تمہاری نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں یا تمہاری جگہ آسمان سے فرشتوں ہی کو لاکر زمین پر آباد کردیں۔ ہم کو سب قدرت حاصل ہے۔ ف۸ یعنی حضرت مسیح کا اول مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بدون باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب و غریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا۔ اُن کے نزول سے لوگ معلوم کرلیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آلگی ہے۔ ف۹ یعنی قیامت کے آنے میں شک نہ کرو۔ اور جو سیدھی راہ ایمان و توحید کی بتلا رہا ہوں اُس پر چلے آؤ۔ مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستہ سے روک دے۔

اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ

یا آتے اُس کے ساتھ فرشتے پرا باندھ کر ف۱ پھر عقل کھو دی اپنی قوم کی پھر اُسی کا کہنا مانا

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

مقرر وہ تھے لوگ نافرمان ف۲ پھر جب ہم کو غصہ دلایا ف۳ تو ہم نے اُن سے بدلا لیا پھر ڈبو دیا

اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ

اُن سب کو ☆ پھر کر ڈالا انکو گئے گذرے اور ایک نظیر پچھلوں کے واسطے ف۴ اور جب مثال لائے

مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ

مریم کے بیٹے کی تبھی قوم تیری اُس سے چلانے لگتے ہیں ☆ اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں

اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾

یا وہ ف۵ یہ مثال جو ڈالتے ہیں تجھ پر سو جھگڑنے کو بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو ☆

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اُس پر فضل کیا اور کھڑا کر دیا اُس کو بنی اسرائیل کے واسطے ف۶

وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ

اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے رہیں زمین میں تمہاری جگہ ف۷ اور وہ

لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾

نشان ہے قیامت کا ف۸ سو اُس میں شک مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ

اور نہ روک دے تم کو شیطان وہ تو تمہارا دشمن ہے صریح ف۹ اور جب آیا

عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ

عیسیٰ نشانیاں لے کر بولا میں لایا ہوں تمہارے پاس پکی باتیں ف۱۰ اور بتلانے کو

بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ

بعضی وہ چیز جس میں تم جھگڑتے تھے ف۱۱ سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو ☆ بیشک اللہ جو ہے

ع ۵ / ۱۱

ف۱۰ یعنی پکی باتیں دانائی اور حکمت کی۔ ف۱۱ یعنی دینی باتیں۔ یا بعض وہ چیزیں جن کو شریعت موسویہ نے حرام ٹھہرایا تھا اُن کا حلال ہونا بیان کرتا ہوں۔ کما قال "وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ" (آل عمران۔ رکوع ۵)۔

هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ

وہی ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اسی کی بندگی کرو یہ ایک سیدھی راہ ہے ف۱ پھر پھٹ گئے

الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ

کتنے فرقے اُنکے بیچ سے ف۲ سو خرابی ہے گنہگاروں کو آفت سے دُکھ والے

أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ

دن کی ☆ اب یہی راہ دیکھتے ہیں قیامت کی کہ آکھڑی ہو اُن پر اچانک اور اُن کو

لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

خبر بھی نہ ہو ف۳ جتنے دوست ہیں اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہونگے

إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾

مگر جو لوگ ہیں ڈر والے ف۴ اے بندو میرے نہ ڈر ہے تم پر آج کے دن اور نہ تم غمگین ہوگے ف۵

الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ

جو یقین لائے ہماری باتوں پر اور رہے حکم بردار ف۶ چلے جاؤ بہشت میں تم

وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ

اور تمہاری عورتیں کہ تمہاری عزت کریں ☆ لیے پھرینگے اُن کے پاس رکابیاں سونے کی

وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ

اور آبخورے ف۷ اور وہاں ہے جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پائیں ف۸

وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا

اور تم اُن میں ہمیشہ رہوگے ☆ اور یہ وہی بہشت ہے جو میراث پائی تم نے

بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾

بدلے میں اُن کاموں کے جو کرتے تھے ف۹ تمہارے واسطے اُن میں بہت میوے ہیں اُن میں سے کھاتے رہو ف۱۰

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ

البتہ جو لوگ کہ گنہگار ہیں وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ☆ نہ ہلکا ہوتا ہے اُن پر سے

ع ۶ / ۱۱ / ۱۲

ف۱ تعلیم تھی حضرت مسیح علیہ السلام کی۔ دیکھ لو کیسی صفائی سے خدائے واحد کی ربوبیت اور معبودیت کو بیان فرمایا ہے اور اسی توحید اور اتقاء واطاعت رسول کو صراط مستقیم قرار دیا ہے۔ ف۲ یعنی اختلاف پڑ گیا۔ یہود اُن کے منکر ہوئے اور نصاریٰ قائل ہوئے پھر نصاریٰ آگے چل کر کئی فرقے بن گئے، کوئی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتلاتا ہے، کوئی اُن کو تین خداؤں میں کا ایک کہتا ہے، کوئی کچھ اور کہتا ہے حضرت مسیح کی اصلی تعلیم پر ایک بھی نہیں۔ ف۳ ایسے ایسے کھلے بیانات اور واضح ہدایات کے باوجود بھی جو لوگ نہیں مانتے آخر وہ کاہے کے منتظر ہیں۔ اُن کے احوال کو دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ بس قیامت ایکدم اُن کے سر پر آکھڑی ہو تب مانیں گے۔ حالانکہ اُس وقت کا ماننا کچھ کام نہ دیگا۔ ف۴ اُس دن دوست سے دوست بھاگے گا کہ اس کے سبب سے کہیں میں نہ پکڑا جاؤں۔ دنیا کی سب دوستیاں اور محبتیں منقطع ہو جائیں گی۔ آدمی پچھتائیگا کہ فلاں شریر آدمی سے دوستی کیوں کی تھی جو اُس کے اکسانے سے آج گرفتار مصیبت ہونا پڑا۔ اس وقت بڑا گرمجوش محب محبوب کی صورت دیکھنے سے بیزار ہوگا۔ البتہ جن کی محبت اور دوستی اللہ کے واسطے تھی اور اللہ کے خوف پر مبنی تھی وہ کام آئیگی۔ ف۵ یعنی نہ آگے کا ڈر، نہ پیچھے کا غم۔ ف۶ یعنی دل سے یقین کیا اور جوارح سے اس کے حکمبردار رہے۔ یہاں سے ایمان اور اسلام کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث جبرئیل میں اس کا مفصل بیان ہوا ہے۔ ف۷ یعنی غلمان لیے پھرینگے ف۸ سب سے اعلیٰ چیز جس سے آنکھیں آرام پائینگی وہ دیدار ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کا (رزقنا اللہ بفضلہ ومنہ) ف۹ یعنی تمہارے باپ آدم کی میراث واپس مل گئی، تمہارے اعمال کے سبب سے اور اللہ کے فضل سے۔ ف۱۰ یعنی چن چن کر۔

وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾

اور وہ اُسی میں پڑے ہیں آس ٹوٹے ف۱ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن تھے وہی بے انصاف ف۲

وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ

اور پکاریں گے اے مالک کہیں ہم پر فیصل کر چکے تیرا رب ف۳ وہ کہیگا تم کو ہمیشہ رہنا ہے ف۴ ہم

جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا

لائے ہیں تمہارے پاس سچا دین پر تم بہت لوگ سچی بات سے بُرا مانتے ہو ف۵ کیا اُنہوں نے ٹھہرائی ہے

أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ

ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھہرائیں گے ف۶ کیا خیال رکھتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے اُن کا بھید اور

نَجْوَاهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ

اُن کا مشورہ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے اُنکے پاس لکھتے رہتے ہیں ف۷ تو کہہ اگر ہو رحمٰن کے واسطے

وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ﴿٨١﴾ سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

اولاد تو میں سب سے پہلے پوجوں ف۸ پاک ذات ہے وہ رب آسمانوں کا اور زمین کا

رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

صاحب عرش کا اُن باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں ف۹ اب چھوڑ دے اُنکو بک بک کریں اور کھیلیں یہانتک کہ ملیں

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ

اپنے اُس دن سے جس کا اُنکو وعدہ دیا ہے ف۱۰ اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمان میں اور اُس کی بندگی ہے

إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَ

زمین میں اور وہی ہے حکمت والا سب سے خبردار ف۱۱ اور بڑی برکت ہے اُسکی جس کا راج ہے آسمانوں میں اور

الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾ وَ

زمین میں اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے اور اُسی کے پاس ہے خبر قیامت کی ف۱۲ اور اُسی تک پھر کر پہنچ جاؤ گے ف۱۳ اور

لَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ

اختیار نہیں رکھتے وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں سفارش کا مگر جس نے گواہی دی

ف۱ یعنی عذاب کسی وقت ملتوی ہوگا نہ ہلکا کیا جائیگا۔ دوزخی نا اُمید ہو جائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں۔ ف۲ یعنی ہم نے دنیا میں بھلائی برائی کے سب پہلو سمجھا دیئے تھے اور پیغمبروں کو بھیج کر حجت تمام کر دی تھی۔ کوئی معقول عذر اُن کے لیئے باقی نہیں چھوڑا تھا۔ اس پر بھی نہ مانے اور اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے۔ ایسوں کو سزا دیجائے تو ظلم کون کہہ سکتا ہے ف۳ مالک نام ہے فرشتہ کا جو دوزخ کا داروغہ ہے۔ دوزخی اُس کو پکاریں گے کہ ہم نہ مرتے ہی ہیں نہ چھوٹتے ہیں۔ اپنے رب سے کہہ کہ ایک دفعہ عذاب دے کر ہمارا کام ہی تمام کردے۔ گویا نجات سے مایوس ہو کر موت کی تمنا کریں گے۔ ف۴ یعنی چلانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم کو اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کہتے ہیں دوزخی ہزار برس چلائیں گے تب وہ یہ جواب دیگا۔ ف۵ یعنی وہ سزا اس جرم پر ملی کہ تم میں کے اکثر سچائی سے چڑتے تھے (اور بہت سے اندھوں کی طرح اُن کے پیچھے ہو لیئے) ف۶ کفار عرب پیغمبر کے مقابلہ میں طرح طرح کے منصوبے گانٹھتے اور تدبیریں کرتے تھے۔ مگر اللہ کی خفیہ تدبیر اُن کے سب منصوبوں پر پانی پھیر دیتی تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "کافروں نے مل کر مشورہ کیا کہ تمہارے تغافل سے اس نبی کی بات بڑھی۔ آئندہ جو اس دین میں آئے اُسی کے رشتہ دار اُس کو مار مار کر اُلٹا پھیریں اور جو اجنبی شخص شہر میں آئے اُس کو پہلے سُنا دو کہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھے"۔ یہ بات اُنہوں نے ٹھہرائی اور اللہ نے ٹھہرایا اُن کو ذلیل و رسوا کرنا اور اپنے دین اور پیغمبر کو عروج دینا۔ آخر اللہ کا ارادہ غالب رہا۔ ف۷ یعنی اُن کے دلوں کے بھید ہم جانتے اور اُن کے خفیہ مشورے ہم سُنتے ہیں۔ اور حکومت کے انتظامی ضابطہ کے موافق ہمارے فرشتے (کراماً کاتبین) اُن کے سب اعمال و افعال لکھتے جاتے ہیں۔ یہ ساری مسل قیامت میں پیش ہوگی۔ ف۸ یعنی اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ اللہ کے لیئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کی جائیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر بفرض محال خدا کے اولاد ہو تو پہلا شخص میں ہوں جو اُس کی اولاد کی پرستش کرے۔ کیونکہ میں دنیا میں سب سے زیادہ خدا کی عبادت کرنے والا ہوں۔ اور جس کو جس قدر علاقہ خدا کے ساتھ ہوگا اُسی نسبت سے اُس کی اولاد کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ پھر جب میں باوجود اول العابدین ہونے کے کسی ہستی کو اُس کی اولاد نہیں مانتا تو تم کون سے اللہ کا حق ماننے والے ہو جو اُس کی فرضی اولاد تک کے حقوق پہچانو گے۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے آیت کا یہ مطلب لیا ہے کہ اگر تمہارے اعتقاد میں اللہ کی کوئی اولاد ہے تو یاد رکھو! کہ میں تمہارے مقابلہ میں اُس اکیلے خدا کی عبادت کرنے والا ہوں جو اولاد و احفاد سے منزہ و مقدس ہے۔ بعض نے "عابد" کے معنی لغۃً جاحد و منکر کے بتلائے ہیں یعنی اس فاسد عقیدہ کا سب سے پہلا انکار کرنے اور رد کرنیوالا میں ہوں۔ بعض کے نزدیک "اِنْ" نافیہ ہے۔ یعنی رحمان کے کوئی اولاد نہیں۔ مگر یہ کچھ زیادہ قوی نہیں۔ اور بھی احتمالات ہیں جن کے استیعاب کا یہاں موقع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۹ یعنی جن باتوں کی نسبت یہ لوگ اُس کی طرف کرتے ہیں مثلاً اولاد وغیرہ، اُس سے خدا تعالیٰ کی ذات برتر اور منزہ ہے۔ اُس کی ذات میں یہ امکان ہی نہیں کہ معاذ اللہ کسی کا باپ یا بیٹا بنے۔ ف۱۰ یعنی غفلت و حماقت کے نشہ میں جو کچھ بکتے ہیں بکنے دیجیئے۔ یہ لوگ چند روز اور دنیا کے کھیل تماشے میں گزار لیں آخر وہ موعود دن آنا ہے جس میں ایک ایک کر کے اِن کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائیگا۔ ف۱۱ نہ آسمان میں فرشتے اور شمس و قمر معبود بن سکتے ہیں نہ زمین میں اصنام و اوثان وغیرہ۔ سب زمین و آسمان والوں کا معبود اکیلا وہی خدا ہے جو فرش سے عرش تک کا مالک اور تمام عالم کون میں اپنے علم و اختیار سے متصرف ہے۔ ف۱۲ یعنی قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اُسی مالک کو ہے ف۱۳ یعنی وہاں پہنچ کر سب کی نیکی بدی کا حساب ہو جائیگا۔

بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ
سچی اور اُن کو خبر تھی ف۱ اور اگر تو اُن سے پوچھے کہ اُن کو کس نے بنایا تو کہیں گے

اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ
اللہ نے پھر کہاں سے اُلٹ جاتے ہیں ف۲ قسم ہے رسول کی اِس کہنی کی کہ اے رب یہ لوگ ہیں کہ

لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾
یقین نہیں لاتے ف۳ سو تو منہ پھیر لے اُنکی طرف سے اور کہہ سلام ہے ف۴ اب آخر کو معلوم کرلینگے ف۵

سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ
سورہ دُخان مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اُنسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

حم ﴿١﴾ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿٢﴾ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۚ إِنَّا
☆ قسم ہے اِس کتاب واضح کی ☆ ہم نے اِس کو اُتارا ایک برکت کی رات میں ف۶ ہم

كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿٣﴾ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ﴿٤﴾ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا ۚ
ہیں کہہ سنانے والے ف۷ اُسی میں جُدا ہوتا ہے ہر کام جانچا ہوا ☆ حکم ہو کر ہمارے پاس سے ف۸

إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٥﴾ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦﴾
ہم ہیں بھیجنے والے ف۹ رحمت سے تیرے رب کی وہی ہے سننے جاننے والا ف۱۰

رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ﴿٧﴾ لَا إِلَٰهَ
رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اُنکے بیچ ہے اگر تم کو یقین ہے ف۱۱ کسی کی بندگی

إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨﴾ بَلْ هُمْ
نہیں سوائے اُسکے جِلاتا ہے اور مارتا ہے رب تمہارا اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا ف۱۲ کوئی نہیں وہ

فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ﴿٩﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾
دھوکے میں ہیں کھیلتے ف۱۳ سو تو انتظار کر اُس دن کا کہ لائے آسمان دھواں صریح ☆

ف۱ یعنی اتنی سفارش کر سکتے ہیں کہ جس نے اُن کے علم کے موافق کلمۂ اسلام کہا اُس کی گواہی دیں بغیر کلمۂ اسلام کسی کے حق میں ایک حرف سفارش کا نہیں کہہ سکتے۔ اور اتنی سفارش بھی صالحین کریں گے جو سچائی کو جانتے اور اُس کو زبان و دل سے مانتے ہیں۔ دوسروں کو اجازت نہیں۔ ف۲ یعنی جب بنانے والا ایک اللہ ہے تو بندگی کا مستحق کوئی دوسرا کیونکر ہو گیا۔ عبادت نام ہے انتہائی تذلل کا۔ وہ اُسی کا حق ہونا چاہیے جو انتہائی عظمت رکھتا ہے۔ عجیب بات ہے مقدمات کو تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ سے انکار۔ ف۳ یعنی نبی کا یہ کہنا بھی اللہ کو معلوم ہے اور اِس کی اِس مخلصانہ التجا اور درد بھری آواز کی اللہ قسم کھاتا ہے کہ وہ اُس کی ضرور مدد کریگا۔ اور اپنی رحمت سے اُس کو غالب و منصور کریگا۔ ف۴ یعنی غم نہ کھا، اور زیادہ اِن کے پیچھے نہ پڑ۔ فرض تبلیغ ادا کر کے اُدھر سے منہ پھیر لے اور کہہ دے کہ اچھا نہیں مانتے تو ہمارا سلام لو۔ ف۵ یعنی آخرکار اِن کو پتہ لگ جائیگا کہ کس غلطی میں پڑے ہوئے تھے چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں لگ گیا اور پوری تکمیل آخرت میں ہونے والی ہے۔

تم سورۃ الزخرف بعون اللہ وتوفیقہ فللہ الحمد والمنۃ۔

ف۶ "برکت کی رات" شب قدر ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (قدر۔ رکوع ۱) جو رمضان میں واقع ہے لقولہ تعالیٰ۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (بقرہ، رکوع ۳) اِس رات میں قرآن کریم لوح محفوظ سے سمائے دنیا پر اُتارا گیا۔ پھر بتدریج ۲۳ تئیس سال میں پیغمبر پر اُترا۔ نیز اسی شب میں پیغمبر پر اُس کے نزول کی ابتداء ہوئی۔ ف۷ یعنی کہہ سنانا ہمیشہ ہمارا دستور رہا ہے۔ اُسی کے موافق یہ قرآن اُتارا۔ ف۸ یعنی سال بھر کے متعلق قضاء و قدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے عند المحققین اسی عظیم الشان رات میں "لوح محفوظ" سے نقل کر کے اُن فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعبان کی پندرھویں رات ہے جسے شب براءۃ کہتے ہیں۔ ممکن ہے وہاں سے اِس کام کی ابتداء اور شب قدر پر انتہا ہوتی ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۹ یعنی فرشتوں کو ہر کام پر جو اُن کے مناسب ہو۔ چنانچہ جبرئیل کو قرآن دیکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ ف۱۰ یعنی تمام عالم کے حالات سے باخبر ہے اور اُن کی پکار سنتا ہے۔ اِسی لیے عین ضرورت کے وقت خاتم النبیین صلعم کو قرآن دیکر اور عالم کے لیے رحمت کبریٰ بنا کر بھیج دیا۔ ف۱۱ یعنی اگر تم میں کسی چیز پر یقین رکھنے کی صلاحیت ہے تو سب سے پہلی چیز یقین رکھنے کے قابل اللہ کی ربوبیت عامہ ہے جس کے آثار ذرہ ذرہ میں روز روشن سے زیادہ ہویدا ہیں۔ ف۱۲ یعنی جس کے قبضہ میں مارنا جِلانا اور وجود و عدم کی باگ ہو۔ اور سب اولین و آخرین جس کے زیر تربیت ہوں۔ کیا اُس کے سوا دوسرے کی بندگی جائز ہو سکتی ہے؟ یہ ایک ایسی صاف حقیقت ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ ف۱۳ یعنی اِن واضح نشانات اور دلائل کا اقتضاء تو یہ تھا کہ یہ لوگ مان لیتے، مگر پھر بھی نہیں مانتے، بلکہ وہ توحید وغیرہ عقائد حقہ کی طرف سے شک میں پڑے ہیں۔ اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں۔ آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں اور اُس میں غور و فکر سے کام لیں۔ یہ اِس دھوکہ میں ہیں کہ ہمیشہ یوں ہی رہنا ہے، خدا کے سامنے کبھی پیشی نہیں ہوگی۔ اِسی لیے نصیحت کی باتوں کو ہنسی کھیل میں اُڑا دیتے ہیں۔

ع ۵ ۲۲ ۱۴ ‏ ‏ مع ۱۲ ‏ ‏ ع ۵ ۱

ف۱ "دُھویں" سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس میں سلف کے دو قول ہیں۔ ابن عباس وغیرہ کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب ایک دُھواں اُٹھے گا جو تمام لوگوں کو گھیر لیگا۔ نیک آدمی کو اُس کا اثر خفیف پہنچے گا جس سے زکام سا ہو جائیگا۔ اور کافر و منافق کے دماغ میں گھُس کر بے ہوش کر دیگا۔ وہ ہی یہاں مراد ہے شاید یہ دھواں وہ ہی سماوات کا مادہ ہو جس کا ذکر "ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ" میں ہوا ہے۔ گویا آسمان تحلیل ہو کر اپنی پہلی حالت کی طرف عود کرنے لگیں گے اور یہ اُس کی ابتداء ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور ابن مسعود زور و شور کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس آیت سے مُراد وہ دھواں نہیں جو علامات قیامت میں سے ہے۔ بلکہ قریش کے تمرد و طغیان سے تنگ آکر نبی کریم صلعم نے دعا فرمائی تھی کہ ان پر بھی سات سال کا قحط مسلط کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر مسلط ہوا تھا۔ چنانچہ قحط پڑا جس میں مکہ والوں کو مردار اور چمڑے ہڈیاں کھانے کی نوبت آگئی غالباً اُسی دوران میں "یمامہ" کے رئیس ثمامہ ابن آثال رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور وہاں سے غلہ کی جو بھرتی مکہ کو جاتی تھی بند کردی۔ غرض اہل مکہ بھوکوں مرنے لگے اور قاعدہ ہے کہ شدّت کی بھوک اور مسلسل خشک سالی کے زمانہ میں جو بیچ زمین و آسمان کے درمیان دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا کرتا ہے اور ویسے بھی مدت دراز تک بارش بند رہنے سے گرد و غبار وغیرہ چڑھ کر آسمان پر دھواں سا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اُس کو یہاں دُخان سے تعبیر فرمایا

يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑪ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا

جو گھیر لیوے لوگوں کو یہ ہے عذاب دردناک **ف۱** اے رب کھولدے ہم پرسے یہ آفت ہم

مُؤْمِنُوْنَ ⑫ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ⑬ ثُمَّ

یقین لاتے ہیں **ف۲** کہاں ملے اُن کو سمجھنا اور آچکا اُن کے پاس رسول کھول کر سنانیوالا ☆ پھر

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ⑭ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا

اُس سے پیٹھ پھیری اور کہنے لگے سکھایا ہوا ہے باؤلا **ف۳** ہم کھولے دیتے ہیں یہ عذاب تھوڑی مدت تک

اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ ⑮ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ⑯

تم پھر وہی کروگے **ف۴** جس دن پکڑینگے ہم بڑی پکڑ تحقیق ہم بدلا لینے والے ہیں **ف۵**

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ⑰ اَنْ اَدُّوْٓا

اور جانچ چکے ہیں ہم اُن سے پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا اُن کے پاس رسول عزت والا **ف۶** کہ حوالے کرو

اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ⑱ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَي اللّٰهِ ۭ

میرے بندے خدا کے **ف۷** میں تمہارے پاس آیا ہوں بھیجا ہوا معتبر ☆ اور یہ کہ چڑھے نہ جاؤ اللہ کے مقابل

اِنِّىْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑲ۚ وَاِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ

میں لاتا ہوں تمہارے پاس سند کھلی ہوئی **ف۸** اور میں پناہ لے چکا ہوں اپنے رب اور تمہارے رب کی اس

تَرْجُمُوْنِ ⑳ۡ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ㉑ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ

بات سے کہ تم مجھ کو سنگسار کرو **ف۹** اور اگر تم نہیں یقین کرتے مجھ پر تو مجھ سے پرے ہو جاؤ **ف۱۰** پھر دُعا کی اپنے رب سے کہ

هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ㉒ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ㉓ۙ وَ

یہ لوگ گنہگار ہیں ☆ پھر لے نکل راتوں رات میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کرینگے **ف۱۱** اور

اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ㉔ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ

چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں **ف۱۲** بہت سے چھوڑ گئے باغ اور

عُيُوْنٍ ㉕ۙ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ㉖ۙ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ㉗ۙ

چشمے ☆ اور کھیتیاں اور گھر خاصے ☆ اور آرام کا سامان جس میں باتیں بنایا کرتے تھے ☆

اس تقدیر پر "يَغْشَى النَّاسَ" میں لوگوں سے مُراد مکہ والے ہونگے۔ گویا یہ ایک پیشین گوئی تھی دکما یدل علیہ قولہ "فَارْتَقِبْ" جو پوری ہوئی۔ **ف۲** یعنی اُس عذاب میں مبتلا ہو کر یوں کہیں گے کہ اب تو اس آفت سے نجات دیجئے آگے کو ہماری توبہ! ہم کو اب یقین آگیا۔ پھر شرارت نہ کریں گے۔ سچے مسلمان بن کر رہیں گے۔ آگے اس کا جواب دیا ہے۔ **ف۳** یعنی اب موقع سمجھنے اور نصیحت سے فائدہ اُٹھانے کا کہاں رہا۔ اُس وقت تو مانا نہیں جب ہمارا پیغمبر کھلے کھلے نشان اور کھلی کھلی ہدایات لے کر آیا تھا۔ اُس وقت کہتے تھے کہ یہ باؤلا ہے۔ کبھی کہتے کہ کسی دوسرے سے سیکھ کر اس نے یہ کتاب تیار کرلی ہے۔ (ابن عباس کی تفسیر پر یہ مطلب ہوا) اور ابن مسعود کی تفسیر کے موافق یہ معنی ہونگے کہ اہل مکہ نے قحط وغیرہ سے تنگ آکر درخواست کی کہ یہ آفت ہم سے دور کیجئے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابوسفیان وغیرہ نے حضورؐ کی خدمت میں فریاد کی کہ آپ تو کہتے ہیں کہ میں رحمت ہوں اور یہ آپ کی قوم قحط و خشک سالی سے تباہ ہو رہی ہے۔ ہم آپؐ کو رحم اور قرابت کا واسطہ دیتے ہیں کہ اس مصیبت کے دور ہونے کی دُعا کیجئے اگر ایسا ہو گیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے بارش ہوئی اور ثمامہ نے جو غلہ روک دیا تھا وہ بھی آپ نے کھلوا دیا پھر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ اُسی کو فرماتے ہیں "اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى" الخ یعنی یہ لوگ اِن باتوں سے ماننے والے کہاں ہیں، اس قسم کی چیزوں میں تو ہزار تاویلیں گھڑ لیں جو چیز بالکل کھلی ہوئی آفتاب سے زیادہ روشن تھی یعنی آپ کی پیغمبری اُسی کو نہ مانا۔ کوئی مجنون بتلانے لگا، کسی نے کہا کہ صاحب! فلاں رومی غلام سے کچھ مضامین سیکھ آئے ہیں اُن کو اپنی عبارت میں ادا کر دیتے ہیں۔ ایسے متعصب معاندین سے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ **ف۴** یعنی اگر ہم تھوڑی دیر کے لیئے عذاب ہٹالیں، پھر وہ ہی حرکتیں کریں گے جو پہلے کرتے تھے۔ اور ابن مسعود کی تفسیر پر یہ مطلب ہوگا کہ لو! اچھا ہم تھوڑی مدت کے لیئے یہ عذاب ہٹائے لیتے ہیں۔ پھر دیکھ لینا، وہ ہی کریں گے جو پہلے کرتے تھے۔ **ف۵** ابن عباس کے نزدیک بڑی پکڑ قیامت میں ہوگی۔ غرض یہ ہے کہ آخرت کا عذاب نہیں ٹلتا۔ اور ابن مسعود کے نزدیک "بڑی پکڑ" سے معرکۂ "بدر" کا واقعہ مُراد ہے۔ "بدر" میں اِن لوگوں سے بدلہ لے لیا گیا۔ **ف۶** یعنی حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے اُنکا امتحان کیا گیا کہ اللہ کے پیغام کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ **ف۷** یعنی خدا کے بندوں کو اپنا بندہ مت بناؤ۔ بنی اسرائیل کو غلامی سے آزادی دو اور میرے حوالہ کرو۔ میں جہاں چاہوں لے جاؤں۔ **ف۸** "کھلی سند" وہ معجزات تھے جو حضرت موسیٰ نے دکھائے "عصا" اور "ید بیضا" وغیرہ۔ **ف۹** یہ اُنکی دھمکیوں کا جواب دیا یعنی میں تمہارے ظلم و ایذاء سے خدا کی پناہ حاصل کر چکا ہوں وہ میری حمایت پر ہے اور اُسی کی حفاظت پر مجھے بھروسہ ہے۔ **ف۱۰** یعنی اگر میری بات نہیں مانتے تو کم از کم مجھے ایذاء دے کر اپنے جرم کو سنگین مت کرو "مرا بخیر تو اُمید نیست بد مرساں"۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی اپنی قوم کو لیجاؤں تم راہ نہ روکو۔ **ف۱۱** یعنی آخر مجبور ہو کر اللہ سے فریاد کی کہ یہ لوگ اپنے جرائم سے باز آنے والے نہیں اب آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے، وہاں کیا دیر تھی۔ حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ فرعونیوں کو اطلاع کیئے بدون بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے چلے جاؤ۔ کیونکہ دن ہونے پر جب اُنہیں اطلاع ہوگی اُس وقت تمہارا پیچھا کریں گے لیکن یاد رہے راستہ میں سمندر پڑیگا۔ اُس پر عصا مارنے سے پانی اِدھر اُدھر ہٹ جائیگا اور درمیان میں خشک صاف راستہ نکل آئیگا۔ اُسی راستہ سے اپنی قوم کو لے کر گذر جاؤ۔ **ف۱۲** یعنی اس کی فکر مت کر کہ دریا میں خدا کی قدرت سے جو راستہ بن گیا وہ باقی نہ رہے۔ اُس کو اسی حالت میں چھوڑ دے۔ یہ راستہ دیکھ کر ہی تو فرعون کے لشکر اس میں گھسنے کی ہمت کریں گے۔ چنانچہ وہ سب خشک راستہ دیکھ کر اندر گھسے، اُس کے بعد خدا کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے آکر مل گیا۔ سارا لشکر اس طرح غرقاب ہوا۔

كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا

یوں ہی ہوا اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کو ف۱ پھر نہ رویا اُن پر آسمان اور زمین ف۲ اور نہ

كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾

ملی اُن کو ڈھیل ☆ اور ہم نے بچا نکالا بنی اسرائیل کو ذلت کی مصیبت سے ☆

مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى

جو فرعون کی طرف سے تھی ف۳ بیشک وہ تھا چڑھ رہا حد سے بڑھ جانے والا ف۴ اور اُن کو ہم نے پسند کیا جان

عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ

بوجھ کر جہان کے لوگوں سے ف۵ اور دیں ہم نے اُن کو نشانیاں جن میں تھی مدد صریح ف۶

هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾

یہ لوگ کہتے ہیں اور کچھ نہیں ہمارا یہی مرنا ہے پہلا اور ہم کو پھر اُٹھنا نہیں ف۷

فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ

بھلا لے تو آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو ف۸ بھلا یہ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم ف۹ اور جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ

اُن سے پہلے تھے ہم نے انکو غارت کردیا بیشک وہ تھے گنہگار ف۱۰ اور ہم نے جو بنایا آسمان

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

اور زمین اور جو اُنکے بیچ ہے کھیل نہیں بنایا اُن کو تو بنایا ہم نے ٹھیک کام پر لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾

بہت لوگ نہیں سمجھتے ف۱۱ تحقیق فیصلہ کا دن وعدہ ہے اُن سب کا ف۱۲

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ

جس دن کام نہ آئے کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ بھی اور نہ اُن کو مدد پہنچے ف۱۳ مگر جس پر

رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾

رحمت کرے اللہ بیشک وہی ہے زبردست رحم والا ف۱۴ مقرر درخت سینڈھ کا ☆

ع ۱ — ۲۹ — ۱۴

ع ۲ — ۱۳ — ۱۵

ف۱ یعنی بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں دیدیا جیسا کہ سورۂ شعراء میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرعون کے غرق ہوئے بعد مصر میں بنی اسرائیل کا دخل ہوا۔ اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جس قسم کے سامان فرعونیوں نے چھوڑے تھے اُسی طرح کے ہم نے بنی اسرائیل کو دیدیے۔ واللہ اعلم۔ ف۲ روایات میں ہے کہ مومن کے مرنے پر آسمان کا وہ دروازہ روتا ہے جس سے اُس کی روزی اُترتی تھی یا جس سے اُس کا عمل صالح اوپر چڑھتا تھا۔ اور زمین روتی ہے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا۔ یعنی افسوس وہ سعادت ہم سے چھن گئی۔ کافر کے پاس عمل صالح کا بیج ہی نہیں، پھر اُس پر آسمان یا زمین کیوں روئے بلکہ شاید خوش ہوتے ہونگے کہ چلو پاپ کٹا۔ "خس کم جہاں پاک"۔ ف۳ بلکہ فرعون کا وجود ایک مجسم مصیبت تھا۔ ف۴ یعنی بڑا متکبر اور سرکش تھا۔ ف۵ یعنی اگرچہ بنی اسرائیل کی کمزوریاں بھی ہم کو معلوم تھیں تاہم اُن کو ہم نے اُس زمانہ کے تمام لوگوں سے فضیلت دی۔ اور بعض فضائل جزئیہ تو وہ ہیں جو آج تک کسی قوم کو میسر نہیں ہوئے مثلاً اتنے بیشمار انبیاء کا اُن میں اُٹھایا جانا۔ ف۶ یعنی حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے مثلاً "من و سلویٰ" کا اُتارنا، بادل کا سایہ کرنا، وغیرہ ذٰلک۔ ف۷ درمیان میں حضرت موسیٰ کی قوم کا ذکر استطراداً آگیا تھا۔ یہاں سے پھر حضور کی قوم کا تذکرہ ہوتا ہے یعنی یہ کہتے ہیں کہ ہماری آخری حالت بس یہی ہے کہ موت آجائے موت کے بعد سب قصہ ختم۔ موجودہ زندگی کے سوا دوسری زندگی کوئی نہیں۔ کہاں کا حشر اور کیسا حساب کتاب۔ ف۸ یعنی پیغمبر اور مومنین سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے عقیدہ میں سچے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تو اچھا ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو ذرا زندہ کرکے دکھا دو۔ تب ہم جانیں۔ ف۹ "تُبّع" لقب تھا یمن کے بادشاہ کا جسکی حکومت سبا اور حضرموت وغیرہ سب پر تھی۔ "تُبّع" بہت گذرے ہیں۔ اللہ جانے یہاں کونسا مراد ہے۔ بہرحال اتنا ظاہر ہوا کہ اُس کی قوم بہت قوت و جبروت والی تھی۔ جو اپنی سرکشی کی بدولت تباہ کی گئی۔ ابن کثیر نے اس سے قوم سبا مراد لی ہے جس کا ذکر سورۂ سبا میں گذر چکا واللہ اعلم۔ ف۱۰ مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ اُن سب کو اللہ نے اُن کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کرکے چھوڑا۔ کیا تم اُن سے بہتر یا اُن سے زیادہ طاقتور ہو کہ تم کو ہلاک نہ کر سکیگا۔ ف۱۱ یعنی اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشا نہیں۔ بلکہ بڑی حکمت سے بنایا گیا ہے جس کا نتیجہ ایک دن نکل کر رہیگا۔ وہ ہی نتیجہ آخرت ہے۔ ف۱۲ یعنی اُس دن سب کا حساب یکوقت ہو جائیگا۔ ف۱۳ یعنی نہ کسی اور طرف سے مدد پہنچ سکے گی۔ ف۱۴ یعنی بس جس پر اللہ کی رحمت ہو جائے وہ ہی بچیگا۔ کما ورد فی الحدیث "اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ"۔

طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾

کھانا ہے گنہگار کا ف۱ جیسے پگھلا ہوا تانبا کھولتا ہے پیٹوں میں ☆ جیسے کھولتا پانی ☆

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ

پکڑو اُس کو اور دھکیل کر لیجاؤ بیچوں بیچ دوزخ کے ف۲ پھر ڈالو اُس کے سر پر جلتے

عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ

پانی کا عذاب ف۳ یہ چکھ تو ہی ہے بڑا عزت والا سردار ف۴ یہ وہی ہے جس میں تم

بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾

دھوکے میں پڑے تھے ف۵ بیشک ڈرنے والے گھر میں ہیں چین کے ف۶ باغوں میں اور چشموں میں ☆

يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَ

پہنتے ہیں پوشاک ریشمی پتلی اور گاڑھی ایک دوسرے کے سامنے ف۷ اسی طرح ہوگا اور

زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

بیاہ دیں ہم نے انکو حوریں بڑی آنکھوں والیاں ف۸ منگوائیں گے وہاں ہر میوہ دل جمعی سے ف۹

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ

نہ چکھیں گے وہاں موت مگر جو پہلے آچکی ف۱۰ اور بچایا اُن کو دوزخ کے

الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ

عذاب سے ☆ فضل سے تیرے رب کے یہی ہے بڑی مراد ملنی ف۱۱ سو یہ قرآن آسان کیا

بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

ہم نے اسکو تیری بولی میں تاکہ وہ یاد رکھیں ف۱۲ اب تو راہ دیکھ وہ بھی راہ تکتے ہیں ف۱۳

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ
سورۂ جاثیہ مکہ میں نازل ہوئی اسمیں	شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے	سینتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ

☆ اُتارنا کتاب کا ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے حکمتوں والا ☆ بیشک آسمانوں میں

ف۱ کسی ادنیٰ مشابہت کی وجہ سے اُس کو زقوم (سینڈھ) کہا گیا ہے۔ ورنہ دوزخ کے سینڈ کی کیفیت اللہ ہی کو معلوم ہے جیسے بعض نعمائے جنت اور نعمائے دنیوی میں اشتراک ہے اسی طرح جہنم کے متعلق سمجھ لو۔ ف۲ یہ حکم فرشتوں کو ہوگا جو تعذیب مجرمین پر مامور ہیں۔ ف۳ وہ پانی دماغ سے اُتر کر آنتوں کو کاٹتا ہوا باہر نکل آئیگا (اعاذنا اللہ منہ) ف۴ یعنی تو وہی ہے جو دنیا میں بڑا معزز و مکرم سمجھا جاتا اور اپنے کو سردار ثابت کیا کرتا تھا۔ اب وہ عزت اور سرداری کہاں گئی ف۵ یعنی تم کو کہاں یقین تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا پڑیگا۔ اسی دھوکہ میں تھے کہ بس یوں ہی کھیلتے کودتے گذر جائے گی۔ آخر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے۔ آگے کچھ بھی نہیں۔ اب دیکھ لیا کہ وہ باتیں سچی تھیں جو پیغمبروں نے بیان کی تھیں۔ ف۶ یعنی جو یہاں اللہ سے ڈرتے ہیں وہاں امن چین سے ہونگے کسی طرح کا خوف اور غم پاس نہ آئے گا۔ ف۷ یعنی اُن کی پوشاک باریک اور دبیز ریشم کی ہوگی۔ اور ایک جنتی دوسرے سے اعراض نہ کریگا بے تکلف دوستوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ ف۸ یعنی اُن سے جوڑے ملا دیں گے ف۹ یعنی جس میوے کو جی چاہیگا فوراً حاضر کرادیا جائیگا۔ کوئی فکر نہ ہوگی، پوری دلجمعی سے کھائیں پئیں گے۔ ف۱۰ یعنی جو موت پہلے آچکی وہ آچکی، اب آگے کبھی موت نہیں۔ دائماً اسی عیش و نشاط میں رہنا ہے نہ اُن کو فنا، نہ اُنکے سامانوں کو۔ ف۱۱ اس سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے کہ عذاب الٰہی سے محفوظ و مامون رہے اور ابدالآباد کے لئے مورد الطاف و افضال بنے۔ ف۱۲ یعنی اپنی مادری زبان میں آسانی سے سمجھ لیں اور یاد رکھیں۔ ف۱۳ یعنی اگر نہ سمجھیں تو آپ چندے انتظار کیجئے۔ اِن کا بدانجام سامنے آجائیگا۔ یہ تو منتظر ہیں کہ آپ پر کوئی اُفتاد پڑے لیکن آپ دیکھتے جائیے کہ اِن کا کیا حال بنتا ہے۔ (تم سورۃ الدخان بفضل اللہ و رحمتہ فللہ الحمد والمنہ)

مع ۱۴ · نصف القرآن · ع ۱۷ · ۱۶ · منزل

وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ

اور زمین میں بہت نشانیاں ہیں ماننے والوں کے واسطے ف۱ اور تمہارے بنانے میں اور جس قدر پھیلا رکھے ہیں

دَابَّةٍ آيَاتٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٤﴾ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ

جانور نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے واسطے جو یقین رکھتے ہیں ف۲ اور بدلنے میں رات دن کے اور وہ جو اُتاری

اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ

اللہ نے آسمان سے روزی ف۳ پھر زندہ کر دیا اُس سے زمین کو اُسکے مرجانے کے بعد اور بدلنے میں

الرِّيَاحِ آيَاتٌ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٥﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ

ہواؤں کے نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے واسطے جو سمجھ سے کام لیتے ہیں ف۴ یہ باتیں ہیں اللہ کی ہم سُناتے ہیں تجھ کو ٹھیک ٹھیک

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِكُلِّ أَفَّاكٍ

پھر کونسی بات کو اللہ اور اُسکی باتوں کو چھوڑ کر مانیں گے ف۵ خرابی ہے ہر جھوٹے

أَثِيمٍ ﴿٧﴾ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا

گنہگار کے لئے کہ سُنتا ہے باتیں اللہ کی کہ اُسکے پاس پڑھی جاتی ہیں پھر ضد کرتا ہے غرور سے گویا سُنا ہی نہیں ف۶

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا

سو خوشخبری سُنادے اُسکو ایک عذاب دردناک کی اور جب خبر پائے ہماری باتوں میں سے کسی کی اُسکو ٹھہرائے ٹھٹھا

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿٩﴾ مِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ

ایسوں کو ذلت کا عذاب ہے ف۷ پرے اُن کے دوزخ ہے اور کام نہ آئیگا اُن کے

مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ وَلَهُمْ

جو کمایا تھا ذرا بھی اور نہ وہ کہ جن کو پکڑا تھا اللہ کے سوائے رفیق ف۸ اور اُنکے واسطے

عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠﴾ هَٰذَا هُدًى وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ

بڑا عذاب ہے ☆ یہ سمجھا دیا اور جو منکر ہیں اپنے رب کی باتوں سے اُنکے لئے

عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ ﴿١١﴾ اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ

عذاب ہے ایک بلا کا دردناک ف۹ اللہ وہ ہے جس نے بس میں کر دیا تمہارے دریا کو کہ چلیں اُس میں جہاز

ف۱ یعنی آدمی ماننا چاہے تو اسی آسمان و زمین کی پیدائش اور اُنکے محکم نظام میں غور کر کے مان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا ہے جس نے کمال حکمت و خوبی سے اِن کو بنایا اور لامحدود قدرت سے انکی حفاظت کی۔ "البعرۃ تدل علی البعیر و الاقدام تدل علی المسیر فکیف لایدل ھذا النظام العجیب الغریب علی الصانع اللطیف الخبیر" ف۲ یعنی انسان خود اپنی بناوٹ اور دوسرے حیوانات کی ساخت میں غور کرے تو درجۂ عرفان و ایقان تک پہنچانے والی ہزارہا نشانیاں اُس کو ملیں گی۔ ف۳ یعنی پانی آسمان کی طرف سے اُتارا جو مادہ ہے روزی کا۔ ف۴ یعنی ذرا بھی سمجھ سے کام لیں تو معلوم ہو جائے کہ یہ اُمور بجز اُس زبردست قادر و حکیم کے اور کسی کے بس میں نہیں۔ جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں اس کی تقریر گزر چکی۔ ف۵ یعنی اللہ کو چھوڑ کر دوسرا کون ہے اور اُس کی باتیں چھوڑ کر کس کی بات ماننے کے قابل ہے۔ جب اُس بڑے مالک کی ایسی سچی اور صاف باتیں بھی کوئی بدبخت قبول نہ کرے تو آخر کس چیز کا منتظر ہے جسے قبول کریگا۔ ف۶ یعنی ضد اور غرور کی وجہ سے اللہ کی بات نہیں سُنتا۔ اُسکی نخوت اجازت نہیں دیتی کہ اپنی جہالت سے ہٹے۔ حق کو سن کر اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا سُنا ہی نہیں۔ ف۷ یعنی جس طرح وہ آیات اللہ کے ساتھ اہانت و استخفاف کا معاملہ کرتا ہے، سزا بھی سخت اہانت و ذلت کی ملے گی۔ جو آگے آرہی ہے۔ ف۸ یعنی اموال و اولاد وغیرہ کوئی چیز اُس وقت کام نہ آئے گی۔ نہ وہ کام آئیں گے جن کو اللہ کے سوا معبود یا رفیق و مددگار بنا رکھا تھا اور جن سے بہت کچھ اعانت و امداد کی توقعات تھیں ف۹ یعنی یہ قرآن عظیم الشان ہدایت ہے جو سب طرح کی بُرائی بھلائی انسان کو سمجھانے کے لئے آئی ہے جو اس کو نہ مانیں وہ سخت غلیظ اور دردناک عذاب بھگتنے کے لئے تیار رہیں۔

ع ۱۱ ۱۷

ف۱ یعنی سمندر جیسی مخلوق کو ایسا مسخر کر دیا کہ تم بے تکلف اپنی کشتیاں اور جہاز اُس میں لیے پھرتے ہو۔ میلوں کی گہرائیوں کو پایاب کر رکھا ہے۔ ف۲ یعنی بحری تجارت کرو، یا شکار کھیلو، یا اُسکی تہ میں سے موتی نکالو۔ اور یہ سب منافع و فوائد حاصل کرتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولو۔ اُس کا حق پہچانو، زبان و دل اور قلب و قالب سے شکر ادا کرو۔ ف۳ یعنی اپنے حکم اور قدرت کر سب کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ یہ اُسی کی مہربانی ہے کہ ایسی ایسی عظیم الشان مخلوقات انسان کی خدمت گذاری میں لگی ہوئی ہیں۔ ف۴ آدمی دھیان کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ چیز اُس کے بس کی نہ تھی محض اللہ کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ سے یہ اشیاء ہمارے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ تو لامحالہ ہم کو بھی کسی کے کام میں لگنا چاہیئے۔ وہ کام یہی ہے کہ اُس منعم حقیقی اور محسن علی الاطلاق کی فرمانبرداری اور اطاعت گذاری میں اپنی حیات مستعار کے لمحات صرف کر دیں تاکہ آئندہ چل کر ہمارا انجام درست ہو۔ ف۵ "ایّام اللہ" (اللہ کے دنوں) سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ اپنے دشمنوں کو کوئی خاص سزا دے، یا اپنے فرمانبرداروں کو کسی خصوصی انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے۔ لہٰذا "الذین لایرجون ایام اللہ" سے وہ کفار مراد ہوئے جو اُسکی رحمت سے نااُمید اور اُس کے عذاب سے بے فکر ہیں۔ ف۶ یعنی مسلمان آپ اُن سے بدلہ لینے کی فکر نہ کریں اللہ پر چھوڑ دیں، وہ اُنکی شرارتوں پر کافی سزا، اور مومنین کے صبر و تحمل اور عفو و درگذر کا مناسب صلہ دیگا۔ ف۷ یعنی بھلے کام کا فائدہ کام کرنے والے کو پہنچتا ہے۔ اللہ کو اُسکی کیا ضرورت؟ اور بدی کرنے والا خود اپنے حق میں بُرا بیج بو رہا ہے۔ ایک کی بُرائی دوسرے پر نہیں پڑتی غرض ہر شخص اپنے نفع نقصان کی فکر کرے۔ اور جو عمل کرے یہ سمجھ کر کرے کہ اس کا سُود و زیاں اُسی کی ذات کو پہنچیگا۔ ف۸ یعنی وہاں پہنچ کر سب بُرائی بھلائی سامنے آجائے گی۔ اور ہر ایک اپنی کرتوت کا پھل چکھیگا۔ ف۹ یعنی تورات دی اور سلطنت یا قوت فیصلہ، یا دانائی کی باتیں یا دین کی سمجھ عطا کی، اور کس قدر کثرت سے پیغمبر اُن میں سے اُٹھائے۔ یہ تو روحانی غذا ہوئی جسمانی غذا دیکھو تو وہ بھی بہت افراط سے دی گئی حتی کہ من و سلوٰی اُتارا گیا۔ ف۱۰ یعنی اُس زمانہ میں سارے جہان پر اُن کو فضیلت کلی حاصل تھی اور بعض فضائل جزئیہ کے اعتبار سے تو "اُس زمانہ" کی قید لگانے کی بھی ضرورت نہیں۔ ف۱۱ یعنی نہایت واضح اور مفصل احکام، یا کھلے کھلے معجزات جو دین کے باب میں بطور حجت و برہان کے پیش کیے جاتے ہیں۔ ف۱۲ یعنی آپس کی ضد اور نفسانیت سے اصل کتاب کو چھوڑ کر بیشمار فرقے بن گئے جن کا عملی فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا۔ اُس وقت پتہ لگیگا کہ اُن کا منشا نفس پروری اور ہوا پرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ف۱۳ یعنی اِن اختلافات اور فرقہ وارانہ کشمکش کی موجودگی میں ہم نے آپ کو دین کے صحیح راستہ پر قائم کر دیا، تو آپ کو اور آپ کی اُمت کو چاہیئے کہ اس راستہ پر برابر مستقیم رہے۔ کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں کی خواہشات پر نہ چلے۔ مثلاً اُن کی خواہش یہ ہے کہ آپ اُن کے طعن و تشنیع اور ظلم و تعدی سے تنگ آکر دعوت و تبلیغ ترک کر دیں، یا مسلمانوں میں بھی ویسا ہی اختلاف و تفریق پڑ جائے جس میں وہ لوگ خود مبتلا ہیں۔ اندریں صورت واجب ہے کہ اُن کی خواہشات کو بالکل پامال کر دیا جائے۔ ف۱۴ یعنی اُن کی طرف جھک کر تم کو خدا کے ہاں کچھ کام نہ دیگا۔ ف۱۵ یعنی منصف اور راستی پسند مسلمان، ظالم اور بے راہ رو کافروں کے رفیق نہیں ہو سکتے۔ وہ تو اللہ کے مطیع بندے ہیں اور اللہ ہی اُن کا رفیق و مددگار ہے۔ لازم ہے کہ اُسی کی راہ چلیں، اُسی پر بھروسہ رکھیں۔ ف۱۶ یعنی یہ قرآن بڑی بڑی بصیرت افروز حقائق پر مشتمل ہے۔ لوگوں کو کام کی باتیں اور کامیابی کی راہ سمجھاتا ہے۔ اور جو خوش قسمت اس کی ہدایات و نصائح پر یقین کر کے عمل پیرا ہوتے ہیں اُن کے حق میں خصوصی طور پر یہ قرآن رحمت و برکت ہے۔

فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا

اُس میں حکم سے ف۱ اور تاکہ تلاش کرو اُسکے فضل سے ف۲ اور تاکہ تم حق مانو ف۳ اور کام میں لگا دیا تمہارے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِقَوْمٍ

جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو زمین میں سب کو اپنی طرف سے ف۳ اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے واسطے جو

يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ اَيَّامَ اللّٰهِ

دھیان کرتے ہیں ف۴ کہدے ایمان والوں کو درگذر کریں اُن سے جو اُمید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی ف۵

لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ

تاکہ وہ سزا دے ایک قوم کو بدلا اُس کا جو کماتے تھے ف۶ جس نے بھلا کام کیا تو اپنے واسطے اور جس نے

اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِي اِسْرَاءِيلَ الْكِتٰبَ

بُرا کیا سو اپنے حق میں ف۷ پھر اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے ف۸ اور ہم نے دی بنی اسرائیل کو کتاب

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿۱۶﴾ وَ

اور حکومت اور پیغمبری اور کھانے کو دیں ستھری چیزیں ف۹ اور بزرگی دی اُنکو جہان پر ف۱۰ اور

اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ

دیں اُن کو کھلی باتیں دین کی ف۱۱ پھر اُنہوں نے پھوٹ جو ڈالی تو سمجھ آچکنے کے بعد

بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۷﴾

آپس کی ضد سے بیشک تیرا رب فیصلہ کریگا اُن میں قیامت کے دن جس بات میں وہ جھگڑتے تھے ف۱۲

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيعَةٍ مِنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾

پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستہ پر دین کے کام کے سو تو اُسی پر چل اور مت چل خواہشوں پر نادانوں کی ف۱۳

اِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۚ وَاِنَّ الظّٰلِمِينَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ

وہ ہرگز کام نہ آئیں گے تیرے اللہ کے سامنے ذرا بھی ف۱۴ اور بے انصاف ایک دوسرے کے رفیق ہیں

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَاءِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۲۰﴾

اور اللہ رفیق ہے ڈر والوں کا ف۱۵ یہ سوجھ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے اور راہ اور رحمت ہے اُن لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں ف۱۶

ف۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی شئونِ حکمت پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی عقلمند یہ گمان کر سکتا ہے کہ ایک بدمعاش آدمی اور ایک مردِ صالح کے ساتھ خداوند تعالیٰ یکساں معاملہ کریگا۔ اور دونوں کا انجام برابر کر دیگا؟ ہرگز نہیں۔ نہ اِس زندگی میں دونوں برابر ہو سکتے ہیں نہ مرنے کے بعد۔ جو حیاتِ طیبہ مؤمن صالح کو یہاں نصیب ہوتی ہے اور جس نصرت اور علو و رفعت کے وعدے دنیا میں اُس سے کیے گئے وہ ایک کافر بدکار کو کہاں میسر ہیں۔ اُس کے لیے دنیا میں معیشتِ ضنک اور آخرت میں لعنت و خسران کے سوا کچھ نہیں۔ الغرض یہ دعویٰ بالکل غلط اور یہ خیال بالکل مہمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوں اور بدوں کا مرنا اور جینا برابر کر دیگا۔ اُس کی حکمت اس کو مقتضی نہیں۔ بلکہ ضرور ہے کہ دونوں کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ ظاہر ہو کر رہے۔ اور ہر ایک کی نیکی بدی کے آثار فی الجملہ یہاں بھی مشاہدہ ہوں اور اُنکا پوری طرح مکمل معائنہ موت کے بعد ہو۔ ف۲ یعنی زمین و آسمان کو یوں ہی بیکار پیدا نہیں کیا۔ بلکہ نہایت حکمت سے کسی خاص مقصد کے لیے بنایا ہے۔ تا اُن کے احوال میں غور کر کے لوگ معلوم کر سکیں کہ بیشک جو چیز بنائی گئی ٹھیک موقع سے بنائی اور تا اندازہ کر لیا جائے کہ ضرور ایک دن اس کارخانۂ ہستی کا کوئی عظیم الشان نتیجہ نکلنے والا ہے۔ اُسی کو آخرت کہتے ہیں جہاں ہر ایک کو اُس کی کمائی کا پھل ملیگا اور جو بویا تھا وہی کاٹنا پڑیگا۔ ع گندم از گندم بروید جو ز جو ؛ از مکافاتِ عمل غافل مشو۔ ف۳ یعنی اللہ جانتا تھا کہ اس کی استعداد خراب ہے اور اسی قابل ہے کہ سیدھی راہ سے اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرے۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بدبخت علم رکھنے کے باوجود اور سمجھنے بوجھنے کے بعد گمراہ ہوا۔ ف۴ جو شخص محض خواہشِ نفس کو اپنا حاکم اور معبود ٹھہرا لے، جدھر اُس کی خواہش لے چلے اُدھر ہی چل پڑے اور حق و ناحق کے جانچنے کا معیار اُس کے پاس یہی خواہشِ نفس رہجائے، اللہ تعالیٰ بھی اُسے اُسکی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اُس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ نہ کان نصیحت کی بات سنتے ہیں، نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے، نہ آنکھ سے بصیرت کی روشنی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے اللہ جس کو اس کی کرتوت کی بدولت ایسی حالت پر پہنچا دے، کونسی طاقت ہے جو اس کے بعد اُسے راہ پر لے آئے۔ ف۵ یعنی اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں۔ بس یہی ایک جہان ہے جس میں ہمارا مرنا اور جینا ہے جیسے بارش ہونے پر سبزہ زمین سے اُگا، خشکی ہوئی تو سوکھ کر ختم ہو گیا۔ یہی حال آدمی کا سمجھو، ایک وقت آتا ہے پیدا ہوتا ہے۔ پھر معین وقت تک زندہ رہتا ہے، آخر زمانہ کا چکر اُسے ختم کر دیتا ہے یہی سلسلہ موت و حیات کا دنیا میں چلتا رہتا ہے۔ آگے کچھ نہیں۔ ف۶ یعنی زمانہ نام ہے دہر کا۔ وہ کچھ کام کرنیوالا نہیں کیونکہ نہ اُس میں حس ہے نہ شعور نہ ارادہ، لامحالہ وہ کسی اور چیز کو کہتے ہونگے جو معلوم نہیں ہوتی لیکن دنیا میں اُس کا تصرف چلتا ہے۔ پھر اللہ ہی کو کیوں نہ کہیں جس کا وجود اور متصرف علی الاطلاق ہونا دلائل فطریہ اور براہین عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور زمانہ کا اُلٹ پھیر اور رات دن کا ادل بدل کرنا اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی معنی سے حدیث میں تبلایا گیا کہ دہر اللہ ہے اُس کو بُرا نہ کہنا چاہیے۔ کیونکہ جب آدمی دہر کو بُرا کہتا ہے، اسی نیت سے کہتا ہے کہ حوادثِ دہر اُس کی طرف منسوب ہیں حالانکہ تمام حوادثِ دہر اللہ کے ارادے اور مشیت سے ہیں تو دہر کی بُرائی کرنے سے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہوتی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

کیا خیال رکھتے ہیں جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں کہ ہم کر دینگے اُن کو برابر اُن لوگوں کی جو یقین لائے اور کیے

الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ

بھلے کام ایک سا ہے اُن کا جینا اور مرنا بُرے دعوے ہیں جو کرتے ہیں ف۱ اور بنائے اللہ نے آسمان

وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

اور زمین جیسے چاہئیں اور تاکہ بدلا پائے ہر کوئی اپنی کمائی کا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ف۲

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ

بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرا لیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو اور راہ سے بچلا دیا اُسکو اللہ نے جانتا بوجھتا ف۳ اور مہر

سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۚ

لگا دی اُسکے کان پر اور دل پر اور ڈالدی اُس کی آنکھ پر اندھیری پھر کون راہ پر لائے اُس کو اللہ کے سوائے

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا

سو کیا تم غور نہیں کرتے ف۴ اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہمارا جینا دنیا کا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم جو

يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا

مرتے ہیں سو زمانہ سے ف۵ اور اُن کو کچھ خبر نہیں اُس کی محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں ف۶ اور جب

تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ

سنائی جائیں اُنکو ہماری آیتیں کھلی کھلی اور کچھ دلیل نہیں اُنکی مگر یہی کہ کہتے ہیں لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ

اگر تم سچے ہو ف۷ تو کہہ کہ اللہ ہی جلاتا ہے تم کو پھر مارتا ہے تم کو پھر اکٹھا کریگا تم کو قیامت کے

الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ

دن تک اُس میں کچھ شک نہیں پر بہت لوگ نہیں سمجھتے ف۸ اور اللہ ہی کا راج ہے

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٧﴾

آسمانوں میں اور زمین میں اور جس دن قائم ہوگی قیامت اُس دن خراب ہونگے جھوٹے ف۹

ف۷ یعنی جب قرآن کی آیات یا بعث بعد الموت کی دلائل اُس کو سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ میں کسی دلیل کو نہیں مانونگا۔ بس اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھلا دو۔ تب ہم تسلیم کریں گے کہ بیشک موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے۔ ف۸ یعنی جس نے ایک مرتبہ زندہ کیا پھر مارا، اُسے کیا مشکل ہے کہ دوبارہ زندہ کر کے سب کو ایک جگہ اکٹھا کر دے۔ ف۹ اُس دن ذلیل و خوار ہو کر پتہ لگیگا کہ کس دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے۔

وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ

اور تو دیکھے ہر فرقہ کو کہ بیٹھے ہیں گھٹنوں کے بل ف۱ ہر فرقہ بلایا جائے اپنے دفتر کے پاس آج بدلا پاؤ گے جیسا تم

تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ هَٰذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ

کرتے تھے ف۲ یہ ہمارا دفتر ہے بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک ف۳ ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم

تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ

کرتے تھے ف۴ سو جو لوگ یقین لائے ہیں اور بھلے کام کیے سو اُن کو داخل کریگا اُن کا رب اپنی رحمت میں

ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿٣٠﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

یہ جو ہے یہی ہے صریح مُراد ملنی ف۵ اور جو منکر ہوئے (ان سے کہا جائیگا) کیا تم کو سُنائی نہ جاتی تھیں باتیں میری

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ

پھر تم نے غرور کیا اور ہو گئے تم لوگ گنہگار ف۶ اور جب کہیے کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور قیامت

لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُم مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾

میں کچھ شبہ نہیں تم کہتے تھے ہم نہیں سمجھتے کیا ہے قیامت ہم کو آتا تو ہے ایک خیال سا اور ہم کو یقین نہیں ہوتا ف۷

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٣﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ

اور کھل جائیں اُن پر بُرائیاں اُن کاموں کی جو کیے تھے اور اُلٹ پڑی اُن پر وہ چیز جس پر ٹھٹھا کرتے تھے ف۸ اور حکم ہو گا کہ آج ہم تم کو بھلا دینگے

كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٣٤﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّكُمُ

جیسے تم نے بھلا دیا تھا اپنے اس دن کی ملاقات کو ف۹ اور گھر تمہارا دوزخ ہے اور کوئی نہیں تمہارا مددگار ✿ یہ تم پر اس واسطے کہ

اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَ

تم نے پکڑا اللہ کی باتوں کو ٹھٹھا اور بہکے رہے دنیا کی زندگانی پر ف۱۰ سو آج نہ اُن کو نکالنا منظور ہے وہاں سے اور

لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٣٥﴾ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٦﴾

نہ اُن سے مطلوب ہے توبہ ف۱۱ سو اللہ ہی کو ہے سب خوبی جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا رب سارے جہان کا

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾

اور اُسی کیلئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا ف۱۲

ف۱ یعنی خوف و ہیبت سے۔ ف۲ یعنی اعمالنامہ کی طرف بلایا جائے گا کہ آؤ اس کے موافق حساب دو۔ آج ہر ایک کو اُسی کا بدلہ ملیگا جو اُس نے دنیا میں کمایا تھا۔ ف۳ یعنی جو کام کیے تھے یہ اعمالنامہ ٹھیک ٹھیک وہ ہی بتلاتا ہے۔ ذرہ بھر کمی بیشی نہیں۔ ف۴ یعنی ہمارے علم میں تو ہر چیز ازل سے ہے مگر ضابطہ میں ہمارے فرشتے لکھنے پر مامور تھے اُن کی لکھی ہوئی مکمل رپورٹ آج تمہارے سامنے ہے۔ ف۵ یعنی جنت میں جہاں اعلیٰ درجہ کی رحمت اور ہر قسم کی مہربانیاں ہونگی ف۶ یعنی ہماری طرف سے نصیحت و فہمائش اور اتمام حجت کا کوئی دقیقہ اُٹھا کر نہ رکھا گیا اُس پر بھی تمہارے غرور کی گردن نیچی نہ ہوئی۔ آخر پکے مجرم بن کر رہے۔ یا "وَكُنتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ" کا مطلب یہ لیا جائے کہ تم پہلے ہی سے جرائم پیشہ تھے۔ ف۷ یعنی ہم نہیں جانتے قیامت کیسی ہوتی ہے۔ تم جو کچھ قیامت کے عجیب و غریب احوال بیان کرتے ہو ہم کو کسی طرح اُن کا یقین نہیں ہوتا۔ یوں سُنی سنائی باتوں سے کچھ ضعیف سا امکان اور دُھندلا سا خیال کبھی آجائے وہ دوسری بات ہے۔ ف۸ یعنی جب قیامت آئے گی اِن کی تمام بدکاریاں اور اُن کے نتائج سامنے آجائیں گے اور عذاب وغیرہ کی دھمکیوں کا جو مذاق اُڑایا کرتے تھے وہ خود اُن ہی پر اُلٹ پڑیگا۔ ف۹ یعنی دنیا میں تم نے آج کے دن کو یاد نہ رکھا تھا۔ آج ہم تم کو مہربانی سے یاد نہ کریں گے۔ ہمیشہ کے لیے اُسی طرح عذاب میں پڑا چھوڑ دیں گے جیسے تم نے اپنے کو دنیا کے مزوں میں پھنسا کر چھوڑ دیا تھا۔ ف۱۰ یعنی دنیا کے مزوں میں پڑ کر خیال ہی نہ کیا کہ یہاں سے کبھی جانا اور خدا کے سامنے پیش ہونا بھی ہے۔ اور اگر کبھی کچھ خیال آیا بھی تو یوں سمجھ کر دل کی تسلی کر لی کہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے مقابل ہیں، وہاں بھی ہمارا یہ ہی زور رہیگا۔ ف۱۱ یعنی نہ اُن کو دوزخ سے نکالا جائیگا نہ یہ موقع دیا جائیگا کہ وہ اب خدا کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ ف۱۲ چاہیئے آدمی اُسی کی طرف متوجہ ہو۔ اُس کے احسانات و انعامات کی قدر کرے اُس کی ہدایات پر چلے، سب کو چھوڑ کر اُسی کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر رکھے۔ اور اُسکی بزرگی و عظمت کے سامنے ہمیشہ باختیار خود مطیع و منقاد رہے۔ کبھی سرکشی و تمرد کا خیال دل میں نہ لائے۔ حدیث قدسی میں ہے الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ (کبریا میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے۔ لہٰذا جو کوئی اِن دونوں میں سے کسی میں مجھ سے منازعت اور کشمکش کریگا، میں اُسے اُٹھا کر آگ میں پھینک دونگا) اللّٰھم اجعلنا مطیعین لأمرک وجنبنا غضبک وقنا عذاب النار۔ انک سمیع قریب مجیب الدعوات۔

تم سورۃ الجاثیہ بعونہ وصونہ
فللہ الحمد والمنہ وبہ التوفیق والعصمہ

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احقاف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ②

✿ اُتارنا کتاب کا ہے اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے ✿

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ

ہم نے جو بنائے آسمان اور زمین اور جو اُنکے بیچ میں ہے سو ٹھیک کام پر اور ایک ٹھہری وعدہ پر ف۱ اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ

جو لوگ منکر ہیں وہ ڈر کو سُن کر مُنہ پھیر لیتے ہیں ف۲ تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو تم پکارتے ہو

دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ

اللہ کے سوائے دکھلاؤ تو مجھ کو اُنہوں نے کیا بنایا زمین میں یا اُن کا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں ف۳

اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④

لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی علم جو چلا آتا ہو اگر ہو تم سچے ف۴

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ

اور اُس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ پہنچے اُس کی پکار کو دن

الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ

قیامت تک اور اُن کو خبر نہیں اُنکے پکارنے کی ف۵ اور جب لوگ جمع ہونگے وہ ہونگے اُن کے

اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

دشمن اور ہونگے اُنکے پوجنے سے منکر ف۶ اور جب سنائی جائیں اُنکو ہماری باتیں کھلی کھلی

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ ⑦ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

کہتے ہیں منکر سچی بات کو جب اُن تک پہنچی یہ جادو ہے صریح ف۷ کیا کہتے ہیں

ف۱ یعنی آسمان و زمین اور یہ سب کارخانہ اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں بنایا۔ بلکہ کسی خاص غرض و مقصد کے لئے پیدا کیا ہے جو ایک معین میعاد اور ٹھہرے ہوئے وعدہ تک یوں ہی چلتا رہیگا تاآنکہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو۔ اسی کو آخرت کہتے ہیں۔ ف۲ یعنی بُرے انجام سے ڈرتے نہیں، اور آخرت کی تیاری نہیں کرتے جب آخرت کی بات سُنی ایک کان سنی دوسرے کان نکال دی ف۳ یعنی خداوند قدوس نے تو آسمان و زمین اور کل مخلوقات بنائی۔ کیا سچے دل سے کہہ سکتے ہو کہ زمین کا کوئی ٹکڑا یا آسمان کا کوئی حصہ کسی اور نے بھی بنایا ہے یا بنا سکتا ہے۔ پھر اُنکو خدا کے ساتھ بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر کیوں پکارا جاتا ہے۔ ف۴ یعنی اگر اپنے دعوائے شرک میں سچے ہو تو کسی آسمانی کتاب کی سند لاؤ یا کسی ایسے علمی اصول سے ثابت کرو جو عقلاء کے نزدیک مسلّم چلا آتا ہو۔ جس چیز پر کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہ ہو آخر اُسے کیونکر تسلیم کیا جائے ف۵ یعنی اس سے بڑی حماقت اور گمراہی کیا ہوگی کہ خدا کو چھوڑ کر ایک ایسی بے جان یا بے اختیار مخلوق کو اپنی حاجت برآری کے لئے پکارا جائے جو اپنے مستقل اختیار سے کسی کی پکار کو نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ اُن کو پکارنے کی خبر بھی ہو۔ پتھر کی مورتوں کا تو کہنا ہی کیا، فرشتے اور پیغمبر بھی وہ ہی بات سُن سکتے اور وہ ہی کام کر سکتے ہیں جس کی اجازت اور قدرت حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔ ف۶ یعنی محشر میں جبکہ امداد و اعانت کی زیادہ حاجت ہوگی یہ بیچارے معبود اپنے عابدین کی مدد تو کیا کر سکتے۔ ہاں دشمن بن کر اُن کے مقابل کھڑے ہونگے اور سخت بیزاری کا اظہار کریں گے بلکہ یہاں تک کہینگے کہ "مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ" (قصص رکوع ۶) یہ لوگ ہماری پرستش کرتے ہی نہ تھے اُس وقت سوچو کیسی حسرت و ندامت کا سامنا ہوگا۔ ف۷ یعنی ان لوگوں کو فی الحال انجام کی کچھ فکر نہیں کسی نصیحت و فہمائش پر کان نہیں دھرتے بلکہ جب قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُسے جادو کہہ کر ٹال دیتے ہیں

ف۱ یعنی جادو کہنے سے زیادہ قبیح و شنیع ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید آپ خود بنالائے ہیں اور جھوٹ طوفان خدا کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ ف۲ یعنی خدا پر جھوٹ لگانا انتہائی جرم ہے۔ اگر بفرض محال میں ایسی جسارت کروں تو گویا جان بوجھ کر اپنے کو اللہ کے غضب اور اُس کی سخت ترین سزا کے لیے پیش کر رہا ہوں۔ بھلا خیال کرو جو شخص ساری عمر بندوں پر جھوٹ نہ لگائے اور ذرا ذرا سے معاملہ میں اللہ کے خوف سے کانپتا ہو، کیا وہ ایک دم بیٹھے بٹھائے اللہ پر جھوٹ طوفان باندھ کر اپنے کو ایسی عظیم ترین آفت و مصیبت میں پھنسائیگا جس سے بچانے والی اور پناہ دینے والی کوئی طاقت دنیا میں موجود نہیں۔ اگر میں جھوٹ سچ بنا کر فرض کرو تمہیں اپنا تابع کرلوں تو کیا تم خدا کے غضب و قہر سے جو جھوٹے مدعیان نبوت پر ہوتا ہے، مجھ کو نجات دے سکو گے؟ اور جب اللہ مجھ کو بُرائی پہنچانا چاہیگا، تم میرا کچھ بھلا کر سکو گے؟ آخر میرے چہل سالہ حالات و سوانح سے اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ میں اس قدر بے خوف اور بیباک نہیں ہوں اور نہ ایسا بے عقل ہوں کہ بعض انسانوں کو خوش کر کے خداوند قدوس کا غصہ مول لوں۔ بہرحال اگر میں معاذ اللہ کاذب و مفتری ہوں تو اُس کا وبال مجھ پر پڑیگا۔ ف۳ یعنی جو باتیں تم نے شروع کر رکھی ہیں اللہ اُن کو بھی خوب جانتا ہے۔ لہٰذا لغو اور دُور از کار خیالات چھوڑ کر اپنے انجام کی فکر کرو۔ اگر خدا کے سچے رسول کو جھوٹا اور مفتری کہا تو سمجھ لو اس کا حشر کیا ہوگا۔ خدا پر میری اور تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ وہ اپنے علم صحیح و محیط کے موافق ہر ایک کے ساتھ معاملہ کریگا۔ میں اُسی کو اپنے اور تمہارے درمیان گواہ ٹھہراتا ہوں وہ اپنے قول و فعل سے بتلا رہا ہے اور آئندہ بتلا دیگا کہ کون حق پر ہے اور کون جھوٹ بول رہا، افترا کر رہا ہے۔ ف۴ یعنی اب بھی باز آؤ تو بخشے جاؤ۔ اور یہ بھی اُس کی مہربانی اور بردباری سمجھو کہ باوجود جرائم پر مطلع ہونے اور کامل قدرت رکھنے کے تم کو فوراً ہلاک نہیں کر دیتا۔ ف۵ یعنی میری باتوں سے اس قدر بدکتے کیوں ہو؟ میں کوئی انوکھی چیز لے کر تو نہیں آیا۔ مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلہ نبوت و رسالت کا جاری رہا ہے۔ وہ ہی میں کہتا ہوں کہ اُن سب رسولوں کے بعد مجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، جس کی خبر پہلے رسول دیتے چلے آئے ہیں۔ اس حیثیت سے بھی یہ کوئی نئی بات نہ رہی۔ بلکہ بہت پرانی بشارات کا مصداق آج سامنے آگیا۔ پھر اُس کے ماننے میں اشکال کیا ہے۔ ف۶ یعنی مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میرے کام کا آخری نتیجہ کیا ہونا ہے۔ میرے ساتھ اللہ کیا معاملہ کریگا اور تمہارے ساتھ کیا کریگا۔ نہ میں اس وقت پوری پوری تفاصیل اپنے اور تمہارے انجام کے متعلق بتلا سکتا ہوں کہ دنیا اور آخرت میں کیا کیا صورتیں پیش آئیں گی۔ ہاں ایک بات کہتا ہوں کہ میرا کام صرف وحی الٰہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔ آگے چل کر دنیا یا آخرت میں میرے اور تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آئیگا اس کی تمام تفصیلات فی الحال میں نہیں جانتا۔ نہ اس بحث میں پڑنے سے مجھے کچھ مطلب۔ بندہ کا کام نتیجہ سے قطع نظر کر کے مالک کے احکام کی تعمیل کرنا ہے اور بس۔ ف۷ اُس زمانہ میں عرب کے جاہل مشرک بنی اسرائیل کے علم و فضل سے مرعوب تھے۔ جب حضورؐ کی نبوت کا چرچا ہوا تو مشرکین نے اس باب میں علمائے بنی اسرائیل کا عندیہ لینا چاہا۔ غرض یہ تھی کہ وہ لوگ آپ کی تکذیب کردیں تو کہنے کو ایک بات ہاتھ آجائے کہ دیکھو اہل علم اور اہل کتاب بھی اِن کی باتوں کو جھوٹا کہتے ہیں۔ مگر اس مقصد میں مشرکین ہمیشہ ناکام رہے۔ خدا تعالیٰ نے اُنہی بنی اسرائیل کی زبانوں سے حضورؐ کی تصدیق و تائید کرائی۔ نہ صرف اتنی بات سے کہ وہ لوگ بھی قرآن کی طرح تورات کو آسمانی کتاب اور آنحضرت صلعم کی طرح حضرت موسیٰ کو پیغمبر کہتے تھے اور اس طرح حضورؐ کا دعوائے رسالت اور قرآن کی وحی کوئی انوکھی چیز نہیں رہتی بلکہ اس طرح کہ بعض علمائے یہود نے صریحاً اقرار کیا اور گواہی دی کہ بیشک ہمارے ہاں اُس

أَفْتَرٰىهُ ۚ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا

یہ بنالایا ہے ف۱ تو کہہ اگر میں یہ بنالایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کر سکتے اللہ کے سامنے ذرا بھی ف۲ اس کو خوب خبر ہے

تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفٰى بِهٖ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٨﴾

جن باتوں میں تم لگ رہے ہو وہ کافی ہے حق بتانیوالا میرے اور تمہارے بیچ ف۳ اور وہی ہے بخشنے والا مہربان ف۴

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ

تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا ف۵ اور مجھ کو معلوم نہیں کیا ہونا ہے مجھ سے اور تم سے میں

أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحٰى إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ

اُسی پر چلتا ہوں جو حکم آتا ہے مجھ کو اور میرا کام تو یہی ہے ڈر سنا دینا کھول کر ف۶ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر

كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

یہ آیا ہو اللہ کے یہاں سے اور تم نے اُس کو نہیں مانا اور گواہی دے چکا ایک گواہ بنی اسرائیل کا

عَلٰى مِثْلِهٖ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴿١٠﴾

ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا اور تم نے غرور کیا بیشک اللہ راہ نہیں دیتا گنہگاروں کو ف۷

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَ

اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ نہ دوڑتے اُس پر ہم سے پہلے ف۸ اور

إِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهٖ فَسَيَقُولُونَ هٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ﴿١١﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ

جب راہ پر نہیں آئے اُسکے بتلانے سے تو اب کہیں گے یہ جھوٹ ہے بہت پرانا ف۹ اور اس سے پہلے کتاب

مُوسٰى إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُصَدِّقٌ لِسَانًا عَرَبِيًّا لِيُنْذِرَ

موسیٰ کی تھی راہ ڈالنے والی اور رحمت اور یہ کتاب ہے اسکی تصدیق کرتی ف۱۰ عربی زبان میں تاکہ ڈر سنائے

الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِينَ ﴿١٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ

گنہگاروں کو اور خوشخبری نیکی والوں کو ✡ مقرر جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ

ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾ أُولٰئِكَ أَصْحٰبُ

پھر ثابت قدم رہے تو نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہونگے ف۱۱ وہ لوگ ہیں

مُلک (عرب) سے ایک عظیم الشان رسول اور کتاب کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور یہ رسول وہ ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ کتاب اُسی طرح کی ہے جس کی خبر دی گئی تھی۔ علمائے یہود کی یہ شہادتیں فی الحقیقت اُن پیشین گوئیوں پر مبنی تھیں جو باوجود ہزارہا تحریف و تبدیل کے آج بھی تورات وغیرہ میں موجود چلی آتی ہیں جن سے ہویدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا سب سے بڑا گواہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) ہزاروں برس پہلے خود گواہی دے چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے اقارب اور بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے اُسی کی مثل ایک رسول آنے والا ہے "اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا" (المزمل۔ رکوع ۱) یہی سبب تھا کہ بعض منصف و حق پرست احبار یہود مثلاً عبداللہ بن سلام وغیرہ حضورؐ کا چہرہ دیکھتے ہی اسلام لے آئے اور بول اُٹھے کہ "اِنَّ هٰذَا الْوَجْهَ لَيْسَ بِوَجْهِ كَاذِبٍ" (یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں) اُنہوں نے قرآن جیسی واضح الاعجاز کتاب کے حق ہونے کی گواہی دی پھر جب موسیٰ علیہ السلام ایک چیز پر وقوع سے ہزاروں برس پہلے ایمان رکھیں، علمائے یہود اُس کے صدق کی گواہی دیں۔ بعض احبار یہود زبانی و قلبی شہادت دے کر مشرف باسلام ہو جائیں، اور ان سب شہادتوں کے باوجود تم اپنی شیخی اور غرور سے اُس کو قبول نہ کرو تو سمجھ لو اس سے بڑھ کر

بقیہ فوائد صفحہ ۶۵۲۔ طرف جھپٹتے۔ کیا یہ چیز اچھی ہوتی تو اس کے حاصل کرنے میں ہم جیسے عقلمند اور عزت و دولت والے اِن لونڈی غلاموں سے پیچھے رہجاتے۔ ف۹ یعنی ہمیشہ کچھ لوگ ایسی باتیں بناتے چلے آئے ہیں۔ شاید یہ جواب ہوگا "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ" اور "مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" کا۔ ف۱ یعنی یہ پُرانا جھوٹ نہیں، بلکہ بہت پُرانا سچ ہے۔ نزولِ قرآن کے سیکڑوں برس پہلے تورات نے بھی اصولی تعلیم یہی دی تھی جس کی انبیاء و اولیاء اقتدا کرتے رہے۔ اور اُس نے پیچھے آنے والی نسلوں کے لیے اپنی تعلیمات و بشارات سے راستی و ہدایت کی راہ ڈال دی اور رحمت کے دروازے کھول دیئے اب قرآن اُترا تو اُس کو سچّا ثابت کرتا ہوا۔ غرض دونوں کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور یہ ہی حال دوسری کتب سماویہ کا ہے۔

ف۱۱ اس طرح کی آیت "حٰمٓ السجدۃ" چوبیسویں پارہ میں گذر چکی ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لیے جائیں۔

فوائد صفحہ ہٰذا۔ ف۱ یعنی اپنے نیک کاموں کے سبب حق تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ بہشت میں رہیں گے۔ ف۲ قرآن میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کا حق بیان

الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

بہشت والے سدا رہیں گے اُس میں بدلا ہے اُن کاموں کا جو کرتے تھے ف۲ اور ہم نے حکم کر دیا انسان کو

بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ

اپنے ماں باپ سے بھلائی کا ف۳ پیٹ میں رکھا اُسکو اُسکی ماں نے تکلیف سے اور جنا اُسکو تکلیف سے ف۳ اور حمل میں رہنا اُسکا

ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ

اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے ف۴ یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچ گیا چالیس برس کو ف۵ کہنے لگا اے رب میرے میری

اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ

کہ شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں

صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ

نیک کام جس سے تو راضی ہو اور مجھ کو دے نیک اولاد میری میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں ہوں

الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ

حکم بردار ف۶ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم قبول کرتے ہیں بہتر سے بہتر کام جو کیے ہیں اور معاف

عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا

کرتے ہیں ہم بُرائیاں اُن کی رہنے والے جنت کے لوگوں میں سچا وعدہ جو اُن سے

يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ

کیا جاتا تھا ف۷ اور جس شخص نے کہا اپنے ماں باپ کو میں بیزار ہوں تم سے ف۸ کیا مجھ کو وعدہ دیتے ہو کہ

اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ

میں نکالا جاؤنگا قبر سے اور گذر چکی ہیں بہت جماعتیں مجھ سے پہلے ف۹ اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے کہ اے

اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ښ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾

خرابی تیری تو ایمان لے آ بیشک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے ف۱۰ پھر کہتا ہے یہ سب نقلیں ہیں پہلوں کی ف۱۱

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر ثابت ہوئی بات عذاب کی شامل اور فرقوں میں جو گذر چکے ہیں اُن سے پہلے

فرمایا ہے۔ کیونکہ موجدِ حقیقی تو اللہ ہے لیکن عالمِ اسباب میں والدین اولاد کے وجود کا سبب ظاہری اور حق تعالیٰ کی شانِ رُبوبیت کا مظہرِ خاص بنتے ہیں۔ یہاں بھی پہلے "اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذکر تھا۔ اب والدین کا حق بتلا دیا یعنی انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اُن کی تعظیم و محبت اور خدمتگذاری کو اپنی سعادت سمجھے۔ دوسری جگہ بتلایا ہے کہ اگر والدین مشرک ہوں تب بھی اُن کے ساتھ دنیا میں معاملہ اچھا رکھنا چاہیئے خصوصًا ماں کی خدمتگذاری کہ بعض وجوہ سے اُس کا حق باپ سے بھی فائق ہے۔ جیسا کہ احادیثِ صحیحہ اس پر دال ہیں۔ ف۳ یعنی حمل جب کئی مہینہ کا ہو جاتا ہے اُس کا ثقل محسوس ہونے لگتا ہے۔ اُس حالت میں اور تولّد کے وقت ماں کیسی کیسی صعوبتیں برداشت کرتی ہے۔ پھر دودھ پلاتی اور برسوں تک اُس کی ہر طرح نگہداشت رکھتی ہے۔ اپنی آسائش و راحت کو اُس کی آسائش و راحت پر قربان کر دیتی ہے۔ باپ بھی بڑی حد تک اِن تکلیفوں میں شریک رہتا اور سامانِ تربیت فراہم کرتا ہے۔ بیشک یہ سب کام فطرت کے تقاضہ سے ہوتے ہیں۔ مگر اُسی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کی شفقت و محبت کو محسوس اور اُن کی محنت و ایثار کی قدر کرے۔ (تنبیہ) حدیث میں ماں کی خدمتگذاری کا تین مرتبہ حکم فرما کر باپ کی خدمتگذاری کا ایک مرتبہ حکم فرمایا ہے۔ لطف یہ ہے کہ آیۂ ہٰذا میں والد کا ذکر صرف ایک مرتبہ لفظ "وَالِدَيْهِ" میں ہوا۔ اور والدہ کا تین مرتبہ ذکر آیا لفظ "وَالِدَيْهِ" میں، پھر "حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ" میں، پھر "وَضَعَتْهُ" میں۔ ف۴ شاید بطور عادتِ اکثریہ کے فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "لڑکا اگر قوی ہو تو اکیس مہینہ میں دودھ چھوڑتا ہے۔ اور نو مہینے ہیں حمل کے"۔ یا یوں کہو کہ کم از کم مدتِ حمل چھ مہینے ہیں اور دو برس میں عمومًا بچوں کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے اس طرح کل مدت تیس مہینے ہوئے مدتِ رضاع کا اس سے زائد ہونا نہایت قلیل و نادر ہے۔ ف۵ چالیس برس کی عمر میں عمومًا انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں۔ اسی لیئے انبیاء علیہم السّلام کی بعثت چالیس برس سے پہلے نہ ہوتی تھی۔ ف۶ یعنی سعادتمند آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جو احسانات اللہ تعالیٰ کے اُس پر اور اُس کے ماں باپ پر ہو چکے اُن کا شکر ادا کرنے اور آئندہ نیک عمل کرنے کی توفیق خدا سے چاہے اور اپنی اولاد کے حق میں بھی نیکی کی دعا مانگے۔ جو کوتاہی حقوق اللہ یا حقوق العباد میں رہ گئی ہو، اُس سے توبہ کرے اور از راہِ تواضع و بندگی اپنی مخلصانہ عبودیت و فرمانبرداری کا اعتراف کرے۔ (تنبیہ) صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ خود اُن کو، اُنکے ماں باپ کو، اور اولاد کو ایمان کے ساتھ صحبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف میسّر ہوا اصحابہ میں یہ خصوصیت کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ ف۷ یعنی ایسے بندوں کی نیکیاں قبول اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں۔ اور اُن کا مقام اللہ کے سچّے وعدہ کے موافق جنت میں ہے۔ ف۸ سعادتمند اولاد کے مقابلہ میں یہ بے ادب، نافرمان، اور نالائق اولاد کا ذکر فرمایا کہ ماں باپ اُس کو ایمان کی بات سمجھاتے ہیں، وہ نہیں سمجھتا اور نہایت گستاخانہ خطاب کرکے ایذا پہنچاتا ہے۔ ف۹ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے کی دھمکیوں سے میں نہیں ڈرتا۔ بھلا کتنی قومیں اور جماعتیں مجھ سے پہلے گذر چکی ہیں۔ کوئی شخص بھی اُن میں کہ اب تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس آیا؟ لوگ ہمیشہ سے یوں ہی سُنتے چلے آتے ہیں۔ مگر آج تک تو اس خبر کا تحقق ہُوا نہیں۔ پھر میں کیونکر اعتبار کر لوں۔ ف۱۰ یعنی اُس کی گستاخیوں پر ایک طرف اللہ کو فریاد کرتے اور دُعا مانگتے ہیں کہ اسے قبولِ حق کی توفیق ملے اور دوسری طرف اُس کو سمجھاتے ہیں کہ کمبخت تیرا ستیاناس: اب بھی باز آجا! دیکھ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ بعث بعد الموت کی جو خبر اُس نے دی ہے ضرور اپنے وقت پر پوری ہو کر رہیگی۔ اُس وقت تیرا یہ انکار رنگ لائیگا۔ ف۱۱ یعنی ایسی کہانیاں بہت سُنی ہیں۔ پُرانے وقتوں کے قصّے اسی طرح مشہور ہو جاتے ہیں اور واقع میں اُن کا مصداق کچھ نہیں ہوتا۔

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا

جنوں کے اور آدمیوں کے ف۱ بیشک وہ تھے ٹوٹے میں پڑے ف۲ اور ہر فرقے کے کئی درجے ہیں اپنے کیے

عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ

کاموں کے موافق ف۳ اور تاکہ پورے دے اُنکو کام اُنکے اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ف۴ اور جس دن لائے جائیں گے

كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ

منکر آگ کے کنارہ پر ضائع کر چکے تم اپنے مزے دنیا کی زندگانی میں اور اُن کو برت چکے

بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي

ف۵ اب آج سزا پاؤ گے ذلت کا عذاب بدلا اُس کا جو تم غرور کرتے تھے

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ

ملک میں ناحق اور اُس کا جو تم نافرمانی کرتے تھے ف۶ اور یاد کر عاد کے بھائی کو ف۷ جب

ع ۲ / ۱۰

اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ

ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں ف۸ اور گذر چکے تھے ڈرانے والے اُس کے آگے سے اور

مِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

پیچھے سے کہ بندگی نہ کرو کسی کی اللہ کے سوائے میں ڈرتا ہوں تم پر آفت سے ایک

عَظِيْمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ

بڑے دن کی ف۹ بولے کیا تو آیا ہے ہمارے پاس کہ پھیر دے ہم کو ہمارے معبودوں سے سو لے آ ہم پر جو وعدہ کرتا ہے اگر

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ

ہے تو سچا ف۱۰ کہا یہ خبر تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو پہنچا دیتا ہوں جو کچھ

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا

بھیجا میرے ہاتھ لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگ نادانی کرتے ہو ف۱۱ پھر جب دیکھا اُس کو ابر

مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا

سامنے آیا اُنکے نالوں کے بولے یہ ابر ہے ہم پر برسیگا ف۱۲ کوئی نہیں یہ تو وہ چیز ہے

ف۱ "عذاب کی بات" وہ ہی ہے "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" (السجدہ رکوع ۲) یعنی جس طرح بہت سی جماعتیں جنوں اور آدمیوں کی اِن سے پہلے جہنم کی مستحق ہو چکی ہیں، یہ بدبخت بھی اُن ہی میں شامل ہیں۔ ف۲ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہر آدمی کے دل میں فطری طور پر جو بیج ایمان وسعادت کا بکھیرا تھا وہ بھی اِن بدبختوں نے ضائع کر دیا۔ اس سے زیادہ ٹوٹا اور خسارہ کیا ہوگا کہ کوئی شخص تجارت میں بجائے منافع حاصل کرنے کے رأس المال کو بھی اپنی غفلت وحماقت سے ضائع کر بیٹھے۔ ف۳ یعنی اعمال کے تفاوت کی وجہ سے اہل جنت کے کئی درجے ہیں اور اسی طرح اہل دوزخ کے بھی۔ ف۴ نہ کسی نیکی کا ثواب کم کیا جائیگا نہ کسی جرم کی سزا حد مناسب سے زائد کیجائے گی۔ ف۵ کافر کے کسی نیک کام میں ایمان کی روح نہیں ہوتی۔ محض صورت اور ڈھانچہ نیکی کا ہوتا ہے۔ ایسی فانی نیکیوں کا اجر بھی فانی ہے جو اسی زندگی میں مال، اولاد، حکومت، تندرستی، عزت وشہرت وغیرہ کی شکل میں ملتا ہے۔ اُس کو فرمایا کہ تم اپنی صُوری نیکیوں کے مزے دنیا میں لے چکے اور وہاں کی لذتوں سے تمتع کر چکے۔ جو عیش وآرام ایمان لانے کی تقدیر پر آخرت میں ملتا، گویا اُس کی جگہ بھی دنیا میں مزے اُڑا لیے۔ اب یہاں کے عیش میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جن لوگوں نے آخرت نہ چاہی نقد دنیا ہی چاہی اُن کی نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں مل چکا۔" ف۶ یعنی آج تمہاری جھوٹی شیخی اور نافرمانیوں کی سزا ہیں ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب دیا جائیگا۔ یہی ایک چیز تمہارے لئے یہاں باقی ہے۔ آگے بعض زور آور اور متکبر قوموں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اُن کا انجام کیا ہوا۔ ف۷ یعنی حضرت ہود علیہ السّلام جو "عاد" کے قومی بھائی تھے۔ ف۸ مؤلف "ارض القرآن" "بلاد الاحقاف" کے تحت میں لکھتا ہے: "یمامہ، عمان، بحرین، حضرموت اور مغربی یمن کے بیچ میں جو صحرائے اعظم "الدھنا" یا "ربع خالی" کے نام سے واقع ہے گو وہ آبادی کے قابل نہیں لیکن اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے لائق تھوڑی تھوڑی زمین ہے خصوصاً اُس حصہ میں جو حضرموت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے۔ گو اس وقت وہ بھی آباد نہیں تاہم عہد قدیم میں اسی حضرموت اور نجران کے درمیان حصہ میں "عاد ارم" کا مشہور قبیلہ آباد تھا جس کو خدا نے اُس کی نافرمانی کی پاداش میں نیست و نابود کر دیا۔" ف۹ یعنی ہود علیہ السّلام سے پہلے اور پیچھے بہت ڈرانے والے آئے۔ سب نے وہ ہی کہا جو حضرت ہودؑ نے کہا تھا یعنی ایک خدا کی بندگی کرو اور کفر ومعصیت کے بُرے انجام سے ڈرو۔ ممکن ہے قوم عاد میں بھی حضرت ہودؑ کے علاوہ اور نذیر آئے ہوں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ ف۱۰ یعنی ہم اپنے آبائی طریقہ سے ہٹنے والے نہیں۔ اگر تو اپنی دھمکی میں سچا ہے تو دیر کیا ہے۔ جو زبان سے کہتا ہے کر کے دکھلا دے۔ ف۱۱ یعنی اس قسم کا مطالبہ کرنا تمہاری نادانی اور جہالت ہے۔ میں خدا کا پیغامبر ہوں جو پیام میرے ہاتھ بھیجا گیا وہ پہنچا رہا ہوں۔ اس سے زائد کا نہ مجھے علم نہ اختیار۔ یہ علم خدا ہی کو ہے کہ منکر قوم کس وقت دنیوی سزا کی مستوجب ہوتی ہے اور کس وقت تک اُسے مہلت ملنی چاہیے۔ ف۱۲ یعنی سامنے سے بادل اُٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ سمجھے کہ سب ندی نالے بھر جائیں گے۔ کہنے لگے کہ بہت برسا دھوم اُٹھی ہے اب کام بنجائیگا۔ اُس وقت طویل خشک سالی کی وجہ سے پانی کی بہت ضرورت تھی۔

ف یعنی یہ برسا ؤ بادل نہیں۔ بلکہ عذاب الٰہی کی آندھی ہے وہی جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے۔ ف۲ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا وہ غضبناک طوفان چلا جس کے سامنے درخت، آدمی اور جانوروں کی حقیقت تنکوں سے زیادہ نہ تھی۔ ہر چیز ہوا نے اُکھاڑ پھینکی اور چاروں طرف تباہی نازل ہوگئی۔ آخر مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیکھ لیا! اللہ کے مجرموں کا حال یہ ہوتا ہے۔ چاہئے کہ ان واقعات کو سُن کر ہوش میں آؤ۔ ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔ ف۳ یعنی مال، اولاد جتھے، اور جسمانی طاقت جو اُن کو دی گئی تھی، تم کو نہیں دی گئی۔ مگر جب عذاب آیا، کوئی چیز کام نہ آئی۔ پھر تم کس بات پر مغرور ہو۔ ف۴ یعنی نصیحت سُننے کے لئے کان اور قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے بوجھنے کے لئے دل دیئے گئے تھے۔ پر وہ کسی قوت کو کام میں نہ لائے۔

اسْتَعْجَلْتُم بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا

جسکی تم جلدی کرتے تھے ہوا ہے جس میں عذاب ہے دردناک ف۱ اکھاڑ پھینکے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے

فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٥﴾

پھر کل کو رہ گئے کہ کوئی نظر نہیں آتا تھا سوائے انکے گھروں کے۔ یوں ہم سزا دیتے ہیں گنہگار لوگوں کو ف۲

وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِن مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا

اور ہم نے مقدور دیا تھا اُن کو اُن چیزوں کا جنکا تم کو مقدور نہیں دیا ف۳ اور ہم نے اُنکو دیئے تھے کان اور آنکھیں

وَأَفْئِدَةً فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُم

اور دل پھر کام نہ آئے اُن کے کان اُنکے اور نہ آنکھیں اُنکی اور نہ دل اُن کے

مِّن شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ

کسی چیز میں ف۴ اس لئے کہ منکر ہوتے تھے اللہ کی باتوں سے اور اُلٹ پڑی اُن پر جس بات سے کہ وہ

يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ

ع ٣ / ٦

ٹھٹھا کرتے تھے ف۵ اور ہم غارت کر چکے ہیں جتنی تمہارے آس پاس ہیں بستیاں ف۶ اور طرح طرح سے پھیر کر

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ

سنائیں انکو باتیں تاکہ وہ لوٹ آئیں ف۷ پھر کیوں نہ مدد پہنچی اُن کو اُن لوگوں کی طرف سے جنکو پکڑا تھا اللہ سے

اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا

ورے معبود بڑے درجے پانے کو ف۸ کوئی نہیں گم ہوگئے اُن سے ف۹ اور یہ جھوٹ تھا اُن کا اور جو

كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٨﴾ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ

اپنے جی سے باندھتے تھے ف۱۰ اور جس وقت متوجہ کر دیئے ہم نے تیری طرف کتنے ایک لوگ جنوں میں سے سننے لگے

الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا

قرآن پھر جب وہاں پہنچ گئے بولے چپ رہو پھر جب ختم ہوا اُلٹے پھرے

إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴿٢٩﴾ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ

اپنی قوم کو ڈر سناتے ہوئے ف۱۱ بولے اے قوم ہماری ہم نے سُنی ایک کتاب جو اتری ہے

اندھے، بہرے اور پاگل بن کر پیغمبروں کے مقابل ہوگئے۔ آخر انجام یہ ہوا کہ یہ قوتیں سب موجود رہیں اور عذاب الٰہی نے آگھیرا۔ کوئی اندرونی یا بیرونی قوت اُس کو دفع نہ کر سکی۔ ف۵ یعنی جس عذاب کی ہنسی اُڑایا کرتے تھے وہ اُن پر واقع ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اُن کو دل اور کان اور آنکھ دی تھی یعنی دنیا کے کام میں عقلمند تھے۔ وہ عقل نہ آئی جس سے آخرت بھی درست ہو۔" ف۶ یعنی "عاد" کے سوا "قوم ثمود" اور "قوم لوط" وغیرہ کی بستیاں بھی اسی طرح تباہ کیجا چکی ہیں۔ جو تمہارے آس پاس واقع تھیں۔ یہ مکہ والوں کو فرمایا۔ کیونکہ سفروں میں اُن کا گذر ان مقامات کی طرف ہوتا تھا۔ ف۷ مگر اتنا سمجھانے پر بھی وہ باز نہ آئے۔ ف۸ یعنی جن بتوں کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہم اِن کی عبادت اِس لیئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کر دیں اور بڑے درجے دلا دیں وہ اس آڑے وقت میں کیوں کام نہ آئے۔ اب ذرا اُن کو بلایا تھا۔ ف۹ یعنی آج اُن کا کہیں پتہ نہیں۔ نہ عذاب کے وقت اُن کو پکارا جاتا ہے۔ آخر وہ گئے کہاں جو ایسی مصیبت میں بھی کام نہیں آتے ف۱۰ یعنی ظاہر ہوا کہ بتوں کو خدا بنانا اور اُن سے اُمیدیں قائم کرنا محض جھوٹی اور من گھڑت باتیں تھیں۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے پھر وہ چلے کیسے۔ (ربط) اوپر کی آیات میں انسانوں کے تمرد و سرکشی کی داستان تھی۔ آگے اُس کے مقابل جنوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا حال سُناتے ہیں تا معلوم ہو کہ جو قوم طبعی طور پر سخت متمرد اور سرکش واقع ہوئی ہے اُس کے بعض افراد کس طرح اللہ کا کلام سُن کر موم ہو جاتے ہیں۔ ف۱۱ بعثتِ محمدی سے قبل جنوں کو کچھ آسمانی خبریں معلوم ہو جاتی تھیں جب حضور پر وحی آنا شروع ہوئی وہ سلسلہ تقریبًا بند ہو گیا اور بہت کثرت سے شہب کی مار پڑنے لگی۔ جنوں کو خیال ہوا کہ ضرور کوئی نیا واقعہ ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر بہت سخت پہرے بٹھلائے گئے ہیں۔ اسی کی جستجو کے لیئے جنوں کے مختلف گروہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے۔ اُن میں سے ایک جماعت "بطن نخلہ" کی طرف گذری۔ وہاں اتفاق سے اُس وقت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز فجر ادا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی اُس ٹکڑی کا رُخ قرآن سُننے کے لیے اِدھر پھیر دیا۔ قرآن کی آواز اُنہیں بہت عجیب اور مؤثر و دلکش معلوم ہوئی اور اُس کی عظمت و ہیبت دلوں پر چھا گئی۔ آپس میں کہنے لگے کہ چپ رہو اور خاموشی کے ساتھ یہ کلام پاک سُنو۔ آخر قرآن کریم نے اُن کے دلوں میں گھر کر لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ ہی نئی چیز ہے جس نے جنوں کو آسمانی خبروں سے روکا ہے۔ بہر حال جب حضور قرآن پڑھ کر فارغ ہوئے، یہ لوگ اپنے دلوں میں ایمان و ایقان لے کر واپس گئے اور اپنی قوم کو نصیحت کی۔ اُن کی مفصل باتیں سورۂ "جن" میں آئیں گی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ حضورؐ کو اُن کے آنے جانے اور سُننے سُنانے کا پتہ نہیں لگا۔ ایک درخت نے باذن اللہ کچھ اجمالی اطلاع آپؐ کو دی اور مفصل حال اُس کے بعد وحی کے ذریعہ سے معلوم کرایا گیا کما قال تعالیٰ "قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ" الخ (جن۔ رکوع ۱) بعدہٗ بہت بڑی تعداد میں جن مسلمان ہوئے اور حضورؐ سے ملاقات کرنے اور دین سیکھنے کے لئے اُن کے وفود حاضر خدمت ہوئے۔ خفاجی نے روایات کی بنا پر دعویٰ کیا ہے کہ چھ مرتبہ آپ نے جنوں سے ملاقات کی۔ اِس لئے روایات میں جو اختلاف اُنکے عدد یا دوسرے امور کے متعلق معلوم ہوتا ہے اُس کو تعدد وقائع پر حمل کرنا چاہیئے۔

مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ

موسیٰ کے بعد ف۱ سچا کرنے والی سب اگلی کتابوں کو ف۲ سمجھاتی ہے سچا دین اور

اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ

ایک راہ سیدھی ف۳ اے قوم ہماری مانو اللہ کے بلانیوالے کو اور اُس پر یقین لاؤ ف۴

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ

کہ بخشے تم کو کچھ تمہارے گناہ ف۵ اور بچادے تم کو ایک عذاب دردناک سے ☆ اور جو کوئی

لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ

نہ مانے گا اللہ کے بلانیوالے کو تو وہ نہ تھکا سکیگا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اُس کا اُس

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

کے سوائے مددگار ف۶ وہ لوگ بھٹکتے ہیں صریح ☆ کیا نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ

بنائے آسمان اور زمین اور نہ تھکا اُنکے بنانے میں ف۷ وہ قدرت رکھتا ہے کہ

يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ

زندہ کرے مُردوں کو کیوں نہیں وہ ہر چیز کر سکتا ہے ف۸ اور جس دن سامنے لائیں

كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا

منکروں کو آگ کے کیا یہ ٹھیک نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے ہمارے رب کی ف۹ کہا تو چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ

عذاب بدلا اُس کا جو تم منکر ہوتے تھے ف۱۰ سو تو ٹھہرا رہ جیسے ٹھہرے رہے ہیں ہمت والے

الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ

رسول اور جلدی نہ کر اُنکے معاملہ میں ف۱۱ یہ لوگ جس دن دیکھ لیں گے اُس چیز کو جسکا اُن سے وعدہ ہے جیسے

يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع ۹ ۴

ڈھیل نہ پائی تھی مگر ایک گھڑی دن کی ف۱۲ یہ پہنچا دینا ہے اب وہی غارت ہونگے جو لوگ نافرمان ہیں ف۱۳

ف۱ کتب سابقہ میں حضرت موسیٰ کی کتاب (تورات) کی برابر کوئی کتاب احکام و شرائع کو حاوی نہیں تھی۔ اسی پر انبیائے بنی اسرائیل کا عمل رہا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ میں تورات کو بدلنے کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ اس کی تکمیل کے لیئے آیا ہوں۔ اور حضرت سلیمانؑ کے وقت سے جنوں میں تورات ہی مشہور چلی آتی تھی۔ اس لیئے اِس موقع پر انہوں نے اُسی کی طرف اشارہ کیا۔ خود تورات میں بھی جو پیشین گوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئی ہے اُس کو لفظ یہ ہیں کہ (اے موسیٰ) تیری مانند ایک نبی اُٹھاؤنگا۔ ف۲ شاید اُس وقت قرآن کا جو حصہ حضورؐ نے تلاوت فرمایا تھا اُس میں ایسا مضمون آیا ہوگا۔ یا قرآن سے سمجھے ہوں۔ ف۳ یعنی صحیح عقیدے اور عمل کا سیدھا راستہ۔ ف۴ یعنی اُس کی بات مانو جو اللہ کی طرف بلا رہا ہے اور اُس کی رسالت پر یقین کرو۔ ف۵ یعنی جو گناہ حالت کفر میں کر چکے ہو، اسلام کی برکت سے سب معاف ہوجائینگے۔ آئندہ سے نیا کھاتہ شروع ہوگا لیکن یاد رہے کہ یہاں ذنوب کا ذکر ہے حقوق العباد کا معاف ہونا اِس سے نہیں نکلتا ف۶ یعنی نہ خود بھاگ کر خدا کی مار سے بچ سکے نہ کوئی دوسرا بچا سکے حضرت شاہ صاحبؒ "فِی الْاَرْضِ" کی قید پر لکھتے ہیں کہ (شیاطین کو) "اوپر سے فرشتے مارتے ہیں تو زمین ہی کو بھاگتے ہیں" ف۷ اس لفظ میں "یہود" کے عقیدہ کا رد ہے جو کہتے تھے کہ چھ دن میں اللہ نے زمین و آسمان پیدا کیئے "ثُمَّ اسْتَرَاحَ" (پھر ساتویں دن آرام کرنے لگا) العیاذ باللہ۔ ف۸ یعنی بڑا عذاب مرنے کے بعد ہوگا اور اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ مر کر کہاں زندہ ہوتے ہیں۔ اللہ کو یہ کچھ مشکل نہیں۔ جو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے نہ تھکا، اُس کو تمہارا دوبارہ پیدا کردینا کیا مشکل ہے ف۹ یعنی اُس وقت کہا جائیگا کہ دوزخ کا وجود اور اُس کا عذاب کیا واقعی چیز نہیں؟ آخر سب ذلیل ہو کر اقرار کریں گے کہ بیشک واقعی ہے۔ (ہم غلطی پر تھے جو اس کا انکار کیا کرتے تھے) ف۱۰ یعنی اُس وقت کہا جائے گا کہ اچھا اب اُس انکار و تکذیب کا مزہ چکھتے رہو۔ ف۱۱ یعنی جب معلوم ہو چکا کہ منکرین کو سزا ملنی ضرور ہے۔ آخرت میں ملے یا دنیا میں بھی۔ تو آپ اِن کے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ بلکہ ایک میعاد معین تک صبر کرتے رہیں جیسے اولوا العزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔ (تنبیہ) بعض سلف نے کہا کہ سب رسول اولوا العزم (ہمت والے) ہیں اور عُرف میں پانچ پیغمبر خصوصی طور پر اولوا العزم کہلاتے ہیں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ف۱۲ "ڈھیل نہ پائی تھی" دنیا میں، یعنی اب تو دیر سمجھتے ہیں کہ عذاب جلد کیوں نہیں آتا۔ اُس دن جانیں گے کہ بہت شتاب آیا۔ دنیا میں ہم ایک ہی گھڑی رہے۔ یا عالم قبر کا رہنا ایک گھڑی معلوم ہوگا۔ قاعدہ ہے کہ گذری ہوئی مدت تھوڑی معلوم ہوا کرتی ہے خصوصاً سختی اور مصیبت کے وقت عیش و آرام کا زمانہ بہت کم نظر آنے لگتا ہے۔ ف۱۳ یعنی ہم نے نصیحت کی بات پہنچا دی اور سب نیک و بد سمجھا دیا۔ اب جو نہ مانیں گے وہی تباہ و برباد ہونگے۔ ہماری طرف سے حجت تمام ہو چکی اور کسی کو بے قصور ہم نہیں پکڑتے اُسی کو غارت کرتے ہیں جو غارت ہونے ہی پر کمر باندھ لے۔ تمّ سورۃ الاحقاف بفضل اللہ و حُسن توفیقہٖ۔ فللہ الحمد والمنّہ۔

سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ محمد مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اڑتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ ① وَالَّذِیْنَ

جو لوگ کہ منکر ہوئے اور روکا اوروں کو اللہ کی راہ سے ف۱ کھو دیے اللہ نے اُنکے کیے کام ف۲ اور جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ

یقین لائے اور کیے بھلے کام اور مانا اُس کو جو اُترا محمد پر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہی ہے سچا دین اُنکے

رَّبِّھِمْ ۙ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ ② ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ

رب کی طرف سے اُتاریں اُن پر سے اُنکی بُرائیاں اور سنوارا اُنکا حال ف۳ یہ اس لیے کہ جو

کَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّھِمْ ؕ

منکر ہیں وہ چلے جھوٹی بات پر اور جو یقین لائے اُنہوں نے مانی سچی بات اپنے رب کی طرف سے

کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَھُمْ ③ فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

یوں بتلاتا ہے اللہ لوگوں کو اُن کے احوال ف۴ سو جب تم مقابل ہو منکروں کے

فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا

تو مارو گردنیں یہاں تک کہ جب خوب قتل کر چکو اُن کو تو مضبوط باندھ لو قید پھر یا احسان

بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا ۛ۬ ذٰلِکَ ؕۛ وَلَوْ

کیجیو اور یا معاوضہ لیجیو ف۵ جب تک کہ رکھ دے لڑائی اپنے ہتھیار ف۶ یہ سُن چکے اور اگر

یَشَآءُ اللّٰہُ لَانْتَصَرَ مِنْھُمْ وَلٰکِنْ لِّیَبْلُوَا بَعْضَکُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِیْنَ

چاہے اللہ تو بدلا لے اُن سے پر جانچنا چاہتا ہے تمہارے ایک کو دوسرے سے ف۷ اور جو لوگ

قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ ④ سَیَھْدِیْھِمْ وَیُصْلِحُ

مارے گئے اللہ کی راہ میں تو نہ ضائع کریگا وہ اُنکے کیے کام ☆ اُن کو راہ دیگا اور سنواریگا

ف۱ جیساکہ روسائے کفار کی عادت تھی کہ جان، مال اور ہر طرح سے اس میں کوشش کرتے تھے۔ ف۲ یعنی جن اعمال کو وہ نیک سمجھ رہے ہیں بوجہ عدم ایمان کے وہ مقبول نہیں۔ بلکہ اُن میں سے بعض کام اور اُلٹے موجب عذاب ہوتے ہیں۔ جیسے لوگوں کو اسلام سے روکنے میں پیسہ خرچ کرنا۔ ف۳ یعنی بُرائیوں کی عادت چھڑا کر اللہ تعالیٰ اُن کا حال سنوار دیتا ہے کہ یوماً فیوماً نیکی میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔ اور آخرت میں اُنکی کوتاہیوں سے درگذر فرما کر اچھے حال میں رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "پہلے زمانہ میں ساری مخلوق ایک شریعت کی مُکلف نہ تھی۔ اِس وقت سب جہان کو ایک حکم ہے، اب سچا دین یہی ہے۔ اور بُرے بھلے کام مسلمان بھی کرتے ہیں اور کافر بھی لیکن سچا دین ماننے کو یہ قبولیت ہے کہ نیکی ثابت اور بُرائی معاف، اور نہ ماننے کی یہ سزا ہے کہ نیکی برباد گناہ لازم"۔ ف۴ یعنی اس طرح کھول کھول کر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اُنکے بھلے بُرے احوال پر متنبہ کرتا ہے۔ تا باطل پرستی کی نحوست و نتائج اور حق پرستی کی برکت اُن کے پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔ ف۵ یعنی حق اور باطل کا مقابلہ تو رہتا ہی ہے جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہیئے۔ باطل کا زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے شریر مارے جائیں اور اُن کے جتھے توڑ دیئے جائیں۔ اِس لیئے ہنگامۂ کارزار میں کسل، سستی، بزدلی، اور توقف و تردد کو راہ نہ دو۔ اور دشمنان خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ باک نہ کرو۔ کافی خونریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور اُن کا زور ٹوٹ جائے اُس وقت قید کرنا بھی کفایت کرتا ہے۔ قال تعالیٰ "مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗۤ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ" (انفال رکوع ۹) یہ قید و بند ممکن ہے اُن کے لیئے تازیانۂ عبرت کا کام دے اور مسلمانوں کے پاس رہ کر اُن کو اپنی اور تمہاری حالت کے جانچنے اور اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع بہم پہنچا ہے شدہ شدہ وہ لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کر لیں۔ یا مصلحت سمجھو تو بدون کسی معاوضہ کے اُن پر احسان کر کے قید سے رہا کر دو اس صورت میں بہت سے افراد ممکن ہے تمہارے احسان اور خوبیٔ اخلاق سے متأثر ہو کر تمہاری طرف راغب ہوں اور تمہارے دین سے محبت کرنے لگیں۔ اور یہ بھی کر سکتے ہو کہ زر فدیہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے مبادلہ میں اِن قیدیوں کو چھوڑ دو اس میں کئی طرح کے فائدے ہیں۔ بہرحال اگر اِن اسیران جنگ کو اُن کے وطن کی طرف واپس کرو تو دو ہی صورتیں ہیں۔ معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کرنا۔ اُن میں جو صورت امام کے نزدیک اصلح ہو اختیار کر سکتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں بھی فتح القدیر اور شامی وغیرہ میں اس طرح کی روایات موجود ہیں ہاں اگر قیدیوں کو اُن کے وطن کی طرف واپس کرنا مصلحت نہ ہو، تو پھر تین صورتیں ہیں۔ ذمی بنا کر بطور رعیت کے رکھنا۔ یا غلام بنا لینا، یا قتل کر دینا۔ احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت صرف خاص خاص حالات میں ملتا ہے۔ جبکہ وہ کسی ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہو جس کی سزا قتل سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ غلام یا رعیت بنا کر رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ ف۶ یعنی یہ حرب و ضرب اور قید و بند کا سلسلہ برابر جاری رہیگا تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار اُتار کر رکھدے اور جنگ موقوف ہو جائے۔ ف۷ یعنی خدا کو قدرت ہے کہ اِن کافروں کو کوئی آسمانی عذاب بھیج کر "عاد" و "ثمود" وغیرہ کی طرح ہلاک کر ڈالے لیکن جہاد و قتال مشروع کر کے اُسے بندوں کا امتحان کرنا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر جان و مال نثار کرنے کے لیئے تیار ہیں اور کفار میں سے کتنے لوگ اِن تنبیہی کارروائیوں سے بیدار ہوتے اور اِس مُہلت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں جو اللہ نے دے رکھی ہے کہ پہلی قوموں کی طرح ایک دم پکڑ کر استیصال نہیں کر دیتا۔

بَالَهُمْ ﴿۵﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿۶﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ

اُنکا حال ف۱ اور داخل کریگا انکو بہشت میں جو معلوم کرا دی ہے انکو ف۲ اے ایمان والو اگر

تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا

تم مدد کروگے اللہ کی ف۳ تو وہ تمہاری مدد کریگا اور جما دیگا تمہارے پاؤں ف۴ اور جو لوگ کہ منکر ہوئے وہ گرے مُنہ

لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ

کے بل اور کھو دیئے اُنکے کیے کام ف۵ یہ اس لیے کہ اُن کو پسند نہ ہوا جو اُتارا اللہ نے پھر اکارت کر دیئے

أَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اُنکے کیے کام ف۶ کیا وہ پھرے نہیں ملک میں کہ دیکھیں کیسا ہوا انجام

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾

اُن کا جو اُن سے پہلے تھے ہلاکی ڈالی اللہ نے اُن پر اور منکروں کو ملتی رہتی ہیں ایسی چیزیں ف۷

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ

یہ اِس لیے کہ اللہ رفیق ہے اُن کا جو یقین لائے اور یہ کہ جو منکر ہیں اُن کا رفیق نہیں

لَهُمْ ﴿۱۱﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ

کوئی ف۸ مقرر اللہ داخل کریگا اُن کو جو یقین لائے اور کیے بھلے کام باغوں میں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں اور جو لوگ منکر ہیں برت رہے ہیں اور کھاتے ہیں

كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ

جیسے کہ کھائیں چوپائے اور آگ ہے گھر اُن کا ف۹ اور کتنی تھیں بستیاں

هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا

جو زیادہ تھیں زور میں اِس تیری بستی سے جس نے تجھ کو نکالا ہم نے اُن کو غارت کر دیا پھر کوئی

نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ

نہیں اُنکا مددگار ف۱۰ بھلا ایک جو چلتا ہے واضح رستہ پر اپنے رب کے برابر ہے اُسکے جس کو بھلا دکھلایا

ف۱ یعنی جو لوگ اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے خواہ بظاہر یہاں کامیاب نظر نہ آتے ہوں لیکن حقیقۃً وہ کامیاب ہیں۔ اللہ اُن کے کام ضائع نہ کریگا۔ بلکہ انجام کار اُنکی محنت ٹھکانے لگائیگا اُنکو جنت کی طرف راہ دیگا۔ اور آخرت کے تمام منازل و مواقف میں اُن کا حال درست رکھیگا۔ ف۲ یعنی جس جنت کا حال اُن کو انبیاء علیہم السّلام کی زبان اور اپنے وجدان صحیح سے معلوم ہو چکا تھا اُس میں داخل کیے جائیں گے۔ اور وہاں پہنچ کر ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بخود پہچان لیگا اُس کے دل کی کشش اُدھر ہی ہوگی جہاں اُس کو رہنا ہے۔ (تنبیہ) ابن عباسؓ نے "عَرَّفَهَا لَهُمْ" کے معنی "طَيَّبَهَا لَهُمْ" کے لیے ہیں یعنی جنت اُن کے لیے خوشبوؤں سے مہکا دی گئی ہے۔ ف۳ یعنی اللہ کے دین کی اور اُس کے پیغمبر کی۔ ف۴ یعنی جہاد میں اللہ کی مدد کرو تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے اور اسلام و طاعت پر ثابت قدم رہوگے جس کے نتیجہ میں "صراط" پر ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اللہ چاہے تو خود ہی کافروں کو مسلمان کر ڈالے۔ پر یہ بھی منظور نہیں۔ جانچنا منظور ہے۔ سو بندہ کی طرف سے کمر باندھنا اور اللہ کی طرف سے کام بنانا"۔ ف۵ یعنی جس طرح مومنین کے قدم جما دیئے جاتے ہیں اُس کے برعکس منکروں کو مُنہ کے بل گرا دیا جاتا ہے۔ اور جیسے خدا کی طرف سے مؤمنین کی مدد کیجاتی ہے، اُس کے خلاف کافروں کے کام برباد کر دیئے جاتے ہیں۔ ف۶ یعنی جب اُنہوں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا تو اللہ اُنکے کام کیوں پسند کریگا اور جو چیز خدا کو ناپسند ہو وہ محض اکارت ہے۔ ف۷ یعنی دنیا ہی میں دیکھ لو منکروں کی کیسی گت بنی اور کس طرح اُنکے منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے۔ کیا آج کل کے منکروں کو ایسی سزائیں نہیں مل سکتیں۔ ف۸ یعنی اللہ مومنین صالحین کا رفیق ہے جو وقت پر اُن کی مدد کرتا ہے۔ کافروں کا ایسا رفیق کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں کام آسکے۔ "غزوۂ اُحد" میں ابو سفیان نے پکارا تھا "لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ"۔ آپ نے فرمایا پکارو "اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ" ف۹ یعنی دنیا کا سامان برت رہے ہیں اور مارے حرص کے بہائم کی طرح اناپ شناپ کھاتے چلے جاتے ہیں نتیجہ کی خبر نہیں کہ کل یہ کھایا پیا کسطرح نکلے گا۔ اچھا چند روز مزے اُڑالیں آگے اُن کے لیے آگ کا گھر تیار ہے۔ ف۱۰ یعنی دوسری قوموں کو جو زور و طاقت میں مکہ والوں سے کہیں بڑھ کر تھیں ہم نے تباہ کر چھوڑا اور کوئی اُن کی مدد کو نہ پہنچا۔ پھر یہ کس بات پر اتراتے ہیں۔ (تنبیہ) "قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ" سے مُراد مکہ معظمہ ہے۔ وہاں کے لوگوں نے ایسی حرکات کیں کہ آپ کو وطن مالوف و محبوب چھوڑنا پڑا۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے رخصت ہوتے وقت مکہ معظمہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ خدا کی قسم تو تمام شہروں میں اللہ کے نزدیک اور میرے نزدیک محبوب ترین شہر ہے۔ اور اگر میری قوم مجھ کو تیرے اندر سے نہ نکالتی میں تجھ کو نہ چھوڑتا۔

سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الۡجَنَّةِ الَّتِىۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ

اُس کا بُرا کام اور چلتے ہیں اپنی خواہشوں پر ف۱ احوال اُس بہشت کا جس کا وعدہ ہوا ہے ڈرنے والوں کو

فِيۡهَاۤ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ غَيۡرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ يَتَغَيَّرۡ طَعۡمُهٗ ۚ

اُس میں نہریں ہیں پانی کی جو بو نہیں کر گیا ف۲ اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں پھرا ف۳

وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ ۚ وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ

اور نہریں ہیں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کے واسطے ف۴ اور نہریں ہیں شہد کی جھاگ اُتارا ہوا ف۵

وَلَهُمۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ ؕ كَمَنۡ هُوَ

اور اُنکے لئے وہاں سب طرح کے میوے ہیں ف۶ اور معافی ہے اُن کے رب سے ف۷ یہ برابر ہیں اُسکے جو

خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوۡا مَآءً حَمِيۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ ﴿۱۵﴾ وَمِنۡهُمۡ

سدا رہے آگ میں اور پلایا جائے اُنکو کھولتا پانی تو کاٹ نکالے اُن کی آنتیں ف۸ اور بعضے اُن میں

مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوۡا مِنۡ عِنۡدِكَ قَالُوۡا لِلَّذِيۡنَ

ہیں کہ کان رکھتے ہیں تیری طرف یہاں تک کہ جب نکلیں تیرے پاس سے کہتے ہیں اُن کو جن کو

اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۟ اُولٰۤئِكَ الَّذِيۡنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ

علم ملا ہے کیا کہا تھا اِس شخص نے ابھی ف۹ یہ وہی ہیں جن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اللہ نے

وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا زَادَهُمۡ هُدًى وَّاٰتٰهُمۡ

اور چلے ہیں اپنی خواہشوں پر ف۱۰ اور جو لوگ راہ پر آئے ہیں اُنکو اور بڑھ گئی اُس کی سوجھ اور اُن کو اُس

تَقۡوٰٮهُمۡ ﴿۱۷﴾ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً ۚ فَقَدۡ

کا بچ کر چلنا ف۱۱ اب یہی انتظار کرتے ہیں قیامت کا کہ آ کھڑی ہو اُن پر اچانک سو

جَآءَ اَشۡرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمۡ اِذَا جَآءَتۡهُمۡ ذِكۡرٰٮهُمۡ ﴿۱۸﴾ فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ

آ چکی ہیں اُس کی نشانیاں پھر کہاں نصیب ہوگا اُنکو جب وہ آ پہنچے اُن پر سمجھ پکڑنا ف۱۲ سو تو جان لے کہ

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ

کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے ف۱۳

ف۱ یعنی ایک شخص نہایت شرح صدر اور فہم و بصیرت کے ساتھ سچائی کی صاف اور کشادہ سڑک پر بے کھٹکے چلا جا رہا ہے، اور دوسرا اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھاتا ہے، جس کو سیاہ و سفید یا نیک و بد کی کچھ تمیز نہیں، حتی کہ اپنی بے تمیزی سے بُرائی کو بھلائی سمجھتا ہے اور خواہشات کی پیروی میں اندھا ہو رہا ہے، کیا ان دونوں کا مرتبہ اور انجام برابر ہو جائیگا! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ حق تعالیٰ کی شان حکمت و عدل کے منافی نہیں ہے۔ ف۲ یعنی طولِ مکث یا کسی چیز کے اختلاط سے اُس کی بُو نہیں بدلی۔ شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ کسی طرح کے تغیر کو اُس کی طرف راہ نہیں۔ ف۳ یعنی دنیا کے دودھ پر قیاس نہ کرو۔ اتنی مدت گذرنے پر بھی اُس کے مزے میں فرق نہیں آیا۔ ف۴ یعنی وہاں کی شراب میں خالص لذت اور مزہ ہی مزہ ہے۔ نہ نشہ ہے نہ تلخی نہ سرگرانی نہ کوئی اور عیب و نقصان۔ ف۵ یعنی صاف و شفاف شہد جس میں تکدّر تو کہاں ہوتا جھاگ تک نہیں۔ (تنبیہ) یہاں چار قسم کی نہروں کا ذکر ہوا جن میں پانی تو ایسی چیز ہے کہ انسان کی زندگی اُس سے ہے اور دودھ غذائے لطیف کا کام دیتا ہے اور شراب سُرور و نشاط کی چیز ہے۔ اور شہد کو "شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ" فرمایا گیا ہے۔ ف۶ مشروبات کے بعد یہ ماکولات کا ذکر فرما دیا۔ ف۷ یعنی سب خطائیں معاف کر کے جنت میں داخل کریں گے۔ وہاں پہنچ کر کبھی خطاؤں کا ذکر بھی نہ آئے گا جو اُن کی کلفت کا سبب بنے۔ اور نہ آئندہ کسی بات پر گرفت ہوگی۔ ف۸ یعنی کھولتا ہوا پانی جب دوزخیوں کو پلائیں گے تو آنتیں کٹ کر باہر آ پڑینگی۔ (اعاذنا اللہ منہ) ف۹ اوپر مؤمنوں اور کافروں کا حال مذکور تھا۔ ایک قسم کافروں کی وہ ہے جسے منافق کہتے ہیں یعنی ظاہر میں اسلام کا دعویٰ اور باطن میں اُس سے انحراف۔ اِس آیت میں اُس کا ذکر ہے۔ یعنی یہ لوگ بظاہر پیغمبر کی بات سُننے کے لئے کان رکھتے ہیں مگر نہ دلی توجہ ہے نہ سمجھ، نہ یاد۔ جب مجلس سے اُٹھ کر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ اِس شخص (یعنی پیغمبر علیہ السّلام) نے ابھی ابھی کیا بیان کیا تھا۔ شاید اس دریافت کرنے کی مقصود ادھر تعریض کرنا ہوگا کہ ہم اُن کی بات کو لائق اعتنا نہیں سمجھ کر توجہ سے سُنتے ہیں۔ ف۱۰ یعنی ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ اُن کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔ پھر نیکی کی توفیق قطعاً نہیں ہوتی محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے۔ ف۱۱ یعنی سچائی کے راستہ پر چلنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی روز بروز ہدایت میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور اُس کی سوجھ بوجھ اور پرہیزگاری بڑھتی جاتی ہے۔ ف۱۲ یعنی قرآن کی نصیحتیں، گذشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور جنت و دوزخ کے وعدہ وعید سب سُن چکے۔ اب ماننے کے لئے کس وقت کا انتظار ہے۔ یہی کہ قیامت کی گھڑی اُن کے سر پر اچانک آ کھڑی ہو۔ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آ چکیں، اور جب خود قیامت آ کھڑی ہوگی، اُس وقت اُن کے لئے سمجھ حاصل کرنے اور ماننے کا موقع کہاں باقی رہیگا یعنی وہ سمجھنا اور ماننا بیکار ہے کیونکہ اُس پر نجات نہیں ہو سکتی حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "بڑی نشانی قیامت کی ہمارے نبی کا پیدا ہونا ہے۔ سب نبی خاتم النبیین کی راہ دیکھتے تھے جب وہ آ چکے (مقصود تخلیق عالم کا حاصل ہو چکا) اب قیامت ہی باقی ہے"۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيۡنِ" (میں اور قیامت اِس طرح ہیں) گویا میں قیامت سے اتنا آگے نکل آیا ہوں جتنا بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے آگے نکلی ہوئی ہے۔ شرح صحیح مسلم میں ہم نے اِس کی مفصل تقریر کی ہے۔ یہاں گنجائش نہیں۔ ف۱۳ ہر ایک کا ذنب (گناہ) اس کے مرتبہ کے موافق ہوتا ہے۔ کسی کام کا بہت اچھا پہلو چھوڑ کر کم اچھا پہلو اختیار کرنا گو وہ حدود جواز و استحسان میں ہو، بعض اوقات مقربین کے حق میں ذنب (گناہ) سمجھا جاتا ہے۔ "حَسَنَاتُ الۡاَبۡرَارِ سَيِّئَاتُ الۡمُقَرَّبِيۡنَ" کے یہی معنی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن میں سَو بار استغفار فرماتے تھے (تنبیہ) "فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ" کا خطاب ہر ایک مخاطب کو ہے۔ اور اگر خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہوں تو مطلب یہ ہے کہ اِس علم پر برابر جمے رہیئے اور استغفار کرتے رہیئے۔ اور "فَاعۡلَمۡ" کی تفریع ماقبل پر اِس طرح ہے کہ قیامت آنے کے بعد کسی کو ایمان و توبہ وغیرہ نافع نہیں تو آدمی کو چاہیئے کہ اُس کے آنے سے قبل صحیح معرفت حاصل کرے۔ اور ایمان و استغفار کے طریق پر مستقیم رہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ

اور اللہ کو معلوم ہے بازگشت تمہاری اور گھر تمہارا ف۱ اور کہتے ہیں ایمان والے کیوں

لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ

نہ اُتری ایک سورت ف۲ پھر جب اُتری ایک سورت جانچی ہوئی ف۳ اور ذکر ہوا اُس میں لڑائی کا

رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ

تو تو دیکھا ہے اُنکو جن کے دل میں روگ ہے تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بیہوش

عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا

پڑا ہوا مرنے کے وقت سو خرابی ہے اُن کی (۱) ف۴ حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی پھر جب

عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ

تاکید ہو کام کی تو اگر سچے رہیں اللہ سے تو اُن کا بھلا ہے ف۵ پھر تم سے یہ بھی توقع ہے

اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾

کہ اگر تم کو حکومت ملجائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں ف۶

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا

ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے پھر کر دیا اُنکو بہرا اور اندھی کر دیں اُنکی آنکھیں ف۷ کیا

يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰي قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا

دھیان نہیں کرتے قرآن میں یا دلوں پر لگ رہے ہیں اُنکے قفل ف۸ بیشک جو لوگ اُلٹے پھر گئے

عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ

اپنی پیٹھ پر بعد اسکے کہ ظاہر ہو چکی اُن پر سیدھی راہ شیطان نے بات بنائی اُنکے دل میں

وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

اور دیر کے وعدے کیے ف۹ یہ اس واسطے کہ اُنہوں نے کہا اُن لوگوں سے جو بیزار ہیں اللہ کی اُتاری کتاب سے

سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ

ہم تمہاری بات بھی مانیں گے بعضے کاموں میں اور اللہ جانتا ہے اُن کا مشورہ کرنا ف۱۰ پھر کیسا ہوگا حال

ع ۲ ۸

ف۱ یعنی جتنے پردوں میں پھرو گے پھر بہشت یا دوزخ میں پہنچو گے جو تمہارا اصلی گھر ہے۔ ف۲ یعنی ایسی سورت جس میں جہاد کی اجازت ہو۔ ف۳ یعنی صاف صاف احکام پر مشتمل ہے جو غیر منسوخ ہیں اور ٹھیک اپنے وقت پر اُترتے ہیں۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "مسلمان سورت مانگتے تھے یعنی کافروں کی ایذا سے عاجز ہو کر آرزو کرتے کہ اللہ جہاد کا حکم دے تو جو ہم سے ہو سکے کر گذریں۔ جب جہاد کا حکم آیا تو منافق اور کچے لوگوں پر بھاری ہوا خوفزدہ اور بے رونق آنکھوں سے پیغمبر کی طرف دیکھنے لگے کہ کاش ہم کو اس حکم سے معاف رکھیں۔ بید خوف میں بھی آنکھ کی رونق نہیں رہتی جیسے مرتے وقت آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے۔ ف۵ یعنی ظاہر میں یہ لوگ فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام و احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا و رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں پھر جب جہاد وغیرہ میں کام کی تاکید اور زور آپڑے اُس وقت اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو یہ صورت اُن کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی حکم شرع کو نہ ماننے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ کا حکم ہر طرح ماننا ہی چاہیے پھر رسول بھی جانتا ہے کہ نامردوں کو کیوں لڑوائے۔ ہاں جب بہت ہی تاکید آپڑے اُسی وقت لڑنا ضروری ہوگا۔ نہیں تو لڑنے والے بہت ہیں"۔ ف۶ یعنی حکومت و اقتدار کے نشہ میں لوگ عموماً اعتدال و انصاف پر قائم نہیں رہا کرتے۔ دنیا کی حرص اور زیادہ بڑھ جاتی ہے پھر جاہ و مال کی کشمکش اور غرض پرستی میں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں جن کا آخری نتیجہ ہوتا ہے عام فتنہ و فساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی جان سے تنگ ہو کر جہاد کی آرزو کرتے ہو۔ اور اگر اللہ تم ہی کو غالب کر دے تو فساد نہ کرنا"۔ (تنبیہ) مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "تَوَلَّيْتُمْ" کا ترجمہ حکومت ملجانے سے کیا ہے جیسا کہ بہت سے مفسرین کی رائے ہے۔ دوسرے علماء "تَوَلّٰی" کو بمعنی اعراض لے کر یوں مطلب لیتے ہیں کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ اور جب دنیا میں امن و انصاف نہ رہیگا تو ظاہر ہے فساد، بدامنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا۔ اور بعض نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کرو گے تو زمانۂ جاہلیت کی کیفیت عود کر آئے گی جو خرابیاں اور فساد اُس وقت تھے اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر رشتے ناتے قطع ہو جاتے تھے، وہی سب نقشہ پھر قائم ہو جائیگا۔ اور اگر آیت میں خاص منافقین سے خطاب مانا جائے تو ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر جہاد سے اعراض کرو گے تو تم سے یہی توقع کیجا سکتی ہے کہ اپنی منافقانہ شرارتوں سے ملک میں خرابی مچاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابتیں ہیں اُن کی مطلق پرواہ نہ کرتے ہوئے کھلے کافروں کے مددگار ہو گے۔ ف۷ یعنی حکومت کے غرور میں اندھے بہرے ہو کر ظلم کرنے لگے۔ پھر کسی کا سمجھایا نہ سمجھے۔ خدا کی پھٹکار نے بالکل ہی سنگدل بنا دیا۔ اور یہ سب کچھ اُن ہی کے سوء اختیار اور قصور استعداد سے ہوا۔ ف۸ یعنی منافق قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُن کی شرارتوں کی بدولت دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں کہ نصیحت کے اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا۔ اگر قرآن کے سمجھنے کی توفیق ملتی تو باسانی سمجھ لیتے کہ جہاد میں کس قدر دنیوی و اُخروی فوائد ہیں۔ ف۹ یعنی منافقین اسلام کا اقرار کرنے اور اُس کی سچائی ظاہر ہو چکنے کے بعد وقت آنے پر اپنے قول و قرار سے پھر جاتے ہیں۔ اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے۔ شیطان نے اُن کو یہ بات سجھا دی ہے کہ لڑائی میں نہ جائیں گے تو دیر تک زندہ رہیں گے۔ خواہ مخواہ جا کر مرنے سے کیا فائدہ۔ اور نہ معلوم کیا کچھ سمجھاتا اور دور دراز کے لمبے چوڑے وعدے دیتا ہے "وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا"۔ ف۱۰ منافقوں نے یہود وغیرہ سے کہا کہ گو ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ ہو کر تم سے نہ لڑیں گے۔ بلکہ موقع ملا تو تم کو مدد دیں گے اور اس قسم کے کاموں میں تمہاری بات مانیں گے۔

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾

جبکہ فرشتے جان نکالیں گے ان کی مارتے جاتے ہوں انکے منہ پر اور پیٹھ پر ف۱

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾

اس لئے کہ وہ چلے اس راہ جس سے اللہ بیزار ہے اور ناپسند کی اُس کی خوشی پھر اُس نے اکارت کر دیئے اُنکے کیے کام ف۲

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾

کیا خیال رکھتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے کہ اللہ ظاہر نہ کر دیگا اُن کے کینے ف۳

وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

اور اگر ہم چاہیں تجھ کو دکھلا دیں وہ لوگ سو تو پہچان تو چکا ہے اُنکو اُنکے چہرہ سے اور آگے پہچان لے گا بات کے ڈھب سے ف۴ اور اللہ کو معلوم ہیں تمہارے سب کام ف۵

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے تا معلوم کر لیں جو تم میں لڑائی کرنیوالے ہیں اور قائم رہنے والے ف۶ اور تحقیق کر لیں تمہاری خبریں ف۷

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اُنہوں نے اللہ کی راہ سے اور مخالف ہو گئے رسول سے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی اُن پر سیدھی راہ نہ بگاڑ سکیں گے اللہ کا کچھ اور وہ اکارت کر دیگا انکے سب کام ف۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور حکم پر چلو رسول کے اور ضائع مت کرو اپنے کیے ہوئے کام ف۹

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا لوگوں کو اللہ کی راہ سے پھر مر گئے اور وہ منکر ہی رہے تو ہرگز نہ بخشے گا اُن کو اللہ ف۱۰ سو

ف۱ یعنی اُس وقت موت سے کیونکر بچیں گے۔ بیشک اُس وقت نفاق کا مزہ چکھیں گے ف۲ یعنی اللہ کی خوشنودی کا راستہ پسند نہ کیا۔ اُسی راہ چلے جس سے وہ ناراض ہوتا تھا۔ اِس لیئے موت کے وقت یہ بھیانک سماں دیکھنا پڑا۔ اور اللہ نے اُن کے کفر و طغیان کی بدولت سب عمل بیکار کر دیے۔ کسی عمل نے اُن کو دوسری زندگی میں فائدہ نہ پہنچایا۔ ف۳ یعنی منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جو حاسدانہ عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں، کیا یہ خیال ہے کہ وہ دلوں میں پنہاں ہی رہینگے؟ اللہ اُن کو طشت از بام نہ کریگا؟ اور مسلمان اُن کے مکر و فریب پر مطلع نہ ہونگے؟ ہرگز نہیں۔ اُنکا خبث باطن ضرور ظاہر ہو کر رہیگا اور ایسے امتحان کی بھٹی میں ڈالے جائیں گے جہاں کھوٹا کھرا بالکل الگ ہو جائیگا۔ ف۴ یعنی اللہ چاہے تو تمام منافقین کو باشخاصہم معین کر کے آپ کو دکھلا دے اور نام بنام مطلع کر دے کہ مجمع میں فلاں فلاں آدمی منافق ہیں۔ مگر اُس کی حکمت بالفعل اس دو ٹوک اظہار کو مقتضی نہیں۔ ویسے اللہ نے آپ کو اعلیٰ درجہ کا نور فراست دیا ہے کہ اُن کے چہرے بشرے سے آپ پہچان لیتے ہیں۔ اور آگے چل کر اُن لوگوں کے طرز گفتگو سے آپ کو مزید شناخت ہو جائے گی۔ کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے۔ جو زور، شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے، منافق کتنی ہی کوشش کرے اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا۔ (تنبیہ) مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "فَلَعَرَفْتَهُمْ" کو "لَوْ نَشَاءُ" کے نیچے نہیں رکھا۔ عامہ مفسرین اس کو "لَوْ نَشَاءُ" کے تحت میں رکھ کر "لَأَرَيْنَاكَهُمْ" پر متفرع کرتے ہیں یعنی اگر ہم چاہیں تو تجھ کو دکھلا دیں وہ لوگ، پھر تو اُن کو پہچان جائے صورت دیکھ کر۔ احقر کے خیال میں مترجم رحمہ اللہ کی تفسیر زیادہ لطیف ہے۔ واللہ اعلم بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضور نے بہت سے منافقین کو نام بنام پکارا اور اپنی مجلس سے اُٹھا دیا ممکن ہے کہ وہ شناخت "لَحْنِ الْقَوْلِ" اور "سِيمَا" وغیرہ سے حاصل ہوئی ہو۔ یا آیۂ ہٰذا کے بعد حق تعالیٰ نے آپ کو بعض منافقین کے اسماء پر تفصیل و تعیین کے ساتھ مطلع فرما دیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی بندوں سے کوئی بات چھپی رہے، ممکن ہے۔ مگر اللہ کے علم میں تمہارے سب کام ہیں خواہ کھل کر کر دیا چھپا کر۔ ف۶ یعنی جہاد وغیرہ کے احکام سے آزمائش مقصود ہے۔ اِسی سخت آزمائش میں کھلتا ہے کہ کون لوگ اللہ کے راستہ میں لڑنے والے اور شدید ترین امتحانات میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور کون ایسے نہیں۔ ف۷ یعنی ہر ایک کے ایمان اور اطاعت و انقیاد کا وزن معلوم ہو جائے اور سب کے اندرونی احوال کی خبریں علاً محقق ہو جائیں۔ (تنبیہ) "حَتّٰى نَعْلَمَ الخ" سے جو شبہ حدوث علم کا ہوتا ہے اُس کا مفصل جواب "پارہ سیقول" کے شروع "اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ" الخ کے حواشی میں ملاحظہ کیا جائے۔ ف۸ یعنی اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اللہ کا کیا نقصان ہے۔ نہ اس کے دین اور پیغمبر کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ وہ قدرت والا اُن کے سارے منصوبے غلط اور تمام کام اکارت کر دیگا اور سب کوششیں خاک میں ملا دیگا۔ ف۹ یعنی جہاد، یا اللہ کی راہ میں اور کوئی محنت و ریاضت کرنا اُس وقت مقبول ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے موافق ہو محض اپنی طبیعت کے شوق یا نفس کی خواہش پر کام نہ کرو۔ ورنہ ایسا عمل یوں ہی بیکار ضائع جائیگا مسلمان کا کام نہیں کہ جو نیک کام کر چکا یا کر رہا ہے اس کو کسی صورت سے ضائع ہونے دے۔ نیک کام کو نہ بیچ میں چھوڑو، نہ ریاء و نمود اور اعجاب و غرور وغیرہ سے اُس کو برباد کرو۔ بھلا ارتداد کا تو ذکر کیا ہے جو ایک دم تمام اعمال کو حبط کر دیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ ف۱۰ یعنی کسی کافر کی اللہ کے ہاں بخشش نہیں خصوصاً اُن کافروں کی جو دوسروں کو خدا کے راستہ سے روکنے میں لگے ہوئے ہیں۔

ف یعنی مسلمانوں کو چاہیئے کہ کفار کے مقابلہ میں سست اور کم ہمت نہ بنیں اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر صلح کی طرف نہ دوڑیں۔ ورنہ دشمن شیر ہو کر دباتے چلے جائیں گے اور جماعت اسلام کو مغلوب و رسوا ہونا پڑیگا۔ ہاں کسی وقت اسلام کی مصلحت اور اہل اسلام کی بھلائی صلح میں نظر آئے تو اُس وقت صلح کر لینے میں مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ آگے سورۂ "فتح" میں آتا ہے۔ بہرحال صلح کی بنا اپنی کم ہمتی اور نامردی پر نہ ہونی چاہیئے۔ ف۲ یعنی گھبرانے کی کچھ بات نہیں، اگر صبر و استقلال دکھاؤ گے اور خدا کے احکام پر ثابت قدم رہو گے تو خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تم کو آخر کار غالب کریگا۔ اور کسی حالت میں بھی تم کو نقصان اور گھاٹے میں نہ رہنے دیگا۔ ف۳ یعنی آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت ایک کھیل تماشہ جیسی ہے۔ اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو گے اور اس کھیل تماشہ سے ذرا بچ کر چلو گے تو اللہ تم کو اسکا پورا بدلہ دیگا اور تمہارا مال بھی تم سے طلب نہیں کریگا۔ اُسے کیا حاجت ہے۔ وہ تو خود دینے والا ہے کما قال "مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ" (ذاریات۔ رکوع ۳) اگر طلب بھی کرے تو مالک حقیقی وہ ہی ہے تمام مال اُسی کا ہے۔ مگر اس کے باوجود دین کے معاملہ میں جب خرچ کرنے کو کہتا ہے تو سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ طلب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے لیے نہیں بلکہ تمہارے فائدہ کو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "حق تعالیٰ نے ملک فتح کرا دیئے، مسلمانوں کو تھوڑے ہی دن (اپنی گرہ سے) پیسہ خرچ کرنا پڑا۔ پھر جتنا خرچ کیا تھا اُس سے سو سو گنا ہاتھ لگا۔ اس مطلب سے قرآن کریم میں کئی جگہ، فرمایا ہے کہ اللہ کو قرض دو"۔ ف۴ یعنی اگر اللہ تعالیٰ سختی کے ساتھ کل مال طلب کرنے لگے جو تم کو دے رکھا ہے تو کتنے مردانِ خدا ہیں جو کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم پر لبیک کہیں گے۔ اکثر تو وہی ہونگے جو بخل اور تنگدلی کا ثبوت دیں گے اور مال خرچ کرنے کے وقت اُن کے دل کی خفگی باہر ظاہر ہو جائیگی۔ ف۵ یعنی ایک حصہ خدا کے دیئے ہوئے مال کا اُس کے راستہ میں اپنے نفع کی خاطر۔ ف۶ یعنی تمہارا دینا خود اپنے فائدہ کے لیئے ہے۔ نہ دو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے اللہ کو تمہارے دینے نہ دینے کی کیا پرواہ۔ ف۷ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی مال خرچ کرنے کی جو تاکید سنتے ہو یہ نہ سمجھو کہ اللہ یا اُس کا رسول مانگتا ہے۔ نہیں۔ یہ تمہارے بھلے کو فرماتا ہے۔ پھر ایک کے ہزار ہزار پاؤ گے۔ ورنہ اللہ کو اور اُس کے رسول کو کیا پرواہ ہے۔ ف۸ یعنی اللہ تعالیٰ جس حکمت و مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اُس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں۔ فرض کیجیئے تم اگر بخل کرو اور اُس کے حکم سے روگردانی کرو گے وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دیگا جو تمہاری طرح بخیل نہ ہوگی۔ بلکہ نہایت فراخ دلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور اُس کی راہ میں خرچ کریگی۔ بہرکیف اللہ کی حکمت و مصلحت تو پوری ہو کر رہیگی۔ ہاں تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ حدیث میں ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون ہے جس کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ آپؐ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اسکی قوم" اور فرمایا "خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اُس کو اُتار لائیں گے"۔ الحمد للہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُس بے نظیر ایثار اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا کہ اُن کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم فارس والوں نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص کو ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بیشک حضورؐ کی پیشین گوئی کے موافق یہی قوم تھی جو بوقت ضرورت عرب کی جگہ پُر کر سکتی تھی۔ ہزارہا علماء و ائمہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا وجود ہی اس پیشین گوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے۔ بلکہ اس بشارت عظمیٰ کے کامل اور اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ۔ تمّ سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتوفیقہ و اعانتہ فلہ الحمد والمنۃ۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَ

تم بودے نہ ہوئے جاؤ اور لگو پکارنے صلح ف۱ اور تم ہی رہو گے غالب اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور

لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ

نقصان نہ دیگا تم کو تمہارے کاموں میں ف۲ یہ دنیا کا جینا تو کھیل ہے اور تماشا اور اگر

تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔــلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ اِنْ

تم یقین لاؤ گے اور بچ کر چلو گے دیگا تم کو تمہارا بدلا اور نہ مانگیگا تم سے مال تمہارے ف۳ اگر

يَّسْـَٔــلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هٰٓاَنْتُمْ

مانگے تم سے وہ مال پھر تم کو تنگ کرے تو بخل کرنے لگو اور ظاہر کر دے تمہارے دل کی خفگیاں ف۴ سنتے ہو تم

هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ

لوگ تم کو بلاتے ہیں کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں ف۵ پھر تم میں کوئی ایسا ہے کہ نہیں دیتا

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ

اور جو کوئی نہ دیگا سو نہ دے گا آپ کو ف۶ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم

الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ

محتاج ہو ف۷ اور اگر تم پھر جاؤ گے تو بدل لے گا اور لوگ تمہارے سوائے پھر

لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾

وہ نہ ہونگے تمہاری طرح کے ف۸

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اس کی انتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ

ف۹ ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ ☆ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ

ف۹ اس سورۃ کی مختلف آیات میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بغرض سہولت فہم اُنکو مختصراً یہاں لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے (الف) آنحضرت صلعم نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں امن و امان کے ساتھ داخل ہوئے اور عُمرہ کر کے حلق و قصر کیا۔ آپؐ نے یہ خواب صحابہ سے بیان فرمایا۔ گو آپ نے مدت کی تعیین نہیں فرمائی تھی، مگر شدت اشتیاق سے اکثروں کا خیال اس طرف گیا کہ امسال عُمرہ میسر ہوگا۔ اور اتفاقاً آپؐ کا قصد بھی عُمرہ کا ہو گیا۔ (ب) آپ تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو ہمراہ لے کر بغرض عُمرہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور "ہدی" بھی آپ کے ساتھ تھی۔ یہ خبر مکہ پہنچی تو قریش نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کر لیا کہ آپ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے۔ حالانکہ اُن کے ہاں حج و عمرہ سے دشمن کو بھی روکا نہیں جاتا تھا بہر حال "حدیبیہ" پہنچ کر جو مکہ سے قریب ہے آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور کسی طرح اُٹھنے کا نام نہ لیا۔ آپؐ نے فرمایا "حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ" اور فرمایا کہ خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا مطالبہ کریں گے جس میں حُرمات اللہ کی تعظیم قائم رہے میں منظور کر دونگا۔ آخر آپؐ نے وہیں قیام فرمایا (اسی مقام کو آج کل "شُمیسیہ" کہتے ہیں)۔ (ج) آپؐ نے مکہ والوں کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے، ہم کو آنے دو عُمرہ کر کے چلے جائیں گے۔ جب اس کا کچھ جواب نہ ملا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہی پیام دے کر بھیجا اور بعض مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مغلوب و مظلوم تھے اُن کو بشارت پہنچائی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جائیگا۔ حضرت عثمان کو قریش نے روک لیا۔ اُن کی واپسی میں جو دیر لگی یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے۔ اُس وقت آپ نے اِس خیال سے کہ شاید لڑائی کا موقع ہو جائے سب صحابہ سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی جب قریش نے بیعت کی خبر سُنی ڈر گئے اور حضرت عثمان کو واپس بھیج دیا۔ (د) پھر مکہ کے خود رأی

بقیہ صفحہ ۶۶۲۔ بغرض صلح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلحنامہ لکھا قرار پایا۔ اس سلسلہ میں بعض امور پر بحث و تکرار بھی ہوئی اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے لیکن آخر حضورؐ نے مکہ والوں کے اصرار کے موافق سب باتیں منظور فرمالیں اور مسلمانوں نے بھی بے انتہا ضبط و تحمل سے کام لیا اور صلحنامہ تیار ہو گیا جس میں ایک شرط کفار کی طرف سے یہ بھی کہ آپ اس سال واپس چلے جائیے اور سال آئندہ غیر مسلح آکر عمرہ کر لیجئے۔ اور یہ کہ فریقین میں دس سال تک لڑائی نہ ہوگی۔ اس مدت میں جو مرد ہمارے ہاں سے تمہارے پاس جائے اُسے آپ اپنے پاس نہ رکھیں۔ اور جو تمہارا آدمی ہمارے ہاں آ جائیگا ہم واپس نہ کریں گے۔ صلح کا تمام معاملہ طے ہو جانے پر آپ نے "حدیبیہ" ہی میں ہدی کا جانور ذبح کیا اور حلق و قصر کر کے احرام کھول دیا اور مدینہ کی طرف واپس ہو گئے۔ (ہ) راستہ ہی میں یہ سُورۃ (الفتح) نازل ہوئی۔ اور یہ سب واقعہ اواخر ۶ھ میں پیش آیا (و) "حدیبیہ" سے واپس تشریف لا کر اوائل ۷ھ میں آپ نے خیبر فتح کیا جو مدینہ سے شمالی جانب چار منزل پر شام کی سمت یہود کا ایک شہر تھا۔ اس حملہ میں کوئی شخص اُن صحابہ کے علاوہ شریک نہ تھا جو "حدیبیہ" میں آپ کے ہمراہ تھے۔ (ز) سال آئندہ یعنی ذیقعدہ ۷ھ میں آپ حسب معاہدہ عمرۃ القضاء کے لیے تشریف لے گئے اور امن و امان کے ساتھ مکہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا۔ (ح) عہد نامہ میں جو دس سال تک لڑائی بند رکھنے کی شرط تھی قریش نے نقض عہد کیا۔ آپ نے مکہ پر چڑھائی کر دی اور رمضان ۸ھ میں اس کو فتح کر لیا۔

وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾

اور جو پیچھے رہے ف۱ اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان ف۲ اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ ف۳

وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي

اور مدد کرے تیری اللہ زبردست مدد ف۴ وہی ہے جس نے اُتارا اطمینان

قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ

دل میں ایمان والوں کے تاکہ اور بڑھ جائے اُنکو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ ف۵ اور اللہ کے ہیں سب لشکر

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٤﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ

آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ ہے خبردار حکمت والا ف۶ تاکہ پہنچا دے ایمان والے مردوں کو

وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ

اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں نیچے بہتی ہیں اُن کے نہریں ہمیشہ رہیں اُن میں اور اُتار دے

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٥﴾ وَيُعَذِّبَ

اُن پر سے اُنکی بُرائیاں ف۷ اور یہ ہے اللہ کے یہاں بڑی مراد ملنی ف۸ اور تاکہ عذاب کرے

الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ

دغاباز مردوں کو اور دغاباز عورتوں کو اور شرک والے مردوں کو اور شرک والی عورتوں کو ف۹ جو اٹکلیں کرتے ہیں

ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۖ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ

اللہ پر بُری اٹکلیں ف۱۰ اُنہی پر پڑے پھیر مصیبت کا ف۱۱ اور غصہ ہوا اللہ اُن پر اور لعنت کی اُن کو

وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٦﴾ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَ

اور تیار کی اُنکے واسطے دوزخ اور بُری جگہ پہنچے ✡ اور اللہ کے ہیں سب لشکر آسمانوں کے اور

الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٧﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ

زمین کے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا ف۱۲ ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور

مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَ

خوشی اور ڈر سنانے والا ف۱۳ تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُس کی مدد کرو اور

فوائد صفحہ ہذا ف۱ "حدیبیہ" کی صلح بظاہر ذلت و مغلوبیت کی صلح نظر آتی ہے۔ اور شرائط صلح پڑھ کر بادی النظر میں یہی محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی صلح کی ظاہری سطح دیکھ کر سخت محزون و مضطرب تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سرفروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور اُن کے طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے۔ کیوں تمام نزاعات کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اُن احوال و نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے اور اللہ نے آپ کا سینہ تحت سے سخت ناخوشگوار واقعات پر تحمل کرنے کے لیے کھول دیا تھا۔ آپ بے مثال استغناء اور توکل و تحمل کے ساتھ اُن کی ہر شرط قبول فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو "اللہ ورسولہ اعلم" کہہ کر تسلی دیتے رہے یعنی اللہ اور اُس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ تا آنکہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام "فتح مبین" رکھا۔ لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے فرمایا ہاں بہت بڑی فتح۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کی بیعت جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر اغماض اور عفو و درگذر سے کام لینا اور محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر اُنکے بیہودہ مطالبات پر قطعاً افروختہ نہ ہونا۔ یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد و رحمت کے استجلاب کا ذریعہ بنتے تھے اور دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی و روحانی طاقت اور پیغمبر علیہ السلام کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے۔ گو عہد نامہ لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضورؐ کے حق میں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام "فتح مبین" رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اِس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لیے بھی آپ کے حق میں بیشمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے۔ اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور اُن مقدس مسلمانوں کے احوال و اطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے۔ خالد بن الولید اور عمرو بن العاص جیسے نامور صحابہ اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے جسموں کو نہیں، دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی عظیم ترین برکت تھی۔ اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لیے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا۔ "حدیبیہ" میں حضور کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانباز تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ کے ہمرکاب تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر، بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لیے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور زریں دیباچہ کے تھی۔ اور اس تحمل و توکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو صلح کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی جن علوم و معارف قدسیہ اور باطنی مقامات و مراتب کا فتح باب ہوا ہوگا اس کا اندازہ تو کون کر سکتا ہے۔ ہاں تھوڑا سا اجمالی اشارہ حق تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے۔ یعنی جیسے سلاطین دنیا کسی بہت بڑے فاتح جنرل کو خصوصی اعزاز و اکرام سے نوازتے ہیں، خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جن میں پہلی چیز غفران ذنوب ہے۔ ہمیشہ کو ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ کے مرتبۂ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں) یہ بات اللہ تعالیٰ نے اور کسی بندہ کے لیے نہیں فرمائی۔ گو حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا صحابہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا۔ فرماتے "افلا اکون عبدا شکورا" (تو کیا میں اس کا شکر گذار بندہ نہ بنوں) ظاہر ہے اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارت (بقیہ فوائد بر صفحہ ۶۶۴)

بقیہ فوائد صفحہ ۶۶۳۔ اُسی بندہ کو سُنائیں گے جو سُن کر نڈر نہ ہو جائے بلکہ اور زیادہ خدا تعالیٰ سے ڈرنے لگے۔ شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس جائیگی تو وہ فرمائیگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو خاتم النبیین ہیں اور جنکی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے۔ یعنی اِس مقام شفاعت میں اگر بالفرض کوئی تقصیر بھی ہو جائے تو وہ بھی عفو عام کے تحت میں پہلے ہی آچکی ہے بجز انکے اور کسی کا یہ کام نہیں۔ **ف۲** یعنی صرف تقصیرات سے درگذر نہیں بلکہ جو کچھ ظاہری و باطنی اور مادّی و رُوحی انعام و احسان اب تک ہو چکے ہیں اُنکی پوری تکمیل و تتمیم کیجائیگی۔ **ف۳** یعنی تجھ کو ہدایت و استقامت کی سیدھی راہ پر ہمیشہ قائم رکھیگا بمعرفت و شہود کے غیر محدود مراتب پر فائز ہونے اور ابدان و قلوب پر اسلام کی حکومت قائم کرنے کی راہ میں تیرے لیے کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکیگی۔ لوگ جوق درجوق تیری ہدایت سے اسلام کے سیدھے راستہ پر آئیں گے۔ اور اس طرح تیرے اجور وحسنات کے ذخیرہ میں بیشمار اضافہ ہوگا۔ **ف۴** یعنی اللہ کی ایسی مدد آئے گی جس کو کوئی نہ روک سکیگا نہ دبا سکیگا۔ اور اُسی کی مدد سے فتح وظفر تیرے قدموں کے ساتھ ساتھ ہوگی۔ سورۂ "نصر" میں فرمایا کہ جب خدا کی طرف سے مدد اور فتح آجائے اور لوگ دین الٰہی میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں تو اللہ کی تسبیح و تحمید اور اُس سے استغفار کیجئے۔ ظاہر ہے کہ اس فتح مبین پر بھی آپ نے استغفار کیا ہوگا تو اُس کے جواب میں لِیَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ الخ کا مضمون اور بھی زیادہ صاف ہو جاتا ہے۔ نبہ علیہ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ

اُسکی عظمت رکھو **ف۱** اور اُسکی پاکی بولتے رہو صبح اور شام **ف۲** تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے

إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا

وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر اُنکے ہاتھ کے **ف۳** پھر جو کوئی قول توڑے سو

يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا

توڑتا ہے اپنے نقصان کو اور جو کوئی پورا کرے اس چیز کو جس پر اقرار کیا اللہ سے تو وہ اُس کو دیگا بدلا

عَظِيمًا ﴿١٠﴾ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا

بہت بڑا **ف۴** اب کہیں گے تجھ سے پیچھے رہ جانیوالے گنوار ہم کام میں لگ رہ گئے

أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ

اپنے مالوں کے اور گھر والوں کے سو ہمارا گناہ بخشوا **ف۵** وہ کہتے ہیں اپنی زبان سے جو اُن کے

فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ

دل میں نہیں **ف۶** تو کہہ کس کا کچھ بس چلتا ہے اللہ سے تمہارے واسطے اگر وہ چاہے تمہارا

ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾

نقصان یا چاہے تمہارا فائدہ بلکہ اللہ ہے تمہارے سب کاموں کی خبردار **ف**

بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ

کوئی نہیں تم تو خیال کیا تھا کہ پھر کر نہ آئے گا رسول اور مسلمان اپنے گھر

أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ

کبھی اور کھپ گیا تمہارے دل میں یہ خیال اور اٹکل کی تم نے بُری اٹکلیں اور تم

قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا

لوگ تھے تباہ ہونیوالے **ف** اور جو کوئی یقین نہ لائے اللہ پر اور اُس کے رسول پر تو ہم نے تیار کر رکھی ہے

لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ

منکروں کے واسطے دہکتی آگ ✿ اور اللہ کے لیے ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا بخشے

ف۵ اطمینان اُتارا یعنی باوجود خلاف طبع ہونے کے رسول کے حکم پر جمے رہے۔ ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہیں کرنے لگے۔ اس کی برکت سے اُن کے ایمان کا درجہ بڑھا۔ اور مراتب عرفان وایقان میں ترقی ہوئی۔ اُنہوں نے اوّل بیعت جہاد کر کے ثابت کر دیا تھا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ایمان کا ایک رنگ تھا اُس کے بعد جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو اُن کے ایمان کا دوسرا رنگ یہ تھا کہ اپنے پُرجوش جذبات وعواطف کو زور سے دبا کر اللہ ورسول کے فیصلہ کے آگے گردن انقیاد خم کر دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ **ف۶** یعنی وہ ہی جانتا ہے کہ کس وقت قتال کا حکم دینا تمہارے لئے مصلحت ہے اور کس موقع پر قتال سے باز رکھنا اور صلح کرنا حکمت ہے۔ تم کو اگر قتال کا حکم ہو تو کبھی کفار کی کثرت کا خیال کر کے پس و پیش نہ کرنا کیونکہ آسمان وزمین کے لشکروں کا مالک وہ ہی ہے جو تمہاری قلت کے باوجود اپنے غیبی لشکروں سے مدد کر سکتا ہے جیسے "بدر" "احزاب" اور "حنین" وغیرہ میں کی۔ اور اگر صلح کرنے اور قتال سے رُکنے کا حکم دے تو اُسی کی تعمیل کرو۔ یہ خیال نہ کرنا کہ افسوس صلح ہو گئی اور کفار بچ نکلے اُن کو سزا نہ ملی اگر قتال کا حکم ہو جاتا تو ہم انکو ہلاک کر ڈالتے۔ کیونکہ اُن کا ہلاک ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں ہم چاہیں تو اپنے دوسرے لشکروں سے ہلاک کر سکتے ہیں۔ بہرحال زمین و آسمان کے لشکروں کا مالک اگر صلح کا حکم دیگا تو ضرور اُسی میں بہتری اور حکمت ہوگی۔ **ف۷** جب حضور نے اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا الخ پڑھ کر صحابہ کو سُنائی تو اُنہوں نے آپکی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور کہا یا رسول اللہ! یہ تو آپ کے لیئے ہُوا۔ ہمارے لئے کیا ہے۔ اُس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں یعنی اللہ نے اطمینان و سکینہ اُتار کر مؤمنین کا ایمان بڑھایا۔ تا اُنہیں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل کرے اور اُنکی بُرائیوں اور کمزوریوں کو معاف فرما دے۔ حدیث میں ہے کہ جن اصحاب نے حدیبیہ میں بیعت کی اُن میں سے ایک بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ (تنبیہ) مؤمنات کا ذکر تعمیم کے لیئے ہے یعنی مرد ہو یا عورت کسی کی محنت اور ایمانداری ضائع نہیں جاتی۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اِس سفر میں حضور کے ہمراہ تھیں۔ **ف۸** بعض نقال صوفی یا کوئی مغلوب الحال بزرگ کہدیا کرتے ہیں کہ جنت طلب کرنا ناقصوں کا کام ہے یہاں سے معلوم ہُوا کہ اللہ کے ہاں یہ ہی بڑا کمال ہے۔ **ف۹** یعنی مؤمنین کے دلوں میں صلح کی طرف سے اطمینان پیدا کر کے اسلام کی جڑ مضبوط کر دی اور اسلامی فتوحات و ترقیات کا دروازہ کھول دیا جو انجام کار سبب ہے کافروں اور منافقوں پر مصیبت ٹوٹنے اور اُن کو پوری طرح سزا ملنے کا۔ **ف۱۰** "بُری اٹکلیں" یہ کہ مدینہ سے چلتے وقت منافق (بجز ایک جد بن قیس کے) مسلمانوں کے ساتھ نہیں آئے، بہانے کر کے بیٹھ رہے۔ دل میں سوچا کہ مڈبھیڑ ضرور ہو کر رہیگی۔ یہ مسلمان لڑائی میں تباہ ہونگے۔ ایک بھی زندہ واپس نہ آئیگا۔ کیونکہ وطن سے دور، فوج کم، اور دشمن کا دیس ہوگا ہم کیوں ان کے ساتھ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں۔ اور کفار مکہ نے یہ خیال کیا کہ مسلمان بظاہر "عمرے" کے نام سے آرہے ہیں اور فریب و دغا سے چاہتے ہیں کہ مکہ معظمہ ہم سے چھین لیں۔ **ف۱۱** یعنی زمانہ کی گردش اور مصیبت کے چکر میں آگر رہیں گے کہاں تک احتیاطیں اور پیش بندیاں کریں گے۔ **ف۱۲** یعنی وہ سزا دینا چاہے تو کون بچا سکتا ہے۔ خدائی لشکر ایک لمحہ میں پیس کر رکھدے۔ مگر وہ زبردست ہونے کے ساتھ حکمت والا بھی ہے۔ حکمت الٰہی مقتضی نہیں کہ فوراً ہاتھوں ہاتھ ان کا استیصال کیا جائے۔ **ف۱۳** یعنی آپ اللہ کے فرمانبرداروں کو خوشی اور نافرمانوں کو ڈر سُناتے ہیں اور خود اپنے احوال بتلاتے ہیں جیسے "اِنَّا فَتَحۡنَا" سے یہاں تک تینوں قسم کے مضامین آچکے۔ اور آخرت میں بھی اپنی امت پر نیز انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے۔

فوائد صفحہ ہذا **ف۱** تُعَزِّرُوۡهُ اور تُوَقِّرُوۡهُ کی ضمیریں اگر اللہ کی طرف راجع ہوں تو اللہ کی مدد کرنے سے مُراد اُس کے دین اور پیغمبر کی مدد کرنا ہے۔ اور اگر رسول کی طرف راجع ہوں تو پھر کوئی اشکال

بقیہ فوائد صفحہ ۶۶۴ بیعت کرنا گویا خدا سے بیعت کرنا ہے۔ کیونکہ حقیقۃً ... کے ذریعہ سے کراتا ہے۔ فہذا کما قال "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (نساء رکوع ۱۱) وکما قال "وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" (انفال رکوع ۲) جب بیعت نبوی کی حقیقت یہ ہوئی تو یقیناً خدا تعالیٰ کا دستِ شفقت وحمایت اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہوگا۔ (تنبیہ) حضورؐ صحابہ سے کبھی اسلام پر کبھی جہاد پر کبھی کسی دوسرے امرِ خیر پر بیعت لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں "علی الخیر" کا لفظ آیا ہے۔ مشائخ طریقت کی بیعت اگر بطریق مشروع ہو تو اسی لفظ کے تحت میں مندرج ہوگی۔ "حدیبیہ" میں اس بات پر بیعت لی گئی کہ مرتے دم تک میدان جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔ ف۴ یعنی بیعت کے وقت جو قول و قرار کیا ہے، اگر کوئی اُس کو توڑیگا تو اپنا ہی نقصان کریگا۔ اللہ و رسول کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی کو عہد شکنی کی سزا ملیگی۔ اور جس نے استقامت دکھلائی اور اپنے عہد و پیمان کو مضبوطی کے ساتھ پورا کیا تو اُس کا بدلہ بھی بہت پورا ملیگا۔ ف۵ مدینہ سے روانہ ہوتے وقت آپؐ نے اپنی روانگی کا اعلان کردیا اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لئے ابھارا تھا۔ شاید قرائن سے آپ کو بھی لڑائی کا احتمال ہو۔ اس پر دیہاتی گنوار جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہ ہوا تھا، جان چُرا کر بیٹھ رہے اور آپس میں کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسی قوم کی طرف جائیں گے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر (مدینہ) میں آکر اُن کے کتنے ساتھیوں کو قتل کرگئی۔ اب ہم اُس کے گھر جاکر اُس سے لڑینگے! تم دیکھ لینا اب یہ اور انکے ساتھی اس سفر سے واپس آنے والے نہیں سب وہیں کھیت رہیں گے ان آیات میں حق تعالیٰ نے اُنکے نفاق کا پردہ فاش کیا ہے آپ کو مدینہ پہنچنے سے قبل راستہ میں تبلادیا کہ تمہارے صحیح و سالم واپس جانے پر وہ لوگ اپنی غیر حاضری کے جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کرتے ہوئے آئیں گے، اور کہیں گے کہ کیا کیجئے ہم کو گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی۔ کوئی ہمارے پیچھے مال اور اہل وعیال کی خبر لینے والا نہ تھا۔ بہرحال ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی۔ اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرادیجئے۔ ف۶ یعنی دل میں جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے اور استغفار کی درخواست کرنا بھی محض ظاہرداری کے لئے ہے، سچے دل سے نہیں۔ وہ دل میں نہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں نہ آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ف۷ یعنی ہر طرح کا نفع و نقصان اللہ کے قبضہ میں ہے جسکی مشیت و ارادہ کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا اُس کو منظور نہیں تھا کہ تم کو اس سفر مبارک کی شرکت کے فوائد نصیب ہوں۔ نہ اب یہ منظور ہے کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں اُس نے تمہاری حیلہ تراشی سے قبل ہی ہم کو اِن جھوٹے اعذار پر مطلع کردیا تھا۔ بہرحال اُس نے ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارے اعمال وحرکات کی بدولت "غزوۂ حدیبیہ" کی گوناگوں برکات و فوائد کی طرف سے تم کو نقصان اور گھاٹے میں رکھے۔ اور ہاں تم کہتے ہو کہ اپنے مال اور گھر والوں کی حفاظت کی وجہ سے سفر میں نہ جاسکے، تو کیا خدا اگر تمہارے مال و اولاد وغیرہ میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے، تم گھر میں رہ کر اُسے روک دو گے۔ یا فرض کرو اللہ تم کو کچھ فائدہ مال وعیال میں پہنچانا چاہے اور تم سفر میں ہو، تو کیا اُسے کوئی روک سکتا ہے جب نفع و نقصان کو کوئی روک نہیں سکتا تو اللہ اور اُس کے رسول کی خوشنودی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی پرواہ کرنا محض حماقت و ضلالت ہے ان حیلوں بہانوں سے مت سمجھو کہ ہم اللہ کو خوش کرلیں گے۔ بلکہ یاد رکھو اللہ تمہارے سب کھلے چھپے اعمال واحوال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ ف۸ یعنی واقع میں تمہارے نہ جانے کا سبب یہ نہیں جو بیان کرتے ہو بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان اس سفر سے صحیح کر واپس نہ آئیں گے۔ یہ ہی تمہاری دلی آرزو تھی اور یہ غلط اٹکل اور تخمینہ تمہارے دلوں میں خوب جم گیا تھا۔ اسی لئے اپنی حفاظت اور نفع کی صورت تم نے علیحدہ رہنے میں سمجھی۔ حالانکہ یہ صورت تمہارے خسران اور تباہی کی تھی اور اللہ جانتا تھا کہ یہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾

جس کو چاہے اور عذاب میں ڈالے جس کو چاہے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۱

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا

اب کہیں گے پیچھے رہ گئے ہوئے جب تم چلو گے غنیمتیں لینے کو چھوڑو

نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا

ہم بھی چلیں تمہارے ساتھ چاہتے ہیں کہ بدل دیں اللہ کا کہا تو کہہ دے تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلو گے

كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ

یونہی کہہ دیا اللہ نے پہلے سے ف۲ پھر اب کہیں گے نہیں تم تو جلتے ہو ہمارے فائدہ سے ف۳ کوئی

كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

نہیں پر وہ نہیں سمجھتے ہیں مگر تھوڑا سا ف۴ کہہ دے پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے

سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ

آئندہ تم کو بلائیں گے ایک قوم پر بڑے سخت لڑنے والے تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہونگے

فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ

پھر اگر حکم مانو گے دیگا تم کو اللہ بدلا اچھا ف۵ اور اگر پلٹ جاؤ گے جیسے پلٹ گئے تھے

مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ

پہلی بار دیگا تم کو ایک عذاب دردناک ف۶ اندھے پر تکلیف نہیں

وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ

اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف ف۷ اور جو کوئی

يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

حکم مانے اللہ کا اور اُسکے رسول کا اُس کو داخل کریگا باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنِ

اور جو کوئی پلٹ جائے اُس کو عذاب دیگا دردناک ف۸ تحقیق اللہ خوش ہوا

ع ۱۰ فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جس کو وہ بخشنا چاہے اس میں کسی بخشواؤ کی ضرورت نہیں ہاں اُسکی مہربانی ہو تو تم کو توبہ کی توفیق مل جائے اور بخشش ہو جائے۔ اُسکی رحمت بہرحال غضب پر سابق ہے۔ ف۲ "حدیبیہ" سے واپس ہو کر حضورؐ کو "خیبر" پر چڑھائی کرنے کا حکم ہوا جہاں غدار یہود آباد تھے جو بدعہدی کرکے جنگ "احزاب" میں کافر قوموں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے۔ حق تعالیٰ نے حضورؐ کو خبر دی کہ وہ گنوار جو "حدیبیہ" نہیں گئے، اب "خیبر" کے معرکہ میں تمہارے ساتھ چلنے کو کہیں گے۔ کیونکہ وہاں خطرہ کم اور غنیمت کی اُمید زیادہ ہے۔ آپ اُن سے فرمادیں کہ تمہاری استدعا سے پیشتر اللہ ہم کو کہہ چکا ہے کہ تم (اس سفر میں) ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے۔ اندریں صورت کیا تم ہمارے ساتھ جاسکتے ہو۔ اگر جاؤ گے تو یہ معنی ہونگے کہ گویا اللہ کا کہا بدل دیا گیا جو کسی طرح ممکن نہیں۔ ف۳ یعنی اللہ نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ محض یہ چاہتے ہو کہ ہمارا فائدہ نہ ہو سب مال غنیمت بلا شرکت غیرے تمہارے ہی ہاتھ آجائے۔ ف۴ یعنی بہت تھوڑی سمجھ ہے۔ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے زہد و قناعت کا کیا حال ہے۔ کیا وہ مال کے حریص ہیں؟ جو تم پر حسد کرینگے؟ اور پیغمبر از راہ حسد خدا پر جھوٹ بول دیگا؟ العیاذ باللہ۔ ف۵ یعنی ذرا صبر کرو۔ اس لڑائی میں تو نہیں جاسکتے۔ لیکن آگے بہت معرکے پیش آنے ہیں۔ بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہونگے جن کا سلسلہ اُس وقت تک جاری رہیگا جب تک کہ وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دیکر اسلام کی مطیع ہوجائیں۔ اگر واقعی تم کو شوق جہاد ہے تو اُس وقت میدان میں آکر دادِ شجاعت دینا اُس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ بہترین بدلہ دیگا۔ (تنبیہ) ان جنگجو قوموں سے "بنو حنیفہ" وغیرہ مراد ہیں جو "مسیلمہ کذاب" کی قوم تھی۔ یا "ہوازن" و "ثقیف" وغیرہ جن سے "حنین" میں مقابلہ ہوا یا وہ مرتدین جن پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی۔ یا فارس و روم اور کرد وغیرہ جن سے خلفائے راشدین کے زمانہ میں لڑائیاں ہوئیں اُن میں بہت سے بے لڑے بھڑے (بقیہ صفحہ ۶۶۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۶۶۵ مسلمان ہوئے اور مال غنیمت بھی بہت آیا۔ ف۶ یعنی جیسے پہلے "حدیبیہ" جانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے اگر آئندہ اُن معرکوں سے پیچھے ہٹے تو اللہ سخت دردناک سزا دیگا۔ شاید آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ملجائے۔ ف۷ یعنی جہاد اِن معذور لوگوں پر فرض نہیں۔ ف۸ یعنی تمام اُمور اور معاملات میں عام ضابطہ یہ ہے۔

الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ
ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اُس درخت کے نیچے ف۱ پھر معلوم کیا جو اُنکے جی میں تھا ف۲

فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿١٨﴾ وَمَغَانِمَ
پھر اُتارا اُن پر اطمینان اور انعام دیا اُنکو ایک فتح نزدیک ☆ اور بہت

كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٩﴾ وَعَدَكُمُ اللَّهُ
غنیمتیں جن کو وہ لیں گے ف۳ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا ف۴ وعدہ کیا ہے تم سے اللہ نے

مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ
بہت غنیمتوں کا کہ تم اُن کو لوگے سو جلدی پہنچادی تم کو یہ غنیمت ف۵ اور روک دیا لوگوں

النَّاسِ عَنكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا
کے ہاتھوں کو تم سے ف۶ اور تاکہ ایک نمونہ ہو قدرت کا مسلمانوں کے واسطے ف۷ اور چلائے تم کو

مُّسْتَقِيمًا ﴿٢٠﴾ وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ وَ
سیدھی راہ ف۸ اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے اور

كَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا
اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ف۹ اور اگر لڑتے تم سے کافر تو پھیرتے

الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٢٢﴾ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي
پیٹھ پھر نہ پاتے کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف۱۰ رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ وَهُوَ
چلی آتی ہے پہلے سے اور تو ہرگز نہ دیکھیگا اللہ کی رسم کو بدلتے ف۱۱ اور وہی ہے

الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن
جس نے روک رکھا اُنکے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے بیچ شہر مکہ کے

بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ
بعد اس کے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیا اُن کو ف۱۲ اور ہے اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ف۱۳ یہ وہی لوگ ہیں

فوائد صفحہ ہذا ف۱ وہ کیکر کا درخت تھا حُدیبیہ میں۔ غالباً "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ الخ" فرمانے کی وجہ ہی سے اِس بیعت کو "بیعۃ الرضوان" کہتے ہیں۔ شروع سورت میں اِس کا مفصل قصہ گذر چکا۔ ف۲ یعنی ظاہر کا اندیشہ اور دل کا توکل، حُسن نیت، صدق و اخلاص اور حُبِّ اسلام وغیرہ۔ (تنبیہ) عموماً مفسرین نے "مَا فِي قُلُوبِهِمْ" سے یہی مُراد لیا ہے۔ مگر ابوحیّان کہتے ہیں کہ صلح اور شرائط صلح کی طرف سے دلوں میں جو رنج و غم اور اضطراب تھا وہ مُراد ہے اور آگے "فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ" اس پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی فتح خیبر جو حُدیبیہ سے واپسی کے بعد فوراً مل گئی اور مال غنیمت بہت آیا جس سے صحابہ آسودہ ہو گئے۔ ف۴ یعنی اپنے زور و حکمت سے حُدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی۔ اور اسی طرح کا قصہ فتح مکہ اور حُنین میں ہوا۔ ف۵ یعنی آگے چل کر بیشمار غنیمتیں ملنے والی ہیں اُن میں کا ایک حصہ غزوۂ خیبر میں دلوا دیا۔ ف۶ یعنی عام لڑائی نہ ہونے دی اور حُدیبیہ یا خیبر میں کفار کے ہاتھوں سے تم کو کچھ ضرر نہ پہنچنے دیا اور تمہاری غیبت میں تمہارے اہل و عیال وغیرہ پر کوئی دست درازی نہ کرسکا۔ ف۷ یعنی مسلمان سمجھیں کہ اللہ کی قدرت کیسی ہے اور اُن کا درجہ اُس کے ہاں کیا ہے اور یہ کہ اسی طرح آئندہ کے وعدے بھی پورے ہو کر رہیں گے۔ ف۸ یعنی اللہ کے وعدوں پر وثوق اور اُس کی لامحدود قدرت پر بھروسہ ہوگا تو اور زیادہ طاعت و فرمانبرداری کی ترغیب ہوگی۔ یہی سیدھی راہ ہے۔ ف۹ یعنی اس بیعت کے انعام میں فتح خیبر دی۔ اور مکہ کی فتح جو اُس وقت ہاتھ نہ لگی وہ بھی مل ہی چکی ہے۔ کیونکہ اللہ نے اُس کا وعدہ کر لیا اور فی الحقیقت عالم اسباب میں وہ نتیجہ اسی صلح حُدیبیہ کا ہے۔ ف۱۰ یعنی لڑائی ہوتی تو تم ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے، کوئی مدد کر کے اُن کو آفت سے نہ بچا سکتا۔ مگر اللہ کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ فی الحال صلح ہو جائے اور اُس کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں۔ ف۱۱ یعنی جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کُن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخرکار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب و مقہور کئے جاتے ہیں۔ یہی عادت اللہ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے جس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ اہل حق بحیثیت مجموعی پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں۔ اور بعض نے "وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا" کے معنی یوں کئے ہیں کہ اللہ کی عادت کوئی دوسرا نہیں بدل سکتا یعنی کسی اور کو قدرت نہیں کہ وہ کام نہ ہونے دے جو سُنّۃ اللہ کے موافق ہونا چاہئے تھا۔ ف۱۲ مشرکین کی کچھ ٹولیاں "حدیبیہ" پہنچی تھیں کہ موقع پا کر حضور کو شہید کر دیں یا اکیلے دُکیلے مسلمان کو ستائیں۔ چنانچہ کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی بلکہ ایک مسلمان کو قتل بھی کر ڈالا اور اشتعال انگیز کلمات بکتے پھرے۔ آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُن کو زندہ گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا۔ آپ نے اُن کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا۔ آیۂ ہذا میں اس قسم کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ اور "بِبَطْنِ مَكَّةَ" (بیچ شہر مکہ کے) یعنی شہر کے قریب، گویا شہر کا بیچ ہی تھا۔ ف۱۳ یعنی اُن کی شرارتیں اور تمہارا عفو و تحمل سب کچھ اللہ دیکھ رہا ہے۔

ف۱ یعنی حرم کے اُس حصہ تک قربانی کے جانور پہنچنے نہ دیئے جہاں لیجاکر ذبح کرنے کا عام دستور اور معمول ہے۔ حدیبیہ ہی میں رُکے پڑے رہے۔ ف۲ یعنی کچھ مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مظلوم و مقہور تھے اور مسلمان اُن کو پوری طرح جانتے نہ تھے وہ لڑائی میں بے خبری سے پیس دیئے جائیں گے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو فی الحال لڑائی کا حکم دیدیا جاتا۔ لیکن ایسا ہوتا تو تم خود اس قومی نقصان پر متأسف ہوتے۔ اور کافروں کو کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھو! مسلمان مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اس خرابی کے باعث لڑائی موقوف رکھی گئی تاوہ مسلمان محفوظ رہیں۔ اور تم پر اس بے مثال صبر و تحمل کی بدولت خدا اپنی رحمت نازل فرمائے۔ نیز کافروں میں سے جن لوگوں کا اسلام لانا مقدر ہے اُن کو بھی لڑائی کی خطرناک گڑ بڑ سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کرے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس تمام قصے میں ساری ضد اور کعبہ کی بے ادبی اُن ہی (مشرکین) سے ہوئی۔ تم باادب رہے اُنہوں نے عمرہ والوں کو منع کیا اور قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچنے دی۔ بیشک وہ جگہ اس قابل تھی کہ اُسی وقت تمہارے ہاتھ سے فتح کرائی جاتی مگر بعض مسلمان مرد و زن مکہ میں چھپے ہوئے تھے اور بعض لوگ جن کا مسلمان ہونا اب مقدر تھا، اس وقت کی فتح مکہ میں وہ پسے جاتے آخر دو برس کی صلح میں جتنے مسلمان ہونے کو تھے ہو چکے اور نکلنے والے نکل آئے تب اللہ نے مکہ فتح کرادیا"۔ ف۳ یعنی اگر کفار مسلمانوں سے الگ ہوتے اور مسلمان اُن میں رلے ملے نہ ہوتے تو تم دیکھ لیتے کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھوں سے کافروں کو کیسی دردناک سزا دلواتے ہیں۔ ف۴ نادانی کی ضد یہی کہ اس سال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر جائے اُسے پھر واپس بھیجدو۔ اگلے سال عمرہ کو آؤ تو تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہرو۔ اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ۔ صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھو اور بجائے محمد رسول اللہ کے صرف محمد بن عبداللہ تحریر کرو۔ حضرت نے یہ سب باتیں قبول کیں اور مسلمانوں نے سخت انقباض و اضطراب کے باوجود پیغمبر کے ارشاد کے آگے سر تسلیم جھکا دیا اور بالآخر اسی فیصلہ پر اُن کے قلوب مطمئن ہو گئے۔ ف۵ یعنی اللہ سے ڈر کر نافرمانی کی راہ سے بچے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اور کیوں نہ رہتے۔ وہ دنیا میں خدائے واحد کے سچے پرستار اور کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے زبردست حامل تھے ایک پکا موحد اور پیغمبر کا مطیع و وفادار ہی اپنے جذبات و رجحانات کو عین جوش و خروش کے وقت اللہ کی خوشنودی اور اُس کے شعائر کی تعظیم پر قربان کر سکتا ہے حقیقی توحید یہی ہے کہ آدمی اُس اکیلے مالک کا حکم سن کر اپنی ذلت و عزت کے سب خیالات بالائے طاق رکھدے۔ شاید اسی لیے حدیث میں "کلمۃ التقوٰی" کی تفسیر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے کی گئی ہے۔ کیونکہ تمام تر تقویٰ و طہارت کی بنیاد یہی کلمہ ہے جس کے اُٹھانے اور حق ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلعم کو چن لیا تھا۔ اور بلاشبہ اللہ کے علم میں وہ ہی اسکے مستحق اور اہل تھے۔ ف۶ ابتدائے سورت میں ذکر ہو چکا ہے کہ مدینہ میں حضور صلعم نے خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے اور سر منڈا کر اور بال کتروا کر حلال ہو رہے ہیں۔ اِدھر اتفاق سے آپ کا قصد اُسی سال عمرہ کا ہو گیا صحابہ نے عموماً یہ خیال جما لیا کہ اسی سال ہم مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے جس وقت صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہوئی بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکہ میں داخل ہونگے اور عمرہ کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو بیشک یوں ہی ہو کر رہیگا تم امن و امان سے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کروگے اور تم میں سے کوئی سر منڈا کر کوئی بال کتروا کر احرام کھولیگا اور وہاں جانے کے بعد کسی طرح کا کھٹکا نہ ہوگا۔ چنانچہ حدیبیہ سے اگلے سال یوں ہی ہوا۔ آیۂ ہذا میں اسی کو فرمایا ہے کہ بالتحقیق اللہ نے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا

جو منکر ہوئے اور روکا تم کو مسجد حرام سے اور نیاز کی قربانی کو بھی بند پڑی ہوئی

أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ

اس بات سے کہ پہنچ اپنی جگہ تک ف۱ اور اگر نہ ہوتے کتنے ایک مرد ایمان والے اور کتنی عورتیں ایمان والیاں

لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

جو تم کو معلوم نہیں یہ خطرہ کہ تم اُن کو پیس ڈالتے پھر تم پر اُن کی وجہ سے خرابی پڑ جاتی بےخبری سے

لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ

کہ اللہ کو داخل کرنا ہے اپنی رحمت میں جس کو چاہے ف۲ اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے تو آفت ڈالتے ہم

كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٢٥﴾ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ

منکروں پر عذاب دردناک کی ف۳ جب رکھی منکروں نے اپنے دلوں میں

الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ

کد نادانی کی ضد پھر اُتارا اللہ نے اپنی طرف کا اطمینان اپنے رسول پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا

اور مسلمانوں پر ف۴ اور قائم رکھا اُن کو ادب کی بات پر اور وہی تھے اُسکے لائق

وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ

اور اُس کام کے اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار ف۵ اللہ نے سچ دکھلایا اپنے رسول کو

الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

خواب تحقیقی کہ تم داخل ہو رہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا

آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ

آرام سے بال مونڈتے ہوئے اپنے سروں کے اور کترتے ہوئے بے کھٹکے ف۶ پھر جانا وہ

مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِي

جو تم نہیں جانتے پھر مقرر کر دی اُس سے ورے ایک فتح نزدیک ف۷ وہی ہے جس نے

اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا۔ باقی "انشاء اللہ" فرمانا ابن کثیر کے نزدیک تحقیق و توکید کے لیے ہے اور سیبویہ کے نزدیک اس قسم کے مواقع میں قطعی طور پر ایک چیز کا بتلانا کسی مصلحت سے مقصود نہیں ہوتا اور کرنا منظور ہوتا ہے وہاں یہ عنوان اختیار کرتے ہیں۔ ف۷ یعنی پھر اللہ نے اپنے علم محیط کے موافق واقعات کا سلسلہ قائم کیا۔ وہ جانتا تھا کہ خواب کی تعبیر ایک سال بعد ظاہر کرنے میں کس قدر مصالح ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں۔ اس لیے خواب کا وقوع اسسال نہ ہونے دیا اور اُس کے وقوع سے قبل تم کو لگتے ہاتھ ایک اور فتح عنایت کر دی یعنی فتح خیبر یا صلح حدیبیہ جسے صحابہ فتح مبین کہتے تھے جیسا کہ سورۂ ہذا کے پہلے فائدہ میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

ف۱ یعنی اُصول و فروع اور عقائد و احکام کے اعتبار سے یہی دین سچّا اور یہی راہ سیدھی ہے جو محمد رسول اللہ صلعم لے کر آئے۔ ف۲ اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پر صدیوں تک بڑی شان و شکوہ سے حکومت کی۔ اور آئندہ بھی دُنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جب ہر چہار طرف دینِ برحق کی حکومت ہوگی۔ باقی حجت و دلیل کے اعتبار سے تو دینِ اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا کیا اور رہیگا۔ ف۳ یعنی اللہ اس دین کی حقانیت کا گواہ ہے اور وہ ہی اپنے فعل سے اس کو حق ثابت کرنے والا ہے۔ ف۴ یعنی کافروں کے مقابلہ میں سخت مضبوط اور قوی جس سے کافروں پر رُعب پڑتا اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ قال تعالیٰ "وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً" (توبہ رکوع ۱۶) وقال تعالیٰ "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ" (توبہ، رکوع ۱۰) وقال تعالیٰ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ (مائدہ۔ رکوع ۸) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ" علماء نے لکھا ہے کہ کسی کافر کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک سے پیش آنا اگر مصلحتِ شرعی ہو، کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر دین کے معاملہ میں وہ تم کو ڈھیلا نہ سمجھے۔ ف۵ یعنی

أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ

بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچّے دین پر ف۱ تاکہ اوپر رکھے اُس کو ہر دین سے ف۲

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ

اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا ف۳ محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ اُسکے ساتھ ہیں زور آور ہیں

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا

کافروں پر ف۴ نرم دل ہیں آپس میں ف۵ تو دیکھے اُنکو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ

مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ

کا فضل اور اُسکی خوشی ف۶ نشانی اُنکی اُنکے مُنہ پر ہے سجدہ کے اثر سے ف۷ یہ

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ

شان ہے اُنکی تورات میں اور مثال اُن کی انجیل میں ف۸ جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا

فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

پھر اُسکی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر ف۹ خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو ف۱۰

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تاکہ جلائے اُن سے جی کافروں کا ف۱۱ وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن سے جو یقین لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام

مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

معافی کا اور بڑے ثواب کا ف۱۲

سُورَةُ الْحُجُرَاتِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانَ عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَ

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اُسکے رسول سے ف۱۳ اور

اپنے بھائیوں کے ہمدرد مہربان، اُنکے سامنے نرمی سے جھکنے والے اور تواضع و انکسار سے پیش آنے والے۔" حدیبیہ میں صحابہ کی یہ دونوں شانیں چمک رہی تھیں "أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ"۔ ف۶ یعنی نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں۔ جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہوئے اللہ کے سامنے نہایت اخلاص کے ساتھ وظیفہ عبودیت ادا کر رہے ہیں۔ ریاء و نمود کا شائبہ نہیں۔ بس اللہ کے فضل اور اُس کی خوشنودی کی تلاش ہے۔ ف۷ یعنی نمازوں کی پابندی خصوصاً تہجد کی نماز سے اُن کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے۔ گویا خشیت و خشوع اور حسنِ نیت و اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔ حضرت کے اصحاب اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال کو لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔ ف۸ یعنی پہلی کتابوں میں خاتم الانبیاء صلعم کے ساتھیوں کی ایسی ہی شان بیان کی گئی تھی۔ چنانچہ بہت سے غیر متعصب اہل کتاب اُن کے چہرے اور طور و طریق دیکھ کر بول اُٹھتے تھے کہ واللہ یہ تو مسیح کے حواری معلوم ہوتے ہیں۔ ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ کھیتی کی مثال کی تقریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یعنی اوّل اس دین پر ایک آدمی تھا پھر دو ہوئے پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی گئی حضرت کے وقت میں پھر خلفاء کے عہد میں" بعض علماء کہتے ہیں کہ "أَخْرَجَ شَطْأَهُ" میں عہد صدیقی "فَآزَرَهُ" میں عہد فاروقی "فَاسْتَغْلَظَ" میں عہد عثمانی اور "فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ" میں عہد مرتضوی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بعض دوسرے بزرگوں نے "وَالَّذِينَ مَعَهُ، أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ، رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ، تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" کو علی الترتیب خلفائے اربعہ پر تقسیم کر دیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہیات مجموعی مدح و منقبت پر مشتمل ہے۔ خصوصاً اصحاب بیعۃ الرضوان کی جن کا ذکر آغاز سورت سے برابر چلا آ رہا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۰ کھیتی کرنیوالے چونکہ اس کام کے مبصر ہوتے ہیں اس لئے اُنکا ذکر خصوصیت سے کیا۔ جب ایک چیز کا مبصر اُس کو پسند کرے دوسرے کیوں نہ کریں گے۔ ف۱۱ یعنی اسلامی کھیتی کی یہ تازگی اور رونق و بہار دیکھ کر کافروں کے دل غیظ و حسد سے جلتے ہیں۔ اس آیت سے بعض علماء نے یہ نکالا کہ صحابہ سے جلنے والا کافر ہے۔ ف۱۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ وعدہ دیا اُن کو جو ایمان والے ہیں اور بھلے کام کرتے ہیں۔ حضرت کے سب اصحاب ایسے ہی تھے۔ مگر خاتمہ کا اندیشہ رکھا۔ حق تعالیٰ بندوں کو ایسی صاف خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جائیں۔ اُس مالک کی اتنی شاباشی بھی غنیمت ہے۔"

تم سورۃ الفتح بفضل اللہ و رحمتہ فللہ الحمد والمنۃ

ف۱۳ یعنی جس معاملہ میں اللہ و رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو، اُس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو۔ بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو جس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ارشاد فرمائیں خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ اُن کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرأت نہ کرو۔ جو حکم اُدھر سے ملے اُس پر بے چون و چرا اور بلا پس و پیش عامل بنجاؤ۔ اپنی اغراض اور اہواء و آراء کو اُن کے احکام پر مقدم نہ رکھو۔ بلکہ اپنی خواہشات و جذبات کو احکام سماوی کے تابع بناؤ۔ (تنبیہ) اس سورت میں مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و حقوق اور اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کے طریقے سکھلائے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کا جماعتی نظام کن اصول پر کاربند ہونے سے مضبوط و مستحکم رہ سکتا ہے۔ اور اگر کبھی اس میں خرابی اور اختلال پیدا ہو تو اُس کا علاج کیا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ بیشتر نزاعات و مناقشات خود رائی اور غرض پرستی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو کسی ایک بلند معیار کے تابع کر دیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ و رسول کے ارشادات سے بلند کوئی معیار نہیں ہو سکتا۔ ایسا کرنے میں خواہ وقتی اور عارضی طور پر کتنی ہی تکلیف اُٹھانا پڑے لیکن اس کا آخری انجام یقینی طور پر دارین کی سُرخروئی اور کامیابی ہے۔

ف۱ یعنی اللہ و رسول کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اُسی وقت میسّر ہو سکتی ہے جب خدا کا خوف دل میں ہو۔ اگر دل میں ڈر نہیں تو بظاہر ہوائے اسلام کو نباہنے کے لیے اللہ و رسول کا نام بار بار زبان پر لائیگا اور بظاہر اُن کے احکام کو آگے رکھیگا لیکن فی الحقیقت اُن کو اپنی اندرونی خواہشات و اغراض کی تحصیل کے لیے ایک حیلہ اور آلۂ کار بنائیگا۔ سو یاد رہے کہ جو زبان پر ہے اللہ اُسے سنتا اور جو دل میں ہے اُسے جانتا ہے، پھر اُسکے سامنے یہ فریب کیسے چلیگا چاہیئے کہ آدمی اُس سے ڈر کر کام کرے۔ ف۲ یعنی حضورؐ کی مجلس میں شور نہ کرو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بے تکلف چیخ کر یا تڑخ کر بات کرتے ہو، حضورؐ کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلاف ادب ہے۔ آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم و احترام کے لہجہ میں ادب و شائستگی کے ساتھ۔ دیکھو ایک مہذب بیٹا اپنے باپ سے، لائق شاگرد اُستاد سے، مخلص مُرید پیر و مُرشد سے، اور ایک سپاہی اپنے افسر سے کس طرح بات کرتا ہے۔ پیغمبر کا مرتبہ تو اِن سب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ آپ سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہیئے۔ مبادا بے ادبی ہو جائے اور آپ کو تکدر پیش آئے۔ تو حضورؐ کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانا کہاں ہے۔ ایسی صورت میں تمام اعمال ضائع ہونے اور ساری محنت اکارت جانے کا اندیشہ ہے (تنبیہ) حضورؐ کی وفات کے بعد حضورؐ کی احادیث سُننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہی ادب چاہیئے اور قبر شریف کے پاس حاضر ہو وہاں بھی اِن آداب کو ملحوظ رکھے نیز آپ کے خلفاء، علمائے ربانیین اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اِسی ادب سے پیش آنا چاہیئے تاجماعتی نظام قائم رہے۔ فرق مراتب نہ کرنے سے بہت مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کُھلتا ہے۔

اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا

ڈرتے رہو اللہ سے، اللہ سنتا ہے جانتا ہے ف۱ اے ایمان والو بلند نہ کرو

أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور اُس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ② إِنَّ

ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو خبر بھی نہ ہو ف۲

الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ③ إِنَّ

دلوں کو جانچ لیا ہے اللہ نے ادب کے واسطے ف۳ اُنکے لئے معافی ہے اور ثواب بڑا ف۴

الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ④ وَ

جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے پیچھے سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے ف۵ اور

لَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ

اگر وہ صبر کرتے جب تک تو نکلتا اُنکی طرف تو اُن کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا

رَّحِيمٌ ⑤ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا

مہربان ہے ف۶ اے ایمان والو اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر تو تحقیق کر لو

أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ⑥ وَ

کہیں جا پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے کیے پر لگو پچھتانے ف۷ اور

اعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللّٰهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ

جان لو کہ تم میں رسول ہے اللہ کا اگر وہ تمہاری بات مان لیا کرے بہت کاموں میں

لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَ

تو تم پر مشکل پڑے ف۸ پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھبا دیا اُس کو تمہارے دلوں میں اور

ف۳ یعنی جو لوگ نبی کی مجلس میں تواضع اور ادب و تعظیم سے بولتے اور نبی کی آواز کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں یہ وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ادب کی تخم ریزی کے لیئے پرکھ لیا ہے اور مانجھ کر خالص تقویٰ و طہارت کے واسطے تیار کر دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ چار چیزیں اعظم شعائر اللہ سے ہیں۔ قرآن، پیغمبر، کعبہ، نماز۔ اِن کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقویٰ سے مالا مال ہو۔ "وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ" (الحج رکوع ۴) یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب حضورؐ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ کے احکام وارشادات سُننے کے بعد اُن کے خلاف آواز اُٹھانا کس درجہ کا گُناہ ہوگا۔ ف۴ یعنی اس اخلاص و حق شناسی کی برکت سے پچھلی کوتاہیاں معاف ہونگی اور بڑا بھاری ثواب ملیگا۔ ف۵ بنی تمیم ملنے کو آئے، حضورؐ حجرۂ مبارک میں تشریف رکھتے تھے، وہ لوگ باہر سے آوازیں دینے لگے کہ "یا محمد اُخرج الینا" (اے محمد باہر آیئے) یہ بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو نہیں سمجھتے تھے۔ کیا معلوم ہے اُس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ یا کسی اور مہم کام میں مشغول ہوں۔ آپ کی ذات منبع البرکات تو مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی اُمور کا مرکز و ملجا تھی۔ کسی معمولی ذمہ دار آدمی کے لیے بھی کام کرنا سخت مشکل ہو جائے اگر اُس کا کوئی نظام الاوقات نہو۔ اور آخر پیغمبر کا ادب و احترام بھی کوئی چیز ہے۔ چاہیئے تھا کہ کسی کی زبانی اندر اطلاع کراتے اور آپ کے باہر تشریف لانے تک صبر کرتے۔ جب آپ باہر تشریف لا کر اُن کی طرف متوجہ ہوتے اُس وقت خطاب کرنا چاہیئے تھا۔ ایسا کیا جاتا تو اُنکے حق میں بہتر اور قابل ستائش ہوتا۔ تاہم بے عقلی اور نادانستگی سے جو بات اتفاقاً سرزد ہو جائے اللہ اُس کو اپنی مہربانی سے بخشنے والا ہے۔ چاہیئے کہ اپنی تقصیر پر نادم ہو کر آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔ حضورؐ کی تعظیم و محبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قوم مسلم کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں اور یہ ہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اُخوۃ کا نظام قائم ہے۔ ف۶ اکثر نزاعات و مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے۔ اس لئے اول اختلاف و تفریق کے اِسی سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔ فرض کیجیئے ایک بے راہ رو اور تکلیف دہ آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبہ سے بے قابو ہو کر کسی قوم کی شکایت کی تم محض اُس کے بیان پر اعتماد کر کے اُس قوم پر چڑھ دوڑے، بعدۂ ظاہر ہوا کہ اُس شخص نے غلط کہا تھا، تو خیال کرو اُس وقت کس قدر پچھتانا پڑیگا۔ اور اپنی جلد بازی پر کیا کچھ ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ جماعت اسلام کے حق میں کیسا خراب ہوگا۔ ف۷ یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کسی خبر یا رائے پر عمل نہ کریں تو بُرا نہ مانو۔ حق لوگوں کی خواہشوں یا رایوں کے تابع نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہو تو زمین و آسمان کا سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے۔ کما قال تعالیٰ "وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ" (المؤمنون رکوع ۴) الغرض خبروں کی تحقیق کیا کرو اور حق کو اپنی خواہش اور رائے کے تابع نہ بناؤ بلکہ اپنی خواہشات کو حق کے تابع رکھو۔ اس طرح تمام جھگڑوں کی جڑ کٹ جائیگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی تمہارا مشورہ قبول نہ ہو تو بُرا نہ مانو، رسول عمل کرتا ہے اللہ کے حکم پر، اسی میں تمہارا بھلا ہے، اگر تمہاری بات مانا کرے تو ہر کوئی اپنے بھلے کی کہے، پھر کس کس کی بات پر چلے"۔

كَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ﴿٧﴾
نفرت ڈالدی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر ✯

فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٨﴾ وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
اللہ کے فضل سے اور احسان سے ف۱ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمتوں والا ف۲ اور اگر دو فریق مسلمانوں کے

اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا
آپس میں لڑ پڑیں تو اُن میں ملاپ کرا دو پھر اگر چڑھا چلا جائے ایک اُن میں کا دوسرے پر تو تم سب لڑو

الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا
اُس چڑھائی والے سے یہاں تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم پر پھر اگر پھر آیا تو ملاپ کرا دو اُن میں

بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ
برابر اور انصاف کرو بیشک اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے ف۳ مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں

فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
سو ملاپ کرا دو اپنے دو بھائیوں میں اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم پر رحم ہو ف۴ اے

آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ
ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسروں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ عورتیں

مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَ
دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں اِن سے اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور

لَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَ
نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے ف۵ بُرا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے ف۶ اور

مَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا
جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف ف۷ اے ایمان والو بچتے رہو

كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَ
بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعضی تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور

ف۱ یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری ہر بات مانا کریں تو بڑی مشکل ہوتی لیکن اللہ کا شکر کرو کہ اُس نے اپنے فضل و احسان سے مومنین قانتین کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا، اور کفر و معصیت کی نفرت ڈالدی جس سے وہ ایسی بیہودگی کے پاس بھی نہیں جا سکتے۔ جس مجمع میں اللہ کا رسول جلوہ افروز ہو وہاں کسی کی رائے و خواہش کی پیروی کہاں ہو سکتی ہے۔ آج گو حضورؐ ہمارے درمیان میں نہیں مگر حضورؐ کی تعلیم اور آپ کے وارث و نائب یقیناً موجود ہیں اور رہیں گے۔ ف۲ یعنی وہ سب کی استعداد کو جانتا ہے اور ہر ایک کو اپنی حکمت سے وہ احوال و مقامات مرحمت فرماتا ہے جو اُس کی استعداد کے مناسب ہوں۔ ف۳ یعنی اِن تمام پیش بندیوں کے باوجود اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ اختلاف رفع ہو جائے اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو، بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اُس سے لڑائی کریں۔ یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لیے اپنے کو پیش کر دے۔ اُس وقت چاہیئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرا دیں۔ کسی ایک کی طرفداری میں جادۂ حق سے اِدھر اُدھر نہ جھکیں (تنبیہ) آیت کا نزول صحیحین کی روایت کے موافق "انصار" کے دو گروہ اوس اور خزرج کے ایک وقتی ہنگامے کے متعلق ہوا ہے۔ حضورؐ نے اُنکے درمیان اِسی آیت کے ماتحت صلح کرا دی۔ جو لوگ خلیفہ کے مقابلہ میں بغاوت کریں وہ بھی عموم آیت میں داخل ہیں۔ چنانچہ قدیم سے علمائے سلف بُغات کے مسئلہ میں اسی سے استدلال کرتے آئے ہیں لیکن جیسا کہ شانِ نزول سے ظاہر ہوتا ہے یہ حکم مسلمانوں کے تمام جماعتی مناقشات و مشاجرات کو شامل ہے۔ باقی باغیوں کے متعلق احکام شرعیہ کی تفصیل فقہ میں دیکھنا چاہیئے۔ ف۴ یعنی صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے۔ جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یوں ہی اُن کے حال پر نہ چھوڑ دو، بلکہ اصلاح ذات البین کی پوری کوشش کرو۔ اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو کہ کسی کی بیجا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔ ف۵ اوّل مسلمانوں میں نزاع و اختلاف کو روکنے کی تدابیر بتلائی تھیں۔ پھر بتلایا کہ اگر اتفاقاً اختلاف رونما ہو جائے تو پُرزور اور موثر طریقہ سے اُس کو مٹایا جائے لیکن جب تک نزاع کا خاتمہ نہ ہو کوشش ہونی چاہیئے کہ کم از کم جذبات منافرت و مخالفت زیادہ تیز اور مشتعل نہ ہونے پائیں۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو جماعتوں میں اختلاف رُونما ہوا بس ایک دوسرے کا تمسخر اور استہزاء کرنے لگتا ہے۔ ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی اور ہنسی مذاق اُڑانا شروع کر دیا۔ حالانکہ اُسے معلوم نہیں کہ شاید جس کا مذاق اُڑا رہا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ خود بھی اختلاف سے پہلے اُس کو بہتر سمجھتا ہوتا ہے۔ مگر ضد و نفسانیت میں دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اِس طریقہ سے نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے۔ اور قلوب میں اس قدر بُعد ہو جاتا ہے کہ صلح و ائتلاف کی کوئی اُمید باقی نہیں رہتی۔ آیۂ ہذا میں خداوند قدوس نے اِسی قسم کی باتوں سے منع فرمایا ہے۔ یعنی ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ مسخراپن کرے نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ بُرے ناموں اور بُرے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے، کیونکہ اِن باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی اور فتنہ و فساد کی آگ زیادہ تیزی سے پھیلتی ہے۔ سُبحان اللہ! کیسی بیش بہا ہدایات ہیں۔ آج اگر مسلمان سمجھیں تو اُن کے سب کے بڑے مرض کا مکمل علاج اِسی ایک سُورۂ حجرات میں موجود ہے۔ ف۶ یعنی کسی کا بُرا نام ڈالنے سے آدمی خود گنہ گار ہوتا ہے۔ اُسے تو واقع میں عیب لگا یا نہ لگا لیکن اس کا نام بدتہذیب، فاسق گنہگار مردم آزار پڑ گیا۔ خیال کرو "مؤمن" کے بہترین لقب کے بعد یہ نام کیا اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ایک شخص ایمان لا چکا اور مسلمان ہو گیا اُس کو مسلمانی سے پہلے کی باتوں پر طعن دینا یا اُس وقت کے بدترین القاب سے یاد کرنا مثلاً یہودی، یا نصرانی وغیرہ کہہ کر پکارنا نہایت مذموم حرکت ہے۔ اِسی طرح جو شخص کسی عیب میں مبتلا ہوا اور وہ اُس کا اختیاری نہ ہو، یا ایک گناہ سے فرض کیجیئے توبہ کر چکا ہے چڑانے کے لیے اُس کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔ ف۷ یعنی جو پہلے ہو چکا اب توبہ کر لو۔ اگر یہ احکام و ہدایات سننے کے بعد بھی اِن جرائم سے توبہ نہ کی تو اللہ کے نزدیک اصلی ظالم یہ ہی ہوں گے۔

لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا
بُرا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو ف۱ بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو

فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا
سو گھن آتا ہے تم کو اس سے ف۲ اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ معاف کرنیوالا ہے مہربان ف۳ اے آدمیو! ہم نے

خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ
تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ
تحقیق عزت اللہ کے یہاں اُسی کو بڑی جس کو ادب بڑا ف۴ اللہ سب کچھ جانتا ہے خبردار ف۵ کہتے ہیں

الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ
گنوار کہ ہم ایمان لائے تو کہہ تم ایمان نہیں لائے پر تم کہو ہم مسلمان ہوئے اور ابھی نہیں گھسا

الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ
ایمان تمہارے دلوں میں ف۶ اور اگر حکم پر چلوگے اللہ کے اور اُسکے رسول کے کاٹ نہ لیگا تمہارے کاموں میں

شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ
سے کچھ اللہ بخشتا ہے مہربان ہے ف۷ ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر

وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ
اور اُسکے رسول پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان

اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
سے وہ لوگ جو ہیں وہی ہیں سچے ف۸ تو کہہ کیا تم جتلاتے ہو اللہ کو اپنی دینداری اور اللہ کو

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ
تو خبر ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے ف۹ تجھ پر احسان

عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ
رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوئے ف۱۰ تو کہہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا بلکہ اللہ تم پر احسان

ف۱ اختلاف و تفریق باہمی کے بڑھانے میں اِن اُمور کو خصوصیت سے دخل ہے۔ ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہو جاتا ہے کہ حسنِ ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ مخالف کی کوئی بات ہو اُس کا محمل اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اُس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو بُرائی کا نکلتا ہو، ہمیشہ اُس کی طبیعت بُرے پہلو کی طرف چلے گی اور اُسی بُرے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دے کر فریقِ مقابل پر تہمتیں اور الزام لگانا شروع کر دیگا۔ پھر نہ صرف یہی کہ ایک بات حسبِ اتفاق پہنچ گئی، بدگمانی سے اُس کو غلط معنی پہنا دیئے گئے، نہیں اِس جستجو میں رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں جس پر ہم خوب حاشیے چڑھائیں۔ اور اُس کی غیبت سے اپنی مجلس گرم کریں۔ اِن تمام خرافات سے قرآن کریم منع کرتا ہے۔ اگر مسلمان اس پر عمل کریں تو جو اختلافات بدقسمتی سے پیش آجاتے ہیں وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور اُن کا ضرر بہت محدود ہو جائے۔ بلکہ چند روز میں نفسانی اختلافات کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "الزام لگانا اور بھید ٹٹولنا اور پیٹھ پیچھے بُرا کہنا کسی جگہ بہتر نہیں۔ مگر جہاں اُس میں کچھ دین کا فائدہ ہو اور نفسانیت کی غرض نہ ہو" وہاں اجازت ہے جیسے رجال حدیث کی نسبت ائمہ جرح و تعدیل کا معمول رہا ہے کیونکہ اس کے بدون دین کا محفوظ رکھنا محال تھا۔ ف۲ یعنی مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ کیا اِس کو کوئی انسان پسند کریگا بس سمجھ لو غیبت اِس سے بھی زیادہ شنیع حرکت ہے۔ ف۳ یعنی اِن نصیحتوں پر کاربند وہی ہو گا جس کے دل میں خدا کا ڈر ہو یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ چاہیئے کہ ایمان و اسلام کا دعویٰ رکھنے والے واقعی طور پر اُس خداوند قہار کے غضب سے ڈریں اور ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب نہ جائیں۔ اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں، اللہ کے سامنے صدقِ دل سے توبہ کریں وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دیگا۔ ف۴ اکثر غیبت، طعن تشنیع اور عیب جوئی کا منشا کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اس کو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا ذات پات اور خاندان و نسب سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مؤدب اور پرہیزگار ہو اُسی قدر اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوّا کی اولاد ہیں۔ شیخ، سید، مغل، پٹھان، اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری، سب کا سلسلہ آدم و حوّا پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لیئے مقرر کیئے ہیں۔ بلاشبہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ معزز گھرانے میں پیدا کر دے وہ ایک موہوب شرف ہے، جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے، لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے ہاں شکر کرنا چاہیئے کہ اُس نے بلا اختیار و کسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور و تفاخر سے باز رہے اور اس نعمت کو کمینہ اخلاق اور بُری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہرحال مجد و شرف اور فضیلت و عزت کا اصلی معیار نسب نہیں تقویٰ و طہارت ہے اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا! ف۵ یعنی تقویٰ اور ادب اصل میں دل سے ہے۔ اللہ ہی کو خبر ہے کہ جو شخص ظاہر میں متقی اور مؤدب نظر آتا ہے وہ واقع میں کیسا ہے اور آئندہ کیسا رہیگا۔ انما العبرة للخواتیم۔ ف۶ یہاں یہ بتلاتے ہیں کہ ایمان و یقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہو جائے اور جڑ پکڑ لے اُس وقت غیبت اور عیب جوئی وغیرہ کی خصلتیں آدمی سے دور ہو جاتی ہیں۔ جو شخص دوسروں کے عیب ڈھونڈھنے اور آزار پہنچانے میں مبتلا ہو، سمجھ لو کہ ابھی تک ایمان اُس کے دل میں پوری طرح پیوست نہیں ہوا ایک حدیث میں ہے۔ یَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ" الخ (ابن کثیرؒ) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک کہتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں یعنی دین مسلمانی ہم نے قبول کیا۔ اُس کا مضائقہ نہیں۔ اور ایک کہتا ہے کہ ہم کو پورا یقین ہے جو یقین پورا ہے تو اُس کے آثار کہاں؟ جس کو واقعی پورا یقین حاصل ہو وہ تو ایسے دعوے کرنے سے ڈرتا اور شرماتا ہے" (تنبیہ) اِس آیت سے ایمان و اسلام کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور یہ ہی بات حدیث جبرئیل وغیرہ سے ثابت ہوئی ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس موضوع پر کافی بحث کی ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ ف۷ یعنی اب بھی اگر فرمانبرداری کا راستہ اختیار کر لوگے تو پچھلی کمزوریوں کی وجہ سے تمہارے کسی عمل کے ثواب میں کمی نہ کریگا۔ ف۸ یعنی سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ و رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اور اُنکی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے۔ ف۹ یعنی اگر واقعی سچا دین اور پورا یقین تم کو حاصل ہے تو کہنے سے کیا ہو گا جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے
ف۱۰ بعض گنوار آکر کہتے تھے کہ دیکھیئے ہم تو بدون لڑے بھڑے مسلمان ہو گئے۔ گویا احسان جتلاتے تھے اُس کا جواب آگے دیتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝١٧ إِنَّ اللَّهَ

رکھتا ہے کہ اُس نے تم کو راہ دی ایمان کی اگر سچ کہو ف۱ اللہ

يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝١٨

جانتا ہے چھپے بھید آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو ف۲

سُورَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَأَرْبَعُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ ق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتالیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قٓ ۚ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ۝١ بَلْ عَجِبُوا أَن جَاءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ

قسم ہے اس قرآن بڑی شان والے کی ف۳ بلکہ اُن کو تعجب ہوا کہ آیا اُن کے پاس ڈر سنانے والا اُنہی میں کا تو کہنے لگے

الْكَافِرُونَ هَٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۝٢ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۖ ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ۝٣

منکر یہ تعجب کی چیز ہے ☆ کیا جب ہم مر گئے اور ہو جائیں مٹی یہ پھر آنا بہت دور ہے ف۴

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ ۖ وَعِندَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ ۝٤ بَلْ كَذَّبُوا

ہم کو معلوم ہے جتنا گھٹاتی ہے زمین اُن میں سے ف۵ اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے کوئی نہیں

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَّرِيجٍ ۝٥ أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ

پر جھٹلاتے ہیں سچے دین کو جب اُن تک پہنچا سو وہ پڑ رہے ہیں اُلجھی ہوئی بات میں ف۶ کیا نہیں دیکھتے آسمان کو اپنے اوپر

كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝٦ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا

کیسا ہم نے اُس کو بنایا اور رونق دی اور اُس میں نہیں کوئی سوراخ ف۷ اور زمین کو پھیلایا اور ڈالے اُس میں

رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝٧ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ

بوجھ اور اُگائی اُس میں ہر ہر قسم کی رونق کی چیز سجھانے کو اور یاد دلانے کو اُس بندہ کے لئے

مُّنِيبٍ ۝٨ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝٩

جو رجوع کرے ف۸ اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی برکت کا پھر اُگائے ہم نے اُس سے باغ اور اناج جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے ف۹

ف۱ یعنی اگر واقعی تم دعوائے اسلام و ایمان میں سچے ہو تو یہ تمہارا احسان نہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا اور دولتِ اسلام سے سرفراز کیا۔ اگر سچی بات کہو تو واقعہ اس طرح ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "نیکی اپنے ہاتھ سے ہو، اپنی تعریف نہیں، رب کی تعریف ہے جس نے وہ نیکی کروائی"۔ گویا خاتمۂ سورت پر متنبہ کر دیا کہ اگر تم کو قرآنی ہدایات اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہونے کی توفیق ہو تو احسان نہ جتلاؤ۔ بلکہ اللہ کے احسان و انعام کا شکر ادا کرو جس نے ایسی توفیق ارزانی فرمائی۔ ف۲ یعنی دلوں کے بھید اور ظاہر کا عمل سب کو خدا جانتا ہے۔ اُس کے سامنے باتیں نہ بناؤ۔

تم سورۃ الحجرات بعون اللہ وحسن توفیقہ فللہ الحمد والمنۃ

ف۳ یعنی قرآن کی بزرگی اور عظمتِ شان کا کیا کہنا جس نے آ کر سب کتابوں کو منسوخ کر دیا اور اپنی اعجازی قوت اور لا محدود اسرار و معارف سے دنیا کو محوِ حیرت بنا دیا۔ یہی بزرگی والا قرآن بذاتِ خود شاہد ہے کہ اس کے اندر کوئی نقص و عیب نہیں نہ کہیں "انگلی رکھنے کی جگہ ہے"۔ لیکن منکرین پھر بھی اس کو قبول نہیں کرتے اس لئے نہیں کہ اُن کے پاس اس کے خلاف کوئی حجت و برہان ہے بلکہ محض اپنے جہل و حماقت سے اس پر تعجب کرتے ہیں کہ اُن ہی کے خاندان اور نسل کا ایک آدمی اُن کی طرف رسول ہو کر آیا اور بڑا بن کر سب کو نصیحتیں کرنے لگا۔ اور بات بھی ایسی عجیب کہی جسے کوئی باور نہ کر سکے۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی ہو گئے۔ کیا پھر زندگی کی طرف واپس کیے جائیں گے؟ یہ واپسی تو عقل سے بہت دور اور امکان و عادت سے بالکل بعید ہے۔ ف۴ یعنی ساری مٹی نہیں ہو جاتی جان سلامت رہتی ہے اور بدن کے اجزا تحلیل ہو کر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں۔ اُس کو قدرت ہے کہ ہر جگہ سے اجزائے اصلیہ کو جمع کر کے ڈھانچہ کھڑا کر دے اور دوبارہ اُس میں جان ڈال دے۔ ف۵ یعنی یہ نہیں کہ آج سے معلوم ہے بلکہ ہمارا علم قدیم ہے حتی کہ اُن میں قبل وقوع ہی سب اشیاء کے سب حالات ایک کتاب میں جو "لوحِ محفوظ" کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے اور اب تک ہمارے پاس وہ کتاب موجود چلی آتی ہے پس اگر علم قدیم کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو یوں ہی سمجھ لے وہ دفتر جس میں سب کچھ لکھا ہے حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے۔ یا اس کو پہلے جملہ کی تاکید سمجھو۔ کیونکہ جو چیز کسی کے علم میں ہو اور قلمبند بھی کر لی جائے وہ لوگوں کے نزدیک بہت زیادہ مؤکد سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں مخاطبین کے محسوسات کے اعتبار سے متنبہ کر دیا کہ ہر چیز خدا کے علم میں ہے اور اُس کے ہاں لکھی ہوئی ہے جس میں ذرا کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ ف۶ یعنی صرف تعجب نہیں بلکہ کھلی ہوئی تکذیب ہے۔ حضرت کی نبوت، قرآن اور بعث بعد الموت، ہر چیز کو جھٹلاتے ہیں۔ اور عجب اُلجھی ہوئی باتیں کرتے ہیں بیشک جو شخص سچی باتوں کو جھٹلاتا ہے اسی طرح شک و اضطراب اور تردد و تحیر کی اُلجھنوں میں پڑ جایا کرتا ہے۔ ف۷ یعنی آسمان کو دیکھ لو، نہ بظاہر کوئی کھمبا نظر آتا ہے نہ ستون اتنا بڑا عظیم الشان جسم کیسا مضبوط و مستحکم کھڑا ہے۔ اور رات کو جب اُس پر ستاروں کی قندیل اور جھاڑ فانوس روشن ہوتے ہیں تو کس قدر پُر رونق اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گذر گئے نہ اس چھت میں کہیں سوراخ ہوا، نہ کوئی کنگرہ گرا، نہ پلاسٹر ٹوٹا، نہ رنگ خراب ہوا۔ آخر کونسا ہاتھ ہے جس نے یہ مخلوق بنائی اور بنا کر اُس کی ایسی حفاظت کی۔ ف۸ یعنی جو آدمی خدا کی طرف رجوع ہو محض ان ہی محسوسات کے دائرہ میں اُلجھ کر نہ رہ جائے اُس کے لئے آسمان و زمین کی تخلیق و تنظیم میں دانائی کے کتنے سامان ہیں جن میں ادنیٰ غور کرنے سے صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ اور بھولے ہوئے سبق اُس کو یاد آ سکتے ہیں۔ پھر خدا جانے ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں بھی یہ لوگ کیونکر حق کو جھٹلانے کی جرات کرتے ہیں۔ ف۹ اناج وہ ہے جس کے ساتھ اُس کا کھیت بھی کٹ جائے اور باغ پھل ٹوٹ کر قائم رہتا ہے

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً

اور کھجوریں لمبی اُن کا خوشہ ہے تہ پر تہ ف۱ روزی دینے کو بندوں کے اور زندہ کیا ہم نے اُس سے ایک

مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ

مردہ دیس کو یوں ہی ہوگا نکل کھڑے ہونا (ف) ف۲ جھٹلا چکے ہیں اُن سے پہلے نوح کی قوم اور کنویں والے اور

ثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ

ثمود ✿ اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی ✿ اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم ف۳

كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ

ان سب نے جھٹلایا رسولوں کو پھر ٹھیک پڑا میرا ڈرانا ف۴ اب کیا ہم تھک گئے پہلی بار بنا کر کوئی نہیں کو

فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ

دھوکا ہے ایک نئے بنانے میں ف۵ اور البتہ ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی

بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ

رہتی ہیں اُس کے جی میں ف۶ اور ہم اُس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ ف۷ جب لیتے جاتے ہیں دو لینے والے

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ

داہنے بیٹھا اور بائیں بیٹھا ف۸ نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اُس کے پاس ایک راہ

عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾

دیکھنے والا تیار ف۹ اور وہ آئی بیہوشی موت کی تحقیق ف۱۰ یہ وہ ہے جس سے تو ٹلتا رہتا تھا ف۱۱

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا

اور پھونکا گیا صور یہ ہے دن ڈرانے کا ف۱۲ اور آیا ہر ایک جی اُس کے ساتھ

سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ

ہر ایک ہانکنے والا اور ایک احوال بتلانے والا ف۱۳ تو بے خبر رہا اس دن سے اب کھول دی ہم نے تجھ پر سے

غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾

تیری اندھیری سو تیری نگاہ آج تیز ہے ف۱۴ اور بولا فرشتہ اُس کے ساتھ والا یہ ہے جو میرے پاس تھا حاضر ف۱۵

ف۱ یعنی بڑی کثرت اور افراط سے جن کا خوشہ دیکھنے میں بھی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ف۲ یعنی بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح قیامت کے دن مُردے زندہ کر دیئے جائیں گے۔ ف۳ ان اقوام کے قصے سورۂ حجر، فرقان، دُخان وغیرہ میں گذر چکے ہیں۔ ف۴ یعنی تکذیبِ انبیاء پر جس انجام سے ڈرایا گیا تھا وہ ہی سامنے آ کر رہا۔ ف۵ یعنی دوبارہ نئے سرے سے پیدا کرنے میں انہیں فضول دھوکا لگ رہا ہے جس نے پہلی بار پیدا کیا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے؟ کیا یہ گمان کرتے ہو کہ (معاذ اللہ) وہ پہلی دفعہ دنیا کو بنا کر تھک گیا ہوگا! اُس قادرِ مطلق کی نسبت ایسے توہّمات قائم کرنا سخت جہالت اور گستاخی ہے۔ ف۶ یعنی اُس کے ہر قول و فعل سے ہم خبردار ہیں حتیٰ کے جو وساوس و خطرات اُس کے دل میں گذرتے ہیں اُن کا بھی ہم کو علم ہے۔ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔ ف۷ گردن کی رگ مُراد ہے جسے "شہ رگ" کہتے ہیں۔ اور جس کے کٹنے سے انسان مر جاتا ہے۔ شاید یہ کنایہ ہو جان اور روح سے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم (باعتبار علم کے) اُس کی روح اور نفس سے بھی نزدیک تر ہیں یعنی جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہم کو اُس کا علم خود اُس سے بھی زیادہ ہے۔ نیز علت اور منشاء کو معلول اور ناشی کے ساتھ وہ قرب حاصل ہوتا ہے جو معلول اور ناشی کو خود اپنے نفس سے بھی نہیں ہوتا۔ اس کا کچھ مختصر بیان "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کے حواشی میں ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اللہ اندر سے نزدیک ہے اور رگ آخر باہر ہے جان سے"۔ وَلِنِعْمَ مَا قِيْلَ ؎ جان نہاں در جسم او در جان نہاں ۔ اے نہاں اندر نہاں اے جان جاں ۔ ف۸ یعنی دو فرشتے خدا کے حکم سے ہر وقت اُس کی تاک میں لگے رہتے ہیں جو لفظ اُس کے منہ سے نکلے وہ لکھ لیتے ہیں نیکی داہنے والا اور بدی بائیں والا۔ ف۹ یعنی لکھنے کو تیار ہے۔ رہ یہ دونوں فرشتے کہاں رہتے ہیں؟ اور علاوہ اقوال کے کیا کچھ لکھتے ہیں؟ اس کی تفصیل احادیث و آثار سے ملے گی۔ ف۱۰ یعنی لو! اِدھر مسل تیار ہوئی، اُدھر موت کی گھڑی آ پہنچی۔ اور مرنے والا نزع کی بیہوشیوں اور جاں کنی کی سختیوں میں ڈبکیاں کھانے لگا۔ اس وقت وہ سب سچی باتیں نظر آنا شروع ہو گئیں جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی تھی۔ اور میت کی سعادت و شقاوت سے پردہ اُٹھنے لگا۔ اور ایسا پیش آنا قطعی اور یقینی تھا۔ کیونکہ حکیم مطلق کی بہت سی حکمتیں اس سے متعلق تھیں۔ ف۱۱ یعنی آدمی نے موت کو بہت کچھ ٹلانا چاہا اور اس ناخوشگوار وقت سے بہت کچھ بھاگتا اور کتراتا رہا پر یہ گھڑی ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کھڑی ہوئی کوئی تدبیر اور حیلہ دفع الوقتی کا نہ چل سکا۔ ف۱۲ چھوٹی قیامت تو موت کے وقت ہی آ چکی تھی۔ اُس کے بعد بڑی قیامت حاضر ہے۔ بس۔ صور پھونکا گیا اور وہ ہولناک دن آ موجود ہوا جس سے انبیاء و رُسل برابر ڈراتے چلے آتے تھے ف۱۳ یعنی محشر میں اِس طرح حاضر کیئے جائیں گے کہ ایک فرشتہ پیشی کے میدان کی طرف دھکیلتا ہوگا اور دوسرا اعمالنامہ لیئے ہوگا جس میں اُس کی زندگی کے سب احوال درج ہونگے شاید یہ وہ ہی دو فرشتے ہوں جو "کراماً کاتبین" کہلاتے ہیں اور جن کی نسبت فرمایا تھا "اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ الخ" اور ممکن ہے کوئی اور ہوں۔ واللہ اعلم ف۱۴ یعنی اُس وقت کہا جائیگا کہ دنیا کے مزوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات و خواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا پیغمبر جو سمجھاتے تھے تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردے ہٹا دیے اور نگاہ خوب تیز کر دی۔ اب دیکھ لے جو باتیں کہی گئی تھیں۔ صحیح ہیں یا غلط ف۱۵ یعنی فرشتہ اعمالنامہ حاضر کریگا۔ اور بعض نے "قرین" سے مراد شیطان لیا ہے یعنی شیطان کہیگا کہ یہ مجرم حاضر ہے جس کو میں نے اغوا کیا اور دوزخ کے لیئے تیار کر کے لایا ہوں۔ مطلب یہ کہ اغواء تو میں نے کیا۔ مگر میرا ایسا زور و تسلط نہ تھا کہ زبردستی اس کو شرارت میں ڈال دیتا۔ یہ اپنے ارادے و اختیار سے گمراہ ہوا۔

أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ﴿۲۵﴾ الَّذِي

ڈال دو تم دونوں دوزخ میں ہر ناشکر مخالف کو نیکی کو روکنے والا حد کو بڑھنے والا شبہ ڈالنے والا ف۱ جس نے

جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِينُهُ

ٹھہرایا اللہ کے ساتھ اور کو پوجنا سو ڈال دو اُسکو سخت عذاب میں ف۲ بولا شیطان اُسکا ساتھی

رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا

اے رب ہمارے میں نے اُسکو شرارت میں نہیں ڈالا پر یہ تھا راہ کو بھولا دور پڑا ہوا ف۳ فرمایا جھگڑا نہ کرو

لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ

میرے پاس اور میں پہلے ہی ڈرا چکا تھا تم کو عذاب سے ف۴ بدلتی نہیں بات میرے پاس اور

مَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ

میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر ف۵ جس دن ہم کہیں دوزخ کو تو بھر بھی چکی اور وہ بولے

هَلْ مِن مَّزِيدٍ ﴿۳۰﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ﴿۳۱﴾ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ

کچھ اور بھی ہے ف۶ اور نزدیک لائی جائے بہشت ڈرنیوالوں کے واسطے دور نہیں ف۷ یہ ہے جس کا وعدہ ہوا تھا تم کو

لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ﴿۳۲﴾ مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ

ہر ایک رجوع رہنے والے یاد رکھنے والے کیواسطے ✿ جو ڈرا رحمٰن سے بن دیکھے اور لایا دل

مُّنِيبٍ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ﴿۳۴﴾ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ

رجوع ہونیوالا ✿ چلے جاؤ اس میں سلامت ف۸ یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا ف۹ اُنکے واسطے ہے وہاں جو

فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم

وہ چاہیں اور ہمارے پاس ہے کچھ زیادہ بھی ف۱۰ اور کتنی تباہ کرچکے ہم اِن سے پہلے جماعتیں کہ اُن کی قوت زبردست

بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّحِيصٍ ﴿۳۶﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ

تھی اُن سے پھر لگے کریدنے شہروں میں کہیں ہے بھاگ جانے کو ٹھکانہ ف۱۱ اس میں سوچنے کی جگہ ہے

لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

اُس کو جس کے اندر دل ہے یا لگائے کان دل لگا کر ف۱۲ اور ہم نے بنائے

ف۱ بارگاہِ ایزدی سے یہ حکم دو فرشتوں کو ہوگا کہ ایسے لوگوں کو جہنم میں جھونک دو۔ (اعاذنا اللہ منہا) ف۲ یعنی ایسے لوگ جہنم میں سخت ترین عذاب کے مستحق ہیں۔ ف۳ یعنی میری کچھ زبردستی اس پر نہ چلتی تھی۔ ذرا شہ دی تھی کہ یہ کمبخت خود گمراہ ہو کر نجات و فلاح کے راستہ سے دور جا پڑا۔ شیطان یہ کہہ کر اپنا جرم ہلکا کرنا چاہتا ہے۔ ف۴ یعنی بک بک مت کرو۔ دنیا میں سب کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اب ہر ایک کو اُس کے جرم کے موافق سزا ملیگی جو گمراہ ہوا اور جس نے اغوا کیا، سب اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتینگے ف۵ یعنی ہمارے یہاں ظلم نہیں۔ جو کچھ فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا۔ "اور بات نہیں بدلتی" یعنی کافر بخشا نہیں جاتا بھلا شیطان اکفر کی بخشش تو کہاں۔ ف۶ یعنی دوزخ کا پھیلاؤ اس قدر لوگوں سے نہ بھریگا اور شدت غیظ سے اور زیادہ کافروں اور نافرمانوں کو طلب کریگی۔ ف۷ یعنی جنت اُن سے دور نہ ہوگی، بہت قریب سے اُس کی تر و تازگی اور بناؤ سنگار دیکھیں گے۔ ف۸ یعنی جنہوں نے دنیا میں خدا کو یاد رکھا اور گناہوں سے محفوظ ہو کر اُس کی طرف رجوع ہوئے، اور بے دیکھے اُس کے قہر و جلال سے ڈرے اور ایک صاف رجوع ہونے والا دل لیکر حاضر ہوئے، اِس جنت کا وعدہ ایسے لوگوں سے کیا گیا تھا۔ وقت آگیا ہے کہ سلامت و عافیت کے ساتھ اُس میں داخل ہوں۔ فرشتے اُن کو سلام کریں اور اُن کے پروردگار کا سلام پہنچائیں۔ ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اُس دن جس کو جو کچھ ملا سو ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس سے پہلے ایک بات پر ٹھہراؤ نہ تھا۔ ف۱۰ یعنی جو چاہیں گے وہ ملیگا اور اُس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو اُن کے خیال میں بھی نہیں۔ مثلاً دیدار الٰہی کی لذت بے پایاں اور ممکن ہے "وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ" سے یہ غرض ہو کہ ہمارے پاس بہت ہے جنتی کتنا ہی مانگیں سب دیا جائیگا۔ اللہ کے ہاں اتنا دینے پر بھی کوئی کمی نہیں آتی۔ نہ اُس کے لئے کوئی رکاوٹ ہے پس اتنی بے حساب و بے شمار عطایا کو مستبعد نہ سمجھو۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ ف۱۱ پہلے کفار کی تعذیب اُخروی کا بیان تھا۔ درمیان میں اُن کے مقابلہ پر اہل جنت کے تنعم کا ذکر آ گیا۔ اب پھر کفار کی سزا ہی کا ذکر کرتے ہیں یعنی آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ہم کتنی شریر و سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں جو زور و قوت میں موجودہ اقوام کفار سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔ اور جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھان مارے تھے۔ پھر جب عذاب الٰہی آیا تو بھاگ جانے کو روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نہ ملا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عذاب کے وقت اپنی بستیوں میں کھوج لگانے لگے کہ کہیں پناہ ملے۔ مگر کوئی ٹھکانا نہ پایا۔ وہذا ہو الظاہر من الترجمۃ الاول ما اختارہ جمہور المفسرین۔ واللہ اعلم۔ ف۱۲ یعنی ان عبرتناک واقعات میں غور و فکر کر کے وہ ہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے سینہ میں سمجھنے والا دل ہو کہ از خود ایک بات کو سمجھ لیں، یا کم از کم کسی سمجھانے والے کے کہنے پر دل کو حاضر کر کے کان دھریں۔ کیونکہ یہ بھی ایک درجہ ہے کہ آدمی خود متنبہ نہ ہو تو دوسرے کے متنبہ کرنے پر ہشیار ہو جائے۔ جو شخص نہ خود سمجھے نہ کسی کے کہنے پر توجہ کے ساتھ کان لگائے اُس کا درجہ اینٹ پتھر سے زیادہ نہیں۔

ع ۱۴ / ۱۶

ف۱ اس کا بیان پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے۔ ف۲ جب پہلی مرتبہ بنانے سے نہ تھکے تو دوسری مرتبہ کیوں تھکیں گے۔ اور تباہ و برباد کر دینا تو بنانے سے کہیں آسان ہے۔ ف۳ یعنی ایسی موٹی باتوں کو یہ لوگ نہ سمجھیں تو آپ غمگین نہ ہوں بلکہ ان کی بیہودہ بکواس پر صبر کرتے رہیں۔ اور اپنے پروردگار کی یاد میں دل لگائے رکھیں جو تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے پر قدرت رکھتا ہے۔ ف۴ یہ وقت اللہ کی یاد کے ہیں ان میں دعا اور عبادت بہت قبول ہوتی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں آپ پر تین ہی نمازیں فرض تھیں۔ فجر اور عصر اور تہجد۔ بہر حال اب بھی ان تین وقتوں کو خصوصی فضل و شرف حاصل ہے۔ نماز یا ذکر و دعا وغیرہ سے ان اوقات کو معمور رکھنا چاہیئے۔ حدیث میں ہے "علیکم بالغدوۃ والروحۃ وشیءٍ من الدلجۃ" بعض نے کہا کہ "قبل الطلوع" سے نماز فجر "قبل الغروب" سے ظہر و عصر اور "من اللیل" سے مغرب و عشاء مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۵ یعنی نماز کے بعد کچھ تسبیح و تہلیل کرنا چاہیئے۔ یا نوافل مراد ہوں جو فرائض کے بعد پڑھے جاتے ہیں ف۶ کہتے ہیں صور پھونکا جائیگا بیت المقدس کے پتھر پر۔ اس لیئے نزدیک کہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس کی آواز ہر جگہ نزدیک لگے گی اور سب کو یکساں سنائی دیگی۔ باقی صور پھونکنے کے سوا اور بھی ندائیں حق تعالیٰ کی طرف سے اس روز ہونگی بعض نے آیت سے وہ مراد لی ہیں۔ مگر ظاہر نفخ صور ہے واللہ اعلم۔ ف۷ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائیگا تو سب زمین سے نکل کھڑے ہونگے۔ ف۸ یعنی بہر حال موت و حیات سب خدا کے ہاتھ میں ہے اور پھر پھرا کر آخر کار اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ بچ کر کوئی نہیں نکل سکتا۔ ف۹ یعنی زمین پھٹے گی اور مردے اس سے نکل کر میدان حشر کی طرف جھپٹیں گے۔ خدا تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دیگا۔ اور ایسا کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں۔ ف۱۰ یعنی جو لوگ حشر کا انکار کرتے اور واہی تباہی کلمات بکتے ہیں بکنے دو۔ اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد کرو۔ ہم کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ زور زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں۔ ہاں قرآن سنا سنا کر بالخصوص ان کو نصیحت اور فہمائش کرتے رہیئے جو اللہ کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں۔ ان معاندین کے پیچھے زیادہ نہ پڑیئے۔

تم سورۃ قٓ والحمد للہ

ف۱۱ اوّل زور کی ہوائیں اور آندھیاں چلتی ہیں جن سے غبار وغیرہ اڑتا ہے اور بادل بنتے ہیں، پھر ان میں پانی بنتا ہے۔ اس بوجھ کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ پھر برسنے کے قریب نرم ہوا چلتی ہے پھر اللہ کے حکم کے موافق بارش میں جس جگہ کا جتنا حصہ ہوتا ہے وہ تقسیم کرتی ہیں۔ ان ہواؤں کی اللہ قسم کھاتا ہے۔ بعض علماء نے "ذاریات" سے ہوائیں "حاملات" سے بادل، "جاریات" ستارے اور "مقسمات" سے فرشتے مراد لیئے ہیں۔ گویا مقسم بہ کی ترتیب نیچے سے اوپر کو ہوئی اور حضرت علی وغیرہ سے منقول ہے کہ "ذاریات" ہوائیں "حاملات" بادل، "جاریات" کشتیاں، اور "مقسمات" فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے رزق وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ ف۱۲ یعنی یہ ہواؤں اور بارش وغیرہ کا نظام شاہد ہے کہ آخرت کا وعدہ سچا، اور انصاف ہونا ضروری ہے۔ جب اس دنیا میں ہوا تک بے نتیجہ نہیں چلتی تو کیا اتنا بڑا کارخانہ یوں ہی بے نتیجہ چل رہا ہے! یقیناً اس کا کوئی عظیم الشان انجام ہوگا۔ اسی کو آخرت کہتے ہیں۔ ف۱۳ یعنی صاف و شفاف، خوبصورت، مضبوط اور پر رونق آسمان کی قسم جس پر ستاروں کا جال بچھا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جس پر ستاروں کی اور فرشتوں کی راہیں پڑی ہوئی ہیں۔ ف۱۴ یعنی قیامت اور آخرت کی بات میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ اس کو وہ ہی تسلیم کریگا جسے بارگاہ ربوبیت سے کچھ تعلق ہو جو شخص راندۂ درگاہ ہے اور خیر و سعادت کے راستوں سے پھیر دیا گیا ہے وہ اس چیز کے تسلیم اور قبول کرنے سے ہمیشہ باز رہیگا۔ حالانکہ اگر صرف آسمان کے نظم و نسق میں غور کرے تو یقین ہو جائے کہ اس مسئلہ میں جھگڑنا محض حماقت ہے۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿٣٨﴾

آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں ف۱ اور ہم کو نہ ہوا کچھ تکان ف۲

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

سو تو سہتا رہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اور پاکی بولتا رہ خوبیاں اپنے رب کی ف۳ پہلے سورج کے نکلنے سے اور پہلے

الْغُرُوْبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿٤٠﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ

ڈوبنے سے اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی ف۴ اور پیچھے سجدہ کے ف۵ اور کان رکھ جس دن پکارے

الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ

پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے ف۶ جس دن سنیں گے چنگھاڑ تحقیق وہ ہے دن

الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ

نکل پڑنے کا ف۷ ہم ہیں جلاتے اور مارتے اور ہم تک ہر سب کو پہنچنا ف۸ جس دن زمین پھٹ کر نکل پڑیں

عَنْهُمْ سِرَاعًا ۗ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ

وہ سب دوڑتے ہوئے یہ اکٹھا کرنا ہم کو آسان ہے ف۹ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور

مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾

تو نہیں ان پر زور کرنیوالا سو تو سمجھا قرآن سے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے ف۱۰

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۂ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو ☆ پھر چلنے والیاں نرمی سے ☆ پھر بانٹنے والیاں

اَمْرًا ﴿٤﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءِ

حکم سے ف۱۱ بیشک جو وعدہ کیا ہے تم سے سو سچ ہے ☆ اور بیشک انصاف ہونا ضرور ہے ف۱۲ قسم ہے آسمان

ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿٧﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿٨﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿٩﴾ قُتِلَ

جالدار کی ف۱۳ تم پڑ رہے ہو ایک جھگڑے کی بات میں ☆ اس سے باز رہے وہی جو پھیر دیا گیا ف۱۴ مارے پڑے

الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ⑪ يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ⑫

اٹکل دوڑانیوالے ف۱ وہ جو غفلت میں ہیں بھول رہے ف۲ پوچھتے ہیں کب ہے دن انصاف کا ف۳

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ⑬ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ⑭

جس دن وہ آگ پر اُلٹے سیدھے پڑینگے چکھو مزا اپنی شرارت کا یہ ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے ف۴

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ⑮ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا

البتہ ڈرنے والے باغوں میں ہیں اور چشموں میں ✡ لیتے ہیں جو دیا اُن کو اُنکے رب نے ف۵ وہ تھے

قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ⑯ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ⑰ وَبِالْاَسْحَارِ

اس سے پہلے نیکی والے ف۶ وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے ✡ اور صبح کے وقتوں

هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ⑲ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ⑳

میں معافی مانگتے ف۷ اور اُنکے مال میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا ف۸ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ㉑ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ㉒ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَ

اور خود تمہارے اندر سو کیا تم کو سوجھتا نہیں ف۹ اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا ف۱۰ سو قسم ہے رب

الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ㉓ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ

آسمان اور زمین کی کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو ف۱۱ کیا پہنچی ہے تجھ کو بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو

الْمُكْرَمِيْنَ ㉔ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ㉕ فَرَاغَ

عزت والے تھے ف۱۲ جب اندر پہنچے اُسکے پاس تو بولے سلام وہ بولا سلام ہے یہ لوگ ہیں اوپرے ف۱۳ پھر دوڑا

اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ㉖ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ㉗ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ

اپنے گھر کو تو لے آیا ایک بچھڑا گھی میں تلا ہوا پھر اُنکے سامنے رکھا کہا کیوں تم کھاتے نہیں ف۱۴ پھر جی میں گھبرایا

خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ㉘ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ

اُنکے ڈر سے بولے تو مت ڈر اور خوشخبری دی اُسکو ایک لڑکے ہوشیار کی ف۱۵ پھر سامنے سے آئی اُسکی عورت بولتی ہوئی پھر پیٹا

وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ㉙ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ㉚

اپنا ماتھا اور کہنے لگی کہیں بڑھیا بانجھ ف۱۶ وہ بولے یوں ہی کہا تیرے رب نے وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا خبردار ف۱۷

ف۱ یعنی دین کی باتوں میں اٹکلیں دوڑاتے ہیں اور محض اپنے ظن و تخمین سے قطعیات کو رد کرتے ہیں۔ ف۲ یعنی دنیا کے مزوں نے آخرت سے اور خدا سے غافل کر رکھا ہے۔ ف۳ یعنی انکار اور ہنسی کے طور پر پوچھتے ہیں کہاں صاحب! وہ انصاف کا دن کب آئے گا! آخر اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔ ف۴ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُنکو جواب دیا گیا یعنی ذرا صبر کرو۔ وہ دن آیا چاہتا ہے جب تم آگ میں اُلٹے سیدھے بھونے جاؤ گے۔ اور خوب جلا پکا کر کہا جائیگا کہ لو! اب اپنی شرارت اور استہزاء کا مزہ چکھو جس دن کی جلدی مچا رہے تھے وہ آگیا۔ ف۵ یعنی خوشی خوشی اُن نعمتوں کو قبول کرتے ہیں جو اُن کے پروردگار نے ارزانی فرمائی ہیں۔ ف۶ یعنی دنیا سے نیکیاں سمیٹ کر لائے تھے۔ آج اُن کا نیک پھل مل رہا ہے۔ آگے اُن نیکیوں کی قدرے تفصیل ہے۔ ف۷ یعنی رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گذارتے اور سحر کے وقت جب رات ختم ہونے کو آتی اللہ سے اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے کہ الٰہی حق عبودیت ادا نہ ہو سکا۔ جو کوتاہی رہی اپنی رحمت سے معاف فرمایئے۔ کثرت عبادت اُن کو مغرور نہ کرتی تھی۔ بلکہ جس قدر بندگی میں ترقی کرتے جاتے خشیت و خوف بڑھتا جاتا تھا۔ ف۸ "ہارا ہوا" وہ جو محتاج ہے اور مانگتا نہیں پھرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اُنہوں نے زکوٰۃ کے علاوہ اپنے مال میں اپنی خوشی سے سائلوں اور محتاجوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا جو التزام کی وجہ سے گویا ایک حق لازم سمجھا گیا۔ ف۹ یعنی یہ شب بیداری، استغفار، اور محتاجوں پر خرچ کرنا اس یقین کی بناء پر ہونا چاہیئے کہ خدا موجود ہے اور اُس کے ہاں کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی۔ اور یہ یقین وہ ہے جو آفاقی و انفسی آیات میں غور کرنے سے بسہولت حاصل ہو سکتا ہے۔ انسان اگر خود اپنے اندر یا روئے زمین کے حالات میں غور و فکر کرے تو بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ہر نیک و بد کی جزا کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مل کر رہیگی۔ جلد یا بدیر۔ ف۱۰ یعنی سائلوں اور محتاجوں پر خرچ کرنے سے اس لیئے نہیں ڈرنا چاہیئے کہ خرچ کر کے ہم کہاں سے کھائیں گے۔ اور نہ خرچ کر کے اُن مساکین پر احسان جتلا کیونکہ تمہاری سب کی روزی اور اجر و ثواب کے جو وعدے کیئے گئے ہیں آسمان والے کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر ایک کی روزی پہنچ کر رہیگی کسی کے روکے نہیں رُک سکتی۔ اور خرچ کرنے والوں کو ثواب بھی مل کر رہیگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "آنیوالی جو بات ہے اُس کا حکم آسمان ہی سے اُترتا ہے"۔ ف۱۱ یعنی جیسے اپنے بولنے میں شبہ نہیں، ویسا ہی اس کلام میں شبہ نہیں۔ یقیناً روزی پہنچ کر رہیگی۔ قیامت قائم ہوگی، آخرت آکر رہیگی، اور خدا کے وعدے ضرور پورے ہونگے۔ آگے "وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ" کی مناسبت سے حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی کا قصہ سُناتے ہیں جو تمہید ہے لوط علیہ السلام کے قصہ کی۔ دونوں قصوں سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دنیا میں محسنین کے ساتھ کیا ہے اور مکذبین کے ساتھ اُس نے کیسا برتاؤ کیا۔ ف۱۲ یعنی فرشتے تھے جن کو ابراہیم اول انسان سمجھے اُن کی بڑی عزت کی اور اللہ کے ہاں تو فرشتے معزز و مکرم ہیں ہی۔ کما قال "بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ"۔ ف۱۳ یعنی سلام کا جواب سلام سے دیا اور دل میں یا آپس میں کہا کہ یہ لوگ کچھ اوپرے سے معلوم ہوتے ہیں۔ ف۱۴ یعنی نہایت اہتمام سے مہمانی شروع کر دی اور نہایت مہذب و شائستہ پیرایہ میں کہا کہ کیوں حضرات! تم کھانا نہیں کھاتے؟ وہ فرشتے تھے، کھاتے کس طرح۔ آخر ابراہیم سمجھے کہ یہ آدمی نہیں ہیں۔ ف۱۵ یہ قصہ سورۂ "ہود" اور سورۂ حجر میں گذر چکا ہے۔ وہاں تفصیل ملاحظہ کر لی جائے۔ ف۱۶ حضرت سارہ حضرت ابراہیم کی بیوی ایک طرف گوشہ میں کھڑی سُن رہی تھیں۔ لڑکے کی بشارت سُن کر چلاتی ہوئی دوسری طرف متوجہ ہوئیں اور تعجب سے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں کہ (کیا خوب) ایک بڑھیا بانجھ جس کے جوانی میں اولاد نہ ہوئی، اب بڑھاپے میں بچہ جنے گی! ف۱۷ یعنی ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے۔ بلکہ تیرے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ وہ ہی جانتا ہے کہ کس کو کس وقت کیا چیز دینا چاہیئے۔ (پھر تم بیت نبوت سے ہو کر اس بشارت پر تعجب کیا کرتی ہو) تنبیہ: مجموعۂ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں جن کی بشارت ماں اور باپ دونوں کو دی گئی۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ

بولا پھر کیا مطلب ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤ ف۱ وہ بولے ہم کو بھیجا ہے

اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً

ایک گنہگار قوم پر ☆ کہ چھوڑیں ہم اُن پر پتھر مٹی کے ف۲ نشان پڑے ہوئے

عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾

تیرے رب کے یہاں حد سے نکل چلنے والوں کیلئے ف۳ پھر بچا نکالا ہمنے جو تھا وہاں ایمان والا ☆

فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً

پھر نہ پایا ہم نے اُس جگہ سوائے ایک گھر کے مسلمانوں سے ف۴ اور باقی رکھا ہمنے اُس میں نشان

لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى

اُن لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں عذاب دردناک سے ف۵ اور نشانی ہے موسیٰ کے حال میں جب بھیجا ہمنے اُس کو

فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

فرعون کے پاس دے کر کھلی سند ف۶ پھر اُس نے مُنہ موڑ لیا اپنے زور پر اور بولا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ف۷

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ

پھر پکڑا ہمنے اُس کو اور اُسکے لشکروں کو پھر پھینک دیا اُنکو دریا میں اور اُس پر لگا الزام ف۸ اور نشانی ہے عاد میں جب

اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا

بھیجی ہم نے اُن پر ہُوا خیر سے خالی ☆ نہیں چھوڑتی کسی چیز کو جس پر گذرے کر نہ

جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾

کر ڈالے اُس کو جیسے چورا ف۹ اور نشانی ہے ثمود میں جب کہا اُن کو برت لو ایک وقت تک ف۱۰

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا

پھر شرارت کرنے لگے اپنے رب کے حکم سے پھر پکڑا اُن کو کڑک نے اور وہ دیکھتے تھے پھر نہ

اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ

ہو سکا اُن سے کہ اُٹھیں اور نہ ہوئے کہ بدلا لیں ف۱۱ اور ہلاک کیا نوح کی قوم کو

ف۱ یعنی ابراہیم نے فرشتوں سے پوچھا کہ آخر تم کس مہم کے لئے آئے ہو۔ انداز سے سمجھے ہونگے کہ ضرور کسی اور اہم مقصد کے لئے ان کا نزول ہوا ہے۔ ف۲ یعنی قوم لوط کی سزا دہی کے لئے بھیجے گئے ہیں تا کنکر کے پتھر برسا کر اُن کو ہلاک کریں۔ "مِنْ طِيْنٍ" کی قید سے معلوم ہو گیا کہ یہ اولوں کی بارش نہ تھی جس کو تو سُعًا پتھر کہہ دیا جاتا ہے ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پتھروں پر نشان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ عذاب کے پتھر خاص اُن ہی کو لگیں گے جو عقل، دین اور فطرت کی حد سے نکل چکے ہیں۔ ف۴ یعنی اُس بستی میں صرف ایک حضرت لوط کا گھرانا مسلمانی کا گھرانا تھا۔ اُس کو ہم نے عذاب سے محفوظ رکھا اور صاف بچا نکالا۔ باقی سب تباہ کر دیئے گئے ف۵ یعنی اب تک وہاں تباہی کے نشان موجود ہیں اور انکی غیر معمولی ہلاکت کے قصہ میں ڈرنے والوں کے لئے عبرت کا سامان ہے ف۶ یعنی معجزات و براہین۔ ف۷ یعنی زور و قوت پر مغرور ہو کر حق کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ اور اپنی قوم اور ارکان سلطنت کو بھی ساتھ لے ڈوبا۔ کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو چالاک جادوگر ہے اور یا دیوانہ ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔ ف۸ یعنی ہم نے زیادتی نہیں کی۔ الزام اسی پر ہے کہ اُس نے کفر اور سرکشی اختیار کی، سمجھانے پر بھی باز نہ آیا۔ آخر جو بویا تھا وہ ہی کاٹا۔ ف۹ یعنی عذاب کی آندھی آئی جو خیر و برکت سے یکسر خالی تھی۔ اُس نے مجرموں کی جڑ کاٹ ڈالی اور جس چیز پر گذری اُس کا چورا کر کے رکھ دیا۔ ف۱۰ یعنی حضرت صالح نے فرمایا کہ اچھا کچھ دن اور دنیا کے مزے اُڑا لو اور یہاں کا سامان برت لو۔ آخر عذاب الٰہی میں پکڑے جاؤ گے۔ ف۱۱ یعنی اُن کی شرارت روز بروز بڑھتی گئی۔ آخر عذاب الٰہی نے آلیا۔ ایک کڑک ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سب ٹھنڈے ہو گئے۔ وہ سب زور و طاقت اور متکبرانہ دعوے اور طنطنے خاک میں مل گئے کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہُوا کہ پچھاڑ کھانے کے بعد ذرا اُٹھ کھڑا ہوتا۔ بھلا بدلہ تو کیا لے سکتے تھے اور اپنی مدد پر کسے بُلاتے۔

قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا
اس کے پہلے تحقیق وہ تھے لوگ نافرمان ف۱ اور بنایا ہم نے آسمان ہاتھ کے بل سے اور ہم کو
لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ
سب مقدور ہے ف۲ اور زمین کو بچھایا ہم نے سو کیا خوب بچھانا جانتے ہیں ہم ف۳ اور ہر چیز
شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ
کے بنائے ہم نے جوڑے تاکہ تم دھیان کرو ف۴ سو بھاگو اللہ کی طرف میں
لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ ۚ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ
تم کو اسکی طرف سے ڈر سناتا ہوں کھول کر ☆ اور مت ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود میں تم کو
مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ
اُسکی طرف سے ڈر سناتا ہوں کھول کر ف۵ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو رسول آیا
اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ ۚ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾
اُس کو یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ ف۶ کیا یہی وصیت کر مرے ہیں ایک دوسرے کو کوئی نہیں پر یہ لوگ شریر ہیں ف۷
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ ۫ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾
سو تو لوٹ آ اُنکی طرف سے اب تجھ پر نہیں ہے الزام اور سمجھاتا رہ کہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کو ف۸
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ
اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو ف۹ میں نہیں چاہتا اُن سے
رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ
روزینہ اور نہیں چاہتا کہ مجھ کو کھلائیں ☆ اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا زور آور
الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا
مضبوط ف۱۰ سو ان گنہگاروں کا بھی ڈول بھر چکا ہے جیسے ڈول بھرا اُنکے ساتھیوں کا اب
يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾
مجھ سے جلدی نہ کریں ف۱۱ سو خرابی ہے منکروں کو اُنکے اُس دن سے جس کا اُن سے وعدہ ہو چکا ہے ف۱۲

ع ۲ (۲۳) — ع ۳ (۱۴) ۲

ف۱ یعنی ان اقوام سے پہلے نوح کی قوم اپنی بغاوت اور سرکشی کی بدولت تباہ کی جا چکی ہے وہ لوگ بھی نافرمانی میں حد سے نکل گئے تھے۔ ف۲ یعنی آسمان جیسی وسیع چیز اپنی قدرت سے پیدا کی اور اس سے بھی بڑی چیزیں پیدا کرے تو کیا مشکل ہے۔ ف۳ یعنی زمین و آسمان سب خدا کے پیدا کیے ہوئے اور اُسی کے قبضہ میں ہیں۔ پھر اس کا مجرم بھاگ کر کہاں پناہ لے سکتا ہے۔ نیز خالق کائنات کی عجیب و غریب کاریگری میں آدمی غور کرے تو اُسی کا ہو رہے۔ ف۴ یعنی نر اور مادہ۔ جیسا کہ ابن زید نے کہا۔ اور آج جدید حکماء اس کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ہر ایک نوع میں نر اور مادہ کی تقسیم پائی جاتی ہے۔ اور یا "زوجین" سے متقابل و متضاد چیزیں مُراد ہیں مثلاً رات دن، زمین آسمان، اندھیرا اُجالا، سیاہی سفیدی صحت مرض، کفر و ایمان، وغیر ذٰلک۔ ف۵ یعنی جب زمین و آسمان اور تمام کائنات ایک اللہ کی پیدا کی ہوئی اور اُسی کے زیر حکومت ہے تو بندہ کو چاہیئے ہر جانب سے ہٹ کر اُسی کی طرف بھاگے۔ اگر اُس کی طرف نہ بھاگا اور رجوع نہ ہُوا تو یہ بہت ڈر کی چیز ہے۔ یا کسی اور ہستی کی طرف رجوع ہو گیا تو یہ بھی ڈر کی بات ہے۔ ان دونوں صورتوں کے خوفناک انجام سے میں تم کو صاف صاف ڈراتا ہوں۔ ف۶ یعنی ایسی صاف تنبیہ و انذار پر اگر یہ منکرین کان نہ دھریں تو غم نہ کیجئے۔ ان سے پہلے جن کافر قوموں کی طرف کوئی پیغمبر آیا، اسی طرح جادوگر یا دیوانہ کہہ کر اُس کی نصیحتوں کو ہنسی میں اُڑا دیا۔ ف۷ یعنی ہر زمانہ کے کافر اس بات میں ایسے متفق اللفظ رہے کہ گویا ایک دوسرے کو وصیت کر مرے ہیں کہ جو رسول آئے اُسے ساحر یا مجنون کہہ کر چھوڑ دینا۔ اور واقع میں وصیت تو کہاں کرتے، البتہ شرارت کے عنصر میں سب شریک ہیں۔ اور یہ ہی اشتراک پچھلے شریروں سے وہ الفاظ کہلواتا ہے جو اگلے شریروں نے کہے تھے۔ ف۸ یعنی آپ فرض دعوت و تبلیغ کما حقہٗ ادا کر چکے۔ اب زیادہ پیچھے پڑنے اور غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ ماننے کا جو کچھ الزام رہیگا اُن ہی معاندین پر رہے گا۔ ہاں سمجھانا آپ کا کام ہے۔ سو یہ سلسلہ جاری رکھیے جس کی قسمت میں ایمان لانا ہوگا اُس کو یہ سمجھانا کام دیگا، جو ایمان لا چکے ہیں اُن کو مزید نفع پہنچے گا، اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی۔ ف۹ یعنی اُن کے پیدا کرنے سے شرعاً بندگی مطلوب ہے۔ اسی لیئے اُن میں خلقۃً ایسی استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں یوں ارادہ کونیہ قدریہ کے اعتبار سے تو ہر چیز اُس کے حکم تکوینی کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔ لیکن ایک وقت آئیگا جب سب بندے اپنے ارادہ سے تخلیق عالم کی اس غرض شرعی کو پورا کرینگے بہرحال آپ سمجھاتے رہیئے کہ سمجھانے ہی سے یہ مطلوب شرعی حاصل ہو سکتا ہے۔ ف۱۰ یعنی اُن کی بندگی سے میرا کچھ فائدہ نہیں، اُن ہی کا نفع ہے۔ میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے میرے لیئے کما کر لاؤ یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو۔ میری ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے۔ میں اُن سے اپنے لیئے روزی کیا طلب کرتا، خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں۔ بھلا مجھ جیسے زور آور اور قادر و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ بندگی کا حکم صرف اس لیئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور عظمت و کبریائی کا قولاً و فعلاً اعتراف کر کے میرے خصوصی الطاف و مراحم کے مورد و مستحق بنو۔ من نکردم خلق تا سودے کنم ؛ بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم۔ ف۱۱ یعنی اگر یہ ظالم بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح اِن کا ڈول بھی بھر چکا ہے۔ بس اب ڈوبا چاہتا ہے۔ خواہ مخواہ سزا میں جلدی نہ مچائیں۔ جیسے دوسرے کافروں کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا، اِن کو بھی پہنچ کر رہیگا۔ ف۱۲ یعنی قیامت کا دن۔ یا اُس سے پہلے ہی کوئی دن سزا کا آجائے۔ چنانچہ مشرکین مکہ کو "بدر" میں خاصی سزا مل گئی۔ تم سورۃ الذاریات وللہ الحمد۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ طور مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنچاس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

وَالطُّوْرِ ۞ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۞ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۞ وَّالْبَيْتِ

قسم ہے طور کی ف۱ اور لکھی ہوئی کتاب کی ف۲ ☆ کشادہ ورق میں ف۲ اور آباد

الْمَعْمُوْرِ ۞ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۞ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۞ اِنَّ عَذَابَ

گھر کی ف۳ اور اونچی چھت کی ف۴ اور اُبلتے ہوئے دریا کی ف۵ بیشک عذاب

رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۞ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۞ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۞ وَّتَسِيْرُ

تیرے رب کا ہو کر رہیگا ☆ اُسکو کوئی نہیں ہٹانیوالا ف۶ جس دن لرزے آسمان کپکپا کر ف۷ اور پھریں

الْجِبَالُ سَيْرًا ۞ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ

پہاڑ چل کر ف۸ سو خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کو ☆ جو باتیں بناتے ہیں

يَّلْعَبُوْنَ ۞ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۞ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ

کھیلتے ہوئے ف۹ جس دن کو دھکیلے جائیں دوزخ کی طرف دھکیل کر ☆ یہ ہے وہ آگ جس کو

كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۞ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۞ اِصْلَوْهَا

تم جھوٹ جانتے تھے ف۱۰ اب بھلا یہ جادو ہے یا تم کو نہیں سوجھتا ف۱۱ چلے جاؤ اسکے اندر

فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ

پھر تم صبر کرو یا نہ صبر کرو تم کو برابر ہے وہی بدلا پاؤ گے جو کچھ تم

تَعْمَلُوْنَ ۞ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۞ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ

کرتے تھے ف۱۲ جو ڈرنے والے ہیں وہ باغوں میں ہیں اور نعمت میں ☆ میوے کھاتے ہوئے جو اُن کو دیے اُنکے رب نے

وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۞ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞

اور بچایا اُنکے رب نے دوزخ کے عذاب سے ف۱۳ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا بدلا اُن کاموں کا جو تم کرتے تھے ☆

وقف لازم

ف۱ یعنی کوہ طور جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام کیا۔ ف۲ اس کتاب سے شاید لوح محفوظ مراد ہو یا لوگوں کا اعمالنامہ یا قرآن کریم یا طور کی مناسبت سے تورات یا عام کتب سماویہ۔ سب احتمالات ہیں۔ ف۳ شاید کعبہ کو کہا یا ساتویں آسمان پر خانہ کعبہ کی ٹھیک محاذات میں فرشتوں کا کعبہ ہے اُس کو "بیت معمور" کہتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ ف۴ یعنی آسمان کی قسم جو زمین کے اوپر ایک چھت کی طرح ہے اور یا "سقف مرفوع" عرش عظیم کو کہا جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت کی چھت ہے۔ ف۵ دنیا کے اُبلتے ہوئے دریا مراد ہوں، یا وہ عظیم الشان دریا مراد ہو جس کا وجود عرش عظیم کے نیچے اور آسمانوں کے اوپر روایات سے ثابت ہوا ہے۔ ف۶ یعنی یہ تمام چیزیں جن کی قسم کھائی شہادت دیتی ہیں کہ وہ خدا بہت بڑی قدرت و عظمت والا ہے۔ پھر اُس کی نافرمانی کرنے والوں پر عذاب کیوں نہیں آئے گا اور کس کی طاقت ہے جو اُسکے بھیجے ہوئے عذاب کو اُلٹا واپس کر دیگا۔ ف۷ یعنی آسمان لرز کر اور کپکپا کر پھٹ پڑیگا۔ ف۸ یعنی پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دینگے اور روئی کے گالوں کی طرح اُڑتے پھریں گے۔ ف۹ یعنی جو آج کھیل کود میں مشغول ہو کر طرح طرح کی باتیں بناتے اور آخرت کی تکذیب کرتے ہیں۔ اُن کے لیے اُس روز سخت خرابی اور تباہی ہے۔ ف۱۰ یعنی فرشتے اُن کو سخت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف لیجائیں گے اور وہاں پہنچا کر کہا جائیگا کہ یہ وہ آگ حاضر ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے۔ ف۱۱ یعنی تم دنیا میں انبیاء کو جادوگر اور اُن کی وحی کو جادو کہا کرتے تھے۔ ذرا اب تبلاؤ کہ یہ دوزخ جس کی خبر انبیاء نے دی تھی کیا واقعی جادو یا نظربندی ہے یا جیسے دنیا میں تم کو کچھ سوجھتا نہ تھا، اب بھی نہیں سوجھتا۔ ف۱۲ یعنی دوزخ میں پڑ کر اگر گھبراؤ اور چلاؤ گے، تب کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ اور بفرض محال صبر کر کے چپ ہو رہو تب تم پر کوئی رحم کھانے والا نہیں۔ غرض دونوں حالتیں برابر ہیں اس جیلخانہ سے نکلنے کی تمہارے لیے کوئی سبیل نہیں۔ جو کرتوت دنیا میں کیے تھے اُنکی سزا یہی حبس دوام اور ابدی عذاب ہے۔ ف۱۳ یعنی جو دنیا میں اللہ سے ڈرتے تھے۔ وہاں بالکل مامون اور بے فکر ہوں گے۔ ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان اُن کے لیے حاضر رہیں گے۔ اور یہی انعام کیا کم ہے کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔

ف۱ یعنی جنتیوں کی مجلس اس طرح ہوگی کہ سب جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تخت پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہونگے اور اُنکی ترتیب نہایت قرینہ سے ہوگی ف۲ یعنی کاملوں کی اولاد اور متعلقین اگر ایمان پر قائم ہوں اور اُن ہی کاملوں کی راہ پر چلیں۔ جو خدمات اُن کے بزرگوں نے انجام دی تھیں یہ بھی اُن کی تکمیل میں ساعی ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن کو جنت میں اُن ہی کے ساتھ ملحق کر دیگا۔ گو اِن کے اعمال و احوال اُن کے اعمال و احوال سے کمّاً و کیفاً فروتر ہوں۔ تاہم اُن بزرگوں کے اکرام اور عزت افزائی کے لئے اِن تابعین کو اُن متبوعین کے جوار میں رکھا جائیگا۔ اور ممکن ہے بعض کو بالکل اُن ہی کے مقام اور درجہ پر پہنچا دیا جائے۔ جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ اُن کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ذریت کو دیدیا جائیگا۔ نہیں، یہ محض اللہ کا فضل و احسان ہوگا کہ قاصرین کو ذرا اُبھار کر اوپر کاملین کے مقام تک پہنچا دیا جائے۔ (تنبیہ) احقر نے وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ کا جو مطلب لیا ہے، صحیح بخاری کی یہ حدیث اُس کے مناسب معلوم ہوتی ہے۔ "قَالَتِ الْاَنْصَارُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ! اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ اَتْبَاعًا وَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ" ف۳ اوپر فضل کا بیان تھا۔ یہاں عدل کا ضابطہ بتلا دیا۔ یعنی عدل کا مقتضا یہ ہے کہ جس آدمی نے جو کچھ اچھا یا بُرا عمل کیا ہے، اُسی کے موافق بدلہ پائے۔ آگے اللہ کا فضل ہے کہ وہ کسی کی تقصیر معاف فرما دے یا کسی کا درجہ بلند کرے۔ ف۴ یعنی جس قسم کا گوشت مرغوب ہو اور جس جس میوے کو دل چاہے بلا توقف لگا تار حاضر کیئے جائیں گے۔ ف۵ یعنی شراب طہور کا دور جب چلیگا تو جنتی بطور خوش طبعی کے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کریں گے لیکن اُس شراب میں محض نشاط اور لذت ہوگی۔ نشہ، بکواس، اور فتور عقل وغیرہ کچھ نہ ہوگا۔ نہ کوئی گناہ کی بات ہوگی۔ ف۶ یعنی جیسے موتی اپنے غلاف کے اندر بالکل صاف و شفاف رہتا ہے گرد و غبار کچھ نہیں پہنچتا۔ یہ ہی حال اُنکی صفائی اور پاکیزگی کا ہوگا۔ ف۷ یعنی جنتی اُس وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کرینگے اور غایت مسرت و امتنان سے کہیں گے کہ بھائی ہم دنیا میں ڈرتے رہتے تھے کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ اللہ کا احسان دیکھو کہ آج اُس نے کیسا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہیں لگی۔ ہم اپنے رب کو ڈر کر اور اُمید باندھ کر پکارا کرتے تھے آج دیکھ لیا کہ اُس نے اپنی مہربانی سے ہماری پکار سُنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔ ف۸ کفار حضور کو کبھی دیوانہ کہتے، کبھی کاہن، یعنی جنوں اور شیطانوں سے کچھ جھوٹی سچی خبریں لیکر چلتی کر دیتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے تھے کہ آج تک کسی کاہن اور دیوانے نے ایسی اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں اور حکیمانہ اصول، اس طرح کے صاف، شستہ اور شائستہ طرز میں بیان کئے ہیں۔ اِسی لئے فرمایا کہ آپ اِن کو بھلا بُرا سمجھاتے رہیئے اور پیغمبرانہ نصیحتیں کرتے رہیئے۔ اِنکی بکواس سے دلگیر نہ ہوں۔ جب اللہ کے فضل و رحمت سے نہ آپ کاہن ہیں نہ مجنون، بلکہ اُس کے مقدس رسول ہیں تو نصیحت کرتے رہنا آپ کا فرض منصبی ہے۔ ف۹ یعنی پیغمبر جو اللہ کی باتیں سُناتا اور نصیحت کرتا ہے، کیا یہ لوگ اس لئے قبول نہیں کرتے کہ آپ کو محض ایک شاعر سمجھتے ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ جس طرح قدیم زمانہ کے بہت سے شعراء گردش زمانہ سے یونہی مر مرا کر ختم ہو گئے ہیں، یہ بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ کوئی کامیاب مستقبل اِن کے ہاتھ میں نہیں محض چند روز کی وقتی واہ واہ ہے اور بس ف۱۰ یعنی اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو، میں تمہارا دیکھتا ہوں۔ عنقریب کھل جائیگا کہ کون کامیاب ہے، کون خائب و خاسر۔ ف۱۱ یعنی پیغمبر کو مجنون کہہ کر گویا اپنے کو بڑا عقلمند ثابت کرتے ہیں۔ کیا اُن کی عقل و دانش نے یہ ہی سکھلایا ہے کہ ایک انتہائی صادق، امین، عاقل و فرزانہ، اور سچے پیغمبر کو شاعر یا کاہن یا دیوانہ قرار دے کر نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر شاعروں اور پیغمبروں کے کلام میں تمیز بھی نہیں کر سکتے تو کیسے عقلمند ہیں حقیقت یہ ہے کہ دل میں سمجھتے سب کچھ ہیں مگر محض شرارت اور کجروی سے باتیں بناتے ہیں

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تکیہ لگائے بیٹھے تختوں پر برابر بچھے ہوئے قطار باندھ کر ف۱ اور بیاہ دیں ہم نے اُنکو حوریں بڑی آنکھوں والیاں اور جو لوگ

وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ

یقین لائے اور اُنکی راہ پر چلی اُنکی اولاد ایمان کیساتھ پہنچا دیا ہمنے اُن تک اُنکی اولاد کو اور گھٹایا نہیں ہمنے اُن سے اُن کا کیا

مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیٴٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ

ذرا بھی ف۲ ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے ف۳ اور تار لگا دیا ہمنے اُن پر میووں کا اور گوشت کا

مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَ

جس چیز کو جی چاہے ف۴ جھپٹتے ہیں وہاں پیالا نہ بکنا ہے اُس شراب میں اور نہ گناہ میں ڈالنا ف۵

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

اور پھرتے ہیں اُنکے پاس چھوکرے اُن کے گویا وہ موتی ہیں اپنے غلاف کے اندر ف۶ اور مُنہ کیا بعضوں نے

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاۗءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

دوسروں کی طرف آپس میں پوچھتے ہوئے بولے ہم بھی تھے اس سے پہلے اپنے گھروں میں ڈرتے رہتے ☆

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ

پھر احسان کیا اللہ نے ہم پر اور بچا دیا ہم کو لُو کے عذاب سے ☆ ہم پہلے سے پکارتے تھے اُس کو

اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ

بیشک وہی ہے نیک سلوک والا مہربان ف۷ اب تو سمجھائے کر تو اپنے رب کے فضل سے نہ جنوں کی خبر لینے والا ہے اور

لَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ ۭ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ

نہ دیوانہ ف۸ کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے ہم منتظر ہیں اُس پر گردش زمانہ کے ف۹ تو کہہ

تَرَبَّصُوْا فَاِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۭ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ

تم منتظر رہو کہ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ف۱۰ کیا اُن کی عقلیں یہی سکھلاتی ہیں

بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ ۚ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

اُن کو یا یہ لوگ شرارت پر ہیں ف۱۱ یا کہتے ہیں یہ قرآن خود بنا لایا کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے

ف۱ یعنی کیا یہ خیال ہے کہ پیغمبر جو کچھ سنا رہا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں؟ بلکہ اپنے دل سے گھڑ لایا؟ اور جھوٹ موٹ خدا کی طرف منسوب کر دیا؟ سو نہ ماننے کے ہزار بہانے۔ جو شخص ایک بات پر یقین نہ رکھے اور اُسے تسلیم نہ کرنا چاہے، وہ اسی طرح کے بے سروپا احتمالات نکالا کرتا ہے ورنہ آدمی ماننا چاہے تو اتنی بات سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے اور جیسے خدا کی زمین جیسی زمین، اور اُس کے آسمان جیسا آسمان بنانا کسی سے ممکن نہیں، اُس کے قرآن جیسا قرآن بنا لانا بھی محال ہے۔ ف۲ یعنی پیغمبر خدا کی بات کیوں نہیں مانتے۔ کیا اُن کے اوپر کوئی خدا نہیں جس کی بات ماننا اُن کے ذمہ لازم ہو۔ کیا بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا خود اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں؟ یا یہ خیال ہے کہ آسمان و زمین اُن کے بنائے ہوئے ہیں لہٰذا اِس قلمرو میں جو چاہیں کرتے پھریں، کوئی اُن کو روکنے ٹوکنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ سب خیالات باطل اور مہمل ہیں۔ وہ بھی دلوں میں جانتے ہیں کہ ضرور خدا موجود ہے جس نے اُن کو اور تمام زمین و آسمان کو نیست کر ہست کیا۔ مگر اس علم کے باوجود جو ایمان و یقین شرعاً مطلوب ہے اُس سے محروم اور بے بہرہ ہیں ف۳ یعنی کیا یہ خیال ہے کہ زمین و آسمان گو خدا کے بنائے ہوئے ہیں، مگر اس نے اپنے خزانوں کا مالک اِن کو بنا دیا ہے؟ یا اُس کے ملک اور خزانوں پر اُنہوں نے زور سے تسلط اور قبضہ حاصل کر لیا ہے؟ پھر ایسے صاحب تصرّف و اقتدار ہو کر وہ کسی کے مطیع و منقاد کیوں بنیں۔ ف۴ یعنی کیا یہ دعویٰ ہے کہ وہ زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جاتے اور وہاں سے ملائے اعلیٰ کی باتیں سن آتے ہیں۔ پھر جب اُن کی رسائی براہ راست اُس بارگاہ تک ہو تو کسی بشر کا اتباع کرنے کی کیا ضرورت رہی۔ جس کا یہ دعویٰ ہو تو بسم اللہ اپنی سند اور حجت پیش کرے۔ ف۵ یعنی کیا (معاذ اللہ) خدا کو اپنے سے گھٹیا سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ بیٹے اور بیٹیوں کی اس تقسیم سے مترشح ہوتا ہے اور اس لیے اُس کے احکام و ہدایات کے سامنے سر تسلیم جھکانا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ ف۶ یعنی کیا یہ لوگ آپ کی بات اِس لیے نہیں مانتے کہ خدا نہ کردہ آپ اُن سے اس ارشاد و تبلیغ پر کوئی بھاری معاوضہ طلب کر رہے ہیں جس کے بوجھ سے وہ دبے جاتے ہیں۔ ف۷ یعنی کیا خود اُن پر اللہ اپنی وحی بھیجتا اور پیغمبروں کی طرح اپنے بھید پر مطلع کرتا ہے جسے یہ لوگ لکھ لیتے ہیں جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے۔ اِس لیے اُن کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ ف۸ یعنی اُن میں سے کوئی بات نہیں تو کیا پھر یہی ارادہ ہے کہ پیغمبر کے ساتھ داؤ پیچ کھیلیں اور مکر و فریب اور خفیہ تدبیریں گانٹھ کر حق کو مغلوب یا نیست و نابود کر دیں۔ ایسا ہے تو یاد رہے کہ یہ داؤ پیچ سب اُن ہی پر اُلٹنے والے ہیں عنقریب پتہ لگ جائیگا کہ حق مغلوب ہوتا ہے یا وہ نابود ہوتے ہیں۔ ف۹ یعنی کیا خدا کے سوا کوئی اور حاکم اور معبود تجویز کر رکھا ہے جو مصیبت پڑنے پر اُن کی مدد کریں گے؟ اور جن کی پرستش نے خدا کی طرف سے اُن کو بے نیاز کر رکھا ہے؟ سو یاد رہے کہ یہ سب اوہام و وساوس ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اُس کا شریک و مثیل یا مقابل و مزاحم ہو۔ ف۱۰ یعنی حقیقت میں اِن میں سے کوئی بات نہیں۔ صرف ایک چیز ہے "ضد اور عناد" جس کی وجہ سے یہ لوگ ہر سچی بات کے جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اِن کی کیفیت تو یہ ہے کہ اگر اِن کی فرمائش کے موافق فرض کیجئے آسمان سے ایک تختہ اِن پر گرا دیا جائے، تو دیکھتی آنکھوں اس کی بھی کوئی تاویل کر دیں گے۔ مثلاً کہیں گے کہ یہ آسمان سے نہیں آیا۔ بادل کا ایک حصہ گاڑھا اور منجمد ہو کر گر پڑا ہے جیسے بڑے بڑے اولے کبھی کبھی گرتے ہیں۔ بھلا ایسے متعصب معاندوں سے ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ

پھر چاہیئے کہ لے آئیں کوئی بات اسی طرح کی اگر وہ سچے ہیں ف۱ کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی

شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾

آپ یا وہی ہیں بنانے والے ☆ یا اُنہوں نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے ف۲

أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ

کیا اُن کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کے یا وہی داروغہ ہیں ف۳ کیا اُن کے پاس کوئی سیڑھی ہے

يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ

جس پر سن آتے ہیں تو چاہیئے لے آئے جو سنتا ہے اُن میں ایک سند کھلی ہوئی ف۴ کیا اُس کے یہاں بیٹیاں

وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾ أَمْ

ہیں اور تمہارے یہاں بیٹے ف۵ کیا تو مانگتا ہے اُن سے کچھ بدلا سو اُن پر تاوان کا بوجھ ہے ف۶ کیا

عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا

اُن کو خبر ہے بھید کی سو وہ لکھ رکھتے ہیں ف۷ کیا چاہتے ہیں کچھ داؤ کرنا سو جو منکر ہیں

هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٣﴾

وہی آتے ہیں داؤ میں ف۸ کیا اُنکا کوئی حاکم ہے اللہ کے سوائے وہ اللہ پاک ہے اُنکے شریک بنانے سے ف۹

وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ

اور اگر دیکھیں ایک تختہ آسمان سے گرتا ہوا کہیں یہ بادل ہے گاڑھا ف۱۰ سو تو چھوڑ دے اُنکو

حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ

یہاں تک کہ دیکھ لیں اپنے اُس دن کو جس میں اُن پر پڑیگی بجلی کی کڑک ☆ جس دن کام نہ آئیگا اُن کو

كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ

اُن کا داؤ ذرا بھی اور نہ اُنکو مدد پہنچے گی ف۱۱ اور اِن گنہگاروں کے لیے ایک عذاب ہے اُس کے

ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

ورے پر بہت اُن میں کے نہیں جانتے ف۱۲ اور تو ٹھہرا رہ منتظر اپنے رب کے حکم کا تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ف۱۳

ف۱۱ یعنی ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ چھوڑ دیجئے کہ چند روز اور کھیل لیں اور باتیں بنا لیں۔ آخر وہ دن آنا ہے جب قہر الٰہی کی کڑک بجلی سے اِن کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے۔ اور بچاؤ کی کوئی تدبیر کام نہ دیگی، نہ کسی طرف سے مدد پہنچے گی (غالباً اس سے آخرت کا دن مراد ہے) ف۱۲ یعنی اِن میں سے اکثروں کو خبر نہیں کہ آخرت کے عذاب سے ورے دنیا میں بھی اُن کے لیے ایک سزا ہے جو مل کر رہیگی۔ شاید یہ معرکہ "بدر" وغیرہ کی سزا ہو۔ ف۱۳ یعنی صبر و استقامت کے ساتھ اپنے رب کے حکم تکوینی و تشریعی کا انتظار کیجئے جو عنقریب آپ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیگا۔ اور آپ کو مخالفین کی طرف سے کچھ بھی نقصان نہ پہنچے گا کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے زیر حفاظت ہیں۔

ف۱ یعنی صبر و تحمل اور سکون و اطمینان کے ساتھ ہمہ وقت اللہ کی تسبیح و تحمید اور عبادت گذاری میں لگے رہیے۔ خصوصاً جس وقت آپ سو کر اُٹھیں یا نماز کے لیے کھڑے ہوں، یا مجلس سے اُٹھ کر تشریف لیجائیں۔ اِن حالات میں تسبیح وغیرہ کی مزید ترغیب و تاکید آئی ہے۔ ف۲ "رات کے حصہ" سے مُراد شاید تہجد کا وقت ہو، اور تاروں کے پیٹھ پھیرنے کا وقت صبح کا وقت ہے۔ کیونکہ صبح کا اُجالا ہوتے ہی ستارے غائب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ تم سورۃ الطور وللّٰہ الحمد والمنّۃ۔ ف۳ یعنی غروب ہو۔ ف۴ "رفیق" سے مُراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی نہ آپ غلط فہمی کی بنا پر راستہ سے بہکے، نہ اپنے قصد و اختیار سے جان بوجھ کر بے راہ چلے، بلکہ جس طرح آسمان کے ستارے طلوع سے لیکر غروب تک ایک مقرر رفتار سے مُعیّن راستہ پر چلے جاتے ہیں، کبھی اِدھر اُدھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے آفتابِ نبوت بھی اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر برابر چلا جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک قدم اِدھر یا اُدھر پڑ جائے۔ ایسا ہو تو اُن کی بعثت سے جو غرض متعلق ہے وہ حاصل نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام آسمانِ نبوت کے ستارے ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتاب درخشاں طلوع ہوتا ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء کی تشریف بری کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے اِن ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اُس میں کسی طرح کے تزلزل اور اختلال کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ اُن باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا انتظام کس قدر مضبوط و محکم ہونا چاہیئے جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔ ف۵ یعنی کوئی کام تو کیا۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اُس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اُس وحی متلُوّ کو "قرآن" اور غیر متلُوّ کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔ ف۶ یعنی وحی بھیجنے والا تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہے لیکن جسکے ذریعہ سے وہ وحی آپ تک پہنچتی ہے اور جو بظاہر آپ کو سکھلاتا ہے وہ بہت سخت قوتوں والا، بڑا زور آور حسین و وجیہہ فرشتہ ہے جسے "جبریل امین" کہتے ہیں۔ چنانچہ "سورۃ التکویر" میں جبریل کی نسبت فرمایا "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ الخ" ف۷ "اونچے کنارے" سے اکثروں نے اُفق شرقی مُراد لیا ہے۔ جدھر سے صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ حضرت جبریل اپنی اصلی صورت میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ اُس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اُن کے وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ یہ غیر معمولی اور مہیب منظر پہلی مرتبہ آپ نے دیکھا تھا دیکھ کر گھبرائے تو سورۂ "مدثر" اُتری۔ ف۸ یعنی جبریل اپنے اصلی مستقر سے تعلق رکھنے کے باوجود نیچے اُترے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر نزدیک ہو گئے کہ دونوں کے درمیان دو ہاتھ یا دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی بھیجی۔ غالباً اس سے مُراد سورۂ "مدثر" کی یہ آیات ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ الخ یا اور کچھ احکام ہونگے (تنبیہ) فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى میں محققین کے نزدیک "اَوْ" شک کے لیئے نہیں۔ بلکہ اس قسم کی ترکیب پوری تاکید اور مبالغہ کے ساتھ زیادہ کی نفی کے لیئے ہوتی ہے یعنی تعیین کرکے یہ بتلانا مقصود نہیں کہ "قوسین" کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم، ہاں اتنا ظاہر کر دینا ہے کہ کسی حال اور کسی طرح اس سے زائد نہ تھا۔ وفیہ اقوال اُخر ذکرہا المفسرون۔ ف۹ یعنی جبریل کو آپ نے آنکھ سے دیکھا اور اندر سے دل نے کہا کہ اس وقت آنکھ ٹھیک ٹھیک جبریل کو دیکھ رہی ہے، کوئی غلطی نہیں کر رہی کہ کچھ کا کچھ نظر آتا ہو۔ ایسا کہنے میں آپ کا دل سچا تھا۔ حق تعالیٰ اسی طرح پیغمبروں کے دلوں میں فرشتہ کی معرفت ڈال دیتے ہیں۔ ورنہ رسول کو خود اطمینان نہ ہو تو دوسروں کو اطمینان کہاں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ ف۱۰ یعنی وحی بھیجنے والا اور لانے والا فرشتہ جسکی صورت و سیرت نہایت پاکیزہ اور فہم و حفظ وغیرہ کی تمام قوتیں کامل، پھر اتنا قریب ہو کر وحی پہنچائے، پیغمبر اس کو اپنی آنکھ سے دیکھے، اُس کا صاف اور روشن دل اُسکی تصدیق کرے، تو کیا ایسی دیکھی بھالی چیز میں تم کو حق ہے کہ اُس سے فضول بحث و تکرار کرو اور جھگڑے کالو؟ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ۔ (مع) ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "دوسری بار جبریل کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا معراج کی رات میں، سات آسمان سے اوپر جہاں درخت ہے بیری کا، وہ حد ہے نیچے اور اوپر کی، نیچے کے لوگ اوپر نہیں پہنچتے اور اوپر کے نیچے نہیں اُترتے، اُس کے پاس بہشت کو دیکھا۔" (تنبیہ) جس طرح جنت کے انگور، انار وغیرہ کو دنیا کے پھلوں اور میووں پر قیاس نہیں کر سکتے محض اشتراکِ اسمی ہے۔ اُس بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیریوں پر قیاس نہ کیا جائے اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی۔ بہر حال وہ درخت اِدھر اور اُدھر کی سرحد پر واقع ہے جو اعمال وغیرہ اِدھر سے چڑھتے ہیں، اور جو احکام وغیرہ اُدھر سے اُترتے ہیں سب کا منتہیٰ وہی ہے۔ مجموعۂ روایات سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اُس کی جڑ چھٹے آسمان میں اور پھیلاؤ ساتویں آسمان میں ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ف۱۲ یعنی حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات اُس درخت پر چھا رہے تھے۔ اور فرشتوں کی کثرت و ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ نظر آتا تھا بعض روایات میں ہے کہ "مَا يَغْشٰى" سنہری پروانے تھے یعنی نہایت خوشرنگ جن کے دیکھے سے دل کھنچا جائے۔ اُس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اُس کا حسن و جمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ لفظوں میں بیان کر سکے۔ شاید ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کے موافق معراج میں جو اللہ کا دیدار حضورؐ کو ہوا اُس کا بیان اسی آیت کے ابہام میں منطوی و مندرج ہو۔ کیونکہ پہلی آیتوں کے متعلق تو عائشہ صدیقہؓ کی احادیث میں تصریح ہے کہ اُن سے

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾

اور پاکی بیان کر اپنے رب کی خوبیاں جس وقت تو اُٹھتا ہے ف۱ اور کچھ رات میں بول اُسکی پاکی اور پیٹھ پھیرتے وقت تاروں کے ف۲

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَانِ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نجم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿٢﴾ وَمَا يَنْطِقُ

قسم ہے تارے کی جب گرے ف۳ بہکا نہیں تمہارا رفیق اور نہ بے راہ چلا ف۴ اور نہیں بولتا

عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿٤﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿٥﴾

اپنے نفس کی خواہش سے ☆ یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا ف۵ اُس کو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے ☆

ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾

زور آور نے ف۶ پھر سیدھا بیٹھا ☆ اور وہ تھا اونچے کنارہ پر آسمان کے ف۷ پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا ☆

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿٩﴾ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ﴿١٠﴾ مَا

پھر رہ گیا فرق دو کمان کی برابر یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا ف۸

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿١١﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً

جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا ف۹ اب کیا تم اُس سے جھگڑتے ہو اُس پر جو اُس نے دیکھا ف۱۰ اور اُسکو اُس نے دیکھا ہے اُترتے ہوئے

اُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿١٥﴾ اِذْ

ایک بار اور بھی ☆ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ☆ اُسکے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی ف۱۱ جب

يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى

چھا رہا تھا اُس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا ف۱۲ بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی ف۱۳ بیشک دیکھے اُس نے

مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ

اپنے رب کے بڑے نمونے ف۱۴ بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ کو ☆ اور منات

بقیہ فوائد صفحہ ٦٨٢ ۔ رؤیت رب مُراد نہیں محض رُؤیت جبریل مُراد ہے۔ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے جو ابن عباسؓ کے اخص اصحاب میں ہیں اسی آیت کے تحت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں "کَانَ اَغْصَانُ السِّدْرَۃِ لُؤْلُؤًا وَیَاقُوْتًا وَزَبَرْجَدًا فَرَاٰھَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاٰی رَبَّہٗ بِقَلْبِہٖ" اور یہ رویت چونکہ صرف قلب کی نہ تھی بلکہ قلب اور بصر دونوں کو دیدار سے حصہ مل رہا تھا جیسا کہ "مَا زَاغَ الْبَصَرُ" سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے ابن عباسؓ نے طبرانی کی بعض روایات میں فرمایا "رَاٰہُ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِقَلْبِہٖ وَمَرَّۃً بِبَصَرِہٖ" یہاں دو مرتبہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہی وقت میں دو طرح دیکھا۔ کما قالوا فی حدیث اِنْشَقَّ الْقَمَرُ بِمَکَّۃَ مَرَّتَیْنِ) ظاہری آنکھ سے بھی اور دل کی آنکھوں سے بھی۔ لیکن یاد رہے کہ یہ رُؤیت وہ نہیں جس کی نفی "لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ" میں کی گئی ہے۔ کیونکہ اُس سے غرض احاطہ کی نفی کرنا ہے یعنی نگاہیں اُس کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ علاوہ بریں ابن عباسؓ سے جب سوال کیا گیا کہ دعویٰ رویت، آیت "لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ" کے مخالف ہے تو فرمایا "وَیْحَکَ ذَاکَ اِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِہِ الَّذِیْ ھُوَ نُوْرُہٗ" (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات و انوار متفاوت ہیں۔ بعض انوار قاہرہ للبصر ہیں بعض نہیں۔ اور رؤیت رب فی الجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے۔ اور اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ جس درجہ کی رُؤیت مؤمنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جبکہ نگاہیں تیز کردی جائیں گی جو اُس تجلّی کو برداشت کرسکیں۔ وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک خاص درجہ کی رُؤیت سیدنا محمد رسول اللہ صلعم کو شب معراج میں ابن عباسؓ کی روایت کے موافق میسّر ہوئی۔ اور اِس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک وسہیم نہیں۔ بہرحال ہی انوار وتجلیات کے تفاوت وتنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ عائشہؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔ شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں اور یہ اثبات دوسرے درجہ میں کر رہے ہوں۔ اور اسی طرح ابوذرؓ کی روایات "رَاَیْتُ نُوْرًا" اور "نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ" میں تطبیق ممکن ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ ف١٣ یعنی آنکھ نے جو کچھ دیکھا، پورے تمکن واتقان سے دیکھا، نہ نگاہ ٹیڑھی ترچھی ہوکر داہنے بائیں ہٹی نہ مُبصَر سے تجاوز کرکے آگے بڑھی، بس اُسی چیز پر جمی رہی جس کا دکھلانا منظور تھا۔ بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھلائی جائے اُس کو نہ دیکھنا اور جو نہ دکھلائی جائے اُس کو تاکنا دونوں عیب ہیں۔ آپ ان دونوں سے پاک تھے۔ ف١٤ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ کے فائدہ میں جو بیان ہوچکا ہے اُس کے علاوہ جو اور نمونے دیکھے ہونگے وہ اللہ ہی جانتا ہے ؎ اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں ؛ بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد۔

الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ

تیسرے پچھلے کو ف١ کیا تم کو تو ملے بیٹے اور اُس کو بیٹیاں ☆ یہ بانٹا تو

ضِيزَىٰ ﴿٢٢﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ

بہت بھونڈا ف٢ یہ سب نام ہیں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اللہ نے نہیں

اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ

اُتاری اُنکی کوئی سند ف٣ محض اٹکل پر چلتے ہیں اور جو جیوں کی اُمنگ ہے

وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾

اور پہنچی ہے اُن کو اُنکے رب سے راہ کی سوجھ ف۴ کہیں آدمی کو ملتا ہے جو کچھ چاہے ☆

فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ

سو اللہ کے ہاتھ ہے سب بھلائی پچھلی اور پہلی ف۵ اور بہت فرشتے ہیں آسمانوں میں کچھ کام نہیں آتی اُنکی سفارش

شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ﴿٢٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ

مگر جب حکم دے اللہ جسکے واسطے چاہے اور پسند کرے ف٦ جو لوگ

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾ وَمَا

یقین نہیں رکھتے آخرت کا وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے زنانے نام ☆ اور

لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي

اُن کو اُس کی کچھ خبر نہیں محض اٹکل پر چلتے ہیں اور اٹکل کچھ کام نہ آئے

مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٢٨﴾ فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ

ٹھیک بات میں ف٧ سو تو دھیان نہ کر اُس پر جو منہ موڑے ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے

إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ

مگر دنیا کا جینا ☆ بس یہیں تک پہنچی اُنکی سمجھ ف٨ تحقیق تیرا رب ہی

أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿٣٠﴾ وَلِلَّهِ

خوب جانے اُس کو جو بہکا اُس کی راہ سے اور وہی خوب جانے اُس کو جو راہ پر آیا ف٩ اور اللہ کا ہے

ع ١ ٢٥ ٥ — الربع

فوائد صفحہ ہذا ف١ یعنی اُس لا محدود عظمت وجلال والے خدا کے مقابلہ میں اِن حقیر وذلیل چیزوں کا نام لینے سے شرم آنی چاہیے۔ (تنبیہ) "لات" "عُزّیٰ" "مناۃ" اُنکے بتوں اور دیویوں کے نام ہیں۔ اِن میں "لات" طائف والوں کے ہاں بہت معظم تھا۔ "مناۃ" اوس وخزرج اور خُزاعہ کے ہاں۔ اور "عُزّیٰ" کو قریش اور بنی کنانہ وغیرہ اُن دونوں سے بڑا سمجھتے تھے۔ اُن کے نزدیک اول عُزّیٰ جو مکہ کے قریب نخلہ میں تھا۔ پھر لات جو طائف میں تھا۔ پھر سب کے پیچھے تیسرے درجہ میں مناۃ جو مکہ سے بہت دور مدینہ کے نزدیک واقع تھا۔ علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں یہ ترتیب نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے "وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی وَمَنَاۃَ الثَّالِثَۃِ الْاُخْرٰی۔ ھٰؤُلَاءِ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی" کتب تفسیر میں اس موقع پر ایک قصہ نقل کیا ہے جو جمہور محدثین کے اصول پر درجہ صحت کو نہیں پہنچتا۔ اگر فی الواقع اُس کی کوئی اصل ہے تو شاید یہ ہی ہوگی کہ آپ نے مسلمانوں اور کافروں کے مخلوط مجمع میں یہ سورۃ پڑھی۔ کفار کی عادت تھی کہ لوگوں کو قرآن سُننے نہ دیں اور بیچ میں گڑبڑ مچادیں کما قال تعالیٰ "وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ" (حٰم السجدہ رکوع ۴) جب یہ آیت پڑھی تو کسی کافر شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملاکر آپ ہی کے لب ولہجہ سے وہ الفاظ کہدیے ہوں گے جو اُنکی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے "تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی" آگے تعبیر وادا میں تصرف ہوتے ہوتے کچھ کا کچھ بن گیا۔ ورنہ ظاہر ہے نبی کی زبان پر شیطان کو ایسا تسلّط کب حاصل ہوسکتا ہے اور جس چیز کا ابطال آگے کیا جارہا ہے اُس کی مدح سرائی کے کیا معنی۔ ف٢ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ کفار ان بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ سو اوّل تو خدا "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" ہے اور بالفرض اولاد کا نظریہ تسلیم کیا جائے تب بھی یہ تقسیم کس قدر بھونڈی اور مہمل ہے کہ تم خود تو بیٹے لیجاؤ اور خدا کے حصہ میں بیٹیاں لگادو؟ العیاذ باللہ۔ ف٣ یعنی پتھروں اور درختوں کے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کی خدائی کی کوئی سند نہیں بلکہ اُس کے خلاف پر دلائل قائم ہیں۔ اُنکو اپنے خیال میں خواہ بیٹیاں کہہ لو یا بیٹے یا اور کچھ، محض کہنے کی بات ہے جس کے نیچے حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ف۴ یعنی باوجودیکہ اللہ کے پاس سے ہدایت کی روشنی آچکی اور وہ سیدھی راہ دکھا چکا۔ مگر یہ احمق اُن ہی اوہام وہوا کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جو کچھ اٹکل پچّو ذہن میں آگیا اور دل میں اُمنگ پیدا ہوئی کر گذرے۔ تحقیق وبصیرت کی راہ سے کچھ سروکار نہیں۔ ف۵ یعنی سمجھتے ہیں کہ یہ بُت ہمارے سفارشی ہونگے۔ یہ خالی خیالات اور آرزوئیں ہیں۔ کیا انسان جو تمنا کرے وہ ہی ملجائیگا۔ یاد رہے دنیا اور آخرت کی سب بھلائی اللہ کے ہاتھ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی بت پوجے سے کیا ملتا ہے، ملے وہ ہی جو اللہ دے"۔ ف٦ یعنی ان بتوں کی تو حقیقت کیا ہے۔ آسمان کے رہنے والے مقرب فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی۔ ہاں اللہ ہی جس کے حق میں سفارش کرنے کا حکم دے اور اُس سے راضی ہو تو وہاں سفارش بیشک کام دیگی۔ ظاہر ہے کہ اُس نے نہ بتوں کو سفارش کا حکم دیا اور نہ وہ کفار سے راضی ہے۔ ف٧ یعنی جن کو آخرت کا یقین نہیں وہ سزا کی طرف سے بیفکر ہوکر ایسی (بقیہ برصفحہ ٦٨٤)

(بقیہ فوائد صفحہ ۶۸۳) گستاخیاں کرتے ہیں۔ مثلاً فرشتوں کو زنانہ قرار دے کر خدا کی بیٹیاں کہدیا۔ یہ اُنکی محض جہالت ہے۔ بھلا فرشتوں کو مرد اور عورت ہونے سے کیا واسطہ۔ اور خدا کے لئے اولاد کیسی۔ کیا سچی اور ٹھیک بات پر قائم ہونا ہو تو ایسی اٹکلوں اور بے پا در ہوا اوہام سے کام چل سکتا ہے۔ اور کیا تخمینے اور اٹکلیں حقائق ثابتہ کے قائم مقام ہو سکتی ہیں۔ ف۵ یعنی جس کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا کی چند روزہ زندگی ہو کر اُس میں منہمک ہو کر کبھی خدا کو اور آخرت کو دھیان میں نہ لائے، آپ اُسکی فکر اس کو دھیان میں نہ لائیں۔ وہ خدا سے منہ موڑتا ہے۔ آپ اُس کی شرارت اور کجروی کی طرف سے منہ پھیر لیں۔ سمجھانا تھا سو سمجھا دیا۔ ایسے طینت اشخاص سے قبول حق کی توقع رکھنا اور اُنکے غم میں اپنے کو گھلانا بیکار ہے۔ ان کی سمجھ تو بس اسی دنیا کے فوری نفع نقصان تک پہنچتی ہے۔ اس سے آگے اِن کی رسائی نہیں۔ وہ کیا سمجھیں کہ مرنے کے بعد مالک حقیقی کی عدالت میں حاضر ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ اُنکی تمام تر علمی جدوجہد صرف بہائم کی طرح پیٹ بھرنے اور شہوت فرو کرنے کے لئے ہے۔ ف۶ یعنی جو گمراہی میں پڑا رہا اور جو راہ پر آیا، اُن سب کو اور ان کی مخفی استعدادوں کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے۔ اسی کے موافق ہو کر رہیگا۔ ہزار جتن کرو، اُس کے علم کے خلاف ہرگز واقع نہیں ہو سکتا۔ نیز وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک سے ٹھیک ٹھیک اُس کے احوال کے مناسب معاملہ کریگا۔ لہٰذا آپ یکسو ہو کر ان معاندین کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا

جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں تاکہ وہ بدلا دے بُرائی والوں کو اُنکے کیے کا

وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ

اور بدلا دے بھلائی والوں کو بھلائی سے ف۱ جو کہ بچتے ہیں بڑے

الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ

گناہوں سے اور بیحیائی کے کاموں سے مگر کچھ آلودگی ف۲ بیشک تیرے رب کی بخشش میں بڑی سمائی ہے ف۳ وہ تم کو

بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ

خوب جانتا ہے جب بنا نکالا تم کو زمین سے اور جب تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ

سو مت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ خوب جانتا ہے اُس کو جو بچ کر چلا ف۴ بھلا تو نے دیکھا اُس کو جس نے

تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾

منہ پھیر لیا ف۵ اور لایا تھوڑا سا اور سخت نکلا ف۶ کیا اُس کے پاس خبر ہے غیب کی سو وہ دیکھتا ہے ف۷

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰىٓ ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ

کیا اُس کو خبر نہیں پہنچی اُسکی جو ہے ورقوں میں موسیٰ کے ☆ اور ابراہیم کے جس نے کہ اپنا قول پورا اُتارا ف۸ کہ اٹھاتا

وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ

نہیں کوئی اُٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کا ف۹ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اُس نے کمایا ف۱۰ اور یہ کہ

سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ

اُسکی کمائی اُس کو دکھلانی ضرور ہے ☆ پھر اُس کو بدلا ملنا ہے اُس کا پورا بدلا ف۱۱ اور یہ کہ تیرے رب تک

الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾

سب کو پہنچنا ہے ف۱۲ اور یہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رُلاتا ☆ اور یہ کہ وہی ہے مارتا اور جلاتا ☆

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾

اور یہ کہ اُس نے بنایا جوڑا نر اور مادہ ف۱۳ ایک بوند سے جب ٹپکائی جائے

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی ہر شخص کا حال اُس کو معلوم اور زمین و آسمان کی ہر چیز پر اُس کا قبضہ۔ پھر نیک و بد کا بدلہ دینے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ بلکہ غور سے دیکھو تو زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے جہاں بُروں کو اُن کی بُرائی کا بدلہ ملے اور نیکوں کے ساتھ اُنکی بھلائی کے صلہ میں بھلائی کیجائے۔ ف۲ گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا فرق سورۂ "نساء" کے فوائد میں مفصل گذر چکا "لَمَم" کی تفسیر میں کئی قول ہیں بعض نے کہا کہ جو خیالات وغیرہ گناہ کے دل میں آئیں مگر ان کو عمل میں نہ لائے وہ "لمم" ہیں۔ بعض نے صغیرہ گناہ مُراد لئے ہیں بعض نے کہا کہ جس گناہ پر اصرار نہ کرے یا اُس کی عادت نہ ٹھہرائے یا جس گناہ سے توبہ کرلے وہ مُراد ہے۔ ہمارے نزدیک بہترین تفسیر وہی ہے جو مترجم محقق قدس اللہ روحہٗ نے سورۂ "نساء" کے فوائد میں اختیار کی ہے لیکن یہاں ترجمہ میں دوسرے معانی کی بھی گنجائش رکھی ہے۔ ف۳ اسی لئے بہت سے چھوٹے موٹے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے اور توبہ کو قبول کرتا ہے۔ گنہگار کو مایوس نہیں ہونے دیتا۔ اگر ہر چھوٹی بڑی خطا پر پکڑنے لگے تو بندہ کا ٹھکانا کہاں۔ ف۴ یعنی اگر تقوے کی کچھ توفیق اللہ نے دی تو شیخی نہ مارو۔ اور اپنے کو بہت بزرگ نہ بناؤ، وہ سب کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے۔ اور اُس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آدمی کو چاہیئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے جس کی ابتدا مٹی سے تھی، پھر بطن مادر کی تاریکیوں میں ناپاک خون سے پرورش پاتا رہا۔ اُس کے بعد کتنی جسمانی و روحانی کمزوریوں سے دوچار ہوا۔ آخر میں اگر اللہ نے اپنے فضل سے ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تو اُس کو اس قدر بڑھ چڑھ کر دعوے کرنے کا استحقاق نہیں۔ جو واقعی متقی ہوتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اب بھی پوری طرح کمزوریوں سے پاک ہو جانا بشریت کی حد سے باہر ہے۔ کچھ نہ کچھ آلودگی سب کو ہو جاتی ہے اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ ف۵ یعنی اپنی اصل کو بھول کر خالق و مالک حقیقی کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی تھوڑا سا ایمان لانے لگا پھر اُس کا دل سخت ہو گیا"۔ مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ حضورؐ کی باتیں سُن کر اُس کو اسلام کی طرف تھوڑی سی رغبت ہو چلی تھی اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف باسلام ہو جائے۔ ایک کافر نے کہا کہ ایسا مت کر میں تیرے سب جرائم اپنے اوپر لیتا ہوں۔ تیری طرف سے میں سزا بھگت لونگا بشرطیکہ اس قدر مال مجھ کو دیا جائے۔ اُس نے وعدہ کر لیا اور مقررہ رقم کی کچھ قسط ادا کر کے باقی سے انکار کر دیا۔ اِس صورت میں "وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى" کے معنی یہ ہونگے کہ کچھ مال دیا، پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ ف۷ یعنی کیا غیب کی بات دیکھ آیا ہے کہ آئندہ اس کو کفر کی سزا نہ ملیگی اور دوسرے کو اپنی جگہ پیش کر کے چھوٹ جائیگا۔ ف۸ یعنی ابراہیم اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان کی پابندی میں پُورا اُترا اور اللہ کے حقوق پوری طرح ادا کیئے اور اُس کے احکام کی تعمیل میں ذرہ بھر تقصیر نہ کی۔ ف۹ یعنی موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں یہ مضمون تھا کہ خُدا کے ہاں کوئی مجرم دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی جوابدہی بذاتِ خود کرنا ہوگی۔ ف۱۰ یعنی آدمی جو کچھ کوشش کر کے کماتا ہے وہ ہی اُس کا ہے۔ کسی دوسرے کی نیکیاں لے اُڑے یہ نہیں ہو سکتا۔ باقی کوئی خود اپنی خوشی سے اپنے بعض حقوق دوسرے کو ادا کرے اور اللہ اُس کو منظور کرلے وہ الگ بات ہے جس کی تفصیل حدیث و فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ف۱۱ یعنی ہر ایک کی سعی و کوشش اُس کے سامنے رکھدی جائے گی۔ اور اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ ف۱۲ یعنی تمام علوم و افکار اور سلسلۂ وجود کی انتہا اُسی پر ہوتی ہے اور سب کو آخر کار اُسی کے پاس پہنچنا ہے۔ وہیں سے ہر ایک کو نیکی بدی کا پھل ملے گا۔ ف۱۳ یعنی اس عالم میں تمام متضاد و متقابل احوال اسی نے پیدا کیے ہیں خوشی کا غالب ہونا(؟) سے خوشی یا غم کی کیفیات بھیجنا، ہنسانا، رُلانا، مارنا، جِلانا، اور کسی کو نر کسی کو مادہ بنانا اُسی کا کام ہے۔

ف۱ یعنی جس نے ایک قطرۂ آب سے نر و مادہ پیدا کر دیئے، دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے (یہ درمیان میں ایک پیدائش سے دوسری پیدائش پر متنبہ کر دیا) ف۲ یعنی مال، خزانہ، جائدادیں، سب اُسی کی دی ہوئی ہیں۔ اور بعض نے "اَقْنٰی" کے معنی "اَفْقَرَ" کے کئے ہیں یعنی اُسی نے کسی کو غنی اور کسی کو فقیر بنا دیا۔ یہ معنے پہلے سیاق کے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ متقابل چیزوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اور اگر پہلا مطلب لیا جائے تو اُس کے مقابل اہلاک کو رکھا جائے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ یعنی خزانے اور مال و دولت دے کر وہی بڑھاتا ہے اور وہی بڑی بڑی دولتمند اور طاقتور قوموں کو تباہ و برباد کرتا ہے ف۳ "شِعْرٰی" ایک بہت بڑا ستارہ ہے جس کو بعض عرب پوجتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عالم کے احوال میں اُس کی بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہاں بتلا دیا کہ "شعریٰ" کا رب بھی اللہ ہے۔ دنیا کے تمام اُلٹ پھیر اُسی کے دست قدرت میں ہیں۔ "شعریٰ" غریب بھی ایک ادنیٰ مزدور کی طرح اُس کا حکم بجا لاتا ہے۔ اُس میں مستقل تاثیر کچھ بھی نہیں۔ ف۴ یعنی حضرت ہُود علیہ السلام کی قوم۔ ف۵ کہ سینکڑوں برس تک خدا کے پیغمبر نوح علیہ السلام کو سخت ترین ایذائیں پہنچاتے رہے۔ جن کو پڑھ کر کلیجہ پھٹتا ہے، اور آنے والوں کے لئے بُری راہ ڈال گئے۔ ف۶ یعنی پتھروں کا مینہ (یہ قوم لوط کی بستیوں کا ذکر ہے) ف۷ یعنی ایسے مفسد ظالموں اور باغیوں کا تباہ کر ڈالنا بھی اللہ کا بڑا بھاری انعام ہے۔ کیا ایسی نعمتوں کو دیکھ کر بھی انسان اپنے رب کو جھٹلاتا ہی رہیگا۔ ف۸ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجرموں کو اُسی طرح بُرے انجام سے ڈرانے والے ہیں جیسے اُن سے پیشتر دوسرے نبی ڈرا چکے ہیں۔ ف۹ یعنی قیامت قریب ہی آ لگی ہے جس کا ٹھیک وقت اللہ کے سوا کوئی کھول کر نہیں بتا سکتا۔ اور جب وقت معین آ جائے تو کوئی طاقت اُس کو دفع نہیں کر سکتی۔ اللہ ہی چاہے تو ہٹے، مگر وہ چاہیگا نہیں۔ ف۱۰ یعنی قیامت اور اُس کے قرب کا ذکر سُن کر چاہیئے تھا خوف خدا سے رونے لگتے اور گھبرا کر اپنے بچاؤ کی تیاری کرتے۔ مگر تم اس کے برخلاف تعجب کرتے اور ہنستے ہو۔ اور غافل و بےفکر ہو کر کھلاڑیاں کرتے ہو۔ ف۱۱ یعنی عاقل کو زیبا نہیں کہ انجام سے غافل ہو کر نصیحت و فہمائش کی باتوں پر ہنسے اور مذاق اُڑائے۔ بلکہ لازم ہے کہ بندگی کی راہ اختیار کرے اور مطیع و منقاد ہو کر جبین نیاز خداوند قہار کے سامنے جھکا دے۔ (تنبیہ) روایات میں ہے کہ سورۂ نجم پڑھ کر آپ نے سجدہ کیا اور تمام مسلمان اور مشرک جو حاضر تھے سجدہ میں گر پڑے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ لکھتے ہیں کہ اُس وقت سب کو ایک غاشیۂ الہیہ نے گھیر لیا تھا۔ گویا ایک غیبی اور قہری تصرف سے طوعًا و کرہًا سب کو سربسجود ہونا پڑا۔ صرف ایک بدبخت جس کے دل پر سخت مہر تھی اُس نے سجدہ نہ کیا مگر زمین سے تھوڑی سی مٹی اُٹھا کر اُس نے بھی پیشانی کو لگا لی اور کہا کہ مجھے اسی قدر کافی ہے۔

(تم سورۃ النجم وللہ الحمد والمنہ)

وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ

اور یہ کہ اُس کے ذمہ ہے دوسری دفعہ اُٹھانا ف۱ اور یہ کہ اُس نے دولت دی اور خزانہ ف۲ اور یہ کہ وہی ہے

رَبُّ الشِّعْرٰی ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰی ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا۠ فَمَاۤ اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ وَ

رب شعریٰ کا ف۳ اور یہ کہ اُس نے غارت کیا عاد پہلے کو ف۴ اور ثمود کو پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا اور

قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ

نوح کی قوم کو پہلے ان سے وہ تو تھے اور بھی ظالم اور شریر ف۵ اور اُلٹی بستی کو

اَهْوٰی ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰی ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ هٰذَا

پٹک دیا ☆ پھر آ پڑا اُس پر جو کچھ کہ آ پڑا ف۶ اب تو کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلائیگا ف۷ یہ

نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ

ایک ڈر سُنانیوالا ہے پہلے سُنانیوالوں میں کا ف۸ آ پہنچی آنے والی ☆ کوئی نہیں اُس کو اللہ کے

اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ

سوائے کھولکر دکھانیوالا ف۹ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوتا ہے ☆ اور ہنستے ہو

وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ع

اور روتے نہیں ☆ اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو ف۱۰ سو سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی ف۱۱ السجدۃ

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ خَمْسٌ وَّ خَمْسُوْنَ اٰیَةً وَّ ثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ قمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچپن ۵۵ آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ

پاس آ لگی قیامت اور پھٹ گیا چاند ف۱۲ اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو ٹلا جائیں اور

یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ

کہیں یہ جادو ہے پہلے سے چلا آتا ف۱۳ اور جھٹلایا اور چلے اپنی خوشی پر اور ہر کام

ف۱۲ ہجرت سے پیشتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "منیٰ" میں تشریف فرما تھے۔ کفار کا مجمع تھا، اُنہوں نے آپ سے کوئی نشانی طلب کی۔ آپ نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو۔ ناگاہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا اُن میں سے مغرب کی اور دوسرا مشرق کی طرف چلا گیا۔ بیچ میں پہاڑ حائل تھا جب سب نے خوب اچھی طرح یہ معجزہ دیکھ لیا، دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ کفار کہنے لگے کہ محمد نے چاند پر یا ہم پر جادو کر دیا ہے۔ اس معجزہ کو "شق القمر" کہتے ہیں۔ اور یہ ایک نمونہ اور نشانی تھی قیامت کی کہ آگے سب کچھ یوں ہی پھٹے گا۔ طحاوی اور ابن کثیر وغیرہ نے اس واقعہ کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ اور کسی دلیل عقلی سے آج تک اس طرح کے واقعات کا محال ہونا ثابت نہیں کیا جا سکا اور محض استبعاد کی بنا پر ایسی قطعی الثبوت چیزوں کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ استبعاد تو اعجاز کے لئے لازم ہے۔ روزمرہ کے معمولی واقعات کو "معجزہ" کون کہیگا۔ (ملاحظہ ہو ہمارا مستقل مضمون جو معجزات و خوارق عادات کے متعلق "المحمود" میں شائع ہُوا ہے) باقی یہ کہنا کہ "شق القمر" اگر واقع ہُوا ہوتا تو تاریخوں میں اس کا وجود کیوں نہیں۔ تو یاد رہے کہ یہ قصہ رات کا ہے بعض ملکوں میں تو اختلاف مطالع کی وجہ سے اُس وقت دن ہو گا اور بعض جگہ آدھی رات ہوگی، لوگ عمومًا سوتے ہونگے اور جہاں بیدار ہونگے اور کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہونگے تو عادۃً یہ ضروری نہیں کہ سب آسمان کی طرف تک رہے ہوں، زمین پر جو چاندنی پھیلی ہوگی بشرطیکہ مطلع صاف ہو، اُس میں دو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر تھوڑی دیر کا قصہ تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بارہا چاند گہن ہوتا ہے اور خاصہ ممتد رہتا ہے لیکن لاکھوں انسانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اور اُس زمانہ میں آج کل کی طرح رصد وغیرہ کے اتنے وسیع و مکمل انتظامات اور تقاویم (جنتریوں) کی اس قدر اشاعت بھی نہ تھی، بہرحال تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی۔ بایں ہمہ "تاریخ فرشتہ" وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان میں مہاراجہ "مالیبار" کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں۔ ف۱۳ یعنی اس طرح کے جادو مدعیانِ نبوت نے پہلے بھی کئے ہیں، پھر جس طرح وہ جاتے رہے یہ بھی جاتا رہیگا۔

ف۱ یعنی ان کا عذاب بھی اپنے وقت پر آئیگا۔ اور اللہ کے علم میں انکی جو گمراہی اور ہلاکت ٹھہر چکی ہے وہ کسی صورت سے ٹلنے والی نہیں۔ ف۲ یعنی قرآن کے ذریعہ سے ہر قسم کے احوال اور تباہ شدہ قوموں کے واقعات معلوم کرائے جاچکے ہیں جن میں اگر غور کریں تو خداوند قہار کی طرف سے بڑی ڈانٹ ہے۔ ف۳ یعنی قرآن کریم پوری حکمت اور عقل کی باتوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی ذرا نیک نیتی سے توجہ کرے تو دل میں اُترتی چلی جائیں۔ مگر افسوس اتنے سامان ہدایت کی موجودگی میں اُن پر کچھ اثر نہیں۔ کوئی نصیحت و فہمائش وہاں کام نہیں دیتی۔ کتنا ہی سمجھاؤ پتھر پر جونک نہیں لگتی۔ لہٰذا ایسے سنگدل بدبختوں کو آپ بھی منہ نہ لگائیے۔ آپ فرض تبلیغ و دعوت باحسن اُسلوب ادا کرچکے۔ اب زیادہ تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو انکے ٹھکانے کی طرف چلنے دیں۔ ف۴ یعنی میدان حشر کی طرف حساب دینے کو۔ ف۵ یعنی اُس وقت خوف و ہیبت کے مارے ذلت و ندامت کے ساتھ آنکھیں جھکائے ہونگے۔ ف۶ یعنی تمام اگلے پچھلے قبروں سے نکل کر ٹڈی دل کی طرح پھیل پڑیں گے۔ اور خداوند قدوس کی عدالت میں حاضری دینے کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہونگے۔ ف۷ یعنی اُس دن کے ہولناک احوال و شدائد اور اپنے جرائم کا تصوّر کرکے کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے۔ دیکھیے آج کیا گذرےگی۔ آگے بتلاتے ہیں کہ قیامت اور آخرت کا عذاب تو اپنے وقت پر آئیگا۔ بہت سے مکذبین کے لئے اُس سے پہلے دنیا ہی میں ایک سخت دن آچکا ہے۔ ف۸ کہنے لگے اے نوح! اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو تم کو سنگسار کردیا جائیگا۔ گویا دھمکیوں ہی میں اُس کی بات رلادی۔ اور بعض نے "وَازْدُجِرَ" کے معنی یوں کئے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے آسیب زدہ۔ جن اِس کی عقل لے اُڑے ہیں۔ (العیاذ باللہ) ف۹ یعنی سینکڑوں برس سمجھانے پر بھی جب کوئی نہ پسیجا تو بددعا کی، اور کہا اے پروردگار! میں اِن سے عاجز آچکا ہوں۔ ہدایت و فہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اب آپ اپنے دین اور پیغمبر کا بدلہ لیجئے۔ اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیے۔ ف۱۰ یعنی پانی اس قدر ٹوٹ کر برسا، گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور نیچے سے زمین کے پردے پھٹ پڑے اتنا پانی اُبلا گویا ساری زمین چشموں کا مجموعہ بن کر رہ گئی۔ پھر اوپر اور نیچے کا یہ سب پانی مل کر اُس کام کے لئے اکٹھا ہوگیا جو پہلے سے اللہ کے ہاں ٹھہر چکا تھا یعنی قوم نوح کی ہلاکت اور غرقابی۔ ف۱۱ یعنی اُس ہولناک طوفان کے وقت نوح کی کشتی ہماری حفاظت اور نگرانی میں نہایت امن چین سے چلی جارہی تھی۔ ف۱۲ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی بے قدری کی اور اللہ کی باتوں کا انکار کیا۔ یہ اُس کی سزا ملی۔ ف۱۳ یعنی سوچنے والوں کے لئے اس واقعہ میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ آج کشتی کا وجود دنیا میں اُس کشتی کے قصہ کو یاد دلانیوالا اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا نشان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ بعینہ وہی کشتی نوح کے بعد مدت تک رہی "جودی" پہاڑ پر نظر آتی تھی اس اُمت کے لوگوں نے بھی دیکھی۔ واللہ اعلم۔ ف۱۴ یعنی دیکھ لیا۔ میرا عذاب کیسا ہولناک اور میرا ڈرانا کس قدر سچا ہے۔ ف۱۵ یعنی قرآن سے نصیحت حاصل کرنا بالکل آسان ہے کیونکہ جو مضامین ترغیب و ترہیب اور انذار و تبشیر سے متعلق ہیں وہ بالکل صاف سہل اور مؤثر ہیں۔ ہر کوئی سوچنے سمجھنے کا ارادہ کرے تو سمجھے (تنبیہ) آیت کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن محض ایک سطحی کتاب ہے جس کے اندر کوئی دقائق و غوامض نہیں۔ اُس علیم و خبیر کے کلام کی نسبت ایسا گمان کیونکر کیا جاسکتا ہے۔ کیا یہ فرض کرلیا جائے کہ جب اللہ بندوں سے کلام کرتا ہے تو معاذ اللہ اپنے غیر متناہی علوم سے کورا ہوجاتا ہے؟ یقیناً اُس کے کلام میں وہ گہری حقائق اور باریکیاں ہونگی جن کا کسی دوسرے کلام میں تلاش کرنا بیکار ہے۔ اِسی لئے حدیث میں آیا ہے "لَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ" (قرآن کے عجائب و اسرار کبھی ختم ہونے والے نہیں) علمائے اُمت اور حکمائے ملت نے اس کتاب کے دقائق و اسرار کا پتہ لگانے اور ہزارہا احکام مستنبط کرنے میں عمریں صرف کردیں، تب بھی اُس کی آخری تہ تک نہیں پہنچ سکے

مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّنَ الْأَنۢبَآءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ

ٹھہرا ہوا ہے وقت پر ف۱ اور پہنچ چکے ہیں انکے پاس احوال جن میں ڈانٹ ہو سکتی ہے ف۲ پوری عقل کی بات ہے

فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾

پھر ان میں کام نہیں کرتے ڈر سنانے والے سو تو ہٹ آ انکی طرف سے ف۳ جس دن پکارے پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف ف۴

خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ﴿۷﴾

آنکھیں جھکائے ف۵ نکل پڑیں قبروں سے جیسے ٹڈی پھیلی ہوئی ☆

مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾ كَذَّبَتْ

دوڑتے جائیں اُس پکارنے والے کے پاس ف۶ کہتے جائیں منکر یہ دن مشکل آیا ف۷ جھٹلا چکی ہے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهُ

اُن سے پہلے نوح کی قوم پھر جھوٹا کہا ہمارے بندہ کو اور بولے دیوانہ ہے اور جھڑک لیا اُس کو ف۸ پھر پکارا اپنے رب کو

أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾

کہ میں عاجز ہوگیا ہوں تو بدلا لے ف۹ پھر ہم نے کھول دیئے دہانے آسمان کے پانی ٹوٹ کر برسنے والے سے ☆

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلَىٰٓ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنَاهُ

اور بہادیئے زمین سے چشمے پھر مل گیا سب پانی ایک کام پر جو ٹھہر چکا تھا ف۱۰ اور ہم نے اس کو سوار

عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَن كَانَ

کردیا ایک تختوں اور کیلوں والی (ناؤ) پر ☆ بہتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے ف۱۱ بدلا لینے کو اسکی طرف سے جس کی

كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَد تَّرَكْنَاهَآ آيَةً فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي

قدر نہ جانی تھی ف۱۲ اور اُس کو ہم نے رہنے دیا نشانی کے لئے پھر کوئی ہے سوچنے والا ف۱۳ پھر کیسا تھا میرا عذاب

وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ

اور میرا کھڑکھڑانا ف۱۴ اور ہم نے آسان کردیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا ف۱۵ جھٹلایا

عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا

عاد نے پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا ☆ ہم نے بھیجی اُن پر ہوا تند

فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾

ایک نحوست کے دن جو چلے گئے ف١ اُکھاڑ مارا لوگوں کو گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی اُکھڑی پڑی ف٢

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

پھر کیسا رہا میرا عذاب اور میرا کھڑکانا اور ہم نے آسان کردیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی

مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ

سوچنے والا ☆ جھٹلایا ثمود نے ڈر سنانے والوں کو ف٣ پھر کہنے لگے کیا ایک آدمی ہم میں کا اکیلا ہم اسکے کہے پر چلیں گے

اِنَّآ اِذًا لَّفِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِىَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ

تو تو ہم غلطی میں پڑے اور سودا میں ف٤ کیا اتری اُسی پر نصیحت ہم سب میں سے کوئی نہیں یہ

كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا

جھوٹا ہے بڑائی مارتا ہے ف٥ اب جان لینگے کل کو کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا ف٦ ہم بھیجتے ہیں

النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ

اونٹنی اُنکے جانچنے کے واسطے ف٧ سو انتظار کر اُنکا اور سہتا رہ ف٨ اور سُنا دے اُنکو کہ پانی کا

قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى

بانٹا ہے اُن میں ہر باری پر پہنچنا چاہیئے ف٩ پھر پکارا اُنہوں نے اپنے رفیق کو پھر ہاتھ چلایا

فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً

اور کاٹ ڈالا ف١٠ پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا کھڑکانا ☆ ہمنے بھیجی اُن پر ایک

وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

چنگھاڑ پھر رہ گئے جیسے روندی ہوئی باڑ کانٹوں کی ف١١ اور ہمنے آسان کردیا قرآن سمجھنے کو

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

پھر ہے کوئی سوچنے والا ☆ جھٹلایا لوط کی قوم نے ڈر سنانے والوں کو ف١٢ ہم نے بھیجی اُن پر

حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ

آندھی پتھر برسانیوالی سوائے لوط کے گھر کے اُنکو ہمنے بچادیا پچھلی رات سے ☆ فضل کر اپنی طرف کے ہم یوں

ف١ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی نحوست نہ اُٹھی جب تک تمام نہ ہوچکے۔ اور یہ نحوست کا دن اُن ہی کے حق میں تھا، یہ نہیں کہ ہمیشہ کو" وہ دِن منحوس سمجھ لیئے جائیں جیسا کہ جاہلوں میں مشہور ہے۔ اور اگر وہ دن عذاب آنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لیئے منحوس بن گیا ہے تو مُبارک دن کونسا رہیگا۔ قرآن کریم میں تصریح ہے کہ وہ عذاب سات رات اور آٹھ دن برابر رہا۔ بتلاؤ اب ہفتہ کے دنوں میں کونسا دن نحوست سے خالی رہیگا۔

ف٢ "قوم عاد" کے لوگ بڑے تنومند اور قد آور تھے لیکن ہَوا کا جھکڑ اُن کو اُٹھا کر اس طرح زمین پر پٹکتا تھا جیسے کھجور کا تنہ جڑ سے اُکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا جائے۔ ف٣ یعنی حضرت صالح علیہ السّلام کو جھٹلایا۔ اور ایک نبی کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے کیونکہ اصول دین میں سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

ف٤ یعنی کوئی آسمان کا فرشتہ نہیں، بلکہ ہم ہی جیسا ایک آدمی اور وہ بھی اکیلا جس کے ساتھ کوئی قوت اور جتھا نہیں، چاہتا ہے کہ ہمیں دبالے اور سب کو اپنا تابع بنالے۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر ہم اِس پھندے میں پھنس جائیں تو ہماری بڑی غلطی اور حماقت بلکہ جنون ہوگا۔ وہ تو ہم کو ڈراتا ہے کہ مجھے نہ مانوگے تو آگ میں گروگے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہم اُس کے تابع ہوجائیں تو گویا خود اپنے کو آگ میں گرا رہے ہیں۔ ف٥ یعنی پیغمبری کے لیئے بس یہی رہ گیا تھا؟ سب جھوٹ ہے۔ خواہ مخواہ بڑائی مارتا ہے کہ خدا نے مجھے اپنا رسول بنادیا۔ اور ساری قوم کو میری اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ف٦ یعنی بہت جلد معلوم ہُوا چاہتا ہے کہ دونوں فریق میں جھوٹا اور بڑائی مارنے والا کون ہے۔ ف٧ یعنی اُن کی فرمائش کے موافق ہم پتھر سے اونٹنی نکال کر بھیجتے ہیں۔ اُس کے ذریعہ سے جانچا جائیگا کہ کون اللہ و رسول کی بات مانتا ہے اور کون نفس کی خواہش پر چلتا ہے ف٨ یعنی دیکھتا رہ، کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ف٩ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "وہ اونٹنی جس پانی پر جاتی، سب جانور بھاگتے، تو اللہ نے باری ٹھہرادی۔ ایک دن وہ جانوے، اور ایک دن سب جانور"۔ ف١٠ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک بدکار عورت تھی اُس کے مواشی بہت تھے اپنے ایک آشنا کو اُکسادیا اُس نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں"۔ ف١١ فرشتے نے ایک چیخ ماری، کلیجے پھٹ گئے۔ اور سب چُورا ہوکر رہ گئے۔ جیسے کھیت کے گرد کانٹوں کی باڑ لگادیتے ہیں، اور چند روز کے بعد پائمال ہوکر اُس کا چورا ہوجاتا ہے ف١٢ یعنی حضرت لوط علیہ السّلام کو جھٹلایا۔ اور ایک نبی کی تکذیب سب انبیاء کی تکذیب ہے۔

نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾

بدلا دیتے ہیں اس کو جو حق مانے ف۱ اور وہ ڈرا چکا تھا اُن کو ہماری پکڑ سے پھر لگے مکرانے ڈرانے کو ف۲

وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي

اور اُس سے لینے لگے اُس کے مہمانوں کو پس ہم نے مٹا دیں اُن کی آنکھیں اب چکھو میرا عذاب

وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا

اور میرا ڈرانا ف۳ اور پڑا اُن پر صبح کو سویرے عذاب جو ٹھہر چکا تھا ☆ اب چکھو

عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾

میرا عذاب اور میرا ڈرانا ف۴ اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا ☆

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ

اور پہنچے فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے ف۵ جھٹلایا انہوں نے ہماری نشانیوں کو سب کو پھر پکڑا ہم نے اُنکو پکڑنا

عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي

زبردست کا قابو میں لے کر ف۶ اب تم میں جو منکر ہیں کیا یہ بہتر ہیں اُن سب سے یا تمہارے لئے فارغ خطی لکھدی گئی

الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ

ورقوں میں ☆ کیا کہتے ہیں ہم سب کا مجمع ہے بدلا لینے والا ف۷ اب شکست کھائیگا یہ مجمع اور

يُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾

بھاگیں پیٹھ پھیر کر ف۸ بلکہ قیامت ہے اُنکے وعدہ کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی ف۹

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ

جو لوگ گنہگار ہیں غلطی میں پڑے ہیں اور سودا میں ☆ جس دن گھسیٹے جائیں گے آگ میں

وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَ

اوندھے منہ چکھو مزا آگ کا ف۱۰ ہم نے ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر ف۱۱ اور

مَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

ہمارا کام تو یہی ایک دم کی بات ہے جیسے پلک نگاہ کی ف۱۲ اور ہم برباد کر چکے ہیں

ف۱ یعنی وہ پچھلی رات میں اپنے گھر والوں کو لیکر صاف نکل گئے اُن کو ہم نے عذاب کی ذرا بھی آنچ نہ لگنے دی۔ اور یہی ہماری عادت ہے۔ حق شناس اور شکر گذار بندوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ف۲ یعنی اُس کی باتوں میں واہی تباہی شبہے اور جھگڑے کھڑے کر کے جھٹلانے لگے۔ ف۳ یعنی فرشتے جو حسین لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ اُن کو آدمی سمجھ کر اپنی خوئے بد کی وجہ سے قبضانا چاہا۔ ہم نے اُن کو اندھا کر دیا کہ ادھر اُدھر دھکے کھاتے پھرتے تھے۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور کہا لو! پہلے اِس عذاب کا مزہ چکھو۔ ف۴ یعنی اندھا کرنے کے بعد اُنکی بستیاں اُلٹ دی گئیں۔ اور اوپر سے پتھر برسائے گئے اُس چھوٹے عذاب کے بعد یہ بڑا عذاب تھا۔ ف۵ حضرت موسٰی اور ہارون اور اُنکے ڈرانیوالے نشان۔ ف۶ یعنی خدا کی پکڑ بڑے زبردست کی پکڑ تھی جس کے قابو سے نکل کر کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ دیکھ لو! تمام فرعونیوں کا بیڑہ کس طرح بحر قلزم میں غرق کیا کہ ایک بچ کر نہ نکل سکا۔ ف۷ گذشتہ اقوام کے واقعات سُنا کر موجودہ لوگوں کو خطاب ہے یعنی تم میں کے کافر کیا اُن پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں جو کفر و طغیان کی سزا میں تباہ نہیں کیے جائیں گے؟ یا اللہ کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھ دیا گیا ہے کہ تم جو چاہو شرارت کرتے رہو، سزا نہیں ملے گی؟ یا یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارا مجمع اور جتھا بہت بڑا ہے اور سب مل کر جب ایک دوسرے کی مدد پر آ جائیں گے تو سب سے بدلے لے کر چھوڑیں گے اور کسی کو اپنے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے دینگے؟ ف۸ یعنی عنقریب اِن کو اپنے مجمع کی حقیقت کھل جائے گی جب مسلمانوں کے سامنے سے شکست کھا کر اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ چنانچہ "بدر" اور "احزاب" میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اُس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ آیت جاری تھی "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ" ف۹ یعنی یہاں کیا شکست کھائیں گے، اِن کی شکست کا اصلی وقت تو وہ ہوگا جب قیامت سر پر آ کھڑی ہوگی۔ وہ بہت سخت مصیبت کا وقت ہوگا۔ ف۱۰ یعنی اس وقت غفلت کے نشہ میں پاگل بن رہے ہیں۔ یہ سودا دماغ میں سے اُس وقت نکلے گا جب اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ لو! اب ذرا اس کا مزہ چکھو۔ ف۱۱ یعنی ہر چیز جو پیش آنیوالی ہے اللہ کے علم میں پہلے سے ٹھہر چکی ہے۔ دنیا کی عمر اور قیامت کا وقت بھی اُسکے علم میں ٹھہرا ہوا ہے اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ ف۱۲ یعنی ہم چشم زدن میں جو چاہیں کر ڈالیں کسی چیز کے بنانے یا بگاڑنے میں ہم کو دیر نہیں لگتی نہ کچھ مشقت ہوتی ہے۔

نصف الربع ۱۸ ع ۹

وقف لازم

ف۱ یعنی تمہاری قماش کے بہت سے کافروں کو پہلے تباہ کر چکے ہیں۔ پھر تم میں کوئی اتنا سوچنے والا نہیں کہ اُن کے حال سے عبرت حاصل کر سکے۔ ف۲ یعنی ہر ایک نیکی بدی عمل کے بعد اُن کا اعمالناموں میں لکھی گئی ہے۔ وقت پر ساری مسل سامنے کر دی جائیگی ف۳ یعنی اس سے قبل ہر چھوٹی بڑی چیز کی تفصیل "لوح محفوظ" میں لکھی جا چکی۔ تمام دفاتر باقاعدہ مرتب ہیں کوئی چھوٹی موٹی چیز بھی ادھر اُدھر نہیں ہو سکتی۔ ف۴ مجرمین کے بعد متقین کا انجام بیان فرمایا کہ وہ اپنی سچائی کی بدولت اللہ و رسول کے سچے وعدوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام میں ہونگے جہاں اُس شہنشاہ مطلق کا قرب حاصل ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ مَا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَکُوْنُ فَاَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ وَکُنْ لِّیْ وَلَا تَکُنْ عَلَیَّ وَاٰتِنِیْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنِیْ عَذَابَ النَّارِ۔ تم سورۃ القمر وللّٰہ الحمد والمنۃ۔ ف۵ جو اُس کے عطایا میں سب سے بڑا عطیہ اور اُس کی نعمتوں میں سب سے اونچی نعمت و رحمت ہے، انسان کی بساط اور اُس کے ظرف پر خیال کرو اور علم قرآن کے اس دریائے ناپیدا کنار کو دیکھو، بلاشبہ ایسی ضیف البنیان ہستی کو آسمانوں اور پہاڑوں سے زیادہ بھاری چیز کا حامل بنا دینا رحمان ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ کہاں بشر اور کہاں خدا کا کلام۔ (تنبیہ) سورۃ "النجم" میں فرمایا تھا۔ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی الخ یہاں کھول دیا کہ قرآن کا اصلی معلم اللہ ہے گو فرشتہ کے توسط سے ہو۔ ف۶ "ایجاد" (وجود عطا فرمانا) اللہ کی بڑی نعمت بلکہ نعمتوں کی جڑ ہے۔

أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾

تمہارے ساتھ والوں کو پھر ہے کوئی سوچنے والا ف۱ اور جو چیز اُنہوں نے کی ہے لکھی گئی ورقوں میں ہے ف۲

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ

اور ہر چھوٹا اور بڑا لکھا جا چکا ف۳ جو لوگ ڈرنے والے ہیں باغوں میں ہیں اور

نَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

نہروں میں ☆ بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے ف۴

ع ۳ / ۱۵ / ۱۰

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ الرحمٰن مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھتر آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

اَلرَّحْمٰنُ ﴿١﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿٢﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ﴿٣﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿٤﴾

رحمٰن نے ☆ سکھلایا قرآن ف۵ بنایا آدمی ☆ پھر سکھلایا اُسکو بات کرنا ف۶

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ﴿٦﴾ وَالسَّمَاءَ

سورج اور چاند کے لئے ایک حساب ہے ف۷ اور جھاڑ اور درخت مشغول ہیں سجدہ میں ف۸ اور آسمان کو

رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿٧﴾ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿٨﴾ وَأَقِيْمُوا الْوَزْنَ

اونچا کیا اور رکھی ترازو ☆ کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں ☆ اور سیدھی ترازو تولو

بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿٩﴾ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ﴿١٠﴾

انصاف سے اور مت گھٹاؤ تول کو ف۹ اور زمین کو بچھایا واسطے خلق کے ف۱۰

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ﴿١١﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ

اُس میں میوہ ہے اور کھجوریں جن کے میوہ پر غلاف ☆ اور اُس میں اناج ہے جس کے ساتھ بھس ہے

وَالرَّيْحَانُ ﴿١٢﴾ فَبِأَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٣﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ

اور پھول خوشبودار ف۱۱ پھر کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی جھٹلاؤ گے تم دونوں ف۱۲ بنایا آدمی کو

اُس کی دو قسمیں ہیں، ایجاد ذات، اور ایجاد صفت تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ذات کو پیدا کیا اور اُس میں علم بیان کی صفت بھی رکھی یعنی قدرت دی کہ اپنے مافی الضمیر کو نہایت صفائی اور حسن و خوبی سے ادا کر سکے اور دوسروں کی بات سمجھ سکے۔ اسی صفت کے ذریعہ سے وہ قرآن سیکھتا سکھاتا ہے۔ اور خیر و شر، ہدایت و ضلالت، ایمان و کفر اور دنیا و آخرت کی باتوں کو واضح طور پر سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔ ف۷ یعنی دونوں کا طلوع و غروب، گھٹنا بڑھنا، یا ایک حالت پر قائم رہنا، پھر ان کے ذریعہ سے فصول و موسم کا بدلنا اور سفلیات پر مختلف طرح سے اثر ڈالنا، یہ سب کچھ ایک خاص حساب اور ضابطہ اور مضبوط نظام کے ماتحت ہے۔ مجال نہیں کہ اُس کے دائرہ سے باہر قدم رکھ سکیں۔ اور اپنے مالک و خالق کے دیئے ہوئے احکام سے روگردانی کر سکیں۔ اُس نے اپنے بندوں کی جو خدمات ان دونوں کے سپرد کر دی ہیں۔ اُن میں کوتاہی نہیں کر سکتے۔ ہمہ وقت ہماری خدمت میں مشغول ہیں۔ ف۸ یعنی علویات کی طرح سفلیات بھی اپنے مالک کی مطیع و منقاد ہیں۔ چھوٹے جھاڑ، زمین پر پھیلی ہوئی بیلیں اور اونچے درخت، سب اُس کے حکم تکوینی کے سامنے سربسجود ہیں۔ بندے اُن کو اپنے کام میں لائیں تو انکار نہیں کر سکتے۔ ف۹ اوپر سے دو دو چیزوں کے جوڑے بیان ہوتے چلے آرہے تھے۔ یہاں بھی آسمان کی بلندی کے ساتھ آگے زمین کی پستی کا ذکر ہے۔ درمیان میں میزان (ترازو) کا ذکر شاید اس لئے ہو کہ عموماً ترازو کو تولتے وقت آسمان و زمین کے درمیان معلق رکھنا پڑتا ہے۔ یہ اس تقدیر پر ہے کہ میزان سے مُراد ظاہری اور حسی ترازو ہو۔ چونکہ اُس کے ساتھ بہت سے معاملات کی درستی اور حقوق کی حفاظت وابستہ تھی۔ اِس لئے ہدایت فرما دی کہ وضع میزان کی یہ غرض جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ نہ لیتے وقت زیادہ تولو، نہ دیتے وقت کم، ترازو کے دونوں پلے اور باٹ بٹی میں کمی بیشی نہ ہو نہ تولتے وقت ڈنڈی ماری جائے، بلکہ بدون کمی بیشی کے دیانتداری کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک تولا جائے۔ (تنبیہ) اکثر سلف نے وضع میزان سے اس جگہ عدل کا قائم کرنا مُراد لیا ہے یعنی اللہ نے آسمان سے زمین تک ہر چیز کو حق و عدل کی بنیاد پر اعلیٰ درجہ کے توازن و تناسب کے ساتھ قائم کیا ہے اگر عدل و حق ملحوظ نہ رہے تو کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بندے بھی عدل و حق کے جادہ پر مستقیم رہیں۔ اور انصاف کی ترازو کو اُٹھنے یا جھکنے نہ دیں، نہ کسی پر زیادتی کریں نہ کسی کا حق دبائیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ عدل ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ ف۱۰ کہ اُس پر آرام سے چلیں پھریں اور کاروبار جاری رکھیں۔ ف۱۱ یعنی پھل میوے بھی زمین سے نکلتے ہیں اور غلّہ اناج بھی۔ پھر غلّہ میں دو چیزیں ہیں۔ دانہ، جو انسانوں کی غذا ہے اور بھوسہ جو جانوروں کے لئے ہے۔ اور بعض چیزیں زمین سے وہ پیدا ہوتی ہیں جو کھانے کے کام میں نہیں آتیں لیکن اُن کی خوشبو وغیرہ سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ ف۱۲ یعنی اے جن و انس! اوپر کی آیات میں تمہارے رب کی جو عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں تم اُن میں سے کس کس کے جھٹلانے کی جرأت کرو گے؟ کیا یہ نعمتیں اور نشانیاں ایسی ہیں جن میں سے کسی کا انکار کیا جا سکے؟ علماء نے ایک حدیث صحیح کی بنا پر لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت "فَبِأَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ" سُنے تو جواب دے "لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ" (اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔ سب حمد و ثنا تیرے ہی لئے ہے) (تنبیہ) گو جن کا ذکر تصریحاً پہلے نہیں ہوا لیکن "اَنَام" میں وہ شامل ہیں۔ اور "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" میں دونوں کا عبادت کے لئے پیدا ہونا مذکور ہے۔ اور اس آیت کے بعد متصل ہی آدمی اور جن کی کیفیت تخلیق بتلائی گئی ہے، اور چند آیات کے بعد "سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلٰنِ" اور "يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ" میں صریحاً جن و انس کو مخاطب کیا گیا ہے، یہ قرائن دلالت کرتے ہیں کہ یہاں مخاطب وہ ہی دونوں ہیں۔

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾

کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا ✩ اور بنایا جن کو آگ کی لپٹ سے ف۱

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں ف۲ ✩ مالک دو مشرق کا اور مالک دو مغرب کا ف۳

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٨﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✩ چلائے دو دریا مل کر چلنے والے ✩ اُن دونوں میں ہے ایک پردہ

لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ

جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں ف۴ ✩ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✩ نکلتا ہے اُن دونوں سے موتی

وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ

اور مونگا ✩ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✩ اور اُسی کے ہیں جہاز اُونچے کھڑے

فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا

دریا میں جیسے پہاڑ ف۵ ✩ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✩ جو کوئی ہے زمین پر

فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

فنا ہونے والا ہے ✩ اور باقی رہیگا منہ تیرے رب کا بزرگی اور عظمت والا ف۶ ✩ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٨﴾ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✩ اُس کو مانگتے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں ہر روز اُس کو

فِي شَأْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ

ایک دھندا ہے ف۷ ✩ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✩ ہم جلد فارغ ہونے والے ہیں تمہاری طرف

الثَّقَلَانِ ﴿٣١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٢﴾ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

اے دو بھاری قافلو ✩ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✩ اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے

إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ

اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو

ف۱ یعنی سب آدمیوں کے باپ آدم کو مٹی سے اور جنوں کے باپ کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔ ف۲ "آلاء" کا ترجمہ عموماً "نعمت" کیا گیا ہے لیکن ابن جریر نے بعض سلف سے "قدرت" کے معنی نقل کیے ہیں۔ اس لیے جس مقام پر جو معنی زیادہ چسپاں ہوں وہ اختیار کیے جائیں۔ یہاں اور اس سے پہلی آیت میں دونوں مطلب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انس و جن کو خلعت وجود سے سرفراز فرمانا اور جماد لایعقل سے عاقل بنادینا اللہ کی بڑی نعمت ہے اور اُس کی لامحدود قدرت کی نشانی بھی ہے۔ (تنبیہ) یہ جملہ "فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" اِس سورۃ میں اکتیس مرتبہ آیا ہے اور ہر مرتبہ کسی خاص نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یا شئون عظمت و قدرت میں کسی خاص شان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس قسم کی تکرار عرب و عجم کے کلاموں میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ مدت ہوئی رسالہ "القاسم" میں بندہ نے ایک مضمون بعنوان "قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے" چھپوایا تھا اُس میں چند نظائر شعرائے عرب کے کلاموں سے پیش کی گئی ہیں اور تکرار کے فلسفہ پر بحث کی ہے یہاں اُس کے بسط کا موقع نہیں۔ ف۳ جاڑے اور گرمی میں جس جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دو مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہوئیں اِن ہی مشرقین و مغربین کے تغیر و تبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں۔ اور طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں۔ زمین والوں کے ہزارہا فوائد و مصالح اِن تغیرات سے وابستہ ہیں۔ تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اُس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔ (تنبیہ) آیت سے پہلے اور پیچھے دور تک دو دو چیزوں کے جوڑے بیان ہوئے ہیں اس لیے یہاں مشرقین و مغربین کا ذکر نہایت ہی لطف دیتا ہے۔ ف۴ یعنی ایسا نہیں کہ میٹھا اور کھاری پانی ایک دوسرے پر چڑھائی کر کے اُس کی خاصیت وغیرہ کو بالکلیہ زائل کر دے یا دونوں مل کر دنیا کو غرق کر ڈالیں۔ اس آیت کے مضمون کے متعلق کچھ تقریر سورۂ "فرقان" کے اواخر میں گذر چکی ہے اُس کو ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۵ یعنی کشتیاں اور جہاز گو بظاہر تمہارے بنائے ہوئے ہیں مگر خود تم کو اللہ نے بنایا اُسی نے وہ قوتیں اور سامان عطا کیے جن سے جہاز تیار کرتے ہو۔ لہٰذا تم اور تمہاری مصنوعات سب کا مالک و خالق وہ ہی خدا ہوا اور یہ سب اُسی کی نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں ہوئیں (تنبیہ) یہ جملہ پہلے جملہ "يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ" کے مقابل ہے یعنی دریا کے نیچے سے وہ نعمتیں نکلتی ہیں اور اوپر یہ نعمتیں موجود ہیں۔ ف۶ یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق زبان حال و قال سے اپنی حاجات اُسی خدا سے طلب کرتی ہے۔ کسی کو ایک لمحہ کے لیے اُس سے استغنا نہیں۔ اور وہ بھی سب کی حاجت روائی اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔ ہر وقت اُس کا الگ کام اور ہر روز اُس کی نئی شان ہے۔ کسی کو مارنا، کسی کو جلانا، کسی کو بیمار کرنا، کسی کو تندرست کر دینا، کسی کو بڑھانا کسی کو گھٹانا، کسی کو دینا کسی سے لینا اُس کی شئون میں داخل ہیں۔ وقس علی ہذا۔ ف۷ یعنی دنیا کے یہ کام اور دھندے عنقریب ختم ہونے والے ہیں۔ اس کے بعد ہم دوسرا دور شروع کریں گے جب تم دونوں بھاری قافلوں (جن و انس) کا حساب کتاب ہوگا مجرموں کی پوری طرح خبر لی جائیگی۔ اور وفاداروں کو پورا صلہ دیا جائیگا۔

لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾

نہیں نکل سکنے کے بدون سند کے ف۱ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ف۲

یُرْسَلُ عَلَیْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ۬ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾

چھوڑے جائیں تم پر شعلے آگ کے صاف ☆ اور دھواں ملے ہوئے پھر تم بدلہ نہیں لے سکتے ف۳

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ف۴ پھر جب پھٹ جائے آسمان تو ہو جائے گلابی

كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ

جیسے نری ف۵ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ☆ پھر اُس دن پوچھ نہیں

عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾

اس کے گناہ کی کسی آدمی سے اور نہ جن سے ف۶ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ☆

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾

پہچانے پڑیں گے گنہگار اپنے چہرے سے ف۷ پھر پکڑا جائیگا پیشانی کے بال سے اور پاؤں سے ف۸

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ☆ یہ دوزخ ہے جس کو جھوٹ بتاتے تھے

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

گنہگار ف۹ پھریں گے بیچ اُسکے اور کھولتے پانی کے ف۱۰ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

جھٹلاؤ گے ☆ اور جو کوئی ڈرا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے آگے اسکے لئے ہیں دو باغ ف۱۱ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا

جھٹلاؤ گے ☆ جن میں بہت سی شاخیں ف۱۲ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اُن دونوں میں

عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ

دو چشمے بہتے ہیں ف۱۳ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ☆ اُن دونوں میں ہر

ف۱ یعنی اللہ کی حکومت سے کوئی چاہے کہ نکل بھاگے تو بدون قوت اور غلبہ کے کیسے بھاگ سکتا ہے کیا خدا سے زیادہ کوئی قوی اور زور آور ہے۔ پھر نکل کر جائیگا کہاں، دوسری قلمرو کونسی ہے جہاں پناہ لے گا۔ نیز دنیا کی معمولی حکومتیں بدون سند اور پروانۂ راہداری کے اپنی قلمرو سے نکلنے نہیں دیتیں تو اللہ بدون سند کے کیوں نکلنے دیگا۔ ف۲ یعنی اس طرح کھول کھول کر سمجھانا اور تمام نشیب و فراز پر متنبہ کرنا کتنی بڑی نعمت ہے۔ کیا اس نعمت کی تم قدر نہیں کرو گے اور اللہ کی ایسی عظیم الشان قدرت کو جھٹلاؤ گے۔ ف۳ یعنی جس وقت مجرموں پر آگ کے صاف شعلے اور دھواں ملے ہوئے شرارے چھوڑے جائیں گے کوئی اُن کو دفع نہ کرسکیگا اور نہ وہ اس سزا کا کچھ بدلہ لے سکیں گے۔ ف۴ مجرموں کو سزا دینا بھی وفاداروں کے حق میں انعام ہے اور اس سزا کا بیان کرنا تا لوگ سُن کر اُس جرم سے باز رہیں، یہ مستقل انعام ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ہر آیت میں نعمت جتائی کوئی اب نعمت ہے اور کسی کی خبر دینا نعمت ہے کہ اُس سے بچیں" ف۵ یعنی قیامت کے دن آسمان پھٹے گا اور رنگ میں لال نری کی طرح ہو جائے گا۔ ف۶ یعنی کسی آدمی یا جن سے اُس کے گناہوں کے متعلق معلوم کرنے کی غرض سے سوال نہ کیا جائیگا کیونکہ خدا کو پہلے سے سب کچھ معلوم ہے۔ ہاں بطور الزام و توبیخ ضابطہ کا سوال کریں گے۔ کما قال "فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ" (حجر۔ رکوع ۶) یا یہ مطلب ہو کر قبروں سے اُٹھتے وقت سوال نہ ہوگا بعد میں ہونا اس کے منافی نہیں۔ ف۷ یعنی چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلگونی سے مجرم خود بخود پہچانے جائیں گے جیسے مومنین کی شناخت سجدہ اور وضو کے آثار و انوار سے ہوگی۔ ف۸ یعنی کسی کے بال اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ یا ہر ایک مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر پیشانی کو پاؤں سے ملا دیں گے اور زنجیر وغیرہ سے جکڑ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔ ف۹ یعنی اُس وقت کہا جائے گا کہ یہ وہی دوزخ ہے جس کا دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔ ف۱۰ یعنی کبھی آگ کا اور کبھی کھولتے پانی کا عذاب ہوگا۔ (اعاذنا اللہ منہا ومن سائر انواع العذاب) ف۱۱ یعنی جس کو دنیا میں ڈر لگا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اور اسی ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہا اور پوری طرح تقویٰ کے راستوں پر چلا اُس کے لئے وہاں دو عالیشان باغ ہیں جن کی صفات آگے بیان کی گئی ہیں۔ ف۱۲ یعنی مختلف قسم کے پھل ہونگے اور درختوں کی شاخیں نہایت پُرمیوہ اور سایہ دار ہونگی۔ ف۱۳ یعنی جو کسی وقت تھمتے نہیں۔ نہ خشک ہوتے ہیں۔

نصف الجمیع وقف لازم ع ۲ ۱۲

فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ

میوہ قسم قسم کا ہوگا ✿ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿ تکیہ لگائے بیٹھے بچھونوں پر

بَطَاۤىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ

جن کے استر تافتے کے ف۱ اور میوہ اُن باغوں کا جھک رہا ف۲ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿ اُن میں عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں نہیں قربت کی اُن سے کسی آدمی نے اُن سے پہلے

وَلَا جَاۤنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ

اور نہ کسی جن نے ف۳ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿ وہ کیسی جیسے کہ لعل اور

الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَاۤءُ الْاِحْسَانِ

مونگا ف۴ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿ اور کیا بدلا ہے نیکی کا

اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا

مگر نیکی ف۵ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿ اور ان دو کے سوائے اور

جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَاۤمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ

دو باغ ہیں ف۶ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿ گہرے سبز جیسے سیاہ ف۷ پھر کیا کیا

اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿ اُن میں دو چشمے ہیں اُبلتے ہوئے ✿ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿ اُن میں میوے ہیں اور کھجوریں اور انار ف۸ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿ اُن سب باغوں میں اچھی عورتیں ہیں خوبصورت ف۹ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾

جھٹلاؤ گے ✿ حوریں ہیں رُکی رہنے والیاں خیموں میں ف۱۰ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ✿

ف۱ جب اُن کا استر دبیز ریشم کا ہوگا تو ابرے کو اسی پر قیاس کر لو، کیسا کچھ ہوگا۔ ف۲ جس کے چننے میں کلفت نہ ہوگی کھڑے بیٹھے، لیٹے، ہر حالت میں بے تکلف متمتع ہو سکیں گے۔ ف۳ یعنی اُن کی عصمت کو کسی نے بھی نہ چھوا۔ نہ اُنہوں نے اپنے ازواج کے سوا کسی کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔ ف۴ یعنی ایسی خوش رنگ اور بیش بہا۔ ف۵ یعنی نیک بندگی کا بدلہ نیک ثواب کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ اِن جنتیوں نے دنیا میں اللہ کی انتہائی عبادت کی تھی۔ گویا وہ اُس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اللہ نے اُن کو انتہائی بدلہ دیا۔ "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" (سجدہ رکوع ۲) شاید اس میں دولتِ دیدار کی طرف بھی اشارہ ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۶ شاید پہلے دو باغ مقربین کے لئے تھے اور یہ دونوں اصحاب یمین کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۷ سبزی جب زیادہ گہری ہوتی ہے تو سیاہی مائل ہو جاتی ہے ف۸ مگر یہاں کے انار اور کھجوروں پر قیاس نہ کیا جائے۔ اُن کی کیفیت اللہ ہی جانے۔ ف۹ یعنی اچھے اخلاق کی خوبصورت اور خوب سیرت۔ ف۱۰ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت ذات کی خوبی گھر میں رُکے رہنے ہی سے ہے۔

ف۱ یعنی جس نے اپنے وفاداروں پر ایسے احسان و انعام فرمائے اور غور کرو تو تمام نعمتوں میں اصلی خوبی اسی کے نام پاک کی برکت سے ہے۔ اور اسی کا نام لینے سے نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پھر سمجھ لو جس کے اسم میں اس قدر برکت ہے مسمّیٰ میں کیا کچھ ہوگی۔ وَنَسْأَلُ اللّٰهَ الْكَرِيْمَ الْوَهَّابَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَنْ يَّجْعَلَنَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْاَوَّلِيْنَ۔ امین۔ تم سورۃ الرحمٰن و للہ الحمد والمنۃ۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾

نہیں ہاتھ لگایا اُن کو کسی آدمی نے اُن سے پہلے اور نہ کسی جن نے ☆ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ☆

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

تکیہ لگائے بیٹھے سبز مسندوں پر اور قیمتی بچھونے نفیس پر ☆ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ☆ بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کی جو بڑائی والا اور عظمت والا ہے ف۱

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیانوے آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ

جب ہو پڑے ہو پڑنے والی ☆ نہیں ہے اس کے ہو پڑنے میں کچھ جھوٹ ف۲ پست کرنیوالی ہے

رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾

بلند کرنیوالی ف۳ جب لرزے زمین کپکپا کر ☆ اور ریزہ ریزہ ہوں پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ☆

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿۶﴾ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿۷﴾ فَاَصْحٰبُ

پھر ہو جائیں غبار اُڑتا ہوا ف۴ اور تم ہو جاؤ تین قسم پر ف۵ پھر داہنی

الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ

والے کیا خوب ہیں داہنے والے ف۶ اور بائیں والے کیا بُرے لوگ

الْمَشْئَمَةِ ﴿۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِيْ

ہیں بائیں والے ف۷ اور اگاڑی والے تو اگاڑی والے ☆ وہ لوگ ہیں مقرب ☆

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

باغوں میں نعمت کے ف۸ انبوہ ہے پہلوں میں سے اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں سے ف۹

ف۲ یعنی قیامت جب ہو پڑیگی اُس وقت کھل جائیگا کہ یہ کوئی جھوٹی بات نہ تھی۔ نہ اُسے کوئی ٹلا سکیگا۔ نہ واپس کر سکیگا۔ اور "لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ" وغیرہ کے جھوٹے دعوے سب ختم ہو جائیں۔ کوئی شخص جھوٹی تسلیوں سے اُس دن کی ہولناک سختیوں کو گھٹانا چاہے یہ بھی نہ ہوگا

ف۳ یعنی ایک گروہ کو نیچے لیجاتی ہے اور ایک گروہ کو اوپر اُٹھاتی ہے۔ بڑے بڑے متکبروں کو جو دنیا میں بہت معزز اور سربلند سمجھے جاتے تھے اسفل السافلین کی طرف دھکیل کر دوزخ میں پہنچا دیگی اور کتنے ہی متواضعین کو جو دنیا میں پست اور حقیر نظر آتے تھے، ایمان و عمل صالح کی بدولت جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز کریگی۔ ف۴ یعنی زمین میں سخت زلزلہ آئیگا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح اُڑتے پھرینگے۔ ف۵ یعنی وقوع قیامت کے بعد کل آدمیوں کی تین قسمیں کر دی جائیں گی۔ دوزخی، عام جنتی، اور خواص مقربین جو جنت کے نہایت اعلیٰ درجات پر فائز ہونگے۔ آگے تینوں کا مجملاً ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان کے احوال کی تفصیل بیان ہوگی۔ ف۶ یعنی جو لوگ عرش عظیم کی داہنی طرف ہونگے جن کو اخذ میثاق کے وقت آدم کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا۔ اور ان کا اعمالنامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اور فرشتے بھی اُن کو داہنی طرف سے لیں گے اُس روز ان کی خوبی اور یمن و برکت کا کیا کہنا، شب معراج میں حضور نے اِن ہی کی نسبت دیکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف نظر کر کے ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں ف۷ یہ لوگ آدم کے بائیں پہلو سے نکالے گئے، عرش کے بائیں جانب کھڑے کیے جائیں گے، اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا، اور فرشتے بائیں طرف سے اُن کو پکڑیں گے، اُن کی نحوست اور بدبختی کا کیا ٹھکانا ف۸ یعنی جو لوگ کمالات علمیہ و عملیہ اور مراتب تقویٰ میں دوڑ کر اصحاب یمین سے آگے نکل گئے۔ وہ حق تعالیٰ کی رحمتوں اور مراتب قرب و وجاہت میں بھی سب سے آگے ہیں۔ (وَهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالرُّسُلُ وَالصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ يَكُوْنُوْنَ بَيْنَ يَدَيْ رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ كما قال ابن کثیرؒ) ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "پہلے کہا، پہلی اُمتوں کو، اور پچھلی یہ اُمت (محمدیہ) یا پہلے پچھلے اسی اُمت کے (مُراد ہوں) یعنی اعلیٰ درجہ کے لوگ پہلے بہت ہو چکے ہیں۔ پیچھے کم ہوتے ہیں" (تنبیہ) اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر میں یہ دونوں احتمال بیان کیے ہیں حافظ ابن کثیرؒ نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی اور روح المعانی میں طبرانی وغیرہ سے ایک حدیث ابوبکرہ کی بسند حسن نقل کی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کے متعلق فرمایا "هُمَا جَمِيْعًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ" واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ نے ایک تیسرا مطلب آیت کا بیان کیا ہے۔ احقر کو وہ پسند ہے یعنی ہر اُمت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب عہد کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقربین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی۔ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم "خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ"۔ ہاں اگر ابوبکرہ کی حدیث صحیح ہو جیسا کہ روح المعانی میں ہے تو ظاہر ہے وہی مطلب متعین ہوگا۔

ع ۳ / ۱۴ — نصف — ۲۰

عَلٰی سُرُرٍ مَّوۡضُوۡنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّکِـِٕیۡنَ عَلَیۡہَا مُتَقٰبِلِیۡنَ ﴿۱۶﴾ یَطُوۡفُ عَلَیۡہِمۡ

بیٹھے ہیں جڑاؤ تختوں پر ف۱ تکیہ لگائے اُن پر ایک دوسرے کے سامنے ف۲ لئے پھرتے ہیں اُنکے

وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ ﴿۱۷﴾ بِاَکۡوَابٍ وَّ اَبَارِیۡقَ ۬ۙ وَ کَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِیۡنٍ ﴿۱۸﴾

پاس لڑکے سدا رہنے والے ف۳ آبخورے اور کوزے اور پیالہ نتھری شراب کا ☆

لَّا یُصَدَّعُوۡنَ عَنۡہَا وَ لَا یُنۡزِفُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَ فَاکِہَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوۡنَ ﴿۲۰﴾

جس کو نہ سر دکھے اور نہ بکواس لگے ف۴ اور میوہ جونسا پسند کرلیں ☆

وَ لَحۡمِ طَیۡرٍ مِّمَّا یَشۡتَہُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَ حُوۡرٌ عِیۡنٌ ﴿۲۲﴾ کَاَمۡثَالِ اللُّؤۡلُوَٴ

اور گوشت اُڑتے جانوروں کا جس قسم کو جی چاہے ف۵ اور عورتیں گوری بڑی آنکھوں والیاں ☆ جیسے موتی کے دانے

الۡمَکۡنُوۡنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡہَا لَغۡوًا وَّ

اپنے غلاف کے اندر ف۶ بدلہ اُن کاموں کا جو کرتے تھے ☆ نہیں سُنیں گے وہاں بکواس اور

لَا تَاۡثِیۡمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِیۡلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ

نہ گناہ کی بات ☆ مگر ایک بولنا سلام سلام ف۷ اور داہنے والے ☆ کیا کہنے داہنے

الۡیَمِیۡنِ ﴿۲۷﴾ فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ﴿۲۸﴾ وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۲۹﴾ وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ﴿۳۰﴾

والوں کے ☆ رہتے ہیں بیری کے درختوں میں جنمیں کانٹا نہیں ف۸ اور کیلے تہ پر تہہ ☆ اور سایہ لنبا ف۹

وَّ مَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ ﴿۳۱﴾ وَّ فَاکِہَةٍ کَثِیۡرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّ لَا مَمۡنُوۡعَةٍ ﴿۳۳﴾

اور پانی بہتا ہوا ☆ اور میوہ بہت ☆ نہ اُس میں سے ٹوٹا اور نہ روکا ہوا ف۱۰

وَّ فُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰہُنَّ اِنۡشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلۡنٰہُنَّ اَبۡکَارًا ﴿۳۶﴾

اور بچھونے اونچے ف۱۱ ہم نے اٹھایا اُن عورتوں کو ایک اچھی اُٹھان پر ☆ پھر کیا اُن کو کنواریاں ☆

عُرُبًا اَتۡرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۹﴾ وَ ثُلَّةٌ

پیار دلانے والیاں ہم عمر ☆ واسطے داہنے والوں کے ف۱۲ انبوہ ہے پہلوں میں سے ☆ اور انبوہ ہے

مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۴۰﴾ وَ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ

پچھلوں میں سے ف۱۳ اور بائیں والے ☆ کیسے بائیں والے ☆ تیز بھاپ میں اور

ف۱ جو سونے کے تاروں سے بُنے گئے ہیں۔ ف۲ یعنی نشست ایسی ہوگی کہ کسی ایک کی پیٹھ دوسرے کی طرف نہ رہیگی۔ ف۳ یعنی خدمت کے لیئے لڑکے ہونگے جو سدا ایک حالت پر رہیں گے۔ ف۴ یعنی نتھری اور صاف شراب جس کے قدرتی چشمے جاری ہونگے اُس کے پینے سے نہ سر گرانی ہوگی نہ بکواس لگے گی۔ کیونکہ اُس میں نشہ نہ ہوگا۔ خالص سرور اور لذّت ہوگی۔ ف۵ یعنی جس وقت جو میوہ پسند ہو اور جس قسم کا گوشت مرغوب ہو، بدون محنت و تعب کے پہنچے گا۔ ف۶ یعنی صاف موتی کی طرح جس پر گرد و غبار کا ذرا بھی اثر نہ آیا ہو۔ ف۷ یعنی لغو اور واہیات باتیں وہاں نہیں ہونگی۔ نہ کوئی جھوٹ بولیگا۔ نہ کسی پر جھوٹی تہمت رکھے گا۔ بس ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آئیں گی یعنی جنتی ایک دوسرے کو اور فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے۔ اور رب کریم کا سلام پہنچے گا جو بہت ہی بڑے اعزاز و اکرام کی صورت ہے۔ اور سلام کی یہ کثرت اسکی طرف اشارہ ہے کہ اب یہاں پہنچ کر تم تمام آفات و مصائب سے محفوظ اور صحیح و سالم رہو گے۔ نہ کسی طرح کا آزار پہنچے گا نہ موت آئیگی نہ فنا۔ ف۸ جو قسم قسم کے مزہ دار پھلوں سے لدے ہونگے۔ ف۹ یعنی نہ دھوپ ہوگی نہ گرمی سردی لگے گی۔ نہ اندھیرا ہوگا۔ صبح کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو۔ اور لمبا پھیلا ہُوا اتنا کہ بہترین تیز رفتار گھوڑا سو برس تک متواتر چلتا رہے تو ختم نہ ہو۔ ف۱۰ بہت قسم کا میوہ، نہ پہلے اُس میں سے کسی نے توڑا۔ نہ دنیا کے موسمی میووں کی طرح آئندہ ختم ہو۔ نہ اُس کے لینے میں کسی قسم کی روک ٹوک پیش آئے۔ ف۱۱ یعنی بیحد دبیز اور اونچے ظاہر میں بھی اور رتبہ میں بھی۔ ف۱۲ یعنی حوریں اور دنیا کی عورتیں جو جنت میں ملیں گی وہاں اُنکی پیدائش اور اُٹھان خدا کی قدرت سے ایسا ہوگا کہ ہمیشہ خوبصورت جوان بنی رہیں گی جن کی باتوں اور طرز و انداز پر بے ساختہ پیار آئے۔ اور سب کو آپس میں ہم عمر رکھا جائیگا اور اُن کے ازواج کے ساتھ بھی عمر کا تناسب برابر قائم رہیگا۔ ف۱۳ یعنی اصحاب یمین پہلوں میں بھی بکثرت ہوئے ہیں اور پچھلوں میں بھی اُن کی بہت کثرت ہوگی۔

حَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ

جلتے پانی میں ☆ اور سایہ میں دھوئیں کے ☆ نہ ٹھنڈا اور نہ عزت کا ف۱ وہ لوگ تھے اس سے

ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا

پہلے خوش حال ☆ اور ضد کرتے تھے اس بڑے گناہ پر ف۲ اور

يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَ

کہا کرتے تھے ☆ کیا جب ہم مر گئے اور ہو چکے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے ☆ اور کیا

آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ

ہمارے اگلے باپ دادے بھی ف۳ تو کہہ دے کہ اگلے اور پچھلے ☆ سب اکٹھے ہونے والے ہیں ☆

إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾

ایک دن مقرر کے وقت پر ف۴ پھر تم جو ہو اے بہکے ہوئو جھٹلانے والو ☆

لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشَارِبُونَ

البتہ کھاؤ گے ایک درخت سینڈھ کے سے ☆ پھر بھرو گے اس سے پیٹ ف۵ پھر پیو گے

عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾

اس پر ایک جلتا پانی ☆ پھر پیو گے جیسے پئیں اونٹ تونسے ہوئے ف۶ یہ مہمانی ہے انکی انصاف کے دن ف۷

نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿٥٧﴾ أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ أَأَنتُمْ

ہم نے تم کو بنایا پھر کیوں نہیں سچ مانتے ف۸ بھلا دیکھو تو جو پانی تم ٹپکاتے ہو ☆ اب تم

تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا

اس کو بناتے ہو یا ہم ہیں بنانے والے ف۹ ہم نے ٹھہرا دیا ہے تم میں مرنا ف۱۰ اور

نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا

ہم عاجز نہیں ☆ اس بات سے کہ بدلے میں لے آئیں تمہاری طرح کے لوگ اور اٹھا کریں تم کو وہاں

لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

جہاں تم نہیں جانتے ف۱۱ اور تم جان چکے ہو پہلا اٹھان پھر کیوں نہیں یاد کرتے ف۱۲

ف۱ یعنی دوزخ کی آگ سے کالا دھواں اٹھیگا۔ اس کے سایہ میں رکھے جائیں گے جس سے کوئی جسمانی یا روحانی آرام نہ ملے گا۔ نہ ٹھنڈک پہنچے گی، نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا۔ ذلیل و خوار اس کی تپش میں بھنتے رہیں گے۔ یہ اُن کی دنیوی خوشحالی کا جواب ہوا جس کے غرور میں اللہ اور رسول سے ضد باندھی تھی ف۲ وہ بڑا گناہ کفر و شرک ہے اور تکذیب انبیاء یا جھوٹی قسمیں کھا کر یہ کہنا کہ مرنے کے بعد ہرگز کوئی زندگی نہیں۔ کما قال تعالیٰ "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ" (نحل رکوع ۵) ف۳ جو ہم سے بھی بہت پہلے مر چکے۔ یعنی یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ ف۴ یعنی قیامت کے دن جس کا وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے۔ ف۵ یعنی جب بھوک سے مضطر ہوگے تو یہ درخت کھانے کو ملیگا اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑیگا۔

ف۶ یعنی گرمی میں تونسا ہوا اونٹ جیسے پیاس کی شدت سے ایک دم پانی چڑھاتا چلا جاتا ہے۔ یہی حال دوزخیوں کا ہوگا لیکن وہ گرم پانی جب منہ کے قریب پہنچائیں گے تو منہ کو بھون ڈالیگا اور پیٹ میں پہنچے گا تو آنتیں کٹ کر باہر آپڑینگی (العیاذ باللہ) ف۷ یعنی انصاف کا مقتضا یہی تھا کہ اُن کی مہمانی اس شان سے کیجائے۔ ف۸ یعنی اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ پہلے بھی اُس نے پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کردیگا۔ ف۹ یعنی رحم مادر میں نطفہ سے انسان کون بناتا ہے۔ وہاں تو تمہارا کسی کا ظاہری تصرف بھی نہیں چلتا۔ پھر ہمارے سوا کون ہے جو پانی کے قطرہ پر ایسی خوبصورت تصویر کھینچتا اور اس میں جان ڈالتا ہے۔ ف۱۰ یعنی جلانا مارنا سب ہمارے قبضہ میں ہے۔ جب وجود و عدم کی باگ ہمارے ہاتھ میں ہوئی تو مرنے کے بعد اٹھا دینا کیا مشکل ہوگا۔ ف۱۱ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی تم کو اور جہان میں لیجائیں۔ تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بسادیں۔" ف۱۲ یعنی پہلی پیدائش کو یاد کرکے دوسری کو بھی سمجھ لو۔

ف۱ یعنی بظاہر بیج زمین میں تم ڈالتے ہو لیکن زمین کے اندر اُس کی پرورش کر کے باہر نکال کر ایک لہلہاتی کھیتی بنا دینا کس کا کام ہے اس کے متعلق تو ظاہری اور سطحی دعوٰی بھی تم نہیں کر سکتے کہ ہماری تیار کی ہوئی ہے۔ ف۲ یعنی کھیتی پیدا کرنے کے بعد اُس کا محفوظ اور باقی رکھنا بھی ہمارا ہی کام ہے۔ تم چاہیں تو کوئی آفت بھیج دیں جس سے ایک دم میں ساری کھیتی تہس نہس ہو کر رہ جائے۔ پھر تم سر پکڑ کر روؤ اور آپس میں بیٹھ کر باتیں بنانے لگو کہ میاں ہمارا تو بڑا بھاری نقصان ہو گیا۔ بلکہ سچ پوچھو تو بالکل خالی ہاتھ ہو گئے۔ ف۳ یعنی بارش بھی ہمارے حکم سے آتی ہے اور زمین کے خزانوں میں وہ پانی ہم ہی جمع کرتے ہیں۔ تم کو کیا قدرت تھی کہ پانی بنا لیتے یا خوشامد اور زبردستی کر کے بادل سے چھین لیتے۔ ف۴ یعنی ہم چاہیں تو میٹھے پانی کو بدل کر کھاری کڑوا بنا دیں جو نہ پی سکو نہ کھیتی کے کام آئے۔ پھر احسان نہیں مانتے کہ ہم نے میٹھے پانی کے کتنے خزانے تمہارے ہاتھ میں دے رکھے ہیں بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی کر فرماتے تھے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَاهُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا" (ابن کثیر) ف۵ عرب میں کئی درخت سبز ایسے ہیں جن کو رگڑنے سے آگ نکلتی ہے جیسے ہمارے ہاں بانس۔ پہلے سورۂ "یٰسٓ" میں اس کا بیان ہو چکا یعنی ان درختوں میں آگ کس نے رکھی ہے۔ تم نے یا ہم نے۔ ف۶ یعنی یہ آگ دیکھ کر دوزخ کی آگ کو یاد کریں کہ یہ بھی اُسی کا ایک حصہ اور ادنٰی نمونہ ہے اور سوچنے والے کو یہ بات بھی یاد آ سکتی ہے کہ جو خدا سبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ یقیناً مُردہ کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہو گا۔ ف۷ جنگل والوں اور مسافروں کو آگ سے بہت کام پڑتا ہے خصوصاً جاڑے کے موسم میں۔ اور یوں تو سب ہی کا کام اُس سے چلتا ہے۔ (تنبیہ) بعض روایات کی بنا پر علماء نے مستحب سمجھا ہے کہ ان آیات میں ہر جملۂ استفہامیہ کو تلاوت کرنے کے بعد کہے "بَلْ اَنْتَ یَا رَبِّ" ف۸ جس نے ایسی مختلف اور کارآمد [illegible] پیدا کیں اور خالص اپنے فضل و احسان سے ہم کو منتفع کیا اُس کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اور منکرین کی گھڑی ہوئی خرافات سے اُس کی اور اُس کے نام مبارک کی پاکی بیان کرنا چاہیئے۔ تعجب ہے کہ لوگ ایسی آیات باہرہ دیکھنے کے بعد بھی اُس کی قدرت و وحدانیت کو کماحقہٗ نہیں سمجھتے۔ ف۹ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ قسم کھاتا ہوں آیتوں کے اُترنے کی پیغمبروں کے دلوں میں (موضح) یا آیات قرآن کے اُترنے کی آسمان سے زمین پر، آہستہ آہستہ، تھوڑی تھوڑی۔ ف۱۰ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی فرشتے اُس کتاب کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ وہ کتاب یہ ہی قرآن لکھا ہوا ہے فرشتوں کے ہاتھوں میں یا لوح محفوظ میں"۔ اور بعض نے "لَا یَمَسُّہٗ" کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے یعنی اِس قرآن کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ، یعنی جو صاف دل اور پاک اخلاق رکھتے ہیں۔ وہ ہی اِس کے علوم و حقائق تک ٹھیک رسائی پا سکتے ہیں۔ یا اِس قرآن کو نہ چھوئیں مگر پاک لوگ، یعنی بدون وضو اُس کے ہاتھ لگانا جائز نہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس وقت "لَا یَمَسُّہٗ" کی نفی نہی کے لیے ہو گی۔ ف۱۱ یعنی یہ کوئی جادو ٹوٹکا نہیں نہ کاہنوں کی ذلیل اور بے سروپا باتیں ہیں نہ شاعرانہ تک بندیاں بلکہ بڑی مقدس و معزز کتاب ہے جو رب العالمین نے عالم کی ہدایت و تربیت کے لیے اُتاری، جس خدا نے چاند سورج اور تمام ستاروں کا نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام قائم کیا، یہ ستارے ایک اٹل قانون کے ماتحت اپنے روزانہ غروب سے اُسی کی عظمت و وحدانیت اور قاہرانہ تصرف و اقتدار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں (کما احتج بہ ابراہیم علٰی قومہ) اور زبان حال سے شہادت دیتے ہیں کہ جس اعلٰی و برتر ہستی اور سلطنت غیبیہ کے ہاتھ میں ہماری باگ ہے وہ ہی اکیلا زمین، بادل، پانی، آگ، ہوا، مٹی اور کائنات کے ذرّے ذرّے کا مالک و خالق ہو گا۔ کیا ایسے روشن آسمانی نشانات کو دیکھ کر اُن مضامین کی صداقت میں کوئی شبہ رہ سکتا ہے جو پہلے رکوع میں بیان ہوئے ہیں۔ اور کیا ایک عاقل اِس عظیم الشان نظام فلکی پر نظر ڈال کر اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ ایک دوسرا باطنی نظام شمسی بھی جو قرآن کریم اور اُس کی آیات یا تمام کتب و صحف سماویہ سے عبارت ہے، اُسی پروردگار عالم کا قائم کیا ہوا ہے جس نے اپنی قدرت و رحمت کاملہ سے یہ ظاہری نظام قائم فرمایا۔ وہ ہی پاک خدا ہے جس نے روحانی ستاروں کے غروب ہونے کے بعد آفتاب قرآن کو چمکایا۔ اور اپنی مخلوق کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا۔ آج تک یہ آفتاب برابر چمک رہا ہے۔ کس کی مجال ہے جو اس کو بدل سکے یا غائب کر دے۔ اس کے انوار اور شعاعیں اُن ہی دلوں میں پوری طرح منعکس ہوتی ہیں جو مانجھ کر پاک و صاف کر لیے جائیں۔ ف۱۲ یعنی کیا یہ ایسی دولت ہے جس سے منتفع ہونے میں تم سستی اور کاہلی کرو۔ اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اُس کو اور اُس کے بتلائے ہوئے حقائق کو جھٹلاتے رہو۔ جیسے بارش کو دیکھ کر کہہ دیا کرتے ہو کہ فلاں ستارہ فلاں بُرج میں آ گیا تھا اُس سے بارش ہو گئی۔ گویا خدا سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ اسی طرح اس باران رحمت کی قدر نہ کرنا جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی ہے اور یہ کہہ دینا کہ وہ اللہ کی اُتاری ہوئی نہیں، سخت بدبختی اور حرمان نصیبی ہے۔ کیا ایک نعمت کی شکر گذاری یہ ہی ہے کہ اُس کو جھٹلایا جائے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾

بھلا دیکھو تو جو تم بوتے ہو ☆ کیا تم اُس کو کرتے ہو کھیتی یا ہم ہیں کھیتی کر دینے والے ف۱

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ

اگر ہم چاہیں تو کر ڈالیں اُس کو روندا ہوا گھاس پھر تم سارے دن رہو باتیں بناتے ف۲ ہم تو قرضدار رہ گئے ☆ بلکہ

نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ

ہم بے نصیب ہو گئے ف۳ بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو ☆ کیا تم نے اُتارا اُس کو

مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ

بادل سے یا ہم ہیں اُتارنے والے ف۳ اگر ہم چاہیں کر دیں اُس کو کھارا پھر کیوں

لَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ

نہیں احسان مانتے ف۴ بھلا دیکھو تو آگ جس کو تم سلگاتے ہو ☆ کیا تم نے پیدا کیا

شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا

اُس کا درخت یا ہم ہیں پیدا کرنیوالے ف۵ ہم نے ہی تو بنایا وہ درخت یاد دلانے کو ف۶ اور برتنے کو

لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾

جنگل والوں کے ف۷ سو بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو سب سے بڑا ف۸ سو میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے ڈوبنے کی ف۹

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ

اور یہ قسم ہے اگر سمجھو تو بڑی قسم ☆ بیشک یہ قرآن ہے عزت والا ☆ لکھا ہوا ایک

مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

پوشیدہ کتاب میں ☆ اُس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنائے گئے ہیں ف۱۰ اُتارا ہوا ہے پروردگار عالم کی طرف سے ف۱۱

اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ

اب کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو ☆ اور اپنا حصہ تم یہی لیتے ہو کہ

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾

اُس کو جھٹلاتے ہو ف۱۲ پھر کیوں نہیں جس وقت جان پہنچے حلق کو ☆ اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہو ☆

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ

اور ہم اُس کے پاس ہیں تم سے زیادہ پر تم نہیں دیکھتے ☆ پھر کیوں نہیں اگر تم نہیں ہو

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ

کسی کے حکم میں ☆ تو کیوں نہیں پھیر لیتے اُس رُوح کو اگر ہو تم سچے ف۱ سو جو اگر وہ مُردہ ہُوا

مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاَمَّآ اِنْ

مقرب لوگوں میں ☆ تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا ☆ اور جو اگر

كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩٠﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩١﴾ وَاَمَّآ

وہ ہُوا داہنے والوں میں ☆ تو سلامتی پہنچے تجھ کو داہنے والوں سے ف۲ اور جو

اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٩٣﴾ وَّتَصْلِيَةُ

اگر وہ ہُوا جھٹلانے والوں بہکنے والوں میں سے ☆ تو مہمانی ہے جلتا پانی ☆ اور ڈالنا

جَحِيْمٍ ﴿٩٤﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٩٦﴾

آگ میں ف۳ بیشک یہ بات یہی ہے لائق یقین کے ف۴ سو بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو سب سے بڑا ف۵

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حدید مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنتیس ۲۹ آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ لَهٗ مُلْكُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ف۶ اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا ☆ اُسی کیلئے ہے راج

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢﴾ هُوَ

آسمانوں کا اور زمین کا جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے ف۷ وہی ہے

الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٣﴾ هُوَ

سب سے پہلا اور سب سے پچھلا ف۸ اور باہر اور اندر اور وہ سب کچھ جانتا ہے ف۹ وہی ہے

ف۱ یعنی ایسی بیفکری اور بے خوفی سے اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے ہو، گویا تم کسی دوسرے کے حکم اور اختیار ہی میں نہیں، یا کبھی مرنا اور خدا کے ہاں جانا ہی نہیں۔ اچھا جس وقت تمہارے کسی عزیز و محبوب کی جان نکلنے والی ہو، سانس حلق میں اٹک جائے، موت کی سختیاں گذر رہی ہوں اور تم پاس بیٹھے اُس کی بے بسی اور درماندگی کا تماشہ دیکھتے ہو، اور دوسری طرف خدا یا اُس کے فرشتے تم سے زیادہ اُس کے نزدیک ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے، اگر تم کسی دوسرے کے قابو میں نہیں تو اُس وقت کیوں اپنے پیارے کی جان کو اپنی طرف نہیں پھیر لیتے اور کیوں بادل ناخواستہ اپنے سے جدا ہونے دیتے ہو۔ دنیا کی طرف واپس لا کر اُسے آنیوالی سزا سے کیوں بچا نہیں لیتے۔ اگر اپنے دعووں میں سچے ہو تو ایسا کر دکھاؤ۔ ف۲ یعنی تم ایک منٹ کے لئے نہیں روک سکتے، اُس کو اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ضروری ہے۔ اگر وہ مُردہ مقربین میں سے ہوگا تو اعلیٰ درجہ کی روحانی و جسمانی راحت و عیش کے سامانوں میں پہنچ جائیگا۔ اور "اصحاب یمین" میں سے ہُوا تب بھی کچھ کھٹکا نہیں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی خاطر جمع رکھ اُن کی طرف سے" یا یہ مطلب ہے کہ اصحاب یمین کی طرف سے اُس کو سلام پہنچے گا۔ یا اُس کو کہا جائیگا کہ تیرے لئے آئندہ سلامتی ہی سلامتی ہے، اور تو "اصحاب یمین" میں شامل ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ موت سے پہلے ہی مرنے والے کو یہ بشارتیں ملجاتی ہیں۔ اور اسی طرح مجرموں کو اُنکی بدحالی کی اطلاع دیدی جاتی ہے۔ ف۳ یعنی اُس کا انجام یہ ہوگا اور مرنے سے پہلے اس کی خبر سُنا دی جائے گی۔ ف۴ یعنی تمہاری تکذیب سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ اس صورت میں مؤمنین اور مجرمین کی خبر دی گئی ہے بالکل یقینی ہے، اسی طرح ہو کر رہیگا۔ خواہ مخواہ شبہے پیدا کر کے اپنے نفس کو دھوکا نہ دو بلکہ آنے والے وقت کی تیاری کرو۔ ف۵ یعنی تسبیح و تحمید میں مشغول رہو کہ یہی وہاں کی بڑی تیاری ہے۔ اس نیک مشغلہ میں لگ کر مکذبین کی دل آزار بیہودگیوں سے بھی یکسوئی رہتی ہے اور اُن کے باطل خیالات کا رد بھی ہوتا ہے۔ یہاں سورت کے خاتمہ پر جی چاہتا ہے کہ وہ حدیث نقل کر دیجائے جس پر امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کو ختم فرمایا ہے۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ تم سورۃ الواقعہ وللہ الحمد والمنہ۔ ف۶ یعنی زبان حال سے یا قال سے یا دونوں سے۔ ف۷ یعنی آسمان و زمین میں سب جگہ اُسی کا حکم اور اختیار چلتا ہے۔ ایجاد و اعدام کی باگ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی طاقت اُس کے تصرف تکوینی کو روک نہیں سکتی۔ ف۸ جب کوئی نہ تھا، وہ موجود تھا، اور کوئی نہ رہے وہ موجود رہیگا۔ ف۹ ہر چیز کا وجود و ظہور اُسکے وجود سے ہے۔ لہٰذا اُس کا وجود اگر ظاہر و باہر نہ ہو تو اور کس کا ہوگا۔ عرش سے فرش تک اور ذرہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اُسکی ہستی کی روشن دلیل ہے لیکن اسی کے ساتھ اسکی کنہ ذات اور حقائق صفات تک عقل و ادراک کی رسائی نہیں۔ کسی ایک صفت کا احاطہ بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اپنے قیاس و رائے سے اُس کی کچھ کیفیت بیان کر سکتا ہے۔ بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ باطن اور پوشیدہ کوئی نہیں۔ بہرحال وہ اندر بھی باہر بھی، ظاہر بھی باطن بھی، کھلے اور چھپے ہر قسم کے احوال کا جاننے والا ہے۔ ظاہر (بمعنی غالب) ایسا کہ اُس سے اوپر کوئی قوت نہیں۔ باطن ایسا کہ اس سے پرے کوئی موقع نہیں جہاں اُس کی آنکھ سے اوجھل ہو کر پناہ مل سکے۔ ففی الحدیث وانت الظاهر فليس فوقك شئ وانت الباطن فليس دونك شئ۔

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ

جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں پھر قائم ہوا تخت پر ف۱

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا

جانتا ہے جو اندر جاتا ہے زمین کے اور جو اُس سے نکلتا ہے ف۲ اور جو کچھ اُترتا ہے آسمان سے اور جو کچھ

يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④

اُس میں چڑھتا ہے ف۳ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو اُس کو دیکھتا ہے ف۴

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ يُوْلِجُ الَّيْلَ

اُسی کے لئے ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا اور اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام ف۵ داخل کرتا ہے رات کو

فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥ اٰمِنُوْا

دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں ف۶ اور اُس کو خبر ہے جیوں کی بات کی ف۷ یقین لاؤ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ

اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور خرچ کرو اُس میں سے جو تمہارے ہاتھ میں دیا ہے اپنا نائب کر کر ف۸ سو جو لوگ

اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ

تم میں یقین لائے ہیں اور خرچ کرتے ہیں اُن کو بڑا ثواب ہے ف۹ اور تم کو کیا ہوا کہ یقین نہیں لاتے اللہ پر اور

الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

رسول بلاتا ہے تم کو کہ یقین لاؤ اپنے رب پر اور لے چکا ہے تم سے عہد پکا اگر ہو تم

مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰي عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ

ماننے والے ف۱۰ وہی ہے جو اُتارتا ہے اپنے بندے پر آیتیں صاف کہ نکال لائے تم کو

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑨ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا

اندھیروں سے اُجالے میں اور اللہ تم پر نرمی کرنے والا ہے مہربان ف۱۱ اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خرچ نہیں کرتے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ

اللہ کی راہ میں اور اللہ ہی کو بچ رہتی ہر شے آسمانوں میں اور زمین میں ف۱۲ برابر نہیں تم میں

سورۃ ۵۷ آیۃ ۴ منزل ۷ سورۃ ۵۷ آیۃ ۱۰

ف۱ اِس کا بیان سورۂ اعراف میں آٹھویں پارے کے ختم سے کچھ پہلے گذر چکا ہے۔ ف۲ مثلاً بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے۔ اور کھیتی درخت وغیرہ اُس سے باہر نکلتے ہیں۔ اِس کا بیان سورۂ سبا میں گذر چکا۔ ف۳ آسمان کی طرف سے اُترتے ہیں فرشتے، احکام، قضا و قدر کے فیصلے، اور بارش وغیرہ اور چڑھتے ہیں بندوں کے اعمال اور ملائکۃ اللہ۔ ف۴ یعنی کسی وقت تم سے غائب نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں تم ہو اور جس حال میں ہو، وہ خوب جانتا ہے اور تمام کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے۔ ف۵ یعنی اُس کی قلمرو سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتے۔ تمام آسمان و زمین میں اُسی اکیلے کی حکومت ہے اور آخر کار سب کاموں کا فیصلہ وہیں سے ہوگا ف۶ یعنی کبھی دن کو گھٹا کر رات بڑی کر دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس رات کو گھٹا کر دن بڑا کر دیتا ہے۔ ف۷ یعنی دلوں میں جو نیتیں اور ارادے پیدا ہوں یا خطرات و وساوس آئیں، وہ بھی اُس کے علم سے باہر نہیں۔ ف۸ یعنی جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اُس کا مالک اللہ ہے۔ تم صرف امین اور خزانچی ہو لہٰذا جہاں وہ مالک بتلائے وہاں اُس کے نائب کی حیثیت سے خرچ کرو۔ اور یہ بھی ملحوظ رکھو کہ پہلے یہ مال دوسروں کے ہاتھ میں تھا اُن کے جانشین تم بنے۔ ظاہر ہے تمہارا جانشین کوئی اور بنایا جائیگا۔ پھر جب معلوم ہے کہ یہ چیز نہ پہلوں کے پاس رہی نہ تمہارے پاس رہے گی، تو ایسی زائل و فانی چیز سے اتنا دل لگانا مناسب نہیں کہ ضروری اور مناسب مواقع میں بھی دمی خرچ کرنے سے کترائے۔ ف۹ لہٰذا ضروری ہے کہ جن لوگوں میں یہ صفت و خصلت موجود نہیں، اپنے اندر پیدا کریں اور جن میں موجود ہے اُس پر ہمیشہ مستقیم رہیں اور ایمان کے مقتضیٰ پر عمل رکھیں۔ ف۱۰ یعنی اللہ پر ایمان لانے یا یقین و معرفت کے راستوں پر چلتے رہنے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اور اس معاملہ میں سستی یا تقاعد کیوں ہو جبکہ خدا کا رسول تم کو کسی اجنبی اور غیر معقول چیز کی طرف نہیں، بلکہ تمہارے حقیقی پرورش کرنیوالے کی طرف دعوت دے رہا ہے جس کا اعتقاد تمہاری اصل فطرت میں ودیعت کر دیا گیا اور جس کی ربوبیت کا اقرار تم دنیا میں آنے سے پہلے کر چکے ہو۔ چنانچہ آج تک اُس اقرار کا کچھ نہ کچھ اثر بھی قلوب بنی آدم میں پایا جاتا ہے۔ پھر دلائل و براہین اور ارسال رُسُل کے ذریعہ سے اُس ازلی عہد و پیمان کی یاد دہانی اور تجدید بھی کی گئی۔ اور انبیائے سابقین نے اپنی اُمتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے۔ اور تم میں بہت سے وہ بھی ہیں جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر سمع و طاعت اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ امور ایمانیہ پر کاربند رہنے کا پکا عہد کر چکے ہیں۔ پس اِن مبادی کے بعد کہاں گنجائش ہے کہ جو ماننے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ نہ مانے اور جو مان چکا ہو وہ اُس سے انحراف کرنے لگے۔ ف۱۱ یعنی قرآن اُتارا اور صداقت کے نشان دیئے تا اُن کے ذریعہ سے تم کو کفر و جہل کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان و علم کے اُجالے میں لے آئے۔ یہ اللہ کی بہت ہی بڑی شفقت اور مہربانی ہے، اگر سختی کرتا تو اُن ہی اندھیروں میں پڑا چھوڑ کر تم کو ہلاک کر دیتا۔ یا ایمان لانے کے بعد بھی پچھلی خطاؤں کو معاف نہ کرتا۔ ف۱۲ یعنی مالک فنا ہو جاتا ہے اور ملک اللہ کا بچ رہتا ہے اور ویسے تو ہمیشہ اُسی کا مال تھا۔ پھر اُس کے مال میں سے اُس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو؟ خوشی اور اختیار سے نہ دوگے تو بے اختیار اُسی کے پاس پہنچے گا۔ بندگی کا اقتضاء یہ ہے کہ خوشدلی سے پیش کرے اور اُس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر و افلاس سے نہ ڈرے، کیونکہ زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک اللہ ہے۔ کیا اُس کے راستہ میں خوشدلی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہیگا؟ "وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا"۔

مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ

جس نے کہ خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے ف۱ اور لڑائی کی اُن لوگوں کا درجہ بڑا ہے اُن

الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب کو وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا ف۲ اور اللہ کو

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٠﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ

خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ف۳ کون ہے ایسا کہ قرض دے اللہ کو اچھی طرح پھر وہ اُس کو دونا

لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١١﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى

کر دے اُسکے واسطے اور اُسکو ملے ثواب عزت کا ف۴ جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو دوڑتی ہوئی

نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

چلتی ہے اُنکی روشنی اُن کے آگے اور اُنکے داہنے ف۵ خوشخبری ہے تم کو آج کے دن باغ ہیں کہ بہتی ہیں جن

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ

کے نیچے نہریں سدا رہو اُن میں یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد ملنی ف۶ جس دن

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ

کہیں گے دغاباز مرد اور عورتیں ایمان والوں کو راہ دیکھو ہماری ہم بھی روشنی لیلیں

مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ

تمہارے نور سے کوئی کہیگا لوٹ جاؤ پیچھے پھر ڈھونڈھ لو روشنی پھر کھڑی کر دی جائے اُنکے بیچ میں

بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾

ایک دیوار جس میں ہوگا دروازہ اُس کے اندر رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ف۷

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ

یہ اُن کو پکاریں گے کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ ف۸ کہیں گے کیوں نہیں لیکن تم نے بچلا دیا اپنے آپ کو اور

تَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ

راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے اور بہک گئے اپنے خیالوں پر یہاں تک کہ آپہنچا حکم اللہ کا اور تم کو بہکا دیا

ع ۱۰ / ۱۷

ف۱ اور بعض نے فتح سے مراد صلح حدیبیہ لی ہے۔ اور بعض روایات سے اِسی کی تائید ہوتی ہے۔ ف۲ یعنی یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے خدا اُس کا بہترین بدلہ دنیا یا آخرت میں دیگا۔ لیکن جن مقدور والوں نے "فتح مکہ" یا "حدیبیہ" سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ بڑے درجے لے اُڑے۔ بعد والے مسلمان اُن کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اُس پر لڑنیوالے اَقَلِّ قلیل تھے۔ اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی۔ اُس وقت اسلام کو جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب اموال و غنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام ہے۔ فرضی اللہ عنہم و رضوا عنہ و رزقنا اللہ اتباعہم و حبہم۔ آمین۔ ف۳ یعنی اللہ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں اخلاص کا وزن کتنا ہے اپنے اسی علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریگا۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "قرض کے معنی یہ کہ اس وقت جہاد میں خرچ کرو۔ پھر تم ہی دولتیں برتو گے اور آخرت میں بڑے مرتبے پاؤ گے یہی معنی ہیں دونے کے۔ ورنہ مالک میں اور غلام میں سُود بیاج نہیں۔ جو دیا سو اُس کا جو نہ دیا سو اُس کا"۔ ف۵ میدان حشر سے جس وقت پلصراط پر جائیں گے سخت اندھیرا ہو گا تب اپنے ایمان اور عمل صالح کی روشنی ساتھ ہو گی۔ شاید ایمان کی روشنی جس کا محل قلب ہے آگے ہو اور عمل صالح کی داہنے کیونکہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں جس درجہ کا کسی کا ایمان و عمل ہو گا اُسی درجہ کی روشنی ملیگی۔ اور غالباً اس اُمت کی روشنی اپنے نبی کے طفیل دوسری اُمتوں کی روشنی سے زیادہ صاف اور تیز ہو گی بعض روایات سے بائیں جانب بھی روشنی کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اُس کا مطلب شاید یہ ہو گا کہ روشنی کا اثر ہر طرف پہنچے گا۔ واللہ اعلم۔ ف۶ کیونکہ جنت اللہ کی خوشنودی کا مقام ہے۔ جو وہاں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں۔ ف۷ یعنی مومنین اور منافقین کے بیچ میں دیوار کھڑی کر دی جائیگی جس میں دروازہ ہو گا۔ اس دروازہ سے مومن جنت کی طرف جا کر منافقوں کی نظر سے اوجھل ہو جائیں گے دروازہ کے اندر پہنچ کر جنت کا سماں ہو گا اور ادھر دروازہ سے باہر عذاب الٰہی کا منظر دکھائی دیگا۔ ف۸ قصہ یہ ہے کہ کھلے ہوئے کافر پل صراط پر نہیں چلیں گے۔ بلکہ پہلے ہی دوزخ میں اُس کے دروازوں سے دھکیل دیے جائیں گے ہاں جو کسی نبی کی اُمت میں ہیں سچے یا کچے انہیں پل صراط سے گذرنے کا حکم ہو گا۔ اس پر چڑھنے سے پہلے ایک سخت اندھیری لوگوں کو گھیریگی۔ اُس وقت ایمان والوں کے ساتھ روشنی ہو گی۔ منافق بھی اُنکی روشنی میں پیچھے پیچھے چلنا چاہیں گے لیکن مومن جلد آگے بڑھ جائیں گے اس لئے اُن کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائیگی تب وہ پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو، ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں۔ آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس مصیبت کے وقت ہم کو اندھیرے میں پڑا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو کیا رفاقت کا حق یہی ہے جواب ملیگا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو اگر مل سکے تو وہاں سے لے آؤ۔ یہ سن کر پیچھے ہٹیں گے اتنے میں دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائیگی۔ یعنی روشنی دنیا میں کمائی جاتی ہے وہ جگہ پیچھے چھوڑ آئے۔ یا پیچھے سے وہ جگہ مراد ہو جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔

بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ

اللہ کے نام سے اُس دغاباز نے ف۱ سو آج تم سے قبول نہ ہوگا فدیہ دینا اور نہ منکروں سے

مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ

تم سب کا گھر دوزخ ہے وہی ہے رفیق تمہاری اور بُری جگہ جا پہنچے ف۲ کیا وقت نہیں آیا ایمان

اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا

والوں کو کہ گڑگڑائیں اُنکے دل اللہ کی یاد سے اور جو اُترا ہے سچا دین ف۳ اور نہ ہوں

كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ

اُن جیسے جن کو کتاب ملی تھی اِس سے پہلے پھر دراز گذری اُن پر مدت پھر سخت ہوگئے

قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ

اُنکے دل اور بہت اُن میں نافرمان ہیں ف۴ جان رکھو کہ اللہ زندہ کرتا ہے زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ

اُسکے مرجانیکے بعد ہم نے کھول کر سُنادیئے تم کو پتے اگر تم کو سمجھ ہے ف۵ تحقیق جو لوگ خیرات کرنیوالے

وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ

ہیں مرد اور عورتیں اور قرض دیتے ہیں اللہ کو اچھی طرح اُن کو ملتا ہے دونا اور اُن کو

اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ

ثواب ہے عزت کا ف۶ اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اُسکے سب رسولوں پر وہی ہیں سچے ایمان والے

وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اور لوگوں کا احوال بتلانیوالے اپنے رب کے پاس اُنکے واسطے ہے اُنکا ثواب اور اُنکی روشنی ف۷ اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ

ہماری باتوں کو وہ ہیں دوزخ کے لوگ ف۸ جان رکھو کہ دنیا کی زندگانی یہی ہے کھیل

وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ

اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتایت ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی

ف۱ یعنی بیشک دنیا میں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے دعوئ اسلام کا کرتے تھے لیکن اندرونی حال یہ تھا کہ لذات و شہوات میں پڑکر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکا دیکر ہلاکت میں ڈالا۔ پھر توبہ نہ کی۔ بلکہ راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے اور دین کے متعلق شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہ ہی دھوکا رہا کہ آگے اِن منافقانہ چالوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا نہیں۔ بلکہ یہ خیالات اور اُمیدیں پکالیں کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا یہ سب قصہ ٹھنڈا ہو جائیگا۔ آخر ہم ہی غالب ہونگے۔ رہا آخرت کا قصہ۔ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔ اِن ہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور موت نے آدبایا اور اُس بڑے دغاباز (شیطان) نے تمکو بہکا کر ایسا کھو دیا کہ اب سبیل رستگاری کی نہیں رہی۔ ف۲ یعنی بالفرض اگر آج تم (منافق) اور جو کھلے بند کافر تھے کچھ معاوضہ وغیرہ دیکر سزا سے بچنا چاہو تو اُس کے منظور کیے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ بس تم سب کو اب اِسی گھر میں رہنا ہے۔ یہ ہی دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے اور یہ ہی رفیق ہے۔ کسی دوسرے سے رفاقت کی توقع مت رکھو۔ ف۳ یعنی وقت آگیا ہے کہ مومنین کے دل قرآن اور اللہ کی یاد اور اُس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں۔ اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں۔

ف۴ یعنی ایمان وہ ہی ہے کہ دل نرم ہو۔ نصیحت اور خدا کی یاد کا اثر جلد قبول کرے۔ شروع میں اہل کتاب یہ باتیں پیغمبروں کی صحبت میں پاتے تھے۔ مدت کے بعد غفلت چھاتی گئی، دل سخت ہوگئے، وہ بات نہ رہی، اکثروں نے سخت سرکشی اور نافرمانیاں شروع کردیں۔ اب مسلمانوں کی باری آئی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی صحبت میں رہ کر نرم دلی، انقیاد کامل، اور خشوع لذکر اللہ کی صفات سے متصف ہوں اور اُس مقام بلند پر پہنچیں جہاں کوئی اُمت نہ پہنچی تھی۔ ف۵ یعنی عرب لوگ جاہل اور گمراہ تھے جیسے مردہ زمین۔ اب اللہ نے اُن کو ایمان اور علم کی روح سے زندہ کیا۔ اور اُن میں سب کمال پیدا کردیئے۔ غرض کسی مُردہ سے مُردہ انسان کو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ سچی توبہ کرلے تو اللہ پھر اُس کے قالب میں روح حیات پھونک دیگا۔ ف۶ یعنی جو اللہ کے راستہ میں خالص نیت سے اُسکی خوشنودی کی خاطر خرچ کریں اور غیر اللہ سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طلبگار نہ ہوں، گویا وہ اللہ کو قرض دیتے ہیں۔ سو اطمینان رکھیں کہ اُن کا دیا ہوا ضائع نہ ہوگا۔ بلکہ کئی گُنا کر کے لوٹایا جائے گا۔

ف۷ مترجم محقق رحمہ اللہ نے بظاہر "الشہداء" کا عطف "الصدیقون" پر مانا ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ پر اور اُس کے سب رسولوں پر پوری طرح یقین لائے (اور اِس یقین کا اثر اُنکے اعمال واحوال میں ظاہر ہونا چاہیئے) تو سچے اور پکے ایماندار یہ ہی ہیں۔ اور اللہ کے ہاں یہ ہی حضرات بطور گواہ کے دوسرے لوگوں کا حال بتلائیں گے۔ کما قال وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" (بقرہ رکوع ۱۷) آخرۃ میں اِن سچے ایمانداروں کو اپنے اپنے عمل اور درجۂ ایمان کے موافق ثواب اور روشنی عطا ہوگی (آیت کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے مگر رعایت اختصار اُنکے نقل کی اجازت نہیں دیتی ف۸ یعنی دوزخ اصل میں ان ہی کیلئے بنی ہے۔

كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ

جیسے حالت ایک مینہ کی جو خوش لگا کسانوں کو اُس کا سبزہ پھر زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے زرد ہو گیا پھر ہو جاتا ہے

حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ

روندا ہوا گھاس اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور معافی بھی ہے اللہ سے اور رضامندی

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن

اور دنیا کی زندگانی تو یہی ہے مال دغا کا ف۱ دوڑو اپنے رب کی معافی کی

رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ

طرف کو اور بہشت کو ف۲ جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان اور زمین کا ف۳ تیار رکھی ہے واسطے اُنکے جو

آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ

یقین لائے اللہ پر اور اُسکے رسولوں پر یہ فضل اللہ کا ہے دے اُس کو جس کو چاہے اور اللہ کا

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢١﴾ مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَ

فضل بڑا ہے ف۴ کوئی آفت نہیں پڑتی ملک میں اور

لَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ

نہ تمہاری جانوں میں جو لکھی نہ ہو ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اُسکو دنیا میں ف۵ بیشک یہ

عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ

اللہ پر آسان ہے ف۶ تاکہ تم غم نہ کھایا کرو اُس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کیا کرو اُس پر جو تم کو اُس نے دیا ف۷

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ

اور اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا ۞ وہ جو کہ آپ نہ دیں اور سکھلائیں

النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٤﴾ لَقَدْ أَرْسَلْنَا

لوگوں کو بھی نہ دینا ف۸ اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ آپ ہے بے پروا سب خوبیوں کے ساتھ موصوف ف۹ ہم نے بھیجے

رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ

ہیں اپنے رسول نشانیاں دیکر اور اُتاری اُن کے ساتھ کتاب اور ترازو تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر ف۱۰

ف۱ آدمی کو اوّل عمر میں کھیل چاہیئے، پھر تماشا، پھر بناؤ سنگار (اور فیشن)، پھر ساکھ بڑھانا، اور نام و نمود حاصل کرنا، پھر موت کے دن قریب آئیں تو مال و اولاد کی فکر کہ پیچھے سے گھر بار بنا رہے اور اولاد آسودگی سے بسر کرے۔ مگر یہ سب ٹھاٹھ سامان فانی اور زائل ہیں جیسے کھیتی کی رونق و بہار چند روزہ ہوتی ہے، پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اُس کو روند کر چورا کر دیتے ہیں۔ اُس شادابی اور خوبصورتی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگانی اور اُس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آدمی اسکی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں۔ وہاں کچھ اور ہی کام آئیگا یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دُنیا سے یہ چیز کما کر لے گیا سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اُس کے لیئے مالک کی خوشنودی و رضامندی۔ اور جو دولتِ ایمان سے تہیدست رہا اور کفر و عصیان کا بوجھ لے کر پہنچا اُس کے لیئے سخت عذاب۔ اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کی اس کے لیئے جلد یا بدیر دھکے ٹکے کھا کر معافی ہے۔ دنیا کا خلاصہ وہ تھا، آخرت کا یہ ہوا۔

ف۲ یعنی موت سے پہلے وہ سامان کر لو جس سے کوتاہیاں معاف ہوں اور بہشت ملے۔ اس کام میں سستی اور دیر کرنا مناسب نہیں

ف۳ یعنی آسمان اور زمین دونوں کو اگر ملا کر رکھا جائے تو اُس کی برابر جنت کا عرض ہوگا۔ طول کتنا ہوگا؟ یہ اللہ ہی جانے۔

ف۴ یعنی ایمان و عمل بیشک حصول جنت کے اسباب ہیں لیکن حقیقت میں ملتی ہے اللہ کے فضل سے۔ اُس کا فضل نہ ہو تو سزا سے چھوٹنا ہی مشکل ہے۔ جنت ملنے کا تو ذکر کیا۔ ف۵ ملک میں جو عام آفت آئے مثلاً قحط، زلزلہ وغیرہ اور خود تم کو جو مصیبت لاحق ہو مثلاً مرض وغیرہ وہ سب اللہ کے علم میں قدیم سے طے شدہ ہے اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اُسی کے موافق دنیا میں ظہور ہو کر رہیگا۔ ایک ذرہ بھر کم و بیش یا پس و پیش نہیں ہو سکتا۔ ف۶ یعنی اللہ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے کچھ محنت سے حاصل کرنا نہیں پڑا۔ پھر اپنے علم محیط کے موافق تمام واقعات و حوادث کو قبل از وقوع کتاب (لوحِ محفوظ) میں درج کر دینا اُس کے لیئے کیا مشکل ہے۔ ف۷ یعنی اِس حقیقت پر اس لیئے مطلع کر دیا کہ تم خوب سمجھ لو کہ جو بھلائی تمہارے لیئے مقدر ہے ضرور پہنچ کر رہیگی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتی۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ٹھہر چکا ہے، ویسا ہی ہو کر رہیگا۔ لہٰذا جو فائدہ کی چیز ہاتھ نہ لگے اُس پر غمگین و مضطرب ہو کر پریشان نہ ہو اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اُس پر اکڑو اور اتراؤ نہیں۔ بلکہ مصیبت و ناکامی کے وقت صبر و تسلیم، اور راحت و کامیابی کے وقت شکر و تحمید سے کام لو۔ (تنبیہ) پہلے اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ الخ میں بتلایا تھا کہ دنیا کے سامان عیش و طرب میں پڑ کر آدمی کو آخرت سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ آیۂ ہذا میں تنبیہ فرما دیا کہ یہاں کی تکالیف و مصائب میں گھبرا جانا چاہیئے کہ حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرے۔

ف۸ اکثر متکبر مالداروں کی حالت یہی ہوتی ہے کہ بڑائی اور شیخی تو بہت مارینگے مگر خرچ کرنے کے نام پیسہ جیب سے نہ نکلے گا۔ کسی اچھے کام میں خود دینے کی توفیق نہ ہوگی اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی یہی سبق پڑھائیں گے۔ موقع پر بڑھ کر خرچ کرنا متوکلوں اور ہمت والوں کا کام ہے جو پیسہ سے محبت نہیں کرتے، اور جانتے ہیں کہ سختی اور نرمی سب اُسی مالک علی الاطلاق کی طرف سے ہے۔ ف۹ یعنی تمہارے خرچ کرنے یا نہ کرنے سے اُس کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ تو بے نیاز اور بے پرواذات ہے۔ تمام خوبیاں علیٰ وجہ الکمال اُس کی ذات میں جمع ہیں۔ تمہارے کسی فعل سے اُس کی کسی خوبی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ نفع نقصان ہے تمہارا ہے۔ خرچ کرو گے خود فائدہ اُٹھاؤ گے، نہ کرو گے گھاٹے میں رہو گے۔ ف۱۰ کتاب اور ترازو۔ شاید اسی تولنے کی ترازو کو کہا کہ اُس کے ذریعہ سے بھی حقوق ادا کرنے اور لین دین میں انصاف ہوتا ہے۔ یعنی کتاب اللہ اس لیئے اُتاری کہ لوگ عقائد اور اخلاق و اعمال میں سیدھے انصاف کی راہ چلیں، افراط و تفریط کے راستہ پر قدم نہ ڈالیں۔ اور ترازو اس لیئے پیدا کی کہ بیع و شراء وغیرہ معاملات میں انصاف کا پلّہ کسی طرف اُٹھا، یا جھکا نہ رہے۔ اور ممکن ہے "ترازو" شریعت کو فرمایا ہو۔ جو تمام اعمال قلبیہ و قالبیہ کے حسن و قبح کو ٹھیک جانچ تول کر بتلاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ

اور ہم نے اُتارا لوہا ف۱ اُس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کام چلتے ہیں ف۲ اور تاکہ معلوم کرے اللہ

يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا

کون مدد کرتا ہے اُسکی اور اُسکے رسولوں کی بن دیکھے ف۳ بیشک اللہ زورآور ہے زبردست ف۴ اور ہم نے بھیجا نوح کو

وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ

اور ابراہیم کو اور ٹھہرا دی دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب ف۵ پھر کوئی اُن میں راہ پر ہے اور بہت

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

اُن میں نافرمان ہیں ف۶ پھر پیچھے بھیجے اُنکے قدموں پر اپنے رسول ف۷ اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ڏ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ

اور اُسکو ہم نے دی انجیل ف۸ اور رکھ دی اُسکے ساتھ چلنے والوں کے دل میں نرمی اور مہربانی ف۹

وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا

اور ایک ترک کرنا دنیا کا جو اُنہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ اُن پر مگر کیا چاہنے کو اللہ کی رضامندی پھر نہ

رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

نباہا اُسکو جیسا چاہیئے تھا نباہنا ف۱۰ پھر دیا ہم نے اُن لوگوں کو جو اُن میں ایماندار تھے اُنکا بدلا اور بہت اُن میں نافرمان ہیں ف۱۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اُسکے رسول پر دے گا تم کو دو حصے اپنی رحمت سے اور

يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ ڒ

رکھ دیگا تم میں روشنی جس کو لئے پھرو اور تم کو معاف کریگا اور اللہ معاف کرنیوالا ہے مہربان ف۱۲

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ

تاکہ نہ جانیں کتاب والے کہ پا نہیں سکتے کوئی چیز اللہ کے فضل میں سے اور

اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

یہ کہ بزرگی اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ف۱۳

ع ۳ / ۶ / ۱۹ — ع ۴ / ۲۰

ف۱ یعنی اپنی قدرت سے پیدا کیا اور زمین میں اُس کی کانیں رکھدیں۔ ف۲ یعنی لوہے سے لڑائی کے سامان (اسلحہ وغیرہ) تیار ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کے بہت سے کام چلتے ہیں۔ ف۳ یعنی جو آسمانی کتاب سے راہ راست پر نہ آئیں اور انصاف کی ترازو کو دنیا میں سیدھا نہ رکھیں، ضرورت پڑیگی کہ اُن کی گوشمالی کیجائے اور ظالم و کجرو معاندین پر اللہ و رسول کے احکام کا وقار و اقتدار قائم رکھا جائے۔ اُس وقت شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ ڈالنا اور ایک خالص دینی جہاد میں اِسی لوہے سے کام لینا ہوگا۔ اُس وقت کھل جائیگا کہ کونسے وفادار بندے ہیں جو بن دیکھے خدا کی محبت میں آخرت کے غائبانہ اجر و ثواب پر یقین کرکے اُس کے دین اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔ ف۴ یعنی جہاد کی تعلیم و ترغیب اس لیئے نہیں دی گئی کہ اللہ کچھ تمہاری امداد و اعانت کا محتاج ہے۔ بھلا اُس زورآور اور زبردست ہستی کو کمزور مخلوق کی کیا حاجت ہوسکتی تھی۔ ہاں تمہاری وفاداری کا امتحان مقصود ہے تاکہ جو بندے اس میں کامیاب ہوں اُن کو اعلیٰ مقامات پر پہنچایا جائے۔ ف۵ یعنی پیغمبری اور کتاب کے لیئے اِن دونوں کی نسل کو چن لیا کہ اُن کے بعد یہ دولت اُن کی ذُرّیت سے باہر نہ جائے گی۔ ف۶ یعنی جن لوگوں کی طرف وہ بھیجے گئے تھے یا یوں کہو کہ اُن دونوں کی اولاد میں سے بعضے راہ پر رہے اور اکثر نافرمان ثابت ہوئے۔ ف۷ یعنی پچھلے رسول اُن ہی پہلوں کے نقش قدم پر تھے۔ اصولی حیثیت سے سب کی تعلیم ایک تھی۔ ف۸ یعنی آخر میں انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو انجیل دے کر بھیجا۔ ف۹ یعنی حضرت مسیح کے ساتھی جو واقعی اُن کے طریقہ پر چلنے والے تھے اُن کے دلوں میں اللہ نے نرمی رکھی تھی، وہ خلق خدا کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ ف۱۰ یعنی آگے چل کر حضرت مسیح کے متبعین نے بے دین بادشاہوں سے تنگ ہو کر اور دنیا کے مخصوں سے گھبرا کر ایک بدعت رہبانیت کی نکالی، جس کا حکم اللہ کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا۔ مگر نیت اُن کی یہ ہی تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ پھر اُس کو پوری طرح نباہ نہ سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ فقیری اور تارک الدنیا بننا، نصاریٰ نے رسم نکالی، جنگل میں تکیہ بنا کر بیٹھے۔ نہ جورو رکھتے نہ بیٹا، نہ کماتے نہ جوڑتے، محض عبادت میں لگے رہتے، خلق سے نہ ملتے۔ اللہ نے بندوں کو یہ حکم نہیں دیا (کہ اس طرح دنیا چھوڑ کر بیٹھ رہیں) مگر جب اپنے اوپر ترک دنیا کا نام رکھا، پھر اس پردے میں دنیا چاہنا بڑا وبال ہے۔" شریعت حقہ اسلامیہ نے اس اعتدال فطری سے متجاوز رہبانیت کی اجازت نہیں دی۔ ہاں بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اس اُمت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے"۔ کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ و تعلقات سے واقعی الگ ہو کر اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے۔ (تنبیہ) "بدعت" کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو اور اُس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔ ف۱۱ یعنی اُن میں کے اکثر نافرمان ہیں۔ اِسی لیئے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و سلم پر باوجود دل میں یقین رکھنے کے ایمان نہیں لاتے۔

ف۱۲ یعنی اس رسول کے تابع رہو کہ یہ نعمتیں پاؤ۔ گذشتہ خطاؤں کی معافی اور ہر عمل کا دونا ثواب اور روشنی لیئے پھرو یعنی تمہارا وجود ایمان و تقویٰ سے نورانی ہو جائے۔ اور آخرت میں یہ ہی نور تمہارے آگے اور داہنی طرف چلے۔ (تنبیہ) احقر کے خیال میں یہ خطاب اُن اہل کتاب کو ہے جو حضور پر ایمان لا چکے تھے۔ اِس تقدیر پر "وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ" سے ایمان پر ثابت و مستقیم رہنا مراد ہوگا۔ باقی اہل کتاب کو دونا ثواب ملنے کا کچھ بیان سورہ "قصص" میں گذر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

ف۱۳ یعنی اہل کتاب پہلے پیغمبروں کے احوال سُن کر پچھتاتے کہ افسوس ہم اُن سے دور پڑ گئے ہم کو وہ درجے ملنے محال ہیں جو نبیوں کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ سو یہ رسول، اللہ نے کھڑا کیا، اِسکی صحبت میں پہلے سے دونا کمال اور بزرگی مل سکتی ہے۔ اور اللہ کا فضل بند نہیں ہوگیا۔ (تنبیہ) حضرت شاہ صاحب رحمہ نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔ لیکن اکثر سلف سے یہ منقول ہے کہ یہاں "لِئَلَّا يَعْلَمَ" بمعنی "لِكَيْ يَعْلَمَ" کے ہے۔ یعنی "تاکہ جان لیں اہل کتاب (جو ایمان نہیں لائے) کہ وہ دسترس نہیں رکھتے اللہ کے فضل پر۔ اور فضل صرف اللہ کے ہاتھ ہے جس پر چاہے کرے۔ چنانچہ اہل کتاب میں سے جو خاتم الانبیاء پر ایمان لائے اُن پر یہ فضل کر دیا کہ اُن کو دوگنا اجر ملتا ہے اور گذشتہ خطاؤں کی معافی اور روشنی مرحمت ہوتی ہے۔ اور جو ایمان نہیں لائے وہ اِن انعامات سے محروم ہیں۔ تم سورۃ الحدید فللّٰہ الحمد والمنۃ

سُوْرَةُ الْمُجَادِلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ

سن لی اللہ نے بات اُس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں اور جھینکتی تھی

اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ

اللہ کے آگے ف۱ اور اللہ سنتا تھا سوال جواب تم دونوں کا بیشک اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے ف۲ جو لوگ

يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ

ماں کہہ بیٹھیں تم میں سے اپنی عورتوں کو وہ نہیں ہو جاتیں اُنکی مائیں اُنکی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے

وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ

اُن کو جنا اور وہ بولتے ہیں ایک ناپسند بات اور جھوٹی ف۳ اور اللہ معاف کرنے والا

غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ

بخشنے والا ہے ف۴ اور جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں اپنی عورتوں کو پھر کرنا چاہیں وہی کام جس کو کہا ہے تو آزاد

رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

کرنا چاہیے ایک بردہ پہلے اس سے کہ آپس میں ہاتھ لگائیں ف۵ اس سے تم کو نصیحت ہوگی ف۶ اور اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ تم

خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ

کرتے ہو ف۷ پھر جو کوئی نہ پائے تو روزے ہیں دو مہینے کے لگاتار ف۸ پہلے اس سے کہ آپس میں چھوئیں

فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

پھر جو کوئی یہ نہ کر سکے تو کھانا دینا ہے ساٹھ محتاجوں کا ف۹ یہ حکم اس واسطے کہ تابعدار ہو جاؤ اللہ کے اور

رَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④ اِنَّ الَّذِيْنَ

اُسکے رسول کے ف۱۰ اور یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی اور منکروں کے واسطے عذاب ہے دردناک ☆ جو لوگ کہ

ف۱ اسلام سے پہلے مرد اگر اپنی عورت کو کہتا کہ تو میری ماں ہے تو سمجھتے تھے کہ ساری عمر کے لیے اُس پر حرام ہو گئی۔ پھر کوئی صورت اُن کے ملنے کی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک مسلمان (اوس بن الصامت) اپنی عورت (خولہ بنت ثعلبہ) کو یہی کہہ بیٹھا۔ عورت حضرت کی خدمت میں پہنچی اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ابھی تک کوئی خاص حکم نہیں دیا میں خیال کرتا ہوں کہ تو اُس پر حرام ہو گئی۔ اب تم دونوں کیونکر مل سکتے ہو۔ وہ شکوہ و زاری کرنے لگی کہ گھر ویران ہوتا ہے اولاد پریشان ہوتی ہے کبھی حضورؐ سے جھگڑتی کہ یا رسول اللہ اُس نے اِن الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ کبھی اللہ کے آگے رونے جھینکنے لگتی کہ اللہ! میں اپنی تنہائی اور مصیبت کی فریاد تجھ سے کرتی ہوں۔ اِن بچوں کو اگر اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مریں گے، اُس کے پاس چھوڑوں تو یوں ہی (کس مپرسی میں) ضائع ہو جائیں گے۔ اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان سے میری مشکل کو حل کر۔ اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور ظہار کے متعلق حکم اترا (تنبیہ) حنفیہ کے نزدیک ظہار یہ ہے کہ اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ (ماں بہن وغیرہ) کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کی طرف دیکھنا اُس کو منع ہو۔ مثلاً یوں کہے "اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ" (تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ) "ظہار" کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجائے۔ ف۲ یعنی اللہ تو سب ہی کچھ سنتا دیکھتا ہے۔ جو گفتگو آپ کے اور اُس عورت کے درمیان ہوئی وہ کیوں نہ سنتا۔ بیشک وہ مصیبت زدہ عورت کی فریاد کو پہنچا۔ اور ہمیشہ کے لیے اس قسم کے حوادث سے عہدہ برآ ہونے کا راستہ بتلا دیا۔ جو آگے آتا ہے۔ ف۳ یعنی بیوی (جس نے اس کو جنا نہیں) وہ اس کی واقعی ماں کیونکر بن سکتی ہے جو محض اتنے لفظ پر ہمیشہ کے لیے حقیقی ماں کی طرح حرام ہو جائے؟ ہاں آدمی جب اپنی بدتمیزی سے ایک جھوٹی نامعقول اور بیہودہ بات کہدے اُس کا بدلہ یہ ہے کہ کفارہ دے، تب اُس کے پاس جائے ورنہ نہ جائے۔ پر عورت اُسی کی رہی، محض ظہار سے طلاق نہیں پڑ گئی۔ ف۴ یعنی جاہلیت میں جو ایسی حرکت کر چکے وہ معاف ہے۔ اب ہدایت آچکنے کے بعد ایسا مت کرو۔ اگر غلطی سے کر گذرے تو توبہ کر کے اللہ سے معاف کراؤ۔ اور عورت کے پاس جانے سے پہلے کفارہ ادا کرو۔ ف۵ یعنی یہ لفظ (اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ) کہا صحبت موقوف کرنے کو۔ پھر صحبت کرنا چاہیں تو پہلے ایک غلام آزاد کر لیں اُس کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں (تنبیہ) حنفیہ کے ہاں کفارہ دینے سے پہلے جماع اور دواعی جماع دونوں ممنوع ہیں۔ بعض احادیث میں ہے "اَمَرَهٗ اَنْ لَا يَقْرَبَهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ" ف۶ یعنی کفارہ کی مشروعیت تمہاری تنبیہ و نصیحت کیلئے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو۔ اور دوسرے بھی باز آئیں۔ ف۷ یعنی تمہارے احوال کے مناسب احکام بھیجتا ہے اور خبر رکھتا ہے کہ تم کس حد تک اُن پر عمل کرتے ہو۔ ف۸ یعنی بیچ میں دم نہ لے۔ ف۹ بردہ (غلام) آزاد کرنے کا مقدور نہ ہو تب روزے رکھ سکتا ہے۔ اور روزے رکھنے سے مجبور ہو تب کھانا دے سکتا ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجائے۔ ف۱۰ یعنی جاہلیت کی باتیں چھوڑ کر اللہ و رسول کے احکام پر چلو، جو مومن کامل کی شان ہے۔

ف۱ یعنی مؤمنین کا کام نہیں کہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود سے تجاوز کریں۔ باقی رہے کافر جو حدود اللہ کی پرواہ نہیں کرتے اور خود اپنی رائے و خواہش سے حدیں مقرر کرتے ہیں، اُنہیں چھوڑیئے کہ اُنکے لیئے دردناک عذاب تیار ہے ایسے لوگ پہلے زمانہ میں بھی ذلیل و خوار ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ اللہ کی روشن اور صاف صاف آیتیں سُن لینے کے بعد انکار پر جمے رہنا اور خدائی احکام کی عزت و احترام نہ کرنا اپنے کو ذلت کے عذاب میں پھنسانے کا مرادف ہے۔ ف۲ یعنی جو کام کیئے تھے اُن سب کا نتیجہ سامنے آجائیگا کوئی ایک عمل بھی غائب نہ ہوگا۔

يُحَادُّونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ

مخالفت کرتے ہیں اللہ کی اور اُسکے رسول کی وہ خوار ہوئے جیسے کہ خوار ہوئے ہیں وہ لوگ جو اُن سے پہلے تھے اور ہم نے

أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ

اُتاری ہیں آیتیں بہت صاف اور منکروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا ف۱ جس دن کہ اُٹھائیگا اللہ

جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

اُن سب کو پھر جتلائیگا اُنکو اُنکے کیئے کام ف۲ اللہ نے وہ سب گن رکھے ہیں اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہے ہر

شَهِيدٌ ﴿٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا

چیز ف۳ تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں کہیں

يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ

نہیں ہوتا مشورہ تین کا جہاں وہ نہیں ہوتا اُنمیں چوتھا اور نہ پانچ کا جہاں وہ نہیں ہوتا اُنمیں چھٹا

وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ

اور نہ اُس سے کم اور نہ زیادہ جہاں وہ نہیں ہوتا اُنکے ساتھ جہاں کہیں ہوں ف۴ پھر

يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى

جتلا دیگا اُنکو جو کچھ اُنہوں نے کیا قیامت کے دن بیشک اللہ کو معلوم ہے ہر چیز ☆ تو نے نہ دیکھا اُن

الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ

لوگوں کو جن کو منع ہوئی کانا پھوسی پھر بھی وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے اور کان میں باتیں کرتے ہیں

بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا

گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی ف۵ اور جب آئیں تیرے پاس تجھ کو وہ دعا دیں جو

لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا

دُعا نہیں دی تجھ کو اللہ نے اور کہتے ہیں اپنے دل میں کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ اُس پر جو

نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

ہم کہتے ہیں کافی ہے اُن کو دوزخ داخل ہونگے اُس میں سو بُری جگہ پہنچے ف۶ اے

ف۳ یعنی اُن کو اپنی عمر بھر کے بہت سے کام یاد بھی نہیں رہے یا اُن کی طرف توجہ نہیں رہی لیکن اللہ کے ہاں وہ سب ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ سارا دفتر اُس دن کھول کر سامنے رکھ دیا جائیگا۔ ف۴ یعنی صرف اُن کے اعمال ہی پر کیا منحصر ہے۔ اللہ کے علم میں تو آسمان و زمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس، کوئی سرگوشی اور کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ نہیں ہوتا جہاں اللہ اپنے علم محیط کے ساتھ موجود نہ ہو جہاں تین آدمی چھپ کر مشورہ کرتے ہوں نہ سمجھیں کہ وہاں کوئی چوتھا نہیں سُن رہا۔ اور پانچ کی کمیٹی خیال نہ کرے کہ کوئی چھٹا سننے والا نہیں خوب سمجھ لو کہ تین ہوں یا پانچ یا اُس سے کم زیادہ، کہیں ہوں کسی حالت میں ہوں، اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے علم محیط سے اُنکے ساتھ ہے۔ کسی وقت اُن سے جُدا نہیں۔ (تنبیہ) مشورہ میں اگر صرف دو شخص ہوں تو بصورت اختلاف ترجیح دشوار ہوتی ہے۔ اسی لیئے عموماً معاملات مہمہ میں طاق عدد رکھتے ہیں اور ایک کے بعد پہلا طاق عدد تین تھا پھر پانچ۔ شاید اس لیئے اِن دو کو اختیار فرمایا اور آگے "وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ" سے تعمیم فرمادی۔ باقی حضرت عمرؓ کا شوریٰ خلافت کو چھ بزرگوں میں دائر کرنا (حالانکہ چھ کا عدد طاق نہیں) اِس لیئے ہوگا کہ اُس وقت یہی چھ خلافت کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق تھے جن میں سے کسی کو چھوڑا نہیں جاسکتا تھا۔ نیز خلیفہ کا انتخاب اُن ہی چھ میں سے ہو رہا تھا تو ظاہر ہے جس کا نام آتا اُس کے سوا رائے دینے والے تو پانچ ہی رہتے ہیں۔ پھر بھی احتیاطاً حضرت عمرؓ نے بصورت مساوات ایک جانب کی ترجیح کے لیئے عبداللہ بن عمرؓ کا نام لے دیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۵ حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر منافق سرگوشیاں کرتے مجلس والوں کا مذاق اُڑاتے اُن پر عیب پکڑتے۔ ایک دوسرے کے کان میں اس طرح بات کہتا اور آنکھوں سے اشارے کرتا جس سے مخلص مسلمانوں کو تکلیف ہوتی۔ اور حضرت کی بات سُن کر کہتے یہ مشکل کام ہم سے کہاں ہوسکیگا۔ پہلے سورہ "نساء" میں اس طرح کی سرگوشیوں سے منع کیا جا چکا تھا، لیکن یہ موذی بے حیا پھر بھی اپنی حرکتوں اور زیادتیوں سے باز نہ آئے۔ اُس پر یہ آیتیں اُتریں۔ ف۶ یعنی اللہ نے تو آپ کو دوسرے انبیاء کے ساتھ یہ دعائیں دی ہیں "سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ" اور "وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ" اور مومنین کی زبانوں سے "السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ"۔ مگر بعض یہود جب آپ کے پاس آتے تو بجائے السَّلَامُ عَلَيْكَ کے دبی زبان سے "السَّامُ عَلَيْكَ" کہتے۔ جس کے معنی ہیں "تجھے موت آئے"۔ گویا اللہ نے جو سلامتی کی دعا آپ کو دی تھی، اُس کے خلاف بددعا دیتے تھے۔ پھر آپس میں کہتے کہ اگر یہ واقعی رسول ہے تو اس کہنے سے ہم پر فوراً عذاب کیوں نہیں آتا۔ اُس کا جواب دیا "حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ" یعنی جلدی نہ کرو۔ ایسا کافی عذاب آئیگا جس کے سامنے دوسرے عذاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ (تنبیہ) احادیث میں "یہود" کے متعلق آیا ہے کہ "السلام" کی جگہ "السام" کہتے تھے۔ ممکن ہے بعض منافقین بھی ایسا کہتے ہونگے۔ کیونکہ منافق عموماً یہودی تھے۔ حضورؐ کی عادت تھی کہ جب کوئی یہودی یہ کہتا آپ جواب میں صرف "وعلیک" فرمادیتے۔ ایک مرتبہ عائشہ صدیقہؓ نے "السام علیک" کے جواب میں یہودی کو "علیک السام واللعنۃ" کہا تو حضور کو کمال خلق سے یہ جواب پسند نہ آیا۔

امنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول
ایمان والو جب تم کان میں بات کرو تو مت کرو بات گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی

وتناجوا بالبر والتقوی واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون ⑨ انما
اور بات کرو احسان کی اور پرہیزگاری کی ف۱ اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم کو جمع ہونا ہے ف۲ یہ جو ہے

النجوی من الشیطن لیحزن الذین امنوا ولیس بضارھم شیئا الا
کانا پھوسی سو شیطان کا کام ہے تاکہ دلگیر کرے ایمان والوں کو اور وہ انکا کچھ نہ بگاڑے گا بدون

باذن اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون ⑩ یایھا الذین امنوا
اللہ کے حکم کے اور اللہ پر چاہیے کہ بھروسہ کریں ایمان والے ف۳ اے ایمان والو

اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل
جب کوئی تم کو کہے کہ کھل کر بیٹھو ف۴ مجلسوں میں تو کھل جاؤ اللہ کشادگی دے تم کو ف۵ اور جب کوئی کہے

انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم
کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو ف۶ اللہ بلند کریگا انکے لیے جو کہ ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم

درجت واللہ بما تعملون خبیر ⑪ یایھا الذین امنوا اذا ناجیتم
انکے درجے ف۷ اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ف۸ اے ایمان والو جب تم کان میں بات

الرسول فقدموا بین یدی نجوىكم صدقة ذلك خیر لکم و
کہنا چاہو رسول سے تو آگے بھیجو اپنی بات کہنے سے پہلے خیرات یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور

اطھر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم ⑫ ءاشفقتم ان
بہت ستھرا پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۹ کیا تم ڈر گئے کہ

تقدموا بین یدی نجوىكم صدقت فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم
آگے بھیجا کرو کان کی بات سے پہلے خیراتیں سو جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے معاف کر دیا تم کو

فاقیموا الصلوة واتوا الزکوة واطیعوا اللہ ورسولہ واللہ خبیر
تو قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو اللہ کے اور اسکے رسول کے اور اللہ کو خبر ہے

ف۱ یعنی سچے مسلمانوں کو منافقین کی خو سے بچنا چاہیئے۔ اُنکی سرگوشیاں اور مشورے ظلم و عُدوان اور اللہ و رسول کی نافرمانی کے لئے نہیں، بلکہ نیکی اور تقویٰ اور معقول باتوں کی اشاعت کے لئے ہونے چاہئیں۔ جیسا کہ سورۂ "نساء" میں گذرا۔ لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ (نساء۔ رکوع ۱۷) ف۲ یعنی سب کو اللہ کے سامنے جمع ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ اُس سے کسی کا ظاہر و باطن پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا اُس سے ڈر کر نیکی اور پرہیزگاری کی بات کرو۔ ف۳ یعنی منافقین کی کانا پھوسی (سرگوشی) اسی غرض سے تھی کہ ذرا مسلمان رنجیدہ اور دلگیر ہوں اور گھبرا جائیں کہ نہ معلوم یہ لوگ ہماری نسبت کیا منصوبے سوچ رہے ہونگے۔ یہ کام شیطان اُن سے کرا رہا تھا۔ مگر مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیطان اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اُس کے قبضہ میں کیا چیز ہے۔ نفع نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اُس کا حکم نہ ہو تو کتنے ہی مشورے کر لیں اور منصوبے گانٹھ لیں، تمہارا بال بیکا نہ ہوگا۔ لہٰذا تم کو غمگین و دلگیر ہونے کے بجائے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ (تنبیہ) احادیث میں ممانعت آئی ہے کہ مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر دو شخص کانا پھوسی کرنے لگیں۔ کیونکہ وہ تیسرا غمگین ہوگا۔ یہ مسئلہ بھی ایک طرح آیۂ ہذا کے تحت میں داخل ہو سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "مجلس میں دو شخص کان میں بات کریں تو دیکھنے والے کو غم ہو کہ مجھ سے کیا حرکت ہوئی جو چھپ کر کہتے ہیں"۔ ف۴ یعنی اس طرح بیٹھو کہ جگہ کھل جائے اور دوسروں کو بھی موقع بیٹھنے کا ملے۔ ف۵ یعنی اللہ تمہاری تنگیوں کو دور کریگا اور اپنی رحمت کے دروازے کشادہ کر دیگا۔ ف۶ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ آداب ہیں مجلس کے۔ کوئی آئے اور جگہ نہ پائے تو چاہیئے سب تھوڑا تھوڑا ہٹیں تا مکان حلقہ کا کشادہ ہو جائے۔ یا (اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوں اور) پرے ہٹ کر حلقہ کر لیں۔ (یا بالکل چلے جانے کو کہا جائے تو چلے جائیں) اتنی حرکت میں غرور (یا بخل) نہ کریں۔ خوئے نیک پر اللہ مہربان ہے اور خوئے بد سے بیزار"۔ (تنبیہ) حضورِ پرنور کی مجلس میں ہر شخص آپ کا قرب چاہتا تھا جس سے کبھی مجلس میں تنگی پیش آتی تھی، حتیٰ کہ بعض مرتبہ اکابر صحابہ کو حضورؐ کے قریب جگہ نہ ملتی۔ اِس لیئے یہ احکام دیئے گئے۔ تا ہر ایک کو درجہ بدرجہ استفادہ کا موقع ملے اور نظم و ضبط قائم رہے۔ اب بھی اس قسم کی انتظامی چیزوں میں صدر مجلس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہیے۔ اسلام ابتری اور بدنظمی نہیں سکھلاتا۔ بلکہ انتہائی نظم و شائستگی سکھلاتا ہے۔ اور جب عام مجالس میں یہ حکم ہے تو میدان جہاد اور صفوف جنگ میں تو اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔ ف۷ یعنی سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں، اُسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں اسی لیئے اللہ تعالیٰ اُن کے درجے اور زیادہ بلند کرتا ہے۔ "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ" یہ متکبر بددین یا جاہل گنوار کا کام ہے کہ اتنی سی بات پر لڑے کہ مجھے یہاں سے کیوں اُٹھا دیا اور وہاں کیوں بٹھا دیا۔ یا مجلس سے اُٹھ جانے کو کیوں کہا۔ افسوس کہ آج بہت سے بزرگ اور عالم کہلانے والے اسی خیالی اعزاز کے سلسلہ میں غیر مختتم جنگ آزمائی اور مورچہ بندی شروع کر دیتے ہیں۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"۔ ف۸ یعنی ہر ایک کو اُس کے کام اور لیاقت کے موافق درجے عطا کرتا ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کون واقعی ایماندار اور اہل علم ہیں۔ ف۹ منافق بے فائدہ باتیں حضرت سے کان میں کرتے کہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتائیں اور بعض مسلمان غیر اہم باتوں میں سرگوشی کر کے اتنا وقت لے لیتے تھے کہ دوسروں کو حضورؐ سے مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا تھا، یا کسی وقت آپ خلوت چاہتے تو اُس میں بھی تنگی ہوتی تھی لیکن مروت و اخلاق کے سبب کسی کو منع نہ فرماتے۔ اُس وقت یہ حکم ہوا کہ جو مقدرت والا آدمی حضورؐ سے سرگوشی کرنا چاہے وہ اس سے پہلے کچھ خیرات کر کے آیا کرے۔ اس میں کئی فائدے ہیں۔ غریبوں کی خدمت صدقہ کرنے والے کے نفس کا تزکیہ، مخلص و منافق کی تمیز، سرگوشی کرنے والوں کی تقلیل، وغیرہ ذٰلک۔ ہاں جس کے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہ ہو، اُس سے یہ قید معاف ہے۔ جب یہ حکم اُترا منافقین نے مارے بخل کے وہ عادت چھوڑ دی اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ کو پسند نہیں۔ اِسی لیئے یہ قید لگائی گئی ہے۔ آخر یہ حکم اگلی آیت سے منسوخ فرما دیا۔

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ

جو کچھ تم کرتے ہو ف۱ کیا تو نے نہ دیکھا اُن لوگوں کو جو دوست ہوئے ہیں اُس قوم کے جن پر غصہ ہوا ہے اللہ ف۲

مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ ج

نہ وہ تم میں ہیں اور نہ اُن میں ہیں ف۳ اور قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ بات پر اور اُن کو خبر ہے ف۴

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْٓا

تیار رکھا ہے اللہ نے اُنکے لئے سخت عذاب ف۵ بیشک وہ بُرے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں ف۶ بنا رکھا ہے

اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ

اپنی قسموں کو ڈھال پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے تو اُن کو ذلت کا عذاب ہے ☆

تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

کام نہ آئینگے اُن کو اُنکے مال اور نہ اُنکی اولاد اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی وہ لوگ ہیں

النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا

دوزخ کے وہ اُسی میں پڑے رہیں گے ف۷ جس دن جمع کریگا اللہ اُن سب کو پھر قسمیں کھائینگے اسکے آگے جیسے

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾

کھاتے ہیں تمہارے آگے اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں ف۸ سُنتا ہے وہی ہیں اصل جھوٹے ف۹

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ

قابو کر لیا ہے اُن پر شیطان نے پھر بھلا دی اُنکو اللہ کی یاد ف۱۰ وہ لوگ ہیں گروہ

الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

شیطان کا سُنتا ہے جو گروہ ہے شیطان کا وہی خراب ہوتے ہیں ف۱۱ جو لوگ

يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ

خلاف کرتے ہیں اللہ کا اور اُسکے رسول کا وہ لوگ ہیں سب سے بیقدر لوگوں میں ☆ اللہ لکھ چکا کہ میں غالب ہونگا

اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

اور میرے رسول بیشک اللہ زور آور ہے زبردست ف۱۲ تو نہ پائیگا کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور

ع ۲

ف۱ یعنی صدقہ کا حکم دینے سے جو مقصد تھا، حاصل ہو گیا. اب ہم نے یہ وقتی حکم اُٹھا لیا ہے چاہیے کہ اُن احکام کی اطاعت میں ہمہ تن لگے رہو جو کبھی منسوخ ہونے والے نہیں. مثلاً نماز و زکوٰۃ وغیرہ. اِسی سے کافی تزکیۂ نفس ہو جائے گا. (تنبیہ) "فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم پر عام طور سے عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی. بعض روایات میں حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس حکم پر اُمت میں سے صرف میں نے عمل کیا ف۲ یہ لوگ منافق ہیں اور وہ قوم یہود ہے. ف۳ یعنی منافق نہ پوری طرح تم مسلمانوں میں شامل کیونکہ دل سے کافر ہیں، اور نہ پوری طرح اُن میں شریک کیونکہ بظاہر زبان سے اپنے کو مسلمان کہتے تھے. "مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ" ف۴ یعنی بے خبری اور غفلت سے نہیں، جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں. مسلمان سے کہتے ہیں "اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ" کہ وہ تم میں سے ہیں اور تمہاری طرح سچے ایماندار ہیں. حالانکہ ایمان سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں. ف۵ جس کو دوسری جگہ فرمایا "اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" (نساء رکوع ۲۱) ف۶ یعنی خواہ ابھی اُن کو نظر نہ آئے لیکن نفاق کے کام کر کے وہ اپنے حق میں بہت بُرا بیج بو رہے ہیں. ف۷ یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال کو بچاتے ہیں اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرایہ میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پا سکتے بلکہ سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور جب سزا کا وقت آئے گا، اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہ بچا سکیگا. نہ مال کام آئیگا نہ اولاد جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں. ف۸ یعنی یہاں کی عادت پڑی ہوئی وہاں بھی نہ جائے گی. جس طرح تمہارے سامنے جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں اور بڑی اچھی چال چل رہے ہیں. اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھانے کو تیار ہو جائیں گے کہ پروردگار! ہم تو ایسے نہ تھے، ویسے تھے. شاید وہاں بھی خیال ہو کہ اتنا کہہ دینے سے رہائی ہو جائے گی. ف۹ بیشک اصل اور رذیل جھوٹا وہی ہے جو خدا کے سامنے بھی جھوٹ کہنے سے نہ شرمائے ف۱۰ شیطان جس پر پوری طرح قابو کرلے اُس کا دل و دماغ اسی طرح مسخ ہو جاتا ہے اُسے کچھ یاد نہیں رہتا کہ خدا بھی کوئی چیز ہے. بھلا اللہ کی عظمت اور بزرگی و مرتبہ کو وہ کیا سمجھے. شاید محشر میں بھی جھوٹ پر قدرت دے کہ اس کی بے حیائی اور حماقت کا اعلان کرنا ہو کہ اس ممسوخ کو اتنی سمجھ نہیں کہ اللہ کے آگے میرا جھوٹ کیا چلیگا. ف۱۱ شیطانی لشکر کا انجام یقیناً خراب ہے. نہ دنیا میں اُن کے منصوبے آخری کامیابی کا مُنہ دیکھ سکتے ہیں نہ آخرت میں عذاب شدید سے نجات پانے کی کوئی سبیل ہے. ف۱۲ یعنی اللہ و رسول کا مقابلہ کرنیوالے جو حق و صداقت کے خلاف جنگ کرتے ہیں سخت ناکام اور ذلیل ہیں. اللہ لکھ چکا ہے کہ آخرکار حق ہی غالب ہو کر رہیگا. اور اس کے پیغمبر ہی مظفر و منصور ہونگے. اس کی تقریر پہلے کئی جگہ گذر چکی ہے.

ف۱ یعنی ایمان اُنکے دلوں میں جما دیا اور پتھر کی لکیر کی طرح ثبت کر دیا۔ ف۲ یعنی غیبی نور عطا فرمایا جس سے قلب کو ایک خاص قسم کی معنوی حیات ملتی ہے یا روح القدس (جبریل) سے اُنکی مدد فرمائی۔ ف۳ یعنی یہ لوگ اللہ کے واسطے سب سے ناراض ہوئے تو اللہ اُن سے راضی ہؤا۔ پھر جس سے اللہ راضی ہوا اُسے اور کیا چاہیئے۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگرچہ باپ بیٹے ہوں وہ ہی سچے ایمان والے ہیں۔ اُن کو یہ درجے ملتے ہیں"۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان یہ ہی تھی کہ اللہ و رسول کے معاملہ میں کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی، اسی سلسلہ میں ابو عبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ جنگ "اُحد" میں ابوبکر صدیقؓ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہو گئے مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو، عمر بن الخطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو، علی بن ابی طالب، حمزہ، عبیدۃ بن الحارث نے اپنے اقارب عتبہ، شیبہ، اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا، اور رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ نے جو مخلص مسلمان تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ حکم دیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر خدمت میں حاضر کر دوں۔ آپ نے منع فرمادیا۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ ورزقنا اللہ حبہم واتباعہم واماتنا علیہ۔ آمین۔

تم سورۃ المجادلہ فللہ الحمد والمنہ

ف۵ چنانچہ اُس کے زبردست غلبہ اور حکمت کے آثار میں سے ایک واقعہ آگے بیان کیا جاتا ہے۔ ف۶ مدینہ سے مشرقی جانب چند میل کے فاصلہ پر ایک قوم یہود بستی تھی جس کو "بنی نضیر" کہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے جتھے والے اور سرمایہ دار تھے، اپنے مضبوط قلعوں پر اُن کو ناز تھا۔ حضور جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو شروع میں اُنہوں نے آپ سے صلح کا معاہدہ کر لیا، کہ ہم آپ کے مقابلہ پر کسی کی مدد نہ کریں گے۔ پھر مکہ کے کافروں سے نامہ و پیام کرنے لگے، حتیٰ کہ اُن کے ایک بڑے سردار کعب بن اشرف نے چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچ کر بیت اللہ شریف کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان باندھا۔ آخر چند روز بعد اللہ و رسول کے حکم سے محمد بن مسلمہ نے اس غدار کا کام تمام کر دیا۔ پھر بھی "بنی نضیر" کی طرف سے بدعہدی کا سلسلہ جاری رہا کبھی دغابازی سے حضور کو چند رفیقوں کے ساتھ بلاکر اچانک قتل کرنا چاہا ایک مرتبہ حضور جہاں بیٹھے تھے اوپر سے بھاری چکی کا پاٹ ڈال دیا اگر لگے تو آدمی مرجائے۔ مگر سب مواقع پر اللہ کے فضل نے حفاظت فرمائی۔ آخر حضور نے مسلمانوں کو جمع کیا۔ ارادہ یہ کہ اُن سے لڑیں جب مسلمانوں نے نہایت سُرعت و مستعدی سے مکانوں اور قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ وہ مرعوب و خوفزدہ ہو گئے۔ عام لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ اُنہوں نے گھبرا کر صلح کی التجا کی۔ آخر یہ قرار پایا کہ وہ مدینہ خالی کر دیں۔ اُنکی جانوں سے تعرض نہ کیا جائیگا اور جو مال اسباب اُٹھا کر لیجا سکتے ہیں لیجائیں۔ باقی مکان، زمین، باغ وغیرہ پر مسلمان قابض ہوئے۔ حق تعالیٰ نے وہ زمین مال غنیمت کی طرح تقسیم نہ کرائی، صرف حضرت کے اختیار پر رکھی حضرت نے اکثر اراضی مہاجرین پر تقسیم کر دیں۔ اس طرح انصار پر سے اُن کا خرچ ہلکا ہوا۔ اور مہاجرین و انصار دونوں کو فائدہ پہنچا نیز حضرت اپنے گھر کا اور وارد و صادر کا سالانہ خرچ بھی اِسی سے لیتے تھے اور جو بچ رہتا اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے۔ اس سورت میں یہ ہی قصہ مذکور ہے۔ ف۷ یعنی ایک ہی ہلّہ میں گھبرا گئے اور پہلی ہی مڈبھیڑ پر مکان اور قلعے چھوڑ کر نکل بھاگنے کو تیار ہو بیٹھے۔ کچھ بھی ثابت قدمی نہ دکھلائی۔ (تنبیہ) "اول الحشر" سے بعض مفسرین کے نزدیک یہ مُراد ہے کہ اس قوم کے لیئے اس طرح ترک وطن کرنے کا یہ پہلا ہی موقع تھا قبل ازیں ایسا واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ یا "اول الحشر" میں اس طرف اشارہ ہو کہ ان یہود کا پہلا حشر یہ ہے کہ مدینہ چھوڑ کر بہت سے خیبر وغیرہ چلے گئے اور دوسرا حشر وہ ہوگا جو حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیش آیا یعنی دوسرے یہود و نصاریٰ کی معیت میں یہ لوگ بھی خیبر سے ملک شام کی طرف نکالے گئے جہاں آخری حشر بھی ہونا ہے۔ اسی لیئے "شام" کو "ارض المحشر" بھی کہتے ہیں۔

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ

پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اُسکے رسول کے خواہ وہ اپنے باپ ہوں

اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ

یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے اُن کے دلوں میں اللہ نے لکھ دیا ہے ایمان ف۱

وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور اُنکی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے ف۲ اور داخل کریگا اُنکو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

ہمیشہ رہیں اُن میں اللہ اُن سے راضی اور وہ اُس سے راضی ف۳ وہ لوگ ہیں

حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

گروہ اللہ کا سُنتا ہے جو گروہ ہے اللہ کا وہی مُراد کو پہنچے ف۴

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا ثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حشر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوبیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾

اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا ف۵

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ

وہی ہے جس نے نکال دیا اُن کو جو منکر ہیں کتاب والوں میں اُنکے گھروں سے ف۶

لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ڼ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ

پہلے ہی اجتماع پر لشکر کے ف۷ تم نہ اٹکل کرتے تھے کہ نکلیں گے اور وہ خیال کرتے تھے کہ اُنکو بچالیں گے اُنکے قلعے

مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اللہ کے ہاتھ سے پھر پہنچا اُن پر اللہ جہاں سے اُن کو خیال نہ تھا اور ڈال دی اُنکے دلوں میں

ف۱ یعنی اُنکے سازو سامان، مضبوط قلعے، اور جنگجویانہ اطوار دیکھ کر نہ تم کو اندازہ تھا کہ اس قدر جلد اتنی آسانی سے وہ ہتھیار ڈالدیں گے اور نہ اُنکو خیال تھا کہ مٹھی بھر بے سروسامان لوگ اس طرح قافیہ تنگ کر دینگے وہ اسی خواب خرگوش میں تھے کہ مسلمان (جن کے سروں پر اللہ کا ہاتھ ہے) ہمارے قلعوں تک پہنچنے کا حوصلہ نہ کر سکیں گے۔ اور اس طرح گویا اللہ کے ہاتھ سے بچ نکلیں گے۔ مگر اُنہوں نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت اللہ کے حکم کو نہ روک سکی۔ اُنکے اوپر اللہ کا حکم وہاں سے پہنچا جہاں سے اُن کو خیال و گمان بھی نہ تھا یعنی دل کے اندر سے خدا تعالیٰ نے اُنکے دلوں میں رعب ڈالدیا اور بے سروسامان مسلمانوں کی دھاک بٹھلادی ایک تو پہلے ہی اپنے سردار کعب بن اشرف کے ناگہانی قتل سے مرعوب و خوفزدہ ہو رہے تھے۔ اب مسلمانوں کے اچانک حملے نے رہے سہے حواس بھی کھو دیئے۔ ف۲ یعنی حرص اور غیظ و غضب کے جوش میں مکانوں کے کڑی تختے، کواڑ اکھاڑنے لگے تاکوئی چیز جو ساتھ لیجا سکتے ہیں رہ نہ جائے اور مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگے۔ اس کام میں مسلمانوں نے بھی اُن کا ہاتھ بٹایا۔ ایک طرف سے وہ خود گراتے تھے دوسری طرف سے مسلمان، اور غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے ہاتھوں جو تباہی و ویرانی عمل میں آئی وہ بھی ان ہی بدبختوں کی بدعہدیوں اور شرارتوں کا نتیجہ تھی۔ ف۳ یعنی اہل بصیرت کے لیے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ کفر، ظلم، شرارت اور بدعہدی کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ محض ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہو جانا عقلمند کا کام نہیں۔ ف۴ یعنی اُنکی قسمت میں جلاوطنی کی سزا لکھی تھی۔ یہ بات نہ ہوتی تو کوئی دوسری سزا دنیا ہی میں دی جاتی۔ مثلاً بنی قریظہ کی طرح مارے جاتے۔ غرض سزا سے بچ نہیں سکتے۔ یہ خدا کی حکمت ہے کہ قتل کے بجائے محض جلاوطنی پر اکتفا کیا گیا۔ لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی سزا میں ہے آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان کافروں سے ٹل نہیں سکتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جب یہ قوم ملک شام سے بھاگ کر یہاں آئی تھی تو اُن کے بڑوں نے کہا تھا کہ ایک دن تم کو یہاں سے ویران ہو کر پھر شام میں جانا پڑیگا چنانچہ اُس وقت اُجڑ کر (بعض شام میں چلے گئے اور بعض خیبر میں) رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہاں سے اُجڑ کر شام ہی گئے۔

ف۵ یعنی ایسے مخالفوں کو ایسی سخت سزا ملتی ہے۔ ف۶ جب وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے تو حضرتؐ نے اجازت دی کہ اُن کے درخت کاٹے جائیں اور باغ اُجاڑے جائیں تا اُس کے درد سے باہر نکل کر لڑنے پر مجبور ہوں اور کھلی ہوئی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اس پر کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے کہ فتح کے بعد مسلمانوں کے کام آئیں گے۔ کافروں نے طعن کرنا شروع کیا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں۔ کیا درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں؟ اُس پر یہ آیت اُتری یعنی یہ سب کچھ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہے۔ حکم الٰہی کی تعمیل کو فساد نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ گہری حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حکم کے بعض مصالح اوپر بیان ہو چکیں۔ ف۷ یعنی تاکہ مسلمانوں کو عزت دے اور کافروں کو ذلیل کرے۔ چنانچہ جو درخت چھوڑ دیئے گئے اُس میں مسلمانوں کی ایک کامیابی اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ یہ مسلمان اس کو برتیں گے اور نفع اُٹھائیں گے۔ اور جو کاٹے یا جلائے گئے اُس میں مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی ظہور آثار غلبہ اور کفار کو غیظ و غضب میں ڈالنا ہے کہ مسلمان ہماری چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں۔ لہٰذا دونوں امر جائز اور حکمت پر مشتمل ہیں۔ ف۸ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہی فرق رکھا ہے "غنیمت" میں اور "فَیْ" میں۔ جو مال لڑائی سے ہاتھ لگا وہ غنیمت ہے اُس میں پانچواں حصہ اللہ کی نیاز (جسکی تفصیل دسویں پارہ کے شروع میں گذر چکی) اور چار حصے لشکر کو تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اور جو بغیر جنگ کے ہاتھ آیا وہ سب کا سب مسلمانوں کے خزانہ میں رہے۔ (اُنکی مصالح عامہ میں) اور جو کام ضروری ہو اُس پر خرچ ہو۔ (تنبیہ) اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد کفار مرعوب ہو کر صلح کی طرف مسارعت کریں اور مسلمان قبول کر لیں، اس صورت میں جو اموال صلح سے حاصل ہونگے وہ بھی حکم "فَیْ" میں داخل ہیں۔ نبی کریم صلعم کے عہد مبارک میں اموال "فَیْ" خالص حضور کے اختیار و تصرف میں ہوتے تھے ممکن ہے کہ یہ اختیار مالکانہ ہو جو صرف آپ کے لیے مخصوص تھا جیسا کہ آیات حاضرہ میں "علیٰ رسولہٖ"

الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا

دھاک ف۱ اُجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں ف۲ سو عبرت پکڑو

يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ﴿٢﴾ وَلَوْلَا أَن كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي

اے آنکھ والو ف۳ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لکھ دیا تھا اللہ نے اُن پر جلاوطن ہونا تو اُن کو عذاب دیتا

الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿٣﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ

دنیا میں اور آخرت میں ہے اُنکے لیے آگ کا عذاب ف۴ یہ اس لیے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے

وَرَسُولَهُ ۖ وَمَن يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤﴾ مَا قَطَعْتُم

اور اُسکے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا تو اللہ کا عذاب سخت ہے ف۵ جو کاٹ ڈالا تم نے

مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ

کھجور کا درخت یا رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر سو اللہ کے حکم سے ف۶ اور تاکہ رسوا

الْفَاسِقِينَ ﴿٥﴾ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ

کرے نافرمانوں کو ف۷ اور جو مال کہ لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر اُن سے سو تم نے نہیں دوڑائے اُس پر

مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ

گھوڑے اور نہ اونٹ ولیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٦﴾ مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ

اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے ف۸ جو مال لوٹایا اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں

الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَ

والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے ف۹ اور قرابت والے کے ف۱۰ اور یتیموں کا اور محتاجوں کے اور

ابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ وَمَا

مسافر کے تاکہ نہ آئے لینے دینے میں دولتمندوں کے تم میں سے ف۱۱ اور جو

آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ

دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو ف۱۲ اور ڈرتے رہو اللہ سے

کے لفظ سے متبادر ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ محض حاکمانہ ہو بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان اموال کے متعلق آپ کو اگلی آیت میں ہدایت فرما دی کہ وہ جوں باندا فلاں فلاں مصارف میں صرف کیے جائیں۔ آپ کے بعد یہ اموال امام کے اختیار و تصرف میں چلے جاتے ہیں لیکن اُس کا تصرف مالکانہ نہیں ہوتا، محض حاکمانہ ہوتا ہے۔ وہ اُنکو اپنی صوابدید اور مشورہ سے مسلمانوں کی عام ضروریات و مصالح میں خرچ کریگا۔ باقی اموال غنیمت کا حکم اس سے جُدا گانہ ہے۔ خمس نکالے جانے کے بعد خالص لشکر کا حق ہوتا ہے۔ کما دل علیہ قولہ تعالیٰ "وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ" الخ لشکری اپنی خوشی سے چھوڑ دیں وہ علیحدہ بات رہی۔ البتہ شیخ ابوبکر رازی حنفی نے "احکام القرآن" میں نقل کیا ہے کہ یہ حکم اموال منقولہ کا ہے غیر منقولہ میں امام کو اختیار ہے کہ مصلحت سمجھے تو لشکر پر تقسیم کر دے اور مصلحت نہ سمجھے تو مصالح عامہ کے لیے رہنے دے۔ جیسا کہ سواد عراق میں حضرت عمرؓ نے بعض جلیل القدر صحابہ کے مشورہ سے یہی عملدرآمد رکھا۔ اسی مسلک کے موافق شیخ ابوبکر رازی نے "وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ" الخ کو اموال منقولہ پر اور سورۂ "حشر" کی آیات کو اموال غیر منقولہ پر حمل کیا ہے۔ اس طرح کہ پہلی آیت "وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ" حکم "فَیْ" پر اور دوسری آیت "مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ" حکم "غنیمت" پر محمول ہے۔ اور لغۃً "غنیمت" کو لفظ "فَیْ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ف۹ پہلی آیت میں صرف اموال "بنی نضیر" کا ذکر تھا۔ اب اموال "فَیْ" کے متعلق عام ضابطہ بتلاتے ہیں یعنی "فَیْ" پر قبضہ رسول کا اور رسول کے بعد امام کا کہ اُسی پر یہ خرچ پڑتے ہیں۔ باقی اللہ کا ذکر تبرکاً ہوا۔ وہ تو سب ہی کا مالک ہے۔ ہاں کعبہ کا خرچ اور مسجدوں کا بھی جو اللہ کے نام

إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝٧ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ

بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ف (ن) واسطے ان مفلسوں وطن چھوڑنیوالوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے

دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنصُرُونَ اللّٰهَ

گھروں سے اور اپنے مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اسکی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی

وَرَسُولَهُ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ ۝٨ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيمَانَ

اور اسکے رسول کی وہ لوگ وہی ہیں سچے ف۲ اور (ن) جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں

مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ

اُنسے پہلے سے ف۳ وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے انکے پاس ف۴ اور نہیں پاتے اپنے دل میں

حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلٰٓى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ

تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں انکو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ ف۵

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٩ وَالَّذِينَ جَآءُو مِنۢ

اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں مراد پانیوالے ف۶ اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے اُنکے

بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ

بعد ف۷ کہتے ہوئے اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں

وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝١٠

اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان ف۸

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دغاباز ہیں کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جو کہ کافر ہیں اہل کتاب

أَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا

میں سے اگر تم کو کوئی نکال دیگا تو ہم بھی نکلیں گے تمہارے ساتھ اور کہا نہ مانینگے کسی کا تمہارے معاملہ

أَبَدًا وَإِن قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ۝١١

میں کبھی اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کرینگے ف۹ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ف۱۰

(بقیہ فوائد صفحہ ۷۰۸) ہیں ممکن ہے اس میں درج ہو۔ ف۱ یعنی حضرت کے قرابت والوں کے۔ چنانچہ حضور اپنے زمانہ میں اس مال میں سے اُن کو بھی دیتے تھے۔ اور اُن میں فقیر کی بھی قید نہیں تھی اپنے چچا حضرت عباسؓ کو جو دولتمند تھے آپ نے حصہ عطا فرمایا۔ اب آپ کے بعد حنفیہ کہتے ہیں کہ حضور کے قرابت دار جو صاحب حاجت ہوں امام کو چاہئے کہ اُنہیں دوسرے محتاجوں سے مقدم رکھے۔ ف۱ یعنی یہ مصارف اس لئے بتلائے کہ ہمیشہ یتیموں، محتاجوں، بیکسوں اور عام مسلمانوں کی خبرگیری ہوتی رہے اور عام اسلامی ضروریات سرانجام پاسکیں۔ یہ اموال محض دولتمندوں کے الٹ پھیر میں پڑ کر اُن کی مخصوص جاگیر بنکر نہ رہ جائیں جن سے سرمایہ دار مزے لوٹیں اور غریب فاقوں مریں۔ ف۱۲ یعنی مال و جائداد وغیرہ جسطرح پیغمبر اللہ کے حکم سے تقسیم کرے اُسے بخوشی و رغبت قبول کرو، جو ملے لو جس سے روکا جائے رُک جاؤ اور اسی طرح اسکے تمام احکام اور اوامر و نواہی کی پابندی رکھو۔

فوائد صفحہ ہذا ف یعنی رسول کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے ڈرتے رہو کہیں رسول کی نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کوئی سخت عذاب مسلط نہ کردے۔ ف۲ یعنی یوں تو اس مال سے عام مسلمانوں کی ضروریات و حوائج متعلق ہیں لیکن خصوصی طور پر ان ایثار پیشہ جاں نثاروں اور سچے مسلمانوں کا حق مقدم ہے جنھوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسول کی محبت و اطاعت میں اپنے گھر بار مال و دولت سب کو خیرباد کہا اور بالکل خالی ہاتھ ہو کر وطن سے نکل آئے تا اللہ و رسول کے کاموں میں آزادانہ مدد کرسکیں۔ ف۳ اس گھر سے مراد ہے مدینہ طیبہ۔ اور یہ لوگ انصار مدینہ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے۔ ف۴ یعنی محبت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنے اموال وغیرہ میں اُن کو برابر کا شریک بنانے کیلئے تیار ہیں۔ ف۵ یعنی مہاجرین کو اللہ تعالیٰ جو فضل و شرف عطا فرمائے یا اموال فیٔ وغیرہ میں سے حضور جو کچھ عنایت کریں، اُسے دیکھ کر انصار دل تنگ نہیں ہوتے نہ حسد کرتے ہیں۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں اور ہر اچھی چیز میں اُنکو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔ خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی اگر انکو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔ ایسا بے مثال ایثار آج تک دنیا کی کس قوم نے کس قوم کیلئے دکھلایا۔ ف۶ یعنی بڑی کامیاب اور بامراد ہیں وہ لوگ جنکو اللہ کی توفیق و دستگیری نے اُنکے دل کے لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھا۔ لالچی اور بخیل آدمی اپنے بھائیوں کیلئے کہاں ایثار کرسکتا ہے اور دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھکر کب خوش ہوتا ہے۔ ف۷ یعنی ان مہاجرین و انصار کے بعد عالم وجود میں آئے۔ یا اُن کے بعد حلقۂ اسلام میں آئے۔ یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ والظاہر ہو الاول۔ ف۸ یعنی سابقین کے لئے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بیر اور بغض نہیں رکھتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور اُنہی کے پیچھے چلیں اور اُن سے بیر نہ رکھیں" امام مالکؒ نے یہیں سے فرمایا کہ جو شخص صحابہ سے بغض رکھے اور اُن کی بدگوئی کرے اُس کے لیے مالِ فیٔ میں کچھ حصہ نہیں۔ ف۹ عبداللہ بن اُبی وغیرہ منافقین نے یہود "بنی النضیر" کو خفیہ پیام بھیجا تھا کہ گھبرانا نہیں اور اپنے کو اکیلا مت سمجھنا اگر مسلمانوں نے تم کو نکالا ہم تمہارے ساتھ نکلینگے اور لڑائی کی نوبت آئی تو تمہاری مدد کرینگے۔ یہ ہمارا بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے۔ اس کے خلاف تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ماننے والے اور پروا کرنے والے نہیں۔ ف۱۰ یعنی دل سے نہیں کہہ رہے محض مسلمانوں کے خلاف اُکسانے کے لیے باتیں بنا رہے ہیں۔ اور جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ہرگز اُس پر عمل نہیں کرینگے۔

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ

اگر وہ نکالے جائیں یہ نہ نکلیں گے اُن کے ساتھ اور اگر اُن سے لڑائی ہوئی یہ نہ مدد کرینگے اُنکی ف۱ اور اگر

نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً

مدد کرینگے تو بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر پھر کہیں مدد نہ پائینگے ف۲ البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے

فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

اُنکے دلوں میں اللہ کے ڈر سے یہ اس لیے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۳ لڑ نہ سکینگے تم سے

جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ

سب مل کر مگر بستیوں کے کوٹ میں یا دیواروں کی اوٹ میں ف۴ اُنکی لڑائی آپس میں

شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

سخت ہے ف۵ تو سمجھے وہ اکٹھے ہیں اور اُنکے دل جُدا جُدا ہو رہے ہیں یہ اس لیے کہ وہ لوگ

لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ

عقل نہیں رکھتے ف۶ جیسے قصہ اُن لوگوں کا جو ہو چکے ہیں اُن سے پہلے قریب ہی چکھی اُنہوں نے سزا

اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ

اپنے کام کی اور اُنکے لیے عذاب دردناک ہے ف۷ جیسے قصہ شیطان کا جب کہے انسان کو

اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

تو منکر ہو پھر جب وہ منکر ہو گیا کہے میں الگ ہوں تجھ سے میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب ہے سارے جہان کا

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

پھر انجام دونوں کا یہی کہ وہ دونوں ہیں آگ میں ہمیشہ رہیں اُسی میں اور یہی ہے سزا گنہگاروں کی ف۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیئے کہ دیکھ لے ہر ایک جی کیا بھیجتا ہے کل کے واسطے ف۹

اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ف۱۰ اور مت ہو اُن جیسے جنہوں نے

ف۱ چنانچہ لڑائی کا سامان ہوا اور "بنی نضیر" محصور ہو گئے۔ ایسی نازک صورت حال میں کوئی منافق اُن کی مدد کو نہ پہنچا۔ اور آخر کار جب وہ نکالے گئے یہ اُس وقت آرام سے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔ ف۲ یعنی اگر بفرض محال منافق اُن کی مدد کو نکلے بھی تو نتیجہ کیا ہوگا۔ بجز اس کے کہ مسلمانوں کے مقابلہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگینگے۔ پھر اُن کی مدد تو کیا کر سکتے، خود اُن کی مدد کو بھی کوئی نہ پہنچیگا۔ ف۳ یعنی اللہ کی عظمت کو سمجھتے اور دل میں اُس کا ڈر ہوتا، تو کفر و نفاق کیوں اختیار کرتے۔ ہاں مسلمانوں کی شجاعت و بسالت سے ڈرتے ہیں۔ اسی لیے اُن کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے نہ میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔ ف۴ یعنی چونکہ ان لوگوں کے دل مسلمانوں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں اس لیے کھلے میدان میں جنگ نہیں کر سکتے۔ ہاں گنجان بستیوں میں قلعہ نشین ہو کر یا دیواروں اور دمدموں کی آڑ میں چھپ کر لڑ سکتے ہیں۔ ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے، کہ یورپ نے مسلمانوں کی تلوار سے عاجز ہو کر قسم قسم کے آتشبار اسلحہ اور طریق جنگ ایجاد کیے ہیں۔ تاہم اب بھی اگر کسی وقت دست بدست جنگ کی نوبت آجاتی ہے تو چند ہی منٹ میں دنیا "لا یقاتلونکم جمیعًا الا فی قری محصنۃ او من ورآء جدر" کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔ باقی اُس قوم کا تو کہنا ہی کیا جس کے نزدیک چھتوں پر چڑھ کر اینٹ پتھر پھینکنا اور تیزاب کی پچکاریاں چلانا ہی بہادری کی سب سے بڑی علامت ہے۔ ف۵ یعنی آپس کی لڑائی میں بڑے تیز اور سخت ہیں جیسا کہ اسلام سے پہلے "اوس و خزرج" کی جنگ میں تجربہ ہو چکا، مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں اُن کی ساری بہادری اور شیخی کرکری ہو جاتی ہے۔ ف۶ یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے ظاہری اتفاق و اتحاد سے دھوکہ مت کھاؤ اُن کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں، ہر ایک اپنی غرض و خواہش کا بندہ، اور خیالات میں ایک دوسرے سے جُدا ہے۔ پھر حقیقی یکجہتی کہاں میسر آسکتی ہے۔ اگر عقل ہو تو سمجھیں کہ یہ نمائشی اتحاد کس کام کا۔ اتحاد اُسے کہتے ہیں جو مومنین قانتین میں پایا جاتا ہے کہ تمام اغراض و خواہشات سے یکسو ہو کر سب نے ایک اللہ کی رسّی کو تھام رکھا ہے، اور اُن سب کا مرنا جینا اُسی خدائے واحد کے لیے ہے۔ ف۷ یعنی ابھی قریب زمانہ میں یہود "بنی قینقاع" اپنی غداری کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ جب اُنہوں نے بدعہدی کی تو مسلمانوں نے ایک مختصر لڑائی کے بعد نکال باہر کیا۔ اور اس سے پیشتر ماضی قریب میں مکہ والے "بدر" کے دن سزا پا چکے ہیں، وہی انجام "بنی نضیر" کا دیکھ لو کہ دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں سزا مل چکی اور آخرت کا دردناک عذاب جوں کا توں رہا۔ ف۸ یعنی شیطان اوّل انسان کو کفر و معصیت پر اُبھارتا ہے۔ جب انسان دام اغوا میں پھنس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بیزار ہوں مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے (یہ کہنا بھی ریا، اور مکاری سے ہوگا) نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی دوزخ کا کندہ بنا اور اُس کو بھی بنایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "شیطان آخرت میں یہ بات کہے گا اور "بدر" کے دن بھی ایک کافر کی صورت میں لوگوں کو لڑواتا تھا۔ جب فرشتے نظر آئے تو بھاگا جس کا ذکر سورۂ "انفال" میں گزر چکا ہے۔ یہی مثال منافقوں کی ہے۔" وہ "بنی نضیر" کو اپنی حمایت و رفاقت کا یقین دلا دلا کر بھرتے پر چڑھاتے رہے آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے، آپ الگ ہو بیٹھے۔ لیکن کیا وہ اس طرح اللہ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں۔ دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ف۹ یعنی اللہ سے ڈر کر طاعات اور نیکیوں کا ذخیرہ فراہم کرو اور سوچو کہ کل کے لیے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے جو مرنے کے بعد وہاں پہنچ کر تمہارے کام آئے۔ ف۱۰ یعنی تمہارا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ لہذا اُس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز رکھو۔

ع ۵

نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِىْٓ

بھلا دیا اللہ کو پھر اللہ نے بھلا دیے اُن کو اُنکے جی وہ لوگ وہی ہیں نافرمان ف۱ برابر نہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا

دوزخ والے اور بہشت والے بہشت والے جو ہیں وہی ہیں مُراد پانے والے ف۲ اگر ہم اتارتے

هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تو دیکھ لیتا کہ وہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے ف۳

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ

اور یہ مثالیں ہم سناتے ہیں لوگوں کو تاکہ وہ غور کریں ف۴ وہ اللہ ہے جس کے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ

سوائے بندگی نہیں کسی کی جانتا ہے جو پوشیدہ ہے اور جو ظاہر ہے وہ ہے بڑا مہربان رحم والا ☆ وہ اللہ ہے

الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ

جسکے سوائے بندگی نہیں کسی کی وہ بادشاہ ہے پاک ذات سب عیبوں سے سالم ف۵ امان دینے والا ف۶ پناہ میں لینے والا

الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ

زبردست دباؤ والا صاحب عظمت پاک ہے اللہ اُنکے شریک بتلانے سے ف۷ وہ اللہ ہے بنانے والا

الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

نکال کھڑا کرنیوالا ف۸ صورت کھینچنے والا ف۹ اُسی کے ہیں سب نام عمدہ ف۱۰ پاکی بول رہا ہے اُسکی جو کچھ ہے آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

اور زمین میں ف۱۱ اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا ف۱۲

سورۃ الممتحنۃ مکیۃ وھی ثلث عشرۃ اٰیۃ وفیہا رکوعان

سورۂ ممتحنہ مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ

ف۱۳ اے ایمان والو نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست تم اُن کو پیغام

ف۱ یعنی جنہوں نے اللہ کے حقوق بھلا دیے، اس کی یاد سے غفلت اور بے پروائی برتی۔ اللہ نے خود اُن کی جانوں سے اُن کو غافل اور بے خبر کر دیا، کہ آنیوالی آفات سے اپنے بچاؤ کی کچھ فکر نہ کی۔ اور نافرمانیوں میں غرق ہو کر دائمی خسارے اور ابدی ہلاکت میں پڑ گئے۔ ف۲ یعنی چاہیے کہ آدمی اپنے کو بہشت کا مستحق ثابت کرے جس کا راستہ قرآن کریم کی ہدایات کے سامنے جھکنے کے سوا کچھ نہیں۔ ف۳ یعنی مقام حسرت و افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر کچھ نہ ہو، حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اُتارا جاتا اور اُس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔ میرے والد مرحوم نے ایک طویل نظم کے ضمن میں یہ تین شعر لکھے تھے:

سُنتے سُنتے نغمہ ہائے محفل بدعات کو
کان بہرے ہو گئے دل بدمزہ ہونے کو ہے
آؤ سُنوائیں تمہیں وہ نغمہ شرع بھی
پارہ جس کے لحن سے طور ہدیٰ ہونے کو ہے
حیف گر تاثیر اُس کی تیرے دل پر کچھ نہ ہو
کوہ جس سے "خاشعًا متصدعًا" ہونے کو ہے!

ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کافروں کے دل بڑے سخت ہیں کہ یہ کلام سُن کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اگر پہاڑ سمجھے تو وہ بھی دب جائے (تنبیہ) یہ تو کلام کی عظمت کا ذکر تھا۔ آگے متکلم کی عظمت و رفعت کا بیان ہے۔ ف۵ یعنی سب نقائص اور کمزوریوں سے پاک، اور سب عیوب و آفات سے سالم، نہ کوئی بُرائی اُسکی بارگاہ تک پہنچی نہ پہنچے۔ ف۶ "مؤمن" کا ترجمہ "امان دینے والا" کیا ہے۔ اور بعض مفسرینؒ کے نزدیک "مصدّق" کے معنی ہیں یعنی اپنی اور اپنے پیغمبروں کی قولاً و فعلاً تصدیق کرنے والا۔ یا مومنین کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا۔ ف۷ یعنی اُس کی ذات و صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ ف۸ "خالق" و "بارئ" کے فرق کی طرف ہم نے سورۂ "بنی اسرائیل" کی آیت "ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی" کے فوائد میں کچھ اشارہ کیا ہے۔ ف۹ جیسا کہ نطفہ پر انسان کی تصویر کھینچ دی۔ ف۱۰ یعنی وہ نام جو اعلیٰ درجہ کی خوبیوں اور کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ ف۱۱ یعنی زبان حال سے یا قال سے بھی جس کو ہم نہیں سمجھتے۔ ف۱۲ تمام کمالات و صفات الٰہیہ کا مرجع ان دو صفتوں "عزیز" اور "حکیم" کی طرف ہے کیونکہ "عزیز" کمال قدرت پر، اور "حکیم" کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اور جتنے کمالات ہیں علم اور قدرت سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہیں۔ روایات میں سورۂ "حشر" کی ان تین آیتوں (ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو سے آخر تک) کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مومن کو چاہیے کہ صبح و شام ان آیات کی تلاوت پر مواظبت رکھے۔

تم سورة الحشر و للہ الحمد و المنّة

ف۱۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح مکہ والوں سے ہوئی تھی جس کا ذکر "انا فتحنا" میں آچکا۔ دو برس یہ صلح قائم رہی، پھر کافروں کی طرف سے ٹوٹی۔ تب حضرت نے خاموشی کے ساتھ فوج جمع کر کے مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ خبروں کی بندش کر دی تھی، مبادا کفار مکہ آپ کی تیاریوں سے آگاہ ہو کر لڑائی کا سامان شروع کر دیں اور اس طرح حرم شریف میں جنگ کرنا ناگزیر ہو جائے۔ ایک مسلمان حاطب بن ابی بلتعہ نے (جو مہاجرین بدریین میں سے تھے) مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا، کہ محمد صلعم کا لشکر اندھیری رات اور سیل بے پناہ کی طرح تم پر ٹوٹنے والا ہے۔ حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا۔ آپ نے حضرت علیؓ وغیرہ چند صحابہ کو حکم دیا کہ ایک عورت مکہ کے راستہ میں سفر کرتی ہوئی فلاں مقام پر ملے گی۔ اُس کے پاس ایک خط ہے، وہ حاصل کر کے لاؤ۔ یہ لوگ تیزی سے روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اُسی مقام پر پا لیا۔ اُس نے بہت لیت و لعل اور رد و کد کے بعد خط اُن کے حوالے کیا۔ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے کفار مکہ کے نام ہے۔ اور مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع دی گئی ہے۔ آپ نے حاطب کو بُلا کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ بولے یا رسول اللہ! نہ میں نے کفر اختیار کیا ہے نہ اسلام سے پھرا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں۔ وہاں اُنکی حمایت کرنیوالا کوئی نہیں۔ میں نے کافروں پر ایک احسان کرنا چاہا کہ وہ لوگ اس کے معاوضہ میں میرے اہل و عیال کی خبر لیتے رہیں۔ اور اُن سے اچھا سلوک کریں (میں نے سمجھا کہ اس سے میرا کچھ فائدہ ہو جائیگا اور اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا) فتح و نصرت کے جو وعدے اللہ نے آپ سے کیے ہیں وہ یقیناً پورے ہو کر رہینگے کسی کے روکے رُک نہیں سکتے۔ (چنانچہ نفس خط میں بھی یہ مضمون تھا کہ "خدا کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا بھی تم پر حملہ آور ہوں تو اللہ اُن کی مدد کریگا اور جو وعدے اُن سے کیے ہیں پورے کر کے چھوڑیگا") بلاشبہ حاطب سے یہ بہت بڑی خطا ہوئی لیکن رحمۃ للعالمین نے فرمایا "لا تقولوا له الا خیرا" بھلائی کے سوا اس کو کچھ مت کہو۔ اور فرمایا حاطب اہل بدر میں سے ہیں تمہیں کیا معلوم ہے کہ اللہ نے بدریین کی خطائیں معاف فرما دیں۔ سورۂ ہذا کا بڑا حصہ اسی قصہ میں نازل ہوا۔

إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ

بھیجتے ہو دوستی سے ف۱ اور وہ منکر ہوئے ہیں اُس کے جو تمہارے پاس آیا سچا دین ف۲ نکالتے ہیں رسول کو

وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي

اور تم کو اس بات پر کہ تم مانتے ہو اللہ کو جو رب ہے تمہارا ف۳ اگر تم نکلے ہو لڑنے کو میری راہ میں

وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا

اور طلب کرنے کو میری رضامندی ف۴ تم انکو چھپا کر بھیجتے ہو دوستی کے پیغام اور مجھ کو خوب معلوم ہے جو

أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١﴾

چھپایا تم نے اور جو ظاہر کیا تم نے ف۵ اور جو کوئی تم میں یہ کام کرے تو وہ بھول گیا سیدھی راہ ف۶

إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَ

اگر تم انکے ہاتھ آ جاؤ ہو جائیں تمہارے دشمن اور چلائیں تم پر اپنے ہاتھ اور

أَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ﴿٢﴾ لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ

اپنی زبانیں برائی کے ساتھ اور چاہیں کہ کسی طرح تم بھی منکر ہو جاؤ ف۷ ہرگز کام نہ آئینگے تمہارے ناتے والے

وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن وہ فیصلہ کریگا تم میں اور اللہ جو تم کرتے ہو

بَصِيرٌ ﴿٣﴾ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ

دیکھتا ہے ف۸ تم کو چال چلنی چاہیے اچھی ابراہیم کی اور جو اُس کے ساتھ تھے

إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ

جب انہوں نے کہا اپنی قوم کو ہم الگ ہیں تم سے اور اُن سے کہ جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے

اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا

سوائے ف۹ ہم منکر ہوئے تم سے ف۱۰ اور کھل پڑی ہم میں اور تم میں دشمنی اور بیر ہمیشہ کو

حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ

یہاں تک کہ تم یقین لاؤ اللہ اکیلے پر ف۱۱ مگر ایک کہنا ابراہیم کا اپنے باپ کو کہ میں مانگونگا معافی

ع ۱۶

ف۱ یعنی کفار کہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی۔ اُن سے دوستانہ برتاؤ کرنا اور دوستانہ پیغام اُنکی طرف بھیجنا ایمان والوں کو زیبا نہیں۔ ف۲ اِس لیئے اللہ کے دشمن ہوئے ف۳ یعنی پیغمبر کو اور تم کو کیسی کیسی ایذائیں دے کر ترک وطن پر مجبور کیا۔ محض اس قصور پر کہ تم ایک اللہ کو جو تمہارا سب کا رب ہے کیوں مانتے ہو۔ اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہوگا۔ تعجب ہے کہ ایسوں کی طرف تم دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔ ف۴ یعنی تمہارا گھر سے نکلنا اگر میری خوشنودی اور میری راہ میں جہاد کرنے کے لیئے ہے اور خالص میری رضا کے واسطے تم نے سب کو دشمن بنایا ہے تو پھر انہی دشمنوں سے دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب۔ کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ کو راضی کیا تھا اب انہیں راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو! العیاذ باللہ۔ ف۵ یعنی آدمی ایک کام تمام دنیا سے چھپا کر کرنا چاہے تو کیا اُس کو اللہ سے بھی چھپا لیگا؟ دیکھو! حاطب نے کس قدر کوشش کی کہ خط کی اطلاع کسی کو نہ ہو۔ مگر اللہ نے اپنے رسول کو مطلع فرما دیا۔ اور راز قبل از وقت فاش ہو گیا۔ ف۶ یعنی مسلمان ہو کر کوئی ایسا کام کرے اور یہ سمجھے کہ میں اُس کے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو جاؤنگا سخت غلطی اور بہت بڑی بھول ہے۔ ف۷ یعنی ان کافروں سے بحالت موجودہ کسی بھلائی کی اُمید مت رکھو۔ خواہ تم کتنی ہی روا داری اور دوستی کا اظہار کرو گے۔ وہ کبھی مسلمان کے خیرخواہ نہیں ہو سکتے۔ باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو چڑھ جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے گریز نہ کریں۔ زبان سے ہاتھ سے ہر طرح ایذا پہنچائیں اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت سے منکر ہیں، کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں۔ کیا ایسے شریر و بدباطن اس لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے۔ ف۸ حاطب نے وہ خط اپنے اہل و عیال کی خاطر لکھا تھا۔ اُس پر تنبیہ فرمائی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئینگے۔ اللہ تعالیٰ سب کا رتی رتی عمل دیکھتا ہے۔ اُسی کے موافق فیصلہ فرمائیگا اُس کے فیصلہ کو کوئی بیٹا، پوتا، اور عزیز و قریب ہٹا نہیں سکیگا۔ پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ایک مسلمان اہل و عیال کی خاطر اللہ کو ناراض کر لے۔ یاد رکھو! ہر چیز سے مقدم اللہ کی رضامندی ہے۔ وہ راضی ہو تو اُس کے فضل سے سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن وہ ناخوش ہو تو کوئی کچھ کام نہ آئیگا۔ ف۹ یعنی جو لوگ مسلمان ہو کر ابراہیم کے ساتھ ہوتے گئے اپنے اپنے وقت پر سب نے قولاً و فعلاً اسی علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کیا۔ ف۱۰ یعنی تم اللہ سے منکر ہو۔ اور اُس کے احکام کی پروا نہیں کرتے۔ ہم تمہارے طریقے سے منکر ہیں۔ اور ذرّہ برابر تمہاری پروا نہیں کرتے۔ ف۱۱ یعنی یہ دشمنی اور بیزاری اسی وقت ختم ہو سکتا ہے جب تم شرک چھوڑ کر اسی ایک آقا کے غلام بن جاؤ جس کے ہم ہیں۔

ف۱ یعنی صرف دعا ہی کرسکتا ہوں، کسی نفع نقصان کا مالک نہیں۔ خدا جو کچھ پہنچانا چاہے اُسے میں نہیں روک سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہیں کیا۔ تم بھی وہی کرو۔ ایک ابراہیم نے دعا چاہی تھی، باپ کے واسطے۔ جب تک معلوم نہ تھا۔ تم کو معلوم ہو چکا۔ لہٰذا تم کافر کی بخشش نہ مانگو" (تنبیہ) باپ کے حق میں ابراہیمؑ کے استغفار کا قصہ سورہ "براۃ" میں گزر چکا۔ آیت "وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ" کے فوائد میں دیکھ لیا جائے۔ ف۲ یعنی سب کو چھوڑ کر تجھ پر بھروسہ کیا اور قوم سے ٹوٹ کر تیری طرف رجوع ہوئے اور خوب جانتے ہیں کہ سب کو پھر کر تیری ہی طرف آنا ہے۔ ف۳ یعنی ہم کو کافروں کے واسطے محل آزمائش اور تختۂ مشق نہ بنا۔ اور ایسے حال میں مت رکھ جس کو دیکھ کر کافر خوش ہوں، اسلام اور مسلمانوں پر آوازے کسیں اور ہمارے مقابلہ میں اپنی حقانیت پر استدلال کرنے لگیں ف۴ یعنی ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما اور تقصیرات سے درگزر کر۔ ف۵ تیری زبردست قوت اور حکمت سے یہی توقع ہے کہ اپنے وفاداروں کو دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب و مقہور نہ ہونے دیگا۔

لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِن شَيْءٍ ۖ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ

تیرے لئے اور مالک نہیں میں تیرے نفع کا اللہ کے ہاتھ سے کسی چیز کا ف۱ اے رب ہمارے ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف

أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿۴﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَ

رجوع ہوئے اور تیری طرف ہے سب کو پھر آنا ف۲ اے رب ہمارے مت جانچ ہم پر کافروں کو ف۳ اور

اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۵﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ

ہم کو معاف کر اے رب ہمارے ف۴ تو ہی ہے زبردست حکمت والا ف۵ البتہ تم کو بھلی

أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن

چال چلنی چاہئے اُنکی جو کوئی اُمید رکھتا ہو اللہ کی اور پچھلے دن کی اور جو کوئی

يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۶﴾ عَسَى اللّٰهُ أَن يَجْعَلَ

منہ پھیرے تو اللہ وہی ہے بے پروا سب تعریفوں والا ف۶ اُمید ہے کہ کردے اللہ

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللّٰهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللّٰهُ

تم میں اور جو دشمن ہیں تمہارے اُن میں دوستی اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۷﴾ لَّا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ

بخشنے والا مہربان ہے ف۷ اللہ تم کو منع نہیں کرتا اُن لوگوں سے جو لڑے نہیں تم سے دین پر

وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ

اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ اُن سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک بیشک اللہ

يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿۸﴾ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي

چاہتا ہے انصاف والوں کو ف۸ اللہ تو منع کرتا ہے تم کو اُن سے جو لڑے تم سے

الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن

دین پر اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے اور شریک ہوئے تمہارے نکالنے میں کہ

تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۹﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اُن سے کرو دوستی اور جو کوئی اُن سے دوستی کرے سو وہ لوگ وہی ہیں گنہگار ف۹ اے

ع ۱ / ۶

ف۶ یعنی تم مسلمانوں کو یا بالفاظ دیگر اُن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کے اُمیدوار ہیں، ابراہیم اور اُسکے رفقا کی چال اختیار کرنی چاہیئے۔ دنیا خواہ تم کو کتنا ہی متعصب اور تنگدل کہے، تم اُس راستہ سے مُنہ نہ موڑو جو دنیا کے موحدِ اعظم نے اپنے طرزِ عمل سے قائم کر دیا۔ مستقبل کی ابدی کامیابی اسی راستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے خلاف چلوگے۔ اور خدا کے دشمنوں سے دوستانہ گانٹھوگے تو خود نقصان اُٹھاؤگے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی دوستی یا دشمنی کی کیا پروا ہے۔ وہ تو بذات خود تمام کمالات اور ہر قسم کی خوبیوں کا مالک ہے۔ اُس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ ف۷ یعنی اللہ کی قدرت و رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ جو آج بدترین دشمن ہیں کل اُنہیں مسلمان کرد ے اور اس طرح تمہارے اور اُن کے درمیان دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ چنانچہ فتح مکہ میں ایسا ہی ہوا۔ تقریباً سب مکہ والے مسلمان ہو گئے اور جو لوگ ایک دوسرے پر تلوار اُٹھا رہے تھے اب ایک دوسرے پر جان قربان کرنے لگے۔ اس آیت میں مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ مکہ والوں کے مقابلہ میں یہ ترکِ موالات کا جہاد صرف چند روز کے لئے ہے۔ پھر اس کی ضرورت نہیں رہیگی۔ چاہیئے کہ بحالت موجودہ تم مضبوطی سے ترکِ موالات پر قائم رہو۔ اور جس کسی سے کوئی بے اعتدالی ہو گئی ہو اللہ سے اپنی خطا معاف کرالے۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۸ کہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ مسلمان نہ ہوئے اور مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پرخاش بھی نہیں رکھی نہ دین کے معاملہ میں اُن سے لڑے نہ اُنکو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنے۔ اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلاؤ کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر کافروں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسرپیکار ہے، تو تمام کافروں کو بلاتمیز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیں؟ ایسا کرنا حکمت و انصاف کے خلاف ہوگا۔ ضروری ہے کہ عورت، مرد، بچے، بوڑھے، جوان اور معاند و مسالم میں اُن کے حالات کے اعتبار سے فرق کیا جائے جس کی قدرے تفصیل سورۂ "مائدہ" اور "آل عمران" کے فوائد میں گزر چکی۔ ف۹ یعنی ایسے ظالموں سے دوستانہ برتاؤ کرنا بیشک سخت ظلم اور گناہ کا کام ہے۔ (ربط) یہاں تک کفار کے دو فریق (معاند اور مسالم) کے ساتھ معاملہ کرنے کا ذکر تھا۔ آگے بتلاتے ہیں کہ اُن عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے جو "دارالحرب" سے "دارالاسلام" میں آئیں یا "دارالحرب" میں مقیم رہیں۔ قصہ یہ ہے کہ "صلح حدیبیہ" میں مکہ والوں نے یہ قرار دیا کہ ہمارا جو آدمی تمہارے پاس جائے اُس کو واپس بھیجنا ہوگا۔ حضرت نے اس کو قبول فرما لیا تھا۔ چنانچہ کئی مرد آئے۔ آپ نے اُن کو واپس کر دیا۔ پھر کئی مسلمان عورتیں آئیں۔ اُن کو واپس کرتے تو کافر مرد کے گھر مسلمان عورتیں حرام میں پڑتیں۔ اُس پر یہ اگلی آیتیں اُتریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد عورتوں کی واپسی پر کفار نے اصرار نہیں کیا ورنہ صلح قائم نہ رہتی۔

آمَنُوٓا إِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۖ اللّٰهُ أَعْلَمُ

ایمان والو جب آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر تو اُن کو جانچ لو اللہ خوب جانتا ہے

بِإِيمٰنِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ

اُنکے ایمان کو ف۱ پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو مت پھیرو اُن کو کافروں کی طرف

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُم مَّآ أَنفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ

نہ یہ عورتیں حلال ہیں اُن کافروں کو اور نہ وہ کافر حلال ہیں اُن عورتوں کو اور دیدو اُن کافروں کو جو اُن کا خرچ ہوا ہو اور گناہ نہیں

عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَآ آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ

تم کو کہ نکاح کرلو اُن عورتوں سے جب اُن کو دو اُن کے مہر ف۲ اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس

الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَآ أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَآ أَنفَقُوا ۚ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۖ

کافر عورتوں کے اور تم مانگ لو جو تم نے خرچ کیا اور وہ کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا فیصلہ ہے

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ وَإِن فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ

تم میں فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۳ اور اگر جاتی رہیں تمہارے ہاتھ سے کچھ عورتیں

إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَآ

کافروں کی طرف پھر تم ہاتھ مارو تو دیدو اُنکو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں جتنا اُنہوں نے

أَنفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا

خرچ کیا تھا اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم کو یقین ہے ف۴ اے نبی جب

جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ

آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور

لَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتٰنٍ

چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں ف۵ اور طوفان نہ لائیں

يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ

باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں ف۶ اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی بھلے کام میں

ف۱ یعنی دل کا حال تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ لیکن ظاہری طور سے اُن عورتوں کی جانچ کرلیا کرو۔ آیا واقعی وہ مسلمان ہیں اور محض اسلام کی خاطر وطن چھوڑ کر آئی ہیں۔ کوئی دنیوی یا نفسانی غرض تو ہجرت کا سبب نہیں ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ ان کا امتحان کرتے تھے۔ اور حضورؐ کی طرف سے اُن سے بیعت لیتے تھے۔ اور کبھی حضور خود بنفس نفیس بیعت لیا کرتے تھے جو آگے "یاایّھا النبیّ اذا جاءك المؤمنٰت یبایعنك" الخ میں مذکور ہے۔ ف۲ یہ حکم ہوا کہ زوجین میں اگر ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہو تو اختلاف دارین کے بعد تعلق نکاح قائم نہیں رہتا۔ پس اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر "دارالاسلام" میں آجائے تو جو مسلمان اُس سے نکاح کرے اُس کے ذمہ ہے کہ اُس کافر نے جتنا مہر عورت پر خرچ کیا تھا وہ اُسے واپس کردے۔ اور اب عورت کا جو مہر قرار پائے وہ جُدا اپنے ذمہ رکھے تب نکاح میں لاسکتا ہے۔ ف۳ پہلے حکم کے مقابل دوسری طرف یہ حکم ہوا کہ جس مسلمان کی عورت کافرہ رہ گئی ہو وہ اُس کو چھوڑ دے۔ پھر جو کافر اُس سے نکاح کرے، اُس مسلمان کا خرچ کیا ہوا مہر واپس کرے۔ اس طرح دونوں فریق ایک دوسرے کو اپنا حق طلب کرلیں۔ جب یہ حکم اُترا تو مسلمان تیار ہوئے دینے کو بھی اور لینے کو بھی لیکن کافروں نے دینا قبول نہ کیا تب اگلی آیت نازل ہوئی۔ ف۴ یعنی جس مسلمان کی عورت گئی اور کافر اس کا خرچ کیا ہوا نہیں پھیرتے تو جس کافر کی عورت مسلمانوں کے ہاں آئے اُس کا جو خرچ دینا تھا اُس کافر کو نہ دیں، بلکہ اُسی مسلمان کو دیں جس کا حق مارا گیا ہے۔ ہاں اس مسلمان کا حق دیکر جو بچ رہے وہ واپس کردیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کافر کا خرچ کیا ہوا واپس نہیں کرسکتا تو بیت المال سے دیا جائے۔ اللہ اکبر! کس قدر عدل و انصاف کی تعلیم ہے لیکن اس پر کاربند وہی ہوگا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو اور اُس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہو۔ (تنبیہ) "فعاقبتم" کے دو ترجمے مترجم محقق نے کیے "پھر تم ہاتھ مارو" اور "پھر تمہاری باری آئے" ہم نے دوسرے ترجمے کے لحاظ سے مطلب کی تقریر کی ہے۔ پہلے ترجمہ کے موافق بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد مال غنیمت کا حاصل ہونا ہے۔ یعنی مال غنیمت میں سے اُس مسلمان کا خرچ کیا ہوا لوٹایا جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۵ جیسا کہ جاہلیت میں رواج تھا کہ رسمی ننگ و عار کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے اور بعض اوقات فقر و فاقہ کے خوف سے لڑکوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے۔ ف۶ طوفان باندھنا ہاتھ پاؤں میں یہ کہ کسی پر جھوٹا دعویٰ کریں یا جھوٹی گواہی دیں یا کسی معاملہ میں اپنی طرف سے بنا کر جھوٹی قسم کھائیں، اور ایک معنی یہ کہ بیٹا جنا ہو کسی اور سے اور منسوب کردیں خاوند کی طرف یا کسی دوسری عورت کی اولاد لے کر مکر و فریب سے اپنی طرف نسبت کرلیں۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی ایک کا بیٹا دوسرے کی طرف لگائے جنت اُس پر حرام ہے۔

فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

تو اُنکو بیعت کرلے ف۱ اور معافی مانگ اُنکے واسطے اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۲ اے

اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا

ایمان والو مت دوستی کرو اُن لوگوں سے کہ غصہ ہوا ہے اللہ اُن پر ف۳ وہ آس توڑ چکے ہیں پچھلے گھر سے جیسے

يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬

آس توڑی منکروں نے قبر والوں سے ف۴

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی چودہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰۤاَيُّهَا

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا ☆ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ

ایمان والو کیوں کہتے ہو مُنہ سے جو نہیں کرتے ☆ بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں

اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ

کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو ☆ اللہ چاہتا ہے اُن لوگوں کو جو لڑتے ہیں

سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ

اُسکی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی ف۵ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو

يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا

اے قوم میری کیوں ستاتے ہو مجھ کو اور تم کو معلوم ہے کہ میں اللہ کا بھیجا آیا ہوں تمہارے پاس ف۶ پھر جب

زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَ

وہ پھر گئے تو پھیر دیئے اللہ نے اُنکے دل اور اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ف۷ اور

اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے پاس

ف۱ پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان عورتوں کی جو ہجرت کرکے آئیں جانچ کی جائے۔ یہاں بتلادیا کہ اُن کا جانچنا یہی ہے کہ جو احکام اس آیت میں ہیں وہ قبول کرلیں تو اُن کا ایمان ثابت رکھو۔ یہ آیت "بیعت" کہلاتی ہے۔ حضرت کے پاس عورتیں بیعت کرتی تھیں تو یہی اقرار لیتے تھے۔ لیکن بیعت کے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ نے آپ کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔ ف۲ یعنی اِن اُمور میں جو کوتاہیاں پہلی ہو چکیں یا امتثال احکام میں آئندہ کچھ تقصیر رہ جائے اُس کے لیئے آپ ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔ اللہ آپ کی برکت سے اُن کی تقصیر معاف فرمائیگا۔ ف۳ شروع سورت میں جو مضمون تھا، خاتمہ پر پھر یاد دلادیا یعنی مؤمن کی شان نہیں کہ جس پر خدا ناراض ہو اُس سے دوستی اور رفاقت کا معاملہ کرے۔ جس پر خدا کا غصہ ہو، خدا کے دوستوں کا بھی غصہ ہونا چاہیئے۔ ف۴ یعنی منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اُٹھیگا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ یہ کافر بھی ویسے ہی ناامید ہیں (تنبیہ) بعض مفسرین کے نزدیک "من اصحٰب القبور" کفار کا بیان ہے۔ یعنی جس طرح کافر جو قبر میں پہنچ چکے وہاں کا حال دیکھ کر اللہ کی مہربانی اور خوشنودی سے بالکلیہ مایوس ہو چکے ہیں اسی طرح یہ کافر بھی آخرۃ کی طرف سے مایوس ہیں۔

تم سورۃ الممتحنہ

ف۵ بندہ کو لاف زنی اور دعوے کی بات سے ڈرنا چاہیئے۔ کہ پیچھے مشکل پڑتی ہے۔ زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے، لیکن اُس کا نباہنا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اُس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے بہت کچھ اور کرے کچھ نہیں۔ روایات میں ہے کہ ایک جگہ مسلمان جمع تھے، کہنے لگے ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کونسا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو وہی اختیار کریں۔ اُس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں یعنی دیکھو سنبھل کر کہو، لو ہم بتلائے دیتے ہیں، کہ اللہ کو سب سے زیادہ اُن لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اُس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلادیا گیا ہے، اور جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ اب اس معیار پر اپنے کو پرکھ لو۔ بیشک تم میں بہت ایسے ہیں جو اس معیار پر کامل و اکمل اُتر چکے ہیں مگر بعض مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں بعضوں کے زبانی دعوؤں کی اُنکے عمل نے تکذیب کی ہے۔ آخر جنگ اُحد میں وہ بنیان مرصوص کہاں قائم رہی۔ اور جس وقت حکم قتال اُترا تو بعضًا بعض نے یہ بھی کہا "ربنا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الخ" (مائدہ) بہرحال زبان سے زیادہ دعوے مت کرو بلکہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کرو جس سے اعلیٰ کامیابی نصیب ہو۔ موسیٰ کی قوم کو نہیں دیکھتے کہ زبان سے تعلّی و تفاخر کی باتیں بہت بڑھ چڑھ کر بناتے تھے لیکن عمل کے میدان میں صفر تھا جہاں کوئی موقع کام کا آیا فورًا پھسل گئے اور نہایت تکلیف دہ باتیں کرنے لگے۔ نتیجہ جو کچھ ہوا اُس کو آگے بیان فرماتے ہیں۔ ف۶ یعنی روشن دلائل اور کھلے کھلے معجزات دیکھ کر تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں۔ پھر سخت نازیبا اور رنجدہ حرکتیں کرکے مجھے کیوں ستاتے ہو۔ یہ معاملہ تو کسی معمولی ناصح اور خیرخواہ کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہیئے۔ چہ جائیکہ اللہ کے ایک رسول کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو۔ کیا میرے دل کو تمہاری اِن گستاخانہ حرکات سے دُکھ نہیں پہنچتا کہ کبھی بے جان بچھڑا بنا کر پوجنے لگے اور اس کو اپنا اور موسیٰ کا خدا بتلانے لگے کبھی "عمالقہ" پر جہاد کرنے کا حکم ہوا تو کہنے لگے ہم تو کبھی نہیں جائینگے تم اور تمہارا خدا جاکر لڑلو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ وغیر ذٰلک من الخرافات۔ چنانچہ اسی سے تنگ ہو کر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "رب انّی لا املک الّا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین" ف۷ بدی کرتے کرتے قاعدہ ہے کہ دل سخت اور سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ نیکی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ یہی حال اُن کا ہوا۔ جب ہر بات میں رسول سے ضد ہی کرتے رہے اور برابر ٹیڑھی چال چلتے رہے، تو آخر مردود ہوئے۔ اور اللہ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا کہ سیدھی بات قبول کرنے کی صلاحیت نہ رہی۔ ایسے ضدی نافرمانوں کے ساتھ اللہ کی یہی عادت ہے۔

ف۱ یعنی اصل توراۃ کے من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہوں اور اُس کے احکام و اخبار پر یقین رکھتا ہوں اور جو کچھ میری تعلیم ہے فی الحقیقت اُن ہی اصول کے ماتحت ہے جو توراۃ میں بتلائے گئے تھے۔ (تنبیہ) ابن کثیر وغیرہ نے "مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ" کا مطلب یہ لیا ہے کہ میرا وجود توراۃ کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ میں اُن چیزوں کا مصداق بن کر آیا ہوں جن کی خبر توراۃ شریف میں دی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی پچھلے کی تصدیق کرتا ہوں اور اگلے کی بشارت سُناتا ہوں۔ یوں تو دوسرے انبیاء سابقین بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدہ برابر سُناتے آئے ہیں لیکن جس صراحت و وضاحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری دی وہ کسی اور سے منقول نہیں۔ شاید قرب عہد کی بنا پر یہ خصوصیت اُنکے حصہ میں آئی ہوگی کیونکہ اُنکے بعد نبی آخر الزماں کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مجرمانہ غفلت اور معاندانہ دستبرد نے آج دنیا کے ہاتھوں میں اصل توراۃ و انجیل وغیرہ کا کوئی صحیح نسخہ باقی نہیں چھوڑا جس سے ہم کو ٹھیک پتہ لگ سکتا کہ انبیاء سابقین خصوصًا حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کن الفاظ میں اور کس عنوان سے بشارت دی تھی۔ اور اسی لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن کریم کے صاف و صریح بیان کو اس تحریف شدہ بائبل میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے جھٹلانے لگے۔ تاہم یہ بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے محرفین کو اسقدر قدرت نہیں دی کہ وہ اُس کے آخری پیغمبر کے متعلق تمام پیشینگوئیوں کو بالکلیہ محو کردیں کہ اُن کا کچھ نشان باقی نہ رہے۔ موجودہ بائبل میں بھی بیسیوں مواضع ہیں جہاں آنحضرت صلعم کا ذکر قریب بتصریح کے موجود ہے اور عقل و انصاف والوں کے لئے اُس میں تاویل و انکار کی قطعًا گنجائش نہیں۔ اور انجیل یوحنا میں "فارقلیط" (یا پیرکلوطوس) والی بشارت اتنی صاف ہے کہ اُس کا بے تکلف مطلب بجز احمد (بمعنی محمود و ستودہ) کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ بعض علماء اہل کتاب کو بھی ناگزیر اس کا اعتراف یا نیم اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس پیشین گوئی کا انطباق پوری طرح نہ روح القدس پر اور نہ بجز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور پر ہو سکتا ہے۔ علماء اسلام نے بحمداللہ بشارات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور تفسیر حقانی کے مؤلف فاضل نے "فارقلیط" والی بشارت اور تحریف بائبل پر سورۂ "صف" کی تفسیر میں نہایت مشبع بحث کی ہے۔ اللہ جزاء خیر دے۔ ف۳ یعنی حضرت مسیح کھلی نشانیاں لے کر آئے یا جن کی بشارت دی تھی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کھلے نشان لے کر آئے تو لوگ اُسے جادو بتلانے لگے۔ ف۴ یعنی جب مسلمان ہونے کو کہا جاتا ہے تو حق کو چھپا کر اور جھوٹی باتیں بنا کر حضورؐ پر ایمان لانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ وہ خدا کو بشر یا بشر کو خدا بنانے کا جھوٹ تو ایک طرف رہا، کتب سماویہ میں تحریف کر کے جو چیزیں واقعی موجود تھیں اُن کا انکار کرتے اور جو نہیں تھیں اُن کو درج کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا۔ ف۵ یعنی ایسے بے انصافوں کو ہدایت کہاں نصیب ہوتی ہے۔ اور ممکن ہے "لَا يَهْدِي" میں ادھر بھی اشارہ ہو کہ یہ ظالم کتنا ہی انکار اور تحریف و تاویل کریں، خدا اُن کو کامیابی کی راہ نہ دیگا۔ گویا حضورؐ کے متعلق جن خبروں کو وہ چھپانا یا مٹانا چاہتے ہیں چھپ یا مٹ نہ سکینگی۔ چنانچہ باوجود ہزاروں طرح کی قطع و برید کے آج بھی نبی آخر الزماںؐ کی نسبت بشارات کا ایک کثیر ذخیرہ موجود ہے۔ ف۶ یعنی منکر بڑے بُرا مانا کریں اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہیگا۔ مشیت الٰہی کے خلاف کوئی کوشش کرنا ایسا ہے جیسے کوئی احمق نور آفتاب کو منہ سے پھونک مار کر بجھانا چاہے۔ یہ ہی حال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کا اور اُن کی کوششوں کا ہے۔ (تنبیہ) شاید "بِاَفْوَاهِهِمْ" کے لفظ سے یہاں اس طرف بھی اشارہ کرنا ہو کہ بشارات کے انکار و اخفاء کے لئے جو جھوٹی باتیں بناتے ہیں وہ کامیاب ہونے والی نہیں۔ ہزار کوشش کریں کہ فارقلیط آپ نہیں ہیں، لیکن اللہ منوا کر چھوڑیگا کہ اُس کا مصداق آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ ف۷ اس آیت پر سورۂ "براءۃ" کے فوائد میں کلام ہو چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔ ف۸ یعنی اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے لیکن تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اُس کے راستہ میں جان و مال سے جہاد کرو۔ یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں، دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اُس میں لگا دیتے ہیں محض اس اُمید پر کہ اُس سے منافع حاصل ہونگے اور اس طرح رأس المال گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائیگا۔ پھر وہ بذات خود اور اُس کے اہل و عیال تنگدستی و افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہینگے۔ لیکن مؤمنین اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائینگے تو صرف چند روزہ افلاس سے نہیں، بلکہ آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہو جائینگے اگر سمجھیں تو یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی جنت کی صورت میں ملیگا اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔ ف۹ یعنی وہ ستھرے مکانات اُن باغوں کے اندر ہونگے جن میں مؤمنین کو آباد ہونا ہے۔ یہ تو آخرت کی کامیابی رہی آگے دنیا کی اعلیٰ اور انتہائی کامیابی کا ذکر ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي

یقین کرنیوالا اُس پر جو مجھ سے آگے ہے توریت ف۱ اور خوشخبری سُنانے والا ایک رسول کی جو آئیگا میرے بعد

اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۤءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶ وَمَنْ

اُس کا نام ہے احمد ف۲ پھر جب آیا اُن کے پاس کھلی نشانیاں لیکر کہنے لگے یہ جادو ہے صریح ف۳ اور اُس

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَ

سے زیادہ بے انصاف کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ اور اُس کو بلاتے ہیں مسلمان ہونے کو ف۴ اور

اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ

اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ف۵ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی

بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِيْۤ

اپنے منہ سے اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانیں منکر ف۶ وہی ہے جس نے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ

بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر اور سچا دین کہ اُس کو اوپر کرے سب دینوں سے اور پڑے بُرا مانیں

الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ

شرک کرنے والے ف۷ اے ایمان والو میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو

مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

ایک عذاب دردناک سے ☆ ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ

اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱

میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو ☆

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

بخشیگا وہ تمہارے گناہ اور داخل کریگا تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ف۸

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲ وَ

اور ستھرے گھروں میں بسنے کے باغوں کے اندر ف۹ یہ ہے بڑی مُراد ملنی ☆ اور

ف۱ یعنی اصلی اور بڑی کامیابی تو وہی ہے جو آخرت میں ملیگی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت کوئی چیز نہیں لیکن دنیا میں بھی ایک چیز جسے تم طبعًا محبوب رکھتے ہو، دی جائیگی وہ کیا ہے؟ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ "اللہ کی طرف سے ایک مخصوص امداد اور جلد حاصل ہونیوالی فتح و ظفر (جن میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھتی ہے) دنیا نے دیکھ لیا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے ساتھ یہ وعدہ کیسی صفائی سے پورا ہوا اور آج بھی مسلم قوم اگر سچے معنی میں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ پر ثابت قدم ہو جائے تو یہی کامیابی اُن کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہے۔ ف۲ کیونکہ یہ خوشخبری سُنانا ایک مستقل انعام ہے۔ ف۳ یعنی اُس کے دین اور اس کے پیغمبر کے مددگار بنجاؤ۔ اس حکم کی تعمیل خدا کے فضل و توفیق سے مسلمانوں نے ایسی کی کہ ان میں سے ایک جماعت کا تو نام ہی "انصار" پڑگیا۔ ف۴ "حوارین" (یارانِ مسیح) تھوڑے سے تو گنے چنے آدمی تھے جو اپنے نسب و حسب کے اعتبار سے کچھ معزز نہیں سمجھے جاتے تھے۔ اُنہوں نے حضرت مسیحؑ کو قبول کیا اور اُن کی دعوت کو بڑی قربانیاں کر کے دیار و امصار میں پھیلایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اُن کے یاروں نے بڑی محنتیں کیں ہیں تب اُن کا دین نشر ہُوا۔ ہمارے حضرتؐ کے پیچھے بھی خلفاء نے اس سے زیادہ کیا۔" والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ ف۵ یعنی "بنی اسرائیل" میں دو فرقے ہوگئے۔ ایک ایمان پر قائم ہُوا۔ دوسرے نے انکار کیا۔ پھر حضرت مسیحؑ کے بعد آپس میں دست و گریباں رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اُس بحث و مناظرہ اور خانہ جنگیوں میں مؤمنین کو منکرین پر غالب کیا۔ حضرت مسیحؑ کے نام لیوا (نصاریٰ) یہود پر غالب رہے۔ اور نصاریٰ میں سے ان کی عام گمراہی کے بعد جو بچے کھچے افراد صحیح عقیدہ پر قائم رہ گئے تھے اُن کو حق تعالیٰ نے نبی آخر الزماں کے ذریعہ سے دوسروں پر غلبہ عنایت فرمایا حجت و برہان کے اعتبار سے بھی اور قوت و سلطنت کی حیثیت سے بھی۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

تم سورۃ الصّف وللہ الحمد والمنّۃ

ف۶ "اُمّیّین" (ان پڑھ) عرب کو کہا۔ جن میں علم و ہنر کچھ نہ تھا نہ کوئی آسمانی کتاب تھی۔ معمولی لکھنا پڑھنا بھی بہت کم آدمی جانتے تھے۔ اُن کی جہالت و وحشت ضرب المثل تھی خدا کو بالکل بھولے ہوئے تھے۔ بُت پرستی اوہام پرستی، اور فسق و فجور کا نام "ملتِ ابراہیمی" رکھ چھوڑا تھا اور تقریبًا ساری قوم صریح گمراہی میں پڑی بھٹک رہی تھی۔ ناگہاں اللہ تعالیٰ نے اُنہی قوم میں سے ایک رسول اُٹھایا جس کا امتیازی لقب "نبی اُمّی" ہے۔ لیکن باوجود اُمّی ہونے کے اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب پڑھ کر سُناتا اور عجیب و غریب علوم و معارف اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلا کر ایسا حکیم و شائستہ بناتا ہے کہ دُنیا کے بڑے بڑے حکیم و دانا اور عالم و عارف اُس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں (تنبیہ اس طرح کی آیت "سورۂ بقرہ" اور "آل عمران" میں گزر چکی ہے۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لیے جائیں۔ ف۷ یعنی یہی رسول دوسرے آنے والے لوگوں کے واسطے بھی ہے جن کو مبدأ و معاد اور شرائع سماویہ کا پورا اور صحیح علم نہ رکھنے کی وجہ سے ان پڑھ ہی کہنا چاہیے مثلًا فارس، روم، چین اور ہندوستان وغیرہ کی قومیں جو بعد کو اُمّیّین کے دین اور اسلامی برادری میں شامل ہو کر اُن ہی میں سے ہو گئیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "حق تعالیٰ نے اوّل عرب پیدا کیے اس دین کے تھامنے والے، پیچھے عجم میں ایسے کامل لوگ اُٹھے"۔ حدیث میں ہے کہ جب آپ سے "وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ" کی نسبت سوال کیا گیا تو سلمان فارسی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو (اسکی قوم فارس کا مرد) وہاں سے بھی لے آئیگا۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابو حنیفۃ النعمان ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ف۸ جس کی زبردست قوت و حکمت نے اس جلیل القدر پیغمبر کے ذریعہ سے قیامت تک کے لیے عرب و عجم کی تعلیم و تزکیہ کا انتظام فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾

ایک اور چیز دے جس کو تم چاہتے ہو مدد اللہ کی طرف سے اور فتح جلدی ف۱ اور خوشی سُنادے ایمان والوں کو ف۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

اے ایمان والو تم ہو جاؤ مددگار اللہ کے ف۳ جیسے کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے

لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ

اپنے یاروں کو کون ہے کہ مدد کرے میری اللہ کی راہ میں بولے یار ہم ہیں مددگار اللہ کے ف۴

فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ

پھر ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل سے اور منکر ہُوا ایک فرقہ پھر قوت دی ہم نے اُنکو جو

آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿١٤﴾

ایمان لائے تھے اُنکے دشمنوں پر پھر ہو رہے غالب ف۵

سُورَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ إِحْدَىٰ عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں بادشاہ پاک ذات زبردست

الْحَكِيمِ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ

حکمتوں والا ☆ وہی ہے جس نے اُٹھایا اَن پڑھوں میں ایک رسول اُنہی میں کا پڑھ کر سناتا ہے اُنکو اُسکی

آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ

آیتیں اور اُنکو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے اُنکو کتاب اور عقلمندی اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے

لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

صریح بھول میں ف۶ اور اُٹھایا اُس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی اُنہی میں سے جو ابھی نہیں ملے اُن میں ف۷ اور وہی ہے

الْحَكِيمُ ﴿٣﴾ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ

زبردست حکمت والا ف۸ یہ بڑائی اللہ کی ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ کا فضل

ف۱ یعنی رسول کو یہ بڑائی دی اور اس اُمت کو اتنے بڑے مرتبہ والا رسول دیا۔ فالحمد والمنة علی ما انعم۔ چاہئیے کہ مسلمان اس انعام واکرام کی قدر پہچانیں، اور حضور کی شان تعلیم وتزکیہ سے مستفید ومنتفع ہونے میں کوتاہی نہ کریں۔ آگے عبرت کے لئے یہود کی مثال بیان فرماتے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اور پیغمبر سے استفادہ کرنے میں سخت غفلت اور کوتاہی برتی۔ ف۲ یعنی یہود پر "تورات" کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن اُنہوں نے اُس کی تعلیمات وہدایات کی کچھ پروا نہ کی، نہ اُس کو محفوظ رکھا، نہ دل میں جگہ دی، نہ اُس پر عمل کرکے اللہ کے فضل وانعام سے بہرہ ور ہوئے بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے، حکمت وہدایت کا ایک ربانی خزینہ تھا، مگر جب اُس سے منتفع نہ ہوئے تو وہ ہی مثال ہوگئی سے "نہ محقق شدی نہ دانشمند؛ چارپائے بروکتابے چند"۔ ایک گدھے پر علم وحکمت کی پچاسوں کتابیں لاد دو۔ اُس کو بوجھ میں دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔ اس بات سے کچھ سروکار نہیں رکھتا کہ پیٹھ پر لعل وجواہر لدے ہوئے ہیں یا خزف وسنگریزے۔ اگر محض اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو! میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں۔ تو یہ اور زیادہ گدھاپن ہوگا۔ ف۳ یعنی بڑی قوم ہے وہ جس کی مثال یہ ہے۔ اللہ ہم کو پناہ میں رکھے۔ ف۴ یعنی اللہ تعالیٰ نے تورات وغیرہ میں جو بشارات نبی آخر الزماں کی دی تھیں اور جو دلائل وبراہین آپ کی رسالت پر قائم کیں، اُن کو جھٹلانا آیات اللہ کو جھٹلانا ہے۔

الْعَظِيمِ ﴿٤﴾ مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ

بڑا ہے ف۱ مثال اُن لوگوں کی جن پر لادی توریت پھر نہ اُٹھائی اُنہوں نے جیسے مثال گدھے کی کہ پیٹھ پر لیجاوے

أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

کتابیں ف۲ بُری مثال ہے اُن لوگوں کی ف۳ جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی باتوں کو ف۴ اور اللہ راہ نہیں دیتا

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ

بے انصاف لوگوں کو ف۵ تو کہہ اے یہودی ہونے والو اگر تم کو دعویٰ ہے کہ تم دوست ہو

لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٦﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ

اللہ کے سب لوگوں کے سوائے تو آرزو کرو اپنے مرنے کی اگر تم سچے ہو ☆ اور وہ کبھی نہ منائیں گے

أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٧﴾ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ

اپنا مرنا اُن کاموں کی وجہ سے جنکو آگے بھیج چکے ہیں اُنکے ہاتھ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں سب گنہگار ف۶ تو کہہ موت وہ

الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ۖ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَ

جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ضرور ملنے والی ہے پھر تم پھیر کر جاؤ گے اُس چھپے اور کھلے

الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا

جاننے والے کے پاس پھر جتلادیگا تم کو جو تم کرتے تھے ف۷ اے ایمان والو جب

نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا

اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑدو

الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩﴾ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ

خرید وفروخت ف۸ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے ف۹ پھر جب تمام ہو چکے نماز

فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَ

تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۱۰ اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا متفرق ہو جائیں اُسکی طرف اور

سورة ۶۲ آية ۴ منزل۷ سورة ۶۲ آية ۱۱

ف۵ یعنی ایسے معاند، ہٹ دھرم، بے انصاف لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ ف۶ یعنی اس گدھے پن اور جہل وحماقت کے باوجود دعویٰ یہ ہے کہ بلاشرکت غیرے ہم ہی اللہ کے دوست اور ولی، اور تنہا جنت کے حقدار ہیں بس دنیا سے چلے اور جنت میں پہنچے۔ لیکن اگر واقعی دل میں یہی یقین ہے اور اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ضرور تھا کہ دنیا کے مکدر عیش سے دل برداشتہ ہوکر محبوب حقیقی کے اشتیاق اور جنت الفردوس کی تمنا میں مرنے کی آرزو کرتے جس کو یقیناً معلوم ہو جائے کہ میرا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور کوئی خطرہ نہیں وہ بیشک مرنے سے خوش ہوگا۔ اور موت کو ایک پل سمجھیگا جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے اُسکی زبان پر تو یہ الفاظ ہونگے "غدًا نلقی الاحبة، محمدًا وحزبہ" اور "یا حبذا الجنة واقترابہا، طیبة وبارد شرابہا۔ لو حبیبٌ جاء علی فاقة" اور "یا بنیّ لا یبالی ابوک سقط علی الموت او سقط علیہ الموت" وغیر ذالک۔ یہ اُن اولیاء اللہ کے کلمات ہیں جو دنیا کی کسی سختی یا مصیبت سے گھبرا کر نہیں، خالص لقاء اللہ اور جنت کے اشتیاق میں موت کی تمنا رکھتے تھے، اور اُن کے افعال وحرکات خود شہادت دیتے تھے کہ موت اُن کو دنیا کی تمام لذائذ سے زیادہ لذیذ ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "وددت انی اُقتلُ فی سبیل اللہ ثم اُحیٰی ثم اُقتل" اس کے بالمقابل ان جھوٹے مدعیوں کے افعال وحرکات پر نظر ڈالو کہ ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں۔ وہ مرنے کا نام سُن کر گھبراتے اور بھاگتے ہیں، اس لئے نہیں کہ زیادہ دن زندہ رہیں تو زیادہ نیکیاں کمائیں گے۔ محض اس لئے کہ دنیا کی حرص سے اُن کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جو کرتوت کیے ہیں، یہاں سے چھوٹتے ہی اُنکی سزا میں پکڑے جائینگے۔ غرض اُنکے تمام افعال واطوار سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے موت کی آرزو نہیں کرسکتے۔ اور ممکن تھا کہ اُس زمانہ کے یہود قرآن کے اس دعویٰ کو جھٹلانے کے لئے جھوٹ موٹ زبان سے موت کی تمنا کرنے لگتے، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت بھی اُن کو نہ دی۔ روایات میں ہے کہ اگر ان میں سے کوئی یہودی موت کی تمنا کر گزرتا تو اُسی وقت گلے میں اچھو لگ کر ہلاک ہو جاتا۔ (تنبیہ) اس مضمون کی آیت سورۂ "بقرہ" میں گزر چکی ہے اُس کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ بعض سلف کے نزدیک "تمنّیٔ موت" کا مطلب مباہلہ تھا یعنی معاند یہود سے کہا گیا کہ اگر وہ واقعی اپنے اولیاء ہونے کا یقین رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو باطل پر سمجھتے ہیں تو تمنا کریں کہ فریقین میں جو جھوٹا ہو، مر جائے۔ لیکن وہ کبھی ایسا نہ کرینگے کیونکہ اُن کو اپنے کذب وظلم کا یقین حاصل ہے۔ ابن کثیرؒ اور ابن قیمؒ وغیرہ نے یہی توجیہ اختیار کی ہے واللہ اعلم۔ ف۷ یعنی موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتے ہو ہزار کوشش کرو، مضبوط قلعوں میں دروازے بند کرکے بیٹھ رہو، وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں۔ اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو (ربط) یہود کی بڑی خرابی یہ تھی کہ کتابیں پیٹھ پر لدی ہوئی ہیں لیکن اُن سے منتفع نہیں ہوتے دین کی بہت سی باتیں سمجھتے بوجھتے پر دنیا کے واسطے چھوڑ بیٹھتے۔ دنیا کے دھندوں میں منہمک ہوکر اللہ کی یاد اور آخرت کے تصور کو فراموش کردیتے۔ ایسی روش سے ہم کو منع کیا گیا۔ جمعہ کا تقید بھی ایسا ہی ہے کہ اُس وقت دنیا کے کام میں نہ لگو بلکہ پوری توجہ اور خاموشی سے خطبہ سنو اور نماز ادا کرو۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی خطبہ کے وقت بات کرے وہ اُس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوں" یعنی اُسکی مثال یہود کی سی ہوئی۔ العیاذ باللہ۔ ف۸ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ہر اذان کا یہ حکم نہیں، کیونکہ جماعت پھر بھی ملیگی۔ اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا، پھر کہاں ملیگا۔" اور اللہ کی یاد سے مُراد خطبہ ہے اور نماز بھی اُس کے عموم میں داخل ہے یعنی ایسے وقت جائے کہ خطبہ سُنے۔ اُس وقت خرید وفروخت حرام ہے۔ اور "دوڑنے" سے مُراد پورے اہتمام اور مستعدی کے ساتھ جانا ہے۔ بھاگنا مُراد نہیں (تنبیہ) "نودیَ" سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے۔ کیونکہ اُس سے پہلی اذان بعد کو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابہ کے اجماع سے مقرر ہوئی ہے۔ لیکن حرمت بیع میں اس اذان کا حکم بھی مثل حکم اذان قدیم کے ہے کیونکہ اشتراک علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے۔ البتہ اذان قدیم میں یہ حکم منصوص وقطعی ہوگا اور اذان حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ اور ظنی رہیگا۔ اس تقریر سے تمام علمی اشکالات مرتفع ہوگئے۔ نیز واضح رہے کہ "یا ایھا الذین اٰمنوا" یہاں عام مخصوص منہ البعض ہے، کیونکہ بالاجماع

(بقیہ فوائد صفحہ ۷۱۸) بعض مسلمانوں (مثلاً مسافر و مریض وغیرہ) پر جمعہ فرض نہیں۔ **ف۹** ظاہر ہے کہ منافع آخرت کے سامنے دنیوی فوائد کیا حقیقت رکھتے ہیں **ف۱۰** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہود کے ہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا، سارا دن سودا منع تھا اس لئے فرمادیا کہ تم نماز کے بعد روزی تلاش کرو اور روزی کی تلاش میں بھی اللہ کی یاد نہ بھولو۔

فوائد صفحہ ہذا} **ف۱** ایک مرتبہ جمعہ میں حضرت خطبہ فرما رہے تھے، اُسی وقت تجارتی قافلہ باہر سے غلے کر آپہنچا۔ اُس کے ساتھ اعلان کی غرض سے نقارہ بجتا تھا پہلے سے شہر میں اناج کی کمی تھی۔ لوگ دوڑے کہ اُس کو ٹھہرائیں (خیال کیا ہوگا کہ خطبہ کا حکم عام وعظوں کی طرح ہے جس میں سے ضرورت کے لیے اُٹھ سکتے ہیں نماز پھر آکر پڑھ لینگے۔ یا نماز ہو چکی ہوگی جیسا کہ بعض کا قول ہے کہ اُس وقت نماز جمعہ خطبہ سے پہلے ہوتی تھی۔ بہرحال خطبہ کا حکم معلوم نہ تھا) اکثر لوگ چلے گئے حضرت کے ساتھ بارہ آدمی (جن میں خلفاء راشدین بھی تھے) باقی رہ گئے۔ اُس پر یہ آیت اُتری یعنی سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشا کیا چیز ہے، وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے اور جو پیغمبر کی صحبت اور مجالس ذکر و عبادت میں ملتی ہے۔ باقی قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا جس کی بنا پر تم اُٹھ کر چلے گئے، سو یاد رکھو روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہی بہترین روزی دینے والا ہے۔ اُس مالک کے غلام کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس تنبیہ و تادیب کے بعد صحابہ کی شان وہ تھی جو سورۂ "نور" میں ہے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (تنبیہ)" "لہو" کہتے ہیں ہر اُس چیز کو جو اللہ کی یاد سے مشغول کر دے جیسے کھیل تماشہ۔ شاید اُس نقارہ کی آواز کو "لہو" سے تعبیر فرمایا ہو۔

تم سورۃ الجمعۃ ﷲ الحمد والمنۃ

تَرَكُوكَ قَآئِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَ

تجھ کو چھوڑ جائیں کھڑا تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے تماشے سے اور سوداگری سے اور

اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ﴿١١﴾ ع۲

اللہ بہتر ہے روزی دینے والا

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ — اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

جب آئیں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا **ف۲** اور اللہ جانتا ہے

اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١﴾ اِتَّخَذُوْٓا

کہ تو اُس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں **ف۳** اُنہوں نے رکھا ہے

اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢﴾ ذٰلِكَ

اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر **ف۴** پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ بُرے کام ہیں جو کر رہے ہیں **ف۵** یہ

بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِذَا

اس لیے کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر لگ گئی اُن کے دل پر سو وہ اب نہیں سمجھتے **ف۶** اور جب

رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۗ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۗ كَاَنَّهُمْ

تو دیکھے اُن کو تو اچھے لگیں تجھ کو اُن کے ڈیل اور اگر بات کہیں سنے تو اُن کی بات **ف۷** کیسے ہیں جیسے کہ

خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۗ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۗ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۗ

لکڑی لگا دی دیوار سے **ف۸** جو کوئی چیخے جانیں ہم ہی پر بلا آئی **ف۹** وہی ہیں دشمن ان سے بچتا رہ **ف۱۰**

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٤﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ

گردن مارے اُن کی اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں **ف۱۱** اور جب کہیے اُن کو آؤ معاف کرادے تم کو

رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٥﴾

رسول اللہ کا مٹکاتے ہیں اپنے سر اور تو دیکھے کہ وہ رُکتے ہیں اور وہ غرور کرتے ہیں **ف۱۲**

ف۲ یعنی ہم دل سے اعتقاد رکھتے ہیں آپ کے رسول ہونے پر۔ **ف۳** یعنی جھوٹ کہتے ہیں کہ اُن کو دل سے اعتقاد ہے۔ واقع میں وہ آپ کی رسالت کے قائل نہیں محض اپنی اغراض کے پیش نظر زبان سے باتیں بناتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ پھر اسی ایک بات پر کیا منحصر ہے، جھوٹ بولنا اُنکی امتیازی خصلت اور شعار بن چکا ہے۔ بات بات میں کذب و دروغ سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی سورۃ میں ایک واقعہ کا ذکر آیا چاہتا ہے جس میں اُنہوں نے صریح جھوٹ بولا، اور اللہ نے آسمان سے اُن کی تکذیب کی۔ **ف۴** یعنی جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور مجاہدین اسلام کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال محفوظ رکھنے کے لیے ان ہی قسموں کی آڑ پکڑتے ہیں۔ جہاں کوئی بات قابل گرفت اُن سے سرزد ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے مواخذہ کا خوف ہوا، فوراً جھوٹی قسمیں کھا کر بری ہو گئے۔ **ف۵** یعنی اسلام اور مسلمانوں کی نسبت طعن و تشنیع اور عیب جوئی کر کے دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور لوگ ان کو بظاہر مسلمان دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں، تو ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر و فساد ان ہی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بُرا کام اور کیا ہوگا (لیکن ایک شخص جب تک بظاہر ضروریات دین کا اقرار کرتا ہے خواہ جھوٹ اور فریب ہی سے کیوں نہ ہو، اسلام اُس کے قتل کی اجازت نہیں دیتا) **ف۶** یعنی زبان سے ایمان لائے، دل سے منکر رہے، اور مدعی ایمان ہو کر کافروں جیسے کام کیے اس بے ایمانی اور انتہائی فریب و دغا کا اثر یہ ہوا کہ انکے دلوں پر مہر لگ گئی۔ جن میں ایمان و خیر اور حق و صداقت کے سرایت کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہی ظاہر ہے کہ اب اس حالت پر پہنچکر اُن سے سمجھنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ جب آدمی کا قلب اُس کی بدکاریوں اور بے ایمانیوں سے بالکل مسخ ہو جائے پھر نیک و بد کے سمجھنے کی صلاحیت کہاں باقی رہیگی۔ **ف۷** یعنی دل تو مسخ ہو چکے ہیں لیکن جسم دیکھو تو بہت ڈیل ڈول کے چکنے چپڑے بات کریں تو بہت فصاحت اور چرب زبانی سے، نہایت پچھے دار، کہ خواہ مخواہ سننے والا اُدھر متوجہ ہو۔ اور کلام کی ظاہری سطح دیکھ کر قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ از بروں چوں گور کافر پُرحلل ؛؛ واندروں قہر خدائے عزوجل۔ از بروں طعنہ زنی بر بایزید ؛؛ واز درونت ننگ میدارد یزید۔ **ف۸** خشک اور بیکار لکڑی جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے محض بے جان اور لا یعقل، دیکھنے میں کتنی موٹی، مگر ایک منٹ بھی بدون سہارے کے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ہاں ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آسکتی ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ ان کے موٹے فربہ جسم اور تن و توش سب ظاہری خول ہیں، اندر سے خالی اور بے جان، محض دوزخ کا ایندھن بننے کے لائق۔ **ف۹** یعنی بزدل، نامرد، ڈرپوک، ذرا کہیں شور و غل ہو تو دل دہل جائے۔ سمجھیں کہ ہم ہی پر کوئی بلا آئی سنگین جرموں اور بے ایمانیوں کی وجہ سے ہر وقت اُن کے دل میں دغدغہ لگا رہتا ہے کہ دیکھیے کہیں ہماری دغابازیوں کا پردہ تو چاک نہیں ہو گیا۔ یا ہماری حرکات کی پاداش میں کوئی افتاد تو پڑنے والی نہیں۔ **ف۱۰** یعنی بڑے خطرناک دشمن یہی ہیں ان کی چالوں سے ہشیار رہو۔ **ف۱۱** یعنی ایمان کا اظہار کر کے یہ بے ایمانی، اور حق و صداقت کی روشنی آچکنے کے بعد یہ ظلمت پسندی کس قدر عجیب ہے۔ **ف۱۲** بعض دفعہ جب ان منافقوں کی کوئی شرارت صاف طور پر کھل جاتی اور کذب و خیانت کا پردہ فاش ہو جاتا تو لوگ کہتے کہ (اب بھی وقت نہیں گیا) "آؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے اپنا قصور معاف کرالو حضورؐ کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرما دیگا"، تو غرور و تکبر سے اس پر آمادہ نہ ہوتے اور بے پروائی سے گردن ہلا کر اور سر مٹکا کر رہ جاتے۔ بلکہ بعض بدبخت صاف کہہ دیتے کہ ہم کو رسول اللہ کے استغفار کی ضرورت نہیں۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط لَنْ يَّغْفِرَ

برابر ہے اُن پر تو معافی چاہے اُن کی یا نہ معافی چاہے ہرگز نہ معاف کریگا

اللّٰهُ لَهُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ﴿٦﴾ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ

اُن کو اللہ بیشک اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ف۱ وہی ہیں جو کہتے ہیں

لَا تُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا ط وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ

مت خرچ کرو اُن پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں ف۲ اور اللہ کے ہیں خزانے

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٧﴾ يَقُولُونَ

آسمانوں کے اور زمین کے ولیکن منافق نہیں سمجھتے ف۳ کہتے ہیں

لَئِنْ رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ط وَلِلّٰهِ

البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دیگا جس کا زور ہے وہاں سے کمزور لوگوں کو اور زور

الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨﴾

تو اللہ کا ہے اور اُس کے رسول کا اور ایمان والوں کا لیکن منافق نہیں جانتے ف۴

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ عَنْ

اے ایمان والو غافل نہ کر دیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد

ذِكْرِ اللّٰهِ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٩﴾ وَأَنْفِقُوا

اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں ٹوٹے میں ف۵ اور خرچ کرو

مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ

کچھ ہمارا دیا ہوا اُس سے پہلے کہ آپہنچے تم میں کسی کو موت تب کہے

رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِيْٓ إِلٰٓى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِّنَ

اے رب کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا ع

الصّٰلِحِينَ ﴿١٠﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَا ط وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١١﴾

نیک لوگوں میں ☆ اور ہرگز نہ ڈھیل دیگا اللہ کسی جی کو جب آپہنچا اُس کا وعدہ ف۶ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ف

سورة ٦٣ آية ٦ منزل۷ سورة ٦٣ آية ١١

ف۱ یعنی ممکن ہے آپ غایت رحمت و شفقت سے ان کے لئے بحالت موجودہ معافی طلب کریں۔ مگر اللہ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں، اور نہ ایسے نافرمانوں کو اُس کے ہاں سے ہدایت کی توفیق ملتی ہے۔ اس طرح کی ایک آیت سورہ "براءۃ" میں آچکی ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ ف۲ ایک سفر میں دو شخص لڑ پڑے ایک مہاجرین میں کا اور ایک انصار کا۔ دونوں نے اپنی حمایت کے لئے اپنی جماعت کو پکارا جس پر خاصا ہنگامہ ہو گیا۔ یہ خبر رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو پہنچی کہنے لگا اگر ہم ان (مہاجرین) کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو ہم سے مقابلہ کیوں کرتے تم ہی خبرگیری کرتے ہو تو یہ لوگ رسول کے ساتھ جمع رہتے ہیں خبرگیری چھوڑ دو، ابھی خرچ سے تنگ آکر متفرق ہو جائیں، اور سب مجمع بکھر جائے۔ یہ بھی کہا کہ اس سفر کر واپس ہو کر ہم مدینہ پہنچیں تو جس کا اس شہر میں زور و اقتدار ہے، چاہیئے ذلیل بے قدروں کو نکال دے (یعنی ہم جو معزز لوگ ہیں ذلیل مسلمانوں کو نکال دینگے) ایک صحابی زید بن ارقم نے یہ باتیں سُن کر حضرتؐ کے پاس نقل کر دیں آپ نے عبداللہ بن اُبی وغیرہ کو بلا کر تحقیق کی تو قسمیں کھا گئے کہ زیدؓ بن ارقم نے ہماری دشمنی کر جھوٹ کہہ دیا ہے۔ لوگ زید پر آوازے کسنے لگے۔ وہ بیچارے سخت محجوب اور نادم تھے۔ اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضور نے زید کو فرمایا کہ اللہ نے تجھے سچا کیا۔ ف۳ یعنی احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے کیا جو لوگ خالص اُس کی رضاجوئی کے لئے اُس کے پیغمبر کی خدمت میں رہتے ہیں وہ اُن کو بھوکوں ماردیگا، اور لوگ اگر اُن کی امداد بند کر لینگے تو وہ بھی اپنی روزی کے سب دروازے بند کر لیگا؟ سچ تو یہ ہے کہ جو بندے ان اللہ والوں پر خرچ کر رہے ہیں وہ بھی اللہ ہی کراتا ہے۔ اُس کی توفیق نہ ہو تو نیک کام میں کوئی ایک پیسہ خرچ نہ کر سکے۔ ف۴ یعنی منافق یہ نہیں جانتے کہ زوراور اور عزت والا کون ہے۔ یاد رکھو اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ کی ہے۔ اسکے بعد اُسی سے تعلق رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسول کی اور ایمان والوں کی۔ روایات میں ہے کہ عبداللہ بن اُبی کے وہ الفاظ (کہ عزت والا ذلیل کو نکال دیگا) جب اُس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ کو پہنچے (جو مخلص مسلمان تھے) تو باپ کے سامنے تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ بولے جب تک اقرار نہ کریگا کہ رسول اللہ عزت والے ہیں اور تو ذلیل ہے۔ زندہ نہ چھوڑونگا اور نہ مدینہ میں گھسنے دونگا۔ آخر اقرار کرا کر چھوڑا۔ رضی اللہ عنہ۔ منافقین کی توبیخ و تقبیح کے بعد آگے مؤمنین کو چند ہدایات کی گئی ہیں یعنی تم دنیا میں پھنس کر اللہ کی طاعت اور آخرت کی یاد سے غافل نہ ہو جانا جس طرح یہ لوگ ہو گئے ہیں۔ ف۵ یعنی آدمی کے لئے بڑے خسارے اور ٹوٹے کی بات ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو اور اعلیٰ سے ہٹ کر ادنیٰ میں پھنس جائے۔ مال و اولاد وہ ہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور اُس کی عبادت سے غافل نہ کرے۔ اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں قلبی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا۔ "وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى" ف۶ یہ شاید منافقوں کے قول لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ الخ کا جواب ہوا کہ خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کرو، ورنہ موت سر پر آپہنچے گی تو پچھتاؤ گے کہ ہم نے کیوں خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا۔ اس وقت (موت کے قریب) بخیل تمنا کریگا کہ اے پروردگار! چند روز اور میری موت کو ملتوی کر دیتے، کہ میں خوب صدقہ خیرات کر کے اور نیک بن کر حاضر ہوتا لیکن وہاں التواء کیسا! جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی اور جو میعاد مقرر کر دی ہے، اُس کے پورا ہو جانے پر ایک لمحہ کی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہو سکتی (تنبیہ) ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ اس تمنا کو قیامت کے دن پر حمل کرتے ہیں یعنی محشر میں یہ آرزو کریگا کہ کاش مجھے پھر دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لئے لوٹا دیا جائے تو خوب صدقہ کر کے اور نیک بن کر آؤں۔ ف۷ اُس کو یہ بھی خبر ہے کہ اگر بالفرض تمہاری موت ملتوی کر دی جائے یا محشر سے پھر دنیا کی طرف واپس کریں، تب تم کیسے عمل کرو گے۔ وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے اور سب کے ظاہری و باطنی اعمال سے پوری طرح خبردار ہے۔ اُسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریگا۔ (تم سورۃ المنافقون وللہ الحمد والمنۃ)۔

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانَ عَشَرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اور اُس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَ

پاکی بول رہا ہے اللہ کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اُسی کا راج ہے اور اُسی کو تعریف ہے ف۱ اور

هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ

وہی ہر چیز کر سکتا ہے ☆ وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر کوئی تم میں منکر ہے اور کوئی تم میں

مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

ایماندار ف۲ اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے ☆ بنایا آسمانوں کو اور زمین کو

بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳ يَعْلَمُ مَا فِي

تدبیر سے اور صورت کھینچی تمہاری پھر اچھی بنائی تمہاری صورت ف۳ اور اُسی کی طرف سب کو پھر جانا ہے جانتا ہے جو کچھ ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

آسمانوں میں اور زمین میں اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو کھول کر کرتے ہو اور اللہ کو معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا

جیوں کی بات ☆ کیا پہنچی نہیں تم کو خبر اُن لوگوں کی جو منکر ہو چکے ہیں پہلے پھر اُنہوں نے چکھی

وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ

سزا اپنے کام کی اور اُن کو عذاب دردناک ہے ف۴ یہ اس لئے کہ لاتے تھے اُنکے پاس اُنکے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى

نشانیاں پھر کہتے کیا آدمی ہم کو راہ سمجھائینگے پھر منکر ہوئے اور منہ موڑ لیا ف۵ اور اللہ نے بے پروائی

اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ

کی اور اللہ بے پرواہ ہے سب تعریفوں والا ف۶ دعویٰ کرتے ہیں منکر کہ ہرگز اُنکو کوئی نہ اٹھائیگا ف۷

ف۱ اور جس کسی کا راج دنیا میں دکھائی دیتا ہے وہ اُسی کا دیا ہوا اور جس کسی کی تعریف کی جاتی ہے وہ حقیقت میں اُسی کی تعریف ہے ف۲ یعنی اُسی نے سب آدمیوں کو بنایا۔ چاہیئے تھا کہ سب اُس پر ایمان لاتے اور اُس منعم حقیقی کی اطاعت کرتے۔ مگر ہوا یہ کہ بعض منکر بن گئے اور بعض ایماندار۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدمی میں دونوں طرف جانے کی استعداد اور قوت رکھی تھی۔ مگر اُس نے سب کو فطرت صحیحہ پر پیدا کیا تھا پھر کوئی اُس فطرت پر قائم رہا اور کسی نے گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر اُس کے خلاف راہ اختیار کر لی اور ان دونوں کا علم اللہ کو ہمیشہ سے تھا کہ کون اپنے ارادہ اور اختیار سے کس طرف جائیگا۔ اور پھر اُسی کے موافق سزا یا انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔ یہ ہی چیز اپنے علم کے موافق اُس کی قسمت میں لکھ دی تھی کہ ایسا ہوگا۔ اللہ کا علم محیط اس کو مستلزم نہیں کر دنیا میں ارادہ و اختیار کی قوت باقی نہ رہے۔ یہ مسئلہ دقیق ہے اور ہم اس پر ایک مستقل مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔ ف۳ سب جانوروں سے انسان کی خلقت اچھی ہے دیکھنے میں بھی خوبصورت، اور ملکات و قویٰ میں بھی تمام عالم سے ممتاز، بلکہ سب کا مجموعہ اور خلاصہ، اسی لئے صوفیہ اسے "عالم صغیر" کہتے ہیں۔ ف۴ یعنی تم سے پہلے بہت قومیں "عاد" و "ثمود" وغیرہ ہلاک کی گئیں اور آخرت کا عذاب الگ رہا۔ یہ خطاب اہل مکہ کو ہے۔ ف۵ یعنی کیا ہم ہی جیسے آدمی ہادی بنا کر بھیجے گئے۔ بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتے گویا اُن کے نزدیک بشریت اور رسالت میں منافات تھی۔ اسی لئے اُنہوں نے کفر اختیار کیا اور رسولوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ (تنبیہ) اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ رسول کو بشر کہنے والا کافر ہے انتہائی جہل و الحاد ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی یہ کہدے کہ آیت ان لوگوں کے کفر پر دلالت کر رہی ہے جو رسل بنی آدم کے بشر ہونے کا انکار کریں، تو یہ دعویٰ پہلے دعوے سے زیادہ قوی ہوگا۔ ف۶ یعنی اللہ کو کیا پرواہ تھی۔ اُنہوں نے منہ موڑ لیا تو اللہ نے اُدھر سے نظر رحمت اُٹھالی۔ ف۷ رسالت کی طرح بعث بعد الموت کا بھی انکار ہے۔

ع ۱۰

قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تم کو بیشک اُٹھانا ہے پھر تم کو جتلانا ہے جو کچھ تم نے کیا اور یہ اللہ پر

يَسِيْرٌ ﴿٧﴾ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِىْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

آسان ہے ف۱ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ف۲ اور اللہ کو

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ

تمہارے سب کام کی خبر ہے ف۳ جس دن تم کو اکٹھا کریگا جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار جیت کا ف۴ اور

مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور کرے کام بھلا اُتار دیگا اُس پر سے اُسکی بُرائیاں ف۵ اور داخل کریگا اُس کو

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٩﴾

باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں ندیاں رہا کریں اُن میں ہمیشہ یہی ہے بڑی مُراد ملنی ف۶

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلائیں اُنہوں نے ہماری آیتیں وہ لوگ ہیں دوزخ والے رہا کریں اُسی میں

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٠﴾ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ

اور بُری جگہ جا پہنچے ☆ نہیں پہنچتی کوئی تکلیف بدون حکم اللہ کے اور جو کوئی

يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

یقین لائے اللہ پر وہ راہ بتلائے اُسکے دل کو ف۷ اور اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ف۸ اور حکم مانو اللہ کا

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٢﴾

اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ موڑو تو ہمارے رسول کا تو یہی کام ہے پہنچا دینا کھول کر ف۹

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٣﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اللہ اُس کے سوائے کسی کی بندگی نہیں اور اللہ پر چاہیئے بھروسہ کریں ایمان والے ف۱۰ اے

اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ

ایمان والو تمہاری بعض جورُوئیں اور اولاد دشمن ہیں تمہارے ف۱۱ سو اُن سے بچتے رہو

ف۱ یعنی دوبارہ اُٹھانا اور سب کا حساب کر دینا اللہ کو کیا مشکل ہے۔ پوری طرح یقین رکھو کہ یہ ضرور ہو کر رہیگا۔ کسی کے انکار کرنے سے وہ آنے والی گھڑی ٹل نہیں سکتی۔ لہٰذا مناسب ہے کہ انکار چھوڑ کر اُس وقت کی فکر کرو۔ ف۲ یعنی قرآن کریم پر۔ ف۳ یعنی ایمان کے ساتھ عمل بھی ہونا چاہیئے۔ ف۴ یعنی اُس دن دوزخی ہارینگے اور جنتی جیتینگے۔ ہارنا یہی کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو بے موقع خرچ کر کے رأس المال بھی کھو بیٹھے اور جیتنا یہ کہ ایک ایک کے ہزاروں پائے آگے اسی کی کچھ تفصیل ہے۔ ف۵ یعنی جو تقصیرات ہوئی ہیں ایمان اور نیک کاموں کی برکت سے معاف کر دی جائینگی۔ ف۶ جو جنت میں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں۔ اللہ کی رضا اور دیدار کا مقام بھی وہ ہی ہے۔ ف۷ دنیا میں کوئی مصیبت اور سختی اللہ کی مشیت و ارادہ کے بدون نہیں پہنچتی۔ مؤمن کو جب اس بات کا یقین ہے تو اس پر غمگین اور بددل ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ بہرصورت مالک حقیقی کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیئے اور یوں کہنا چاہیئے ؎ نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ٭ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مؤمن کے دل کو صبر و تسلیم کی راہ بتلا دیتا ہے جس کے بعد عرفان و ایقان کی عجیب و غریب راہیں کھلتی ہیں۔ اور باطنی ترقیات اور قلبی کیفیات کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے۔ ف۸ یعنی جو تکلیف و مصیبت اُس نے بھیجی عین علم و حکمت سے بھیجی۔ اور وہی جانتا ہے کہ کون تم میں سے واقعی صبر و استقامت اور تسلیم و رضا کی راہ پر چلا اور کس کا دل کن احوال و کیفیات کا مورد بننے کے قابل ہے۔ ف۹ یعنی نرمی، سختی اور تکلیف و راحت، غرض ہر حالت میں اللہ و رسول کا حکم مانو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خود تمہارا ہی نقصان ہے۔ رسول سب نیک و بد سمجھا کر اپنا فرض ادا کر چکا۔ اللہ کو تمہاری طاعت و معصیت سے کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ف۱۰ یعنی معبود اور مستعان تنہا اُسی کی ذات ہے۔ نہ کسی اور کی بندگی نہ کوئی دوسرا بھروسہ کے لائق۔ ف۱۱ بہت مرتبہ آدمی بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اُس کے احکام کو بھلا دیتا ہے ان تعلقات کے پیچھے کتنی بُرائیوں کا ارتکاب کرتا اور کتنی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضا جوئی اُسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتی۔ اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو اہل و عیال اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں وہ حقیقۃً اس کے دوست نہیں کہلا سکتے بلکہ بدترین دشمن ہیں جن کی دشمنی کا احساس بھی بسا اوقات انسان کو نہیں ہوتا۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ان دشمنوں سے ہشیار رہو اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو جس کا نتیجہ اُن کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں سب بیویاں اور ساری اولاد اسی قماش کی ہوتی ہے، بہت اللہ کی بندیاں ہیں جو اپنے شوہروں کے دین کی حفاظت کرتی اور نیک کاموں میں اُن کا ہاتھ بٹاتی ہیں، اور کتنی ہی سعادتمند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لیے باقیات صالحات بنتی ہے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ بِفَضْلِهٖ وَمَنِّهٖ۔

ع ١٠ — ١٥

ف۱ یعنی اگر انہوں نے تمہارے ساتھ دشمنی کی اور تم کو دینی یا دنیوی نقصان پہنچ گیا تو اس کا اثر یہ نہ ہونا چاہیئے کہ تم انتقام کے درپے ہو جاؤ۔ اور اُن پر نامناسب سختی شروع کر دو۔ ایسا کرنے سے دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائیگا۔ جہاں تک عقلاً و شرعاً گنجائش ہو، اُن کی حماقتوں اور کوتاہیوں کو معاف کرو اور عفو و درگزر سے کام لو ان مکارم اخلاق پر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربانی کریگا اور تمہاری

وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا

اور اگر معاف کرو اور درگزرو اور بخشو تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۱

أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا

تمہارے مال اور تمہاری اولاد یہی ہیں جانچنے کو اور اللہ جو ہے اسکے پاس ہے ثواب بڑا ف۲ سو ڈرو

اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ

اللہ سے جہاں تک ہو سکے اور سنو اور مانو ف۳ اور خرچ کرو اپنے بھلے کو ف۴

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ إِن تُقْرِضُوا

اور جس کو بچا دیا اپنے جی کے لالچ سے سو وہ لوگ وہی مراد کو پہنچے ف۵ اگر قرض دو

اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾

اللہ کو اچھی طرح پر قرض دینا وہ دونا کر دے تم کو اور تم کو بخشے ف۶ اور اللہ قدردان ہے تحمل والا ف۷

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾

جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا زبردست حکمت والا ف۸

ع ۲ (۸) ۱۶

سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورہ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا

اے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو تو اُن کو طلاق دو اُنکی عدت پر ف۹ اور گنتے رہو

الْعِدَّةَ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ

عدت کو ف۱۰ اور ڈرو اللہ سے جو رب ہے تمہارا مت نکالو اُن کو اُن کے گھروں سے ف۱۱ اور وہ بھی نہ نکلیں

إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ

مگر جو کریں صریح بے حیائی ف۱۲ اور یہ حدیں ہیں باندھی ہوئی اللہ کی اور جو کوئی بڑھے

خطاؤں کو معاف فرمائیگا۔ ف۲ یعنی اللہ تعالیٰ مال و اولاد دیکر تم کو جانچتا ہے کہ کون ان فانی و زائل چیزوں میں پھنس کر آخرت کی باقی و دائم نعمتوں کو فراموش کرتا ہے اور کس نے ان سامانوں کو اپنی آخرت کا ذخیرہ بنایا ہے اور وہاں کے اجر عظیم کو یہاں کے حظوظ و مالوفات پر ترجیح دی ہے۔ ف۳ یعنی اللہ سے ڈر کر جہاں تک ہو سکے اس جانچ میں ثابت قدم رہو اور اس کی بات سنو اور مانو۔ ف۴ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہوگا۔ ف۵ یعنی مراد کو وہی شخص پہنچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کے لالچ سے بچا دے۔ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھے۔ ف۶ یعنی اللہ کی راہ میں اخلاص اور نیک نیتی کر طیب مال خرچ کرو، تو اللہ اُس سے کہیں زیادہ دیگا اور تمہاری کوتاہیوں کو معاف فرمائیگا۔ اس طرح کا مضمون پہلے کئی جگہ گزر چکا ہے۔ وہیں ہم نے پوری تقریر کی ہے۔ ف۷ قدردانی کی بات یہ ہے کہ تھوڑے عمل پر بہت سا ثواب دیتا ہے، اور تحمل یہ کہ گناہ دیکھ کر فوراً عذاب نہیں بھیجتا پھر بہت سے مجرموں کو بالکل معاف اور بہتیروں کی سزائیں تخفیف کرتا ہے۔ ف۸ یعنی اُسی کو ظاہری اعمال اور باطنی نیتوں کی خبر ہے اپنی زبردست قوت اور حکمت سے اُس کے مناسب بدلہ دیگا۔

تم سورۃ التغابن و للہ الحمد والمنہ

ف۹ نبی کو مخاطب بنا کر یہ ساری اُمت سے خطاب ہے یعنی جب کوئی شخص (کسی ضرورت اور مجبوری سے) اپنی عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو چاہیئے کہ عدت پر طلاق دے۔ سورۂ "بقرہ" میں آ چکا کہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں (کما ہو مذہب الحنفیہ) لہٰذا حیض سے پہلے حالت طہر میں طلاق دینا چاہیئے تا سارا حیض گنتی میں آئے۔ اگر فرض کیجئے حالت حیض میں طلاق دیگا تو دو حال سے خالی نہیں جس حیض میں طلاق دی ہے، اُس کو عدت میں شمار کرینگے یا نہ کرینگے۔ پہلی صورت میں ایقاع طلاق سے پہلے جس قدر وقت حیض کا گزر چکا وہ عدت میں سے کم ہو جائیگا۔ اور پورے تین حیض عدت کے باقی رہینگے۔ اور دوسری صورت میں جب موجودہ حیض کے علاوہ تین حیض لینگے تو یہ حیض تین سے زائد ہوگا۔ اس لیئے مشروع طریقہ یہ ہے کہ طہر میں طلاق دی جائے۔ اور حدیث سے یہ قید بھی ثابت ہے کہ اُس طہر میں صحبت نہ کی ہو۔ ف۱۰ یعنی مرد و عورت دونوں کو چاہیئے کہ عدت کو یاد رکھیں کہیں غفلت و سہو کی وجہ سے کوئی بے احتیاطی اور گڑبڑ نہ ہو جائے۔ نیز طلاق ایسی طرح دیں کہ ایام عدت کی گنتی میں کمی بیشی لازم نہ آئے۔ جیسا کہ اوپر کے فائدہ میں بتلایا جا چکا ہے۔ ف۱۱ یعنی اللہ سے ڈر کر احکام شریعۃ کی پابندی رکھنی چاہیئے جن میں سے ایک حکم یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے اور تین طلاقیں ایک دم نہ ڈالی جائیں اور مطلقہ عورت کو اُس کے رہنے کے گھر سے نہ نکالا جائے۔ وغیرہ

الک۔ ف۱۲ یعنی عورتیں خود بھی اپنی مرضی سے نہ نکلیں کیونکہ یہ سکنیٰ محض حق العبد نہیں کہ اس کی رضا سے ساقط ہو جائے، بلکہ حق الشرع ہے۔ ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں مثلاً بدکاری یا سرقہ کی مرتکب ہوں یا بقول بعض علماء زبان درازی کریں اور ہر وقت کا رنج و تکرار رکھتی ہوں تو نکالنا جائز ہے اور اگر بے وجہ نکلیں گی تو یہ خود صریح بے حیائی کا کام ہوگا۔

حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ

اللہ کی حدوں سے تو اُس نے بُرا کیا اپنا ف۱ اُس کو خبر نہیں ف۲ شاید اللہ پیدا کردے اس طلاق کے

ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

بعد نئی صورت ف۳ پھر جب پہنچیں اپنے وعدہ کو تو رکھ لو اُن کو دستور کے موافق یا

فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ

چھوڑ دو اُن کو دستور کے موافق ف۴ اور گواہ کرلو دو معتبر اپنے میں کے ف۵ اور سیدھی ادا کرو گواہی

لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ۬ وَمَنْ

اللہ کے واسطے ف۶ یہ بات جو ہے اس سے سمجھ جائیگا جو کوئی یقین رکھتا ہوگا اللہ پر اور پچھلے دن پر ف۷ اور جو کوئی

یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ

ڈرتا ہے اللہ سے وہ کردے اُس کا گزارہ ف۸ اور روزی دے اسکو جہاں سے اُس کو خیال بھی نہ ہو ف۹

وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ

اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اُس کو کافی ہے تحقیق اللہ پورا کرلیتا ہے اپنا کام اللہ نے رکھا ہے

لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ③ وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ

ہر چیز کا اندازہ ف۱۰ اور جو عورتیں نااُمید ہوگئیں حیض سے تمہاری عورتوں میں اگر

ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ

تم کو شبہ رہ گیا تو اُنکی عدت ہے تین مہینے اور ایسی ہی جن کو حیض نہیں آیا ف۱۱ اور جن کے پیٹ میں بچہ ہے

اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ

اُنکی عدت یہ کہ جن لیں پیٹ کا بچہ ف۱۲ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے کردے وہ اُس کے کام میں

یُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ

آسانی ✿ یہ حکم ہے اللہ کا جو اُتارا تمہاری طرف اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے اُتار دے اُس سے

سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ⑤ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ

اُس کی بُرائیاں اور بڑا دے اُس کو ثواب ف۱۳ اُنکو گھر دو رہنے کے واسطے جہاں تم آپ رہو اپنے

ف۱ یعنی گناہگار ہو کر اللہ کے ہاں سزا کا مستوجب ہوا۔ ف۲ "لَا تَدْرِیْ" کا ترجمہ "اُس کو خبر نہیں" بصیغہ غائب کیا ہے۔ تا معلوم ہو جائے کہ خطاب اُسی طلاق دینے والے کو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ف۳ یعنی شاید پھر دونوں میں صلح ہو جائے۔ اور طلاق پر ندامت ہو۔ ف۴ یعنی طلاق رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو تم کو دو باتوں میں ایک کا اختیار ہے۔ یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کرکے اپنے نکاح میں رہنے دو اور یا عدت منقضی ہونے پر معقول طریقہ سے اُس کو جدا کردو۔ مطلب یہ ہے کہ رکھنا ہو تب اور الگ کرنا ہو تب، ہر حالت میں آدمیت اور شرافت کا برتاؤ کرو۔ یہ بات مت کرو کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو اور خواہ مخواہ تطویل عدت کے لئے رجعت کرلیا کرو۔ یا رکھنے کی صورت میں اُسے ایذا پہنچاؤ اور طعن وتشنیع کرو۔ ف۵ یعنی طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے اگر نکاح میں رکھنا چاہے تو رجعت پر دو گواہ کرے تا لوگوں میں متہم نہ ہو۔ ف۶ یہ گواہوں کو ہدایت ہے کہ شہادت کے وقت ٹیڑھی ترچھی بات نہ کریں سچی اور سیدھی بات کہنی چاہیئے۔ ف۷ زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر بہت ظلم ہوتا تھا اُن کو گائے بھینس یا نہایت ذلیل ومجبور قیدیوں کی طرح سمجھتے تھے بعض لوگ عورت کو سو سو مرتبہ طلاق دیتے تھے اور اُس کے بعد بھی اُسکی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوتا تھا۔ قرآن نے جابجا ان وحشیانہ مظالم اور بے رحمیوں کے خلاف آواز بلند کی۔ اور نکاح وطلاق کے حقوق وحدود پر نہایت صاف روشنی ڈالی بالخصوص اس سورت میں منجملہ دوسری حکیمانہ ہدایات ونصائح کے ایک نہایت ہی جامع مانع اور ہمہ گیر اصول فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ بیان فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ اُن کو رکھو تو معقول طریقہ سے رکھو اور چھوڑو تب بھی معقول طریقہ سے چھوڑو لیکن ان زریں نصیحتوں سے منتفع وہ ہی شخص ہو سکتا ہے جس کو خدا پر اور یوم آخرت پر یقین ہو۔ کیونکہ یہ ہی یقین انسان کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا کرتا ہے۔ اور اسی ڈر سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ جس طرح ایک کمزور عورت بخت واتفاق سے ہمارے قبضہ واقتدار میں آگئی ہے، ہم سب بھی کسی قہار ہستی کے قبضہ واقتدار میں ہیں۔ یہ ہی ایک خیال ہے جو آدمی کو ہر حالت میں ظلم وتعدی سے روک سکتا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر اُبھارتا ہے۔ اسی لئے سورۂ ہذا میں خصوصی طور پر اتقاء (پرہیزگاری اور خدا کے خوف) پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ف۸ یعنی اللہ سے ڈر کر اُس کے احکام کی بہرحال تعمیل کرو۔ خواہ کتنی ہی مشکلات وشدائد کا سامنا کرنا پڑے حق تعالیٰ تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیگا اور سختیوں میں بھی گزارہ کا سامان کردیگا۔ ف۹ اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں بے قیاس وگمان روزی ملتی ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں، جنت ہاتھ آتی ہے اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے جس کے بعد کوئی سختی، سختی نہیں رہتی، اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمام دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو اُن کو کافی ہو جائے۔ ف۱۰ یعنی اللہ پر بھروسہ رکھو، محض اسباب پر تکیہ مت کرو۔ اللہ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں۔ جو کام اُسے کرنا ہو، وہ پورا ہو کر رہتا ہے، اسباب بھی اُسی کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہاں ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ ہے اُسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس لیئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہیئے ف۱۱ یعنی مطلقہ کی عدت قرآن نے تین حیض بتلائی (کمافی سورۃ البقرۃ) اگر شبہ رہا ہو کہ جس کو حیض نہیں آیا یا بڑی عمر کے سبب موقوف ہوا، اُس کی عدت کیا ہوگی تو بتلا دیا کہ تین مہینے ہیں۔ ف۱۲ جمہور کے نزدیک حامل کی عدت وضع حمل تک ہے خواہ ایک منٹ کے بعد ہو جائے یا کتنی ہی طویل مدت کے بعد ہو۔ اس میں مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا دونوں کا ایک حکم ہے۔ کما ہو مصرح فی الاحادیث۔

ف۱۳ جابجا جملہ کے بعد اتقاء اور اللہ کے ڈر کا مضمون مختلف پیرایوں میں دُہرایا گیا ہے تا پڑھنے والا بار بار متنبہ ہو کہ عورتوں کے معاملات میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

ف١ مرد کے ذمہ ضروری ہے کہ مطلقہ کو عدت تک رہنے کے لیے مکان دے۔ (اس کو سکنیٰ کہتے ہیں) اور جب سکنیٰ واجب ہے تو نفقہ بھی اُس کے ذمہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ عورت اتنے دنوں تک اُسی کی وجہ سے مکان میں مقید ومحبوس رہیگی۔ قرآن کریم کے الفاظ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، کہ اُس کو اپنے مقدور اور حیثیت کے موافق اپنے گھر میں رکھو۔ ظاہر ہے کہ مقدور کے موافق رکھنا اس کو بھی متضمن ہے کہ اُس کے کھانے کپڑے کا مناسب بندوبست کرے۔ چنانچہ مصحف ابن مسعود میں یہ آیت اس طرح تھی اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ وَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ مِنْ وُّجْدِكُمْ۔ حنفیہ کے نزدیک یہ حکم سکنیٰ اور نفقہ کا ہر قسم کی مطلقہ کو عام ہے۔ رجعیہ کی قید نہیں۔ کیونکہ پہلے سے جو بیان چلا آتا ہے مثلاً آئسہ، صغیرہ، اور حاملہ کی عدت کا مسئلہ اُس میں کوئی تخصیص نہیں تھی۔ پھر اس میں بلا وجہ کیوں تخصیص کی جائے۔ رہی فاطمہ بنت قیس کی حدیث جس میں وہ کہتی ہیں کہ میرے زوج نے تین طلاقیں دیدی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکنیٰ اور نفقہ نہیں دلایا۔ اول تو اس حدیث میں فاروق اعظمؓ، عائشہ صدیقہؓ اور دوسرے صحابہؓ وتابعین نے انکار فرمایا۔ بلکہ فاروق اعظمؓ نے یہاں تک کہدیا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سُنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ عورت بھول گئی یا اُس نے یاد رکھا۔ معلوم ہوا کہ فاروق اعظم کتاب اللہ سے یہی سمجھے ہوئے تھے کہ مطلقہ ثلاث کے لیے نفقہ وسکنیٰ واجب ہے اور اُس کی تائید میں رسول اللہ کی کوئی سنت بھی اُن کے پاس موجود تھی۔ چنانچہ طحاوی وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے تصریحاً بیان کیا ہے کہ یہ مسئلہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ اور دارقطنی میں جابرؓ کی ایک حدیث بھی اس بارہ میں صریح ہے۔ گو اُس کے بعض رواۃ میں اور رفع ووقف میں کلام کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ حضورؐ نے فاطمہ بنت قیس کے لیے سکنیٰ اس لیے تجویز نہ کیا ہو کہ یہ اپنی سُسرال والوں سے زبان درازی اور سخت کلامی کرتی تھی جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ لہٰذا آپ نے حکم دیدیا کہ اُن کے گھر سے چلی جائے۔ پھر جب سکنیٰ نہ رہا تو نفقہ بھی ساقط ہوگیا جیسے ناشزہ کا (جو شوہر کی نافرمانی کر کے گھر سے نکل جائے) نفقہ ساقط ہوجاتا ہے، تاوقتیکہ گھر واپس نہ آئے (رحمۃ علیہ ابوبکر الرازی فی احکام القرآن) نیز جامع ترمذی وغیرہ کی بعض روایات میں ہے کہ اس کو کھانے جیز کے لیے غلہ دیا گیا تھا۔ اُس نے اُس مقدار سے زائد کا مطالبہ کیا جو منظور نہ ہوا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ حضور نے اُس سے زائد نفقہ تجویز نہیں فرمایا جو مرد کی طرف سے دیا جارہا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہاں یہ یاد رہے کہ نسائی، طبرانی اور مسند احمدؒ کی بعض روایات میں فاطمہ بنت قیس نے حضورؐ کا صریح ارشاد نقل کیا ہے کہ سکنیٰ اور نفقہ صرف اُس مطلقہ کے لیے ہے جس سے رجعت کا امکان ہو ان روایات کی سندیں زیادہ قوی نہیں۔ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اس پر بحث کی ہے۔ فلیراجع۔ ف٢ یعنی ستاؤ نہیں۔ کہ وہ تنگ آکر نکلنے پر مجبور ہوجائیں ف٣ حمل کی مدت کبھی بہت طویل ہوجاتی ہے اُس کو خصوصیت سے بتلا دیا کہ خواہ کتنی ہی طویل ہو وضع حمل تک اُس کو نفقہ دینا ہوگا یہ نہیں کہ مثلاً تین مہینے نفقہ دے کر بند کرلو۔ ف٤ یعنی وضع حمل کے بعد اگر عورت تمہاری خاطر بچہ کو دودھ پلائے تو جو اُجرت کسی دوسری انّا کو دیتے وہ اُس کو دی جائے۔ اور معقول طریقہ سے دستور کے موافق باہم مشورہ کر کے قرارداد کرلیں۔ خواہ مخواہ ضد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا برتاؤ رکھیں نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے نہ مرد اس کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے پلوائے۔ ف٥ یعنی اگر آپس کی ضد اور تکرار سے عورت دودھ پلانے پر راضی نہ ہو تو کچھ اُس پر موقوف نہیں کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی مل جائیگی۔ اس کو اتنا گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر مرد خواہ مخواہ بچہ کو اس کی ماں سے دودھ پلوانا نہیں چاہتا تو بہر حال کوئی دوسری عورت دودھ پلانے کو آئیگی۔ آخر اُس کو بھی کچھ دینا پڑیگا۔ پھر وہ بچہ کی ماں ہی کو کیوں نہ دے۔ ف٦ یعنی بچہ کی تربیت کا خرچ باپ پر ہے۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت کو اپنی حیثیت کے مناسب خرچ کرنا چاہیئے اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو محض نپی تلی روزی اللہ نے دی ہو، وہ اُسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کیا کرے۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جب تنگی کی حالت میں اُس کے حکم کے موافق خرچ کروگے، وہ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دیگا۔ ف٧ یعنی احکام شریعت کی خصوصاً عورتوں کے بارے میں پوری پابندی رکھو۔ اگر نافرمانی کروگے تو یاد رہے کتنی ہی بستیاں اللہ ورسول کی نافرمانی کی پاداش میں تباہ کی جاچکی ہیں جس وقت وہ لوگ تکبر کر کے حد سے نکل گئے ہم نے اُن کا جائزہ لیا اور سختی سے لیا کہ ایک عمل کو بھی معاف نہیں کیا۔ پھر اُن کو ایسی نرالی آفت میں پھنسایا جو آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ف٨ یعنی عمر بھر جو سودا کیا تھا آخر اُس میں سخت خسارہ اُٹھایا اور جو پونجی تھی سب کھو کر رہے۔ ف٩ پہلے دنیوی عذاب کا ذکر تھا۔ یہ اخروی عذاب بیان ہوا۔ ف١٠ یعنی یہ عبرتناک واقعات سُن کر عقلمند ایمانداروں کو ڈرتے رہنا چاہیئے کہیں ہم سے ایسی بے اعتدالی نہ ہوجائے کہ خدا کی پکڑ میں آجائیں۔ العیاذ باللہ۔ ف١١ یعنی قرآن، یا "ذکر" بمعنی "ذاکر" ہو تو خود رسول مُراد ہونگے۔ ف١٢ یعنی صاف آیتیں جن میں اللہ کے احکام کھول کھول کر سُنائے گئے ہیں۔ ف١٣ یعنی کفر وجہل کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور علم وعمل کے اُجالے میں لے آئے۔

وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ

مقدور کے موافق ف١ اور ایذا دینا نہ چاہو اُن کو تاکہ تنگ پکڑو اُن کو ف٢ اور اگر رکھتی ہوں پیٹ میں بچہ

فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ

تو اُن پر خرچ کرو جب تک جنیں پیٹ کا بچہ ف٣ پھر اگر دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو دو اُنکو اُن کا بدلا

وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ؕ ﴿٦﴾

اور سکھاؤ آپس میں نیکی ف٤ اور اگر ضد کرو آپس میں تو دودھ پلائیگی اُسکی خاطر اور کوئی عورت ف٥

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ

چاہیئے خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے موافق اور جس کو نپی تلی ملتی ہے اُسکی روزی تو خرچ کرے جیسا کہ

اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ

دیا ہے اُسکو اللہ نے اللہ کسی پر تکلیف نہیں رکھتا مگر اسی قدر جو اُس کو دیا اب کر دیگا اللہ سختی کے

عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿٧﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ

پیچھے کچھ آسانی ف٦ اور کتنی بستیاں کہ نکل چلیں حکم سے اپنے رب کے اور اُسکے رسولوں کے

فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ

پھر ہم نے حساب میں پکڑا اُنکو سخت حساب میں اور آفت ڈالی اُن پر بن دیکھی آفت ف٧ پھر چکھی اُنہوں نے سزا

وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا

اپنے کام کی اور آخر کو اُن کے کام میں ٹوٹا آگیا ف٨ تیار رکھا ہے اللہ نے واسطے اُنکے سخت

شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۖۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ

عذاب ف٩ سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقل والو جن کو یقین ہے ف١٠ بیشک اللہ نے

اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ

اُتاری ہے تم پر نصیحت ف١١ رسول ہے جو پڑھ کر سناتا ہے تم کو اللہ کی آیتیں کھول کر سنانے والی ف١٢ تاکہ نکالے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ

اُن لوگوں کو جو کہ یقین لائے اور کیے بھلے کام اندھیروں سے اُجالے میں ف١٣ اور جو کوئی

ف جنت سے زیادہ بہتر روزی کہاں ملیگی۔ ف۲ یعنی زمینیں بھی سات پیدا کیں ... کوئی اچنبھے کی بات نہیں ... کہ نظر آتی ہوں، اور احتمال ہے کہ نظر آتی ہوں۔ مگر لوگ اُن کو کواکب سمجھتے ہوں جیسا کہ مریخ وغیرہ کی نسبت آج کل حکماء یورپ کا گمان ہے کہ اُس میں پہاڑ، دریا، اور آبادیاں ہیں۔ باقی حدیث میں جو اُن زمینوں کا اس زمین کے تحت میں ہونا وارد ہے وہ شاید باعتبار بعض حالات کے ہو۔ اور بعض حالات میں وہ زمینیں اس سے فوق ہو جاتی ہوں۔ رہا ابن عباسؓ کا وہ اثر جس میں "اٰدمٌ کاٰدمکم" وغیرہ آیا ہے، اُس کی شرح کا یہ موقع نہیں۔ "روح المعانی" میں اس پر بقدر کفایت کلام کیا ہے۔ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بعض رسائل میں اُس کے بعض اطراف و جوانب کو بہت خوبی سے صاف کر دیا گیا ہے۔ ف۳ یعنی عالم کے انتظام و تدبیر کے لئے اللہ کے احکام تکوینیہ و تشریعیہ آسمانوں اور زمینوں کے اندر اُترتے رہتے ہیں۔ ف۴ یعنی آسمان و زمین کے پیدا کرنے اور اُن میں انتظامی احکام جاری کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات علم و قدرت کا اظہار ہو (نبہ علیہ ابن قیم فی بدائع الفوائد) بقیہ صفات اِن ہی دو صفتوں سے کسی نہ کسی طرح تعلق رکھتی ہیں۔ صوفیہ کے ہاں جو ایک حدیث نقل کرتے ہیں "کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ اَن اُعرَف" گو محدثین کے نزدیک صحیح نہیں مگر اُس کا مضمون شاید اس آیت کے مضمون سے ماخوذ و مستفاد ہو۔ واللہ اعلم۔ تم سورۃ الطلاق وللہ الحمد والمنۃ۔ ف۵ سورۂ "احزاب" کے فوائد میں گزر چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات عنایت فرمائیں اور لوگ آسودہ ہو گئے تو ازواج مطہرات کو بھی خیال آیا کہ ہم کیوں آسودہ نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں اُنہوں نے ملکر حضور سے زیادہ نفقہ کا مطالبہ شروع کیا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے "وھُنّ حولی یطلبنَنی النفقۃ" اور بخاری کے ابواب المناقب میں ہے "وحولہ نسوۃ یکلمنہ ویستکثرنہ" اس پر ابوبکرؓ نے عائشہؓ کو اور عمرؓ نے حفصہؓ کو ڈانٹ بتلائی۔ آخر ازواج نے وعدہ کیا کہ آئندہ ہم آپ سے اُس چیز کا مطالبہ نہیں کرینگے جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ پھر بھی رفتار واقعات کی ایسی رہی جس سے آپ کو ایک ماہ کے لئے ازواج سے "ایلاء" کرنا پڑا۔ تا آنکہ آیۂ تخییر نے جو "احزاب" میں ہے نازل ہو کر اس قصہ کا خاتمہ کر دیا۔ اس درمیان میں کچھ واقعات اور بھی پیش آئے جس سے حضورؐ کی طبع مبارک پر گرانی ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ ازواج مطہرات کو جو محبت اور تعلق حضور کے ساتھ تھا، اُس نے قدرتی طور پر آپس میں ایک طرح کی کشمکش پیدا کر دی تھی۔ ہر ایک زوجہ کی تمنا اور کوشش تھی کہ وہ زائد از زائد حضور کی توجہات کا مرکز بن کر دارین کی برکات و فیوض سے متمتع ہو۔ مرد کے لئے یہ موقع تحمل و تدبر اور خوش اخلاقی کے امتحان کا نازک ترین موقع ہوتا ہے۔ مگر اس نازک موقع پر بھی حضورؐ کی ثابت قدمی ویسی ہی غیر متزلزل ثابت ہوئی جس کی توقع سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت سے ہو سکتی تھی۔ آپؐ کی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے ہاں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لیجاتے۔ ایک روز حضرت زینبؓ کے ہاں کچھ دیر لگی، معلوم ہوا کہ اُنہوں نے شہد پیش کیا تھا اُس کے نوش فرمانے میں وقفہ ہوا، پھر کئی روز یہ معمول رہا۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے مل کر تدبیر کی کہ آپ وہاں شہد پینا چھوڑ دیں۔ آپ نے چھوڑ دیا اور حفصہؓ ... کہ میں نے زینب کے ہاں شہد پیا تھا مگر اب قسم کھاتا ہوں کہ پھر نہیں پیونگا۔ نیز یہ خیال فرما کر کہ زینب کو اسکی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ دلگیر ہونگی۔ حفصہ کو منع کر دیا کہ اسکی اطلاع کسی کو نہ کرنا۔ اسی طرح کا ایک قصہ ماریہ قبطیہ کے متعلق (جو آپ کے حرم سے تھیں جن کے بطن سے صاحبزادے ابراہیم تولد ہوئے) پیش آیا۔ اُس میں آپ نے ازواج کی خاطر قسم کھالی کہ ماریہ کے پاس نہ جاؤنگا۔ یہ بات آپ نے حضرت حفصہؓ کے سامنے کہی تھی اور تاکید کر دی تھی کہ دوسروں کے سامنے اظہار نہ ہو۔ حضرت حفصہ نے ان واقعات کی اطلاع چپکے سے حضرت عائشہ کو کر دی۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ کہنا۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا۔ آپ نے حفصہ کو جتلایا کہ تم نے فلاں بات کی اطلاع عائشہ کو کر دی حالانکہ منع کر دیا تھا۔ وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں کہ آپ سے کس نے کہا۔ شائد عائشہ کی طرف خیال گیا ہوگا۔ حضور نے فرمایا "نبّأنی العلیم الخبیر" یعنی حق تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی۔ اِن ہی واقعات کے سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ ف۶ حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۃً حلال و مباح سمجھتے ہوئے عہد کر لیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کرونگا۔ ایسا کرنا اگر کسی مصلحت صحیحہ کی بنا پر ہو تو شرعاً جائز ہے۔ مگر حضورؐ کی شان رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لئے اس طرح کا اسوہ قائم کریں جو آئندہ اُمت کے حق میں تنگی کا موجب ہو۔ اس لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ازواج کے ساتھ بیشک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے۔ مگر اس حد تک ضرورت نہیں کہ اُن کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے تکلیف اُٹھائیں۔ ف۷ کہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور آپ سے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوا محض اپنے درجہ میں ایک خلاف اولیٰ بات ہوئی۔ ف۸ یعنی اُس مالک نے اپنے علم و حکمت سے تمہارے لئے مناسب احکام و ہدایات بھیجے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نامناسب چیز پر قسم کھالے تو کفارہ دے کر (جس کا ذکر سورۂ "مائدہ" میں آچکا) اپنی قسم کھول سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اب جو کوئی اپنے مال کو کہے یہ مجھ پر حرام ہے تو قسم ہو گئی۔ کفارہ دے، تو اُس کو کام میں لائے کھانا ہو یا کپڑا یا لونڈی" (وھذا ما علیہ الحنفیہ)۔

يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

یقین لائے اللہ پر اور کرے کچھ بھلائی اُس کو داخل کرے باغوں میں نیچے بہتی ہیں جن کے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

نہریں سدا رہیں اُن میں ہمیشہ البتہ خوب دی اللہ نے اُس کو روزی ف۱ اللہ وہ ہے جس نے

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ

بنائے سات آسمان اور زمین بھی اُتنی ہی ف۲ اُترتا ہے اُس کا حکم اُنکے اندر ف۳

لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ

تاکہ تم جانو کہ اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور اللہ کے علم میں سمائی ہے ہر

شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

چیز کی ف۴

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی اور اُس کی بارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ

ف۵ اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر چاہتا ہے تو رضامندی اپنی عورتوں کی ف۶

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱﴾ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ

اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ف۷ اللہ نے تمہارے لئے کھول ڈالنا ٹھیرا دیا ہے تمہاری قسموں کا

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ

اور اللہ مالک ہے تمہارا اور وہی ہے سب کچھ جانتا حکمت والا ف۸ اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی

اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ

عورت سے ایک بات پھر جب اُس نے خبر کر دی اُسکی اور اللہ نے جتلا دی نبی کو وہ بات تو جتلائی نبی نے

بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ

اُس میں سے کچھ اور ٹلا دی کچھ پھر جب وہ جتلائی عورت کو بولی تجھ کو کس نے

أَنۢبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْخَبِيرُ ﴿٣﴾ إِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ

بتلادی یہ کہا مجھ کو بتایا اُس خبر والے واقف نے ف۱ اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِن تَظَٰهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ مَوْلَىٰهُ

تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے ف۲ اور اگر تم دونوں چڑھائی کروگی اُس پر تو اللہ ہے اُس کا رفیق

وَجِبْرِيلُ وَصَٰلِحُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿٤﴾

اور جبرئیل اور نیک بخت ایمان والے اور فرشتے اس کے پیچھے مددگار ہیں ف۳

عَسَىٰ رَبُّهُۥٓ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُۥٓ أَزْوَٰجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ

اگر نبی چھوڑ دے تم سب کو ابھی اُس کا رب بدلے میں دیدے اُس کو عورتیں تم سے بہتر

مُسْلِمَٰتٍ مُّؤْمِنَٰتٍ قَٰنِتَٰتٍ تَٰٓئِبَٰتٍ عَٰبِدَٰتٍ سَٰٓئِحَٰتٍ ثَيِّبَٰتٍ وَ

حکم بردار یقین رکھنے والیاں نماز میں کھڑی ہونے والیاں توبہ کرنے والیاں بندگی بجالانے والیاں روزہ رکھنے والیاں بیاہیاں

أَبْكَارًا ﴿٥﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

اور کنواریاں ف۴ اے ایمان والو بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے

وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

جس کی چپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر ف۵ اُس پر مقرر ہیں فرشتے تندخو زبردست ف۶

لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ يَٰٓأَيُّهَا

نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے اُنکو اور وہی کام کرتے ہیں جو اُن کو حکم ہو ف۷ اے

ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَا تَعْتَذِرُوا۟ ٱلْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ

منکر ہونے والو مت بہانے بتلاؤ آج کے دن وہی بدلا پاؤ گے جو تم

تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا

کرتے تھے ف۸ اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ ف۹

عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى

اُمید ہے تمہارا رب اُتار دے تم پر سے تمہاری برائیاں اور داخل کرے تم کو باغوں میں جن کے

ف۱ شروع سورت میں ہم شہد کا اور ماریہ قبطیہ کا قصہ لکھ چکے ہیں۔ اس آیت میں بتلادیا کہ بندے ایک بات کو چھپانے کی کتنی ہی کوشش کریں، اللہ جب ظاہر کرنا چاہے تو ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت اور وسعت اخلاق کا اس سے ثبوت ملتا ہے کہ آپ خلاف طبع کارروائیوں پر کس قدر تساہل اور اغماض برتتے اور کس طرح از راہ عفو و کرم بعض باتوں کو ٹلا جاتے تھے۔ گویا شکایت کے موقع پر بھی پورا الزام نہ دیتے تھے "موضح القرآن" میں ہے کہ بعض کہتے ہیں "اُس حرم (ماریہ قبطیہ) کا موقوف کرنا آپ نے حضرت حفصہ سے کہا اور کسی کو خبر کرنے سے منع کیا۔ اور اس کے ساتھ کچھ اور بات بھی کہی تھی اُنہوں نے حضرت عائشہ کو سب خبر کردی۔ کیونکہ دونوں باتوں میں دونوں کا مطلب تھا۔ پھر وحی سے معلوم کرکے حضرت نے بی بی حفصہ کو حرم کی بات کا الزام دیا اور دوسری بات ذکر میں نہ لائے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ شاید یہ تھی کہ تیرا باپ عائشہ کے باپ کے بعد خلیفہ ہوگا۔ الغیب عند اللہ۔ جو بات اللہ اور رسول نے ٹلادی ہم کیا جانیں۔ اسی واسطے ٹلادی کہ بے ضرورت چرچا نہ ہو۔ تا اور لوگ بُرا نہ مانیں"۔ یہ مضمون خلافت کا بعض ضعیف روایات میں آیا ہے جسے بعض علماء شیعہ نے بھی تسلیم کیا۔ ف۲ یہ عائشہ و حفصہ کو خطاب ہے کہ اگر تم توبہ کرتی ہو تو بیشک توبہ کا موقع ہے کیونکہ تمہارے دل جادۂ اعتدال سے ہٹ کر ایک طرف کو جھک گئے ہیں۔ لہٰذا آئندہ ایسی بے اعتدالیوں سے پرہیز رکھا جائے۔ ف۳ زوجین کے خانگی معاملات بعض اوقات ابتداءً بہت معمولی اور حقیر نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر ذرا باگ ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو آخرکار نہایت خطرناک اور تباہ کن صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ خصوصاً عورت اگر کسی اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اُس کو طبعاً اپنے باپ بھائی اور خاندان پر بھی گھمنڈ ہوسکتا ہے۔ اس لیے متنبہ فرمادیا کہ دیکھو اگر تم دونوں اسی طرح کی کارروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں تو یاد رکھو ان سے پیغمبر کو کچھ ضرر نہیں پہنچیگا کیونکہ اللہ اور فرشتے اور نیک بخت ایماندار درجہ بدرجہ جس کے رفیق و مددگار ہوں اُس کے سامنے کوئی انسانی تدبیر کامیاب نہیں ہوسکتی ہاں تم کو نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے (تنبیہ) بعض سلف نے "صالح المؤمنین" کی تفسیر میں ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لیا ہے۔ شاید یہ عائشہ اور حفصہ کی مناسبت سے ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر تو مرد کو بیبیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں اس لیے ناگزیر ہماری سب باتیں سہی جائینگی۔ یاد رکھو! اللہ چاہے تو تم سے بھی بہتر بیبیاں اپنے نبی کے لیے پیدا کردے۔ اُس کے ہاں کس چیز کی کمی ہے (تنبیہ) ثیبات (بیواؤں) کا ذکر شاید اس لیے کیا کہ بعض حیثیات سے آدمی اُن کو ابکار پر ترجیح دیتا ہے۔ ف۵ ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے، سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح ہوسکے دیندار بنانے کی کوشش کرے۔ اس پر بھی اگر وہ راہ راست پر نہ آئیں تو اُنکی کم بختی۔ یہ بے قصور ہے۔ "وقودھا الناس والحجارۃ" کی تفسیر پارۂ "الٓمٓ" کے شروع میں گزر چکی۔ ف۶ یعنی مجرموں کو نہ رحم کھا کر چھوڑیں نہ اُن کی زبردست گرفت سے کوئی چھوٹ کر بھاگ سکے۔ ف۷ یعنی نہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اُس کے احکام بجالانے میں سستی اور دیر ہوتی ہے نہ امتثال حکم سے عاجز ہیں۔ ف۸ یعنی قیامت کے دن جب جہنم کا عذاب سامنے ہوگا، اُس وقت منکروں سے کہا جائیگا کہ حیلے بہانے مت بتلاؤ۔ آج کوئی بہانہ چلنے والا نہیں بلکہ جو کچھ کرتے تھے اُس کی پوری پوری سزا بھگتنے کا دن ہے۔ ہماری طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں۔ تمہارے ہی اعمال ہیں جو عذاب کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔ ف۹ صاف دل کی توبہ یہ کہ دل میں پھر اُس گناہ کا خیال نہ رہے۔ اگر توبہ کے بعد اُن ہی خرافات کا خیال پھر آیا تو سمجھو کہ توبہ میں کچھ کسر رہ گئی ہے۔ اور گناہ کی جڑ دل سے نہیں نکلی۔ رزقنا اللہ منہا حظا وافرا بفضلہ وعونہ وھو علیٰ کل شیٔ قدیر۔

ع ۱ / ۱۹

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ

نیچے بہتی ہیں نہریں جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کریگا نبی کو اور اُن لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اُسکے ساتھ ف۱

يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ

اُنکی روشنی دوڑتی ہے اُنکے آگے اور اُنکے داہنے ف۲ کہتے ہیں اے رب ہمارے پوری کر دے ہم کو ہماری روشنی اور

اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ

معاف کر ہم کو بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے ف۳ اے نبی لڑائی کر منکروں سے اور

الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ

دغابازوں سے اور سختی کر اُن پر ف۴ اور اُنکا گھر دوزخ ہے اور بُری جگہ جا پہنچے ف۵ اللہ نے بتلائی

مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ

ایک مثل منکروں کے واسطے عورت نوح کی اور عورت لوط کی گھر میں تھیں دونوں دو نیک بندوں کے

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّ

ہمارے نیک بندوں میں سے پھر اُنہوں نے اُن سے چوری کی پھر وہ کام نہ آئے اُنکے اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی اور

قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ

حکم ہوا کہ چلی جاؤ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ ☆ اور اللہ نے بتلائی ایک مثل ایمان والوں

اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

کے لیے عورت فرعون کی ف۶ جب بولی اے رب بنا میرے واسطے اپنے پاس ایک گھر بہشت میں ف۷

وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ

اور بچا نکال مجھ کو فرعون سے اور اُسکے کام سے اور بچا نکال مجھ کو ظالم لوگوں سے ف۸ اور مریم

ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ

بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو ف۹ پھر ہم نے پھونک دی اُس میں ایک اپنی طرف سے جان ف۱۰

صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

اور سچا جانا اپنے رب کی باتوں کو اور اُسکی کتابوں کو ف۱۱ اور وہ تھی بندگی کرنے والوں میں ف۱۲

ف۱ یعنی نبی کا تو کہنا کیا! اُس کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہ کریگا۔ بلکہ نہایت اعزاز و اکرام سے فضل و شرف کے بلند مناصب پر سرفراز فرمائیگا۔ ف۲ اس کا بیان سورۂ "حدید" میں ہو چکا۔ ف۳ یعنی ہماری روشنی آخر تک قائم رکھیے، بجھنے نہ دیجیے جیسے منافقین کی نسبت سورۂ "حدید" میں بیان ہو چکا کہ روشنی بجھ جائیگی اور اندھیرے میں کھڑے رہ جائینگے مفسرین نے عموماً یہی لکھا ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا کی مراد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "روشنی ایمان کی دل میں ہے، دل سے بڑھے تو سارے بدن میں، پھر گوشت پوست میں سرایت کرے، ف۴ حضرت کا خلق اور نرم خوئی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اوروں کو فرماتا ہے تحمل کرو۔ اور آپ کو فرماتا ہے کہ سختی کرو۔ ف۵ پہلے مومنین کا ٹھکانا بتلایا تھا یہاں اُن کے بالمقابل کفار و منافقین کا گھر بتلا دیا۔ ف۶ یعنی حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کیسے نیک بندے، مگر دونوں کے گھر میں اُن کی بیویاں منافق تھیں۔ بظاہر اُن کے ساتھ تعلق تھا لیکن دل سے کافروں کے شریک حال تھیں۔ پھر کیا ہوا؟ عام دوزخیوں کے ساتھ اُن کو بھی اللہ نے دوزخ میں دھکیل دیا۔ پیغمبروں کا رشتۂ زوجیت ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکا۔ ان کے برعکس فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم، سچی ایماندار، ولی کامل، اور اُس کا شوہر خدا کا سب سے بڑا باغی۔ وہ نیک بیوی میاں کو خدا کے عذاب سے نہ چھڑا سکی، نہ میاں کی شرارت و بغاوت کے جرم میں بیوی کو کچھ آنچ پہنچی حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اپنا ایمان درست کرو۔ نہ خاوند بچا سکے نہ جورو، یہ (قانون عام طور پر) سب کو سُنا دیا ہے۔ یہ وہم نہ کیا جائے کہ (معاذ اللہ) حضرتؐ کی بیبیوں پر کہا۔ اُن کے لیے تو وہ کہا ہے (جو سورۂ "نور" میں ہے) "الطیبات للطیبین"، اور اگر بفرض محال ایسا وہم کیا جائے تو امراۃ فرعون کی مثال کس پر چسپاں کرو گے۔ لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔ ف۷ یعنی اپنا قرب عنایت فرما۔ اور بہشت میں میرے لیے مکان تیار کر۔ ف۸ یعنی فرعون کے پنجہ سے چھڑا اور اُس کے ظلم سے نجات دے۔ حضرت موسیٰؑ کو انہوں نے پرورش کیا تھا اور اُن کی مددگار تھیں کہتے ہیں کہ فرعون کو جب حال کھلا تو اُن کو چومیخا کر کے طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا۔ اس حالت میں اللہ کی طرف سے جنت کا محل ان کو دکھلایا جاتا جس سے سب سختیاں آسان ہو جاتی تھیں۔ آخر فرعون نے اُن کو سیاستہً قتل کر دیا۔ اور جام شہادت نوش کر کے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئیں۔ حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کامل ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ اور حضرت مریم کے ساتھ اُن کا ذکر کیا ہے۔ ہزاراں ہزار رحمتیں ہوں اُس پاک روح پر۔ ف۹ یعنی حلال و حرام سب سے محفوظ رکھا۔ ف۱۰ یعنی فرشتہ کے ذریعہ سے ایک روح پھونک دی حضرت جبریلؑ نے گریبان میں پھونک ماری جس کا نتیجہ استقرار حمل ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (تنبیہ) نفخ کی نسبت اپنی طرف اس لیے کی کہ فاعل حقیقی اور مؤثر علی الاطلاق وہی ہے۔ آخر ہر عورت کے رحم میں جو بچہ بنتا ہے اُس کا بنانے والا اُس کے سوا کون ہے۔ بعض محققین نے یہاں "فرج" کے معنی چاک گریبان کے لیے ہیں۔ اس وقت "احصنت فرجہا" کے معنی یہ ہونگے کہ کسی کا ہاتھ اپنے گریبان تک نہیں پہنچنے دیا۔ اور یہ نہایت بلیغ کنایہ ان کی عصمت و عفت سے ہوگا جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ فلاں عورت بہت پاکدامن ہے اور عرب میں کہا جاتا ہے "نقی الجیب طاہر الذیل" اُس سے عفیف النفس ہونا مراد ہوتا ہے۔ کپڑے کا دامن مراد نہیں ہوتا۔ اس تقدیر پر "فنفخنا فیہ" میں ضمیر لفظ "فرج" کی طرف اُس کے لغوی معنی کے اعتبار سے راجع ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب ف۱۱ رب کی باتیں وہ ہونگی جو فرشتوں کی زبانی سورۂ آل عمران میں بیان ہوئی ہیں۔ "وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ" الخ اور کتابوں سے عام کتب سماویہ مراد لی جائیں تخصیص کی ضرورت نہیں۔ ف۱۲ یعنی کامل مردوں کی طرح بندگی و طاعت پر ثابت قدم تھی۔ یا یوں کہو کہ قانتین کے خاندان سے تھی۔ (تم سورۃ التحریم وللہ الحمد والمنۃ وبہ التوفیق والعصمۃ)۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مُلک مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس ۳۰ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ ۝۱

بڑی برکت ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں ہے بادشاہی اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے ف۱

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ

جس نے بنایا مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام ف۲ اور وہ

الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ

زبردست ہے بخشنے والا ف۳ جس نے بنائے سات آسمان تہہ پر تہہ ف۴ کیا دیکھتا ہے تو

خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ

رحمٰن کے بنانے میں کچھ فرق ف۵ پھر دوبارہ نگاہ کر کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دراڑ ف۶ پھر

ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝۴ وَ

لوٹا کر نگاہ کر دو دو بار لوٹ آئیگی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر تھک کر ف۷ اور

لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ

ہم نے رونق دی سب سے ورلے آسمان کو چراغوں سے ف۸ اور اُن سے کر رکھی ہے ہم نے پھینک مار شیطانوں کو اور ف۹

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝۵ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَ

اور رکھا ہے اُنکے واسطے عذاب دہکتی آگ کا ف۱۰ اور جو لوگ منکر ہوئے اپنے رب کے اُنکے واسطے ہے عذاب دوزخ کا اور

بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۶ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝۷ تَكَادُ

بُری جگہ جا پہنچے ف۱۱ جب اُس میں ڈالے جائینگے سُنینگے اُس کا دھاڑنا اور وہ اُچھل رہی ہوگی ایسا لگتا ہے

تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

کہ پھٹ پڑیگی جوش سے ف۱۲ جس وقت پڑے اُس میں ایک گروہ پوچھیں اُن سے دوزخ کے داروغہ کیا نہ پہنچا تھا تمہارے پاس

ف۱ یعنی سب ملک اُس کا ہے اور تنہا اُسی کا اختیار ساری سلطنت میں چلتا ہے۔ ف۲ یعنی مرنے جینے کا سلسلہ اُسی نے قائم کیا، ہم پہلے کچھ نہ تھے (اُسے موت ہی سمجھو) پھر پیدا کیا، اس کے بعد موت بھیجی، پھر مرے پیچھے زندہ کردیا۔ کما قال "وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ" (بقرہ رکوع ۳) موت و حیات کا یہ سارا سلسلہ اس لیے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون بُرے کام کرتا ہے کون اچھے، اور کون اچھے سے اچھے۔ پہلی زندگی میں یہ امتحان ہُوا اور دوسری زندگی میں اُس کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا گیا۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا، اور موت نہ آتی تو لوگ مبدأ و منتہیٰ سے غافل اور بے فکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کیے جاتے تو بھلے بُرے کا بدلہ کہاں ملتا۔ ف۳ یعنی زبردست ہے جس کی پکڑ سے کوئی نہیں نکل سکتا اور بخشنے والا بھی بہت بڑا ہے۔ ف۴ حدیث میں آیا ہے کہ ایک آسمان کے اوپر دوسرا آسمان، دوسرے پر تیسرا اسی طرح سات آسمان اوپر نیچے ہیں۔ اور ہر ایک آسمان سے دوسرے تک پانسو برس کی مسافت ہے نصوص میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ اوپر جو نیلگوں چیز ہم کو نظر آتی ہے وہ ہی آسمان ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ساتوں آسمان اس کے اوپر ہوں اور یہ نیلگوں چیز آسمان کی چھت گیری کا کام دیتی ہو۔ ف۵ یعنی قدرت نے اپنے انتظام اور کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا۔ ہر چیز میں انسان سے لیکر حیوانات، نباتات، عناصر، اجرام علویہ سبع سماوات، اور نیرات تک یکساں کاریگری دکھلائی ہے۔ یہ نہیں کہ بعض اشیاء کو حکمت و بصیرت سے اور بعض کو یونہی کیف ما اتفق بے تکا یا بیکار و فضول بنا دیا ہو (العیاذ باللہ) اور جہاں کسی کو ایسا وہم گزرے، سمجھو اُس کی عقل و نظر کا قصور ہے۔ ف۶ یعنی ساری کائنات نیچے سے اوپر تک ایک قانون اور مضبوط نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور کڑی سے کڑی ملی ہوئی ہے، کہیں درز یا دراڑ نہیں۔ نہ کسی صنعت میں کسی طرح کا اختلال پایا جاتا ہے۔ ہر چیز ویسی ہے جیسا اُسے ہونا چاہیے۔ اور اگر یہ آیتیں صرف آسمان سے متعلق ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اے مخاطب! اوپر آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ کہیں اونچ نیچ یا درز اور شگاف نہیں پائیگا۔ بلکہ ایک صاف، ہموار، متصل، مربوط اور منظم چیز نظر آئیگی جس میں باوجود مرور دہور اور تطاول ازمان کے آج تک کوئی فرق اور تفاوت نہیں آیا۔ ف۷ یعنی ممکن ہے ایک آدھ مرتبہ دیکھنے میں نگاہ خطا کر جائے، اس لیے پوری کوشش سے بار بار دیکھ کہیں کوئی رخنہ تو دکھائی نہیں دیتا خوب غور و فکر اور نظر ثانی کر کہ قدرت کے انتظام میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ تو نہیں۔ یاد رکھ! تیری نگاہ تھک جائیگی اور ذلیل و درماندہ ہو کر واپس آجائیگی لیکن خدائی مصنوعات و انتظامات میں کوئی عیب و قصور نہ نکال سکیگی۔ ف۸ یعنی آسمان کی طرف دیکھو! رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ سے کیسی رونق و شان معلوم ہوتی ہے۔ یہ قدرتی چراغ ہیں جن کے ساتھ دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں۔ ف۹ یہ مضمون سورۂ "حجر" وغیرہ میں کئی جگہ بہت تفصیل سے گزر چکا ہے۔ ف۱۰ یعنی دنیا میں تو شہاب پھینکے جاتے ہیں اور آخرت میں اُن کے لیے دوزخ کی آگ تیار ہے۔ ف۱۱ یعنی کافروں کا ٹھکانا بھی شیاطین کے ساتھ اسی دوزخ میں ہے ف۱۲ یعنی اُس وقت دوزخ کی آواز سخت کریہہ اور خوفناک ہوگی اور بے انتہا جوش و اشتعال سے ایسا معلوم ہوگا گویا غصہ میں آکر پھٹی پڑتی ہے (اعاذنا اللہ منہا بلطفہ و کرمہ)۔

نَذِيرٌ ⑧ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن

کوئی ڈرسنانیوالا ف۱ وہ بولیں کیوں نہیں ہمارے پاس پہنچا تھا ڈرسنانیوالا پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا نہیں اُتاری اللہ نے کوئی

شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ⑨ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا

چیز تم تو پڑے ہوئے ہو بڑے بہکاوے میں ف۲ اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو نہ

كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑩ فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑪

ہوتے دوزخ والوں میں ف۳ سو قائل ہوگئے اپنے گناہ کے اب دفع ہوجائیں دوزخ والے ف۴

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ⑫ وَ

جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے ف۵ اُنکے لئے معافی ہے اور ثواب بڑا ☆ اور

أَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑬ أَلَا يَعْلَمُ

تم چھپا کر کہو اپنی بات یا کھول کر وہ خوب جانتا ہے جیوں کے بھید ف۶ بھلا وہ نہ جانے

مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ⑭ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ

جس نے بنایا اور وہی ہے بھید جاننے والا خبردار ف۷ وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو

ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ⑮

پست اب چلو پھرو اُس کے کندھوں پر اور کھاؤ کچھ اُس کی دی ہوئی روزی اور اُسی کی طرف جی اُٹھنا ہے ف۸

أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ⑯

کیا تم نڈر ہوگئے اُس سے جو آسمان میں ہے اس سے کہ دھنسادے تم کو زمین میں پھر تبھی وہ لرزنے لگے ف۹

أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ

یا نڈر ہوگئے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ برسادے تم پر مینہ پتھروں کا ف۱۰ سو جان لوگے

كَيْفَ نَذِيرِ ⑰ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ⑱

کیسا ہے میرا ڈرانا ف۱۱ اور جھٹلا چکے ہیں جو اُن سے پہلے تھے پھر کیسا ہوا میرا انکار ف۱۲

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا

اور کیا نہیں دیکھتے ہو اُڑتے جانوروں کو اپنے اوپر پر کھولے ہوئے اور پر جھپکتے ہوئے اُن کو کوئی نہیں تھام رہا

ف۱ یہ پوچھنا اور زیادہ ذلیل و محجوب کرنے کے لئے ہوگا یعنی تم جو اس مصیبت میں آکر پھنسے ہو کیا کسی نے تم کو متنبہ نہ کیا تھا! اور ڈرایا نہ تھا کہ اس راستے سمت چلو ورنہ سیدھے دوزخ میں گروگے جہاں ایسے عذاب ہونگے۔ ف۲ یعنی کھسیانے ہو کر حسرت و ندامت سے جواب دینگے کہ بیشک ڈرانے والے آئے تھے مگر ہم نے اُن کی بات نہ مانی۔ برابر جھٹلایا کئے کہ تم سب غلط کہتے ہو۔ نہ اللہ نے تم کو بھیجا نہ تم پر وحی اُتاری بلکہ تم عقل و فہم کے راستہ سے بہک کر بڑی سخت گمراہی میں جا پڑے ہو۔ ف۳ یعنی کیا خبر تھی کہ یہ ڈرانے والے ہی سچ نکلینگے۔ اگر ہم اُس وقت کسی ناصح کی بات سُنتے یا عقل سے کام لے کر معاملہ کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو آج دوزخیوں کے زمرہ میں کیوں شامل ہوتے اور تم کو یہ طعن دینے کا موقع کیوں ملتا۔ ف۴ یعنی خود اقرار کرلیا کہ بیشک ہم مجرم ہیں۔ یوں ہی بقصور ہم کو دوزخ میں نہیں ڈالا جارہا لیکن اس نا وقت کے اقرار و اعتراف سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ارشاد ہوگا فسحقاً لاصحاب السعیر" (اب دفع ہوجائیں دوزخ والے۔ ان کے لئے جوارِ رحمت میں کہیں ٹھکانا نہیں۔ ف۵ یعنی اللہ کو دیکھا نہیں، مگر اُس پر اور اُس کی صفات پر پورا یقین رکھتے ہیں اور اُس کی عظمت و جلال کے تصور سے لرزتے اور اُس کے عذاب کا خیال کرکے تھرتھراتے ہیں۔ یا "بالغیب" کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے مجمع سے الگ ہو کر خلوت و عزلت میں اپنے رب کو یاد کرکے لرزاں و ترساں رہتے ہیں ف۶ یعنی گو تم اس کو نہیں دیکھتے مگر وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور تمہاری ہر کھلی چھپی بات خلوت میں ہو یا جلوت میں سب کو جانتا ہے بلکہ دلوں میں اور سینوں میں جو خیالات گزرتے ہیں اُنکی بھی خبر رکھتا ہے غرض وہ تم سے غائب ہے، پر تم اُس سے غائب نہیں۔ ف۷ یعنی تمہارا اور تمہارے افعال و اقوال ہر چیز کا خالق و مختار وہ ہے اور خالق و مختار جس چیز کو پیدا کرے ضروری ہے کہ اُس کا پورا علم اُسے حاصل ہو، ورنہ پیدا کرنا ممکن نہیں، پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ جس نے بنایا وہ ہی نہ جانے ف۸ یعنی زمین کو تمہارے سامنے کیسا پست و ذلیل اور مسخر و منقاد کردیا کہ جو چاہو اُس میں تصرف کرو تو چاہیئے کہ اُس پر اور اُس کے پہاڑوں پر چلو، پھرو اور روزی کماؤ، مگر اتنا یاد رکھو کہ جس نے روزی دی ہے اُسی کی طرف پھر لوٹ کر جانا ہے۔ ف۹ پہلے انعامات یاد دلائے تھے۔ اب شان قہر و انتقام یاد دلا کر ڈرانا مقصود ہے۔ یعنی زمین بیشک تمہارے لئے مسخر کردی گئی۔ مگر یاد رہے اس پر حکومت اُسی آسمان والے کی ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے، اُس وقت زمین بھونچال سے لرزنے لگے اور تم اُس کے اندر اُترتے چلے جاؤ۔ لہٰذا آدمی کو جائز نہیں کہ اُس مالک مختار سے نڈر ہو کر شرارتیں شروع کردے اور اس کے ڈھیل دینے پر مغرور ہوجائے۔ ف۱۰ یعنی بیشک زمین پر چلو پھرو اور روزی کماؤ، لیکن خدا کو نہ بھولو۔ ورنہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر ایک سخت آندھی بھیجدے یا پتھروں کا مینہ برسادے۔ پھر تم کیا کروگے، ساری دوڑ دھوپ یوں ہی رکھی رہ جائیگی۔ ف۱۱ یعنی جس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا وہ کیسا تباہ کن اور ہولناک ہے۔ ف۱۲ یعنی "عاد" "ثمود" وغیرہ کے ساتھ جو معاملہ ہوچکا ہے اُس سے عبرت پکڑو۔ دیکھ لو! اُن کی حرکات پر ہم نے انکار کیا تھا تو وہ انکار کیسے عذاب کی صورت میں ظاہر ہوکر رہا۔

ف۱ پہلے آسمان وزمین کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں درمیانی چیز کا ذکر ہے یعنی خدا کی قدرت دیکھو پرندے زمین وآسمان کے درمیان کبھی پر کھول کر اور کبھی بازو سمیٹے ہوئے کس طرح اُڑتے رہتے ہیں۔ اور باوجود جسم ثقیل مائل الی المرکز ہونے کے نیچے نہیں گر پڑتے نہ زمین کی قوت جاذبہ اس ذرا سے پرندے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ بتلاؤ رحمان کے سوا کس کا ہاتھ ہے جس نے اُنہیں فضا میں تھام رکھا ہے۔

الرَّحۡمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ جُنۡدٌ لَّكُمۡ یَنۡصُرُكُمۡ

رحمان کے سوائے اُس کی نگاہ میں ہے ہر چیز ف۱ بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمہاری مدد کرے تمہاری

مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ ؕ اِنِ الۡكٰفِرُوۡنَ اِلَّا فِیۡ غُرُوۡرٍ ﴿۲۰﴾ۚ اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ

رحمٰن کے سوائے منکر پڑے ہیں بُرے بہکاوے میں ف۲ بھلا وہ کون ہے جو

یَرۡزُقُكُمۡ اِنۡ اَمۡسَكَ رِزۡقَهٗ ۚ بَلۡ لَّجُّوۡا فِیۡ عُتُوٍّ وَّ نُفُوۡرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ

روزی دے تم کو اگر وہ رکھ چھوڑے اپنی روزی ف۳ کوئی نہیں پر اڑ رہے ہیں شرارت اور بدکنے پر ف۴ بھلا ایک جو چلے

مُكِبًّا عَلٰی وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۲﴾

اوندھا اپنے منہ کے بل وہ سیدھی راہ پائے یا وہ شخص جو چلے سیدھا ایک سیدھی راہ پر ف۵

قُلۡ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِیۡلًا

تو کہہ وہی ہے جس نے تم کو بنا کھڑا کیا اور بنا دیئے تمہارے واسطے کان اور آنکھیں اور دل تم بہت

مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قُلۡ هُوَ الَّذِیۡ ذَرَاَكُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَ

تھوڑا حق مانتے ہو ف۶ تو کہہ وہی ہے جس نے بکھیر دیا تم کو زمین میں اور اُسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے ف۷ اور

یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾ قُلۡ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ

کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ف۸ تو کہہ خبر تو ہے اللہ

اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوۡهُ زُلۡفَةً سِیۡٓـَٔتۡ وُجُوۡهُ

ہی کے پاس اور میرا کام تو یہی ڈر سنا دینا ہے کھول کر ف۹ پھر جب دیکھیں گے کہ وہ پاس آ لگا تو بگڑ جائیں گے منہ

الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَ قِیۡلَ هٰذَا الَّذِیۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَدَّعُوۡنَ ﴿۲۷﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ

منکروں کے اور کہے گا یہی ہے جس کو تم مانگتے تھے ف۱۰ تو کہہ بھلا دیکھو تو

اِنۡ اَهۡلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنۡ مَّعِیَ اَوۡ رَحِمَنَا ۙ فَمَنۡ یُّجِیۡرُ الۡكٰفِرِیۡنَ مِنۡ

اگر ہلاک کر دے مجھ کو اللہ اور میرے ساتھ والوں کو یا ہم پر رحم کرے پھر وہ کون ہے جو بچائے منکروں کو

عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۲۸﴾ قُلۡ هُوَ الرَّحۡمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیۡهِ تَوَكَّلۡنَا ۚ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ

عذاب دردناک سے ف۱۱ تو کہہ وہی رحمٰن ہے ہم نے اُس کو مانا اور اُسی پر بھروسہ کیا ف۱۲ سو اب تم جان لوگے

بیشک رحمان نے اپنی رحمت وحکمت سے اُن کی ساخت ایسی بنائی اور اس میں وہ قوت رکھی جس سے وہ بے تکلف ہوا میں گھنٹوں ٹھہر سکیں۔ وہ ہی ہر چیز کی استعداد کو جانتا اور تمام مخلوق کو اپنی نگاہ میں رکھتا ہے شاید پرندوں کی مثال بیان کرنے سے یہاں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اللہ آسمان سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے اور کفار اپنے کفر وشرارت سے اس کے مستحق بھی ہیں لیکن جس طرح رحمان کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے، عذاب بھی اُسی کی رحمت سے رُکا ہوا ہے۔ ف۲ یعنی منکر سخت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج ان کو اللہ کے عذاب اور آنے والی آفت سے بچا لیگی! خوب سمجھ لو! رحمان سے الگ ہو کر کوئی مدد کو نہ پہنچیگا۔ ف۳ یعنی اللہ اگر روزی کے سامان بند کر دے تو کس کی طاقت ہے جو تم پر روزی کا دروازہ کھول دے؟ ف۴ یعنی دل میں یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ سے الگ ہو کر نہ کوئی نقصان کو روک سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے۔ مگر محض شرارت اور سرکشی ہے کہ توحید و اسلام کی طرف آتے ہوئے بدکتے ہیں۔ ف۵ یعنی ظاہری کامیابی کی راہ طے کر کے وہی مقصد اصلی تک پہنچیگا جو سیدھے راستہ پر آدمیوں کی طرح سیدھا ہو کر چلے۔ جو شخص ناہموار راستہ پر اوندھا ہو کر منہ کے بل چلتا ہو اُس کے منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ یہ مثال ایک موحد اور ایک مشرک کی ہوئی محشر میں بھی دونوں کی چال میں ایسا ہی فرق ہوگا۔ ف۶ یعنی اللہ نے سُننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں، اور سمجھنے کے لئے دل دیئے تھے کہ اُس کا حق مان کر ان قوتوں کو ٹھیک مصرف میں لگاتے اور اُس کی طاعت وفرمانبرداری میں خرچ کرتے مگر ایسے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔ کافروں کو دیکھ لو کہ ان نعمتوں کا کیسا حق ادا کیا! اُس کی دی ہوئی قوتیں اسی کے مقابلہ میں استعمال کیں۔ ف۷ یعنی ابتدا بھی اُس سے ہوئی انتہا بھی اسی پر ہوگی، جہاں سے آئے تھے وہیں جانا ہے۔ چاہیئے تھا کہ اُس سے ایک دم غافل نہ ہوتے اور ہمہ وقت اس کی فکر رکھتے کہ مالک کے سامنے خالی ہاتھ نہ جائیں مگر ایسے بندے بہت تھوڑے ہیں۔ ف۸ یعنی اکٹھے کب کیے جائیں گے؟ اور قیامت کب آئیگی؟ جلدی بلا لو۔ ف۹ یعنی وقت کی تعیین میں نہیں کر سکتا۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ البتہ جو چیز یقیناً آنے والی ہے اُس سے آگاہ کر دینا اور خوفناک مستقبل سے ڈرا دینا میرا فرض تھا۔ وہ میں ادا کر چکا۔ ف۱۰ یعنی اب تو جلدی مچا رہے ہیں لیکن جس وقت وہ وعدہ قریب آ لگیگا، بڑے بڑے سرکشوں کے منہ بگڑ جائینگے اور چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگینگی۔ ف۱۱ کفار تمنا کرتے تھے کہ کہیں جلد مر کر ان کا قصہ ختم ہو جائے (العیاذ باللہ) اُس کا جواب دیا کہ فرض کرو تمہارے زعم کے موافق میں اور میرے ساتھی دنیا میں سب ہلاک کر دیئے جائیں یا ہمارے عقیدہ کے موافق مجھ کو اور میرے رفقاء کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کر کامیاب و بامراد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی ہو، مگر تم کو اُس سے کیا فائدہ ہے۔ ہمارا انجام دنیا میں جو کچھ ہو، بہرحال آخرت میں بہتری ہے کہ اُس کے راستہ میں جدوجہد کر رہے ہیں لیکن تم اپنی فکر کرو کہ اس کفر وسرکشی پر جو دردناک عذاب آنا یقینی ہے، اُس سے کون بچائیگا۔ ہمارا اندیشہ چھوڑ دو، اپنی فکر کرو، کیونکہ کافر کسی طرح بھی خدائی عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔ ف۱۲ یعنی جب ہمارا ایمان اُس پر ہے تو ایمان کی بدولت نجات یقینی ہے۔ اور جب ہم صحیح معنی میں اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں تو مقاصد میں کامیابی یقینی ہے: "وَمَنۡ یَّتَوَكَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ" تم میں دونوں چیزیں نہیں، نہ ایمان، نہ توکل، پھر تم کیسے بے فکر ہو؟

ف۱ یعنی ہم جیسا کہ تمہارا گمان ہے یا تم جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے۔ ف۲ یعنی زندگی اور ہلاکت کے سب اسباب اُسی اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ ایک پانی ہی کو لے لو جس سے ہر چیز کی زندگی ہے، اگر فرض کرو چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک ہو کر زمین کے اندر اُتر جائے جیسا کہ اکثر موسم گرما میں پیش آجاتا ہے تو کس کی قدرت ہے کہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی اس قدر کثیر مقدار میں مہیا کر دے جو تمہاری زندگی اور بقاء کے لیئے کافی ہو۔ لہٰذا ایک مؤمن متوکل کو اُسی خالق الکل مالک علی الاطلاق پر بھروسہ رکھنا چاہیئے یہیں سے یہ بھی سمجھ لو کہ جب ہدایت کے سب چشمے خشک ہو چکے، اُس وقت ہدایت و معرفت کا خشک نہ ہونے والا چشمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں جاری کر دینا بھی اُسی رحمان مطلق کا کام ہو سکتا ہے جس نے اپنے فضل و انعام سے تمام جانداروں کی ظاہری و باطنی زندگی کے سامان پیدا کیئے ہیں اگر بفرض محال یہ چشمہ خشک ہو جائے، جیسا کہ اشقیاء کی تمنا ہے، تو کون ہے جو مخلوق کے لیئے ایسا پاک و صاف نتھرا پانی مہیا کر سکے۔ تم سورۃ الملک وللہ الحمد والمنۃ ف۳ مشرکین کہ حضور کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے۔ کوئی کہتا کہ شیطان کا اثر ہے جو یک بیک تمام قوم سے الگ ہو کر ایسی باتیں کرنے لگے ہیں جن کو کوئی نہیں مان سکتا حق تعالیٰ نے اس خیال باطل کی تردید اور آپ کی تسلی فرما دی یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے فضل و انعام ہوں جن کو ہر آنکھ والا مشاہدہ کر رہا ہے۔ مثلاً اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور حکمت و دانائی کی باتیں۔ مخالف و موافق کے دل میں اسقدر قوی

مَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع

کون پڑا ہے صریح بہکاوے میں ف۱ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر ہو جائے صبح کو پانی تمہارا خشک پھر کون ہے جو لائے تمہارے پاس پانی نتھرا ف۲

سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ قلم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باون آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿۳﴾ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ﴿۵﴾ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۷﴾ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں ☆ تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ ف۳ اور تیرے واسطے بدلا ہے بے انتہا ف۴ اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر ف۵ سو اب تو بھی دیکھ لیگا اور وہ بھی دیکھ لینگے ☆ کہ کون ہے تم میں جو بچل رہا ہے ف۶ بیشک تیرا رب وہی خوب جانے اُس کو جو بہکا اُس کی راہ سے اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو ف۷ سو تو کہنا مت مان جھٹلانے والوں کا وہ چاہتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں ف۸ اور تو کہا مت مان کسی قسمیں کھانے والے بے قدر کا ف۹ طعنے دیتا چغلی کھاتا پھرے ☆ بھلے کام سے روکے حد سے بڑھے بڑا گنہگار اُجڈ ان سب کے پیچھے بدنام ف۱۰ اس واسطے کہ رکھتا ہے مال اور بیٹے ف۱۱ جب سنائے اُس کو ہماری باتیں کہے یہ نقلیں ہیں پہلوں کی ف۱۲ اب داغ دینگے ہم اسکو

تاثیر اور اتنے بلند اور پاکیزہ اخلاق، کیا اُسے دیوانہ کہنا خود اپنی دیوانگی کی دلیل نہیں؟ دنیا میں بہت دیوانے ہوئے ہیں اور کتنے عظیم الشان مصلحین گزرے ہیں جن کو ابتداءً قوم نے دیوانہ کہہ کر پکارا ہے مگر قلم نے تاریخی معلومات کا جو ذخیرہ بطون اوراق میں جمع کیا ہے وہ بابانگ دہل شہادت دیتا ہے کہ واقعی دیوانوں، اور ان دیوانہ کہلانے والوں کے حالات میں کس قدر زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ آج آپ کو (العیاذ باللہ) مجنون کے لقب سے یاد کرنا بالکل وہی رنگ رکھتا ہے جس رنگ میں دنیا کے تمام جلیل القدر اور اولو العزم مصلحین کو ہر زمانہ کے شریروں اور بے عقلوں نے یاد کیا ہے۔ لیکن جس طرح تاریخ نے اُن مصلحین کے اعلیٰ کارناموں پر بقاء دوام کی مہر ثبت کی، اور ان مجنون کہنے والوں کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا، قریب ہے کہ قلم اور اُس کے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں آپ کے ذکر خیر اور آپ کے بےمثال کارناموں اور علوم و معارف کو ہمیشہ کے لیئے روشن رکھینگی۔ اور آپ کو دیوانہ بتلانے والوں کا وجود صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ کر رہیگا ایک وقت آئیگا جب ساری دنیا آپ کی حکمت و دانائی کی داد دیگی اور آپ کے کامل ترین انسان ہونے کو بطور ایک اجماعی عقیدہ کے تسلیم کریگی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت و برتری کو ازل الآزال میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا، کسی کی طاقت ہے کہ محض مجنون و مفتون کی پھبتیاں کس کر اُس کے ایک شوشہ کو مٹا سکے؟ جو ایسا خیال رکھتا ہو پرلے درجہ کا مجنون یا جاہل ہے۔ ف۴ یعنی آپ غمگین نہ ہوں۔ ان کے دیوانہ کہنے سے آپ کا اجر بڑھتا ہے اور غیر محدود فیض ہدایت بنی نوع انسان کو آپ کی ذات سے پہنچنے والا ہے اُس کا بے انتہا اجر و ثواب آپ کو یقیناً ملنے والا ہے کیا دیوانوں اور پاگلوں کا مستقبل ایسا پائدار اور شاندار کسی نے دیکھا ہے؟ یا کسی مجنون کی اسکیم اس طرح کامیاب ہوتے سنی ہے! پھر جس کا رتبہ اللہ کے ہاں اتنا بڑا ہو اُس کو چند احمقوں کے دیوانہ کہنے کی کیا پروا ہونی چاہیئے۔ ف۵ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکات پر آپ کو پیدا فرمایا، کیا دیوانوں میں اُن اخلاق و ملکات کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایک دیوانے کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی، نہ اُس کا کلام اُس کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے برخلاف اس کے آپ کی زبان قرآن ہے اور آپ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی، جس خوبی، اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ میں فطرۃً موجود، اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ طبعاً اُس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر اُدھر ہٹنے نہیں پاتی۔ آپ کا حسن اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور مطمح نظر اتنا بلند ہو بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کریگا۔ آپ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے تھے جس کی بدولت "فلعلك باخع نفسك" کا خطاب سننے کی نوبت آئی تھی۔ فی الحقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے کہ آدمی دنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل و ذاہل نہ ہو جب تک یہ چیز قلب میں موجود رہیگی تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اُتر ینگے۔ کیا خوب فرمایا شیخ جنید بغدادیؒ نے "سمی خلقہ عظیما اذ لم تکن لہ ھمۃ سوی اللہ تعالیٰ عاشر الخلق بخلقہ وزایلھم بقلبہ فکان ظاھرہ مع الخلق وباطنہ مع الحق" وفی وصیۃ بعض الحکماء "علیك بالخلق مع الخلق وبالصدق مع الحق"۔ ف۶ یعنی دل میں تو پہلے سے سمجھتے ہیں لیکن عنقریب فریقین کو آنکھوں سے نظر آجائیگا کہ دونوں میں سے کون ہشیار اور عاقبت اندیش تھا اور کس کی عقل ماری گئی تھی جس کی وجہ سے پاگلوں کی طرح بہکی بہکی باتیں کرتا تھا۔ ف۷ یعنی پوری طرح علم تو اللہ ہی کو ہے کہ کون لوگ راہ پر آنے والے ہیں اور کون بھٹکنے والے لیکن نتائج جب سامنے آئینگے تو سب کو نظر آجائیگا کہ کون کامیابی کی منزل پر پہنچا اور کون شیطان کی راہ زنی کی بدولت ناکام و نامراد رہا۔ ف۸ یعنی راہ پر آنے والے اور نہ آنے والے سب اللہ کے علم محیط میں طے شدہ ہیں۔ لہٰذا دعوت و تبلیغ کے معاملہ میں کچھ رد و رعایت کی ضرورت نہیں۔ جس کو راہ پر آنا ہوگا، آ رہیگا۔ اور جو محروم ازلی ہے وہ کسی لحاظ و مروت سے ماننے والا نہیں۔ کفار مکہ حضرتؐ سے کہتے تھے کہ آپ بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کر دیں اور ہمارے معبودوں کی

بقیہ فوائد صفحہ ۷۴۲ ۔ تردید کریں، ہم بھی آپ کے خدائی تعظیم کرینگے اور آپ کے طور و طریق اور مسلک و مشرب سے متعارض نہ ہونگے۔ ممکن تھا کہ ایک مصلح اعظم کے دل میں جو "خلق عظیم" پر پیدا کیا گیا ہے نیک نیتی سے یہ خیال آجائے کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے تو برائے چندے نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اُس پر حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ آپ ان مکذبین کا کہنا نہ مانیے۔ اِن کی غرض محض آپ کو ڈھیلا کرنا ہے۔ ایمان لانا اور صداقت کو قبول کرنا مقصود نہیں۔ آپ کی بعثت کی اصلی غرض اس صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔ آپ تو ہر طرف سے قطع نظر کر کے اپنا فرض ادا کرتے رہیے۔ کسی کو منوا دینے اور راہ پر لے آنے کے آپ ذمہ دار نہیں۔ (تنبیہ) مداہنت" اور "مدارات" میں بہت باریک فرق ہے۔ اوّل الذکر مذموم ہے اور آخر الذکر محمود۔ فلاتغفل۔ ف۹ یعنی جس کے دل میں خدا کے نام کی عظمت نہیں، جھوٹی قسم کھا لینا ایک معمولی بات سمجھتا ہے اور چونکہ لوگ اُس کی باتوں پر اعتبار نہیں کرتے۔ اس لیے یقین دلانے کے لیے بار بار قسمیں کھا کر بیقدر اور ذلیل ہوتا ہے۔ ف۱۰ یعنی ان خصلتوں کے ساتھ بدنام اور رسوائے عالم بھی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کہ یہ سب کافر کے وصف ہیں۔ آدمی اپنے اندر دیکھے اور یہ خصلتیں چھوڑے" (تنبیہ) زنیم کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرامزادے کے ہیں جس کافر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں وہ ایسا ہی تھا۔ ف۱۱ یعنی ایک شخص اگر دنیا میں طالعمند اور خوش قسمت نظر آتا ہے، مثلاً مال و اولاد وغیرہ رکھتا ہے تو محض اتنی بات سے اس لائق نہیں ہو جاتا کہ اُس کی بات مانی جائے۔ اصل چیز انسان کے اخلاق و عادات ہیں جس شخص میں شرافت اور خوش اخلاقی نہیں تو اللہ والوں کا کام نہیں کہ اُس کی ابلہ فریب باتوں کی طرف التفات کریں۔ ف۱۲ یعنی اللہ کی باتوں کو یہ کہہ کر جھٹلاتا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ کہتے ہیں قریش کا ایک سردار ولید بن مغیرہ تھا، اُس میں یہ سب اوصاف مجتمع تھے اور ناک پر داغ دینے سے مُراد اُس کی رسوائی اور روسیاہی ہے شاید دنیا میں حسّی طور پر بھی کوئی داغ پڑا ہو۔ یا آخرۃ میں پڑیگا ف۲ یعنی مال و اولاد کی کثرت کوئی مقبولیت کی علامت نہیں، نہ اللہ کے ہاں اس کی کچھ قدر و قیمت ہے لہٰذا کفار مکہ اس چیز پر مغرور نہ ہوں یہ تو اللہ کی طرف سے اُن کی آزمائش اور جانچ ہے جیسے پہلے بعض لوگوں کی جانچ کی گئی۔ ف۳ کئی بھائی جن کے باپ نے ترکہ میں میوے کا ایک باغ چھوڑا تھا، اُس میں کھیتی بھی ہوتی ہو گی۔ سارا گھر اُس کی پیداوار سے آسودہ تھا۔ باپ کے زمانہ میں عادت تھی کہ جس دن میوہ توڑا جاتا یا کھیتی کٹتی۔ تو شہر کے سب فقیر محتاج جمع ہو جاتے یہ سب کو تھوڑا بہت دیدیتا اسی سے برکت تھی، اس کے انتقال کے بعد بیٹوں کو خیال ہوا کہ فقیر جو اتنا مال لیجاتے ہیں، وہ اپنے ہی کام آئے تو خوب ہو۔ کیوں ہم ایسی تدبیر نہ کریں کہ فقیروں کو کچھ دینا نہ پڑے اور ساری پیداوار گھر میں آجائے۔ پھر آپس میں مشورہ کر کے یہ رائے قرار پائی کہ صبح سویرے ہی توڑ کر گھر لے آئیں۔ فقیر جائینگے تو وہاں کچھ نہ پائینگے۔ اور اپنی اس تدبیر پر ایسا یقین جمایا کہ "انشاء اللہ" بھی نہ کہا۔ ف۴ یعنی رات کو بگولا اٹھا آگ لگی یا اور کوئی آفت پڑی، سب کھیت اور باغ صاف ہو رہا۔ ف۵ یعنی یقین کرتے ہوئے کہ اب جا کر سب پیداوار اپنے قبضہ میں کرینگے۔ ف۶ وہ زمین کھیتی اور درختوں سے ایسی صاف ہو چکی تھی کہ وہاں پہنچ کر پہچان نہ سکے سمجھے کہ ہم راہ بھول کر کہیں اور نکل آئے۔ پھر جب غور کیا تو سمجھے کہ نہیں، جگہ تو وہی ہے۔ مگر ہماری قسمت پھوٹ گئی اور حق تعالیٰ کی درگاہ سے ہم محروم کیے گئے۔ ف۷ منجھلا بھائی اُن میں زیادہ ہشیار تھا۔ اُس نے مشورہ کے وقت متنبہ کیا ہو گا کہ اللہ کو مت بھولو۔ یہ سب اُسی کا انعام سمجھو اور فقیر محتاج کی خدمت سے دریغ نہ کرو جب کسی نے اُس کی بات پر کان نہ دھرا، چپ ہو رہا اور اُنہی کا شریک حال ہو گیا۔ اب یہ تباہی دیکھ کر اُس نے وہ پہلی بات یاد دلائی۔ ف۸ اب اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے رب کی طرف رجوع ہوئے اور جیسا کہ عام مصیبت کے وقت قاعدہ ہے ایک دوسرے کو الزام دینے لگے، ہر ایک دوسرے کو اس مصیبت اور تباہی کا سبب گردانتا تھا۔ ف۹ آخر میں سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی کہ ہم نے فقیروں محتاجوں کا حق مارنا چاہا اور حرص و طمع میں اگر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ خرابی آئی اُس میں ہم ہی قصوروار ہیں مگر اب بھی ہم اپنے رب سے نااُمید نہیں کیا عجب ہے وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے ف۱۰ یعنی یہ تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جسے کوئی ٹال نہ سکا۔ بھلا آخرت کی اُس بڑی آفت کو تو کون ٹال سکتا ہے۔ سمجھ ہو تو آدمی یہ بات سمجھے۔ ف۱۱ یعنی دنیا کے باغ و بہار کو کیا لیے پھرتے ہو جنت کے باغ ان سے کہیں بہتر ہیں جن میں ہر قسم کی نعمتیں جمع ہیں۔ وہ خاص متقین کے لیے ہیں۔

عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿١٦﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا

سونڈ پر ف۱ ہم نے اُن کو جانچا ہے جیسے جانچا تھا باغ والوں کو ف۲ جب اُن سب نے قسم کھائی کہ اُس کا میوہ توڑیں گے

مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ

صبح ہوتے ☆ اور ان شاء اللہ نہ کہا ف۳ پھر پھیرا کر گیا اُس پر کوئی پھر جانے والا تیرے رب کی طرف سے اور وہ

نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى

سوتے ہی رہے ☆ پھر صبح تک ہو رہا جیسے ٹوٹ چکا ف۴ پھر آپس میں بولے صبح ہوتے ☆ کہ سویرے چلو

حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا

اپنے کھیت پر اگر تم کو توڑنا ہے ☆ پھر چلے اور آپس میں کہتے تھے چپکے چپکے کہ اندر نہ آنے پائے

الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا

اُس میں آج تمہارے پاس کوئی محتاج ☆ اور سویرے چلے لپکتے ہوئے زور کے ساتھ ف۵ پھر جب اُس کو دیکھا بولے

اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ

ہم تو راہ بھول آئے ☆ نہیں ہماری تو قسمت پھوٹ گئی ف۶ بولا بھلا اُن کا میں نے تم کو نہ کہا تھا کہ

لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کیوں نہیں پاکی بولتے اللہ کی ف۷ بولے پاک ذات ہے ہمارے رب کی ہم ہی تقصیروار تھے ☆ پھر منہ کر کر ایک

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ

دوسرے کی طرف لگے اُلاہنا دینے ف۸ بولے ہائے خرابی ہماری ہم ہی تھے حد سے بڑھنے والے شاید ہمارا رب

اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَ

بدل دے ہم کو اُس سے بہتر ہم اپنے رب سے آرزو رکھتے ہیں ف۹ یوں آتی ہے آفت اور

لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ

آخرت کی آفت تو سب سے بڑی ہے اگر اُن کو سمجھ ہوتی ف۱۰ البتہ ڈرنے والوں کو اُن کے

رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ

رب کے پاس باغ ہیں نعمت کے ف۱۱ کیا ہم کر دینگے حکم برداروں کو برابر گنہگاروں کے ☆ کیا ہو گیا تم کو

كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ

کیسی ٹھہراتے ہو بات ف۱ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھ لیتے ہو ☆ اُس میں ملتا ہے تم کو

لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ

جو تم پسند کرلو ☆ کیا تم نے ہم سے قسمیں لے لی ہیں ٹھیک پہنچنے والی قیامت کے دن تک کہ

لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ

تم کو ملیگا جو کچھ تم ٹھہراؤ گے ☆ پوچھ اُن سے کونسا اُن میں اس کا ذمہ لیتا ہے ف۲ کیا اُنکے واسطے کوئی شریک ہیں

فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ

پھر تو چاہیئے لے آئیں اپنے اپنے شریکوں کو اگر وہ سچے ہیں ف۳ جس دن کہ کھولی جائے پنڈلی

وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ

اور وہ بلائے جائیں سجدہ کرنے کو پھر نہ کرسکیں ف۴ جھکی پڑتی ہونگی اُن کی آنکھیں ف۵ چڑھی آتی

ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِي وَمَن

ہوگی اُن پر ذلت اور پہلے اُن کو بلاتے رہے سجدہ کرنے کو اور وہ تھے اچھے خاصے ف۶ اب چھوڑدے مجھ کو اور اُس کو جو

يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾ وَ

کہ جھٹلائے اس بات کو اب ہم سیڑھی سیڑھی اُتارینگے اُنکو جہاں سے اُن کو پتہ بھی نہیں ف۷ اور

أُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ

اُن کو ڈھیل دیئے جاتا ہوں بیشک میرا داؤ پکا ہے ف۸ کیا تو مانگتا ہے اُن سے کچھ حق سو اُن پر تاوان کا بوجھ

مُّثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ

پڑ رہا ہے ☆ کیا اُنکے پاس خبر ہے غیب کی سو وہ لکھ لاتے ہیں ف۹ اب تو استقلال سے راہ دیکھتا رہ اپنے

رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ لَّوْلَا

رب کے حکم کی اور مت ہو جیسا وہ مچھلی والا ف۱۰ جب پکارا اُس نے اور وہ غصہ میں بھرا تھا ف۱۱ اگر نہ

أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿٤٩﴾

سنبھالتا اُس کو احسان تیرے رب کا تو پھینکا گیا ہی تھا چٹیل میدان میں الزام کھا کر ف۱۲

ف۱ کفار کہنے غرور و تکبر سے اپنے دل میں یہ ٹھہرا رکھا تھا کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت و بخشش ہوگی تو ہم پر اُن سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی اور جس طرح دنیا میں ہم کو اللہ نے عیش و رفاہیت میں رکھا ہے وہاں بھی یہی معاملہ رہیگا۔ اُس کو فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اگر ایسا ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ ایک وفادار غلام جو ہمیشہ اپنے آقا کی حکم برداری کے لیے تیار رہتا ہے، اور ایک جرائم پیشہ باغی، دونوں کا انجام یکساں ہوجائے، بلکہ مجرم اور باغی، وفاداروں سے اچھے رہیں یہ وہ بات ہے جس کو عقل سلیم اور فطرت صحیحہ رد کرتی ہے۔ ف۲ یعنی یہ بات کہ مسلم اور مجرم دونوں برابر کردیے جائیں ظاہر ہے عقل و فطرت کے خلاف ہے۔ پھر کیا کوئی نقلی دلیل اس کی تائید میں تمہارے پاس ہے؟ کیا کسی معتبر کتاب میں یہ مضمون پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لیے پسند کرلوگے وہ ہی ملیگا! اور تمہاری من مانی خواہشات پوری کی جائینگی یا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے کوئی قسم کھالی ہے کہ تم جو کچھ اپنے دل سے ٹھہرالوگے وہ ہی دیا جائیگا؟ اور جس طرح آج عیش و رفاہیت میں ہو؟ قیامت تک اسی حال میں رکھے جاؤگے؟ جو شخص ان میں ایسا دعویٰ کرے اور اُس کے ثابت کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے، لاؤ، اُسے سامنے کرو۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ وہ کہاں سے کہتا ہے۔ ف۳ یعنی اگر عقلی و نقلی دلیل کوئی نہیں محض جھوٹے دیوتاؤں کے بل بوتے پر یہ دعوے کیے جارہے ہیں کہ وہ ہم کو یوں کردینگے اور یوں مرتبے دلا دینگے، کیونکہ وہ خود خدائی کے شریک اور حصہ دار ہیں تو اس دعوے میں اُن کا سچا ہونا اُسی وقت ثابت ہوگا جب وہ ان شرکاء کو خدا کے مقابلہ پر بلائیں اور اپنی من مانی کارروائی کرادیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ معبود عابدوں سے زیادہ عاجز اور بے بس ہیں وہ تمہاری کیا مدد کرینگے، خود اپنی مدد بھی نہیں کرسکتے۔ ف۴ اس کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدانِ قیامت میں اپنی ساق ظاہر فرمائیگا ("ساق" پنڈلی کو کہتے ہیں اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات و حقائق الٰہیہ میں سے جس کو کسی خاص مناسبت سے "ساق" فرمایا۔ جیسے قرآن میں "ید" (ہاتھ) اور "وجہ" (چہرہ) کا لفظ آیا ہے۔ یہ مفہومات متشابہات میں سے کہلاتے ہیں۔ ان پر اُسی طرح بلاکیف ایمان رکھنا چاہیئے جیسے اللہ کی ذات، وجود، حیات اور سمع و بصر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں) اسی حدیث میں ہے کہ اُس تجلی کو دیکھ کر تمام مومنین و مومنات سجدہ میں گر پڑینگے، مگر جو شخص ریا سے سجدہ کرتا تھا، اُس کی کمر نہیں مڑیگی، تختہ سی ہوکر رہجائیگی۔ اور جب اہل ریاء و نفاق سجدہ پر قادر نہ ہونگے تو کفار کا اُس پر قادر نہ ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہوگیا۔ یہ سب کچھ محشر میں اس لیے کیا جائیگا کہ مومن و کافر اور مخلص و منافق صاف طور پر کھل جائیں اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہدہ ہوجائے (تنبیہ) "متشابہات" پر پہلے کلام کیا جاچکا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت "کشف ساق" کی تفسیر میں نہایت عالی اور عجیب تبصرہ متشابہات پر کیا ہے۔ فلیراجع۔ ف۵ یعنی ندامت اور شرمندگی کے مارے آنکھ اوپر نہ اٹھ سکیگی۔ ف۶ یعنی دنیا میں سجدہ کا حکم دیا گیا تھا جس وقت اچھے خاصے تندرست تھے اور باختیار خود سجدہ کرسکتے تھے وہاں کبھی اخلاص سے سجدہ نہ کیا۔ اُس کا اثر یہ ہوا کہ استعداد ہی باطل ہوگئی۔ اب چاہیں بھی تو سجدہ نہیں کرسکتے۔ ف۷ یعنی اُن کو عذاب ہونا تو یقینی ہے لیکن چندے عذاب کے توقف سے رنج نہ کیجئے اور اُن کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں خود ان سے نبٹ لونگا اور اس طرح بتدریج آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف لیجاؤنگا کہ اُن کو پتہ بھی نہیں چلیگا۔ یہ اپنی حالت پر مگن رہینگے اور اندر ہی اندر سکھ کی جڑیں کٹتی چلی جائینگی۔ ف۸ یعنی میری لطیف اور خفیہ تدبیر ایسی پکی ہے، جس کو یہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے بھلا اُس کا توڑ تو کیا کرسکتے ہیں۔ ف۹ یعنی افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ یہ لوگ اس طرح تباہی کی طرف چلے جارہے ہیں لیکن آپ کی بات نہیں مانتے۔ آخر نہ ماننے کی وجہ کیا ہے! کیا آپ اُن سے کچھ معاوضہ (تنخواہ یا کمیشن وغیرہ) طلب کرتے ہیں؟ جس کے بوجھ میں وہ دبے جارہے ہیں۔ یا خود اُن کے پاس غیب کی خبریں اور اللہ کی وحی آتی ہے جسے وہ حفاظت کے لیے قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں؟ اس لیے آپ کے اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ آخر کچھ سبب تو ہونا چاہیئے۔ جب اُن پر کچھ بار بھی ڈالا نہیں جاتا اور اس چیز سے استغناء بھی نہیں تو نہ ماننے کا سبب بجز عناد اور ہٹ دھرمی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ ف۱۰ یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے والے پیغمبر (حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرح مکذبین کے معاملہ میں تنگدلی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کیجئے۔ ان کا قصہ پہلے کئی جگہ تھوڑا تھوڑا گذر چکا ہے۔ ف۱۱ یعنی قوم کی طرف سے غصہ میں بھرے ہوئے تھے جھنجلا کر شتابی عذاب کی دعا بلکہ پیشین گوئی کر بیٹھے (تنبیہ) "مکظوم" کے معنی بعض مفسرین نے یہ کیے ہیں کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے اور یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا۔ ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا، ایک عذاب کے ٹل جانے کا، ایک بلا اذن صریح شہر چھوڑ کر چلے آنے کا، ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس رہنے کا۔ اُس وقت اللہ کو پکارا اور یہ دعا کی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اُس پر اللہ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔ ف۱۲ یعنی اگر قبول توبہ کے بعد اللہ کا مزید فضل و احسان دستگیری نہ کرتا تو اُسی چٹیل میدان میں جہاں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے الزام کھائے ہوئے پڑے رہتے اور وہ کمالات و کرامات باقی نہ رہنے دیے جاتے جو محض خدا کی مہربانی سے اُس ابتلاء کے وقت بھی باقی رہے۔

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

ف۱ یعنی پھران کا اور زیادہ رتبہ بڑھایا۔ اور اعلیٰ درجہ کے نیک و شائستہ لوگوں میں داخل رکھا۔ حدیث میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ کہے کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں ف۲ یعنی قرآن سُن کر غیظ و غضب میں بھر جاتے ہیں اور اس قدر تیز نظروں سے تیری طرف گھورتے ہیں جانے تجھ کو اپنی جگہ سے ہٹا دینگے زبان سے بھی آوازے کستے ہیں کہ یہ شخص تو مجنون ہو گیا ہے اس کی کوئی بات قابل التفات نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس طرح آپ کو گھبرا کر مقامِ صبر و استقلال سے ڈگمگا دیں۔ مگر آپ برابر اپنے مسلک پر جمے رہیے اور تنگدل ہو کر کسی معاملہ میں گھبراہٹ یا جلدی یا مداہنت اختیار نہ کیجیے (تنبیہ) بعض نے "لیزلقونك بابصارهم" سے یہ مطلب لیا ہے کہ کفار نے بعض لوگوں کو جو نظر لگانے میں مشہور تھے اس پر آمادہ کیا تھا کہ وہ آپ کو نظر لگائے۔ چنانچہ جس وقت حضورؐ قرآن تلاوت فرما رہے تھے وہ آیا اور پوری ہمت سے نظر لگانے کی کوشش کی آپ نے "لاحول ولا قوة الا باللہ" پڑھا، اور وہ ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔ باقی نظر لگنے یا لگانے کے مسئلہ پر بحث کرنے کا یہ موقع نہیں۔ اور آج کل جبکہ "مسمریزم" ایک باقاعدہ فن بن چکا ہے، اس میں مزید رد و کد کرنا بیکار سا معلوم ہوتا ہے۔ ف۳ یعنی قرآن میں جنون اور باؤلے پن کی بات کونسی ہے جس کو تم جنون کہہ رہے ہو۔ وہ تو تمام عالم کے لیے اعلیٰ ترین پند و نصیحت کا ذخیرہ ہے اسی سے بنی نوع انسان کی اصلاح اور دنیا کی کایا پلٹ ہو گی۔ اور وہی لوگ دیوانے قرار پائینگے جو اس کلام کے دیوانے نہیں ہیں۔

تم سورة القلم۔ وللہ الحمد والمنّۃ

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۵۰ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

پھر نوازا اُس کو اُس کے رب نے پھر کر دیا اُس کو نیکوں میں ف۱ اور منکر تو لگ ہی رہے ہیں

لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝۵۱

کہ پھسلا دیں تجھ کو اپنی نگاہوں سے جب سنتے ہیں قرآن اور کہتے ہیں وہ تو باؤلا ہے ف۲

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۵۲ ع

اور یہ قرآن تو یہی نصیحت ہے سارے جہان والوں کو ف۳

سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ حاقہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باون آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَآقَّةُ ۝۱ مَا الْحَآقَّةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ

وہ ثابت ہو چکنے والی کیا ہے وہ ثابت ہو چکنے والی ف۴ اور تو نے کیا سوچا کیا ہے وہ ثابت ہو چکنے والی ف۵ جھٹلایا ثمود

وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا

اور عاد نے اُس کوٹ ڈالنے والی کو ف۶ سو وہ جو ثمود تھے سو غارت کر دیے گئے اُچھال کر ف۷ اور وہ جو عاد تھے سو برباد ہوئے

بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ

ٹھنڈی سناٹے کی ہوا سے نکلی جائے ہاتھوں سے ف۸ مقرر کر دیا اُس کو اُن پر سات رات اور آٹھ دن تک

حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝۷ فَهَلْ

لگاتار پھر تو دیکھے کہ وہ لوگ اُس میں پچھڑ گئے گویا وہ ڈھنڈ ہیں کھجور کے کھوکھلے ف۹ پھر تو

تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝۸ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ

دیکھتا ہے کوئی اُن میں کا بچا ف۱۰ اور آیا فرعون اور جو اُس سے پہلے تھے اور اُلٹ جانے والی بستیاں

بِالْخَاطِئَةِ ۝۹ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝۱۰ اِنَّا

خطائیں کرتے ہوئے ☆ پھر حکم نہ مانا اپنے رب کے رسول کا پھر پکڑا اُن کو پکڑنا سخت ف۱۱ ہم نے

لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۝۱۱ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ

جس وقت پانی اُبلا لاد لیا تم کو چلتی کشتی میں ☆ تاکہ رکھیں اُسکو تمہاری یادگاری کے واسطے اور

ف۴ یعنی وہ قیامت کی گھڑی جس کا آنا ازل سے علم الٰہی میں ثابت اور مقرر ہو چکا ہے۔ جبکہ حق باطل سے بالکل واشگاف طور پر بدون کسی طرح کے اشتباہ و التباس کے جدا ہو جائیگا اور تمام حقائق اپنے پورے کمال و سبوغ کے ساتھ نمایاں ہونگی۔ اور اُس کے وجود میں جھگڑا کرنے والے سب اُس وقت مغلوب و مقہور ہو کر رہینگے۔ جانتے ہو وہ گھڑی کیا چیز ہے! اور کس قسم کے احوال و کیفیات اپنے اندر رکھتی ہے۔ ف۵ یعنی کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی کتنا ہی سوچے اور فکر کرے، اُس دن کے زہرہ گداز اور ہولناک مناظر کو پوری طرح ادراک نہیں کر سکتا ہاں تقریب الی الفہم کے لیے بطور تمثیل و تنظیر چند واقعات آگے بیان کیے جاتے ہیں جو دنیا میں اُس قیامت کبریٰ کا نشان دینے میں بالکل ہی حقیر اور ناتمام نمونہ کا کام دے سکتے ہیں گویا ان چھوٹے "حاقوں" کا ذکر اُس بڑے "حاقہ" کے بیان کے لیے توطیہ و تمہید ہے۔ ف۶ یعنی قوم "ثمود" و "عاد" نے اُس آنیوالی گھڑی کو جھٹلایا تھا جو تمام زمین، آسمان، چاند سورج، پہاڑوں اور انسانوں کو کوٹ کر رکھ دیگی۔ اور سخت سے سخت مخلوق کو ریزہ ریزہ کر ڈالیگی۔ پھر دیکھ لو! دونوں کا انجام کیا ہوا۔ ف۷ یعنی سخت بھونچال سے۔ جو ایک نہایت ہی سخت آواز کے ساتھ آیا، سب تہہ و بالا کر دیے گئے۔ ف۸ یعنی وہ ہوا اس قدر تیز و تند تھی جس پر کسی مخلوق کا قابو نہ چلتا تھا۔ حتیٰ کہ فرشتے جو ہوا کے انتظام پر مسلط ہیں اُن کے ہاتھوں سے نکلی جاتی تھی۔ ف۹ یعنی جو قوم لنگوٹ کس کر اکھاڑے میں یہ کہتی ہوئی اُتری تھی "من اشد منا قوة" (ہم کر زیادہ طاقتور کون ہے) وہ ہماری ہوا کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور ایسے گرانڈیل پہلوان ہوا کے تھپیڑوں سے اس طرح پچھاڑ کھا کر گرے گویا کھجور کے کھوکھلے اور بیجان تنے ہیں جن کا سرا اوپر سے کٹ گیا ہو۔ ف۱۰ یعنی اُن قوموں کا بیج بھی باقی رہا! اس طرح صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دی گئیں۔ ف۱۱ یعنی "عاد" و "ثمود" کے بعد فرعون بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہوا آیا اور اُس سے پہلے اور کئی قومیں گناہ سمیٹتی ہوئی آئیں (مثلاً قوم نوح، قوم شعیب، اور قوم لوطؑ جن کی بستیاں اُلٹ دی گئی تھیں) ان سبھوں نے اپنے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی، اور خدا سے مقابلے باندھے۔ آخر سب کو خدا نے بڑی سخت پکڑ سے پکڑا، اُس کے آگے کسی کی کچھ بھی پیش نہ چلی۔

تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ

یاد رکھے اسکو کان یاد رکھنے والا ف۱ پھر جب پھونکا جائے صور میں ایک بار پھونکنا ☆ اور اٹھائی جائے

الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾

زمین اور پہاڑ پھر کوٹ دیے جائیں ایک بار ☆ پھر اُس دن ہو پڑے وہ ہو پڑنے والی ف۲

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَ

اور پھٹ جائے آسمان پھر وہ اُس دن بکھر رہا ہے ☆ اور فرشتے ہونگے اُس کے کناروں پر ف۳ اور

يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ

اُٹھائینگے تخت تیرے رب کا اپنے اوپر اُس دن آٹھ شخص ف۴ اُس دن سامنے کیے جاؤ گے

لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ

چھپی نہ رہیگی تمہاری کوئی چھپی بات ف۵ سو جس کو ملا اُس کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں وہ کہتا ہے

هَاۗؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ

لیجیو پڑھیو میرا اعمالنامہ ف۶ میں نے خیال رکھا اس بات کا کہ مجھ کو ملیگا میرا حساب ف۷ سو وہ ہیں

فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَ

من مانتے گزران میں ☆ اونچے باغ میں ☆ جسکے میوے جھکے پڑے ہیں ف۸ کھاؤ اور

اشْرَبُوْا هَنِيْۗئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ

پیو رچ کر بدلا اُس کا جو آگے بھیج چکے ہو تم پہلے دنوں میں ف۹ اور جس کو ملا

كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ڏ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا

اُس کا لکھا بائیں ہاتھ میں وہ کہتا ہے کیا اچھا ہوتا جو مجھ کو نہ ملتا میرا لکھا ☆ اور مجھ کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہے

حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾

حساب میرا ☆ کسی طرح وہی موت ختم کر جاتی ☆ کچھ کام نہ آیا مجھ کو میرا مال ☆

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾

برباد ہوئی مجھ سے حکومت میری ف۱۰ اُس کو پکڑو پھر طوق ڈالو ☆ پھر آگ کے ڈھیر میں اُس کو ڈالو ☆

ف۱ یعنی نوح کے زمانہ میں جب پانی کا طوفان آیا تو بظاہر اسباب تم انسانوں میں سے کوئی بھی نہ بچ سکتا تھا۔ یہ ہماری قدرت و حکمت اور انعام و احسان تھا کہ سب منکروں کو غرق کر کے نوحؑ کو مع اُس کے ساتھیوں کے بچا لیا۔ بھلا ایسے عظیم الشان طوفان میں ایک کشتی کے سلامت رہنے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ لیکن ہم نے اپنی قدرت و حکمت کا کرشمہ دکھلایا۔ تا لوگ رہتی دنیا تک اس واقعہ کو یاد رکھیں اور جو کان کوئی معقول بات سُن کر سمجھتے اور محفوظ رکھتے ہیں وہ کبھی نہ بھولیں کہ اللہ کا ہم پر ایک زمانہ میں یہ احسان ہوا تھا۔ اور سمجھیں کہ جس طرح دنیا کے ہنگامۂ دار و گیر میں فرمانبرداروں کو نافرمان مجرموں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، یہی حال قیامت کے ہولناک حادثہ میں ہوگا۔ آگے اُسی کی طرف کلام منتقل کرتے ہیں۔
ف۲ یعنی صور پھونکنے کے ساتھ زمین اور پہاڑ اپنے حیز کو چھوڑ دینگے اور سب کو کوٹ پیٹ کر ایک دم ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا۔ بس وہی وقت ہے قیامت کے ہو پڑنے کا۔
ف۳ یعنی آج جو آسمان اس قدر مضبوط و محکم ہے کہ لاکھوں سال گزرنے پر بھی کہیں ذرا سا شگاف نہیں پڑا، اُس روز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا۔ اور جس وقت درمیان سے پھٹنا شروع ہوگا تو فرشتے اُس کے کناروں پر چلے جائیں گے۔
ف۴ اب عرش عظیم کو چار فرشتے اُٹھا رہے ہیں جن کی بزرگی اور کلانی کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اُس دن اُن چار کے ساتھ چار اور لگینگے۔ تفسیر عزیزی میں اس عدد کی حکمتوں اور اُن فرشتوں کے حقائق پر بہت دقیق و بسیط بحث کی ہے۔ جس کو شوق ہو وہاں دیکھے۔
ف۵ یعنی اُس دن اللہ کی عدالت میں حاضر کیے جاؤ گے اور کسی کی کوئی نیکی یا بدی مخفی نہ رہیگی۔ سب منظر عام پر آجائینگی۔
ف۶ یعنی اُس دن جس کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا جو ناجی و مقبول ہونے کی علامت ہے وہ خوشی کے مارے ہر کسی کو دکھاتا پھرتا ہے کہ لو آؤ! یہ میرا اعمالنامہ پڑھو۔
ف۷ یعنی میں نے دنیا میں خیال رکھا تھا کہ ایک دن ضرور میرا حساب کتاب ہونا ہے۔ اس خیال سے میں ڈرتا رہا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا۔ آج اُس کا دل خوش کن نتیجہ دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے فضل سے میرا حساب بالکل صاف ہے۔
ف۸ جو کھڑے بیٹھے لیٹے، ہر حالت میں نہایت سہولت سے چُنے جا سکتے ہیں۔
ف۹ یعنی دنیا میں تم نے اللہ کے واسطے اپنی نفس کی خواہشوں کو روکا تھا اور بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیفیں اُٹھائی تھیں، آج کوئی روک ٹوک نہیں خوب رچ پچ کر کھاؤ پیو۔ نہ طبیعت منغص ہوگی نہ بدہضمی نہ بیماری و زوال کا کھٹکا۔
ف۱۰ یعنی پیٹھ کی طرف سے بائیں ہاتھ میں جس کا اعمالنامہ دیا جائیگا، سمجھ لیگا کہ کمبختی آئی، اُس وقت نہایت حسرت سے تمنا کریگا کہ کاش میرے ہاتھ میں اعمالنامہ نہ دیا جاتا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوتی کہ حساب کتاب کیا چیز ہے۔ کاش موت میرا قصہ ہمیشہ کے لیے تمام کر دیتی۔ مرنے کے بعد پھر اُٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ یا اُٹھا تھا تو اب موت آکر میرا خاتمہ کر دیتی۔ افسوس وہ مال و دولت اور جاہ و حکومت کچھ کام نہ آئی۔ آج اُن میں سے کسی چیز کا پتہ نہیں۔ نہ میری کوئی حجت اور دلیل چلتی ہے نہ معذرت کی گنجائش ہے۔

ف فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے پکڑو، طوق گلے میں ڈالو، پھر دوزخ کی آگ میں غوطہ دو، اور اس زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو، تا جلنے کی حالت میں ذرا بھی حرکت نہ کر سکے، کہ ادھر اُدھر حرکت کرنے سے بھی جلنے والا قدرے تخفیف محسوس کیا کرتا ہے (تنبیہ) گز سے وہاں کا گز مراد ہے جس کی مقدار اللہ ہی جانے۔ ف۲ یعنی اس نے دنیا میں رہ کر نہ اللہ کو جانا نہ بندوں کے حقوق پہچانے فقیر محتاج کی خود تو کیا خدمت کرتا دوسروں کو بھی اِدھر ترغیب نہ دی۔ پھر جب اللہ پر جس طرح چاہیئے ایمان نہ لایا تو نجات کہاں؟ اور جب کوئی بھلائی کا چھوٹا بڑا کام بن نہ پڑا تو عذاب میں تخفیف کی بھی کوئی صورت نہیں۔ ف۳ یعنی جب اللہ کو دوست نہ بنایا تو آج اس کا دوست کون بن سکتا ہے جو حمایت کر کے عذاب سے بچا دے یا مصیبت کے وقت کچھ تسلی کی بات کرے۔ ف۴ کھانے سے بھی انسان کو قوت پہنچتی ہے مگر دوزخیوں کو کوئی ایسا مرغوب کھانا نہ ملیگا جو راحت و قوت کا سبب ہو۔ ہاں دوزخیوں کے زخموں کی پیپ دی جائیگی جسے اُن گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا اور وہ بھی بھوک پیاس کی شدت میں غلطی سے یہ سمجھ کر کھائینگے کہ اس سے کچھ کام چلیگا۔ بعد کو ظاہر ہوگا کہ اُس کا کھانا بھوک کے عذاب سے بڑا عذاب ہے (اعاذنا اللہ من سائر انواع العذاب فی الدنیا والآخرۃ) ف۵ یعنی جو کچھ جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان ہوا، یہ کوئی شاعری نہیں نہ کاہنوں کی اٹکل پچو باتیں ہیں، بلکہ یہ قرآن ہے اللہ کا کلام جس کو آسمان سے ایک بزرگ فرشتے نے ایک بزرگ ترین پیغمبر پر اُتارا۔ جو آسمان سے لایا وہ، اور جس

ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ

پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر (۷۰) گز ہے اُس کو جکڑ دو ف۱ وہ تھا کہ

لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴿۳۳﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَیْسَ

یقین نہ لاتا تھا اللہ پر جو سب سے بڑا ☆ اور تاکید نہ کرتا تھا فقیر کے کھانے پر ف۲ سو کوئی نہیں

لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا

آج اُس کا یہاں دوستدار ف۳ اور نہ کچھ ملے کھانا مگر زخموں کا دھوون ☆ کوئی نہ کھائے اُس کو مگر

الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ ع فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ

وہی گنہگار ف۴ سو قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی جو دیکھتے ہو ☆ اور جو چیزیں کہ تم نہیں دیکھتے ☆ یہ

لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

کہا ہے ایک پیغام لانیوالے سردار کا ف۵ اور نہیں ہے یہ کہا کسی شاعر کا تم تھوڑا یقین کرتے ہو ف۶

وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۳﴾

اور نہیں ہے کہا پریوں والے کا تم بہت کم دھیان کرتے ہو ف۷ یہ اُتارا ہوا ہے جہان کے رب کا ف۸

وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ

اور اگر یہ بنا لاتا ہم پر کوئی بات ☆ تو ہم پکڑ لیتے اُس کا داہنا ہاتھ ☆ پھر

لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ

کاٹ ڈالتے اُس کی گردن ☆ پھر تم میں کوئی ایسا نہیں جو اُس سے بچا لے ف۹ اور

اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾

یہ نصیحت ہے ڈرنے والوں کو ☆ اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے جھٹلاتے ہیں ☆

وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾

اور وہ جو ہے پچھتاوا ہے منکروں پر ف۱۰ اور وہ جو ہے یقین کرنے کے قابل ہے ☆

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۵۲﴾ ع

اب بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو سب سے بڑا ف۱۱

نے زمین والوں کو پہنچایا، دونوں رسول کریم ہیں۔ ایک کا کریم ہونا تو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اور دوسرے کی کرامت و بزرگی پہلے کریم کے بیان سے ثابت ہے۔ (تنبیہ) عالم میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک جن کو آدمی آنکھوں سے دیکھتا ہے، دوسری جو آنکھوں سے نظر نہیں آتی، عقل وغیرہ کے ذریعہ سے اُن کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ مثلاً ہم کتنا ہی آنکھیں پھاڑ کر زمین کو دیکھیں، وہ چلتی ہوئی نظر نہ آئیگی لیکن حکماء کے دلائل و براہین سے عاجز ہو کر ہم اپنی آنکھ کو غلطی پر سمجھتے ہیں اور اپنی عقل کے یا دوسرے عقلاء کی عقل کے ذریعہ سے حواس کی اِن غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کر لیتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی عقل بھی غلطیوں اور کوتاہیوں سے محفوظ نہیں۔ آخر اُس کی غلطیوں کی اصلاح اور کوتاہیوں کی تلافی کس سے ہو۔ بس تمام عالم میں ایک وحی الٰہی کی قوت ہے جو خود غلطی سے محفوظ و معصوم رہتے ہوئے تمام عقلی قوتوں کی اصلاح و تکمیل کر سکتی ہے جس طرح حواس جہاں پہنچ کر عاجز ہوتے ہیں وہاں عقل کام دیتی ہے، ایسے ہی جس میدان میں عقل مجرد کام نہیں دیتی یا ٹھوکریں کھاتی ہے اُس جگہ وحی الٰہی اُس کی دستگیری کر کے اُن بلند حقائق سے روشناس کرتی ہے۔ شاید اسی لئے یہاں "ما تبصرون وما لا تبصرون" کی قسم کھائی یعنی جو حقائق جنت و دوزخ وغیرہ کی پہلی آیات میں بیان ہوئی ہیں، اگر دائرہ محسوسات سے بلند تر ہونے کی وجہ سے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تو اشیاء میں مبصرات و غیر مبصرات یا بالفاظ دیگر محسوسات و غیر محسوسات کی تقسیم سے سمجھ لو کہ یہ رسول کریم کا کلام ہے جو بذریعہ وحی الٰہی دائرہ حس و عقل سے بالاتر حقائق کی خبر دیتا ہے۔ جب ہم بہت سی غیر محسوس بلکہ مخالف حس چیزوں کو اپنی عقل یا دوسروں کی تقلید سے مان لیتے ہیں تو بعض بہت اونچی چیزوں کو رسول کریم کے کہنے سے ماننے میں کیا اشکال ہے۔ ف۶ یعنی قرآن کے کلام اللہ ہونے کی نسبت کبھی کبھی یقین کی کچھ جھلک تمہارے دلوں میں آتی ہے، مگر بہت کم جو نجات کے لئے کافی نہیں آخر اُس کو شاعری وغیرہ کہہ کر اُڑا دیتے ہو۔ کیا واقعی انصاف سے کہہ سکتے ہو کہ یہ کسی شاعر کا کلام ہو سکتا ہے اور شعر کی قسم سے ہے شعر میں وزن و بحر وغیرہ ہونا لازم ہے۔ قرآن میں اس کا پتہ نہیں شاعروں کا کلام اکثر بے اصل ہوتا ہے اور اُن کے اکثر مضامین محض وہمی اور خیالی ہوتے ہیں، حالانکہ قرآن کریم میں تمام تر حقائق ثابتہ اور اصول محکمہ کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ف۷ یعنی پوری طرح دھیان کرو تو معلوم ہو جائے کہ یہ کسی کاہن کا کلام بھی نہیں۔ کاہن عرب میں وہ لوگ تھے جو بھوت پریت، جنوں اور چڑیلوں سے تعلق یا مناسبت رکھتے تھے۔ وہ اِن کو غیب کی بعض جزئی باتیں ایک مقفی و مسجع کلام کے ذریعہ سے بتلاتے تھے لیکن جنوں کا کلام معجز نہیں ہوتا کہ ویسا دوسرا نہ کر سکے، بلکہ ایک جن کسی کاہن کو جو ایک بات سکھلاتا ہے دوسرا جن بھی ویسی بات دوسرے کاہن کو سکھلا سکتا ہے اور یہ کلام یعنی قرآن کریم ایسا معجز ہے کہ سب جن و انس مل کر بھی اُس کے مشابہ کلام نہیں بنا سکتے۔ دوسرے کاہنوں کے کلام میں محض قافیہ اور سجع کی رعایت کے لئے بہت الفاظ بھرتی کے بالکل بیکار اور بیفائدہ ہوتے ہیں، اور اس کلام معجز نظام میں ایک حرف یا ایک شوشہ بھی بیکار و بیفائدہ نہیں پھر کاہنوں کی باتیں چند مبہم جزئی اور معمولی خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں لیکن علوم و حقائق پر مطلع ہونا اور ادیان و شرائع کے اصول و قوانین اور معاش و معاد کے دستور و آئین کا معلوم کر لینا اور فرشتوں کے اور آسمانوں کے چھپے ہوئے بھیدوں پر سے آگاہی پانا اُن سے نہیں ہو سکتا۔ بخلاف قرآن کریم کے وہ اِن ہی مضامین سے پُر ہے۔ ف۸ اسی لئے سارے جہان کی تربیت کے اعلیٰ اور محکم ترین اصول اس میں بیان ہوئے ہیں ف۹ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "یعنی اگر جھوٹ بناتا اللہ پر تو اول اُس کا دشمن اللہ ہوتا اور ہاتھ پکڑنا یہ دستور ہے گردن مارنے کا کہ جلاد اُس کا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ رکھتا ہے تا سر کٹ نہ جائے"۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "تقول" کی ضمیر رسول کی طرف لوٹتی ہے یعنی اگر رسول بالفرض کوئی حرف اللہ کی طرف منسوب کر دے یا اُس کے کلام میں اپنی طرف سے ملا دے جو اللہ نے نہ کہا ہو تو اُسی وقت اُس پر یہ عذاب کیا جائے (العیاذ باللہ) کیونکہ اُس کی تصدیق اور سچائی آیات بینات اور دلائل و براہین کے ذریعہ سے ظاہر کی جا چکی ہے۔ اب اگر اس قسم کی بات پر فوراً عذاب اور سزا نہ کیجائے تو وحی الٰہی سے امن اُٹھ جائیگا اور ایسا (بقیہ بر صفحہ ۷۳۸)

(بقیہ فوائد صفحہ ۷۳۷) التباس واشتباہ پڑجائیگا جس کی اصلاح ناممکن ہوجائیگی۔ جو حکمت تشریع کے منافی ہے بخلاف اس شخص کے جس کا رسول ہونا آیات و براہین سے ثابت نہیں ہوا بلکہ کھلے ہوئے قرآن و دلائل علانیہ اُس کی رسالت کی نفی کرچکے ہیں تو اُس کی بات بھی بیہودہ اور خرافات ہے کوئی عاقل اُس کو درخور اعتناء نہ سمجھیگا اور نہ بحمد اللہ دین الٰہی میں کوئی التباس و اشتباہ واقع ہوگا۔ ہاں ایسے شخص کی معجزات وغیرہ سے تصدیق ہونا محال ہے۔ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو جھوٹا ثابت کرنے اور رسوا کرنے کیلئے ایسے امور بر روئے کار لائے جو اُسکے دعوائے رسالت کے مخالف ہوں۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جس طرح بادشاہ ایک شخص کو کسی منصب پر مامور کرکے اور سند و فرمان وغیرہ دیکر کسی طرف روانہ کرتے ہیں۔ اب اگر اس شخص کی اس خدمت میں کچھ خیانت ہوئی یا بادشاہ پر کچھ جھوٹ باندھا اس کی ثابت ہوا تو اُسی وقت بلاتوقف اُس کا تدارک کرتے ہیں لیکن اگر سڑک کوٹنے والا مزدور یا جھاڑو دینے والا بھنگی کہ اپنے ... یہ فرمان ہے یا میرے ذریعہ سے یہ احکام دیئے گئے ہیں تو کون اُسکی بات پر کان دھرتا ہے اور کون اُسکے دعوؤں سے تعرض کرتا ہے۔ بہرحال آیت ہذا میں حضور کی نبوت پر استدلال نہیں کیا گیا بلکہ یہ بتلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خالص اللہ کا کلام ہے جس میں ایک حرف یا ایک شوشہ بھی نبی کریم صلعم اپنی طرف سے شامل نہیں کرسکتے۔ اور نہ باوجود پیغمبر ہونے کے آپ کی یہ شان ہے کہ کوئی بات اللہ کی طرف منسوب کردیں جو اُس نے نہ کہی ہو۔ تورات سفر استثناء کے اٹھارویں باب میں بیسواں فقرہ ہے "لیکن وہ نبی ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسکو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے"۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو نبی ہوگا اُس سے ایسا ممکن نہیں فنظیر ہذہ الآیۃ قولہ تعالیٰ فی البقرۃ ولئن اتبعت اھواءھم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر۔ **ف ۱۰** یعنی خدا سے ڈرنے والے اس کلام کو سنکر نصیحت حاصل کرینگے اور جنکے دلوں میں ڈر نہیں وہ جھٹلائینگے لیکن ایک وقت آنے والا ہے کہ یہی کلام اور اُنکا یہ جھٹلانا سخت حسرت و پشیمانی کا موجب ہوگا۔ اُس وقت پچھتائینگے کہ افسوس کیوں ہم نے اس سچی بات کو جھٹلایا تھا جو آج یہ آفت دیکھنی پڑی۔ **ف ۱۱** یعنی یہ کتاب تو ایسی چیز ہے جس پر یقین سے بھی بڑھ کر یقین رکھا جائے کیونکہ اُس کے مضامین سرتاپا سچ اور ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ لازم ہے کہ آدمی اُس پر ایمان لاکر اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو۔ تم سورۃ الحاقۃ وللہ الحمد۔

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ رُكُوْعَانِ

سورۂ معارج مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی چوالیس ۴۴ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِي

مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب پڑنے والا منکروں کے واسطے کوئی نہیں اُس کو ہٹانے والا **ف ۱** آئے اللہ کی طرف

الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ

سے جو چڑھتے درجوں والا ہے **ف ۲** چڑھینگے اُس کی طرف فرشتے اور روح **ف ۳** اُس دن میں جس کا لنباؤ پچاس

اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝۶ وَّنَرٰىهُ

ہزار برس ہے **ف ۴** سو تو صبر کر بھلی طرح کا صبر کرنا **ف ۵** وہ دیکھتے ہیں اُس کو دور ☆ اور ہم دیکھتے ہیں

قَرِيْبًا ۝۷ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝۸ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَ

اُسکو نزدیک **ف ۶** جس دن ہوگا آسمان جیسے تانبا پگھلا ہوا **ف ۷** اور ہونگے پہاڑ جیسے اُون رنگی ہوئی **ف ۸** اور

لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝۱۰ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ

نہ پوچھیگا دوستدار دوستدار کو ☆ سب نظر آجائینگے اُنکو **ف ۹** چاہیگا گنہگار کسی طرح چھڑوائی میں دیدے اُس دن

يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝۱۲ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُــــْٔوِيْهِ ۝۱۳ وَ

کے عذاب سے اپنے بیٹے کو ☆ اور اپنی ساتھ والی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے گھرانے کو جس میں رہتا تھا ☆ اور

مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝۱۴ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۝۱۵ نَزَّاعَةً

جتنے زمین پر ہیں سب کو پھر اپنے آپ کو بچالے ہرگز نہیں **ف ۱۰** وہ تپتی ہوئی آگ ہے ☆ کھینچ لینے والی

لِّلشَّوٰى ۝۱۶ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝۱۷ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝۱۸ اِنَّ الْاِنْسَانَ

کلیجہ **ف ۱۱** پکارتی ہے اُس کو جس نے پیٹھ پھیرلی اور پھر کر چلا گیا اور جوڑا اور سینت کر رکھا **ف ۱۲** بیشک آدمی

خُلِقَ هَلُوْعًا ۝۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝۲۰ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝۲۱

بنا ہے جی کا کچا ☆ جب پہنچے اُس کو بُرائی تو بے صبرا ☆ اور جب پہنچے اُس کو بھلائی تو بے توفیقا **ف ۱۳**

فوائد صفحہ ہذا **ف ۱** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی پیغمبر نے تم پر عذاب مانگا ہے وہ کسی سے نہ ہٹایا جائیگا"۔ یا عذاب مانگنے والے کفار ہوں جو کہا کرتے تھے کہ آخر جس عذاب کا وعدہ ہے وہ جلدی کیوں نہیں آتا، اے اللہ! اگر محمد (صلعم) کا کہنا سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کردے۔ یہ باتیں انکار و تمسخر کی راہ سے کہتے تھے اُس پر فرمایا کہ عذاب مانگنے والے ایک ایسی آفت مانگ رہے ہیں جو بالیقین اُن پر پڑنے والی ہے کسی کے روکے رُک نہیں سکتی۔ کفار کی انتہائی حماقت یا شوخ چشمی ہے جو ایسی چیز کا اپنی طرف سے مطالبہ کرتے ہیں۔ **ف ۲** یعنی فرشتے اور مومنین کی روحیں تمام آسمانوں کو درجہ بدرجہ طے کرکے اُس کی بارگاہ قرب تک چڑھتی ہیں، یا اُس کے بندے اُسکے حکموں کی تابعداری میں جان و دل سے کوشش کرکے اور اچھی خصلتوں سے آراستہ ہوکر قرب و وصول کے روحانی مرتبوں اور درجوں سے ترقی کرتے ہوئے اُسکی حضوری سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ درجے مسافت کی دوری اور نزدیکی میں مختلف اور متفاوت ہیں بعض ایسے ہیں کہ ایک پلک مارنے میں اُنکے سبب سے ترقی ہوسکتی ہے جیسے اسلام کا کلمہ زبان سے کہنا، اور بعض ایسے ہیں کہ ایک ساعت میں اُن سے ترقی حاصل ہوتی ہے جیسے نماز ادا کرنا، اور بعض سے پورے ایک دن میں جیسے روزہ، یا ایک مہینہ میں، جیسے پورے رمضان کے روزے، یا ایک سال میں جیسے حج ادا کرنا، وعلیٰ ہذا القیاس اور اسی طرح فرشتوں اور روحوں کا عروج جو کسی کام پر مقرر ہیں اُس کام سے فراغت پانے کے بعد مختلف و متفاوت ہے اور اُس خداوند قدوس کی تدبیر و انتظام کا اُتار چڑھاؤ بیشمار درجے رکھتا ہے۔ **ف ۳** یعنی فرشتے اور لوگوں کی روحیں پیشی کے لیئے حاضر ہونگی۔ **ف ۴** پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہے یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت سے لیکر بہشتیوں کے بہشت میں، اور دوزخیوں کے دوزخ میں قرار پکڑنے تک پچاس ہزار برس کی مدت ہوگی اور کل فرشتے اور تمام قسم کی مخلوقات کی روحیں اس تدبیر میں بطور خدمتگار کے شریک ہونگی۔ پھر اس بڑے کام کے سرانجام کی مدت گزرنے پر اُن کو عروج ہوگا۔ (تنبیہ) حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم ایماندار آدمی کو وہ (اتنا لمبا) دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک نماز فرض ادا کرلیتا ہے۔ **ف ۵** یعنی یہ کافر اگر ازراہ انکار و تمسخر عذاب کے لیئے جلدی مچائیں، تب بھی آپ جلدی نہ کریں۔ بلکہ صبر و استقلال سے رہیں، نہ تنگدل ہوں، نہ حرف شکایت زبان پر آئے آپ کا صبر اور اُن کا تمسخر در رنگ لائیگا۔ **ف ۶** یعنی اُنکے خیال میں قیامت کا آنا بعید از امکان اور دور از عقل ہے۔ اور ہم کو اس قدر قریب نظر آرہی ہے کہ گویا آ ہی رکھی ہے۔ **ف ۷** بعض نے "مہل" کا ترجمہ تیل کی تلچھٹ سے کیا ہے۔ **ف ۸** اُون مختلف رنگ کی ہوتی ہے اور پہاڑوں کی رنگتیں بھی مختلف ہیں کما قال تعالیٰ "وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ" (فاطر۔ رکوع ۴) دوسری جگہ فرمایا كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (القارعۃ) یعنی پہاڑ دھنکی ہوئی اُون کی طرح اُڑتے پھرینگے۔ **ف ۹** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "سب نظر آجائینگے یعنی دوستی اُنکی تکنی تھی" ایک دوسرے کا حال دیکھیگا مگر کچھ مدد و حمایت نہ کرسکیگا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔ **ف ۱۰** یعنی چاہیگا کہ بس چلے تو سارے کنبہ بلکہ ساری دنیا کو فدیہ میں دے کر اپنی جان بچالے۔ مگر یہ ممکن نہ ہوگا۔ **ف ۱۱** یعنی وہ آگ مجرم کو کہاں چھوڑتی ہے۔ وہ تو کھال اُتار کر اندر سے کلیجہ نکال لیتی ہے۔ **ف ۱۲** یعنی دوزخ کی طرف سے ایک کشش اور پکار ہوگی۔ بس جتنے لوگ دنیا میں حق کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلدیے تھے اور عمل صالح کی طرف سے اعراض کرتے، اور مال سمیٹنے اور

(بقیہ فوائد صفحہ ۷۳۸) سمیٹ کر رکھنے میں مشغول رہی تھے۔ وہ سب دوزخ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے بعض آثار میں ہے کہ دوزخ اوّل زبان قال سے پکارے گی "اِلَیَّ یَا کَافِر، اِلَیَّ یَا مُنَافِق، اِلَیَّ یَا جَامِعَ الْمَال" (یعنی او کافر! او منافق! او مال سمیٹ کر رکھنے والے! اِدھر آ) لوگ اِدھر اُدھر بھاگینگے۔ اُس کے بعد ایک بہت لمبی گردن نکلیگی جو کفار کو چُن چُن کر اس طرح اٹھا لیگی جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھا لیتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

ف۱۳ یعنی کسی طرف ہمّت اور ہمت نہیں دکھلاتا۔ فقر فاقہ، بیماری اور سختی آئے تو بے صبر ہو کر گھبرا اُٹھے، بلکہ مایوس ہو جائے گویا اب کوئی سبیل مصیبت سے نکلنے کی باقی نہیں رہی اور مال و دولت تندرستی اور فراخی ملے تو نیکی کے لیے ہاتھ نہ اُٹھے، اور مالک کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو۔ ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي

مگر وہ نمازی ☆ جو اپنی نماز پر قائم ہیں ف۱ اور جن کے

أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ

مال میں حصہ مقرر ہے ☆ مانگنے والے اور ہارے ہوئے کا ف۲ اور جو یقین کرتے ہیں

بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ

انصاف کے دن پر ف۳ اور جو لوگ کہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں ف۴ بیشک اُن کے

رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ

رب کے عذاب سے کسی کو نڈر نہ ہونا چاہئے ف۵ اور جو اپنی شہوت کی جگہ کی حفاظت کرتے ہیں ☆ مگر اپنی جوروؤں سے

أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ

یا اپنے ہاتھ کے مال سے سو اُن پر نہیں کچھ اُلاہنا ☆ پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوائے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾

سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے ف۶ اور جو لوگ کہ اپنی امانتوں اور اپنے قول کو نباہتے ہیں ف۷

وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ

اور جو اپنی گواہیوں پر سیدھے ہیں ف۸ اور جو اپنی نماز سے

يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا

خبردار ہیں ف۹ وہی لوگ ہیں باغوں میں عزت سے ف۱۰ پھر کیا ہوا ہے منکروں کو

قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ﴿٣٧﴾ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ

تیری طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں داہنے سے اور بائیں سے غول کے غول کیا طمع رکھتا ہے ہر ایک شخص

مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ فَلَا

اُن میں کہ داخل ہو جائے نعمت کے باغ میں ہرگز نہیں ف۱۱ ہم نے اُن کو بنایا ہے جس کو وہ بھی جانتے ہیں ف۱۲ سو

أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ ﴿٤٠﴾ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ خَيْرًا

میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی ف۱۳ تحقیق ہم کر سکتے ہیں ☆ کہ بدل کر لے آئیں اُن کی

فوائد صفحہ ہذا

ف۱ یعنی کنڈے دار نہیں، بلکہ مداومت و التزام سے نماز پڑھتے ہیں اور نماز کی حالت میں نہایت سکون کے ساتھ برابر اپنی نماز ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ف۲ سورۃ "المؤمنون" میں اس کی تفسیر گذر چکی۔ ف۳ یعنی اس یقین کی بنا پر اچھے کام کرتے ہیں جو اُس دن کام آئیں۔ ف۴ یعنی اُس سے ڈر کر بُرائیوں کو چھوڑتے ہیں۔ ف۵ یعنی اللہ کا عذاب ایسی چیز نہیں کہ بندہ اُس کی طرف سے مامون اور بے فکر ہو کر بیٹھ رہے۔ ف۶ یعنی بیوی اور باندی کے سوا جو اور کوئی جگہ قضاء شہوت کے لیے ڈھونڈے وہ حد اعتدال اور حد جواز سے باہر قدم نکالتا ہے۔ ف۷ اس میں اللہ کے اور بندوں کے سب حقوق آگئے، کیونکہ آدمی کے پاس جس قدر قوتیں ہیں سب اللہ کی امانت ہیں اُن کو اُسی کے بتلائے ہوئے مواقع میں خرچ کرنا چاہیے اور جو قول و قرار ازل میں باندھ چکا ہے اُس کو پورا نہیں چاہیے۔ ف۸ یعنی ضرورت پڑے تو بلا کم و کاست اور بے رو رعایت گواہی دیتے ہیں۔ حق پوشی نہیں کرتے۔ ف۹ یعنی نماز کے اوقات اور شروط و آداب کی خبر رکھتے ہیں اور اس کی صورت و حقیقت کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ ف۱۰ جنتیوں کی یہ آٹھ صفتیں ہوئیں جن کو نماز سے شروع اور نماز ہی پر ختم کیا گیا ہے تا معلوم ہو کہ نماز اللہ کے ہاں کس قدر مہتم بالشان عبادت ہے جس میں یہ صفات ہونگی وہ "ہلوع" (کچے دل کا) نہ ہوگا۔ بلکہ عزم و ہمت والا ہوگا۔ ف۱۱ یعنی قرآن کی تلاوت اور جنت کا ذکر سن کر کفار ہر طرف سے ٹولیاں بنا کر تیری طرف لپٹے چلے آتے ہیں۔ پھر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں، کیا اس کے باوجود یہ بھی طمع رکھتے ہیں کہ وہ سب جنت کے باغوں میں داخل کیے جائینگے؟ جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم کو لوٹ کر خدا کی طرف جانا ہوا تو وہاں بھی ہمارے لیے بہتری ہی بہتری ہے۔ ہرگز نہیں۔ اُس خداوند عادل و حکیم کے ہاں اندھیر نہیں ہو سکتا (تنبیہ) ابن کثیر نے ان آیات کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تیری طرف کے ان منکروں کو کیا ہوا کہ تیزی کے ساتھ دوڑ کر چلے جاتے ہیں داہنے اور بائیں، غول کے غول، یعنی قرآن سن کر ایسے کیوں بدکتے اور بھاگتے ہیں۔ پھر کیا اس وحشت و نفرت کے باوجود یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ اُن میں ہر شخص بے کھٹکے جنت میں جا گھسے گا! ہرگز نہیں۔ وہذا کما قال تعالیٰ "فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ" (مدثر رکوع ۲) ف۱۲ یعنی منی جیسی حقیر پانی جیسی گھناؤنی چیز سے پیدا ہوا وہ کہاں لائق ہے بہشت کے۔ مگر ہاں جب ایمان کی بدولت پاک اوصاف اور معظم و مکرم ہو۔ اور ممکن ہے "إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ" سے اشارہ ہو "إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا" کی طرف جو چند آیات پہلے اسی سورۃ میں آچکا ہے یعنی وہ پیدا تو ہوا ہے ان صفات پر اور "إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ" الخ کے استثناء میں اپنے کو شامل نہ کیا۔ پھر بہشت کا مستحق کیسے ہو اس تقدیر پر "مِمَّا يَعْلَمُونَ" کی ترکیب "خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ" کے قبیل سے ہوگی۔ ف۱۳ آفتاب ہر روز ایک نئے نقطہ سے طلوع ہوتا اور نئے نقطہ پر غروب ہوتا ہے اُن کو "مشارق" و "مغارب" کہا

مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

بہتر اور ہمارے قابو سے نکل نہ جائینگے ف۱ سو چھوڑ دے اُنکو کہ باتیں بنائیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ ملجائیں

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا

اپنے اُس دن سے جس کا اُن سے وعدہ ہے ف۲ جس دن نکل پڑینگے قبروں سے دوڑتے ہوئے

كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ

جیسے کسی نشانی پر دوڑتے جاتے ہیں ف۳ جھکی ہونگی اُنکی آنکھیں چڑھی آتی ہوگی اُن پر ذلت

ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۴۴﴾

یہ ہے وہ دن جس کا اُن سے وعدہ تھا ف۴

سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَعِشْرُونَ آيَةً وَرُكُوعَانِ

سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی اٹھائیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ

ہم نے بھیجا نوح کو اُسکی قوم کی طرف کہ ڈرا اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ پہنچے اُن پر

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱﴾ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۲﴾ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ

عذاب دردناک ف۵ بولا اے قوم میری میں تم کو ڈر سُناتا ہوں کھول کر ☆ کہ بندگی کرو اللہ کی

وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿۳﴾ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ

اور اُس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو ف۶ تا کہ بخشے وہ تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تم کو ایک

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴﴾

مقرر وعدہ تک ف۷ وہ جو وعدہ کیا ہے اللہ نے جب آپہنچیگا اُسکو ڈھیل نہ ہوگی ف۸ اگر تم کو سمجھ ہے ف۹

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿۵﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي

بولا اے رب میں بُلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور دن ☆ پھر میرے بُلانے سے اور زیادہ

إِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ

بھاگنے لگے ف۱۰ اور میں نے جب کبھی اُن کو بُلایا تا کہ تو اُن کو بخشے ڈالنے لگے انگلیاں

ف۱ یعنی جب اُن کی جگہ اُن سے بہتر لا سکتے ہیں تو خود اُن کو دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتے! کیا وہ ہمارے قابو سے نکل کر کہیں جا سکتے ہیں! یا "خَيْرًا مِّنْهُمْ" سے مُراد اُن ہی کا دوبارہ پیدا کرنا ہو۔ کیونکہ عذاب ہو یا ثواب، دوسری زندگی اس زندگی سے بہر حال اکمل ہوگی۔ یا یہ مطلب ہو کہ ان کفار مکہ کو ہنسی ٹھٹھا کرنے دیجیئے، ہم خدمت اسلام کے لیئے اس سے بہتر قوم لے آئینگے۔ چنانچہ "قریش" کی جگہ اُس نے "انصار مدینہ" کو کھڑا کر دیا۔ اور مکہ والے پھر بھی اُس کے قابو سے نکل کر کہیں نہ جا سکے۔ آخر اپنی شرارتوں کے مزے چکھنے پڑے (تنبیہ) مشارق و مغارب کی قسم شاید اس لیئے کھائی کہ خدا ہر روز مشرق و مغرب کو بدلتا رہتا ہے۔ اُس کو تمہارا تبدیل کرنا کیا مشکل ہے ف۲ یعنی تھوڑے دن کی ڈھیل ہے۔ پھر سزا ہونی یقینی ہے۔ ف۳ یعنی کسی خاص نشان اور علامت کی طرف جیسے تیزی سے دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا "نصب" سے بُت مُراد ہوں جو کعبہ کے گرد کھڑے کیئے ہوئے تھے۔ اُن کی طرف بھی بہت عقیدت اور شوق کے ساتھ لپکتے ہوئے جاتے تھے۔ ف۴ یعنی قیامت کا دن۔

تم سورة المعارج وللہ الحمد والمنّہ

ف۵ یعنی اس سے پہلے کہ کفر و شرارت کی بدولت دنیا میں طوفان کے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب کا سامنا ہو۔ ف۶ یعنی اللہ سے ڈر کر کفر و معصیت چھوڑو اور طاعت و عبادت کا راستہ اختیار کرو۔ ف۷ یعنی ایمان لے آؤ گے تو اُس سے پہلے اللہ کے جو حقوق تلف کیئے ہیں وہ معاف کر دیگا، اور کفر و شرارت پر جو عذاب آنا مقدر ہے ایمان لانے کی صورت میں وہ نہ آئیگا۔ بلکہ ڈھیل دیجائیگی کہ عمر طبعی تک زندہ رہو۔ حتیٰ کہ جانداروں کی موت و حیات کے عام قانون کے موافق اپنے مقرر وقت پر موت آئے۔ کیونکہ اُس سے تو بہر حال کسی نیک و بد کو چارہ نہیں۔ ف۸ یعنی ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب کا جو وعدہ ہے اگر وہ سر پر آ کھڑا ہوا تو کسی کے ٹالے نہیں ٹلیگا نہ ایک منٹ کی ڈھیل دی جائیگی۔ یا یہ مطلب ہو کہ موت کا وقت معین پر آنا ضروری ہے اُس میں تاخیر نہیں ہو سکتی۔ والظاہر ہو الاوّل۔ حضرت شاہ صاحبؒ ان آیات کی تقریر ایک اور طرح کرتے ہیں۔ "یعنی بندگی کرو کہ نوع انسان دنیا میں قیامت تک رہے۔ اور قیامت کو تو دیر نہ لگیگی اور جو سب مل کر بندگی چھوڑ دو تو سارے ابھی ہلاک ہو جاؤ۔ طوفان آیا تھا ایسا ہی کہ ایک آدمی نہ بچے حضرت نوحؑ کی بندگی سے اُنکا بچاؤ ہو گیا۔ ف۹ یعنی اگر تم کو سمجھ ہے تو یہ باتیں سمجھنے اور عمل کرنے کی ہیں۔ ف۱۰ یعنی نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک اُن کو سمجھاتے رہے۔ جب اُمید کی کوئی جھلک باقی نہ رہی تو مایوس اور تنگدل ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ بار خدایا میں نے اپنی طرف سے دعوت و تبلیغ میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ رات کی تاریکی میں اور دن کے اُجالے میں برابر اُن کو تیری طرف بُلاتا رہا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ جُوں جُوں تیری طرف آنے کو کہا گیا، یہ بدبخت اور زیادہ اِدھر سے مُنہ پھیر کر بھاگے۔ اور جس قدر میری طرف سے شفقت و دلسوزی کا اظہار ہوا، اُن کی جانب سے نفرت اور بیزاری بڑھتی گئی۔

فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًاۚ﴿۷﴾

اپنے کانوں میں ف۱ اور لپیٹنے لگے اپنے اوپر کپڑے ف۲ اور ضد کی اور غرور کیا بڑا غرور ف۳

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًاۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًاۙ﴿۹﴾

پھر میں نے اُن کو بُلایا برملا ف۴ پھر میں نے اُن کو کھول کر کہا اور چھپ کر کہا چپکے سے ف۵

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاۙ﴿۱۰﴾ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ

تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بیشک وہ ہے بخشنے والا ف۶ چھوڑ دیگا آسمان کی تم پر

مِّدْرَارًاۙ﴿۱۱﴾ وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ

دھاریں ✡ اور بڑھا دیگا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنا دیگا تمہارے واسطے باغ اور بنا دیگا

لَّكُمْ اَنْهٰرًاؕ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًاۚ﴿۱۳﴾ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا﴿۱۴﴾ اَلَمْ

تمہارے لئے نہریں ف۷ کیا ہوا ہے تم کو کیوں نہیں اُمید رکھتے اللہ سے بڑائی کی ف۸ اور اسی نے بنایا تم کو طرح طرح سے ف۹ کیا

تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًاۙ﴿۱۵﴾ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ

تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ پر تہ ف۱۰ اور رکھا چاند کو اُن میں اُجالا اور رکھا

الشَّمْسَ سِرَاجًا﴿۱۶﴾ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًاۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَ یُخْرِجُكُمْ

سورج کو چراغ جلتا ہوا ف۱۱ اور اللہ نے اُگایا تم کو زمین سے جما کر ف۱۲ پھر کر ڈالیگا تم کو اسی میں اور نکالیگا تم

اِخْرَاجًا﴿۱۸﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًاۙ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا۠﴿۲۰﴾

کو باہر ف۱۳ اور اللہ نے بنا دیا تمہارے لئے زمین کو بچھونا ✡ تاکہ چلو اُس میں کشادہ رستے ف۱۴

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًاۚ﴿۲۱﴾

کہا نوح نے اے رب میرے اُنہوں نے میرا کہنا نہ مانا اور مانا ایسے کا جس کو اُس کے مال اور اولاد سے اور زیادہ ہو ٹوٹا ف۱۵

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًاۚ﴿۲۲﴾ وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬

اور داؤ کیا ہے بڑا داؤ ف۱۶ اور بولے ہرگز نہ چھوڑیو اپنے معبودوں کو ف۱۷ اور نہ چھوڑیو وَدّ کو اور نہ سواع کو

وَّ لَا یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَ نَسْرًاۚ﴿۲۳﴾ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ۬ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا

اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق اور نسر کو ف۱۸ اور بہکا دیا بہتوں کو ✡ اور تو نہ زیادہ کر تا بے انصافوں کو مگر

ف۱ کیونکہ میری بات سُننا اُن کو گوارا نہیں۔ چاہتے ہیں کہ یہ آواز کان میں نہ پڑے۔ ف۲ تا وہ میری اور میں اُن کی صورت نہ دیکھوں۔ نیز انگلیاں اگر کسی وقت کانوں میں ڈھیلی پڑجائیں تو کپڑوں کی روک رہے۔ غرض کوئی بات کسی عنوان سے دل میں اُترنے نہ پائے۔ ف۳ یعنی کسی طرح اپنے طریقہ سے ہٹنا نہیں چاہتے اور اُن کا غرور اجازت نہیں دیتا کہ میری بات کی طرف ذرا بھی کان دھریں۔ ف۴ یعنی اُن کے مجمعوں میں خطاب کیا اور مجلسوں میں جا کر سمجھایا۔ ف۵ یعنی مجمع کے سوا اُن سے علٰحدگی میں بات کی، صاف کھول کر بھی، اور اشاروں میں بھی، زور سے بھی اور آہستہ بھی، غرض نصیحت کا کوئی عنوان اور کوئی رنگ نہیں چھوڑا۔ ف۶ یعنی باوجود سینکڑوں برس سمجھانے کے اب بھی اگر میری بات مان کر اپنے مالک کی طرف جھکوگے اور اُس سے اپنی خطائیں معاف کراؤ گے تو وہ بڑا بخشنے والا ہے پچھلے سب قصور بخطلم معاف کر دیگا۔ ف۷ یعنی ایمان و استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی (جس میں وہ برسوں سے مبتلا تھے) دور ہو جائیگی اور اللہ تعالیٰ دھواں دھار برسنے والا بادل بھیجدیگا جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہونگے۔ غلے پھل، میوہ کی افراط ہوگی، مواشی وغیرہ فربہ ہو جائینگے، دودھ گھی بڑھ جائیگا، اور عورتیں جو کفر و معصیت کی شامت سے بانجھ ہو رہی ہیں اولاد ذکور جننے لگینگی۔ غرض آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائیگا۔ (تنبیہ) امام ابو حنیفہؒ نے اس آیت سے یہ نکالا کہ استسقاء کی اصل حقیقت اور روح استغفار و انابت ہے اور نماز اُس کی کامل ترین صورت ہے جو سنت صحیحہ سے ثابت ہوئی۔ ف۸ یعنی اللہ کی بڑائی سے اُمید رکھنا چاہئے کہ تم اُس کی فرمانبرداری کروگے تو تم کو بزرگی اور عزت و وقار عنایت فرمائیگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ کی بڑائی کا اعتقاد کیوں نہیں رکھتے اور اُس کی عظمت و جلال سے ڈرتے کیوں نہیں۔ ف۹ یعنی ماں کے پیٹ میں تم نے طرح طرح کے رنگ بدلے اور اصلی مادہ سے لیکر موت تک آدمی کتنی پلٹیاں کھاتا ہے اور کتنے اطوار و ادوار اور اُتار چڑھاؤ ہیں جن میں کو گزرتا ہے۔ ف۱۰ یعنی ایک کے اوپر ایک۔ ف۱۱ سورج کا نور تیز اور گرم ہوتا ہے جس کے آتے ہی رات کی تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔ شاید اس لئے اُس کو جلتے چراغ سے تشبیہ دی۔ اور چاند کے نور کو اسی چراغ کی روشنی کا پھیلاؤ سمجھنا چاہئے جو جرم قمر کے توسط سے ٹھنڈی اور دھیمی ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۲ یعنی زمین سے خوب اچھی طرح جماؤ کے ساتھ پیدا کیا۔ اوّل پہلے باپ آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ پھر نطفہ جس سے بنی آدم پیدا ہوتے ہیں غذا کا خلاصہ ہے جو مٹی سے نکلتی ہے۔ ف۱۳ یعنی مرے پیچھے مٹی میں ملجاتے ہیں۔ پھر قیامت کے دن اُسی سے نکالے جائینگے۔ ف۱۴ یعنی اُس پر لیٹو، بیٹھو، چلو، پھرو، ہر طرف کشادہ راستے نکال دیئے ہیں۔ ایک شخص چاہے اور وسائل ہوں تو ساری زمین کے گرد گھوم سکتا ہے۔ راستے کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ ف۱۵ یعنی اپنے رئیسوں اور مالداروں کا کہنا مانا جن کے مال و اولاد میں کچھ خوبی اور بہتری نہیں بلکہ وہ اُن پر ٹوٹا ہے اُن ہی کے سبب دین سے محروم رہے اور غایت تمرّد و تجبّر سے اوروں کو بھی محروم رکھا۔ ف۱۶ یعنی سب کو سمجھا دیا کہ اس کی بات نہ مانو اور طرح طرح کی ایذا رسانی کے درپے رہے۔ ف۱۷ یعنی اپنے معبودوں کی حمایت پر جمے رہنا، نوح کے بہکائے میں نہ آنا کہتے ہیں کہ سینکڑوں برس تک ہر ایک اپنی اولاد اور اولاد در اولاد کو وصیت کر جاتا تھا کہ کوئی اس بڈھے (نوح) کے فریب میں نہ آئے اور اپنے آبائی دین سے قدم نہ ہٹائے۔ ف۱۸ یہ اُنکے بتوں کے نام ہیں۔ ہر مطلب کا ایک الگ بت بنا رکھا تھا۔ وہی بت پھر عرب میں آئے۔ اور ہندوستان میں بھی، اسی قسم کے بت بشنو، برہما، اندر، شیو اور ہنومان وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں۔ اُنکی مفصل تحقیق حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں کی۔ بعض روایات میں ہے کہ پُرانے زمانہ میں کچھ بزرگ لوگ تھے۔ اُن کی وفات کے بعد شیطان کے اغوار سے قوم نے اُن کی تصویریں بطور یادگار بنا کر کھڑی کر لیں۔ پھر اُن کی تعظیم ہونے لگی۔ شدہ شدہ پرستش کرنے لگے۔ العیاذ باللہ۔

ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ

بھٹکنا ف۱ کچھ وہ اپنے گناہوں سے ڈبائے گئے پھر ڈالے گئے آگ میں ف۲ پھر نہ پائے اپنے واسطے اُنہوں نے

دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ

اللہ کے سوائے کوئی مددگار ف۳ اور کہا نوح نے اے رب نہ چھوڑیو زمین پر

الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا

منکروں کا ایک گھر بسنے والا ☆ مقرر اگر تو چھوڑ دیگا اُنکو بہکائینگے تیرے بندوں کو اور جو جنیں گے سو

فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا

ڈھیٹھ حق کا منکر ف۴ اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو آئے میرے گھر میں ایماندار

وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

اور سب ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو ف۵ اور گنہگاروں پر بڑھتا رکھ یہی برباد ہونا ☆

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّرُكُوْعَانِ

سورۂ جن مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھائیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾

تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سُن گئے کتنے لوگ جنوں کے ف۶ پھر کہنے لگے ہم نے سُنا ہے ایک قرآن عجیب ☆

يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ

کہ سجھاتا ہے نیک راہ سو ہم اُس پر یقین لائے اور ہرگز نہ شریک بتلائینگے ہم اپنے رب کا کسی کو ف۷ اور یہ کہ اونچی ہے شان

رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ

ہمارے رب کی نہیں رکھی اُس نے جورو نہ بیٹا ف۸ اور یہ کہ ہم میں کا بیوقوف اللہ پر بڑھا کر باتیں

شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ

کہا کرتا تھا ف۹ اور یہ کہ ہم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ بولینگے آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ ف۱۰ اور یہ کہ

ف۱ حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں یعنی (بھٹکتے رہیں) کوئی تدبیر (سیدھی) بن نہ پڑے۔" اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ استدراج کے طور پر بھی ان کو اپنی معرفت سے آشنا نہ کر" اور عامۂ مفسرین نے ظاہری معنے لیے ہیں یعنی اے اللہ ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دیجیے تا جلد شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو کر عذاب الٰہی کے مورد بنیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ بددعا اُنکی ہدایت سے بکلی مایوس ہو کر کی، خواہ مایوسی ہزار سال تجربہ کی بنا پر ہو یا حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سُن چکے ہونگے۔ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ ‹ (ہود۔ رکوع ۴) بہرحال ایسی مایوسی کی حالت میں تنگدل اور غضبناک ہو کر یہ دعا کرنا کچھ مستبعد نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص یا جماعت کے راہ راست پر آنے کی طرف سے قطعاً مایوسی ہو جائے اور نبی اُن کی استعداد کو پوری طرح جانچ کر سمجھ لے کہ خیر کے نفوذ کی ان میں مطلق گنجائش نہیں بلکہ ان کا وجود ایک عضو فاسد کی طرح ہے جو یقیناً باقی جسم کو بھی فاسد اور مسموم کر ڈالیگا۔ تو اس وقت اُن کے کاٹ ڈالنے اور صفحۂ ہستی سے محو کر دینے کے سوا دوسرا کیا علاج ہے اگر قتال کا حکم ہو تو قتال کے ذریعہ سے اُن کو فنا کیا جائے یا قوت توڑ کر اُن کے اثر بد کو متعدی نہ ہونے دیا جائے۔ ورنہ آخری صورت یہ ہے کہ اللہ سے دعا کیجائے کہ وہ اُن کے وجود سے دنیا کو پاک کرے اور اُن کے زہریلے جراثیم سے دوسروں کو محفوظ رکھے۔ کما قال۔ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ الخ" بہرحال نوح کی دعا اور اسی طرح موسیٰ علیہما السلام کی دعا جو سورۂ "یونس" میں گذری اسی قبیل سے تھی۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی طوفان آیا اور بظاہر پانی میں ڈبائے گئے۔ لیکن فی الحقیقت برزخ کی آگ میں پہنچ گئے۔ ف۳ یعنی وہ بت (ودّ، سواع، یغوث وغیرہ) اس آڑے وقت میں کچھ بھی مدد نہ کر سکے یوں ہی کس مپرسی کی حالت میں مرکھپ گئے۔ ف۴ یعنی ایک کافر کو زندہ نہ چھوڑیے۔ ان میں کوئی اس لائق نہیں کہ باقی رکھا جائے جو کوئی رہیگا میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ اُس کے نطفہ سے بھی بے حیا ڈھیٹ منکر حق اور ناشکرے پیدا ہونگے اور جب تک اِن میں سے کوئی موجود رہیگا خود تو راہ راست پر کیا آتا، دوسرے ایمانداروں کو بھی گمراہ کریگا۔ ف۵ یعنی میرے مرتبہ کے موافق مجھ سے جو تقصیر ہوئی ہو اپنے فضل سے معاف کیجئے۔ اور میرے والدین اور جو میری کشتی یا میرے گھر یا میری مسجد میں مؤمن ہو کر آئے اُن سب کی خطاؤں سے درگزر فرمائیے۔ بلکہ قیامت تک جس قدر مرد اور عورتیں مؤمن ہوں سب کی مغفرت کیجئے۔ اے اللہ! نوحؑ کی دعا کی برکت سے اس بندۂ عاصی وخاطی کو بھی اپنی رحمت و کرم سے مغفور کر کے بدون تعذیب دنیوی واُخروی اپنی رضا و کرامت کے محل میں پہنچائیے۔ اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ

تم سورۃ نوح ولله الحمد والمنة

ف۶ جنّوں کے وجود اور حقیقت پر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سورۂ ہذا کی تفسیر میں نہایت مبسوط و مفصل بحث کی ہے۔ اور عربی میں "آکام المرجان فی احکام الجان" اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے جس کو شوق ہو مطالعہ کرے۔ یہاں گنجائش نہیں کہ اس قسم کے مباحث درج کیے جائیں۔ ف۷ سورۂ "احقاف" میں گذر چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے کئی جن اُدھر کو گزرے اور قرآن کی آواز پر فریفتہ ہو کر سچے دل سے ایمان لے آئے۔ پھر اپنی قوم سے جا کر سب ماجرا بیان کیا۔ کہ ہم نے ایک کلام سُنا ہے جو (اپنی فصاحت و بلاغت، حسن اسلوب، قوت تاثیر، شیریں بیانی، طرز موعظت، اور علوم و مضامین کے اعتبار سے) عجیب و غریب ہے۔ معرفت ربانی اور رشد و فلاح کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے اس لیے ہم سُنتے ہی بلا توقف اُس پر یقین لائے اور ہم کو کچھ شک وشبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اب ہم اُس کی تعلیم و ہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اُن کے اس تمام بیان کی آخر تک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی فرمائی۔ اس کے بعد بہت مرتبہ جن حضورؐ سے آ کر ملے۔ ایمان لائے اور قرآن سیکھا ف۸ یعنی جورو بیٹا رکھنا اُس کی عظمت شان کے منافی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جو گمراہیاں آدمیوں میں پھیلی ہوئی تھیں وہ جنوں میں بھی تھیں (عیسائیوں کی طرح) اللہ کے جورو بیٹا بتاتے تھے۔ ف۹ یعنی ہم میں جو بے وقوف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی لغو باتیں اپنی طرف سے بڑھا کر کہتے تھے اور اُن میں سب سے بڑا بے وقوف ابلیس ہے۔ شاید خاص وہی اس جگہ لفظ "سفیہ" سے مراد ہو۔ ف۱۰ یعنی ہم کو یہ خیال تھا کہ اس قدر کثیر التعداد جن اور آدمی مل کر جن میں بڑے بڑے عاقل اور دانا بھی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نسبت جھوٹی بات کہنے کی جرأت نہ کرینگے۔ یہی خیال کر کے ہم بھی بہک گئے۔ اب قرآن سُن کر قلعی کھلی اور اپنے پیشرؤں کی اندھی تقلید سے نجات ملی۔

كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ

تھے کتنے مرد آدمیوں میں کے پناہ پکڑتے تھے کتنے مردوں کی جنوں میں کے پھر تو وہ اور زیادہ سر چڑھنے لگے اور یہ کہ

ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ

اُنکو بھی خیال تھا جیسا تم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ اُٹھائیگا اللہ کسی کو ف۲ اور یہ کہ ہم نے ٹٹول دیکھا آسمان کو پھر پایا اُسکو بھر رہے ہیں

حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ

اُس میں چوکیدار سخت اور انگارے ☆ اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پھر جو کوئی اب سُننا

الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ

چاہے وہ پائے اپنے واسطے ایک انگارا گھات میں ف۳ اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ بُرا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر

اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا

یا چاہا ہے اُنکے حق میں اُنکے رب نے راہ پر لانا ف۴ اور یہ کہ کوئی ہم میں نیک ہیں اور کوئی اس کے سوائے ہم تھے

طَرَآئِقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ

کئی راہ پر بھٹے ہوئے ف۵ اور یہ کہ ہمارے خیال میں آگیا کہ ہم چھپ نہ جاسکیں گے اللہ سے زمین میں اور نہ تھکا دینگے اسکو

هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ

بھاگ کر ف۶ اور یہ کہ جب ہم نے سُن لی راہ کی بات تو ہم نے اُسکو مان لیا ف۷ پھر جو کوئی یقین لائیگا اپنے رب پر سو وہ نہ ڈریگا

بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ

نقصان سے اور نہ زبردستی سے ف۸ اور یہ کہ کچھ ہم میں حکم بردار ہیں اور کچھ ہیں بے انصاف سو جو لوگ حکم میں آگئے

فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ﴿۱۵﴾

سو اُنہوں نے اٹکل کر لیا نیک راہ کو ☆ اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے دوزخ کے ایندھن ف۹

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ

اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم پلاتے اُن کو پانی بھر کر ☆ تاکہ اُن کو جانچیں

فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ

اُس میں ف۱۰ اور جو کوئی منہ موڑے اپنے رب کی یاد سے وہ ڈالدیگا اُس کو چڑھتے عذاب میں ف۱۱ اور یہ کہ مسجدیں

ف۱ عرب میں یہ جہالت بہت پھیلی ہوئی تھی۔ جنوں سے غیب کی خبریں پوچھتے، اُن کے نام کی نذر و نیاز کرتے چڑھاوے چڑھاتے۔ اور جب کسی قافلہ کا گزر یا پڑاؤ کسی خوفناک وادی میں ہوتا۔ تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اُس کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے۔ ان باتوں سے جن اور زیادہ مغرور ہوگئے اور سر چڑھنے لگے۔ دوسری طرف اس طرح کی شرکیات سے آدمیوں کے عصیان وطغیان میں بھی اضافہ ہوا جب اُنہوں نے خود اپنے اوپر جنوں کو مسلط کر لیا۔ تو وہ ان کے اغواء میں کیا کمی کرتے۔ آخر قرآن نے آکر ان خرابیوں کی جڑ کاٹی۔
ف۲ مسلمان جن یہ سب گفتگو اپنی قوم سے کر رہے ہیں یعنی جیسا تمہارا خیال ہے، بہت آدمیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو ہرگز قبروں سے نہ اُٹھائیگا۔ یا آئندہ کوئی پیغمبر مبعوث نہ کریگا، جو رسول پہلے ہو چکے سو ہو چکے۔ اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اُس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے جو لوگوں کو بتلاتا ہے کہ تم سب موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے اور رتی رتی کا حساب دینا ہوگا
ف۳ یعنی ہم اُڑ کر آسمان کے قریب تک پہنچے تو دیکھا کہ آج کل بہت سخت جنگی پہرے لگے ہوئے ہیں جو کسی شیطان کو غیب کی خبر سُننے نہیں دیتے اور جو شیطان ایسا ارادہ کرتا ہے اُس پر انگارے برستے ہیں۔ اِس سے پیشتر اتنی سختی اور روک ٹوک نہ تھی۔ جن اور شیاطین آسمان کے قریب گھات میں بیٹھ کر اُدھر کی کچھ خبر سُن آیا کرتے تھے۔ مگر اب اس قدر سخت ناکہ بندی اور انتظام ہے کہ جو سُننے کا ارادہ کرے فوراً شہاب ثاقب کے آتشیں گولے سے اُس کا تعاقب کیا جاتا ہے۔ اس کی بحث پہلے سورۂ "حجر" وغیرہ میں گزر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔ ف۴ یعنی یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں۔ یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے اور اللہ اُن پر الطاف خصوصی مبذول فرمائیگا؟ یا یہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کیے جائیں؟ اس کا علم اُسی علام الغیوب کو ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ف۵ یعنی نزول قرآن سے پہلے بھی سب جن ایک راہ پر نہ تھے، کچھ نیک اور شائستہ تھے، اور بہت سے بدکار و ناہنجار، اُن میں بھی فرقے اور جماعتیں ہونگی۔ کوئی مشرک، کوئی عیسائی، کوئی یہودی وغیر ذٰلک۔ اور عملی طور پر ہر ایک کی راہ عمل جُدا ہوگی۔ اب قرآن آیا جو اختلافات اور تفرقوں کو مٹانا چاہتا ہے لیکن لوگ ایسے کہاں ہیں کہ سب کے سب حق کو قبول کر کے ایک راستہ پر چلنے لگیں۔ لامحالہ اب بھی اختلاف رہیگا ف۶ یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر نہ اِدھر اُدھر بھاگ کر، یا ہوا میں اُڑ کر۔ ف۷ یعنی ہمارے لیے فخر کا موقع ہے کہ جنوں میں سب سے پہلے ہم نے قرآن سُن کر بلا توقف قبول کیا۔ اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی۔ ف۸ یعنی سچے ایماندار کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ نہ نقصان کا کہ اُس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائگاں چلی جائے۔ نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیے جائیں، غرض وہ نقصان تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے مامون و محفوظ ہے۔ ف۹ یعنی نزول قرآن کے بعد ہم میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ کا پیغام سُن کر قبول کیا اور اُس کے احکام کے سامنے گردن جھکا دی یہی ہیں جو تلاش حق میں کامیاب ہوئے۔ اور اپنی تحقیق و تفحص سے نیکی کے راستہ پر پہنچ گئے۔ دوسرا گروہ بے انصافوں کا ہے جو کجروی و بے انصافی کی راہ سے اپنے پروردگار کے احکام کو جھٹلاتا اور اس کی فرمانبرداری سے انحراف کرتا ہے۔ یہ وہ ہیں جن کو جہنم کا کندا اور دوزخ کا ایندھن کہنا چاہیے (تنبیہ) یہاں تک مسلمان جنوں کا کلام نقل فرمایا جو اُنہوں نے اپنی قوم سے کیا آگے حق تعالیٰ اپنی طرف سے چند نصیحت کی باتیں ارشاد فرماتے ہیں۔ گویا "وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا" الخ کا عطف "انه استمع نفر من الجن" پر ہوا۔ مترجم محقق رحمہ اللہ نے ترجمہ میں اور "یہ حکم آیا" کے الفاظ بڑھا کر بتلا دیا کہ یہاں سے اخیر تک "قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ" کے تحت میں داخل ہے۔ ف۱۰ یعنی اگر جن و انس حق کی سیدھی راہ پر چلتے تو ہم اُن کو ایمان و طاعت کی بدولت ظاہری و باطنی برکات سے سیراب کر دیتے اور اُس میں بھی اُن کی آزمائش ہوتی کہ نعمتوں سے بہرہ ور ہو کر شکر بجا لاتے اور طاعت میں مزید ترقی کرتے ہیں یا کفرانِ نعمت کر کے اصل سرمایہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اُس وقت مکہ والوں کے ظلم و شرارت کی سزا میں حضور کی دعا سے کئی سال کا قحط پڑا تھا۔ لوگ خشک سالی سے پریشان ہو رہے تھے، اس لیے متنبہ فرما دیا کہ اگر سب لوگ ظلم و شرارت سے باز آکر اللہ کے راستہ پر چلیں جیسے مسلمان جنوں نے طریقہ اختیار کیا ہے تو قحط دور ہو اور بارانِ رحمت سے ملک سرسبز و شاداب کر دیا جائے ف۱۱ یعنی اللہ کی یاد سے منہ موڑ کر آدمی کو چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ تو ایسے راستہ پر چل رہا ہے جہاں پریشانی اور عذاب ہی چڑھتا چلا آتا ہے۔

ف یوں تو خدا کی ساری زمین اس اُمت کے لیے مسجد بنادی گئی ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خاص عبادتِ الٰہی کے لیے بنائے جاتے ہیں اُن کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے۔ وہاں جا کر اللہ کے سوا کسی ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بدترین صورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خالص خدائے واحد کی طرف آؤ اور اُس کا شریک کر کے کسی کو کہیں بھی مت پکارو۔ خصوصاً مساجد میں جو اللہ کے نام پر تنہا اُسی کی عبادت کے لیے بنائی گئی ہیں۔ بعض مفسرین نے "مساجد" سے مراد وہ اعضا لیے ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر رکھے جاتے ہیں۔ اُس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ خدا کے دیے ہوئے اور اُس کے بنائے ہوئے اعضا ہیں۔ جائز نہیں کہ ان کو اُس مالک و خالق کے سوا کسی دوسرے کے سامنے جھکاؤ۔ ف۲ یعنی بندۂ کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ف۳ یعنی آپ جب کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں تو لوگ ٹھٹھ کے ٹھٹھ آپ پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ مؤمنین تو شوق ورغبت سے قرآن سننے کی خاطر، اور کفار عداوت و عناد سے آپ پر ہجوم کرنے کے لیے۔ ف۴ یعنی کفار سے کہہ دیجیے، کہ تم مخالفت کی راہ سے بھیڑ کیوں کرتے ہو، کونسی بات ایسی ہے جس پر تمہاری خفگی ہے۔ میں کوئی بُری اور نامعقول بات تو نہیں کہتا۔ صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اُس کا شریک کسی کو نہیں سمجھتا، تو اس میں لڑنے جھگڑنے کی کونسی بات ہے اور اگر تم سب مل کر مجھ پر ہجوم کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میرا بھروسہ اکیلے اُسی خدا پر ہے جو ہر قسم کی شرکت سے پاک اور بے نیاز ہے۔ ف۵ یعنی میرے اختیار میں نہیں کہ تم کو راہ پر لے آؤں۔ اور نہ آؤ تو کچھ نقصان پہنچا دوں سب بُرائی بھلائی اور سود و زیاں اُسی خدائے واحد کے قبضہ میں ہے۔ ف۶ یعنی تم کو نفع نقصان پہنچانا تو کجا، اپنا نفع و ضرر بھی میرے قبضہ میں نہیں۔ اگر بالفرض میں اپنے فرائض میں تقصیر کروں تو کوئی شخص نہیں جو مجھ کو اللہ کے ہاتھ سے بچالے اور کوئی جگہ نہیں جہاں بھاگ کر پناہ حاصل کر سکوں۔ ف۷ یعنی اللہ کی طرف سے پیغام لانا اور اُس کے بندوں کو پہنچا دینا، یہی چیز ہے جو اُس نے میرے اختیار میں دی اور یہی فرض ہے جس کے ادا کرنے سے میں اُس کی حمایت اور پناہ میں رہ سکتا ہوں۔ ف۸ یعنی تمہارے نفع نقصان کا مالک میں نہیں۔ لیکن اللہ کی اور میری نافرمانی کرنے سے نقصان پہنچنا ضروری ہے۔ ف۹ یعنی تم جو جتھے باندھ کر ہم پر ہجوم کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ محمد (صلعم) اور اُس کے ساتھی تھوڑے سے آدمی ہیں وہ بھی کمزور۔ تو جب وعدہ کا وقت آئیگا اُس وقت پتہ لگیگا کہ کس کے ساتھی کمزور اور گنتی میں تھوڑے تھے۔ ف۱۰ یعنی اس کا علم مجھے نہیں دیا گیا کہ وعدہ جلد آنے والا ہے، یا ایک مدت کے بعد۔ کیونکہ قیامت کا وقت معین کر کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ یہ اُن غیوب میں سے ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ف۱۱ یعنی اپنے بھید کی پوری خبر کسی کو نہیں دیتا۔ ہاں رسولوں کو جس قدر اُن کی شان و منصب کے لائق ہو بذریعہ وحی خبر دیتا ہے۔ اُس وحی کے ساتھ فرشتوں کے پہرے اور چوکیاں رکھی جاتی ہیں کہ کسی طرف سے شیطان اُس میں دخل کرنے نہ پائے۔ اور رسول کا اپنا نفس بھی غلط نہ سمجھے۔ یہی معنی ہیں اس بات کے کہ پیغمبروں کو (اپنے علوم و اخبار میں) عصمت حاصل ہے، اوروں کو نہیں۔ انبیاء کی معلومات میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔ دوسروں کی معلومات میں کئی طرح کے احتمال ہیں۔ اسی لیے محققین صوفیہؒ نے فرمایا ہے کہ ولی اپنے کشف کو قرآن و سنت پر عرض کر کے دیکھے۔ اگر ان کے مخالف نہ ہو تو غنیمت سمجھے۔ ورنہ بے تکلف رد کر دے۔ (تنبیہ) اس آیت کی نظیر آلِ عمران میں ہے۔ "وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء" اور کئی سورتوں میں علم غیب کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ وہیں ہم فوائد میں اس پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ فلیراجع۔ ف۱۲ یعنی یہ زبردست انتظامات اس غرض سے کیے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ فرشتوں نے پیغمبروں کو یا پیغمبروں نے دوسرے بندوں کو اُس کے پیغامات ٹھیک ٹھیک بلا کم و کاست پہنچا دیے ہیں۔ ف۱۳ یعنی ہر چیز اُس کی نگرانی اور قبضہ میں ہے کسی کی طاقت نہیں کہ وحی الٰہی میں تغیر و تبدل یا قطع و برید کر سکے۔ اور یہ پہرے چوکیاں بھی شانِ حکومت کے اظہار اور سلسلۂ اسباب کی محافظت کے لیے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہیں۔ ورنہ جس کا علم اور قبضہ ہر چیز پر حاوی ہو اُس کو ان چیزوں کی کوئی احتیاج نہیں۔ تم سورۃ الجن وللہ الحمد والمنۃ۔

لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا

اللہ کی یاد کو واسطے ہیں سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو ف۱ اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ ف۲ کہ اُسکو پکارے لوگوں

يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾

کا بندھنے لگتا ہے اُس پر ٹھٹھ ف۳ تو کہہ میں تو پکارتا ہوں بس اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اُس کا کسی کو

قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ

تو کہہ میرے اختیار میں نہیں تمہارا بُرا اور نہ راہ پر لانا ف۵ تو کہہ مجھ کو نہ بچائیگا اللہ

اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

کے ہاتھ سے کوئی ☆ اور نہ پاؤنگا اُسکے سوائے کہیں پناہ لینے کی جگہ ف۶ مگر پہنچانا ہے اللہ کی طرف سے اور

رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ

اُسکے پیغام لانے ف۷ اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اُسکے رسول کا سو اُسکے لئے آگ ہے دوزخ کی رہا کریں اُس میں

اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا

ہمیشہ ف۸ یہاں تک کہ جب دیکھینگے جو کچھ اُن کو وعدہ ہوا تب جان لینگے کس کے مددگار کمزور ہیں

وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ

اور گنتی میں تھوڑے ف۹ تو کہہ میں نہیں جانتا کہ نزدیک ہے جس چیز کا تم کو وعدہ ہوا ہے یا کر دے اُس کو میرا رب ایک

اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى

مدت کے بعد ف۱۰ جاننے والا بھید کا سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی کسی کو ☆ مگر جو پسند کر لیا

مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ

کسی رسول کو تو وہ چلاتا ہے اُس کے آگے اور پیچھے چوکیدار ف۱۱ تاکہ جانے

اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

کہ اُنہوں نے پہنچائے پیغام اپنے رب کے ف۱۲ اور قابو میں رکھا ہے جو اُنکے پاس ہے اور گن لی ہے ہر چیز کی گنتی ف۱۳

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

ف ۱ یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئیں ... کانپنے لگا تو آپ نے گھر والوں کو فرمایا "زملونی زملونی" (مجھے کپڑا اُڑھاؤ کپڑا اُڑھاؤ) چنانچہ کپڑا اُڑھا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اور اس سے اگلی سورت میں آپ کو وہی نام لیکر پکارا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ قریش نے "دار الندوہ" میں جمع ہو کر آپ کے متعلق مشورہ کیا کہ آپ کی حالت کے مناسب کوئی لقب تجویز کرنا چاہیئے۔ کسی نے "کاہن" کہا کسی نے "جادوگر" کسی نے "مجنون" مگر اتفاق رائے کسی چیز پر نہ ہوا۔ اخیر میں "ساحر" کی طرف رجحان تھا۔ آپ کو خبر ہوئی تو رنجیدہ اور غمگین ہوئے اور کپڑوں میں لپٹ گئے جیسا کہ اکثر سوچ اور غم میں مغموم آدمی اس طرح کر لیتا ہے۔ اُس پر حق تعالیٰ نے تأنیس و ملاطفت کے لیئے اس عنوان سے خطاب فرمایا جیسے آپ نے حضرت علیؓ کو ایک مرتبہ "قم ابا تراب" فرمایا تھا جبکہ وہ گھر سے رنجیدہ ہو کر چلے گئے اور مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیزؒ لکھتے ہیں کہ اس سورت میں خرقہ پوشی کے لوازم و شروط بیان ہوئی ہیں۔ گویا یہ سورت اُس شخص کی سورت ہے جو درویشوں کا خرقہ پہنے اور اپنے تئیں اس رنگ میں رنگے۔ لغت عرب میں "مزمل" اُس شخص کو کہتے ہیں جو بڑے کشادہ کپڑے کو اپنے اوپر لپیٹ لے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ایسا تھا کہ جب نماز تہجد اور قرآن شریف کی تلاوت کے لیئے رات کو اُٹھتے تھے تو ایک کمبل دراز اوڑھ لیتے تھے۔ تا سردی سے بدن محفوظ رہے اور وضو و نماز کی حرکات میں کسی طرح کا حرج واقع نہ ہو۔ نیز اس عنوان کے اختیار کرنے میں اُن لوگوں کو ہشیار کرنا ہے جو کپڑوں میں لپٹے ہوئے رات کو آرام کر رہے ہوں کہ رات کا ایک معتدبہ حصّہ اللہ کی عبادت میں گزاریں۔ ف ۲ یعنی کسی رات اتفاق سے نہ ہو سکے تو معاف ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک "الا قلیلاً" کا مطلب یہ ہے کہ رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہو الا تھوڑا سا حصّہ شب کا اگر آرام کرو، تو مضائقہ نہیں۔ غالباً تھوڑے سے مراد یہاں نصف ہوگا کیونکہ رات جو آرام کے لیئے تھی جب آدھی عبادت میں گذار دی تو اُس کے اعتبار سے باقی نصف کو "تھوڑا" ہی کہنا موزوں تھا۔ ف ۳ یعنی آدھی رات سے کچھ کم جو تہائی تک پہنچ سکتی ہے۔ یا آدھی سے زیادہ جو دو تہائی تک ہو۔ بقرینہ قولہ تعالیٰ فیما بعد "ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثى اليل ونصفه وثلثه"۔ ف ۴ یعنی تہجد میں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آئے۔ اس طرح پڑھنے سے فہم و تدبر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور ذوق و شوق بڑھتا ہے۔ ف ۵ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی ریاضت کر تو بھاری بوجھ آسان ہو" اور وہ بوجھ ایسا ہے کہ جس کے سامنے شب بیداری کو سہل سمجھنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد پے بہ پے قرآن تم پر نازل کرینگے جو اپنی قدر و منزلت کے اعتبار سے بہت قیمتی اور وزندار اور اپنی کیفیات و لوازم کے اعتبار سے بہت بھاری اور گرانبار ہے۔ احادیث میں ہے کہ نزول قرآن کے وقت آپ پر بہت گرانی اور سختی گزرتی تھی جاڑے کے موسم میں آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ اگر اُس وقت کسی سواری پر سوار ہوتے تو سواری تحمل نہیں کر سکتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کی فخذ مبارک زید بن ثابت کی ران پر تھی۔ اُس وقت وحی نازل ہوئی۔ زید بن ثابت کو ایسا محسوس ہوا کہ اُن کی ران بوجھ سے پھٹ جائیگی۔ اس کے علاوہ اس ماحول میں قرآن کی دعوت و تبلیغ اور اس کے حقوق کا پوری طرح ادا کرنا اور اس راہ میں تمام سختیوں کو کشادہ دلی سے برداشت کرنا بھی سخت مشکل اور بھاری کام تھا۔ اور جس طرح ایک حیثیت سے یہ کلام آپ پر بھاری تھا دوسری حیثیت سے کافروں اور منکروں پر شاق تھا۔ غرض ان تمام وجوہ کا لحاظ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ جس قدر قرآن اُتر چکا ہے۔ اُس کی تلاوت میں رات کو مشغول رہا کریں اور اس عبادت خاص کے انوار سے اپنے تئیں مشرف کر کے اس فیض اعظم کی قبولیت کی استعداد اپنے اندر مستحکم فرمائیں۔ ف ۶ یعنی رات کو اٹھنا کچھ آسان کام نہیں۔ بڑی بھاری ریاضت اور نفس کشی ہے جس سے نفس روندا جاتا ہے اور نیند آرام وغیرہ خواہشات پامال کی جاتی ہیں نیز اُس وقت دعا اور ذکر سیدھا دل سے ادا ہوتا ہے۔ زبان اور دل موافق ہوتے ہیں جو بات زبان سے نکلتی ہے ذہن میں خوب جمتی چلی جاتی ہے کیونکہ ہر قسم کے شور و غل اور چیخ پکار سے یکسو ہونے اور خداوند قدوس کے سماء دنیا پر نزول فرمانے سے قلب کو ایک عجیب قسم کے سکون و قرار اور لذت و اشتیاق کی کیفیت میسر ہوتی ہے۔ ف ۷ یعنی دن میں لوگوں کو سمجھانا اور دوسرے کئی طرح کے مشاغل رہتے ہیں۔ گو وہ بھی آپ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہیں۔ تاہم بلاواسطہ پروردگار کی عبادت اور مناجات کے لیئے رات کا وقت مخصوص رکھنا چاہیئے۔ اگر عبادت میں مشغول ہو کر رات کی بعض حوائج چھوٹ جائیں تو کچھ پروا نہیں۔ دن میں اُنکی تلافی ہو سکتی ہے۔ ف ۸ یعنی علاوہ قیام لیل کے دن میں بھی (گو بظاہر مخلوق سے معاملات و علائق رکھنے پڑتے ہیں لیکن دل سے اُسی پروردگار کا علاقہ سب پر غالب رکھیئے اور چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے اسی کی یاد میں مشغول رہیئے۔ غیر اللہ کا کوئی تعلق ایک آن کے لیئے اُدھر سے توجہ کو ہٹنے نہ دے، بلکہ سب تعلقات کٹ کر باطن میں اُسی ایک کا تعلق باقی رہ جائے یا یوں کہہ لو کہ سب تعلقات اسی ایک تعلق میں مدغم ہو جائیں جسے صوفیہ کے ہاں "بے ہمہ و باہمہ" یا "خلوت در انجمن" سے تعبیر کرتے ہیں۔ ف ۹ مشرق دن کا اور مغرب رات کا نشان ہے گویا اشارہ کر دیا کہ دن اور رات دونوں کو اُسی مالک مشرق و مغرب کی یاد اور رضا جوئی میں لگانا چاہیئے۔ ف ۱۰ یعنی بندگی بھی اُسی کی اور توکل بھی اُسی پر ہونا چاہیئے جب وہ وکیل و کارساز ہو تو دوسروں سے کٹ جانے اور الگ ہونے کی کیا پروا ہے۔ ف ۱۱ یعنی کفار آپ کو ساحر، کاہن اور مجنون و مسحور وغیرہ کہتے ہیں۔ ان باتوں کو صبر و استقلال سے سہتے رہیئے۔ ف ۱۲ بھلی طرح کا چھوڑنا یہ کہ ظاہر میں اُن کی صحبت ترک کرو اور باطن میں اُن کے حال سے خبردار رہو کہ کیا کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں اور مجھ کو کس طور سے یاد کرتے ہیں۔ دوسرے اُن کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرو نہ انتقام (بقیہ بر صفحہ ۷۴۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ③

اے کپڑے میں لپٹنے والے ف ۱ کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات ف ۲ آدھی رات یا اُس میں سے کم کر دے تھوڑا سا

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ④ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ⑤

یا زیادہ کر اُس پر ف ۳ اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف ف ۴ ہم ڈالنے والے ہیں تجھ پر ایک بات وزن دار ف ۵

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْـًٔا وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ⑥ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ

البتہ اُٹھنا رات کو سخت روندتا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات ف ۶ البتہ تجھ کو دن میں

سَبْحًا طَوِيْلًا ⑦ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ⑧ رَبُّ

شغل رہتا ہے لمبا ف ۷ اور پڑھے جا نام اپنے رب کا اور چھوٹ کر چلا آ اُسکی طرف سب سے الگ ہو کر ف ۸ مالک

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ⑨ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا

مشرق اور مغرب کا ف ۹ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں سو پکڑ لے اُسکو کام بنانیوالا ف ۱۰ اور سہتا رہ جو کچھ

يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ

کہتے رہیں ف ۱۱ اور چھوڑ دے اُنکو بھلی طرح کا چھوڑنا ف ۱۲ اور چھوڑ دے مجھ کو اور جھٹلانے والوں کو جو آرام میں رہے ہیں

وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ⑫ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ

اور ڈھیل دے اُنکو تھوڑی سی ف ۱۳ البتہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور آگ کا ڈھیر ☆ اور کھانا گلے میں اٹکنے والا اور

عَذَابًا اَلِيْمًا ⑬ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ⑭

عذاب دردناک ف ۱۴ جس دن کانپیگی زمین اور پہاڑ اور ہو جائینگے پہاڑ ریت کے تودے پھسلتے ف ۱۵

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتلانیوالا تمہاری باتوں کا ف ۱۶ جیسے بھیجا فرعون کے پاس

رَسُوْلًا ⑮ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ⑯ فَكَيْفَ

رسول ف ۱۷ پھر کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا پھر پکڑی ہم نے اُسکو وبال کی پکڑ ف ۱۸ پھر کیونکر

(بقیہ فوائد صفحہ ۷۴۵) لینے کے درپے ہو۔ نہ گفتگو یا مقابلہ کے وقت کج خلقی کا اظہار کرو تیسرے یہ کہ باوجود جُدائی اور مفارقت کے اُن کی نصیحت میں قصور نہ کیجئے بلکہ جس طرح بن پڑے اُنکی ہدایت و رہنمائی میں سعی کرتے رہیئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی خلق سے کنارہ کر لیکن لڑ بھڑ کر نہیں، سلوک سے"۔ مگر یاد رہے کہ یہ آیت مکی ہے اور آیاتِ قتال کا نزول مدینہ میں ہوا ہے۔ ف۱۳ یعنی حق و صداقت کو جھٹلانے والے جو دنیا میں عیش و آرام کر رہے ہیں اُن کا معاملہ میرے سپرد کیجئے میں خود ان سے نبٹ لونگا۔ مگر تھوڑی سی ڈھیل ہے۔ ف۱۴ عذاب دردناک سانپوں اور بچھوؤں کا اور خدا جانے کس کس قسم کا۔ (العیاذ باللہ) ف۱۵ یعنی اُس عذاب کی تمہید اُس وقت سے شروع ہوگی جب پہاڑوں کی جڑیں ڈھیلی ہو جائینگی اور وہ کانپ کر گر پڑینگے اور ریزہ ریزہ ہو کر ایسے ہو جائینگے جیسے ریت کے تودے جن پر قدم جم نہ سکے۔ ف۱۶ یعنی یہ پیغمبر اللہ کے ہاں گواہی دیگا کہ کس نے اُس کا کہنا مانا اور کس نے نہیں مانا تھا۔ ف۱۷ یعنی حضرت موسیٰ کی طرح تم کو مستقل دین اور عظیم الشان کتاب دیکر بھیجا۔ شاید یہ اُس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہے جو تورات سفر استثناء میں ہے کہ "میں اُنکے لیئے اُن کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا"۔ ف۱۸ جب موسیٰ کے منکر کو ایسا سخت پکڑا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کو کیوں نہ پکڑیگا۔ جو تمام انبیاء سے افضل اور برتر ہیں۔

تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ

بچوگے اگر منکر ہوگئے اُس دن سے جو کر ڈالے لڑکوں کو بوڑھا ف۱ آسمان پھٹ جائیگا اُس

بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ

دن میں اُس کا وعدہ ہونے والا ہے ف۲ یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے بنالے اپنے رب کی طرف

سَبِيلًا ﴿١٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ

راہ ف۳ بیشک تیرا رب جانتا ہے کہ تو اُٹھتا ہے نزدیک دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے

وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ

اور تہائی رات کے اور کتنے لوگ تیرے ساتھ کے ف۴ اور اللہ ماپتا ہے رات کو اور دن کو اُس نے جانا

أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ

کہ تم اُس کو پورا نہ کر سکو گے سو تم پر معافی بھیجدی اب پڑھو جتنا تم کو آسان ہو قرآن سے ف۵ جانا

أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ

کہ کتنے ہونگے تم میں بیمار اور کتنے اور لوگ پھرینگے ملک میں ڈھونڈتے

مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا

اللہ کے فضل کو اور کتنے لوگ لڑتے ہونگے اللہ کی راہ میں سو پڑھ لیا کرو جتنا

تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا

آسان ہو اُس میں سے اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ ف۶ اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح

حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ

پر قرض دینا ف۷ اور جو کچھ آگے بھیجوگے اپنے واسطے کوئی نیکی اُس کو پاؤگے اللہ کے

اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ

پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ ف۸ اور معافی مانگو اللہ سے بیشک اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

بخشنے والا مہربان ہے ف۹

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی دنیا میں اگر بچ گئے تو اس دن کیونکر بچوگے جس دن کی شدت اور درازی بچوں کو بوڑھا کر دینے والی ہوگی۔ خواہ فی الحقیقت بچے بوڑھے نہ ہوں لیکن اُس روز کی سختی اور لمبائی کا اقتضاء یہی ہوگا۔ ف۲ یعنی اللہ کا وعدہ اٹل ہے ضرور ہو کر رہیگا۔ خواہ تم اُس کو کتنا ہی بعید از امکان سمجھو۔ ف۳ یعنی نصیحت کر دی گئی اب جو اپنا فائدہ چاہے اُس نصیحت پر عمل کر کے اپنے رب سے ملجائے۔ راستہ کھلا پڑا ہے کوئی روک ٹوک نہیں نہ خدا کا کچھ فائدہ ہے۔ تم سو دفعہ اپنا فائدہ سمجھو تو سیدھے چلے آؤ۔ (تنبیہ) رات کے جاگنے کا حکم جو شروع سورت میں تھا تقریباً ایک سال تک رہا۔ پھر اگلی آیت سے منسوخ ہوا۔ ف۴ یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اُس کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ کبھی آدھی کبھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے قریب اللہ کی عبادت میں گزاری۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ صحابہؓ کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سوج جاتے اور پھٹنے لگتے تھے۔ بلکہ بعض تو اپنے بال رسّی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کھل جائے ف۵ یعنی رات اور دن کی پوری پیمائش تو اللہ کو معلوم ہے وہی ایک خاص اندازہ سے کبھی رات کو دن سے گھٹاتا کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ بندوں کو اُس نیند اور غفلت کے وقت روزانہ آدھی، تہائی، اور دو تہائی رات کی پوری طرح حفاظت کرنا خصوصاً جبکہ گھڑی گھنٹوں کا سامان نہ ہو سہل کام نہیں تھا۔ اسی لیئے بعض صحابہؓ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیجدی اور فرمادیا کہ تم اس کو ہمیشہ پوری طرح نبھا نہ سکوگے۔ اس لیئے اب جس کو اُٹھنے کی توفیق ہو وہ جتنی نماز، اور اس میں جتنا قرآن چاہے پڑھ لے۔ اب اُمت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض ہے نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے۔ ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہونگے اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھرینگے اور وہ مرد مجاہد بھی ہونگے جو اللہ کی راہ میں جنگ کرینگے۔ اُن حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا۔ اس لیئے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو، پڑھ لیا کرو۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو، اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو۔ کہ انہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فوائد اور ترقیات حاصل ہو سکتی ہیں (تنبیہ) اولین صحابہ سے ایک سال تک بہت تاکید و تحتم کے ساتھ یہ ریاضت شاقہ شاید اس لیئے کرائی کہ وہ لوگ آئندہ تمام اُمت کے ہادی و معلم بننے والے تھے۔ ضرورت تھی کہ وہ اس قدر منجھ جائیں اور روحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ تمام دنیا اُن کے آئینہ میں کمالاتِ محمدی صلعم کا نظارہ کر سکے اور یہ نفوسِ قدسیہ ساری اُمت کی اصلاح کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھا سکیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۷ پورے اخلاص سے اللہ کی راہ میں اُس کے احکام کے موافق خرچ کرنا یہی اُس کو اچھی طرح قرض دینا ہے۔ بندوں کو اگر قرض حسن دیا جائے وہ بھی اس کے عموم میں داخل سمجھو۔ کما ثبت فضلہ فی الحدیث۔ ف۸ یعنی جو نیکی یہاں کروگے اللہ کے ہاں اُس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤگے اور بہت بڑا اجر اُس پر ملیگا تو یہ مت سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ نہیں، وہ سب سامان تم سے آگے اللہ کے ہاں پہنچ رہا ہے جو عین حاجت کے وقت تمہارے کام آئیگا۔ ف۹ یعنی تمام احکام بجالا کر پھر اللہ سے معافی مانگو۔ کیونکہ کتنا ہی محتاط شخص ہو اس سے بھی کچھ نہ کچھ تقصیر ہو جاتی ہے۔ کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ میں نے اللہ کی بندگی کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ بلکہ جتنا بڑا بندہ ہو اُسی قدر اپنے کو تقصیر وار سمجھتا ہے اور اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہے۔ اے غفور و رحیم تو اپنے فضل سے میری خطاؤں اور کوتاہیوں کو بھی معاف فرما۔ تم سورۃ المزمل وللہ الحمد والمنۃ۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھپن آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَثِيَابَكَ

اے لحاف میں لپٹنے والے ف۱ کھڑا ہو پھر ڈر سنا دے ف۲ اور اپنے رب کی بڑائی بول ف۳ اور اپنے کپڑے

فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَلِرَبِّكَ

پاک رکھ ☆ اور گندگی سے دور رہ ف۴ اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بدلا بہت چاہے اور اپنے رب کی

فَاصْبِرْ ⑦ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ⑧ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ⑨

امید رکھ ف۵ پھر جب بجنے لگے وہ کھوکھری چیز ف۶ پھر وہ اُس دن مشکل دن ہے ف۷

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ⑩ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ⑪ وَّ

منکروں پر نہیں آسان ف۸ چھوڑ دے مجھ کو اور اُس کو جس کو میں نے بنایا اکیلا ف۹ اور

جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ⑬ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ

دیا میں نے اُس کو مال پھیلا کر ☆ اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے ف۱۰ اور تیاری کر دی اُس کے لئے

تَمْهِيْدًا ⑭ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ⑮ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ⑯

خوب تیاری ف۱۱ پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں ف۱۲ ہرگز نہیں وہ ہے ہماری آیتوں کا مخالف ف۱۳

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ⑰ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ⑱ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑲

اب اُس سے چڑھواؤں گا بڑی چڑھائی ف۱۴ اُس نے فکر کیا اور دل میں ٹھہرایا سو مارا جائیو کیسا ٹھہرایا ☆

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑳ ثُمَّ نَظَرَ ㉑ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ㉒ ثُمَّ اَدْبَرَ

پھر مارا جائیو کیسا ٹھہرایا ف۱۵ پھر نگاہ کی ☆ پھر تیوری چڑھائی اور منہ تھتایا ☆ پھر پیٹھ پھیری

وَاسْتَكْبَرَ ㉓ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ㉔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ

اور غرور کیا ☆ پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو ہے چلا آتا ☆ اور کچھ نہیں یہ کہا ہوا ہے

سورۃ ۷۴ آیۃ ۱ — منزل ۷ — سورۃ ۷۴ آیۃ ۲۵

ف۱ اس کے لیے سورۂ "مزمل" کا پہلا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔ ف۲ یعنی وحی کے ثقل اور فرشتہ کی ہیبت سے آپ کو گھبرانا اور ڈرنا نہیں چاہیئے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ سب آرام وچین چھوڑ کر دوسروں کو خدا کا خوف دلائیں، اور کفر ومعصیت کے بُرے انجام سے ڈرائیں۔ ف۳ کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی وعظمت بیان کرنے ہی سے اُس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتقدیس ہی وہ چیز ہے جس کی معرفت سب اعمال واخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہیئے۔ بہرحال اُس کے کمالات وانعامات پر نظر کرتے ہوئے نماز میں اور نماز سے باہر اُس کی بڑائی کا اقرار واعلان کرنا تمہارا کام ہے۔ ف۴ اس سورت کے نازل ہونے پر حکم ہوا کہ مخلوق کو خدا کی طرف بلائیں پھر نماز وغیرہ کا حکم ہوا۔ نماز کے لیے شرط ہے کہ کپڑے پاک ہوں اور گندگی سے احتراز کیا جائے۔ اُن چیزوں کو یہاں بیان فرما دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب کپڑوں کا حسی ومعنوی نجاستوں سے پاک رکھنا ضروری ہے تو بدن کی پاکی بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔ اس لیے اس کے بیان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بعض علماء نے کپڑوں کے پاک رکھنے سے نفس کا بُرے اخلاق سے پاک رکھنا مراد لیا ہے۔ اور گندگی سے دور رہنے کے معنی یہ لیے ہیں کہ بتوں کی گندگی سے دور رہیئے۔ جیسے اب تک دور ہیں۔ بہرحال آیۂ ہذا میں طہارت ظاہری وباطنی کی تاکید مقصود ہے۔ کیونکہ بدون اس کے رب کی بڑائی کما حقہٗ دلنشین نہیں ہو سکتی۔ ف۵ یہ ہمت اور اولوا العزمی سکھلائی کہ جو کسی کو دے (روپیہ پیسہ یا علم وہدایت وغیرہ) اُس کا بدلا نہ چاہے۔ محض اپنے رب کے دیئے پر شاکر وصابر رہ اور جو شدائد دعوت وتبلیغ کے راستہ میں پیش آئیں اُن کو اللہ کے واسطے صبر وتحمل سے برداشت کر، اور اسی کے حکم کی راہ دیکھ کہ یہ عظیم الشان کام بدون اعلیٰ درجہ کی حوصلہ مندی اور صبر واستقلال کے انجام نہیں پائیگا۔ ان آیتوں کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے لیکن احقر کے خیال میں یہی بے تکلف ہے۔ ف۶ یعنی صور پھونکا جائے۔ ف۷ یعنی اُس دن کے واقعات میں سے صور کا پھونکا جانا گویا ایک مستقل دن ہے جو سرتاپا مشکلات اور سختیوں سے بھرا ہوگا۔ ف۸ یعنی منکروں پر کسی طرح کی آسانی نہ ہوگی بلکہ اس دن کی سختی دمبدم اُن پر بڑھتی جائیگی بخلاف مؤمنین کے کہ اگر سختی بھی دیکھیں گے تو کچھ مدت کے بعد پھر آسانی کر دی جائیگی۔ ف۹ ہر انسان ماں کے پیٹ سے اکیلا اور مجرد آتا ہے۔ مال، اولاد، فوج، لشکر، سامان وغیرہ کچھ ساتھ نہیں لاتا یا وحید سے مراد خاص ولید بن مغیرہ ہو جس کے بارہ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ وہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور دنیوی ثروت ولیاقت کے اعتبار سے عرب میں فرد اور یکتا سمجھا جاتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے منکروں کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے، نہ اُن کو مہلت ملنے سے تنگدل ہوں۔ بلکہ اُن کا قصہ میرے سپرد کر دیں میں سب کا بھگتان کر دونگا۔ آپ کو غمگین وپریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ف۱۰ یعنی مال واولاد کا پھیلاوا بہت ہوا۔ دسوں بیٹے ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتے اور محفلوں میں باپ کی توقیر بڑھاتے اور دھاک بٹھلاتے تھے۔ تجارتی کاروبار اور دوسرے کام کاج کے لیے نوکر چاکر بہت تھے۔ ضرورت نہیں تھی کہ بیٹے باپ کی نظر سے غائب ہوں۔ ف۱۱ یعنی دنیا میں خوب عزت جمادی اور مسند حکومت وریاست اچھی طرح تیار کر دی۔ چنانچہ تمام قریش ہر مشکل کام میں اُسی کی طرف رجوع کرتے اور اُس کو اپنا حاکم جانتے تھے۔ ف۱۲ یعنی باوجود کثرت نعمت وثروت کے کبھی حرف شکر زبان سے نہ نکلا۔ بلکہ ہمیشہ بت پرستی اور زیادہ مال جمع کرنے کی حرص میں منہمک رہا۔ اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اُس کے سامنے بہشت کی نعمتوں کا ذکر فرماتے تو کہتا تھا کہ اگر یہ شخص اپنے بیان میں سچا ہے تو یقین کر لو کہ وہاں کی نعمتیں بھی مجھے ہی ملیں گی۔ اُس کو فرماتے ہیں کہ باوجود اس قدر ناشکری اور حق ناشناسی کے یہ بھی توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو دنیا وآخرت کی نعمتیں اور زیادہ دیگا۔ ف۱۳ یعنی جب وہ منعم حقیقی کی آیتوں کا مخالف ہے تو اُسے ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ ایسی توقع باندھے اور خیالی پلاؤ پکائے۔ کہتے ہیں کہ ان آیات کے نزول کے بعد پے بہ پے اُس کے مال واسباب میں نقصان ہونا شروع ہوا۔ آخر فقیر ہو کر ذلت کے ساتھ مر گیا۔ ف۱۴ یعنی ابھی اُس کو بہت بڑی چڑھائی چڑھنا اور سخت ترین مصائب میں گرفتار ہونا ہے بعض روایات میں ہے کہ "صعود" دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس پر کافر کو ہمیشہ چڑھائیں گے اور گرائیں گے یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے (تنبیہ) ولید ایک بار آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے قرآن پڑھ کر سنایا جس سے کسی قدر متاثر ہوا۔ مگر ابوجہل نے اُس کو ورغلایا اور قریش میں چرچا ہونے لگا کہ اگر ولید مسلمان ہو گیا تو بڑی خرابی ہوگی۔ غرض سب جمع ہوئے اور آپ کے بارے میں گفتگو ہوئی کسی نے کہا شاعر ہیں کسی نے کاہن بتلایا۔ ولید بولا کہ میں شعر میں خود بڑا ماہر ہوں اور کاہنوں کی باتیں بھی سب سُنی ہیں، قرآن نہ شعر ہے نہ کہانت۔ لوگوں نے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے۔ کہنے لگا ذرا سوچ لوں۔ آخر تیوری بدل کر اور منہ بنا کر کہا کچھ نہیں جادو ہے جو بابل والوں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ حالانکہ پیشتر قرآن سُن کر کہہ چکا تھا کہ یہ سحر بھی نہیں نہ دیوانے کی بڑ معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ اللہ کا کلام ہے مگر محض برادری کو خوش کرنے کے لیے اب یہ بات بنا دی۔ آگے اسی گفتگو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ف۱۵ یعنی بدبخت نے دل میں سوچ کر ایک بات تجویز کی کہ قرآن جادو ہے۔ خدا غارت کرے کیسی مہمل تجویز کی پھر خدا غارت کرے کہ اپنی قوم کے جذبات کے لحاظ سے کیسی برمحل تجویز نکالی جس کو سُن کر سب خوش ہو جائیں۔

ف یعنی مجمع پر نگاہ ڈالی پھر خوب منہ بنایا۔ تا دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت کراہت اور انقباض ہے پھر منہ پھیر لی گویا بہت ہی قابل نفرت چیز کے متعلق کچھ بیان کرنا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل اس کی حقانیت کا اقرار کر چکا تھا اب برادری کی خوشنودی کے لئے اس سے پھر گیا۔ آخر نہایت غرور و تکبر کے انداز میں کہنے لگا بس اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو پہلوں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ اور یقیناً یہ آدمی کا کلام ہے جو جادو بن کر باپ کو بیٹے سے، میاں کو بیوی سے اور دوست کو دوست سے جدا کر دیتا ہے۔ ف۲ یعنی عنقریب اس کو آگ میں ڈال کر عناد و تکبر کا مزہ چکھاؤں گا۔ ف۳ یعنی دوزخیوں کی کوئی چیز باقی نہ رکھے گی جو جلنے سے بچ جائے۔ پھر جلانے کے بعد اسی حالت پر بھی نہ چھوڑیگی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹائے جائینگے اور جلیں گے یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا۔ العیاذ باللہ (تنبیہ) اکثر سلف سے یہی معنی منقول ہیں بعض مفسرین نے دوسری طرح توجیہ کی ہے۔ ف۴ یعنی بدن کی کھال جھلس کر حیثیت بگاڑ دیگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جیسے دکھتا لوہا سرخ نظر آتا ہے آدمی کے پنڈے پر وہ سرخ نظر آئیگی"۔ ف۵ یعنی دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر ہو گا اس کے افسر انیس فرشتے ہونگے جن میں سب سے بڑے ذمہ دار کا نام "مالک" ہے۔ (تنبیہ) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نہایت تفصیل سے انیس کے عدد کی حکمتیں بیان کی ہیں جو قابل دید ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں مجرموں کو عذاب دینے کے لئے انیس قسم کے فرائض ہیں جن میں سے ہر فرض کی انجام دہی ایک ایک فرشتہ کی سرکردگی میں ہوگی۔ کوئی شبہ نہیں کہ فرشتہ کی طاقت بہت بڑی ہے اور ایک فرشتہ وہ کام کر سکتا ہے جو لاکھوں آدمی مل کر نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رہے کہ ہر فرشتہ کی یہ قوت اسی دائرہ میں محدود ہے جس میں کام کرنے کے لئے وہ مامور ہوا ہے۔ مثلاً ملک الموت لاکھوں آدمیوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے۔ مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچہ کے اندر جان نہیں ڈال سکتا۔ حضرت جبرئیل چشم زدن میں وحی لا سکتے ہیں لیکن پانی برسانا ان کا کام نہیں۔ جس طرح کان دیکھ نہیں سکتا، آنکھ سن نہیں سکتی۔ اگرچہ اپنی قسم کے کام کتنے ہی سخت ہوں کر سکتے ہیں۔ مثلاً کان یہ ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آوازیں سن لے اور نہ تھکے، آنکھ ہزاروں رنگ دیکھ لے اور عاجز نہ ہو۔ اسی طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیوں پر مقرر ہوتا اس سے ایک ہی قسم کا عذاب دوزخیوں پر ہو سکتا تھا۔ دوسری قسم کا عذاب جو اس کے دائرۂ استعداد سے باہر ہے ممکن نہ تھا اس لئے انیس قسم کے عذابوں کے لئے (جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں ہے) انیس ذمہ دار فرشتے مقرر ہوئے ہیں۔ علماء نے اس عدد کی حکمتوں پر بہت کچھ کام کیا ہے مگر احقر کے نزدیک حضرت شاہ صاحبؒ کا کلام بہت عمیق و لطیف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ف۶ انیس کا عدد سن کر مشرکین ٹھٹھا کرنے لگے کہ ہم ہزاروں ہیں۔ انیس ہمارا کیا کر لیں گے بہت ہو تو ہم میں کے دس دس ان کے ایک ایک کے مقابلہ میں ڈٹ جائینگے۔ ایک پہلوان بولا کہ سترہ کو تو میں اکیلا کافی ہوں، دو کا تم مل کر تیا پانچا کر لینا۔ اس پر یہ آیت اتری یعنی وہ انیس تو ہیں مگر آدمی نہیں، فرشتے ہیں۔ جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک فرشتہ نے قوم لوط کی ساری بستی کو ایک بازو پر اٹھا کر پٹک دیا تھا۔ ف۷ یعنی کافروں کو عذاب دینے کے لئے انیس کی گنتی خاص حکمت کر رکھی ہے جس کی طرف "علیہا تسعۃ عشر" کے فائدہ میں اشارہ کیا جا چکا ہے، اور اس گنتی کے بیان کرنے میں منکروں کی جانچ ہے۔ دیکھتے ہیں کہ کون اس کو سن کر ڈرتا ہے اور کون ہنسی مذاق اڑاتا ہے۔ ف۸ اہل کتاب کو پہلے سے یہ عدد معلوم ہو گا جیسا کہ ترمذی کی ایک روایت میں ہے۔ یا کم از کم کتب سماویہ کے ذریعہ اتنا تو جانتے تھے کہ فرشتوں میں کس قدر طاقت ہے۔ انیس بھی تھوڑے نہیں۔ اور یہ کہ انواع تعذیب کے اعتبار سے مختلف فرشتے دوزخ پر مامور ہونے چاہئیں۔ یہ کام تنہا ایک کا نہیں بہرحال اس بیان سے اہل کتاب کے دلوں میں قرآن کی حقیت کا یقین پیدا ہو گا۔ اور یہ دیکھ کر مومنین کا ایمان بڑھیگا اور ان دونوں جماعتوں کو قرآن کے بیان میں کوئی شک و تردد نہیں رہیگا نہ مشرکین کے استہزا و تمسخر سے وہ کچھ دھوکا کھائیںگے۔ ف۹ "الذین فی قلوبھم مرض" سے منافقین یا ضعیف الایمان مراد ہیں، اور "الکافرون" سے کھلے ہوئے منکر ف۱۰ یعنی انیس کے بیان کر کیا غرض تھی۔ بھلا ایسی بے تکی اور غیر موزوں بات کو کون مان سکتا ہے العیاذ باللہ۔ ف۱۱ یعنی ایک ہی چیز سے بد استعداد آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور سلیم الطبع راہ پا لیتا ہے۔ جسے ماننا مقصود نہ ہو وہ کام کی بات کو ہنسی مذاق میں اڑا دیتا ہے اور جس کے دل میں خوف خدا اور نور توفیق ہو اس کے ایمان و یقین میں ترقی ہوتی ہے۔ ف۱۲ یعنی اللہ کے بیشمار لشکروں کی تعداد اسی کو معلوم ہے۔ انیس تو صرف کارکنان جہنم کے افسر بتلائے ہیں۔ ف۱۳ یعنی دوزخ کا ذکر صرف عبرت و نصیحت کے لئے ہے کہ اس کا حال سن کر لوگ غضب الٰہی سے ڈریں اور نافرمانی سے باز آئیں۔ ف۱۴ یعنی جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونے والی ہیں، دوزخ ان میں کی ایک چیز ہے ف۱۵ آگے بڑھے نیکی یا بہشت کی طرف اور پیچھے رہے بدی میں پھنسا ہوا یا دوزخ میں پڑا ہوا۔ بہرحال مقصود یہ ہے کہ دوزخ سب مکلفین کے حق میں بڑے ڈراوے کی چیز ہے اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب و نتائج قیامت میں ظاہر ہونگے۔ اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے چنانچہ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشو و نما اور اضمحلال و فنا کا اسی طرح اس عالم دنیا کو عالم آخرت کے ساتھ حقائق کے اختفاء و انکشاف میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ۔ گویا اس عالم کا ختم ہو جانا رات کے گذر جانے

الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾

آدمی کا ف۱ اب اس کو ڈالونگا آگ میں ف۲ اور تو کیا سمجھا کیسی ہے وہ آگ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے ف۳

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ

جلا دینے والی ہے آدمیوں کو ف۴ اس پر مقرر ہیں انیس فرشتے ف۵ اور ہم نے جو رکھے ہیں دوزخ پر داروغہ

اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۙ لِیَسْتَیْقِنَ

وہ فرشتے ہی ہیں ف۶ اور ان کی جو گنتی رکھی ہے سو جانچنے کو منکروں کے ف۷ تا کہ یقین کر لیں

الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا وَّلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ

وہ لوگ جن کو ملی ہے کتاب اور بڑھے ایمانداروں کا ایمان اور دھوکا نہ کھائیں جن کو

اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ

ملی ہے کتاب اور مسلمان ف۸ اور تا کہیں وہ لوگ کہ جن کے دل میں روگ ہے اور

الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ

منکر ف۹ کیا غرض تھی اللہ کو اس مثل سے ف۱۰ یوں بچلاتا ہے اللہ جس کو

یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا

چاہے اور راہ دیتا ہے جس کو چاہے ف۱۱ اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر کو مگر خود وہی ف۱۲ اور

هِیَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّیْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾

وہ تو سمجھانا ہے لوگوں کے واسطے ف۱۳ سچ کہتا ہوں اور قسم ہے چاند کی اور رات کی جب پیٹھ پھیرے ☆

وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِیْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾

اور صبح کی جب روشن ہووے ☆ وہ ایک ہے بڑی چیزوں میں کی ف۱۴ ڈرانے والی ہے لوگوں کو ☆

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ

جو کوئی چاہے تم میں سے کہ آگے بڑھے یا پیچھے رہے ف۱۵ ہر ایک جی اپنے کئے کاموں میں

رَهِیْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ﴿۳۹﴾ فِیْ جَنّٰتٍ ۚ یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾

پھنسا ہوا ہے ☆ مگر داہنی طرف والے ☆ باغوں میں ہیں مل کر پوچھتے ہیں ☆

ف۱ یعنی جو لوگ میثاق کے دن حضرت آدمؑ کی پشت سے داہنی طرف سے نکلے تھے اور دنیا میں بھی سیدھی چال چلتے رہے اور موقف میں بھی عرش کے داہنی طرف جدھر بہشت ہے کھڑے ہوئے اور اُسی طرف روانہ ہوئے اور اُنکے نامۂ اعمال بھی داہنے ہاتھ میں آئے وہ لوگ البتہ قید میں پھنسے ہوئے نہیں۔ بلکہ جنت کے باغوں میں آزاد ہیں۔ اور نہایت بے فکر اور فارغ البال ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے یا فرشتوں سے گنہگاروں کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ لوگ کہاں گئے جو نظر نہیں پڑتے۔ ف۲ یعنی جب سُنینگے کہ گنہگاروں کو دوزخ میں داخل کیا گیا ہے، تب اُن گنہگاروں کی طرف متوجہ ہو کر یہ سوال کرینگے کہ باوجود عقل و دانائی کے تم اس دوزخ کی آگ میں کیسے آپڑے۔ ف۳ یعنی نہ اللہ کا حق پہچانا نہ بندوں کی خبر لی۔ البتہ دوسرے لوگوں کی طرح حق کے خلاف بحثیں کرتے رہے اور بد صحبتوں میں رہ کر شکوک و شبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو یقین نہ ہوا کہ انصاف کا دن بھی آنے والا ہے۔ ہمیشہ اس بات کو جھٹلایا کیئے یہاں تک کہ موت کی گھڑی سر پر آن پہنچی اور آنکھوں سے دیکھ کر اُن باتوں کا یقین حاصل ہوا جن کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ ف۴ کافر کے حق میں کوئی سفارش نہ کریگا اور کریگا تو قبول نہ ہوگی۔ ف۵ یعنی یہ مصیبتیں سامنے ہیں۔ مگر نصیحت سُن کر ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ سُننا بھی نہیں چاہتے۔ ف۶ یعنی حق کا شور و غل اور شیرانِ خدا کی آوازیں سُن کر جنگلی گدھوں کی طرح بھاگے جاتے ہیں۔ ف۷ یعنی پیغمبر کی بات ماننا نہیں چاہتے۔ بلکہ اُن میں ہر شخص کی آرزو یہ ہے کہ خود اُس پر اللہ کے کھلے ہوئے صحیفے اُتریں اور پیغمبر بنایا جائے۔ "حتّٰی نؤتٰی مثل ما اوتی رسل اللہ" (انعام۔ رکوع ۱۵) یا یہ کہ اُن میں سے ہر ایک کے پاس براہ راست ایک نوشتہ خدا کی طرف سے آئے جس میں محمد صلعم کے اتباع کا حکم دیا گیا ہو "حتّٰی تنزّل علینا کتٰبًا نقرءہ" (بنی اسرائیل رکوع ۱۰) ف۸ یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ اُن میں لیاقت نہ اس کی ضرورت۔ ف۹ یعنی یہ بیہودہ درخواستیں بھی کچھ اس لیئے نہیں کہ ایسا کر دیا جائے تو واقعی مان جائیں گے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس لیئے حق کی طلب نہیں، اور یہ درخواستیں محض تعنت سے ہیں۔ اگر یہ درخواستیں بالفرض پوری کر دی جائیں تب بھی اتباع نہ کریں۔ کما قال تعالیٰ "ولو نزّلنا علیک کتٰبًا فی قرطاسٍ فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھٰذا الا سحرٌ مبین" (انعام رکوع ۱) ف۱۰ یعنی ہر ایک کو الگ الگ کتاب دی جائے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک کتاب (قرآنِ کریم) ہی نصیحت کے لیئے کافی ہے۔ ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی (یہ کتاب) ایک پر اُتری تو کیا ہوا، کام تو سب کے آتی ہے۔ ف۱۲ اور اللہ کا چاہنا نہ چاہنا سب حکمتوں پر مبنی ہے جن کا احاطہ کوئی بشر نہیں کر سکتا۔ وہی ہر شخص کی استعداد و لیاقت کو کماحقہٗ جانتا ہے۔ اور اس کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ ف۱۳ یعنی آدمی کتنا ہی گناہ کرے لیکن پھر جب تقوے کی راہ چلیگا اور اس سے ڈریگا، وہ اُس کے سب گناہ بخش دیگا، اور اُس کی توبہ کو قبول کریگا۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر بطور حاشیہ منہیہ کے ایک عبارت اس آیت کی تلاوت کے بعد نقل فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں "قال ربکم عزّ وجلّ انا اھلٌ ان اُتّقٰی فلا یشرک بی شیءٌ فاذا اتّقانی العبد فانا اھلٌ ان اغفر لہٗ" یعنی میں اس کے لائق ہوں کہ بندہ مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام میں شریک نہ کرے، پھر جب بندہ مجھ سے ڈرا، (اور شرک سے پاک ہوا) تو میری شان یہ ہے کہ میں اس کے گناہوں کو بخش دوں۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے ہم کو توحید و ایمان پر ہمیشہ قائم رکھے اور اپنی مہربانی سے ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔ تم سورۃ المدثّر وللہ الحمد والمنہ۔

ف۱۴ یعنی قیامت کا دن جس کا ممکن ہونا عقل سے اور متیقن الوقوع ہونا ایسے مخبر صادق کی خبر سے ثابت ہو چکا ہے جس کے صدق پر دلائل قطعیہ قائم ہیں اُس کی قسم کھاتا ہوں کہ تم یقینًا مرے پیچھے اُٹھائے جاؤ گے اور ضرور بھلے بُرے کا حساب ہوگا (تنبیہ) واضح ہو کہ دنیا میں کئی قسم کی چیزیں ہیں جن کی قسم لوگ کھاتے ہیں اپنے معبود کی، کسی معظّم و محترم ہستی کی، کسی مہتم بالشان چیز کی، کسی محبوب یا نادر شے کی، اُس کی خوبی یا نُدرت جتانے کے لیئے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کی قسمت کی قسم کھایئے۔ پھر بُلغا یہ بھی رعایت کرتے ہیں کہ مقسم بہ مقسم علیہ کے مناسب ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ مقسم بہ کو مقسم علیہ کے لیئے شاہد ہی گردانا جائے۔ جیسے ذوق نے کہا ہے ؎ اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں ٭ سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا۔ یہاں اپنے سر کے نہ اُٹھ سکنے پر محبوب کے سر کی قسم کھانا کس قدر موزوں ہے۔ شریعت حقّہ نے غیر اللہ کی قسم کھانا بندوں کے لیئے حرام کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان بندوں سے جداگانہ ہے۔ وہ اپنے غیر کی قسم کھاتا ہے اور عمومًا اُن چیزوں کی جو اُس کے نزدیک محبوب یا نافع یا رفیع و مہتم بالشان ہوں۔ یا مقسم علیہ کے لیئے بطور شاہد و حجت کے کام دے سکیں یہاں یوم قیامت کی قسم اُس کے نہایت رفیع و مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے ہے اور جس مضمون پر قسم کھائی ہے اُس سے مناسبت ظاہر ہے کیونکہ بعث و مجازات کا ظرف ہی یوم قیامت ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۵ محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے ہیں۔ اگر نفس عالم علوی کی طرف مائل ہوا اور اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں اُس کو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کیا اُس نفس کو "مطمئنہ" کہتے ہیں "یٰایّتھا النفس المطمئنّۃ ارجعی الٰی ربّک راضیۃً مرضیّۃً" (الفجر) اور اگر عالم سفلی کی طرف جھک پڑا اور دنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اُس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو بُرائی کا حکم کرتا ہے "وما ابرّئ نفسی انّ النفس لامّارۃٌ بالسّوء الا ما رحم ربّی" (یوسف رکوع ۷) اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف (بقیہ بر صفحہ ۷۵۰)

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾

گنہگاروں کا حال ف۱ تم کاہے کو جا پڑے دوزخ میں ف۲ وہ بولے ہم نہ تھے نماز پڑھتے ٭

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ

اور نہ تھے کھانا کھلاتے محتاج کو ٭ اور ہم تھے باتوں میں دھنستے دھنسنے والوں کے ساتھ ٭ اور

كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ

ہم تھے جھٹلاتے انصاف کے دن کو یہاں تک کہ آپہنچی ہم پر وہ یقینی بات ف۳ پھر کام نہ آئیگی اُن کے

شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾

سفارش سفارش کرنے والوں کی ف۴ پھر کیا ہوا ان کو کہ نصیحت سے مُنہ موڑتے ہیں ف۵

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ

گویا کہ وہ گدھے ہیں بدکنے والے ٭ بھاگے ہیں شیر سے ف۶ بلکہ چاہتا ہے ہر ایک

امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ

مرد اُن میں کا کہ ملیں اُس کو ورق کھلے ہوئے ف۷ ہرگز نہیں ف۸ پر وہ ڈرتے نہیں

الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ

آخرت سے ف۹ کوئی نہیں یہ تو نصیحت ہے ف۱۰ پھر جو کوئی چاہے اُس کو یاد کرے ف۱۱ اور وہ یاد بھی کریں

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

کہ چاہے اللہ ف۱۲ وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیئے اور وہی ہے بخشنے کے لائق ف۱۳

ع ۲ ۲۵ ۱۶

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ قیامۃ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ٭

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ

قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ف۱۴ اور قسم کھاتا ہوں جی کی کہ جو ملامت کرے بُرائی پر ف۱۵ کیا خیال رکھتا ہے

(بقیہ فوائد صفحہ ۷۴۹) جھکتا اور شہوت وغضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہو کر ان چیزوں کو بُرا جانتا ہے اور اُن سے دور بھاگتا ہے اور کوئی بُرائی یا کوتاہی ہو جانے پر شرمندہ ہو کر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اُس کو "نفس لوّامہ" کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "آدمی کا جی اول کھیل میں اور مزوں میں غرق ہوتا ہے ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ ایسے جی کو "امارہ بسوء" کہتے ہیں پھر ہوش پکڑا نیک و بد سمجھا تو باز آیا کبھی (غفلت ہوئی تو) اپنی خو پر دوڑ پڑا پیچھے کچھ سمجھ آئی تو اپنے کیے پر پچھتانے اور ملامت کرنے لگا۔ ایسا نفس (جی) "لوّامہ" کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا سنور گیا، دل سے رغبت نیکی ہی پر ہو گئی، بیہودہ کام سے خود بخود بھاگنے لگا اور بدی کے ارتکاب بلکہ تصور سے تکلیف پہنچنے لگی وہ نفس "مطمئنہ" ہو گیا۔" اھ تغییر یسیر۔ یہاں نفس لوّامہ کی قسم کھا کر اشارہ فرما دیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں بُرائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے۔ یہی چیز ہے جو اپنی اعلیٰ و اکمل ترین صورت میں قیامت کے دن ظاہر ہو گی۔

فوائد صفحہ ہٰذا ف۱ یعنی یہ خیال ہے کہ ہڈیوں تک کا چورا ہو گیا اور اُن کے ریزے مٹی وغیرہ کے ذرات میں جا ملے۔ بھلا اب کس طرح اکٹھے کر کے جوڑ دیے جائینگے؟ یہ چیز تو محال معلوم ہوتی ہے۔ ف۲ یعنی ہم تو انگلیوں کی پوریاں بھی درست کر سکتے ہیں اور پوریوں کی تخصیص شاید اس لیے کی کہ یہ اطراف بدن ہیں، اور ہر چیز کے بننے کی تکمیل اُس کے اطراف پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہماری محاورہ میں ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ میری پور پور میں درد ہے۔ اس سے مُراد تمام بدن ہوتا ہے۔ دوسرے پوریوں میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ اور عادۃً یہ زیادہ دشوار اور باریک کام ہے۔ لہٰذا جو اس پر قادر ہو گا وہ آسان پر بطریق اولیٰ قادر ہو گا۔ ف۳ یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے اور دوبارہ زندہ کیے جانے کو محال جانتے ہیں اُن کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل و نشانات غیر واضح ہیں۔ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بیباک ہو کر فسق و فجور کرتا رہے۔ اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو فسق و فجور میں اس قدر بیباکی اور ڈھٹائی اُس سے نہ ہو سکیگی۔ اس لیئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا جس سے عیش منغص ہو اور لذت میں خلل پڑے بلکہ استہزاء و تعنّت اور سینہ زوری سے سوال کرتا ہے کہ اجی صاحب وہ آپ کی قیامت کب آئیگی۔ اگر واقعی آنے والی ہے تو بقید سنہ و ماہ اُس کی تاریخ تو بتلایئے۔ ف۴ یعنی حق تعالیٰ کی تجلّی قہری سے جب آنکھیں چندھیانے لگینگی اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائینگی اور سورج بھی سر کے قریب آجائیگا۔ ف۵ یعنی بے نور ہو جائے۔ چاند کو شائد الگ اس لیئے ذکر کیا کہ عرب کو بوجہ قمری حساب رکھنے کے اُس کا حال دیکھنے کا زیادہ اہتمام تھا۔ ف۶ یعنی بے نور ہونے میں دونوں شریک ہونگے۔ ف۷ یعنی اب تو کہتا ہے کہ وہ دن کہاں ہے اور اُس وقت بدحواس ہو کر کہیگا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں۔ ارشاد ہو گا کہ آج نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ سوال کرنے کا۔ آج کوئی طاقت تیرا بچاؤ نہیں کر سکتی، نہ پناہ دے سکتی ہے۔ آج کے دن سب کو اپنے پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا اور اُسی کی پیشی میں ٹھہرنا ہے پھر وہ جس کے حق میں جو کچھ فیصلہ کرے۔ ف۸ یعنی سب اگلے پچھلے اعمال نیک ہوں یا بد، اُس کو جتلا دیئے جائیں گے۔ ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اپنے احوال میں غور کرے تو رب کی وحدانیت جانے (اور یہ کہ سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) اور جو کہے میری سمجھ میں نہیں آتا، یہ سب بہانے ہیں"۔ لیکن اکثر مفسرین نے اس کا تعلق "ینبؤا الانسان یومئذٍ الخ" سے رکھا ہے۔ یعنی جتلانے پر بھی موقوف نہیں۔ انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہو گا۔ گو باقتضائے طبیعت وہاں بھی بہانے بنائے اور حیلے حوالے پیش لائے جیسے کفار کہیں گے "واللہ ربنا ما کنا مشرکین"۔ بلکہ یہاں دنیا میں بھی وہ انسان جس کا ضمیر بالکل مسخ نہ ہو گیا ہو اپنی حالت کو خوب سمجھتا ہے۔ گو دوسروں کے سامنے حیلے بہانے بنا کر اُس کے خلاف ثابت کرنے کی کتنی ہی کوشش کرے

الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ﴿٣﴾ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ

آدمی کہ جمع نہ کرینگے ہم اُسکی ہڈیاں ف۱ کیوں نہیں ہم ٹھیک کر سکتے ہیں

بَنَانَهُ ﴿٤﴾ بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ﴿٥﴾ يَسْأَلُ أَيَّانَ

اُسکی پوریاں ف۲ بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ ڈھٹائی کرے اُسکے سامنے ✡ پوچھتا ہے کب ہو گا

يَوْمُ الْقِيَامَةِ ﴿٦﴾ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿٧﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ

دن قیامت کا ف۳ پھر جب چندھیانے لگے آنکھ ف۴ اور گہہ جائے چاند ف۵ اور اکٹھے ہوں

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿٩﴾ يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾

سورج اور چاند ف۶ کہیگا آدمی اُس دن کہاں چلا جاؤں بھاگ کر ✡

كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّأُ

کوئی نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ ✡ تیرے رب تک ہے اُس دن جا ٹھہرنا ف۷ جتلا دینگے

الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿١٣﴾ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ

انسان کو اُس دن جو اُس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا ف۸ بلکہ آدمی اپنے

نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿١٤﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿١٥﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ

واسطے آپ دلیل ہے ✡ اور پڑا ڈالے اپنے بہانے ف۹ نہ چلا تو اُسکے پڑھنے پر اپنی زبان

لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿١٦﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿١٧﴾ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ

تاکہ جلدی اُسکو سیکھ لے ✡ وہ تو ہمارا ذمہ ہے اُسکو جمع رکھنا تیرے سینہ میں اور پڑھنا تیری زبان سے پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ

فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴿١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ

کی زبانی تو ساتھ رہ اُسکے پڑھنے کے پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اُسکو کھول کر بتلانا ف۱۰ کوئی نہیں پر تم چاہتے ہو

الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾

جو جلد (آئے) ✡ اور چھوڑتے ہو جو دیر میں آئے ف۱۱ کتنے منہ اُس دن تازہ ہیں ✡

إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ أَن

اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ف۱۲ اور کتنے منہ اُس دن اُداس ہیں ف۱۳ خیال کرتے ہیں کہ

ف۱۰ شروع میں جس وقت حضرت جبرئیلؑ اللہ کی طرف سے قرآن لاتے، اُن کے پڑھنے کے ساتھ حضرت بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے تاکہ جلد اُسے یاد کر لیں اور سیکھ لیں۔ مبادا جبرئیلؑ چلے جائیں اور وحی پوری طرح محفوظ نہ ہو سکے۔ مگر اس صورت میں آپ کو سخت مشقت ہوتی تھی۔ جب تک پہلا لفظ کہیں اگلا سُننے میں نہ آتا۔ اور سمجھنے میں بھی ظاہر ہے دقت پیش آتی ہو گی اُس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس وقت پڑھنے اور زبان ہلانے کی حاجت نہیں۔ ہمہ تن متوجہ ہو کر سُننا ہی چاہیئے۔ یہ فکر مت کرو کہ یاد نہیں رہیگا۔ پھر کیسے پڑھونگا۔ اور لوگوں کو کس طرح سُناؤنگا۔ اس کا تمہارے سینے میں حرف بحرف جمع کر دینا اور تمہاری زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ جبرئیلؑ جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں آپ تو خاموشی سے سُنتے رہیئے۔ آگے اُس کا یاد کرانا اور اُس کے علوم و معارف کا تمہارے اوپر کھولنا اور تمہاری زبان سے دوسروں تک پہنچانا، ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ نے جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ پڑھنا ترک کر دیا۔ یہ بھی ایک معجزہ ہوا کہ ساری وحی سُنتے رہے اُس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دُہرایا لیکن فرشتے کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بہ لفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدون ایک زیر زبر کی تبدیلی کے فر فر سُنا دی اور سمجھا دی۔ یہ اس دنیا میں ایک چھوٹا سا نمونہ ہوا "ینبؤا الانسان یومئذٍ بما قدم واخر" کا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنی وحی فرشتے کے چلے جانے کے بعد پوری ترتیب کے ساتھ حرف بحرف بدون ادنیٰ فروگذاشت کے اپنے پیغمبر کے سینے میں جمع کر دے، کیا اس پر قادر نہیں کہ بندوں کے اگلے اور پچھلے اعمال جن میں سے بعض کو کرنے والا بھی بھول گیا ہو گا سب جمع کر کے ایک وقت میں سامنے کر دے اور اُن کو خوب طرح

بقیہ صفحہ ۷۵۰) یاد دلا دے۔ اور اُ ... ح ہڈیوں کے منتشر ذرات کو سب جگہ سے اکٹھا کر کے ٹھیک پہلی ترتیب پر انسان کو ازسرِ نو وجود عطا فرما دے۔ بیشک وہ اِس پر اور اِس سے کہیں زیادہ پر قادر ہے۔ ف۱ یعنی تمہارا قیا ... دغیرہ سے انکار کرنا ہرگز کسی دلیل صحیح پر مبنی نہیں، بلکہ دنیا میں انہماک اس کا سبب ہے۔ دنیا چونکہ نقد اور جلد ملنے والی چیز ہے اُسی کو تم چاہتے ہو۔ اور آخرت کو اُدھار سمجھ چھوڑتے ... س ... ملنے میں ابھی دیر ہے۔ انسان کی طبیعت میں جلد بازی داخل ہے "خلق الانسان من عجل" (انبیاء رکوع ۳) فرق اتنا ہے کہ نیک لوگ پسندیدہ چیزوں کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں جس کی ایک مثال ابھی "لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ" میں گزری۔ اور بدتمیز آدمی اُس چیز کو پسند کرتے ہیں جو جلد ہاتھ آئے خواہ آخر کار اُس کا نتیجہ ہلاکت ہی کیوں نہ ہو۔ ف۱۲ یہ آخرت ... بیان ہوا یعنی مؤمنین کے چہرے اُس روز تر و تازہ اور ہشاش بشاش ہونگے۔ اور اُن کی آنکھیں محبوبِ حقیقی کے دیدارِ مبارک سے روشن ہونگی۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ گمراہ لوگ اس کے منکر ہیں کیونکہ یہ دولت اُن کے نصیب میں نہیں۔ اللّٰھم لا تحرمنا من ھذہ النعمۃ التی لیس فوقھا نعمۃ۔ ف۱۳ یعنی پریشان اور بے رونق ہونگے۔

يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾

اُن پر وہ آئے جس سے ٹوٹے کمر ف۱ ہرگز نہیں جس وقت جان پہنچے ہانس تک ف۲ اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا ف۳

وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ

اور وہ سمجھا کہ اب آیا وقت جدائی کا ف۴ اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی ف۵ تیرے رب کی طرف ہے

يَوْمَئِذِ ِالْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَ

اُس دن کھنچ کر چلا جانا ف۶ پھر نہ یقین لایا اور نہ نماز پڑھی ☆ پھر جھٹلایا اور

تَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ

مُنہ موڑا ☆ پھر گیا اپنے گھر کو اکڑتا ہوا ف۷ خرابی تیری خرابی پر خرابی تیری ☆ پھر

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ

خرابی تیری خرابی پر خرابی تیری ف۸ کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ چھوٹا رہیگا بے قید ف۹ بھلا نہ

يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾

تھا وہ ایک بوند منی کی جو ٹپکی ف۱۰ پھر تھا لہو جما ہوا پھر اُس نے بنایا اور ٹھیک کر اٹھایا

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ

پھر کیا اُس میں جوڑا نر اور مادہ ☆ کیا یہ خدا

بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

زندہ نہیں کر سکتا مُردوں کو ف۱۱

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّرُكُوْعَانِ

سورۂ دہر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکتیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ﴿١﴾

کبھی گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں کہ نہ تھا وہ کوئی چیز جو زبان پر آتی ف۱۲

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی یقین رکھتے ہیں کہ اب وہ معاملہ ہونے والا ہے اور وہ عذاب بھگتنا ہے جو بالکل ہی کمر توڑ دیگا۔ ف۲ یعنی آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو۔ اس سفرِ آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے۔ یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر جا پہنچوگے۔ گویا ہر آدمی کی موت اُس کے حق میں بڑی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ جہاں مریض کی روح سمٹ کر ہنسلی تک پہنچی اور سانس حلق میں رُکنے لگی سمجھو کہ سفرِ آخرت شروع ہو گیا۔ ف۳ ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی۔ جب لوگ ظاہری علاج و تدبیر سے عاجز آ جاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کی سوجھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ میاں کوئی ایسا شخص ہے جو جھاڑ پھونک کر کے اس کو مرنے سے بچالے اور بعض سلف نے کہا کہ "من راق" فرشتوں کا کلام ہے جو ملک الموت کے ساتھ روح قبض کرنے کے وقت آتے ہیں وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ کون اس مردے کی روح کو لے جائیگا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟ اس تقدیر پر "راق" "رقی" سے مشتق ہوگا جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں "رقیہ" سے نہ ہوگا۔ جو افسوں کے معنی میں ہے۔ ف۴ یعنی مرنے والا سمجھ چکا کہ تمام عزیز و اقارب اور محبوب و مالوف چیزوں سے اب اس کو جدا ہونا ہے یا یہ مطلب کہ روح بدن سے جدا ہونے والی ہے۔ ف۵ یعنی بعض اوقات سکرات موت کی سختی سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے۔ نیز بدن سے روح کا تعلق منقطع ہونے کے بعد پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا اُس کے اختیار میں نہیں رہتا۔ اس لیے ایک پنڈلی دوسری پر بے اختیار جا گرتی ہے۔ اور بعض سلف نے کہا کہ عرب کے محاورات میں "ساق" کنایہ ہے سخت مصیبت سے۔ تو آیت کا ترجمہ یوں کیا جائیگا کہ "ملی ایک سختی دوسری سختی کے ساتھ" کیونکہ مرنے والے کو اُس وقت دو سختیاں پیش آتی ہیں پہلی سختی تو یہی دُنیا سے جانا، مال و اسباب، اہل و عیال، جاہ و حشم، سب کو چھوڑنا دشمنوں کی خوشی و طعنہ زنی اور دوستوں کے رنج و غم کا خیال آنا، اور دوسری اس سے بڑی قبر اور آخرت کے احوال کی ہے جس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔ ف۶ یعنی سفرِ آخرت کی ابتداء یہاں سے ہے۔ گویا اب بندہ اپنے رب کی طرف کھنچنا شروع ہوا۔ مگر افسوس اپنی غفلت و حماقت سے کوئی سامان سفر کا پہلے سے درست نہ کیا۔ نہ اتنے بڑے سفر کے لیے کوئی توشہ ساتھ لیا۔ ف۷ یعنی بجائے سچا سمجھنے اور یقین لانے کے پیغمبروں کو جھوٹا بتلاتا رہا۔ اور بجائے نماز پڑھنے اور مالک کی طرف متوجہ ہونے کے ہمیشہ اُدھر سے مُنہ موڑ کر چلا۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی اس سرکشی اور بدبختی پر اتراتا اور اکڑتا ہوا اپنے متعلقین کے پاس جاتا تھا۔ گویا کوئی بہت بڑی بہادری اور ہنرمندی کا کام کر کے آرہا ہے۔ ف۸ یعنی او بدبخت اب تیری کمبختی آئی، ایک مرتبہ نہیں، کئی مرتبہ اب تیرے لیے خرابی پر خرابی اور تباہی پر تباہی ہے۔ تجھ سے بڑھ کر اللہ کی نئی نئی سزاؤں کا مستحق اور کون ہوگا (تنبیہ) شاید اول خرابی یقین نہ لانے اور نماز نہ پڑھنے پر، دوسری اُس سے بڑھ کر جھٹلانے اور منہ موڑنے پر، تیسری اور چوتھی ان دونوں اُمور میں سے ہر ایک کو قابل فخر سمجھنے پر ہو جس کی طرف۔ ثم ذھب الی اھلہ یتمطی میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۹ یعنی کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اُس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ اور امر و نہی کی کوئی قید اُس پر نہ ہوگی؟ یا مرے پیچھے اُٹھایا نہ جائیگا؟ اور سب نیک و بد کا حساب نہ لینگے؟ ف۱۰ یعنی عورت کے رحم میں۔ ف۱۱ یعنی نطفہ سے جمے ہوئے خون کی شکل میں آیا۔ پھر اللہ نے اُس کی پیدائش کے سب مراتب پورے کر کے انسان بنا دیا اور تمام ظاہری اعضاء اور باطنی قوتیں ٹھیک کر دیں۔ ایک نطفہ بیجان سے انسان عاقل بن گیا۔ پھر اُسی نطفہ سے عورت اور مرد دو قسم کے آدمی پیدا کیے۔ جن میں سے ہر ایک قسم کی ظاہری و باطنی خصوصیات جُداگانہ ہیں۔ کیا وہ قادرِ مطلق جس نے اوّلاً سب کو ایسی حکمت و قدرت سے بنایا، اس پر قادر نہیں کہ دوبارہ زندہ کر دے؟ سبحانک اللّٰھم فبلیٰ۔ پاک ہے تیری ذات اے خدا! کیوں نہیں، تو بیشک قادر ہے۔ (تم سورۃ القیمۃ وللہ الحمد والمنۃ) ف۱۲ بیشک انسان پر ایک وقت گزر چکا ہے جب اس کا کچھ نام و نشان نہ تھا۔ پھر کتنے ہی دورے کر کے نطفہ کی شکل میں آیا۔ وہ حالت بھی اس کی موجودہ شرافت و کرامت کو دیکھتے ہوئے اس قابل نہیں کہ زبان پر لائی جائے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ
ہم نے بنایا آدمی کو ایک دو رنگی بوند سے ف۱ ہم پلٹتے رہے اُس کو پھر کر دیا اُسکو سُننے
سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۲﴾ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا
سُننے والا دیکھنے والا ف۲ ہم نے اُس کو سُجھائی راہ یا حق ماننا ہے اور یا
كَفُوْرًا ﴿۳﴾ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴿۴﴾
ناشکری کرتا ہے ف۳ ہم نے تیار کر رکھی ہیں منکروں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور آگ دہکتی ف۴
اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿۵﴾
البتہ نیک لوگ پیتے ہیں پیالہ جس کی مِلَونی ہے کافور ☆
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۶﴾ يُوْفُوْنَ
ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں بندے اللہ کے ف۵ چلاتے ہیں وہ اُسکی نالیاں ف۶ پورا کرتے ہیں
بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿۷﴾ وَيُطْعِمُوْنَ
منت کو ف۷ اور ڈرتے ہیں اُس دن سے کہ اُس کی بُرائی پھیل پڑیگی ف۸ اور کھلاتے ہیں
الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ
کھانا اُسکی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو ف۹ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں
لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا
سو خالص اللہ کی خوشی چاہنے کو نہ تم سے ہم چاہیں بدلا اور نہ چاہیں شکرگذاری ف۱۰ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے
يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ
ایک دن اُداسی والے کی سختی سے ف۱۱ پھر بچا لیا اُنکو اللہ نے بُرائی سے اُس دن کی اور ملا دی اُن کو
نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ
تازگی اور خوش وقتی ف۱۲ اور بدلا دیا اُنکو اُنکے صبر پر باغ اور پوشاک ریشمی ف۱۳ تکیہ لگائے بیٹھیں
فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً
اُس میں تختوں کے اوپر ف۱۴ نہیں دیکھتے وہاں دھوپ اور نہ ٹھر ف۱۵ اور جُھک رہی

ف۱ یعنی مرد اور عورت کے دو رنگے پانی سے پیدا کیا (تنبیہ) "امشاج" کے معنی مخلوط کے ہیں۔ نطفہ جن غذاؤں کا خلاصہ ہے وہ مختلف چیزوں سے مرکب ہوتی ہیں۔ اس لیے عورت کے پانی سے قطع نظر کر کے بھی اُس کو "امشاج" کہہ سکتے ہیں۔ ف۲ یعنی نطفہ سے جما ہوا خون، پھر اُس سے گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ اسی طرح کئی طرح کے اُلٹ پھیر کرنے کے بعد اس درجہ میں پہنچا دیا کہ اب وہ کانوں سے سُنتا اور آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ان قوتوں سے وہ کام لیتا ہے جو کوئی دوسرا حیوان نہیں لے سکتا۔ گویا اور سب اس کے سامنے بہرے اور اندھے ہیں (تنبیہ) "نبتلیہ" کے معنی اکثر مفسرین نے امتحان و آزمائش کے لیے ہیں یعنی آدمی کا بنانا اس غرض سے تھا کہ اُس کو احکام کا مکلف اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے اور دیکھا جائے کہ کہاں تک مالک کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے۔ اسی لیے اُس کو سُننے، دیکھنے، اور سمجھنے کی وہ قوتیں دی گئیں جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے۔ ف۳ یعنی اولاً اصل فطرت اور پیدائشی عقل و فہم سے پھر دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نیکی کی راہ سجھائی جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ سب انسان ایک راہ پر چلتے۔ لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی عوارض سے متأثر ہو کر سب ایک راہ پر نہ رہے۔ بعض نے اللہ کو مانا اور اُس کا حق پہچانا، اور بعض نے ناشکری اور ناحق کوشی پر کمر باندھ لی۔ آگے دونوں کا انجام مذکور ہے۔ ف۴ یعنی جو لوگ رسم و رواج اور اوہام و ظنون کی زنجیروں میں جکڑے رہے۔ اور غیر اللہ کی حکومت و اقتدار کے طوق اپنے گلوں سے نہ نکال سکے۔ بلکہ حق و حاملین حق کے خلاف دشمنی اور لڑائی کی آگ بھڑکانے میں عمریں گزار دیں کبھی بھول کر اللہ کی نعمتوں کو یاد نہ کیا نہ اُس کی سچی فرمانبرداری کا خیال دل میں لائے۔ اُنکے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دوزخ کے طوق و سلاسل اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ ف۵ یعنی جام شراب پیئنگے جس میں تھوڑا سا کافور ملایا جائیگا۔ یہ کافور دنیا کا نہیں بلکہ جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جو خاص طور پر اللہ کے مقرب و مخصوص بندوں کو ملیگا۔ شاید اُس کو ٹھنڈا، خوشبودار، مفرح اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے کافور کہتے ہونگے۔

ف۶ یعنی وہ چشمہ اُن بندوں کے اختیار میں ہوگا جدھر اشارہ کرینگے اُسی طرف کو اس کی نالی بہنے لگے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس کا اصل منبع حضور پُرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر میں ہوگا۔ وہاں سے سب انبیاء و مؤمنین کے مکانوں تک اُس کی نالیاں پہنچائی جائینگی۔ واللہ اعلم۔ آگے ابرار کی خصلتیں بیان فرمائی ہیں۔ ف۷ یعنی جو منت مانی ہوئی ہے پورا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب خود اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کریں گے تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ ف۸ یعنی اُس دن کی سختی اور بُرائی درجہ بدرجہ سب کو عام ہوگی کوئی شخص بالکلیہ محفوظ نہ رہیگا۔ اِلّا من شاء اللہ

ف۹ یعنی اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا باوجود خواہش اور احتیاج کے نہایت شوق اور خلوص سے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں (تنبیہ) قیدی عام ہے مسلم ہو یا کافر۔ حدیث میں ہے کہ "بدر" کے قیدیوں کے متعلق حضورؐ نے حکم دیا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی رہے اُس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ چنانچہ صحابہ اس حکم کی تعمیل میں قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے تھے حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے۔ مسلمان بھائی کا حق تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور اگر لفظ "اسیر" میں ذرا توسّع کر لیا جائے تب تو یہ آیت غلام اور مدیون کو بھی شامل ہو سکتی ہے کہ وہ بھی ایک طرح سے قید میں ہیں۔ ف۱۰ یہ کھلانے والے زبانِ حال سے کہتے ہیں اور کہیں مصلحت ہو تو زبانِ قال سے بھی کہہ سکتے ہیں ف۱۱ یعنی کیوں نہ کھلائیں اور کھلانے کے بعد کیونکر بدلہ یا شکریہ کے اُمیدوار رہیں جبکہ ہم کو اپنے پروردگار کا اُس دن کا خوف لگا ہوا ہے جو بہت سخت اُداس اور غصہ سے چیں بہ جبیں ہوگا۔ ہم تو اخلاص کے ساتھ کھلانے پلانے کے بعد بھی ڈرتے ہیں کہ دیکھیے ہمارا عمل مقبول ہوا یا نہیں۔ مبادا اخلاص وغیرہ میں کمی رہ گئی ہو اور اُلٹا مُنہ پر مارا جائے۔ ف۱۲ یعنی جس چیز سے وہ ڈرتے تھے۔ اللہ نے اُس سے محفوظ و مامون رکھا اور اُن کے چہروں کو تازگی اور دلوں کو سرور عطا کیا۔ ف۱۳ یعنی ازبسکہ یہ لوگ دنیا کی تنگیوں اور سختیوں پر صبر کر کے معاصی سے رُکے اور طاعت پر جمے رہے تھے۔ اس لیے اللہ نے اُن کو عیش کرنے کے لیے جنت کے باغ اور لباس ہائے فاخرہ مرحمت فرمائے ف۱۴ بادشاہوں کی طرح ف۱۵ یعنی جنت کا موسم نہایت معتدل ہوگا نہ گرمی کی تکلیف نہ سردی کی۔

عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ

اُن پر اُسکی چھائیں اور پست کر رکھے ہیں اُسکے گچھے لٹکا کر ف۱ اور لوگ لیے پھرتے ہیں اُنکے

بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ

پاس برتن چاندی کے اور آبخورے جو ہو رہے ہیں شیشے کے شیشے ہیں

فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا

چاندی کے ف۲ ماپ رکھا ہے اُن کا ماپ ف۳ اور اُن کو وہاں پلاتے ہیں پیالے جس کی ملونی ہے

زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ

سونٹھ ف۴ ایک چشمہ ہے اس میں اس کا نام کہتے ہیں سلسبیل ف۵ اور پھرتے ہیں اُن کے پاس

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾

لڑکے سدا رہنے والے ف۶ جب تو اُنکو دیکھے خیال کرے کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے ف۷

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ

اور جب تو دیکھے وہاں تو دیکھے نعمت اور سلطنت بڑی ف۸ اوپر کی پوشاک اُنکی کپڑے ہیں

سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ

باریک ریشم کے سبز اور گاڑھے ف۹ اور اُنکو پہنائے جائینگے کنگن چاندی کے ف۱۰ اور

سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ

پلائے اُن کو اُنکا رب شراب جو پاک کر دے دل کو ف۱۱ یہ ہے تمہارا بدلا اور

كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

کمائی تمہاری ٹھکانے لگی ف۱۲ ہم نے اُتارا تجھ پر قرآن

تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ ۚ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ ۚ

سہج سہج اُتارنا سو تو انتظار کر اپنے رب کے حکم کا ف۱۳ اور کہنا مت مان اُن میں سے کسی گنہگار یا ناشکر کا ف۱۴

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ ۚ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ

اور لیتا رہ نام اپنے رب کا صبح اور شام ف۱۵ اور کسی وقت رات کو سجدہ کر اُس کو ف۱۶

ع ۲۲ / ۱۹

ف۱ یعنی درختوں کی شاخیں مع اپنے پھول پھل وغیرہ کے اُن پر جھکی پڑتی ہونگی اور پھلوں کے خوشے ایسی طرح لٹکے ہونگے اور اُن کے قبضہ میں کر دیئے جائینگے کہ جنتی جس حالت میں چاہے کھڑے، بیٹھے، لیٹے بے تکلف چُن سکے (تنبیہ) شاید درختوں کی شاخوں کو یہاں ظلال سے تعبیر فرمایا ہے یا واقعی سایہ ہو۔ کیونکہ آفتاب کی دھوپ نہ سہی، کوئی دوسری قسم کا نور تو وہاں ضرور ہوگا۔ اُس کے سایہ میں بہشتی تفنن وتفریح کی غرض سے کبھی بیٹھنا چاہینگے۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی آبخورے اصل میں چاندی کے بنے ہونگے نہایت سفید، بے داغ اور فرحت بخش، لیکن صاف وشفاف اور چمکدار ہونے میں شیشے کی طرح معلوم ہونگے اُنکے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئیگی ف۳ یعنی جنتی کو جس قدر پینے کی خواہش ہوگی ٹھیک اُس کے اندازے کے موافق بھرے ہونگے کہ نہ کمی رہے نہ بچے۔ یا بہشتیوں نے اپنے دل کو جیسا اندازہ کر لیا ہوگا بلاکم وکاست اُسی کے موافق آئینگے۔ ف۴ یعنی ایک جام شراب وہ تھا جس کی ملونی کافور ہے۔ دوسرا وہ ہوگا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ مگر یہ دنیا کی سونٹھ نہ سمجھیو۔ وہ ایک چشمہ ہے جنت میں جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ سونٹھ کی تاثیر گرم ہے اور وہ حرارت غریزیہ میں انتعاش پیدا کرتی ہے عرب کے لوگ اس کو بہت پسند کرتے تھے۔ بہرحال کسی خاص مناسبت سے اُس چشمہ کو زنجبیل کا چشمہ کہتے ہیں۔ ابرار کے پیالہ میں اُس کی تھوڑی سی آمیزش کی جائیگی۔ اصل میں وہ چشمہ بڑے عالی مقام مقربین کے لیئے ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۵ اس نام کے معنی ہیں پانی صاف بہتا ہوا۔ کذا فی الموضح۔ ف۶ یعنی ہمیشہ لڑکے رہیں گے یا جنتیوں سے کبھی چھینے نہ جائینگے۔ ف۷ یعنی اپنے حسن وجمال صفائی اور آب وتاب میں اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے ایسے خوش منظر معلوم ہونگے گویا بہت سے چمکدار خوبصورت موتی زمین پر بکھیر دیئے گئے۔ ف۸ یعنی جنت کا حال کیا کہا جائے، کوئی دیکھے تو معلوم ہو کیسی عظیم الشان نعمت اور کتنی بھاری بادشاہت ہے جو ادنیٰ ترین جنتی کو نصیب ہوگی۔ رزقنا اللہ منہا بمنہ وفضلہ ف۹ یعنی باریک اور دبیز دونوں قسم کے ریشم کی لباس جنتیوں کو ملینگے۔ ف۱۰ اس سورت میں تین جگہ چاندی کے برتنوں اور زیور وغیرہ کا ذکر آیا ہے دوسری جگہ سونے کے بیان کیئے گئے ہیں۔ ممکن ہے یہ بھی ہوں اور وہ بھی، کسی کو یہ ملیں کسی کو وہ۔ یا کبھی یہ کبھی وہ۔ ف۱۱ یعنی سب نعمتوں کے بعد شراب طہور کا ایک جام محبوب حقیقی کی طرف سے ملیگا جس میں نہ نجاست ہوگی، نہ کدورت، نہ سرگرانی، نہ بدبو، اُس کے پینے سے دل پاک اور پیٹ صاف ہونگے، پینے کے بعد بدن سے پسینہ نکلیگا جس کی خوشبو مشک کی طرح مہکنے والی ہوگی۔ ف۱۲ یعنی مزید اعزاز واکرام اور تطییب قلوب کے لیئے کہا جائیگا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔ اور محنت ٹھکانے لگی۔ اس کو سُن کر جنتی اور زیادہ خوش ہونگے۔ ف۱۳ تاکہ آپ کا دل مضبوط رہے اور لوگ بھی آہستہ آہستہ اپنے نیک وبد کو سمجھ لیں اور معلوم کرلیں کہ جنت کن اعمال کی بدولت ملتی ہے۔ اگر اس طرح سمجھانے پر بھی نہ مانیں اور اپنی ضد وعناد ہی پر قائم رہیں تو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر برابر جمے رہیئے۔ اور آخری فیصلہ کا انتظار کیجیئے۔ ف۱۴ عتبہ اور ولید وغیرہ کفار قریش آپ کو دنیوی لالچ دے کر اور چکنی چپڑی باتیں بنا کر چاہتے تھے کہ فرض تبلیغ ودعوت سے باز رکھیں۔ اللہ نے متنبہ فرما دیا۔ کہ آپ ان میں سے کسی کی بات نہ مانیں۔ کیونکہ کسی گنہگار فاسق یا ناشکر کافر کا کہا ماننے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ ایسے شریروں اور بدبختوں کی بات پر کان دھرنا نہیں چاہیئے۔ ف۱۵ یعنی ہمہ وقت اُس کو یاد رکھو خصوصًا ان دو وقتوں میں۔ سب خرخشوں کا علاج یہی ذکر خدا ہے۔ ف۱۶ یعنی نماز پڑھ۔ شاید مغرب وعشاء مراد ہو یا تہجد۔

ف۱ اگر "من اللیل فاسجد لہ" سے تہجد مراد لیا جائے تو یہاں تسبیح سے اس کے معنی متبادر مراد لینگے یعنی شب کو تہجد کے علاوہ بہت زیادہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہئے اور اگر پہلے مغرب و عشاء مراد تھی تو یہاں تسبیح سے تہجد مراد لے سکتے ہیں۔ ف۲ یعنی یہ لوگ جو آپ کی نصیحت و ہدایت قبول نہیں کرتے اُس کا سبب حُبّ دنیا ہے۔ دنیا چونکہ جلد ہاتھ آنے والی چیز ہے اُسی کو یہ چاہتے ہیں اور قیامت کے بھاری دن کی غفلت میں ہیں۔ اُس کی کچھ فکر نہیں۔ بلکہ اُس کے آنے کا یقین بھی نہیں۔ سمجھتے ہیں کہ مر کر جب گل سڑ گئے پھر کون دوبارہ ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کر دیگا؟ آگے اس کا جواب دیا ہے۔ ف۳ یعنی اوّل پیدا ہم نے کیا اور سب جوڑ بند درست کیئے، آج ہماری وہ قدرت سلب نہیں ہوگئی۔ ہم جب چاہیں اُن کی موجودہ ہستی کو ختم کر کے دوبارہ ایسی ہی ہستی بنا کر کھڑی کر دیں۔ یا یہ مطلب ہو کہ یہ لوگ نہ مانیں گے تو ہم قادر ہیں کہ جب چاہیں ان کی جگہ دوسرے ایسے ہی آدمی لے آئیں جو ان کی طرح سرکش نہ ہونگے۔ ف۴ یعنی جبر و زور سے منوا دینا آپ کا کام نہیں، قرآن کے ذریعہ نصیحت کر دیجئے۔ آگے ہر ایک کو اختیار ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی خوشنودی تک پہنچنے کا راستہ بنا رکھے۔ ف۵ یعنی تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہے بدون نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے وہ جانتا ہے کہ کس کی استعداد و قابلیت کس قسم کی ہے اُسی کے موافق اُس کی مشیت کام کرتی ہے۔ پھر وہ جس کو اپنی مشیت سے راہِ راست پر لائے، اور جس کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دے، عین صواب و حکمت ہے۔ ف۶ یعنی جن کی استعداد اچھی ہوگی اُن کو نیکی پر چلنے کی توفیق دیگا اور اپنی رحمت و فضل کا مستوجب بنائیگا۔ تم سورۃ الدہر وللہ الحمد والمنہ۔ ف۷ یعنی اوّل ہوا نرم اور خوشگوار چلتی ہے، جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات اور منافع وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہی ہوا ایک تند آندھی اور طوفانی جھکڑ کی شکل اختیار کر کے وہ خرابی اور غضب ڈھاتی ہے کہ لوگ بلبلا اُٹھتے ہیں۔ یہی مثال دنیا و آخرت کی سمجھو۔ کتنے ہی کام ہیں جن کو لوگ فی الحال مفید اور نافع تصور کرتے ہیں اور اُن پر بڑی بڑی اُمیدیں باندھتے ہیں لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور سخت ترین خوفناک صورت میں ظاہر ہونگے تو لوگ پناہ مانگنے لگینگے ف۸ یعنی اُن ہواؤں کی قسم جو بخارات وغیرہ کو اُٹھا کر اوپر لے جاتی ہیں اور ابر کو اُبھار کر جَوّ میں پھیلا دیتی ہیں پھر جہاں جہاں پہنچانا ہے اللہ کے حکم سے اُس کے حصّے کر کے بانٹتی ہیں اور بارش کے بعد بادلوں کو پھاڑ کر ادھر اُدھر متفرق کرتی ہیں اور کچھ ابر کے ساتھ مخصوص نہیں، ہوا کی عام خاصیت یہ ہے کہ اشیاء کی کیفیات مثلاً خوشبو، بدبو وغیرہ کو پھیلائے اُنکے لطیف اجزاء کو جُدا کر کے لے اُڑے اور ایک چیز کو اُٹھا کر دوسری چیز سے جا ملائے۔ غرض یہ جمع و تفریق جو ہوا کا خاصہ ہے ایک نمونہ ہے آخرت کا، جہاں حشر و نشر کے بعد لوگ جُدا کیے جائینگے اور ایک جگہ جمع ہونے کے بعد الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچا دیے جائینگے۔ "ھٰذا یوم الفصل جمعنٰکم والاوّلین"۔ ف۹ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے "الملقیات ذکرا" سے بھی ہوائیں مُراد لی ہیں کیونکہ وحی کی آواز کا لوگوں کے کانوں تک پہنچانا بھی ہوا کے ذریعہ سے ہے۔ (تنبیہ) "المرسلات" "العاصفات" "الناشرات" "الفارقات" "الملقیات" پانچوں کا مصداق کسی نے ہواؤں کو ٹھہرایا ہے، کسی نے فرشتوں کو، کسی نے پیغمبروں کو، اور بعض مفسرین نے پہلی چار سے ہوائیں مراد لی ہیں اور پانچویں سے فرشتے، جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور بھی اقوال ہیں جن سب کی تفصیل روح المعانی میں ملیگی۔

وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ

اور پاکی بول اُسکی بڑی رات تک ف۱ یہ لوگ چاہتے ہیں جلدی ملنے والے کو اور چھوڑ رکھا ہے

وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا

اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو ف۲ ہم نے اُن کو بنایا اور مضبوط کیا اُنکی جوڑ بندی کو اور جب

شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ

ہم چاہیں بدل لائیں اُن جیسے لوگ بدل کر ف۳ یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے

اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ

کر رکھے اپنے رب تک راہ ف۴ اور تم نہیں چاہوگے مگر جو چاہے اللہ بیشک

اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَ

اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا ف۵ داخل کرے جس کو چاہے اپنی رحمت میں ف۶ اور

الظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

جو گنہگار ہیں تیار رکھا ہے اُنکے واسطے عذاب دردناک

سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچاس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ﴿١﴾ فَالْعَاصِفَاتِ عَصْفًا ﴿٢﴾ وَالنَّاشِرَاتِ نَشْرًا ﴿٣﴾

قسم ہے چلتی ہواؤں کی دلکو خوش آتی پھر جھونکا دینے والیوں کی زور سے ف۷ پھر ابھارنے والیوں کی اُٹھا کر

فَالْفَارِقَاتِ فَرْقًا ﴿٤﴾ فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا ﴿٥﴾ عُذْرًا أَوْ نُذْرًا ﴿٦﴾ إِنَّمَا تُوعَدُونَ

پھر پھاڑنے والیوں کی بانٹ کر ف۸ پھر فرشتوں کی جو اُتار کر لائیں وحی ف۹ الزام اُتارنے کو یا ڈرسنانے کو ف۱۰ مقرر جو تم سے وعدہ

لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ وَإِذَا الْجِبَالُ

ہوا وہ ضرور ہونا ہے ف۱۱ پھر جب تارے مٹائے جائیں اور جب آسمان میں جھروکے پڑ جائیں ف۱۲ اور جب پہاڑ

ف۱۰ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "کہ (وحی سے) کافروں کا الزام اُتارنا منظور ہے کہ (سزا کے وقت) نہ کہیں ہم کو خبر نہ تھی اور جنکی قسمت میں ایمان ہے ان کو ڈر سُنانا تا ایمان لائیں"۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جو کلام الٰہی امر و نہی اور عقائد و احکام پر مشتمل ہے۔ وہ عذر کرنے کے واسطے ہے تا اعمال کی باز پُرس کے وقت اس شخص کے لیئے عذر اور دستاویز ہو کہ میں نے فلاں کام حق تعالٰے کے حکم کے بموجب کیا اور فلاں کام اُس کے حکم سے ترک کیا۔ اور جو کلام الٰہی قصص و اخبار وغیرہ پر مشتمل ہو وہ عموماً منکرین کو ڈرانے اور خوف دلانے کے لیئے ہے۔ اور اس سورت میں روئے سخن بیشتر مکذبین و منکرین کی طرف تھا۔ اس لیئے بشارت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ بہرحال وحی لانے والے فرشتے اور وحی پہنچانے والی ہوائیں شاہد ہیں کہ ایک وقت ضرور آنا چاہیے جب مجرموں کو اُن کی حرکات پر ملزم کیا جائے اور خدا سے ڈرنے والوں کو بالکلیہ مامون و بےفکر کر دیا جائے۔ ف۱۱ یعنی قیامت کا اور آخرت کے حساب و کتاب اور جزاء و سزا کا وعدہ۔ ف۱۲ یعنی تارے بے نور ہو جائیں، آسمان پھٹ پڑیں اور پھٹنے کی وجہ سے ان میں دریچیاں اور جھروکے سے نظر آنے لگیں۔

نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾

اڑا دیے جائیں ف۱ اور جب رسولوں کا وقت مقرر ہو جائے ف۲ کس دن کے واسطے ان چیزوں میں دیر کی اُس فیصلے کے دن کے واسطے

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ

اور تو نے کیا بوجھا کیا ہے فیصلے کا دن خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۴ کیا ہم

نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ

نے نہیں مار کھپایا پہلوں کو پھر اُنکے پیچھے بھیجتے ہیں پچھلوں کو ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ

گنہگاروں کے ساتھ ف۵ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۶ کیا ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک

مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾

بے قدر پانی سے پھر رکھا اُس کو ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں ف۷ ایک وعدہ مقرر تک ف۸

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ

پھر ہم اُس کو پورا کر سکے سو ہم کیا خوب سکت والے ہیں ف۹ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۰ کیا ہم

نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا

نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی زندوں کو اور مُردوں کو ف۱۱ اور رکھے ہم نے

فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَیْلٌ

زمین میں بوجھ کے لیے پہاڑ اونچے اور پلایا ہم نے تم کو پانی میٹھا پیاس بجھانے والا ف۱۲ خرابی ہے

یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ

اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۳ چل کر دیکھو جس چیز کو تم

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِیْلٍ

جھٹلاتے تھے ف۱۴ چلو ایک چھاؤں میں جس کی تین پھانکیں ہیں ف۱۵ نہ گھری چھاؤں

وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾

اور نہ کچھ کام آئے تپش میں ف۱۶ وہ آگ پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل ف۱۷

ف۱ یعنی روئی کی طرح ہوا میں اُڑتے پھریں۔ ف۲ تا آگے پیچھے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی اُمتوں کے ساتھ رب العزت کی سب سے بڑی پیشی میں حاضر ہوں۔ ف۳ یعنی جانتے ہو؟ ان امور کو کس دن کے لیے اُٹھا رکھا ہے؟ اس دن کے لیے جس میں ہر بات کا بالکل آخری اور دو ٹوک فیصلہ ہوگا۔ بیشک اللہ چاہتا تو ابھی ہاتھوں ہاتھ ہر چیز کا فیصلہ کر دیتا لیکن اُس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ ایسا کیا جائے۔ ف۴ یعنی کچھ مت پوچھو، فیصلہ کا دن کیا چیز ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ جھٹلانے والوں کو اُس روز سخت تباہی اور مصیبت کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ جس چیز کی اُنہیں اُمید نہ تھی جب وہ یکایک اپنی ہولناک صورت میں آن پہنچے گی تو ہوش پراں ہو جائینگے اور حیرت و ندامت کے حواس باختہ ہونگے۔ ف۵ منکرین قیامت سمجھتے تھے کہ اتنی بڑی دنیا کہاں ختم ہوتی ہے؟ بھلا کون باور کریگا کہ سب آدمی یک وقت مر جائینگے اور نسل انسانی بالکل نابود ہو جائیگی؟ یہ دوزخ اور عذاب کے ڈراوے سب فرضی اور بناوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اُس کا جواب دیا کہ پہلے کتنے آدمی مر چکے اور کتنی قومیں اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ پھر اُنکے پیچھے بھی موت و ہلاکت کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ جب ہماری قدیم عادت مجرموں کی نسبت معلوم ہو چکی تو سمجھ لو کہ دور حاضر کے کفار کو بھی ہم اُن ہی اگلوں کے پیچھے چلتا کر دینگے۔ جو ہستی الگ الگ زمانوں میں بڑے بڑے مضبوط آدمیوں کو مار سکتی اور طاقتور مجرموں کو پکڑ کر ہلاک کر سکتی ہے، وہ اس پر کیوں قادر نہ ہوگی کہ سب مخلوق کو ایک دم میں فنا کر دے۔ اور تمام مجرموں کو یک وقت عذاب کا مزہ چکھائے ف۶ یعنی جو قیامت کی آمد کو اس لیے جھٹلاتے تھے کہ سب انسان ایک دم کیسے فنا کر دیے جائینگے اور کس طرح سب مجرموں کو یک وقت گرفتار کر کے سزا دینگے۔ ف۷ یعنی ایک ٹھہراؤ کی جگہ میں محفوظ رکھا۔ مُراد اس سے رحم مادر ہے جسے ہمارے محاورات میں بچہ دان کہتے ہیں۔ ف۸ اکثر وہاں ٹھہرنے کی مدت نو مہینے ہوتی ہے۔ ف۹ یعنی اُس پانی کی بوند کو بتدریج پورا کر کے انسان عاقل بنا دیا۔ اس پر ہماری قدرت اور سکت کو سمجھ لو۔ تو اسی انسان کو مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ نہیں کر سکتے۔ (تنبیہ) بعض نے "قدرنا" کے معنی اندازہ کرنے کے لیے ہیں یعنی "اندازہ کیا ہم نے" اور ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں کہ اتنی مدت میں کوئی ضروری چیز رہ نہیں جاتی اور کوئی زائد و بیکار چیز پیدا نہیں ہوتی۔ ف۱۰ جو یوں کہا کرتے تھے کہ مٹی میں مل کر جب ہماری ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو جائینگی، پھر کس طرح زندہ کر دیے جائینگے؟ اُس وقت اپنے ان لچر پوچ شبہات پر شرمائینگے۔ اور ندامت سے ہاتھ کاٹیں گے۔ ف۱۱ یعنی زندہ مخلوق اسی زمین پر بسر کرتی ہے اور مردے بھی اسی مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔ انسان کو زندگی بھی اسی خاک سے ملی اور موت کے بعد بھی یہی اُس کا ٹھکانا ہوا۔ تو دوبارہ اسی خاک سے اُس کو اُٹھا دینا کیوں مشکل ہوگا۔ ف۱۲ یعنی اسی زمین میں پہاڑ جیسی وزنی اور سخت چیز پیدا کر دی جو اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کھاتے اور اسی زمین میں پانی کے چشمے جاری کر دیے جو نرم و سیّال ہونے کی وجہ سے برابر بہتے رہتے ہیں، اور بڑی سہولت سے پینے والے کو سیراب کرتے ہیں۔ پس جو خدا اس حقیر زمین میں اپنی قدرت کے متضاد نمونے دکھلاتا ہے اور موت و حیات اور سختی و نرمی کے مناظر پیش کرتا ہے۔ کیا وہ میدانِ حشر میں سختی و نرمی اور نجات و ہلاکت کے مختلف مناظر نہیں دکھلا سکتا۔ نیز جس کے قبضہ میں پیدا کرنا، ہلاک کرنا، اور حیات و بقاء کے سامان فراہم کرنا یہ سب کام ہوئے اس کی قدرت و نعمت کو جھٹلانا کیونکر جائز ہوگا۔ ف۱۳ جو سمجھتے تھے کہ ایک جگہ اور ایک وقت میں تمام اوّلین و آخرین کی اثابت و تعذیب کے اس قدر مختلف اور متضاد کام کیونکر سر انجام پائینگے۔ ف۱۴ یعنی قیامت کے دن یوں کہا جائیگا۔ ف۱۵ قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ کافروں کے سایہ کے لیے ایک دھواں دوزخ سے اُٹھیگا جو پھٹ کر کئی ٹکڑے ہو جائیگا کہتے ہیں کہ اُن میں سے ہر شخص کو تین طرف سے گھیر لیگا۔ ایک ٹکڑا سر کے اوپر سائبان کی طرح ٹھہریگا۔ دوسرا ٹکڑا داہنے اور تیسرا بائیں ہو جائے گا۔ حساب سے فارغ ہونے تک وہ لوگ اسی سایہ کے نیچے رہینگے۔ اور ایماندار نیک کردار عرش اعظم کے سایہ میں آرام سے کھڑے ہونگے ف۱۶ یعنی محض برائے نام سایہ ہوگا، گہری چھاؤں نہیں ہوگی جس سے آفتاب کی گرمی یا آگ کی تپش سے نجات ملے یا اندر کی گرمی اور پیاس میں کمی ہو۔ ف۱۷ یعنی اونچی ہوتی ہیں، چنگاریاں بڑے اونچے محل کی برابر۔ یا اُس کے انگارے کلانی میں محل کی برابر ہونگے۔

كَأَنَّهُۥ جِمَٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾
گویا وہ اونٹ ہیں زرد ف۱ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۲

هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾
یہ وہ دن ہے کہ نہ بولینگے ف۳ اور نہ اُن کو حکم ہو کہ توبہ کریں ف۴

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٧﴾ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۖ جَمَعْنَٰكُمْ
خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۵ یہ ہے دن فیصلے کا جمع کیا ہم نے تم کو

وَالْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ فَإِن كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ
اور اگلوں کو ف۶ پھر اگر کچھ داؤ ہے تمہارا تو چلالو مجھ پر ف۷ خرابی ہے

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾ ع إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَٰلٍ وَعُيُونٍ ﴿٤١﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی ف۸ البتہ جو ڈرنے والے ہیں وہ سایوں میں ہیں ف۹ اور نہروں میں

وَفَوَٰكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٤٢﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَا
اور میوے جس قسم کے وہ چاہیں کھاؤ اور پیو مزے سے بدلا اُن کاموں

كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾
کا جو تم نے کیے تھے ف۱۰ ہم یونہی دیتے ہیں بدلا نیکی والوں کو

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا
خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۱ کھالو اور برت لو تھوڑے دنوں

إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا
بیشک تم گنہگار ہو ف۱۲ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۳ اور جب

قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾
کہیے اُن کو کہ جھک جاؤ نہیں جھکتے ف۱۴ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ف۱۵

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُۥ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾ ع
اب کس بات پر اُس کے بعد یقین لائیں گے ف۱۶

ف۱ یعنی اگر قصر کے ساتھ تشبیہ بلندی میں تھی تو اونٹ کے ساتھ کلانی میں ہوگی۔ اور اگر وہ تشبیہ کلانی میں ہو تو "کانہ جمالۃ صفر" کا مطلب یہ ہوگا کہ ابتداءً چنگاریاں محل کے برابر ہونگی، پھر ٹوٹ کر اور چھوٹی ہو کر اونٹ کے برابر ہو جائینگی۔ یا اونٹ کے ساتھ رنگت میں تشبیہ ہو، لیکن اس صورت میں "جمالۃ صفر" کا ترجمہ جنہوں نے "کالے اونٹوں" سے کیا ہے وہ زیادہ چسپاں ہوگا۔ کیونکہ روایات سے جہنم کی آگ کا سیاہ و تاریک ہونا ثابت ہو چکا ہے اور عرب کالے اونٹ کو صفر اس لیے کہتے ہیں کہ عموماً وہ زردی مائل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۲ جو سمجھتے تھے کہ قیامت آنے والی نہیں، اور اگر آئی تو ہم وہاں بھی آرام سے رہینگے۔ ف۳ یعنی محشر کے بعض مواطن میں بالکل بول نہ سکیں گے اور جن مواطن میں بولینگے وہ نافع نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے بولنا نہ بولنا برابر ہوا۔ ف۴ کیونکہ معذرت اور توبہ کے قبول ہونے کا وقت گزر گیا۔ ف۵ یعنی جنہوں نے دنیا کی عدالتوں پر قیاس کر کے سمجھ رکھا ہوگا کہ اگر ایسا موقع پیش آگیا وہاں بھی زبان چلا کر اور کچھ عذر معذرت کر کے چھوٹ جائینگے۔ ف۶ تا سب کو اکٹھا کر کے پھر الگ الگ کر دیں اور آخری فیصلہ سنائیں۔ ف۷ لو! سب کو ہم نے یہاں جمع کر دیا آپس میں مل کر اور مشورے کر کے جو داؤ تدبیر ہماری گرفت سے نکلنے کی کر سکتے ہو کر دیکھو! دنیا میں حق کو دبانے کی بہت تدبیریں کی تھیں۔ آج اُن میں سے کوئی یاد کرو۔ ف۸ جو دوسروں پر بھروسہ کیے ہوئے تھے کہ وہ کسی نہ کسی طرح ہم کو چھڑا لینگے۔ اور بعض گستاخ تو دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس ۱۹ سن کر یہاں تک کہہ گذرتے تھے کہ اُن میں سے سترہ کو میں اکیلا کافی ہوں ف۹ یعنی اول عرش کے پھر جنت کے سایوں میں ف۱۰ مکذبین کے مقابل متقین کا حال بیان فرما دیا کہ "الاشیاء تعرف باضدادہا" ف۱۱ جو دنیا میں مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد دوسری زندگی ہے تو وہاں بھی ہم تم سے اچھے رہیں گے۔ اب اُن کو عیش میں اور اپنے کو تکلیف میں دیکھ کر اور زیادہ جلینگے اور ذلیل و رسوا ہونگے۔ ف۱۲ یہ خطاب مکذبین کو ہے کہ چند روز اور مزے اڑا لو۔ آخر یہ کھایا پیا بہت بری طرح نکلیگا۔ کیونکہ تم اللہ کے مجرم ہو جس کی سزا حبس دوام اور عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں۔ گویا "کلوا وتمتعوا" فرمانا ایسا ہوا جیسے ایک مجرم کو جس کے لیے پھانسی کا حکم ہو چکا ہو، پھانسی دینے سے قبل کہہ دیتے ہیں کہ کوئی خواہش ہو تو ظاہر کرو، تا اُس کے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ف۱۳ جو دنیا کے عیش و بہار اور لذتوں پر ریجھ رہے تھے، یہ خبر نہ تھی کہ جس چیز کو پھولوں کا ہار سمجھ کر گلے میں ڈال رہے ہیں وہ کالا ناگ ہے ف۱۴ یعنی نماز میں یا اللہ کے عام احکام کے سامنے۔ ف۱۵ اُس دن پچھتائینگے کہ دنیا میں احکام الٰہی کے سامنے کیوں نہ جھکے۔ وہاں سر جھکاتے تو آج یہاں سربلند ہوتے۔ ف۱۶ یعنی قرآن سے بڑھ کر کامل اور موثر بیان کس کا ہوگا۔ اگر یہ مکذبین اس پر یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائینگے؟ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں جو آسمان سے اترے گی؟

تم سورۃ المرسلات وللہ الحمد والمنۃ وبہ التوفیق والعصمۃ

سُورَةُ النَّبَإِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ

کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں ف۱ پوچھتے ہیں اس بڑی خبر سے جس میں

فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤ اَلَمْ

وہ مختلف ہیں ف۲ ہرگز نہیں اب جان لینگے پھر بھی ہرگز نہیں اب جان لینگے ف۳ کیا ہم

نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ⑥ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ⑦ وَّخَلَقْنٰكُمْ

نے نہیں بنایا زمین کو بچھونا ف۴ اور پہاڑوں کو میخیں ف۵ اور تم کو بنایا ہم نے

اَزْوَاجًا ⑧ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ⑨ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ⑩

جوڑے جوڑے ف۶ اور بنایا نیند کو تمہاری تکان دفع کرنیکو ف۷ اور بنایا رات کو اوڑھنا ف۸

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ⑪ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ⑫

اور بنایا دن کمائی کرنے کو ف۹ اور چنے ہم نے تم سے اوپر سات چنائی مضبوط ف۱۰

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ⑬ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً

اور بنایا ایک چراغ چمکتا ہوا ف۱۱ اور اتارا نچڑنے والی بدلیوں سے پانی کا

ثَجَّاجًا ⑭ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ⑮ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ⑯ اِنَّ

ریلا ف۱۲ تاکہ ہم نکالیں اس سے اناج اور سبزہ اور باغ پتوں میں لپٹے ہوئے ف۱۳ بیشک

يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ⑰ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ

دن فیصلے کا ہے ایک وقت ٹھہرا ہوا ف۱۴ جس دن پھونکی جائے صور پھر تم چلے آؤ

اَفْوَاجًا ⑱ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ⑲ وَّسُيِّرَتِ

جٹ کے جٹ ف۱۵ اور کھولا جائے آسمان تو ہو جائیں اس میں دروازے ف۱۶ اور چلائے جائینگے

ف۱ یعنی لوگ کس بات کا کھوج لگانے اور کس چیز کی تحقیق و تفتیش میں مشغول ہیں. کیا اُن میں ایسی استعداد ہے کہ بہت پوچھ پاچھ کرنے سے وہ چیز اُن کی سمجھ میں آجائیگی؟ ہرگز نہیں یا یہ مطلب ہے کہ کفار جو از راہ انکار و استہزاء آپس میں ایک دوسرے سے نیز پیغمبر اور مؤمنین سے سوال کرتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ قیامت کب آئیگی! اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ ابھی کیوں نہیں آجاتی؟ جانتے ہو یہ کس چیز کی نسبت سوال کر رہے ہیں؟ وہ بہت عظیم الشان چیز ہے جس کا علم ان کو عنقریب ہو جائیگا جب اپنی آنکھ سے اُس کے ہولناک مناظر دیکھیں گے۔ ف۲ یعنی قیامت کی خبر جس میں لوگوں کا اختلاف ہے، کوئی اُس کے آنے پر یقین رکھتا ہے، کوئی منکر ہے کوئی شک میں پڑا ہے کوئی کہتا ہے بدن اُٹھیگا، کوئی کہتا ہے کہ سب عذاب و ثواب روح پر گزریگا بدن سے کچھ تعلق نہیں۔ الیٰ غیر ذٰلک من الاختلافات۔ ف۳ یعنی پیغمبروں نے ابتداء دنیا سے آج تک بہت کچھ سمجھایا، مگر لوگ اپنے اختلافات اور پوچھ پاچھ سے ہرگز ہرگز باز آنیوالے نہیں۔ اب قریب ہے کہ وہ ہولناک منظر ان کے سامنے آجائے اُس وقت جان لینگے کہ قیامت کیا چیز ہے اور اُن کے سوالات و اختلافات کی حیثیت کیا تھی۔ ف۴ جس پر سکون و اطمینان سے آرام کرتے اور کروٹیں بدلتے ہیں۔ ف۵ جیسا کسی چیز میں میخ لگا دینے سے وہ چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ ایسے ہی ابتداء میں زمین جو کانپتی اور لرزتی تھی، اللہ نے پہاڑ پیدا کر کے اُس کے اضطراب اور کپکپی کو دور کیا۔ گویا زمین کو ایک طرح کا سکون پہاڑوں سے حاصل ہوا۔ ف۶ یعنی مرد کے سکون و راحت کے لیے عورت کو اُس کا جوڑا بنایا "وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا" (روم۔ رکوع ۳) یا ازواج سے مُراد طرح طرح کی اشکال و الوان وغیرہ ہوں۔ ف۷ یعنی دن بھر کی دوڑ دھوپ سے تھک کر جب آدمی نیند لیتا ہے تو سب تعب اور تکان دور ہو جاتا ہے گویا نیند تو نام ہی سکون و استراحت کا ہے آگے نیند کی مناسبت سے رات کا ذکر کرتے ہیں۔ ف۸ جیسے آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنے بدن کو چھپا لیتا ہے۔ اسی طرح رات کی تاریکی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے اور جو کام چھپانے کے لائق ہوں عموماً رات کے اندھیرے میں کیے جاتے ہیں اور حسّی طور پر بھی شب کو کپڑا اوڑھنے کی ضرورت دن سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ نسبۃً وہ وقت خنکی اور ٹھنڈک کا ہوتا ہے۔ ف۹ یعنی عموماً کاروبار اور کمائی کے دھندے دن میں کیے جاتے ہیں جن کا مقصد یہی ہے کہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی حوائج کی طرف سے دل کو سکون و اطمینان نصیب ہو۔ آگے رات دن کی مناسبت سے آسمانوں اور سورج کا ذکر فرماتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ زمین کے مقابل آسمان کا بیان ہے۔ ف۱۰ یعنی سات آسمان بہت مضبوط بنائے جن میں آج تک اس قدر مدت گزرنے کے باوجود کوئی رخنہ نہیں پڑا۔ ف۱۱ یعنی آفتاب جس میں روشنی اور گرمی دونوں وصف موجود ہیں۔ ف۱۲ نچڑنے والی بدلیاں یا نچوڑنے والی ہوائیں۔ ف۱۳ یعنی نہایت گنجان اور گھنے باغ، یا یہ مُراد ہو کہ ایک ہی زمین میں مختلف قسم کے درخت اور باغ پیدا کیے (تنبیہ) قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر تبلا دیا کہ جو خدا ایسی قدرت و حکمت والا ہے، کیا اُسے تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا اور حساب و کتاب کے لیے اُٹھانا کچھ مشکل ہوگا! اور کیا اس کی حکمت کے یہ بات منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ کو یونہی خلط ملط بے نتیجہ پڑا چھوڑ دیا جائے۔ یقیناً دنیا کے اس طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہیے اُسی کو ہم "آخرت" کہتے ہیں۔ جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے، ایسے ہی سمجھ لو کہ دنیا کے خاتمہ پر آخرت کا آنا یقینی ہے۔ ف۱۴ فیصلہ کا دن وہ ہوگا جس میں نیک کو بد سے بالکلیہ الگ کر دیا جائے کہ کسی قسم کا اشتراک و اجتماع باقی نہ رہے ہر نیکی اپنے معدن میں اور ہر بدی اپنے مرکز پر جا پہنچے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کامل امتیاز و افتراق اس دنیا میں نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں رہتے ہوئے زمین، آسمان، چاند، سورج، رات دن، سونا جاگنا، بارش بادل، باغ کھیت، اور بیوی بچے تمام نیکوں اور بدوں میں مشترک ہیں ہر کافر اور مسلم ان سامانوں سے یکساں منتفع ہوتا ہے۔ اس لیے ضرور ہے کہ "یوم الفصل" ایک دن موجودہ نظام عالم کے ختم کیے جانے کے بعد ہو۔ اُس کا تعین اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔ ف۱۵ یعنی کثرت سے الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں بن کر جن کی تقسیم اُن کے ممتاز عقائد و اعمال کی بناء پر ہوگی۔ ف۱۶ یعنی آسمان پھٹ کر ایسا ہو جائیگا گویا دروازے ہی دروازے ہیں۔ شاید اُس کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ فرمایا۔ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا (فرقان رکوع ۳)۔

الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ

پہاڑ تو ہو جائینگے چمکتا ریتا ف۱ بیشک دوزخ ہے تاک میں شریروں کا

مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا

ٹھکانا ف۲ رہا کریں اُس میں قرنوں ف۳ نہ چکھیں وہاں کچھ مزا ٹھنڈک کا

وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾

اور نہ پینا ملے کچھ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ ف۴ بدلا ہے پورا

إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾

اُن کو توقع نہ تھی حساب کی اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو مکر کر ف۵

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ

اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے لکھ کر ف۶ اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جائینگے تم پر

إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾

مگر عذاب ف۷ بیشک ڈر والوں کو مراد ملنی ہے باغ ہیں اور انگور

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا

اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی سب ف۸ اور پیالے چھلکتے ہوئے ف۹ نہ سنینگے وہاں

لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ

بک بک اور نہ مکرانا ف۱۰ بدلا ہے تیرے رب کا دیا ہوا حساب سے ف۱۱ جو رب ہے

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ

آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے بڑی رحمت والا ف۱۲ قدرت نہیں کہ کوئی

مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۖ

اُس سے بات کرے ف۱۳ جس دن کھڑی ہو روح اور فرشتے قطار باندھ کر ف۱۴

لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾

کوئی نہیں بولتا مگر جس کو حکم دیا رحمٰن نے اور بولا بات ٹھیک ف۱۵

ف۱ جیسے چمکتی ریت پر دور سے پانی کا گمان ہو جاتا ہے، ایسے ہی ان پر پہاڑوں کا گمان ہوگا حالانکہ واقع میں وہ پہاڑ نہیں رہینگے، محض ریت کے تودے رہ جائینگے۔ ف۲ یعنی دوزخ شریروں کی تاک میں ہے اور اُن ہی کا ٹھکانا ہے۔ ف۳ جن کا کوئی شمار نہیں۔ قرن پہ قرن گزرتے چلے جائینگے اور ان کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا۔ ف۴ یعنی نہ ٹھنڈک کی راحت پائینگے نہ کوئی خوشگوار چیز پینے کو ملیگی۔ ہاں گرم پانی ملیگا جس کی سوزش سے مُنہ جھلس جائینگے اور آنتیں کٹ کر پیٹ سے باہر آپڑینگی اور دوسری چیز پیپ ملیگی جو دوزخیوں کے زخموں سے نکل کر بہے گی۔ اعاذنا اللّٰہ منہا ومن سائر انواع العذاب فی الدنیا والآخرۃ۔ ف۵ یعنی جس چیز کی اُمید اُن کو نہ تھی وہ ہی سامنے آئی۔ اور جس بات کو جھٹلاتے تھے آنکھوں سے دیکھ لی۔ اب دیکھیں کیسے جھٹلاتے اور مکرتے ہیں۔ ف۶ یعنی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے اور اُسی علم محیط کے موافق دفاتر میں باقاعدہ مندرج ہے کوئی نیک و بد عمل اُس کے احاطہ سے باہر نہیں۔ رتی رتی کا بھگتان کیا جائیگا۔ ف۷ یعنی جیسے تم تکذیب و انکار میں برابر بڑھتے چلے گئے اور اگر بے اختیار موت نہ آجاتی تو ہمیشہ بڑھتے ہی چلے جاتے۔ اب بڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو، ہم بھی عذاب بڑھاتے ہی چلے جائینگے جس میں کبھی تخفیف نہ ہوگی۔ ف۸ یعنی نوخاستہ عورتیں جن کی جوانی پورے اُبھار پر ہوگی اور سب ایک ہی سن و سال کی ہونگی۔ ف۹ یعنی شراب طہور کے لبریز جام۔ ف۱۰ یعنی جنت میں بیہودہ بکواس یا جھوٹ فریب کچھ نہ ہوگا۔ نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ جھوٹ بولنے اور مکرنے کی ضرورت پیش آئے۔ ف۱۱ یعنی رتی رتی کا حساب ہو کر بدلہ ملیگا اور بہت کافی بدلہ ملیگا۔ ف۱۲ یہ بدلہ بھی محض بخشش اور رحمت سے ہے ورنہ ظاہر ہے اللہ پر کسی کا قرض یا جبر نہیں۔ آدمی اپنے عمل کی بدولت عذاب سے بچ جائے یہ ہی مشکل ہے۔ رہی جنت، وہ تو خالص اُس کے فضل و رحمت سے ملتی ہے اُس کو ہمارے عمل کا بدلہ قرار دینا یہ دوسری ذرہ نوازی اور عزت افزائی ہے۔ ف۱۳ یعنی باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت و جلال ایسا ہے کہ کوئی اُس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا۔ ف۱۴ روح فرمایا جانداروں کو یا "روح القدس" (جبریل) مُراد ہوں یا بعض مفسرین کے نزدیک وہ روح اعظم مُراد ہے جس سے بیشمار روحوں کا انشعاب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۵ یعنی اُس کے دربار میں جو بولیگا اُس کے حکم سے بولیگا اور بات بھی وہ ہی کہیگا جو ٹھیک اور معقول ہو مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کریگا۔ مستحق سفارش کے وہ ہی ہیں جنہوں نے دنیا میں سب باتوں سے زیادہ سچی اور ٹھیک بات کہی تھی یعنی لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔

ع ۱

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ

وہ دن ہے برحق پھر جو کوئی چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹھکانا ف۱ ہم نے

اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ

خبر سنادی تم کو ایک آفت نزدیک آنیوالی کی جس دن دیکھ لیگا آدمی جو آگے بھیجا اُسکے ہاتھوں نے ف۲

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

اور کہیگا کافر کسی طرح میں مٹی ہوتا ف۳

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نازعات مکہ میں نازل ہوئی اس کی چھیالیس ۴۶ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿۳﴾

قسم ہے گھسیٹ لانیوالوں کی غوطہ لگا کر ف۴ اور بند چھڑا دینے والوں کی کھولکر ف۵ اور پیرنے والوں کی تیزی سے

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾

پھر آگے بڑھنے والوں کی دوڑ کر ف۶ پھر کام بنانے والوں کی حکم سے ف۷ جس دن کانپے کانپنے والی ف۸

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۹﴾

اُسکے پیچھے آئے دوسری ف۹ کتنے دل اُس دن دھڑکتے ہیں اُنکی آنکھیں جھک رہی ہیں ف۱۰

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا

لوگ کہتے ہیں کیا ہم پھر آئیں گے اُلٹے پاؤں کیا جب ہم ہو چکیں

عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا

ہڈیاں کھوکھری بولے تو تو یہ پھر آنا ہے ٹوٹے کا ف۱۱ سو وہ تو

هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰكَ

صرف ایک جھڑکی ہے پھر تبھی وہ آ رہیں میدان میں ف۱۲ کیا پہنچی ہے تجھ کو

ف۱ یعنی وہ دن آنا تو ضروری ہے۔ اب جو کوئی اپنی بہتری چاہے اُس وقت کی تیاری کر رکھے۔ ف۲ یعنی سب اچھے بُرے، اگلے پچھلے اعمال سامنے ہونگے۔ ف۳ یعنی مٹی ہی رہتا، آدمی نہ بنتا، کہ آدمی بن کر ہی اس حساب و کتاب کی مصیبت میں گرفتار ہونا پڑا۔ ف۴ یعنی اُن فرشتوں کی قسم جو کافر کی رگوں میں گھس کر اس کی جان سختی سے گھسیٹ کر نکالیں۔ ف۵ یعنی جو فرشتے مؤمن کے بدن سے جان کی گرہ کھول دیں، پھر وہ اپنی خوشی سے عالم پاک کی طرف دوڑے جیسے کسی کے بند کھول دیئے جائیں تو آزاد ہو کر بھاگتا ہے۔ مگر یاد رہے یہ ذکر روح کا ہے بدن کا نہیں، نیک خوشی سے عالم قدس کی طرف دوڑتا ہے، بد بھاگتا ہے، پھر گھسیٹا جاتا ہے۔ ف۶ یعنی جو فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس سرعت و سہولت سے چلتے ہیں گویا بے روک ٹوک پانی پر تیر رہے ہیں۔ پھر اُن ارواح کے باب میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اُس کے امتثال کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔ ف۷ یعنی اُس کے بعد اُن ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عقاب کا دونوں امور میں سے ہر امر کی تدبیر و انتظام کرتے ہیں یا مطلقاً وہ فرشتے مراد ہوں جو عالم تکوین کی تدبیر و انتظام پر مسلط ہیں۔ والظاہر ہو الاول "النّازعات" "والناشطات" وغیرہ کی تعیین میں بہت اقوال ہیں ہم نے مترجم رحمہ اللہ کے مذاق پر تقریر کر دی۔ ف۸ یعنی زمین میں بھونچال آئے پہلی دفعہ صور پھنکنے سے ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی لگا تار (یکے بعد دیگرے) بھونچال چلے آئیں" اور اکثر مفسرین نے "رادفة" سے صور کا دوسرا نفخہ مراد لیا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۰ یعنی اضطراب اور گھبراہٹ سے دل دھڑکتے ہونگے اور ذلت و ندامت کے مارے آنکھیں جھک رہی ہونگی۔ ف۱۱ یعنی قبر کے گڑھے میں پہنچ کر کیا پھر ہم اُلٹے پاؤں زندگی کی طرف واپس کئے جائینگے۔ ہم تو نہیں سمجھ سکتے کہ کھوکھری ہڈیوں میں دوبارہ جان پڑ جائیگی۔ ایسا ہوا تو یہ صورت ہمارے لئے بڑے ٹوٹے اور خسارہ کی ہوگی۔ کیونکہ ہم نے اُس زندگی کے لئے کوئی سامان نہیں کیا" یہ تمسخر سے کہتے تھے یعنی مسلمان ہماری نسبت ایسا سمجھتے ہیں حالانکہ وہاں مرنے کے بعد سرے سے دوسری زندگی ہی نہیں نقصان اور خسارہ کا کیا ذکر۔ ف۱۲ یعنی یہ لوگ اسے بہت مشکل کام سمجھ رہے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہو جائینگے جہاں ایک ڈانٹ پلائی یعنی صور پھنکا اُسی وقت بلا توقف سب اگلے پچھلے میدان حشر میں کھڑے دکھائی دینگے۔ آگے اُس کی ایک مختصر سی جھڑکی اور معمولی سی ڈانٹ کا ذکر کیا جاتا ہے جو دنیا میں ایک بڑے متکبر کو دی گئی تھی۔ یا یوں کہیئے کہ ان منکرین کو سنایا جاتا ہے کہ تم سے پہلے بڑے زبردست منکروں کا کیا حشر ہوا۔

ع ۱۰ / ۲

وقف منزل

وقف لازم

وقف منزل

۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ فی السراط

حَدِيثُ مُوسَىٰ ﴿۱۵﴾ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾

بات موسیٰ کی ف۱ جب پکارا اُس کو اُسکے رب نے پاک میدان میں جس کا نام طویٰ ہے ف۲

اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ ﴿۱۸﴾

جا فرعون کے پاس اُس نے سر اُٹھایا۔ پھر کہہ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنور جائے

وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ﴿۱۹﴾ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ﴿۲۰﴾

اور راہ بتلاؤں تجھ کو تیرے رب کی طرف پھر تجھ کو ڈر ہو ف۳ پھر دکھلائی اُس کو وہ بڑی نشانی ف۴

فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ﴿۲۳﴾

پھر جھٹلایا اُس نے اور نہ مانا پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا ہوا ف۵ پھر سب کو جمع کیا پھر پکارا

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴿۲۴﴾ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ

تو کہا میں ہوں رب تمہارا سب سے اوپر ف۶ پھر پکڑا اُس کو اللہ نے سزا میں آخرت کی

وَالْأُولَىٰ ﴿۲۵﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿۲۶﴾ أَأَنتُمْ

اور دنیا کی ف۷ بیشک اس میں سوچنے کی جگہ ہے جس کے دل میں ڈر ہے ف۸ کیا تمہارا

أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا ﴿۲۸﴾

بنانا مشکل ہے یا آسمان کا ف۹ اس نے اُس کو بنالیا اونچا کیا اس کا اُبھار پھر اُس کو برابر کیا

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ﴿۲۹﴾ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ

اور اندھیری کی رات اس کی اور کھول نکالی اس کی دھوپ ف۱۰ اور زمین کو اس کے پیچھے

دَحَاهَا ﴿۳۰﴾ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ﴿۳۲﴾

صاف بچھا دیا ف۱۱ باہر نکالا زمین سے اُس کا پانی اور چارا ف۱۲ اور پہاڑوں کو قائم کر دیا ف۱۳

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿۳۴﴾

کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ف۱۴ پھر جب آئے وہ بڑا ہنگامہ

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن

جس دن کہ یاد کریگا آدمی جو اس نے کمایا اور نکال ظاہر کردیں دوزخ کو جو چاہے

ف۱ یہ قصہ کئی جگہ مفصل گزر چکا۔ ف۲ یعنی کوہ طور کے پاس۔ ف۳ یعنی اگر تجھے سنورنے کی خواہش ہو تو میں اللہ کے حکم سے سنوار سکتا ہوں اور ایسی راہ بتا سکتا ہوں جس پر چلنے سے تیرے دل میں اللہ کا خوف اور اُس کی کامل معرفت جم جائے کیونکہ خوف کا ہونا بدون کمال معرفت کے متصوّر نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرتِ موسیٰ کی بعثت کا مقصد فرعون کی اصلاح بھی تھی۔ محض بنی اسرائیل کو قید سے چھڑانا ہی نہ تھا۔ ف۴ یعنی وہاں پہنچ کر اللہ کا پیغام پہنچایا اور اُس پر حجت تمام کرنے کے لیے وہ سب سے بڑا معجزہ عصا کے اژدہا بننے کا دکھلایا۔ ف۵ یعنی وہ ملعون ماننے والا کہاں تھا۔ اس فکر میں چلا کر لوگوں کو جمع کرے اور جادوگروں کو تلاش کرکے بلوائے کہ وہ موسیٰ کے معجزات کا مقابلہ کریں۔ ف۶ یعنی سب سے بڑا رب تو میں ہوں۔ یہ موسیٰ کس کا بھیجا ہوا آیا ہے۔ ف۷ یعنی یہاں پانی میں ڈوبا، وہاں آگ میں جلیگا۔ ف۸ یعنی اس قصہ میں بہت سی باتیں سوچنے اور عبرت پکڑنے کی ہیں بشرطیکہ آدمی کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو۔ (ربط) موسیٰ اور فرعون کا قصہ درمیان میں استطراداً آگیا تھا۔ آگے پھر اُسی مضمون قیامت کی طرف عود کرتے ہیں۔ ف۹ یعنی تمہارا پیدا کرنا (اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد) آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں۔ جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق اُس کو مانتے ہو، پھر اپنی دوبارہ پیدائش میں کیوں تردد ہے۔ ف۱۰ یعنی آسمان کو خیال کرو کس قدر اونچا، کتنا مضبوط، کیسا صاف، ہموار اور کس درجہ مرتب و منظم ہے کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اُس کے سورج کی رفتار سے رات اور دن کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ رات کی اندھیری میں اُس کا سماں کچھ اور ہے اور دن کے اُجالے میں ایک دوسری ہی شان نظر آتی ہے۔ ف۱۱ آسمان اور زمین میں پہلے کون پیدا کیا گیا؟ اس کے متعلق ہم پیشتر کسی جگہ کلام کر چکے ہیں غالباً سورہ "فصلت" میں۔ (تنبیہ) "دحیٰ" کے معنی راغب نے کسی چیز کو اُس کے مقر (جائے قرار) سے ہٹا دینے کے لکھے ہیں۔ تو شاید اس لفظ میں اُدھر اشارہ ہو جو آج کل کی تحقیق ہے کہ زمین اصل میں کسی بڑے جرم سماوی کا ایک حصہ ہے جو اُس سے الگ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ ف۱۲ یعنی دریا اور چشمے جاری کیے۔ پھر پانی سے سبزہ پیدا کیا۔ ف۱۳ جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔ ف۱۴ یعنی یہ انتظام نہ ہو تو تمہارا اور تمہارے جانوروں کا کام کیسے چلے۔ ان تمام اشیاء کا پیدا کرنا تمہاری حاجت روائی اور راحت رسانی کے لیے ہے۔ چاہیئے کہ اُس منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے رہو۔ اور سمجھو کہ جس قادر مطلق اور حکیم برحق نے ایسے زبردست انتظامات کیے ہیں کیا وہ تمہاری بوسیدہ ہڈیوں میں روح نہیں پھونک سکتا۔ لازم ہے کہ آدمی اُس کی قدرت کا اقرار کرے اور اُس کی نعمتوں کی شکر گزاری میں لگے۔ ورنہ جب وہ بڑا ہنگامہ قیامت کا آئیگا اور سب کیا کرایا سامنے ہوگا۔ سخت پچھتانا پڑیگا۔

يَرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ

دیکھے ف۱ سو جس نے کی ہو شرارت اور بہتر سمجھا ہو دنیا کا جینا ف۲ سو دوزخ ہی ہے

هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ

اُس کا ٹھکانا اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اُس نے جی کو

الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ

خواہش سے سو بہشت ہی ہے اُس کا ٹھکانا ف۳ تجھ سے پوچھتے ہیں وہ گھڑی

اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾

کب ہوگا قیام اُس کا ف۴ تجھ کو کیا کام اُس کے ذکر سے تیرے رب کی طرف ہے پہنچ اُسکی ف۵

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا

تو تو ڈر سُنانے کے واسطے ہے اُس کو جو اُس سے ڈرتا ہے ف۶ ایسا لگیگا جس دن دیکھینگے اُسکو کہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں

اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

مگر ایک شام یا صبح اُسکی ف۷

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعٌ وَّاحِدٌ كَذَا الخ

سورۂ عبس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیالیس ۴۲ آیتیں ہیں اور ایک رکوع اور اسی طرح آخر تک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ﴿۳﴾

ف۸ تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ آیا اُسکے پاس اندھا ف۹ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ

یا سوچتا تو کام آتا اُس کے سمجھانا ف۱۰ وہ جو پروا نہیں کرتا سو تو اُس کی

تَصَدّٰى ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿۸﴾

فکر میں ہے اور تجھ پر کچھ الزام نہیں کہ وہ نہیں درست ہوتا ف۱۱ اور وہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا

ف۱ یعنی دوزخ کو اس طرح منظرِ عام پر لائیں گے کہ ہر دیکھنے والا دیکھ سکیگا۔ کوئی آڑ پہاڑ درمیان میں حائل نہ رہیگا۔ ف۲ یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اسے بہتر سمجھ کر اختیار کیا اور اُسے بھلا دیا۔ ف۳ یعنی جو اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہونا ہے اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا۔ بلکہ اُسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکامِ الٰہی کے تابع بنایا تو اس کا ٹھکانا بہشت کے سوا کہیں نہیں۔ ف۴ یعنی آخر وہ گھڑی کب آئیگی اور قیامت کب قائم ہوگی۔ ف۵ یعنی اُس کا وقت ٹھیک متعین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں کتنے ہی سوال جواب کرو۔ آخرکار اُس کا علم خدا ہی پر حوالہ کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "پوچھتے پوچھتے اُسی تک پہنچنا ہے۔ پیچھے سب بے خبر ہیں"۔ ف۶ یعنی آپ کا کام قیامت کی خبر سُنا کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا یا خوفِ آخرت کی استعداد ہوگی وہ سُن کر ڈریگا اور ڈر کر تیاری کریگا۔ گویا آپ کا ڈرانا نتیجہ کے اعتبار سے صرف اُن ہی لوگوں کے حق میں ہُوا جو اس سے منتفع ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں ورنہ نا اہل لوگ تو انجام سے غافل ہو کر ان ہی فضول بحثوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ قیامت کس تاریخ کس دن کس سنہ میں آئیگی؟ ف۷ یعنی اب تو شور مچا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے میں دیر کیوں ہے جلد کیوں نہیں آجاتی۔ مگر اُس وقت معلوم ہوگا کہ بہت جلد آئی۔ بیچ میں دیر کچھ نہیں لگی۔ ف۸ آنحضرت صلعم بعض سرداران قریش کو مذہب اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے۔ اتنے میں ایک نابینا مسلمان (جن کو ابنِ اُمِّ مکتوم کہتے ہیں) حاضر خدمت ہوئے اور اپنی طرف متوجہ کرنے لگے کہ فلاں آیت کیونکر ہے یارسول اللہ! مجھے اُس میں سے کچھ سکھایئے جو اللہ نے آپ کو سکھلایا ہے۔ حضرت کو اُن کا بے وقت کا پوچھنا گراں گزرا آپ کو خیال ہُوا ہوگا کہ میں ایک بڑے اہم کام میں مشغول ہوں قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے۔ ابنِ اُمِّ مکتوم بہرحال مسلمان ہے اُس کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزار مواقع حاصل ہیں، اُس کو دکھائی نہیں دیتا کہ میرے پاس ایسے با اثر و با رسوخ لوگ بیٹھے ہیں جن کو اگر ہدایت ہو جائے تو ہزاروں اشخاص ہدایت پر آسکتے ہیں، میں اُن کو سمجھا رہا ہوں، یہ اپنی کہتا چلا جاتا ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ اگر اُن لوگوں کی طرف سے ہٹ کر گوشۂ التفات اس کی طرف کرونگا تو ان لوگوں پر کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سُننا بھی پسند نہ کریں۔ غرض آپ منقبض ہوئے اور انقباض کے آثار چہرے پر ظاہر ہونے لگے۔ اُس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں روایات میں ہے کہ اس کے بعد جب وہ نابینا آپ کی خدمت میں آتا، آپ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے اور فرماتے "مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِيْ فِيْهِ رَبِّيْ"۔ ف۹ یعنی پیغمبر نے ایک اندھے کے آنے پر چیں بجبیں ہو کر منہ پھیر لیا۔ حالانکہ اُس کو اندھے کی معذوری، شکستہ حالی، اور طلبِ صادق کا لحاظ زیادہ کرنا چاہیئے تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ کلام گویا اوروں کے سامنے گلہ ہے رسول کا اسی لیے بصیغۂ غائب ذکر کیا) آگے خود رسول کو خطاب فرمایا ہے"۔ اور محققین کہتے ہیں کہ یہ غایت تکرم و استحیا متکلم کا، اور غایت کرامت مخاطب کی ہے کہ عتاب کے وقت بھی رُو در رُو اس امر کی نسبت آپ کی طرف نہیں فرمائی اور آگے خطاب کا صیغہ بطور التفات کے اس لیے اختیار کیا کہ شبہ اعراض کا نہ ہو نیز وہ مضمون پہلے مضمون سے ہلکا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۰ یعنی وہ اندھا طالبِ صادق تھا تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے فیضِ توجہ سے اُس کا حال سنور جاتا اور اُس کا نفس مزکّیٰ ہو جاتا۔ یا تمہاری کوئی بات کان میں پڑتی، اُس کو اخلاص سے سوچتا سمجھتا اور آخر وہ بات کسی وقت اُس کے کام آجاتی۔ ف۱۱ یعنی جو لوگ اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پروا نہیں کرتے اور اُن کا تکبر اجازت نہیں دیتا کہ اللہ و رسول کے سامنے جھکیں آپ اُن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں۔ تا ان کے اسلام کا اثر دوسروں پر پڑے۔ حالانکہ اللہ کی طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شیخی باز آپ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے۔ آپ کا فرض دعوت و تبلیغ کا تھا، وہ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں۔ آگے ان لاپروا متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچے طالب اور مخلص ایماندار توجہ سے محروم ہونے لگیں۔ یا معاملہ کی ظاہری سطح دیکھ کر بے سوچے سمجھے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ پیغمبر صاحب کی توجہ امیروں اور تونگروں کی طرف زیادہ ہے شکستہ حال غریبوں کی طرف نہیں۔ اس مہمل خیال کے پھیلنے سے جو ضرر دعوتِ اسلام کے کام کو پہنچ سکتا ہے وہ اس نفع سے کہیں بڑھ کر ہے جس کی ان چند متکبرین کے مسلمان ہونے سے توقع کی جاسکتی ہے۔

ف۱ یعنی اللہ سے ڈرتا ہے یا ڈر لگا ہے کہ آپ کی ملاقات میسر ہو یا نہ ہو، پھر اندھا ہے کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ اندیشہ ہے کہیں راستہ میں ٹھوکر لگے یا کسی چیز سے ٹکرا جائے یا یہ سمجھ کر کہ آپ کے پاس جا رہا ہے دشمن ستانے لگیں۔ ف۲ حالانکہ ایسے ہی لوگوں سے اُمید ہو سکتی ہے کہ ہدایت سے منتفع ہونگے اور اسلام کے کام آئینگے کہتے ہیں کہ یہ ہی نابینا بزرگ زرہ پہنے اور جھنڈا ہاتھ میں لیے جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ آخر اُسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ف۳ یعنی متکبر اغنیاء اگر قرآن کو نہ پڑھیں اور اس نصیحت پر کان نہ دھریں تو اپنا ہی بُرا کریں گے۔ آن کو اُن کی کچھ پروا نہیں۔ نہ آپ کو اس درجہ اُن کے درپے ہونے کی

وَهُوَ يَخْشَىٰ ﴿٩﴾ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ﴿١٠﴾ كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾

اور وہ ڈرتا ہے ف۱ سو تو اُس سے تغافل کرتا ہے ف۲ یوں نہیں یہ تو نصیحت ہے

فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿١٢﴾ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوعَةٍ

پھر جو کوئی چاہے اُس کو پڑھے ف۳ لکھا ہے عزت کے ورقوں میں اونچے رکھے ہوئے

مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ قُتِلَ الْإِنسَانُ

نہایت ستھرے ف۴ ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو بڑے درجہ والے نیک کار ہیں ف۵ مارا جائیو آدمی

مَا أَكْفَرَهُ ﴿١٧﴾ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ﴿١٨﴾ مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ

کیسا ناشکر ہے ف۶ کس چیز سے بنایا اُس کو ایک بوند سے ف۷ بنایا اُس کو

فَقَدَّرَهُ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ﴿٢١﴾

پھر اندازہ پر رکھا اُس کو ف۸ پھر راہ آسان کر دی اُس کو ف۹ پھر اُس کو مُردہ کیا پھر قبر میں رکھوا دیا اُس کو ف۱۰

ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنظُرِ

پھر جب چاہا اُٹھا نکالا اُس کو ف۱۱ ہرگز نہیں پورا نہ کیا جو اُس کو فرمایا ف۱۲ اب دیکھ لے

الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ

آدمی اپنے کھانے کو ف۱۳ کہ ہم نے ڈالا پانی اوپر سے گرتا ہوا پھر

شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾

چیرا زمین کو پھاڑ کر ف۱۴ پھر اُگایا اُس میں اناج اور انگور اور ترکاری

وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾

اور زیتون اور کھجوریں اور گنجان کے باغ اور میوہ اور گھاس

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ

کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ف۱۵ پھر جب آئے وہ کان پھوڑنے والی ف۱۶ جس دن کہ

يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾

بھاگے مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی ساتھ والی سے اور اپنے بیٹوں سے

ضرورت ہے ایک عام نصیحت تھی سو کر دی گئی جو اپنا فائدہ چاہے اس کو پڑھے اور سمجھے۔ ف۴ یعنی کیا اِن مغرور سر پھروں کے ماننے سے قرآن کی عزت و وقعت ہوگی؟ قرآن تو وہ ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں اور زمین پر مخلص ایماندار بھی اُس کے اوراق نہایت عزت و احترام اور تقدیس و تطہیر کے ساتھ اونچی جگہ رکھتے ہیں۔ ف۵ یعنی وہاں فرشتے اُس کو لکھتے ہیں اُسی کے موافق وحی اُترتی ہے۔ اور یہاں بھی اوراق میں لکھنے اور جمع کرنے والے دنیا کے بزرگ ترین پاکباز نیکوکار اور فرشتہ خصلت بندے ہیں جنہوں نے ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیل سے اُس کو پاک رکھا ہے۔ ف۶ یعنی قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کی کچھ قدر نہ کی اور اللہ کا حق کچھ نہ پہچانا۔ ف۷ یعنی ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ پیدا کس چیز سے ہوا ہے؟ ایک ناچیز اور بے قدر قطرۂ آب سے جس میں حس و شعور، حسن و جمال اور عقل و ادراک کچھ نہ تھا۔ سب کچھ اللہ نے اپنی مہربانی سے عطا فرمایا جس کی حقیقت کُل اتنی ہو کیا اُسے یہ طمطراق زیبا ہے کہ خالق و منعم حقیقی ایسی عظیم الشان نصیحت اُتارے اور یہ بے شرم اپنی اصل حقیقت اور مالک کی سب نعمتوں کو فراموش کر کے اُس کی کچھ پروا نہ کرے۔ ادا احسان فراموش کچھ تو شرمایا ہوتا۔ ف۸ یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضاء و قویٰ ایک خاص اسلوب اور اندازے سے رکھے۔ کوئی چیز یونہی بے تکی اور بے ڈھنگی خلاف حکمت نہیں رکھدی۔ ف۹ یعنی ایمان و کفر اور بھلے بُرے کی سمجھ دی یا ماں کے پیٹ میں سے نکالا آسانی سے۔ ف۱۰ یعنی مرنے کے بعد اُس کی لاش کو قبر میں رکھنے کی ہدایت کر دی۔ تا زندوں کے سامنے یونہی بے حرمت نہ ہو۔ ف۱۱ یعنی جس نے ایک مرتبہ جلایا اور مارا۔ اُسی کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوبارہ زندہ کر کے قبر سے نکالے۔ کیونکہ اُس کی قدرت اب کسی نے سلب نہیں کر لی (العیاذ باللہ) بہرحال پیدا کر کے دنیا میں لانا، پھر مار کر برزخ میں لیجانا، پھر زندہ کر کے میدان حشر میں کھڑا کر دینا، یہ اُمور جس کے قبضہ میں ہوئے کیا اُس کی نصیحت سے اعراض و انکار اور اُسکی نعمتوں کا استکبار کسی آدمی کے لئے زیبا ہے۔ ف۱۲ یعنی انسان نے ہرگز اپنے مالک کا حق نہیں پہچانا اور جو کچھ حکم ہوا تھا ابھی تک اُس کو بجا نہیں لایا (تنبیہ) ابن کثیر نے "كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ" کو "ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ" سے متعلق رکھا ہے۔ یعنی جب چاہیگا، زندہ کر کے اُٹھائیگا۔ ابھی ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ دنیا کی آبادی کے متعلق اُس کا جو حکم کونی و قدری ہے وہ ابھی تک اُس نے ختم نہیں کیا۔ ف۱۳ پہلے انسان کے پیدا کرنے اور مارنے کا ذکر تھا۔ اب اُس کی زندگی اور بقاء کے سامان یاد دلاتے ہیں۔ ف۱۴ یعنی ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا یہ قدرت کا ہاتھ ہے جو زمین کو پھاڑ کر اُس سے طرح طرح کے غلے پھل اور سبزے، ترکاریاں وغیرہ باہر نکالتا ہے۔ ف۱۵ یعنی بعض چیزیں تمہارے کام آتی ہیں اور بعض تمہارے جانوروں کے۔ ف۱۶ یعنی ایسی سخت آواز جس سے کان بہرے ہو جائیں۔ اس سے مُراد نفخ صور کی آواز ہے۔

ف۱ یعنی اُس وقت ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی احباب و اقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے ایک دوسرے سے بھاگیگا۔ ف۲ یعنی مؤمنین کے چہرے نورِ ایمان سے روشن اور غایتِ مسرّت سے خنداں و فرحاں ہونگے۔ ف۳ یعنی کافروں کے چہروں پر کفر کی کدورت چھائی ہوگی اور اوپر سے فسق و فجور کی ظلمت اور زیادہ تیرہ و تاریک کردیگی۔ ف۴ یعنی کافر بے حیا کو کتنا ہی سمجھاؤ ذرا نہ پسیجیں۔ نہ خدا سے ڈریں، نہ مخلوق سے شرمائیں۔ ف۵ گویا اُس کی لمبی شعاعیں جن سے دھوپ پھیلتی ہے لپیٹ کر رکھدی جائیں اور آفتاب بے نور ہو کر پنیر کی ٹکیہ کی مانند رہ جائے یا بالکل نہ رہے۔ ف۶ یعنی تارے ٹوٹ کر گر پڑیں اور اُن کا نور زائل ہو جائے۔ ف۷ یعنی ہواہیں اُڑتے پھریں۔ ف۸ اونٹ عرب کا بہترین مال ہے اور دس مہینے کی گابھن اونٹنی جو بیانے کے قریب ہو، دودھ اور بچہ کی توقع پر بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے لیکن قیامت کے ہولناک زلازل کے وقت ایسے نفیس و عزیز مال کو کوئی نہ پوچھیگا نہ مالک کو اتنا ہوش ہوگا کہ ایسے بڑھیا مال کی خبرگیری کرے۔ باقی یہ کہنا کہ ریل نکل جانے کی وجہ سے اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی محض ظرافت ہے۔ ف۹ یعنی جنگل کے وحشی جانور جو آدمی کے سایہ سے بھاگتے ہیں مضطرب ہو کر شہر میں آگھسیں اور پالتو جانوروں میں رلمجائیں جیسا کہ اکثر خوف کے وقت دیکھا گیا ہے ابھی چند سال ہوئے گنگا جمنا میں سیلاب آیا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک چھپّر بہتا جا رہا ہے اُس پر آدمی بھی ہیں اور سانپ وغیرہ بھی لپٹ رہے ہیں ایک دوسرے سے کچھ تعرض نہیں کرتا نفسی نفسی پڑی ہوئی ہے بلکہ زیادہ سردی کے زمانہ میں بعض درندے جنگل سے شہر میں گھس آتے ہیں۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے "حشرت" کے معنی مارنے کے اور بعض نے مار کر اُٹھانے کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۱۰ یعنی سمندروں کا پانی گرم ہو کر دھواں اور آگ بن جائے جو نہایت گرم ہو کر محشر میں کافروں کو دکھ پہنچائے اور تنور کی طرح جھونکنے سے اُبلے۔ ف۱۱ یعنی کافر کافر کے اور مسلم مسلم کے ساتھ۔ پھر ہر قسم کا نیک یا بدعمل کرنے والا اپنے جیسے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور عقائد، اعمال، اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ جماعتیں بنادی جائیں یا یہ مطلب ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔ ف۱۲ عرب میں رسم تھی کہ باپ اپنی بیٹی کو نہایت سنگدلی اور بے رحمی سے زندہ زمین میں گاڑ دیتا تھا بعض تو تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہ کام کرتے تھے اور بعض کو یہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دیں گے وہ ہمارا داماد کہلائیگا۔ قرآن نے آگاہ کیا کہ اُن مظلوم بچیوں کی نسبت بھی سوال ہوگا کہ کس گناہ پر اُن کو قتل کیا تھا۔ یہ مت سمجھنا کہ ہماری اولاد ہے اس میں ہم جو چاہیں تصرّف کریں۔ بلکہ اولاد ہونے کی وجہ سے جرم اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے۔ ف۱۳ جیسے جانور کا بعد ذبح کے پوست اُتار لیتے ہیں اُس سے تمام اعضاء اور رگ ریشے ظاہر ہو جاتے ہیں اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اُس کے اوپر کی چیزیں نظر آئینگی اور غمام کا نزول ہوگا جس کا ذکر اُنیسویں پارہ میں آیت يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ الخ سے ہوا ہے۔ ف۱۴ یعنی دوزخ بڑے زور شور کے ساتھ دہکائی جائے اور بہشت متقیوں کے نزدیک کر دی جائے جس کی رونق و بہار دیکھنے سے عجیب مسرّت و فرحت حاصل ہو۔ ف۱۵ یعنی ہر ایک کو پتہ لگ جائیگا کہ نیکی بدی کا کیا سرمایہ لیکر حاضر ہوا ہے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ

ہر مرد کو اُن میں سے اُس دن ایک فکر لگا ہوا ہے جو اسکے لئے کافی ہے ف۱ کتنے منہ اُس دن

مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا

روشن ہیں ہنستے خوشیاں کرتے ف۲ اور کتنے منہ اُس دن اُن پر

غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

گرد پڑی ہے چڑھی آتی ہے اُن پر سیاہی ف۳ یہ لوگ وہی ہیں جو منکر ہیں ڈھیٹھ ف۴

ع ۴۲ / ۵

سُورَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً

سورۂ تکویر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا

جب سورج کی دھوپ تہ ہو جائے ف۵ اور جب تارے میلے ہو جائیں ف۶ اور جب

الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٣﴾ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿٤﴾ وَإِذَا الْوُحُوشُ

پہاڑ چلائے جائیں ف۷ اور جب بیانی اونٹنیاں چھٹی پھریں ف۸ اور جب جنگل کے جانوروں

حُشِرَتْ ﴿٥﴾ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴿٧﴾

میں رول پڑ جائے ف۹ اور جب دریا جھونکے جائیں ف۱۰ اور جب جیوں کے جوڑے باندھے جائیں ف۱۱

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾ وَإِذَا

اور جب بیٹی جیتی گاڑ دی گئی کو پوچھیں کہ کس گناہ پر وہ ماری گئی ف۱۲ اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿١٠﴾ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ﴿١١﴾ وَإِذَا الْجَحِيمُ

اعمالنامے کھولے جائیں اور جب آسمان کا پوست اُتار لیں ف۱۳ اور جب دوزخ

سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾

دہکائی جائے اور جب بہشت پاس لائی جائے ف۱۴ جان لیگا ہر ایک جی جو لے کر آیا ف۱۵

ف۱ کئی سیاروں (مثلاً زحل، مشتری، مریخ، زہرہ عطارد) کی چال اس ڈھب سے ہے کہ کبھی مغرب سے مشرق کو چلیں یہ سیدھی راہ ہوئی کبھی ٹھٹک کر الٹے پھریں اور کبھی سورج کے پاس آ کر کتنے دنوں تک غائب رہیں۔ ف۲ یا جب جانے لگے۔ اس لفظ کے دونوں معنی آتے ہیں۔ ف۳ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں گویا آفتاب کو دریا میں تیرنے والی مچھلی سے تشبیہ دی اور طلوع سے پہلے اُس کے نور کے منتشر ہونے کو دم ماہی کی نسبت کی جیسے مچھلی دریا میں آنکھوں سے پوشیدہ گزرتی ہے اور اُس کے سانس لینے سے پانی اُڑتا اور منتشر ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب کی حالت قبل طلوع اور قبل روشنی پھیلنے کے ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ دمِ صبح کنایہ ہے نسیم سے جو طلوع صبح کے قریب موسم بہار میں چلتی ہے (تنبیہ) ان قسموں کی مناسبت آئندہ مضمون سے یہ ہے کہ ان ستاروں کا چلنا، ٹھہرنا، لوٹنا اور چھپ جانا ایک نمونہ ہے اگلے انبیاء پر بار بار وحی آنے اور ایک مدت دراز تک اُس کے نشان باقی رہنے پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا۔ اور رات کا آنا نمونہ ہے اُس تاریک دور کا جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے دنیا پر گزرا کہ کسی شخص کو حق و باطل کی تمیز نہ رہی تھی۔ اور وحی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے۔ اُس کے بعد صبح صادق کا دم بھرنا حضورؐ کا اس جہان میں تشریف لانا اور قرآن کا اُترنا ہے کہ ہر چیز کو ہدایت کے نور سے دن کی مانند روشن کر دیا گویا اگلے انبیاء کا نور ستاروں کی طرح تھا اور اس نورِ اعظم کو آفتاب درخشاں کہنا چاہیے۔ ونعم ما قیل،

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا یظھرن انوارھا للناس فی الظلم
حتی اذا طلعت فی الکون عم ھداھا للعالمین واحییت سائر الامم

اور بعض علماء نے فرمایا کہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا فرشتے کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت میں جا چھپنے کے مشابہ ہے اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا، قرآن کے سبب ظلمت کفر دور ہو جانے اور نور ہدایت کے پوری طرح ظاہر ہو جانے کے مشابہ ہے۔ اس تقریر کے موافق مقسم بہ کی مناسبت مقسم علیہ سے زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یہ حضرت جبرئیلؑ کی صفات بیان ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا اُس میں دو واسطے ہیں۔ ایک وحی لانے والا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) اور دوسرا پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی طرح کا شک و شبہ قرآن کے صادق اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ کسی روایت کی صحت تسلیم کرنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ راوی وہ ہوتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا ثقہ، عادل، ضابط، حافظ اور امانت دار ہو۔ جس سے روایت کرے اُس کے پاس عزت و حرمت کے ساتھ رہتا ہو۔ بڑے بڑے معتبر ثقات اُس کی امانت وغیرہ پر اعتماد کلی رکھتے ہوں اور اسی لئے اُس کی بات بے چون و چرا مانتے ہوں۔ یہ تمام صفات حضرت جبرئیل میں موجود ہیں وہ کریم (عزت والے) ہیں جن کے لئے اعلیٰ نہایت متقی اور پاکباز ہونا لازم ہے "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" وفی الحدیث "الکرم التقوی" بڑی قوت والے ہیں جس میں اشارہ ہے کہ حفظ و ضبط اور بیان کی قوت بھی کامل ہے۔ اللہ کے ہاں بھی بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ ربوبیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے آسمانوں کے فرشتے اُنکی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اُنکے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ یہ تو رسول ملکی کا حال تھا۔ آگے رسول بشری کا حال سُن لیجئے۔ ف۵ یعنی بعثت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم اُس کے ساتھ رہے۔ اتنی طویل مدت تک اُسکے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا۔ کبھی ایک مرتبہ اُس کا جھوٹ فریب یا دیوانہ پن کی بات نہ دیکھی۔ ہمیشہ اُس کے صدق و امانت اور عقل و دانائی کے معترف رہے۔ اب بلا وجہ اُسے جھوٹا یا دیوانہ کیونکر کہہ سکتے ہو۔ کیا یہ وہی تمہارا رفیق نہیں ہے جسکے رتی رتی احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔ اب اُس کو دیوانہ کہنا بجز دیوانگی کے کچھ نہیں۔ ف۶ یعنی مشرقی کنارہ کے پاس اُس کی اصلی صورت میں صاف صاف دیکھا اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شاید دیکھنے بھالنے میں کچھ اشتباہ والتباس ہو گیا ہوگا۔ جس کو فرشتہ سمجھ لیا وہ واقع میں فرشتہ نہ ہوگا۔ سورۂ "نجم" میں پہلے آچکا "فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ"

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾

سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانیوالوں سیدھے چلنے والوں دبک جانیوالوں کی ف۱ اور رات کی جب پھیل جائے ف۲

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ

اور صبح کی جب دم بھرے ف۳ مقرر یہ کہا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والے کا قوت والا

عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ

عرش کے مالک کے پاس درجہ پانے والا سب کا مانا ہوا وہاں کا معتبر ہے ف۴ اور یہ تمہارا رفیق کچھ

بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ

دیوانہ نہیں ف۵ اور اُس نے دیکھا ہے اُس فرشتہ کو آسمان کے کھلے کنارہ کے پاس ف۶ اور یہ غیب کی بات بتانے

بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾

میں بخیل نہیں ف۷ اور یہ کہا ہوا نہیں کسی شیطان مردود کا ف۸ پھر تم کدھر چلے جا رہے ہو ف۹

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾

یہ تو ایک نصیحت ہے جہان بھر کے واسطے ف۱۰ جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے ف۱۱

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور تم جبھی چاہو کہ چاہے اللہ سارے جہان کا مالک ف۱۲

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ انفطار مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا

جب آسمان چر جائے اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب

الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا

دریا اُبل نکلیں ف۱۳ اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں ف۱۴ جان لے ہر ایک جی جو کچھ کہ

ف۷ یعنی پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے۔ یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اُجرت مانگتا ہے۔ نہ نذرانہ، نہ بخشش، پھر کاہن کا لقب اُس پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔ کاہن محض ایک جزئی اور نامکمل بات غیب کی سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے اور اُس کے بتلانے میں بھی اس قدر بخیل ہے کہ بدون مٹھائی یا نذرانہ وغیرہ وصول کیے ایک حرف زبان سے نہیں نکالتا۔ پیغمبروں کی سیرت سے کاہنوں کی پوزیشن کو کیا نسبت۔ ف۸ بھلا شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ اور خود اُس ملعون کی تقبیح و مذمت ہو۔ ف۹ یعنی جب جھوٹ، دیوانگی، تخیل و توہم اور کہانت وغیرہ کے سب احتمالات مرفوع ہوئے تو بجز صدق و حق کے اور کیا باقی رہا۔ پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بہکے چلے جا رہے ہو۔ ف۱۰ قرآن کی نسبت جو احتمالات تم پیدا کرتے ہو، سب غلط ہیں۔ اگر اس کے مضامین و ہدایات میں غور کرو تو اس کے سوا کچھ نہ نکلیگا کہ یہ سارے جہان کے لئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے جس سے اُنکی دارین کی فلاح وابستہ ہے۔ ف۱۱ یعنی بالخصوص اُن کے لئے نصیحت ہے جو سیدھا چلنا چاہیں عناد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ کیونکہ ایسے ہی لوگ اس نصیحت

بقیہ فوائد صفحہ ۷۶۴۔ ف۱۲ یعنی فی نفسہ قرآن نصیحت ہے لیکن اُس کی تاثیر مشیّت الٰہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لیے متعلق ہوتی ہے اور بعض کے لیے کسی حکمت سے اُن کے سوءِ استعداد کی بنا پر متعلق نہیں ہوتی۔ ف۱۳ یعنی سمندر کا پانی زمین پر زور کرے۔ آخر میٹھے اور کھاری سب پانی مل جائیں ف۱۴ یعنی جو چیز زمین کی تہ میں تھی اوپر آجائے اور مُردے قبروں کو نکالے جائیں۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ یعنی جو بھلے بُرے کام کیے یا نہیں کیے شروع عمر میں کیے یا اخیر میں، اُن کا اثر اپنے پیچھے چھوڑا یا نہیں چھوڑا، سب اُس وقت سامنے آجائینگے۔ ف۲ یعنی وہ رب کریم کیا اس کا حقدار تھا کہ تو اپنے جہل وحماقت سے اُس کے حلم پر مغرور ہو کر نافرمانیاں کرتا رہے؟ اور اُس کے لطف وکرم کا جواب کفران وطغیان سے دے؟ اُس کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور حلیم کے غصہ سے بہت زیادہ ڈرنا چاہیے تھا بیشک وہ کریم ہے لیکن منتقم اور حکیم بھی ہے۔ پھر یہ غرور اور دھوکا نہیں تو اور کیا ہوگا کہ اُس کی ایک صفت کو لے کر دوسری صفات سے آنکھیں بند کرلی جائیں۔ ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ٹھیک کیا بدن میں، برابر کیا خصلت میں" یا یہ مطلب ہے کہ تیرے اعضاء کے جوڑ بند درست کیے اور حکمت کے موافق اُن میں تناسب رکھا۔ پھر مزاج واخلاط میں اعتدال پیدا کیا۔ ف۴ یعنی سب کی صورتوں میں تھوڑا بہت تفاوت رکھا۔ ہر ایک کو الگ صورت شکل اور رنگ روپ عنایت کیا اور بحیثیت مجموعی انسان کی صورت کو تمام جانداروں کی صورت سے بہتر بنایا بعض سلف اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ وہ چاہتا تو تجھے گدھے، کتے، خنزیر کی شکل وصورت میں ڈال دیتا۔ باوجود اس قدرت کے محض اپنے فضل اور مشیت سے انسانی صورت میں رکھا۔ بہر حال جس خدا کی یہ قدرت ہو اور ایسے انعامات ہوں، کیا اُس کے ساتھ آدمی کو یہی معاملہ کرنا چاہیے۔ ف۵ یعنی بہکنے اور دھوکا کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ تم انصاف کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو کہ جو چاہیں کرتے رہیں، آگے کوئی حساب اور باز پرس نہیں۔ یہاں جو کچھ عمل تم کرتے ہو کون اُن کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا۔ بس مر گئے سب قصہ ختم ہوا۔ ف۶ جو نہ خیانت کرتے ہیں نہ کوئی عمل لکھے بغیر چھوڑتے ہیں نہ اُن سے تمہارے اعمال پوشیدہ ہیں جب سب عمل ایک ایک کرکے اس اہتمام سے لکھے جارہے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یوں ہی بیکار چھوڑ دیا جائیگا؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً ہر شخص کے اعمال اُس کے آگے آئینگے اور اُس کا اچھا یا بُرا پھل چکھنا پڑیگا جس کی تفصیل آگے بیان کی۔ ف۷ جہاں ہمیشہ کے لیے ہر قسم کی نعمتوں اور راحتوں میں رہنا ہوگا اگر نکلنے کا کھٹکا لگا رہتا تو راحت ہی کیا ہوتی۔ ف۸ یعنی نہ بھاگ کر اُس سے الگ رہ سکتے ہیں نہ داخل ہونے کے بعد کبھی نکل کر جاسکتے ہیں۔ ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ ف۹ یعنی کتنا ہی سوچو اور غور کرو، پھر بھی اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی بس مختصراً اتنا سمجھ لو کہ اُس دن جتنے رشتے ناتے خویشی اور آشنائی کے ہیں سب نیست ونابود ہوجائینگے۔ سب نفسی نفسی پکارتے ہونگے۔ کوئی شخص بدون حکم مالک الملک کے کسی کی سفارش نہ کرسکیگا عاجزی چاپلوسی، اور صبر واستقلال کچھ کام نہ دیگا۔ الّا من رحم اللہ۔ ف۱۰ یعنی دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر، ماں باپ کا اولاد پر، اور آقا کا نوکر پر جاری ہوتا ہے اُس دن یہ سب حکم ختم ہوجائینگے اور اُس شہنشاہ مطلق کے سوا کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی تنہا بلا شرکت غیرے ظاہراً و باطناً اُسی کا حکم چلیگا۔ اور سارے کام حساً ومعناً اکیلے اُسی کے قبضہ میں ہونگے۔

قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝٥ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝٦

آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا ف۱ اے آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر ف۲

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ

جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک کیا پھر تجھ کو برابر کیا ف۳ جس صورت میں چاہا

رَكَّبَكَ ۝٨ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۝٩ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝١٠

تجھ کو جوڑ دیا ف۴ ہرگز نہیں پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف کا ہونا ف۵ اور تم پر نگہبان مقرر ہیں

كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝١١ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝١٢ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝١٣

عزت والے عمل لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ف۶ بیشک نیک لوگ بہشت میں ہیں

وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝١٤ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝١٥ وَمَا هُمْ عَنْهَا

اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں ڈالے جائینگے اُس میں انصاف کے دن اور نہ ہونگے اُس کو

بِغَائِبِينَ ۝١٦ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝١٧ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ

جدا ہونے والے ف۷ اور تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا پھر بھی تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن

الدِّينِ ۝١٨ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝١٩

انصاف کا جس دن کہ بھلا نہ کرسکے کوئی جی کسی جی کا کچھ بھی ف۹ اور حکم اُس دن اللہ ہی کا ہے ف۱۰

سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَثَلَاثُونَ آيَةً

سورۂ تطفیف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ ۝١ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝٢

خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ کہ جب ماپ کرلیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں

وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ

اور جب ماپ کر دیں اُن کو یا تول کر تو گھٹا کر دیں ف۱۱ کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ

ف۱۱ گو لوگوں سے اپنا حق پورا لینا مذموم نہیں مگر یہاں اُس کے لانے سے مقصود خود اس بات پر مذمت کرنا نہیں بلکہ کم دینے کی مذمت کو مؤکد کرنا ہے۔ یعنی کم دینا اگرچہ فی نفسہ مذموم ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ اگر لیتے وقت دوسروں کی بالکل رعایت نہ کی جائے تو اور زیادہ مذموم ہے۔ بخلاف رعایت کرنے والے کے کہ اگر اُس میں ایک عیب ہے تو ایک ہنر بھی ہے تلک بتلک۔ لہٰذا پہلے شخص کا عیب زیادہ شدید ہوا اور چونکہ اصل مقصود مذمت ہے کم دینے کی۔ اس لیے اس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا جائے تا خوب تصریح ہوجائے کہ ناپنے میں بھی کم ناپتے ہیں اور تولنے میں بھی کم تولتے ہیں اور چونکہ پورا لینا فی نفسہ مذموم نہیں اس لیے وہاں صرف ایک کے ذکر پر اکتفا کیا پھر تخصیص ناپ کی شاید اس لیے ہو کہ عرب میں اور خصوصاً مدینہ میں زیادہ رواج کیل کا تھا۔ اس کے سوا اور بھی وجوہ تخصیص کی ہوسکتی ہیں۔

أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ

اُن کو اُٹھنا ہے اُس بڑے دن کے واسطے ف۲ جس دن کھڑے رہیں لوگ راہ دیکھتے جہان

الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ وَمَا أَدْرَاكَ

کے مالک کی ف۳ ہرگز نہیں ف۴ بیشک اعمالنامہ گنہگاروں کا سجّین میں ہے اور تجھ کو کیا خبر ہے

مَا سِجِّينٌ ﴿٨﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٠﴾

کیا ہے سجّین ایک دفتر ہی لکھا ہوا ف۵ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی

الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا

جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کے دن کو اور اُس کو جھٹلاتا ہے وہی جو

كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ

بڑھ نکلنے والا گنہگار ہے ف۶ جب سُنائے اُس کو ہماری آیتیں کہے نقلیں ہیں

الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾

پہلوں کی ف۷ کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے اُنکے دلوں پر جو وہ کماتے تھے ف۸

كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ

کوئی نہیں وہ اپنے رب سے اُس دن روک دیئے جائینگے ف پھر مقرر وہ

لَصَالُو الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾

گرنے والے ہیں دوزخ میں پھر کہا جائیگا یہ وہی ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا

ہرگز نہیں ف۹ بیشک اعمالنامہ نیکوں کا علّیین میں ہے اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہے

عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ

علّیین ایک دفتر ہے لکھا ہوا ف۱۰ اُسکو دیکھتے ہیں نزدیک والے یعنی فرشتے ف۱۱ بیشک نیک لوگ

لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ

ہیں آرام میں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہونگے ف۱۲ پہچان لے تو اُنکے مُنہ پر

ف۱ یعنی اگر اُنہیں خیال ہوتا کہ مرنے کے بعد ایک دن پھر اُٹھنا اور اللہ کے سامنے تمام حقوق و فرائض کا حساب دینا ہے، تو ہرگز ایسی حرکت نہ کرتے۔ ف۲ کہ کب تجلّی فرماتا اور کب حساب کتاب کر کے ہمارے حق میں کوئی فیصلہ سُناتا ہے۔ ف۳ یعنی ہرگز گمان نہ کیا جائے کہ ایسا دن نہیں آئیگا۔ وہ ضرور آنا ہے اور اُس کے لئے سب نیکوں اور بدوں کے اعمالنامے اپنے اپنے دفتر میں مرتب کیے رکھے ہیں۔ ف۴ یعنی سجین ایک دفتر ہے جس میں نام ہر ایک دوزخی کا درج ہے۔ اور "بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے" جن کا ذکر اس سے پہلی سورت میں آچکا، اُن بدکاروں کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ فردوں میں لکھ کر اُس دفتر میں داخل کرتے ہیں اور اُس فرد پر یا ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت بنا دیتے ہیں جس کے دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح بھی اسی مقام میں رکھی جاتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی اُن کے نام وہاں داخل ہوتے ہیں مر کر وہیں پہنچینگے" بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ مقام ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۵ جو شخص روزجزا کا منکر ہے فی الحقیقت اللہ کی ربوبیت، اُس کی قدرت اور اُس کے عدل و حکمت سب کا منکر ہے اور جو ان چیزوں کا منکر ہو وہ جس قدر گناہوں پر دلیر ہو تھوڑا ہے۔ ف۶ یعنی قرآن اور نصیحت کی باتیں سُن کر کہتا ہے کہ ایسی باتیں لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں وہ ہی پُرانی کہانیاں اور فرسودہ افسانے اُنہوں نے نقل کر دیئے۔ بھلا ہم ان نقلوں اور کہانیوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں۔ ف۷ یعنی ہماری آیتوں میں کچھ شک و شبہ کا موقع نہیں۔ اصل یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت و مزاولت سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گئے ہیں۔ اس لئے حقایق صحیحہ کا انعکاس اُن میں نہیں ہوتا۔ حدیث میں فرمایا کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، ایک سیاہ نقطہ اُس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کر لی تو مٹ گیا ورنہ جوں جوں گناہ کرتا جائیگا وہ نقطہ بڑھتا اور پھیلتا رہیگا۔ تا آنکہ قلب بالکل کالا سیاہ ہو جائے کہ حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے۔ یہ ہی حال ان مکذبین کا سمجھو کہ شرارتیں کرتے کرتے ان کے دل بالکل مسخ ہو چکے ہیں۔ اسی لئے آیات اللہ کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ ف۸ یعنی اس انکار و تکذیب کے انجام سے بے فکر نہ ہوں۔ وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب مؤمنین حق سبحانہ و تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہونگے اور یہ بدبخت محروم رکھے جائیں گے۔ ف۹ یعنی ان بدمعاشوں کا اور نیکوں کا ایک انجام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ف۱۰ جہاں جنتیوں کے نام درج ہیں اور اُن کے اعمال کی مسلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں اور اُن کی ارواح کو اوّل وہاں لیجا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی اُن ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۱۱ مقرب فرشتے یا اللہ کے مقرب بندے خوش ہو کر مؤمنین کے اعمالنامے دیکھتے ہیں اور اُس مقام پر حاضر رہتے ہیں۔ ف۱۲ یعنی مسہریوں میں بیٹھے جنّت کی سیر کرتے ہونگے اور دیدار الٰہی سے آنکھیں شاد کرینگے۔

نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿۲۵﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ

تازگی آرام کی ف۱ اُنکو پلائی جاتی ہے شراب خالص مہر لگی ہوئی ف۲ جسکی مہر جمتی ہے مشک پر ف۳

وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهُ مِن

اور اُس پر چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے ف۴ اور اُسکی ملونی ہے

تَسْنِيمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا

تسنیم سے وہ ایک چشمہ ہے جس کو پیتے ہیں اللہ کے مقرب ف۵ وہ لوگ جو گنہگار ہیں

كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ

تھے ایمان والوں سے ہنسا کرتے ف۶ اور جب ہو کر نکلتے اُنکے پاس کو

يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَ

تو آپس میں آنکھ مارتے ف۷ اور جب پھر کر جاتے اپنے گھر پھر جاتے باتیں بناتے ف۸ اور

إِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ

جب اُنکو دیکھتے کہتے بیشک یہ لوگ بہک رہے ہیں ف۹ اور اُنکو بھیجا نہیں اُن پر

حَافِظِينَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ عَلَى

نگہبان بنا کر ف۱۰ سو آج ایمان والے منکروں سے ہنستے ہیں ف۱۱

الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں ف۱۲ اب بدلا پایا ہے منکروں نے جیسا کچھ کرتے تھے ف۱۳

سُورَةُ الْإِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ آيَةً

سورہ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچیس ۲۵ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ✡

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَإِذَا الْأَرْضُ

جب آسمان پھٹ جائے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ آسمان اسی لائق ہے ف۱۴ اور جب زمین

ف۱ یعنی جنّت کے عیش و آرام سے اُن کے چہرے ایسے پُر رونق اور تر و تازہ ہونگے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش و تنعم میں ہیں۔ ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "شراب کی نہریں ہیں ہر کسی کے گھر میں لیکن یہ شراب نادر ہے جو سربمہر رہتی ہے" ف۳ جیسے دنیا میں مہر لاکھ یا مٹی پر جمائی جاتی، وہاں کی مٹی مشک ہے اسی پر جمائی جائیگی شیشہ اُٹھاتے ہی پیتے ہی دماغ معطر ہو جائیگا۔ اور اخیر تک خوشبو مہکتی رہیگی۔ ف۴ یعنی دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اُس کی طرف رغبت کریں۔ ہاں یہ شراب طہور ہے جس کے لیے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہیے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہونی چاہیے۔ ف۵ یعنی مقرب لوگ اس چشمہ کی شراب کو خالص پیتے ہیں اور ابرار کو اس شراب کی ملونی دیجاتی ہے جو بطور گلاب وغیرہ کے اُن کی شراب میں ملاتے ہیں ف۶ کہ ان بیوقوفوں کو کیا خیال فاسد دامنگیر ہوا ہے کہ محسوس و موجود لذتوں کو جنّت کی خیالی لذتوں کی توقع پر چھوڑتے ہیں۔ ف۷ کہ دیکھو یہ ہی بے عقل اور احمق لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کو جنّت کے اُدھار پر دنیا کے نقد سے محروم کر رکھا ہے۔ ف۸ یعنی خوش طبعی کرتے اور مسلمانوں پر پھبتیاں کستے تھے اور اپنے عیش و آرام پر مفتون و مغرور ہو کر سمجھتے کہ ہمارے ہی عقیدے اور خیالات درست ہیں ورنہ یہ نعمتیں ہم کو کیوں ملتیں۔ ف۹ کہ خواہ مخواہ زہد و ریاضت کر کے اپنی جانیں کھپاتے اور موہوم لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور لاحاصل مشقتوں کا کمالات حقیقی نام رکھا ہے کیا کھلی ہوئی گمراہی نہیں کہ سب گھر بار اور عیش و آرام چھوڑ کر ایک شخص کے پیچھے ہو لیے اور اپنے آبائی دین کو بھی ترک کر بیٹھے۔ ف۱۰ یا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کافروں کو اُن مسلمانوں پر کچھ نگہبان نہیں بنایا گیا کہ احمق اپنی تباہ کاریوں سے آنکھیں بند کر کے ان کی حرکات کی نگرانی کیا کریں۔ اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو اور سیدھی راہ چلنے والوں کو گمراہ اور احمق بنائیں۔ ف۱۱ یعنی قیامت کے دن مسلمان ان کافروں پر ہنستے ہیں کہ یہ لوگ کیسے کوتاہ اندیش اور احمق تھے جو خسیس اور فانی چیز کو نفیس اور باقی نعمتوں پر ترجیح دی۔ آخر آج دوزخ میں کس طرح عذاب دائم کا مزہ چکھ رہے ہیں۔ ف۱۲ یعنی اپنی خوشحالی اور کافروں کی بدحالی کا نظارہ کر رہے ہیں۔ ف۱۳ یعنی جو دنیا میں مسلمانوں کی ہنسی اُڑاتے تھے، آج اُن کا حال قابل مضحکہ ہو رہا ہے اور مسلمان اُن کی گزشتہ حماقتوں کا خیال کر کے ہنستے ہیں۔ ف۱۴ یعنی اللہ کی طرف سے جب پھٹنے کا حکم تکوینی ہوگا، آسمان اُسکی تعمیل کریگا اور وہ مقدور و مقہور ہونے کے لحاظ سے اسی لائق ہے کہ باوجود عظمت و رفعت اپنے مالک و خالق کے سامنے گردن ڈالدے اور اس کی فرمانبرداری میں ذرا چون و چرا نہ کرے۔

ف۱ محشر کے لیے یہ زمین ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلادی جائیگی اور عمارتیں پہاڑ وغیرہ سب برابر کر دیے جائینگے۔ تا ایک سطح مستوی پر سب اولین و آخرین بیک وقت کھڑے ہوسکیں اور کوئی حجاب و حائل باقی نہ رہے۔ ف۲ زمین اُس دن اپنے خزانے اور مُردوں کے اجزا اُگل ڈالیگی اور اُن تمام چیزوں سے خالی ہوجائیگی جن کا تعلق اعمال عباد کے مجازات کرے ہے۔ ف۳ زمین و آسمان جس کے حکم تکوینی کے تابع و منقاد ہوں، آدمی کو کیا حق ہے کہ اُس کے حکم تشریعی سے سرتابی کرے۔ ف۴ یعنی رب تک پہنچنے سے پہلے ہر آدمی اپنی استعداد کے موافق مختلف قسم کی جد وجہد کرتا ہے کوئی اس کی طاعت میں محنت و مشقت اُٹھاتا ہے، کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھپاتا ہے۔ پھر خیر کی جانب میں ہو یا شر کی، طرح طرح کی تکلیفیں سہہ سہہ کر آخر پروردگار سے ملنا اور اپنے اعمال کے نتائج سے دوچار ہونا ہے۔ ف۵ آسان حساب یہ ہی کہ بات بات پر گرفت نہ ہوگی۔ محض کاغذات پیش ہوجائینگے اور بدون بحث و مناقشہ کے سستے چھوڑ دیئے جائینگے۔

مُدَّتْ ۝٣ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۝٤ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٥

پھیلادی جائے ف۱ اور نکال ڈالے جو کچھ اُس میں ہے اور خالی ہو جائے ف۲ اور سُن لے حکم اپنے رب کا اور وہ زمین اسی لائق ہے ف۳

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۝٦

اے آدمی تجھ کو تکلیف اُٹھانی ہے اپنے رب تک پہنچنے میں سہہ سہہ کر پھر اُس سے ملنا ہے ف۴

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۝٧ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا

سو جس کو ملا اعمالنامہ اسکا داہنے ہاتھ میں تو اُس سے حساب لینگے آسان

يَسِيرًا ۝٨ وَيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝٩ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ

حساب ف۵ اور پھر کر آئیگا اپنے لوگوں کے پاس خوش ہو کر ف۶ اور جس کو ملا

كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝١٠ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ۝١١ وَيَصْلَىٰ

اس کا اعمالنامہ پیٹھ کے پیچھے سے ف۷ سو وہ پکاریگا موت موت ف۸ اور پڑیگا

سَعِيرًا ۝١٢ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝١٣ إِنَّهُ ظَنَّ أَن

آگ میں وہ رہا تھا اپنے گھر میں بے غم ف۹ اُس نے خیال کیا تھا کہ

لَّن يَحُورَ ۝١٤ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝١٥ فَلَا أُقْسِمُ

پھر کر نہ جائیگا ف۱۰ کیوں نہیں اُس کا رب اُس کو دیکھتا تھا ف۱۱ سو قسم کھاتا ہوں

بِالشَّفَقِ ۝١٦ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝١٧ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝١٨ لَتَرْكَبُنَّ

شام کی سرخی کی اور رات کی اور جو چیزیں اُس میں سمٹ آتی ہیں ف۱۲ اور چاند کی جب پورا بھر جائے ف۱۳ کہ تم کو چڑھنا ہے

طَبَقًا عَن طَبَقٍ ۝١٩ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝٢٠ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ

سیڑھی پر سیڑھی ف۱۴ پھر کیا ہوا ہے انکو جو یقین نہیں لاتے ف۱۵ اور جب پڑھیے اُن کے پاس

الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۩ ۝٢١ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ۝٢٢ وَاللَّهُ

قرآن وہ سجدہ نہیں کرتے ف۱۶ بلکہ یہ منکر جھٹلاتے ہیں اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝٢٣ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٢٤ إِلَّا الَّذِينَ

خوب جانتا ہے جو اندر بھر رکھتے ہیں ف۱۷ سو خوشی سُنا دے اُنکو عذاب دردناک کی ف۱۸ مگر جو لوگ کہ

ف۶ نہ سزا کا خوف رہیگا نہ غصہ کا ڈر، نہایت امن و اطمینان سے اپنے احباب و اقارب اور مسلمان بھائیوں کے پاس خوشیاں مناتا ہوا آئیگا۔ ف۷ یعنی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائیگا۔ فرشتے سامنے سے اُس کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرینگے۔ گویا غایت کراہیت کا اظہار کیا جائیگا۔ اور ممکن ہے پیچھے کو مشکیں بندھی ہوں اس لیئے اعمالنامہ پشت کی طرف سے دینے کی نوبت آئے۔ ف۸ یعنی عذاب کے ڈر سے موت مانگیگا۔ ف۹ یعنی دنیا میں آخرت کی بیفکر تھا۔ اُس کا بدلہ یہ ہے کہ آج سخت غم میں مبتلا ہونا پڑا۔ اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر میں گھلے جاتے تھے، اُن کو آج بالکل بیفکری اور امن چین ہے۔ کافر یہاں مسرور تھا، مؤمن وہاں مسرور ہے۔ ف۱۰ اُسکو یہاں خیال تھا کہ ایک روز خدا کی طرف واپس ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اسی لیئے گناہوں اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا۔ ف۱۱ یعنی پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا کہ اس کی روح کہاں سے آئی بدن کس کس چیز سے بنا۔ پھر کیا اعتقاد رکھا، کیا عمل کیا۔ دل میں کیا بات تھی۔ زبان سے کیا نکلا۔ ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا، اور موت کے بعد اُسکی روح کہاں گئی اور بدن کے اجزا بکھر کر کہاں کہاں پہنچے وغیر ذٰلک۔ جو خدا آدمی کے احوال سے اس قدر واقف ہو اور ہر جزئی و کلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو، کیا گمان کر سکتے ہو کہ وہ اُس کو یوں ہی مہمل اور معطل چھوڑ دیگا؟ ضرور ہے کہ اُسکے اعمال پر ثمرات و نتائج مرتب کرے۔ ف۱۲ یعنی آدمی اور جانور جو دن میں تلاش معاش کے لیئے مکانوں سے نکل کر ادھر اُدھر منتشر ہوتے ہیں رات کے وقت سب طرف سے سمٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔ ف۱۳ یعنی چودھویں رات کا چاند جو اپنی حد کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ ف۱۴ یعنی دنیا کی زندگی میں مختلف دور سے بتدریج گزر کر اخیر میں موت کی سیڑھی ہے، پھر عالم برزخ کی، پھر قیامت کی، پھر قیامت میں خدا جانے کتنے احوال و مراتب درجہ بدرجہ طے کرنے ہیں۔ جیسے رات کے شروع میں شفق کے باقی رہنے تک ایک قسم کی روشنی رہتی ہے جو فی الحقیقت بقیہ ہے آفتاب کے اثرات کا پھر شفق غائب ہونے پر دوسرا دور تاریکی کا شروع ہوتا ہے جو سب چیزوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ اس میں چاند بھی نکلتا ہے اور درجہ بدرجہ اُس کی روشنی بڑھتی ہے آخر چودھویں شب کو ماہ کامل کا نور اُس تاریک فضا میں ساری رات اُجالا رکھتا ہے۔ گویا انسانی احوال کے طبقات رات کی مختلف کیفیات سے مشابہ ہوئے واللہ اعلم۔ ف۱۵ کہ ہم کو موت کے بعد بھی کسی طرف رجوع ہونا ہے اور ایک بڑا بھاری سفر درپیش ہے جس کے لیئے کافی توشہ ساتھ ہونا چاہیئے۔ ف۱۶ یعنی اگر اُن کی عقل خود بخود ان حالات کو دریافت نہیں کر سکتی تھی تو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اُٹھاتے لیکن اُس کے برخلاف اُن کا حال یہ ہے کہ قرآن معجز بیان کو سُن کر بھی ذرا عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جب مسلمان خدا کی آیات سُن کر سجدہ کرتے ہیں، اُن کو سجدہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ف۱۷ یعنی فقط اتنا ہی نہیں کہ اللہ کی آیات سُن کر انقیاد و تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اُن کو زبان سے جھٹلاتے ہیں اور دلوں میں جو تکذیب و انکار، بغض و عناد، اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اُس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ ف۱۸ یعنی خوشخبری سُنا دیجئے کہ جو کچھ وہ کما رہے ہیں اُس کا پھل ضرور ملیگا۔ اُن کی یہ کوششیں ہرگز خالی نہیں جائینگی۔

أٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ع

یقین لائے اور کام کیے بھلے اُن کے لیے ثواب ہے بے انتہا ف۱

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ بروج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس ۲۲ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ

قسم ہے آسمان کی جس میں بُرج ہیں ف۲ اور اُس دن کی جس کا وعدہ ہے ف۳ اور اُس دن کی جو حاضر ہوتا

وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ

ہے اور اُسکی کہ جسکے پاس حاضر ہوتے ہیں ف۴ مارے گئے کھائیاں کھودنے والے آگ ہے بہت

الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

ایندھن والی ف۵ جب وہ اُس پر بیٹھے اور جو کچھ وہ کرتے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا

مسلمانوں کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ف۶ اور اُن سے بدلا لیتے تھے مگر اسی بات کا کہ وہ یقین لائے

بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں والا جس کا راج ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

زمین میں اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ف۷ تحقیق جو

فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ

دین سے بچلائے ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو پھر توبہ نہ کی تو اُن کے لیے

عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

عذاب ہے دوزخ کا اور اُن کے لیے عذاب ہے آگ لگنے کا ف۸ بیشک جو لوگ

ف۱ جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ ف۲ بُرجوں سے مراد یا تو وہ بارہ بُرج ہیں جن کو آفتاب ایک سال کی مدت میں تمام کرتا ہے یا آسمانی قلعے وہ تھے جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں یا بڑے بڑے ستارے جو دیکھنے میں آسمان پر معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی قیامت کا دن۔ ف۴ سب شہروں میں حاضر ہوتا ہے جمعہ کا دن۔ اور سب ایک جگہ حاضر ہوتے ہیں عرفہ کے دن حج کے لیے اسی لیے روایات میں آیا کہ "شاہد" جمعہ کا دن ہے اور "مشہود" عرفہ کا دن۔ اس کے علاوہ "شاہد" و "مشہود" کی تفسیر میں اقوال بہت ہیں، لیکن اوفق بالروایات یہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔ (تنبیہ) قرآنی قسموں کے متعلق ہم سورۂ "قیامۃ" کے شروع میں جو لکھ چکے ہیں، اُس کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیے۔ اور ان قسموں کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ ان سب سے اللہ تعالیٰ کا مالک الامکنۃ والازمنۃ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور ایسے مالک الکل کی مخالفت کرنے والے کا مستحق لعن و عقوبت ہونا ظاہر ہے۔ ف۵ یعنی ملعون و مغضوب ہوئے وہ لوگ جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور بہت سا ایندھن ڈال کر اُن کو دھونکایا۔ ان "اصحاب الاخدود" سے کون مُراد ہیں؟ مفسرین نے کئی واقعات نقل کیے ہیں۔ لیکن صحیح مسلم، جامع ترمذی اور مسند احمد وغیرہ میں جو قصہ مذکور ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا۔ اُس کے ہاں ایک ساحر (جادوگر) رہتا تھا۔ جب ساحر کی موت کا وقت قریب ہوا۔ اُس نے بادشاہ کو درخواست کی کہ ایک ہشیار اور ہونہار لڑکا مجھے دیا جائے تو میں اُس کو اپنا علم سکھا دوں۔ تا میرے بعد یہ علم مٹ نہ جائے۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جو روزانہ ساحر کے پاس جا کر اُس کا علم سیکھتا تھا۔ راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اُس وقت کے اعتبار سے دین حق پر تھا۔ لڑکا اُس کے پاس بھی آنے جانے لگا اور خفیہ طور سے راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا، اور اُس کے فیض صحبت سے ولایت و کرامت کے درجہ کو پہنچا۔ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور (شیر وغیرہ) نے راستہ روک رکھا ہے جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے۔ اُس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے۔ یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اُس جانور کا کام تمام ہو گیا۔ لوگوں میں شور ہوا کہ اس لڑکے کو عجیب علم آتا ہے کسی اندھے نے سن کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی کر دے۔ لڑکے نے کہا کہ اچھی کرنے والا میں نہیں۔ وہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے۔ اگر تو اُس پر ایمان لائے تو میں دُعا کروں۔ اُمید ہے وہ تجھ کو بینا کر دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شدہ شدہ یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں۔ اُس نے برہم ہو کر لڑکے کو مع راہب اور اندھے کے طلب کر لیا اور کچھ بحث و گفتگو کے بعد راہب اور اندھے کو قتل کر دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اونچے پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ مگر خدا کی قدرت۔ جو لوگ اُس کو لے گئے تھے، سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح و سالم چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے دریا میں غرق کرنے کا حکم دیا۔ وہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ لڑکا صاف بچ کر نکل آیا اور جو لے گئے تھے وہ سب دریا میں ڈوب گئے۔ آخر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ میں خود اپنے مرنے کی ترکیب بتلاتا ہوں۔ آپ سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں اُنکے سامنے مجھ کو سولی پر لٹکائیں اور یہ لفظ کہہ کر میرے تیر ماریں "بسم اللہ رب الغلام" (اُس اللہ کے نام پر جو رب ہے اس لڑکے کا) چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر یکلخت لوگوں کی زبان سے ایک نعرہ بلند ہوا کہ "آمنا برب الغلام" (ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے) لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ لیجیے جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے وہ ہی پیش آئی۔ پہلے تو کوئی اکا دکا مسلمان ہوتا تھا اب خلق کثیر نے اسلام قبول کر لیا بادشاہ نے غصہ میں آ کر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور اُن کو خوب آگ سے بھروا کر اعلان کیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھریگا اس کو ان خندقوں میں جھونک دیا جائیگا۔ آخر لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے۔ ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کے پاس دودھ پیتا بچہ تھا۔ شاید بچہ کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبرائی۔ مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز دی "اُمّاہ اصبری فانک علی الحق" (اماں جان! صبر کر، کہ تو حق پر ہے۔ ف۶ یعنی بادشاہ اور اُس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگدلی سے مسلمانوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بدبختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔ ف۷ یعنی ان مسلمانوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کفر کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لائے جس کی بادشاہت سے زمین و آسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں۔ اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اُسی اکیلے کو پوجتے ہیں، آگ میں جلایا جائے تو کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ایسا ظلم و ستم یوں ہی خالی چلا جائیگا اور وہ خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دیگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب اللہ کا غضب آیا وہ ہی آگ پھیل پڑی۔ بادشاہ اور امیروں کے گھر سارے پھونک دیے" مگر روایات صحیحہ میں اُس کا ذکر نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ ف۸ یعنی کچھ اصحاب الاخدود پر منحصر نہیں۔ جو لوگ ایمانداروں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرینگے (جیسے کفار مکہ کر رہے تھے) پھر اپنی ان نالائق حرکات سے تائب نہ ہونگے اُن سب کے لیے دوزخ کا عذاب تیار ہے جس میں بیشمار قسم کی تکلیفیں ہونگی اور بڑی تکلیف آگ لگی کی ہوگی جس میں دوزخی کا تن من سب گرفتار ہوگا۔

ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَهُمْ جَنَّٰتٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا

یقین لائے اور کیں انہوں نے بھلائیاں اُنکے لیئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں

ٱلْأَنْهَٰرُ ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْكَبِيرُ ﴿١١﴾ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾

نہریں یہ ہے بڑی مراد ملنی ف۱ بیشک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے ف۲

إِنَّهُۥ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو

بیشک وہی کرتا ہے پہلی مرتبہ اور دوسری ف۳ اور وہی ہے بخشنے والا محبت کرنے والا ف۴ مالک

ٱلْعَرْشِ ٱلْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ هَلْ أَتَىٰكَ حَدِيثُ

عرش کا بڑی شان والا کر ڈالنے والا جو چاہے ف۵ کیا پہنچی تجھ کو بات

ٱلْجُنُودِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾ بَلِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فِى

اُن لشکروں کی فرعون اور ثمود کی ف۶ کوئی نہیں بلکہ منکر

تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾ وَٱللَّهُ مِن وَرَآئِهِم مُّحِيطٌۢ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ

جھٹلاتے ہیں ف۷ اور اللہ نے اُن کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے ف۸ کوئی نہیں یہ

قُرْءَانٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِى لَوْحٍ مَّحْفُوظٍۭ ﴿٢٢﴾

قرآن ہے بڑی شان کا ف۹ لکھا ہوا لوح محفوظ میں ف۱۰

سُوْرَۃُ الطَّارِقِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سَبْعَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً

سورۂ طارق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سترہ آیتیں ہیں

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ★

وَٱلسَّمَآءِ وَٱلطَّارِقِ ﴿١﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا ٱلطَّارِقُ ﴿٢﴾ ٱلنَّجْمُ

قسم ہے آسمان کی اور اندھیری میں آنیوالے کی اور تونے کیا سمجھا کیا ہے اندھیرے میں آنے والا وہ تارا

ٱلثَّاقِبُ ﴿٣﴾ إِن كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿٤﴾ فَلْيَنظُرِ

چمکتا ہوا کوئی جی نہیں جس پر نہیں ایک نگہبان اب دیکھ لے

ف۱ یعنی یہاں کی تکلیفوں اور ایذاؤں سے نہ گھبرائیں۔ بڑی اور آخری کامیابی اُن ہی کے لیئے ہے جس کے مقابلہ میں یہاں کا عیش یا تکلیف سب ہیچ ہے ف۲ اسی لیئے ظالموں اور مجرموں کو پکڑ کر سخت ترین سزا دیتا ہے۔ ف۳ یعنی پہلی مرتبہ دنیا کا عذاب اور دوسری مرتبہ آخرت کا (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ اول مرتبہ آدمی کو وہ ہی پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ موت کے بعد بھی وہ ہی پیدا کریگا پس مجرم اس دھوکہ میں نہ رہے کہ موت جب ہمارا نام و نشان مٹا دیگی، پھر ہم کس طرح ہاتھ آئینگے۔ ف۴ یعنی باوجود اس صفت قہاری و سخت گیری کے اُس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا، اُن کے عیب چھپاتا اور طرح طرح کے لطف و کرم اور عنایت و شفقت سے نوازتا ہے۔ ف۵ یعنی اپنے علم و حکمت کے موافق جو کرنا چاہے کچھ دیر نہیں لگتی نہ کوئی روکنے ٹوکنے کا حق رکھتا ہے بہرحال نہ اُس کے انعام پر بندہ کو مغرور ہونا چاہیئے نہ انتقام سے بے خوف بلکہ ہمیشہ اُس کی صفات جلال و جمال دونوں پر نظر رکھے۔ اور خوف کے ساتھ رجاء اور رجاء کے ساتھ خوف کو دل سے زائل نہ ہونے دے۔ ف۶ کہ ایک مدت تک انعام کا دروازہ اُن پر کھلا رکھا تھا۔ اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتیں اُن کو پہنچتی تھیں پھر اُنکے کفر و طغیان کی بدولت کیسا سخت انتقام لیا گیا۔ ف۷ یعنی کفار ان قصوں سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے اور عذاب الٰہی کو ذرا نہیں ڈرتے۔ بلکہ ان قصوں کے اور قرآن کے جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ف۸ یعنی جھٹلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اس تکذیب کی سزا بھگتنا ضروری ہے اللہ کے قبضۂ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتے۔ نہ سزا سے بچ سکتے ہیں۔ ف۹ یعنی ان کا قرآن کو جھٹلانا محض حماقت ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو۔ یا چند احمقوں کے جھٹلانے سے اُس کی شان اور بزرگی کم ہو جائے۔ ف۱۰ جہاں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ پھر وہاں سے نہایت حفاظت و اہتمام کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ فَإِنَّهُۥ يَسْلُكُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِۦ رَصَدًا (الجن رکوع ۲) اور یہاں بھی قدرت کی طرف سے اُسکی حفاظت کا ایسا سامان ہے جس میں کوئی طاقت رخنہ نہیں ڈال سکتی۔

ع ۲۲ ۱۰

الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۞ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۞ يَّخْرُجُ مِنْۢ
آدمی کہ کاہے سے بنا ہے ف۱ بنا ہے ایک اُچھلتے ہوئے پانی سے ف۲ جو نکلتا ہے

بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۞ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۞ يَوْمَ
پیٹھ کے بیچ سے اور چھاتی کے بیچ سے ف۳ بیشک وہ اُس کو پھیر لا سکتا ہے ف۴ جس دن

تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۞ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۞ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ
جانچے جائیں بھید ف۵ تو کچھ نہ ہوگا اُس کو زور اور نہ کوئی مدد کرنے والا ف۶ قسم ہے آسمان چکر

الرَّجْعِ ۞ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۞ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۞
مارنے والے کی ف۷ اور زمین پھوٹ نکلنے والی کی ف۸ بیشک یہ بات ہے دو ٹوک

وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۞ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۞ وَّاَكِيْدُ
اور نہیں یہ بات ہنسی کی ف۹ البتہ وہ لگے ہوئے ہیں ایک داؤ کرنے میں اور میں لگا ہوا ہوں

كَيْدًا ۞ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۞
ایک داؤ کرنے میں سو ڈھیل دے منکروں کو ڈھیل دے اُن کو تھوڑے دنوں ف۱۰

ع ١٧ / ١١

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ اعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۞ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۞ وَالَّذِيْ
پاکی بیان کر اپنے رب کے نام کی جو سب سے اوپر ف۱۱ جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا ف۱۲ اور جس نے

قَدَّرَ فَهَدٰى ۞ وَالَّذِيْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۞ فَجَعَلَهٗ
ٹھہرا دیا پھر راہ بتلائی ف۱۳ اور جس نے نکالا چارا پھر کر ڈالا اُس کو

غُثَآءً اَحْوٰى ۞ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۞ اِلَّا مَا شَآءَ
کوڑا سیاہ ف۱۴ البتہ ہم پڑھائینگے تجھ کو پھر تو نہ بھولیگا مگر جو چاہے

ف۱ یعنی فرشتے رہتے ہیں آدمی کے ساتھ۔ بلاؤں سے بچاتے ہیں یا اُس کے عمل لکھتے ہیں (موضح القرآن) اور قسم میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ جس نے آسمان پر ستاروں کی حفاظت کے ایسے سامان کیے ہیں، اُس کو زمین پر تمہاری یا تمہارے اعمال کی حفاظت کرنا کیا دشوار ہے۔ نیز جس طرح آسمان پر ستارے ہر وقت محفوظ ہیں گر اُن کا ظہور خاص شب میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی سب اعمال، نامۂ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں، مگر ظہور اُن کا خاص قیامت میں ہوگا جب یہ بات ہے تو انسان کو قیامت کی فکر چاہیئے۔ اور اگر اُس کو مستبعد سمجھتا ہے تو اُس کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ف۲ یعنی منی سے جو اُچھل کر نکلتی ہے۔ ف۳ کہتے ہیں مرد کی منی کا انصباب پیٹھ سے ہوتا ہے اور عورت کا سینہ سے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ پیٹھ اور سینہ تمام بدن سے کنایہ ہے۔ یعنی منی مرد کی ہو یا عورت کی تمام بدن میں پیدا ہو کر پھر جدا ہوتی ہے اور اس کنایہ میں تخصیص صلب و ترائب کی شاید اس لیے ہو کہ حصول مادۂ منویہ میں اعضاء رئیسہ (قلب، دماغ، کبد) کو خاص دخل ہے جن میں سے قلب و کبد کا تعلق وتلبس ترائب سے اور دماغ کا تعلق بواسطہ نخاع (حرام مغز) کے صلب سے ظاہر ہے واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی اللہ پھر لائیگا مرنے کے بعد (موضح القرآن) حاصل یہ کہ نطفہ سے انسان بنا دینا بہ نسبت دوبارہ بنانے کے زیادہ عجیب ہے۔ جب یہ امر عجیب اُس کی قدرت سے واقع ہو رہا ہے تو جائز نہیں کہ اُس سے کم عجیب چیز کے وقوع کا خواہ مخواہ انکار کیا جائے۔ ف۵ یعنی سب کی قلعی کھل جائیگی اور کل باتیں جو دلوں میں پوشیدہ رکھی ہوں یا چھپ کر کی ہوں ظاہر ہو جائینگی اور کسی جرم کا اخفاء ممکن نہ ہوگا۔ ف۶ اُس وقت مجرم نہ اپنے زور و قوت سے مدافعت کر سکیگا نہ کوئی حمایتی ملیگا جو مدد کر کے سزا سے بچالے۔ ف۷ یا بارش لانے والے کی۔ ف۸ یعنی اُس میں سے پھوٹ نکلتے ہیں کھیتی اور درخت۔ ف۹ یعنی قرآن اور جو کچھ وہ معاد کے متعلق بیان کرتا ہے، کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں۔ بلکہ حق و باطل اور صدق و کذب کا دو ٹوک فیصلہ ہے۔ اور لاریب وہ سچا کلام اور ایک طے شدہ معاملہ کی خبر دینے والا ہے جو یقیناً پیش آکر رہیگا۔ (تنبیہ) قسم کو اس مضمون سے یہ مناسبت ہوئی کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہو مالا مال کر دیتا ہے۔ جیسے بارش آسمان کی طرف سے آتی ہے اور عمدہ زمین کو فیضیاب کرتی ہے۔ نیز قیامت میں ایک غیبی بارش ہوگی جس سے مُردے زندہ ہو جائینگے جس طرح یہاں بارش کا پانی گرنے سے مُردہ اور بیجان زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔ ف۱۰ یعنی منکرین داؤ پیچ کرتے رہتے ہیں کہ شکوک و شبہات ڈال کر یا اور کسی تدبیر سے حق کو اُبھرنے اور پھیلنے نہ دیں۔ اور میری تدبیر لطیف بھی (جس کا اُنہیں احساس نہیں) اندر اندر کام کر رہی ہے کہ ان کے تمام مکر و کید کا جال توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے اور اُنکے سب داؤ پیچ ان ہی کی طرف واپس کیے جائیں۔ اب خود سوچ لو کہ اللہ کی تدبیر کے مقابلہ میں کسی کی چالاکی اور مکاری کیا کام دے سکتی ہے لامحالہ یہ لوگ ناکام اور خائب و خاسر ہو کر رہینگے۔ اس لیے مناسب ہے کہ آپ ان کی سزادہی میں جلدی نہ کریں اور انکی حرکات شنیعہ سے گھبرا کر بددعا نہ فرمائیں۔ بلکہ تھوڑے دن ڈھیل دیں پھر دیکھیں نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ف۱۱ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آپ نے فرمایا "اِجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ" (اس کو اپنے سجود میں رکھو) اسی لیے سجدہ کی حالت میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" کہا جاتا ہے۔ ف۱۲ یعنی جو چیز بنائی عین حکمت کے موافق بہت ٹھیک بنائی اور باعتبار خواص و صفات اور اُن فائدوں کے جو اُس چیز سے مقصود ہیں اُس کی پیدائش کو درجۂ کمال تک پہنچایا اور ایسا معتدل مزاج عطا کیا جس سے وہ منافع و فوائد اُس پر مرتب ہو سکیں ف۱۳ حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں "یعنی اوّل تقدیر لکھی پھر اسی کے موافق دنیا میں لایا" گویا دنیا میں آنے کی راہ بتا دی۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے لیے ایک کمال کا اندازہ ٹھہرایا۔ پھر اس کو وہ کمال حاصل کرنے کی راہ بتلادی۔ وفیہ اقوال اُخر لاَ نطوّل بذکرہا۔ ف۱۴ یعنی اول نہایت سبز و خوشنما گھاس چارہ زمین سے پیدا کیا پھر آہستہ آہستہ اُس کو خشک و سیاہ کر ڈالا تا خشک ہو کر ایک مدت تک جانوروں کے لیے ذخیرہ کیا جا سکے۔ اور خشک کھیتی کٹ کر کام میں آئے۔

ف یعنی جس طرح ہم نے اپنی تربیت سے ہر چیز کو بتدریج اُس کے کمالِ مطلوب تک پہنچایا ہے تم کو بھی آہستہ آہستہ کامل قرآن پڑھا دینگے اور ایسا یاد کرا دینگے کہ اُس کا کوئی حصّہ بھولنے نہ پاؤگے بجز اُن آیتوں کے جن کا بالکل بھلا دینا ہی مقصود ہوگا کہ وہ بھی ایک قسم نسخ کی ہے۔ ف۲ یعنی وہ تمہاری مخفی استعداد اور ظاہری اعمال واحوال کو جانتا ہے اُسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا۔ نیز یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جو آیات ایک مرتبہ نازل کردی گئیں، پھر اُن کو منسوخ کرنے اور بُھلا دینے کے کیا معنی۔ اُسکی حکمتوں کا احاطہ کرنا اُسی کی شان ہے جو تمام کُھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے اُسی کو معلوم ہے کہ کونسی چیز ہمیشہ باقی رہنی چاہیئے اور کس کو ایک مخصوص مدت کے بعد اُٹھا لینا چاہیئے کیونکہ اب اس کا باقی رکھنا ضروری نہیں ہے ف۳ یعنی وحی کو یاد رکھنا آسان ہو جائیگا اور اللہ کی معرفت وعبادت اور ملک وملت کی سیاست کے طریقے سب سہل کر دیئے جائینگے اور کامیابی کے راستہ سے تمام مشکلات ہٹا دی جائینگی۔ ف۴ یعنی اللہ نے جب آپ پر ایسے انعام فرمائے، آپ دوسروں کو فیض پہنچایئے اور اپنے کمال سے دوسروں کی تکمیل کیجیئے (تنبیہ) "ان نفعت الذکریٰ" کی شرط اس لیئے لگائی کہ تذکیر و وعظ اُس وقت لازم ہے جب مخاطب کی طرف سے اُس کا قبول کرنا مظنون ہو۔ اور منصب آنحضرت صلعم کا وعظ و تذکیر ہر شخص کے لیئے نہیں۔ ہاں تبلیغ وانذار (یعنی حکم الٰہی کا پہنچانا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانا) تاکہ بندوں پر حجت قائم ہو اور عذر جہل ونادانی کا نہ رہے، اتنا باعتبار ہر شخص کے ضرور ہے۔ اس کو عرف میں تذکیر و وعظ نہیں کہتے۔ دعوت و تبلیغ کہتے ہیں۔ شاید اسی لیئے بعض مفسرین نے زیادہ واضح الفاظ میں آیت کے معنی یوں کیئے ہیں کہ بار بار نصیحت کر (اگر ایکبار کی نصیحت نے نفع نہ کیا ہو) اور ہو سکتا ہے کہ "ان نفعت الذکریٰ" کی شرط محض تذکیر کی تاکید کے لیئے ہو یعنی اگر کسی کو تذکیر نفع دے تو تجھ کو تذکیر کرنا چاہیئے اور یقینی بات ہے کہ تذکیر عالم میں کسی نہ کسی کو ضرور نفع دیگی گو ہر کسی کو نہ دے۔ کما قال تعالیٰ "وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین"۔ پس ایک امر کا ایسی چیز پر معلّق کرنا جس کا وقوع ضروری ہے اُس امر کی تاکید کا موجب ہوا۔ ف۵ سمجھانے سے وہ ہی سمجھتا ہے اور نصیحت سے وہ ہی فائدہ اُٹھاتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو۔ ف۶ یعنی جس بدقسمت کے نصیب میں دوزخ کی آگ لکھی ہے وہ کہاں سمجھتا ہے۔ اُسے خدا کا اور اپنے انجام کا ڈر ہی نہیں جو نصیحت کی طرف متوجہ ہو اور ٹھیک بات سمجھنے کی کوشش کرے۔ ف۷ یعنی نہ موت ہی آئیگی کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہوگی۔ ہاں ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کریگا۔ العیاذ باللہ۔ ف۸ یعنی ظاہری و باطنی، حسّی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا۔ ف۹ یعنی پاک وصاف ہو کر تکبیر تحریمہ میں اپنے رب کا نام لیا۔ پھر نماز پڑھی۔ اور بعض سلف نے کہا کہ "تزکّیٰ" "زکوٰۃ" سے ہے جس سے مُراد یہاں "صدقۃ الفطر" ہے، اور "ذکر اسم ربہ" سے تکبیرات عید مراد ہیں۔ اور "فصلّیٰ" میں نماز عید کا ذکر ہے۔ یعنی عید کے دن اوّل "صدقۃ الفطر" پھر تکبیریں، پھر نماز۔ والظاہر ہو الاوّل (تنبیہ) حنفیہ نے پہلی تفسیر کے موافق اس آیت سے دو مسئلے نکالے ہیں۔ اوّل یہ کہ تحریمہ میں خاص لفظ "اللہ اکبر" کہنا فرض نہیں، مطلق ذکر اسم رب کافی ہے جو مشعر تعظیم ہو اور اپنی غرض وحاجت پر مشتمل نہ ہو۔ ہاں "اللہ اکبر" کہنا احادیث صحیحہ کی بنا پر سنت یا واجب قرار پائیگا۔ دوسرے تکبیر تحریمہ نماز کے لیئے شرط ہے رکن نہیں۔ کیونکہ "فصلّیٰ" کا "ذکر اسم ربہ" پر عطف کرنا معطوف و معطوف علیہ کی مغائرت پر دال ہے۔ واللہ اعلم ف۱۰ یعنی یہ بھلائی تم کو کیسے حاصل ہو جبکہ آخرت کی فکر ہی نہیں۔ بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش وآرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ دنیا حقیر و فانی اور آخرت اُس سے کہیں بہتر اور پائدار ہے۔ پھر تعجب ہے کہ جو چیز کمّاً وکیفاً ہر طرح افضل ہو اُسے چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا جائے۔ ف۱۱ یعنی یہ مضمون (قد افلح من تزکّیٰ سے یہاں تک) اگلی کتابوں میں بھی مذکور ہے جو کسی وقت منسوخ نہیں ہوا، نہ بدلا گیا۔ اس اعتبار سے اور زیادہ مؤکد ہو گیا (تنبیہ) بعض روایات ضعیفہ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور موسیٰ علیہ السلام پر "توراۃ" کے علاوہ دس صحیفے نازل ہوئے تھے خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔ ف۱۲ یعنی وہ بات سُننے کے لائق ہے (تنبیہ) "غاشیہ" (چھپا لینے والی) سے مُراد قیامت ہے جو تمام مخلوق پر چھا جائیگی اور جس کا اثر سارے عالم پر محیط ہوگا۔ ف۱۳ یعنی آخرت میں مصیبتیں جھیلنے والے اور مصیبت جھیلنے کی وجہ سے خستہ و درماندہ، اور بعض نے کہا کہ "عاملۃ ناصبۃ" سے دنیا کا حال مراد ہے یعنی کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر اُن کی سب محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے سب اکارت ہیں یہاں بھی تکلیفیں اُٹھائیں اور وہاں بھی مصیبت میں رہے "خسر الدنیا والآخرۃ" اسی کو کہتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کافر (لوگ) جو دنیا میں (بڑی بڑی) ریاضت کرتے ہیں (اللہ کے ہاں) کچھ قبول نہیں ہوتی۔ ف۱۴ یعنی جب دوزخ کی گرمی اُن کے باطن میں سخت تشنگی پیدا کریگی، بے اختیار پیاس پیاس پکارینگے کہ شاید پانی پینے سے یہ تشنگی دور ہو۔ اُس وقت ایک گرم کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی دیا جائیگا جس کے پیتے ہی ہونٹ کباب ہو جائینگے، اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑینگی۔ پھر فوراً درست کی جائینگی، اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہینگے۔ العیاذ باللہ (بقیہ بر صفحہ ۷۷۳)۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ⑦ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ⑧

مگر جو چاہے اللہ ف۱ وہ جانتا ہے پکارنے کو اور جو چھپا ہوا ہے ف۲ اور سہج سہج پہنچائینگے ہم تجھ کو آسانی تک ف۳

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ⑨ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ⑩ وَ

سو تو سمجھا دے اگر فائدہ کرے سمجھانا ف۴ سمجھ جائیگا جس کو ڈر ہوگا ف۵ اور

يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ⑪ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ⑫ ثُمَّ

یکسو رہیگا اُس سے بڑا بدقسمت وہ جو داخل ہوگا بڑی آگ میں ف۶ پھر

لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ⑬ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ⑭ وَذَكَرَ

نہ مریگا اُس میں اور نہ جیئے گا ف۷ بیشک بھلا ہوا اُس کا جو سنورا ف۸ اور لیا اُس نے

اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ⑮ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ⑯ وَالْاٰخِرَةُ

نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی ف۹ کوئی نہیں تم بڑھاتے ہو دنیا کے جینے کو اور پچھلا گھر

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ⑰ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ⑱ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ⑲

بہتر ہے اور باقی رہنے والا ف۱۰ یہ لکھا ہوا ہے پہلے ورقوں میں صحیفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے ف۱۱

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھبیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ① وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ②

کچھ پہنچی تجھ کو بات اُس چھپا لینے والی کی ف۱۲ کتنے منہ اُس دن ذلیل ہونے والے ہیں

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ③ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ④ تُسْقٰى مِنْ

محنت کرنے والے تھکے ہوئے ف۱۳ گرینگے دہکتی ہوئی آگ میں پانی ملیگا ایک

عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ⑤ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ⑥ لَّا يُسْمِنُ

چشمے کھولتے ہوئے کا ف۱۴ نہیں اُنکے پاس کھانا مگر جھاڑ کانٹوں والا ف۱۵ نہ موٹا کرے

ع ۱۹ / ۱۲

(بقیہ صفحہ ۷۷۲) ف۱۵ "ضریع" ایک خاردار درخت ہے دوزخ میں جو تلخی میں ایلوے سے زیادہ اور بدبو میں مُردار سے بدتر اور گرمی میں آگ سے بڑھ کر ہے۔ جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلّائیں گے تو یہ چیز کھانے کو دی جائیگی۔

فوائد صفحہ ہذا} ف۱ کھانے سے مقصود یا محض لذّت حاصل کرنا ہوتا ہے، یا بدن کو فربہ کرنا، یا بھوک کو دفع کرنا۔ "ضریع" کے کھانے سے کوئی بات حاصل نہ ہوگی۔ لذّت و مزہ کی نفی تو اُس کے نام سے ظاہر ہے، باقی دو فائدے اُن کی نفی اس آیت میں تصریحاً کردی۔ غرض کوئی لذیذ و مرغوب کھانا اُن کو میسر نہ ہوگا۔ یہاں تک دوزخیوں کا حال تھا۔ آگے اِن کے بالمقابل جنتیوں کا ذکر ہے۔ ف۲ یعنی خوش ہونگے کہ اپنی کوشش ٹھکانے لگی اور محنت کا پھل بہت خوب ملا۔ ف۳ یعنی کوئی بیہودہ بات نہیں سُنینگے چہ جائیکہ گالی گفتار اور ذلت کی بات ہو۔ ف۴ یعنی ایک عجیب طرح کا چشمہ، اور بعض نے اُس کو جنس پر حمل کیا ہے۔ یعنی بہت سے چشمے بہہ رہے ہیں ف۵ کہ جب پینے کو جی چاہے دیر نہ لگے۔ ف۶ یعنی نہایت قرینے اور ترتیب سے بچھے ہوئے، اور گاؤ تکیے لگے ہوئے ف۷ تاکہ جس وقت جہاں چاہیں آرام کریں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کلفت نہ اٹھائیں۔ ف۸ کہ پیدائش و خاصیت دونوں اور جانوروں کی نسبت اس میں عجیب ہیں جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں دیکھنے کے قابل ہے۔ ف۹ بدون ظاہری ستون اور کھمبے کے ف۱۰ کہ ذرا اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے۔ ف۱۱ کہ اپنی کلانی کے سبب باوجود کُروی الشکل ہونے کے سطح معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے اُس پر رہنا سہنا آسان ہوگیا۔ یہ سب دلائل قدرت بیان ہوئے یعنی تعجب ہے کہ ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکیمانہ انتظامات کو نہیں سمجھتے جس سے بعث بعد الموت پر اس کا قادر ہونا اور عالم آخرت کے عجیب و غریب انتظامات کا ممکن ہونا سمجھ میں آجاتا۔ اور تخصیص اِن چیزوں کی بقول ابن کثیرؒ اس لئے ہے کہ عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے تھے۔ اُس وقت اُنکے سامنے بیشتر یہی چار چیزیں ہوتی تھیں۔ سواری میں اونٹ اوپر آسمان نیچے زمین، اردگرد پہاڑ، اس لئے انہی علامات میں غور کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔ ف۱۲ یعنی جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل واضحہ غور نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیے بلکہ صرف نصیحت کردیا کیجئے۔ کیونکہ آپ نصیحت کرنے اور سمجھانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو کوئی آپ ان پر داروغہ بنا کر مسلّط نہیں کئے گئے کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں، اور اُن کے دلوں کو بدل ڈالیں، یہ کام مقلب القلوب ہی کا ہے ف۱۳ یعنی جس نے اللہ کی طاعت سے روگردانی کی اور اُس کی آیتوں کا انکار کیا، وہ آخرت کے بڑے عذاب اور اللہ کی سخت ترین سزا سے بچ نہیں سکتا۔ یقیناً اُن کو ایک روز ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم کو اُن سے رتی رتی کا حساب لینا ہے۔ غرض آپ اپنا فرض ادا کیے جائیے اور اُن کا مستقبل ہمارے سپرد کیجئے۔ ف۱۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "عید قرباں کی فجر کہ حج ادا ہوتا ہے اور دس رات اُس سے پہلے۔ اور جفت اور طاق رمضان کی آخری (عشرہ) دہائی میں ہے۔ اور جب رات کو چلے یعنی پیغمبر معراج کو" یہ سب اوقات متبرک تھے اس لئے ان کی قسم کھائی۔ (تنبیہ) "والّیل اذا یسر" کے معنی عموماً مفسرین نے "رات کے گزرنے" یا "اُس کی تاریکی پھیلنے" کے لئے ہیں۔ گویا صبح کی قسم کے مقابلہ میں رات کے جانے یا آنے کی قسم کھائی۔ جیسا کہ جفت کے مقابل طاق کی قسم کھائی گئی ہے۔ اور "لیالٍ عشر" سے بھی ممکن ہے مطلق دس راتیں مراد ہوں کیونکہ اُس کے افراد و مصادیق میں بھی تقابل پایا جاتا ہے۔ مہینہ کے شروع کی دس راتیں اول روشن ہوتی ہیں پھر تاریک اور اخیر کی دس راتیں ابتداء میں تاریک رہتی ہیں پھر روشن ہوتی ہیں اور درمیانی دس راتوں کا حال ان دونوں سے جداگانہ ہے۔ گویا اس اختلاف و تقابل سے اشارہ فرمادیا کہ آدمی کو عیش و آرام یا مصیبت اور تنگی یا فراخی کی جو حالت پیش آئے مطمئن نہ ہو جائے اور یوں نہ سمجھے کہ اب اس کے خلاف دوسری حالت پیش نہ آئیگی اُسے یاد رکھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ خالق اضداد ہے جس طرح وہ آفاق میں ایک ضد کے مقابل دوسری ضد کو لاتا ہے۔ ایسے ہی تمہارے حالات و کوائف کو بھی اپنی حکمت و مصلحت کے موافق ادل بدل کرتا رہتا ہے چنانچہ آگے جو واقعات و مضامین مذکور ہیں اُن میں اسی اصول پر متنبہ فرمایا ہے (تنبیہ دوم) اس آیت کی تفسیر میں دو حدیثیں مرفوع آئی ہیں جابرؓ کی اور عمران بن حصینؓ کی، حافظ ابن کثیرؒ پہلی کی نسبت لکھتے ہیں "وھذا اسناد رجالہ لا بأس بھم وعندی ان المتن فی رفعہ نکارۃ" اور دوسری کی نسبت فرماتے ہیں: "وعندی ان وقفہ علی عمران بن حصین اشبہ" واللہ اعلم۔

وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ﴿٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا

اور نہ کام آئے بھوک میں ف۱ کتنے مُنہ اُس دن تروتازہ ہیں اپنی کمائی سے

رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيهَا

راضی ف۲ اونچے باغ میں نہیں سنتے اُس میں بکواس ف۳ اُس میں

عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾

ایک چشمہ ہے بہتا ف۴ اُس میں تخت ہیں اونچے بچھے ہوئے ف۵ اور آبخورے سامنے چنے ہوئے ف۶

وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾ أَفَلَا يَنظُرُونَ

اور غالیچے برابر بچھے ہوئے ف۷ اور مخمل کے نہالچے جگہ جگہ پھیلے ہوئے ف۸ بھلا کیا نظر نہیں کرتے

إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَ

اونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں ف۸ اور آسمان پر کہ کیسا اُس کو بلند کیا ہے ف۹ اور

إِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ

پہاڑوں پر کہ کیسے کھڑے کردیے ہیں ف۱۰ اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی ہے ف۱۱ سو تو سمجھائے جا

إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾

تیرا کام تو یہی سمجھانا ہے تو نہیں اُن پر داروغہ ف۱۲ مگر جس نے منہ موڑا اور منکر ہوگیا

فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ

تو عذاب کریگا اُس پر اللہ وہ بڑا عذاب بیشک ہمارے پاس ہے اُنکو پھر آنا پھر

إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾

بیشک ہمارا ذمہ ہے اُن سے حساب لینا ف۱۳

سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً

سورۂ فجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور اس رات کی جب رات کو چلے ف۱۴

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ

ہے اُن چیزوں کی قسم پوری عقلمندوں کے واسطے ف۱ تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے

بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝۸

عاد کے ساتھ وہ جو ارم میں تھے ف۲ بڑے ستونوں والے ف۳ کہ بنی نہیں ویسی سارے شہروں میں ف۴

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝۱۰

اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے تراشا پتھروں کو وادی میں ف۵ اور فرعون کے ساتھ وہ میخوں والا ف۶

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝۱۲ فَصَبَّ

یہ سب تھے جنہوں نے سر اٹھایا ملکوں میں پھر بہت ڈالی اُن میں خرابی پھر پھینکا

عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۱۳ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝۱۴ فَاَمَّا

اُن پر تیرے رب نے کوڑا عذاب کا ف۷ بیشک تیرا رب لگا ہے گھات میں ف۸ سو

الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۵ فَيَقُوْلُ

آدمی جو ہے جب جانچے اُس کو رب اُس کا پھر اُس کو عزت دے اور اُسکو نعمت دے تو کہے

رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝۱۵ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۵

میرے رب نے مجھ کو عزت دی ف۹ اور وہ جس وقت اُس کو جانچے پھر کھینچ کرے اُس پر روزی کی

فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝۱۶ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝۱۷ وَ

تو کہے میرے رب نے مجھ کو ذلیل کیا ف۱۰ کوئی نہیں پر تم عزت سے نہیں رکھتے یتیم کو ف۱۱ اور

لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۱۸ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ

تاکید نہیں کرتے آپس میں محتاج کے کھلانے کی ف۱۲ اور کھا جاتے ہو مُردے کا مال

اَكْلًا لَّمًّا ۝۱۹ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝۲۰ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ

سمیٹ کر سارا ف۱۳ اور پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کر ف۱۴ کوئی نہیں جب پست کر دی جائے

الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝۲۱ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝۲۲ وَ

زمین کوٹ کوٹ کر ف۱۵ اور آئے تیرا رب ف۱۶ اور فرشتے آئیں قطار قطار ف۱۷ اور

ف۱ یعنی قسمیں معمولی نہیں، نہایت معتبر اور مہتم بالشان ہیں اور عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تاکید کلام کے لیے ان میں ایک خاص عظمت و وقعت پائی جاتی ہے۔ ف۲ "عاد" ایک شخص کا نام ہے جس کی طرف یہ قوم منسوب ہوئی، اُس کے اجداد میں سے ایک شخص "ارم" نامی تھا۔ اُس کی طرف نسبت کرنے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ یہاں "عاد" سے "عاد اولیٰ" مراد ہے "عاد ثانیہ" نہیں، اور بعض نے کہا کہ "قوم عاد" میں جو شاہی خاندان تھا اُسے "ارم" کہتے تھے۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی ستون کھڑے کر کے بڑی بڑی اونچی عمارتیں بناتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اکثر سیر و سیاحت میں رہتے اور اونچے ستونوں پر خیمے تانتے تھے اور بعض کے نزدیک "ذات العماد" کہہ کر اُن کے اونچے قد و قامت اور ڈیل ڈول کو ستونوں سے تشبیہ دی ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی اس وقت دنیا میں اُس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط و طاقتور نہ تھی، یا اُن کی عمارتیں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ ف۵ "وادی القریٰ" اُن کے مقام کا نام ہے جہاں پہاڑ کے پتھروں کو تراش کر نہایت محفوظ و مضبوط مکان بناتے تھے۔ ف۶ یعنی بڑی لاؤ لشکر والا جس کو فوجی ضروریات کے لیے بہت کثیر مقدار میں میخیں رکھنا پڑتی تھیں یا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو چومیخا کر کے سزا دیتا تھا۔ ف۷ یعنی ان قوموں نے عیش و دولت اور زور و قوت کے نشہ میں مست ہو کر ملکوں میں خوب اودھم مچایا۔ بڑی بڑی شرارتیں کیں، اور ایسا سر اٹھایا، گویا اُن کے سروں پر کوئی حاکم ہی نہیں؟ ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے! کبھی اس ظلم و شرارت کا خمیازہ بھگتنا نہیں پڑیگا؟ آخر جب اُن کے کفر و تکبر اور جور و ستم کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور مہلت و درگزر کا کوئی موقع باقی نہ رہا۔ دفعۃً خداوند قہار نے اُن پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ اُن کی سب قوت اور بڑائی خاک میں مل گئی، اور وہ ساز و سامان کچھ کام نہ آیا۔ ف۸ یعنی جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گزرا اور کیا کرتا ہوا گیا، اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا، پھر وقت آنے پر اپنی اُن معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال و اعمال دیکھتا ہے، کوئی حرکت و سکون اُس سے مخفی نہیں، ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں۔ جو چاہو بے دھڑک کیے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر اُن کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے اُنہی اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اُس کے زیر نظر تھے اُس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔ ف۹ یعنی میں اسی لائق تھا اس لیے عزت دی۔ ف۱۰ یعنی میری قدر نہ کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُس کی نظر صرف دنیا کی زندگی اور حالت حاضرہ پر ہے بس دنیا کی موجودہ راحت و تکلیف ہی کو عزت و ذلت کا معیار سمجھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ دونوں حالتوں میں اُس کی آزمائش ہے۔ نعمت دے کر اُس کی شکر گزاری، اور سختی بھیج کر اُس کے صبر و رضا کو جانچا جا رہا ہے۔ نہ یہاں کا عارضی عیش و آرام اللہ کے ہاں مقبول و معزز ہونے کی دلیل ہے۔ نہ محض تنگی اور سختی مردود ہونے کی علامت ہے۔ مگر انسان اپنے افعال و اعمال پر نظر نہیں کرتا۔ اپنی بے عقلی یا بے حیائی سے رب پر الزام رکھتا ہے ف۱۱ یعنی خدا کے ہاں تمہاری عزت کیوں ہو، جب تم بیکس یتیموں کی عزت اور خاطر مدارات نہیں کرتے۔ ف۱۲ یعنی خود اپنے مال سے مسکینوں کی خبرگیری کرنا تو کجا، دوسروں کو بھی اس طرف نہیں ابھارتے کہ بھوکے محتاجوں کی خبر لے لیا کریں۔ ف۱۳ یعنی مُردے کی میراث لینے میں حلال حرام اور حق ناحق کی کچھ تمیز نہیں، جو قابو چڑھا ہضم کیا، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق تلف ہوں، ہونے دو۔ ف۱۴ یعنی جڑ کی بات یہ ہے کہ تمہارا دل مال کی حرص اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ بس کسی طرح مال ہاتھ آئے اور ایک پیسہ کسی نیک کام میں ہاتھ سے نہ نکلے خواہ آگے چل کر نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مال کی اس قدر محبت اور پرستش کہ آدمی اُسی کو کعبۂ مقصود ٹھہرا لے، صرف کافر کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ ف۱۵ یعنی سب ٹیلے اور پہاڑ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائیں اور زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے۔ ف۱۶ یعنی اپنی قہری تجلی کے ساتھ جیسا اُس کی شان کے لائق ہے۔ ف۱۷ یعنی میدان حشر میں آئیں گے وہاں انتظامات کے لیے۔

ف۱ یعنی لاکھوں فرشتے اس کی جلد سے کھینچ کر حشر والوں کے سامنے لائیں ... کچھ نیکی کر کے آگے نہ بھیجی۔ جو آج اس زندگی میں سمجھنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ دار العمل میں جو کام کرنا چاہیے ... کام آتی۔ یونہی خالی ہاتھ چلا آیا۔ کاش حسنات کا کوئی ذخیرہ آگے روانہ کر دیتا۔ جو یہاں کے لیے توشہ بنتا۔ ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ اس دن مجرموں کو ایسی سخت سزا دیگا اور ایسی سخت قید میں رکھیگا کہ کسی دوسرے کی طرف سے اس طرح کی سختی کسی مجرم کے حق میں متصور نہیں۔ اور حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "اس روز نہ ماریگا اس کا سا مارنا کوئی۔ نہ آگ نہ دوزخ کے موکل نہ سانپ بچھو، جو دوزخ میں ہونگے، کیونکہ ان کا مارنا اور دکھ دینا عذاب جسمانی ہے، اور حق تعالیٰ کا عذاب اس طور سے ہوگا کہ مجرم کی روح کو حسرت اور ندامت میں گرفتار کردیگا جو عذاب روحانی ہے۔ اور ظاہر ہے عذاب روحانی کو عذاب جسمانی سے کیا نسبت، نیز نہ باندھیگا اس کا سا باندھنا کوئی۔ کیونکہ دوزخ کے پیادے ہر چند کہ دوزخیوں کے گلے میں طوق ڈالینگے اور زنجیروں سے جکڑ دینگے اور دوزخ کے دروازے بند کرکے اوپر سے سرپوش رکھدینگے، لیکن ان کی عقل اور خیال کو بند نہ کرسکینگے اور عقل وخیال کی عادت ہے کہ بہت سی باتوں کی طرف التفات کرتا ہے اور ان میں سے بعض باتیں دوسری باتوں کے لیے حجاب ہو جاتی ہیں۔ اسی لیے عین قید کی تنگی میں انسان کو عقلی اور خیالی وسعت حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اس شخص کے کہ اللہ تعالیٰ عقل وخیال کو ادھر ادھر جانے سے روک دے اور بالکل ہمہ تن دکھ درد ہی کی طرف متوجہ رکھے۔ تو ایسی قید بدنی قید سے ہزاروں درجے سخت ہے۔ اسی لیے مجنون سودائیوں کو عین باغوں اور جنگلوں کی سیر کے وقت تنگی اور گھبراہٹ وہم وخیال کے سبب سے پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ باغ اور وسیع جنگل اس کی نظر میں تنگ معلوم ہوتے ہیں۔ ف۵ پہلے مجرموں اور ظالموں کا حال بیان ہوا تھا۔ اب اس کے مقابل ان لوگوں کا انجام بتلاتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر اور اس کی طاعت سے چین اور آرام ملتا ہے ان سے محشر میں کہا جائیگا کہ اے نفس آرمیدہ بحق! جس محبوب حقیقی سے تو لو لگائے ہوئے تھا اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل، اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو اس کی عالیشان جنت میں قیام کر۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے۔ بلکہ عارفین کا تجربہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارات کا فی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں۔ اللّٰھم انی اسألك نفساً بك مطمئنۃ تؤمن بلقائك وترضی بقضائك وتقنع بعطائك (تنبیہ) نفس مطمئنہ، نفس امارہ اور نفس لوامہ کی تحقیق سورۂ "قیامہ" کے شروع میں دیکھ لی جائے۔

ف۶ یعنی مکہ معظمہ کی۔ ف۷ مکہ میں ہر شخص کو لڑائی کی ممانعت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صرف فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں رہی تھی جو کوئی آپ سے لڑا اس کو مارا۔ اور بعض سنگین مجرموں کو خاص کعبہ کی دیوار کے پاس قتل کیا گیا پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لیے قائم ہو گئی۔ چونکہ اس آیت میں مکہ کی قسم کھا کر ان شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکہ میں دشمنوں کی طرف سے زہرہ گداز سختیاں جھیل رہا تھا اس لیے درمیان میں بطور جملہ معترضہ "وانت حلّ بھٰذا البلد" فرما کر تسلی کر دی کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا۔ اور اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر وتقدیس کے لیے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ کو اجازت ہوگی

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ

لائی جائے اُس دن دوزخ ف۱ اُس دن سوچیگا آدمی اور کہاں ملے اسکو

الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾ فَیَوْمَئِذٍ

سوچنا ف۲ کہے گا کیا اچھا ہوتا جو میں کچھ آگے بھیجتا اپنی زندگی میں ف۳ پھر اُس دن

لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰۤاَیَّتُهَا

عذاب نہ دے اُس کا سا کوئی اور نہ باندھ کر رکھے اُس کا سا باندھنا کوئی ف۴ اے وہ جی

النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾

جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾

پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں ف۵

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ عِشْرُوْنَ اٰیَةً

سورۂ بلد مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ

قسم کھاتا ہوں اس شہر کی ف۶ اور تجھ پر قید نہیں رہیگی اس شہر میں ف۷ اور قسم جنتے کی

وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿۴﴾ اَیَحْسَبُ

اور جو اُس نے جنا ف۸ تحقیق ہم نے بنایا آدمی کو محنت میں ف۹ کیا خیال رکھتا ہے وہ

اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾

کہ اُس پر بس نہ چلے گا کسی کا ف۱۰ کہتا ہے میں نے خرچ کر ڈالا مال ڈھیروں ف۱۱

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ﴿۸﴾ وَ

کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھا نہیں اُس کو کسی نے ف۱۲ بھلا ہم نے نہیں دیں اسکو دو آنکھیں ف۱۳ اور

پیشین گوئی ۸ھ میں خدا کے فضل سے پوری ہوئی (تنبیہ) بعض نے "وانت حلّ بھٰذا البلد" کے معنی "وانت نازل" کے لیے ہیں یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کیے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔ ف۸ یعنی آدم اور بنی آدم وقیل غیر ذلک۔ ف۹ یعنی آدمی ابتدا سے انتہا تک مشقت اور رنج میں گرفتار ہے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہتا ہے کبھی مرض میں مبتلا ہے کبھی رنج میں کبھی فکر میں شاید عمر بھر میں کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب کوئی انسان تمام قسم کے خرخشوں اور محنت وتکلیف سے آزاد ہو کر بالکل بے فکری کی زندگی بسر کرے حقیقت میں انسان کی پیدائشی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان سختیوں اور کھیڑوں سے نجات نہیں پاسکتا۔ آدم اور اولاد آدم کے احوال کا مشاہدہ خود اس کی واضح دلیل ہے اور مکہ جیسے سنگلاخ ملک کی زندگی خصوصاً اس وقت جبکہ وہاں افضل الخلائق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ترین جور وجفا اور ظلم وستم کے ہدف بنے ہوئے تھے "لقد خلقنا الانسان فی کبد" کی نمایاں شہادت ہے۔ ف۱۰ یعنی انسان جن سختیوں اور محنت ومشقت کی راہوں سے گزرتا ہے اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ اس میں عجز و درماندگی پیدا ہوتی اور اپنے کو بستۂ حکم وقضا سمجھ کر مطیع امر وتابع رضا ہوتا اور ہر وقت اپنی احتیاج وافتقار کو پیش نظر رکھتا لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ تو کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پا سکے اور اس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔ ف۱۱ یعنی رسول کی عداوت، اسلام کی مخالفت، اور معصیت کے مواقع میں یونہی بے تکے پن سے مال خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے۔ (بقیہ بر صفحہ ۷۷۶)

(بقیہ صفحہ ۵۰۰) پھر آگے بڑھا چڑھا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا کثیر مال خرچ کر چکا ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی میرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن آگے چل کر پتہ لگیگا کہ یہ سب خرچ کیا ہوا مال یونہی برباد گیا۔ بلکہ اُلٹا وبال جان ہوا۔ ف۱۲ یعنی اللہ سب دیکھ رہا ہے۔ جتنا مال جس جگہ جس نیت سے خرچ کیا ہے۔ جھوٹی شیخی بگھارنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ ف۱۳ یعنی جس نے دیکھنے کو آنکھیں دیں، کیا وہ خود دیکھتا نہ ہوگا؟ یقیناً جو سب کو بینائی دے وہ سب سے بڑھ کر بینا ہونا چاہیئے۔

لِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝۹ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝۱۰ فَلَا اقْتَحَمَ

زبان اور دو ہونٹ ف۱ اور دکھلادیں اسکو دو گھاٹیاں ف۲ سو نہ دھمک سکا

الْعَقَبَةَ ۝۱۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ

گھاٹی پر ف۳ اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ گھاٹی چھڑانا گردن کا ف۴ یا کھلانا

فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِيْنًا

بھوک کے دن میں ف۵ یتیم کو جو قرابت والا ہے ف۶ یا محتاج کو جو

ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

خاک میں رُل رہا ہے ف۷ پھر ہووے ایمان والوں میں ف۸ جو تاکید کرتے ہیں آپس میں تحمل کی

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۱۸ وَالَّذِيْنَ

اور تاکید کرتے ہیں رحم کھانے کی ف۹ وہ لوگ ہیں بڑے نصیب والے ف۱۰ اور جو

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝۲۰

منکر ہوئے ہماری آیتوں سے وہ ہیں کمبختی والے ف۱۱ اُنہی کو آگ میں موند دیا ہے ف۱۲

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پندرہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ☆

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا

قسم سورج کی اور اسکی دھوپ چڑھنے کی اور چاند کی جب آئے سورج کے پیچھے ف۱۳ اور دن کی جب

جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَ

اسکو روشن کرے ف۱۴ اور رات کی جب اُس کو ڈھانک لیوے ف۱۵ اور آسمان کی اور جیسا کہ اسکو بنایا ف۱۶ اور

الْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا

زمین کی اور جیسا کہ اسکو پھیلایا ف۱۷ اور جی کی اور جیسا کہ اسکو ٹھیک بنایا ف۱۸ پھر سمجھ دی اُس کو

فوائد صفحہ ہذا ف۱ جن سے بات کرنے اور کھانے پینے میں مدد لیتا ہے۔ ف۲ یعنی خیر اور شر دونوں کی راہیں بتلا دیں۔ تاکہ بُرے راستہ سے بچے اور اچھے راستہ پر چلے۔ اور یہ بتلانا اجمالی طور پر عقل وفطرت سے ہوا اور تفصیلی طور پر انبیاء ورُسل کی زبان سے (تنبیہ) بعض نے "نجدین" سے مراد عورت کی پستان لیے ہیں۔ یعنی بچے کو دودھ پینے اور غذا حاصل کرنے کا راستہ بتلا دیا۔ ف۳ یعنی اس قدر انعامات کی بارش اور اسباب ہدایت کی موجودگی میں بھی اُسے توفیق نہ ہوئی کہ دین کی گھاٹی پر آ دھمکتا اور مکارم اخلاق کے راستوں کو طے کرتا ہوا فوز وفلاح کے بلند مقامات پر پہنچ جاتا (تنبیہ) دین کے کاموں کو گھاٹی اس لیے کہا کہ مخالفت ہوا کی وجہ سے اُن کا انجام دینا نفس پر شاق اور گراں ہوتا ہے۔ ف۴ یعنی غلام آزاد کرنا۔ یا قرضدار کی گردن قرض سے چھڑوانا۔ ف۵ یعنی قحط کے دنوں میں بھوکوں کی خبر لینا۔ ف۶ یتیم کی خدمت کرنا ثواب اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کرنا بھی ثواب، جہاں دونوں جمع ہو جائیں تو دُہرا ثواب ہوگا۔ ف۷ یعنی فقر وفاقہ اور تنگدستی سے خاک میں مل رہا ہو۔ یہ مواقع ہیں مال خرچ کرنے کے نہ یہ کہ شادی غمی کی فضول رسموں اور خدا کی نافرمانیوں میں روپیہ برباد کر کے دنیا کی رسوائی اور آخرت کا وبال سر لیا جائے۔ ف۸ یعنی پھر ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی سب سے بڑی شرط ایمان ہے۔ اگر یہ چیز نہیں تو سب کیا کرایا اکارت ہے۔ ف۹ یعنی ایک دوسرے کو تاکید کرتے رہتے ہیں کہ حقوق وفرائض کے ادا کرنے میں ہر قسم کی سختیوں کا تحمل کرو اور خدا کی مخلوق پر رحم کھاؤ، تا آسمان والا تم پر رحم کھائے۔ ف۱۰ یعنی یہ لوگ بڑے خوش نصیب اور میمون ومبارک ہیں جن کو عرش عظیم کے داہنی جانب جگہ ملیگی اور اُن کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا ف۱۱ یعنی بدنصیب منحوس، شامت زدہ جن کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا اور عرش کے بائیں طرف کھڑے کیے جائیں گے۔ ف۱۲ یعنی دوزخ میں ڈال کر سب دروازے نکلنے کے بند کر دیئے جائینگے۔ اعاذنا اللہ منہا ف۱۳ یعنی سورج غروب ہونے کے بعد جب اُس کی چاندنی پھیلے۔ ف۱۴ یعنی جب دن میں سورج پوری روشنی اور صفائی کے ساتھ جلوہ گر ہو۔ ف۱۵ یعنی جب رات کی تاریکی خوب چھا جائے اور سورج کی روشنی کا کچھ نشان دکھائی نہ دے۔ ف۱۶ یعنی جس شان وعظمت کا اُس کو بنایا۔ اور بعض کے نزدیک "ما بناھا" سے مراد اُس کا بنانے والا ہے۔ ف۱۷ یعنی جس حکمت سے اُس کو پھیلا کر مخلوق کی بود وباش کے قابل کیا۔ یہاں بھی بعض نے "وما طحٰھا" سے اُس کا پھیلانے والا مراد لیا ہے۔ ف۱۸ کہ اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری وباطنی اور قوائے طبیعیہ حیوانیہ اور نفسانیہ سب اُس کو دیئے اور نیکی بدی کے راستوں پر چلنے کی استعداد رکھی۔

ع ۲۰ ۱ ۱۵

ف۱ یعنی اوّل تو اجمالی طور پر عقلِ سلیم اور فطرتِ صحیحہ کے ذریعہ سے بھلائی بُرائی میں فرق کرنے کی سمجھ دی۔ پھر تفصیلی طور پر انبیاء و رُسل کی زبانی خوب کھول کھول کر بتلا دیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ پرہیزگاری کا ہے۔ اس کے بعد قلب میں جو نیکی کا رجحان یا بدی کی طرف میلان ہو، ان دونوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ گو القاء اوّل میں فرشتہ واسطہ ہوتا ہے۔ اور ثانی میں شیطان۔ پھر وہ رجحان و میلان کبھی بندہ کے قصد و اختیار سے مرتبۂ عزم تک پہنچ کر صدورِ فعل کا ذریعہ بن جاتا ہے جس کا خالق اللہ اور کاسب بندہ ہے۔ اسی کسبِ خیر و شر پر مجازات کا سلسلہ بطریق تسبیب قائم ہے۔ وہٰذہ المسئلۃ من مفصّلات المسائل۔ وتفصیلہا یطلب من مظانہا۔ ونرید ان نفرد لہا جزءًا ان ساعدنا التوفیق واللہ الموفق والمعین۔ ف۲ نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوتِ شہویہ اور قوتِ غضبیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعتِ الٰہیہ کا تابعدار بنائے۔ تاکہ روح اور قلب دونوں تجلّیٔ الٰہی کی روشنی سے منوّر ہو جائیں۔ ف۳ خاک میں ملا چھوڑنے سے یہ مراد ہے کہ نفس کی باگ بکسر شہوت و غضب کے ہاتھ میں دیدے۔ عقل و شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے۔ گویا خواہش اور ہوٰی کا بندہ بن جائے۔ ایسا آدمی جانوروں سے بدتر اور ذلیل ہے (تنبیہ) "قد افلح من زکّٰہا وقد خاب من دسّٰہا" جوابِ قسم ہے اور اس کو مناسبت قسموں سے یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی دن کا اُجالا اور رات کا اندھیرا، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفسِ انسانی میں خیر و شر کی متقابل قوتیں رکھیں اور دونوں کو سمجھنے اور اُن پر چلنے کی قدرت دی۔ اسی طرح متضاد و مختلف اعمال پر مختلف ثمرات و نتائج مرتب کرنا بھی اُسی حکیمِ مطلق کا کام ہے خیر و شر اور ان دونوں کے مختلف آثار و نتائج کا عالم میں پایا جانا بھی حکمتِ تخلیق کے اعتبار سے ایسا ہی موزوں و مناسب ہے جیسے اندھیرے اور اُجالے کا وجود۔ ف۴ یعنی حضرت صالح علیہ السّلام کو جھٹلایا۔ یہ "قد خاب من دسّٰہا" کی ایک مثال عبرت کے لئے بیان فرما دی۔ سورۂ اعراف وغیرہ میں یہ قصہ مفصل گزر چکا ہے۔ ف۵ یہ بدبخت قدار بن سالف تھا۔ ف۶ یعنی خبردار اس کو قتل نہ کرنا اور نہ اس کا پانی بند کرنا۔ پانی کا ذکر اس لئے فرمایا کہ بظاہر اسی سبب سے وہ اس کے قتل پر آمادہ ہوئے تھے۔ اور "اللہ کی اونٹنی" اس اعتبار سے کہا کہ اللہ نے اُس کو حضرت صالح کی نبوت کا ایک نشان بنایا تھا۔ اور اُس کا احترام واجب کیا تھا۔ یہ قصہ پہلے "اعراف" وغیرہ میں گزر چکا۔ ف۷ حضرت صالحؑ نے فرمایا تھا "ولا تمسّوہا بسوءٍ فیاخذکم عذابٌ الیم" اس اونٹنی کو بُرائی سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ سخت دردناک عذاب میں پھنس جاؤگے، ان لوگوں نے اس بات کو جھوٹ سمجھا پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر وہی ہوا جو حضرت صالحؑ نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو مٹا کر برابر کر دیا۔ ف۸ یعنی جیسے بادشاہانِ دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کی سزادہی کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں شورش برپا نہ ہو جائے یا انتظام ملکی میں خلل نہ پڑے اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی کونسی طاقت ہے جو سزا یافتہ مجرموں کا انتقام لینے کے لئے اُس کا پیچھا کریگی؟ العیاذ باللہ۔ ف۹ یعنی جس طرح دنیا میں رات اور دن، نر اور مادہ، مختلف و متضاد چیزیں پیدا کی گئی ہیں، تمہارے اعمال اور کوششیں بھی مختلف و متضاد ہیں۔ پھر اُن مختلف اعمال و مساعی پر ظاہر ہے ثمرات و نتائج بھی مختلف ہی مرتب ہونگے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ ف۱۰ یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا اور دل میں خدا سے ڈرتا ہے اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ جانتا اور بشاراتِ ربانی کو صحیح سمجھتا ہے، اُس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا راستہ آسان کر دینگے اور انجامِ کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دینگے جس کا نام جنت ہے۔ ف۱۱ یعنی جس نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا، اُس کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پروا نہ کی اور اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹ جانا، اُس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائیگا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائیگی اور آخرکار آہستہ آہستہ عذابِ الٰہی کی انتہائی سختی میں پہنچ جائیگا۔ یہی اللہ کی عادت ہے کہ سعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب بدعملی کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لئے وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیرِ الٰہی کے موافق اپنے ارادہ اور اختیار سے پسند کر لیا ہے۔ "کُلًّا نمدّ ہٰؤلاءِ وہٰؤلاءِ من عطاءِ ربّک وما کان عطاءُ ربّک محظورًا" (اسراء رکوع ۳) ف۱۲ یعنی جس مال و دولت پر گھمنڈ کر کے یہ آخرت کی طرف سے بے پرواہ ہو رہا تھا، وہ ذرا بھی عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکیگا

فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴿٨﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ

ڈھٹائی کی اور بچ کر چلنے کی ف۱ تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اُس کو سنوار لیا ف۲ اور نامراد ہوا

مَن دَسَّاهَا ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ﴿١١﴾ إِذِ انبَعَثَ

جس نے اُس کو خاک میں ملا چھوڑا ف۳ جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے ف۴ جب اٹھ کھڑا ہوا اُن میں

أَشْقَاهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ﴿١٣﴾

کا بڑا بدبخت ف۵ پھر کہا اُن کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی اونٹنی سے اور اُسکی پانی پینے کی باری سے ف۶

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنبِهِمْ

پھر اُنہوں نے اُسکو جھٹلایا پھر پاؤں کاٹ ڈالے اُسکے پھر اُلٹ مارا اُن پر اُنکے رب نے بسبب اُنکے گناہوں کے

فَسَوَّاهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ﴿١٥﴾

پھر برابر کر دیا سب کو ف۷ اور وہ نہیں ڈرتا پیچھا کرنے سے ف۸

سُورَةُ اللَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ إِحْدَى وَعِشْرُونَ آيَةً

سورۃ اللیل مکہ میں نازل ہوئی اور اُسکی اکیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴿١﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ﴿٢﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ

قسم رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب روشن ہو اور اُسکی جو اُس نے پیدا کیے نر

وَالْأُنثَىٰ ﴿٣﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ﴿٤﴾ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ﴿٥﴾

اور مادہ تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے ف۹ سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَن

اور سچ جانا بھلی بات کو تو اسکو ہم سہج سہج پہنچا دینگے آسانی میں ف۱۰ اور جس نے

بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ﴿١٠﴾

نہ دیا اور بے پرواہ رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اسکو ہم سہج سہج پہنچا دینگے سختی میں ف۱۱

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ﴿١١﴾ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ﴿١٢﴾

اور کام نہ آئیگا اُسکے مال اُس کا جب گڑھے میں گریگا ف۱۲ ہمارا ذمہ ہے راہ سمجھا دینا

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾

اور ہمارے ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا ف۱ سو میں نے سنا دی تم کو خبر ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی ف۲

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَ

اُس میں وہی گرے گا جو بڑا بدبخت ہے جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا ف۳ اور

سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ

بچا دینگے اُس سے بڑے ڈرنے والے کو ف۴ جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو ف۵ اور

مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ

نہیں کسی کا اُس پر احسان جس کا بدلا دے مگر واسطے چاہنے

وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے اور آگے وہ راضی ہوگا ف۶

ع ۲۱ / ۱۷

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا

قسم دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ

قَلٰى ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ

بیزار ہوا ف۷ اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے ف۸ اور آگے

يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿۵﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا

دیگا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا ف۹ بھلا نہیں پایا تجھ کو یتیم

فَاٰوٰى ﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ

پھر جگہ دی ف۱۰ اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی ف۱۱ اور پایا تجھ کو

ف۱ یعنی ہماری حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کردیں۔ ہاں یہ ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ سب کو نیکی بدی کی راہ سجھادیں۔ اور بھلائی بُرائی کو خوب کھول کر بیان کردیں۔ پھر جو شخص جو راہ اختیار کرے دنیا اور آخرت میں اُسی کے موافق اُس سے برتاؤ کرینگے۔ ف۲ اس ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے شاید دوزخ کا وہ طبقہ مُراد ہوگا جو بڑے بھاری مجرموں اور بدبختوں کے لئے مخصوص ہے۔ ف۳ یعنی ہمیشہ کے لیئے وہی گریگا پھر کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ کما دل علیہ النصوص ف۴ یعنی ایسے لوگوں کو اُس کی ہوا تک بھی نہیں لگیگی۔ صاف بچادیئے جائینگے۔ ف۵ یعنی نفس کو رذیلۂ بخل وطمع وغیرہ سے پاک کرنا مقصود ہے۔ کسی طرح کا ریا، اور نمود و نمائش یا دُنیوی اغراض پیش نظر نہیں۔ ف۶ یعنی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اُتارنا مقصود نہیں۔ بلکہ خالص رضاء مولیٰ کی طلب اور دیدار الٰہی کی تمنا میں گھر بار لُٹا رہا ہے، تو وہ اطمینان رکھے کہ آگے ضرور خوش کردیا جائیگا اور اُسکی یہ تمنا ضرور پوری ہوکر رہیگی۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ (تنبیہ) اگرچہ مضمون آیات کا عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آخری آیات کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہوا۔ اور یہ بہت بڑی دلیل اُن کی فضیلت و برتری کی ہے زہے نصیب اُس بندہ کے جس کے اتقیٰ ہونے کی تصدیق آسمان سے ہو۔ انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ اور خود حضرت حق ہی اُس کو ولسوف یرضٰی کی بشارت سنائی جائے۔ فی الحقیقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ولسوف یرضٰی کی بشارت ایک انعکاس ہے اُس بشارت عظمیٰ کا جو آگے نبی کریم صلعم کے حق میں آرہی ہے "ولسوف یعطیك ربك فترضٰی" ف۷ روایات صحیحہ میں ہے کہ جبریل علیہ السلام دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے (یعنی وحی قرآنی بند رہی) مشرکین کہنے لگے کہ (لیجئے) محمد کو اُس کے رب نے رخصت کردیا۔ اُس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں میرا گمان یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یہ زمانہ فترۃ الوحی کا ہے جب سورۂ "اقرأ" کی ابتدائی آیات نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رُکی رہی تھی اور حضورؐ خود اس فترت کے زمانہ میں سخت مغموم و مضطرب رہتے تھے، تا آنکہ فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے "یا ایہا المدثر" کا خطاب سنایا۔ اغلب ہے کہ اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ میگوئیاں کی ہوں۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ سے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اسی احتمال کی تائید کرتے ہیں۔ ممکن ہے اسی دوران میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ بیماری کی وجہ سے دو تین رات نہ اُٹھ سکے، تو ایک (خبیث) عورت کہنے لگی۔ اے محمد! معلوم ہوتا ہے، تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے (العیاذ باللہ) غرض ان سب خرافات کا جواب سورۂ "والضحیٰ" میں دیا گیا ہے۔ پہلے قسم کھائی دھوپ چڑھتے وقت کی اور اندھیری رات کی۔ پھر فرمایا کہ (دشمنوں کے سب خیالات غلط ہیں) نہ تیرا رب تجھ سے ناراض اور بیزار ہوا نہ تجھ کو رخصت کیا۔ بلکہ جس طرح ظاہر میں وہ اپنی قدرت و حکمت کے مختلف نشان ظاہر کرتا، اور دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن کو لاتا ہے، یہی کیفیت باطنی حالات کی سمجھو۔ اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ کی خفگی اور ناراضی کی دلیل نہیں۔ اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اُجالا کبھی نہ ہوگا۔ تو چند روز نورِ وحی کے رُکے رہنے سے یہ کیونکر سمجھ لیا جائے کہ آج کل خدا اپنے منتخب کیے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہوگیا اور ہمیشہ کے لیئے وحی کا دروازہ بند کردیا ہے۔ ایسا کہنا تو خدا کے علم محیط اور حکمت بالغہ پر اعتراض کرنا ہے۔ گویا اُسے خبر نہ تھی کہ جس کو میں نبی بنا رہا ہوں وہ آئندہ چل کر اس کا اہل ثابت نہ ہوگا؟ العیاذ باللہ ف۸ یعنی آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ وحی کی یہ چند روزہ رکاوٹ آپ کے نزول وانحطاط کا سبب نہیں، بلکہ بیش از بیش عروج و ارتقا کا ذریعہ ہے اور اگر پچھلی سے بھی پچھلی حالت کا تصور کیا جائے یعنی آخرت کی شان و شکوہ کا، جبکہ آدم اور آدم کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بیشمار درجہ بڑھ کر ہے۔ ف۹ یعنی ناراض اور بیزار ہوکر چھوڑ دینا کیسا، ابھی تو تیرا رب تجھ کو (دنیا و آخرت میں) اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائیگا کہ تو پوری طرح مطمئن اور راضی ہوجائے۔ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد راضی نہیں ہوگا جب تک اُس کی اُمت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (صلی اللہ علیہ وسلم) ف۱۰ حضرتؐ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ کے والد وفات پاچکے تھے۔ چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ نے رحلت کی۔ پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا (عبدالمطلب) کی کفالت میں رہے۔ آخر اس دُریتیم اور نادرۂ روزگار کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ کے بیحد شفیق چچا ابو طالب کے حصہ میں آئی۔ اُنہوں نے زندگی بھر آپ کی نصرت و حمایت اور تکریم و تبجیل میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ ہجرت سے کچھ پہلے وہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔ چند روز بعد یہ امانت الٰہی اللہ کے حکم سے انصار مدینہ کے گھر پہنچ گئی۔ "اوس" اور "خزرج" کی قسمت کا ستارہ چمک اُٹھا۔ اور اُنہوں نے اُسکی حفاظت اس طرح کی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ایواء کے تحت میں داخل ہیں۔ کما اشار الیہ ابن کثیر رحمہ اللہ۔ ف۱۱ جب حضرت جوان ہوئے

(بقیہ فوائد صفحہ ۷۷۸) بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اُس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا۔ اندر ہی اندر جوش مارتا تھا، لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے اُس عرش و کرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے "غار حرا" میں فرشتہ کو وحی دیکر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں۔ یعنی دین حق نازل فرمایا۔ "وَمَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا" الخ (شوریٰ رکوع ۵) (تنبیہ) یہاں "ضالًّا" کے معنی کرتے وقت سورۂ "یوسف" کی آیت "قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ" کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

فوائد صفحہ ہذا | ف۱ اس طرح کہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں آپ مضارب ہوگئے۔ اُس میں نفع ملا۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا۔ یہ تو ظاہری غنا تھا۔ باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا درجہ تو وہ غنی عن العالمین ہی جانتا ہے۔ کوئی بشر اُس کا کیا اندازہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ابتداء سے مورد انعامات رہے ہیں آئندہ بھی رہیں گے جس پروردگار نے اس شان سے آپ کی تربیت فرمائی۔ کیا وہ خفا ہو کر آپ کو یونہی درمیان میں چھوڑ دیگا۔ استغفر اللہ۔ ف۲ بلکہ اُس کی خبرگیری اور دلجوئی کر جس طرح تم کو یتیمی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ٹھکانا دیا۔ تم دوسرے یتیموں کو ٹھکانا دو۔ اسی طرح کے مکارم اخلاق اختیار کرنے سے بندہ اللہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" حدیث میں آپ نے فرمایا "اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ كَهَاتَيْنِ" واشار الی السبابۃ والوسطیٰ۔ ف۳ یعنی تم نادار تھے، اللہ تعالیٰ نے غنا عطا فرمایا۔ اب شکرگزار بندے کا حوصلہ یہی ہونا چاہیئے کہ مانگنے والوں سے تنگ دل نہ ہو اور حاجتمندوں کے سوال سے گھبرا کر جھڑکنے ڈانٹنے کا شیوہ اختیار نہ کرے۔ بلکہ فراخدلی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے! احادیث میں سائلین کے مقابلہ پر آپکی وسعت اخلاق کے جو قصے منقول ہیں وہ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ کے اخلاق کا گرویدہ بنا دیتے ہیں۔ (تنبیہ) صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ سائل کے زجر کی ممانعت اُس صورت میں ہے جب وہ نرمی سے مان جائے۔ ورنہ اگر اڑی لگا کر کھڑا ہو جائے اور کسی طرح نہ مانے اُس وقت زجر جائز ہے۔ ف۴ محسن کے احسانات کا بہ نیت شکرگزاری (نہ بقصد فخر و مباہات) چرچا کرنا شرعاً محمود ہے۔ لہٰذا جو انعامات اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرمائے اُن کو بیان کیجئے۔ خصوصاً وہ نعمت ہدایت جس کا ذکر "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" میں ہوا۔ اُس کا لوگوں میں پھیلانا اور کھول کھول کر بیان کرنا تو آپ کا فرض منصبی ہے۔ شاید آپ کے ارشادات وغیرہ کو جو حدیث کہا جاتا ہے۔ وہ اسی لفظ فَحَدِّثْ سے لیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ف۵ کہ اُس میں علوم و معارف کے سمندر اُتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بیشمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے گھبرانے نہ پائیں (تنبیہ) احادیث و سیر سے ثابت ہے کہ ظاہری طور پر بھی فرشتوں نے متعدد مرتبہ آپ کا سینہ چاک کیا لیکن مدلول آیت کا بظاہر وہ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔ ف۶ وحی کا اُترنا اول سخت مشکل تھا۔ پھر آسان ہو گیا۔ یا منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے خاطر شریف پر گرانی گزرتی ہوگی۔ وہ رفع کر دی گئی۔ یا "وِزْر" سے وہ امور مباحہ مراد ہوں جو گاہ بگاہ آپ قرین حکمت و صواب سمجھ کر کر لیتے تھے۔ اور بعد میں اُن کا خلاف حکمت یا خلاف اولیٰ ہونا ظاہر ہوتا تھا اور آپ بوجہ علوشان اور غایت قرب کے اُن سے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے جس طرح کوئی گناہ سے مغموم ہوتا ہے۔ تو اس آیت میں اُن پر مواخذہ نہ ہونے کی بشارت ہوئی۔ کذا روی عن بعض السلف۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ آپ کی ہمت عالی اور پیدائشی استعداد جن کمالات و مقامات پر پہنچنے کا تقاضا کرتی تھی قلب مبارک کو جسمانی ترکیب یا نفسانی تشویشات کی وجہ سے اُن پر فائز ہونا دشوار معلوم ہوتا ہوگا۔ اللہ نے جب سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ کر دیا، وہ دشواریاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہلکا ہو گیا۔ ف۷ یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ کا نام بلند ہے۔ دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت و وقعت سے آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ اذان، اقامت خطبہ، کلمۂ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ کے نام کے بعد آپ کا نام لیا جاتا ہے اور خدا نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ کے ساتھ آپ کی فرمانبرداری کی تاکید کی ہے۔ ف۸ یعنی اللہ کی رضاجوئی میں جو سختیاں آپ نے برداشت کیں اور رنج و تعب کھینچے۔ اُن میں سے ہر ایک سختی کے ساتھ کئی کئی آسانیاں ہیں۔ مثلاً حوصلہ فراخ کر دینا جس سے اُن مشکلات کا اُٹھانا سہل ہو گیا، اور ذکر کا بلند کرنا جس کا تصور بڑی بڑی مصیبتوں کے تحمل کو آسان کر دیتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ہم نے آپ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت رفع کر دی جیسا کہ "اَلَمْ نَشْرَحْ" الخ سے معلوم ہوا تو اس سے دنیوی راحت و محنت میں بھی ہمارے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہیئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بیشک موجودہ مشکلات کے بعد آسانی ہونے والی ہے اور تاکید مزید کے لئے پھر کہتے ہیں کہ ضرور موجودہ سختی کے بعد آسانی ہو کر رہیگی۔ چنانچہ احادیث و سیر سے معلوم ہو چکا کہ وہ سب مشکلات ایک ایک کر کے (بقیہ بر صفحہ ۷۸۰)

عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝٨ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ وَاَمَّا السَّآئِلَ

مفلس پھر غنی کر دیا ف۱ سو جو یتیم ہو اُس کو مت دبا ف۲ اور جو مانگتا ہو

فَلَا تَنْهَرْ ۝١٠ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١ ع

اُس کو مت جھڑک ف۳ اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر ف۴

سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاحِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمٰنُ اٰيٰتٍ

سورۃ الانشراح مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِيْٓ

کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ ف۵ اور اُتار رکھا ہم نے تجھ پر سے بوجھ تیرا جس نے

اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤ فَاِنَّ مَعَ

جھکا دی تھی پیٹھ تیری ف۶ اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا ف۷ سو البتہ

الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦ فَاِذَا فَرَغْتَ

مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ف۸ پھر جب تو فارغ ہو

فَانْصَبْ ۝٧ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝٨ ع

تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا ف۹

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمٰنُ اٰيٰتٍ

سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ

قسم انجیر کی اور زیتون کی ف۱ اور طور سینین کی اور اس شہر

بقیہ صفحہ ۷۷۹) دور کردی گئیں۔ اور ہر ایک سختی اپنے بعد کئی کئی آسانیاں لے کر آئی۔ اب بھی عادۃ اللہ یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے ٹوٹ کر اسی سے لو لگائے۔ اسی کے فضل و رحمت کا امیدوار رہے، امتداد زمانہ سے گھبرا کر آس نہ توڑ بیٹھے ضرور اللہ اس کے حق میں آسانی کریگا۔ ایک طرح کی نہیں، کئی طرح کی وفی الحدیث "لن یغلب عسر یسرین" وفیہ ایضاً "لو جاء العسر فدخل ھذا الجحر لجاء الیسر حتی یدخل علیہ فیخرجہ"۔ ف۹ یعنی جب خلق کے سمجھانے سے فراغت پائے تو خلوت میں بیٹھ کر محنت کر تا مزید تیسیر کا سبب بنے۔ اور اپنے رب کی طرف (بلا واسطہ) متوجہ ہو (تنبیہ) خلق کو سمجھانا اور نصیحت کرنا آپ کی اعلیٰ ترین عبادت تھی لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ادھر سے ہٹ کر بلا واسطہ بھی متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس کی تفسیر اور کئی طرح کی گئی ہے۔ مگر اقرب یہی معلوم ہوتی ہے۔ ف۱ انجیر اور زیتون دونوں چیزیں نہایت کثیر المنافع اور جامع الفوائد ہونے کی وجہ سے انسان کی حقیقت جامعہ کے ساتھ خصوصی مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لیئے "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" کے مضمون کو ان دونوں کی قسم سے شروع کیا۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہاں "التین" اور "الزیتون" سے دو پہاڑوں کی طرف اشارہ ہے جن کے قریب "بیت المقدس" واقع ہے۔ گویا ان درختوں کی قسم مقصود نہیں۔ بلکہ اس مقام مقدس کی قسم کھائی ہے جہاں یہ درخت بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہی مولد و مبعث حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿۴﴾

امن والے کی ف۱ ہم نے بنایا آدمی خوب سے اندازے پر ف۲

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

پھر پھینک دیا اس کو نیچوں سے نیچے ف۳ مگر جو یقین لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۶﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ

عمل کیے اچھے سو اُن کے لیے ثواب ہے بے انتہا ف۴ پھر تو اس کے پیچھے کیوں جھٹلائے

بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴿۷﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸﴾

بدلا ملنے کو ف۵ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم ف۶

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورہ علق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنیس ۱۹ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

پڑھ اپنے رب کے نام سے ف۷ جو سب کا بنانے والا ف۸ بنایا آدمی کو جمے ہوئے

عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾

لہو سے ف۹ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے ف۱۰ جس نے علم سکھایا قلم سے ف۱۱

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿۵﴾ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ﴿۶﴾

سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا ف۱۲ کوئی نہیں آدمی سر چڑھتا ہے اس سے

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴿۸﴾ اَرَءَيْتَ

کہ دیکھے اپنے آپ کو بے پرواہ ف۱۳ بیشک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہے ف۱۴ تو نے دیکھا اسکو

الَّذِيْ يَنْهٰى ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿۱۰﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ

جو منع کرتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ف۱۵ بھلا دیکھ تو اگر ہوتا

فوائد صفحہ ہذا | ف۱ "طور سینین" یا "طور سینا" وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہمکلامی بخشا۔ اور "امن والا شہر" مکہ معظمہ جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ کی سب سے بڑی اور آخری امانت (قرآن کریم) اول اسی شہر میں اُتاری گئی۔ تورات کے آخر میں ہے "اللہ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے چمکا (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) اور فاران سے بلند ہو کر پھیلا"۔ (فاران مکہ کے پہاڑ ہیں) ف۲ یعنی یہ سب مقامات متبرکہ جہاں کر ایسے ایسے اولوالعزم پیغمبر اُٹھے گواہ ہیں کہ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا، اور کیسی کچھ قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے بلکہ مسجود ملائکہ بنے۔ ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس کو لائق بنایا فرشتوں کے مقام کا۔ پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے"۔ ف۴ جو کبھی کم یا ختم نہ ہوگا ف۵ یعنی اے آدمی! ان دلائل کے بعد کیا سبب ہے جس کی بناء پر سلسلۂ جزاء و سزا کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ یا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا یعنی ایسے صاف بیانات کے بعد کیا چیز ہے جو منکرین کو جزاء کے معاملہ میں تمہاری تکذیب پر آمادہ کرتی ہے۔ خیال کرو! انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا۔ اس کا قوام ایسی ترکیب سے بنایا کہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے کوئی مخلوق اس کی ہمسری نہ کر سکے، چنانچہ اس کے کامل نمونے دنیا نے شام، بیت المقدس، کوہ طور، اور مکہ معظمہ میں اپنے اپنے وقت پر دیکھ لیے جن کے نقش قدم پر اگر آدمی چلیں تو انسانی کمالات اور دارین کی کامیابی کے اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچ جائیں۔ لیکن انسان خود اپنی بدتمیزی اور بدعملی سے ذلت و ہلاکت کے گڑھے میں گرتا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے۔ کسی ایماندار اور نیکوکار انسان کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا۔ بلکہ اس کے تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سُننے کے بعد بھی کسی کا منہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزاء و سزا کے ایسے معقول قاعدہ کو جھٹلا سکے! ہاں ایک ہی صورت تکذیب و انکار کی ہو سکتی ہے کہ دنیا کو یونہی ایک بے سرا کارخانہ فرض کر لیا جائے جس پر نہ کسی کی حکومت ہو نہ یہاں کوئی آئین و قانون جاری ہو، نہ کسی بھلے بُرے پر کوئی گرفت کر سکے، اس کا جواب آگے دیتے ہیں "الیس اللہ باحکم الحکمین"۔ ف۶ یعنی اس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام، اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے۔ ف۷ یہ پانچ آیتیں (اقرأ سے مالم یعلم تک) قرآن کی سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے اُتریں۔ آپ "غار حرا" میں خدائے واحد کی عبادت کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر آئے اور آپ کو کہا "اقرأ" (پڑھیے) آپ نے فرمایا "ما انا بقارئ" (میں پڑھا ہوا نہیں) جبرئیلؑ نے کئی بار آپ کو زور زور سے دبایا، اور بار بار وہی لفظ "اقرأ" کہا۔ آپ وہی "ما انا بقارئ" جواب دیتے رہے۔ تیسری مرتبہ جبرئیلؑ نے زور سے دبا کر کہا "اقرأ باسم ربک الخ" یعنی اپنے رب کے نام کی برکت اور مدد سے پڑھیے۔ مطلب یہ ہے کہ جس رب نے ولادت سے اس وقت تک آپ کی ایک عجیب اور نرالی شان سے تربیت فرمائی جو پتہ دیتی ہے کہ آپ سے کوئی بہت بڑا کام لیا جانیوالا ہے کیا وہ آپ کو ادھر میں چھوڑ دیگا؟ ہرگز نہیں۔ اسی کے نام پر آپ کی تعلیم ہوگی جس کی مہربانی سے تربیت ہوئی ہے۔ ف۸ یعنی جس نے سب چیزوں کو پیدا کیا [illegible]

(بقیہ صفحہ ۷۸۰) جماد لا یعقل کو انسان عاقل بناتا ہے، وہ ایک عاقل کو کامل اور ایک اُمّی کو قاری و عالم نہیں بنا سکتا۔ یہاں تک قرأت کا امکان ثابت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں کہ تم کو باوجود اُمّی ہونے کے قاری بنا دے، آگے اُس کی فعلیت اور وقوع پر متنبہ فرماتے ہیں۔ ف ۱۰ یعنی آپ کی تربیت جس شان سے کی گئی، اُس سے آپ کی کامل استعداد اور لیاقت نمایاں ہے جب اِدھر سے استعداد میں قصور نہیں اور اُدھر سے مبدأ فیاض میں بخل نہیں۔ بلکہ وہ تمام کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔ پھر وصول فیض میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے ضرور ہے کہ یونہی ہو کر رہے۔ ف ۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت نے کبھی لکھا پڑھا نہ تھا۔ فرمایا کہ قلم سے بھی علم وہی دیتا ہے یوں بھی وہی دیگا"۔ اور ممکن ہے اِدھر بھی اشارہ ہو کہ جس طرح مفیض و مستفیض کے درمیان قلم واسطہ ہوتا ہے، اللہ اور محمدؐ کے درمیان جبرئیلؑ محض ایک واسطہ ہیں جس طرح قلم کا توسط اُس کو مستلزم نہیں کہ وہ مستفیض سے افضل ہو جائے۔ ایسے ہی یہاں حقیقت جبرئیلیہ کا حقیقت محمدیہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ ف ۱۲ یعنی انسان کا بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو کچھ نہیں جانتا۔ آخر اُسے رفتہ رفتہ کون سکھاتا ہے بس وہی رب قدیر جو انسان کو جاہل سے عالم بناتا ہے، اپنے ایک اُمّی کو عارف کامل بلکہ تمام عارفوں کا سردار بنا دیگا۔ ف ۱۳ یعنی آدمی کی اصل تو اتنی ہے کہ جمے ہوئے خون سے بنا اور جاہل محض تھا، خدا نے علم دیا۔ مگر وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا۔ دنیا کے مال و دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پروا ہی نہیں ف ۱۴ یعنی اول بھی اُس نے پیدا کیا اور آخر بھی اُسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اُس وقت اِس تکبر اور خود فراموشی کی حقیقت کھلیگی۔ ف ۱۵ یعنی اِس کی سرکشی اور تمرد کو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں، دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سربسجود ہوتا ہے، اُسے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ان آیات میں اشارہ ابوجہل ملعون کی طرف ہے۔ جب وہ حضرت کو نماز پڑھتے دیکھتا تو چڑاتا اور دھمکاتا تھا اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے کی سعی کرتا تھا۔

عَلَى الْهُدٰىٓ ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ

بھلا دیکھ تو اگر وہ ہوتا نیک راہ پر یا سکھلاتا ڈر کے کام بھلا دیکھ تو اگر جھٹلایا

وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ

اور مُنہ موڑا ف ۱ یہ نہ جانا کہ اللہ دیکھتا ہے ف ۲ کوئی نہیں اگر

يَنْتَهِ ۬ۙ لَنَسْفَعًاۢ بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾

باز نہ آئیگا ہم گھسیٹیں گے چوٹی پکڑ کر ف ۳ کیسی چوٹی جھوٹی گنہگار ف ۴

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ

اب بلا لیوے اپنی مجلس والوں کو ہم بھی بُلاتے ہیں پیادے سیاست کرنے کو ف ۵ کوئی نہیں

لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ ۩

مت مان اُس کا کہا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو ف ۶

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ قدر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ

ہم نے اس کو اُتارا شب قدر میں ف ۷ اور تو نے کیا سمجھا کہ کیا ہے شب

الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۬ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ

قدر شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے ف ۸ اُترتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ

فرشتے اور رُوح اُس میں اپنے رب کے حکم سے ف ۹ ہر کام

اَمْرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

پر ف ۱۰ امان ہے ف ۱۱ وہ رات صبح کے نکلنے تک ف ۱۲

فوائد صفحہ ہذا ف ۱ یعنی نیک راہ پر ہوتا بھلے کام سکھاتا تو کیا اچھا آدمی ہوتا۔ اب جو مُنہ موڑا تو ہمارا کیا بگاڑا۔ کذا فی موضح القرآن۔ وللمفسرین اقوال فی تفسیرھا من شاء الاطلاع علیھا فلیراجع روح المعانی۔ ف ۲ یعنی اِس ملعون کی شرارتوں کو اور اُس نیک بندے کے خشوع و خضوع کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ ف ۳ یعنی رہنے دو! یہ سب کچھ جانتا ہے۔ پر اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ اچھا اب کان کھول کر سُن لے کہ اگر اپنی شرارت سے باز نہ آیا تو ہم اُس کو جانوروں اور ذلیل قیدیوں کی طرح سر کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ف ۴ یعنی جس سر پر یہ چوٹی ہے وہ جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے گویا اُس کا دروغ اور گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے ف ۵ ابوجہل نے ایک مرتبہ حضرت کو نماز سے روکنا چاہا۔ آپ نے سختی سے جواب دیا۔ کہنے لگا کیا جانتے نہیں کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے۔ اُس پر فرماتے ہیں کہ اب وہ اپنی مجلس والے ساتھیوں کو بُلا لے۔ ہم بھی اُسکی گوشمالی کے لئے اپنے سپاہی بُلاتے ہیں۔ دیکھیں کون غالب رہتا ہے۔ چند روز بعد "بدر" کے میدان میں دیکھ لیا کہ اسلام کے سپاہیوں نے اُسے کس طرح گھسیٹ کر "قلیب بدر" میں پھینک دیا۔ باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے جب دوزخ کے فرشتے اُس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کرینگے۔ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل حضرت کو نماز میں دیکھ کر چلا کہ بے ادبی کرے وہاں پہنچا نہ تھا کہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور لوگوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ مجھے اپنے اور محمدؐ کے درمیان ایک آگ کی خندق نظر آئی جس میں کچھ پر رکھنے والی مخلوق تھی۔ میں گھبرا کر واپس آ گیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (ملعون) ذرا آگے بڑھتا فرشتے اُس کی بوٹی بوٹی جُدا کر دیتے۔ گویا آخرت سے پہلے ہی دنیا میں اُس کو "سَنَدْعُ الزَّبَانِيَة" کا ایک چھوٹا سا نمونہ دکھلا دیا۔ (تنبیہ) اکثر مفسرین نے "زبانیۃ" سے دوزخ کے فرشتے مُراد لئے ہیں۔ ف ۶ یعنی آپ اُس کی ہرگز پروا نہ کیجئے اور اُس کی کسی بات پر کان نہ دھریئے۔ جہاں چاہو شوق سے اللہ کی عبادت کرو اور اُس کی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش قرب حاصل کرتے رہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ "بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوتا ہے۔ ف ۷ یعنی قرآن مجید "لوح محفوظ" سے سماء دنیا پر "شب قدر" میں اُتارا گیا اور شاید اسی شب میں سماء دنیا سے پیغمبر علیہ السلام پر اُترنا شروع ہوا۔ اِس کے متعلق کچھ مضمون سورۂ "دخان" میں گذر چکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ ف ۸ یعنی اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینے تک نیکی کرتا رہا۔ بلکہ اس سے بھی زائد ف ۹ یعنی اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبرئیلؑ) بیشمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اُترتے ہیں۔ تاکہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔ اور ممکن ہے "روح" سے مُراد فرشتوں کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہو۔ بہرحال اس مُبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔ ف ۱۰ یعنی انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں اُن کے نفاذ کی تعیین کے لئے فرشتے آتے ہیں۔ کما مرّ فی سورۃ الدخان۔ یا "من کل امر" سے امر خیر مراد ہو یعنی ہر قسم کے امور خیر لے کر۔ (بقیہ بر صفحہ ۷۸۲)

(بقیہ صفحہ ۷۸۱) آسمان سے اُترتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۱۱ یعنی وہ رات امن وچین اور دلجمعی کی رات ہے۔ اُس میں اللہ والے لوگ عجیب وغریب طمانیت اور لذّت وحلاوت اپنی عبادت کے اندر محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ اثر ہوتا ہے نزول رحمت وبرکت کا جو روح وملائکہ کے توسط سے ظہور میں آتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اُس رات جبریلؑ اور فرشتے عابدین وذاکرین پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں یعنی اُن کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں ف۱۲ یعنی شام سے صبح تک ساری رات یہی سلسلہ رہتا ہے اس طرح وہ پوری رات مبارک ہے (تنبیہ) قرآن سے معلوم ہوا کہ وہ رات رمضان شریف میں ہے "شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" اور حدیث صحیح نے بتلایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں خصوصًا عشرہ کی طاق راتوں میں اُس کو تلاش کرنا چاہیئے، پھر طاق راتوں میں بھی ستائیسویں شب پر گمان غالب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہت سی علماء نے تصریح کی ہے کہ "شب قدر" ہمیشہ کے لیئے کسی ایک رات میں متعین نہیں۔ ممکن ہے ایک رمضان میں کوئی رات ہو، دوسرے میں دوسری۔

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

سورۂ بینہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں اہل کتاب اور مشرک ف۱

مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ① رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا

باز آنے والے یہاں تک کہ پہنچے اُنکے پاس کھلی بات ایک رسول اللہ کا پڑھتا ہوا

صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَمَا تَفَرَّقَ

ورق پاک ف۲ اس میں لکھی ہیں کتابیں مضبوط ف۳ اور وہ جو پھوٹ پڑی

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④

اہل کتاب میں سو جب کہ آچکی اُن کے پاس کھلی بات ف۴

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ

اور اُن کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی خالص کرکے اُس کے واسطے بندگی

حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ

ابراہیم کی راہ پر ف۵ اور قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ

الْقَيِّمَةِ ⑤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ

مضبوط لوگوں کی ف۶ اور جو منکر ہوئے اہل کتاب اور

الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ

مشرک ہونگے دوزخ کی آگ میں سدا رہیں اُس میں ف۷ وہ لوگ ہیں سب

شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

خلق سے بدتر ف۸ وہ لوگ جو یقین لائے اور کیے بھلے کام

فوائد صفحہ ہذا ف۱ اہل کتاب "یہود ونصاریٰ ہوئے" اور "مشرکین" وہ قومیں جو بُت پرستی یا آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھیں اور کوئی کتاب سماوی اُنکے ہاتھ میں نہ تھی ف۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب دین والے بگڑ چکے تھے۔ اور ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور تھا اب چاہئے کسی حکیم یا ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھانے سے راہ پر آجائیں تو یہ ممکن نہ تھا جب تک ایک ایسا عظیم القدر رسول نہ آئے جس کے ساتھ اللہ کی پاک کتاب اس کی قوی مدد ہو کہ چند سال میں ایک ایک ملک کو ایمان کی روشنی سے بھر دے اور اپنی زبردست تعلیم اور ہمت وعزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ کردے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ کی کتاب پڑھتا ہوا آیا جو پاک ورقوں میں لکھی ہوئی ہے۔ ف۳ یعنی قرآن کی ہر سورت گویا ایک مستقل کتاب ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ جو عمدہ کتابیں پہلے آچکی ہیں اُن سب کے ضروری خلاصے اس کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں یا "کتب قیمہ" سے علوم ومضامین مراد ہیں یعنی اس کے علوم بالکل صحیح وراست اور مضامین نہایت مضبوط ومعتدل ہیں ف۴ یعنی اس رسول اور اس کتاب کے آئے پیچھے شبہ نہیں رہا۔ پھر اب اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں۔ شبہ سے نہیں، اسی لیئے اُن میں دو فریق ہو گئے۔ جس نے ضد کی منکر رہا جس نے انصاف کیا ایمان لے آیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جس پیغمبر آخر الزمان کا انتظار کر رہے تھے۔ اُس کے آنے پر اپنے تمام اختلافات کو ختم کرکے سب ایک راستہ پر پڑ لیتے مگر اُنہوں نے اپنی بدبختی اور عناد سے سبب وحدت واجتماع کو خلاف وشقاق کا ذریعہ بنا لیا۔ جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو جاہل مشرکوں کا تو پوچھنا کیا۔ (تنبیہ) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے یہاں "البینہ" کا مصداق حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ٹھہرایا ہے۔ یعنی جب حضرت مسیح کھلے کھلے نشان لے کر آئے یہود دشمن ہو گئے۔ اور نصاریٰ نے بھی دنیوی اغراض میں پھنس کر اپنی جماعتیں اور پارٹیاں بنالیں۔ مدعا یہ ہے کہ پیغمبر کا آنا اور کتاب کا نازل ہونا بھی بغیر حضرت حق کی توفیق کے کفایت نہیں کرتا۔ کتنے ہی سامانِ ہدایت جمع ہو جائیں جن کو توفیق نہیں ملتی وہ اُسی طرح خسارے میں پڑے رہتے ہیں۔ ف۵ یعنی ہر قسم کے باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہو کر خالص خدائے واحد کی بندگی کریں اور ابراہیم حنیف کی طرح سب طرف سے ٹوٹ کر اُسی ایک مالک کے غلام بن جائیں۔ تشریع وتکوین کے کسی شعبہ میں کسی دوسرے کو خود مختار نہ سمجھیں ف۶ یعنی یہ چیزیں ہر دین میں پسندیدہ رہی ہیں، اُنہی کی تفصیل یہ پیغمبر کرتا ہے۔ پھر خدا جانے ایسی پاکیزہ تعلیم سے کیوں وحشت کھاتے ہیں۔ ف۷ یعنی علم کا دعویٰ رکھنے والے اہل کتاب ہوں، یا جاہل مشرک حق کا انکار کرنے پر سب کا انجام ایک ہے وہی دوزخ جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ ف۸ یعنی بہائم سے بھی زیادہ ذلیل اور بدتر کما قال فی سورۃ الفرقان "اِن ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا"

أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾ جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ

وہ لوگ ہیں اُسب خلق سے بہتر ف۱ بدلا اُن کا اُنکے رب کے یہاں باغ ہیں

عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَّضِيَ

ہمیشہ رہنے کو بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں سدا رہیں اُن میں ہمیشہ اللہ

اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ﴿٨﴾

اُن سے راضی اور وہ اُس سے راضی ف۲ یہ ملتا ہے اُس کو جو ڈرا اپنے رب سے ف۳

سُورَةُ الزَّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانُ آيَاتٍ

سورۂ زلزال مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ

جب ہلا ڈالے زمین کو اُسکے بھونچال سے ف۴ اور نکال باہر کرے زمین

أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ

اپنے اندر کے بوجھ ف۵ اور کہے آدمی اُس کو کیا ہو گیا ف۶ اُس دن کہہ ڈالیگی

أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ

وہ اپنی باتیں اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اُس کو ف۷ اُس دن ہو پڑینگے

النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَن يَعْمَلْ

لوگ طرح طرح پر ف۸ کہ اُنکو دکھا دیے جاویں اُنکے عمل ف۹ سو جس نے کی

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ

ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لیگا اُسے اور جس نے کی

ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾

ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لیگا اُسے ف۱۰

ف۱ یعنی جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہی بہترین خلائق ہیں حتیٰ کہ اُن میں کے بعض افراد بعض فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ ف۲ یعنی جنت کے باغوں اور نہروں سے بڑھ کر رضاءِ مولیٰ کی دولت ہے۔ بلکہ جنت کی تمام نعمتوں کی اصلی روح یہی ہے ف۳ یعنی یہ مقام بلند ہر ایک کو نہیں ملتا۔ صرف اُن بندوں کا حصہ ہے جو اپنے رب کی ناراضی سے ڈرتے ہیں، اور اُس کی نافرمانی کے پاس نہیں جاتے ف۴ یعنی حق تعالیٰ ساری زمین کو ایک نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالیگا جس کے صدمہ سے کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا درخت زمین پر قائم نہ رہیگا سب نشیب و فراز برابر ہو جائینگے۔ تاکہ میدانِ حشر بالکل ہموار اور صاف ہو جائے اور یہ معاملہ قیامت میں نفخ ثانی کے وقت ہوگا۔ ف۵ یعنی اُس وقت زمین جو کچھ اُس کے پیٹ میں ہے مثلاً مُردے یا سونا چاندی وغیرہ سب باہر اگل ڈالیگی۔ لیکن مال کا کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ سب دیکھ لینگے کہ آج یہ چیز جس پر ہمیشہ لڑا کرتے تھے کس قدر بیکار ہے۔ ف۶ یعنی آدمی زندہ ہونے اور اس زلزلہ کے آثار دیکھنے کے بعد یا اُن کی روحیں عین زلزلہ کے وقت حیرت زدہ ہو کر کہینگی کہ اس زمین کو کیا ہو گیا جو اس قدر زور سے ہلنے لگی اور اپنے اندر کی تمام چیزیں ایک دم باہر نکال پھینکیں ف۷ یعنی بنی آدم نے جو برے بھلے کام اُس کے اوپر کیے تھے سب ظاہر کر دیگی۔ مثلاً کہیگی۔ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی، فلاں نے چوری کی تھی۔ فلاں نے خونِ ناحق کیا تھا، وغیر ذالک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کیے جاتے ہیں زمین میں اُن سب کے ریکارڈ موجود رہتے ہیں۔ قیامت میں وہ پروردگار کے حکم سے کھول دیئے جائینگے۔ ف۸ یعنی اُس روز آدمی اپنی قبروں سے میدانِ حشر میں طرح طرح کی جماعتیں بن کر حاضر ہونگے۔ ایک گروہ شرابیوں کا ہوگا، ایک زانیوں کا ایک ظالموں کا، ایک چوروں کا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ یا یہ مطلب ہے کہ لوگ حساب سے فارغ ہو کر جو لوٹینگے تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی ہو کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائینگی۔ ف۹ یعنی میدانِ حشر میں اُن کے عمل دکھلا دیئے جائینگے، تا بدکاروں کو ایک طرح کی رسوائی اور نیکوکاروں کو ایک قسم کی سرخروئی حاصل ہو یا ممکن ہے اعمال کے دکھلانے سے اُن کے ثمرات و نتائج کا دکھلانا مراد ہو۔ ف۱۰ یعنی ہر ایک کا ذرہ ذرہ عمل بھلا ہو یا برا اُسکے سامنے ہوگا اور حق تعالیٰ جو کچھ معاملہ ہر ایک عمل کے متعلق فرمائینگے وہ بھی آنکھوں کے نظر آجائیگا۔

ف۱ یعنی جو پتھریا پتھریلی زمین پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ ف۲ عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت تاخت کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو صبح کو دفعۃً جا پڑیں اور رات کو حملہ نہ کرنے میں اظہار شجاعت سمجھتے تھے۔ ف۳ یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دوڑنے والے کہ صبح کے وقت جبکہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے عموماً غبار دبا رہتا ہے، اُن کی ٹاپوں سے اُس وقت بھی بہت گرد و غبار اُٹھتا ہے۔ ف۴ یعنی اُس وقت بے خوف و خطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں (تنبیہ) ممکن ہے کہ قسم کھانا گھوڑوں کی مقصود ہو جیسا کہ ظاہر ہے، اور ممکن ہے مجاہدین کے رسالہ کی قسم ہو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے۔ اس سے بڑا کون عمل ہوگا کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے۔ ف۵ یعنی جہاد کرنے والے سواروں کی اللہ کی راہ میں سرفروشی و جاں بازی بتلاتی ہے کہ وفادار و شکرگزار بندے ایسے ہوتے ہیں۔ جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اُس کے راستے میں خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجہ کا ناشکرا اور نالائق ہے۔ بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے۔ کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اُس کی بیشمار نعمتوں سے شب و روز تمتع کرتے ہیں، پھر اس کے باوجود اُس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں ایک شایستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے۔ وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے اُدھر چلتا ہے دوڑتا اور ہانپتا ہوا ٹاپیں مارتا اور غبار اُٹھاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ گولیوں کی بارش میں تلواروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا۔ بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے۔ جس کی وفاداری میں اُسے جان و مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ بیشک انسان بڑا ناشکرا اور نالائق ہے۔ اگر ایک گھوڑے بلکہ کتے کی برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔ ف۶ یعنی سرفروش مجاہدین کی اور اُن کے گھوڑوں کی وفاشعاری اور شکرگزاری اُس کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر بھی بیحس سے مس نہیں ہوتا (تنبیہ) ترجمہ کی رعایت سے ہم نے یہ مطلب لکھا ہے۔ ورنہ اکثر مفسرین اس جملہ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ ذرا اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اُس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکرا ہے۔ بعض سلف نے "انہ" کی ضمیر رب کی طرف لوٹائی ہے۔ یعنی اس کا رب اُس کی ناسپاسی اور کفران نعمت کو دیکھ رہا ہے۔ ف۷ یعنی حرص و طمع اور بخل و امساک نے اُس کو اندھا بنا رکھا ہے۔ دنیا کے زر و مال کی محبت میں اس قدر غرق ہے کہ منعم حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا، نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ ف۸ یعنی وہ وقت بھی آنے والا ہے جب مردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کیئے جائیں گے اور دلوں میں جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھ دی جائینگی۔ اُس وقت دیکھیں یہ مال کہاں تک کام دیگا اور نالائق ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جائیں گے۔ اگر یہ بیچارے اس بات کو بھی سمجھ لیتے تو ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر ایسی حرکتیں نہ کرتے۔ ف۹ یعنی ہرچند کہ اللہ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے لیکن اُس روز اُس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائیگا۔ اور کسی کو گنجائش انکار کی نہ رہیگی۔ ف۱۰ مراد قیامت ہے جو قلوب کو سخت فزع اور گھبراہٹ سے اور کانوں کو صوت شدید سے کھڑکھڑا ڈالیگی۔ مطلب یہ ہے کہ حادثۂ قیامت کے اُس ہولناک منظر کا کیا بیان ہو۔ بس اُس کے بعض آثار آگے بیان کر دیئے جاتے ہیں جن سے اُس کی سختی اور شدت کا قدرے اندازہ ہو سکتا ہے۔

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ عادیات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ

قسم ہے دوڑنیوالے گھوڑوں کی ہانپ کر پھر آگ سلگانیوالے جھاڑ کر ف۱ پھر غارت ڈالنے والے

صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾

صبح کو ف۲ پھر اُٹھانیوالے اُس میں گرد ف۳ پھر گھس جانیوالے اُس وقت فوج میں ف۴

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ

بیشک آدمی اپنے رب کا ناشکرا ہے ف۵ اور وہ آدمی اُس کام کو

لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ

سامنے دیکھتا ہے ف۶ اور آدمی محبت پر مال کی بہت پکا ہے ف۷ کیا نہیں جانتا

اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾

وہ وقت کہ کریدا جائے جو کچھ قبروں میں ہے اور تحقیق ہوئے جو کچھ کہ جیوں میں ہے ف۸

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ ع

بیشک انکے رب کو اُن کی اُس دن سب خبر ہے ف۹

ع ۱ (۱۱) ۲۵

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ قارعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾

وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی کیا ہے وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی ف۱۰

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ﴿٤﴾ وَتَكُونُ

جس دن ہو ویں لوگ جیسے پتنگے بکھرے ہوئے ف۱ اور ہو ویں

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ﴿٥﴾ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ﴿٦﴾

پہاڑ جیسے رنگی ہوئی اون دھنی ہوئی ف۲ سو جس کی بھاری ہوئیں تولیں

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ﴿٨﴾

تو وہ رہیگا من مانتے گذران میں ف۳ اور جس کی ہلکی ہوئیں تولیں

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ﴿١٠﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿١١﴾

تو اُس کا ٹھکانا گڑھا ہے اور تو کیا سمجھا وہ کیا ہے آگ ہے دہکتی ہوئی ف۴

سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانُ آيَاتٍ

سورۂ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی اور اُس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ كَلَّا

غفلت میں رکھا تم کو بہتایت کی حرص نے یہاں تک کہ جا دیکھیں قبریں ف۵ کوئی نہیں

سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾

آگے جان لوگے پھر بھی کوئی نہیں آگے جان لوگے ف۶

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ﴿٥﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ﴿٦﴾

کوئی نہیں اگر جانو تم یقین کر کے ف۷ بیشک تم کو دیکھنا ہے دوزخ

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ

پھر دیکھنا ہے اُس کو یقین کی آنکھ سے ف۸ پھر پوچھینگے تم سے اُس دن

عَنِ النَّعِيمِ ﴿٨﴾

آرام کی حقیقت ف۹

سورۃ ۱۰۱ آیاتہا ۱۱ — سورۃ ۱۰۲ آیاتہا ۸

ف۱ کہ ہر ایک ایک طرف کو بے تابانہ چلا جاتا ہے۔ گویا پروانوں کے ساتھ تشبیہ ضعف، کثرت، بے تابی اور حرکت کی بے انتظامی میں ہوئی۔ ف۲ یعنی جیسے دُھنیا اون یا روئی کو دھنک کر ایک ایک پھاہا کر کے اُڑا دیتا ہے۔ اسی طرح پہاڑ متفرق ہو کر اُڑ جائیں گے۔ اور رنگین اُون سے شاید اس لئے تشبیہ دی کہ بہت کمزور اور ہلکی ہوتی ہے۔ نیز قرآن میں دوسری جگہ پہاڑوں کے رنگ بھی کئی قسم کے بیان فرمائے ہیں۔ "ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود" (فاطر۔ رکوع ۴) ف۳ یعنی جس کے اعمال وزنی ہونگے وہ اُس روز خاطر خواہ عیش و آرام میں رہیگا اور اعمال کا وزن اخلاص و ایمان کی نسبت سے ہوگا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو مگر اخلاص کی روح نہ ہو، وہ اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ "فلا نقیم لهم یوم القیامة وزنا" (کہف۔ رکوع ۱۲) ف۴ یعنی جو عذاب اُس طبقہ میں ہے کچھ آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتا بس اتنا سمجھ لو کہ ایک آگ ہے نہایت گرم دہکتی ہوئی جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہیئے۔ اعاذنا اللہ منها ومن سائر وجوہ العذاب بفضلہ ومنّہ۔ ف۵ یعنی مال و اولاد کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دُھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو، اور میرا کنبہ اور جتھا سب کنبوں اور جتھوں سے غالب رہے۔ یہ پردہ غفلت کا نہیں اُٹھتا۔ یہاں تک کہ موت آجاتی ہے۔ تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔ محض چند روز کی چہل پہل تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان ہیں (تنبیہ) بعض روایات میں آیا ہے (اللہ اعلم بصحتہا) کہ ایک مرتبہ دو قبیلے اپنے اپنے جتھے کی کثرت پر فخر کر رہے تھے۔ جب مقابلہ کے وقت ایک کے آدمی دوسرے سے کم رہے تو اُس نے کہا کہ ہمارے اتنے آدمی لڑائی میں مارے جاچکے ہیں چل کر قبریں شمار کر لو۔ وہاں پتہ لگیگا کہ ہمارا جتھا تم سے کتنا زیادہ ہے۔ اور ہم میں کیسے کیسے نامور گزر چکے ہیں۔ یہ کہہ کر قبریں شمار کرنے لگے۔ اس جہالت و غفلت پر متنبہ کرنے کے لئے یہ سورت نازل ہوئی۔ ترجمہ میں دونوں مطلبوں کی گنجائش ہے۔ ف۶ یعنی دیکھو بار بار تاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال و اولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے۔ عنقریب تم معلوم کر لوگے کہ یہ زائل و فانی چیز ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھی۔ پھر سمجھ لو کہ آخرت ایسی چیز نہیں جس سے انکار کیا جائے یا غفلت برتی جائے۔ آگے چل کر تم کو بہت جلد کھل جائیگا کہ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے اور دنیا اُس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی، یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے۔ لیکن قبر میں پہنچ کر اور اُس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائیگی۔ ف۷ یعنی تمہارا خیال ہرگز صحیح نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس غفلت میں پڑے نہ رہتے۔ ف۸ یعنی اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے، وہ تم کو دیکھنا پڑیگا۔ اول تو اُس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آجائیگا۔ پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائیگا۔ ف۹ یعنی اُس وقت کہینگے اب بتلاؤ! دنیا کے عیش و آرام کی کیا حقیقت تھی۔ یا اُس وقت سوال کیا جائیگا کہ جو نعمتیں (ظاہری و باطنی، آفاقی و انفسی، جسمانی و روحانی) دنیا میں عطا کی گئی تھیں اُن کا حق تم نے کیا ادا کیا۔ اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔

ف۱ عصر زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسکو تحصیل کمالات و سعادات کے لیے ایک متاع گرانمایہ سمجھنا چاہیئے۔ یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی جو کاروباری دنیا میں خاص مشغولیت اور شرعی نقطۂ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے (حتٰی کہ حضورؐ نے حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اُس کا سب گھر بار لٹ گیا) یا قسم ہے ہمارے پیغمبر کے زمانۂ مبارک کی جس میں رسالت عظمٰی اور خلافت کبرٰی کا نور اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا۔ ف۲ اس سے بڑھ کر ٹوٹا کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دکاندار کی طرح اس کی تجارت کا راس المال جسے عمر عزیز کہتے ہیں، دم بدم کم ہوتا جارہا ہے۔ اگر اس رواروی میں کوئی ایسا کام نہ کرلیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے، بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لیے کار آمد بنجائے، تو پھر خسارہ کی کوئی انتہا نہیں۔ زمانہ کی تاریخ پڑھ جاؤ اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنٰی غور و فکر سے ثابت ہوجائیگا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پروا ہو کر محض خیالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کس طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہو کر رہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت یا لہو و لعب میں نہ گنوائے۔ جو اوقات تحصیل شرف و مجد اور اکتساب فضل و کمال کی گرم بازاری کے ہیں، خصوصًا وہ گرانمایہ اوقات جن میں آفتاب رسالت اپنی انتہائی نور افشانی سے دنیا کو روشن کر رہا ہے، اگر غفلت و نسیان میں گزار دیے گئے تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لیے کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔ بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کار آمد بنانے کے لیے جدّ و جہد کرتے ہیں اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آگے "اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" میں کیا گیا ہے۔ ف۳ یعنی انسان کو خسارہ سے بچنے کے لیے چار باتوں کی ضرورت ہے۔ اول خدا و رسول پر ایمان لائے اور اُن کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے پورا یقین رکھے۔ دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو، اور اس کی عملی زندگی اُس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو۔ تیسرے محض اپنی انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ جب دو مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے، پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں، ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہونگے اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کرینگے اُن کا نام صفحات دہر پر زندۂ جاوید رہیگا۔ اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائینگے وہ بطور باقیات صالحات ہمیشہ اُنکے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔ فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورت سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ امام شافعیؒ نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورت نازل کردی جاتی تو (سمجھدار بندوں کی) ہدایت کے لیے کافی تھی۔ بزرگان سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے، جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

سورہ عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

قسم ہے عصر کی ف۱ مقرر انسان ٹوٹے میں ہے ف۲ مگر جو لوگ کہ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا

یقین لائے اور کیے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور آپس میں

بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ ع

تاکید کرتے رہے تحمل کی ف۳

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعُ اٰيٰتٍ

سورہ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی ف۴ جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا ف۵

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۡ﴿۴﴾

خیال رکھتا ہے کہ اُس کا مال سدا کو رہیگا اس کے ساتھ ف۶ کوئی نہیں وہ پھینکا جائیگا اس روندنے والی میں ف۷

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۭ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ

اور تو کیا سمجھا کون ہے وہ روندنے والی ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جھانک لیتی ہے

عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۭ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾ ع

دل کو ف۸ اُن کو اُس میں موند دیا ہے ف۹ لمبے لمبے ستونوں میں ف۱۰

ف۴ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا دوسروں کو حقیر سمجھ کر طعنے دیتا ہے اور اُنکے واقعی یا غیر واقعی عیب چنتا رہتا ہے۔ ف۵ یعنی طعنہ زنی اور عیب جوئی کا منشا تکبر اور تکبر کا سبب مال ہے جس کو مارے حرص کے ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔ اکثر بخیل مالداروں کو دیکھا ہوگا کہ وہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب لگاتے رہتے ہیں۔ اسی میں اُن کو مزہ آتا ہے۔ ف۶ یعنی اُس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اُس سے جدا نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ اُس کو آفات ارضی و سماوی سے بچاتا رہیگا۔ ف۷ یعنی یہ خیال محض غلط ہے۔ مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائیگا۔ آگے تو کیا کام آتا۔ سب دولت یونہی پڑی رہ جائیگی۔ اور اس بدبخت کو اُٹھا کر دوزخ میں پھینکدینگے۔ ف۸ یعنی یاد رہے یہ آگ بندوں کی نہیں۔ اللہ کی سلگائی ہوئی ہے۔ اُسکی کیفیت کچھ نہ پوچھو، بڑی سمجھدار ہے، دلوں کو جھانک لیتی ہے جس دل میں ایمان ہو نہ جلائے جس میں کفر ہو جلا ڈالے۔ اُسکی سوزش بدن کو لگتے ہی فورًا دلوں تک نفوذ کر جائیگی۔ بلکہ ایک طرح دل سے شروع ہو کر جسموں میں سرایت کریگی۔ اور باوجودیکہ قلوب و ارواح جسموں کی طرح جلیں گے۔ اس پر بھی مجرم مرنے نہ پائینگے دوزخی تمنا کرینگے کہ کاش موت آکر اس عذاب کا خاتمہ کردے لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔ اعاذنا اللہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب۔ ف۹ یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کردیے جائینگے۔ کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہیگا۔ ہمیشہ اُس میں پڑے جلتے رہینگے۔ ف۱۰ یعنی آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی مانند بلند ہونگے۔ یا یہ کہ دوزخیوں کو لمبی ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائیگا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کرسکیں۔ کیونکہ اِدھر اُدھر حرکت کرنے سے بھی (بقیہ ۸۷)

(بقیہ صفحہ ۷۸۶) عذاب میں کچھ برائے نام تخفیف ہو سکتی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ دوزخ کے منہ کو لمبے لمبے ستون ڈال کر اوپر سے پاٹ دیا جائیگا۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ فیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿١﴾

کیا تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ ف۱

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴿٢﴾ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿٣﴾ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٤﴾

کیا نہیں کر دیا اُن کا داؤ غلط ف۲ اور بھیجے اُن پر اُڑتے جانور ٹکڑیاں ٹکڑیاں پھینکتے تھے اُن پر پتھریاں کھنگر کی ف۳

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿٥﴾

پھر کر ڈالا اُن کو جیسے بھُس کھایا ہوا ف۴

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿١﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ﴿٢﴾

اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو مانوس رکھنا اُنکو سفر سے جاڑے کے اور گرمی کے

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿٣﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۵ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿٤﴾

تو چاہیئے کہ بندگی کریں اس گھر کے رب کی جس نے اُن کو کھانا دیا بھوک میں اور امن دیا ڈر میں ف۵

ف۱ یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ تیرے رب نے جو معاملہ کیا وہ تم کو ضرور معلوم ہوگا۔ کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے چند روز پیشتر ہوا تھا اور غایت شہرت سے بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔ اسی قرب عہد اور تواتر کی بنا پر اُس کے علم کو رؤیت سے تعبیر فرمادیا۔ ف۲ یعنی وہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ کا کعبہ اجاڑ کر اپنا مصنوعی کعبہ آباد کریں۔ یہ نہ ہو سکا۔ اللہ نے اُنکے سب داؤ پیچ غلط، اور کل تدبیریں بے اثر کر دیں۔ کعبہ کی تباہی کی فکر میں وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گئے۔ ف۳ "اصحابِ فیل" کا قصہ مختصر یہ ہے کہ بادشاہ "حبشہ" کی طرف سے "یمن" میں ایک حاکم "ابرہہ" نامی تھا۔ اُس نے دیکھا کہ سارے عرب کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں، چاہا کہ ہمارے پاس جمع ہوا کریں۔ اُس کی تدبیر یہ سوچی کہ اپنے مذہب عیسائی کے نام پر ایک عالیشان گرجا بنایا جائے جس میں ہر طرح کے تکلفات اور راحت و دلکشی کے سامان ہوں۔ اس طرح لوگ اصلی اور سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مکلف و مرصع کعبہ کی طرف آنے لگینگے۔ اور مکہ کا حج چھوٹ جائیگا۔ چنانچہ "صنعاء" میں (جو یمن کا بڑا شہر ہے) ایک مصنوعی کعبہ کی بنیاد رکھی اور خوب دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ اس پر بھی لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ عرب کو خصوصاً قریش کو جب اس کی اطلاع ہوئی، سخت خشمگیں ہوئے کسی نے غصہ میں آکر وہاں پاخانہ پھر دیا، اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے آگ جلائی تھی ہوا سے اُڑ کر اُس عمارت میں لگ گئی "ابرہہ" نے جھنجھلا کر کعبہ شریف پر فوج کشی کر دی بہت سا لشکر اور ہاتھی لے کر اس ارادہ سے چلا کہ کعبہ کو منہدم کر دے۔ درمیان میں عرب کے جس قبیلہ نے مزاحمت کی اُسے مارا اور مغلوب کیا۔ حضرت کے دادا عبدالمطلب اُس وقت قریش کے سردار اور کعبہ کے متولی اعظم تھے۔ اُن کو خبر ہوئی تو فرمایا لوگو! اپنا بچاؤ کر لو، کعبہ جس کا گھر ہے وہ خود اس کو بچالیگا۔ "ابرہہ" نے راستہ صاف دیکھ کر یقین کر لیا کہ اب کعبہ کا منہدم کر دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ کیونکہ اُدھر سے کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا جب "وادی محسر" (جو مکہ کے قریب جگہ ہے) پہنچا تو سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ٹکڑیاں نظر آئیں۔ ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ ان عجیب و غریب پرندوں کے غول کے غول کنکریاں لشکر پر برسانے لگے۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکر کی پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں۔ جس کے لگتی، ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتی، اور ایک عجیب طرح کا سمی مادہ چھوڑ جاتی تھی۔ بہت سے وہیں ہلاک ہو گئے۔ جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھا کر مرے۔ یہ واقعہ حضورؐ کی ولادت شریف سے پچاس روز پہلے ہوا۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ خاص اُسی روز آپ کی ولادت باکرامت ہوئی۔ گویا یہ ایک آسمانی نشان آپکی آمد آمد کا تھا۔ اور ایک غیبی اشارہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی فوق العادۃ حفاظت فرمائی ہے۔ اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ پیغمبر کی حفاظت بھی اسی طرح کریگا۔ اور عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کو یہ موقع نہ دیگا کہ وہ کعبہ اور کعبہ کے سچے خادموں کا استیصال کر سکیں۔ ف۴ جو بیل، گائے وغیرہ کھا کر آخور چھوڑ دیتے ہیں یعنی ایسا پراگندہ، منتشر، مبتذل، بدصورت، نکما، اور چورا چورا۔ ف۵ مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا، اس لیئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کرتے تھے۔ جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے۔ اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد اور شاداب ملک ہے۔ لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے۔ اُن کی خدمت کرتے اور اُن کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے۔ اس طرح ان کو خاطر خواہ نفع ہوتا۔ پھر امن و چین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے۔ حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا۔ لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور، ڈاکو قریش پر ہاتھ صاف نہ کرتا تھا۔ اسی انعام کو یہاں یاد دلایا ہے کہ اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی، اور امن چین دیا۔ "اصحاب فیل" کی زد سے محفوظ رکھا، پھر اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے۔ اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو۔ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں۔ اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے۔

ف یعنی سمجھتا ہے کہ انصاف نہ ہوگا اور اللہ کی طرف سے نیک و بد کا کبھی بدلہ نہ ملیگا۔ اور بعض نے "دین" کے معنی "ملّت" کے لیے ہیں یعنی ملّت اسلام اور مذہب حق کو جھٹلاتا ہے۔ گویا مذہب و ملّت اُس کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔ ف۲ یعنی یتیم کی ہمدردی اور غمخواری تو درکنار، اُس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بداخلاقی سے پیش آتا ہے۔ ف۳ یعنی غریب محتاج کی نہ خود خبر لے نہ دوسروں کو ترغیب دے۔ ظاہر ہے کہ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور اُن کے حال پر رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کی خوبی پر تمام عقلا اتفاق رکھتے ہیں۔ پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو سمجھو کہ آدمی نہیں، جانور ہے۔ بھلا ایسے کو دین سے کیا واسطہ، اور اللہ سے کیا لگاؤ ہوگا۔ ف۴ یعنی نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے اور مقصود اُس کا کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے۔ یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، وقت بے وقت کھڑے ہوگئے، باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا، پھر پڑھی بھی تو چار ٹکریں لگالیں، کچھ خبر نہیں کس کے روبرو کھڑے ہیں، اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان کی حاضری دے رہے ہیں۔ کیا خدا صرف ہمارے اُٹھنے بیٹھنے، جھک جانے اور سیدھے ہونے کو دیکھتا ہے؟ ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا؟ کہ اُن میں کہاں تک اخلاص اور خشوع کا رنگ موجود ہے۔ یاد رکھو! یہ سب صورتیں عن صلاتھم ساھون" میں درجہ بدرجہ داخل ہیں۔ کما صرح بہ بعض السلف

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورۂ ماعون مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ① فَذٰلِكَ

تو نے دیکھا اُس کو جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونے کو ف۱ سو یہ وہی ہے

الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

جو دھکے دیتا ہے یتیم کو ف۲ اور نہیں تاکید کرتا محتاج کے

الْمِسْكِيْنِ ③ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ

کھانے پر ف۳ پھر خرابی ہے اُن نمازیوں کی جو اپنی

صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ⑥ وَ

نماز سے بے خبر ہیں ف۴ وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں ف۵ اور

يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ⑦

مانگی نہ دیویں برتنے کی چیز ف۶

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۂ کوثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ②

بیشک ہم نے دی تجھ کو کوثر ف۷ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر ف۸

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③

بیشک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا ف۹

سورۃ ۱۰۷ آیۃ ۱ — منزل ۷ — سورۃ ۱۰۸ آیۃ ۳

ف۵ یعنی ایک نماز ہی کیا، اُن کے دوسرے اعمال بھی ریاکاری اور نمود و نمائش سے خالی نہیں گویا اُن کا مقصد خالق سے قطع نظر کرکے صرف مخلوق کو خوش کرنا ہے۔ ف۶ یعنی زکوٰۃ و صدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے، معمولی برتنے کی چیزیں بھی (مثلاً ڈول، رسّی، ہنڈیا، دیگچی، کلہاڑی، سوئی تاگہ وغیرہ) کسی کو مانگی نہیں دیتے جن کے دیدینے کا دنیا میں عام رواج ہے۔ بخل اور خست کا جب یہ حال ہو تو ریاکاری کی نماز سے ہی کیا فائدہ ہوگا۔ اگر ایک آدمی اپنے کو مسلمان نمازی کہتا اور کہلاتا ہے مگر اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا، اُس کا اسلام لفظ بے معنی، اور اُس کی نماز حقیقت سے بہت دور ہے۔ یہ ریاکاری اور بداخلاقی تو اُن بدبختوں کا شیوہ ہونا چاہیئے جو اللہ کے دین اور روز جزا پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتے۔ ف۷ "کوثر" کے معنی "خیر کثیر" کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری۔ یہاں اس سے کیا چیز مُراد ہے؟ "البحر المحیط" میں اس کے متعلق چھبیس[۲۶] اقوال ذکر کیے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسّی و معنوی نعمتیں داخل ہیں جو آپ کو، یا آپ کے طفیل میں اُمتِ مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت وہ "حوضِ کوثر" بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ اپنی اُمت کو محشر میں سیراب فرمائینگے (الٰہی اے ارحم الراحمین! تو اس خطا کار رُوسیاہ کو بھی اس سے سیراب کیجیئے) (تنبیہ) "حوض کوثر" کا ثبوت بعض محدثین کے نزدیک حدّ تواتر تک پہنچ چکا ہے ہر مسلمان کو اُس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ احادیث میں اُس کی عجیب و غریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں بعض روایات سے اُس کا محشر میں ہونا اور اکثر سے جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے تطبیق یُوں دی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہوگی اور اُسی کا پانی میدان حشر میں لاکر کسی حوض میں جمع کر دیا جائیگا۔ دونوں کو "کوثر" ہی کہتے ہونگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ف۸ یعنی اتنے بڑے انعام واحسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہیئے۔ تو چاہیئے کہ آپ اپنی روح، بدن اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں۔ بدنی و روحی عبادات میں سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ اور مالی عبادات میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قربانی کی اصل حقیقت جان کا قربان کرنا تھا۔ جانور کی قربانی کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر اُس کے قائم مقام کر دیا گیا جیسا کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے قصہ سے ظاہر ہے اسی لیے قرآن میں دوسری جگہ بھی نماز اور قربانی کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام رکوع ۲۰) (تنبیہ) بعض روایات میں "وَانْحَرْ" کے معنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے آئے ہیں۔ مگر ابن کثیرؒ نے اُن روایات میں کلام کیا ہے۔ اور ترجیح اس قول کو دی ہے کہ "نحر" کے معنی قربان کرنے کے ہیں۔ گویا اس میں مشرکین پر تعریض ہوئی کہ وہ نماز اور قربانی بتوں کے لیے کرتے تھے۔ مسلمانوں کو یہ کام خالص خدائے واحد کے لیے کرنے چاہئیں۔ ف۹ بعض کفار حضورؐ کی شان میں کہتے تھے کہ اس شخص کے کوئی بیٹا نہیں۔ بس زندگی تک اس کا نام ہے پیچھے کون نام لیگا۔ ایسے شخص کو اُن کے محاورات میں "ابتر" کہتے تھے۔ "ابتر" اصل میں دُم کٹے جانور کو کہتے ہیں جس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہ رہے۔ گویا اُس کی دم کٹ گئی۔ قرآن نے تبلایا کہ جس شخص کو اللہ خیر کثیر عنایت فرمائے اور ابدالآباد تک نام روشن کرے اُسے "ابتر" کہنا پرلے درجہ کی حماقت ہے حقیقت میں "ابتر" وہ ہے جو ایسی مقدس و مقبول ہستی سے بغض و عناد اور عداوت رکھے اور اپنے پیچھے کوئی ذکرِ خیر اور اثر نیک نہ چھوڑے۔ آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد ماشاء اللہ حضورؐ کی روحانی اولاد سے دنیا پٹی پڑی ہے اور جسمانی دختری اولاد بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کا دین، آپ کے آثار صالحہ، عالم میں چمک رہے ہیں۔ آپ کی یاد نیکنامی اور محبت و عقیدت کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دلوں کو گرما رہی ہے۔ دوست دشمن سب

(بقیہ صفحہ ۷۸۸) آپ کے اصلاحی کارناموں کا صدق دل سے اعتراف کر رہے ہیں۔ پھر دنیا سے گذر کر آخرت میں جس مقام محمود پر آپ ٹھہرے ہونگے اور جو مقبولیت و متبوعیت عامہ آپ کو علی رؤس الاشہاد حاصل ہوگی وہ الگ رہی۔ کیا ایسی دائم البرکۃ ہستی کو (العیاذ باللہ) "ابتر" کہا جا سکتا ہے، اس کے مقابل اُس گستاخ کو خیال کرو جس نے یہ کلمہ زبان سے نکالا تھا۔ اُس کا نام و نشان کہیں باقی نہیں۔ نہ آج بھلائی کے ساتھ اُسے کوئی یاد کرنے والا ہے۔ یہی حال اُن تمام گستاخوں کا ہوا جنہوں نے کسی زمانہ میں آپ کے بغض و عداوت پر کمر باندھی اور آپ کی شان مبارک میں گستاخی کی اور اسی طرح آئندہ ہوتا رہیگا۔

فوائد صفحہ ہذا ف۱ چند رؤسا قریش نے کہا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم (آؤ ہم تم صلح کریں) کہ ایک سال تک آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں، پھر دوسرے سال ہم آپ کے معبود کو پوجیں۔ اس طرح دونوں فریق کو ہر ایک کے دین سے کچھ کچھ حصہ مل جائیگا۔ آپ نے فرمایا خدا کی پناہ: کہ میں اُس کے ساتھ (ایک لمحہ کے لئے بھی) کسی کو شریک ٹھہراؤں۔ کہنے لگے اچھا تم ہمارے بعض معبودوں کو مان لو۔ (اُن کی مذمت نہ کرو) ہم تمہاری تصدیق کرینگے اور تمہارے معبود کو پوجینگے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی، اور آپ نے اُن کے مجمع میں پڑھکر سنائی جس کا خلاصہ مشرکین کے طور و طریق سے کلی بیزاری کا اظہار اور انقطاع تعلقات کا اعلان کرنا ہے۔ بھلا انبیاء علیہم السلام جن کا پہلا کام شرک کی جڑیں کاٹنا ہے، ایسی ناپاک اور گندی صلح پر کب راضی ہو سکتے ہیں۔ فی الحقیقت اللہ کے معبود ہونے میں تو کسی مذہب والے کو اختلاف ہی نہیں خود مشرکین اس کا اقرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بتوں کی پرستش بھی اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کر دینگے۔ "مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى" (زمر رکوع ۱) اختلاف جو کچھ ہے غیر اللہ کی پرستش میں ہے لہٰذا صلح کی جو صورت قریش نے پیش کی تھی اُس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ تو برابر اپنی روش پر قائم رہیں یعنی اللہ اور غیر اللہ دونوں کی پرستش کیا کریں اور آپ اپنے مسلک توحید سے دستبردار ہو جائیں۔ اس گفتگوئے مصالحت کو ختم کرنے کے لئے یہ سورت اُتاری گئی ف۲ یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے بنا رکھے ہیں میں فی الحال اُن کو نہیں پوج رہا اور نہ تم اس احد و صمد خدا کو بلا شرکت غیرے پوجتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ ف۳ یعنی آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کو کبھی پوجنے والا نہیں اور نہ تم میرے معبود واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنیوالے ہو مطلب یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا نہ اب نہ آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دیئے جا سکتے، نہ اب نہ آئندہ اس تقریر کے موافق آیتوں میں تکرار نہیں رہی (تنبیہ) بعض علماء نے یہاں تکرار کو تاکید پر حمل کیا ہے اور بعض نے پہلے دو جملوں میں حال و استقبال کی نفی، اور اخیر کے دو جملوں میں ماضی کی نفی مراد لی ہے کما صرح بہ الزمخشری۔ اور بعض نے پہلے جملوں میں حال کا اور اخیر کے جملوں میں استقبال کا ارادہ کیا ہے۔ کما یظہر من الترجمہ لیکن بعض محققین نے پہلے دو جملوں میں "ما" کو موصولہ اور دوسرے دونوں جملوں میں "ما" کو مصدریہ لے کر یوں تقریر کی ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان نہ معبود میں اشتراک ہے نہ طریق عبادت میں تم بتوں کو پوجتے ہو، وہ میرے معبود نہیں، میں اُس خدا کو پوجتا ہوں جس کی شان و صفت میں کوئی شریک نہ ہو سکے، ایسا خدا تمہارا معبود نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تم جس طرح عبادت کرتے ہو، مثلاً ننگے ہو کر کعبہ کے گرد ناچنے لگے یا ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجانے لگے، میں اس طرح کی عبادت کرنے والا نہیں اور میں جس شان سے اللہ کی عبادت بجا لاتا ہوں تم کو اُس کی توفیق نہیں لہٰذا میرا اور تمہارا راستہ بالکل الگ الگ ہے۔ اور احقر کے خیال میں یوں آتا ہے کہ پہلے جملے کو حال و استقبال کی نفی کے لئے رکھا جائے۔ یعنی میں اب یا آئندہ تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کر سکتا جیسا کہ تم مجھ سے چاہتے ہو۔ اور "وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ" کا مطلب (بقول حافظ ابن تیمیہؒ) یہ لیا جائے کہ (جب میں خدا کا رسول ہوں تو) میری شان یہ نہیں اور نہ کسی وقت مجھ سے ممکن ہے (بامکان شرعی) کہ شرک کا ارتکاب کروں حتیٰ کہ گزشتہ زمانہ میں نزول وحی سے پہلے بھی جب تم سب پتھروں اور درختوں کو پوج رہے تھے، میں نے کسی غیر اللہ کی پرستش نہیں کی۔ پھر اب اللہ کی طرف سے نور وحی اور بینات و ہدیٰ وغیرہ آنے کے بعد کہاں ممکن ہے کہ شرکیات میں تمہارا ہمنوا ہو جاؤں۔ شاید اسی لئے یہاں "ولا انا عابدٌ" میں جملہ اسمیہ، اور "ما عبدتم" میں صیغہ ماضی کا عنوان اختیار فرمایا۔ رہا کفار کا حال اُس کا بیان دونوں مرتبہ ایک ہی عنوان سے فرمایا "ولا انتم عابدون ما اعبد" یعنی تم لوگ تو اپنی سوء استعداد اور انتہائی بدبختی سے اس لائق نہیں کہ کسی وقت اور کسی حال میں خدائے واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو۔ حتیٰ کہ عین گفتگوئے صلح کے وقت بھی شرک کا دُم چھلا ساتھ لگائے رکھتے ہو۔ اور ایک جگہ "ما تعبدون" بصیغہ مضارع اور دوسری جگہ "ما عبدتم" بصیغہ ماضی لانے میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ اُن کے معبود ہر روز بدلتے رہتے ہیں جو چیز عجیب سی نظر آئی یا کوئی خوبصورت سا پتھر نظر پڑا اُس کو اُٹھا کر معبود بنا لیا۔ اور پہلے کو رخصت کیا پھر ہر موسم کا اور ہر کام کا جدا معبود ہے، ایک سفر کا، ایک حضر کا، کوئی روٹی دینے والا، کوئی اولاد دینے والا وقس علیٰ ہذا۔ حافظ شمس الدین ابن قیمؒ نے بدائع الفوائد میں اس سورت کے لطائف و مزایا پر بہت نفیس کلام کیا ہے جس کو معارف قرآنی کا شوق ہو، اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی تم نے جو ضد باندھی اب سمجھانا کیا فائدہ (بقیہ بر صفحہ ۷۹۰)

سُوۡرَةُ الۡكٰفِرُوۡنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّ اٰيٰتٍ

سورۂ کافروں مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾

تو کہہ اے منکرو ف۱ میں نہیں پوجتا جس کو تم پوجتے ہو

وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا

اور نہ تم پوجو جس کو میں پوجوں ف۲ اور نہ مجھ کو پوجنا ہے اُس کا جسکو

عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَكُمۡ

تم نے پوجا اور نہ تم کو پوجنا ہے اُس کا جس کو میں پوجوں ف۳ تم کو

دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ﴿۶﴾

تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ ف۴

سُوۡرَةُ النَّصۡرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی تین آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ

جب پہنچ چکے مدد اللہ کی اور فیصلہ ف۱ اور تو دیکھے لوگوں کو

يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ

داخل ہوتے دین میں غول کے غول ف۲ تو پاکی بول اپنے رب

رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؔؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

کی خوبیاں ف۳ اور گناہ بخشوا اس سے بیشک وہ معاف کرنیوالا ہے ف۴

ع ۱/۶ ۲۴ — ع ۱/۳ ۲۵ — منزل ۷ — یوم ۷ شوال

(بقیہ فوائد صفحہ ۷۸۹) کرینگا جب تک اللہ فیصلہ کرے"۔ اب ہم تم سے بُکلّی بیزار ہو کر اسی فیصلہ کے منتظر ہیں۔ اور جو دین قوم اللہ نے ہم کو مرحمت فرمایا ہے اُس پر نہایت خوش ہیں تم نے اپنے لیئے بدبختی سے جو روش پسند کی وہ تمہیں مُبارک رہے۔ ہر ایک فریق کو اُس کی راہ و روش کا نتیجہ مل رہیگا۔ ف۵ بڑی فیصلہ کن چیز یہی تھی کہ مکہ معظمہ (جو گویا زمین پر اللہ کا دارالسلطنت ہی) فتح ہو جائے۔ اسی پر اکثر قبائل عرب کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ اُس سے پہلے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جوق در جوق داخل ہونے لگے حتیٰ کہ سارا جزیرۂ عرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا۔ اور جو مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تھا پورا ہوا۔ ف۱ یعنی سمجھ لیجئے کہ مقصود بعثت کا اور دنیا میں رہنے کا (جو تکمیل دین وتمہید خلافت کبریٰ ہے) پورا ہوا۔ اب سفر آخرت قریب ہی۔ لہٰذا ادھر سے فارغ ہو کر ہمہ تن اُدھر ہی لگ جائیے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ کی تسبیح وتحمید اور ان فتوحات اور کامیابیوں پر اُس کا شکر ادا کیجیے۔ ف۲ یعنی اپنے لیئے اور اُمت کے لیئے استغفار کیجئے (تنبیہ) نبی کریم کا اپنے لیئے استغفار کرنا پہلے کئی جگہ بیان ہو چکا ہے وہیں دیکھ لیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی قرآن میں ہر جگہ وعدہ ہی فیصلہ کا، اور کافر شتابی کرتے تھے حضرت کی آخر عمر میں مکہ فتح ہو چکا، قبائل عرب دَل کے دَل مسلمان ہونے لگے۔ وعدہ سچا ہوا اب اُمت کے گناہ بخشوا یا کر درجہ شفاعت کا بھی لو۔ یہ سورت اُتری آخر عمر میں، حضرت نے جانا کہ میرا جو کام تھا دُنیا میں کر چکا اب سفر ہے آخرت کا۔

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ لہب مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ

ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ ف۱ کام نہ آیا اُس کو مال اُسکا

وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّ

اور نہ جو اُس نے کمایا ف۲ اب پڑیگا لپٹیں مارتی آگ میں ف۳ اور

امْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا

اُس کی جورو جو سر پر لیئے پھرتی ہے ایندھن ف۴ اُس کی گردن میں

حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

رسّی ہے مونجھ کی ف۵

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۂ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ڏ

تو کہہ وہ اللہ ایک ہے ف۱ اللہ بے نیاز ہے ف۲ نہ کسی کو جنا

وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا

نہ کسی کو جنا ف۳ اور نہیں اُس کے جوڑ کا

اَحَدٌ ۝۴

کوئی ف۴

فوائد صفحہ ہذا ف۱ "ابولہب" (جس کا نام عبدالعزیٰ بن عبد المطلب ہی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا، لیکن اپنے کفر وشقاوت کی وجہ سے حضورؐ کا شدید ترین دشمن تھا۔ جب آپ کسی مجمع میں پیغام حق سُناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا حتیٰ کہ آپ کے پائے مبارک لہولہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا کہ لوگو! اس کی بات مت سُنو، یہ شخص (معاذ اللہ) جھوٹا بیدین ہے۔ کبھی کہتا کہ محمد ہم سے اُن چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملینگی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ پھر دونوں ہاتھوں کو خطاب کر کے کہتا "تَبًّا لَّكُمَا مَآ اَرٰى فِيْكُمَا شَيْئًا مِّمَّا يَقُوْلُ مُحَمَّدٌ" (صلی اللہ علیہ وسلم) تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اُس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمدؐ بیان کرتا ہے) ایک مرتبہ حضورؐ نے کوہ "صفا" پر چڑھ کر سب کو پکارا۔ آپ کی آواز پر تمام لوگ جمع ہو گئے آپ نے نہایت موثر پیرایہ میں اسلام کی دعوت دی۔ ابولہب بھی موجود تھا (بعض روایات میں ہے کہ ہاتھ جھٹک کر) کہنے لگا "تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا"، یعنی تو برباد ہو جائے کیا ہم کو اسی بات کے لیئے جمع کیا تھا) اور "روح المعانی" میں بعض سے نقل کیا ہے کہ اُس نے ہاتھوں میں پتھر اُٹھایا کہ آپ کی طرف پھینکے۔ غرض اُس کی شقاوت اور حق سے عداوت انتہا کو پہنچ چکی تھی، اس پر جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ اگر سچ مچ یہ بات ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہی۔ اُن سب کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤنگا۔ اس کی بیوی اُمِّ جمیل کو بھی پیغمبر علیہ الصلوٰة والسلام سے بہت ضد تھی۔ جو دشمنی کی آگ ابولہب بھڑکاتا تھا، یہ عورت گویا لکڑیاں ڈال کر اُس کو اور زیادہ تیز کرتی تھی۔ سورۂ ہٰذا میں دونوں کا انجام بتلا کر متنبہ کیا ہے کہ مرد ہو یا عورت، اپنا ہو یا بیگانہ، بڑا ہو یا چھوٹا، جو حق کی عداوت پر کمر باندھیگا وہ آخر کار ذلیل اور تباہ و برباد ہو کر رہیگا۔ پیغمبر کی قرابت قریبہ بھی اُس کو تباہی سے نہ بچا سکیگی۔ یہ ابولہب کیا ہاتھ جھٹک کر باتیں بناتا اور اپنی قوت بازو پر مغرور ہو کر خدا کے مقدس و معصوم رسول کی طرف دست درازی کرتا ہے۔ سمجھ لے کہ اب اُس کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔ اُس کی سب کوششیں حق کے دبانے کی برباد ہو چکیں۔ اُس کی سرداری ہمیشہ کے لیئے مٹ گئی۔ اُس کے اعمال اکارت ہوئے، اُس کا زور ٹوٹ گیا، اور وہ خود تباہی کے گڑھے میں پہنچ چکا۔ یہ سورت مکی ہے۔ کہتے ہیں کہ غزوۂ "بدر" سے سات روز بعد اس کے زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا۔ اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے الگ ڈال دیا۔ وہیں مر گیا اور تین روز تک لاش یوں ہی پڑی رہی کسی نے نہ اُٹھائی۔ جب سڑنے لگی، اُس وقت حبشی مزدوروں سے اُٹھوا کر دبوائی۔ اُنہوں نے ایک گڑھا کھود کر اُس کو ایک لکڑی سے اندر ڈھلکا دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیے۔ یہ تو دنیا کی رسوائی اور بربادی تھی "وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ" ف۲ یعنی مال، اولاد، عزت، وجاہت کوئی چیز اُس کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔ ف۳ یعنی مرنے کے بعد سخت شعلہ زن آگ میں پہنچنے والا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے قرآن نے اُس کی کنیت "ابولہب" قائم رکھی۔ دنیا تو اُس کو "ابولہب" اس لیئے کہتی تھی کہ اُس کے رخسارے آگ کے شعلے کی طرح چمکتے تھے۔ مگر قرآن نے بتلا دیا کہ وہ اپنے آخری انجام کے اعتبار سے بھی "ابولہب" کہلانے کا مستحق ہے۔ ف۴ ابولہب کی عورت ام جمیل باوجود مالدار ہونے کے سخت بخل اور خست کی بنا پر خود جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتی، اور کانٹے حضرتؐ کی راہ میں ڈال دیتی، تا حضورؐ کو اور آنے جانے والوں کو تکلیف پہنچے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جس طرح یہاں حق کی دشمنی اور پیغمبر خدا کی ایذا رسانی میں اپنے شوہر کی مددگار ہی، دوزخ میں بھی اسی ہیئت سے اُس کے ہمراہ رہیگی۔ شاید وہاں زقوم اور ضریع کی (جو جہنم کے خاردار درخت ہیں) لکڑیاں اٹھائے پھرے۔ اور اُن کے ذریعہ سے اپنے شوہر پر عذاب الٰہی کی آگ کو تیز کرتی رہے۔ کما قال ابن اثیرؒ (تنبیہ) بعض نے "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کے معنی چغلخور کے لیئے ہیں۔ اور محاورات عرب میں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل ہوتا ہی جیسے فارسی میں بھی ایسے شخص کو "ہیزم کش"

(بقیہ فوائد صفحہ ۷۹۰) ف۵ یعنی بہت مضبوط بٹی ہوئی چبھنے والی۔ اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دوزخ کے طوق و سلاسل ہیں اور یہ جو حمالۃ الحطب کی صاحب [illegible]
کیونکہ لکڑیوں کا بوجھ اُٹھانے میں رسّی کی ضرورت پڑتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس عورت [illegible] لات و عزّیٰ کی قسم، اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر خرچ کر ڈالونگی۔ ضرور تھا کہ دوزخ میں بھی اُس کی گردن ہار سے خالی نہ رہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس بدبخت کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی، لکڑیوں کے گٹھے کی رسّی گلے میں آپڑی جس سے گلا گھٹ کر دم نکل گیا۔ ف۶ یعنی جو لوگ اللہ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے، اُن سے کہہ دیجیئے کہ وہ ایک ہے جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدّد و تکثّر اور دوئی کی گنجائش نہیں۔ نہ اُس کا کوئی مقابل، نہ مشابہ۔ اس میں مجوس کے عقیدہ کا رد ہوگیا جو کہتے ہیں کہ خالق دو ہیں۔ خیر کا خالق "یزداں" اور شر کا "اہرمن" نیز ہنود کی تردید ہوئی جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔ ف۷ "صمد" کی تفسیر کئی طرح کی گئی ہے۔ طبرانی اُن سب کو نقل کرکے فرماتے ہیں "وکلّ ھٰذہٖ صحیحۃ وھی صفات ربنا عزّ وجل ھو الّذی یصمد الیہ فی الحوائج وھو الذی قد انتہٰی سؤددہ وھو الصّمد الذی لاجوف لہٗ ولا یأکل ولا یشرب وھو الباقی بعد خلقہ" (ابن کثیرؒ) یہ سب معانی صحیح ہیں اور یہ سب ہمارے رب کی صفات ہیں۔ وہ ہی ہے جس کی طرف تمام حاجات میں رجوع کیا جاتا ہے یعنی سب اُس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور وہ ہی ہے جس کی بزرگی اور فوقیت تمام کمالات اور خوبیوں میں انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اور وہ ہی ہے جو کھانے پینے کی خواہشات سے پاک ہے اور وہ ہی ہے جو خلقت کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیت سے اُن جاہلوں پر رد ہوا جو کسی غیر اللہ کو کسی درجہ میں مستقل اختیار رکھنے والا سمجھتے ہوں نیز آریوں کے عقیدۂ مادہ و روح کی تردید بھی ہوئی۔ کیونکہ اُن کے اصول کے موافق اللہ تو عالم کے بنانے میں ان دونوں کا محتاج ہے اور یہ دونوں اپنے وجود میں اللہ کے محتاج نہیں (العیاذ باللہ) ف۸ یعنی نہ کوئی اُس کی اولاد، نہ وہ کسی کی اولاد، اس میں اُن لوگوں کا رد ہوا جو حضرت مسیح کو یا حضرت عُزیر کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں نیز جو لوگ مسیح کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں اُن کی تردید "لم یولد" میں کردی گئی یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ اُس کو کسی نے جنا نہ ہو۔ اور ظاہر ہے حضرت مسیح ایک پاکباز عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ پھر وہ خدا کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ف۹ جب اُس کے جوڑ کا کوئی نہیں تو جورو یا بیٹا کہاں سے ہو۔ اس جملہ میں اُن اقوام کا رد ہوگیا جو اللہ کی کسی صفت میں کسی مخلوق کو اُس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں حتیٰ کہ بعض گستاخ تو اُس سے بڑھ کر صفات دوسروں میں ثابت کر دیتے ہیں۔ یہود کی کتابیں اُٹھا کر دیکھو ایک دنگل میں خدا کی کُشتی یعقوب علیہ السلام سے ہو رہی ہے اور یعقوبؑ خدا کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔ "اِنّی اَسألک یا اللہ الواحد الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ان تغفرلی ذنوبی انک انت الغفور الرحیم۔"

ع ۱ ۵ ۳۸

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ فلق مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾

تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی ف۱ ہر چیز کی بدی سے جو اُس نے بنائی ف۲

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ

اور بدی سے اندھیرے کی جب سمٹ آئے ف۳ اور بدی سے

النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ

عورتوں کی جو گرہوں میں پھونک ماریں ف۴ اور بدی سے بُرا چاہنے والے کی

اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع

جب لگے ٹوک لگانے ف۵

سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

سورۂ ناس مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ

تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ

النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵

کی لوگوں کے معبود کی ف۶ بدی سے اُس کی جو بہکائے

الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ

اور چھپ جائے ف۷ وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل

فوائد صفحہ ہٰذا } ف۱ یعنی جو رات کی ظلمت پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کرتا ہے۔ ف۲ یعنی ہر ایسی مخلوق جس میں کوئی بدی ہو اُس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں۔ آگے بمناسبت مقام چند مخصوص چیزوں کا نام لیا ہے۔ ف۳ یعنی رات کا اندھیرا کہ اُس میں اکثر شرور خصوصاً سحر وغیرہ بکثرت واقع ہوتے ہیں، یا چاند کا گہن یا آفتاب کا غروب مراد ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس میں سب تاریکیاں آگئیں ظاہر اور باطن کی۔ اور تنگدستی اور پریشانی اور گمراہی ف۴ نفاثات فی العقد سے وہ عورتیں یا وہ جماعتیں یا وہ نفوس مراد ہیں جو ساحرانہ عمل کرنے کے وقت کسی تانت یا رسّی یا بال وغیرہ میں کچھ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں۔ حضورؐ پر جو سحر لبید بن اعصم نے کیا تھا، لکھا ہے کہ بعض لڑکیاں بھی اُس میں شریک تھیں۔ واللہ اعلم۔ ف۵ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اُس وقت اس کی ٹوک لگ جاتی ہے۔ بیشک ٹوک یا نظر لگ جانا ایک امر واقع ہے لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک "من شر حاسد اذا حسد" کا مطلب یہ ہے کہ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے، اس کی بدی سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ اگر ایک شخص کے دل میں بے اختیار حسد پیدا ہو مگر وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر محسود کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہ کرے، وہ اس سے خارج ہے۔ نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ حسد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے سے اللہ کی دی ہوئی نعمت کے زوال کا متمنی ہو۔ باقی یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے حسد میں داخل نہیں۔ اس کو "غبطہ" کہتے ہیں۔ بخاری کی حدیث "لاحسد الا فی اثنتین الخ" میں لفظ "حسد" سے یہی غبطہ مراد ہے۔ ف۶ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت اور بادشاہت وغیرہ تمام مخلوقات کو شامل ہے، لیکن ان صفات کا جیسا کامل ظہور انسانوں میں ہوا، کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہوا۔ اس لیئے "رب" اور "ملک" وغیرہ کی اضافت ان ہی کی طرف کی گئی۔ نیز وسواس میں مبتلا ہونا بجز انسان کے دوسری مخلوق کی شان بھی نہیں۔ ف۷ شیطان نظروں سے غائب رہ کر آدمی کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ جب تک آدمی غفلت میں رہا اس کا تسلط بڑھتا رہا۔ جہاں بیدار ہو کر اللہ کو یاد کیا یہ فوراً پیچھے کو کھسکا۔

وا شیطان جنوں میں بھی ہیں اور آدمیوں میں بھی۔ "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (انعام۔ رکوع ۱۴) اللہ تعالیٰ دونوں سے پناہ میں رکھے (تنکملہ) اِن دونوں سورتوں کی تفسیر میں علماء و حکماء نے بہت کچھ نکتہ آفرینیاں کی ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ، امام رازی، ابن سینا، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کے بیانات درج کرنے کی یہاں گنجائش نہیں صرف اُستاذ الاُستاذ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ روحہ کی تقریر کا خلاصہ درج کرتا ہوں تا فوائد قرآن کے حُسن خاتمہ کے لیے ایک فال نیک ثابت ہو:۔

"یہ ایک فطری اور عام دستور ہے کہ باغ میں جب کوئی نیا پودا زمین کو شق کرتا ہوا تخم سے باہر نکل آتا ہے تو باغبان (یا مالی) اُس کے تحفظ میں پوری کوشش اور ہمت صرف کر دیتا ہے اور جب تک وہ جملہ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ ہو کر اپنے حدکمال کو نہیں پہنچ جاتا اُس وقت تک بہت زیادہ تردد اور عرقریزی کرنا پڑتی ہے اب غور کرنا چاہیئے کہ پودے کی زندگی کو فنا کر دینے والی یا اُس کے ثمرات کے تمتع سے مالک کو محروم بنا دینے والی وہ کون کون سی آفات ہیں جن کے شر اور مضرت سے بچا لینے میں باغبان کو اپنی مساعی کے کامیاب بنانے کی ہر وقت دھن لگی رہتی ہے۔ ادنیٰ تأمل سے معلوم ہو جائیگا کہ ایسی آفات اکثر چار طرح سے ظہور پذیر ہوتی ہیں جن کے انسداد کے لیئے باغبان کو چار امور کی اشد ضرورت ہے (اول) ایسے سبزہ خور جانوروں کے دندان و دہن کو اُس پودے تک پہنچنے سے روکا جائے جن کی جبلت اور خلقت میں سبزہ گیاہ کا کھانا داخل ہے (دوسرے) کنویں یا نہر یا بارش کا پانی اور ہوا اور حرارت آفتاب (غرضیکہ تمام اسباب زندگی و ترقی) کے پہنچنے کا پورا انتظام ہو۔ (تیسرے) اوپر سے برف اولے وغیرہ جو اُس کی حرارت غریزیہ کے احتقان کا باعث ہو، اس پر گرنے نہ پائے۔ کیونکہ یہ چیز اُس کی ترقی اور نشوونما کو روکنے والی ہے۔ (چوتھے) مالک باغ کا دشمن یا اور کوئی حاسد اُس پودے کی شاخ و برگ وغیرہ کو نہ کاٹ ڈالے۔ یا اُس کو جڑ سے اُکھاڑ کر نہ پھینک دے۔ اگر ان چار باتوں کا خاطر خواہ بندوبست باغبان نے کر لیا تو خدا سے اُمید رکھنا چاہیئے کہ وہ پودا بڑا ہوگا، پھولے پھلیگا، اور مخلوق اُس کی پُرمیوہ شاخوں سے استفادہ کریگی۔ ٹھیک اسی طرح ہم کو خالق ارض و سماء کو (جو ربّ الفلق اور فالق الحب والنوی اور چمنستان عالم کا حقیقی مالک و مربی ہے اپنے شجر وجود اور شجر ایمان کے متعلق ان ہی چار قسم کی آفات سے پناہ مانگنا چاہیئے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ پس معلوم کرنا چاہیئے کہ جس طرح اول قسم میں سبزہ خور جانوروں کی ضرر رسانی محض اُن کی طبیعت کے مقتضیات میں سے تھی، اسی طرح "شر" کی اضافت "ماخلق" کی طرف بھی اسی جانب مشیر ہے کہ یہ شر اُس مخلوق میں من حیث ہو مخلوق کے واسطے ثابت ہے اور اُس کے صدور میں بجز اُن کی طبیعت اور پیدائشی دَواعی کے اور کسی سبب کو دخل نہیں جیسا کہ سانپ بچھو اور تمام سباع و بہائم وغیرہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ ؎ نیش عقرب نہ از پے کین است ؛ مقتضائے طبیعتش این ست۔ اس کے بعد دوسرے درجہ میں غاسقٍ اِذَا وَقَبَ" سے تعوذ کی تعلیم دی گئی ہے جس سے مفسرین کے نزدیک مراد یا تو رات ہے جب خوب اندھیری ہو، یا آفتاب ہے جب غروب ہو جائے، یا چاند ہے جب اُس کو گہن لگ جائے۔ ان میں سے کوئی معنی لو۔ اتنی بات یقینی ہے کہ غاسق میں سے شر کا پیدا ہونا اس کے وقوب (کسی چیز کے پیچھے چھپ جانے) پر مبنی ہے۔ اور ظاہر ہے وقوب (چھپ جانے) میں اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ ایک چیز کا علاقہ ہم سے منقطع ہو جائے، اور جو فوائد اُس کے ظہور کے وقت ہم کو حاصل ہوتے تھے وہ اب ہاتھ نہ آئیں لیکن جب یہ ہے تو یہ تمثیل اسباب و مسببات سے زیادہ اور کسی چیز پر چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ مسبب کا وجود اسباب و مُعِدّات کے وجود پر موقوف ہوتا ہے اور جب تک اسباب کا علاقہ مسببات کے ساتھ قائم نہ ہو، ہرگز کوئی مسبب اپنی ہستی میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو ہم نے آفت کی دوسری قسم میں یہ کہہ کر بیان کیا تھا کہ پانی، ہوا اور حرارت آفتاب (غرض کل اسباب زندگی و ترقی) کا اگر خاطر خواہ انتظام نہ ہوا تو وہ پودا کملا کر خشک ہو جائیگا اب اس کے بعد تیسرا تعوذ "نفاثات فی العقد" سے کیا گیا جس سے میں کہہ چکا ہوں کہ ساحرانہ اعمال مُراد ہیں۔ جو لوگ سحر کا وجود تسلیم کرتے ہیں وہ یہ مانتے ہیں کہ سحر کے اثر سے مسحور کو ایسے امور عارض ہو جاتے ہیں جن سے طبیعت کے اصلی آثار مغلوب ہو کر دب جائیں تو سحر کی یہ آفت اُس آفت سے بہت ہی مشابہ ہوئی جو پودے پر برف وغیرہ گرنے اور حرارت غریزیہ کے مختنق (بند) ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی تھی جس سے اُس کا نشوونما رک جاتا تھا۔ لبید بن اعصم کے قصہ میں جو الفاظ آئے ہیں "فقام علیہ الصلوٰۃ والسلام کانما اُنشط من عقال" ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز نے مستولی ہو کر آپ کے مقتضیات طبیعت کو چھپا لیا تھا جو جبریل علیہ السلام کے تعوذ سے باذن اللہ دفع ہو گئی۔ اب اُن آفات میں سے جن سے تحرّز کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا صرف ایک آخری درجہ باقی ہے یعنی کوئی مالک باغ کا دشمن بربنائے عداوت و حسد پودے کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکے یا اُس کی شاخ و برگ کاٹ ڈالے۔ شر کے اس مرتبہ کو "مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ" نے بہت ہی وضاحت کے ساتھ ادا کر دیا۔ ہاں اس تقریر میں اگر کچھ کمی ہے تو صرف اتنی کہ کبھی کبھی ہم کو ان چاروں آفات میں سے کسی کا سامنا کرنا نہیں

(بقیہ صفحہ ۸۰۴)

النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶ ع

میں جنوں میں اور آدمیوں میں ول

ع ۶ ۳۹

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ تفسیر عثمانی کے اس نسخہ کا عربی متن
الحمدللہ کتابت وطباعت کی اغلاط سے پاک ہے

[signature] محمد اشفاق خان رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف پنجاب	[signature] شمس الباری ندوی رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف پنجاب

دُعَاءُ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِيْ فِيْ قَبْرِيْ
اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا
وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً ۔ اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَا
نَسِيْتُ وَعَلِّمْنِيْ مِنْهُ مَاجَهِلْتُ وَارْزُقْنِيْ
تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ
لِيْ حُجَّةً يَّارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

پڑتا، بلکہ روئیدگی سے پہلے ہی یا تو بعض چیونٹیاں اُس تخم کے باطن میں سے وہ خاص جوہر چوس لیتی ہیں جس سے تخم کی روئیدگی ہوتی ہے اور جس کو ہم "قلب الحبوب" یا "سویدائے تخم" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یا اندر ہی اندر گھن لگ کر کھوکھل ہو جاتا ہے اور قابل نشوونما نہیں رہتا۔ شاید اسی سرسری کمی کی تلافی کے لئے دوسری سورت میں "الوسواس الخناس" کے شر سے استعاذہ کی تعلیم فرمائی گئی۔ کیونکہ "وسواس" اُن ہی فاسد خطرات کا نام ہے جو ظاہر ہو کر نہیں، بلکہ اندرونی طور پر ایمان کی قوت میں رخنہ ڈالتے ہیں۔ اور جن کا علاج عالم الخفیات والسرائر کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں۔ لیکن جب وساوس کا مقابلہ ایمان سے ٹھہرا تو دفع وسواس کے واسطے اُنہی صفات سے تمسک کرنے کی ضرورت ہوئی جو ایمان کے اصل مبادی و مناشی گنے جاتے ہیں اور جن سے ایمان کو مدد پہنچتی ہے۔ اب تجربہ سے معلوم ہوا کہ سب سے اوّل ایمان (انقیاد و تسلیم) کا نشوونما حق تعالیٰ کی تربیت ہائے بے پایاں اور انعامات بے غایات ہی کو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے پھر جب ہم اُس کی ربوبیت مطلقہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارا ذہن ادھر منتقل ہوتا ہے کہ وہ رب العزت مالک الملک اور شہنشاہِ مطلق بھی ہے۔ کیونکہ تربیت مطلقہ کے معنی ہر قسم کی جسمانی و روحانی ضروریات بہم پہنچانے کے ہیں اور یہ کام بجز ایسی ذات منبع الکمالات کے اور کسی سے بن نہیں پڑ سکتا جو ہر قسم کی ضروریات کی مالک ہو اور دنیا کی کوئی ایک چیز بھی اُس کے قبضۂ اقتدار سے خارج نہ ہو سکے۔ ایسی ہی ذات کو ہم "مالک الملک" اور "شہنشاہِ مطلق" کہہ سکتے ہیں۔ اور لاریب اُسی کی یہ شان ہونی چاہیے "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" گویا "مالکیت" یا "ملکیت" ایک ایسی قوت کا نام ہے جس کی فعلیت کا مرتبہ "ربوبیت" سے موسوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ربوبیت کا کل خلاصہ اعطاء منفعت اور دفع مضرت ہے اور ان دونوں چیزوں پر قادر ہونا یہ ملک علی الاطلاق کا منصب ہے۔ پھر ذرا اور آگے بڑھتے ہیں تو ملک علی الاطلاق ہونے ہی سے ہم کو اس کی معبودیت (الٰہیت) کا سُراغ ملتا ہے۔ کیونکہ معبود اُسی کو کہتے ہیں جس کے حکم کے سامنے گردن ڈال دی جائے اور اس کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کی اصلا پروا نہ کی جائے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ انقیاد و بندگی بجز معبت کاملہ اور حکومت مطلقہ کے اور کسی کے سامنے سزاوار نہیں اور ان دونوں چیزوں کا اصلی مستحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے معبودیت و الٰہیۃ کی صفت بھی تنہا اُسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ثابت ہو گئی۔ پڑھو "أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا" غرض سب سے اوّل جو صفت ایمان کا مبدا امتی ہے وہ ربوبیت ہے اُس کے بعد صفت ملکیت اور رب کے بعد الوہیت کا مرتبہ ہے۔ پس جو شخص اپنے ایمان کو وساوس شیطانی کی مضرت سے بچانے کے لئے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں چارہ جوئی کریگا اُس کو اُسی طرح درجہ بدرجہ نیچے کی عدالت سے اوپر کی عدالت میں جانا مناسب ہوگا جس طرح خود اُس نے بالترتیب اپنی صفات (رب الناس، ملک الناس، الٰہ الناس) کو سورۂ "الناس" میں بیان فرمایا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح مستعاذ بہٖ کی جانب میں یہاں تین صفتیں بغیر واو عطف اور بغیر اعادۂ بار جارّہ کے مذکور ہیں یا مستعاذ بکی جانب بھی تین چیزیں نظر آتی ہیں جو صفت در صفت کر کے بیان کی گئی ہیں اس کو یوں سمجھ سکتے ہو کہ لفظ وسواس کو صفت الوہیت کے مقابلہ میں رکھو۔ کیونکہ جس طرح مستعاذ بہٖ حقیقی "الٰہ الناس" ہے اور "ملک" و "رب" اُسی تک رسائی حاصل کرانے کے عنوان قرار دیئے گئے ہیں، اسی طرح مستعاذ بہٖ کی حقیقت یہی وسواس ہے جس کی صفت آگے "خناس" بیان فرمائی ہے "خناس سے مُراد یہ ہے کہ شیطان بحالت غفلت آدمی کے دل میں وسواس ڈالتا رہتا ہے، اور جب کوئی بیدار ہو جائے تو چوروں کی طرح پیچھے کو کھسک آتا ہے۔ ایسے چوروں اور بدمعاشوں کا بندوبست اور اُن کے دست تعدّی سے رعایا کو مصئون و مامون بنانا بادشاہانِ وقت کا خاص فریضہ ہوتا ہے۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ اس صفت کے مقابل "ملک الناس" کو رکھا جائے۔ اور "الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ" جو "خناس" کی فعلیت کا درجہ ہے اور جس کو ہم چور کے نقب لگانے سے تشبیہ دے سکتے ہیں اس کو "رب الناس" کے مقابلہ میں (جو حسب تحریر سابق "ملک الناس" کی فعلیت کا مرتبہ ہے) شمار کیا جائے۔ پھر دیکھیے کہ مستعاذ منہ اور مستعاذ بہٖ میں کس قدر تام اور کامل تقابل ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم باسرار کلامہ۔ (تنبیہ) کئی صحابہ (مثلاً عائشہ صدیقہ، ابن عباس، زید بن ارقم رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض یہود نے سحر کیا۔ جس کے اثر سے ایک طرح کا مرض سا بدن مبارک کو لاحق ہو گیا۔ اس دوران میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ایک دنیوی کام کر چکے ہیں، مگر خیال گزرتا تھا کہ نہیں کیا۔ یا ایک کام نہیں کیا اور خیال ہوتا تھا کہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاج کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں اور ان کی تاثیر سے وہ اثر باذن اللہ زائل ہو گیا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے جس پر آج تک کسی محدّث نے جرح نہیں کی۔ اور اس طرح کی کیفیت منصب رسالت کے قطعاً منافی نہیں۔ جیسے آپ کبھی کبھی بیمار ہوئے، بعض اوقات غشی طاری ہو گئی یا کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا، اور آپ نے فرمایا "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي" (میں بھی ایک بشر ہی ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو) کیا اس غشی کی کیفیت اور سہو و نسیان کو پڑھ کر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اب وحی پر اور آپ کی دوسری باتوں پر کیسے یقین کریں، ممکن ہو اُن میں بھی سہو و نسیان اور بھول چوک ہو گئی ہو۔ اگر وہاں سہو و نسیان کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وحی الٰہی اور فرائض تبلیغ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگیں، تو اتنی بات سے کہ احیاناً آپ ایک کام کر چکے ہوں اور خیال گزری کہ نہیں کیا، کس طرح لازم آیا کہ آپ کی تمام تعلیمات اور فرائض بعثت سے اعتبار اُٹھ جائے۔ یاد رکھیے سہو و نسیان، مرض اور غشی وغیرہ عوارض خواص بشریت سے ہیں۔ اگر انبیاء بشر ہیں تو ان خواص کا پایا جانا اُن کے رتبہ کو کم نہیں کرتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایک شخص کی نسبت دلائل قطعیہ اور براہین نیرہ سے ثابت ہو جائے کہ وہ یقیناً اللہ کا سچا رسول ہے، تو ماننا پڑیگا کہ اللہ نے اس کی عصمت کا تکفل کیا ہے اور وہی اُس کو اپنی وحی کے یاد کرانے سمجھانے اور پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ ناممکن ہے کہ اُس کے فرائض دعوت و تبلیغ کی انجام دہی میں کوئی طاقت خلل ڈال سکے نفس ہو، یا شیطان، مرض ہو، یا جادو، کوئی چیز ان امور میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی، جو مقصد بعثت سے متعلق ہیں۔ کفار جو انبیاء کو مسحور کہتے تھے، چونکہ اُن کا مطلب نبوت کا ابطال اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ جادو کے اثر سے ان کی عقل ٹھکانے نہیں رہی، گویا "مسحور" کے معنی "مجنون" کے لیتے تھے اور وحی الٰہی کو جوش جنون قرار دیتے تھے (العیاذ باللہ) اس لئے قرآن میں ان کی تکذیب و تردید ضروری ہوئی۔ یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا گیا کہ انبیاء علیہم السّلام لوازم بشریت سے مستثنیٰ ہیں۔ اور کسی وقت ایک آن کے لئے کسی نبی پر سحر کا معمولی اثر جو فرائض بعثت میں اصلاً خلل انداز نہ ہو، نہیں ہو سکتا۔ (تنبیہ دوم) معوّذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اور ان کے عہد سے آج تک بتواتر ثابت ہے۔ صرف ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ان دو سورتوں کو اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تھے۔ لیکن واضح رہے کہ ان کو بھی ان سورتوں کے کلام اللہ ہونے میں شبہ نہ تھا۔ وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور لاریب آسمان سے اُترا ہے۔ مگر اُن کے نازل کرنے کا مقصد رُقیہ اور علاج تھا۔ معلوم نہیں کہ تلاوت کی غرض سے اُتاری گئی یا نہیں اس لئے ان کو مصحف میں درج کرنا اور اُس قرآن میں شامل کرنا جس کی تلاوت نماز وغیرہ میں مطلوب ہے، خلاف احتیاط ہے۔ روح البیان میں ہے "إِنَّهُ كَانَ لَا يَعُدُّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَ لَا يَكْتُبُهُمَا فِي مُصْحَفِهِ يَقُولُ انهما منزلتان مِنَ السَّمَاءِ وهما من كلام رب العالمين ولكن النبي عليه الصلوة والسلام كان يرقى ويعوذ بهما فاشتبه عليه انهما من القرآن او ليسا منه فلم يكتبهما في المصحف" (صفحہ ۲۳، جلد ۴)۔ قاضی ابوبکر باقلانی لکھتے ہیں۔ "لم ينكر ابن مسعود كونهما من القرآن وانما انكر اثباتهما في المصحف فانه كان يرى ان لا يكتب في المصحف شيئاً الا ان كان النبي صلى الله عليه وسلم اذن في كتابته فيه وكانه لم يبلغه الاذن" (فتح الباری صفحہ ۵۱۷، جلد ۸) حافظ نے ایک اور عالم کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں لم يكن اختلاف ابن مسعود مع غيره في قرآنيتهما وانما كان في صفة من صفاتهما۔ فتح الباری صفحہ ۵۱۸ جلد ۸) بہرحال اُن کی یہ رائے بھی شخصی اور انفرادی تھی اور جیسا کہ بزار نے تصریح کی ہے۔ کسی ایک صحابی نے اُن سے اتفاق نہیں کیا اور بہت ممکن ہے کہ جب تواتر سے اُن کو ثابت ہو گیا ہو کہ یہ بھی قرآن متلو ہے تو اپنی رائے پر قائم نہ رہے ہوں۔ اس کے علاوہ ان کی یہ انفرادی رائے بھی محض خبر واحد سے معلوم ہوئی ہے جو تواتر قرآنی کے مقابلہ میں قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔ شرح مواقف میں ہے "ان اختلاف الصحابة في بعض سور القرآن مروي بالاحاد المفيدة للظن ومجموع القرآن منقول بالتواتر المفيد لليقين الذي يضمحل الظن في مقابلته فتلك الاحاد مما لا يلتفت اليه ثم ان سلمنا اختلافهم فيما ذكرنا انهم لم يختلفوا في نزوله على النبي صلى الله عليه وسلم ولا في بلوغه في البلاغة حد الاعجاز بل في مجرد كونه من القرآن وذلك لا يضر فيما نحن بصدده" اھ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ "والجيب باحتمال انه كان متواتراً في عصر ابن مسعود لكن لم يتواتر عند ابن مسعود فانحلت العقدة بعون الله تعالى" اور صاحب روح المعانی کہتے ہیں "ولعل ابن مسعود رجع عن ذلك" اھ

اُس رب کریم کا شکر کس زبان سے ادا کروں جس کی خالص توفیق و تیسیر سے آج یہ مہتم بالشان کام انجام کو پہنچا۔ الٰہی! آج عرفہ کے مبارک دن اور وقوف بعرفات کے وقت میں تیرے کلام پاک کی ایک مختصر سی خدمت جو محض تیرے فضل و اعانت سے اختتام پذیر ہوئی، تیری بارگاہ قدس میں بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں۔ تو اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرما اور مقبول بنا۔ الٰہی! میں معترف ہوں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں حق اخلاص ادا نہیں ہو سکا، لیکن تیری رحمت و رافت جب سیئات کو حسنات سے بدل ڈالتی ہے اُس کے لئے ایک صورت حسنہ کو حقیقت حسنہ بنا دینا کیا بڑی بات ہے۔ میرا گمان تیرے ساتھ یہی ہے کہ تو اپنی نکتہ نوازی سے اس ناچیز عمل کو زندۂ جاوید بنائیگا، اور اس کے نیک ثمرات سے دارین میں مجھ کو متمتع فرمائیگا۔ اے اللہ! تو اپنے قرآن پاک کی برکت سے میری، میرے والدین کی، میرے شیوخ و اساتذہ کی، میرے اقارب و احباب کی، اور اُن کی جو اس کار خیر کے محرک و داعی بنے، یا جنہوں نے اس عظیم الشان کام میں رفاقت و اعانت کی سب کی مغفرت فرمائیے اور سب کو دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مامون و مصئون رکھیے اور حضرت مترجم قدس سرہٗ کے

ساتھ جنت الفردوس میں جمع کیجیے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًی وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ اللَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ حُجَّةً لِّیْ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

ولنعم ما قیل؛ اوّل و آخر قرآں زچہ با آمد و سین ٭ یعنی اندر دو جہاں رہبر ما قرآں بس۔

۰۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ
دیوبند

العبد الفقیر

فضل اللہ المدعو بہ شبیر احمد ابن مولانا فضل الرحمٰن العثمانی

قد کان ابی حسانی لفضل اللہ و کان یفشد:۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ٭ ولو کرہ الاعداء من کل حاسد!

رموزِ اوقاف و رسمُ الخط

اوقاف لازمی اور ضروری

نمبر شمار	علامات	رموز
۱	مـ	وقف لازم
۲	ط	وقف مطلق
۳	سکتہ	علامت سکتہ۔ یہاں اس طرح ٹھہرو کہ سانس نہ ٹوٹے۔ یہ علامت تمام قرآن مجید میں صرف چار مقام پر آئی ہے۔
۴	وقفہ	علامت وقف۔ اس مقام پر سانس توڑ دو۔
۵	○	ختم آیت کی علامت ہے۔ دائرہ پر اگر کوئی اور علامت نہ ہو تو رک جاؤ، ورنہ علامت کے مطابق عمل کرو۔
۶	۵	آیت کوفی ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

وصل یعنی وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا ضروری ہے

۱	لا	جب ۵ اور ○ کے بغیر ہو تو ملانا ضروری ہے۔

ذیل کی علامات میں وصل بہتر ہے

۱	ز	وقف مجوّز
۲	ج۔ز	وقف جائز و مجوّز
۳	ق	وقف کا قول ضعیف ہے۔ "ق" قیل علیہ الوقف کا مخفف ہے۔
۴	صلے	الوصل اولیٰ کا مخفف ہے۔ یعنی وصل بہتر ہے۔
۵	صل	ملاؤ

جہاں وقف بہتر ہے

۱	قف	وقف بہتر کی ایک ہی علامت ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں اکثر حاشیہ پر جو وقف النبی صلعم، وقف جبرئیل، وقف غفران، وقف منزل اور وقف کفران لکھا ہوتا ہے تو وہاں بھی وقف بہتر ہے۔

وقف اور وصل مساوی ہیں

۱	۵ لا	ان دونوں کو آیت لا کہتے ہیں، دونوں کے وقف یا وصل میں اختلاف ہے۔
۲	○ لا	مختصر یہ کہ دونوں جائز ہیں کسی امر کو ترجیح نہیں دی جا سکتی، پڑھنے والا حسب معانی وقف یا وصل کرلے۔
۳	ج	وقف جائز
۴	ص	یہاں وقف کی رخصت ہے۔

علامات متفرقہ

۱	كـ	کذٰلک کا مخفف ہے۔ اس سے مراد ہے کہ جو رمز اس سے پہلی آیت میں آچکی ہے اُسی کا حکم اس پر بھی ہے۔
۲	معانقہ	حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تین جملوں میں سے جن دو کو چاہو ملا لو
۳	؞	یہ معانقہ کی علامت ہے، حاشیہ پر مع ہوتا ہے۔ دو آیتوں کے مابین دو مقام پر

ضروری ہدایت

قرآن مجید میں بیس مقامات ایسے ہیں کہ ذراسی بے احتیاطی سے نادانستہ کلمۂ کفر کا ارتکاب ہو جاتا ہے زیر، زبر اور پیش میں ردّ و بدل کر دینے سے معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اور دانستہ پڑھنے سے گناہ کبیرہ بلکہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ذیل میں وہ تمام مقام درج کر دیئے جاتے ہیں:

نمبر شمار	مقام	صحیح	غلط
۱	سورہ فاتحہ	اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ	اَنْعَمْتُ عَلَیْهِمْ
۲	〃	اِیَّاكَ نَعْبُدُ	اِیَاكَ (بلا تشدید)
۳	سورۂ بقرہ ع ۱۵	وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ	اِبْرَاهِیْمُ رَبَّهٗ
۴	〃 〃 ۳۳	قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ	دَاوٗدَ جَالُوْتُ
۵	〃 آیۃ الکرسی ۳۴	اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	اَللّٰهُ (بالمد)
۶	〃 ۳۶	وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ	یُضْعِفُ
۷	〃 نساء ع ۲۲	رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ	مُبَشَّرِیْنَ وَمُنْذَرِیْنَ
۸	〃 توبہ ع ۱	مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ	وَرَسُوْلِهٖ
۹	〃 بنی اسرائیل ع	وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ	مُعَذَّبِیْنَ
۱۰	〃 طٰہٰ ع ۷	وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ	اٰدَمَ رَبُّهٗ
۱۱	〃 انبیاء ع ۶	اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ	اِنِّیْ كُنْتَ
۱۲	〃 شعراء ع ۱۱	لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ	مُنْذَرِیْنَ
۱۳	〃 فاطر ع ۴	یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا	اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءَ
۱۴	〃 صافات ع ۳	فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ	مُنْذَرِیْنَ
۱۵	〃 فتح ع ۴	صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ	اللّٰهَ رَسُوْلُهٗ
۱۶	〃 حشر ع ۳	الْمُصَوِّرُ	مُصَوَّرُ
۱۷	〃 حاقہ ع ۱	اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ	اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ
۱۸	〃 مزمل ع ۱	فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ	فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلُ
۱۹	〃 مرسلٰت ع ۲	فِیْ ظِلٰلٍ	فِیْ ظَلَالٍ
۲۰	〃 والنّٰزعٰت ع ۲	اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ	مُنْذَرُ

رسم الخط عربی میں یائے مجہول نہیں ہے لیکن قرآن مجید میں صرف ایک موقع پر آئی ہے۔ مجریھا ومرسٰھا کو مجرے او مرسا ہا" پڑھیں گے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں اکثر جگہ الف لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا۔ مثلاً علامت جمع کے لیے جو الف آتا ہے اس کو نہیں پڑھتے جیسے قالوا میں آخری الف نہیں پڑھا جائیگا۔ انا کو انَ پڑھتے ہیں، آخری الف نہیں پڑھا جاتا۔ اٹھارہ مقامات اور ہیں جہاں الف نہیں پڑھا جاتا۔ نقشۂ ذیل میں اس الف پر × بنا دیا گیا ہے۔

مقام	لفظ	مقام	لفظ
آغاز سورۂ آل عمران	الٓمّٓ ×اللّٰهُ	سبحٰن الذی ع ۲ آیۃ ۱	لِشَا×ىْءٍ
لن تنالوا ع ۶ آیۃ ۱	اَفَا×ئِنْ مَّاتَ	〃 ع ۱۱ آیۃ ۷	لٰكِنَّا×
〃 ع ۰ آیۃ ۳	لَا×اِلَى اللّٰهِ	وقال الذی ع ۰ آیۃ	لَا×اَذْبَحَنَّهٗ
لایحب اللہ ع ۹ آیۃ ۳	تَبُوْٓءَا×	سورۂ حجرات ع ۲ آیۃ ۱	بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ
قال الملا ع ۱۳ آیۃ ۴	مَلَا×ئِهٖ	ومالی ع ۶ آیۃ ۴	لَا×اِلَى الْجَحِیْمِ
واعلموا ع ۱۳ آیۃ ۵	لَا×اَوْضَعُوْا	سورۂ محمد ع ۴ آیۃ ۳	نَبْلُوَا×
ومامن دابۃ ع ۶ آیۃ ۸	ثَمُوْدَا×	سورۂ نجم ع ۳ آیۃ ۱۹	ثَمُوْدَا×
ومآ ابری ع ۱۰ آیۃ ۳	تَتْلُوَا×	سورۂ دہر ع ۱ آیۃ ۴	سَلٰسِلَا×
[illegible]	[illegible]	〃 ع ۱ آیۃ ۵	كَانَتْ قَوَارِیْرَا× قَوَارِیْرَا× مِنْ فِضَّةٍ